تفسیر مدارک (اردو)

مدارک التنزیل وحقائق التاویل

جلد اول

مؤلف

الشیخ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

استاذ التفسیر والحدیث مولانا شمس الدین مدظلہ

ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸-اردو بازار لاہور ۰ پاکستان

فون: 37211788 , 37231788

تفسیر مدارک النسفی اردو

مدارک التنزیل وحقائق التاویل

جلد اوّل

از پارہ 1 – تا – 10

تالیف:

ابی البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی

(ت ۷۱۰ ھ)

حققہ وخرّج احادیثہ
یوسف علی بدیوی

راجعہ وقدم لہ
محی الدین دیب مستو

مترجم

استاذ التفسیر والحدیث مولانا شمس الدین مدظلہ

فقہ حنفی کی مشہور تفسیر کا مستند اردو ترجمہ جس میں الفاظ قرآنی کی لغوی و شرعی تشریح کی گئی ہے۔ ہر آیت کے بارے میں قراء کرام کے اقوال، عربی ضرب الامثال کا ذکر، ملحدین کے اعتراضات کے جوابات اور احکام قرآنی کا فقہی استنباط اور متقدمین کے اقوال سے استدلال ہے۔

مکتبۃ العلم

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان

Ph:7211788-7231788

نام کتاب .... تفسیر مدارک للنسفی اُردو

تالیف: .... الشیخ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمہ اللہ

مترجم .... اُستاذ التفسیر و الحدیث مولانا شمس الدین مدظلہ

ناشر .... خالد مقبول

مطبع .... لعل سٹار پرنٹرز

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ☎ 7224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور ☎ 7221395

❖ مکتبہ جویریہ ۱۸ - اردو بازار ۰ لاہور ۰ پاکستان ☎ 7211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

عرض ناشر

قرآن مجید وفرقان حمید سراپا معجزہ ہے، اس کے معانی کے ساتھ ساتھ اس کے الفاظ اور اس کی عبارتیں بھی معجزانہ ہیں، قرآن مجید اللہ کی آخری اور وہ عظیم المرتبت اور عالی شان کتاب ہے جسے اللہ رب العزت نے بقاء انسانی کے لیے بطور ضابطہ اور اساس نازل فرمایا۔

قرآن مجید سے پہلے کی کتب سماویہ جو سابقہ امم کو عطا ہوئیں وہ سب تحریف کا شکار ہوگئیں۔ حتیٰ کہ آج ان میں سے کوئی کتاب بھی اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں۔ جبکہ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ وہ اپنی اصلی حالت میں ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس کے لیے خالق کائنات جل مجدہٗ نے فرمایا ہے۔

﴿انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون﴾

''بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمائیں گے۔''

قرآن مجید عربی میں نازل ہوا تھا۔ اس وقت جو لوگ (صحابہ رضی اللہ عنہم) موجود تھے، عربی ان کی مادری زبان تھی۔ اس لئے قرآن کے معانی ومطالب معلوم کرنے میں انہیں کوئی دقت پیش نہ آتی تھی۔ تاہم جہاں کہیں انہیں کوئی اشکال ہوتا تھا۔ وہ خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلیا کرتے تھے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جہاں دوسرے بہت سے مناصب پر فائز کیا تھا وہاں ایک منصب عالی قرآن عزیز کے مفسر وترجمان ہونے کا بھی تھا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

﴿وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیهم﴾ (النمل:٤٤)

''اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا، تاکہ آپ اسے لوگوں پر واضح کریں۔''

چنانچہ تفسیر کا سب سے بیش قیمت سرمایہ تفسیری روایات ہیں جو کہ مختلف کتب حدیث میں منقول ہیں۔

حفاظت قرآن کے وعدۂ خداوندی کی تکمیل یوں ہوئی کہ الفاظ کو تو حفاظ نے سینوں میں محفوظ کرلیا اور جہاں تک معانی قرآن کا تعلق ہے تو مفسر اعظم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک مفسرین کرام نے ان کی حفاظت میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ چنانچہ ہر دور میں مفسرین نے اپنے ذوق اور علم کے مطابق چھوٹی بڑی تفاسیر لکھیں۔ بہت سے علوم تفسیر میں گھل مل گئے۔ جیسا کہ نحوی علماء نے تفاسیر لکھیں۔ ان میں نحوی مسائل کو سامنے رکھا مثلاً ابو حیان کی تفسیر البحر المحیط۔ علوم عقلیہ کے علماء نے جو تفاسیر

لکھیں ان میں فلسفہ کو مدنظر رکھا مثلاً امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر"۔ صوفیاء نے علم تصوف پر مبنی تفاسیر لکھیں مثلاً ابن عربی کی تفسیر ابن عربی۔

زیر نظر تفسیر جناب ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی کی عظیم المرتبت تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل المعروف بہ تفسیر مدارک نسفی ہے۔ امام نسفی مسلکاً حنفی تھے۔ حدیث نبوی ﷺ اور اصول فقہ کے امام تھے اور کتاب اللہ کے بہترین مفسر تھے۔

مکتبۃ العلم لاہور کو جو عرصہ دراز سے علوم دینیہ کی اشاعت وترویج میں بڑی عرق ریزی سے کوشاں ہے اس سے پہلے کتب احادیث سنن ابوداؤد (مترجم)، سنن نسائی (مترجم)، سنن ابن ماجہ (مترجم)، جامع ترمذی (مترجم)، موطا امام محمد (مترجم) اور دلیل الفالحین اردو شرح ریاض الصالحین تفسیر انوار البیان اردو پہلی بار کمپیوٹر کمپوزنگ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔ اسی طرح الحمدللہ پہلی بار تفسیر مدارک جو کہ فقہ حنفی کی بہترین تفسیر ہے کو اردو قالب میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، اس تفسیر میں درج ذیل خصوصیات ہیں

① الفاظ قرآنی کی لغوی اور شرعی تشریح

② ہر آیت کے بارے میں قراء کے اقوال

③ عربی ضرب الامثال کا جابجا ذکر۔

④ ملحدین کے اعتراضات کے مدلل جوابات۔

⑤ احکام قرآنی کا فقہی استنباط اور متقدمین کے اقوال سے استدلال۔

اس میں قرآنی عربی (کتابت شدہ) لگا کر مشہور مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ کا ترجمہ لگا دیا گیا ہے جو کہ عام فہم اور آسان ترجمہ ہے۔

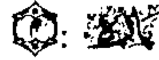
آخر میں استدعا ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ بندہ کے والدین کو جنہوں نے مجھے قرآن وحدیث کے کام کی طرف نہ صرف رغبت دلائی بلکہ قدم قدم پر راہنمائی بھی فرمائی (جو الحمدللہ ہنوز جاری ہے) ان کو اپنی دعاؤں میں ضرور شامل کریں۔ اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کی تیاری میں دامے درمے سخنے شامل ہونے والے تمام احباب کو اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث کے کام کی اور زیادہ توفیق ورغبت عطاء فرمائے۔

طالب دعا

خادم العلم والعلماء

خالد مقبول

فہرست



سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃ : ①

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ : ②



پارہ ۳

سُورَةُ آلِ عِمْرَان ۳

پارہ ۴

سُورَۃُ النِّسَاءِ ④

ورثاء کی اقسام

پارہ ۵

پارہ : ۷

پارہ : ۸

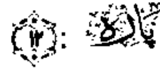
سُوْرَۃُ الْاَعْرَافِ

پارہ : ۹

فہرست

پارہ : ۱۱

سُوْرَۃُ یُوْنُس ۱۰



سُوْرَۃُ ھُوْدٍ ⑪

سورۃ یوسف (۱۲)



سورۃ الرعد ۱۳

سورۃ ابراہیم ۱۴

پارہ : ۱۴

سورۃ الحجر ۱۵

سُورَۃُ النَّحْل (۱۶)

پارہ : ۱۵

سورۃ بنی اسرائیل ۱۷

سُوْرَۃُ الْکَھْفِ ⑱

پارہ: ۱۶

سورۃ مریم ۱۹

سورۃ طٰہٰ ۲۰

پارہ : ۱۷

سورۃ الانبیاء ۲۱

سورۃ الحج ㉒

پارہ : ۱۸

سورۃ المؤمنون ۲۳

سورۃ النور ۲۴

سورۃ الفرقان ۲۵

پارہ : ۱۹

سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ (۲۶)

سورۃ النمل ۲۷


پارہ : ۲۰


سورۃ القصص ۲۸

سورۃ العنکبوت (۲۹)

فہرست

پارہ : ۲۱

سورۃ الروم (۳۰)

سُورَةُ لُقْمَٰنَ (۳۱)

سُوْرَۃُ السَّجْدَۃِ ㉜

سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ ㉝

پارہ : ۲۲

سورۃ یٰسٓ (۳۶)

پارہ : (۲۳)

سُورۃ الصّٰفّٰت ۳۷

سُوْرَۃُ صٓ (۳۸)

سورۃ الزمر ③⑨

پارہ : ②④

سورۃ المؤمن (۴۰)

سورۃ حٰمٓ السجدۃ (۴۱)

پارہ : ۲۵

سورۃ الشوریٰ ۴۲

سورۃ الزخرف (۴۳)

سُورۃ الدُّخان ④④

سورۃ محمد ۴۷

سورۃ الفتح ㊽

سورۃ الحجرات ㊾

سُوْرَۃُ قٓ ۵۰

سُورۃ الذّٰریٰت (۵۱)

پارہ : ۲۷

سورۃ الطور ۵۲

سورۃ النجم ۵۳

سورۃ القمر ۵۴

سُورَۃُ الحَدِید ۵۷

پارہ : ۲۸

سُورَۃُ المُجَادَلَۃ ۵۸

سُورَۃُ الحَشر ۵۹

سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃ ⑥⓪

سُوْرَۃُ الصَّفّ ⑥①

سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃ ⑥②

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ ۶۳

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ ۶۴

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ ۶۵

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ ۶۶

پارہ : ۲۹

سورۃ الملک ۶۷

سورۃ القلم ۶۸

سورۃ الحاقۃ ۶۹

سورۃ المعارج (۷۰)

سورۃ نوح (۷۱)

سورۃ الجن (۷۲)

سورۃ المزمل (۷۳)

سورۃ المدثر ۷۴

سورۃ القیامۃ ۷۵

سورۃ الدھر ۷۶

سورۃ المرسلات ۷۷

پارہ : ۳۰

سورۃ النبأ ۷۸

سورۃ النزعت ۷۹

سورۃ عبس ۸۰

سورۃ التکویر ۸۱

سُوْرَةُ التَّكْوِير ⑧١

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَار ⑧٢

سُوْرَةُ الْبُرُوْج ⑧٥

سُوْرَةُ الطَّارِق ⑧٦

سُورَةُ الْأَعْلٰى ⑧⑦

سُورَةُ الْغَاشِيَة ⑧⑧

سُورَةُ الْفَجْر ⑧⑨

سُورَةُ الْبَلَد ⑨⓪

سُوْرَةُ الشَّمْسِ (۹۱)

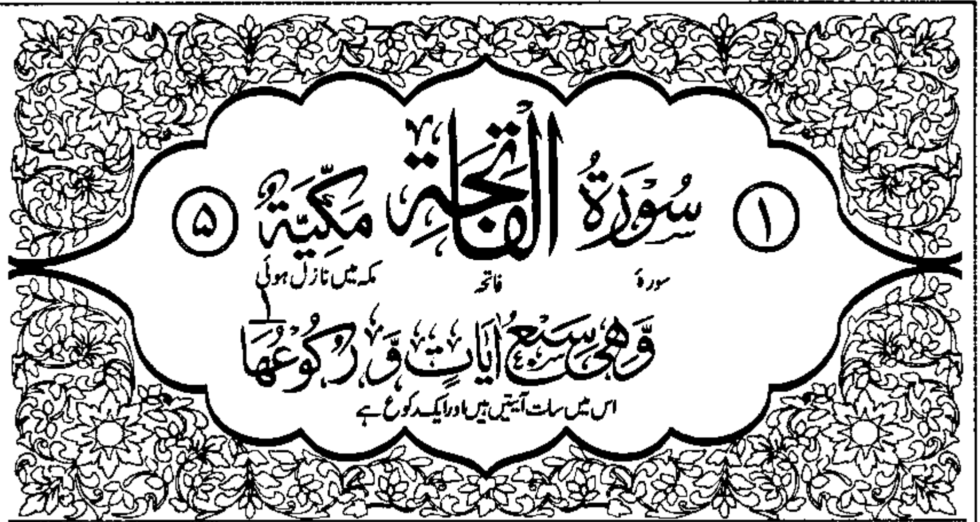
سُوْرَةُ اللَّيْلِ (۹۲)

سُوْرَةُ الضُّحٰى (۹۳)

سُوْرَةُ الَمْ نَشْرَحْ (۹۴)

سُوْرَةُ التِّيْنِ (۹۵)

سُوْرَةُ الْعَلَقِ (۹۶)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یہ سورت مکی ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ مدنی ہے۔ مگر صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ مکی اور مدنی ہے۔ یہ مکہ شریف میں اس وقت اتاری گئی جبکہ نماز کا فریضہ لاگو ہوا۔ پھر دوبارہ نزول مدینہ میں اس وقت ہوا جب تحویل قبلہ کا معاملہ پیش آیا۔

اسمائے سورت اور انکی وجوہ:

نمبر ۱۔ ام القرآن : (ا) حدیث میں اس کا یہ نام وارد ہوا ہے۔ **لا صلاة لمن لم يقرء بام القرآن** (مسلم) اس کی نماز کامل نہیں جس نے ام القرآن نہ پڑھی۔

(ب): یہ قرآن مجید کے مقاصد پر مشتمل ہے۔

نمبر ۲۔ وافیه ، کافیه : یہ سورت مقاصد قرآن کو اپنے اندر سمیٹنے والی ہے۔

نمبر ۳۔ الکنز : حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ **فاتحة الكتاب كنز من كنوز عرشي** (ابن راہویہ) فاتحۃ الکتاب میرے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

نمبر ۴ الشفاء' الشافیه : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے **فاتحة الكتاب شفاء من كل داء الا السام** (فیض القدیر) فاتحہ موت کے علاوہ ہر بیماری کا علاج، (شفاء) ہے۔

نمبر ۵ المثانی : کیونکہ یہ نماز میں بار بار دھرائی جاتی ہے۔

نمبر ۶ سورة الصلاة (ا) : اس روایت کی بناء پر (**لا صلاة لمن لم يقرء بام القرآن**) کہ نماز کی تکمیل کا دارومدار اس پر ہے۔

(ب) : اس لئے بھی کہ یہ نماز میں فرض ہے یا واجب (فقہاء کے اختلاف کے مطابق)

نمبر ۷ سورت الحمد والاساس: یہ قرآن کی اساس و بنیاد ہے۔ جیسا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ارشاد میں ذکر فرمایا اذا اعتللت او اشتکیت فعلیک بالاساس: کہ جب تو بیمار پڑ جائے تو فاتحہ کو لازم پکڑ۔''

تعدادِ آیات:

اس سورت میں بالاتفاق سات آیات ہیں۔ واللہ اعلم

اختلافِ قراء اور انکے دلائل:

نمبر ۱: قراء مدینہ، بصرہ اور شام رحمہم اللہ کا کہنا یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ فاتحہ کی آیت نہیں اور نہ ہی یہ کسی دوسری سورت کی ابتدائی آیت ہے (البتہ سورت نمل کی آیت کا حصہ ہے انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم الأیۃ)

ابتداء میں اس کو تبرک کے طور پر اور دو سورتوں کے مابین فاصلہ ظاہر کرنے کیلئے لایا جاتا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کا یہی مسلک ہے۔ اسی بناء پر ان کے ہاں فاتحہ کے ساتھ اس کو جہراً نہیں پڑھا جاتا۔

نمبر ۲: دوسرا مسلک قراء مکہ اور کوفہ رحمہم اللہ کا ہے۔ کہ یہ نہ صرف سورت فاتحہ کی ایک آیت ہے۔ بلکہ ہر سورت کی (ابتدائی) آیت ہے۔ اس قول کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے احباب نے اختیار فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس کو فاتحہ کے ساتھ جہراً پڑھتے ہیں۔

دلائل شوافع رحمۃ اللہ علیہم نمبر ۱:

سلف صالحین رحمہم اللہ اس کو قرآن مجید میں لکھتے چلے آرہے ہیں حالانکہ غیر قرآن کو قرآن میں لکھنے کی شدت سے ممانعت تھی (پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ سورت فاتحہ کی آیت ہے)

نمبر ۲ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ جس نے بسم اللہ کو چھوڑ دیا۔ اس نے گویا کتاب اللہ کی ایک سو چودہ ۱۱۴ آیات کو چھوڑ دیا۔ (اس سے ثابت ہوا کہ یہ ہر سورت کی آیت ہے)

دلائل احناف رحمۃ اللہ علیہم:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے صلاۃ یعنی فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے۔ میرے بندے کیلئے وہ ہے۔ جو اس نے سوال کیا۔

جب بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری حمد کی۔

جب بندہ کہتا ہے الرحمان الرحیم۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری ثناء کی۔

جب بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔

جب بندہ کہتا ہے ایاك نعبد و ایاك نستعین۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ میرے بندے نے جو طلب کیا میں نے اس کو دے دیا۔

جب بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و لاالضآلین ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ میرے بندے کیلئے خاص ہے اور میرے بندے نے جو مجھ سے سوال کیا وہ میں نے اسے دے دیا ۔ (مسلم، ترمذی)

(پس اگر بسم اللہ فاتحہ کا جزو ہوتو الحمد کی بجائے اولاً بسم اللہ کہا جاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ فاتحہ بسم اللہ کا جز ونہیں)۔

پس، **الحمد للّٰہ رب العالمین** سے سورت فاتحہ کی ابتداء کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کا جز ونہیں ہے۔ جب فاتحہ کا جز و نہ بنا تو دوسری سورتوں کا جز و نہ ہونا تو بالاتفاق خود ثابت ہوگیا۔ اور یہ روایت تو صحاح ستہ میں مذکور ہے۔

جواب روایت:

ان کی پیش کردہ روایت ہمارے مخالف نہیں کیونکہ بسم اللہ ہمارے نزدیک بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔
دوسورتوں کے درمیان فاصلہ کرنے اور سورتوں کے ابتداء میں تبرک حاصل کرنے کی غرض سے اتاری گئی۔ علامہ فخر الاسلام رحمہ اللہ نے یہ بات ''المبسوط'' میں ذکر کی ہے۔ ہم پر اعتراض اس روایت سے تب آتا جب اس کو ہم قرآن مجید کی آیت تسلیم نہ کرتے۔ ''الکافی'' میں اسکی تفصیل موجود ہے من شاء فلیراجع۔ با۔ کا تعلق محذوف سے ہے۔ جس کی تقدیر عبارت یہ ہے۔ بسم اللہ اَقْرءُ وَاَتْلُوْا کیونکہ جو شخص بسم اللہ کی تلاوت کرتا ہے۔ تو وہ اس کا قاری ہے۔ جیسا کہ مسافر جب کسی جگہ خیمہ زن ہو یا وہاں سے کوچ کرے تو کہتا ہے۔ باسم اللہ والبرکات یعنی (بسم اللّٰہ احل و بسم اللّٰہ ارتحل) کہ میں اللہ کے نام کی برکت سے اترتا اور اللہ کے نام کی برکت سے کوچ کرتا ہوں۔ اسی طرح ذبح کرنے والا (کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کرتا ہوں)۔

اصول:

یہ فاعل جو بسم اللہ سے اپنے فعل کو شروع کرے گا تو وہی فعل مضمر ہوگا جس کی ابتداء بسم اللہ سے کی گئی ہے۔
البتہ : فعل محذوف آخر میں مانا جائے گا۔ کیونکہ فعل اور مُتعلّق بہ سے زیادہ اہم مُتعلَّق بہ ہے (کیونکہ مقصود وہی ہوتا ہے)

عادتِ مشرکین:

مشرکین اپنے معبودوں کے نام سے ابتداء کرتے ہوئے کہتے باسم اللات و باسم العزی۔
(اسلام نے شرک کی جڑ کو اکھیڑا ہے) اس لئے مؤمن موحد کیلئے ضروری ٹھہرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو ابتداء میں لائے تاکہ ہر چیز کی ابتداء کیلئے اللہ تعالیٰ کے نام کا خاص ہونا ثابت ہو سکے اور یہ مقصد صرف اس صورت میں پورا ہوسکتا ہے جبکہ متعلق بہ کو پہلے لایا جائے اور فعل کو آخر میں ذکر کیا جائے۔

ایک اعتراض اوراس کا جواب:

سوال : اقرأ باسم ربک: علق: ۱۔ میں فعل کو مقدم کیوں کیا گیا۔
جواب : ایک قول کے مطابق یہ سب سے پہلے اترنے والی سورت ہے۔ اس وقت قراءت کا حکم زیادہ اہمیت والا تھا۔ اسی لئے

فعل قراءت کومقدم کردیا گیا تا کہ حکم قراءت دلوں میں خوب پختہ وجاگزین ہوجائے۔

جواب: نمبر ۲ یہ بھی درست ہے کہ قراءت کوافعل القراءة وحققها (کہ تم قراءت کرواور خوب اچھی طرح کرو) کے معنی میں مان لیا جائے اور یہ اس محاورہ عرب کے مطابق ہوگا۔ فلان یعطی ویمنع پھراس کا فعل الگ محذوف ہوگا۔ جس پر بسم اللہ پڑھا جائے گا۔ اسکی طرف متعدی نہ ہوگا۔

جواب نمبر ۳: یہ بھی ممکن ہے کہ باسم ربک' اس اقرأ کا مفعول ہو جو بعد میں محذوف ہے۔ اور ''اسم اللہ'' کا تعلق قراءت سے اسی طرح کا مانا جائے جو اس آیت میں 'تنبت بالدهن (المومنون:۲۰) میں دھن (تیل) کا انبات (اگنے) سے ہے۔ پس معنی یہ ہوگا۔ متبرکًا باسم اللہ اقرء میں اللہ تعالیٰ کے نام سے تبرک حاصل کرتے ہوئے پڑھتا ہوں۔

نکتہ: اسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی کہ وہ اس کے نام سے کس طرح تبرک حاصل کریں اور اسکی کس طرح تعظیم بجالائیں۔

بسم اللہ کی با کسرہ پر مبنی ہے کیونکہ وہ کسرہ حرفیت اور جر کا لازمہ ہے۔ اسی لئے با کو مکسور رکھا تا کہ اسکی حرکت اس کے عمل کے مشابہ ہو۔

لفظ اسم کی تحقیق:

اسم: یہ لفظ ان اسماء میں سے ہے۔ جنکا حرف اول مبنی بالسکون ہے۔ جیسا کہ ابن اور ابنة وغیرہ۔ جب ان سے ابتداء کر کے پڑھنا چاہیں تو ہمزہ لگا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ساکن سے ابتداء نہیں کی جاسکتی۔ البتہ درمیان کلام میں جب یہ الفاظ آجائیں گے تو پھر ھمزہ کی ضرورت سے مستغنی ہوجاتے ہیں۔

بعض علماء: ہمزہ کا اضافہ نہیں کرتے بلکہ صرف ساکن کو حرکت دینے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس کو سِمٌ اور سُمٌ پڑھتے ہیں۔

یہ ان اسماء میں سے ہے۔ جس کا آخری حرف حذف کر دیا گیا جس طرح کہ یدٌ اصل میں یَدَیٌ اور دم اصل میں دموٌ ہے۔ اسی طرح اسکی اصل سِمْوٌ ہے۔ جس کی دلیل وہ تبدیلی ہے جو اسماء، سمی، سُمّیت میں نظر آرہی ہے۔ یہ سِمُوٌ بمعنی بلندی سے مشتق ہے۔ کیونکہ نام مُسَمّٰی کی تعریف کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے تذکرے کو پھیلانے والا ہے۔

بسم اللّٰہ: میں الف کتابت سے حذف کر دیا گیا۔ اور اقرأ باسم ربک: (العلق:۱) میں ذکر کر دیا کیونکہ اسمیں بھی دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ مگر بسم اللہ میں تو کثرت استعمال کی وجہ سے تلفظ سے ساقط کر دیا گیا۔ (اور اقرأ باسم میں کثرت استعمال نہیں اس لئے کتابۃً حذف نہیں کیا گیا) بسم اللہ کی با کو حذف کے بدلے میں لمبا لکھا جائے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کاتب کو حکم دیا کہ بٓ کو لمبا لکھو۔ سٓ، کو ظاہر کرو اور مٓ کو گول لکھا کرو۔ (اس میں کتاب اللہ کی تعظیم ہے)

لفظ اللہ کی تحقیق:

اللّٰہ : اسکی اصل اَلْاِلٰہ ہے اسکی نظیر الناس کا لفظ ہے جس کی اصل اُناس ہے ھمزہ کو حذف کر کے ابتداء میں الف لام کا اضافہ کر دیا۔ اِلٰہٌ کا لفظ اسماءِ جنس میں سے ہے۔ ہر حق و باطل معبود پر بولا جاتا ہے۔ پھر معبود حقیقی کیلئے اس کا استعمال غالب آ گیا۔ جیسا کہ النجم کا لفظ ہر ستارے پر بولا جاتا ہے۔ پھر ثریا (کہکشاں) کیلئے اس کا استعمال غالب ہو گیا۔ اللہ کا لفظ حذف ھمزہ کے ساتھ فقط معبود برحق پر ہی بولا جاتا ہے۔ غیر پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ یہ اسم ہے۔ صفت نہیں۔

دلیل نمبرا : کیونکہ اس کو بطور موصوف لاتے ہیں، خود اس کو بطور صفت استعمال نہیں کرتے۔ اس طرح یہ نہیں کہا جاتا شیٔءٌ اِلٰہٌ۔ جس طرح کہ شیء رجلٌ نہیں کہتے۔ بلکہ کہتے ہیں الله واحد صمد۔ اللہ جو اکیلا بے نیاز ہے۔

دلیل نمبر ۲ : اللہ تعالیٰ کی صفت کیلئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا موصوف ہو جس پر وہ صفات بولی جائیں۔ پھر اگر تمام کو صفات قرار دیا جائے تو کہنا پڑے گا۔ کہ یہ صفات تو ہیں مگر انکا موصوف کوئی نہیں۔ اور یہ بات درست نہیں۔

علماءِ نحو کا اختلاف:

جلیل القدر علماءِ نحو خلیل، زجاج، محمد بن الحسن، حسین بن الفضل رحمہم اللہ نے اس کو مشتق نہیں مانا بلکہ اشتقاق کا انکار کیا۔

اشتقاق کا معنی:

بعض نے کہا اشتقاق کا معنی یہ ہے کہ ترکیب اور معنی میں دو یا زیادہ لفظ مشترک ہو جائیں۔ اس اسم کا لفظ اِلٰہَ یَا لَہُ (حیران ہونا) ہو۔ یہ لفظ حیرانی اور دہشت کو اپنے اندر شامل کرنے والے ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ معبود کی پہچان میں وہم و گمان حیران ہیں۔ اور بڑے تیز عقل والے دہشت زدہ ہیں۔ اسی وجہ سے گمراہی کثرت سے ہے۔ اور باطل پھیل رہا ہے۔ اور صحیح سوچ و فکر کی کمی ہے۔

دوسرا قول:

بعض نے کہا یہ اَلَہَ یَاْلَہُ الاھًا۔ اس نے عبادت کی۔ سے ماخوذ ہے یہ مصدر ہے جو مألوہ بمعنی معبود کے مستعمل ہے۔ جیسا کہ آیت: ''ھذا خلق اللہ'' لقمان (۱) میں خلق کا لفظ بمعنی مخلوق استعمال ہوا ہے۔

اختلافِ قراءت:

جب اس کے لام سے قبل ضمہ یا فتحہ ہو تو لام کو تفخیم سے پڑھا جائے گا۔ اور اگر لام سے پہلے کسرہ ہو تو ترقیق ہوگی۔ بعض قراء نے ہر حال میں ترقیق کی ہے جبکہ دوسروں نے ہر حال میں تفخیم مگر جمہور کا قول وہی ہے جو ہم نے پہلے نقل کر دیا۔

لفظ رحمٰن و رحیم کی تحقیق:

الرحمٰن : یہ رحم سے بروزن فعلان ہے۔ اس ذات کو کہتے ہیں جس کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہو۔ اسکی نظیر غضبان کا لفظ ہے جو غضب سے ہے۔ غضبان اس شخص کو کہتے ہیں جو غصے سے بھرا ہوا ہو۔ اسی طرح **الرحیم** : رحم سے فعیل کا وزن ہے جیسا مرض سے مریض۔ لفظ رحمان میں مبالغہ رحیم کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

وجہ اول : کیونکہ رحیم میں ایک لفظ زائد ہے۔اور رحمان میں دو لفظ ہیں اور الفاظ کا اضافہ معنی کے اضافہ پر دلالت کرتا ہے۔ اسی لئے دعا میں یا رحمان الدنیا کے الفاظ آئے ہیں۔کیونکہ رحمان کی رحمت سے مومن و کافر ہر دو فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ''رحیم الآخرۃ'' کے لفظ آئے ہیں۔کیونکہ وہ رحمت ایمان والوں کیلئے مخصوص ہے۔

وجہ دوم : علماء نے فرمایا رحمان اللہ تعالیٰ کا نام ہونے کی وجہ سے خاص ہے اس سے غیر اللہ کی صفت نہیں کی جا سکتی۔اور معنی کے اعتبار سے عام ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا۔الرحیم اس کے برعکس غیر کی صفت بن سکتا ہے اور اسکی رحمت ایمان والوں کیلئے خاص ہوگی۔اسی لئے رحمان کو مقدم کیا گیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ② الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ③ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ④ اِیَّاكَ

سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا' جو سب سے بڑا مہربان بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے' مالک ہے روز جزا کا' ہم تیری ہی

نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ⑤ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ⑥

عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں' چلا ہم کو سیدھے راستہ پر

سوال : اگرچہ زیادہ بلیغ رحمان کا مقدم کرنا ہے۔اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہو جیسے کہا جاتا ہے۔ ''فلانٌ عالم نحریر'' فلاں زبردست عالم ہے۔

جواب : یہ غیر اللہ کی صفت نہیں بنتا اس لئے یہ بمنزلہ علم کے ہوا۔(اور علم صفت سے مقدم لایا جاتا ہے)

رحمت کا مطلب:

اللہ کی رحمت سے مراد بندوں پر اس کا انعام و احسان کرنا ہے۔اصل میں رحمت کا معنی شفقت ہے۔(اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات میں مبادی کا لحاظ نہیں بلکہ غایات کا لحاظ ہے۔انسانوں کیلئے بعض صفات کا استعمال مبادی کے لحاظ سے ہے۔فافہم وتدبر: مترجم)

مسیلمہ کذاب کے بارے میں شاعر کا قول:

وانت غیث الوری لا زلت رحمانا۔اس میں مسیلمہ کیلئے رحمان کا لفظ استعمال کیا گیا۔درحقیقت یہ کفر پر محض ضد بازی کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔(حالانکہ محاورہ عرب اس کا ساتھ نہیں دیتا کیونکہ ان کے ہاں یہ لفظ استعمال میں ہی نہ تھا قالوا وما الرحمان)۔

نحوی اختلاف: رحمان: نمبر ۱:

غیر منصرف ہے ان علماء کے ہاں جو فعلا نۃ مؤنث کا وزن نہ آنے کی وجہ سے فعلان کو غیر منصرف مانتے ہیں۔

نمبر ۲ : یہ منصرف ہے۔کیونکہ اسکی مؤنث فُعلیٰ کے وزن پر نہیں بنتی ان دونوں میں اول قول راجح ہے۔

حمد کی تشریح:

اَلْحَمْدُ : فضیلت کے انداز سے کسی خوبی پر تعریف کرنا۔ یہ مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اصل میں یہ منصوب ہے۔ فعل مضمر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اسکی تفصیل اسطرح ہے۔ فعل مضمر جو خبر کے معنی میں ہو اس کا منصوب مصدر اس کو مانا گیا۔ جیسا کہ عرب کا قول شکرًا و کفرًا ای شکرت شکرًا۔

مرفوع کی وجہ:

منصوب سے مرفوع کی طرف عدول کرنے کی وجہ معنی میں پختگی و ثبوت ظاہر کرنا ہے۔

لِلّٰہ : یہ مبتداء کی خبر ہے۔ لام کا تعلق محذوف واجب یا ثابت سے ہے۔

حمد و مدح و شکر میں فرق:

کسی اختیاری خوبی پر زبان سے تعریف کرنا خواہ مقابلہ میں نعمت ہو یا نہ حمد کہلاتا ہے۔ حمد و مدح دونوں ہم معنی ہیں۔ مثلاً تم کہو گے۔ حمدت الرجل علی انعامہٖ حمدتہ علی شجاعتہ وحسبہٖ۔ پہلی مثال میں مقابلے میں نعمت ہے اور دوسری مثال میں نعمت وغیرہ کچھ نہیں۔ شکر خاص طور پر نعمت پر کیا جاتا ہے۔ البتہ شکر دل، زبان، اعضاء تمام سے ہی کیا جاتا ہے۔ جیسا شاعر کا یہ قول: افادتکم النعماء منی ثلاثۃً۔ یدی ولسانی والضمیر المحجّبا۔

نعمتوں کا فائدہ تمہیں میری طرف سے تین طرح پہنچا۔ میرے، ہاتھ، زبان اور مخفی ضمیر سے۔ (یہاں شکر کے بالمقابل زبان، ہاتھ اور ضمیر تینوں کا ذکر کیا)

حمد : صرف زبان سے ہوتی ہے۔ وہ شکر کا ایک شعبہ ہے۔ اور اس حدیث میں یہی معنی ہے: الحمد رأس الشکر ما شکر اللّٰہ عبدٌلم یحمدہ: (حمد شکر کی چوٹی ہے۔ اور اس بندے نے شکر ادا نہیں کیا جس نے اللہ کی تعریف نہیں کی) اس ارشاد میں حمد کو شکر کی چوٹی قرار دیا گیا۔ کیونکہ زبان سے نعمت کا تذکرہ کرنے سے زیادہ پھیلتا ہے۔ یہ نسبت اعتقاد اور اعمال جوارح کے۔ کیونکہ دل کا عمل مخفی ہے اور اعضاء کے عمل میں احتمال ہے۔ حمد کی نقیض ذم ہے اور شکر کی نقیض کفران ہے۔

شکر و مدح کا فرق:

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدح: اوصاف کمال پر کسی کی تعریف کرنا مثلاً باقی رہنا، قادر، عالم، ابدی، ازلی ہونا۔

شکر : جس کی طرف سے قسما قسم کی مہربانیاں ہوں ان پر اسکی تعریف کرنا۔ اور حمد کا لفظ شکر و مدح دونوں کو شامل ہے۔

الحمد کا الف لام ہمارے نزدیک استغراق کیلئے ہے بخلاف معتزلہ کے۔ اسی لئے اس کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ملایا جو اسم ذات ہے۔ اور تمام صفات کمال کو جامع ہے۔ اور یہی بنیاد ہے مسئلہ خلق افعال کی جس کی تحقیق کئی مقام پر میں نے کر دی ہے۔

رب اور عالمین کا معنی:

رب العالمین : الرب۔ مالک، حضرت ابوسفیان کو صفوان نے جو بات کہی لان یربّنی رجلٌ من قریش احب الیّ من ان یربّنی رجل من ھوازن، اگر میرا مالک قریش کا کوئی آدمی ہو وہ بہتر ہے اس بات سے کہ ھوازن کا کوئی آدمی میرا مالک ہو۔

اس طرح بولتے ہیں رَبَّ یَرُبُّ یربُّہٗ فھو ربٌّ ۔ یہ اسم فاعل کے معنٰی میں ہے۔

دوسرا قول : یہ بھی درست ہے کہ یہ مصدر ہو جو مبالغہ کیلئے لایا گیا ہو، جیسا کہ کسی عادل کو عدل کہتے ہیں۔

طریق استعمال:

مطلقاً لفظ رب اللہ وحدہٗ کیلئے بولا جاتا ہے۔ اور بندوں کیلئے اس کا استعمال قید ونسبت کے ساتھ ہوتا ہے جیسا ان آیت میں: انہ رَبّی احسن مثوای: یوسف: ۲۳۔ ارجع الی ربك: یوسف ۵۰۔

واسطی نے کہا وہ ابتداء کرنے والا ہونے کے لحاظ سے خالق ہے اور غذاء دینے کے لحاظ سے مربی اور انتہاء کے لحاظ سے غافر ہے۔ یہ اللہ کا اسم اعظم ہے۔

العالم: نمبرا : جس چیز سے خالق کا علم ہو خواہ جواہر کی قسم سے ہو یا اعراض یا اجسام میں سے ہو۔ نمبر۲۔ ہر موجود ماسوی اللہ کو کہتے ہیں۔ اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کیونکہ یہ اس کے وجود کی علامت ہے۔

سوال : اسکی جمع واؤ نون کے ساتھ لائی گئی ہے۔ حالانکہ واؤ، نون والی جمع تو عقلاء کے ساتھ خاص ہے یا ان اعلام میں آتی ہے جو جمع عاقل کے حکم میں ہیں۔

جواب : اس میں وصفیت کے معنی ہیں جو کہ علم کے معنٰی کیلئے دلالت ہے (پس جمع لانا درست ثابت ہو گیا)

الرحمان الرحیم : انکی تفصیل بسم اللہ کے بیان میں گزری۔ انکا اعادہ اس بات کی دلیل ہے کہ تسمیہ فاتحہ کا حصہ نہیں۔ کیونکہ اعادہ فائدہ سے خالی ہوتا ہے۔

مٰلِكِ : عاصم وعلی (رحمہما اللہ) ان دونوں کے علاوہ ملک پڑھتے ہیں۔ بعض نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ اس میں اضافت کی ضرورت نہیں اور قرآن مجید میں لمن الْمُلك الیوم۔ غافر: ۱۶ میں اس طرح ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ملک مالک ہوتا ہے مگر ہر مالک ملک نہیں ہوتا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے۔ ملک کا حکم مالک پر نافذ ہوتا ہے اس کا عکس نہیں۔

بعض نے کہا مالک کا ثواب زیادہ ہے۔ کیونکہ اسمیں حروف زیادہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام حسن رحمہما اللہ نے ملک پڑھا ہے۔

قیامت کا دن کیا ہے؟

یَوْمِ الدِّیْنِ : بدلے کا دن۔ کہا جاتا ہے کما تدین تدان۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ یہاں اسم فاعل کو بطور توسع ظرف کی طرف مضاف کیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں یاسارق اللیلة اهل الدار۔ (اے رات کو گھر میں چوری کرنے والے) اب معنی یہ ہوگا قیامت کے دن تمام اختیارات کا مالک۔

سوال : قیامت کے دن کے ساتھ ملکیت کی تخصیص کیوں کی گئی۔

جواب : کیونکہ اختیار اس دن فقط اللہ ہی کیلئے ہوگا۔

سوال : قیامت کے واقع ہونے کو معرفہ کی صفت کے طور پر ذکر کیا حالانکہ اسم فاعل کی اضافت تو غیر حقیقی ہے۔

جواب : کیونکہ اس سے مقصود استمرار ہے پس اضافت حقیقی بن گئی۔ اور اس کو اس طرح اسلئے لائے تاکہ معرفہ کی صفت بن سکے۔

سوال : یہ صفات جو اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے استعمال کی گئی ہیں۔ مثلاً رب ہونا یعنی تمام جہانوں کا مالک ہونا اور تمام انعامات دینے والا ہونا۔ اور ثواب وعذاب کے دن تمام اختیارات کا مالک ہونا وغیرہ حالانکہ الحمد للہ سے ہی ثابت ہو چکا کہ حمد کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی ذات خاص ہے۔ کیا وجہ ہے؟

جواب : درحقیقت یہ بات ثابت کرنے کیلئے کہ جس ذات کی یہ صفات ہوں اس سے بڑھکر حمد وثناء کا کوئی مستحق نہیں۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ:

اِيَّا: خلیل اور سیبویہ رحمہما اللہ کے نزدیک یہ اسم ضمیر ہے پھر سیبویہ کہتے ہیں کاف حرف خطاب ہے اور اس کا محل اعراب کوئی نہیں۔ مگر خلیل رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ کاف اسم ضمیر ہے۔ جس کی طرف "اِیَّا" کے لفظ کو مضاف کر دیا۔ کیونکہ فعل وفاعل سے مقدم آنے کی وجہ سے یہ اسم ظاہر کے مشابہ ہے۔

کوفی علماء : (رحمہم اللہ) ایاک ایک مکمل اسم ہے۔

آیت میں فعل سے پہلے مفعول کو اس لئے لائے تا کہ تخصیص ہو جائے۔ اب معنی یہ ہوگا۔ ہم تجھے ہی عبادت کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

عبادت کا معنی:

عبادت: خضوع وعاجزی کی آخری حد کو کہتے ہیں۔ (اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ) ہم امداد کی طلب میں تجھے ہی خاص کرتے ہیں۔

غائب سے خطاب:

صنعت التفات کی وجہ سے غائب سے مخاطب کی طرف رجوع کیا۔ یہ التفات کبھی غائب سے خطاب، کبھی خطاب سے غائب اور کبھی غائب سے متکلم کی طرف ہوتا ہے جیسا قرآن مجید کی اس آیت میں حتّٰی اذا کنتم فی الفلك وجرین بھم بریح طیبة۔ یونس: ۲۲ خطاب سے غائب کی طرف ہے اور آیت اللہ الذی یُر سل الریاح فتثیر سحابا فسقْنٰہُ: فاطر ۹۰ میں غائب سے متکلم کی طرف ہے۔

اسی طرح امرء القیس کے ان اشعار میں تطاول لیلك بالأثمدِ۔ ونام الخلیُّ ولَمْ ترقد۔ بات وباتت له لیلة۔ کلیلة ذی العائر الارْمدِ۔ وذلك من نبا جاء نی۔ وخُبِرّته عن اَبی الاسود۔

ان اشعار میں لیلی ۔ بت۔ جآء ك۔ نہیں کہا بلکہ اسکی بجائے لیلک، بات، جاء نی کہا۔

کلام عرب میں صنعت التفات عام استعمال ہوتی ہے۔ اسکی وجہ ان کے خیال میں یہ ہے کہ جب کلام کا اسلوب بدل جائے تو سامع کے دل کو زیادہ متاثر کرتا ہے۔ اور یہ اسلوب مخاطب کیلئے نشاط طبع کے اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ اور اسکی توجہ کو اور زیادہ مائل ومبذول کرتا ہے۔

اگرچہ بعض اوقات اس سے مزید خصوصی فوائد ولطائف بھی حاصل ہوتے ہیں۔ مگر ایسی باتیں مخصوص ماہرین کلام اور بڑے علماء کے سامنے ذکر کرنا مناسب ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی تعداد اقل قلیل ہے۔

خاص نکتہ:

مگراس جگہ مخصوص بات یہ ہے کہ جب حمد وثناء کے لائق ذات کا تذکرہ کیا اور اس پران عظیم صفات کو جاری کیا۔تو اب علم ایک عظیم الشان ذات سے متعلق ہوا جو کہ تعریف کے لائق اور مہمات ومشکلات میں مدد کے قابل اور اس لائق ہے کہ اپنی انتہائی عاجزی اس کے سامنے پیش کی جائے۔پس اسی معلوم اور جانی پہچانی ذات کو خطاب کر کے کہا جو ان صفات سے ممتاز ہے۔اے وہ ذات جس کی یہ صفات ہیں ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں تیرے سواء اور کسی سے نہیں۔

نکتہ:

عبادت کو استعانت پراس وجہ سے مقدم کیا گیا۔کیونکہ طلب حاجت سے پہلے ذریعۂ طلب کو لانا قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔یا نظم عبارت کا لحاظ کرتے ہوئے عبادت کو استعانت پراسی طرح مقدم کر دیا جیسا رحمان کو رحیم پر اگر چہ بلیغ تر بعد میں لایا جاتا ہے۔

ع ۱ ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷﴾

جوان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے انعام فرمایا جن پر غصہ نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہیں۔

استعانت کو بلا کسی قید کے ذکر کیا تا کہ ہر ہر چیز جس میں استعانت کی ضرورت ہے ان سب کو شامل ہو۔

اور یہ بھی درست ہے۔کہ یہ مراد لی جائے کہ ادائے عبادت میں اللہ تعالیٰ سے مدد اور توفیق مانگی گئی ہے۔(اسطرح) اھدنا مطلوبہ معونت کا بیان بن جائے گا۔گویا اس طرح کہا گیا (اے میرے بندو) میں کیسے تمہاری امداد کروں؟ تو بندوں نے عرض کیا (تو ہمیں سیدھے راستے پر ثابت قدم فرما)

ہدایت وصراط کا مطلب:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ : نمبرا: یعنی ہمیں واضح راستے پر قائم فرما۔جیسا کھڑے کو کہا جاتا ہے۔قم حتی اعود الیك یعنی اپنی اسی حالت پر میرے لوٹنے تک ثابت وقائم رہو۔

نمبر ۲ : تو ہمیں مستقبل میں بھی اسی طرح ہدایت دے جس طرح حال میں ہدایت دے رکھی ہے۔

ھدی : ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔دو مفعول کی طرف اس کا متعدی ہونا بھی بغیر صلہ کے اس آیت میں آیا ہے۔اور اِلٰی اور لام کے صلہ کے ساتھ بھی متعدی ہونا قرآن مجید کی ان آیات (ھَدَانَا لِھٰذا۔الاعراف:۴۳۔ھدانی رَبّی الٰی صراط مستقیم: الانعام۔۱۶۱میں وارد ہے۔

الصراط : راستہ۔یہ شرط الشیٔ سے لیا گیا۔اس نے اس چیز کو نگل لیا۔گویا چلنے والا اپنے پا افتاد کو چلتے ہوئے نگلتا جاتا ہے۔

اختلافِ قراءت : السراط کی سین کو صاد سے بدل دیا گیا۔کیونکہ حروف اطباق ہونے میں یہ طا کا ہم جنس ہے۔ص، ض، ط، ظ یہ حروف اطباق میں سے ہیں۔

کبھی ص کو ز کی آواز کا اشمام دیکر پڑھتے ہیں۔کیونکہ ز، ط کے قریب تر ہے۔کیونکہ وہ دونوں حروف مجہورہ میں سے ہیں۔یہ

امام حمزہ کی قراءت ہے۔

امام ابن کثیرؒ تمام قرآن میں س پڑھتے ہیں۔اور کلمہ کی اصل یہی ہے۔

باقی قراء خالص ''ص'' پڑھتے ہیں اور لغت قریش یہی ہے اور مصحف امام میں ص ہی ثابت ہے۔

صراط کا لفظ مذکر و مؤنث استعمال ہوتا ہے جیسے طریق اور سبیل کا لفظ۔صراط مستقیم سے مراد حق کا راستہ ہے اور وہ ملت اسلام ہے۔

فائدۂ تاکید:

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ : یہ صراط کا لفظ پہلے صراط سے بدل ہے۔اور اس کو دوبارہ لانے کا حکم وہی ہے جو عامل کو دوبارہ لانے کا ہے۔دوبارہ لانے میں تاکید کا فائدہ حاصل ہوا اور یہ بھی بتلا دیا کہ صراط مستقیم کی تفسیر صراط المسلمین (مسلمانوں کا راستہ) ہے۔تاکہ مسلمانوں کے راستہ پر استقامت اختیار کرنے کی انتہائی بلیغ دلیل بن جائے۔اور مؤکد شہادت ثابت ہو۔(انعمت علیھم) وہ مؤمن ہیں یا انبیاء علیہم السلام یا تبدیلی سے پہلے بنی اسرائیل جو قوم موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ :

تفسیر اول : یہ الذین انعمت علیھم سے بدل ہے۔یعنی انعام یافتہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غضب اور گمراہی سے محفوظ رہے۔

تفسیر دوم : الذین کی صفت ہے۔اب معنی یہ ہوگا کہ انہوں نے عمومی نعمت یعنی ایمان اور غضب الٰہی اور گمراہی میں سے سلامتی والی نعمتوں کو جمع کرلیا ہے۔

معروف اشکال :

اشکال : یہ الذین کی صفت کیسے بن سکتی ہے جبکہ وہ معرفہ ہے۔

جواب اول : یہ الذین کی صفت بن سکتی ہے۔اگرچہ وہ معرفہ ہے اور غیر کا لفظ اضافت سے معرفہ بھی نہیں بنتا۔اصل وجہ یہ ہے کہ یہاں وہ دو متضاد معرفوں کے درمیان واقع ہے۔پس غیر کا لفظ اضافت سے معرفہ بن گیا۔جیسا اس مثال میں عجبت من الحرکۃ غیر السکون (الحرکۃ والسکون تو متضاد معرفے ہیں پس غیر اضافت کی وجہ سے معرفہ بن کر الحرکۃ کی صفت ہوا) اسی طرح آیت میں منعم علیھم اور مغضوب علیھم دو متضاد معرفے ہیں۔(اس لئے غیر المغضوب معرفہ ہو کر صفت بن گیا)

جواب دوم : الذین نکرہ کے قریب ہے۔اور اس سے مراد کوئی معین و مخصوص قوم نہیں اور غیر المغضوب علیھم یہ معرفہ کے قریب ہے۔اس تخصیص کی وجہ سے جو اضافت کی وجہ سے اس کو حاصل ہوئی۔

پس حاصل یہ ہے کہ ایک ایک لحاظ سے دونوں میں ابہام ہے۔اور ایک ایک وجہ سے تخصیص ہے۔پس دونوں حیثیت میں برابر ہوئے (صفت بننے میں اشکال نہ رہا)

اوّل علیھم : یہ مفعولیت کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ دوسرا علیھم : فاعلیت کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے۔

مراد غضب اللہ:

غضب اللّٰہ : سے مراد جھٹلانے والوں سے انتقام کا ارادہ کرنا اوران پر سزا کا اتارنا اوران کے ساتھ ایسا سلوک کرنا جو بادشاہ اپنے ماتحتوں سے کرتے ہیں جبکہ وہ ان پر غضبناک ہوں۔

بعض علماء نے کہا مغضوب علیھم سے مراد یہود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا من لعنه اللّٰه وغضب عليه۔ المائدہ: ۶۰۔ اور الضالون سے مراد نصرانی ہیں کیونکہ ارشادالٰہی ہے۔ قد ضلوا من قبل۔ المائدہ: ۷۷۔

لا : بصریین کے ہاں لا: زائدہ ہے جو تاکید کیلئے لایا گیا۔ کوفیین کے نزدیک یہ غیر کے معنی میں ہے۔

آمین : یہ اسم صوت ہے جو فعل اِسْتَجِبْ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح کہ رويد اسم ہے: امهل فعل کے معنی میں آتا ہے۔

معنیٰ آمین...... قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آمین کا معنیٰ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ اِفْعَلْ۔ (ایسا کردے)

تحقیق لفظ:

یہ مبنی ہے۔ اسمیں دو لغتیں ہیں مد اور قصر۔ قصر اصل ہے۔ جبکہ مد اشباع ھمزہ کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ شاعر کا قول ویرحم اللّٰه عبدًا قال آمينا۔

دوسرے شاعر کا قول: امين، فزاد اللّٰه ما بيننا بُعدا۔

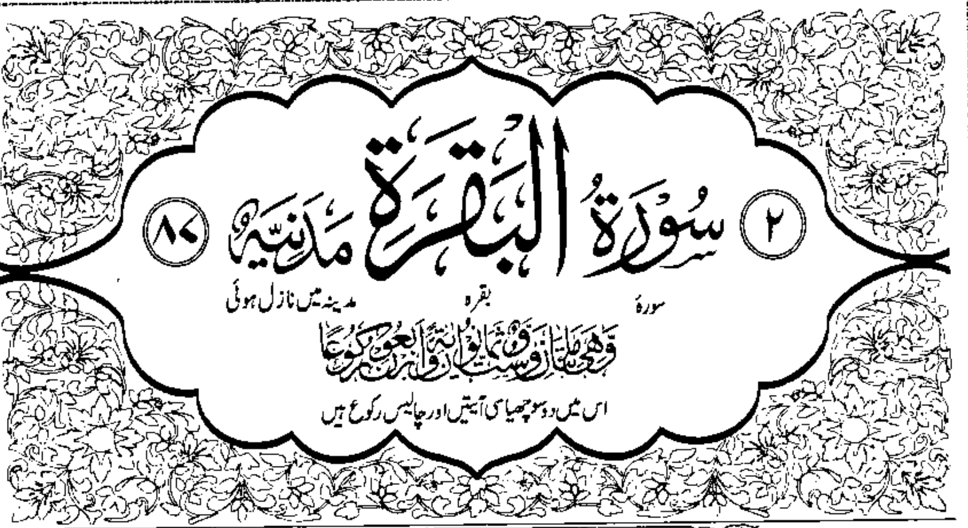
پہلے شعر میں مد ہے جبکہ دوسرے میں قصر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل امین علیہ السلام نے مجھے قراءت فاتحہ کے وقت آمین کی تلقین فرمائی۔ اور کہا کہ یہ خط کے آخر میں مہر کی طرح ہے۔"

البتہ آمین قرآن میں سے نہیں اسی لئے اس کو مصاحف میں لکھا نہیں جاتا۔

۸۔۱۱۔۲۰۰۱

جمعرات ۲۱ شعبان المعظم



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ① ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى

الٓمّٓ　یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔　اس میں　ہدایت ہے

لِّلْمُتَّقِيْنَ ② الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

متقیوں کے لئے۔　جو　ایمان　لاتے　ہیں　غیب　پر　اور　قائم　کرتے　ہیں　نماز　کو

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ③

اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔

حروفِ مقطعات کی بحث:

الٓمّٓ: الٓمّٓ اور اسکے ہم مثل حروف مقطعات حقیقت میں ایسے اسماء ہیں جن کے مصداق وہ حروف تہجی ہیں جن سے مل کر کلمات بنتے ہیں۔ پس الف قال کے درمیان والے حرف پر دلالت کرتا ہے۔ اور لام اسکے آخری حرف پر دلالت کر رہا ہے اور ان کے مشابہہ حروف کا یہی حال ہے۔

اسمیت کے دلائل : پہلی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ امالہ، تفخیم، تعریف و تنکیر (معرفہ و نکرہ ہونا) اسی طرح جمع اور تصغیر سے ان میں تبدیلی کی جاتی ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ نحوی حیثیت میں یہ معرب ہیں، البتہ ان میں سکون زَید وغیرہ اسماء کی طرح ہے۔ کہ اعراب کا مقتضی موجود نہ ہونے کی وجہ سے اعراب نہیں آ سکتا۔

بعض نے ان کو مبنی کہا ہے۔ اس لئے کہ یہ اصوات کی طرح ہیں۔ مثلاً غاق۔ یہ کوے کی آواز کی حکایت ہے۔

جمہور علماء کا قول:

یہ ہے کہ یہ سورتوں کے نام ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما : ان حروف سے اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔

قول ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ : یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہیں۔

بعض کا قول : یہ ان متشابہات میں سے ہیں۔ جن کی تاویل سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور ان کو معجم ان کے ابہام واخفاء کی وجہ سے ہی کہا جاتا ہے۔

بعض دوسروں کا قول:

یہ اسماء ہیں جن کو شروع میں بطور تعدید کے لایا گیا ہے۔ گویا کہ قرآن مجید نے جن کو چیلنج کیا تھا ان کو قرآن بیدار کر رہا ہے۔ اور آمادہ کر رہا ہے کہ وہ اس نازل شدہ وحی پر غور کریں جس کا مقابلہ کرنے سے وہ اول سے آخر تک عاجز آ چکے۔ جبکہ اس کلام کے موتی ان کلمات سے ہی پروئے گئے ہیں جن سے انکا اپنا کلام بنتا ہے۔ تاکہ یہ غور وفکر ان کو اس پر یقین لانے کی طرف آمادہ کرے۔ اگر اب تک انہوں نے اپنا سر اسکے سامنے سرنگوں نہیں کیا۔ اور بار بار رجوع کے باوجود ان کو اپنی عاجزی ظاہر نہیں ہوئی۔ حالانکہ وہ کلام کے ماہرین ہیں۔ (تاکہ اب بھی جاگ کر اپنی عاجزی مان لیں) کیونکہ یہ تمام باتیں ثابت کر رہی ہیں کہ یہ کلام بشر نہیں بلکہ خالق اور قادر مطلق کا کلام ہے۔

نصیب والوں کے لئے تو یہ بات بڑا مقام رکھتی ہے۔ (آؤ اور اپنا نصیبہ آزماؤ)

دیگر بعض کا قول:

یہ ہے کہ ان سے سورتوں کو اس لئے شروع کیا گیا۔ تاکہ سب سے پہلے جو چیز سامع کے کانوں کو کھٹکھٹائے وہ ایک انوکھا انداز کلام ہو۔ جو دلائل اعجاز کیلئے ایک مقدمے کا کام دے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حروف کے ذریعہ عمدہ اور نفیس کلام کرنے میں تمام عرب برابر تھے۔ خواہ ان پڑھ طبقہ ہو یا پڑھا لکھا طبقہ ہو۔

البتہ : حروف کے اسماء کو وہ لوگ استعمال کرتے تھے۔ جنہوں نے خود پڑھنا لکھنا سیکھا یا اہل کتاب سے انکا میل جول تھا اور ان سے انہوں نے سیکھ لیا تھا۔ کسی امی کا ان اسماء حروف سے کلام کرنا اس طرح بعید تر تھا جس طرح کسی امی کا بغیر پڑھے لکھنا اور

تلاوت کرنا۔

پس آپ ﷺ کا ان اسماء کو اپنے کلام میں استعمال کرنا۔ باوجود یکہ یہ بات مشہور و معروف تھی کہ آپ ﷺ نے اہل کتاب کے کسی بھی فرد سے کوئی چیز بھی حاصل نہیں کی۔ (یہ استعمال) وہی حکم رکھتا ہے جو ان واقعات وقصص کے بیان کرنے کا تھا جن سے قریش وغیرہ پہلے سے ناواقف تھے۔ اس سے تو یہ بات خود ثابت ہوگئی کہ یہ سب آپ کو وحی الٰہی سے حاصل ہوا۔ جو آپ کی نبوت کی واضح شہادت ہے۔

دلیل اعجاز کا دوسرا انداز:

یہ بات معلوم ہے۔ کہ ابتداء میں جو حروف وارد ہوئے ہیں۔ ان میں نصف تو حروف معجمہ کے اسماء ہیں جو درج ذیل ہیں۔

الالف، اللام، المیم، الصاد، الراء، الکاف، الھاء، الیاء، العین، الطاء، السین، الحاء، القاف، النون۔

تعدادِ حروف:

حروف معجمہ کی تعداد انتیس ہے، اور مذکورہ بالا حروف انتیس سورتوں کے شروع میں آئے ہیں۔ پھر ایک اور لطیفہ یہ ہے کہ ان پائے جانے والے حروف میں حروف کی تمام اقسام پائی جاتی ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر ۱۔ مھموسہ: میں سے، الصاد، الکاف، الھاء، السین' الحاء! نصف تعداد موجود ہے۔

نمبر ۲ مجھورہ میں سے: الالف، اللام، المیم، الراء، العین، الطاء، القاف، الیاء، النون، نصف تعداد موجود ہے۔

نمبر ۳ شدیدہ میں سے: الالف، الکاف، الطاء، القاف، نصف تعداد میں موجود ہیں۔

نمبر ۴ رخوہ میں سے: اللام، المیم، الراء، الصاد، الھاء، العین، السین، الحاء، الیاء، النون بنصف موجود ہیں

نمبر ۵ مطبقہ میں سے: الصاد، الطاء، آدھے موجود ہیں۔

نمبر ۶ منفتحہ میں سے: الالف، اللام، المیم، الراء، الکاف، الھاء، العین، السین، الحاء، القاف، الیاء، النون، نصف پائے جاتے ہیں۔

نمبر ۷ مستعلیہ میں سے: القاف، الصاد، الطاء، نصف پائے جاتے ہیں۔

نمبر ۸ منخفضہ میں سے الالف، اللام، المیم، الراء، الکاف، الھاء، الیاء، العین، السین، الحاء، النون، آدھے موجود ہیں۔

نمبر ۹ قلقلہ میں سے القاف، الطاء، نصف تعداد موجود ہے۔

ان اجناس کی بقیہ اقسام میں ان حروف کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی چیز کا اکثر اسکے کل کے قائم مقام شمار ہوتا ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اہل عرب پر ان حروف کو شمار کر دیا جن پر انکا کلام مشتمل تھا (اور ان کو مقابلے کا چیلنج دیا مگر پھر بھی وہ مقابلے میں نہ آئے بلکہ عاجز ہوگئے) اور ان کو اس طرح لاجواب ومبہوت کر دیا اور ان پر حجت قائم کر دی (فھل من مبارز)

پھر ان اسماء حروف کو الگ الگ سورتوں میں لایا گیا تاکہ جن کو چیلنج کیا گیا۔ بار بار اس کا اعادہ ہوتا رہے۔ اور ان کو متنبہ کیا جاتا رہے۔ اور یہ بات مختلف سورتوں میں لانے سے ہی حاصل ہوسکتی تھی، اکٹھا ذکر کرنے سے یہ مقصد اس طرح حاصل نہ ہو سکتا۔

غرضِ تکرار:

جن الفاظ یا قصص کو قرآن مجید میں دھرایا گیا ان کے دھرانے سے یہی غرض ہے کہ وہ بات دل میں اچھی طرح جم جائے اور خوب پختہ ہوجائے (اور چیلنج بھی تازہ رہے)

طرز میں فرق کی وجہ:

پھر ان حروف کو ایک طرز پر نہیں لایا گیا۔ بلکہ حروف کی تعداد میں فرق رکھا گیا۔ مثلاً صٓ، قٓ، نٓ، طٰهٰ، طٰسٓ، یٰسٓ، حٰمٓ، الٓمٓ، الٓمٓرٰ، طٰسٓمٓ، الٓمٓصٓ، الٓرٰ، کٓھٰیٰعٓصٓ، حٰمٓ، عٓسٓقٓ، گویا کبھی تو ایک حرف لائے، کبھی دو، دو کبھی تین، تین، کبھی چار، چار اور کبھی پانچ، پانچ۔ جس طرح کہ ان کے ہاں کلام کے مختلف انداز تھے۔ اور جیسا کہ کلمات کی بنائیں ایک حرف، دو حرف اور تین اور چار اور پانچ حروف سے آتی ہیں۔

ابتداء میں طرز:

شروع قرآن میں اس طرز کو اختیار کیا گیا کہ الٓمٓ جہاں بھی قرآن مجید میں واقع ہوا ہے۔ وہاں پوری آیت کے طور پر اس کو لایا گیا۔ اسی طرح الٓمٓصٓ کو ایک آیت کے طور پر لائے۔ مگر الٓمٓرٰ کو آیت شمار نہیں کیا گیا، اسی طرح الٓرٰ کو پانچ سورتوں میں آیت شمار نہیں کیا گیا۔ جبکہ طٰسٓمٓ کو دونوں سورتوں میں پوری آیت کے طور پر شمار کیا۔ اسی طرح طٰهٰ یٰسٓ دونوں سورتوں میں دو آیتیں شمار کی جاتی ہیں۔ دوسری طرف صٓ، نٓ، قٓ، ان تینوں کو مستقل آیت کے طور پر شمار نہیں کیا جاتا۔ یہ علماء کوفہ کا مسلک ہے، یہ توقیفی علم ہے، اسمیں قیاس کا دخل نہیں جیسا کہ سورتوں کے نام ہیں، اسی لئے اس صورت میں تمام پر مکمل وقف کیا جائے گا کیونکہ ان کو مستقل معنیٰ پر محمول کیا جو مابعد کا محتاج نہ رہا، اور یہ سورتوں کا نام نہ ماننے کی صورت میں ہے، بلکہ ان کو اسی طرح قرار دیا جائے جیسا کہ آوازوں کی تعبیرات ہیں یا پھر ان کو خبر قرار دے کر مبتداء کو محذوف مانا جائے جیسا کہ الٓمٓ (آل عمران) یعنی هذه الٓمٓ۔ یہ الم ہے۔ پھر نیا کلام شروع کرتے ہوئے کہا اللّٰہ لا الٰه الا هو الحی القیوم: آل عمران: ۲۔

دوسرا قول:

جنہوں نے ان کو سورتوں کے اسماء قرار دیا بقول ان کے انکا محل اعراب ہے۔ اس لئے کہ ان کے ہاں یہ دیگر تمام اسماء اعلام کی طرح ہونگے۔ ابتداء کی صورت میں مرفوع ہونگے، یا منصوب و مجرور بنیں گے۔ کیونکہ ان سے قسم اٹھانی درست ہے۔ پس یہ الفاظ لفظ اللہ کے قائم مقام ہونگے اللہ کا لفظ دونوں لغات کے ساتھ ہے۔

ایک اور قول:

جنہوں نے ان کو سورتوں کے نام قرار نہیں دیا ان کے ہاں انکا کوئی محل اعراب نہیں۔ جیسا کہ جملہ ابتدائیہ اور مفردات عددیہ کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا۔

اسم اشارہ کی تذکیر:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ: نمبرا: یعنی یہ وہی کتاب ہے جس کا وعدہ ان سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے کیا گیا، یا ذٰلک کا مشارالیہ الٓمّٓ ہے۔

سوال: اسم اشارہ مذکر اور مشارالیہ مؤنث ہے اور وہ سورت ہے۔

جواب: کتاب اگر چہ خبر ہے مگر یہ اسی کے معنی میں ہے۔ اور دونوں کی مراد ایک ہے۔ اس لئے مذکر ہونے میں لفظ کتاب کا حکم سورت کے لفظ پر لگا دیا، اور اگر یہ صفت ہے تو پھر اس سے صراحۃً کتاب کی طرف اشارہ کر دیا۔ کیونکہ اسم اشارہ سے ایسی جنس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اس کی صفت ہے۔ محاورہ میں اس طرح کہتے ہیں۔

هند ذٰلك الانسان او ذٰلك الشخص فعل كذا

کہ ہندوہ انسان ہے ذٰلك کی صفت سے مراد الانسان ہے اور ذٰلک کا اشارہ ہند کی طرف ہے۔ حالانکہ ہند مؤنث ہے۔

الٓمّٓ و اسم اشارہ کو ملانے کی وجہ:

وجہ نمبرا: ذٰلك الكتاب کو الٓمّٓ کے ساتھ ملانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر الٓمّٓ کو سورت کا نام قرار دیں تو الٓمّٓ مبتدا ہوگا۔ اور ذٰلک مبتداء دوم ہوگا۔ اور الکتاب اس کی خبر بنے گی، پھر جملہ مبتداء اول کی خبر ہوگی اور اس کا معنی یہ ہے کہ یہ وہی کتاب کامل ہے۔ گویا اس کے مقابلہ میں دوسری کتابیں ناقص ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ ھوالرجل یعنی رجولیت میں کامل وہی ہے۔ مردوں میں جتنی پسندیدہ خصلتیں ہوتی ہیں وہ سب اس میں جمع ہیں۔

نمبر۲: الٓمّٓ مبتداء محذوف کی خبر ہو یعنی: الٓمّٓ ایک جملہ ہے اور ذٰلک الکتاب دوسرا جملہ ہے۔

نمبر۳: اگر تم الٓمّٓ کو بمنزلہ اسم صوت کے قرار دو۔ تو پھر الٓمّٓ مبتدا اور الکتاب اس کی خبر ہوگی۔ یعنی وہ اتاری ہوئی کتاب وہی کتاب کامل ہے۔

ریب کا مفہوم و معنی:

لَا رَيْبَ: (اس میں شک نہیں) نحو: یہ مصدر ہے رأب کا جب کسی چیز میں شک ہو۔

الریب کی حقیقت:

نفس کا قلق و اضطراب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ ''دع ما يريبك الى ما لا يريبك'' جو چیز تمہیں اضطراب میں ڈالے اس کو ایسی چیز کے لیے چھوڑ دے جو تمہیں اضطراب میں نہ ڈالے، پس شک اضطراب ہے۔ سچائی

اطمینان ہے۔(احمد، ترمذی) کسی کام کا مشکوک ہونا یہی ہے کہ جس کے لیے نفس میں قلق ہو اور دل میں قرار نہ آئے۔
اور کسی کام کا سچا ہونا یہی ہے کہ اس میں دل مطمئن ہوتا اور سکون اختیار کرتا ہے۔''ریب زمان'' کا لفظ اسی سے ہے، اور اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو نفوس کو قلق میں مبتلا کردیں۔ اور ان کے مصائب کی تشخیص دلوں سے ہو۔ اب آیت میں ریب کی نفی بطور استغراق کے ہے۔ بہت سے لوگوں نے اس میں شک کیا۔
قرآن کے متعلق اس بات کی نفی کی گئی ہے، کہ اس کا شک سے تعلق نہیں۔ اور نہ یہ شک کا مقام ہے۔ کیونکہ اس کی دلالتیں اور براہین اس طرح روشن ہیں کہ شک کرنے والے کو اس میں پڑنا مناسب نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ کوئی آدمی اس میں شک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے لا فیہ ریب'' نہیں فرمایا، جیسا کہ فرمان'' ۔ لا فیھا غول الصافات آیت نمبر ۴۷ لفظ ریب کے ساتھ حرف نفی لایا گیا کہ ریب کی قرآن سے نفی کی اور یہ ثابت کیا کہ قرآن برحق ہے باطل نہیں۔ جیسا کہ کفار گمان کرتے تھے۔
اگر ظرف کے قریب لایا جاتا تو اس مقصد سے وہ دور ہو جاتا وہ اس طرح کہ کوئی اور کتاب ہے جس میں شک ہے۔ مگر اس میں شک نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ''لا فیھا غول'' الصافات آیت نمبر ۴۷ جنت کی شراب دنیا کی شرابوں پر فضیلت رکھتی ہے۔ اس طرح کہ وہ عقول کو خراب نہیں کرے گی، جس طرح کہ دنیا کی شراب خراب کرتی ہے۔

وقف کے متعلق مشہور قول:

یہ ہے حضرت نافع و عاصم رحمہما اللہ نے لا ریب پر وقف کیا۔ اس صورت میں وقف کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خبر کی نیت کرے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ لَا رَیْبَ فِیْهِ'' اس میں شک نہیں''
فِیْهِ هُدًى : فیہ میں ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کے نزدیک ہر ھا اشباع کی ہے۔
حفص رحمہ اللہ نے اس آیت فیه مهانا (الفرقان آیت نمبر ۶۹) میں ان کی موافقت کی ہے اور یہی اصل ہے۔ جیسا کہ کہیں۔ مررت به و من عنده و فی داره)
سوال: جس طرح فی دارہ اور من عندہٗ نہیں کہا جاتا اس طرح ضروری ہے کہ ''فیه'' بھی نہ کہا جائے۔
جواب: سیبویہ رحمہ اللہ نے فرمایا۔ جو انہوں نے کہا ہے (اگر اس کو مان لیں تو) تو تین حروف ساکنہ کا جمع کرنا لازم آتا ہے۔ ھا سے قبل یا اور خود ھا ء۔ کیونکہ اہل عرب کے ہاں ھا متحرک بھی بمنزلہ ساکن کے ہے۔ کیونکہ ھا حروف خفیہ میں سے ہے اور حرف خفی ساکن کے قریب ہے۔ اور یا اس کے بعد (دوسرے نمبر پر ہے) تو اشباع ساقط ہو جائیگا۔
ھدی : یہ فعل کا مصدر ہے جیسا کہ بکیٰ کا لفظ۔

تعریفِ ہدایت:

مقصد تک پہنچانے والی دلالت۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں ضلالت کا لفظ آیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ (البقرہ آیت نمبر ۱۶) فرمایا گیا'' ہدی للمتقین'' متقی۔ ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں یہ اس طرح ہے جیسا کہ کہتے ہیں عزیز کو العزیز المکرم یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو عزت دے اور مکرم بنائے۔ اصل مقصود اس سے جو چیز اس

میں پائی جاتی ہے یعنی عزت اس میں اس کا برقرار رہنا اور ہمیشگی طلب کی گئی ہے۔ جیسا کہ "اھدنا الصراط المستقیم" (الفاتحہ آیت نمبر ۶) میں ہے۔ (کہ تو ہمیں ہدایت سے ہمیشہ وابستہ رکھ) اللہ تعالیٰ نے عنقریب متقی بننے والے کو متقین کا لباس زیب تن کرنے کی وجہ سے متقی فرما دیا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من قتل قتیلا فله سلبه (بخاری ومسلم) اس ارشاد میں عنقریب قتل ہونے والے کو قتیل فرما دیا بوجہ الباس قتل کے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے اذا اراد احد کم الحج فلیعجل فانه یمرض المریض عنقریب قتل ہونے والے کو اور بیمار ہونے والے کو قتیل اور مریض فرمایا۔

عنوان کا فرق:

یہاں ھدی للضالین نہیں فرمایا۔ کیونکہ ان کے دو گروہ ہیں۔

نمبر ۱: جن کا گمراہی پر قائم رہنا معلوم ہے۔

نمبر ۲: جن کا انجام بالآخر ہدایت ہے۔

اور قرآن مجید اسی فریق ثانی کے لیے ہادی ہے۔ پس یہ عبارت کافی ہے۔ اگر اس سے زیادہ تفصیلی عبارت لائی جاتی تو یوں فرماتے، یہ ان لوگوں کے لیے ہدایت ہے جو گمراہی کے بعد ہدایت کی طرف جانے والے ہیں، پس کلام کو اس طریق سے مختصر لائے، جس کا ہم نے تذکرہ کر دیا۔ (عنقریب متقی بننے والے کو متقی کہہ دیا)

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا کہ ھدی للمتقین لائے حالانکہ یہ اس سورت کی ابتداء ہے۔ جو زہراوین میں سے ایک ہے۔ اور قرآن مجید کی چوٹی اور کوھان ہے۔ گویا ابتداء سورت اپنے اولیاء متقی بندوں کے ذکر سے فرمائی۔

المتقی۔ نحو: یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اور عرب کا قول ہے وقاہ فاتقی۔ اس کا فا کلمہ واؤ ہے اور لام کلمہ یا ہے۔ جب اس سے باب افتعال بنایا تو واؤ کو تا کر کے تا میں ادغام کر دیا۔ اتقی بن گیا۔ الوقایہ۔ پیش بندی۔ حفاظت کرنا۔ شریعت میں اس کا معنی کسی ایسے کام میں اپنے آپ کو مبتلا کرنے سے بچانا۔ جس کے کرنے یا چھوڑنے سے سزا کا مستحق ہو۔

تراکیب:

ترکیب ۱: ہدی کا لفظ محلاً مرفوع ہے کیونکہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

ترکیب ۲: ذلک کی خبر ہے لا ریب فیہ کے ساتھ مل کر

ترکیب ۳: فیہ کی ھا ذوالحال اور ھدی حال ہے۔

ترکیب ۴: بلاغت کے اعتبار سے زیادہ پختہ بات یہ ہے کہ الٓمّٓ بذات خود مکمل جملہ ہے یا حروف معجمہ کا مجموعہ ہے جو مستقل بنفسہ ہے۔ ذلک الکتاب یہ دوسرا جملہ ہے لا ریب فیہ تیسرا جملہ ہے۔ اور ھدی للمتقین چوتھا جملہ ہے۔

انوکھا اندازِ بلاغت:

پھراپنی ترتیب میں اس نے بلاغت کا انوکھا انداز پیدا کیا کہ حروف عطف کے بغیر ان کو اس شاندار ترتیب سے لایا گیا کہ ایک کی گردن گویا دوسرے سے ملی ہوئی ہے، دوسرا پہلے کے ساتھ معانقہ کرتے ہوئے مل رہا ہے اسی طرح تیسرا اور چوتھا۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے اوّلاً متنبہ کیا کہ یہ وہ کلام ہے جس سے چیلنج دیا گیا پھر اشارہ فرمایا کہ یہ انتہائی کمال والی قابل تعریف کتاب ہے تو اس سے چیلنج والی جانب کو پختہ کر دیا۔ پھر نفی کی کہ شک کی کسی جانب بھی اس کے ساتھ ذرہ بھر بھی مشابہت نہیں پائی جاتی۔ پس یہ بات اس کے کمال کی شہادت و دستاویز بن گئی کیونکہ حق و یقین والا کمال سب سے بالاتر اور کامل ہے۔ جس طرح باطل و اشتباہ سے بڑھ کر کوئی نقص و عیب نہیں۔

ایک عالم کو کہا گیا کہ۔ تیری لذت کس بات میں ہے؟

اس نے کہا ایسی دلیل میں جو وضاحت میں نزاکت کی چال چلے۔ اور ایسے اشتباہ میں جو رسوائی سے نڈھال کر دے۔ پھر خبر دی کہ یہ متقین کے لیے ہدایت ہے۔ پھر اس کا یقین ہونا اس طرح پختہ کر دیا کہ شک اس کی گرد کو بھی نہیں پا سکتا۔ اور وہ ایسا حق ہے کہ باطل اس کے سامنے اور پیچھے کسی طرف سے نہیں آ سکتا۔ پھر اس گہری ترتیب اور عمدہ تنسیق کے ساتھ ساتھ چاروں میں سے کوئی ایک جملہ بھی ایک عظیم الشان نکتہ سے خالی نہیں۔

نکتہ عظیمہ:

اول جملہ میں حذف اور مطلوب کی طرف لطیف انداز سے اشارہ ہے۔ جبکہ دوسرے جملہ کے معرفہ میں قابل دید عظمت ہے۔ اور تیسرے جملہ میں ریب کے لفظ کو ظرف پر مقدم کیا گیا ٹھاٹھ ہے (پیچھے ذکر ہوا) اور چوتھے جملہ میں حذف ہے۔ اور ھدًی مصدر کو اسم فاعل کے مقام پر لایا گیا۔ گویا ہادی بنفس نفیس ہدایت ہے۔ پھر اس کو نکرہ لائے۔ اس میں یہ بتلا دیا کہ یہ ایسی ہدایت ہے جس کی حقیقت کو پہنچا نہیں جا سکتا۔ اور متقین کا تذکرہ مختصر انداز میں کر لیا جیسے پہلے گزرا۔

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ کی تفسیر:

الذین۔ **نحو**: نمبر۱: یہ محلاً مرفوع ہے۔

نمبر۲: صفت کی صورت میں محل نصب میں ہے یعنی هُمُ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ۔ وہی جو ایمان رکھتے ہیں یا میری مراد الذین یومنون وہ ایمان والے ہیں۔

نمبر۳: اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ مبتداء اور اس کی خبر اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى۔

نمبر۴: یہ مجرور ہے اس طرح کہ متقین کی صفت ہے۔ یہ صفت متقین کی صفت کو کھولنے اور واضح کرنے کے لئے لائی گئی ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ زید الفقیہ المحقق۔ کیونکہ یہ اس چیز پر مشتمل ہے جس پر نیکیوں کی جڑ ہے۔ اور وہ نماز اور صدقہ ہے یہ دونوں بنیادی عبادات مالیہ اور بدنیہ کی جزء ہیں۔ (الصلٰوۃ عماد الدین) نماز کو دین کا ستون قرار دیا۔ (اور دوسری روایت

میں) کفر و اسلام کے درمیان فاصل نماز کا چھوڑ دینا قرار دیا گیا۔ اور زکوٰۃ کو اسلام کا پل فرمایا۔ (الزکوۃ قنطرۃ الاسلام) گویا ان کا مقام و مرتبہ ایسا ہے کہ تمام عبادات ان کے تابع ہیں۔ اسی لیے تو کلام کو مختصر فرمایا اور طاعات کے تذکرہ میں فقط عنوان پر اکتفا کیا اور اسکے ساتھ ساتھ ان دونوں عبادتوں کی فضیلت کو کھول دیا۔

نمبر ۵: یا یہ صفت ہے جو متقین کے ساتھ لائی گئی جو مزید فائدہ کے لیے لائی گئی ہے مثلاً زید الفقیہ المتکلم الطبیب۔ اس صورت میں متقین سے مراد وہ لوگ ہونگے جو برائیوں سے گریزاں ہیں۔

یُؤْمِنُوْنَ : (تصدیق کرتے ہیں)

نَحو : یہ امن مصدر سے باب افعال ہے۔ اور محاورہ ہے۔ امنت ''یعنی اس کی تصدیق کی اس کی حقیقت تکذیب ومخالفت سے امن میں ہونا ہے۔ باء سے یہ متعدی ہے۔ اس لیے کہ یہ اقرار واعتراف کے معنی کو اپنے اندر شامل کرنے والا ہے۔

بِالْغَیْبِ : (جوان سے پوشیدہ ہیں) ان چیزوں میں سے جن کی خبر ان کو نبی اکرم ﷺ نے دی۔

نمبر ۱: مثلاً بعث ونشر اور حساب وغیرہ کے معاملات (جو کہ غائب کے مفہوم میں ہیں) پس مصدر بمعنی اسم فاعل (غائب) لائے۔ جیسا کہتے ہیں۔ غاب الشیء غیبا۔ یہ اس صورت میں ہے جب تم اس کو یؤمنون کا صلہ بناؤ۔

نمبر ۲: اور اگر تم اس کو حال قرار دو۔ تو پھر یہ پوشیدگی اور خفاء کے معنی میں ہوگا۔ یعنی وہ ایمان لاتے ہیں۔ اس حال میں کہ جس چیز پر ایمان لانا ہے۔ وہ ان سے غائب ہے۔ (مثلاً رسول اللہ و بعث وحشر کو دیکھا نہیں مگر ایمان لاتے ہیں) حقیقی طور پر یہ عبارت اس طرح ہے۔ متلبسین بالغیب یعنی غیب سے تلبس حاصل کرنے والے ہیں۔

صحیح ایمان یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق کرے۔ عمل (حقیقت) ایمان میں داخل نہیں (البتہ ایمان کی علامت وثمرہ ضرور ہے)

اقامت کا مطلب:

وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ : (یعنی اس کو ادا کرتے ہیں)

نمبر ۱: ادائیگی کو اقامت سے تعبیر کیا۔ حالانکہ قیام تو اس کا ایک رکن ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ نماز کو قنوت سے تعبیر کیا۔ اور قنوت قیام ہی کو کہتے ہیں۔ رکوع اور سجود اور تسبیح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں نماز میں پائی جاتی ہیں۔

نمبر ۲: یا اقامت صلوۃ سے مراد تعدیل ارکان ہے۔ یہ ''اقام العود'' سے ہے جب لکڑی کو سیدھا کر دیں۔

نمبر ۳: یا نماز پر مداومت اور محافظت مراد ہے۔ پھر یہ ''قامت السوق'' سے بنا ہے۔ جب بازار پر رونق ہو جائے۔ کیونکہ جب کسی چیز کی حفاظت کی جاتی ہے تو پھر وہ چالو مال کی طرح بن جاتی ہے۔ جس کی طرف رغبتیں متوجہ ہوتی ہیں۔ اور جب کسی چیز کو ضائع کیا جائے تو وہ اس کھوٹی اور نکمی چیز کی طرح ہے جس کی طرف طبیعت کی رغبت نہیں ہوتی۔

معنی صلوٰۃ:

اَلصَّلٰوۃَ۔ نَحو : الصلوۃ کا لفظ فعلۃ کے وزن پر صلّی سے بنا ہے جیسا کہ الزکوۃ کا لفظ زکی سے ہے۔ اور واؤ کیساتھ اس

کی کتابت بطور تفخیم کے ہے۔صلّی کا حقیقی معنی چوتڑوں کو حرکت دینا ہے۔کیونکہ نمازی رکوع وسجود میں ان کو حرکت دیتا ہے۔داعی (دعوت دینے والا) کو بھی مصل (بلانے والا) کہا جاتا ہے رکوع وسجدہ کرنے والے کے ساتھ خشوع میں مشابہت کی وجہ سے اس کو "مصل" کہا جاتا ہے۔

وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ : (جو ہم نے ان کو دے رکھا ہے) یہاں ما بمعنی الذّی ہے۔

انفاق سے مراد:

يُنْفِقُوْنَ : (وہ اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں) صدقہ کرتے ہیں۔من تبعیضیہ داخل کر کے ممنوع فضول خرچی سے محفوظ کر دیا۔مفعول کو اس کی اہمیت پر دلالت کرنے کیلئے مقدم کیا۔

نمبر۱: مراد یہاں زکوٰۃ ہے،کیونکہ یہ اس صدقہ سے ملی ہوئی ہے جو کہ زکوٰۃ کی ہمدم ہے۔

نمبر۲: یا۔زکوٰۃ سے مراد زکاۃ اور اسی طرح کے خرچہ جات ہوں جو بھلائی کے راستہ میں کئے ہیں کیونکہ یہاں زکوٰۃ کا لفظ بلا کسی قید کے آیا ہے۔اور انفق الشیء اور انفدہ یہ دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں جیسا کہ نفق الشیء اور نفد۔چیز کا خرچ ہونا ختم ہونا کے معنی میں آتے ہیں۔

قاعدہ:

ہر وہ لفظ جس کا فاءکلمہ نون ہو اور عین کلمہ فاء ہو وہ نکلنے اور چلے جانے کے معنی میں آتا ہے۔

نکتہ:

اس آیت سے بطور دلالت یہ بات ثابت ہوگئی۔کہ اعمال ایمان کا حصہ نہیں وہ اس لیے کہ یہاں صلوٰۃ وزکوٰۃ کو ایمان پر عطف کر کے ذکر کیا گیا۔اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ کی طرف اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے

وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ؕ ④

اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ : اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب میں سے ایمان لائے۔ جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے احباب اور ان جیسے دوسرے لوگ جو ہر اس وحی پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ایمان لائے۔ اور آخرت پر ایسے یقین کا اظہار کیا جس سے یہ بات زائل ہوگئی کہ جنت میں یہود ونصاریٰ کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ اور ان کو دوزخ کی آگ چند گنتی کے دنوں کے علاوہ نہیں چھوئے گی۔ نمبرا: پھر اگر تم اس کا عطف الذین یؤمنون بالغیب پر کرو تو یہ من جملہ متقین میں داخل ہو جائیں گے۔

نمبر۲: اور اگر اس کا عطف متقین پر کرو تو پھر داخل نہ ہونگے۔ پس کلام اس طرح بنے گا۔

هدی للمتقین وهدی للذین یومنون بما انزل الیك

نمبر۳: یا اس سے پہلے لوگوں کی صفت کرنا مقصود ہے۔ اور درمیان میں عاطف کو اسی طرح لایا گیا۔ جیسا کہ صفت کے درمیان لاتے ہیں۔ جیسا اس محاورہ میں۔

هو الشجاع والجواد وہ بہادر اور سخی ہے۔

اور شاعر کا قول:

الی الملك القرم وابن الهمام ☆ لیث الکتیبة فی المزدحم

میں اس بادشاہ کی طرف جو توڑنے والا اور تلوار کے نیچے پلنے والا۔ لڑائی کے میدان میں لشکر کے دستے کا شیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تمام ان صفات کے جامع ہیں۔

تذکرہ قرآن کریم وکتب سابقہ:

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ : یعنی قرآن مراد اس سے مکمل قرآن ہے۔ فقط وہ مقدار مراد نہیں جو ان کے ایمان لانے تک اتاری جا چکی تھی کیونکہ ایمان تو سارے قرآن پر لانا ضروری ہے۔

سوال: یہاں انزل کو لفظ ماضی سے تعبیر کیا اگرچہ ابھی بعض کے نزول کا انتظار ہے۔

جواب: موجود کو غیر موجود پر تغلیب دے کر ذکر کر دیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب بعض نازل شدہ اور بعض کے نزول کا ابھی انتظار ہے تو تمام کو گویا نازل شدہ شمار کر لیا گیا۔ (کیونکہ اس کا اتارا جانا یقینی تھا)

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤

یہ لوگ بڑی ہدایت پر ہیں اپنے رب کی طرف سے اور یہ لوگ ہی کامیاب ہیں۔

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ : یعنی انبیاء علیہم السلام پر اتاری جانے والی تمام کتابیں

وَبِالْاٰخِرَةِ نحو : یہ آخر کی مؤنث ہے جو کہ الاوّل کی ضد ہے۔ یہ صفت ہے اس کا موصوف محذوف ہے اور وہ لفظ دار ہے اس کی دلیل قصص آیت نمبر ۸۳ تلك الدار الأخرة ہے اور یہ صفت غالبہ ہے۔ اسی طرح دنیا کا لفظ بھی (کہ اس کا موصوف محذوف ہے اور یہ صفت غالبہ ہے کیونکہ قریب تر ہے)

قراءت:

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمزہ کو حذف کر کے اس میں تخفیف کر دی۔ اور اس کی حرکت لام کو دے دی۔

هُمْ يُوْقِنُوْنَ : ایقان اصل میں شک وشبہ دور ہو کر کسی چیز کے متعلق پختہ علم ہو جانے کو کہتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى۔ (یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے راستے پر ہیں) نحو : اگر الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کو مبتدا بنائیں تو جملہ محل رفع میں واقع ہے اور اگر اس کو مبتدا نہ بنائیں تو پھر اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ (اسم اشارہ کو صفات کے بعد لانا گویا موصوف کا صفات سمیت اعادہ ہے)

نمبر ۲: یہ بھی جائز ہے کہ پہلا موصول متقین پر جاری ہو اور دوسرا موصول ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہو۔ اور اولٰئك اس کی خبر ہو۔

تفسیر : ہدایت وفلاح کے ساتھ ان کو خاص کرنے کی وجہ اہل کتاب پر تعریض کرنا ہے۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان نہ تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ ہدایت پر ہونے کے دعویدار تھے۔ اور یہ طمع رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فلاح پانے والے ہیں۔

علیٰ کی حکمت:

عَلٰى هُدًى : میں، استعلاء کا مفہوم ایک تمثیل ہے جو ہدایت پر ان کے پورے قابو کو ظاہر کرنے اور اس پر پختگی سے قائم رہنے کو ظاہر کرتا ہے اور ہدایت کو اس طرح انہوں نے تھام رکھا ہے کہ کوئی آدمی کسی چیز پر غالب اور سوار ہو۔ اس کی مثال ھو علی الحق وعلی الباطل ہے اور اہل عرب نے اپنے اس قول میں اس استعلاء کی وضاحت کر دی ہے۔ جعل الغواية مركبا (اس نے گمراہی کو سواری بنایا) امتطى الجهل (اس نے جہالت کو سواری بنایا) اقتعد غارب الهوٰى (وہ خواہشات کی کوہان پر بیٹھا)۔

هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ : (یعنی ان کو ہدایت ان کے رب کی طرف سے ملی ہے) ھدی کا لفظ نکرہ لائے۔ تا کہ اس سے یہ فائدہ حاصل ہو کہ ان کو ہدایت کی ایسی قسم حاصل ہے کہ جس کی حقیقت کو پہنچا نہیں جا سکتا۔

مقدر سوال کا جواب:

گویا کلام اس طرح تھا۔ کہ وہ کونسی ہدایت پر ہیں۔ تو جواب دیا گیا۔ هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ کہ وہ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں) اس کی مثال ہے لقد وقعت علی لحم۔ یعنی عظیم گوشت پر واقع ہوا۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ : (یہی لوگ آخرت کے گھر میں من مانی مراد پائیں گے) اور جس سے وہ خوف زدہ ہیں اس سے وہ نجات پانے والے ہیں۔

فلاح کیا ہے؟

فلاح : تمنا کو پالینا المفلح تمنا کو پانے میں کامیاب۔ گویا کہ وہ ایسا شخص ہے جس کے لیے کامیابی کے راستے کھل گئے ہیں۔ یہ مرکب خود شق اور فتح کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح وہ الفاظ جن کا فاء اور عین کلمہ اسی طرح ہو مثلاً۔ فلق، فلذ، فل (پھٹنا، ٹکڑا، کند) ان میں پھٹنے کا مفہوم موجود ہوتا ہے۔

سوال : یہاں عطف کے ساتھ لایا گیا مگر دوسری آیت نمبر ۱۷۹ سورۂ اعراف میں اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ میں بغیر عطف ذکر کیا۔ دونوں جملے مفہوم کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

جواب : خبروں کا مختلف ہونا خود عطف کا مقتضی ہے اور اعراف والی آیت میں غفلت اور بہائم سے مشابہت ایک چیز ہے۔ پس دوسرا جملہ گویا پہلے کی تقریر و پختگی کے لیے لایا گیا ہے اور اگر عطف لایا جاتا تو یہ مقصد پورا نہ ہوسکتا۔

هُمْ : یہ فصل کے لیے لائے۔ اس کا فائدہ یہ ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس کے بعد خبر ہے۔ صفت نہیں۔

نمبر۲: ہم تاکید ہے اور اس بات کو لازم کر رہی ہے کہ مسند کا فائدہ مسند الیہ کے لیے ثابت ہے کسی دوسرے کے لیے نہیں۔

نمبر۳: یہ مبتدا ہے اور المفلحون اس کی خبر ہے۔

نکتہ: غور کریں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے متقین کا ان چیزوں کے ساتھ مخصوص ہونا بار بار ظاہر کیا۔ جس کو مختلف راستوں والے نہیں پاسکتے۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اسم اشارہ لائے۔ اور اسم اشارہ دوبار لایا گیا۔ اس میں متنبہ کر دیا کہ جس طرح انہوں نے ہدایت کو ترجیح دی ہے۔ اسی طرح وہ ہدایت انکی فلاح کی ضامن ہے۔ المفلحون کو معرفہ لا کر یہ بتلایا کہ متقین وہی لوگ ہیں، جن کے متعلق تمہیں اطلاع ملی ہے کہ وہ آخرت میں کامیاب ہونگے۔ اس کی مثال اسی طرح ہے کہ تمہیں اطلاع ملے کہ تیرے شہر کے کسی انسان نے توبہ کی۔ تو تم سے کسی نے پوچھا وہ توبہ کرنے والا کون ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا گیا۔ کہ وہ زید تائب ہے یعنی وہ وہی ہے جس کی توبہ کی تم کو خبر دی گئی ہے۔ درمیان میں فاصلہ کیا تا کہ تم پر ان کے مراتب ظاہر کر دیئے جائیں۔ اور تمہیں اس چیز کی طلب کے لیے رغبت دلائی جائے جس چیز کی طرف انہوں نے رغبت کی۔ اور جس کی طرف انہوں نے قدم اٹھایا۔ تا کہ تو بھی پورے نشاط سے اس کی طرف قدم بڑھائے۔ اے اللہ لباس تقویٰ سے زینت عنایت فرما۔ اور ان لوگوں کے گروہ میں ہمارا حشر فرما جن کے تذکرہ سے تو نے سورۂ بقرہ شروع فرمائی۔ آمین

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۶

بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے۔ برابر ہے کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ٘ وَّلَهُمْ

اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ان کے دلوں پر، اور ان کے سننے کی قوت پر، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے، اور ان کے لئے

عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۷

بڑا عذاب ہے۔

ربط: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کا اپنے قرب والی صفات کے ساتھ تذکرہ فرمایا اور واضح کر دیا کہ کتاب مقدس ان کے لیے ہادی ہے تو اس کے پیچھے ان کے ضد و مخالف لوگوں کو ذکر کیا۔ اور وہ انتہائی سرکش و نافرمان لوگ جن کے متعلق ہدایت فائدہ مند نہیں۔ فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا کفر سخت انکار سے حق کو چھپانا۔ کفر کے حروف کی ترکیب چھپانے پر دلالت کرتی ہے اسی لیے کسان پر کافر کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اسی طرح رات پر۔

عدم عطف کی وجہ:

سوال: یہاں حرف عطف نہیں لائے جیسا کہ سورۂ انفطار آیت ۱۳، ۱۴ (اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ) میں عطف کے ساتھ ذکر کیا۔

جواب: ان دونوں آیات میں پہلا جملہ اعمال نامے کے تذکرہ کی وضاحت کے لیے لایا گیا۔ المؤمنین کی خبر نہیں ہے۔ اور دوسرا جملہ کفار کے اعمال نامے کی وضاحت کے لیے آیا ہے پس دونوں جملوں کی مراد میں تفاوت پایا جاتا ہے اور یہ ایسی حد بندی ہے کہ اس میں عطف کی کوئی مجال نہیں۔

نمبر۲: مقدر مان کر اس کو مبتداء بنائیں تو پھر مراد کفار سے وہ معینہ لوگ ہونگے۔ جن کا ایمان نہ لانا اللہ کے علم میں ہے۔ مثلاً ابو جہل، ابولہب وغیرہ۔ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ کوفی قراء کے ہاں دو ہمزہ کے ساتھ ہے سواء بمعنی استواء ہے اس سے صفت اسی طرح لائی جاتی ہے۔ جس طرح مصادر سے لائی جاتی ہے جیسا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سورۂ آل عمران آیت نمبر ۶۴ میں ہے۔ "الٰی کلمةٍ سواءٍ" ای مستویة (برابر) یہ خبر ہونے کی بنا پر مرفوع ہے کیونکہ "ءانذرتهم" اس کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے گویا اس طرح کہا گیا۔ ان الذین کفروا مستو علیهم انذارك وعدمه۔ بے شک کافروں پر آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے۔

نمبر۲: نحو: سواء خبر مقدم ہے اور ءا نذر تهم ام لم تنذرهم۔ محل ابتدا میں ہے۔ یعنی سواء علیهم انذارك وعدمه اور یہ تمام اِنَّ کی خبر ہے

قاعدہ:

فعل کو مبتدا بنانا درست ہے باوجود اس بات کے کہ فعل ہمیشہ خبر بنتا ہے۔ کیونکہ یہ اس کلام کی جنس میں سے ہے۔ جس میں معنی کا لحاظ کرتے ہوئے لفظ کا لحاظ چھوڑا گیا ہے۔ (یعنی مصدر کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبتدا بن گیا، مجازًا) ہمزہ اور اَمْ دونوں معنی استواء کو خالص کررہے ہیں، اور استفہام کے معنی سے بالکل خالی ہیں۔

سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس حرف استفہام کو اسی طرح لایا گیا ہے (یعنی تاکید وتقریر کے لیے) جیسا کہ اس قول میں حرف نداء لایا گیا۔ اللّٰھم اغفرلنا ایتھا العصابۃ۔ یعنی یہ صورت میں استفہام ہے مگر حقیقت میں استفہام نہیں۔ جیسا کہ صورت میں تو نداء ہے مگر واقعہ میں نداء نہیں۔

الانذار: گناہوں پر ڈانٹ ڈپٹ کے ذریعہ اللہ کے عذاب سے ڈرانا۔

لَا یُؤْمِنُوْنَ: نحو: نمبر۱: یہ جملہ ماقبل جملے کی تاکید ہے۔

نمبر۲: ان کی خبر ہے۔ اور اس سے قبل جملہ معترضہ ہے یا دوسری خبر ہے۔

حکمت اور انذار:

کفار کے اصرار کا علم ہونے کے باوجود انذار میں حکمت یہ ہے کہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور رسالت کا پیغام عام ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب ملے۔

تفسیر ختم:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ: (ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے) زجاج رحمہ اللہ نے فرمایا۔ الختم۔ ڈھانپنے کو کہتے ہیں کیونکہ کسی چیز پر پختگی طلب کرنے کے لیے مہر لگا کر اس چیز کو ڈھانپا جاتا ہے۔ تاکہ اس کی کسی کو اطلاع نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں پر مہر لگا کر ان کو اس طرح کا بنا دیا کہ ان میں جو کفر گھسا ہوا ہے۔ وہ نکل نہیں سکتا۔ اور جو ایمان ان میں نہیں ہے وہ ان میں داخل نہیں ہو سکتا۔

ختم وطبع کا نتیجہ:

مہر کا مقصد اہل حق کے نزدیک دل میں ظلمت اور تنگی کا پیدا کرنا ہے جب تک وہ ظلمت اس کے دل میں رہتی ہے۔ وہ ایمان نہیں لاتا۔

معتزلہ کا مذہب:

دِلوں کے متعلق فرشتوں کو اطلاع دینا ہے کہ جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ کفار ہیں، تاکہ وہ ان کے لیے خیر کی دعا نہ کریں،

بلکہ ان پر لعنت بھیجیں۔بعض نے کہا۔کہ خَتَمَ کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف مجازی ہے۔اور خاتم حقیقت میں کافر ہے۔مگر اللہ تعالیٰ نے جب اس کو قدرت اور اختیار دیا۔تو اس کی طرف خَتَمَ کا اسناد جس طرح فعل کی نسبت کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔''بنی الامیرا لمدینۃ'' امیر نے شہر بنایا۔کیونکہ فعل کی کئی ملابسات ہیں۔

نمبر۱: فاعل سے ملابست ،مفعول بہ سے ،مصدر، مکان، زمان اور مسبب لہ سے ملابست بس فعل کی نسبت فاعل کی طرف تو حقیقی ہے اور دوسروں کی طرف مجازی ہے۔کیونکہ فعل کے ساتھ فاعل کی ملابست میں مشابہت رکھتے ہیں ،جیسا کہ آدمی شیر کے ساتھ جرأت میں مشابہت رکھتا ہے پس بطور استعارہ اس کو شیر کہہ دیتے ہیں یہ مسئلہ خلق افعال کی فرع ہے۔

سمع کی مراد:

وَعَلٰی سَمْعِهِمْ : (اور ان کے کانوں پر) نحو : سمع کو واحد لایا گیا۔جس طرح عرب کے ہاں اس قول میں بطن واحد ہے۔ کلوا فی بعض بطنکم تعفوا: کیونکہ التباس کا خطرہ نہیں۔سمع کا لفظ اصل کے لحاظ سے مصدر ہے کہا جاتا ہے کہ سمعت الشیء سمعا و سماعًا۔مصدر کی جمع نہیں آتی ۔کیونکہ وہ اسم جنس ہوتا ہے۔تو قلیل وکثیر سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔اس میں تثنیہ جمع کی محتاجی نہیں پس اصل کی جھلک رہتی ہے۔

نمبر۲: یہ بھی کہا گیا کہ اس کا مضاف محذوف ہے۔یعنی ان کے سننے کے مقامات پر۔

قراءت: ایک قراءت وَعَلٰی اَسْمَاعِهِمْ ہے۔

وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ : (اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے) نحو : رفع کے ساتھ خبر اور مبتدا ہے۔

البصر : آنکھ کی روشنی۔وہ چیز جس سے دیکھنے والا دیکھتا ہے جس طرح کہ بصیرت نور قلب کو کہتے ہیں اور وہ چیز ہے جس سے غور وفکر کی جاتی ہے۔الغشاوہ۔ڈھکنا، یہ غشاء یعنی اس کو غشی کے لفظ کی ترتیب کسی چیز پر مشتمل ہونے کیلئے آتی ہے جیسے العصابۃ (پٹی) العمامہ (پگڑی) القلادہ (ہار) اسماع بھی مہر کے معنی میں داخل ہے۔تغشیہ (ڈھانپنے کے حکم میں داخل نہیں ہے اسکی دلیل سورۂ جاثیہ آیت نمبر۲۳۔وَخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ہے۔کہ سمع پر ختم کا لفظ لایا گیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سمعھم پر وقف ہے قلو بھم پر نہیں۔جعل کو مضمر مان کر صرف غشاوہ اکیلے ہی کو نصب دیا ہے۔

علٰی سمعھم میں جار کو دوبارہ لائے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں جگہوں پر مضبوط مہر ہے۔

شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

شیخ ابو منصورؒ نے کہا، جب کافر نے حق کی بات نہیں سنی۔اور اپنی طرف اور دیگر مخلوق کی طرف بھی نگاہ نہیں ڈالی کہ اس مخلوق کے حادث ہونے کے آثار کو دیکھ کر وہ معلوم کر لیتا۔کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح قرار دیا۔گویا اس کی آنکھوں اور کانوں پر پردہ پڑا ہے۔اگر چہ حقیقت میں ایسا نہ ہو۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسماع ان کے ہاں تغشیہ کے حکم میں داخل ہے۔آیت ہمارے حق میں اور معتزلہ کے خلاف حجت ہے کہ اللہ تعالیٰ اصلح کو بندوں کے لیے اختیار فرمانے والے ہیں۔پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ میں نے انکے دلوں پر مہر لگا دی۔اور اس میں شک نہیں کہ مہر کا چھوڑنا ان کے لیے زیادہ اصلح ہو۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ⑧

اور بعضے لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخری دن پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ایمان والے نہیں ہیں

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ⑨

وہ دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنی جانوں کو۔ اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ : (اور آخرت میں ان کو بڑا عذاب ہونے والا ہے) عذاب کا لفظ نکال کی طرح ہے بناوٹ و معنی ہر دو لحاظ سے کیونکہ تم کہو گے۔ اعذب عن الشیٔ یعنی جب وہ کسی چیز سے رک جائے جیسا کہتے ہیں نکل عنه وہ اس سے باز آیا۔

عظیم وکبیر کا فرق:

یہ ہے کہ عظیم حقیر کے بالمقابل آتا ہے۔ کبیر صغیر کے مقابل آتا ہے گویا عظیم کبیر سے بڑھ کر ہے جیسا حقیر صغیر سے کمتر ہے۔ یہ دونوں اجسام واحداث کے بارے میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً کہو گے رجل عظیم وکبیر۔ مراد یہ ہوگی کہ اس کا جسم بڑا ہے یا رعب بڑا ہے۔

نکرہ لانے کی وجہ:

غشاوة کو نکرہ لائے کہ ان کی آنکھوں پر ایک قسم کا پردہ ہے یہ وہ پردہ نہیں جس کو لوگ پردہ کہتے ہیں اور ان کے لیے بڑے دکھوں میں سے ایک بڑی قسم سے عذاب دیا جائے گا۔ جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

تذکرہ منافقین:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ : (اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لائے)۔

ربط : اللہ تعالیٰ نے سورت کو شروع فرمایا۔ ان لوگوں کے تذکرہ سے جو دین میں اخلاص اختیار کرنے والے ہیں۔ اور ان کی زبانیں اور دل حق کی موافقت کرنے والے ہیں پھر دوسرے نمبر پر ان لوگوں کا ذکر کیا جو دل وزبان سے کافر ہیں تیسرے نمبر پر منافقین کا ذکر کیا جو منہ سے ایمان لائے مگر دل ان کے مؤمن نہیں۔ یہ کفار کی خبیث ترین قسم ہے کیونکہ انہوں نے ایمان کے ساتھ کفر کو تمسخر واستہزاء کی بناء پر ملا لیا۔ اس لیے ان کے بارے میں سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۴۵: ان المنفقين فی الدرك الاسفل من النار۔ اتری۔

قول مجاہد:

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورۃ بقرہ کی شروع کی چار آیات میں ایمان والوں کی تعریف اور دو آیات میں کفار کا تذکرہ اور تیرہ

آیات میں منافقین کا تذکرہ ہے ان میں ان کے مکر خبائث ۔ حماقت بتلائی اور ان کی جہالت کا پردہ چاک کیا اور مثال کے طور پر ان کی مجنونانہ حرکات ظاہر کیں اور ان کی سرکشی اور اندھے پن پر مہر لگا دی اور ان کو بہرہ گونگا اندھا قرار دیا اور ان کیلئے بدترین مثالیں بیان فرمائیں منافقین کے واقعہ کو اول سے آخر تک کفروا کے واقعہ پر عطف فرمایا۔ جیسا کہ جملہ کا عطف جملہ پر ہوتا ہے۔

الناس کا اصل اُناس ہے ہمزہ کو بطور تخفیف کے حذف کر لیا۔ اور ہمزہ کا حذف لام تعریف کی صورت میں لازم کی طرح ہے۔ کیونکہ الاناس نہیں بولا جا سکتا اور اس کا اصل انسان' واناسی ،انس' اس پر استشہاد کے لیے کافی ہے۔

انسان کی وجہ تسمیہ:

انسان کو انسان کہنے کی وجہ ان کا ظاہر ہونا اور اس لیے بھی کہ ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں۔ یعنی دیکھتے ہیں۔

جبکہ جن کو جن ان کے چھپنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ ناسٌ کا وزن فعال ہے، کیونکہ وزن کی بنیاد اصل پر ہوتی ہے یہ اسم جمع ہے لام تعریف اس میں جنس کے لیے آیا ہے۔ مَنْ موصوفہ ہے یَقُوْلُ۔ اس کی صفت ہے گویا عبارت اس طرح ہے ناس یقولون کذا (لوگوں میں سے بعض لوگ اس طرح کہتے ہیں)

وجہ ذکر ایمان باللہ والیوم الآخرۃ:

یہاں ایمان باللہ اور یوم آخرت کو انہوں نے خاص طور پر ذکر کیا۔ حالانکہ وہ ایسا وقت ہے جو آ کر رہے گا۔ اور وہ ایسا ہمیشہ ہے۔ جس میں انقطاع نہیں اس کو یوم آخرت اس لیے فرمایا کیونکہ وہ ختم ہونے والے اوقات سے پیچھے آنے والا ہے۔

نمبر۲: نشر کے اس محدود وقت کے بعد ہے۔ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ کیونکہ منافقین کو وہم پیدا ہوا کہ انہوں نے ایمان کی دونوں جانبین اول و آخر کا احاطہ کر لیا، اور یہ اس لئے کہ مسائل اعتقادیہ کا مرجع مبدأ ہے اور مبدأ کی حقیقت صانع کا علم اور اس کی صفات و اسماء کا معلوم کرنا ہے اور معاد کے اٹھائے جانے کا علم، قبور سے اٹھانا، پل صراط، میزان اور آخرت کے دیگر تمام احوال ہیں۔ باء کی وجہ: باء کو دوبارہ لا کر اشارہ کر دیا انہوں نے دونوں پر اپنے ایمان کے صحیح اور مستحکم ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ اس ارشاد الٰہی کے مطابق ہے۔ وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (حالانکہ وہ مؤمن نہیں) گویا باء کو لا کر ان کے دعویٰ کی مکمل تردید کر دی)

نحو: وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ میں فاعل کی حالت کو ذکر کیا نہ کہ فعل کی اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ میں فعل کی حالت کو ذکر کیا نہ کہ فاعل کی۔ کیونکہ مقصود ان کے دعوے کا انکار ہے اور انتہائی بلیغ و مؤکد انداز سے اس کی نفی ہے کہ ان کا گروہ مؤمنوں کی جماعت سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد المائدہ آیت نمبر:۳۷ یریدون ان یخرجوا من النار وما ھم بخارجین منھا۔ میں اس طرح ہے۔ اور یہ انداز کلام۔ 'ما یخرجون منھا' کہنے کی نسبت زیادہ بلیغ ہے۔

ایک نکتہ:

ایمان کو دوسری آیت میں مطلقاً ذکر کیا۔ جبکہ پہلی میں مقید۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں احتمال ہیں۔

نمبر ۱: تقیید مراد لیں اوراس پر دلالت آنے کی وجہ سے تقیید کو چھوڑ دیں۔
نمبر ۲: یہ بھی احتمال ہے کہ اصل ایمان کی نفی مراد لیں اوراس کے ضمن میں وہ نفی آ جائے جو پہلے مذکور ہوئی ہے۔

ردِ کرامیہ:

آیت میں فرقہ کرامیہ (کے باطل عقیدہ) کی تردید ہے کہ ایمان صرف زبانی اقرار کو کہتے ہیں کیونکہ آیت میں منافقین کے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ حالانکہ اقرار تو ان کا موجود تھا۔ یہ آیت اہل سنت کے قول کی تائید کرتی ہے۔ کہ ایمان اقرار زبانی اور تصدیق جنانی کا نام ہے۔ ماجونفی کی تاکید کے لئے لایا گیا اس کی خبر پر باء داخل ہے تا کہ سامع جب اول کلام سے غافل ہو تو شدت انکار پر اسی سے استدلال کر سکے۔

مَنْ۔ لفظاً واحد ہے اسی لئے یقول کا فعل واحد لائے اور معنی کا لحاظ کر کے لائے۔

تفسیر یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ:

(اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دھوکے کا معاملہ کرتے ہیں)

نمبر ۱: یعنی رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دیتے ہیں اس مضاف کو اسی طرح حذف کر دیا جیسا فرمان خداوندی سورۃ یوسف آیت نمبر ۸۷ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ (اے اہل قریہ) ابوعلی وغیرہ نے اسی طرح کہا۔ مطلب یہ ہوا کہ ایسی چیز ظاہر کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔

مخادعت کا معنی:

الخداع: نفس کے اندر جو کچھ ہو اس کے الٹ ظاہر کرنا۔

نکتہ نمبر ۱: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کے مرتبہ کو معظم و بلند کیا۔ کہ آپ کے دھوکہ دیئے جانے کو اپنا خداع قرار دیا جیسا کہ سورۃ فتح آیت نمبر ۱۰ '' میں إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ '' حضور ﷺ کے دست اقدس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا وہ اپنے زعم کے مطابق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی ذات ان میں سے ہے۔ جن کو دھوکہ دینا صحیح ہے یہ تمثیل اکثر دو سے زیادہ کے لیے استعمال ہوتی ہے مثلاً تم کہو گے۔ عاقبت اللص۔ میں نے چور کو سزا دی۔ یہ یخدعون بھی پڑھا گیا ہے۔

نحوی تحقیق:

نحو: نمبر ۱: یہ یقول کا بیان ہے۔ نمبر ۲ یا جملہ مستانفہ ہے۔ گویا کہا گیا کہ وہ جھوٹے ایمان کا کیوں دعویٰ کرتے ہیں اس میں

ان کا کیا فائدہ ہے۔

جواباً کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دھوکہ کرتے ہیں اوراس میں ان کی منفعت یہ ہے۔کہ کفار کی طرح ان سے لڑائی نہیں کی جاتی۔اورمؤمنین کے احکامات ان پرلاگو ہیں۔اوروہ غنائم سے حصہ پاتے ہیں۔وغیرہ

صاحب الوقوف کاقول:

صاحب الوقوف نامی کتاب کے مصنف نے کہا کہ''مؤمنین''پروقف لازم ہے کیونکہ وصل کرنے میں تقدیرعبارت یہ بن جائے گی۔وما ھم بمؤمنین مخادعین خداع کے وصف کی نفی ہوجائے گی جیسے کہ تم کہو۔ماھو برجل کا ذب وہ جھوٹا آدمی نہیں۔حالانکہ یہاں تو مقصدان کے ایمان کی نفی اورخداع کاان کے لیے ثابت کرنا ہے۔

نمبر۲: جنہوں نے یخادعون کو یقول کی خبر سے حال قراردیا اوریقول کواس میں عامل قرار دیا تو ان کے مطابق تقدیرعبارت اس طرح ہوگی۔یقول امنا باللّٰہ مخادعین۔وہ کہتے ہیں ہم تو اللہ پرایمان لائے حالانکہ وہ دھوکہ دینے والے ہیں۔

نمبر۳:بمؤمنین: نحو : یہ یقول کی ضمیر سے حال ہےاوراس کا عامل اسم فاعل ہےاس صورت میں تقدیرعبارت یہ ہوگی۔ وماھم بمؤمنین فی حال خداعھم :(وہ اپنے دھوکہ کی حالت میں مؤمن نہیں ہوسکتے)اس صورت میں مؤمنین پروقف بھی نہ ہوگا۔پہلی ترکیب۔سب سے بہتر ہے۔

''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا''(اورایمان والوں کودھوکہ دیتے ہیں)وہ رسول اللہ ﷺ اورمؤمنین کوایمان ظاہر کرکے اور کفر چھپا کر دھوکہ دیتے ہیں۔

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ(حالانکہ وہ دھوکہ نہیں دیتے مگراپنے آپ کو)وہ یہ دھوکہ بازوں کے ساتھ ملا جلا معاملہ اپنی جانوں کے ساتھ کرتے تھے۔کیونکہ اس کا نقصان انہی کو پہنچے گا۔اوران کے دھوکے کا نچوڑ آخرت کا عذاب ہے جوان کی طرف لوٹ آیا۔

پس گویاانہوں نے اپنے آپ کودھوکہ دیا۔ابوعمرو۔نافع اورابن کثیر مکی نے۔مطابقت کے لیے۔''مایخادعون''پڑھا ہے

مگرپہلے لوگوں کوعذریہ ہے کہ خدع اورخادع۔اس جگہ ایک معنی دیتے ہیں(اس لیےاسی طرح پڑھیں گے)۔

نفس کی مراد:

النفس: کسی چیز کی ذات وحقیقت کو کہتے ہیں۔پھر یہ دل اورروح کے لیےبھی کہا جانے لگا۔کیونکہ نفس کا قیام انہی دو پر ہے۔ اسی طرح خون کوبھی نفس کہتے ہیں۔کیونکہ نفس کا قوام خون سے ہے۔اور پانی کوبھی نفس کہتے ہیں۔کیونکہ نفس کواس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔''النفس''سے یہاں مرادانکی ذاتیں ہیں۔معنی یہ ہوگا۔اپنی ذاتوں کودھوکہ دینے کے سبب دھوکہ ان کو چمٹنے والا ہے۔ ان سے آگے تجاوز نہیں کرتا۔

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ⑩

ان کے دلوں میں بڑا روگ ہے سو اللہ نے ان کا روگ بڑھا دیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت کرو تو کہتے ہیں۔کہ ہم تو صرف اصلاح ہی کرنے والے ہیں

اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ⑫

خبردار بلا شبہ یہی لوگ مفسد ہیں لیکن نہیں سمجھتے ہیں۔

وَمَا یَشْعُرُوْنَ : (اور وہ محسوس نہیں کرتے)۔

نتیجہ:

ان کے دھوکہ کا نتیجہ دوسروں کی طرف سے ان کی طرف ہی لوٹنے والا ہے۔

معنی شعور:

الشعور : کسی چیز کا حس سے معلوم کرنا۔ یہ شعار سے لیا گیا ہے۔ شعار وہ کپڑا ہے جو جسم کے قریب ہوتا ہے (بنیان وغیرہ) مشاعر الانسان : انسانی حواس کو کہتے ہیں کیونکہ شعور کے آلات یہی ہیں۔ اب معنی یہ ہوگا۔ ان کو اس کا ضرر حسی چیز کی طرح پہنچ رہا ہے۔ اور وہ اپنی طویل غفلت کی وجہ سے اس شخص کی طرح ہو گئے ہیں جس میں حس ہی نہ ہو۔

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ : (ان کے دلوں میں بیماری ہے) یعنی شک و نفاق، شک، دو معاملوں میں تردد کو کہتے ہیں۔ اور منافق متردد ہوتا ہے۔

حدیث میں فرمایا: مثل المنافق کمثل الشاۃ العائرۃ بین الغنمین۔ (احمد، مسلم، نسائی) منافق کی مثال اس بکری جیسی ہے جو دونوں گلوں سے الگ ہو۔

مریض:

موت و زندگی کے درمیان متردد ہوتا ہے۔ کیونکہ مرض صحت کی ضد ہے۔ اور فساد صحت کے مقابل ہے۔ اسی وجہ سے ہر بگاڑ کا نام مرض بن گیا۔ شک اور نفاق یہ دل کے فساد ہیں۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا : (پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری بڑھا دی) یعنی غلبہ سے کمزوری اور اقتدار سے عاجزی اور بڑھ گئی یہ بھی کہا گیا۔ کہ اس سے مراد نفاق کا پیدا کرنا ہے جبکہ اس جیسا نفاق ان کے دلوں میں پہلے ہی تھا جیسا کہ زیادتی ایمان میں معلوم ہو چکا۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ :(اوران کے لیے دردناک عذاب ہے)۔

نحویوں کا قول:

نحو :الیم فعیل کے وزن پر بمعنی مفعل ہے یعنی مولم (دردناک)

بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ : (اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے) یعنی امنا باللہ وبالیوم الاخر کے قول میں جھوٹ کے سبب۔ ما فعل کے ساتھ مل کر مصدر کا معنی دے رہا ہے۔کسی چیز میں پائی جانے والی حقیقت کے خلاف اس چیز کے متعلق خبر دینا۔

دیگر قراء:

يُكَذِّبُوْنَ پڑھتے ہیں۔یعنی ان چیزوں کی تکذیب کر کے جن کو آپ لے کر آئے ہیں۔بعض نے کہا۔یہ کذب میں مبالغہ کے لیے لایا گیا۔شدید سے لائے،جیسا کہ صدق میں مبالغہ کے لیے کہتے ہیں۔صدق۔ان دونوں کی نظیر بان اور بین کا لفظ ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ : (جب ان سے کہا گیا) اس کا عطف یقول امنا پر ہے کیونکہ جب تم اس طرح کہو گے۔کہ لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے۔(لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ) (کہ زمین میں فساد مت مچاؤ) تو یہ تعبیر صحیح ہے۔

اصلاح وفساد:

الفساد : کسی چیز کا اس کی درست حالت اور فائدہ مند حالت سے نکل جانا اس کی ضد الصلاح ہے۔

الصلاح : صلاح کسی چیز کو اس کی درست و نفع بخش حالت میں پالینا۔

فساد فی الارض : سے مراد لڑائی اور فتنے کا بھڑکانا۔کیونکہ اس کی وجہ سے زمین میں جو چیزیں ہیں۔ان کو بگاڑنا۔اور لوگوں کے حالات اور کھیتوں اور منافع دینی و دنیوی کو میانہ روی سے ہٹاتا ہے۔منافقین کا زمین میں فساد یہ تھا۔کہ وہ کفار کو مائل کرتے اور مسلمانوں کے راز کھول کر کفار کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ بر شرارت کرتے اور ابھارتے۔اور یہ امر فتنوں کے بھڑکانے کا باعث بنتا تھا۔

قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ : (وہ کہتے ہیں بے شک ہم اصلاح کرنے والے ہیں) ہم مومنوں اور کافروں میں حسن سلوک سے درستگی واصلاح کرنے والے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ اصلاح کی صفت خاص ہم میں پائی جاتی ہے اور ہمارے ساتھ مخصوص ہے اس میں ممانعت کا کوئی شائبہ اور فساد کی کوئی صورت ملی ہوئی نہیں ہے۔

فائدہ :اِنّما کا کلمہ کسی چیز میں حکم کو بند کرنے کے لیے آتا ہے۔یا کسی چیز کو حکم میں بند کرنے کیلئے آتا ہے۔جیسے کہتے ہیں۔انما ینطلق زیدٌ۔ بے شک زید جانے والا ہے اور کوئی نہیں بے شک زید ہی کاتب ہے اور کچھ نہیں۔مَا کافہ ہے کیونکہ یہ ان کو عمل سے روک دیتا ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ : (سنو یہی لوگ فسادی ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں) بے شک وہی فسادی ہیں۔ مفعول کے معلوم ہونے پر حذف کر دیا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ

اور جب کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسا کہ اور لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں جیسے یہ بیوقوف ایمان لے آئے خبردار بلاشبہ یہی

السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ⑬ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ

بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔ اور جب یہ لوگ ان سے ملتے ہیں جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ⑭

اور جب تنہائیوں میں اپنے شیطانوں کے پاس ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف مذاق بنانے والے ہیں

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑮

اللہ ان کا مذاق بناتا ہے اور ان کو ڈھیل دے رہا ہے وہ اپنی سرکشی میں اندھے ہو کر بھٹک رہے ہیں

نحو: الا۔ یہ ہمزہ استفہام اور حرف نفی سے مرکب ہے۔ تا کہ مابعد کے ثبوت پر تنبیہ ہو جائے۔

ایک قاعدہ:

استفہام جب نفی پر آ جائے۔ تو ثبوت کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سورۂ قیامہ آیت نمبر۴۰ میں ہے اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ (یقیناً وہ قادر ہے) تحقیق کے اس مقام پر ہونے کی وجہ سے اس کے بعد آنے والا جملہ اسی انداز سے شروع ہوگا۔ جس سے قسم ملی ہو۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے مصلحین کی صف میں شامل ہونے کے دعویٰ کو بلیغ انداز سے رد کر دیا۔

نمبر۱: سخت ناراضگی کے مقام پر رکھا۔

نمبر۲: جملہ مستانفہ لاکر اس میں مبالغہ کر دیا۔

نمبر۳: پھر تاکید کے لیے اَلَآ اور اِنَّ لائے۔

نمبر۴: خبر معرفہ لائے۔

نمبر۵: لا یشعرون اور اس کے درمیان میں ضمیر فصل لائے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ۔ (جب ان سے کہا جاتا ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے لوگ تو وہ کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے ایمان لائے بے وقوف) ان کو دو طریقوں سے نصیحت کی گئی۔ نمبر۱۔ اس چیز کی قباحت بیان فرمائی۔ جس پر چل رہے تھے۔ کیونکہ وہ چیز صواب سے دور اور فساد سے قریب تھی۔

نمبر۲: عقل مندوں کی اتباع سے جو رستہ رکاوٹ تھا۔ وہ ان کو واضح دکھا دیا۔ ان کا جواب یہی تھا کہ وہ اپنی طویل جہالت کی وجہ

سے ان کو بے وقوف قرار دیتے تھے۔

ایک عبرت:

اس میں اس عالم کے لیے تسلی ہے کہ جس کو جہلاء کی طرف سے اس قسم کی باتیں پہنچتی ہیں۔

ایک سوال:

سوال : قیل: کی اسناد لاتفسدوا اور امنوا دونوں کی طرف درست ہے باوجودیکہ فعل کی اسناد فعل کی طرف صحیح نہیں ہوتی۔

جواب : یہاں فعل کی فعل کی طرف اسناد ہے جو کہ جائز ہے۔ اور فعل کی اسناد معنی فعل کی طرف ممنوع ہے گویا کہ اس طرح کہا گیا۔ جب ان کو یہ بات کہی گئی۔ تو اسی سے یعنی دماغ پر جھوٹا گمان سوار کر لیا۔

کما: **نحو** : کما میں ما کافہ ہے جیسا کہ ربما میں ما مصدر یہ ہے جیسا کہ: بِمَا رَحُبَتْ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۲۵ میں۔

الناس۔ نمبر ا۔ الناس میں لام عہد خارجی کا ہے یعنی جس طرح ایمان لائے رسول اللہ اور جو ان کے ساتھ ہیں۔ اور وہ معین لوگ ہیں۔ عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھ والی جماعت یعنی جس طرح ایمان لائے تمہارے ساتھی اور بھائی

الف لام:

نمبر ۲: (ا) لام جنس کا ہو یعنی جس طرح انسانیت میں کامل لوگ ایمان لائے۔

(ب): ایمان والوں کو گویا حقیقی انسان قرار دیا اور ان کے علاوہ لوگوں کو حیوان کہا۔

كَمَآ اٰمَنَ : میں کاف محل نصب میں ہے کیونکہ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی (ایمانا مثل ایمان الناس)۔ یعنی ایسا ایمان جو لوگوں کے ایمان کی طرح ہو۔ اور کما امن السفہاء بھی اسی طرح ہے۔ انؤمن میں استفہام انکاری ہے (یعنی ہم ایمان نہیں لائے) السفھآء میں لام سے الناس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جن کو انہوں نے بے وقوف قرار دیا تھا۔ حالانکہ وہ لوگ عقلمند اور حلیم ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے جہل سے یہ اعتقاد کر لیا کہ جس راستے پر وہ ہیں۔ وہ برحق ہے اور اس کے علاوہ سب باطل ہے۔ جو آدمی باطل پرست بن جائے تو بے وقوف ہے۔

السفہ۔ کم عقلی، بے حوصلہ ہونا

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ : (بے شک وہ وہی بے وقوف ہیں)

فرق کی وجہ:

یہاں لا یعلمون فرمایا۔ اور پہلے لا یشعرون کہا گیا۔

نمبر ا: کیونکہ یہاں السفہ کا ذکر کیا اور وہ جہالت کو کہتے ہیں۔ پس اس کے ساتھ علم کا تذکرہ بہترین مطابقت رکھتا ہے

نمبر ۲: ایمان میں غور و فکر اور دلیل کی ضرورت ہے تاکہ دیکھنے والا معرفت حاصل کرے۔ باقی فساد فی الارض ایک ایسا معاملہ ہے جس کی بنیاد عادات پر ہے پس وہ حسی معاملے کی طرح بن گیا۔ (اس لیے وہاں شعور وحس کی نفی کی ہے)

نحوی تحقیق :

نحو : السفہاء یہ انّ کی خبر ہے۔ھم ضمیر فصل ہے یا مبتدا ہے لہٰذا السفہاء اس کی خبر ہے۔اور یہ جملہ ان کی خبر ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا : (جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے)

قراءت : ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اذا لاقوا پڑھا ہے۔اہل عرب لقیتہ ،لاقیتہ ،دونوں بولتے ہیں۔جبکہ قریب سے اس کا سامنا ہو۔

ربط : پہلی آیت میں منافقین کے طریقے اوران کے نفاق کی ترجمانی کی۔اوراس آیت میں ایمان والوں کے ساتھ جوان کا سلوک تھا۔یعنی استہزاء اورچچوں کے روپ میں ملنا۔اوران کووہم دلانا کہ وہ ان کے ساتھ ہیں۔وغیرہ کاذکرکیا گیا۔

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ : (اور جب وہ تنہائی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں)خلوت بفلان والیہ بولتے ہیں جب اس کے ساتھ علیحدگی اختیار کرے۔اِلٰی کے صلہ سے استعمال زیادہ بلیغ ہے۔کیونکہ اس میں ابتدا وانتہا کی دلالت پائی جاتی ہے۔مطلب یہ ہوا کہ جب ایمان والوں سے الگ ہوکر اپنے شیاطین کے ہاں علیحدگی میں جاتے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ خلا ''مضٰی'' کے معنی میں ہو۔

شیاطین کون :

شیاطین : سے مراد وہ لوگ ہیں جو سرکشی میں شیاطین کے مماثل ہیں۔اور وہ یہودی ہیں۔

سیبویہ کا قول :

نمبر ۱ : نحو : شیاطین کانون اصلی ہے اس کی دلیل تشیطن ہے۔

نمبر ۲ : یہ نون زائدہ ہے یہ شطن سے نکلا ہے جو بَعُدَ کے معنی میں ہے۔اس لیے کہ شیطان بھلائی اور خیر سے دور ہے۔یا شاط سے ہے یعنی جب باطل وبیکار رہوا۔شیطان کا نام الباطل ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ : (تو ان کو کہتے ہیں بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں) ہم تمہارے ساتھی اور دین میں موافقت کرنے والے ہیں۔منافقین نے مسلمانوں کو جملہ فعلیہ بول کر خطاب کیا۔اور شیاطین کو انّ تحقیقیہ والے جملہ اسمیہ سے مخاطب کیا۔کیونکہ ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے منافقین کا دعویٰ یہ تھا۔کہ ایمان ایک نو ساختہ چیز ہے۔اس بات کے دعوے دار نہ تھے۔کہ وہ ایمان میں منفرد ہیں۔خواہ اس کی وجہ یہ ہو۔

نمبر ۱ : کہ ان کے اپنے نفس اس پر ان کی معاونت کرنے والے نہ تھے۔کیونکہ ان کے عقائد اس کا باعث اور محرک نہیں تھے۔ خواہ اس کی وجہ یہ ہو۔کہ اگر وہ اپنی بات مبالغے اور تاکید سے کرتے تو چل نہ سکتی۔البتہ اپنے ہم جنسوں سے خطاب رغبت سے تھا۔اور مقبول اور مروج بھی تھا۔اس لیے وہ تحقیق وتاکید کے موقعہ ومحل میں تھا۔تاکہ کافروں کو ان کے کفر پر قائم رہنے کا یقین ہو جائے۔

استہزاء کا مفہوم:

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۔(ہم ان کے ساتھ استہزاء کرنے والے ہیں) یہ اِنَّا معکم کی تاکید ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد یہودیت پر ثابت قدمی ہے۔ اور اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ کہہ کر اسلام کی تردید کی ہے۔ اور اپنے سے اسلام کا دور کرنا مقصود ہے کیونکہ کسی چیز کا استہزاء کرنے والا اور اس کی تحقیر کرنے والا اس کا منکر ہوتا ہے۔

قاعدہ: کسی چیز کی نقیض کا دور کرنا اس کے ثبوت کی تاکید ہوتی ہے۔ یا یہ جملہ مستانفہ ہے پھر کلام اس طرح بنے گا۔ کہ جب منافقین نے اپنے شیاطین کو اِنَّا مَعَكُمْ کہا۔ تو جواب میں شیاطین الانس نے کہا۔ اگر تم ہمارے ساتھ ہو تو پھر مؤمنین کی موافقت کیوں کرتے ہو؟ تو منافقین نے جواباً کہا۔ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (کہ تم شک میں مت رہو ہم تو ان سے موافقت ان کا مذاق اڑانے کے لیے کرتے ہیں)

الاستہزاء:

مذاق اُڑانا، مسخری کرنا، حقیر قرار دینا۔ اصل باب کا معنی خفت یعنی ہلکا سمجھنا استہزاء یہ ھزء سے بنا ہے جس کا معنی ہے جو جلدی قتل کرتا ہے۔ اور ھزأ یھزأ کا معنی موقعہ پر ہلاک ہونا مر جانا ہے۔

اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ : (اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ استہزاء کا معاملہ کرے گا)۔ یعنی ان کو استہزاء کا بدلہ دے گا۔ جزاءِ استہزاء کا نام استہزاء رکھ لیا گیا۔ جیسا کہ سورۂ شوریٰ آیت نمبر ۴۵ میں وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا اور سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۴ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ۔ میں جزاء سیئہ کو سیئہ اور جزاء اعتداء کو اعتداء قرار دیا گیا۔ اگرچہ جزاء سیئہ واعتداء سیئہ اور اعتداء نہیں ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ استہزاء اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق ومناسب نہیں۔ کیونکہ عبث اور عیب ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

امام زجاج:

کہتے ہیں۔ پسندیدہ قول یہ ہے۔ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ۔ کو بغیر عطف کے جملہ مستانفہ لانا بڑی شان عظمت رکھتا ہے۔ اس میں یہ بات بتلائی کہ اللہ تعالیٰ ہی ان سے انتہائی شدید استہزاء فرمانے والے ہیں۔ جس کے مقابلے میں ان کا استہزاء کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ ان پر اس کی وجہ سے ذلت، عذاب اور رسوائی اُترے گی اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی سزائیں اور بلائیں لحہ بہ لحہ اترتی رہیں گی۔

سوال: اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ فرمایا۔ اللّٰه مستهزئ بهم نہیں فرمایا۔ ایسا کیوں؟

جواب: تاکہ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ کے ساتھ لفظاً مطابق ہو جائے اور تواتر سزا پر بھی دلالت ہو۔

وَيَمُدُّهُمْ : (اور انہیں مہلت دے گا) یعنی ان کو مہلت دے گا۔ یہ زجاج کا قول ہے۔

فِیْ طُغْيَانِهِمْ : (ان کی سرکشی میں) کفر میں حد سے بڑھنا يَعْمَهُوْنَ (وہ حیران ہیں) یہ حال واقع ہے یعنی حیران اور متردد ہیں۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَٰلَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَٰرَتُهُمْ وَمَا

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ گمراہی خرید لی۔ سو ان کو تجارت نفع مند نہ ہوئی۔ اور نہ

كَانُوا مُهْتَدِينَ ⑯

وہ ہدایت پر چلنے والے بنے۔

یہ اصلح للعبد کے سلسلہ میں معتزلہ کے خلاف دلیل ہے۔

عَمَهٌ : بصیرت ودانائی کے ضائع ہونے کہتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ : (یہ لوگ) نحو : یہ مبتدا ہے اس کی خبر الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى یعنی اس کے بدلہ میں لے لیا اور ہدایت پر اس کو ترجیح دی۔

ایک سوال:

سوال : اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔(اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى خرید لیا گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں۔ کہ انہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو لے لیا)) حالانکہ وہ تو ہدایت پر نہیں تھے۔

جواب : اس لیے کہ منافقین ایسی قوم میں سے تھے جو ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے (پس اشتراء ضلالت کا مصداق بن گئے)

لفظ تجارت ربح کے فاعل سے متصل ہے یا تجارت ربح کا سبب ہے۔

نمبر۲: ان کو ہدایت پر قدرت دی گئی تھی۔ گویا ہدایت ان میں قائم تھی پس اس کو قدرت کے باوجود اختیار نہ کیا تو گویا ہدایت کو ضلالت کے بدلے ترک کر دیا۔

مسئلہ بیع تعاطی:

بیع تعاطی جائز ہے کیونکہ منافقین نے لفظ اشتراء کا نہیں بولا۔ لیکن ہدایت کو گمراہی کے بدلے میں اپنے اختیار سے چھوڑا ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے شراء کا نام دیا ہے۔ پس یہ ہمارے لیے ثبوت بن گیا۔ کہ جس نے کسی دوسرے سے چیز لی اور اس کا عوض اس کے لیے اس کی رضا مندی سے چھوڑ دیا تو گویا اس نے اس چیز کو خرید لیا خواہ لفظ شراء کا استعمال نہیں کیا۔ یہی بیع تعاطی کہلاتی ہے۔

الضَّلٰلَةَ : میانہ روی سے مائل ہونا۔ ہٹنا اور راہ کو گم پانا کہا جاتا ہے۔

ضل منزلہ : وہ اپنا مرتبہ بھول گیا۔ یہ دین میں سیدھے راستے سے ہٹ جانے کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ

ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی پھر جب اس آگ نے اس شخص کے آس پاس کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے

اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾

ان کی روشنی کو ختم کر دیا۔ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ دیکھ نہیں رہے ہیں۔ یہ لوگ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس یہ لوگ رجوع نہ ہوں گے

تجارت کیا ہے؟

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ : (پس ان کی تجارت نے انہیں نفع نہ دیا)

تعریف ربح : اصل مال میں اضافہ کو کہا جاتا ہے۔

تجارت: کاریگری۔تاجر کا فن:

تاجر: نفع کی خاطر خرید وفرخت کرنے والا۔ نفع کی نسبت تجارت کی طرف اسناد مجازی ہے اس کا معنی انہیں اپنی اصل تجارت میں نفع نہ ہوا اور ضائع کردی۔ جب تجارت فائدہ مند نہ رہی اور مجازاً گمراہی کا ہدایت کے بدلے خریدنا ثابت ہوگیا۔ تو اس کے بعد بطور استعارہ ترشیحیہ کے ربح اور تجارۃ کا ذکر کردیا جیسا کہ شاعر نے اپنے اس شعر میں

لما رایت النَّسْرَ عَزَّابن دَابة۔وعَشَّشَ في وَكْرِهِ جاش له صدری میں بڑھاپے کو نسر اور سیاہ بالوں کو کوئے سے تشبیہ دی۔ اس کے بعد گھونسلہ بنانے اور گھونسلے کا ذکر کردیا۔

وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ : (اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے) وہ طریق تجارت کی طرف راہ پانے والے نہیں۔ جس طرح تجار اپنی مرضی استعمال کرنے والے اور اپنے نفع ونقصان کی اشیاء کو جاننے والے ہوتے ہیں۔

مفہوم آیت:

اب مطلب یہ ہوا کہ تجار کا مقصد اصل مال اور نفع کا محفوظ رکھنا ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں نے ان دونوں چیزوں کو ضائع کردیا۔ پس ان کا اصل مال ہدایت تھی۔ اور وہ گمراہی کے ہوتے ہوئے باقی نہیں رہی۔ جب فقط گمراہی رہ گئی تو اسی لیے ان کو نفع سے محروم ہونے والے فرمایا۔ اگرچہ دنیاوی اغراض ان کو میسر آ گئیں۔ (اور وہ ہدایت کے مقابلہ میں ہیچ در ہیچ ہیں)

کیونکہ گمراہ نقصان اٹھانے والا ہے اور جس آدمی کا راس المال سلامت نہ رہے۔ اس کو نفع پانے والا نہیں کہا جاتا۔

نحو : کہا گیا ہے الذی ، اولئك کی صفت ہے۔ اور فمار بحت سے آخر آیت تک محل رفع میں اولئك کی خبر ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا : (ان کی مثال اس جیسی ہے جس نے آگ جلائی) جب منافقین کی صفت حقیقت ذکر کردی تو اس کے بعد مزید انکشاف حقیقت اور تکمیل بیان کے لیے مثالیں بیان فرمائیں۔

مثال کی غرض اور حقیقت:

مخفی معانی اور حقائق سے پردہ اٹھانے کے لیے مثال بیان کرنا بڑا اثر رکھتا ہے گذشتہ آسمانی کتابوں میں کثرت سے مثالیں ذکر کی گئیں۔ انجیل کی سورتوں میں ایک سورت کا نام سورۃ الامثال ہے۔

مثل کا معنی:

کلام عرب میں مثل کو کہتے ہیں نظیر کا یہی معنی ہے کہا جاتا ہے مِثل۔ مَثَل، مثیل جیسے شبہ، شَبہ اور شبیہ۔ پھر مشہور قول کے لیے بولا جانے لگا۔ جس سے موقعہ کی مثال بیان کی جائے مَثل کہنے لگے اور مثال اسی بات کی بیان کی جاتی ہے جس میں انوکھا پن ہو۔ اسی لیے اس کی حفاظت کی جاتی ہے پس وہ بدلتی نہیں۔ کبھی استعارہ کے طور پر مَثل کو حال یا صفت یا قصہ کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جبکہ اس کی کوئی حالت اور انوکھی بات ہو۔ گویا یہاں کہا گیا ''حالهم العجيبة الشان'' ان کی عجیب حالت اس آدمی کے حال کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی۔ اور یہی معنی مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ۔ سورۂ رعد آیت نمبر۳۵ میں ہے کہ جو عجائب ہم نے بیان کیے۔ ان میں جنت کا عجیب حالت والا واقعہ ہے۔ پھر اس کے عجائبات بیان فرمائے۔ وللّٰه المثل الاعلى۔ سورۃ النحل آیت نمبر۶۰ میں یہی معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی صفات ہیں جن کا عظمت وجلال میں بڑا مقام ہے۔ یا الذی کو والذین کی جگہ لائے۔ جیسا کہ سورۃ توبہ آیت نمبر۶۹ وخضتم كالذى خاضوا۔ میں ہے کیونکہ جماعت کی تمثیل اکیلے کے ساتھ نہیں ہوسکتی۔ یا آگ جلانے والوں کی جنس بیان کرنا مقصود ہے یا وہ گروہ مراد ہے جس نے آگ جلائی۔ اس طرح کہ منافقین کی ذاتوں کو آگ روشن کرنے والے سے تشبیہ نہیں دی ہے۔ کہ جس سے جماعت کی واحد سے تشبیہ والا اعتراض آئے۔ بلکہ ان کے واقعہ کو آگ جلانے والے کے واقعہ سے تشبیہ دی ہے۔ استوقد کا معنی اوقد (جلانا) ہے۔ وقود النار۔ آگ کی چمک۔ النار (آگ) ایک لطیف روشنی کرنے والا گرمی دینے والا جلانے والا جوھر ہے یہ نار، ینار سے مشتق ہے جب وہ بھاگے اور کوچ کرے۔ کیونکہ اس میں حرکت واضطراب پایا جاتا ہے۔

نور وضوء کا معنی:

فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَاحَوْلَهٗ : (جب اس آگ نے اس کا ماحول روشن کردیا) اضاءت۔ خوب روشن کرنے کو کہتے ہیں۔ اور اس کا مصداق سورۃ یونس کی آیت نمبر۵ هو الذى جعل الشمس ضياء والقمر نورًا آیت میں اضاءت کا لفظ متعدی ہے اور ماحولهٗ کی طرف اس کی نسبت ہے۔ اور غیر متعدی بھی ہوسکتا ہے، مؤنث معنی کے لحاظ سے لائی گئی۔ کیونکہ آگ جلانے والے کے اردگرد جگہیں اور اشیاء ہیں۔ اور فَلَمَّآ اَضَآءَتْ کا جواب۔ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ ہے۔

نحوی تحقیق:

نحو : لمّا ظرف زمان ہے اور اس میں اس کا جواب اذا کی طرح عامل بن رہا ہے اور ماحولهٗ کا ما موصولہ ہے اور حَوْلَهٗ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یا نکرہ موصوفہ ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ فلما اضاءت شيئًا ثابتا حوله: جب اس

روشن ثابت ہونے والی چیز نے اپنے اردگرد۔
نُوْرُهُمْ میں ھُمْ ضمیر کو جمع لائے اور حولہٗ میں ضمیر واحد لائی گئی۔ کیونکہ کبھی تو اس کو لفظ پر محمول کیا اور کبھی معنی پر (اور دونوں کا لحاظ کر کے ضمیریں لائی گئیں)

النور : آگ کی روشنی کو کہتے ہیں۔ اور ہر روشن چیز کی روشنی کو کہتے ہیں۔
ذھب : کا معنی اذھب ہے یعنی اس کو زائل کر دیا۔ اور اس کو زائل ہونے والا بنا دیا۔ ذھب بہ۔ کا معنی ساتھ لے جانا اور لے جانا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی لے لی۔ اور اس کو روک دیا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ روک دے۔ اس کو کوئی چھوڑا سکتا نہیں۔ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ سورۂ فاطر آیت نمبر ۲ یہ اذہاب کے لفظ سے زیادہ بلیغ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذھب اللّٰہ بضوء ھم نہیں فرمایا۔

وجۂ ذکر:

فَلَمَّآ اَضَآءَتْ کا لحاظ کر کے۔ اس لیے کہ نور کا تذکرہ زیادہ بلیغ ہے ضوء میں اضافہ پر دلالت موجود ہے اور مقصود یہاں روشنی کا ان سے مکمل طور پر دور کرنا ہے۔ اگر ذھب اللّٰہ بضوء ھم کہا جاتا۔ تو زائد روشنی کے چلے جانے کا اور جن کو نور کہا جاتا ہے ان کے باقی رہنے کا وہم رہتا۔ کیا تم سیاق کلام پر غور نہیں کرتے۔ کہ اس کے بعد وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لایا گیا۔
الظلمه : وہ عرض ہے جو نور کے منافی ہے۔ اس کو جمع اور نکرہ لائے۔ اور اس کے بعد وہ چیز لائے جو دلالت کرتی ہے کہ وہ اندھیرا ہے۔ جس میں کوئی کڑی نظر نہیں آتی۔ اور وہ ارشاد الٰہی: لَّا يُبْصِرُوْنَ ہے (کہ وہ اس میں کچھ نہیں دیکھتے)۔

نحوی اشارے:

ترکھم: نحو : ترک بمعنی طرح اور خلّٰی (پھینکنا اور چھوڑنا) کے معنی میں ہوتا ہے۔ جب ایک چیز سے معلق ہو۔ اور گر دو چیزوں سے معلق کریں۔ تو صیر کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اس وقت یہ افعال قلوب کی جگہ آ جاتا ہے یہاں اسی معنی میں ہے۔
اصل اس طرح بنے گا۔ هُمْ فی ظلمات۔ پھر تَرَكَ کو داخل کر کے دونوں جزوں کو منصوب کر دیا۔ لا یبصرون کے مفعول کو ساقط کرنا اس قسم میں سے ہے۔ جس کو متروک مطروح کہتے ہیں۔ (جس کو پھینکنے کے لیے چھوڑا) یہ تَرَكَ مفعول مقدر منوی کی قسم سے نہیں۔ گویا فعل اصل کے لحاظ سے غیر متعدی ہے (یعنی متروک مطروح) ان کی حالت کو آگ جلانے والے کی حالت سے مشابہت دی۔ کیونکہ آگ روشن کرنے کے نتیجہ میں وہ اندھیرے اور حیرانی میں پڑ گئے ہاں منافق تو ہمیشہ کفر کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرتا ہے۔

تفسیر اول:

لیکن مراد یہاں یہ ہے کہ وہ کلمہ جو ان کی زبان پر جاری ہے اس سے انہوں نے فائدہ کی ذرا سی روشنی حاصل کی حالانکہ اس

کلمہ کی روشنی کے پیچھے تو منافقت کا اندھیرا پایا جاتا ہے جو ان کو اندھیرے کی سرمدی سزا تک پہنچانے والا ہے۔

تفسیر دوم:

آیت کی ایک اور بھی تفسیر ہے کہ جب ان کے متعلق بتلایا گیا۔ کہ انہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں خرید لیا ہے پھر یہ تمثیل ذکر کی تا کہ ان کی اس ہدایت کو جس کو انہوں نے فروخت کیا۔ اس آگ سے تشبیہ دی جس نے اپنے جلانے کے ماحول کو روشن کر رکھا ہے۔ اور اس گمراہی کو جس کو انہوں نے خرید لیا اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے انکی روشنی کو دور کر دیا۔ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا ہے سے تشبیہ دی۔ تا کہ تمثیل سامنے آ جائے استوقد نارا میں نار کو نکرہ تعظیم کے لیے لائے۔

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ : (وہ گونگے بہرے اندھے ہیں) وہ بہرے ہیں حالانکہ ان کے حواس صحیح سالم تھے مگر جب انہوں نے حق کی طرف کان لگانے سے اپنے آپ کو روک دیا۔ اور زبانوں پر حق لانے سے انکار کر دیا اور آنکھوں سے طریق حق کو دیکھنے سے انکار کر دیا تو ان کو اس طرح قرار دیا گویا ان کے حواس آفت زدہ ہو گئے اور علماء بیان کے ہاں یہ اسی طرح ہے جیسے ھم لیوث للشجعان و بحور للاسخیاء کہ وہ ایسے بہادروں کے لیے شیر اور سخیوں کے لیے سمندر ہیں۔ مگر یہ طریق صفات میں ہے۔ اور آیت میں وہ اسماء ہیں اور ان میں جاری ہے۔

تشبیہ بلیغ:

آیت میں صحیح بات یہ ہے کہ تشبیہ بلیغ ہے۔ استعارہ نہیں کیونکہ جب مستعار لہٗ کا تذکرہ سمیٹ لیا گیا ہو اور کلام کو اس سے خالی رکھا جائے۔ مناسب یہ ہے کہ اس سے منقول عنہ اور منقول الیہ مراد لیا جائے۔ اگر دلالت حال یا انداز کلام نہ پایا جائے۔

لوٹنے کا مطلب:

فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ : (پس وہ نہ لوٹیں گے) **نمبر۱**: وہ ہدایت کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ اس کے بعد کہ انہوں نے ہدایت کو بیچ ڈالا۔

نمبر۲: وہ گمراہی سے باز نہیں آئے اس کے بعد کہ انہوں نے گمراہی کو خرید لیا۔ کیونکہ کسی چیز کی طرف لوٹنا اور 'یہ' دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

نمبر۳: مراد یہ ہے کہ وہ حیران و پریشان اپنی جگہ پر جمے بیٹھے ہیں۔ نہ وہ لوٹتے ہیں اور نہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے آگے بڑھنا ہے یا پیچھے ہٹنا ہے۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ

یا ان کی ایسی مثال ہے جیسے آسمان سے تیز بارش ہو رہی ہو اس میں اندھیریاں ہوں اور گرج ہو اور بجلی ہو یہ لوگ موت کے اندیشے کے سبب

فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ⑲

اپنے کانوں میں انگلیاں دے رہے ہیں کڑک کی وجہ سے ، اور اللہ تعالیٰ احاطہ کئے ہوئے ہے کافروں کو۔

دوسری تمثیل:

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ : (یا جیسے بادل آسمان میں اس میں اندھیرے اور گرج اور بجلی ہے) ان کے متعلق بات کو اور زیادہ واضح کرنے کے لیے ایک دوسری تمثیل ذکر کی پہلی تمثیل میں منافقین کو آگ جلانے والے سے اور اظہار ایمان کو آگ روشن کرنے سے اور اس سے فائدہ کے منقطع ہونے کو آگ کے بجھنے سے تشبیہ دی۔ اور اس تمثیل دین کو بادل سے تشبیہ دی۔ کیونکہ دل دین سے اسی طرح زندہ ہوتے ہیں جیسے بارش سے زمین۔ اور کفار کو دین کے سلسلہ میں شبہات کو ظلمات سے تشبیہ دی۔ اور قرآن میں جو وعدے اور وعیدیں ہیں۔ ان کو رعد و برق سے تشبیہ دی اور منافقین کو گھبراہٹیں اور مصائب اہل اسلام کی طرف سے پہنچتے ہیں ان کو صواعق (گرج) سے تشبیہ دی پس معنی اس طرح ہوگا۔ یا ان کی مثال بادل والے جیسی ہے۔ مثل کا لفظ حذف کر دیا۔ کیونکہ عطف کی دلالت اس کے لیے موجود ہے اور ذوی کا لفظ حذف کیا کیونکہ یجعلون اس پر دلالت کرتا ہے۔

مراد:

یہ کہ ان کی مثال اس قوم جیسی ہے جن کو اس طرح کی بارش نے گھیر لیا ہو۔ پھر ان کو اس بارش سے وہ پہنچا ہو جو ان کو پہنچا۔ یہ تشبیہ اشیاء کی اشیاء کے ساتھ ہے البتہ صراحت کے ساتھ مشبہات کا ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ سورۂ غافر آیت نمبر ۵۸ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ میں ہے۔

اور امرء القیس کے اس قول میں بھی اسی طرح ہے۔

كَاَنَّ قُلوب الطير رطبا و يابسا لدى وكرها العُنَّابُ والحشف البالي (ردّی کھجور)

(گویا پرندوں کے دل گھونسلوں کے قریب اس طرح رطب و یابس ہیں جیسے عناب اور ردی کھجور)

بلکہ آیت میں استعارہ کے انداز میں تذکرہ کو سمیٹ دیا۔

تشبیہ مرکب:

قول فیصل: صحیح بات یہ ہے کہ دونوں تمثیلیں ان تمثیلات میں سے ہیں۔ جو مرکب ہوتی ہیں، مفرق نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اس میں

ایک ایک چیز کو دوسری ایک ایک چیز کے ساتھ مشابہت کی مقدار سے تشبیہ دینی پڑتی ہے وضاحت اس کی اس طرح ہے کہ اہل عرب چیزوں کو ایک ایک کر کے لیتے ہیں جبکہ وہ الگ الگ ہوں۔ اور اس سے جوڑ نہ رکھتی ہوں۔ ان اشیاء کی تشبیہات ان کے نظائر سے ہوتی ہے جیسا کہ امرؤالقیس نے کہا۔ کہ کیفیت حاصلہ کو ان اشیاء کے مجموعہ سے تشبیہ دی۔ جو آپس میں اس طرح ملی جلی اور منسلک ہیں۔ کہ دوسری سے مل کر وہ ایک چیز بنی نظر آتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الجمعہ کی آیت نمبر۵ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا میں تورات کے ہوتے ہوئے۔ یہودیوں کی جہالت والی حالت کو جو کہ حکمت کی کتابیں۔ اٹھانے والے گدھے کی جہالت والی حالت سے تشبیہ دی۔ کیونکہ اس کے لیے کتابیں اٹھانا یا دیگر بھاری بوجھ میں دونوں برابر ہیں۔ اور اس کو اس کا کچھ شعور نہیں۔ سوائے اس تھکاوٹ اور مشقت کے جو ان دونوں بوجھوں کے نیچے اسے حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ کہف آیت نمبر۴۵ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مراد دنیا کی رونق کا زیادہ دیر باقی نہ رہنا۔ سبزی کے زیادہ باقی نہ رہنے کی طرح ہے۔ پس یہ کیفیت کو کیفیت کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ خواہ اس سے مراد افراد کی افراد کے ساتھ تشبیہ ہو جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے نہ ہوں۔ (ایک چیز بننے والی نہ ہو) اسی طرح جب منافقین کا گمراہی میں پڑنا بیان کیا۔ اور ان کی حیرت و دہشت جس میں وہ ٹامک ٹوئیاں مارنے والے تھے۔ اس کو بیان کیا۔ تو ان کی حیرت اور معاملے کی شدت کو اس شخص کی تکلیف سے تشبیہ دی جو رات کے اندھیرے میں اپنی آگ کے بجھ جانے سے تکلیف اٹھا رہا ہو۔ اسی طرح کہ وہ آدمی کہ جس کو بارش گھیر لے جس میں رعد و برق اور کڑک کا خوف بھی ہو۔ دوسری تمثیل پہلی کے مقابلے میں زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ سخت حیرت اور معاملے کی شدت پر یہ زیادہ دلالت کرنے والی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو بعد میں لائے۔

اَوْ لانے کی حکمت:

اہل عرب کی عادت تھی کہ آسان سے مشکل کی طرف درجہ بدرجہ چلتے۔ دونوں تمثیلوں کو ''اَوْ'' سے عطف کیا یہ اصل کے لحاظ سے دو یا زیادہ چیزیں جن میں شک ہو۔ برابری ثابت کرنے کے لیے آتا ہے پھر یہ صرف برابری کے لیے استعارۃ استعمال کیا جانے لگا۔ جیسا کہتے ہیں۔ جالس الحسن اوابن سیرین۔ مراد یہ ہے کہ ان دونوں کے پاس بیٹھنا برابر ہے اور ارشاد الٰہی آیت ۲۴ سورۃ الانسان (وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا۔ ناشکری اور گناہ دونوں نافرمانی کے لازم ہونے میں برابر ہیں۔ اسی طرح یہاں مطلب یہ ہے کہ منافقین کے واقعہ کی کیفیت ان دوقصوں کی کیفیت کے مشابہ ہے دونوں قصے صورت تمثیل کے مستقل ہونے میں برابر ہیں۔ تم جس سے بھی تمثیل پیش کرو درست ہے اور اگر تم دونوں سے اکٹھی مثال بیان کرو۔ تب بھی تم درست روی اختیار کرنے والے ہو۔

الصیب :اترنے والی بارش۔ پڑنے والی بارش۔ بادل کو بھی صیب کہا جاتا ہے۔ صیب کو تنکیر کے ساتھ ذکر کیا کیونکہ یہ بارش کی ایک قسم ہے جو سخت موسلا دھار ہوتی ہے جیسا کہ تمثیل اول میں نار کا لفظ نکرہ ہے۔

السمآء :(سائبان) نمبر۱: حضرت حسن کہتے ہیں کہ یہ رکی ہوئی موج ہے۔ سماء کے تذکرہ کا فائدہ یہ ہے کہ بادل آسمان میں ہی ہوتا ہے السمآء معرفہ لائے اس نے یہ فائدہ دیا کہ وہ بادل ہے جس نے آسمان کے اطراف کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور سماء کے حصہ

ہونے کی نفی کردی۔ یعنی یہ کہ اس کے اطراف میں سے ایک افق کو اس لیے آسمان کے ہر افق کو آسمان ہی کہتے ہیں۔ پس معرفہ لانے سے مبالغہ مقصود ہے جیسا کہ صیب کو نکرہ لانے اور اس کی ترکیب و بناء میں (مبالغہ مقصود ہے) اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ بادل آسمان سے اترتا اور اسی سے اپنا پانی لیتا ہے۔

نمبر۲: اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ سمندر سے پانی لے کر اوپر چڑھتا ہے۔

نَحو : ظلمات مرفوع ہے جار مجرور کے ساتھ کیونکہ وہ صیب کی صفت بن کر قوی ہو گیا۔ بخلاف اس صورت کے کہ اگر تم کہو فیہ ظلمٰت مبتدا ہے تو اس میں اخفش و سیبویہ کا اختلاف ہے۔

رعد و برق کی حقیقت:

الرعد : بادلوں سے سنی جانے والی آواز جو بادلوں کے آپس میں رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یا رعد فرشتہ ہے جو بادلوں کو ہانکتا ہے۔

البرق : بادلوں سے پیدا ہونے والی چمک۔ یہ برق الشئی بریقا۔ جب وہ چمکے اس سے بنا ہے۔ اور اس کی ضمیر صیب کی طرف لوٹنے والی ہے۔ صیب کو ظلمات کا مکان قرار دیا گیا۔ اگر اس سے مراد بادل لیا جائے تو اس کے اندھیرے سے مراد اس کا تہ بہ تہ اور سیاہ ہو جانا ہے۔ ظلمات گویا بادل کی سیاہی اور ایسا تہ بہ تہ ہونا جس کے ساتھ رات کا اندھیرا مل جائے۔ البتہ بارش کے اندھیروں سے مراد پے در پے قطرات سے اس کے کثیف ہونے کا اندھیرا اور بارش کے بادلوں کا سایہ جس میں رات کا اندھیرا مل جائے۔ مراد ہے۔

رعد و برق کی جگہ الصیب کا لفظ لا کر اس کی مراد سحاب ظاہر کر دی۔ اسی طرح اگر مطر مراد ہو تو تب بھی کیونکہ وہ دونوں فی الجملہ آپس میں ملے جلے ہیں۔

رعد و برق: کو جمع نہیں لائے۔ کیونکہ وہ دونوں اصل میں مصدر ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ رعدت السماء رعدا و برقت برقًا۔ آسمان گرجا اور چمکا۔ پس اصل کی رعایت کرتے ہوئے دونوں کی جمع چھوڑ دی گئی۔

ان کو نکرہ لا کر اس کی انواع و اقسام کی طرف اشارہ کر دیا۔ گویا کہ فیہ ظلمت داجیہ۔ گویا اس میں چھا جانے والے اندھیرے ہیں۔ اور رعد قاصف ہلاک کن گرج اور اچک لینے والی بجلی ہے۔

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ : (وہ اپنی انگلیاں کانوں میں رکھتے ہیں)

نَحو : اس میں ضمیر بادل والوں کی طرف لوٹ رہی ہے اگرچہ وہ محذوف ہے جیسا کہ سورت اعراف آیت:۴۔ اوھم قائلون میں ہے کیونکہ محذوف کا معنی باقی ہے خواہ وہ لفظوں میں ساقط ہو چکا ہو یجعلون جملہ مستانفہ ہے اس لیے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ اس لئے دلیل یہ ہے کہ جب رعد برق کا ذکر ہوا جو شدت ھول ناکی کا اعلان کر رہے تھے۔ تو کہنے والا گویا کہہ رہا تھا کہ ایسی گرج میں ان کا کیا حال ہوگا؟ تو جواب دیا۔ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ۔ پھر کہا اس بجلی میں انکی حالت کیا ہوگی۔ تو فرمایا يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ سورۃ البقرہ آیت نمبر۲۰۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ

قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی کو اچک لے ‏ جب کبھی ان کے لئے روشنی ہوئی تو اس میں چلنا شروع کر دیا ‏ اور جب اندھیرا ہو گیا

عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تو کھڑے کے کھڑے رہ گئے ‏ اور اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی سننے اور دیکھنے کی قوتوں کو ختم فرمادے ۔ ‏ بیشک اللہ تعالیٰ

عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾

ہر چیز پر قادر ہے۔

سوال :اصابعهم فرمایا انامل نہیں فرمایا۔ حالانکہ یہ پورے ہی کانوں میں رکھے جاتے ہیں۔

جواب : مبالغہ کے لیے بطور وسعت فرمادیا۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۳۸ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا ۔ میں یَدٌ بولا گیا اگرچہ مراد پنجہ ہے گٹے تک۔ اصابع فرمانے میں جو مبالغہ ہے وہ انامل کہنے میں نہیں اور دو انگلیوں کا بھی ذکر نہیں کیا۔ جن سے عموماً کان بند کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ السبابہ یہ السبّ سے فعّالة کا وزن ہے (جس کا معنی گالی والی) تو آداب قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے بچا جائے۔ اور مسبّحہ نہیں فرمایا کیونکہ یہ نوایجاد غیر مشہور لفظ ہے۔

مِّنَ الصَّوَاعِقِ : (کڑک کے سبب) یہ یجعلون کے متعلق ہے یعنی صواعق کی وجہ سے وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں رکھتے ہیں۔

صاعقہ آسمانی:

الصاعقه : گرج کا وہ حصہ جس کے ساتھ آگ کا ٹکڑا بھی ہو۔

علماء نے کہا کہ یہ بادلوں سے ٹوٹتا ہے۔ جب بادلوں کے اجسام آپس میں ٹکراتے ہیں۔ وہ لطیف تیز آگ ہے۔ جس چیز پر اس کا گزر ہو اس کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ مگر تیزی کے باوجود بہت جلد وہ بجھنے والی ہے حکایت ہے کہ وہ کھجور پر گری تو کھجور کا آدھا حصہ جل گیا۔ پھر وہ بجھ گئی۔ اور محاورہ میں کہا جاتا ہے صعقته الصاعقة۔ جب وہ اس کو ہلاک کر دے۔ جس سے وہ مر جائے۔ خواہ شدت آواز کی وجہ سے یا جلنے کی وجہ سے۔

حَذَرَ الْمَوْتِ : (موت کے ڈر سے) نحو : یہ مفعول لهٗ ہے۔ موت: تعمیر انسانی کا بگڑنا یا ایک ایسی عارض جس سے زندگی کے پیچھے پھر آنے والا کوئی احساس درست نہ رہے۔

وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ : (اور اللہ کافروں کا احاطہ کرنے والے ہیں) یعنی وہ اس کے قبضہ سے نکل نہیں سکتے جس طرح احاطہ میں آیا ہوا محیط بہ سے نکل نہیں سکتا۔ یہ مجاز ہے اور یہ جملہ معترضہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ : (قریب ہے بجلی اچک لے ان کی آنکھوں کو)

الخطف : اُچکنا۔جلدی سے کسی چیز کو لے لینا۔

نحو : کَادَ کا لفظ فعل کے بہت قریب کرنے کے لیے آتا ہے۔یخطف موضع نصب میں ہے کیونکہ کاد کی خبر ہے۔

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ : (جب بھی روشنی ہوتی ان کے لیے)

نحو : کُلَّ یہ ظرف ہے مَا نکرہ موصوفہ ہے اس کا معنی وقت ہے اور ضمیر محذوف ہے یعنی جس وقت بھی ان کے لیے روشنی ہوتی ہے اس میں عامل اس کا جواب ہے اور وہ مَشَوْا فِيْهِ ہے فیہ یعنی فی ضوءہ اس کی روشنی میں یہ تیسرا جملہ متانفہ ہے گویا یہ اس شخص کا جواب ہے جو کہے وہ بجلی کی چمک اور بجھنے کے دوران کیا کرتے ہیں؟ اور یہ منافقین کے معاملے کی شدت کی تمثیل بیان کی۔بادل والوں کی شدت کو ذکر کر کے اور اس تنہائی حیرانی اور نادانی کو ذکر کر کے جو کچھ وہ کرتے اور چھوڑتے ہیں۔جبکہ ان کا سامنا بجلی کی چمک سے ہوتا ہے۔اس حالت میں کہ ان کو اپنی آنکھوں کے اچک لیئے جانے کا خدشہ ہو۔تو وہ اس چمک کو فرصت شمار کرتے ہیں۔پس چند قدم چلتے ہیں۔جب وہ چمک چھپ جاتی ہے اور دھیمی پڑ جاتی ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں۔

اضاء : اضاء کا لفظ متعدی ہے جب بھی راستہ اور چلنے کی جگہ روشن ہوتی ہے تو وہ اس پر چلتے ہیں اور مفعول محذوف ہے یا غیر متعدی ہے جب بھی بجلی ان کے لیے چمکتی ہے تو اس کے ڈالے ہوئے نور میں چلتے ہیں المشی۔خاص حرکت کی ایک جنس ہے اگر وہ حرکت تیز ہو جائے تو سعی اور بڑھ جائے یعنی تیزی سے دوڑنا کہلاتا ہے۔

وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ : (جب اس پر اندھیرا چھا جاتا ہے) اظلم غیر متعدی ہے

کلما اور اذا کا فرق:

سوال : اضاء کے ساتھ تو کلما لائے اور اظلم کے ساتھ اذا لایا گیا؟

جواب : جس چیز سے ان کا مقصد منسلک ہے یعنی امکان مشی۔اس کے لیے وہ انتہائی حریص ہیں۔جب بھی فرصت پاتے ہیں۔تو چند قدم اٹھا لیتے ہیں۔مگر کھڑا ہونا ایسا نہیں (کہ اس کے خواہش مند ہوں۔بلکہ وہ تو مجبوری کا کھڑا ہونا ہے۔پس لفظ اذا لائے)

قَامُوْا : (وہ کھڑے ہو جاتے ہیں) قاموا۔کھڑے اور اپنے مقام میں رک جاتے ہیں۔اسی سے قام الماء کہتے ہیں جبکہ وہ پانی جم جائے۔

وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ : (اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو ضائع کر دے) اگر اللہ چاہیں تو ان کے کانوں کو لے جائیں۔بجلی کی کڑک سے۔

وَاَبْصَارِهِمْ : اور آنکھوں کو بجلی کی چمک سے۔

نحو : شاء کا مفعول محذوف ہے۔کیونکہ جواب اس پر دلالت کرتا ہے۔یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہیں۔ان کے کانوں اور آنکھوں کو لے جانا تو لے جائیں۔

قاعدہ : شاء کے لفظ میں حذف مفعول کثرت سے آیا ہے۔مگر کسی انوکھے مقام پر مفعول کو ظاہر کرتے ہیں۔جیسا اس شعر

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا فرمایا اور ان لوگوں کو بھی پیدا فرمایا جو تم سے پہلے تھے تاکہ

تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ

تم پرہیزگار بن جاؤ، جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت، اور اتارا

السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا

آسمان سے پانی، پھر نکال دیا اس کے ذریعہ پھلوں سے تمہارے لئے رزق، لہٰذا مت بناؤ اللہ کے لئے مقابل،

وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

حالانکہ تم جانتے ہو۔

میں ہے۔

فلو شئت ان ابکی دما لبکیته ☆ علیه ولکن ساحة الصبر اوسع

ترجمہ: (اگر میں اس پر خون کے آنسو رونا چاہتا تو روتا۔ لیکن صبر کا میدان وسیع ہے) اسی طرح اس ارشاد میں جو سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۷ میں لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا میں اور سورۃ الزمر لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا میں (لھوا اور ولدًا ظاہر فرمائے گئے ہیں) اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ : (اللہ تعالیٰ بے شک ہر چیز پر قادر ہے)

سابقہ سے ربط:

ربط: جب اللہ تعالیٰ نے مکلفین کی تین جماعتوں مؤمن، کفار اور منافقین کا ذکر اور ان کی صفات حالات خصوصیات جن سے وہ سعادت مند و بدبخت اور مردود، مقبول ہوتے ہیں بیان کر دیں۔ تو یہاں سے ان کو مخاطب فرمایا۔ یہ التفات کی قسم میں ہے۔ پس فرمایا۔

خطابِ عام:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ : (اے لوگو) حضرت علقمہ نے فرمایا قرآن میں یایھا الناس سے خطاب اہل مکہ کو ہے اور یایھا الذین امنوا سے اہل مدینہ کو خطاب کیا۔ یہ خطاب مشرکین مکہ کو ہے۔

نحو: یا حرف ندا بعید ہے ای اور ہمزہ قریب کے لئے۔ پھر بھولنے والے اور غافل کو آواز دینے کے لیے استعمال ہونے لگا۔ خواہ وہ بالکل قریب ہو۔ اس کو دور شمار کر کے۔ جب اس سے قریب رہنے والوں کو خطاب کریں۔ تو تاکید کے لئے ہوگا۔ اور

اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوگا۔ کہ یہ خطاب بہت قابل توجہ ہے۔

یاربّ کا مطلب:

سوال : دعا کرنے والے کا کہنا۔ یارب حالانکہ وہ تو شہ رگ سے قریب تر ہے۔

جواب : یہ کسر نفسی ہے اور نفس مقام قرب سے بہت دور ہے نفس کو مٹاتے ہوئے اپنی کوتاہی کا اقرار ہے اس کے ساتھ ساتھ، کہ اس کی دعا کو قبول کر لینے میں بہت جلدی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

ایّ : الف لام والے منادیٰ کے ساتھ لگاتے ہیں۔ جیسا کہ ذو اور الذی کو اسم جنس کی صفت بنانے کے لیے لایا جاتا ہے اور معرفہ کی صفت کیلئے جبکہ اس کو جملہ لائیں۔ یہ اسم مبہم ہے۔ اس کے ابہام کو دور کرنا ضروری ہے اس لیے اس کے بعد اسم جنس لانا پڑے گا۔ یا جو صفت کیلئے اس کے قائم مقام بن سکے۔ تا کہ اس نداء کا مقصود واضح ہو جو کہ یا کا معمول ہے۔ صفت منادیٰ کے تابع ہوتی ہے۔ البتہ ایّ کا لفظ بذات خود مستقل نہیں جیسا اس مثال میں زید یا زید الظریف۔ اس لیے ایّ اپنی صفت سے الگ نہیں رہا۔ صفت موصوف کے درمیان کلمہ تنبیہ لایا گیا۔ تا کہ نداء کا معنی مؤکد ہو جائے اور اضافت کا بدل بن جائے۔

قرآن مجید میں اضافت کا طریقہ بہت استعمال ہوا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کو نداء دی یعنی اوامر ونواہی وعدے، وعیدیں، عظیم کام بڑے مصائب بتلائے، ضروری تھا بندے ان کی طرف دلوں سے مائل اور متوجہ ہوں۔ جبکہ بندے اس سے غفلت کا شکار ہیں۔ تو پھر مؤکد تبلیغ سے ان کو خطاب کرنا چاہیے تھا۔ اس لیے اس طرح خطاب کیا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ : (اس کو اکیلا جانو) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عبادت کا لفظ جہاں بھی قرآن میں ہے اس سے مراد توحید ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَكُمْ : یہ وضاحت وامتیاز کرنے والی صفت ہے۔ کیونکہ کفار مکہ اپنے الٰھہ کو رب کہتے تھے۔

تعریفِ خلق:

الخلق۔ معدوم کو ایک اندازے اور درستگی سے ایجاد کرنا۔ معتزلہ کے نزدیک کسی چیز کو اندازے اور درستگی سے بنانا۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ معدوم کو شئی مانتے ہیں۔

شئی کی تعریف ان کے ہاں جس کو جانا جائے اور اس کے متعلق خبر دی جائے۔

اہلسنّت کے نزدیک شئی موجود کو کہتے ہیں۔

خلقکم : ابوعمرو کے ہاں ادغام کے ساتھ

دلیلِ تخلیق:

وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ : (اوران لوگوں کو جوتم سے پہلے ہوئے)اس سے دلیل بیان فرمائی ۔کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہےاوران سے پہلوں کا بھی خالق ہے۔سواس لیے کہ وہ اس کے اقراری تھے۔پس انہیں کہا گیا۔کہ اگرتم اس کو خالق مانتے ہوتو اسی ہی کی عبادت کرو۔اور بتوں کی عبادت نہ کرو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ : (تا کہ تم متقی بن جاؤ)یعنی اس امید پر عبادت کرو تا کہ تم متقی بن جاؤ۔تا کہ اس کے سبب تم عذاب سے نجات پا جاؤ۔

لعل کا استعمال:

لعلّ: کا لفظ ترجی اور طمع کیلئے ہے لیکن سب سے بڑی سخی ذات کی طرف سے طمع دلائی گئی ۔جو کہ حتمی وعدے کی طرح ہوگئی۔

یہ سیبویہ کا قول ہے۔قطرب نحوی کہتے ہیں کہ لعل یہاں کَیْ کے ہم معنی ہے یعنی تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ : (وہ ذات جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو)

نحو: جَعَلَ ، صَيَّرَ کے معنی میں ہے اور الذی صفت کی بناء پر محلاً منصوب ہے یا هُوَ کو مبتداء مانیں تو مرفوع ہے۔

فِرَاشًا (بچھونا) قالین کی طرح کہ اس پر بیٹھتے اور سوتے ،آتے جاتے ہو، یہ جعل کا دوسرا مفعول ہے۔اس میں کوئی دلیل نہیں کہ زمین مسطح یا کروی ہے۔کیونکہ دونوں صورتوں میں بوریے کی طرح ہونا ممکن ہے۔

وَالسَّمَآءَ بِنَآءً : (اور آسمان کو چھت) چھت جیسا سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۳۲ میں وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سقفا محفوظًا۔بناء جو مصدر ہے مگر مراد اس سے عمارت ہے۔

وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً : (اور اس نے اتارا آسمان سے پانی) مآء سے مراد بارش ہے۔

حکمتِ تدریج:

فَاَخْرَجَ بِهٖ : (پس اس نے نکالا)یعنی بالماء پانی کے ذریعہ۔پھلوں کا نکلنا۔اگر چہ قدرت الٰہی سے ہے مگر پانی کو اس کے نکلنے کا ظاہری سبب بنایا۔جس طرح (ماء الفحل فی خلق الولد) نر کا پانی بچے کی پیدائش میں سبب ہے باقی قدرت باری تعالیٰ بلا سبب پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔جیسا کہ اسباب ،مواد کی ذاتیں (محض قدرت الٰہی کا نتیجہ ہیں)لیکن اللہ تعالیٰ نے اشیاء کی پیدائش میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تدریج رکھی ہے۔اور ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف انتقال رکھا۔تا کہ بصیرت کی نگاہ سے دیکھنے والوں کے لیے عبرت وحکمت کا باعث ہو۔

مِنَ الثَّمَرٰتِ : (پھلوں سے رزق) مِنَ الثمرات میں مِن کا لفظ تبعیض یا بیان کے لیے ہے۔(یعنی بعض پھل یا پھل نکالے)

نحوی تحقیق:

رِزْقًا لَّکُمْ : (تمہارے لیے) نحو : اگر من تبعیض کے لیے ہو تو یہ مفعول لہٗ ہے اور اگر من بیانیہ ہو تو مفعول بہٖ ہے الثمرات فرمایا الثمر اور الثمار نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ پانی سے نکالے جانے والے پھل بے شمار ہیں کیونکہ مراد پھلوں کی جماعت ہے کیونکہ جمع بعض کی جگہ بعض اکیلی آتی ہے کیونکہ جمعیت میں جا کر تمام مل جاتی ہیں۔

نحو :لکم اگر اس سے مراد معین ہو تو پھر یہ جار مجرور رزق کی صفت ہے اور اگر اس کو معنی کے لحاظ سے اسم مانا جائے تو پھر یہ مفعول بہٖ ہے گویا اس طرح فرمایا رزقا ایاکم رزق دینا تمہیں کو رزق خاص تمہارا۔

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا : (پس تم نہ بناؤ شریک اللہ کے لیے) یہ امر سے متعلق ہے یعنی تم اپنے رب کی عبادت کرو۔ اور اس کا شریک مت بناؤ۔ کیونکہ عبادت کی جڑ اور بنیاد توحید ہے۔ اور یہ کہ اس کا کسی کو ساتھی و شریک نہ بنایا جائے۔

نحو :الذی مبتداء فلا تجعلوا خبر ہے فلا تجعلوا پر فاء اس لیے لائے کہ کلام میں جزاء کا معنی پایا جاتا ہے یعنی وہ ذات جس کی بڑی بڑی نشانیاں تمہارے اردگرد ہیں اور روشن دلائل اس کی وحدانیت پر گواہ ہیں پس تم اس کے شریک مت تجویز کرو۔

معنی ند:

الند : ایسا مثل جو مخالف ومنافی ہو البتہ اس مشہور قول لیس للّٰہ ند و لا مند اصل میں یہ جملے جن کو اس کے قائم مقام بنایا جاتا ہے یا جو اس کے منافی مانے جاتے ہیں ان سب کی نفی مراد ہے۔

وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ : (حالانکہ تم جانتے ہو) کہ وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی رزق دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خالق و رازق ہیں یا تعلمون کا مفعول چھوڑ دیا گیا۔ یعنی تم اہل علم ہو اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا انتہائی جہالت ہے۔

نحو :جملہ انتم تعلمون۔ فلا تجعلوا کی ضمیر سے حال ہے۔

ربط :وحدانیت کے ثبوت اور ابطال شرک پر حجت قائم کر دی۔ کہ اس کو ان کے خلق و احیاء پر قدرت ہے اس نے زمین کو ان کی رہائش گاہ اور مستقر بنایا۔ اور آسمان کو لگے ہوئے خیمے اور قبے کی طرح مضبوط بنایا۔ اور اس طرح کر دیا۔ کہ جیسے زمین و آسمان میں پانی اتارنے سے مناکحت کا رشتہ ہو زمین کے پیٹ سے نسل کی طرح بنی آدم کے لیے پھل پیدا کر دیئے۔ یہ سارے دلائل توحید کی طرف رہنمائی کرتے اور شرک کو باطل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ مخلوقات کی کوئی چیز اپنے میں سے کسی چیز کے ایجاد کرنے کی قدرت نہیں رکھتی۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا

اور اگر تم اس کتاب کی طرف سے شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کی تو لے آؤ کوئی سورت جو اس جیسی ہو اور بلا لو

شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾

اپنے مدد گاروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم سچے ہو۔

فائدہ عطف:

اب اس پر عطف کیلئے وہ چیز لائے جو نبوت محمد ﷺ پر دلیل وحجت بن سکے اور اعجاز قرآن کو بھی پختہ کر دیا جائے۔ پس فرمایا: وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا (الأية) (اور اگر تم شک میں ہو اس چیز کے متعلق جو ہم نے اتاری)

نَحو : مِمّا میں مَا نکرہ موصوفہ ہے یا الذی کے معنی میں ہے

عبد کی تعریف:

عَلٰى عَبْدِنَا : (اپنے بندے پر) العبد! عقلاء کی جنس میں مملوک کو کہا جاتا ہے۔

المملوك : ایسا موجود جس کو غلبہ سے تابع کیا جائے۔

نزلنا کی حکمت:

نزلنا : فرمایا۔ انزلنا کی بجائے۔ کیونکہ تدریج وتنجیم سے اتارنا مراد ہے۔ اور تحدی وچیلنج کے موقعہ پر یہی مقابل بنتا ہے۔

مقولہ کفار:

اگر قرآن اللہ کی طرف سے ہوتا تو سورۃ، سورۃ اور تھوڑا تھوڑا، آیت کے بعد آیات اور حوادث کے مطابق نہ اترتا۔ بلکہ ایک مرتبہ اتارا جاتا جیسا سورۂ فرقان آیت نمبر ۳۲ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۔

جواب : قرآن مجید میں وہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ جو خطباء اور اہل شعر کا ہوتا ہے کہ تھوڑا تھوڑا موقعہ بموقعہ اپنا کلام لاتے ہیں کبھی نظم کرنے والا اپنا دیوان یک بارگی پیش نہیں کرتا۔ اور نہ نثر گو اپنا خطبہ ایک بار کہہ ڈالتا ہے۔

اس پر کفار کو کہا گیا کہ اگر تمہیں اس میں شبہ ہے کہ اس کا اتارنا اس تدریج سے کیوں ہے؟ تو فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ (تو لاؤ ایک سورت) تو تم ایک بار کے مقابلہ میں ایک بار بنا لاؤ اور ایک ٹکڑا کے مقابلہ میں ٹکڑا لاؤ۔ اور اس کی سورتوں میں سے کوئی انتہائی چھوٹی سورت بنا لاؤ۔

لفظ سورۃ کی تحقیق:

جب سورۃ کا عین واؤ ہو۔ السورۃ نمبر ا۔ قرآن کا ایک حصہ جس کی ترجمانی کم سے کم تین آیات سے کی گئی ہے۔ اس لفظ

میں اگر واؤ اصلی ہے تو یہ سُوَرِ مدینہ سے ہے۔ سور دیوار محیط کو کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ بھی قرآن مجید کا اپنے انداز میں ایک محدود مجموعہ ہے جیسا کہ وہ شہر جس کے ارد گرد دیوار ہو۔

نمبر۲: اس لیے کہ علم کے مختلف فنون کو یہ سمیٹنے والی ہے اور کئی قسم کے فوائد اس میں ہیں جیسا کہ شہر کی دیوار۔ شہر کے اندر جو کچھ بھی ہے اس کو سمیٹنے والی ہوتی ہے۔

نمبر۳: سورۃ بمعنی مرتبہ کیونکہ قرآن کی سورتیں مقامات و مراتب کی طرح ہیں جن پر پڑھنے والا فائز ہوتا ہے۔

یہ سورتیں ذاتی اعتبار سے طوال، اوساط، قصار کے مراتب رکھتی ہیں۔

نمبر۴: سورۃ کو سورۃ شان کی بلندی کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور دین میں اس کے مقام کے بڑے ہونے کی بناء پر کہا جاتا ہے۔

سورۃ کا عین ہمزہ ہو: قرآن مجید کے ایک قطعہ یا مجموعہ کو کہتے ہیں۔ تو یہ بچی ہوئی چیز کی طرح بقایا ہے سوز کا معنی جوٹھا

فوائد السور : قرآن مجید کی جدا جدا آیات ہونے اور سُوَر کی صورت میں قطعات کا فائدہ بہت ہے

نمبر۱: تمام کتب بمنزلہ تورات انجیل، زبور، اور تمام صحف سور کی صورت میں اتریں مصنفین علماء نے ہر فن میں کتابیں لکھ کر ان میں تراجم کی تزیین سے باب قائم کیے ہیں۔

نمبر۲: جب ایک جنس کے ماتحت کئی انواع ہوں اور ہر نوع کئی اصناف پر مشتمل ہو۔ تو یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ مسلسل ایک ہی بیان ہو۔

نمبر۳: پڑھنے والا جب کتاب کا ایک باب یا سورۃ ختم کر لیتا ہے، پھر دوسرا شروع کرتا ہے تو اس کے نشاط میں ترقی ہو جاتی ہے اور یہ چیز کو مزید پڑھنے کے لیے کام دیتی ہے۔ اور حاصل کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اگر وہ کتاب کو علی الطول پڑھتا جائے تو اتنی نشاط پیدا نہیں ہوتی۔

اسی بات کے پیش نظر قراء نے قرآن مجید کو سات منازل میں تقسیم کیا۔ اور تمیں ۳۰ اجزاء میں اور دس حصوں میں اور پانچ حصوں میں۔

نمبر۴: جب حافظ ایک سورۃ میں مہارت حاصل کر لیتا ہے (پالیتا ہے) تو اس کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ اس نے کتاب اللہ کا ایک مستقل حصہ حاصل کر لیا ہے اور اس کی ایک ابتداء ہے ایک انتہا ہے تو جو حصہ اس نے حفظ کیا ہوا ہوتا ہے اس کے ہاں اس کا ایک عظیم مقام بن جاتا ہے اور اپنے آپ کو بلند قرار دیتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہی بات فرمائی گئی۔ ''کہ جب ہم میں کوئی سورۃ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تو ہماری نگاہوں میں اس کا مرتبہ بڑھ جاتا''

فقہاء کی باریک بینی:

اس سے فقہاء نے فرمایا نماز میں مکمل سورۃ کی قراءت مختلف جگہوں سے پڑھنے سے افضل ہے۔

نحوی تحقیق:

نحو: مِنْ مِّثْلِهٖ (اس کی مثل) سورۃ کے متعلق ہے اور اس کی صفت ہے۔
نمبر۱: اور وہ ضمیر نزلنا کی طرف لوٹتی ہے، یعنی بسورۃ کائنۃ بمثلہ۔ اب مطلب یہ ہوا کہ تم ایک ایسی سورۃ بنا لاؤ۔ جو عجیب وغریب بیان میں اور حسن نظم کے بلند ہونے میں اس جیسی ہو۔
نمبر۲: ضمیر عبدنا کی طرف لوٹے تو مطلب یہ ہوگا۔ تم ایسا شخص لاؤ جو اسی طرح کا امی ہو اور اس نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو۔ اور نہ ہی پڑھے لکھوں سے علم حاصل کیا ہو۔ اور نہ ہی مثل مماثل ہونے کا قصد کیا ہو۔
نمبر۳: ضمیر کو پہلے نازل شدہ حصہ قرآن کی طرف لوٹانا سب سے بہتر ہے۔ اس کی تاکید سورۃ یونس آیت نمبر ۳۸ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ اور سورۃ ھود آیت نمبر ۱۳ فاتوا بعشر سور مثلہ۔ اور سورۃ اسراء آیت۔ نمبر ۸۸ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ۔ آیات سے ہوتی ہے منزل کی طرف ضمیر لوٹانے سے کلام کی ترتیب زیادہ خوش نما ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ کلام تو منزل کے متعلق ہے منزل علیہ کے متعلق نہیں اور سیاق کا تقاضا یہی ہے پس مطلب یہ ہوا کہ اگر تم کو شک ہے قرآن کے منزل من عند اللہ ہونے میں تو تم تھوڑا سا اس کے مماثل بنا کر لاؤ۔
اگر ضمیر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹایا جائے تو مطلب یہ بنے گا اگر تمہیں محمد ﷺ پر قرآن کے اتارے جانے میں شک ہے تو ان جیسا قرآن لے آؤ۔
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ : (اور بلاؤ اپنے مددگاروں کو) یہ تفسیر وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ کے ساتھ زیادہ موافقت کرنے والی ہے

شہداء کا مطلب:

شہداء جمع شہید ہے۔ اس کا معنی حاضر ہے یا گواہی دینے والا۔ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ کے سوا) یعنی غیر اللہ یہ شہداء کم کے متعلق ہے یعنی تم ان کو پکارو۔ جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھا ہے اور جن کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ تم حق پر ہو یا ان کو بلا لاؤ جو تمہارے حق میں گواہی دیں کہ وہ قرآن کی مثل ہے۔
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ : (اگر تم سچے ہو) اگر تم سچے ہو کہ یہ من گھڑت ہے اور محمد ﷺ کا بنایا ہوا ہے۔
نحو: شرط کا جواب محذوف ہے ماقبل اس پر دلالت کر رہا ہے یعنی اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تم اس کی مثل بنا لاؤ۔ اور اس پر اپنے معبودوں سے امداد طلب کرو۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ

سو اگر تم نہ کرو اور ہرگز نہیں کر سکو گے، سو ڈرو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں

أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

وہ تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا : (اگر تم نہ کر سکو اور تم ہرگز نہ کر سکو گے)

سابقہ آیات سے ربط:

ربط: جب ان کی رہنمائی اس جہت کی طرف کر دی، جس سے نبی اکرم ﷺ کی سچائی پہچان سکیں تو انہیں فرمایا، اگر تم مقابلہ نہ کر سکو، اور تمہاری عاجزی ظاہر ہو جائے تو پھر (اصولاً) اس کی تصدیق واجب ہوگئی۔ پس تم ایمان لاؤ۔ اور اس عذاب سے ڈر جاؤ۔ جو اس کے مکذبین اور معاندین کے لیے تیار کھڑا ہے۔

دو دلائل:

اس میں اثبات نبوت کی دو دلیلیں ہیں۔

نمبر ۱: جس سے چیلنج دیا جا رہا ہے وہ معجزہ ہے۔

نمبر ۲: یہ خبر دے دینا کہ وہ مقابلے کی تاب نہیں لا سکتے۔ یہ غیب ہے۔ جس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

کلمہ شک کی وجہ:

جب ان کا عجز تأمل سے قبل ہی مشکوک کی طرح تھا اس لیے کہ ان کو اپنی فصاحت پر بھروسہ اور بلاغت پر اعتماد تھا۔ تو کلام ان کے ساتھ ان کے گمان کے مطابق کیا گیا۔ اور ''اِنْ'' لائے جو شک کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ''اذا'' نہیں لائے جو وجوب کے لیے آتا ہے اور الاتیان کو فعل سے تعبیر کیا۔ اس لیے کہ یہ من جملہ افعال میں سے ایک فعل ہے اور اس میں فائدہ یہ ہے کہ یہ کنایہ کے قائم مقام ہے۔ جس سے عبارت میں اختصار حاصل ہوتا ہے اگر الاتیان کی بجائے فعل نہ لاتے تو کلام یوں طویل ہوتا۔ **فان لم تاتوا بسورة من مثله ولن تاتوا بسورة من مثله**۔ (دونوں کلاموں میں جو فرق ہے وہ صاحب عقل سے مخفی نہیں)۔

نحوی تحقیق:

نحو: لن تفعلوا کا کوئی محل اعراب نہیں اس لیے کہ یہ معترضہ جملہ ہے اور جملہ معترضہ بھی خوب ہے کہ ان حرف تردد تھا تو اس جملے سے لن تفعلوا کہہ کر تردد کو ھباء منثورا کر دیا۔

تحقیق نحوی: لا، لن مستقبل میں ہم مثل ہیں البتہ لن میں تاکید زیادہ ہے۔
خلیل نحوی: کے ہاں اس کی اصل لا، ان ہے اور فراء کے ہاں لا کے الف کو نون سے بدل دیا۔
سیبویہ: کے ہاں یہ حرف نفی مستقبل کی تاکید کیلئے اپنی اصل وضع کے ساتھ ہی ہے۔ حاصل کلام: اخبار غیب سے ہے اس ساری حقیقت کے ساتھ پھر یہ معجزہ بھی بن گیا۔ کیونکہ اگر انہوں نے اس کا کچھ بھی مقابلہ کیا ہوتا تو ضرور مشہور رہوتا۔ اور کیوں نہ مشہور ہوتا جبکہ منکرین اور طعنہ زنی کرنے والوں کی کثرت تھی۔
آیت میں آگ سے بچنے کے لیے اس جیسی سورۃ کے لانے کی نفی کرنا شرط قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ نہ لائے تو معارضہ سے انکی عاجزی خوب ظاہر ہوگئی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی سچائی ثابت ہوگئی۔ پھر انہوں نے عناد کو لازم کر کے آپ کی اطاعت سے انکار کر دیا۔

فائدہ ایجاز:

جس کی بناء پر انہوں نے آگ کو اپنے لیے واجب کر لیا۔ پس انہیں کہا گیا۔ اگر تمہاری عاجزی ظاہر ہوگئی ہے تو عناد کو ترک کرو۔ اس کی بجائے۔
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ : (پس تم بچو اس آگ سے) کہہ دیا۔ اسلئے کہ آگ سے بچنا عناد کو ترک کر دینے کے سبب ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات کنایہ میں سے ہے جو بلاغت کا حصہ ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ایجاز حاصل ہوا جو قرآن کا زیور ہے۔
الوقود : (ایندھن) جس سے آگ بھڑکتی ہے یعنی لکڑیاں۔ جب یہ مصدر ہو تو مضموم و مفتوح دونوں طرح آتا ہے۔

ایک سوال:

سوال: الذی، التی کا صلہ ضروری ہے کہ مخاطب کو معلوم ہو۔
جواب: ممکن ہے کہ انہوں نے اہل کتاب سے سنا ہو یا رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو۔ یا اس سے پہلے یہ آیت: نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ سورۃ التحریم آیت نمبر ۶ انہوں نے سنی ہو۔
نکتہ: تحریم میں نار کو نکرہ لائے اور فاتقوا النار میں معرفہ لائے کیونکہ پہلی آیت مکہ میں اتری پھر یہ آیت مدینہ منورہ میں اتری۔ اس سے اس طرف اشارہ کر دیا گیا۔ جس کو وہ پہلے پہچان چکے تھے۔
اب آیت: الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ کا معنی یہ ہے کہ وہ آگ دوسری آگوں سے ممتاز ہے۔ اس لیے کہ وہ لوگوں اور پتھروں سے جلتی ہے اور وہ پتھر گندھک کے جن کی آگ بہت تیز جلنے والی اور دیر سے بجھنے والی ہے اور شدید بدبو والی اور بدن کو زیادہ لپٹنے والی ہے یا پوجے ہوئے بت وہ حسرت کو بڑھانے کے لیے (ان سے آگ جلائی جائے گی) لوگوں کو پتھروں سے ملایا کیونکہ انہوں نے ان پتھروں سے دنیا میں اپنے آپ کو ملایا۔ اس طرح کہ انکی عبادت کی۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا۔
اور اس کی مثل ہے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد جو سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۹۸ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ میں

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اور بشارت دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ بلاشبہ ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری

الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا

ہوں گی جب کبھی بھی ان کو ان باغوں میں سے کوئی پھل بطور غذا کے دیا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ وہی ہے جو ہمیں اس سے

مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ

پہلے دیا گیا، اور ان کو ہم شکل پھل دیئے جائیں گے اور ان کے لئے ان باغوں میں بیویاں ہوں گی جو پاکیزہ بنائی ہوئی ہیں۔ اور وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۲۵

ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

ہے۔یعنی اس کی لکڑی ان کو اس کے ساتھ ملایا۔جہنم میں گرم کرنے کے لیے اوران کے دکھ میں مبالغہ کے لیے۔

اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ : (وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے) کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اس میں دلیل ہے کہ آگ مخلوق ہے اس کے برخلاف فرقہ جہمیہ کہتے ہیں (یہ جہم بن صفوان گمراہ آدمی تھا اس کو نصر بن سیار نے ۱۲۸ھ میں جہنم رسید کیا)

سابقہ آیات سے ربط :

نکتہ : اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ ترغیب کو ترہیب کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تا کہ جو پیش کیا جاتا ہے۔وہ خوش اسلوبی سے حاصل ہو اور جو چیز ہلاک کرنے والی ہے اس کے ارتکاب سے بچا جائے۔

جب کفار اور ان کے اعمال کا ذکر کیا۔اور ان کو عقاب سے ڈرایا۔تو اس کے بعد اہل ایمان اور ان کے اعمال کا ذکر کیا اور ان کو اپنے اس ارشاد سے خوش خبری دی۔

بشارت:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ : (اور خوش خبری دیں ایمان لانے والوں اور اچھے عمل کرنے والوں کو) بَشِّرْ کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا۔یا پھر ہر ایک کو اور یہ زیادہ بہتر ہے۔اس لیے کہ وہ اعلان کرتے ہیں۔کہ یہ معاملہ اپنی عظمت و بڑائی کی وجہ سے اس لائق ہے کہ اس کی بشارت ہر ایک کو دی جائے جو بشارت کے قابل ہو۔

نحوی تحقیق:

بَشِّر :اس کا عطف فاتقوا پر ہے۔

نمبرا:یا بنی تمیم احذروا عقوبة ما جنتم وبشر یا فلان بنی اسد باحسانی الیهم

ا۔ بنی تمیم جو تم نے حرکت کی اس کی سزا کے لیے خبردار ہو جاؤ اور اے فلاں بنی اسد کو میرے احسانات کی خوش خبری دے۔

نمبر۲: یا یہ جملہ ہے جس میں ایمان والوں کے ثواب کو بیان کیا ہے اس کا عطف اس جملے پر ہے۔جس میں کفار کا انجام بیان کیا گیا۔ جیسے زید یعاقب بالقید والا زهاق وبشر عمرًوا با لعفو والا طلاق۔زید کو قید اور دم گھٹنے کی سزا دی جائے اور عمرو کو معافی اور آزادی کی خوش خبری سنادو۔

تعریفِ بشارت:

البشارت :ایسی خبر جو مخبر بہ کے سرور کو ظاہر کرے اور اس بات کے پیش نظر علماء اصول نے کہا اگر ایک آدمی نے اپنے غلاموں کو کہا۔ کہ جس نے تم میں سے مجھے فلاں کے آنے کی بشارت دی پس وہ آزاد ہے پس انہوں نے الگ الگ خوشخبری دی۔تو ان میں اول آزاد ہوگا۔ کیونکہ اس نے ہی اپنی خبر سے آقا کی خوشی کو ظاہر کیا باقی نے نہیں۔اور اگر اس نے بشرنی کی جگہ اخبرنی کہا تو پھر تمام آزاد ہو جائیں گے۔کیونکہ خبر تو تمام نے دی۔

البشره : کا لفظ اسی سے ہے ظاہری جلد کو کہتے ہیں۔طباشیر الصبح۔صبح کی اولین روشنیاں۔

ایک اعتراض:

اعتراض:فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ،آل عمران آیت نمبر۲۱ سے تو بات غلط ہو جاتی ہے۔

جواب : وہ اس کلام کی قسم میں سے ہے۔جس میں مخاطب کے استہزاء میں زائد سختی ظاہر کرنا مقصود ہو جیسا کہ دشمن کو کہا جاتا ہے ابشر بقتل ذريتك ونهب مالك۔ گویا یہ تحکمانہ کلام ہے۔

الصالحه : کا لفظ اسم کی جگہ استعمال میں الحسنہ کی طرح ہے۔

مرادِ صالحات:

الصالحات : دلیل عقل و کتاب و سنت سے درست ثابت ہونے والے اعمال۔اس میں لام جنس کا ہے اس آیت میں ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے جنہوں نے اعمال کو ایمان میں داخل مانا ہے اس لیے کہ اعمال صالحہ کو ایمان پر عطف کیا گیا۔

معطوف معطوف علیہ دونوں غیر غیر ہوتے ہیں۔

ایک اعتراض:

تم کہتے ہو کہ مؤمن جنت میں بغیر اعمال صالحہ کے داخل ہو سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو خوش خبری ان کو دی جو ایمان

اور اعمال صالحہ والے ہیں۔

جواب: مطلق جنت کی بشارت کے لیے شرط یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ ملے ہوئے ہوں۔ کبیرہ گناہ والے کے لیے ہم بشارت کو مطلق قرار نہیں دیتے۔ بلکہ بشارت کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے مقید کرتے ہیں۔ خواہ وہ بخش دے خواہ گناہوں کی مقدار عذاب دے کر پھر جنت میں داخل کر دے۔

اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ : (بے شک ان کے واسطے بہشتیں ہیں) یعنی بان لھم (اس لیے کہ ان کے لیے)۔

نحو : سیبویہ کے نزدیک یبشّر سے اَنّ اور اس کا معمول منصوب ہے۔ خلیل کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ قرآن مجید میں کثرت سے ہے۔

جنت کا معنی:

اَلْجَنَّةِ: کھجور اور گھنے درختوں کا باغ جن کی ترکیب میں ستر کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی سے جن، جنون، جنین، جنۃ، جان، جنان ہے ثواب کے مقام کو جنت کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں باغات ہیں جنت پیدا کی جا چکی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے البقرہ آیت نمبر ۳۵ اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ بعض معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے جنت کو جمع اور نکرہ لانے کا مقصد یہ ہے کہ جنت تمام ہی دار الثواب کا نام ہے اور اس میں بے شمار باغات ہیں۔ جو اعمال کرنے والے لوگوں کے مراتب کے مطابق ترتیب دیئے گئے ہیں۔ ہر طبقہ کے لیے ان باغات میں سے باغات ہونگے۔

تفسیر تجری:

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ **نحو** : یہ جملہ جنات کی صفت ہونے کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔ اور مراد من تحت اشجارھا۔ یعنی اس کے درختوں کے نیچے جیسا کہ تم جاری رہنے والی نہروں کے کناروں پر درخت اگے ہوئے دیکھتے ہو۔ البتہ جنت کی نہریں گہری جگہوں میں چلنے والی نہ ہونگی۔ (بلکہ سطح زمین پر چلنے والی ہونگی) باغوں میں سب سے شاندار وہی ہوتا ہے جس کے درخت سایہ دار ہوں۔ اور اس کے درمیان پانی کی نالیاں پھیلی ہوئی ہوں۔

الجری : پھسلنا، جاری ہونا۔

النھر : جو جدول سے بڑی پانی بہنے کی جگہ ہو۔ مگر سمندر سے کم ہو۔ دریائے نیل کو نہر نیل کہا جاتا ہے۔ لغت غالبہ کے لحاظ سے۔ نہر کی ترکیب وسعت پر دلالت کرتی ہے۔ جری کی نسبت نہر کی طرف مجازی ہے۔

الانہار کی وجہ تعریف:

الانھار : کو معرفہ لایا گیا۔

نمبر ۱: اس لیے کہ ممکن ہے کہ انہارھا جنت کی نہریں مراد لی جائیں۔ اضافت کی جگہ لام تعریف لائے۔ جیسا کہ سورۃ مریم آیت نمبر ۴ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا میں الراس میں الف لام مضاف الیہ کی جگہ لایا گیا۔

نمبر۲: الف لام لاکران نہروں کی طرف اشارہ مقصود ہو جو سورۃ محمد آیت نمبر ۱۵ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ میں مذکور ہے۔

ایک نکتہ:

جاری پانی بڑی نعمت اور بڑی لذیذ چیز ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جنات کے ساتھ انہار جاریہ کا ذکر فرمایا اور تمام صفات سے اس صفت کو مقدم کیا۔

كُلَّمَا رُزِقُوْا : (جب کبھی دیئے جاویں گے وہ لوگ) نحو : یہ جنات کی دوسری صفت ہے۔

نمبر۲: یا جملہ مستانفہ ہے۔ اس لیے کہ جب یہ کہا گیا۔ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تو سامع کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ ان باغات کے پھل دنیا کے باغات کے پھلوں کی طرح ہونگے یا دوسری اجناس کے ہونگے۔ جو ان اجناس سے مشابہت نہ رکھیں تو جواب دیا۔ کہ ان کے پھل دنیا کے پھلوں کے مشابہ ہونگے۔ یعنی ان کی جنس ایک ہوگی۔ اگرچہ فرق ہوگا۔ جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ : (یعنی جب بھی ان کو باغات سے رزق دیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ وہی ہے)۔

من ابتدائیہ:

مِنْ : پہلا اور دوسرا ابتداء غایت کے لیے ہے کیونکہ ابتداء رزق جنات سے ہوگی۔ اور رزق باغات کے پھلوں سے ہوگا۔ اس کی نظیر یہ ہے رزقنی فلان۔ مجھے فلاں نے رزق دیا۔ تو تمہیں کہا جائے۔ مِنْ اَیْنَ کہاں سے؟ پس تم کہو من بستانه۔ اس کے باغ سے پھر کہا جائے من ای ثمرة رزقك من بستانه اس کے باغ کے کونسے پھل سے تو تم کہو۔ من الرّمّان۔ انار سے ثمرہ سے مراد ایک سیب نہیں یا الگ سیب مراد نہیں بلکہ مراد پھلوں کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

رُزِقْنَا : (جو ہمیں دیا گیا) ضمیر حذف کردی گئی۔

مِنْ قَبْلُ : (اس سے پہلے) یعنی اس سے قبل قَبْلُ کا مضاف الیہ منوی ہونے کی وجہ سے مبنی بالضم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی مثل ہے جو ہمیں اس سے پہلے رزق دیا گیا۔ اور اس کے مشابہ ہے جیسا اس آیت میں

مشابہتِ تامہ:

وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا : اور ان کو ایک دوسرے سے ملتے جلتے (میوے) دیئے جائیں گے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہا جاتا ہے ابو یوسف، ابو حنیفه، ابو یوسف تو ابو حنیفہ ہے۔ مراد مشابہت کو مضبوط کرنا ہے گویا دونوں کی ذات ایک ہے

ہٗ کا مرجع:

نحو : بِهٖ میں ہٖ ضمیر دنیا اور آخرت میں دیئے جانے والے سارے رزق کی طرف ہے۔ کیونکہ ارشاد الٰہی: هذا الذی رزقنا من قبل۔ کے ماتحت دارین میں دیا جانے والا رزق سمیٹ دیا۔

مانوس رزق:

جنت کے پھل دنیا کے پھلوں کی طرح ہونگے۔ ان کی جنس الگ نہ ہوگی۔ اس لیے کہ انسان دیکھی بھالی چیز سے مانوس ہوتا ہے۔ اور جانی ہوئی چیز کی طرف طبیعت زیادہ مائل ہوتی ہے جب غیر مانوس کو دیکھتا ہے تو اس کی طبیعت نفرت کرتی اور برا سمجھتی ہے اس لیے کہ جب وہ دیکھی ہوئی چیز کا مشاہدہ کرتا ہے اور پھر اس میں ظاہری مرتبہ اور واضح فرق دیکھتا ہے تو اس کو تعجب و حیرانی زیادہ ہوتی ہے۔ (بنسبت اس چیز کے کہ جس سے ناواقفیت ہو)۔ جنت والے یہ بات ہر پھل دیئے جانے پر کہیں گے۔ یہ دلیل ہے کہ امر کی انتہا ہے اور اس حالت کا برقرار رہنا مرتبے کے اظہار کے لیے اور یہ بتلانے کیلئے ہے کہ یہ عظیم فرق ہی تو ہر گھڑی ان کو تعجب سے پُر رکھے گا۔

نمبر۲: بہٖ کی ضمیر رزق کی طرف ہے گویا یہ اس کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو جو جنت کے پھلوں سے رزق دیا جائے گا۔ وہ ذاتی لحاظ سے ان کے پاس ایک جیسا ان کو ملے گا۔

جیسا کہ حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جنتی کے پاس پیالہ لایا جائے گا اور وہ اس میں سے کھائے گا پھر دوسرا لایا جائے گا تو جنتی کہے گا۔ یہ تو ہمیں پہلے دیا گیا۔ فرشتہ کہے گا۔ کھالو۔ رنگ تو ایک ہے ذائقہ مختلف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ والذی نفس محمد بیدہٖ (الحدیث) مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ جنتی جب پھل کھانے کے لیے لے گا۔ ابھی وہ اس کے منہ تک نہ پہنچے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اور بدل دے گا۔ (طبرانی فی الکبیر، البزار) جب جنتی اس کو دیکھیں گے جبکہ ہیئت پہلے والی ہوگی تو کہیں گے۔

وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا : (اور ان کو ان کے مشابہ دیا جائے گا) یہ جملہ معترضہ ہے۔ پختگی ظاہر کرنے کے لیے لائے جیسے کہو۔ فلاں احسن بفلان۔ ونعم مافعل۔ ورأی من الرای کذا وکان صوابًا۔ فلاں نے فلاں سے احسان کیا اور اس نے بہت خوب کیا۔ اس نے یہ رائے اختیار کی۔ اور یہ درست تھی۔ اور ارشاد الٰہی میں

وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (سورۃ النمل آیت نمبر۳۴) كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ تاکید کے لیے لائے۔

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ: (ان کیلئے اس میں بیویاں ہونگی) نحو : ازواج مبتدا اور لھم خبر ہے فیھا ظرف مستقر ہے۔

طہارت کا مطلب:

نمبر۱: مُّطَهَّرَةٌ۔ پاک ہوں گی برے اخلاق سے۔ نہ خاوندوں سے بغض رکھنے والی ہونگی اور نہ غیروں کی طرف دیکھنے والی ہوں گی۔ نہ اکڑنے والی ہونگی۔

نمبر۲: حیض و استحاضہ سے پاک ہونگی اور بول و براز تمام گندگیاں جو ان کے ساتھ خاص ہیں ان سے پاک ہونگی۔ موصوف جمع ہے صفت واحد ہے کیونکہ دونوں فصیح لغتیں ہیں۔ طاہرہ نہیں کہا اس لیے کہ مطہرہ زیادہ بلیغ ہے اور تکثیر کو ظاہر کرتا ہے اور اس میں یہ بتلایا کہ کسی پاک کرنے والے نے ان کو پاک کیا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے۔

وَهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : (اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) الخلد ایسی دائمی بقاء جس میں انقطاع نہ ہو۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ کوئی بھی مثال بیان فرمائے۔ مچھر ہو یا اس سے بھی بڑھی ہوئی کوئی چیز ہو، سو جو لوگ

اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ

ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ بلاشبہ یہ مثال حق ہے ان کے رب کی طرف سے اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا سو وہ کہتے ہیں کیا ارادہ کیا

اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

اللہ نے اس کے ذریعہ مثال دینے کا۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بہت سوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ بہت سوں کو ہدایت دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ نہیں گمراہ کرتے مگر فرمانبرداری سے نکل جانے والوں کو

وقف لازم

تردید جہمیہ :

اس میں جہمیہ فرقہ کی تردید ہے کیونکہ وہ جنت اور اہل جنت کے فناء کے قائل ہیں۔ دلیل جہمیہ۔ اللہ تعالیٰ ہی اول اور آخر ہیں اور اولیت کی حقیقت مخلوق سے پہلے ہونا تو بالاتفاق ہے پس ضروری ہے کہ آخریت کے وصف میں بھی وہ تمام سے آخر ہو اور یہ تبھی درست ہے جب سب کے سب فناء ہو جائیں پس ضرورۃً افناء کو ماننا پڑا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ باقی ہیں اور اسکی صفات بھی باقی ہیں اگر جنت بھی اپنے رہنے والوں کے ساتھ باقی رہنے والی ہو تو خالق و مخلوق میں مشابہت لازم آتی ہے اور یہ محال ہے

جواب : اولیت اللہ تعالیٰ کے حق میں اس طرح کہ اس کے وجود کی ابتداء نہیں اور آخریت اس کے حق میں اس طرح کہ اس کی کوئی انتہاء نہیں۔ اور مخلوق کے حق میں اول کا مطلب فرد سابق (پہلے والا فرد) ہے اور آخر فرد لاحق (پچھلا فرد) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان صفات کا ہونا صفت کمال کو ظاہر کرنے کے لیے ہے اور اس کی ذات سے نقص و زوال کی نفی کرنے کے لیے ہے اور یہ جنت اور اہل جنت کے متعلق بقاء مٹنے اور فناء ہونے کے احتمال سے ہونے کو ظاہر کرنے کیلئے ہے نہ وہ جو معتزلہ کہتے ہیں۔ پھر کہاں سے تشابہ فی البقاء لازم ہوا۔ اللہ تعالیٰ تو ذاتی لحاظ سے باقی رہنے والے ہیں۔ اور اس کی بقاء واجب الوجود ہونا ہے اور مخلوق کا بقاء اس کے باقی رکھنے سے ہے۔ اور وہ جائز الوجود ہے (بينهما بون بعيد فليتبصر)

سابقہ آیات سے ربط :

ربط : قرآن مجید نے جب ذباب و عنکبوت کا ذکر فرمایا۔ اور ان کی مثال بیان کی تو یہود نے ہنسنا شروع کر دیا۔ اور کہنے لگے یہ کلام اللہ تو نہیں لگتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتار دیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً : (تحقیق اللہ نہیں حیا کرتا کہ مثال بیان کرے مچھر کی)

یعنی اللہ تعالیٰ مچھر سے مثال بیان کرنا ترک نہیں فرماتے اسکی طرح جو حقارت کی وجہ سے ان سے مثال بیان کرنا چھوڑ دے۔

حیاء کی اصل تعریف:

وہ تبدیلی اور شرمندگی جو انسان کو عیب و مذمت کے خوف سے پیش آتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات تو قدیم ہے وہ تغیر و خوف و مذمت سے پاک ہے لیکن ترک حیاء کے لوازم میں سے ہے اس لیے ترک کو حیاء سے تعبیر کیا گیا۔

دوسرا قول: یہ بھی درست ہے کہ یہ عبارت کفار کے کلام میں پائی جاتی تھی۔ کہ انہوں نے کہاما یستحی ربّ محمد ان یضرب مثلا بالذباب والعنکبوت : محمد کا رب حیاء نہیں کرتا کہ مکھی و مکڑی کی مثال بیان کرے۔تو مقابلے اور سوال کے مطابق (ترکی بہ ترکی) جواب دینے کے لیے اس طرح فرمایا اور یہ کلام بدیع میں سے ہے۔

اس میں دو لغات ہیں۔متعدی بنفسہ اور متعدی بحرف الجار کہا جاتا ہے استحییتہٗ و استحییت منہ یہاں دونوں کا احتمال ہے۔

مفہوم ضرب مثل:

یہ ضرب اللبن اور ضرب الخاتم سے بنا ہے (اینٹ لگانا یا مہر لگانا) بیان کرنا۔

نحوی تحقیق:

نحو :مانمبر ا: یہ ابھامیہ ہے جب یہ نکرہ کے ساتھ آئے تو اس میں ابہام پیدا کر کے اس کے عموم میں اضافہ کرتا ہے مثلاً کہیں اعطنی کتا باما۔مراد کوئی سی کتاب۔

نمبر۲: یہ ما تاکید کے لیے لایا گیا۔جیسا سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۵۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ میں ہے اب معنی اس طرح ہے کسی بھی مثال کا بیان کرنا نہیں چھوڑتا۔

نحو نمبر ا:مَابَعُوْضَةً یہ مثلاً کا عطف بیان ہے اور اس نکرہ سے حال ہے جو اس سے مقدم ہے

نمبر ۲ یا: ضرب بمعنی جعل ہے اور یہ دونوں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

لغت بعوضۃ : یہ بَعَض سے بنا ہے اور وہ کاٹنے کو کہتے ہیں جیسے البضع والعضب (کاٹنا) کہا جاتا ہے بعضہ البعوض۔اس کو مچھر نے کاٹا۔اور بعض الشیٔ کہتے ہیں کیونکہ وہ اس کا حصہ و ٹکڑا ہوتا ہے بعوض فعول کے وزن پر قطوع (کاٹنا) کی طرح صفت ہی ہے۔پھر اسمیت غالب آ گئی۔

فوقیت کا مطلب:

فَمَا فَوْقَهَا : (یا اس سے بڑھ کر) نمبر ا: جو اس سے متجاوز ہے اور اس معنی میں بڑھ کر ہے جس میں وہ مثال بیان کی گئی ہے اور وہ معنی قلت و حقارت ہے۔

نمبر ۲: جو حجم میں اس سے بڑھ کر ہے گویا اس سے اس بات کی تردید کر دی کہ جس چیز کو تم نے عجیب قرار دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی

کتاب اور مکھی اور مکڑی کی مثال یہ کیسے ہوسکتا ہے تو جواب دیا کہ مکھی و مکڑی درکنار اللہ تعالیٰ تو مچھر کی مثال بیان کرنے کو نہیں چھوڑتا حالانکہ یہ ان سے چھوٹا ہے۔

اعتراض: مچھر سے کم کی مثال کیسے بیان کی جاسکتی ہے کیونکہ وہ انتہائی چھوٹا ہے۔

جواب: مچھر کا پر اس سے کئی درجہ قلیل اور چھوٹا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو دنیا کی حقارت کے لیے بطور مثال بیان فرمایا۔ (لو کانت الدنیا تعدل عنداللّٰہ جناح بعوضة ما سقی منها کافرا شربة ماء)(ترمذی) اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر مرتبہ رکھتی تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتے۔

تفسیر فَاَمَّا الَّذِيْنَ:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ: (پس وہ لوگ جو ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال حق ہے)

نحو: ہٗ کی ضمیر مثل کی طرف ہے یا لان یضرب کی طرف ہے۔

الحق: وہ ثابت شدہ چیز جس کا انکار نہ کیا جاسکے۔ کہا جاتا ہے حق الامر: جب کہ وہ معاملہ ثابت و واجب ہو جائے۔

مِنْ رَّبِّهِمْ: (ان کے رب کی طرف سے) نحو: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا عامل حق کا معنی ہے اور ذوالحال اس کی مستتر ضمیر ہے۔

تفسیر آیت:

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا: (اور جو منکر ہیں وہ کہتے ہیں اس مثال سے اللہ تعالیٰ کی کیا غرض تھی) اس پر وقف لازم ہے۔ اگر وقف نہ کریں۔ تو مابعد اس کی صفت بن جائیگا۔ اور اس طرح ہو نہیں سکتا۔ (مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا) میں استحقار ہے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں یا عجبالابن عمرو هذا! یہ بات ابن عمرو سے انتہائی قابل تعجب ہے (بطور تحقیر فرمایا)

نحوی لطائف:

نحو: مَثَلًا تمیز کی وجہ سے منصوب ہے یا حال کی وجہ سے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۷۳ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً میں آیت کا لفظ۔ اَمَّا۔ یہ حرف ہے جس میں شرط کا معنی ہے اسی لیے جواب میں فا لائے ہیں۔ اور کلام میں اس کا فائدہ زائد تاکید ہے۔ مثلاً تم کہو زید ذاهب۔ جب اس کی تاکید کرنا چاہو تو کہو گے۔ اما زید ذاهب اس لیے سیبویہ نے اس کی وضاحت میں فرمایا۔ مهما یکن من شیء فزید ذاهب۔ جو کچھ بھی ہو زید جانے والا ہے یہ وضاحت اس کی تاکید ہونے کے لیے فائدہ مند ہے اور یہ شرط کے معنی میں ہے دونوں جملوں کے شروع میں لائے۔ اور اس طرح نہیں کہا۔ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَقُوْلُوْنَ بلکہ اَمَّا کے ساتھ شروع کیا۔ اس طرز میں ایمان والوں کیلئے بڑی تعریف ہے کہ ان کے علم کو برحق شمار کیا۔ اور کافروں کے بارے میں اپنے نصیب سے غفلت کی خبر دی اور ان پر حمقاء کا کلمہ لاکر طنز کیا۔

الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ ۪ وَ یَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ

جواللہ کے عہد کو توڑتے ہیں اس کی مضبوطی کے بعد، اور کاٹتے ہیں ان چیزوں کو جن کو جوڑے رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے

یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

حکم دیا اور فساد کرتے ہیں زمین میں، یہ لوگ پورے خسارہ والے ہیں۔

نحو: ماذا اس کی دوصورتیں ہیں۔ نمبرا : ذا اسم موصول ہو اور الذی کے معنی میں ہو

نمبر۲: ما استفہامیہ ہو۔ پس دونوں کلمے مل کر اسم استفہام بن گئے اور ایک کلمہ ہوئے۔

پہلی صورت میں ما مبتدا اور ذا اس کی خبر ہے۔ اپنے جملہ صلہ یعنی اراد کے ساتھ مل کر اور ضمیر محذوف ہے۔ جب اسم استفہام مان لیں تو اراد کی وجہ سے محلاً منصوب ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے ای شیء اراداللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ نے کس چیز کا ارادہ کیا۔

الارادۃ۔ یہ مصدر ہے اَرَدت الشیٔ کہتے ہیں جب تیرا نفس اس کو طلب کرے اور اس کی طرف مائل ہو۔ متکلمین کے نزدیک ایک وجہ سے خاص کرتا ہے دوسری کی بجائے۔

معتزلہ کا عقیدہ:

البتہ معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ارادہ کے ساتھ حقیقۃً نہیں کی جاسکتی جب اراداللّٰہ کذا کہیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تو ارادہ بمعنی فعل ہوگا کیونکہ وہ نہ بھولنے والا اور نہ مجبور ہے اور اگر غیر کا فعل ہے تو اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا۔

کثرت کا معنی:

یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا : (وہ گمراہ کرتا ہے اس مثال سے بہت سوں کو اور ہدایت دیتا ہے بہت کو) امّا سے شروع ہونے والے دونوں جملوں کی تفسیر اور بیان کے قائم مقام ہے کہ جاننے والا فریق تو اس کو برحق کہتا ہے اور جہلاء استہزاء کرنے والے ہیں۔ اور یہ دونوں کثرت سے موصوف ہیں۔ اور اس کے حق ہونے کا علم باب ہدایت سے ہے اور اسکے اچھے مورد سے ناواقفیت باب گمراہی سے ہے اور اہل ہدایت خواہ بذات خود کثیر ہوں مگر ان کو اہل ضلال کے بالمقابل بظاہر اً قلت سے تعبیر کیا جاتا ہے اس لیے بھی کہ تھوڑے سے ہدایت والے بھی حقیقت میں کثیر ہیں اگر چہ صورۃً وہ قلیل ہوں۔ جیسا کہ شاعر کے قول میں۔

ان الکرام کثیر فی البلاد وان ☆ قلوا کما غیر ھم قل وان کثروا

شرفاء شہروں میں بہت ہیں۔ اگر چہ صورۃً وہ قلیل ہوں۔ جیسا کہ ان کے علاوہ قلیل ہیں۔ حقیقت میں اگر چہ صورۃً گنتی میں کثیر ہیں۔

والاضلال : بندے میں ضلال کے فعل کا پیدا کرنا۔

الهدایه : ھدایت پانے کے فعل کو بندے میں پیدا کرنا۔

مقصدِ تمثیل:

اہلسنت کے نزدیک یہ حقیقت ہے۔ آیت کا سیاق اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ جس چیز کو جاہل کفار انوکھا اور عجیب خیال کرتے ہیں۔ کہ حقیر چیزوں کیساتھ مثال بیان کرنا اچھنبے کی بات ہے۔ حالانکہ یہ تو تعجب کی بات نہیں کیونکہ تمثیل کا مقصد معنی کو واضح کرنا اور وہم والے کو مشاہدے کے قریب کرنا ہوتا ہے۔ پس اگر متمثل لہٗ عظیم ہو تو متمثل بہٖ بھی عظیم اور اگر وہ حقیر ہو تو متمثل بہٖ بھی حقیر ہوگا۔ ذرا غور تو کرو۔ جبکہ حق واضح اور جلی ہے تو اس کی مثال ضیاء اور نور سے دی۔ اور باطل غیر واضح ہے تو اس کو ظلمت اور اندھیرے سے تشبیہ دی۔ بس اسی طرح اس آیت میں وہ آلہہ جن کو کفار نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے۔ وہ سب سے زیادہ ذلیل ترین اور حقیر ترین ہیں۔ اسی لیے مکڑی کے جالے کو ان کی کمزوری اور بودے پن کے لیے بطور تمثیل لائے۔ اور ان کو مکھی سے کم درجہ قرار دیا۔ اور مچھر کی مثال ان کے لیے بیان کی جو مثال میں مکھی سے بھی کم تر ہے یہ تو کوئی اوپری اور نو ایجاد بات نہیں۔ اس تمثیل بیان کرنے والے کو نہ کہا جائے گا۔ کہ مچھر کے ساتھ ان کی تمثیل بیان کرنے سے باز رہو۔ اس لیے کہ وہ اپنی تمثیل میں سچا ہے اور بات میں حقیقت پر چلنے والا ہے اور تمثیل کو اس کے مقام پر فٹ کر رکھا ہے۔

مؤمن و کافر کے مزاج میں فرق:

سیاق اور آیت میں یہ بات بھی بیان کر دی۔ کہ وہ مؤمن جن کی عادت انصاف اور امور میں صحیح عقل سے غور فکر کرنا ہے وہ جب اس تمثیل کو سنیں گے تو جان لیں گے۔ کہ یہ برحق ہے۔ کافر لوگ جن کی عقلوں پر جہل غالب ہے وہ سن کر بڑے بنیں گے۔ اور عناد و ضد پر اتر آئیں گے۔ اور اس کے باطل قرار دینے کی سوچیں گے اور انکار کر کے مقابلہ کریں گے اور یہ چیز مؤمنوں کی ہدایت کا سبب بن جائے گی۔ اور فاسقوں کی گمراہی کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

ان کفار (مکہ) پر تعجب ہے کہ انہوں نے کس طرح انکار کر دیا حالانکہ لوگ مکھی، پرندوں اور حشرات الارض کی مثالیں بیان کرتے چلے آ رہے ہیں چنانچہ کہتے ہیں۔

اجمع من ذرّۃ (چیونٹیوں سے زیادہ اکٹھے) **اجر أمن الذباب** (مکھی سے زیادہ جرأت مند) **اسمع من قراد** (چچڑی سے زیادہ کانوں والا) **اضعف من فراشة** (پروانے سے زیادہ کمزور) **اکل من السوس** (دیمک سے زیادہ کھانے والا) **اضعف من البعوضه** (مچھر سے زیادہ کمزور) **اعزّ من مخ البعوض**۔ (مچھر کے مغز سے زیادہ عزت والا) لیکن حجت باز اور مبہوت کے مزاج کا تقاضا ہے کہ زیادہ حسرت کی وجہ سے واضح کو مسترد کرے اور چمکتے ہوئے روشن حق کا انکار کر دے۔

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ : (اور وہ ہرگز گمراہ نہیں کرتا اس سے مگر فاسقوں کو)

نحوی تحقیق:

نحو : الفاسقین، ما یضل کا مفعول ہے استثناء کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ یضل کا مفعول پورا نہیں ہوا۔

مفہوم فسق:

الفسق : میانہ روی سے نکلنا۔ شرع میں کبیرہ کا ارتکاب کر کے حکم شرع سے نکلنا یہ دو مرتبوں کے درمیان ہے یعنی مؤمن و کافر کے درمیان (نہ وہ مؤمن رہتا ہے اور نہ وہ کافر ہوتا ہے) یہ معتزلہ کے نزدیک ہے۔ عنقریب ہم اس کی تردید کریں گے۔ ان شاء اللہ

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ ۔ (وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑتے ہیں)

النقض : ترکیب کھولنا اور فسخ کرنا العھد۔ پکا وعدہ۔ ان ناقضین سے ضدی قسم کے احبار یہود یا ان میں سے جو منافقین یا تمام کفار مراد ہیں۔ عھد اللّٰہ: عہد سے مراد۔

نمبر۱: توحید کے دلائل جو ان کی عقلوں میں موجود تھے۔ گویا وہ وصیت شدہ بات تھی۔ اور وثیقہ تھا۔ جو ان سے لیا گیا تھا۔

نمبر۲: ان سے پختہ عہد لیا گیا۔ کہ جب رسول ان کی طرف بھیجا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ معجزات سے اس کی تصدیق فرما دیں گے۔ تو وہ اس کی تصدیق کریں گے۔ اور اس کی اتباع کریں گے۔ اور اس کا تذکرہ نہ چھپائیں گے۔

نمبر۳: اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا کہ وہ خون نہ بہائیں گے۔ اور ایک دوسرے پر سرکشی نہ کریں گے۔ اور قطع رحمی نہ کریں گے۔

نمبر۴: (تین عہد) یہ بھی کہا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے تین وعدے لئے۔ عہد اول جو تمام ذریت آدم سے اقرار ربوبیت کا لیا گیا۔ جو سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۷۲۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ میں مذکور ہے دوسرا عہد جو خاص انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا۔ کہ وہ رسالت کو پہنچائیں گے اور دین کو قائم کریں گے وہ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۷ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ میں ذکر فرمایا ہے۔

اور تیسرا عہد جو علماء سے لیا گیا۔ جس کو سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۸۷ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ میں ذکر کیا گیا گویا یہ تینوں مراد ہیں۔

مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ : (اس کو پختہ کر دینے کے بعد) میثاق، الوثاقہ سے لیا گیا۔ یہ کسی چیز کو مضبوط کرنے کو کہا جاتا ہے۔ ہ کی ضمیر عہد کی طرف ہے وہ جس کو قبول کرنے کے لیے انہوں نے مضبوط باندھا۔ اور اپنے نفسوں پر لازم کیا نمبر۱: جائز ہے کہ میثاق توثقۃ (وعدے کی توثیق کرنے کے بعد) کے معنی میں ہو جیسا میعاد بمعنی الوعد آتا ہے ہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹے تو معنی یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ان پر پختہ کر دینے کے بعد مِنْ یہ ابتداء غایت کے لیے ہے

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ : (اور وہ قطع کرتے ہیں اس کو جن کا اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا)

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ

کیسے کفر کرتے ہو اللہ کے ساتھ، حالانکہ تم بے جان تھے سو اس نے تم کو زندگی دی۔ پھر تم کو موت دے گا، پھر زندہ فرمائے گا، پھر اس کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

لوٹائے جاؤ گے۔

قطع کی حقیقت:

نمبرا: قطع رحمی کرنا اور مسلمانوں سے دوستی منقطع کرنا۔

نمبر۲: انبیاء ؑ میں سے بعض پر ایمان اور بعض کا انکار کر کے ان کی اجتماعیت علی الحق کو ختم کیا۔ گویا ان یوصل سے مراد اجتماعیت علی الحق اور قطع سے مراد بعض کی تصدیق اور بعض کی تکذیب ہے۔

تعریف امر:

الامر۔ کسی چیز پر استعلاء کے طور پر مخصوص قول سے فعل کا مطالبہ کرنا۔

نحو: ما نکرہ موصوفہ ہے یا الذی کے معنی میں ہے ان یوصل نمبرا: موضع جر میں ہے ھا سے بدل ہے یعنی بوصلہ نمبر۲: موضع رفع میں ہے ای ھو ان یوصل

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ : (وہ زمین میں فساد کرتے ہیں) ڈاکہ ڈال کر

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ : (اور وہی نقصان اٹھانے والے ہیں) ایمان لانے پر تنگ کر کے۔

نحو: اولٰئك مبتدا ھم ضمیر فصل اور الخاسرون خبر ہے یعنی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

نوعیت نقصان:

اس طرح کہ انہوں نے وفا کے بدلہ میں وعدہ توڑا اور وصل کو قطع سے اور اصلاح کو فساد سے ثواب کو عقاب سے بدل ڈالا۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ : (تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو) ہمزہ کا وہ معنی جو کیف میں ہے اس کی مثال یہ قول ہے اتکفرون باللّٰہ ومعکم ما یصرف عن الکفرویدعوا الی الایمان۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو۔ حالانکہ تمہارے پاس وہ چیز ہے جو کفر سے پھیرنے اور ایمان کی طرف راغب کرنے والی ہے۔

مقصدِ استفہام:

یہ استفہام انکار و تعجب کے لیے ہے۔ اس کی مثال اس قول میں ہے

أتطير بغير جناح و كيف تطير بغير جناح؟ کیا تو بغیر پروں کے اڑتا ہے اور تو بغیر پروں کے کیسے اڑے گا۔ یعنی تو

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے پیدا فرمایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔ پھر قصد فرمایا آسمان کی طرف سو ٹھیک طرح بنا دیا،

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾ ع ۳

ان کو سات آسمان، اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے

بغیر پروں کے ہے اس لیے تو اُڑ نہیں سکتا۔

وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا : (حالانکہ تم مردہ تھے) واؤ حالیہ ہے یعنی تم اپنے باپوں کی اصلاب میں نطفہ کی صورت میں تھے اور قد مضمر ہے الاموات جمع میت ہے جیسے اقوال جمع قیل۔ اسی لیے جسمیں زندگی نہ ہو اس کو بھی میت کہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الفرقان آیت نمبر ۴۹ میں ہے بَلْدَةً مَّیْتًا۔

فَاَحْیَاكُمْ : (پس اس نے تمہیں زندہ کیا) پس اس نے ماں کے رحموں میں زندہ کر دیا۔

ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ : (پھر وہ تمہیں موت دیں گے) وہ تمہیں موت دیں گے جب تمہاری مدت زندگی پوری ہو جائے گی۔

ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ : (پھر وہ تمہیں زندہ کریں گے) پھر وہ بعث کے لیے زندہ کریں گے۔

ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ : (پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) پھر تم جزا کی طرف لوٹو گے۔ یا پھر وہ قبور میں تمہیں زندہ کریں گے۔ پھر اس کی طرف نشور کے لیے لوٹائے جاؤ گے۔

فاء اور ثم کا فرق:

یہاں پہلا عطف فاء کے ساتھ ہے اور باقی ثم کے ساتھ ہے کیونکہ احیاء اول بلا تاخیر موت اول کے بعد ہوا۔ باقی موت وہ تو زندگی سے مؤخر ہے اور حیات ثانیہ بھی اسی طرح موت سے متاخر ہے اگر نشور مراد ہو اور اگر قبر کی زندگی مراد ہو تو اس کی تاخیر کا بھی اسی سے علم ہوتا ہے اور جزاء کی طرف لوٹنا وہ نشور سے متاخر ہے۔

کفر انوکھا ہے:

اس موت وحیات کے واقعہ کے ساتھ ساتھ ان کا کفر انوکھی چیز ہے کیونکہ اس واقعہ میں واضح دلائل ہیں جو کفر سے ان کو پھیر سکتے ہیں۔ اور اس لیے بھی ان کا انکار عجیب ہے کہ یہ واقعہ بڑی بڑی نعمتوں پر مشتمل ہے جن کا حق شکر یہ ہے نہ کہ ناشکری کرنا۔

لام کی حکمت:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ : (وہ وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے سب کچھ بنایا)

نمبر ۱: لکم کی لام اجلیہ ہے تمہاری خاطر۔

نمبر۲: اور تمہارے دین دنیا میں فائدہ پہنچانے کے لیے پیدا کیا۔ اول تو ظاہر ہے اور دوسرے قول میں غور کرو۔ اس میں جو عجائبات ہیں وہ صانع قادر حکیم علیم کی ہستی پر دلالت کرنے والے ہیں اور اس میں آخرت کی یاد ہے۔ کیونکہ زمین کی پناہ گاہ اس کے ثواب کو یاد دلانے والی ہے اور اس کی ناپسندیدہ چیزیں اس کے عقاب کو یاد دلانے والی ہیں۔ علامہ کرخی۔ ابوبکر رازی اور معتزلہ کا استدلال ہے کہ خلق لکم بتلا رہا ہے کہ تمام اشیاء صحیحہ مباح الاصل ہیں۔

جَمِیْعًا (سب کچھ) نحو : یہ ما سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ : (پھر آسمان کا قصد کیا) الاستواء۔ اعتدال و درستگی کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے استوی العود یعنی قام واعتدل۔ سیدھی لکڑی درست کھڑی ہوئی۔ پھر کہا گیا استوٰی الیه کالسھم المرسل چھوڑے ہوئے تیر کی طرح سیدھا ہوا جبکہ وہ ٹھیک نشانے پر لگے۔ اور کسی طرف نہ مڑے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ۔ یعنی وہ متوجہ ہوا۔ اور آسمان کو بنانے کی طرف توجہ کی زمین کی تمام اشیاء بنانے کے بعد بغیر اس کے کہ اس دوران کسی اور چیز کے پیدا کرنے کی طرف توجہ کرے۔

فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ : (انہیں سات آسمان ہموار بنا دیا) یہ مبہم ہے اس کی تفسیر سبع سمٰوٰت ہے جیسا کہ ان کے قول رُبَّهٗ رجلاً (بہت سے آدمیوں کو میں ملا ہوں) یہ بھی کہا گیا۔ کہ ضمیر السماء کی طرف لوٹ رہی ہے اگرچہ لفظ واحد ہے مگر معنی جمع کا ہے کیونکہ یہ جنس کے معنی میں ہے۔

مراد تسویہ:

تسویتھن : نمبر۱: ان کا پیدائش میں برابر اور پختگی اور ٹیڑھ اور پھٹنے سے محفوظ ہونا

دوسرا قول: ان کی خلقت کی تکمیل۔ ثم سے یہاں آسمان کی پیدائش کی فضیلت زمین کی پیدائش پر ظاہر کرنا مقصود ہے اور یہ والارض بعد ذلك دحٰها۔ سورۃ النازعات آیت نمبر ۳۰ کے مخالف نہیں کیونکہ زمین کا وجود آسمان کی پیدائش سے مقدم ہے البتہ زمین کا بچھانا وہ زمین کی پیدائش سے متاخر ہے حضرت حسن رحمہ اللہ کا قول ہے زمین کی پیدائش موضع بیت المقدس میں مہر (پتھر) کی طرح تھی اس پر چمٹا ہوا دھواں تھا پھر دھواں اٹھایا اور اس سے آسمانوں کو بنا دیا۔ اور سب کو اپنی جگہ رہنے دیا۔ اس سے زمین کو پھیلا دیا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۳۰ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ کا یہی مطلب ہے وہ چمٹنا جس کو رتق فرمایا۔

وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ : (وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے) پس اسی لیے ان کو برابر مضبوط بلا تفاوت و فرق کے بنایا۔ اور زمین میں جو کچھ بنایا وہ زمین والوں کی ضروریات و فوائد کے مطابق بنایا۔

قراءت: وَهُوَ اور اس کے ہم شکلوں کو ابو عمرو ورش رحمہم اللہ کے علاوہ مدنی اور دوسرے قراء نے اس طرح پڑھا ہے۔ ورش اور ابو عمرو اور علی رحمھم اللّٰہ نے وَهْوَ پڑھا۔ گویا واؤ کو نفس کلمہ سے قرار دیا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بے شک میں پیدا کرنے والا ہوں زمین میں خلیفہ، فرشتوں نے عرض کیا۔ کیا آپ پیدا فرمائیں گے زمین میں

مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ

جو اس میں فساد کریگا اور خونوں کو بہائے گا اور ہم آپ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو حمد کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اور آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں

قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۳۰

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

پس یہ عَضْدٌ کی طرح ہوا اور دیگر قراء کے ہاں عَضُد کی طرح ہوا۔

سابقہ آیات سے ربط:

ربط: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اس میں جنات کو بسا دیا۔ اور آسمان میں فرشتوں کو ٹھہرایا جنات نے زمین میں فساد کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت بھیج کر ان کو سمندروں کے جزائر اور پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھگا دیا۔ ان فرشتوں نے جنات کی جگہ اقامت اختیار کی، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو انکا واقعہ ذکر فرمانے کا حکم دیا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ: (اور جب کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو) اِذْ اذکر کی وجہ سے منصوب ہے الملٰئکۃ۔ جمع ملاک شمائل جمع شمال تاء تانیث جمع کے لیے ہے۔

اِنِّيْ جَاعِلٌ: (بے شک میں بنانے والا ہوں) بنانے والا ہوں یہ جعل سے ہے جس کے دو مفعول ہیں۔

خلیفہ کی تفسیر:

فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً: (زمین میں خلیفہ) خلیفہ وہ ہے جو غیر کے بعد آئے یہ فعیلہ بمعنی فاعلہ ہے۔ ھا اس میں مبالغہ کی بڑھائی گئی ہے۔ اب معنی خلیفۃ منکم تم میں سے نائب کیونکہ فرشتے زمین کے رہائشی تھے پس اس زمین میں ان کے بعد آدم اور ان کی اولاد کو نائب بنایا۔ خلائف اور خلفاء نہیں کہا کیونکہ خلیفہ سے آدم مراد لئے گئے۔ اور اولاد کے ذکر کی بجائے فقط آدم علیہ السلام کے تذکرہ پر اکتفا کیا۔ جیسا کہ اس قول میں مضر، ہاشم میں قبیلہ کے بڑے کو ذکر کر دیا۔

یا مراد وہ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے۔ یا وہ مخلوق جو تمہارے بعد آئے گی اسی لیے واحد لائے۔

یا خلیفۃ منی۔ میرا نائب کیونکہ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے زمین میں خلیفہ تھے۔ اسی طرح ہر پیغمبر علیہ السلام اللہ کا خلیفہ ہے جیسا کہ سورۃ صٓ آیت نمبر ۲۶ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ میں ہے۔

فرشتوں کو خبر دی کہ وہ سوال کریں اور ان کو وہ جواب دیا جائے جو دیا گیا۔ تاکہ آدم کے وجود سے پہلے وہ ان کے استخلاف کی

حکمت پہچان لیں۔
نمبر۲: تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو امور میں اقدام سے پہلے مشاورت سکھائیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کامل اور حکمت بالغہ کی وجہ سے مشاورت سے بے نیاز ہے۔

سببِ قول:

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا : (انہوں نے کہا کہ آپ زمین میں اس کو نائب بناتے ہیں جو فساد کریگا) فرشتوں نے یہ تعجب سے کہا کہ اہل اطاعت کے نائب اہل معصیت کو بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور جہل سے پاک ہے یہ بات انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے معلوم کی۔ یا لوحِ محفوظ سے معلوم کی۔ یا جنات پر قیاس کر لیا۔
وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ : (اور وہ خون بہائے گا) وہ بہائے گا۔

فائدہ واو حالیہ:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ : (ہم تیری تسبیح کرتے ہیں) ونحن نسبح میں واؤ حالیہ ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو۔
أتحسن الى فلان وانا احق منه بالاحسان؟۔ کیا تو فلاں پر احسان کرتا ہے حالانکہ احسان کا میں اس سے زیادہ حقدار ہوں۔
بِحَمْدِكَ : (تیری حمد کے ساتھ) یہ موضع حال میں ہے یعنی ہم تیری حمد کرتے ہوئے تسبیح کرتے ہیں۔ اور تیری حمد سے تلبس حاصل کرنے والے ہیں جیسا کہ اس سورۃ المائدہ کی آیت نمبر۶۱ وقد دخلوا بالکفر کا معنی دخلوا کافرین ہے کہ وہ کفر ہی کی حالت میں داخل ہوئے۔

تقدیس کا معنی:

وَنُقَدِّسُ لَكَ : (اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں) ہم اپنے آپ کو آپ کے لیے پاک کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ تسبیح وتقدیس۔ اللہ کو برائی سے دور قرار دینا۔ یہ سبح فی الارض وقدس فیھا سے ہے جب وہ زمین میں سفر کرے اور بہت دور جائے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھا دیئے سارے نام، پھر ان کو فرشتوں پر پیش فرمایا پھر فرمایا کہ مجھے بتا دو ان چیزوں کے نام

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

اگر تم سچے ہو۔

قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : (کہا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) میں اس کی وہ حکمتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں۔یعنی ان میں انبیاء اولیاء علماء ہونگے۔

نحو : مَا، الذی کے معنی میں ہے یہ اعلم کا مفعول ہے اور ضمیر عائد محذوف ہے ای مالا تعلمونہٗ وہ چیز جس کو تم نہیں جانتے ہو۔

قراءت: اِنِّیَ۔حجازی اور ابوعمرو نے پڑھا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ : (اور سکھائے آدم علیہ السلام کو) نمبرا: عجمی نام ہے قریب ترین بات یہ ہے کہ فَاعَلَ آزر کی طرح ہے۔

نمبر۲: آدم کو ادیم الارض سے مشتق مانا جائے۔یا اُدْمَۃ جیسے کہ یعقوب العقب اور ادریس۔درس سے اور ابلیس ابلاس سے مشتق ہے۔

الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا : (نام تمام) یعنی مسمیات کے نام۔مضاف الیہ کے معلوم ہونے اور اسماء کی دلالت موجود ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔کیونکہ اسم مسمّٰی پر دلالت کرتا ہے اور مضاف الف لام کے عوض میں لائے۔جیسے اشتعل الرأس شیباً۔سورۂ مریم آیت نمبر۴ میں الرَّاْس ہے۔

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ : (پھر ان کو فرشتوں کے روبرو پیش فرمایا)۔

اہم تنبیہ:

یہ درست نہیں کہ مقدر مانا جائے اور کہا جائے علّم آدم مسمیات الاسماء کہ مضاف کو حذف کیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام بنا دیا۔اس لیے کہ تعلیم کا تعلق اسماء سے ہے مسمیات سے نہیں جیسا دوسری آیت انبؤنی باسمآء ھٰؤلآء (تو ان کو بتلا ان کے نام) اور انبئھم باسماء ھم میں واضح طور پر اسماء موجود ہیں۔

انبئونی بِھٰٓؤُلَآءِ، انبئھم بھم نہیں فرمایا۔

تعلیم اسماء کا مطلب:

اسمائے مسمیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ اجناس دکھائیں جن کو اس نے پیدا کیا۔اور ان کا نام اس کو سکھایا۔کہ اس کا نام فرس ہے اس کا بعیر اور اس کا فلاں نام ہے اور اس کا نام یہ ہے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۳۲

فرشتوں نے عرض کیا کہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں ہمیں اس کے سوا کچھ علم نہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا، بے شک آپ جاننے والے ہیں حکمت والے ہیں

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! ان کو ان چیزوں کے نام بتادو۔ سو جب انہوں نے ان کو ان چیزوں کے نام بتادیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تم سے نہیں کہا

لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ

کہ بے شک میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی غیب کی چیزوں کو اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم

تَكْتُمُوْنَ ۳۳

چھپاتے ہو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر چیز کا نام ان کو سکھایا حتیٰ کہ پیالہ اور کفگیر بھی۔

سوال: ان سے سوال کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ان کا عجز معلوم تھا۔

جواب: تبکیت ولا جواب کرنے کے لیے۔

فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ، (تم مجھے خبر دو؟) بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (ان چیزوں کے ناموں کی اگر تم اپنے گمان میں سچے ہو)۔ کہ میں زمین میں مفسدین سفاکین دماء کو خلیفہ بنانے والا ہوں۔

استخلاف میں علمی فوائد:

اس میں فرشتوں کی تردید ہے اور اس بات کی وضاحت ہے کہ جس کو میں نے استخلاف دینا ہے اسمیں علمی فوائد ہیں۔ جو تمام فوائد کی جڑ اور بنیاد ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ استخلاف کے اہل ہیں۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ : (انہوں نے کہا تو پاک ہے) نمبر۱: آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ سے کوئی چیز مخفی رہے۔

نمبر۲: آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کی تدبیر پر اعتراض کیا جائے۔

نکتہ عجیبہ:

اسماء کا علم حاصل کرنا عبادت کے لیے خلوت میں بیٹھنے سے بڑھ کر ہے۔ تو پھر علم شریعت کا تو کیا ہی کہنا ہے۔

سبحنٰک یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی سبحت اللّٰہ تسبیحًا۔

لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا : (نہیں ہے ہمیں علم اس کے سواء جو تو نے ہمیں بتادیا)۔ اور ہمیں کوئی علم نہیں مگر جو تو نے ہمیں دیا۔ اور

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ سجدہ کرو آدم کو، سو انہوں نے سجدہ کر لیا، لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ

مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

کافروں میں سے تھا۔

اس میں اسماء کا علم نہیں ہے۔

مَا بمعنی الذی ہے اور العلم بمعنی معلوم ہے یعنی ہمیں معلوم نہیں مگر وہ جو تو نے سکھایا۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ : (بے شک تو ہر بات کو جاننے والا ہے) آپ بغیر سکھانے کے جاننے والے ہیں۔

الْحَكِيْمُ : (حکمت والے ہیں) حکمت والے ہیں ان میں جن کا آپ نے فیصلہ کیا۔ اور اندازہ فرمایا۔

نحو نمبرا: یہ انّ کا اسم ہے۔ انت مبتداء مابعد خبر ہے۔ تمام انّ کی خبر ہے۔

نمبر۲: انت ضمیر فصل اور العلیم خبر اول اور الحکیم خبر دوم ہے۔

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ : (فرمایا اے آدم تو ان کو خبر دے ان کے ناموں کی تو آدم علیہ السلام نے ہر چیز کا نام لیکر بتا دیا)۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے نہیں کہا کہ میں جانتا ہوں جو آسمانوں و زمین میں تم سے چھپا ہوا ہے) جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا۔

وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ : (اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو)

وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ : (اور جو تم چھپاتے تھے)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ : (اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو کہ آدم کیلئے سجدہ کرو) یعنی اس کے سامنے جھک جاؤ اور اس کی فضیلت کا اقرار کرو۔

سجدہ کی حقیقت:

حضرت ابی ابن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کمر سے جھکنا تھا۔ یہ ٹھوڑیوں کے بل گرنا نہ تھا۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ ان کو زمین پر چہرہ رکھنے کا حکم تھا۔ اور یہ سجدہ آدم علیہ السلام کی تعظیم کے لیے تھا۔ صحیح کی روایت میں ہے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا تو ابلیس اس سے باز نہ رہتا۔ اور یہ سجدہ تعظیم پہلی شرائع میں جائز تھا۔ پھر یہ منسوخ ہوا۔

آپ ﷺ کے اس ارشاد سے جو آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو فرمایا جبکہ انہوں نے آپ کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا۔

لا ینبغی للمخلوق ان یسجد لا حدٍ الا للّٰہ تعالٰی۔ (ترمذی) من ابی ھریرۃ واحمد من انس وعائشۃ

ومعاذ رضی اللہ عنہم۔

کونسا مستثنٰی ہے؟

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ : (پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس) یہ استثناء متصل ہے کیونکہ وہ فرشتوں میں سے تھا۔ اسی طرح حضرت علی وابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا۔ اور اس لیے بھی کہ استثناء مستثنٰی کی جنس سے ہونا چاہیے تھا۔ اسی لیے فرمایا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۲

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ۔

رہا سورۃ کہف آیت نمبر ۵۰ كَانَ مِنَ الْجِنِّ۔ یہ کان، صار کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ سورۃ ھود آیت نمبر ۴۳ میں فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ۔ کہ وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔

یہ بھی کہا گیا کہ یہ استثناء منقطع ہے اس لیے کہ وہ ملائکہ سے نہ تھا۔

دلیل نمبر ۱: بلکہ نص کے مطابق وہ جنات میں سے تھا۔ اور یہی حضرت حسن وقتادہ کا قول ہے۔

نمبر ۲: اس لیے بھی کہ وہ آگ سے پیدا کیا گیا۔ اور ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے۔

نمبر ۳: اور اس لیے بھی کہ اس نے انکار کیا اور نافرمانی اور تکبر کیا۔ اور ملائکہ اللہ تعالیٰ جو حکم دیں اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

نمبر ۴: اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ۔ [کہف: ۵۰]

کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا کارساز بناتے ہو۔ حالانکہ وہ فرشتوں کی نسل نہیں۔

جاحظ معتزلی کہتے ہیں۔ کہ جن اور ملائکہ ایک جنس ہے جو ان میں پاکیزہ ہیں وہ فرشتے اور جو خبیث وناپاک ہیں وہ شیطان۔ اور جو بین بین ہیں وہ جن (مگر جاحظ کا یہ قول بلا ثبوت ہے)

اَبٰى : (اس نے انکار کیا) باز رہا اس سے جو اس کو حکم ملا تھا۔

وَاسْتَكْبَرَ : (اور اس نے بڑائی اختیار کی)

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ : (اور کافروں میں سے ہو گیا)

نمبر ۱: اپنے انکار اور تکبر اور امر الٰہی کو رد کرنے کے سبب کافروں میں سے ہو گیا۔ اس وجہ سے نہیں کہ حکم پر عمل کرنا اس نے ترک کر دیا۔ اس لیے کہ ترک سجود ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ اور نہ ہی اس سے اہلسنّت کے ہاں کافر بنتا ہے۔

البتہ معتزلہ اور خوارج (کے ہاں ایمان سے خارج ہو جاتا ہے)

نمبر ۲: کافروں میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے گا۔ اس طرح نہیں کہ وہ علم الٰہی میں ہمیشہ کافر تھا۔ یہ مسئلہ موافات ہے۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا

اور ہم نے کہا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہا کرو اور اس میں سے خوب اچھی طرح کھاؤ، جہاں سے چاہو۔ اور نہ

تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

قریب جانا اس درخت کے ورنہ تم دونوں ظلم کرنیوالوں میں سے ہو جاؤ گے۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ : (اور ہم نے کہا اے آدم رہ تو اور تیری بیوی جنت میں)

نحو : یہ سکن الدار یسکنها سکنٰی سے امر ہے۔ جب وہ مکان میں اقامت اختیار کرے۔ کہا جاتا ہے سکن المتحرك سکونا۔ حرکت والے نے سکون وٹھہراؤ اختیار کیا۔ انت اسکن کی ضمیر سے تاکید ہے اس لیے لائے تاکہ عطف فعل کا وزوجك پر صحیح ہو جائے۔

جنت کی تحقیق:

الجنة : وہ جنت خلد ہی تھی جس کا وعدہ متقین سے کیا گیا۔ جیسا نقل مشہور میں ہے۔ الف لام تعریف کا ہے۔

معتزلہ کا قول:

یہ یمن کا ایک باغ تھا۔ کیونکہ جنت میں تکلیف نہیں اور نہ اس سے نکلنا ہے۔

جواب معتزلہ: جنت سے وہ نہیں نکلے گا جو جزاء کے طور پر داخل ہوا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ المعراج میں داخل ہوئے اور پھر نکلے اور اہل جنت کو معرفت الٰہی اور توحید کی تکلیف دی جائے گی۔

وَكُلَا مِنْهَا : (اور تم دونوں اس سے کھاؤ)۔ یعنی اس کے پھلوں میں سے کھاؤ مضاف محذوف ہے۔

رَغَدًا : بافراغت۔ رغدا مصدر کی صفت ہے ای اکلا رغدًا واسعا (بافراغت وسیع کھانا)

حَيْثُ شِئْتُمَا : (جہاں سے تم دونوں چاہو) (شِيْتُمَا) اس کا باب بغیر ہمزہ سے ہے ابوعمرو کے نزدیک

حیث : یہ مکان مبہم کے لیے ہے یعنی جنت کے جس مکان میں تم دونوں چاہو۔

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ : (اور تم دونوں قریب نہ جاؤ اس درخت کے) شجرہ یعنی گندم یا انگور کی بیل یا انجیر۔

نکتہ:

(کیف لا یعصی الانسان وقوته من شجرة العصیان) انسان نافرمانی کیوں نہ کرے جبکہ اس کی خوراک شجرۂ عصیان سے ہے۔ انگور بھی ہر فتنے کی اصل ہے (اس سے شراب بنتی ہے)

فَتَكُوْنَا : (پس تم ہو جاؤ گے) لا تقربا پر عطف ہونے کی وجہ سے جزم ہے یا جواب نہی کی وجہ سے ان مقدرہ کے ساتھ

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ

سو شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کے ذریعہ سے لغزش دی، سو ان دونوں کو اس سے نکال دیا جس میں وہ تھے، اور ہم نے کہا کہ اتر جاؤ۔ تم میں سے

وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

بعض، بعض کے دشمن ہوں گے۔ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنا ہے اور ایک زمانہ تک نفع حاصل کرنا ہے۔

منصوب ہے۔

مِنَ الظّٰلِمِيْنَ : (اپنا نقصان کرنے والوں سے) نمبرا: تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔

نمبر۲: یا ان میں سے ہو جاؤ گے جنہوں نے اپنے کو نقصان پہنچایا۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا : (پس ان دونوں کو پھسلایا شیطان نے اس درخت کے متعلق)

لغزش کی وضاحت :

ھا ضمیر شجرہ کی طرف جا رہی ہے یعنی اس درخت کے سبب ان دونوں کو شیطان نے لغزش پر آمادہ کیا۔

نمبرا: اور تحقیق اس کی یہ ہے کہ شیطان نے درخت کی وجہ سے ان سے لغزش صادر کروائی۔

نمبر۲ یا: ان دونوں کو جنت سے پھسلا دیا۔ بمعنی نکلوا دیا۔ اور دور کرا دیا۔

قراءت: حمزہ نے فازالھما پڑھا۔ تاویل میں آدم علیہ السلام کی لغزش خطاء تھی۔ خواہ نہی کو تنزیہ پر محمول کرو۔ یا لام کو عہد خارجی کا مانو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جنس آدم کا ارادہ فرمایا۔

مَسْئَلَہ: اس سے یہ ثابت ہوا کہ لغزش کے لفظ کا اطلاق انبیاء علیہم السلام کے لیے درست ہے جیسا کہ مشائخ بخاریٰ نے کہا۔

زلہ کے لفظ کی تفسیر :

زلہ کا لفظ اسم فعل ہے مخالفت کا قصد کرنے کے بغیر کسی حکم کے خلاف کرنا۔ جیسے زلة الماشی فی الطین چلنے والے کا پاؤں کیچڑ میں بلا قصد پڑتا ہے۔

سمرقند کے مشائخ نے فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کے افعال پر زلہ کا اطلاق نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ معصیت کا اطلاق ان پر نہیں ہو سکتا۔

پس اس طرح کہا جائے گا۔ انہوں نے فاضل کو کیا اور افضل کو چھوڑا اس لیے ان پر عتاب کیا گیا۔

فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ : (پس وہ ان کو نکلوا کر رہا۔ اس جنت سے جس میں وہ دونوں تھے) یعنی جن نعمتوں اور تکریموں میں وہ تھے۔ یا اگر عنھا کی ضمیر الشجرۃ کی طرف ہو تو مراد جنت سے نکلوانا ہے۔

رابطہ کس طرح؟

سوال : شیطان نے ان دونوں سے رابطہ کرلیا حالانکہ اس کو سورۃ الحجر آیت نمبر ۳۴ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ کا حکم مل چکا یہ کس طرح؟

جواب : کیونکہ اس کا داخلہ احترام کے طور پر جیسے فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ منع ہو چکا تھا۔ وسوسہ ابتلاء آدم وحوا کے لیے داخلہ ممنوع نہ ہوا تھا۔ روایت کیا گیا۔ کہ اس نے داخل ہونا چاہا۔ تو اس کو داروغہ جنت نے منع کیا۔ وہ سانپ کے منہ میں داخل ہوکر جنت میں داخل ہوگیا۔ یہ بھی کہا گیا کہ دروازۂ جنت کے پاس کھڑے ہوکر اس نے آواز دی۔

مخاطب کون؟

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا : (ہم نے کہا تم اترو) الهبوط کا معنی زمین کی طرف اترنا ہے۔ خطاب آدم، حواء اور ابلیس سب کو ہے بعض نے کہا سانپ کو بھی۔ صحیح یہ ہے کہ آدم وحواء کو۔ مراد یہ دونوں اور ان کی اولاد کیونکہ وہ دونوں کل انسان تھے۔ تو گویا وہ ساری جنس انسان تھی۔ اس کی دلیل سورۂ طٰہٰ آیت نمبر ۱۲۳ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا میں ہے۔

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ : (تم ایک دوسرے کے دشمن ہو) اس سے مراد لوگوں میں جو بغض وعداوت ہے اور ایک دوسرے کا گمراہ قرار دینا ہے پورا جملہ اهبطو کی واؤ سے حال کی جگہ میں ہے۔ تم اترو اس حال میں کہ ایک دوسرے پر تعدی کرنے والے ہو۔

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ : (اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانہ ہے) استقرار اور چھپنے کی جگہ کو مستقر کہتے ہیں۔

وَمَتَاعٌ : (نفع اٹھانا) زندگی سے نفع اٹھانا۔

إِلٰى حِيْنٍ : (ایک وقت تک) قیامت تک۔ یا موت تک۔ ابراہیم بن ادھم فرماتے ہیں اس ایک لقمے نے ہمیں طویل غم دیا۔

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۳۷

اس کے بعد آدم نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کر لئے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہ خوب زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے بڑا مہربان ہے

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا

ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے سو جس نے میری ہدایت کا اتباع کیا

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۳۸ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

تو ان پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور میری آیتوں کو جھٹلایا، یہ لوگ دوزخ

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۳۹

والے ہیں یہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ : (آدم علیہ السلام نے سیکھ لیے اپنے رب سے چند کلمے) ان کلمات کو قبول کیا حرزِ جان بنایا۔ اور ان پر عمل کیا۔

نحو : ادم منصوب کلمات مرفوع عند المکی، یعنی ان کلمات نے آدم علیہ السلام کا استقبال کیا۔ یعنی اس تک پہنچ گئے۔ اور اس سے مل گئے اور وہ کلمات سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۳ میں مذکور ہیں۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ اس میں ان کی اولاد کو نصیحت کر دی کہ انہوں نے گناہوں سے ہٹنے کا راستہ معلوم کر لیا۔

محبوب کلام:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب کلام وہ ہے جو ہمارے باپ آدم علیہ السلام نے کہا۔ جب غلطی کا ارتکاب کیا۔

سبحنك اللّٰهم وبحمدك وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وتعالٰى جدك ولا اله الا انت ظلمت نفسى فاغفرلى انه لا يغفر الذنوب الا انت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا یا رب الم تخلقنى بيدك قال بلٰى! قال يا ربّ الم تنفخ فى روحى من روحك۔ الم تسبق رحمتك غضبك؟ الم تسكنى جنتك وهو تعالٰى يقول بلٰى بلٰى، قال فلم اخر جتنى من الجنة قال بشؤم معصيتك۔ قال فلو تبت۔ أراجعنى انت اليها؟قال نعم

اے میرے رب کیا؟ آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیوں نہیں۔

پھر عرض کیا اے میرے رب کیا آپ نے مجھ میں اپنی طرف سے روح نہیں پھونکی۔ کیا آپ کی رحمت غضب سے سبقت

کرنے والی نہیں؟ کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں نہیں ٹھہرایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیوں نہیں؟ کیوں نہیں؟ پھر عرض کیا اے میرے اللہ تو نے مجھے جنت سے کیوں نکالا۔ تو فرمایا تیری معصیت کی نحوست سے۔ عرض کیا اگر میں توبہ کرلوں تو مجھے اس کی طرف واپس کردے گا؟ فرمایا ہاں۔

فَتَابَ عَلَیْهِ : (تو اللہ تعالیٰ نے توجہ فرمائی) پس اللہ تعالیٰ نے رحمت وقبولیت سے ان کی طرف رجوع فرمایا۔ آدم علیہ السلام کی توبہ کا فقط ذکر کیا۔

کیونکہ حواء تو ان کے تابع تھیں۔ عموماً قرآن وسنت میں عورتوں کا تذکرہ مردوں کے تذکرہ کے ضمن میں سمو دیا گیا ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ : (وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے)

الرَّحِیْمُ : (نہایت مہربان ہے) اپنے بندوں پر

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا : (ہم نے کہا تم سب کے سب یہاں سے اترو) جمیعًا حال ہے یعنی اکٹھے

نمبر ا: اترنے کا حکم دوبارہ تاکید کے لیے لائے۔

نمبر ۲: پہلا ھبوط جنت سے آسمان پر تھا اور دوسرا آسمان سے زمین پر

نمبر ۳: اس لیے اھبطوا دوبارہ لائے کیونکہ دوسرے اھبطوا کے ساتھ اَمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ ...... ملا ہوا تھا۔

اتیان کی مراد:

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی : (پس جب بھی آئے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت)۔ اتیان ہدایت سے مراد رسول جس کو تمہاری طرف بھیجوں گا۔ یا کتاب تمہاری طرف اتاروں گا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ کو فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ کے مقابلے میں لائے یعنی اتباع ہدایت سے مراد قبول ہدایت اور اس پر ایمان لانا ہے۔

فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ : (پس نہ خوف ہوگا ان پر) ان پر مستقبل میں خوف نہ ہوگا۔

وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ : (وہ غمگین نہ ہوں گے) اس پر جو انہوں نے پیچھے چھوڑا۔ نَحو : دوسری شرط اپنے جواب سمیت اول کا جواب ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ ان جئتنی فان قدرت احسنت الیّ۔ اگر تو میرے پاس آئے پس اگر تو ایسا کر سکا تو تو نے مجھ پر احسان کیا۔

قراءت: یعقوب کہتے ہیں تمام قرآن میں خَوف کا لفظ فتح کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ : (اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ)

نَحو : یہ مبتدا ہے اور اَصْحٰبُ النَّارِ (آگ والے) یہ خبر ہے اور اس کے حق دار یہ جملہ موضع رفع میں مبتداء کی خبر ہے میری مراد الذین کفروا ہے

هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ : (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

يٰبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِيَ الَّتِيۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِيۡٓ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ

اے بنی اسرائیل تم میرے احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیے اور پورا کرو میرے عہد کو میں پورا کروں گا اپنے عہد کو

وَاِيَّايَ فَارۡهَبُوۡنِ ۝۴۰

اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

تفسیر یٰبَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ کی:

یٰبَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ: (اے بنی اسرائیل) اسرائیل یعقوب علیہ السلام یہ ان کا لقب ہے ان کی زبان میں اس کا معنی صفوۃ اللہ یا عبداللہ ہے۔ اسراء کا معنی بندہ یا چنا ہوا۔ ایل۔ عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یہ غیر منصرف ہے کیونکہ عجمہ اور علم ہے۔

انعامات کی مراد:

اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ: (تم میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر کیں) ان کو نعمتیں یاد دلائیں تاکہ وہ ان کے شکریہ سے خالی نہ رہیں۔ اور دینے والے کی اطاعت کریں۔ اس سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو ان کے آباؤ اجداد پر کیں۔ جن کو شمار کیا وہ یہ ہیں۔ فرعون اور اس کے عذاب سے نجات دلانا۔ فرعون کا غرق۔ بچھڑا بنانے پر معافی۔ توبہ قبول کرنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کو پالینے کا انعام جن کی بشارت تورات وانجیل میں دی گئی ہے۔

وَاَوۡفُوۡا: (اور تم میرا عہد پورا کرو) پورا پورا ادا کرو کہا جاتا ہے۔ وفیت له بالعهد، فانا وافٍ به واوفیت له بالعهد فانا موفٍ به اوفیت۔ کو اختیار کیا اور اسی کے مطابق قرآن اترا۔

بِعَهۡدِیۡٓ: (میرا وعدہ) جو تم نے مجھ پر ایمان لانے کا عہد کیا اور میری اطاعت کا۔ یا تم نے نبی رحمت اور قرآن مجید پر ایمان لانے کا عہد کیا۔

اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ: (میں پورا کرونگا تمہارا وعدہ) جو وعدہ میں نے تمہارے ساتھ کر رکھا ہے۔ کہ تمہاری نیکیوں پر اچھا بدلہ دونگا۔

فائدہ اضافت:

عہد کی اضافت معاہدہ کرنے والے اور جس سے معاہدہ کیا جائے ہر دو کی طرف ہوتی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں عہد لئن اقمتم اور لاکفرن سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۲ میں ہے۔

اہل اشارہ کا قول:

تم میرے مشقت کے گھر میں وعدہ پورا کرو۔ میری خدمت کی قالین پر بیٹھ کر اور میری حرمت کی حفاظت کر کے۔ میں اپنی نعمتوں کے گھر میں اپنے اکرام کے قالین پر تمہیں پورا پورا دونگا۔ اس حالت میں کہ میرے دیدار کا سرور بھی حاصل ہوگا۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا

اور ایمان لاؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی، حال یہ ہے کہ یہ کتاب اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو تمہارے پاس ہے اور تم اس کتاب کے انکار کرنے والوں میں پہل کرنے والے مت بنو۔ اور میری

بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾

آیات کے عوض حقیر معاوضہ مت حاصل کرو۔ اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

وَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ : (اور خاص مجھ ہی سے ڈرو) تم میرے وعدے کو نہ توڑو۔ جیسے تم کہو۔ زیداً رھبتہ۔ یہ خصوصیت کا فائدہ دینے میں ایاك نعبد سورۃ الفاتحہ سے بڑھ کر ہے

نحوی تحقیق:

نحو : ایای فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے اس کا مابعد اس پر دلالت کرتا ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ فارھبوا ایای فارھبون۔ اول کو حذف کرلیا کیونکہ دوسرا اس پر دلالت کرتا ہے۔ یہ فارھبون کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ اس نے تو اپنا مفعول لے لیا ہے اور وہ یاء محذوفہ ہے نون کا مکسور ہونا یہ یاء کی دلیل ہے جس طرح کہ زید کا نصب اس مثال میں زیدا فاضربہ۔ زیدا اضرب جو ظاہر ہے اس کی وجہ سے منصوب نہیں ہے بلکہ محذوف کی بناء پر منصوب ہے۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ : (اور تم ایمان لاؤ جو میں نے اتارا) یعنی قرآن

مُصَدِّقًا : (تصدیق کرنے والا) ھا محذوفہ سے حال مؤکدہ ہے گویا عبارت اس طرح ہوئی انزلتہ مصدقًا

لِّمَا مَعَكُمْ : (اس چیز کے لیے جو تمہارے پاس ہے) یعنی تورات جو کہ عبادت اور توحید اور نبوت اور محمد ﷺ کے معاملے میں مصدق ہے۔

ایک تعریض:

وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ : (اور مت بنو اس کے پہلے منکر) یعنی پہلے انکاری اس کے یا پہلا گروہ اس کا انکار کرنے والا یا پہلی جماعت اس کا انکار کرنے والی یا تم میں سے ہر ایک اس کا پہلا منکر نہ بنے۔ اس میں ان پر تعریض کی گئی کہ ان پر تو لازم تھا کہ وہ اس پر تو پہلے ایمان لانے والے بنتے کیونکہ وہ آپ کو آپ کی صفات کے ساتھ پہچاننے والے تھے۔ بہٖ میں ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی ہے۔

وَلَا تَشْتَرُوْا : (اور نہ بدلے میں لو)

بِاٰيٰتِىْ : (میری آیات کے) یعنی میری آیات میں تبدیلی و تحریف کرکے

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

اور مت ملاؤ حق کو باطل کے ساتھ اور مت چھپاؤ حق کو حالانکہ تم جانتے ہو اور نماز قائم کرو

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ

ثمن قلیل کی مراد:

ثَمَنًا قَلِيْلًا : (تھوڑی قیمت)

نمبرا: حضرت حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ وہ اپنے سامان سمیت پوری دنیا ہے۔ نمبر۲: یہ بھی کہا گیا وہ سرداری مراد ہے جو انہیں اپنی قوم میں حاصل تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے جس کے چلے جانے کا ان کو خطرہ ہوا۔

وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ : (مجھ ہی سے ڈرو)

قراءت: تمام قراء کے ہاں پس خافونی، فارھبونی، فاتقونی ہر دو حالتوں میں یاء کے ساتھ ہیں قاری یعقوب رحمہ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہر یاء کا ہے۔ جو لکھنے میں حذف ہو۔

کتمان ولبس کا معنی:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ : (اور نہ لاحق کرو حق کو باطل کے ساتھ) لبس الحق بالباطل کا مطلب ان کا آپس میں ملانا ہے۔

نمبرا: اگر باء صلہ کی مانیں تو اس قول کی طرح ہے لبست الشیء بالشیء۔ میں نے دونوں چیزوں کو ملایا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ تورات میں وہ چیزیں مت لکھو۔ جو اس میں نہیں اسی طرح اتارا ہوا حق اس باطل سے مل جل جائے گا۔ جو تم نے لکھا ہے یہاں تک کہ اس کے حق و باطل میں تمہارے لیے تمیز نہ رہے گی۔

نمبر۲: اگر یہ باء استعانت ہو تو اس قول کی طرح ہوگا۔ کتبت بالقلم۔ اب معنی یہ بنے گا ولا تجعلواالحق ملتبسا مشتبھا بباطلکم الذی تکتبونہ۔ حق کو ملتبس اور مشتبہ مت کرواپنے اس باطل کی مدد سے جو تم لکھتے ہو۔

نحوی تحقیق:

نحو : وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ (اور نہ چھپاؤ حق کو) یہ مجزوم ہے حکم نہی کے تحت داخل ہے ولا تکتموا۔ یا اَن کو مضمر مان کر منصوب ہے۔ واؤ جمع کا معنی دے رہی ہے یعنی حق کو باطل کے التباس اور کتمان حق کو جمع نہ کرو۔ جیسے کہتے ہو۔ لا تاکل السمك وتشرب اللبن مچھلی کھانے کو دودھ پینے کے ساتھ جمع نہ کرو۔ یہ دونوں الگ معاملے ہیں لبس باطل یہ ہے کہ تورات میں وہ چیز لکھ دی جو اس میں نہ تھی اور حق کا کتمان یہ تھا۔ کہ وہ کہتے ہم تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہیں پاتے۔ یا تورات میں یہ حکم نہیں پاتے۔

أَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو، اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو۔ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ

اور مدد چاہو صبر اور نماز کے ساتھ، اور بلاشبہ نماز ضرور دشوار ہے مگر خشوع والوں پر جو

يَظُنُّوْنَ أَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ ع

یقین رکھتے ہیں کہ بیشک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور یہ کہ وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہیں

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ : (حالانکہ تم جانتے ہو) یہ جاننے کی حالت میں کہ تم التباس کرنے والے، چھپانے والے ہو اور یہ ان کے لیے قبیح ترین چیز تھی۔ کیونکہ قبیح سے ناواقفی بسا اوقات مرتکب قبیح کے لیے عذر بن جاتی ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ : (اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو) یعنی مسلمانوں والی نماز و زکوٰۃ

رکوع کی مراد:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ : (اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ) جو ان میں سے رکوع کرنے والے ہیں کیونکہ یہود کی نماز میں رکوع نہ تھا۔ (مگر اس کے لیے ثبوت درکار ہے جبکہ حضرت مریم کو فرمایا یا مریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین فرمایا گیا ہے فافھم) یعنی تم اسلام لا کر اہل اسلام کے اعمال کرو۔ اور یہ بھی درست ہے۔ کہ رکوع سے خود نماز مراد ہو جیسا کہ نماز کو سجود سے تعبیر کیا جاتا ہے اور نمازیوں کے ساتھ نماز کا حکم جماعت کے لیے ہے یعنی نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کرو۔ الگ الگ نہیں۔

بِر کا مفہوم:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ : (کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو) ہمزہ تقریر یہاں توبیخ کے لیے ہے اور ان کی حالت پر اظہار تعجب مقصود ہے۔

بالبر : بھلائی و نیکی پھیلانے کا اور اسی سے البرّ بمعنی جنگل ہے جو اس کی وسعت کی وجہ سے کہا جاتا ہے البرّ ہر خیر کو شامل ہے اور اسی سے انکا قول صدقت و بررت ہے۔ احبار یہود اپنے اقارب کو خفیہ نصیحت کرتے تو اتباع محمد ﷺ کی نصیحت کرتے مگر خود اتباع نہ کرتے تھے۔

یہ بھی کہا گیا کہ وہ صدقہ کا حکم دیتے مگر صدقہ نہ کرتے۔ جب ان کو صدقات تقسیم کے لیے دیئے جاتے وہ ان میں خیانت کرتے۔

وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ : (اور تم اپنے آپ کو بھلاتے ہو) تم اپنے نفوس سے نیکی چھوڑتے ہو جیسے کوئی بھولی بسری چیزیں ہوتی ہیں۔

وعید یا تبکیت:

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ : (حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو) نمبر۱: یہ ان کو بطور تبکیت کہا کہ تم تورات پڑھتے ہو حالانکہ اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف موجود ہے۔

نمبر۲ یا: اس میں خیانت پر وعید موجود ہے۔ اور ترک بِرّ اور قول و عمل کے تضاد پر وعید پائی جاتی ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ : (کیا تم سمجھتے نہیں ہو) کیا تم اس کی قباحت نہیں سمجھتے جس کا تم اقدام کرتے ہو۔ تاکہ اس کی قباحت کی اپنے ہاتھوں تصدیق کرو۔ یہ بہت بڑی توبیخ ہے

وَاسْتَعِيْنُوْا : (اور تم مدد لو) تم مدد طلب کرو اپنی ضروریات میں اللہ تعالیٰ سے۔

صبر و استعانت:

بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ : (صبر و نماز کے ساتھ) ان دونوں کو جمع کر کے اور نماز کی تکالیف پر صبر کرتے ہوئے تم نماز پڑھو۔ اس طرح کہ اس کی مشقتیں برداشت کرنے والے ہو۔ اور جو چیزیں اس میں ضروری ہیں۔ جیسے اخلاص قلب۔ دفع وساوس شیطانیہ و ھوا جس نفسانیہ اور مراعاۃ آداب۔ خشوع اور اس بات کا استحضار کہ تم جبار السموات و الارض کے سامنے کھڑے ہو۔

یا مصائب و آفات میں صبر کر کے مدد طلب کرو۔ اور ان مصائب کے وقوع کے وقت نماز کی طرف جھکو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی گھبراہٹ والا معاملہ پیش آتا۔ تو نماز کی طرف جلدی کرتے۔ (رواہ الطبری فی تفسیرہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو قُثَم رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر دوران سفر ملی تو انہوں نے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھی اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر یہ آیت تلاوت کی۔ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ الصبر روزے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ روزہ مفطرات سے اپنے آپ کو روک رکھنے کا نام ہے اور اسی طرح رمضان المبارک کو شہر الصبر فرمایا گیا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ الصلوٰۃ سے دعا مراد ہے یعنی مصائب پر صبر اور دعا کی التجا سے اور اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر اس کے دور کرنے میں مدد حاصل کرو۔

مرجع ضمیر:

وَاِنَّهَا : (اور بے شک وہ) نحو نمبر۱: ضمیر نماز کی طرف لوٹ رہی ہے۔

نمبر۲: استعانت کی طرف لوٹ رہی ہے۔

لَكَبِيْرَةٌ : (البتہ بھاری ہے) شاق اور بھاری ہے جیسا کہ کہتے ہیں کبر علیّ ھذا الامر۔ یہ معاملہ مجھ پر گراں گذرا

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ

اے بنی اسرائیل تم میرے احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے۔ اور اس بات کو کہ میں نے تم کو فضیلت دی

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا

جہانوں پر، اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی بھی شخص کسی کی طرف سے بھی کچھ ادائیگی نہیں کریگا

وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ

اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی، اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا، اور نہ ان لوگوں کی

يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٨﴾

مدد کی جائے گی۔

اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ : (مگر خاشعین پر) کیونکہ وہ توقع رکھتے ہیں اس اجر کی جو صابرین کے لیے ان کی تھکاوٹوں پر ملے گا۔ پس جنت ان پر آسان ہو جائے گی۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر نگاہ نہیں ڈالتے؟

اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ : (وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں اپنے رب کی ملاقات کا) اپنے ثواب کو پانے کی توقع رکھتے ہیں۔ اور اس چیز کے پانے کی جو اللہ کے ہاں ہوگی۔

یظنون کی تفسیر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کی وجہ سے یعلمون ہے یعنی وہ جانتے ہیں جزاء کا ملنا یقینی ہے پس ان کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں۔ باقی جن کو جزاء کا یقین نہیں۔ اور جزاء پر یقین نہیں رکھتے اور نہ ثواب کے امیدوار ہیں۔ ان پر یہ خالص مشقت ہے۔

الخشوع اخبات۔ التطامن۔ فروتنی وعاجزی۔ الخضوع نرمی۔ انقیاد۔ اطاعت

اللقاء کی تفسیر:

رؤیت ودیدار یعنی وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ کہ ان کو اس کا بلا کیف دیدار ہوگا۔

وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ : (اور بے شک وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہیں) ان کے معاملات کا آخرت میں اس کے سواء اور کوئی بھی مختار نہ ہوگا۔

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ : (اے بنی اسرائیل تم یاد کرو میری وہ نعمتیں جو میں نے تم پر کیں) دوبارہ تاکید کے لیے لائے۔

وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ : (اور میں نے تمہیں فضیلت دی لوگوں کے جم غفیر پر) یعنی نعمتوں اور فضیلت عنایت کرنے کو یاد کرو۔ عالَم یعنی لوگوں کے جم غفیر پر۔ کہا جاتا ہے۔

رایت عالما من الناس۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا۔ مراد کثرت ہے۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا : (اور تم اس دن سے ڈرو) قیامت کے دن سے ڈرو۔

نحو: یومًا مفعول بہ ہے ظرف نہیں۔

لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ : (نہ کام آئے گا کوئی نفس) مؤمن نفس۔

عَنْ نَّفْسٍ : (کسی نفس کے) کافر نفس کے لیے۔

شَيْئًا : (کچھ بھی) یعنی کچھ بھی ادائیگی نہیں کرے گا۔ ان حقوق کی جو اس پر لازم ہیں۔

نحو: شیئاً مفعول بہ ہے یعنی تھوڑا سا بدلہ اور جملہ محلاً منصوب ہے۔ اور یومًا کی صفت ہے۔ اور ضمیر اس میں، موصوف محذوف کی طرف جا رہی ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لاتجزی فیہ۔ اس میں کام نہیں آئے گا۔

وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ : (اور اس سے کوئی شفاعت قبول نہ کی جائے گی)

مکی و بصری قراءت میں تاء کے ساتھ ہے۔ اور ضمیر منہا میں نفس مؤمنہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ① مطلب یہ ہوا کہ کسی نفس مؤمنہ کی کوئی شفاعت نفس کافرہ کے لیے مقبول نہ ہوگی۔ ② کہا گیا ہے کہ یہود کو یہ زعم تھا کہ ان کے آباء انبیاء علیہم السلام تھے وہ شفاعت کریں گے۔ تو ان کو مایوس کر دیا گیا۔ وہ اس ارشاد الٰہی کی طرح ہے جو سورۃ المدثر آیت نمبر ۴۸ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ہے۔

معتزلہ کا جواب:

قولِ معتزلہ: معتزلہ نے اس آیت سے گناہ گاروں کے لیے شفاعت کی نفی ثابت کی۔

جواب: ان کا قول مردود ہے کیونکہ نفی شفاعت کفار کی کی گئی۔

حضور علیہ السلام نے خود فرمایا۔ شفاعتی لا ھل الکبائر من امتی من کذب بھا لم ینلھا (احمد، ابو داؤد، ترمذی)

دوسرا جملہ صرف احمد نے نقل کیا۔

وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ : (نہ لیا جائے گا اس سے بدلہ) عدل، فدیہ، کیونکہ یہ فدیہ دینے والے کا معادل ہے۔

جمع کی حکمت:

وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ : (اور نہ ان کی مدد کی جائے گی) ان کی معاونت نہ کی جائے گی۔ ینصرون کو جمع لایا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ نفس جو نکرہ آیا ہے اس سے مراد نفوس کثیرہ ہیں۔ (عباد، اناسی) معنیٰ کا لحاظ کر کے مذکر لائے۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ

اور جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی وہ تم کو سخت ترین تکلیفیں پہنچاتے تھے

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ

تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی

مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾

طرف سے بڑا امتحان تھا۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنَ اٰلِ فِرْعَوْنَ : (جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی) آل کا اصل اہل ہے اس لیے کہ تصغیر اھیل آتی ہے ھا کو الف سے بدل دیا۔ اس کا استعمال بڑے لوگوں کے لیے آتا ہے مثلاً بادشاہ اوران کے ہم مثل۔ او اور آل حجام نہیں کہتے۔

فرعون۔ عمالقہ کے ہر بادشاہ کا لقب تھا۔ جیسا قیصر، رومی بادشاہوں کا۔ کسریٰ، فارس کے بادشاہوں کا۔

سوم کا مفہوم :

يَسُوْمُوْنَكُمْ : (وہ تمہیں تکالیف دیتے) یسومونکم یہ آل سے حال ہے۔ تمہیں تکالیف دیتے یہ سامه خسفا سے ہے جبکہ ظلم سے اس کا والی بنے۔ اوراس کا اصل سام السلعة سے ہے۔ جب اس کو طلب کرے۔ گویا یہ یبغونکم کے معنی ہیں یعنی تمہارے لیے طلب کرتے۔

سوءعذاب کی مراد :

سُوْٓءَ الْعَذَابِ : (سخت عذاب) وہ برے عذاب کا تمہارے خلاف ارادہ رکھتے۔

مساومة البیع : زائد کرنا یا بڑھانا یا ایک دوسرے سے مطالبہ کرنا۔

نَحْو : سوء مفعول ثانی ہے براعذاب تا کہ تمہیں سزا دیں۔ یہ سئی کا مصدر ہے کہا جاتا ہے۔ اعوذباللّٰہ من سوء الخلق وسوء الفعل۔ میں برے اخلاق اور برے فعل سے پناہ چاہتا ہوں۔ مراد اخلاق وفعل کی برائی ہے۔ اور معنی سوء العذاب۔ سخت رسوا کن عذاب ہے۔ کیونکہ عذاب تو سب ہی برے ہیں۔

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ : (وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے) یہ یسومونکم کا بیان ہے۔ اسی لیے حرف عطف نہیں لائے۔

وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ : (وہ تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑتے تھے) تمہاری بیٹیوں کو خدمت کے لیے زندہ چھوڑتے۔ انہوں نے یہ اس لیے کیا کیونکہ کاہنوں نے فرعون کو ڈرایا۔ کہ ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جس کے سبب تیرا ملک چلا جائیگا جیسا کہ نمرود کو انہوں نے ڈرایا۔ مگران کی تحفظ کی کوشش ناکام رہی۔ اور وہ ہو کر رہا۔ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ

اور جب ہم نے تمہاری وجہ سے سمندر کو پھاڑ دیا پھر ہم نے تم کو نجات دے دی، اور آل فرعون کو ہم نے غرق کر دیا اس حال میں کہ

تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

تم دیکھ رہے تھے۔

وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ : (اور اس میں آزمائش تھی) مشقت۔ جبکہ مشار الیہ فرعون کی حرکت ہو۔ اور مشار الیہ انجاء ہو۔ تو بلاء کا معنی نعمت ہے۔

مِّنْ رَّبِّكُمْ : (تمہارے رب کی طرف سے) یہ بلاء کی صفت اول ہے۔

عَظِيْمٌ ! : (بڑی) یہ صفت دوم ہے۔

وَاِذْ فَرَقْنَا : (جب ہم نے پھاڑ دیا تمہارے لئے سمندر کو) بعض کو بعض سے جدا کر دیا۔ یہاں تک کہ راستے بن گئے

فَرقنا : یہ شد کے ساتھ پڑھا گیا۔ ہم نے جدا کیا کہا جاتا ہے اس نے دو چیزوں میں جدائی کر دی اور چیزوں میں تفریق کر دی۔ کیونکہ راستے بارہ تھے۔ جتنی قبائل بنی اسرائیل کی تعداد تھی۔

بِكُمُ الْبَحْرَ : (تم پر سمندر کو) وہ ان پر چل رہے تھے۔ اور تمہارے چلتے ہوئے پانی الگ الگ تھا۔ گویا ان کے ساتھ پھاڑا یا ہم نے تمہارے سبب سے پھاڑا۔ یا ہم نے پھاڑا اس حال میں کہ وہ تمہارے ساتھ متلبس تھا۔ اس صورت میں یہ حال بنے گا۔

روایت میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا۔ ہمارے ساتھی کہاں ہیں؟ ہم جب تک ان کو دیکھ نہ لیں۔ راضی نہ ہونگے اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ کہ اپنی لاٹھی کو اسی طرح کہو۔ آپ نے دیواروں پر مار کر یہ کہا۔ پس اس میں روشن دان بن گئے۔ پس وہ ایک دوسرے کو دیکھتے اور ایک دوسرے کی باتیں سنتے جا رہے تھے۔

فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ : (پس ہم نے تمہیں نجات دی اور ڈبو دیا آل فرعون کو اس حال میں کہ تم دیکھ رہے تھے) اور مشاہدہ کر رہے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کرتے تھے۔

وَإِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ

اور جب وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم لوگوں نے ان کے بعد بچھڑے کو معبود

بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

بنا لیا اور تم ظلم کرنیوالے تھے، پھر ہم نے اس کے بعد تم سے درگزر کر دیا

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

تا کہ تم شکر ادا کرو۔ اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فیصلہ کرنے والی چیز دے دی تا کہ تم ہدایت پاؤ

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى : (جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا) کیونکہ وہ وعدہ وحی سے تھا۔ اور وہ طور پر آنے کا تھا۔

وٰعَدْنَا : جہاں تک میری تحقیق ہے۔ بنی اسرائیل مصر میں ہلاکت فرعون کے بعد داخل نہ ہوئے اور اس وقت ان کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔ جس کی طرف رجوع کریں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا۔ وہ ان پر تورات اتاریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر کیا۔ ذوالقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے اور فرمایا۔ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً : کیونکہ مہینہ کی ابتداء راتوں سے ہوتی ہے۔ اور چالیس راتیں۔

نحو : اَرْبَعِيْنَ یہ وعدنا کا مفعول ثانی ہے ظرف نہیں ہے۔ اس لیے اس کا معنی چالیس راتوں میں نہیں ہے (فی اربعین لیلۃ)

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ : (پھر بنالیا تم نے بچھڑے کو) اتخذتم کا مفعول ثانی حذف کر دیا۔ اس کے باب میں مکی اور حفص کے نزدیک اظہار ہے۔

مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ (موسیٰ علیہ السلام کے بعد) طور پر جانے کے بعد

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ : (اور تم ظالم تھے) اور تم ظالم تھے اس لیے کہ تم نے عبادت کا مستحق اسکے سواء دوسرے کو قرار دیا۔

نحو : یہ جملہ حال ہے یعنی تم نے اس کی عبادت کی اس حال میں کہ تم ظلم کرنے والے تھے۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ : (پھر ہم نے تم کو معاف کر دیا) ہم نے تمہارے گناہ تم سے مٹا دیئے۔

مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ : (اس کے بعد) یعنی تمہارے بچھڑا بنانے کے بعد

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ : (تا کہ تم نعمت کا شکریہ ادا کرو) یعنی معاف کرنے کی نعمت کا شکریہ ادا کرو۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ : (اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور معجزات دیئے)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم بے شک تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ

لہٰذا تم اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ سو اپنی جانوں کو قتل کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے پیدا کرنیوالے کے نزدیک

فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۵۴

پھر اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے، اور نہایت رحم کرنیوالا ہے

فرقان کا معنی :

نمبر۱: یعنی وہ کتاب منزل اور فرقان ہونے میں جامع تھی۔ وہی تورات حق و باطل میں فرق کرنے والی تھی۔ اس کی نظیر یہ جملہ ہے رأیت الغیث واللیث یعنی میں نے ایسے آدمی کو دیکھا جو سخاوت و جرأت کا جامع تھا۔

نمبر۲: تورات اور دلیل مراد ہے جو کفر و ایمان میں فرق کرنے والی تھی عصا۔ ید بیضاء و دیگر آیات۔

نمبر۳: شریعت جو حلال و حرام میں فرق کرنے والی تھی۔ یہ بھی کہا گیا کہ الفرقان سمندر پھٹنے کو یا وہ مدد جس نے ان کے اور ان کے دشمنوں میں جدائی کر دی۔

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ : (تا کہ تم ہدایت پاؤ) یہاں لَعَلَّ کَیْ کے معنی میں ہے۔

قوم سے مراد:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ : (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا) قوم سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جنہوں نے بچھڑے کی عبادت کی۔

يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ : (اے میری قوم بے شک تم نے اپنے آپ پر ظلم کیا)

بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ : (بسبب تمہارے بنا لینے بچھڑے کو) معبود۔

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ : (پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو)

الباری : وہ ذات جس نے مخلوق کو فرق سے بری بنایا۔ جو ان کو بچھڑے کی عبادت کی طرف لے جاتے جو غباوت و بلادت میں ضرب المثل ہے۔

(فیہ لغباوۃ العابدین للعجل)

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ

اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہ کریں گے، جب تک کہ ہم اللہ کو علانیہ طور پر نہ دیکھ لیں، سو پکڑ لیا تم کو کڑک نے

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

اور حال یہ تھا کہ تم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، پھر ہم نے تم کو زندہ اٹھا دیا تمہاری موت کے بعد، تاکہ تم شکر ادا کرو

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ

اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا، اور ہم نے تمہارے اوپر من اور سلویٰ نازل کیا، جو کچھ ہم نے تم کو دیا اس میں سے پاکیزہ

مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

چیزیں کھاؤ، اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا اپنی ہی جانوں کا نقصان کیا کرتے تھے

قتل کا مفہوم:

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ : (تم اپنے نفسوں کو قتل کرو)

نمبر۱: کہا گیا کہ یہ ظاہر پر ہے اور وہ غصہ اور غم سے قتل کرنا ہے۔

نمبر۲: یہ بھی کہا گیا۔ جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہ کی تھی۔ ان کو حکم دیا۔ کہ بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کو قتل کریں۔ پس ستر ہزار قتل ہوئے۔

ذٰلِكُمْ : (یہ) یعنی توبہ اور قتل

خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ : (تمہارے رب کے ہاں بہت بہتر ہے) گناہ پر اصرار کرنے سے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ : (پس اس نے تم پر توجہ کی پس بے شک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا) وہ قبول توبہ سے فضل فرمانے والا ہے خواہ یہ کثرت سے بار بار ہی ہو۔

الرَّحِيْمُ : (وہ نہایت مہربان ہے) گناہ معاف کرتا ہے خواہ کتنا بڑا ہو۔

تین فاء:

پہلا فاء سبب کے لیے ہے کیونکہ ظلم توبہ کا سبب ہے۔

اور دوسرا فاء تعقیب کے لیے ہے۔ اس لیے معنی یہ ہوگا۔ توبہ کا عزم کرو۔ پس اپنے نفسوں کو قتل کرو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قتل النفس مقرر فرمائی۔

اور تیسرا فاء شرط محذوف سے متعلق ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ فان فعلتم اگر تم نے ایسا کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً : (جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تم پر یقین نہ کریں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ دیکھ لیں سامنے)

جهرة : آنکھوں سے دیکھیں۔ نمبرا نَحْو : یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جیسا قرفصا کا لفظ جلوس کے فعل سے ای جلس قرفصا۔

نمبر۲: یا نَرٰی سے حال ہے یعنی ذوی جهرة۔ ایسا دیکھنا جو کہ ظہور والا ہو۔

فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ : (پس تمہیں کڑک نے پکڑ لیا) نمبرا: یعنی موت

نمبر۲: یہ کہا گیا کہ آگ آسمان کی طرف سے آئی اس نے ان کو جلایا۔ روایت کیا گیا کہ جبل طور کی طرف جاتے ہوئے جن ستر ۷۰ افراد نے یہ مطالبہ کیا اور ان کو کہنے لگے ہم نے ان کی طرح بچھڑے کی عبادت نہیں کی پس آپ اللہ کی ذات ہمیں آنکھوں سے دکھلائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے خود یہ سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا تو نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے ہم ہرگز تم پر اعتماد نہ کریں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو ظاہر نہ دیکھ لیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر صاعقہ بھیج دیا۔ جس نے ان کو جلا دیا۔

دلیل معتزلہ:

معتزلہ نے اس آیت سے نفی رویت باری تعالیٰ ثابت کرنے کی کوشش کی دلیل یہ دی کہ اگر یہ جائز ہوتی تو جائز الثبوت پر ان کو سزا نہ دی جاتی؟

وجوہ سزا:

جواب نمبرا: ان کو سزا تو انکار کے سبب ملی۔ اس لیے کہ ان کا قول انك رأيت الله فلن نؤمن لك حتّٰى نرى الله جهرة۔ ان کی طرف سے کفر و انکار تھا۔

نمبر۲: اس لیے بھی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ظہور معجزات کے بعد ایمان سے لوٹ رہے تھے۔ جب تک وہ اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان ظہور معجزات کے بعد لازم ہے ان سے نئی نشانیاں طلب کرنا جائز نہیں۔

نمبر۳: اور اس لیے بھی کہ انہوں نے رشد و ہدایت طلب کرنے کے لیے سوال نہ کیا تھا۔ بلکہ محض تعنت و عناد کی خاطر سوال کیا تھا۔ (جس پر سزا ملنی ضروری تھی)

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ : (اور تم اس صاعقہ کو دیکھ رہے تھے) جب وہ اتری۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ : (پھر ہم نے تمہیں اٹھایا) ہم نے تمہیں زندہ کیا۔ اس کا اصل اثار یثیر اثارةً سے ہے (اٹھانا)

مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ : (تمہاری موت کے بعد تا کہ تم احسان مانو) موت کے بعد اٹھائے جانے کے انعام کا۔

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا

اور جب ہم نے کہا داخل ہو جاؤ اس بستی میں سو کھاؤ اس میں سے جہاں سے چاہو خوب اچھی طرح، اور داخل ہو جاؤ

الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

دروازہ میں جھکے ہوئے، اور یوں کہو کہ ہم گناہوں کی بخشش کا سوال کرتے ہیں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔ اور نیکوکاروں کو اور زیادہ دیں گے

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

سو بدل دیا ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا بات کو اس بات کے علاوہ جو ان سے کہی گئی تھی سو ہم نے نازل کر دیا ان لوگوں پر آسمان سے عذاب

رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

جنہوں نے ظلم کیا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ : (ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کر دیا) ہم نے بادلوں کو تمہیں سایہ کرنے والا بنا دیا یہ میدان تیہ کا واقعہ ہے بادل کو ان کے کام میں لگا دیا۔ کہ ان کے چلنے پر ساتھ چلیں۔ اور دھوپ سے ان پر سایہ کریں۔ اور رات کو روشنی کے ستون اترتے جن کی روشنی میں چلتے۔ ان کے کپڑے میلے نہ ہوتے۔ اور نہ پرانے ہوتے۔

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى : (اور اتارا تم پر من وسلوٰی) ترنجبین وہ طلوع شمس کے وقت برف کی طرح ان پر اترتا۔ ہر انسان کے لیے ایک جیسا ہوتا۔

السلوٰی : جنوبی ہوا سے اللہ تعالیٰ ان پر سلوئی پرندے بھیجتا۔ وہ بٹیر ہے' پھر آدمی اپنی ضرورت کے مطابق ذبح کر لیتا۔ اور ہم نے کہا۔

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ : (تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ)۔ تم لذیذ یا حلال چیزیں کھاؤ۔

مَا رَزَقْنٰكُمْ : (جو ہم نے تمہیں دیں)

وَمَا ظَلَمُوْنَا : (انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا)۔ پس ظلم کیا اس طرح کہ ان نعمتوں کی ناشکری کی۔

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ : (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے)

نَحْو : اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ کا مفعول ہے اور وہ کان کی خبر ہے۔

تفسیر آیت:۵۸:

وَاِذْ قُلْنَا : (اور جب ہم نے کہا) ہم نے میدان تیہ سے نکلنے کے بعد کہا۔

اُدْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ۔ (تم اس بستی میں داخل ہو جاؤ) یعنی تم بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ۔ یا اریحا میں۔
القریہ۔ اس بات پر اتفاق ہے یہ قریت سے ہے اس لیے کہ بستی لوگوں کو جمع کرتی ہے تیہ کے بعد ان کو داخلے کا حکم ملا۔
فَكُلُوْا مِنْهَا: (تم اس میں سے کھاؤ) تم بستی کے غلہ جات اور پھل کھاؤ۔
حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا۔: (جہاں سے چاہو بافراغت)
وَّادْخُلُوا الْبَابَ: (اور دروازے میں داخل ہو) باب القریہ: الباب سے مراد بستی کا دروازہ یا باب قبہ مراد ہے جس کی طرف وہ نماز پڑھتے تھے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بیت المقدس میں داخل نہیں ہوئے۔ البتہ باب قریہ میں ان کی زندگی میں داخل ہوئے۔
سُجَّدًا: (سر جھکائے) یہ حال ہے اور ساجد کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کا حکم شکریہ کے طور پر دروازے تک پہنچنے کے وقت ہو یعنی اس کی بارگاہ میں تواضع کرتے ہوئے۔

تفسیر حِطَّة:

وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ: (تم حطة کہو) نحو: حطة یہ فعلة کا وزن ہے الحط سے جیسا جلسة۔
نمبر۱: یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی مسئالتنا حطة یا امرك حطة۔ ہمارا سوال گناہ مٹانے کا ہے یا
نمبر۲: آپ کا حکم بخشش کرنا ہے۔
اصل نصب ہے اور اس کو اس طرح بھی پڑھا گیا۔ حط عنا ذنوبنا حطة۔ ہمارے گناہ ہم سے مٹا دے مٹانا یہ مرفوع اس لیے لائے تاکہ اثبات کا معنی دے۔ یہ بھی کہا گیا۔ اس کا معنی امرنا حطة ہے یعنی یہ کہ ہم اس بستی میں اتریں اور اس میں قرار اختیار کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حطة بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ لا الہ الا اللہ ہے۔
نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ: (ہم تمہاری غلطیاں بخش دیں گے) خطایا کم جمع خطیئة وہ گناہ کو کہتے ہیں۔ (مدنی نے يُغْفَرْ) اور شامی نے (تُغْفَرْ) پڑھا۔

اضافہ کا مطلب:

وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ: (عنقریب زیادہ دیں گے مخلصوں کو) یعنی جو تم میں سے مخلص ہو تو یہ کلمہ اس کے ثواب میں اضافہ کا سبب بنے گا۔ اور جو گناہ گار ہوگا اس کے لیے تو یہ بخشش کا ذریعہ ہوگا۔

بدلنے کی تشریح:

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ: (پس بدل دیا ظالموں نے بات کو اور بات سے جو ان کو کہی گئی تھی) اس میں حذف ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِالَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ پس بدل دیا ظالموں نے اس کہی ہوئی بات کو اور بات سے جو کہی گئی تھی ان کو۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ

اور جب موسیٰ نے ان کی قوم نے پانی طلب کیا تو ہم نے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو سو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ

عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي

نکلے۔ ہر جماعت نے اپنے پینے کی جگہ جان لی، کھاؤ اور پیو، اللہ کے رزق سے اور مت خرابی کرو

الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾

زمین میں فساد کرتے ہوئے۔

پس بدّل یہ ایک مفعول کی طرف متعدی بنفسہٖ ہے اور دوسرے مفعول کی طرف باء سے متعدی ہوگا جو باء کے ساتھ ہے وہ متروک ہے۔ اور جو باء کے بغیر ہے وہ موجود ہے یعنی حطة کی جگہ اور بات کو رکھا یعنی ان کو حکم تو اس بات کا تھا جس سے توبہ واستغفار ہو۔ مگر انہوں نے اس کی مخالفت ایسی بات سے کی جس کا معنی وہ نہ تھا جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ حطة کی بجائے حنطة کہا۔

اور یہ بھی کہا گیا۔ کہ انہوں نے قبطی زبان میں کہا۔ حطا سمقا ثا یعنی سرخ گندم۔ انہوں نے اس ارشاد الٰہی کا مذاق اڑایا۔ جو ان سے کہا گیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ ہے اس سے منہ موڑ کر اپنا پسندیدہ سامان دنیا طلب کیا

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا : (پس ہم نے ظالموں پر عذاب اتارا)۔ رجز یعنی عذاب۔ الذین ظلموا کا کلمہ دوبارہ لاکر ان کے معاملے کی شدید قباحت کا اظہار مقصود ہے۔ اور اسی بات کا اعلان ہے کہ ان پر عذاب ان کے ظلم وزیادتی کی وجہ سے اترا۔

مِّنَ السَّمَآءِ : (آسمان سے) یہ رجز کی صفت ہے (رجز نازل من السماء)

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ : (بسبب اس کے کہ وہ فسق کرتے تھے) یعنی ان کے فسق کے سبب' روایت میں ہے۔ کہ ایک گھڑی میں ۲۴ ہزار آدمی طاعون کا شکار ہوگئے۔ بعض نے ستر ہزار کہا ہے۔

تفسیر آیت: ۶۰

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ : (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا) واذ موضع نصب میں ہے گویا اصل اس طرح ہے واذکروا اذاستسقٰی یعنی انہوں نے استدعا کی کہ ان کی قوم کو سیراب کیا جائے۔

پتھر سے مراد کونسا:

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ : (پس ہم نے کہا تم اپنا عصا پتھر پر مارو) ان کو تیہ میں پیاس لگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے پانی کی درخواست کی۔ جس پر انہیں حکم ملا کہ پتھر پر اپنی لاٹھی ماریں۔ اس میں لام عہد کا ہے اس سے مقررہ پتھر مراد ہے۔ روایت

میں آیا یہ طور کا پتھر تھا۔ جس کو اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور مربع پتھر تھا۔ جس کی چار طرفیں تھیں۔ ہر طرف سے تین چشمے چلتے تھے ہر قبیلے کیلئے ایک چشمہ تھا۔ ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ اور لشکر گاہ کی وسعت بارہ میل تھی یا الف لام جنس کا ہے یعنی اس شئی کو مارو جس کو پتھر کہتے ہیں۔ یہ دلیل میں ظاہر اور قدرت میں واضح تر ہے۔

فَانْفَجَرَتْ : (پس پھوٹ پڑے بارہ چشمے) یہ محذوف سے متعلق ہے یعنی فضرب فانفجرت یعنی کثرت سے بہنے لگا۔ یا فان ضربت فقد انفجرت۔ پس اگر تو مارے گا۔ پس اس سے جاری ہو جائیں گے۔ اس صورت میں فاء فصیحیہ ہے جو کلام بلیغ میں ہوتی ہے۔

مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا : (اس سے بارہ چشمے) قبیلوں کی تعداد کے مطابق۔ عَشْرَةَ کی شین پر کسرہ اور فتح پڑھا گیا ہے۔ یہ دو لغتیں ہیں۔ عیناً یہ تمیز ہے۔

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ : (تحقیق جان لیا ہر قبیلے نے) اناس سے مراد قبیلہ ہے۔

مَّشْرَبَهُمْ : (اپنا اپنا گھاٹ) انکا وہ چشمہ جس سے وہ پیتے ہیں۔

كُلُوْا : (کھاؤ) اور ہم نے ان کو کہا تم من وسلویٰ کھاؤ۔

وَاشْرَبُوْا : (اور پیو)۔ چشموں کا پانی پیو۔

مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ : (اللہ تعالیٰ کے رزق سے) یعنی وہ تمام رزق جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا۔

وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ : (اور تم زمین میں فساد مت مچاؤ) یعنی تم اس میں فساد نہ کرو۔ العیث: سخت فساد۔

مُفْسِدِيْنَ : (فساد کرنیوالے) یہ مؤکد حال ہے یعنی تم اپنے فساد میں درازی مت اختیار کرو۔ وہ اپنے فساد میں درازی اختیار کرنے والے تھے۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ

اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ایک کھانے پر لہٰذا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے وہ ہمارے لئے ان چیزوں میں سے نکال

لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ

دے جن کو زمین اگاتی ہے۔ اس کی سبزی اور کھیرا اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ

موسیٰ نے کہا کہ تم بدلتے ہو اس چیز کو جو گھٹیا ہے اس چیز کے بدلہ میں جو خیر ہے؟ اتر جاؤ کسی شہر میں،

مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ۗ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ

سو بے شک تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے سوال کیا۔ اور مار دی گئی ان لوگوں پر ذلت اور مسکنت اور مستحق ہو گئے غصہ کے

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا

جو اللہ کی طرف سے تھا، یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے،

عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع ۷

یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے آگے بڑھتے تھے۔

طعام واحد کا مطلب:

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ : (اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہیں کریں گے) تیہ میں ان کو من وسلویٰ کا رزق دیا گیا۔ مگر انہوں نے کہا طعام واحد ایک کھانے پر حالانکہ وہ دو کھانے تھے۔ کیونکہ انہوں نے واحد سے مراد ایسا کھانا لیا۔ جو نہ بدلے بلکہ ایک ہی رہے۔ اگر کسی آدمی کے دستر خوان پر قسم قسم کے کھانے ہوں اور ہر روز ان پر وہ مداومت کرے۔ تو کہا جاتا ہے۔ لا یا کل فلان الاطعامًا واحدًا۔ فلاں تو ایک ہی کھانا کھاتا ہے واحد سے مراد وحدت ہے کہ ایک جیسا کھانا مختلف اور تبدیل نہیں کرتا۔ یا مراد ایک قسم کے مانوس کھانے یعنی ساگ دالیں وغیرہ تھیں۔

فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ : (تو دعا کر ہمارے لیے اپنے رب سے) یعنی تم اس سے سوال کرو۔ اور کہو وہ ہمارے لیے نکال دے۔

یُخْرِجْ لَنَا : (وہ نکال دے ہمارے لیے) یعنی ہمارے لیے ظاہر کر دے۔ ایجاد کر دے۔

بقل کی تفسیر:

مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا : (ان چیزوں سے جن کو زمین اگاتی ہے جیسے سبزیاں) وہ سبزیاں جو زمین سے اگتی تھیں۔ مراد

اس سے عمدہ ساگ، پودینہ، ککڑی پیاز وغیرہ ہیں۔ ایسی چیزیں جو عموماً لوگ کھاتے ہیں۔
وَقِثَّآئِهَا : (کھیرا) یعنی کھیرا۔
وَفُوْمِهَا : (گندم) وہ گندم یا لہسن ہے۔ قراءت عبداللہ بن مسعود میں ثُومھا آیا ہے۔
وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی : (اور دالیں اور پیاز کہا کیا تم بدلے میں وہ مانگتے ہو جو کہ حقیر ہے) جو مرتبہ میں نزدیک تر اور مقدار میں حقیر تر ہے۔ دنو اور قرب کے الفاظ سے قلت مقدار کی تعبیر کی جاتی ہے۔
بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ : (اس کے بدلے جو کہ بہت بلند ہے) اعلیٰ مرتبے والی۔
اِهْبِطُوْا مِصْرًا : (کسی بھی شہر میں اتر جاؤ) تیہ سے اتر جاؤ۔ تیہ کا علاقہ بیت المقدس سے قنسرین تک ہے اور یہ ۳۶×۲۴=۸۶۴ مربع میل کا علاقہ ہے۔
نمبر۲: فرعون کے مصر میں چلے جاؤ۔
نحو : مصرًا کا لفظ منصرف لائے حالانکہ دو سبب موجود ہیں۔ یعنی تانیث وعلمیت اس لیے کہ مراد شہر ہے یا درمیانہ حرف نوح، لوط کی طرح ساکن ہے حالانکہ ان دونوں میں بھی علم، عجمیت پائی جاتی ہے۔
فَاِنَّ لَكُمْ : (پس بے شک تمہارے لیے) یعنی اس میں۔
مَّا سَاَلْتُمْ : (جو تم نے مانگا) پس جو تم نے مانگا وہ تو شہروں میں پایا جاتا ہے۔ تیہ میں نہیں۔

تسلطِ ذلت:

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ : (ان پر ذلت و مسکنت ثبت کر دی گئی) ذلت وفقر یعنی ذلت کو۔ نمبر۱: ان پر طاری کیا گیا۔ وہ ذلت کے تحت اسی طرح ہو گئے جیسے کوئی لگے ہوئے خیمے کے نیچے ہوتا ہے۔ نمبر۲: یا چمٹا دی گئی ان پر ذلت یہاں تک کہ اس نے ان کو لازم پکڑ لیا جیسے چپکنے والی چیز ہوتی ہے۔ جیسے دیوار پر مٹی ماریں تو چمٹ، چپک جاتی ہے۔ یہود ذلیل، خوار اور مسکینی اور فقر والے ہیں۔ خواہ حقیقۃً ہوں یا وہ بتکلف فقر اور حقارت ظاہر کرنے والے ہیں۔ کہ کہیں ان پر جزیہ دوگنا نہ کر دیا جائے۔
قراءت: عَلَيْهِمُ الذلّة۔ نمبر۱۔ حمزہ وعلی نے اسی طرح دونوں پر ضمہ پڑھا ہے۔ اور ہر وہ لفظ جس میں ھا سے قبل یا ساکنہ ہو وہ اسی طرح پڑھا جائے گا۔
نمبر۲: ابو عمرو نے ھا اور میم کے کسرہ سے پڑھا علیہِمِ الذلة۔
نمبر۳: بقیہ قراء نے ھا کے کسرہ اور ضمہ میم سے پڑھا۔ عَلَيْهِمُ
وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ : (اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا غضب کمایا) نمبر۱۔ باء کا لفظ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں باء فلان بفلان جبکہ وہ اس لائق ہو کہ اس کو اس کے برابر ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے یہودیت اختیار کی، اور نصاریٰ اور صابئین، ان میں سے جو بھی اللہ پر اور یوم آخرت

وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ

پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے سو ان کے لئے اجر ہے ان کے رب کے پاس اور، ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ

یَحْزَنُوْنَ ۝۶۲

رنجیدہ ہوں گے۔

معنی آیت:

اب معنی آیت یہ ہوا۔ وہ اس کے غضب کے حق دار بن گئے۔

نمبر۲: کسائی کہتے ہیں باء کا معنی رجع ہے وہ اس کا غصہ لیکر لوٹے۔

ذٰلِکَ : (یہ) اس کا مشارالیہ۔ ضرب، ذلت مسکنت اور غضب کا حقدار ہونا۔

بِاَنَّهُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ : (یہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے اور انبیاء کو قتل کرتے رہے) قراءت۔ نافع نے النبیئین کو ہمزہ سے پڑھا۔ اسی طرح اس کے تمام باب میں پڑھا جائے گا یعنی یہ نتائج بسبب کفر اور قتل انبیاء ﷺ کے تھے۔ یہود نے حضرت شعیاء، زکریا، یحییٰ صلوٰۃ اللہ علیہم کو قتل کیا۔

النبی کی تحقیق:

النبی کا لفظ النبأ سے ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیتا ہے۔ یہ فعیل بمعنی مُفعِل یا مُفعَل ہے یا نبا یعنی بلند النبوۃ بلند مکان کو کہتے ہیں۔

بِغَیْرِ الْحَقِّ : (ناحق) یعنی یہ ناحق تھا ان کے ہاں بھی اس لیے کہ اگر وہ انصاف کرتے تو وہ کوئی ایسی چیز ذکر کر سکتے تھے۔ جس سے ان کو قتل کا حقدار قرار دے سکیں۔

نَحْو : یہ یقتلون کی ضمیر فاعلی سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے یعنی یقتلو نهم مبطلین وہ ان کو قتل کرتے اس حال میں کہ وہ باطل حرکت کرنے والے تھے۔

نمبرا۔ ذٰلِکَ : (اس میں) اشارہ تکرار سے لائے۔

حدود سے تجاوز:

بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ : (اس سبب سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ تھے حد سے بڑھنے والے) اس سبب سے کہ وہ قسم

قسم کے گناہوں میں مبتلا تھے۔اور ہر چیز میں حدود اللہ سے تجاوز کرنے والے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والے اور انبیاء کو قتل کرنے والے تھے۔

دوسرا قول: یہ بھی کہا گیا کہ مراد اس سے ہفتے کے بارے میں ان کا حد سے گذرنا تھا۔

تیسرا قول: اور یہ بھی درست ہے کہ ذٰلک کا مشارالیہ کفر،قتل انبیاء کو قرار دیا جائے۔اس طرح کہ یہ جراٴت ان میں نافرمانی اور حد سے گذرنے کی بناء پر پیدا ہوئی۔اس لیے کہ وہ ان دونوں باتوں میں منہمک ہو گئے اور انہوں نے ان میں غلو کیا یہاں تک کہ ان کے دل سخت ہو گئے جس پر انہوں نے انکار آیات اور قتل انبیاء کی جسارت کی۔

چوتھا قول: ذٰلك کا مشارالیہ کفر اور قتل ہے جن کے ساتھ مسلسل نافرمانی ان میں پائی جاتی تھی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا : (بے شک جو لوگ ایمان لائے) یعنی دلوں کی موافقت کے بغیر صرف زبانوں سے ایمان لائے اور وہ منافقین ہیں۔

وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا : (اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے) یعنی یہودیت اختیار کی۔کہا جاتا ہے ھاد، یہود، تہود، ھائد جب کوئی یہودیت میں داخل ہو جائے۔ھائد کی جمع ھود ہے۔

نصرانی کی وجہ:

وَالنَّصٰرٰی : (اور نصاریٰ ہوئے) نصاریٰ جمع نصران جیسے ندمان وندامیٰ کہا جاتا ہے رجل نصران و امراۃ نصرانۃ۔نصرانی مرد، نصرانی عورت۔نصرانی میں یا مبالغہ کے لیے ہے۔جیسے احمری میں ان کو نصاریٰ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کی مدد کی۔

وَالصّٰبِئِیْنَ : (اور صابی ہوئے) جو کسی مشہور دین سے نکل کر کسی غیر معروف دین میں چلے جائیں۔جب کوئی دین سے نکلے تو کہتے صبا فلان۔

نمبر۱: یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے یہودیت و نصرانیت سے رخ موڑا اور فرشتوں کی عبادت شروع کر دی۔

نمبر۲: یہ کہا گیا کہ یہ زبور پڑھتے تھے۔

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ : (جو ان میں اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لایا) ان کفار میں سے جو خالص ایمان لایا۔

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ : (اور اس نے نیک عمل کیا پس ان کا بدلہ) اجرھم کا معنی انکا ثواب

عِنْدَ رَبِّهِمْ : (ان کے رب کے ہاں) یعنی آخرت میں

وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ : (اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے)

نحوی لطائف:

نَحْو نمبر۱: اگر من امن کو مبتداء اور فلھم اجر ھم خبر بناؤ تو من امن محل رفع میں ہوگا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا

اور جب ہم نے لے لیا تمہارا عہد اور اٹھا دیا تمہارے اوپر طور کو، لے لو قوت کے ساتھ جو کچھ ہم نے تم کو دیا اور یاد کرو

مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ پھر اس کے بعد تم نے روگردانی کی، سو اگر نہ ہوتا تم پر اللہ کا فضل

وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾

اور اس کی رحمت تو ضرور تم تباہ کاروں میں سے ہو جاتے۔

نمبر۲: اور اگر اس کو اسم انّ و معطوف علیہ کا بدل مانیں تو منصوب ہے۔ پہلی صورت میں انّ کی خبر اسی طرح جملہ ہو گا۔ دوسری صورت میں فلھم اس کی خبر ہے اور فاء اس لیے لائی گئی کیونکہ مَن شرط کے معنی کو شامل ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ: (جب ہم نے تم سے میثاق لیا) یعنی تورات کی تمام باتیں قبول کرنا۔

رفع طور:

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ: (اور طور کو تم پر بلند کیا) جبل طور۔ یہاں تک کہ تم نے قبول کر کے پختہ وعدہ دے دیا۔

واقعہ: اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام الواح لیکر آئے تو اس میں بنی اسرائیل نے پابندیاں اور مشکل اعمال پائے۔ جوان پر گراں گزرے۔ پس انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا۔ انہوں نے طور کو جڑ سے اکھاڑا اور اٹھا کر ان کے اوپر سائبان کی طرح کر دیا۔ ان کو موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اگر تم قبول کرتے ہو (تو ٹھیک) ورنہ طور کو تم پر پھینکا جائے گا۔ پس انہوں نے قبول کر لیا۔ تو ہم نے انہیں حکم دیا۔

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ: (جو ہم نے دیا اس کو مضبوط پکڑو) یعنی کتاب تورات۔

بِقُوَّةٍ: (مضبوطی کے ساتھ) کوشش و پختہ ارادے سے

وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ: (اور یاد کرو جو اس میں ہے) یعنی یاد کرو جو کچھ کتاب میں ہے اور کتاب کو پڑھو اور نہ بھلاؤ اور نہ غفلت اختیار کرو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ: (تاکہ تم متقی ہو جاؤ) اس امید سے کہ تم متقی بن جاؤ۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ: (پھر تم نے منہ موڑا) یعنی پھر تم نے میثاق اور وفاداری سے منہ موڑا۔

مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ: (اس کے بعد) قبول کر لینے کے بعد

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً

اور البتہ تحقیق تم نے ان لوگوں کو جان لیا جنہوں نے سنیچر کے دن میں زیادتی کی، سو ہم نے کہا ہو جاؤ بندر

خٰسِئِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً

ذلیل! پھر ہم نے اس کو عبرت بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو اس وقت موجود تھے۔ اور جو بعد میں آنیوالے تھے۔ اور نصیحت بنا دیا

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾

ڈرنے والوں کے لئے۔

فضل ورحمت:

فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ : (اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت نہ ہوتی) نمبر۱۔ یعنی عذاب کو مؤخر کر کے
نمبر۲: یا تمہیں توبہ کی توفیق دے کر اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت نہ ہوتا۔
لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ : (توتم نقصان میں پڑ جاتے) یعنی تم عذاب سے ہلاک ہو جاتے۔
وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ : (تحقیق تم نے جانا) یعنی تم نے پہچانا۔ عَلِمَ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے۔
الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ : (ان کو جنہوں نے ہفتے کے سلسلہ میں حد سے زیادتی کی)

سبت کی تشریح:

السبت یہ مصدر ہے سبتِ الیہود کا جبکہ وہ ہفتے کی تعظیم کریں۔ یہود اس میں حد سے گذر گئے اور تجاوز کر گئے وہ اس طرح کہ ان کو عبادت کے لیے ہفتے کو خالی رکھنے کا حکم کیا۔ اور اس کی تعظیم کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ اس دن شکار میں مشغول ہو گئے حالانکہ ان کو اس دن شکار سے منع کیا گیا تھا۔ پھر ان کی آزمائش مزید اس طرح کی کہ سمندر میں کوئی ایسی مچھلی نہ تھی جو ہفتے کے دن اپنا منہ پانی سے نہ نکالتی ہو۔ جب ہفتہ گذر جاتا تو منتشر ہو جاتیں۔ انہوں نے سمندر کے کنارے حوض بنا لیے اور ان کی طرف نالیاں چلا دیں۔ مچھلیاں ہفتے والے دن ان میں داخل ہوتیں کیونکہ وہ شکار سے محفوظ تھیں۔ پس وہ سمندر سے نکلنے والی نالیوں میں بند لگا دیتے اور اتوار کو شکار کر لیتے۔ یہ حوضوں میں روکنا ہی ان کا حد سے گذرنا تھا۔
فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ : (پس ہم نے انہیں کہا تم ذلیل بندر بن جاؤ) پس ہو جاؤ یعنی ہماری تکوین سے
نَحو :قردۃ خاسئین۔ یہ کان کی خبر ہے یعنی تم بندر اور ذلت ہر دو کو جمع کرنے والے بنو۔
فَجَعَلْنٰهَا : (پس ہم نے کر دیا اس واقعہ کو عبرت) مسخ کو
نَكَالًا : (عبرت) اس کے لیے جو عبرت حاصل کرے۔ اس کو روکے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے بیشک اللہ تم کو حکم فرماتا ہے کہ تم ایک بیل ذبح کرو، وہ کہنے لگے کیا تو ہمارا

هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ

مذاق بناتا ہے؟ موسیٰ نے کہا کہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں کہ جاہلوں میں سے ہو جاؤں، وہ کہنے لگے کہ تو اپنے رب سے دعا کر ہمارے لئے بیان

لَّنَا مَا هِیَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَیْنَ

کردے کہ وہ بیل کیسا ہو، موسیٰ نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسا بیل ہو جو بوڑھا نہ ہو اور بالکل جوان بھی نہ ہو ان دونوں کے

ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾

درمیان ہو، سو تم اس پر عمل کرلو جس کا تم کو حکم دیا جا رہا ہے

لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهَا : (موجودہ لوگوں کے لیے) پہلوں کے لیے

وَمَا خَلْفَهَا : (اور آئندہ لوگوں کے لیے) بعد والی امتوں اور بستیوں کے لیے کیونکہ ان کا مسخ پہلی کتابوں میں ذکر کر دیا گیا۔ پس انہوں نے اس سے عبرت حاصل کی اور جن پچھلوں کو یہ پہنچی انہوں نے عبرت حاصل کی۔

مراد متقی:

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ : (اور متقین کے لیے نصیحت) متقین سے مراد قوم کے وہ صالح لوگ جنہوں نے حد توڑنے سے روکا۔ یا ہر متقی کے لیے جو ان کو سنے۔

ظروف کا حکم:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ : (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا) یعنی تم یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا۔ یہ نعمتی پر معطوف ہے۔ (اُذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ) [سورۃ البقرہ آیت: ۴۰] گویا اس طرح ہوگا۔ ان ظروف میں جو گزرے۔ اذکرو انعمتی، اذکروا وقت انجینا ایاکم، اذکروا وقت فرقنا، اذکروا نعمتی، اذکروا وقت استسقاء موسٰی ربه لقومه اور یہی حکم ان ظروف کا بھی ہے جو یہاں سے لیکر اِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ (البقرہ آیت نمبر ۱۲۴) تک آئیں گے کہ ان تمام میں اذکروا محذوف ہوگا۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ : (بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں یہ کہ)

تَذْبَحُوْا بَقَرَةً : (کہ تم گائے ذبح کرو۔) تم ذبح کرو کوئی گائے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا

وہ کہنے لگے کہ تو اپنے رب سے دعا کر ہمارے لئے بیان فرمادے کہ اس بیل کا رنگ کیسا ہو موسیٰ نے کہا بے شک وہ فرماتا ہے کہ وہ تیز رنگ کا پیلا بیل ہو جو دیکھنے والوں کو خوش کرتا ہو وہ کہنے لگے

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا ۖ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ

کہ تو اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کر ہمارے لئے بیان فرمادے کہ اس بیل کی پوری کیا حقیقت ہے؟ بیشک بیلوں کے بارے میں ہم کو اشتباہ ہو رہا ہے اور اللہ نے چاہا تو ہم ضرور راہ

لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي

پالیں گے موسیٰ نے کہا بیشک وہ فرماتا ہے کہ وہ ایسا بیل ہو جو صحیح سالم نکما نہ ہو گیا ہو۔ وہ نہ زمین کو پھاڑتا ہو اور نہ کھیتی کو سیراب

الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا

کرتا ہو اس میں ذرا کوئی دھبہ نہ ہو، وہ کہنے لگے کہ اب تم نے ٹھیک طرح بیان کیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے وہ بیل ذبح کر دیا

وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾

اور حال یہ ہے کہ وہ ایسا کرنیوالے نہ تھے۔

علماء مفسرین نے فرمایا۔ قصہ کا اول حصہ تلاوت میں مؤخر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَءْتُمْ فِيهَا۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۷۲۔

حقیقتِ واقعہ:

واقعہ اس طرح تھا کہ ایک خوش حال آدمی جس کا نام عامیل تھا۔ اس کو اس کے چچازاد بھائیوں نے جائداد کی خاطر قتل کر دیا تھا۔ اور شہر کے دروازے پر اس کی لاش پھینک دی۔ پھر اس کے خون کا مطالبہ لیکر آ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا اور میت کو گائے کے گوشت کا کوئی حصہ لگانے کا حکم دیا۔ اس سے وہ زندہ ہو کر اپنے قاتل کی خبر دے گا۔

قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا : (انہوں نے کہا کیا تو ہم سے مذاق کر رہا ہے؟) یعنی کیا تو ہمیں مذاق کی جگہ سمجھتا ہے یا مذاق والے سمجھتا ہے۔ یا تو ہمیں زیادہ استہزاء کی وجہ سے مجسمہ مذاق سمجھتا ہے۔

قراءت: هُزْءً ہمزہ اور زاء کے سکون کے ساتھ۔ حمزہ کے ہاں اور دونوں ضمہ اور واؤ کے ساتھ حفص کے ہاں هُزُوًا بقیہ قراء نے تثقیل اور ہمزہ کے ساتھ پڑھا۔

قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ : (میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ میں نادان بنوں) عیاذ اور لیاذ کے لفظ ہم معنی ہیں۔ ان اکون من الجاھلین۔ کیونکہ ایسے موقعہ پر مذاق یہ جہالت و حماقت ہے۔ اس میں ان پر تعریض کی کہ تم نے میری

طرف استہزاء کی نسبت کر کے جہالت کا ارتکاب کیا ہے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَاهِيَ : (انہوں نے کہا تو پوچھ ہمارے لیے اپنے رب سے کہ وہ بیان فرمادے کہ وہ کیسی ہو) اس میں گائے کی حالت اور صفت کے متعلق سوال ہے۔

ایک سوال و جواب:

سوال ما سے سوال تو جنس کے متعلق ہوتا ہے پھر اس سے وصف کے متعلق سوال کیونکر؟

جواب: کبھی کبھی ما کیف کی جگہ آتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ انہوں نے مردہ گائے کے بارے میں تعجب کیا کہ جس کا بعض حصہ مردہ کو لگانے سے مردہ زندہ ہو جائے گا۔ پس انہوں نے اس عجیب حالت والی گائے کے متعلق سوال کیا۔ گویا انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ نام گائے کا ہو گا جنس کوئی اور ہو گی اس لیے ماھی سے سوال کیا۔

ترکیب: ھِیَ مبتداء ما اس کی خبر ہے۔

وجہ فارض:

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ : (حضرت موسیٰ نے کہا وہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی) فارض کا معنی بوڑھی۔ اس کو فارض کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے عمر کو کاٹا ہے۔ اور اس کی انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔

نَحو: فارض مرفوع ہے اس لیے کہ یہ بقرہ کی صفت ہے۔

وَّلَا بِكْرٌ : (نہ بن بیاہی) جوان۔ اس پر عطف ہے

عَوَانٌ : (درمیان کی)۔ نصف عمر والی۔

بَيْنَ ذٰلِكَ : (ان کے درمیان) جوان اور بوڑھی کے درمیان۔

سوال: لا فارض ولا بکر فرمایا بین ذینک نہیں فرمایا اس کے باوجود کہ بین دو یا دو سے زیادہ کا تقاضا کرتا ہے۔

جواب: کیونکہ مراد بین ھذا المذکور ہے۔ اور وہ اسی عنوان سے یعنی ذٰلک کا مشار الیہ فارض و بکر ہے عمرین متعدد کا تقاضا کرتا ہے۔

قاعدہ: کبھی ضمیر اس میں اسم اشارہ کی جگہ استعمال ہوتی ہے ابوعبیدہ کہتے ہیں میں نے رؤبہ شاعر سے اس قول کے متعلق پوچھا۔

فیها خطوط من سواد وبلق ☆ کانه فی الجلد تولیع البهق

اس میں سیاہ و سفید خطوط ہیں۔ گویا کہ چمڑے پر برص کے داغ ہیں۔

ضمیر سے مراد خطوط ہو تو کانها اور اگر سواد بلق ہو تو کانهما۔ تو اس نے کہا میں نے کانہ سے کان ذاک مراد لیا۔

فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ : (پس تم کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا) یہ اصل میں تو مرون تھا۔ یا مرکم بمعنی مامور ہے مفعول کو مصدر کا نام دے دیا۔ جیسے ضرب الامیر۔ اے مضروبہ

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا : (وہ کہنے لگے ہمارے لیے اپنے رب سے دریافت کرو کہ وہ اچھی طرح سمجھا دے اس کا رنگ)

استفہام ونحو:

ما مرفوع ہے کیونکہ اس کا معنی استفہام کا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ادع لنا ربك يبين لنا اى شئ لونها تو ہمارے لیے اپنے رب سے دریافت کرو کہ وہ اچھی طرح بتا دے کہ کیا حقیقت ہے اس کے رنگ کی۔

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا : (حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ فرماتے ہیں بے شک وہ گہرے زرد رنگ کی ہو) الفقوع۔ انتہائی زرد۔ فاقع کا لفظ صفراء کی تاکید ہے یہ لونها کی خبر نہیں۔ مگر اس میں رنگ اتنا ہی بلند ہوا جتنا فاعل بلند ہوا۔ یعنی خوب زرد گائے۔ البتہ اس میں تذکیر و تانیث کا فرق نہیں۔ صفیراء فاقعہ اور صفراء فاقع دونوں درست ہیں۔ لونها کا لفظ لا کر تاکید کا فائدہ مقصود ہے کیونکہ لون ایک عارضی ہیئت کا نام ہے اور وہ زردی ہے گویا اس طرح فرمایا شديد الصفرة صفرتها کہ بہت زیادہ زرد ہے اس کی زردی اور یہ اس قول کی طرح ہے۔ جدّ جدّہ اس نے خوب در خوب کوشش کی۔

سرور کیا ہے؟

تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ : (دیکھنے والوں کو بھلی لگتی ہو) اپنے رنگ کی خوبصورتی کی وجہ سے۔ السرور۔ نفع یا اس کی توقع کے موقعہ پر دل میں حاصل ہونے والی لذت کو کہتے ہیں۔

نکتہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ من لبس نعلاً صفراء قلّ همّهٗ

جس نے زرد جوتا پہنا اس کا غم کم ہوگیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تسر الناظرين وہ دیکھنے والے کو خوش کر دے۔ گویا یہ سرور کی علامت ہے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ : (وہ کہنے لگے ہمارے لیے اپنے رب سے پوچھو کہ ہمیں اچھی طرح سمجھا دے کہ وہ کس قسم میں ہے) یہ پہلے سوال کا تکرار ہے جو گائے کی حالت اور صفت کے متعلق مزید انکشاف کیلئے کیا گیا تا کہ اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اگر وہ کسی بھی گائے کو لے کر ذبح کر دیتے تو وہ ان کے لیے کافی ہو جاتی۔ لیکن انہوں نے سختی کی پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کر دی۔ (رواہ البزار، وابن ابی حاتم) اور کسی چیز کے پیچھے پڑ جانا نحوست ہے۔

اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا : (بے شک گائے ہم پر رل مل گئی ہے) بلاشبہ درمیانی عمر اور زرد رنگ گائیں تو بہت ہیں پس ہمیں شبہ پڑ گیا ہے۔ (کہ کونسی گائے سے ہمارا مقصد پورا ہوگا)

وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ : (اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم راہ پانے والے ہونگے) اللہ نے چاہا تو ہم گائے ذبح کرنے کی طرف راہ پانے والے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم قاتل کے سلسلہ میں راہنمائی پالیں گے

نحو: ان شاء اللہ جملہ معترضہ ہے۔ جو انّ کے اسم وخبر کے درمیان واقع ہے

ان شاء اللہ کی برکت:

حدیث میں ہے اگر وہ انشاء اللہ نہ کہتے ابدالآباد تک اس گائے کا پتہ نہ پاتے۔(ابن جریر بسند معضل)

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ : (کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ ایک گائے ہے نہ محنت والی نہ زمین) ذلول یہ بقرہ کی صفت ہے مطلب یہ ہے کہ بقرہ غیر ذلول یعنی محنت اور زمین میں جوتنے کا اسے عادی نہ بنایا ہو۔

وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ : (اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو) اور نہ وہ ان پانی کھینچنے والیوں میں سے ہو۔ جن سے کھیتوں کو پانی پلانے کا کام لیا جاتا ہے۔

نحو : پہلا لاَ نافیہ اور دوسرا پہلے کی تاکید کے لیے لایا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ نہ اس سے زراعت کا کام لیا جاتا ہو اور نہ کھیتی کو پانی پلایا جاتا ہو۔ اس طرح دونوں فعل ذلول کی صفت ہیں۔ پس مطلب یہ ہوا وہ ہل چلانے اور پانی پلانے کی عادی نہ ہو۔

مُسَلَّمَةٌ : (بے عیب ہو) وہ عمل کے اثرات اور عیوب سے پاک ہو۔

شیۃ کا مفہوم:

لَّا شِيَةَ فِيْهَا : (نہ ہو داغ اس میں) دوسرے رنگ کا۔ یعنی اس کے رنگ میں زردی کے سواء دوسرے رنگ کا ایک دھبہ بھی نہ ہو وہ مکمل زرد ہو یہاں تک کہ اس کے سینگ اور کھر بھی۔

یہ اصل میں وشاہ وشیًا و وشیۃ کہتے ہیں۔ جب اس کے رنگ کے ساتھ دوسرا رنگ ملا ہو۔

قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ : (وہ بولے ہاں اب تو لایا ٹھیک بات) وہ کہنے لگے اب تم نے گائے کی پوری تعریف بیان کر دی۔ اور اس کے سلسلہ میں کوئی اشکال نہیں رہا۔

قراءت: ابو عمرو کہتے ہیں۔ جِیْتَ اور اس کا باب بلا ہمزہ ہے۔

فَذَبَحُوْهَا : (پس انہوں نے اس کو ذبح کیا) پھر انہوں نے ایسی گائے حاصل کر لی جو ان تمام اوصاف کی جامع تھی۔ پھر اس کو ذبح کیا۔

تفسیر وما کادوا:

وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ : (اور وہ ایسا کرنے والے نہ تھے) نہ لگتے تھے کہ ایسا کریں گے۔ اس کی قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے یا قاتل کے ظاہر ہونے پر رسوائی کے خوف سے۔ روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک نیک آدمی کے ہاں ایک بچھڑی تھی۔ وہ اس کو درختوں کے جھنڈ میں لایا۔ اور چھوڑ کر کہنے لگا۔ اے اللہ اس کو میں تیری امان میں دیتا ہوں۔ اپنے بیٹے کے بڑا ہونے تک وہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے والا تھا۔ پس گائے سلامت رہی۔ وہ سب سے بہترین موٹی گائے تھی۔ پس انہوں نے اس یتیم اور بیوہ کے ساتھ سودا کیا۔ یہاں تک کہ اس کی کھال میں سونا بھر کر دینے کے بدلے میں خریدا۔ حالانکہ اس وقت گائے کی قیمت تین دینار ہوتی تھی۔ انہوں نے ان صفات والی گائے کو چالیس سال ڈھونڈا۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝٧٢

اور جب تم نے ایک جان کو قتل کر دیا پھر اس کے بارے میں ایک دوسرے پر ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس کو ظاہر فرمائے جس کو تم چھپا رہے ہو،

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ

پس ہم نے حکم دیا کہ اس کا ایک حصہ اس میں مارو، ایسا ہی اللہ تعالیٰ زندہ فرماتا ہے مردوں کو، اور دکھاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ۝٧٣

عقل سے کام لو۔

وجودِ فعل سے پہلے نسخ:

اصل یہ وضاحت مطلق کو مقید کرنے کی قسم سے ہے۔ پس نسخ ہوا اور فعل کے وجود سے قبل نسخ جائز ہے بلکہ اس پر اختیار سے قبل بھی ہمارے ہاں جائز ہے البتہ معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا : (جب تم نے ایک نفس کو قتل کیا) یہاں بھی اذکروا مقدر ہے۔ جماعت کو مخاطب کیا۔ کیونکہ واقعہ قتل ان میں پیش آیا تھا۔

ٹالنا کیا ہے؟

فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا : (پھر ایک دوسرے پر ٹالنے لگے) پس تم نے اختلاف کیا۔ اور اس کے معاملے میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے۔ اس لیے کہ دونوں جھگڑنے والے اپنے سے بات کو ہٹا کر دوسرے پر دھرتے ہیں۔ یا تم نے اس کا قتل ایک دوسرے پر ڈالا پس جس پر ڈالا جاتا وہ ڈالنے والے پر ٹالتا یا پھینکنا بذات خود دھکیلنا ہے۔

صرف:

اور اس کا اصل تدارأتم ہے پھر تخفیف کے لیے تاء کو دال سے بدل کر اس کی جنس سے کر دیا۔ جو کہ فاء کلمہ ہے تاکہ ادغام ہو سکے۔ دال کو ساکن کیا۔ اس لیے کہ شرط ادغام پہلے کا ساکن ہونا ہے۔ پھر ہمزہ وصل بڑھایا۔ اس لیے کہ ساکن سے ابتداء ممکن نہیں۔

قراءت: ابوعمرو نے فادارتُم بغیر ہمزہ پڑھا ہے

وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ : (اور اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنے والے تھے جو تم چھپاتے تھے)

یعنی ہر صورت ظاہر کرنے والے تھے۔ جو تم قتل کے معاملے میں چھپاتے تھے۔ کہ وہ اس کو چھپا نہ رہنے دیں گے۔

نحو : صیغہ اسم فاعل مخرج بمعنی مستقبل ہے۔ کیونکہ کلام کے وقت زمانہ مستقبل کی حکایت کر رہا ہے۔ اس لیے اسے عمل دیا

گیا۔ یہ جملہ معترضہ ہے جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہوا ہے۔ اور وہ فادارأتم اور فقلنا ہے۔

اضربوہ کی ضمیر:

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ : (ہم نے کہا تم مارو اس کو) اضربوہ میں ضمیر نفس کی طرف لوٹتی ہے اور مذکر لائی گئی ہے بتاویل شخص وانسان یا مقتول کی طرف لوٹتی ہے اس لیے کہ آیت ما کنتم تکتمون اسی پر دلالت کرتی ہے۔

بِبَعْضِهَا : (اس کے کسی حصے کے ساتھ) گائے کے ایک ٹکڑے سے اور وہ اس کی زبان تھی یا دائیں ران یا دم کی ہڈی اور مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے لیکر لگایا تو وہ زندہ ہو گیا۔

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى : (اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے)

تفسیر آیت ۷۳:

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى کی اس پر دلالت ہونے کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا گیا۔ روایت میں ہے کہ جب انہوں نے اس کا ٹکڑا مردہ کو لگایا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا کہ مجھے میرے فلاں فلاں چچازاد بھائیوں نے قتل کیا ہے۔ یہ کہہ کر مردہ ہو کر گر پڑا۔ پس اس کے قاتل کو پکڑ لیا گیا۔ اور اس کے بدلے میں قتل کر دیا گیا۔ (اور اس کا قاتل میراث سے محروم رہا) اور اس کے بعد کوئی قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوا (كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى۔ نمبر ۱۔ خواہ یہ ان لوگوں کو خطاب ہو جو منکرین زمانہ نبوت محمد ﷺ میں تھے۔

نمبر ۲: یا ان لوگوں کو خطاب ہو جو اس مقتول کے زندہ ہونے کے وقت موجود تھے۔

اس صورت میں معنی یہ ہے کہ ہم نے ان کو کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کریں گے قیامت کے دن۔

وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ : (اور تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے) آیات سے مراد قدرت باری تعالیٰ کے دلائل ہیں

اندازِ دلیل:

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ : (شاید کہ تم سمجھ جاؤ) پھر اپنی عقلوں کے مطابق عمل کرو۔ اور وہ یہ ہے جو ایک نفس کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اسی طرح تمام مردوں کو بھی زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔

خصوصی نکات:

گائے کو ذبح کر کے مقتول کے جسم سے لگانے میں حکمت۔ نمبر ۱: یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ اس سبب کے بھی زندہ کر سکتے ہیں۔ مگر بتلایا کہ طلب کرنے پر عبادت کو عمدہ طریق سے پیش کرنا چاہیے۔

نمبر ۲: اور بندوں کو تعلیم دی کہ معاملات میں شدت نہ اختیار کریں۔ اور

نمبر ۳: جلدی سے بلا تفتیش اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کریں۔

نمبر ۴: کثرت سوال سے گریز کریں وغیرہ۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ دوسرے جانوروں کی بجائے خصوصیت سے گائے کے ذبح کرنے

کا حکم دیا۔اس کی وجہ یہ ہے۔
نمبرا:اس لیے کہ وہ ان کے ہاں اونچی قسم کی قربانی شمار ہوتی ہے۔
نمبر۲:اس لیے بھی کہ انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ان کے معبود کی ان کے ہاتھوں ہی تذلیل ہو جائے

تنبیہ عجیب:

سوال ا : مناسب یہ تھا کہ مقتول کا تذکرہ اوراس کو گائے کا ٹکڑا لگانے کا حکم ذبح کے حکم سے مقدم ہوتا اوراس طرح کہا گیا (وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْ تُمْ فِيْهَا) فقلنا اذبحوا بقرة واضربوه ببعضها۔ کہ جب تم نے ایک نفس کو قتل کر کے اس کے معاملے کوایک دوسرے پر ٹالا ہے۔تو ہم نے کہا تم ایک گائے ذبح کرو۔اوراس مقتول کو گائے کا کوئی ٹکڑا لگاؤ۔

جواب : لیکن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے واقعات کو بیان کیا۔اوران سے سرزد ہونے والے گناہوں کو شمار کرا کر موجودہ لوگوں کوان پر خبردار کیا۔یہ دونوں واقعات اگرچہ مستقل ہیں مگران میں سے ہرایک ایک قسم کی تنبیہ اپنے اندر لئے ہوئے ہے پس پہلا واقعہ استہزاء پر تنبیہ کے لیے ہے اوراطاعت حکم میں فوری اطاعت نہ کرنے اوراس کے متعلقات پر تنبیہ ہے جبکہ دوسرا واقعہ حرمت والے نفس کو قتل کرنے اوراس کے پیچھے جو بڑی نشانی ظاہر ہوئی اس پر خبردار کرنے کے لیے ہے گائے کو ذبح کرنے والے واقعہ کو مقتول کے تذکرہ سے مقدم کیا کیونکہ اگراس کا الٹ ہوتا۔تو پھر یہ ایک ہی واقعہ بن جاتا۔اور بار بار تنبیہ والا مقصد فوت ہو جاتا۔

عجیب نکتہ:

میرے دل میں دوسرے پورے واقعہ کو دیکھنے اور شروع سے قصہ دہرانے کے بعد ایک عجیب نکتہ پیدا ہوا کہ پہلے واقعہ کے ساتھ دوسرے واقعہ کو ضمیر سے ملایا۔جو گائے کی طرف لوٹ رہی ہے گائے کا نام نہیں لیا۔اس آیت میں فرمایا:اضربوه ببعضها تاکہ دونوں کا الگ واقعہ ہونا معلوم ہو کر تنبیہ کا مقصد حاصل ہو۔اورادھر ضمیر گائے کی طرف لوٹتی ہے۔اس لیے ایک ہی واقعہ ہونا معلوم ہوا۔

نکتہ:اس واقعہ سے اشارہ ملتا ہے کہ جو شخص یہ ارادہ رکھتا ہو۔کہ وہ اپنے دل کو مشاہدات الٰہیہ سے زندہ کرے وہ اپنے نفس کو مختلف قسم کے مجاہدات سے مارے۔پھر یہ مقصد حاصل ہوگا۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ۭ وَاِنَّ

پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوئے ، سو وہ ایسے ہو گئے جیسے پتھر ہوں یا ان سے بھی زیادہ سخت اور بلاشبہ

مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ

بعض پتھر ایسے ہیں جن سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور بلاشبہ ان میں بعض ایسے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں پھر

مِنْهُ الْمَاۗءُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

ان سے پانی نکلتا ہے۔ اور بلاشبہ ان میں بعض ایسے ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے بے خبر نہیں ہیں جن کو

تَعْمَلُوْنَ ۝۷۴

تم کرتے ہو۔

تفسیر آیت ۷۴:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ : (پھر سخت ہو گئے تمہارے دل) ثُمّ یہاں استبعاد قسوت کیلئے ہے یعنی نرمی کے اتنے اسباب دیکھنے پر تمہاری قساوت بڑی بعید ہے۔

مِنْۢ بَعْدِ : (اس کے بعد) ان مذکورہ اسباب کے بعد جو دلوں میں نرمی و رقت پیدا کرنے والے ہیں اور دلوں کی صفت قسوت سے کرنا درحقیقت وعظ و عبرت سے ان کے انکار کی تمثیل ہے

ذٰلِكَ : (اس) اس احیاء مقتول کے بعد ذٰلک کا مشار الیہ احیاء مقتول ہے۔ یا وہ تمام مقررہ نشانیاں جو پہلے گزریں۔

نحوی لطائف:

فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ : (پس وہ پتھر کی طرح) وہ اپنی سختی میں پتھر کی طرح ہیں۔

اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً : (یا اس سے زیادہ سخت) یا اس سے سختی میں زیادہ بڑھ کر ہیں۔ اشد کا عطف کاف پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ او مثل اشد قسوۃ۔ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ یا وہ بذاتِ خود اس سے زیادہ سخت ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جو ان دلوں کا حال پہچانے تو وہ ان کو پتھر سے تشبیہ دے یا کسی اور جوہر سے جو پتھر سے زیادہ سخت ہو اور وہ لوہا ہے۔ یا پہچاننے والا ان کو پتھر سے تشبیہ دے یا وہ کہے کہ یہ پتھروں سے زیادہ سخت ہیں۔ اشد کے لفظ میں جو مبالغہ ہے وہ اقسیٰ کے لفظ میں نہیں اور مفضل علیہ یعنی حجارہ کے لیے ضمیر نہیں لائی گئی کیونکہ وہ ظاہر تھا۔ اور اس میں کوئی التباس نہیں مثلاً کہتے ہیں زید کریم وعمرو اکرم۔

سختی کا بیان:

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ : (اور بے شک بعض پتھروں سے نہریں پھوٹ کر نکلتی ہیں) یہ پتھروں سے ان کے دلوں کی سختی کے زیادہ ہونے کا بیان ہے۔

صرف: مَا یہ الذی کے معنی میں ہے۔ موضع نصب میں اِنَّ کا اسم ہے اور لام تاکید کا ہے۔

التفجر : کسی چیز کا زیادہ اور کثرت سے کھلنا۔

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ : (اور بعض ان میں پھٹ جاتے ہیں) اس کا اصل یتشقق ہے اعمش نے اس طرح پڑھا ہے تاء کو شین سے بدل کر اس میں ادغام کر دیا۔

فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ : (پس ان سے پانی نکلتا ہے) یعنی پتھروں میں ایسے پتھر بھی ہیں۔ جن میں بڑے بڑے سوراخ ہوتے ہیں۔ جن سے کثیر پانی ٹھاٹھیں مار کر ابلتا ہے اور بعض پتھر ایسے ہیں جو لمبائی یا چوڑائی میں پھٹ جاتے ہیں۔ پھر ان سے بھی پانی اُبلنے لگتا ہے۔ مگر ان کے دلوں میں تری بھی نہیں۔ (یعنی منفعت کا نام بھی نہیں)

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ : (اور بعض ان میں سے گر پڑتے ہیں) پہاڑ کی بلندی سے گر پڑتے ہیں۔

خشیت کی حقیقت:

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ : (اللہ کے خوف سے) نمبر ۱: بعض نے کہا کہ یہ مجاز ہے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کا مطیع ہونا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ ان میں ارادہ کرتے ہیں۔ اس سے باز نہیں رہتے مگر ان کفار کے دل نہ اطاعت اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی وہ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ملتا ہے۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا کہ خشیت کا حقیقی معنی مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان میں زندگی و تمیز پیدا کر دیتے ہیں۔ اور کسی جسم میں زندگی اور تمیز کے لیے کسی خاص معصیت کا ہونا ضروری نہیں۔ عند اهل السنة۔ اور قرآن مجید میں سورۃ حشر کی آیت نمبر ۲۱۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ کی تفسیر بھی اسی طرح ہے۔ یعنی ان کے دل نہیں ڈرتے۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ : (اور اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو) یہ کفار کو دھمکی ہے ابن کثیر مکی نے تعملون کو یاء سے یعملون پڑھا۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ

کیا تم لوگ یہ امید رکھتے ہو کہ یہودی تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے اور حال یہ ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو اللہ کا کلام سنتے رہے ہیں۔ پھر

يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

اس میں تحریف کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد کہ وہ اس کو سمجھتے تھے اور جانتے تھے۔

تفسیر آیت ۷۵:

اَفَتَطْمَعُوْنَ : (کیا تم توقع رکھتے ہو) یہ خطاب رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کو فرمایا۔

اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ : (کہ وہ تم پر اعتماد کریں) کہ تمہاری دعوت کی وجہ سے ایمان لے آئیں گے۔ اور تمہاری بات قبول کر لیں گے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا فاٰمن لهٗ لوط (ان کی دعوت پر لوط ایمان لائے) یعنی یہ یہود۔

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ : (حالانکہ ان میں ایک جماعت ایسی ہے) یعنی ان میں سے جو گزرے ایک گروہ ہے

يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ : (جو اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے ہیں) یعنی تورات

ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ : (پھر اس کو بدل دیتے ہیں) جس طرح انہوں نے صفات رسول اللہ ﷺ اور آیت رجم کو بدل ڈالا۔

مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ : (اس کے بعد کہ انہوں نے اس کو سمجھا) اور عقلوں میں منضبط کر لیا۔ بٹھالیا

تحریف ان کی عادت:

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ : (اور وہ جانتے ہیں) کہ وہ جھوٹے مفتری ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کفر اور تحریف ان کی پرانی عادت ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا

اور جب ملاقات کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے کے پاس تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں

اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾

کیا تم ان کو وہ چیزیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تاکہ یہ لوگ ان کے ذریعے اللہ کے پاس حجت میں تم کو مغلوب کر دیں۔ کیا تم سمجھ نہیں رکھتے ہو؟

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

وَاِذَا لَقُوا : (جب وہ ملتے ہیں) یعنی منافقین یا یہود

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : (ایمان والوں سے) یعنی اصحاب محمد ﷺ میں سے مخلص لوگوں سے۔

قَالُوْٓا : (کہتے ہیں) منافقین۔

اٰمَنَّا : (ہم ایمان لائے) کہ تم حق پر ہو اور محمد ﷺ وہی رسول ہیں جن کے متعلق بشارت دی گئی ہے۔

وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ : (جب وہ ایک دوسرے کے پاس اکیلے ہوتے ہیں) وہ لوگ جو منافق نہیں ان لوگوں کے پاس جو منافق ہیں۔

قَالُوْٓا : (وہ کہتے ہیں) ان کو عتاب کرتے ہوئے۔

اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ : (کیا تم کہتے ہو ان کو) یعنی کیا تم اصحاب محمد ﷺ کو اطلاع دیتے ہو۔

بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ : (جو اللہ تعالیٰ نے تم پر ظاہر کیا) جو اللہ تعالیٰ نے تم پر تورات میں محمد ﷺ کی حالت بیان کی ہے۔

لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ : (تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اس کے ذریعے تمہارے رب کے پاس)۔ تاکہ وہ تمہارے خلاف دلیل بنائیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمہارے اوپر اتاری ہے۔ انہوں نے اپنے خلاف تورات سے حجت کو اور ان کی اس بات کو کہ یہ تمہاری کتاب میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں حجت قرار دیا۔ جیسے کہتے ہیں (ھو فی کتاب اللّٰہ تعالٰی ھاکذا۔) وہ مضمون اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس طرح ہے وھم عند اللّٰہ ھکذا، اور وہ اللہ کے ہاں بھی اس طرح ہے۔ ان دونوں باتوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں مضاف مضمر ہے یعنی عند کتاب ربکم۔ تاکہ تمہارے رب کی کتاب میں جھگڑا کریں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ تاکہ وہ تم سے مجادلہ اور اس کے ذریعہ مخاصمہ کریں۔ تمہارے رب کے ہاں جو تم نے ان کو کہا۔ وہ مسلمان کہیں گے کہ تم نے کفر کیا اس کی سچائی کی اطلاع پانے کے باوجود۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿٧٨﴾

اور ان میں ایسے لوگ ہیں جو ان پڑھ ہیں کتاب کا علم نہیں رکھتے۔ سوائے آرزوؤں کے اور وہ لوگ صرف گمانوں میں پڑے ہوئے ہیں

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

سو بڑی خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جو کتاب کو لکھتے ہیں اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے

لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ

تاکہ اس کے ذریعہ خرید لیں تھوڑی سی قیمت، سو بڑی ہلاکت ہے ان کے لئے بوجہ اس کے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا ہے۔ اور بڑی ہلاکت ہے ان کے لئے

مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿٧٩﴾

اس کی وجہ سے جسے وہ کسب کرتے ہیں۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ : (کیا تم سمجھتے نہیں) کہ یہ تمہارے خلاف دلیل ہے۔ اس طرح کہ تم اس کا اعتراف کرتے ہو پھر اس کی پیروی نہیں کرتے ہو۔

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ : (کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) تمام باتیں۔

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ : (جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور جو وہ چھپاتے ہیں) ایک ان میں سے ان کا کفر چھپانا اور ایمان ظاہر کرنا بھی تھا۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ : (اور بعض ان میں ان پڑھ ہیں) یعنی یہود میں سے وہ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے کہ تورات کا مطالعہ کر لیتے اور ان کو یقین سے اس کے مضامین معلوم ہو جاتے۔

لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ : (وہ کتاب کو نہیں جانتے) کتاب سے مراد تورات ہے۔

امانی کی تفسیر:

اِلَّآ اَمَانِيَّ : (مگر تمنائیں) نمبر ۱: مگر وہ تمنائیں جن میں وہ مبتلا تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دیں گے اور ان پر رحم فرمائیں گے۔ اور ان کو چند دنوں آگ میں جانا پڑے گا۔

نمبر ۲: دوسرا قول یہ ہے مگر وہ من گھڑت جھوٹی باتیں جو انہوں نے اپنے علماء سے سن کر ان کو تقلیدی طور پر تسلیم کر لیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں تمنّی کا یہی معنی ہے۔ ما تمنیت منذ اسلمت۔ کہ میں نے اسلام لانے کے بعد آج تک جھوٹ نہیں بولا۔

تیسرا قول یہ ہے مگر وہ جو پڑھتے تھے۔ جیسا کہ شاعر کے اس قول میں تمنّی کا یہی معنی ہے۔

تمنی کتاب اللّٰہ اول لیلۃٍ   وآخرھا لاقی حِمام المقادر

رات کے پہلے حصہ اور پچھلے میں وہ اللہ کی کتاب پڑھتا۔ اور اس کی مقدر موت اسی حالت میں آئی۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا۔ کہ یہ یہود کتاب منزل کی حقیقت کو نہیں پہچانتے البتہ یہ ایسی چیزیں پڑھتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے احبار سے حاصل کی ہیں۔ اس صورت میں استثناء منقطع ہے۔

وَاِنْ هُمْ : (نہیں ہیں وہ)

اِلَّا یَظُنُّوْنَ : (یہ ان کا خیال ہی خیال ہے) یعنی وہ نہیں جانتے اس میں کیا ہے؟ پس آپ کی نبوت کا انکار محض گمان سے کرتے ہیں۔

سابقہ آیات سے ربط :

رَبط : ان آیات میں ان علماء کا ذکر کیا۔ جنہوں نے علم کے باوجود محض عناد سے تحریف کی۔ پھر ان کے عوام کا ذکر کیا۔ جنہوں نے ان کی اندھادھند تقلید کی۔

فَوَیْلٌ : (ہلاکت ہے) حدیث میں ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ (رواہ ابن المبارک فی الزوائد عن ابی سعید الخدری)

لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ : (ان پر جو لکھتے ہیں کتاب) تحریف شدہ

بِاَیْدِیْهِمْ : (اپنے ہاتھوں سے) اپنی طرف سے بغیر اس کے کہ ان پر اتاری گئی۔ یہاں ہاتھوں کا تذکرہ تاکید کے لیے ہے۔ اور یہ مجازی تاکید ہے۔

ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا : (پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ اس کے ذریعے سے تھوڑا سا مال لیں) ثمنا قلیلا کا معنی معمولی عوض

فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا کَتَبَتْ اَیْدِیْهِمْ وَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا یَکْسِبُوْنَ : (پس ان پر ہلاکت ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور ہلاکت ہے ان کی کمائی سے)۔ یعنی رشوت

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ

اور انہوں نے کہا کہ ہم کو ہرگز آگ نہ چھوئے گی مگر چند دن گنتی کے، آپ فرمایئے کیا تم نے

عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا

اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے لیا ہے، سو اللہ تعالیٰ اپنے عہد کے خلاف نہ کرے گا یا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگا رہے ہو جس کا تمہیں

تَعْلَمُوْنَ ۸۰

علم نہیں ہے۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً : (وہ کہتے ہیں کہ ہم کو نہیں چھوئے گی آگ مگر گنتی کے دن) چالیس دن جتنے دنوں بچھڑے کی عبادت کی تھی۔

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ یہود کہتے تھے کہ دنیا کی عمر کل چھ ہزار سال ہے اور ہمیں ایک ہزار سال کے بدلے ایک دن عذاب دیا جائے گا۔ (اس طرح گویا چھ دن عذاب ہو کر ساتویں دن چھٹی)

قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا : (کہہ دیں کیا لے لیا تم نے کوئی وعدہ) یعنی اس نے تم سے عہد کیا کہ وہ تمہیں اتنی ہی مقدار میں عذاب دے گا۔

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ : (کہ ہرگز اللہ تعالیٰ خلاف نہ کرے گا اپنے عہد کے) یہ محذوف سے تعلق رکھتا ہے اصل کلام اس طرح ہوا۔ ان اتخذتم عند اللّٰہ عھدا فلن یخلف اللّٰہ عھدہ۔ اگر تم نے اللہ سے عہد لیا ہے پھر تو ہرگز اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہ فرمائیں گے۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : (یا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ پر جو نہیں جانتے)

ام کی اقسام:

تفسیر اول: اَمْ معادلہ کے لیے ہے۔ کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ کہتے ہو جو تم جانتے ہو یا تم اس کے بارے میں وہ کہتے ہو جو نہیں جانتے۔

دوسری تفسیر: اَمْ منقطعہ۔ بَل کے معنی میں ہے بلکہ تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓـئَتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾

ہاں جس نے گناہ کیا اور اس کے گناہ نے اس کو گھیر لیا تو ایسے لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ قف وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو گے اور والدین کے ساتھ اور

وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ

قرابت داروں اور یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے اور عام لوگوں سے اچھی بات کہنا اور نماز قائم کرنا

وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ط ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

اور زکوٰۃ دینا، پھر تم نے روگردانی کی مگر تم میں سے تھوڑے سے لوگوں نے، اور تم اعراض کرنے والے ہو

بَلٰی : (کیوں نہیں) نفی کے بعد اثبات کے لیے ہے وہ نفی یہ ہے لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ۔ یعنی کیوں نہیں تمہیں آگ ہمیشہ کے لیے چھوئے گی۔ اس کی دلیل یہ ارشادِ الٰہی ہے ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً : (جس نے برائی کی) سیئۃ سے مراد شرک ہے۔

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ کی یہی تفسیر ہے۔

وَّاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓـئَتُہٗ : (اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہوں نے) یعنی اس پر نجات کے راستے بند ہو گئے اس طرح کہ اس کی موت اس پر واقع ہوئی۔ پھر اگر ایمان کی حالت میں موت آئی تو سب سے بڑی طاعت یعنی ایمان اس کے پاس ہے اس لیے گناہ اس کا احاطہ کر ہی نہیں سکتا۔

ردِ خوارج:

گویا یہ نص اس کو شامل ہی نہیں۔ اس تعبیر سے معتزلہ اور خوارج کا اعتراض باطل ہو جاتا ہے احاطہ کی تفسیر ایک یہ بھی ہے کہ گناہ اس پر حاوی ہو گئے اور مسلط ہو گئے جیسا کہ دشمن حاوی ہو جاتا ہے اور اس نے توبہ کر کے ان سے چھٹکارہ حاصل نہیں کیا۔

قراءت: مدنی رحمہ اللہ نے خطیاتہٗ، یا سے پڑھا ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : (وہ آگ والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے)

تفسیر آیت ۸۲:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

تفسیر آیت ۸۳:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ :(اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا وعدہ لیا)

مِیْثَاق۔ انتہائی پختہ وموکد عہد کو کہتے ہیں۔

خبر بصورتِ نہی:

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ : (تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا) یہ نہی کے انداز میں خبر ہے جیسا تم کہو۔ تذھب الٰی فلان تقول لهٗ کذا سے مقصود حکم دینا ہے کہ فلاں کے پاس جا اور اس کو اس طرح کہہ۔ یہ صراحۃً امرونہی سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ یہ اسی طرح ہے گویا کہ بات ماننے اور انتہاء تک پہنچنے میں جلدی کی گئی اور وہ اس کے متعلق خبر دے رہا ہے۔ اور اس معنی کی معاونت حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی قراءت لا تعبدوا اور ان کا قول وقولوا کر رہا ہے یہاں قول مضمر ہے۔

قراءت: مکی وحمزہ، علی نے لا یعبدون پڑھا۔ کیونکہ بنی اسرائیل اسم ظاہر ہے۔ اور تمام اسماءِ ظاہرہ غیب ہیں۔ اب معنی یہ ہے کہ وہ عبادت نہ کریں مگر اللہ کی جب اَنْ حذف ہوا تو آخر میں رفع آ گیا۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا : (اور والدین کے ساتھ احسان کرنا) یعنی تم احسان کرو۔ یہ امر مقدر مانا تا کہ امر پر عطف صحیح ہو جائے۔ اور وہ قولوا ہے۔

وَّذِي الْقُرْبٰى : (اور رشتہ داروں کے) رشتہ داری۔

یتیم کا معنی:

وَالْيَتٰمٰى : (اور یتیموں) جمع یتیم جس کا باپ بلوغت سے قبل یا بلوغت تک فوت ہو جائے اس لیے کہ آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: لا یُتْمَ بعد البلوغ۔ بلوغت کے بعد یتیمی نہیں (ابوداؤد)

وَالْمَسٰكِيْنِ : (اور مساکین کے ساتھ) جمع مسکین۔ وہ جس کو حاجت نے ٹھہرا دیا ہو۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا : (اور تم کہو لوگوں کو اچھی بات) قول حسن اچھی بات جو فی نفسہٖ خوبی والی ہو۔

قراءت: حمزہ، علی نے حَسَنًا پڑھا ہے۔

وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ : (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پھر تم نے منہ موڑا) میثاق سے پھر گئے اور اس کا انکار کر دیا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ تم آپس میں خونریزی نہ کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے

دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ

نہ نکالو گے پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور تم اس کی گواہی بھی دیتے ہو، پھر تم وہ لوگ ہو جو قتل کرتے ہو اپنی جانوں کو

وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط

اور نکالتے ہو اپنوں میں سے ایک جماعت کو ان کے گھروں سے، ان کے مقابلہ میں مدد کرتے ہو گناہ اور زیادتی کے ساتھ،

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ط اَفَتُؤْمِنُوْنَ

اور اگر وہ آ جائیں تمہارے پاس قیدی ہونے کی حالت میں تو تم ان کی جان کا بدلہ دیکر چھڑا لیتے ہو حالانکہ ان کا نکالنا تم پر حرام تھا۔ کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان

بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ

لاتے ہو اور بعض کے منکر ہوتے ہو۔ سو کیا جزا ہے اس کی جو تم میں سے ایسا کام کرے سوائے اس کے کہ دنیاوی زندگی میں

فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ

رسوا ہو، اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں پہنچا دیئے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾

غافل نہیں ہے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ : (مگر تھوڑے تم میں سے) یہ کہا گیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ان میں سے ایمان لے آئے
وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ : (اور تم اعراض کرنے والے تھے) تم ایسی قوم ہو کہ تمہاری عادت اعراض کرنا اور وعدوں سے پھرنا ہے۔

قتل واخراج نفس کی تفسیر:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ : (جب ہم نے تم سے پختہ وعدہ لیا کہ تم ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ نکالنا ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے)
تفسیر نمبر ۱: یعنی تم ایک دوسرے کے ساتھ ایسا نہ کرو۔ دوسرے آدمی کو خود اس کا نفس قرار دیا۔ کیونکہ تمام اصل کے ایک ہونے کی

وجہ سے یا دین کے ایک ہونے کی وجہ سے متصل ہیں۔

تفسیر نمبر۲: جب اس نے دوسرے کو قتل کر دیا تو گویا اس نے اپنے آپ کو قتل کیا اس لیے کہ اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ : (پھر تم نے اقرار کیا) یعنی میثاق کے ذریعہ اقرار کیا اور اس کو اپنے اوپر لازم کرنے کا اعتراف کیا

تفسیر شہادۃ:

وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ : (اور تم گواہ ہو) نمبر۱۔ گواہ ہو تم اس پر۔ جیسا کہتے ہیں فلان مُقِرٌّ علی نفسه بكذا، شاهد عليها۔ جبکہ وہ اس کا پختہ وعدہ کرنے والا ہو۔

تفسیر نمبر۲: اور تم آج بھی گواہی دیتے ہو کہ تمہارے اسلاف نے اس میثاق کا اقرار کیا تھا۔

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ : (پھر تم وہی ہو) یہ ان کی طرف قتل و جلاوطنی دشمنی میں حد سے نکلنے کی نسبت سے کہا گیا۔ کہ میثاق لیے جانے اور اقرار و شہادت کے بعد یہ بات تم سے بہت ہی بعید ہے۔

نحو: انتم مبتداء اور ھولاء بمعنی الذین ہے۔

تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ : (قتل کرتے ہو ایک دوسرے کو) یہ ھٰؤلاء کا صلہ ہے۔ اور یہ صلہ موصول مل کر خبر ہے

وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ : (اور نکالتے ہو ایک جماعت کو ان کے گھروں سے) اللہ تعالیٰ کے میثاق کا لحاظ و پاس کیے بغیر۔

تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ : (ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو ان کے مقابلے میں)

قراءت: کوفی کے ہاں تخفیف کے ساتھ ہے دیگر قراء تشدید سے پڑھتے ہیں۔ جنہوں نے تخفیف کی تو انہوں نے ایک تاء کو حذف کر دیا۔ پھر ایک قول میں وہ دوسری تاء ہے اس لیے کہ ثقل کا باعث وہی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ پہلی تاء ہے جن قراء نے تشدید پڑھی۔ انہوں نے تائے دوم کو ظا سے بدل کر اس میں ادغام کر دیا۔

تفسیر: تم تعاون کرتے ہو۔

بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ : (گناہ اور دشمنی کے ساتھ) معصیت اور ظلم کے ساتھ۔

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ : (اگر وہی لوگ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو)

قراءت: نمبر۱: ابو عمرو نے أسارى تَفْدوهم

نمبر۲: مکی و شامی قراء تُفَادُهم

نمبر۳: حمزہ اُساری تَفْدوهم

نمبر۴: علی اُساری تفادوهم

لغت میں فدی فادی کا ایک ہی معنی ہے۔

نَحو : اسارٰی جمع اسیر ہے اسی طرح اُسریٰ بھی جمع اسیر ہے یہ حال ہے۔

ھو ضمیر کی وضاحت:

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ : (حالانکہ وہ حرام ہے تم پر)
نمبر۱: یہ ضمیر شان ہے۔
نمبر۲: یہ ضمیر مبھم ہے جس کی تفسیر اخراجھم ہے۔
اِخْرَاجُهُمْ : (ان کا نکالنا)
اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ : (کیا مانتے ہو کتاب کی بعض باتیں) بعض کتاب سے مراد قیدیوں کا فدیہ ادا کرنا۔
وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ : (اور نہیں مانتے بعض باتیں) قتال اور جلاوطن کر کے۔

چار قول:

سدی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے چار عہد لیے۔
نمبر۱: قتل نہ کرو۔ نمبر۲: جلاوطن نہ کرو۔ نمبر۳: برائی میں معاونت نہ کرو۔ نمبر۴: قیدیوں کا فدیہ دو۔
انہوں نے قیدیوں کے فدیہ والے حکم کے علاوہ باقی تمام حکم چھوڑ دیئے۔

تفسیر آیت ۸۵:

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ : (پس کچھ سزا نہیں اس کی جو تم میں سے ایسا کرے مگر رسوائی) خزی کا معنی رسوائی وذلت ہے۔
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ : (دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن ان کو سخت عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا) نمبر۱: عذاب وہ جس میں نہ آرام ہو اور نہ خوشی۔
نمبر۲: دنیا کے عذاب سے سخت تر عذاب کی طرف ان کو لوٹایا جائے گا)
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ : (اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں اس سے جو تم کر رہے ہو)
قراءت: نافع، ابوبکر، مکی نے تعملون کو یعملون پڑھا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلہ مول لے لیا ، سو نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب

وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾

اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

تفسیر آیت ۸۶:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ :

(یہی لوگ ہیں جنہوں نے مول لے لی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے) یعنی انہوں نے اس کو آخرت پر ترجیح دی۔ جیسا کہ خریدار بعض اشیاء کو چنتا ہے۔

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ :

(پس ان سے کم نہ کیا جائے گا عذاب اور نہ ان کی مدد کی جائے گی) عذاب دور کرنے میں ان کی کوئی مدد نہ کرے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ز وَاٰتَيْنَا عِيْسَى

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے، اور دیئے ہم نے عیسیٰ بن مریم

ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

کو واضح دلائل، اور ان کی تائید کی ہم نے روح القدس کے ذریعہ ، کیا جب کبھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لایا جو

بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ج فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ز وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

تمہارے نفسوں کو گوارا نہ تھے تو تم نے تکبر کیا، سو ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کرتے رہے ہو۔

تفسیر آیت ۸۷:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ : (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی) الکتاب سے مراد تورات ہے جو اکٹھی اتاری گئی

وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ : (اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے) عرب کہتے ہیں قفاہ جب کوئی گردن کے پیچھے سے آئے ۔ جیسے ذنبہ یہ ذنب سے ہے۔ اور قفاہ بہ پیچھے چلنا چلانا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کے پیچھے بہت سے رسول بھیجے۔ اور وہ یوشع، اشمویل، شمعون، داؤد، سلیمان، شعیاء، وارمیاء، عزیر، حزقیل، الیاس، الیسع، یونس، زکریا، یحییٰ وغیرھم ۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ : (اور عیسیٰ بن مریم کو کھلے معجزات دیئے) مریم کا معنی خادم ہے اس کا وزن علماءِ نحو کے ہاں مفعل ہے کیونکہ فعیلاً کا وزن ثابت نہیں۔

مراد بینات:

اَلْبَيِّنٰتِ : واضح معجزات مثلاً مردوں کو زندہ کرنا مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو درست کرنا مغیبات کی خبریں دینا۔

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ : (اور قوت دی جبرائیل امین سے) القدس کا معنی طہارت ہے

القدس کا معنی:

قراءت: اَلْقُدْس ابن کثیر مکی کے نزدیک جہاں بھی آئے گا دال کے سکون سے پڑھا جائے گا۔ روح القدس کا معنی پاکیزہ روح ۔ جیسا کہتے ہیں حاتم الجود۔ سخی حاتم ۔ عیسیٰ علیہ السلام کی اس سے تعریف بیان کی جاتی ہے۔

نمبر۱: ان کے ساتھ خصوصیت و قرب کی وجہ سے۔

نمبر۲: جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ کیونکہ وہ ایسی چیز آسمانوں سے لاتے ہیں جس میں دلوں کی زندگی ہے اور خصوصی تائید اس وقت فرمائی جب یہود نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔ بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے ان کو اللہ نے ملعون قرار دیدیا سو بہت کم ایمان لاتے ہیں

یا انجیل دے کر ان کی خصوصی تائید کی۔ جیسا کہ سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۵۲ روحًا من امرنا میں فرمایا یا اسم اعظم مراد ہے۔ جس سے وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى : (کیا جب بھی لائے تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم جو ناپسند کرتے تھے) تھویٰ کا معنی پسند کرنا۔

اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ : (تمہارے نفس، تم نے تکبر کیا) تم نے اس کو قبول کرنے سے اپنے آپ کو بڑا قرار دیا

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ : (پس ایک جماعت کو جھٹلایا) جیسے عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ : (اور ایک جماعت کو قتل کیا) جیسے زکریا اور یحییٰ علیہما السلام۔

ایک نکتہ:

فواصل کی موافقت کے لیے قتلتم کی بجائے تقتلون فرمایا۔ یا مراد یہ ہے کہ ان کی ایک جماعت کو قتل کرنے کے اب بھی درپے ہو۔ کیونکہ تم قتل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گردش کرتے ہو۔ اگر میں نے ان کی حفاظت نہ کی ہوتی۔ (تو تم قتل کر ڈالتے) اور اس لیے تم نے ان کو سحر کیا۔ اور ان کے لیے بکری کے گوشت کو زہر آلود کیا۔

تفسیر : اب مطلب یہ ہوا کہ اے بنی اسرائیل ہم نے تمہارے انبیاء کو دیا جو کچھ دیا۔ پس جب بھی تمہارے پاس ان میں سے کوئی رسول حق لے کر آیا۔ تو تم نے اس پر ایمان لانے سے تکبر کیا۔ فا اور جو اس سے متعلق تھا۔ ان کے درمیان ہمزہ توبیخ یا تعجب کے لئے لایا گیا۔ تاکہ ان کی حالت پر تعجب کا اظہار ہو۔

غلف کی تفسیر:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ : (اور کہا ہمارے دل غلافوں میں ہیں) غلف جمع اغلاف ہے وہ دل ایسے انداز سے پیدا کیے گئے ہیں کہ جن کو کئی پردوں نے ڈھانپ رکھا ہے۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ وہ ان تک نہیں پہنچتا ہے۔ اور نہ اس کو وہ سمجھتے ہیں یہ لفظ اغلف سے استعارہ کے طور پر استعمال ہوا ہے اغلف بے ختنہ کو کہتے ہیں۔

بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ : (بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب) اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی کہ ان کے دل اس طرح نہیں بنے جس طرح وہ کہتے ہیں۔ بلکہ وہ تو فطرت پر پیدا کیے گئے۔ اور ان میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی گئی۔ بے شک ان کو تو ان کے کفر و زیغ کی وجہ سے مسترد کیا گیا۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ

اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب پہنچی وہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے اور حال یہ تھا کہ اس سے پہلے

يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ

وہ کافروں کے مقابلہ میں فتح یابی طلب کرتے تھے پس جب وہ چیز ان کے پاس آ گئی جس کو پہچان لیا تو اس کے منکر ہو گئے۔ سو اللہ کی لعنت ہے

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

کافروں پر، بری چیز ہے وہ جس کو اختیار کر کے اپنی جانوں کو خرید لیا یہ کہ کفر کریں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے اتارا

بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى

حسد کرتے ہوئے اس بات پر کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نازل فرمائے، سو وہ لوگ غضب پر غضب کے

غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

مستحق ہو گئے اور کافروں کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

قلیل کا مفہوم:

فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ : (بہت تھوڑے ہیں جو ایمان لاتے ہیں) **نحو** : قلیلا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی ایمانا قلیلا یؤمنون۔ وہ تھوڑا ایمان لاتے ہیں۔ ما زائدہ ہے۔

نمبر۱: اور قلیل ایمان سے مراد کتاب کے بعض حصے پر ایمان ہے۔

نمبر۲: قلیل سے ان کے ایمان کی نفی مراد ہے۔

قراءت: غُلْفٌ یہ غُلُفٌ کی تخفیف ہے اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ جمع غلاف ہے مطلب یہ ہوا کہ ہمارے دل علوم کے برتن ہیں۔ اس لیے ہم دوسروں کے علم سے بے نیاز ہیں۔

نمبر۲: اگر تمہارا لایا ہوا صحیح ہوتا تو اسے ہم قبول کر لیتے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ : (جب پہنچی ان کے پاس) هُمْ سے یہود مراد ہیں۔

كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ : (کتاب اللہ کی طرف سے) کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ : (جو تصدیق کرتی ہے اس چیز کی جو ان کے پاس ہے) معھم سے مراد ان کی کتاب جو اس کے مخالف نہیں۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ : (وہ اس سے پہلے)۔ یعنی قرآن (سے پہلے)

معنی استفتاح:

یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا : (فتح مانگتے تھے کافروں پر) مشرکین سے لڑائی کے وقت اس طرح دعاء نصرت مانگتے تھے۔ اللّٰھم انصرنا بالنبیّ المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد نعتہ فی التوراۃ۔ اے اللہ تو ہماری مدد فرما۔ اس آخر الزمان نبی کے مبعوث ہونے کی برکت سے جس کی تعریف تورات میں ہم پاتے ہیں اور وہ اپنے مشرک دشمنوں کو کہا کرتے تھے۔ اس نبی کا زمانہ قریب آنے لگا ہے۔ جس کی بعثت ہماری بات کی تصدیق بنے گی۔ ہم انکے ساتھ ہو کر تمہیں عاد، ثمود کی طرح قتل کریں گے۔

فَلَمَّا جَآءَ ھُمْ مَّا عَرَفُوْا : (پس جب وہ آ گئے جس کو انہوں نے پہچانا) جب وہ پیغمبران کے پاس آئے جن کو انہوں نے پہچانا۔

نحو : ما موصولہ ہے اور عرفوا اس کا صلہ ہے یہ جاء کا فاعل ہے۔

کَفَرُوْا بِہٖ : (تو ان کا انکار کر دیا) ضد اور حسد کی وجہ سے اور سرداری کی حرص میں انکار کر دیا۔

فَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ : (پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کافروں پر) یعنی ان کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اسم ظاہر کا نکتہ:

یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لایا گیا۔ اس بات کو بتلانے کے لیے کہ کفر کی وجہ سے وہ لعنت کے مستحق بن چکے۔

الکافرین پر الف لام عہد کا ہے یا جنس کا ہے اور وہ لوگ اس میں سب سے پہلے داخل ہیں۔

پہلے لما کا جواب مضمر ہے، اور وہ اس طرح ہے کذبوا بہ۔ یا

نمبر۲: انکروہ یا نمبر۳: کفروا پہلے دوسرے دونوں لما کا جواب ہے۔

اس لیے کہ دونوں کا مقتضیٰ ایک ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جب ان کے پاس وہ پیغمبر آ گئے جن کو انہوں نے پہچانا تو ان کو اوپرا قرار دے کر انکار کر دیا۔ یا ان کا انکار کر دیا۔

بِئْسَمَا : (بری ہے وہ چیز) نحو : ما نکرہ موصوفہ ہے اور بئس کے فاعل کی تفسیر کر رہا ہے۔

قراءت : ابو عمرو اس کو بِیْسَمَا غیر مہموز پڑھتے ہیں تمام باب میں۔ مطلب یہ ہے بہت بری ہے وہ چیز۔

اشْتَرَوْا بِہٖٓ اَنْفُسَھُمْ : (جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنی جانوں کو) یعنی فروخت کر دیا یہ بئس کا مخصوص بالذم ہے۔

اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ : (کہ انکار کرنے لگے اس کلام کا جو اللہ تعالیٰ نے اتارا) انزل اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔

بَغْیًا : (ضد کی وجہ سے) یہ مفعول ہے یعنی حسد اور اس چیز کی طلب میں جو انکے مناسب نہیں۔ یہ اشتروا کی علت ہے بیچنے کا سبب تھا۔

ان کا معنی:

اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰہُ : (کہ اتارا اللہ نے) نمبر۱: لام کے معنی ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا یا عَلٰی کے معنی میں اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ انہوں نے حسد کیا اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو اتارا گیا ہم پر، اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے

بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ

وہ اس کے منکر ہوتے ہیں حالانکہ وہ حق ہے اس کی تصدیق کرنے والا جو ان کے پاس ہے، آپ فرما دیجئے سو تم کیوں اللہ کے نبیوں کو اس سے پہلے قتل

مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩١﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ

کرتے رہے ہو اگر تم مومن ہو، اور بلاشبہ موسیٰ تمہارے پاس کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے پھر تم نے ان کے بعد بچھڑے کو

الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٩٢﴾

معبود بنا لیا، حالانکہ تم ظالم تھے۔

قراءت: یُنْزِلَ مکی و بصری تخفیف سے پڑھتے ہیں۔

مِنْ فَضْلِهٖ : (اپنے فضل سے) فضل سے مراد وحی ہے

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ : (اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے) من عبادہٖ سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

پے در پے غضب:

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ : (پس کمایا انہوں نے غصہ پر غصہ) پس وہ دہرے غضب کے حق دار بن گئے اس لیے کہ انہوں نے ایک برحق پیغمبر کا انکار کر دیا۔ اور اس کے خلاف سرکشی کی۔ یا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بعد محمد ﷺ کا انکار کیا۔ یا اس قول کے بعد عزیر اللہ کا بیٹا ہے جو سورۃ التوبہ آیت نمبر ٣٠ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ اور اس قول کے بعد جو آیت نمبر ٦٤ سورۃ المآئدہ میں ہے يد الله مغلولة۔ کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ وغیرہ اقوال کے بعد وہ پے در پے غضب کے مستحق ہوئے۔

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ : (اور کافروں کے لیے ذلت والا عذاب ہے) مھین کا معنی ذلت آمیز۔

تفسیر آیت ٨١:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ : (جب ان سے کہا جاتا ہے) یعنی ان یہود کو۔

اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ : (تم ایمان لے آؤ اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اتارا) نمبر ١: اس سے مراد قرآن مجید ہے نمبر ٢: ماانزل اللّٰه سے مراد جو بھی اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ اس طرح ہر کتاب کو شامل ہے۔

قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا : (وہ کہتے ہیں ہم تو ایمان لائیں گے اسی پر جو اتارا ہم پر) یعنی تورات

وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ : (اور وہ کفر کرتے ہیں اس کے ساتھ جو اس کے بعد ہے) یعنی وہ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم تورات پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ تورات کے بعد اترنے والی کتاب کا انکار کرتے ہیں۔

مقولہ یہود کا رد:

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ : (حالانکہ وہ برحق ہے تصدیق کرنے والا ہے اس کی جو ان کے پاس ہے) اس تورات کے مخالف نہیں۔ اس میں ان کے اسی مقولہ (کہ ہم اس تورات پر ایمان رکھتے ہیں) کی تردید ہے اس لیے کہ جب انہوں نے اس وحی کا انکار کر دیا جو تورات کے موافق ہے تو گویا انہوں نے تورات کا انکار کر دیا۔ خواہ زبان سے ایسا نہیں کہا۔

نحو: مصدقًا یہ حال ہے جو تاکید کے لیے لایا گیا۔

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ : (کہہ دیں پس تم کیوں قتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو) یعنی تم نے کیوں (ان کو) قتل کیا۔ آیت میں یہ واقعہ ماضی کا ہے۔ اور مضارع اس کی جگہ لائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے۔

مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ : (اس سے پہلے اگر تم مؤمن ہو) قبل سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اس میں ان پر اعتراض کیا گیا۔ کہ تورات پر ایمان کا دعویٰ بھی کرتے ہو اور ادھر انبیاء علیہم السلام کو قتل بھی کرتے ہو حالانکہ تورات تو قتل انبیاء علیہم السلام کی گنجائش نہیں دیتی۔ کہا گیا ہے کہ انہوں نے ایک دن میں تین سو انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں قتل کیا۔

۹۱: وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ : (تحقیق آچکے تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام دلائل کے ساتھ) بینات سے نو آیات مراد ہیں۔

قراءت: دال کو جیم میں ہمیشہ ادغام کر دیا جاتا ہے۔ جہاں بھی آئے یہ ابو عمرو، حمزہ اور علی کا قول ہے لقد جاء میں اسی طرح ہے۔

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ : (پھر تم نے بنالیا بچھڑا) یعنی معبود

مِنْۢ بَعْدِهٖ : (ان کے بعد) موسیٰ علیہ السلام کے طور کی طرف جانے کے بعد

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ : (اور تم ظالم تھے) نحو: یہ حال ہے یعنی تم نے بچھڑے کی عبادت کی اس حال میں کہ تم عبادت کو اس کے مقام سے ہٹانے والے تھے۔ یا یہ جملہ معترضہ ہے یعنی تم ایسی قوم ہو کہ تمہاری عادت ظلم کرنا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ

اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور بلند کر دیا تمہارے اوپر طور کو، لے لو جو کچھ ہم نے تم کو دیا قوت کے ساتھ اور سن لو،

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ

وہ کہنے لگے ہم نے سن لیا اور مانیں گے نہیں۔ اور پلا دیا گیا ان کے دلوں میں بچھڑا ان کے کفر کے سبب، آپ فرما دیجئے

بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾

کہ بری ہیں یہ باتیں جن کا تمہیں حکم دیتا ہے تمہارا ایمان اگر تم مومن ہو۔

۹۳: وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ : (اور جب لیا ہم نے تم سے پختہ وعدہ اور تمہارے اوپر طور کو اٹھایا۔ پکڑو جو کچھ دیا ہم نے تم کو مضبوطی کے ساتھ) طور کے اٹھانے کا دوبارہ تذکرہ کیا۔ اس میں یہ اضافہ بھی ملا دیا۔ جو پہلے مقام کے تذکرے میں موجود نہیں۔

وَّاسْمَعُوْا : (اور سنو) جو حکم تمہیں تورات میں ملا۔

قَالُوْا سَمِعْنَا : (انہوں نے کہا ہم نے سنا) تمہارا قول۔

وَعَصَيْنَا : (اور نافرمانی کی ہم نے) تیرے حکم کی

صورتِ مطابقت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان کے جواب کے ساتھ اس طرح مطابقت رکھتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا۔ اسمعوا۔ تم سنو۔ اور تمہارا سننا قبولیت اور اطاعت والا ہونا چاہیے۔ انہوں نے جواب میں کہا ہم نے سنا لیکن اطاعت والا سننا نہیں۔

بچھڑے کی محبت کا رچنا:

وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ : (رچ گیا انکے دلوں میں بچھڑا) یعنی اسکی محبت ان کے دلوں میں داخل ہوگئی اور اس کی عبادت کی حرص ان میں رچ بس گئی۔ جیسا کہ کپڑے پر رنگ چڑھتا ہے۔ اور فی قلوبھم میں پائے جانے کی جگہ کا ذکر ہے۔ اور مضاف جو کہ محبت ہے وہ محذوف ہے ای اشرب حب العجل فی قلوبھم۔ بچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس گئی۔

بِكُفْرِهِمْ : (ان کے کفر کی وجہ سے) ان کے کفر کے سبب اور اعتقاد تشبیہ کے سبب۔

اضافت تھکم:

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ : (کہہ دیں بہت بری بات سکھا" ہے تم کو تمہارا ایمان) یعنی تورات کے متعلق یہ بہت برا ہے۔ اس لیے کہ توراۃ میں گاؤ سالہ پرستی نہیں ہے۔ امر کی اضافت ان کے ایمان کی طرف یہ تھکم کے لیے ہے اسی طرح ایمان

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ

آپ فرما دیجئے اگر آخرت والا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے ہی لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ

تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور وہ ہرگز کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو انہوں نے آگے

اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى

بھیجے ہیں۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے اور یہ واقعی بات ہے کہ تم ان کو زندہ رہنے پر سب لوگوں سے زیادہ حریص

حَيٰوةٍ ۚۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚۛ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ

پاؤ گے اور ان لوگوں سے بھی زیادہ جنہوں نے شرک کیا، ان کا ایک ایک فرد یہ آرزو رکھتا ہے کہ اس کو ہزار سال کی عمر دے دی جائے، اور حال یہ ہے

بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

کہ اسے یہ چیز عذاب سے بچانے والی نہیں ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہو جائے اور اللہ دیکھنے والا ہے ان کاموں کو جن کو وہ کرتے ہیں

معانقة ۱۲

کی اضافت بھی ان کی طرف اسی لیے ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ: (اگر تم سچے مؤمن ہو) ان کے ایمان میں تشکیک کا اظہار اور ان کے دعویٰ کی صحت کا انکار و مذمت ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ: (کہہ دیں اگر تمہارے لیے آخرت کا گھر ہے) دار آخرت سے مراد جنت ہے۔

عِنْدَ اللّٰهِ: (اللہ تعالیٰ کے ہاں) **نحو**: یہ ظرف ہے اور لکم کان کی خبر ہے۔

خَالِصَةً: (خالص) یہ الدار الاخرۃ سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے مکمل تمہارے لیے ہے۔

اور تمہارے سوا اور کسی کا اس میں حق نہیں۔ یعنی اگر تمہارے قول لن ید خل الجنة الا من کان هودا سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۱۱ (کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی داخل نہ ہوگا) صحیح ہے۔

مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ: (لوگوں کی بجائے) الناس میں الف لام جنس کا ہے۔

مشتاقانِ موت:

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: (تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو) اس بات میں جو تم کہتے ہو کیونکہ جس کو یقین ہو کہ وہ اہل جنت میں سے ہے تو وہ اس کے لیے مشتاق ہوگا۔ ایسے گھر سے چھٹکارہ پانے کے لیے جو مصائب سے پر ہے جیسا کہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں منقول ہے کہ ان میں سے ہر ایک موت کو پسند کرتا اور اس کا شوق مند تھا۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا : (وہ ہرگز تمنا نہ کریں گے) ابدًا کو ظرفیت کی وجہ سے نصب دیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ ہرگز (موت کی) تمنا نہ کریں گے۔ جب تک وہ زندہ ہیں۔

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ : (بسبب اس کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا) یعنی جو انہوں نے محمد ﷺ کے ساتھ گذشتہ زمانہ میں کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تحریف وغیرہ کی۔ یہ معجزات نبوت میں سے ہے کہ گذشتہ زمانے کی خبر بتلائی۔ اور جیسا آپ نے خبر دی۔ یہ اسی طرح واقع ہوا۔ جیسا کہ ولن تفعلوا۔ البقرہ آیت نمبر ۲۴ میں (مستقبل میں نہ کر سکنے کی پیش گوئی ہے) اگر یہود موت کی تمنا کرتے۔ تو ضرور قرآن مجید نقل کر دیتا جس طرح دیگر حوادث نقل کیے۔

تہدید کفار:

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ : (اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو جاننے والے ہیں) میں ان کو تہدید کی گئی (دھمکی دی گئی ہے)

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ : (اور تم ضرور پاؤ گے ان لوگوں کو سب سے زیادہ حریص)

نحو: ھم اور احرص الناس۔ یہ دونوں وجد کے مفعول ہیں۔

عَلٰى حَيٰوةٍ : (زندگی پر) حیات کی تنوین تنکیر پر دلالت کرتی ہے اور مراد مخصوص قسم کی زندگی ہے اور وہ مہلت والی زندگی ہے اسی وجہ سے تنوین والی قراءت زیادہ بہتر ہے۔ (علی الحیاۃ) الف لام والی قراءت سے۔ جو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا : (اور ان لوگوں سے بھی زیادہ جو مشرک ہیں) یہ معنی پر محمول ہے کیونکہ احرص الناس کا معنی احرص من الناس۔ لوگوں میں زیادہ حریص۔

الگ تذکرہ کی وجہ:

سوال: مشرک جب الناس میں داخل ہیں تو ان کا الگ تذکرہ کیوں کیا؟

جواب: مشرکین کی حرص سب سے زیادہ ہے جیسا کہ الملائکہ کہیں تو تمام فرشتے داخل ہیں۔ مگر جبرائیل و میکائیل کو خصوصاً ذکر کر دیا جاتا ہے۔ ان کی خصوصیت کی وجہ سے اسی طرح یہ حرص میں نمبر اول ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ یہ یہود مشرکوں سے بھی زیادہ حریص ہیں۔ سابقہ کلام کی دلالت کی وجہ سے۔

''احرص'' کو حذف کر دیا۔ اس میں یہود کو سخت ڈانٹ پلائی گئی اس لیے کہ مشرکوں کو تو آخرت پر بھی ایمان نہیں اور وہ فقط دنیا ہی کی زندگی جانتے ہیں۔ اگر وہ دنیا کے بارے میں حرص کریں تو بعید نہیں۔ کیونکہ یہی ان کی جنت ہے۔ پس اگر کوئی اہل کتاب ہوتے ہوئے زیادہ حرص کرے۔ جبکہ اس کو جزاء و سزا کا اقرار بھی ہے۔ تو وہ عظیم توبیخ کا مستحق ہے۔ مشرکین سے ان کی حرص بڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں۔ کہ وہ آگ میں جائیں گے۔ کیونکہ ان کو اپنی حالت معلوم ہے (جس کی سزا جہنم ہی ہے) اور مشرکین کو اس کے متعلق کچھ بھی علم نہیں۔

شدتِ حرص:

يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ : (ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کاش اسے عمر دی جائے ایک ہزار برس) جملہ مستانفہ لا کر ان کی شدت حرص ذکر کی۔ دوسرا قول یہ ہے۔ اَلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا سے مجوس مراد ہیں کیونکہ وہ اپنے بادشاہوں کے بارے میں کہا کرتے تھے۔عش الف نیروز۔! تو جیئے ہزار سال۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ عجمیوں کا قول ہے۔ ہزار سال جیو۔

تیسرا قول: وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔ یہ ابتدائی کلام ہے یعنی ومنهم ناس یود احد هم اور ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک چاہتا ہے گویا موصوف محذوف ہے، اس صورت میں والذين اشركوا سے مراد یہود ہونگے۔ کیونکہ انہوں نے کہا۔ عزیر ابن اللہ کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔

وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ : (حالانکہ اس قدر جینا ان کو عذاب سے نجات دینے والا نہیں)

ضمیر کا مرجع:

نحو نمبر ۱: ہٖ کی ضمیر احدھم کی طرف لوٹتی ہے اور ان يعمر یہ بمزحزحہٖ کا فاعل ہے۔

اَنْ يُّعَمَّرَ : (یہ کہ اس کو عمر دی جائے) یہ بمزحزحہٖ کا فاعل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کو اس کی عمر آگ سے بچالے۔

نمبر ۲: ھو ضمیر مبہم اور ان يعمر اس کی توضیح۔ مطلب یہ ہوا وہ عمر دیا جانا ان میں سے کسی کو بھی آگ سے نہ بچا سکے گا۔

الزحزحة : دور ہونا۔ ایک جانب ہونا۔ کتاب جامع العلوم وغیرہ میں لکھا ہے کہ لو يعمر کا معنی اَنْ يعمّر ہے۔ یعنی عمر دیا جانا۔ یہاں لَو۔ اَن کا قائم مقام ہے۔ اور اَنْ فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے اور یہ یودّ کا مفعول ہے ای يود احدهم تعمير الف سنة۔ ان میں سے ہر ایک ایک ہزار سال کی عمر چاہتا ہے۔

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ : (اور اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں جو وہ کرتے ہیں) یعنی ان کفار کا عمل (جانتا ہے) پس وہ اس پر ان کو سزا دے گا۔

قراءت: یعقوب رحمہ اللہ نے تعملون پڑھا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا

آپ فرما دیجئے کہ جو شخص دشمن ہو جبریل کا سو اس نے اتارا ہے قرآن تمہارے قلب پر اللہ کے حکم سے جو تصدیق کرنیوالا ہے اس کتاب کی جو

بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

اس سے پہلے ہے اور ہدایت ہے اور بشارت ہے ایمان والوں کے لئے۔ جو شخص دشمن ہو اللہ کا اس کے فرشتوں کا

وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾

اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا تو بے شک اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

تفسیر آیت ۹۷:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ : (اے محمد ﷺ آپ کہہ دیں جو کوئی دشمن ہو جبرائیل کا)

قراءت۔ نمبرا: مکی نے جَبْرِیْلَ بغیر ہمزہ پڑھا۔

نمبر۲: حفص کے علاوہ باقی کوفی قراء نے جبرائیل۔ اشباع ہمزہ سے پڑھا۔

نمبر۳: بقیہ تمام قراء نے، جِبْرِیْل۔ بلا ہمزہ پڑھا

نحو : جبریل۔ معرفہ وعجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ اس کا معنی عبداللہ ہے۔ کیونکہ سریانی میں جبر۔ عبد کو کہتے ہیں۔ اور ایل اللہ کا نام ہے۔

حجت باز یہودی:

روایت میں ہے کہ ابن صوریا یہودی عالم نے نبی اکرم ﷺ سے حجت بازی کی۔ اور آپ سے سوال کیا۔ کہ آپ پر کون وحی لاتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جبریل۔ ابن صوریا نے کہا وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ اگر اور کوئی فرشتہ ہوتا تو ہم ضرور آپ پر ایمان لے آتے۔ اس نے بارہا ہم سے دشمنی کی۔ ان میں سب سے شدید تر یہ تھی۔ کہ ہمارے پیغمبر پر یہ حکم اتارا۔ عنقریب بیت المقدس کو بخت نصر تباہ کر دے گا۔ پس ہم نے اس کو قتل کرنے کے لیے ایک آدمی بھیجا۔ اس نے بخت نصر کو بابل میں ایک مسکین لڑکے کی صورت میں پایا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے اس کا دفاع کر کے قاتل سے بچالیا۔ اور کہا جبرائیل علیہ السلام نے۔ اگر تمہارے رب نے اس کو تمہارے ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے تو تمہیں اس پر غلبہ نہ دیں گے۔ اور اگر اس کے ہلاک کا حکم نہیں دیا۔ تو پھر کس گناہ کی وجہ سے اسے تم قتل کرتے ہو۔ (الواحدی فی اسباب النزول)

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ : (اس نے تو اتارا ہے یہ کلام) پس جبرائیل علیہ السلام نے قرآن اتارا۔

اصول: ایسا اضمار جس کا پہلے تذکرہ نہ ہو۔ اس کو کثرت شہرت کی وجہ سے بطور عظمت شان کے ضمیر کی صورت میں لاتے ہیں۔ گویا وہ اپنی ذات پر خود دلالت کرتا ہے۔ اور اس لیے اس کے صریح نام کی بجائے اس کی کسی صفت کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔

خصوصیتِ قلب کی وجہ:

عَلٰی قَلْبِكَ : (آپ کے دل پر) یعنی آپ کو یاد کرایا۔اور دل کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حفظ کا مقام ہے جیسے سورۃ شعراء آیت نمبر۱۹۳،۱۹۴ میں فرمایا۔نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ۔علی قلبك کلام کا تقاضا یہ تھا کہ علٰی قلبی کہا جاتا۔مگر کلام اللہ کی حکایت کے طور جس طرح آپ سے کلام کیا گیا تھا۔اسی طرح ذکر کر دیا گیا۔(یہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کی ایک دلیل ہے)

جواب شرط بنائیں:

نمبر۱: اس طرح بھی درست ہے کہ فانّہٗ نزّلہ کو شرط کی جزا بنائیں۔تقدیر عبارت اس طرح ہو۔

ان عادی جبریل احدٌ من اهل الکتب فلا وجه لمعاداته حیث نزّل کتابا مصدقًا للکتب بین یدیه فلو انصفوا لاحبوه واشکروا له صنیعه فی انزاله ما ینفعهم ویصَحّح المنزل علیهم اگر کوئی اہل کتاب میں سے جبرائیل سے دشمنی کرتا ہے تو اس کی دشمنی کی کوئی وجہ نہیں۔اس لیے کہ اس نے ایک ایسی کتاب اتاری ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اگر ان میں انصاف ہوتا تو وہ اس سے محبت کرتے اور اس کے شکر گذار ہوتے۔ان کے اس احسان پر کہ اس نے ان کیلئے فائدہ مند کتاب اتاری۔اور انکی کتاب منزل (جس کی انہوں نے تحریف کر دی) کی وہ تصحیح کرنے والی ہے۔

نمبر۲: جواب شرط کو محذوف مان کر تقدیر عبارت اس طرح ہو۔من کان عدوالجبریل فلیمت غیظًا فانه نزل الوحی علی قلبك۔جو جبرائیلؑ کا دشمن ہے پس اسے غصے سے ڈوب مرنا چاہیے۔اس لیے کہ اس نے آپ کے دل پر وحی کو اتارا ہے۔

بِاِذْنِ اللّٰهِ : (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یہاں اذن کا معنی حکم ہے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ : (جو تصدیق کرتا ہے اس کلام کی جو اس سے پہلے ہے اور ہدایت وخوش خبری ہے ایمان والوں کے لیے) اس میں یہود کے اس قول کی تردید ہے کہ جبرائیل تو سختی اور لڑائی لے کر آتا ہے۔تو ان کو جوابًا کہا گیا۔کہ وہ تو ہدایت وبشارت بھی لاتا ہے۔

نحو : باذن الله۔نزل کی ضمیر فاعلی سے حال ہے یعنی اس حال میں کہ اس کو اجازت دی جاتی ہے۔مصدقًا یہ نزله کی ہٗ ضمیر سے حال ہے۔اسی طرح ھدی و بشرٰی بھی اسی ضمیر سے احوال ہیں۔یعنی ہادی اور مبشر۔

فرقہ شیعہ باطنیہ کا ہذیان:

قرآن مجید رسول اللہ ﷺ پر ان حروف میں نہیں اترا جن میں ہم پڑھتے ہیں بلکہ یہ الہام کے طور پر آپ کے دل پر اترا۔آپ نے عربی الفاظ میں اس کو تعبیر کر دیا۔ان حروف سے جن میں ہم پڑھتے ہیں۔پس قرآن وہ باطنی معنی ہے یہ الفاظ قرآن نہیں اس کی دلیل نزله علی قلبك ہے۔

جواب: مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ بات ان کی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے نظم عجیب کو معجزہ بنایا۔سورۃ بقرہ آیت نمبر۲۳ میں فرمایا۔فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔اور سورۃ یوسف آیت نمبر۲ میں فرمایا۔قرانا عربیًا (اور ظاہر ہے کہ سورۃ اور عربی زبان دونوں مجموعہ الفاظ سے بننے والی چیزیں ہیں محض معنی کو عربی نہیں کہا جاتا۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے آپ کی طرف واضح دلیلیں نازل کی ہیں ۔ اور ان کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو حکم عدولی کرنے والے ہیں۔ کیا جب کبھی بھی انہوں نے کوئی عہد کیا

عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اس عہد کو ان میں سے ایک جماعت نے پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے۔

۹۸: مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ : (جو دشمن ہے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں اور رسولوں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا ۔)

وجوہ قراءت:

نمبر۱: بصری اور حفص نے مِیکال۔ **نمبر۲:** مدنی نے میکائل اختلاس ہمزہ کے ساتھ۔

نمبر۳: بقیہ قراء نے میکائیل ہمزہ اور مد مشبعہ کو کسرہ دے کر۔

وجہ تخصیص: خصوصاً دو فرشتوں کو افضل ہونے کی وجہ سے نام کے ساتھ ذکر کر دیا۔ گویا کہ وہ اور جنس سے ہیں۔ اس لیے کہ وصف میں تغایر بیذات کے تغایر کے قائم مقام شمار ہوتا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ : (بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے) یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر ذکر کیا گیا۔ تاکہ ظاہر کر دیا جائے کہ ان سے عداوت کی وجہ انکا کفر ہے اور فرشتوں کی عداوت بھی انبیاء علیہم السلام کی عداوت کی طرح کفر ہے۔ جو ان سے دشمنی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرتا ہے

تفسیر آیت: ۹۹: وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ : (یقیناً ہم نے اتاردیں آپ کی طرف کھلی نشانیاں اور نہیں انکار کرتے مگر نافرمان) فاسق سے مراد کفر میں آگے بڑھنے والے۔ الف لام جنس کا ہے بہتر یہ ہے کہ اس سے اہل کتاب کی طرف اشارہ مرادلیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابن صوریا نے آپ کو کہا ہمارے پاس آپ کوئی ایسی چیز نہیں لائے جس کو ہم پہچانتے ہوں۔ اور آپ پر کوئی نشانی نہیں اتری۔ جس کی وجہ سے ہم آپ کی اتباع کریں۔ پس یہ آیت اتری۔ (طبری فی تفسیرہ)

۱۰۰: اَوَكُلَّمَا : (کیا جب کبھی) اَوَ اس میں واؤ محذوف پر عطف کے لیے آیا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ أکفروا بالآیت البینات و کلما۔ کیا انہوں نے واضح آیات کا انکار کیا اور جب بھی۔

عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ : (وہ کوئی عہد کرتے ہیں توڑ دیا) اس عہد کو نبذ کا معنی اس کو توڑ دیا۔ اور اس کا انکار کر دیا۔

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ : (ایک گروہ نے ان میں سے) فرمایا کیونکہ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے نہیں توڑا۔

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ : (بلکہ اکثریت ان کی تو ایمان ہی نہیں رکھتی) یعنی تورات کے ساتھ۔ پس وہ دین میں کسی چیز پر نہیں اس لیے وعدہ توڑنے کو گناہ نہیں سمجھتے۔ اور نہ اس کی پرواہ کرتے ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمۡ نَبَذَ فَرِيۡقٌ مِّنَ

اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آیا جو تصدیق کرنے والا ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو جن کو کتاب دی گئی تھی

الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ كَاَنَّهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾

ان میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں ہیں

وَاتَّبَعُوۡا مَا تَتۡلُوا الشَّيٰطِيۡنُ عَلٰى مُلۡكِ سُلَيۡمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيۡمٰنُ وَلٰكِنَّ

اور انہوں نے اس چیز کا اتباع کیا جسے سلیمان کے عہد حکومت میں شیاطین پڑھتے تھے۔ اور نہیں کفر کیا سلیمان نے لیکن

الشَّيٰطِيۡنَ كَفَرُوۡا يُعَلِّمُوۡنَ النَّاسَ السِّحۡرَ ۗ وَمَآ اُنۡزِلَ عَلَى الۡمَلَـكَيۡنِ بِبَابِلَ

شیاطین نے کفر اختیار کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور انہوں نے اس کا بھی اتباع کیا جو نازل ہوا دو فرشتوں پر بابل میں

هَارُوۡتَ وَمَارُوۡتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنۡ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوۡلَاۤ اِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَةٌ

یہ دو فرشتے ھاروت اور ماروت تھے اور یہ دونوں نہیں سکھاتے تھے کسی کو جب تک یوں نہ کہہ دیتے کہ ہمارا وجود ایک فتنہ ہے

فَلَا تَكۡفُرۡ ؕ فَيَتَعَلَّمُوۡنَ مِنۡهُمَا مَا يُفَرِّقُوۡنَ بِهٖ بَيۡنَ الۡمَرۡءِ وَزَوۡجِهٖ ؕ وَمَا

لہٰذا تو کفر اختیار نہ کر، پس یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھ لیتے تھے جس کے ذریعہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کر دیتے تھے۔ اور وہ لوگ

هُمۡ بِضَآرِّيۡنَ بِهٖ مِنۡ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوۡنَ مَا يَضُرُّهُمۡ وَلَا يَنۡفَعُهُمۡ ؕ

اس کے ذریعہ کسی کو کچھ بھی کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ کے حکم سے، اور وہ لوگ وہ چیز سیکھتے ہیں جو ان کو ضرر دینے والی ہے اور نفع دینے والی نہیں

وَلَقَدۡ عَلِمُوۡا لَمَنِ اشۡتَرٰٮهُ مَا لَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئۡسَ

اور البتہ تحقیق انہوں نے یہ بات جان لی کہ جس نے اس کو خریدا ہے اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور بے شک وہ بری چیز ہے

مَا شَرَوۡا بِهٖۤ اَنۡفُسَهُمۡ ؕ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَمَثُوۡبَةٌ

جس کے ذریعہ انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ دیا۔ اگر وہ جانتے ہوتے اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ کی

مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ خَيۡرٌ ؕ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾ ع

طرف سے اس کا ثواب بہتر تھا اگر وہ جانتے ہوتے۔

۱۰۱: وَلَمَّا جَآءَ هُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ : (جب آیا ان کے پاس اللہ کا رسول) یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ : (جو ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے تو پھینک دیا ایک گروہ نے ان میں سے جن کو کتاب دی گئی)۔ الکتب سے مراد تورات۔ اوتوا الکتب سے مراد یہود ہیں۔

کتب اللہ سے مراد:

كِتٰبَ اللّٰهِ : (اللہ تعالیٰ کی کتاب کو) نمبر۱: کتاب اللہ سے مراد تورات۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے انکار کی وجہ سے جو کہ تورات کی تصدیق کرنے والے تھے۔ درحقیقت تورات کا انکار کرنے والے اور اس کو چھوڑنے والے شمار ہوتے تھے۔
نمبر۲: یا کتب اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس کو چھوڑ دیا اس کے بعد کہ اس کا قبول کرنا ان پر لازم تھا۔

اعراض کی تمثیل:

وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ : (پس پشت ڈال دیا) یہ ان کے چھوڑ دینے اور اعراض کرنے کی تمثیل ہے ان کے اعراض کو اس چیز سے تمثیل دی۔ جس کو بے پروائی اور بے توجہی کی وجہ سے اور اعراض کرنے سے پیٹھ پیچھے پھینک دیا جاتا ہے۔
كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ : (گویا کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں) کہ وہ اللہ کی کتاب ہے۔
۱۰۲: وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ : (اور پیچھے پڑ گئے ان چیزوں کے جو پڑھتے تھے شیاطین) یعنی یہود نے کتاب اللہ کو پھینک دیا۔ اور سحر و منتر کی کتابوں کی اتباع کرنے لگے۔ جن کو وہ پڑھا کرتے تھے۔

عہدِ سلیمانی میں شیاطین کی حرکات:

عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ : (سلطنت سلیمان علیہ السلام میں) سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں اور وہ اس طرح کہ شیاطین فرشتوں کی باتیں چوری چھپے سن لیتے پھر اس کے ساتھ اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ کر ملاتے۔ پھر وہ کاہنوں کے دلوں میں لا ڈالتے۔ کاہنوں نے ان کو کتابوں کی صورت میں مرتب کر لیا تھا۔ جس کو وہ خود پڑھتے اور لوگوں کو سکھاتے تھے۔ یہ چیزیں سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں پھیل گئیں۔ یہاں تک کہ وہ کہنے لگے جنات غیب جانتے ہیں اور یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا علم ہے اور سلیمان علیہ السلام کی سلطنت بھی اس علم سے مکمل ہوئی۔ اور اسی کے ذریعہ انہوں نے جنات کو تابع کیا اور انسانوں اور ہوا کو ماتحت بنایا ہے۔
وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ : (اور نہیں کفر کیا سلیمان علیہ السلام نے) اس میں شیاطین کی تردید ہے اور سحر کے اعتقاد و عمل جس کا انہوں نے سلیمان علیہ السلام پر بہتان باندھا تھا اس کی تردید ہے
وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ : (لیکن شیاطین نے) وہی ہیں۔
كَفَرُوْا : (کفر کیا) یعنی سحر کو استعمال کر کے اور اس کو مدوّن کر کے۔
قراءت: ولکن الشیطین۔ لکن تخفیف کے ساتھ ہے اور حمزہ، شامی اور علی نے شیاطین کو رفع کے ساتھ پڑھا۔
يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ : (وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے)

نحو : یہ جملہ حال کے مقام پر ہے یعنی انہوں نے کفر کیا اس حال میں کہ وہ لوگوں کو سحر سکھانے والے تھے۔اس حال میں کہ وہ اس سے ان کی گمراہی واغواء کا قصد کرنے والے تھے۔

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ : (اس کی اتباع کی جو اتارا گیا دو فرشتوں پر)

عطف کہاں ہے؟

نمبر۱: جمہور کہتے ہیں کہ مَآ یہاں الذی کے معنی میں ہے۔اور السحر پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔یعنی وہ ان کو تعلیم دیتے اس چیز کی جو دو فرشتوں پر اتاری گئی۔

نمبر۲: اس کا عطف ماتتلوا پر ہے یعنی انہوں نے اتباع کی اس چیز کی جو دو فرشتوں پر اتاری گئی۔

بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ : (ہاروت ماروت پر بابل میں)۔ یہ دونوں ان کے نام ہیں۔

نحو : یہ ملکین کا عطف بیان ہے: ان فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا۔وہ علم سحر تھا جو انسانوں کی آزمائش کیلئے اتارا گیا تھا۔جس نے ان سے سیکھ کر عمل کیا وہ کافر ہو گیا اگر اس میں کوئی ایسی بات ہو جس سے ایمان کی تردید ہوتی تھی۔

اور جس شخص نے اس سے پرہیز کیا یا اس کو سیکھا تاکہ اس سے بچے اور اس کے دھوکے سے محفوظ رہ سکے۔عمل کی خاطر نہیں سیکھا۔تو ایسا شخص مؤمن ہے۔

شیخ ماتریدی کا قول:

شیخ ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سحر کے متعلق مطلقاً یہ کہہ دینا کہ یہ کفر ہے یہ غلط ہے۔ بلکہ اس کی حقیقت کو جانچنا ضروری ہے۔اگر اس میں کسی شرط ایمان کی تردید ہوتی ہو۔تو یہ کفر ہے ورنہ نہیں۔وہ سحر جو کفر ہے اس کے قائل و عامل کو قتل کیا جائے گا۔

البتہ اگر عورت ہوگی تو اس کو قتل نہ کیا جائے گا۔اور جو قسم سحر کی کفر نہیں مگر اس سے نفس کو ہلاک کرنا لازم آتا ہے اس کا حکم ڈاکوؤں والا ہے۔

(اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ (الآیة) اس میں مؤنث ومذکر کا حکم ایک ہے اگر توبہ کر لیں تو توبہ قبول کی جائے گی۔جنہوں نے توبہ کے قبول نہ کرنے کا قول کیا ہے انہوں نے غلط کہا۔اس لیے کہ ساحرین فرعون کی توبہ قبول کر لی گئی۔

نمبر۳: انزل کا معنی قذف فی قلوبهما مع النهی عن العمل۔ان کے دلوں میں سحر ڈالا اس پر عمل کی ممانعت سمیت۔

من گھڑت حکایت کا رد:

نمبر۴: یہ بھی کہا گیا کہ یہ دونوں فرشتے وہ تھے جن کا ملائکہ نے انتخاب کیا کہ ان میں شہوت پیدا کی جائے جب انہوں نے بنی آدم کو عار دلائی۔یہ دن کو زمین میں فیصلہ کرتے اور رات کو آسمانوں پر چڑھ جاتے۔دونوں نے زہرہ کی خواہش کی اس نے ان کو شراب پینے پر آمادہ کیا۔پھر اس کے ساتھ وہ زنا میں مبتلا ہو گئے۔ان کو ایک آدمی نے دیکھ لیا۔ان دونوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔پھر دونوں

نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کے عذاب کو ترجیح دی۔ اور وہ دونوں بابل کے کنوئیں میں اوندھے لٹکے ہوئے ہیں۔ یہ من گھڑت کہانی ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ معتبر مفسرین نے اس کی تردید کی ہے۔

وجہ تسمیہ: بابل کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زبانیں اس میں وہاں مخلوط ہو جاتی تھیں۔

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ : (وہ فرشتے کسی کو نہیں سکھاتے تھے)

حَتّٰى يَقُوْلَآ (یہاں تک کہ وہ کہتے) یہاں تک کہ اس کو تنبیہ کرتے اور اس کو نصیحت کرتے اور اس کو کہہ دیتے۔

اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ : (بے شک ہم آزمائش ہیں) فتنہ کا معنی ابتلاء ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے

فَلَا تَكْفُرْ : (تو کفر نہ کر) یعنی اس کو سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے اس انداز میں کہ جو کفر بن جائے۔

نحوی حکایت:

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا : (پس وہ ان دونوں سے سیکھتے) نمبر ۱: فاء کا عطف يعلمون الناس السحر پر ہے۔ یعنی وہ ان کو سکھاتے پس وہ جادو اور کفر ان سے سیکھتے۔ جادو اور کفر سیکھنے پر كفروا اور يعلمون الناس السحر دلالت کرتے ہیں۔

نمبر ۲: فاء کا عطف مضمر پر ہے پس تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ فياتون فيتعلمون۔ پس وہ ان کے پاس آتے اور ان سے سیکھتے۔ اور ضمیر اس کی طرف جاتی ہے جس پر من احدٍ دلالت کرتا ہے۔ یعنی فيتعلم الناس من الملكين۔ پس لوگ ان دونوں فرشتوں سے سیکھتے۔

مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ : (وہ باتیں جو جدائی ڈال دیں مرد و عورت کے درمیان) یعنی وہ علم سحر جو زوجین کے درمیان تفریق کا سبب بنتا۔ اللہ تعالیٰ ابتلاء کے طور پر عورت میں نافرمانی اور مخالفت پیدا فرما دیتے

اہلسنّت:

کے نزدیک سحر کی ایک حقیقت ہے اور معتزلہ کے ہاں یہ محض تخیل ہے اور ملمع سازی ہے۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ : (حالانکہ وہ نقصان نہیں پہنچا سکتے) بہٖ سے مراد سحر ہے۔

مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ : (اس سے کسی کو بغیر حکم الٰہی کے) یعنی اللہ تعالیٰ کے علم و مشیت کے ساتھ۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ : (اور وہ سیکھتے تھے جو ان کو نقصان نہ پہنچاوے اور نہ نفع) یعنی آخرت میں۔

مَسْئَلَۃٌ: اس میں بتلا دیا کہ سحر سے بچنا ضروری ہے جیسا وہ فلسفہ جو گمراہی کی طرف لے جائے۔ اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا : (تحقیق وہ جان چکے) یعنی یہود۔

لَمَنِ اشْتَرٰهُ : (جس نے اس کو خریدا) کتاب اللہ کے بدلہ میں اس کو لیا جو شیاطین پڑھتے تھے۔

مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ : (اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں) خلاق کا معنی حصہ ہے۔

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ : (بہت بری چیز کے بدلے انہوں نے اپنے نفسوں کو بیچا) یعنی اپنے نفسوں کو بیچا۔

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ : (کاش وہ جان لیتے)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

اے ایمان والو! تم لفظ رَاعِنَا نہ کہو اور لفظ اُنْظُرْنَا کہو اور سنو ! اور کافروں کے لئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

دردناک عذاب ہے۔

سوال :لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ سے علم کی نفی کی۔اور ولقد علموا سے ان کے لیے علم کا اثبات وتاکید قسم کے ساتھ کیا۔

جواب : کاش لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کا معنی ہے وہ اپنے علم سے جان لیتے جب انہوں نے اپنے علم کو نہ جانا تو ان کو اس طرح قرار دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

تفسیر آیت ۱۰۳:

۱۰۳: وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا : (اگر وہ ایمان لے آئے) امنوا سے مراد رسول اللہ ﷺ اور قرآن پر ایمان لانا ہے۔

وَاتَّقَوْا : (اور تقویٰ اختیار کرتے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو کتاب اللہ کا پیٹھ پیچھے پھینکنا اور شیاطین کی کتابوں کی اتباع چھوڑ دیتے۔

لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ : (تو ضرور ثواب ہوتا اللہ تعالیٰ کے پاس سے بہتر اگر وہ جان لیتے) بے شک اللہ تعالیٰ کا ثواب بہت بہتر ہے ان غلط چیزوں سے جن میں وہ مبتلا تھے۔اور وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے۔لیکن جب انہوں نے اپنے علم پر عمل ترک کیا۔تو ان کو جاہل قرار دیا گیا۔

مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو بہتر بدلہ ملتا (اگر اپنے صحیح رخ پر قائم رہتے)

کنایت ثواب:

سوال :لَوْ کے جواب میں جملہ فعلیہ کی بجائے اسمیہ لائے؟

جواب : کیونکہ اس میں ثواب کے ثابت کرنے اور پختہ کرنے کی زیادہ دلالت ہے۔

سوال :لمثوبة الله خير نہیں کہا بلکہ لمثوبة من عند الله خیر کہا گیا۔

جواب :اس لیے کہ لمثوبة من عند الله خير کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑا سا ثواب بھی ان کے لیے کافی تھا۔لَوْ کو یہاں تمنی کے لیے بھی قرار دیا گیا۔گویا انہیں یہ کہا گیا۔کاش کہ وہ ایمان لاتے پھر نیا کلام شروع کر کے کہا لمثوبة من عند الله خير۔

۱۰۴: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا : (اے ایمان والو! تم راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو) جب مسلمانوں کو آپ کوئی بات فرماتے تو مسلمان کہتے راعنا یا رسول اللہ۔یعنی ہمارا خیال وانتظار فرمائیں۔یہاں تک کہ ہم اس کو سمجھ کر یاد کر لیں۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ

اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور مشرکین یہ پسند نہیں کرتے کہ نازل کی جائے تمہارے اوپر تمہارے رب کی

خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ط وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ

طرف سے کوئی خیر۔ اور اللہ تعالیٰ مخصوص فرمائے اپنی رحمت سے جس کو چاہے اور اللہ تعالیٰ بڑے

الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

فضل والا ہے۔

راعِنا کی وجہ ممانعت:

اور ادھر یہود کے ہاں عبرانی یا سریانی زبان میں، راعینا'''' کا کلمہ تھا جس سے وہ ایک دوسرے کو گالم گلوچ کرتے تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں سے راعنا کا لفظ سنا تو انہوں نے فرصت کو غنیمت جانا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہی کلمہ کہنا شروع کر دیا۔ اور مراد اس سے وہ اپنا گالی والا کلمہ لینے لگے۔ پس مسلمانوں کو اس کلمہ سے روک دیا گیا۔ اور اس کا ہم معنی کلمہ انظرنا کہنے کا حکم دیا۔ یہ انظر نظر سے انتظار کے معنی میں ہے۔

وَاسْمَعُوْا : (اور غور سے سنو) نمبر۱: غور سے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور فرامین کو سنو۔ کہ تمہارے کان ان کو محفوظ کرنے والے اور دماغ حاضر ہوں۔ تاکہ اعادہ اور رعایت کرنے والے کے مطالبہ کی حاجت پیش نہ آئے۔

نمبر۲: قبولیت و اطاعت کی غرض سے سنو۔ تمہارا سننا یہود کی طرح نہ ہونا چاہیے کہ انہوں نے کہا۔

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی)

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : (اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے) یہود کے لیے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی ہے دردناک عذاب ہے۔

۱۰۵: مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ (اہل کتاب میں سے کافر اور مشرک یہ نہیں چاہتے کہ اتاری جائے تم پر بھلائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے)

قراءت: يُنَزَّلَ کو ابو عمرو اور مکی نے يُنْزَلَ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

اقسام مِن:

مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ : (کوئی بھلائی تمہارے رب کی طرف سے)

نمبر۱: پہلا مِنْ بیانیہ ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

ہم جس کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر

شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

قادر ہے۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ کے لئے آسمان اور زمین کا ملک ہے اور تمہارے لئے اللہ کے

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾

سوا کوئی ولی اور مددگار نہیں۔

نمبر۲: اور دوسرا زائدہ ہے جو خیر میں استغراق کا معنی پیدا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ یعنی کسی قسم کی کوئی بھلائی۔

نمبر۳: تیسرا مِنْ ابتداء غایت کے لیے ہے۔ الخیر سے وحی اور اسی طرح رحمت مراد ہے۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ : (اور اللہ تعالیٰ خاص کرتے ہیں اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں) یعنی وہ اپنے بارے میں خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ وحی اتارے جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس اے مسلمانو۔ وہ تم سے حسد کرتے ہیں۔ اور پسند نہیں کرتے کہ تم پر کوئی چیز وحی میں سے اتاری جائے، اللہ تعالیٰ تو نبوت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ : (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں) اس میں بتلایا کہ نبوت کا ملنا بہت بڑا فضل ہے۔

شانِ نزول: کفار نے نسخ کے سلسلہ میں یہ اعتراض اٹھایا کہ محمد ﷺ کو دیکھو۔ کہ اپنے اصحاب کو ایک بات کا حکم دیتے ہیں پھر ان کو منع کر کے اس کے الٹ حکم دیتے ہیں آج ایک بات کہتا ہے اور کل اس سے رجوع کر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں۔

۱۰۶: مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا : (جو کوئی آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں)

لغوی معنی:

لغت میں نسخ تبدیل کرنے کو کہتے ہیں۔

شرعی تعریف:

کسی ایسے مطلق شرعی حکم کی انتہاء کو متاخر بیان کرنا کہ جس کا ہمیشہ رہنا ہمارے دماغوں میں پختہ ہو چکا ہو۔ یہ ہمارے حق میں تو بظاہر تبدیلی ہے مگر صاحب شرع کے لیے یہ بیان محض ہے۔

ہم نے ان لوگوں کا جواب یہ کہہ کر۔ ''یہ صاحب شرع کے حق میں محض بیان ہے'' دے دیا جو نسخ کے منکرین ہیں' اور نسخ کو بداء قرار دیتے ہیں۔ میری مراد اس سے یہود ہیں۔ (یا اس طرح کے دیگر گروہ بھی)

محلِ نسخ:

ایسا حکم جس میں وجود وعدم کا ذاتی طور پر احتمال ہو۔ اور اس حکم کے ساتھ ایسی چیزیں جو نسخ کے خلاف ہوں وہ نہ پائی جائیں۔ مثلاً توقیت، تابید خواہ وہ توقیت وغیرہ نص سے ثابت ہو یا دلالت نص سے۔

شرطِ نسخ:

دل کے ارادے سے قدرت کافی ہے تمکن فعل سے قدرت ضروری نہیں۔ عندنا۔ البتہ معتزلہ فعل سے قدرت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

نسخ کی صورت:

نمبر ۱: تلاوت اور حکم سے نسخ بھی جائز ہے اور
نمبر ۲: یہ بھی جائز ہے۔ کہ حکم منسوخ ہو۔ اور تلاوت منسوخ نہ ہو۔
نمبر ۳: اور اس کا عکس ہو کہ تلاوت منسوخ ہو مگر حکم منسوخ نہ ہو۔
نمبر ۴: اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکم کا کوئی وصف منسوخ ہو جیسے نص پر اضافہ قید یہ ہمارے نزدیک نسخ ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں۔

الانساء : دلوں سے اس کی یادداشت کا مٹ جانا۔
قراءت: ابو عمرو اور مکی نے نَنْسَاْ ھا ہمزہ سے پڑھا ہے۔ نَنْسَاْ کا معنی موخر کرنا ہے یہ نسأت سے لیا گیا ہے جس کا معنی اَخّرتُ ہے۔ میں نے مؤخر کیا۔
نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا : (تو نازل کر دیتے ہیں اس سے بہتر) یعنی ہم کوئی آیت لے آتے ہیں جو بندہ کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ عمل میں ثواب کے لحاظ سے
اَوْ مِثْلِهَا : (یا اس جیسی) اس میں اس کی مثل ہوتی ہے اس لیے کہ بعض آیات کو بعض پر (بحیثیت آیت کے) کوئی فضیلت نہیں۔
اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ : (کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) یعنی وہ قادر ہے پس خیر اور اس کی مثل پر یکساں قدرت رکھتا ہے۔

تفسیر آیت : ۱۰۷:

۱۰۷: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : (کیا تم کو معلوم نہیں کہ آسمان و زمین کی سلطنت اسی اللہ کی ہے۔) وہ تمہارے معاملات کا مالک اور مدبر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ناسخ منسوخ میں سے کس کے ساتھ تم سے عبادت کروانی ہے۔
وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ : (اور تمہارے لیے اللہ کے مقابل کوئی مددگار دوست نہیں) ایسا جو تمہارے معاملے کا ذمہ دار ہو۔
وَّلَا نَصِيْرٍ : (اور نہ مددگار) اور نہ کوئی مددگار جو تمہیں عذاب سے بچائے۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ

کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کئے گئے اور جو شخص ایمان کے بدلہ کفر کو

الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٠٨﴾

اختیار کرے۔ سو وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔

تفسیر آیت ۱۰۸...... بیجا سوالات کی ممانعت:

اَمْ تُرِيْدُوْنَ : (کیاتم یہ چاہتے ہو کہ) یہ اَمْ منقطعہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اَتُرِیدون کیا تم ارادہ رکھتے ہو؟

اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ : (سوال کرو جس طرح سوال کئے گئے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے قبل) روایت میں آیا ہے کہ قریش نے کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ کو ہمارے لیے سونا بنا دے۔ اور مکہ کی زمین سے پہاڑ ہٹا کر اس کو کھلا میدان کر دے۔ پس اس آیت میں ان کو نشانیاں مانگنے کی ممانعت کر دی گئی۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا۔

اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۳۸

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ : (جو بدل لے کفر کو ایمان سے) جس نے آیات منزلہ پر یقین کو چھوڑ دیا۔ اور ان میں شک کیا اور اپنی طرف سے اور کو ایجاد کیا

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ : (پس وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا) سواء کا معنی سیدھا اور درمیانہ راستہ۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ

اہل کتاب میں سے بہت سے لوگ دل سے یہ چاہتے ہیں کہ کاش تم کو تمہارے ایمان کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا لیں

حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا

اپنے دلوں کے حسد کے باعث، بعد اس کے کہ ان کے لئے حق ظاہر ہو گیا ہے، سو تم معاف کرو

وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾

اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۗ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو کچھ پہلے سے بھیج دو گے اپنی جانوں کے لئے کوئی خیر

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

اسے اللہ کے پاس پالو گے، بے شک اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جن کو تم کرتے ہو

تفسیر آیت ۱۰۹:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ : (اہل کتاب میں سے بہت سے چاہتے ہیں کہ تم کو پھیر دیں) یہ کہ وہ تم کو لوٹا دیں۔
مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا : (ایمان کے بعد کفر کی حالت میں) یہ کُمْ ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہوا۔ یعنی تم کو تمہارے دین سے کفر کی حالت کی طرف لوٹا دیں۔
شانِ نزول: یہ آیت اس وقت اتری جب یہود نے واقعۂ احد کے بعد کہا۔ کیا تم نے غور نہیں کیا۔ کہ جو تکلیف تمہیں پہنچی۔ اگر تم حق پر ہوتے تو تمہیں شکست نہ ہوتی۔ تم ہمارے دین میں واپس لوٹ آؤ۔ وہی تمہارے لیے بہتر ہے۔
حَسَدًا : (حسد کی وجہ سے) یہ مفعول لہ ہے یعنی حسد کی وجہ سے۔ حسد دوسرے کے پاس نعمت کے ہونے پر افسوس کرنا (جلنا اور اس کے زوال کی تمنا کرنا)۔
مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ : (جو ان کے دلوں میں ہے) یہ ودّ کے متعلق ہے یعنی وہ اپنے دلوں سے چاہتے ہیں کہ اپنی شہوت کی بناء پر۔ دین داری اور حق کی طرف میلان کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ وہ اس کو پسند کرتے ہیں۔
مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ : (اس کے بعد کہ ان پر ظاہر ہو چکا حق) کہ ان کو معلوم ہے کہ تم حق پر ہو۔ یا حسد کی بناء پر یعنی ایسا حسد شدید جو ان کے دلوں کی گہرائی سے پھوٹنے والا ہے۔
فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا : (تم معاف کرو اور درگزر کرو) پس تم ان کے ساتھ درگزر اور معافی کا راستہ اختیار کرو اگر ان سے جہالت

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ

اور انہوں نے کہا کہ ہرگز کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔ سوائے اس کے جو یہودی ہو یا نصرانی ہو، یہ ان کی آرزوئیں ہیں، آپ فرما دیجئے

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١١١﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ

کہ لے آؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو ہاں جس نے اپنی ذات کو اللہ کی فرمانبرداری کے لئے جھکا دیا اور وہ محسن ہو

فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١١٢﴾ ع ١٣

تو اس کے لئے اس کا اجر ہے اس کے رب کے پاس، اور ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں، اور نہ یہ لوگ رنجیدہ ہوں گے

دو دشمنی ظاہر ہو۔

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ : (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ لے آئے اپنا حکم) یعنی لڑائی والا حکم۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ : (بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) وہ ان سے انتقام کی قدرت رکھتا ہے۔

تفسیر آیت ۱۱۰:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ : (اور قائم کرو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو کچھ بھیج دو آگے اپنے لیے بھلائی) خیر سے مراد کوئی نیکی، نماز یا ان کے علاوہ دیگر عبادات۔

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ : (وہ پاؤ گے اللہ تعالیٰ کے پاس) اس کا ثواب اس کے ہاں پالو گے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ : (بے شک اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے) اس کے ہاں کسی عامل کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوتا۔

ادعاء یہود ونصاریٰ:

۱۱۱: وَقَالُوا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى : (وہ کہتے ہیں ہرگز نہ جائیں گے جنت میں مگر جو یہودی یا عیسائی ہو) قالوا کی ضمیر اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی یہود نے کہا جنت میں فقط یہودی جائیں گے۔ نصاریٰ نے کہا جنت صرف نصاریٰ کیلئے ہے ان دونوں قولوں میں صنعت لف کا لحاظ رکھا گیا۔ کہ ہر فریق دوسرے کی تضلیل کر رہا ہے۔ اور دوسرے کو یقینی طور پر گمراہ قرار دے رہا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۱۳۔ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ میں یہ بات مذکور ہے ھود جمع ھائد کی جس طرح عائذ جمع عوذ کی۔ مَن کے لفظ کا لحاظ کر کے کان کا اسم واحد لائے۔ اور معنی کی طرف نظر کر کے خبر جمع لائے۔

باطل تمنا:

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ : (یہ ان کی تمنائیں ہیں) اس سے ان کی مذکورہ تمناؤں کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ یہ کہ ایمان والوں پر رب کی طرف سے خیر نہ اترے گی، اور ایک تمنا یہ تھی۔ کہ وہ مسلمانوں کو کفر کی طرف لوٹا دیں۔ اور ایک تمنا یہ تھی کہ ان کے علاوہ کوئی جنت میں نہ جائے گا اس قسم کی باطل تمنائیں ان کی تمنائیں تھیں۔ الامنیة۔ یہ تمنی سے افعولة کا وزن ہے۔ جیسے اضحوکة۔

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ : (کہہ دیں اے محمد ﷺ تم اپنی دلیل لاؤ) تم اپنے جنت میں داخلے کی دلیل لاؤ۔ ھاتِ کا لفظ بمنزلہ ھاء کے ہے۔ جس کا معنی اُحْضُرْ ہے یہ ان کے قول لن ید خل الجنة الا من کان ھودا او نصارٰی سے متصل ہے اور تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ کا جملہ معترضہ ہے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ : (اگر تم سچے ہو) اپنے دعویٰ میں۔

مذمت اہل کتاب:

۱۱۲: بَلٰى : (کیوں نہیں) دوسروں کے جنت میں داخلے کی یہود و نصاریٰ نے جو نفی کی۔ یہ اس کا اثبات ہے۔

مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ : (جس نے حوالے کیا اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے) جس نے اپنے آپ کو اس کے لیے خالص کر لیا۔ اور وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

وَهُوَ مُحْسِنٌ : (اور وہ نیکوکار بھی ہے) وہ قرآن کی تصدیق کرنے والا ہے۔

فَلَهٗ اَجْرُهٗ : (اس کے لیے اس کا ثواب ہے) یہ من اسلم کا جواب ہے۔ من اسلم یہ ایسا کلام ہے جو معنی شرط کو متضمن ہے۔ اور بلٰی سے ان کی تردید ہے کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہ جائے گا۔

عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ : (اس کے پروردگار کے ہاں نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہونگے)

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَىْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ

اور کہا یہود نے کہ نصاریٰ کسی چیز پر نہیں، اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود کسی

عَلٰى شَىْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ

چیز پر نہیں، حالانکہ وہ لوگ کتاب پڑھتے ہیں۔ ایسا ہی کہا ان لوگوں نے جو نہیں جانتے انہی کی

قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

سی بات، پس اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان قیامت کے دن اس بات میں جس میں وہ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں

تفسیر آیت ۱۱۳:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَىْءٍ : (یہود نے کہا کہ نصاریٰ کسی راہ پر نہیں) کسی صحیح شئی پر جوشمار کی جا سکے۔

وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَىْءٍ : (اور نصاریٰ نے کہا یہود کسی راہ پر نہیں)

وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ : (حالانکہ وہ سب کتاب الٰہی پڑھتے ہیں) وهم يتلون الكتب میں واؤ حالیہ ہے اور الکتاب کا الف لام جنس کا ہے۔یعنی انہوں نے ایسی بات کہی حالانکہ وہ اہل علم اور کتابیں پڑھنے والے ہیں۔اور جوتورات وانجیل کو اٹھانے والا اور ان پر ایمان لانے والا ہے اسے باقی کا انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دونوں کتابیں ایک دوسرے کی مصدق ہیں۔

كَذٰلِكَ : (اسی طرح) اس جیسی بات جو تو سن چکا۔

توبیخ اہل کتاب:

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ : (کہی ان لوگوں نے جو بے علم ہیں ان جیسی بات) یعنی وہ جاہل جن کو نہ کچھ علم ہے اور نہ ان کے پاس کتاب ہے۔جیسے بت پرست۔دہریئے وہ ہر دین والے کو کہتے ہیں۔کہ وہ کسی ایسی چیز پر نہیں جو کسی شمار وقطار میں آئے۔اس آیت میں اہل کتاب کو سخت توبیخ کی گئی کہ انہوں نے علم کے باوجود اپنے آپ کو جاہلوں کی لڑی میں پرو دیا ہے۔

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ : (پس اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کرے گا۔جس میں یہ جھگڑتے تھے) یعنی یہود ونصاریٰ کے درمیان اس سزا کا جو ہر فریق کے لیے اس کے مناسب تجویز کی جائیگی۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ

اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اس بات سے روکے کہ اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لیا جائے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے،

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ

ان لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اوران کے لئے

فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

۱۱۴: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ :(اوراس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جومنع کرے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے) قراءت: من ابتداء کی وجہ سے موضع رفع میں ہے اور یہ استفہامیہ ہے۔اظلم یہ اس کی خبر ہے۔مطلب یہ ہے کہ کون بڑا ظالم ہے اس شخص سے۔

نحوی تراکیب:

نمبرا: ان یذکر یہ مَنَعَ کا مفعول دوم ہے کیونکہ محاورہ ہے منعته کذا۔اس کی مثال سورۃ اسراء کی آیت وما منعنا ان نرسل بالآ یات میں منع کا مفعول اول نا اور دوم ان نرسل بالآ یات ہے۔اوراسی سورت کی آیت نمبر۹۴ وما منع الناس ان یؤمنوا۔میں الناس اور ان یؤمنوا دومفعول ہیں۔

نمبر۲: یہ بھی جائز ہے کہ ان کے ساتھ حرف جر کو حذف کردیں۔اصل اس طرح ہے۔من ان یذکر اور تم اس کو نصب دو بطور مفعول لہ کے۔نصب کا مطلب یہ ہے۔منعها کراهة ان یذکر (ان مساجد سے روکے ذکر سے نفرت کی بناء پر)

ایک مسئلہ :

اللہ تعالیٰ کی تمام مساجد کے لیے یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے ان میں روکنے والا ظلم میں حد سے نکلنے والا ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ عیسائیوں نے بیت المقدس میں گندگی ڈال دی۔لوگوں نے ان کو اس میں نماز پڑھنے سے روک دیا۔یا مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو حدیبیہ کے سال مسجد حرام میں داخلے سے منع کیا۔

جمع کی وجہ:

سوال: یہاں مساجد اللہ فرمایا گیا۔حالانکہ روکا تو ایک مسجد سے تھا۔مسجد بیت المقدس یا مسجد حرام سے۔

جواب: حکم عام ہے اگرچہ سبب خاص ہے اس کی مثال سورۂ ہمزہ کی آیت نمبرا ویل لکل همزه ہے۔جو اخنس بن شریق کے بارے میں اتری۔حالانکہ مراد عام ہر طعنہ زن ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

اور اللہ ہی کے لئے ہے مشرق اور مغرب، سو تم جس طرف بھی رخ کرو ادھر اللہ کا رخ ہے، بیشک اللہ واسع ہے، علیم ہے

وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا : (اورکوشش کرے ان کے اجاڑنے کی) اللہ کی یاد کو منقطع کر کے۔ مَنْ سے عام مراد ہے جیسا کہ مَسٰجِدَ اللّٰهِ سے مراد عام ہے یعنی ہر ایک مسجد مراد ہے۔

اُولٰٓئِكَ : (یہ لوگ) اولئک کا مشار الیہ وہ رکاوٹ ڈالنے والے ہیں۔

مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ : (اس لائق نہیں کہ ان میں داخل ہوں) یعنی ان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں داخل ہوں۔

عاجزانہ داخلہ کی اجازت:

اِلَّا خَآئِفِيْنَ : (مگر ڈرتے ڈرتے) یہ یدخلو ھا کی ضمیر سے حال ہے۔ نمبر ا: یعنی مؤمنوں سے ڈرنے کی اور کپکپی کی حالت میں کہ کہیں پکڑ نہ لیے جائیں۔ بجائے اس کے کہ وہ ناجائز تسلط جمائیں اور منہ موڑیں۔ اور ایمان والوں کو اس سے روکیں۔

مطلب یہ ہوا کہ ان کا یہی حق تھا۔ اگر کفار کا ظلم و سرکشی وغرور نہ ہو۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا۔ کہ ما کان لهم فی حکم اللّٰہ یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا اور لوح محفوظ میں لکھ دیا کہ وہ مؤمنوں کی مدد فرمائے گا۔ اور ان کو مضبوط کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ انہیں داخل نہیں ہونگے۔ مگر اس حال میں کہ وہ ڈرنے والے ہونگے۔

روایت میں ہے کہ بیت المقدس میں کوئی عیسائی داخل نہیں ہوتا۔ مگر ناواقف بنکر اس خطرہ کے پیش نظر کہ قتل نہ کر دیا جائے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بیت المقدس میں جو عیسائی پایا جاتا ہے اس کی خوب پٹائی کی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا۔ الالا یحجن بعد هذا العام مشرك (بخاری و مسلم) خبردار اس سال کے بعد کوئی مشرک ہرگز حج بیت اللہ کو نہ آئے۔

بعض نے اس ارشاد کا معنی یہ کیا ہے۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کو بطور صاحب اقتدار کے وہاں غالب نہ ہونے دو۔ کہ اس کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہونے دو۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے جو سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۳ میں ہے۔ وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللّٰہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء مت دو۔

لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ : (ان کے لیے دنیا میں رسوائی) خزی سے مراد حربی کافر کا قتل وقید کرنا ہے اور ذمی کا جزیہ کی ذلت اٹھانا

وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ : (اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے) عذاب سے مراد یہاں آگ ہے۔

۱۱۵: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ : (مشرق و مغرب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے) یعنی مشرق و مغرب کے سارے ملک اس کے ہیں۔ اور وہی ان کا مالک ہے اور متولی ہے۔

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا : (جدھر تم اپنا منہ کرلو گے) یہ شرط ہے تولوا یہ جزاء فعل اس کی وجہ سے مجزوم ہے یعنی جس جگہ میں ہو تم چہروں کا رخ قبلہ کی طرف پھیرو۔ اس مطلب کی دلیل سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۴۔ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ۔ کہ تم اے پیغمبر پھیرو اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف اور جس جگہ بھی تم ہو) تم (مسلمانو) پھیرو اپنے چہروں کو اسی کی طرف۔

فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ : (پس ادھر ہی اللہ کا سامنا ہے) یہ جواب شرط ہے۔ یعنی وہ جہت جس پر وہ راضی ہے اور جس کا اس نے حکم دے رکھا ہے۔ پس مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں مسجد حرام یا مسجد بیت المقدس میں نماز سے روک دیا گیا۔ تو تمہارے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا۔ پس تم زمین کے جس ٹکڑے پر چاہو نماز ادا کرو۔ اور اس میں بیت اللہ کی طرف منہ کرلو کیونکہ جہت کی طرف منہ تو ہر جگہ ممکن ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ : (بے شک اللہ وسعت والے علم والے ہیں) یعنی وہ وسیع رحمت والے ہیں وہ بندوں پر اپنی رحمتوں کو وسیع کرنا چاہتے ہیں اور وہ بندوں کی مصلحتوں سے بخوبی واقف ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسافر کی نماز کے سلسلہ میں یہ آیت اتری۔ کہ جب وہ اپنی سواری پر ہو تو جدھر اس کی سواری رخ کرلے ادھر ہی مسافر منہ کر کے نماز پڑھ لے۔

اشتباہ قبلہ کا حکم:

یہ بھی کہا گیا۔ کہ کچھ لوگوں پر قبلہ مشتبہ ہو گیا۔ انہوں نے مختلف اطراف کی طرف رخ کر کے (اپنے اجتہاد کے مطابق) نماز پڑھ لی۔ جب صبح ہوئی تو ان کو اپنی خطا کا علم ہوا۔ پس ان کا عذر قبول کرلیا گیا۔ یہ روایت امام شافعی رحمہ اللہ کے خلاف حجت ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جہتِ قبلہ:

کیونکہ وہ قبلہ کے مشتبہ ہو جانے والوں میں سے قبلہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھنے والے کی نماز درست قرار نہیں دیتے۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ اینما تولوا یہ ذکر و دعا کیلئے ہے۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ

اور انہوں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے وہ اس سے پاک ہے، بلکہ اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے، سب

لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ

اسی کے لئے فرمانبردار ہیں۔ وہ بلا مثال کے پیدا فرمانے والا ہے، آسمانوں اور زمین کو اور جب فیصلہ فرمائے کسی امر کا تو بس یوں فرما دیتا

لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

ہے کہ ہو جا، پس ہو جاتا ہے۔

۱۱۶: وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا : (وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا) ان کے قول سے مراد مسیح ابن اللہ اور عزیر ابن اللہ ہے۔
قراءت: شامی نے قالوا پڑھا ہے پس واؤ کو ثابت ماننے کی صورت میں یہ واقعہ ماقبل پر معطوف ہوگا اور اگر واؤ کا حذف مانیں تو یہ جملہ مستانفہ اور الگ واقعہ ہے۔
سُبْحٰنَهٗ : (وہ سبحان ہے)۔ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور منزہ ہے۔
بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : (بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمان وزمین میں ہے) یعنی وہ اس کا خالق و مالک ہے۔ اور مسیح وعزیر اس کے مملوک ومخلوق ہیں۔ اور ولادت بذات خود مالکیت کے منافی ہے۔

کل کی نحوی تحقیق:

كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ : (سب اسی کے تابعدار ہیں) مطیع ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی اس کی تکوین وتقدیر سے نکل نہیں سکتی۔ کُلٌّ میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے۔ یعنی کل ما فی السموت والارض۔ (آسمان وزمین کی ہر چیز) یا تقدیر عبارت یہ ہے۔
کل من جعلوہ للّٰہ ولداً لہ قانتون مطیعون عابدون مقرون بالربوبیۃ منکرون لما اضافوا الیھم۔ کہ ہر وہ جس کو لوگوں نے اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مطیع اور اس کے سامنے عاجزی کرنے والے عبادت کرنے والے اور اس کی ربوبیت کے اقراری ہیں۔ اور جس چیز کی نسبت لوگوں نے ان کی طرف کی ہے اس کا انکار کرنے والے ہیں۔
سوال: یہاں ما کا لفظ لایا گیا جو غیر ذوی العقول کے لیے ہے جبکہ قانتون جمع سالم عقلاء کے لیے ہے۔
جواب: یہ اسی طرح ہے جیسا کہا جاتا ہے سُبحٰن ما سخرلنا۔ ما بمعنی مَنْ ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ان کو ہمارے کام میں لگایا۔

تفسیر آیت ۱۱۷:

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : (وہ آسمان وزمین کا موجد ہے) ان کا مخترع اور بغیر مثال کے ان کو بنانے والا ہے۔عرب ہر اس آدمی کو جوایسا کام کرے جو اس سے پہلے کسی نے نہ کیا ہو کہتے ہیں۔اَبدعت اس لیے اہل سنت والجماعت کی مخالفت کرنے والوں کومبتدع کہا جاتا ہے۔

اس لیے کہ وہ دین اسلام میں ایسی چیز رواج دے رہا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ نے نہیں کی۔

وَاِذَا قَضٰى اَمْرًا : (جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی کام کا) قضٰی کا معنی حکم دینا یا مقدر کرنا ہے۔

فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ : (تو بس فرما دیتا ہے کہ ہو وہ ہو جاتا ہے)

جلد وقوع کی تمثیل:

کن فیکون۔یہ کان تامہ ہے یعنی وہ کہتا ہے پیدا ہو جا وہ وجود میں آجاتا ہے۔یہ حقیقتاً تو جلدی وقوع پذیر ہونے کو مجاز وتمثیل سے ذکر کیا گیا۔ورنہ نہ وہاں قول ہے نہ حاجت قول مطلب یہ ہوا کہ جن معاملات کا وہ فیصلہ اور ارادہ کرتا ہے تو وہ بلا روک ٹوک وجود میں آجاتے ہیں۔جس طرح کہ فرمانبردار نوکر اطاعت کرتے ہوئے ذرا توقف نہیں کرتا۔اور نہ اس سے انکار بن پڑتا ہے ولدیت کے استبعاد کو اس سے اور مؤکد و پختہ طور پر ثابت کر دیا۔اس لیے کہ جو قدرت کی ایسی صفات کاملہ رکھتا ہو۔جس کی یہ صفات جسمیت کے منافی ہیں پھر تو الد کا تصور کیوں کر ممکن ہو؟

قراءت: فیکونُ میں رفع ہی سب سے بہتر ہے اور عام قراء کی قراءت یہی ہے۔وہ اسے جملہ مستانفہ جانتے ہیں۔ای فھویکون۔

یا یقول پر عطف کی وجہ سے ضمہ آئے گا۔

ابن عامر رحمہ اللہ نے اس کو کن کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے کیونکہ اس صورت میں امر ہے اور امر کا جواب فآء کی صورت میں منصوب ہوتا ہے۔(ان مقدرہ کی وجہ سے)

قولِ فیصل:

کن حقیقت میں امر نہیں۔اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کہا جائے اذاقضٰی امرا فانما یکون فیکون یا اس طرح کہا جائے فانما یقول له کن فیکون۔تو یہ دونوں برابر ہیں۔

جب اس کا امر ہونا ثابت نہ ہوا تو نصب کا کوئی مطلب نہیں۔اور اس کی وجہ یہ ہے اگر وہ امر ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔یا تو اس سے موجود کو خطاب ہوگا۔تو موجود کن سے مخاطب کیا نہیں جاتا۔یا معدوم کو مخاطب کریں۔تو معدوم قابل خطاب ہی نہیں۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَاۤ اٰیَةٌ ؕ كَذٰلِكَ

اور کہا ان لوگوں نے جو نہیں جانتے، کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ، یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی دلیل، ایسا ہی

قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ

کہاان لوگوں نے جوان سے پہلے تھے انہی جیسی بات، ان کے دل آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوگئے۔ بلاشبہ ہم نے ان لوگوں کے لئے دلیلیں بیان

لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

کر دی ہیں جو یقین لاتے ہیں۔

تفسیر آیت ۱۱۸:

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ : (اور کہتے ہیں وہ لوگ جو نہیں جانتے) مشرکین میں سے یا اہل کتاب میں سے۔ ان سے علم کی نفی کی۔ کیونکہ انہوں نے اس پر عمل نہ کیا تو گویا ان کو علم ہی نہ تھا۔

لَوْلَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ : (کیوں نہیں باتیں کرتا ہم سے اللہ تعالیٰ) وہ ہم سے ہمکلامی کیوں نہیں کرتا۔ جیسا کہ ملائکہ سے کرتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوا یہ بات وہ تکبر و سرکشی کی بناء پر کہتے ہیں۔

اَوْ تَاْتِیْنَاۤ اٰیَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ : (یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی اسی طرح کہاان لوگوں نے جوان سے پہلے گذرے) شدید انکار کی وجہ سے۔ کیونکہ ان کو دی جانے والی آیات وہ آیات ہی تو تھیں۔ ان آیات کی تحقیر کرتے ہوئے (وہ انکار کرتے تھے)

مِّثْلَ قَوْلِهِمْ : (ان جیسی بات)

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ : (ملے جلے ہیں ان کے دل) ان کے دل اور ان سے پہلے والوں کے دل اندھے ہیں۔ گویا اندھے ہونے میں مشابہ ہیں۔

قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ : (بے شک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں) یعنی اس قوم کے لیے جو انصاف پسند ہیں پس وہ ان آیات پر یقین کرتے ہیں۔ کہ یہ آیات ہیں جن پر یقین لانا اور اعتراف کرنا ضروری ہے۔ اور انہی پر وہ اکتفا کرتے ہیں۔ مزید کے متلاشی نہیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۹﴾

بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور دوزخ والوں کے بارے میں آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى

اور ہرگز راضی نہ ہوں گے آپ سے یہود اور نصاریٰ یہاں تک کہ آپ ان کے دین کا اتباع کرلیں۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ اللہ

اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ

کی ہدایت جو ہے وہی ہدایت ہے اور اگر آپ نے ان کی خواہشوں کا اتباع کیا بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے تو نہ ہوگا

مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾

آپ کے لئے کوئی ولی اور مددگار جو اللہ سے بچاوے۔

تفسیر آیت ۱۱۹:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا : (بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا) یعنی مؤمنوں کو ثواب کی خوش خبری اور کفار کو عقاب سے ڈرانے والے۔

وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ : (تجھ سے پوچھ نہ ہوگی دوزخ والوں کے متعلق) ہم ان کے متعلق آپ سے پوچھ گچھ نہ کریں گے کہ وہ آپ کے پیغام پہنچانے اور دعوت میں پوری کوشش صرف کرنے کے باوجود کیوں ایمان نہیں لائے۔

نحو: بِالْحَقِّ یہ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا کی طرح حال ہے۔ یعنی غیر مؤول ہے یہ جملہ مستانفہ ہے

قراءت: نافع رحمہ اللہ نے لَا تَسْـَٔلْ نہی کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

دو تفسیریں:

مطلب یہ ہے کہ کفار جس چیز میں مبتلا ہیں اس کا عذاب بہت ہی بڑا ہے اس کا کیا پوچھنا ہے جیسے کہتے ہیں۔ کیف فلان جبکہ وہ مصیبت میں مبتلا ہو تو جواباً یہی کہا جاتا ہے۔

لا تسال اس کے بارے میں مت پوچھو۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو کفار کے احوال کے بارے میں سوال سے روک دیا۔ جب کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے والد کا کیا حال ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں، جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، اور جو شخص

يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

اس پر ایمان نہ لائے سو یہ لوگ پوری طرح خسارہ میں ہیں۔

تفسیر آیت ۱۲۰:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ : (ہرگز تم سے یہود و نصاریٰ خوش نہ ہونگے جب تک کہ تم اختیار نہ کرو ان کا دین) گویا انہوں نے اس طرح کہا۔ کہ ہم ہرگز تم سے راضی نہ ہونگے اگرچہ تم ہماری رضامندیوں کی طلب میں انتہا کردو۔

یہود کے دخولِ اسلام سے مایوسی:

یہاں تک کہ تو ہماری ملت کی اتباع کرے۔

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود و نصاریٰ کے دخول اسلام سے مایوس ہونا ظاہر کیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا کلام ذکر کیا۔

تفسیر آیت ۱۲۰:

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ : (کہہ دیں کہ اللہ ہی کی ہدایت) وہی ہدایت جس کو وہ اپنے بندوں کے لیے پسند کرتے ہیں۔

هُوَ الْهُدٰى : (ہدایت ہے) یعنی اسلام جو کہ خالص ہدایت ہے اس سے بڑھ کر کوئی ہدایت نہیں اور جس کی طرف تم (اے یہود و نصاریٰ) دعوت دیتے ہو وہ ہدایت نہیں بلکہ ضلالت ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ : (اگر آپ چلے ان کی خواہشات پر) یعنی ان کے ان اقوال پر جو کہ خواہشات، بدعات پر مبنی ہیں۔

بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ : (اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آچکا) یعنی العلم سے مراد یہ کہ جان لینا کہ وہ، وہ دین اسلام ہے یا جانا پہچانا ہوا دین۔ کہ جس کے دلائل واضح اور ثبوت روشن ہیں۔ وہ مراد ہے۔

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ : (آپ کے لیے کوئی حمایتی) یعنی اللہ کے عذاب سے

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ : (مددگار نہ ہوگا) نصیر بمعنی ناصر (مددگار) کے معنی میں ہے۔

تفسیر آیت ۱۲۱:

اَلَّذِيْنَ : (وہ لوگ) نحو : الذین اسم موصول مبتدا

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ : (جن کو ہم نے کتاب دی) نحو : یہ صلہ ہے۔ نمبر ۱: ھم سے مراد اہل کتاب کے مؤمن۔ الکتٰب سے مراد تورات و انجیل ہے۔

يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۲۲﴾

اے بنی اسرائیل میری ان نعمتوں کو یاد کرو جن کا میں نے تم پر انعام کیا اور اس بات کو بھی کہ میں نے تم کو جہانوں پر فضیلت دی،

وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا لَّا تَجۡزِىۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـئًا وَّلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا تَنۡفَعُهَا

اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی شخص کسی جان کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا نہ کرے گا اور نہ کسی کی طرف سے جان کا کوئی بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی

شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾

شفاعت نفع دے گی، اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

نمبر۲: یا اصحاب محمد ﷺ۔ کتاب سے مراد قرآن مجید۔

یَتۡلُوۡنَهٗ: (وہ اس کو پڑھتے ہیں) یہ ھم سے حال مقدرہ ہے کیونکہ کتاب دیئے جانے کے وقت وہ اس کی تلاوت کرنے والے نہ تھے۔اور

حق تلاوت کا مطلب:

حَقَّ تِلَاوَتِهٖ: (جیسے تلاوت کا حق ہے) مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔

ای یقرؤونه حق قراء ته فی الترتیل۔ یعنی وہ اس کو پڑھتے تھے۔ جیسے پڑھنے کا حق ہے یعنی ترتیل اور ادائیگی حروف تدبر وتفکر کے ساتھ۔

یا اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس کے مضمون پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس میں پیغمبر ﷺ کی تعریف کو نہیں بدلتے۔

اُولٰٓئِكَ: (یہی لوگ) نحو: یہ مبتدا ہے۔ یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ۔ یہ اس کی خبر ہے۔ اور یہ جملہ الذین کی خبر ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یتلونہ کو خبر مانیں۔ اور یہ جملہ دوسری خبر ہے

وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ: ۔(اور جو اس کا انکار کرتے ہیں۔ وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں) اس لیے وہ خسارہ پانے والے ہیں کہ انہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں لے لیا۔

تفسیر آیت ۱۲۲:

۱۲۲: یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ: (اے بنی اسرائیل تم یاد کرو میری ان نعمتوں کو جو میں نے تم پر کیں) یعنی انعمتها علیکم۔ تم پر میں نے انعام کیا۔

وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ: (اور میں نے تمہیں فضیلت دی جہاں کے لوگوں پر) میں نے تمہیں تمہارے زمانے کے لوگوں پر فضیلت دی۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ

اور جب آزمایا ابراہیم کو ان کے رب نے چند کلمات کے ذریعہ تو انہوں نے ان کو پورا کیا۔ ان کے رب نے فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں

قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

انہوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے، ان کے رب نے فرمایا کہ میرا عہد ظلم کرنے والوں کو نہ ملے گا

تفسیر آیت ۱۲۳:

۱۲۳: وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ (اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ اور نہ اس کی طرف سے معاوضہ قبول کیا جاویگا اور نہ کسی کی سفارش اسے فائدہ دے گی اور نہ ان لوگوں کی مدد کی جائے گی)

نحو: هم مبتدا اور ینصرون خبر ہے۔ اور چاروں جملے یومًا کی صفت ہیں۔ یعنی واتقوا یومًا لا تجزی فیه۔ ولا یقبل فیه۔ ولا تنفعها فیه، ولا هم ینصرون فیه۔

بار دیگر لانے کی وجہ:

سوال: ان دونوں آیات کو دوبارہ کیوں لایا گیا؟

جواب: ان سے گناہ بار بار ہوئے گویا ہر دفعہ نیا گناہ ہوا۔ بنی اسرائیل کے واقعہ کو جس سے شروع فرمایا اسی پر ختم کیا۔

۱۲۴: وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ : (جب آزمایا ابراہیم کو ان کے رب نے چند کلمات کے ساتھ) واذ۔ اذکر محذوف ہے۔ ابتلاء کا معنی اوامر و نواہی سے امتحان کرنا ہے اور بندوں کے اختبار کا مطلب اس چیز کا ظہور جس کو ہم نہیں جانتے۔ اللہ کی طرف سے اختبار کا مطلب جس کو اپنے علم سے جانتا ہے اس کا ظاہر فرمانا۔

نتیجہ ابتلاء:

شاہد و غائب میں کسی خفی امر کا ظاہر ہونا۔ اسی وجہ سے تو ابتلاء کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاسکتی ہے۔

دوسرا قول: یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ کا امتحان کرنا یہ مجاز ہے۔ اس سے کہ بندے کو دو کاموں میں ایک کے کرنے کا اختیار دے دیا جائے۔ جن کاموں کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اور بندہ چاہتا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ اس کا امتحان لے رہے ہیں۔ اس کام میں جو بندے سے سرزد ہوگا۔ تاکہ اس کے مطابق وہ بدلہ عنایت فرمائے۔

قراءت: ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ابراهیم ربُّهٗ ابراہیم کو رفع دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے یعنی دعا کے کلمات سے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا۔ جیسے امتحان لینے والا کرتا ہے۔ کہ آیا مخاطب اس کو جواب دے گا یا نہیں۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ

اور جب ہم نے بنایا خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور امن، اور بنا لو مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ

اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم بھیجا کہ تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے

السُّجُوْدِ ۱۲۵

والوں کے لئے۔

اکثر مفسرین کا قول:

اکثر مفسرین نے کلمات کو عشر خصال قرار دیا۔ جن میں پانچ سر اور پانچ جسم میں ہیں۔ مضمضہ، سواک، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھیں کٹوانا۔ مانگ نکالنا۔ استنجاء۔ زیرناف بال لینا۔ بغل کے بال نوچنا، ناخن کاٹنا، ختنہ کرنا۔

فَاَتَمَّهُنَّ : (پس انہوں نے ان کو پورا کر دیا) یعنی ان کو صحیح طور پر ادا کر دیا۔ بغیر کسی سستی اور اضافے کے جیسا کہ سورۃ نجم آیت نمبر ۳۷ میں فرمایا۔ وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى۔

قراءت: ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مطابق مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے وہ دے دیا۔ جو ابراہیم علیہ السلام نے طلب کیا۔ اور ان چیزوں میں کمی نہ کی۔ اب اس کے مطابق کلمات سے مراد وہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے مانگی نمبر ۱: رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا (البقرہ آیت نمبر ۱۲۶) نمبر ۲۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا (البقرہ آیت نمبر ۱۲۷ نمبر ۳) وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ (بقرہ آیت نمبر ۱۲۸)

سنن:

وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (البقرہ آیت نمبر ۱۲۹) اور قراءت مشہورہ کے مطابق کلمات پانچ سر میں ہیں۔ مانگ نکالنا۔ مونچھیں لینا۔ مسواک کرنا۔ مضمضہ، استنشاق پانچ بقیہ جسم میں ہیں۔ ختنہ۔ ناخن کاٹنا۔ بغل کے بال اکھاڑنا۔ زیرناف بال۔ استنجاء۔

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شرائع کے تیس احکام ہیں جن میں سے دس سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۲۔ التَّآئِبُوْنَ، دس احزاب کی آیت ۳۵ میں اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اور دس سورت مؤمنون کی آیت نمبر ۹ اور معارج کی آیت نمبر ۳۴ یخافون۔ تک میں مذکور ہیں۔

قول آخر: یہ ہے کہ یہ حج کے احکامات ہیں۔

قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا : (تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھ کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں) امام اس کو کہتے ہیں جس کی اقتداء کی جائے۔یعنی وہ اپنے دین میں تیری اقتدا کریں گے۔

قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ : (ابراہیم علیہ السلام نے کہا اور میری اولاد میں سے) یعنی تو میری اولاد میں سے مقتدا بنا جس کی لوگ اقتدا کریں، ذریۃ الرجل۔ مذکر ومؤنث ہر دو اولاد کے لیے آتا ہے۔ یہ ذرء سے فعلیۃ کا وزن ہے۔ ذرء کا معنی پیدا کرنا۔ہمزہ کو یاء سے بدل دیا۔

مسلمانوں کا مقتدیٰ کافر نہیں ہوسکتا:

قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ : (کہا ہمارے اس عہد میں وہ داخل نہیں جو ظالم ہیں)

قراءت: الظالمین، حمزہ اور حفص کے نزدیک سکون یاء کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ امامت تیری اولاد میں سے اہل ظلم کو نہ ملے گی۔ اہل ظلم سے اہل کفر مراد ہیں۔ اس سے بتلا دیا گیا۔ کہ مسلمانوں کی امامت اہل کفر کے لیے ثابت نہیں ہوسکتی۔ اور ان کی اولاد میں مسلمان وکافر دونوں ہونگے۔ جیسا سورۃ الصافات آیت نمبر۱۱۳ میں بارکنا علیه تا محسن وظالم لنفسه مبین۔محسن سے مراد مؤمن اور الظالم سے کافر مراد ہیں۔

معتزلہ کا قول:

فاسق امامت کا حقدار نہیں۔ظالم کا امامت کے منصب پر مقرر کرنا جائز نہیں اس لیے کہ امام تو دفع ظلم کے لیے ہوتا ہے جب ظالم کو مقرر کر دیا جائیگا۔ تو وہ مشہور مثال کے مطابق بن جائے گا۔من استرعی الذئب ظلم ۔جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا اس نے ظلم کیا۔

جواب معتزلہ: یہ ظالم سے مطلق یعنی کافر مراد ہے کیونکہ مطلق ظالم وہی ہے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا کہ ان کا بیٹا نبی ہو۔جس طرح ان کو نبوت ملی تو ارشاد ہوا کہ ظالم نبی نہیں ہوگا۔

۱۲۵: وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ : (اور جب ٹھہرایا ہم نے گھر کو) بیت سے مراد کعبہ ہے یہ نام اس پر غالب آ گیا جیسا کہ ثریا کو نجم کہا جاتا ہے۔

ملتجی فی الحرم کی دلیل:

مَثَابَةً لِّلنَّاسِ : (لوگوں کے لیے اجتماع کی جگہ) حجاج وعمار کے لیے مرجع ہے۔ کہ وہاں سے جدا ہو کر پھر اس کی طرف لوٹتے ہیں۔

وَاَمْنًا : (اور امن کا مقام) امن کی جگہ جنایت کرنے والا وہاں پناہ لے تو اس پر تعرض نہیں کیا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ خود نکل جائے اور یہ ہمارے لیے مسئلہ ملتجی فی الحرم کے متعلق دلیل ہے۔

مقام ابراہیم (علیہ السلام) کی مراد:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى : (اور بنالو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز) ہم نے کہا وہاں نماز کی جگہ مقرر کرلو۔ جہاں نماز ادا کیا کرو۔ آپ ﷺ کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ مقام ابراہیم ہے تو عمر نے کہا۔ اس کو نماز کی جگہ نہ بنالیں۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس کا حکم نہیں ہوا۔ ابھی سورج غروب نہ ہوا تھا کہ یہ آیت اتری۔ (ابو نعیم، ابن ابی داؤد فی المصاحف بحوالہ کنز العمال ج ۷/۳۸۱)

دوسرا قول: یہ ہے کہ مصلّٰی سے مراد مدعٰی اور وہ پتھر جس پر ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا اثر موجود ہے یہ مقام ابراہیم ہے۔

تیسرا قول: سارا حرم مقام ابراہیم ہے۔

قراءت: شامی ونافع نے وَاتَّخَذُوْا۔ ماضی پڑھا۔ اور جعلنا پر عطف کیا۔ یعنی اتخذالناس من مکان ابراھیم الذی وسم به لا ھتما مه به وامکان ذریته عنده قبلة یصلون الیھا یعنی لوگوں نے ابراہیم کے اس نشان زدہ کھڑے ہونے کی جگہ کو مہتم بالشان سمجھ کر اور ان کی اولاد کے وہاں ٹھہرنے کی وجہ سے قبلہ قرار دیا۔ کہ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ : (اور ہم نے کہہ دیا ابراہیم واسماعیل کو) ان دونوں کو ہم نے حکم دیا۔

طہارت کا معنی:

اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ : (کہ صاف رکھو میرے گھر کو) قراءت: بَيْتِيَ۔ یاء کے فتح کے ساتھ مدنی اور حفص نے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم دونوں پاک کرو۔ یا مطلب یہ ہے کہ بتوں سے اس کو پاک رکھو۔ اور تمام قسم کی انجاس وخبائث سے صاف رکھو

لِلطَّآئِفِيْنَ : (طواف کرنے والوں) اس کے گرد طواف کرنے والوں کے لیے۔

وَالْعٰكِفِيْنَ : (اور اعتکاف کرنے والوں) نمبر۱: جو اس کے پاس اعتکاف کرنے والے ہیں۔

نمبر۲: وہ مجاور جو اس کے پاس اقامت اختیار کرنے والے ہیں۔ کہ اس کے پاس سے جدا نہیں ہوتے

دوسرا قول: طائفین کے متعلق یہ ہے کہ اپنے شہروں سے وہاں کھنچ کر آنے والے ہیں۔ اور عاکفین سے مراد اہل مکہ۔

۱۲۵۔ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ : (اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے) نماز ادا کرنے والے۔ الرُّكَّع یہ راکع کی جمع ہے اور السجود جمع ساجد ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ

اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے رب بنا دے اس شہر کو امن والا، اور رزق دے یہاں کے رہنے والوں کو پھلوں سے جو

اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ

ان میں سے ایمان لائے اللہ اور یوم آخرت پر، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو شخص کفر اختیار کرے گا سو میں اسے تھوڑا سا نفع پہنچاؤں گا۔ پھر

اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾

اسے دوزخ کے عذاب کی طرف جبراً پہنچاؤں گا۔ اور وہ بری جگہ ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا : (جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب بنا اس شہر کو امن والا) یعنی نمبر۱: اس شہر کو کر دے۔ نمبر۲: اس مکان کو کر دے۔

بَلَدًا اٰمِنًا کا مطلب:

بَلَدًا اٰمِنًا : (امن والا شہر) نمبر۱۔ امن والا۔ یہ اس طرح ہے جیسے عيشة راضية ۔

نمبر۲۔ ان کے لئے امن والا بنا جو اس میں رہیں یہ اس طرح ہے جیسا کہتے ہیں۔ لیل نائم ۔ گہری نیند والی رات۔

نحو: هذا۔ یہ مفعول اول ہے اور بلدا مفعول دوم ہے اور امنا اس کی صفت ہے۔

وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ : (اور عطا کر اس کے رہنے والوں کو پھل) کیونکہ اہل مکہ کے ہاں پھل نہ تھے۔ پھر اس کا بدل دے۔

مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ : (ان لوگوں کو جو ان میں ایمان لائیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر) اس کے رہنے والوں میں سے۔ یہ بدل الکل سے بدل البعض ہے۔ یعنی رزق المؤمنين من اہلہ خاصۃ ۔ خاص کر اس کے رہنے والے مؤمنین کو رزق عنایت فرما۔ رزق کو اپنی امامت پر قیاس کر کے ایمان والوں کے ساتھ خاص کر دیا۔

قَالَ : (فرمایا) اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا۔

وَمَنْ كَفَرَ : (جو کفر کرے) یعنی میں ان کو بھی رزق دوں گا۔ جنہوں نے کفر کیا۔

فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا : (پس اس کو فائدہ اٹھانے دوں گا تھوڑا)

نمبر۱۔ تھوڑا فائدہ۔ نمبر۲۔ تھوڑا زمانہ جو اس کی زندگی کا ہے۔

قراءت: شامی۔ فَاَمْتِعُهٗ

ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ : (پھر اس کو مجبور کروں گا) مجبور کروں گا۔

اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ : (آگ کے عذاب کی طرف اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے)

مصیر کا معنی وہ لوٹنے کی جگہ جس کی طرف پہنچتے ہیں وہ آگ ہے پس مخصوص بالذم یہاں محذوف ہے۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ

اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیم کعبہ کی بنیادیں اور اسمٰعیل بھی، اے ہمارے رب قبول فرمالے ہم سے

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً

بے شک تو ہی خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب اور بنا دے ہم کو تو اپنا فرمانبردار، اور بنا دے ہماری اولاد میں سے ایک امت

مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾

جو تیری فرمانبردار ہو، اور ہمیں بتا دے ہمارے حج کے احکام، اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو ہی توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔

۱۲۷۔وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ : (جب ابراہیم بلند کررہے تھے) یہ زمانہ ماضی کی حکایت بیان کی۔

الْقَوَاعِدَ : (خانہ کعبہ کی بنیادیں) القواعد جمع قاعدہ کی ہے اور قاعدہ کہتے ہیں جو اوپر کے لئے بنیاد و جڑ کا کام دے۔ یہ صفت غالبہ ہے ورنہ اس کا معنی قائم ہونے والی اور رفع الاساس اس پر تعمیر کرنے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ جب اس پر تعمیر کی جائے گی۔ تو وہ پستی سے بلندی میں منتقل ہو جائے گی اور قصیر ہونے کے بعد طویل ہو جائے گی۔

مِنَ الْبَيْتِ : (بیت اللہ کی) بیت سے مراد بیت اللہ وہ کعبہ شریف ہے۔

وَاِسْمٰعِيْلُ : (اور اسماعیل) اس کا عطف ابراہیم پر ہے ابراہیم علیہ السلام معماری کررہے تھے اور اسماعیل ان کو پتھر پکڑا رہے تھے۔

رَبَّنَا : (اے ہمارے رب) وہ دونوں ربنا کہتے تھے۔ یہ فعل حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے اور عبداللہ نے اپنی قراءت میں اس کو ظاہر بھی کیا ہے اور اب اس کا معنی یہ ہے وہ دونوں دیواروں کو ربنا کہتے ہوئے بلند کررہے تھے۔

تَقَبَّلْ مِنَّا : (تو ہم سے قبول کر) اس گھر کی تعمیر کے سبب ہمارا قرب اپنی بارگاہ میں قبول کر۔

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ : (بے شک تو ہر بات سننے والا ہے) ہماری دعاؤں کو سننے والے۔

الْعَلِيْمُ : (اور ہر بات جاننے والا ہے) ہمارے بواطن اور نیات کو جاننے والے ہیں۔ آیت میں قواعد کو پہلے مبہم رکھا اور پھر اس ابہام کے بعد واضح کر دیا اس میں مبین کی عظمت شان کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

تفسیر آیت ۱۲۹:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ : (اے ہمارے رب تو بنا ہمیں اپنا فرمانبردار)

نمبرا۔ مسلمین کا معنی ہم اپنے چہروں کو تیرے لئے خالص کرنے والے ہیں اور یہ اسی طرح ہے جیسا البقرہ آیت نمبر ۱۱۲ میں من اسلم وجھہ للہ۔

دوسرا قول : عاجز و فرمانبرداری اختیار کرنے والے ہیں۔ یہ اس طرح ہے جیسے کہیں اسلم لہ و استسلم۔ یعنی عاجزی کی اور یقین کرلیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے اخلاص اور اپنے اوپر یقین میں اضافہ فرما۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

اے ہمارے رب اور بھیج دے ان میں ایک رسول ان میں سے، جو تلاوت کرے ان پر تیری آیات، اور سکھائے ان کو کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ ع

اور حکمت، اور ان کا تزکیہ کرے، بے شک تو ہی عزیز ہے، حکیم ہے۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ: (اور ہماری اولاد میں سے) نحو: یہ اجعل کے متعلق ہے تو ہماری اولاد میں سے کردے۔

اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ: (ایک فرمانبردار جماعت) نمبرا۔ من تبعیضیہ ہے نمبر۲۔ بیانیہ ہے۔

مرادامت:

امت سے مراد ایک قول کے مطابق امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

سوال: اپنی اولاد کو دعا میں کیوں خاص کیا؟

سوال کا مدلل جواب:

جواب: اولاد شفقت کی سب سے زیادہ حقدار ہے جیسا کہ سورۃ التحریم آیت نمبر ۶ میں قوا انفسکم و اھلیکم نارا فرمایا ہے۔ (کہ تم اپنے آپ اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ)

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا: (اور ہماری عبادت کے طریقے ہمیں بتا) اَرِ کا لفظ رائی سے بنا ہے اس کا معنی دکھانا یا بتلانا ہے۔ اس لئے اس کو دو مفعولوں کی ضرورت نہیں پڑی۔ یعنی تو ہمیں حج میں عبادت کے مقامات دکھا۔ یا بتلا۔ مناسک کا واحد منسک ہے۔ سین (س) کی زیر و زبر دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور اس کا معنی عبادت کے مقامات ہیں۔ اس لئے عبادت کرنے والے کو ناسک کہتے ہیں۔

قراءت: (مکی نے اَرْنَا پڑھا۔ اس کو فَخْذٌ کے لفظ پر قیاس کیا۔ ابو عمرو نے رکو کسرہ کا اشمام دے کر پڑھا۔

وَتُبْ عَلَيْنَا: (اور تو بہ قبول کر) نمبرا۔ جو ہم سے کوتاہی پیش آگئی ہو۔

نمبر۲۔ اپنی اولاد کے لئے دونوں نے توبہ طلب کی۔ یعنی ہماری اولاد کو معاف فرما۔

اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ: (بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے)

تفسیر آیت ۱۲۹:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ: (اے ہمارے رب تو بھیج ان میں) سے مراد امت مسلمہ ہے۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ

اور ملت ابراہیم سے وہی روگردانی کرے گا جس نے اپنے نفس کو احمق بنایا، اور بے شک ہم نے ان کو منتخب کرلیا

فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ

دنیا میں، اور وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں، جب فرمایا ان کے رب نے کہ

اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

فرمانبردار ہوجا، تو انہوں نے عرض کیا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں۔

رَسُوْلًا مِّنْهُمْ : (رسول انہی میں سے) انہی میں سے پس اللہ تعالیٰ نے ان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ انا دعوۃ ابی ابراھیم و بشریٰ عیسی و رؤیا امی۔ (رواہ احمد۔ الحاکم' البزار) میں اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں) خواب یہ تھا۔ کہ آپ کی والدہ محترمہ نے ولادت سے قبل ایک روشنی اپنے سے نکلتی ہوئی دیکھی جس نے مکہ کو بھر دیا۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ : (جو ان پر تیری آیات پڑھے) ان پر پڑھتا ہے اور ان کو پہنچاتا ہے۔ جو اس کی طرف وحی کے ذریعہ تیری وحدانیت کے دلائل اور انبیاء اور رسل علیہم السلام کی صداقت کے دلائل بھیجے جاتے ہیں۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ : (اور ان کو تعلیم دے کتاب) کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

وَالْحِكْمَةَ : (وحکمت کی) سنت اور فہم قرآن مراد ہے۔

وَيُزَكِّيْهِمْ : (اور ان کو پاک وصاف بنائے) وہ ان کو شرک اور تمام نجاستوں سے پاک کرتا ہے۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ : (بے شک تو زبردست) وہ غالب جو مغلوب نہ ہو۔

الْحَكِيْمُ : (تدبیر والا ہے) اس چیز میں جس کا اس نے تمہیں مالک بنایا۔

تفسیر آیت ۱۳۰:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ : (نہیں اعراض کرتا ملت ابراہیم سے) یہ استفہام انکاری ہے اور اس بات کا شدت سے انکار کیا گیا۔ کہ واضح حق سے بے رغبتی اختیار کرنے والا عقل مند نہیں ہے۔ اور واضح حق ملت ابراہیم ہے۔ الملۃ۔ طریقہ، سنت۔ زجاج رحمہ اللہ نے اسی طرح کہا ہے۔

اِلَّا مَنْ : (مگر وہ)

نحوی تراکیب:

یہ یرغب کی ضمیر سے بدل ہے اور محل رفع میں واقع ہے اور بدل ہی صحیح ہے۔ کیونکہ جو منہ موڑنے والا ہے وہ لازم کرنے والا نہیں۔ جیسا کہتے ہیں۔ ھل جاء ك احدٌ الا زید' تیرے پاس سوائے زید کے کوئی نہیں آیا۔ اب آیت کا معنی یہ بنے گا۔ نہیں اعراض کرتا ملت ابراہیم سے مگر وہ۔

مفاہمت کا مفہوم:

سَفِهَ نَفْسَهٗ : (بے وقوف ہے جس کا نفس) یعنی جس کا نفس جاہل ہے۔

نمبر۱۔ ای جھل نفسه (یعنی وہ اپنے دل میں سوچتا نہیں)۔ یہاں سفه کو جھل کی جگہ لائے اور اس کو اس کی طرح شمار کر لیا۔

نمبر۲۔ دوسرا قول۔ یہ ہے کہ جس کے نفس میں حماقت ہے۔ پس فی کو حذف کر دیا جس طرح مِن کو اعراف آیت نمبر ۱۵۵ سے واختار موسٰی قومه۔ اور علٰی کو سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۵ ولا تعزموا عقدة النكاح ای علی عقدة النكاح۔ یہ دو صورتیں زجاج کے نزدیک ہیں مگر فراء رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ وہ معرفہ ہے۔

ملت ابراہیم (علیہ السلام) کا حکم:

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ : اس میں اُس آدمی کی رائے کی غلطی بتلائی جو ملت ابراہیم سے مُنہ موڑنے والا ہے کیونکہ جو شخص دونوں جہاں کی عظمت کا جامع ہو تو اس کے طریقے کی طرف رغبت کرنے سے بڑھ کر کسی کا طریقہ نہیں۔

تفسیر آیت ۱۳۱:

اِذْ قَالَ : (جب کہا) نحو۔ نمبر۱۔ یہ اصطفيناه کا ظرف ہے۔

نمبر۲۔ یا اذکر مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ اس وقت کو یاد کرو تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے وہی منتخب و صالح ہیں۔ کہ جن کی ملت قابل اعراض نہیں۔

لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ : (ان کو ان کے رب نے تو فرمانبردار ہو جا) یقین کر یا اطاعت کر یا اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر۔

قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ : (کہا میں نے اپنے تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کیا۔ میں خالص ہوا میں نے خالص کیا۔ یا میں مطیع ہوا۔

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ

اور ملت ابراہیمیہ کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے بھی، اے میرے بیٹو بے شک اللہ نے منتخب فرمایا ہے تمہارے لئے اس دین کو،

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ

سو ہرگز مت مرنا مگر اس حالت میں کہ تم دین اسلام پر ہو۔ کیا تم حاضر تھے جس وقت آنے لگی یعقوب کو

الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ

موت، جبکہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ کس کی عبادت کرو گے میرے بعد، انہوں نے کہا ہم عبادت کریں گے آپ کے معبود کی اور

اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

آپ کے باپ دادوں ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود کی، جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں

مرجع ضمائر:

وَ وَصّٰى بِهَآ : (اوراس کی وصیت کی) قراءت مدنی وشامی نے اَوْصٰی پڑھا۔

نمبرا۔ ھَا کی ضمیر سے مراد ملت ہے یا نمبر۲۔ کلمہ اسلمت لرب العالمین ہے۔

اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ : (ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہا) یعقوب یہ ابراہیم پر معطوف ہے اور اس کے حکم میں داخل ہے اور مطلب یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو بھی وصیت کی۔

يٰبَنِيَّ : (اے میرے بیٹو) قال مضمر ہے۔

چناہوا دین:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ : (بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں چن کر دین دیا) یعنی تمہیں وہ دین دیا جو دینوں میں منتخب شدہ ہے۔ وہ دین اسلام ہے اس کو تھامنے کی تمہیں توفیق دی۔

ثابت قدمی کا حکم:

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ : (پس تم مسلمان ہو کر ہی مرنا) تمہاری موت اسلام پر ثابت قدمی کی حالت میں ہونی چاہیے۔ حقیقت میں اس بات کی ممانعت کی گئی کہ موت کے وقت ان کی حالت اسلام کے خلاف نہ ہونی چاہیے۔ جیسا کہتے ہیں۔ لاتصل الا وانت خاشع یعنی تمہیں نماز خشوع کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔ اس میں نماز کی ممانعت نہیں بلکہ نماز میں خشوع کے ترک کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

تفسیر آیت ۱۳۳:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ : (کیاتم موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا)

ام کی اقسام:

نمبر ا۔ ''اَم''منقطعہ ہے۔ہمزہ انکار کے لئے ہے شہداء جمع شہید اس کا معنی حاضر ہے۔یعنی یعقوب علیہ السلام کی موت کے وقت تم حاضر نہ تھے۔یہاں خطاب ایمان والوں کو فرمایا۔اب مطلب یہ ہوا۔کہ تم اس وقت موجود نہ تھے۔تمہیں ان کے متعلق وحی سے علم ہوا۔

نمبر۲۔دوسرا قول۔''اَم''متصلہ ہے اس سے قبل مقدر محذوف ہے اور اس وقت خطاب یہود کو ہے۔کیونکہ وہ کہا کرتے تھے۔کہ جو پیغمبر بھی فوت ہوا۔وہ یہودیت پر فوت ہوا۔تو ان کو مخاطب کر کے گویا فرمایا کہ تم انبیاء علیہم السلام پر یہودیت کے دعویدار ہو؟ کیا تم حاضر تھے جبکہ یعقوب علیہ السلام کو موت آئی؟

اِذْ قَالَ : (جب انہوں نے اپنے) نمبر ا۔یہ پہلے اذ سے بدل ہے اور ان دونوں میں شہداء کا لفظ عامل ہے۔

یا نمبر۲۔حَضَرَ کا ظرف ہے۔

لِبَنِيْهِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ : (بیٹوں کو کہا تم لوگ میرے بعد کس کی پوجا کرو گے)

ما کی تفصیل:

نحو : ما استفہامیہ ہے اور تعبدون کی وجہ سے محل نصب میں واقع ہے مطلب یہ ہے۔کس چیز کی تم عبادت کرتے ہو؟ ما عام ہے ہر چیز کے لئے آتا ہے یا ما معبود کی صفت کے متعلق سوال کے لئے ہے۔جیسا تم کہو۔مازید ترید اَفقیه ام طبيب زید کے متعلق تم کیا جانتے ہو کہ وہ فقیہ ہے یا طبیب من بعدی ۔میری موت کے بعد

الٰہ کو دوبارہ لانے کی وجہ:

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ : (انہوں نے کہا ہم اس کی عبادت کریں گے جو تیرا اور تیرے آباء کا ہے)۔ الله کا ذکر دوبارہ کیا گیا تاکہ ضمیر مجرور پر عطف بغیر اعادۂ حرف جار کے لازم نہ آئے۔

اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ : (ابراہیم٬ اسماعیل٬ اسحٰق کا معبود ہے) یہ اباء ک سے عطف بیان ہے۔

سوال : آباء میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کیا حالانکہ وہ ان کے چچا ہیں۔

جواب : چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔آپ علیہ السلام نے عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا۔هذا بقية آبائی (ابن ابی شیبہ)

نحوی لطائف:

اِلٰهًا وَّاحِدًا : (یعنی ایک معبود ہے) نمبر ا۔یہ الله ابائك سے بدل ہے جس طرح العلق کی آیت ۱۵۔۱۶ میں ناصیہ۔ بالناصية ناصية كاذبة۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ

وہ ایک جماعت تھی جوگزر گئی، ان کے لئے وہ ہے جوانہوں نے عمل کیا، اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے عمل کیا، اور تم سے اس چیز کا سوال نہ ہوگا

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

جو وہ کیا کرتے تھے۔

نمبر۲ دوسرا قول : اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی ہم تیرے آباء کے معبود سے ایک ہی معبود مراد لیتے ہیں۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (اور ہم اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں) نحو نمبر۱: یہ نعبد کے فاعل سے حال ہے ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اس حال میں کہ ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

نمبر۲ دوسرا قول: یہ نعبد پر جملے کا عطف ہے گویا یہ مقولہ ثانی ہے۔

تیسرا قول : جملہ معترضہ ہے جو تاکید کے لئے لایا گیا۔

۱۳۴۔ تِلْكَ : (وہ) یہ امت مذکورہ کی طرف اشارہ ہے یعنی ابراہیم اسماعیل و یعقوب اور ان کی موحد اولاد

اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ : (ایک جماعت تھی جو گزری) گزر چکی

غیر کی کمائی کام نہ آئے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ : (ان کے لئے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے جو تم نے کمایا) یعنی کسی کو غیر کی کمائی کام نہ دے گی۔ خواہ کان کو مقدم مانیں یا مؤخر۔ کہ ان کو وہ چیز فائدہ دے گی جو انہوں نے کمائی۔ پس اسی طرح تمہیں وہ چیز کام آئے گی جو تم نے کمائی۔ یہ بات فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے باپوں پر فخر کر کے (برائیوں پر ڈھٹائی اختیار کرنے والے تھے) اور اعمال کو کوئی حیثیت نہ دیتے تھے۔

وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ : (اور تم سے ان کے عملوں کی بازپرس نہ ہوگی) انکی برائیوں کا تمہیں مؤاخذہ بھگتنا نہ پڑے گا۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ

اور انہوں نے کہا کہ ہو جاؤ یہودی یا نصرانی تم ہدایت پا جاؤ گے، آپ فرمایئے بلکہ ابراہیم کی ملت کا اتباع کرو جو پوری طرح

حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ

حق ہی کی طرف تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے، تم لوگ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر بھی جو اس نے نازل کیا

اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

ہماری طرف، اور اس پر جو نازل کیا گیا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب پر، اور ان کی اولاد پر،

وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ

اور اس پر بھی جو عطا کیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو کچھ عطا کیا گیا دیگر انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے، ہم ان میں سے

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

۱۳۵۔ وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى : (اور کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ) یعنی یہود نے کہا تم یہودی بن جاؤ۔ نصاریٰ نے کہا تم نصرانی بن جاؤ۔

تَهْتَدُوْا : (تو ہدایت پا جاؤ گے) یہ مجزوم ہے کیونکہ یہ امر کا جواب ہے۔

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ : (کہہ دیں بلکہ ہم تو ملت ابراہیم پر رہیں گے) بلکہ ہم تو ملت ابراہیم کی اتباع کرینگے۔

حنیف کا مفہوم:

حَنِيْفًا : (جو تمام سے یکسو تھے) حنیفاً یہ ابراہیم سے حال ہے جیسا کہ کہتے ہیں رایت وجۃ ھند قائمۃً میں نے ہندہ کا چہرہ دیکھا اس حال میں کہ وہ کھڑی ہے۔ الحنیف ہر دین باطل سے دین حق کی طرف جھکنے والا۔

تعریض بر مشرکین:

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ : (اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے) یہ اہل کتاب پر تعریض ہے کیونکہ وہ سب ملت ابراہیم کی اتباع کے دعویدار تھے حالانکہ وہ شرک پر تھے۔

۱۳۶۔ قُوْلُوْا : (تم کہو) نمبر۱۔ یہ ایمان والوں کو خطاب ہے۔

نمبر۲۔ یہ کفار کو خطاب ہے یعنی تم ان کو کہو کہ تم حق قبول کرلو ورنہ تم باطل پر ہو۔

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي

سو اگر وہ ایمان لے آئیں ان چیزوں پر جن پر تم ایمان لائے تو وہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو بس وہ مخالفت ہی میں

شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾

لگے ہوئے ہیں۔ پس عنقریب اللہ آپ کی طرف سے ان کے لئے کافی ہوگا اور وہ سمیع ہے علیم ہے

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا : (ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو ہماری طرف اتارا گیا) انزل الینا سے مراد قرآن مجید ہے۔

سبط کی تفسیر:

وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ : (اور جو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل اسحٰق و یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف بھیجا گیا) السبط کا معنی پوتے' نواسے' حسن و حسین رضی اللہ عنہما سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ای الاسباط حفدۃ یعقوب کے پوتے اور ان کے بارہ بیٹوں کی اولاد مراد ہے۔

نحوی تحقیق:

نحو : انزل کا لفظ الی اور علی دونوں کے ساتھ متعدی بنتا ہے اس لئے یہاں الی کے ساتھ ہے۔ اور آل عمران میں علی کے ساتھ ہے۔

تفسیر آیت ۱۳۶:

وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ : (اور اس پر جو دیئے گئے موسیٰ عیسیٰ اور جو انبیاء علیہم السلام کو ان کے رب کی طرف سے ملا ہم ان میں سے کسی ایک میں تفریق نہیں کرتے) جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا۔

احد۔ کا معنی یہاں جماعت ہے اس لئے بین کا لفظ اس پر داخل ہو سکتا ہے۔

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ : (اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں) اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اختیار کرنے والے ہیں۔

مثل کے صحیح مفہوم کی وضاحت میں تین اقوال:

۱۳۷۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا : (پس اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے تو بے شک وہ ہدایت پا جائیں گے) آیت کا ظاہر مشکل ہے اس لئے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مثل ہو حالانکہ وہ اس سے بلند و بالا ہے۔

نمبر ۱۔ پس کہا گیا ہے کہ بازاء اور مثل یہ مصدر محذوف کی صفت ہے اصل عبارت یہ ہے۔

فان امنوا ایمانا مثل ایمانکم۔ پس اگر وہ ایمان لائیں ایسا ایمان جو تمہارے ایمان کی طرح ہو ہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی

ہے۔ اور بآء کا اضافہ نئی چیز نہیں ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے سورۃ یونس آیت نمبر ۲۷ والذین کسبوا السیئات جزاء سیئة بمثلها۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ جزاء سیئة مثلها۔ برائی کی جزا اس کی مثل سے ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے جزاء سیئةٍ سیئةٌ مثلها۔ الشوریٰ آیت نمبر ۴۰ میں ہے۔ برائی کی جزاء اس کی مثل برائی سے ہے۔

دوسرا قول : مثل کا لفظ زائد ہے تقدیر عبارت یہ ہے فان امنوا ما امنتم به (اگر وہ ایمان لائیں جس ذات پر تم ایمان لائے ہو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بما آمنتم به۔ اس کی تائید کرتی ہے۔

مآ الذی کے معنی میں ہے اور اس کی دلیل حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قراء ت بالذی آمنتم به ہے۔

تیسرا قول : باء استعانت کے لئے ہے جیسا کہتے ہیں۔ کتبت بالقلم۔ اب مطلب یہ ہوا فان دخلوا فی الایمان بشهادة مثل شهادتکم التی امنتم بها۔ پس اگر وہ داخل ہوں ایمان میں شہادت کے ساتھ جو تمہاری اس شہادت جیسی ہو جس کے ساتھ تم ایمان لائے ہو۔

انحراف کا مطلب :

وَإِنْ تَوَلَّوْا : (اور اگر وہ انحراف کریں) نمبر ۱۔ اس میں سے جو تم انہیں کہتے ہو تو انہوں نے انصاف نہ کیا۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول : اگر تم شہادت اور ایمان میں شہادت کے ساتھ داخلے سے منہ موڑو۔

فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ : (تو پس وہ ضد پر ہیں) یعنی پس وہ مخالفت اور دشمنی میں مبتلا ہیں۔ وہ طلب حق میں کسی چیز پر نہیں۔

غلبہ اہل کتاب :

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ : (پس کافی ہے تمہاری طرف سے ان کو اللہ) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل کتاب پر غلبہ کی ضمانت دی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ان یہود میں سے بعض کے قتل اور بعض کی جلاوطنی سے پورا ہوا۔ سینؔ کا معنی یہ ہے کہ وہ وعدہ ہر صورت میں پورا ہونے والا ہے۔ اگرچہ کچھ دیر ہی۔

وَهُوَ السَّمِيعُ : (اور وہ ہر بات کو سننے) جو کچھ وہ کہتے ہیں۔

ممانعت و وعید :

الْعَلِيمُ : (اور جاننے والا ہے) جو وہ حسد اور کینہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو خود سزا دیں گے۔ نمبر ۱۔ یہود کے لئے وعید ہے۔

نمبر ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وعدہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ سنتے ہیں۔ جو آپ دعائیں کرتے ہیں۔ اور وہ آپ کی نیت سے واقف ہے اور آپ کے غلبہ دین کے ارادے کو جانتا ہے۔ وہ ان دعاؤں کو قبول فرمائے گا اور آپ کو منزل مقصود پر پہنچائے گا۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ہم کو اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور وہ کون ہے جس کا رنگ دینا اللہ تعالیٰ کے رنگ دینے سے اچھا ہو اور ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں

صِبْغَةَ اللّٰهِ کی مراد حقیقی:

۱۳۸۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ : (ہم نے اللہ تعالیٰ کا رنگ لے لیا) نحو۔ صبغة اللّٰه سے مراد اللہ کا دین یہ مصدر مؤکد ہے اور امنا باللّٰه سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۸۔ منصوب ہے۔ یہ فِعلةٌ کا وزن ہے جو صبغ سے ہے جیسے جلسة جَلَسَ سے۔ صبغة دراصل اس حالت کو کہتے ہیں۔ جس پر رنگنا واقع ہوتا ہے۔ مراد اللہ تعالیٰ کا پاک کرنا ہے کیونکہ ایمان دلوں کو پاک کرتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ نصاریٰ اپنے بچوں کو زرد پانی میں ڈبوتے اور اس کو معمودیہ کہتے اور کہتے یہ بچوں کی تطہیر ہے جب ان میں سے کوئی یہ فعل کر لیتا تو کہتا اب وہ واقعۃً نصرانی بن گیا اس پر مسلمانوں کو حکم ملا کہ وہ ان کو کہیں۔

امنا باللّٰه و صبغنا اللّٰه بالایمان صبغة ولم نصبغ صبغتکم ہم اللہ پر ایمان لائے اور اللہ نے ہمیں ایمان سے خوب رنگ دیا۔ ہم تمہارے رنگ میں اپنے آپ کو نہیں رنگتے آیت میں لفظ صبغہ مشاکلت کے لئے لایا گیا۔ جیسے کہتے ہیں جو درخت لگائے۔ اغرس کما یغرس فلان۔ مراد اس سے وہ آدمی ہے جو نیکی کا کام کر رہا ہو۔

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً : (اور کس کا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہے) یہ صبغةً تمیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لا صبغة احسن من صبغته۔ کہ کوئی رنگ اس کے رنگ سے زیادہ خوب نہیں۔ مراد اس سے دین یا تطہیر ہے۔

عطف آمنا پر:

وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ : (اور ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں) یہ آمنا باللہ پر عطف ہے۔ یہ عطف اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ صبغۃ اللہ کا قول یہ قولوا آمنا کے مفعول میں داخل ہے۔ ان قولو اهذا و هذا ونحن لهٗ عابدون۔ کہ تم یہ کہو اور یہ بھی کہو کہ ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

بعض کا قول:

یہ ترکیب ان لوگوں کی تردید کر رہی ہے جو صبغۃ اللہ ملۃ ابراہیم کا بدل مانتے ہیں۔ یا اغراء کی بناء پر منصوب قرار دیتے ہیں۔ یعنی علیکم صبغة اللّٰه تم صبغة اللّٰه کو لازم پکڑو۔ کیونکہ اس سے نظم قرآن ٹوٹتا ہے اور کلام کا اپنے باہمی جوڑ ربط سے نکلنا لازم آتا ہے۔ (جو مناسب نہیں) اور مصدر مؤکد کہہ کر منصوب قرار دینا یہ سیبویہ کا قول ہے اور بہتر قول وہی ہے جو حزام نے کہا اور ہم نے اولاً نقل کیا۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ

آپ فرمائیے کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں حجت کرتے ہو حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لئے ہیں عمل ہمارے اور تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے اور ہم اللہ تعالیٰ

مُخْلِصُوْنَ ۝۱۳۹ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا

کے لئے اخلاص والے ہیں کیا تم کہتے ہو کہ بے شک ابراہیم و اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد

هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ

یہودی تھے یا نصرانی تھے۔ آپ فرما دیجئے کیا تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس نے چھپایا

شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴۰

اس گواہی کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس موجود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے بے خبر نہیں ہے جنہیں تم کرتے ہو

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ

وہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی، ان کے لئے وہ ہے جو انہوں نے عمل کیا، اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے عمل کیا، اور تم سے اس چیز کا سوال نہ ہوگا

عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۱۴۱ ع

جو وہ کرتے تھے۔

تفسیر آیت ۱۳۹:

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ : (کہہ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہو) یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کی شان میں ہم سے جھگڑا کرتے ہو اور اس پر جھگڑتے ہو کہ اس نے تمہاری بجائے عرب سے پیغمبر چنا۔ اور تم کہتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی پر کلام اتارنا ہوتا تو وہ ہم پر اتارتا۔ گویا تم اپنے کو نبوت کا بڑا حقدار قرار دیتے ہو۔

وَهُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ : (حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب) ہم اس کے بندے ہونے میں سب شریک ہیں اور وہ ہمارا رب ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور عظمت اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ان کو پہنچاتا ہے۔

وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ : (اور ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے (اعمال) یعنی عمل امر کی بنیاد ہے جس طرح کے تمہارے لئے اعمال ہیں اور اسی طرح کے ہمارے لئے بھی ہوں گے۔

وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ : (اور ہم اسی کو خالص ماننے والے ہیں) کہ ہم اس کی وحدانیت کو ماننے والے ہیں اس کو ایمان میں خالص کرتے ہیں اور تم شریک ٹھہراتے ہو اور مخلص عظمت کے زیادہ لائق ہے کہ اس کا احترام کیا جائے اور وہ دوسروں کی بہ نسبت

نبوت کا بھی حقدار ہے۔

۱۴۰۔ اَمْ تَقُوْلُوْنَ : (کیا تم کہتے ہو) قراءت۔ یہ شامی اور کوفی نے ابوبکر کے علاوہ تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

اَمْ کونسا ہے؟

نمبرا۔ اس صورت میں اَمْ ہمزہ کے معادل ہے جو اَتُحَاجُّوْنَنَا میں ہے یعنی کونسا کام تم کرو گے؟ اللہ کے حکم میں حجت بازی یا دعویٰ یہودیت اور نصرانیت انبیاء علیہم السلام کے متعلق؟

نمبر۲ دوسرا قول : اَمْ منقطعہ ہے یعنی بلکہ کیا تم کہتے ہو؟

یقولون دوسروں نے یاء سے پڑھا ہے اس صورت میں ہمزہ منقطعہ ہی ہوسکتا ہے۔

اِنَّ اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ کَانُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی : (کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق و یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے) پھر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ کہ ان کو بطور استفہام کہہ انہی کی بات کو ان پر لوٹاتے ہوئے۔

قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰہُ : (کہہ دیں کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ) یعنی بے شک اللہ نے ان کے لئے (مسلمانوں کیلئے) تو ملت اسلام کی گواہی دی ہے۔ اپنے اس قول میں۔ ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۶۷

ملتِ حنیفی کا چھپانے والا ظالم:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَھَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ : (اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اس گواہی کو چھپائے جو اس کے پاس ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے) جس نے اللہ تعالیٰ کی اس گواہی کو چھپایا جو اس کے پاس ہے۔ وہ شہادت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق حنفیت کی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اہل کتاب سے بڑا ظالم کوئی نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اس گواہی کو چھپا دیا۔ حالانکہ اس کو جانتے ہیں۔ یا اگر ہم اس گواہی کو چھپاتے تو ہم سے بڑا کوئی ظالم نہ ہوتا۔ پس ہم تو اس کو نہیں چھپاتے۔ اس میں ان پر تعریض کی۔ کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نبوت کی گواہی کو جو ان کی کتابوں میں موجود ہے چھپا رہے ہیں۔ مِنَ اللّٰہ میں مِن اس طرح ہے جیسے کہتے ہیں ھذہ شہادۃ منّی لفلان اذا شہدت لہ گویا یہ اس کی صفت ہے

وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ : (اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ان عملوں سے جو تم کرتے ہو) یعنی تکذیب رسل اور کتمانِ شہادت۔

مَا کَسَبَتْ کا مقصد:

تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ : (یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی ان کے لئے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے کام آئے گا جو تم کرتے ہو۔ تم سے ان کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی۔

نمبرا۔ یہ تاکید کے لئے لائے۔

نمبر۲۔ پہلی مرتبہ لاکر انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔ اور دوسری مرتبہ لاکر اسلاف یہود و نصاریٰ مراد لیے ہیں۔

سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ

عنقریب کہیں گے بیوقوف لوگ کس چیز نے پھیر دیا ان کو ان کے اس قبلہ سے

كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى

جس پر وہ تھے۔ آپ فرما دیجئے اللہ ہی کے لئے مشرق اور مغرب ہے۔ وہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

سیدھے راستہ کی طرف۔

تفسیر آیت ۱۴۲:

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ : (عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ ان کو کس بات نے پھیر دیا ہے ان کے اس قبلہ سے جس پر یہ تھے کہہ دیں کہ مشرق و مغرب خدا ہی کے ہیں وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف چلاتا ہے)

سفیہ کی مراد:

السّفھآء۔ کم عقل اصل سفہ کی ہلکا پن ہے۔ اس سے مراد۔ نمبر۱۔ یہود ہیں کیونکہ وہ کعبہ کی طرف رخ کرنا ناپسند کرتے تھے اور شریعت کے منسوخ ہونے کے قائل نہ تھے۔

نمبر۲۔ منافقین ہیں۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں پر طعن واستہزاء کے بہت دلدادہ تھے۔

نمبر۳۔ مشرکین ہیں کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ نے اپنے آباؤ اجداد کے قبلہ سے اعراض کیا پھر اب اس کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ قسم بخدا وہ اپنی قوم کے دین کی طرف بھی ضرور لوٹ آئیں گے۔

نکتہ: معاملے کے پیش آنے سے پہلے بتلانے کا فائدہ یہ ہے کہ اس عظیم انقلاب کا نفس عادی بن جائے دفعۃً خلاف طبع چیز سے زیادہ گرانی ہوتی ہے نیز مخالف کے اعتراض کا جواب دینے کے لئے طبیعت مستعد ہو جائے۔ جیسا کہ تیراندازی سے پہلے تیر کو پر لگائے جاتے ہیں۔

قبلہ کا معنی:

مَا وَلّٰىهُم۔ کس چیز نے ان کو پھیر دیا۔ عن قبلتھم التی کانوا علیھا۔ اس سے مراد بیت المقدس لیتے تھے۔ القبلۃ وہ جہت جس کا نماز میں انسان رخ کرتا ہے کیونکہ نمازی اسی کا سامنا کرتا ہے۔ (اصل میں ہیئت قبلہ کو کہتے ہیں) قل للّٰہ المشرق والمغرب۔ کہہ دیں کہ مشرق و مغرب خدا ہی کے ہیں۔ یعنی مشرق و مغرب کے علاقے اور تمام زمین اسی کی ملکیت ہے۔ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم۔ وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف چلاتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنا دیا جو اعتدال والی ہے تاکہ تم ہو جاؤ لوگوں پر گواہ اور ہو جائے رسول تم پر

شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ

گواہ اور جس قبلہ پر آپ تھے اسے ہم نے مقرر نہیں کیا مگر اس لئے کہ ہم جان لیں کون اتباع کرتا ہے رسول کا اس سے ممتاز ہو کر جو

يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ

پیچھے پلٹ جاتا ہے اپنے الٹے پاؤں، اور بے شک یہ قبلہ بدلنا بھاری بات ہے مگر ان لوگوں پر جن کو اللہ نے ہدایت دی

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ ضائع کرے تمہارے ایمان کو بے شک اللہ لوگوں کے ساتھ بڑا مشفق مہربان ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ

ہم دیکھ رہے ہیں آپ کا آسمان کی طرف بار بار منہ اٹھانا پس ہم آپ کو ضرور ضرور متوجہ کردیں گے ایسے قبلہ کی طرف جس سے آپ راضی ہوں گے سو آپ پھیر دیجئے

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ

اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف، اور جہاں کہیں بھی تم لوگ ہو سو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف متوجہ کیا کرو

شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ

اور بلاشبہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی وہ ضرور جانتے ہیں کہ بلاشبہ یہ حکم حق ہے۔ ان کے رب کی طرف سے ہے۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

اور اللہ غافل نہیں ہے ان کاموں سے جن کو وہ کرتے ہیں

درست قبلہ؟

مستقیم۔ برابر درست یعنی جس کو چاہتا ہے اس کی راہنمائی درست قبلہ کی طرف کر دیتا ہے۔
نمبرا۔ اور وہ کعبہ ہے جس کی طرف ہمیں رخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
یا نمبر۲۔ تمام مکان اللہ ہی کے ہیں۔ پس وہ جدھر چاہتا ہے ادھر رخ کرنے کا حکم دیتا ہے کبھی کعبہ کی طرف اور کبھی بیت المقدس کی طرف (اس میں خصوصیت مکانی کو دخل نہیں) اور نہ کسی کو اعتراض کا حق ہے۔ کیونکہ حقیقی اکیلا بادشاہ وہی ہے۔

تفسیر آیت ۱۴۳:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا : (اسی طرح ہم نے تم کو معتدل امت بنایا) کذلك جعلنکم اس عجیب بنانے کی طرح ہم نے تمہیں بنایا۔

نحوی تحقیق:

نحو : کذلك میں کاف تشبیہ کے لئے ہے اور ذا اسم اشارہ ہے جو کاف کا مجرور ہے لام اشارہ قریب (ذا) اور اشارہ بعید کے درمیان فرق کے لئے لایا گیا۔ کَ ضمیر خطاب ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

امتِ وسط کا معنی:

امۃ وسطا نمبرا۔ افضل و بہتر۔ بہتر کو وسط بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ خرابی اطراف میں جلد اثر پذیر ہوتی ہے اور درمیان محفوظ رہتا ہے۔

سب سے بہتر قبلہ:

مطلب یہ ہے جس طرح میں نے تمہارا قبلہ سب قبلوں سے بہتر بنایا۔ اسی طرح میں نے تمہیں سب سے افضل امت بنایا اور بنانے کی وجہ یہ ہے تا کہ تم غور سے وہ دلائل جان لو جو تمہارے لئے مقرر کیے گئے۔ اور تم پر کتاب اتاری گئی تا کہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پر بھی بخل نہیں کیا اور نہ ظلم بلکہ راستے واضح کر دیئے اور رسولوں کو روانہ فرمایا۔ جنہوں نے اس کے پیغامات کو پہنچا دیا اور امتوں کی کامل خیر خواہی کی مگر پھر بھی کفار کو ان کی بدبختی نے شہوات کی پیروی اور دلائل سے اعراض کی طرف موڑ دیا۔
پس اے امت محمد یہ تم اس بات کی گواہی اپنے ہم عصروں اور اپنے سے ماقبل اور مابعد کے متعلق دو گے۔

وسط کی تفسیر دوم:

وسط کا معنی معتدل۔ کیونکہ وسط اطراف کے درمیان میں ہوتا ہے وہ کسی بھی طرف نہ قریب تر یا بعید نہیں ہوتا۔ معنی یہ ہوگا۔ جس طرح ہم نے تمہارے قبلہ کو مشرق و مغرب کے درمیان معتدل بنایا۔ اسی طرح تمہیں معتدل امت بنایا۔ جو غلو اور تقصیر کے درمیان ہے۔ پس تم نہ تو نصاریٰ جیسا غلو کرتے ہو کہ مسیح علیہ السلام کو الوہیت کے درجہ تک پہنچا دیا اور نہ کوتاہی کرنے والے ہو جس طرح یہود نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر تہمت زنا لگائی اور عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) ولد الزنا قرار دیا۔

علت امتِ وسط:

. لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ (تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو) نحو: شہداغیر منصرف ہے اس میں الف ممدودہ برائے تانیث ہے۔
عَلَى النَّاسِ: یہ شہداء کا صلہ ہے یکون الرسول علیکم شهیدا اور رسول تم پر گواہ ہوں یہ لتکونوا پر عطف ہے (لام تعلیلیہ لا کرامت وسط کی علت بیان کر دی)

روایت میں ہے کہ امتیں قیامت کے دن انبیاء ؊ کی تبلیغ کا انکار کر دیں گی۔ پس اللہ تعالیٰ انبیاء ؊ سے ان کے پیغام پہنچانے کے گواہ طلب کرے گا۔ حالانکہ وہ تو خوب جانتا ہے پس امت محمد ﷺ کو گواہی کے لئے لایا جائے گا۔ وہ گواہی دیں گے تو اس وقت امتیں کہیں گی۔ تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے پیغام پہنچایا۔ پس امت محمد یہ جواب دے گی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطلاع دینے سے معلوم کیا جو اس نے اپنے پیغمبر صادق کی زبان پر اتاری۔ اس وقت محمد ﷺ کو بلایا جائے گا اور امت کا حال دریافت کیا جائے گا۔ پس آپ اپنی امت کی عدالت کی گواہی دیں گے اور تزکیہ کا سرٹیفکیٹ عنایت کریں گے۔ باقی شہادت کبھی بلا مشاہدہ بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ مشہور اشیاء کے بارے میں سن کر شہادت۔

لفظ عَلٰی کا راز:

یہ حرف استعلاء ہے اور شہادت نگرانی کی طرح ہے اور شہید نگران کی طرح ہے اسی لئے کلمہ استعلاء لائے۔ جیسا ارشاد الٰہی ہے۔
کنت انت الرقيب عليهم مائدہ آیت نمبر ۱۱۷

ایک اور تفسیر:

یہ ہے تاکہ تم لوگوں پر دنیا میں گواہی دینے والے بنو یہ شہادت عدول واخیار کی معتبر ہے۔
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا: (اور رسول اللہ تم پر گواہ ہوں) یعنی رسول تمہارا تزکیہ کریں اور عدالت بیان کریں گے۔

قول شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اجماع امت حجت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی صفت عدل سے بیان کی اور عادل ہی مستحق شہادت ہے اور اسی کی شہادت قابل قبول ہے۔ پس جب امت کے لوگ کسی بات پر جمع ہو جائیں اور اس کی گواہی دے دیں۔ تو اس بات کا قبول کرنا ضروری ہے۔
نکتہ: شہادت کے لفظ کا صلہ پہلی مرتبہ تو بعد میں لائے اور دوسری مرتبہ پہلے لائے۔ کیونکہ پہلی دفعہ میں امتوں کے خلاف ان کی شہادت کو ثابت کرنے کا ذکر ہے اور دوسرے میں رسول اللہ ﷺ کا خاص امت کے حق میں گواہی دینا مذکور ہے۔ (علیکم کی تقدیم کیا لطف دے رہی ہے)

القبلہ کی مراد:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ: (اور نہیں بنایا تھا ہم نے وہ قبلہ جس پر آپ پہلے تھے) یعنی نہیں بنایا ہم نے اس قبلہ والی

جہت کو جس پر آپ تھے۔ اور وہ کعبہ ہے پس التی کنت علیھا یہ القبلہ کی صفت نہیں بلکہ یہ جعل کا مفعول دوم ہے۔ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں کعبہ کی طرف نماز ادا کرتے تھے پھر ہجرت کے بعد بیت المقدس کی طرف نماز کا حکم ہوا۔ تا کہ یہود مانوس ہوں۔ (آپ کا نبی قبلتین ہونا تورات میں ہے اس لئے صخرہ کی طرف نماز کا حکم ہوا۔

اصول : اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سنت کا نسخ کتاب اللہ سے جائز ہے۔ (امام شافعی رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے) کیونکہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا وحی غیر متلو سے ثابت ہے اور اس کا نسخ قرآن مجید کی آیت سے ہوا۔

نعلم کی تفسیر:

اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ : (مگر اس لئے کہ ہم ظاہر کر دیں ان لوگوں کو جو پیروی کریں رسول کی ان لوگوں سے جو پھر جائیں الٹے پاؤں) نمبرا۔ یعنی تبدیلی کعبہ والی جہت جو آپ کو پسند ہے۔ اس غرض سے ہوئی۔ تا کہ ہم اس شخص کو جان لیں جو اسلام پر پختگی سے قائم رہنے والا ہے اور کون اضطراب کی وجہ سے الٹے پاؤں پھرنے والا ہے۔ اس سے یہ بتلایا کہ تحویل قبلہ کے وقت کئی لوگ اسلام سے پھر جائیں گے۔

قول شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے فرمایا: لنعلم کا معنی یہ ہے کہ جس شخص یا چیز کا ہم پہلے ہونا جانتے تھے۔ اس کا موجود ہونا جان لیں۔ یعنی ہمارا علم اس کے وجود سے متعلق ہو جائے کہ وہ پائی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ازل سے اس شیٔ کو جانتا ہے جس کے وجود کا وہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ چیز اس وقت پائی جائے گی جس میں وہ اس کا وجود چاہے گا اور ازل میں یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی فلاں شیٔ کو جواب تک موجود نہیں ہوئی۔ ازل میں موجود جانتا ہے۔ کیونکہ جو شیٔ موجود نہیں ہوئی اس کو موجود کس طرح جان سکتا ہے۔ پس جب وہ وجود میں آ جائے گی تو وہ علم ازلی کے تحت داخل ہو جائے گا۔ پس وہ چیز اس کو معلوم ہو جائے گی اور وہ موجود ہو جائے گی۔ تو اس اعتبار سے تبدیلی معلوم میں آئی۔ علم میں تبدیلی لازم نہیں آئی۔

دیگر اقوال:

یا دوسرا قول یہ ہے تا کہ ہم جدا کر دیں تابع کو نافرمان سے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لِیَمِیْزَ اللّٰهُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ (الانفال: ۳۷) پس اس قول میں علم کی جگہ تمیز کا لفظ لایا گیا۔ کیونکہ تمیز علم سے حاصل ہوتی ہے۔

یا تیسرا قول : تا کہ رسول اللہ ﷺ اور مؤمن جان لیں گویا ان کے علم کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔

یا چوتھا قول : یہ ہے کہ جو نہیں جانتے ان کو ملاطفت کے طور پر خطاب کیا جس طرح کہتے ہیں۔ اس آدمی کو جو سونے کے پگھلنے کا منکر ہو۔ فلنلقه فی النار لنعلم أیذوب۔ کہ ہم اس کو آگ میں ڈالتے ہیں۔ تا کہ ہم جان لیں کہ آیا وہ پگھلتا ہے۔

(تو یہاں منکر کو سمجھانے کے لئے اپنے آپ کو اس کے ساتھ شامل کر کے اس پر فعل کو ثابت کرنا مقصود ہے) آیت میں بھی نعلم کا صیغہ خطاب ان سے ملاطفت کے لئے استعمال فرمایا گیا ہے۔

لکبیرہ کی تفسیر:

وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً :(بے شک یہ گراں گزرا ہے) یعنی تحویل یا جعل یعنی کرنا' بنانا یا قبلہ۔ نحو۔ کانت کی ضمیر ان تین میں سے کسی ایک کی طرف ہے۔

لکبیرۃً بھاری اور گراں۔ یہ اِنْ دراصل اِنَّ ہے اور لکبیرۃ، کان کی خبر ہے اور لام ان شرطیہ اور مخففہ میں فرق کیلئے لایا گیا ہے۔

اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ :(مگر ان پر جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی) یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کو ہدایت واتباع رسول پر صادق وثابت قدم فرمایا۔

ایمان سے مراد نماز ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ :(اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کر دے تمہارے ایمان) ایمان سے مراد بیت المقدس کی طرف پڑھی جانے والی نمازیں ہیں۔ نماز کو یہاں ایمان فرمایا۔ کیونکہ نماز اہل ایمان پر ہی واجب ہے اور وہی اس کو قبول کرنے والے ہیں اور جماعت کے ساتھ اس کی ادائیگی علامت ایمان ہے۔

شانِ نزول: جب رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی طرف رخ کر لیا تو صحابہ کرام ؓ نے کہا۔ ان لوگوں کا کیا بنے گا؟ جو تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے۔ تو یہ آیت اتری۔ (بخاری و مسلم)

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ :(بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت رکھنے والے بڑے مہربان ہیں) یہ ماقبل کی تعلیل ہے۔ (یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کی کی ہوئی عبادات جو اس کے حکم کے مطابق تھیں ضائع کر دے)

اختلافِ قراءت: حجازی' شامی' حفص رحمہم اللہ نے لَرَءُوْفٌ کو فعول کے وزن پر ضمہ کو خوب ظاہر کر کے پڑھا اور دیگر قراء نے فَعُلٌ کے وزن پر اختلاس حرکت کے ساتھ پڑھا ہے یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں۔ الرأفة بہت زیادہ رحمت وشفقت۔ رحیمٌ مہربان جو ان کے اجر کو ضائع نہ کرے گا۔

نکتہ: (دونوں کو اسی طرح جمع کر دیا جیسا بسم اللہ میں الرحمٰن الرحیم کو (بہت زیادہ رحمت کو مقدم اور خصوصی کو مؤخر لایا گیا۔ نیز مقطع آیات کا بھی لحاظ ہو گیا)

توقع رسول اللہ ﷺ :

۱۴۴: قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ :(ہم دیکھ رہے ہیں آپ کے منہ کا آسمان کی طرف بار بار پھرنا) تقلّب کا معنی بار بار چہرے کا لوٹانا۔ اور نگاہ کا آسمان کی طرف پھیرنا۔

رسول اللہ اپنے رب سے توقع رکھتے تھے۔ کہ وہ آپ کا رخ کعبہ کی طرف ابراہیم کی موافقت اور یہود کی مخالفت میں پھیر دیں گے۔ اسلئے کہ آپ اہل عرب کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور کعبہ اہل عرب کیلئے باعث فخر زیارت گاہ اور طواف کا مقام تھا۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا :(بس ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جس کو آپ پسند کرتے ہیں)

فلنولینك کا معنی۔ نمبرا۔ ضرور ہم آپ کو اس کے استقبال پر قدرت عطا کر دیں گے۔ یہ اس طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ ولیتہٗ کذا۔ جب تم اس کو اس چیز کا والی بنادو۔

نمبر۲۔ ہم آپ کو بیت المقدس کی سمت کی بجائے بیت اللہ کی سمت کے قریب کر دیں گے۔

ترضٰھا۔ تو پسند کرتا ہے اور اس کی طرف صحیح اغراض کے پیش نظر میلان رکھتا ہے۔ مگر ان اغراض کو دل میں رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مشیت وحکمت کی موافقت کرنے والا ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : (تم اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف)

شطر کا معنی:

اصل میں ''الگ'' ہے پھر طرف کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ یہ ظرف ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ یعنی اجعل تولیۃ الوجہ تلقاء المسجد۔ یعنی اس کی طرف اس کی سمت میں۔

عین قبلے کا استقبال دُور والے کے لئے مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی بجائے مسجد حرام کا ذکر کر کے ثابت کر دیا۔ کہ جہت قبلہ کی رعایت ضروری ہے۔ عین کعبہ کی نہیں۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ قدم رنجہ فرمانے کے بعد سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ پھر کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔

(تحویل صحیح قول کے مطابق ۱۵ رجب ۲ھ بدر سے دو ماہ قبل بوقت زوال ہوئی جبکہ ہجرت ۵ ربیع الاول بروز سوموار اور مدینہ میں ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار تشریف آوری ہوئی اس سے سولہ ماہ اور چند دن بنتے ہیں)

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ : (اور تم جہاں کہیں ہو) یعنی جس زمین میں ہو اور نماز کا ارادہ کرو تو۔

فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ :(تم اپنے منہ اسی کی طرف کر لیا کرو اور وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ برحق ہے ان کے رب کی طرف سے) یعنی تحویل قبلہ برحق ہے کیونکہ بشارات انبیاء میں موجود تھا کہ وہ رسول دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے۔

واحدی کا قول:

(بقول واحدی آپ نے مسجد بنی سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھائی تو اسی میں تحویل ہوئی یہ مسجد قبلتین ہے۔ بخاری میں ہے کہ پہلی نماز کعبہ کی طرف پڑھی جانے والی عصر ہے قباء والوں نے دوسرے دن فجر میں تحویل کی خبر پر عمل کیا۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ کعبہ کے اندر آپ نے دوستون بائیں ایک دائیں کے درمیان بیت اللہ کے اندر نماز پڑھی۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ : (اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں)

اختلافِ قراءت:

مکی۔ ابو عمرو نافع وعاصم رحمہم اللہ نے یعملون پڑھا ہے اور دیگر قراء نے تاء کے ساتھ پہلی قراءت کے مطابق یہ کفار کے

وَلَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ بِکُلِّ اٰیَۃٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ ۚ وَمَآ

اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی اگر آپ ان کے پاس تمام دلیلیں لے آئیں تب بھی آپ کے قبلہ کا اتباع نہ کریں گے۔ اور نہ

اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ

آپ ان کے قبلہ کا اتباع کرنے والے ہیں، اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کا اتباع کرنے والے ہیں۔ اور البتہ اگر آپ نے اس کے بعد کہ آپ کے پاس

اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾

علم آ چکا ہے ان کی خواہشوں کا اتباع کیا تو بے شک آپ اس وقت یقیناً ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے

وقف لازم

لئے وعید ہے ان کے انکار پر سزا سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ضرور تمہیں سزا دے گا۔

اور دوسری قراءت کے مطابق ایمان والوں سے قبول و اداء کا ثواب دینے کا وعدہ ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ اے ایمان والو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں وہ ضرور ثواب دیں گے۔

تفسیر آیت ۱۴۵: وَلَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ بِکُلِّ اٰیَۃٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ: (اگر آپ لے آئیں تمام دلائل ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب دی گئی تو وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے)

عنادی لوگ:

اوتوا الکتب۔ وہ لوگ مراد ہیں جو حسد و عناد رکھتے ہیں ایۃ سے مراد قطعی دلیل کہ کعبہ کی طرف رخ نہ کرنا ہی برحق ہے۔ ماتبعوا قبلتك وہ آپ کے قبلہ کی اتباع نہیں کریں گے کیونکہ انکا آپ کی اتباع نہ کرنا۔ کسی شبہ کی وجہ سے نہیں کہ جس کو دلیل سے زائل کر دیا جائے۔ تو وہ ماننے لگیں بلکہ ترک اتباع محض حسد و عناد اور ضد کی وجہ سے ہے اسلئے کہ وہ آپ کی صفات اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ جس سے آپ کا حق پر ہونا ان کو خوب معلوم ہے۔ ماتبعوا یہ جواب قسم ہے جو کہ جواب شرط کے قائم مقام آیا ہے۔

تمنائے یہود کا جواب:

وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ: (اور آپ بھی ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے نہیں ہیں) اس میں اہل کتاب کی رسول اللہ ﷺ کے متعلق رجوع الی القبلہ کی تمنا کو ختم کرنا مقصود ہے۔ اسلئے کہ اس سلسلہ میں وہ بڑے بے تاب تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر یہ ہمارے قبلہ پر قائم رہتے تو ممکن ہے ہم ان کو نبی منتظر مان لیتے اور یہ بات صرف اسی خاطر کہتے کہ آپ دوبارہ ان کے قبلہ کی طرف لوٹ جائیں اور قبلہ آپ کا اور انکا ایک ہو جائے حالانکہ یہود و نصاریٰ کا خود الگ الگ قبلہ ہے۔ مگر باطل پر اور حق کے خلاف ہونے میں دونوں یکساں ہیں۔ (اسلئے قبلتهم کو واحد لایا گیا) جب انکے قبلے موافق نہیں تو آپ سے قبلہ میں موافقت کا مطالبہ بیجا ہے۔

وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ (اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کا اتباع کرنے والے ہیں)۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ: (اگر آپ ان کی خواہشات کا اتباع کریں اس علم کے حاصل

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ رسول کو پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بلاشبہ ان میں سے ایک فریق

مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿١٤٦﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ

ایسا ہے جو ضرور حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں، حق ہے آپ کے رب کی طرف سے سو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے

مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿١٤٧﴾ ع

نہ ہو جائیں۔

وقف منزل — ع ١٧

ہو جانے کے بعد) نمبرا۔ یعنی کعبہ کے قبلہ ہونے کے روشن دلائل آ جانے اور اسلام کے دین برحق ہونے کا علم ہو جانے پر۔

ثبات پر اُبھارنا:

اِنَّکَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ: (تو بے شک ایسی حالت میں آپ بھی نافرمانوں میں سے ہوں گے) یعنی ظلم صریح کا ارتکاب کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اس آیت میں سامعین کے ساتھ مہربانی کی گئی ہے اور حق پر ثبات کے لئے ان کو آمادہ کیا گیا ہے اور ایسے آدمی کو خبردار کیا گیا جو روشن دلیل کے بعد خواہشات کی اتباع کرنے لگے۔

خطاب بامت:

دوسرا قول: کہ ظاہراً خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے مگر مراد امت ہے۔ الظالمین پر وقف لازم ہے ورنہ معنی بگڑ جاتا ہے۔
(یہ آیت مخالف عصمت نہیں کیونکہ یہ قضیہ شرطیہ ہے جس کے طرفین کا صدق لازم نہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے دوسری آیت ان کان لِلرَّحْمٰنِ ولد فانا اول العابدین)

تفسیر آیت: یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ ؕ:

١٤٦: اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ: (جن کو ہم نے کتاب دی وہ محمدؐ کو پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں) نحو۔ الذین یہ کلام مبتدا اور یعرفونہ اس کی خبر ہے ۂ کی ضمیر سے مراد محمدؐ ہیں۔ یہی راجح ہے۔ بعض نے قرآن اور تحویل قبلہ بھی کہا مگر وہ مرجوح ہے۔ کیونکہ کما یعرفون ابناء ھم فرمایا۔ اگر ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی تو ابناء کی بجائے تورات لاتے۔ عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا میں آپ کو اپنے بیٹے سے بھی زیادہ پہچانتا ہوں۔ عمرؓ نے کہا وہ کیسے؟ تو انہوں نے جواب دیا مجھے محمدؐ کے نبی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ باقی میرا بیٹا (تو اسکے متعلق گمان ہے) شاید اسکی والدہ نے خیانت کی ہو۔ اس پر عمرؓ نے انکے سر کو چوما۔

وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ: (کچھ لوگ ان میں سے حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں) فریق سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام نہیں لائے اور ان کی حق پوشی کی بنیاد حسد وعناد ہے۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی کتاب میں واضح کر دیا۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ

اور ہر جماعت کے لئے ایک جہت ہے، جس کی طرف وہ اپنا رخ کرنے والے ہیں۔ لہٰذا تم نیک کاموں کی طرف آگے بڑھو، جہاں کہیں بھی تم ہوگے اللہ تعالیٰ تم سب کو لے

جَمِيْعًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

آئے گا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

الحق کی مراد:

۱۴۷۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (حق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں) الحق ۔ نمبرا۔ الف لام جنس کا ہے یعنی حق وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ نہ کہ کسی غیر کی طرف سے۔

مطلب یہ ہے کہ حق وہی ہے جس کا برحق ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہو۔ جیسا کہ وہ جس پر آپ ہیں اور جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہونا ثابت نہ ہو وہ باطل ہے۔ جیسا کہ اہل کتاب جس کو لیے پھرتے ہیں۔

نمبر۲: یا الف لام عہد کا ہے اس سے خاص وہ حق مراد ہے۔ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

نحو : الحق مبتداء من ربك خبر ہے۔ یا مبتداء محذوف ہو اور یہ خبر اور من ربك دوسری خبر یا حال۔ الممترین کا معنی رب تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں شک کرنے والے۔

تفسیر آیت ۱۴۸:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: (ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے پس تم نیکیوں کی طرف سبقت کرو۔ تم جہاں کہیں ہوگے اللہ تعالیٰ تمہیں اکٹھا لائے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے) یعنی ادیان مختلفہ میں سے ہر گروہ کا ایک قبلہ ہے۔

مرجع ضمیر:

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت میں وجهة کو وجهةُ پڑھا۔ هُوَ۔ یہ کل کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے۔ مولیها۔ نمبرا۔ ھا ضمیر وجهة کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی هو مولیها وجهة۔ وہ پھیرنے والا ہے اس کی طرف اپنا منہ۔ پس ایک مفعول حذف کر دیا۔

دوسرا قول: هُوَ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ خاص اس کو اس کی طرف پھیرنے والے ہیں۔

قراءت: شامی رحمہ اللہ نے مُوَلَّاهَا پڑھا یعنی وہ حقیقی مولیٰ ہے اس جہت کا جس کا یہ والی بنایا گیا۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہر امت خواہ تم میں سے ہو یا تمہارے غیروں میں سے اس کے لئے ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ متوجہ ہوتی ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ

اور جس جگہ سے بھی آپ باہر جائیں تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں۔ اور بلاشبہ یہ ضرور حق ہے

مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ

آپ کے رب کی طرف سے، اور اللہ غافل نہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو، اور جس جگہ سے بھی آپ باہر جائیں اپنا چہرہ مسجد حرام کی

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ

طرف پھیر دیجئے اور جہاں کہیں بھی تم ہو سو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو،

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ

تاکہ لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے۔ سوائے ان کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا۔ لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو

وَاخْشَوْنِيْ ۚ وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

اور مجھ سے ڈرو تاکہ میں پوری کردوں تم پر اپنی نعمت اور تاکہ تم ہدایت پر رہو۔

سبقت کی تفسیر میں اقوال:

فاستبقوا الخيرات۔ تم بھلائیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھو۔ خواہ وہ قبلہ کا معاملہ ہو یا دیگر این ماتکونوا۔ یعنی جہاں بھی تم ہو اور تمہارے دشمن ہوں گے۔ یاتِ بکم اللّٰه جمیعا۔ اللہ عز و جل تم کو لے آئے گا قیامت کے دن پس حق پرست اور باطل پرست کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

دوسرا قول:

(اے امت محمدؐ! تم میں سے ہر ایک کیلئے ایک طرف ہے جنوبی یا شمالی یا شرقی یا غربی جس کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتا ہے۔ تم اطراف کے فاصلوں کی طرف سبقت کرو۔ وہی اطراف کعبہ کی چوکھٹ ہے۔ اگرچہ وہ مختلف ہیں۔ این ماتکونوا۔ تم مختلف جہات میں سے جس طرف ہو گے۔ یاتِ بکم اللّٰه یعنی اللہ تم کو جمع کر دیں گے اور تمہاری نماز کو اس طرح قرار دیں گے۔ گویا وہ ایک طرف ہی پڑھی گئی اور گویا تم سب مسجد حرام میں حاضر ہو کر نماز پڑھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

تفسیر آیت ۱۴۹:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (جس جگہ سے آپ نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیں اور وہی حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور اللہ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو بے خبر نہیں) ومن حیث یعنی شہر سے تم سفر کے لئے نکلو تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ جب نماز پڑھو۔

وانہ۔ بے شک یہ حکم تیرے رب کی طرف سے برحق ہے اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔
قراءت: (ابو عمرو نے یاء کے ساتھ پڑھا۔ یعملون۔

تفسیر آیت ۱۵۰...... وجہ تاکید:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ: (اور اے محمد ﷺ جہاں کہیں سے آپ نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیجئے۔ اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو تو اپنا منہ اس طرف کر لیا کرو۔) ومن حیث سے حکم کو دوبارہ بیان کر کے تاکید کر دی اور حکم کو پختہ کر دیا۔ کیونکہ نسخ کا حکم محل فتنہ اور شبہ کا باعث ہے پس مناسب ہوا کہ مسئلہ دوبارہ لائے تاکہ وہ ثابت قدم ہو جائیں اور ہر ایک موقعہ سے وہ چیزیں معلق کیں جو دوسرے مقام میں معلق نہ کیں۔ جس سے دوبارہ لانے سے فوائد مختلف ہو گئے۔ پہلی مرتبہ شرفِ نبوی کو اوّل مرتبہ ذکر کیا۔ پھر علت ذکر کی۔ کہ ہر نبی کا قبلہ الگ ہوتا ہے اس آیت میں شرف نبوی اور علت دونوں کو ذکر کر دیا۔
لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ: (تاکہ لوگوں کا تم پر الزام نہ رہے) یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ نے قبلہ کے سلسلہ میں حجت کا طریقہ بتلایا۔ جو کہ ولکل وجهة میں ذکر کیا گیا۔ الناس سے مراد یہود ہیں۔ علیکم حجة تورات میں جو تحویل قبلہ مذکور ہے اس کے خلاف کوئی دلیل نہ رہے۔ یہاں معاندین کی بات کو حجت کہا۔ کیونکہ وہ اپنی بات بطور حجت ہی کرتے تھے۔

ترک بیت المقدس قوم کی رعایت ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ: (سوائے ان لوگوں کے جو ان میں ظالم ہیں) نمبر ۱۔ یہ الناس سے استثناء ہے یعنی تاکہ لوگوں کے پاس کوئی حجت جس سے وہ تم پر اعتراض کر سکیں نہ رہے۔ مگر ظالم کہ ان کے پاس تو سرے سے حجت ہوتی ہی نہیں۔ یہود اس طرح کہتے ہیں۔ کہ اس نے بیت المقدس کا قبلہ اپنی قوم کی رعایت کی خاطر ترک کیا ہے اور اپنے وطن کی محبت کی خاطر چھوڑا ہے۔ اگر یہ حق پر ہوتے تو انبیاء ﷺ کے قبلہ کو لازم پکڑتے۔

ظالم سے مراد کون؟

نمبر ۲۔ دوسرا قول: یہ ہے تاکہ عرب کے پاس تمہارے خلاف الزام اعتراض نہ رہے۔ کہ تم نے کعبہ کی طرف منہ کرنا ترک کر دیا۔ جو کہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا قبلہ ہے جو کہ تمام عرب کے جد امجد ہیں۔ مگر وہ لوگ جو ان میں سے ظالم ہیں اور وہ اہل مکہ ہیں کہ جو اب اس طرح کہنے لگے ہیں کہ اب اپنے آباؤ اجداد کے قبلہ کی طرف لوٹنا شروع ہوئے ہیں۔ عنقریب انکے دین کی طرف بھی لوٹ آئیں گے۔

طعن سے مت گھبراؤ:

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ: (پس تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو۔ تاکہ میں اپنا فضل تم پر پورا کروں اور تم ہدایت پاؤ) فلا تخشوهم یہ جملہ مستانفہ بطور تنبیہ لایا گیا۔ کہ تم اے مسلمانو! کفار کے قبلہ کے سلسلہ میں طعن و تشنیع سے مت گھبراؤ۔ انکے طعن تمہارا کچھ بھی نقصان نہ کر سکیں گے اور مجھ سے ڈرو اور میرے حکموں کی مخالفت نہ کرو۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ

جیسا کہ ہم نے بھیجا تمہارے اندر ایک رسول جو تم میں سے ہے وہ تلاوت کرتا ہے تم پر ہماری آیات اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت کی

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ

تعلیم دیتا ہے اور تم کو وہ چیزیں سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔ سو تم مجھ کو یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، اور میرا شکر کرو،

وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

اور میری ناشکری نہ کرو۔

معانقہ ۲ | ع ۱۸ ۵ ۲

نحوی تحقیق:

ولا تم۔ نمبر ا۔ یہ لئلا پر عطف ہے یعنی عرفتکم لئلا یکون حجة ولا تم نعمتی علیکم بھدایتی ایا کم الی الکعبة۔ میں نے تمہیں بتلا دیا تا کہ تمہارے خلاف ان کے پاس کوئی حجت نہ رہے اور تا کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں تمہاری کعبہ کی طرف راہنمائی کروں تا کہ تم قبلۂ ابراہیم کی طرف راہ پاؤ۔

تفسیر آیت ۱۵۱:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔

(جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی میں سے جو پڑھتے ہیں تم پر ہماری آیات اور تم کو پاک وصاف کرتے ہیں اور کتاب وحکمت تم کو سکھاتے ہیں اور جو باتیں تم نہ جانتے تھے وہ تم کو بتاتے ہیں)

کاف کا تعلق ماقبل سے ہے یا مابعد سے:

قول اوّل: (کما ارسلنا۔ کاف کا تعلق ماقبل سے مانیں تو عبارت اس طرح ہوگی۔ ولا تم نعمتی علیکم فی الأخرة بالثواب کما اتممتها علیکم فی الدنیا بارسال الرسول۔

اور تا کہ میں اپنی نعمت تم پر آخرت میں ثواب دے کر پوری کروں کہ جس طرح کہ میں نے اس نعمت کو دنیا میں رسول بھیج کر پورا کیا۔ اس صورت میں تھتدون پر وقف نہیں۔

دوسرا قول: (کاف کا تعلق مابعد سے ہو۔ ای کما ذکرتکم بارسال الرسول فاذکرونی بالطاعة اذکرکم بالثواب یعنی جس طرح میں نے تمہیں رسول بھیج کر یاد رکھا۔ تو تم اطاعت سے مجھے یاد رکھو۔ میں ثواب سے تمہیں یاد رکھوں گا۔ اس صورت میں تھتدون پر وقف لازم ہے۔ منکم سے عرب مراد ہیں۔ یتلوا کا معنی پڑھتا ہے۔ ایاتنا سے قرآن مجید اور الکتاب سے بھی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو، بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کے بارے میں یوں نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس کا ادراک نہیں کرتے۔

قرآن مجید مراد ہے الحکمۃ سے سنت وفقہ مالم تکونوا تعلمون سے مراد وہ باتیں ہیں کہ جن کی پہچان کا سوائے وحی کے کوئی راستہ نہ تھا۔

تفسیر آیت ۱۵۲......ذکر کی بابت چھ اقوال:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ :(تم مجھے یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا۔اور میرا احسان مانو اور میری ناشکری نہ کرو)نمبرا۔فاذکرونی پس تم مجھے مقدور بھر یاد کرو۔اذکرکم میں تمہیں مغفرت سے یاد کروں گا۔

دوسرا قول:تم مجھے ثناء سے یاد کرو۔میں عطاء سے یاد کروں گا۔

تیسرا قول:تم سوال سے یاد کرو۔میں نوال سے یاد کروں گا۔

چوتھا قول:تم توبہ سے یاد کرو۔میں معافی سے یاد کروں گا۔

پانچواں قول:تم اخلاص سے یاد کرو۔میں چھٹکارے سے یاد کروں گا۔

چھٹا قول:تم مناجات سے یاد کرو۔میں نجات سے یاد کروں گا۔

واشکروا لی۔تم میرا ان نعمتوں پر شکریہ ادا کرو۔جو میں نے تمہیں دیں۔ولا تکفرون۔تم میری نعمتوں کا انکار نہ کرو۔

تفسیر آیت ۱۵۳:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ :(اے ایمان والو مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) صبر سے ہر فضیلت حاصل کی جاتی ہے۔الصلٰوۃ،نماز ہر رذیلہ سے روکنے والی ہے۔

مع الصابرین۔اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اور قبول دعا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تفسیر آیت ۱۵۴:شہدائے بدر:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ :(اور تم نہ کہو ان کو جو لوگ مارے جائیں اللہ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ

اور ضرور ضرور ہم تم کو آزمائیں گے کچھ خوف سے اور کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں میں اور جانوں اور پھلوں

وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا

میں کمی کر کے، اور خوشخبری سنا دیجئے صبر کرنے والوں کو جن کی صفت یہ ہے کہ جب پہنچے ان کو کوئی مصیبت تو وہ کہتے ہیں

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قف وَ

کہ بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے عام رحمتیں ہیں اور خاص رحمت بھی ہے اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

یہ وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم سمجھ نہیں سکتے) ولا تقولوا یہ شہدائے بدر کے متعلق نازل ہوئی ان کی تعداد چودہ تھی۔ اموات یہ مبتدا محذوف هُمْ کی خبر ہے کہ وہ مردہ ہیں۔ بل احیاء یعنی وہ زندہ ہیں۔

عدم شعور کی تفسیر:

لاتشعرون۔ یعنی تم اس کو نہیں جانتے۔ کیونکہ شہید کی زندگی حساً معلوم نہیں ہو سکتی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہداء اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔ ان کا رزق ان کی ارواح کو پہنچایا جاتا ہے پس ان کو راحت وخوشی پہنچتی ہے جیسا کہ آگ آل فرعون کی ارواح پر صبح وشام پیش کی جاتی ہے۔ پس ان کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ان کو جنت کے پھلوں سے رزق ملتا ہے اور اس کی ہوائیں ان کو پہنچتی ہیں۔ مگر وہ جنت میں نہیں۔

معمولی مصائب سے آزمائش:

۱۵۵۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ: (اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کسی قدر ڈر اور بھوک اور اموال والنفس اور پھلوں کی کمی سے اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوش خبری سنا دیں صبر کرنے والوں کو) ولنبلونکم یعنی ہم کسی قدر مصائب پہنچا کر برکات سماویہ سے مستفید کریں گے جیسے کوئی کسی قوم کو آزمائے آیا وہ بلاء پر صبر کرتے ہیں یا نہیں اور اطاعت پر باقی رہتے ہیں یا نہیں۔ بشیء۔ یعنی تھوڑے سے ان مصائب میں سے اور معمولی سے۔ تنوین تنکیر شیء پر لا کر انتہائی قلت بیان کر دی۔ تاکہ بتلا دیا جائے کہ ہر مصیبت جو انسان کو پہنچتی ہے خواہ وہ کتنی بڑی ہو مگر وہ ان مصائب کے مقابلہ میں قلیل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے بچایا ہوا ہے۔ تاکہ ان بندوں کو دکھلا دیا جائے کہ اللہ کی رحمت کسی حال میں بھی بندے سے جدا نہیں اور مصیبت کے وقوع سے پہلے یہ پیشینگوئی اس لئے دی تاکہ نزول مصائب کے وقت نفس مطمئن رہے

اور وہ پریشانی کے وقت اس کو برداشت کرنے کا خوگر بنالے۔ من الخوف۔ خوف سے دشمن کا خوف یا اللہ کا خوف مراد ہے۔ والجوع سے قحط یا بقول امام شافعی رحمہ اللہ صوم رمضان مراد ہے۔ ونقص من الاموال والانفس۔ کبھی مویشیوں کی موت یا زکوٰۃ سے (ظاہر ہوگی)

نحو : اس کا عطف شیءٍ پر یا خوف پر ہے یعنی شیء من نقص الاموال۔ تھوڑی سی اموال کی کمی سے والا نفس۔ نفوس کی کمی قتل یا موت یا مرض یا بڑھاپے سے۔ والثمرات۔ ثمرات کی کمی سے۔ کھیتی کے ثمرات (غلہ و پھل) یا اولاد کی موت (بمنزلہ ثمرہ ہے) اولاد بمنزلہ ثمرہ قلب ہے۔

صبر والے لوگ:

بشر الصابرین۔ تم انکو خوش خبری دو۔ جو ان مصائب پر صبر کرنے والے ہیں۔ یا مصائب کے وقت انا للہ کہنے والے ہیں۔ کیونکہ استرجاع اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور اسکے حکموں پر یقین کرنا ہے حدیث میں آتا ہے جس نے مصیبت کے وقت استرجاع کیا اللہ تعالیٰ اسکی مصیبت کو درست کر دیتے ہیں اور اسکا انجام اچھا کر دیتے ہیں اور اچھا پسندیدہ بدلہ عنایت فرماتے ہیں۔ (بیہقی۔ طبرانی)

روایت ابوداؤد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ بجھ گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انا للہ پڑھا تو صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا یہ مصیبت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جی ہاں! ہر وہ چیز جس سے مؤمن کو ایذاء پہنچے۔ (ابوداؤد)

کم کا مخاطب:

کم نمبرا۔ کا خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا گیا۔
نمبر۲۔ دوسرا قول: ہر وہ شخص مراد ہے جو بشارت کے لائق ہو۔

تفسیر آیت ۱۵۶:

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ :(جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں)

نحوی تحقیق:

نمبرا۔ الذین۔ صابرین کی صفت ہونے کی بناء پر منصوب ہے اس صورت میں اس پر وقف نہیں۔ بلکہ راجعون پر وقف ہے۔
نمبر۲۔ صابرین پر وقف کریں تو الذین مبتدا ہے اور اولئک خبر ہے۔ مگر پہلی صورت زیادہ بہتر ہے کیونکہ الذین اور اس کا صلہ وغیرہ صبر کا بیان ہے۔ اذا اصابتهم مصیبة سے مراد ناپسندیدہ بات یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اصابت کا معنی لحقت بمعنی پہنچنا۔ ملنا ہے۔ مصیبة پر وقف نہیں کیونکہ قالوا یہ اذا کا جواب ہے اور یہ شرط جزاء مل کر الذین کا صلہ ہے۔ انا لِلّٰہ۔ یہ اللہ کی مالکیت کا اقرار و اعتراف ہے اور انا الیه راجعون اپنے نفوس کے متعلق فناء کا اقرار ہے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ سو جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ

اس پر اس بات میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے درمیان آنا جانا کرے اور جو شخص خوشی سے کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ

شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿۱۵۸﴾

قدردان ہے جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت ۱۵۷:

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ :(یہ وہی لوگ ہیں جن پر رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں)

رحمت وصلوٰۃ کے جمع کی حکمت:

الصلوات جمع صلوٰۃ شفقت ومہربانی۔اس کو رأفۃ بمعنی مہربانی کی جگہ لائے اور رحمت اور صلوٰۃ کو جمع کر دیا۔ جیسا سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۷ میں رؤف رحیم۔ اور سورۃ الحدید میں رافۃ و رحمۃ۔ اب مطلب یہ ہوا ان پر مہربانی کے بعد مہربانی اور رحمت کے بعد رحمت ہے۔ (صلوٰت کو جمع لانے میں انواع کی طرف اشارہ ہے) و اولئك هم المهتدون۔ وہ وہی راہ پانے والے ہیں۔ سیدھے راستے کی طرف اس لئے کہ انہوں نے استرجاع کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر یقین کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ دو چیزیں بہترین ساتھی ہیں اور ان پر ایک شاندار اضافہ ہے اور وہ صلوٰۃ اور رحمت ہیں اور اضافہ زیادتی ہدایت ہے۔

تفسیر آیت ۱۵۸:

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ :(بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہے جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے۔ تو اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے اور جو شوق سے کوئی نیکی کرے۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ قدردان واقف کار ہیں)

ان الصفا و المروة۔ صفا و مروہ مکہ میں دو پہاڑ ہیں۔ من شعائر اللّٰه۔ شعائر جمع شعیرة علامت کو کہتے ہیں۔ شعائر اللہ سے مراد عبادت کے مقام اور حج کے مقامات ہیں حج البیت کا معنی کعبہ کا قصد کرنا۔ اعتمر زیارت کعبہ کرنا حج لغت میں قصد کرنے اور اعتمار زیارت کرنے کو کہتے ہیں پھر شرعی معنی غالب آ گیا۔ اب دو عبادتوں کے نام ہیں۔ اس کی مثال اعیان میں النجم البیت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ

بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں ان چیزوں کو جو ہم نے نازل کیں جو واضح چیزیں ہیں اور ہدایت کی باتیں ہیں بعد اس کے

مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کیا یہ چھپانے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت فرماتا ہے۔ اور ان پر لعنت بھیجتے ہیں لعنت کرنیوالے،

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓىِٕكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ وَاَنَا

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور بیان کیا سو یہ وہ لوگ ہیں میں جن کی توبہ قبول کروں گا۔ اور میں

التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۰﴾

بہت توبہ قبول کرنے والا ہوں رحیم ہوں۔

لاجناح سے نفی گناہ:

فلا جناح علیه یعنی اس پر گناہ نہیں۔ نحو :ان یطوف بهما تاء کو طا میں ادغام کیا یتطوف سے یطوف بن گیا۔ الطوف۔ کسی چیز کے گرد چلنا۔ یہاں مراد دونوں کے درمیان سعی کرنا ہے جاہلیت میں صفا پر اساف اور مروہ پر نائلہ دو بت نصب کیے گئے تھے۔ روایت میں ہے کہ یہ دو مرد عورت تھے جنہوں نے کعبہ میں زنا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مسخ کر کے پتھر بنا دیا۔ عبرت کے لئے ان کو پہاڑوں پر رکھ دیا گیا۔ جب طویل عرصہ گزر گیا۔ تو ان کی پوجا شروع ہوگئی۔ اہل جاہلیت سعی میں ان کو ہاتھ لگاتے تھے۔ اسلام نے آ کر بت تڑوا دیئے۔ مسلمانوں نے جاہلیت کا فعل سمجھ کر ان کے درمیان طواف کو ناپسند کیا۔ لاجناح کہہ کر گناہ کی نفی کی گئی ہے۔

❶ نکتۂ فقہیہ:

معلوم ہوا کہ ان کے درمیان سعی رکن نہیں جیسا کہ امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کا قول ہے۔ ومن تطوع خیرا۔ جو کوئی شوق سے کوئی نیکی' ان کا طواف کر کے کرے۔

❷ نکتۂ فقہیہ:

یہاں بھی تطوع کا لفظ رکن نہ ہونے کا اشارہ کر رہا ہے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے یطّوّع یا سے پڑھا اصل میں یتطوع ہے تاء کو طا میں ادغام کیا۔ فان اللّٰه شاکر علیم۔ بے شک اللہ قدردان ہیں قلیل پر کثیر بدلہ دیتے ہیں۔ علیم۔ جاننے والے ہیں اشیاء کو خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی۔

تفسیر آیت ۱۵۹:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ اُولٰٓىِٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ

بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے سو یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا،

وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ ع

اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ رحمٰن ہے رحیم ہے۔

وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ :(بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں وہ کھلی نشانیاں جو ہم نے فیصلہ اور ہدایت کی اتاریں۔ اسکے بعد کہ ہم نے ان کو کتاب میں لوگوں کیلئے بیان کر دیا۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں) الذین یکتمون یہ چھپانے والے علمائے یہود ہیں۔ ما انزلنا جو اتاری یعنی تورات۔ البینات سے وہ نشانیاں مراد ہیں جو حضرت محمدؐ کے متعلق شاہد عدل تھیں۔ الھدٰی۔ ہدایت سے مراد آپؐ کے وصف کے سبب اسلام کی طرف راہ پانا ہے بیناہ جس کو ہم نے واضح کر دیا۔

للناس فی الکتاب۔ لوگوں کے لئے تورات میں کہ اس میں کوئی اشکال کی جگہ نہیں چھوڑی مگر انہوں نے اس واضح کا قصد کر کے اس کو چھپا دیا۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتے ہیں اور ان پر ملائکہ اور مؤمن لعنت کرتے ہیں۔

تفسیر آیت ۱۶۰:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ :(مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور صاف صاف بیان کر دیا۔ پس یہ لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کروں گا اور میں توبہ کا بڑا قبول کرنے والا مہربان ہوں) تابوا اگر جن لوگوں نے کتمان حق اور ترک ایمان سے توبہ کی۔ اور اصلحوا اور اصلاح کر لی اس خرابی کی جو کر بیٹھے تھے اور جو زیادتی ہوئی تھی اس کا تدارک کر لیا۔ اولٰئك اتوب علیھم۔ ان کی توبہ میں قبول کروں گا اور میں توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔

مستحقین لعنت:

۱۶۱: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ :(بے شک جنہوں نے کفر کیا اور کفر پر مر گئے انہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور تمام آدمیوں کی پھٹکار ہے) ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار۔ یعنی ان حق چھپانے والوں میں سے جو مر گئے اور توبہ نہ کی۔

کیا الناس سے مؤمن و کافر دونوں مراد ہیں:

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ ان پر اللہ ملائکہ و تمام لوگوں کی زندگی اور موت کے بعد لعنت

ہوگی۔ الناس سے مؤمن مراد ہیں۔ یا مؤمن و کافر دونوں مراد ہیں۔ اس لئے کہ قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کو لعنت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۳۸ میں فرمایا: كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا کہ جب ان میں سے ایک جماعت جہنم میں داخل ہو چکے گی۔ تو اپنے بعد میں آنے والی جماعت کو لعنت کرے گی۔

تفسیر آیت ۱۶۲...... ینظرون کا معنی:

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ: (ان سے عذاب کو ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت ملے گی)

خالدین یہ علیھم کی ھُمْ ضمیر سے حال ہے فیھا اس لعنت میں یا آگ میں ضمیر لائی گئی اس چیز کی بڑائی بیان کرنے اور ڈرانے کے لئے۔ ان سے عذاب کو ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ نمبرا۔ ینظرون۔ انظار سے ہے۔ جس کا معنی مہلت دینا ہے۔ یعنی معذرت کرنے کے لئے مہلت نہ دی جائے گی۔

یا دوسرا قول: یہ ہے کہ یہ نظر سے ہے کہ ان کو نظر رحمت سے نہ دیکھا جائے گا۔ جیسا فرمایا۔ ولا ینظرا لیھم یوم القیٰمۃ (الآیۃ)

تفسیر آیت ۱۶۳:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ: (تمہارا معبود وہ ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے)۔

اللہ واحد۔ الوھیت میں یکتا ہے۔ الوھیت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ دوسرے کو اللہ کا نام دینا درست ہے۔ لا الٰہ الا ھو۔ اس میں وحدانیت کی تقریر اور غیر کی نفی اور اس کے لئے اثبات ہے۔

نحوی تحقیق:

ھو مرفوع ہے۔ کیونکہ یہ موضع لا اللہ کا بدل ہے یہاں نصب جائز نہیں۔ کیونکہ بدل دلالت کرتا ہے کہ اعتماد دوسرے پر ہے اور آیت میں مقصود یہی ہے۔ اگر نصب مانیں تو اس میں اول پر اعتماد ماننا پڑتا ہے (جو کہ درست نہیں) نحو: الرحمٰن الرحیم۔ مرفوع ہے یہ مبتدا کی خبر ہے یعنی وہ تمام نعمتیں۔ وہ اصول ہوں یا فروع ان کا والی ہے۔ کوئی چیز اس کے سواء یہ صفت نہیں رکھتی۔ جو اس کے سواء ہے وہ یا تو خود نعمت ہے بلکہ بدل ہیں کیونکہ ضمیر کی صفت نہیں آتی۔ اب مطلب یہ ہوا کوئی معبود نہیں۔ مگر وہی یعنی بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَ

بلاشبہ آسمان اور زمین کے پیدا فرمانے میں اور رات و دن کے الٹ پھیر میں اور

الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ

کشتیوں میں جو کہ چلتی ہیں سمندر میں وہ سامان لے کر جو لوگوں کو نفع دیتا ہے اور جو کچھ نازل فرمایا اللہ نے

السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ

آسمان سے یعنی پانی پھر زندہ فرمایا اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد اور پھیلا دیئے زمین میں ہر قسم کے

دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

چلنے پھرنے والے جانور اور ہواؤں کے گردش کرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں

لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔

توحید کے دلائل عقلیہ:

۱۶۴۔ شانِ نزول: مشرکین کو اکیلے معبود پر تعجب ہوا تو انہوں نے اس پر نشانی کا مطالبہ کیا تو یہ آیت اتری۔
اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ: (بے شک زمین وآسمان کے پیدا کرنے اور دن رات کی آمدورفت میں اور جہازوں میں جو سمندر میں چلتے ہیں وہ چیزیں لے کر جس سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور پانی میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا پھر اس سے زمین کو زندہ کر دیا۔ اس کی موت کے بعد اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادل میں جو آسمان وزمین کے درمیان تابع کیے ہوئے ہیں۔ ان سب میں سمجھدار لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں) اختلاف اللیل والنہار۔ دن و رات۔ رنگ میں۔ طول وقصر میں اور آنے جانے میں ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں مختلف ہیں۔ ینفع الناس۔ کشتی میں جو چیزیں لاد کر لائی جاتی ہیں۔ اس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یا کشتیاں لوگوں کے نفع کے ساتھ چلتی ہیں۔ یعنی چلنے میں فائدہ ہے۔ من السماء۔ یہ من ابتدائیہ ہے من ماءٍ سے بارش مراد ہے یہ من بیانیہ ہے کیونکہ آسمان سے اترنے والی بارش اور دوسری چیزیں ہیں۔ فاحیا بہ۔ اس کو انزال پر عطف کیا۔ بہ یعنی پانی کے ساتھ۔ الارض بعد موتھا۔ موت سے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ

اور بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے علاوہ اس کے شریک تجویز کر رکھے ہیں وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت ہونی واجب ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ

اور جو لوگ ایمان لائے ان کا اللہ سے محبت کرنا بہت ہی زیادہ قوی ہے۔ اور اگر جان لیں وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا جس وقت دیکھیں عذاب کو

اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ⑯⑤

کہ بلا شبہ ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

مراد خشک ہونا ہے وبث کو فاحیا پر عطف کیا۔ بَثَّ کا معنی بکھرنا ہے فیھا یعنی زمین میں من کل دآبۃ۔ دآبۃ وہ ہے جو رینگ کر چلے۔

ہواؤں کے پھرنے کا معنی:

و تصریف الریاح۔ نمبرا۔ ہواؤں کا پھیرنا ان کا مشرق و مغرب اور جنوب و شمال سے چلنا اور گرم و ٹھنڈا اور تند، ہلکا اور فائدہ مند اور مضر ہونا ہے۔

نمبر۲۔ دوسرا قول کبھی رحمت کی اور کبھی عذاب کی۔ السحاب المسخر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطیع ہیں۔ جہاں چاہتا ہے وہاں برستے ہیں۔ بین السمآء و الارض آسمان و زمین کے درمیان یعنی فضا میں لقوم یعقلون۔ عقل مندوں کے لئے جو عقل کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

پس ان اشیاء سے ان کے ایجاد کرنے والے کی عظیم قدرت اور نو ایجاد کرنے والے کی حکمت اور پیدا کرنے والے کی وحدانیت پر استدلال کرنے والے ہیں۔

عظیم فائدہ:

حدیث شریف میں فرمایا جس نے یہ آیت پڑھی اور اس میں سوچ و بچار کر کے اس سے عبرت حاصل نہ کی اس کے لئے ہلاکت ہے (دیلمی)

موحد و مشرک کا اندازِ محبت:

۱۶۵۔وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ (بعض لوگ اللہ کے سوا اوروں کو شریک بناتے ہیں اور جو ایمان والے ہیں ان کو ان سے زیادہ اللہ کی محبت ہے اگر کوئی ان ظالموں کو دیکھے جبکہ یہ عذاب دیکھیں گے (تو یہ بڑے

خوف کا وقت ہوگا) اس لئے کہ ہر طرح کی قوت اللہ ہی کے لئے ہے بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے) ومن الناس۔ یعنی اس واضح دلیل کے بعد بھی لوگ من دون اللّٰہ اندادا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک بناتے ہیں۔ یحبو نھم۔ یعنی بتوں کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی جاتی ہے اور ان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں یعنی بتوں سے اس طرح محبت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان کی محبت میں برابری کرتے ہیں کیونکہ وہ ذات باری تعالیٰ کا اقرار کرتے اور اس کا قرب ان کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔

دوسرا قول: ان سے وہ محبت کرتے ہیں جس طرح مؤمن اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں والذین اٰمنوا اشد حبا للّٰہ۔ اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے۔ مشرکین کی اس محبت کے مقابلے میں جو ان کو اپنے معبودوں سے ہے۔ کیونکہ مؤمن کسی حال میں بھی اپنے رب سے منہ موڑنے والا نہیں۔ بخلاف مشرکین کے کہ وہ سخت مصائب میں اپنے معبودوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے سامنے گڑگڑاتے اور عاجزی کرتے ہیں۔

اختلافِ قراءت:

ولو یری۔ کو نافع اور شامی نے تَرٰی پڑھا ہے اس صورت میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا۔ یا ہر مخاطب کو۔ مطلب یہ ہوگا کہ اے مخاطب اگر تو وہ منظر دیکھے تو بہت سخت معاملہ دیکھے گا۔ الذین ظلموا۔ سے مراد شریک بنانے والے لوگ ہیں۔ اِذْ یَرَوْنَ کو یا کے ضمہ کے ساتھ یُرَوْنَ شامی نے پڑھا ہے اول صورت میں جب وہ دیکھیں گے اور دوسری صورت میں جب وہ دکھائے جائیں گے۔

نا قابلِ بیان حسرت:

العذاب ان القوۃ لِلّٰہ جمیعا۔ جمیعاً یہ حال ہے۔ وان اللّٰہ شدید العذاب۔ یعنی سخت ہے اس کا عذاب۔ اب مطلب آیت کا یہ ہوا۔ اگر یہ لوگ جو اپنے شرک کے سبب ظلم عظیم کا ارتکاب کرنے والے ہیں جان لیں کہ ہر چیز پر ثواب۔ عقاب کی قدرت اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ان کے معبودوں کو نہیں اور وہ ظالموں کو دیئے جانے والے سخت عذاب کو بھی جان لیں۔ جبکہ قیامت کے دن اس عذاب کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ تو ان کو نا قابل بیان حسرت وافسوس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں لَوْ کا جواب حذف کیا گیا ہے کیونکہ لَوْ جب کسی شوق مند چیز یا خطرناک چیز پر داخل کریں۔ تو اس کا جواب بہت کم ساتھ لایا جاتا ہے۔ تاکہ دل اس میں ہر راستہ پر جائے۔ جبکہ یہ ماضی پر داخل ہو۔ اسی طرح اِذْ کی وضع بھی ماضی پر دلالت کرنے کے لئے ہے۔

سوال: مگر یہاں دونوں۔ لو اور اذ مضارع پر داخل ہوئے ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے کلام میں مستقبل بھی ماضی کی طرح قطعی اور سچا ہے۔

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ

جب کہ بیزار ہو جائیں گے وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی تھی ۔ اور دیکھ لیں گے عذاب کو اور کٹ جائیں گے

بِهِمُ الْأَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا

ان کے آپس کے تعلقات اور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے پیروی کی کاش ہم کو واپس جانا نصیب ہو جاتا تو ہم ان سے بیزار ہو جاتے، جیسا کہ

تَبَرَّءُوْا مِنَّا ۭ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَا هُمْ

وہ ہم سے بیزار ہو گئے۔ اللہ اسی طرح دکھائے گا ان کو ان کے اعمال حسرتیں بنا کر اور وہ

بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾

آگ سے نکلنے والے نہ ہوں گے۔

ع ۲۰

تفسیر آیت ۱۶۶:

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ۔ (یاد کرو اس وقت کو جب الگ ہو جائینگے وہ سردار جنکی پیروی کی گئی ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی تھی اور وہ عذاب دیکھیں گے اور انکے سب تعلقات ٹوٹ جائینگے)

اختلافِ قراءت:

إِذْ تَبَرَّأَ۔ عاصم کے علاوہ قرائے عراق نے سارے قرآن میں جہاں ذال اور تاء جمع ہوں تو وہاں ادغام کر کے پڑھا ہے۔

نحوی تحقیق:

یہ اذ یرون سے بدل ہے الذین اتبعوا سے مراد رؤسا ہیں جن کی پیروی کی گئی۔

من الذین اتبعوا سے مراد متبع و پیروکار۔ وَرَاَوُا العذاب۔ واو حالیہ ہے ای تبرء وا فی حال رؤ یتھم العذاب۔ یعنی وہ عذاب دیکھنے کی حالت میں بیزاری کا اظہار کریں گے۔ و تقطعت۔ اس کا عطف تبرّاَ پر ہے ای تبرّاَ و تقطعت۔

تعریف سبب:

بھم الاسباب۔ اسباب سبب کی جمع ہے وہ تعلق مراد ہے جو ایک دین پر ہونے کی وجہ سے ان کے مابین تھا۔ اسی طرح نسب و محبت کا تعلق بھی اس میں شامل ہے اصل سبب ملانے والے ذریعہ کو کہتے ہیں۔

تفسیر آیت ۱۶۷......اعمال پر حسرتیں:

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا۔ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ

يَآيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ

اے لوگو! کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں اور مت پیچھے چلو شیطان کے قدموں کے

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى

بے شک وہ تمہارے لئے کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ تم کو صرف برائی کا اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور یہ کہ تم اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

جن کو تم نہیں جانتے۔

وَمَاهُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ :(جنہوں نے اتباع کیا تھا وہ کہیں گے ہائے کاش' ہمیں ایک بار لوٹ جانا میسر ہوتو ہم بھی ان سے الگ ہو جائیں جیسے یہ ہم سے آج الگ ہو گئے اسی طرح اللہ تعالیٰ افسوس کرنے والوں کے لئے ان کے عمل ان کو دکھائے گا۔اور انہوں نے آگ سے نکلنا نہیں)۔

وقال الذین اتبعوا سے مراد متبعین ہیں۔ کرّۃ واپس لوٹنا دنیا کی طرف فنتبرّاً۔لَوْ جو تمنّی کیلئے ہے یہ اس کا جواب ہے۔ مطلب یہ ہوگا کاش ہمارے لئے واپسی ہوتو ہم ان سے بیزار ہو جائیں۔ کما تبرء وامنا جیسا یہ اب ہم سے بیزار ہو گئے۔ کذٰلك سے مراد اس رسوا کن دکھلاوے کی طرح۔ اعمالھم یعنی بت پرستی۔ حسرات علیھم۔حسرات یہ حسرت کی جمع ہے اس کا معنی شرمندگیاں۔یریھم۔ یہ افعال قلوب سے ہے اور حسرات اس کا تیسرا مفعول ہے مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال ان پر حسرتوں میں بدل جائیں گے۔اور وہ اپنے اعمال کی جگہ حسرتوں کے سواء کچھ نہ دیکھیں گے۔وماھم بخارجین من النار۔انہوں نے آگ سے نکلنا نہیں۔ بلکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر آیت ۱۶۸:

يَآيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ :(اے لوگو۔ کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال اور ستھری اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے)

شانِ نزول: یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جنہوں نے بحیرہ وسائبہ وغیرہ تحریمات بنا رکھی تھیں یآیھا الناس کلوا۔ کلوا کا امر اباحت کے لئے ہے۔ان لوگوں کو مخاطب کیا جنہوں نے بحیرہ وغیرہ بنا رکھے تھے۔

نحوی تحقیق:

مما فی الارض میں مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی زمین کی بعض اشیاء کیونکہ تمام اشیاء زمین سے کھانے والی نہیں۔ حلٰلاً۔نمبرا۔یہ کلوا کا مفعول ہے یعنی تم حلال چیزیں کھاؤ۔

دوسرا قول: یہ مما فی الارض سے حال ہے یعنی تم کھاؤ زمین کی چیزیں اس حال میں کہ وہ حلال ہوں۔ طیّباً۔ ستھری یعنی ہر شبہ سے پاک۔ وَلَا تتّبعوا خطوات الشیطان۔ خطوات سے وہ راستے مراد ہیں جن کی طرف وہ دعوت دیتا ہے۔ یہ خطوۃ کی جمع ہے قدموں کی درمیانی مسافت کو کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں اتبع خطوتہ یعنی اس نے اقتداء کی یا اس کے طریقے پر چلا۔

اختلافِ قراءت:

خطوات کو ابو عمرو نے طاء کے سکون سے خُطْوَات پڑھا ہے۔ عیاش' نافع وحمزہ' ابو بکر نے طاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا خُطُوَات۔

انہٗ لکم عدو مبین۔ بے شک وہ تمہارا ایسا دشمن ہے جس کی عداوت ظاہر ہے اس میں ذرہ بھر اِخفاء نہیں۔ مبین کا لفظ ابان سے ہے یہ متعدی ولازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

ظاہری تضاد کا ازالہ:

سوال: والذین کفروا اولیاؤُھم الطاغوت سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵۷ اس آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

جواب: وہ آیت اس کے خلاف نہیں کیونکہ طاغوت سے مراد شیطان ہے اور اس کی دوستی فقط ظاہر میں ہوتی ہے اس ظاہری دوستی جتانے کی وجہ سے اولیاؤھم الطاغوت فرمایا گیا۔ ورنہ باطن میں تو وہ دشمن ہے۔ وہ دوستی اعمال کو مزین کرنے کے لئے کرتا ہے ورنہ دشمن کی بات کون مانتا ہے اور اس کا اصل مقصد ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

تفسیر آیت ۱۶۹:

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ :(بے شک وہ تمہیں بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے اور اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ پر تم وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے) انما یا مرکم۔ اس میں بیان کیا کہ اس کی اتباع سے باز آنا ضروری ہے اور اس سے ظاہر میں عداوت رکھنی چاہیے۔ یعنی شیطان کبھی بھی بھلائی کا حکم نہیں دے سکتا۔ بلاشبہ وہ تو تمہیں حکم دے گا۔

سوء وفحشاء کا فرق:

نمبرا۔ بالسوء۔ برائی کا۔ والفحشاء اور بے حیائی کا۔ فحشاء وہ برا کام جو قباحت میں حد سے بڑھ جائے۔

دوسرا قول: سوء جس گناہ میں حد نہیں آتی۔ فحشاء۔ جس میں حد لازم ہو جاتی ہے۔

نحو: بالسوء پر عطف کی وجہ سے ان تقولوا محل جر میں ہے ای بان تقولوا۔ مالا تعلمون جو تم نہیں جانتے بغیر علم کے۔ جیسے تمہارا کہنا کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام۔

مسئلہ: اس میں ہر بات شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق کہنی درست نہیں مگر وہ اس کی طرف منسوب کر دی گئی ہو۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ط

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس کا اتباع کرو، جو اللہ نے نازل فرمایا تو کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اس کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ

کیا وہ اپنے باپ دادوں کا اتباع کریں گے۔ اگرچہ وہ کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں، اور ہدایت پر نہ ہوں۔ اور مثال ان لوگوں کی

كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ط صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ

جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال ہے جو آواز دے ایسی چیز کو جو نہ سنے سوائے پکار کے اور بلاوے کے، بہرے ہیں، گونگے ہیں،

فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

اندھے ہیں سو وہ سمجھ نہیں رکھتے۔

تفسیر آیت ۱۷۰:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ۔ (جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر چلو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو کہتے ہیں نہیں۔ بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ بھلا۔ اگر ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے راستے پر ہوں۔ تو پھر بھی ان کے راستہ پر چلیں گے)

هُمْ کا مرجع:

نمبر ۱۔ واذا قیل لھم اتبعوا۔ ضمیر جمع کی الناس کی طرف لوٹتی ہے اور التفات کے طور پر ان سے رخ پھیرا گیا گویا اس طرح کہا۔ عقل مندوں کی طرف توجہ کر کے کہ ان احمقوں کو دیکھو۔ کہ ٹھیک بات بتلائی تو کیا جواب دیا؟

نمبر ۲۔ دوسرا قول: هُمْ کی ضمیر مشرکین کی طرف لوٹتی ہے۔

نمبر ۳۔ تیسرا قول: یہ یہود کا ایک گروہ تھا جن کو رسول اللہ ﷺ نے ایمان و قرآن کی طرف بلایا تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ قالوا بل نتبع ما الفینا۔ الفینا کا معنی وجدنا ہے علیه اٰبآء نا جس پر ہم نے آباء کو پایا وہ ہم سے بہتر تھے اور زیادہ علم والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اولو کان اٰباؤھم۔ سے ان کی تردید کی۔ واؤ اس میں حالیہ ہے ہمزہ تعجب اور تردید کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کیا یہ ان کی اتباع کریں گے اگر ان کے آباء دین کی کوئی بات نہ سمجھتے ہوں اور نہ ہی درست راستے کی طرف راہ پانے والے ہوں۔

سابقہ آیات سے ربط:

پہلے ان کی تردید کی پھر ان کے متعلق مثال بیان فرمائی۔

تفسیر آیت ۱۷۱:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَالَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ (کافروں کی مثال اس شخص جیسی ہے جو چلاّ چلاّ کر ایسی چیز کو پکار رہا ہو جو سوائے چلاّنے اور پکارنے کے کچھ نہیں سنتا۔ بہرے گونگے، اندھے ہیں پس وہ کچھ نہیں سمجھتے) مثل الذین کفروا۔ اس سے پہلے مضاف محذوف ہے ای داعی الذین کفروا کمثل الذی ینعق۔ ینعق کا معنی چیخنا ہے۔ بما لا یسمع الا دعاء و نداء سے مراد بہائم ہیں۔

مفہوم آیت:

اب مطلب آیت کا یہ ہے کہ ان کافروں کو دعوت دینے والے کی مثال جیسے کوئی حیوانات کو آواز دے جو کہ آواز میں سے گھنٹی کی سر اور آواز کی گونج سنتے ہیں۔ بغیر ذہنوں میں ڈالنے اور سمجھنے کے۔ جیسا کہ بہائم کو آواز دینے والا جو پکارنے والے کی پکار و ندا ہی سنتا ہے جس سے ان کو آواز دیتا۔ اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے وہ جانور اور کچھ نہیں سمجھتے جیسے عقل مند سمجھتے ہیں۔

نعق و نداء میں فرق:

النعیق آواز دینے کو کہتے ہیں جیسے نعق المؤذن نعق الراعی بالضّأن۔ چرواہے نے بھیڑوں کو آواز دی۔ النداء۔ جو سنی جائے۔

الدعآء جو آواز کبھی سنی جائے اور کبھی نہ سنی جائے۔ صُمٌّۢ۔ یہ ھم ضمیر کی خبر ہے ای ھم صم بکم یہ اسی مبتداء کی دوسری خبر ہے عمی یہ خبر ثالث ہے یعنی وہ حق سے اندھے ہیں۔ فھم لا یعقلون۔ پس وہ نصیحت کو نہیں سمجھتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

اے ایمان والو! کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ اور شکر کرو اللہ کا اگر تم

اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ

اسی کی عبادت کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور حرام کئے ہیں جن کے ذبح کرتے وقت

اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ

غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ سو جو شخص مجبوری میں ڈال دیا جائے اس حال میں کہ باغی نہ ہو، اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

بیشک اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے۔

سابقہ آیات سے ربط : تفسیر آیت ۱۷۲:

اس میں بتلایا کہ جن چیزوں کو مشرکین حرام قرار دینے والے ہیں وہ حلال ہیں چنانچہ فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ :(اے ایمان والو۔ہم نے جو تم کو رزق دیا ہے اس سے حلال اور ستھری چیزیں کھاؤ اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو) یآیھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبات ما رزقنٰکم۔(۱) طیبات سے مراد لذیذ چیزیں'(۲) حلال چیزیں واشکروا للہ :اور تم اس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ جس نے تمہیں رزق دیا۔ان کنتم ایاہ تعبدون۔اگر یہ واقعی صحیح ہے کہ تم عبادت کے ساتھ اس کو خاص کرنے والے ہو اور اس بات کے اقراری ہو کہ تمام نعمتیں فرمانے والے وہی ہیں۔

ماقبل سے ربط...... تفسیر آیت ۱۷۳:

اب حرام چیزوں کو بیان کیا۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (بے شک اس نے حرام کیا تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس پر پکارا گیا اللہ تعالیٰ کے غیر کا نام پھر جو کوئی مجبور ہو جائے نہ ہو خلاف کرنے والا اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔

میتہ کی تعریف:

انما حرم علیکم المیتۃ' میتہ ہر اس جانور کو کہتے ہیں جس کی روح ذبح سے پاک کرنے کے بغیر نکل جائے۔ انما حرمت میتہ کو ثابت کرنے اور ماسواء کی نفی کے لئے ہے ای ماحرم علیکم الا المیتۃ نہیں حرام کیا تم پر مگر مردار۔ و الدم۔ بہنے والا خون۔ کیونکہ دوسری آیت سورۂ انعام نمبر ۱۴۵ میں او دمًا مسفوحًا ہے۔ .

دو دم حلال:

اور دو میتہ اور دو دم حدیث سے ان کی حلت ثابت ہے احلت لنا میتتان ودمان السمك والجراد والکبد والطحال (احمد ابن ماجہ) ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال ہیں۔ مچھلی۔ ٹڈی۔ جگر اور تلی۔

ولحم الخنزیر۔ یعنی خنزیر اپنے تمام اجزاء کے ساتھ۔ گوشت کا تذکرہ اس لئے کیا گیا کیونکہ کھانے میں وہ اصل ہے۔ وما اھل بہ لغیر اللّٰہ۔ یعنی جو بتوں کے لئے ذبح کیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا نام لیا جائے۔ الھلال۔ آواز بلند کرنا یعنی بت کے لئے اس پر آواز بلند کی گئی ہو اور اہل جاہلیت کہتے تھے: باسم اللات والعزّٰی۔ فمن اضطر جو مجبور ہو جائے۔

نحو و قراءت:

نون کو کسرہ دیا دو ساکن آنے کی وجہ سے یعنی نون اور ضاد یہ بصری حمزہ اور عاصم کے نزدیک ہے دیگر قراء طاء کے ضمہ کی وجہ سے نون کو ضمہ دیتے ہیں فَمَنُ اضْطُرَّ۔ غیر یہ حال ہے ای فاکل غیر اس نے کھایا اس حال میں کہ وہ بغاوت کرنے والا نہ تھا۔

باغی کا معنی:

نمبر ا۔ باغ کا مطلب یہ ہے کہ لذت و شہوت کی خاطر کھانے والا نہ ہو۔ ولا عادٍ ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کرنے والا ہو۔

دوسرا قول: کہ امام کا باغی نہ ہو اور سفر حرام کی وجہ سے تجاوز نہ کرنے والا ہو یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ سفر طاعت بغیر ضرورت مباح نہیں اور بلا سفر گھر میں رکا رہنا مباح ہے اور دوسری بات یہ بھی کہ بغاوت اس کو ایمان سے خارج نہیں کرتی۔ پس وہ محرومی کا حقدار نہیں۔

اور مجبور آدمی کو اتنا کھالینا درست ہے جس سے زندگی بچ جائے اور اس سے گزارہ ہو سکے سیری نہ ہو۔ کیونکہ اضطراری اباحت اتنی مقدار میں ہے جس سے ضرورت ٹل سکے۔ فلا اثم علیہ۔ تو اس کو کھا لینے میں گناہ نہیں۔ ان اللّٰہ غفور۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دینے والے ہیں تو پھر اضطراری حالت میں مردار کے کھا لینے سے کیونکر مؤاخذہ فرمائیں گے رحیم مہربان ہے اس لئے رخصت دے دی۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا

بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ نے نازل فرمائی یعنی کتاب اور خریدتے ہیں اس کے بدلہ تھوڑی قیمت

اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

تو یہ وہ لوگ ہیں جو نہیں بھرتے اپنے پیٹوں میں مگر آگ، اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا

وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ

اور نہ انہیں پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خرید لیا گمراہی کو

بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ

ہدایت کے بدلے، اور عذاب کو مغفرت کے بدلے، سو وہ کس قدر صبر کرنے والے ہیں آگ پر، یہ اس وجہ سے کہ بے شک اللہ

نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع ۲۱ ۹ ۵

نے نازل فرمایا کتاب کو حق کے ساتھ، اور بے شک جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا بے شک وہ بڑی دور کی خلاف ورزی میں ہیں۔

۱۷۴۔ شانِ نزول: یہ آیت یہود کے ان سرداروں کے متعلق اتری جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صفت تبدیل کر دی اور اس پر رشوت بھی لی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں ان آیات کو جو اللہ تعالیٰ نے اتاریں کتاب میں اور اس کے بدلے لیتے ہیں قیمت یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر کر کھاتے ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) یکتمون مآ انزل اللّٰہ وہ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا یعنی صفات محمد ﷺ ثمناً قلیلا تھوڑی قیمت یعنی بدلہ یا قیمت والی (مراد دنیا اور اغراض دنیا ہیں)۔

اکل بطن کی تشریح:

اولٰٓئک مایاْ کلون فی بطونھم ۔ وہ اپنے پیٹوں میں نہیں کھاتے یعنی پیٹ بھر۔ عرب کہتے ہیں فلان اکل فی بطنه وا کل فی بعض بطنه یعنی پیٹ بھر کھایا' الا النار ۔ مگر آگ۔ اس لئے کہ جب ایسی چیز کھائی جس کی سزا آگ ہے تو گویا آگ کھائی۔ اور عرب کہتے ہیں۔ اکل فلان الدم کہ فلاں تو خون کھاتا ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی مال دیت کھا جائے۔ کیونکہ دیت خون کے بدلہ میں حاصل ہوتی ہے۔ شاعر نے کہا۔

یا کلن کل لیلۃ اکافا۔اکاف سے ثمن اکاف مراد ہے
وہ ہررات پالان یعنی پالان کی قیمت کھاتی ہیں ثمن اکاف کو اکاف بہت مناسبت کی وجہ سے کہہ دیا۔

کلام سے مراد:

ولا یکلمھم اللّٰہ۔ان سے اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائیں گے۔کلام سے مسرور کن کلام مراد ہے لیکن اس طرح کا کلام اخسئوا فیھا ولا تکلمون۔المؤمنون آیت نمبر۱۰۸ جو دھتکارنے کے لئے ہے وہ کہا جائے گا۔ولا یزکیھم۔نمبر۱۔نہ ان کو گناہوں کی میل سے پاک کریں گے۔
نمبر۲۔یا اللہ تعالیٰ انکی مدح وثناء نہ کرے گا۔ولھم عذاب الیم۔اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔الیم بمعنی مولم ہے۔
نحو: تینوں جملوں کا عطف اِنّ کی خبر پر ہے۔گویا چاروں جملے اِنّ کی خبر ہیں۔

تفسیر آیت ۱۷۵:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ :(یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اورمہر کے بدلے قہر لے لیا پس کتنا صبر ہے ان کو آگ پر۔یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچی کتاب اتاری اور جنہوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ سخت ضد میں ہیں) اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب یعنی حضرت محمد ﷺ کی تعریف کو چھپایا۔(تاکہ انکار کریں جو عذاب وگمراہی کا سبب ہیں)۔

استفہام توبیخی:

فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۔ کتنا صبر ہے ان کا آگ پر یہ استفہام توبیخی ہے یعنی کس چیز نے ان کو صابر بنا دیا۔اس عمل پر جو آگ کی طرف لے جانے والا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جہنم کی آگ پر بڑا صبر ہے۔

تفسیر آیت ۱۷۶:

ذٰلك : اس کا مشار الیہ عذاب ہے یعنی یہ عذاب اس سبب سے ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتب سماویہ اتاری ہیں وہ برحق ہیں۔اختلفوا جنہوں نے اختلاف کیا یعنی اہل کتاب فی الکتٰب۔اس میں الف لام جنس کا ہے اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں مراد ہیں۔انہوں نے بعض کتابوں کو برحق اور بعض کو باطل قرار دیا۔

شقاق بعید کا مطلب:

لفی شقاق۔شقاق کا معنی مخالفت۔بعید۔دور یعنی حق سے دور۔
دوسرا قول: ان کا یہ کفر اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن برحق اتارا اور جنہوں نے اس کے متعلق اختلاف کیا وہ ایسی مخالفت میں مبتلا ہیں جو ہدایت سے بہت دور ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ

نیکی اس میں نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لیا کرو۔ لیکن نیکی

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى

یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر ایمان لانے اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر۔ اور اپنا

الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ

مال دے اس کی محبت ہوتے ہوئے قرابت والوں کو اور یتیموں کو، اور مسکینوں کو، اور مسافروں کو،

وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ

اور سوال کرنے والوں کو، اور گردنوں کے چھڑانے میں، اور قائم کرے نماز کو اور ادا کرے زکوٰۃ کو، اور جو پورا کرنے والے ہیں

بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ

اپنے عہد کو جبکہ وہ عہد کریں۔ اور صبر کرنے والے ہیں سختی میں اور تکلیف میں اور جنگ کے

الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

موقعہ پر۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچائی کی راہ اختیار کی اور یہی لوگ متقی ہیں۔

تفسیر آیت ۱۷۷:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ۔ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ۔ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا۔ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔ (نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق ومغرب کی طرف کرو۔ بلکہ نیکی ان کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور پیغمبروں پر اور مال کی محبت کے باوجود مال دیا رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں اور مسافروں اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم کرتے رہے نماز اور پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کو جب وہ عہد کرتے ہیں اور صبر کرنے والے ہیں۔ تنگی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت۔ یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں)

اصلی بر کیا ہے؟

لیس البر ان تولوا۔ تمہارا مشرق ومغرب کی طرف منہ پھیرنا نیکی نہیں اس میں خطاب نصاریٰ کو ہے کیونکہ ان کا قبلہ بیت

المقدس کی جانب مشرق تھا اور یہود کا قبلہ بیت المقدس کی مغربی جانب تھا اور ان میں سے ہر ایک کا خیال یہی تھا۔ کہ اصل نیکی اسی کے قبلہ کی طرف منہ پھیرنا ہے۔ ان کی تردید فرمائی کہ جو تم کہتے ہو یہ درست نہیں بلکہ وہ تو منسوخ ہے۔

نمبر ۱۔ ولکن البر۔ لیکن نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول: نیکی والا وہ ہے جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر۔ ان دونوں اقوال کے مطابق مضاف محذوف ہے مگر پہلا قول ان میں سے عمدہ ہے۔ البرّ۔ کا معنی ہر نیکی اور ہر پسندیدہ فعل کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ مسلمانوں اور اہل کتاب نے قبلہ کے معاملے میں بہت دلچسپی لی۔ تو ان کو یہ بات سمجھائی گئی یہ کوئی بڑی نیکی نہیں۔ کہ جس میں مصروف ہو کر تم نیکی کی سب اقسام کو بھول جاؤ۔ لیکن جو نیکی واجب الاہتمام ہے وہ اس شخص کی ہے۔ جو ایمان لایا اور ان اعمال کو انجام دیا۔

نحو: البر لیس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور ان تولوا بتاویل مصدر اسم ہے۔

اختلافِ قراءت:

البرّ کو نصب کے ساتھ حمزہ اور حفص نے پڑھا ہے اور نافع اور شامی نے وَلٰكِنَّ الْبِرُّ امام مبرد فرماتے تھے اگر میں قاری ہوتا تو میں اس طرح پڑھتا۔ لٰكِنَّ الْبِرَّ ایک قراءت میں لٰكِنَّ الْبَارَّ پڑھا گیا ہے۔

والیوم الاٰخر۔ آخرت کے دن سے مراد اٹھنے کا دن ہے۔

والملائکۃ والکتاب۔ نمبر ۱۔ الف لام کتاب پر جنس کا ہے اللہ تعالیٰ کی تمام کتب اگر عہد کا ہو تو قرآن مجید مراد ہے۔ والنبیّین واتی المال علی حبہ۔

ضمیر کے مراجع:

نمبر ۱۔ حُبّہٖ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے یعنی مال اللہ تعالیٰ کی محبت میں خرچ کیا۔

نمبر ۲۔ یا مال کی طرف یعنی مال کی محبت کے باوجود اس کو دیا۔

نمبر ۳۔ الایتاء کی طرف لوٹتی ہے مراد یہ ہے مال دے رہا ہو اس حالت میں کہ وہ اس کے دینے میں دل سے راضی و خوش ہو۔

ذوی القربیٰ۔ قرابت والے ان کو مقدم زیادہ حقدار ہونے کی وجہ سے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا مسکین پر صدقہ تو ایک صدقہ شمار ہوگا اور رشتہ دار پر صدقہ اور صلہ رحمی کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی، نسائی)

والیتامٰی۔ یتیم سے مراد قرابت والے فقراء اور یتامٰی ہیں اور مطلق اسلئے لائے۔ کیونکہ التباس کا خطرہ نہیں۔

مسکین کی تعریف:

والمساکین جمع مسکین جو لوگوں میں ہمیشہ سکون پکڑنے والا ہو کیونکہ اسکے پاس کچھ نہیں جس سے چلے پھرے مثلاً سکّیر۔ جو ہمیشہ نشہ میں رہتا ہو۔ وابن السبیل اگر چہ لفظاً مفرد ہے مگر مراد اس سے جنس ہے اسکو ابن السبیل کہنے کی وجہ سے سفر کا لازم لینا ہے یا مہمان ہونے کی وجہ سے ابن سبیل کہا۔ والسائلین۔ سوال کرنے والے سے مراد کھانا طلب کرنے والے۔ وفی الرقاب۔ گردنوں میں سے مراد مکاتبین کی گردنیں آزاد کروانے میں یا قیدی چھڑوانے میں واقام الصلٰوۃ صلٰوۃ سے فرضی نماز مراد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ

اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کیا گیا مقتولین کے بارے میں آزاد کو

وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ

آزاد کے بدلہ اور غلام کو غلام کے بدلہ، اور عورت کو عورت کے بدلہ، سو جس شخص کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی کر دی جائے تو بھلائی کے ساتھ

بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ

اس کا مطالبہ ہو اور اچھے طریقہ پر اس کی ادائیگی ہو۔ یہ تخفیف ہے تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي

پھر جس نے اس کے بعد زیادتی کی تو اس کے لئے درد ناک عذاب ہے اور تمہارے لئے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقل

الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

والو! تاکہ تم پرہیز کرتے رہو۔

یہاں زکوٰۃ سے مراد:

واتی الزکوٰۃ۔ فرضی زکوٰۃ ہے بعض نے کہا یہ اول کی تاکید ہے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ اول سے مراد نفلی صدقات اور نیکی کے اعمال ہیں۔ الموفون پورے کرنے والے اپنے عہد کو جب وہ عہد کرتے ہیں۔ اس کا عطف مَنْ اٰمَنَ پر ہے اور عہد سے اللہ کا عہد یا لوگوں کا عہد مراد ہے۔ والصابرین۔ شدائد میں صبر کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لئے فعل مدح و تخصیص سے منصوب ہے ای امدح الصابرین۔ اسی طرح قتال کے مقامات کی فضیلت تمام اعمال سے برتر ثابت کرنے کے لئے اسے منصوب ذکر کیا۔ فی الباساء۔ بأساء سے فقر و شدت مراد ہے والضراء مرض اور اپاہج پن۔ حین الباس۔ لڑائی کا وقت اولئك الذین صدقوا یعنی ان صفات والے ہی وہ لوگ ہیں جو دین میں سچے ہیں اور وہی متقی ہیں۔

آیت: ۱۷۸۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى۔ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ۔ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

(اے ایمان والو فرض کیا جاتا ہے تم پر بدلہ لینا مقتولوں میں۔ آزاد کے بدلے آزاد قتل کیا جائے غلام کے بدلے غلام اور

عورت کے عوض عورت ۔ پس جس شخص کو معاف کر دیا جائے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ تو دستور کے موافق چلنا چاہیے اور اچھے انداز سے چلنا چاہیے ۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے پھر جو شخص زیادتی کرے ۔ اس کے بعد تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے)۔

طرزِ جاہلیت:

روایات میں آیا ہے کہ عرب کے بعض قبیلوں میں جاہلیت کے زمانے میں خون کا معاملہ تھا اور ایک کو دوسرے پر طاقت اور قوت حاصل تھی ۔ تو انہوں نے قسم اٹھائی ۔ کہ ہم دوسرے قبیلے کے آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل کریں گے اور ان کے مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کریں گے اور ایک کے بدلے میں ان کے دو قتل کریں گے ۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے معاملے میں فیصل بنایا ۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ۔ یٰآیها الذین 'امنوا کہ اے ایمان والو ۔ کُتب یعنی فرض کر دیا گیا ۔

مفہوم قصاص:

علیکم القصاص ۔ قصاص اصل میں برابری کو کہتے ہیں ۔ اصل میں یہ اس محاورے سے لیا گیا ہے ۔ **قص اثره و اقتصه** ۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب کسی کا پیچھا کیا جائے ۔ اسی لئے قصہ کہانیاں بیان کرنے والے کو قاص کہتے ہیں ۔ کیونکہ وہ حکایات کا پیچھا کرتے ہیں ۔ **القتلٰی** جمع قتیل ۔ اب مطلب یہ ہوا ۔ کہ تم پر فرض کیا گیا کہ تم برابری اور مساوات اختیار کرو ۔ مقتولین میں **الحر بالحر** یعنی آزاد پکڑا جائے گا یا مقتول ہوگا آزاد کے بدلے **العبد بالعبد** امام شافعی کا قول آزاد کو غلام کے بدلے میں اس آیت کی وجہ سے قتل نہ کیا جائے گا اور ہمارے نزدیک قصاص آزاد اور غلام کے درمیان بھی جاری ہوگا ۔ جیسا اس آیت میں ہے جو سورۃ مائدۃ آیت نمبر: ۴۵ ۔ **ان النفس بالنفس** ۔ کہ جان کے بدلے جان ۔ جیسا کہ مذکر و مؤنث کے درمیان آپ کے اس ارشاد سے **المسلمون تتکافأ دماء هم** ۔ (ابوداؤد ۔ ابن ماجہ) مسلمانوں کے خون برابر ہیں ۔

نفوس میں تفاضل معتبر نہیں ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک جماعت ایک آدمی کو قتل کرے تو اس کے بدلہ میں ان سب کو قتل کیا جائے ۔ اس لیے کہ حکم کا کسی نوع سے مخصوص ہونا دوسری نوع کی نفی نہیں کرتا ۔ بلکہ حکم اس میں دلیل کے آنے تک موقوف رہے گا اور یہاں تو دلیل موجود ہے ۔ جیسا ہم واضح کر چکے ۔

عفو کی تحقیق:

فمن عفی له ۔ عفو یہ عقوبت کی ضد ہے ۔ کہا جاتا ہے ۔ **عفوت عن فلان** جب کہ اس سے درگزر کیا جائے اور اس کی سزا سے اعراض کیا جائے ۔ یہ جانی یا جنایت کی طرف متعدی عن کے ساتھ ہوتا ہے ۔ جیسا کہ البقرہ ۵۲ **ثم عفونا عنکم** پھر ہم نے تمہارا گناہ معاف کر دیا اور الشوریٰ کی آیت نمبر ۲۵ **و یعفوا عن السّیّات** ۔ وہ بہت سی برائیاں معاف کرتا ہے اور جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو پہلے کی طرف لام سے متعدی ہوگا ۔ جیسے **عفوت له عن ذنبه** ۔ میں نے اسے اس کا گناہ معاف کر دیا ۔ اور حدیث میں ہے **عفوت لکم عن صدقة الخیل و الرقیق** ۔ (ابوداؤد) میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ تمہیں معاف کر دی ۔ یعنی

چھوڑ دی۔

حضرت امام زجاج رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

زجاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ من عفی له کا معنی جس کا دیت کی وجہ سے قتل چھوڑ دیا جائے۔(یعنی معاف کر دیا جائے) ازہری نے کہا عفو لغت میں زائد کو کہتے ہیں۔ جیسے سورۃ بقرہ کی آیت ۲۱۹ میں ویسئلونك ماذا ینفقون قل العفو۔ اور کہا جاتا ہے عفوت لفلان بمال۔ جبکہ مال اس کو دے اور مہربانی سے زائد دے۔ وعفوت له عمالی علیه جبکہ اس کے ذمہ جو کچھ تھا اس کو چھوڑ دیا جائے۔

قولِ جمہور:

جمہور مفسرین آیت کا معنی یہ بتاتے ہیں۔ بس جس آدمی کو اس کے بھائی کی جانب سے معاف کر دی جائے کوئی چیز زائد۔ اس معنی میں فعل کی نسبت مصدر کی طرف کی گئی ہے جیسے کہ اس مثال میں سیر بزید بعض السیر زید کو کچھ چلایا گیا۔

الاخ لانے کی حکمت:

الاخ اس سے مراد مقتول کا وارث بھائی ہے اور اس لفظ سے تعبیر کر کے درحقیقت مہربانی پر آمادہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ دونوں آدم علیہ السلام کی اولاد اور اسلام کے رشتے میں منسلک ہیں۔ مَن سے مراد وہ قاتل ہے جس کو اس کا گناہ معاف کیا جا رہا ہے۔ یہاں آیت میں دوسرے مفعول کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ اور بعض نے کہا۔ کہ لہٗ کا لفظ عنه کی بجائے لایا گیا۔ اور ضمیر لہ اور اخیه میں یہ من کی طرف راجع ہے اور علیه میں بھائی کی طرف راجع ہے۔ یا تمبع کے لئے ہے اس کے لئے فاتباع کا لفظ دلالت کر رہا ہے اب مطلب یہ ہوا کہ مطالبہ کرنے والا قاتل کا پیچھا کرے۔ کس طریقے کے ساتھ۔ یعنی اچھے انداز سے مطالبہ کرے۔ تاکہ اس کو مطلوب ادا کر دیا جائے یعنی قاتل خون کا بدلہ احسان کے ساتھ ادا کرے ٹال مٹول نہ کرے۔ اور نہ اس میں کمی کرے۔ شیٔ من العفو کہا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اگر بعض خون کا حصہ معاف کر دیا گیا۔ یا بعض وارثوں نے معاف کر دیا۔ تو اس وقت معافی کامل ہو گئی۔ اور قصاص ختم ہو گیا۔

دوسرا قول:

نمبر ۲۔ جنہوں نے عفی کی تفسیر شیٔ کے لفظ کو مفعول بہ بنانے کے بغیر کی ہے اور اسی طرح جنہوں نے اعطی کے ساتھ کی ہے یعنی ان الولی اذا أعطی له شیٔ من مالِ اخیه۔ یعنی القاتل بطریق الصلح فلیا خذه بمعروف من غیر تعنیف و لیؤدّه القاتل الیه بلا تسویف۔ بے شک ولی کو جب کوئی چیز اپنے بھائی کے مال میں سے دی جائے یعنی قاتل کے مال میں سے بطور صلح تو اس ولی کو چاہیے کہ وہ اس مال کو دستور کے مطابق لے لے۔ اس میں کوئی سختی نہ برتے۔ اور قاتل بھی اس کو مال بغیر افسوس کے ادا کرے۔

نحو : اتباع کا لفظ مرفوع ہے کیونکہ یہ مبتداء مضمر کی خبر ہے یعنی الواجب اتباع یعنی واجب ہے اتباع کرنا اس حکم کا جو کہ

معافی کے سلسلے میں ذکر کیا گیا۔ ذٰلك اس سے مراد عفو اور دیت لینے کا جو حکم پیچھے ذکر ہوا تخفیف من ربکم ورحمة۔ یہ تخفیف ہے تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی ہے۔ اس لئے تورات میں قتل کے علاوہ دوسرا حکم نہیں تھا اور انجیل میں معافی بغیر بدلے کے تھی۔ اور کوئی حکم نہ تھا۔ ہمارے لئے قصاص اور عفو اور مال صلح کے طریقے سے لینا آسانی اور وسعت کی خاطر جائز کیا گیا۔

دلالتِ آیت:

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا مؤمن ہے کیونکہ قتل کے پائے جانے کے باوجود ایمان کے ساتھ اس کی تعریف ذکر کی گئی اور ایمان کے ساتھ قائم ہونے والا بھائی چارہ باقی رہا۔ اور وہ تخفیف اور رحمت کا حق دار بن گیا۔

تعدی کی تفسیر:

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ : (جو شخص حد سے بڑھا اس کے بعد) یعنی تخفیف کے بعد اور اس نے تجاوز کیا۔ جو اس کے لئے جائز نہیں تھا۔ جیسے غیر قاتل کو قتل کرنا یا دیت لینے کے بعد بھی قاتل کو قتل کر دینا فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ پس اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ الیم۔ سے مراد یہاں آخرت میں سخت دردناک قسم کا عذاب ہے۔

تفسیر آیت ۱۷۹:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ: (تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو) یہ کلام انتہائی فصیح ہے کیونکہ اس میں غرابت پائی جاتی ہے۔

قصاص بڑی زندگی ہے:

نمبر۱۔ قصاص میں انسان قتل ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر آیت میں اس کو حیٰوۃ کے لئے بطور ظرف کے ذکر کیا گیا اور قصاص کو معرفہ لایا گیا۔ اور حیٰوۃ کے لفظ کو نکرہ لا کر خوب بلاغت ظاہر کر دی۔ کیونکہ مطلب یہ بنا۔ کہ تمہارے لئے حکم کی اس قسم میں سے جو کہ قصاص ہے۔ بہت بڑی زندگی ہے۔ اس لئے کہ اس سے اس چیز کی روک تھام کی گئی کہ جو ان میں ایک شخص کے بدلے ایک جماعت کا قتل کر دینے کا رواج تھا۔ تو گویا سب کی زندگی بچ گئی۔

نمبر۲۔ پس فرمایا کہ قصاص میں زندگی ہے۔ یعنی خاص قسم کی زندگی ہے۔ یا اعلیٰ قسم کی زندگی ہے اور وہ وہی زندگی ہے جو قتل سے رک جانے کے بنا پر حاصل ہوئی۔ کیونکہ اس کو بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اگر وہ بھی قتل کرے گا۔ تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اس لئے جب وہ قتل کا ارادہ کرے گا۔ تو یہ بات یاد آتے ہی وہ قتل سے باز رہے گا۔ پس اس کا ساتھی اس کے ہاتھ سے قتل ہونے سے بچ جائے گا۔ اور وہ قصاص سے بچ جائے گا۔ پس قصاص کا حکم انسانوں کی زندگی کا سبب بن گیا۔ یآولی الالباب۔ اے عقل والو۔ لعلکم تتقون۔ تاکہ تم قتل سے بچ جاؤ قصاص سے ڈرتے رہو۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ

تم پر فرض کیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کو موت حاضر ہو جائے تو اپنے والدین اور قرابت

وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا

داروں کے لئے وصیت کرے۔ بشرطیکہ مال چھوڑا ہو۔ یہ حکم لازم ہے ان لوگوں پر جو خدا کا خوف رکھتے ہیں پھر جو شخص سننے کے بعد اس کو

سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ

بدل دے اس کا گناہ انہیں لوگوں پر ہوگا جو اس کو تبدیل کر دیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔ سو جو شخص

خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ

وصیت کرنے والے کی جانب سے کسی جانب داری یا گناہ کا خوف کھائے پھر ان کے درمیان صلح کرا دے سو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع

غفور ہے رحیم ہے۔

تفسیر آیت ۱۸۰:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ: کتب۔ فرض کیا گیا۔ اذا حضر احد کم الموت۔ جب موت آ موجود ہو موت آ موجود ہونے کا مطلب اسباب موت کا ظاہر ہونا ہے۔

مال کو خیر فرمایا:

خیر۔ کا معنی کثیر مال۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے آزاد کردہ غلام نے وصیت کا ارادہ کیا اور اس کے پاس سات سو درہم تھے۔ تو میں نے اس کو منع کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وصیت کے بارے میں فرمایا۔ ان ترك خيرا۔ اگر بہت مال چھوڑے اور تیرے پاس مال نہیں۔ (ابن ابی شیبہ)

الوصیة۔ یہ کُتِبَ کا نائب فاعل ہے۔

وصیتِ وارث:

نمبرا۔ ابتدائے اسلام میں وصیت وارث کے حق میں ثابت تھی۔ پھر سورۂ نساء کی آیت میراث سے منسوخ کر دی گئی جیسا کہ ہم شرح المنار میں ذکر کر چکے ہیں۔

نمبر۲: یہ منسوخ نہیں بلکہ یہ ان کے متعلق ہے جو کفر کی وجہ سے وارث نہیں کیونکہ وہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے۔ آدمی مسلمان ہوتا اور اس کے والدین اور دیگر قرابت والے اسلام نہ لاتے اور اسلام رشتہ وراثت کو منقطع کر دیتا ہے پس ان میں قرابت کے حق کی ادائیگی کے لئے استحباب کے طور پر وصیت جاری کی گئی۔ اس صورت میں کُتِبَ کا معنی فرض نہیں ہوگا۔ (بلکہ لکھ دیا گیا ہوگا) بالمعروف کا معنی عدل ہے۔ اس طرح نہیں کہ مال دار کے لئے وصیت کرے اور فقیر کے لئے نہ کرے اور ثلث مال سے تجاوز بھی نہ کرے حقاً یہ مصدر مؤکد ہے یعنی حق ذلك حقاً۔ یہ ثابت و لازم کیا گیا ہے لازم کرنا علی المتقین۔ ان لوگوں پر جو شرک سے بچنے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۱۸۱:

فَمَنْم بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ: (جو وصیت کو بدل دے اس کے بعد کہ سن چکا۔ تو اس کا گناہ ان لوگوں پر ہے جو اس کو بدلیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والے خبر رکھنے والے ہیں)

فمنم بدله۔ جس شخص نے اپنی طرف سے بدل دیا۔ جبکہ وصیت کرنے والوں اور گواہوں کی طرف سے وصیت شرع کے موافق تھی۔ بعد ماسمعه۔ سن لینے کے بعد یعنی وصیت کر دینے کے بعد فانما اثمه علي الذين يبدلونه۔ اس کا گناہ ان پر ہے جو اس کو بدلتے ہیں۔ یعنی تبدیل کرنے کا گناہ بدلنے والوں کے ذمہ ہے۔ موصی یا موصیٰ لہٗ کے ذمہ نہیں۔ کیونکہ وہ تو اس ظلم سے بری الذمہ ہیں۔ ان اللّٰه سميع عليم : بے شک اللہ وصیت کے قول کو سننے والا اور تبدیل کرنے والے کے ظلم سے واقف ہے۔

تفسیر آیت ۱۸۲:

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: (جس کو خطرہ ہو وصیت کرنے والے کی طرف سے طرفداری کا یا گناہ کا پس اس نے اصلاح کر دی ان کے درمیان تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والے مہربان ہیں)

خوف کا مطلب:

فَمَنْ خَافَ۔ جس کو خطرہ ہوا خاف کا معنی جاننا ہے اور کلام عرب میں یہ معروف ہے۔ کہا جاتا ہے اخاف ان يرسل السمآء۔ مقصد اس سے ظن غالب ہوتا ہے جس کو علم کے قائم مقام لاتے ہیں۔ جیسا اس آیت میں فان خفتم ان لا يقيما۔ اگر تم جانو کہ وہ قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ من موصٍ۔ وصیت کرنے والے سے۔ قراءت۔ یہ قراءت کوفی میں مُوَصٍّ پڑھا گیا۔ سوائے حفص کے۔

جنف و اثم کا فرق:

جَنَفًا اَوْ اِثْمًا۔ وہ طرف داری جو خطاء سے وصیت میں واقع ہو۔ اثم وہ زیادتی جو جان بوجھ کر کی جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ
اے ایمان والو! فرض کئے گئے تم پر روزے جیسا کہ فرض کئے گئے ان لوگوں پر جو تم سے
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا
پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ چند دن کے روزے رکھ لو سو جو شخص تم میں سے مریض ہو
اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ
یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں کی گنتی کر کے روزے رکھ لے اور جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت ہے ان کے ذمہ ہے فدیہ
طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ
ایک مسکین کے کھانے کا۔ پس جو شخص اپنی خوشی سے کوئی خیر کا کام کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمہارے لئے بہتر ہے
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾
اگر تم جانتے ہو۔

ہر تبدیلی باطل نہیں:

فاصلح بینهم۔ اس نے ان کے درمیان اصلاح کر دی۔ یعنی اولاد اور قرابت داروں کو طریق شرع پر لا کر ان میں اصلاح کر دی۔ تو اس صورت میں اس پر گناہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی یہ تبدیلی تو تبدیلی باطل الی الحق ہے۔ اس کا تذکرہ جو باطل سے تبدیل کر کے پھر اس کو حق سے بدل دے تو پھر بھی گناہ نہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہر تبدیلی سے گناہگار نہیں ہوتا۔

دوسرا قول: یہ وصیت کرنے والے کی زندگی میں حکم ہے یعنی جو آدمی کسی وصیت کرنے والے کی وصیت کے وقت موجود تھا۔ پھر اس کو خلاف شرع پا کر اس سے اس کو منع کیا اور اس کو اصلاح پر آمادہ کیا۔ تو اب وصیت کرنے والے کے پہلے قول پر اس کو گناہ نہ ملے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔

۱۸۳۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ: (اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح فرض کیے گئے ان پر جو تم سے پہلے تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ)

تفسیر آیت ۱۸۴:

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: (چند گنتی کے دن ہیں۔ پس جو شخص تم

میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی ضروری ہے۔ اور ان لوگوں پر جو طاقت نہیں رکھتے ایک محتاج کا کھانا کھلانا ہے پھر جو اپنی خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے واسطے بہتر ہے اگر تم سمجھو)

فرضیتِ روزہ:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ۔ کتب یعنی فرض کیے گئے۔ صیام۔ یہ صام کا مصدر ہے مراد رمضان المبارک کے روزے ہیں۔ کما کتب۔ یعنی لکھا جانا جس طرح کہ لکھا گیا۔ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ علی الذین من قبلکم۔ تم سے پہلے لوگوں سے وہ تمام انبیاء علیہم السلام اور امتیں مراد ہیں۔ جو آدم علیہ السلام سے تمہارے زمانے تک ہو گزریں۔ یہ قدیم عبادت ہے اور تشبیہ صرف فرضیت میں ہے کہ ہر ایک پر ان سابقہ امم میں کچھ دنوں کے روزے تھے۔ یعنی جس طرح تم ان دنوں روزہ سے عبادت کرنے والے ہو۔ اس طرح دیگر امتیں بھی روزہ سے عبادت گزاری کرنے والی تھیں۔

روزہ ذریعۂ تقویٰ:

لعلکم تتقون۔ تاکہ تم بچو۔ یعنی روزے کے ذریعے گناہوں سے بچو۔

نمبر ۱۔ کیونکہ روزے نفس کو اس کی خواہشات سے خوب روکنے والے ہیں اور برائی کے مقامات سے نفس کو زیادہ ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے ہیں۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول: تاکہ تم زمرۂ متقین میں پرو دیے جاؤ۔ اس لئے کہ روزہ متقین کا شعار ہے۔

نحو: ایامًا یہ الصیام مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی ان تصوموا ایامًا لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کو صوموا محذوف کا مفعول مانیں۔ کیونکہ مصدر کی صورت میں اجنبی فاصل حائل ہے۔ معدودات۔ گنتی کے معلوم دن یعنی تھوڑے سے دن ہیں۔ کیونکہ قلیل چیز کو ہی گنا جاتا ہے۔ نہ کہ کثیر کو۔

حکم مریض:

فمن کان منکم مریضًا۔ جو تم میں سے بیمار ہو اور روزے کی وجہ سے مرض میں اضافہ کا خطرہ ہو۔ یا وہ سفر پر ہو۔ فعدۃ۔ بس اس پر گنتی ہے یعنی اگر اس نے روزہ نہ رکھا۔ تو جتنے دنوں افطار کیا۔ تو اس کے ذمے ان ایام افطار کے دنوں کی گنتی کے مطابق روزے ہیں۔ پس عدۃ کا لفظ معدود کے معنی میں ہے۔ من ایام اخر۔ جو ایام سفر و مرض کے علاوہ ہوں۔ اُخر یہ غیر منصرف ہے کبریٰ سے کبر اور صُغریٰ سے صُغَر علی الذین یطیقونہ اور ان لوگوں پر جو روزے کی طاقت رکھتے ہیں اور وہ معذور بھی نہیں۔ پس وہ روزہ نہ رکھیں۔ (یہ ان مفسرین کے ہاں ہے جو اس آیت کو منسوخ مانتے ہیں اور جو اس کو منسوخ نہیں مانتے وہ باب افعال کا ہمزہ سلب کے لئے مانتے ہیں) تو ان پر فدیہ ہے۔ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ جو گندم سے نصف صاع اور دوسری اجناس سے ایک صاع دیا جائے گا۔ طعام یہاں فدیہ سے بدل واقع ہے۔

قراءت: ابن ذکوان اور مدنی نے فدیۃ طعام مساکین پڑھا ہے۔ ابتدائے اسلام میں طبائع روزے کی عادی نہ تھیں اس لئے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کے بارے میں اس کے بیانات خوب

الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ

واضح ہیں اور حق و باطل کے درمیان فرق ظاہر کرنے والے ہیں سو جو شخص تم میں سے اس ماہ میں موجود ہو وہ اس میں روزہ رکھے اور جو شخص

مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا

مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں کی گنتی کر کے روزے رکھ لے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی کا ارادہ فرماتا ہے۔ دشواری کا ارادہ

يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ

نہیں فرماتا اور تاکہ تم گنتی پوری کیا کرو۔ اور تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٨٥﴾

اور تاکہ تم شکر کرو۔

افطار و فدیہ کی رخصت دی گئی پھر اختیار آیت فمن شهد منكم الشهر (الأية) اس سے منسوخ ہو گیا۔ اسی وجہ سے فمن كان منكم مريضا (الأية) کو ناسخ و منسوخ دونوں میں ذکر کر دیا۔ تاکہ وہ حکم کی بقاء پر دلالت کرے۔

دوسرا قول: یہ بھی ہے کہ آیت کا معنی اس طرح ہے کہ جو طاقت نہیں رکھتے۔ لا مضمر ہے۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے۔ اس طرح منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں۔ فمن تطوع خيرا۔ جو مقدار فدیہ سے زائد ثواب کی خاطر دے۔ تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ یعنی تطوع یا خیر اس کے لئے بہتر ہے۔

اختلافِ قراءت:

حمزہ و علی رحمہما اللہ نے يطّوع بمعنی تطوع پڑھا ہے۔

تفسیر وَاَنْ تَصُوْمُوْا:

یعنی طاقت والو! تمہارا روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں فدیہ اور تطوع سے بہت بہتر ہے یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ تمہارا سفر و مرض میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے۔ کیونکہ وہ نفس پر زیادہ گراں ہے اگر تم روزے کی فضیلت کو جانتے ہو۔ گویا ان شرطیہ کا جواب محذوف ہے۔

۱۸۵۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ

فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ : (رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور معجزہ (حق و باطل میں) فرق کرنے والی بات پس جو شخص موجود ہو تم میں سے اس مہینے میں پس چاہیے کہ وہ روزہ رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو پس وہ گنتی پوری کرے دوسرے دنوں سے اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں اور تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتے کہ تم پورا کرو گنتی کو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر جو اس نے راہنمائی فرمائی تاکہ تم احسان مانو)

نحو :ا۔ شهر رمضان۔ یہ مبتداء ہو تو الذی اپنے صلہ کے ساتھ اس کی خبر ہے۔

نمبر۲۔ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی هو شهر تو صلہ موصول مل کر شهر رمضان کی صفت ہے۔

نمبر۳۔ کتب علیکم الصیام میں الصیام سے بدل ہے۔

انزل فیه القراٰن۔ **نمبر۱**۔ اس میں قرآن اتارا گیا۔ یعنی اتارنے کی ابتداء ہوئی اور لیلة القدر میں ابتداء کی گئی۔

دوسرا قول: انزل فی شانه۔ کہ اس کی شان میں قرآن مجید اتارا گیا۔ اور وہ یہ آیت ہے۔

کتب علیکم الصیام۔ رمضان۔ یہ رمض سے مصدر ہے۔ جس کا معنی گرمی سے جلنا ہے۔ پھر شہر کی اضافت اس کی طرف کر کے ایک خاص مہینے کا نام بنا دیا۔ یہ غیر منصرف ہے۔ الف۔ نون۔ اور تعریف کی وجہ سے۔

رمضان کی وجہ تسمیہ:

اور اس کے نام رکھنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں بھوک سے جلتے اور سختی برداشت کرتے ہیں۔ اور انہوں نے مہینوں کے نام انہی اوقات سے رکھے تھے۔ جن میں وہ واقع ہوئے۔ یہ مہینہ گرمیوں کی شدت میں واقع ہوا اسی لئے یہ نام رکھ دیا گیا۔

سوال : حدیث میں آیا ہے من صام رمضان ایمانا و احتساباً غفرله ماتقدم من ذنبه۔ اس میں مضاف اور مضاف الیہ قسمیہ کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔

جواب : التباس کا خطرہ نہیں۔ یہ حذف مضاف کی قسم میں سے ہے گویا یہ من صام شهر رمضان ہوا۔

قراءت: القرآن کا لفظ:

القراٰن یہ پورے قرآن میں غیر مہموز ہے۔ مکی رحمہ اللہ کے ہاں۔

هُدًی۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی وہ قرآن اتارا گیا اس حال میں کہ وہ لوگوں کے لئے حق کا ہادی ہے اور حق کی طرف راہنمائی کے لئے اس میں کھلی نشانیاں ہیں اور قرآن حق و باطل میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ قرآن مجید کی پہلی صفت ہدایت بیان کی۔ پھر فرمایا یہ من جملہ ان واضح دلائل سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ راہنمائی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی اور کتب سماویہ کے ذریعہ حق و باطل میں واضح تفریق کر دی۔

فمن شهد۔ پس جو شاہد ہو یعنی موجود و مقیم ہو مسافر نہ ہو۔ پس وہ اس میں روزہ رکھے اور افطار ہرگز نہ کرے۔

نحو : الشهر کا لفظ منصوب ہے مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے اسی طرح لیصمہُ کی ہٗ ضمیر بھی منصوب بوجہ مفعول بہ نہیں۔ کیونکہ مقیم ومسافر مہینہ میں حاضر وموجود ہوتے ہیں۔

افطار مرض وسفر میں مباح ہے:

ومن کان مریضًا تافعدة من ایام اخر عدة مبتدا اور خبر محذوف ہے یعنی فعلیه عدةٌ ای صوم عدة۔ پس اس پر گنتی کے روزے ہیں۔ یرید اللّٰه بکم الیسر۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں اسی لئے سفر ومرض میں افطار کو مباح کردیا۔ ولا یرید بکم العسر اور تم پر سختی کرنا نہیں چاہتے۔

مسئلہ : جن حضرات نے مریض ومسافر پر افطار کو فرض قرار دیا۔ انہوں نے اس آیت کے مفہوم سے اعراض کیا۔ ولتکملوا العدة۔ تاکہ تم گنتی پوری کرو۔ قضا کے ساتھ جو تم نے افطار کیا۔ جب مرض وسفر زائل ہو جائیں۔ فعل معلل محذوف ہے اور ما سبق اس پر دلالت کرتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لتعلموا ولتکملوا العدة تاکہ تم جان لو اور تاکہ تم اس گنتی کو قضا سے پورا کرلو۔ جو تم نے افطار کیا ہے۔

حکم شکر:

ولتکبروا اللّٰه علی ما ھدٰکم ولعلکم تشکرون۔ (اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔ اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔ اور تاکہ تم شکرادا کرو) مشروعیت پر۔ یعنی ان تمام باتوں پر جو مذکور ہوئیں۔ حاضر کو مہینے کے روزہ کا حکم۔ افطار کیے ہوئے ایام کو دوسرے دنوں میں گن کر پورا کرنے کا حکم اور رخصت کے وقت افطار کی اباحت پر شکرادا کرو۔ ولتکملوا گنتی کی رعایت کا حکم جو دیا اس کی یہ علت ہے۔ ولتکبروا اللّٰه۔ یہ قضاء اور افطار کی ذمہ داری سے نکلنے کی جو کیفیت معلوم ہوئی۔ اس کی یہ علت ہے۔ اور لعلکم تشکرون۔ یہ رخصت ملنے کی علت ہے۔

عجیب ترتیب:

یہ انتہائی شاندار قسم کی ترتیب ہے۔ تکبیر کو عَلٰی سے متعدی کیا گیا۔ اس لیے کہ اس میں حمد کا معنی پایا جاتا ہے۔ گویا یوں فرمایا تاکہ تم اس کی تعظیم کرو۔ اس حالت میں کہ تم اس کی اس بات پر حمد کرنے والے ہو۔ کہ اس نے اپنی طرف سے تمہیں ہدایت دی۔

قراءت: ابوبکر رحمہ اللہ نے لتکملوا تشدید میم سے پڑھا ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ

اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں سو بلاشبہ میں قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے۔

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

سو وہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ نیک راہ پر رہیں۔

تفسیر آیت ۱۸۶:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ: (جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو کہیں۔ میں قریب ہوں۔ قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب وہ مجھ سے دعا کرے۔ پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ تاکہ وہ سیدھا راستہ پائیں)

شانِ نزول: ایک بدو نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم چپکے چپکے دعا کریں۔ یا دور ہے کہ زور سے پکاریں۔ تو یہ آیت اتری۔ (تفسیر طبری)

مراد قرب:

قرب سے مراد قرب مکانی نہیں۔ کیونکہ اس سے ذات باری تعالیٰ بلند و بالا ہے۔ قرب علم و اجابت مراد ہے۔ (بلکہ قرب واقعی مراد ہے جس کا ادراک وحی سے ہوسکتا ہے)

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۔ میں قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ تاکہ وہ سیدھا راستہ پائیں۔

اختلافِ قراءت:

سہل، یعقوب، ابوعمرو، نافع رحمہم اللہ نے سوائے قالون کے حالت وصل میں الداع، دعان کو الداعی، دعانی پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے دونوں حالتوں میں بغیر یاء پڑھا ہے۔

اجابت کے رخ :

اجیب۔ اجابت دعا کا تو سچا وعدہ ہے وعدہ خلافی ناجائز ہے۔ البتہ اجابت دعا میں حاجت کے پورے ہونے میں تخالف ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اجابت دعوت یہ ہے کہ بندہ کہے۔ یارب پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لبیك عبدی۔ تو یہ بات ہر بندۂ مؤمن کے لئے موجود ہے اور رہی قضائے حاجت یعنی مراد دینا۔ نمبر۱۔ تو اس میں کبھی تو فوراً مل جاتی ہے۔ نمبر۲۔ کبھی کچھ مدت بعد۔ نمبر۳۔ اور کبھی آخرت میں ملے گی۔ نمبر۴۔ اور کبھی اس مطلوب چیز کے علاوہ میں اس کے لئے خیر ہوتی ہے۔ وہ دے دی جاتی ہے۔ فلیستجیبوا لی۔ پس ان کو میرا حکم ماننا چاہیے۔ جبکہ میں ان کو ایمان و طاعت کی طرف

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَآئِكُمْ ۭ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ

حلال کیا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں بیویوں میں مشغول ہونا، وہ لباس ہیں تمہارے لئے

اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ

اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ نے جان لیا کہ بلاشبہ تم اپنے نفسوں کی خیانت کرتے تھے سو اس نے تمہاری توبہ

عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠

قبول فرمائی اور تم کو معاف فرما دیا۔ سو اب ان سے میل ملاپ کرو، اور تلاش کرو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ

اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید تاگہ سیاہ تاگہ سے ممتاز ہو کر ظاہر ہو جائے۔

مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ

یعنی فجر کا تاگہ پھر تم روزے پورے کرو رات تک اور بیویوں سے میل ملاپ نہ کرو اس حال میں کہ تم

عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ۭ كَذٰلِكَ

اعتکاف کئے ہوئے ہو مسجدوں میں۔ یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں لہٰذا ان کے پاس نہ پھٹکو اسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

اللہ بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے اپنی آیات تاکہ لوگ پرہیزگار بنیں۔

بلاؤں جیسا کہ وہ حاجات کے وقت مجھے پکارتے ہیں۔ تو ان کی حاجات پوری کرتا ہوں۔ ولیؤمنوا بی۔ اور مجھ پر ایمان لائیں۔ ان دونوں میں لام امر ہے۔

لعلھم یرشدون تاکہ وہ سیدھا راستہ پائیں یعنی گزشتہ خصلتوں پر کاربند ہوں تاکہ ہدایت پانے کے امیدوار ہوں۔ رشد یہ غیّ کی ضد ہے۔

شانِ نزول : ابتدائے اسلام میں جب آدمی عشاء کی نماز پڑھ لیتا یا اس سے پہلے سو یا رہتا تو اس پر کھانا پینا جماع اگلی رات تک حرام ہو جاتا۔ صرف کھانا پینا اور جماع شام کے بعد عشاء پڑھنے اور جاگتے رہنے تک درست تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد اپنی زوجہ سے صحبت کر لی۔ پس جب غسل کر چکے۔ تو رونے اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں یہ مناسب نہ تھا۔ تو یہ آیت اتری۔

۱۸۷ : اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ

اَلْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ :(حلال کر دیا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا وہ تمہارا لباس اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جانا کہ تم چوری سے اپنا نقصان کرتے ہو۔ پس اس نے معاف کیا۔ اور تم سے درگزر کیا۔ پس اب تم ان سے ہم بستر ہو اور تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تمہارے لئے اور کھاتے پیتے رہو۔ یہاں تک کہ صاف نظر آنے لگے۔ تمہیں صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے۔ پھر پورا کرو روزہ رات تک۔ اور نہ ہم بستر ہو ان سے جبکہ تم اعتکاف کرنے والے ہو۔ مساجد میں یہ اللہ تعالیٰ کے ضابطے ہیں۔ پس ان کے نزدیک بھی نہ جاؤ اسی طرح اللہ تعالیٰ صاف صاف بیان کرتا ہے اپنی نشانیاں لوگوں کے لئے تا کہ وہ پرہیزگار بنیں)

لباس سے تشبیہ کی وجہ:

احل لکم لیلۃ الصیام الرفث۔ رفث جماع کو کہتے ہیں۔ الی نساء کم۔ رفث کو اِلی سے متعدی کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں افضاء یعنی جماع کا مفہوم پایا جاتا ہے اور افضاء اِلی سے متعدی ہوتا ہے البتہ رفث کے لفظ کو کنایہ کے لئے استعمال کیا۔ حالانکہ اس میں قبح کا معنی پایا جاتا ہے افضاء کا لفظ نہیں لائے۔ اس سے اس قباحت کی طرف اشارہ کیا۔ جو قبل از اباحت پائی گئی تھی۔ جیسا کہ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ میں خیانت سے تعبیر کیا۔ اور چونکہ مرد و عورت ایک دوسرے سے لپٹتے ہیں اور ہر ایک دوسرے پر مثل لباس کے مشتمل ہو جاتا ہے۔ اس لئے دونوں کو ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ دی۔ جو کہ جسم کو ڈھانپنے والا ہوتا ہے۔ اپنے اس ارشاد سے هن لباس لکم و انتم لباس لهن۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ لباس جس طرح پہننے والے کو چھپا لیتا ہے اسی طرح مرد اور عورت ایک دوسرے کو حرام سے چھپاتے اور روکتے ہیں۔

نحو: هن لباس لکم یہ جملہ مستانفہ ہے جو کہ بیان کی طرح ہے احلال کے سبب کے لئے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جب تمہارے اور ان کے درمیان اتنا گہرا میل جول ہے۔ اور تمہارا ان سے صبر ممکن نہیں۔ اور ان سے پرہیز تم پر گراں ہے اسی لئے ان کے ساتھ مباشرت کی اجازت تمہیں دے دی گئی۔ علم اللّٰه انکم کنتم تختانون انفسکم۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اپنے نفسوں پر جماع کر کے ظلم کرتے ہو۔ اور اپنے خیر کے حصہ میں کمی کرتے ہو۔ الاختنان یہ خیانت سے ہے جیسا کہ اکتساب کسب سے ہے۔ مزید میں زیادتی اور شدت ہے۔ فتاب علیکم۔ پس اس نے تم پر رجوع فرمایا جبکہ تم نے ارتکاب ممنوع سے توبہ کی۔ وعفا عنکم اور اس نے معاف کر دیا جو تم نے رخصت سے پہلے کیا۔ فالئٰن باشروهن۔ اب ان سے ملو۔ یعنی روزے کی راتوں میں جماع کرو یہ امر اباحت کے لیے ہے مجامعت کو مباشرت اس لیے کہا۔ کیونکہ دونوں کے چمڑے آپس میں ملتے ہیں۔

تلاش کا مطلب:

وابتغوا ما کتب اللّٰه لکم اور تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ یعنی

نمبر ا۔ تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں مباشرت کے ساتھ اولا د لوح محفوظ میں لکھ دی ہے مطلب یہ ہوا کہ فقط تقاضائے

شہوت کی خاطرمت مباشرت کرو۔ بلکہ نکاح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جوتوالدوتناسل کا سلسلہ بنایا ہےاس کو سامنے رکھو۔
نمبر۲۔ اس مقام میں تلاش کرو۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کردیا ہےاوراس کو حلال کردیا ہے نہ وہ مقام جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

دھاگے کی مشابہت:

وکلوا واشربوا حتّٰی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود ۔خیط ابیض سفید دھاگے سے مرادافق میں پھیلنے والی سفیدی جو کھینچے ہوئے دھاگے کی طرح ہوتی ہے۔سیاہ دھاگے سے مرادرات کی وہ سیاہی جوافق میں پھیلی ہوتی ہے۔ان کے افق میں پھیلنے کی بناء پر سیاہ وسفید دھاگے سے تشبیہ دی۔ **من الفجر** ۔نمبر۱۔ یہ **خیط ابیض** کا بیان ہے کہ فجر کی سفید دھاری مراد ہے نہ اور کچھ۔خیط اسود کا بیان ترک کردیا۔ کیونکہ متضاد میں ایک کا بیان خوددوسرے کا بیان ہے۔
نمبر۲۔ مِنْ تبعیضیہ ہے کیونکہ یہ فجر کا بعض اور خصوصاً پہلا بعض ہے۔
بلاغت: اس کو استعارہ قرار دے کر تشبیہ بلیغ بنایا گیا جیسا کہو۔ **رایت اسدًا** ۔مجاز ہے۔اگراس پر **من فلان** کا لفظ اضافہ کردیا تو یہ تشبیہ بن گئی۔
حضرت عدیؓ بن حاتم ۹ ھ میں مسلمان ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے سفید وسیاہ دھاگے لے کر ان کو اپنے تکیے کے نیچے رکھ دیا۔میں نے ان کو نکال کر دیکھا۔ تو سیاہ وسفید میں امتیاز نہ ہوسکا۔پس میں نے نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا **انلک لعریض القفا** یعنی تو سلیم القلب ہے کیونکہ یہ محاورہ تو قلت عقل وفہم پر بولا جاتا ہے۔آپ نے فرمایا اس سے تو دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی مراد ہے۔
ثم اتموا الصیام الی الّیل ۔پھر تم روزہ پورا کرو رات تک یعنی ان چیزوں سے رات تک رکو۔

مسئلۂ عجیب:

نمبر۱۔ اس میں دلیل ہے کہ صوم رمضان کی نیت دن میں کی جاسکتی ہے۔
نمبر۲۔ فجر تک غسل کا مؤخر کرنا جائز ہے۔
نمبر۳۔ وصال کے روزے کی نفی کی گئی۔
نمبر۴۔ کھانے پینے سے بھی کنارہ لازم ہے۔
نمبر۵۔ جنابت روزے کے منافی نہیں۔

آیت سے ماخوذ مسائل:

وانتم عاکفون فی المسٰجد ۔اورتم اعتکاف کرنے والے ہو۔مساجد میں۔یعنی ان میں حالت اعتکاف میں ہو۔
مَسْئَلَہ: اس سے واضح ہوگیا۔کہ رمضان شریف کی راتوں میں جماع حلال ہے لیکن اس کی حلت غیر معتکف کے لئے ہے۔

وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَی الْحُکَّامِ

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل ذریعہ سے مت کھاؤ۔ اور نہ لے جاؤ ان کو حاکموں کی طرف

لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع ۲۳

تاکہ کھا جاؤ ایک حصہ لوگوں کے مالوں میں سے گناہ کے ساتھ حالانکہ تم جانتے ہو۔

وانتم یہ جملہ موضع حال میں ہے۔

مَسْئَلَہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف مسجد میں ہی ہوسکتا ہے کسی بھی مسجد میں ہوسکتا ہے کوئی مسجد مخصوص نہیں۔

تلک۔اس سے ان احکام کی طرف اشارہ ہے جو ذکر ہو چکے۔ حدود اللّٰہ۔ اللہ کی حدود سے مراد مقررہ احکام ہیں۔ فلا تقربوھا۔ان کے قریب مت جاؤ یعنی ان کی مخالفت اور تبدیلی کے قریب بھی مت گزرو۔ کذلک یبین اللّٰہ ایاتہ۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کر اپنی آیات بیان کرتے ہیں۔آیات سے مراد احکامات ہیں لعلھم یتقون۔تاکہ وہ متقی بن جائیں۔یعنی حرام سے بچیں۔

۱۸۸۔ وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ:(اور نہ کھاؤ آپس میں اپنے مال ناحق اور نہ ذریعہ بناؤ ان مالوں کو حاکموں تک رسائی تاکہ کھاؤ تم تھوڑا مال لوگوں کا گناہ کے ساتھ حالانکہ تم جانتے ہو) ولا تاکلوا۔تم نہ کھاؤ اپنے اموال اپنے درمیان یعنی تم ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ بالباطل۔ ناحق کے ساتھ یعنی اس طریق سے جس کو اللہ تعالیٰ نے مباح نہیں کیا اور نہ مشروع قرار دیا ہے۔

ناحق فیصلے کی مذمت:

وتدلوا بھا الی الحکام اور نہ حکام کے پاس لے جاؤ تاکہ تم لوگوں کے اموال میں سے کچھ کھاؤ یہ مجزوم ہے نہی کے تحت داخل ہے۔یعنی نہ ڈالو اموال کا معاملہ اور ان میں فیصلہ حکام کے پاس۔لتاکلوا، تاکہ تم کھاؤ یعنی فیصلہ کے ذریعہ۔فریقا، کچھ۔من اموال الناس بالاثم،لوگوں کے اموال میں سے گناہوں کے ساتھ۔اثم۔سے مراد جھوٹی گواہی یا جھوٹی قسم یا صلح کے ساتھ یہ جانتے ہوئے کہ جس کے حق میں فیصلہ ہوا ہے وہ ظالم ہے۔رسول اللہ ﷺ نے دونوں فریق کو فرمایا۔انما انا بشر وا نتم تختصمون الیّ ولعلّ بعضکم الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشیء من حق اخیہ فلا یاخذن منہ شیئًا فان ما اقضی لہ قطعۃ من نار۔اے لوگو! میں تمہاری طرح انسان ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے، فیصلے کرانے کے لئے لاتے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض تم میں سے اپنی دلیل اور اظہار بیان میں دوسرے سے زیادہ زبان آور اور فصیح ہو پھر اسکے بیان پر میں اسکے موافق فیصلہ کر دوں تم کو چاہیے کہ جس کے لیے میں اسکے بھائی مسلمان کے حق میں سے کچھ دلاؤں۔اس کو نہ لو کیونکہ یہ لینے والے کے لئے میں نے گویا آگ کا ایک انگارہ دیدیا۔ (بخاری و مسلم)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ

وہ آپ سے چاندوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے اور نیکی

الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا

نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے پچھواڑوں کی طرف سے آؤ لیکن نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص تقویٰ اختیار کرے، اور آ جاؤ تم

الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

گھروں میں ان کے دروازوں سے۔ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

پس اس فرمانے پر وہ دونوں رونے لگے اور ہر ایک نے کہا میرا حق میرے ساتھی کا ہے (احمد)

بعض نے وتدلوا بھا کا مطلب یہ کیا بعض کو نہ لے جاؤ بڑے مقام کے پاس رشوت کے طور پر۔ عرب کہتے ہیں ادلی دلوہ۔ اس نے اپنا ڈول کنوئیں میں ڈالا پانی نکالنے کے لئے۔ وانتم تعلمون حالانکہ تم جانتے ہو۔ کہ تم باطل پر ہو اور جانتے ہوئے گناہ کا ارتکاب قباحت میں برتر ہے اور اس کا مستحق توبیخ کا زیادہ مستحق ہے۔

شانِ نزول: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند کیونکر دھاگے کی طرح باریک ظاہر ہو کر بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھ کر برابر ہو جاتا ہے۔ پھر کم ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اسی حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ جس میں شروع میں تھا۔ آخر یہ سورج کی طرح ایک حالت میں کیوں نہیں رہتا۔ تو یہ آیت اتری۔

۱۸۹: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے لوگ پہلی رات کے چاند کا حال پوچھتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ یہ وقت ہیں لوگوں کے (معاملات) کے لئے اور حج کے واسطے اور نیکی نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ بلکہ نیکی اس کی ہے جو پرہیزگاری کرے اور آؤ گھروں میں ان کے دروازوں کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ) یسئلونك عن الاهلة۔ اهله هلال کی جمع ہے۔ ہلال کو ہلال کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی آوازیں چاند دیکھتے وقت بلند کرتے تھے۔

چاند ذریعۂ وقت ہے:

قل هی مواقیت للناس والحج۔ کہہ دیں وہ لوگوں اور حج کے لئے اوقات ہیں۔ یعنی نشان ہیں۔ جن سے لوگ اپنے کھیتوں، تجارات، قرضہ جات، روزے، افطار، عدت نساء، ایام حیض، مدت حمل وغیرہ کے احکام کا وقت معلوم کرتے ہیں اور حج کے نشان ہیں۔ جن سے حج کے اوقات مقرر ہوتے ہیں۔

طریق انصار:

بعض انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب وہ احرام باندھ لیتے تو وہ کسی دروازے کی طرف سے احاطۂ گھر اور نہ ہی کسی خیمہ میں داخل ہوتے۔ اگر وہ کچے مکانات والے ہوتے تو گھر کے پچھلی طرف سوراخ کر کے داخل ہوتے اور گھر سے نکلتے۔ اور اگر خیمے والا ہوتا تو خیمے کی پچھلی جانب سے نکلتا پس (اس رسم بد کے ازالہ کے لئے) یہ آیت نازل ہوئی۔ ولیس البر کہ نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں پچھلی جانب سے داخل ہو۔ یعنی نیکی نہیں دروازہ سے داخل ہونے میں بتکلف اپنے آپ کو تنگی میں ڈالنا۔

نحوی تحقیق:

البر کے رفع میں یہاں سب کا اتفاق ہے کیونکہ آیت اس جگہ دونوں احتمال رکھتی ہے جیسا کہ ہم نے واضح کیا تھا۔ پس رفع نصب اس جگہ درست ہے مگر اس آیت میں ایک ہی احتمال ہے اور وہ رفع ہے اس لئے کہ لیس کی خبر پر باء ہی داخل ہوتی ہے ولکن البر لیکن نیکی تو اس شخص کی ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا ان چیزوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔

اختلافِ قراءت:

البیوت کو کسرہ اول کے ساتھ (ابن کثیر) ابن عامرؒ کسائی نے پڑھا اسی طرح اس کے باب العیون۔ الشیوخ وغیرہ میں مگر مدنی۔ بصری، حفص رحمہم اللہ نے البیوت کو ضمہ کے ساتھ اصل ہی پڑھا ہے۔ جیسے کعب کعوب۔

کسرہ کی وجہ یہ بتائی گئی کہ اس کے بعد یاء آ رہی ہے مگر اس سے لازم آتا ہے کہ کسرہ سے ضمہ کی طرف نکلنا لازم ہے۔ اس کے مطابق مطلب یہ ہوا۔ کہ جب جانداروں کے بارے میں انہوں نے سوال کیا اور اس کے نقصان کی حکمت دریافت کی۔ تو ان کو کہا گیا کہ تم بخوبی جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں وہ عین حکمت ہے پس یہ سوال ترک کر دو اور غور کرو۔ اس ایک خصلت کے متعلق کہ یہ نیکی میں سے کسی درجہ کی بھی نہیں۔ حالانکہ تم اس کو نیکی خیال کرتے ہو۔ ماقبل سے اس آیت کے تعلق کی یہ وجہ ہے۔

دوسرا قول: یہ بھی ممکن ہے کہ جن چیزوں کا ذکر ہوا یعنی مواقیت حج ان کے لئے بطور استطراد (کلام کو اس انداز سے ذکر کرنا کہ دوسرا کلام خود لازم آ جائے) لایا گیا ہو۔ چونکہ یہ ان کے من جملہ افعال حج میں سے تھا۔

تیسرا احتمال: ممکن ہے کہ یہ تمثیل ہو کیونکہ انہوں نے سوال الٹ کیا تو ان کو کہا گیا تمہاری مثال اس میں اس جیسی ہے جیسے کوئی گھر کا دروازہ چھوڑ کر گھر کی پشت سے داخل ہو اب مطلب یہ ہوا یہ کوئی نیکی نہیں اور نہ تمہیں اس پر قائم رہنا مناسب ہے کہ الٹ سوال کرو۔ لیکن اصل نیکی تو اس کی ہے جو ان چیزوں سے بچا اور اس نے پرہیز کیا۔ اور اس قسم کی جسارت نہ کی۔

افعالِ الٰہی میں حکمت:

وأتوا البیوت من ابوابھا۔ آؤ گھروں میں ان کے دروازوں سے یعنی معاملات کو اس طرح اختیار کرو۔ جیسے لازم ہوتے ہیں الٹ مت کرو۔ یا

دوسرا قول: مراد یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال میں حکمت ہے اور درست ہیں ان کے متعلق دل میں

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ

اور اللہ کی راہ میں جنگ کرو ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں، اور زیادتی مت کرو،

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ

بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، اور تم ان کو قتل کرو جہاں بھی پالو،

وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ

اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا، اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ

اور ان سے جنگ مت کرو مسجد حرام کے پاس جب تک کہ وہ تم سے اس میں خود نہ لڑیں۔ سو اگر

قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا

وہ تم سے جنگ کریں تو تم ان کو قتل کر دو۔ ایسی ہی جزا ہے کافروں کی۔ سو اگر وہ باز آ جائیں

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ

تو اللہ غفور رحیم ہے۔ اور ان سے یہاں تک جنگ کرو کہ فتنہ باقی نہ رہے

وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹۳﴾

اور ہو جائے دین اللہ ہی کے لئے۔ پس اگر وہ باز آ جائیں تو زیادتی نہیں ہے مگر ظالموں پر۔

کوئی شبہ نہیں لانا چاہیے اور نہ کوئی اعتراض کر کے شک کرنا مناسب ہے بلکہ سوال بھی نہ کرنا چاہیے کیونکہ سوال کے متعلق شک کا قرین ہونے کی وجہ سے اتہام والزام ہے جیسا سورۃ انبیاء آیت نمبر ۲۲ میں فرمایا۔ لایسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں اس کا سوال نہیں کیا جا سکتا لوگوں سے پوچھا جائے گا۔ واتقوا اللّٰہ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ان کے تمام احکام میں جن کا اس نے حکم دیا اور جن سے روکا لعلکم تفلحون۔ تا کہ تم کامیاب ہو کر سرمدی نعمتوں کو پالو۔

مفہوم آیت میں چار اقوال:

۱۹۰۔ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۔ اور اللہ کی راہ میں جنگ کرو ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو' بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ اللہ کے راہ میں مقاتلہ کا مطلب اعلائے کلمۃ اللہ اور عظمت دین کے لئے جہاد کرنا ہے الذین یقاتلونکم۔ جو تم

سے لڑائی کرتے ہیں نہ ان سے جو کہ باز رہنے والے ہیں اس صورت میں یہ آیت سورۃ التوبہ آیت نمبر ۳۶ قاتلوا المشرکین کافۃ سے منسوخ مانی جائے گی۔

دوسرا قول: یہ آیت سب سے پہلی آیت ہے جو قتال کے سلسلہ میں اتری۔ پس رسول اللہ ﷺ اس سے لڑتے جو آپ سے لڑتا اور اس سے ہاتھ روکتے جو لڑائی سے باز رہتا۔

تیسرا قول: جو تم سے لڑائی قائم کرنے والے ہیں یعنی نوجوان نہ وہ جو لڑائی کے قابل نہیں مثلاً بوڑھے، بچے، رہبان عورتیں۔

چوتھا قول: تمام کفار مراد ہیں کیونکہ وہ تمام ہی مسلمانوں سے لڑائی کا قصد کرنے والے ہیں اور قاصدین مقاتلین کے حکم میں ہیں۔

حد سے نہ بڑھنے کا مطلب:

ولا تعتدوا۔ حد سے نہ بڑھو۔ یعنی قتال میں ابتداء کر کے۔

دوسرا قول: حد سے نہ بڑھو ان سے لڑائی کر کے ان سے لڑائی منع کی گئی مثلاً بوڑھے عورتیں وغیرہ

تیسرا قول: مثلہ کر کے حد سے نہ بڑھو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

تفسیر آیت ۱۹۱:

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ: (اور ان کو قتل کرو جہاں تم ان کو پاؤ) الثقف کسی چیز کو جلدی پالینا اور اس پر غلبہ حاصل کر لینا۔ یعنی جس جگہ ان کے قتل پر قادر ہو۔

وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ: (اور ان کو وہاں سے نکالو۔ جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا) یعنی مکہ سے

وعدۂ الٰہی:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فتح مکہ کا وعدہ فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے اسلام نہ لانے والوں کے ساتھ ایسا سلوک فرمایا۔

فتنہ سے مراد:

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ نمبر ۱۔ فتنہ سے مراد یہاں شرک ہے جو قتل سے عظیم تر ہے یہ قتل ایک وقت میں مسلمانوں کے لئے مباح کر دینگے۔

دوسرا قول: فتنہ سے عذاب آخرت مراد ہے۔

تیسرا قول: وہ مشقت و مصیبت جو انسان پر اترتی ہے اور قتل سے بڑھ کر اس سے سزا پاتا ہے۔

نکتہ: ایک عقل مند سے کسی نے پوچھا۔ ماالشد من الموت موت سے زیادہ سخت کونسی چیز ہے؟ اس نے جواب دیا وہ مصیبت جس میں موت کی تمنا کی جائے۔ تو گویا اخراج عن الوطن کو اُن فتن سے قرار دیا جن میں ابتداء کے وقت موت کی تمنا کی جاتی ہے۔

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ : (ان سے مسجد حرام کے پاس مت لڑو) یعنی حرم میں ان کے ساتھ لڑائی کی ابتداء نہ کرو۔ (یہاں تک کہ وہ ابتداء کریں)۔ عند المسجد سے مراد سارا حرم ہے۔

فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ : (اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان سے لڑو) حرم میں۔ ہمارے نزدیک اشہر حرم میں بھی قتل نہ کریں گے۔ مگر جب کہ وہ ہمارے ساتھ قتل میں ابتداء کریں۔ پس اس وقت ہم ان کو قتل کریں گے۔ اگرچہ فاقتلوھم حیث ثقفتموھم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قتل ہر جگہ مباح ہے لیکن آیت۔ لاتقاتلوھم عندالمسجد الحرام سے حرم کی تخصیص ہوگئی۔ سوائے اس صورت کے جس میں وہ ابتداء کریں۔

(تفسیر شرح التاویلات میں اسی طرح مذکور ہے) كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ (کافروں کی سزا اسی طرح ہے) نحو۔ یہ مبتداء و خبر ہے۔

اختلافِ قراءت:

حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے اس طرح پڑھا۔ و لا تقتلوھم حتّٰی یقتلوکم فان قتلوکم

تفسیر آیت ۱۹۲:

فَاِنِ انْتَهَوْا : (اگر وہ باز آجائیں) یعنی شرک سے اور قتال سے

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ : (بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے) ان تمام سرکشیوں کو جو پہلے کی جا چکیں۔

رَّحِيْمٌ : (مہربان ہے) ان کے ایمان و توبہ کو قبول فرمائے گا۔

۱۹۳۔ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ : (ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے) یعنی شرک

نحوی تحقیق:

یہ کان تامہ ہے اور حتی کَیْ کے معنی میں ہے یا اِلٰی اَنْ کے معنی میں

وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ :(اور دین ہو جائے خالص) اس طرح کہ شیطان کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو۔ یعنی اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کی جائے۔

ظالم سے مراد:

فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ :(اگر وہ باز آجائیں تو کسی پر زیادتی نہیں سوائے ظالموں کے) یعنی اگر وہ کفر سے باز آجائیں تو ان سے مت لڑو۔ اس لئے کہ زیادتی صرف ظالمین پر ہی ہے اور یہ ایمان کی وجہ سے ظالم نہیں رہے)

دوسرا قول: ظالموں کے سواء کسی پر زیادتی نہ کرو۔ جو ظالم باز نہ آنے والے ہوں۔

بلاغت: آیت میں مشاکلہ ہے کہ جزائے ظلم کو ظلم کہہ دیا جس طرح سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۴ میں فمن اعتدٰی علیکم فاعتدوا علیہ میں بدلہ اعتداء کو اعتداء کہہ دیا گیا ہے۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى

حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینہ کے عوض، اور حرمتیں معاوضہ کی چیزیں ہیں، سو جو شخص تم پر کوئی زیادتی

عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا

کرے تو اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین کرو

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تفسیر آیت ۱۹۴:

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ :حرمت والا مہینہ بدلہ میں حرمت والے مہینے کے اور حرمت والی چیزوں میں برابری ہے۔ جو زیادتی کرے تم پر تو تم اس پر زیادتی کرو اسی قدر جتنی اس نے زیادتی کی۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین کر لو اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے)

۶ھ۔ ذیقعدہ حدیبیہ والے سال مشرکین نے مسلمانوں سے شہر حرام ذوالقعدہ میں لڑائی کی۔ پس عمرة القضاء ۷ھ ذیقعدہ میں یہ بات کہی گئی۔ لڑائی کو ذیقعدہ کی بناء پر ناپسند کیا تو فرمایا۔ حرمت والا مہینہ بدلے حرمت والے مہینے کے ہے اور اس کی بے حرمتی ان کی بے حرمتی کے بدلے میں ہے۔ یعنی تم اس کی حرمت سے بے پروائی ان کے بے حرمتی کے مقابلہ میں کر رہے ہو۔

وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ۔ حرمت کی اشیاء میں برابری جاری ہوتی ہے جو کسی چیز کی بے حرمتی کرے۔ تو اس حرمت کا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ کہ اس کی بے حرمتی کی جائے گی۔ پس جب انہوں نے تمہارے مہینے کی حرمت کو توڑا ہے تو تم بھی ان سے اسی طرح کرو اور کوئی پرواہ نہ کرو۔ اور فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ ۔ کہ جو حد سے گزرے۔ پس اس پر اتنی زیادتی کرو۔ جتنی اس نے تم پر کی۔ سے اس کی تائید کر دی۔ مَنْ شرطیہ ہے اور باء زائدہ نہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے بعقوبة مماثلة یعنی ایسی سزا جو مماثل ہو اور ان کی عداوت کے پیش نظر تقویٰ اختیار کرو۔

یا باء زائدہ مان لیں۔ تو تقدیر عبارت یہ ہے۔ عدوا انا مثل عداونهم۔ یعنی ایسی زیادتی جو ان کی زیادتی جیسی ہو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس حالت میں کہ تم زیادتی کرنے والوں پر غلبہ پانے والے ہو۔ پس ان پر ایسی زیادتی نہ کرو۔ جو تمہارے لئے حلال نہ ہو۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۔ اور یقین کر لو بے شک اللہ متقین کے ساتھ ہیں۔ اپنی مدد کے ساتھ (معیت، نصرت و مدد ہی مراد ہے)

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ ۖۛ وَاَحْسِنُوْا ۚۛ اِنَّ

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور نہ ڈالو اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں، اور خوبی کے ساتھ کام کیا کرو، بے شک

اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾

اللہ تعالیٰ خوبی کے ساتھ کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

تفسیر آیت ۱۹۵:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ : (اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ نیک لوگوں کو پسند کرتا ہے) وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور خرچ کرو اللہ کی رضا مندی میں یہ انفاق جہاد اور دیگر میں عام ہے۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ اور تم اپنے نفسوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ ایدیکم سے مراد نفس ہیں۔ باء زائدہ ہے۔ یا نہ قتل کرو اپنے نفسوں کو اپنے ہاتھوں جیسا عرب کہتے ہیں **اھلك فلان نفسه بیده** جب کہ وہ اپنے نفس کی ہلاکت کا سبب بنے۔ مطلب یہ ہوا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو ترک کرنے کی ممانعت ہے۔

ترک انفاق ممنوع ہے:

کیونکہ یہ ہلاکت کا سبب ہے یا خرچہ میں فضول خرچی کرے یہاں تک کہ فقیر ہو جائے اور اپنے اہل کو ضائع کر دے۔ یا نفس کو خطرات میں مبتلا کرنا۔ یا غزوہ کے ترک سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔ کیونکہ وہ دشمن کی تقویت کا باعث ہے۔ التہلکہ: ہلاک الھلك یہ ایک ہی ہیں۔ واحسنوا: اور نیکی کرو۔ یعنی اس کے بدلے کے متعلق اچھا گمان اللہ پر رکھو۔ ان اللّٰہ یحب المحسنین۔ (بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) جو محتاجوں کو دیتے ہیں۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ

اور پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پس اگر تم کو روک دیا جائے تو قربانی کا جانور جو میسر ہو ذبح کر دو،

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ

اور اپنے سروں کو اس وقت تک نہ مونڈو جب تک کہ قربانی کا جانور اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے۔ سو جو شخص تم میں سے مریض ہو یا اس کے

اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ

سر میں تکلیف ہو تو فدیہ دیدے روزوں سے یا صدقے سے یا قربانی کے جانور سے۔

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۗ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ

پھر جب تم امن کی حالت میں ہو سو جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر متمتع ہو تو قربانی کا جانور جو میسر ہو ذبح کر دے، سو جو شخص

لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ

نہ پائے تو تین دن کے روزے ہیں حج میں اور سات دن کے روزے ہیں جب کہ تم لوٹ آؤ۔ یہ پورے دس ہوئے۔

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا

یہ اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام میں حاضر نہ ہوں۔ اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو

ع ۲۴ ۸ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞ ١٩٦

کہ بلاشبہ اللہ سخت عذاب والا ہے۔

۱۹۶۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ: (اور تم پورا کرو اللہ تعالیٰ کیلئے حج اور عمرہ کو پھر اگر تم روک لئے جاؤ۔ تو جو کچھ ہو سکے قربانی معین ہے اور نہ منڈواؤ اپنے سر یہاں تک کہ ہدی اپنے ٹھکانہ پر پہنچ جائے پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو سر کی تو اس پر بدلہ لازم ہے روزہ یا خیرات ہدی میں سے پس جب تم امن میں ہو جاؤ۔ تو جو شخص نفع اٹھائے عمرہ کا حج کے ساتھ ملانے کا تو جو کچھ میسر ہو ہدی میں سے۔ پس جو شخص ہدی نہ پائے پس وہ حج کے دنوں میں تین دن کے روزے رکھے اور سات جب تم لوٹو۔ یہ دس دن مکمل ہوئے یہ حکم اس کیلئے

ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے پاس موجود نہیں۔اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔اور یقین کرو بے شک اللہ سخت بدلہ لینے والے ہیں)۔
وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ : اور پورا کرو حج وعمرہ اللہ تعالیٰ کے لئے یعنی ان کی ادائیگی ان کی شرائط کے ساتھ اور فرائض کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے پوری کرو۔بغیر کسی نقص اور سستی کے اور یہ بھی کہا گیا۔تکمیل تو شروع کرنے کے بعد ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس نے ان دونوں کو شروع کیا۔اس پر ان کی تکمیل لازم ہے اور یہی ہم کہتے ہیں کہ عمرہ شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے پس اس آیت میں لزوم عمرہ کے لئے امام شافعی رحمہ اللہ کے لئے کوئی موقع استدلال کا نہ رہا۔کیونکہ یہاں تو تکمیل کا حکم ہے اور واجب ونوافل دونوں کی تکمیل کا بھی حکم دیا جاتا ہے۔

تکمیل کا حکم:

یا ان کا اتمام یہ ہے کہ اپنے گھر سے ان کا احرام باندھے۔
یا ان دونوں کے لئے الگ الگ سفر کرے۔
یا ان دونوں میں حلال مال خرچ کرے۔
یا ان دونوں کی ادائیگی کے ساتھ تجارت نہ کی جائے۔

احصار کا مفہوم:

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ : اگر تم روک دیئے جاؤ۔عرب کہتے ہیں۔احصر فلان۔جبکہ اس کو کچھ خوف یا مرض یا عاجزی نے روک دیا۔ وحصر۔جب دشمن جانے سے روک دے۔ہمارے نزدیک احصار ہر رکاوٹ خواہ وہ دشمن یا بیماری یا ان کے علاوہ کسی بھی چیز سے پیش آجائے ظاہر نص سے یہی معلوم ہوتا ہے۔
حدیث میں آیا ہے کہ من کُسرا و عرج فقد حل کہ جس کی ہڈی ٹوٹ گئی یا لنگڑا ہو گیا اس کیلئے جائز ہے کہ وہ حلال ہو اور اس پر آئندہ سال حج ہے۔(ابوداؤد وترمذی) امام شافعیؒ کے نزدیک احصار صرف دشمن سے ہے اور ظاہر نص دلالت کر رہی ہے کہ احصار عمرہ کے دوران بھی واقع ہو سکتا ہے کیونکہ دونوں کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْھَدْیِ ج (جو ہدی میسر ہو) عرب کہتے ہیں یسر الامروا ستیسر۔اس کو میسر ہوا جیسا کہ صعب و استصعب بولتے ہیں۔مجرد و مزید دونوں کا ایک ہی معنی ہے الھدی ہدیۃ کی جمع ہے یعنی اگر بیت اللہ کی طرف جانے سے تم روک دیئے جاؤ اس حالت میں کہ تم حج کا احرام باندھنے والے ہو یا عمرہ کا پس تم پر لازم ہے کہ جب تم ان سے حلال ہونے کا ارادہ کرو۔تو جو ہدی میسر ہو خواہ اونٹ یا گائے یا بکری (وہ دیگر حلال ہو جاؤ)
نحو :ما یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے تقدیر عبارت فعلیکم ما استیسر ہے یا منصوب ہے تقدیر عبارت فاھدوا ما استیسر۔

مقام ذبح کونسا ہے؟

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَکُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ ط (اور تم سر نہ منڈواؤ یہاں تک کہ ہدی اپنے حلال ہونے کی جگہ کو پہنچ جائے) اس میں ان لوگوں کو خطاب کیا جن کو روک لیا گیا ہو۔یعنی سر منڈا کر حلال نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ ہدی جو تم نے حرم روانہ کی ہے وہ اپنے مقام ذبح پر پہنچ چکی ہے وہ مقام جہاں اس کا نحر کرنا ضروری ہے اور وہ حرم ہے۔
مسئلہ :یہ آیت ہماری دلیل ہے کہ دم احصار حرم میں ہی ذبح ہو گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک غیر حرم میں بھی اس کا ذبح کرنا درست ہے۔
فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا :(پس جو تم میں سے بیمار ہو) جس شخص کو تم میں سے ایسی بیماری ہو جس سے حلق کی ضرورت پڑ جائے۔
اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ : اس کو سر کی تکلیف ہو۔ یعنی جوئیں پڑ جائیں۔ یا زخم ہو جائے۔
فَفِدْيَةٌ :(تو فدیہ ہے) یعنی اس کے ذمہ فدیہ ہے اگر وہ سر منڈوا دے۔
مِّنْ صِيَامٍ ۔(روزوں سے) یعنی تین دن کے روزے۔ اَوْ صَدَقَةٍ ۔(یا صدقہ) یعنی چھ مسکین پر صدقہ جبکہ ہر مسکین کو نصف صاع گندم کا دیا جائے۔
اَوْ نُسُكٍ ۚ (یا قربانی) یعنی بکری نسک مصدر ہے یا جمع نسیکةٌ ہے۔
فَاِذَآ اَمِنْتُمْ (جب تم امن میں ہو جاؤ۔ یعنی احصار سے یعنی احصار نہ ہو اور تم حالت امن و سلامتی میں ہو۔

نفع اٹھانا کیا ہے؟

فَمَنْ تَمَتَّعَ ۔ فائدہ اٹھایا جس نے بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ ۔(عمرہ کو حج سے ملانے کا) اس کا نفع اٹھانا عمرہ کے ساتھ وقت حج میں یہ ہے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قرب کا فائدہ حاصل کر لیا۔ حج کے تقرب سے پہلے اور یہ بھی کہا گیا کہ نفع اٹھانا یہ ہے کہ جب وہ عمرہ سے حلال ہو گیا تو اس نے نفع اٹھایا یا اس چیز کو اپنے لئے مباح کر کے جو اس پر احرام حج کی تکمیل تک حرام تھی۔ اب حج کے احرام باندھنے تک حلال رہے گی۔
فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ (پس جو ہدی میسر ہو) یہ ہدی متعہ ہے یہ دم نسک یعنی شکرانہ ہے اس لئے اس کا گوشت کھایا جائے گا اور یوم نحر کو ذبح کریں گے۔

ہدی کے بدلے دس روزے:

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ :(پس جو شخص نہ پائے) یعنی ہدی۔ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ ۔ پس وہ تین دن کے روزے رکھے حج میں یعنی اس کے ذمہ تین دن کے روزے ہیں۔ حج کے ایام میں اور وہ اس کے مہینے ہیں جو دونوں احراموں کے درمیان ہونگے احرام عمرہ اور احرام حج۔ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ (اور سات جب تم لوٹو) یعنی جب تم سفر کر لو اور افعال حج سے فارغ ہو جاؤ۔(خواہ مکہ میں ہو یا گھر پہنچ کر) تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ ۔(یہ دس پورے ہوئے) یعنی یہ دس روزے ہدی کے بدلے میں پورے ہیں۔ یا ثواب میں پورے ہیں۔ یا واو یہاں اس ابہام کو دور کرنے کے لئے لائے کہ واؤ کو یہاں اباحت کے لئے نہ سمجھ لیا جائے جیسا کہ اس مثال میں ہے جالس الحسن و ابن سیرین۔ اب اس مثال میں دونوں کے پاس بیٹھنا یا ایک کے پاس بیٹھنے میں وہ تکمیل حکم کرنے والا ہوگا۔
ذٰلِكَ :سے تمتع کی طرف اشارہ کیا اس لئے کہ مسجد حرام کے پاس رہنے والوں کے لئے تمتع و قران ہمارے نزدیک جائز نہیں۔ عند الشافعی رحمہ اللہ۔ یہ اشارہ اس حکم کی طرف ہے جو وجوب ہدی صیام ہے حالانکہ ان پر کوئی چیز واجب نہیں۔
لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ ۔(یہ اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے پاس موجود نہ ہوں) وہ

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ

حج کا وقت چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں، سو جس شخص نے ان میں حج کو اپنے ذمہ لازم کر لیا تو نہ کوئی فحش بات ہے نہ فسوق ہے

وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؔ

نہ کسی قسم کا جھگڑا ہے۔ اور جو بھی کوئی نیک کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے

وقف النبی

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝۱۹۷

اور زادِ راہ ساتھ لے لیا کرو چونکہ بہتر زادِ راہ بچار بنا ہے اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ

تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ معاش تلاش کرو جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پھر جب

مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ

تم عرفات سے واپس ہو تو اللہ کو یاد کرو مشعر حرام کے نزدیک۔ اور اس کو یاد کرو

كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝۱۹۸

جیسا کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اور حقیقت میں بات یہ ہے کہ تم اس سے پہلے محض ناواقف تھے۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

پھر تم اسی جگہ سے واپس آؤ جہاں سے دوسرے لوگ واپس آتے ہیں، اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۹۹

غفور ہے، رحیم ہے۔

اہل مواقیت پھر وہ جو ان کے علاوہ ہیں مکہ تک۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور تم اللہ سے ڈرو) ان احکام میں جن کا اس نے تمہیں حکم دیا اور جن سے حج وغیرہ کے سلسلہ میں روک دیا۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور یقین کر لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں ان سے جو اس سے نہ ڈرے)

آیت ۔۱۹۷: اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ

تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ۔ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ :(حج کے مہینے مقرر ہیں پس جو شخص لازم کرے اپنے اوپر حج کو نہ وہ عورت کے پاس جائے اور نہ کوئی گناہ کا کام کرے اور نہ وہ جھگڑا کرے حج میں اور جو کچھ تم نیکی کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور زادِراہ لےلو پس بے شک بہترین زادِراہ تقویٰ ہے اور مجھ سے ڈرو۔ اے عقل والو! تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم تلاش کرو فضل (یعنی) رزق اپنے پروردگار کا۔ پس جب تم عرفات سے لوٹو پس اللہ تعالیٰ کو یاد کرو مشعرِ حرام کے پاس اور اس کو یاد کرو جیسا اس نے تمہیں بتایا اور بے شک تم تھے اس سے پہلے گمراہوں میں پھر تم لوٹو جہاں سے دوسرے لوگ لوٹیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشن ہار رحم کرنے والے ہیں)

اَلْحَجُّ : سے مراد وقت حج ہے جیسے کہتے ہیں: البرد شھران۔ سردی کا وقت دو مہینے۔ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ معلومات سے مراد لوگوں کے ہاں معروف اور جانے پہچانے۔ جن کا لوگوں کو پہچاننا مشکل نہیں وہ شوال' ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے ہیں۔

فائدۂ توقیت:

ان مہینوں کو حج کے لئے مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی فعل حج ان مہینوں کے علاوہ ادا نہیں ہوسکتا۔ حتیٰ کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تو احرام بھی منعقد نہیں ہوسکتا۔ ہمارے نزدیک اگر پہلے باندھ لیا۔ کراہیت کے ساتھ منعقد ہو جائے گا۔

الاشھر۔ جمع لائے کیونکہ دو ماہ مکمل اور تیسرے کا کچھ حصہ ہے یا یہ اسم جمع ہے اور اسم جمع واحد کے بعد سب کو شامل ہوتا ہے اس کی دلیل سورۃ التحریم آیت نمبر ۴ فقد صغت قلوبکما ہے۔

کہ قلوب جمع لائے دو کے لئے۔ فَمَنْ فَرَضَ جس نے فرض کیا۔ یعنی احرام سے اپنے اوپر لازم کرلیا۔ فِيْهِنَّ الْحَجَّ۔ ان مہینوں میں حج کو۔ فَلَا رَفَثَ۔ وہ نہ جماع کرے۔ رفث جماع کو کہتے ہیں یا تذکرہ جماع عند النساء یا فحش کلام۔

فسوق کی وضاحت:

وَلَا فُسُوْقَ۔ نہ گناہ کرے۔ فسوق سے مراد گناہ یا گالم گلوچ ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سباب المؤمن فسوق (بخاری) مؤمن کو گالم گلوچ کرنا فسق ہے یا برے القاب سے یاد کرنا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۱۔ بئس الاسم الفسوق کہ فسق والا نام بہت برا ہے۔

وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ اور نہ جھگڑا کرے حج میں۔ یعنی نہ جھگڑے رفقاء کے ساتھ اور نہ خدام اور جانور ہنکانے والوں کے ساتھ۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: حج میں ان سے اجتناب کا حکم دیا حالانکہ ان سے ہر حال میں بچنا واجب ہے۔

جواب: حج کے ساتھ تو یہ اور زیادہ عیب والے اور برے ہیں۔ جیسا کہ نماز میں ریشم پہننا قرآن مجید کی قراءت نفی سے مراد یہاں ان کے انتفاء کا لازم ہونا ہے کہ وہ بالکل نہ پائے جائیں۔

اختلافِ قراءت:

ابوعمرو اور مکی نے پہلے دو فلا رفثٌ ولا فسوقٌ پڑھا اور دونوں کو نہی پر محمول کیا۔ گویا یوں کہا فلا یکونن رفثٌ ولا فسوقٌ۔ کہ ہرگز جماع وفسوق نہ کرو۔ اور تیسرے ولا جدال کو نصب سے پڑھا۔ خبر کے معنی میں۔ جدال کی نفی کی گویا اس طرح کہا لاشك ولا خلاف في الحج۔ یعنی اس میں شک اور نزاع نہیں کہ حج ذوالحجہ میں قرار پکڑ گیا۔ (جیسا رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے) (اس میں اختلاف مت کرو) برائیوں سے روک کر پھر خیر پر ابھارا کہ وہ برائی کی جگہ اچھا کام کریں۔ اور برے اعمال کی جگہ بر و تقویٰ اختیار کریں اور جدال کی جگہ موافقت اور اخلاق جمیلہ کا مظاہرہ کریں۔ چنانچہ فرمایا: وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ اور جو بھی تم بھلائی کا کام کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور تم یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ ان افعال کو جاننے والے ہیں۔ وہ ان پر بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

مَسْئَلَہ: اس آیت میں ان لوگوں کی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو جزئیات کا (نعوذ باللہ) علم نہیں۔

شانِ نزول: اہل یمن جب حج وعمرہ کے لئے جاتے تو زادِ سفر ساتھ نہ لیتے۔ بلکہ کہتے ہم تو متوکل ہیں۔ پس وہ لوگوں پر بوجھ بنتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ وَتَزَوَّدُوْا۔ تم زادِ راہ لے لیا کرو۔ لوگوں سے کھانا مانگنے اور تنگ کرنے سے بچو۔ اور ان پر بوجھ نہ بنو۔

بہترین زادِ راہ:

فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ پس بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ یعنی لوگوں کو تنگ کرنے اور ان پر بوجھ بننے سے بچنا۔

دوسرا قول: آخرت کے لئے زادِ راہ لو اپنے آپ کو محظورات احرام وحج سے بچاؤ اس لئے کہ بہترین آخرت کا زاد ممنوعات سے بچنا ہے۔ وَاتَّقُوْنِ اور میری سزا سے بچو۔ یہ دعان کی طرح ہے۔

قراءت: ابوعمرو نے وصل کی حالت میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور بقیہ تمام قراء نے وصل ووقف میں حذف یاء سے پڑھا ہے۔

يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ۔ (اے عقل والو) یعنی تقاضۂ عقل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور جو شخص عقل والا ہو کر اس سے نہیں ڈرتا وہ گویا عقل سے خالی ہے۔

شانِ نزول: ان لوگوں کے متعلق اتری۔ جن کا خیال یہ تھا کہ اونٹ والے اور تاجر پر حج نہیں۔ اور وہ کہا کرتے: هؤلاء الداج وليسوا ابالحاج۔ کہ یہ معاون ہیں حاجی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

حج میں تجارت ممنوع نہیں:

۱۹۸: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (کہ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم تلاش کرو فضل اپنے رب کا) یعنی حج کے ایام میں روزی جو فضل وعطیۂ خداوندی ہے اس کی تلاش میں کوئی حرج نہیں۔ فضل سے مراد نفع یا تجارت ہے۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ : (جب تم عرفات سے لوٹو۔) یہ افاضۃ الماء سے ہے۔
پانی کا زور سے بہنا۔ اور اصل اس طرح ہے افضتم انفسکم۔ مفعول کو ترک کر دیا گیا یعنی جب تم کثرت سے چلاؤ۔ اپنے آپ کو اور لوٹو۔

عرفات جمع ہے:

عرفات۔ یہ موقف حج کا نام ہے یہ نام جمع ہی ہے۔ جیسے اذرعات۔ اور یہ منصرف ہے۔ کیونکہ اس میں تاء تانیث کی نہیں۔ بلکہ الف کے ساتھ یہ جمع مؤنث کی علامت ہے (واحد اس کا عرفۃ ہے)

وجہ تسمیہ: اس کا نام عرفات اس لئے رکھا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس کی نشان دہی کی گئی تو انہوں نے اس جگہ کو جونہی دیکھا پہلی نظر میں پہچان لیا۔

دوسرا قول: اس میں آدم علیہ السلام و حواء علیہا السلام کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔

دلیل فرضیت عرفات:

مَسْئَلَۃٌ: اس میں دلیل ہے کہ وقوف عرفات فرض ہے کیونکہ افاضہ ٹھہرنے کے بعد ہوتا ہے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ: (پس تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو) یعنی تلبیہ اور لا الہ الا اللّٰہ اور حمد و ثناء اور دعا کے ساتھ۔ یا نماز مغرب و عشاء پڑھ کر۔

مشعر حرام کو جمع کہنے کی وجہ:

عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ص : (مشعر حرام کے پاس) اور یہ قزح ہے یعنی وہ پہاڑ ہے جس پر امام وقوف کرتا ہے اور اس پر میقدہ بطور علامت ہے۔ المشعر۔ علامت اور نشان کیونکہ وہ عبادت کے مقامات میں سے ہے۔ الحرام۔ اس کو حرام حرمت (بمعنی روکنا) حرم میں جو چیزیں ممنوع ہیں وہ اس میں بھی ممنوع ہیں۔ یا عظمت کی وجہ سے کہہ دیا۔ یا مشعر حرام مزدلفہ ہے اس کو مزدلفہ اور جمع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام حواء علیہا السلام کے ساتھ یہاں جمع ہوئے اور ان کے قریب ہوئے۔ یا یہاں دو نمازیں جمع کی جاتی ہیں یا یہاں وقوف کر کے لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ج : (اور اس کو یاد کرو جیسا اس نے تمہاری راہنمائی کی) مَا مصدریہ ہے یا کافہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح یاد کرو۔ جیسا اس نے تمہیں سکھایا۔ کہ کیسے تم نے اس کو یاد کرنا ہے اور اس سے عدول نہ کرو۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ : (اگرچہ تم اس ہدایت سے پہلے)

ان مخففہ:

لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ : (البتہ جاہلوں میں سے تھے) اور تم نہیں جانتے تھے کہ کس طرح اللہ کی عبادت اور اس کا ذکر کرنا ہے۔ ان یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ اور لام اس کے بعد فارقہ ہے۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ

سو جب تم پورا کر لو اپنے حج کے کاموں کو سو اللہ کو یاد کرو، جیسے تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے رہے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر ذکر کرو،

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ

سو بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں دے دیجئے، اور ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں

خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

کوئی حصہ نہیں، اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بہتری عطا فرمائیے، اور آخرت میں بہتری عنایت کیجئے

وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچائیے۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے لئے بڑا حصہ ہے ان کے اعمال کی وجہ سے اور اللہ جلدی حساب لینے والا ہے

تفسیر آیت ۱۹۹:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ : (پھر تم لوٹو جہاں سے ہو کر لوٹیں لوگ) صرف مزدلفہ سے ہی مت لوٹو۔ کہا گیا کہ یہ قریش کو عرفات سے ہو کر مزدلفہ آنے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہ مزدلفہ میں ٹھہرتے جبکہ بقیہ تمام لوگ عرفات میں جاتے۔ اور کہتے ہم تو حرم کے باشندے ہیں۔ ہم حرم سے نہ نکلیں گے۔

افاضہ کا معنی:

دوسرا قول: افاضہ عرفات تو مذکور ہے یہاں سے مراد مزدلفہ سے منیٰ کو لوٹنا ہے۔ اس صورت میں الناس سے مراد قریش ہوں گے۔ اور خطاب عام افیضوا کا مؤمنین کو ہوگا۔

حمس :یہ قریش کا لقب تھا۔ کیونکہ وہ اپنے دین میں مضبوط اور متشدد تھے۔

معافی مانگو:

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ :(اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو) جو تم نے موقف میں آج تک مخالفت کی۔ اسی طرح جاہلیت کے دیگر اعمال۔ یا اعمال حج میں اپنی کوتاہی پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور استغفار کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ :(بے شک اللہ غفور رحیم ہیں) تم پر

تفسیر آیت ۲۰۰:

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ :(جب تم اپنے افعال حج پورے کر چکو) جن کا تمہیں حکم دیا گیا حج میں اور وہاں سے کوچ کرو۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ :(تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جس طرح تم اپنے آباء کو یاد کرتے تھے)یعنی کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اوراس میں مبالغہ کرو۔ جس طرح اپنے آباء کے تذکرہ میں مبالغہ کرتے تھے اور ان کے مفاخر اور ان کے واقعات زندگی بیان کرتے تھے۔

طریقۂ جاہلیت:

جب وہ حج کے افعال ادا کر لیتے تو مسجد منیٰ اور پہاڑ کے درمیان ٹھہرتے اور اپنے آباء کے فضائل و محاسن اور ان کے کارنامے بیان کرتے۔

طریقۂ جاہلیت:

اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا : (بلکہ اس سے بھی بڑھ کر)

نحو : یہ کذکرکم پر عطف کی وجہ سے موضع جر میں ہے جیسا کہتے ہیں۔ کذکر قریش آباء هم۔ یاقوم اشد منهم ذکرا۔ اس صورت میں ذکرًا تمیز ہے۔ یعنی ایسی قوم کی طرح یاد کرو۔ جو ان سے زیادہ یاد کرنے والی ہو۔

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ۔ (پس بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ان لوگوں میں سے) جو حج میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دنیا کی لذات مانگتے ہیں اوراس طرح کہتے ہیں۔

دُنیا کے طالب:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ :(اے ہمارے رب ہمارا عطیہ دنیا کے ساتھ خاص کر دے۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں)یعنی مالداری' مرتبہ وغیرہ کیونکہ ان کا مقصد دنیا کے گرد ہے اس لئے کہ وہ آخرت کے انکاری ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اے حجاج تم اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کرو اور اس سے دعا کرو۔ کیونکہ لوگ کوتاہی کرنے والے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے سوائے اغراض دنیا کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ اور کچھ لوگ کثرت والے ہیں جو ان دونوں جہاں کی خیر مانگتے ہیں۔ پس تم ان کثرت والوں میں سے بنو جن کے بارے میں جو کہا گیا وہ آگے آتا ہے۔

۲۰۱۔ وَمِنْهُمْ :(اور ان لوگوں میں سے)جو حج میں حاضر ہوتے ہیں بعض ایسے ہیں جو مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عنایت فرما) حسنة سے مراد نعمت اور عافیت یا علم و عبادت۔

آخرت کی بھلائی:

وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً :(اور آخرت میں بھلائی)یعنی معافی و مغفرت یا مال اور جنت یا تعریف خلق اور رضائے حق یا ایمان و امان یا اخلاص وخلاص جہنم یا سنت و جنت یا قناعت و شفاعت یا نیک عورت اور حورالعین یا سعادت والی زندگی اور بشارت والی بعثت۔

نار سے مراد:

وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ :(اور تو ہمیں عذاب سے بچا) تو جہنم کے عذاب سے ہماری حفاظت فرما۔ یا عذاب نار سے یا بری عورت سے

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ

اور اللہ کا ذکر کرو چند دنوں میں پھر جو شخص دو دن میں تعجیل کرے اس پر

اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

کچھ گناہ نہیں، اور جو شخص تاخیر کرے اس پر کچھ گناہ نہیں اس شخص کے واسطے جو تقویٰ اختیار کرے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

۲۰۲۔ اُولٰٓئِكَ : (یہ) یعنی دنیا وآخرت کی دعا کرنے والے۔

لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا : (ان کو ان کی کمائی کا حصہ ملے گا) یعنی اس جنس میں سے حصہ ملے گا۔ جو اعمال حسنہ انہوں نے کمائے اور وہ ثواب ہے جو کہ عمدہ منافع ہیں۔ یا من اجلیہ ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے کمائی کی۔

دُعا کمائی ہے:

سوال : دعا کو کسب کیوں کہا؟

جواب : کیونکہ دعا اعمال میں سے ہے اور اعمال کی تعریف کسب سے کی جاتی ہے یا ممکن یہ ہے کہ اولئک سے فریقین مراد لیں۔ کہ ہر فریق کو اس جنس سے حصہ ملے گا جو اس نے کمائی۔

سرعتِ حساب:

وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ : (اللہ جلد حساب لینے والے ہیں) قریب ہے کہ قیامت قائم فرما دیں اور بندوں کا حساب لیں۔ پس کثرت ذکر میں جلدی کرلو۔ اور طلب آخرت میں تیزی کرو۔ یا اللہ تعالیٰ نے سرعت حساب کی صفت اپنے لئے بیان فرمائی کہ مخلوق اور اس کے اعمال کتنے زیادہ ہیں مگر وہ ان کا جلد حساب لے لے گا۔ تاکہ کمال قدرت کی دلیل بن جائے۔ اور ایسی کامل قدرت والے سے ڈرنا چاہیے۔ روایات میں آتا ہے کہ وہ تمام مخلوق کا حساب اتنی دیر میں لے لے گا جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہتے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک پل بھر میں مخلوق کا حساب لے لیں گے۔

تفسیر آیت ۲۰۳:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ : (اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو گنتی کے دنوں میں پھر جو جلدی چلا گیا۔ تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو ٹھہر رہا اس پر بھی کچھ گناہ نہیں یہ ان کے لئے ہے جو پرہیز گاری اختیار کرے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور یقین کرلو کہ تم اس کے ہاں جمع کیے جاؤ گے) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ۔ گنتی کے دنوں سے مراد ایام تشریق ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى

اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جس کی گفتگو آپ کو دنیاوی زندگی میں پسند آتی ہے اور وہ اللہ کو گواہ بناتا ہے اس بات پر جو

مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ

اس کے دل میں ہے۔ حالانکہ وہ سخت ترین جھگڑالو ہے۔ اور جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے

لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾

تاکہ اس میں فساد کرے اور کھیتی کو اور نسل کو برباد کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتا

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ

اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اللہ سے ڈر تو اس کا غرور نفس اس کو گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے۔ سو اس کے لئے جہنم کافی ہے

وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

اور بلاشبہ وہ برا بچھونا ہے۔

مراد ذکر:

اور وَاذْكُرُوا اللّٰهَ سے مراد نماز کے بعد کہی جانے والی تکبیرات اور رمی جمار کے وقت کی تکبیر ہے۔

فَمَنْ تَعَجَّلَ۔ جو جلدی کرے کوچ میں۔ یا کوچ میں سبقت کر جائے تعجل اور استعجل یہ دونوں ایک دوسرے کے مطاوع بن کر عجل کے معنی میں آتے ہیں۔ اور یہ متعدی بھی آتے ہیں۔ مگر مطاوعت زیادہ مناسب ہے کہ اس نے اسکو جلدی کا حکم دیا اس نے جلدی کر لی۔

فِيْ يَوْمَيْنِ۔ دو دنوں میں یعنی ان تین دنوں میں دو دن گیارہ' بارہ کی رمی پر اکتفاء کیا اور تیسرے دن کے لئے نہ رکا۔

نفی گناہ کی وجہ:

فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔ اس پر گناہ نہیں۔ یعنی اس ایک دن کی رمی ترک کرنے سے وہ گناہگار نہ ہوگا۔ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ۔ اس کے لئے جو بچا شکار کرنے یا جماع اور فسوق سے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو جلدی کا اختیار ہے۔ اگرچہ تاخیر افضل ہے۔ کبھی فاضل و افضل میں تخییر واقع ہوتی ہے۔ جیسا کہ مسافر کو روزے اور افطار میں اختیار ہے اگرچہ روزہ افضل ہے۔

دوسرا قول: اہل جاہلیت دو قسم کے تھے بعض جلدی رمی کرنے والے کو گناہگار قرار دیتے اور بعض تاخیر کرنے والے کو گناہگار سمجھتے۔ پس قرآن مجید نے آ کر دونوں کی نفی کر دی۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم اللہ تعالیٰ سے تمام امور میں ڈرو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ اور یقین جانو کہ تم اس کی بارگاہ میں جمع ہوگے۔ جب وہ تمہیں قبور سے زندہ کر کے اٹھائے گا۔

۲۰۴۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ وَاِذَا

تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْھَا وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ۔ وَاِذَا قِیْلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُہٗ جَھَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِھَادُ : (بعض لوگ ایسے ہیں جن کی بات آپ کو پسند آتی ہے دنیا کی زندگی میں اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے اس بات پر جو اس کے دل میں ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے تاکہ کھیتی و نسل کو تباہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے اور جب اس کو کہا جاتا ہے اللہ سے ڈر تو غرور اس کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے پس اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ۔ یہ آیات اخنس بن شریق کے متعلق اتریں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تو نرم بات کرتا اور دعویٰ کرتا کہ وہ مسلمان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اپنی اس حجت میں سچا ہے تو اللہ نے وَمِنَ النَّاسِ نازل فرمائی۔

دعویٰ محبت سے مقصود دُنیا:

یُعْجِبُکَ قَوْلُہٗ آپ کو پسند آتی ہے اور تمہارے دل میں بڑی معلوم ہوتی ہے اسی سے الشیئ العجیب یعنی وہ شیئ جو نفس میں معظم معلوم ہو۔ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ فِیْ یہ قول کے متعلق ہے۔ ای یعجبك ما یقوله فی معنی الدنیا۔ آپ کو پسند آتی ہے وہ بات جو وہ کہتا ہے دنیا کے سلسلہ میں کیونکہ دعویٰ محبت سے اس کا مقصود دنیا ہے نہ کہ آخرت۔

دوسرا قول: آپ کو پسند آتا ہے یعنی اس کا شیریں کلام دنیا کے سلسلہ میں آپ کو پسند آتا ہے آخرت کے متعلق نہیں۔ کیونکہ اس موقعہ پر اس کی زبان میں لکنت پیدا ہو جاتی ہے۔

وَیُشْھِدُ اللّٰہَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِہٖ اور وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بناتا ہے یعنی وہ قسم اٹھا کر کہتا ہے۔ اللّٰہ شاهد علی ما قلبی من محبتك۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ میرے دل میں آپ کی محبت ہے اور میں آپ پر ایمان رکھتا ہوں۔ وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ۔ حالانکہ وہ شخص جھگڑالو ہے۔

نحوی لطائف:

نحو: یہ اضافت فی کے معنی میں ہے کیونکہ افعل کا وزن اسکی طرف مضاف ہوتا ہے جو کہ اس کا بعض حصہ ہوتا ہے جیسے تم کہو۔ زید افضل القوم اور آدمی جھگڑے کا حصہ تو بن نہیں سکتا۔ پس تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ الد فی الخصومة۔ وہ جھگڑے میں سخت ہے۔ یا الخصام جمع خصم ہے جیسے صَعْبٌ وَ صِعَابٌ اب تقدیر عبارت اس طرح ہے وہ خصومت کے اعتبار سے سخت جھگڑالو ہے۔

۲۰۵۔ وَاِذَا تَوَلّٰی : (جب وہ تم سے منہ پھیر کر جاتا ہے) اور جاتے ہوئے نرم و میٹھی بات کہہ کر گیا۔

فسادی منافق:

سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْھَا : (وہ دوڑ دھوپ کرتا ہے تاکہ فساد برپا کرے) جیسا اس نے ثقیف کے ساتھ کیا۔ کہ اس کے اور ان کے درمیان مخالفت تھی۔ ان پر شب خون مارا اور ان کے مویشیوں کو ہلاک کیا۔ اور کھیتیوں کو آگ لگا دی۔

وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ : (اور ہلاک کرے کھیتی اور نسل) یعنی کھیتی اور حیوان یا جب کہ یہ یاء کے ساتھ یھلك ہو تو پھر اس سے مراد وہ حرکت ہے جس کو برے حکام زمین میں فساد پھیلانے کیلئے کرتے ہیں۔ کھیتیوں کی ہلاکت اور نسل کشی کی صورت میں ایک اور

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ ۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو خرید لیتا ہے اپنے نفس کو اللہ کی رضا تلاش کرنے کے لئے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، سو اگر تم لغزش کھا جاؤ اس کے بعد کہ تمہارے پاس واضح دلیلیں آچکی ہیں تو جان لو کہ بلاشبہ اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

قول یہ ہے۔ کہ ظلم کو اختیار کرے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ظلم کی نحوست سے بارش کو بند کر دیں۔ جس سے کھیتیاں اور نسل برباد ہو جائیں۔ گویا ہلاکت کی نسبت مجازاً اس کی طرف کر دی گئی۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ : (اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے)

۲۰۶۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ : (جب اس کو کہا جاتا ہے) ہٗ ضمیر کا مرجع اخنس ہے۔

اتَّقِ اللّٰهَ : (تو اللہ سے ڈر) زمین میں بگاڑ پیدا کرنے اور ہلاکت پھیلانے کے سلسلے میں

جاہلی غیرت کی مذمت:

اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ : (اس کو غرور گناہ پر آمادہ کرتا ہے) یعنی تکبر اور جاہلی غیرت اس کو گناہوں پر برانگیختہ کرتی ہے حالانکہ اس سے روکا گیا ہے مگر وہ اس کے ارتکاب کو لازم سمجھتا ہے۔

دوسرا قول: یا باء سببیہ ہے یعنی پکڑ لیتا ہے اس کو غرور اس گناہ کے سبب سے جو گناہ اس کے دل میں ہے اور وہ کفر ہے۔

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ : (پس اس کے لئے کافی ہے جہنم)

وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ : (اور جہنم بہت برا بچھونا ہے)

شانِ نزول: یہ آیت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ مشرکین نے انکو اسلام کے چھوڑنے کیلئے کہا اور ان کے ساتھ والے کچھ لوگوں کو شہید کر دیا حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو کہ میں اپنا وہ مال جو مکہ میں چھوڑ آیا ہوں۔ وہ بتا دوں۔ اور تم اس پر قابض ہو جاؤ اور میرا راستہ چھوڑ دو۔ انہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ انہوں نے پتہ بتا دیا اور مدینہ میں آ گئے تو یہ آیت اتری۔

۲۰۷۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ : یا ان لوگوں کے حق میں اتری جو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ یہاں تک کہ قتل کر دیئے جاتے ہیں۔

يَشْرِيْ نَفْسَهُ ۔کا معنی اپنے آپ کو بیچنا۔
ابْتِغَآءَ : (واسطے طلب کرنے) کا معنی چاہنے کے لئے ۔مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۔اللہ کی رضامندی۔ یہاں اس کو حاصل ہوسکے۔
وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ : (اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نرمی کرنے والے ہیں)
۲۰۸۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ : (اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے اور شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ پھر اگر تم پھسل گئے اس کے بعد کہ واضح دلائل تمہارے پاس آ چکے تو یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں)
قراءت: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ ' علی اور حجازی نے سین کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے سلم کا معنی اطاعت و فرمانبرداری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور مطیع بن جاؤ۔ یا اس کا معنی اسلام ہے اور خطاب اہل کتاب کو ہے کیونکہ وہ اپنے پیغمبر اور کتاب پر ایمان لائے تھے۔ یا منافقین کو خطاب ہے۔ کیونکہ وہ صرف زبانوں سے اسلام کے دعوے دار تھے۔ كَآفَّةً۔ پورے پورے یعنی کوئی ایک بھی تم میں سے اپنا ہاتھ اسلام کی فرمانبرداری سے نہ نکالے۔ یہ ادخلوا کی ضمیر سے حال ہے اور اس کا معنی ہے تمام ؕ
دوسرا قول : یا یہ سلم کے لفظ سے حال ہے کیونکہ وہ بھی لفظاً مؤنث ہے اب مطلب یہ ہوگا گویا ان کو حکم دیا گیا کہ وہ تمام طاعات میں داخل ہو جائیں۔ یعنی ان کو انجام دیں۔
تیسرا قول : وہ اسلام کے شعبوں اور اس کے تمام احکام میں داخل ہو جائیں یہ كافة کا لفظ کف سے ہے گویا ان کو روک دیا گیا۔ کہ کوئی ایک ان میں سے اپنی اجتماعیت سے نہ نکلے۔
وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۔شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ خطوات ۔سے مراد وساوس ہیں۔ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یعنی اس کی عداوت ظاہر ہے۔
۲۰۹۔ فَاِنْ زَلَلْتُمْ ۔ پس اگر تم پھسل گئے یعنی اسلام میں داخل ہونے سے تمہارے قدموں نے لغزش کھائی۔ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ ۔ تمہارے پاس دلائل آنے کے بعد بینات سے مراد واضح ثبوت اور روشن شواہد ہیں۔ جس چیز میں داخل ہونے کے لئے تمہیں دعوت دی گئی ہے وہ برحق ہے فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ پس تم یقین کرلو اللہ زبردست حکمت والے ہیں۔ عزیز ایسے غلبے والے کو کہتے ہیں۔ جس کو کوئی چیز بھی مانع نہ بن سکے۔ حکیم کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی حکمت والا ہے کہ وہ حق پر انتقام لیتا ہے۔
نکتہ : ایک قاری نے اس آیت میں عزیز حکیم کی بجائے غفور رحیم پڑھ دیا ایک بدو نے اس آیت کو اس کی زبان سے جب سنا۔ حالانکہ وہ قرآن پڑھا ہوا نہیں تھا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں۔ کیونکہ حکیم لغزش اور معصیت کے وقت مغفرت کا تذکرہ نہیں کرتا۔ کیونکہ اس طرح تو معصیت پر خود آمادہ کرنا لازم آتا ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ اللہ اور فرشتے بادلوں کے سائبانوں میں ان کے پاس

وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع

آجائیں اور سارا قصہ ختم ہو جائے۔ اور اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے

۲۱۰۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔

(نہیں وہ انتظار کر رہے مگر اس بات کا کہ آئے اللہ تعالیٰ ان کے پاس بادل کے سائبانوں میں اور فرشتے اور معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اللہ ہی کی طرف تمام کاموں کا لوٹنا ہے۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ هَلْ۔ یہاں ما نافیہ کے معنی میں ہے۔ نہیں وہ انتظار کر رہے اور یا تیکم اللہ کا مطلب اللہ کا حکم اور اس کی پکڑ کا آنا ہے جیسا کہ سورۃ النحل آیت نمبر ۳۲ میں فرمایا او یاتی امر ربک اور سورۃ اعراف آیت نمبر ۴ میں فرمایا: فَجَآءَهَا بَاْسُنَا۔

دوسرا قول: جس چیز کو لایا جانا ہے وہ محذوف ہے اور معنی یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی پکڑ لائے اس پر پچھلی آیت فاعلموا ان اللّٰہ عزیز حکیم۔ دلالت کر رہی ہے۔ فی ظلل۔ ظلل جمع ظلة کی۔ ظلہ اس چیز کو کہتے ہیں جو ڈھانپ لے غمام کا معنی بادل اس میں دراصل ڈرایا گیا ہے کیونکہ بادل سے بارش کا بھی گمان ہے جب اس سے عذاب اترے۔ تو معاملہ زیادہ خوفناک اور رسوا کن ہوتا ہے۔ والملئکة یعنی وہ فرشتے آجائیں جن کو عذاب پر مقرر کیا گیا ہے یا اس سے مراد قیامت کے دن ان کا حاضر ہونا ہے۔ وقضی الامر اور معاملہ طے کر دیا جائے یعنی ان کی ہلاکت کا معاملہ پورا ہو جائے اور اس سے فراغت حاصل ہو جائے۔ والی اللّٰہ ترجع الامور۔ اور اللہ کی طرف تمام کاموں کا لوٹنا ہے یعنی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بعض امور کا اختیار دیا ہے۔ پس سارے معاملات حشر کے دن اسی کی طرف لوٹیں گے۔

اختلافِ قراءت:

قرآن مجید میں جہاں بھی تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ہے، شامی، حمزہ اور علی رحمہم اللہ کے نزدیک تَرْجِعُ الْاُمُوْرُ پڑھا جائے گا۔

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ اٰیَۃٍ بَیِّنَۃٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ

آپ بنی اسرائیل سے دریافت فرمائیے ہم نے ان کو کتنی واضح دلیلیں دیں۔ اور جو شخص

نِعْمَۃَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْہُ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

اللہ کی نعمت کو بدل دے اس کے بعد کہ نعمت اس کے پاس آ جائے تو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے

۲۱۱۔ سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ اٰیَۃٍ بَیِّنَۃٍ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْہُ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ (اے محمد ﷺ آپ بنی اسرائیل سے پوچھیں کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتنی کھلی نشانیاں دیں۔ اور جس نے اللہ کی نعمت کو بدل دیا۔ ان کے آ جانے کے بعد پس بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے) سَلْ اصل میں اسئل ہے۔ ہمزہ کو فتح سے بدل کر سین کر دیا اور ہمزہ کو حذف کر دیا۔ اب سین کے متحرک ہونے کی وجہ سے ہمزۂ وصل کی بھی ضرورت نہ رہی پس یہ سَلْ ہو گیا اس میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا۔ یا ہر مخاطب کو۔ یہ سوال توبیخ کیلئے ہے۔ جس طرح کہ کافروں سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔

معجزات و دلائل:

اٰیَۃٍ بَیِّنَۃٍ۔ سے مراد وہ آیات جو انبیاء کے ذریعے ان کو دی گئیں۔

دوسرا قول: یا وہ آیتیں جو ان کی کتابوں میں دین اسلام کے صحیح ہونے پر گواہی دے رہی ہیں۔

نحو: یہ کم یہاں استفہامیہ ہے یا خبریہ۔ کم استفہامیہ کی صورت میں سل کو مفعول ثانی کی ضرورت نہ ہوگی۔ مگر خبریہ کی صورت میں یہ سَلْ کا مفعول ثانی ہوگا۔

اسبابِ ہدایت کو گمراہی کے لئے استعمال کرنا:

وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ۔ نعمت اللہ سے مراد اللہ کی نشانیاں ہیں اور وہ حقیقت میں اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ کیونکہ وہ ہدایت کے اسباب اور گمراہی سے نجات کا ذریعہ ہیں اور یبدل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے وہ آیات اس لئے ظاہر فرمائیں۔ تاکہ وہ ان کی ہدایت کا سبب بن جائیں۔ انہوں نے انہی کو اپنی گمراہی کا سبب بنا دیا۔ جیسا کہ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۲۵۔ فزادتھم رجسا الی رجسھم۔ میں فرمایا گیا کہ ان آیات نے ان کی پلیدی میں (بوجہ شدید انکار کے) اضافہ کر دیا۔

یا دوسرا قول: انہوں نے اپنی کتابوں کی ان آیات کو بدل ڈالا جو دین محمد ﷺ پر دلالت کرنے والی تھیں۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْہُ (اس کے بعد کہ وہ آ چکیں)۔ آنے کا مطلب یہ ہے اس کے بعد کہ انہوں نے اس کو پہچان لیا اور ان کی صحت ان کے ہاں ثابت ہو گئی کیونکہ جب آدمی کسی چیز کو نہ پہچانے تو وہ چیز اس سے غائب شمار ہوتی ہے۔ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ (بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے) اس کو جو اس کا مستحق ہو۔

وقف لازم

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ

مزین کی گئی ان لوگوں کے لئے دنیاوی زندگی جنہوں نے کفر کیا اور وہ ہنسی کرتے ہیں ان لوگوں سے جو لوگ ایمان لائے

وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ

حالانکہ جن لوگوں نے پرہیز گاری کو اختیار کیا وہ قیامت کے دن ان سے بالا ہوں گے، اور اللہ جسے چاہے بلا حساب رزق عطا

حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

فرماتا ہے۔

تفسیر آیت ۲۱۲:

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (دنیا کی زندگی ان کے لئے خوش نما بنا دی گئی جنہوں نے کفر کیا اور یہ کفار ان لوگوں سے ہنستے ہیں جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو متقی ہیں۔ ان سے اوپر ہونگے قیامت کے دن اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے)

دُنیا کا پسندیدہ بنایا جانا:

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ کافروں کے لئے دنیا کی زندگی کو مزین کر دیا گیا۔ یہ تزیین کرنے والا شیطان ہے اس نے دنیا کو مزین اور اپنے وساوس سے خوبصورت بنایا اور پسندیدہ کر دیا کہ وہ اس کے سواء اور کسی چیز کو چاہتے ہی نہیں۔

دوسرا قول: اللہ تعالیٰ ہی انسانوں میں خواہشات پیدا کرنے والا ہے کیونکہ تمام کائنات اسی کی مخلوق ہے اور اس پر مجاہد ابن محیصن وحمید کی قراءت زَيَّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا معروف کے ساتھ دلالت کرتی ہے وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (وہ ایمان والوں سے ہنستے ہیں) کفار مکہ فقراء مؤمنین ابن مسعود، عمار، صہیب رضی اللہ عنہم وغیرہم سے تمسخر کرتے تھے۔ کیونکہ کافر دنیا کو مقصود سمجھتے تھے۔ جن کے پاس دنیا نہیں تھی وہ ان سے تمسخر کرتے یا ان کا مذاق اڑاتے جو دنیا کے علاوہ اور کسی چیز کو مطلوب بناتا۔ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ۔ (اور وہ لوگ جو متقی ہیں ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن) تقویٰ سے مراد شرک سے بچنا ہے اور یہ بچنے والے فقراء مؤمنین تھے۔ اوپر ہونگے کیونکہ وہ بلند جنتوں میں ہونگے۔ اور کافر کو جہنم کے گڑھے میں۔

ہر توسع نعمت ہے:

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (اور اللہ تعالیٰ رزق دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب کے) بغیر کمی کے یعنی وہ توسیع کرتا ہے جس پر توسیع کا ارادہ فرماتا ہے۔ جیسا قارون وغیرہ پر توسیع فرمائی۔ اور یہ وسعت تم پر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے پیش نظر ہے اور وہ نعمت کے ساتھ استدراج ہے۔ اگر یہ اکرام ہوتا تو پھر اہل ایمان اس کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ

سب لوگ ایک جماعت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے،

وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ

اور ڈرانے والے، اور ان کے ساتھ کتاب اتاری حق کے ساتھ، تاکہ فیصلہ فرمانے لوگوں کے درمیان

فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ

اس بات کا جس میں انہوں نے اختلاف کیا اور یہ اختلاف ان ہی لوگوں نے کیا جن کو کتاب دی گئی۔ اور انہوں نے یہ اختلاف باہمی ضد اضدی کے باعث

مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا

اس کے بعد کیا جبکہ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں آ چکی تھیں، پھر اللہ نے اپنے فضل سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ

امر حق کی ہدایت دی جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور اللہ جس کو چاہے سیدھے راستہ کی ہدایت

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

دیتا ہے

تفسیر آیت ۲۱۳:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (سب لوگ ایک ہی دین رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری۔ تاکہ فیصلہ کرے لوگوں میں اس بات کا جس میں انہوں نے اختلاف کیا' اور نہیں اختلاف کیا اس کتاب میں مگر ان لوگوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آ گئیں۔ آپس کی ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حکم سے وہ راہ دکھا دی جس میں اختلاف کرتے تھے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔)

اُمت سے مراد دین ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ امت واحدہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام تک ایک دین پر متفق تھے۔ یا نوح علیہ السلام اوران کے ساتھ جو کشتی میں تھے۔ پس انہوں نے اختلاف کیا فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ۔ پس پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ مَااخْتَلَفُوْا کے حذف پر یہ آیت دلالت کرتی ہے۔ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی کان الناس امة واحدة فاختلفوا اور سورۂ یونس آیت نمبر ۱۹۔ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا بھی دلالت کرتی ہے۔ یا

دوسرا قول:

لوگ ایک ہی جماعت کفر کی حالت میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا پس انہوں نے ان پر اختلاف کیا۔ (پہلی توجیہ راجح ہے) مبشرین خوش خبری سنانے والے مؤمنین کو ثواب ملنے کی و منذرین۔ اور ڈرانے والے عذاب کے ساتھ کفار کو۔

نحو: مبشرین اور منذرین دونوں حال ہیں۔ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ۔ اور اس نے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک کتاب اتاری۔ بِالْحَقِّ یعنی جو حق کی وضاحت کرنے والی تھی۔ لِيَحْكُمَ تا کہ وہ اللہ تعالیٰ یا کتاب یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کریں جو اترا۔ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لوگوں کے درمیان ان باتوں میں جن میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ دین اسلام کے سلسلہ میں۔ کیونکہ انہوں نے اتفاق کے بعد اختلاف کیا وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ۔ اس میں اختلاف نہیں کیا۔ یعنی حق میں۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ۔ مگر ان لوگوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی تھی حالانکہ کتاب تو ازالۂ اختلاف کے لئے اتاری گئی تھی۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اختلاف میں اور بڑھ گئے جب ان پر کتاب اتاری گئی۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ۔ اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل اس کی سچائی کے آ چکے۔ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ۔ اپنے درمیان حسد اور ظلم کی بناء پر کیونکہ ان میں دنیا کی حرص اور قلت انصاف پائی جاتی تھی۔

نحو: بَغْيًا یہ مفعول لهٗ ہے۔

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ پس ہدایت دی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حق کی طرف وہ حق کہ جس میں اختلاف کیا جن لوگوں نے بھی کیا۔ مِنَ الْحَقِّ یہ اخْتَلَفُوْا کا بیان ہے۔ بِاِذْنِهٖ اپنے حکم کے ساتھ یعنی اپنے علم کے ساتھ۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ

کیا تم نے خیال کیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ان لوگوں جیسے واقعات تمہیں پیش نہیں آئے جو تم سے پہلے

قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ

گزرے ہیں۔ ان کو پہنچی سختی اور تکلیف اور وہ لوگ جھنجھوڑ دیئے گئے یہاں تک کہ رسول نے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

اور ان مومنین نے جو رسول کے ساتھی تھے کہہ دیا کہ کب ہوگی اللہ کی مدد، خبردار بلاشبہ اللہ کی مدد قریب ہے

۲۱۴۔اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ۔ (کیا تم نے یہ سمجھا کہ جنت میں یونہی چلے جاؤ گے حالانکہ جو تم سے پہلے (انبیاء، مؤمنین) گزرے ان کی سی حالت (تنگی) تمہیں پیش نہیں آئی انہیں سختی پہنچی اور (فقر و بیماری کی) تکلیف سے بھی اور ان کو جھنجھوڑا گیا یہاں تک کہ رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے وہ کہنے لگے کہ خدا کی مدد کب آئے گی آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے)

نحو: اَمْ حَسِبْتُمْ یہ ام منقطعہ ہے متصلہ نہیں۔ کیونکہ متصلہ کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ہمزہ استفہام ہوتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں اعندك زيدٌ ام عمرو؟ یعنی کونسا دونوں میں تیرے پاس ہے اس کے جواب میں زید کہیں گے اگر زید وہاں ہو یا عمرو کہیں گے جب عمرو وہاں ہو۔

باقی ام منقطعہ استفہام و خبر دونوں کے بعد واقع ہوتا ہے اور وہ ھل اور ہمزہ کے معنی میں آتا ہے اور تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ بَلْ أَحَسِبْتُمْ ہمزہ تقریر کے لئے ہو اور مؤمنین کے خیال کے انکار اور استبعاد کے لئے اس سے غرض یہ ہے کہ مؤمن سختی اور تکلیف میں صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جب امتوں کا اپنے انبیاء علیہم السلام پر اختلاف کا ذکر کیا جو اختلاف امتوں نے واضح دلائل آنے کے بعد ڈالا۔ اس سے مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کو ثابت قدمی اور صبر پر تسلی دینا مقصود تھا۔ اس موقعہ پر جبکہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ ان کے ساتھ اختلاف کر رہے تھے اور ان کے ساتھ محض عداوت کی وجہ سے آیات کا انکار کر رہے تھے۔

ایسے موقع پر طریق التفات سے فرمایا۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ بلکہ تم نے گمان کر لیا کہ جنت میں یونہی چلے جاؤ گے۔ حالانکہ تمہارے پاس نہیں آئی یہاں لمّا بمعنی لم ہے اور لمّا میں معنی توقع کا بھی ہے۔ یعنی ایسے حالات آنے کی توقع و انتظار ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا خلوا کا معنی گزرنا ہے یعنی ان کا حال وہ مثال ہے شدت و سختی کی۔ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ سے مراد انبیاء علیہم السلام اور مؤمن ہیں۔ مستهم یہ حالت کا بیان ہے جملہ مستانفہ ہے گویا کہنے والا یوں کہہ رہا ہے کہ وہ حال کیسا تھا؟ تو جواب آیا مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ۔ ان کو تنگیوں نے گھیر لیا۔ وَالضَّرَّآءُ بیماری اور بھوک حملہ آور ہوئی وَزُلْزِلُوْا قسما قسم کی مصیبتوں سے

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ

وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا خرچ کریں؟ آپ فرما دیجئے کہ جو مال تم خرچ کرو اس کا مصرف والدین

وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ

اور قرابت دار اور یتیم اور مسکین لوگ ہیں۔ اور جو بھی خیر کا کوئی کام تم کرو گے

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

سو اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے۔

ان کو حرکت دی گئی اور جھنجھوڑا گیا۔ جیسا زلزلہ سے حرکت آتی ہے۔

بے قراری انتہاء کو:

حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔ اس حد تک کہ رسول اور مؤمن کہنے لگے۔ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ۔ کب آئے گی اللہ تعالیٰ کی مدد یعنی بے قراری انتہا کو پہنچ گئی اور صبر باقی نہ رہا حتی کہ وہ کہنے لگے مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ مطلب یہ ہے کہ مدد طلب کرتے اور اس کی تمنا میں شدت کا زمانہ طویل ہو گیا۔ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ۔ جلدی مدد سے ان کی طلب کو پورا کرتے ہوئے انہیں کہا گیا۔ آگاہ رہو بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔

اختلافِ قراءت:

يَقُوْلُ نافع اور علی رحمہما اللہ نے رفع سے پڑھا اور اس کو حکایت حال ماضی میں قرار دیا' جیسے کہتے ہیں شربت الابل حتی یجیء البعیر یجر بطنہ تو یہاں یجیء حکایت حال ماضی ہے باقی قراء نے اَن مقدرہ مان کر منصوب پڑھا ہے اور معنی استقبال کا کیونکہ ان اس کی علامت ہے۔

۲۱۵۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں تم کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو۔ تو ماں' باپ اور رشتہ داروں کو یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کو دو اور تم جو کچھ نیکی کرو پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

شانِ نزول: جب حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ ہم کس قسم کے اموال اور کہاں کہاں خرچ کریں تو یہ آیت اتری۔

(ابن حبان)

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّهُوَ

فرض کیا گیا تم پر جنگ کرنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ

خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ

تمہارے لئے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُونَ ۝ ۲۱۶ ع

نہیں جانتے۔

۲۶ ع ۱۰

صراحتِ مصارف میں حکمت:

يَسْئَلُوْنَكَ اللہ تعالیٰ نے مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ عام فرما کر خرچ کے مصارف کو صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا۔ اور سائل کے سوال کے جواب کو اشارہ میں بیان فرمایا۔ اس سے یہ واضح کر دیا کہ اصل قابل اہتمام مصرف کا لحاظ و خیال رکھنا ہے کیونکہ خرچ قابل اعتبار وہی ہوتا ہے۔ جو صحیح موقع پر صرف ہو جائے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ نفلی نفقہ جات کے سلسلہ میں ہے۔ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ جو بھی تم بھلائی کرو پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں وہ اس پر بدلہ دیں گے۔

تفسیر آیت ۲۱۶:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (تم پر جہاد فرض کیا گیا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور شاید تمہیں ایک چیز بری لگے۔ حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور شاید ایک چیز تمہیں اچھی معلوم ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہے اور اللہ تعالیٰ (تمہاری بھلائی اور برائی کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے) کتب علیکم القتال۔ تم پر کفار سے جہاد فرض کیا گیا۔

صفت سے مقصود اظہارِ مبالغہ:

وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ۔ یہاں مصدر کو صفت کی جگہ لایا گیا۔ تاکہ مبالغہ ظاہر ہو جیسا کہ اس شعر میں۔

فَاِنَّمَا هِيَ اِقْبَالٌ وَاِدْبَارٌ تو یہاں شاعر نے گھر کے پچھلے حصے اور سامنے والے حصے کو اقبال و ادبار کہہ دیا۔ گویا بذات خود وہ کوئی ناپسند چیز ہے کہ جس سے اتنی طبعی ناپسندیدگی ہے یا یہ فُعْلٌ کا وزن مفعول کے معنی میں ہے۔ جیسے خُبْزٌ بمعنی الْمَخْبُوْزُ۔ یعنی مکروہ لکم۔ وہ ناپسندیدہ ہے تمہیں۔ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہو۔ پس تم غزوہ کو ناپسند کر رہے ہو۔ حالانکہ اس میں دو میں سے ایک خیر ضرور مل جائے گی یا کامیابی اور

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ

آپ سے شہر حرام کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا جرم ہے،

وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ

اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کے ساتھ کفر کرنا اور اہل مسجد حرام کو

اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ

وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بڑا گناہ ہے۔ اور فتنہ پردازی قتل کرنے سے بڑا جرم ہے۔ اور کافر لوگ

يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ

برابر تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں پھیر دیں تمہارے دین سے اگر ان سے ہو سکے، اور جو شخص تم میں سے

مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

اپنے دین سے پھر جائے پھر حالت کفر میں مر جائے، سو دنیا و آخرت میں ایسے لوگوں کے اعمال

فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢١٧﴾

اکارت ہو جائیں گے اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے،

غنیمت یا شہادت وجنت۔ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا۔اور شاید تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ غزوہ میں بیٹھ رہنا ہے۔ وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ اور وہ تمہارے لئے بہت بری ہو اس لئے کہ اس میں ذلت وفقر اور اجر وغنیمت سے محرومی ہے۔

اللہ جل شانہٗ جو فرمائیں کر ڈالو:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اللہ جانتے ہیں وہ چیز جو تمہارے حق میں خیر ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔اور تم نہیں جانتے اس کو پس جلدی سے وہ کر ڈالو جس کا وہ حکم دے رہے ہیں خواہ وہ تمہیں گراں ہو۔

نکتہ: عَسٰى یہاں لایا گیا۔اصل میں یہ شک کے لئے ہے کیونکہ نفس جب پاک ہو جاتا ہے تو اس کی تمام خواہشات شریعت کے مطابق ہو جاتی ہیں پھر وہ ان چیزوں سے نفرت کرتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہیں اور ان چیزوں کو پسند کرتا ہے جو اللہ کو پسند ہیں۔

تفسیر آیت ۲۱۷:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔

(اے محمد ﷺ وہ آپ سے ماہِ حرام میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں ان سے کہہ دو۔ اس (ماہ حرام) میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کو نہ ماننا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور فساد اس قتل سے بھی زیادہ سخت ہے اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر وہ قابو پالیں اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا اور کفر کی حالت میں مرجائے گا تو ایسے لوگوں کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ دنیا میں اور آخرت میں اور یہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے)۔

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ:

آیت یَسْئَلُوْنَكَ اس سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے جمادی الاخری میں روانہ فرمایا تھا۔ انہوں نے مشرکین سے لڑائی کر لی یہ سمجھ کر کہ رجب کا چاند نہیں ہوا حالانکہ رجب ہو چکا تھا۔ قریش نے پروپیگنڈا کیا محمد (ﷺ) نے تو اشہر حرام کو بھی حلال کر دیا حالانکہ ان میں خائف کو بھی امن حاصل تھا۔ یَسْئَلُوْنَكَ آپ سے کفار سوال کرتے ہیں یا مسلمان سوال کرتے ہیں کہ اشہر حرام میں قتال کا حکم کیا ہے؟

نحو: الشھر سے قتالٍ فیه بدل الاشتمال ہے۔

قراءت: عن قتالٍ فیه تکرار عامل کے ساتھ پڑھا گیا۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۷۵ میں لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ۔ میں لام کو دوبارہ لایا گیا ہے۔ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ۔ کہہ دیں کہ لڑائی اس میں بڑا یعنی گناہ ہے۔

نحو: قتالٌ، مبتداء کبیر، خبر ہے نکرہ کو مبتداء بنانا درست ہے کیونکہ فیه کی وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہوگئی ہے وہ قتالٌ کی صفت ہے۔

رائے مفسرین: اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم التوبہ آیت نمبر ۵ سے منسوخ ہے (مگر جن دلائل کو نسخ کے لئے پیش کیا جاتا ہے وہ خود محل نظر ہیں البتہ بعض مفسرین نے الشھر الحرام بالشھر الحرام سے اس کو منسوخ مانا ہے جس سے ابتداء قتال فی الاشہر الحرام تو حرام رہے گی البتہ جوابی کارروائی اس آیت سے حلال ثابت ہوگی۔ واللہ اعلم۔

حدیبیہ میں روکنا:

وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا یعنی کفار کا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو حدیبیہ والے سال روکنا۔

نحو: یہ مبتداء ہے و کفر به اس کا معطوف علیہ ہے اور اخراج اھله یہ بھی اس کا معطوف علیہ ہے ان تینوں اسماء کی خبر

اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ ہے۔ والمسجد الحرام۔ فراء رحمہ اللہ کا خیال یہ ہے کہ والمسجد الحرام کا عطف کفر بہ میں بہ پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے کفر بہ وبالمسجد الحرام

علمائے بصرہ کا قول: ضمیر مجرور پر عطف اس صورت میں جائز ہے جبکہ حرف جار کو دوبارہ لایا جائے۔ پس اس طرح نہیں کہہ سکتے مورت بہ وزید۔ بلکہ اس طرح کہیں گے مررت بہٖ وبزید پس اگر یہاں عطف بہٖ پر ہوتا تو عبارت اس طرح ہوتی۔ و کفر بہٖ وبالمسجد الحرام

وَاِخْرَاجُ اَھْلِہٖ۔ وہاں کے رہنے والوں کا نکالنا یعنی مسجد حرام کے رہنے والوں کا نکالنا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمن تھے اس کا عطف بھی صَدٌّ پر ہے۔ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے جو کچھ کہ فعل قتال اشہر حرام میں سریہ نے خطاءً کیا ہے اور گمان کی بناء پر کیا۔ (قصداً نہیں) وَالْفِتْنَۃُ۔ اور نکالنا یا شرک کرنا۔ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ یہ شہر حرام میں قتل سے بڑھ کر ہے یا کفار کا مسلمان کو دکھ دینا ان مسلمانوں کے شہر حرام میں قتل کفار سے زیادہ قبیح ہے۔

پیشینگوئی:

وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ۔ وہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ تم کو تمہارے دین سے لوٹا دیں یعنی کفر کی طرف۔

اس آیت میں اطلاع دی گئی ہے کہ کفار کی ہمیشہ مسلمانوں سے عداوت رہے گی۔ اور وہ اس سے کبھی باز نہ آئیں گے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو ایمان سے پھیر دیں۔

نکتہ: حَتّٰی یہاں تعلیل کے لئے ہے جیسے کہتے ہیں یَعْبُدُ اللّٰہَ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے گا تاکہ وہ جنت میں پہنچ جائے۔

آیت کا مطلب:

مطلب آیت کا یہ ہوا۔ کہ وہ تم سے لڑتے رہیں گے تاکہ وہ تمہیں ایمان سے لوٹا دیں۔ اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔ اگر وہ ایسا کر سکیں ان میں ایسا کر سکنے سے استبعاد ظاہر کیا گیا۔ جیسے تم دشمن کو کہتے ہو۔ ان ظفرت بی فلا تبق علی۔ کہ اگر تم مجھ پر کامیابی پاؤ۔ تو مت چھوڑنا۔ حالانکہ تمہیں یقین ہے کہ وہ تم پر کامیابی نہ پا سکے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ایسا نہ کر سکیں گے کیونکہ تم ایمان میں مضبوط ہو۔ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ۔ اور جو شخص تم میں سے پھر گیا اپنے دین سے یعنی اسلام سے کفر کی طرف۔

کفر سے مراد ارتداد ہے:

فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ۔ اور کفر کی حالت میں اس کی موت آ گئی۔ یہاں کفر سے ارتداد مراد ہے۔ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ پس ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے۔ اس لئے کہ ارتداد سے مسلمانوں والے تمام ثمرات سے محرومی ہو گئی۔ اور آخرت میں ثواب اور اچھے ٹھکانے سے محروم ہو گیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہ لوگ

يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ وہ آگ والے ہیں اور وہ اس آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

استدلال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ارتداد سے اعمال حبط نہیں ہوں گے جب کہ موت ارتداد پر نہ آئے۔ گویا اگر توبہ کر لی تو سابقہ اعمال بحال ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدۃ آیت نمبر ۵ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ۔ میں حبط عمل کو فقط ارتداد سے معلق فرمایا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صرف ارتداد سے حبط اعمال ہو جاتا ہے۔ اصل اس اختلاف کی بنیاد وہ کلیہ ہے کہ مطلق کو مقید پر ہمارے ہاں محمول نہ کریں گے۔ بلکہ اپنے اپنے مقام پر رہیں گے اور ان کے ہاں مطلق کو مقید پر محمول کر کے اس میں بھی وہ قید معتبر مانیں گے۔

والدلائل فی اصول الفقہ۔

شانِ نزول: مجاہدین سریہ نے عرض کیا کہ ہمیں اس جہاد کا اجر ملے گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر آیت ۲۱۸:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی۔ یعنی انہوں نے مکہ کو اور اپنے خاندانوں کو چھوڑا۔

وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا) مشرکین کے خلاف۔

قراءت: یہاں وقف نہیں۔ کیونکہ اولئک یرجون یہ ان کی خبر ہے۔

اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں کہا جاتا ہے من وجاطلب ومن خاف هرب۔

نکتہ: (امید کو ان کے لئے اس وجہ سے ثابت کیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے۔ کہ عمل نہ موجب ثواب ہے اور نہ ثبوت ثواب کا یقین دلانے والا۔ خاص کر اس وقت جبکہ اعتبار خاتمہ کا ہے)

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ز

وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں،

وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ

اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے، اور وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں، آپ فرما دیجئے کہ جو زائد ہو وہ خرچ کر دیں

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ﴿۲۱۹﴾ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ

اللہ ایسے ہی بیان فرماتا ہے آیات، تاکہ تم فکر کرو دنیا میں اور آخرت میں،

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ

اور وہ آپ سے سوال کرتے ہیں یتیموں کے بارے میں، آپ فرما دیجئے کہ اصلاح کرنا ان کے لئے بہتر ہے اور اگر ان کا خرچ آپس میں ملا لو

فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ

تو وہ تمہارے بھائی ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ تم میں مفسد کون ہے مصلح کون ہے اور اللہ چاہتا تو تم کو مشقت میں ڈال دیتا،

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

بے شک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

۲۱۹۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۔ (آپ سے اے محمد (ﷺ) یہ لوگ شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں ان سے کہہ دو۔ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں۔ اور ان کے فائدے سے انکا گناہ بڑا ہے اور آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں کہہ دو۔ جو ضرورت سے زیادہ ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ تم غور کرو)۔ شراب کے متعلق چار آیات اتریں۔ مکہ شریف میں نمبرا۔ سورۃ نحل و من ثمرات النخيل والا عناب تتخذون منه سكرا ورزقا حسنا۔ مسلمان شراب کو استعمال کرتے تھے اور اس وقت حلال بھی تھی پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں شراب کے بارے میں فتویٰ دیں۔ یہ عقل کو دور کرنے والی اور مال سلب کرنے والی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

واقعۂ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ:

نمبر۲۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ پھر کچھ لوگوں نے تو شراب پینی چھوڑ دی۔ جبکہ دوسرے استعمال کرتے رہے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک دن دوستوں کی جماعت کو دعوت دی انہوں نے شراب پی اور نشہ چڑھ گیا۔نماز کا وقت آ گیا۔ تو ان میں سے کسی نے امامت کروائی۔تو قل یاایھا الکفرون لا اعبد کو اعبد ماتعبدون پڑھ دیا۔اس پر یہ آیت اتری۔

واقعۂ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ:

نمبر۳۔ لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی۔النساء آیت نمبر۴۳ اب اس کے بعد پینے والوں کی تعداد کم ہوگئی۔ پھر حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے دوستوں کی ایک جماعت کو بلایا۔جب انہوں نے شراب پی اور اس کا نشہ چڑھا۔تو ایک دوسرے سے جھگڑے اور باہمی مار پٹائی ہوئی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اَللّٰھُمَّ بَیِّنْ لَنَا بَیَانًا شَافِیًا۔پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت۔
نمبر۴۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ۔تا۔ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ۔اتاری۔سورۃ المائدہ آیت نمبر۹۰۔۹۱ اس آیت کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا۔انتھینا انتھینا یا رب اے ہمارے رب ہم باز آ ئے باز آ ئے۔

ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر ایک قطرہ شراب کنوئیں میں گر جائے پھر اس کی جگہ منارہ بنایا جائے۔میں علی اس پر اذان نہ دونگا۔اور اگر دریا میں قطرہ گر جائے پھر وہ دریا خشک ہو جائے اور اس میں گھاس اُگ آئے تو میں اس کو اپنے جانوروں کو نہ چراؤ نگا۔خمر۔انگور کا شیرہ جو گاڑھا ہو جائے جھاگ نکالے اصل میں خمرہ خمراً مصدر پر اسمیت کا معنی غالب آ گیا۔اس نے ڈھانپا ڈھانپنا۔شراب بھی عقل کو ڈھانپ لیتی ہے۔

میسر کا مآخذ:

المیسر۔کا معنی ہے جُوَا یہ یسر سے مصدر ہے جیسا موعد اپنے فعل سے۔
کہا جاتا ہے۔یسرتہ۔جبکہ اس سے جوا کھیلے۔اور ایسر سے مشتق ہے۔کیونکہ دوسرے کا مال اس میں سہولت و آسانی بغیر محنت وتھکاوٹ کے حاصل کر لیتا ہے یا ایسار سے مشتق ہے گویا اس کے بائیں ہاتھ نے یہ مال چھین لیا ہے۔جوئے کی صورت حال اس طرح تھی ان کے ہاں دس تیر تھے۔جن پر خطوط تھے۔اور وہ درج ذیل تھے۔

جوئے کے تیر:

نمبر۱۔الفذ اس کا ایک حصہ تھا۔نمبر۲۔التوام اس کے دو حصے تھے۔نمبر۳۔الرقیب اس کے تین حصے تھے۔نمبر۴۔الحلس اس کے چار حصے تھے۔نمبر۵۔النافس اس کے پانچ حصے تھے۔نمبر۶۔المسبل اس کے چھ حصے تھے۔نمبر۷۔المعلیٰ اس کے سات حصے تھے۔تین تیر بلا علامت تھے ان کا کوئی حصہ نہ تھا۔نمبر۱۔المنیح نمبر۲۔السفیح۔نمبر۳۔الوغد وہ ان تمام تیروں کو ایک تھیلے میں ڈالتے۔اور ایک عادل آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیتے۔پھر وہ ان تیروں کو حرکت دیتا۔اور اپنا ہاتھ تھیلے میں ڈال کر ہر آدمی کے نام پر باری باری ایک ایک تیر نکالتا جاتا۔جس کا تیر ان تیروں میں سے نکلتا جن کے حصے مقرر تھے۔وہ مقررہ حصے لے لیتا۔اور جس کا ایسا تیر نکلتا جن کے حصے مقرر نہ تھے وہ کچھ وصول نہ کرتا۔بلکہ سارے اونٹ کی قیمت بطور تاوان دیتا۔وہ حصے وصول

کرنے والے اپنے حصے فقراء پر بانٹ دیتے۔ اس میں سے خود کچھ بھی استعمال نہ کرتے اور اس پر فخر کرتے اور جو اس میں داخل نہ ہوتا۔ اس کی مذمت کرتے۔ قمار کی تمام اقسام۔ نرد۔ شطرنج وغیرہ اسی کے حکم میں ہیں۔

لین دین کے متعلق سوال:

وہ آپ سے ان کے لین دین کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیں۔ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ (کہ ان میں گناہ بہت بڑا ہے اور لوگوں کے کچھ فائدے بھی ہیں)۔ باہمی جھگڑے اور گالم گلوچ کی وجہ سے اور فحش گوئی اور جھوٹ کی وجہ سے۔

قراءت: حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے کبیر کی جگہ کثیر پڑھا ہے۔

ومنافع للناس سے مراد تجارت خمر کے فوائد اور پینے کی لذت اور جوئے میں فقراء کا نفع یا مال بلا محنت کے میسر آ جانا۔ وَاِثْمُهُمَآ۔ ان کے لین دین کے گناہ کی سزا۔ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ وہ ان دونوں کے فائدے سے بہت بڑھ کر ہے۔ کیونکہ شرابی اور جواباز طرح طرح کے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو فرما دیں جو بچ رہے۔ عفو زائد کو کہتے ہیں۔ یعنی تم وہ خرچ کرو۔ جو ضرورت سے بچا ہوا ہو۔ ابتدائے اسلام میں تمام زائد مال کا خرچ کرنا فرض تھا کھیتی والے کو اپنا سال کا خرچہ رکھ کر مہینے کے بعد زائد کے خرچ کر ڈالنے کا حکم تھا۔

جب آیت زکوٰۃ نازل ہوئی۔ تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

نحو و قراءت: ابو عمرو نے اس کو ضمہ کے ساتھ اَلْعَفْوُ پڑھا ہے جنہوں نے اس کو نصب دیا تو انہوں نے ''مَاذَا'' کو ایک اسم قرار دے کر ینفقون سے منصوب بنایا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے قل ینفقون العفو۔ نحو: اور جنہوں نے رفع پڑھا انہوں نے مَا کو مبتدا اور ذا کو صلہ سمیت اس کی خبر بنایا ہے ذا یہاں الّذی کے معنی میں ہے ینفقون یہ ذا کا صلہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ ما الذی ینفقون؟ تو اس کے جواب میں العفو لایا گیا۔ یعنی ھو العفو۔ تو جواب کو سوال والا اعراب دے دیا۔ تاکہ سوال و جواب میں مطابقت ہو۔

كَذٰلِكَ۔ کاف یہ موضع نصب میں مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی تَبْيِيْنًا مِّثْلَ هٰذَا التَّبْيِيْنَ۔ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ اپنی آیات کھول کر بیان کرتے ہیں۔ تاکہ تم سوچ و بچار کرو۔

تفسیر آیت ۲۲۰:

فِى الدُّنْيَا۔ (دنیا میں) یعنی دنیا کے معاملے میں۔

وَالْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں) فی یہ یتفکرون سے متعلق ہے۔ یعنی تم دونوں جہانوں کے متعلق غور و فکر کرو۔ اور ایسے اعمال کرو۔ جو تمہارے لئے نہایت درست ہوں۔ یا دونوں جہانوں کے متعلق سوچ و بچار کرو اور ان میں جو باقی رہنے والا ہے اور کثرت منافع والا ہے اس کو ترجیح دو۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ یبین کے متعلق بھی ہو سکتا ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔

یبین لکم الآیات فی امر الدارین وفیما یتعلق بھما اور وہ تمہارے لئے اپنی آیات دونوں جہانوں کے سلسلے میں اور جو چیزیں ان سے متعلق ہیں واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔لعلکم تتفکرون۔تا کہ تم سوچ بچار کرو۔جب یہ آیت نمبر۱ سورۃ نساء ان الذین یاکلون اموال الیتٰمی ظلما اتری تو کئی صحابہ ؓ نے یتامی سے علیحدگی اختیار کر لی۔اور ان سے میل جول چھوڑ دیا۔اور ان کے مالوں کی نگرانی ترک کر دی۔اور اس بات کا تذکرہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا۔تو یہ آیت اتری۔

مداخلت برائے احتیاج:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ۔(وہ آپ سے یتیموں کے بارے سوال کرتے ہیں تم کہہ دو اصلاح کرنا ان کے لئے بہتر ہے)یعنی ان کے معاملات میں اور اموال میں اصلاح کی خاطر مداخلت الگ تھلگ ہو جانے سے بہتر ہے۔

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ (تم ان سے میل جول کرو)اور علیحدگی اختیار مت کرو۔

فَاِخْوَانُكُمْ۔(پس وہ تمہارے دینی بھائی ہیں)اور بھائی کا حق ہے کہ دوسرے بھائی کے ساتھ مل جل کر رہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔(اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے ان کے اموال میں بگاڑ پیدا کرنے والے کا ان کی اصلاح کرنے والے سے)پس مداخلت کے مطابق بدلہ دے گا۔پس احتیاط کرو اور اصلاح کے علاوہ اور کوئی چیز مت تلاش کرو۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ ۔(اور اگر اللہ تعالیٰ کو تمہاری تنگی منظور ہوتی)

لَاَعْنَتَكُمْ۔(تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا)تمہیں مشقت اٹھوا کر اور تنگی میں مبتلا کرتا۔اور شرکت کو مطلق مباح نہ کرتا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ۔(بے شک اللہ تعالیٰ زبردست)یعنی غالب ہے وہ اپنے بندوں پر مشقت ڈالنے کی قدرت رکھتا ہے اور تنگی میں مبتلا کرنے کی۔

حَكِيْمٌ۔(حکمت والا ہے)وہ وسعت کے مطابق اور طاقت کے لحاظ سے حکم دیتا ہے۔

وَلَا تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكَةٍ وَّلَوۡ

اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، اور البتہ ایمان والی باندی بہتر ہے مشرک عورت سے اگرچہ

اَعۡجَبَتۡكُمۡ ۚ وَلَا تُنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَتّٰى يُؤۡمِنُوۡا ؕ وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ

وہ تمہیں اچھی لگے، اور نہ نکاح کرو اپنی عورتوں کا مشرکین سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، البتہ ایمان والا غلام بہتر ہے

مِّنۡ مُّشۡرِكٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ

مشرک سے اگرچہ وہ تمہیں اچھا لگے، یہ لوگ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف، اور اللہ

يَدۡعُوۡۤا اِلَى الۡجَنَّةِ وَالۡمَغۡفِرَةِ بِاِذۡنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ

بلاتا ہے جنت اور مغفرت کی طرف اپنے حکم سے، اور اللہ بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے اپنی آیات تاکہ وہ نصیحت

يَتَذَكَّرُوۡنَ ۝٢٢١ ع

حاصل کریں۔

٢٧ ع ٥ ١١

٢٢١۔ وَلَا تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكَةٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ وَلَا تُنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَتّٰى يُؤۡمِنُوۡا وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ اُولٰٓئِكَ يَدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلَى الۡجَنَّةِ وَالۡمَغۡفِرَةِ بِاِذۡنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ۔ (اور مشرکہ عورتیں جب تک ایمان نہ لائیں۔ ان سے نکاح نہ کرو۔ اور البتہ مؤمنہ لونڈی مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھی معلوم ہو۔ اور نہ نکاح کرو مشرک مردوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے بہت بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند آئے۔ یہ دوزخ کی طرف بلانے والے ہیں۔ اور اللہ جنت اور مغفرت کی طرف بلاتے ہیں۔ اپنے حکم سے اور اپنے احکام لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں)۔

شانِ نزول: جب مرثد رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آیا وہ عناق مشرکہ سے نکاح کرے۔ تو یہ آیت اتری۔

تفسیر آیت ٢٢١:

وَلَا تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ ؕ۔ تم مشرکہ عورتوں سے نکاح مت کرو۔ جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔ نکح کا معنی خود نکاح کرنا اور انکح نکاح کروانا۔

وَلَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكَةٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ ؕ۔ مؤمنہ لونڈی بہت بہتر ہے مشرکہ سے خواہ وہ تمہیں زیادہ بھائے یعنی اگرچہ حالت یہ ہو کہ مشرکہ تمہیں پسند ہو اور تم اس سے محبت کرتے ہو۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى

اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ وہ گندگی ہے، سو تم علیحدہ رہو عورتوں سے حیض

الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ

کے زمانہ میں، اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر وہ جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ

مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ

جس جگہ سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ پسند فرماتا ہے خوب توبہ کرنے والوں کو، اور پسند فرماتا ہے خوب پاکیزگی

الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

اختیار کرنے والوں کو۔

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ ۔ نہ نکاح کر کے دو مشرکین کو۔ یعنی کسی مسلمہ کا نکاح ان سے مت کرو۔

امام زجاج رحمہ اللہ نے اسی طرح کہا۔

جامع العلوم:

نے فرمایا۔ یہاں ایک مفعول کو حذف کیا گیا ہے۔

تقدیر عبارت یہ ہے: وَلَا تُنْكِحُوا هُنَّ الْمُشْرِكِيْنَ کہ نہ نکاح کر کے دوان مسلمات کا مشرکین کو۔ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ۔ یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں اور مؤمن غلام بہت بہتر ہے مشرک سے اگر چہ وہ تمہیں پسند آئے۔

اُولٰٓئِكَ اس میں ماقبل کی علت بیان کی گئی اور اس کا مشار الیہ مشرکہ عورتیں اور مشرک مرد ہیں۔

ان سے رشتہ قطع کریں:

يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۔ (وہ آگ کی طرف دعوت دینے والے ہیں) یعنی اس کفر کی طرف دعوت دینے والے ہیں جو اہل نار کا عمل ہے پس وہ اس بات کے مستحق ہیں۔ کہ ان سے دوستی نہ کی جائے۔ اور نہ ان سے دامادی کا رشتہ قائم کیا جائے۔

ان سے موالات واجب ہے:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ ۔ (اور اللہ تعالیٰ جنت و مغفرت کی طرف دعوت دینے والے ہیں) اور جو چیز انکی طرف پہنچانے والی ہو یہی وہ لوگ ہیں جن کی موالات واجب ہے اور انکی مصاہرت درست ہے۔ بِاِذْنِهٖ ۔ اپنے اذن سے یعنی اپنے علم سے یا اپنے حکم سے۔ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ اور اپنی آیات کھول کر بیان کرتے ہیں۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

۲۲۲۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا

تَطْهُرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔ اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں' آپ فرما دیجئے کہ وہ گندگی ہے۔ سو تم علیحدہ رہو عورتوں سے حیض کے زمانہ میں' اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں' پھر وہ جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جس جگہ سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ پسند فرماتا ہے خوب توبہ کرنے والوں کو اور پسند فرماتا ہے خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو۔

شانِ نزول: اہل عرب حائضہ عورتوں کے ساتھ کھاتے پیتے نہ تھے۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ رہائش رکھتے جیسا کہ یہود مجوس کرتے۔ حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق سوال کیا۔ یارسول اللہ! حیض کی حالت میں عورتوں سے کس طرح معاملہ کریں؟ پس یہ آیت اتری۔

وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ (وہ آپ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں) المحیض۔ یہ مصدر میمی ہے کہا جاتا ہے۔ حاضت حیضًا۔ اس کو حیض آیا حیض آنا۔ جیسے جاء مجیئًا۔

قُلْ هُوَ اَذًى۔ (کہہ دیں وہ ناپاکی ہے)۔ یعنی حیض گندگی ہے اور صحبت کرنے والے کو ایذاء دیتی ہے۔

اعتزالِ عورت کا دائرہ:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ (تم عورتوں سے حیض میں الگ رہو) یعنی ان سے پرہیز کرو۔ یعنی مجامعت نہ کرو۔ یہ بھی کہا گیا کہ نصاریٰ ان سے مجامعت میں حیض کی پرواہ نہ کرتے۔ اور یہود ان سے بالکل علیحدگی اختیار کرتے پس اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان میں میانہ روی کا حکم دیا۔

مسئلہ: امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ازار کے نیچے والے حصہ سے پرہیز کرے۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک فقط شرمگاہ سے پرہیز واجب ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ خون کے نشان یعنی شرمگاہ سے بچے۔ اور اس کے لئے بقیہ جسم میں اختیار ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ۔ (ان کے قریب نہ جاؤ) یعنی مجامعت مت کرو۔ یا ان کی مجامعت کے قریب نہ جاؤ۔

حَتّٰی یَطْهُرْنَ۔ (یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں)

اختلافِ قراءت: حفص کے علاوہ کوفی قراء کے نزدیک تشدید کے ساتھ ہے۔ یعنی وہ غسل کرلیں اور یہ اصل میں یتطهرن۔ تاء۔ طاء کو قرب مخرج کی وجہ سے ادغام کرلیا۔ دیگر قراء نے یَطْهُرْنَ۔ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اسکا معنی خون کا منقطع ہونا ہے۔

مسئلہ: دونوں قراءتیں دو آیات کی طرح ہیں ہم نے دونوں پر عمل کرتے ہوئے کہا۔ کہ دم حیض کے اکثر دن گزر جانے پر اگر خون منقطع ہو گیا۔ اور اگر عورت نے غسل نہیں بھی کیا۔ تو مرد اسکے قریب جا سکتا ہے قراءت تخفیف کا یہ تقاضا ہے اور اگر خون قلیل دنوں میں منقطع ہو گیا۔ تو جب تک عورت غسل نہ کرے اس کے قریب نہ جائے۔ یا اس پر ایک وقت نماز کا نہ گزر جائے۔ تاکہ انقطاع بالیقین ثابت ہو جائے۔ اس طرح قراءت تشدید پر عمل ہو گیا۔ اور اس پر محمول کرنا آیت کا یہ اس کے عکس پر محمول کرنے سے اولیٰ ہے۔ کیونکہ عکس کی صورت میں ایک پر عمل کا ترک لازم ہوگا۔ جمع نہ کیا جا سکے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں مرد اس وقت تک قریب نہیں جا سکتا۔ جب تک خوب طہارت حاصل نہ کرے۔ اور ان کی دلیل یہ آیت: فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، سو تم اپنی کھیتی میں آ جاؤ جس طرف سے ہو کر چاہو اور تم اپنی جانوں کے لئے آگے بھیج دو،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ بلاشبہ تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو، اور مومنین کو خوشخبری سنا دو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں صورتِ جمع:

آنے کا مطلب ان سے جماع کرنا ہے۔ پس اس طرح انہوں نے دونوں آیات کو جمع کیا۔

مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۔ (جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا) یعنی ان مقامات سے جہاں سے اس نے تمہیں آنے کا حکم دیا۔ اور اس کو حلال کیا اور وہ شرمگاہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ ۔ (بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) توابین سے مراد ممنوعات کے ارتکاب سے رجوع کرنے والے یا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے خواہ وہ غلطی پر غلطی کرلیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی پہچان یہ ہے کہ اس کی عظیم معافی کے سبب مایوس نہ ہو۔

وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۔ (اور خوب پاکیزگی والوں کو پسند کرتے ہیں) یعنی پانی سے پاکیزگی اختیار کرنے والے یا عورتوں کے ساتھ دبر میں وطی سے بچنے والے ہیں۔ یا حیض میں جماع سے بچنے والے یا فواحش سے بچنے والے ہیں۔

شانِ نزول: یہود کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی اپنے اہل کے ساتھ بیٹھ کر وطی کرے تو لڑکا بھینگا پیدا ہوگا تو یہ آیت اتری۔

مقصودِ جماع بقائے نسل ہے:

۲۲۳۔ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۔ (تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی ہیں) یعنی کھیتی کے مقامات ہیں۔ اور یہ مجاز ہے عورتوں کو کھیتیوں سے تشبیہ دی۔ اس لئے کہ ان کے رحموں میں نطفے ڈالے جاتے ہیں جو نسل کے لئے بمنزلہ بیج ہے اور لڑکا بمنزلہ نبات کے ہے دراصل نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ یہ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ کا بیان اور توضیح بن گئی۔ یعنی وہ مقام جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا۔ وہ مقام کھیتی ہے مقام گندگی نہیں۔ اس سے درحقیقت متنبہ کر دیا کہ مجامعت کا مقصد قضائے شہوت نہیں بقائے نسل ہے پس ایسے مقامات سے آؤ جس سے یہ مقصد متعلق ہے۔

فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۔ (اپنی کھیتی میں آؤ جیسے تم چاہو) یعنی ان سے جماع کرو جب چاہو۔ یا جس طرح چاہو۔ آؤ بیٹھ کر۔ یا چت لیٹ کر یا پہلو کے بل لیٹ کر مگر آنے کا مقام ایک ہی ہے۔ وہ مقام حرث ہے۔

یہ درحقیقت تمثیل ہے یعنی تم ان کے پاس آؤ جیسا تم اپنی اراضی جن میں تم کاشت کرنا چاہتے ہو جس طرف سے آتے ہو کوئی ایک طرف مخصوص نہیں۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ

اور اپنی قسموں کے ذریعہ نیکی کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کے لئے اللہ کو آڑ نہ بناؤ

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾

اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

بلاغت:

ان آیات میں لطیف کنایات اور خوبصورت تعریضات ہیں۔

تعلیم آداب:

هوا ذی فاعتزلوا النساء۔ من حيث امركم الله۔ فاتوا حرثكم انٰى شئتم۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان آداب کو اختیار کرے۔ اپنے محاورات اور مکاتبات میں بتکلف یہ انداز اختیار کرے۔

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۔ (اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجو) یعنی جن اعمال صالحہ کا مقدم کرنا ضروری ہے اور ممنوعات کی مخالفت سے بچو یا اولاد طلب کرو یا اس سے مراد وطی ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) یعنی ممنوعات پر جرأت مت کرو۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۔ (اور یقین کر لو بے شک تم اس کو ملنے والے ہو) یعنی تم اس کی طرف جانے والے ہو پس اس کی ملاقات کی تیاری کرو۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (اور ایمان والوں کو خوش خبری دے دو) ثواب کے ساتھ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

عجیب نکتہ:

تین مرتبہ يَسْئَلُوْنَكَ بغیر واؤ کے آیا۔ پھر تین مرتبہ واؤ کے ساتھ لایا گیا۔ کیونکہ پہلے تین حوادث کے متعلق سوال گویا متفرق حالات میں پیش آیا اس لئے حرف عطف نہیں لایا گیا کیونکہ ہر سوال ابتدائی سوال تھا اور پچھلے حوادث کے متعلق سوال ایک ہی وقت میں پیش آئے اس لئے واؤ جمع کا ان کے درمیان لایا گیا۔

۲۲۴۔ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ (اور نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کو روکنے والا اپنی قسموں کا کہ تم نیکی کرو گے۔ اور تقویٰ اختیار کرو گے اور اصلاح کرو گے لوگوں کے درمیان اور اللہ تعالیٰ سننے والے اور جاننے والے ہیں)۔

عرضہ کی تفسیر:

العُرضہ۔ بروزن فُعلہ بمعنی مفعول ہے جیسا قبضہ بمعنی مقبوض۔ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے لئے رکاوٹ بنے۔ یہ عرض العود علی الاناء سے لیا گیا ہے جو لکڑی اس برتن سے آڑ اور رکاوٹ بن جائے۔ جیسے تم کہتے ہو۔ عرضۃ دون الخیر۔ فلاں آدمی بھلائی کے راستہ میں رکاوٹ ہے بعض لوگ صلہ رحمی کے بعض کاموں پر قسم اٹھاتے یا اصلاح رشتہ داری کرنے کی قسم کھا لیتے یا کسی پر احسان نہ کرنے کی یا عبادت نہ کرنے کی۔ پھر کہتے۔

اخاف اللّٰہ ان احنث فی یمینی۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں کہ میری قسم ٹوٹ جائے پس وہ نیکی کو اس لئے چھوڑتا ہے اپنی قسم میں نیکی کا ارادہ کر کے۔

قسم سے متعلق قسم کو چھوڑنا:

پس ان کو کہہ دیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔ یعنی اس چیز کے لئے رکاوٹ نہ بناؤ اس چیز کو جس پر قسم اٹھائی ہے اور محلوف علیہ کو یمین کہا کیونکہ وہ قسم سے متعلق ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی کسی چیز پر قسم اٹھائے پھر اس کے غیر کو اس سے بہتر دیکھے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔ (احمد، نسائی) تو اس شئی کو یمین کہا گیا۔

اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ۔ (کہ تم نیکی نہ کرو گے اور تقویٰ اختیار نہ کرو گے اور لوگوں کے مابین اصلاح نہ کرو گے)۔

لام کی دو قسمیں:

جملہ لایمانکم کا عطف بیان ہے یعنی للا مور المحلوف علیھا التی ھی البر والتقوی والاصلاح بین الناس۔ یعنی وہ امور جن پر قسم اٹھائی گئی ہے وہ بر، تقویٰ اور اصلاح بین الناس ہے اور لام فعل سے متعلق ہے۔ یعنی ولا تجعلوا اللّٰہ عرضۃ لایمانکم نہ بناؤ اللہ کو اپنی قسموں کے لئے پردہ۔

دوسرا قول: لام تعلیل کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور ان تبروا فعل سے متعلق ہو یا عرضۃ سے متعلق ہو یعنی ولا تجعلوا اللّٰہ لاجل ایمانکم بہ عرضۃ لان تبروا۔ اللہ تعالیٰ کی قسموں کو لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے سے تم آڑ نہ بناؤ کہ تم قسم کھا لو کہ فلاں کے ساتھ سلوک نہ کرو گے۔

وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ۔ (اور اللہ سننے والے ہیں) تمہاری قسموں کو۔ عَلِیْمٌ۔ (اور جاننے والے ہیں) تمہاری نیات کو

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ

اللہ تعالیٰ تمہارا مؤاخذہ نہیں فرمائے گا۔ تمہاری لغو قسموں کے بارے میں، لیکن مؤاخذہ اس بات پر فرمائے گا جس کا تمہارے دلوں نے

قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

ارادہ کیا اور اللہ غفور ہے حلیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۲۵:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ ۔(اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہ کرے گا تمہاری قسموں میں بے ہودہ قسموں پر)

اللّغو۔ وہ بے ہودہ اور نکمی چیز جس کا اعتبار نہ ہو خواہ کلام ہو یا اور کچھ۔

یمین لغو:

وہ بے ہودہ قسم جس کا قسموں میں اعتبار نہ ہو اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسی چیز پر قسم کھائے کہ جس کے متعلق گمان ہو کہ اس نے قسم نہیں اٹھائی اور معاملہ اس کے الٹ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لغو یمین اٹھانے والے کو سزا نہ دیں گے۔

عندالشافعی رحمہ اللہ۔ جو زبان پر بلاقصد جاری ہو جائے مثلاً لا واللہ وبلٰی واللہ

وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ ۔(لیکن وہ مؤاخذہ کریں گے) یعنی سزا دیں گے۔

یمین غموس اور مؤاخذۂ آخرت:

بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۔(اس پر جو کمایا تمہارے دلوں نے) یعنی جو جان بوجھ کر قسم میں جھوٹ بولا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ آدمی ایسی چیز کی قسم جان بوجھ کر کھائے جس کے متعلق جانتا ہو۔ کہ وہ اس کے برخلاف ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور یہی یمین غموس ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے یمین غموس پر کفارہ کو لازم کیا کیونکہ وہ دل کا کسب ہے۔ عزم اور قصد ہے اور مؤاخذہ یہاں واضح نہیں۔ بلکہ سورۃ المائدہ کی آیت میں واضح ہے۔ پس وہاں کا بیان یہاں کیلئے ہوگا۔

جواب: ہم کہتے ہیں اور وہ اگلے جہان کا معاملہ ہے اور مؤاخذہ اس جگہ دار ابتلاء سے مقید ہے پس ایک کو دوسرے پر محمول کرنا درست نہیں۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۔(اللہ تعالیٰ بخشنے والے بردبار ہیں) کہ تمہاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرتے۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ

جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس جانے کے بارے میں قسم کھا لیتے ہیں، ان کے لئے چار مہینہ کا انتظار ہے پھر اگر رجوع کر لیں تو اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کر لیں تو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۲۶:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ۔وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیتے ہیں۔یؤلون کا معنی قسم اٹھانا ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے۔مِنْ نِّسَآئِهِمْ یہ جار مجرور سے متعلق ہے۔یعنی للذین کے جیسا تم کہو۔ لك منی نصرة۔ ولك منی معونة۔اب مطلب یہ ہوا للمؤلین من نساء هم۔اپنی عورتوں کے بارے میں قسم کھانے والوں کے لئے۔

ایلاء کی تحقیق:

تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ۔(چار ماہ انتظار کرنا ہے)یعنی قسم اٹھانے والے کے لئے ثابت ہوا چار ماہ کا انتظار گویا یہ استقر کے متعلق ہوا۔یؤلون کے متعلق نہیں کیونکہ وہ آلی' علی سے متعدی ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں آلی فلان علی امرأته۔صحیح محاورہ ہے اگر کسی نے آلی فلان من امرأته کہا۔تو اس آیت کو دیکھ کر غلط وہم کیا ہے۔البتہ اس طرح کہا جا سکتا ہے۔یہاں من سے آلی کو متعدی اس لئے کیا گیا کیونکہ اس قسم میں بُعد اور دوری کا معنی پایا جاتا ہے گویا تقدیر عبارت اس طرح ہے یبعدون من نساء هم مؤلین وہ دوری اختیار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے اس حال میں کہ وہ قسم اٹھانے والے ہیں۔

فَاِنْ فَآءُوْ ۔پس اگر وہ رجوع کریں ان مہینوں میں۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں فان فاء و فیهن ہے وہ اس معنی کی تاکید کرتی ہے یعنی وطی کی طرف لوٹ آئیں۔اور ترک پر اصرار چھوڑ دیں۔

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔(پس اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) اسی لئے کفارہ مشروع کیا۔

تفسیر آیت ۲۲۷:

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ ۔(اگر انہوں نے طلاق کا ارادہ کر لیا) رجوع کو ترک کر کے پس وہ مدت کے اختتام کا انتظار کریں۔

فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ۔(پس اللہ سننے والا ہے) اس کی قسم والی بات کو۔

قولِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

عَلِيْمٌ۔(اور جاننے والا ہے) اس کی نیت کو۔در اصل یہ جملہ اصرار علی القسم ترک رجوع پر وعید ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ

اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنی جانوں کو روکے رکھیں تین حیض آنے تک، اور ان کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ

يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

جو کچھ اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا فرمایا ہے اسے چھپائیں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور یوم آخرت

الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ

پر، اور ان کے شوہر ان کے لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں اس مدت کے اندر اگر اصلاح کا ارادہ کریں،

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ

اور عورتوں کے لئے اس جیسا حق ہے جو ان کے اوپر ہے اچھے طریقہ پر، اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں درجہ بڑھا ہوا ہے

۲۸ ع ۷ ۱۲ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾

اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

اس کا معنی یہ ہے پس اگر وہ رجوع کر لیں مدت کے گزرنے کے بعد گویا رجوع مدت کے گزرنے کے بعد ہے کیونکہ فاء تعقیب مع الوصل کے لئے ہے۔

شاندار جواب:

جواب: مگر اس کا جواب یہ ہے فان فاء و وان عزموا در حقیقت للذین یؤلون من نساء هم کی تفصیل ہے۔ اور تفصیل مفصل کے بعد آتی ہے۔ جیسا کہ تم کہو۔

انا نزیلکم هذا الشهر فان احمدتکم اقمت عندکم الی آخره والّاَلَمْ اَقُمْ الاریثما اتحول۔ میں اس مہینہ تمہارا مہمان ہوں پس اگر میں تمہاری تعریف کروں تو ہمیشہ تک کے لئے تم میں قیام کروں گا۔ ورنہ قیام نہ کروں گا اور تھوڑی دیر میں کوچ کر جاؤں گا۔

تفسیر: آیت ۲۲۸: وَالْمُطَلَّقٰتُ۔ (اور طلاق شدہ عورتیں) یعنی مراد مدخول بہا حیض والی عورتیں۔

امر بصورتِ خبر:

يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ۔ (وہ اپنے آپ کو روکیں) یہ خبر ہے جو امر کا معنی دیتی ہے اصل کلام اس طرح ہوگا۔ ولتتربصن المطلقات چاہیے کہ مطلقہ عورتیں انتظار کریں امر کو بصورت خبر لا کر تاکید امر مقصود ہے اور اس بات کی طرف نشان دہی کی گئی کہ یہ ان کاموں میں سے ہے جن کو فی الفور پورا کرنا مناسب ہے گویا ان عورتوں نے اس حکم کو انتظار سے تسلیم کر لیا ہے پس اس کے

پائے جانے کی خبر دی جا رہی ہے۔ اہل عرب دعا میں اس طرح استعمال کرتے ہیں۔ رحمك الله یہ کلمہ دعائیہ بھی خبر کی صورت میں اسی لئے لایا جاتا ہے۔ کہ قبولیت پر یقین و اعتماد ہوتا ہے گویا رحمت ابھی موجود ہے اور یہ اس کے متعلق خبر دے رہا ہے۔ پھر یہاں مبتداء پر اس کی بنیاد رکھ کر تاکید میں اضافہ کر دیا۔ کیونکہ جملہ اسمیہ دوام وثبات پر دلالت کرتا ہے بخلاف جملہ فعلیہ کے نیز انفس کا ذکر کر کے ان کو انتظار پر مزید برانگیختہ کیا گیا اور مزید اس پر ابھارا کیونکہ عورتوں کے نفس مردوں کی طرف مائل ہونے والے ہیں۔ پس ان کی ذوات کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے آپ کو ہٹائیں۔ اور طمع پر غالب کریں اور انتظار پر مجبور کریں۔

قرء بمعنی حیض کی اشارۃ النص سے دلیل:

ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ۔ (تین حیض) قروء جمع قرء یا قُروء کی اور اس کا معنی حیض ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دعی الصلوة ایام اقراء ك (دار قطنی)

تو نماز اپنے حیض کے ایام کی مقدار چھوڑ دو۔ اسی طرح یہ ارشاد طلاق الامة تطليقتان وعدتها حيضتان۔ (ابوداؤد ترمذی) آپ ﷺ نے طہران نہیں فرمایا اور سورة الطلاق آیت نمبر ۴ واللّٰئی یئسن من المحیض من نساء کم ان ار تبتم فعدتھن ثلاثة اشھر۔ میں اشھر کو حیض کے قائم مقام قرار دیا گیا۔ اطہار کو قائم مقام قرار نہیں دیا گیا۔ (پس گویا اشارۃ النص سے اس معنی کی تاکید ہوگئی) ان نصوص کے علاوہ دلائل عقلیہ۔

اس معنی کے تین دلائل عقلیہ:

دلیل عقلی نمبر ۱: عدت کا مقصود استبراء رحم ہے حیض سے رحم کا استبراء حاصل ہوتا ہے نہ کہ طُہر سے اسی بناء پر بالاتفاق لونڈی کے لئے استبراء ایک حیض سے حاصل ہوتا ہے۔

نمبر ۲۔ اگر طہر مراد لیا جائے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے تو عدت دو قرء اور تیسرے کے کسی قدر حصہ سے ختم ہو جائے پس تین کی عددیت حاصل نہ ہوئی کیونکہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طہر کے آخر میں طلاق دے تو وہ حیض امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں عدت میں پورا شمار کیا جاتا ہے۔ اور وہ اگر اس کو حیض کے آخر میں طلاق دے تو ہمارے ہاں وہ حیض گنتی میں نہ آئے گا اور یہ ظاہر بات ہے کہ تین ایک خاص عدد ہے جو تین سے کم پر بولا نہیں جاتا۔

نمبر ۳۔ محاورۂ عرب ہے اقرأت المرأة جبکہ اس کو حیض آئے اور امرأة مقرئ حائضہ عورت

نحوی تحقیق:

نحو : ثلاثة منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے یعنی یتربصن ثلاثة قروء نمبر ۱۔ یا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے یعنی یتربصن مدة ثلاثه قروء نمبر ۲۔ یعنی وہ روکیں اپنے کو مدت تین حیض کے گزرنے تک۔ تمیز جمع کثرت ہے نہ جمع قلت جو کہ اقراء ہے کیونکہ اتساعاً یہ جمعیت میں مشترک ہیں۔ شاید قروء کا لفظ قرء کی جمع کے طور پر اقراء سے زیادہ استعمال ہوتا ہے پس اس کو قلیل الاستعمال پر ترجیح دے کر ذکر کیا گیا۔ کیونکہ قلیل الاستعمال بمنزلہ مہمل کے ہے۔

کتمان کی مراد:

وَلَا یَحِلُّ لَھُنَّ اَنْ یَّکْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ فِیْٓ اَرْحَامِھِنَّ۔ (اوران کے لئے جائز نہیں کہ وہ چھپائیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کی ہے) یعنی حمل' یا دم حیض یا دونوں میں سے کوئی ایک اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ عورت اپنے خاوند سے جدائی کا ارادہ رکھتی ہو پس وہ حمل کو چھپائے تا کہ وہ خاوند اس کی طلاق میں وضع حمل تک انتظار نہ کریں۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لڑکے کے بارے میں شفقت کرتے ہوئے اس کو رخصت سے گریز کرے۔ یا وہ عورت اپنا حیض چھپائے اور کہے کہ وہ حائضہ ہے حالانکہ وہ طہر میں ہو، تا کہ جلدی طلاق حاصل کر لے۔

اِنْ کُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (اگر وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں) یہاں ان کی اس حرکت کو بڑا کر کے پیش کیا گیا۔ کیونکہ جس کو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کی سزا پر ایمان ہو وہ اس کے گناہ پر جرأت نہیں کرتا۔

وَبُعُوْلَتُھُنَّ۔ (اور ان کے خاوند) البعول جمع بعل ہے تاء جمع مؤنث کے لئے لائی گئی ہے۔

اَحَقُّ بِرَدِّھِنَّ۔ (ان کے لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں) یعنی ان کے خاوند رجعت کے زیادہ حقدار ہیں۔

لفظ زوج کی حکمت:

مَسْئَلَہ: اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ طلاق رجعی سے وطی حرام نہیں ہوتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خاوند کو طلاق کے بعد بھی زوجاً کے لفظ سے ذکر فرمایا ہے۔

فِیْ ذٰلِکَ۔ (اس میں) یعنی مدت انتظار میں۔ مطلب یہ ہے کہ جب آدمی رجوع کا ارادہ کر لے اور عورت انکار کرے تو مرد کی بات کو عورت کی بات پر ترجیح دی جائے گی۔ اور مرد اس بات کا زیادہ حقدار ہے اس بناء پر نہیں کہ اس کو رجوع کا حق ہے۔

اِنْ اَرَادُوْٓا۔ (اگر وہ ارادہ کریں) یعنی رجوع کا۔

اِصْلَاحًا۔ (درستگی کا) اپنے اور ان کے مابین۔ اور ان پر احسان کا ارادہ رکھتے ہوں۔ ان کو نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو۔

طرفین کے حقوق وفرائض:

وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ (اور ان عورتوں کا حق ہے اسکی مثل جیسا عورتوں پر ہے) یعنی ان عورتوں کا مردوں پر حق لازم ہے جیسے مہر ونفقہ اور حسن معاشرت اور ترک مضرت وغیرہ اسکی مثل جو خاوندوں کا ان عورتوں پر لازم ہے جیسے ناپسند باتوں سے روکنا اور اچھی باتوں کا حکم دینا۔

بالمعروف سے مماثلت فی الاصلاح مراد ہے:

بِالْمَعْرُوْفِ۔ (دستور کے موافق) یعنی اس انداز سے جو شریعت و عادات میں نامناسب خیال نہیں کیا جاتا۔ یہاں مماثلت سے جنس فعل میں مماثلت مراد نہیں بلکہ ایک دوسرے کے حقوق ذمہ ہونے اور اصلاح و درستی اختیار کرنے میں مماثلت مراد ہے۔

پس مرد پر لازم نہیں کہ جب عورت اس کے کپڑے دھوئے یا اس کے لئے کھانا تیار کرے تو وہ مرد بھی اسی طرح اس کے لئے کرے۔ بلکہ اس کے بالمقابل وہ کام کرے جو مردوں کے لائق ہیں۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا

طلاق دو مرتبہ ہے پھر روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ، یا چھوڑ دینا ہے اچھے طریقہ پر، اور

يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا

تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ تم کچھ بھی لے لو اس مال میں سے جو تم نے ان کو دیا ہے۔ مگر اس صورت میں کہ میاں بیوی اس بات سے ڈرتے ہوں کہ حدود اللہ

يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ

قائم نہ رکھ سکیں گے، سو اگر تم لوگوں کو یہ ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو کوئی گناہ نہیں

عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ

ان دونوں پر اس بارے میں کہ عورت اپنی جان کا بدلہ دے دے، یہ اللہ کے حدود ہیں۔ سو تم ان سے آگے مت بڑھو۔ اور جو کوئی

يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ

شخص اللہ کے حدود سے آگے بڑھ جائے تو ایسے لوگ ظلم کرنے والے ہیں، پھر اگر اس کو طلاق دے دی تو اس کے لئے اس کے بعد حلال نہ

لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ

ہوگی یہاں تک کہ اس شوہر کے بعد کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ سو اگر اس نے طلاق دے دی تو ان دونوں پر کوئی

عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ

گناہ نہیں کہ پھر آپس میں رجوع ہو جائیں۔ اگر دونوں کو اس بات کا گمان ہو کہ اللہ کے حدود قائم رکھیں گے اور یہ

حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

اللہ کی حد بندیاں ہیں وہ انہیں بیان فرماتا ہے ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔ (اور مردوں کو ان پر درجہ حاصل ہے) یعنی زائد حق ہے اور اس کے معاملات کی ذمہ داری میں افضلیت ہے اگرچہ لذت واستمتاع، انفاق، ملک نکاح میں دونوں شریک ہیں۔

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ (اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) اس کے معاملات پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) وہ اسی بات کا حکم فرماتے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۲۹:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۔ (طلاق (رجعی) دوبار ہے) الطلاق بمعنی التطلیق یعنی طلاق دینا ہے جیسے السلام بمعنی تسلیم۔ مطلب یہ ہے کہ

شرعی طلاق ایک طلاق کے بعد طلاق متفرق طور پر دینا ہے۔نہ کہ اکٹھی اور نہ ایک ہی لفظ سے مرتین سے مراد تثنیہ نہیں بلکہ دفعہ (مرتبہ) مراد ہے۔جیسے سورۂ ملک آیت نمبر۴ میں ثم ارجع البصر کرتین یعنی کرّۃً بعد کرّۃٍ ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ ہے نہ کہ دو مرتبہ۔

طلاقِ بدعت:

مَسْئَلَہ: اس آیت میں ہماری دلیل ہے۔دو طلاقوں اور تین کو اکٹھا ایک ہی طہر میں دینا بدعت ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں الگ الگ کر کے دینے کا حکم دیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر میں اگرچہ یہ خبر ہے مگر یہ امر ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی خبر میں تخلف لازم آتا ہے اس لئے کہ طلاق اکٹھی بسا اوقات پائی جاتی ہے۔

ایک قول: یہ بھی ہے کہ ایک انصاریہ نے عرض کیا۔میرے خاوند نے کہا ہے کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں پھر رجوع کرتا رہوں گا۔ پس یہ آیت اتری۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۔کہ طلاق رجعی تو دو بار ہے کیونکہ تیسری طلاق کے بعد رجوع نہیں۔

بِمَعْرُوْفٍ۔پھر دستور کے موافق رکھنا ہے یعنی رجوع کر کے مطلب یہ ہے کہ تم پر دستور کے موافق روکے رکھنا لازم ہے۔

اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ۔(یا حسن سلوک سے رخصت کر دے) یعنی اس سے رجوع نہ کرے۔یہاں تک کہ عدت سے بائنہ ہو جائے۔

تیسری طلاق اور خلع:

دوسرا قول: یہ ہے کہ اس کو تیسری طلاق تیسرے طہر میں دے دے۔یہ آیت جمیلہ اور ان کے خاوند ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں اتری۔جمیلہ ان کو ناپسند کرتی تھی۔جبکہ ثابت اس سے محبت کرتے تھے۔ثابت نے ان کو مہر میں ایک باغ دے رکھا تھا۔پس جمیلہ نے وہ باغ واپس کر کے ان سے خلع کر لیا۔اسلام میں یہ سب سے پہلا خلع تھا (تفسیر طبری صفحہ ۴۶۱ جلد ۲)

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ۔(اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے) اے خاوند یا اے حکام کیونکہ فیصلے کے وقت وہی لینے دینے کا حکم کرنے والے ہوتے ہیں اس لئے انہی کو خود لینے' دینے والے کہہ دیا گیا۔

اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا ۔(کہ تم لو اس میں سے کچھ جو کہ تم انہیں دے چکے ہو) یعنی اس میں سے جو مہر تم ان کو دے چکے ہو۔

اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ۔(مگر جب دونوں کو خوف ہو کہ وہ دونوں خدائی قوانین پر قائم نہ رہ سکیں گے) یعنی مگر یہ کہ میاں بیوی' جان لیں کہ ازدواجی زندگی برقرار رکھنے میں حقوق زوجیت میں حدود اللہ کی خلاف ورزی لازم آتی ہے اس لئے کہ بیوی کی بداخلاقی اور نافرمانی ظاہر ہو چکی۔

فَاِنْ خِفْتُمْ۔(پس اگر تمہیں ڈر ہو) یعنی اے حکام۔یہ بھی جائز ہے کہ اول خطاب ازواج کو ہو اور دوسرا حکام کو۔

حدود اللہ کی مخالفت :

اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا ۔ (کہ وہ دونوں اللہ کے قوانین کی پابندی نہ کرسکیں گے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں) یعنی نہ مرد پر لینے کا گناہ اور نہ عورت پر دینے کا گناہ۔

فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ ۔ (اس چیز میں جو وہ عورت اپنے خاوند کو فدیہ میں دے) یعنی اس چیز کے دینے میں جس سے وہ اپنی جان چھڑا لے۔ اور جو مہر اس کو ملا ہے اس کے بدلے میں اپنے خاوند سے خلع کرے۔

نحو و قراءت :

حمزہ ٔ یعقوب ابوجعفر رحمہم اللہ نے الا ان یخافا کو مبنی للمفعول پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے قراءت حفص کی طرح مبنی للفاعل ہی پڑھا ہے۔

اور الا یقیما یہ بمعنی صلہ یخافا کی ضمیر تثنیہ سے بدل الاشتمال ہے۔ مثلاً خیف زیدترکہ اقامة حدود اللّٰہ۔ زید سے چھوڑنے کا خطرہ ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود کا قیام۔

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا ۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں) پس تم ان سے تجاوز نہ کرو۔ یعنی انکی مخالفت کر کے تجاوز نہ کرو۔

وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ (جو اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے بڑھتے ہیں وہی ظالم ہیں) یعنی اپنے نفسوں کو نقصان پہنچانے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۳۰ :

فَاِنْ طَلَّقَھَا ۔ (پس اگر اس نے عورت کو طلاق دے دی) یعنی تیسری بار۔ دو بار کے بعد۔

خلع طلاق بدل :

سوال : خلع ہمارے نزدیک طلاق ہے اور ایک قول امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی ہے۔ تو اس طرح یہ چوتھی طلاق بن گئی۔

جواب : خلع طلاق بالبدل ہے (اور پہلی دو جو مذکور ہوئیں وہ بلا بدل ہیں) پس یہ تیسری طلاق ہوئی۔ اور یہ اسی کا بیان ہے یعنی اگر اس نے تیسری طلاق بالبدل دے دی۔ تو اس سے تحلیل کا حکم اس طرح ہے۔

فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ ۔ (تو اب اس کے بعد وہ اسکے لئے حلال نہیں ہے) یعنی تیسری طلاق کے بعد۔ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ ۔ (جب تک کہ شوہر ثانی کے نکاح میں نہ آئے) یعنی اس وقت تک جبکہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔ نکاح کی اسناد عورت کی طرف کی جاتی ہے۔ جیسے مرد کی طرف جیسے تزوج کا لفظ ہے۔ اس میں دلیل ہے۔ کہ نکاح عورت کی تعبیر سے بھی منعقد ہو جائے گا۔ اور وطی کی قید حدیث عسیلہ سے لگائی ہے۔ جیسا اصول فقہ میں معروف ہے۔

نکتہ : جب خاوند نے فراق کا اقدام کیا اور شرمندگی سے نکلنے کیلئے کوئی راستہ باقی نہ رہنے دیا تو عورت کو دوسرے خاوند کے دخول کے بغیر حلال نہ قرار دیا گیا۔ جب اس نے دخول کر لیا تو اب یہ عورت حلال ہوگئی اور دخول اس لئے لازم کیا۔ تا کہ آئندہ اس فعل

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدت گزر جانے کے قریب پہنچ جائیں تو ان کو روک لو بھلائی کے ساتھ یا

سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ

ان کو چھوڑ دو خوبی کے ساتھ، اور ضرر پہنچانے کے لئے انہیں روک کر کے نہ رکھو تاکہ تم زیادتی کرو، اور جو

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ؗ

شخص ایسا کرے گا سو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور مت بناؤ اللہ کی آیتوں کو مذاق کی چیز

وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ

اور یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو جو تم پر ہیں، اور جو کچھ اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے کتاب اور حکمت اس کو بھی یاد کرو۔

يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع

اللہ اس کے ذریعہ تم کو نصیحت فرماتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بے شک ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

کے ارتکاب سے باز رہے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس نے اس عورت کو طلاق دے دی یعنی زوج ثانی نے وطی کے بعد فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ (ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں) یعنی پہلے خاوند اور اس عورت پر اَنْ يَّتَرَاجَعَآ (کہ پھر رجوع کر لیں) اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ (اگر ان کو یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے)۔

تعبیری حکمت:

سوال: (ان علما انهما يقيمان) نہیں فرمایا بلکہ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا کہا گیا۔

جواب: کیونکہ یقین ان سے غائب ہے۔ اس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا (یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جن کو وہ بیان کرتے ہیں) قاری المفضل نے نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی نُبَيِّنُهَا۔ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں) یعنی اس کو سمجھتے ہیں جو ان کیلئے بیان کیا گیا۔

تفسیر آیت ۲۳۱:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ۔ (جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرنے کو ہوں) یعنی جب ان کی عدت انتہا کو پہنچ جائے اور اسکے انتہا کے قریب ہو جائیں۔

لفظ اجل کا معنی:

الاجل کا لفظ تمام مدت پر بھی بولا جاتا ہے اور آخر مدت پر بھی انسان کی عمر کو بھی الاجل کہا جاتا ہے۔ اور موت کو بھی الاجل کہتے ہیں۔ جس سے عمر ختم ہوتی ہے۔

حسن معاشرت کا حکم:

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۔ انہیں حسن معاشرت سے روک لو یا سلوک کے ساتھ انہیں رخصت کر دو۔ یعنی یا تو ان سے رجوع کرلے مگر اس سے ان کو دکھ دینا مقصود نہ ہو۔ یا پھر اس کا راستہ چھوڑ دے تا کہ اس کی عدت ختم ہو جائے اور بلا ایذاء کے ہونا ظاہر ہو جائے۔

خاتمۂ رواج:

وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا (اور ان کو تنگ کرنے کیلئے مت روکو) ضِرَارًا۔ مفعول لہٗ (ترجمہ اسکے مطابق ہے) یا حال ہے۔ مت ان کو روکو اس حال میں کہ ان کو تنگی دینے والے ہو۔ عرب میں رواج یہ تھا کہ عورت کو طلاق دے کر چھوڑ دیا جاتا۔ یہاں تک کہ اس کی عدت کا زمانہ قریب اختتام ہوتا۔ تو پھر اس سے رجوع کر لیتے۔ مگر یہ رجوع ضرورت کی بناء پر نہ تھا۔ بلکہ عدت کو لمبا کرنا مقصود ہوتا تھا۔ اس کو قرآن مجید میں الامساك ضِرَارًا۔ فرمایا گیا۔ لِّتَعْتَدُوْا تا کہ تم ان پر زیادتی کرو۔ یعنی ان پر ظلم کرو یا ان کو فدیہ دینے پر مجبور کرو۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ۔ (جو اس طرح کرے گا) یعنی دکھ دینے کیلئے روکے گا۔

تاکید عمل:

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ۔ (بس یقیناً اس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا)۔ اس جان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنا کر وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا (اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ)۔ یعنی تم ان آیات کو اپنانے اور ان کے فرامین پر عمل کی کوشش کرو۔ اور ان کی پوری پوری نگہبانی کرو۔ ورنہ تو تم انکا مذاق بنانے والے ہو عرب اس آدمی کو جو کسی معاملے میں کوشش نہ کرے کہتے ہیں۔ انما انت لا عب وھازئ۔ تو تو کھیل تماشہ اور مذاق اڑانے والا ہے۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہیں)۔ یعنی اسلام دے کر اور نبوت محمد ﷺ دے کر۔

وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ (اور جو کتاب اس نے نازل کی اور حکمت)۔ حکمت سے مراد کتاب اور سنت ہے۔ ذکر نعمت۔ یہ ہے کہ اس کا شکریہ ادا کرے اور اس نعمت کا شکریہ ادا کرے۔

يَعِظُكُمْ بِهٖ (وہ اس کے ساتھ تمہیں نصیحت کرتے ہیں) یعنی ہ کی ضمیر ما انزل کی طرف جا رہی ہے اور یہ حال واقع ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اس چیز میں جس میں اس نے تمہارا امتحان لیا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ (اور یقین کر و بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) خواہ وہ ذکر ہو یا تقویٰ نصیحت حاصل کرنا وغیر ذلك یہ انتہائی بلیغ انداز میں وعدو وعید ہے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ

اور جب تم طلاق دو عورتوں کو پھر وہ پہنچ جائیں اپنی عدت کو تو ان کو اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے

اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ

نکاح کریں جبکہ آپس میں خوبی کے ساتھ رضا مند ہو جائیں۔ اس کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے

كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے۔ یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تفسیر آیت ۲۳۲:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ (اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں) یعنی ان کی عدت ختم ہو جائے۔

بلوغ کا معنی:

نکتہ: دونوں کلاموں کا سیاق ظاہر کر رہا ہے۔ کہ بلوغ کا دونوں جگہ معنی الگ الگ ہے۔ یہاں تو نکاح کے بعد بلوغ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ عدت کے بعد ہی ہوتا ہے۔ پس یہاں معنی ختم ہونا اور پہلی آیت میں رجعت کے بعد ذکر کیا اور رجعت عدت کے دوران ہوتی ہے۔ اور پہلے میں معنی قریب اور اختتام ہونا ہے۔

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ۔ (پس تم مت ان کو روکو)۔ یعنی مت ان کو منع کرو۔

العضل۔ روکنا اور تنگی دینا۔

اَنْ يَّنْكِحْنَ۔ (یہ کہ وہ نکاح کریں)۔ یعنی اس بات سے کہ وہ نکاح کریں۔

اَزْوَاجَهُنَّ۔ (اپنے خاوندوں سے) یعنی وہ خاوند جن کی طرف یہ عورتیں رغبت رکھتی ہیں اور وہ ان کے لئے مناسب بھی ہیں۔

عجیب استنباط:

مَسْئَلَۃ: اس سے بھی اشارہ نکلا کہ عورتوں کی تعبیر سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

نکتہ: آیت میں خطاب ان ازواج کو ہے۔ جو اپنی عورتوں کو ظلم کے طور پر عدت کے ختم ہونے کے بعد روکتے ہیں اور اس وقت بھی ان کو چھوٹ نہیں دیتے کہ وہ جن خاوندوں سے پسند کریں نکاح کر لیں۔ ان کو ازواج مایؤول کے اعتبار سے کہا گیا۔ یا خطاب اولیائے عورت کو ہے۔ جو ان عورتوں کو اپنے سابقہ خاوندوں کی طرف لوٹنے سے روکنے والے ہیں۔ ان کو ازواج ماضی کے اعتبار سے کہا۔

واقعۂ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ:

یہ آیت حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری جب انہوں نے اپنی بہن جملاء بن یسار کو اپنے سابقہ خاوند بداح بن عاصم عجلانی کے ساتھ دوبارہ نکاح سے روکا۔ یا عام لوگوں کو خطاب ہے کہ تمہارے درمیان عضل یعنی روکنا نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ جب وہ پایا جائے اور لوگ اس سے راضی ہوں تو وہ تمام منع کرنے والے کے حکم میں ہوتے ہیں۔

اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ۔ (جب وہ باہم رضامند ہو جائیں) یعنی جب منگنی کا پیغام دینے والا اور عورتیں رضامند ہوں۔ بِالْمَعْرُوْفِ (دستور کے مطابق) جو دین و مروّت کے ساتھ اچھی شرائط یا مہر مثل کے ساتھ اور کفو میں کیونکہ جب دونوں میں سے ایک معدوم ہو تو اولیاء کو تعرض کرنا درست ہے۔ اور ذٰلک میں خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔ یا ہر ایک مخاطب کو۔ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (یہ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو) اس لئے کہ نصیحت انہی میں کامیاب ہوتی ہے۔ ذٰلِكُ یہ (اے لوگو) یعنی منع کرنا۔

اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ۔ (یہ تمہارے حق میں نفع دینے والی اور زیادہ پاک کرنے والی ہے) یعنی تمہارے لئے گناہوں کی گندگی سے زیادہ پاک کرنے والی ہے یا افضل اور اطیب ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ۔ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں) اس چیز کو جس میں پاکیزگی اور طہارت ہے۔

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اور تم نہیں جانتے ہو) اس کو

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ

اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو دو سال پورے اس کے لئے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ

اور جس کی اولاد ہے اس کے ذمہ ماؤں کا کھانا اور کپڑا ہے قاعدہ کے مطابق، کسی جان کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی برداشت کے مطابق،

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ

نہ تکلیف دی جائے والد کو اس کے بچہ کی و سے اور نہ اس کو تکلیف دی جائے جس کا بچہ ہے اس کے بچہ کی و سے اور وارث کے ذ اسی طرح

ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ

ہے لازم ہے۔ سو اگر دونوں آپس کی رضا مندی اور باہم مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے،

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ

اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو اس میں کچھ گناہ نہیں ہے جبکہ تم سپرد کر دو

مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۲۳۳

جو کچھ ان کو دینا طے کیا ہے قاعدہ کے موافق، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جنہیں تم کرتے ہو۔

تفسیر آیت ۲۳۳:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ (اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو) یہ صورۃً خبر ہے مگر امر مؤکد کے معنی میں ہے جیسا کہ یتربصن مگر یہ امر بطور استحباب ہے یا بطور وجوب جبکہ بچہ ماں کا دودھ ہی قبول کرتا ہو یا اس کے لئے کوئی دایہ نہ ملتی ہو یا والد اجرت سے عاجز ہو۔ یا مطلقہ والدات مراد ہوں۔ اور نفقہ اور کپڑے بطور رضاعت واجب کئے گئے ہوں۔

حَوْلَيْنِ (دو سال) یہ ظرف ہے كَامِلَيْنِ (پورے دو) یہ حَوْلَيْنِ کی تاکید ہے۔ کیونکہ اس میں تسامح ہو سکتا ہے جس طرح تم کہتے ہو۔ انك اقمت عند فلان حولين ولم تستكملهما تم نے فلاں کے ہاں دو سال قیام کیا۔ اور ان کو پورا نہ کیا ہو۔

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ (اس شخص کے لئے جو رضاعت کو پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو) اس میں اس شخص کا بیان ہے جس کی طرف حکم متوجہ ہو۔ یعنی یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو رضاعت کی مدت پوری کرنا چاہتا ہو۔

باپ کی ذمہ داری:

حاصل کلام: یہ ہے کہ باپ کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو دودھ پلائے ماں کے ذمہ نہیں۔ اور باپ کے ذمہ ہے یا لازم ہے کہ اس کے لئے ایک دایہ کا انتظام کرے۔ مگر یہ کہ ماں دودھ پلانے پر خوش دلی سے راضی ہو۔ اور وہ خود رضا مندی ظاہر کرنے والی ہو۔ اس پر اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا اور ماں کو مزدوری طلب کرنی جائز نہیں۔ جب تک کہ وہ بیوی ہے یا معتدہ ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ (اور والد پر) ہٗ ضمیر لام کی طرف لوٹتی ہے اور لام اَلَّذِی کے معنی میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے علی الذی یولدله وهو الوالد

نَحو: لہٗ فاعلیت کی وجہ سے محل رفع میں ہے جیسا کہ علیهم غیر المغضوب علیهم۔ الفاتحہ آیت نمبرے میں ہے۔

مولود لہ کی تعبیر میں حکمت:

سوال: یہاں مولود له فرمایا گیا والد نہیں فرمایا۔

جواب: تا کہ معلوم ہو جائے کہ ماؤں نے ان بچوں کو ان کے لئے جنا ہے۔ اس لئے کہ اولاد باپوں کی ہے نسب کی نسبت باپوں کی طرف ہوتی ہے نہ کہ ماؤں کی طرف۔ پس ان باپوں پر لازم ہے کہ وہ ان (والدات) کو کھانا اور کپڑا دیں۔ جبکہ وہ ان کی اولاد کو دودھ پلائیں۔ جیسا کہ دایہ کو کھانا کپڑا دیا جاتا ہے ذرا غور تو کرو۔ جہاں ایسا موقعہ نہ تھا۔ وہاں والد کا نام لے کر ذکر کیا سورۂ لقمان:

۳۳..... وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۚ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ط اور تم ڈرو اس دن سے کہ والد اپنی اولاد کی طرف سے کام نہ آئے گا اور نہ مولود اپنے والد کے کچھ کام آسکے گا۔

رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (ان کے خرچے اور کپڑے کی دستور کے موافق ذمہ داری ہے) یعنی بغیر فضول خرچی اور بغیر کمی کے۔ اس کی تفسیر لا تكلف نفس الا وسعها ہے۔ کہ ان میں سے کسی کو ایسی چیز کی تکلیف نہ دی جائے گی۔ جو اس کی وسعت میں نہیں۔ اور نہ وہ دکھ دیئے جائیں گے۔

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا (نہ تکلیف دی جائے گی کسی نفس کو مگر اس کی وسعت کے مطابق) یعنی جو پائی جائے یا امکان کی حد تک۔ التکلیف۔ اس چیز کو لازم کرنا جس کو تکلف میں ترجیح دی جاتی ہے۔

نحو و قراءت:

نَحو: وسعها۔ یہ لا تکلف کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ استثناء کی وجہ سے نہیں اور اِلَّا دو مفعولوں کے درمیان آیا ہے لَا تُضَآرَّ۔ قراءت: قرائے مکہ و بصرہ ابن کثیر و یعقوب نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ لا تکلف سے بدل ہے پس یہ خبر بمعنی نہی ہے۔ باقی قراء نے لا تضآرَّ کو نصب سے پڑھا ہے نہی مان کر۔

ان دونوں صورتوں میں معروف و مجہول ہونے کا احتمال ہے اور اس کی اصل تُضَارِرُ یا تُضَارَرُ ہے بقیہ قراء نے لا تضآر نہی پڑھا اور اصل تُضَارَرُ پہلی راء کو ساکن کر دیا اور دوسری میں ادغام کر دیا۔ اب دو ساکن جمع ہوئے تو دوسری راء کو فتح دیدیا۔

ضرر کی صورتیں:

وَالِدَۃٌ بِوَلَدِھَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّہٗ بِوَلَدِہٖ (والدہ اپنے بیٹے کی وجہ سے اور نہ والد تکلیف دیا جائے بیٹے کی وجہ سے) نہ ماں اپنے خاوند کو تکلیف دے اپنے بیٹے کے سبب سے۔ وہ یہ ہے کہ نخرے کرے اور اس سے رزق اور کپڑے ایسے مانگے جو خلاف انصاف ہوں۔ اور اس کے دل کو پریشان کرے۔ لڑکے کی دیکھ بھال میں کوتاہی برتے۔ اور بچے کو اپنے ساتھ مانوس کر لینے کے بعد کہے کہ کوئی دودھ والی دایہ اس کے لئے تلاش کرلو۔ بس اسی طرح کی دیگر مائیں۔ یعنی نہ والد اپنی بیوی کو بیٹے کی وجہ سے تکلیف دے کر اس سے ایسی چیز روک لے جو اس پر لازم ہے کپڑے اور رزق میں سے۔ یا اس سے بیٹا چھین لے حالانکہ وہ اس کو دودھ پلانا چاہتی ہو۔ جب یہ مجہول ہو پھر یہ ممانعت اس بات کی بنے گی۔ کہ عورت کو تکلیف پہنچے خاوند کی طرف سے اور تکلیف خاوند کو پہنچے عورت کی طرف سے لڑکے کی وجہ سے۔

دوسرا قول: لا تضار بمعنی لا تضر ہے اور باء اس کے صلہ میں آئی ہے۔ یعنی نہ نقصان پہنچائے والدہ اپنے بیٹے کو نہ اس کی غذا کا خیال رکھے۔ اور نہ نگہبانی اور نہ اپنے سے مانوس کرنے کے بعد والد کے سپرد کرے۔ اور والد نقصان دے بیوی کو اپنے بیٹے کے سبب۔ وہ اس طرح کہ عورت سے بچہ چھین لے یا اس کے حق میں کوتاہی کرے۔ جس کے نتیجہ میں وہ لڑکے کے حقوق میں کوتاہی کرے۔

نسبت میں حکمت:

نکتہ: والد اور والدہ دونوں کی طرف لڑکے کی نسبت کی تاکہ ان کی شفقت اور محبت میں جوش آئے۔ وہ دونوں اس پر خصوصی شفقت کریں۔ (اپنے اختلاف کو بھول جائیں)

نحو: وَعَلَی الْوَارِثِ۔ یہ علی المولود له رزقهن وكسوتهن پر معطوف ہے اور ان کے درمیان میں معروف کی تفسیر ہے جو بطور جملہ معترضہ معطوف اور معطوف علیہ میں حائل ہے۔

تقدیر عبارت یہ ہے۔ وعلى الوارث الصبى عند عدم الاب مثل ذٰلك۔ کہ بچے کے وارث پر والد نہ ہونے کی صورت میں اسی کی مثل ہے۔

مِثْلُ ذٰلِكَ۔ اس کی مثل سے مراد یعنی کپڑے اور رزق جو والد کی زندگی میں اس کے ذمہ تھا وارث پر بھی وہی لازم ہے۔

وارث کی تفسیر:

وارث کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ نمبر ۱: ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر وہ جو اس کا وارث بنا۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔

نمبر ۲۔ احناف کے نزدیک۔ ذی رحم محرم مراد ہے۔ کیونکہ قراءت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں وعلى الوارث ذى الرحم المحرم مثل ذٰلك ہے۔

نمبر ۳۔ عند الشافعی رحمہ اللہ۔ والد کی جائیداد سے خرچہ ادا کیا جائے گا۔

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا (اگر دونوں دودھ چھڑانے کا ارادہ رکھتے ہوں) یعنی دونوں ماں باپ دودھ چھڑانے کا ارادہ رکھتے ہوں اور وہ ارادہ۔

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ (رضامندی اور باہمی مشورے سے صادر ہونے والا ہو)

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا (تو ان دونوں پر اس سلسلہ میں کوئی گناہ نہیں) ان الفاظ سے تحدید کے بعد توسع فرمایا گیا۔ کہ دو سال سے بڑھائیں یا کم کریں۔

اَلتَّشَاوُرُ۔ (ایک دوسرے سے رائے لینا) یہ شُرتُ العسل سے لیا گیا۔ جب کہ تم شہد کو چھتے سے نکالو۔ اور یہ اس لئے فرمایا تا کہ باہمی رضامندی سوچ و بچار کے ساتھ ہو۔ جس سے بچے کو تکلیف وضرر نہ پہنچے۔

مصنف کا ذوقِ سلیم:

سُبحان الذی ادب الکبیرو لم یهمل الصغیرواعتبر اتفا قهما لان للاب النسبة والو لایة وللام الشفقة والعنایة۔

مصنف کے یہ ذوقی جملے بعینہٖ نقل کئے گئے تا کہ پڑھنے والا ان کے ذوق سلیم کی داد دیئے بغیر نہ رہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے بڑے کو ادب سکھایا اور چھوٹے کو ضائع و بیکار نہ ہونے دیا۔ اور والدین کے اتفاق کا اعتبار کیا۔ کیونکہ باپ کو نسبت اور ولایت حاصل ہے۔ اور ماں کو ممتا اور عنایت وہاب حقیقی سے ملی ہے۔

اضافت عدمی کا فائدہ:

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ ۔ اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہتے ہو۔ یعنی اولاد کم کی اضافت لام کے معنی میں ہے۔ لا ولادکم۔ یہ زجاج کا قول ہے۔ بعض نے کہا استرضع یہ ارضع سے منقول ہے۔ عرب کہتے ہیں ارضعت المرأة الصبی واسترضعتها الصبی عورت نے بچے کو دودھ پلایا۔ میں نے بچے کے لئے اس کا دودھ طلب کیا۔ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ یعنی تم دودھ پلانے والیوں سے اپنی اولاد کو دودھ پلواؤ۔ تو ایک مفعول حذف کر دیا گیا۔ یعنی ماں کے علاوہ اور کسی عورت سے تم دودھ پلواتے ہو۔ جبکہ ماں انکاری ہے۔ یا دودھ پلانے سے عاجز ہے۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ (پس کوئی گناہ نہیں جبکہ تم سپرد کر دو)۔ دودھ پلانے والیوں کو۔ مَآ اٰتَيْتُمْ (جو تم نے دینا ہو) یعنی جو تم مزدوری دینے کا ارادہ رکھتے ہو۔

قراءت: مکی نے اَتَيْتُمْ بِهٖ پڑھا ہے۔ یہ اَتٰی اِلَيْهِ اِحْسَانًا سے لیا گیا ہے۔ جبکہ وہ احسان کرے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سورۂ مریم۔ ۶۱ کان وعدهٗ ماتیا میں یہی معنی ہے۔ پورا کیا ہوا۔ التسلیم یہ حوالے کرنا مستحب ہے۔ جواز کی شرط نہیں۔

بِالْمَعْرُوْفِ یہ سلمتم کے متعلق ہے۔ یعنی اجرت مراضع کے سپرد کر دو بطیب خاطر اور بسرور نفس

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور یقین کر لو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والے ہیں۔ یعنی اس پر تمہارے اعمال مخفی نہیں۔ پس وہ ان اعمال پر تمہیں بدلہ دے گا۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو یہ بیویاں اپنی جانوں کو روکے رکھیں چار مہینے

وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

دس دن، پھر جب وہ پہنچ جائیں اپنی میعاد کو سو تم پر کوئی گناہ نہیں اس بات میں کہ وہ عورتیں اپنی جانوں کے بارے میں خوبی کے ساتھ

بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

کوئی فیصلہ کرلیں، اور جو تم کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔

۲۳۴: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ۔ (وہ جو تم میں سے مرجائیں) توفیت و استوفیت اس وقت بولتے ہیں۔ جب کسی چیز کو پورا پورا لیا جائے۔ یعنی ان کے ازواج کو پورا پورا لے لیا جائے۔ وَيَذَرُوْنَ (اور وہ چھوڑ جائیں)۔

انتظار کا مطلب:

اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ (وہ بیویاں وہ روکیں اپنے کو) یعنی ان کی بیویاں اپنے آپ کو روکیں جو تم میں سے فوت ہو جائیں۔ یعنی عدت گزاریں یا مطلب یہ ہے۔ ان کے بعد اپنے آپ کو روکیں اور انتظار کریں۔ بَعْدَهُمْ کو معلوم ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔ جو جملہ خبر بنے اس میں ایک ضمیر ہونی چاہیے۔ جو مبتداء کی طرف لوٹنے والی ہو۔ تقدیر عبارت یہ ہے: وازواج الذین يُتَوَفَّوْنَ يَتَرَبَّصْنَ بَعْدَهُمْ۔

قراءت: مفضل نے يَتَوَفَّوْنَ معروف یا کے فتحہ سے پڑھا اور اس کا معنی اپنی عمریں پوری کرلیں۔

تذکرہ میں لیالی کا لحاظ:

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔ چار ماہ دس دن یعنی دس راتوں کے ساتھ دن بھی داخل ہوں گے۔ لفظ عشر کو مؤنث لانا لیالی کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ اہل عرب جب عدد کو لیالی و ایام میں مبہم ذکر کرتے ہیں۔ تو لیالی کا لحاظ کرتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں۔ صمت عشرًا۔ جبکہ قرآن مجید میں فرمایا: ان لبثتم الا عشرًا۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ (جب وہ اپنی عدت پوری کر چکیں)۔ یعنی پس اگر ان کی عدت ختم ہو جائے۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (تو تم پر کچھ گناہ نہیں) اے ائمہ اور حکام

فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ (جو وہ اپنے نفسوں کے بارے میں دستور کے مطابق کریں)۔ یعنی منگنی کرنے والوں کا پیغام وصول کرنا۔ بِالْمَعْرُوْفِ دستور کے مطابق یعنی اس طریق سے جس کو شرع درست قرار دیتی ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے)۔ یعنی تمہارے باطن سے واقف ہے۔ (اس کے مطابق جزا دے گا)

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ط

اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ ان عورتوں کو کنایۃً نکاح کا پیغام دیدو یا اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھو،

عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّآ أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا

اللہ کو معلوم ہے کہ بے شک تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے۔ اور لیکن ان سے نکاح کا خفیہ طور پر وعدہ نہ کر لینا، مگر یہ کہ ان سے ایسی بات کہو

مَّعْرُوفًا ط وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ أَجَلَهُ ط وَاعْلَمُوٓا

جو قاعدہ کے موافق ہو، اور تم نکاح کرنے کا ارادہ مت کرو یہاں تک کہ عدت قانون کے مطابق ختم ہو جائے، اور تم جان لو

أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيٓ أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ج وَاعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٣٥﴾ ع

کہ بے شک اللہ جانتا ہے۔ جو تمہارے دلوں میں ہے، سو تم اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر آیت ۲۳۵:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ (تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اسمیں کہ تم اشارۃً ان عورتوں کو نکاح کا پیغام دو)۔

تعریض وکنایہ کا فرق:

خطبہ کا مطلب طلب نکاح اور تعریض یہ ہے کہ تم کہو بیشک تو خوبصورت ہے۔ یا نیک ہے۔ اور میرا مقصد نکاح کرنا ہے۔ اس طرح کا قدم جس سے یہ خیال پیدا ہو کہ وہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے آپ کو اس کے لئے روک کرر کھے۔ اگر وہ پسند کرے۔ البتہ صراحت نکاح کی نہیں کر سکتا۔ کہ اس طرح کہے۔

انی ارید ان اتزوجك کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تعریض وکنایہ کا فرق۔ یہ معنی کہ کسی چیز کا ذکر ان الفاظ کے علاوہ دیگر الفاظ سے کرے۔ جو اس کے لئے بنائے گئے اور مخصوص ہیں۔ کنایہ کہلاتا ہے۔

اور تعریض کسی چیز کا تذکرہ کرنا جو دلالت کے انداز سے ہو مثلاً محتاج کہے کہ میں سلام کرنے آیا ہوں۔ اور آپ کے سخاوت والے چہرے کی زیارت کرنے آیا ہوں۔ اس لئے اہل عرب کہتے ہیں۔

حسبك بالتسليم منی تقاضیا گویا اس نے کلام ایسے انداز سے کیا جو قائل کی غرض پر دلالت کرتا ہے۔

اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيٓ اَنْفُسِكُمْ (یا اپنے دلوں میں چھپاؤ) یعنی تم اپنے دلوں میں چھپاؤ اور اپنے دلوں میں رکھو اور زبان سے تعریض وتصریح کسی طور پر ظاہر نہ کرو۔

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم عنقریب ان کا تذکرہ کرو گے) یعنی ہر صورت ان کا تذکرہ کرو گے۔ ان کی طرف رغبت کو زبان سے ظاہر کرنے سے نہیں رکو گے۔

وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا (لیکن ان سے خفیہ جماع کا وعدہ نہ کرو)۔ کیونکہ یہ پوشیدہ کیے جانے والے افعال میں سے ہے۔ یعنی عدت میں اس طرح مت کہو کہ میں جماع پر قدرت رکھتا ہوں۔

اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (مگر یہ کہ ان سے دستور کی بات کہو)۔ تعریض و کنایہ سے اِلَّآ کا تعلق لا تواعدوھن سے ہے یعنی لا تواعدوھن مواعدۃ قط۔

الا مواعدۃ معروفۃ غیر منکرۃ ان سے وعدہ نہ لو پختہ وعدہ مگر دستور کا وعدہ جو نامناسب نہ ہو۔

عزم فعل کی طرح ہے:

وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ (اور عقد نکاح کا قصد نہ کرو) یہ عزم الامر اور عزم علیہ پختہ ارادہ کرنا عقد نکاح کی نہی میں مبالغہ کیلئے عزم عقد سے منع فرمایا۔ کیونکہ کسی فعل کا پختہ ارادہ اس پر اقدام کرنا ہی ہوتا ہے۔ جب عزم سے منع فرمایا تو فعل کی ممانعت اور زیادہ ہوگئی۔ مطلب یہ ہے کہ نکاح کی گرہ کو باندھنے کا عزم مت کرو۔ یا دوسرا قول: نکاح کی گرہ کو قطعی مت کرو۔ کیونکہ عزم کی حقیقت قطع ہے۔ اور اس حدیث کا یہی معنی ہے۔

لا صیام لمن لم یعزم الصیام من الّیل۔ جو رات کو روزے کا قطعی فیصلہ نہ کرے اس کا روزہ نہیں۔ اور دوسری روایت میں لم یبیت الصیام (نسائی) بھی وارد ہوئے ہیں۔ قطعی فیصلہ مراد ہوگیا مطلب آیات کا یہ ہے۔ عقد نکاح کا پختہ ارادہ مت کرو۔

حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ جب تک کہ لکھا ہوا اپنے وقت کو نہ پہنچ جائے۔ یعنی یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو جائے۔ عدت کو کتاب کہا کیونکہ اس کی فرضیت کتاب سے ثابت ہوئی مطلب یہ ہوا کہ یہاں تک لکھا ہوا انتظار اپنے وقت مقررہ یعنی انتہاء کو نہ پہنچ جائے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ تم یقین کرلو۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ جو تمہارے دلوں میں ہے۔ یعنی وہ پختہ ارادہ جو جائز نہیں۔

فَاحْذَرُوْهُ پس اس سے ڈرو یعنی اس کا پختہ ارادہ نہ کرو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والے حلم والے ہیں۔ اسی لئے تمہیں جلدی سزا نہیں دیتے (بلکہ مہلت دیتے ہیں)

شَانِ نُزُول: یہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے نہ تو بیوی کو طلاق دی تھی اور نہ ہی اس کا مہر مقرر کیا تھا۔

لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ

کوئی گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دے دو عورتوں کو جبکہ تم نے ان کو چھوا نہ ہو اور مہر مقرر نہ

فَرِيْضَةً ۚۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا

کیا ہو اور ان کو متعہ دے دو، گنجائش رکھنے والے پر گنجائش کے بقدر ہے، اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مواف ہے، یہ فائدہ پہنچانا

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

عمدہ طریقہ پر ہو، واجب ہے اچھا سلوک کرنے والوں پر۔ اور اگر تم ان کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ

تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ

ان کو چھوا ہو حالانکہ ان کے لئے مہر مقرر کر چکے ہو تو اس صورت میں اس کا آدھا ہے جتنا تم نے مقرر کیا ہے، مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں

اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا

یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، اور یہ بات کہ تم معاف کر دو زیادہ قریب ہے تقویٰ سے۔ اور نہ

تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

بھولو آپس میں احسان کرنے کو، بے شک اللہ اس کو دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

تفسیر آیت ۲۳۶:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ تم پر کچھ گناہ نہیں یعنی تم پر وجوب مہر کا تاوان نہیں۔

اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو۔ یہ شرط ہے۔ اور اس کے جواب پر لا جناح علیکم دلالت کر رہا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں)۔

مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ (جب تک کہ تم نے عورتوں کو ہاتھ نہ لگایا ہو)۔ یعنی ان سے مجامعت نہ کی ہو۔ ما شرطیہ ہے۔ یعنی ان لم تجامعوھن۔ اگر تم نے ان سے مجامعت نہ کی ہو۔

اختلافِ قراءت:

حمزہ، علی رحمہما اللہ نے قرآن مجید میں جہاں بھی یہ لفظ آیا اس کو تُمَاسُّوْهُنَّ پڑھا ہے۔ کیونکہ یہ فعل دو کے درمیان ہونے والا ہے۔

اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً اور نہ مقرر کیا ہواُن کے لئے مہر۔ یعنی مگر یہ کہ مقرر کیا ہو تم نے ان کے لئے مہر یا یہاں تک کہ تم مقرر کرو۔ فرض الفریضۃ مہر مقرر کیا۔

غیر موطوءہ کا مہر:

مَسْئَلَہ: اگر مطلقہ غیر موطوءہ ہے۔ تو مقررہ مہر کا نصف اس کو دیا جائے گا اور اگر مہر مقرر ہی نہ ہو تو مہر مثل کا نصف نہ دیا جائے گا بلکہ جوڑا دیا جائے گا۔

وَّمَتِّعُوْهُنَّ اور تم انہیں متعہ دو۔ یہ فعل محذوف کا معطوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ فَطَلِّقُوْهُنَّ وَ مَتِّعُوْهُنَّ طلاق دے دو اور انہیں فائدہ پہنچاؤ اور متعہ۔ تین کپڑے چادر اوڑھنی' کرتہ ہے۔ عَلَى الْمُوْسِعِ (وسعت والے پر) یعنی وہ جس کو وسعت حاصل ہے۔ قَدَرُهٗ اس مقدار کے مطابق جس کی وہ قدرت رکھتا ہو۔

قراءت: ابوبکر کے علاوہ باقی کوفی قراء نے قَدْرُهٗ دال کے جزم سے پڑھا ہے۔ اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔

وَعَلَى الْمُقْتِرِ تنگدست پر۔ تنگ حال والا۔ اور اس بات کی دلیل کہ مہر کا تاوان گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ تا فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ہے۔ پس نصف فرضتم سے اس گناہ کا اثبات جس کی اس جگہ نفی فرمائی قَدَرُهٗ اس کی حیثیت سے اور یہ متعہ مستحب ہے۔ مَتَاعًا یہ مَتِّعُوْهُنَّ کی تاکید ہے۔ یعنی متعوهن تمتيعًا۔ تم ان کو متعہ دو متعہ دینا۔

بِالْمَعْرُوْفِ (دستور کے موافق) یعنی اس انداز سے جو شرع میں مستحسن ہے۔ اور مروت کے اعتبار سے درست ہے۔ حَقًّا یہ حق ہے یہ متاعًا کی صفت ہے۔ یعنی ایسا متعہ جوان پر واجب ہے۔

یا دوسرا قول: حَقَّ ذٰلِكَ حَقًّا یہ ثابت ہوا ثابت ہونا۔

مستقبل کا محسن:

عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (نیکی کرنے والوں پر)۔ مسلمانوں پر یا ان لوگوں پر جو مطلقات پر متعہ دے کر احسان کرتے ہیں۔

سوال: ان کے فعل کرنے سے قبل ہی ان کو محسنین کیوں فرمایا۔ حالانکہ ابھی انہوں نے احسان تو نہیں کیا؟

جواب: یہ اسی طرح ہے جیسا حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد: من قتل قتيلا فله سلبه (بخاری و مسلم) تو قتیل مایؤول کے اعتبار سے کہا۔ اور یہ احسان وتبرع نہیں جو اس کے ذمہ نہ ہو بلکہ یہ متعہ تو واجب ہے۔

پھر اس عورت کا حق بتلایا کہ طلاق دیتے وقت اس کا مہر مقرر تھا مگر طلاق قبل المس واقع ہوگئی۔ پس فرمایا۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ (اگر تم ان کو طلاق دے دو اس سے پہلے کہ تم نے ان کو چھوا ہو)۔ اِنْ یہاں فعل پر داخل ہوا بتاویل مصدر فعل موضع جر میں ہے یعنی اس سے پہلے کہ تم نے ان کو چھوا ہو۔

وَقَدْ فَرَضْتُمْ (اور تم معین کر چکے ہو) یہ موضع حال میں ہے یعنی اس حال میں کہ تم نے معین کر دیا۔

لَهُنَّ فَرِيْضَةً (ان کے لئے مہر)

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ (پس نصف ہے اس کا جو تم نے مقرر کیا مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کر دیں) مراد اس

سے مطلقات ہیں۔ان فعل کے ساتھ استثناء کی وجہ سے موضع نصب میں واقع ہے گویا اس طرح کہا گیا۔پس تم پر نصف ہے جو تم نے مقرر کیا۔تمام اوقات میں مگر اس وقت میں کہ وہ تم سے نصف مہر معاف کر دیں۔

صیغوں میں فرق:

سوال: مردوں کے لئے یعفوا اور عورتوں کے لئے یعفون کا صیغہ لایا گیا۔حالانکہ تانیث وتذکیر کا فرق ہونا چاہیے۔

جواب: یعفوا۔اس میں واؤ ضمیر ہے اور نون علامت رفع تھی ان کی وجہ سے گر گئی اور یعفون میں واؤ لام کلمہ ہے اور نون ضمیر جمع مؤنث ہے اس لئے عامل کا اس میں چنداں اثر نہیں۔او یعفوا۔یہ یعفون کے محل پر معطوف ہے۔

نکاح کی گرہ والا:

الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّکَاحِ وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے یعنی خاوند جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تفسیر فرمائی۔اور یہی سعید بن جبیر اور شریح اور مجاہد۔امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قولِ جدید بھی یہی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہے۔پس عقد کو باقی رکھنا بھی اسی کے اختیار میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شرعی واجب تو نصف مہر ہی ہے مگر عورت کل کو ساقط کر دے تو اس کی مرضی۔یا مرد اپنی عظمت کا خیال کرتے ہوئے تمام ادا کر دے۔

امام مالکؒ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا پرانا قول یہ ہے کہ بیدہ عقدة النکاح سے ولی مراد ہے۔

ایک اہم سوال:

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے مسلک کے مطابق ولی چھوٹی بچی کے حق میں تبرع کا مالک نہیں تو یہاں بڑی عورت کے سلسلہ میں عقدۃ النکاح کیسے بن گیا۔

نحو: ان تعفوا۔یہ بتاویل مبتداء ہے اور اقرب للتقوٰی یہ خبر ہے اس میں خطاب ازواج اور زوجات کا بطور تغلیب ہے۔

مقامِ عفو:

زجاج رحمہ اللہ نے اس کو ذکر فرمایا ہے۔مطلب یہ ہوا کہ خاوند کا عفو یہ ہے کہ وہ کل مہر دے دے اور یہ عفو اس کے حق میں بہت بہتر ہے اور عورت کا عفو تمام کا وصول نہ کرنا بلکہ تمام سے دستبردار ہونا یہ عورت کے لئے بہت بہتر ہے۔

یا دوسرا قول: خاوندوں کے لئے عفو بہت بہتر ہے۔

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ (اور تم فضل کو نہ بھلاؤ) یہاں فضل افضلیت کے معنی میں ہے۔

بَیْنَکُمْ (اپنے درمیان) یعنی اس بات کو مت بھولو کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے جیسے دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے افضل ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے) پس وہ تمہاری افضلیت پر تمہیں بدلہ دیگا۔

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ق وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ﴿۲۳۸﴾

پابندی کرو نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی، اور کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لئے اس حال میں کہ عاجزی اختیار کئے ہوئے ہو۔

تفسیر آیت ۲۳۸:

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ (تم تمام نمازوں کی حفاظت کرو) یعنی ان کو ان کے اوقات میں ادا کرنے کا التزام کرو۔ اور ان کے ارکان اور شرائط کو پورا کرنے کا التزام کرو۔

نمازِ عصر کی عظمت:

وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی (اور درمیانی نماز) یعنی جو نمازوں کے درمیان میں ہو۔ یعنی فضیلت والی۔ عرب کے لوگ فضیلت والی چیز کے لئے وسط کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

صلوٰۃ وسطیٰ کو مفرد لا کر صلوٰت پر عطف کیا کیونکہ یہ نماز فضیلت میں منفرد مقام رکھتی ہے اور وہ صلوٰۃ عصر ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

دلیل نمبر۱: اس لئے کہ حضور ﷺ نے احزاب کے دن فرمایا۔ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے مشغول کیا یعنی صلوٰۃ عصر سے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے۔ (بخاری، مسلم، احمد)

نمبر۲۔ رسول اللہؐ نے فرمایا یہی وہ نماز ہے کہ جس سے سلیمانؑ مشغول ہوئے یہاں تک کہ سورج حجاب میں چھپ گیا۔ (ابن ابی شیبہ)

نمبر۳۔ مصحف حفصہ رضی اللہ عنہا میں الصلوٰۃ الوسطیٰ۔ صلوٰۃ العصر کے الفاظ ہیں۔

نمبر۴۔ یہ نماز دو دن اور دو رات کی نمازوں کے درمیان میں واقع ہے۔

نمبر۵ اور اس کی فضیلت کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنی تجارت اور معیشت کے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں۔

تفسیری اقوال:

دوسرا قول: یہ نماز ظہر ہے کیونکہ یہ دن کے درمیان میں ہے۔

تیسرا قول: نماز فجر ہے۔ کیونکہ یہ دن کی دو اور رات کی دو نمازوں کے درمیان ہے۔

چوتھا قول: نماز مغرب ہے کیونکہ یہ دو اور چار رکعات کے مابین تین رکعات والی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ دو، سری نمازوں اور دو جہری نمازوں کے درمیان ہے۔

پانچواں قول: نماز عشاء ہے کیونکہ وہ دو طاق نمازوں کے درمیان ہے یعنی مغرب اور نماز وتر۔

چھٹا قول: یہ لیلۃ القدر کی طرح غیر معین ہے تا کہ تمام نمازوں کی حفاظت کریں۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ

پھر اگر تم کو خوف ہو تو کھڑے ہوئے یا سواری پر بیٹھے ہوئے نماز پڑھ لیا کرو، پھر جب تم کو امن حاصل ہو جائے تو اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم

تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

نہیں جانتے تھے۔

قنوت قیام ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (تم اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو) یعنی نماز میں

نحو: قانتین۔ یہ حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ تم اطاعت کرنے والے اور خشوع کرنے والے ہو۔ یا اللہ تعالیٰ کو قیام میں یاد کرنے والے ہو۔

القنوت۔ کا معنی قیام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔

دوسرا قول: اس میں کہ وہ قیام کو لمبا کرنے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۳۹:

فَاِنْ خِفْتُمْ (پس اگر تم کو خوف ہو) یعنی دشمن کا خوف ہو یا اور کوئی۔

فَرِجَالًا (پس پیدل) یہ حال ہے یعنی تم پیدل نماز پڑھو۔ رجالا جمع راجل ہے جیسے قائم اور قیام۔

اَوْ رُكْبَانًا (یا سواری پر) یعنی ایک اکیلے اشارہ کے ساتھ۔ اس صورت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری نہ ہوگا۔

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ (جب تم امن میں ہو جاؤ) یعنی خوف زائل ہو جائے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ (پس تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو) یعنی پس امن والی نماز پڑھو۔

كَمَا عَلَّمَكُمْ (جیسا اس نے تمہیں سکھایا) یعنی یاد کرنا اس طرح جیسا اس نے تمہیں سکھایا۔

مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (وہ باتیں جو تم نہ جانتے تھے) یعنی صلوٰۃ امن۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا

اور جو لوگ وفات پا جائیں اور چھوڑ جائیں بیویوں کو وصیت کر دیں اپنی بیویوں کے لئے متنفع ہونے کی

اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ

ایک سال تک اس طور پر کہ وہ گھر سے نہ نکالی جائیں، پس اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس بات میں جو وہ اپنی

اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

جانوں کے لئے قاعدہ کے مطابق اختیار کر لیں، اور اللہ عزت والا ہے، حکمت والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۴۰:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا (اور وہ جو تم میں سے فوت ہو جائیں اور چھوڑ جائیں بیویاں وصیت کرنا ہے اپنی بیویوں کے لئے)

نحو و اختلاف قراءت:

شامی، ابو عمرو، اور حمزہ حفص نے وصیة کو نصب سے پڑھا ہے فلیوصوا وصیة۔ وہ وصیت کریں وصیت کرنا۔ یہ زجاج رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ اور دیگر قراء نے رفع سے پڑھا ہے یعنی فعلیهم الوصیة ان پر وصیت لازم ہے۔

نمبر ا۔ متاعًا یہ وصیت کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ یہ مصدر لیوصوا وصیة متاعاً وہ وصیت کریں وصیت فائدہ دینے کی۔

منسوخ و ناسخ کا ذکر:

دوسرا قول: متعوهن متاعًا۔ تم ان کو سامان کا فائدہ دو۔

اِلَى الْحَوْلِ (ایک سال تک) یہ متاعًا کی صفت ہے۔

غَيْرَ اِخْرَاجٍ (بلا نکالے) یہ مصدر مؤکد ہے جیسا تمہارا قول هذا القول غیر ماتقول۔ میں غیر ماتقول قول کی تاکید ہے۔

دوسرا قول: متاعًا سے بدل ہے مطلب آیت کا یہ ہوا کہ ان لوگوں پر حق بنتا ہے کہ جو فوت ہو رہے ہوں کہ وہ قریب المرگ ہونے سے پہلے بیویوں کے متعلق وصیت کریں کہ ان کی بیویاں ان کے بعد ایک سال مکمل نان و نفقہ لے لیں گی۔ یعنی یہ خرچہ ان پر ترکہ میت مشترکہ میں سے کیا جائے گا اور ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالا جائے۔

ابتدائے اسلام میں یہ مقرر کیا گیا پھر اس آیت سے منسوخ کر دیا گیا۔

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا الٰی قوله اربعة اشهر و عشرا۔ یہ نسخ والی آیت اگرچہ تلاوت میں مقدم ہے مگر نزول میں متاخر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد سیقول السفهاء من الناس سورۃ البقرۃ۔ آیت نمبر ۱۴۲ میں ہے۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِؕ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ

اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے فائدہ پہنچانا ہے اچھے طریقہ پر، یہ ضروری قرار دیا گیا ہے متقیوں پر، اسی طرح اللہ بیان

یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع

فرماتا ہے اپنی آیات تاکہ تم سمجھو۔

قد نرى تقلب وجهك فى السماء البقرہ آیت نمبر ۱۴۴۔ تلاوت میں مقدم ہے مگر نزول میں متاخر ہے اور قد نری تلاوت میں متاخر اور نزول میں مقدم ہے۔

فَاِنْ خَرَجْنَ (پس اگر وہ نکل جائیں) یعنی ایک سال کے بعد۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ (تو تم پر کچھ گناہ نہیں جو وہ اپنے نفسوں کے بارے میں کریں) یعنی زینت، پیغام منگنی کا وصول کرنا۔

مِنْ مَّعْرُوْفٍ (دستور کے مطابق) یعنی شرعاً غلط نہ ہو۔

وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (اور اللہ زبردست حکمت والا ہے) ان احکام میں جو وہ کرتے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۴۱:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ (مطلقہ عورتوں کو فائدہ دینا ہے) یعنی عدت کا نفقہ۔

بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ (دستور کے موافق یہ حق ہے متقین پر) حَقًّا یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تفسیر آیت ۲۴۲:

كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کر آیات بیان کرتے ہیں تاکہ تم سمجھو) اگر اس سے مراد متعہ ہو تو مراد مطلقہ مذکورہ کے علاوہ ہے اور یہ متعہ مستحب ہے۔

تَعْقِلُوْنَ یہ محل رفع میں اول کی خبر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ص فَقَالَ لَھُمُ

تو نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے اور وہ تعداد میں ہزاروں تھے، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ

اللّٰہُ مُوْتُوْا قف ثُمَّ اَحْیَاھُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ

نے کہ مر جاؤ' پھر ان کو زندہ فرما دیا' بے شک اللہ ضرور فضل والا ہے لوگوں پر' لیکن اکثر

النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾

لوگ شکر نہیں کرتے' اور قتال کرو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ بے شک اللہ سننے والا' جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۴۳:

اَلَمْ تَرَ (کیا آپ نے نہیں دیکھا) یہ ہمزہ تقریر و تاکید کے لئے ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اہل کتاب اور احبار اولین سے یہ واقعہ سن رکھا تھا اور ان کی حالت پر تعجب کے اظہار کے لئے بھی ہے۔

دوسرا قول: یہ کلام تعجب دلانے میں ایک مثل بن گیا۔ اس سے ان لوگوں کو مخاطب کیا گیا۔ جنہوں نے اس واقعہ کو نہ دیکھا اور نہ سنا تھا۔ تا کہ مثل سے بے خبر ہونے سے ان پر تعجب کا اظہار ہو۔

دیار سے مراد:

اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ (ان لوگوں کو جو اپنے گھروں سے نکلے) یعنی اپنی بستی و شہر سے بعض نے کہا یہ بستی واسط ہے جہاں طاعون پڑنے پر لوگ وہاں سے بھاگ نکلے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی۔ پھر حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے ان کو دوبارہ زندہ کیا۔

دوسرا قول: یہ بنی اسرائیل کے لوگ ہیں ان کے بادشاہ نے ان کو جہاد کی دعوت دی۔ تو یہ موت سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آٹھ دن تک موت کی نیند سلایا۔ پھر ان کو زندہ کیا۔

وَھُمْ اُلُوْفٌ (اور وہ ہزاروں تھے) نحو: یہ حال ہونے کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ اُلُوْفٌ کا لفظ کثرت کے لئے بولا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ جمع کثرت ہے یہ اَلْف کی جمع ہے۔ الاف کی نہیں۔

حَذَرَ الْمَوْتِ (موت کے ڈر سے) یہ مفعول لہٗ ہے۔

فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا (پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ مر جاؤ) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی۔

موت' موت میں فرق:

نکتہ: یہ انداز تعبیر اس لئے اختیار فرمایا گیا تا کہ ظاہر ہو کہ ان تمام کی موت ایک آدمی کی طرح تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم و مشیت سے یہ

موت عادۃً موت سے مختلف ہے۔

اس میں مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا کہ جب موت کے بغیر چارہ کار نہیں۔ اور اس سے بھاگنے کا چارہ نہیں تو زیادہ بہتر ہے کہ وہ موت اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آئے۔

ثُمَّ اَحْیَاھُمْ (پھر ان کو زندہ کیا) تا کہ وہ عبرت حاصل کریں اور جان لیں اللہ کے حکم و فیصلے سے بھاگنا ممکن نہیں۔ اس کا عطف فعل محذوف پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ پس وہ مر گئے پھر ان کو زندہ کر دیا۔ یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان فقال لھم اللّٰہ موتوا کا معنی ہی یہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی۔ وہ معنوی اعتبار سے اس پر عطف تھا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْفَضْلٍ عَلَی النَّاسِ (بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربانی کرنے والے ہیں) اس طرح کہ ان کو ایسے واقعات دکھاتے ہیں جن سے وہ عبرت حاصل کریں۔ جیسا کہ ان کو دکھایا اور جیسا ان کا واقعہ بیان کر کے تمہیں دکھایا۔

یا دوسرا قول: لوگوں پر فضل فرمانے والے ہیں کہ ان لوگوں کو زندہ کر دیا۔ تا کہ وہ عبرت حاصل کریں اور کامیاب ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے۔ تو ان کو مردہ چھوڑ دیتے۔ قیامت کے دن تک

وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ (لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے اس پر)

۲۴۴: اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے لایا گیا۔ یہ بعد والا واقعہ لائے اور اس میں قتال کا حکم دیا۔ اور وہ یہ ارشاد ہے۔

آمادگی بر جہاد:

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرو) اس میں جہاد پر آمادہ کیا گیا۔ یہ بتلانے کے بعد کہ موت سے فرار فائدہ مند نہیں۔

یہ خطاب امت محمد ﷺ کو فرمایا۔ یا

دوسرا قول: ان کو خطاب ہے جن کو زندہ کیا گیا۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ (اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والے ہیں) جو باتیں پیچھے رہنے والے اور سبقت کرنے والے کرتے ہیں۔

عَلِیْمٌ (جاننے والے ہیں) ان چیزوں کو جو انسان کو نقصان دینے والی ہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ؕ وَاللّٰہُ

کون ہے جو قرض دے اللہ کو قرض حسن، پھر اللہ اس کے لئے اضافہ فرما دے چند در چند بہت سے اضافے فرما کر، اور اللہ

یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾

تنگی فرماتا ہے اور کشادہ فرماتا ہے، اور اس کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔

۲۴۵۔مَنْ ذَا الَّذِیْ (کون ہے ایسا) جو قرض دے۔ نحو: مَنْ استفہام کے لئے ہے۔اور مبتداء کی وجہ سے موضع رفع میں ہے۔اور ذَا اس کی خبر ہے۔الذی یہ ذا کی صفت ہے۔یا بدل ہے۔

یُقْرِضُ اللّٰہَ (وہ اللہ تعالیٰ کو قرضہ دے) یہ جملہ الذی کا صلہ ہے۔

قرض کہنے کی حکمت:

نکتہ: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو خرچ کیا جاتا ہے اس کو قرض فرمایا۔کیونکہ قرض اس کو کہا جاتا ہے جو اپنے مال میں سے دوسرے کو اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کے برابر اس کو واپس پھیر دے۔اور قرض کا لغوی معنی قطع کرنا ہے اور اس کو قرض کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو وہ اپنے مال سے قطع کرتا ہے اور مقروض کو دیتا ہے اور مقراض قینچی اور قرض الفار۔انقراض تمام میں کاٹنے کا مفہوم ہے اس کو قرض کہہ کر متنبہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اس مال کو اپنے پاس نہ رکھے گا۔بے شک وہ ان کو بہر صورت اس پر بدلہ عنایت فرمائے گا۔

قَرْضًا حَسَنًا (قرض حسنہ) یعنی پاکیزہ مال میں سے جو بطیب خاطر دیا جائے اس سے مراد جہاد میں خرچ کرنا ہے اسلئے کہ جب قتال کا حکم دیا گیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں تو اس میں مال کی ضرورت ہوگی۔اسلئے صدقہ پر آمادہ کیا تاکہ اسباب جہاد مہیا کیے جائیں۔

فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ (تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کو کئی گنا کر دے)

قراءت: نمبرا۔ابن عامر اور عاصم نے استفہام کا جواب بنا کر انْ مقدرہ کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے۔باقی قراء ابوعمرو۔نافع، حمزہ اور علی رحمہم اللہ نے یقرض پر عطف کر کے اس کو مرفوع پڑھا ہے۔یا جملہ مستانفہ ہے۔ای فھو یُضٰعِفُہٗ۔

نمبر۲۔شامی نے فَیُضَعِّفَہٗ پڑھا۔جبکہ مکی نے فَیُضَعِّفُہٗ پڑھا۔بقیہ قراء نے مفاعلہ کے صیغہ سے ہی پڑھا۔

اَضْعَافًا (بڑھانا) یہ مصدر کی جگہ ہے۔

کَثِیْرَۃً (بہت زیادہ) کہ جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں یہ بھی کہا گیا کہ ایک کا بدلہ سات سو۔

وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ (اور اللہ تعالیٰ تنگدست کرتا ہے اور کھولتا ہے) یعنی اپنے بندوں پر رزق کو تنگ کرتا ہے اور وسیع کرتا ہے پس تم بوقت وسعت بخل نہ کرو۔وہ وسعت کے بدلے تنگی نہ دے گا۔

قراءت: یبصط۔حجازی، عاصم اور علی رحمہم اللہ نے پڑھا۔

وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) پس وہ تمہیں اس پر جو تم نے آگے بھیجا بدلہ عنایت فرمائے گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ

کیا آپ کو بنی اسرائیل کی ایک جماعت کا قصہ معلوم ہے جو موسیٰ کے بعد پیش آیا، جب انہوں نے اپنے نبی سے عرض کیا

ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ

کہ مقرر کر دیجئے ہمارے لئے ایک بادشاہ تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں، انہوں نے فرمایا کیا ایسا ہوگا کہ اگر تم پر قتال فرض

الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

کیا گیا تو تم قتال نہ کرو؟ وہ کہنے لگے اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہ کریں

وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ

حالانکہ ہم نکال دیئے گئے ہیں اپنے گھروں سے اور اپنے بیٹوں کے پاس سے، پھر جب ان پر قتال فرض کیا گیا

تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾

تو پھر گئے سوائے ان میں سے تھوڑے لوگوں کے، اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۴۶:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ (کیا تم نے اس جماعت کو نہیں دیکھا) یعنی شرفاء۔ ان کو ملاء اس لئے کہا جاتا ہے کہ دلوں کو راہنمائی سے بھر دیتے ہیں اور آنکھوں کو رعب سے۔

مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (بنی اسرائیل میں سے) یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے۔

واقعہ بنی اسرائیل:

مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى۔ (موسیٰ علیہ السلام کے بعد) یعنی ان کی وفات کے بعد یہاں مِنْ ابتدائے غایت کیلئے ہے۔

اِذْ قَالُوْا (جب انہوں نے کہا)

لِنَبِيٍّ لَّهُمُ (اپنے پیغمبر کو) اور وہ شمعون یا یوشع یا شموئیل علیہم السلام تھے۔

ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا (تو ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر) یعنی تو ہمارے ساتھ قتال کے لئے اٹھا بطور امیر کے ایک شخص تاکہ اس کی رائے سے ہم لڑائی کی تدبیریں کریں۔ اور اس کے حکم پر اتریں۔

نُّقَاتِلْ (ہم قتال کریں) یہ جواب ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے اور نون کے ساتھ ہے۔

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) یہ نقاتل کا صلہ ہے۔

قَالَ (ان کو نبی علیہ السلام نے کہا)۔

هَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ (کیا قریب ہے کہ اگر تم پر قتال فرض کر دیا جائے)

قراءت: عَسَيۡتُمۡ۔ کو عَسِيۡتُمۡ جہاں بھی آئے نافع نے پڑھا ہے۔

عَسٰی کی خبر اور اسم میں فاصل شرط ان کتب علیکم القتال ہے۔ اور عَسٰی کی خبر اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ہے اب مطلب یہ ہوا کیا تم قریب ہو اس بات کے کہ نہ قتال کرو تم۔ یعنی کیا بات اس طرح ہے جیسے میں توقع کرتا ہوں۔ کہ تم نہ قتال کرو گے۔ بلکہ بزدلی کرو گے۔ ہل استفہامیہ داخل ہے تا کہ ان سے وہ پوچھا جائے جس کی ان کو ان سے توقع تھی۔ اور مقصد استفہام سے تقریر ہے اور ثابت کرنا ہے کہ جس کی توقع ہے وہ ہونے والا ہے اور وہ اپنی توقع میں درست ہے۔

قَالُوۡا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ (انہوں نے کہا ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ لڑیں گے) یعنی ترک قتال کی طرف کونسی چیز ہمیں دعوت دینے والی ہے اور ترک قتال میں ہمارا کیا مقصد پورا ہوتا ہے۔

قصہ خروج بنی اسرائیل:

وَقَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِيَارِنَا وَ اَبۡنَآئِنَا (حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور بیٹوں سے نکالا گیا)

وقد میں واؤ حالیہ ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ قوم جالوت مصر و فلسطین کے درمیان رہتے تھے۔ انہوں نے ان کے ۴۴۰ شہزادے قید کر لیے تھے۔ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔ کہ جب معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے تو جہاد ضروری ہے۔

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ (جب ان پر قتال فرض کر دیا گیا) یعنی جس چیز کی تم نے التماس کی ہے۔ آؤ اس کو قبول کرو۔

تَوَلَّوۡا (انہوں نے منہ موڑا) یعنی اس سے اعراض کیا۔

اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ (مگر تھوڑے ان میں سے) ان کی تعداد ۳۱۳ تھی جتنی کہ اہل بدر کی تھی۔

وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ (اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو جانتے ہیں) اس میں انہوں نے ترک جہاد کی جو زیادتی کی تھی۔ اس پر یہ وعید ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوٓا أَنّٰى يَكُونُ لَهُ

اور کہا ان سے ان کے نبی نے بے شک اللہ نے مقرر فرما دیا تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ وہ کہنے لگے کہ ان کو

الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ

ہم پر حکمران ہونے کا حق کیسے پہنچتا ہے حالانکہ ہم ان سے زیادہ حکمرانی کے مستحق ہیں اور ان کو مالی گنجائش نہیں دی گئی،

قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۚ

ان کے نبی نے کہا کہ بے شک اللہ نے ان کو تم پر حکمرانی کے لئے منتخب فرمایا ہے، اور ان کو علم میں اور جسم میں فراخی عطا فرمائی ہے۔

وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ

اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا ہے علم والا ہے۔ اور کہا ان سے ان کے نبی نے

إِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا

کہ بلاشبہ اس کے حکمران ہونے کی یہ نشانی ہے کہ آ جائے گا تمہارے پاس تابوت جس میں تسکین ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی

تَرَكَ اٰلُ مُوسٰى وَاٰلُ هٰرُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ

چیزیں ہیں ان میں سے جنہیں چھوڑا تھا آل موسیٰ اور آل ہارون نے جس کو فرشتے اٹھا کر لے آئیں گے۔ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے تمہارے لئے

إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۲۴۸﴾ ع ۳۲ / ۱۶

اگر تم ایمان والے ہو۔

۲۴۷: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ ان کے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو مقرر فرمایا ہے۔ نحو : طالوت یہ جالوت کی طرح عجمی نام ہے اور اسی طرح داؤد بھی یہ غیر منصرف ہیں علمیت کی وجہ سے اور عجمہ ہونے کی بناء پر

مَلِكًا۔ (ایک بادشاہ) یہ حال ہے۔

قَالُوٓا أَنّٰى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا (انہوں نے کہا کیسے ہوگی اس کو سربراہی ہم پر) یعنی کیسے؟ اور کہاں سے؟ اس میں طالوت کی سپہ سالاری کا انکار اور اس پر اظہار بعد ہے کہ یہ بہت دور کی بات ہے۔

وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ (ہم اس سے زیادہ سربراہی کے حقدار ہیں) واؤ حالیہ ہے۔

دُنیا پرستوں کا مزاج:

وَلَمْ یُؤْتَ سَعَۃً مِّنَ الْمَالِ (اس کو مالی وسعت میسر نہیں) یعنی وہ ہم پر سربراہ کیسے بنے گا جبکہ حالت یہ ہے کہ وہ سربراہی کے لائق ہی نہیں۔ کیونکہ اس سے زیادہ مستحق موجود ہیں۔ اور شان یہ ہے کہ وہ فقیر ہے اور بادشاہ کے لئے مال ہونا چاہیے جس سے وہ مضبوطی حاصل کر سکے۔ بنی اسرائیل نے یہ بات کہی کیونکہ نبوت تو لاؤی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں تھی۔ اور بادشاہت یہودا ابن یعقوب علیہ السلام کے خاندان میں اور طالوت یہ بنیامین کی اولاد سے تھا اور یہ پانی پلانے والا آدمی تھا۔ یا رنگنے والا محتاج آدمی تھا۔

روایات میں ہے کہ ان کے پیغمبر علیہ السلام نے اس وقت دعا کی جب انہوں نے اس سے سپہ سالاری کا مطالبہ کیا۔ پس ان کو ایک لاٹھی دی گئی۔ جس سے قد کی پیمائش کی گئی۔ ان لوگوں کی جو بادشاہ بننے والے تھے۔ اس کے مطابق کوئی بھی پورا نہ اترا سوائے طالوت کے۔

حکم پر اعتراض کی گنجائش نہیں:

قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ (اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو تم پر چن لیا ہے) اصطفٰی میں طآء یہ تآ کا بدل ہے صاد ساکنہ کی جگہ۔ معنی اس کا پسند کرنا اور چننا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو چنا ہے وہ مصالح کو تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اور اس کے حکموں پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

پھر دو مصلحتوں کا تذکرہ بھی فرمادیا جو ان مصالح سے زیادہ نفع بخش تھیں جو انہوں نے ذکر کی تھیں۔ یعنی نسب اور مال اور وہ مصلحتیں علم مبسوط اور جسامت۔

پیغمبر علیہ السلام نے کہا۔ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (اللہ تعالیٰ نے بڑھادیا اس کو علم و جسم کی وسعت میں) بسطۃً یہ مفعول دوم ہے۔

بڑا ماہر:

کہتے ہیں کہ وہ اپنے وقت میں بنی اسرائیل کی لڑائی کے فنون اور علوم دیانات میں سب سے بڑھ کر تھا۔ اور ہر انسان سے اپنے سر اور کندھے کے لحاظ سے لمبا چوڑا تھا۔

البسطہ وسعت درازی کو کہتے ہیں۔ اور بادشاہ کے لیے علم والا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جاہل ذلیل و حقیر ہے اور اس سے مخلوق کو فائدہ نہ ہوگا۔ اور وہ جسامت والا ہو کیونکہ اس سے دلوں میں اس کی شان اور رعب بیٹھتا ہے۔

وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ اپنا ملک جن کو چاہتے ہیں عنایت فرماتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں اس کا کوئی منازع نہیں۔ وہ جس کو چاہتا عنایت کر دیتا ہے اس کا وراثت سے تعلق نہیں۔

وَاللّٰہُ وَاسِعٌ۔ (اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) یعنی وسیع فضل و عطا والے ہیں اس پر وسعت فرمادیتے ہیں جن کے پاس

وسعت مالی نہیں ہوتی۔ اس کو فقر کے بعد غنی کر دیتے ہیں۔
عَلِیْمٌ (وہ جاننے والے ہیں) کہ جس کو بادشاہی کے لیے چننا ہے۔
پھر بھی انہوں نے اپنے پیغمبر علیہ السلام سے طالوت کے چناؤ اور نشانی کا مطالبہ کر دیا۔

تفسیر آیت ۲۴۸:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ (ان کو ان کے پیغمبر علیہ السلام نے کہا بے شک اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تابوت تمہارے پاس آ جائے گا) یعنی وہ صندوق جس میں تورات تھی جب موسیٰ علیہ السلام قتال کرتے اس کو آگے رکھتے بنی اسرائیل کے نفوس کو اس سے سکون حاصل رہتا۔ اور وہ فرار اختیار نہ کرتے۔

صندوق سکینہ:

فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اس میں سکینہ ہے تمہارے رب کی طرف سے) سکون واطمینان ہے
وَبَقِيَّةٌ ۔ (بقیہ چیزیں) یعنی الواح کے ٹکڑے۔ عصائے موسیٰ' ثیاب موسیٰ' کچھ تورات۔ موسیٰ علیہ السلام کے نعل اور عمامہ ہارون علیہ السلام۔
مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ (جن کو چھوڑا آل موسیٰ اور آل ہارون نے) یعنی جن کو چھوڑا موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے۔ آل کا لفظ ان دونوں ہستیوں کی عظمت شان کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

فرشتے تابوت لائے:

تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (اس کو فرشتے اٹھانے والے ہونگے) یعنی تابوت کو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اٹھالیا تھا۔ پس فرشتے اس کو لے کر اٹھائے ہوئے اترے۔ جبکہ بنی اسرائیل دیکھ رہے تھے۔
نحو : یہ جملہ موضع حال میں واقع ہے اور اسی طرح فیه سکینة بھی اور من ربکم یہ سکینہ کی صفت ہے اور مما ترک یہ بقية کی صفت ہے۔
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اس میں نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم مؤمن ہو) یعنی تابوت کے تمہاری طرف لوٹ آنے میں اس بات کی علامت و نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی طالوت کو تم پر بادشاہی دی ہے۔ اگر تم اس کی تصدیق کرنے والے ہو۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ

طالوت لشکروں کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر کے ذریعہ آزمانے والا ہے، سو جس نے اس میں سے

مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّىْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ

پی لیا وہ مجھ سے نہیں ہے اور جس نے اس سے نہ پیا تو وہ مجھ سے ہے سوائے اس شخص کے جس نے اپنے ہاتھ سے ایک چلو

بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پی لیا، پھر تھوڑے سے افراد کے علاوہ سب نے اس میں سے پی لیا پھر جب آگے بڑھے طالوت اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان

مَعَهٗ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ

لائے تھے تو کہنے لگے کہ آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے، جو لوگ اللہ کی ملاقات کا

اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ

یقین رکھتے تھے وہ کہنے لگے کتنی ہی کم تعداد جماعتیں اللہ کے حکم سے بھاری تعداد والی جماعتوں پر غالب ہو چکی ہیں

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ

اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جب یہ لوگ جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابلہ کے لئے نکلے تو عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم پر صبر

عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾

ڈال دے اور ہمیں ثابت قدم رکھ، اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

۲۴۹: فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ (جب طالوت لشکر لے کر جدا ہوئے) فصل کا معنی خرج یعنی نکلنا ہے۔ یعنی جب نکلے اپنے اس شہر سے دشمن کے خلاف جہاد کے لئے۔

تعدادِ لشکر:

بالجنود کا لفظ موضع حال میں ہے یعنی لشکروں کو ساتھ لینے والے تھے۔ جن کی تعداد اسی ہزار تھی۔ یہ وقت گرمی کا تھا۔ انہوں نے مطالبہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے پانی کی نہر جاری کر دے۔

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ (انہوں نے کہا بے شک اللہ تمہارا امتحان کرنے والے ہیں) یعنی تمہارے ساتھ ایسا معاملہ کرنے والے ہیں جیسا امتحان لینے والا کرتا ہے۔

دریائے فلسطین:

بِنَهَرٍ (ایک دریا کے ساتھ) یہ دریائے فلسطین ہے۔ یہ ابتلاء اسی لئے تھا تا کہ سچے مجاہد اور نکمے پہچان لیے جائیں۔
فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ (پس جس نے اس میں سے پیا) یعنی منہ لگا کر
فَلَيْسَ مِنِّيْ (پس وہ مجھ سے نہیں) یعنی وہ میرا سچا پیروکار نہیں اور میرا حمایتی نہیں۔
وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ (جس نے نہ چکھا) یہ طعم الشی سے ہے جب کہ اس کو چکھا جائے۔
فَاِنَّهٗ مِنِّيْ (پس وہ مجھ سے ہے)

قراءت: ابوعمرو اور مدنی نے مِنِّيَ یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے

اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ (یہ استثناء ہے۔ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ سے۔ اور دوسرا جملہ استثناء سے جملہ متاخرہ کے حکم میں ہے۔ صرف عنایت کی وجہ سے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔
غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ (ایک چلو ہاتھ سے)

قراءت: حجازی اور ابوعمرو نے غَرْفَةً غین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا معنی مصدر والا ہے۔ اور غُرْفَةً غین کے ضمہ کے ساتھ بمعنی مغروف بمعنی چلو۔

مطلب یہ ہے کہ ہاتھ کے ایک چلو کی رخصت ہے۔ منہ لگا کر پینے کی اجازت نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے۔
فَشَرِبُوْا مِنْهُ (پس انہوں نے اس سے پیا) یعنی منہ لگا کر پیا۔
اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے) اور ان کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔
فَلَمَّا جَاوَزَهٗ (پس جب وہ اس کو عبور کر گئے) یعنی نہر کو۔
هُوَ (وہ) اس سے مراد طالوت ہیں۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (اور وہ لوگ جو ان کے قول پر یقین کرنے والے تھے) یعنی قلیل تعداد میں۔
قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ (وہ کہنے لگے ہمیں آج طاقت نہیں) یعنی کوئی قوت نہیں۔

جابر جالوت:

بِجَالُوْتَ (جالوت کے ساتھ) یہ عمالقہ کا ایک جابر بادشاہ ہے جو عملیق بن عاد کی اولاد میں سے تھا۔ اس کے خود میں تین سو رطل لوہا تھا۔
وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۔ (اور اس کے لشکروں کا مقابلہ کیا۔ کہا ان لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں) یعنی شہادت پر یقین کرنے والے ہیں۔
بعض نے کہا۔ قالوا کی ضمیر ان میں بہت سے لوگوں کی طرف لوٹتی ہے۔ جو پیچھے رہ گئے تھے۔
اور والذین یظنون میں ضمیر ان قلیل کی طرف ہے۔ جو ثابت قدم رہنے والے تھے۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ۫ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ

سو ان کو شکست دے دی اللہ کے حکم سے اور قتل کر دیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے ان کو ملک دے دیا اور حکمت عطاء فرما دی، اور ان کو جو کچھ

مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ

چاہا علم دے دیا اور اگر نہ ہوتا اللہ کا دفع فرمانا لوگوں کو بعض کو بعض کے ذریعہ تو زمین میں فساد ہو جاتا

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ

اور لیکن اللہ جہانوں پر فضل فرمانے والا ہے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں جنہیں ہم آپ پر تلاوت کرتے

بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

ہیں اور بلاشبہ آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔

روایات میں یہ بھی ہے کہ ایک چلّو آدمی کے پینے اور برتن کے لئے کافی ہو جاتا۔ جنہوں نے پانی پیا۔ ان کے ہونٹ سیاہ ہو گئے۔ اور پیاس ان پر غالب آ گئی۔

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ (بہت سی تھوڑی جماعتیں ہیں)

نحو: یہ کَمْ خبریہ ہے اور ابتداء کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔

غَلَبَتْ (غالب آ گئیں) یہ کَمْ کی خبر ہے۔

فِئَةً كَثِيْرَةً (بڑی جماعتوں پر)

بِاِذْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یعنی اس کی مدد سے

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) اپنی مدد کے ذریعہ۔

تفسیر آیت ۲۵۰:

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ (جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے آئے) یعنی ان سے لڑائی کرنے نکلے۔

قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا (کہنے لگے اے ہمارے رب تو انڈیل ہم پر صبر) افراغ کا معنی انڈیلنا ہے صبر سے مراد لڑائی میں ثابت قدمی ہے۔

وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا (اور ہمارے قدموں کو مضبوط کر) ہمارے دلوں کو مضبوط کر کے اور ہمارے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال کر۔

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (اور تو کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما) یعنی ہماری اعانت فرما۔

تفسیر آیت ۲۵۱:

فَهَزَمُوْهُمْ (پس انہوں نے ان کو شکست دی) یعنی طالوت اور مؤمنین نے جالوت اور اس کے لشکروں کو۔

فیصلۂ قضاء وقدر:

بِاِذْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے اذن سے) یعنی اس کے فیصلۂ قضاوقدر سے

تذکرہ داؤد علیہ السلام:

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ (اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا) داؤد علیہ السلام کے والد ایشی بھی طالوت کے لشکر میں اپنے چھ بیٹوں سمیت شامل تھے۔ داؤد ان میں ساتویں تھے۔ اور وہ اپنے تمام بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ اور بکریاں چراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ داؤد ہی جالوت کو قتل کرے گا۔

انہوں نے ان کے والد سے داؤد کو طلب کیا وہ آ گئے۔ راستے میں چلتے ہوئے تین پتھروں نے داؤد کو کہا۔ ہمیں اٹھالو۔ اور اس سے کہا تم ہمارے ساتھ جالوت کو قتل کرو گے۔

داؤد نے ان پتھروں کو اپنے تھیلے میں ڈال لیا اور وہ پتھر جالوت کی طرف پھینکے پس اس کو قتل کر دیا۔ طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح داؤد علیہ السلام سے کر دیا۔ پھر ان کو حسد پیدا ہوا اور اس کو قتل کرنا چاہا (مگر قدرت نہ پاسکا) پھر تائب ہو کر موت آئی۔

ملک سے مراد:

وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ (اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہی دے دی) ارض مقدس کے مشرق ومغربی علاقوں میں داؤد سے پہلے بنی اسرائیل کسی بادشاہ پر مجتمع نہ ہوئے تھے۔

وَالْحِكْمَةَ (اور حکمت) یعنی نبوت۔

وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ (اور اس کو جو چاہا علم دیا) یعنی صنعت زرع اور کلام طیور وغیرہ۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ (اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو دور نہ کرتے)

نحو: الناس یہ مفعول بہ ہے۔

بَعْضَهُمْ یہ الناس کا بدل ہے یعنی بعض لوگوں کو۔

قراءت: دفعُ کو مدنی رحمہم اللہ نے دِفَاعُ پڑھا ہے۔ یہ دفاع دفع کا مصدر ہے۔ یا اس کا معنی دافع دفاع کرنے والا ہے۔

فساد کا مطلب:

بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (بعض لوگوں کے ساتھ تو بگڑ جاتی زمین) یعنی اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرے اور ان کے ذریعے ان کا فساد نہ روکے تو مفسد غالب آ جائیں اور زمین بگڑ جائے اور اس کے منافع کھیتی ونسل باطل ہو جائیں۔

دوسرا قول: اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی کافروں کے خلاف مدد نہ کرتا۔ تو غلبۂ کفار سے زمین بگڑ جاتی اور نیک قتل کر دیئے جاتے۔ اور شہر برباد ہو جاتے اور بندے دکھوں میں مبتلا ہو جاتے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (لیکن اللہ تعالیٰ جہان والوں پر فضل فرمانے والے ہیں) یعنی ان سے فساد کا ازالہ کر کے۔

یہ آیت معتزلہ کے خلاف اہلسنت کی دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اصلح کو اختیار فرماتے ہیں۔

آیات کا مفہوم:

۲۵۲: تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔

نحو: تلک مبتداء اور آیات اللہ خبر ہے۔

مطلب یہ ہوا یہ ہزاروں کے واقعات جو بیان کیے گئے اور ان کی موت کا تذکرہ ہوا اور پھر زندگی بخشنے کا اور طالوت کی بادشاہت۔ جابروں پر ایک بچہ کے ذریعہ ان کا غلبہ وغیرہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

نَتْلُوْهَا (ہم ان کو پڑھ کر سنا رہے ہیں)

نحو: یہ اٰيٰتُ اللّٰهِ سے حال ہے اور اس کا عامل تلک کا معنی ہے۔ یا اٰيٰتُ اللّٰهِ یہ تلک سے بدل ہے اور نتلوھا اس کی خبر ہے۔

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (آپ پر حق کے ساتھ) یعنی اس یقین کے ساتھ کہ جس میں اہل کتاب کو شک کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ واقعات ان کی کتابوں میں بھی اسی طرح ہیں۔

دلیل رسالت:

وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور بے شک آپ البتہ رسولوں میں سے ہیں) اس لئے کہ آپ ان کو کسی کتاب کی قراءت کے بغیر اطلاع دے رہے ہیں۔ یا آپ ان کو کسی اہل کتاب سے سننے کے بغیر اطلاع دے رہے ہیں جو رسالت کی کھلی نشانی ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ

یہ رسول ہیں ہم نے فضیلت دی ان میں بعض کو بعض پر، ان میں بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو

بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ

درجات کے اعتبار سے بلند فرمایا، اور ہم نے دیئے عیسیٰ بن مریم کو کھلے کھلے معجزات، اور ہم نے ان کی تائید کی روح القدس کے ذریعہ،

وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ

اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ آپس میں جنگ نہ کرتے جو ان کے بعد تھے، اس کے بعد کہ آئے ان کے پاس کھلے ہوئے معجزات

وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ

لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا سو ان میں سے بعض وہ تھے جو ایمان لائے اور بعض وہ تھے جنہوں نے کفر کیا، اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ آپس میں جنگ نہ کرتے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ ۲۵۳ ع

لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

تفسیر آیت ۲۵۳:

تِلْكَ الرُّسُلُ (یہ رسل) تِلْكَ کا اشارہ رسولوں کی جماعت کی طرف ہے۔

جن کے واقعات اس سورت میں مذکور ہو چکے۔ آدم علیہ السلام سے داؤد علیہ السلام تک۔

یا دوسرا قول: جن رسل کی جماعت کا علم رسول اللہ ﷺ کو ان آیات کے نزول سے قبل ہو چکا۔

طاعات میں تفاوت:

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی) یعنی رسالت کے علاوہ خصوصیات کے ساتھ فضیلت دی۔ کیونکہ رسالت و نبوت میں تو تمام برابر ہیں۔ جیسا کہ مؤمن صفت ایمان میں تمام برابر ہیں اور ایمان کے بعد طاعات میں متفاوت ہیں۔ پھر اس ارشاد

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ (ان میں سے بعض وہ تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا) مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ سے امت کی وضاحت کی۔ یعنی ان سے کلام کیا اللہ تعالیٰ نے۔ ضمیر عائد کو صلہ سے حذف کر دیا۔ یعنی منهم من فضله اللّٰه بان كلمه من غير سفير۔ ان میں جن کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت اس طرح دی۔ کہ بغیر سفیر کے ان کو شرف کلام بخشا اور وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

بلند درجات سے مراد:

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (اور بعض کے درجات بلند کئے)

نحو: بعضھم پہلا مفعول اور دَرَجٰتٍ دوسرا مفعول ہے۔ یعنی بدرجات یاالی درجات۔

مطلب یہ ہوا کہ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کو تمام انبیاء علیہم السلام پر رفعت عنایت فرمائی پس فضیلت میں تفاوت کے بعد وہ ان میں درجات کثیرہ کے ذریعہ افضل ہو گئے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ کیونکہ آپ ہی ان میں تمام کائنات کی طرف بھیجے جانے کی وجہ سے افضل ہو گئے اور اس لیے بھی کہ آپ کو وہ نشانات و معجزات دیئے گئے جو کثرت تعداد میں ایک ہزار یا اس سے بھی بڑھنے والے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ کے چہرہ پر باقی رہنے والا معجزہ ہے۔ اس ابہام میں تفخیم اور وضاحت ہے کیونکہ وہ ایک ایسی علامت ہے۔ جو کسی پر مخفی نہیں اور ایسا امتیاز ہے جس میں کسی کو التباس نہیں۔

دوسرا قول: اس سے مراد حضرت محمد و ابراہیم علیہما السلام وغیرہما انبیائے اولوالعزم مراد ہیں۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ (اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح نشانات دیئے) جیسے مردوں کو زندہ کرنا مادرزاد نابینا اور برص کی بیماری والے کو تندرست کر دیا کرتے تھے۔ وغیر ذلک

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (اور ہم نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے ان کی مدد کی) یعنی ہم نے ان کو قوت دی۔ یا انجیل کے ساتھ مدد دی۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو وہ لوگ نہ لڑتے) یعنی باہمی اختلاف نہ کرتے۔ جس کی وجہ سے نوبت قتال آئی۔

الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (وہ لوگ جو ان کے بعد ہوئے) یعنی ان رسل علیہم السلام کے بعد

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ (اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلے دلائل آ گئے) یعنی ظاہر معجزات

وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا (لیکن انہوں نے اختلاف کیا) یعنی میری مشیت کے ساتھ۔ پھر اختلاف کی وضاحت اس طرح فرمائی۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ (پس کچھ تو ایمان لے آئے اور کچھ وہ لوگ ہوئے جنہوں نے کفر کیا) یعنی میری مشیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنے رسولوں کے معاملات کو اس طرح جاری کیا۔ یعنی کسی پیغمبر کی تمام امت اس کی زندگی میں اس پر متفق نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی ان کی زندگی کے بعد بلکہ انہوں نے ان کے متعلق۔ **فمنھم من اٰمن ومنھم من کفر۔** پس ان میں سے کچھ تو ایمان لائے اور ان میں سے بعض نے کفر کیا۔ یعنی اختلاف کا رویہ اختیار کیا۔

کفر کا مطلب:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو وہ قتال نہ کرتے) اس جملہ کو تاکید کے لئے دوبارہ لایا گیا۔ یعنی اگر میری مشیت میں ہوتا کہ وہ آپس میں قتال نہ کریں تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے۔ اس لئے کہ میری مملکت میں میری مشیت چلتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ

اے ایمان والو، اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ وہ دن

يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ

آئے جس میں نہ بیع ہو گی نہ دوستی اور نہ سفارش، اور جو کافر ہیں وہ

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾

ظلم کرنے والے ہیں۔

تردیدِ معتزلہ:

اس آیت سے معتزلہ کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ اگر اللہ چاہتے کہ وہ قتال باہمی نہ کریں۔ تو وہ نہ کرتے۔ حالانکہ معتزلہ کہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے کہ وہ آپس میں نہ لڑیں تو بھی وہ لڑ پڑتے۔

ثبوتِ ارادہ:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (اور لیکن اللہ تعالیٰ وہی کرتے ہیں جو کچھ چاہتے ہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے ارادہ کو ثابت کیا۔ جیسا کہ مذہب اہلسنت ہے۔

تفسیر آیت ۲۵۴:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ (اے ایمان والو! تم خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا) یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرو۔

یا دوسرا قول: (اس سے مراد ہر صدقہ واجبہ زکوٰۃ وغیرہ ہے)

عدم تدارک کا دن:

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ (اس سے پہلے کہ ایسا دن آئے کہ جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی) یعنی اس سے پہلے کہ ایسا دن آئے کہ جس میں تم اس انفاق کا تدارک نہ کر سکو گے جو رہ جائے کیونکہ اس دن میں نہ خرید و فروخت ہو گی کہ اس میں تم خرید لو جو تم نے خرچ کرنا ہو۔

وَّلَا خُلَّةٌ (اور نہ دوستی ہو گی) کہ دو دوست دوستی کا لحاظ کر کے چشم پوشی کر سکیں۔

وَّلَا شَفَاعَةٌ (اور نہ سفارش) یعنی کافروں کے لئے سفارش نہ ہو گی۔ باقی مسلمانوں کے لئے ہو گی۔ یا شفاعت ہو گی مگر اس کی اجازت سے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی

اللہ ایسا ہے کہ معبود نہیں ہے مگر وہی، وہ زندہ ہے، قائم رکھنے والا ہے، اس کو نہیں پکڑتی اونگھ اور نہ نیند، اسی کے لئے ہے جو

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ

آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کون ہے جو سفارش کرے اس کے پاس مگر اس کی اجازت کے ساتھ، وہ جانتا ہے

مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا

جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اور وہ احاطہ نہیں کرتے اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا مگر جو وہ

شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ

چاہے، گنجائش ہے اس کی کرسی میں آسمانوں کی، اور زمین کی اور اسے بھاری نہیں ہے ان دونوں کی حفاظت، اور وہ

الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾

برتر ہے، عظمت والا ہے۔

دوقول:

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (اور کافر وہی ظالم ہیں) یعنی کافر اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی حاجت کے دن کی طرف بڑھنا چھوڑ دیا۔

یا دوسرا قول: یہ ہے کہ اس دن کا انکار کرنے والے وہی ظالم ہیں۔

قراءت: لَا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ۔ مکی اور بصری قراء نے اسی طرح پڑھا۔

تفسیر آیت ۲۵۵:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اللہ تعالیٰ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مگر وہی)

نحو: لفظ اللہ مبتداء اور جملہ اسمیہ لا الٰہ الا ھو اس کی خبر ہے۔ لا نفی جنس الٰہ اس کا اسم اِلّا ادات حصر ھُوَ بدل از محل لا۔

اَلْحَیُّ (زندہ) یعنی ایسی باقی رہنے والی ذات جس پر فنا کا کوئی راستہ نہ ہو۔

اَلْقَیُّوْمُ (مخلوق کو تھامنے والا) یعنی ایسی ہمیشگی والی ذات جو مخلوق کی تدبیر کرنے والی ہو۔ اور اس کی نگہبانی کرنے والی ہو۔

نیند و اونگھ کا فرق:

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (اس کو اونگھ اور نیند نہیں آتی) سنة اونگھ اعصاب دماغی کی وہ سستی جو نیند سے پہلے آئے۔ النوم

نیند دماغ کے اعصاب میں استرخائی کیفیت کو کہتے ہیں۔
مفضل رحمۃ اللہ علیہ: کہتے ہیں۔کہ السنۃ سر کا بوجھل ہونا۔النعاس آنکھ کا بوجھ النوم دل کے بوجھ کو کہتے ہیں۔
نحو: لا تاخذہ سنۃ ولا نوم یہ القیوم کی تاکید ہے کیونکہ جس کو نیند وا ونگھ آجائے وہ قیوم نہیں بن سکتا۔

سب کو تھامنے والا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی۔ان کو کہہ دو کہ میں آسمان وزمین کو اپنی قدرت سے تھامنے والا ہوں۔اگر مجھے اونگھ یا نیند آجائے تو یہ دونوں فنا ہو جائیں (ابویعلی)

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے) یعنی ملک وملک کے لحاظ سے یعنی بادشاہ بھی وہی اور مالک بھی وہی۔

کبریائی باری تعالیٰ عزوجل:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے کون سفارش کر سکتا ہے؟) یعنی کسی کی ہمت وجرأت نہیں۔کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں شفاعت کرے۔اس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا بیان ہے اور کوئی شخص قیامت کے دن کلام کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہوگا۔مگر جب وہ خود اس کو کلام کی اجازت دے۔اس میں کفار کے اس زعم کی تردید ہے۔کہ بت ان کے لئے شفاعت کریں گے۔

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (وہی ان کے سامنے اور پیچھے کی چیزوں کو جانتا ہے) یعنی جو ان سے پہلے تھا۔اور جو آئندہ ہوگا۔

نحو: ھم ضمیر عقلاء کا لحاظ کر کے لائی گئی۔

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ (اور اہل علم اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے) یعنی اس کی معلومات میں سے۔دعا کا یہ کلمہ اللهم اغفر علمك فينا۔میں علم بمعنی معلوم ہے۔

اِلَّا بِمَا شَآءَ (مگر وہ جو چاہے) یعنی مگر جو وہ سکھائے۔

کرسی کے متعلق اقوال:

وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اسکی کرسی آسمان اور زمین کو اپنے اندر سمانے والی ہے) یعنی اس کا علم اور اسی سے الکراسۃ کاپی کو کہتے ہیں۔کیونکہ اس میں علم ہوتا ہے۔اسی الکراسی کا معنی میں علماء اور علم کو کرسی کہا جاتا ہے۔اسکے مرتبہ وعظمت کا لحاظ کر کے جو جہاں کی کرسی ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ سورۂ غافر کی آیت ربنا وسعت کل شیٔ رحمة وعلما۔

دوسرا قول: ملک کو کرسی کہا۔اس کے اس مرتبہ کا لحاظ کر کے جو کہ بادشاہت کی کرسی ہے۔

تیسرا قول: اس کا عرش۔حسن رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

چوتھا قول: عرش کے علاوہ تخت ہے حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمان کرسی کے مقابلہ میں ایک چھلے کی مانند ہیں۔ جو وسیع بیابان میں پڑا ہو۔ اور عرش کی فضیلت کرسی پر ایسی ہے جیسا کہ وسیع بیابان کو اس چھلے پر۔ (ابن مردویہ)

پانچواں قول: اس کی قدرت اس کی دلیل یہ ارشاد ہے ولا یؤدہٗ حفظھما۔

وَلَا يَئُوْدُهٗ (اس کو تھکاتی نہیں) یعنی اس کو بوجھل نہیں کرتی اور نہ اس پر گراں کرتی ہے۔

حِفْظُهُمَا (ان دونوں کی حفاظت) یعنی زمین و آسمان کی حفاظت۔

بلند اور عزت و جلال والا:

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (وہ بلند و بالا عظمت والا ہے) یعنی اپنی ملک و سلطنت میں بلند اور عزت و جلال میں بڑائی والا ہے۔

دوسرا قول: العلی۔ ان صفات سے اعلیٰ جو اس کے لائق نہیں۔ العظیم۔ ایسی صفات سے موصوف جو اس کے لائق ہیں۔ یہ دونوں صفات کمال توحید کو جامع ہیں۔

نکتہ: آیت الکرسی میں جملوں کو بغیر حرف عطف کے لایا گیا۔ کیونکہ وہ جملے بطور بیان آئے ہیں۔

پس پہلا جملہ اس بات کو بیان کر رہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تدبیر خلق کرنے والے ہیں اور وہ مخلوق کے نگہبان ہیں۔ اس میں غفلت برتنے والے نہیں۔

دوسرے: میں فرمایا۔ یہ تمام اس لئے کرتے ہیں کہ وہ مخلوق کے خود مالک ہیں۔

تیسرے: اس لئے کہ اس کی شان کبریائی والی ہے۔

اور چوتھے: اس لئے کہ وہ خلق کے حالات کا احاطہ کرنے والے ہیں۔

پانچویں: اس لئے کہ اس کا علم وسیع ہے اور اس کا علم تمام معلومات سے متعلق ہے۔ یا اس کے جلال اور عظیم قدرت کی وجہ سے۔

فضیلت آیت الکرسی:

یہ آیت فضیلت والی ہے یہاں تک کہ اس کی فضیلت میں بہت سی روایات ہیں۔

ایک روایت ان میں سے وہ ہے جس کو حضرت علیؓ نے بیان کیا۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے آیت الکرسی پڑھی۔ ہر فرض نماز کے بعد۔ اسکو دخول جنت سے صرف موت ہی رکاوٹ ہے اور اس پر ہمیشگی صدیق یا عابد ہی کرتا ہے۔ جس نے اسکو بستر پر لیٹتے ہوئے پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اسکے نفس اور اسکے پڑوس اور پڑوس کے پڑوس اور اس کے اردگرد گھروں کو امان میں رکھتے ہیں۔ (بیہقی)

دوسری روایت: نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ سید البشر آدم (یعنی سب سے پہلے انسان آدم علیہ السلام) اور عرب کے سردار محمد (ﷺ) ہیں اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا۔

(اس روایت میں نکارت ہے کیونکہ صحیح مرفوع روایت انا سید ولد آدم ولا فخر کے الفاظ مروی ہیں) فارسیوں کے سردار سلمان رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے سردار صہیب رضی اللہ عنہ اور حبشیوں کے سردار بلال رضی اللہ عنہ اور پہاڑوں کا سردار طور اور دنوں کا سردار جمعہ اور کلاموں کا سردار قرآن۔ قرآن کی سردار سورۂ بقرہ اور بقرہ کی آیات کی سردار آیت الکرسی۔ (دیلمی فی مسند الفردوس)

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ

نہیں ہے زبردستی دین میں، ظاہر ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو کر، سو جو شخص منکر ہو طاغوت کا

وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ

اور ایمان لائے اللہ پر تو بے شک اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا۔ جو ٹوٹنے والا نہیں ہے اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾

سننے والا جاننے والا ہے۔

نمبر۳۔ فرمایا۔ جس گھر میں آیت الکرسی پڑھی جائے۔ اس کو شیاطین تیس دنوں تک چھوڑ جاتے ہیں۔ اور اس گھر میں جادوگر اور جادوگرنی چالیس راتوں تک داخل نہیں ہو سکتی۔ (بقول ابن حجر اس کی اصل نہیں ملی)

نمبر۴۔ فرمایا جس نے سوتے وقت آیت الکرسی پڑھی۔ اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ صبح طلوع ہو۔ (درمنثور)

نمبر۵۔ اور فرمایا۔ جس نے یہ دو آیات شام کے وقت پڑھیں تو صبح تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور اگر صبح بھی پڑھ لیں۔ تو شام تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔

نمبر۱۔ آیت الکرسی نمبر۲۔ حٰم مؤمن کی آیات الیه المصیر تک۔ (ترمذی)

وجہِ فضیلت:

کیونکہ یہ دونوں آیات اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی تعظیم اور بزرگی اور عظیم صفات پر مشتمل ہیں۔ اور رب العزت کے تذکرہ سے اور کونسا تذکرہ بڑھ کر ہو سکتا ہے جو اس کا ذکر ہوگا وہ تمام ذکروں سے افضل ہے اس سے بخوبی یہ معلوم ہو گیا کہ تمام علوم میں سب سے اعلیٰ علم توحید ہے۔

نکتہ: سب سے زیادہ عظمت والی آیت، آیت الکرسی۔ سب سے زیادہ خوف والی آیت۔ من يعمل مثقال ذرة خيرا يره۔ ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره۔ اور سب سے زیادہ امید والی آیت قل يا عبادی الذين اسرفوا۔ کذا عن ابن مسعودؓ)

تفسیر آیت ۲۵۶:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (دین میں جبر نہیں) یعنی دین حق پر کسی کو جبراً نہیں لایا جا سکتا۔ دین حق سے مراد دین اسلام ہے۔

ایک قول: یہ ہے اگرچہ یہ جملہ خبریہ ہے مگر معنی نہی کا ہے۔ یعنی دین پر لانے کے لئے جبر نہ کرو۔

ایک روایت:

روایت میں ہے کہ ایک انصاری کے دو بیٹے نصرانی ہو گئے ان کے والد نے ان کو پکڑا اور کہا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ

اللہ ولی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے، وہ ان کو نکالتا ہے اندھیریوں سے نور کی طرف، اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ

کفر اختیار کیا ان کے اولیاء شیاطین ہیں وہ ان کو نکالتے ہیں نور سے اندھیریوں کی طرف، یہ لوگ

۳۴ ع ۲ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہاں تک کہ تم مسلمان ہو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ انصاری نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے دیکھتے ہوئے میرا بعض حصہ آگ میں چلا جائے؟ پس یہ آیت اتری۔ اس انصاری نے ان کا رستہ چھوڑ دیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت نے کہا۔ کہ یہ ابتدائے اسلام میں تھا۔ پھر آیات قتال سے یہ منسوخ ہو گیا۔

(مگر نسخ تو تب ہو جب ان میں تعارض ہو اور یہاں تو تعارض بھی نہیں)

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (تحقیق واضح ہو گئی رشد گمراہی سے) یعنی ایمان کفر سے دلائل واضحہ کے ذریعہ نکھر چکا ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ (پس جو شخص طاغوت کے ساتھ کفر کرے) طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ یا اصنام

وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (اور وہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر پس واقعی اس نے مضبوط تھام لیا مضبوط رسی کو) استمساک کا معنی تھامنا ہے۔ العروۃ جس کو تھاما جائے جس سے چمٹا جائے۔ الوثقی۔ یہ اوثق کی مؤنث ہے یعنی انتہائی مضبوط رسی۔ پختہ محفوظ۔

شاہد محسوس سے مثال:

لَا انْفِصَامَ لَهَا (اس کے لئے ٹوٹنا نہیں) یعنی اس رسی کے لئے ٹوٹنا نہیں۔

یہ معلوم و معروف چیز کی نظر و استدلال سے تمثیل بیان کی گئی ہے اور شاہد محسوس سے مثال بتلائی گئی ہے تاکہ سامع اس کو تصور کرے۔ کہ گویا وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ پس اس کا اعتقاد پختہ ہو جائے مطلب یہ ہے۔ اس نے اپنے نفس کو دین سے مضبوط باندھ دیا ہے جس کو کوئی اشتباہ کھول نہیں سکتا۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ (اور اللہ تعالیٰ سننے والے ہیں) یعنی اس کے اقرار کو۔ عَلِيْمٌ (جاننے والے ہیں) اس کے اعتقاد کو۔

تفسیر آیت ۲۵۷:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے) اٰمنوا سے مراد جو ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ ولی کا معنی

ناصراوران کے امور کا ذمہ دار۔

نورِ واحد اور ظلماتِ جمع لانے کی حکمت:

یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ (ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے) یعنی کفر وضلالت کے اندھیروں سے۔کفریات وضلالات بہت اقسام کی ہیں اس لئے جمع کا لفظ لایا گیا۔

اِلَى النُّوْرِ (روشنی کی طرف) یعنی ایمان وہدایت کی طرف۔نور کا لفظ واحد لایا گیا کیونکہ ایمان ایک ہی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا (اور کافر)

اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ (ان کے دوست شیطان ہیں)

نحو: والذین کفروا مبتداء ہے اور اولیاء ھم الطاغوت خبر ہے۔

شبہات کی دلدل:

یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ (وہ ان کونور سے نکالتے ہیں ظلمات کی طرف) یہاں ظلمات کو جمع لایا گیا۔کیونکہ طاغوت معناً جمع ہے۔

مطلب یہ ہے وہ لوگ جو کفر پر پختہ ہو گئے ان کا معاملہ اس کے خلاف ہے۔

یا دوسرا قول: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ولی ہیں وہ ان کو شبہات دینیہ سے نکالتے ہیں اگر کبھی راہ ہدایت میں ان کو شبہ واقع ہو جائے تو ان کو اس شبہ کے ازالہ کی توفیق دیتے ہیں۔یہاں تک کہ وہ شبہ سے نکل کر نور یقین میں پہنچ جاتے ہیں اور کافروں کے دوست شیاطین ہیں۔وہ ان کو واضح دلائل کی روشنی سے جو ان کے سامنے ظاہر باہر ہیں نکال کر شکوک وشبہات کی گمراہیوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

اُولٰٓـئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

استفہام تعجب:

پھر تعجبی انداز میں اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نمرود اور ابراہیم علیہ السلام کا مجادلہ سنایا اور تسلی دی۔نمرود ربوبیت کا دعویدار تھا۔

وقف لازم

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ

کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے حجت بازی کی ان کے رب کے بارے میں اس وجہ سے کہ اللہ نے اس کو حکومت

الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا

دی تھی، جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے، اس نے کہا میں

اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ

زندہ کرتا ہوں اور موت دیتا ہوں، ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا سو بلاشبہ اللہ لاتا ہے سورج کو

الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی

پورب سے تو اس کو لے آ پچھم سے پس حیرانی میں پڑ گیا وہ شخص جو کفر اختیار کئے ہوئے تھا اور اللہ قوم ظالمین

الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ﴿۲۵۸﴾

کو ہدایت نہیں دیتا۔

تفسیر آیت ۲۵۸:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖ (کیا تمہیں اس شخص کا واقعہ معلوم نہیں جس نے ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب کے متعلق جھگڑا کیا) یعنی اپنے اس جھگڑے میں جو ربِ ابراہیم کی ربوبیت کے سلسلہ میں اس نے کیا۔

نحو: ربہ۔ کی ضمیرہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ یا اس کی طرف جس نے جھگڑا کیا۔ اسلئے کہ وہ دونوں کا رب ہے۔

اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ (کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکومت عطاء کی تھی) اصل اس طرح ہوا لان اٰتاہ اللّٰہ۔ یعنی حکومت کے مل جانے نے اسے غرور و تکبر میں مبتلا کر دیا۔ پس وہ اسی وجہ سے جھگڑنے لگا۔

ردِ معتزلہ:

یہ آیت بھی معتزلہ کے خلاف اصلح کے مسئلہ میں دلیل ہے۔ وہ کہتے ہیں کافر کو اللہ حکومت نہیں دیتے۔ یہاں دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔

(معتزلہ کا قول یہ ہے کہ اصلح اللہ تعالیٰ پر واجب ہے جبکہ اہلسنت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں جو کچھ دیتا ہے یہ اس کا فضل و احسان ہے)

دوسرا قول: وہ اس وقت جھگڑا کرنے لگا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو ملک عنایت کیا۔

اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ (جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور موت دیتا ہے)

تحقیق نحو وقراءت:

نحو: اذ قال یہ حَاجَّ کی وجہ سے منصوب ہے یا ان اتاہ اللّٰہ سے بدل ہے جبکہ جعل بمعنی وقت ہو۔

قراءت: حمزہ نے رَبِّیَ کو رَبِّیْ پڑھا ہے سکون یاء کے ساتھ۔

گویا بادشاہ نے سوال کیا۔ من ربُّکَ۔

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔

قَالَ (اس نے کہا) یعنی نمرود نے۔

اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ (میں زندہ کرتا اور موت دیتا ہوں) اس کی مراد یہ تھی کہ میں قتل کو معاف کرتا اور قتل بھی کر دیتا ہوں۔ یہ بات کہہ کر لعین جھگڑے سے رک گیا۔

تلبیس کی قاطع دلیل:

پس ابراہیم علیہ السلام نے وہ بات پیش کی۔ جس میں کمزور دماغ والوں پر تلبیس کا احتمال نہ تھا جبکہ فرمایا۔

قَالَ اِبْرٰھٖمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ پس اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے چڑھاتے ہیں تو اس کو مغرب سے لے آ۔)

ازالۂ وہم:

یہ ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف انتقال نہیں۔ جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا۔ کیونکہ پہلی دلیل ہی لازم ہونے والی تھی۔ لیکن جب اس نے عناد سے زندہ کرنے کی دلیل کو ایک کے چھوڑنے اور دوسرے کے قتل کر دینے سے ٹال دیا۔ تو آپ نے ایسے انداز سے کلام فرمایا جس سے عناد نہ کیا جا سکے۔ وہ تمام ستارہ پرست لوگ تھے۔ اور کواکب کی حرکت مغرب سے مشرق کی طرف ان کو معلوم تھی اور سورج کی مشرقی حرکت جو ہمیں محسوس ہوتی ہے یہ زبردستی وجبری حرکت ہے جیسا کہ پن چکی۔ جس پر چیونٹی بیٹھی ہو اور وہ دوسری طرف کو حرکت کرنے والی ہو جبکہ پانی چکی کو دوسری طرف حرکت دے رہا ہے اور چیونٹی اس کو دوسری طرف سمجھ رہی ہے پس ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ بے شک میرا رب سورج کو زبردستی اس کی اپنی حرکت کے الٹ حرکت دے رہا ہے اگر تو رب ہے تو اس کی اصلی حرکت پر چلا۔ جو کہ آسان تر ہے۔

فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ (پس کافر متحیر ودہشت زدہ ہو گیا)

وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو زبردستی سیدھے راستے کی ہدایت نہیں دیتا)

بعض: نے کہا کہ نمرود نے یہ نہیں کہا۔ کہ تیرا رب سورج کو مغرب سے لا کر دکھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بات کی طرف نہ آنے دیا۔ بلکہ اس سے پھیر دیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنے متعلق ربوبیت کا دعویدار تھا اور اپنے علاوہ دوسرے کی ربوبیت کا قائل نہ تھا اور اس کے اس قول کا مطلب انا احیی و امیت کہ میں ہی تو وہ ہوں جس کی طرف احیاء واماتت کی نسبت کی جاتی ہے میرے سواء اور کوئی نہیں۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ

یا اس شخص کی طرح سے جو گزرا ایک بستی پر اور وہ اس حال میں تھی کہ چھتوں پر اس کی دیواریں گری پڑی تھیں، یہ شخص کہنے لگا

اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ

کہ اللہ کیونکر زندہ فرمائے گا اس بستی کو اس کی موت کے بعد، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک مردہ رکھا پھر اسے اٹھا دیا،

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ

اس سے سوال فرمایا کہ تو کتنے عرصہ تک ٹھہرا رہا۔ اس نے کہا کہ میں ایک دن یا ایک دن سے کم ٹھہرا ہوں، فرمایا بلکہ تو سو سال

مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَ انْظُرْ

تک ٹھہرا رہا ہے، سو تو دیکھ لے اپنے کھانے کو اور پینے کی چیز کو وہ سڑی گلی نہیں ہے اور دیکھ لے

اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ

اپنے گدھے کو، اور تاکہ ہم تجھے نشانی بنا دیں لوگوں کے لئے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف ہم ان کو کیسے

نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ

جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر گوشت پہنا دیتے ہیں، سو جب اس پر یہ سب کچھ ظاہر ہو گیا تو کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾

ہر چیز پر قادر ہے۔

نکتہ: اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ علم کلام میں بات کرنا اور مناظرہ کرنا مباح ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الم تر الی الذی حاج ابراھیم فی ربه۔ کیا تمہیں معلوم نہیں وہ شخص جس نے ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا۔ ان کے رب کے متعلق۔ حاج باب مفاعلہ سے ہے اور وہ دو کے مابین ہوتا ہے۔ جیسے مقاتلہ۔ پس اس سے خود یہ نکل آیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس سے مناظرہ کیا۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا۔ تو ابراہیم علیہ السلام اس کو بذات خود نہ کرتے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام ارتکاب حرام سے معصوم ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں کفار کو ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ کی طرف بلانے کا حکم دیا گیا۔ جب ہم ان کو دعوت دیں گے تو لازماً وہ ہم سے اس پر دلیل طلب کریں گے۔ اور یہ مناظرہ کے بعد ہوگی۔ (انظر شرح التاویلات)

تفسیر آیت ۲۵۹:

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ (یا اس کی طرح جس کا گزر ہوا) مطلب یہ ہے۔

یا ارأیت مثل الذی۔ کیا تمہیں معلوم ہے اس کا حال جس کا گزر ہوا پس اس کو حذف کر دیا کیونکہ الم تر اس پر دلالت کے لئے کافی تھا۔ کیونکہ یہ دونوں تعجب کے کلمات ہیں۔

دوسرا قول:

یہ معنی پر محمول ہے لفظ پر نہیں۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ارأیت کالذی حاج ابراھیم او کالذی مر۔
علامہ زمخشری: نے متوفی ۳۸۹ھ کشاف میں کہا۔ کہ اس میں کاف زائدہ ہے اور الذی کا عطف الی الذی حاج پر ہے۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ گزرنے والا کافر تھا۔ اور بعث کا منکر تھا اس لئے اس کو نمرود کے ساتھ ایک ہی لڑی میں پرو کر ذکر کیا۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ انی یحی کلمۂ استبعاد کا استعمال کیا گیا۔ جو بعث بعد الموت کو بعید جاننے کی طرف مشیر ہے۔

جمہور مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کی رائے:

مگر اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔ انہوں نے احیائے موتی کا معائنہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تا کہ بصیرت تامہ حاصل ہو جائے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے طلب کیا اور اَنّٰی یحیی تو زندہ کرنے کا طریقہ اور زندہ کرنے والے کی عظیم قدرت کی معرفت سے عاجزی کا اعتراف ہے۔

بیت المقدس کا اُجڑنا:

عَلٰی قَرْیَةٍ (بستی پر) یہ بیت المقدس شہر تھا۔ جبکہ اس کو بخت نصر نے برباد کر دیا تھا۔ یا وہی بستی ہے۔ جس سے وہ ہزاروں لوگ نکلے تھے۔

وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا (وہ گرنے والی تھی اپنی چھتوں پر) یعنی چھتوں سمیت گر چکی تھی۔

یا دوسرا قول: چھتیں گریں پھر ان پر دیواریں بھی گر پڑیں۔ عرش ہر بلند چیز کو عرش کہتے ہیں۔

قَالَ اَنّٰی یُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ (اس نے کہا کیسے زندہ کرے گا۔ اس کو اللہ تعالیٰ اس کے ویران ہونے کے بعد پس اس کو موت دی اللہ تعالیٰ نے پھر اس کو اٹھا کھڑا کیا) اَنّٰی یہ کیف کے معنی میں ہے۔ ھذہٖ سے مراد اھل ھذہ اس کے رہنے والے بعث سے مراد زندہ کرنا ہے۔

قَالَ (اس نے کہا) یعنی اس کو فرشتے نے کہا۔

کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ (تو کتنا عرصہ ٹھہرا اس نے کہا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا) یعنی اپنے گمان کی بناء پر۔

جوازِ اجتہاد:

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے۔

روایت میں ہے کہ ان کو موت چاشت کے وقت آئی اور سو سال بعد ان کو سورج کے غروب ہونے سے پہلے اٹھایا۔ پس انہوں نے سورج کی طرف نگاہ ڈالنے سے پہلے کہا۔ یومًا ایک دن۔ پھر وہ متوجہ ہوئے۔ تو انہوں نے ابھی سورج کو باقی پایا۔ تو کہنے لگے۔ اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ۔ یا دن کا کچھ حصہ۔

قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ (اس نے کہا بلکہ تو سو سال ٹھہرا ہے پس تو دیکھ اپنے کھانے کو اور اپنے مشروب کو)

مشروب کی جنس:

روایت میں ہے کہ ان کا کھانا انجیر اور انگور تھے اور مشروب جوس اور دودھ تھا۔ پس انہوں نے انگور اور انجیر کو اس طرح پایا گویا ابھی تازے چنے گئے ہیں اور مشروب بھی اپنی اصلی حالت میں ہے۔

لَمْ یَتَسَنَّہْ (وہ باسی نہیں ہوا) یعنی اس کا ذائقہ نہیں بدلا۔ اس کی ھاء اصلی ہے یا ہائے سکتہ ہے؟

اور السنۃ سے اس کے اشتقاق کے دو طریق ہیں۔

دو طریق اشتقاق:

نمبر ۱۔ کیونکہ اس کا لام کلمہ ہاء ہے۔ تو اصل سَنْھَۃٌ اور فعل سانَھْتُ فلانًا یعنی میں نے اس سے ایک سال معاملہ کیا۔

نمبر ۲: اصل سنوۃٌ تھا اور فعل سانیت بنا۔ اس کا معنی ہے اس کو سالوں نے تبدیل نہیں کیا۔ اور لم یتسن میں ھاء کو وصل میں حذف کر دیا۔ اور وقف میں ھاء قائم رکھی۔ حمزہ و علی رحمہما اللہ کے ہاں۔

گدھے کی سواری کا جواز:

وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ (اور تم اپنے گدھے کو دیکھو) یعنی کس طرح اس کی ہڈیاں تک بکھر چکی اور کھوکھلی ہو چکی ہیں)

ان کی سواری گدھا تھا۔ جس کو باندھا ہی تھا۔ کہ موت آ گئی۔ اس کی ہڈیاں باقی رہ گئیں۔

دوسرا قول: تو دیکھ اس کو کہ وہ صحیح سالم ہے جیسا تم نے باندھا۔ اور یہ عظیم نشانات قدرت میں سے ہے کہ اس کو سو سال بغیر چارے اور پانی کے زندہ رکھا۔ جیسا اس کے کھانے اور مشروب کی تبدیلی سے حفاظت فرمائی۔

نشانی کا مطلب:

وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ (اور تاکہ تجھے لوگوں کے لئے نشانی بنا دیں) یعنی نمبر ۱۔ ہم نے یہ کہا ہے مراد اس سے ان کا موت کے بعد زندہ کرنا تھا اور ان تمام چیزوں کی حفاظت کرنا جو ان کے ساتھ تھیں۔ نمبر ۲۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ واؤ محذوف پر عطف ہے ای لتعتبر ولنجعلك۔ تاکہ تو عبرت حاصل کرلے اور تاکہ ہم تجھے بنائیں لوگوں کے لئے نشانی۔

نمبر۳۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ اپنی قوم کے پاس گدھے پر سوار تشریف لائے اور کہا کہ میں عزیر علیہ السلام ہوں۔ انہوں نے جھٹلایا۔ انہوں نے تورات کو لانے کا حکم دیا۔ پس اس کو زبانی پڑھنے لگے۔

حضرت عزیر علیہ السلام سے پہلے کسی نے تورات کو زبانی نہ پڑھا تھا۔ پس یہی ان کا نشانی ہونا ہے۔

نمبر۴۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ گھر لوٹ کر گئے تو اپنی اولاد کو دیکھا۔ تو وہ بوڑھے ہو چکے اور یہ نوجوان تھے۔

ہڈیاں کس کی؟

وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ (اور تم ہڈیوں کو دیکھو) نمبرا۔ یعنی گدھے کی ہڈیاں۔ یا

دوسرا قول: ان مردوں کی ہڈیاں جن کے زندہ ہونے پر تعجب کیا تھا۔

کَیْفَ نُنْشِزُھَا (کس طرح ہم ان کو زمین سے اٹھا کر جوڑتے ہیں) یعنی ان کو حرکت دیتے اور بعض کو بعض کے ساتھ جوڑنے کے لئے اٹھاتے اور بلند کرتے ہیں۔

قراءت: اہل حجاز و بصری قراء نے نَنْشُرُھَا راء کے ساتھ پڑھا یعنی زندہ کرتے ہیں۔

ثُمَّ نَکْسُوْھَا لَحْمًا (پھر ہم ان پر گوشت چڑھاتے ہیں) ھَاء سے مراد ہڈیاں۔ لحما۔ گوشت۔ تو گوشت بمنزلہ لباس قرار دیا مجازی طور پر۔

فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ (پس جب ان کے سامنے واضح ہو گیا) اس کا فاعل مضمر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے فلما تبین له ان اللّٰه علی کل شیٔ قدیر۔ کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہونا خوب واضح ہو گیا۔

دلالت کی وجہ سے حذف:

قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اس نے کہا میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) پہلے ان اللّٰه علی کل شیٔ قدیر۔ کو حذف کر دیا۔ کیونکہ دوسرا اس پر دلالت کر رہا تھا۔ جیسا محاورۂ عرب ہے ضربنی و ضربت زیداً۔ یعنی مجھے زید نے مارا اور میں نے زید کو مارا۔ تو اول زید کو حذف کر دیا۔

دوسرا قول: یہ درست ہے کہ فلما تبین له سے مراد جو اُن پر مشکل ہوا۔ یعنی احیائے موتیٰ کا معاملہ۔ قراءت: حمزہ رحمہ اللہ و علی رحمہ اللہ نے کہا: اَعْلَمْ۔ اِعْلَمْ صیغۂ امر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا اِعْلَمْ تو جان یا انہوں نے خود اپنے نفس کو خطاب کر کے کہا اے نفس تو سمجھ لے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ

اور جب کہا ابراہیم نے کہ اے میرے رب آپ مجھے دکھا دیجئے مردوں کو کس طرح زندہ فرماتے ہیں، فرمایا کیا تم کو یقین نہیں ہے؟ عرض کیا

بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ

یقین ہے لیکن اس غرض سے سوال کرتا ہوں کہ میرا قلب مطمئن ہوجائے، فرمایا سو تم لے لو چار پرندے پھر ان کو اپنے سے ہلا لو

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ

پھر ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک ایک حصہ رکھدو پھر ان کو بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان لو

اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾

کہ بلاشبہ اللہ عزیز ہے حکیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۶۰:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ (جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب تو مجھے دکھا)
كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی (تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے)

نحو : کیف یہ تُحیی کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔

قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا تو یقین نہیں رکھتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں؟ مگر میرے دل کو اطمینان ہوجائے)

فائدہ سوال:

سوال : اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا اولم تؤمن۔ کیا تمہیں یقین نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ وہ ایمان میں تمام لوگوں سے زیادہ مضبوط ہیں۔

جواب : یہ سوال اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرمایا۔ تاکہ وہ وہی جواب دیں جو انہوں نے دیا۔ اس لئے کہ اس میں سامعین کے لئے عظیم الشان فائدہ ہے۔

علم ضروری اور استدلالی کا فرق:

نحو : بَلٰی۔ نفی کے بعد ایجاب کے لئے آتا ہے۔ اس کا معنی ہے کیوں نہیں۔

اٰمَنْتُ یعنی میں ایمان لایا۔ لیکن تاکہ میرا سکون وطمانیت بڑھ جائے۔ علم ضروری کو علم استدلال کے ساتھ ملا کر اور دلائل کا

ظاہر ہونا قلوب کے لئے زیادہ سکون کا باعث اور بصیرت میں مزید اضافہ کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ علم استدلالی کے ساتھ تو شک کا امکان ہے۔ مگر علم ضروری کے قریب بھی شک کا گزر نہیں۔

نحو : لام محذوف سے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: **ولکن سالت ذٰلك ارادة طمانینة القلب** لیکن میں نے یہ سوال اطمینان قلب کے ارادے سے کیا۔

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تو چار پرندے لے) الطیر سے مور، مرغ، کوا، کبوتر مراد ہیں۔

فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ (تو ان کو ہلا لے) مادہ صور، صار، یصور

قراءت: حمزہ وابوجعفر نے صِرْهُنَّ پڑھا ہے۔ جس کا معنی پارہ پارہ کرنا ہے۔

مادہ صار۔ یصیر۔ صیرا ہے۔ صُرْهُنَّ کا معنی مائل کرنا، ملانا اور جمع کرنا ہے۔

پہاڑ کتنے؟

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک حصہ رکھ دے) یعنی ان کے ٹکڑے کر دے اور ان کے اجزاء ان پہاڑوں پر منتشر کر دے۔ جو تیرے سامنے اور تیرے علاقے میں ہیں اور یہ چار پہاڑ تھے یا سات۔

قراءت: جُزُءًا۔ دونوں ضموں اور ہمزہ کے ساتھ ابوبکر نے پڑھا ہے۔

ثُمَّ ادْعُهُنَّ (پھر ان کو بلاؤ) یعنی ان کو کہو تم میرے پاس اللہ تعالیٰ کے حکم سے آؤ۔

يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا (وہ تیرے پاس دوڑتے آئیں گے) یہ موضع حال میں ہے یعنی **ساعیات مسرعات فی طیرانهن** وہ دوڑنے اور اپنی پرواز میں تیزی کرنے والے ہونگے۔ یا اپنے پاؤں پر چلنے میں جلدی کرنے والے ہونگے۔

نکتہ: ان کو اپنی طرف ملانے کا حکم اس لئے دیا تاکہ وہ ان کو پکڑ کر تامل کر سکیں اور ان کی شکلیں اور ہیئت اور اترنا۔ زندہ کرنے کے بعد ان پر ملتبس نہ ہو۔ اور یہ وہم نہ ہو کہ وہ اور ہیں۔ روایت میں ہے کہ ان کو ذبح کا حکم ہوا اور ان کے پر نوچنے اور کاٹنے اور ان کے اجزاء کے متفرق کرنے اور ان کے پروں، خونوں اور گوشتوں کو خلط ملط کرنے کا حکم ہوا اور سروں کو اپنے پاس رکھنے کا۔ پھر حکم ہوا کہ ان کے اجزاء کو پہاڑوں پر رکھیں۔ ہر پہاڑ پر ہر پرندے کا چوتھا حصہ پھر ان کو آواز دینے کا حکم ہوا کہ **تعالین باذن الله** کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آؤ۔ پس ہر جزء دوسرے جز کی طرف اڑ کر جانے لگا۔ یہاں تک کہ جسم بن گئے۔ پھر وہ اپنے سروں کے ساتھ آملے۔ اس طرح کہ ہر جثہ اپنے سر کے ساتھ لگ گیا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (اور جان لے کہ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) یعنی جو وہ ارادہ فرمائے۔ کوئی چیز اس کے سامنے انکار نہیں کر سکتی۔

حَكِيْمٌ (وہ حکمت والے ہیں) ان کاموں میں جن کی وہ تدبیر کرتے ہیں۔ وہی کرتے ہیں جس میں حکمت ہوتی ہے۔

ربط آیت:

زندہ کرنے پر اپنی قدرت کے دلائل خوب واضح کر دیئے۔ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ پر آمادہ کیا اور بتلایا کہ جو آدمی اس کی

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ

مثال ان لوگوں کی جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو اس نے اگائیں

سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ

سات بالیں، ہر بال میں ہیں سو دانے، اور اللہ چند در چند کر دیتا ہے جس کے لئے چاہے۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾

اور اللہ وسعت والا ہے علم والا ہے۔

راہ میں خرچ کرتا ہے اس کو اس خرچ کرنے میں بہت بڑا اجر ہے۔ اور وہ اس کے دینے پر قدرت رکھتا ہے پس فرمایا۔

تفسیر آیت ۲۶۱:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (مثال ان لوگوں کی جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں) یعنی ان کے خرچ کرنے کی مثال۔ یہاں مضاف کا محذوف جاننا ضروری ہے۔

كَمَثَلِ حَبَّةٍ (ایک دانے کی مثال ہے) یا ان کی مثال غلہ بونے والے کی ہے۔

انبات کی صورت:

اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ (جو سات بالیں اگائے ہر بال میں سو دانے ہوں) اُگانے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ دانہ چونکہ ظاہری سبب ہے اس کی طرف اگانے کی نسبت کر دی جس طرح زمین اور پانی کی طرف کی جاتی ہے۔

اور سات بالیں اگانے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا پودہ نکلے جس سے سات پودے شاخوں کی صورت میں نکلیں۔ کہ ہر شاخ پر ایک سٹہ ہو۔

درحقیقت یہ بال کئی گنا اضافے کی تصویر ہے گویا اس کا بڑھنا دیکھنے والے کی آنکھوں کے سامنے موجود کھڑا ہے اور یہ مثال چنا مکئی میں موجود ہے اور بسا اوقات گندم کا پودہ زرخیز زمین جو غلہ آور ہو اس مقدار تک پہنچ جاتی ہے۔

(اور آج کل تو متوسط زمینوں میں یہ پیداوار بے شمار غلہ جات میں واضح نظر آتی ہے) اس صورت میں یہ تمثیل صحیح ہے اور اگر نہ پائی جائے تو فرضِ تقدیر کے طور پر بطور مثال اضافہ کو سمجھانا مقصود ہے۔

جمع کی وجہ:

یہاں سنابل کو سنبلات کی بجائے لایا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جیسا قروء کو اقراء کی جگہ لانا یعنی یہ جمع کثیر الاستعمال ہے اس لئے لائی گئی۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد احسان

مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

نہیں دھرتے اور ایذاء نہیں پہنچاتے ان کے لئے ثواب ہے ان کے رب کے پاس، اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۭ

رنجیدہ ہوں گے بھلی بات کہہ دینا اور درگزر کر دینا ایسے صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچائی جائے

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ

اور اللہ غنی ہے حلیم ہے، اے ایمان والو! مت باطل کرو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف

وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

پہنچا کر اس شخص کی طرح سے جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور ایمان نہیں لاتا اللہ پر اور یوم

الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ

آخرت پر، سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چکنا پتھر ہو جس پر ذرا سی مٹی ہو پھر پہنچ گئی اس کو

صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾

زور دار بارش سو کر چھوڑا اس کو بالکل ہی صاف، یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے، اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

احوال پر فیصلہ:

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے کئی گنا بڑھا دیتے ہیں) یعنی جس کے لئے اتنا بڑھانا چاہتے ہیں بڑھا دیتے ہیں۔ ہر خرچ کرنے والے کے لئے یہ اضافہ نہیں۔ کیونکہ خرچ کرنے والوں کے احوال مختلف ہیں۔

دوسرا قول: سات سو سے زیادہ جن کے لئے چاہتے ہیں بڑھا دیتے ہیں۔

قراءت: شامی رحمہ اللہ نے يُضَاعِفُ پڑھا۔ اور مکی رحمہ اللہ نے يُضَعِّفُ۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ (اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) یعنی وسیع فضل و جود والے ہیں۔ عَلِيْمٌ (جاننے والے ہیں) یعنی خرچ کرنے والوں کی نیات کو۔

تفسیر آیت ۲۶۲:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا (وہ لوگ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے

ہیں۔پھر جو کچھ کیا اس کے بعد احسان نہیں دھرتے)۔

من وایذاء کی وضاحت:

مَنّ یہ ہے کہ جس پر احسان کیا ہو اس پر زیادتی کرے اور اس کو دکھلائے کہ اس نے اس سے بھلائی کی ہے۔اور اس کی وجہ سے اس پر حق لازم کرے۔

عرب کے لوگ کہا کرتے تھے۔اذا صنعتم صنیعة فانسوھا جب تم کوئی احسان کرو۔تو اس کو بھلا دو۔

وَّلَآ اَذًى (اور نہ دکھ دینا) ایذاء یہ ہے کہ احسان کے بدلے اس پر بالادستی ظاہر کرے۔ثم کے لفظ سے یہاں انفاق اور من و ایذاء چھوڑنے میں فرق ظاہر کرنا مقصود ہے اور یہ کہ من وایذاء کا ترک کرنا انفاق سے بہت بہتر ہے۔

جس طرح استقامت علی الایمان کو دخول ایمان سے ۔ اس ارشاد خداوندی کی روشنی میں۔(ثم استقاموا ۔فصلت۔۳۰) بہتر قرار دیا گیا۔

لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ان کا اجر ان کے رب کے ہاں ہے) یعنی ان کے انفاق کا ثواب

خوف وغم کی نفی:

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ (ان پر نہ خوف ہوگا) یعنی اجر کے کم ہو جانے کا

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے) یعنی اجر کے فوت ہو جانے پر یا

دوسرا قول: نہ خوف عذاب اور نہ حزن فوت ثواب

نکتہ: یہاں لھم اجرھم فرمایا۔اور بعد والی آیات میں فلھم اجرھم۔کیونکہ یہاں موصول میں شرط کا معنی نہیں پایا جاتا جبکہ اس جگہ معنی شرط کا متضمن ہے اس لئے فاء جزائیہ لائی گئی۔

۲۶۳: قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ (اچھی بات) یعنی اچھے انداز سے جواب

وَّمَغْفِرَةٌ (اور بخشش) اور سائل کو معاف کرنا جبکہ اس سے مسئول کو ناگواری ہو۔

دوسرا قول: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش ملتی ہے اچھے جواب کی بناء پر۔

خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى (وہ بہت بہتر ہے ایسے صدقہ سے جس کے بعد ایذاء پہنچائی جائے قول اگرچہ نکرہ ہے مگر صفت کے ساتھ مخصوص ہونے کی بناء پر اس کا مبتداء بننا صحیح ہے۔

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ (اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں) اس کو کوئی ضرورت نہیں کسی ایسے خرچ کرنے والے کی جو احسان جتائے اور ایذاء دے۔(یعنی ایسے منفق سے اس کو نفرت ہے)

حَلِيْمٌ (وہ بردبار ہیں) جلدی سزا نہیں دیتے۔

یہ ایسے شخص کے لئے وعید ہے۔پھر اپنے اس ارشاد سے اس کو مزید مؤکد کر دیا: یٰٓاَيُّهَا الذین ٰامنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذٰی۔

۲۶۴: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی كَالَّذِیْ (اے ایمان والو! مت باطل کرو اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح) كَالَّذِیْ کا کاف مصدر محذوف کی صفت کے طور پر منصوب ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ابطالا مثل ابطال الذی۔ باطل کرنا اس کے باطل کرنے کی طرح۔

احسان جتلانے کا نقصان:

یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (جو اپنے مال کو لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا) یعنی نہ باطل کرو اپنے صدقات کا ثواب احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس منافق کے باطل کرنے کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھلاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اس انفاق سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کرتا اور نہ ہی ثواب آخرت کا طالب ہے۔

نحو: رئاء یہ مفعول لہ ہے۔

شاندار مثال:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ (اس کی مثال اس چٹان جیسی ہے جس پر مٹی ہو) اللہ تعالیٰ نے اس کی اور اس کے اس خرچ کی مثال جس سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ ایک ملائم پتھر سے دی جس پر مٹی ہو۔

فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ (پس اس کو موسلا دھار بارش پہنچی) وابل موٹے قطرے والی بارش کو کہتے ہیں۔

فَتَرَكَهٗ صَلْدًا (پس اس کو صاف کر کے چھوڑا) یعنی مٹی سے بالکل صاف وہ مٹی جو اس پر پڑی تھی۔

لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا (وہ کسی چیز پر قادر نہ ہونگے۔ جو کچھ انہوں نے کمایا) یعنی وہ اس چیز کا کچھ بھی ثواب نہ پائیں گے۔ جو انہوں نے خرچ کیا۔

دوسرا قول: کاف محل نصب میں ہے حال ہونے کی وجہ سے یعنی تم اپنے صدقات کو باطل نہ کرو۔ اس حال میں کہ تم اس کو مماثل بنانے والے ہو۔ اس شخص کے جو خرچ کرتا ہے (من واذیٰ کے ساتھ) آیت میں لا یقدرون کو لایا گیا۔ کالذی ینفق کے بعد۔ کیونکہ مراد انفاق سے جنس انفاق ہے۔ یا وہ فریق جو خرچ کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ نہیں راہنمائی کرنے والے کافر قوم کی) یعنی جب تک وہ کفر کو اختیار کرنے والے ہیں۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ

اور مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور نفسوں کو پختہ

اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ

کرنے کے لئے ایسی مثال ہے جیسے ایک باغ ہو کسی ٹیلہ پر جس کو پہنچ جائے زور دار بارش پھر وہ دوگنا پھل لایا ہو، پس اگر

لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

زور دار بارش نہ پہنچی تو ہلکی بوندا باندی بھی اسے کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے۔

تفسیر آیت ۲۶۵......مؤمن کے انفاق کی مثال:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (ان لوگوں کی حالت جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے اور اپنے نفسوں کو ثواب پہنچانے کیلئے خرچ کرتے ہیں یعنی اسلام کی تصدیق اور اپنے دلوں میں جزاء پر یقین کے لئے۔ اس لئے کہ جب مسلمان اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تصدیق اور ثواب پر اس کا ایمان دل کی گہرائی سے ہے اور دل کے اخلاص سے ہے۔

نحو: مِنْ ابتدائے غایت کے لئے ہے یہ مفعول لہٗ پر معطوف ہے یعنی ابتغآء اور تثبیت کی خاطر۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے خرچہ کی مثال اللہ کے ہاں پاکیزگی میں۔

كَمَثَلِ جَنَّةٍ (باغ جیسی ہے)

بِرَبْوَةٍ (ٹیلے پر) یعنی بلند جگہ پر۔ بلند جگہ کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسی جگہ میں درخت زیادہ پاکیزہ اور عمدہ پھل والے ہوتے ہیں۔

قراءت: عاصم وشامی رحمہما اللہ نے رَبْوَة کو راء کے فتحہ کے ساتھ اور بقیہ قراء نے راء کے ضمہ سے پڑھا ہے۔

اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا (اس کو بارش پہنچے۔ پس وہ اپنا پھل لائے)۔ اُكُل کا معنی پھل۔

قراءت: نافع، مکی اور ابو عمرو رحمہم اللہ نے اُكْلَهَا۔ ضمہ ہمزہ کے ساتھ پڑھا۔

ضِعْفَيْنِ (دوگنا) وہ بارش کے سبب دوگنا پھل لائے۔ اس سے پہلے اتنا پھل نہ لاتا تھا۔

مثال کے دورُخ:

فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ (اگر اس کو موسلا دھار بارش نہ پہنچے۔ تو ہلکی بارش بھی کافی ہے)۔ طلّ چھوٹے قطرات والی بارش کافی ہے کیونکہ وہاں کی زمین زرخیز ہے۔

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا

کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اس کے نیچے جاری ہوں

الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِیْهَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ اَصَابَهُ الْکِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ

نہریں اس میں اس کے لئے ہر طرح کے پھل ہوں اور اس کو بڑھاپا آجائے اور اس کی ضعیف آل و اولاد ہو

فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ

پھر پہنچ گئی اس کو سخت تیز آندھی جس میں آگ ہو، سو وہ باغ جل جائے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے تمہارے لئے آیات

لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾

تا کہ تم فکر کرو۔

دوسرا قول: ان کی حالت کی مثال اللہ تعالیٰ کے ہاں اس باغ سے ہے جو اونچی جگہ پر ہو اور ان کے تھوڑے اور زیادہ نفقات کی مثال موسلا دھار بارش اور پھوار سے ہے۔ جس طرح ان میں سے ہر بارش باغ کے پھل کو کئی گنا کرتی ہے اسی طرح ان کے تھوڑے یا زیادہ خرچہ جات جن سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی طلب کی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاکیزہ اور اپنے مرتبہ میں بلند ہے اور ان کا مال اللہ تعالیٰ کے ہاں خوب ہوگا۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے) وہ تمہارے اعمال کثیر ہوں یا قلیل ان کو دیکھتے ہیں۔ تمہاری نیات کو جانتے ہیں۔ کہ ریاء و اخلاص میں سے کیا ہے۔

تفسیر آیت ۲۶۶:

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ (کیا چاہتا ہے تم میں سے کوئی ایک) ہمزہ انکار کے لئے ہے۔

اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ (کہ اس کے پاس باغ ہو) جنت کا معنی باغ ہے۔

مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ (کھجور اور انگوروں کا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں) له میں ہ ضمیر باغ والے کی طرف لوٹتی ہے۔

فِیْهَا (اس میں) ھَاء کی ضمیر جنت کی طرف لوٹتی ہے یعنی باغ میں۔

ثمرات کی مراد:

مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ (ہر قسم کے پھل ہوں) مراد ثمرات سے وہ منافع ہیں۔ جو باغ سے اس کو حاصل ہوتے ہیں۔

دوسرا قول: کھجور اور انگور جب درختوں میں عمدہ اور منافع میں برتر ہیں۔ اسی لئے تمام پھلوں میں انکا تذکرہ فرمایا اور باغ ہی انہی کا قرار دیا۔ اگرچہ وہ دوسرے درختوں پر بھی مشتمل تھا۔ گویا ان کو تمام درختوں پر غلبہ دیا۔ پھر ان کے پیچھے تمام پھلوں کا تذکرہ کیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ

اے ایمان والو! خرچ کرو اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزوں کو، اور اس میں سے جو ہم نے نکالا تمہارے لئے

مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ

زمین میں سے، اور مت ارادہ کرو ردی چیز کا کہ اس میں سے خرچ کرو، اور تم خود اس کے لینے والے نہیں ہو

اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

مگر اس صورت میں کہ چشم پوشی کر جاؤ، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ غنی ہے اور حمید ہے۔

ریاکار کی مثال:

وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ (اور اس کو بڑھاپا آلے) یہ حال کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس باغ ہو اور ادھر اس کو بڑھاپا آلے۔ (گویا بڑھاپا کے رزق کا ایک ہی سہارا ہو)

وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ (اور اس کی اولاد ہو کمزور) ضعفاء سے مراد چھوٹے بچے۔ نَحو : یہ بھی جملہ حالیہ ہے اور اصابہ کی ضمیر ھاء سے حال ہے۔

فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ (پھر اس کو ایسی آندھی پہنچے) اعصار کا معنی بگولا ہے جو زمین میں گول ستون کی شکل میں بھاگتا نظر آتا ہے۔

فِيْهِ (اس میں) یعنی اس بگولے میں آگ ہو اور وہ آگ بلند ہو۔

نَارٌ (آگ) ظرف کے ساتھ اور ظرف اعصار کا وصف ہے یعنی ایسا بگولہ کہ جس میں آگ ہو۔

فَاحْتَرَقَتْ (پس وہ باغ جل جائے)

یہ اس آدمی کی مثال ہے جو اعمال ریاکاری کی خاطر کرتا ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ ان اعمال کو ضبط شدہ پائے گا۔ پس اس وقت وہ اسی طرح حسرت وافسوس کرے گا۔ جس طرح یہ باغ والا جس کا باغ تمام اقسام وانواع کے پھلوں پر مشتمل تھا اور یہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا۔ اور اس کی اولاد کم عمر ہو۔ حالانکہ باغ پر اس کی معیشت کا دارومدار ہو پس ادھر وہ باغ بگولے سے جل اٹھا۔

كَذٰلِكَ (اس بیان کی طرح) جو ابھی ہو چکا۔

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ (اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے نشانات توحید و دین بیان کرتے ہیں)

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (تا کہ تم سوچ و بچار کر کے اور متنبہ ہو جاؤ)

تفسیر آیت ۲۶۷:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ ۔ (اے ایمان والو! تم اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو) طیبات

سے مراد عمدہ کمائی۔

مالِ تجارت میں زکوٰۃ:

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ اموال تجارت میں زکوٰۃ لازم ہے۔

وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (اور اس میں سے جو ہم تمہارے لئے زمین میں سے نکالیں) یعنی غلہ جات' پھل' معدنیات وغیرہ۔

تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ من طیبات ما اخرجنا لکم۔ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے لئے نکالی ہیں۔ البتہ طیبات کے ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا۔

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ (اور قصد نہ کرو ردی مال کا) یعنی ردی مال کا قصد بھی نہ کرو۔

مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ (کہ اس میں سے تم خرچ کرو) یعنی اس کو انفاق کے ساتھ خاص کرلو۔ یہ جملہ محل حال میں ہے کہ نہ قصد کرو خبیث مال کا اس حال میں کہ تم خرچ کرنے والے ہو یعنی تم خرچے کو طے کرنے والے ہو۔

وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ (حالانکہ تم اس کو لینے والے نہیں ہو) یعنی تمہارا اپنا حال یہ ہے کہ تم اپنے حقوق میں اس کو لینے کے لئے تیار نہیں ہو۔

غمض کا مطلب:

اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ (مگر یہ کہ تم چشم پوشی کرو اس میں) یعنی مگر یہ کہ تم اس کے لینے میں تسامح سے کام لو اور رخصت پر عمل پیرا ہو جیسے عرب کہتے ہیں۔ اغمض فلان عن بعض حقه۔ کہ فلاں نے اپنے بعض حق سے چشم پوشی کی۔ اور بائع کو کہا جاتا ہے۔ اغمض ای لا تنقص کانك لاتبصر۔

روایتِ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ لوگ ردی کھجور اور سوکھی کھجوریں صدقہ کر دیا کرتے تھے۔ ان کو اس سے روک دیا گیا۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ (کہ تم یقین کرلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں) یعنی تمہارے صدقات سے۔

حَمِيْدٌ (تعریف والے ہیں) یعنی حمد کے حقدار یا محمود ہیں۔

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ

شیطان تم کو ڈراتا ہے تنگدستی سے، اور حکم دیتا ہے تمہیں فحش کاموں کا، اور اللہ وعدہ فرماتا ہے تم سے

مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَ فَضْلًا ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۸﴾ یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ

اپنی طرف سے مغفرت کا اور فضل کا، اور اللہ وسعت والا ہے خوب جاننے والا ہے، وہ حکمت دیتا ہے جس کو

یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ وَمَا یَذَّکَّرُ

چاہتا ہے، اور جس کو حکمت دی گئی اسے خوب زیادہ خیر عطاء کی گئی، اور وہی لوگ

اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

نصیحت قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۶۸:

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ (شیطان تم سے وعدہ کرتا ہے) یعنی انفاق کے متعلق

الْفَقْرَ (تنگ دستی کا) یعنی تمہیں کہتا ہے کہ تمہارے انفاق کا انجام یہ ہے کہ تم فقیر ہو جاؤ گے۔ اَلْوَعْدُ۔ وعد کا لفظ خیر و شر میں استعمال ہوتا ہے۔

وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ (وہ تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے) یعنی تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور تمہیں بخل پر آمادہ کرتا ہے اور صدقات سے روکتا ہے۔ اغراء کسی مامور کو حکم دینا۔ الفاحش۔ عرب بخیل کو کہتے ہیں۔

وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ (اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتے ہیں) یعنی انفاق میں۔

مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ (مغفرت کا اپنی طرف سے) یعنی تمہارے گناہوں کی مغفرت کا اور گناہوں کے کفارے کا (وعدہ دیتے ہیں)

وَفَضْلًا (اور فضل کا) یعنی اس بات کا کہ وہ تم پر نائب بنا دیں گے اس سے زیادہ افضل جو تم نے خرچ کیا ہے۔ یا آخرت میں ثواب دیں گے۔

وَاللّٰہُ وَاسِعٌ (اور اللہ وسعت والا ہے) وہ وسعت کرتا ہے جس پر چاہتا ہے۔

عَلِیْمٌ (علم والے ہیں) یعنی تمہارے افعال و نیات کو پہچانتے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۶۹:

یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ (وہ حکمت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) حکمت سے مراد علم قرآن و سنت ہے یا علم نافع جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی تک پہنچانے والا ہے اور اس پر عمل کرنے تک پہنچانے والا ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ط

جو کچھ کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو بلاشبہ اللہ اس کو جانتا ہے

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۲۷۰

اور ظلم کرنے والوں کیلئے کوئی بھی مددگار نہیں۔

حکیم۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو کہ عالم عامل ہو۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ (جس کو حکمت ملی) اسے یعقوب نے مَنْ يُّؤْتِ پڑھا ہے۔یعنی جس کو اللہ تعالیٰ حکمت دیتا ہے۔

فائدہ تنوین:

فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (اس کو بہت سی بھلائی دی گئی) خَيْرًا كَثِيْرًا میں تنوین تنکیر تعظیم کو ظاہر کرتی ہے۔یعنی اس کو بہت سی بھلائی دی گئی۔

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل والے) یعنی اللہ تعالیٰ کی ان مواعظ سے سلیم العقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔یا علماء عاملین۔مقصد آیت کا یہ ہے کہ انفاق پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کیا گیا ہے۔

تفسیر آیت ۲۷۰:

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ (جو تم خرچ کرتے ہو کسی طرح کا خرچ) یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں یا شیطان کی راہ میں۔

اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ (یا تم نذر مانتے ہو) یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی خاطر یا معصیت کی خاطر۔

فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ (پس اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں) یعنی اس پر کچھ بھی مخفی نہیں اور وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

ظالم سے مراد کون؟

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ (اور ظالموں کا نہیں) ظالم سے مراد وہ لوگ ہیں جو صدقات سے باز رہتے ہیں۔یا اپنے مال گناہوں کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔یا گناہوں کی نذر مانتے ہیں۔یا نذر مان کر پوری نہیں کرتے۔

مِنْ اَنْصَارٍ (کوئی مددگار) یعنی جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا سکے۔اور اس کے عذاب سے محفوظ کر سکے۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ

اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو تو یہ اچھی بات ہے، اور اگر تم ان کو چھپاؤ اور فقراء کو دو

فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَیُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۷۱﴾

تو وہ زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے، اور اللہ تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا۔ اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا

آپ کے ذمہ نہیں ہے ان کی ہدایت لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو بھی کچھ اچھا مال

مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا

تم خرچ کرتے ہو، تو وہ تمہاری جانوں کے لئے ہے، اور تم نہیں خرچ کرتے ہو مگر اللہ کی رضا کے لئے، اور جو کچھ

تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

بھی خرچ کرو گے اچھا مال وہ پورا پورا تمہیں دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

تفسیر آیت ۲۷۱:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ (اور اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو وہ بہت خوب ہے) پس اس کا اظہار بہت خوب ہے۔

نعمّا کا ما نکرہ ہے لیکن نہ موصول اور نہ موصوفہ اور مخصوص بالمدح ھِیَ ہے

قراءت: ابوعمرو اور مدنی نے نعمّا کو نون کے کسرہ اور سکون عین کے ساتھ نِعْمًا۔ مگر ورش نے نِعَمّا پڑھا ہے۔

دوسرے قراء نے نِعِمَّا عین کے فتحہ اور میم کی تشدید کے ساتھ پڑھا۔

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ (اگر تم اس کو چھپاؤ اور فقراء کو دو) یعنی تم ان اموال کو اخفاء کے ساتھ مصارف تک پہنچانے والے ہو۔

فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ (پس وہ بہت بہتر ہے تمہارے لئے) یعنی اخفاء تمہارے لئے بہتر ہے۔

ارشادِ مفسرین رحمۃ اللہ علیہم:

مفسرین رحمہم اللہ نے فرمایا۔ مراد اس سے صدقات نفلیہ ہیں اور فرائض میں ظاہر کر کے دینا افضل ہے تا کہ اس پر الزام نہ لگے۔ کہ یہ فرائض ادا نہیں کرتا۔ بلکہ اگر زکوٰۃ دینے والا ایسے لوگوں میں سے ہو جو خوش حال مشہور نہیں ہیں۔ تو اس کا اخفاء افضل ہے اور نفلی صدقہ کرنے والا اگر یہ ارادہ کرے کہ لوگ اس کی اتباع کریں تو اس کا اظہار افضل ہے۔

وَيُكَفِّرُ (وہ مٹاتا ہے)

اختلافِ قراءت:

(نُكَفِّرُ مدنی، حمزہ اور علی رحمہم اللہ اور يُكَفِّرُ راء کا رفع دے کر شامی، حفص نے پڑھا اور دیگر قراء نے نُكَفِّرُ۔ نون اور رفع کے ساتھ پڑھا۔

جنہوں نے جزم دی انہوں نے محل فاء اور اس کے مابعد پر عطف کیا ہے۔ کیونکہ وہ جواب شرط ہے۔ جنہوں نے رفع دیا۔ تو انہوں نے جملہ مستانفہ بنایا ہے اور یاء کی صورت میں معنی یکفر اللّٰہ یعنی اللہ بخش دیں گے۔

عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ (تم سے تمہاری برائیاں) یعنی تم سے تمہاری برائیاں۔ اور نون کی صورت میں معنی یہ ہوگا۔ ہم مٹا دیں گے تمہاری برائیاں تم سے۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال خواہ وہ اظہار کی صورت میں ہوں یا اخفاء کی شکل میں)

خَبِيْرٌ (خبر رکھنے والے ہیں) یعنی ہر چیز اس کے علم میں ہے۔

تفسیر آیت ۲۷۲ ...... ہدایت ذمہ نہ ہونے کا مطلب:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ (تمہاوے ذمہ ان کی ہدایت نہیں) یعنی تمہارے ذمہ لازم نہیں کہ تم ان کو انتہاء تک پہنچانے والے ہوان چیزوں میں جن سے ان کو منع کیا گیا۔ یعنی مَنّ ایذاء اور انفاق مال خبیث وغیرہ۔ آپ کے ذمہ صرف ممنوعات کی ممانعت بتلا دینا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (لیکن اللہ تعالیٰ جس کی چاہتے ہیں راہنمائی فرماتے ہیں)

دوسرا قول: آپ کے ذمہ توفیق ہدایت نہیں یا ہدایت کا پیدا کرنا نہیں۔ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ (اور جو تم مال میں سے خرچ کرو۔)

فَلِاَنْفُسِكُمْ (پس وہ تمہارے اپنے نفسوں کے لئے ہے) یعنی اس کا فائدہ تمہارے علاوہ اور کسی کو نہ پہنچے گا پس تم ان کا احسان لوگوں پر مت جتلاؤ۔ اور نہ ہی ظلم سے ان کو ایذاء دو۔

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ (اور تم خرچ نہیں کرتے۔ مگر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لئے) یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جو کچھ اس کے ہاں ہے اس کو چاہنے کے لئے تم خرچ کرو۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم احسان جتلاتے ہو۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ (اور جو تم مال میں سے خرچ کرو گے۔ وہ تمہیں لوٹا دیا جائے گا) یعنی اس کا ثواب کئی گنا بڑھا کر۔ پس تمہارے پاس اس کے خرچ کرنے سے اعراض کرنے کا کوئی عذر نہیں۔ اور وہ مال بہترین و خوب تر انداز سے ہونا چاہیے۔

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (اور تم پر ظلم نہ کیا جائیگا) یعنی تمہارے حق میں کمی نہ کی جائے گی۔ جیسا کہ سورۂ کہف آیت نمبر ۳۳ و لم تظلم منه شيئاً۔ اور اس میں سے کوئی چیز کم نہ ہوئی تھی۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى

صدقات فقراء کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ میں روکے ہوئے ہیں وہ زمین میں سفر نہیں

الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ

کر سکتے۔ سوال سے بچنے کے سبب انجان آدمی انہیں مالدار سمجھتا ہے، تو انہیں پہچان لے گا

لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾

وہ لگ لپٹ کر لوگوں سے سوال نہیں کرتے، اور جو بھی کچھ تم خرچ کرو گے۔ اچھا مال سو اللہ اس کا جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۷۳: لِلْفُقَرَآءِ...... اصحابِ صفہ کی جماعت:

لِلْفُقَرَآءِ: (صدقات فقراء کیلئے ہیں) نحو: للفقراء میں لام جارہ محذوف کے متعلق ہے ای اعمدوا للفقراء تم فقراء کا قصد کرو۔ یا مبتدائے محذوف ھذہ الصدقات کی یہ خبر ہے۔ مطلب یہ ہوا یہ صدقات ان فقراء کے لئے ہیں۔

الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (جو روک دیئے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو جہاد نے روک دیا اور یہ کہ وہ کام کاج نہیں کر سکتے۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (وہ طاقت نہیں رکھتے) یعنی اس میں مشغولیت کی وجہ سے

ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ (زمین میں آجا نہیں سکتے) یعنی کمائی کے لئے۔

دوسرا قول: یہ اصحاب صفہ ہیں۔ یہ مہاجرین قریش میں سے چار سو آدمی تھے۔ مدینہ میں ان کے مکانات نہ تھے۔ اور نہ ان کا قبیلہ وخاندان۔ یہ مسجد کے چبوترے میں قیام پذیر تھے۔ یہ وہی چھپر ہے جس کے نیچے وہ رات کو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے۔ اور دن کو کھجور کی گٹھلیاں کوٹتے اور ہر سریہ میں نکلتے جن کو کسی طرف رسول اللہ ﷺ روانہ فرماتے۔ پس جن کے پاس زائد کھانا ہوتا وہ لا کران کو پیش کرتے۔

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ (گمان کرتے ان کو جاہل) یعنی ان کی حالت کی وجہ سے

قراءت: شامی، یزید، حمزہ، عاصم نے یحسَبُ سین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

باقی قراء نے یَحْسِبُ کسرۂ سین کے ساتھ پڑھا۔

اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (غنی سوال سے بچنے کی وجہ سے) یعنی انکو غنی گمان کرنے والے ہیں۔ اسلئے کہ وہ سوال سے بچنے والے ہیں۔

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ (تم انکو پہچانو گے انکی نشانیوں سے) یعنی بھوک کی وجہ سے چہرے کی زردی اور حالت کی پراگندگی سے۔

اصرارِ سوال کی مذمت:

لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے) الحاف کا معنی اصرار کرنا، لئے بغیر نہ چھوڑنا۔ کہا گیا ہے

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَھُمْ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں پوشیدہ طور پر اور علانیہ طور پر سو ان کے لئے

اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس اور ان پر کوئی خوف نہیں، اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ

جو لوگ کھاتے ہیں سود وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جیسے کہ کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے شیطان لپٹ کر

الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ

مخبوط بنا دے، یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ بیع تو سود ہی کی طرح سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے

اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَہٗ مَوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ فَانْتَھٰی

بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا، سو جس کے پاس آ گئی نصیحت اس کے رب کی طرف سے پھر وہ باز آ گیا

فَلَہٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُہٗٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

تو اس کے لئے وہ ہے جو گزر چکا، اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے، اور جو شخص پھر عود کرے سو یہ لوگ دوزخ والے ہیں،

ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

کہ اس میں سوال اور اصرارِ سوال دونوں کی ممانعت ہے۔ جیسا شاعر کا قول۔ علی لاحِبٍ لا یھتدی بمنارہ۔ اس میں منار اور اھتدای دونوں کی نفی ہے۔ الحاح لازم پکڑنا۔ اس وقت تک جدا نہ ہونا جب تک کوئی چیز دی نہ جائے۔ حدیث میں وارد ہے بیشک اللہ تعالیٰ حیادار حوصلہ مند سوال سے بچنے والے کو پسند کرتے ہیں اور بے حیاء تیز مزاج لپٹ جانے والے کو ناپسند کرتے ہیں۔

دوسرا قول: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اگر سوال کریں تو نرمی سے سوال کرتے ہیں اور اس کے لئے اصرار نہیں کرتے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ (اور جو تم خرچ کرو۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں) یعنی اس کو اپنے ہاں ضائع نہیں فرمائیں گے۔

تفسیر آیت ۲۷۴...... راہِ الٰہی میں خرچ کے حریص:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً (وہ لوگ جو اپنا مال رات دن پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں)

نحو : سراو علانیہ۔ یہ دونوں حال ہیں۔ ای مسرین و معلنین۔ مطلب یہ ہوا۔ بھلائی میں بہت زیادہ حرص کی بناء پر صدقہ عمومی اوقات میں کرتے ہیں۔ جونہی ان کو کسی محتاج کی محتاجی معلوم ہوئی تو اس کے پورا کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔ اور اس کو مؤخر نہیں ہونے دیتے۔ کسی وقت و حالت کا بہانہ نہیں بناتے۔

ایک قول: یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت اتری۔ جب انہوں نے چالیس دینار خرچ کیے۔ دس رات کو دس دن کو دس پوشیدہ اور دس علانیہ۔

ایک قول کے مطابق یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری۔ جبکہ وہ کل چار درہم کے مالک تھے۔ ان میں سے ایک درہم رات کو ایک دن کو ایک پوشیدہ اور ایک درہم علانیہ دیا۔

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (ان کی مزدوری ان کے رب کے ہاں ہے نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے)

۲۷۵: اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا (وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں) ربوا۔ وہ اضافہ جو عوض سے خالی ہو۔ جبکہ مال کا مال سے معاوضہ دیا جائے۔

الربٰوا۔ الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ کی طرح واؤ کے ساتھ ان لوگوں کے نزدیک لکھا جاتا ہے جو اس کو پر کر کے پڑھتے ہیں اور الربٰوا میں واؤ کی کتابت میں واؤ کے بعد الف بھی لکھا جاتا ہے کیونکہ یہ واؤ جمع کے مشابہ ہے۔

لَا يَقُوْمُوْنَ (وہ نہ کھڑے ہونگے) یعنی جب وہ قبور سے اٹھائے جائیں گے۔

مجنون و خبطی کی مثال:

اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ (مگر جس طرح کہ وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو چھو کر شیطان نے دکھ پہنچا دیا ہو) یعنی جنون زدہ کیونکہ وہ سود خور معاملے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے اس لئے اس کو سزا تقابل کے طور پر دی گئی۔ الخبط۔ زور سے مارنا۔ جیسے اندھی اونٹنی کا ٹیڑھا چلنا۔

مِنَ الْمَسِّ (چھو کر) یعنی جنون کی وجہ سے

نحوی نکات:

نحو: من المس یہ لایقومون سے متعلق ہے ای لایقومون من المس الذی بهم الا کما یقوم المصروع یعنی وہ اس چھونے سے کھڑے نہ ہونگے جس کا ان پر اثر ہے مگر اس طرح جیسے مجنون کھڑا ہوتا ہے۔

یا دوسرا قول: یہ یقوم سے متعلق ہے جیسا کہ مجنون اپنے جنون سے کھڑا ہوتا ہے۔

نمبر ا۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ قیامت کے دن مجنونوں کی طرح مخبوط الحواس کھڑے ہونگے یہ موقف حساب میں قیامت کے دن ان کی علامت ہے۔

نمبر ۲ دوسرا قول: جو قبور سے سیدھے نکل کر محشر کی طرف جائیں گے سوائے سود خوروں کے کہ وہ گرتے پڑتے چلیں گے۔ جیسے

مجنون چلتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے سود کھایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کے پیٹوں میں بڑھا کر بوجھل کر دیا۔ جس سے وہ سیدھے اٹھ کر چلنے کی قدرت سے محروم کر دیئے گئے

ذٰلِكَ (یہ) یعنی سزا۔ بِاَنَّهُمْ (اس سبب سے)

قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا (کہ انہوں نے کہا بے شک بیع سود کی طرح ہے)

رباء سے محبت کا حال:

سوال: اس طرح نہیں کہا کہ ربا بیع کی طرح ہے۔ باوجودیکہ گفتگو ربا کے سلسلہ میں ہے بیع کے متعلق نہیں۔

جواب: یہ کلام مبالغہ کے انداز سے لایا گیا اور وہ اس طرح کہ ربا کے حلال ہونے میں ان کا اعتقاد اس حد تک پہنچ چکا۔ کہ انہوں نے ربا کو اصل اور حلال ہونے میں بطور قانونی چیز کے پیش کیا۔ حتی کہ بیع سے اس کو تشبیہ دے کر پیش کیا۔

باطل قیاس کا رد:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور ربوٰا کو حرام کیا۔ اس میں ان کے برابر قرار دینے کی تردید کی گئی۔ کہ حلت و حرمت دو مخالف ضدیں ہیں یہ ایک دوسرے کے مماثل کیسے ہو سکتے ہیں؟

مَسْئَلَہ: نص سے قیاس منہدم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قیاس کو باطل کرنے کے لئے بیع کا حلال کرنا اور سود کا حرام کرنا بطور دلیل ذکر کیا۔

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (پس جس شخص کے پاس نصیحت اس کے رب کی طرف سے آ جائے) یعنی جس کو اللہ تعالیٰ کی نصیحت اور ربا کی ممانعت والی تنبیہ پہنچ گئی۔

فَانْتَهٰى (پس وہ باز آ گیا) اور ممانعت کو مان لیا اور سود چھوڑ دیا۔

فَلَهٗ مَا سَلَفَ (پس اس کیلئے ہے جو وہ لے چکا) یعنی اس سے گزشتہ کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے نزول حرمت سے پہلے لیا۔

وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ (اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے) یعنی اللہ تعالیٰ اس کے متعلق قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے تمہارا اس کے معاملہ سے اب کچھ تعلق نہیں۔ تم اس سے مت مطالبہ کرو۔

وَمَنْ عَادَ (جو سود خوری کی طرف لوٹا) یعنی سود کو حلال قرار دینے کی طرف یہ زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے۔ یا ربا کی طرف لوٹا اس حال میں کہ اس کو حلال قرار دینے والا ہے۔

حرام کو حلال ماننا کفر ہے:

فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ جہنم والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے) اس لئے کہ سود کو حلال قرار دینے کی وجہ سے کافر ہو گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال کرنے والا کافر ہے اسی وجہ سے جہنم میں ہمیشگی کا حق دار بن گیا۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

اللہ مٹاتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے صدقات کو، اور اللہ دوست نہیں رکھتا کسی کفر کرنے والے گناہ کرنے والے کو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور نماز قائم کی اور

الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

زکوٰۃ ادا کی سو ان کے لئے ان کا ثواب ہے ان کے رب کے پاس نہ وہ خوفزدہ ہوں گے اور نہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

غمگین ہوں گے۔

مَسْئَلَه: اس تفسیر سے ثابت ہوا کہ فاسق کے خلود فی النار والے مسئلے سے آیت کا کوئی تعلق نہیں وہ معتزلہ کی اپنی اختراع ہے۔

تفسیر آیت ۲۷۶:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا (اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں) یعنی اس کی برکت کو دور کر دیتے ہیں۔ اور اس مال کو تلف کر دیتے ہیں جس میں سود شامل ہو جائے۔

وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (اور صدقات کو بڑھاتے ہیں) یعنی اضافہ کرتے اور بڑھاتے ہیں اس مال میں اضافہ کرتے ہیں جس سے صدقہ نکالا جائے اور اس میں برکت دیتے ہیں۔

حدیث میں وارد ہے زکوٰۃ مال میں کمی نہیں کرتی۔ (مسلم)

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ (اللہ تعالیٰ کسی کافر کو پسند نہیں کرتے) کفار بڑا کافر اس لئے کہ اس نے ربا کو حلال قرار دیا۔

اَثِيْمٍ (گنہگار یعنی سود کھا کر گناہ پر اڑنے والا)

تفسیر آیت ۲۷۷:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے۔ ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے)۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ

پس اگر تم نہ کرو تو جنگ کا اعلان سن لو اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے، اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لئے

رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾

اصل مال ہیں نہ تم ظلم کرو گے نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

ایک قول: یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ربا کی حرمت پر ایمان لائے۔

۲۷۸: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا ۔(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ربٰوا میں سے جو باقی ہے اس کو چھوڑ دو)۔

انہوں نے لوگوں پر جو ربا کی شرط لگائی تھی وہ لے لیا۔ اور ابھی ان کے بقایا جات لوگوں کے ذمہ باقی تھے۔ پس ان کو حکم دیا گیا۔ کہ وہ اس کو چھوڑ دیں اور اس کا مطالبہ نہ کریں۔

روایت میں ہے کہ یہ بنوثقیف کے متعلق اتری۔ ان کے بعض قبائل کا قریش کے ذمہ سود تھا۔ انہوں نے وقت آنے پر مال کے ساتھ سود کا مطالبہ کیا۔ (تو ان کو حکم دیا گیا کہ سود کو چھوڑ دیا جائے)

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم کامل الایمان ہو) ایمان کے کمال کی دلیل حکم کو پورے طور پر مان لینا ہے۔

۲۷۹۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے) یعنی تم آگاہ ہو جاؤ اذنوا یہ اذن بالشیء سے لیا گیا۔ جب کہ اس کو جان لے۔

قراءت: حسن رحمہ اللہ کی قراءت اس معنی کی تائید کرتی ہے انہوں نے فَاَيْقِنُوْا پڑھا ہے۔

حمزہ، ابوبکر رحمہما اللہ نے فَاٰذِنُوْا بروزن آمِنُوْا پڑھا ہے۔

بقیہ قراء نے فَاْذَنُوْا پڑھا ہے۔

ایک سوال:

سوال: یہاں فاْذنوا بحرب من اللہ ورسولہ فرمایا۔ بحرب اللہ ورسولہ نہیں فرمایا۔

جواب: کیونکہ یہ انداز کلام زیادہ بلیغ ہے اس لئے کہ اس کا معنی پس تم تیار ہو جاؤ اس قسم کی لڑائی کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بہت بڑی ہے۔

روایت میں وارد ہے کہ جب یہ آیت اتری۔ تو ثقیف والے کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کی

وَاِنْ کَانَ ذُوْعُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ

اور اگر تنگ دست ہو تو مہلت دینا ہے آسودہ ہو جانے تک ، اور یہ بات کہ تم صدقہ کر دو تمہارے لئے بہتر ہے اگر

کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ

تم جانتے ہو، اور ڈرو تم اس دن سے جس میں لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف، پھر ہر جان کو اس کا پورا پورا بدلہ

نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾

دیا جائے گا جو کچھ اس نے کسب کیا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۳۸ ع ۸ ۶

تاب نہیں لا سکتے (پس سر تسلیم خم کرتے ہیں)

وَاِنْ تُبْتُمْ (اور اگر تم توبہ کرلو) یعنی سودخوری سے

فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ (پس تمہارے لئے اصل مال ہیں نہ تم ظلم کرو۔ یعنی اپنے قرض پر اضافہ لے کر وَلَا تُظْلَمُوْنَ (اور نہ تم پر ظلم ہوگا)۔ یعنی اصل کو کم کر کے۔

تفسیر آیت ۲۸۰:

وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَۃٍ (اگر وہ تنگدست ہے) یعنی اگر تمہارے مقروض مفلوک الحال اور تنگدست ہیں۔

فَنَظِرَۃٌ (پس مہلت دینا ہے)۔ پس حکم یا امر مہلت دینے کا ہے۔ اول صورت کا معنی یہ ہے۔ فراخ دستی تک انتظار کا حکم ہے۔ دوسری صورت کا معنی پس فراخ دستی تک انتظار لازم ہے۔

اِلٰی مَیْسَرَۃٍ (آسانی آنے تک)

قراءت: نافع نے مَیْسُرَۃٍ سین کے ضمہ سے پڑھا دیگر قراء نے سین کے فتحہ کے ساتھ میسرہ پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغات ہیں۔

وَاَنْ تَصَدَّقُوْا (اور یہ بات کہ تم صدقہ دو) عاصم نے تَصَدَقُوْا تخفیف کے ساتھ اپنے اصل اموال یا بعض اموال کو اپنے قرض داروں میں سے زیادہ تنگدستوں کو دے دو۔

دوسرے قراء نے تَصَدَّقُوْا تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ تم دوسروں کو صدقہ دو۔ تخفیف میں ایک تا حذف ہے اور تشدید میں ادغام ہے۔

خَیْرٌ لَّکُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) یعنی قیامت کے دن۔ ایک قول یہ ہے کہ تصدق سے مراد مہلت دینا ہی ہے۔ اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لایحل دین رجلٍ مسلم فیؤخرہ الا کان لہٗ بکل یوم صدقۃ۔(ابن ماجہ)

کسی مسلمان کو قرض کا مؤخر کرنا درست نہیں۔مگر یہ کہ ہر دن کے بدلے میں (اتنے مال کے) صدقہ کا ثواب ملے گا۔

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔(اگر تم جانتے ہو) کہ وہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔پس تم اس پر عمل کرو گویا بے عمل کو علم کے باوجود بے علم قرار دیا۔

تفسیر آیت ۲۸۱:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ۔(اس دن سے ڈرو جس دن میں تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے)۔

قراءت:ابوعمرو نے تَرْجِعُوْنَ پڑھا ہے۔رجع لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

آخری آیت:

کہا گیا کہ یہ آخری آیت ہے۔جس کو جبرائیل علیہ السلام لائے اور کہا۔اس کو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۰ کے بعد رکھ دو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیس دن بقید حیات رہے۔یا اکاسی ایام یا سات ایام یا تین ساعات:

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (پھر پورا پورا دیا جائے گا۔ہر نفس کو جو اس نے کمایا) یعنی کمائے ہوئے کا بدلہ۔

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (اور ان پر ظلم نہ ہوگا) یعنی ان کی نیکیاں کم کر کے اور گناہوں میں اضافہ کر کے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاكْتُبُوْهُ ؕ

اے ایمان والو! جب تم مقررہ مدت تک ادھار لینے دینے کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو،

وَلْیَكْتُبْ بَّیْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا یَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ یَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ

اور چاہئے کہ جو شخص تمہارے درمیان لکھنے والا ہو وہ انصاف کے ساتھ لکھے، اور کوئی لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا

اللّٰهُ فَلْیَكْتُبْ ۚ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا یَبْخَسْ

ہے، سو چاہئے کہ لکھ دیا کرے، اور جس کے اوپر حق ہے اسے چاہئے کہ لکھوا دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اور اس میں سے کچھ بھی کم

مِنْهُ شَیْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ

نہ کرے، سو اگر وہ شخص کم سمجھ ہو جس پر حق ہے یا ضعیف ہو یا املا کرانے پر قدرت

اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ

نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوا دے، اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ

رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ

بنا لیا کرو، پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جنہیں تم

مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰی ؕ

پسند کرتے ہو تاکہ ان دو عورتوں میں سے اگر ایک بھٹک جائے تو ایک دوسری کو یاد دلا دے

وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ

اور نہ انکار کریں گواہ جب ان کو بلایا جائے، اور قرضے کے معاملہ میں لکھنے سے مت اکتاؤ چھوٹا ہو

كَبِیْرًا اِلٰٓی اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓی

یا بڑا ہو اس کی مدت مقررہ تک، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کو زیادہ درست رکھنے والی ہے اور اس سے زیادہ قریب ہے

اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ

کہ تم شک میں نہ پڑو، مگر یہ کہ کوئی تجارت ہو جس میں لینا دینا دست بدست ہو جس کا تم آپس میں معاملہ کر رہے ہو

فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ ۪

سو تم پر اس بات کا کوئی گناہ نہیں کہ لکھا پڑھی نہ کرو، اور گواہ بنالیا کرو جب کہ تم آپس میں خرید و فروخت کا معاملہ کرو،

وَلَا یُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِیْدٌ ؕ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ

اور نہ ضرر دیا جائے کاتب کو، اور نہ گواہ کو، اور اگر تم ایسا کرو تو بلاشبہ اس میں گناہ گاری ہے

بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَیُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۸۲﴾ ۳۹ ع ۷

تمہارے لئے، اور اللہ سے ڈرو اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

تفسیر آیتِ دین:

۲۸۲: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ۔ (اے ایمان والو۔ جب تم باہمی قرض کا معاملہ کرو)۔ یعنی جب ایک دوسرے کو قرض لو۔ دو۔ عرب کہتے ہیں۔ داینت الرجل۔ جب کسی کو قرض دیا جائے۔ یا لیا جائے۔

اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (ایک مقررہ وقت تک) مقررہ مدت تک۔ مثلاً کٹائی یا گہائی یا حجاج کے لوٹنے تک

نکتہ: دَیْن کا لفظ واضح ذکر کیا۔ اذا تداینتم الی اجل مسمّی فقط نہیں کہا تاکہ فاکتبوہ کی ضمیر اس کی طرف لوٹ سکے۔ اگر دَیْن کا لفظ واضح نہ ہوتا تو لازم آتا تھا۔ کہ کہا جاتا فاکتبوا الدین اور اس طرح سے کلام میں وہ خوبصورتی نہ ہوتی۔ جواب ہے۔

دو وجوہ:

وجہ اول: یہ انداز کلام قرض کی اقسام مؤجل اور دَیْن حالی کو بیان کرنے میں زیادہ واضح ہے۔

وجہ دوم: قرض کے تحریر کرنے کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ یہ زیادہ پختہ بات ہے اور بھول چوک سے محفوظ ہے اور انکار سے دور ہے۔

مطلب آیت: مطلب آیت کا یہ ہوا کہ جب تم باہمی مؤجل قرض کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔

استنباطی مسائل:

مَسْئَلَۃ: یہ حکم استحبابی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس سے مراد بیع سلم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا تو بیع سلم کو جائز کر دیا۔ جو کہ کتاب اللہ میں مدت معلوم کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اس میں طویل ترین آیت نازل فرمائی۔ اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے۔ کہ بیع سلم میں مدت شرط ہے۔

وَلْیَكْتُبْ بَّیْنَكُمْ (اور چاہیے کہ تمہارے درمیان لکھے) یعنی قرض دار اور قرض دینے والے کے درمیان۔

امین کاتب کی تعریف:

كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ (کاتب انصاف کے ساتھ) بالعدل یہ کاتب کے متعلق ہے اور اس کی صفت ہے یعنی ایسا کاتب جو

احتیاط سے لکھے۔اور جو کچھ لکھتا ہے اس پر امین ہو جس چیز کا لکھنا ضروری ہے اس میں اضافہ اور کمی نہ کرے۔

مَسْئَلَه :اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کاتب سمجھدار اور شرائط کو جاننے والا ہو۔تا کہ اس کا لکھا ہوا شرع کے مطابق ہو۔

مَسْئَلَه :کاتب کے چناؤ کا حکم قرض دینے والے لینے والے دونوں کو ہے اور وہ ایسے آدمی سے کتابت کروائیں جس پر فریقین کو اتفاق ہو۔

وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ۔(اور کاتب انکار نہ کرے) یعنی کوئی کاتب تحریر سے انکار نہ کرے۔

اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ (لکھنے سے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو علم دیا) یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو وثیقہ نویسی کا علم دیا ہے نہ اس میں تبدیلی کرے اور نہ تغیر۔ كَمَا کالفظ ان یکتب کے متعلق ہے۔

فَلْيَكْتُبْ (پس چاہیے کہ وہ لکھے) یعنی دستاویز لکھے اس سے عدول نہ کرے۔

مدیون کی املاء اقرار ہے:

وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ (اور چاہئے کہ وہ شخص املاء کروائے جس کے ذمہ حق ہے) یعنی مدیون لکھوائے اسی کا اقرار حجت الزامی ہے کہ قرض اس کے ذمہ ہے اور یہ لکھوانا اپنے متعلق اقرار بن جائے گا زبان سے۔

املال اور املاء یہ دونوں لغات ہیں۔

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ (اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے) یعنی مدیون اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور املاء سے انکار نہ کرے۔کیونکہ اس طرح تو اس کے تمام حق کا انکار ہوگا۔

وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا (اور اس میں سے کوئی چیز کم نہ کرے) یعنی املاء کروانے میں حق واجب سے کوئی چیز کم نہ کرے۔اس میں مدیون کے بعض حق کا انکار لازم آتا ہے۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا (پس اگر مدیون سفیہ ہو) یعنی مجنون کیونکہ سفہ خفت عقل کو کہا جاتا ہے۔یا فضول خرچ اور تصرف سے جاہل ہونے کی بناء پر ممنوع التصرف ہو۔

اَوْ ضَعِيْفًا (یا کمزور ہو) یعنی نادان بچہ ہو۔

اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ (یا وہ املاء کرانے کی طاقت نہ رکھتا ہو) یعنی عاجزی یا جہالت یا زبان سے ناواقفیت کی بناء پر۔

فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ (پس اس کا ولی املاء کرائے) یعنی وہ شخص جو اس کا سرپرست وکیل ترجمان ہے۔

بِالْعَدْلِ (انصاف کے ساتھ) یعنی سچائی اور حق کے ساتھ

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ (اور تم دو گواہ بناؤ) تا کہ وہ قرض پر گواہی دینے والے بن جائیں۔

شروطِ گواہی:

مِنْ رِّجَالِكُمْ (اپنے مردوں میں سے) یعنی مسلمانوں میں سے اسلام کے ساتھ آزادی و بلوغ بھی شرط ہے۔

مَسْئَلَه :احناف کے نزدیک کفار کی گواہی کفار کے متعلق درست ہے۔

فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ (پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں) یعنی اگر دو گواہ مرد نہ ملیں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں کافی ہیں۔

حدود و قصاص کے علاوہ بقیہ معاملات میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی مقبول ہے۔

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (جن کو تم بطور گواہ پسند کرو) یعنی جن کی عدالت سے تم واقف ہو۔

مسئلہ: اس میں دلیل ہے کہ ناپسندیدہ بھی شاہد بن سکتا ہے۔

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى (اگر ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلائے) یعنی اس بناء پر کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

اختلافِ قراءت:

حمزہ کی قراءت میں اِنْ تَضِلَّ میں ان شرطیہ ہے اور فَتُذَكِّرُ مرفوع ہے اور پورا جملہ جزاء ہے۔

تَضِلَّ پر شرط کی وجہ سے جزم آنی چاہیے مگر تشدید کی وجہ سے جزم نہیں آئی۔ جیسا کہ سورۃ المآئدہ میں آیت نمبر ۹۵ و من عاد فینتقم اللّٰہ منہ، تو فَیَنْتَقِمُ میں باوجود جزاء کے رفع ہے۔

مکی اور بصری قراء نے فَتُذْكِرَ نصب کے ساتھ پڑھا۔ اور اصل اس کی الذِكر سے بتلائی نہ کہ الذُّكْرِ سے۔

وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (اور نہ انکار کریں گواہ جب ان کو بلایا جائے) یعنی ادائیگی شہادت کے لئے یا گواہ بنانے کے لئے تاکہ لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں۔

نکات:

یہاں ان کو گواہ بننے سے پہلے ہی ان کو شہداء کہا گیا۔ کیونکہ آئندہ چل کر وہ گواہ بننے والے ہیں۔ پہلی صورت میں تو فرض ہے اور دوسری صورت میں مستحب ہے۔

وَلَا تَسْئَمُوْٓا (نہ اکتاؤ) جیسا شاعر نے کہا۔

سئمتُ تكاليف الحياة و من يعش ☆ ثمانين حولا لا ابالك يسأم (اکتا جانا)

محل استدلال یسئام ہے۔

نحو: ان تکتبوہ کی ضمیر دَیْن کی طرف لوٹ رہی ہے یا الحق کی طرف

صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا (تھوڑا ہو یا زیادہ) یعنی جس حالت میں ہو خواہ تھوڑا حق ہو یا زیادہ۔

مسئلہ: اس میں دلیل ہے کہ بیع سلم کپڑے میں بھی جائز ہے کیونکہ جو کیل وزن میں آ سکے۔ اس کے لئے صغیر و کبیر کا لفظ نہیں لا سکتے۔ البتہ تھوڑی چیز کے لئے ذرعی استعمال کرتے ہیں۔

نحو: ممکن ہے کہ ضمیر کِتَاب کی طرف لوٹے۔ مطلب یہ ہو کہ وہ تحریر کو مختصر مشتمل لکھیں۔

اِلٰٓى اَجَلِهٖ (وقت مقررہ تک) یعنی وہ وقت جس پر دونوں دائن و مدیون متفق ہوئے ہیں۔

ذٰلِکُمْ (یہ) یعنی لکھنا۔اس کا مشار الیہ ان تکتبوہ ہے۔
اَقْسَطُ (زیادہ انصاف والی بات ہے) یہ قسط سے ہے جس کا معنی عدل ہے۔
عِنْدَ اللّٰہِ (اللہ کے ہاں یہ اقسط کا ظرف ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں۔
وَاَقْوَمُ لِلشَّھَادَۃِ (یہ ادائے شہادت کو بہت قائم کرنے والا ہے) یعنی اقامت شہادت میں زیادہ معاون ہے۔
نحو :اقسط' اقوم یہ دونوں سیبویہ کے نزدیک تفضیل کے صیغے ہیں۔
وَاَدْنٰٓی اَلَّا تَرْتَابُوْٓا (اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو) یعنی گواہ اور حاکم اور صاحب حق کے لئے شک کو زیادہ دور کرنے والی چیز ہے۔اس لئے کہ بسا اوقات مقدار وصفات میں شک پڑ جاتا ہے جب دستاویز کی طرف رجوع کریں گے۔تو شک زائل ہو جائے گا۔
صرف :اَدْنٰی: کی الف اصل میں واؤ تھی۔کیونکہ یہ دَنُوٌّ سے ہے۔
اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً حَاضِرَۃً (ہاں اگر دست بدست تجارت ہو)

قراءت ونحو:

عاصم نے اس طرح پڑھا۔الا ان تکون التجارۃُ تجارۃً یا الا ان تکون المعاملۃُ تجارۃً حاضرۃً نصب کے ساتھ۔اسم کو محذوف مان کر تجارۃً حاضرۃً کو خبر بنایا۔
دیگر قراء نے تجارۃٌ حاضرۃٌ پڑھا۔اور جمہور کا یہی قول ہے۔اس صورت میں کان تامہ ہے۔
تقدیر عبارت یہ ہے۔الا ان تقع تجارۃٌ حاضرۃٌ۔کہ تجارت حاضرہ پیش آئے۔
یا کان ناقصہ ہے۔اور تجارۃٌ حاضرۃٌ مرفوع اس کا اسم اور تدیرونہا اس کی خبر ہو۔
تُدِیْرُوْنَھَا بَیْنَکُمْ۔(تم اس کو اپنے درمیان لوٹانے والے ہو) بینکم، تدیرون کا ظرف ہے۔اس کا معنی اپنے درمیان پھیرنا۔فوری لین دین کرنا۔
فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَکْتُبُوْھَا۔تمہیں نہ لکھنے میں کچھ حرج نہیں۔جبکہ تم دست بدست فوری لین دین کرو۔اگر اس کو نہ لکھو تو کچھ حرج نہیں۔کیونکہ اس میں وہ وہم نہیں جو قرض میں ہوتا ہے۔

نقد میں گواہی:

وَاَشْھِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ۔(اور خرید وفروخت کے وقت گواہ بنالو) خرید وفروخت نقد قیمت پر ہو یا ادھار گواہ بنالیا کرو۔
کیونکہ احتیاط اسی میں ہے۔اور یہ گواہ بنانا اختلاف میں پڑنے سے بچانے والا ہے۔
دوسرا قول :اس سے مراد یہ ہے کہ جب یہ تجارت حاضرہ والی بیع کرو۔تو اس میں گواہ کافی ہیں کتابت کی ضرورت نہیں۔اور امر استحباب کے لئے ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ

اور اگر تم سفر میں ہو اور حال یہ ہو کہ نہ پاؤ کسی کاتب کو تو رہن کی چیزیں قبضہ میں دے دی جائیں۔ سو اگر تم میں سے ایک دوسرے پر اطمینان

بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا

کرے تو جس کو امانت دار سمجھا گیا ہے صاحب امانت کو امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی کو

الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

مت چھپاؤ، اور جو شخص گواہی کو چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے، اور اللہ ان کاموں کو جانتا ہے

عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ ع

جو تم کرتے ہو۔

دو قراءتیں اور مراد نہی:

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ۔ (کاتب اور گواہ کو تکلیف نہ دی جائے) نمبر۱۔ احتمال یہ ہے کہ یہ معروف ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ لَا يُضَارِرْ۔

نمبر۲۔ قراءت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق مجہول ہے۔ لَا يُضَارَرْ معنی یہ ہے کہ کاتب اور گواہ سے جو طلب کیا جائے۔ اس کو ماننے میں وہ پس وپیش نہ کریں۔ تحریف، زیادتی، نقصان سے باز رہیں۔

نمبر۳۔ نہی ضرار مراد ہے کہ فریقین نہ کاتب کو دکھ دیں اور نہ گواہ کو کہ اس کو جلدی پر مجبور کریں۔ لازم پکڑیں۔ یا کاتب کو آنے جانے کا خرچہ نہ دیں۔ یا گواہ کو اس کے شہر سے آنے کی مشقت اسی پر ڈالیں۔

وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ۔ (اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہارے لئے گناہ ہے) یعنی اگر تم ضرر پہنچاؤ گے تو یہ ضرار گناہ ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر کی مخالفت نہ کرو۔

وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ۔ (اور اللہ تعالیٰ تمہیں سکھاتے ہیں) یعنی اپنے دین کے احکام

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) اس کو سہو و قصور لاحق نہیں ہوتا۔

تفسیر آیت ۲۸۳:

وَاِنْ كُنْتُمْ۔ (اگر تم ہو) یعنی اے قرض خواہو۔

عَلٰی سَفَرٍ۔(سفر پر) یعنی سفر کی حالت میں

وَلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا۔(اور تم نہ پاؤ کاتب)

فَرِھٰنٌ۔(تو رہن رکھنا ہے)

قراءت۔ابوعمرو مکی نے فَرُھُنٌ پڑھا ہے۔اور قابل اعتماد زیادہ رُھُنٌ ہے۔

دونوں رہن کی جمع ہیں۔جیسے سَقْفٌ وَسُقُفٌ اور بَغْلٌ و بِغَال اس طرح رھانٌ جمع ہے رہن اصل میں مصدر ہے اب تو نام بن گیا۔پھر اسماء کی طرح اس میں توڑ پھوڑ کی گئی۔

ارشادی حکم:

سفر میں چونکہ عموماً گواہوں کے اور کاتبوں کے نہ ملنے کا گمان غالب ہے تو بطور ارشاد و راہنمائی کے حفاظت مال کی خاطر رہن کا حکم دیا گیا تا کہ رہن کے ذریعہ امکانی حد تک اعتماد حاصل کر لیا جائے۔اس بناء پر نہیں کہ رہن رکھنے کیلئے سفر ضروری ہے۔

مَّقْبُوْضَۃٌ (قبضہ کیا ہوا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبضہ شرط نہیں۔صرف ایجاب و قبول سے پورا ہو جاتا ہے۔

اظہارِ اعتماد:

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُکُمْ بَعْضًا (اگر تمہیں ایک دوسرے پر اعتماد ہو) یعنی اگر بعض قرضداروں اور قرض خواہوں کو ایک دوسرے پر حسن ظن ہو۔تو پھر قرض دار کو چاہیے۔کہ وہ اپنے ذمہ لازم ہونے والی رقم کو واپس کر دے کیونکہ اس نے رہن نہ لے کر اس پر اعتماد کا اظہار کیا۔تو یہ اعتماد پر پورا اترے۔

یہاں دَیْن کو امانت کہا گیا۔کیونکہ وہ اس کا ضامن بن گیا۔کیونکہ اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے رہن نہیں لیا۔

وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ (اور اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔جو اس کا رب ہے) اور اس کے حق کا انکار نہ کرے۔

وَلَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ (اور تم گواہی کو مت چھپاؤ) یہ گواہوں کو خطاب کیا گیا۔

وَمَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ (جو اس کو چھپاتا ہے پس اس کا دل گنہگار رہے)

نحو: قَلْبُہٗ کا لفظ مرفوع ہے کیونکہ یہ آثم کا فاعل ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔

فانہ آثم قلبہٗ یا قَلْبُہٗ مبتداء اور آثم خبر مقدم ہے اور یہ جملہ اِنّ کی خبر ہے۔

ایک سوال:

سوال : اثم کی نسبت قلب کی طرف ہے حالانکہ وہ سارا ہی گنہگار ہے نہ کہ صرف دل

نسبت کی تین وجوہ:

جواب : کیونکہ گواہی دل ہی میں چھپائی جاتی ہے اور اس کو منہ سے نہیں بولتا۔ جب گناہ کمانے میں دل ساتھی بنا۔ تو اس کی طرف نسبت کردی گئی۔ کیونکہ فعل کی نسبت آلہ عمل کی طرف بلیغ تر ہے۔ جیسا تم کہو۔ هذا مما ابصرته عيني۔ یہ وہ چیز ہے جس کو میری آنکھ نے دیکھا ہے۔ او مما سمعته اذنی و مما عرفه قلبی۔ اور کان نے سنا اور دل نے پہچانا۔

۲ دوسری وجہ: یہ ہے کہ دل رئیس الاعضاء ہے اور جسم کا وہ ٹکڑا ہے کہ اگر یہ صحیح ہو تو سارا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر یہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا گیا کہ گناہ اس کے دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو چکا ہے اور اس کے سب سے اعلیٰ مقام پر قابض ہو چکا۔

۳ تیسری وجہ: یہ ہے افعالِ قلوب، اعمال جوارح سے عظیم تر ہیں۔

ذرا غور تو کرو۔ کہ تمام حسنات و سیئات کی جڑ ایمان و کفر ہے۔ اور یہ دونوں دل کے فعل ہیں۔ چنانچہ جب کتمان شہادت کو آثام قلب سے قرار دیا۔ تو گویا اس کے لئے گواہی دے دی۔ کہ یہ عظیم گناہوں سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اکبر الکبائر یہ ہیں۔

نمبرا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ گواہی چھپانا

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے) یعنی کتمان شہادت اور اظہار شہادت سے

عَلِيْمٌ (واقف ہیں) اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ

اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے نفسوں میں ہے یا اس کو پوشیدہ رکھو

یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ

اللہ اس کا محاسبہ فرمائے گا۔ پھر جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے، اور اللہ

عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ

ہر چیز پر قادر ہے، ایمان لایا رسول اس پر جو اس کی طرف نازل کیا گیا اس کے رب کی طرف سے، اور

الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ

مومنین بھی ایمان لائے، سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر، وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے

بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ق غُفْرَانَكَ رَبَّنَا

پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا، ہم آپ کی بخشش کا سوال کرتے ہیں، اے ہمارے رب

وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ

اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے، اللہ نہیں مکلف بناتا کسی جان کو، جس کی اسے طاقت نہ ہو، ہر جان کے لئے وہی ہے جو اس نے کسب کیا،

وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا

اور اس کے اوپر وبال ہے اس کا جو وہ گناہ کرے، اے ہمارے رب ہمارا مواخذہ نہ فرمانا اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے چوک ہو جائے۔ اے ہمارے رب

وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا

اور نہ رکھ ہم پر بھاری بوجھ جیسا کہ آپ نے ان لوگوں پر بھاری بوجھ رکھا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب

تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ

اور ہم پر ایسا بار نہ ڈالئے جس کی ہم کو طاقت نہ ہو، اور ہمیں معاف فرما دیجئے اور ہماری مغفرت فرما دیجئے اور ہم پر رحم فرمائیے،

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع

آپ ہمارے مولیٰ ہیں۔ سو ہماری مدد فرمایئے کافر قوم کے مقابلہ میں۔

تفسیر آیت ۲۸۴:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے) یعنی اس کا پیدا کیا ہوا اور اسی کی ملک ہے۔

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ (اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا اس کو چھپاؤ) یعنی برائی میں سے۔

مؤاخذہ کی حقیقت:

يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (وہ اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کریں گے) یعنی اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیں گے۔ اس میں وساوس قلبیہ اور حدیث نفس جس کو انسان چھپاتا ہے وہ داخل نہیں۔ لیکن جس کو دل میں پختہ کرلے۔ وہ قابل مؤاخذہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ عزم کفر بھی کفر ہے۔ اور گناہوں کا خیال آنا بغیر پختہ ارادہ کے معاف ہے اور گناہ کا ارادہ کر کے اگر شرمندہ ہو اور اس سے رجوع کرے اور استغفار کرے تو اس کو بخش دیا جاتا ہے اور اگر وہ کسی برائی کا پختہ ارادہ کرے اور وہ اس پر ثابت و قائم بھی ہو۔ تو گناہ ہے مگر یہ کہ وہ اس سے باز آ گیا۔ کسی رکاوٹ کی وجہ سے (یعنی مجبوراً) اپنے اختیار سے نہیں۔ تو اس پر کرنے کا گناہ تو نہ ملے گا۔ یعنی زنا کا ارادہ کرنے سے زنا کی سزا تو نہ ملے گی۔

عزم کا حکم:

اب اس کو عزم زنا کی سزا ملے گی یا نہیں۔

قول اوّل: سزا نہ ملے گی۔ کیونکہ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ **ان اللّٰہ عفا عن امتی ماحدثت بہ انفسھا مالم تعمل۔** بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کو معاف کر دیا۔ جو ان کے خیال میں آئے اور اس پر عمل نہ کیا ہو (بخاری)

دوسرا قول: جمہور کہتے ہیں کہ حدیث نفس سے مراد خطر فی القلب، خیال آنا ہے۔ عزم گناہ مراد نہیں۔ اور عزم پر مؤاخذہ ثابت ہے۔

شیخ ابو منصور، علامہ حلوانی رحمہما اللہ کا رجحان اسی طرف ہی ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد **ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ۔ الآیۃ** سورۃ النور آیت نمبر ۱۹ یہ لوگ فاحشہ خود کرنے والے نہیں۔ صرف اس کی اشاعت میں شریک ہیں۔ ان کو عذاب کی وعید سنائی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جس گناہ کا بندہ ارادہ کرتا ہے مگر عمل نہیں کرتا۔ اس کو اس پر دنیا کے غم و حزن کی صورت میں سزا دی جاتی ہے۔

شانِ نزول: اکثر تفاسیر میں ہے کہ جب یہ آیت اتری۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم گھبرا گئے اور کہنے لگے کیا ہمارا اس بات پر مؤاخذہ ہو گا۔ جو ہمارے دلوں میں حدیث نفس کی صورت میں پیدا ہوتی ہے تو یہ آیت اتری۔

اٰمن الرسول سے لایکلف اللّٰہ تا ما اکتسبت۔ پس یہ کسب سے متعلق ہے عزم سے نہیں۔ بقول بعض یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہوگئی۔

قولِ محققین:

مگر محققین کا فرمان یہ ہے کہ نسخ تو احکام میں ہے اور یہ تو خبر ہے اور خبر میں نسخ نہیں۔ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ پس وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا۔

قراءت: شامی، عاصم رحمہما اللہ نے یغفرُ اور یعذبُ کو ضمہ سے پڑھا ہے۔

یعنی فھو یغفرُ و یعذبُ مگر دیگر قراء رحمہم اللہ نے جواب شرط پر عطف کی وجہ سے جزم پڑھی ہے۔

ابوعمرو رحمہ اللہ نے ادغام سے پڑھا۔ (کذا فی الا شارۃ و البشارۃ)

صاحب کشاف کا قول:

صاحب کشاف نے کہا راء کو لام میں ادغام کرنے والا لاحق ہے اور غلطی پر ہے کیونکہ راء حرف مکرر ہے۔ پس وہ مضاعف کی طرح ہو گیا۔ اور مضاعف میں ادغام درست نہیں ہے۔ اس لئے ابوعمرو سے اس کی روایت کرنا دوہری غلطی ہے۔

کیونکہ ایک تو وہ خود لحن کا مرتکب ہے اور دوسرا ایسے شخص کی طرف غلط نسبت کر رہا ہے۔ جو عربیت کا اپنے زمانہ میں سب سے بڑا ماہر تھا۔ بس یہ بات عظیم جہل کی نشان دہی کرتی ہے۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر)۔ خواہ مغفرت ہو یا عذاب و غیرھما قَدِيْرٌ (قدرت رکھتے ہیں)۔

۲۸۵: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (ایمان لائے رسول اس پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر اتارا گیا۔ اور مؤمن ایمان لائے)۔

نحو: اگر المؤمنون کا عطف الرسول پر کیا جائے تو ضمیر کا نائب کلٌّ کی تنوین کو مانا جائے گا۔ اور ضمیر رسول اور مؤمنون دونوں کی طرف راجع ہوگی۔ یعنی کلھم۔

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر)۔

نحو و قراءت:

اس پر وقف ہے اور اگر یہ مبتداء ہو تو پھر کُلٌّ مبتداء ثانی ہے۔

اور تقدیر یہ ہے کل منھم اور اٰمَنَ یہ مبتدائے ثانی کی خبر بنے گی۔ اور یہ تمام جملہ خبر اول بن جائے گی۔ اور ضمیر مؤمنین کی طرف راجع ہوگی۔ اور اٰمَنَ میں ضمیر کُلٌّ کی طرف واحد لائی گئی۔ گویا کُلٌّ واحد منھم اٰمن فرمایا۔ حمزہ علی رحمہما اللہ نے کِتَابِهٖ

پڑھا اور مراد قرآن مجید لیا۔ یا جنس کتاب رسل مراد لی۔

لَا نُفَرِّقُ (ہم تفریق نہیں کرتے)

لَا نفرق۔ یعنی وہ کہتے ہیں ہم تفریق نہیں کرتے۔ بلکہ ہم تمام پر ایمان لاتے ہیں۔

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان) احدٍ یہ جمع کے معنی میں ہے۔

اس وجہ سے بین اس پر داخل ہے۔ کیونکہ بین اس اسم پر داخل ہوتا ہے۔ جو ایک سے زیادہ پر دلالت کرے۔ جیسے تم کہو۔ المال بین القوم۔ اس طرح نہیں کہتے المال بین زید۔

وَقَالُوْا سَمِعْنَا (انہوں نے کہا ہم نے سنا) یعنی تیرے فرمان کو قبول کیا۔

وَاَطَعْنَا (اور تیری اطاعت کی) یعنی تیرا حکم مانا۔

غُفْرَانَكَ (تو بخش دے) یعنی تو اپنی بخشش سے ہمیں بخش دے۔

یہ فعل مضمر سے منصوب ہے ای اغفرلنا غفرانك۔

رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے) المصیر لوٹنے کی جگہ اس آیت میں بعث و جزاء کا اقرار ہے۔

مَسْئَلَہ: اس آیت میں دلیل ہے کہ ایمان و استثناء باطل ہے اور کبیرہ گناہ کے باوجود ایمان باقی رہتا ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا (اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتے) یہ جملہ مستانفہ ہے یا محکی عنہ ہے۔

تکلیف کا مطلب کفایت ہے:

اِلَّا وُسْعَهَا (مگر اس کی وسعت کے مطابق) کیونکہ تکلیف اسی کی طرف لوٹتی ہے جس پر مکلّف کو قدرت ہو۔ (کذا فی شرح التاویلات)

صاحب کشاف کہتے ہیں الوسع جو انسان کو کفایت کرے اور اس پر تنگی نہ کرے نہ اس سے تکلیف میں مبتلا ہو۔ یعنی نہیں اسکو تکلیف دیتا۔ مگر اتنی جتنی اس میں گنجائش ہے اور اس پر آسان ہو۔ انتہائی مشقت میں مبتلا ہونے کے بغیر آسانی کے ساتھ اسکو ادا کرے۔ انسان کی طاقت میں تھا کہ پانچ سے زیادہ نمازیں پڑھے اور مہینہ سے زیادہ روزے رکھے اور ایک سے زیادہ حج کر سکتے ہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (اس کے لئے جو اس نے کمایا اور اس پر وبال ہے جو اس نے گناہ کمایا) یعنی جو بھلائی کمائی وہ اس کو فائدہ دے گی۔ اور اس کو نقصان دے گی۔ جو اس نے برائی کمائی۔

کسب واکتساب کا فرق:

سوال: آیت میں خیر کو کسبت سے اور شر کو اکتسبت سے تعبیر کیا گیا۔

جواب: کیونکہ اکتسب کسی دوسرے کے لئے کمانا اور نفس شر پر اپنے آپ عمل کرنا ہے اور بھلائی کے لئے تکلف کرنا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَا (اے ہمارے رب تو ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں) یعنی تیرے حکموں میں سے

کوئی حکم بھول کر چھوڑ دیں۔

اَوْ اَخْطَاْنَا (یا ہم غلطی کریں)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ نسیان وخطاء پر مؤاخذہ جائز ہے۔

اختلافِ معتزلہ:

البتہ معتزلہ اسکے متعلق اختلاف کرتے ہیں کیونکہ دونوں سے بچنا ممکن ہے اگر مؤاخذہ درست نہ ہوتا تو سوال کا کوئی مطلب نہیں۔

اِصر کی مراد:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا (اے ہمارے رب نہ لاد ہم پر بوجھ زائد جو اٹھانے والے کو بوجھل کر دے) یعنی بوجھ والے کو جو بوجھ اس کی جگہ پر روک دے۔

یعنی ایسا زائد کام جو اٹھانے والے کو بوجھ کی وجہ سے اس کی جگہ پر روک دے۔ یہ لفظ سخت تکلیف کیلئے بطور استعارہ استعمال کیے گئے ہیں جیسے قتلِ جان اور جلد میں سے نجاست کے مقام کو کاٹنا۔ (جلد سے موزہ کی جلد مراد ہے) وغیرہ اور کپڑے میں سے۔

كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا (جس طرح تو نے ان لوگوں پر لادا جو ہم سے پہلے ہوئے) جیسے یہود۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ (اے ہمارے رب ہم سے نہ اٹھوا وہ چیز جس کی ہم میں طاقت نہیں) یعنی وہ سزائیں جو ہم سے پہلے لوگوں پر اتریں۔

وَاعْفُ عَنَّا (تو ہم کو معاف فرما) یعنی ہماری برائیاں مٹا دے۔

وَاغْفِرْ لَنَا (اور تو ہمیں بخش دے) اور ہمارے گناہ کو چھپا دے۔ یہ تکرار نہیں۔ اول کبائر کیلئے اور دوسرا صغائر کے لئے۔

وَارْحَمْنَا (تو ہم پر رحم فرما) ہمارے افلاس کے ہوتے ہوئے ہمارے میزان کو بوجھل کر کے یا اول مسخ سے اور دوم دھنسنے سے اور سوم غرق ہونے سے۔

اَنْتَ مَوْلٰنَا (تو ہمارا کارساز ہے) یعنی تو ہمارا آقا ہم تیرے غلام یا تو ہمارا مددگار ہے اور ہمارے امور کا ذمہ دار ہے۔

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (تو کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما) اسلئے کہ کارساز کا حق ہے کہ اپنے غلاموں کی مدد کرے۔

آیت کی فضیلت:

① حدیث میں وارد ہے کہ جس نے امن الرسول سے الکفرین تک رات کے آخری حصہ میں پڑھا۔ تو یہ اس کیلئے کافی ہے۔

② جس نے ان کو عشاء آخرہ کے بعد پڑھا تو قیام لیل کی طرف سے کافی ہیں۔

③ جائز ہے کہ کہا جائے قراءت سورۃ البقرۃ یا قراءت البقرہ۔

اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۂ بقرہ کی اختتامی آیات عرش کے نیچے خزانہ ہے۔ بعض نے کہا۔ اس طرح کہنا مکروہ ہے بلکہ اس طرح کہا جائے گا۔ قرأت السورة التی تذکر فیھا البقرة ۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرَانَ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَا اٰيَةٍ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ آل عمران مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو سو آیات ہیں اور بیس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ① اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ② نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

الٓمّٓ: اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے۔ اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ③ مِنْ قَبْلُ هُدًى

ایسی کتاب جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، اور اس سے پہلے نازل فرمایا توریت کو اور انجیل کو جو لوگوں

لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۬ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ

کے لئے ہدایت ہیں اور نازل فرمایا فرقان کو۔ بے شک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ④ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي

اور اللہ غلبہ والا ہے بدلہ لینے والا ہے۔ بے شک اللہ ایسا ہے کہ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں زمین میں اور نہ

السَّمَآءِ ⑤ ؕ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑥

آسمان میں۔ اللہ وہ ہے جو تمہاری تصویریں بناتا ہے رحموں میں جس طرح چاہے، کوئی معبود نہیں اس کے سوا۔ وہ غلبہ والا ہے، حکمت والا ہے۔

نحو: تفسیر آیت ۱، ۲:

الٓمّٓ ۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۔ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں۔ وہ حی و قیوم ہے اس نے تم پر تورات و انجیل حق کے ساتھ اتاری۔ یہ اپنے سے پہلے آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس نے تورات و انجیل کو اتارا)۔

انتقالِ حرکت کا مسئلہ:

الٓمّٓ کی میم کو التقائے ساکنین کی وجہ سے حرکت دی گئی۔ میری مراد ساکنین سے میم اور لفظ اللہ کی لام ہے۔ پھر میم کو ملانے کے لئے فتحہ دیا۔ جو کہ اخف الحرکات ہے اور کسرہ نہیں دیا کیونکہ ماقبل میم مکسور اور یائے ساکن ہے تاکہ پے در پے کسرات کی آمد لازم نہ

آئے۔ میم کا فتحہ اسکے سکون کی وجہ سے اور ماقبل یاء کے سکون کی وجہ سے نہیں۔ اگر اس طرح ہوتا تو حٰمٓ میں بھی میم پر فتحہ دینا پڑتا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اگر اس نے میم کو فتحہ دیا تو یہ فتحہ لفظ اللہ کے ہمزہ سے منتقل ہو کر میم کی طرف آیا ہے۔ کیونکہ وہ ہمزہ تو ہمزۂ وصل ہے۔ جو درمیان کلام میں گر جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی حرکت بھی گر جاتی ہے۔ اگر اس کی حرکت کا منتقل کرنا جائز ہوتا تو اس کا قائم رکھنا بھی جائز ہوتا۔ حالانکہ اس کو ثابت رکھنا جائز نہیں۔

قراءت: یزید اور اعشیٰ نے میم کو ساکن قرار دے کر الف کو ہمزہ قطعی قرار دیا۔ بقیہ قراء نے وصل الف اور فتحہ میم کے ساتھ پڑھا۔

نحو: لفظ اللہ مبتداء اور لا الٰہ الا ھو یہ اس کی خبر ہے۔ اور ''لا'' کی خبر مضمر ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا الٰہ فی الوجود الّا ھو۔

ھُوَ: یہ موضع رفع میں موضع ''لا'' سے بدل ہے اور اس کا اسم الحی القیوم مبتدائے محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ ھو الحیّ، یا ھو سے بدل ہے۔ القیوم یہ فیعول کے وزن پر قام سے ہے۔ مراد وہی ذات انصاف کو قائم کرنے والی اور ہر شخص کے اعمال پر نگران ہے۔

نزل اور انزل کا فرق:

۳: نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ۔ (اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ایسی کتاب جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں اور اس سے پہلے نازل فرمایا توریت کو اور انجیل کو)۔ نَزَّلَ یعنی اسی نے اتارا۔ علیك الكتاب، الكتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ بالحقّ یہ حال ہے یعنی اس نے قران دین حق کا حامل اتارا مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ بَيْنَ يَدَيْهِ سے مراد ماقبل اتاری جانے والی کتب ہیں۔ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ تورات وانجیل یہ دونوں عبرانی الفاظ ہیں۔ الوری اور النجل سے ان کا اشتقاق محض تکلف ہے۔

اس وقت ان کا وزن تَفْعَل اور اِفْعِيْل ہوگا اور ان کو عربی ماننا پڑے گا۔

سوال: قرآن مجید کے لیے نَزَّلَ اور تورات وانجیل کے لیے اَنْزَلَ لایا گیا؟

جواب: کیونکہ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا اترا اور یہ دونوں کتابیں یکبارگی مکمل طور پر نازل ہوئیں۔

تفسیر آیت ۴:

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ۔ (اس سے پہلے سب لوگوں کی ہدایت کیلئے اور اس نے حق و باطل میں فرق کر دینے والی کتابیں اتاریں، جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی آیات کا انکار کیا۔ ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب انتقام والا ہے) مِنْ قَبْلُ یعنی قرآن سے پہلے هُدًى لِّلنَّاسِ سے مراد قوم موسیٰ وعیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یا تمام لوگ مراد ہیں۔

فرقان کی مراد:

وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ فرقان سے مراد جنس کتب ہے۔ کیوں کہ تمام کتابیں حق و باطل میں فرق کرتی رہیں یا زبور مراد ہے۔ یا قرآن مجید کا تذکرہ دوبارہ اس صفت کے ذریعے اس کی عظمت شان کی خاطر کر دیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ آیات اللہ سے کتب منزلہ مراد ہیں۔ یعنی کسی بھی آسمانی کتاب کو نہ ماننے کی وجہ سے عذاب میں ہونگے۔

ذُوانْتِقَامٍ کا معنی سخت سزا دینے والے ہیں کہ کوئی منتقم اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کی حالت سے واقف ہے:

۵: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ (یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں) آسمان و زمین سے مراد سارے جہانوں میں ہے جسکی تعبیر فہم انسانی کے قریب کرنے کے لیے آسمان و زمین سے کر دی۔

مطلب یہ ہوا کہ وہ کافر کے کفر اور مؤمن کے ایمان سے واقف ہے اور وہ ہر دو کو اس کا بدلہ دے گا۔

۶: هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (وہ ہی ہے جو ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جیسی چاہتا ہے بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب حکمت والا ہے) يُصَوِّرُكُمْ یعنی مختلف شکلیں جیسی چاہتا ہے بناتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وہ اپنی سلطنت پر غالب اور تدبیر میں حکمت والا ہے۔

وفدِ نجران کی آمد:

روایت میں وارد ہے کہ جب نجرانیوں کا وفد آیا۔ جو ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا۔ ان کا امیر عاقب اور امیر سفر ایہم تھا اور ابو حارثہ بن علقمہ ان کا پادری اور عالم تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کیا اگر عیسیٰ اللہ کا بیٹا نہیں تھا تو پھر انکا باپ کون تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہیں ان پر نہ موت آسکتی ہے نہ آئے گی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہونگے اور ہمارا رب تعالیٰ تو بندوں کا نگران اور محافظ ہے۔ اور ان کو رزق دیتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو اس پر قدرت حاصل نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر تو کائنات کی کوئی چیز مخفی نہیں۔ خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام وہی جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو علم دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر رحم مادر میں بنائی جس طرح چاہی۔ پس انکی ماں حاملہ ہوگئیں اور ان کو جنا اور دودھ پلایا۔ اور وہ کھانا کھاتے اور بول و براز کرتے تھے اور ہمارا رب تعالیٰ ان تمام باتوں سے منزہ اور پاک ہے۔ پس یہ سن کر وہ تمام لاجواب ہو گئے ان کے متعلق ہی سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۸۰ سے کچھ زائد آیات نازل ہوئیں۔ (رواہ ابن جریر و ابو حاتم)

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ

اللہ وہ ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ اس میں آیات محکمات ہیں جو ام الکتاب ہیں اور دوسری

مُتَشٰبِهٰتٌؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

متشابہات ہیں۔ سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ ان کے پیچھے پڑتے ہیں جو قرآن میں متشابہات

ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَ الرّٰسِخُوْنَ

ہیں فتنہ تلاش کرنے کے لئے اور اس کا مطلب تلاش کرنے کے لئے، اور نہیں جانتا اس کے مطلب کو مگر اللہ اور جو لوگ علم میں راسخ ہیں

فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ

وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر

اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑦

عقل والے۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم / وقف غفران / وقف منزل

۷: هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری جس کی کچھ آیات محکم ہیں اور وہ کتاب کی اصل ہیں۔ اور دوسری متشابہات ہیں پس جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ متشابہات کے پیچھے چلتے ہیں۔ فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے اور (مرضی کے موافق) اس کی تاویل ڈھونڈنے کی غرض سے۔ حالانکہ اس کی اصل مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور جو لوگ علم میں مضبوط ہیں وہ کہتے ہیں سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور صرف صحیح عقل والے ہی اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں) الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ منہ من بیانیہ ہے اور ہ ضمیر قرآن مجید کی طرف لوٹتی ہے۔ مراد قران مجید ہی ہے۔ محکمات۔ جس کی عبارت محکم ہے کسی احتمال واشتباہ سے محفوظ ھن ام الکتب۔ وہ کتاب کی اصل ہیں کہ متشابہات کو انکی طرف پھیرا جائے گا۔ اور ان کے مطابق مراد لیجائے گی۔ اُخَرُ یعنی دوسری آیات اس کا موصوف آیات محذوف ہے۔

متشابہات کی توضیح:

مُتَشٰبِهٰتٌ، احتمال واشتباہ والی۔ اس کی مثال سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر۵ الرحمٰن علی العرش استوی ہے پس استواء تو جلوس یعنی بیٹھنے کے معنی میں ہوتا ہے اور قدرت وغلبہ کے معنی بھی آتے ہیں اور پہلا معنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق محکم دلیل اور

لیس کمثلہ شیٔ ۔(الشوریٰ آیت نمبر۱۱)
دوسرا قول: محکم وہ ہے جس کا حکم ہر منزلہ کتاب میں دیا گیا ہو۔ جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۱، قل تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم، الآیہ۔ میں فرمایا سورۃ الاسراء آیت نمبر ۲۳ وقضٰی ربك الا تعبدوا الاّ ایاہ۔ اور متشابہ وہ ہے جو اس کے علاوہ آیات ہیں۔ یا متشابہ کی ایک قسم وہ ہے جس میں ایک ہی جانب کا احتمال ہو۔ دوسری قسم یا جس میں کئی طرح کا احتمال ہو یا ایک قسم متشابہ کی وہ ہے جس کی تاویل معلوم ہو سکے یا ناسخ مراد ہے جس پر عمل ہوتا ہو اور منسوخ جس پر عمل نہ ہوتا ہو۔
تمام قرآن کی آیات محکم نہیں لائی گئیں بلکہ متشابہ بھی لائی گئیں کیونکہ اس میں ان لوگوں کیلئے ابتلاء اور امتحان ہے جو حق پرست اور متزلزل ہیں۔
متشابہات کے معانی معلوم کرنے کے لیے علماء کا باہمی ردوقدح اور طبائع کا اس میں تھکانا اور پھر محکم کی طرف اس کا لوٹانا اس میں بہت سے عظیم الشان فوائد حاصل ہوتے ہیں اور بہت سا علم میسر آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات قرب حاصل ہوتے ہیں۔
نکتہ: قرآن مجید کی تمام آیات کے محکم ہونے کا مطلب فساد معنی سے پاک ہونا ہے اور اسی طرح متشابہ ہونے کا مطلب حسن و کمال میں ایک جیسا ہونا ہے اور بعض آیات کے محکم ہونے کا مطلب ان کے معانی کا واضح ہونا ہے اور متشابہ کا مطلب ان کے معانی کا مخفی ہونا ہے۔

اہلِ بدعت کا طرزِ عمل:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ۔ ٹیڑھ کا مطلب حق سے مائل ہونا ہے اور اس کا مصداق اہل بدعت ہیں۔ فَیَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَہَ یعنی وہ متشابہ کا وہ معنی اختیار کرتے ہیں جس میں احتمال ہے اور اہل بدعت کے طرزِ عمل کے ساتھ موافقت رکھتا ہے اور محکم سے مطابقت نہیں رکھتا اور نہ ہی اہل حق کے قول سے موافقت کرنے والا ہے۔ مِنْہُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَۃِ وہ متشابہات کے پیچھے اس لئے لگتے ہیں تاکہ مسلمانوں میں دین کے سلسلہ میں فتنہ پیدا کریں اور ان کو گمراہ کریں۔ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِہٖ وہ متشابہات کے پیچھے اس لیے پڑتے ہیں تاکہ اپنی خواہشات کے مطابق اس کی تاویل کریں۔ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ حالانکہ متشابہات کی اصل مراد و منشاء کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ اور وہ لوگ جو علم میں پختہ کار یعنی جمے ہوئے ہیں اور اس پر پورا قابو ہے ان کو اس پر شبہ ہوتا ہی نہیں بلکہ مضبوط داڑھوں سے اس کو پکڑنے والے ہیں۔

نحوی تحقیق:

نحو: جمہور کے ہاں یہ جملہ مستانفہ ہے اور وقف اِلَّا اللّٰہ پر لازم ہے اسلئے متشابہ اس کو کہتے ہیں۔ جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔
جمہور کے ہاں وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مبتداء اور یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ یہ خبر ہے اور اس میں راسخین کے ایمان قلبی پر مدح و ثناء کی گئی ہے اور کیفیت کا سوال کرنے کے بغیر اس کی حقانیت کے اعتقاد کو سراہا گیا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو کج نہ کر دیجئے اس کے بعد کہ آپ نے ہم کو ہدایت دی، اور ہمیں اپنے پاس سے بڑی رحمت عطا فرمائیے!

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ⑧ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ

بے شک آپ بہت بڑے عطا فرمانے والے ہیں، اے ہمارے رب! بیشک آپ لوگوں کو اس دن میں جمع فرمانے والے ہیں جس میں کوئی شک نہیں۔ بیشک

اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ⑨ ع

اللہ وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔

متشابہ کے نزول کا فائدہ:

سوال: متشابہات کے نزول کا کیا فائدہ ہے جبکہ اس کی حقیقی مراد معلوم نہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کی جو اس سے مراد ہے اس کی حقانیت پر ایمان و اعتقاد کرنے کا امتحان اور انسانوں کا ان چیزوں کے معلوم کرنے سے قاصر رہنا جو اللہ تعالیٰ نے نہیں بتلائی اور مقرر کی۔

حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے۔

قراءت: ویقول الراسخون اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ان تاویله الا عند الله۔

دوسرا قول: بعض وقف نہیں کرتے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ راسخین فی العلم متشابہ کو جانتے ہیں مگر یہ قول سیاق قرآن سے موافقت نہیں کرتا۔ (بغوی)

نحو: ویقولون یہ جملہ مستانفہ ہے اور راسخین سے حال ہے۔ معنی یہ ہوگا یہ تاویل کا علم رکھنے والے کہتے ہیں ہم متشابہ پر یا مکمل کتاب پر ایمان رکھتے ہیں کل من عند ربنا ہر ایک متشابہ ہو یا محکم وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو کہ حکیم ہیں وہ حکمت والا جس کے کلام میں تناقض نہیں۔

وما یذکر اور نصیحت حاصل نہیں کرتے یہ اصل میں یتذکر ہے۔

اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ مگر صرف عقلوں والے ہی اس میں راسخین کے عمدہ ذہن اور حسن تامل کی تعریف کی گئی ہے۔

بعض نے کہا کہ یقولون یہ راسخین سے حال ہے۔

ترغیبِ دُعا:

۸: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا: (اے ہمارے رب تو ہمارے دلوں کو حق سے نہ پھیر کہ ان میں ٹیڑھا پن پیدا ہو جائے) بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا (اس کے بعد

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور اولاد اللہ کے نزدیک کچھ بھی کام نہیں آئیں

شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ⑩ لا كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ

گے، اور یہ لوگ وہ ہیں جو دوزخ کا ایندھن ہیں ان کا طریقہ وہی ہے جو آل فرعون کا اور ان لوگوں کا تھا جو ان سے

قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ

پہلے تھے، ان لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ سو اللہ نے ان کو پکڑ لیا ان کے گناہوں کی وجہ سے، اور اللہ سخت

الْعِقَابِ ⑪

عذاب والا ہے۔

کر تو نے محکم پر عمل اور متشابہ کو تسلیم کرنے کی طرف راہنمائی فرمائی) وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً (اور تو اپنی طرف سے توفیق و ثابت قدمی کی نعمت عنایت فرما) اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (بیشک آپ وہاب ہیں) یعنی بہت زیادہ ہبہ کرنے والے ہیں۔ یہ آیت راسخین کا مقولہ ہے اور جملہ مستانفہ ہونے کا بھی احتمال ہے یعنی تم اس طرح دعا کرو۔ اور بعد والا جملہ بھی اسی طرح ہے۔

الٰہ ہونا اور وعدہ خلافی متضاد ہیں:

۹: رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ (اے ہمارے رب بے شک آپ لوگوں کو جمع کرنے والے ہیں اس دن میں) یعنی لوگوں کو آپ حساب کے لیے جمع کرنے والے ہیں۔ قیامت کے دن یا قیامت کے فیصلے کے لیے۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ (جس کے واقع ہونے میں شک نہیں) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (بے شک اللہ تعالیٰ وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) میعاد کے معنی وعدہ ہے مطلب یہ ہے کہ الوہیت وعدے کی خلاف ورزی کے منافی ہے جیسے کہتے ہیں۔ ان الجواد لا یخیب سائلہ سخی اپنے سائل کو ناکام نہیں کرتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ مسلمانوں اور کفار سے ثواب و عقاب کا کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ فرمائیں گے۔

۱۰: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ (بے شک جو لوگ کافر ہوئے) رسول کا انکار کر کے لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ (ہرگز ان کو فائدہ نہیں دیں گے) یا ان سے ہرگز دور نہ کریں گے۔ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (ان کے مال و اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کیلئے) یا چھڑانے کے لیے شَيْـًٔا (کچھ بھی) فائدہ نہ دینا۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ (وہ لوگ اس آگ کا ایندھن ہونگے)۔

۱۱: كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ، وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔ كَدَاْبِ اٰلِ

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑫

آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے جنہوں نے کفر کیا کہ عنقریب تم مغلوب ہو گے اور جمع کئے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور وہ برا بچھونا ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى

بلاشبہ تمہارے لئے نشانی تھی ان دو جماعتوں میں جو آپس میں مقابل ہوئیں ایک جماعت لڑ رہی تھی اللہ کی راہ میں اور دوسری جماعت

كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَاللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ

کافر تھی، وہ دیکھتی آنکھوں مسلمانوں کی جماعت کو دوگنی دیکھ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد کے ساتھ جس کو چاہے تائید فرماتا ہے۔ بلاشبہ

فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ⑬

اس میں ضرور بڑی عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو آنکھوں والے ہیں۔

فِرْعَوْنَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (انکی عادات فرعون اور جوان سے پہلے ہوئے ان جیسی ہیں) الدأب کا لفظ داب فی العمل سے لیا گیا۔ جبکہ اس میں کوشش کرے۔ پس انسان کی حالت و کیفیت کی جگہ اس کو لایا گیا۔

نحو و قراءت:

کاف محلاً مرفوع ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ دأب هؤ لاء الكفرة في تكذيب الحق كدأب من قبلهم من آل فرعون وغيرهم کہ ان کفار کا طرز عمل حق کو جھٹلانے میں آل فرعون وغیرہ کی طرح ہے۔

یا یہ کاف محلاً منصوب ہے عامل لن تغنی ہے۔ یعنی لن تغني عنهم مثل مالم تغن عن اولئك ان کو بھی کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ جیسے ان کو کام نہ آئی۔

قراءت: کدأب یہ ابوعمرو کے ہاں بلا ہمزہ پورے قرآن میں پڑھا جائے گا۔

سوالِ مقدر کا جواب:

كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا (انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا) یہ دابهم کی تفسیر ہے یا جوان کا انجام ہونے والا ہے اس کی تفسیر ہے۔

اس صورت میں یہ ایک سوال مقدر کا جواب بنے گا جو ان کے حالات کے متعلق پیدا ہوتا ہے کہ انکی حالت کس طور پر ان جیسی ہے اس حال میں کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو، فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا) یعنی پکڑ کا سبب گناہ تھے، عرب کہتے ہیں اخذ ته بكذا یعنی میں نے اس پر اس کو سزا دی، بدلہ دیا۔ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ: اللہ تعالیٰ سخت بدلہ والے ہیں) یعنی اس کا بدلہ بڑا سخت ہے۔ یہ اضافت اضافت محضہ نہیں ہے۔

۱۲: قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا (آپ کفار کو کہہ دیں)

کفار سے مراد یہاں مشرکین مکہ ہیں۔ سَتُغْلَبُوْنَ (عنقریب تم مغلوب ہوگے) یعنی بدر کے دن۔ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ (اور تم کو جہنم کی طرف جمع کیا جائے گا) یعنی گہرے کنوئیں سے جہنم کی طرف اکٹھا کریں گے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے تُحْشَرُوْنَ کو یاء سے یُحْشَرُوْنَ پڑھا ہے۔

اس طرح ستغلبون کو سیغلبون۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے) مہاد مستقر کو کہتے ہیں اور وہ جہنم ہے۔

۱۳: قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ (تمہارے لئے بڑا نمونہ ہے) کُمْ سے خطاب مشرکین مکہ کو ہے۔ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا (ان دو گروہوں میں جو آپس میں ملے) یعنی بدر کے دن (معرکہ آراء ہوئے) فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے) اور وہ مؤمن ہیں وَاُخْرٰى (اور دوسرا گروہ) كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ (کافر ہے جو ان کو اپنے سے دوگنا دیکھتا ہے) نمبرا۔ یعنی مشرک مسلمانوں کو اپنی تعداد سے دوگنا یعنی دو ہزار دیکھتے ہیں۔

نمبر۲: مسلمانوں کی تعداد سے دوگنا چھ سو چھبیس یا اٹھائیس، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعداد کفار کو دوگنی کر کے دکھائی تاکہ کفار مرعوب ہوں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ لڑنے میں بزدل ہو جائیں۔

قراءت: تَرَوْنَهُمْ نافع نے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا۔ نمبرا۔ اے مشرکین قریش تم مسلمانوں کو اپنے کافر گروپ سے دو مثل دیکھتے تھے۔ نمبر۲: ان مسلمانوں کی ذاتی تعداد سے دوگنا دیکھتے تھے اور یہ مفہوم سورۃ انفال کی اس آیت کے مخالف نہیں وَيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ (الانفال۔۴۴) (وہ تمہیں تھوڑا دکھا رہا تھا ان کفار کی آنکھوں میں) کیونکہ ابتداء میں کفار نے مسلمانوں کی تعداد کو قلیل دیکھا تبھی تو جرات مند ہو کر لڑنے لگے۔ جب حملہ آور ہوگئے تو مسلمانوں کی تعداد کو زیادہ دکھایا یہاں تک کہ کفار مغلوب ہوگئے۔ گویا تقلیل و تکثیر دو مختلف حالتوں میں واقع ہوئی۔ اس کی نظیر کہ مختلف حالات پر محمول کیا جائے۔ یہ آیت ہے۔ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ۔ [الرحمٰن ۳۹] اور دوسری آیت وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (الصافات۲۴) ایک آیت میں سوال کا ہونا اور دوسری میں سوال کا نہ ہونا مذکور ہے۔ اور اس سے الگ الگ حالتیں مراد ہیں)

انکی قلت و کثرت ظاہر کرنا قدرت کو زیادہ ظاہر کرنے والا ہے۔ اور نشان قدرت اس سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔

نحو: مثليهم حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ یہ دیکھنا آنکھوں سے تھا جیسا کہ رَاْيَ الْعَيْنِ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ رأی العین کا معنی کھلی آنکھوں سے جسمیں کوئی التباس نہ تھا۔ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (اور اللہ تعالیٰ اپنی نصرت سے جسکی چاہتے ہیں مدد کرتے ہیں) جیسا کہ اہل بدر کی تعداد دشمن کی آنکھوں میں زیادہ کر کے نصرت فرمائی۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ۔ (اس میں) یعنی تکثیر و تقلیل میں لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (نصیحت ہے بصیرت والوں کیلئے)

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ

خوش نما بنا دی گئی ہے لوگوں کے لیے خواہشوں کی محبت یعنی عورتیں اور بیٹے اور بڑے بڑے بھاری مال

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ

سونے کے اور چاندی کے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتیاں، یہ دنیا والی زندگی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

کا فائدہ اٹھانا ہے اور اللہ کے پاس ہے اچھا ٹھکانہ:

۱۴: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ (لوگوں کیلئے مزین کر دیا گیا) جمہور کے نزدیک مزین کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں جیسا کہ اس ارشاد میں اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ (الکہف۔ ۷) (بیشک ہم نے زمین کیلئے جو کچھ اس پر ہے اس کو زینت بنایا تا کہ ہم ان کو آزمائیں) مجاہد کی قراءت اس کی دلیل ہے۔ زَيَّنَ لِلنَّاسِ میں فعل معروف کے ساتھ مذکور ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ سے فاعل الشیطان بھی مذکور ہے۔

ذریعہ شہوات کو شہوات کہا:

حُبُّ الشَّهَوٰتِ (خواہشات کی محبت) شہوت، کسی چیز کی طرف نفس کی شدید خواہش نمبر۱۔ وہ اعیان جو ذریعہ شہوات ہیں ان کو مبالغۃً خود شہوات کہہ دیا۔ نمبر۲۔ ان اسباب کو شہوات کہہ کر انکی حقارت وخست کی طرف اشارہ کیا کیونکہ شہوت حکماء کی نگاہ میں رذالت ہے اور اس کا پیروکار قابل مذمت ہے اور اپنے نفس پر بہیمیت کی گواہی دینے والا ہے۔ اور مشاہدہ کرنے والا ہے۔ مِنَ النِّسَآءِ (عورتوں سے) اس میں لونڈیاں بھی داخل ہیں۔ وَالْبَنِيْنَ (اور بیٹوں سے) یہ ابن کی جمع ہے۔ اس مقام کے علاوہ یہ مذکر ومؤنث ہر دو کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

یہاں صرف بیٹے مراد ہیں۔ کیونکہ طبیعت میں انکی طلب زیادہ ہوتی ہے اور عموماً دفاع بھی ماں باپ کی طرف سے یہی کرتے ہیں۔

وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ (اور جمع شدہ خزانے) یا مدفون خزانے۔ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ : (سونے چاندی سے)

لطیف نکتہ:

سونے کو ذہب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ خرچ کرنے سے جلد زائل ہو جاتا ہے۔ اور فضہ کو فضہ کہنے کی وجہ یہ ہے۔ وہ خرچ سے متفرق ومنتشر ہو جاتی ہے۔

لفضّ : تفریق کو کہا جاتا ہے۔ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ (اور نشاندار گھوڑے)۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

آپ فرما دیجئے کیا میں تم کو اس سے بہتر بتا دوں؟ جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ

جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور بیویاں ہیں پاکیزہ، اور رضا مندی ہے اللہ کی طرف سے،

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ⑮ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا

اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب بلاشبہ ہم ایمان لائے لہٰذا بخش دے

ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ⑯ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ

ہمارے گناہوں کو اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا دے یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں، اور سچے ہیں، اور حکم ماننے والے ہیں،

وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ⑰

اور خرچ کرنے والے ہیں، اور راتوں کے پچھلے حصوں میں مغفرت طلب کرنے والے ہیں۔

نکتہ: خیل کو خیل کہنے کی وجہ کیونکہ وہ نازو انداز سے چلتے ہیں۔ مسوّمہ کا معنی نشان زدہ۔ السومہ علامت کو کہتے ہیں۔ یا چرنے والے یہ اسام الدابۃ وسوّمھا سے ماخوذ ہوگا۔ وَالْاَنْعَامِ (اور چوپائے) اس سے مراد وہ آٹھ قسمیں ہیں (جن کا تذکرہ سورۃ انعام میں ہے) وَالْحَرْثِ (اور کھیتی) ذٰلِكَ (یہ) مراد مذکورہ اشیاء۔ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنیا کی زندگی کا سامان ہے) جن سے دنیا میں انسان نفع اٹھاتا ہے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں اچھا ٹھکانہ ہے) مآب لوٹنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔

۱۵: قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔ پھر ان کو دنیا میں زہد کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بہتر کی اطلاع و خبر نہ دوں۔ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ، (آپ فرما دیں کیا میں تم کو ایسی چیز بتلا دوں جو بہتر ہے ان تمام چیزوں سے) ان تمام سے بہتر جو مذکور ہوئیں۔ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ۔ (متقین کیلئے ان کے رب کے ہاں باغات ہیں)

نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس میں اس بات کی طرف دلالت ہے کہ یہ چیز مذکورہ چیزوں سے بہت بہتر ہے۔ جَنّٰتٌ مبتدا اور لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اس کی خبر ہے۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (جن کے نیچے نہریں جاری ہیں) یہ جَنّٰتٌ کی صفت ہے۔ اور للذین کا لام خیر کا متعلق بھی بن سکتا ہے۔

وجہ تخصیص:

متقین کو جَنّٰتٌ کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جنات سے فائدہ حاصل کرنے والے ہیں۔

نحو : جنات کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ مبتداء ھو محذوف ہے۔ جنہوں نے جنات کو کسرہ سے پڑھا۔ وہ اس کا مؤید ہے۔ کیونکہ اس صورت میں خیر سے بدل ہے۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ (وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی) رضوان کا معنی رضائے الٰہی ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ (اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والے ہیں) ان کے اعمال سے واقف ہیں۔ پس انہیں بدلہ عنایت فرمائیں گے۔ یا متقین کو اللہ تعالیٰ دیکھنے والے اور ان کے احوال سے واقف ہیں۔ اسی لئے ان کے لئے باغات تیار کیے۔

۱۶: اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ : (وہ لوگ جو کہتے ہیں)

نحو : یہ امدح فعل کی وجہ سے منصوب ہے یا محذوف مبتداء کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے یا متقین کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ عباد کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا (اے ہمارے رب ہم ایمان لائے) تیری دعوت کو قبول کرتے ہوئے۔ فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا (تو ہمارے گناہ ہمیں بخش دے) اپنے وعدے کو پورا کرتے ہوئے۔ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا) اپنے فضل و کرم سے

صفاتِ صالحین:

۱۷: اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ۔ اَلصّٰبِرِيْنَ (وہ صبر کرنے والے ہیں۔ طاعات پر اور مصائب پر

نحو : یہ بھی امدح فعل کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَالصّٰدِقِيْنَ (وہ سچ بولنے والے) حق بات کہہ کر زبانی سچ اور احکام پر عمل کر کے فعلی سچ اور پختہ ارادہ پورا کر کے نیت سے سچائی اختیار کرنے والے ہیں۔ وَالْقٰنِتِيْنَ (اور عاجزی کرنے والے ہیں) دعوت دینے والے ہوں یا اطاعت اختیار کرنے والے ہوں وَالْمُنْفِقِيْنَ (اور وہ خرچ کرنے والے ہیں) وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ (اور سحری کے وقت استغفار کرنے والے ہیں) یعنی نماز پڑھنے والے یا مغفرت طلب کرنے والے۔

تخصیص سحر کی وجہ:

سحری کے وقت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے اور خلوت کا وقت بھی ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا۔ اے بیٹے! مرغ تم سے زیادہ عقل مند ثابت نہ ہو کیونکہ وہ تو سحری کے وقت اذان دے اور تو سویا رہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اللہ نے گواہی دی کہ بلاشبہ کوئی معبود نہیں اس کے سواء اور فرشتوں نے اور اہل علم نے، وہ انصاف کے ساتھ قائم ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر وہی،

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُؕ ⑱ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

وہ غلبہ والا ہے حکمت والا ہے، بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے جن کو

الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

کتاب دی گئی مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا محض آپس میں ضدا ضدی کی وجہ سے، اور جو شخص اللہ کی آیات

فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑲ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ

کا انکار کرے سو اللہ جلد حساب لینے والا ہے، سو اگر وہ آپ سے حجت بازی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں نے اپنی ذات کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیا

اتَّبَعَنِؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ

اور ان لوگوں نے بھی جنہوں نے میرا اتباع کیا اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی آپ ان سے اور ان پڑھوں سے کہہ دیجئے کیا تم اللہ کے فرمانبردار ہوئے؟ پس اگر وہ

اهْتَدَوْاۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ⑳ ع

فرمانبردار ہو جائیں تو انہوں نے ہدایت پالی، اور اگر وہ روگردانی کریں تو آپ کے ذمہ بس پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

فَائِدَہ : نمبر ا: بار بار صفات کے درمیان واؤ کو لا کر بتلا دیا کہ وہ ہر صفت میں کامل ہیں۔ نمبر ۲۔ ہر صفت تعریف میں اپنے مقام پر مستقل حیثیت رکھتی ہے۔

سب سے بڑی شہادت:

۱۸ : شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

شَهِدَ اللّٰهُ (اللہ گواہ ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا یا فرمایا اَنَّهٗ (اس کا) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، وَالْمَلٰٓئِكَةُ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں) اس وجہ سے کہ انہوں نے اس کی عظیم قدرت کو آنکھوں سے دیکھا۔ وَاُولُوا الْعِلْمِ (اور علم والے) یعنی انبیاء علیہم السلام اور علماء گواہی دیتے ہیں کہ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (وہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں) وہ رزق اجل ثواب وعقاب کی تقسیم میں انصاف کرنے والے ہیں اور جو اس نے اپنے بندوں کو ایک دوسرے کے معاملے میں انصاف کا حکم دے رکھا ہے اور باہمی برابری کا فرما دیا ہے۔

نحوی تحقیق:

نمبر۱۔ اللہ کے لفظ سے حال ہے یعنی انصاف کے ساتھ تمام مخلوق کا انتظام وانصرام کرنے کی حالت میں وہ شاہد ہے عدل کے ساتھ

نمبر۲: ھو ضمیر سے حال ہے اس کو مفرد لانا حال کے نصب کی وجہ سے جائز ہے البتہ اس کے دونوں معطوفوں کو مفرد لانا صحیح نہیں۔ اگر تم کہو جاء زید وعمرو راکبا: یہ کہنا درست نہیں کیونکہ التباس کا خطرہ نہیں البتہ اس طرح کہا جاء نی زید و ھند راکبا تو یہ درست ہے کیونکہ تمیز مذکر لائی گئی ہے اور مؤنث مذکر کے تابع ہے۔

نمبر۳: فعل مدح محذوف ہے اس کا یہ مفعول ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی) کو دوبارہ تاکید مزید کے لیے لایا گیا (دلائل کے بعد توحید کی طرف مزید توجہ کے لئے لائے) اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: (وہ زبردست حکمت والا ہے) وہ اپنی حکومت میں غالب اور صنعت میں حکیم ہے۔

نحوی تحقیق:

یہ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے یعنی ھو العزیز الحکیم یہ ھُوَ کی صفت نہیں کیونکہ ضمیر نہ صفت بنتی ہے نہ موصوف۔ پس معنی یہ ہوگا کہ وہ ایسا زبردست کہ مغلوب نہیں ہوسکتا۔ اور ایسا حکیم کہ حق سے ادھر ادھر نہیں ہٹتا۔

۱۹: اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ، وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (بے شک دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے) یہ جملہ مستانفہ ہے (یہ جمہور کی قراءت کے مطابق ہے)

قراءت: کسائی نے اَنَّ الدِّيْنَ پڑھا۔ اس صورت میں اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے بدل ہے یعنی شھد اللّٰہ اَنَّ الدین الایة۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔

آیت کی فضیلت:

ہیثمی نے مجمع الزوائد جلد نمبر۶۔ اور طبرانی نے ضعیف سند سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جس نے اس آیت کو سوتے وقت پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار مخلوق پیدا کر دیتے ہیں۔ جو اس کے لیے قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے۔ اور جس نے اس آیت کو پڑھنے کے بعد یہ کہہ لیا میں بھی وہی شہادت دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور اس شہادت کو اللہ تعالیٰ کے پاس بطور امانت رکھتا ہوں۔ یہ اسلام کی شہادت اللہ تعالیٰ کے پاس میری امانت ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے پاس میرے بندے کا عہد ہے اور میں سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والا ہوں لہٰذا میرے بندے کو جنت میں داخل کر دو۔ (بغوی فی الدر جلد نمبر۲)

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی) اُوْتُوا الْكِتٰبَ سے مراد یہود و

نصاریٰ ہیں۔ان کا اختلاف یہ تھا کہ انہوں نے اسلام کو چھوڑ دیا یعنی توحید کو چھوڑ کر نصاریٰ نے تثلیث اور یہود نے ابنیت عزیر کا عقیدہ بنالیا۔

اصل سبب اختلاف:

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَاجَآءَ هُمُ الْعِلْمُ (مگران کو علم ہو جانے کے بعد) کہ یہ اسلام ایسا حق ہے جس سے مفر نہیں بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ (اپنے مابین عناد وحسد کی وجہ سے) یعنی

نمبر۱: اس اختلاف کی وجہ اپنے مابین حسد کے سوا اور کچھ نہیں تھی۔اور دنیاوی اغراض اور عہدوں کی طلب وجہ اختلاف بنی اور لوگوں کی ایک جماعت کو اپنا پیر بنانا اس کا سبب تھا۔اسلام میں کسی قسم کا اشتباہ اس اختلاف کا مبنیٰ نہیں تھا۔

نمبر۲: اختلاف سے مراد نبوت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تھی کیونکہ کچھ لوگوں نے ان میں سے آپ ﷺ کو مان لیا جبکہ دوسرے منکر ہوگئے۔

نمبر۳: اوتوا الکتٰب سے مراد خاص یعنی نصرانی ہیں اور اختلاف سے مراد پھر عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں اختلاف کرنا ہے۔کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔(مگر انہوں نے ان کو خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا)

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (جو اللہ کی آیات کا انکار کریگا) آیات سے مراد دلائل و براھین ہیں۔فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (بے شک اللہ جلد بدلہ چکانے والے ہیں)

مجادلین خاص وعام:

۲۰: فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۔ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ، وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۔ فَاِنْ حَآجُّوْكَ (پس اگر وہ آپ سے اس بارے میں مجادلہ کریں) کہ اللہ تعالیٰ کا دین تو اسلام ہی ہے۔مجادلہ کرنے والوں سے مراد جمہور کے نزدیک وفد بنی نجران ہے۔فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ (تو آپ ان سے کہہ دیں میں نے اپنے نفس اور تمام اعضاء کو اللہ وحدہ کے سپرد کر دیا ہے) اور میں نے اس کی عبادت میں کسی کو شریک قرار نہیں دیا۔اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو حاجات میں پکارتا ہوں۔یعنی میرا دین تو دین توحید ہے اور یہی وہ مضبوط دین ہے جسکی صحت تمہارے ہاں بھی ثابت ہے۔جیسا کہ میرے ہاں ثابت ہے میں کوئی انوکھی چیز تو نہیں لایا۔کہ جس کی مخالفت پر تم اترے ہوئے ہو۔اور اس کی مثل یہ آیت ہے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۔ (آل عمران ۶۴)

اس میں انکی حجت بازی کا جواب ہے کہ جس پر میں اور ایمان والے قائم ہیں وہ ایسا یقین ہے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔پھر ان کا اس کے متعلق جھگڑا بالکل بے جا ہے۔

قراءت: مدنی، شامی، حفص، اعشی، برجمی رحمہم اللہ نے وَجْهِيَ پڑھا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّ یَقْتُلُوْنَ

بے شک جو لوگ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ناحق نبیوں کو قتل کرتے رہے ہیں اور ان لوگوں کو قتل

الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓىِٕكَ

کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں سو ان کو آپ دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے، یہ وہ لوگ

الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۫ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۲﴾

ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔

وَمَنِ اتَّبَعَنِ (اور جو میرے پیروکار تھے انہوں نے بھی) اسلمتُ کی تاء پر اس کا عطف ہے یعنی میں نے اور میرے پیروکاروں نے اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا واؤ فاصلہ کے لیے لائی گئی ہے اور اگر واؤ کو مع کے معنی میں مان لیں تو یہ مفعول معہ بن جائیگا۔ ومن تبعنی یہ دونوں حالتوں میں آتا ہے۔ سہل و یعقوب نے وصل میں ابو عمرو کی موافقت کی ہے۔ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (ان لوگوں کو جنہیں کتاب دی گئی، کہہ دیں) مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ وَالْاُمِّیّٖنَ (اور ان پڑھوں کو) یعنی جن کے پاس کوئی کتاب نہیں، جیسے مشرکین عرب۔

استفہام توبیخی :

ءَاَسْلَمْتُمْ (کیا تم بھی اسلام لاتے ہو) کوفی کے نزدیک دونوں ہمزوں کے ساتھ ہے

نمبر ۱: اسلام کے دلائل واضح ہو چکے کیا اب تم اسلام کو قبول کرتے ہو یا اس کے بعد بھی کفر پر قائم رہتے ہو۔

نمبر ۲ یہ بظاہر تو صیغہ استفہام کا ہے مگر معنی امر کا ہے کہ تم اسلام لاؤ۔ پس یہ کلام فھل انتم منتھون (سورۃ المآئدہ آیت نمبر ۹۱) کی طرح بن گیا۔ ای انتھوا گویا استفہام توبیخی ہے۔

فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا (پس اگر وہ اسلام لائیں تو وہ ہدایت پا گئے) یعنی انہوں نے ہدایت کو پا لیا اس لیے کہ وہ گمراہی سے ہدایت کی طرف نکل آئے۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ (اور اگر وہ اسلام سے روگردانی اختیار کریں پس تمہارے ذمہ پہنچا دینا ہے) یعنی وہ تمہیں کچھ نقصان نہیں دے سکتے۔ اس لیے کہ آپ خبردار کرنے والے رسول ہیں۔ آپ کے ذمہ پیغام کو پہنچانا اور ہدایت کے راستے سے متنبہ کرنا ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ (اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو خوب دیکھتا ہے) پس مومن و کافر میں سے ہر ایک کو اس کے کیئے کا بدلہ دے گا۔

۲۱ : اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ۔ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ (بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں) سے مراد اہل کتاب ہیں۔ جو اپنے آباؤ واجداد کے فعل قتل انبیاء پر راضی تھے۔ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ (اللہ کی آیات کے ساتھ اور انبیاء کو قتل کرتے) بِغَیْرِ حَقٍّ (ناجائز) یہ یَقْتُلُوْنَ کا حال مؤکدہ ہے کیونکہ کسی بھی نبی برحق کا قتل تو بہرحال ناحق ہی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ

اے مخاطب کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا۔ انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ ان کے درمیان

بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا

فیصلہ کرے پھر ان میں سے ایک فریق اعراض کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ ہرگز

النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا

ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر چند گنے چنے دنوں میں، اور ان کو دھوکے میں ڈال دیا ان کے دین کے بارے میں اس چیز نے جس کو وہ افترا کرتے تھے،

جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

پس کیا حال ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے اس دن جس میں کوئی شک نہیں، اور ہر جان کو اس عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کیا۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

(ان کے معاملے کی شناعت بیان کردی کہ خود بھی ناحق سمجھنے کے باوجود قتل کا ارتکاب کرتے تھے ورنہ وہ اپنے ہاں قتل کی کوئی وجہ جواز نہ رکھتے تھے)۔

قتل انبیاء وزُہاد:

وَيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ (وہ ان لوگوں کو جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتے ہیں قتل کرتے ہیں) اَلْقِسْطِ کا معنی عدل ہے۔

قراءت: حمزہ نے یقاتلون پڑھا ہے۔ مِنَ النَّاسِ (لوگوں میں سے) یعنی انبیاء علیہم السلام کے علاوہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل نے ۴۳ انبیاء کو ایک ساعت میں دن کے ابتدائی حصہ میں قتل کیا۔ پھر بنی اسرائیل کے زہاد کی ایک جماعت جنکی تعداد ایک سو بارہ (۱۱۲) تھی۔ انہوں نے ان قاتلین کو امر بالمعروف کیا اور ممنوعات سے روکا اور معروف کا حکم دیا چنانچہ اسی دن کے آخر میں ان تمام کو قتل کر دیا گیا۔ (ابن جریر جلد نمبر۳)

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (پس ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو) یہ اِنَّ کی خبر ہے اور اس پر فاء اس لیے لائے کیونکہ اِنَّ کا اسم جزاء کے معنی کو متضمن ہے۔ (جس سے اس کو شرط سے مشابہت پیدا ہوگئی) گویا اس طرح کہا گیا الذین یکفرون فبشرھم معنی اس طرح ہوگا۔ جو کفر کرے گا تم ان کو خوش خبری دے دو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اِنَّ ابتدا کے معنی کو تبدیل نہیں کرتا۔ اور وہ تحقیق کا فائدہ دیتا ہے گویا اس کا داخل ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔ اگر اس کی جگہ لیت اور لعل ہوتے تو فاء سے انکی خبر نہ لائی جاسکتی کیونکہ وہ جملہ خبریہ کو انشاء کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ جس سے شرط کی مشابہت فوت ہو جاتی ہے۔

۲۲: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔ (یہ وہی لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہوگئے۔ دنیا اور آخرت میں) پس دنیا میں تو لعنت و رسوائی انکا مقدر ہے۔ اور آخرت میں عذاب ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا)۔ جو بربادی اعمال اور گرفتاری عذاب سے بچا سکے نّٰصِرِيْنَ کو آیات کے وقوف کی رعایت سے جمع لائے ورنہ واحد نکرہ نفی کے عموم کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۳: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ۔ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ

مُّعْرِضُوْنَ۔ (کیا نہیں دیکھے آپ نے ایسے لوگ جو دیئے گئے کتاب کا ایک حصہ وہ بلائے جاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف تاکہ وہ فیصلہ کرے ان کے درمیان پھر ایک جماعت ان میں سے منہ موڑنے والی ہے)۔ اَلَّذِيْنَ اُوْتُوْا سے مراد احبار یہود ہیں جنہوں نے تورات کا وافر حصہ پایا تھا مِنْ تبعیض کے لیے یا بیان کیلئے ہے يُدْعَوْنَ یہ الذین سے حال واقع ہے کتاب اللہ سے مراد تورات یا قرآن مجید ہے۔

کتاب یا نبی فیصلہ کرے:

لیحکم بینھم تاکہ وہ کتاب ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ کتاب کو حاکم سبب حکم کی وجہ سے کہا گیا۔ (گویا حکم کی نسبت اسکی طرف مجازی ہے) یا وہ نبی انکے درمیان فیصلہ کرے۔ روایت میں ہے کہ نبی اکرمؐ انکے مدرسہ میں تشریف لے گئے اور انکو اسلام کی طرف بلایا تو آپ کو نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے کہا تو کس دین پر ہے؟ نبی اکرمؐ نے فرمایا ملت ابراہیم پر دونوں کہنے لگے ابراہیمؑ تو یہودی تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آؤ تورات سے اس بات کا فیصلہ کر لیں۔ تو دونوں نے انکار کر دیا۔ (ابن جریر جلد نمبر ۲)
ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ (پھر ایک جماعت ان میں سے منہ موڑنے والی ہے) اس جگہ ثُمَّ استبعاد کے لیے لا کر بتلایا گیا کہ (سزائے رجم سے منہ موڑنا بہت بعید ہے) مگر وہ ہمیشہ اعراض کو اپنا مذہب بنائے رہیں گے۔

تفسیر آیت ۲۴:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ یہ (اعراض) اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں ہرگز جہنم کی آگ سوائے چند دنوں کے نہ چھوئے گی اور ان کو دھوکے میں انکی افتراء پردازیوں نے ڈالا ہے) ذٰلِكَ کا مشارٌ الیہ روگردانی اور اعراض ہے جس کا سبب انکا عذاب کے معاملے کو معمولی قرار دینا اور چند دنوں میں جہنم سے فراغت کا گمان ہے وہ قلیل مدت چالیس دن یا سات دن ہیں۔

نحو: ذٰلک مبتداء بانھم اس کی خبر ہے۔ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ یعنی ان کو ان کے افتراء علی اللّٰہ نے دھوکہ میں ڈال دیا اور وہ افتراء یہ ہے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں وہ ہمیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے معمولی مدت سزا دے گا۔

۲۵: فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (پس انکا کیا حال ہوگا جب ہم ان کو ایک یقینی دن میں جمع کریں گے۔ اور ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کی حق تلفی نہ کی جائے گی)
فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ۔ (اس وقت میں ان کا کیا حال ہوگا جس دن کی آمد میں کوئی شبہ نہیں)
وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ جزائے اعمال مراد ہے وَهُمْ یہ جمع کی ضمیر کُلُّ کے معنی کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ وہ کل الناس یعنی جمع کے معنی میں ہے۔ لَا يُظْلَمُوْنَ یعنی کسی انسان کی نہ نیکی میں کمی ہوگی اور نہ برائیوں میں اضافہ۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز

آپ یوں کہیے کہ اے اللہ جو ملک کا مالک ہے تو ملک دیتا ہے جس کو چاہے اور ملک چھین لیتا ہے جس سے چاہے

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

اور تو عزت دیتا ہے جس کو چاہے اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَیَّ

قادر ہے، تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں، اور تو نکالتا ہے

مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَیِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور تو جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

۲۶: قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ، بِيَدِكَ الْخَيْرُ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔ (آپ کہہ دیں کہ اے اللہ جو تمام ملک کا مالک ہے تو جس کو چاہے بادشاہ بنا دے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے اور تو جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی (مبارک) ہاتھ میں ہے بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے)۔

اسم جلالی کی خصوصیت:

قُلِ اللّٰهُمَّ ۔ اللّٰھم اصل میں یا اللہ ہے حرف نداء کو حذف کر کے میم بدلے میں لائے اور میم اور یاء دونوں نہیں لائے کیونکہ اصل و عوض جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ اسم جلالہ کی ایک خصوصیت ہے۔

نمبر۲: دوسری خصوصیت لام تعریف کے ساتھ حرف نداء کا آنا ہے۔

نمبر۳: تیسری خصوصیت اس کا ہمزہ قطعی ہے۔

نمبر۴: چوتھی خصوصیت یہ تفخیم کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

نمبر۵: پانچویں خصوصیت اس پر تاء قسمیہ آتی ہے۔ تَاللّٰهِ

مٰلِكَ الْمُلْكِ تو جنس ملک کا مالک ہے پس تو اس میں اس طرح تصرف کرتا ہے جس طرح بادشاہ اپنی مملوکہ چیزوں میں۔

نحو: یہ دوسرا منادی ہے یا ملک الملک

یہود کے تعجب کا جواب:

تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ (تو ملک میں سے جس کو جتنا تو نے اس کے لیے طے کیا ہے، دیتا ہے) وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ (یعنی تو جس سے چاہے چھین لیتا ہے) پہلا لفظ ملک عام ہے اور دوسرا اور تیسرا کل میں سے خاص ہیں روایت میں وارد ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت سے فارس روم کی سلطنتوں کا وعدہ فرمایا اس پر یہود و منافقین نے کہا بہت بعید بات ہے۔ کہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کہاں مملکت فارس و روم۔ وہ تو بڑے غلبہ اور لاؤ لشکر والے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (اسباب النزول للواحدی)

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ۔ (جس کو چاہتے ہیں بادشاہی سے عزت دیتے ہیں)۔ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ (اور جس کو چاہتے ہیں بادشاہی چھین کر ذلیل کر دیتے ہیں) بِیَدِکَ الْخَیْرُ۔ (تیرے ہاتھ میں خیر و شر ہے) یہاں ضدین میں سے ایک کے تذکرے پر اکتفا کیا گیا (جبکہ دوسرا، خود سمجھ آ جاتا ہے) یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ خیر کو خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ رفتار کلام کا تقاضا یہی تھا۔ کیونکہ ایمان والوں کی طرف خیر کو کھینچ کر لایا جا رہا تھا اور کفار کو یہی بات ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ پس کہا تیرے ہاتھ میں بھلائیاں ہیں جو تو اپنے دوستوں کو عنایت فرمائے گا۔ باوجود اس کے کہ تیرے دشمن اس کو پسند نہیں کرتے۔ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (تو ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے) جبکہ دوسروں کی تھوڑی، بہت قدرت بھی تیری ہی قدرت کا مرہون منت ہے۔

لطیف تفسیر:

ایک اور تفسیر یہ ہے کہ ملک سے مراد سلطنت عافیت یا سلطنت قناعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے بادشاہ میری امت کے وہ لوگ ہونگے جو ایک یوم کی خوراک پر قناعت کرنے والے ہونگے یا صرف قیام لیل کا اختیار ہے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے تھے کائنات کے بنانے والے پر استغناء اختیار کرنا کونین سے بے پروائی اختیار کرنا ملک ہے اور عزت سے معرفت کی عزت یا استغناء یا سکون یا قناعت کی عزت مراد ہے۔ اور ذلت سے انکی اضداد مراد ہیں

ربط: پھر اپنی عظیم قدرت کو دن اور رات کے تقابل سے بیان کیا۔ اور زندہ اور مردہ کو ایک دوسرے سے نکالنے کا حال بیان کیا۔ اور اس پر بطور عطف بلا حساب رزق کو لائے۔

دلائلِ قدرت:

۲۷: تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ (تو رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور جس کو تو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے)۔ تُوْلِجُ ایلاج ایک چیز کو دوسری میں داخل کرنے کو کہتے ہیں اور یہاں وہ مجاز ہے مطلب یہ ہے کہ تو رات کے اوقات کو کم کر کے دن میں بڑھا دیتا ہے اور دن کے اوقات گھٹا کر رات میں اضافہ کر دیتا ہے۔ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ (زندہ سے مردہ) جیسے حیوان سے نطفہ اور مرغی سے انڈہ یا مؤمن سے کافر۔ (وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ

نہ بنائیں مؤمن کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر، اور جو شخص یہ کام کرے

ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ

گا تو اللہ سے دوستی کرنے کے کسی شمار میں نہیں، مگر اس حالت میں کہ دشمنوں سے کچھ بچاؤ کرنا ہو، اور اللہ تم کو اپنے

اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ㉘

سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حِسَابٍ۔) (تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے) مخلوق اس رزق کی مقدار وکیت نہیں جانتی اگر چہ وہ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہے تا کہ یہ دلالت ہو کہ جو ذات ان عقول کو حیرت زدہ کرنے والے افعال کی قدرت رکھتی ہے پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہے بغیر حساب کے رزق دیتی ہے وہ ذات اس بات پر قادر ہے کہ عجم سے بادشاہی چھین لے اور ان کو ذلیل کر دے اور عربوں کو دے کر عزت دے دے۔

بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ شہنشاہ ہوں۔ اور بادشاہوں کی پیشانیاں اور قلوب میرے قبضۂ قدرت میں ہیں اگر بندے میری اطاعت کریں تو میں ان کو لوگوں پر مہربان کر دیتا ہوں اور اگر میرے نافرمان ہو جائیں تو میں ان کو لوگوں پر عذاب بنا دیتا ہوں۔ پس تم بادشاہوں کو گالی دینا مشغلہ نہ بناؤ بلکہ میری بارگاہ میں توبہ کرو، تا کہ میں ان کو تم پر مہربان بنادوں اور ارشاد نبوی کما تکونوا یولّٰی علیکم (قضاعی فی مسند الشہاب) کا یہی مطلب ہے۔

قراءت: الحی من المیّت و المیّت من الحی قرآن مجید میں مدنی وکوفی قراء کے نزدیک شد سے پڑھے جائیں گے البتہ قاری ابوبکر اس طرح نہیں پڑھتے۔

۲۸: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ، وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۔ (مؤمن کافروں کو دوست نہ بنائیں، اہل ایمان کو چھوڑ کر جو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس کا کچھ تعلق نہیں مگر یہ کہ (کافروں کی طرف سے تم کو کچھ شر کا اندیشہ ہو تو) تم ان سے بچنا اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانا ہے)

موالاتِ کفار کی ممانعت:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مسلمانوں کو قرابت کی بناء پر کفار کے ساتھ گہری دوستی سے روکا گیا۔ یا اسلام سے قبل پائی جانے والی دوستی کی بنیاد پر ہو یا کسی بناء پر اور قرآن مجید میں یہ بات بار بار دہرائی اور حبّ فی اللہ اور بغض فی اللہ ایمان میں ایک عظیم دروازہ اور موڑ ہے۔ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کی دوستی کفار سے نہ ہونی چاہیئے۔ پس کفار کو ایمان والوں پر ترجیح نہ دو۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا

آپ فرما دیجئے اگر تم چھپاؤ گے جو تمہارے سینوں میں ہے یا اسے ظاہر کرو گے تو اللہ اس کو جان لے گا، اور اللہ جانتا ہے

فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس دن ہر شخص

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖۛ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا

اپنے نیک عمل کو حاضر پائے گا اور ان کاموں کو بھی پا لے گا جو برے تھے، اس کی خواہش ہوگی کہ کاش اس کے

وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًا ؕ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ

اور اس دن کے درمیان بہت دور کی مسافت ہوتی، اور اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر

بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

مہربان ہے

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ یعنی جو کفار کی موالات اختیار کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ دوست کی دوستی اور دشمن کی دوستی ایک دوسرے کے منافی ہیں۔ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً (مگر یہ کہ ان کی طرف سے تمہیں ایسا معاملہ پیش آئے جس سے بچنا ضروری ہو۔) یعنی کافر کو مسلمان پر غلبہ حاصل ہو۔ اور مسلمان کو اس کی طرف سے اپنے مال و جان کو خطرہ ہو اس صورت میں ان سے موالات کرنا اور دشمنی نہ رکھنا جائز ہے۔ وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ (اللہ تعالیٰ بظاہر تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں) پس کفار کی موالات اختیار کر کے اپنے آپ کو غضب الٰہی کا نشانہ نہ بناؤ۔ یہ سخت وعید ہے۔ وَ اِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ (تم نے اس کی بارگاہ میں پہنچنا ہے) اور عذاب اس کے ہاں تیار ہے۔ یہ دوسری وعید ہے۔

۲۹: قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ، وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (اے محمد ﷺ کہہ دیں اگر تم چھپاؤ جو تمہارے دلوں میں ہے یا اس کو ظاہر کرو۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یعنی کفار کی ولایت وغیرہ اور جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں یَعْلَمْهُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ پر مخفی نہیں) یہ انتہائی بلیغ وعید ہے۔

وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ یہ جملہ مستانفہ ہے یہ جواب شرط کا معطوف نہیں (یعنی وہ وہی ذات ہے جو آسمان و زمین کی ہر چیز سے واقف ہے) اس پر تمہارا باطن و ظاہر پوشیدہ نہیں۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے پس وہ تمہاری سزا پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت فرمائے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا، اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

غفور ہے رحیم ہے، آپ فرما دیجئے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی، سو اگر وہ اعراض کریں تو بلاشبہ اللہ دوست نہیں رکھتا

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

کافروں کو۔

۳۰: يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ، وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ (جس روز ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی کو اپنے سامنے موجود پائے گا اور جو بدی کی ہوگی اس کو بھی سامنے موجود پائے گا۔ تمنا کریگا کاش اس کے اور اس کے برے عمل کے درمیان لمبی مسافت ہوتی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مؤمن بندوں پر بڑا مہربان ہے)

یوم کا فائدہ:

يَوْمَ تَجِدُ تا بعيدا: نحو: نمبرا: یوم ظرف ہے اس کا تعلق تودّ سے ہے اور بینه کی ضمیر یوم کی طرف ہے یعنی قیامت کے دن جبکہ ہر نفس اپنے خیر و شر کو موجود پالے گا۔ وہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس دن کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔

نمبر۲: اس کا فعل اذکر محذوف ہے اور ماعملت پر اکیلا واقع ہے اور ماعملت ابتداء کی وجہ سے مرفوع اور تودّ اس کی خبر ہو گی یعنی جو برا کام اس نے کیا وہ اس کے متعلق چاہے گا کہ اس عمل اور اس کے درمیان مسافت بعید ہوتی۔ اور یہ ترکیب صحیح نہیں۔ ما شرطیہ تودّ کے مرفوع ہونے کی وجہ سے۔ البتہ اس میں کلام نہیں کہ جب شرط ماضی ہو تو مضارع جزاء پر رفع جائز ہے لیکن وہاں بھی جزم زیادہ مستعمل ہے۔ مبرد تو اس مقام پر رفع کو شاذ قرار دیتے ہیں۔

رؤف کی رأفت:

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ نمبرا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ رأفت ہے کہ ان کو اپنی ذات سے ڈرایا تا کہ وہ اپنے کو اس کی ناراضگی کے مقام پر پیش نہ کریں۔

نمبر۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ ارادہ کیا گیا ہو کہ باوجودیکہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس سے ڈرا جائے کیونکہ وہ کامل قدرت والا ہے مگر اس کی وسعت رحمت امید کی آماجگاہ ہے جیسا دوسری جگہ فرمایا۔

ان ربك لذو مغفرة و ذو عقاب اليم فصلت آیت نمبر۴۳ کہ تمہارا رب بے شک بخشنے والا اور دردناک عذاب والا ہے۔

۳۱: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم لوگ میرا

اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے)
شانِ نزول: یہ آیت اس وقت اتری جب یہود نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اسکے محبوب ہیں۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ۔
بندے کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے۔

محبت کی حقیقت:

اور اللہ تعالیٰ کے بندے سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ بندے پر راضی ہو۔ اور اس کے فعل کی تعریف فرمائے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گمان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ان کے اس قول کی عمل سے تصدیق مقرر کردیں۔

اس لئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوے دار ہو اور سنت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے اور کتاب اللہ اس کی تکذیب کر رہی ہے۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کی محبت کا مطلب اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی دائمی خشیت اور دل کا ہمیشہ اس کی ذات اور یاد میں مصروف رہنا اور ہمیشہ اس سے موانست کا اظہار کرنا ہے۔ بعض نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت درحقیقت نبوت کی اس کے اقوال، افعال، احوال میں اتباع کا نام ہے۔ البتہ احوال مخصوصہ بالذات اس سے مستثنیٰ رہیں گے۔ ایک اور قول یہ ہے محبت کی علامت ہمیشہ سوچ و بچار، کثرت خلوت دائمی خاموشی اختیار کرنا ہے جس میں حال یہ ہو کہ جب نگاہ اٹھائے تو کچھ نہ دیکھے، جب آواز دیں تو کچھ نہ سنے اور جب دکھ پہنچے تو غم زدہ نہ ہو اور جب کوئی چیز پالے تو اترائے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور نہ کسی سے امید لگائے۔

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (وہ تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بخشنے والے مہربان ہیں)

۳۲: قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں تم اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی۔ پس اگر منہ موڑ لیں یعنی اطاعت قبول کرنے سے اعراض کریں) تَوَلَّوْا میں مضارع کے صیغہ بننے کا احتمال بھی ہے یعنی اِنْ تتولوا۔ (اگر تم منہ موڑ لو)۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ۔ (پس اللہ ناشکروں کو پسند نہیں کرتے)۔ یعنی ان سے محبت نہیں کرتے)۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾

بے شک اللہ نے منتخب فرما لیا آدم کو اور نوح کو اور آلِ ابراہیم کو اور آلِ عمران کو سارے جہانوں پر

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ

بعض ان میں بعض کی اولاد ہیں، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے، جب عرض کیا عمران کی

عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

بیوی نے کہ اے میرے رب بے شک میں نے آپ کے لئے نذر مان لی کہ جو بچہ میرے شکم میں ہے وہ آزاد ہوگا لہٰذا آپ اس کو مجھ سے قبول فرمائیے، بے شک

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰى ؕ وَاللّٰهُ

آپ ہی ہیں سننے والے جاننے والے۔ پس جب اس کو جنا تو کہنے لگیں اے میرے رب بلاشبہ میں نے اس کو لڑکی جنا ہے، اور اللہ

اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ سَمَّيْتُهَا

کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا، اور نہیں ہے بیٹا بیٹی کی طرح ہے، اور میں نے اس کا نام رکھ دیا ہے

مَرْيَمَ وَاِنِّىْۤ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا

مریم، اور بے شک میں اس کو اور اس کی ذریت کو تیری پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے، سو اس کے رب نے قبول فرمایا

رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚؕ كُلَّمَا

اس بچی کو اچھی طرح کا قبول فرمانا اور اس کو بڑھایا اچھی طرح سے بڑھانا اور اس کو زکریا کی کفالت میں دے دیا۔ جب بھی

دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى

زکریا داخل ہوئے ان پر محراب میں تو پایا ان کے پاس رزق، تو انہوں نے کہا کہ اے مریم کہاں سے ہے

لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

یہ تیرے لئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اللہ کے پاس سے ہے۔ بے شک اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے حساب۔

۳۳: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (بے شک اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے آدم کو اور نوح علیہ السلام کو اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو تمام جہان والوں پر) بیشک اللہ تعالیٰ نے چنا آدم علیہ السلام کو جو ابوالبشر ہیں اور نوح علیہ السلام جو شیخ المرسلین ہیں۔ اور آل ابراہیم سے مراد اسماعیل و اسحاق علیہما السلام اور ان دونوں کی اولاد ہے۔

آل عمران کی مراد:

آل عمران سے موسیٰ و ہارون علیہما السلام جو دونوں عمران بن یصہر کے بیٹے تھے اور دوسرا قول یہ بھی نقل کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور مریم بنت عمران بن ماثان مراد ہیں۔ ان دونوں عمرانوں کے درمیان اٹھارہ سو سال کا فاصلہ ہے۔ علی العالمین سے ان کے زمانوں کے لوگ مراد ہیں۔

۳۴: ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۔ (یہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو سننے جاننے والے ہیں) ذُرِّیَّۃً یہ آل ابراہیم اور آل عمران سے بدل ہے۔ بعضھا من بعض ۔ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر موضع نصب میں واقع ہو کر ذریت کی صفت ہے، تقدیر عبارت یہ ہے: ان الآلین ذریۃ واحدۃ متسلسلۃ بعضھا متشعب من بعض۔ یعنی دونوں آل ایک مسلسل لڑی ہیں۔ جو ایک دوسرے سے شاخ در شاخ چلنے والے ہیں۔ جیسے موسیٰ و ہارون عمران سے اور عمران یصہر سے اور وہ قاہث سے اور قاہث لاوی سے اور لاوی یعقوب سے اور یعقوب اسحاق سے اور اسی طرح عیسیٰ بن مریم بنت عمران بن ماثان اور یہ سلسلہ یہودا بن یعقوب بن اسحاق سے جا ملتا ہے۔ اور آل ابراہیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔

دوسرا قول: یہ ایک دوسرے سے دین میں متعلق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہر بات سننے جاننے والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کون چنے جانے کے لائق ہے یا عمران کی زوجہ کا قول سننے والے اور اس کی نیت کو جاننے والے ہیں۔

حنہ کا تذکرہ:

۳۵: اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ (جبکہ عمران کی بی بی نے عرض کیا اے میرے پروردگار میں نے نذر مانی ہے آپ کے لئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ آزاد رکھا جاویگا سو آپ مجھ سے قبول کر لیجئے) اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (بے شک آپ سننے والے جاننے والے ہیں)۔

اِذ قَالَتِ : نحو : اِذ عَلِیْمٌ کا ظرف ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یا اُذکر محذوف کا ظرف ہے۔ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ یہ عمران بن ماثان کی بیوی ہے جو حضرت مریم کی والدہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی نانی ہے۔ اس کا نام حنہ بنت ناقوذا ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا (اے میرے رب میں نے اپنے اوپر واجب کر لیا)

نحو : یہ ما بمعنی الذی۔ ذوالحال ہے اور محررا اس کا حال ہے۔ یعنی بیت المقدس کی خدمت کیلئے اسکو آزاد چھوڑوں گی۔ جس پر مجھے کچھ بھی اختیار نہ ہوگا اور نہ ہی میں اس سے خدمت لوں گی۔ یہ نذر انکی شریعت میں درست تھی۔ یا عبادت کیلئے اسکو فارغ کر دونگی۔ دنیا کے جھمیلوں سے اس کو سروکار نہ ہوگا۔ جیسے محاورہ میں کہتے ہیں۔ طِیْنٌ حُرٌّ یعنی خالص مٹی۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ۔

قراءت: ابو عمرو اور مدنی نے مِنِّیَ پڑھا ہے۔ التقبل کسی چیز کو رضامندی سے لینا۔

اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (بیشک آپ ہر بات کو سننے اور جاننے والے ہیں)

۳۶: فَلَمَّا وَضَعَتْھَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُھَآ اُنْثٰی (پھر جب لڑکی جنی کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی) وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَ لَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی وَاِنِّیْ سَمَّیْتُھَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ

الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا ، ھا ضمیر مافی بطنی یعنی حمل کی طرف راجع ہے، مؤنث حاملہ یا نفس یا نسمہ کے اعتبار سے لائی گئی۔ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی یہ وَضَعْتُهَا کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی حاملہ یا نفس یا نسمہ نے لڑکی جنی۔ حنہ نے یہ بات بطور معذرت کہی کیونکہ لڑکیوں کی نذر کا رواج نہ تھا۔ اس نے غمزدہ ہو کر حسرت و رنج سے یہ بات کہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حسرت پر تسلی:

واللّٰہ اعلم بما وضعت (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا) اس کلام سے پیدا شدہ بچی کی عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے جو بچی اس نے جنی ہے۔ اور جو عظیم معاملات اس سے متعلق ہیں۔

قراءت: وَضَعْتُ شامی اور ابو بکر نے اس طرح پڑھا۔ کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو میں نے بچی جنی ہے شاید اس کی اس میں کوئی حکمت اور کوئی راز ہے۔ اس قراءت کے مطابق یہ سابقہ قول حنہ سے متعلق ہوگا اور پہلی قراءت کے مطابق اُنْثٰی پر وقف کیا جائے گا۔ اور واللّٰہ اعلم یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشینگوئی ہے۔

لَیْسَ الذَّکَرُ : (نہیں ہے وہ مذکر) جو تم نے طلب کیا، کَالْاُنْثٰی (اس عورت کی طرح) جو اس کو دی گئی ان دونوں میں الف لام عہد کا ہے۔ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ (اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا) اس کا عطف انی وضعتها انثٰی پر ہے۔ درمیان میں دونوں جملے معترضہ ہیں۔ حنہ نے اس کا نام مریم رکھا۔ کیونکہ انکی زبان میں مریم عابدہ کو کہتے تھے۔ یہ نام رکھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ مانگا کہ وہ اس کی حفاظت فرما کر اسم بامسمّٰی بنادے۔

اور اسکے متعلق اس کا گمان سچا کر دے۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ اس نے اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ کی پناہ شیطان سے اسکے لئے اور اسکے لڑکے کیلئے ان الفاظ سے طلب کی اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ (کہ میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان ملعون سے تیری پناہ میں دیتی ہوں) حدیث میں وارد ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے ولادت کے وقت شیطان اس کو چوک لگاتا ہے۔ جس سے وہ چیختا ہے۔ سوائے مریم اور اسکے بیٹے کے۔ (بخاری، مسلم، احمد)

قراءت: مدنی نے اِنِّیْ کو اِنِّیَ پڑھا ہے۔

۳۷: فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا، قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (پس ان کو ان کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمالیا اور عمدہ طور پر ان کو نشوونما دیا اور زکریا کو ان کا سرپرست بنایا جب کبھی زکریا ان کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے تو یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں)۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا (اللہ تعالیٰ نے مریم کو قبول کرلیا) اور مذکر کی جگہ اس کی نذر پر راضی ہوگیا۔

اعلیٰ قبولیت کا راز:

بقبول حسن اچھی طرح قبول کرنا، قبول اس چیز کو کہتے ہیں۔ جس سے کسی چیز کو قبول کرتے ہیں (کشادہ روئی و مسرت) جیسے

سعوط وہ دوائی جو ناک میں ڈالی جاتی ہے قبول حسن سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ مخصوص معاملہ کہ مریم کو مذکر کی جگہ قبول کر لیا گیا۔ اس سے پہلے کسی عورت کو اس مقصد کیلئے قبول نہ کیا گیا تھا۔ یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس کی والدہ سے ولادت کے بعد پرورش سے قبل ہی نگرانی میں لے لی گئی حالانکہ اس وقت بیت المقدس کی خدمت کے قابل نہ تھیں۔ روایت میں ہے کہ جب حنہ نے اس کو جنا تو کپڑے میں لپیٹ کر مسجد کی طرف اٹھالائیں اور احبار کی خدمت میں جو ہارون علیہ السلام کی اولاد تھے رکھ دیا۔ جبکہ وہ بیت المقدس میں تھے۔ جیسا کہ حجاب کعبہ (بنوعبدالدار) اور ان کو کہنے لگی لو یہ نذیرہ ہے مریم چونکہ ان کے امام اور قربانی کے ذمہ دار کی بیٹی تھی اس لئے سب نے ان کو لینے کی بڑھ چڑھ کر خواہش ظاہر کی کیونکہ بنو ماثان بنی اسرائیل کے سردار اور ان کے علماء تھے۔ اس پر زکریا علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس کا تم سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میرے نکاح میں اس کی والدہ کی بہن ہے انہوں نے کہا اس کو ہم تسلیم نہیں کرتے جب تک کہ قرعہ اندازی نہ کر لیں وہ چل دیئے انکی تعداد ستائیس (۲۷) تھی۔ دریا پر پہنچ کر انہوں نے اپنے قلم ڈال دیئے۔ زکریا علیہ السلام کا قلم پانی کے اوپر بلند ہوا اور دوسروں کے قلم پانی میں بہہ گئے۔ پس اس کی کفالت زکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی۔ بعض نے کہا کہ قبول مصدر ہے اور اس کا مضاف محذوف ہے۔ یعنی فتقبلها بذی قبول حسن یعنی اس کو ایسے امر سے قبول کیا جو اچھی قبولیت والا تھا۔ اور وہ اس کا خاص کرنا (خصوصیت پیدا کرنا) تھا۔ وَّانبتها نباتا حسنا۔ اللہ تعالیٰ نے مریم کو اچھی بالیدگی سے بڑھایا۔ یہ جملہ تربیت حسنہ سے مجاز ہے۔

ابن عطاء کہتے ہیں کہ اس کا عیسیٰ جیسا ثمرہ دینا یہی احسن نبات تھی یا ابتداء کے برخلاف یہ مصدر ہے۔ یا تقدیر عبارت یہ ہے کہ فنبتت نباتاً. کفلها اس کو قبول کر لیا۔ یا اسکے سنبھالنے کی ذمہ داری لے لی۔

قراءت: کوفی نے کَفَّلَها پڑھا یعنی کفَّلها اللّٰہ زکریا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے زکریا کو اس کا کفیل بنا دیا۔ اور اس کی مصلحتوں کا ضامن مقرر کر دیا۔ اس صورت میں زکریا مفعول ہے۔

زَكَرِيَّا۔ کوفی اس کو تمام قرآن میں مقصور پڑھتے ہیں۔ سوائے ابوبکر کے اور ابوبکر نے یہاں مد اور نصب سے پڑھا اور دوسروں نے مد اور رفع سے جیسا کہ ثانیہ اور ثالثہ، عبرانی زبان میں زکریا کا معنی ہمیشہ ذکر و تسبیح کرنے والا۔

محراب سے مراد:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ کہا گیا ہے کہ زکریا علیہ السلام نے مریم کیلئے مسجد میں ایک کمرہ بنوایا تھا وہ ایسا کمرہ تھا جس میں سیڑھی لگا کر چڑھا جا سکتا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محراب اصل میں بہترین اور اعلیٰ بیٹھنے کی جگہ کو کہتے ہیں گویا انہوں نے بیت المقدس کے اعلیٰ ترین مقام پر اسکے لئے کمرہ بنوایا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ انکی مساجد کو محاریب کہتے تھے۔ اور حضرت زکریا اکیلے مریم کے پاس جا سکتے تھے۔

وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا مریم علیہا السلام کا رزق اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت سے اتارا جاتا۔ مریم علیہا السلام نے ایک دن بھی پستان کو منہ میں نہیں لیا۔ زکریا علیہ السلام اسکے ہاں سردیوں کے پھل گرمیوں میں پاتے اور گرمیوں کے پھل سردیوں میں۔ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا یہ رزق تمہیں کہاں سے ملا جو کہ دنیا کے ارزاق کے مشابہ نہیں۔ یہ اپنے وقت کے علاوہ میسر ہونے والا ہے۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً

اس موقعہ پر زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا اے میرے رب مجھے آپ اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا

طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ

فرما دیجئے بلاشبہ آپ دعا سننے والے ہیں، پس فرشتوں نے ان کو آواز دی اس حالت میں کہ وہ کھڑے ہوئے

يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ

محراب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ بلاشبہ اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے وہ اللہ کے کلمہ کی تصدیق

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى

کرنے والا ہوگا اور سردار ہوگا اور عورتوں سے دور رہنے والا ہوگا۔ اور نبی ہوگا صالحین میں سے۔ وہ کہنے لگے کہ اے میرے رب کہاں سے

يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ

ہو گا میرے لڑکا حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی طرح

اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ

اللہ کرتا ہے جو چاہے۔ وہ کہنے لگے کہ اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن تک

النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع ۱۱/۱۲

لوگوں سے بات نہ کرے گا مگر صرف اشارہ سے، اور یاد کر اپنے رب کو کثرت کے ساتھ اور اللہ کی پاکی بیان کر شام اور صبح۔

اللّٰہِ مریم نے جواب دیا اس کو بعید مت سمجھو۔ بعض نے کہا کہ مریم علیہا السلام نے بچپن میں یہ کلام کیا۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے میں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ یہ مریم کے کلام کا حصہ ہے یا کلام رب العالمین ہے، بِغَيْرِ حِسَابٍ بغیر اندازہ کے کیونکہ یہ بہت ہے یا محض بطور عطیہ ملا ہے۔ اس پر پوچھ گچھ نہ ہوگی اور استعمال پر باز پرس نہ ہوگی۔

بے وقت پھل کی تمنا:

۳۸: هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (اس موقعہ پر زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا اے میرے ربّ مجھے آپ اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما دیجئے بلاشبہ آپ دعا سننے والے ہیں۔) هُنَالِكَ یعنی اسی جگہ جہاں وہ مریم کے پاس حجرہ میں تشریف فرماتھے یا اسی وقت جب وہ حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ هُنَا یہاں استعارۃً لایا گیا حیث اور ثم زمان کیلئے آتے ہیں۔

جب حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم علیہا السلام کا مرتبہ اور انکی کرامت دیکھی تو اس بات کی طرف رغبت پیدا ہوئی کہ انکی بیوی ایشاع سے اللہ تعالیٰ ایک بیٹا عنایت فرمادے جس طرح حنہ کو مریم علیہا السلام عنایت کی ہے۔ جو بارگاہ الٰہی میں شان والی ہے۔ اگرچہ ایشاع بوڑھی بانجھ ہو چکی ہے کیونکہ مریم علیہا السلام کی والدہ بھی عمر کے اسی اسٹیج پر تھیں۔

دوسروں نے یہ کہا جب بے وقت پھل مریم سلام اللہ علیہا کے پاس دیکھے تو بانجھ کے ہاں بیٹے کے تولد پر انتباہ ہوا۔ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً ، ذُرِّيَّةً کا لفظ واحد و جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ مراد اس سے لڑکا ہے۔ طَيِّبَةً مبارک، طیبہ کا لفظ تانیث کی صورت میں ذریت کے لفظ کا لحاظ کر کے لایا گیا ہے۔

اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (تو دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے)

۳۹: فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ، (کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمۃ اللّٰہ کی تصدیق کرنے والے ہونگے اور مقتداء ہونگے اور اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہونگے اور نبی بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہونگے) فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ، (پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے)

قول اول: جبرئیل علیہ السلام نے ان کو آواز دی۔ الْمَلٰٓئِكَةُ کا لفظ لایا گیا کیونکہ معنی یہ ہے کہ ان کو اسی جنس کی آواز سنائی دی۔ جیسا کہتے ہیں: فلان یرکب الخیل، فلاں گھوڑے پر سواری کرتا ہے۔ فَنَادٰىهُ امالہ اوریا سے پڑھا گیا علی وحمزہ نے اسی طرح پڑھا وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ جبکہ وہ کھڑے حجرے میں نماز ادا کر رہے تھے۔

مَسْئَلَه: اس میں دلیل ہے کہ مرادیں نمازوں کے ساتھ مانگی جاتی ہیں۔ اور نمازوں میں دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے اور حاجات پوری ہوتی ہیں۔

ابن عطاء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر جو عمدہ حالت کھولی ہے۔ وہ اوامر الٰہی کی اتباع اور طاعات میں اخلاص سے میسر آئی ہے۔ اور خلوت گزینی سے ملی ہے۔ اَنَّ اللّٰهَ شامی اور حمزہ نے قال کو مضمر مان کر اِنَّ پڑھا ہے یا اس وجہ سے کہ نداء قول ہے۔ باقی قراء نے فتحہ سے پڑھایا با کو محذوف مان کر (بِاَنَّ اللّٰهَ) يُبَشِّرُكَ قراءت حمزہ اور علی نے يَبْشُرُكَ پڑھا تشدید اور تخفیف دونوں لغتیں ہیں۔ بِيَحْيٰى میں یحییٰ غیر منصرف ہے جبکہ اس کو عجمہ مانیں۔ تو اس میں دو سبب عجمہ اور علم پائے جاتے ہیں جیسا موسیٰ عیسیٰ (ان میں الف مقصورہ بھی دو سبب کے قائم مقام موجود ہے) اور اگر یہ عربی ہیں تو تعریف و وزن فعل جیسا کہ یعمر میں ہے۔

مصداق کلمۃ اللّٰہ:

مُصَدِّقًا یہ یحییٰ سے حال ہے بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ کلمہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یعنی وہ عیسیٰ علیہ السلام کا مصدق ہوگا۔ اور ان پر پہلا ایمان لانے والا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللّٰہ کا خطاب دیئے جانے کی وجہ ان کی کلمۂ کُنْ سے بن باپ ولادت ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کلمہ کے ساتھ تصدیق کرنے والے اور اس کی طرف سے ملنے والی کتاب پر ایمان لانے والے ہونگے۔ وَسَيِّدًا وہ اپنی قوم کی سیادت وسرداری کرنے والے ہونگے اور شرافت میں ان سے فوقیت لے جانے والے ہونگے۔ حضرت یحییٰ اپنی قوم

میں سبقت لے جانے والے تھے کیونکہ انہوں نے کبھی کوئی گناہ نہ کیا تھا انکی قیادت کتنی شاندار تھی۔ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سید وہ ہے جس نے دونوں جہاں کے عوض خالق کو لے لیا ہو۔ وَّ حَصُوْرًا وہ شخص جو عورتوں کے قریب نہ جائے۔ قدرت کے باوجود اپنے نفس کو روکے یعنی نفس کو خواہشات سے روکنے والا ہو۔ وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ نیکوں سے پیدا ہونے والے ہونگے کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کی صلب سے تھے۔ یا من جملہ صالحین میں سے ہونگے۔

۴۰: قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ، قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ (کہا اے میرے رب کیسے ہوگا میرے لئے لڑکا) یہ عادت کے اعتبار سے استبعاد کا اظہار ہے اور قدرت کو عظیم تر قرار دینا ہے۔ شک ظاہر کرنا نہیں۔ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ (پس تحقیق مجھے بڑھاپا پہنچ چکا) جیسا کہتے ہیں ادرکتہ السن العالیة یعنی وہ بڑی عمر کا ہوگیا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ مجھ میں بڑھاپے کا اثر ہوگیا اور اس نے مجھے ضعیف کر دیا۔ اس وقت انکی عمر ۹۹ سال تھی۔ اور بیوی کی عمر ۹۸ سال تھی وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ (اور میری بیوی بانجھ ہوگئی) یعنی بچہ جننے کے قابل نہیں رہی۔ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ (کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں افعال عجیبہ ظاہر کرتے ہیں)۔

۴۱: قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں نہ کر سکو گے سوائے اشارہ کے اور اپنے رب کو بکثرت یاد کرنا اور تسبیح کرنا دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی) قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ ابو عمرو اور مدنی نے لِيَ پڑھا۔ اٰيَةً آیت سے مراد ایسی نشانی ہے جس سے میں حمل کو پہچان لوں اور نعمت کا استقبال شکریے سے کروں۔

انسانی گفتگو میں زبان کا اللہ کی قدرت سے رکنا:

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ یعنی لوگوں سے کلام پر قدرت نہ رہے گی۔ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا۔ مگر ہاتھ سے اشارہ یا سر سے یا آنکھ سے یا ابرو سے اشارہ۔ رمز کا اصل معنی حرکت دینا ہے کہا جاتا ہے۔ ارتمز اس نے حرکت دی۔ رمز کو استثناء کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جنس کلام سے نہیں البتہ اگر ایذاء کی حد تک پہنچ جائے اور اس سے وہی سمجھا جائے جو کلام سے سمجھا جاتا ہے تو اس کو کلام کہتے ہیں۔ یا یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ لوگوں سے گفتگو کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ لوگوں کے ساتھ گفتگو پر انکی زبان کو قدرت نہ ہوگی مگر ذکر اللہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اسی لئے فرمایا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ یعنی لوگوں کے ساتھ گفتگو سے عاجزی کے زمانہ میں تم خوب اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرو۔ یہ کھلی نشانیوں اور واضح دلائل میں سے ہے کہ ان کی زبان کو لوگوں کے ساتھ گفتگو سے روک دیا گیا۔ تاکہ اس زمانے کو وہ ذکر کیلئے خاص کر دیں۔ اور اپنی زبان کو اور کسی چیز میں مشغول نہ کریں، گویا کہ جب شکر کیلئے انہوں نے نشانی طلب کی تو ان کو بتلا دیا گیا کہ انکی زبان شکریہ کے علاوہ ہر چیز سے رک جائے گی۔ بہترین جواب وہی ہوتا ہے جو سوال سے ہی اخذ کیا جائے۔ اَلْعَشِيِّ زوال سے غروب تک کا وقت اَلْاِبْكَارِ طلوع فجر سے چاشت تک کا وقت۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى

اور جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بے شک اللہ نے تجھے منتخب فرما لیا اور پاک بنا دیا اور سب جہانوں کی

نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

عورتوں کے مقابلہ میں تم کو چن لیا، اے مریم تم اپنے رب کی فرمانبرداری کرتی رہو اور سجدہ کرو اور رکوع کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔

۴۲: وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ (اور جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم) اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ۔ اس کا عطف اذ قالت امراۃ عمران پر ہے یا اذکر محذوف کا یہ ظرف ہے۔ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ (روایت میں کہ انہوں نے روبرو کہا) اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ (بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے چھانٹ لیا) پہلی مرتبہ اسی وقت جب تمہاری ماں سے تمہیں قبول کر لیا اور تیری تربیت کی اور شاندار کرامات سے تجھے نوازا۔ وَطَهَّرَكِ (اور تجھے پاک رکھا) ناپاک افعال سے۔

منفرد فضیلت:

وَاصْطَفٰكِ (اور ثانیاً تجھے چنا) عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ (تمام جہان کی عورتوں پر) وہ اس طرح کہ تجھے بلا باپ عیسیٰ بیٹا عنایت کر دیا اور یہ فضیلت کسی اور عورت کو حاصل نہیں۔

۴۳: يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ (اے مریم تو عاجزی کر اپنے رب کیلئے) یعنی ہمیشہ اطاعت گزاری اختیار کر۔ یا نماز میں طویل قیام کر۔ وَاسْجُدِىْ (اور تو سجدہ کر) یہ بھی کہا گیا کہ ان کو قیام وسجود کا حکم دے کر نماز ہی کا حکم دینا مقصود ہے۔ کیونکہ یہ دونوں نماز کے ارکان میں سے ہیں پھر انہیں فرمایا گیا۔

مرتبہ جماعت:

وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (پھر رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر) یعنی تمہیں نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے یعنی جماعت کے ساتھ یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ من جملہ نمازیوں کے ساتھ تو بھی اپنے کو منظم کر اور ان میں اپنے کو گن اور شمار کر۔ اور ان کے علاوہ اور لوگوں میں اپنے آپ کو شمار نہ کر۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں اور آپ نہیں تھے ان کے پاس جب

یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ

کہ وہ ڈال رہے تھے اپنی قلموں کو کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے۔ اور آپ نہیں تھے ان کے پاس جس وقت

یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

کہ وہ جھگڑ رہے تھے۔

۴۴: ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ۔ ذٰلِكَ کا مشارالیہ حنہ مریم اور زکریا اور یحیٰ علیہم السلام کے واقعات ہیں۔ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ (یہ غیب کی اطلاعات ہیں جو ہم وحی کے ذریعہ آپ کے پاس بھیج رہے ہیں) جو ان غیوبات میں سے ہیں جن کو وحی کے سواء آپ نہ جانتے تھے۔

اقلام کی مراد:

وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ (اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے) اقلام سے ازلام یعنی تیر مراد ہیں۔ جبکہ قرعہ اندازی کیلئے انہوں نے دریا میں ڈالے یا وہ قلم تھے جن سے تورات کو لکھتے تھے۔ ان قلموں کو بطور تبرک قرعہ اندازی کیلئے استعمال کیا۔ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ (کہ ان میں سے کون مریم کا کفیل بنے گا) اَیُّهُمْ کا متعلق ینظرون محذوف ہے یلقون اس پر دلالت کر رہا ہے۔ گویا عبارت اس طرح تھی یلقونها ینظرون ایهم یکفل مریم یا لیعلموا محذوف ہے یا یقولون محذوف ہے وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ (اور آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ جھگڑا کر رہے تھے) یعنی مریم کے بارے میں پرورش کے سلسلہ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ

جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بے شک اللہ تمہیں خوشخبری دیتا ہے ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہو گا اس کا نام

الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ

مسیح ہو گا وہ عیسیٰ ابن مریم ہو گا۔ وہ دنیا اور آخرت میں باوجاہت ہو گا اور

الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ ۴۵ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ ۴۶

مقربین میں سے ہو گا اور وہ لوگوں سے بات کرے گا گہوارہ میں اور بڑی عمر میں، اور وہ صالحین میں سے ہو گا۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكِ

وہ کہنے لگیں کہ اے رب میرے لڑکا کس طرح ہو گا حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا، فرمایا اللہ اسی طرح

اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ۴۷

پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے۔ جب وہ کسی امر کا فیصلہ فرما دے، تو فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔

۴۵: اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ (جب فرشتوں نے کہا) یہ اذْ اُذْكُرْ فعل کا ظرف ہے۔ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ تجھے ایک ایسے کلمہ کی خوشخبری دے رہے ہیں جس کا نام مسیح ہوگا) کلمہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں مِنْهُ یہ موضع جر میں کلمہ کی صفت ہے اسْمُهُ یہ مبتداء ہے کلمہ کیلئے ضمیر مذکر کی لائی گئی کیونکہ مراد مذکر ہے۔

مسیح ایک عظیم لقب:

الْمَسِيْحُ یہ مبتداء کی خبر ہے۔ یہ جملہ موضع جر میں کلمہ کی صفت ہے۔ مَسِيْحُ یہ عظیم الشان لقب ہے جیسا صدیق و فاروق عبرانی زبان میں اصل یہ مِشِيْحًا ہے اس کا معنی مبارک ہے جیسا کہ قول باری تعالیٰ و جعلنی مُبٰرَكًا این ما کنت (مریم ۔۳۱) میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو مسیح اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جس کسی بیمار دکھی کو ہاتھ لگاتے وہ صحیح ہو جاتا۔ (ان دونوں صورتوں میں مادہ مسح ہوگا یا تیسرا قول یہ ہے کہ سیاحت کرتے اور کسی جگہ مستقل قیام اختیار نہ کرتے (اس صورت میں سیاحت مادہ ہے) عیسیٰ یہ مسیح سے بطور بدل لایا گیا۔ ابْنُ مَرْيَمَ یہ مبتداء محذوف هُوَ کی خبر ہے۔ یہ عیسیٰ کی صفت نہیں بن سکتی۔ کیونکہ انکا نام عیسیٰ ہی کافی ہے۔ انکا نام عیسیٰ ابن مریم نہیں۔ ابن مریم اس لئے لائے کیونکہ وہ بغیر باپ پیدا ہوئے پس انکی نسبت ماں ہی کی طرف ہوگی۔ وَجِيْهًا (وہ باعزت و باوجاہت ہونگے) فِي الدُّنْيَا (دنیا میں) نبوت اور اطاعت کے ساتھ وَالْاٰخِرَةِ (اور

آخرت میں) بلند درجات اور شفاعت کے ساتھ ۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (وہ مقربین میں سے ہونگے) ان کو اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف اٹھائیں گے ۔

نَحْو : وَجِیْهًا یہ کلمہ سے حال ہے ۔ کیونکہ کلمہ نکرہ موصوفہ ہے اس طرح مقربین بھی ثابتاً کے متعلق ہو کر حال دوم ہے ۔ اور ویکلم الناس بھی مکلمًا کے معنی میں حال ثالث ہے اور فی المهد یہ یکلم کی ضمیر سے حال ہے ۔ ای ثابتاً فی المهد ۔ اور ومن الصالحین بھی ثابتاً سے متعلق ہو کر حال ہے ۔

کلام مہد و کہولت :

۴۶ : وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ، وَيُكَلِّمُ النَّاسَ (وہ لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کرے گا اور کہولت میں) الْمَهْدِ ، پنگھوڑا جو بچے کو لٹانے کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ یہ مھد ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے ۔ وَكَهْلًا اس کا عطف مھد پر ہے یعنی یکلم الناس طفلاً و کھلاً یعنی وہ ان دونوں حالتوں میں یکساں کلام کرے گا ۔ جیسا انبیاء علیہم السلام کلام کرتے ہیں طفولیت و کہولت کے کلام میں فرق نہ ہوگا کہولت وہ زمانہ ہے جس میں عقل پختہ ہوتی اور نبوت ملتی ہے ۔ وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (اور شائستہ لوگوں میں سے ہوگا) یہ بھی حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتے ہیں وہ ان صفات کے ساتھ موصوف ہوگا ۔

۴۷ : قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (کہا اے میرے رب کیسے ہوگا میرے لیے بچہ حالانکہ مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا ۔ کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں ۔ جب وہ کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کہتے ہیں ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے) یعنی جب وہ کسی چیز کو بنانا چاہتا ہے تو بغیر تاخیر کے بنا ڈالتا ہے ۔ لیکن اس کی تعبیر لفظ کُنْ سے فرما کر اشیاء کے بنانے میں سرعت و تیزی کی خبر دی گئی ہے ۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝٤٨ وَرَسُوْلًا اِلٰى

اور اللہ سکھا دے گا اس کو کتاب اور حکمت اور توراۃ اور انجیل، اور بنادے گا اس کو رسول بنی

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ

اسرائیل کی طرف، بنی اسرائیل سے ان کا یہ خطاب ہوگا کہ بلاشبہ میں تمہارے پاس آیا ہوں تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر، کہ بلاشبہ میں بناتا ہوں

لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

تمہارے سامنے مٹی سے پرندہ کی طرح ایک چیز پھر اس میں پھونک دیتا ہوں تو وہ پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے،

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ

اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور برص والے کو، اور زندہ کرتا ہوں مردوں کو اللہ کے حکم سے، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں

بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ

اس چیز کی جو تم کھاتے ہو اور ذخیرہ رکھتے ہو اپنے گھروں میں، بلاشبہ اس میں تمہارے لئے نشانی ہے

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝٤٩ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ

اگر تم ایمان قبول کرنے والے ہو، اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلی کتاب کو جو تورات ہے اور تاکہ میں حلال کروں

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا

تمہارے لئے بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئیں، اور میں لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی طرف سے، لہٰذا تم اللہ

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝٥٠ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝٥١

سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، بے شک اللہ میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے سو اس کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔

۴۸، ۴۹: وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ، اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (اور وہ اس کو کتاب وحکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دے گا اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔ بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک نشانی لایا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی کی ایک مورت بناؤں گا پرندہ کی شکل جیسی پس اس

صورت میں میں پھونک مارونگا پس وہ پرندہ بن جائیگی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اور نابینا اور کوڑھی کو تندرست کرونگا اور مردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کرونگا اور تمہیں جو کچھ کھاتے ہو اور جو کچھ گھروں میں جمع رکھتے ہو بتاؤں گا۔ بیشک اس میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم مؤمن ہو)۔

قراءت ونحوی تحقیق:

قراءت: یُعَلِّمُهُ مدنی و عاصم نے اسی طرح پڑھا وجیھًا پر عطف کی وجہ سے یہ موضع حال میں ہے۔ باقی قراء نے نون کے ساتھ پڑھا اور اس کو ابتدائی کلام قرار دیا۔ الکتاب سے مراد کتابت ہے آپ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ خوبصورت خط والے تھے اور دوسرا قول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں مراد ہیں۔ اَلْحِكْمَةَ حلال وحرام کی وضاحت یا کتاب سے مراد ہاتھ سے لکھنا اور حکمت سے مراد زبان سے اس کی وضاحت کرنا،

التوراة و الانجیل ۔ وَرَسُوْلًا نحو : یہ فعل محذوف کا مفعول ہے یا یہ موضع حال میں ہے وَرَسُوْلًا پر عطف ہے۔ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنِّیْ۔ با اس سے قبل محذوف ہے۔ بِاَنِّیْ ۔ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ آیت سے مراد ایسی دلالت جو میرے دعویٰ نبوت میں سچائی پر دلالت کرے۔

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ نحو : نمبر ا۔ یہ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ سے بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے یا نمبر ۲۔ بِاٰیَةٍ کا بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے یا نمبر ۳۔ یہ ھی مبتداء محذوف کی وجہ سے مرفوع ہے۔

قراءت: نافع نے جملہ مستانفہ قرار دے کر اِنِّیْٓ پڑھا ہے۔

معجزاتِ عیسوی:

مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ میں تمہارے لئے پرندے جیسی شکل کا اندازہ کرونگا فَاَنْفُخُ فِیْهِ اس میں ہ کی ضمیر کاف کی طرف جارہی ہے۔ یعنی اس پرندے کی مماثل شکل میں فَیَكُوْنُ طَیْرًا پس وہ تمام پرندوں کی طرح پرندہ بن جائیگا۔

قراءت: مدنی نے طَیْرًا کو طائرًا پڑھا ہے۔

بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بعض نے کہا کہ انہوں نے سوائے چمگادڑ کے اور کوئی پرندہ نہ بنایا۔ وَاُبْرِیٴُ الْاَكْمَهَ ۔ اکمہ پیدائشی نابینا وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ بِاِذْنِ اللّٰهِ کے لفظ کو بار بار دیگر لا کر الوھیت کے وہم کو دور کر دیا۔ روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے سام بن نوح علیہ السلام کو لوگوں کے سامنے زندہ کیا۔ اس پر لوگوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے پس تم کوئی نشانی دکھاؤ تو آپ نے فرمایا اے فلاں! تو نے فلاں چیز کھائی ہے اور اے فلاں تیرے لئے فلاں چیز چھپا کر رکھی گئی ہے جیسا اس آیت میں ہے وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ۔ مَا دونوں جگہ الَّذِیْ کے معنی میں ہے یا مَا مصدر یہ ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ ۔ ذٰلِكَ کا مشار الیہ ماسبق اشیاء ہیں لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

۵۰: وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ

پھر جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے انکار دیکھا تو کہنے لگے کہ کون ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کی طرف، حواریوں نے

الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾

کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جایئے کہ ہم فرمانبردار ہیں،

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾

اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لائے جو آپ نے نازل فرمایا اور ہم نے رسول کا اتباع کیا آپ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو تصدیق کرنے والے ہیں۔

وَاَطِيْعُوْنِ۔ اور میں تمہارے پاس ایسی حالت میں آیا ہوں کہ اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور میں اس لئے آیا ہوں کہ بعض چیزیں جو تمہارے لئے حرام کر دی گئی تھیں ان کو حلال کروں۔ اور میں تمہارے پاس ایک بڑی نشانی لے کر آیا ہوں۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو۔ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ یعنی میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں اور تمہارے پاس مصدق بن کر آیا ہوں۔

بعض حلال کردہ اشیاء:

وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ یہ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ کی طرف لوٹ رہا ہے یعنی میں تمہارے پاس ایک نشانی لے کر آیا ہوں اور اس لئے آیا ہوں تاکہ میں تمہارے لئے حلال کر دوں جو اللہ تعالیٰ نے شریعت موسوی میں حرام قرار دی ہیں۔ مثلاً چربیاں اونٹ کا گوشت مچھلی اور ہر ناخن والا جانور۔ ان میں سے بعض کو عیسیٰ علیہ السلام نے حلال کر دیا۔ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ یہ دوبارہ تاکید کیلئے لائے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ تم میری تکذیب و مخالفت میں خدا سے ڈرو۔ وَاَطِيْعُوْنِ اور میرے حکموں کی اطاعت کرو۔

۵۱: اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے) یہ اقرار عبودیت ہے اور اپنے سے ربوبیت کی نفی ہے برخلاف اس کے جو نصاریٰ گمان کرتے ہیں۔

فَاعْبُدُوْهُ تم اس ہی کی عبادت کرو نہ کہ میری هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔ (یہ سیدھا راستہ ہے) جو چلنے والے کو جنت کی قائم رہنے والی نعمتوں تک پہنچا دے گا۔

تکذیب کے وقت معاونت کی اپیل:

۵۲: فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ۔ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ (جب عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی طرف سے تکذیب اور کفریہ کلمات سنے تو کہا کون میری مدد کرنے

وَمَكَرُوۡا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيۡرُ الۡمٰكِرِيۡنَ ﴿۵۴﴾ اِذۡ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيۡسٰٓى

اور ان لوگوں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والا ہے۔ جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے عیسیٰ

اِنِّىۡ مُتَوَفِّيۡكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَجَاعِلُ

میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا، اور جن

الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡكَ فَوۡقَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ

لوگوں نے تمہارا اتباع کیا ان کو غالب رکھوں گا قیامت کے دن تک ان لوگوں پر جنہوں نے کفر اختیار کر لیا۔ پھر میری طرف تم سب کو لوٹنا ہوگا۔

فَاَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ فِيۡمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۵۵﴾

پھر فیصلے کروں گا تمہارے درمیان اس چیز کے بارے میں جس میں تم اختلاف رکھتے تھے۔

والا ہے۔ اللہ کی راہ میں' حواریین نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو گواہ ہو جا کہ ہم مسلمان ہیں۔) فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيۡسٰى مِنۡهُمُ الۡكُفۡرَ علم کی جگہ اَحَسَّ لائے تاکہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ ان کو اس طرح علم ہو گیا تھا جیسا کہ کسی محسوس چیز کا علم ہوتا ہے۔

قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِىۡۤ قراءت: مدنی نے انصارِیَ پڑھا ہے یہ انصار بروزن اصحاب۔ ناصر کی جمع ہے یا نصیر بروزن شریف جمع اشراف ہے۔ اِلَى اللّٰهِ یہ محذوف فعل کے متعلق ہے یا انصاری کی یا سے حال ہے۔ یعنی مَنۡ اَنۡصَارِىۡ ذاهباً الی اللہ یا ملتجأً الیہ ۔ قَالَ الۡحَوَارِيُّوۡنَ جمع حواری پسندیدہ اور منتخب آدمی نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ (ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں)۔ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشۡهَدۡ بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ۔ (اے عیسیٰ تو گواہ ہو جا کہ ہم فرمانبردار ہیں)۔ انہوں نے اپنے ایمان کیلئے آپ کو گواہ بنایا تاکہ ان کے ایمان کی تاکید ہو جائے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قوموں کے حق میں یا خلاف اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گواہی دیں گے۔ اس میں دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہے۔

۵۳: رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ وَاتَّبَعۡنَا الرَّسُوۡلَ فَاكۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰهِدِيۡنَ۔ (اے ہمارے رب ہم ایمان لائے اس پر جو آپ نے اتارا اور ہم نے رسول کی اتباع کی پس تو ہمیں گواہوں کے ساتھ لکھ لے) رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ وَاتَّبَعۡنَا الرَّسُوۡلَ۔ الرَّسُوۡلَ سے عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ فَاكۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰهِدِيۡنَ۔ الشّٰهِدِيۡنَ سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی امتوں کی گواہی دیں گے۔ یا ان لوگوں کے ساتھ جو اے اللہ تیری وحدانیت کی گواہی دینے والے ہیں۔ یا امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ وہ لوگوں پر گواہ ہونگے۔

۵۴: وَمَكَرُوۡا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيۡرُ الۡمٰكِرِيۡنَ ۔ (انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والے ہیں)

مکر کا معنی اور اس کی اضافت کا حکم:

وَمَکَرُوْا: یعنی کفار بنی اسرائیل جن سے عیسیٰ علیہ السلام نے کفر محسوس کیا جبکہ انہوں نے آپ کے قتل وصلیب کی خفیہ تدبیر کی۔ وَمَکَرَ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ نے انکی تدبیر کا اس طرح بدلہ دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اور جس نے دھوکا سے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ اس پر شبیہ ڈال دی یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا۔

مَسْئَلَہ: مکر کے لفظ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف جائز نہیں مگر صرف جزائے مکر کے مفہوم میں کیونکہ یہ لفظ لوگوں کے ہاں مذمت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ یہی حکم خداع، استہزاء کے الفاظ کا ہے۔ (کذافی شرح التاویلات)

وَ اللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ (اللہ تعالیٰ سب بدلہ دینے والوں سے زیادہ طاقتور اور سزا دینے پر زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔) اس طرح کہ سزا یافتہ کو پتہ بھی نہیں چلتا اور سزا مل جاتی ہے۔

متوفیک کی تفسیر:

۵۵: اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ (جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ بیشک میں تیری اجل مقررہ پوری کرنیوالا ہوں) مطلب یہ ہے کہ میں تجھے کفار کے قتل سے بچانے والا اور طبعی موت دونگا کفار کے ہاتھوں قتل نہ ہونے دونگا۔ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (اور تمہیں اپنے آسمان کی طرف جو ملائکہ کا مستقر ہے بلانے والا ہوں) وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (اور تجھے کفار کے بُرے پڑوس سے پاک کرنے والا اور انکی صحبت کی خباثت سے محفوظ کرنے والا ہوں)

دوسری تفسیر۔ میں تمہیں زمین سے اپنے قبضہ میں لینے والا ہوں۔ یہ تو فیت مالی علی فلان سے ماخوذ ہے جب کہ اس سے پورا پورا لے لے۔ یا تمہارے آسمان سے اترنے کے بعد موت دینے والا ہوں اور اب تمہیں اٹھانے والا ہوں۔

یہاں سے یہ ثابت ہوا کہ واؤ ترتیب کا معنی ہر جگہ نہیں دیتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ میری امت پر بطور خلیفہ اتریں گے صلیب کو توڑ دیں گے اور خنازیر کو قتل کر ڈالیں گے اور چالیس سال زندہ رہیں گے اور نکاح کریں گے اور انکی اولاد ہوگی پھر وفات پائیں گے اور وہ امت کس طرح ہلاک ہوسکتی ہے۔ جس کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ ہے اور مہدی جو میرے اہل بیت سے ہوگا وہ اس کے درمیان میں ہوگا (روایت کے الفاظ میں نکارت ہے فتدبر)۔ (ابن جریر ج ۳) (الدرالمنثور ج ۲)

یا نیند طاری کر کے تجھے حالت نوم میں آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔ تا کہ کسی قسم کا خوف تجھے پیش نہ آئے اور جب تو بیدار ہوگا تو آسمان میں امن سے پہنچ چکا ہوگا۔ اور قرب پا چکا ہوگا۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ

سو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا پس میں ان کو سخت عذاب دوں گا دنیا میں اور آخرت میں

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ

اور ان کے لئے کوئی مددگار نہ ہو گا اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو اللہ ان کو پورے پورے

اُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ

اجر عطا فرمادے گا۔ اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ یہ آیات اور ذکر حکیم ہم آپ کو پڑھ

وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾

کرسناتے ہیں۔

پیروکار کی مراد مسلمان:

وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ (اور جولوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں) اور تیرے پیروکاروں کو یعنی مسلمانوں کو کیونکہ اصل اسلام میں وہ ان کے سچے پیروکار ہیں۔ خواہ شرائع مختلف ہیں۔ وہ لوگ مراد نہیں جنہوں نے انکی تکذیب کی اور ان پر جھوٹ بولا خواہ وہ یہود ونصاریٰ میں سے کیوں نہ ہوں۔

فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا (ان لوگوں پر جنہوں نے تمہارا انکار کیا) اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (قیامت کے دن تک) وہ حجت سے ان پر غالب رہیں گے اور اکثر حالات میں غالب رہیں گے اور تلوار سے غالب رہیں گے۔ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ (پھر تم نے آخرت میں میرے ہاں لوٹ کر آنا ہے) فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (پس میں تمہارے مابین ان باتوں میں فیصلہ کرونگا جن میں تم اختلاف کرتے رہے)

۵۶،۵۷: فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ۔ (پھر وہ لوگ جو کفر اختیار کریں گے پس میں ان کو سخت عذاب دونگا دنیا و آخرت میں اور انکا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے رہے۔ پس وہ ان کو انکا پورا پورا اجر دے گا اور اللہ تعالیٰ کو ظالم لوگ پسند نہیں)

قراءت: فَيُوَفِّيْهِمْ حفص نے پڑھا ہے

۵۸: ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۔ (یہ ہم تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ منجملہ دلائل کے ہے اور منجملہ حکمت آمیز مضامین کے ہے) یہ جو واقعات عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ گزرے۔ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ

بلاشبہ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ایسی ہے جیسے آدم کی مثال، پیدا فرمایا ان کو مٹی سے پھر ان سے فرما دیا

كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٥٩﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ

ہو جا پس ان کی پیدائش ہوگئی، یہ حق ہے آپ کے رب کی طرف سے سو آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں، سو جو

حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا

شخص ان کے بارے میں آپ سے جھگڑا کرے۔ اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ گیا ہے تو آپ فرما دیجئے کہ آ جاؤ ہم بلالیں اپنے بیٹوں کو

وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ

اور تم بلالو اپنے بیٹوں کو اور ہم بلالیں اپنی عورتوں کو اور تم بلالو اپنی عورتوں کو اور ہم حاضر کردیں اپنی جانوں کو اور تم بھی حاضر ہو جاؤ اپنی جانوں کو لے کر پھر ہم سب مل کر خوب سچے دل سے

فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ج وَمَا

اللہ سے دعا کریں اور لعنت بھیج دیں جھوٹوں پر، بلاشبہ یہ سچی بات ہے، اور کوئی

مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ

معبود نہیں اللہ کے سوا، اور بے شک اللہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اس میں کوئی شک نہیں

اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾ ع

ع ٦ ٩ ١٤

کہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔

نحو : یہ مبتداء ہے اور نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ اسکی خبر ہے۔ دوسری خبر من الآیات ہے یا مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۔ (حکمت والا ذکر) اس سے مراد قرآن مجید ہے حکیم بمعنی محکم و مضبوط یا پر حکمت

عجیب کی عجیب تر سے تشبیہ:

۵۹: اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (بیشک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے ہاں آدم جیسی ہے اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا ہو جا پس ہو گیا) یہ آیت اس وقت اتری جب بنی نجران کے وفد نے کہا کیا تم نے بغیر باپ کے بیٹا دیکھا ہے تو فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ اور عجیب حالت آدم علیہ السلام جیسی ہے۔ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ مٹی سے انکا جسم بنایا یہ جملہ آدم علیہ السلام سے مشابہت والی حالت کی تفسیر ہے۔ اور اعراب کے لحاظ سے اسکا ماقبل سے تعلق نہیں یعنی خلق آدم من تراب وہاں نہ انکا کوئی باپ تھا اور نہ ماں۔ پس اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا حال ہے۔ بلکہ بغیر ماں و باپ کے پیدا ہونا زیادہ تعجب انگیز ہے۔ صرف ماں سے بغیر باپ کے پیدائش سے۔ اور یہ عادت کے زیادہ خلاف

ہے۔پس عجیب کو عجیب تر سے تشبیہ دینا مخالف کی دلیل کو خوب قطع کرنے والا اور شبہ کو زیادہ مٹانے والا ہے جبکہ وہ اس سے عجیب تر دیکھے جس کو اس نے عجیب خیال کیا۔

عیسائیوں کے ساتھ دلچسپ مکالمہ:

بعض علماء کا بیان ہے کہ جو رومیوں کے ہاں قید ہو گئے تھے۔ کہ ہم نے رومی عیسائیوں سے کہا تم عیسیٰ کی کیوں پوجا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا، اس لئے کہ انکا کوئی باپ نہیں۔ تو علماء نے کہا پھر تو آدم اسکے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ان کے ماں، باپ دونوں ہی نہیں۔ رومیوں نے کہا کہ عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اس کے جواب میں ہم نے کہا حزقیل اسکے زیادہ حقدار ہیں۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے تو چار آدمی زندہ کیے اور حزقیل علیہ السلام نے آٹھ ہزار زندہ کیے۔ پھر انہوں نے کہا وہ نابیناؤں کو بینا کرتے اور کوڑھی کو درست کرتے تھے۔ ہم (علماء) نے کہا پھر جرجیس اس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ان کو پکا ڈالا اور جلا ڈالا گیا پھر وہ صحیح سالم کھڑے ہو گئے۔

قَالَ لَهٗ كُنْ یعنی انسان بنا دیا۔ فَیَكُوْنُ یعنی وہ بن گئے۔ یہ ماضی کو مضارع سے تعبیر کیا۔ ثُمَّ کا لفظ خبر کو خبر پر مرتب کرنے کیلئے لائے۔ مخبر عنہ کی ترتیب کیلئے نہیں۔ یعنی واقعہ کی تاخیر مدت مراد نہیں ہے۔

ایک نحوی تحقیق:

۶۰: اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ (یہی حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس نہ ہو تو شک کرنے والوں میں سے)

نحو: یہ مبتدائے محذوف ھو کی خبر ہے فَلَا تَكُنْ (پس اے سامع تو نہ ہو) مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ (شک کرنے والوں میں سے) یہ احتمال بھی ہے کہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو۔ اس صورت میں یہ ثابت پر مزید ابھارنے کیلئے فرمایا گیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو شک سے معصوم تھے۔

۶۱: فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ۔ (جو آپ سے جھگڑے اس علم کے آجانے کے بعد تو کہہ دیں آؤ) یعنی ان نصاریٰ میں سے جو آپ کے ساتھ جھگڑا کرے۔ فِیْهِ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ یعنی ایسے دلائل جو علم کو لازم کرنے والے ہیں۔ یہاں مَا الذی کے معنی میں ہے۔ فَقُلْ تَعَالَوْا تو ان کو کہہ دیں آؤ! مراد ارادہ اور عزم کے ساتھ آنا ہے جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں۔ تعال تفکر فی ھذہ المسئالۃ یعنی اس مسئلہ پر غور کر لے۔

دعوتِ مباہلہ:

نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ (ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلالو ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم خود آتے ہیں تم بذات خود آؤ) یعنی ہم میں سے ہر ایک اپنے بیٹوں، عورتوں

اور اپنی ذات کو مباہلہ کیلئے بلا لے۔ ثُمَّ نَبْتَهِلْ (پھر یہ کہہ کر مباہلہ کریں) بَهْلَةُ اللّٰه علی الکاذب منّا و منکم اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ہم تم میں سے جھوٹے پر۔ البُهْلَةُ۔ یہ بَا کے ضمہ اور فتح دونوں کے ساتھ آتا ہے اس کا معنی لعنت ہے۔ بهله اللّٰه کا معنی اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی اور اس کو رحمت سے دور کر دیا۔ یہ تو ابتہال کا اصل معنی ہے۔ پھر یہ خوب گڑگڑا کر دعا کیلئے استعمال ہونے لگا۔ خواہ اس میں لعنت تلعن نہ ہو۔ روایت میں ہے کہ جب ان کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تو انہوں نے کہا ہم غور و فکر کر لیں۔ چنانچہ عاقب جو صاحب رائے تھا اس نے کہا اے عیسائیو! تم قسم بخدا جان چکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی مرسل ہیں اور جب کسی قوم نے کسی پیغمبر سے مباہلہ کیا تو انکا بڑا بچا اور نہ چھوٹا۔ اگر تم نے مباہلہ کیا تو تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے۔ پس اگر تم اپنے دین کی محبت میں انکار کرتے ہو تو ان سے معاہدۂ صلح کر کے اپنے علاقے کی طرف لوٹ چلو۔ پس وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں۔ اس حالت میں آئے کہ آپ نے حسین کو گود میں اٹھایا ہوا تھا اور حسن کا ہاتھ پکڑنے والے تھے فاطمہ آپ کے پیچھے چلنے والیں تھی جبکہ علی ان کے پیچھے تھے۔ اور آپ کہہ رہے تھے۔ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ اس پر نجران کے پادری نے کہا اے وفد نجران! میں اپنے سامنے ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو انکی دعا سے پہاڑ اپنی جگہ سے زائل ہو جائے گا۔ پس تم ان سے مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور سطح زمین پر کوئی ایک عیسائی بھی باقی نہ رہے گا۔ اس پر عیسائیوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہم نے رائے قائم کی ہے کہ مباہلہ نہ کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہزار حلّے ہر سال ادا کرنے پر ان سے صلح کر لی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اہل نجران پر ہلاکت لٹک رہی تھی۔ اگر وہ مباہلہ کرتے تو مسخ ہو کر بندر و سور بن جاتے۔ (ابو نعیم بالرواۃ المتروکین و المتهمين بالكذب)

اہم سوالات کے جوابات:

سوال: مباہلہ تو آپ اور آپ کے جھٹلانے والوں کے درمیان تھا پھر ابناء ونساء کو کیوں شامل کیا۔

جواب: ابناء ونساء کو اس لئے ملایا تا کہ آپکی اپنے دعویٰ کے متعلق سچائی اور پختگی خوب واضح ہو جائے۔ کہ آپ نے اپنے جگر پارے اور اعزہ کو بھی پیش کرنے سے دریغ نہ کیا اور فقط اپنے آپ کو ہی پیش نہیں کیا۔ کیونکہ آپ کو اپنے مخالف کے بمعہ اعزہ واقارب ہلاک ہونے کا یقین تھا۔ اگر مباہلہ پیش آتا۔

سوال: اعزہ میں سے ابناء ونساء کو خاص کیوں کیا؟

جواب: کیونکہ وہ اہل میں سب سے زیادہ پیارے اور دلوں میں محبوب ہوتے ہیں۔

سوال: انفس سے نساء اور ابناء کو پہلے کیوں لائے؟

جواب: ان کے مرتبہ و مقام پر متنبہ کرنے کیلئے

اس میں آپ کی نبوت کی سچائی کی واضح دلیل ہے کیونکہ مخالف و موافق کسی سے بھی یہ مروی نہیں کہ انہوں نے اس کو قبول کیا ہو۔

فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (پھر ہم اپنے اور تم میں سے جو عیسیٰ کے معاملہ میں جھوٹے ہوں ان پر لعنت بھیجیں)

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آ جاؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ کہ ہم عبادت نہ کریں

اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ

مگر اللہ کی، اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں ، اور اللہ کو چھوڑ کر ہم آپس میں کوئی کسی دوسرے کو رب

اللّٰهِؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

نہ بنائے، سو اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

نحو: نَبْتَهِلْ اور نَجْعَلْ یہ دونوں جملے نَدْعُ پر معطوف ہیں۔

۶۲: اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ اِنَّ هٰذَا (بیشک یہ واقعہ عیسیٰ علیہ السلام جو آپ کو بیان کیا گیا۔ لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ (البتہ سچا واقعہ ہے)

نحو: هُوَ، اِنَّ کے اسم وخبر کے درمیان ضمیر فصل ہے۔ یا ھو مبتداء اور القصص الحق خبر ہے اور جملہ ان کی خبر ہے۔ ضمیر فصل پر لام کا داخلہ درست ہے کیونکہ یہ لام خبر پر جب داخل ہو سکتی ہے تو ضمیر فاصل پر بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ کیونکہ وہ ضمیر مبتداء سے خبر کی بنسبت قریب تر ہے اور اصل قاعدہ تو یہ ہے کہ یہ لام مبتداء پر داخل ہو۔

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ (اور کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے)

نحو: مِنْ یہاں اِلٰهٍ پر داخل ہونے کے باوجود کلام میں استغراق کا اسی طرح فائدہ دے رہا ہے جیسا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں اللہ مبنی بافتح ہے۔ یہاں مقصود تثلیث کے سلسلہ میں نصاریٰ کی تردید ہے۔ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ (بیشک اللہ تعالیٰ البتہ زبردست ہے انتقام میں) اور الْحَكِیْمُ (حکمت والا ہے) تدبیر احکام میں۔

۶۳: فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ (پس اگر وہ اعراض کریں اور قبول نہ کریں) فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِالْمُفْسِدِیْنَ۔ (پس اللہ تعالیٰ فسادی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے) اس میں ان کو اس عذاب سے ڈرایا گیا جو اس آیت میں مذکور ہے۔ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یُفْسِدُوْنَ (النحل ۸۸)

۶۴: قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ (کہہ دیں اے اہل کتاب) اہل کتاب سے تورات وانجیل والے ہر دو مراد ہیں یا صرف وفد نجران یا یہود مدینہ۔ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ سواء مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یعنی برابری والا یعنی ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان برابری والی ہے)۔

ارباب کا معنیٰ:

بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ (ہمارے اور تمہارے درمیان) جس میں قرآن مجید اور تورات وانجیل مختلف نہیں ہیں۔کلمہ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر)۔یعنی اس بات کی طرف آؤ۔تاکہ ہم عزیر ابن اللہ اور مسیح ابن اللہ نہ کہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک ہمارے جیسا انسان ہے اور ہم اپنے پادریوں کی ان چیزوں میں اتباع نہ کریں جو انہوں نے اپنی طرف سے تحریم و تحلیل کے سلسلہ میں بنا رکھی ہیں اور ان میں شرع کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم انکی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔آپ نے فرمایا تم بتلاؤ کہ وہ تمہارے لئے چیزوں کو حلال و حرام کرتے ہیں اور تم انکی بات اختیار کرتے ہو۔آپ نے فرمایا یہی تو رب بناتا ہے۔(ترمذی)

فَاِنْ تَوَلَّوْا (اگر وہ توحید سے منہ موڑ لیں) فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (تو تم انہیں کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم تو فرماں بردار ہیں) یعنی میں نے تم پر حجت تمام کر دی پس اب تم پر واجب ہو گیا کہ تم یہ اعتراف کرو اور مان لو کہ ہم تمہارے سواء فرمان برداری اختیار کرنے والے ہیں۔

یہ اسی طرح ہے جیسا کہ جدال و مصارعت میں غالب مغلوب کو کہتا ہے۔اعترف بانی انا الغالب تو مان لے کہ میں غالب ہوں اور تو غلبہ میرے سپرد کر دے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ

اے اہل کتاب تم کیوں حجت کرتے ہو ابراہیم کے بارے میں، حالانکہ نہیں اتاری گئی توریت

وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ

اور انجیل مگر ان کے بعد، کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو، اے لوگو! تم ایسے لوگ ہو

حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ

جنہوں نے اس چیز میں جھگڑا کیا جس کا تمہیں کچھ علم تھا۔ پھر تم کیوں حجت کرتے ہو اس بات میں جس کا تمہیں

بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ

علم نہیں ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ نہیں تھے ابراہیم

يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ

یہودی اور نصرانی، لیکن وہ حق کو اختیار کرنے والے فرمانبردار تھے۔ اور مشرکین

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ

میں سے نہ تھے، بلاشبہ انسانوں میں ابراہیم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا اتباع کیا

وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

اور یہ نبی ہیں اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سب مومنین کا ولی ہے۔

ردِ نصاریٰ کا دیگر انداز:

۶۵: يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات وانجیل تو ان کے بعد اتریں) دراصل یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام ان میں سے تھے۔ اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے اس سلسلہ میں مجادلہ کیا۔ اس پر ان کو کہا گیا۔ کہ یہودیت کا وجود تو نزول تورات کے بعد ہوا جبکہ نصرانیت انجیل کے آنے کے بعد پیدا ہوئی۔ اور موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام کے مابین ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام اس دین پر کس طرح ہو سکتے ہیں جوان کے سینکڑوں سال بعد بنا ہو۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (کیا تم عقل نہیں رکھتے) کہ اس قسم کا ناممکن قول اپنی زبانوں پر لاتے ہو۔

۶۶: هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (دیکھو ایسی بات میں تو تم نے جھگڑا کیا ہی تھا جس کا تمہیں کچھ علم بھی تھا۔ (اس چیز میں جس کا تمہیں علم ہے) یعنی تورات وانجیل میں ان کو ذکر کر دیا گیا۔ پھر کیوں جھگڑتے ہو اس بات میں جس کا تمہیں علم نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)

نحوی تحقیق:

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ (خبردار تم وہ لوگ ہو) نحو: ھا یہاں تنبیہ کیلئے ہے۔ اَنْتُمْ مبتداء اور ھٰٓؤُلَآءِ اسکی خبر ہے۔

حاججتم: نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے جسکی بناء پہلے جملے پر ہے کہ تم ایسے احمق لوگ ہو۔ تمہاری حماقت اور قلت عقل اس انداز کی ہے کہ تم مسلمانوں سے مجادلے پر اترے ہوئے ہو۔ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ (اس چیز میں جس کا تمہیں علم ہے) یعنی تورات و انجیل میں ان کو ذکر کر دیا گیا۔ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ (ان چیزوں کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں) اور نہ ہی انکا تذکرہ تمہاری کتاب میں موجود ہے جیسے دین ابراہیم علیہ السلام

نحو: یہ بھی کہا گیا کہ ھٰٓؤُلَآءِ۔ اَلَّذِيْنَ کے معنی میں ہے۔ اور حَاجَجْتُمْ یہ اسکا صلہ ہے قراءت ابوعمرو اور مدنی نے هٰٓاَنْتُمْ کو پورے قرآن میں مد کے ساتھ بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہ بات جس میں تم حجت بازی کر رہے اور تم اس سے ناواقف ہو) اگلی آیات میں ان کے دین سے براءت کا اس طرح اظہار کیا گیا۔

۶۷: مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (کہ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ حنیف مسلم تھے اور مشرکین میں سے بھی نہ تھے) گویا یہاں مشرکین سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں۔ کیونکہ وہ عزیر و مسیح کو الوہیت میں شریک کرتے تھے۔ یا معنی یہ ہے کہ وہ مشرکین میں سے نہ تھے جیسا کہ یہود ونصاریٰ میں سے نہ تھے۔

ابراہیم علیہ السلام کے قریب ترین:

۶۸: اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (لوگوں میں ابراہیم سے قریب تر اور ان کے ساتھ خاص البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکی ان کے زمانہ یا بعد میں اتباع کی اور یہ پیغمبر اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کارساز و مددگار ہے)۔ اَوْلٰى یہ الوَلْیُ سے ہے۔ جس کا معنی قرب ہے۔ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ (البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکی ان کے زمانہ یا بعد میں اتباع کی)۔

وَهٰذَا النَّبِىُّ (اور یہ پیغمبر) خاص طور پر۔ آپ کا خاص طور پر تذکرہ فضیلت میں خاص ہونے کی وجہ سے ہے۔ مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور وہ لوگ جو ایمان لائے) یعنی انکی امت میں سے۔ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کارساز و مددگار ہے)۔

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ

اہل کتاب کی ایک جماعت نے اس بات کی خواہش کی کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کر دیں۔ اور وہ گمراہ نہیں کرتے

اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٩﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ

مگر اپنے ہی نفسوں کو اور وہ نہیں سمجھتے، اے اہل کتاب تم کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی

اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

آیات کے ساتھ، حالانکہ تم اقرار کرتے ہو، اے اہل کتاب تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں مخلوط کرتے ہو

وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٧١﴾ ع ٧ ٨ ١٥

اور حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔

یہود کے طرزِ عمل کی مذمت:

۶۹: وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ۔ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ (اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کر دیں حالانکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کرنے والے ہیں اور ان کو اس کا شعور بھی نہیں) طائفہ سے مراد یہود ہیں انہوں نے عمار، حذیفہ معاذ رضی اللہ عنہم کو یہودیت کی طرف بلایا۔ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ (حالانکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کرنے والے ہیں) یعنی انکی گمراہی کا وبال ان پر پڑے گا۔ کیونکہ ان کے اضلال اور ضلال کی وجہ سے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (اور ان کو اسکا شعور بھی نہیں)۔

منکرین نبوت کو خطاب:

۷۰: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو اور تم گواہی دیتے ہو) آیات سے مراد تورات وانجیل ہیں۔ اور ان کے ساتھ کفر سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کتابوں کی ان باتوں کو نہیں مانتے تھے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صحیح ہونے پر دلالت کرنے والی تھیں۔ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۔ (حالانکہ تم گواہی دیتے ہو) یعنی یہ اعتراف کرتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔ یا تم قرآن کا انکار کرتے ہو۔ اور نبوت کے دلائل کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ آپکی تعریف دونوں کتابوں میں موجود ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی تمام آیات کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ برحق ہیں۔

وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ

اور کہا اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہ ایمان لاؤ اس پر جو نازل کیا گیا مسلمانوں

اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا

پر دن کے شروع حصہ میں، اور منکر ہو جاؤ دن کے آخر حصہ میں امید ہے کہ یہ لوگ واپس لوٹ آئیں۔ اور اقرار مت کرنا

اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ

مگر ایسے شخص کے سامنے جو تمہارے دین کا تابع ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ ہدایت وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے۔ یہ باتیں تم اس لئے کرتے ہو کہ کسی

مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ

دوسرے کو ایسی چیز مل رہی ہے جو تمہیں دی گئی یا اس لئے کہ وہ تم پر دلیل میں غالب ہو جائیں گے تمہارے رب کے پاس۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ فضل

بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ

اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ اسے عطا فرماتا ہے جسے چاہے اور اللہ واسع ہے خوب جاننے والا ہے۔ وہ مخصوص فرماتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ

مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۴﴾

جس کو چاہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تفسیر آیت ۷۱:

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم کیوں حق کو باطل سے ملاتے ہو) عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام پر ایمان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کے ساتھ ملاتے ہو۔ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ (اور تم حق کو چھپاتے ہو) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (حالانکہ تم جانتے ہو) کہ وہ سچے ہیں۔

یہود دیانہ چال:

۷۲: وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ (اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا) اپنے درمیان۔ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (تم اس پر ایمان لاؤ۔ جو ان لوگوں پر اتارا جائے) یعنی قرآن وَجْهَ النَّهَارِ (دن کی ابتداء میں) یعنی شروع دن میں جو قرآن مسلمانوں پر اترے اس پر ایمان ظاہر کرو۔ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ (اور دن کے آخر میں اسکا انکار کردو) لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ (شاید کہ مسلمان لوٹ جائیں) یعنی

مسلمان یہ کہنے لگیں کہ یہ اہل کتاب اور اہل علم ہو کر اس کو چھوڑ رہے ہیں ان کو اس میں خرابی معلوم ہوئی ہوگی۔ پس اس طرح کرنے سے یہ بھی اسلام سے لوٹ آئیں۔

یہود کا جھوٹا زعم کہ تورات جیسی کتاب کسی کو نہیں مل سکتی:

٧٣: وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْيُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ (اور نہ تم اعتماد کرو مگر اسی کا جو تمہارے دین کی اتباع کرے۔ کہہ دیں بیشک حقیقی ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے ایسی باتیں اس لیے کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی ایسی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی)

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا پہلا مطلب:

نحو: وَلَا تُؤْمِنُوْ ا کا تعلق اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ سے ہے۔ اور ان کے درمیان جملہ معترضہ ہے اب معنی یہ ہوگا اپنے ایمان کو اپنے اہل دین کے سواء اور کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ اس طرح کہ کسی کو تم جیسی کتاب مل سکتی ہے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ اپنی اس بات کو خفیہ رکھو کہ مسلمانوں کو بھی تم جیسی کتاب مل گئی ہے اور یہ راز فقط انہی کے سامنے افشا کرو جو تمہارے خاص گروہ کے لوگ ہوں۔ مسلمانوں کو مت بتا دینا کہیں وہ اسلام پر زیادہ پختہ نہ ہو جائیں۔ اور نہ ہی یہ راز مشرکین کے سامنے ظاہر کرنا تاکہ مسلمان ان کو اسلام کی طرف دعوت نہ دینے لگیں۔ اَوْيُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ (یا وہ حجت میں تم پر غالب آجاویں تمہارے رب کی نزدیک)۔

دوسرا معنی:

نحو: اَنْ يُّؤْتٰٓى پر عطف ہے اور اَوْيُحَآجُّوْكُمْ کی ضمیر اَحدٌ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اَحدٌ اگرچہ واحد ہے مگر معنی جمع ہے کیونکہ دائرۂ نفی میں واقع ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اپنے لوگوں کے سواء دوسروں پر اعتماد نہ کرنا کہ مسلمان تم پر حجت حق میں غالب آجائیں گے۔ اور جملہ معترضہ کا معنی یہ ہے کہ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے جو چاہے اس ہدایت کو اختیار کر کے اس پر ایمان لے آئے یا اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اور یہ اسی طرح ہوا۔ (مقصد یہ تھا کہ تم ہدایت پر نہیں ہو صرف حسد تمہیں اس مکاری پر آمادہ کر رہا ہے۔) مگر تمہاری یہ مکاری اور حیلہ بازی اور مسلمانوں کی تصدیق سے رکنا اور مشرکین کو روکنا فائدہ نہ دے گا۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (کہہ دیں کہ بیشک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنا فضل عنایت کرتا ہے) فضل سے مراد ہدایت و توفیق ہے۔

تفسیر معنی و مطلب:

یا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ پر کلام تام ہوگیا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ تم یہ ظاہری ایمان جو شروع دن میں لاتے ہو مت لاؤ مگر ان لوگوں کے سامنے جو پہلے تمہارے دین کے پیروکار تھے پھر انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ کیونکہ ان کے اسلام سے پھر جانے کی دوسروں کی

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ

اور اہل کتاب میں بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس اگر بہت زیادہ مال امانت رکھ دو گے تو وہ تمہاری طرف ادا کر دیں گے اور ان میں

مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ

ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک دینار امانت رکھ دو گے تو تمہاری طرف ادا نہیں کریں گے مگر یہ کہ تم برابر سر پر کھڑے رہو

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ ان پڑھوں کے بارے میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے اور وہ اللہ پر

الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾

جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں، ہاں جس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقیوں کو دوست رکھتا ہے۔

بنسبت زیادہ امید ہے۔ اور اَنْ يُّؤْتٰٓى کا معنی لِاَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ تم اس لئے جلتے ہو کہ دوسروں کو اسی جیسی کتاب دی گئی جیسی تمہیں دی گئی۔ تم نے یہی بات کہی اور اسی خاطر تدبیر کرتے ہو اور کوئی غرض نہیں۔ بس حسد و بغض ہے، جو تمہارے اندر ہے۔ اس بناء پر کہ کسی کو اس جیسی کتاب اور علم میسر ہو جو تمہیں ملا ہے۔ اور اسی بات نے تمہیں اس بات کے کہنے پر آمادہ کیا۔ جو تم نے کہی ابن کثیر کی قراءت مد اور استفہام کے ساتھ اس پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی الا ان یوتی احدٌ مثل ما اوتیتم من الکتاب تحسد و نهم۔ کیا اب کسی کو اس جیسی کتاب دی گئی جیسی کتاب تمہیں ملی۔ کہ تم ان پر حسد کرتے ہو۔ (یعنی اس جیسی کتاب کسی کو کب مل سکتی ہے) اس صورت میں اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ کا معنی یہ ہوگا کہ تم نے ساری تدبیر اسی خاطر کی ہے کہ کسی کو تم جیسی کتاب دے دی گئی۔ یا ابھی تک تمہارے انکار کی وجہ سے تمہارے رب کے ہاں انکی حجت بازی تمہارے ساتھ متعلق نہیں ہوئی۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ (اللہ تعالیٰ وسیع رحمت والے ہیں) عَلِيْمٌ۔ (مصلحتوں کو جاننے والے ہیں)

شاہی اعلان:

۷۴: يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ (وہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں خاص کرتے ہیں) رحمت سے مراد یہاں نبوت یا اسلام ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ (اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والے ہیں)۔

یہود میں امین اور خائن طبقہ:

۷۵: وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ (اہل کتاب میں بعض ایسے لوگ ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس ایک خزانہ امانت رکھیں وہ اس کو تمہیں ادا کر دیں) وہ عبداللہ بن سلامؓ ہیں کہ

انہوں نے قریش کے ایک آدمی سے بارہ سو اوقیہ سونا لیا۔ انہوں نے واپس ادا کر دیا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ (ان میں بعض وہ ہیں کہ اگر تم ان کو ایک دینار بطور امانت دو تو بھی تمہیں ادا نہ کریں) اسکا مصداق فخاص بن عاز وراء تھا کہ جس کے پاس ایک قریشی نے ایک دینار بطور امانت رکھا تو اس نے انکار کر دیا۔ اور کھا پی گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ یہود میں غلبہ خیانت کی وجہ سے امین قلیل اور نصاریٰ میں غلبۂ امانت کی وجہ سے خائن قلیل ہیں۔ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا (مگر اتنی مدت کہ تم اس پر ہمیشگی کرو) یا صاحب حق اسکے سر پر مسلط رہے۔ اور اس کو لازم پکڑ لے۔

قراءت: يُؤَدِّهٖٓ اور لا يُؤَدِّهٖٓ۔ ھا کے کسرہ کو اشباع کے ساتھ مکی، شامی، نافع، علی اور حفص نے پڑھا ہے۔ جبکہ ابو عمرو کی ایک روایت میں اختلاس اور دوسروں نے سکون ھا ء سے پڑھا ہے۔ ذٰلِكَ کا مشارٌ الیہ ترک اداء ہے۔ جس پر لا يُؤَدِّهٖٓ دلالت کر رہا ہے۔ بِاَنَّهُمْ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں۔ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ یعنی انہوں نے ادائیگی حقوق اس وجہ سے ترک کی ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ (کہ ان پڑھوں کا مال کھانے میں ہمیں کچھ گناہ نہیں) مقصد انکا یہ تھا کہ جو اہل کتاب نہیں ہم انکا مال کھائیں۔ ان کو نقصان پہنچائیں ہمیں کچھ گناہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہمارے دین پر نہیں وہ اپنے مخالفین پر ظلم کو حلال قرار دیتے اور کہا کرتے تھے۔ ہماری کتاب میں اس کو حرام قرار دیا گیا۔ (بقول کسے۔ رام، رام جپنا پرایا مال اپنا یہ انکا مذہب تھا) یہ بھی کہا گیا کہ بعض یہود نے کسی قریشی سے سودا کیا۔ جب وہ قریشی مسلمان ہو گئے تو انہوں نے مال کا تقاضہ کیا تو یہود نے کہا تمہارا ہمارے ذمہ کوئی حق نہیں اس لئے کہ تم نے اپنا دین چھوڑ دیا اور کہنے لگے کہ یہ ہماری کتاب کا مسئلہ ہے۔ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) یہ دعویٰ کر کے کہ یہ بات انکی کتاب میں موجود ہے۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (حالانکہ وہ جانتے ہیں) کہ وہ جھوٹے ہیں۔

دعویٰ بے گناہی کی تردید:

۷۶: بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ بَلٰى (کیوں نہیں) ان پڑھوں کا مال کھانے میں بے گناہی کے دعویٰ کی تردید ہے۔ کہ ان پر ضرور گناہ ہوگا۔ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ سے ڈرے یہ جملہ مستانفہ ہے یہ اس جملہ کیلئے دوبارہ لایا گیا۔ جس کے قائم مقام بَلٰى ہے۔ بِعَهْدِهٖ کی ضمیر ہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی ہر وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو پورا کیا اور اس سے ڈرا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو متقی لوگ پسند ہیں۔

نکتہ: یہاں ضمیر ھم کی بجائے الْمُتَّقِيْنَ۔ اسم ظاہر کو لائے پھر ضمیر کا مرجع خاص مَنْ تھا۔ اسکی بجائے متقین کو عام کر دیا۔ تاکہ اس میں ایمان اور دیگر تمام صالحات داخل ہو جائیں اور کفر وغیرہ اور دیگر برے اعمال جن سے بچنا ضروری ہے۔ ان سے پرہیز کو بھی تقویٰ میں شامل کر دیا۔

تارکین خیانت اللہ کو پسند ہیں:

دوسرا قول یہ ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ اور انہی جیسے اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے اس سے مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ضمیر مَنْ اَوْفٰى کی طرف لوٹانی جائز ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ شخص جس نے اس معاہدہ کو پورا کیا جو اللہ تعالیٰ سے کر رکھا تھا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ

بے شک اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے مقابلہ میں جو لوگ حقیر معاوضہ لیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں

لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا

کوئی حصہ نہیں اور نہ ان سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر فرمائے گا اور نہ ان کو پاک

یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ

فرمائے گا اوران کے لئے عذاب ہے دردناک۔ اور بلاشبہ ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو اپنی زبانوں

لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

کو موڑ کر کتاب بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم اس کو کتاب سے سمجھو حالانکہ وہ کتاب سے نہیں ہے، اور وہ

وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس سے ہے حالانکہ وہ اللہ کے پاس سے نہیں ہے، اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

اور ترک خیانت وغدر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتے ہیں۔

۷۷: اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ، وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

شانِ نزول: یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جنہوں نے تورات کی تحریف کی۔ اور جن یہود نے آپ کی صفات تورات میں بدل ڈالیں۔ اور اس پر رشوت وصول کی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ (بیشک وہ لوگ جو تبدیل کرتے ہیں) بِعَهْدِ اللّٰهِ (اللہ کے اقرار کو) جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رسول مصدق پر ایمان لانے کے سلسلہ میں کر رکھا ہے۔ وَاَیْمَانِهِمْ (اور اپنی قسموں کو) اور اس پر ایمان لانے کے سلسلہ میں جو حلف دے رکھا ہے۔ کہ قسم بخدا ہم اس پر ضرور ایمان لائیں گے اور انکی نصرت کریں گے۔ ثَمَنًا قَلِیْلًا (تھوڑی قیمت) یعنی دنیا کا سامان، سرداری، رشوت وغیرہ اور اسی طرح کی دیگر چیزیں۔

نحو: بِعَهْدِ اللّٰهِ سے یہ بات مزید پختہ ہوجاتی ہے کہ بِعَهْدِهٖ کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کریں گے) جس سے انکو خوشی ہو۔ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (اور نہ انکی طرف قیامت کے دن توجہ فرمائیں گے) نظر سے مراد نظر رحمت ہے۔ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ۔ (اور نہ انکی تعریف فرمائیں گے) وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (ان کیلئے دردناک عذاب ہے)۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ

کسی بشر سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ اسے کتاب حکمت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے یوں کہے

لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ

کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، اور لیکن وہ یہ کہے گا کہ تم اللہ والے ہو جاؤ اس وجہ سے

تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝٧٩ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا

کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم پڑھتے ہو۔ اور وہ تمہیں یہ حکم نہیں دے گا

الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝٨٠ ع ٨/٩/١٦

کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب بنا لو، کیا وہ تم کو کفر کا حکم دے گا۔ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔

ایک اور یہودی چال:

۷۸: وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ وَاِنَّ مِنْهُمْ (اور بیشک ان میں سے) ھم سے مراد اہل کتاب ہیں۔ لَفَرِيْقًا (ایک گروہ ایسا ہے) وہ کعب بن اشرف، مالک بن صیف حیی بن اخطب وغیرہ ہیں۔ يَلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ (وہ اپنی زبانوں کو کتاب کے ساتھ موڑتے ہیں) اپنی قراءت کے ساتھ ان کو صحیح سے محرف کی طرف بدل دیتے ہیں۔ اَللَّیُّ۔ بٹنا اور وہ پھیرنے کو کہتے ہیں۔ مراد انکا تحریف کرنا ہے۔ مثلاً آیت رجم اور صفات محمد ﷺ اور اسی طرح کی دیگر امثلہ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ (تا کہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں وہ کتاب میں سے ہے) ہٗ کی ضمیر اسکی طرف لوٹتی ہے جس پر يَلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ کی دلالت ہے۔ اور وہ محرف شدہ مضامین ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ یہ مراد لی جائے کہ کتاب کے ہم شکل مضامین کیلئے وہ اپنی زبانیں موڑتے ہیں تا کہ تم ان مضامین کو کتاب میں سے خیال کرو۔ الکتاب سے مراد تورات ہے۔ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ (حالانکہ وہ تورات سے نہیں) وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) یہ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کی تاکید ہے اور انکی مزید مذمت کے لئے لائی گئی ہے۔ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ (حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں)

معبودیت مسیح کا رَد:

۷۹: مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔ (کسی انسان کے لئے مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو

کتاب دے) اس آیت میں عبادت عیسیٰ کا جو دعویٰ انہوں نے کیا تھا اسکی تکذیب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کو اسی طرح سلام کرتے ہیں جیسا کہ ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ کیا آپ کو سجدہ نہ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کے لئے سجدہ مناسب نہیں۔ لیکن اپنے پیغمبر کا احترام کرو اور ان کے اہل کا حق پہچانو!

(واحدی فی اسباب النزول)

وَالْحُكْمَ (اور حکمت) اور مراد اس سے سنت یا معاملات کے فیصلے۔ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ اور نبوت دے پھر وہ کہنے لگے۔ يَقُوْلَ کا عطف يُّؤْتِيَهُ پر ہے۔ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ (لوگوں کو کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ وہ کہتا ہے تم ربانیین بن جاؤ)۔

ربانی کون ہیں؟

الربانی یہ رب سے اسم منسوب ہے۔ الف نون اس میں زائد لگا ہے۔ ربانی اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اور اسکے دین کی اطاعت کو مضبوطی سے تھامنے والا ہو۔ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی تو محمد بن حنفیہ نے کہا مات رَبَّانِيُّ هذه الامة اس امت کا ربانی مر گیا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ ربانیین علماء وفقہائے امت کو کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے۔ علمائے معلمین مراد ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے کہ ربانی عالم باعمل کو کہتے ہیں۔ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ۔

قراءت: کوفی وشامی نے اسی طرح پڑھا۔ دیگر قراء نے تخفیف سے پڑھا۔ تُعَلِّمُوْنَ کا معنی دوسروں کو پڑھانے والے ہو۔

علم والے ہو تو عمل والے بنو:

(وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ) اور اس سبب سے کہ تم پڑھتے ہو مطلب یہ ہے اس وجہ سے کہ تم علم والے ہو اور اس وجہ سے کہ علم خود پڑھنے والے ہو یہ ربانیت یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے کی قوت۔ تعلم وتعلیم ہی کی وجہ سے تھی۔ اور اس انسان کی بد نصیبی کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا اور اپنی روح کو تکلیف دی تاکہ اپنے اندر علم کو جمع کرلے پھر اس علم کو ذریعہ عمل نہیں بنایا۔ اسکی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی نے پر رونق خوبصورت درخت لگایا مگر اسکے پھل سے فائدہ نہ اٹھایا۔

دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا کہ تدرسونه علی الناس۔ تم وہ لوگوں کو پڑھاتے ہو۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ (الاسراء آیت:۱۰۶) پس تدرسون کا معنی پڑھانا ہے۔ جیسا ابن جبیر کی قراءت میں ہے۔

۸۰: وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

مَاكَانَ کو نفی میں تاکید کے لئے لائے:

نحو: وَلَا يَاْمُرَكُمْ (اور نہ یہ بات بتلا دیگا کہ تم) یہ نصب کے ساتھ ثم یقول پر عطف ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ لا کو ماکان لبشر کی نفی میں تاکید پیدا کرنے کیلئے لا يَاْمُرَكُمْ پر بڑھا دیا ہے۔ اب مطلب یہ ہے کہ کسی ایسے انسان کو مناسب نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نبوت پر فائز کرے اور عبادت میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنے اور شرکاء کو ترک کرنے کی توفیق دیدیں۔ تو پھر وہ لوگوں کو

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ

اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں جو کچھ بھی تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ

پھر آ جائے تمہارے پاس رسول جو تصدیق کرنے والا ہو اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا

ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا

کیا تم نے اقرار کر لیا اور تم نے اس پر میرا مضبوط عہد قبول کر لیا؟ انہوں نے کہا ہاں ہم نے اقرار کر لیا، فرمایا سو تم گواہ رہو

وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پھر جو شخص اس کے بعد روگردانی کرے گا سو یہی لوگ

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

نافرمان ہیں۔

حکم دینے لگے کہ وہ اسکے بندے اور عابد بن جائیں اور وہ یہ حکم دینے لگے کہ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا (کہ تم ملائکہ اور انبیاء کو رب بنالو) یہ اسی طرح ہے جیسا محاورہ میں کہتے ہیں۔ ما کان لزید ان اکرمہ ثم یھیننی ولا یستخف بی۔ زید کو مناسب نہیں کہ میں اسکا اکرام کروں اسکے باوجود پھر وہ میری توہین وتخفیف کرے۔ یعنی اکرام کے ہوتے ہوئے توھین و تخفیف روانہیں۔

قراءت رفع کا معنی:

اگر رفع والی قراءت ہو وَلَا يَاْمُرُكُمْ جیسا کہ حجازی، ابوعمرو علی نے پڑھا ہے تو اس صورت میں یہ ابتدائی کلام ہے اور اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ (کیا وہ تم کو کفر کی بات بتادیگا) کی ہمزہ استفہام انکاری کیلئے ہوگی اور لَا يَاْمُرُكُمْ اور اَيَاْمُرُكُمْ کی ضمائر فاعلیہ بشیر کی طرف لوٹیں گی یا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں گی۔

مطلب یہ ہوا کہ تعجب ہے کہ وہ تم کو کفر کا حکم دے۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (اسکے بعد کہ تم مسلمان ہو) یہ آیت کا حصہ دلالت کر رہا ہے کہ مخاطبین مسلمان تھے اور وہ وہی لوگ تھے جنہوں نے سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی۔

تذکرہ میثاق النبیین اور دو تفسیریں:

۸۱: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ

وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ۔

(جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ وعدہ لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں) یہ آیت انبیاء علیہم السلام سے میثاق لینے کے سلسلہ میں اپنے ظاہر پر ہے۔

پہلی تفسیر: اولاد کا لفظ میثاق کے بعد محذوف ہے کہ اولاد انبیاء یعنی بنی اسرائیل مراد ہیں اس صورت میں لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ میں لام تمہید قسم کیلئے ہے۔ کیونکہ میثاق لینے کا معنی ہی قسم لینا ہے اور لَتُؤْمِنُنَّ کی لام جواب قسم کے لئے ہے۔ مَا شرطیہ اور لَتُؤْمِنُنَّ شرط و قسم دونوں کا جواب ٹھہرا۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے قسم لے لی تھی کہ اگر میں تم کو کتاب عطاء کروں پھر اس کتاب کی تصدیق کرنے والا رسول تمہارے ہوتے ہوئے آجائے تو تم اسکی تصدیق کرنا۔

نمبر۲۔ ما موصولہ ہو اور مِن کتاب اسکا صلہ اور لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ آخر تک خبر ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ جو کتاب میں نے تمہیں دی ہے اس پر تم ضرور ایمان لانا۔ ثُمَّ جَآءَكُمْ اسکا عطف صلہ پر ہے اور اسکی ضمیر ما محذوف کی طرف لوٹتی ہے۔ اور تقدیر عبارت اس طرح ہے ثم جاء کم به (پھر لایا تمہارے پاس وہ کتاب) رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ ایک ایسا رسول جو تصدیق کرنے والا ہے۔ اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے) لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ (تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لانا) اور وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (اور تم ضرور اس رسول کی امداد کرنا) رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ حمزہ کی قراءت میں لِمَا کی لام جارہ مکسورہ ہے۔ اور مَا، الَّذِیْ کے معنی میں ہے۔ یا مَا مصدر یہ ہے مطلب یہ ہوا اس لئے کہ میں نے تمہیں کتاب و حکمت دی پھر اس رسول کے آنے کی وجہ سے جو تصدیق کرنے والا ہے۔ اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے۔

دوسری تفسیر: لام تعلیلیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے پختہ عہد لیا کہ تم رسول پر ضرور ایمان لانا اور انکی ضرور مدد کرنا اس لئے کہ میں نے تمہیں حکمت دی ہے اور وہ رسول جس پر ایمان لانے اور اسکی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور وہ رسول جن پر ایمان کیلئے میں تمہیں حکم دے رہا ہوں۔ وہ تمہارے موافق ہیں مخالف نہیں۔

قراءت: اٰتَیْتُكُمْ کو مدنی نے اٰتَیْنَاکُمْ پڑھا ہے۔ قَالَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ (کیا تم نے عہد قبول کر لیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا) عہد کو اصر کہا کیونکہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو پختہ اور مضبوط کیا جاتا ہے۔ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا (انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تم ایک دوسرے پر اقرار میں گواہ ہو جاؤ)۔

تاکید برائے احتیاط مزید:

وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں درحقیقت یہ تاکید کیلئے فرمایا تاکہ عہد کی خلاف ورزی سے وہ اور زیادہ محتاط رہیں جبکہ وہ یہ مانیں کہ یہ جان کر کہ اس پر تو ہم میں سے ہر ایک دوسرے پر گواہ ہے۔ اور خود ذات باری تعالیٰ بھی گواہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ۔

۸۲: فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (جو اس تاکید اور پختہ عہد کے بعد اس سے منہ موڑے گا) اور قبول کر لینے کے بعد اس عہد کو توڑ دے اور آنے والے پیغمبر پر ایمان سے اعراض کرے۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (وہ وہی فاسق ہیں)

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کیا اللہ کے دین کے علاوہ کوئی دین تلاش کرتے ہیں حالانکہ وہ سب اس کے فرمانبردار ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں

طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

خوشی سے اور مجبوری سے۔ اور اسی کی طرف سب واپس ہوں گے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ نازل کیا گیا ہم پر

وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

اور اس پر جو نازل کیا گیا ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور ان کی اولاد پر

وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ

اور اس پر جو عطا کیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے، ہم ان میں سے کسی کے درمیان بھی تفریق نہیں

مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ

کرتے اور ہم اس کے لئے فرمانبردار ہیں اور جو کوئی شخص اسلام کے علاوہ کسی دین کو طلب کرے گا تو ہرگز

يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

یعنی سرکش کفار ہیں۔

دین اسلام کے ہوتے اور دین کی طلب نہیں ہوسکتی:

۸۳: اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔ یہاں ہمزہ استفہام انکاری کا فَا عاطفہ پر داخل ہوا۔ جملہ کا عطف جملہ پر ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ وہ وہی فاسق ہیں جبھی تو اللہ تعالیٰ کے دین کے علاوہ اور دین کے متلاشی ہیں۔ پھر ہمزہ کو درمیان میں فَا عاطفہ پر داخل کر دیا۔ تقدیر عبارت یہ ہے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ (کیا یہ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں)

دوسری تفسیر: یہ کہ محذوف پر عطف ہو اور عبارت اس طرح ہو أیتولون فَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ (کیا وہ منہ موڑتے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے سواء اور (دین کے) متلاشی ہیں) غیر دین اللہ مفعول ہے۔ اس کو اپنے فعل سے مقدم کیا کیونکہ وہ زیادہ اہم ہے۔ اس طرح کہ ہمزہ میں جو انکار ہے وہ معبود باطل کی طرف متوجہ ہونے والا ہے۔ (گویا یہ اشارہ کر دیا کہ دین اللہ کے ساتھ دوسرے دین کی طلب نہیں ہوسکتی) وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ (حالانکہ اسی ہی کے فرماں بردار ہیں جو آسمانوں میں ہیں) یعنی فرشتے

وَالْاَرْضِ (اور زمین میں) یعنی جن وانس طَوْعًا (مان کر) یعنی دلائل وانصاف کو سامنے رکھتے ہوئے۔ وَّکَرْهًا (مجبوری سے) تلوار کے ذریعہ یا عذاب کو آنکھوں سے دیکھ کر جیسے طور لٹکا کر۔ فرعون اور آل کا غرقاب ہوتے دیکھ کر یا موت کو جھانک کر۔ جیسا فرمایا فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا جب انہوں نے ہماری پکڑ کو دیکھا تو کہنے لگے ہم تو اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کو مانتے ہیں۔

نحو و قراءت:

نحو : حال ہونے کی بناء پر طَوْعًا اور کَرْهًا منصوب ہے۔ ای طائعین و مکرھین۔ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ (اسی کی بارگاہ میں ان کو لوٹایا جائے گا) پس وہ تمہارے اعمال کا بدلہ دیں گے۔

قراءت: یَبْغُوْنَ اور یُرْجَعُوْنَ دونوں میں حفص کے نزدیک یا پڑھیں گے۔ مگر ابوعمرو نے یُرْجَعُوْنَ کو تُرْجَعُوْنَ کیونکہ باغی ہی منہ موڑنے والے ہیں۔ اور لوٹنے والے تو تمام لوگ ہیں۔ باقی تمام قراء نے دونوں میں تا پڑھی ہے اور جیم پر فتحہ پڑھا ہے۔

۸۴: قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (کہہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور جو ہم پر اتارا گیا) اس میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی طرف سے اور ایمان والوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی خبر دیں۔ اسی لئے قُلْ صیغہ واحد کا اور اٰمَنَّا میں جمع کا صیغہ اور ضمیر لائی گئی۔ یا اپنی طرف سے اس انداز سے بات کریں جیسے بادشاہ بات کرتے ہیں۔ یہ انداز اپنے پیغمبر کی قدر و منزلت کو بڑھانے کیلئے اختیار کیا گیا۔

لطیف نکتہ:

اُنْزِلَ یہاں حرف عَلٰی جو استعلاء اور بلندی کو ظاہر کرتا ہے اس کے ساتھ متعدی کیا گیا۔ اور سورۃ بقرہ میں حرف اِلٰی جو انتہاء کیلئے آتا ہے۔ اس سے متعدی کیا گیا تا کہ دونوں معانی پائے جائیں وحی اترتی تو بلندیوں سے ہے۔ اور رسول تک ختم ہوتی ہے۔ کبھی ایک معنی ثابت کیا جبکہ دوسری مرتبہ دوسرا معنی۔

ایک محل نظر قول:

صاحب لباب نے کہا کہ سورۃ بقرہ میں "قولوا" سے خطاب امت کو کیا گیا اور وہ خطاب الٰی کے لفظ سے درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کتابیں انبیاء علیہم السلام اور انکی امتوں تک پہنچتی ہیں۔ اور یہاں قُلْ سے آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے نہ کہ امت کو پس آپ کے مناسب علٰی کا لفظ تھا کیونکہ کتاب پیغمبر ﷺ پر اتری ہے امت کی اس میں شرکت نہیں۔ مگر انکی یہ بات محل نظر ہے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے۔ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (آل عمران۔۷۲) یہاں اُنْزِلَ کو عَلٰی کے ساتھ ایمان والوں کیلئے ذکر کیا گیا۔

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ (اور جو اتارا گیا ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف) الاسباط سے اولاد یعقوب علیہ السلام میں جو پیغمبر ہوئے وہ مراد ہیں۔ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ (اور جو موسیٰ و عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام دیئے گئے) سورۃ بقرہ میں وَمَآ اُوْتِیَ کو دوبارہ لایا گیا مگر یہاں لما

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ

اللہ کیونکر ہدایت دے اس قوم کو جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا۔ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ بلاشبہ رسول

حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾ اُولٰٓئِكَ

حق ہے اور ان کے پاس واضح دلائل بھی آ گئے، اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ وہ لوگ ہیں

جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾ۙ

جن کی سزا یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾ۙ اِلَّا

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی، سوائے

الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۫ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ غفور ہے

رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ

رحیم ہے۔ بیشک جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا پھر کفر میں بڑھتے رہے ہرگز

تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ان کی توبہ قبول نہ ہو گی اور یہ لوگ پکے گمراہ ہیں بیشک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا

وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ

اور وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو ان میں سے کسی سے زمین بھر کر بھی سونا قبول

ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ

نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اپنی جان کے بدلہ میں دینا چاہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کے لئے

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٩١﴾ع ١١ ١٧

کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اتیتکم میں ایتاء کا تذکرہ آچکا تھا۔اسلئے ایک مرتبہ ہی ذکر کیا۔مِنْ رَّبِّهِمْ (اپنے رب کے ہاں سے) لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (ہم ان میں سے کسی کے مابین ایمان کے سلسلہ میں تفریق نہیں کرتے) جس طرح یہود ونصاریٰ نے کر رکھی ہے۔وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (اور ہم اس کو یکتا ماننے والے ہیں) اور اپنے نفوس کو خالص کرنے والے ہیں کہ اسکی عبادت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔

مرتدین کا حکم:

۸۵: وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ (جو اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین تلاش کرے) دین اسلام سے مراد توحید اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری یا دین محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔دِيْنًا یہ يَبْتَغِ سے تمیز ہے۔فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ (پس وہ ہرگز اس سے قبول نہ کی جائے گی اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا) یعنی ان لوگوں میں سے ہوگا۔یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو مکہ میں اسلام لائے پھر اسلام سے ارتداد اختیار کر کے اہل مکہ سے جا ملے۔

بے ڈھنگے ہدایت سے محروم رہتے ہیں:

۸۶: كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہو گئے بعد اپنے ایمان لانے کے اور بعد اپنے اس اقرار کے کہ رسول سچے ہیں اور بعد اس کے کہ ان کو واضح دلائل پہنچ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے) وَشَهِدُوْٓا میں واوٌ حال کیلئے ہے اور قَدْ مضمر ومحذوف ہے۔ای کفروا وقدشَهِدُوْا انہوں نے کفر کیا حالانکہ وہ گواہی دے چکے کہ رسول برحق ہیں۔الرسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔یا واوٌ عاطفہ ہے اور ایمان مصدر ہونے کے باوجود اپنے اندر فعل کا معنی رکھتا ہے کیونکہ اسکا معنی یہ ہے اس کے بعد کہ وہ ایمان لا چکے۔وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ بینات سے مراد روشن دلائل جیسے قرآن اور تمام معجزات۔وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔اللہ تعالیٰ کافروں کو کفر پر رہتے ہوئے جنت کی راہ پر نہ لے جائیگا۔یا ان کو جنت کا راستہ نہ دکھائے گا۔اگر انکی موت کفر پر واقع ہوئی۔

۸۷: اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔ (ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی ہے اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی سب کی)

نحوی تحقیق:

نحو : اُولٰٓئِكَ یہ مبتدائے اول ہے جزاء ھم مبتدائے ثانی۔اسکی خبر ان علیھم لعنة اللّٰه ہے اور یہ دونوں مل کر اُولٰٓئِكَ کی خبر بن گئی۔

دوسری ترکیب: جَزَآؤُ ھُمْ یہ اُولٰٓئِکَ کا بدل الاشتمال ہے یہ دونوں مل کر مبتداء باقی خبر۔ علیھم کی ہم ضمیر سے خالدین ۔حال ہے۔ فیھا ھَا سے مرادلعنت ہے۔

توبہ کا فائدہ:

۸۸، ۸۹: خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ م بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (ان سے عذاب کو نہ ہلکا کیا جائے گا اور نہ مہلت دی جائے گی مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اس کفر کے بعد) ذٰلِکَ کا مشارٌ الیہ کفر وارتداد ہے۔ وَاَصْلَحُوْا (اور اصلاح نفس کرلی) یعنی جو بگاڑ پیدا کیا تھا اسکی ایمان کے بعد درستگی کر لی۔ یا بھلائی میں داخل ہو گئے (یعنی ایمان قبول کرلیا) فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ (پس اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) ان کے کفر کو رَّحِیْمٌ (ان پر رحم کرنے والے ہیں) یہ آیت یہود کے متعلق اتری۔

۹۰: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الضَّآلُّوْنَ۔ (بلاشبہ جنہوں نے انکار کیا) عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا۔ بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ اسکے بعد کہ ان کو موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان تھا)۔

کفر پر اصرار کرنے والے کی بوقت موت توبہ قابل قبول نہیں:

ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا (پھر کفر میں مزید ترقی کر گئے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کر کے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا۔ اسکے بعد کہ آپکی بعثت سے قبل آپ پر ایمان رکھتے تھے۔ پھر کفر پر اصرار کر کے اس میں ترقی کی اور ہر وقت ان پر طعن وتشنیع کر کے کفر میں اضافہ کیا۔

نمبر۲۔ یا ان لوگوں کے متعلق اتری جو مرتد ہو کر مکہ چلے گئے اور پھر اپنے کفر میں اس طرح کہہ کر مزید اضافہ کیا۔ کہ تم نے ان کو جلاوطن کر دیا ہے۔ ہم حوادث زمانہ کے ان پر گھومنے کے منتظر ہیں۔ لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ (انکی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائیگی) یعنی پکڑ کے وقت اگر وہ ایمان لائیں گے تو توبہ قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ وہ موت کے وقت رجوع کریں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُھُمْ اِیْمَانُھُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (غافر۔۸۵) انکا ایمان لانا جب وہ ہماری پکڑ دیکھ لیں ہرگز نفع بخش نہ ہوگا۔ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الضَّآلُّوْنَ۔ (اور ایسے لوگ پکے گمراہ ہیں)

کفر پر موت قبولیت فدیہ سے مانع ہے:

۹۱: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِہٖ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّ مَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۔ (بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت میں انکی موت واقع ہوئی پس ہرگز ان میں سے کسی سے بھی زمین بھر سونا قبول نہ کیا جائیگا) فَلَنْ یُّقْبَلَ کی فَا اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ یہ کلام شرط و جزاء والا ہے۔ اور

قبولیت فدیہ کے ممنوع ہونے کا سبب کفر پر موت کا آنا ہے اور شروع کلام میں فا کو چھوڑ دیا۔ یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ یہ کلام مبتداء و خبر ہے اور شرط و جزاء ہونے کی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

ذھبا یہ تمیز ہے۔ وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ (خواہ وہ فدیہ میں دے ڈالے) یعنی ہرگز ان میں سے کسی ایک سے فدیہ قبول نہ کیا جائیگا۔ اگرچہ وہ زمین بھر سونا دے ڈالے۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن کافر کو کہا جائیگا اگر زمین بھر کر سونا دے دیا جائے۔ کیا تو عذاب سے بچنے کیلئے اس کو قربان کر دے گا؟ تو وہ کہے گا ہاں تو اسے کہا جائیگا تم سے تو اس سے آسان تر سوال کیا گیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا کہ واوَ تاکید نفی کیلئے ہے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (انہی لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہوگا) وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔ (اور انکا کوئی مددگار نہ ہوگا) جو ان سے عذاب کو دفع کرے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ۬ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ

ہرگز نہ پاؤ گے تم بھلائی کو یہاں تک کہ خرچ کرو اس چیز میں سے جس سے تم محبت کرتے ہو، اور جو بھی کوئی چیز خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو

عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى

جاننے والا ہے۔ سب کھانے حلال تھے بنی اسرائیل کے لئے سوائے اس کے جو اسرائیل نے اپنے اوپر حرام

نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ

کر لئے تھے۔ اس سے پہلے کہ تورات نازل ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ تم تورات لے آؤ پھر اس کو پڑھو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ

اگر تم سچے ہو، پھر اس کے بعد جس شخص نے اللہ پر جھوٹا بہتان

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ

باندھا سو وہی لوگ ہیں بڑے بے انصاف آپ فرما دیجئے کہ اللہ نے سچ فرمایا لہٰذا تم ملت ابراہیم کا اتباع کرو

حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾

جو باطل کو چھوڑ کر حق کو اختیار کرنے والے تھے۔ اور مشرکین میں نہ تھے۔

محبوب ترین چیز کا صدقہ :

۹۲: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ۔ (تم ہرگز کمال نیکی نہیں پا سکو گے) یعنی تم حقیقی نیکی ہرگز نہ حاصل کر سکو گے یا تم ہرگز نیک نہ بن سکو گے۔ یا تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے ثواب کو نہ پا سکو گے۔ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ (یہاں تک کہ تم خرچ کرو اس چیز کو جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی تم اپنے اموال میں سے کچھ اموال جن کو تم پسند کرتے اور ترجیح دیتے ہو خرچ کرو۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے ہر وہ شخص جس نے اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے صدقہ کیا خواہ وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اس آیت میں داخل ہے۔ گویا نفلی و فرضی ہر دو قسم کے انفاق اس میں شامل ہیں۔ واسطیؒ کہتے ہیں۔ برّ تک اسی وقت پہنچا جا سکتا ہے جبکہ کچھ محبوب اشیاء اسکی راہ میں خرچ کی جائیں اور کونین سے یکسوئی اختیار کی جائے۔ ابو بکر وراق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم میرے احسان کو اس وقت نہیں پا سکتے جب تک تم اپنے بھائیوں سے احسان مندی نہ کرو۔ اور حال یہ ہے کہ مطلوب تک اس وقت تک پہنچ نہیں سکتے ہو۔ جب تک کہ محبوب چیز کو اپنے سے نہ نکالو گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ چینی کے گٹو خرید کر خیرات کرتے تھے۔ان سے کسی نے کہا آپ اسکی قیمت کیوں صرف نہیں کرتے؟ تو فرمایا کیونکہ چینی مجھے پسند ہے اس لئے میں نے پسندیدہ چیز راہ خدا میں دینا پسند کی۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ۔ (جو چیز تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں) یعنی وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے جس کو تم خرچ کر رہے ہے پس وہ اسکا بدلہ اسکے مطابق دے گا۔

نحو : پہلا مِنْ تبعیضیہ ہے۔حضرت عبداللہ کی قراءت اسکی تصدیق کرتی ہے حَتّٰی تُنْفِقُوْا بَعْضَ مَاتُحِبُّوْنَ۔ دوسرا مِنْ تبیین کیلئے ہے جس چیز میں سے انفاق ہو خواہ وہ پاکیزہ چیز ہو کہ جو تمہیں پسند ہو یا خبیث چیز ہو کہ جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔

شانِ نزول: جب یہود نے یہ اعتراض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ملت ابراہیم کے دعوے دار ہیں حالانکہ اونٹ کا گوشت استعمال کرتے ہیں۔جبکہ ملت ابراہیم میں اونٹ کا گوشت اور لبن دونوں حرام تھے۔اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ملت ابراہیمی میں حلال تھا اس لئے ہم اس کو حلال سمجھتے ہیں۔اس پر یہود نے کہا کہ یہ نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام سے لیکر آج تک حرام چلا آ رہا ہے۔تو یہ آیات انکی تکذیب میں اتاری گئیں۔

۹۳: کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَاحَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِہٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰۃُ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰۃِ فَاتْلُوْھَآ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔

یہود کے اعتراض کا جواب:

کُلُّ الطَّعَامِ (تمام کھانے) یہاں طعام بمعنی مطعوم یعنی غذا کے معنی میں ہے۔جن میں نزاع چل رہا تھا۔بعض تو ان میں سے وہ تھیں جو پہلے سے حرام چلی آ رہی ہیں مثلاً مردار، خون۔ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (بنی اسرائیل کیلئے حلال تھے) حِلًّا مصدر ہے اور صفت کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔یعنی حلال جیسے عرب کہتے ہیں حل الشئ حِلًّا مصدر ہونے کی وجہ سے اس میں تذکیر و تانیث، واحد، جمع کا فرق نہیں جیسے ارشاد الٰہی ہے۔لا ھن حِلٌّ لھم (الممتحنہ۔۱۰) وہ عورتیں ان مردوں کے لیے حلال نہیں۔اِلَّا مَاحَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ (مگر جو حرام کی اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام نے) عَلٰی نَفْسِہٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰۃُ (اپنے اوپر اس سے پہلے کہ تورات نازل ہو)۔

قراءت: مکی و بصری قراء نے تُنَزَّلَ کو تُنْزَلَ پڑھا ہے۔مراد اس سے اونٹ کا گوشت اور دودھ ہے یہ دونوں چیزیں حضرت یعقوب علیہ السلام کو بہت محبوب تھیں۔مطلب یہ ہوا کہ تمام کھانے بنی اسرائیل کیلئے تورات اترنے سے پہلے تک حلال رہے۔سوائے ان کھانوں کے جنکو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔پھر جب تورات نازل ہوئی تو بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت و دودھ حرام کر دیا گیا۔اسلئے کہ ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰۃِ فَاتْلُوْھَآ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔(کہہ دیں اے محمد! تم تورات لاؤ اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو) اس آیت میں حکم دیا گیا کہ آپ ان سے انکی کتاب کے ذریعہ گفتگو کر کے ان کو لاجواب کریں۔وہ کتاب خود بول دیگی کہ ان چیزوں کی تحریم ان پر وقتی طور پر انکی بغاوت و سرکشی کی وجہ سے نافذ کی گئی تھی۔قدیم تحریم نہ تھی۔جس کے وہ مدعی ہیں۔(اس چیلنج کے بعد) وہ تورات کو لانے کی جرأت نہ کر سکے پس لاجواب ہو گئے۔اس میں اس بات کی واضح دلیل ہے۔کہ محمد سچے پیغمبر ہیں۔اور جس نسخ کا وہ انکار کرتے ہیں۔وہ بھی جائز و درست ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ جو برکت والا ہے اور لوگوں کے لئے ہدایت ہے

فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰہِ

اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے، اور جو اس میں داخل ہو گا امن والا ہو گا اور اللہ کے لئے

عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ

لوگوں کے ذمہ ہے اس گھر کا حج کرنا جسے طاقت ہو اس گھر تک راہ طے کر کے جانے کی، اور جو شخص منکر ہو سو اللہ

غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾

بے نیاز ہے سارے جہانوں سے۔

حق ناشناس ظالم ہے:

۹۴: فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھے) اس طرح گمان کر کے کہ یہ چیزیں ملت نوحؑ وابراہیم میں حرام تھیں۔ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ (اس قطعی حجت کے پیش کردینے کے بعد) فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (وہ ہی ظالم ہیں) یعنی بیجا جھگڑا کرنے والے ہیں نہ وہ خود حق شناس ہیں اور نہ ہی دلائل کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں۔

کذب یہود پر تعریض:

۹۵: قُلْ صَدَقَ اللّٰہُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (کہہ دیں اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا) اپنی اطلاعات میں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام نہیں کیا۔ اس آیت میں ان کے کذب پر تعریض کی گئی ہے یعنی یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز اتاری ہے وہ اسکے اتارنے میں سچے ہیں۔ اور تم جھوٹے ہو۔ فَاتَّبِعُوْا مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ (تم ملت ابراہیم کی اتباع کرو) ملت ابراہیم سے مراد ملت اسلام ہے۔ جس پر محمد ﷺ اور ان کے پیروکار کاربند ہیں۔ تاکہ تم اس یہودیت کو خیرباد کہہ دو جس نے تمہیں باندھ کر یہاں تک مجبور کردیا کہ تم اپنی اغراض کی خاطر کتاب اللہ کی تحریف کرنے لگے۔ اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین کیلئے حلال کیا تھا۔ ان کو حرام کرنے پر اتر آئے۔

حَنِیْفًا (وہ سب سے یکسو ہونے والے تھے)۔ یہ ابراہیم سے حال ہے یعنی باطل دینوں سے دین حق کی طرف جھکنے والے وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (وہ مشرکین میں سے نہ تھے) شانِ نزول: یہود نے کہا ہمارا قبلہ تمہارے قبلہ سے پہلے کا قبلہ ہے تو یہ آیت اتری۔

پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے:

۹۶: اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے قائم کیا

گیا (یعنی عبادت کے لئے) بنانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے وضع کرنے کا مطلب بطور عبادت گاہ کے لوگوں کیلئے مقرر کرنا ہے۔گویا اس طرح فرمایا لوگوں کے لئے پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے۔حدیث میں ہے کہ مسجد حرام بیت المقدس سے چالیس سال قبل بنائی گئی۔

دوسرا یہ کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے اس کو بنایا۔تیسرا قول یہ ہے کہ پہلا گھر جس کا طوفان کے بعد حج کیا گیا وہ بیت اللہ ہے۔چوتھا قول یہ ہے پہلا گھر (جسکی جگہ) پانی میں آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت ظاہر ہوا۔پانچواں قول یہ ہے۔ یہ پہلا گھر ہے جس کو آدم علیہ السلام نے سطح زمین پر بنایا۔

نحو: وُضِعَ لِلنَّاسِ یہ موضع جر میں بیت کی صفت ہے اور لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ خبر ہے۔ای لِلْبَیْتِ الَّذِیْ بِبَکَّۃَ۔

مکہ کا نام بکہ ہے:

لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ (جو کہ مکہ میں ہے) بکہ یہ مکہ مکرمہ کا نام ہے۔مکہ اور بکہ دو لغتیں ہیں۔

دوسرا قول: مکہ شہر کا نام ہے اور بکہ مسجد کی جگہ کو کہتے ہیں۔

ایک اور قول یہ ہے کہ یہ بکہ سے مشتق ہے جو ازدحام کو کہتے ہیں۔کیونکہ مکہ میں لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے۔یہ بھی کہا گیا کہ بکہ کا معنی توڑنا ہے کیونکہ یہ جابروں کی گردنوں کو توڑ دیتا ہے جو جابر بھی اسکا قصد کر کے آتا ہے۔مُبٰرَکًا بہت (برکت والا) اس لئے کہ حج و عمرہ کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (اور جہان والوں کیلئے ہدایت ہے) کیونکہ وہ انکا قبلہ اور عبادت گاہ ہے۔

نحو: مُبٰرَکًا یہ وُضِعَ کی ضمیر سے حال ہے۔

کعبہ خود نشانات میں سے بڑا نشان ہے:

۹۷: فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔ (اس میں واضح نشانات ہیں) جو کسی پر مشتبہ نہیں مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ مقام ابراہیم یہ آیات بینات سے عطف بیان ہے۔یعنی کعبہ میں کثرت سے واضح نشانیاں یعنی مقام ابراہیم ہے۔جمع کا عطف بیان واحد آ سکتا ہے۔ کیونکہ نمبرا۔وہ اکیلا ہی کئی واضح نشانات کے قائم مقام ہے۔کیونکہ اس کی شان ظاہر ہے اور قدرتِ الٰہی پر اسکی دلالت انتہائی قوی ہے۔اور نبوت ابراہیم علیہ السلام پر مضبوط دلالت ہے کہ ان کے قدم کا اثر اس سخت پتھر پر ظاہر ہوا۔

نمبر۲۔وہ پتھر کئی نشانات پر مشتمل ہے کیونکہ ان کے قدم مبارک کا اثر سخت چٹان پر ایک نشانی اور پاؤں کا ٹخنوں تک دھنسنا دوسری نشانی ہے۔

نمبر۳۔بعض پتھروں کا نرم ہونا اور دوسروں کا نہ ہونا۔نمبر۴۔ابراہیم علیہ السلام کی نشانی کے طور پر اسکا باقی رہنا جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے نشانات موجود نہیں۔وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا (جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں ہوگیا) یہ آیات بینات سے عطف بیان ہے۔اور

اگر چہ یہ جملہ ابتدائیہ یا شرطیہ ہے معنوی لحاظ سے کیونکہ یہ حرم میں داخل ہونے والے کے مامون ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ اس میں واضح نشانیاں یعنی مقام ابراہیم اور داخل ہونے والے کا مامون ہونا۔ یہ تثنیہ ہی معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ان دونوں نشانات کا ذکر کر دیا جائے اور بقیہ نشانات کا تذکرہ سمیٹ دیا جائے کیونکہ ان دونوں میں ان نشانات پر کافی دلالت پائی جاتی ہے گویا اس طرح کہا گیا کہ اس میں واضح آیات مقام ابراہیم اور اس میں داخل ہونے والے کا مامون ومحفوظ ہونا اور ان دونوں کے علاوہ اور بہت سی نشانیاں ہیں جیسے۔ پرندے اسکے اوپر نہیں اڑتے وغیر **ذلك** گویا ان دونوں نشانیوں میں سارے تذکرہ کو اس طرح لپیٹ دیا گیا جیسا رسول ﷺ کے اس ارشاد میں **حبّبَ اِلَیَّ من دنیا کم ثلاث الطیب والنساء و قرة عینی فی الصلٰوة** اس ارشاد مبارک میں تیسری چیز کو چھوڑ دیا گیا اور اسکی بجائے جملہ ابتدائیہ کے طور پر **قرة عینی فی الصلوة** فرمادیا جو دنیا سے متعلق نہیں گویا آپ نے تیسری چیز کا تذکرہ اس بات پر متنبہ کرنے کیلئے چھوڑ دیا کہ میرے مرتبے کا تقاضہ نہیں کہ میں دنیا کی کسی چیز کا ذکر کروں۔ اس لئے دین کی ایک چیز کو ذکر کر دیا۔

نشان قدم مبارک:

پتھر پر قدم کے اس نشان کے بارے میں کہا گیا کہ جب بیت اللہ کی دیوار بلند ہوگئی اور ابراہیم علیہ السلام کیلئے پتھر اٹھانے ممکن نہ رہے تو آپ اس پتھر پر کھڑے ہوگئے اس میں آپ کے قدم گڑ گئے۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ آپ شام سے واپس لوٹے۔ تا کہ مکہ میں بیٹے سے ملاقات کریں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے کہا آپ اتریں آپ سر مبارک دھولیں۔ آپ سواری سے نہ اترے۔ تو وہ یہ پتھر اٹھالائیں اور انکے دائیں طرف اس پتھر کو رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم ؑ نے اپنا قدم اس پتھر پر رکھا یہاں تک کہ اپنے سر کی دائیں جانب دھولی۔ پھر وہ اس پتھر کو بائیں جانب لے گئیں یہاں تک کہ انہوں نے سر کی بائیں جانب بھی سواری کی حالت میں دھولی۔ پس آپ کے قدمین کا اثر اس پتھر پر باقی رہ گیا۔

حرم امن کی مراد:

اور حرم میں داخل ہونے والے کیلئے امن کا میسر آنا ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے تھا **رب اجعل هذا البلد اٰمنا** (ابراہیم۔ ۳۵) اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنادے۔ عرب جاہلیت میں جب کوئی آدمی جرم کر کے حرم میں پناہ گزیں ہو جاتا۔ تو اس کو تلاش نہ کیا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اگر میں خطاب کے قاتل کو اسکے اندر پانے میں کامیاب ہو جاؤں تو میں اس کو وہاں سے نکلنے تک ہاتھ تک نہ لگاؤں گا۔

مَسْئَلَہ: جس آدمی پر حِلّ میں قصاص لازم ہوا یا ارتداد کے باعث یا زنا کی وجہ سے قتل کے قابل ہوا۔ پھر وہ حرم میں گھس گیا۔ تو اس کو وہاں قتل نہ کیا جائے گا۔ مگر اس کو ٹھکانہ لینے اور کھانا، پانی لینے کی اجازت نہ دی جائیگی۔ اور نہ خرید وفروخت کی اجازت دی جائیگی۔ تا آنکہ نکلنے پر مجبور ہو جائے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ امن سے مراد مامون من النار ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا جو حرمین میں سے کسی میں فوت ہوا قیامت کے دن اس کو آگ سے مامون اٹھایا جائے گا۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا۔ حجون اور بقیع کو انکی اطراف سے پکڑ کر جنت میں

پھیلا دیا جائے گا۔ یہ دونوں مدینہ و مکہ کے قبرستان ہیں۔ رسول علیہ السلام کا ارشاد ہے جس نے مکہ کی گرمی پر دن کا تھوڑا سا حصہ صبر کیا اس سے جہنم دو سو سال کے فاصلے پر دور ہو جاتی ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ (لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فرض حج لازم ہوا)

قراءت: ابوبکر کے علاوہ دیگر کوفی قراء نے حِجُّ الْبَيْتِ بطور نام کے پڑھا ہے اور حج البیت۔ فتح کی صورت میں یہ مصدر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حج مصدر میں یہ دونوں لغتیں ہیں۔ مَنِ یہ موضع جر میں بدل البعض ہے۔ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (اسکی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہو) نبی اکرم ﷺ نے اسکی تفسیر زاد و راحلہ سے کی ہے۔ اور اِلَيْهِ کی ضمیر کا مرجع البیت یا حج ہے اور ہر وہ چیز جو کسی چیز کی طرف جانے کا ذریعہ ہو وہ سبیل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا۔

ملت مسلمہ کا اقرار:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ تو رسول اللہ ﷺ نے تمام اہل ادیان کو جمع کیا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر حج کو فرض کیا پس تم حج کرو۔ پس آپ پر ایک ملت والوں نے یقین کیا اور وہ مسلمان تھے۔ اور پانچ ملتوں والوں نے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اور اسکی طرف رخ کر کے نہ نماز پڑھیں گے اور نہ ہی اس کا حج کریں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۔ (جس نے انکار کیا پس بیشک اللہ تعالیٰ جہان والوں سے مستغنی ہیں) اور انکی اطاعت سے بھی بے نیاز ہیں۔

لطیف نکتہ:

اس آیت میں کئی تاکیدات ہیں۔ مثلاً لام، علی، مطلب یہ ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا لازم حق ہے۔ جو لوگوں کی گردنوں پر پڑا ہوا ہے۔ نیز اس میں ابدال ہے، مراد دو مرتبہ تکرار سے لایا گیا۔ کیونکہ ابہام کے بعد وضاحت اور اجمال کے بعد تفصیل کرنا۔ دو الگ صورتوں میں اس حکم کو لانے اور ذکر کرنے کی طرح ہے۔

تارکِ حج پر اللہ غضبناک ہے:

اور اسی قسم میں سے یہ حصہ ارشاد الٰہی کا ہے کہ وَمَنْ كَفَرَ فرمایا۔ مَنْ لم یحج نہیں فرمایا۔ تارک حج پر سختی کرتے ہوئے اس کو کافروں کا عمل قرار دیا۔ اور اس میں سے ایک جہان والوں سے بے نیازی کا ذکر فرمانا ہے۔ اور یہ ناراضگی اور غصے کی دلیل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تارک حج سے اللہ غضبناک ہے۔ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۔ میں لفظ اللہ کو دوبارہ لائے ضمیر ذکر نہیں کی۔ تاکہ تارک حج کی طرف اللہ تعالیٰ کا استغناء بصورت تعمیم مدلل طور پر ظاہر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا انتہائی غضب معلوم ہو جائے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا

اے اہل کتاب تم کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی آیات کے ساتھ حالانکہ اللہ کو تمہارے سب کاموں کی

تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

اطلاع ہے، آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے اس شخص کو جو ایمان لائے

تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾

تم اس میں کجی تلاش کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو، اور اللہ ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم کرتے ہو،

۹۸: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم کیوں اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ گواہ ہیں تمہارے اعمال پر) وَاللّٰهُ میں واؤ حالیہ ہے۔ مطلب یہ ہے تم ان آیات اللہ کا کیوں انکار کرتے ہو جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرنے والی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے واقف ہیں پس وہ ان پر تمہیں سزا دیں گے۔

اللہ کی راہ سے روکنے پر وعید:

۹۹: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم کیوں روکتے ہو) الصدُّ۔ منع کرنا۔ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے) یعنی تم دین حق سے کیوں روکتے ہو۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا وہ راستہ جس پر چلنے کا حکم دیا گیا وہ اسلام ہے۔ جو آدمی اسلام میں داخل ہونا چاہتا وہ پوری کوشش کر کے اس سے روکتے۔ تَبْغُوْنَهَا (تم اس میں تلاش کرتے ہو) ای تطلبون لها تم اللہ کے راستہ کے کج ہونے کے طلب گار ہو۔

نحو: یہ محل نصب میں حال ہے۔

عِوَجًا (ٹیڑھ) یہ بمعنی اِعوجاجا ہے۔ ٹیڑھا ہونا وہ میانہ روی اور استقامت سے ہٹ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو بگاڑ کر بیان کرتے وغیرہ۔ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ (تم گواہ ہو کہ) وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا راستہ ہے جس سے کوئی انتہائی گمراہ شخص روک سکتا ہے۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں) جیسے اسکی راہ سے لوگوں کو روکنا اس میں سخت وعید ہے۔ اگلی آیت میں ایمان والوں کو ایسے لوگوں کی اتباع سے منع کر دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اے ایمان والو! اگر تم کہنا مانو گے ایک جماعت کا ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی

يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى

تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں واپس کافر بنا دیں گے، اور تم کفر کیسے اختیار کر سکتے ہو حالانکہ تم پر اللہ کی آیات کی

عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ط وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ

تلاوت کی جاتی ہے اور تمہارے اندر اس کا رسول موجود ہے اور جو شخص اللہ کو مضبوط پکڑ لے سو اس کو

ع ۱۰

هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ

سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دی گئی، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ جیسا کہ اس سے ڈرنے

تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ

کا حق ہے اور ہرگز مت مرنا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو، اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو

جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً

مضبوطی سے پکڑ لو، اور آپس میں متفرق نہ ہو، اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تمہارے اوپر ہے جبکہ تم دشمن تھے۔

فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا

سو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا فرما دی لہٰذا تم اس کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم دوزخ کے گڑھے کے

حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

کنارے پر تھے سو اللہ نے تم کو اس سے بچا دیا۔ اللہ ایسے ہی بیان فرماتا ہے تمہارے لئے اپنی آیات

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

تاکہ تم ہدایت پر رہو۔

۱۰۰: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ۔ (اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کی ایک جماعت کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں گے)

شاس بن قیس یہودی کی شرارت:

کہا جاتا ہے کہ شاس بن قیس یہودی کا گزر اوس وخزرج کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا جہاں بیٹھ کر وہ باتوں میں مصروف تھے۔ اس کو مسلمانوں کی باہمی الفت ومحبت ایک آنکھ نہ بھائی۔ اس نے ایک یہودی نوجوان کو کہا کہ وہ ان کے مابین جا کر جنگ بعاث کا تذکرہ کرے شاید کہ یہ لڑ پڑیں یہ جنگ بعاث ایسا دن تھا جس میں اوس وخزرج کے بہت سے لوگ قتل ہوئے تھے۔ نتیجۃً اوس کو فتح ملی تھی۔ اس یہودی نے جا کر ان کے مابین اس کا تذکرہ کیا۔ اس پر ان کے مابین تنازع پیدا ہوا۔ اور السلاح۔ السلاح نعرہ ہائے جاہلیت بلند کرنے لگے۔ نبی اکرم ﷺ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر ان کی طرف تشریف لائے اور فرمایا کیا تم جاہلیت کی آوازیں دے رہے ہو حالانکہ ابھی تو میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ اسکے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام سے عزت دی اور تمہارے مابین الفت پیدا فرما دی۔ پس اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ شیطانی چوک ہے۔ چنانچہ ہتھیار پھینک کر ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

استفہام تعجّبی ہے:

۱۰۱: وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ (اور تم کفر کیسے کر سکتے ہو) كَيْفَ میں استفہام انکار وتعجب کیلئے ہے۔ یعنی تعجب ہے کہ کہاں سے کفر تمہاری طرف چل کر آیا حالانکہ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ (اور تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں) تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی قرآن معجز حضرت محمد ﷺ کی زبان سے تازہ بتازہ پڑھا جاتا ہے۔ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ (اور تمہارے درمیان اسکا رسول ﷺ موجود ہے) جو تمہیں منع کرتا اور وعظ ونصیحت کرتا اور تمہارے شبہات کو مٹاتا ہے۔ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ (اور جو شخص اللہ کو مضبوط پکڑتا ہے) جو اللہ تعالیٰ کے دین کو یا اسکی کتاب کو مضبوطی سے تھامنے والا ہو یا اس میں اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ کفار کے شرور وفریب کو دور کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کریں۔ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (تو اس کو ضرور ہدایت میسر آ گئی سیدھے راستہ کی طرف) یعنی دین حق کی طرف اسکی راہنمائی کر دی گئی۔ یا جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا ماویٰ وملجا قرار دے جبکہ شبہات پیش آئیں تو اللہ تعالیٰ اس کو شبہات سے محفوظ فرماتے ہیں۔

حق تقویٰ کامل اطاعت ہے:

۱۰۲: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا ہے اور سوائے اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا) حَقَّ تُقٰتِهٖ کا مطلب جو تقویٰ لازم ہے اور جو کچھ اس سے لازم ہوتا ہے اور وہ واجبات کو اختیار کرنا اور محرمات سے پرہیز کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ اطاعت کرنے اور نافرمانی نہ کرنے اور شکر بجالانے اور ناشکری سے گریز کرنے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور نہ بھلانے کو کہتے ہیں۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں اس کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت رکاوٹ نہ بنے اور وہ انصاف کرے خواہ اپنے نفس

اور اولاد و والد کے خلاف کیوں نہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ سے صحیح طور پر ڈرتا ہے۔ اسکی زبان حکمت کا خزینہ ہوگی۔
صرف: التقاة یہ اتقٰی سے ہے جس طرح تؤدة۔ اتّاد سے ہے۔
وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ جب تمہیں موت کا ادراک ہو جائے تو تمہاری حالت اسلام کے سواء دوسری ہرگز نہ ہونی چاہیے۔

اعتصام بحبل اللّٰہ کا حکم:

۱۰۳: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (اور اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو) یعنی قرآن کو مضبوطی سے تھام لو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسّی ہے۔ اسکے عجائبات کی انتہاء نہیں۔ اور بار بار لوٹانے سے پرانا نہیں ہوتا۔ جس نے قرآن کی بات کی اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا وہ رشد و ہدایت پا گیا۔ اور جس نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا اس نے صراط مستقیم کی طرف ہدایت پالی۔ وَّلَا تَفَرَّقُوْا (اور باہم نااتفاقی مت کرو)

اجماع امت کو مضبوطی سے پکڑو:

نحو: وَّلَا تَفَرَّقُوْا یہ وَاعْتَصِمُوْا کی ضمیر مخاطب سے حال ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب اجماع امت کو مضبوطی سے پکڑو۔ اسکی دلیل وَّلَا تَفَرَّقُوْا ہے یعنی ایسا فعل نہ کرو جس سے تفرقہ پیدا ہو۔ اور اس سے اجماع امت زائل ہو جائے۔ دوسری تفسیر یہ بھی ہے کہ اپنے درمیان اختلاف میں پڑ کر حق سے علیحدگی مت اختیار کرو۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے اختلاف کیا۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ جس طرح تم زمانہ جاہلیت میں متفرق تھے ایک دوسرے سے لڑائی کرتے تھے۔ اس طرح مت کرو۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (اور اللہ تعالیٰ کا اپنے اوپر احسان یاد کرو۔ جب کہ تم دشمن تھے پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اسکی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے) زمانہ جاہلیت میں ان کے مابین دشمنی اور لڑائیاں تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اسلام کے ذریعہ الفت ڈال دی اور ان کے قلوب میں محبت پیدا کر دی پس وہ آپس میں محبت کرنے لگے اور بھائی بھائی بن گئے۔

گرنے والے گڑھے کا کنارہ جہنم:

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے) یعنی تم کنارے پر پہنچے ہوئے تھے۔ اور تم اس میں جا گرتے کیونکہ کفر پر تھے۔ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (پس اس نے تمہیں اس سے نجات دی) اسلام نصیب کر کے۔ اس میں فرقہ معتزلہ کی تردید ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں وہ خود اپنے آپ کو نکالنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نکالنے والے نہیں۔ ھَا کی ضمیر حفرة ، نار یا شفاء کی طرف راجع ہے۔ اور حفرة کی طرف اضافت کی وجہ سے مؤنث لائے۔ شَفَا حُفْرَةٍ گڑھے کا کنارا۔ اس کا لام کلمہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

اور تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا ضروری ہے جو دعوت دیتے ہوں خیر کی طرف، اور حکم کرتے ہوں اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہوں

عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

برے کاموں سے، اور یہ لوگ پورے پورے کامیاب ہیں، اور مت ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح

تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

جو آپس میں متفرق ہوگئے اور اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام پہنچے آپس میں اختلاف کر لیا، اور یہ لوگ ہیں جن کے لئے

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا

بڑا عذاب ہے، جس دن چہرے سفید ہوں گے اور چہرے سیاہ ہوں گے، سو جن

الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا

لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کیا تم نے کفر اختیار کیا اپنے ایمان کے بعد، سو چکھ لو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ

عذاب اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے، اور جن کے چہرے سفید ہوں گے سو وہ

رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ

اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں ہم آپ پر ان کی تلاوت کرتے ہیں

بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

حق کے ساتھ، اور اللہ جہانوں کے ساتھ ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا، اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع ۱۱/۸ ۲

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے۔

واؤ ہے اسی لئے اس کی تثنیہ شفوان آتی ہے۔ كَذٰلِكَ (اسی طرح) ایسے شاندار بیان سے يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ (اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو تمہارے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں) یعنی قرآن جس میں امر و نہی، وعد و وعید ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (تا کہ تم راہ پاؤ) یعنی تا کہ تم ہدایت کے امیدوار بنو۔ یا تا کہ تم اسکے ذریعہ درست راستہ اور جس سے ثواب حاصل ہوتا ہے۔ وہ راہ پاؤ۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت:

۱۰۴: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف دعوت دینے والی ہو) المعروف سے مراد جس کو شرع اور صحیح عقل درست قرار دے۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور برائی سے روکنے والی ہو) الْمُنْكَرِ جس کو شریعت اور صحیح عقل برا سمجھیں یا معروف وہ جو کتاب وسنت کے موافق اور منکر وہ ہے جو کتاب وسنت کے مخالف یا معروف اطاعت کو کہتے ہیں جبکہ منکر معاصی کو کہتے ہیں۔ خیر کی طرف دعوت تمام افعال تکلیفیہ اور ممنوعات میں عام ہے۔ اور جو اس پر عطف کیا گیا وہ خاص ہے۔

مِّنْكُمْ میں مِّنْ تبعیض کے لئے ہے۔ کیونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے۔ اور یہ اسی کے لئے مناسب ہے جو معروف و منکر کی خبر رکھتا ہو۔ اور اس کو یہ معلوم ہو کہ اسکے قائم کرنے کیلئے ترتیب کیا ہوگی۔ وہ آسان سے شروع کرے اگر فائدہ نہ ہو تو پھر اس سے مشکل کی طرف ترقی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فاصلحوا بینهما کہ ان کے مابین درستگی کرو پھر فرمایا: فقاتلوا (الحجرات:۹) پھر اس سے لڑو۔

نمبر۲۔ دوسری تفسیر مِنْ بیانیہ ہے تم ایسی امت بن جاؤ جو حکم کرنے والی ہو بھلائی کا جیسا کہ اس ارشاد الٰہی میں ہے: کنتم خیر امة اخرجت لِلنّاس تامرون بالمعروف کہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے نکالی گئی ہو تم حکم کرتے ہو معروف کا۔

وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (وہ وہی لوگ کامیاب ہیں) یعنی کامل فلاح کے ساتھ خاص ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے امر بالمعروف کیا اور برائی سے روکا وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کا خلیفہ ہے اور اسکے رسول کا خلیفہ اور اس کی کتاب کا خلیفہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ افضل الجهاد الامر بالمعروف والنهى عن المنكر افضل ترین جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

تفرقہ تو یہود و نصاریٰ کی خصلت ہے:

۱۰۵: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے (عداوت سے) تفرقہ ڈالا) وَاخْتَلَفُوْا (اور اختلاف پیدا کیا) دین میں وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ انہوں نے اختلاف کیا اور ایک دوسرے کو کافر قرار دیا۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ (اسکے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے) جو کہ کلمہ حق پر سب کے اتفاق لازم کرنے والے تھے۔ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (ان لوگوں کیلئے بڑا عذاب ہے)

۱۰۶: يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ جس روز بعض چہرے سفید ہو جائیں گے۔ يَّوْمَ کو اذکروا محذوف کا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھا جائے گا۔ یا عظیم یا لھم کی وجہ سے اور وجوہٌ سے مراد وجوہ المؤمنین ایمان والوں کے چہرے مراد ہیں۔ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (اور کافروں کے چہرے سیاہ ہونگے) بیاض نور کے باعث ہوگا جبکہ سیاہی ظلمت کی وجہ سے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ (پھر وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوئے) پس ان کو کہا جائے گا۔ اَكَفَرْتُمْ (کیا تم نے کفر کیا) یہاں قول اور فا کو حذف کر دیا کیونکہ وہ معلوم ہے اور ہمزہ توبیخ کیلئے اور انکی اس حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔

ایمان کے بعد کفر کرنے والے مرتد' منافق واہل کتاب:

بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اپنے ایمان کے بعد۔ یعنی ایمان سے مراد یثاق کے دن والا اقرار ہے۔ پس مراد اس سے تمام کفار ہونگے۔ یہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور ظاہر قول بھی یہی ہے۔

دوسرا قول: مرتد یا منافق مراد ہیں۔ پھر مطلب یہ ہوگا۔ کیا تم نے باطن میں انکار کیا بظاہر اسلام کا اقرار کر لینے کے بعد۔

تیسرا قول: اہل کتاب مراد ہیں ایمان کے بعد ان کے کفر کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل آپ کا اعتراف کیا مگر آمد کے بعد انکار کر دیا۔ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔ (پس تم اپنے کفر کے باعث عذاب چکھو)

۱۰۷: وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ (اور پھر وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہونگے) رحمت سے یہاں مراد نعمت اور ہمیشہ کا ثواب ہے۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) یہ جملہ مستانفہ لائے۔ کہ نہ وہ جنت سے کوچ کریں گے اور نہ ہی ان پر موت واقع ہوگی۔

۱۰۸: تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں) جو وعد و وعید وغیرہ کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (ہم ان کو تم پر پڑھ رہے ہیں اس حال میں کہ وہ حق سے ملی ہوئی ہیں) اور عدل کے ساتھ یعنی محسن کا بدلہ اور مجرم کو سزا۔

اللہ جل شانہ بلا جرم گرفتار نہیں کرتے:

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ جہان والوں کے ساتھ ظلم کرنے کا ارادہ بھی نہیں فرماتے) یعنی وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں چاہتے کہ کسی کو بغیر جرم کے گرفتار کر لیں یا مجرم کو جرم سے زیادہ سزا دیں یا نیکی کرنے والے کا ثواب کم کر دیں۔

۱۰۹: وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف تمام امور لوٹائے جائینگے) پس وہ محسن کو اسکے احسان اور مجرم کو اسکی برائی پر سزا دیگا۔

قراءت: شامی اور حمزہ اور علی نے تَرْجِعُ۔ تا کے فتحہ اور جیم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

اہم تنبیہ:

كَانَ سے زمانہ ماضی میں ابہام کے طور پر کسی شئے کے وجود کی تعبیر کی جاتی ہے۔ اس میں عدم سابق اور انقطاع مستقبل کی کوئی دلیل نہیں۔ مطلب یہ ہے كَانَ کا زمانہ ماضی کے لیے آنا کسی چیز کے ثبوت پر تو دلالت کرتا ہے مگر اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ثبوت ماضی منقطع ہو گیا یا آئندہ منقطع ہو جائیگا۔ یہ تعیین تو خارجی قرائن کی محتاج ہے۔ اس لئے جب انقطاع کا قرینہ نہ ہوگا تو استمرار ہی ثابت ہوگا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ
تم سب امتوں سے بہتر امت ہو جو نکالی گئی لوگوں کے لئے بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۗ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا
سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو، اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے
لَّهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾
بہتر ہوتا، ان میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر ان میں سے فرمانبرداری سے باہر ہیں۔

بہترین امت کا لقب:

۱۱۰: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (کہ تم بہترین امت ہو) (اور تھے اور ہو گے) گویا اس آیت میں كُنْتُمْ کہہ کر یہ کہا گیا تم بہترین امت پائے گئے یا تم اللہ تعالیٰ کے علم میں بہترین امت تھے۔ یا لوح محفوظ میں بہترین امت تھے۔ یا تم بہترین امت ہو ان امتوں میں جو تم سے قبل ہو گزریں اس لئے کہ تم خیر امت کی صفت سے موصوف ہو۔ اُخْرِجَتْ تم ظاہر کی گئی ہو۔ لِلنَّاسِ (لوگوں کیلئے) لام اُخْرِجَتْ کے متعلق ہے تَاْمُرُوْنَ (تم حکم دیتے ہو) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ یہ جملہ لاکر خیر امت ہونا مزید واضح کیا جیسا تم کہو۔ زید کریم یطعم الناس ویکسوھم دراصل زید کی سخاوت کو اطعام اور الباس سے خوب واضح کیا۔ بِالْمَعْرُوْفِ بھلائی کا۔ بھلائی سے ایمان اور اطاعت رسول ﷺ مراد ہے۔ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور تم برائی سے روکتے ہو) منکر سے یہاں کفر مراد ہے اور ہر ممنوع بھی اسکے تحت داخل ہے۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو) اور اس پر ایمان میں مداومت اختیار کرنے والے ہو۔ (تو گویا پہلے ایمان کا ویسے تذکرہ فرمایا اور یہاں ایمان پر مداومت کے لحاظ سے ذکر فرمایا) یا واؤ ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتی اس لئے امر بالمعروف کے بعد ایمان کے ذکر میں حرج ہی کیا ہے۔ (بلکہ اس میں نکتہ یہ ہے کہ امر بالمعروف دکھاوے کیلئے نہیں کرتے بلکہ دل کی ترجمانی کرتے ہوئے کرتے ہیں)۔

اہل کتاب کا ریاست کو ترجیح دینا قابل افسوس ہے:

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ (اگر اہل کتاب (حضرت محمد ﷺ) پر ایمان لے آتے) لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو ان کیلئے بہتر ہوتا) تو ان کے لئے ایمان بہت بہتر ہوتا اس سے جس میں وہ مبتلا ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے دین کو دین اسلام پر ریاست کی محبت میں ترجیح دی اور تا کہ عوام ان کے پیرور ہیں۔ اگر وہ ایمان لے آتے تو ان کو وہ سرداری بھی مل جاتی اور اتباع بھی میسر آجاتی دنیا سے نفع اندوزی بھی ہو جاتی جس کی خاطر انہوں نے دین باطل کو ترجیح دی۔ بلکہ ایمان پر جس کامیابی کا وعدہ کیا گیا اور دو مرتبہ اجر دینا بتلایا گیا وہ بھی ان کو حاصل ہو جاتا۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۟ قف ثُمَّ

تم کو ہرگز ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر ذرا سی تکلیف، اور اگر تم سے جنگ کریں گے وہ تو پشت پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر

لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ

ان کی مدد نہ کی جائے گی، جمادی گئی ان پر ذلت جہاں کہیں بھی پائے جائیں، مگر ایسے سبب سے

مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ

جو اللہ کی طرف سے ہو اور ایسے سبب سے جو لوگوں کی طرف سے ہو، اور وہ لوٹ گئے اللہ کے غصہ کو لے کر، اور جمادی گئی

عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ

ان پر مسکنت، یہ اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے اللہ کی آیتوں کے ساتھ

يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ق

اور وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے آگے بڑھ جاتے تھے۔

مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ (ان میں کچھ مؤمن ہیں) جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ (اور اکثریت انکی فساق ہے) یعنی کفر میں ضدی اور سرکش۔

کفار کی معمولی ایذائیں تو رہیں گی:

۱۱۱: لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۔ (وہ ہرگز تمہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ مگر معمولی) یعنی تھوڑی تکلیف جو زبانی طور پر دین میں طعن کرنے کی حد تک ہو۔ یا اسی طرح کی دوسری تکلیف دھمکی وغیرہ۔ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ (اگر وہ تم سے لڑ پڑیں تو پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلیں) یعنی شکست کھا کر۔ وہ تمہیں قتل و قید کا نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ (پھر انکی مدد نہ کی جائیگی) پھر ان کو کسی طرف سے مدد نہ ملے گی اور نہ تم سے بچا سکیں گے۔ اس میں ان لوگوں کیلئے جو ایمان قبول کرنے والے ہیں تسلی دی۔ کیونکہ ان کو یہود ڈانٹ ڈپٹ کرتے تھے۔

نحو: یہ جملہ ابتدائیہ ہے اس کا عطف جملہ شرطیہ پر ہے۔ يُوَلُّوْكُمُ پر عطف نہیں اگر اس پر عطف ہوتا تو عبارت اس طرح ہوتی ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْا۔

نکتہ: یہ جملہ مستانفہ لائے تاکہ اعلان کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کسی صورت میں مدد نہ کریں گے خواہ وہ لڑیں یا نہ لڑیں تقدیر کلام اس طرح ہے: اُخبرکم انھم اِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ ینھزموا ثم اخبرکم انھم لَا يُنْصَرُوْنَ۔ میں تمہیں بتلا رہا ہوں کہ اگر

وہ تم سے لڑائی کرینگے تو شکست کھا جائیں گے پھر میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ انکی مدد نہ کی جائیگی۔
ثُمَّ: رتبہ میں تراخی کیلئے استعمال ہوا ہے کیونکہ ان پر رسوائی کا مسلط ہونا ان کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

۱۱۲: ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ ضُرِبَتْ (لازم کردی گئی) عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ (یہود پر ذلت) اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا (جہاں وہ پائے جائیں) اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ (مگر اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے) بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ محل نصب میں واقع ہے حال ہونے کی وجہ سے اور با محذوف سے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ الا معتصمين او متمسكين بحبل من الله مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامنے والے ہوں۔ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ (اور لوگوں کی ذمہ داری سے) الحبل سے مراد عہد و ذمہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر حال میں ذلت ان پر چمٹنے والی ہے۔ مگر وہ حالت جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور لوگوں کی ذمہ داری کو تھامنے والے ہوں یعنی ان کو صرف اس طریقے سے عزت مل سکتی ہے اور وہ انکا جزیہ قبول کر کے ذمہ داری میں آنا ہے۔ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو اپنے لیے لازم کرلیا) وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ (ان پر مسکینی مسلط کردی گئی) یہ فقر انکی اس بات پر سزا کے طور پر ہے۔ جو انہوں نے کہی۔ اِنَّ اللّٰهَ فقير و نحن اغنيآء (آل عمران۔۱۸۱) کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ فقیر اور ہم غنی ہیں۔ یا فقر کا خطرہ خواہ مالی وسعت سے موجود ہو۔ (جیسے موجودہ دور میں ساری دنیا کا مال اپنے پیٹ میں بھر لینا چاہتے ہیں۔) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ (یہ اس لئے کہ وہ کفر کرتے رہے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور انبیاء ﷺ کو ناحق قتل کرتے رہے) ذٰلِكَ کا مشار الیہ ضرب ذلت و مسکنت اور بواء غضب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر اور انبیاء ﷺ کے ناحق قتل کی وجہ سے ہوا۔ پھر فرمایا ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور اس میں وہ حد سے گزر گئے) یعنی یہ کفر وغیرہ والا فعل اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود پھاند گئے۔

لَیْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ

یہ لوگ سب برابر نہیں ہیں اہل کتاب میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو حق پر قائم ہے رات کے اوقات میں

اٰنَآءَ الَّیْلِ وَهُمْ یَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ

اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، یہ لوگ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور

یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ

امر بالمعروف کرتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔ اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں

وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّكْفَرُوْهُ ؕ

اور یہ لوگ صالحین میں سے ہیں، اور یہ لوگ جو بھی کچھ خیر کا کام کریں گے تو اس کی ناقدری نہ کی جائے گی

وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۱۵﴾

اور اللہ متقیوں کو جاننے والا ہے۔

اہل کتاب کی عدل والی جماعت:

۱۱۳: لَیْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَهُمْ یَسْجُدُوْنَ۔ (تمام اہل کتاب برابر نہیں) مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (اہل کتاب میں)

نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے یہ لَیْسُوْا سَوَآءً کا بیان ہے جیسا کہ تامرون بالمعروف ۔ کنتم خیر امۃ کا بیان ہے۔ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ (ایک جماعت وہ بھی ہے جو قائم ہے) ایک مضبوط عادل جماعت ہے یہ قائمہ کا لفظ اقمت العود فقام سے ہے کہ میں نے لکڑی کو سیدھا کیا پس وہ سیدھی ہوگئی۔ اس سے مراد وہی لوگ ہیں جو ان میں سے اسلام لائے۔ یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ) وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ آیات اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ اٰنَآءَ الَّیْلِ (رات کے اوقات میں) 'اناء' جمع ہے اس کی واحد انیٌ جیسے معنًی یا اَنْوٌ جیسے قنوٌ یا اِنْیٌ جیسے نِحْیٌ۔ وَهُمْ یَسْجُدُوْنَ (اس حال میں کہ وہ سجدہ کرنے والے ہیں) یسجدون سے مراد نماز پڑھتے ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد نماز عشاء ہے کیونکہ اہل کتاب اس کو نہ پڑھتے تھے۔ بعض نے کہا تہجد کی نماز کو تلاوت قرآن سے تعبیر کیا گیا جو ساعات لیل میں ہوتی ہے۔

مزید اعلیٰ خصائل کا تذکرہ:

۱۱۴: یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ

مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۔(وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت کے دن پر اور امر بالمعروف کرنے والے ہیں) یعنی ایمان اور ابواب برّ کے ساتھ معروف کا حکم دینے والے ہیں۔ وَیَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (اور وہ برائیوں سے روکنے والے ہیں) منکر سے یہاں کفر اور شریعت کی دیگر ممنوعات مراد ہیں۔ وَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ (وہ بھلائیوں میں جلدی کرنیوالے ہیں) یعنی ان کے فوت ہونے کے خطرہ سے ان کو جلد ادا کرنے والے ہیں۔

نحو: یتلون اور یُؤْمِنُوْنَ محل رفع میں اُمَّۃٌ کی صفات ہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے امة قائمة ، تالون ، مؤمنون۔

مخصوص صفات کی وجہ:

ان مسلمانوں کی صفات ان خصوصیات سے فرمائی۔ جو یہود میں نہ تھیں جیسے تلاوت آیات اور رات کو سجدہ ریزی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا یہود کے ایمان باللہ میں کمزوری یہ تھی کہ وہ عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مان کر شریک ٹھہراتے تھے۔ اسی طرح رسولوں اور کتابوں اور یوم آخرت کا ذکر کیا۔ کیونکہ یہود بعض کتابوں اور رسولوں کو نہیں مانتے تھے۔ اسی طرح آخرت کے ایمان کا ذکر کیا۔ کیونکہ یہود آخرت کی تعبیر اور انداز سے کرتے تھے۔ اور آپ کی تعریف بھی غلط انداز سے کرتے تھے۔ اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر کیا کیونکہ یہود اس میں بھی مداہنت برتنے والے تھے۔ اور مؤمنوں کی مسارعت الی الخیرات کو ذکر کیا کیونکہ یہود بھلائی کے کاموں میں سستی برتنے والے اور رغبت نہ رکھنے والے تھے۔

مسارعت فی الخیرات کا مطلب بھلائی میں شدید رغبت اور لگن ہے کیونکہ جو کسی چیز میں رغبت رکھتا ہو وہ اس کی ادائیگی میں جلدی کرتا ہے۔ وَاُولٰٓئِکَ (وہ) جو کہ ان صفات سے موصوف ہیں۔ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (نیکوں میں سے ہیں) یعنی مسلمانوں میں سے ہیں۔ یا ان نیکوں میں سے ہیں جن کے احوال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درست ہیں اور پسندیدہ ہیں۔

خیر کے بدلے سے کبھی محرومی نہیں:

۱۱۵: وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّکْفَرُوْہُ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ۔ (جو بھی وہ بھلائی کریں اس کی ناقدری نہ کی جائے گی)

نحو، قراءت: یَفْعَلُوْا اور یُّکْفَرُوْہُ دونوں میں یا پڑھی کوفی نے سوائے ابوبکر کے ابو عمرو نے یا اور تا میں اختیار دیا۔ باقی تمام قراء نے تا سے پڑھا ہے۔ یُّکْفَرُوْہُ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ اور اگر شکر اور کفر ایک دوسرے کے مقابل آ جائیں تو پھر ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔ مثلاً کہیں گے شکر النعمة و کفر ھا کیونکہ اس صورت میں یہ محرومی کے معنی کو متضمن ہوتا ہے۔ گویا یوں کہا گیا لن تحرموہ یعنی تم اسکے بدلہ سے ہرگز محروم نہ کیے جاؤ گے۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ (اللہ تعالیٰ کو تقویٰ والے خوب معلوم ہیں) اس ارشاد میں متقین کو بہت بڑے ثواب کی بشارت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ

بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا ہرگز ان کے کام نہ آئیں گے ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلہ میں

اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ وَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا

کچھ بھی اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اس کی مثال جو کچھ

یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَثَلِ رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ

وہ اس دنیاوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک ہوا ہو جس میں سخت سردی ہو جو ایسے لوگوں کی کھیتی کو پہنچ

قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

گئی جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا پھر اس کو برباد کر دیا۔ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

کفار کو مال واولاد کچھ کام نہ آئیں گے:

۱۱۶: اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (بیشک جو لوگ کافر ہوئے ہرگز ان کو ان کے مال اور انکی اولادیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کیلئے ذرہ بھر کام نہ دیں گے) وَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ جہنمی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے)

دنیوی زندگی میں کفار کے خرچ کرنے کی مثال:

۱۱۷: مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَثَلِ رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ۔ (اس دنیا کی زندگی میں انکے خرچ کی مثال) یعنی جو وہ مفاخر، مکارم تعریف کروانے، لوگوں میں اچھا تذکرہ قائم کرنے کیلئے خرچ کرتے ہیں یا وہ مال جو کفر کے باوجود تقرب الی اللہ کیلئے خرچ کرتے ہیں۔ كَمَثَلِ رِیْحٍ (ہوا کی طرح ہے) یعنی ضائع کردہ مال۔ ہوا سے ہلاک شدہ کھیتی کی طرح ہے۔ یا ان کے مال کے ہلاک کرنے کی مثال ہوا کے ہلاک کرنے کی طرح ہے۔ فِیْهَا صِرٌّ (جس میں سخت سردی ہو) یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔

نحو: صِرٌّ مبتداء ہے اور خبر ہے موضع جر میں جملہ ریح کی صفت ہے۔ جیسے اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ (جیسے ہوا پہنچے ایسی قوم کی کھیتی کو جس نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہو) کفر اختیار کر کے۔ فَاَهْلَكَتْهُ (پس وہ ہوا اس کھیتی کو تباہ کر دے) ان کے کفر کی سزا کے طور پر وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ (حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا) انکی کھیتی کو تباہ کر کے وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں) ایسے کاموں کا ارتکاب کر کے جو سزا کے سزاوار ٹھہرانے والے ہیں۔ یا اس میں ضمیر کا مرجع منفقین یعنی خرچ کرنے والے ہیں۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے خرچہ جات کو قبول نہ کر کے ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اس طرح کہ قبولیت پر یقین واعتماد کر کے خرچ نہیں کیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ

اے ایمان والو اپنے سوا کسی کو اپنا راز دار مت بناؤ وہ لوگ تمہارے بگاڑ میں ذرا بھی کوتاہی

خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا

نہیں کرتے، ان کو وہ چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف ہو بغض ظاہر ہو چکا ہے ان کے مونہوں سے اور جو کچھ

تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

ان کے سینے چھپاتے ہیں وہ اس سے بڑھ کر ہے تحقیق ہم نے بیان کر دیں تمہارے لئے آیات اگر تم عقل رکھتے ہو۔

منافق کی دوستی سے ممانعت:

۱۱۸: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

شانِ نزول: مسلمانوں کو منافقین کی مخلصانہ دوستی سے منع فرمانے کیلئے نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً (اے ایمان والوتم ان کو اپنا راز دار نہ بناؤ) بِطَانَۃَ الرَّجُلِ سے مراد آدمی کے خصوصی راز دار، قابل اعتماد۔ ان کو بطَانَۃَ الثَّوْبِ سے تشبیہ دی۔ جیسا کہا جاتا ہے۔ فلان شعاری، فلاں میرا بہت قریبی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ میں ہے الانصار شعار والناس دثار (بخاری ۴۳۳۰، مسلم ۱۰۶۱) کہ لوگ میرے لئے بمنزلہ اوڑھنے کے ہیں اور انصار بمنزلہ شعار کے ہیں۔ مِّنْ دُوْنِكُمْ (اپنوں کو چھوڑ کر) یعنی اپنے ہم جنس مسلمانوں کو چھوڑ کر۔

نحو: یہ بطانۃ کی صفت ہے تقدیر کلام یہ ہے کہ بطانۃ کائنۃ من دونکم مجاوزۃ لکم یعنی ایسی راز داری جو دوسروں سے ہونے والی ہو اپنوں سے تجاوز کر کے۔

لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا (وہ تمہارے بگاڑ میں کمی نہ کریں گے)

نحو: یہ موضع نصب میں بطانۃ کی صفت ہے یعنی تمہارے دین کے بگاڑنے میں وہ کمی نہ کریں گے۔ کہا جاتا ہے۔ الا فی الامر یا لو وہ معاملے کی پرواہ کیوں نہیں کرتا جبکہ وہ معاملے میں کوتاہی کرے۔

الخبال:

لغت میں فساد کو کہتے ہیں۔ تمیز کی وجہ سے خبالاً منصوب ہے یا فی حذف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای فی خبالکم۔

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ (وہ اس چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مشقت میں پڑو) یعنی جو تمہیں دکھ میں مبتلا کرے۔ مَا مصدریہ ہے۔

العنت، لغت میں شدید ضرر اور مشقت کو کہتے ہیں یعنی وہ تمنا کرتے ہیں کہ وہ تمہیں تمہارے دین میں نقصان پہنچائیں اور ضرر بھی

هٰۤاَنۡتُمۡ اُولَآءِ تُحِبُّوۡنَهُمۡ وَلَا يُحِبُّوۡنَكُمۡ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوۡكُمۡ

تم لوگ ایسے ہو کہ ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے اور تم پوری کتاب پر ایمان لاتے ہو، اور جب تم سے ملتے ہیں

قَالُوۡۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوۡا عَضُّوۡا عَلَيۡكُمُ الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ ؕ

کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور وہ جب آپس میں تنہائیوں میں جاتے ہیں تو مارے غصہ کی جلن کے اپنی انگلیوں کو دانتوں سے کاٹے لیتے ہیں،

قُلۡ مُوۡتُوۡا بِغَيۡظِكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنۡ

آپ فرما دیجئے کہ مر جاؤ اپنی جلن میں، بے شک اللہ جاننے والا ہے۔ ان سب چیزوں کو جو سینوں میں ہیں، اگر

تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ وَاِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا ؕ وَاِنۡ

تم کو کوئی اچھی حالت پہنچ جائے تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی بری حالت پہنچ جائے تو اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر

تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ

تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کی مکاری تمہیں کچھ بھی ضرر نہ پہنچائے گی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا

مُحِيۡطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۲/۱۱

احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔

انتہائی سخت قسم کا۔

نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے اس لئے کہ اس میں ان کو رازدار بنانے کی ممانعت کی علت ذکر کی گئی۔ یہ اس کی طرح ہے۔

منافقین کے بغض کی شدت:

قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ (کہ بغض تو ان کے موئہوں سے ظاہر ہو چکا ہے) کیونکہ وہ اس کو روکنے کا اب اختیار نہیں رکھتے۔ باوجود اپنے نفسوں پر کنٹرول کرنے کے۔ کہ ان کے منہ سے ایسی باتیں نکل جاتی ہیں۔ جس سے انکا بغض مسلمانوں کے خلاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ وَمَا تُخۡفِيۡ صُدُوۡرُهُمۡ (اور جو ان کے سینے چھپانے والے ہیں) یعنی مسلمانوں کے خلاف بغض۔ اَكۡبَرُ (وہ بہت بڑا ہے) اس سے جو ان سے ظاہر ہوا۔ قَدۡ بَيَّنَّا لَكُمُ الۡاٰيٰتِ (تحقیق ہم نے تمہارے لیے آیات کو کھول کر بیان کیا) جو دین میں اخلاص کو لازم کرنے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے موالات اور اسکے دشمنوں سے دشمنی کو ظاہر کرنے والی ہیں۔ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ (اگر تم عقل رکھتے ہو)

توبیخ مومنین:

۱۱۹: هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ (دیکھوتم تو وہ ہو کہ)

منافقین سے موالات کی غلطی:

نحو : ھا حرف تنبیہ ہے۔ انتم مبتداء اور اولاء خبر یعنی تم منافقین اہل کتاب کی موالات میں غلطی کھانے والے ہو۔ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ (تم ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے) اس میں منافقین کے ساتھ موالات کی غلطی ظاہر کی گئی کہ تم اپنی محبت اہل بغض کیلئے صرف کرتے ہو یا اولاء موصول ہے اور اس کا صلہ تُحِبُّوْنَهُمْ ہے اور وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ (اور تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو) كُلِّهٖ جملہ حالیہ ہے۔ اور اس پر عامل : لَا يُحِبُّوْنَكُمْ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے لَا يُحِبُّوْنَكُمْ والحال انکم تؤمنون بکتابهم کله وهم مع ذلك یبغضو نکم فما بالکم تحبونهم وهم لا یؤمنون بشیء من کتابکم ۔ یعنی وہ تم سے محبت نہیں رکھتے اور حال یہ ہے کہ تم انکی ساری کتاب پر ایمان رکھتے ہو۔ وہ اسکے باوجود تم سے بغض رکھتے ہیں۔ پھر تمہیں کیا ہوا کہ تم ان سے محبت کرتے ہو حالانکہ وہ تمہاری کتاب میں سے کسی چیز پر ایمان نہیں رکھتے اس میں سخت توبیخ ہے کہ جتنے تم لوگ حق پر مضبوط ہو اس سے زیادہ وہ باطل پر سخت ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ الکتاب کا الف لام جنسی ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا تم ہی سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ پہلی صورت میں الف لام عہدی ہے۔ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا (جب وہ تم سے ملتے ہیں تو زبان سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے) یعنی کلمہ توحید کا اظہار کرتے ہیں۔ وَاِذَا خَلَوْا (جب وہ تم سے جدا ہوتے ہیں) یا ایک دوسرے کے ساتھ خلوت میں جاتے ہیں۔ عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ (وہ غصہ سے تم پر انگلیاں کاٹتے ہیں) غصہ اور ندامت والے آدمی کیلئے عض انامل، بنان، ابہام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی تمہاری سلطنت دیکھ کر شدت غضب سے انگلیاں چباتے ہیں۔

کلمہ بددعا:

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ (کہہ دو! اے کافرو تم اپنے غصہ میں مرجاؤ) یہ ان کے خلاف بددعا ہے کہ اللہ کرے انکا غصہ اتنا بڑھے کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔ مراد زیادتی غیظ سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کو مزید قوت دے جس سے انکا غصہ بڑھے۔ اور اس میں ان کی کتنی ہی ذلت و رسوائی ہے۔

اللہ جل شانہ منافقین کے تمام افعال و اقوال سے واقف ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بے شک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو جانتے ہیں) وہ جانتے ہیں جو منافقین اپنے دلوں میں بغض و عداوت چھپائے ہوئے ہیں اور جو افعال وہ ایک دوسرے کو ملتے وقت کرتے ہیں وہ ان کے منجملہ اقوال میں داخل ہے۔ یعنی اللہ نے فرمایا ان کو اس غصے کی اطلاع دو جسکی بناء پر وہ علیحدگی میں افسوس سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔ اور انہیں کہیں کہ اللہ

تعالیٰ تو اس سے بھی مطلع ہیں جو چھپائی جانے والی چیزوں میں بہت ہی مخفی ہے اور وہ دل کے اسرار و رموز ہیں۔ پس مت گمان کرو کہ تمہاری کوئی مخفی چیز اس پر پوشیدہ رہ سکتی یا کہنے سے خارج ہے۔ یعنی اے محمد ﷺ ان سے کہہ دیں اور میری اس اطلاع پر جو ان کے رازداروں کے سلسلہ میں دی ہے۔ تعجب نہ کریں کیونکہ میں تو اس سے بھی مخفی ترین کو جانتا ہوں اور وہ ان کے دلوں کے راز ہیں۔

۱۲۰: اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا۔اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ۔ (اگر تمہیں کوئی بھلائی ملے) حَسَنَہ سے مراد خوشحالی، سرسبزی اور غنیمت و نصرت تَسُؤْهُمْ (وہ ان کو بری لگتی ہے) یعنی اس کا ملنا ان کو غم زدہ کر دیتا ہے وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ (اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے) یعنی بدحالی، تنگ دستی، دشمن کا غلبہ، آیت میں المس کے الفاظ کو الاصابہ کی جگہ بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ گویا کہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے کیا تم اس ارشاد الٰہی کی طرف نظر نہیں کرتے اِن تُصبك حسنة تسؤهم و ان تُصبك مصِيبة۔ (التوبہ۔۵۰) يَّفْرَحُوْا بِهَا۔ (وہ اس پر خوش ہوتے ہیں) وہ اسکے پہنچنے پر خوشیاں مناتے ہیں۔

دشمن کی مکاریوں پر صبر و تقویٰ کا دامن تھام لو:

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا (اور اگر تم صبر کرو) اگر تم انکی عداوت پر صبر کرو وَتَتَّقُوْا (اور تقویٰ کے ساتھ رہو) اور انکی موالات سے بچتے رہو۔

دوسری تفسیر: یا تم حکم الٰہی کی تعمیل میں حاصل ہونے والی مشقتوں پر صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کے ممنوع کردہ اعمال سے پرہیز کرو۔ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا (انکی مکاری تمہارا کچھ نقصان نہ کر سکے گی) اس حال میں کہ تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہو۔

مَسْئَلَہ: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمان کو تعلیم وارشاد ہے کہ دشمن کی مکاریوں پر صبر و تقویٰ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے۔

قول حکماء: ہے کہ اگر تم اپنے حاسدین کو رُلانا چاہتے ہو تو اپنے آپ میں فضیلت کا اضافہ کر لو۔

قراءت: مکی، بصری، نافع نے لَا يَضِرْكُمْ پڑھا ہے یہ اس صورت میں ضار يضير بمعنی ضره ہوگا۔ یہ واضح ہے ان کے علاوہ قراء کی قراءت میں اشکال ہے۔ کیونکہ وہ جواب شرط بنتا ہے۔ جواب شرط مجزوم ہونا چاہیے۔ پس مناسب تو تھا کہ راء پر فتحہ پڑھا جاتا جیسا کہ مفضل نے عاصم سے نقل کیا ہے۔ البتہ راء پر ضمہ ضاد کے ضمہ کی اتباع میں دیا گیا۔ جیسا کہ مُدُّ یا یاھذا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا)۔

قراءت: يعملون یہ تاء کے ساتھ سہل نے پڑھا ہے یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال جو صبر و تقویٰ کی قسم سے ہیں۔ مُحِيْطٌ (احاطہ کرنے والے ہیں) پس تمہارے ساتھ وہ سلوک فرمائیں گے۔ جس کے تم اہل ہو۔ باقی قراء نے یا کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں تمہاری دشمنی کے سلسلہ میں پس وہ ان کو اس پر سزا دے گا۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ

اور جب آپ اپنے گھر سے صبح کے وقت نکلے مسلمانوں کو قتال کرنے کے لئے مقامات بتا رہے تھے، اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ

سننے والا جاننے والا ہے۔ جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ بزدل ہو جائیں، اور اللہ ان کا ولی تھا

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اور اللہ پر بھروسہ کریں مومن بندے۔

۱۲۱: وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ (اور جب تم صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرو اس وقت کو جب تم مدینہ میں اپنے اہل سے صبح کے وقت نکلے۔ یہاں مراد آپ کا حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احد کی طرف روانہ ہونا ہے۔ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ (تم مومنوں کو ٹھہرا رہے تھے) یہ حال ہے۔ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ لڑائی کے مواقع پر، مواطن یعنی میمنہ، میسرہ، قلب، جناحین، ساقہ پر ایمان والوں کو ٹھیک بیٹھا رہے تھے۔ لِلْقِتَالِ یہ تُبَوِّیءُ سے متعلق ہے۔ ای تُبَوِّئُ لِلْقِتَالِ۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال کو خوب سننے والا) اور عَلِيْمٌ تمہاری نیات اور دل کے اسرار کو جاننے والا ہے۔

غزوۂ احد کو روانگی، بدھ کے روز:

روایت میں وارد ہے کہ مشرکین احد میں بدھ کو آ ٹھہرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور مشورہ کیلئے عبداللہ بن ابی کو بھی بلایا۔ اس سے مشورہ طلب کیا تو اس نے کہا آپ مدینہ میں قیام فرمائیں۔ ہم جب بھی دشمن کی طرف نکل کر گئے ہیں۔ تو ہمیں نقصان اٹھانا پڑا اور جب دشمن ہم پر داخل ہوا تو اس نے شکست کھائی ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے خواب میں اپنے گرد مذبوحہ گائے دیکھی ہے۔ پس میں نے اس کی تاویل بھلائی سے کی ہے۔ اور میں نے اپنی تلوار کی دھار میں دندانے دیکھے۔ اس کی تعبیر میں نے شکست سے کی ہے۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک محفوظ زرہ میں داخل کر دیا۔ اس زرہ کی تعبیر میں نے مدینہ سے کی ہے۔ لیکن کچھ لوگ آپ کے سامنے شہادت کا شوق ظاہر کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنا خود پہن لیا۔ پھر وہ شرمسار ہو کر کہنے لگے۔ آپ کو اختیار ہے یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پیغمبر کیلئے مناسب نہیں کہ اپنی خود زیب تن کر لے پھر لڑائی سے قبل اس کو اتار دے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے بعد روانہ ہوئے۔ اور ہفتے کی صبح احد کی گھاٹی میں پہنچے جبکہ پندرہ شوال ۳ھ تھی۔

بنو حارثہ و بنو سلمہ کے ساتھ اللہ کی ولایت:

۱۲۲: اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ اِذْ هَمَّتْ (جب ارادہ کیا) یہ اذغدوت سے بدل ہے۔ یا علیم کے معنی نے اس میں عمل کیا ہے۔ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ (دو گروہوں نے تم میں سے) اس سے مراد انصار کے دو قبیلے بنو سلمہ جو خزرج کی شاخ تھی اور بنو حارثہ جو اوس کی شاخ تھی مراد ہیں۔ آپ ﷺ احد کی طرف ایک ہزار لڑنے والوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ جبکہ مشرکین مکہ کی نفری تین ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ اور آپ ﷺ نے ان سے جمے رہنے کی صورت میں فتح کا وعدہ فرمایا۔ راستہ میں عبداللہ بن ابی لشکر کا تیسرا حصہ اپنے ساتھ لیکر واپس لوٹ گیا اور یہ کہا ہم اپنی جانوں اور اولادوں کو کیوں کٹوائیں؟ بنو حارثہ و بنو سلمہ نے بھی اسکے پیچھے جانے کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بات سے محفوظ کر لیا۔ پس وہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ اَنْ تَفْشَلَا (یہ کہ ہمت ہار دیں) وہ جبن و ضعف کی وجہ سے بزدلی اختیار کریں۔ الفشل نامردی اور بزدلی کو کہتے ہیں۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا (اور اللہ تعالیٰ انکا محب و ناصر تھا) یا ان کے معاملے کا مالک تھا۔ پھر وہ کیوں بزدلی کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر کیوں کر بھروسہ نہیں کرتے؟ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے)۔ یعنی انکا معاملہ یہ ہے کہ وہ اسی ہی پر بھروسہ کریں اور اپنے تمام معاملات کو اسی ہی کے سپرد کریں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! ہمیں یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ ہم نے ارادہ نہ کیا ہوتا جو ہم نے کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ وہ ہمارا ولی و کارساز ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور بلاشبہ اللہ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی، حالانکہ تم کمزور حالت میں تھے پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکرگزار ہو۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ

جب آپ مومنین سے فرما رہے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہ ہو گا کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ

مدد فرما دے جو اتارے گئے ہوں۔ ہاں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور دشمن تم پر فوراً

فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

آ پہنچے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعہ، جن پر نشان لگے ہوئے ہوں گے،

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ

اور اللہ نے یہ مدد صرف اس لئے کی کہ تمہارے لئے بشارت ہو۔ اور تمہارے دل اس سے مطمئن ہوں۔ اور مدد نہیں ہے مگر صرف

عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ

اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے حکمت والا ہے۔ تاکہ کافروں میں سے ایک گروہ کو ہلاک کر دے یا ان کو ذلیل کر دے

فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

تو وہ واپس ہو جائیں محروم ہو کر۔

ربط ۱۲۳: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ اس میں بدر کا واقعہ یاد دلایا جو موجب توکل تھا۔ اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی جب کہ وہ کمزور بھی تھے اور تعداد میں بھی کم تھے۔

بدر کی یاددھانی:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ (البتہ تحقیق تمہاری اللہ بدر میں مدد فرما چکا) بدر۔ یہ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک کنواں ہے۔ جس کو بدر نامی آدمی نے کھدوایا تھا۔ یا احد کے بعد بدر کا ذکر کیا تا کہ صبر و شکر جمع ہو جائیں۔

قلت کی کیفیت:

وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (اور تم تعداد میں کم تھے) مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) سے تین سو انیس (۳۱۹) کے درمیان تھی جبکہ

دشمن ایک ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا۔ اور سامان کی کمزوری کا حال یہ تھا کہ پانی بردار اونٹوں پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ جنگی تعداد کل ستر تھی اور ایک گھوڑا تھا۔ حالانکہ دشمنوں کے پاس سو گھوڑے۔ اسلحہ اور شان وشوکت تھی۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ نے اَذِلَّۃٌ بروزن اَفْعِلَۃٌ جمع قلت ذکر کیا تا کہ سواریوں اور ہتھیاروں کی کمی کے اظہار کے ساتھ مسلمانوں کی قلت تعداد کا بھی اظہار ہو۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ (تم اللہ سے ڈرو) تم اپنے رسول ﷺ کے ساتھ ثابت قدمی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (تا کہ تم شکر ادا کرو) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو فتح عنایت فرمائی ہے۔ شکریہ کا طریق ثابت قدم رہ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس میں بتلا دیا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی نعمت کی طرف رغبت شکریہ کی غرض سے ہونی چاہیے۔

دوسرا بدل:

۱۲۴: اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُنْزَلِیْنَ۔ (جب تم ایمان والوں کو کہہ رہے تھے)

نحو: یہ نَصَرَکُمْ کا ظرف ہے۔ اس طور پر کہ بدر کے دن ان کو فرمایا، مطلب یہ ہوا کہ اس نے تمہاری مدد کی جبکہ تم یہ کہہ رہے تھے۔ یا اذ غدوت سے دوسرا بدل ہے۔ اس طور پر کہ احد کے دن ان کو فرمایا۔ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُنْزَلِیْنَ (کیا کافی نہیں کہ تمہاری امداد کرے اللہ تعالیٰ تین ہزار فرشتوں کو اتار کر)

استفہام انکاری:

قراءت: شامی نے مُنَزَّلِیْنَ پڑھا۔ ابوحیوہ نے مُنْزِلِیْنَ پڑھا اور مراد منزلین النصرۃ بتلائی۔

مطلب آیت کا یہ ہے اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ استفہام انکاری ہے کیا تمہیں تین ہزار فرشتوں کی امداد کافی نہیں، یعنی کافی ہے۔

نکتہ: لَنْ نفی تاکید کا لا کر اشارہ کر دیا کہ مسلمان اپنی کمزوری اور قلت تعداد اور دشمن کی کثرت وقوت کو دیکھ کر فتح سے گویا ناامید تھے۔ (ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی مدد آئی)

۱۲۵: بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیْنَ۔

فوری وکافی مدد:

بَلٰٓی (کیوں نہیں) نفی تاکید بلَنْ کے بعد بَلٰٓی کو ایجاب کے لیے لائے کہ اتنے فرشتوں سے امداد تمہارے لیے کافی ہے پس کفایت کو لازم کر دیا۔ پھر فرمایا اِنْ تَصْبِرُوْا (اگر تم صبر کرو) اگر تم قتال پر صبر کرو۔ وَتَتَّقُوْا (اور تقویٰ اختیار کرو) اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے بچو۔ وَیَاْتُوْکُمْ (اور وہ لوگ تم پر آ پہنچیں) اور تمہارے پر مشرکین مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا (اسی دم) آ پڑیں۔ یہ فور کا لفظ فار القدر سے لیا گیا جبکہ وہ جوش مارے تیزی کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا۔ پھر اس سے اس حالت کی تعبیر کی جاتی ہے جس میں دیر نہ ہو۔ اور کسی دوسری طرف توجہ نہ کی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ خرج من فورہ وہ فوراً نکل گیا۔ جیسا کہ تم اس طرح کہتے ہو۔ خرج من ساعتہ ولم یلبث کہ وہ اسی گھڑی بلا روک کے نکل گیا۔ کرخی رحمہ اللہ کے قول میں یہی معنی ہے۔ الا مر

المطلق علی الفور لا علی التراخی۔ کہ امر مطلق کی تعمیل اسی گھڑی لازم ہے تاخیر کرنا جائز نہیں۔ اب مطلب آیت کا یہ ہے کہ اگر وہ تمہاری اسی گھڑی میں آ گئے۔ ھٰذا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ (تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری یہ امداد فرمائے گا) یعنی ان کی آمد کی صورت میں فرشتوں کی آمدان کے آنے سے متاخر نہ ہوگی حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری جلد جلد مدد کرے گا۔ اور تمہیں فتح میسر فرمائے گا اگر تم صبر و تقویٰ پر قائم رہو گے۔

نشان دار گھوڑے:

مُسَوِّمِیْنَ (نشاندار)

قراءت: مُسَوِّمِیْنَ واؤ کے کسرہ کے ساتھ مکی، ابو عمرو، عاصم، سہل نے معلمین انفسھم اپنے نفوس کو ظاہر کرنے والے یا اپنے گھوڑوں کو ایسی علامت سے ظاہر کرنے والے ہونگے جس سے وہ لڑائی میں پہچانے جائیں گے۔ السومة علامت کو کہا جاتا ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ وہ سفید اون کا نشان اپنے گھوڑوں کی پیشانیوں اور دموں پر لگانے والے ہونگے۔

دوسرے قراء نے واؤ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ نشان زدہ ہونگے۔ کلبی کا قول یہ ہے وہ زرد رنگ کے عمامے پہنے ہونگے ان کے پلے اپنے کندھوں پر لٹکانے والے ہونگے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا عمامہ بدر کے دن زرد رنگ کا تھا۔ فرشتے بھی زرد عماموں میں نازل ہوئے۔ قتادہ کا قول یہ ہے کہ تین ہزار پھر پانچ ہزار فرشتے اترے۔

فرشتوں کی مدد صرف بشارت فتح ہے:

۱۲۶: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ۔ (اور اللہ تعالیٰ نے اس امداد کو بنایا) اور اللہ تعالیٰ نے اس امداد کو خوشخبری بنایا۔ ہٗ کی ضمیر اس امداد کی طرف راجع ہے۔ جو ان یمدکم سے ثابت ہوئی۔ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ (خوشخبری تمہارے لئے) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو فرشتوں سے مدد صرف اس لئے دی تاکہ تمہیں فتح کی بشارت ہو۔ وَلِتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ (تاکہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہوں) جس طرح سکینہ بنی اسرائیل کے لئے بشارتِ نصرت تھی اور دلوں کے اطمینان کا باعث تھی۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (اور درحقیقت فتح اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے) نہ لڑنے والوں کی طرف سے اور نہ ملائکہ کی طرف سے۔ لیکن یہ وہ چیز ہے۔ جس سے مدد کی امید اور رحمت کی طمع مضبوط تر ہوتی ہے۔ الْعَزِیْزِ (زبردست) وہ ذات جس کے فیصلوں میں اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ الْحَكِیْمِ (حکمت والا) جو کہ اپنے اولیاء کو مدد دیتا ہے اور دشمن کے ساتھ جہاد سے انکی آزمائش کرتا ہے۔

قتل کفار کی بشارت:

۱۲۷: لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ یَكْبِتَهُمْ فَیَنْقَلِبُوْا خَآىِٕبِیْنَ (تاکہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک کر دے) قتل و قید کے ذریعے چنانچہ بدر میں ستر کافر قتل ہوئے اور ستر سردار قید ہوئے۔ لِیَقْطَعَ کی لام۔ نمبر۱۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ سے متعلق ہے یا نمبر۲۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ سے متعلق ہے یا نمبر۳۔ یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ سے متعلق ہے۔

اَوْ یَكْبِتَهُمْ یا انکو رسوا کرے اور شکست سے غصہ دلا کر لوٹائے۔ الکبت۔ دراصل شدید بزدلی جو دل میں رچ جائے اور اسکی

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١٢٨﴾

آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں ہے، اللہ چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ ظلم کرنے والے ہیں،

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ مغفرت فرماتا ہے جس کی چاہے اور عذاب دیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٩﴾ ع ١٣

جس کو چاہے۔ اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

وجہ سے آدمی منہ کے بل گر جائے۔ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ پس وہ اپنے شہروں کو اس حالت میں لوٹیں کہ اپنے مقصد میں ناکام ہوں۔

تمام اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے:

۱۲۸: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ (آپ کو اس امر کا کوئی اختیار نہیں)

نحو: لَيْسَ کا اسم شَيْءٌ ہے اور لَكَ اس کی خبر ہے اور مِنَ الْاَمْرِ یہ شَيْءٌ کا حال ہے کیونکہ وہ صفت ہے جس کو پہلے لایا گیا ہے۔

اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ (یا ان کی توبہ قبول کرے) نحو: اس کا عطف لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ پر ہے۔ اور لَيْسَ لَكَ جملہ معترضہ ہے۔ جو معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے اللہ تعالیٰ ان کے معاملے کا مالک ہے خواہ ان کو ہلاک کردے یا شکست سے دوچار کرے یا انکی توبہ قبول کرلے کہ وہ اسلام لے آئیں۔ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ (یا ان کو عذاب دے) اگر وہ کفر پر مصر رہیں اور آپ کو ان کے معاملے کا کچھ اختیار نہیں۔ آپ تو مبعوث بندے ہیں تاکہ ان کو ڈرائیں اور ان سے جہاد کریں۔

نحو: فراء نحوی کے ہاں اَوْ۔ حَتّٰی کے معنی میں ہے۔ اور ابن عیسیٰ کے نزدیک اِلا ان کے معنی میں ہے۔ جیسا تم کہو: لالزمنك او تعطيني حقي۔ اب مطلب آیت کا یہ ہوگا۔ آپ کو ان کے معاملے میں کچھ اختیار نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ انکی توبہ قبول کرلے پس آپ انکی حالت پر خوش ہوں۔ یا پھر ان کو سزا دے تاکہ ان سے پلڑا چھوٹ جائے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے متعلق بددعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے روک دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ایمان لائیں گے۔

فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ (پس بے شک وہ ظالم ہیں) یعنی مستحق سزا ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مغفرتِ عامہ:

۱۲۹: وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا

اے ایمان والو مت کھاؤ سود چند در چند بڑھا کر، اور اللہ سے

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور ڈرو اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور جلدی آگے بڑھو مغفرت کی طرف

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ اور جنت کی طرف جس کا عرض ایسا ہے جیسے تمام آسمان اور زمین، وہ تیار کی گئی ہے متقیوں کے لئے

ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے) یعنی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے نہ کہ آپ کے کیونکہ آسمان و زمین اس کی ملکیت ہے۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ (وہ جس کو چاہیں بخش دیں) یعنی ایمان والوں کو۔ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (اور عذاب دیں جس کو چاہیں) یعنی کفار کو۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ بخشن ھار رحمت کرنے والے ہیں)

سود کی مذمت:

۱۳۰: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (اے ایمان والو! نہ کھاؤ سود دونا دوگنا) قراءت: مُضَعَّفَةً عین کی تشدید سے مکی وشامی نے پڑھا ہے۔ اس آیت میں ربا سے ممانعت کی گئی ہے اور دونا، دوگنا سود لینے کی جو رسم ان میں پائی جاتی تھی۔ اسکی مذمت کی' انکا حال یہ تھا کہ جب قرض اپنے وقت کو پہنچ جاتا تو قرض خواہ کہتا یا تو میرا حق واپس کر یا پھر سود دے اور مدت میں اضافہ کروالے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (تم اسکے کھانے میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ)

سب سے زیادہ خوف والی آیت:

۱۳۱: وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۔ (اور تم بچو اس آگ سے جو کافروں کیلئے تیار کی گئی)

ارشاد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ! قرآن مجید میں سب سے زیادہ خوف دلانے والی آیت یہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو خلاف ورزیٔ احکام کی صورت میں اس آگ سے ڈرایا ہے جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد اپنی رحمت کی امیدواری کو خدا اور رسول کی اطاعت سے وابستہ کیا اس طرح کہ واطیعوا اللّٰہ و الرسول لعلکم ترحمون (کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ

جو خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں، اور جو ضبط کرنے والے ہیں غصہ کو، اور جو لوگوں کو

عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً

معاف کرنے والے ہیں، اور اللہ محبت فرماتا ہے اچھے کام کرنے والوں سے، اور وہ لوگ جنہوں نے جب کوئی برا کام کیا

اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ

یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی مغفرت چاہی اور گناہوں کو کون

الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۗ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

بخشے گا سوائے اللہ کے اور انہوں نے اپنے کئے پر اصرار نہیں کیا۔ اور وہ جانتے ہیں،

اللہ کی رضا میں وقار و بلندی ہے:

۱۳۲: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے)

مَسْئَلَہ: اس آیت میں مرجئہ فرقہ کی اس بات کی تردید ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نقصان دہ نہیں اور آگ سے بالکل اہل ایمان کو سزا نہ دی جائے گی۔

ہم اہلسنّت کے نزدیک کفار کے علاوہ گناہگار ایمان والوں کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ لیکن بالآخران کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کا ارشاد:

لعل اور عسیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے مواقع پر تحقیق کیلئے آتا ہے یعنی بیم آمیز امید کیلئے ہے عارف کامل سے یہ بات مخفی نہیں کہ تقویٰ کا راستہ کتنا باریک و دقیق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو پالینا کتنا مشکل ہے۔ اور اس کی رحمت وثواب تک پہنچنے میں کتنا وقار اور بلندی ہے۔

مسارعت مغفرت و جنت:

۱۳۳۔۱۳۴: وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (اور تم تیزی سے بڑھو اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف) مدنی اور شامی نے واؤ کے بغیر سَارِعُوْٓا پڑھا ہے اور جملہ مستانفہ قرار دیا۔ دیگر قراء

نے واؤ کو قائم رکھ کر ماقبل پر عطف کیا ہے۔ المسارعة الی المغفرة و الجنة کا مطلب ایسے اعمال کی طرف متوجہ ہونا جو ان دونوں تک لے جانے والے ہوں۔ پھر ان اعمال میں کئی اقوال ہیں۔ نمبر۱۔ پانچوں نمازیں نمبر۲۔ تکبیر اولیٰ۔ نمبر۳۔ اطاعت۔ نمبر۴۔ اخلاص۔ نمبر۵۔ توبہ نمبر۶۔ جمعہ۔ نمبر۷۔ جماعات۔ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (اس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے) جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الحدید۔۲۱) اصل مقصود اس کی وسعت و پھیلاؤ کو بیان کرنا ہے۔ اس لئے لوگوں کے علم میں جو سب سے بڑی وسیع چیز ہے۔ اسکے ساتھ تشبیہ دی۔ اور عرض کو خصوصاً ذکر کیا کیونکہ وہ طول سے عادۃً چھوٹا ہوتا ہے تاکہ مبالغہ ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے۔ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے جائیں تو جنت کا عرض بنے گا۔

روایاتِ جنت کی عمدہ تطبیق:

اور یہ جو روایات میں وارد ہے کہ جنت ساتویں آسمان میں ہے۔ یا چوتھے آسمان میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت اس جہت میں واقع ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ چوتھے یا ساتویں آسمان میں ہے۔ جیسا کہ کہا جائے۔ فی الدار بستانٌ جبکہ وہ اس سے بڑا ہو کیونکہ اس کا مقصد باغ کے دروازہ کا مکان کی طرف ہونا مراد ہے۔

اُعِدَّتْ (تیار کی گئی) یہ جنت کی صفت ہونے کی بناء پر موضع جر میں واقع ہے۔ یعنی وسیع تیار شدہ جنت۔ لِلْمُتَّقِيْنَ (وہ متقین کیلئے) ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ جنت و دوزخ دونوں مخلوق ہیں۔ المتقی سے مراد۔ نمبر۱: شرک سے بچنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ۔ (الحدید:۲۱) اور جنت جس کا عرض آسمان و زمین کے عرض کی طرح ہے وہ ان لوگوں کیلئے بنائی گئی جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے۔ نمبر۲۔ دوسرا قول گناہوں سے بچنے والا متقی ہے۔ پس اگر دوسرا قول مراد ہو تو پھر بغیر عقوبت جنت میں جانا مراد ہوگا۔ اور اگر اول مراد لی جائے تو وہ بھی انجام کار ہوگی۔ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (جو خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں)۔

قراءت ونحو:

اگر وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً پر عطف ڈال کر اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ کو مبتداء قرار دیا جائے اور اُولٰٓئِكَ کو خبر بنایا جائے۔ تو یہاں وقف ہوگا۔ اور سراء، ضراء میں خرچ سے مراد تنگدستی و خوشحالی میں خرچ کرنا ہوگا۔
نمبر۲۔ اگر۔ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ کو متقین کی صفت قرار دیا جائے اور وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا کا عطف اس پر ڈالا جائے۔ پھر وقف نہ ہوگا اور مطلب آیت کا یہ بنے گا وہ جنت متقین اور تائبین کے لئے تیار کی گئی ہے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت تو متقین اور تائبین کیلئے بنائی گئی ہے اصرار کرنے والوں کیلئے نہیں۔

جواب : یہ درست ہے کہ ان دونوں قسم کے لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہو پھر محض فضل وعفوالٰہی سے دوسرے بھی داخل ہو جائیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے اُعِدَّتْ ھذہ المائدۃ للامیر کہ یہ دسترخوان امیر کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ پھر بعض اوقات اسکے پیروکار بھی اس کو کھا لیتے ہیں۔ کیا اس ارشاد خداوندی کی طرف توجہ نہیں کرتے ۔ واتقوا النار التی اعدت للکافرین۔ (آل عمران۔۱۳۱) کہ تم اس آگ سے بچو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ پھر بالاتفاق ثابت ہے کہ کافروں کے علاوہ عصاۃ مؤمن بھی اس میں داخل ہونگے۔

نکتہ: یہاں اللہ تعالیٰ نے انفاق کا تذکرہ پہلے فرمایا۔ کیونکہ نفس پر یہ انتہائی گراں چیز ہے۔ اور اسکے اخلاص کی نشاندہی کرنے والا ہے۔ اور اس زمانہ میں دشمن سے جہاد کے سلسلہ میں عظیم ترین اعمال میں سے تھا۔ اور مسلمان فقراء کی ہمدردی کے پیش نظر بھی اس کی شدید حاجت تھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے ہر قسم کے حالات میں انفاق مراد ہے۔ کیونکہ ایسا انفاق تنگدستی وخوشحالی ہر دو مواقع کو شامل ہوگا۔

غصہ پینے والے کا مرتبہ:

وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ (اور غصے کو پی جانے والے) یعنی پورا کرنے کی بجائے غصے کو روکنے والے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کظم القربۃ۔ جبکہ وہ مشک کو بھر لے اور اسکے منہ کو مضبوطی سے باندھ دے۔ اور اسی سے کظم الغیظ بنا ہے۔ غصے کو صبر کی وجہ سے تھام لے اور اس کا اثر بالکل ظاہر نہ ہو۔ الغیظ دل کی حرارت کا غصہ سے بڑھکنا۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔ جس نے اپنے غصے کو روک لیا ایسی حالت میں کہ وہ اس کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسکے دل کو امن وایمان سے بھر دیتے ہیں۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

معافی کی فضیلت:

وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (اور وہ لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں) یعنی جب ان کے ساتھ کوئی زیادتی کرتا ہے تو وہ اس سے مؤاخذہ نہیں کرتے۔ روایت میں آیا ہے جس کو بیہقی نے نقل کیا کہ قیامت کے دن ایک منادی آواز دے گا۔ وہ لوگ کہاں ہیں جن کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پس معاف کرنے والوں کے سواء اور کوئی نہ اٹھے گا۔ (بیہقی فی الشعب) ابن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے رشید کیلئے روایت بیان کرنی شروع کی۔ اس کو دیکھا کہ وہ ایک آدمی پر غضبناک ہے۔ پس اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ کو احسان کرنے والے پسند ہیں)

نحو : اَلْمُحْسِنِیْنَ میں الف لام جنسی ہے۔ ان مذکورہ بالا اور تمام محسنین کو شامل ہے۔ یا الف لام عہد کا ہے۔ اس سے انہی مذکورہ بالا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ برائی کرنے والے سے بھلائی کرنا احسان ہے۔ اور بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دینا تو تجارت ہے۔

تائب پر شیطان کا نالہ:

۱۳۵: وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ، (اور وہ لوگ جب کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنے نفوس پر زیادتی کر بیٹھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں۔ پس وہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں) یعنی گناہ کی برائی پر شرمندہ ہوکر توبہ کر لیتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً ۔ (اور وہ لوگ جب کوئی برا کام کر گزرتے ہیں)

نحو: فعلہ کا وزن قباحت کو زائد از زائد دکھانے کیلئے آتا ہے۔ اور وَالَّذِيْنَ یہ مبتداء اور اولئک خبر ہے۔

اَوْظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (یا وہ اپنے نفوس پر زیادتی کر بیٹھتے ہیں) قول نمبرا۔ الفاحشہ سے مراد کبیرہ گناہ اور ظلم نفس سے مراد صغیرہ۔

قول نمبر۲۔ فاحشہ سے زناء اور ظلم نفس بوس و کنار، لمس وغیرہ۔ ذَكَرُوا اللّٰهَ (وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں) یعنی زبان سے یا ان کے دل ان کو توبہ پر آمادہ کرتے ہیں۔

فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ (پس وہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں) یعنی گناہ کی برائی پر شرمندہ ہوکر توبہ کر لیتے ہیں۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو شیطان رونے لگا وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخشے گا۔

نحو: مَنْ مبتداء، يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ اس کی خبر ہے۔ یغفر کی ضمیر من کی طرف راجع ہے اور اِلَّا اللّٰهُ یغفر کی ضمیر سے بدل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے وَلَا احدٌ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی ایسا نہیں جو گناہوں کو بخش دے۔ یہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے اس میں بندوں کو توبہ کی طرف متوجہ کیا گیا اور ترغیب دلائی گئی اور ناامیدی و مایوسی کی ممانعت کی گئی اور توبہ کرنے والے کیلئے وسعت رحمت اور قرب مغفرت کو بیان کیا اور بتلایا کہ خواہ گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی معافی اس سے عظیم تر اور اس کا کرم عظیم ترین ہے۔

عدم اصرار کا فائدہ:

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَافَعَلُوْا (وہ اپنے قبیح افعال پر قائم نہیں رہے) الاصرار قائم ہونے کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بندے نے استغفار کیا اس نے اصرار نہیں کیا خواہ وہ گناہ کی طرف ستر مرتبہ لوٹ کر گیا ابوداؤد، الترمذی۔ دوسری روایت میں ہے استغفار کرنے سے کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کی موجودگی میں صغیرہ صغیرہ نہیں رہتا۔ (بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے) مسند فردوس للدیلمی وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں)

نحو: نمبرا۔ یہ وَلَمْ يُصِرُّوْا کی ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ غلطی ہے اس پر اصرار نہیں کیا۔

نمبر۲۔ یہ مستقل جملہ ہے اور یعلمون کا مفعول محذوف ہے مطلب اس طرح ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کے گناہوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہ بخشے گا۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ مغفرت ہے ان کے رب کی طرف سے اور باغ ہیں جن کے نیچے جاری ہیں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

نہریں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا تم سے پہلے بہت سے طریقے گزر چکے

سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

ہیں لہٰذا تم چلو زمین میں پھر دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾

یہ بیان ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے متقیوں کے لئے۔

بخشش کے مستحقین:

۱۳۶: اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ۔ (جنکی مذکورہ بالا صفات ہیں)۔ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (انکا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے) انکی توبہ کے سبب وَجَنّٰتٌ (اور باغات) اس کی رحمت کے باعث۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور کام کرنے والوں کا بدلہ بہت خوب ہے)

نحو: نعم کا مخصوص بالمدح محذوف ہے اور وہ ذٰلك ہے یعنی مغفرت اور جنت۔

شانِ نزول: نمبرا۔ یہ آیت ایک کھجور فروش کے متعلق اتری جس کے پاس ایک عورت کھجور لینے کیلئے آئی اس نے کہا میرے گھر میں اس سے زیادہ عمدہ کھجوریں ہیں۔ اس کو اپنے گھر میں اس بہانے سے داخل کیا اور پھر اپنے جسم سے اس کو چمٹایا اور بوسہ دیا مگر پھر شرمندہ ہوا۔

نمبر۲۔ ایک انصاری کو ایک ثقفی نے اپنے گھر والوں کا نگراں بنایا۔ (اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مابین بھائی چارہ کروایا تھا) جب وہ ثقفی جہاد میں چلا گیا۔ وہ انصاری اسکے گھر آیا اور اس کی بیوی کو دیکھا تو اس کو بوسہ دیا۔ پھر اس پر شرمسار ہوا۔ اور جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو قبول فرمایا۔

سنن کی مراد وقائع:

۱۳۷: قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ قَدْ خَلَتْ (تحقیق

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

اور ہمت نہ ہارو اور غمگین نہ ہو اور تم ہی بلند ہو گے ۔ اگر تم مومن ہو۔

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ

اگر تم کو زخم پہنچ گیا تو تمہاری مقابل قوم کو اس جیسا زخم پہنچ چکا ہے۔ اور یہ دن ہیں

نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ

جنہیں ہم باری باری بدلتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان، اور تا کہ اللہ جان لے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور بنا لے تم میں سے

شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

شہادت پانے والے، اور اللہ پسند نہیں فرماتا ظالموں کو۔ اور تا کہ پاک صاف کرے ایمان

اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا

والوں کو، اور مٹا دے کافروں کو، کیا تم نے یہ خیال کیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی

يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ

معلوم نہیں کیا اللہ نے ان لوگوں کو جو جہاد کرنے والے ہیں تم میں سے، اور تا کہ وہ جان لے ثابت قدم رہنے والوں کو، اور اس میں شک نہیں کہ تم لوگ

تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ ع ۱۴ / ۵

موت کے سامنے آنے سے پہلے اس کی آرزو کرتے تھے، سو اب تم نے موت کو دیکھ لیا اس حال میں کہ وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔

گزرے) مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ تم سے پہلے بہت طریقے۔ اس سے مراد جھٹلانے والی امتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آنے والے وقائع ہیں۔ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (پس زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا) پھر ان سے عبرت حاصل کرو۔

۱۳۸: هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ هٰذَا یہ۔ یعنی قرآن یا مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ کا مفہوم مشارٌ الیہ ہے۔ بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى (لوگوں کیلئے بیان وضاحت اور ہدایت ہے یعنی راہنمائی ہے) وَّمَوْعِظَةٌ (اور نصیحت ہے) یعنی ترغیب و ترہیب ہے۔ لِّلْمُتَّقِيْنَ (بچنے والوں کیلئے) جو شرک سے بچتے ہیں۔

تکالیفِ اُحد پر تسلی:

۱۳۹: وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ وَلَا تَهِنُوْا (تم سستی نہ کرو) جہاد سے اس بناء پر کہ تم کو

شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ وَلَا تَحْزَنُوْا (اور نہ غم کرو) اس غنیمت پر جو تم سے فوت ہوگئی یا اپنے میں سے شہید ہونے والوں پر یا آنے والے زخموں پر۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ اور ایمان والوں کیلئے تسلی ہے۔ ان تکالیف پر جو غزوۂ احد کے موقع پر پیش آئیں اور ان کے دلوں کو تقویت دی جارہی ہے۔

علو کی تفسیر:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (حالانکہ تم ان سے اعلیٰ اور اغلب ہو) کیونکہ تم نے بدر میں ان کے زیادہ آدمی قتل کیے انکی نسبت جتنے احد میں تمہارے قتل ہوئے۔

دوسری تفسیر: اور تم ہی بلند رہو گے مدد و کامیابی کے ساتھ جو آخر میں تمہیں میسر آئی۔ وہ ان کے لئے بلندی اور غلبے کی بشارت تھی۔ جیسا الصافات کی۔ آیت نمبر۱۸۳ میں فرمایا وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ کہ ہمارا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔

نمبر۳۔ تم شان کے اعتبار سے بلند ہو کیونکہ تمہارا قتال اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے اور اس کی بات بلند کرنے کیلئے ہے اور انکی لڑائی شیطان کیلئے اور کفر کی بات کو اونچا کرنے کیلئے تھی۔

نمبر۴۔ تم شان کے لحاظ سے بلند ہو کیونکہ تمہارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مؤمن ہو۔

تفسیر اول: یہ لَا تَهِنُوْا کی نہی سے متعلق ہے مت سستی کرو اگر تمہارا ایمان صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان کی صحت تو قوت قلب کو لازم کرتی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کو مضبوط کرتی ہے اور دشمنوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرنے پر برانگیختہ کرتی ہے۔

تفسیر دوم: یہ اعلون سے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم بلند ہوا گر تم تصدیق کرنے والے ہو ان باتوں پر جن کا اس نے تم سے وعدہ کر رکھا ہے۔ اور جس غلبے کی وہ بشارت دیتے ہیں۔

تسلیٔ مؤمنین:

۱۴۰: اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ۔ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ (اگر تم کو زخم لگا)

قراءت: قُرح تمام مقامات پر پڑھا جائے گا۔ حفص کے علاوہ دیگر تمام کوفی قراء کے ہاں۔ قَرْحٌ حفص اور دیگر تمام قراء نے پڑھا۔ یہ دو لغتیں ہیں جیسا کہ ضَعف اور ضُعف۔

بعض نے کہا۔ قَرح ہو تو معنی زخم اور قُرح ہو تو معنی زخم کی ٹیس۔ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ (پس تحقیق قوم کو اسی طرح کا زخم پہنچا) یعنی اگر انہوں نے تمہارے کچھ آدمی قتل کیے تو تم اس سے پہلے بدر کے دن ان کے زیادہ آدمی قتل کر چکے۔ پھر بھی اس بات نے ان کے دلوں کو کمزور نہ کیا اور تمہارے ساتھ دوبارہ لڑائی کرنے سے نہ روکا۔ پس تمہیں تو بدرجۂ اولیٰ کمزوری نہ دکھانی چاہیے۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (یہ ایام فتح ہم لوگوں کے درمیان باری باری گھماتے رہتے ہیں)

نحو: وَتِلْكَ الْاَيَّامُ مبتدا نُدَاوِلُهَا اس کی خبر ہے۔

نُدَاوِلُهَا کا معنی پھیرنا ہے۔ بین الناس یعنی نعمتیں اور سزائیں کبھی ایک قوم کو اور کبھی دوسری قوم کو۔ جیسا شاعر (نمر بن تولب) کے اس شعر میں ہے ؎

فیومًا علینا ویومًا لنا ☆ ویومانساءُ و یوما نُسَرُّ

ایک دن ہمارے خلاف اور ایک دن ہمارے حق میں۔ اور ایک دن تکلیف دیئے جاتے ہیں جبکہ دوسرے دن خوش کیے جاتے ہیں۔

تبادلہ کی حکمتِ اوّل:

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (تا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے ایمان والوں کو) یعنی یہ تبادلہ کئی قسم کی حکمتوں کے ماتحت کرتے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ جو مؤمن صبر اور ثبات ایمان کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک ممتاز ہو چکے ہوں ان کو ہم جان لیں جس طرح کہ انکا وجود سے قبل جانتا ہے۔ وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ (اور تا کہ کچھ لوگوں کو شہادت سے بہرہ ور کر دے) مراد اس سے احد کے طالبین شہادت تھے یا تم میں سے ایسے شہداء کا انتخاب کر لے جو قیامت کے دن امتوں پر گواہی کے لائق ہوں۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ ۱۴۳ میں فرمایا۔

وَلِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ ۱۴۳) وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ کو ظالم لوگ پسند نہیں۔ یہ جملہ معترضہ ہے جو تعلیل والے جملے کے درمیان لایا گیا۔

تفسیر آیت کی یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو ان لوگوں میں سے نہیں جو ایمان پر ثابت قدمی اختیار کرنے والے ہیں اور اس کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔ اور منافقین و کفار ہی ایسے ہو سکتے ہیں۔

تبادلہ کی حکمت دوم:

۱۴۱: وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (تا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو گناہوں سے پاک کر دے)

التَّمْحِيْص تطہیر و تصفیہ کو کہتے ہیں۔ وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ (اور کافروں کو مٹا دیں) اور ان کو ہلاک کر دیں یعنی اگر کفار کو مسلمانوں پر غلبہ ہوتا ہے تو وہ مسلمانوں کے امتیاز کرنے اور شہید بنانے اور گناہوں سے ان کو پاک کرنے کیلئے ہوتا ہے اور مسلمانوں کو کفار پر غلبہ کافروں کو گھٹانے اور انکا نام و نشان مٹانے کے لئے ہوتا ہے۔

جنت میں داخلہ بلا جہاد و مجاہدہ نہیں:

۱۴۲: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ۔ (کیا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے) یہ استفہام انکاری ہے اور اَمْ منقطعہ ہے۔ یعنی مت ایسا خیال کرو۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا

مِنْكُمْ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مجاہدوں کا ابھی تک امتیاز نہیں کیا) یعنی ابھی تک تم نے جہاد نہیں کیا کہ تمہارا مجاہد ہونا معلوم ہوتا کیونکہ علم کا تعلق تو معلوم سے ہے۔ تو نفی علم کو نفی متعلق علم کی جگہ لایا گیا ہے۔ کیونکہ علم کی نفی سے متعلق علم کی نفی خود ہو جائے گی جیسا کہ کہا جائے ماعلم الله فى فلان خيراً یعنی اس میں کوئی خیر ہے ہی نہیں جو معلوم ہو اور یہاں لمّا، لم کے معنی میں ہے البتہ اس میں کچھ توقع کا پہلو پایا جاتا ہے۔ پس گزشتہ میں جہاد کی نفی کر رہا ہے۔ اور مستقبل میں اسکے ہونے کی توقع ظاہر کر رہا ہے۔

وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (اور معلوم کرے صبر کرنے والوں کو)

نَحو : يَعْلَمِ اللّٰهُ اَن مضمرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور واؤ جمع کیلئے ہے جیسا کہتے ہیں لا تاكل السمك و تشرب اللبن۔ یعنی دودھ اور مچھلی ساتھ ملا کر مت کھاؤ۔ یا يَعْلَمَ پر جزم ہو يَعْلَمِ اللّٰه پر عطف کی وجہ سے۔ میم کو حرکت التقائے ساکنین کی وجہ سے دی گئی ہے اور فتحہ کا انتخاب معطوف علیہ پر فتحہ کی وجہ سے ہے۔

تمنائے موت پر توبیخ:

۱۴۳: وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ (البتہ تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کو دیکھنے سے پہلے۔ اس میں ان لوگوں کو مخاطب کیا جو بدر میں حاضر نہ ہو سکے تھے اور ان کے دل میں تڑپ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی معرکہ میں حاضر ہوں تاکہ شہادت کی سعادت پا سکیں اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اصرار کیا کہ ان کو لیکر مشرکین کی طرف نکلیں۔ حالانکہ آپ کی رائے مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کی تھی۔ مطلب یہ ہوا کہ تم موت کی تمنا اسکے مشاہدے سے پہلے کرتے تھے اور اس کی شدت کو پہچاننے سے پہلے تمنا کرتے تھے۔ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (پس تم نے اس کو آنکھوں سے دیکھ لیا) یعنی تم نے کھلی آنکھوں سے دیکھا اس حال میں کہ تمہارے سامنے تمہارے بھائی بند مارے گئے۔ اور تم نے خود قتل کو جھانک لیا۔

دراصل موت کی تمنا پر ان کو توبیخ کی گئی ہے اور اس بات پر کہ تم اپنے اصرار سے رسول اللہ ﷺ کے نکلنے کا باعث بنے پھر آپ ﷺ سے پیچھے ہٹ گئے۔ انہوں نے شہادت کی تمنا کی تاکہ شہداء والی عظمت پالیں۔ اسمیں اس قسم کا قصد ہرگز نہ تھا کہ کفار کو غلبہ حاصل ہو جائے اس کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ کوئی عیسائی ڈاکٹر سے دوائی لے اس کا مقصد تو حصول شفاء ہے اور اسکے دل میں یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ اس میں دشمن کو نفع پہنچایا جا رہا ہے۔ اور اسکے فن کو رائج کیا جا رہا ہے۔

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ

اور محمد صرف رسول ہیں، ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں، تو کیا ان کو موت آجائے

اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ

یا مقتول ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص الٹے پاؤں پھر جائے تو وہ اللہ کو کچھ

يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۱۴۴ وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ

بھی نقصان نہ دے گا۔ اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو ثواب دے گا۔ اور کسی جان کو موت

اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا

نہیں آ سکتی مگر اللہ کے حکم سے اس طرح پر کہ اس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے، اور جو شخص دنیا کے بدلہ کا ارادہ کرے گا

نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَ سَنَجْزِى

ہم اس میں سے اس کو دے دیں گے اور جو شخص آخرت کے ثواب کا ارادہ کرے گا ہم اس میں سے اسے دے دیں گے، اور عنقریب ہم شکر گزاروں

الشّٰكِرِيْنَ ۱۴۵

کو جزا دیں گے۔

۱۴۴: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا۔ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔

شانِ نزول: جب ابن قمیّہ نے رسول اللہ ﷺ کو پتھر مارا تو آپ کا سامنے والا نچلا دانت ٹوٹ گیا۔ وہ آپ کے قتل کے درپے تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف سے دفاع کیا۔ وہ لشکر کے علم بردار تھے۔ چنانچہ اس نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ چنانچہ اس نے کہنا شروع کر دیا میں نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا اور ایک شخص نے پکار کر کہا محمد (ﷺ) قتل ہو گئے (نعوذ باللہ) بعض نے کہا وہ شیطان تھا۔ لوگوں میں آپ کے قتل کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ پس وہ پیچھے ہٹے اور رسول اللہ ﷺ آوازیں دے رہے تھے۔ اِلَیَّ عباد اللّٰہ! اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس ایک گروہ جمع ہو گیا۔ آپ نے ان کو بھاگنے پر ملامت کی۔ وہ کہنے لگے۔ یارسول اللہ! ہم آپ پر اپنے ماؤں باپوں کو قربان کرتے ہیں ہمیں آپ کے قتل کی خبر پہنچی جس سے ہم پیٹھ پھیر کر چل دیئے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہی ہیں۔ تحقیق ان سے پہلے اللہ کے

رسول گزرے) خلت کا معنی مضت یعنی گزرے ہیں۔ پس وہ بھی انکی طرح گزر جائیں گے۔ جس طرح ان کے پیروان کے گزرنے کے بعد ان کے دین کو مضبوطی سے تھامنے والے تھے۔ اسی طرح تم پر لازم ہے کہ تم ان کے دین کو ان کے گزرنے کے بعد لازم پکڑو۔ کیونکہ بعثت انبیاء علیہم السلام کا مقصود پیغام رسالت کو پہنچانا اور حجت کو تمام کرنا ہے۔ قوم میں ان کے وجود کا ہمیشہ رہنا نہیں۔

خبر شہادتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تاثرات کا ازالہ:

اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ (پس اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے) فاجملہ شرطیہ سے معلق ہے۔ اس جملہ کے ذریعہ جو اس سے پہلے ہے۔ اس طرح کہ فا سببیہ اور ہمزۂ استفہام انکار کیلئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام وفات پا گئے مگر انکا دین تو نہیں مرا۔ پس اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک رسول ہیں اگر وہ قتل یا طبعی موت سے وفات پا جائیں گے تو انکا دین نہیں مریگا بلکہ باقی رہے گا پس تمہیں لوٹ کر ارتداد اختیار نہ کرنا چاہیے۔ انقلاب علی العقبین یہ ارتداد سے مجاز ہے۔ یا شکست و ہزیمت سے مجاز ہے۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا (جو ایڑیوں کے بل پلٹ جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا) بلاشبہ اپنے آپ کو نقصان پہنچائے گا۔ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (عنقریب اللہ تعالیٰ شکرگزاروں کو بدلہ دیں گے) یعنی وہ لوگ جو جنگ سے پیچھے نہیں ہٹے۔ ان کو شاکرین اسی لئے قرار دیا کیونکہ انہوں نے نعمت اسلام کا اپنے فعل سے شکریہ ادا کیا۔

ہر ایک کی موت مشیت سے ہے:

۱۴۵: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ۔ وَمَا كَانَ (جائز نہیں) لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (کسی نفس کے لئے کہ اس کو موت آئے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے) اذن سے مراد علم ہے۔ یا ملک الموت کو اسکے قبض روح کی اجازت دینا مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کسی کی موت کا آنا ناممکن ہے۔

اس میں جہاد پر آمادہ کیا گیا اور دشمن کا سامنا کرنے پر برانگیختہ کیا گیا اور بتلا دیا کہ ڈرنا فائدہ مند نہیں۔ اور کوئی شخص اپنی مدت زندگی پوری کرنے کے بغیر نہیں مر سکتا۔ خواہ وہ کتنے ہلاک کن مقامات اور معرکوں میں گھس جائے۔ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا (میعاد معین لکھی رہتی ہے) کِتٰبًا فعل محذوف کا مصدر مؤکد ہے۔ کیونکہ معنی یہ ہے کہ کتب الموت کتابًا۔ اللہ تعالیٰ نے موت کو لکھ دیا ہے لکھنا۔ مؤجل کا معنی موقت ہے کہ لکھے ہوئے سے آگے پیچھے نہیں۔ وَمَنْ يُّرِدْ جو ارادہ کرلے اپنے جہاد سے ثَوَابَ الدُّنْيَا ثواب دنیا یعنی مال غنیمت کا۔ اس میں ان لوگوں پر تعریض کی گئی جن کو احد کے دن غنیمت نے مشغول کر دیا۔

نُؤْتِهٖ مِنْهَا (ہم اس سے اس کو دیتے ہیں) یعنی اس کا ثواب دیتے ہیں۔ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ اور جو آخرت کے ثواب کا ارادہ کرتا ہے یعنی اعلائے کلمۃ اللہ اور آخرت کے درجات کیلئے جہاد کرتا ہے۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ

اور بہت سے نبی گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی، پھر جو مصیبتیں

اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

ان کو اللہ کی راہ میں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ ہمت ہارے نہ کمزور پڑے۔ اور نہ عاجز ہوئے، اور اللہ صبر کرنے والوں سے

الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا

محبت فرماتا ہے، اور ان کا قول اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ انہوں نے یوں کہا کہ اے ہمارے رب بخش دے

ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى

ہمارے گناہوں کو، اور ہمارے کاموں میں حد سے آگے بڑھ جانے کو، اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ، اور کافر قوم کے مقابلہ میں

الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ

ہماری مدد فرما سو اللہ نے ان کو دنیا کا بدلہ دے دیا اور آخرت کا عمدہ

١٥ ع٥ ٦ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع

بدلہ دیا اور اللہ پسند فرماتا ہے اچھے کام کرنے والوں کو۔

(ہم اس کو اسی سے دیتے ہیں اور عنقریب شکر گزاروں کو ہم بدلہ دیں گے) یعنی ہم عنقریب ان کو جزائے مبہم سے بدلہ دیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا اور جہاد سے ان کو کسی چیز نے مشغول نہ کیا۔ (جزاء کو مبہم لاکر بتلا دیا کہ جزاء غیر معروف ہے جو عقل انسان میں نہیں آسکتی)۔

جہاد میں دشمن کے سامنے عجز و ذلت ظاہر نہ ہونے دو اور نہ ہی سستی کرو:

۱۴۶: وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (بہت سے پیغمبروں کے ساتھ مل کر بکثرت آدمیوں نے کفار سے جنگ کی) كَاَيِّنْ کا اصل اَیّ ہے کاف تشبیہ کا اس پر داخل ہوا تو اس میں کم کے معنی پیدا ہو گئے جو کثرت کیلئے آتا ہے۔

قراءت: مکی کی قراءت میں کائن بوزن کاع ہر جگہ پڑھیں گے۔ قٰتَلَ کو قُتِلَ مکی، بصری و نافع نے پڑھا ہے۔

نحو : مَعَهٗ یہ قتل کی ضمیر سے حال ہے۔ ای قتل کائنًا معه۔ یعنی اس نے قتال کیا اس حال میں کہ وہ ان کے ساتھ ملنے والا تھا۔

رِبِّیُّوْنَ۔ رب والے۔ حسن نے را کے ضمہ سے اور بعض نے فتحہ سے پڑھا ہے۔ قاعدہ کے مطابق فتحہ ہے کیونکہ یہ رب سے اسم منسوب ہے۔ اور ضمہ اور کسرہ اسم منسوب میں تبدیلیوں کی بناء پر ہے۔

فَمَا وَھَنُوْا (وہ سست نہ ہوئے) اپنے پیغمبروں کے قتل کے وقت لِمَآ اَصَابَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا۔ (ان تکالیف پر جوان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آئیں اور نہ وہ ان کے بعد جہاد سے پست ہمت ہوئے)۔ وَمَا اسْتَکَانُوْا (اور نہ وہ دشمن کے سامنے ذلیل و عاجز ہوئے)۔ اس آیت میں ان لوگوں پر تعریض کی جو قتل رسول ﷺ کی افواہ پر پست ہمت ہو بیٹھے اور بعض نے ارادہ کیا کہ عبداللہ بن ابی کے ذریعہ ابوسفیان سے امان طلب کریں۔ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ کو صبر والے لوگ پسند ہیں) جو کفار سے جہاد کرنے پر جمے رہنے والے ہیں۔

میدانِ جنگ میں دُعا مستقل ہتھیار ہے:

۱۴۷: وَمَا کَانَ قَوْلَھُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔ (اور انکی بات یہی تھی کہ اے ہمارے رب تو ہمارے گناہوں کو بخش دے) یعنی انہوں نے یہی بات کہی۔

ربانیین ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے نفوس کی طرف گناہوں کی اضافت کی تاکہ نفس کی بڑائی مٹ جائے۔ وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا (اور ہمارا اپنے معاملے میں حد سے تجاوز کرنا) اسراف حد عبودیت سے تجاوز کو کہتے ہیں۔ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا تو ہمارے قدموں کو (لڑائی میں) مضبوط کر دے۔ وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔ (اور ہماری کافر قوم کے خلاف مدد فرما) غلبہ عنایت کر کے۔

نکتہ: گناہوں سے استغفار کے ساتھ دعا کو میدان جنگ میں ثابت قدمی اور دشمنوں پر فتح سے مقدم کیا۔ کیونکہ استغفار کے ساتھ یہ طریق دعا قبولیت دعا کے لئے زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ اس میں عجز و نیاز خوب ہے۔

طالبین آخرت محسنین ہیں:

۱۴۸: فَاٰتٰھُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ۔ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کا ثواب دیا) یعنی نصرت و کامیابی اور غنیمت میسر کر دی۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ (اور ثواب آخرت کا حسن) یعنی مغفرت و جنت دے دی۔ آخرت کے بدلے کو حسن سے تعبیر کر کے بتلا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل و مقدم اور واجب القصد ہے۔ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) یعنی وہ محسن ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو پسند کرتے ہیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓی

اے ایمان والو! اگر تم ان لوگوں کا کہا مانوگے جنہوں نے کفر اختیار کیا تو وہ تم کو الٹے پاؤں

اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَیْرُ

پھیر دیں گے جس کی وجہ سے تم ناکام ہو جاؤ گے، بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب مدد کرنے

النّٰصِرِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا

والوں سے بہتر ہے۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے ایسی چیز کو اللہ کا

بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾

شریک بنایا جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور وہ ظلم کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے۔

کفار کی عدم موافقت تمام مسلمانوں پر لازم ہے:

۱۴۹: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۔ (اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی اطاعت کرو تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے) یعنی وہ تمہیں شرک کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں۔ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ (تم لوٹ کر گھاٹے میں پڑ جاؤ گے)

کہا گیا ہے یہ تمام کفار کے سلسلہ میں عام ہے۔ مؤمنوں پر لازم ہے کہ وہ ان سے پہلوتہی اختیار کریں۔ اور کسی چیز میں انکی اطاعت نہ کریں تاکہ وہ ان کو اپنی موافقت کی طرف نہ کھینچ لیں۔ سدی کہتے ہیں کہ اگر تم ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کے سامنے عاجزی کرو گے اور ان سے امن کے طالب ہو گے تو وہ تمہیں اپنے دین کی طرف لوٹا دیں گے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں یہ آیت ان منافقین کے متعلق اتری جنہوں نے شکست کے موقع پر ایمان والوں کو کہا تم اپنے بھائیوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کے دین میں داخل ہو جاؤ۔

۱۵۰: بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ ۔ (بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے) پس غیروں کی نصرت سے بے نیازی اختیار کرو۔ وَهُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ (اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے)

القائے رعب سے مکہ والے قوت کے باوجود بھاگ گئے:

۱۵۱: سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ

مَثْوَی الظّٰلِمِیْنَ۔سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (ہم عنقریب کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے)
قراءت:الرُّعُبَ کوشامی اور علی نے الرُّعُبُ پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔
کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے دل میں احد کے دن رعب ڈال دیا وہ باوجود قوت وغلبہ کے بلاوجہ مکہ کی طرف لوٹ گئے۔بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ (اس سبب سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں) یعنی ان کے دلوں میں رعب ڈالے جانے کا باعث انکا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔مَالَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا (جسکی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری) یعنی آلہہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔اس کا یہ معنی نہیں کہ انکی معبودیت کی کوئی دلیل ہے مگر اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری۔بلکہ مقصد یہ ہے کہ نہ کوئی دلیل ہے اور نہ وہ اتاری گئی جیسا کہ شاعر کے اس قول میں۔

ولا تری الضَّبَّ بها یَنْجَحِر ای لیس بها ضب فینجحر و لم یعن ان بهاضباً ولا ینجحر

اس کا معنی یہ ہے کہ وہاں گوہ نہیں کہ بل بنائے یہ مطلب نہیں کہ گوہ تو ہے مگر بل نہیں بناتی۔

وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ (انکا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا ٹھکانہ بہت برا ہے) (ضمیر کی بجائے ظالمین کو صراحتاً لا کر اس پر سخت ناراضگی اور درشتی کو ظاہر کر دیا اور دوزخی ہونے کی علت بھی واضح ہوگئی)

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جو اس نے تم سے کیا تھا جس وقت تم دشمنوں کو بحکم خداوندی قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک

فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ

کہ جب تم بزدل ہوگئے اور حکم کے بارے میں تم نے آپس میں اختلاف کیا اور تم نے اس کے بعد نافرمانی کی جبکہ تمہیں اللہ نے وہ چیز دکھا دی جسے تم محبوب

مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ

رکھتے تھے، تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے طلب گار تھے۔

ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ

پھر اللہ نے تم کو دشمنوں کی طرف سے پھیر دیا تاکہ تم کو آزمائے۔ اور البتہ تحقیق اللہ نے تم کو معاف فرما دیا اور اللہ مومنین پر

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ

بڑے فضل والا ہے۔ جب تم دور چلے جا رہے تھے اور کسی کو مڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے اور رسول

يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى

تم کو پکار رہے تھے۔ تمہارے پیچھے سے، پس اللہ نے تمہیں غم کی پاداش میں غم دیدیا تاکہ تم غمگین نہ ہو اس چیز پر

مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

جو تم سے جاتی رہے اور نہ اس مصیبت پر جو تم کو پہنچ جائے اور اللہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ۔ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

شانِ نزول: جب رسول ﷺ احد سے مدینہ منورہ اپنے صحابہ کے ساتھ لوٹے تو بعض اصحاب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہم سے وعدہ فتح و نصرت کیا تھا پھر یہ تکلیف کہاں سے آگئی۔ تو یہ آیت اتری۔

۱۵۲: وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ تم سے پورا کر دیا) اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ (جب کہ تم ان کافروں کو بے دریغ قتل کر رہے تھے) ابن عیسیٰ کہتے ہیں کہ حَسَّہ کا معنی قتل کر کے حس کو باطل کرنا۔ بِاِذْنِهٖ اللہ تعالیٰ کے حکم و فیصلہ اور علم سے۔

حَتّٰٓی اِذَا فَشِلْتُمْ (یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے) وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ اور تم (قیام وعدم قیام میں) جھگڑنے اور اختلاف کرنے لگے وَعَصَیْتُمْ (اور تم نے اپنے پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کی) مرکز کو چھوڑ کر اور غنیمت میں مشغول ہو کر۔ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ (اسکے بعد کہ اس نے تمہیں دکھا دیا وہ جو تم پسند کرتے تھے) یعنی کامیابی اور کفار پر غلبہ۔

نحو: اِذَا کا متعلق محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے حَتّٰٓی اِذَا فَشِلْتُمْ یہاں تک کہ تم بزدل ہو گئے۔ تو اس نے اپنی مدد تم سے روک لی اور یہ مطلب بھی درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ تم سے بزدلی کے وقت تک پورا کر دیا۔ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا (تم میں سے کچھ دنیا کے طلبگار تھے) الدنیا سے مراد مال غنیمت ہے مراد اس سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مرکز کو طلب غنیمت میں چھوڑا۔

واقعۂ اُحد اور روایات:

روایات میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کو اپنے لشکر کی پشت کی طرف کیا ؟؟؟ اور رخ مدینہ منورہ کی طرف اور تیر اندازوں کو پہاڑ کے پاس کھڑا کیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ میں مضبوطی سے جمے رہیں اور اس سے مت ادھر ادھر ہٹیں خواہ لڑائی مسلمانوں کے حق میں رہے یا خلاف۔ جب مشرکین آئے تو تیر اندازوں نے ان کے گھوڑوں کو تیروں پر رکھ لیا اور دوسرے ان کو تلواروں سے مارنے لگے۔ یہاں تک کہ کافر شکست کھا گئے اور مسلمان ان کے پیچھے ان کو قتل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ جب (بعض) مسلمانوں (مراد تیر انداز ہیں) نے بزدلی دکھائی اور آپس میں جھگڑا کیا کہ مشرکین تو شکست کھا چکے ہمارا یہاں کھڑا ہونا کس کام کا۔ مسلمانوں کے لشکر میں جا ملو اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ غنیمت جمع کرنے میں شریک ہو جاؤ۔ دوسروں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو۔ ان میں سے کچھ اس جگہ ثابت قدم رہے۔ جن میں امیر دستہ عبداللہ بن جبیر اور ان کے دس سے کم ساتھی تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں وہی مراد ہیں وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ (کہ تم میں سے کچھ محض آخرت کے طالب تھے) مراد عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے شہداء ساتھی) مشرکین نے مڑ کر تیر اندازوں پر حملہ کر کے عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور مسلمانوں پر پل پڑے یہاں تک کہ ان کو شکست دے کر ان میں سے کافی تعداد کو قتل کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ (پھر تمہیں ان سے پھیر دیا) یعنی تم سے اپنی مدد روک لی جس سے وہ تم پر غالب آ گئے۔ لِیَبْتَلِیَكُمْ (تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے) اور تمہارے مصائب پر صبر کا امتحان لے اور مصائب میں تمہاری ثابت قدمی دیکھے ابتلائے الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ تم سے آزمانے والے کا سا معاملہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس عمل پر بدلہ دیتے ہیں جو بندہ کرتا ہے نہ اس کا جو کہ وہ بندے کے متعلق جانتے ہیں۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ (تحقیق وہ تمہیں معاف فرما چکا) جبکہ تم سے جلد بازی میں حکم رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی ہوگئی اور تم نے اس پر جو ندامت وشرمندگی کا اظہار کیا۔

مسلمان کیلئے ابتلاء ونصرت دونوں رحمت ہیں:

وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر فضل کرنے والے ہیں ان کو معاف کر کے اور انکی توبہ قبول

کر کے یا وہ ان پر تمام حالات میں فضل فرمانے والے ہیں خواہ ان پر مصیبت اور تکلیف ڈالی جائے یا نہ ڈالی جائے کیونکہ ایمان والوں کے حق میں ابتلاء رحمت ہے جس طرح کہ نصرت رحمت ہے۔

۱۵۳: اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓي اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ جب تم ہموار زمین پر چلنے میں تیزی کر رہے تھے۔ (الاصعاد چٹیل زمین میں جانا دور نکل جانا)

نحو : منصوب ہے صرفکم یالیبتلیکم یااذکروا محذوف کے ساتھ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓي اَحَدٍ (اور تم کسی کی طرف گردن موڑ کر نہ دیکھتے تھے) اور نہ متوجہ ہوتے تھے دشمن کے خوف اور انتہائی شکست کی تعبیر ہے۔ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ (اور رسول اللہ ﷺ تمہیں آوازیں دے کر فرما رہے تھے) اِلَيَّ عباد اللّٰہ۔ انا رسول اللّٰہ ! من یکرّ فله الجنة۔ اللہ کے بندو میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو شخص دشمن پر حملہ آور ہوگا اسکے لئے جنت ہے۔

نحو : یہ جملہ حال واقع ہے۔ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ (تمہارے لشکر کے پچھلے حصہ میں) اور تمہارے علاوہ دوسری جماعت میں اور وہ پیچھے والی تھی جیسا کہا جاتا ہے جئت فی آخر الناس و اُخْرٰھُمْ میں پچھلے لوگوں میں آیا۔ جیسا کہ کہتے ہیں جئت فی اوّلھم و اولاھم یعنی ان کے پہلے حصہ اور پہلی جماعت میں آیا۔

غم بالائے غم دیا:

فَاَثَابَكُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے تم کو بدلہ دیا) اس کا عطف صرف صرفکم پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو بدلہ دیا۔ غَمًّا (غم کا) جبکہ تمہیں ان سے پھیر دیا اور تمہیں آزمایا۔ بِغَمٍّ (بسبب اس غم کے) جو تم نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے حکم کی نافرمانی کر کے دیا۔ یا غم بالائے غم، دوگنا غم، مسلسل و پیہم غم، رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ، قتل، زخم، مشرکین کی فتح، غنیمت و مدد کے ہاتھ سے نکل جانے کا غم۔ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ (تاکہ تم غم نہ کرو اس پر جو تم سے فوت ہو گیا) (فتح و مال غنیمت وغیرہ) تاکہ تم غم پینے کے عادی بن جاؤ اور بعد میں کسی فوت ہو جانے والے منافع پر غم نہ کرو۔ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ اور نہ اس پر جو تمہیں تکلیف و نقصان پہنچا۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال معلوم ہیں) اس پر تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں۔

درحقیقت اس میں اطاعت کی ترغیب اور معصیت سے ڈرایا گیا ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ

اللہ نے غم کے بعد تم پر امن کو نازل فرما دیا جو اونگھ کی صورت میں تھی جو تم میں سے ایک جماعت پر چھائی ہوئی تھی، اور ایک جماعت

قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ

ایسی تھی جن کو اپنی ہی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی یہ لوگ اللہ کے بارے میں حق کے خلاف جاہلیت والا خیال کر رہے تھے۔ یوں کہہ رہے تھے

هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

کیا ہمارے ہاتھ میں بھی کچھ اختیار ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ سب اختیار اللہ ہی کو ہے، یہ لوگ اپنے نفسوں میں ایسی بات چھپا رہے

مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ

ہیں جسے آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تھے، یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اگر ہمارا کچھ بھی اختیار چلتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے۔

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ

آپ فرما دیجئے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی بلاشبہ وہ لوگ جن کے بارے میں قتل ہونا مقدر ہو چکا تھا اپنی ان جگہوں کے لئے نکل کھڑے ہوتے جہاں جہاں وہ

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

قتل ہو کر گرے اور تاکہ اللہ آزمائے جو تمہارے سینوں میں ہے اور تاکہ اس کو صاف کرے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اور اللہ سینوں کی

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا

باتوں کو جاننے والا ہے۔ بے شک تم میں سے جو لوگ اس دن پشت پھیر کر چلے گئے جس دن دونوں جماعتیں آپس میں مقابل ہوئی تھیں بات یہی ہے

اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کہ ان کو شیطان نے لغزش دے دی بعض ایسے اعمال کے سبب جو انہوں نے کئے اور البتہ تحقیق اللہ نے ان کو معاف فرما دیا بے شک اللہ

غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع

بخشنے والا ہے حلم والا ہے۔

ع ۱۶ ۷

مؤمنوں پر اونگھ کا نزول:

۱۵۴: ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ

غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّالَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَافِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ (پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر غم کے بعد چین اتارا اور ان سے اس خوف کو دور کیا جو ان پر طاری تھا یہاں تک کہ ان کو اونگھ آ گئی اور نیند کا ان پر غلبہ ہوا)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میدان میں ہمیں اونگھ نے ڈھانپ لیا۔ ہمارے ہاتھوں سے تلواریں گر گر جاتی تھیں پھر ان کو تھامتے تھے۔ امنۃ کا معنی امن۔

نحو: نعاسًا یہ امنۃً سے بدل ہے یا مفعول ہے اور امنۃً اس سے حال ہے جو نکرہ ہونے کی وجہ سے پہلے لایا گیا جیسا رأیتُ رَاکبًا رَجُلًا یا امنۃً مفعول لہٗ یا مخاطبین سے حال ہے جس کا معنی ذوی امنۃ یا یہ آمن کی جمع ہے جس طرح بَارٌّ وَ بَرَرَۃٌ۔

يَّغْشٰى (جو گروہ پر چھا گئی) یعنی اونگھ یعنی الأمنۃ

قراءت: حمزہ اور علی نے تَغْشٰی تا کے ساتھ امالہ سے پڑھا۔

مؤمن و منافق کے طرزِ عمل میں فرق:

طَآئِفَةً مِّنْكُمْ تم میں سے ایک جماعت کو اور یہ گروہ اہل صدق و یقین کا تھا۔ وَطَآئِفَةٌ (اور ایک گروہ) یہ منافقین کا گروہ تھا۔ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ (جن کے نفوس ان کو اہم تر معلوم ہوئے) یعنی جن کو سوائے اپنی جانوں اور ان کے چھٹکارے کے اور کوئی مقصود نہ تھا۔ انکا مقصد نہ تو دین تھا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور نہ مسلمان جن پر اللہ تعالیٰ کی رضامندیاں تھیں۔ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ (وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق غلط گمان رکھتے تھے) يَظُنُّوْنَ مصدر کے حکم میں ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سچے گمان کے علاوہ اور گمان کرتے تھے حالانکہ ان کو سچا گمان کرنا چاہیے تھا وہ غلط گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرے گا۔ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ (جاہلیت والا گمان) مراد اس سے اہل جاہلیت کا گمان یا وہ گمان جو ملت جاہلیت کے ساتھ خاص ہے مقصد یہ ہے کہ ایسا گمان مشرک جاہل ہی رکھ سکتے ہیں۔ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ (وہ کہتے ہیں کیا ہمارے اختیار میں کچھ ہے) اے مسلمانو! کیا ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے امر یعنی نصرت، اور دشمن پر غلبہ سے کچھ حصہ کبھی ملے گا۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ (کہہ دیجئے بیشک امر) یعنی مدد و غلبہ كُلَّهٗ لِلّٰهِ (تمام اللہ تعالیٰ کیلئے ہے) اور اسکے مؤمن اولیاء کیلئے جیسا کہ اس آیت وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔ (الصافات ۱۷۳)

نحو: كلّهٗ یہ امر کی تاکید ہے اور لِلّٰہِ یہ اِنَّ کی خبر ہے کلہ مبتداء اور لِلّٰہِ خبر اور جملہ اِنَّ کی خبر ہے۔

قراءت: بصری قراء نے كُلُّهٗ پڑھا جبکہ بقیہ نے كُلَّهٗ پڑھا ہے۔

يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّالَا يُبْدُوْنَ لَكَ (وہ اپنے دلوں میں وہ بات چھپاتے ہیں جو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے)

یعنی تلوار کے ڈر سے۔ یَقُوْلُوْنَ (وہ کہتے ہیں) اپنے دلوں میں یا ایک دوسرے کو آپ کی اس بات کا انکار کرتے ہوئے اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ (کہ حکم تو سارا اللہ تعالیٰ کا ہے)۔

دلی روگ کا چاپلوسی سے اظہار:

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا (اگر ہمارے اختیار میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے) یعنی اگر امر واختیار جیسا کہ محمد ﷺ کہتے سارا اللہ تعالیٰ اور اسکے اولیاء کیلئے ہوتا تو پھر ہم غالب آتے اور کبھی مغلوب نہ ہوتے اور اس معرکہ میں جو مسلمان قتل ہوئے۔ وہ قتل نہ ہوتے۔ قد اھمتھم انفسھم یہ طائفہ کی صفت ہے اور یظنّون یہ دوسری صفت ہے یا حال یا خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔

نحو: قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ ظانین اور یقولون یہ یظنون سے بدل ہے۔ اور یخفون یہ یقولون سے حال ہے۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ یہ حال اور ذوالحال کے درمیان جملہ معترضہ ہے اور یقولون یہ یخفون سے بدل ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔

بہرحال فیصلۂ تقدیر نافذ العمل ہے:

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِكُمْ (آپ کہہ دیں اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے) یعنی وہ لوگ کہ جن کا اس معرکہ میں قتل ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اور لوح محفوظ میں درج تھا اس کا پایا جانا ضروری تھا خواہ تم اپنے گھروں میں بیٹھ رہتے لَبَرَزَ الَّذِیْنَ كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ (ضرور نکلتے تم میں سے وہ لوگ اپنی اجل کی قتل گاہوں کی طرف جن کا قتل ہونا مقدر ہو چکا تھا) تاکہ جو طے ہو چکا تھا وہ پورا ہو۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ان مسلمانوں کا قتل ہونا لکھ دیا تھا جو قتل ہوئے اور اسکے ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ وہ غالب ہونگے اس لئے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی۔ انجام کار غلبہ مسلمانوں کا ہوگا۔ اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب آئے گا۔ اور بعض اوقات کی تکالیف انکا امتحان و پڑتال ہے۔ وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَلِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ (اور تاکہ اللہ تعالیٰ جانچ کرے اس اخلاص کی جو تم مسلمانوں کے دلوں میں ہے اور تمہارے دلوں کے خیالات ووساوس کو چھانٹ دے) اسلئے یہ کیا یا یہ بہت سے مصالح اور ابتلاء و پڑتال کیلئے کیا۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (اور اللہ تعالیٰ کو سینوں کی خفیہ باتیں معلوم ہیں)

تذکرۂ لغزش اور لطف وقرب میں اضافہ:

۱۵۵: اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۔ (جو لوگ شکست کھا کر مڑے)۔ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (جس دن دو جماعتیں آپس میں لڑیں) یعنی احد میں لڑائی کیلئے گروہ حضرت محمد ﷺ اور گروہ ابوسفیان جمع ہوئے۔

اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ (بے شک شیطان نے ان کو لغزش کی طرف بلایا) اور اس پر آمادہ کیا۔ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا (ان بعض گناہوں کی وجہ سے جو انہوں نے کیے) اس مرکز کو چھوڑ کر جس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو قائم رہنے کا حکم دیا تھا۔ اس لغزش کی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں سے کہا جب

ضَرَبُوْا فِى الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا

وہ زمین میں سفر کرنے لگیں یا غازی بن جائیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے

لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۗ

تاکہ اللہ اس بات کو ان کے دلوں میں حسرت بنا دے، اور اللہ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝١٥٦ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ

اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے اور البتہ اگر تم قتل کر دیئے جاؤ یا اللہ کی راہ میں مر جاؤ

لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝١٥٧ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ

تو بلاشبہ اللہ کی طرف سے مغفرت اور رحمت بہتر ہے اس چیز سے جسے وہ لوگ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مر گئے یا قتل ہو گئے تو

لَاِ۟لَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ۝١٥٨

ضرور اللہ کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔

نسبت شیطان کی طرف کر کے لطف و قرب میں اضافہ کر دیا۔ اور اس کی وجہ مَا كَسَبُوْا (اپنا عمل) قرار دے کر نصیحت و تادیب کر دی۔

احد کے دن حضرت محمد ﷺ کے اصحاب تیرہ کے سواء سب منتشر ہو گئے۔ ثابت قدم رہنے والوں کے نام یہ ہیں۔ ابوبکر، علی، طلحہ، عبدالرحمان بن عوف سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور باقی انصار میں سے تھے۔ (دیگر مفسرین نے اور نام بھی ذکر کیے ہیں) وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما چکا) اور ان سے درگزر فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ گناہوں کو بخشنے والے) حَلِيْمٌ (صاحب حلم ہیں) کہ سزا میں جلدی نہیں کرتے۔

حسرتناک قول کی ممانعت:

۱۵۶: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِى الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ (اے ایمان والو! تم کافروں کی طرح نہ بنو) جیسا عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے کہا۔ وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ (وہ

اپنے بھائیوں کو کہنے لگے)یعنی اپنے نسبی بھائیوں کے حق میں کہنے لگے یا نفاق میں جوان کے ہم پیالہ ہیں۔اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ (جب وہ زمین میں سفر کرتے ہیں)یعنی تجارت وغیرہ کیلئے سفر پر جاتے ہیں۔اَوْ کَانُوْا غُزًّی (یا وہ غزوہ میں جاتے ہیں)غُزًّی جمع غازٍ جیسا کہ عاف کی جمع عُفًّی آتی ہے۔یعنی وہ کسی غزوہ میں قتل ہو جاتے ہیں یا سفر کے دوران ان کو موت آجاتی ہے۔لَّوْ کَانُوْا عِنْدَ نَا مَا مَا تُوْا وَمَا قُتِلُوْالِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ (اگر یہ ہمارے ہاں رہتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے تاکہ کردے اللہ تعالیٰ اس بات کو حسرت کا باعث ان کے دلوں میں)۔

لام کا تعلق لا تکونوا یا قالوا سے:

تفسیر اول لام کا تعلق لَا تَکُوْنُوْا سے ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے لَا تَکُوْنُوْا کَهٰٓؤُلَآءِ فی النطق بذلك القول و اعتقادہٖ لیجعل اللّٰه ذلك حسرة فی قلوبهم خاصة و یصون منها قلوبکم ۔تم یہ بات کہنے اور اس پر اعتقاد رکھنے میں ان لوگوں کی طرح نہ بنو تاکہ یہ بات اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں خاص طور پر حسرت کا باعث بنا دے اور تمہارے دلوں کو محفوظ کرلے۔

دوسری تفسیر :لام کا تعلق قالوا سے ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے کہ قالوا ذلك واعتقدوہ لیکون ذٰلك حسرة فی قلوبهم یعنی انہوں نے یہ کہا اور دلوں میں اس کا اعتقاد کیا۔تاکہ نتیجۃً یہ بات ان کے دلوں میں حسرت کا باعث ہو۔الحسرۃ کسی پسندیدہ چیز کے فوت ہونے پر شرمندگی کو کہتے ہیں۔وَاللّٰهُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (اللہ تعالیٰ ہی زندگی اور موت دیتا ہے)اس میں انکی اس بات کا رد کیا گیا کہ جنگ وقت مقررہ کو کاٹ دیتی ہے۔مطلب یہ ہوا کہ اختیار تمام اللہ تعالیٰ کے قبضۂ اختیار میں ہے۔کبھی وہ مسافر و مقاتل کو زندہ رکھتا ہے اور بیٹھنے والے مقیم کو موت دے دیتا ہے۔وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں)پس وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دیں گے۔

قراءت :علی ،حمزہ ،مکی قراء نے یَعْمَلُوْنَ پڑھا ہے۔مراد وہ کافر جو کرتے ہیں ان کو دیکھتے ہیں۔

یہ مغفرت ورحمت لاکھوں زندگیوں سے بہتر ہے:

۱۵۷:وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْمُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۔ (اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جاؤ یا مر جاؤ)۔

قراءت :کوفی قراء نافع ،حمزہ ،کسائی نے مِتُّمْ مِتَّ باب سمع سے ہر جگہ پڑھا۔مگر عاصم نے اس طرح نہیں پڑھا ،حفص نے اس سورت کے علاوہ دیگر مقامات پر کسرہ سے پڑھا ہے گویا انہوں نے اس کو قتلتم کے ساتھ ملا دیا ہے۔باقی تمام قراء نے میم کے ضمہ مُتُّمْ باب نصر سے تمام قرآن مجید میں پڑھا ہے اس کی نظیر مات یموت اور رمات یمات ہے۔لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ (البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور رحمت بہت بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں)مَا یہاں الذی کے معنی میں ہے اور ضمیر محذوف ہے۔حفص نے یَجْمَعُوْنَ پڑھا نافع ،ابن کثیر اور ابو عمرو عاصم وحمزہ کسائی نے تَجْمَعُوْنَ پڑھا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا

سو اللہ کی رحمت کے سبب آپ ان کے لئے نرم ہو گئے اور اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے

مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا

منتشر ہو جاتے، سو آپ ان کو معاف فرما دیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے اور کاموں میں ان سے مشورہ لیجئے پھر جب

عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

آپ پختہ عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کیجئے، بے شک توکل کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔

جس کو مقصود ملا اُس کو زاد کی ضرورت نہیں:

۱۵۸: وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ۔ (اگر تم مرجاؤ یا قتل کر دیے جاؤ تو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف تمہارا حشر ہوگا) یعنی وسیع رحمت، عظیم ثواب دینے والی ذات کی طرف تمہیں اکٹھا کیا جائے گا۔

لطیف نکتہ:

یہاں اسم باری تعالیٰ لایا گیا اور اس سے قبل آنے والے حرف پر لام تاکید کا داخل کر کے ایک عجیب شان کلام میں پیدا کر دی جو دلیل سے بے نیاز ہے۔ یعنی خواہ موت کسی طریق سے ہو اللہ ہی کی طرف تمہارا حشر ضرور ہونا ہے۔ کسی دوسرے کے پاس جانا نہ ہوگا۔ اس لئے تا بحدامکان اس کا قرب حاصل کرلو تا کہ کل قید فراق سے چھوٹ کر اس محبوب کی بارگاہ میں پہنچ جاؤ۔

جس طرح لمغفرۃ اوپر والی آیت میں قسم کے جواب کے طور پر واقع ہے۔ اور جواب شرط کی جگہ استعمال ہو رہا ہے اسی طرح لا الی اللہ تحشرون۔ جواب شرط کے قائم مقام ہے اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اولاً کفار کے اس گمان کا جواب دیا کہ جو شخص سفر کرے یا غزوہ میں ہمارے بھائیوں میں سے شریک ہو اگر وہ مدینہ میں رہائش پذیر رہتا تو اس کو موت نہ آتی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس قسم کے گمان سے منع کیا کیونکہ یہ چیز جہاد میں شرکت سے رکاوٹ ہے۔ پھر فرمایا اگر ہلاکت بالموت اسی طرح واقع ہو جائے یا تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاؤ تو اس سے ایسی مغفرت و رحمت میسر ہوگی جو اس دنیا سے لاکھ درجہ بہتر ہے جو تم جمع کر رہے ہو۔ کیونکہ دنیا تو آخرت کیلئے زادِراہ لینے کی جگہ ہے۔ جب بندہ نے مقصود پالیا تو زاد کی بھی ضرورت نہ رہی۔

رحمت وشفقت دونوں جمع کر دیں:

۱۵۹: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔ (اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان رحمت کی وجہ سے تم مؤمنوں پر نرم دل ہوئے)۔ مَا تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ یہ زائدہ ہے اور اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ مؤمنوں پر آپ کی

نرمی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ہے۔اور رحمت کا یہاں مطلب آپ کے جوش پر کنٹرول اور نرمی کی توفیق دینا اور ان کے ساتھ مہربانی والا معاملہ کرنا ہے۔وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ (اگر تم خشک سخت دل ہوتے) لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (تو وہ منتشر ہو جاتے آپ کے گرد سے) اور ایک بھی باقی نہ رہتا فَاعْفُ عَنْهُمْ (آپ ان کو معاف کردیں) جو انکی طرف سے آپ کے حق میں احد کے دن ہوا۔وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (اور ان کے لئے استغفار کریں) اور جو اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ خاص ہے۔اسکے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں تا کہ تکمیل شفقت ہو جائے۔

اہمیتِ مشورہ:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (اور لڑائی وغیرہ معاملات جن میں وحی نازل نہ ہوئی ہو۔ان سے مشورہ لیں) تا کہ ان کے دل خوش ہو جائیں اور نفوس کو راحت میسر ہو۔اور انکی قدر و عظمت بڑھ جائے اور امت کیلئے مشورہ کا ایک دستور مقرر رہو۔حدیث میں ارشاد فرمایا گیا: ما تشا ورقوم قط الآ هُدُوا لا رشد امرهم جن لوگوں نے مشورہ کیا انہوں نے اپنے معاملہ میں صحیح راہ پالی۔

(تفسیر طبری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشورہ کرنے والے لوگ کہیں نہیں دیکھے۔علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اصل میں یہ روایت اس طرح ہے کہ میں نے کسی کو اتنا مشورہ کرنیوالا نہ دیکھا جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام سے کرتے تھے۔

شاورت فلانًا کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنی اور اسکے پاس جو رائے تھی وہ ظاہر کردی شرت الدابة میں نے جانور کو دوڑایا شرت العسل میں نے شہد کو چھتے سے حاصل کیا۔

جوازِ اجتہاد:

مسئلہ: اس آیت میں اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا اور قیاس کی حجیت معلوم ہوتی ہے۔فَاِذَا عَزَمْتَ (جب تم پختہ ارادہ کرلو) یعنی مشورے کے بعد قطعی رائے قائم کرلو۔فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (تو اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے) اس سے زیادہ واضح بات پر عمل کرنے میں جو طے ہو جائے نہ کہ مشورہ پر۔اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (بے شک اللہ تعالیٰ اس کی ذات پر توکل کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔التَّوَكُّل اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کرنا اور معاملے کو اسی کے سپرد کرنا۔حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے تھے۔توکل ارباب سے علیحدگی اور اسباب سے قطع تعلقی کو کہا جاتا ہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ

اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں۔ اور اگر وہ تمہیں بغیر مدد کے چھوڑ دے تو وہ کون ہے جو اس کے بعد تمہاری

مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑯⓪ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ

مدد کرے گا۔ اور اللہ ہی پر بھروسہ کریں مومن بندے۔ اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے،

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

اور جو شخص خیانت کرے گا وہ اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن لے کر آئے گا، پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا

لَا يُظْلَمُوْنَ ⑯①

اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

خبردار! اللہ پر توکل مت توڑو:

۱۶۰: اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے) جیسا کہ بدر کے دن اس نے تمہاری مدد کی۔ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ (تو پھر تم پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا) اور اللہ تعالیٰ کی مدد اسی کو ملتی ہے جو اپنی قوت و طاقت سے براءت کا اظہار کرے اور اپنے رب کی قدرت کو مضبوطی سے تھام لے۔ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ (اور اگر وہ تمہیں بغیر مدد چھوڑ دے) جیسا کہ احد کے دن چھوڑا فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ (تو پھر کون تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ اسکے چھوڑ دینے کے بعد) خذلان مدد ترک کرنا یا یہ اس محاورہ سے لیا گیا۔ لیس لك من یحسن الیك من بعد فلان اس کا مقصد یہ ہے کہ جب تم اس سے تجاوز کرو گے تو پھر اور کوئی تم پر احسان نہ کرے گا۔ اس ارشاد الٰہی میں دراصل تنبیہ ہے کہ اختیار سارے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اس پر توکل لازم ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر مؤمن کو توکل کرنا چاہیے) چاہیے کہ مؤمن اپنے رب کو توکل و تفویض کے ساتھ خاص کریں اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ اسکے سواء انکا کوئی مددگار نہیں۔ اور تقاضۂ ایمان بھی یہی ہے۔

مقام نبوت غلول (خیانت) کے منافی:

۱۶۱: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (مال غنیمت میں خیانت کرنا پیغمبر ﷺ سے بعید ہے) يَّغْلُلْ خیانت کرنے کے معنی میں ہے۔

قراءت: ابو عمرو، مکی، عاصم نے يَّغُلَّ پڑھا اور دیگر قراء نے يُّغَلَّ پڑھا ہے

کہا جاتا ہے: غلّ شیئا من المغنم غلولا واغلّ اغلالاً۔ جب مال غنیمت میں سے کوئی چیز خفیہ لی جائے۔ اغلّه

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ

کیا جو شخص اللہ کی رضا کا تابع ہو وہ ایسے شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہو اور اس کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ

دوزخ ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجات میں مختلف ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو دیکھتا ہے

بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

جو وہ کرتے ہیں۔

بولتے ہیں جب کسی کی نسبت خیانت کی طرف کی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے مناسب نہیں یعنی مقام نبوت غلول کے منافی ہے۔ جنہوں نے اسے مجہول پڑھا تو اس کا بھی یہی مطلب بنتا ہے کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ آپ کے بارے میں یہ صحیح نہیں کہ خیانت کی طرف منسوب کئے جائیں اور خیانت کی طرف خائن کی ہی نسبت ہوتی ہے۔

بعض روایات کا تذکرہ:

روایات میں ہے کہ ایک سرخ چادر بدر کے دن مال غنیمت میں سے گم پائی گئی تو بعض منافقین نے کہا شاید رسول اللہ ﷺ نے اس کو لے لیا تو یہ آیت اتری وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (جو شخص خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اس مال کے ساتھ آئے گا) یعنی وہ چیز بعینہٖ اپنی پشت پر اٹھا کر لائے گا جیسا کہ حدیث میں آیا۔ اویات بما احتمل من وباله واثمه کہ اس کا وبال و گناہ لیکر آخرت میں آئے گا ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (پھر ہر نفس کو جو اس نے کمایا پورا پورا دیا جائے گا) یعنی اس کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا۔ اس طرح نہیں فرمایا ثم یو فی ما کسب تا کہ من یغلل کے مطابق ہو جاتا بلکہ عموم کے الفاظ سے ذکر کیا تا کہ ہر کاسب خواہ غاصب ہو یا اور وہ اس میں شامل ہو جائے۔ اور من یغلل کے ساتھ معنوی طور پر متصل ہو جائے اور یہ انداز کلام زیادہ بلیغ ہے کیونکہ جب خیانت کرنے والے کو علم ہوگا کہ ہر کاسب خیر و شر کو پورا بدلہ دیا جائیگا تو وہ جان لے گا کہ اتنے بڑے گناہ کے ساتھ وہ پھر کیسے بچ سکتا ہے۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (ان پر ظلم نہ کیا جائے گا) ہر ایک کا بدلہ اسکے کسب کے مطابق ہوگا۔

مؤمن و کافر برابر نہیں:

۱۶۲: اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ (بھلا وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی اتباع کی) من اتبع سے مراد مہاجرین و انصار ہیں۔ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ساتھ لوٹا) مَنْ بَآءَ سے مراد منافقین اور کفار ہیں۔ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے)

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان فرمایا جبکہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ

اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ

کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ اس سے پہلے

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٦٤﴾

کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

ثواب وعذاب میں تفاوت ہے:

۱۶۳: هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ (ان کے درجات ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں) ان میں تفاوت وفرق ہے جیسا درجات میں ہوتا ہے۔ یا وہ درجات والے ہیں مطلب یہ ہے کہ ثواب پانے والوں اور سزا پانے والوں کے درجات میں فرق ہے یا ثواب وعذاب میں تفاوت وفرق ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں ان کو دیکھنے والے ہیں) ان کے اعمال ودرجات سے واقف ہے پس انہی اعمال کے حساب سے بدلہ دے گا۔

تصدیق کے لئے آسانی کردی:

۱۶۴: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا) یعنی ان مومنوں پر جو آپ کی قوم میں سے آپ پر ایمان لائے ان میں سے ایمان والوں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ آپ کی بعثت سے فائدہ ان کو پہنچا۔ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (جب کہ ان میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا) یعنی انکی جنس میں سے جو انکی طرح عربی ہیں یا اولاد اسماعیل میں سے پیغمبر بھیج کر جیسا کہ وہ اولاد اسماعیل میں سے ہیں اور اس میں احسان یہ ہے کہ جب وہ ان میں سے ہیں تو زبان ایک ہوئی۔ پس جو چیزیں ان پر لازم ہیں ان کا جاننا آسان ہو جائے گا اور وہ سچائی و امانت کے سلسلہ میں آپ کی ذات سے بخوبی واقف تھے یہ بات ان کو تصدیق کے سلسلہ میں نزدیک تر کردے گی اور ان کے لئے ان میں سے ہونا باعث شرف بن جائے گا۔

ایک قراءت میں مِنْ اَنْفَسِهِمْ یعنی من اشرفھم ان میں سب سے زیادہ شرف والے ہیں۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ (وہ اللہ تعالیٰ کی آیات ان پر پڑھتا ہے) یعنی قرآن پڑھ کر سناتا ہے اس کے بعد کہ وہ جاہل لوگ تھے ان کے کانوں میں وحی کی کوئی بات نہ پڑی تھی۔ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (کتاب وحکمت سے مراد قرآن وسنت ہے) وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ (بیشک وہ اس سے پہلے) یعنی بعثت رسول ﷺ سے پہلے لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (کھلی گمراہی میں تھے)

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ

اور جس وقت تم کو ایسی مصیبت پہنچی جس کی دوگنی مصیبت تم پہنچا چکے ہو تو کیا تم یوں کہتے ہو کہ یہ کہاں سے ہے آپ فرما دیجئے

هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ

یہ تمہاری ہی طرف سے ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور جو تکلیف تمہیں پہونچی

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ

جس دن دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں آئی تھیں سو یہ اللہ کے حکم سے تھا اور تا کہ اللہ تعالیٰ جان لے مومنین کو اور جان لے

الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ

ان کو جنہوں نے نفاق اختیار کیا۔ اور ان سے کہا گیا کہ آؤ۔ جنگ کرو اللہ کی راہ میں یا دفاع کرو،

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ

وہ کہنے لگے کہ اگر ہم جنگ کرنا جانتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے، وہ لوگ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب

لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

ہیں۔ وہ اپنے مونہوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور اللہ خوب جاننے والا ہے اس بات کو جسے

يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ

وہ چھپاتے ہیں، جنہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا اور خود بیٹھ رہے کہ اگر ہماری بات مانتے تو نہ مارے جاتے۔ آپ فرما دیجئے

فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾

تم اپنی جانوں سے موت کو دفع کرو اگر تم سچے ہو۔

اندھے پن اور جہالت میں مبتلا تھے۔ مبین کھلی جس میں کوئی اشتباہ نہ تھا۔

نحو : ان مخففه من المثقلہ ہے۔ اسکے بعد لام کا آنا۔ اِنْ نافیہ سے اس کو الگ کرتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وان الشان والحدیث کانوا من قبل فی ضلال مبین ۔ بیشک معاملہ و بات یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

۱۶۵: اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچی) اس مصیبت سے مراد احد میں ستر صحابہ کا شہید ہونا ہے۔ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا (تم اس سے دوگنا پہنچا چکے) بدر کے دن ستر کفار قتل اور ستر قید ہوئے۔

نَحْو : یہ جملہ موضع رفع میں مصیبت کی صفت ہے۔
قُلْتُمْ اَنّٰی هٰذَا: (تم نے کہا یہ کہاں سے ہے) قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ (تم کہہ دو! کہ یہ مصیبت خود تمہاری طرف سے ہے) کیونکہ مدینہ سے نکل کر لڑنا تم نے پسند کیا۔ یا اس لئے کہ تم نے مرکز کو چھوڑ دیا۔

تین نحوی تراکیب:

نَحْو : لمّا۔ قلتم کی وجہ سے منصوب ہے اور اَصَابَتْكُمْ محل جر میں ہے کیونکہ لما کی اضافت اس کی طرف ہے تقدیر عبارت یہ ہے:أقلتم حين اصابتكم کیا اس وقت تم نے کہا جب پہنچی تمہیں تکلیف۔
انّٰی هذا یہ مقولہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ أ تقریری ہے اور توبیخ کیلئے ہے اور اس جملہ کا عطف واؤ کے ذریعہ ولقد صدقكم الله وعدهٗ پر ہے جو کہ احد میں وارد ہوا۔ یا پھر اس کا عطف محذوف پر ہے۔ جس کی تقدیر عبارت یہ ہے افعلتم كذا وقلتم حينئذٍ كذا۔ کیا تم نے ایسا کیا اور اس وقت یہ کہا: اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) مدد کی قدرت اور مدد روک لینے کی طاقت بھی ہے۔

غزوۂ اُحد قضاء کا فیصلہ ہے:

۱۶۶: وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور وہ جو تمہیں پہنچا)۔ یہ مَا۔ الذی کا معنی دیتا ہے۔ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ: (اور تا کہ جان لے اللہ مؤمنین کو)

نَحْو : مَا مبتداء فَبِاِذْنِ اللّٰهِ یہ خبر جو کائن سے متعلق ہے۔ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۔ (جس دن دو گروہ آپس میں لڑے) تمہارا گروہ اور مشرکین کی جماعت مقام احد میں فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوا) اذن سے مراد علم وقضاء ہے۔
۱۶۷: وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعْنٰكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ۔ (تا کہ اللہ تعالیٰ جان لے ان لوگوں کو جو منافق ہیں) یعنی یہ اس لئے ہوا کہ مؤمن و منافق کا امتیاز ہو۔ تا کہ ان کا ایمان اور نفاق معلوم ہو جائے۔ وَقِيْلَ لَهُمْ (اور ان کو کہا گیا) یعنی منافقین کو کہا گیا تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (آؤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو) جس طرح مؤمن آخرت کیلئے جہاد کرتے ہیں۔ اَوِ ادْفَعُوْا (یا دفاع کرو) یعنی یا کم از کم اپنے اموال، جانیں اور اہل وعیال سے مدافعت تو کرو۔ اگر تم آخرت کیلئے نہیں لڑتے ہو۔ یہ تفسیر بھی کی گئی کہ مجاہدین کی جماعت میں اضافہ کر کے دشمن سے دفاع کرو خواہ لڑائی نہ بھی کرو۔ کیونکہ کثرت تعداد دشمن کو مرعوب کر دیتی ہے۔

نَحْو :قيل لهم یہ کلام ابتدائی ہے۔

یہ جنگ نہیں ہلاکت ہے:

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعْنٰكُمْ (اگر ہم اس ٹکراؤ کو لڑائی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے) یعنی اگر ہم جانتے کہ اس کو

لڑائی کہنا صحیح ہے تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ (مگر یہ تو خودکشی ہے) مقصد یہ ہے کہ وہ یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ جس کام میں تم پڑے ہو وہ غلطی ہے اور اسکے علاوہ کچھ نہیں اس کو جنگ نہیں کہا جا سکتا بلکہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کرنا ہے۔ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ (وہ منافق جتنے ایمان کے قریب تھے اس دن اتنے وہ کفر سے زیادہ قریب تھے) یعنی اس سے وہ اپنے ایمان کو ظاہر کررہے ہیں ادھر جو علامات ان سے ظاہر ہوئی ہیں وہ کفر کا اعلان کررہی ہیں۔ جب منافقین نے مسلمانوں کے لشکر سے علیحدگی اختیار کرلی اور جو منہ میں آیا بک دیا تو اس طرح وہ اس ایمان سے بھی دور ہو گئے جو بقول ان کے ایمان تھا۔ اور کفر سے قریب تر ہو گئے۔ یا بنسبت اہل ایمان کے کافروں سے انکی مدد زیادہ قریب ہے کیونکہ مسلمانوں سے انکا علیحدگی اختیار کرنا اور مسلمانوں کی تعداد کو کم کرنا یہ اہل شرک کی کھلی تقویت ہے۔

قول و فعل میں تضاد:

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ (اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں) یعنی منہ سے اسلام کو ظاہر کرتے اور دلوں میں کفر چھپائے ہوئے ہیں۔ اس آیت میں افواہ کی قید تاکید کیلئے ہے کیونکہ قول تو پہلے بھی منہ سے ہی ہوتا ہے۔ اور مجاز کی نفی کردی۔ کہ انکا قول باطن سے واقعۃً جدا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ (اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں) یعنی منافقت۔

ابن ابی کا مقولہ:

۱۶۸: اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔

(وہ جنہوں نے کہا) مراد عبداللہ بن ابی اور اس کا گروہ ہے۔ لِاِخْوَانِهِمْ (اپنے نسبی بھائیوں کے متعلق) مراد احد کے دن قبائل انصار میں قتل ہو جانے والے وَقَعَدُوْا (اور وہ بیٹھ رہے) یعنی یہ کہا اور خود قتال سے بیٹھ رہے۔ لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا (اگر وہ ہماری بات مانتے تو یہ قتل نہ ہوتے) یعنی اگر ہمارے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر لوٹنے میں ہماری بات مان لیتے اور گھر میں بیٹھے رہتے تو وہ اسی طرح قتل سے بچ جاتے جیسے ہم۔

تین تراکیب نحویہ:

نحو: نمبر ا۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا یہ ھم مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ یا یکتمون کی واؤ سے بدل ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔ نمبر ۲۔ اعنی کا مفعول ہونے کی وجہ سے اَلَّذِيْنَ نَافَقُوْا کا بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے نمبر ۳۔ افواھھم کی ضمیر سے بدل یا قلوبھم کی ضمیر سے بدل کی بنا پر مجرور ہے۔

اپنے کو موت سے بچا کر دکھاؤ:

قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (کہہ دیں اپنے نفسوں سے موت کو دور کرو اگر تم سچے ہو) کہ تقدیر سے بچنا فائدہ دے سکتا ہے تو موت سے اپنے آپ کو بچا لو۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور ہرگز گمان نہ کرو ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے کہ وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس

یُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ

رزق پاتے ہیں، وہ خوش ہیں اس سے جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا، اور وہ خوش ہو رہے ہیں

بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ

ان لوگوں کی وجہ سے جو ان کے پاس نہیں پہنچے۔ ان کے پیچھے رہ گئے کہ کوئی خوف نہیں ان پر اور نہ وہ

یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا

رنجیدہ ہوں گے۔ وہ خوش ہو رہے ہیں بوجہ نعمت اور فضل خداوندی کے اور اس بات سے خوش ہیں کہ بلاشبہ

یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۱﴾

اللہ ضائع نہیں فرماتا مومنین کے اجر کو۔

وقف لازم

ع ۸

دوسری تفسیر یہ ہے اگر تم اس بارے میں سچے ہو کہ قتل سے بچنے کیلئے تمہارے پاس راستہ موجود ہے اور وہ لڑائی سے بچ کر گھر میں بیٹھنا ہے۔ تو پھر موت کو دور کرنے کی راہ بھی ڈھونڈو۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس دن منافقین نے یہ افواہ اڑائی۔ اس دن ان میں سے ستر آدمی مر گئے۔

شہداء کا پہلا انعام (بدلہ):

۱۶۹: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ (ہرگز نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں)

شانِ نُزُول: اُحد کے مقتولین کے بارے میں یہ آیات اتریں۔

قراءت: لَا تَحْسَبَنَّ سین کے فتحہ سے شامی، حمزہ، علی و عاصم نے پڑھا۔ دوسرے قراء نے لَا تَحْسِبَنَّ کسرۂ سین سے پڑھا ہے۔ قُتِلُوا کو شامی نے قُتِّلُوا پڑھا ہے۔

شہدائے اُحد کا تذکرہ:

لَا تَحْسَبَنَّ کا خطاب خاص رسول اللہ ﷺ کو یا ہر مسلمان کو ہے۔ بَلْ اَحْیَآءٌ یعنی بل هم احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسکے ہاں مقرب ہیں۔ اور مرتبہ والے ہیں۔ یُرْزَقُوْنَ (ان کو رزق دیا جاتا ہے) جس طرح تمام زندہ کھاتے پیتے ہیں۔ یہ

اَحْيَآءٌ کی تاکید ہے اور اللہ تعالیٰ کے رزق سے میسر شدہ نعمتیں جو ان کو حاصل ہیں ان کا تذکرہ ہے۔

کیفیتِ حیات:

۱۷۰: فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ فَرِحِیْنَ (وہ خوش ہونے والے ہیں) یہ یرزقون کی ضمیر سے حال ہے۔ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطاء فرمایا ہے) کہ وہ زندہ ہیں اور مقربین میں ہیں اور جنت کی نعمتیں اور رزق جلد ان کو مل رہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکی ارواح کو سفید پرندوں کے قالب میں ڈال دیا۔ وہ جنت کی نہروں میں چکر لگاتے اور اسکے پھلوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ پھر عرش کے سایہ میں لٹکے ہوئے ذھبی قنادیل میں جا بیٹھتے ہیں۔ (ابوداؤد: ۳۵۲۰) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رزق جنت میں قیامت کے دن ان کو ملے گا مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکہ پھر تخصیص کا کوئی فائدہ نہیں رہتا۔

ترغیب الی الشہادۃ:

وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ (وہ خوشخبری کے طالب ہیں اپنے ان مجاہد بھائیوں کے متعلق جو) لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ (ان کو ابھی تک نہیں ملے) یعنی شہید نہیں ہوئے کہ وہ ان سے جا ملتے مِّنْ خَلْفِهِمْ (اپنے پیچھے)۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد باقی رہ گئے اور یہ ان سے آگے بڑھ گئے۔ یا مرتبہ میں ان سے پیچھے رہنے والے۔ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ (کہ ان کو نہ کوئی خوف ہوگا) اور نہ رنج۔

نحو: یہ الذین سے بدل ہے۔ مطلب یہ ہوا یہ مسرور ہیں اس بات پر جو ان کے سامنے واضح ہوئی ان لوگوں کے متعلق جن کو وہ اپنے پیچھے چھوڑ آئے کہ وہ قیامت کے دن امن کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بشارت دی۔ پس وہ اس سے خوش ہونے والے ہیں۔

درحقیقت پچھلے لوگوں کے متعلق ان کو بشارت دے کر بعد والے لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا اور شہداء کے مراتب کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے)

بشارات فضل وانعام:

۱۷۱: يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (وہ بشارت پائیں گے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کی) یعنی جو اللہ تعالیٰ نے ان پر انعامات کر رکھے ہیں۔ اس پر وہ خوش و خرم ہیں اور جو مزید اکرام سے ان کو نواز رکھا ہے اس پر مسرور ہیں وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے) بلکہ وہ زیادہ عنایت فرماتے ہیں۔

قراءت: علی رحمۃ اللہ علیہ نے کسرہ سے اِنَّ پڑھا اور اس کو جملہ استینافیہ اعتراضیہ قرار دیا۔

ع
اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ
جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو مان لیا اس کے بعد کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا ان میں سے جنہوں نے
اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ
نیکی کے کام کئے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے بہت بڑا ثواب ہے۔ یہ ایسے ہیں کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ بلاشبہ
النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ
لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے لہٰذا تم ان سے ڈرو تو ان کی اس بات نے ان کا اور زیادہ ایمان بڑھا دیا۔ اور کہنے لگے کہ ہم کو اللہ کافی ہے
وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ
اور وہ اچھا کارساز ہے۔ سو وہ اللہ کی نعمت اور اس کا فضل لے کر واپس ہوئے ان کو کچھ بھی تکلیف نہیں
سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ
پہنچی اور وہ اللہ کی رضامندی کے تابع رہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے یہ جو بات
الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۵﴾
پیش آئی صرف اس وجہ سے کہ شیطان اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔

غزوہ حمراء الاسد کا تذکرہ:

۱۷۲: اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ (وہ جنہوں نے اللہ اور رسول کی دعوت جہاد کو لبیک کہا)

نحو: اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا مبتداء اور لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا۔ اس کی خبر ہے یا جملہ مؤمنین کی صفت ہے یا اَمْدَحُ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ اسکے بعد کہ ان کو زخم پہنچے۔ القرح زخم، روایات میں ہے کہ ابوسفیان اور اسکے ساتھی جب احد سے واپس لوٹ گئے تو مقام الروحاء میں پہنچ کر شرمندہ ہوئے کہ ہم بلاوجہ کوچ کر آئے۔ واپسی کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے کفار پر رعب قائم کرنے کیلئے اور مسلمانوں کی قوت کا مظاہرہ کرنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ابوسفیان کا پیچھا کرنے کیلئے نکلنے پر برانگیختہ کیا۔ چنانچہ اتوار کے دن ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ مدینہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ حمراء الاسد کے مقام تک پہنچے۔ یہ مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی حالت میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ چنانچہ کفار سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ یہ آیت اس سلسلہ میں اتری

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ (ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ان میں سے نیکی کی اور تقویٰ اختیار کیا۔ آخرت میں بہت بڑا بدلہ ہے)

نحو: مِنْھُمْ میں مِنْ تبیین کیلئے ہے۔ جیسا اس ارشاد میں: وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔ (الفتح:۲۹) مِنْ کے بیانیہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر لبیک کہی۔ وہ تمام نیکی وتقویٰ اختیار کرنے والے تھے نہ کہ بعض۔

غزوۃ السویق کا تذکرہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانثاری:

۱۷۳: اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ (وہ جنہیں لوگوں نے کہا) یہ الذین استجابوا سے بدل ہے۔ جبکہ انکا شان نزول ایک ساتھ مانا جائے۔ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ (بیشک لوگ تمہارے لئے جمع ہوئے ہیں) روایات میں ہے کہ ابوسفیان نے احد سے واپسی پر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان شاء اللہ جب اگلے سال ابوسفیان اہل مکہ کے ساتھ نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں رعب ڈال دیا۔ اس نے واپس لوٹنا مناسب خیال کیا چنانچہ اسی دوران نعیم بن مسعود اشجعی مل گیا جو عمرہ سے واپس لوٹ رہا تھا۔ اس نے کہا اے نعیم میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام بدر میں ملنے کا وعدہ کر رکھا تھا میرا ارادہ بن رہا ہے کہ میں اس سے بچوں۔ پس تم مدینہ جا کر ان کو روکو۔ اور اس پر دس اونٹ تمہیں دیے جائیں گے۔ نعیم وہاں سے ہٹ کر مدینہ اس وقت پہنچا جب مسلمان بدر جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اس نے کہا تم نکل کر جانا چاہتے ہو جبکہ وہاں لوگوں کا بڑا مجمع تمہارے لئے اکٹھا ہے اللہ کی قسم تم میں سے کوئی بچ کر نہ آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ضرور بضرور نکل کر جاؤں گا۔ خواہ میرے ساتھ کوئی بھی نکل کر نہ جائے۔ آپ ستر مجاہدین کے دستہ کے ساتھ نکلے اور انکی زبانوں پر تھا: حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے) بدر میں پہنچ کر آٹھ راتیں قیام کیا۔ وہاں تجارتی قافلہ پایا جن کے ساتھ خرید وفروخت کی اور اللہ تعالیٰ نے نفع عنایت فرمایا پھر مدینہ منورہ کی طرف سلامتی وغنیمت کے ساتھ لوٹے۔ اہل مکہ نے اپنے اس لشکر کو جیش السویق کا لقب دیا اور کہا تم تو ستو کھانے نکلے تھے۔

النَّاس جو پہلی مرتبہ واقع ہوا اس سے مراد نعیم ہے جمع بول کر واحد مراد لی گئی۔ یا اس کے ساتھ اور لوگ بھی تھے جو افواہ پھیلانے میں اسکے شریک حال تھے۔ اس لیے جمع لائے۔ دوسرا، النَّاسَ اس سے مراد ابوسفیان اور اسکے ساتھی ہیں۔ فَاخْشَوْھُمْ (تم ان سے ڈرو)۔ فَزَادَھُمْ (پس اس بات نے بڑھا دیا) وہ بات اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ تھی۔

یا نعیم نے بڑھا دیا اِیْمَانًا یعنی انکی بصیرت کو بڑھا دیا۔ اور یقین زیادہ کر دیا۔ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ (اور انہوں نے کہا اے اللہ تو ہمارے لئے کافی ہے) یعنی جو ہمارے لئے کافی ہے وہ اللہ ہی ہے کہتے ہیں احسبہ الشیء جب اسکے لئے کافی ہو

جائے۔ یہ محسب کے معنی میں ہے جیسا کہتے ہیں هذا رجل حسبك اب حسبك کو رجلٌ نکرہ کی صفت بنایا گیا ہے۔اور اس کی اضافت ضمیر کی طرف غیر حقیقی ہے کیونکہ یہ اسم فاعل کے معنی میں ہے۔وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (اور وہ خوب کارساز ہے) وکیل بمعنی موکول الیہ ہے۔

بدر سے بسلامت واپسی:

۱۷۴: فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَظِيْمٍ۔ (پس وہ اللہ تعالیٰ کے انعام کے ساتھ لوٹے) یعنی سلامتی اور دشمن پر رعب کے ساتھ لوٹے وَفَضْلٍ (اور فضل کے ساتھ)۔فضل سے مراد تجارت ہے ان کو دوگنا نفع ہوا۔لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ (ان کو کوئی تکلیف دشمن کی مکاریوں سے نہ پہنچی)۔

نحو : یہ انقلبوا کی ضمیر سے حال ہے اور اسی طرح بنعمة بھی ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے فرجعو امن بدرٍ منعمين بريئين من سوءٍ۔وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی اتباع کی)۔جرأت کے ساتھ اور افواہوں کے باوجود دشمن کے سامنے نکل کر۔اس کا انقلبوا پر عطف ہے۔وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَظِيْمٍ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں) کہ اپنے فضل سے توفیق ان کے شامل حال کر دی۔

منافقین شیطان کے دوست ہیں:

۱۷۵: اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (بیشک یہ شیطان ہے)

نحو : ذٰلِكُمُ مبتداء اور الشَّيْطٰنُ اس کی خبر ہے۔الشَّيْطٰنُ سے مراد نعیم ہے۔يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ (وہ اپنے دوستوں کو ڈرا رہا ہے) مراد منافقین ہیں۔یہ جملہ مستانفہ ہے اور افواہ کا بیان ہے۔یا الشَّيْطٰنُ اسم اشارہ کی صفت ہے۔اور يُخَوِّفُ اس کی خبر ہے۔فَلَا تَخَافُوْهُمْ (تم ان سے مت ڈرو) یعنی اسکے دوستوں سے وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اور مجھ ہی سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو) کیونکہ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ خوف الٰہی کو ہر خوف پر ترجیح دے۔

قراءت: سہل و یعقوب نے وصل و وقف دونوں میں وَخَافُوْنِيْ پڑھا ابو عمرو نے صرف وصل میں اس طرح پڑھا۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ؕ

اور آپ کو وہ لوگ رنجیدہ نہ کریں جو تیزی کے ساتھ کفر میں جا پڑتے ہیں بے شک وہ لوگ اللہ کو کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ

اللہ چاہتا ہے کہ ان کو آخرت میں کچھ حصہ نہ دے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے، بے شک

الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

جن لوگوں نے کفر کو ایمان کے بدلہ خرید لیا وہ ہرگز اللہ کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکیں گے اور ان کے لئے دردناک

اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا

عذاب ہے۔ اور ہرگز گمان نہ کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ ہم جو ان کو مہلت دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لئے بہتر ہے، بات یہی ہے

نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾

کہ ہم انہیں مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہوں میں اور زیادہ ترقی کر لیں اور ان کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

نقصان کے بیان کا ایک بلیغ انداز:

۱۷۶: وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (اور آپ کو غمزدہ نہ کریں)

قراءت: نافع نے تمام قرآن میں یُحْزِنْكَ پڑھا ہے سوائے سورۂ انبیاء کی آیت: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (الانبیاء۔۱۰۳) الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ (وہ لوگ جو کفر میں تیزی سے گھسنے والے ہیں) یعنی وہ آپ کو غم میں نہ ڈالیں اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ نقصان پہنچائیں گے کیا تم اس ارشاد الٰہی کی طرف نظر نہیں کرتے اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے) کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یعنی اولیاء اللہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مطلب یہ ہوا کہ کفر میں جلد گھس جانے کی وجہ سے تمہیں وہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے خود انہی کو نقصان ہوگا دوسروں کو اس کا وبال نہ پہنچے گا۔ پھر اگلی آیت میں واضح کر دیا کہ انکا وبال کس طرح انکی طرف واپس لوٹے گا۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ (اللہ تعالیٰ ان کے لئے آخرت کے ثواب میں کوئی حصہ مقرر کرنا نہیں چاہتے) یعنی ثواب کا حصہ۔ وَلَهُمْ (اور ان کے لئے) ثواب کے بدلے عَذَابٌ عَظِيْمٌ (بہت بڑا عذاب ہے) اور زیادہ بلیغ انداز ہے اس بات کو بیان کرنے کیلئے کہ یہ چیز انسان کے نفس کو نقصان پہنچانے والی ہے۔

ارادۂ کفر پر ثواب سے محرومی:

یہ آیت ارادۂ کفر و معاصی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس کا ارادہ یہ ہے کہ ان کو آخرت میں ثواب نہ ملے اور یہ ان کے کفر و معاصی کے ارادہ کے بغیر ممکن نہیں۔

۱۷۷: اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کو ایمان کے بدلہ میں خرید کیا) اشْتَرَوا کا یہاں معنی بدلہ میں لینا ہے۔ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا (وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو ذرہ بھر نقصان نہیں پہنچا سکتے)

نحو: شیئًا مصدر کی وجہ سے منصوب ہے یعنی شیئا من الضرر پہلی آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو پیچھے رہنے والوں میں سے منافق تھے یا اسلام سے مرتد ہو گئے اور دوسری آیت تمام کفار کے متعلق یا اس کا عکس بھی ہو سکتا ہے۔ کہ پہلی کفار کے متعلق اور دوسری منافقین کے متعلق ہو۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے)

۱۷۸: وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِھِمْ، اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ۔ وَلَا یَحْسَبَنَّ (اور ہرگز نہ گمان کریں)

اختلاف ونحو:

قراءت: یہ لَا یَحْسَبَنَّ اور اسکے بعد والے تین میں یا مضموم اور یحسبن یا کے ساتھ پڑھا مکی اور ابو عمرو نے اور تمام مقامات پر حمزہ نے تا سے پڑھا۔ اور مدنی اور شامی نے تمام مقامات پر یا کے ساتھ سوائے آل عمران کی آیت ۱۸۸ میں فلا تحسبنّھم یہ تا کے ساتھ ہے۔ باقی قراء نے پہلے دو یا کے ساتھ اور آخری دو تا کے ساتھ پڑھے ہیں۔

الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا کافر۔ جنہوں نے یا سے پڑھا انہوں نے اس کو مرفوع قرار دیا ای لا یحسبن الکافرون انّ اپنے اسم و خبر کے ساتھ یحسبن کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے و لا یحسبن الذین کفروا املاء نا خیرًا لا نفسھم۔ کافر ہرگز گمان نہ کریں کہ ہمارا ان کو مہلت دینا ان کے لئے بہتر ہے اَنَّمَا کا مَا مصدر یہ ہے۔ اصول خط کے مطابق اس کو الگ۔ اَنَّ۔ مَا لکھا جانا چاہیے تھا لیکن مصحف عثمانی میں متصل لکھا گیا اسی لئے اس کی اتباع میں متصل لکھا جاتا ہے۔

جنہوں نے تا سے پڑھا لا تحسبن انہوں نے الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا کو منصوب قرار دیا۔ ای لا تحسبن الکافرین اور اَنَّمَا نُمْلِیْ یہ کافرین سے بدل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وَلا تحسبن انما نملی للکافرین خیر لھم اور اَنَّ مع مَا کے ساتھ دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ الاملاء کا معنی امھال اور عمر کا طویل کر دینا ہے۔

جملہ مستانفہ ماقبل کی علت ہے:

اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا (بیشک ہمارا حکم دینا اس لئے ہے۔ تا کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں) یہ مَا اس بات کا حقدار ہے کہ متصل لکھا جائے۔ کیونکہ یہ مَا کافہ ہے۔ نہ کہ اول اور یہ جملہ مستانفہ پہلے جملے کی علت ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ما بالھم لا یحسبون الاملاء خیرًا لھم ان کو کیا ہو گیا کہ وہ مہلت کو بہتر خیال نہیں کرتے؟ تو اس کا جواب دیا بیشک ہم ان کو مہلت اس

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ

اللہ مومنین کو اس حالت پر چھوڑنا نہیں چاہتا جس پر تم اب ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے

مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ

جدا نہ فرما دے۔ اور اللہ تم کو امور غیب پر مطلع نہیں فرماتا لیکن اللہ منتخب فرما لیتا ہے

مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ

اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے، سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، اور اگر تم ایمان پر قائم رہے اور تم نے تقویٰ اختیار کیا تو تمہارے لئے

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

ثواب عظیم ہے۔

لئے دے رہے ہیں تاکہ گناہوں میں وہ ترقی کر لیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ (اور ان کے لئے ذلت والا عذاب ہے)

۱۷۹: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔

لِيَذَرَ کی لام تاکیدِ نفی کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز مؤمنوں کو اس حالت پر جس میں تم اس وقت ہو کہ مخلص و منافق ملے جلے رہیں چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (یہاں تک کہ ناپاک پاک سے جدا کر دے) یعنی یہاں تک کہ منافق مخلص سے الگ ہو جائے۔

نحو و قراءت:

يُمَيِّزَ حمزہ اور علی نے پڑھا۔ انتم کا خطاب تصدیق کرنے والے مخلص و منافق ہر دو کو ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ ما کان اللّٰہ لیذر المخلصین منکم علی الحال التی انتم علیھا من اختلاط بعضکم ببعض حتی یمیز ھم منکم بالوحی الی نبیه و اخبارہ باحوالکم۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم میں سے مخلصین کو اس حالت پر چھوڑنے والے نہیں کہ جس میں تم اب ہو کہ ملے جلے رہتے ہو۔ یہاں تک کہ وہ منافقین کو تم سے اپنے پیغمبر ﷺ پر وحی اتار کر یا ایسے واقعات رونما کر کے جس سے مخلص و غیر مخلص جدا ہو جائیں۔ (وحی کی مثال یحذر المنافقون ان تنزل علیھم سورۃ اور واقعات کی مثال غزوۂ احد ہے)

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ (اور اللہ تم کو امور غیب پر مطلع نہیں فرماتا) یعنی اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی ایک کو غیوب کا علم دینے والے نہیں پس تمہیں رسولوں کی خبروں سے وہم میں مبتلا نہ ہونا چاہیے جو خبریں وہ بعض لوگوں کے اخلاص اور دوسروں کے نفاق کے متعلق دیتے ہیں۔ وہ دلوں کی ان باتوں کی اطلاع اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے دیتے ہیں پس وہ دلوں کا کفر و ایمان اس طریق سے بتلاتے ہیں۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ

اور ہرگز خیال نہ کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بخل کرنا

خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ

ان کے لئے بہتر ہے۔ بلکہ وہ ان کے لئے بُرا ہے، جس چیز کے ساتھ انہوں نے بخل کیا عنقریب قیامت کے دن ان کو اس کا طوق

الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

پہنایا جائے گا۔ اور اللہ کے لئے آسمانوں کی اور زمین کی میراث ہے اور اللہ ان کاموں کی خبر رکھتا ہے جو

۱۸ ع ۹ ۹ خَبِيْرٌ ع ﴿۱۸۰﴾

تم کرتے ہو۔

رسولوں کو کسی کے دل کے نفاق واخلاص کی خبر وحی سے ہوتی ہے :

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں جس کو چاہتے ہیں چنتے ہیں) یعنی لیکن اللہ تعالیٰ رسول بھیج کر انکی طرف وحی کر کے خبر دیتے ہیں کہ غیب میں یہ بات اس طرح ہے اور فلاں کے دل میں نفاق اور فلاں کے دل میں اخلاص ہے پس وہ اس خبر کو اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے جان لیتا ہے نہ کہ اپنے ذرائع سے۔

تردید فرقۂ باطنیہ:

اس آیت میں باطنی فرقہ کے خلاف دلیل ہے کیونکہ وہ اپنے امام کے بارے میں علم غیب ثابت کرتے ہیں اگرچہ اپنے امام کے بارے میں نبوت کو تو ثابت نہیں کیا مگر نص صریح کی مخالفت کی کہ غیر رسول کیلئے غیب کی باتوں کی اطلاع ثابت کر دی اور اگر وہ اپنے امام کیلئے نبوت کے قائل ہوں تو پھر دوسری نص و خاتم النبیین (الاحزاب۔۴۰) کے مخالف ٹھہرتے ہیں۔

(مگر افسوس کہ فرقہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ اور بہت سے قبر پرست اہل بدعت نے ائمہ اطہار اور اپنے پیروں تک کیلئے علم غیب کو ثابت کیا ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منہا مترجم) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ پس تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں پر اخلاص کے ساتھ ایمان لاؤ۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا (اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو) یعنی نفاق سے بچو فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (تو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے) قیامت کے دن۔

منکرین زکوٰۃ کا انجام:

۱۸۰: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔

شانِ نزول: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری جو زکوۃ سے انکار کرنے والے تھے۔
(ہرگز نہ گمان کریں جو لوگ بخل کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دے رکھا ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل کرنا ان کے حق میں اچھا ہے۔

نحو: جنہوں نے تاء کے ساتھ پڑھا۔ انہوں نے مضاف محذوف مانا یعنی لا تحسبن بخل الباخلین تم بخل کرنے والوں کے بخل کو ہرگز گمان نہ کرو۔ ھُو یہ ضمیر فصل ہے اور خیرًا لھم یہ مفعول دوم ہے اور جنہوں نے یا سے پڑھا انہوں نے یحسبن کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ ﷺ کو قرار دیا یا احد کی طرف لوٹائی۔

اور جنہوں نے فاعل الذین یبخلون قرار دیا ان کے نزدیک تقدیر عبارت یہ ہے وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بخلھم ھو خیرًا لھم۔ ھو ضمیر فصل ہے اور خیرًا لھم مفعول دوم ہے۔ بل ھو (بلکہ وہ) یعنی بخل۔ شَرٌّ لَّهُمْ (ان کے لئے برا ہے) کیونکہ ان کے اموال ان سے چھن جائیں گے اور وبال بخل ان پر باقی رہ جائے گا۔ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (عنقریب ان کو اس چیز کے جس پر بخل کیا طوق پہنائے جائیں گے)۔ یہ بل ھو شر لھم کی تفسیر ہے کہ عنقریب انکا وہی مال جس میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا طوق بنا کر انکی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا۔ من منع زکوۃ مالہ یصیر حیۃ ذکرًا اقرع لہ نابان فیطوق فی عنقہٖ فینھشہٗ و یدفعہ الی النار (بخاری، نسائی، احمد) جس نے اپنے مال کو زکوۃ سے روک لیا اس کا مال زرگنجا سانپ بن جائے گا جن کی دو داڑھیں ہونگی وہ طوق بنا کر اس کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا۔ وہ اس کو ڈنگ مارے گا اور آگ کی طرف دھکیلے گا۔

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں و زمین کی وراثت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور اسی کی ملکیت ہے جو کچھ ان کے مابین ہے جس کے لوگ آپس میں وارث بنتے ہیں۔ خواہ وہ مال ہو یا اور کچھ پھر اس کی ملک پر بخل کیوں کرتے ہیں اور اس مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف نہیں کرتے؟ میراث اصل میں مِوْرَاث ہے واؤ کو یا سے بدل دیا ماقبل کسرہ کی وجہ سے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو اس سے خبردار ہے)۔

قراءت: ابو عمرو مکی نے تعملون کو یعملون پڑھا ہے۔ تا التفات کے طریقہ پر پڑھی گئی ہے اور وعید کے لحاظ سے یہ زیادہ بلیغ انداز ہے اور یا یہ اپنے ظاہر پر ہے۔

وقف لازم

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ

بلاشبہ اللہ نے سن لی ان کی بات جنہوں نے کہا ہے کہ بے شک اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں،

سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ

عنقریب ہم ان کی بات کو لکھ لیں گے اور جو انہوں نے نبیوں کے ناحق خون کئے ہیں اس کو بھی لکھ لیں گے اور ہم کہیں گے

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ

کہ چکھ لو جلنے کا عذاب، یہ ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے، اور بلاشبہ اللہ

لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَآ اَلَّا

بندوں پر ظلم فرمانے والا نہیں ہے، جنہوں نے کہا کہ بیشک اللہ نے ہم سے یہ فرمایا ہے کہ ہم

نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ

کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی کی چیز نہ لائے جسے آگ کھا جائے آپ فرما دیجئے مجھ سے پہلے بہت سے

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ

رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور جو تم کہہ رہے ہو وہ بھی لائے پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ

تم سچے ہو؟ سو اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں وہ کھلی کھلی نشانیاں لائے

بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۱۸۴﴾

اور صحیفے لائے اور روشن کتاب لائے۔

یہود کا بدترین جارحانہ مقولہ:

۱۸۱: لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنہوں نے کہا بیشک اللہ تعالیٰ فقیر اور ہم غنی ہیں) یہ بات یہود نے کہی جبکہ یہ ارشاد ربانی ان کے کان میں پڑا۔ من ذاالذی یقرض اللہ قرضا حسنا (البقرہ: ۲۴۵) کہ کون اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتا ہے۔ یہود کہنے لگے محمد ﷺ کا خدا ہم سے قرض مانگتا ہے پس پھر تو ہم غنی اور وہ فقیر ہے۔

قَدْ سَمِعَ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے انکی یہ بات مخفی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے پوری سزا تیار کر رکھی ہے۔ سَنَکْتُبُ مَا قَالُوْا (عنقریب انکی بات ہم لکھ لیں گے) یعنی کراماً کاتبین کو ان کے اس قول کے متعلق حکم دیں گے کہ وہ صحائف اعمال میں درج کرلیں یا ہم اس کو محفوظ کرلیں کیونکہ مخلوق کی طرف سے کتابت تحفظ کیلئے ہوتی ہے تو مجازاً سنکتب کہہ دیا گیا۔ ما مصدر یہ یا بمعنی الذی ہے۔ وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ (اور انکا انبیاء کو قتل ناحق کرنا) اس کا ما پر عطف ہے۔ انبیاء ﷺ کے قتل کو اس کا قرینہ قرار دیا۔ یہ بتلانے کیلئے کہ یہ دونوں گناہ بڑائی میں ہم پلہ ہیں۔ اور جو شخص قتل انبیاء کی جرأت کرسکتا ہے۔ اس سے اس قسم کی باتیں بعید نہیں وَنَقُوْلُ اور ہم ان کو کہیں گے قیامت کے دن۔ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ (تم جلنے کا عذاب چکھو) یعنی آگ کا عذاب جیسا تم نے مسلمانوں کو تکالیف پہنچائیں۔ ضحاک کہتے ہیں۔ جہنم کے فرشتے ان کو یہ بات کہیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت اس لئے کی گئی کہ یہ اسکے حکم سے ہے۔

قراءت: حمزہ نے قُتِلُهُمْ لام کے ضمہ اور سنکتب کو سَیُکْتَبُ پڑھا ہے۔

ید کی اضافت آلۂ عمل کی وجہ سے:

۱۸۲: ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ (یہ ان اعمال کے سبب ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے) ذٰلِكَ اس سے انکی وہ سزا جو ذکر ہو چکی اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ عذاب ان اعمال کفریہ اور معاصی کے بدلے میں ہے جو تم نے آگے بھیجے ہیں۔ اور ید کی طرف اضافت اعمال کی اس لئے کہ اکثر اعمال ہاتھوں سے انجام پاتے ہیں اور تغلب کے طور پر تمام اعمال کو واقع شمار کر کے ید کی طرف نسبت کردی اور اس لئے بھی کہ کسی چیز کے حکم دینے والے کو فاعل کہا جاتا ہے پس ہاتھوں کا تذکرہ پختہ ثبوت کیلئے ہے یعنی اس نے یہ کام بذات خود کیا کسی نے کرنے کا اس کو نہیں کہا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ (اور بیشک اللہ تعالیٰ بندوں پر بالکل ظلم کرنیوالے نہیں) بلاجرم کے ان کو سزا نہیں دیتے۔

۱۸۳: اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا (وہ لوگ جنہوں نے کہا)

نحو: یہ پہلے اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا سے بدل ہو کر مجرور ہے اور اعنی فعل سے منصوب بھی ہوسکتا ہے اور ھم کو مضمر مان کر مرفوع ہوگا۔

یہود کا باطل دعویٰ:

اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ (اللہ تعالیٰ نے تورات میں ہمیں حکم دیا) اور وصیت کی۔ اَلَّا نُؤْمِنَ کہ ہم ایمان نہ لائیں لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ (کسی رسول پر یہاں تک کہ وہ پیش کرے ایسی قربانی جس کو آگ کھائے) یعنی وہ قربانی پیش کرے اور آسمان سے آگ اتر کر اس کو جلا ڈالے۔ پس اے محمد ﷺ اگر تم یہ معجزہ پیش کردو تو ہم آپ کی تصدیق کردیں گے۔

یہود کا یہ دعویٰ باطل اور اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے کیونکہ آگ کا قربانی کو جلا ڈالنا اس پیغمبر کا معجزہ اور اس پر ایمان کا سبب ہے جس کو یہ معجزہ دیا گیا ہو۔ پس اس لحاظ سے اس قسم کی قربانی اور دیگر معجزات برابر ہوگئے۔

ہر دو معجزات کے باوجود تم نے انبیاء (علیہم السلام) کو کیوں قتل کیا؟

قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ (کہہ دیں تحقیق تمہارے پاس مجھ سے پہلے رسول معجزات لیکر آئے) جو قربانی کے علاوہ تھے وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ (اور وہ بھی لائے جو تم نے کہا) یعنی تمہارے اسلاف کے پاس جن کا اپنے کو تم پیروکار کہتے ہو۔ وہ معجزات بھی لائے اور ان کے افعال کو وہ پسند بھی کرتے تھے۔ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ (تم نے ان کو کیوں قتل کیا) اگر اس پیغمبر پر ایمان سے تمہارے سامنے یہی رکاوٹ ہے۔ تو تم ان پر ایمان کیوں نہ لائے۔ ان کو کیوں قتل کیا۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اپنی اس بات میں اور ایمان اسی لئے مؤخر کر رہے ہو۔

تسلیۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

۱۸۴: فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ۔ (پس اگر یہ آپ کو جھٹلا دیں پس جھٹلائے گئے بہت رسول آپ سے پہلے) اگر یہ یہود آپ کو جھٹلا دیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ تم سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کی تکذیب کی گئی۔ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ (جو کھلے ہوئے معجزات لائے تھے) وَالزُّبُرِ (کتابیں) یہ زبور کی جمع ہے اور یہ الزَّبْرُ سے نکلا جس کا معنی لکھنا ہے۔

قراءت: شامی نے وَبِالزُّبُرِ پڑھا۔ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ (اور روشن کتابیں) اول قول یہ ہے کہ اصل کے لحاظ سے دونوں ایک ہیں۔ صرف اوصاف میں اختلاف کی وجہ سے الگ ذکر کیا۔

زبور: ایسی کتاب جس میں زجر والے احکام ہوں۔ اور کتاب منیر ایسی کتاب جو مکمل راہنمائی کا کام دے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ

ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے اور بات یہی ہے کہ تم کو قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا

سو جو شخص بچا دیا گیا آگ سے اور داخل کر دیا گیا جنت میں سو وہ کامیاب ہوگیا۔ اور دنیا والی زندگی دھوکہ

مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ

کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تم لوگ ضرور ضرور آزمائے جاؤ گے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں۔ اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ

دی گئی اور جن لوگوں نے شرک کیا ان کی طرف سے ضرور بالضرور بہت سی باتیں دل آزاری کی سنو گے، اور اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

تکذیب پر غم نہ کریں، مطلق کامیابی کی جگہ آخرت ہے:

۱۸۵: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ (ہر جی نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے)

نحو: كُلُّ نَفْسٍ مبتداء ہے اور ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ اس کی خبر ہے۔ نکرہ کو عموم کی بناء پر مبتداء بنایا جا سکتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انکی تکذیب آپ کو غمزدہ نہ کرے۔ کیونکہ تمام مخلوق نے میرے پاس لوٹ کر آنا ہے۔ میں ان کو انکی تکذیب اور تمہیں تمہارے صبر کا بدلہ دونگا۔ اور آیت کے اگلے حصے میں اسی کا ذکر کیا۔ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اور تمہیں تمہارے اعمال کا کامل ثواب دیا جائے گا) باقی دنیا دار الجزاء نہیں۔ فَمَنْ زُحْزِحَ (جو دور کر دیا گیا) الزحزحة دور کرنے کو کہتے ہیں۔ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (آگ سے اور جنت میں داخل کر دیا گیا پس اس نے بھلائی کو پالیا) یہ بھی کہا گیا کہ اس کو مطلق کامیابی میسر آگئی۔ الفوز پسندیدہ چیز کا ملنا اور ناپسند سے دور ہونا۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (اور دنیوی زندگی تو فقط دھوکے کا سودا ہے) دنیا کو ایسے سودے سے تشبیہ دی جس کو فروخت کرنے والا خریدار کو فریب دینے کیلئے پیش کرتا ہے۔ تاکہ دھوکہ میں مبتلا ہو کر وہ اس کو خرید لے۔ ظاہر میں وہ کام کی چیز ہے اور حقیقت میں وہ کچھ نہیں پھر اس کی خرابی اور نقص ظاہر ہو جائے۔

شیطان اصل میں دھوکہ میں پھانسنے والا ہے۔حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حکم اس کیلئے ہے جس نے دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دی۔ باقی جس نے دنیا کے ذریعہ آخرت کو طلب کیا۔ وہ اسکے لئے مقصود تک پہنچانے والا سامان ہے۔حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا نباتات کی سبزی اور لڑکیوں کی گڑیوں کی طرح ہے جس کا کچھ حاصل نہیں۔

شدائد سہنے کے عادی بنو:

۱۸۶: لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِیْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ لَتُبْلَوُنَّ (ضرور اللہ کی قسم تمہاری آزمائش ہوگی) فِیْٓ اَمْوَالِكُمْ (تمہارے اموال میں) ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کا حکم دے کر اور اس پر آفات کے ذریعہ وَاَنْفُسِكُمْ (اور تمہارے نفسوں میں) قتل قید، زخم اور نفوس پر قسم قسم کے جو مصائب و مواقع خوف آتے رہتے ہیں۔

نفس جو آنکھوں سے نظر آئے:

آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نفس آنکھوں سے نظر آنیوالا جسم ہے نہ وہ جس میں باطن کا معنی پایا جائے۔ جیسا کہ بعض اہل کلام اور فلاسفہ نے کہا (کذا فی شرح التاویلات) وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اور ضرور تم سنو گے ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی) اُوْتُوا الْكِتٰبَ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِیْرًا (اور مشرکوں سے بہت سی دکھ کی باتیں) جیسا کہ دین میں طعن و تشنیع، ایمان قبول کرنے سے لوگوں کو رکاوٹ ڈالنا۔ اہل ایمان کو غلط قرار دینا وغیرہ۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا (اگر تم صبر کرو گے) انکی ایذاء پر اور وَتَتَّقُوْا (اور تقویٰ اختیار کرو گے) اللہ کے خوف سے۔ فَاِنَّ ذٰلِكَ پس یہ صبر و تقویٰ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (عزیمت کے کاموں میں سے ہیں) یعنی یہ ایسے معاملات میں سے ہیں جن پر عزم و پختگی لازم ہے۔ ایمان والوں کو اس سے مخاطب کیا گیا۔ تاکہ وہ اپنے نفوس کو ان شدائد کے سہنے کا عادی بنائیں جو عنقریب پیش آئیں گے۔، اور ان پر صبر کریں۔ جب ایسے مواقع پیش آئیں تو پہلے سے وہ نفوس کو عادی بنانے والے ہوں تاکہ ان کو ایسی حالت نہ سامنے آئے جو اس آدمی کو آتی ہے جس پر اچانک مصیبت اترے اور اس کا دل اس سے نفرت کرے

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ

اور جب اللہ نے ان لوگوں سے مضبوط عہد لیا جن کو کتاب دی گئی کہ تم ضرور ضرور کتاب کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا

وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ز فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا

اور اس کو نہ چھپانا، سو انہوں نے اس کو اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا اور انہوں نے اس کے ذریعہ تھوڑی سی

قَلِيْلًا ط فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا

قیمت خرید لی، سو بری ہے وہ چیز جو وہ خریدتے ہیں۔ آپ ہرگز خیال نہ کریں کہ جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں

وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ

اور اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ جو کام انہوں نے نہیں کئے ان پر ان کی تعریف کی جائے ان کے بارے میں آپ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ عذاب سے

الْعَذَابِ ج وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

چھوٹ گئے۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں اور زمین کا

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کتمانِ حق، حق فروشی کی ممانعت:

۱۸۷: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ۔ (جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ وعدہ لیا جن کو کتاب دی گئی) یعنی اس وقت کو یاد کرو۔ جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے وعدہ لیا۔ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ (اس کو ضرور لوگوں کے سامنے بیان کرنا اور ہرگز نہ چھپانا لوگوں سے) وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ تا کے ساتھ ان کے خطاب کی حکایت کے طور پر فرمایا جیسا اس ارشاد میں: وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ [الاسراء:۴] میں لَتُفْسِدُنَّ تا کے ساتھ ہے۔

قراءت: مکی نے یا کے ساتھ پڑھا اور ابو عمرو اور ابو بکر نے انکی موافقت کی۔ کیونکہ وہ غیب کا صیغہ ہے اور ضمیر کتاب کی طرف راجع ہے اور اس سے تاکید کی کہ کتاب کو بیان کرنا واجب اور اسکے کتمان سے بچنا لازم ہے۔ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ (پس انہوں نے اس میثاق اور اس تاکید کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا) یعنی اس کی رعایت نہ کی اور نہ ہی اس کی طرف التفات کی۔ النبذ، وراء الظهر یہ پھینکنے اور تیاری کو چھوڑنے کی ایک مثال ہے۔

علمائے کرام کی ذمہ داری:

اس میں دلیل ہے کہ علماء کے ذمہ ضروری ہے کہ لوگوں کے سامنے وہ حق کو کھول کر بیان کریں ، جس کو وہ جانتے ہیں۔اوراس میں سے کوئی چیز نہ چھپائیں کسی فاسد غرض کی خاطر مثلاً ظالموں کیلئے آسانی پیدا کرنے اوران کو خوش کرنے یا ان سے کوئی نفع اٹھانے یا کسی ایذاء کے دور کرنے کیلئے یا علم پر بخل کرتے ہوئے حدیث نبوی علٰی صاحبھا الصلوات والسلام۔جس نے لوگوں سے علم چھپایا اللہ تعالیٰ اس کو آگ کی لگام پہنائیں گے۔(ابوداؤد۔ترمذی)

وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا (اوراسکے بدلے انہوں نے حقیر معاوضہ لیا) یعنی معمولی سامان دنیا۔فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ (پس بری ہے وہ چیز جو معاوضہ میں وہ لے رہے ہیں)

یہود مدلسین اور ریا کاروں کو تنبیہ:

۱۸۸: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّھُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (ہرگز نہ خیال کریں آپ ان لوگوں کا جو اتراتے ہیں)

نَحو: لَا تَحْسَبَنَّ میں خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ایک مفعول الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ کا جملہ ہے۔اور دوسرا مفعول بِمَفَازَةٍ ہے۔اور فلا تحسبنھم یہ اس کی تاکید ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا تحسبنھم فائزین۔

بِمَآ اَتَوْا (اس پر جو انہوں نے کیا) یہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت ہے اور جاء اور اتٰی بمعنی فعل آیا ہے۔جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔اِنَّهٗ کَانَ وعدهٗ ماتیًّا (مریم ۶۱)۔لقد جئتِ شیئًا فریًّا (مریم۔۲۷)۔نخعی رحمہ اللہ کی قراءت میں بما آتو یعنی اعطوا ہے۔وَّیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّھُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ (اور وہ پسند کرتے ہیں کہ انکی تعریف ان کاموں پر بھی کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے پس ہرگز ان کو عذاب سے بچنے والے مت خیال کرو) مفازة کا معنی نجات پانے والے ہے۔وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (ان کے لئے دردناک عذاب ہے) یہاں الیم بمعنی مولم ہے۔روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے کسی ایسی چیز کے بارے میں دریافت فرمایا جو تورات میں مذکور تھی۔انہوں نے حق کو چھپا کر آپ کو غلط خبر دی۔اور ظاہر یہ کیا کہ انہوں نے سچ بولا ہے۔اور آپ سے تعریف کے طالب ہوئے۔اور اپنی تدلیس پر بڑے خوش ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔اور ان کے لئے وعید اتار کر آپ کو تسلی دی۔مطلب یہ ہوا تم ہرگز یہود کو عذاب سے چھوٹنے والا مت خیال کرو۔انکی اس تدلیس پر جو آپ سے انہوں نے کی اور پھر تعریف کے طالب ہوئے اس پر جو انہوں نے نہیں کیا تھا یعنی آپ کے سوال کا درست جواب دینا۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ منافقین تھے جو اس پر خوش تھے کہ انکو مسلمانوں کے سامنے صرف اظہار ایمان ہی کفایت کرنے والا ہے اور اس سے انکی اغراض بھی پوری ہوتی ہیں۔اور اس سے وہ اپنے ایمان کی تعریف کروانا چاہتے ہیں جو حقیقت میں ان میں مفقود ہے۔

مَسْئَلَہ: اس میں ایسے لوگوں کیلئے وعید ہے جو کوئی نیکی کر کے پھر اتراتے پھرتے ہیں اور انکی غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگ انکی ایسے

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور یکے بعد دیگرے رات دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لئے

لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى

نشانیاں ہیں، جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے

جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا

ہوئے۔ اور فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں۔ اے ہمارے رب

خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ

آپ نے اس کو عبث پیدا نہیں فرمایا، ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ سو آپ ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا دیجئے، اے ہمارے رب اس میں شک نہیں کہ

تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ۖ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَا إِنَّنَا

جسے آپ دوزخ میں داخل فرما دیں تو واقعی آپ نے اس کو رسوا کر دیا، اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔ اے ہمارے رب بلاشبہ ہم نے

سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ اٰمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا

ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان کے لئے پکار رہا ہے کہ تم ایمان لاؤ اپنے رب پر، سو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾

سو آپ مغفرت فرما دیجئے ہمارے گناہوں کی، اور کفارہ کر دیجئے ہمارے گناہوں کا اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ موت دیجئے۔

افعال سے تعریف کریں جو انہوں نے نہیں کیے۔

ملکیت عامہ سے یہود کی مذمت:

۱۸۹: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (آسمان وزمین اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں) وہ ان کے معاملات کا اختیار رکھتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی۔ جو اِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ (آل عمران:۸) کا نعرہ مارنے والے تھے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) وہ ان کو عذاب دینے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔

دلائلِ عقلیہ سے قدرت وعظمتِ باری کا اثبات:

۱۹۰: إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ۔ (بیشک آسمان وزمین کی

پیدائش اور دن رات کے آنے جانے میں البتہ نشانیاں ہیں) کیونکہ خالق کی ہستی میں کمال علمی، ہمہ گیر قدرت اور ارادہ و حکمت کے ثبوت کی کھلی دلیلیں موجود ہیں۔ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (ان لوگوں کیلئے جن کو دانش و فہم حاصل ہے) اور انکی عقل خواہشات سے اس طرح خالی ہو جس طرح مغز چھلکے سے۔ پس اس کی رائے یہ ہے کہ جواہر میں پیدا شدہ عرض جواہر کے حدوث کی علامت ہے۔ کیونکہ کوئی جوہر عرض حادث سے جدا نہیں ہو سکتا اور جو کسی حال میں حادث سے خالی نہ ہو وہ حادث ہے پھر اس کا حدوث کسی محدث کے وجود کی دلیل ہے۔ اور وہ ذات قدیم ہے۔ ورنہ یہ سلسلہ غیر متناہی محدثوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ جو کہ باطل ہے پس وجود قدیم ثابت ہو گیا۔

اسی طرح اس کی حسن صنعت اسکے علم کی دلیل ہے۔ اور صنعت کی پختگی اس کی حکمت کی دلیل ہے۔ اور اس کا باقی رہنا اس کی قدرت کی دلیل ہے۔ رسول مقبول اللہ ﷺ نے فرمایا اس آدمی پر افسوس ہے کہ جس نے اس آیت کو پڑھا اور اس کی تلاوت میں غور و فکر نہ کیا (السیوطی والدر المنثور) بنی سرائیل کی حکایات میں ہے کہ بنی سرائیل میں جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی تیس سال عبادت کرتا تو اس پر بادل سایہ کرتا۔ ایک نوجوان نے تیس سال عبادت کی مگر اس پر بادل نے سایہ نہ کیا۔ اس کی والدہ نے کہا اس زمانہ میں شاید تم سے کوئی لغزش صادر ہوئی ہو۔ اس نے کہا مجھے تو یاد نہیں۔ اس نے کہا شاید تم نے کبھی آسمان کو دیکھ کر عبرت نہ حاصل کی ہو۔ اس نے کہا شاید یہی ہو۔ پس وہ انعام تمہیں اسی سے ملے گا۔

۱۹۱: اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

نحو: اَلَّذِیْنَ (جو لوگ) یہ مجرور مانیں تو اُولِی کی صفت ہے یا اعنی کو مضمر مانیں تو منصوب ہے۔ ھم کو مبتداء محذوف مانیں تو خبر مرفوع ہے۔ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ (اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں) یعنی نماز پڑھتے ہیں۔ قِیَامًا (کھڑے ہونے کی حالت میں) جبکہ ان کو قیام پر قدرت ہو۔ وَّ قُعُوْدًا (بیٹھنے کی حالت میں) وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ (اپنے پہلوؤں پر) یعنی جب قیام و قعود سے عاجز ہوتے ہیں۔

نحو: قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا۔ یَذْکُرُوْنَ کی ضمیر فاعلی سے حال ہیں اور عَلٰی جُنُوْبِھِمْ بھی حال ہے۔

دوسری تفسیر: ان حالات کا ذکر کر کے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا بیان فرمایا کیونکہ ان حالات سے انسان کم ہی خالی ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی جنت کے باغات میں چرنا اور کھانا پینا چاہتا ہے وہ کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

مخلوق میں غور و فکر عبادت ہے:

وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمان و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں) اور جس چیز پر ان بڑے اجسام کی ایجاد اور انکی شاندار صنعت دلالت کرتی ہے اور وہ اشیاء جن کے بعض عجائب کے ادراک سے انسانی فہم عاجز و درماندہ ہیں جیسے صانع کی عظیم شان سلطنت اور اس کی بڑائی۔

نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ ایک شخص بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اوپر کو منہ تھا اچانک اس کی نگاہ آسمان اور ستاروں پر پڑی۔ تو

کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا ایک مالک اور خالق ہے۔ اے اللہ مجھے بخش دے اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر رحمت فرمائی اور اس کو بخش دیا۔ (رواہ الثعلبی وابن حبان) آپ ﷺ نے فرمایا۔ سوچ و بچار جیسی کوئی عبادت نہیں (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) ایک قول یہ بھی نقل کیا گیا۔ سوچ و بچار غفلت کو ختم کرتی ہے اور دل میں خشیت پیدا کرتی ہے اور غم کی طرح کوئی چیز دل کو جلا نہیں دیتی اور تفکر کی طرح کوئی چیز دل کو روشن نہیں کرتی۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (اے ہمارے رب تو نے اس کو بیکار پیدا نہیں فرمایا) یہ حال کے محل میں ہے۔ یعنی یہ کہتے ہوئے وہ سوچ بچار میں مصروف ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ آپ نے اس کو بیکار مخلوق نہیں بنایا جس میں کوئی حکمت نہ ہو۔ بلکہ اس کو کسی عظیم الشان حکمت کے تحت پیدا فرمایا۔ ایک حکمت ان میں سے یہ ہے کہ تو نے اس کو مکلفین کی رہائش گاہ بنایا۔ اور اس میں ان کے تجھے پہچاننے کیلئے بہت سے دلائل موجود ہیں۔ اور ھٰذا کا اشارہ خَلْق کی طرف ہے اور وہ اس طرح کہ مراد اس سے مخلوق ہو۔ یا اس کا مشارٌ الیہ السمٰوٰت والارض ہیں۔ کیونکہ وہ بھی مخلوق کے مفہوم میں داخل ہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

سُبْحٰنَكَ (اے اللہ تو سبحان ہے) باطل مخلوق کے اوصاف سے تو پاک ہے۔

سُبْحٰنَكَ یہ جملہ معترضہ ہے۔ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اے اللہ تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا) اس میں فا کو اس لئے لایا گیا کیونکہ اس میں جزاء کا معنی پایا جاتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اذا نزھناك فقنا جب ہم نے آپ کو سبحان مان لیا تو تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

حقیقی رسوائی ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے:

١٩٢: رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۔ (اے ہمارے رب بیشک تو نے جس کو آگ میں داخل کر دیا پس اس کو رسوا کر دیا) اس کی تذلیل کر دی یا اس کو ہلاک کر دیا یا اس کو رسواء کر دیا۔

غلط استدلال: اس آیت میں: يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ (التحریم۔٨) کو ملا کر استدلال کیا۔ کہ جو آگ میں داخل ہو وہ مؤمن نہیں ہوسکتا کیونکہ آگ میں داخل ہونے والا اس میں ہمیشہ رہے گا۔

جواب: جابر رضی اللہ عنہ نے کہا مؤمن کو رسوا کرنے کا مطلب اس کو ادب سکھانا ہے۔ اور رسوائی تو اس سے بڑھ کر ہے۔

دونوں آیات کے ظاہر تضاد کا ازالہ: یوم لا یخزی اللّٰہ النبی: الآیۃ میں کامل ایمان والوں کا تذکرہ ہے اور معہ اس کا قرینہ ہے۔ اور اس آیت میں من تدخل النار عام ہے اور حضرت انس کے بقول اس سے ہمیشہ دوزخ میں رہنے والا مراد ہے۔

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا) لِلظّٰلِمِيْنَ سے مراد آگ میں داخل ہونے والے، کفار مراد ہیں انصار سے مراد معاون و سفارشی جو انکی سفارش کر سکیں جیسا کہ ایمان والوں کیلئے ہونگے۔

بڑے منادی کی نداء:

۱۹۳: رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ (اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی کو سنا جو ایمان کی نداء دے رہا تھا)

محاورہ ہے: سمعت رجلاً یقول کذا اس میں فعل کو رجل پر ڈالا اور جو چیز سنی اس کو حذف کر دیا کیونکہ تم نے اس چیز سے اس کا وصف بیان کیا جو وہ سنتا ہے۔ اس لئے سنی ہوئی چیز کے ذکر کی ضرورت نہ رہی۔ اگر فعل سے اس کی صفت نہ کی جاتی تو اس طرح کہتے: سمعت کلام فلان۔ المنادی سے مراد یہاں رسول اللہ ﷺ یا قرآن مجید ہے۔ يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ: وہ ایمان کی نداء دے رہا تھا۔ یعنی لام اجلیہ ہے وہ ایمان باللہ کیلئے منادی دے رہا تھا اس میں منادی کی شان کو خوب بڑھا کر ذکر کیا۔ گویا اس طرح کہا کوئی منادی اس سے زیادہ بڑا نہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کی دعوت دے رہا ہو۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ اَنْ مصدریہ اور بَا مقدر یا اَنْ تفسیر یہ منادی ایمان آمنوا کے لفظ سے تھی۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا (تم ایمان لاؤ اپنے رب پر پس ہم ایمان لے آئے)

شیخ ماتریدی کا قول:

شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایمان میں استثناء کے باطل ہونے کی اس میں دلیل ہے۔ (یعنی اس طرح کہنا غلط ہے کہ میں ان شاء اللہ مؤمن ہوں بلکہ اس طرح کہنا چاہیے کہ میں یقیناً مؤمن ہوں۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا (اے ہمارے رب تو پھر ہمارے گناہوں کو بخش دے) ہمارے کبائر کو بخش دے۔ (فاغفر کی فا سببیہ ہے پہلا کلام بعد والے کلام کا سبب ہے۔

وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا (اور ہمارے صغیرہ گناہوں کو ہم سے مٹا دے) وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ (ہمیں نیکوں کے ساتھ وفات دے) یعنی انکی دوستی کے ساتھ خاص فرما اور ان میں ہمارا شمار فرما۔ الْاَبْرَارِ جمع بَرّ یا بار کی ہے۔ اس سے مراد سنت کو مضبوطی سے تھامنے والے لوگ۔ اسی طرح کی جمع رب، ارباب اور صاحب اصحاب ہے۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ

اے ہمارے رب اور ہمیں عطا فرمائیے جو آپ نے اپنے رسولوں کی معرفت وعدہ فرمایا اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کیجئے، بلاشبہ آپ وعدہ خلافی

الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ

نہیں فرماتے۔ پس اللہ پاک نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ میں ضائع نہ کروں گا تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ

مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک دوسرے سے ہو سو جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے

دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِىْ سَبِيْلِىْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

گئے اور میری راہ میں ان کو ایذا دی گئی اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کیے گئے سو میں ضرور ضرور ان کے گناہوں کا کفارہ کر دوں گا۔

وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ

اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ بدلہ ملے گا اللہ کے پاس سے

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

اور اللہ کے پاس اچھا بدلہ ہے۔

وعدہ والوں میں شمولیت کی دُعا:

۱۹۴: رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (اے ہمارے رب دے ہمیں جو آپ نے وعدہ فرمایا اپنے پیغمبروں کی زبانی) یعنی رسولوں کی تصدیق کے بدلہ میں جو وعدہ کیا یا پیغمبروں پر جو وعدہ تو نے نازل کیا تھا یا اپنے پیغمبروں کی زبانی کیے ہوئے وعدے۔

نحو: علی یہ وعدتنا سے متعلق ہے۔ جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ثواب ہے یا دشمنوں پر نصرت۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدے کی تکمیل طلب کی حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے۔ کیونکہ اس دعا کا مطلب یہ ہے۔ اے اللہ ہم آپ سے اس بات کی توفیق طلب کرتے ہیں کہ جو اسباب اس وعدہ کی تکمیل کرنے والے ہیں ہمارے حق میں انکی حفاظت فرما۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے کہ جن کے حق میں تیرا وعدہ ہے۔ کیونکہ وعدہ میں اس بات کو ظاہر نہیں کیا گیا کہ یہ کن کے لئے ہے۔ یا مراد یہ ہے ہمیں اس راستہ پر ثابت قدمی عنایت فرما جو ہمیں تیرے وعدے تک پہنچا دے اور اس کی تائید آیت کا اگلا حصہ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کر رہا ہے۔ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اور تو ہمیں قیامت میں رسوا نہ فرما) اس میں

مزید خشوع وخضوع کو ذکر کیا۔اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (بلاشبہ آپ وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) یہ میعاد مصدر میمی ہے وعدے کے معنی میں آیا ہے۔

۱۹۵: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ (پس ان کے رب نے انکی دعا قبول فرمائی) یہاں استجاب اجاب کے معنی میں ہے۔

اَنِّيْ یہاں با اس سے قبل محذوف ہے۔ بایں طور لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ (کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا کوئی عمل ضائع نہیں کرونگا)

نحو: منکم یہ عامل کی صفت ہے۔مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى یہ عامل کا بیان ہے۔خواہ وہ کرنیوالا مرد ہو یا عورت۔

کاملین کے ساتھ شرکت کا وعدہ:

بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ (تم ایک دوسرے سے ہو) مرد عورتوں میں سے اور عورتیں مردوں میں سے تم سب اولادِ آدم ہو یا تم دین و نصرت میں ایک دوسرے کی معاونت کرنے والے ہو۔ یہ جملہ معترضہ ہے۔اس سے عورتوں کی مردوں کے ساتھ ان وعدہائے ربانی میں شرکت بتلائی جو اس نے اپنے کامل فرمانبردار بندوں سے کر رکھے ہیں۔حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ کہ جس شخص کو کوئی معاملہ پیش آئے اور وہ پانچ مرتبہ ربنا اٰتنا ما وعدتنا پڑھتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو خوف سے نجات دیتے ہیں اور اس کا مقصود پورا فرما دیتے ہیں۔فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا (پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی)

نحو: اَلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مبتداء ہے لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ یہ خبر ہے۔فَالَّذِيْنَ سے عاملین کے عمل کی تفصیل ذکر فرمائی۔اس سے عامل کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے گویا اس طرح فرمایا جنہوں نے یہ شاندار، اعلیٰ اعمال انجام دیئے جیسے ہجرت عن الوطن وہ اپنے دین میں اس طرح کامیاب ہیں کہ وہ بارگاہ الٰہی میں مامون ہونگے۔ہجرت خواہ آخر زمانہ میں واقع ہو وہ اسی طرح ہے جو ابتدائے اسلام میں تھی۔وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ (وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے) جہاں وہ پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ (اور ان کو میری راہ میں تکلیف دی گئی) خواہ وہ تکلیف ضرب وشتم کی قسم سے تھی یا ضیاع اموال کی صورت میں تھی۔سبیلی سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر ہے۔وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا (انہوں نے کفار سے لڑائیاں کیں اور شہید کر دیئے گئے)

قراءت: مکی وشامی نے قُتِّلوا پڑھا ہے۔اور حمزہ وعلی نے وَقُتِلُوْا وَقٰتَلُوْا التقدیم وتاخیر سے پڑھا ہے۔

مسئلہ: اس آیت میں دلیل ہے کہ واؤ ترتیب کو لازم نہیں کرتی لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (میں ضرور ان سے انکی غلطیاں مٹا دونگا اور ضرور ان کو ایسے باغات میں داخل کرونگا جن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں) یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ثَوَابًا یہ محذوف فعل کا مفعول مطلق بطور تاکید لایا گیا ہے۔یعنی اثابۃ یا تثو یبًا۔ من عند اللّٰہ۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور ثواب،یعنی تثویبًا من عند اللّٰہ ہے کیونکہ: لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝١٩٦ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ قف ثُمَّ

ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے آپ کو کافروں کا شہروں میں آنا جانا یہ تھوڑا سا نفع ہے۔ پھر

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ۝١٩٧ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ

ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بُرا بچھونا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے

جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا

باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مہمانی ہو گی اللہ کی طرف سے۔ اور جو

عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۝١٩٨

اللہ کے پاس ہے بہتر ہے نیک بندوں کے لئے۔

لاثیبنھم کے معنی میں ہے وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں اچھا بدلہ ہے یعنی ذات باری تعالیٰ ہی یہ بدلہ دے سکتی ہے اور کسی کے بس کی بات نہیں۔

شانِ نزول: مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا کہ کفار تو مزے لے رہے ہیں اور ہم بھوک سے نڈھال ہیں اس پر یہ آیات اتریں۔

استقامت علی الحق کا لطیف انداز:

۱۹۶: لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۔ (اے مخاطب تمہیں کفار کا شہروں میں آنا جانا دھوکہ میں مبتلا نہ کرے) اس میں ہر ایک کو خطاب کیا گیا یا نبی اکرم ﷺ کو خطاب کر کے مراد دوسرے لئے گئے یا قوم کے سربراہ کو خطاب کیا جاتا ہے۔ اور اس کو مخاطب کرنا تمام کو خطاب کے قائم مقام ہوتا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا لَا يَغُرَّنَّكُمْ تمہیں ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اے مخاطبین۔

نمبر۲: آپ ﷺ تو انکی حالت کی وجہ سے دھوکہ میں مبتلا ہونے والے نہ تھے۔ اس سے آپ کو اس بات پر ثابت قدم رکھنے اور لازم کرنے کیلئے یہ انداز اختیار کیا گیا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ (القصص:۸۶) وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الانعام:۱۴) یہ تو نہی میں اس کی دو نظیریں ہیں۔ امر میں اس کی نظیر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحہ:۵) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا (النساء:۱۳۶) ہے۔

فانی بہر حال قلیل ہے:

۱۹۷: مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ (تھوڑا نفع حاصل کرنا ہے)

نحو: یہ مبتداء محذوف تَقَلُّبِهِمْ فِي الْبِلَادِ کی خبر ہے۔ قلیل کہنے کی وجہ۔ نمبر۱: آخرت باقیہ کی نعمتوں کو ضائع کر دیا اور فانی

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ

اور بلاشبہ بعض اہل کتاب ایسے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو نازل کیا گیا تمہاری طرف اور جو نازل کیا گیا

اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

ان کی طرف جو عاجزی کرنے والے ہیں اللہ کے لئے وہ نہیں خریدتے اللہ کی آیات کے بدلہ تھوڑی سی قیمت، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

دنیا کی چند لذات لے لیں۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کیلئے جو ثواب تیار کر رکھا ہے۔ اسکے مقابلہ میں یہ قلیل ہے۔ نمبر۳۔ دنیا کے ختم ہونے کی وجہ سے یہ ذاتی طور پر حقیر ہے ہر زائل ہونے والی چیز قلیل کہلاتی ہے۔ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے) گویا انہوں نے اپنے لئے بہت بری چیز تیار کی ہے۔

متقین کو خلود والی نعمتیں ملیں گی:

۱۹۸: لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ۔

(لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا) یعنی شرک سے بچ گئے۔ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا (ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بطور مہمان) النُّزُلُ والنُّزْلُ کا معنی مہمان کو پیش کیا جانے والا کھانا۔

تین تراکیب:

نزلًا یہ حال ہے۔ جَنّٰتٌ سے۔ اس میں عامل لَهُمْ کا لام ہے۔

نمبر۲۔ یہ مصدر مؤکد ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ رزقًا یعنی جعل ذٰلك رزقًا۔

نمبر۳۔ عطاء۔ جعل ذٰلك عطاءً

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (اللہ کے ہاں) یہ نزلًا کی صفت ہے۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ (اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے) بے شمار اور دائمی خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ (وہ ابرار کیلئے بہت بہتر ہے) اس کی بہ نسبت جس کیلئے کفار و فجار سر مارتے پھر رہے ہیں کیونکہ وہ قلیل و زائل ہے۔

اہل نحو کے ہاں لکن استدراک کیلئے آتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ وہ نفع اٹھا رہے ہیں لیکن ان کے نفع اٹھانے میں بقاء نہیں۔ یہ بقاء متقین کیلئے ہوگی۔ یہ تشدید کے ساتھ لکنّ بھی استعمال ہوتا ہے۔

۱۹۹: وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں جم کر رہو اور نیک کاموں میں لگے رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم

تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع

کامیاب ہو جاؤ۔

ع ۲۰ | ۱۱

ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔

شَانِ نُزُوْل: نمبرا۔ یہ آیات حضرت عبداللہ بن سلام اوران کے رفقاء رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اہل کتاب میں سے اسلام قبول کیا۔

نمبر۲۔ اہل نجران میں چالیس آدمی جو اسلام لائے۔

نمبر۳۔ اور اہل حبشہ میں سے ۳۲ بتیس آدمی اور آٹھ روم سے آئے وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے وہ اسلام لے آئے۔ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ (بیشک اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں)

نحوی تحقیق:

نمبر ۱: اِنَّ کے اسم پر لام ابتداء داخل ہے کیونکہ ظرف کی وجہ سے فاصلہ ہوگیا۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ اور جو اتارا گیا تمہاری طرف یعنی قرآن مجید۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ (اور وہ جو اتارا گیا انکی طرف) یعنی تورات وانجیل۔ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ (اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں)

نمبر ۲: یہ یؤمن کے فاعل سے حال ہے کیونکہ من یؤمن لفظاً اگرچہ مفرد ہے مگر معناً جمع ہے۔ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا (وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت لینے والے نہیں ہیں) جیسا کہ غیر مسلم احبار اور ان کے دیگر بڑے کرتے تھے۔

نمبر ۳: یہ حال کے بعد حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ خریدنے والے نہیں ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ایسے لوگوں کیلئے ان کا اجر اُن کے رب کے ہاں ہے) مراد اس سے وہ مخصوص اجر ہے۔ جو ان کو ملے گا۔ اور وہی اجر ہے جس کا وعدہ اس ارشاد ربانی میں فرمایا گیا ہے اولئك يؤتون اجرهم مرتين کہ ان لوگوں کو اجر دو مرتبہ ملے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) کیونکہ اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔

صبر وتقویٰ کامیابی کا راز ہے:

۲۰۰: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (اے ایمان والو! تم صبر کرو) دین کے سلسلہ میں اور اس کی خاطر آنے والی تکالیف پر حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا۔ صبر۔ نفس کو ناپسند چیز پر روکنا اور گھبراہٹ کا اظہار

نہ کرنا۔ وَصَابِرُوْا (اور دشمن کے مقابلہ میں جہاد کے شدائد پر صبر کرو) یعنی لڑائی کی تکالیف برداشت کرنے میں ان پر غالب آجاؤ۔ اور صبر وثبات میں ان سے پیچھے نہ رہو۔ وَرَابِطُوْا (اور مقابلہ کیلئے تیار رہو) یعنی سرحدات پر پہرے کے ساتھ قائم رہو۔ اور گھوڑے باندھو۔ غزوہ کیلئے ہر وقت تیار اور دشمن کی گھات میں رہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ) الفلاح ناپسند چیز سے چھٹکارا پالینے کے بعد پسندیدہ چیز کے ساتھ باقی رہنا۔ لعل کا استعمال اس لئے کیا کیونکہ نتائج تو معلوم نہیں۔ کہیں اعمال کرنے سے پہلے فقط امیدوں پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم میری محبت میں صبر کرو اور میری نعمتوں میں دوسروں سے بڑھ کر صبر کرو۔ اور میری اطاعت میں اپنے آپ کو باندھ کر رکھو۔ تاکہ تمہیں میری قربت میسر ہو۔

فضیلتِ سورت:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم الزھراوین کو پڑھا کرو۔ یعنی البقرہ اور آل عمران۔ یہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے سائبان ہوتے ہیں یا بادل ہوتے ہیں۔ یا پرندوں کے جھنڈ ہوتے ہیں۔ اور پڑھنے والے کی سفارش کریں گی۔ (رواہ مسلم)

واللّٰہ اعلم بالصواب والیہ المرجع و المآب بحمداللّٰہ۔

تمت ترجمہ سورۂ آل عمران یوم الجمعہ ۱۲ صفر ۱۴۲۳ھ، ۲۶ اپریل ۲۰۰۲ء

اَللّٰھم صل علی محمد بعدد قدرتك الی یوم الدین

سُوْرَةُ النِّسَاءِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَسِتٌّ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَاَرْبَعٌ وَعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ نساء مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو چھہتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا، اور اس جان سے

مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ

اس کا جوڑا پیدا فرمایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے، اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے

تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۱﴾ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى

آپس میں سوال کرتے ہو، اور قرابت داریوں سے بھی ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے اور دیدو یتیموں کو

اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى

ان کے مال اور مت بدلو خبیث مال کو اچھے مال سے، اور مت کھاؤ ان کے مالوں کو اپنے مالوں

اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ﴿۲﴾

میں ملا کر، بے شک ایسا کرنا بڑا گناہ ہے۔

تفسیر آیت ۱:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً۔ (اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو۔ جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کے جوڑے کو اور آدم وحوا سے پھیلایا بہت سارے مردوں اور عورتوں کو) يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ (اے اولادِ آدم علیہ السلام)۔

صورتِ تخلیق:

اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (آغازِ تخلیق کے زمانہ میں ایک اصل یعنی تمہارے باپ حضرت آدمؑ سے بنایا)۔

وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا یہ محذوف پر عطف ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ من نفس واحدة انشأها و خلق منها زوجها۔ مطلب یہ ہے ایک ذات سے تمہیں نکالا جس کی صورت یہ تھی۔ کہ اس نفس کو مٹی سے بنایا اور ان کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے (مادہ لے کر) ان کی بیوی حواء کو بنا دیا۔ وَبَثَّ مِنۡهُمَا (اور ان دونوں یعنی آدم و حوّاء سے پھیلایا)۔ رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّ نِسَآءً (بہت سے مردوں اور بہت سی عورتوں کو)۔ یعنی جنس انسانی کی دونوں انواع یعنی مرد و عورت کو۔ نفس انسانی کی ایسی صفت بیان کی جو انسانوں کی خلقت کی وضاحت و تفصیل کر رہی ہے۔

یا خلقکم سے متعلق ہے اور یٰۤاَيُّهَا النَّاسُ کا خطاب ان لوگوں سے ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہیں نفس آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ اور اسی نفس سے تمہاری ماں حواء کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں تمہارے علاوہ ہلاک ہو جانے والی امتوں کی پیدا فرمائیں اور یہ حصر کے لئے ہے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: نظم کا انداز تو اس بات کا متقاضی ہے کہ تقویٰ کا حکم دینے کے بعد ایسی چیز لائی جاتی جو تقویٰ کی طرف دعوت دینے والی ہو۔ پھر کس طرح ان کا ایک جان سے پیدا کرنا۔ تقویٰ کی طرف ترغیب دینے والا بنتا ہے۔

جواب: تخلیق آدم و اولادہ، عظیم قدرت پر دلالت کرتا ہے اور جس کو اس جیسی قدرت ہو۔ تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کفار و فجار کو سزا دینا بھی اس کے مقدورات میں سے ہے۔ پس اس میں غور و فکر اس بات کا داعی ہے۔ کہ ایسے قادر مطلق سے ڈرا جائے۔ اور اس کے عقاب کا خطرہ محسوس کیا جائے۔

کامل نعمت کا شکریہ:

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ ایک عظیم الشان کامل نعمت ہے۔ پس انسانوں پر لازم ہے کہ اس نعمت کی ناشکری سے گریز کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے کے وقت فرمایا۔ عورت کو مرد سے پیدا کیا گیا۔ پس اس کا مقصد مرد میں ہے اور مرد کو مٹی سے پیدا کیا پس اس کا فکر مٹی میں ہے (البیہقی)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو)۔

صَرۡف: تساء لون اصل میں تتساء لون تھا۔ تا کو سین کر کے سین میں ادغام کر دیا۔ کیونکہ تا کے قریب حرف ہمس سین ہے۔

قراءت: یہ تساء لون۔ تخفیف کے ساتھ ہے عند الکوفی۔ تَا ثانیہ کو اجتماع تاءین ثقیل ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ اور رحم کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہو۔ پس اس طرح کہتے ہیں باللہ و بالرحم افعل کذا اور مقصد اس سے شفقت حاصل کرنا ہوتا ہے۔

نحوی تحقیق:

وَالْاَرْحَامَ (اور رحموں کا) نحو : یہ لفظ اللہ پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔یعنی قطع رحمی سے ڈرو۔یا جار مجرور کے مقام پر ہے جیسا کہتے ہیں مررت بزیدو عمرًوا۔یا ضمیر پر عطف کرتے ہوئے مجرور ہے۔حمزہ کے نزدیک مگر یہ قول ضعیف ہے۔کیونکہ ضمیر متصل وہ اسم متصل کی طرح ہے۔

اور جارٌ مجرور ایک شئ کی طرح ہے۔تو یہ بعض کلمہ پر عطف کے مشابہ ہوا۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے) یا تمہیں جاننے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲:

وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ (اور یتیموں کو ان کے اموال دو) یتامیٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے والد فوت ہو جائیں اور وہ اکیلے رہ جائیں۔

یتیم کا معنی:

الیُتْمُ۔انفراد کو کہتے ہیں۔اسی سے کہتے ہیں الدُّرة الیتیمة۔یکتا موتی۔ایک قول یہ ہے کہ یتیم انسانوں میں وہ ہے جس کا باپ مرجائے اور بہائم میں یتیم وہ ہے جس کی ماں مرجائے۔اس نام کا تقاضہ تو یہی ہے کہ ہر چھوٹے بڑے پر بولا جائے کیونکہ باپ سے منفرد ہونے کا معنی پایا جاتا ہے۔مگر استعمال میں بلوغ سے قبل تک ہی بولا جاتا ہے جب وہ کسی کفیل ونگران سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔تو یہ نام ختم ہو جاتا ہے۔نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے: لا یُتم بعد الحلم۔ (ابوداؤد)

شریعت کے حکم کے طور پر نہ کہ لغت کے لحاظ سے۔یعنی جب وہ بالغ ہو گیا تو اس پر بچوں کے احکام جاری نہ ہونگے۔

آیت کا مطلب:

اب آیت کا مطلب یہ ہے۔اور تم یتیموں کو ان کے اموال بالغ ہونے کے بعد دے دو۔یہاں ان کو یتامیٰ' یتیمی کے زمانہ کے قریب ہونے کی وجہ سے فرمایا گیا جو بچپن تھا۔(اب تو وہ بالغ ہو چکے) اس میں اشارہ فرمایا کہ اگر ان سے سمجھ بوجھ پائی جائے تو ان کے اموال ان کے حوالے کرنے میں حد بلوغ سے تاخیر نہ کی جائے۔اور یتیمی اور بچپن کا نام زائل ہونے سے پہلے ہی ان کو وہ اموال سپرد کر دیئے جائیں۔

خبث کی مراد:

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ (نہ تبدیل کرو خبیث کو بدلے طیب کے) نمبرا۔حرام مال کو لینے کے طلبگار نہ بنو (یعنی یتامیٰ کا مال) حلال مال کے بدلے میں جو کہ تمہارا اپنا مال ہے۔نمبر۲۔خبیث بات کو بدلے میں نہ لو اور وہ یتیموں کا مال بلا نگرانی چھوڑنا ہے۔پاکیزہ بات کے بدلے میں اور وہ اس کی حفاظت کرنا ہے اور اس سے بچنا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ

اور اگر تم کو ڈر ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کر لو جو عورتیں تم کو

النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا

پسند ہوں دو دو، تین تین، چار چار، سو اگر تم کو ڈر ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کر لو، یا ان

مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا ③

لونڈیوں پر بس کرو جو تمہاری ملکیت ہوں۔ یہ اس سے قریب تر ہے کہ تم زیادتی نہ کرو،

نحو وصرف:

یہاں باب تفعل بمعنی استفعال ہے اور یہ آتا رہتا ہے۔ اس کی نظیر تعجل بمعنی استعجال۔ وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَھُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِکُمْ (اوران کے مال نہ کھاؤ اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر) نحو: اِلٰی کا متعلق محذوف ہے۔ اور یہ حال کے موقع پر ہے۔ یعنی اموالکم کی طرف مضاف ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ ان کے اموال کو اپنے مالوں کے ساتھ اس طرح نہ ملاؤ۔ کہ تمہارے اوران کے اموال میں تفریق نہ رہے۔ اس چیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو تمہارے حق میں حلال نہیں اور برابری کرنے لگو اس میں اور حلال میں۔ اِنَّہٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا۔ بیشک (وہ بہت بڑا گناہ ہے) ہٗ سے مراد اس کا کھانا اور حوبا کبیرًا کا معنی بڑا گناہ ہے۔

تفسیر آیت ۳:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی (اگر تمہیں خدشہ ہو کہ تم انصاف نہ کرسکو گے یتیموں کے معاملہ میں) اقسط۔ باب افعال بمعنی عدل کرنا۔ لا تقسطوا کا معنی عدل نہ کرنا۔ الیتامیٰ کا لفظ مذکر ومؤنث دونوں کیلئے بولا جاتا ہے۔ جمع یتیمۃ و یتیم ہے۔ باقی ایتام جمع یتیم ہے فقط۔ فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (پھر تم نکاح کرو دوسری عورتوں میں سے جو تم پسند کرو)

طاب کا معنی حلال:

طاب کا معنی حلال ہونا ہے۔ یعنی جو تمہارے لئے حلال ہوں۔ کیونکہ ان میں بعض عورتیں وہ ہیں جو حرام ہیں۔ ان کا تذکرہ آیت تحریم میں ہے۔ مَا کا استعمال ذی عقل کی صفات کیلئے آتا ہے۔ گویا یہاں اس طرح کہا گیا۔ الطیبات من النساء۔ پس تم نکاح کرو عورتوں میں سے پاکیزہ عورتوں سے۔ کیونکہ عقلاء میں طبقۂ اناث بمنزلہ غیر عقلاء کے شمار ہوتا ہے۔ اور ارشاد الٰہی او ماملکت ایمانکم میں ما اسی معنی میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ زناء میں حرج نہ سمجھتے تھے۔ ولایت یتامیٰ میں حرج سمجھتے تھے۔ پس انہیں کہا گیا۔ اگر تمہیں یتیم بچیوں کے متعلق ظلم وزیادتی کا خطرہ ہو اور زنا کا خدشہ ہو تو جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں

ان سے نکاح کرو اور محرمات کے گرد مت گھومو۔

تیسرا قول: وہ لوگ یتامی کے اموال میں نگرانی سے تنگی محسوس کرتے۔ اور بہت عورتیں رکھنے میں حرج محسوس نہ کرتے۔ اس کے باوجود کہ ان کے مابین کثرت کی وجہ سے زیادتیاں ہو جاتیں۔ تو ان کو مخاطب کر کے اس طرح فرما دیا جب تم اس میں دشواری محسوس کرتے ہو تو اس میں بھی حرج سمجھو اور اس سے بچو۔ اور کہہ دیا گیا۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا کہ اگر تمہیں خطرہ ہو کہ یتیم بچیوں کے نکاح کے سلسلہ میں تم انصاف نہ کر سکو گے۔ تو بالغات سے نکاح کرو۔ یہ طاب طابت الثمرۃ سے ہے۔ اپنی میعاد کو پھل پہنچ گیا۔ گویا بالغہ عورتیں (مگر اس معنی سے لکم بے فائدہ ٹھہرتا ہے۔ فتدبر) مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (دو دو عورتوں سے تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے) نحو: یہ نکرہ ہیں۔ غیر منصرف ہیں کیونکہ عدل و وصف ان میں پائے جاتے ہیں۔ سیبویہ نے اسی طرح کہا۔ یہ النساء سے محل نصب میں حال ہے۔ یا ما طاب سے حال ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ فانکحوا الطیبات لکم جو اس عدد تک پہنچنے والی ہیں۔ دو۔ دو اور تین تین اور چار چار۔

ایک سوال نکاح میں اعداد کے تکرار کی حکمت:

سوال: نکاح کرنے والے کیلئے مطلقاً جمع میں دو یا تین یا چار کو جمع کرنا درست ہے تو پھر مثنٰی وَ ثُلاثَ وَ رُبَاعَ میں تکرار کا کیا مطلب ہے۔

جواب: خطاب تمام لوگوں کو فرمایا گیا۔ پس تکرار ضروری ہو گیا تاکہ ہر نکاح کرنے والا اس گنتی کو پورا کر سکے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ جس کو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ تم ایک جماعت کو کہو۔ یہ مال تم تقسیم کر لو۔ دو دو‘ تین تین‘ چار چار اور وہ درہم ایک ہزار ہوں۔ اگر تم یہ اعداد ایک مرتبہ ذکر کرتے تو پھر اس کا کوئی مطلب نہ بنتا اور واؤ کو لا کر بتلا دیا کہ مختلف گروہوں کو مختلف کا جمع کرنا جائز ہے‘ کہ کوئی (دو سے کوئی تین سے اور کوئی چار سے نکاح کر سکتا ہے) اگر او لایا جاتا تو اختلاف عدد کا جواز ختم ہو جاتا۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا (اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے) اس اعداد میں تو فَوَاحِدَةً (تو ایک کو لازم کر لو) یا چناؤ کر لو۔ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (جن کے مالک تمہارے لونڈی غلام ہوں) مساوات حقوق جو آزاد عورتوں کے مابین لازم ہے وہ باندیوں کے لئے لازم نہیں نہ ان کی کوئی تعداد مقرر ہے۔ ذٰلِكَ اس کا اشارہ ایک کے چناؤ اور لونڈیاں رکھنے میں ہے۔ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا (اس امر مذکور میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے) یعنی یہ فعل اس سے قریب تر ہے کہ تم ایک طرف مائل نہ ہو جاؤ اور نہ ظلم کرو۔ عرب کہتے ہیں۔ عال المیزان عولاً کہ جب وہ مائل ہو جائے اور کہتے ہیں عال الحاکم فی حکمه۔ جبکہ ظلم کرے۔

ایک تفسیر عجیب:

امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے الا تعولوا کی تفسیر میں فرمایا کہ تم زیادہ عیال والے نہ ہو۔ ان کی اس تفسیر پر یہ اعتراض کیا گیا کہ کثرت عیال کا معنی اس وقت ہوتا ہے جب اعال یعیل باب افعال سے ہو۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مجرد میں عال الرجل عیاله یعولهم۔ اس نے عیال کی پرورش کی۔ کہا جاتا ہے اور

وَاٰتُوا النِّسَاۗءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ

اور تم عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کر دو، سو اگر وہ تمہارے لئے اس میں سے نفس کی خوشی سے

نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗـــًٔـا مَّرِيْۗـــــًٔا ④

کچھ چھوڑ دیں تو اس سے مبارک طور پر خوشگواری کے ساتھ کھالو۔

مان یمون بھی اسی معنی میں آتا ہے جبکہ عیال پر خرچ کیا جائے۔ کیونکہ جس کے عیال زیادہ ہونگے وہ ان پر لازماً خرچ کرے گا۔ اور اس سلسلہ میں اس پر تقویٰ اور کسب حلال کی حدود کا لحاظ مشکل ہو جائے گا۔ اور اسی جیسا کلام علم کے ان ماہرین سے درست رخ پر محمول کیا جائے گا۔ اور یہ بدگمانی نہ کی جائے گی کہ انہوں نے تعیلوا کو تعولوا بنا دیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کنایات کا راستہ اختیار کیا۔

تفسیر آیت ۴:

وَاٰتُوا النِّسَاۗءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو) نحلہ کا لفظ نحله كذا سے ماخوذ ہے جبکہ وہ اس کو دے اور ہبہ کرے اپنے دل کی گہرائی سے نحلةً و نحلا دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ منصوب مصدر ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہاں لفظ نحلة اور ایتاء، اعطاء کے معنی میں ہیں۔ گویا کلام اس طرح ہے:

حسن ادائیگی مہر:

وانحلوا النسآء صدقاتهن نحلة۔ یعنی ان کو انکے مہر خوشدلی سے دے دو یا مخاطب سے حال ہے۔ انکے مہر انکو دو کہ تم دلوں کی خوشی محسوس کرنے والے ہو مہر دے کر یا الصدقات سے حال ہے یعنی وہ مہر ادا کیے ہوئے ہوں نفسوں کی خوشدلی سے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ مہر عطیہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور عنایت ہے ان عورتوں پر ایک اور قول یہ ہے کہ نحلہ بمعنی ملت کے ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں فلان ینتحل كذا ای يدين به۔ مطلب یہ ہوا ان کے مہر ان کو دیانۃً دے دو۔ اس صورت میں یہ مفعول لہٗ بنے گا۔ اور اٰتوا کا خطاب خاوندوں کو ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ورثاء کو ہے کیونکہ اس زمانہ میں وہ بیٹیوں کا مہر وصول کرتے تھے۔

طیب نفس لازم:

فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ۔ (اگر وہ عورتیں خوش دلی کے ساتھ تم کو مہر کا کچھ حصہ دیں) یہ لَكُمْ کا خطاب ازواج کو ہے۔ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ۔ یعنی مہر میں سے۔ صداق اور صدقات ہم معنی ہیں۔ نَفْسًا یہ مفرد لائے کیونکہ مقصد بیان جنس ہے۔ اور واحد جنسیت پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ اگر وہ مہر میں سے کچھ عطاء کریں اور ان کے نفوس اسے خوش دلی سے چھوڑ دیں نہ بے دلی سے کہ جس کے لئے تمہاری بداخلاقی ان کو مجبور کرے اور بدتہذیبی ہبہ کی طرف مجبور کرے۔

مَسْئَلَہ: اس آیت میں راستہ کی تنگی کی طرف اشارہ کر دیا اور احتیاط کو لازم قرار دیا۔ اس لئے کہ شرط کی بنیاد طیب نفس پر رکھی چنانچہ فرمایا: ان طبن لکم عن شیٔ منہ نفسا۔ یہ نہیں فرمایا فان وھبن لکم۔ اس بات کو بتلانے کے لئے کہ مہر کے کسی حصہ سے علیحدگی میں طیب نفس کا ہونا بہر حال ضروری ہے۔ فَکُلُوْہُ (پس تم اس کو کھاؤ) اس میں ہٗ ضمیر شیٔ کی طرف لوٹتی ہے۔ ھَنِیْئًا (مزے سے) یعنی جس میں گناہ نہ ہو۔

اباحت میں مبالغہ:

مَرِیْئًا۔ (خوشگواری سے) جس میں کوئی بیماری نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی اسی طرح تفسیر فرمائی۔ یا دنیا میں مزیدار کہ بلا مطالبہ ہو۔ مریناً فی العقبٰی۔ آخرت میں خوشگوار کہ اس پر احسان نہ جتلائے۔ یہ دونوں کھانے کی صفات ہیں۔ ھنؤ الطعام و مرؤ کہتے ہیں۔ جب کھانا ایسا خوش گوار ہو کہ اس میں کوئی گدلا پن نہ ہو۔ یہ دراصل مصدر کی صفتیں ہیں۔ یعنی اکلا ھَنِیْئًا مَّرِیْئًا یعنی ایسا کھانا جو رچتا پچتا ہو۔ یا ضمیر سے حال ہے۔ تم اس کو اس حال میں کھاؤ کہ وہ مزیدار و خوشگوار ہو۔ یہ درحقیقت اباحت میں مبالغہ ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ اور یہ بتلانے کے لئے کہ اس کے دینے کے بعد پیچھا بھی نہ کیا جائے۔

قراءت: ھنیًا مریًا۔ یزید کے نزدیک بلا ہمزہ ہے۔ اسی طرح وقف کے وقت حمزہ کے نزدیک بھی اسی طرح پڑھیں گے۔ بقیہ تمام قراء نے ہمزہ سے پڑھا ہے۔

ایک لطیف نکتہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی بیمار ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی سے مہر کے تین درہم لے کر پھر اس سے شہد خرید لے اور بارش کے پانی سے اس شہد کو ملا کر مریض کو پلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو خوشگواری' شفا و برکت عنایت فرما دیں گے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ

اور بیوقوفوں کو اپنے مال مت دو جن کو اللہ نے تمہارے لئے زندگی گزارنے کا ذریعہ بنایا ہے اور ان مالوں سے ان کو کھانے پینے کے لئے

فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى

دے دو اور ان کو کپڑے پہنا دو، اور ان سے بھلی بات کہہ دو، اور آزما لو تم یتیموں کو

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ

یہاں تک کہ وہ نکاح کے قابل ہو جائیں، سو اگر تم ان کی طرف سے سمجھداری محسوس کرو تو ان کے مال

اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ

ان کو دے دو، اور مت کھاجاؤ ان کے مالوں کو فضول خرچی کرتے ہوئے اور ان کے بڑے ہو جانے سے پہلے جلدی کرتے ہوئے، اور تم میں سے جو

كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ

شخص صاحب مال ہو وہ پرہیز کرے، اور جو شخص تنگدست ہو سو وہ مناسب طریقہ پر کھا لے۔

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

سو جب تم دے دو ان کو ان کے مال تو اس پر گواہ بنا لو، اور اللہ کافی ہے

حَسِيْبًا ۝

حساب لینے والا۔

تفسیر آیت ۵:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ (نہ دو اپنے اموال بیوقوفوں کو) سفہاء سے مراد وہ فضول خرچ ہیں۔ جو اپنے اموال کو نامناسب مقام پر لگانے والے ہیں۔ اور ان کو اسکی درستی اور بڑھانے اور اس میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ اس میں اولیاء کو خطاب ہے اور کم عقلوں کے اموال کی نسبت اولیاء کی طرف اموالکم کہہ کر کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ اس مال کو تھامنے والے اور قریب والے ہیں۔

اموال کی حفاظت کرو:

الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مایۂ زندگانی بنایا ہے) یعنی تمہارے بدنوں کا قوام اور

تمہارے اہل واولاد کیلئے ذریعۂ معاش بنایا ہے۔

قِیَمًا بمعنی قِیَامًا ہے۔نافع وشامی کے نزدیک جیسا کہ عوذاً بمعنی عیاذاً ہے اوراصل قیام قوام ہے۔ ماقبل کسرہ کی وجہ سے واؤ کو یا کر دیا۔سلف رحمہم اللہ کا مقولہ ہے۔المال سلاح المؤمن۔ مال مؤمن کا ہتھیار ہے۔ اگر میں مال چھوڑ جاؤں کہ جس پر اللہ تعالیٰ مجھ سے حساب لے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ میں لوگوں کا محتاج بنوں۔حضرت سفیان رحمہ اللہ اپنے سامان کو پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ اے مال اگر تو نہ ہوتو بنو عباس مجھے رومال کی طرح بنا لیتے کہ جیسا اس سے جو چیز چاہتے ہیں پونچھتے ہیں۔وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا (اس سے ان کو کھلاؤ) یعنی اس کو ان کے رزق کی جگہ بناؤ۔ کہ اس سے تجارت کرو۔اور نفع اٹھاؤ تاکہ خرچہ نفع میں سے نکلتا رہے اصل مال سے نہ ہو۔کہ خرچہ میں نہ سارا کھالیا جائے۔

معروف ومنکر کا فرق:

وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (اوران کو پہناؤ اوران کو طریقے کی بات کہو) ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں۔قول معروف سے مراد اچھا وعدہ۔اس طرح کہ تم سمجھ بوجھ پالو تو تمہارا مال تمہارے سپرد کر دیں گے۔

ہر ایسی بات یا عمل جس کے عقلی یا شرعی حسن کی وجہ سے نفس کو سکون پہنچے وہ معروف ہے۔اور جس کی قباحت کی وجہ سے نفس اس کو اوپرا قرار دے وہ منکر ہے۔

تفسیر آیت ۶:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى (تم یتیموں کو آزماؤ) ان کی عقلوں کا امتحان لو۔ان کے احوال کی جانچ کرو۔اور بلوغ سے پہلے تصرف کے ذریعہ پہچان کا اندازہ کرلو۔اگر ہوشیار ہونگے تو حالت ان کی ظاہر ہو جائے گی۔

عاقل مجازِ تجارت ہے:

مَسْئَلَہ: اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ عاقل بچے کو تجارت کی اجازت ہے۔حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (یہاں تک کہ وہ نکاح کو پہنچ جائیں) یعنی بالغ ہو جائیں۔کیونکہ بلوغت کی عمر ہی میں نکاح کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔اور تو الد کا سلسلہ بھی اسی عمر میں قائم ہوتا ہے۔فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا (اگر بلوغت کے بعد ان سے لین دین میں ہوشیاری دیکھو) معاملات میں درستی نظر آئے اور تصرفات میں درستگی ہو۔فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (تو ان کو ان کے مال سپرد کر دو) حد بلوغ سے تاخیر کی چنداں ضرورت نہیں۔

نَحْو: فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ یہ ابتلاء کی غایت ہے۔اذا بلغوا ظرف ہے لیکن اس میں شرط کا معنی ہے اور ظرف کا تعلق فادفعوا سے ہے۔حتّٰی ابتدائیہ ہے اور حتّٰی کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہے۔یہ حتی جارہ نہیں کیونکہ اِذَا میں ظرف کا معنی ہے اور حتّٰی جارہ ظرف پر داخل نہیں ہوتا۔اذا بلغوا شرط اول ہے اور اس کا جواب فان اٰنستم منهم ہے۔

آیت کا مطلب:

مطلب یہ ہوا کہ یتیموں کی جانچ کرلو بلوغ کے وقت اور مالوں کی سپردگی کے مستحق ہونے کے وقت اس شرط سے کہ ان میں رشد ا محسوس ہو۔ رُشْدًا نکرہ ذکر کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشد سے مراد مخصوص رشد ہے اور وہ مال میں تصرف وتجارت کی ہے۔ یا تنوین تقلیل کا فائدہ دیتی ہے۔ یعنی معمولی رشد آ جائے کامل رشد آنے تک انتظار نہ کیا جائے گا۔

یہ آیت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل ہے۔ کہ جب بچہ بالغ ہو جائے تو اس کا مال اسے دے دینا چاہیے۔ اور بلوغ کی انتہائی عمر پچیس سال کی ہے۔

حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرو:

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا (اور نہ یتیم کا مال کھاؤ حد اعتدال سے زیادہ اور جلدی جلدی اس اندیشہ سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے) یعنی تم یتیموں کا مال نہ کھاؤ اس حال میں کہ تم حد اعتدال سے تجاوز کرنے والے اور ان کے بڑے ہونے کے خطرہ سے جلدی کرنے والے ہو۔

نَحْو: اسرافًا و بدارًا یہ دونوں حال ہیں اور ان یکبروا بتاویل مصدر بِدَارًا کا مفعول ہے اور دونوں مصادر کا مفعول بھی بن سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے تمہارے فضول خرچی کرنے کے لئے اور ان کے بڑے ہونے سے جلدی کے لئے تم ان کے مال کو زیادہ خرچ کرنے والے ہو اور تم کہنے والے ہو کہ ہم اپنے پسند کے مقام پر اس کو خرچ کرلیں اس سے پہلے کہ یتیم بڑے ہوں اور وہ اس مال کو ہمارے ہاتھوں سے چھین لیں۔

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (جو مالدار ہو وہ یتیم کے مال سے بچتا رہے اور جو محتاج ہو وہ دستور کے مطابق کھا سکتا ہے)

آیت میں وصی کو دو قسموں میں بانٹ دیا۔ نمبر ا۔ مالدار۔ نمبر ۲۔ فقیر۔ غنی کو حکم دیا کہ وہ اس کے استعمال سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ اور یتیم کا مال نہ کھائے۔ اور استعف کا لفظ عف سے زیادہ بلیغ ہے۔ گویا کہ وہ کثرت عفت کا طالب ہے۔ رہا فقیر وہ احتیاطی اندازہ کی خوراک کھائے۔ ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں۔ اس سے مراد جو اس کی بھوک کا ازالہ کردے اور ستر کو چھپا دے۔ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ (جب تم ان کے مال ان کو سپرد کرنے لگو تو گواہ بنالو) کیونکہ وہ مال تم ان کے سپرد کر رہے ہو اور وہ اس کو لے رہے ہیں۔ اس سے کل انکار کا دعویٰ ختم ہو جائے گا۔ انکار اور جھگڑے کی صورت میں قسم کی طرف متوجہ نہ ہونا پڑے گا۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے) پس تمہیں باہمی سچ بولنا ضروری ہے اور ایک دوسرے پر جھوٹ مت باندھو۔ یا یہ فلیأکل بالمعروف کی طرف راجع ہے۔ کہ وصی اسراف نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کا محاسبہ فرمائیں گے۔ اور اس کو بدلہ دیں گے۔

نَحْو: باللہ میں با زائد ہے اور یہ کَفٰی کا فاعل ہے۔ اور کفی کا لفظ متعدی الی المفعولین ہوتا ہے اس کی دلیل اس آیت میں ہے فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ۔ البقرہ۔ ۱۳۷۔ كَ ھم دو مفعول ہیں۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ

مردوں کے لئے اس مال میں سے حصہ ہے جو ان کے ماں باپ نے اور رشتہ داروں نے چھوڑا، اور عورتوں کے لئے مال میں سے حصہ ہے

مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا

جو ان کے ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا وہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ یہ حصہ

مَّفْرُوْضًا ⑦

مقرر کیا ہوا ہے۔

تفسیر آیت ۷:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (مردوں کا حصہ ہے اس میں جو انکے والدین اور اقرباء چھوڑ جائیں اور عورتوں کا حصہ ہے اس مال میں جو انکے والدین اور اقرباء چھوڑ جائیں)۔

اقربون سے مراد ذوی القربیٰ میں وراثت کے حصہ والے مراد ہیں۔ دوسرے نہیں۔ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ (خواہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ) یہ مماترك کا بدل ہے۔ اور اس پر عامل کو بھی دوبارہ لایا گیا ہے۔ اور منه کی ضمیر ماترك کی طرف راجع ہے۔ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (طے شدہ حصہ) نحو: اعنی کی وجہ سے نصیباً منصوب ہے۔ مفروضًا کا معنی طے شدہ ہے۔ اس کو الگ کرنا ضروری ہے۔

واقعۂ امّ کحہ:

شانِ نزول: روایات میں ہے کہ اوس بن ثابت نے وفات پائی اور اپنے پیچھے بیوی اُمّ کُحّہ اور تین بیٹیاں وارث چھوڑیں۔ (ابن حبان نے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ذکر کیا) اوس کے چچازاد بھائی خالد اور عرفجہ نے ساری جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ اہل جاہلیت عورتوں کو وراثت کا حصہ دار قرار نہ دیتے تھے۔ اسی طرح بچوں کو بھی اور کہتے تھے وارث وہ ہوگا جو تیروں سے دفاع کر سکے گا اور غنیمت جمع کر سکے گا۔ ام کحہ رضی اللہ عنہا نے دربار نبوت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو واپس جا میں انتظار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔ پس یہ آیت اتری۔ تو آپ نے خالد و عرفجہ کو پیغام دیا کہ مال میں سے کچھ بھی الگ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا حصہ مقرر کر دیا۔ اور جب تک وضاحت نہ کی گئی اس وقت تک وضاحت نہ فرمائی۔ پھر یہ آیت اتری یوصیکم اللّٰہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کحہ کو آٹھواں حصہ دیا اور بنات کو دو ثلث اور باقی دونوں چچازاد بھائیوں کو (مگر ابن حبان کی روایت کے مطابق آٹھواں بیوی اور بقیہ بیٹے اور دو بیٹیوں کو)۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ

اور جب تقسیم کرنے کے موقعہ پر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین حاضر ہو جائیں

مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ⑧ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ

تو اس مال میں سے ان کو بھی کچھ دے دو، اور ان سے اچھے طریقہ پر بات کرو، اور چاہیے کہ وہ لوگ ڈریں جو

لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا

اگر اپنے پیچھے ضعیف بچوں کو چھوڑ جاتے تو ان پر خوف ہوتا سو یہ لوگ اللہ سے

اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ⑨ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى

ڈریں اور ٹھیک بات کریں، بیشک جو لوگ ظلم کے طریقے پر یتیموں کا مال کھاتے

ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ⑩ ع ۱۲ ۱

ہیں بات یہی ہے کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں، اور عنقریب دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

تفسیر آیت ۸:

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ (جب تقسیم میراث کے وقت آموجود ہوں) اُولُوا الْقُرْبٰى (قرابتدار) جو غیر وارث ہیں۔ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ (یتیم و مساکین) اجنبی۔ فَارْزُقُوْهُمْ (پس ان کو بطور خیرات دے دو) مِّنْهُ (اس میں سے) جو قرابتداروں اور اقارب نے چھوڑا ہے۔ یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ یہ حکم باقی ہے۔ منسوخ نہیں ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ابتداء میں یہ لازم تھا پھر آیت میراث سے منسوخ ہوا۔

دستور کی بات:

وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (اور ان کو تم دستور کی بات کہو) یعنی مناسب انداز سے معذرت اور مناسب وعدہ کرو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قول معروف یہ ہے خذوا بارك الله لكم یہ لے لو اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ اور یہ جو کچھ دیا گیا ہے یہ بالکل تھوڑا ہے۔ اور ہم نے دے کر احسان نہیں کیا۔

تفسیر آیت ۹:

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (اور ڈریں وہ لوگ اگر وہ چھوڑ جائیں اپنے پیچھے چھوٹے بچے جن کے بارے میں ڈر ہو (تباہ ہو جانے کا) پس ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا

چاہیے اور اور کہیں ٹھیک بات) مراد اس سے وصی ہیں۔

اوصیاء کو نصیحت :

ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان یتیموں کے متعلق خوف کریں اسی طرح کا جیسا وہ اپنی اولاد کے متعلق رکھتے ہیں کہ اگر ان کو چھوٹی عمر میں چھوڑ جائیں۔ وہ اپنے نفوس میں اس حسرت کا اندازہ کریں اور اس کا تصور کریں تاکہ خلاف شفقت و مہربانی کسی بات کی جسارت نہ کریں۔

نحو :لو ماسمیت الذین کا صلہ ہے۔یعنی ولیخش الذین صفتھم و حالھم انھم لو شارفوا ان یترکوا خلفھم ذریۃ ضعافاً و ذلک عند احتضارھم خافوا علیھم الضیاع بعدھم للذھاب کافلھم اور لو کا جواب خافوا ہے۔قول سدید کا مطلب اوصیاء کی طرف سے یہ ہے۔کہ وہ ان یتیموں سے اسی حسن وخوبی سے بات کریں جیسا کہ وہ اپنی اولاد سے کرتے ہیں۔یا بنی اوریاولدی کے القاب سے آواز دیں۔

آیت ۱۰: اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا (بیشک جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں) **نمبر ۱**۔ ظلماً مصدر ہے موضع حال میں واقع ہے۔**نمبر ۲**۔ اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے ہیں۔اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا (بیشک وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں)

آگ کھانے کا مطلب :

یعنی وہ ایسا مال کھا رہے ہیں جو قبر سے دوزخ میں کھینچ کر لے جائے گا۔پس گویا وہ آگ ہے۔روایات میں ہے کہ یتیموں کا مال کھانے والا قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ دھواں اس کی قبر سے، اور اس کے منہ ناک اور دونوں کانوں سے بھی اٹھ رہا ہو گا اس سے لوگ پہچان جائیں گے کہ یہ دنیا میں یتیم کا مال کھاتا رہا ہے۔وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہونگے)۔

قراءت : شامی اور ابوبکر نے سَيُصْلَوْنَ پڑھا ہے۔یعنی عنقریب وہ داخل ہونگے۔سعیر آگ کو کہتے ہیں جس کا وصف مبہم کر دیا۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ

اللہ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے، لڑکے کے لئے اتنا حصہ ہے جتنا دو لڑکیوں کا ہے۔ سو اگر لڑکیاں

نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا

دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے اس مال کا دو تہائی ہے جو مرنے والے نے چھوڑا، اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے

النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ

آدھا ہے، اور اس کے ماں باپ کے لئے یعنی ہر ایک کے لئے چھٹا چھٹا حصہ ہے اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا بشرطیکہ اس کے اولاد ہو۔

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ

پس اگر اس کے لئے اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے، سو اگر مرنے والے کے بھائی ہوں

فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ

تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ اس وصیت کے نافذ کرنے کے بعد جو مرنے والے نے کی ہو یا اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو میت پر ہو۔ تمہارے باپ

اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ⑪

اور بیٹے ہیں تم نہیں جانتے کہ ان میں سے تم کو کون شخص نفع پہنچانے میں زیادہ قریب تر ہے یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں۔ بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

تفسیر آیت ۱۱:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے) اور تاکید کرتا ہے۔ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ (تمہاری اولاد کے متعلق) ان کی میراث کے سلسلہ میں۔ یہ تو اجمالاً فرمایا تفصیل آگے ہے۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (ان میں سے مذکر کے لئے حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا) یعنی تمہاری اولاد میں سے ضمیر راجع کو حذف کر دیا کیونکہ وہ خود سمجھ آرہا ہے۔ یہ اس طرح ہے: **السمن منوان بدرهم۔**

لڑکے لڑکی کا حصہ:

مذکر کے حصہ سے شروع فرمایا مگر اس طرح نہیں فرمایا۔ **للانثیین مثل حظ الذکر یا للانثی نصف حظ الذکر۔** کیونکہ مرد کو فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ فضیلت کی وجہ سے اس کا حصہ دوگنا کر دیا گیا۔ اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ فقط مذکر کو وارث قرار دیتے عورتوں کو نہیں۔ اور آیت کا شان نزول بھی یہی ہے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مذکر کے لئے یہی فضیلت کافی ہے۔ کہ عورتوں سے ان کے حصہ کو دوگنا کیا گیا ہے۔ لیکن رشتہ میں چونکہ دونوں اصناف برابر ہیں اس لئے محروم کسی کو نہ کیا جائے گا اور

یہ اس وقت ہے جبکہ دونوں صنفیں موجود ہوں یعنی جب مذکر ومؤنث دونوں قسم کی اولاد ہو۔تو مذکر کے دو حصے ہونگے۔اور دو لڑکیاں ہوں تو دو حصے ان کے ہو جائیں گے۔اور اگر لڑکا ایک ہی ہو۔لڑکی کوئی نہ ہو تو وہ کل مال کا وارث ہوگا۔اور اگر دو لڑکیاں ہوں گی تو دو ثلث لیں گی۔اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد فقط اولاد مؤنث کا ذکر کیا۔فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً یعنی اگر اولاد میں صرف عورتیں ہوں۔بیٹا نہ ہو۔فَوْقَ اثْنَتَيْنِ یہ دوسری خبر ہے یا نساء کی صفت ہے۔یعنی عورتیں دو سے زائد ہوں۔فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ (تو ان کے لئے متروکہ میت سے دو ثلث ہونگے) کیونکہ یہ آیت بسلسلہ میراث ہے۔اس لئے تارک سے مراد میت ہی ہے۔وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ اور اگر لڑکی ایک ہی ہو تو اس کو نصف ملے گا۔(بقیہ عصبات کی طرف چلا جائے گا)

قراءت: مدنی نے کان تامہ قرار دے کر واحدةٌ پڑھا۔مگر نصب فان کن نساء سے زیادہ موافق ہے۔

دو لڑکیوں کا حصہ:

سوال : یہاں بیٹا اور دو بیٹیوں کا حکم ذکر کیا۔اور ایک بیٹی فقط اور دو سے زائد فقط بیٹیوں کا حکم ذکر کیا گیا۔مگر دو بیٹیوں کا حکم ذکر نہیں کیا۔ان کا کیا حکم ہے؟

جواب : ان کا حکم مختلف ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔دو لڑکیوں کا وہی ہے جو ایک کا ہے۔نصف ملے گا۔دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو جماعت کا حکم دیا۔اس آیت کے پیش نظر للذکر مثل حظ الانثیین۔پس دو تہائی ملے گا۔اور اس کی وجہ یہ ہے۔جو فوت ہوا اور اس نے ایک بیٹا۔ایک بیٹی چھوڑے۔تو لڑکی کو ثلث اور بقیہ لڑکے کو ملے گا۔تو ایک لڑکی کو جب ثلث ملا تو دو کو دو ثلث ملنا چاہیے۔کیونکہ سورت کے آخر میں فرمایا۔اِن امرؤ هلك ليس له ولد و له اخت فلها نصف ما ترك و هو يرثها ان لم يكن لها ولد فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترك۔

دو ثلث سے کم نہ ہوگا:

آیت سے معلوم ہوا کہ جب دو عورتیں بہنیں ہوں تو ان کا حصہ دو ثلث سے کم نہیں ہوتا تو دو لڑکیاں جو رحم و رشتہ میں میت کے بہنوں کی بنسبت قریب تر ہیں ان کا حصہ دو ثلث سے کم نہ ہونا چاہئے۔جب دو بہنوں کے حصہ کی صراحت ہے۔تو ان سے قریب تر کا حصہ ان سے کم نہ ہونا چاہیے۔اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جب ایک لڑکی کا اپنے بھائی کے ہوتے ہوئے ثلث ہے۔تو پھر زیادہ مناسب ہے کہ اس کے لئے ثلث واجب ہو جبکہ وہ اپنی بہن کے ساتھ ہو۔جو اس کی مثل ہے۔اور اس کی بہن کیلئے اس کے ساتھ ہوتے ہوئے اتنا ہی حصہ ہے جتنا اس لڑکی کیلئے واجب ہے۔اس کے بھائی کی موجودگی میں اگر ایک بہن بھائی ہوں۔پس دو ثلث ان کے لئے لازم ہے۔اس آیت میں اشارہ ہے کہ تمام مال مذکر کو مل جائے گا۔جبکہ اس کے ساتھ مؤنث نہ ہو۔کیونکہ مذکر کا حصہ دو عورتوں کے برابر برقرار دیا گیا۔اور مؤنث ایک ہو تو اس کو نصف مال مل جاتا ہے۔پس اس سے معلوم ہوا کہ مذکر کا حصہ نصف کا دوگنا ہے اور وہ کل مال ہے۔وَلِاَبَوَيْهِ (اور ماں باپ کیلئے) میں ضمیر میت کی طرف جاتی ہے مراد اس سے ماں، باپ ہیں۔مذکر کا ذکر تغلیباً کر دیا گیا۔لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ یہ ابویہ سے بدل ہے۔اور عامل بھی دوبارہ لائے۔

فائدۂ بدل:

یہ ہے کہ اگر کہا جاتا: لا بویه السدس (دونوں میں سے ہر ایک کیلئے چھٹا حصہ ہے) تو بظاہر مطلب یہ بنتا کہ دونوں چھٹے حصہ میں شریک ہیں اور اگر عبارت لا بویه السدسان ہوتی تو دوسدس ان کے مابین برابری کی تقسیم اور الٹ تقسیم کا وہم ہوتا۔ اور اگر عبارت لکل واحدٍ من ابویه السدس ہوتی تو پھر تاکید کا فائدہ نہ حاصل ہوسکتا۔ حالانکہ یہ اجمال کے بعد تفصیل ہے۔

نحو: السدس مبتداء لا بویه اس کی خبر۔ اور ان کے مابین بدل وضاحت کیلئے ہے۔

قراءت: حسن رحمہ اللہ نے السُدْس و الربْعُ' الثمْن' الثلْثُ تمام کو تخفیف کے ساتھ پڑھا۔

بطور فرض حصہ:

مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ (اس ترکہ میں سے اگر اس کی اولاد ہو) یہ ولد کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔ اگر مذکر اولاد نہ ہو۔ بیٹی ہو تو باپ کو بطور فرض چھٹا ملتا ہے اور ذوی الفروض کے بعد باقی تمام بطور عصبہ اس کو مل جائے گا۔

ماں باپ کا حصہ:

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ (اگر میت کی کوئی صلبی اولاد نہ ہو (نہ پوتا ہو) اور ماں باپ اس کے وارث ہوں تو ماں کو ایک تہائی حصہ ملے گا) یہ حصہ متروکہ میں سے ملے گا۔ مطلب ورثه ابواه کا یہ ہے کہ صرف ماں' باپ ہی وارث ہوں۔ کیونکہ جب ماں' باپ' زوجین میں سے کسی ایک کے ہوتے ہوئے وارث بنیں تو اس صورت میں ماں کو ثلث۔ فرضی حصۂ زوج نکالنے کے بعد ملے گا۔ کل متروکہ کا ثلث نہ ملے گا۔ کیونکہ باپ وراثت کے حصہ کے لحاظ سے قوی تر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب فقط ماں باپ وارث ہوں تو باپ کو دو ثلث ملتے ہیں۔ اگر ماں کا حصہ کامل میں سے ثلث مقرر کیا جائے۔ تو اس کا حصہ باپ کے حصے تک پہنچ جائے گا۔

ایک صورت:

ایک عورت فوت ہوئی اس نے خاوند اور ماں' باپ وارث چھوڑے تو زوج کو نصف اور ماں کو ثلث۔ باقی تمام باپ کو ملے گا۔ ماں نے دو حصے جمع کر لئے اور باپ کو ایک حصہ ملا۔ پس حکم پلٹ گیا کہ مؤنث کو دو مذکر کے برابر حصہ ملا۔

قراءت: فلامه۔ ہمزہ مکسور۔ کسرہ کے جوار کی وجہ سے حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے پڑھا۔

ایک اور صورت:

فَإِنْ كَانَ لَهٗٓ (اگر میت کے لئے ہوں) اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ (بھائی تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا) جب میت کے دو بھائی اور کئی بہنیں ہوں تو ماں کو چھٹا ملے گا۔ اور ایک بھائی وہ ماں کے حصہ کو کم نہ کرے گا۔ (اور نہ ہی ایک بہن بلکہ ماں کا حصہ تہائی ہوگا) عینی' علاتی' اخیافی بھائی جب دو یا زیادہ ہوں تو ماں کا حصہ گھٹا کر چھٹا کر دیں گے۔

فرض و وصیت مقدم:

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ (وصیت کے بعد) یہ میراث کی تمام تقسیم جوگزری اس سے متعلق ہے۔ کہ یہ ورثاء میں تقسیم مال وصیت کے نکالنے کے بعد ہوگی۔ گویا اس طرح فرمایا۔ قسمة هذه الانصباء۔ کہ یہ تقسیم حصص وصیت کے بعد ہوگی۔ يُوْصِيْ بِهَا (جو میت وصیت کر جائے)

قراءت: يُوْصِيْ بِهَا کو يُوْصٰى بِهَا مکی، شامی اور حماد نے پڑھا۔ اور یحییٰ و اعشیٰ نے یہاں یوصٰی پڑھا۔ اور حفص نے دوسرے میں یوصٰی پڑھا کیونکہ يُوْرَثُ کے قریب ہے اور یہاں يُوْصِي پڑھا کیونکہ یوصیکم اللّٰہ کے جوار میں ہے۔ باقی تمام قراء نے دونوں صاد کسرہ کے ساتھ پڑھے ہیں۔ مراد میت کا وصیت کرنا ہے۔

اَوْ دَيْنٍ (یا قرض)

تقدیم دَین کی حکمت:

سوال: شرع میں دَیْن وصیت پر مقدم ہے۔ مگر یہاں وصیت کو تلاوۃً دین پر مقدم کیا گیا۔

جواب: نمبرا۔ او کا لفظ ترتیب کے لئے نہیں۔ جیسا کہا جائے جاء نی زیدٌ او عمرو۔ تو مطلب یہ ہے۔ جاء نی احد الرجلین پس آیت میں تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ من بعد وصية يوصى بها او دين اى من بعد احد هذين الشيئين الوصية او الدين۔ جب اَوْ کا لفظ آئے تو ترتیب معلوم نہیں ہوتی بلکہ مقدم کا مؤخر اور مؤخر کا مقدم ہونا جائز ہے۔ باقی قرض کی وصیت پر تقدیم رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے پیش نظر ہے۔ الا ان الدين قبل الوصية اور۔ نمبر۲: اس وجہ سے کہ یہ میراث کے مشابہ ہے۔ اور بلاعوض دی جاتی ہے۔ پس اس کا دینا ورثاء پر گراں گزرے گا۔ اور اس کی ادائیگی میں تفریط کا خطرہ ہے کیونکہ اس کا مطالب کوئی نہیں۔ بخلاف قرض کے۔ اس کو قرض سے مقدم کیا گیا تاکہ اس کی ادئیگی میں عجلت کی جائے اور قرض ساتھ ادا کر دیا جائے۔ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا (تمہارے باپ اور بیٹوں میں سے تمہیں معلوم نہیں کہ کون ان میں تمہارے لئے نفع میں قریب تر ہے)

نحو: اباء کم مبتداء۔ ابناؤ کم اس کا معطوف۔ لَا تَدْرُوْنَ خبر ہے۔ ایھم مبتداء۔ اقرب لکم خبر ہے۔ اور دونوں موضع نصب میں ہیں۔ عامل تَدْرُوْنَ ہے۔ نفعًا تمیز ہے۔

آیت کا مطلب:

مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرائض کو اپنی حکمت کے مطابق لازم کیا۔ اگر یہ تمہارے سپرد ہوتا۔ تو تمہیں معلوم نہ ہوتا کہ کون تمہارے لئے زیادہ فائدہ مند ہے۔ پس تم اموال کو بغیر حکمت کے تقسیم کرتے۔ حصص میں فرق منافع کے فرق کے سبب ہے اور تم ان کا تفاوت نہیں جانتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کی ذمہ داری لی۔ اور تمہارے اجتہاد پر نہیں چھوڑا کیونکہ تم مقداروں کو پہچاننے سے عاجز تھے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ

اور تمہارے لئے اس مال میں سے آدھا ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اگر ان کے اولاد نہ ہو، سو اگر

لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَآ

ان کے اولاد ہو تو تمہارے لئے اس مال کا چوتھائی ہے جو کچھ انہوں نے چھوڑا، اس وصیت کے نافذ کرنے کے بعد جو وہ وصیت کر گئیں

أَوْ دَيْنٍ ۗ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ

اور اس قرضے کی ادائیگی کے بعد جو ان کے ذمہ ہے، اور ان کے لئے اس مال کا چوتھائی ہے جو تم نے چھوڑا اگر تمہارے اولاد نہ ہو، سو اگر

كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ

تمہارے اولاد ہو تو ان کے لئے آٹھواں ہے اس میں سے جو تم نے چھوڑا، اس وصیت کے نافذ کرنے کے بعد جو تم وصیت کر گئے

بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۗ

ہو، یا قرض کی ادائیگی کے بعد جو تمہارے ذمہ ہو۔

جملہ معترضہ:

یہ جملہ معترضہ مؤکدہ ہے۔ اس کی اعرابی حیثیت کوئی نہیں۔ فَرِيْضَةً یہ فعل محذوف کا مصدر مؤکد ہے۔ ای فرض ذٰلك فرضًا۔ مِّنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (یہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا۔ بیشک اللہ علم والے حکمت والے ہیں) اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے جانتے ہیں۔ اور جو فرائض مقرر کیے اور میراث کی تقسیم کی اس میں حکمت برتنے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۱۲:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ (تمہارے لئے نصف ہے جو چھوڑا تمہاری بیویوں نے) إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ (اگر ان کی اولاد مذکر یا مؤنث نہ ہو) فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ (اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو تو) اگر ان کی تم میں سے اولاد ہو یا اور کسی خاوند سے ہو۔

میاں بیوی کی وراثت:

فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ۔ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ (اور ان کے ترکہ میں تمہارا چوتھائی ہے۔ ان کی وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد اور ان تمام عورتوں کے لئے چوتھائی ہے جو تم نے ترکہ چھوڑا۔ اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔ اگر

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ

اور اگر مرنے والا کوئی مرد یا کوئی عورت ہو جس کو مورث بنایا جا رہا ہو اور حال یہ ہے کہ اس کے ماں باپ میں سے کوئی نہ ہو اور نہ کوئی بیٹا بیٹی ہو اور نہ پوتا پوتی ہو اور اس نے کوئی بھائی یا بہن

مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ

چھوڑی ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے، سو اگر بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی مال میں شریک ہوں گے اس وصیت کے

وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ

نافذ کرنے کے بعد جس کی وصیت کی گئی ہو اور ادائے قرض کے بعد۔ اس حال میں کہ نقصان پہنچانے کی نیت نہ کی ہو۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ

عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ؕ

تعالیٰ علیم ہے اور حلیم ہے۔

تمہاری اولاد موجود ہو تو تمہاری بیویوں کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں ہے۔ تمہاری وصیت کرنے کے بعد یا قرض ادا کرنے کے بعد) ایک بیوی اور چار بیویاں ربع اور ثمن میں برابر ہونگی۔ خاوند کی میراث کو زوجہ سے دوگنا قرار دیا کیونکہ آیت للذکر مثل حظ الانثیین اس پر دلالت کرتی ہے۔

کلالہ کی میراث:

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ (اور اگر کوئی آدمی میت) يُّوْرَثُ (جس کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو) یہ وَرِث سے ہے۔ كَلٰلَةً (کلالہ ہو) کلالہ وہ ہے جس کی نہ اولاد ہو نہ والد۔

نحو: (۱) رجلٌ كَانَ کا اسم ہے۔ یورث، رجل کی صفت ہے اور کلالة یہ کان کی خبر ہے۔ اگر کوئی آدمی جس کی وراثت تقسیم ہو رہی ہے وہ کلالہ ہو۔ کہ اس کی نہ اولاد ہو نہ والد۔ (۲) یا يُوْرَثُ ۔ كَانَ کی خبر ہے۔ اور کلالہ یورث کی ضمیر سے حال ہے۔ کلالہ جس نے والد و ولد نہ چھوڑا ہو یا پیچھے رہنے والوں میں نہ والد ہو نہ ولد وہ کلالہ کہلاتے ہیں۔ اصل میں یہ لفظ مصدر ہے اور کلال کے معنی میں آتا ہے۔ اور کلال کا معنی ہے تھک کر عاجز آنا۔ اَوِ امْرَاَةٌ یہ رجل پر عطف ہے۔ وَلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ (یا عورت کلالہ ہو اور اس کا بھائی یا بہن ہو) یہاں بالاتفاق اخیافی بھائی مراد ہیں۔

ضمیر مفرد کی وجہ:

سوال: مرد و عورت دونوں کا تذکرہ ہوا۔ مگر ضمیر مفرد مذکر کی لائی گئی۔

جواب: مفرد ضمیر کی وجہ او ہے جو احد الشیئین کے لئے آتا ہے۔ یا مذکر اس لئے لائے کیونکہ ضمیر رجل کی طرف راجع ہے اور وہ مذکر ہے اور ابتدائے کلام اسی سے ہے۔ یا دونوں میں سے احد هما کی طرف لوٹے گی اور وہ مذکر ہے۔ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ (پس ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو وہ ثلث میں شریک ہونگے حصہ میں مرد و عورت برابر ہونگے۔ کیونکہ ان کو قرابت اُم کی وجہ سے حصہ ملا ہے اور ماں ایک ثلث سے زیادہ کی وارث نہیں ہوتی۔ اسی لئے مذکر و مؤنث پر فضیلت حصہ میں حاصل نہ ہوگی۔ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ (وصیت کے پورا کرنے کے بعد جو میت کی طرف سے کی جائے یا قرض کی ادائیگی کے بعد) یہ وصیت و دین کو دوبارہ لایا گیا۔ کیونکہ موصی مختلف ہیں۔ اول تو اولاد و والدین ہیں اور ثانی زوجہ اور ثالث زوج اور چوتھا کلالہ۔ غَيْرَ مُضَآرٍّ (وہ نقصان نہ پہنچانے والا ہو) اپنے ورثاء کو۔ یعنی وصیت کرنے والا زیادتی کرنے والا نہ ہو وہ اس طرح کہ ثلث سے زائد کی وصیت کر جائے۔ یا وارث کے لئے وصیت کر جائے۔ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وصیت ہے)

نحو: یہ مصدر مؤکد ہے۔ یعنی وہ تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہے وصیت کرنا۔ غیر مضار۔ یہ حال ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ جاننے والے ہیں) اس شخص کو جو ظلم کرنے والا ہے یا وصیت میں انصاف کرنے والا ہے۔ حَلِيْمٌ (وہ حلم والا ہے) ظالم کو جلد سزا نہیں دیتا۔ یہ وعید ہے۔

سوال: جنہوں نے یوصی بھا پڑھا تو ذوالحال کہاں ہے؟

جواب: اس کا فاعل مضمر ہوگا۔ کیونکہ جب کہا: یوصٰی بھا تو اس سے خود معلوم ہو گیا کہ وہاں کوئی موصی ہے۔ جس طرح رجال۔ یسبح کا فاعل ہے۔ کیونکہ جب کہا گیا یسبح لہ۔ النور: ۳۶۔ تو خود معلوم ہو گیا کہ وہاں مسبح ہے جو یسبح میں مضمر ہے۔

ورثاء کی اقسام

نمبر۱۔ اصحابِ فرائض:

یہ وہ ہیں جن کے حصے مقرر ہیں۔ مثلاً بیٹی۔ اس کا نصف ہے اور جب ایک سے زیادہ ہوں تو دو ثلث۔ اور پوتی نیچے تک۔ یہ لڑکا نہ ہونے کی حالت میں بیٹی کے حکم میں ہے اس کا صلبی بیٹی کے ساتھ چھٹا حصہ ہے مگر دو صلبی بیٹیوں اور بیٹے کی موجودگی میں یہ ساقط ہو جائے گی مگر جبکہ اس کے ساتھ لڑکا ہوگا تو وہ اس کو عصبہ بنا دے گا۔ ماں اور باپ کی بہنیں یہ ولد اور ولد الابن کی عدم موجودگی میں بنات کی طرح ہونگی۔ اور باپ کی بہنیں فقط یہ ماں، باپ کی بہنوں کی طرح شمار ہونگی۔ جبکہ وہ موجود نہ ہوں، یہ بنت کے ساتھ مل کر یا بنت الابن کے ساتھ مل کر یہ دونوں قسمیں عصبہ بن جائیں گی۔ اور بیٹے اور پوتے کی موجودگی میں خواہ وہ نیچے جا کر ہو یہ ساقط ہو جائیں گے۔ بلکہ والد اور دادا کی موجودگی میں بھی یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ساقط ہو جائیں گی۔

ماں کے بیٹے:

ان میں سے ایک کے لئے چھٹا ہوگا اور ایک سے زیادہ کے لئے ثلث ہوگا۔ مذکر و مؤنث کا حصہ برابر ہوگا۔ یہ بیٹے اور پوتے کے ہوتے ہوئے نیچے تک ساقط ہو جائیں گے اسی طرح والد اور دادا کی موجودگی میں بھی ساقط ہونگے۔

باپ: بیٹے کی موجودگی میں اس کا چھٹا حصہ ہوگا۔ اسی طرح پوتے اور نیچے تک بنت کے ساتھ یا بیٹے کی بیٹی نیچے تک ہو تو چھٹا حصہ

اس کو ملے گا۔اور باقی بھی ملے گا۔

دادا:

ماں کی عدم موجودگی میں باپ کی طرح ہے۔مگر ماں کے ثلث کی طرف لوٹنے میں جب تک کہ باقی رہے۔

ماں:

لڑکے کے ہوتے ہوئے اس کا حصہ چھٹا ہے۔یا پوتے کے ہوتے ہوئے۔خواہ نیچے تک ہوں اس کا چھٹا ہے۔یا دو بہنیں اور کئی بہنوں کی موجودگی خواہ وہ کسی جہت سے ہوں اس کا حصہ چھٹا ہوگا۔اور جب یہ نہ ہوں تو ماں کو ثلث ملے گا اور باقی کا ثلث ملے گا جب کہ وارث زوج ووالدین ہوں اور زوجین میں سے کسی ایک کا حصہ فرض ہو۔یا زوجہ اور ابوین ہوں۔

دادی:

اس کا چھٹا حصہ ہوگا۔اگر چہ ایک سے زیادہ ہو خواہ ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے۔

قاعدہ:

قرابت والے ہوں تو دوروالوں کے لئے حصہ سے روک بن جائیں گے اور ماں کے ہوتے ہوئے تمام اور باپ کے ہوتے ہوئے ابویات کا حصہ نہ ہوگا۔

زوج:

ولد کی موجودگی میں اسکا چوتھائی اور اسی طرح پوتا نیچے تک ہوں تب بھی چوتھائی ہوگا اور جب ولد وغیرہ نہ ہوں تو زوج کو نصف ملے گا۔

زوجہ:

ولد کے ساتھ اس کا آٹھواں اسی طرح پوتا نیچے تک کے ساتھ بھی آٹھواں ہوگا۔اور جب یہ نہ ہوں تو چوتھائی ہوگا۔

العصبات

یہ وہ لوگ ہیں جو اہل فرائض کے بقیہ کے وارث ہوتے ہیں۔ان عصبات کی اولاد میں ترتیب اس طرح ہوگی۔نمبر ا۔بیٹا پھر بیٹی پھر نیچے تک اسی ترتیب سے۔نمبر ۲۔پھر باپ پھر دادا پھر اس سے اوپر تک اسی طرح۔نمبر ۳۔بھائی ماں باپ کی طرف سے۔پھر باپ سے بھائی۔نمبر ۴۔پھر حقیقی بھتیجا پھر باپ جائے بھائی کا بیٹا۔نمبر ۵۔پھر چچا پھر باپ کے چچا' پھر دادا کے چچا۔ نمبر ۶۔آزاد کردہ غلام۔پھر اس کے عصبہ اوپر والی ترتیب کے مطابق۔

وہ عورتیں جن کا فرضی حصہ نصف اور دوثلث ہے وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بن جائیں گی۔ان کے علاوہ دوسروں کے ساتھ نہ بن سکیں گی۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں، اور جو شخص اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اسے اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑬ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ

جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بڑی کامیابی ہے، اور جو شخص اللہ کی

وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑭ ع

اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے آگے نکل جائے وہ اسے آگ میں داخل فرمائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

ذوی الارحام

یہ ایسے اقارب ہیں۔ جو عصبات سے نہیں۔ نہ اہل فرائض سے ہیں۔ ان کی ترتیب عصبات کی طرح ہے۔

(نکتۂ نادرہ: اس آیت میں وصیت وقرض کو عدم ضرر کی قید سے مشروط کیا۔ جبکہ اس سے قبل یہ قید نہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قرابت تو الدا ور تعلق زوجیت کا تقاضہ ہے کہ وصیت یا اقرار دین پایا جائے۔ مگر اخیافی بھائی قرابت کا رشتہ نہیں رکھتے یہاں ضرر کا اندیشہ قوی ہے۔ اس لئے اس سے بچانے کی خاطر قید لگا دی۔ مترجم)

تفسیر آیت نمبر ۱۳:

تِلْكَ (یہ) اس کا مشارٌ الیہ وہ احکام ہیں جن کا تذکرہ باب الیتامی والوصایا والمواریث میں ہو چکا۔ حُدُوْدُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں) ان کو حدود کہا۔ کیونکہ احکام شریعت حدود کی طرح ہیں۔ جو کہ مکلفین کے لئے لگائی گئیں۔ ان سے تجاوز ان کے لئے جائز نہیں ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (جو اللہ اور اس کے رسول کی پوری اطاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جنتوں میں لے جائے گا جن کے درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے)

تفسیر آیت ۱۴:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا (اور وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل فرمائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا)

لفظ ومعنی کا لحاظ:

نحو: خَالِدِيْنَ اور خَالِدًا کو نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے اوپر والی آیت میں جمع لائے اور اس آیت میں مفرد لایا گیا۔

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً

اور تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں سو ان پر چار آدمیوں کی گواہی طلب

مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِى الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ

کرلو جوتم میں سے ہوں، سو اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں روکے رکھو یہاں تک کہ اللہ ان کو موت

الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۞ ۱۵ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ

دے دے یا ان کے لئے کوئی راہ تجویز فرما دے، اور جو بھی دو شخص تم میں سے بے حیائی کا کام کریں ان کو اذیت پہنچاؤ،

فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۞ ۱۶

پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو ان سے اعراض کرو۔ بلاشبہ اللہ توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔

ایک میں معنی کا لحاظ کیا جبکہ دوسرے میں لفظ کا لحاظ کیا۔

قراءت: ندخلہ دونوں مدنی اور شامی نے پڑھا ہے۔وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔(اس کے لئے ذلت والا عذاب ہے) کیونکہ وہ ذلیل ہوگا اللہ تعالیٰ کے ہاں۔

تردید خوارج:

اس آیت کا معتزلہ وخوارج کے فاسد استدلال سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آیت کفار کے متعلق ہے۔کیونکہ کافر ہی نے اللہ تعالیٰ کی تمام حدود کو پھاندا ہے۔

باقی مؤمن تو ایمان کے سبب مطیع ہے توحید کی حدود سے تعدی کرنے والا نہیں۔اسی لئے ضحاکؒ نے معصیت کی تفسیر شرک سے کی ہے۔کلبی نے کہا من یعص اللّٰہ ورسولہ بکفرہ بقسمة المواریث و یتعد حدودہ استحلالاً۔کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی تقسیم میراث میں کفر کے سبب کی اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو حلال قرار دے کر توڑا۔

تفسیر آیت ۱۵:

پھر حکام کو خطاب کر کے فرمایا۔وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ (وہ عورتیں جو بے حیائی کا ارتکاب کریں)

نحو: وَالّٰتِيْ یہ الَّتِيْ کی جمع ہے۔اور بوجہ مبتداء موضع رفع میں ہے الفاحشة سے مراد زناء ہے۔کیونکہ یہ بہت سے قبائح سے بڑھ کر ہے۔کہا جاتا ہے۔اتی الفاحشه وجآء ھا رھقھا و غشیھا۔ان تمام کا معنی ارتکاب فاحشہ ہے۔مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ (تمہاری عورتوں میں سے بعض) یہاں مِن تبعیضیہ ہے۔فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ (ان کے متعلق گواہی طلب کرو)

نحو: والّتی سے جملہ صلہ مل کر مبتداء اور فاستشھدوا اس کی خبر ہے۔اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ (اپنے میں سے چار) مِّنْكُمْ سے

مراد مومن۔ فَاِنْ شَهِدُوْا (پس اگر وہ زنا کی گواہی دیں) فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ (تو ان عورتوں کو گھروں میں بند کردو) حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ (یہاں تک کہ ان کو موت آ جائے) الموت سے قبل مضاف محذوف ملائکۃ الموت جیسا کہ دوسری آیت: اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (النحل: ۲۸) یا دوسرا معنی موت ان کو پکڑ لے۔ اور ان کی ارواح کو پورا پورا لے لے۔

سبیل کی وضاحت:

اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا (یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے راستہ مقرر کردے) جو اس کے علاوہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کنواری کے لئے وہ راہ سو کوڑے اور جلاوطنی ہے اور ثیبہ کے لئے سنگسار کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللّٰہ لھن سبیلا۔ البکر بالبکر جلد مائة وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائة ورجم بالحجارة۔ (مسلم ۱۶۹۰، احمد ۳۱۳ جلد ۵ ابوداؤد ۴۴۱۶ ترمذی ۱۴۳۴)

مجھ سے احکام اچھی طرح سمجھ لو۔ اچھی طرح سمجھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راستہ متعین کردیا۔ کہ کنواری لڑکی و لڑکا ان کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور جلاوطن کیا جائے گا اور شادی شدہ جوڑے کو سو کوڑے اور سنگسار کیا جائے۔

تفسیر آیت ۱۶:

وَالَّذٰنِ (اور جو نسے دو شخص بھی) مراد زانی اور مزنیہ ہے۔ قراءت: والّذانّ نون کی تشدید کے ساتھ مکی نے پڑھا ہے۔

يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ (بے حیائی کا کام کریں تم میں سے) اس کا یعنی فاحشہ کا ارتکاب کرنے والے ہوں۔ فَاٰذُوْهُمَا (پس ان کو دکھ پہنچاؤ) ڈانٹ ڈپٹ کرو اور عار دلاؤ۔ اور ان کو کہو تمہیں شرم نہیں آتی تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ فَاِنْ تَابَا (پس اگر وہ توبہ کر لیں) بے حیائی سے۔ وَاَصْلَحَا (اور اصلاح کرلیں) اور حالت کو بدل لیں۔ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا (تو تم ان دونوں سے اعراض کرو) اور توبیخ و مذمت کو منقطع کردو۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں) وہ تائب کی توبہ قبول فرماتے ہیں اور اس پر رحم بھی فرماتے ہیں۔

اولی حدِ زنا:

حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا۔ زنا کی حد میں سے جو پہلی چیز نازل ہوئی وہ ایذاء پہنچانا ہی تھی۔ پھر دوسرے نمبر پر قید کرنا۔ پھر تیسرے نمبر پر کوڑے لگانا اور سنگسار کرنا۔ پس نزول کی ترتیب تلاوت کی ترتیب کے خلاف ہے۔

تین اقسام حد:

خلاصۂ کلام یہ ہے۔ کہ اگر دونوں شادی شدہ ہوں تو ان کی حد فقط رجم ہے اور جب کنوارے ہوں تو ان کی حد فقط کوڑے ہیں اور اگر ایک شادی شدہ اور دوسرا کنوارہ ہو تو شادی شدہ پر رجم اور کنوارے پر سو کوڑے۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ

پس اللہ کے ذمہ ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا ہے جو حماقت کے ساتھ گناہ کر لیتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں

مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

توبہ کر لیتے ہیں۔ سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ قبول فرمائے گا۔ اور اللہ علم والا

حَكِيْمًا ⑰ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓي اِذَا

حکمت والا ہے۔ اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو بُرے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ

حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ

جب ان میں سے کسی کے سامنے موت حاضر ہو جائے تو کہتا ہے کہ بے شک میں نے اب توبہ کی، اور نہ ان لوگوں کی توبہ ہے

وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑱

جو کافر ہونے کی حالت میں مرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

اعتراف ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ پہلی آیت ان عورتوں کے متعلق ہے جو مساحقہ کرنے والیاں ہیں اور دوسری آیت لواطت کا ارتکاب کرنے والوں کے بارے میں اور سورۃ النور کی آیت وہ زانی وزانیہ کے متعلق ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی واضح دلیل ہے کہ لواطت کی سزا تعزیر ہے۔ حد نہیں ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ الا ذی والی آیت لواطت کے متعلق ہے۔

تفسیر آیت ۱۷:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ (بے شک توبہ قبول کرنا) اس سے اس شخص کی توبہ مراد ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ رجوع فرما کر توبہ قبول کر لیں۔ عَلَى اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے ذمہ) اس سے مراد وجوب نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں۔ بلکہ علیٰ، وعدے کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ بہرصورت ہو کر رہے گا۔ جس طرح واجب چھوڑا نہیں جا سکتا۔ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ (صرف ان لوگوں کیلئے ہے۔ جو برائی کر لیتے ہیں) گناہ کو سوء کے لفظ سے ذکر اسلئے کیا۔ کیونکہ گناہ کا وبال برا ہے۔ بِجَهَالَةٍ (نادانی کے ساتھ)

جہالت کی قید کا فائدہ:

نحو: بجهالةٍ موضع حال میں ہے یعنی يعملون السوء جاهلين سفهاء۔ وہ برائی کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ

ناواقف و نادانی کرنے والے ہیں۔ کیونکہ قبیح کے ارتکاب کی طرف حماقت آمادہ کرتی ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہے جب تک کہ وہ جہالت سے باز نہ آجائے۔

ترغیب توبہ:

دوسرا قول: اس کی جہالت یہ ہے کہ اس نے فانی لذات کو باقی لذات کے مقابلہ میں ترجیح دی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے وہ ناواقف نہیں کہ اس نے گناہ کیا۔ لیکن وہ اس کی سزا سے ناواقف ہے۔ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ (پھر قریب وقت میں وہ توبہ کر لیتے ہیں) احتضار موت سے پہلے پہلے دوسری آیت میں فرمایا حتی اذا حضر احدھم الموت کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آنے لگتی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ احتضار کا وقت ایسا ہے۔ کہ اس میں توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ موت سے پہلے کی جانی والی ہر توبہ قریب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ موت کا فرشتہ دیکھنے سے پہلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ان اللہ تعالی یقبل توبة العبد مالم یغرغر۔

(رواہ احمد ۲/۱۳۲ ترمذی ۳۵۳۷ ابن ماجہ ۴۲۵۳)

بیشک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کرتے ہیں جب تک غرغرہ میں مبتلا نہ ہو۔ مِنْ تبعیض کے لئے ہے۔ یعنی کسی قریب زمانہ میں توبہ کر لیتے ہیں۔

گویا کہ (ترغیب توبہ کے لئے) معصیت اور حضور موت کے درمیانی زمانے کو بہت قریبی زمانہ قرار دیا۔ (کہ وہ تھوڑا سا وقت ہے فوراً توبہ کر لینی چاہیے)

فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ (ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ رجوع فرمائیں گے) یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو پورا فرمائیں گے۔ اور بتلا دیا کہ بخشش بہرصورت ہونے والی ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا (اور اللہ تعالیٰ ان کے توبہ کے ارادہ کو جاننے والے ہیں) حَكِيمًا (حکمت والے ہیں) کہ شرمندہ ہونے کو توبہ قرار دیا۔

تفسیر آیت ۱۸:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ (اور توبہ مقبول نہیں ان لوگوں کی جو برے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہنے لگتا ہے اب میں توبہ کرتا ہوں) مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی کوئی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی توبہ کو ٹالتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان سے تکلیف دور ہو جائے اسباب موت جمع ہو کر اور ملک الموت کو سامنے دیکھ کر۔ ایسے لوگوں کی توبہ غیر مقبول ہے کیونکہ یہ اضطراری حالت ہے۔ اختیاری نہیں۔ قبولیت توبہ تو ثواب و رجوع ہے اسکا کوئی کسی سے وعدہ نہیں مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پسند کر لیا جائے۔ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ (اور نہ انکی توبہ قبول ہے جو کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث ہو جاؤ اور تم ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت رکھو کہ

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ

جو مال تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح فحش کام کر بیٹھیں، اور تم ان کے ساتھ اچھے

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ

طریقہ پر زندگی گزارو، سو اگر تم کو وہ ناپسند ہیں تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں

خَيْرًا كَثِيْرًا ⑲

زیادہ خیر رکھ دے۔

نحو : اس کا عطف للذین یعملون السیئات پر ہے یہ بھی موضع جر میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیست التوبة للذین یعملون السیئات ولا للذین یموتون وھم کفار۔ھم کفار۔یموتون کی ضمیر سے حال ہے۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ پہلی آیت مؤمنین کے متعلق اور درمیانی منافقین سے متعلق اور پچھلی آیت کفار کے متعلق ہے۔

نحو وقراءت:

بعض مصاحف میں یہ دولام کے ساتھ ہے۔ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر اولئك اعتدنا لھم عذابًا الیمًا ہے۔

اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (ان لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے) اعتدنا یہ عتید سے ماخوذ ہے۔ عتید کا معنی حاضر ہے یا اس کا اصل اعددنا۔ دال کو تا سے بدل دیا۔

آیت ۱۹: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا۔ (اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم مالک بن جاؤ عورتوں کے زبردستی)

طریق جاہلیت کا خاتمہ:

زمانہ جاہلیت میں آدمی عورتوں کے اس طرح وارث بن جاتے کہ اپنا کپڑا اس پر ڈال دیتے اور بلا مہر اس سے شادی کر لیتے۔ خواہ عورت کو پسند ہو یا نہ، یہ آیت اتاری کہ تمہارا ان کو بطور وراثت لینا درست نہیں۔ جس طرح کہ میراث لی جاتی ہے۔ جبکہ عورتیں بھی اس کو ناپسند کرنے والی ہوں۔ یا ان کو مجبور کر کے ایسا کرو۔

نحو قراءت:

کَرْهًا فتحہ کے ساتھ یہ کراہت سے ہے۔ اور ضمہ کے ساتھ اکراہ سے ہے اور مصدر ہے۔ حمزہ، علی رحمہما اللہ نے ضمہ سے پڑھا ہے۔ یہ مفعول سے حال ہے۔

فائدۂ مہمہ:

کرہ کی قید لگانے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب کرہ نہ ہو تو ایسا کرنا جائز ہو جائے گا۔ کیونکہ کسی شیٔ کو ذکر کر کے تخصیص کرنا ماسواء کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ جیسا اس آیت میں ہے۔ ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق۔ کہ تم اپنی اولاد کو بھوک کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ الاسراء۔ ۳۱۔ اب بھوک کا خطرہ نہ ہو بلکہ وسعت مالی میسر ہو تو ایسی حالت میں بھی اولاد کا قتل جائز نہیں۔

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ (اور تم ان کو نہ روکو) جاہلیت میں رواج تھا کہ جب آدمی کسی عورت سے نکاح کرتا حالانکہ اس کو اس کی ضرورت نہ ہوتی تو اس کو روک لیتے۔ خود اچھا سلوک نہ کرتے۔ یہ سلوک اس لئے کرتے تا کہ وہ اس کا مال حاصل کر لیں اور وہ مال سے خود علیحدگی اختیار کر لے۔

نحو: نمبر ۱۔ ان ترثوا پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور لا تاکید نفی کے لئے ہے۔ اب مطلب یہ ہوا۔ نہ ان کا مال میراث کی طرح مالک بننا حلال ہے اور نہ ان کو روکے رکھنا حلال ہے۔ نمبر ۲۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اور لا نہی کا ہے۔ اب کَرْهًا پر وقف ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا۔ تم مت ان کو روکو۔

العضل روکنے اور تنگ کرنے کو کہتے ہیں۔

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ تا کہ جو مہر تمہارے مردہ باپ یا عزیز نے انکو دیا ہے۔ تم ان سے اسکا کچھ حصہ واپس لے لو۔

نحو: یہ لتذهبوا بتاویل مصدر لام کا مجرور ہو کر لا تعضلوا کے متعلق ہے۔

بدسلوکی میں اجازتِ خلع:

اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں) فاحشہ سے مراد خاوند کی نافرمانی اور خاوند اور اس کے اہل و عیال کو بدکلامی سے ایذاء دینا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر بدسلوکی ان عورتوں کی طرف سے ہو تو پھر تم خلع کے مطالبہ میں معذور ہو۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ الفاحشۃ سے مراد زنا ہے۔ پس اگر عورت نے ایسا کیا تو اس کے خاوند کے لئے خلع کا مطالبہ درست ہے۔

قراءت: مُبَيَّنَةٍ۔ کو مکی اور ابو بکر نے یا کے فتحہ سے پڑھا۔ استثناء عام ظرف سے زیادہ عام ہے یا استثناء مفعول لہ ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہوگی ان کو تمام اوقات میں مت روکو مگر اس وقت جبکہ وہ فاحشہ کا ارتکاب کریں۔ دوسرا معنی۔ ان کو تم کسی علت و غرض سے نہ روکو مگر روکنے کی علت ارتکاب فاحشہ ہو۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا

اور اگر ایک بیوی کو دوسری بیوی کی جگہ بدلنا چاہو اور تم ان میں سے ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو

فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ⑳ وَ

تو اس میں سے کچھ بھی نہ لو۔ کیا تم اس کو واپس لو گے بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کا ارتکاب کر کے، اور

كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا

تم اس کو کیسے لیتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے تک پہنچ چکے ہو اور انہوں نے تم سے خوب پختہ عہد

غَلِيْظًا ㉑

لے لیا ہے۔

وہ عورتوں سے بدسلوکی کرتے پس انہیں حکم دیا گیا۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (ان سے حسن معاشرت اختیار کرو) اور وہ نفقہ اور مبیت میں انصاف کرنا ہے۔ اور بات مجمل و مناسب کہنا۔ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ (پس اگر تم ان سے نفرت کرتے ہو) ان کی بدصورتی یا بداخلاقی کی وجہ سے فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (پس ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سی بھلائی رکھی ہو) ہٗ کی ضمیر اس شے کی طرف یا کرہ و ناپسندیدگی کی طرف راجع ہے۔ خیرًا کثیرًا سے مراد ثواب جزیل ہے یا پھر اولاد صالح۔

مفہوم ومطلب :

آیت کا یہ ہے۔ پس اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو ان سے جدائی صرف نفس کی کراہت کی وجہ سے اختیار نہ کرو۔ بسا اوقات نفس ایسی چیز کو ناپسند کرتا ہے۔ جو دینی اعتبار سے اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور بھلائی سے قریب تر ہوتا ہے۔ اور ایسی چیز کو نفس پسند کرتا ہے۔ جو دینی اعتبار سے انتہائی نقصان دہ ہے بلکہ عورتوں سے جدائی اسباب صلاح پر نظر کرتے ہوئے ہونی چاہیے۔

نحو : فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا۔ جزاء ہے۔ اور ان کرھتموھن شرط ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا۔ ان کرھتموھن فاصبروا علیھن مع الکراھۃ فلعل لکم فیما تکرھونہ خیرًا کثیرًا لیس فیما تحبونہ۔ اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو کوئی بات نہیں صبر کرو باوجود کراہت کے ان کو اپنے ہاں روک کر رکھو۔ شاید کہ جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو اسی میں بہت سی بھلائی ہو جو اس چیز میں نہ ہو جس کو تم پسند کرتے ہو۔

تفسیر آیت ۲۰: ایک جاہلانہ روش:

زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی آدمی کسی عورت کو دیکھتا اور وہ اس کو پسند آ جاتی۔ تو اپنی سابقہ بیوی پر بہتان لگاتا اور زنا کی

طرف اس کی نسبت کرتا۔ تا آنکہ مجبور ہو کر وہ اپنے مہر سے دست بردار ہوتی یا اس کو واپس کرتی۔ اس آیت میں فرمایا گیا۔ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ (اگر تم ایک بیوی کو طلاق دے کر دوسری کو اس کی جگہ بدلنا چاہتے ہو) وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ (اور تم نے ایک بیوی کو دے رکھا ہے) احدٰہن سے احدی الزوجات مراد ہے۔ اور زوج سے مراد جمع ہے۔ کیونکہ 'اٰتَيْتُمْ' میں ضمیر خطاب جماعت رجال کو ہے۔ قِنْطَارًا (خزانہ) بہت زیادہ مال جیسا کہ آل عمران میں گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا۔ لا تغالوا بصدقات النساء۔ عورتوں کے مہروں کے سلسلہ میں گرانی نہ کرو۔ تو ایک عورت نے کہا۔ کیا ہم تمہاری بات مانیں یا اللہ تعالیٰ کا فرمان: واٰتیتم اِحداھن قنطارًا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہر شخص دینی سمجھ میں عمر سے زیادہ ہے۔ تم جتنے مہر پر مرضی ہو نکاح کرو۔ (بکر بن عبداللہ المزنی کی روایت میں ہے کہ فاروق اعظم نے فرمایا میں تمہیں کثرت مہر سے منع کرنے لگا۔ تو میرے سامنے یہ آیت: 'اٰتیتم احدٰہن قنطارا' آ گئی پس میں اس سے رک گیا)

فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ (پس تم اس دیئے ہوئے مال میں سے نہ لو) ہٗ کی ضمیر قنطار کی طرف راجع ہے۔ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا (کیا تم اس مال کو باطل طور پر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے لو گے) مبینًا بمعنی واضح۔

تعریفِ بہتان:

البھتان کسی آدمی کے متعلق کوئی ایسی بری بات یا فعل کی نسبت کرنا جو اس نے نہ کیا ہو۔ کیونکہ وہ اس فعل یا بات کو سن کر مبہوت یعنی حیران ہوگا۔ اس لئے اس کو بہتان کہتے ہیں۔ یہاں فعل ہی مراد ہے۔

نحو: بُهْتَانًا یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی اس حال میں کہ تم بہتان لگانے والے اور گناہ کا ارتکاب کرنے والے ہو گے۔

تفسیر آیت ۲۱:

پھر اس آیت میں جماع کے بعد مہر لینے کو اور زیادہ برا قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ (تم کس طرح اس کو لے لو گے۔ جبکہ تم جماع کر چکے) افضاء۔ ایسی خلوت جس میں رکاوٹ نہ ہو۔ اسی سے فضاء بمعنی صحراء ہے۔

احناف کی دلیل:

مسئلہ: یہ آیت ہم احناف کے لئے خلوت صحیحہ کے بعد لزوم مہر کی دلیل ہے۔

آیت میں مہر واپس لینے کو ناپسند قرار دیا گیا۔ اور اس کی علت اگلی آیت میں بیان فرمائی۔

پختہ وعدہ کی مراد:

وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (اور وہ عورتیں تم سے پختہ وعدہ بھی لے چکیں) اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فامساك بمعروف او تسریح باحسان (البقرہ۔ ۲۲۹) کہ یا تو ان عورتوں کو دستور کے موافق روک رکھو یا احسان سے رخصت کر دو)

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً

اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں مگر جو پہلے گزر چکا۔ بے شک یہ بے حیائی کا

وَّمَقْتًا ۭ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾

اور غصہ کا کام ہے اور برا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ اپنے بندوں سے ان عورتوں کی خاطر لیا۔ تو یہ ایسے ہی ہو گیا جیسے ان عورتوں نے اپنے خاوندوں سے براہ راست لیا۔

دوسری تفسیر: میثاقاً غلیظا سے مراد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ استوصوا بالنساء خیرًا۔ تم عورتوں سے بھلا سلوک کرو فان ھن عوان فی ایدیکم اخذتموھن بامانۃ اللّٰہ۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں ریوڑ کی طرح ہیں۔ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللّٰہ (ترمذی ۱۱۶۳۔ ابن ماجہ ۱۸۵۱۔ مسلم ۱۲۱۸)۔ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان سے لیا اور ان کی شرمگاہوں کو بحکم خدا اپنے لئے حلال بنایا۔

آیت ۲۲: جب یہ آیت لا یحل لکم ان ترثوا اتری۔ تو لوگوں نے کہا ہم نے سابقہ رواج کو ترک کر دیا۔ ہم ان کی ناپسندیدگی سے ان کے وارث نہ بنیں گے۔ لیکن ہم ان کو پیغام نکاح دیں گے اور ان کی رضا و رغبت سے ان سے نکاح کریں گے۔ تو اس پر یہ آیت اتری۔

باپ کی موطوءہ حرام ہے:

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے) ایک قول یہ ہے کہ نکاح سے مراد وطی ہے۔ یعنی ان عورتوں سے وطی نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے وطی کی ہو۔

مَسْئَلَہ: اس سے یہ ثابت ہوا کہ باپ کی موطوءہ سے نکاح حرام ہے خواہ وہ موطوءہ نکاح سے ہو یا ملک یمین یا زناء سے جیسا کہ ہمارا مسلک احناف ہے۔ اور اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے۔ جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم ایسا کریں گے۔ تو اس کی ممانعت کر دی گئی تو اگر اپنی طرف سے ایسا کریں گے تو اس کا حال خود سوچ لیں کیا ہوگا فرمایا۔ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (لیکن جو پہلے ہو چکا) اس پر تو تم سے مواخذہ نہ کیا جائے گا۔

نَحو: سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ استثناء منقطع ہے۔

اللہ کی ناراضگی و ناپسندیدگی:

آیت کے اگلے حصے میں عقد کی حیثیت بتلا دی۔ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً (کہ یہ بے حیائی ہے اور قباحت میں انتہاء کو پہنچنے والی ہے) وَّمَقْتًا (اور ناراضگی میں) میں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض اور ایمان والوں کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ ہے۔ بعض لوگ عورتوں کی

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ

حرام ہو گئیں ہیں تم پر تمہاری مائیں، اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں، اور تمہاری پھوپھیاں، اور تمہاری خالائیں، اور بھائی

الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ

کی بیٹیاں، اور بہن کی بیٹیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں،

وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ

اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن بیویوں سے دخول کر چکے ہو جو تمہاری گودوں

بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ؗ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ

میں ہیں۔ سو اگر تم نے ان بیویوں سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لو، اور حرام ہیں تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں

الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ

جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو اپنے نکاح میں جمع کرو مگر جو گزر چکا۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۙ ۝۲۳

بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

ناراضی کے باوجود اپنے وقار کے لئے ایسا کرتے تھے اور اس کو نکاح مقت کہتے تھے۔ اور اس سے جو اولاد پیدا ہوتی اس کا لقب المقتی مشہور ہوتا۔ وَسَآءَ سَبِيْلًا (اور یہ بہت برا راستہ ہے)

تفسیر آیت ۲۳...... بیانِ محرمات:

جب شروع سورت میں ان عورتوں کا ذکر کیا جن سے نکاح حلال تھا۔ اور اس سے قبل بعض محرمات کا ذکر دیا گیا۔ اور وہ باپوں کی موطوءہ ہیں۔ تو اب باقی محرمات کا ذکر فرمایا۔ وہ سات نسب سے ہیں۔ سات سبب سے ہیں۔ ابتداء نسب والی عورتوں سے کی۔ فرمایا۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (تم پر تمہاری مائیں حرام کر دی گئیں) مراد ان سے نکاح کا حرام ہونا ہے عند البعض۔ ہم نے شرح المنار میں مختار قول ذکر کر دیا ہے۔ نانی یا دادی وہ بھی امہات میں شامل ہیں۔

وَبَنٰتُكُمْ (اور تمہاری بیٹیاں) پوتیاں نواسیاں وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔

قاعدہ: جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو پھر تقسیم احاد کی احاد پر ہوتی ہے۔

پس ہر ایک پر اس کی ماں اور اس کی بیٹی حرام ہوگی۔ وَاَخَوٰتُكُمْ (اور تمہاری بہنیں) جو باپ یا ماں یا صرف باپ کی طرف

سے یا صرف ماں کی طرف سے ہوں۔یعنی حقیقی' علاتی۔اخیافی۔

عمات سے مراد:

وَعَمّٰتُكُمْ (تمہاری پھوپھیاں) حقیقی علاتی ' اخیافی۔وَخٰلٰتُكُمْ (اور تمہاری خالائیں) تینوں قسم حقیقی' علاتی ' اخیافی۔ وَبَنٰتُ الْاَخِ (بھتیجیاں) تینوں قسم حقیقی' علاتی ' اخیافی۔وَبَنٰتُ الْاُخْتِ (بھانجیاں) تینوں قسم ان دونوں قسم میں پوتیاں اور نواسیاں بھی شامل ہونگی۔

حرمت رضاعت:

آگے سبب سے جو محرمات ہیں ان کو بیان کیا۔وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ (تمہاری رضاعی مائیں اور بہنیں) اللہ تعالیٰ نے رضاعت کو نسب کے قائم مقام کیا ہے۔اسی لئے مرضعہ کو دودھ پینے والے بچے کی ماں سے تعبیر فرمایا۔اور اس کی بیٹیوں کو بہن سے تعبیر فرمایا۔اسی طرح مرضعہ کے زوج کو رضیع کا باپ اور اس کے ماں باپ کو دادا دادی اور باپ کی بہن کو اس کی پھوپھی ہر بچہ جو اس خاوند سے اس عورت کا پیدا ہو وہ اس رضیع کے بھائی' بہنیں حقیقی ہیں۔اور اس عورت کا جو بچہ دوسرے خاوند سے پیدا ہو وہ اس کے ماں جائے بہن بھائی ہیں۔اور اس کی اصل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب۔بخاری۔۵۲۳۹۔مسلم۔۱۴۴۴۔رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

عقد کی محرمات:

وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ (اور تمہاری بیویوں کی مائیں) یہ محرمات فقط عقد سے ہیں۔وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ (وہ ربیبہ جو تمہاری پرورش میں ہوں) عورت کی وہ اولاد جو موجودہ کے علاوہ خاوند سے ہو اس کو ربیب اور ربیبہ کہا۔کیونکہ یہ خاوند ان کو پالتا ہے۔جیسا کہ عموماً والد اپنی اولاد کو پالتا ہے۔پھر مفہوم میں وسعت پیدا ہوئی اور تربیت نہ کرنے کی صورت میں بھی نام یہی رکھا گیا۔الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ (جو تمہاری گودوں میں ہیں) داؤد ظاہری نے کہا اگر وہ اس کے زیر نگرانی نہ ہوں تو حلال ہیں۔

حجور کی قید کا مطلب:

حجورکم کا تذکرہ غالب حالت کے پیش نظر ہے۔یہ شرط نہیں۔باقی اس انداز سے لانے کا مقصد حرمت کی علت بیان کرنا ہے۔ان کی حرمت تمہارے ان کو گود میں لے لینے کی وجہ سے ہے یا اس بناء پر کہ وہ تمہارے گود میں لینے کے میلان میں ہیں۔گویا کہ تم ان کی بیٹیوں سے عقد کرنے میں اس طرح ہو گے جیسے اپنی بیٹیوں سے عقد کرنے والے ہو۔

مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ (تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم نے قربت کی ہو) یہ ربائبکم سے متعلق ہے یعنی کہ اس ربیبہ سے نکاح حرام ہے۔جو مدخول بہا ہو۔اگر اس عورت سے دخول نہ ہوا ہو تو پھر وہ ربیبہ حلال ہے۔اور دَخَلْتُمْ بِهِنَّ یہ جماع سے کنایہ ہے۔جیسے عرب کہتے ہیں بنی علیھا' وضرب علیھا الحجاب یعنی تم نے ان کو ستر میں داخل کیا ہو۔یا

تعدیہ کی ہے۔ لمس وغیرہ دواعی جماع وہ قائم مقام دخول ہیں۔

بعض علماء نے اللاتی دخلتم بھن کونساء متقدمہ اور متاخرہ کی صفت بنایا ہے۔ حالانکہ اس طرح نہیں۔ کیونکہ ایک وصف دوایسے موصوف کا وصف نہیں بن سکتا جن کا عامل مختلف ہو۔ اور یہاں نساء متقدمہ مجرور بالاضافت ہیں اور نساء متاخرہ مِنْ کی وجہ سے مجرور ہیں۔ اور اس طرح کہنا درست نہیں مررت بنسائك و هربت من نساء زيد الظريفات اس طور پر کہ پہلی نساء اور دوسرا لفظ نساء کی صفت بنے۔ زجاج نے اس طرح کہا۔ یہ قول صاحب کشاف کے قول سے زیادہ بہتر ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (اگر تم نے ان سے قربت نہ کی ہو تم پر کوئی گناہ نہیں) کہ تم ان کی بیٹیوں سے نکاح کرلو۔ جبکہ پہلے ان کو طلاق دے کر فارغ کردو۔ یا وہ نکاح کے بعد مرجائیں۔ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ (اور تمہاری بہوئیں) حلائل جمع حلیلہ ہے۔ زوجہ کو کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے حلال ہے۔ یا ایک دوسرے کا بستر اس کے لئے حلال کیا گیا۔ یہ حل سے ہے یا حلول سے ہے۔

اصلاب کی قید سے متبنّٰی کو خارج کیا:

الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ (وہ بیٹے جو تمہاری صلب سے ہیں) وہ نہیں جن کو تم نے متبنّٰی بنایا ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ جب ان کو زید رضی اللہ عنہ متبنّٰی رسول اللہ ﷺ نے جدا کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ (الاحزاب: ۳۷) تاکہ ایمان والوں کو اپنے منہ بولے بیٹوں کے سلسلہ میں کوئی تنگی نہ رہے۔ یہ آیت رضاعی بیٹے کی بیوی کی حرمت کے لئے نہیں ہے۔

رضاعی بیٹے کی بیوی بھی محرمات سے ہے:

(اس کی حرمت حدیث: یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب سے ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے) وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ (اور یہ کہ تم جمع کرو دو بہنوں کو) یعنی نکاح میں جمع کرنا۔ نحو: اس کا عطف محرمات پر ہے۔ اور یہ موضع رفع میں ہے۔ یعنی تم پر جمع بین الاختین حرام کیا گیا۔

اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (مگر جو ہو چکا) اب تک جو ہوا وہ معاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشش فرمانے والے مہربان ہیں)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت ان تمام محرمات کو جانتے تھے مگر باپ کی بیوہ اور نکاح اختین مروج تھا اسی لئے ان کے متعلق الا ماقد سلف فرمایا۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ

اور حرام ہیں وہ عورتیں جو کسی مرد کے نکاح میں ہوں، سوائے ان عورتوں کے جن کے تم مالک ہو جاؤ۔ اللہ نے ان احکام کو تم پر فرض فرما دیا ہے،

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ

اور تمہارے لئے حلال کی گئیں ہیں وہ عورتیں جو ان کے علاوہ ہیں کہ تم اپنے مالوں کے بدلہ طلب کرو اس حال میں کہ تم پاک دامنی اختیار کرنے والے ہو۔

مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ

پانی بہانے والے نہ ہو۔ سو ان میں سے جن عورتوں سے نفع حاصل کر لو ان کے مہر دے دو جو مقرر ہو چکے ہیں

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ مقرر مہر کے بعد آپس کی رضامندی سے کسی بات پر راضی ہو جاؤ بلا شبہ اللہ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

علیم ہے حکیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۴:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ (اور خاوندوں والی عورتیں) کیونکہ انہوں نے اپنی شرمگاہوں کو نکاح کے ذریعہ محفوظ کر لیا۔

قراءت: یہاں کسائی نے محصَنات ۔صاد کے فتحہ سے پڑھا۔اور باقی تمام قرآن مجید میں کسرہ صاد سے پڑھا۔

لونڈیوں کی حلت:

اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (مگر جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں) قید ہو جانے کی وجہ سے جبکہ اس کا خاوند دارالحرب میں ہو۔ مطلب یہ ہوا، تم پر منکوحہ عورتوں سے نکاح حرام ہے۔ یعنی وہ عورتیں جن کے خاوند ہوں مگر وہ عورتیں کہ جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ بنے ان کے قید ہو جانے کی وجہ سے اور ان کے بلا خاوند نکالنے کی وجہ سے۔ دارین کے مختلف ہونے کی وجہ سے ان میں فرقت واقع ہو گئی۔ قید کی وجہ سے نہیں۔ دارین سے مراد دارالکفر اور دارالاسلام ہے۔ اسی لئے غانم کے لئے ملک یمین (لونڈی) استبرائے رحم کے بعد حلال ہے۔

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (یہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے تم پر) کتاب یہ مصدر مؤکد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر لکھ دیا لکھ دینا اور فرض کیا فرض کرنا۔ اور فرض کا مطلب جو حرام کی گئی چیزیں ہیں ان کا حرام قرار دینا ہے۔ وَاُحِلَّ لَكُمْ (اور حلال کر دی گئیں تمہارے لئے)

نَحو : فعل مضمر نے کتاب اللہ کو نصب دی اس پر اس کا عطف ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دی تم پر ان کی تحریم اور اس کو حلال کر دیا تمہارے لئے۔ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (ان مذکورہ محرمات کے علاوہ عورتیں)۔

قراءت: کوفی قراء نے سوائے ابوبکر کے حرمت پر عطف کرتے ہوئے واُحِلّ۔ ضمہ سے پڑھا ہے۔

نَحو : اَنْ تَبْتَغُوْا (یہ کہ طلب کرو تم) یہ مفعول لہٗ ہے۔ یعنی اس چیز کو جو حلال ہے اس چیز سے جدا کر کے جو حرام ہے اس نے بیان کر دیا تا کہ تم طلب کرو ان کو اپنے مالوں کے ساتھ۔ یا یہ ماوراء ذلکم سے بدل ہے۔ اور تبتغوا کا مفعول اس صورت میں مقدر ہے اور وہ النساء ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ مقدر نہ مانا جائے۔

بِاَمْوَالِكُمْ (اپنے اموال کے ساتھ) مال سے مراد یہاں مہر ہے۔

لطیف استدلال:

مَسْئَلَہ : اس میں اس بات کی مضبوط دلیل ہے۔ کہ نکاح بلا مہر درست نہیں اور مہر لازم ہو جاتا ہے۔ خواہ مقرر نہ کیا جائے۔ اور غیر مال مہر نہیں بن سکتا۔ اور معمولی مقدار بھی مہر نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ ایک دانہ عادۃً مال شمار نہیں ہوتا۔

مُّحْصِنِيْنَ (اس حال میں کہ تم پاکدامنی اختیار کرنے والے ہو) غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ (نہ ہونا جائز تعلق رکھنے والے) تا کہ تم اپنے اموال کو ضائع کرنے والے نہ بنو اور اپنے آپ کو محتاج کر لو ایسی چیز سے کہ جس میں تمہارے دین و دنیا کا نقصان ہو۔ اور ان دونوں خساروں میں مبتلا آدمی بہت بڑے بگاڑ کا شکار ہو گیا۔

الاحصان پاکدامنی۔ حرام میں مبتلا ہونے سے نفس کو بچانا۔ المسافح زانی یہ السفح سے ہے اس کا معنی منی بہانا ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ (پس جس طریق سے تم عورتوں سے لذت اندوز ہو چکے ہو) تو ان کے مہران کو دو۔ یعنی عورتوں سے تم نکاح کر چکے ہو۔ فاتوھن اجورھن (تو ان کے مہران کو دے دو) کیونکہ مہر بضع کی طرف لوٹنے والا ہے۔ نَحو : مَا اس موقعہ پر نساء کے معنی میں ہے۔ اور من تبعیضیہ یا بیانیہ ہے۔ بہ کی ضمیر لفظ کے لحاظ سے تو مِنْ کی طرف راجع ہے اور معنی کے لحاظ سے فاتوھن کی طرف لوٹتی ہے۔

فَرِيْضَةً (جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں) نَحو : یہ اجورھن سے حال ہے۔ ای مفروضۃ مقرر کیے ہوئے۔ یا یہ ایتاء کی جگہ ہے۔ کیونکہ دینا فرض ہے۔ یا یہ مصدر مؤکد ہے اور فعل محذوف ہے فرض ذلك فريضة۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ ۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ (کوئی حرج نہیں اس مقدار میں جس پر تم باہمی رضامند ہو جاؤ مقرر ہو جانے کے بعد) یعنی مہر میں سے جو کم کرے یا تمام ہبہ کرے یا اس مقدار میں اضافہ کر دے۔ یا جس پر وہ باہمی ٹھہرانے پر رضامند ہو یا فراق پر۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ اشیاء کو ان کی پیدائش سے قبل جاننے والے) حَكِيْمًا (اور حکمت والے ہیں) اس میں جو اس نے عقد نکاح کو لازم کیا جس سے انساب کا تحفظ ہے۔

ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ فما استمتعتم آیت متعہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ جو اس وقت تین دن کے لئے مباح ہوا جب اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرایا۔ پھر منسوخ ہو گیا۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا

اور تم میں جس شخص کو اس کا مقدور نہ ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرے تو آپس کی

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ

ایمان والی باندیوں سے نکاح کر لے جو تمہاری مملوکہ ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے ایمان کو۔ تم سب آپس میں ایک

مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

دوسرے کے برابر ہو، سو تم مذکورہ باندیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو اور انہیں ان کے مہر بہتر طریقہ پر دے دو،

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ

یہ منکوحہ باندیاں نہ علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ طریقہ پر دوست بنانے والی ہوں۔ پس جب وہ باندیاں نکاح میں آ جائیں تو اگر کوئی

بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ

بے حیائی کا کام کر بیٹھیں تو ان پر اس کی آدھی سزا ہے جو آزاد عورتوں پر ہے، یہ

لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

اس کے لئے ہے جو تم میں سے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رکھتا ہو اور یہ بات کہ صبر کرو بہتر ہے تمہارے لئے اور اللہ غفور ہے

رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع ۴

رحیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۵:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا (جو تم میں سے طاقت نہ رکھتا ہو) طول کا معنی زائد کہا جاتا ہے لفلان علیّ طول یعنی فلاں کو مجھ پر فضل واضافہ حاصل ہے۔ یہ یستطع کا مفعول ہے۔ اَنْ يَّنْكِحَ (کہ وہ نکاح کرے) نحو: یہ طول کا مفعول ہے۔ یہ مصدر ہے۔ اور اپنے فعل کا عمل کرتا ہے۔ یا طَوْلًا سے بدل ہے۔

الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ (پاکدامن مؤمنہ عورتوں سے) مراد آزاد مسلمان۔ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (پس جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں تمہاری مؤمنہ لونڈیوں میں سے) یعنی اس کو مسلمان لونڈی سے نکاح کر لینا چاہیے۔ من فتیاتکم سے مراد مسلمانوں کی لونڈیاں ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جو اس قدر مالی وسعت نہیں رکھتا جس سے وہ آزاد

عورت سے نکاح کرے تو اسے لونڈی سے نکاح کر لینا چاہیے۔ اور کتابی لونڈی سے نکاح ہمارے نزدیک بھی جائز ہے۔ اور یہ قید استحبابی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایمان تو بالاتفاق آزاد عورتوں میں بھی شرط نہیں حالانکہ اس کے ساتھ قید موجود ہے۔

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر جو وسعتیں فرمائیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ لونڈی سے نکاح۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح' اگرچہ وہ خوشحال ہو۔ یہ روایت مسالہ طول میں ہم احناف کی دلیل ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو جانتے ہیں) اس میں متنبہ کر دیا کہ ان کے ظاہری ایمان کو قبول کر لیا جائے گا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے زبان کا عمل نہیں۔ کیونکہ ایمان مسموع کا علم تو مختلف فیہ نہیں ہے۔ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ (تم ایک دوسرے سے ہو) لونڈیوں کے نکاح سے نفرت نہ کرو۔ کیونکہ تم سب اولاد آدم علیہ السلام ہو۔ اس میں ڈرایا گیا کہ انساب پر عیب جوئی اور احساب پر فخر نہ کرنا چاہیے۔ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ (ان سے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے کرو) اس میں ہماری دلیل ہے کہ عورتوں کو حق ہے کہ وہ عقد براہ راست کریں۔ لیکن موالی کی اجازت کا اعتبار کیا گیا نہ کہ ان کے عقد کا۔ اور غلام اور لونڈی کے لئے جائز نہیں کہ نکاح اپنے موالی کی اجازت کے بغیر کریں۔

بلا ٹال مٹول مہر ادا کرو:

وَّاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (اور تم ان کے مہر دستور کے موافق دے دو) یعنی ان کے مہر بغیر ٹال مٹول اور تکلیف پہنچانے کے دے دو۔ اور ان کے مہروں کے مالک ان کے موالی ہیں۔ ان کو ادا کرنا موالی کو ادا کرنا ہی ہے۔ کیونکہ وہ اور جو ان کے قبضہ میں ہے۔ وہ ان کے موالی کا ہے۔ یا تقدیر عبارت یہ ہے۔ و آتوا موالیھن۔ وہ مہر ان کے موالی کو دو۔ اس صورت میں مضاف حذف کیا گیا ہے۔

مُحْصَنٰتٍ (وہ پاکدامنی اختیار کرنے والیاں ہوں)

نحو: یہ اٰتوھن کے مفعول سے حال ہے۔

غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ (نہ ہوں وہ علانیہ زنا کرنے والیاں) وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (اور نہ خفیہ یارانہ کرنے والیاں ہوں) یعنی خفیہ زنا کرنے والیاں نہ ہوں اخدان۔ پوشیدہ یار۔ فَاِذَآ اُحْصِنَّ (جب پاک دامن ہو جائیں) نکاح کے ذریعہ۔

قراءت: اَحْصَنَّ۔ حفص کے علاوہ کوفی قراء نے پڑھا۔

یہاں محصنات سے غیر شادی شدہ عورتیں مراد ہیں:

فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ (پس اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں) فاحشہ سے مراد زنا ہے۔ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ

اللہ چاہتا ہے کہ بیان فرمائے تمہارے لئے اور تم کو بتلاوے طریقے ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے اور یہ کہ وہ تمہاری

عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۲۶ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۟ وَيُرِيْدُ

توبہ قبول فرمائے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول فرمائے اور جو لوگ

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝۲۷ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ

خواہشات نفسانیہ کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم بڑی بھاری کجی میں پڑ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ تخفیف کا

عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝۲۸

ارادہ فرماتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

الْمُحْصَنٰتِ (پس ان پر نصف سزا ہے اس کی جو آزاد پاکدامن عورتوں پر ہے) مِنَ الْعَذَابِ سزا۔ مراد حد ہے۔ پچاس کوڑے۔ اور نصف ما علی المحصنات دلالت کرتا ہے۔ کہ ان کی سزا کوڑے ہیں سنگساری نہیں۔ کیونکہ رجم نصف نہیں اور محصنات سے یہاں آزاد عورتیں مراد ہیں جو غیر شادی شدہ ہوں۔

العنت کا معنی:

ذٰلِكَ (یہ اس شخص کے لئے ہے) اس سے لونڈی کے نکاح کی طرف اشارہ کیا۔ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ (جس کو تم میں سے گناہ کا خطرہ ہو) ایسا گناہ جو غلبہ شہوت تک پہنچانے والا ہو۔ العنت کا اصل معنی جڑنے کے بعد ہڈی کا ٹوٹنا۔ پھر استعارةً ہر نقصان ومشقت کے لئے استعمال کیا گیا۔ اور گناہوں میں ابتلاء سے بڑھ کر کوئی نقصان دہ چیز نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ العنت کا معنی زناء ہے کیونکہ وہ ہلاکت کا سبب ہے۔

وَاَنْ تَصْبِرُوْا (اور تمہارا صبر کرنا) بجائے لونڈی کے نکاح کے۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہت بہتر ہے) کیونکہ اس سے اولاد غلام ہوگی۔ اور وہ لونڈی ہر وقت باہر نکلنے والی' داخل ہونے والی۔ محنت ومشقت کرنے والی ہے۔ یہ تمام چیزیں نکاح کرنے والے کے لئے نقصان اور توہین کا باعث ہیں۔

اور عزت ایمان والوں کی صفات سے ہے حدیث میں فرمایا۔ آزاد عورتیں گھر کی درستی ہیں اور لونڈیاں گھر کی ہلاکت ہیں۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ (اور اللہ بخشش کرنے والے) گناہ چھپانے والے ہیں۔ رَّحِيْمٌ (مہربان ہیں) رکاوٹ کا ازالہ فرمانے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۶:

یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ (اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ وہ تمہارے لئے کھول کر بیان کرے) اصل اس طرح ہے یرید اللّٰہ ان یبین لکم اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ارادۂ تبیین کو پختہ کرنے کے لئے لام کو بڑھادیا۔جیسا کہ لا اَبالك میں اَبْ کی طرف اضافت میں تاکید بڑھادی گئی۔مطلب آیت کا یہ ہوا اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔کہ وہ کھول کر بیان کردیں وہ مصالح جو تم پر مخفی ہیں اور وہ عمدہ اعمال جو معلوم نہیں۔وَیَهْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ (اور تمہاری راہنمائی کردے ان لوگوں کے راستے کی طرف جو تم سے پہلے ہوئے) یعنی پہلے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے راستے اور وہ طریقے جن پر وہ اپنے دین کے سلسلہ میں چلے۔ تاکہ تم ان کی اقتداء کرو۔وَیَتُوْبَ عَلَیْکُمْ (اور تمہاری توبہ قبول کرے) اور تمہیں ان باتوں میں جن میں مخالفت ہو جائے توبہ کی توفیق دے۔وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصالح سے واقف ہیں۔حَکِیْمٌ (اور حکمت والے ہیں) ان باتوں میں جو ان کے لئے مشروع کی ہیں۔

تفسیر آیت ۲۷:

وَاللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْکُمْ (اللہ تعالیٰ تم پر رجوع فرمانا چاہتے ہیں) تاکید کے لئے دوبارہ لایا گیا۔پختگی اور تقابل کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔وَیُرِیْدُ (اور چاہتے ہیں)۔یعنی فجار

شہوت پرستوں کا مقصد:

الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلًا عَظِیْمًا (وہ لوگ جو شہوات کے پیروکار ہیں کہ تم مائل ہو جاؤ بالکل مائل ہونا) میل عظیم۔حق اور میانہ روی سے مائل ہونا۔اور یہ سب سے بڑا میلان ہے۔کہ اتباع شہوات' خواہشات میں معاونت کی جائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد یہود ہیں کیونکہ انہوں نے باپ کی بہنوں' بھتیجیوں اور بھانجیوں کو حلال قرار دیا۔جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام کیا۔تو وہ کہنے لگے تم خالہ کی بیٹیوں اور پھوپھی زاد کو حلال قرار دیتے ہو حالانکہ خالہ اور پھوپھی تو تم پر حرام ہیں بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح کرلو۔پس یہ آیت اتری۔کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ تم ان کی طرح زانی بن جاؤ۔

آیت ۲۸ : یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ (اللہ تعالیٰ تم سے تخفیف چاہتے ہیں) لونڈیوں کے نکاح کی رخصت دے کر۔وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (اور انسان کمزور پیدا کیا گیا) کہ شہوات سے صبر نہیں کرتا۔اور طاعات کی مشقتیں برداشت نہیں کرتا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ إِلَّآ أَن

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ

تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ

کوئی تجارت آپس کی رضا مندی سے ہو، اور مت قتل کرو اپنی جانوں کو۔ بے شک اللہ

كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَٰنًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ

تم پر بہت بڑا مہربان ہے، اور جو شخص زیادتی اور ظلم اختیار کرے گا سوعنقریب ہم اسے دوزخ میں داخل

نَارًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾

کردیں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

آیت ۲۹: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ (اے ایمان والو! تم اپنے مال اپنے درمیان ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ) جن کاموں کو شریعت نے مباح قرار نہیں دیا جیسے چوری' خیانت۔ غصب۔ قمار۔ معاملہ ربا وغیرہ۔

إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً (مگر یہ کہ تجارت ہو) یعنی کھانے کا ذریعہ تجارت ہو۔ قراءت: کوفی قراء نے تجارۃً پڑھا ہے۔ یعنی تجارت ہو۔ عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ (اپنے مابین رضا مندی سے) یہ تجارت کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ تجارة صادرة عن تراض بالعقد۔ تجارت جو باہمی رضامندی کے معاہدہ سے ہو یا لیکن تجارت باہمی رضا مندی والی ممنوع طرق سے نہ ہو۔

تخصیص تجارت کی وجہ:

تجارت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اسباب رزق تجارت سے متعلق ہیں۔ آیت میں بتلایا گیا کہ بیع لین' دین' دست بدست سے بھی درست ہے۔ اور بیع موقوف کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ اجازت پائی جائے کیونکہ رضا مندی پائی گئی اور مجلس کے خیار کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں تجارت کے ساتھ کھانے کی اجازت مکان عقد سے جدا ہونے کی قید کے بغیر ہے۔ اور جدا ہونے کی قید لگانا نص پر اضافہ ہے (جو کہ درست نہیں)

قتل نفس کیا ہے؟

وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ (تم خودکشی نہ کرو) نمبرا۔ انفس سے مراد تمہاری جنس سے جو مؤمن ہیں کیونکہ مؤمن ایک جان کی طرح ہیں۔ نمبر۲۔ خودکشی نہ کرے جیسا کہ بعض جاہل کرتے ہیں۔ نمبر۳۔ القتل کا معنی ناجائز اموال کا کھانا ہے۔ پس غیر پر ظلم کرنا اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے کی طرح ہے نمبر۴۔ نفس کی خواہشات پر مت چلو ورنہ تم اس کو قتل کردو گے۔ یا ایسے کام کر گزرو گے

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ

جن چیزوں سے تمہیں منع کیا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کروگے تو ہم تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دیں گے اور تمہیں

مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝۳۱

عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔

جو قتل کو لازم کرنے والے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (بیشک اللہ تم پر رحم کرنے والے ہیں) رحمت ہی کی بناء پر تمہیں ایسی چیزوں کے متعلق خبردار کیا۔ جس میں تمہارے اموال کی حفاظت اور تمہارے ابدان کی بقاء ہے۔

اس کا دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو توبہ کے لئے نفسوں کو قتل کا حکم دیا اور ان کی غلطیاں مٹانے کے لئے بھی یہی حکم دیا۔ كَانَ بِكُمْ (وہ تم پر مہربان ہے) اے امت محمد ﷺ کو رَحِيْمًا (رحم کرنے والا) کہ ایسی مشکل تکالیف کا تمہیں مکلف نہیں بنایا۔

آیت ۳۰: وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ (جو ایسا کرے گا) یعنی قتل کا اقدام نفسوں پر عُدْوَانًا وَّظُلْمًا (قصداً دوسرے پر زیادتی کرتے ہوئے اور ظلم کرتے ہوئے) اپنی جان پر یعنی نہ ظلماً نہ قصاصاً۔ یہ دونوں مصدر موضع حال میں واقع ہیں۔ یا مفعول له ہیں۔

فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا (عنقریب ہم اسے مخصوص آگ میں داخل کریں گے) جس کا عذاب سخت ہے۔

وَكَانَ ذٰلِكَ (یہ آگ کا داخلہ) عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (اللہ تعالیٰ پر آسان ہے) یہ وعید اس کے متعلق ہے جو ہمیشگی کو حلال قرار دینے والا ہے اور دوسرے کے متعلق آگ کے داخلہ کا استحقاق بتلانے کیلئے ہے۔ اور ساتھ ہی مغفرت کا وعدہ بھی فرما دیا گیا ہے۔

آیت ۳۱: اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (اگر تم ان بڑے گناہوں سے پرہیز کرو جن سے روکا گیا ہے۔ تو ہم تمہاری چھوٹی غلطیاں مٹا دیں گے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ الکبائر۔ بڑے گناہ وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں ابتداء سے ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنه تک بیان کیا۔

کبائر تین ہیں:

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کبائر تین ہیں۔ نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو جانا۔

ایک تفسیر اس کی کفر کی اقسام ہیں۔ اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کبیر ماتنھون عنه ہے اور وہ بڑی بات جس سے تمہیں روکا گیا اور وہ کفر ہے۔ وَّنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (اور ہم تمہیں داخل کریں گے عمدہ داخل ہونے کی جگہ)۔

سورۂ نساء کی آٹھ آیات' ساری دُنیا سے بہتر:

قراءت: مدنی قراء نے مَدْخَلاً پڑھا۔ دونوں مکان کے معنی میں ہیں اور مصدر ہیں۔ کریماً۔ کا معنی عمدہ' اچھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ سورۂ نساء کی آٹھ آیات اس امت کے لئے اس ساری دنیا سے بہتر ہیں جس پر سورج طلوع و غروب ہوتا ہے۔ نمبر۱۔ یرید اللّٰہ لیبین لکم۔ نمبر۲۔ واللّٰہ یرید ان یتوب علیکم۔ نمبر۳۔ یرید اللّٰہ ان یخفف عنکم۔ نمبر۴۔ ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنہ نکفر عنکم۔ نمبر۵۔ ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہٖ۔ نمبر۶۔ ان اللّٰہ لا یظلم مثقال ذرۃٍ۔ نمبر۷۔ ما یعمل سوء ا او یظلم نفسہ۔ نمبر۸۔ من یفعل اللّٰہ بعذابکم۔

معتزلہ کا استدلال:

اس آیت سے معتزلہ نے استدلال کیا کہ صغائر کی بخشش لازمی ہے۔ جبکہ کبائر سے پرہیز کیا جائے اور کبائر کی بخشش نہیں۔

شرک کی معافی اللہ کی مشیت میں ہے:

جواب: یہ استدلال باطل ہے۔ کیونکہ تمام کبائر وصغائر مشیت الٰہی میں برابر ہیں۔ ان دونوں پر چاہے تو عذاب دے سکتا ہے۔ اور دونوں کو معاف کر سکتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں اِن اللّٰہ لایغفر ان یشرک بہٖ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء۔ النساء۔ ۴۸۔ کہ اللہ تعالیٰ شرک کو نہ بخشیں گے۔ اور ان کے سوا جو چاہیں گے جس کو چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ شرک کے علاوہ گناہ پر مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور پھر دونوں کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ان الحسنات یذھبن السیئات۔ کہ نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ صغائر و کبائر تمام کا حسنات سے معاف ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ السیئات دونوں پر بولا جاتا ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ

اورتم کسی ایسی چیز کی تمنا نہ کروجس کے ذریعہ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں نے جو اعمال کئے ان کے لئے

مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ

ان کے اعمال کا حصہ ہے، اور عورتوں نے جو اعمال کئے ان کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ہے، اور اللہ سے اس کے فضل کا

فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ

سوال کرو، بلاشبہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے، اور ہر ایک کے لئے ہم نے اس مال میں وارث مقرر کردیے ہیں

مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ

جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہوا۔ ان کو ان کا حصہ

نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ ع۵/۲

دے دو بے شک اللہ کو ہر چیز کی اطلاع ہے۔

بیجا تمنا کی ممانعت:

آیت ۳۲: جب دوسرے کے مال اور جاہ کی تمنا کر کے دوسرے کا مال ناجائز ذرائع سے درست نہ تھا اور قتل نفس ناحق بھی اس ضمن میں تھا۔ تو مسلمانوں کو اس بات سے بھی منع کر دیا۔ کہ وہ مال و جاہ کی اس فضیلت پر دل میں تمنا کرنے لگیں جو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے پر ان کو دی ہے۔

تقسیم ربانی پر راضی رہو:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (اورتم نہ تمنا کرو اس کی جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے فضیلت دی ہے بعض کو بعض پر) کیونکہ یہ فضیلت خداداد ہے۔ اور تدبیر و حکمت الٰہیہ سے اس طرح ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے حالات کا بخوبی علم ہے۔ کس کے لئے رزق کا کس قدر کھولنا مناسب ہے۔ یا تنگ کرنا۔ ہر شخص کو تقسیم ربانی پر راضی رہنا چاہیے۔ اور دوسرے کے حصہ اور نصیب پر حسد نہ کرے۔

حسد و رشک میں فرق:

یہ ہے کہ تمنا کرے کہ یہ چیز اس کو مل جائے اور اس سے چھن جائے۔ غبطہ در شک۔ جو چیز اس کے پاس ہے اسی چیز کی تمنا کرے۔ اس کی شریعت نے اجازت دی اور حسد سے روک دیا۔

شانِ نزول: جب مردوں نے کہا۔ کہ ہمارا اجر بھی دوگنا ہوگا۔ جس طرح میراث میں ہمارا حصہ عورتوں سے دوگنا رکھا گیا۔ عورتوں نے کہا ہمارا بوجھ بھی قیامت کے دن مردوں کے بوجھ سے نصف ہوگا جیسا کہ میراث کا حصہ۔ تو یہ آیت اتری۔

درجہ بمطابق عمل:

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ (مردوں کے لئے حصہ (ان کے اعمال کا مقرر ہے) جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لئے (ان کے اعمال کا) حصہ ہے جو وہ کمائیں) یہ میراث کے مطابق نہیں۔ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ (اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو) اس کے خزانوں میں کمی نہیں۔ اور جو لوگوں کو فضیلت ملی اس کی تمنا مت کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) پس فضیلت اس کی طرف سے بقدر استحقاق ہے۔ ابن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کا اسی لئے حکم دیا تا کہ وہ عطاء کرے۔

اللہ سے سوال میں تجمل:

حدیث میں وارد ہے۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ (ابن ماجہ۔ ۳۸۲۷) اور اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت سی بھلائی بندے سے روک کر رکھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ میں اپنے بندے کو اس وقت تک نہیں دونگا جب تک وہ مجھ سے نہ مانگے گا۔

قراءت: وسلوا۔ مکی وشامی نے پڑھا۔

آیت ۳۳: وَلِکُلٍّ (ہر ایک کے لئے) نحو: مضاف الیہ محذوف ہے۔ لکل احدٍ او لکل مالٍ۔ جَعَلْنَا مَوَالِیَ (ہم نے وارث مقرر کر دیئے) جو مال لیتے اور میت کے وارث ہوتے ہیں۔ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (اس مال میں سے جو چھوڑا ماں باپ اور اقارب نے)

نحو: یہ مال محذوف کی صفت ہے۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ ہر اس مال سے جس کو چھوڑ جائیں والدین الخ۔ یہ فعل محذوف کے متعلق ہے۔ موالی کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ یرثون مما ترک۔ وہ وارث ہونگے ترکہ کے جس کو چھوڑا والدین و اقارب نے۔

وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ (اور وہ لوگ جن سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں) یعنی تمہارے ہاتھوں نے معاہدہ کیا ہے۔ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ (ان کا حصہ ان کو دے دو) نحو: والذین (الآیۃ) یہ مبتداء ہے جس میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس کی خبر فاتوھم نصیبھم ہے۔

بہتر یہ ہے کہ فاتوھم سابقہ جملہ کی شرح ہو اور الذین کا عطف الوالدان پر ہے۔ قاسمیت۔ کوفی قراء نے عقَدَت پڑھا۔ یعنی عقدت عھودھم ایمانکم تمہارے دائیں ہاتھوں نے ان کے معاہدوں کو مضبوط کیا ہے۔ مراد اس سے عقد موالات ہے۔ یہ مشروع اور جائز تھے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ

مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس سبب سے کہ اللہ نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے

اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ

کہ مردوں نے اپنے مالوں میں سے خرچ کیا۔ سو جو عورتیں نیک ہیں وہ اطاعت کرنے والی ہیں۔ مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہبانی کرنے

اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

والی ہیں، اور جن عورتوں کی بد خوئی کا تمہیں ڈر ہو ان کو نصیحت کرو اور انہیں لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو،

وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور ان کو مارو، سو اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ نہ ڈھونڈو، بے شک اللہ تعالیٰ

كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

رفعت والا ہے بڑا ہے۔

اہل عقود کو وصیت سے حصہ ملے گا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت اس کی قائل ہے اور یہی ہم احناف کا قول ہے۔ اس سے وراثت میں حصہ ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے جب کوئی مرد یا عورت مسلمان ہوتا جس کا کوئی وارث نہ ہوتا اور نہ وہ عربی ہوتا اور نہ کسی کا آزاد کردہ غلام ہوتا۔ تو وہ دوسرے مسلمان کو اس طرح کہتا۔ میں تم سے عقد موالات کرتا ہوں۔ کہ جب میں جنایت کروں تو تو تاوان ادا کرے گا۔ اور اگر میں مرجاؤں تو تو میرا وارث ہوگا۔ دوسرا جواباً کہتا میں نے اس معاہدہ کو قبول کرلیا۔ چنانچہ اوپر والا دوسرے کا وارث بن جاتا۔ مگر موالی کا حصہ آیت اولوا الارحام سے منسوخ ہو چکا ہے۔ اب صرف بطور وصیت ان کو دیا جائے گا جیسا اس آیت میں صراحت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہیں) یعنی وہ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ یہ انتہائی بلیغ انداز میں وعدہ بھی ہے اور وعید بھی۔

آیت ۳۴: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں) وہ ان پر نگرانی امر و نہی کے سلسلہ میں کریں گے۔ جیسے والی رعایا پر کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کو قوام فرمایا گیا۔

اسبابِ فضیلت:

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مردوں کو بعض (عورتوں) پر فضیلت دی) بعضھم

کی ضمیر مردوں اور عورتوں کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مردان عورتوں پر غلبہ رکھتے ہیں عقل' عزم' حزم' تیراندازی' قوت' غزوہ وحرب' کمال صوم وصلوٰۃ اور نبوت وخلافت وامامت واذان اور خطبہ وجماعت وجمعہ کی وجہ سے بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تکبیرات تشریق کی وجہ سے بھی فضیلت والے ہیں۔ بلکہ شہادت فی الحدود والقصاص' دوگنا حصہ وراثت اور میراث میں عصبہ بننے کی وجہ سے افضل ہیں۔ اسی طرح نکاح وطلاق کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں رکھی ہے اور اولاد کی نسبت نسبی بھی انہی کی طرف ہوتی ہے۔ اور مرد ہی داڑھیوں اور پگڑیوں سے مزین کیے گئے ہیں۔

وَبِمَآ اَنۡفَقُوۡا مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ (اور اس وجہ سے بھی کہ مرد اپنا مال ان عورتوں پر صرف کرتے ہیں) یعنی عورتوں کے نفقہ ونان کی ذمہ داری ان مردوں پر ہے۔ اس آیت میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ عورتوں کا نفقہ مردوں پر لازم ہے۔ پھر ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔

عورتوں کی تقسیم:

قسم اوّل: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ (پس نیک عورتیں فرمانبرداری کرنے والیاں ہیں) قانتات کا معنی اطاعت گزار اور خاوندوں کے حقوق کو پورا کرنے والیاں۔ حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَيۡبِ (اور خاوندوں کی غیر موجودگی میں حفاظت کرنے والی ہیں) للغیب کا مطلب جو غیر موجودگی میں ان پر لازم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے خاوند موجود نہ ہوں تو اپنی شرمگاہوں' اموال' بیوت کی پوری حفاظت کرنے والی ہوں۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ للغیب کا مطلب ان کے پوشیدہ راز نہ ظاہر کرنے والی ہیں۔ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (اس حفاظت کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی) کہ خاوندوں کو ان کے متعلق نصیحت فرمائی: وَعَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ (النساء:۱۹) کہ عورتوں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔

یا ما کو مصدر یہ مانیں تو مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حفاظت غیب کا حکم دیا اور اس کی توفیق بخشی۔ مَا موصولہ ہو، یعنی عورتوں کو اس طرح بنا دیا کہ مردوں کو ان کے حقوق کا نگران بنایا۔ اور اس کے بدلے ان پر عصمت اور مردوں کے اموال و اولاد کی حفاظت ان کے ذمہ کی۔

قسم ثانی: وَالّٰتِىۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ (اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں خطرہ ہو) اور خاوند کی اطاعت سے نکل جانے کا۔ النشز بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ نشز یہ ہے کہ خاوند کے حقوق کی ادائیگی میں تخفیف کا مطالبہ کرے اور خاوند کی بات نہ مانے۔

فَعِظُوۡهُنَّ (ان کو (زبانی) نصیحت کرو) یعنی اللہ تعالیٰ کی سزا سے ان کو ڈراؤ۔ العظه، وعظ اس نرم کلام کو کہتے ہیں۔ جو سخت دلوں کو نرم کر دے اور نفرت والی طبائع کو جھکا دے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ

اور اگر تم کو شوہر اور بیوی کے آپس کے اختلاف کا ڈر ہو تو بھیج دو ایک آدمی فیصلہ کرنے والا مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی فیصلہ کرنے والا عورت کے

اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

خاندان میں سے، اگر دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا

خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

خبر رکھنے والا ہے۔

کنایۂ ترکِ جماع:

وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ (تم ان کی خوابگاہوں میں علیحدگی اختیار کرو) یعنی اپنے لحاف میں مت داخل کرو۔ یہ ترک جماع سے کنایہ ہے۔ یا بستر میں منہ اس سے پھیر لے۔ کیونکہ فی المضاجع فرمایا عن المضاجع نہیں فرمایا۔ وَاضْرِبُوْهُنَّ (اور ان کو مارو) جس کا نشان نہ پڑے اللہ تعالیٰ نے اولاً نصیحت کا حکم فرمایا پھر خوابگاہوں میں ان سے علیحدگی اختیار کر لینے اور آخر میں ضرب کا حکم فرمایا۔ گویا پہلی دونوں صورتیں نہ بن پڑیں تو تب تیسری اختیار کی جائے۔

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا (اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو تم خواہ مخواہ ان پر اعتراض کا راستہ مت تلاش کرو) یعنی ایذاء سے تعرض مت کرو۔

اللہ کی عظمت کا خیال کرو:

نحو: سبیلا یہ تبغوا کا مفعول ہے۔ یہ بغیت الامر بمعنی طلبت الامر ہے۔ مت ڈھونڈو ان پر بات اعتراض والی۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا (بیشک اللہ تعالیٰ بڑی عظمت و کبریائی والے ہیں) اگر تمہارے غلبے والے ہاتھ ان پر ہیں تو یقین کر لو کہ اس کی قدرت اس سے بہت بڑھ کر ہے جتنی تم کو ان پر حاصل ہے۔ اس لئے ان پر ظلم سے گریز کرو۔ دوسری تفسیر یہ ہے اللہ تعالیٰ تو بڑی عظمت و کبریائی والے ہیں۔ پھر تم اس کی علوشان کے باوجود اس کی نافرمانی کرتے ہو۔ بڑی بادشاہت کے باوجود نافرمانی کر رہے ہو۔ پھر تم توبہ کرتے ہو تو وہ توبہ قبول فرماتا ہے۔ پس تمہارے حق میں جو زیادتی کر بیٹھا تم اس کو معاف کرنے کے زیادہ حقدار ہو۔ پس معاف کر دو۔

تفسیر آیت ۳۵:

اس آیت میں خاندان و برادری والوں کو فرمایا۔

ضمیر کا مرجع:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا (اگر تمہیں اختلاف کا خطرہ ہوان کے مابین)الشقاق عداوت ودشمنی کیونکہ ہرایک ان میں سے وہ کام کرتا ہے جواس کے دشمن پر شاق گزرتا ہے۔ یا شقاق، ایک طرف مائل ہونا۔ گویا ہرایک ان میں سے اپنے ساتھی کی مخالف جانب میں جھکا ہوتا ہے۔ ضمیر کا مرجع میاں بیوی ہیں حالانکہ ان کا تذکرہ نہیں ہوا مگران دونوں کے حالات پر دلالت کرنے والی باتیں گزریں مثلاً مردوں اور عورتوں کا تذکرہ ہوا۔ نحو :شقاق بينهما۔ اصل میں شقاقاً بين هما ہے۔ یہاں مصدر کی اضافت ظرف کی طرف کی گئی ہے۔ اور ظروف میں وسعت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ بل مكر اليل والنهار۔ سبا۔ ۳۳۔ اصل میں یہ بل مكركم اليل والنهار تھا۔ فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (تم مقرر کرو ایک فیصلہ کرنے والا مرد کے اہل میں سے اور ایک عورت کے اہل میں سے) حَكَمٌ میاں بیوی کے خاندانوں میں سے بنانے کا حکم دیا۔ کیونکہ قریبی رشتہ دار اندرونی حالات سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اور وہ اصلاح کے بھی دوسروں کی بنسبت زیادہ طلب گار ہیں اور میاں بیوی بھی ان پر اطمینان واعتماد کرنے والے ہیں۔ پس وہ اپنی اندرونی بات ان کے سامنے محبت وبغض اور مصاحبت و مفارقت کی قسم سے ظاہر کردیں گے۔

ضمائر کے مراجع اور اصلاحِ ذات البین:

نمبرا: اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا (اگر ان دونوں کو اصلاح منظور ہوگی) میں ضمیر حکمین کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا (تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق فرمادینگے) میں ضمیر زوجین کی طرف جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر حکمین اصلاح ذات البین کا ارادہ رکھتے ہوں گے اور ان کی نیت صحیح ہوگی۔ تو ان کی وساطت میں برکت دی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ زوجین کے مابین الفت وموافقت کی کوشش کو واقع فرمادیں گے اور ان کے دلوں میں مودت واتفاق ڈال دیں گے۔ نمبر۲۔ دونوں ضمائر کا مرجع حکمین ہوں۔ تو مطلب یہ ہوگا۔ اگر حکمین اصلاح ذات البین کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اور میاں بیوی کے خیر خواہ ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین موافقت ڈال دیں گے۔ پس حکمین ایک بات پر اتفاق رائے کرلیں گے اور موافقت کی تلاش میں اتنی تگ ودو کریں گے یہاں تک کہ مراد پوری ہوجائے۔

نمبر۳: یا دونوں ضمائر زوجین کی طرف راجع ہوں۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر میاں بیوی اپنے مابین اصلاح کے خواستگار ہونگے اور بھلائی کے خواہاں ہونگے۔ اور باہمی مخالفت دور کرنا چاہتے ہونگے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین الفت القاء فرمادیں گے۔ اور دشمنی کو موافقت سے بدل دیں گے۔ اور بغض کو محبت میں بدل دیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والے) اور ارادۂ حکمین سے بھی واقف ہیں۔ خَبِيْرًا (خبر رکھنے والے ہیں) وہ زوجین میں سے ظالم کو جاننے والے ہیں۔ حکمین کو تفریق کا اختیار نہیں مگر امام مالک کا اس میں اختلاف ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی

اوراللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اور قرابت

الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ

داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پاس والے پڑوسی اور دور والے پڑوسی اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ

اور مسافر کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو مالکانہ طور پر تمہارے قبضہ میں ہیں اچھا سلوک کرو، بے شک

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ۳۶ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ

اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے۔ شیخی کی باتیں کرے جو لوگ کنجوسی کرتے ہیں اور لوگوں کو

النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا

کنجوسی کا حکم دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ ۳۷ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا

ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ پر

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا

ایمان نہیں لاتے اور نہ آخرت کے دن پر، اور شیطان جس کا ساتھی ہو

فَسَآءَ قَرِيْنًا ۳۸ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا

سو وہ بہت برا ساتھی ہے، اور کیا نقصان ہے ان کا اگر وہ ایمان لائیں اللہ پر، اور آخرت کے دن پر اور خرچ کریں

مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۳۹ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ

اس میں سے جو اللہ نے انہیں دیا ہے، اور اللہ ان کو خوب جانتا ہے، بے شک اللہ ظلم نہیں فرمائے گا۔

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا

ذرہ برابر بھی، اور اگر نیکی ہوگی تو اس کو چند در چند کر دے گا۔ اور اپنے پاس سے بڑا ثواب

عَظِيْمًا ۴۰

عطافرمائے گا۔

خلاصۂ عبودیت اور احکامِ شرعیہ:

آیت ۳۶: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) کہا گیا ہے کہ عبودیت چار باتوں کا مجموعہ ہے نمبرا۔ وفاء بالعہد۔ نمبر۲۔ رضا بالموجود۔ نمبر۳۔ حدود کی حفاظت۔ نمبر۴۔ ہاتھوں سے کھوئے جانے والی چیز پر صبر۔ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (اور اس کے ساتھ کسی چیز (صنم وغیرہ) کو شریک نہ ٹھہراؤ) شیئاً مفعول بہ ہے یا پھر مفعول مطلق اشراکًا کی صفت ہے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (اور والدین کے ساتھ احسان کرو) یعنی قول فعل سے اور بوقت ضرورت انفاق کے ذریعہ ان کے ساتھ احسان کرو۔ وَبِذِي الْقُرْبٰى (اور قرابت داروں کے ساتھ) خواہ بھائی ہو یا چچا یا دیگر۔ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى (اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی کے) یعنی پڑوس میں رہنے والا قرابت دار۔ وَالْجَارِ الْجُنُبِ دور کا پڑوسی۔ یا پڑوسی قریب النسب اور پڑوسی اجنبی۔

ہم مجلس کی مراد:

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ (ہم مجلس کے ساتھ) نمبرا۔ پہلو والا ساتھی یعنی زوجہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول یہی ہے۔ نمبر۲۔ یا وہ شخص جو تیرے پہلو میں رہے خواہ رفیق سفر بن کر یا شریک فی التعلیم رہ کر یا شاگرد بن کر۔ نمبر۳۔ یا تیرے پہلو میں بیٹھنے والا کسی مجلس یا مسجد میں۔

وَابْنِ السَّبِيْلِ (مسافر یا مہمان) وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (اور جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں) مثلاً غلام۔ لونڈیاں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (بیشک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑا خیال کرنے والا شیخی کی باتیں کرنے والا ہو) مختال اس شخص کو کہتے ہیں جو متکبر اور قرابت داروں اور پڑوسیوں سے نفرت کرتا ہو اور ان کی طرف بالکل توجہ نہ کرتا ہو۔ فخور وہ شخص جو تکبر سے اپنی تعریف کرے۔ شکور اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی اچھائی بطور اعتراف و تحدیث نعمت کے ذکر کرے۔

تفسیر آیت ۳۷:

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں)

نحو و قراءت:

نحو: نمبرا۔ الذین یبخلون، من کان مختالا فخورًا کا بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ مَنْ کے معنی کا لحاظ کر کے جمع لائے یا بطور مذمت جمع لائے۔ نمبر۲۔ ھم مبتداء محذوف اور الذین یبخلون اس کی خبر۔

قراءت: حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے البَخَل پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں جیسا کہ الرُّشد اور الرَّشَد۔

مفہوم آیت:

آیت کا معنی یہ ہے وہ جو کچھ اپنے ہاتھ میں ہے اس میں بخل کرتے ہیں اور جو لوگوں کے پاس ہیں اس میں بھی بخل کرتے ہیں کہ ان کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں صرف سخاوت کی دشمنی کرتے ہوئے۔

الفاظ کا باہمی فرق:

البخل : خود تو کھائے مگر دوسرے کو نہ کھلائے۔

الشح : نہ خود کھائے نہ دوسرے کو کھلائے۔

السخاء : خود کھائے دوسرے کو کھلائے۔

الجود : دوسروں کو کھلائے خود نہ کھائے۔

اظہارِ نعمت:

وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (اور وہ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطاء کی ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مال اور خوشحالی دی ہے اس کو چھپاتے ہیں۔ حدیث میں وارد ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام کرتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ بندے پر اپنی نعمتیں دیکھیں۔ (ترمذی۔ ۲۸۱۹)

واقعۂ عجیبہ:

ہارون الرشید کے ایک عامل نے ایک محل اس کے محل کے سامنے بنایا۔ کسی نے ہارون رشید سے اس کی چغلی کر دی۔ اس عامل نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! سخی کو یہ بات پسند آتی ہے کہ وہ اپنی نعمت کا اثر دیکھے میں نے چاہا کہ آپ کو میں آپ کے احسان پر نگاہ ڈلوا کر خوش کروں ہارون الرشید کو اس کی یہ بات بہت پسند آئی۔

شانِ نزول: ایک قول یہ بھی ہے کہ ان یہود کے متعلق اتری جنہوں نے محمد ﷺ کی تعریف تورات میں چھپائی تھی۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے) جس کے ساتھ ان کی تذلیل کی جائے گی۔

آیت ۳۸: وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ (اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کو دکھلاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں)

نحو: یہ یبخلون پر عطف ہے یا کافرین پر۔ رِئَآءَ النَّاسِ اس کا مفعول لہٗ ہے۔ رِئاء کا مطلب فخر کے لئے تاکہ ان کو بڑا سخی کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے نہیں۔ اس سے مراد منافقین یا مشرکین مکہ ہیں۔

وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا (وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس کا شیطان دوست ہو پس وہ بہت برا دوست ہے) اس لئے کہ وہ ان کو بخل اور ریا کاری اور دیگر بداعمالیوں پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ یہ وعید ہے۔ پھر مطلب یہ ہے کہ شیطان کو آگ میں ان کا قرین بنایا جائے گا۔

تفسیر آیت ۳۹:

وَمَاذَا عَلَيۡهِمۡ لَوۡ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ (ان کا کیا نقصان ہوتا اگر یہ اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لے آتے اور اس میں سے خرچ کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا ہے) ان کے ایمان پر کیا وبال پڑتا۔ اور انفاق فی سبیل اللہ پر کیا بوجھ پڑتا۔ دراصل اس انداز سے ان کی مذمت وتوبیخ کی گئی ہے۔ ورنہ تو ہر منفعت اور مصلحت اس میں یہی حکم رکھتی ہے۔ یہ اسی طرح بات ہے جیسے نافرمان بیٹے کو کہا جائے۔ اگر تو نیک ہوتا تو تیرا کیا نقصان تھا؟ اور یہ بات معلوم ہو چکی کہ نیکی میں تو کوئی مضرت نہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ توبیخ و مذمت ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمۡ عَلِيۡمًا (اللہ تعالیٰ ان کو خوب جاننے والے ہیں) اس جملہ میں کافروں کو دھمکی ہے۔

آیت ۴۰: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ (بیشک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر ظلم کرنے والے نہیں)

ذرّہ کی تحقیق:

ذَرَّةٌ۔ اصل میں چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے اپنا ہاتھ مٹی میں داخل کیا۔ پھر اس کو اوپر اٹھایا پھر اس میں پھونک ماری پھر فرمایا۔ کہ ان میں سے ہر ایک ذرہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دھول اور اڑتے غبار کا ہر جزء ذرہ ہے۔

وَاِنۡ تَكُ حَسَنَةً (اور اگر ذرہ بھر نیکی ہوگی) مثقال کی ضمیر مؤنث لائی گئی۔ کیونکہ اس کی نسبت حسنۃ مؤنث کی طرف ہے۔

نحو و قراءت:

نحو : حجازی کَانَ کو تامہ قرار دیتے ہیں۔ تکن کی نون کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا۔ يُّضٰعِفۡهَا (وہ اس کا ثواب کئی گنا کر دے گا)۔

قراءت: مکی وشامی قراء نے يُضَعِّفۡهَا پڑھا ہے۔ وَيُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِيۡمًا (اسے اجر عظیم عنایت فرمائیں گے) یعنی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اس نیکی کرنے والے کو بہت بڑا اجر عنایت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس اجر کو خود عظیم فرمایا اس کی مقدار کو کون جانتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دنیا کے سامان کو متاع قلیل کہا۔

ردِ معتزلہ:

اس میں معتزلہ فرقہ کی تردید ہے کہ جنہوں نے گناہ کبیرہ کے مرتکب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار دیا خواہ اس کی کتنی ہی نیکیاں کیوں نہ ہوں۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾

پس کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنائیں گے

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ

جس دن وہ آرزو کریں گے جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کہ کاش ! ان پر زمین برابر کر دی جاتی

وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾

اور یہ لوگ اللہ سے کوئی بات بھی نہ چھپائیں گے۔

آیت ۴۱: فَكَيْفَ (ان کفار کا کیا حال ہوگا) خواہ وہ یہود ہوں یا دیگر۔ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ (جبکہ ہر امت سے ہم ایک ایک گواہ حاضر کریں گے) جو ان پر ان کی کارکردگی کی گواہی دے گا اور وہ ان کا پیغمبر ہوگا۔

قیامت کی گواہی:

وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (اور آپ کو اے محمد ﷺ ان پر بطور گواہ لایا جائے گا) هٰٓؤُلَآءِ کا مشارٌ الیہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات ہے۔

شَهِيْدًا یہ حال ہے۔ یعنی شاہد کے طور پر لایا جائے گا۔ کہ آپ ایمان لانے والے اور کفر اختیار کرنے والے اور منافقت اختیار کرنے والوں پر گواہ ہونگے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سورۃ نساء تلاوت کی جب میں وجئنا بك علی هؤلاء شهيداً پر پہنچا تو رسول اللہ ﷺ پر گریہ طاری ہوا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا حسبنا احمد ۳۸۰ جلد ۱ بخاری ۴۵۸۲

آیت ۴۲: يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ (اس دن کافر چاہیں گے اور وہ جنہوں نے رسول کی نافرمانی کی کاش وہ پیوند زمین ہو جائیں)

قراءت ونحو:

یومئذ۔ ظرف ہے یود الذین کا تَسَوّٰی تا مفتوحہ اور تخفیف سین اور امالہ کے ساتھ اصل میں تتسوی ہے یہ حمزہ وعلی رحمہما اللہ نے پڑھا۔ تَسَّوّٰی۔ تا کا سین میں ادغام کر کے مدنی وشامی رحمہما اللہ نے پڑھا ہے۔

وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا (اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات نہ چھپا سکیں گے) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے چھپانے کی قدرت نہ پائیں گے۔ کیونکہ ان کے جوارح خود ان پر گواہ ہونگے۔

شانِ نزول: ابوداؤد ترمذی وحاکم میں ہے۔ کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں کے لئے کھانا تیار کرایا۔ یہ

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ع ۹ / ۴

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا

اے ایمان والو! اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو نماز کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ تم جان لو

مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ

کہ کیا کہہ رہے ہو، اور نہ اس حالت میں نماز کے پاس جاؤ جبکہ تم پر غسل فرض ہو، مگر یہ کہ راستہ گزرنے والے ہو یہاں تک کہ تم غسل کرلو۔ اگر تم مریض

مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ

ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ

پھر پانی نہ پاؤ تو ارادہ کرو پاک مٹی کا۔ سو مسح کر لو اپنے چہروں کا اور ہاتھوں کا

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝٤٣

بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مغفرت فرمانے والا ہے۔

ان دنوں کی بات ہے جب شراب مباح تھی۔ انہوں نے کھایا پیا۔ پھر ایک کو اپنے میں سے نماز کے لئے آگے کر دیا۔ تا کہ مغرب کی نماز پڑھائے۔ اس نے قل یٰاَیھا الکافرون کو لا اعبد کی بجائے اعبد اور انتم عابدون کو بھی لا کے بغیر پڑھا۔

آیت ۴۳: پس یہ آیت اتری: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (اے ایمان والو! تم نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ جانو۔ جو کچھ تم کہتے ہو) یعنی نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ تقولون کا مطلب تقرء ون ہے۔

نشہ میں کلمۂ کفر کا حکم:

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ نشے والے کا ارتداد ارتداد شمار نہ ہوگا کیونکہ لفظ لا کو گرا کر سورۂ کافرون کا پڑھنا کفر ہے۔ حالانکہ ان پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا۔ بلکہ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب فرمایا۔ اور آنحضرت ﷺ نے بھی ان کے اور ان کی ازواج کے درمیان تفریق کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ تجدید ایمان کا حکم دیا۔ کیونکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ جس کی زبان پر کفر غلطی سے جاری ہوا۔ اس پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا۔

وَلَا جُنُبًا (اور نہ اس حال میں کہ تم جنابت سے ہو) نَحْو: اس کا عطف انتم سکاریٰ پر ہے۔ جملہ محلاً منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لا تقربوا الصلوة سکاری ولا جنبًا یعنی جنابت کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔

جنب کی تفصیل:

اَلْجُنُبُ: کالفظ واحد وجمع کے لئے اور مذکرومؤنث کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ اسم ہے جو مصدر اَلْاِجْنَاب کی جگہ استعمال ہوا ہے۔

مسجد اور جنابت:

اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ (مگر یہ کہ تم (مسافر ہو) راستہ عبور کرنے والے ہو) یہ جنبًا کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا تقربوا الصلوة جنبًا غیر عابری سبیل یعنی جنبا مقیمین غیر مسافرین۔ یہاں جنب سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حاجت غسل کے باوجود غسل نہ کیا ہو۔

حَاصَلِ کلام: یہ ہوا لاتقربوا الصلاة غیر مغتسلین۔ تم نماز کے قریب نہ جاؤ جبکہ تم غسل نہ کرنے والے ہو۔ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا (یہاں تک کہ تم غسل کرلو) یعنی مگر یہ کہ تم مسافر ہو اور پانی نہ پانے والے ہو تیمم کرنے والے ہو۔ آیت میں تیمم کرنے والے کو مسافر کہا۔ کیونکہ مسافر کی عام حالت بغیر پانی کے ہوتی ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ لا تقربوا الصلوة تم نماز کے مقامات کے قریب نہ جاؤ۔ یعنی مساجد و لا جنبا کا مطلب تم مسجد کے قریب جنابت کی حالت میں مت جاؤ۔ الا عابری سبیل مگر راستہ عبور کرنے کی غرض سے۔ جنابت والے کے لئے مجبوری کی حالت میں مسجد میں سے گزرنا جائز ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ (اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے ہو کر آیا ہو)

الغائط۔ نشیبی زمین کو کہتے ہیں۔ وہ قضائے حاجت کے لئے نشیبی جگہوں میں جاتے تھے۔ پس وہ بول کر حدث سے فراغت کا کنایہ کر دیا۔ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو) یعنی ان سے قربت کی ہو۔ حضرت علی وابن عباس رضی اللہ عنہم سے یہی تفسیر مروی ہے۔

پانی نہ پانے کی حدود:

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً (پس تم پانی نہ پاؤ) یعنی اس کے نہ ہونے یا دور ہونے کی وجہ سے استعمال پر قدرت نہ رکھتے ہو۔ یا اسی طرح عدم قدرت میں پانی تک پہنچنے کے آلہ کا نہ پانا اور سانپ، درندہ، دشمن وغیرہ کا پانی کے پاس ہونے کی وجہ سے پانی تک نہ پہنچ سکنا شامل ہے۔

شرط میں چار اشیاء:

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (پس تم پاکیزہ مٹی سے تیمم کرو) چار چیزیں شرط کے تحت داخل ہیں نمبر ۱ مریض۔ نمبر ۲۔ مسافر۔ نمبر ۳۔ بے وضو۔ نمبر ۴۔ بے غسل۔ فا، جزاء کی لا کر تیمم کا امر فرمایا جو کہ تمام سے متعلق ہے۔

مَسْئَلَهٗ: جب مریض پانی نہ پائے خواہ حرکت نہ کرسکنے اور پانی تک نہ پہنچنے میں عاجزی کی وجہ سے اور مسافروں سے پانی دور ہونے کی بناء پر ان کی دسترس سے باہر ہو۔ اور بے وضو اور جنابت والے جب پانی نہ پائیں تو ان کو تیمم درست ہے۔

معنیٔ صعید:

زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں، صعید۔ سطح زمین کو کہتے ہیں۔ خواہ مٹی ہو یا اور کچھ اگر سخت چٹان ہو جس پر مٹی کا نشان بھی نہ ہو اسی پر تیمم کے لئے ضرب مار کر ہاتھ اور چہرے پر پھیر لیا تو تیمم سبب طہارت بن گیا۔ اور مِن کا حرف سورۂ مائدہ میں تبعیض کے لئے نہیں بلکہ ابتدائے غایت کے لئے ہے۔ طیب کا معنی طاہر ہے۔

قراءت: لمستم پڑھا حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے۔ فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ (تم مل لو اپنے چہروں اور بازوؤں پر) وجوھکم کی با بعض نے زائد قرار دی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا (بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے) رخصت و آسانی عنایت فرما کر۔ غَفُوْرًا (بخشنے والے ہیں) خطاؤں اور تقصیرات کو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ

کیا تو نے ان لوگوں کو دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی کو خریدتے ہیں

وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ

اور یہ ارادہ کرتے ہیں کہ تم راہ سے بھٹک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جاننے والا ہے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿٤٥﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا

اور اللہ کافی ہے ولی ہونے کے اعتبار سے اور اللہ کافی ہے مددگار ہونے کے اعتبار سے، جو لوگ یہودی ہیں

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کلمات کی تحریف کرتے ہیں ان کی جگہوں سے اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانیں گے

وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ

اور کہتے ہیں کہ سن لے اس حال میں کہ تو سننے والا نہ ہو، اور اپنی زبانوں کو موڑتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے لفظ رَاعِنَا کہتے ہیں

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

اور اگر وہ یوں کہتے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور آپ سن لیجئے اور ہم پر نظر فرمایئے تو ان کے لئے بہتر

وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٤٦﴾

ہوتا اور درست ہوتا اور لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی سو وہ ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑے سے آدمی،

اَلَمْ تَرَ کے معنی کی وضاحت:

آیت ۴۴: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا) الم تر میں نمبرا۔ رؤیت قلب مراد ہے۔ اور رؤیت پر الی لا کر۔ اَلَمْ ينته علمك اليهم کے معنی میں کر دیا گیا۔ کیا تمہارا علم ان تک نہیں پہنچا۔ نمبر۲۔ الم تر بمعنی الم تنظر ہے کیا تم نے غور نہیں کیا ان کی طرف۔ نصیبًا کا معنی تورات کا تھوڑا سا علم مراد اس سے احبار یہود ہیں۔

يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ (وہ گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں لیتے ہیں) مراد اس سے ان کا نبوت رسول اللہ ﷺ پر واضح دلائل قائم ہو جانے کے بعد بھی یہودیت پر اصرار کرنا ہے۔ حالانکہ وہ جان چکے ہیں کہ آپ وہ النبی العربی ہیں جن کی خوش خبری تورات

وانجیل میں دی جا چکی ہے اور وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِیْلَ (وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم راستہ سے گمراہ ہو جاؤ) تضلوا کی ضمیر کا مرجع مؤمن ہیں اور السبیل سے مراد اسلام کا حق والا راستہ ہے۔ یعنی وہ تمہیں بھی گمراہ دیکھنا چاہتے ہیں جیسے وہ خود گمراہ ہوئے۔

تفسیر آیت ۴۵:

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِکُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتے ہیں) اسی نے تمہیں ان کی دشمنی کی اطلاع دی ہے اپنے معاملات میں ان سے کوئی مشورہ مت طلب کرو۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا (اللہ تعالیٰ تمہارا پورا کارساز ہے) وہ کارسازی کر کے تمہیں نفع پہنچائے گا۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیْرًا (وہ اللہ پورا پورا مددگار ہے) ان کے ضرر کو دفع کریگا پس اس کی مدد و نصرت پر یقین کرو ان کی مکاریوں سے بچانے کیلئے۔

یا ان کی کچھ بھی پرواہ مت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ان کے خلاف نصرت کرے گا اور ان کی مکاریوں کیلئے کافی ہو جائے گا۔

نحو : وَلِیًّا اور نصیرًا یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہیں یا پھر حال ہیں۔

آیت ۴۶: مِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ (کچھ یہود تبدیل کرتے ہیں کلمات (تورات) کو اس کے مقامات سے)۔

ایک نحوی تحقیق:

نحو : نمبر ۱۔ یہ الذین اوتوا الکتاب کا بیان ہے۔ یا نمبر ۲۔ اعدائکم کا بیان ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ یا نمبر ۳۔ نصیرًا کے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ینصرکم من الذین ھادوا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: وَنَصَرْنٰہُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا [الانبیاء: ۷۷]

نمبر ۴۔ محذوف سے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ من الذین ھادوا قوم یحرفون الکلم۔ پس قوم مبتداء اور یحرفون اس کی صفت اور من الذین ھادوا اس کی خبر مقدم۔ اس صورت میں موصوف قوم کو حذف کر کے اس کی صفت موضحہ یحرفون الکلم کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

تحریفِ مواضع کی مثال:

یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ (وہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے) یحرفون کا معنی پھیرنا اور زائل کرنا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو بدل کر ان کی جگہ دیگر کلمات رکھ دیتے تو گویا ان کے اپنے مقامات سے پھیر دیتے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو رکھا تھا۔ اور اس سے زائل کر دیتے۔ اس تحریف کی مثال آپ کی تعریف میں یہ کلمہ تھا۔ اسمر ربعة مناسب قد سیاہی سفیدی مائل۔ انہوں نے بدل کر گندم گوں طویل القامت کر دیا۔

اس آیت میں عن مواضعہ کے الفاظ ہیں۔ اور مائدہ۔ ۴۱ میں من بعد مواضعہ ہے۔ دونوں میں فرق: عن مواضعہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کلمات کو ان مقامات سے ہٹاتے جہاں حکمت الٰہیہ کے مطابق ان کو رکھا گیا تھا۔ اس کا مقصد اپنی شہوات کی

اتباع ہے۔اور من بعد مواضعه کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلمہ ایسے مقام پر رکھتا جہاں رکھنا زیادہ مناسب تھا۔جب انہوں نے اس کی تحریف کی تو اس لفظ کو چھوڑ دیا تو وہ اس مسافر کی طرح بن گیا۔جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔اپنے ان مخصوص مقامات کے بعد۔ دونوں معانی قریب ہی ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (اور وہ کہتے ہیں ہم نے سنا آپ کا قول اور نافرمانی کی آپ کے حکم کی) دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ عصينا آہستہ کہتے۔وَاسْمَعْ (تو سن ہماری بات)۔

کلمۂ مدح وقدح:

غَيْرَ مُسْمَعٍ (نہ سنائے جاؤ) یہ مخاطب سے حال ہے۔تقدیر کلام یہ ہے۔اسمع و انت غير مسمع۔یہ کلمہ دوطرفیں رکھتا ہے۔مذمت و مدح۔مذمت اس طرح۔نمبرا۔تو ہم سے سن ہم تمہیں بددعا دے رہے ہیں لا سمعت کی کیونکہ اگر ان کی بددُعا قبول ہو تو کچھ نہ سنتے۔اس لئے کہ اصم غیر مسمع ہوتا ہے۔انہوں نے یہ بات اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہی کہ ان کا قول لا سمعت مقبول بددعا ہے۔نمبر۲۔تو سن تمہیں ایسا جواب نہ دیا جائے جس کی طرف تم بلاتے ہو مطلب یہ ہے کہ کبھی موافق جواب نہ سننے پاؤ۔گویا کہ تم نے کچھ سنا ہی نہیں۔نمبر۳۔تم سنو پسندیدہ بات،نہ سنائے جاؤ۔کیونکہ تمہارے کان اس کو سننا پسند نہیں کریں گے۔

مدح کا احتمال بھی ہے۔کہ تم سنو اور ناپسندیدہ بات نہ سنائے جاؤ یہ اس محاورہ سے نکلا ہے۔اسمع فلان فلانا۔فلاں نے فلاں کو خوب جلی کٹی سنائیں۔

مرادراعنا:

وَرَاعِنَا (تو ہماری رعایت کر) نمبرا۔راعنا میں یہ احتمال بھی ہے کہ تو ہمارا انتظار کرتا کہ ہم تجھ سے بات کریں۔اور نمبر۲۔ عبرانی سریانی کلمے کے مشابہ بھی ہو سکتا ہے۔جس سے وہ گالی دیتے تھے وہ "راعینا" ہے۔وہ اس سے دین کا مذاق اڑاتے اور رسول اللہ ﷺ سے تمسخر کرتے یہ ذو معنیین (دونوں معنوں کا احتمال رکھنے والا) کلام کر کے گالی اور توہین مراد لیتے اور ظاہر کرتے کہ وہ توقیر واکرام کر رہے ہیں۔

حق کو باطل کی طرف موڑنا:

لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ (اپنی زبانوں کو موڑ کر) یعنی بل دے کر اور تبدیل کر کے۔نمبرا۔مطلب یہ ہے کہ اپنی زبانوں کے ساتھ حق کو باطل کی طرف موڑتے۔اس طرح کہ انظرنا کی بجائے راعنا کہتے اور لا سمعت مكروهًا کی بجائے غير مسمع کہتے۔نمبر۲۔اپنی زبانوں کو بل دے کر بطور منافقت اس طرف موڑتے جو گالی و برائی ان کے باطن میں چھپی تھی۔وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ (اور دین میں طعنہ زنی کی خاطر) اس سے مراد ان کا وہ قول ہے کہ اگر یہ سچے پیغمبر ہوتے تو ضرور یہ اطلاع دیتے اس اعتقاد کی جو ہمارے باطن میں ہے۔وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (کاش وہ سمعنا اور اطعنا کے لفظ کہتے) اور عصينا نہ کہتے اور و اسمع کہتے اور اس کے ساتھ غير مسمع نہ ملاتے اور انظرنا کہتے راعنا نہ کہتے۔لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو اس کا کہنا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

اے وہ لوگو! جن کو کتاب دی گئی ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا جو اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے۔

مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا

اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں پھر ان کو الٹی جانب کی طرح بنا دیں یا ان پر لعنت کر دیں جیسا

لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۴۷ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ

کہ ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر لعنت کی، اور اللہ کا حکم پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک

بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى

کیا جائے اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے بخش دے گا اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے تو اس نے بہت

اِثْمًا عَظِيْمًا ۝۴۸

بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔

ان کے حق میں بہتر ہوتا) یعنی ان کی یہ بات اللہ تعالیٰ کے ہاں پسند ہوتی۔ وَاَقْوَمَ (اور زیادہ عدل و انصاف والی ہوتی) وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ (اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے باعث ان پر لعنت کی) اور ان کے کفر اختیار کر لینے کی وجہ سے رحمت سے دور پھینک دیا۔ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (پس بہت تھوڑے ان میں سے ایمان لائیں گے) ان میں سے بعض حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے حضرات مسلمان ہوئے۔ نمبر۲۔ یہ اتنا کمزور ایمان رکھتے ہیں جو نا قابل اعتبار ہے اور یہ کہ بعض پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور دوسری کتابوں سے انکار کرتے ہیں۔

آیت ۴۷: جب وہ ایمان نہ لائے تو یہ آیت اتری: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا (اے اہل کتاب تم ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا) نزلنا سے مراد قرآن ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (وہ تصدیق کرنے والا ہے، اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے) مراد تورات ہے۔

طمس وجوہ کا معنی:

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا (اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں) یعنی عین، ابرو، ناک، منہ کے نشانات کو مٹا ڈالیں۔ فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ (اور ہم ان کو گدی کی طرح کر دیں) کہ نشان مٹ کر وہ بھی گدی کی طرح سپاٹ ہو جائیں فا اس میں سببیہ ہے اور فا تعقیب کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ کہ ان کو دو سزاؤں سے ڈرایا گیا جن میں ایک دوسرے کے بعد آئے گی ان

چہروں کا پشت کی طرف پھیرنا مٹانے کے بعد ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم چہروں کو مٹادیں اور چہروں کو پشت کی طرف پھیر دیں۔ اور گدی کو اگلی طرف یہ بھی کہا گیا کہ طمس سے مراد تبدیل کرنا اور بدلنا ہے۔ جس طرح قبطیوں کے اموال کو پتھر بنادیا اور وجوہ سے ان کی وجاہت اور سرداری مراد ہو یعنی اس سے قبل کہ ان کے باوجاہت لوگوں کے حالات بدل ڈالیں اور ان کی ترقی چھین کر ذلت اور وجاہت کو پستی سے بدل دیں۔

دو میں سے ایک عذاب:

اَوْ نَلْعَنَھُمْ کَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ (یا ان پر ہم لعنت کریں جیسا ہم نے ہفتہ والوں پر لعنت کی) یعنی ان کو مسخ کر کے رسوا کریں جیسا ہفتے والوں کو مسخ کیا۔ ھم ضمیر وُجُوہ کی طرف راجع ہے اگر اس سے مراد صاحب وجاہت ہوں۔ یا ضمیر الذین اوتوا الکتاب کی طرف لوٹتی ہے۔ بطریق التفات۔ اور یہ وعید اس وقت ان سے متعلق ہوتی جب کہ کوئی بھی ان میں سے ایمان نہ لاتا۔ حالانکہ بعض ایمان لا چکے جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے اس وقت آیت سنی جبکہ وہ شام سے لوٹ رہے تھے۔ وہ گھر جانے سے قبل ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اپنے گھر بھی پہنچ سکوں گا۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ میرے چہرے کو مسخ کر دے۔

نمبر۲ دوسری تفسیر یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دو باتوں میں سے ایک سے ڈرایا۔ نمبر۱۔ طمس وجوہ۔ نمبر۲۔ لعنت۔ پس اگر طمس نے ان کے سرداروں کے حالات کو بدل دیا پھر دو میں سے ایک بات تو ہو گئی۔ اور اگر ان رؤسا کو نہیں بدلا تو لعنت ان کو پہنچ گئی۔ وہ ہر زبان سے ملعون ہیں۔

نمبر۳۔ یہود کے متعلق اس پیشن گوئی کے پورے ہونے کا قیامت سے قبل انتظار ہے۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (اور اللہ تعالیٰ کا حکم ضرور پورا ہو کر رہتا ہے) امر اللہ سے جس کا حکم دیا گیا۔ اور وہ عذاب ہے۔ جس سے ان کو ڈرایا گیا۔ مَفْعُوْلًا یعنی ہر صورت پورا ہوگا۔ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تو دو میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔

آیت ۴۸: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ (بیشک اللہ نہ بخشے گا یہ کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے اور بخش دے گا اس کے علاوہ کو) نہ بخشنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر موت شرک پر آ گئی۔ ذلك کا مشار الیہ مادون الشرك ہے۔ خواہ کبیرہ بدون توبہ ہو۔

شرک مغفور بالتوبہ:

الحاصل: شرک مغفور بالتوبہ ہے۔ اور جو توبہ نہ کرے مگر گناہ شرک کے علاوہ ہوں تو اس سے بخشش کا وعدہ ہے۔ مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ بخشے گا اس کو جو شرک کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ مشرک ہے۔ اور گنہگار کو گناہ ہونے کے باوجود بخش دے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور اس کی غلطیاں اس کو نقصان نہ دیں گی۔ (احمد ص: ۳۶۲ جلد ۲)

محبوب ترین آیت:

لِمَنْ يَّشَآءُ (جس کے لئے وہ چاہے گا) یہ مشیت کی قید آیت کو اس کے عموم سے نہیں نکالتی۔ جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ (الشوریٰ:۱۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ محبوب آیت میرے لئے یہ ہے۔ (اس لئے کہ اس میں مغفرت الٰہی کی بہت بڑی امید دلائی گئی ہے)۔

معتزلہ کا قول اور اس کا جواب:

یہ مَادُوْنَ کی مغفرت کا وعدہ توبہ کے ساتھ معلق ہے۔ مگر یہ باطل بات ہے۔ کیونکہ کفر تو مغفور عنہ توبہ کے ساتھ اس آیت سے ہے۔ قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفرلھم ما قد سلف۔ الانفال۔ ۳۸۔ پس اس سے کم درجہ کے گناہ تو توبہ سے بخشے جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ حالانکہ یہ آیت زیر تفسیر ان دونوں چیزوں کے مابین فرق کیلئے اتاری گئی ہے۔ اور وہ اسی طرح ہو سکتی ہے جیسا ہم نے کہا۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا (جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا پس اس نے بہت بڑا طوفان باندھا) اس نے ایسا بڑا جھوٹ بنایا ہے جس سے دردناک عذاب کا حقدار بن گیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَلَا

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی جانوں کو پاکیزہ بتاتے ہیں، بلکہ اللہ جس کو چاہے پاکیزہ بناتا ہے اور لوگوں پر

یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا

کھجور کی گٹھلی کے تاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ دیکھو یہ لوگ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کا یہ افتراء صریح گناہ

ع ۸ ۷ مُّبِیْنًا ﴿۵۰﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ

ہونے کے لئے کافی ہے۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ مانتے ہیں بتوں کو

وَالطَّاغُوْتِ وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِیْنَ

اور شیطان کو، اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے ان کے نسبت یہ کافر

اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ

زیادہ راہ راست پر ہیں ایسا کہنے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کردے تو اس کے لئے

تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا ﴿۵۲﴾ؕ اَمْ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ

کوئی مددگار نہ پائے گا۔ کیا ان لوگوں کا ملک میں کچھ حصہ ہے سو ایسی صورت میں لوگوں کو وہ

النَّاسَ نَقِیْرًا ﴿۵۳﴾ۙ

ذرا سی چیز بھی نہ دیتے۔

آیت ۴۹ : یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے یہود و نصاریٰ میں سے اپنے آپ کو پاک قرار دیا کہ ہم تو انبیاء علیہم السلام کے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور کہا ہمارے سواء جنت میں کوئی نہ جائے گا۔

اللہ کا تزکیہ معتبر ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو اپنے آپ کو پاک قرار دیتے ہیں) اس میں تمام ایسے لوگ شامل ہیں جو اپنے طور پر پاک باز بنتے ہیں اور اپنے عمل کی پاکیزگی سے اپنے نفس کو موصوف قرار دیتے ہیں۔ اور اطاعت و تقویٰ کے اضافہ سے نفس کو متصف مانتے ہیں۔ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ (بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں پاک کرتے ہیں) اس میں یہ بات بتلائی کہ اللہ تعالیٰ کا تزکیہ ہی قابل اعتبار ہے۔ کسی دوسرے کا تزکیہ معتبر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی

اہل تزکیہ کو جاننے والے ہیں۔اسی طرح کی دوسری آیت سورۃ النجم ۳۲ فَلَا تُزَكُّوا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى کہ اپنے کو پاک مت قرار دو۔وہ متقین کو خوب جانتا ہے۔وَلَا يُظْلَمُوْنَ (ان پر ظلم نہ کیا جائے گا) یعنی جو لوگ اپنے آپ کو پندار میں پاک قرار دیتے ہیں۔ان کو ان کے پاک قرار دینے پر پوری سزا دی جائے گی یا جن کو وہ چاہے گا ان کی پاکیزگی پر ثواب دیا جائے گا اور ان کے ثواب میں کسی چیز کی کمی نہ ہوگی۔فَتِيْلًا (بٹے ہوئے دھاگے کی مقدار) الفتیل ہاتھوں سے میل کی مروڑی بنانا۔

آیت ۵۰:اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (غور کرو۔یہ کس طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) اپنے خیال کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاکیزہ ہیں۔وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا (اس افتراء کا کھلا گناہ ہونا ظاہر ہے) یعنی ان کے تمام گناہوں میں یہ تزکیہ والا زعم گناہ ہونے کے اعتبار سے کافی ہے (کسی دلیل کا محتاج نہیں)

آیت ۵۱:اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے غور کیا ان لوگوں کی حالت پر جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا) یعنی یہود يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ (وہ بتوں پر ایمان لاتے ہیں) الجبت ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔وَالطَّاغُوْتِ (اور شیطان) وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا (اور وہ کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ ایمان والوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں) اس کا واقعہ اس طرح ہے حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف دونوں یہود کی سردار ایک یہودی جماعت کے ہمراہ مکہ گئے۔تاکہ قریش سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑنے کا معاہدہ کریں۔انہوں نے کہا۔تم اہل کتاب ہو۔اور محمد ﷺ کے تم زیادہ قریب ہو اور وہ ہماری نسبت تم سے قریب تر ہیں۔ہمیں تمہارے اس فریب پر اعتبار نہیں۔بس ایک صورت ہے کہ تم ہمارے معبودوں کو سجدہ کرو تو ہم تم پر اعتبار کر لیں گے۔انہوں نے بتوں کو سجدہ کیا۔پس جبت و طاغوت پر ایمان لانا اسی بات کو قرار دیا گیا کیونکہ اصنام کو سجدہ ریزی اس کا عملی مظاہرہ تھا۔انہوں نے ابلیس ملعون کی اتباع کی۔

پھر ابوسفیان نے کہا تم بتلاؤ کیا ہم زیادہ ہدایت یافتہ ہیں یا محمد ﷺ تو کعب کہنے لگا۔تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔

آیت ۵۲:اُولٰۤئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ (یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے) کہ ان کو اپنی رحمت سے دور ہٹا دیا ہے۔وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا (جس پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائیں تم ہرگز اس کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے) کہ جو اپنی مدد سے اس کی نصرت کرے۔

آیت ۵۳:پھر یہود کی بخل و حسد سے ان کی تعریف کی حالانکہ یہ دونوں بدترین خصلتیں ہیں۔وہ اپنے مال کو تو روک کر رکھتے ہیں مگر تمنا اس چیز کے ملنے کی کرتے ہیں جو دوسروں کو ملی۔چنانچہ فرمایا۔اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ

نحو :ام۔منقطعہ ہے۔اور ہمزہ استفہام انکاری کے معنی میں ہے۔ہاں ان کے پاس کوئی سلطنت کا حصہ نہیں ہے۔

یہود کی شدتِ بخل:

فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا (ایسی حالت میں تو یہ لوگوں کو ذراسی چیز بھی نہ دیتے) یعنی اگر حکومت کا کچھ حصہ ہوتا۔اہل دنیا کی حکومت یا اللہ تعالیٰ کی مملکت تو پھر بھی یہ شدت بخل کی وجہ سے لوگوں کو ایک معمولی چیز بھی نہ دیتے۔

النقیر وہ گڑھا جو گٹھلی کی پچھلی جانب پایا جاتا ہے۔یہ فتیل کی طرح قلت کی مثال بیان کی۔

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَیْنَآ

کیا وہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے، سو ہم نے

اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ

آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی اور ہم نے ان کو بڑا ملک عطا کیا۔ سو ان میں سے

اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰی بِجَهَنَّمَ سَعِیْرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ

بعض اس پر ایمان لائے اور بعض نے اس سے روگردانی کی۔ اور کافی ہے دوزخ کا دہکتی ہوئی آگ ہونا۔ بلاشبہ

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ

جن لوگوں نے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جب بھی ان کی کھالیں پک جائیں گی

بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۵۶﴾

تو ہم ان کی کھالوں کے علاوہ ان کی دوسری کھالیں پلٹ دیں گے تاکہ عذاب چکھیں۔ بیشک اللہ زبردست ہے۔ حکمت والا ہے۔

آیت ۵۴: اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (بلکہ یہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھی ہے) یعنی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسد کرتے ہیں۔ باوجودیکہ حسد قبیح چیز ہے۔ اور حسد کی وجہ وہ نصرت وغلبہ اور عزت میں اضافہ اور ہر روز کی ترقی تھی (جو ان کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی) فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ (تحقیق ہم نے آل ابراہیم کو کتاب یعنی تورات دی) وَالْحِكْمَةَ (اور نصیحت) یعنی دین کی گہری سمجھ بوجھ۔

یہود کو الزامی جواب:

وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا (اور ہم نے ان کو بہت بڑی بادشاہت دی) یعنی بادشاہت یوسف وداؤد وسلیمان علیہم السلام یہ یہود کو الزامی جواب دیا خود اسی بات سے جس کو وہ جانتے بوجھتے تھے۔ کہ اسلاف محمد ﷺ یعنی آل ابراہیم علیہ السلام کو کتاب، حکمت اور مملکت دی جا چکی۔ اس لئے اگر آج آل ابراہیم کے جلیل القدر فرزند کو نبوت وحکومت اسلاف کے مشابہ دے دی جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے۔

آیت ۵۵: فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ (پس ان میں سے کچھ تو ایمان لائے) اس پر یعنی یہود میں کچھ لوگوں نے آل ابراہیم والی بات پر یقین کر لیا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ (اور کچھ نے اس سے منہ پھیر لیا) باوجودیکہ وہ اس کے صحیح ہونے کا یقین رکھتے تھے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے عنقریب ہم ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَھُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُھُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝۵۷

جاری ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان میں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو گھنے سائے میں داخل کریں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَھْلِھَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ

بے شک اللہ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ امانت والوں کو امانتیں دے دیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان

النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

فیصلے کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلے کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی تمہیں نصیحت فرماتا ہے وہ بہت اچھی ہے۔ بے شک اللہ

سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝۵۸

سننے والا دیکھنے والا ہے۔

دوسری تفسیر:

ان یہود میں سے کچھ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور بعض نے اس نبوت کو اوپرا اقرار دے کر انکار کی ٹھان لی۔

وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا (جہنم کی بھڑکتی آگ ان کے لئے کافی ہے) جو ایمان لانے سے باز رہے۔

تفسیر آیت ۵۶:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ (بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ہماری آیات کے ساتھ عنقریب ہم انکو داخل کرینگے)۔ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا۔ (آگ میں۔ ہر دفعہ جب ان کی کھال جل جائے گی۔ تو ہم پہلی کھال کی جگہ دوسری کھال بنا دیں گے) نَضِجت کا معنی جلنا۔ بَدَّلنا جلودًا غیرھا کا معنی ان کھالوں کو ان جلی کھالوں سے بدلنا ہے۔ پس تبدیلی اور تغیر دونوں ہیئتوں کے مختلف ہونے کے ساتھ ہوگی، نہ کہ اصل کی تبدیلی کے ساتھ۔ اہل حق کا یہی مسلک ہے۔ فرقہ کرامیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ فضیل رحمہ اللہ کہتے ہیں جلی کو ان جلی بنا دیا جائے گا۔ لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ (تا کہ وہ عذاب کو چکھیں) اور عذاب کا ذائقہ ہمیشہ رہے۔ اور منقطع نہ ہو۔ جیسے کسی عزیز کو تم کہتے ہو۔ اعزك اللّٰہ یعنی اللہ تمہیں عزت میں دوام میسر فرمائیں۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) انتقام لے سکتے ہیں۔ کوئی چیز اس کے ارادے کو مجرمین پر نافذ کرنے سے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ حَكِيْمًا (وہ حکمت والے ہیں) اس کام میں جو کافروں کے ساتھ وہ کریں۔

آیت ۵۷: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَھُمْ

فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (اور جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم ان کو جنتوں میں ضرور داخل کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ وہ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اوران کے لئے وہاں ستھری بیویاں ہونگی) مطھرۃ کا مطلب نجاسات' حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

خوبصورت سایہ میں داخلہ:

وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا (اور ہم ان کو وسیع سایہ میں داخل کرینگے) ظلیل یہ صفت کا صیغہ ہے جو ظل سے لیا گیا۔ اور اس کے معنی کی تاکید کے لئے لایا گیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ لیل الیل۔ طویل رات۔ ظلیل وہ سایہ جو دراز خوبصورت ہو۔ نہ اس میں سوراخ ہو۔ اور ہمیشہ کا سایہ ہو کہ جس کو سورج نہ مٹا سکے اور ایسا سہانا کہ نہ اس میں گرمی ہو نہ ٹھنڈک۔ اور یہ صفات جنت کے سایہ کے علاوہ کسی میں نہیں۔

تمام فرائض امانتیں:

آیت ۵۸ : پھر حکام کو مخاطب کر کے ادائیگی امانات کا حکم دیا۔ اور عدل کا حکم دیا اپنے اس ارشاد سے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتیں امانت والوں کو ادا کردو) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس حکم میں ان فرائض کی ادائیگی بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ جن کو انسان نے اٹھایا ہے۔ اور حواس کی حفاظت بھی انہیں میں شامل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو) حکمتم کا معنی فیصلہ کرنا۔ العدل کا معنی برابری کرنا اور انصاف کرنا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ تو حدیبیہ کے بعد اسلام لا چکے تھے:

دوسرا قول یہ ہے۔ کہ عثمان بن طلحہ بن عبدالدار بیت اللہ کا چابی بردار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کعبہ کی چابی لی۔ جب آیت نازل ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ کہ یہ چابی اس کو واپس کر دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق قرآن اتارا ہے۔ یہ آیت عثمان کو پڑھ کر سنائی وہ سنتے ہی مسلمان ہو گیا۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی کہ چابی برداری عثمان کی اولاد میں ہمیشہ رہے گی۔ (حاشیہ کشاف)

اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ (اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھی چیز کی نصیحت کرتے ہیں)

نحو و قراءت:

ما نکرہ منصوبہ موصوفہ ہے یعظکم، سے تقدیر عبارت یہ ہے۔ نعم شیئاً یعظکم بہ۔

نمبر۲۔ ما موصولہ مرفوعۃ المحل۔ مابعد اس کا صلہ۔ تقدیر عبارت یہ ہے نعم الشئ الذی یعظکم بہ مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ یعنی نعما یعظکم بہ ذاك۔ ذاك کا مشار الیہ ادائیگی امانات اور عدل فی الحکم ہے۔

قراءت: نِعْمَ مدنی اور ابو عمرو نے پڑھا۔ نَعِم شامی اور حمزہ و علی نے پڑھا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا (بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری باتوں کو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی، اور ان لوگوں کی فرمانبرداری جو اولوالامر ہیں تم میں سے

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

پس اگر تم آپس میں کسی چیز کے بارے میں جھگڑنے لگو تو اس کو لوٹا دو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تم اللہ

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اور بہت خوب تر ہے۔ کیا آپ نے

الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ

ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے جو اللہ نے آپ کی طرف نازل فرمایا اور اس پر بھی ایمان لائے جو

اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ

آپ سے پہلے نازل کیا گیا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ شیطان کی طرف اپنا قضیہ لے جائیں حالانکہ

اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾

ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس کے منکر ہوں، اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو گمراہ کر کے دور کی گمراہی میں ڈال دے۔

سننے والے) بَصِيْرًا (تمہارے اعمال کو دیکھنے والے ہیں)۔

آیت ربط:

آیت ۵۹: جب حکام کو ادائیگی امانات اور انصاف سے فیصلے کرنے کا حکم دیا تو لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ ان کی اطاعت کریں۔ فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بات مانو۔ پس اگر تم کسی چیز میں تنازع کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو) اولی الامر سے مراد حکام یا علماء ہیں کیونکہ ان کا حکم حکام پر چلتا ہے۔ اگر تم اور حکام کسی دینی امر میں مختلف ہو جاؤ تو اس میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو۔

اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے سب سے اچھی اور تاویل کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے) ایمان اطاعت کو لازم کرتا ہے نہ کہ نافرمانی کو۔ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ امراء کی اطاعت لازم ہے جبکہ وہ حق کی موافقت کریں۔ جب وہ حق کی مخالفت کریں تو پھر ان کی اطاعت

نہیں۔اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق)) (احمد ۴۰۹ جلد ۱)

دلچسپ حکایت: مسلمہ بن عبدالملک نے ابوحازم کو مخاطب کر کے کہا کیا تمہیں ہماری اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا۔ جو اللہ کے اس ارشاد میں ہے و اولی الامر منکم۔

ابوحازم: کیا جب تم حق کی مخالفت کرو تو تمہاری اطاعت ختم نہیں ہو جاتی۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ یعنی قرآن اور رسول آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد آپ کی احادیث کی طرف۔

ذٰلِكَ اس کا مشار الیہ الرّد ہے۔ کتاب و سنت کی طرف لوٹانا۔ خَیْرٌ بہت بہتر ہے۔ جلد ملنے والا ہے۔ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا اور بہت بہتر ہے تاویل کے لحاظ سے۔ یعنی انجام کے لحاظ سے۔

بشر منافق اور یہودی کا قصہ:

آیت ۶۰: بشر منافق اور یہودی کے درمیان جھگڑا تھا۔ یہودی نے اس کو کہا کہ آؤ نبی اکرم ﷺ سے فیصلہ کروالیں۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آپ رشوت نہیں لیتے۔ منافق نے کہا چلو کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں۔ اس کا مقصد تھا کہ اس کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرالے۔ پھر دونوں فیصلہ لے کر حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ مگر منافق راضی نہ ہوا۔ اور کہنے لگا آؤ۔ ہم عمر کے پاس فیصلہ لے جاتے ہیں۔ یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔ مگر یہ راضی نہیں ہوا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے منافق کو کہا۔ کیا بات اسی طرح ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم دونوں یہاں ٹھہرو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس نکل کر آؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر نکلے۔ اور منافق کی گردن ماردی۔ اور کہا میرا فیصلہ اس کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتا یہی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کو دیکھا جن کا گمان یہ ہے) جبرئیل علیہ السلام نے کہا عمر نے حق و باطل میں تفریق کردی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو فاروق ہے (اسباب النزول للواحدی)

اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ (کہ وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو اتاری گئی آپ کی طرف اور وہ جو اتاری گئی آپ سے پہلے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ شیطان کی طرف اپنا فیصلہ لے جائیں)

نحو: یریدون۔ یزعمون کی ضمیر سے حال ہے۔

طاغوت سے مراد کون ہے؟

نمبر۱۔ طاغوت سے مراد کعب بن اشرف یہودی ہے اس کو طاغوت اس لئے کہا کیونکہ وہ سرکشی میں حد سے بڑھنے والا تھا۔ اور عداوت رسول میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔

نمبر۲۔ اس کو شیطان سے تشبیہ دی۔ نمبر۳۔ غیر اللہ کی طرف فیصلہ لے جانے کو تحاکم الی الطاغوت قرار دیا اور اس کی دلیل آیت کا اگلا حصہ ہے۔ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا (حالانکہ ان کو شیطان کی نافرمانی کا حکم دیا۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو دور کی گمراہی میں مبتلا کر دے)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ

اور جب ان سے کہا گیا کہ آ جاؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے نازل فرمایا اور آ جاؤ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ

تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے ہٹتے ہیں، پس کیا حال ہو گا جب ان کو کوئی مصیبت

مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ

پہنچے ان کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کرتوتوں کی وجہ سے پھر وہ آئے آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں

اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ

کہ ہمارا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ بھلائی کی صورت نکل آئے اور آپس میں موافقت ہو جائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کچھ ان کے دلوں میں ہے

قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا

اللہ اسے جانتا ہے۔ سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے، اور ان کی ذاتوں کے متعلق ان سے ایسی باتیں کہہ دیجئے جو ان کے حق میں خوب زیادہ

بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ

فائدہ مند ہوں۔ اور ہم نے پیغمبر نہیں بھیجے مگر اسی لئے کہ بحکم خداوندی ان کی فرمانبرداری کی جائے اور جب انہوں نے

اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آتے پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

استغفار کرتا تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربانی فرمانے والا پا لیتے۔

ضلال بعید کیا ہے:

یضل سے مراد حق سے ہٹانا۔ ضلال بعید سے مراد موت تک قائم رہنے والی گمراہی ہے۔

تفسیر آیت ۶۱:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ (جب منافقین کو کہا جاتا ہے) تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ (آؤ فیصلہ کرانے کے لئے اس

حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اتارا اور رسول کی طرف) رَاَیۡتَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا (تم دیکھو گے کہ منافقین تم سے رکتے ہیں رکنا) یعنی وہ آپ سے اعراض کر کے دوسرے کی طرف جاتے ہیں۔ تاکہ اس کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لیں۔

آیت ۶۲: فَکَیۡفَ (پس ان کا کیا حال ہوگا) اور یہ کیا کچھ کر رہے ہیں۔ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ (جب ان کو کوئی مصیبت پہنچ جاتی ہے) یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بشر کا قتل۔ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡهِمۡ (جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا) یعنی تمہارے سواء اور کسی کے پاس فیصلہ لے گئے اور فیصلے میں آپ پر بے انصافی کی تہمت لگائی۔ ثُمَّ جَآءُوۡكَ (پھر آپ کے پاس مقتول کے منافقین ساتھی آئے) یَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّ تَوۡفِیۡقًا (اس حال میں کہ وہ اللہ کی قسمیں اٹھا رہے ہیں کہ ہم نے تو آپ کے علاوہ دوسرے کے ہاں فیصلہ لے جا کر بھلائی اور متخاصمین کے درمیان موافقت کا ارادہ کیا) برائی اور آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی آپ کے فیصلہ پر ناراضگی ظاہر کی ہے۔

نحو: کیف میں استفہام تعجبی ہے۔ یحلفون باللّٰہ حال ہے۔

منافقین کو وعید:

درحقیقت یہ ان کے فعل پر وعید ہے۔ کہ وہ عنقریب شرمندہ ہونگے۔ جبکہ ان کو شرمندگی کچھ کام نہ آئے گی۔ اور نہ معذرت فائدہ دے گی۔

ایک قول یہ ہے کہ منافق کے رشتہ دار اس کے خون کا مطالبہ لے کر آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس خون کو رائیگاں قرار دیا۔ اور کہنے لگے ہم تو عمر کے پاس فیصلہ لے کر اس لئے گئے تھے۔ کہ وہ عادلانہ فیصلہ سے ہمارے ساتھی پر احسان کریں اور اس کے اور اس کے مخالف کے درمیان موافقت کروا دیں۔ ہمارے دل میں یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ وہ ایسا فیصلہ کر ڈالیں گے جو انہوں نے کر دیا۔

آیت ۶۳: اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُ اللّٰهُ مَا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ (یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو ان کے دلوں میں ہے) یعنی منافقت۔ فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ (آپ ان سے اعراض فرمائیں)۔ وَعِظۡهُمۡ وَقُلۡ لَّهُمۡ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَوۡلًاۢ بَلِیۡغًا (اور ان کو نصیحت کریں اور ان کو ان کے متعلق مؤثر بات کہیں)

اعرض کا مفہوم:

اَعۡرِضۡ کا مطلب۔ نمبر۱۔ ان کا عذر قبول کرنے سے اعراض کریں۔ اور ڈانٹ ڈپٹ اور انکار کے ساتھ ان کو نصیحت کریں۔ اور ان کو نصیحت کرنے میں تخویف و انذار میں خوب مبالغہ کریں۔ یا نمبر۲۔ انجام سے اعراض کریں اور عتاب سے نصیحت کریں اور ان کی اس حرکت کے متعلق آپ کے دل میں جو آخری نصیحت ہے وہ ان کو کریں۔ اور بلاغت کا قاعدہ ہے کہ اپنی زبان سے اس حقیقت کو پہنچے جو ان کے دل و جنان میں ہے۔

نَحو : فی انفسھم یہ قل لھم سے متعلق ہے۔ ای قل لھم فی انفسھم الخبیثۃ وقلوبھم المطویۃ علی النفاق۔ ان کے خبیث نفوس اور نفاق پر لپٹے ہوئے دل کے اندر اترنے والی بات کہیں۔ قولاً بلیغاً پوری بات جو ان تک پہنچ جائے اور ان میں اثر انداز ہو۔

آیت ٦٤ : وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ (نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول کبھی بھی مگر اس لئے تا کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے اذن سے) باذن اللّٰہ کا مطلب۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کی توفیق بخشی اور اس میں آسانی فرمائی۔ نمبر۲۔ اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کی اجازت دی۔ اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مبعوث پیغمبر کے بارے میں حکم دیا کہ وہ اس کی اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دینے والا ہے۔ پس اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ۔ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡٓا اَنۡفُسَهُمۡ (اور جبکہ انہوں نے طاغوت کے پاس فیصلہ کرانے کیلئے جانے کے سبب اپنے نفسوں پر ظلم کر لیا تھا) جَآءُوۡكَ (آپ کے پاس آ جاتے) نفاق سے سچی توبہ کر کے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کی معذرت کر لیتے۔ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ (پھر نفاق شقاق سے سچی توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتے) وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے استغفار کرتے) ان کی معافی کی سفارش کر کے لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا (وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا) رَّحِيۡمًا (مہربان پاتے)۔

نَحو : جاؤك جو کہ اَنَّ کی خبر ہے یہ اذ ظلموا میں عامل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ ولو وقع مجیئھم فی وقت ظلمھم مع استغفار ھم واستغفار الرسول۔ اگر ان کی آمد اس ظلم کے وقت میں استغفار ذاتی اور شفاعت رسول کے ساتھ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لیتا۔

شفاعت کا اعلیٰ مرتبہ:

نکتہ: استغفرت لھم نہیں فرمایا بلکہ اس کی بجائے استغفرلھم الرسول فرمایا اس سے آپ کی عظمت شان اور آپ کے استغفار کا مقام و مرتبہ ظاہر فرمایا۔ اور اس پر متنبہ فرمایا کہ جس ہستی کو الرسول کہتے ہیں۔ ان کی شفاعت کا بارگاہ الٰہی میں بڑا مرتبہ ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک بدو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آیا اور اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ڈال کر لوٹ پوٹ ہونے لگا اور قبر کی مٹی کا چلو بھر کر اپنے سر پر ڈالا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ نے کہا ہم نے سنا اور آپ پر جو قرآن اترا اس میں یہ آیت ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم (الآیۃ) میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور آپ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی کی خاطر آیا ہوں۔ میرے لئے میرے رب سے استغفار کر دیں۔ آپ کی قبر سے یہ آواز آئی اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔ (احادیث کی معتبر کتابوں میں اس روایت کا ثبوت نہیں ملتا۔ اسی لئے علامہ نسفی نے قیل کے کمزور الفاظ سے ذکر کیا ہے) صحابہ کرامؓ نے اس کو قبر مبارک کے پاس اس طرح کیونکر چھوڑا ہو گا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا

سو قسم ہے آپ کے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ جو ان کے آپس کے جھگڑے ہوں ان میں آپ کو فیصلہ کرنے والا بنا کر آپ کے

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا

فیصلے سے اپنے دلوں میں کسی بھی طرح کی تنگی محسوس نہ کریں اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔ اور اگر ہم

كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ

ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنی جانوں کو قتل کرو یا یہ کہ اپنے گھروں سے نکل جاؤ

مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ

تو اس پر عمل نہ کرتے مگر تھوڑے سے لوگ، اور اگر وہ لوگ ان کاموں کو کرتے جن کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ

خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾

ان کے حق میں بہتر ہوتا، اور یہ ان کے ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا عمل ہوتا اور اس وقت ان کو ہم اپنے پاس سے ضرور اجر عظیم عطا کرتے۔

وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾

اور ہم ان کو سیدھے راستے پر چلاتے۔

تفسیر آیت ۶۵:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (پس آپ کے رب کی قسم ہے۔ وہ ایماندار نہیں ہونگے) نحو: لا زائدہ ہے قسم کے معنی کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور لا یؤمنون جواب قسم ہے یا تقدیر عبارت اس طرح ہے فلا یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح وہ کہتے ہیں پھر فرمایا: وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ آپ کے رب کی قسم وہ مؤمن نہ ہونگے۔ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (یہاں تک کہ وہ آپ کو فیصل مانیں ان معاملات میں جو ان کے مابین پیش آنے والے ہوں) یعنی جو ان کے مابین مختلف اور مختلط ہیں اور اسی سے الشجرہ کو شجرہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی شاخیں آپس میں ملی جلی ہوتی ہیں۔ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا (پھر وہ نہ پائیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی) مِّمَّا قَضَيْتَ (اس سے جو آپ نے فیصلہ کیا) یعنی آپ کے فیصلے سے دل میں تنگی محسوس نہ کریں یا شک نہ کریں۔ کیونکہ شک کرنے والا اپنے معاملے میں تنگی محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو واضح یقین نہ ہو جائے۔

وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (اور وہ آپ کے حکم کو بلا کراہت بخوشی مان لیں) اور وہ آپ کے فیصلے کے پورے طور پر مطیع ہو

جائیں۔سلم اور اسلم نفسہ کہا جاتا ہے۔جبکہ وہ اپنے نفس کو اس کے لئے خالص کر دے۔

تسلیم کا معنی:

تَسْلِيْمًا یہ مصدر ہے جو فعل کیلئے بطور تاکید لایا گیا۔اور یہ فعل کو دوبارہ لانے کی طرح ہے۔گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ وینقادوا لحکمك انقیادًا لا شبھة فیه بظاھر ھم و باطنھم۔مطلب یہ ہوا کہ وہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ آپ کے حکم اور فیصلے پر رضامند نہ ہوں۔

تفسیر آیت ۶۶:

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ (اگر ہم ان پر فرض کر دیتے)ھم سے مراد منافقین ہیں۔اگر ہمارا فرض کرنا ان پر واقع ہوتا۔

قتل انفس کا مطلب:

اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (کہ تم اپنے نفسوں کو قتل کرو) اَنْ مفسرہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ جہاد کے ذریعے اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کرو۔یا اگر ہم ان پر واجب کر دیتے جیسے ہم نے بنی اسرائیل پر قتل انفس لازم کیا تھا۔اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ یا اپنے گھروں سے نکلو یعنی ہجرت کرو۔مَّا فَعَلُوْهُ (تو وہ ایسا نہ کرتے) بوجہ منافقت کے۔

نحو :ہُ کی ضمیر قتل یا خروج کی طرف راجع ہے۔یا ضمیر لائے کیونکہ کتبنا کی دلالت اس پر موجود ہے۔

اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے)

قراءت:شامی نے قلیلاً پڑھا مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے اور حالت رفعی،فعلوا کی ضمیر جمع کا بدل ہونے کی وجہ سے ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ (اگر یہ لوگ کیا کرتے جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے)یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور ان کی حکم برداری۔لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو ان کے لئے بہت بہتر ہوتا)دونوں جہانوں میں وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا (اور ان کے ایمان کو اور زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا)اور اضطراب و بے چینی سے دور ہوتا۔

آیت ۶۷ : وَّاِذًا (اور اس حالت میں) لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا (اور ہم اپنی طرف سے ان کو عطاء کرتے بہت بڑا ثواب)

جواب سوال مقدر:

نحو :اذا یہ سوال مقدر کا جواب ہے گویا اس طرح کہا۔تثبیت کی صورت میں کیا ملتا تو جواب دیا۔کہ اگر وہ ثابت قدم ہو جاتے تو ہم منقطع نہ ہونے والا کثیر ثواب دیتے۔عظیما سے یہاں کثیر مراد ہے۔

آیت ۶۸ :وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (اور ضرور ان کی ہم راہنمائی کرتے سیدھے راستہ کی طرف)ہدایت سے یہاں مراد دین پر ثابت قدمی دینا ہے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ

اور جو لوگ اللہ کی اور رسول کی فرمانبرداری کریں سو یہ ان اشخاص کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی

النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾

انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات اچھے رفیق ہیں،

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ ع

یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

نحو: ہم مفعول اول اور صراطًا مستقیمًا مفعول ثانی ہے۔

خوب رفاقت والے:

آیت ۶۹ : وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (جو لوگ اللہ اور رسول کے حکم پر چلیں گے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انعام سے سرفراز فرمائے گا۔ یعنی انبیاء، صدیقین شہداء، صالحین)

جو ایسی اطاعت کرے گا جیسے انبیاء علیہم السلام کے افضل صحابہ رضی اللہ عنہم۔

الصدیق نمبرا۔ سچائی میں مبالغہ کرنے والا کہ اس کا ظاہری معاملہ بھی صدق والا ہو اور باطن کا صدق مراقبہ کے ساتھ ہو۔ نمبر۲۔ جو اپنے فعل سے قول کی تصدیق کرنے والا ہو۔ والشہداء وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت پائی۔

والصالحین جن کے احوال نیک ہوں اور اعمال خوب تر ہوں۔

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (یہ لوگ بہت اچھے ساتھی ہیں) یعنی ان لوگوں کی رفاقت کیا ہی خوب ہے۔ رفیق۔ صدیق کی طرح ہے۔ یہ واحد وجمع دونوں طرح مستعمل ہے۔

آیت ۷۰: ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ (یہ مہربانی اللہ تعالیٰ کی ہے)

فضل کیا ہے:

نحو: ذٰلک مبتدا ہے اسکی خبر الفضل من اللہ ہے یا الفضل مشارٌ الیہ ہے اور من اللہ خبر ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ نمبرا۔ کہ فرمانبرداروں کو عظیم اجر کا ملنا اور انعام یافتہ لوگوں کی رفاقت کا میسر آنا یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ اسی نے ہی یہ نعمت ان کو میسر فرمائی۔

نمبر۲۔ انعام یافتہ لوگوں کو فضیلت اور مرتبہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملا ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ پورا پورا

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ خُذُوا۟ حِذْرَكُمْ فَٱنفِرُوا۟ ثُبَاتٍ أَوِ ٱنفِرُوا۟ جَمِيعًا ﴿٧١﴾

اے ایمان والو! تم اپنے بچاؤ کا سامان لے لو پھر نکل کھڑے ہو چھوٹی جماعتیں یا بڑی جماعتیں بنا کر،

وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ ج فَإِنْ أَصَٰبَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ

اور بلاشبہ تم میں بعض ایسے لوگ ہیں جو دیر لگاتے ہیں، سو اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچ جائے تو کہتے ہیں اللہ نے مجھ پر

ٱللَّهُ عَلَىَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ أَصَٰبَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ ٱللَّهِ

انعام فرمایا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ حاضر نہ تھا۔ اور اگر تم کو اللہ کا فضل حاصل ہو جائے

لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُنۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُۥ مَوَدَّةٌ يَٰلَيْتَنِى كُنتُ مَعَهُمْ

تو کہنے لگتے ہیں گویا کہ تمہارے اور ان کے درمیان کوئی دوستی ہی نہیں اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا

فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَٰتِلْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱلَّذِينَ يَشْرُونَ

تو مجھ کو بڑی کامیابی حاصل ہوتی۔ سو جو لوگ آخرت کے بدلہ دنیا والی زندگی کو اختیار کرتے ہیں

ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا بِٱلْءَاخِرَةِ ط وَمَن يُقَٰتِلْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَيُقْتَلْ

ان کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر وہ قتل کر دیا جائے

أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾

یا غالب ہو جائے سو عنقریب ہم اسے اجر عظیم عطا کریں گے۔

جاننے والے ہیں) اپنے بندوں کو اور ان کو جو ان میں سے فضیلت والے ہیں۔

نکتہ: اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے۔ کہ بندوں سے اللہ تعالیٰ جو بھی بھلائی والا معاملہ فرماتے ہیں وہ محض اس کا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں جیسا معتزلہ (خذلهم الله) کہتے ہیں۔

آیت ۷۱: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ خُذُوا۟ حِذْرَكُمْ (اے ایمان والو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لیا کرو) احتیاط کرو اور دشمن سے بچو۔

صرف ولغت:

الحِذْر اور الحَذَر۔ ایک معنی رکھتے ہیں یعنی بچنا۔ ان کی نظیر اثر اور اَثر کا لفظ ہے۔ محاورہ ہے۔ اخذ حذرہ۔ جبکہ وہ محتاط

ہو جائے۔ اور خوف زدہ چیز سے بچ جائے۔ گویا اس نے احتیاط کو ایسا آلہ بنایا جس سے اس نے اپنے نفس کو بچالیا۔ اور اپنی روح کی حفاظت کرلی۔ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ (پھر نکلو متفرق ٹولیاں بنا کر) یعنی دشمن کی طرف متفرق سرایا میں جماعت بنا کر نکلو۔ الثبات کا معنی جماعات ہے۔ اس کا واحد ثُبَّۃٌ ہے۔

اکٹھے نکلنا:

اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا (یا اکٹھے نکلو) یا رسول اللہ ﷺ کی معیت میں۔ کیونکہ جماعت بلا اطاعت کامل نہیں اور معاہدہ بلا واسطہ کے منظم نہیں ہوتا۔ یا انفروا ثباتٍ تم متفرق نکلو جبکہ نفیر عام نہ ہو یا جماعتوں کی صورت میں نکلو جبکہ نفیر عام ہو۔

نحو: ثبات اور جمیعًا دونوں حال ہیں۔

تفسیر آیت ۷۲:

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ (اور تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو سست پڑ جاتے ہیں)

جان بوجھ کر سستی والے منافق ہیں:

نحو: لَمَنْ کی لام ابتدائیہ ہے۔ جیسا کہ ان اللّٰہ لغفورٌ میں ہے۔ من موصولہ ہے۔ لیبطئنّ کا لام قسم محذوف کا جواب ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہے۔ وان منکم لمن اقسم باللّٰہ لیبطئن۔ قسم اور جواب قسم مل کر مَنْ کا صلہ ہے۔ اور اس کے اندر لوٹنے والی ضمیر لیبطئن میں جا گزین ہوگئی ہے۔ مطلب یہ ہے لیتثاقلن و لیتخلفنّ عن الجھاد۔ وہ ضرور بوجھل ہونگے اور ضرور جہاد سے پیچھے رہیں گے۔ بطؤ کا معنی ابطاء ہے۔ تاخیر کو۔ کہتے ہیں مابطؤ بلک۔ اور یہ با سے متعدی بنتا ہے۔ اس میں لشکر رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے۔ منکم سے مراد یہ ہے کہ ظاہر سے وہ تم میں سے ہیں اور باطن سے نہیں بلکہ وہ منافق ہیں۔ اور خفیہ طور پر کہتے ہیں تم اپنے آپ کو کیوں قتل کرتے ہو۔ انتظار کرو یہاں تک کہ غلبہ ہو جائے۔

فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ (اگر تم پر قتل و شکست کی مصیبت پڑتی ہے) تو وہ سستی کرنے والا منافق کہتا ہے۔ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا (وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کر دیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا) شہید کا معنی حاضر و موجود (ورنہ مجھے بھی ویسی مصیبت پہنچتی جیسی ان کو پہنچی)

آیت ۷۳: وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ (اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی کوئی مہربانی پہنچتی ہے) فتح یا غنیمت کی صورت میں۔ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ (وہ ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی نہیں ہے)

یہ سب غنیمت کے فوت ہو جانے کی بناء پر ہے نہ کہ ثواب کی طلب میں۔ گویا اس کی اس سے پہلے تمہارے ساتھ کوئی دوستی نہیں کیونکہ منافقین مؤمنین سے ظاہر میں دوستی رکھتے اگرچہ باطن میں ان کے لئے فساد کے خواہاں تھے۔

قراءت ٗ نحو: لم تکن کو مکی و حفص نے لم یکن پڑھا ہے۔ کان یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ اس کا اسم محذوف ہے یعنی کانہ بینکم و بینہ مودۃٌ یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو لیقولنَّ اور اس کے مفعول کے درمیان حائل ہے۔ وہ مفعول یٰلَيْتَنِيْ

کُنْتُ مَعَهُمْ (ہائے کیا خوب ہوتا کہ میں بھی ان لوگوں کے شریک حال ہوتا) ہے۔

فَاَفُوْزَ یہ تمنی کا جواب ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا (پس میں بڑی کامیابی پاتا) یعنی غنیمت میں سے وافر حصہ پاتا۔

مخلصین کو جہاد لازم ہے:

آیت ۷۴: فَلْیُقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یَشْرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ (پس چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لوگ لڑیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے فروخت کرنے والے ہیں) یَشْرُوْنَ فروخت کرنے کے معنی میں ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ مؤمن آخرت کی باقی زندگی کو دنیا کی جلدی ختم ہونے والی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں لے لیتے ہیں۔ یعنی اگر بیمار دلوں والے اور کمزور نیات والے کبھی جہاد سے رک جائیں۔ تو ثابت قدم رہنے والے مخلصین کو ضرور لڑنا چاہیے۔

دوسری تفسیر:

یشرون، یشترون کا ہم معنی ہے۔ مراد وہ منافقین ہیں جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے خریدنے والے ہیں۔ اس میں ان کو نصیحت کی گئی کہ وہ اپنے نفاق کو بدلیں اور اللہ اور اس کے رسول پر مخلصانہ ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جیسا جہاد کا حق ہے۔ جہاد کریں۔

مقبول کوشش برائے اعزازِ دین:

وَمَنْ یُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَلْ اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا (جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے گا پس وہ مارا جائے گا یا غالب آئے گا عنقریب ہم اس کو بہت بڑا اجر دیں گے)

اس آیت میں اجر عظیم کا وعدہ کامیابی اور مغلوبیت ہر دو صورت میں اس کے اعزاز دین کے لئے کوشش کی بناء پر ہے۔

وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ

اور تمہیں کیا عذر ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ضعیفوں کی خاطر جن میں مرد اور عورتیں

وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ

اور بچے ہیں جنگ نہ کرو جو یوں کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب نکال ہم کو اس بستی سے جس

الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۙۚ وَّاجْعَلْ

کے رہنے والے ظالم ہیں، اور بنا دے ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایت کرنے والا اور ہمارے لئے اپنے پاس سے

لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا ۝۷۵ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ

کوئی مددگار بنا دے جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، سو تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو

اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ۝۷۶

بلاشبہ شیطان کی تدبیر ضعیف ہے۔

آیت ۷۵: وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ (اور تمہارے پاس کیا عذر ہے۔ کہ تم جہاد نہ کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں حالانکہ کمزور)۔

نحو: ما مبتداء لکم خبر ہے۔ یہ استفہام نفی میں سستی پر متنبہ کرنے کے لئے اور اثبات میں انکار کے لئے ہے۔ لَاتقاتلون یہ حال ہے۔ اور اس میں عامل استقرار ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا محاورے میں کہتے ہیں مالک قائمًا۔ تو کیوں کھڑا ہے؟ اب مطلب یہ ہوا۔ تمہیں کیا ہوگیا کہ تم قتال چھوڑنے والے ہو حالانکہ اس کے دواعی موجود ہیں۔

مستضعفین کون لوگ ہیں؟

المستضعفین یہ حالت جری میں ہے کیونکہ سبیل اللّٰہ پر اس کا عطف ہے۔ یعنی فی سبیل اللّٰہ وفی خلاص المستضعفین۔ یا مستضعفین کی حالت نصبی ہے۔ ای اختص من سبیل اللّٰہ خلاص المستضعفین۔ من المستضعفین۔ کیونکہ سبیل اللہ تو ہر خیر میں عام ہے۔ اور کمزور مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں سے چھوڑانا یہ بھلائی کے اعلیٰ وخاص

طرق میں سے ہے۔ مستضعفین سے مراد مکہ میں وہ اسلام لانے والے جن کو کفار نے ہجرت سے روک دیا۔ چنانچہ وہ کفار کے درمیان کمزور و عاجز ہو کر رہے۔ ان سے سخت ایذاء پاتے رہے۔ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ (مرد اور عورتیں اور بچے) یہاں بچوں کا تذکرہ ان کے افراط ظلم کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ ان کی ایذاء سے نابالغ بچے بھی محفوظ نہ رہے۔ بچوں کو ایذاء ان کے والدین کو تنگ کرنے کے لئے تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کمزور لوگ اپنے بچوں کو دعاؤں میں شریک کرتے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جلد نازل ہو۔ کیونکہ چھوٹے بچے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں جیسا کہ قوم یونس علیہ السلام نے کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ بھی ان مستضعفین میں سے تھے۔

کمزوروں کی دُعا:

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا (وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں) القریۃ سے مراد مکہ ہے۔ الظالم یہ قریہ کی صفت ہے۔ مگر اس کا اسناد اھلھا کی طرف ہے۔ وہ اس کا فاعل ہے۔ اس کا اعراب القریہ والا ہے۔ کیونکہ یہ اس کی صفت ہے اور اہل اس کا موصوف ہے۔ اس لئے اس کی تذکیر اس کے مذکر لانے کا سبب ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ من هذه القرية التى ظلم اهلها۔

معاون کی مراد:

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا (اور تو مقرر فرما ہمارے لئے اپنی طرف سے مددگار) جو ہمارے معاملے کا ذمہ دار بنے اور ہمیں دشمنوں کے چنگل سے چھڑائے۔ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا (اور تو مقرر فرما ہمارے لئے اپنی طرف سے ایسا معاون) جو ان کے خلاف ہماری مدد کرے۔ وہ اخلاص سے دعا کرتے اور اس سے مدد مانگتے۔ چنانچہ بعض کو مدینہ منورہ منتقل ہونا میسر آ گیا۔ اور بعض تو فتح مکہ تک رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے بہتر ولی و ناصر مقرر فرما دیا۔ اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پس آپ ان کے بہترین نگران بنے۔ اور ان کی زبردست مدد فرمائی۔ جب آپ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔ پس لوگوں نے ان کی طرف سے اسی طرح ولایت و نصرت پائی جیسا ان کو چاہئے تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ وہ کمزور کی طاقت ور کے خلاف مدد کرتے۔ یہاں تک کہ وہ ظالموں سے زیادہ عزت والے ہو گئے۔

آیت ۷۶: پھر مسلمانوں کو رغبت دلائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا مددگار اور کارساز ہے اور مسلمانوں کے دشمن شیطان کی راہ میں لڑنے والے ہیں ان کا دوست شیطان ہی ہے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور وہ لوگ جو کافر ہیں وہ شیطان کے راستہ میں لڑتے ہیں) الطاغوت سے مراد شیطان ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو،

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ

پھر جب ان پر جنگ کرنا فرض کیا گیا تو اس وقت ان میں سے ایک فریق لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسا اللہ سے ڈرتے ہوں

اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ

بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرتے لگے، اور کہنے لگے کہ اے رب آپ نے ہم پر جنگ کیوں فرض کی ہم کو تھوڑی مدت کے لئے مہلت کیوں نہ دی

قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾

آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا نفع تھوڑا سا ہے اور آخرت بہتر ہے اس کے لئے جو پرہیزگاری اختیار کرے اور تم لوگوں پر کھجور کی گٹھلی کے تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ وَاِنْ

تم جہاں بھی ہو تم کو موت پکڑ لے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں کے اندر ہو، اور اگر

تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

ان کو کوئی اچھی حالت پیش آ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے، اور اگر ان کو کوئی بری حالت پیش آ جاتی ہے

يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۭ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ فَمَالِ هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ

تو کہتے ہیں کہ یہ تیری وجہ سے ہے، آپ فرما دیجئے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے، سو ان لوگوں کو کیا ہوا

لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ

کہ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں جاتے، تجھے جو کوئی اچھی حالت پہنچ جائے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور تجھے جو کوئی

اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

بری حالت پہنچ جائے سو وہ تیری طرف سے ہے، اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی ہے

شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾

گواہی دینے والا۔

کید شیطانی:

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ (تم شیطان کے دوستوں سے لڑو) اولیاء سے مراد کفار ہیں۔ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ۔

کید۔ نمبرا: سے وساوس مراد ہیں۔ نمبر۲۔ حالت کو بگاڑنے کی کوشش مختلف حیلہ بازیوں سے۔ كَانَ ضَعِيْفًا (شیطان کی تدبیر بہت کمزور ہے) کیونکہ وہ دھوکا ہے۔ اس سے حاصل کچھ نہیں۔ نمبر۲۔ شیطانی تدبیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے مقابلہ میں ضعیف ہے۔

آیت ۷۷: مسلمان کفار سے لڑائی کرنے سے رکے ہوئے تھے جب تک وہ مکہ میں مقیم تھے۔ ان کی تمنا یہ تھی کہ ان کو قتال کی اجازت مل جائے۔ پس یہ آیت اتری۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ (کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کہا گیا۔ تم اپنے ہاتھوں کو روکو لڑائی سے) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ (اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پس جب لڑائی ان پر فرض کر دی گئی مدینہ منورہ پہنچ کر)۔

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ (اسی وقت ایک جماعت ان میں سے لوگوں سے ڈرنے لگی جیسا اللہ تعالیٰ سے ڈرا جاتا ہے) یعنی وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان سے کفار لڑائی کریں۔ جیسا کہ وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی پکڑ اتار دیں گے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ان کو دین میں شک وشبہ ہے۔ بلکہ ارواح کو خطرات میں ڈالنے سے فرار اختیار کرتے ہوئے۔ اور موت سے ڈرتے ہوئے۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خوف طبعی ہے۔ یہ اس بناء پر نہیں کہ اعتقاداً وہ اللہ تعالیٰ کے حکم وامر سے نفرت کرنے والے تھے۔ انسانی فطرت ہے کہ اس چیز سے نفرت کرتا ہے۔ جس میں وہ ہلاکت کا خوف غالب پاتا ہے۔

نحو: خشیة اللّٰه میں مصدر کو مفعول کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ یخشون کی ضمیر سے یہ حال ہے۔ یعنی وہ لوگوں سے اہل خشیت اللہ کی طرح ڈرتے ہیں۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی خشیت والے لوگوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں۔ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً (یا وہ خشیت میں ان سے بھی بڑھ کر ہیں) اس کا عطف حال پر ہے۔ مطلب یہ ہوا وہ اہل خشیت سے زیادہ خشیت والے ہیں اس جگہ او۔ تخییر کیلئے ہے۔ یعنی اگر تم ان کی خشیت کو خشیت اللہ کی طرح قرار دو تب بھی تو درست ہے اور اگر تم کہو کہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ تو تو درست کہہ رہا ہے۔ کیونکہ ان کو مثلیت حاصل ہوگئی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ (وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے ہم پر لڑائی کو کیوں فرض کیا) لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ (اس کو تو نے ایک قریبی وقت تک کے لئے مؤخر کیوں نہ کیا) یعنی تو نے موت تک مہلت کیوں نہ دی کہ ہم بستر پر مرتے۔

درحقیقت یہ قتال کی فرضیت کی وجہ حکمت کے متعلق سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اعتراض نہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ انکو اس سوال پر توبیخ نہیں کی گئی بلکہ اسکا جواب انہیں دیا گیا۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ۔ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (کہہ دیں کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے، البتہ آخرت بہت بہتر ہے اس کیلئے جس نے تقویٰ اختیار کیا) متاع دنیا قلیل کا مطلب زائل ہونا ہے اور آخرت کثیر اور دائم ہے اور کثیر بھی اگر زوال پذیر ہو تو قلیل ہے پھر قلیل اور زائل کا خود اندازہ کر لو! وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (تم پر دھاگے

برابر بھی ظلم نہ ہوگا) تمہارے اجور میں سے معمولی چیز بھی کم نہ کی جائے گی قتل کی آرزومندی سے۔ اسلئے اس سے اعراض نہ کرو۔
تظلمون کو یظلمون مکی، حمزہ، علی رحمہم اللہ نے پڑھا۔

تفسیر آیت ۷۸:

پھراس آیت میں واضح فرمایا۔ کہ احتیاط، تقدیر میں کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتی۔ فرمایا۔ اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ (جہاں بھی تم ہوگے۔ موت تم کو آئے گی) وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (خواہ تم بلند قلعوں یا محلات میں ہو)

نحو: این میں شرط کے معنی میں تاکید کے لئے ما کو بڑھایا گیا ہے۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ (اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچے) جیسے خوشحالی، ارزانی يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ (اگر ان کو برائی پہنچتی ہے) یعنی قحط کی مصیبت اور سختی پہنچتی ہے۔ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ (تو وہ کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے) اس کی نسبت آپ کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ وہ تیری طرف سے ہے۔ اور تیری نحوست سے ہے (نعوذ باللہ) اور اس کی وجہ یہ تھی کہ منافقین اور یہود کو جب کوئی اچھائی میسر آتی تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے اور جب کوئی تکلیف پہنچتی تو اس کی نسبت محمد ﷺ کی طرف کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید فرمائی۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (آپ کہہ دیں کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا (ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھ بھی نہیں سکتے) یفقھون، سمجھنے کے معنی میں ہے۔ اگر وہ سمجھتے تو جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ ہی کھولنے اور رزق کے تنگ کرنے والے ہیں۔ اور یہ تمام اس کی حکمت سے ہوتا ہے۔

نحو: كُلٌّ کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ اور وہ ذلك ہے۔ یعنی وہی ارزاق کو کھولنے اور بند کرنے والے ہیں۔

آیت ۷۹: پھر فرمایا۔ مَآ اَصَابَكَ (جو تجھ کو پہنچے) مِنْ حَسَنَةٍ (کوئی نعمت واحسان) كَ کا مخاطب انسان ہے اور خطاب عام ہے۔ زجاج کہتے ہیں۔ خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے اور مراد آپ کے علاوہ ہیں۔

فَمِنَ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) یعنی اس کا تفضل واحسان ہے۔ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ (اور جو تمہیں آزمائش ومصیبت پہنچے) فَمِنْ نَّفْسِكَ (پس وہ تیری طرف سے ہے) یعنی ان اعمال کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کیے ہیں جیسا دوسری آیت میں فرمادیا۔ وما اصابکم من مصيبة فبما كسبت ايديكم۔

اچھائی و برائی آپ کے اختیار میں نہیں:

وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا (اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے) نمبرا۔ آپ تقدیر بنانے والے نہیں ہیں کہ آپ کی طرف سختی کی نسبت کر رہے ہیں۔ نمبر۲۔ آپ کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ پس آپ کے ذمہ پیغام رسالت کو پہنچانا ہے۔ اچھائی و برائی آپ کے اختیار میں نہیں۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے) کہ آپ اس کے رسول ہیں۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ جملہ پہلے کلام سے متصل ہے۔ کہ وہ بات کو سمجھنے کے قریب نہیں جاتے بلکہ کہتے ہیں۔ ما اصابك۔ گویا یہ بھی منافقین کا مقولہ ہے۔ نحو: شہیداً یہ تمیز ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۸۰

جو شخص فرمانبرداری کرے رسول کی تو اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے روگردانی کی سو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ

اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا کام بات ماننا ہے، پھر جب آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ اس بات کے

الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى

خلاف کہتے ہیں جو وہ کہہ چکے تھے، اور اللہ لکھتا ہے جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کرتے ہیں، سو آپ ان کی طرف سے اعراض کریں اور اللہ پر بھروسہ

اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۸۱ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ

کریں، اور اللہ کافی ہے کار ساز کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر وہ اللہ کے سوا کسی غیر کے پاس

غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۸۲

سے ہوتا تو اس میں بکثرت اختلاف پاتے۔

تردید معتزلہ:

معتزلہ نے اس آیت میں حسنة و سیئة کو طاعت و معصیت قرار دیا حالانکہ یہ صراحۃً ظلم ہے اور ما اصابك اس پر زور و شور سے دلالت کر رہا ہے۔ کیونکہ اصاب وما اصبت افعال کے لئے محاورہ میں استعمال ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ معتزلہ تو اس بات کے بھی قائل نہیں کہ حسنات کا خالق و موجد اللہ تعالیٰ ہے۔ پس آیت میں ان کے استدلال کی قطعاً گنجائش نہیں۔

تفسیر آیت ۸۰:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (جو رسول کی اطاعت کرتا ہے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے) کیونکہ وہ رسول تو حکم نہیں دیتے اور منع نہیں کرتے مگر اسی کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دے رکھا اور جس سے منع کر رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ وَمَنْ تَوَلّٰى (جس نے اطاعت سے منہ موڑا) پس اس سے اعراض کیا۔ فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر) کہ آپ ان کے اعمال کی حفاظت کریں اور ان کا محاسبہ کر کے ان پر ان کو سزا دیں۔

آیت ۸۱ : وَيَقُوْلُوْنَ (اور منافق کہتے ہیں) جب آپ ان کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں۔ طَاعَةٌ ۔ نحو : یہ مبتدائے محذوف امرنا کی خبر ہے۔ امرنا طاعة یاشاننا طاعة (ہمارا کام تو اطاعت ہے) فَاِذَا بَرَزُوْا (جب وہ آپ کے پاس سے نکل

کر جاتے ہیں) مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ (توان میں سے ایک جماعت رات گزارتی ہے)

ملمع ساز منافق:

بَيَّتَ کا معنی ملمع سازی کرنا اور ہموار کرنا' بنانا یہ البیتوتة سے ہے۔ کیونکہ یہ معاملے کا فیصلہ کرنا اور رات کو اس کا منصوبہ بنانے کو کہتے ہیں۔ یا ابیات الشعر سے ہے۔ کیونکہ شاعر بھی شعر کو سوچتا اور موزوں الفاظ ملا کر ادا کرتا ہے۔

قراءت: حمزہ اور ابوعمرو نے ادغام سے پڑھا ہے۔

غَيْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ (اس کے برخلاف جو آپ نے کہا) یعنی جو آپ نے ان کو حکم دیا اور کہا اس کے مخالف۔ یا اس کے برخلاف جو اس جماعت نے کہا اور جو اطاعت اس کے ضمن میں ہے۔ کیونکہ انہوں نے اندر قبولیت کی بجائے تردید چھپا رکھی ہے اور اطاعت کی بجائے نافرمانی۔ وہ اپنے اس قول و اظہار میں منافقت کرنے والے ہیں۔

اللہ خود انتقام لے گا:

وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں جس بات پر وہ رات گزارتے ہیں) ان کے صحائف اعمال میں درج کرنے والے ہیں اور اس پر ان کو بدلہ دیں گے۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ (پس ان سے اعراض کریں) آپ کے دل میں ان سے انتقام کی بات نہ آئے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو) ان کے معاملے میں پس وہ ان کی مضرت و نقصان کے لئے کفایت کرنے والے ہیں خود ان سے انتقام لیں گے۔ جب اسلام کو قوت حاصل ہو جائے گی۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (اور اللہ تعالیٰ کی کارسازی کافی ہے) اس کے لئے جو اس پر بھروسہ کرتا ہے۔

تقلید جامد کی تردید:

آیت ۸۲: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (کیا پھر وہ قرآن پر غور نہیں کرتے) یعنی کیا وہ قرآن کے مضامین اور عبارت پر غور نہیں کرتے۔

التدبر: معاملے کے پس منظر کو دیکھنا اور پیش منظر کو سامنے رکھنا۔ پھر استعمال میں عام ہو کر ہر اس تامل و تفکر کے لئے بولا جانے لگا جس میں دلائل کی طرف نظر کرتے ہوئے دل کا تصرف شامل ہو۔

اس سے روافض کی اس بات کی تردید ہو جاتی ہے۔ کہ قرآن کا معنی سمجھا نہیں جا سکتا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور امام معصوم کی تفسیر سے یہ آیت قیاس کی صحت اور تقلید (جامد) کو باطل قرار دیتی ہے۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ (اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا) جیسا کہ کفار کا زعم و خیال ہے۔ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (تو ضرور اس میں بہت سے اختلاف پاتے)۔

اختلاف کا مطلب:

نمبر ۱۔ تناقض ہے جو توحید' شرک اور تحلیل و تحریم کی حیثیت سے پایا جاتا۔ نمبر ۲۔ بلاغت کے لحاظ سے فرق پاتے۔ کہ اس کا

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آ جاتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں۔ اور اگر اس خبر کو پہنچا دیتے رسول کی طرف

وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

اور ان لوگوں کی طرف جو ان میں سے فہم رکھنے والے ہیں تو ان میں جو ایسے حضرات ہیں جو اس سے استخراج کر لیتے ہیں وہ اس کو جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کے پیرو ہو جاتے سوائے چند ایک کے۔

بعض حصہ اعجاز سے قاصر وکوتاہ ہوتا جس کا مقابلہ ہوسکتا اور بعض حصہ حد اعجاز تک پہنچنے والا ہوتا۔ نمبر۳۔ معانی کے لحاظ سے پس اس کا بعض حصہ جس میں غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔ وہ اطلاع کے مطابق ہوتا اور بعض حصہ اس کے خلاف نکلتا۔ اس کا بعض حصہ علمائے معانی کے نزدیک صحیح مقصد پر دلالت کرنے والا ہوتا اور بعض ناموافق معانی پر دلالت کرنے والا ہوتا۔

تردید ملحدین:

باقی ملحدین نے جن آیات میں اپنے فاسد گمان کی بناء پر اختلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہم نے ان آیات میں ان کے اعتقاد کی قلعی کھول دی ہے۔ مثلاً فاذا ھی ثعبان مبین (الاعراف ۱۰۷) کانھا جان (النمل :۱۰) فوربك لنسئلنھم اجمعین (الحجر۔۹۲) فیومئذ لایُسئل عن ذنبه انس ولا جان (الرحمٰن:۳۹) وغیرہ من الآیات الکثیرۃ۔

ناتجربہ کارلوگ:

آیت ۸۳: وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ (جب ان کو امن کی خبر مل جاتی ہے یا خوف کی) ھم سے مراد کمزور مسلمان جن کو حالات کا پورا تجربہ نہیں یا منافقین۔ جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد سرایا کی سلامتی و امن کی اطلاع ملتی یا خوف اور شکست وغیرہ کی۔ اَذَاعُوْا بِهٖ (تو وہ اس کو پھیلا دیتے ہیں) ان کا یہ پھیلانا نقصان دہ تھا۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے۔ اذاع السروا ذاع به۔ اس نے وہ بھید ظاہر کر دیا۔ ہٖ کی ضمیر کا مرجع الامر ہے۔ یا الامن یا الخوف۔ کیونکہ او۔ کسی ایک چیز کا تقاضا کرتا ہے۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ (اور اگر وہ اس خبر کو لوٹاتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی طرف جو ان امور کو سمجھتے ہیں) ہٗ سے مراد خبر ہے۔

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ عَسَی

سو آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ مکلف نہیں ہیں مگر اپنی جان کے، اور ایمان والوں کو ترغیب دیجئے، عنقریب

اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِیْلًا ﴿۸۴﴾

اللہ کافروں کے زور کو روک دے گا اور اللہ بہت سخت ہے زور کے اعتبار سے، اور بہت سخت ہے سزا دینے کے اعتبار سے،

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً

جو کوئی شخص اچھی سفارش کرے، اسے اس میں سے حصہ ملے گا اور جو شخص بری

سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ﴿۸۵﴾

سفارش کرے اس کو اس میں سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

استنباط والے صحابہ رضی اللہ عنہم:

اُولِی الْاَمْرِ سے مراد۔ کبار صحابہؓ جو معاملات میں گہری بصیرت رکھتے تھے یا وہ جن کو امیر و ذمہ دار بنایا جاتا۔ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (اس کو وہ لوگ پہچان لیتے جو ان میں سے استنباط کرنے والے ہیں) یعنی وہ اس کی تدبیر کو جان لیتے جس کی ان کو اطلاع دی گئی اور اپنی فطانت اور تجربہ اور لڑائی کے داؤ پیچ کو جاننے کی بناء پر اس کی تدبیر نکال لیتے۔

دوسرا قول یہ بھی ہے۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کی طرف سے امن اور بعض دشمنوں پر یقینی غلبے کی اطلاع ملتی تھی۔ اور خوف وڈر کی اطلاع تو وہ اس کو پھیلا دیتے وہ پھیل کر دشمن تک پہنچتی تو اشاعت ایک مستقل خرابی بن جاتی۔ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذمہ دار افراد کی طرف وہ بات لوٹاتے اور ان کے سپرد کرتے اور اس خبر کو سنی ان سنی کر دیتے۔ تو گہری سمجھ والے اس کی تدبیر خود کر لیتے کہ اس میں کیا کچھ کرنا ہے۔

النبط: وہ پانی جو کنواں کھودنے سے اول مرتبہ نکلتا ہے۔ استنباط استخراج کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ استعارۃً ذہن کی تیزی سے جو معانی نکالے جائیں اور مشکل کاموں میں جو تدابیر اختیار کی جائیں ان کے لئے استعمال ہوا۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ (اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر جو فرمایا) وہ نہ ہوتا) وَرَحْمَتُهٗ (اور اس کی رحمت) جو کتاب اتار کر اس نے فرمائی وہ نہ ہوتی۔ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ (تو ضرور تم شیطان کی اتباع کرتے) اور کفر پر باقی رہتے۔ اِلَّا قَلِیْلًا (مگر بہت تھوڑے) تم میں وہ اس کی اتباع نہ کرتے۔ اور عقل سے ایمان لاتے جیسا زید بن عمرو بن نفیل اور قیس ابن ساعدہ وغیرہ۔

سابقہ آیات سے ربط:

آیت ۸۴: اس سے قبل آیات میں جہاد میں ٹال مٹول کرنے والوں کا ذکر کیا۔ اور ظاہری طور پر اطاعت کا اظہار اور اندر اس کی

مخالفت چھپانے کا تذکرہ کیا گیا۔اب اس آیت میں جہاد کا حکم دیا کہ خواہ آپ تنہا ہوں اور کوئی ساتھ نہ دے۔تب بھی آپ لڑیں۔فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (پس جہاد کریں اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خواہ وہ آپ کو اکیلا چھوڑ دیں۔

تنہا جہاد کا امر:

لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ (آپ مکلف نہیں مگر اپنی ذات کے) آپ اکیلے اپنے نفس کو جہاد کے لئے پیش کر دیں اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے۔نہ کہ لشکر ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بدر صغریٰ کے لئے نکلنے کی طرف بلایا۔ابو سفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے مقام پر لڑنے کا وعدہ کیا تھا۔بعض لوگوں نے اس نکلنے کو ناپسند کیا۔پس یہ آیت اتری آپ ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کا دستہ لے کر نکلے۔اگر آپ کے ساتھ کوئی بھی نہ جاتا تب آپ اکیلے ہی نکل کر تشریف لے جاتے۔وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ (آپ مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کریں) آپ کی ذمہ داری اتنی ہے کہ آپ ان کو آمادہ کریں پس کافی ہے۔ان پر سختی کرنا نہیں۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی جنگ کو روک دے گا) بأس سے ان کی پکڑ و شدت مراد ہے۔ان کفار سے مراد قریش ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر ان پر رعب ڈال دیا وہ نہ نکلے۔

عَسٰی: کا لفظ اگرچہ امید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔مگر سخی کی امید کمینے کے وعدہ پورا کرنے سے بہتر ہے۔

وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا (اللہ تعالیٰ بڑی طاقت والے ہیں) قریش سے۔وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا (اور سخت عذاب دینے والے ہیں) وہ لڑائی میں تمہیں امتیاز بخشیں گے۔

شفاعتِ حسنہ اور سیئات:

آیت ۸۵: مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً (جو اچھی شفاعت کرتا ہے) وہ شفاعت شرارت کو دور کرنے کی ہو یا فائدہ پہنچانے کی بشرطیکہ شرعاً جائز ہو۔يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا (تو اس کے لئے ثواب شفاعت کا حصہ ہوگا) وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً (جو بری سفارش کرے گا) سیئة وہ سفارش جو حسنہ کے برخلاف ہو۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔میرے سوا اس کا کوئی تفسیر کرنے والا نہیں۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ جس نے توحید کا حکم دیا۔کفار سے لڑائی کی یہ شفاعت حسنہ ہے اور اس کی ضد شفاعت سیئہ ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا۔شفاعت حسنہ صلح کرانا اور شفاعت سیئہ چغلی کرنا۔يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا (اس کو اس میں سے حصہ ملے گا) وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قابو رکھنے والے ہیں) المقیت کا معنی قدرت والا۔من اقات علی الشئ قدر علیه۔جو کسی چیز پر قابو رکھتا ہے۔یا مقیت کا معنی حفیظ ہے یا پھر یہ قوت سے ہے جس کا معنی خوراک ہے کیونکہ خوراک بھی جان کو روک کر رکھتی اور اس کی حفاظت کرتی ہے۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى

اور جب تمہیں کسی تحیہ کے ذریعہ دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی دعا دے دو۔ یا اسی کو لوٹا دو، بے شک اللہ ہر چیز کا

كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

حساب لینے والا ہے۔

آیت ۸۶: وَاِذَا حُيِّيْتُمْ (جب تمہیں سلام کیا جائے) سلام کے ساتھ تحیہ ہمارے دین میں یہ دونوں جہاں کی سلامتی کی دعا ہے۔ جیسا کہ النور کی آیت ۶۱ میں فسلّموا علی انفسکم تحیة من عند اللّٰه۔ فرمایا اسی طرح سورۂ احزاب آیت ۴۴ میں تحیتھم یوم یلقونه سلامٌ۔ فرمایا۔

سلام کی انتہاء و برکاتہ:

اسلام سے قبل اہل عرب ملاقات کے وقت حیاك اللّٰه کہتے یعنی تیری زندگی دراز ہو۔ اسلام نے آ کر اس کو السلام علیکم سے بدل دیا۔ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ (کسی طرح کا سلام تو تم اس سے بہتر جواب دو) یعنی کہو وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ جب کہ وہ السلام علیکم کہے اور برکاتہ کا اضافہ کر دو جبکہ و رحمۃ اللہ کہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ہر چیز کی انتہاء ہے اور سلام کی انتہاء برکاتهٗ ہے۔ (ذکرہ البغوی) تحیة یہ تَفْعِلَة کا وزن ہے۔ حیّا۔ یحیی۔ تحیة۔

اَوْ رُدُّوْهَا (یا اسی کو لوٹا دو) یعنی اسی طرح کا جواب دو۔ ردّ سلام کا مطلب اسی طرح کا جواب دینا ہے۔ کیونکہ جواب دینے والا مسلم کے قول کو واپس لوٹاتا ہے۔ اس میں مضاف محذوف ہے۔ یعنی ردوا مثلها

سلام کے مسائل:

مَسْئَلَه: سلام سنت ہے۔ اور جوابِ سلام فرض ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ زائد الفاظ سے جواب دے۔

مَسْئَلَه: جب کسی مسلمانوں کی جماعت کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کرے اور وہ اس کا جواب اگر نہ دیں گے تو جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں اور ملائکہ خود سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مَسْئَلَه: خطبہ میں سلام کا جواب نہیں۔ قرآن کی جہری قراءت کے وقت سلام نہیں۔ اس طرح حدیث کی روایت کے وقت، علم جب پڑھایا جا رہا ہو۔ اذان کے وقت۔ اقامت کے وقت۔

مَسْئَلَه: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شطرنج کھیلنے والے، چوپڑ کھیلنے والے گانا گانے والے، قضائے حاجت میں مصروف، کبوتر اُڑا کر شگون لینے والے اور حمام میں بلا عذر ننگا ہونے والے وغیرہ کو سلام نہ کرے۔

مَسْئَلَه: مرد جب اپنے گھر میں آئے تو اپنی بیوی کو سلام کرے۔ چلنے والا بیٹھنے والے کو۔ سوار پیدل چلنے والے کو۔ گھوڑ سوار گدھے سوار کو۔ چھوٹا بڑے کو۔ قلیل تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو جب ملاقات کریں تو سلام میں جلدی کریں۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ضرور بالضرور قیامت کے دن تمہیں جمع فرمائے گا۔ جس میں کوئی شک نہیں، اور اللہ سے

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ ع ۱۱/۸

زیادہ کس کی بات سچی ہوگی

یہود کے سلام کا حکم:

ایک قول باحسن منھا کے متعلق یہ ہے کہ اہل ملت کے لئے ہے۔اور ردوھا یہ ذمی کفار کے لئے ہے۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم کہو وعلیکم۔یعنی وعلیکم ماقلتم۔کیونکہ یہود ونصاریٰ اس وقت السام علیکم کہتے تھے کہ تم پر موت واقع ہو۔

ایک اشکال اور اس کا حل:

آپ علیہ السلام کا ارشاد لا غرار فی تسلیم۔سلام میں دھوکا بازی نہیں۔یعنی اس طرح نہ کہیں علیک، بلکہ علیکم کہیں۔کیونکہ کراماً کاتبین بھی ساتھ ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے) وہ ہر چیز پر خواہ سلام ہو یا اور، وہ محاسبہ کرے گا۔

آیت ۸۷: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن میں جمع کریگا)

نَحْو: لفظ اللہ مبتداء۔لا الہ الا ھو۔خبر ہے یا جملہ معترضہ ہے اور لیجمعنکم خبر ہے۔مطلب یہ ہے۔اللہ کی قسم وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا۔

یوم القیامة سے مراد تمہیں اٹھائے گا۔قیامت اور قیام یہ طلابہ اور طلاب کی طرح ہیں۔اور قیام سے قبور سے اٹھنا یا حساب کے لئے کھڑا ہونا مراد ہے۔جیسا یوم یقوم الناس لرب العالمین۔المطففین:۶۔میں وارد ہوا۔لَا رَيْبَ فِيْهِ قیامت میں کوئی شبہ نہیں۔

نَحْو: یہ یوم القیامة سے حال ہے۔ھا کی ضمیر یوم کی طرف راجع ہے۔یا مصدر محذوف کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے جمعًا لاریب فیه ایسا جمع ہونا جس میں شبہ نہیں۔اور ھا کی ضمیر جمع کی طرف لوٹتی ہے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ

سو منافقین کے بارے میں تم کو کیا ہوا کہ دو گروہ بن گئے۔ اور اللہ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں الٹا پھیر دیا۔ کیا تم چاہتے ہو

اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾

کہ اسے ہدایت پر لے آؤ جسے اللہ نے گمراہ کردیا اور جسے اللہ گمراہ کر دے سو تو اس کے لئے کوئی راستہ نہ پائے گا۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاۗءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ

ان کی خواہش ہے کہ کاش تم کافر ہو جاؤ جیسا کہ انہوں نے کفر اختیار کیا پھر تم سب برابر ہو جاؤ، سو تم ان میں سے دوست

اَوْلِيَاۗءَ حَتّٰى يُھَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْھُمْ وَ

نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اللہ کے راستے میں، سو اگر وہ اعراض کریں تو ان کو پکڑو اور

اقْتُلُوْھُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْھُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾

ان کو قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ۔ اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور نہ مددگار

اللہ سب سے زیادہ سچے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں کون سچا ہے) نحو : حَدِیْثًا یہ تمیز ہے۔ اور استفہام بمعنی نفی ہے۔ مطلب یہ ہے اطلاع دینے اور وعدہ وعید میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی سچا نہیں۔ کیونکہ کذب قبیح ہے اور اسکا اطلاق اس کی ذات پر ناممکن ہے۔ کیونکہ کذب کی حقیقت کسی چیز کے متعلق ایسی اطلاع جو اس میں نہیں پائی جاتی اور یہ اللہ تعالیٰ سے محال ہے۔

آیت ۸۸ : فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ (تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقین کے متعلق دو گروہ ہو گئے)

نحو : مَا مبتداء اور لکم خبر ہے۔

منافقین کے لئے فیصلہ کن قول:

مطلب یہ ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم ان لوگوں کے متعلق اختلاف میں پڑے ہوئے ہو۔ جو ظاہراً منافقت اختیار کرنے والے ہیں۔ اور تم ان کے متعلق دو گروہوں میں بٹ گئے ہو۔ تم ان کے متعلق قطعی طور پر کافر ہونے کی بات نہیں کرتے۔ یہ معاملہ اس طرح ہوا کہ ایک جماعت منافقین نے دیہات کی طرف جانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی۔ ان کو مدینہ کی مرطوب

آب وہوا کی وجہ سے تکلیف تھی۔ جب وہ مدینہ سے نکلے تو برابر سفر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مشرکین مکہ سے جا ملے۔ ان کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا وہ کافر ہیں۔ بعض نے کہا وہ مسلمان ہیں۔

نحو: فئتین یہ حال ہے جیسا کہتے ہیں مالك قائمًا۔ سیبویہ کہتے ہیں جب تم کہو مالك قائمًا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے لم قمت؟ تو کس لئے کھڑا ہے۔ اور اس پر نصب اس تاویل سے آیا ای شیٔ یستقرلك فی هذه الحال؟ کونسی چیز تمہیں اس حالت میں قائم رکھنے والی ہے؟

وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا (اللہ تعالیٰ نے ان کو لوٹا دیا ان کے اعمال کی وجہ سے) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر قرار دیا۔ ان کے ارتداد اختیار کرنے اور مشرکین کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے۔ تم بھی ان کو کفر کی طرف لوٹاؤ اور ان کے بارے میں اختلاف نہ کرو۔

گمراہ کو ہدایت یافتہ مت کہو:

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ (کیا تم چاہتے ہو کہ جس کو خدا نے گمراہ کیا ہو۔ اس کو ہدایت یاب کرو) یعنی اس کو من جملہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے قرار دو۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا ہو۔ یا کیا تم ان کا نام ضرور مسلمان رکھنا چاہتے ہو۔ جن کی گمراہی کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا۔ اس صورت میں جن لوگوں نے ان کو مسلمان کہا ان کو عار دلانا مقصود ہے۔

اشاعرہ کی دلیل:

نکتہ: یہ آیت ہمارے مذہب اشاعرہ کی دلیل ہے کہ کسب بندے کے لئے ثابت ہے۔ اور خلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس تم ہرگز اس کے لئے راستہ نہ پاؤ گے) یعنی ہدایت کی طرف۔

آیت ۸۹: وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا (وہ لوگ دل سے چاہتے ہیں کہ کاش تم بھی ایسے ہی کافر ہو جاؤ جیسے وہ ہو گئے)

نحو: کاف یہ محذوف مصدر کی صفت ہے اور ما مصدریہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ودوا لو تکفرون کفراً مثل کفرهم۔ وہ چاہتے ہیں کاش تم کفر کرو کفر کرنا ان کے کفر کی طرح۔

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً (تا کہ وہ اور تم برابر ہو جاؤ) اس کا عطف تکفرون پر ہے۔ سواء یہ مستوین کے معنی میں ہے۔ تا کہ تم اور وہ کفر میں برابر ہو جاؤ۔

اسلام سے پہلے موالات نہیں:

فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (پس تم ان کو دوست نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کریں۔) ان سے موالات اس وقت تک نہ کرو جب تک اسلام نہ لائیں کیونکہ ہجرت تو اسلام لانے کے بعد ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا (پس اگر وہ ایمان سے منہ موڑیں) فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (پس ان کو پکڑو اور ان کو قتل کر دو جہاں تم

اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ

مگر جو لوگ ایسے ہیں جو ان لوگوں سے میل ملاپ رکھتے ہیں جن کے اور تمہارے درمیان عہد ہے یا تمہارے پاس اس حال میں آ جائیں

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ

کہ ان کے دل تمہارے ساتھ اور اپنی قوم کے ساتھ جنگ کرنے سے رک رہے ہوں۔ اور اگر اللہ

اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَیْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ

چاہتا تو ان کو تم پر مسلط فرما دیتا سو وہ ضرور تم سے لڑتے پس اگر وہ تم سے الگ رہیں سو تم سے قتال نہ کریں

وَ اَلْقَوْا اِلَیْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَیْهِمْ سَبِیْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ

اور تمہارے ساتھ سلامت روی کا معاملہ رکھیں تو اللہ نے تمہارے لئے ان پر کوئی راہ نہیں دی۔ عنقریب تم دوسرے لوگوں

اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْكُمْ وَ یَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَی

کو پاؤ گے جو یہ چاہیں گے کہ تمہاری طرف سے بے خطر ہو کر رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں۔ جب کبھی لوٹائے جائیں فتنے

الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِیْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْكُمْ وَ یُلْقُوْۤا اِلَیْكُمُ السَّلَمَ

کی طرف تو اس کی طرف واپس لوٹ جائیں۔ سو اگر وہ تم سے یکسو نہ ہوں اور تمہاری طرف سے سلامت روی کا معاملہ نہ رکھیں

وَ یَكُفُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكُمْ

اور اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں سو ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں بھی ان کو پاؤ۔ اور یہ وہ لوگ ہیں

۱۲ ع ۹ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ﴿۹۱﴾ ع

جن پر ہم نے تمہارے لئے ایسی حجت دے دی ہے جو واضح ہے۔

ان کو پاؤ جیسا کہ تمام مشرکین کا حکم ہے) وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار مت بناؤ) اگر وہ اپنی دوستی اور مدد پیش کریں تو ہرگز قبول نہ کرو۔

معاہدہ والوں کا قتل جائز نہیں:

آیت ۹۰: اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ (سوائے ان لوگوں کے جو ایسی قوم کے پاس پہنچ جائیں جن سے تمہارا معاہدہ ہے)

یصلون کا معنی پہنچ کر ان سے تعلق قائم کرلیں۔ یہ خذوھم و اقتلوھم سے استثناء ہے۔ موالات کی طمع میں قتل مت ترک کرو۔ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ (تمہارے اور ان کے درمیان میثاق و معاہدہ ہو) اس سے مراد اسلمی لوگ ہیں۔ ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدہ ہوا اور اس کا واقعہ اس طرح تھا کہ ہلال بن عویمر اسلمی کے مکہ جانے سے پہلے اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا۔ کہ ہلال نہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کریگا اور نہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کریگا۔ اور جو شخص ہلال کی پناہ میں آجائے گا۔ خواہ وہ قبیلہ کا ہو یا غیر قبیلہ کا اس کو بھی ہلال کی طرح پناہ حاصل ہوگی۔ نہ قتل کیا جائے گا اور نہ گرفتار مطلب یہ ہوا کہ ان کو قتل کرو مگر وہ لوگ جو تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ کی وجہ سے متصل ہو جائیں۔

اَوْ جَآءُوْکُمْ (یا وہ تمہارے پاس آجائیں) نحو: اس کا عطف قوم کی صفت پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ الا الذین یصلون الی قوم معاھدین او قوم ممسکین عن القتال لا لکم ولا علیکم۔ مگر وہ لوگ جو ایسی قوم سے مل جائیں جو معاہدہ والی ہو یا ایسی قوم سے جو مسلمانوں کے ساتھ لڑائی سے رکنے والی ہو نہ تو وہ تمہارے حق میں ہوں اور نہ وہ تمہارے مخالف ہوں یا اس کا عطف الذین کے صلہ پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اِلا الذین یتصلون بالمعا ھدین او الذین لایقاتلونکم۔ مگر وہ لوگ جو مل جائیں معاہدین کے ساتھ یا ان لوگوں کے ساتھ جو تم سے لڑنے والے نہیں ہیں۔

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ (ان کے دل میں نفرت ہے۔ تمہارے ساتھ لڑنے سے اور اپنی قوم سے لڑنے سے) الحصر۔ تنگی اور گھٹن۔

نحو: قد کو مضمر مان کر حصرت صدور ھم حال ہے۔ اور ان یقاتلوکم میں اَنْ کے بعد عَنْ محذوف ہے ای عن قتالھم۔ یقاتلوا قومھم سے مراد تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑنا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَیْکُمْ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان کو تم پر مسلط کر دیتے) انکے دلوں کو مضبوط کر دیتے اور نفرت قتال کو دور کر دیتے۔ فَلَقٰتَلُوْکُمْ (اور وہ تم سے جنگ کرتے) نحو: اس کا عطف لسلطھم پر ہے۔ اور لام کو تاکید کے لئے داخل کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دونوں کا مجموعہ جزاء نہیں بلکہ ہر ایک مستقل جزاء ہے۔ کیونکہ تسلط کے بعد لڑنا ضروری نہیں۔

فَاِنِ اعْتَزَلُوْکُمْ (اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں) اور تعرض نہ کریں۔ فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ (اور وہ تم سے نہ لڑیں اور تم سے صلح کا سلوک کریں) یعنی اطاعت و فرمانبرداری۔ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَکُمْ عَلَیْهِمْ سَبِیْلًا (تو اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی) یعنی ان سے قتال کی اجازت نہیں دی۔

تفسیر آیت ۹۱:

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْکُمْ (تم ان کو بھی پاؤ گے جو تم سے بے خوف ہو کر رہنا چاہتے ہیں) منافقت کے ساتھ وَیَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ (اور اپنی قوم سے بے خطر رہنا چاہتے ہیں) موافقت کے ساتھ۔ یہ قبائل اسد و غطفان ہیں۔ جب یہ مدینہ آتے تو اسلام لاتے اور معاہدہ کر لیتے تاکہ مسلمانوں سے محفوظ رہیں۔ اور جب اپنی کافر قوم کی طرف لوٹ کر جاتے تو تمہارے معاہدے توڑ دیتے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا

اور کسی مومن کی شان نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے مگر خطا کے طور پر۔ اور جو شخص کسی مومن کو بطور خطا قتل کر دے

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ

تو اس پر واجب ہے کہ ایک مومن غلام آزاد کرے اور اس کے خاندان والوں کو دیت ادا کرے۔ الا یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں، اور اگر وہ مقتول ایسی

قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ

قوم میں سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں اور وہ شخص خود مومن ہے تو ایک مومن غلام آزاد کرنا واجب ہے، اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ

کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو دیت بھی واجب ہے جو اس کے خاندان والوں کو سپرد کر دی جائے اور ایک مومن غلام آزاد کرنا بھی واجب ہے۔ پھر

لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

جس شخص کو غلام نہ ملے تو وہ لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے بطریق توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوتی ہے اور اللہ علم والا

حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

اور حکمت والا ہے۔

كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ (جب ان کو فتنہ کی طرف لوٹایا جائے) فتنہ سے مراد ان کی قوم کا ان کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی کے لئے دعوت دینا ہے۔ اُرْكِسُوْا فِيْهَا (وہ بدترین صورت سے اس میں پلٹ جاتے ہیں) یہ لوگ اس حالت میں ہر دشمن سے بدتر ہیں۔ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ (پس اگر وہ تمہارے ساتھ لڑنے سے علیحدگی اختیار نہ کریں) وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ (اور نہ ہی طالب صلح ہو کر تم سے صلح کریں) اس کا عطف لم یعتزلو کم پر ہے۔ اور نفی کا اثر یلقوا پر بھی ہے۔ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ (اور نہ ہی اپنے ہاتھوں کو روکیں) فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ (تو ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں تم ان کو پاؤ) یعنی جہاں ان پر قابو پاؤ اور غالب ہو۔ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (ایسے لوگوں کے خلاف ہم نے تم کو کھلی ہوئی دلیل دے دی۔) یعنی ان سے لڑنے کے جواز کی کھلی دلیل ان کی ظاہر دشمنی کی صورت میں مہیا کر دی اور ان کی حالت کفر و غدر کو تمہارے سامنے طشت از بام کر دیا۔ اور مسلمانوں کو ان کا نقصان پہنچانا بتلا دیا۔ یا تسلط ظاہر کر دیا اس طرح کہ ان کے قتل کی اجازت دے دی۔

کافر کا خون مباح، مؤمن کا حرام:

آیت ۹۲: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ (کسی مسلمان کو زیبا اور مناسب نہیں) یعنی اس کے لئے صحیح و درست نہیں اور نہ اس کے حال کے لائق ہے۔ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا (کہ وہ کسی مؤمن کو قتل کرے) یعنی ابتدائی طور پر بلا کسی قصاص کے۔ اس میں بتلا دیا کہ مؤمن اور کافر برابر نہیں۔ کافر کا خون تو مباح ہے۔ نہ کہ مؤمن کا۔ اِلَّا خَطَأً (مگر غلطی سے) یعنی غلطی کی وجہ سے۔

نحو: یہ استثناء منقطع ہے۔ اور لکن کے معنی میں ہے عبارت اس طرح ہوگی۔ لکن ان وقع خطأً۔ لیکن اگر غلطی سے مار ڈالے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصدر کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی الا قتلاً خطأً مگر وہ قتل جو غلط طور پر ہو۔ مطلب یہ ہوا مؤمن کی شان یہ ہے کہ قتل مؤمن کا پایا جانا اس سے منفی ہو ابتداءً۔ مگر جب اس سے بلا قصد غلطی سے پایا جائے۔ اس طرح کہ وہ کافر کو تیر مارے اور مسلمان کو لگ جائے۔ یا کسی کو کافر سمجھ کر مارا اور وہ مسلمان تھا۔

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (جس نے کسی مؤمن کو خطاءً قتل کر دیا پس ایک مؤمنہ گردن آزاد کرنا ہے)

نحو: خطأً یہ قتلاً مصدر محذوف کی صفت ہے۔ ای قتلاً خطأً۔ تحریر رقبة مبتداء ہے اور خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ فعلیه تحریر رقبة۔ پس اس کے ذمہ ایک مؤمن گردن آزاد کرنا ہے۔

حکمتِ تحریر:

التحریر۔ آزاد کرنا۔ آزاد اور آزاد کیا ہوا شریف شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ شرافت آزاد لوگوں میں ہے۔ جیسا کہ کمینگی غلاموں میں ہے۔ اسی سے عتاق الطیر اور عتاق الخیل عمدہ پرندوں اور گھوڑوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

آزادی میں زندگی:

الرقبہ: گردن سے مراد جان ہے۔ اہلِ عرب اس کی تعبیر رأس سے کرتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں: فلانا یملك كذا راسًا من الرقیق۔ فلاں اتنے غلاموں کا مالک ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب اس نے ایک مؤمن جان کو من جملہ زندوں سے نکال دیا تو ضروری ہوگیا کہ وہ ایک مؤمن جان اسی طرح کی آزاد لوگوں میں شامل کرے۔ کیونکہ غلام کو آزادی سے رہا کرنا اس کو زندہ کرنے کی طرح ہے۔ کیونکہ غلام کا شمار تو مردوں میں ہوتا ہے۔

کیونکہ غلامی کفر کا اثر ہے اور کفر موت ہے۔ جیسا قرآن مجید میں او من كان ميتاً فاحييناهُ۔ الانعام۔۱۲۲۔ اسی لئے اس کو منع کیا گیا کہ وہ آزاد لوگوں جیسا تصرف کرے۔ مگر یہ اشکال والی بات ہے۔ اس لئے کہ اگر بات اسی طرح ہوتی تو قتل عمد میں بھی گردن کی آزادی لازم ہوتی۔ لیکن یہ بات بطور احتمال کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر مؤمنہ گردن کی آزادی لازم کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قاتل کی مؤمن جان کو باقی رکھا۔ وہ اس طرح کہ قصاص لازم نہ کیا۔ اسکی بجائے اس کی مثل رقبہ مؤمنہ لازم کردی۔

دیت ترکہ کی طرح ہے:

وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهۡلِهٖ (اور دیت جو سپرد کی جائے۔میت کے ورثاء کو) اور وہ اس کو باہمی تقسیم کر لیں۔جیسا کہ میراث کو وہ تقسیم کرتے ہیں۔اس میں اور بقیہ ترکہ کی تقسیم میں کوئی فرق نہیں۔اس میں سے قرضہ ادا کیا جائے گا۔اور وصیت بھی نافذ ہوگی۔ اور اگر کوئی وارث نہ رہے گا تو وہ بیت المال کا حق ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اشیم الضبابی رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اس کے خاوند اشیم کی دیت سے حصہ دیا۔دیت کی ادائیگی البتہ عاقلہ پر ہوگی۔اور کفارہ قاتل پر۔اِلَّاۤ اَنۡ يَّصَّدَّقُوۡا (مگر یہ کہ وہ دیت معاف کر دیں) یصدقوا اصل میں یتصدقوا ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔اس پر ہر حال میں دیت ہے۔مگر معاف کر دینے کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔فَاِنۡ كَانَ مِنۡ قَوۡمٍ عَدُوٍّ لَّكُمۡ (اگر وہ اس قوم میں سے ہے جو تمہارے دشمن ہیں) یعنی مقتول خطاء تمہارے دشمنوں میں سے ہے۔العدو کا لفظ مفرد و جمع دونوں پر بولا جاتا ہے۔وَهُوَ مُؤۡمِنٌ اور وہ مقتول مؤمن ہے۔

دارالحرب میں مقتول مسلمان کا حکم:

فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ (تو ایک مؤمنہ گردن کا آزاد کرنا ہے) اگر کوئی حربی دارالحرب میں مسلمان ہوا۔اور ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہیں آیا۔کسی مسلمان کے ہاتھوں وہ خطاءً قتل ہو گیا۔تو اسلام کی وجہ سے بطور کفارہ لونڈی آزاد کرنی ضروری ہے۔ دیت لازم نہیں۔کیونکہ خون کی معصومیت تو دارالاسلام پر موقوف ہے۔اور یہ دارالاسلام نہ تھا۔وَاِنۡ كَانَ مِنۡ قَوۡمٍۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ (اگر وہ مقتول ایسی قوم میں سے ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے) فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهۡلِهٖ وَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ (تو دیت سپرد کی جائے اس کے اہل کو اور ایک مؤمنہ گردن کا آزاد کرنا لازم ہے) یعنی اگر مقتول ذمی ہو تو اس کا حکم مسلمان والا ہے۔

مَسْئَلَہ: اس آیت میں دلیل ہے کہ ذمی کی دیت مسلم کی طرح ہے۔ہم احناف کا قول یہی ہے۔فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ (جو نہ پائے گردن) یعنی اس کا مالک نہ ہو۔اور نہ اس تک اس کی وسعت ہے۔فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ (تو اس پر دو ماہ کے روزے ہیں) مُتَتَابِعَيۡنِ تَوۡبَةً مِّنَ اللّٰهِ (جو مسلسل رکھے جائیں یہ توبہ کے طور پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ہے)

نَحْو: مضاف محذوف ہے اور شہرین سے حال ہے۔یعنی روزے رکھنا ایسی حالت میں ہے کہ قبول توبہ ہو اس کی طرف سے اور رحمت اس کی طرف سے۔یہ تاب اللہ علیہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی اذا اقبل توبتہٗ یعنی یہ توبہ کے لئے مشروع ہوا۔ اس صورت میں یہ مفعول لہٗ ہے یا فلیتب توبۃ اس کو توبہ کرنی چاہیے۔اس کا نصب مصدریت کی وجہ سے ہے اور مفعول مطلق بن گیا۔وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا (اور اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں اس کو جو اس نے حکم دیا۔اور اس میں حکمت والے ہیں) جس میں اس نے قدرت کو ظاہر فرمایا۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور جو شخص کسی مومن کو قصداً قتل کر دے تو اس کی جزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہو گا

وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

اوراس پراللہ کی لعنت ہوگی،اوراس کے لئے اللہ نے بڑا عذاب تیار فرمایا ہے۔

آیت ۹۳: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا (جس شخص نے قتل کیا کسی مسلمان کو قصداً) متعمدًا۔ یہ قاتل کی ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہوگا وہ مؤمن کو مؤمن ہونے کی وجہ سے قتل کرے یا اس کے قتل کو حلال سمجھتے ہوئے قتل کردے۔ یہ دونوں کفر ہیں۔

خلود سے طول قیام مراد:

فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا (پس اس کی سزا جہنم ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یعنی آپ علیہ السلام کے قول کے مطابق اگر وہ اس کو سزا دے تو اس کی سزا ہمیشہ کی جہنم ہے بعض اوقات خلود سے طول قیام مراد لیا جاتا ہے۔ اور معتزلہ کا یہ کہنا کہ وہ ایمان سے نکل جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ط (البقرہ: ۱۷۸) وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ (اور اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کردیں گے) یعنی اس سے بدلہ لیں گے اور رحمت سے اس کو دور کردیں گے۔ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے) کیونکہ اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اور بڑی مصیبت کا حدیث میں فرمایا گیا۔ دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ پر آسان ہے مؤمن کے قتل سے۔

(ترمذی۔ ۱۳۹۵)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کرلیا کرو، اور جو شخص تمہارے سامنے اطاعت

اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ فَعِنْدَ اللّٰهِ

ظاہر کرے اسے یوں نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے تم دنیا والی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو۔ سو اللہ کے پاس

مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

غنیمت کے بہت مال ہیں، اس سے پہلے تم ایسے ہی تھے، سو اللہ نے تم پر احسان فرمایا، سو خوب تحقیق کیا کرو۔ بے شک اللہ ان

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ

کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ جو مسلمان عذر والے نہیں ہیں۔ ان میں جو بیٹھ رہنے والے ہیں اور جو اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد

سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

کرنے والے ہیں برابر نہیں ہیں۔ جو لوگ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں ان کو بیٹھے رہ جانے والوں پر اللہ نے بڑے درجہ کی

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ

فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے فضیلت دی ہے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہ جانے والوں پر

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ

اجر عظیم عطا فرما کر۔ جو اس کی طرف سے درجات اور بخشش اور مہربانی کی صورت میں ملے گا۔ اور

ع ۱۳ ۵ ۱۰ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع

اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

معاملہ کی تحقیق کرو:

آیت ۹۴: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اے ایمان والو جب تم سفر کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی غزوہ میں جاؤ) فَتَبَيَّنُوْا (تو ہر کام کو تحقیق کرکے کیا کرو) فتثبتوا حمزہ وعلی رحمہما اللہ نے پڑھا۔ یہ دونوں تفعل سے ہیں اور استفعال کے معنی میں ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ معاملہ کی مکمل تحقیق کرلو اور جانچ لو اور اس میں عجلت سے کام نہ لو۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ

السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (اور جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے تو اس کو مت کہو کہ تو مؤمن نہیں)
قراءت: السَّلٰمَ کو السَّلَمَ مدنی ' شامی ' حمزہ نے پڑھا ہے۔ اور دونوں کا مطلب فرمانبرداری ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ السلام علیکم کہنا ہے۔ ایک قول ہے۔ اسلام مراد ہے۔

نَحو: لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ یہ موضع نصب میں ہے۔ لاتقولوا کا مقولہ ہونے کی وجہ سے۔

واقعہ مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ:

روایت میں ہے کہ مرداس بن نہیکؓ اسلام لائے۔ مگر ان کی قوم اسلام نہ لائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک لشکر نے علاقہ پر حملہ کیا۔ وہ بھاگ گئے۔ مرداس وہاں رہا کیونکہ اسے اپنے مسلمان ہونے کا یقین تھا۔ جب اس نے گھوڑوں کو دیکھا تو اپنی بکریوں کو پہاڑ کی اوٹ میں کر دیا۔ اور خود پہاڑ پر چڑھ گیا۔ جب گھوڑے پہنچے اور انہوں نے تکبیر بلند کی تو اس نے بھی تکبیر بلند کی اور اتر کر آ گیا۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور السلام علیکم کہا مگر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی بکریاں ہنکا کر لے گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔ آپ اس پر سخت غمگین ہوئے۔ اور فرمایا کیا تم نے اس کو قتل کر دیا اس سامان کی خاطر جو اس کے پاس تھا۔ پھر حضرت اسامہ کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو) یعنی تم غنیمت چاہتے ہو۔ حالانکہ وہ جلدی ختم ہونے والا سامان ہے۔ یہی تمہیں ثابت قدمی سے چھوڑنے کی طرف لے جانے والا ہے۔ اور اسی نے تمہیں مقتول کے حالات کی بحث و کرید سے روکا۔ القرض سے مراد مال ہے۔ عرض کہنے کی وجہ اس کا جلد زوال پذیر ہونا ہے۔

نَحو: تبتغون، تقولوا کی ضمیر سے حال ہے۔

فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ (پس اللہ تعالیٰ کے ہاں بے شمار غنائم ہیں) جو اللہ تعالیٰ تمہیں عنایت فرمائیں گے۔ جو تمہیں اسلام کا اظہار کرنے والے کے قتل سے بے نیاز کر دیں گی۔ اور اس سے تم اس کے مال کی طرف تعرض کرنے سے بچ جاؤ گے کہ اس پر قبضہ کرو۔

كَذٰلِكَ کا مفہوم:

كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ (تم بھی تو اس سے قبل اسی طرح تھے) جبکہ تم نے شروع شروع میں اسلام قبول کیا۔ اور تمہارے مونہوں سے کلمۂ شہادت سنا پس اسی سے تمہارے مال محفوظ ہو گئے۔ بغیر اس انتظار کے کہ تمہاری زبانیں اور دل موافقت کریں۔ كذٰلك کا کاف کان کی خبر ہے۔ اور اس کو کان کے اسم بلکہ کان سے بھی مقدم کیا گیا ہے۔ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا) ایمان پر ثبات اور ایمان پر شہرت دے کر پس ایمان میں داخل ہونے والوں سے اسی طرح کا سلوک کرو۔ جیسا تم سے کیا گیا۔ فَتَبَيَّنُوْا (خوب تحقیق کر لو) تبینوا کو دوبارہ عظمت و تاکید کیلئے لائے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتے ہیں) پس قتل کی طرف فوراً مت کرو بلکہ اس میں پوری احتیاط و بچاؤ سے کام لو۔

آیت ۹۵: لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ (بلا عذر جہاد سے بیٹھے رہنے والے مسلمان برابر نہیں)

قاعدون سے مراد جہاد سے بیٹھ رہنے والے۔

نحو٭ قراءت: مدنی۔ شامی٭ علی رحمہم اللہ نے غَیْرَ پڑھا ہے۔ کیونکہ یہ قاعدون سے استثناء ہے۔ یا حال ہے۔ البتہ حمزہ رحمہ اللہ نے مؤمنین کی صفت قرار دے کر مجرور پڑھا ہے۔ باقی تمام قراء رحمہم اللہ نے قاعدون کی صفت بنا کر مرفوع پڑھا ہے۔ الضرر سے مراد مرض ہے یا معذوری جیسے نابینا٭ لنگڑا٭ اپاہج پن وغیرہ۔

قاعد ومجاہد برابر نہیں:

وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ (اور جہاد کرنے والے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال وانفس کے ساتھ) اس کا عطف القاعدون پر ہے۔ بلا عذر بیٹھ رہنے والے اور مجاہد میں برابری کی نفی فرمائی۔ اگر چہ اس کو معلوم ہو۔ اور جہاد سے بیٹھ رہنے والے کو توبیخ کر کے ابھارنا مقصود ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا۔ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون۔ الزمر۔ ۹۔ اس آیت میں طلب علم پر آمادہ کیا اور جہل پر رضامندی اختیار کرنے پر متنبہ کیا۔

ایک سوال کا جواب:

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بنسبت گھر بیٹھنے والوں کے) اس جملہ کو جملہ اول کے لئے بطور بیان کے لایا گیا۔ اور اس بات کی وضاحت فرمائی کہ قاعدین کا درجہ کیوں مجاہدین کے برابر نہیں۔ گویا اس آیت کو سن کر سوال ابھرتا تھا کہ آخر یہ کیوں برابر نہیں تو جواب دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں جہاد سے بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی ہے۔ دَرَجَةً یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہ کسی شے کا مفہوم تفصیل میں ظاہر کرنے کے لئے لایا جاتا ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ کانہ فضلھم تفضلةً اس نے ان کو فضیلت دی ایک درجہ۔ جیسا کہتے ہیں ضربہ سوطاً۔ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (اور ہر دو فریق سے اللہ تعالیٰ نے اچھے بدلے کا وعدہ فرمایا)

نحو: کُلًّا یہ وعداللہ کا پہلا مفعول اور الحسنٰی دوسرا مفعول ہے۔

کُلًّا سے مراد مجاہدین و قاعدین کے دونوں فریق ہیں۔ الحسنٰی سے مراد جنت ہے۔ اگر چہ مجاہدین کو قاعدین سے درجات میں فضیلت میسر ہوگی۔

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا (اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو جہاد سے بیٹھ رہنے والوں پر اجر عظیم سے فضیلت دی ہے)

آیت ۹۶: دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً (درجات اپنی طرف سے اور مغفرت اور رحمت)

نحو: نمبر ۱: اجرًا یہ فضل کی وجہ سے منصوب ہے اور درجات و مغفرۃ و رحمۃ یہ اجرًا سے بدل ہیں گویا عبارت یہ ہے اجرھم اجرًا......

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ

بے شک فرشتے جن لوگوں کی جان ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی جان پر ظلم کر رکھا تھا ان سے فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال

كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ

میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم بے بس تھے زمین میں، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین

اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ

کشادہ نہیں تھی کہ تم ترک وطن کر کے دوسری جگہ چلے جاتے، سو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری

مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا

جگہ ہے۔ لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ کوئی

يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى

تدبیر کر سکیں اور نہ راستے سے واقف ہوں امید ہے

اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾

کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے گا اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

نمبر۲۔ درجات۔ منصوب ہے درجہ کی وجہ سے۔ عبارت اس طرح ہو گی فضلھم تفضیلاتٍ۔ جیسا کہتے ہیں۔ ضربہ اسواطًا ای ضربات اور اجرًا عظیمًا منصوب ہے درجاتٍ نکرہ کی وجہ سے اور مغفرۃ و رحمۃ منصوب ہیں فعل مضمر کی وجہ سے۔ گویا عبارت اس طرح ہے وغفرلھم و رحمھم مغفرۃ و رحمۃً۔

آیت کا مطلب:

مطلب آیت کا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بالعذر بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت دی ہے اور بلا عذر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بیٹھ رہنے والے دوسروں کی کفایت کی وجہ سے کئی درجہ فضیلت رکھتے ہیں۔ کیونکہ جہاد فرض کفایہ ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ عذر کو معاف کر کے بخشش کرنے والے اور زیادہ اجر بڑھا کر رحم کرنے والے ہیں)

تفسیر آیت ۹۷:

یہ آیت ان لوگوں کے متعلق اتری جو اسلام لائے مگر ہجرت نہ کی۔ جبکہ ہجرت فرض تھی۔ اور مشرکین کے ساتھ بدر میں آئے

مرتد ہوکراور قتل کیے گئے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ تَوَفّٰی۔ ماضی کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے اور مضارع بھی تتوفاھم ایک تا کو حذف کر دیا گیا۔ التوفی۔ قبض روح کو کہتے ہیں۔ ملائکہ سے مراد ملک الموت اور اسکے معاون۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (بیشک وہ لوگ جن کی ملائکہ روح قبض کرتے ہیں) ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (اس حال میں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں) یہ تو فاھم کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔ یعنی اس حالت میں کہ وہ اپنے نفسوں پر کفر والا ، ترک ہجرت والا ظلم کرنے والے ہیں۔

قَالُوْا (وہ روح قبض کرنے والے فرشتے کہتے ہیں) فِيْمَ كُنْتُمْ (تم اپنے دین کے سلسلہ میں کس چیز پر تھے) اس کا مقصد توبیخ ہے کہ تم اپنے دین میں کسی چیز پر نہ تھے۔ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ (وہ کہتے ہیں کہ ہم ہجرت سے عاجز تھے) اس لئے کہ مغلوب تھے۔ فِي الْاَرْضِ (سرزمین مکہ میں) انہوں نے ہمیں جبرواکراہ سے نکالا۔ قَالُوْٓا (ملائکہ ان کو بطور توبیخ کہتے ہیں) اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا (کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے) اس سے مراد یہ ہے کہ تمہیں مکہ سے کسی بھی علاقے کی طرف ہجرت کی قدرت حاصل تھی۔ جہاں تمہیں اپنے دین کے ظاہر کرنے میں رکاوٹ نہ تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی ہجرت کر سکتے تھے۔ فتھاجروا یہ جواب استفہام کی وجہ سے منصوب ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (سو ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ جانے کیلئے بری جگہ ہے) یہ اِنَّ کی خبر ہے۔ اولئک پر فا اس لئے لائے کیونکہ الذین میں ابہام ہے جو شرط کے مشابہ ہے۔ یا قالوا فیم کنتم اور ضمیر عائد محذوف ہے یعنی قالوا لھم۔

مسئلہ: اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی جگہ اپنے دین کو قائم نہ رکھ سکتا ہو جیسا قائم رکھنا چاہئے اور دوسری جگہ قائم رکھنے کا امکان ہو تو اس پر ہجرت ضروری ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ جو اپنے دین کو لے کر ایک زمین سے دوسری زمین میں گیا خواہ وہ ایک بالشت دور ہو تو جنت اس کیلئے لازم ہوگئی اور وہ اپنے باپ ابراہیم اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق ہوگا۔ (ثعلبی نے مرسلاً روایت کی ہے)

تفسیر آیت ۹۸:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ (مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے مغلوب کر دیئے گئے)۔ اس میں مغلوب لوگوں کو اہل وعید سے مستثنیٰ کیا گیا۔ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا (نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ راستہ سے واقف ہیں)

یعنی محتاجی اور عاجزی کی وجہ سے نکلنے کی تدبیر نہیں رکھتے اور نہ ان کو راستوں کی پہچان ہے۔

نحو: لایستطیعون یہ مستضعفین کی صفت ہے۔ یا الرجال و النساء و الولدان کی صفت ہے اور یہ بات درست ہے۔ جملہ حکماً نکرہ ہے۔ موصوف میں حرف تعریف کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کی نظیر یہ ہے۔ ولقد امرّ علی اللئیم یسبنی۔ شعر میں یسبنی جملہ اللّئیم کی صفت ہے۔

آیت ۹۹: فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ (پس ان کے لئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے گا) یہاں عسٰی کا لفظ اگرچہ امید و طمع کے لئے آتا ہے۔ مگر شاہی محاورہ میں وجوب کے لئے ہے۔ کیونکہ سخی کا طمع دلانا وعدہ پورا کرنا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے) اپنے بندوں کی تخلیق سے قبل ہی عفو و غفور ہے۔

وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا

اور جو شخص اللہ کی راہ میں وطن چھوڑے وہ زمین میں جانے کی بہت سی جگہ پائے گا اور اسے بہت کشادگی

وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

ملے گی، اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کی نیت سے نکل کھڑا ہو

ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

پھر اس کو موت آ پکڑے تو یقینی طور پر اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا اور اللہ

غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۴ / ۱۱

بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت ۱۰۰: وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا (جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا۔ اس کو زمین میں منتقل ہونے کے مقام مل جائیں گے)

معنی الرغم:

مراغمًا ہجرت کے مقامات اور راستے جن پر چل کر وہ اپنی قوم کی ناک خاک آلود کرنے والا ہوگا۔ یعنی وہ ان سے ان کی ناک خاک آلود کر کے جدا ہو۔ الرغم ذلت و رسوائی کو کہتے ہیں۔ اصل میں ناک کا خاک آلود کرنا ہے۔ رُغام مٹی کو کہتے ہیں۔ محاورہ ہے راغمت الرجل۔ جب وہ اس سے جدا ہو اور وہ اپنی ذلت و رسوائی کی وجہ سے جدائی کو پسند نہ کرتا ہو۔ كَثِیْرًا وَّسَعَةً (بہت اور رزق میں وسعت) یا دین کو ظاہر کرنے کی وسعت یا سینے کی وسعت کیونکہ اس کا خوف امن میں بدل گیا۔ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (جو آدمی اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف مہاجر بن کر نکلا) یعنی جس طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نکلنے کا حکم دیا۔ مهاجرًا یہ یخرج کی ضمیر سے حال ہے۔

ہجرت الی اللہ:

ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ (پھر اس کو ہجرت گاہ میں پہنچنے سے قبل موت آگئی) اس کا یخرج پر عطف ہے۔ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ (اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر واقع ہوا) یعنی وعدۂ الٰہی کے مطابق اس کو اجر ملے گا۔ عَلَی اللّٰهِ فرمانا صرف تاکید وعدہ کے لئے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان ہیں)

مَسْئَلَۃ: علماء نے فرمایا۔ ہر وہ ہجرت جو طلب علم، حج، جہاد، ایک شہر سے دوسرے شہر جانا تا کہ وہاں اطاعت الٰہی میں اضافہ ہو۔ یا قناعت حاصل ہو یا زہد میں ترقی ہو یا پاکیزہ رزق میسر ہو۔ تو یہ تمام اقسام ہجرت الی اللہ ورسولہ میں شامل ہیں۔ اگر ان کے راستہ میں موت آگئی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں مل گیا۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں

الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ

قصر کر لو اگر تم کو اس بات کا خوف ہے کہ کافر لوگ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں گے، بے شک کافر تمہارے کھلے

عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ

ہوئے دشمن ہیں اور جب آپ ان میں موجود ہوں پھر ان کے لئے نماز قائم کریں تو چاہیے کہ ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو جائے

مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۣ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠

اور یہ لوگ اپنے ہتھیار لے لیں، پھر جب سجدہ کر چکیں، تو یہ تمہارے پیچھے ہو جائیں

وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا

اور دوسری جماعت آ جائے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ سو وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں، اور اپنے بچاؤ کا

حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ

سامان اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لیں۔ کافروں کی یہ خواہش ہے کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے غافل

وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

ہو جاؤ تو تم پر یک بارگی حملہ کر بیٹھیں، اور تم پر اس بات کا کوئی گناہ نہیں کہ

اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ

اگر بارش سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار رکھ دو

وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾

اور اپنے بچاؤ کا سامان لے لو، بے شک اللہ نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار فرمایا ہے،

آیت ۱۰۱: وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ (جب تم زمین میں سفر کرو) الضرب کا معنی یہاں سفر کرنا ہے۔ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ (تو تم پر کچھ گناہ نہیں) اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (کہ تم نماز میں قصر کرو) یعنی رکعات نماز میں قصر کہ چار کی دو پڑھو۔

سوال: آیت کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قصر سفر میں رخصت ہے۔ اور تکمیل عزیمت ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کیونکہ لا جناح تخفیف و رخصت کے مواقع میں مستعمل ہوتا ہے۔ لازم ہونے کے معنی میں نہیں آتا۔

نقصان کے خیال پر اطمینان کے لئے گناہ کی نفی کی:

جواب: قصر عزیمت ہے۔ نہ کہ رخصت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اکمال جائز نہیں۔ صلاۃ السفر رکعتان تمام غیر قصر علی لسان نبیکم۔ رہی آیت تو انہیں اتمام سے الفت تھی پس اس بات کا امکان تھا۔ کہ ان کے دلوں میں قصر کی وجہ سے نماز میں نقصان کا خیال گزرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نفسوں کو قصر کے سلسلہ میں اطمینان دلانے کے لئے گناہ کی نفی کی تاکہ دلوں میں خوشی پیدا ہو۔ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کافر تمہیں فتنے میں مبتلا کریں گے) یعنی اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کفار تمہارے قتل کا قصد کریں گے۔ یا زخمی کرنے کی ٹھانیں گے۔ یا پکڑ لیں گے۔

خارجیوں: کے نزدیک قصر کے جائز ہونے کے لئے خوف شرط ہے۔ جیسا کہ بظاہر نص میں خوف کے موقع پر قصر کا جواز اترا۔

جمہور: کے نزدیک خوف کی شرط نہیں۔ اس کی تاکید حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ ہم کیوں قصر کرتے ہیں جبکہ اب ہم امن میں ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے بھی تعجب ہوا جس بات سے تمہیں ہوا۔ تو میں نے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا۔ صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته۔ مسلم ۶۸۶' احمد ۱/ ۲۵

یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کیا ہے۔ پس اس کو قبول کرو۔

قصر صدقہ ہے:

مَسْئَلَہ: اس روایت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سفر کی صورت میں تکمیل جائز نہیں۔ کیونکہ ایسا صدقہ جس میں تملیک کا احتمال بھی نہ ہو وہ محض اسقاط ہے۔ اور اس کے واپس کرنے کا احتمال بھی نہیں۔ اگر صدقہ کرنے والا ایسے لوگوں میں سے ہو جس کی اطاعت لازم نہیں مثلاً متولی قصاص جب وہ معاف کر دے۔ پس جس کی اطاعت لازم ہے اس کی طرف سے کیا جانے والا صدقہ لزوم کا زیادہ حقدار ہے۔

وقت نزول کی کیفیت کا تذکرہ:

آیت کے نزول کے وقت ان کی حالت اسی طرح تھی۔۔ پس حالات کے موافق اتری جیسا کہ دوسری آیت میں ہے اِن اردن تحصناً۔ النور۔ ۳۳۔ (کیونکہ کچھ لوگ ارادہ تحصن کے باوجود ان سے برے کام کرواتے) اس کی دلیل عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت بھی ہے۔ من الصلاة ان یفتنکم ہے یعنی لئلاّ یفتنکم اس طرح کہ قصر سے مراد حالات میں قصر ہے۔ وہ یہ ہے کہ خوف شدید کے وقت جانور کے اوپر ہی اشارہ کر لے۔ یا رکوع' سجود قراءت و تسبیح میں تخفیف کرے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا (بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں) پس ان سے بچو۔

آیت ۱۰۲: وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ ان میں ہوں اور نماز پڑھانے کا ارادہ کریں) ھم سے مراد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اقمت یہاں اردت کے معنی میں ہے۔

صلوٰۃ خوف آپ کی خصوصیت نہیں:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس کو اپنے ظاہر سے متعلق کیا اسی لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی نماز خوف کو خاص مانا ہے۔ مگر طرفین رحمہما اللہ کہتے ہیں۔ ائمہ، ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں پس آپ کو خطاب ان تمام کو شامل ہوگا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں خذ من اموالھم صدقہ تطھرھم۔ التوبہ۔۱۰۳۔ اب زکوٰۃ ہر زمانہ میں ہے اور اس کی دلیل صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔

فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ (پس ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو) ان کی دو جماعتیں بنا دیں۔ ایک ان میں سے آپ کے ساتھ کھڑی ہو کر نماز ادا کرے اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہے۔

وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ۔ (وہ اپنا اسلحہ ضرور ساتھ لے لیں جو کہ دشمن کے سامنے ہیں)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر اس سے مراد نمازی ہو تو وہ ایسا اسلحہ جو نماز میں ان کو مشغول کرنے والا نہ ہو لے لیں، مثلاً تلوار، خنجر وغیرہ۔

سجدہ نماز مراد ہے:

فَاِذَا سَجَدُوْا (پس جب وہ سجدہ کر چکیں) یعنی اپنی رکعت کو سجدہ سے مقید کر چکیں۔ سجود سے ظاہری سجدہ مراد ہے۔ مگر امام مالک رحمہ اللہ سجدہ سے نماز مراد لیتے ہیں۔

فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ص (پس وہ تمہارے پیچھے چلے جائیں) یعنی جب آپ کے ساتھ والی جماعت ایک رکعت ادا کر لیں۔ تو وہ پیچھے لوٹ کر دشمن کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔

وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ اور دوسری جماعت آئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں۔ لم یصلوا موضع رفع میں طائفۃ کی صفت ہے۔ فلیصلوا سے مراد وہ دوسرا گروہ ہے جو ابھی دشمن کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ رکعت ثانیہ میں شریک ہوگا۔

وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ (وہ اپنے بچاؤ کا سامان اور اسلحہ ساتھ لے لیں) حذر سے مراد بچاؤ والی چیز زرہ وغیرہ۔ اسلحہ جمع سلاح کی ہے۔ جس سے دشمن کے ساتھ قتال کیا جائے۔ اسلحہ لینا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شرط ہے۔ اور ہمارے نزدیک مستحب ہے۔ صلوٰۃ خوف کی کیفیت تو معروف ہے۔

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ (کافر لوگ تمنا کرتے ہیں کہ کاش تم اپنے اسلحہ اور سامان کی طرف سے غافل ہو جاؤ) یعنی ان کی تمنا یہ ہے کہ نماز کے دوران دھوکے سے تم پر حملہ آور ہوں۔ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً (پس وہ تم پر ٹوٹ پڑیں یک بارگی) یعنی وہ تم پر یک بارگی حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ (اور تم پر گناہ نہیں اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو۔ کہ تم اپنا اسلحہ رکھ دو اور اپنا بچاؤ لے لیا کرو)

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا

سو جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر۔ پھر جب

اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا

مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کرو، بے شک نماز مومنین پر فرض ہے جس کا

مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا

وقت مقرر ہے اور دشمنوں کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو، اگر تم کو تکلیف ہوتی ہے تو ان کو بھی تکلیف ہوتی ہے جیسا کہ تمہیں

تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۵ / ۱۲

تکلیف ہوتی ہے۔ اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ امید نہیں رکھتے ، اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔

دشمن سے محتاط رہو:

اس آیت میں اسلحہ رکھنے کی رخصت دی جبکہ اسلحہ بوجھل ہو بارش سے تر ہو جانے کی بناء پر یا مرض کی وجہ سے کمزوری ہو۔ اور اس کے باوجود بچاوا لینے سے غفلت نہ اختیار کرو۔ کہیں دشمن اچانک حملہ آور نہ ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے) اس آیت میں مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرنے کے لئے اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔ اور مسلمانوں کو یہ بتلانے کے لئے کہ بچاوے کا حکم غلبہ کی توقع میں قبول نہیں کرنا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر انجام دینا ہے۔ تاکہ ثواب ملے۔

تین طرز تفسیر:

آیت ۱۰۳: فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (جب تم نماز سے فارغ ہو چکو۔ تو اللہ تعالیٰ کو قیام وقعود اور اپنے پہلوؤں پر پڑے یاد کرو) یعنی تمام احوال میں ذکر اللہ کی مداومت کرو۔ یا جب نماز کی ادائیگی کا ارادہ کرو تو کھڑے نماز ادا کرو جبکہ کھڑے ادا کر سکتے ہو۔ اور اگر قیام سے عاجز ہو تو بیٹھ کر اور اگر بیٹھنے کی سکت نہ ہو تو پہلو پر لیٹ کر۔ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ (جب تم اطمینان کی حالت میں ہو جاؤ) یعنی خوف زائل ہو کر اطمینان میسر آ جائے۔ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (تو نماز کو قائم کرو) یعنی ایک جماعت کے ساتھ اس کو مکمل ادا کرو۔ یا جب تم نماز قائم کرو تو پوری نماز پڑھو قصر نہ کرو۔

یا تیسری تفسیر یہ ہے۔ جب صحت پر اطمینان میسر ہو جائے تو قیام و رکوع و سجود کو مکمل کرو۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلٰى

الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (بیشک نماز ایمان والوں کیلئے وقت کی تعیین کے ساتھ فرض ہے) یعنی اوقات معلومہ کے ساتھ محدود ہے۔

آیت ١٠٤: وَلَا تَہِنُوْا (کافروں کے سلسلہ میں کمزوری نہ دکھاؤ اور سستی نہ کرو) فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ (کافروں سے لڑنے کی طلب میں) اور ان کے سامنے رکاوٹ بننے میں۔ پھر اس ارشاد سے مسلمانوں پر حجت قائم کی۔ اِنْ تَکُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّہُمْ یَاْلَمُوْنَ کَمَا تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا یَرْجُوْنَ (اگر تم دکھ محسوس کرتے ہو تو وہ بھی زخموں کا دکھ محسوس کرتے ہیں۔ اور تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہو (ثواب کی) اور وہ اس کی توقع نہیں رکھتے)

تلقین صبر:

مطلب یہ ہے کہ زخموں کی تکلیف یا قتل کا دکھ یہ فقط تمہارے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ تمہارے اور ان کے مابین مشترک ہے۔ ان کو اور تمہیں پہنچتا ہے۔ پھر وہ کافر ہو کر صبر کرتے ہیں۔ تم صبر کیوں نہیں کرتے جیسے وہ کرتے ہیں۔ حالانکہ تمہیں بدرجہ اولیٰ صبر کرنا چاہئے کیونکہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے وہ توقعات ہیں جو انہیں نہیں۔ جیسے تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ اور آخرت کا عظیم الشان وعدہ۔ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا (اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں) یعنی مسلمانوں کے دکھ و آلام کو جاننے والا ہے۔ حَکِیْمًا (ان کے معاملات کی تدبیر میں حکمت والا ہے)

إِنَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرٰكَ

بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ دیں جو اللہ نے آپ کو

اللّٰهُ ۚ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ

سمجھایا۔ اور نہ ہو جائیے خیانت کرنے والے لوگوں کے طرف دار، اور اللہ سے استغفار کیجئے، بے شک اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَهُمْ ۚ إِنَّ

بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ اور آپ ان لوگوں کی طرف سے جواب دہی نہ کیجئے جو اپنی جانوں کی خیانت کر رہے ہیں بے شک

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ

اللہ پسند نہیں فرماتا اس شخص کو جو خیانت کرنے والا گنہگار ہو۔ جو شرماتے ہیں لوگوں سے

وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ

اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہے جبکہ وہ راتوں کو اس بات کا مشورہ کرتے ہیں جس سے

الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰٓأَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ

اللہ راضی نہیں ہے، اور اللہ ان کے سب کاموں کو جاننے والا ہے۔ خبردار تم وہ لوگ ہو جو جھگڑتے ہو

عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ان کی طرف سے دنیا والی زندگی میں سو کون جھگڑے گا ان کی طرف سے قیامت کے دن

طعمہ بن ابیرق اور حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

آیت ۱۰۵: روایت میں ہے کہ بنی ظفر کے ایک شخص طعمہ بن ابیرق نے اپنے پڑوسی قتادہ بن نعمان کی زرہ چرائی۔ وہ زرہ ایک آٹے کی بوری میں تھی۔ بوری میں سوراخ تھا' آٹا بوری کے سوراخ سے گرتا گیا۔ اور نشان پڑتا گیا۔ چور نے یہ بوری زید بن السمین یہودی کے پاس چھپادی۔ تلاش کرنے پر زرہ طعمہ کے پاس نہ ملی۔ اس نے اس کے متعلق قسم اٹھائی کہ اس نے نہیں لی۔ اور نہ اسے اس کا علم ہے۔ انہوں نے اسے چھوڑا اور آٹے کے نشان پر چلتے چلتے یہودی کے مکان پر پہنچے اور اس کو جا پکڑا۔ یہودی نے کہا۔ یہ تو طعمہ رکھ کر گیا ہے۔ اور اس سلسلے میں بعض یہود نے گواہی دی۔ بنو ظفر نے کہا چلو۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں لے چلو۔ چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اس کی طرف سے یہود کو جواب دیں۔ اور کہنے لگے۔ اگر آپ نے نہ کیا

تو ہمارا ساتھی ہلاک ورسوا ہو جائے گا اور یہودی بری الذمہ ہو جائے گا۔

آپ ﷺ نے اس کا ارادہ فرمالیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (بیشک ہم نے آپ کی طرف کتاب کو حق کے ساتھ اتارا ہے) حق کا معنی محق ہے حق کو ثابت کرنے والی۔ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (تا کہ تم لوگوں کے مابین فیصلہ کرو۔ اسکے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا ہے) ارای کا معنی بتلاتا ہے جو وحی کے ذریعہ ہو۔ شیخ ابومنصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی بما الهمك بالنظر فی اصوله المنزلة۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا اس کے نازل شدہ اصولوں کی روشنی میں۔

مسئلہ: اس میں دلالت ہے کہ آپ ﷺ کے لئے اجتہاد جائز تھا۔ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا (آپ خائنین کی خاطر مخاصم نہ بنیں) یعنی بنوظفر کی خاطر یہود سے مخاصمت نہ کریں۔

آیت ۱۰۶: وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں) اس ارادے کا جو آپ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشش فرمانے والے مہربان ہیں)

آیت ۱۰۷: وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ (اور نہ مجادلہ کریں ان لوگوں کی طرف سے جو اپنے نفسوں کی خیانت کرنے والے ہیں) وہ معصیت کر کے اپنے نفسوں کی خیانت کرتے ہیں۔

معصیت خیانت ہے:

مسئلہ: نافرمانوں کی معصیت کو ان کے نفوس کی خیانت فرمایا۔ کیونکہ اس کا نقصان بالآخر نفوس کی طرف لوٹتا ہے۔ اس سے مراد طعمہ ہے۔ اور اسی طرح اس کی قوم میں سے جو اس کے معاون تھے۔ حالانکہ ان کو علم تھا کہ وہ چور ہے۔ یا لفظ جمع سے اس لئے ذکر کیا تا کہ طعمہ اور ہر خائن کو شامل ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا (بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند فرماتے جو کہ بڑا خائن گناہ گار ہو) یہاں خَوَّانًا مبالغہ کا لفظ لایا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ طعمہ خیانت میں بہت بڑھنے والا ہے اور خیانت پر جم جانے والا ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ طعمہ راتوں رات مکہ بھاگ کر مرتد ہو گیا۔ اور وہاں ایک دیوار میں نقب زنی کی۔ وہ دیوار اس پر آ گری اور وہ ہلاک ہو گیا۔

گناہ سے گناہ ملتا ہے:

مسئلہ: جب آدمی کا قدم کسی گناہ پر لڑکھڑا جاتا ہے تو اس گناہ کے کئی اور بھائی بھی ہوتے ہیں۔ جو ساتھ آ جاتے ہیں۔

مقولہ عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ نے ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں روتی ہوئی آئی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ یہ پہلی بار کی چوری ہے جو اس سے ہوئی اس کو معاف کر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو جھوٹ بول رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو پہلی مرتبہ کی غلطی پر نہیں پکڑتے۔

آیت ۱۰۸: يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ (وہ لوگوں سے حیاء کرتے ہوئے چھپاتے پھرتے ہیں) ان کے ضرر کے خطرہ سے۔

اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ

یا کون ہو گا ان کا کار ساز، اور جو شخص کوئی گناہ کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے

ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا

پھر اللہ سے مغفرت چاہے تو اللہ کو پانے گا بخشنے والا مہربان، اور جو شخص کوئی گناہ کرے تو یہ گناہ کرنا

يَكْسِبُهٗ عَلٰي نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗــــَٔةً

اسی پر پڑے گا، اور اللہ علیم ہے حکیم ہے، اور جو کوئی شخص چھوٹا گناہ کرے

اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗــــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾ ع وَلَوْلَا ١٦ ع ٨ ١٣

یا بڑا گناہ کرے پھر کسی بری آدمی کو اس کی تہمت لگا دے تو اس نے بڑا بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لاد لیا۔ اور اگر

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْھُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۭ وَمَا

آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے یہ ارادہ کر ہی لیا تھا کہ آپ کو بہکا دیں، اور وہ

يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ

نہیں بہکاتے مگر اپنی ہی جانوں کو، اور آپ کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچائیں گے، اور اللہ نے نازل فرمائی ہے آپ پر

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ

کتاب اور حکمت اور آپ کو وہ باتیں بتائیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا فضل

عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿١١٣﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ النصف

بہت بڑا ہے، نہیں ہے کوئی بھلائی ان کے بہت سے مشوروں میں مگر جو شخص صدقے

بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ

کا یا اچھی باتوں کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا حکم دے اور جو شخص یہ

حیاء کا حقدار سب سے بڑھ کر اللہ عزوجل ہے:

وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں سکتے) اور نہ اس سے شرم کرتے ہیں۔ وَهُوَ مَعَهُمْ (حالانکہ وہ ان

کے ساتھ ہے) ان کے حالات سے مطلع ہے۔اور اس پر کوئی چھپائی جانے والی چیز مخفی نہیں۔

مَسْئَلَہ: یہ آیت ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رب سے حیاء نہیں کرتے اور اس سے نہیں ڈرتے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اس کے سامنے ہیں۔ان کے اور اس کے سامنے کوئی آڑ نہیں اور نہ اوٹ ہے اور نہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَالَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ (جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے رات گزارتے ہیں) یبیتون کا معنی تدبیر کرنا رات کے وقت۔

مالا یَرْضٰی سے مراد طعمہ کی یہ تدبیر کہ زرہ زید یہودی کے گھر پھینک آیا۔تاکہ چور اور بن جائے اور یہ قسم کھالے کہ اس نے چوری نہیں کی۔

کلام دل کا قصد ہے:

مَسْئَلَہ: اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ کلام دراصل وہ مقصد ہے جو دل میں ٹھان لے اس لئے کہ یہاں تدبیر کو قول سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا (اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کا احاطہ کرنے والے ہیں) کوئی عمل اس کے احاطہ علمی سے باہر نہیں۔

ایک نحوی تحقیق:

آیت ۱۰۹: هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ۔ ھَا یہ تنبیہ کے لئے ہے۔انتم مبتداء اور اولاء خبر ہے۔جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ (ہاں تم تو ایسے لوگ ہو کہ تم نے ان کی طرف سے جواب دہی کی باتیں کر لیں) مجادلہ کا معنی ان کی طرف سے جھگڑنا۔ نحو: نمبرا۔یہ جملہ مبینہ ہے۔ کیونکہ اولآء خبر واقع ہو رہی ہے۔جیسے سخی کو کہیں انت حاتم تجود بمالك ۔

نمبر۲۔اولآء اسم موصول بمعنی الذین اور جادلتم، صلہ اب مطلب یہ ہوا۔چھوڑو! تم تو ان کی طرف سے مجادلہ کر رہے ہو۔ هم کی ضمیر کا مرجع طعمہ اور اس کی معاون پارٹی۔

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (دنیا کی زندگی میں پس کون اللہ تعالیٰ سے ان کی طرف سے قیامت کے دن جھگڑے گا) یعنی جب اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں پکڑیں گے تو کون طعمہ کی طرف سے جھگڑے گا۔اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا (یا وہ کون شخص ہوگا جو ان کا کام بنانے والا ہوگا) جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور پکڑنے سے محافظت کرے گا۔

ظلم کی مراد:

آیت ۱۱۰: وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا (جو شخص کوئی برائی کرے) سوء سے مراد ایسا گناہ جو شرک سے کم درجہ ہو۔اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ (یا اپنے نفس پر ظلم کرے) ظلم سے مراد شرک ہے۔یا ایسی برائی جس کا نقصان دوسروں کو پہنچے جیسا کہ طعمہ نے قتادہ اور یہودی کے سلسلہ میں کیا۔(ایک کی چوری کی دوسرے کے ذمہ جھوٹ لگا دی) اور ظلم سے مراد ایسا برا کام جس کا وبال اسی تک پہنچتا ہو جیسے

جھوٹی قسم کھانا۔

ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ (پھراللہ تعالیٰ سے معافی کا طلبگار رہوا) يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا)

اس میں طعمہ کوتوبہ واستغفار پر آمادہ کیا گیا ہے۔

آیت ۱۱۱: وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ (جوشخص گناہ کا کام کرتا ہے۔تو وہ اپنے نفس پر اس کا اثر پہنچاتا ہے) کیونکہ اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں) پس وہ گناہ کی سزا، کرنے والے کے علاوہ دوسرے کونہیں دیتے۔

تعریف بہتان:

آیت ۱۱۲: وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً (جوشخص کوئی چھوٹا گناہ کرے) خطیئۃ سے گناہ صغیرہ مراد ہے۔اَوْ اِثْمًا۔ اثم کبیرہ گناہ۔ اگر پہلے سے حقوق اللہ کوتلف کرنا مراد ہوتو دوسرے سے حقوق العباد مراد ہونگے۔ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـئًا (پھراس نے اس کا الزام کسی بےقصور پر ڈال دیا) جیسا کہ طعمہ نے زید پر ڈالا۔فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا (اس نے بڑا عظیم جھوٹ اپنے اوپر لادا اور کھلا ہوا گناہ بےقصور پر ڈالا) کیونکہ وہ کسب گناہ سے گناہ گار بن گیا اور بری الذمہ پر لگانے کی وجہ سے بہتان بن گیا۔گویا اس نے دوگناہ کیے۔اَلْبُهْتَانُ ایسا جھوٹ جس پر عقل حیران رہ جائے اور وہ ایسے آدمی پر باندھا جائے جس کو کچھ علم نہ ہو۔

آیت ۱۱۳: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ (اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی) فضل سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت وعصمت اور رحمت سے مراد اس کی خصوصی مہربانی جس سے ان کو رازوں کی اطلاع دی۔

بنی ظفر کا طرزِ عمل:

لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ (تو ان میں سے ایک گروہ آپ کو بھٹکانے کا قصد کر چکا تھا) مراد بنی ظفر۔یا بنوظفر کا ایک گروہ ہے هُمْ سے مراد لوگ۔اَنْ يُّضِلُّوْكَ (کہ وہ آپ کو بھٹکا دیتے) صحیح فیصلہ سے اور طریق عدل کی پیروی سے باوجود اس بات کے جان لینے کے کہ ان کا ساتھی مجرم ہے۔وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ (اور وہ نہیں گمراہ کرتے مگر اپنے آپ کو) کیونکہ اس کا وبال ان کو پہنچے گا۔وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ (وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے) کیونکہ آپ نے ظاہر حال کے مطابق فیصلہ فرمایا تھا اور آپ کے دل میں یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ حقیقت اس کے الٹ ہے۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب قرآن اتاری) وَالْحِكْمَةَ اور سنت۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (اور آپ کو وہ علم دیا جو آپ نہ جانتے تھے) یعنی امور دین وشریعت کے سلسلہ میں یا مخفی امور اور دلوں کے راز وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے) اس سلسلہ میں کہ آپ کو علم دیا اور انعامات فرمائے۔

ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ

کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرے گا سو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے۔ اور جو شخص

يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ

رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف

۱۷ ع ۴ ۱۴

سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع

کسی دوسرے راستے کا اتباع کرے تو ہم اس کو وہ کام کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ

بے شک اللہ اس بات کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جتنے گناہ ہیں جس کے لئے اسے منظور ہوگا بخش دے گا۔ اور جو شخص

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾

اللہ کے ساتھ شرک کرے تو وہ دور کی بڑی گمراہی میں جا پڑا۔

آیت ۱۱۴: لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ (ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں) ھُمْ سے مراد لوگ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ (مگر وہ سرگوشی جو صدقہ کی کی جائے)

نحوی تحقیق:

نحو: نمبرا۔ کثیر مبدل منہ اور مَنْ اَمَرَ بدل مجرور ہے۔ نمبر۲: یا نجواھم مبدل منہ اور مَنْ اَمَرَ بدل۔ نمبر۳: مستثنیٰ منقطع کی وجہ سے منصوب ہے۔ الا بمعنی لکن ای من امر بصدقۃٍ ففی نجواہ الخیر۔ (اِلَّا کو غیر کے معنی میں لینا زیادہ بہتر ہے گویا الا وصفی ہے۔ فتدبر)

نیکی وہ جو شہرت سے بچ جائے:

اَوْ مَعْرُوْفٍ (یا کسی نیک کام کا) جیسے نمبرا۔ قرض۔ نمبر۲۔ مظلوم کی دادرسی۔ نمبر۳۔ ہر اچھائی۔ صدقہ سے مراد زکوٰۃ لیں تو معروف سے نفلی صدقہ مراد ہے۔ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ (یا لوگوں میں صلح صفائی) وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ (جو یہ کام کرے گا) جن کا ذکر ہوا۔ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر) اس شرط سے ریاکاری اور شہرت کے لئے کرنا خود خارج ہوگیا۔ یہ مفعول لہٗ ہے۔

ایک اشکال کا جواب:

اشکال: پہلے فرمایا الا من امر۔ پھر فرمایا و من یفعل ذلك۔ پہلے امر کہا پھر فعل کا ذکر کیا۔ حالانکہ امر تو قول ہے فعل نہیں۔

جواب: امر خیر کے ساتھ امر کا لفظ ذکر کیا تا کہ وہ اس کے کرنے والے پر دلالت کرے۔ کیونکہ جب حکم دینے والا پسندیدہ لوگوں میں آ گیا تو فاعل بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہوگا۔ پھر من یفعل فرما کر اجر عظیم کا وعدہ اس سے منسلک کر دیا۔ یا حکم دینے والے کو بمنزلہ فاعل کے قرار دے کر یہ تعبیر فرما دی۔ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا (عنقریب ہم آپ کو بہت بڑا اجر دیں گے) قراءت: ابوعمرو اور حمزہ نے یؤتیه پڑھا ہے۔

آیت ۱۱۵: وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی (جو شخص رسول کی مخالفت کریگا اس کے بعد کہ امر حق ظاہر ہو چکا تھا) یعنی دلیل یقینی سے واضح ہونے اور قطعی طور پر معلوم ہونے کے بعد کہ وہ ہدایت ہے۔ وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ (وہ مؤمنوں کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ پر چلے گا) سبیل سے مراد دین حنفی کا راستہ۔

اجماع حجت ہے:

مَسْئَلَه: اس آیت میں دلیل ہے۔ کہ اجماع حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں۔ جیسا کہ کتاب و سنت کی مخالفت جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزیں۔ غیر سبیل المومنین اور مخالفت رسول کو ایک شرط سے مشروط کیا۔ اور اس کی سزا وعید شدید کی صورت میں ذکر کی۔ پس ان کی اتباع بھی موالات الرسول کی طرح ضروری ہے۔ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی (ہم اس کو پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا) یعنی جس گمراہی کو اس نے اختیار کیا ہم وہی اس کو دے دیں گے۔ اور دنیا میں جس چیز کو اس نے چنا ہے۔ اس میں اس کو چھوڑ دیں گے۔

وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) اس آیت میں طعمہ اور اس کے ارتداد کے متعلق جہنم کا ذکر فرمایا یہ آیت اسی کے متعلق اتری (کذا قال البغوی)

شرک کی معافی نہیں:

آیت ۱۱۶: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِیْدًا۔ اس کی تفسیر گزری بعیدًا سے مراد راہ حق سے دور رہا۔

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو معاف نہیں کریگا۔ اور شرک کے علاوہ جس کو معاف کرنا چاہے گا معاف کر دیگا (خواہ توبہ کے بعد یا بغیر توبہ کے) اور جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتا ہے۔ وہ راہ حق سے بھٹک گیا دور کا بھٹکنا)

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا

یہ لوگ اللہ کے سوا صرف عورتوں کو پکارتے ہیں اور نہیں پکارتے مگر شیطان کو

مَّرِیْدًا ۱۱۷ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا

جو سرکش ہے جس پر اللہ نے لعنت کی، اور شیطان نے کہا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ

مَّفْرُوْضًا ۱۱۸ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ

حصہ لے لوں گا اور میں ان کو گمراہ کروں گا۔ اور امیدیں دلاؤں گا اور ان کو تعلیم دوں گا سو وہ جانوروں کے

اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّتَّخِذِ

کانوں کو کاٹیں گے اور میں ان کو تعلیم دوں گا سو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلا کریں گے، اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر

الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا ۱۱۹ یَعِدُهُمْ

شیطان کو دوست بنا لے سو وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔ شیطان ان سے وعدے کرتا ہے

وَیُمَنِّیْهِمْ ؕ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۱۲۰ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ

اور ان کو آرزوئیں دلاتا ہے، اور شیطان ان سے صرف فریب والے وعدے کرتا ہے، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ؗ وَلَا یَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِیْصًا ۱۲۱

جہنم ہے اور اس سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔

وقف لازم

اصنام کو اناث کہنے کی وجہ:

آیت ۱۱۷: اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ (نہیں وہ عبادت کرتے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) اِلَّاۤ اِنٰثًا (مگر مؤنثوں کی) اناث جمع انثیٰ کی۔ اور وہ لات عزیٰ و مناۃ ہیں۔ اہل عرب کا ہر قبیلہ کسی نہ کسی بت کی پوجا کرتا تھا۔ وہ اس کا نام فلاں قبیلہ کی مؤنث رکھتے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے اصنام کے متعلق کہتے یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ وَاِنْ یَّدْعُوْنَ (وہ عبادت نہیں کرتے) اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا (مگر شیطان مردود کی) کیونکہ شیطان نے ان کو بتوں کی عبادت پر آمادہ کیا۔ اور انہوں نے اس کی اطاعت کی۔ پس اس کی اطاعت کو عبادت قرار دیا۔ مَّرِیْدًا اطاعت سے نکلنے والا اور بھلائی سے عاری اور اسی سے امرد بھی ہے۔

آیت ۱۱۸: لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا (اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور

شیطان نے کہا میں تیرے بندوں میں سے اپنا حصہ ضرور لونگا) شیطان کی پہلی صفت مریداً اور دوسری لعنہُ اللّٰہ ہے اور شیطان نے یہ انتہائی دشمنی والی بدترین بات کہی۔ مَّفْرُوْضًا قطعی جو میرے لئے لازم ہوگا۔ ایک ہزار میں سے ۹۹۹ شیطان کے لئے۔ ایک اللہ کے لئے۔

شیطانی چالیں:

آیت ۱۱۹: وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ (اور میں ضرور ان کو راہ حق سے بھٹکاؤں گا) گمراہی کی طرف دعوت دے کر اور وسوسہ اندازی سے۔ اگر شیطان کے پاس گمراہی کو نافذ کرنے کی قوت ہوتی تو تمام گمراہ ہو جاتے۔

وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ (اور میں ان کے دلوں میں باطل ہوسیں دلاؤں گا) یعنی باطل و بے کار تمنا ئیں ان کے دلوں میں ڈالوں گا۔ جیسے درازیٔ عمر، امیدوں کو پالینا۔ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ (میں ان کو تعلیم دونگا جس سے وہ جانوروں کے کان کاٹیں گے) البتك کاٹنا، کثرت سے چیرنا۔ بار بار چیرنا۔ مطلب یہ ہے کہ میں ان کو اس بات پر آمادہ کروں گا کہ وہ چوپایوں کے کان کاٹیں۔ وہ پانچ بچے جننے والی اونٹنی کے کان کاٹ دیتے۔ جبکہ پانچواں بچہ نر ہو۔ اور اس سے نفع اٹھانا اپنے لئے حرام کر لیتے۔ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (اور میں ضرور ان کو حکم دونگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو بدل ڈالیں گے) حامی (نر سانڈ) کی ایک آنکھ پھوڑ کر چھوڑ دیتے اور اس پر سواری نہ کرتے۔ یا غلاموں کو خصی کر دیتے۔ یہ جانوروں میں درست ہے البتہ غلاموں میں ناجائز ہے۔ یا گود کر جسم پر تصاویر بناتے۔ انساب کی نفی کر کے دوسرے نسبوں کی طرف نسبت کرتے۔ یا سفید بالوں کو سیاہ رنگ کرتے۔ یا اپنی طرف سے تحریم و تحلیل کرتے یا خنثیٰ بناتے۔ یا دین اسلام جو اللہ تعالیٰ کا فطری دین ہے اس کو تبدیل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا لا تبديل لخلق الله۔ الروم۔۳۰۔ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (جس نے شیطان کو اپنا دوست بنایا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) اور اس بات کو قبول کیا جس کی طرف شیطان نے دعوت دی۔ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا (وہ کھلے ہوئے نقصان میں مبتلا ہوا دونوں جہانوں میں)

آیت ۱۲۰: يَعِدُهُمْ (وہ شیطان ان سے وعدے کرتا ہے) ان کو اس طرح کے وساوس ڈالتا ہے کہ جنت نہیں۔ دوزخ نہیں اور نہ ہی بعث و حساب ہے۔ وَيُمَنِّيْهِمْ (اور ان کو امیدیں دلاتا ہے) جن کو وہ کبھی پا نہیں سکتے۔ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (اور شیطان کا وعدہ ان سے محض فریب ہی ہوتا ہے) غرور۔ دیکھے کچھ اور ظاہر اس کے الٹ ہو۔

آیت ۱۲۱: اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا (ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے چھٹکارے اور بھاگنے کا راستہ نہ پائیں گے)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے عنقریب ہم ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ

نہریں جاری ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ فرمایا ہے، اور کون ہے

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ

جس کا کہنا اللہ سے زیادہ سچا ہو۔ نہ تمہاری آرزوؤں پر مدار ہے اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر۔

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا

جو شخص برا عمل کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا اور نہ پائے گا اللہ کے سوا کوئی دوست اور

نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

مددگار، اور جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو

۱۹ ع ۸ ۱۶ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ

تو یہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں، اور ان پر اتنا ظلم بھی نہ ہوگا جتنا گڑھا کھجور کی گٹھلی میں ہے، اور اس سے بڑھ کر دین کے اعتبار سے کون اچھا

دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ

ہوگا جس نے اپنی ذات کو اللہ کے لئے جھکا دیا، اور وہ اچھے کام کرنے والا ہے۔ اور اس نے ابراہیم کی ملت کا اتباع کیا جو سارے دینوں کو چھوڑ کر اللہ ہی کی طرف مائل

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

ہونے والے تھے، اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنا لیا۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

۱۸ ع ۱۱ ۱۵ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔

آیت ۱۲۲: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے) اور شیطان کی

کفریہ باتوں میں اتباع نہیں کی۔

سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا (عنقریب ہم ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے)

قراءت: نخعی کی قراءت میں سید خلھم ہے۔ وَعْدَاللّٰهِ حَقًّا (اللہ تعالیٰ نے اس کا سچا وعدہ کیا ہے)

نَحْو: وعد اور حقًّا دونوں مصدر ہیں مفعول مطلق برائے تاکید لائے گئے ایک اپنے فعل کی تاکید جبکہ دوسرا اسی فعل کی تاکید ہے۔

استفہام بمعنی نفی:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا (کون بات میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہے) قیل کا معنی قول ہے۔ یہ استفہام ہے جو نفی کے معنی میں آیا ہے۔ جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں اور شیطان کے جھوٹے وعدوں میں تقابلی موازنہ کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی زیادہ سچا نہیں۔ یہ تیسری تاکید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کیے گئے وعدے ضرور پورے فرمائیں گے۔

جھوٹی تمنا بے فائدہ ہے:

آیت ۱۲۳: لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ (حقیقت امر تمہاری تمناؤں پر نہیں) اے مشرکو! کہ تمہارے یہ بت تمہیں فائدہ دیں گے۔ وَلَآ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ (اور نہ حقیقت اہل کتاب کی تمناؤں سے وابستہ ہے) جبکہ وہ اس حد تک دعویٰ کرنے والے ہیں: نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ [المائدہ: ۱۸] کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں۔ اسی طرح: لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً (البقرہ: ۸۰) کہ ہمیں تو آگ چند دن لگے گی۔ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ (جو شخص کوئی برا عمل کرتا ہے اس کا بدلہ دیا جائے گا) خواہ مشرکین سے ہو یا اہل کتاب میں سے جیسا کہ آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا۔ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا (وہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہ پائے گا) اس میں کفار کو وعید سنائی گئی کیونکہ بعد والی آیت میں فرمایا۔

آیت ۱۲۴: وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ (جو شخص بھی کوئی نیک عمل کرے گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو)۔

نَحْو: هو مؤمن یہ حال ہے۔ اور پہلا مِنْ۔ تبعیضیہ اور دوسرا من یعمل کے ابہام کو دور کرنے کے لئے ہے۔

نکتہ: اس آیت سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔

ایمان دخولِ جنت کا اصل سبب ہے:

فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ (پس وہ جنت میں داخل ہونگے)

قراءت: مکی ابو عمرو اور ابوبکر رحمہم اللہ نے یُدْخَلون پڑھا ہے۔ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا (اور ذرہ بھر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی) نَقِیْر وہ گڑھا جو گٹھلی کی پشت میں ہوتا ہے۔ لا یظلمون کی ضمیر نیک و بد عمل کرنے والے تمام کی طرف ہے۔ اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ ایک فریق کے ہاں اس کا تذکرہ کرنا دوسرے فریق کے ہاں تذکرہ کرنے کیلئے دلیل ہو۔ اور ارشادِ الٰہی: من یعمل

سوءً ا یجزبہٖ اور ومن یعمل من الصالحات کو اہل کتاب کی تمنیات کے بعد ذکر کرنا جیسے کہ دوسری آیت :بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ (البقرہ ۸۱) اور ارشادِ الٰہی : والذین اٰمنوا وعملوا الصالحات کو اپنے اس ارشاد کے بعد لائے ۔ وقالوا لن تمسنا النار اِلا ایامًا معدودۃ ۔ (تو گویا ایک فریق کا تذکرہ فرمایا وہاں دوسرا خود اس سے سمجھا اور مانا جاتا ہے)

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ (اور ایسے شخص سے کس کا دین اچھا ہوگا جس نے پھیر لیا اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف) یعنی جس نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دیا اور مکمل طور پر اس کے سپرد کر دیا کہ اس کے سوا کسی کو رب و معبود جانتا ہی نہیں ۔ وَھُوَ مُحْسِنٌ (اس حال میں کہ وہ مخلص ہو) یعنی نیک کاموں کو اپنانے والا ہو۔ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا (اور اس نے اتباع کی ملت ابراہیم علیہ السلام کی جو سب سے یکسو ہو جانے والے تھے) حَنِیْفًا باطل دینوں سے منہ موڑ کر راہ حق پر گامزن ۔

نحو :حنیفا یہ ابراہیم سے حال ہے یا وَاتَّبَعَ سے حال ہے۔

لفظ خلیل کی تحقیق و تعریف :

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا (اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خالص دوست بنایا) خلیلا یہ اپنے اصل کے لحاظ سے الخال تھا۔ اس کو کہتے ہیں جو تمہارے خلل اور بگاڑ کی درستگی کرے ۔ یا خلال اصل ہے جس کا معنی گھر میں آنا جانا ہے ۔ یا خلل کا معنی رخنہ اور شگاف ہے جو تمہارے شگاف و خلل کو اسی طرح دور کرے جیسا وہ اپنے شگاف کو کرتا ہے ۔ خُلّت خالص دوستی کو کہتے ہیں ۔ جو رازوں کے خالص ہونے کی وجہ سے خصوصیت کو لازم کرتی ہے ۔ اور محبت زیادہ مخلصانہ ہے کیونکہ وہ دل کی گہرائی سے ہے ۔ یہ جملہ معترضہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں ۔ جیسا کہ شاعر کے اس کلام میں ۔ یالیت شعری والحوادث جمۃ

جملہ کا فائدہ :

ملت وطریق ابراہیمی کی اتباع کی تاکید کر دی ۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس مرتبہ کو پہنچا ہو ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو خلیل بنایا ۔ تو اس کا راستہ اتباع و پیروی کے لئے لائق و مناسب ہے ۔ اگر اس کو ماقبل جملوں پر بطور عطف لایا جاتا تو یہ معنی نہ دے سکتا ۔ حدیث شریف میں وارد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا جبرئیل بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیوں بنایا ۔ تو انہوں نے جواب دیا کیونکہ وہ مخلوق کو کھانا کھلاتے ۔ اور لوگوں کو خوب سلام کہتے ۔ اور رات کو لوگ سوتے اور وہ نماز میں مشغول ہوتے ۔ (بیہقی ۹۶۱۶ فی شعب الایمان) ایک قول یہ بھی ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں نے تجھے خلیل بنایا کیونکہ تو لینے کی بجائے دینا پسند کرتا ہے ۔ اور ایک روایت میں یہ ہے تو لوگوں کو دیتا ہے خود ان سے طلب نہیں کرتا ۔

خلیل کو اللہ کی خلت کی حاجت ہے :

آیت ۱۲۶: وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے) اس

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ ۖ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى

اور وہ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو کتاب میں

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِي يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ

تم پر تلاوت کیا جاتا ہے ان یتیم عورتوں کے بارے میں جن کو تم وہ حق نہیں دیتے ہو جو ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے

وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَأَنْ تَقُومُوا

اور تم رغبت رکھتے ہو کہ ان سے نکاح کرو۔ اور ضعیف بچوں کے بارے میں بھی تم پر آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور یہ کہ

لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۖ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿۱۲۷﴾

تم یتیموں کے حق میں انصاف کے ساتھ قائم رہو۔ اور جو کوئی خیر کا کام کرو گے سو اللہ تعالیٰ اس کا جاننے والا ہے۔

میں اس بات کی دلیل بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی خُلّت کی خلیل کو حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی خُلّت کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ وہ اس سے پاک ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والے ہیں) اپنے علم کے لحاظ سے۔

فتویٰ، مبہم کی وضاحت کا نام:

آیت ۱۲۷: وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ (وہ عورتوں (کی میراث) کے متعلق آپ سے دریافت کرتے ہیں) یعنی وہ آپ سے عورتوں کے متعلق فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ اور افتاء مبہم کو واضح کرنے کو کہتے ہیں۔ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِي يَتٰمَى النِّسَآءِ۔ (اے محمد ﷺ) کہہ دیں کہ اللہ عورتوں کے متعلق تم کو اپنا حکم کھول کر بتاتا ہے۔ اور جو تم پر پڑھا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یتیم عورتوں کے متعلق) یعنی اللہ تعالیٰ اپنا حکم بتا رہے ہیں۔

الکتاب سے مراد قرآن مجید اور فی یتامٰی سے مراد یہ آیت ہے وان خفتم الا تقسطوا فی یتامٰی النساء۔۳۔ اور یہ اس طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ اعجبنی زید و کرمه۔ مجھے زید کی سخاوت نے تعجب میں ڈالا۔

نحو: وما یتلی۔ یُفتیکم کی ضمیر عطف کی وجہ سے مرفوع ہے یا لفظ اللہ پر عطف کی وجہ سے۔ یتلی کا صلہ فی یتامٰی النساء ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ یتلی علیکم فی معناهن۔ نمبر۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فی یتامی النساء فیهن سے بدل ہو۔ اور اضافت من کے معنی میں ہو۔

غلط روش کی تردید:

الّٰتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ (وہ عورتیں جن کو تم ان کا لازم کردہ حق نہیں دیتے ہو) یعنی جو ان کا میراث میں حصہ مقرر

ہوا۔اور عرب میں یتیم بچیوں کو اپنے ساتھ ملاتے اور ان کا مال بھی لے لیتے۔اگر خوبصورت ہوتیں تو ان سے شادی کر لیتے اور مال کھا جاتے اور اگر بدصورت ہوتیں تو شادی سے ان کو روکتے یہاں تک کہ وہ مر جاتیں اور وہ ان کے وارث بن جاتے۔وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ (اور تم ان سے نکاح میں رغبت رکھتے ہو) ان کی خوبصورتی کی وجہ سے یا ان کی بدصورتی کی وجہ سے نکاح سے بے رغبتی رکھتے ہو۔وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ (اور کمزور بچے) یعنی یتیم۔

نحو: المستضعفین یہ یتامی النساء پر عطف کی وجہ سے مجرور ہے۔

نحوی تحقیق:

زمانۂ جاہلیت میں مضبوط آدمی کو وارث بناتے بچوں اور عورتوں کو چھوڑ دیتے۔وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى (یہ کہ تم قائم کرو انصاف یتامیٰ کے لئے) **نحو**: (١) یہ بھی المستضعفین کی طرح مجرور ہے۔معنی اس طرح ہے یفتیکم فی یتامی النساء و فی المستضعفین، و فی ان تقوموا۔نمبر٢: یا منصوب ہے۔اور معنی یہ ہے۔یامرکم ان تقوموا۔اس صورت میں ذمہ داروں کو خطاب ہے کہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں۔اور ان کے حقوق پورے پورے دیں۔بِالْقِسْطِ (انصاف وعدل کے ساتھ) ان کے اموال و میراث کے سلسلہ میں۔وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ (اور جو تم بھلائی کا کام کرو) فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا (پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں) وہ اس پر بدلہ دیں گے۔

نحو: ماتفعلوا شرط فان اللّٰہ یہ جواب شرط ہے۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ

اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے بدمزاجی کا یا بے رخی کا اندیشہ کرے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں

اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ

کہ آپس میں کسی خاص طریقہ پر صلح کر لیں۔ اور صلح اچھی چیز ہے۔ اور انسانوں کے نفسوں میں کنجوسی حاضر کر دی

الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾

گئی ہے اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ

اور تم ہرگز اس بات پر قادر نہیں ہو کہ عورتوں کے درمیان عدل قائم رکھو گرچہ تم حرص کرو۔ لہٰذا تم بالکل ہی نہ

الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

ڈھل جاؤ جس کی وجہ سے ایک عورت کو ادھر میں لٹکی ہوئی چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ

غفور ہے رحیم ہے اور اگر دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی عطا کی ہوئی وسعت کے ذریعہ بے نیاز کر دے گا

اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

اور اللہ کشائش والا اور حکمت والا ہے

شرط پر صلح میں حرج نہیں:

آیت ۱۲۸: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا (اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے بد دماغی کا خطرہ ہو) یعنی علامات وقرائن سے احتمال ہو۔ النشوز خاوند بیوی سے خشکی دکھائے اور اس کا حق اور خرچہ روک دے۔ اور گالی گلوچ اور ضرب سے تنگ کرے۔ اَوْ اِعْرَاضًا یا رخ پھیر لینے کا خطرہ ہو۔ کہ وہ اس سے میل جول میں کمی کرتا اور انس ومحبت میں کمی کرتا ہو خواہ اس کے بڑھاپے یا بدصورتی کی وجہ سے یا اس کے اخلاق یا خلقت یا رنج یا دوسری سے آنکھ لگ جانے کی وجہ سے یا اور اسی طرح کی صورت ہو۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا تو کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے مابین (کسی شرط پر) مصالحت

کر لیں۔

قراءت: کوفی نے یصّالحا پڑھا۔ یصّالحا اصل میں یتصالحا ہے تا کو صاد کر کے ادغام کیا گیا ہے۔ صُلحاً یہ مصدر ہے اور ہر دو فعل مصدر کے معنی میں ہیں الصلح کا معنی یہ ہے کہ وہ دونوں باہمی خوشدلی سے صلح کر لیں کہ وہ عورت خوشدلی سے کسی تقسیم پر راضی ہو جائے یا بعض حصے پر راضی ہو جائے یا بعض مہر خاوند کو واپس کر دے یا تمام واپس کر دے یا خرچہ کا مطالبہ نہ کرے۔

صلحًا (ان یصلحا کا کو مفعول بنانا صحیح ہے خواہ مجرد و مزید کا فرق ہے جیسا کہ اس آیت میں انبتهُ اللّٰه نباتًا)

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (اور صلح بہت بہتر ہے) جدائی سے یا نافرمانی سے یا ہر چیز میں جھگڑا اڑانے سے۔ یا الصلح خیر من الخیور کہ بھلائیوں میں سے بڑی بھلائی صلح ہے جیسا کہ جھگڑا شرور میں سے بڑا شر ہے۔

بخل طبع انسانی کا حصہ ہے:

نحو: یہ جملہ معترضہ ہے۔ جیسا کہ: وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ انسانی طبائع سے حرص غائب نہیں ہوتی۔ اس آیت میں بخل کو نفس انسانی کے پاس ہر وقت حاضر باش قرار دیا کہ وہ کبھی اس سے غائب نہیں۔ یعنی وہ طبع انسانی کا حصہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عورت اپنے حصہ سے درگزر کے لئے تیار نہیں اور مرد اس کو اس کا حصہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ جب کہ وہ اس سے بے رغبتی رکھتا ہو۔ ہر ایک اپنے آرام کا طالب ہے۔

احضرت کے دو مفعول ہیں اول انفس اور دوسرا الشح۔

پھر طبیعت کی مخالفت پر آمادہ کیا اور شریعت کی اتباع کا حکم دیا۔ وَاِنْ تُحْسِنُوْا (اور اگر تم احسان کرو) اگرچہ وہ تمہیں ناپسند اور دوسری پسند ہوں مگر حق صحبت کا خیال کرتے ہوئے ان کو قائم رکھو۔ وَتَتَّقُوْا (بے رغبتی اور اعراض سے بچو) اور ان چیزوں سے بھی جو جھگڑے اور ایذاء کا باعث ہوں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال احسان وتقویٰ سے خَبِيْرًا (مطلع ہیں) پس وہ تمہیں ثواب عنایت فرمائیں گے۔

لطیفہ: عمران خارجی علیہ ماعلیہ بنی آدم کے انتہائی بدصورت لوگوں میں سے تھا۔ اور اس کی بیوی انتہائی خوبصورت۔ عورت نے اس کو دیکھ کر کہا الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اور تو جنتی ہیں۔ عمران نے کہا وہ کیسے۔ عورت نے کہا تمہیں مجھ جیسی خوبصورت ملی تو تم نے شکر کیا اور مجھے تجھ جیسا بدصورت ملا تو میں نے صبر کیا اور جنت تو شاکرین وصابرین کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(اگر خارجی ان میں سے ہوئے تو! افافهم)

عدل کی تعریف:

آیت ۱۲۹: وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ (تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ تم عورتوں کے درمیان عدل کرو) یعنی ایسی

برابری اور عدل کہ بالکل جھکاؤ نہ ہو۔ پس عدل کی تکمیل اسی میں ہے کہ ان کے مابین تقسیم' نفقہ' خیال رکھنے' التفات نظر' متوجہ ہونا' دل لگی کی گفتگو' خوش طبعی وغیرہ میں برابری کی جائے۔

ایک قول یہ بھی کہ العدل کا مطلب محبت میں برابری ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں میں تقسیم کے سلسلہ میں برابری فرماتے اور فرماتے اے اللہ یہ میری تقسیم اس سلسلہ میں ہے جو میرے قبضہ میں ہے۔ لیکن جو بات میرے قبضہ میں نہیں صرف تیرے اختیار میں ہے۔ اس میں تو میری پکڑ نہ کر۔ یعنی محبت۔ کیونکہ آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی۔

حتی الامکان عدل کرو:

وَلَوْ حَرَصْتُمْ (اگرچہ تم اس کی کتنی خواہش کرو) فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ (مگر کامل طور پر جھک نہ جانا) یعنی اس میں میلان اختیار کر کے مرغوب کی طرف زیادہ نہ جھکو کہ اس کی رضامندی کے بغیر اس کا حصہ روک لو۔ یعنی تمام میلان سے پرہیز تو آسانی اور سہولت کی غرض سے ہے۔ مگر اس میں تفریط سے کام نہ لو کہ بالکل عدل سے ہی تفریط ہو جائے۔

اس ارشاد میں ایک طرح کی توبیخ ہے۔

نحو : كُلَّ کا لفظ مصدر کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ اس کا حکم مضاف الیہ کا ہوتا ہے۔

فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (کہ تم اس کو ادھر میں لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو) کہ نہ وہ رانڈ رہے نہ سہاگن۔ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا (اور اگر تم ان کی اصلاح کرلو۔ اور بگاڑ سے بچتے رہو) فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے مہربان ہیں) وہ دلوں کا میلان تمہیں معاف کر دیں گے اور تم پر رحمت فرماتے ہوئے سزا نہ دیں گے۔

آیت ۱۳۰: وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا (اور اگر وہ دونوں الگ الگ ہو جائیں) اور کسی چیز پر صلح نہ کریں اور خلع یا طلاق سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ اور اس کا حق مہر اور نفقہ عدت پورا پورا دے دیں۔ يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا (تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو دوسرے کا محتاج نہ رکھے گا) مِّنْ سَعَتِهٖ (اپنی وسعت (قدرت اور غناء) کے ساتھ) یعنی عورت کو بہتر خاوند دے دے گا اور اچھی گزران پہلی گزران سے۔ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا (اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) کہ اس نے نکاح کو حلال کر دیا۔ حَكِيْمًا (اور حکمت والے ہیں) کہ رخصت کرنے کی اجازت دے دی۔ السعت قدرت وغناء کو کہتے ہیں۔ الواسع الغنی، المقتدر۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور البتہ ہم نے ان لوگوں کو وصیت کی جن کو تم سے

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِیَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ

پہلے کتاب دی گئی اور تم کو بھی وصیت کی کہ اللہ سے ڈرو، اور اگر کفر کرو گے تو بلاشبہ اللہ ہی کے لئے ہے

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ بے نیاز ہے۔ لائق حمد و ستائش ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ یَّشَاْ

جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور کارساز ہونے کے لئے اللہ کافی ہے اے لوگو اگر اللہ چاہے

یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ

تو تم سب کو ختم کر دے۔ اور دوسروں کو لے آئے، اور اللہ کو اس پر

قَدِیْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ ثَوَابَ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْیَا

قدرت ہے۔ جو شخص ارادہ کرے دنیا کے ثواب کا تو اللہ کے پاس دنیا و آخرت کا

وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع

ثواب ہے اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

ع ۱۹ / ۸ / ۱۶

تفسیر آیت ۱۳۱:

اس آیت میں اپنا غنی اور قادر ہونا بتلایا۔ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے) پیدا کرنے کے اعتبار سے، اور وہ اپنے غلاموں کو بطور غلام مالک بنانے والا ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (تحقیق ہم نے وصیت کی ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی) الکتاب میں الف لام جنس کا ہے اور تمام آسمانی کتابیں مراد ہیں۔ مِنْ قَبْلِكُمْ (تم سے پہلے) گزشتہ امتیں۔

اصل سعادت تقویٰ ہے:

نحو : یہ وصینا یااوتوا سے متعلق ہے۔وَاِیَّاکُمْ (اور تمہیں) یہ الذین اوتو اکا معطوف ہے۔اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ (کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) یاان مفسرہ ہے کیونکہ وصیت قول کے معنی میں ہے۔مطلب یہ ہوا کہ یہ پرانی وصیت ہے جو پرانے زمانہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو فرماتے ہیں۔ یہ صرف تمہیں ہی نہیں کی گئی کیونکہ بندے تقویٰ سے ہی اس کے ہاں سعادت مند بنتے رہے ہیں۔وَاِنْ تَكْفُرُوْا (اور اگر تم کفر کرو) اس کا عطف بھی اتقوا پر ہے۔کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو اور تمہیں تقویٰ کا حکم دیا۔اور انہیں بھی کہا اور تمہیں بھی کہتے ہیں۔اگر تم ناشکری کروگے۔فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا (پس بیشک اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہیں) غنی ہیں یعنی مخلوق سے اور ان کی عبادات سے اور حمید ہیں یعنی مستحق حمد ہیں اس کی تعریف کثرت انعام کی وجہ سے کی جاتی ہے۔خواہ ان کی کوئی تعریف کرے یا نہ کرے (وہ ان کی تعریف کا محتاج نہیں)

حکم تقویٰ مالک ہونے کی وجہ سے:

نکتہ: نمبرا۔للّٰہ مافی السمٰوٰت وما فی الارض دوبارہ لایا گیا۔تاکہ یہ بات پختہ طور پر ثابت کر دی جائے کہ اس کے تقویٰ کا سبب یہ ہے کہ ساری خلق اسی ہی کی ہے اور وہ ان کا خالق و مالک ہے۔پس اس کا حق یہ ہے کہ مخلوق اس کی اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے۔

نمبر۲۔اس میں یہ بھی ثبوت مہیا کر دیا کہ تقویٰ تمام بھلائیوں کی جڑ ہے۔اور تقویٰ کا حکم دینے کے بعد ان تکفروا لا کر بتلا دیا کہ مراد تقویٰ سے شرک سے بچنا ہے۔

کارساز وہی ہے:

آیت ۱۳۲: وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا کارساز ہونا کافی ہے) پس اسی کو کارساز بناؤ۔غیروں پر بھروسہ نہ کرو۔

عظمتِ قدرت:

آیت ۱۳۳: اس آیت میں بندوں کو ڈرایا اور اپنی قدرت کو بیان فرمایا۔اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ (اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے) اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ (اے لوگو! اور دوسروں کو لے آئے یا انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوق لے آئے) وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قدرت حاصل ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بلیغ انداز میں بیان فرمایا۔(اور کفار کو دھمکی دی)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ

اے ایمان والو! انصاف پر قائم ہونے والے اللہ ہی کے لئے گواہی دینے والے بن کر رہو۔ اگرچہ تمہاری جانوں

أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا

یا تمہارے ماں باپ یا تمہارے رشتہ داروں کے خلاف پڑ جائے۔ اگر غنی ہے یا فقیر ہے تو اللہ تعالیٰ کو دونوں کے ساتھ تم سے زیادہ تعلق ہے

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا ۚ وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا

سو تم انصاف کرنے میں خواہش نفس کا اتباع نہ کرو اور اگر تم کج بیانی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تمہارے

تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۳۵﴾

سب کاموں سے باخبر ہے۔

فقط طلبِ دُنیا طلبِ خسیس ہے:

آیت ۱۳۴: مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا (جو دنیا کے ثواب کا طالب ہے) جیسے کوئی مجاہد اپنے جہاد سے مال غنیمت کا طالب ہو۔ فَعِندَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (پس اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا اور آخرت کا ثواب ہے) پس یہ شخص کیوں صرف ایک کا طالب بنتا اور دوسرے کو چھوڑتا ہے۔ اور جو یہ طلب کرتا ہے وہ تو بہت ہی حقیر و خسیس ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا (اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے ہیں) بَصِيرًا (اور ہر فعل کو دیکھنے والے ہیں) اس حصہ آیت میں وعدہ اور وعید دونوں پائے جاتے ہیں (سبحان اللہ)

تفسیر آیت ۱۳۵:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ (اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے ہو جاؤ) یعنی اقامت عدل میں خوب کوشش کرو یہاں تک کہ ظلم نہ کرو۔ شُهَدَاءَ لِلَّهِ (اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے) یعنی تم اپنی گواہی خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے دو۔

نحو: قوامین خبر اول اور شہداء خبر ثانی ہے۔

اقرار شہادتِ علی النفس:

وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ (اگرچہ وہ گواہی اپنے نفسوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) شہادت علی نفسہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کے خلاف اقرار کیونکہ یہ بھی شہادت ہے۔ کیونکہ حق کو اپنے اوپر اس نے لازم کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دعویٰ

شہادت ٗ اقرار یہ تینوں چیزیں کسی ایک کے دوسرے پر حق کی خبر واطلاع میں برابر ہیں۔البتہ تینوں میں فرق یہ ہے کہ دعویٰ یا اپنے ذاتی حق کی اطلاع ہے جو غیر کے ذمہ ہے۔اقرار کسی دوسرے کا حق اپنے اوپر تسلیم کرنا۔شہادت دوسرے کے حق کے لئے دوسرے کے خلاف اطلاع دینا ہے۔

اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ (یا والدین اور قرابت داروں کے خلاف ہو) یعنی اگر شہادت اپنے ماں ٗ باپ اور اقارب کے خلاف ہو۔اِنْ یَّکُنْ (اگر چہ وہ شخص) جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے۔غَنِیًّا (مالدار ہو) تو پھر بھی گواہی سے نہ رکے اس کی مالداری کی وجہ سے کہ اس کی رضامندی کو چاہنے لگے۔اَوْ فَقِیْرًا (یا فقیر ہو) اس پر شفقت ورحمت گواہی سے نہ روکے۔فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِهِمَا (اللہ تعالیٰ کا تعلق ان دونوں سے زیادہ ہے) یعنی ان کو دیکھ کر اور ان پر رحمت کھاتے ہوئے۔

ایک لغوی تحقیق:

نحو : بهما میں ضمیر تثنیہ لائے حالانکہ ضمیر واحد لانی چاہئے تھی۔کیونکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر ان دونوں میں سے ایک ہے اس لئے کہ جس پر قول باری تعالیٰ غنیا او فقیرًا دلالت کرتا ہے ضمیر اس کی طرف لوٹ رہی ہے۔اور وہ فقیر وغنی کی جنس ہے۔گویا

کلام اس طرح ہے۔فاللّٰہ اولی بجنسی الغنی والفقیر یعنی بالاغنیاء والفقراء۔پس دونوں کی جنس مراد ہے تو تثنیہ کی ضمیر درست ہوئی۔

(جس کے حق یا خلاف شہادت دی جارہی ہے۔وہ دونوں سیاق کلام سے معلوم ہو رہے ہیں ان کی طرف ضمیر لوٹا لی جائے تو اشکال نہیں رہتا۔فافهم)

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓی (نہ اتباع کرو خواہش نفس کی) بالارادہ اَنْ تَعْدِلُوْا (کہیں تم حق سے ہٹ جاؤ) یہ عدول سے ہے یا اس بات کے خطرے کے پیش نظر کہ تم لوگوں کے درمیان عدل سے مڑ جاؤ۔وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا (اگر تم کج بیانی کر دیا پہلوتہی اختیار کرو)

قراءت ونحو:

تَلْوٗٓا۔ایک واؤ اور لام کے ضمہ سے۔شامی وحمزہ نے پڑھا ہے۔یہ الولایۃ سے ہے۔

اگر تمہیں شہادت کے قائم کرنے کا ذمہ دار بنایا جائے یا اس کے قائم کرنے سے اعراض کرو۔ان کے علاوہ قراء نے دو واؤ اور سکون لام سے پڑھا۔اس صورت میں یہ اَللَّیّ سے ہے۔مطلب یہ ہوگا اگر تم موڑو! اپنی زبانیں حق کی شہادت سے یا عادلانہ فیصلہ سے۔یا تم شہادت سے اعراض کرو جو تمہارے پاس ہے اور اس کو روک لو۔

فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (تو اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے) پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی

وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ

اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل فرمائیں۔ اور جو شخص منکر ہو اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا

وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۱۳۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا تو وہ گمراہ ہو کر دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے

ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ

پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے تو اللہ ان کو

لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝۱۳۷ۭ

نہیں بخشے گا اور نہ ان کو راہ دکھائے گا۔

تفسیر آیت ۱۳۶: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا (اے ایمان والو)۔

ثبات واخلاص کی دعوت:

اٰمِنُوْا (ایمان کے سلسلہ میں اتباع کرو) اور اس پر مداومت اختیار کرو۔ یہ ایمان والوں کو خطاب ہے یا اہل کتاب کو کیونکہ کتاب کے بعض حصے پر ان کو ایمان تھا اور کچھ رسل پر۔ اور بعض رُسُل کا انکار کرتے تھے۔

یا منافقین کو خطاب فرمایا۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا۔ اے وہ لوگو! جو منافقت کے طور پر ایمان لائے ہو تم مخلص مسلمان بن جاؤ۔

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ (اور اس کتاب (یعنی قرآن) پر جو اس نے اپنے رسول پر اتارا) وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (اور وہ کتاب جو اس نے اس سے پہلے اتاری) الکتاب سے جنس کتاب مراد ہے۔ جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر اتریں۔ اور اس پر دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد و کتبہٖ دلالت کرتا ہے۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۝١٣٨ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ

منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے جو مومنین کو چھوڑ کر

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝١٣٩

کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔ بلاشبہ ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ

اور اللہ نے تم پر کتاب میں حکم نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق کیا

بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰي يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ڮ اِنَّكُمْ اِذًا

جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ بلاشبہ تم اس حالت میں

مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ

ان جیسے ہو جاؤ گے، بلاشبہ اللہ منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع

جَمِيْعَۨا ۝١٤٠

فرما دے گا

قراءت ونحو:

نُزِّلَ و اُنْزِلَ ۔مکی وشامی نے پڑھا اور ابوعمرو نے بھی۔ اور دوسرے قراء نے ان دونوں الفاظ کو مبنی للفاعل پڑھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نزل علٰی رسولہٖ اور انزل من قبل کیلئے ہے کیونکہ قرآن مجید جدا جدا' تھوڑا تھوڑا بیس سال میں اترا بخلاف ان کتب کے جو اس سے پہلے اتریں۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (اور جو شخص اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے گا) یعنی ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرے گا) فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (پس تحقیق وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا) کیونکہ بعض کا انکار تمام کا انکار ہے۔

تفسیر آیت ۱۳۷:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے) یعنی موسیٰ پر۔ ثُمَّ كَفَرُوْا (پھر انہوں نے انکار کر دیا) جبکہ بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ ثُمَّ اٰمَنُوْا (پھر دوبارہ موسیٰ پر طور سے واپسی پر ایمان لے آئے) ثُمَّ كَفَرُوْا (پھر انہوں نے عیسیٰ کا انکار کر دیا)۔

ازدیادِ کفر خطرناک ہے:

ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا (پھر کفر میں مزید ترقی کر گئے) حضرت محمد ﷺ کا انکار کرنے کی وجہ سے۔ لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا (اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والے اور ان کی مغفرت فرمانے والے اور ان کو ہدایت کی طرف راستہ دینے والے نہیں ہیں) سبیل سے مراد نجات کا راستہ یا جنت کا راستہ۔ یا پھر اس سے مراد منافقین ہیں جو کہ ظاہر میں ایمان لائے اور پوشیدہ طور پر کفر کرتے رہے مسلسل۔ اب ازدیاد کفر سے مراد موت تک کفر پر قائم رہنا ہے۔ اور اس کی تائید اس ارشاد الٰہی سے ہوتی ہے۔ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ (کہ منافقین کو تم خوشخبری دے دو) یعنی اطلاع دے دو اور بشر کا صیغہ تحکم اور استہزاء کے لئے لایا گیا۔ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے)

منافقین کا طرزِ عمل:

آیت ۱۳۹: اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ (وہ لوگ جو کافروں کو دوست بناتے ہیں ایمان والوں کو چھوڑ کر کیا وہ ان کے ہاں عزت کے طالب ہیں)

نحو: الذین نمبر ۱۔ ذم کی وجہ سے منصوب ہے۔ یا نمبر ۲۔ مرفوع ہے۔ بمعنی اریدُ الذین۔ یا نمبر ۳۔ ھم الذین۔

منافقین کفار سے دوستی اختیار کرنے والے تھے۔ ان سے مدد و حفاظت کے طالب ہوتے اور کہتے کہ محمد ﷺ کا معاملہ تکمیل پذیر ہوتا نظر نہیں آتا۔ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (پس بیشک عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے) مکمل اور جس کو وہ عزت دے جیسے نبی اکرم ﷺ اور مؤمن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین۔ المنافقون۔ ۸۔

تفسیر آیت ۱۴۰:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ (تحقیق اس نے تم پر اتارا) فِي الْكِتٰبِ (یعنی قرآن میں) قراءت: نَزَّلَ نون کے فتحہ کے ساتھ عاصم نے پڑھا۔ جبکہ دوسروں نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

مجالست منافقین کی ممانعت:

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ (کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر اور استہزاء ہوتا ہوا دیکھو تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مصروف ہو جائیں) یعنی یہاں تک کہ کفر و استہزاء قرآن کے علاوہ کوئی اور بات شروع کر دیں۔ الخوض شروع ہونا۔ اَنْ یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ انہ اذا سمعتم یعنی تم پر اتارا کہ معاملہ اس طرح ہے۔ والشان سے مراد وہ حالت جو جملہ سے شرط جزاء سمیت معلوم ہو رہی ہے۔

نحو: اَنْ اپنے اس موقعہ کے لحاظ سے نُزِّلَ سے موضع رفع میں ہے۔ یا پھر نَزَّلَ کی وجہ سے موضع نصب میں ہے اور المنزل علیہ۔ کتاب میں وہ آیات ہیں جو مکہ میں اتریں جیسا یہ آیت: وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ

جو اس بات کے انتظار میں رہتے ہیں کہ تمہارے اوپر کوئی مصیبت آ پڑے، سو اگر تمہارے لئے اللہ کی طرف سے فتح یابی حاصل ہو جائے تو کہتے ہیں کیا ہم

وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ

تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو کچھ حصہ مل جائے تو ان سے کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہ آ گئے تھے اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے

الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ

نہیں بچایا، سو اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلے فرمائے گا۔ اور اللہ ہرگز کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿١٤١﴾ ع

میں غالب نہ فرمائے گا۔

حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ﴿الانعام:۶۸﴾

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ قرآن مجید کا تذکرہ اپنی مجالس میں کر کے اس کا مذاق اڑاتے۔ مسلمانوں کو ان کی مجالست سے روک دیا گیا۔ جب تک کہ وہ اس میں مصروف رہیں۔ مدینہ میں منافقین نے بھی مشرکین مکہ کا طرز عمل اپنا لیا۔ اس لئے مسلمانوں کو ان کے ساتھ بیٹھنے سے روک دیا گیا۔ جیسا کہ ان کو مشرکین مکہ کی ہم مجلسی سے روکا گیا۔

گناہ کے اعتبار سے تمثیل:

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ (بیشک تم اس وقت ان کی طرح ہو) گناہ میں جبکہ تم ان کے ساتھ ٹھہرے رہے۔ یہاں ہر اعتبار سے تمثیل مقصود نہیں۔ منافقین کا ایسی باتوں میں مصروف ہونا کفر ہے۔ اور مسلمانوں کا ان کے ساتھ بیٹھنا معصیت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا (بیشک اللہ تعالیٰ منافقین اور کفار کو جہنم میں جمع کرنے والے ہیں) کیونکہ وہ کفر واستہزاء میں دونوں جمع ہیں۔

آیت ۱۴۱: الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ (وہ ایسے ہیں کہ تم پر مصیبت واقتاد پڑنے کے منتظر رہتے ہیں) کہ تمہیں کوئی کامیابی و غنیمت نہ ملے یا تمہارے میں ایسی چیز کے منتظر ہیں جس سے نئی فتح میسر ہو۔ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ (اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں فتح ہو گئی) اور نصرت و غنیمت مل گئی۔ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ (تو کہتے ہیں کیا ہم تمہاری پشت پناہی کرنے والے نہ تھے) پس ہمیں بھی غنیمت میں شریک کرو۔

مؤمن وکافر کی کامیابی میں فرق:

وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ (اور اگر کافروں کو حصہ مل جاتا ہے) مسلمانوں کی کامیابی کو فتح فرمایا تا کہ ان کی عظمت شان ظاہر ہو۔ کیونکہ یہ اتنا بڑا معاملہ ہے۔ جس سے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور کفار کی کامیابی کونصیب کہا جو کہ ایک خسیس حصہ ہے۔ کیونکہ بچی کھچی دنیا ان کو ملے گی۔

نحو: الذین یہ الذین یتخذون سے بدل ہے یا منافقین کی صفت ہے۔ یا فعل ذم کی وجہ سے منصوب ہے۔

قَالُوْٓا (وہ کہتے ہیں) یعنی کفار کو اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ (کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے) اور تمہارے قتل پر قدرت نہ پالی تھی مگر ہم نے تمہیں چھوڑ دیا۔ الاستحواذ کا معنی غلبہ واستیلاء ہے۔ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچانہیں لیا) کہ ہم نے ان کو ایسا خیال دلایا جس سے ان کے دل کمزور ہو گئے۔ اور وہ تمہارے قتال سے سست پڑ گئے۔ اور تمہارے خلاف ان کی معاونت میں ہم نے سستی کی پس ہمارا حصہ نکالو! جو تم نے مال غنیمت پایا ہے۔

قیامت میں کافر مغلوب ہوگا:

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ (پس اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اے مؤمنو اور منافقو فیصلہ فرمائے گا) يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (قیامت کے دن) پس منافقین کو آگ میں داخل کرے گا۔ اور مؤمنین کو جنت عنایت فرمائیں گے۔ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا (اور ہرگز اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مؤمنوں پر کوئی راستہ نہیں دیا) قیامت میں جس کی دلیل اول آیت کا حصہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔ یا سبیل کا معنی حجت ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى

بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ اللہ ان کی دھوکہ بازی کی ان کو سزا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کو کھڑے

الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا

ہوتے ہیں تو کسل مندی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر

قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ

تھوڑا سا ادھر میں لٹکے ہوئے ہیں اس کے درمیان، نہ ان لوگوں کی طرف نہ ان لوگوں کی طرف،

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا

اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لئے تو ہرگز کوئی راستہ نہ پائے گا، اے ایمان والو! مومنوں کو

تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ

چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ

تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾

اپنے اوپر اللہ کی صریح حجت قائم کر لو۔

منافقین کے اعمال کی کیفیت:

آیت ۱۴۲: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ (بیشک منافق اللہ تعالیٰ سے مخادعہ کرتے ہیں) یعنی وہ ایسا معاملہ کرتے ہیں جو دھوکا دینے والے کی طرح ہو۔ کہ ایمان کا اظہار اور دل میں کفر۔

منافق جو ایمان کو ظاہر کرے اور باطن میں کفر چھپائے۔ یا وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو دھوکا دیتے ہیں یعنی مؤمنوں کو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دھوکا کو اپنے ساتھ دھوکا قرار دیا مسلمانوں کی عظمت و شرافت کو بڑھانے کے لئے۔ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (اور وہ ان کی چالبازی کی سزا ان کو دینے والے ہیں) اللہ تعالیٰ ان سے وہ سلوک فرمانے والے ہیں جو دھوکا میں غالب آنے والا کرتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کو دنیا میں محفوظ اموال و دماء والا کر دیا۔ اور آخرت میں ان کے لئے آگ کا سب سے نچلا طبقہ منتخب فرمایا ہے۔ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى (جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں) ناپسندیدگی اور بوجھل پن سے۔ البتہ غفلت کا شکار تو کبھی کبھی مؤمن بھی ہو جاتا ہے۔ کسالیٰ جمع کسلان جیسے سکاریٰ جمع سکران۔ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ (وہ لوگوں کے سامنے دکھلاوا کرتے ہیں) یہ حال ہے۔ وہ اپنی نماز سے دکھلاوے اور شہرت کا قصد

کرتے ہیں۔ المراءۃ یہ رؤیت سے باب مفاعلہ ہے۔ کیونکہ دکھلاوے والا ان کو اپنا عمل دکھلا رہا ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ اس کو استحسان کی نظر سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا (وہ اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں) وہ تھوڑی نماز پڑھتے ہیں۔ یعنی لوگوں کی غیر موجودگی میں تو وہ بالکل نماز نہیں پڑھتے۔ یا تسبیح تہلیل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت قلیل۔

اللہ کے لئے قلیل بھی بہت ہے:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے اگر وہ قلیل بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا تو بہت ہوتا۔

مذبذب کی حقیقت:

آیت ۱۴۳: مُّذَبْذَبِيْنَ یہ منصوب علی الذم ہے۔ یعنی رد کیئے ہوئے۔ مطلب یہ ہوا کہ شیطان اور خواہشات نے ان کو کفر و ایمان کے درمیان مذبذب کر دیا ہے۔ وہ ان کے مابین حیران پھرنے والے ہیں اور مذبذب کی حقیقت تو یہی ہے کہ وہ دونوں طرفوں سے ہی دفع کیا جاتا ہے۔ وہ ایک جانب قرار نہیں پاتا۔ الذبذبۃ میں جو تاکید ہے وہ الذب میں نہیں۔

بَيْنَ ذٰلِكَ (اس کے درمیان) یعنی کفر و ایمان کے درمیان۔ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ (نہ تو وہ ان کی طرف منسوب ہیں کہ وہ مؤمن شمار ہوں اور نہ ان کی طرف منسوب ہیں کہ ان کو مشرک کہا جائے) وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس تم ہرگز اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے) یعنی ہدایت کی طرف ان کو راہ نہ ملے گی۔

آیت ۱۴۴: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر تم کافروں کو دلی دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے لئے واضح حجت اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہو جائے) سلطان مبین سے عذاب دینے کی واضح دلیل مراد ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِیْرًا ۝۱۴۵

بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کے لئے کوئی مددگار نہ پائے گا۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَھُمْ

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کرلی اور اصلاح کرلی اور اللہ پر مضبوط بھروسہ رکھا اور اپنا دین اللہ کے لئے

لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا

خالص کر دیا۔ تو یہ لوگ مومنین کے ساتھ ہوں گے اور عنقریب اللہ مومنین کو اجر عظیم عطا

عَظِیْمًا ۝۱۴۶ مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ

فرمائے گا۔ اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اگر تم شکر گزار بنو اور ایمان لاؤ اور اللہ

اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیْمًا ۝۱۴۷

قدر دان ہے جاننے والا ہے۔

منافقین کا عذاب سخت ہونے کی وجہ:

آیت ۱۴۵: اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (بیشک منافقین آگ کے سب سے نچلے درجہ میں ہونگے) یعنی اس طبقہ میں جو جہنم کی گہرائی میں ہے اور آگ کے سات درکات ہیں ان کو درکات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ پے در پے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اور منافق کا عذاب کافر سے زیادہ رکھا گیا۔ کیونکہ وہ دنیا میں تلوار سے محفوظ رہا پس اس کے بدلے میں آخرت میں سب سے نچلے طبقے کا حقدار بنا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ کفر میں کافر کی طرح ہے۔ اور کفر کے ساتھ استہزاء بالاسلام و باہل الاسلام کا اس نے اضافہ کرلیا ہے۔

قراءت: الدرك کو سکون راء کے ساتھ سوائے اعشٰی کے تمام کوفی قراء نے پڑھا ہے۔ اور دیگر تمام قراء نے راء کا فتحہ پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ زجاج رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ مختار قول راء کے فتحہ کا ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِیْرًا (تم ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے) جو ان سے عذاب کو روک سکے۔

تائبین کا مقام:

آیت ۱۴۶: اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا (مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی نفاق سے)

نحو: یہ لن تجد کی ضمیر مجرور سے استثناء ہے۔ وَاَصْلَحُوْا (اور درستی کرلی) جو احوال و اسرار اپنے انہوں نے حالت نفاق

میں بگاڑے ہیں۔وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ(اور اللہ تعالیٰ پر اسی طرح وثوق رکھیں)جس طرح مؤمن مخلص اعتماد کرتے ہیں۔وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ (اورانہوں نے خالص کیا اپنے دین کواللہ کے لئے)وہ اپنی اطاعت کے سبب اس کی ذات ہی کے طالب ہیں۔فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ(پس وہ مؤمنوں کے ساتھ ہونگے)یعنی وہ مؤمنوں کے ساتھی اور دارین میں رفیق ہیں۔وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا(اورعنقریب اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو بہت بڑااجر دیں گے)پس وہ لوگ اس میں ان کے ساتھ شریک ہونگے۔یہاں لفظ کی اتباع میں یا کولکھنے میں بھی حذف کردیا گیا۔

تقدیم شکر کی حکمت:

آیت ۱۴۷: پھر دوبارہ تاکید سے سمجھایا۔کہ وہ شاکر مؤمن کو عذاب نہ دیں گے۔پس فرمایا۔مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ (اوراللہ تعالیٰ تم کوعذاب دے کرکیا کریگا۔اگرشکرگزاری کرواللہ کے لئے)وَاٰمَنْتُمْ (اورایمان لے آؤ) ما منصوب ہے یفعل کی وجہ سے۔اور بمعنی ای شیء ہے۔یعنی اس نے تمہیں عذاب دے کرکیا کرنا ہے۔

الایمان: انعام کرنے والے کی پہچان۔

الشکر: اعتراف نعمت۔

کفرِ منعم ہو یا نعمت یہ عناد ہے۔اسی لئے کافر عذاب کا حقدار ہے۔اور یہاں شکر کوایمان سے مقدم لائے۔کیونکہ عقل مند اپنے اوپر عظیم انعامات پاتا ہے جواس کی خلقت یا حصول منافع میں حاصل ہورہے ہیں۔پس وہ مبہم انداز میں شکریہ ادا کرتا ہے۔جب اس کی نگاہ منعم کی پہچان تک پہنچتی ہے تو وہ ایمان لے آتا ہے۔پھر تفصیلی شکریہ ادا کرتا ہے۔پس گویا کہ شکر ایمان پر متقدم ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا (اوراللہ تعالیٰ شکر کے قدردان ہیں)وہ تمہیں تمہارے شکریہ پر بدلہ دیں گے یا معمولی عمل کوقبول کر لیتا ہے۔اور بہت زیادہ ثواب دیں گے۔عَلِيْمًا(وہ جو کچھ تم کرتے ہواس کاعلم رکھنے والے ہیں)۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْۗءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا

اللہ تعالیٰ بُری بات کے ظاہر کرنے کو پسند نہیں فرماتا سوائے اس شخص کے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔ اور اللہ

عَلِيْمًا ۝١٤٨ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْۗءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ۝١٤٩

سننے والا جاننے والا ہے۔ اگر تم خیر کو ظاہر کرو یا اس کو چھپاؤ یا برائی کو معاف کرو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا قدرت رکھنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ

بلاشبہ جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور اس کے رسولوں کے

اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ

درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں

اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝١٥٠ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ

کہ اس کے درمیان راہ تجویز کر لیں یہ وہ لوگ ہیں جو یقیناً کافر ہیں۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝١٥١ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ

اور ہم نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور

يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰۗىِٕكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

ان میں کسی کے درمیان میں فرق نہیں کرتے یہ وہ لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ ان کو ان کے اجور عطا فرمائے گا۔ اور اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝١٥٢ ع

بخشنے والا مہربان ہے۔

جہر کا ذکر زیادہ تقبیح کیلئے:

آیت ۱۴۸: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْۗءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (اللہ تعالیٰ بری بات کو زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے سوائے مظلوم کے) اللہ تعالیٰ تو جہر اور غیر جہر تمام بری باتوں کا زبان پر لانا ناپسند نہیں کرتے مگر جہر زیادہ قبیح ہے اس لئے اس کو خصوصاً ذکر فرمایا۔ اگرچہ مظلوم اپنی بات ظالم کے متعلق کہہ سکتا ہے۔ الا کے ذریعہ ناپسندیدہ جہر میں سے مظلوم کی بات کو مستثنیٰ کر دیا اور وہ یہ ہے کہ ظالم کے متعلق بددعا کرے اور اس کے اندر پائی جانے والی برائی ذکر کرے۔

بعض کا کہنا کہ الجھر بالسوء سے مراد گالی دینا ہے۔ اگر مظلوم اسی طرح کی گالی دے تو درست ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ولمن انتصر بعد ظلمه۔ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا (اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے) مظلوم کی شکایت کو عَلِيْمًا (جاننے والا ہے) ظالم کے ظلم کو۔

تفسیر آیت ۱۴۹:

اس آیت میں معافی پر آمادہ کیا اور کوئی شخص کسی کی برائی کو سرِعام نہ کہے خواہ بدلہ کے طور پر ہی ہو۔ مظلوم کے لئے ظالم کی مذمت مطلقاً اظہار کی اجازت کے بعد یہاں افضلیت کا ذکر کیا اور خیر کے ظاہر کرنے اور اخفاء کرنے کو معافی کا سبب قرار دیا۔ پس فرمایا۔

معافی پر آمادہ کیا:

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا (اگر تم نیک کام علانیہ کرو) برائی کو سرِعام بیان کرنے کی بجائے۔ اَوْ تُخْفُوْهُ (یا پوشیدہ طور پر کرو) پھر ان دونوں پر عفو کو بطور عطف ذکر کیا۔ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ (یا برائی سے درگزر کرو) یعنی اپنے دلوں سے اس کو مٹا دو۔

نکتہ: یہاں ابتداء اگرچہ خیر کے ابداء و اخفاء سے کی مگر اصل مقصود عفو کا ذکر کرنا ہے۔ اس کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا (پس بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے قدرت والے ہیں) یعنی وہ ہمیشہ سے گناہ کو معاف کرنے والے ہیں اس کے باوجود کہ اسے انتقام کی قدرت حاصل ہے۔ پس تمہیں اس کے طریق کو اپنانا چاہیے۔

آیت ۱۵۰: اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ (بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں ہم بعض پیغمبروں کو مانتے ہیں اور بعض کو سچا نہیں مانتے) جیسے یہود جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اسی طرح انجیل اور قرآن مجید کا انکار کیا۔ اور نصرانیوں کی طرح کہ جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کیا۔ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا (اور وہ چاہتے ہیں کہ کفر و اسلام کے درمیان راہ اختیار کریں) یعنی درمیانہ دین جو کفر و ایمان کے درمیان ہو حالانکہ ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔

آیت ۱۵۱: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں) یعنی وہ مکمل کافر ہیں کیونکہ ایک کا انکار تمام کا انکار ہے۔

حَقًّا: (پکے)

نحوی نکتہ:

نحو: یہ گزشتہ جملہ کے مضمون کی تاکید ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ ھذا عبداللّٰہ حقًا یعنی یہ پکی بات ہے قطعاً یا یہ کافرین کے مصدر کی صفت ہے تقدیر یہ ہے۔ ھم الذین کفروا کفرًا حقا ثابتاً یقینا لا شك فيه۔ تاکید اس لئے لائے تاکہ ظاہر کر دیا

جانے کہ وہ کفر میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔تقدیر عبارت کا ترجمہ وہ وہی لوگ ہیں جو کہ پکے کافر ہیں ایسا کفر جو ثابت ہونے والا ایسا یقینی ہے کہ جس میں شک نہیں۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (اور ہم نے کافروں کیلئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے) جو آخرت میں ان کو ملے گا۔

آیت ۱۵۲: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر اور انہوں نے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کیا)

نحو : لفظ احد کی طرف اضافت بَيْنَ کی درست ہے کیونکہ احد کا لفظ واحد' مذکر ومؤنث اور جمع تثنیہ و جمع مذکر ومؤنث میں برابر ہے۔ نکرہ ہے عموم نفی پر دلالت کرتا ہے۔اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (ان لوگوں کو ضرور اللہ تعالیٰ ان کا ثواب عنایت فرمائے گا۔اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں)

قراءت :يؤتيهم کو حفص نے یا سے پڑھا جبکہ حمزہ عاصم' ابن کثیر' ابوعمرو' نافع' ابن عامر وکسائی وابوجعفر' خلف نے نؤتيهم نون سے پڑھا ہے۔

اجور سے مراد موعودہ ثواب ہے۔اللہ تعالیٰ کے غفور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سیئات کو چھپا دیتے ہیں۔رحیمًا مہربان ہیں کہ نیکیاں قبول کرتے ہیں۔

تردید معتزلہ :اس آیت میں معتزلہ کے اس باطل اعتقاد کی تردید ہے کہ کبیرہ گناہوں والا ہمیشہ آگ میں رہے گا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔اور اس نے اعتقاد میں رسولوں کے درمیان تفریق نہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا اجر دیتے ہیں۔اور مرتکب کبیرہ ان تمام عقائد کو ماننے والا ہے۔پس وہ بھی اس وعدہ میں داخل ہوگیا۔

اسی طرح ان لوگوں کے قول کی بھی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کی فعلی صفات کے قدیم ہونے کے قائل نہیں جیسے رحمت مغفرت وغیرہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔وكان الله غفورًا رحيمًا کہ وہ غفور رحیم ہے۔حالانکہ ان کا قول یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ازل میں غفور رحیم نہیں بلکہ اب غفور رحیم بنا ہے۔(فافہم وتدبر)

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا

اہل کتاب آپؐ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دیں۔ سو وہ موسیٰ سے

مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ

اس سے بھی بڑی بات کا سوال کر چکے ہیں انہوں نے یوں کہا کہ تو ہمیں آمنے سامنے اللہ کو دکھا دے، سو ان کو ان کے ظلم کی وجہ سے بجلی نے

بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا

پکڑ لیا۔ پھر انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اس کے بعد کہ ان کے پاس دلائل آچکے تھے، پھر ہم نے

عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝۱۵۳ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ

اس کو معاف کر دیا، اور ہم نے موسیٰ کو صریح غلبہ دے دیا اور ہم نے لوگوں پر طور کو

الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا

اٹھا دیا۔ ان سے مضبوط عہد لینے کی وجہ سے، اور ہم نے ان سے کہا کہ دروازہ میں داخل ہو جاؤ جھکے ہوئے، اور ہم نے ان سے کہا کہ زیادتی نہ کرو

فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۱۵۴

سنیچر کے دن میں، اور ہم نے ان سے لے لیا تھا بہت مضبوط عہد۔

فنحاص یہودی کی بڑ:

آیت ۱۵۳: یہودی عالم فنحاص اور اس کے ساتھیوں نے نبی اکرم ﷺ کو کہا اگر تم سچے نبی ہو۔ تو آسمان سے اکٹھی کتاب اتار لاؤ۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تو یہ آیت اتری۔ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ (آپ سے اہل کتاب مطالبہ کرتے ہیں کہ تم ان پر اتار لاؤ)

قراءت: تُنْزِلَ تخفیف کے ساتھ مکی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ (آسمان سے ایک کتاب) یعنی اکٹھی کتاب جس طرح تورات یکبارگی اتری۔ یہ بات انہوں نے ضد کی وجہ سے کہی۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اگر ہدایت کی غرض سے وہ مانگتے تو ایسی کتاب مل جاتی۔ کیونکہ قرآن مجید کا اکٹھا اتارا جانا بالکل ممکن ہے۔ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ (انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بڑا سوال کیا)

سوال: انہوں نے تو سوال نہ کیا تھا بلکہ ان کے آباؤ اجداد جو زمانہ موسیٰ علیہ السلام میں تھے انہوں نے کیا مگر سوال کی نسبت ان کی طرف کر دی گئی۔ اور وہ ستر منتخب افراد تھے۔

نسبت کی وجہ رضائے اعمال ہے:

جواب : یہ یہودان کے مذہب پر تھے۔اوران کے اس سوال پر راضی وخوش تھے۔فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (اللہ تعالیٰ ہمیں آمنے سامنے دکھاؤ) یعنی کھلم کھلا ہمیں دکھاؤ تا کہ ہم کھلم کھلا دیکھیں۔فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ (ان کو کڑک نے پکڑ لیا) خوفناک عذاب یا جلانے والی آگ) بِظُلْمِهِمْ (ان کے ظلم کی وجہ سے)۔جو انہوں نے اپنے نفسوں پر کیا نامناسب سوال کر کے یا معجزات کے سلسلہ میں اپنے پیغمبر سے ضد اختیار کی اور دیدار کا سوال کر کے ہٹ دھرمی اختیار کی۔مطلقاً دیدار کا سوال اس کا سبب نہیں کیونکہ وہ ممکن ہے۔جیسا کہ قرآن مجید کو یکبارگی اتروانے کا سوال اور دلیل یہ ہے کہ اگر یہ سزا فقط سوال رویت پر ملی تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی سوال کیا وہ پھر اس کے (نعوذ باللہ) زیادہ حقدار تھے۔انہوں نے رب ارنی انظر الیك کہا مگر ان کو صاعقہ نے نہ پکڑا مگر ان کو مزید طمع دلائی اور امکان کی قید لگائی۔اور ممکن سے معلق ممکن الثبوت ہی ہوتا ہے۔پھر ان کو زندہ کر دیا۔

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ (پھر انہوں نے بچھڑے کو بنا لیا معبود) مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ (اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آئے) یعنی تورات اور معجزات مسیح علیہ السلام۔فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ (پھر ہم نے ان کو معاف کر دیا مہربانی کرتے ہوئے) اوران کا استیصال نہیں کیا۔وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح معجزات دیئے) یعنی مخالفین کے خلاف غالب دلائل۔

آیت ۱۵۴: وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ (ہم نے ان کے میثاق کے سبب طور کو ان پر بلند کیا) تا کہ وہ ڈریں اور وعدے کو نہ توڑیں۔وَ قُلْنَا لَهُمُ (اور ہم نے انہیں کہا) جبکہ طور ان پر لٹکنے والا تھا۔ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (تم دروازے میں سر جھکائے ہوئے داخل ہو) یعنی دروازہ بیت المقدس (ایلیا) میں داخل ہوتے وقت اپنے سروں کو جھکائے داخل ہو۔وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا (اور ہم نے انہیں کہا حد سے تجاوز نہ کرو)

قراءت: ورش رحمہ اللہ نے تَعَدّوا پڑھا۔تَعْدّوا۔سکون عین اور تشدید دال کے ساتھ ورش کے علاوہ مدنی قراء نے پڑھا یہ دونوں ادغام کے ساتھ ہیں۔البتہ قراءت ابی رضی اللہ عنہ میں تعتدوا ہے۔تا کو دال میں ادغام کیا اور عین کو ساکن رکھا ایک روایت میں اور دوسری روایت میں تا کا فتحہ عین کی طرف منتقل کر دیا۔

فِي السَّبْتِ (ہفتہ کے سلسلہ میں) مچھلیاں پکڑ کر۔وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (اور ہم نے ان سے پکا وعدہ لیا) غلیظ سے مراد انتہائی تاکید والا۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ

سو ہم نے اس وجہ سے (ان پر لعنت کی) کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ اور نبیوں کو

بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا

ناحق قتل کیا۔ اور انہوں نے یوں کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔ بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ سو وہ

يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ لا

ایمان نہ لائیں گے مگر تھوڑے سے لوگ۔ اور (اس وجہ سے بھی ان پر لعنت کی) کہ انہوں نے کفر اختیار کیا اور انہوں نے مریم پر بہت بڑا بہتان لگایا۔

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ج وَمَا

اور انہوں نے یوں کہا کہ بلاشبہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا جو اللہ کے رسول ہیں حالانکہ

قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا۔ اور بلاشبہ جن لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا وہ ضرور ان کے

لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج وَمَا قَتَلُوْهُ

بارے میں شک میں ہیں انکل پر چلنے کے سوا ان کو ان کے بارے میں کوئی علم نہیں، اور یقیناً انہوں نے ان کو

يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ لا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ

قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے اور اہل کتاب میں سے

اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ ج

کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو ان پر مرنے سے پہلے ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

تفسیر آیت ۱۵۵:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ (پس ان کے توڑ دینے کے سبب سے)

نحو : ما تاکید کے لئے لایا گیا۔ باء حرمنا علیھم سے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت ہے۔ حرمنا علیھم طیبات بنقضھم ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کیں ان کے عہد توڑ دینے کی وجہ سے۔ مِّيْثَاقَهُمْ (اپنا پختہ وعدہ)

نحوی تحقیق:

نحو :فبظلم من الذین ھادوا۔ یہ فبما نقضھم سے بدل ہے۔اورتاکید کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ طیبات کی حرمت نقض عہداوراس کے معطوفات کفر،قتل انبیاء وغیرہ کی وجہ سے تھی۔

وَکُفْرِھِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ (اوران کے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے کے باعث) آیات سے مراد معجزات موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وَقَتْلِھِمُ الْاَنْبِیَآءَ (اورانبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے کے سبب) جیسے زکریا و یحییٰ وغیرہ علیہما السلام بِغَیْرِ حَقٍّ (ناحق) یعنی بغیر کسی ایسے سبب کے ارتکاب کے کہ جس سے قتل کے مستحق ٹھہریں۔ وَّقَوْلِھِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ (اوران کی اس بات کے سبب کہ ہمارے دل پردے میں ہیں) غُلف یہ جمع اغلف ہے۔اس کا معنی بند ہونا کہ جس میں کوئی وعظ ونصیحت اثر انداز نہ ہو۔

فخر یہ دعویٰ کی تردید:

بَلْ طَبَعَ اللّٰہُ عَلَیْھَا بِکُفْرِھِمْ (بلکہ اللہ تعالیٰ نے کفر کی وجہ سے ان پر مہر لگادی) یہ جملہ قلوبنا غلف کے فخر یہ دعویٰ کی تردید ہے۔فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا (پس نہیں ایمان لائے مگر تھوڑے) جیسے عبداللہ بن سلام اوران کے ساتھی۔

بار بار کفر کا ارتکاب:

آیت ۱۵۶: وَبِکُفْرِھِمْ (اوران کے کفر کے باعث)

نحو :اسکا عطف فبما نقضھم پر ہے یا اسکے قریب بکفرھم پر اس لئے کہ انہوں نے بار بار کفر کیا۔انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا پھر عیسیٰ علیہ السلام اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کردیا۔اسی لئے ان کے ایک کفر کو دوسرے پر عطف کیا۔وَقَوْلِھِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُھْتَانًا عَظِیْمًا (اوران کے اس قول کی وجہ سے جوانہوں نے مریم پر ایک عظیم بہتان کے طور پر لگایا) وہ بہتان عظیم ان پر زناء کا الزام تھا۔

مسیح کہنے کی وجوہ:

آیت ۱۵۷: وَّقَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ (اوران کے اس قول کی وجہ سے کہ بیشک ہم نے قتل کیا مسیح کو)

مسیح کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے نمبر۱۔کہ جبرئیل ؑ نے ان کو برکت سے چھوا۔پس وہ ممسوح ہوئے گویا مسیح بمعنی ممسوح ہے۔

نمبر۲۔وہ مریض اور مادرزاد نابینا اور کوڑھی کو ہاتھ لگاتے تو وہ درست ہو جاتا۔تو مسیح بمعنی ماسح ہوا۔

رسول اللہ کہنے کی وجہ:

عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ (عیسیٰ بن مریم جو اللہ کے رسول ہیں) نمبر۱۔یہود کو آپ کی رسالت کا اعتقاد نہ تھا۔یہ جملہ انہوں نے بطور استہزاء کہا۔جیسا کہ کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا۔یایھا الذی نزل علیہ الذکر انك لمجنون۔

نمبر۲۔یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کیلئے یہ لقب ذکر فرمایا۔انہوں نے نہ کہا ہو(بلکہ اس کی جگہ کوئی قبیح لفظ کہا ہو) وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ (اورانہوں نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔لیکن انکو اشتباہ ہوگیا)۔

اسرائیلی روایات:

روایت اسرائیل میں وارد ہے کہ یہود کی ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کو گالیاں دیں۔ آپ نے ان کے لئے بددعا فرمائی۔ اللّٰھم انت ربی وبکلمتك خلقتنی۔ اللّٰھم العن من سبنی وسب والدتی۔ اے اللہ تو میرا رب ہے اور اپنے کلمہ سے تو نے مجھے پیدا کیا۔ اے اللہ تو ان پر لعنت کر جنہوں نے مجھے اور میری والدہ کو گالیاں دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بددعا سے ان کی صورتیں۔ بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں۔ اس پر تمام یہود نے آپ کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی کہ میں تم کو آسمان کی طرف اٹھاؤں گا اور یہود کے ہاتھوں سے پاک کر دوں گے۔

اس پر آپ نے اپنے صحابہ کو فرمایا۔ تم میں کون اس بات پر راضی ہے کہ اس کو میری شکل دیدی جائے اور وہ قتل ہو کر صلیب پر لٹکایا جائے اور جنت میں میرے ساتھ داخل ہو۔ پس ایک شخص نے ان میں سے اٹھ کر رضامندی ظاہر کی۔ کہ میں اس کیلئے تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی یعنی اسکی شکل عیسیٰ جیسی کر دی۔ پس اسکو پکڑ کر قتل کر دیا اور صلیب پر لٹکا دیا گیا۔

دوسری روایت:

دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ منافقانہ تعلق رکھتا تھا۔ جب یہود نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ تو اس نے جاسوسی کی پیش کش کی۔ چنانچہ پولیس کو لے کر وہ عیسیٰ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا گیا اور اس منافق کی شکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی کر دی گئی۔ پس پولیس نے اسی کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ پولیس کو یقین تھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

نکتہ: ان دونوں میں سے جو صورت ہو ایسے لوگوں کے حق میں بالکل درست ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر طعنہ زنی کرنے والے اور ایمان قبول نہ کرنے میں ضد پر جمے ہوئے ہوں۔

ایک نحوی تحقیق:

نحو: شبّہ کا اسناد لھم جار مجرور کی طرف ہے۔ جیسا کہتے ہیں خُيِّلَ الیه۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ ولکن وقع لھم التشبه اور لیکن ان کو اشتباہ پیدا ہو گیا۔

نمبر ۲۔ ضمیر مقتول کی طرف اسناد ہے جس پر انا قتلنا دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ ولکن شبه لھم مَن قتلوہُ لیکن ان کو شبہ پڑ گیا جنہوں نے اس کو قتل کرنے کی کوشش کی)

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (اور بیشک وہ لوگ جنہوں نے اختلاف کیا ان کے بارے میں) ہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اختلفوا کی ضمیر کا مرجع یہود ہیں۔

یہودی کہنے لگے۔ چہرہ تو عیسیٰ علیہ السلام والا ہے اور بدن ہمارے ساتھی کا ہے۔ یا نصاریٰ نے اختلاف کرتے ہوئے کہا۔ اللہ اور ابن اللہ تینوں میں تیسرا۔

گمان کے پیروکار:

لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ (ان کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں مگر

صرف گمان کی اتباع)۔
یہ استثناء منقطع ہے۔کیونکہ اتباع ظن علم کی جنس سے نہیں ہے۔مطلب یہ ہوا کہ وہ گمان کی اتباع کرتے ہیں۔البتہ شک سے تعبیر کی وجہ یہ ہے۔شک یہ ہے کہ دونوں جانبوں میں سے کوئی جانب راجح نہ ہو پھر ظن سے تعبیر کیا۔ظن یہ ہے کہ ایک جانب راجح ہو۔کیونکہ مقصد یہ ہے۔ان کو شک تھا کچھ بھی علم نہ تھا۔لیکن علامات نظر آئیں تو انہوں نے ظن قائم کر لیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان الذین اختلفوا فیه میں ہ کی ضمیر کا مرجع فی قتل عیسیٰ ہے۔اور لفی شك منه سے مراد بھی انکے قتل میں شک ہے۔کیونکہ وہ کہا کرتے تھے۔اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا ساتھی کہاں گیا؟ اور اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو عیسیٰ (علیہ السلام) کہاں ہیں؟

ایک نحوی تحقیق:

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا (اور انہوں نے یقیناً ان کو قتل نہیں کیا) یعنی نمبرا یقینی قتل نمبر۲۔انہوں نے اس کو نہیں قتل کیا اس حال میں کہ وہ یقین کرنے والے تھے۔نمبر۳۔انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا قطعاً۔پس يَقِيْنًا کا لفظ تاکید ہے ماقتلوہ کی تقدیر اس طرح حق انتفاء قتله حقًّا۔انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا جیسا اس کے قتل کے انتفاء کا حق تھا۔

آیت ۱۵۸: بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا) نمبرا۔اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کے حکم کا دخل نہ ہوگا۔نمبر۲۔اس کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے) یہود سے انتقام لینے میں حَكِيْمًا (وہ حکمت والا ہے) اس تدبیر میں جو اس نے اپنی طرف اٹھانے کے لئے فرمائی۔

آیت ۱۵۹: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (اور کوئی بھی اہل کتاب میں سے ایسا شخص نہیں مگر مرنے سے پہلے ضرور اس پر ایمان لائے گا)

جملہ قسمیہ:

نحو: لیؤمننّ به یہ جملہ قسمیہ ہے۔موصوف محذوف کی صفت ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے۔وان من اهل الكتاب احدٌ الا لیؤمنن به کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں مگر وہ ضرور اس پر ایمان لائے گا۔اور اس کی مثل دوسری آیت میں ہے۔وما منّا اِلا له مقام معلوم۔الصافات۔۱۶۴۔ہم میں کوئی ایسا نہیں جس کا مقام معلوم نہ ہو یعنی ہر ایک کا مقام معلوم ہے۔

آیت کا مطلب' چار تفاسیر:

اب مطلب آیت کا یہ ہے۔یہود و نصاریٰ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں مگر وہ ضرور ایمان لائیگا اپنی موت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام پر اور اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں یعنی جب اسکی روح پرواز کے قریب آتی ہے اور اسکا ایمان لانا بھی فائدہ مند نہ ہوگا۔کیونکہ مجبوری کا ایمان ہے یا دوسری تفسیر یہ ہے۔دونوں ضمیریں عیسیٰ کی طرف راجع ہیں۔یعنی ان میں سے کوئی ایسا نہیں مگر وہ عیسیٰؑ پر ضرور ایمان لائے گا عیسیٰؑ کی موت سے پہلے۔اس طرح اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو انکے زمانہ نزول کو پائینگے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ

سو جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ہم نے ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان کے لئے حلال کی گئی تھیں، اور اس وجہ سے کہ وہ اللہ کے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ

راستہ سے روکنے میں زیادہ مشغول رہے ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ سود لیتے رہے حالانکہ اس سے منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کے

اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾

مال باطل طریقے پر کھاتے رہے، اور ہم نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ ہیں اور جو ایمان لانے والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر،

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے، اور جو لوگ قائم کرنے والے ہیں نماز کو اور دینے والے ہیں زکوٰۃ کو اور جو ایمان لانے والے ہیں

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایسے لوگوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب عطا کریں گے۔

روایات میں ہے کہ وہ آسمان سے آخری زمانہ میں اتریں گے۔ پس اس وقت سارے اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ یہاں تک کہ ایک ہی ملت ہو جائے گی۔ اور وہ ملت اسلام ہی ہے۔

نمبر۳۔ تیسری تفسیر یہ ہے۔ بہٖ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

نمبر۴۔ بہٖ کی ضمیر کا مرجع محمد ﷺ ہیں۔ اور دوسری ضمیر کتابی کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی بھی اہل کتاب میں سے نہیں کہ اپنے مرنے سے پہلے محمد ﷺ یا اللہ تعالیٰ کو نہ مان لے۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہونگے) یعنی وہ یہود کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے اس کو جھٹلا دیا اور نصاریٰ کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے ان کو ابن اللہ کہہ کر پکارا۔

آیت ۱۶۰: فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ (یہودیوں کی بے جا حرکتوں کی وجہ سے ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان پر حلال کی گئیں تھیں) اور اس کا تذکرہ سورۃ انعام کی اس آیت وعلی الذین ھادوا حرمنا کل ذی ظفر (الانعام۔۱۴۶) میں ہے

آیت کا مطلب:

اب آیت کا مطلب یہ ہوا ہم نے ان پر طیبات حرام نہیں کیں مگر اس عظیم ظلم کی وجہ سے جس کا انہوں نے ارتکاب کیا اور وہ وہی ہے جو ابھی شمار کیا گیا ہے۔ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنے کے سبب سے) یعنی دوسروں کو ایمان سے روکنے کی وجہ سے۔ كَثِيْرًا (بہت زیادہ) یعنی بہت زیادہ مخلوق کو یا بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔

حرمتِ سود بنی اسرائیل میں بھی تھی:

آیت ۱۶۱: وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ (اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ ان کو سود سے منع کیا گیا تھا) بنی اسرائیل پر بھی سود اسی طرح حرام تھا جیسا ہم پر حرام ہے۔ مگر وہ آپس میں لیتے دیتے تھے۔

وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (اور لوگوں کے مال ناجائز ذرائع سے کھانے کی وجہ سے) یعنی تمام حرام ذرائع اور رشوت وغیرہ۔ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ (اور ہم نے تیار کر رکھا ہے ان میں سے کفار کے لئے) نہ کہ ایمان والوں کے لئے۔ عَذَابًا اَلِيْمًا (دردناک عذاب آخرت میں)

صفات کاملین:

آیت ۱۶۲: لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ (مگر جو علم میں پختہ ہیں) یعنی دین میں جمے رہنے والے۔ متقین جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر مِنْهُمْ (ان میں سے) ھم سے مراد اہل کتاب ہیں۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (اور مومن) یعنی ان میں سے ایمان والے اور مہاجرین وانصار کے مومن يُؤْمِنُوْنَ (وہ ایمان لانے والے ہیں)

نحوی تحقیق:

الراسخون مبتداء اور یؤمنون اس کی خبر ہے۔ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (جو آپ پر اتارا گیا) یعنی قرآن وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (اور وہ جو اتارا گیا آپ سے پہلے) یعنی تمام کتب منزلہ۔ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ (اور وہ جو نماز ادا کرنے والے ہیں)

نحو: یہ فعل مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ اس میں نماز کی فضیلت مذکور ہے۔ عبداللہ کے صحیفہ میں المقیمون ہے۔ مالک بن دینار کی قراءت میں یہی ہے۔

وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (اور وہ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں) وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہیں) اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا (یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم عظیم اجر عنایت فرمائیں گے)

قراءت: حمزہ رحمہ اللہ نے سیؤتیهم پڑھا ہے۔

نحو: المؤتون بمع معطوف مبتداء اولئک سنؤتیهم خبر ہے۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ

بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی جیسا کہ وحی بھیجی نوح کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو ان کے بعد آئے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ

اور ہم نے وحی بھیجی، ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب کی طرف، اور یعقوب کی اولاد کی طرف، اور

عِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ ﴿١٦٣﴾

عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف، اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ

اور ہم نے بہت سے ایسے رسول بھیجے جن کا ہم نے آپ سے اس سے پہلے حال بیان کیا۔ اور بہت سے ایسے رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾ ۚ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا

اور اللہ نے موسیٰ سے خاص طور پر کلام کیا۔ ہم نے رسول بھیجے جو خوشخبری سنانے والے تھے اور ڈرانے والے تھے۔ تاکہ

يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾

پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے، اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے،

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ

لیکن اللہ گواہی دیتا ہے اس چیز کی جو آپ کی طرف اتاری، اس کو اپنے علم کے ساتھ اتارا ہے اور فرشتے گواہی دیتے ہیں۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾ ۭ

اور اللہ کی شہادت ہی کافی ہے۔

اہل کتاب کے سابقہ سوال کا جواب:

آیت ۱۶۳: اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (بیشک ہم نے آپ کی طرف وحی کی) اس میں اہل کتاب کو ان کے اس سوال کا جواب دیا گیا کہ وہ ہم پر ایک کتاب آسمان سے اتار لائے۔ اس آیت سے ان کے خلاف دلیل بیان کی کہ آپ کی حالت وحی کے معاملہ میں اسی طرح ہے جیسا کہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی تھی۔

كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (جیسا کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے انبیاء علیہم السلام پر وحی کی) جیسے

ہود، صالح وشعیب علیہم السلام وغیرھم۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (اور ہم نے وحی کی ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب اوران کی اولاد اور عیسیٰ وایوب ویونس وہارون وسلیمان کی طرف اور داؤد علیہ السلام کو ہم نے زبور دی)

قراءت: حمزہ نے زُبُوْر پڑھا ہے۔ یہ مصدر ہے جس کا معنی مفعول والا ہے یہ داؤد علیہ السلام پر اترنے والی کتاب کا نام ہے۔

آیت ۱۶۴: وَرُسُلًا ۔ نحو: اَوْحَيْنَا کے ہم معنی فعل ارسلنا ونبانا وغیرہ سے منصوب ہے۔ قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ (اور وہ رسول جن کے واقعات ہم نے آپ کو بیان کر دیئے) من قبل سے مراد اس سورت سے پہلے۔ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (اور وہ رسول جن کے واقعات ہم نے آپ پر بیان نہیں کیے)

تعدادِ رُسل والی روایت:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ انبیاء کی تعداد کتنی ہے تو فرمایا مائة الف واربعة وعشرون الفا۔ (ایک لاکھ چوبیس ہزار) پھر سوال کیا ان میں سے رسول کتنے ہیں۔ تو فرمایا تین سو تیرہ۔ سب سے پہلے رسول آدم علیہ السلام اور سب سے آخری تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور روایت میں یہ بھی ہے کہ چار عربی ہود وصالح، شعیب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ (۳۶۱)

تمام انبیاء پر ایمان شرطِ لازم ہے:

آیت دلالت کر رہی ہے کہ رسل کی پہچان معین طور پر شرط لازم نہیں۔ جس پر ایمان کا دارومدار ہو۔ بلکہ شرط یہ ہے کہ ان تمام پر ایمان لائے اگر تمام کی معرفت بنام وتعداد سے لازم ہوتی تو آیت میں بیان کر دی جاتی۔

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا کلام کرنا) یعنی بلا واسطہ جبرئیل۔

بعثت کا مقصد:

آیت ۱۶۵: رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تاکہ پیغمبروں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے متعلق لوگوں کو کوئی عذر باقی نہ رہے)

نحو: نمبر۱۔ رسلاً یہ فعل مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای اعنی رسلاً۔

نمبر۲۔ اور پہلے رُسُلًا سے بدل بھی ہو سکتا ہے۔ نمبر۳۔ مفعول ہو فعل محذوف ارسلنا کا اور لئلا کی لام مبشرین اور منذرین کے متعلق ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ انبیاء ورسل علیہم السلام کا بھیجنا یہ اس سبب کی وضاحت اور لوگوں پر حجت کو تمام کرنے کے لئے ہے۔ تاکہ قیامت کو یہ نہ کہہ سکیں لولا ارسلت الینا رسولاً۔ تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا جو ہمیں جگاتا اور غفلت سے خبردار کرتا۔ اور اس پر متنبہ کرتا جس پر متنبہ ہونا چاہئے تھا۔ اور ہمیں فرمانبرداری کا طریق کار سکھلاتا مثلاً عبادات، شرائع، میری مراد اس سے

عبادات کی مقدار اوقات کیفیات ہیں اصول مراد نہیں۔ کیوں کہ اصول تو عقل کی روشنی سے پہچانے جاتے ہیں۔

وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں) انکار کی سزا پر قدرت رکھتے ہیں اور رسولوں کی بعثت میں حکمت والے ہیں تا کہ ان کو ڈرایا جا سکے۔

کتاب کی صحت کا ثبوت اظہارِ معجزات سے:

آیت ۱۶۶: جب آیت اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا۔ نشھد لك بھذا۔ ہم آپ کے متعلق اس بات کے گواہ ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْھَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَیْکَ لیکن اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اس کا جو آپ پر اتاری۔

شَھَادَۃَ اللّٰہِ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَیْہِ کا مطلب یہ ہے اس کتاب کی صحت کا ثابت کرنا معجزات کے اظہار کے ذریعہ ہے۔ جیسا کہ دعاوی کا ثبوت دلائل سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حکیم جھوٹے کی تائید و مدد معجزات سے نہیں کرتا۔

قرآن آپ کے لائق ہونے کے سبب اُتارا:

اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ (اس نے اپنے علم سے اس کو اتارا) مطلب یہ ہے۔ نمبر ۱۔ کہ اس نے قرآن کو اتارا ہے اور وہ بخوبی جانتا ہے کہ تم اس کے اتارے جانے کے لائق ہو اور تم اس کو پہنچانے والے ہو۔

تردیدِ معتزلہ:

نمبر ۲۔ اس کو بندوں کی مصلحتیں جانتے ہوئے ان کے مطابق اتارا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے علم کو ثابت کیا تو صفات فعلیہ کے متعلق معتزلہ کے باطل عقیدہ کی تردید ہے۔ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَشْھَدُوْنَ (اور فرشتے بھی گواہ ہیں) آپ کی نبوت کے۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا (اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے) اگر اور کوئی گواہی نہ بھی دے تو پرواہ نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا بے شک وہ بڑی دور کی گمراہی میں

بَعِيدًا ﴿١٦٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ

جا پڑے، بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ ان کو نہیں بخشے گا اور نہ جہنم کی راہ

طَرِيقًا ﴿١٦٨﴾ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٦٩﴾

کے علاوہ انہیں اور کوئی راہ بتائے گا وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے رسول آ گیا سو تم ایمان لاؤ یہ تمہارے لئے

لَكُمْ ۚ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ

بہتر ہے۔ اور اگر تم کفر اختیار کرو سو بلاشبہ اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور اللہ

اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾

جاننے والا ہے حکیم ہے،

آیت ۱۶۷: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) محمد ﷺ کی تکذیب کر کے۔ اور مراد اس سے یہود ہیں۔ وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے دوسروں کو روکا) اور لوگوں کو حق کے راستہ سے منع کیا اس قسم کی باتیں کر کے انا لا نجد فی کتابنا۔ ہم اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ نہیں پاتے۔

قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا (یہ گمراہ ہوئے بہت دور کا گمراہ ہونا) بعید سے مراد رشد و ہدایت سے دور ہونا۔

آیت ۱۶۸: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ وَظَلَمُوا (اور انہوں نے ظلم کیا) محمد ﷺ کے ساتھ زیادتی کی آپ کی تعریف کو تبدیل کر کے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا۔ لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہ کرے گا) جب تک کہ وہ کفر پر قائم رہیں گے۔

آیت ۱۶۹: وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا (اور نہ ان کو کوئی راستہ دکھائے گا سوائے جہنم کے راستہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے) یعنی ان کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں رکھنا اس کے لئے آسان ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح یعاقبھم خالدین۔ وہ ان کو خلود کی سزا دے گا۔ یہ حال مقدرہ ہے۔ یہ دونوں آیات ان لوگوں کے متعلق ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ان کی موت کفر پر آئے گی۔

يَٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا

اے اہل کتاب غلو نہ کرو اپنے دین میں اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر

الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّٰهِ وَ

حق بات، مسیح جو عیسیٰ بن مریم ہیں وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ کا

كَلِمَتُهُ ۚ أَلْقٰهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا

کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم تک پہنچایا۔ اور اللہ کی طرف سے ایک روح ہیں، سو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور مت

تَقُولُوا ثَلٰثَةٌ ۚ انْتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا اللّٰهُ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۖ سُبْحٰنَهُ

کہو کہ تین خدا ہیں اس سے باز آ جاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ معبود صرف اللہ ہی ہے جو اکیلا ہے وہ اس سے پاک ہے

أَنْ يَّكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا ﴿١٧١﴾ ع

کہ اس کی اولاد ہو۔ اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ کارساز ہونے کے لئے کافی ہے۔

وقف لازم ع ۲۳

آیت ١٧٠: يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ (اے لوگو! تمہارے پاس رسول حق لے کر تمہارے رب کی طرف سے آئے) حق سے مراد یہاں اسلام ہے۔اور یہ حال واقع ہے اس حال میں کہ حق کو ثابت کرنے والا ہے۔

ایمان وتوحید خیر ہے:

فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۔سو (تم ایمان لاؤ جو تمہارے لئے بہتر ہو) اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ :اِنْتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ۔ (النساء:١٧١)

نَحو :خیراً یہ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کو ایمان پر آمادہ کیا۔اور تثلیث سے باز رہنے کا حکم دیا۔تو معلوم ہوا ایک بات پر ان کو آمادہ کیا جارہا ہے پس فرمایا خیراً لکم۔تم قصد کرو اور ایک ایسے امر پر ثابت قدم رہو جو تمہارے لئے بہتر ہے۔اس کی بنسبت جس میں تم مبتلا ہو یعنی کفر و تثلیث۔اور وہ بہتر چیز ایمان اور توحید ہے۔ وَاِنْ تَكْفُرُوا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اگر تم ناشکری کرو تو اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے) تمہارا کفر اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ ان کو خوب جاننے والے ہیں جو ایمان لانے والے اور انکار کرنے والے ہیں) حَكِيْمًا (وہ حکمت والے ہیں) دونوں کے بدلے میں برابری نہیں برتتے۔

آیت ١٧١: يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوا فِي دِيْنِكُمْ (اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو) یعنی حد سے تجاوز نہ کرو۔ یہود

نے مسیح علیہ السلام کے مرتبہ کو کم کرنے میں غلو کیا یہاں تک کہ ان کو زانیہ کا بیٹا قرار دیا (معاذ اللہ)۔ اور نصاریٰ نے ان کو بڑھانے میں غلو سے کام لیا یہاں تک کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا (معاذ اللہ)۔ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (اور تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہی بات کہو جو سچی ہے) اور وہ اس کا شرک وابنیت سے پاک ہونا ہے۔

اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ (بیشک مسیح عیسیٰ بن مریم ہے) ابن اللہ نہیں ہے۔ رَسُوْلُ اللّٰهِ (اللہ کا رسول ہے)

نحو: المسیح مبتداء عیسیٰ عطف بیان یا بدل اور رسول اللہ اس کی خبر۔ کلمته کا عطف رسول اللہ پر ہے۔ وَكَلِمَتُهٗ (وہ اللہ کا کلمہ ہے) ان کو کلمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسا کلام سے کی جاتی ہے۔

اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْیَمَ (وہ کلمہ اللہ تعالیٰ نے پہنچایا مریم تک) یہ حال بھی ہے اور اس کے ساتھ مراد بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ کلمہ پہنچایا مریم تک اور ڈالا اس میں۔

روح کہنے کی وجہ:

وَرُوْحٌ (اور روح ہے)۔

نحو: اس کا عطف بھی رسول اللہ پر ہے۔

ان کو روح کہنے کی وجہ نمبر ا۔ وہ مردوں کو زندہ کرتے جیسا کہ قرآن کو بھی روح فرمایا۔ و کذلك اوحینا الیك روحًا من امرنا۔ الشوریٰ۔۵۲۔ نمبر۲۔ وہ دلوں کو زندہ کرتے تھے۔

مِّنْهُ۔ (اس کی طرف سے) یعنی اس کی تخلیق اور تکوین سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وسخرلکم مافی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعًا منه۔ الجاثیہ۔۱۳۔

عجیب لطیفہ:

ہارون رشید کے دربار میں ایک نصرانی غلام تھا۔ اس نے مجلس ہارون رشید میں کہا تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ اللہ میں سے ہیں علی بن حسین بن واقد جو اس مجلس میں موجود تھے انہوں نے فرمایا اگر مِّنْهُ سے عیسیٰ کا اللہ تعالیٰ سے ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر قرآن مجید میں سورۂ جاثیہ میں ارشاد ہے وسخرلکم مافی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعًا منه۔ پھر اب تو ساری مخلوق اس کا حصہ بن گئی۔ عیسیٰ کی کیا خصوصیت رہی۔ وہ لاجواب ہو گیا۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ (پس تم مانو اللہ اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو کہ معبود تین ہیں)

نحو: ثلاثة یہ خبر ہے اس کا مبتداء الآلهة محذوف ہے۔

اِنْتَهُوْا (تم باز رہو) یعنی تثلیث سے۔ خَیْرًا لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہوگا) قرآن مجید کی واضح دلالت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عیسائیوں کے ہاں اللہ، مسیح اور مریم تین معبود ہیں۔ اور مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے جو مریم سے پیدا ہوا۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی میں

ہے: ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰـهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [المائدہ:۱۱۶] دوسری آیت میں فرمایا: وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ [التوبہ:۳۰]

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ (بیشک اللہ ہی تنہا معبود ہے)

نحو: لفظ اللہ مبتداء الٰہ خبر' واحد تاکید برائے الٰہ۔

تنزیہ باری تعالیٰ:

سُبْحٰنَهٗ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ (وہ اس امر سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو) میں اس کی تسبیح بیان کرتا ہوں اس سے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کا بیان ہے۔ اس غلط نسبت سے جو اس کی طرف کی گئی۔ اس طرح کہ آسمان وزمین میں سب اس کی مخلوق و مملوک ہے۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ بعض ملکیت اس کا حصہ ہو۔ کیونکہ بیٹا ہونا اور ملک ہونا دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور جزء ہونا تو اجسام کی خصوصیت سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو جسمیت سے پاک ہے۔

وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا (اور اللہ کافی کارساز ہے) وہ حافظ ہے آسمان وزمین کا اور ان میں تدبیر امر کرنے والا ہے اور جو کسی امر کی کفایت سے عاجز ہوتا ہے وہ بیٹے کا محتاج ہوتا ہے جو اس کی معاونت کرے۔

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓىٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ

مسیح ہرگز اس کو عار نہیں سمجھے گا کہ اللہ کا بندہ بنے اور نہ مقرب فرشتے،

وَمَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا ﴿۱۷۲﴾

اور جو کوئی شخص عار کرے اللہ کی عبادت سے اور تکبر کرے تو وہ ان کو عنقریب اپنے پاس جمع فرمائے گا

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ

سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کو پورے پورے بدلے عطا فرمائے گا۔ اور اپنے فضل سے

مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

اور زیادہ دے گا۔ اور جن لوگوں نے عار کی اور تکبر کیا سو ان کو دردناک عذاب

اَلِیْمًا ۙ وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۱۷۳﴾ یٰۤاَیُّهَا

دے گا اور یہ لوگ اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی یار اور مددگار نہ پائیں گے اے

النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ﴿۱۷۴﴾

لوگو! بے شک آئی ہے تمہارے پاس دلیل تمہارے رب کی طرف سے اور ہم نے اتارا ہے تمہاری طرف واضح نور

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ

سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسے مضبوطی سے پکڑا تو عنقریب ان کو اپنی رحمت اور فضل میں

وَفَضْلٍ ۙ وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۱۷۵﴾ؕ

داخل فرمائے گا اور ان کو اپنی طرف سے سیدھے راستہ پر پہنچا دے گا۔

نصاریٰ کے اعتراض کا جواب:

آیت ۱۷۲: جب وفد نجران نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ ہمارے صاحب عیسیٰ کے عیب کیوں نکالتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ پھر میں نے کیا کہا ہے! کہنے لگے تم نے کہا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو عار کی بات نہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو۔ انہوں نے کہا کیوں کر۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ (مسیح ہرگز عار نہیں کرینگے) یعنی نفرت نہیں کریں گے۔ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ (کہ وہ اللہ تعالیٰ

کے بندے کہلائیں)اس میں نصاریٰ کی تردید ہے۔ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ (اور نہ ملائکہ) اس میں عرب کے ان لوگوں کی مذمت ہے جو فرشتوں کی پوجا کرتے تھے۔اس کا عطف مسیح پر ہے۔ الْمُقَرَّبُوْنَ (مقرب) یعنی کروّبی فرشتے جو عرشِ الٰہی کے گرد رہتے ہیں مثلاً جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل علیہم السلام اور جوان کے طبقہ میں شامل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ملائکۂ مقربین بھی اللہ تعالیٰ کے بندے کہلانے میں عار محسوس نہ کریں گے۔اس کلام کو دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور وہ عبداللہ کا لفظ ہے مختصراً۔

اعتراض:

معتزلہ نے اس آیت سے ملائکہ کی انسانوں پر فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ دلیل یہ دی ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ فلان لا یستنکف عن خدمتی و لا ابوہٗ۔ اگر کہا جائے و لا عبدہ۔ تو یہ کلام درست نہیں۔ آیت میں و لا الملائکۃ المقربون کا مطلب یہ ہے کہ نہ ملائکۂ مقربون اور نہ وہ جوان سے مرتبہ میں اعلیٰ ہیں۔ اور عظمت میں بڑھ کر ہیں اور مقربین کی تخصیص اس پر دلالت کر رہی ہے۔

جواب: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ثانی کو اول پر فضیلت حاصل ہے۔ لیکن اس کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ جس میں تنازع پایا جاتا ہے۔ کیونکہ آیت بتلا رہی ہے کہ ملائکۂ مقربین تمام وہ عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور ہم مانتے ہیں کہ تمام ملائکۂ مقربین ایک انسانی رسول سے افضل ہیں۔ بعض اہلسنت نے یہ جواب دیا ہے۔ کیونکہ آیت کی مراد یہ ہے کہ ملائکہ عظیم طاقت کے باوجود جو انسانوں سے بڑھ کر ہے اور لوح محفوظ کے علوم جن سے وہ براہ راست فیضیاب ہوتے ہیں اور ازدواجی زندگی سے بالکل خالی ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بندہ ہونے سے عار محسوس نہیں کرتے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے سے کیسے عار وانکار کر سکتا ہے۔ جو دوسرے سے پیدا ہوا۔ اور قدرت وطاقت بھی محدود قسم کی ہو۔ اور علم بھی فرشتوں کی طرح کا نہ ہو۔

اور اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیے سخت پکڑ۔ وسعت علم۔ وجود کی غرابت حماقت کا شکار کر دیتی ہے۔ جیسا کہ عیسائی۔ اور عبودیت سے بلند ہونے کا وہم پیدا کر دیتی ہے۔ پس عیسائیوں کو کہا گیا کہ یہ اوصاف تو ملائکہ میں مسیح کی بنسبت زیادہ کامل ہیں مگر وہ ان اوصاف کے ہوتے ہوئے بھی عبودیت سے عار محسوس نہیں کرتے تو مسیح کیسے محسوس کر سکتے ہیں؟

خُلَاصَۃُ الْکَلَام :

خلاصۂ کلام یہ ہے۔ خاص انسان یعنی انبیاء علیہم السلام وہ خاص ملائکہ سے افضل ہیں اور وہ خاص ملائکہ کہ رسل ملائکہ ہیں مثلاً جبرئیل میکائیل عزرائیل وغیرہ۔ اور خاص ملائکہ عام مؤمنین سے افضل ہیں۔ اور عام مؤمن انسان۔ عوام ملائکہ سے افضل ہیں۔

تفضیل بشر کی دلیل:

انسانوں نے اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی خاطر دبایا باوجود اس بات کے کہ خواہشات فطرت بشریہ ہیں۔

پس انبیاء علیہم السلام ملائکہ علیہم السلام پر عصمت میں فوقیت لے گئے۔ اور نفسانی واردات کو دبانے میں ان کو فرشتوں پر افضلیت حاصل ہو گئی۔ اور جسمانی دواعی کو مغلوب کرنے میں ان پر بڑھ گئے پس ان کی اطاعت وعبادت وہ فرشتوں کی بنسبت بہت شاق وگراں

ہے۔ کیونکہ وہ مختلف چکروں سے گزر کر کرنا ہوتی ہے اور ملائکہ کی اطاعت جبلی وفطری ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام کی اطاعت ثواب میں بڑھ گئی۔

وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ (جو اس کی بندگی سے عار محسوس کرے گا اور تکبر اختیار کرے گا) فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا (پس اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے ہاں جمع کریگا) پھر ان کے غرور آمیز انکار و تکبر پر ان کو سزا دے گا۔ پھر تفصیل فرمائی۔ چنانچہ فرمایا۔

اجمال کی تفصیل:

آیت ۱۷۳: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ تو ان کو ان کا ثواب پورا پورا دیگا اور اپنی مہربانی سے زیادہ عطا فرمائے گا اور پھر جن لوگوں نے عار محسوس کی اور بڑے بنے تو اللہ تعالیٰ ان کو دکھ آمیز عذاب دے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے لئے کوئی کارساز و مددگار نہ پائیں گے)

اہم سوال: تفصیل اجمال کے مطابق نہیں۔ کیونکہ تفصیل میں دو فریق ہیں۔ اور اجمال میں ایک فریق کا تذکرہ ہے۔

الجواب بالصواب: اس کی مثال اس طرح ہے کہ امام نے خروج کرنے والوں کو جمع کیا۔ پس جنہوں نے اس کے خلاف خروج نہ کیا تھا ان کو لباس وسواری دینا اس کے ذمہ ہے اور جنہوں نے خروج کیا ان کو سزا دینا اس کے ذمہ تھا۔ یہ جواب دو اعتبار سے صحیح ہے۔ نمبر ۱۔ بڑی دلیل ایک فریق کے تذکرہ کو حذف کر دیا کیونکہ تفصیل اس پر خود دلالت کر رہی تھی۔ نمبر ۲۔ ایک کا تذکرہ دوسرے کے تذکرہ کی دلیل ہے۔ جیسا کہ تفصیل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں ایک فریق کو حذف کر دیا ہے۔ فاما الذین امنوا باللّٰہ واعتصموا بہ۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ دوسروں پر احسان ان کو غم میں مبتلا کرنے والا ہے۔ تو یہ غم بھی من جملہ عذاب میں داخل ہے۔ گویا اس طرح کہہ دیا گیا۔ جو اس کی بندگی اور عبادت سے عار محسوس کرے گا اور تکبر اختیار کرے گا۔ پس عنقریب اس کو حسرت کا عذاب میسر آئے گا جبکہ وہ عمل کرنے والے کے بدلے ملاحظہ کرے گا اور اس سبب سے جو اللہ تعالیٰ کا عذاب اس کو پہنچے گا۔

ایک نکتہ:

آیت میں: لن یستنکف میں غیر مستنکفین اور من یستنکف میں مستنکفین کا ذکر موجود ہے۔

پس تفصیل اجمال کے بالکل مطابق ہے۔ طویل بادیہ پیمائی کی حاجت نہیں۔ (الحمدللہ)

آیت ۱۷۴: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آگئی) یعنی وہ رسول ہیں جو منکرین کو معجزات سے حق واضح کر رہے ہیں۔

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (اور ہم نے تمہاری طرف واضح روشنی اتاری) ایسا قرآن جس سے حیرت کے اندھیرے روشن کیے جاتے ہیں۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ

لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی شخص مر جائے

لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ

اس کے کوئی اولاد نہیں اور اس کی ایک بہن ہے تو اس کے لئے اس مال میں کا آدھا ہے جو مرنے والے نے چھوڑا۔ اور وہ بہن کے پورے مال کا وارث ہوگا اگر اس بہن

يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا

کے کوئی اولاد نہ ہو۔ پس اگر دو بہنیں ہیں تو ان کے لئے اس مال میں سے دو تہائی ہے جو مرنے والے نے چھوڑا۔ اور اگر یہ لوگ

اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ

بہن بھائی ہوں تو ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے، اللہ تمہارے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ

تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ ع ۲۴

تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ (جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوطی سے تھام لیا) یعنی اللہ پر ایمان لائے یا قرآن پر ایمان لائے۔

فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ (وہ عنقریب ان کو اپنی رحمت و فضل میں ضرور داخل فرمائے گا) رحمت سے مراد جنت ہے اور فضل سے مراد زیادتی نعمت وَّيَهْدِيْهِمْ (اور وہ ان کی راہنمائی کرے گا) اِلَيْهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف) یا فضل کی طرف یا اپنے راستے کی طرف۔ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (سیدھا راستہ)

نحو: صراطا یہ مضاف محذوف سے حال ہے۔

کلالہ کا حکم:

آیت ۱۷۶: يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ (لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے بارے میں حکم دیتے ہیں)۔

واقعہ جابر رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیمار تھے۔ رسول اللہؐ عیادت کیلئے تشریف لائے۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! میں کلالہ ہوں۔ میں اپنے مال کا کیا کروں؟ تو یہ آیت اتری اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ (اگر کوئی آدمی مر جائے اور اسکی کوئی اولاد نہ ہو)

نحو: امرؤ مرفوع ہے اس مضمر کی وجہ سے کہ ظاہر جس کی تفسیر ہے اور لیس له ولد یہ صفت کی وجہ سے مرفوع ہے۔ تقدیر

عبارت یہ ہے۔ان هلك امرؤ غير ذى ولد۔

الولد سے یہاں مراد بیٹا ہے۔ ویسے یہ لفظ مذکر ومؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔کیونکہ ابن کی وجہ سے اخت (بہن کا حصہ ساقط ہوجاتا ہے۔مگر بنت کی وجہ سے بہن کا حصہ ساقط نہیں ہوتا)

حقیقی بھائی بہنوں کا مسئلہ:

(یادر ہے کہ یہ آیت حقیقی بھائی بہنوں کے متعلق ہے جیسا شروع سورت میں روایت مذکور ہوئی)

وَلَهٗٓ اُخْتٌ (اوراس کی حقیقی بہن ہو) یعنی ماں باپ کی طرف سے یا باپ کی طرف سے۔فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ (تو بہن کو حقیقی بھائی کے ترکہ میں سے نصف ملے گا) جواس میت نے چھوڑا ہے۔

وَهُوَ يَرِثُهَآ لیکن اگر بہن حقیقی مرجائے (اوراس کی اولاد نہ ہو) تو بھائی حقیقی اس کے تمام مال کا وارث ہوگا۔اگر معاملہ علی العکس اس کی موت کا پیش آئے۔اوروہ بھائی اس کی موت کے بعد باقی ہو۔(اور میت کا باپ' دادا موجود نہ ہو۔)

اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ (اگراس بہن کی کوئی اولاد نہ ہو) یہاں ولد سے مراد بیٹا ہے۔کیونکہ بیٹا۔بھائی کو ساقط کرتا ہے بیٹی نہیں۔

سوال: بیٹا اکیلے بھائی کو ساقط نہیں کرتا۔باپ بھی اسقاط میں اس کی مثل ہے۔پھر آیت میں ولد کی نفی پر اکتفاء کیونکر فرمایا گیا۔

جواب: انتفائے ولد کا حکم واضح بیان کردیا اورانتفائے والد کا حکم سنت کے بیان پر چھوڑ دیا۔اوروہ ارشاد نبوت ﷺ ہے۔الحقوا الفرائض باهلها فما بقى فلاولى عصبة ذكر۔البخاری۔۶۷۳۲۔مسلم ۱۶۱۵۔احمد ۲۹۲۔جلد ا

اورباپ بھائی سے زیادہ حقدار ہے۔

اخوت کو تغلیباً ترجیح دی:

فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ (اگر بہنیں دو ہوں) اوراس پر ولہٗ اخت بھی دلالت کررہا ہے۔فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً (توان کے لئے (بھائی کے ترکہ سے) دوثلث ہونگے اس میں سے جومیت نے چھوڑا اوراگر بھائی بہنوں کی جماعت ہو) یعنی اخوت کی وجہ سے میراث پانے والے بہن بھائی بہت سے ہوں۔یہاں اخوات پر اخوت کو غلبہ دے کر ذکر کیا۔

رِجَالًا وَّنِسَآءً (مذکر ومؤنث دونوں ہوں) فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا (پس ایک مرد کا حصہ دوعورتوں کے برابر ہوگا (تقسیم میں) اللہ تعالیٰ کھول کر بیان فرماتے ہیں تا کہ تم گمراہ نہ ہوجاؤ)

حجۃ الوداع کی راہ میں اُتری:

يبين سے سچا بیان۔یہ يبين کا مفعول محذوف ہے۔اور ان تضلوا سے قبل كراهة کا لفظ محذوف ہے۔(انکے بعد لا محذوف ہے) وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اوراللہ تعالیٰ کو ہر چیز معلوم ہے) وہ اشیاء کوان کے وجود سے قبل اوراسکے بعد انکی حقیقتوں اورامثلہ سمیت جانتے ہیں (اس آیت کو آیت الصیف گرمیوں والی کہتے ہیں۔اور یہ آیت حجۃ الوداع کے بعد راستہ میں اتری۔

الحمدلله افضل الصلوات على رسوله تمت ترجمة سورة النساء

يوم الاربعاء سبعة عشر يومًا مضت من شهر ربيع الاول ۱۴۲۳ھ

سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ آيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں ایک سو بیس آیات اور سولہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۬ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ

اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو، حلال کئے گئے تمہارے لئے چوپائے انعام میں سے،

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ①

مگر وہ جن کے بارے میں تمہیں بتا دیا جائے گا اس حال میں کہ جس وقت تم احرام میں ہو شکار کو حلال کرنے والے نہ ہو۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْىَ

اے ایمان والو! مت حلال کرو اللہ کے شعائر کو، اور نہ شہر حرام کو اور نہ ھدی

وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ

کو اور نہ پٹے ڈالے ہوئے جانوروں کو، اور نہ ان لوگوں کو جو بیت حرام کا قصد کر کے جا رہے ہوں! وہ اپنے رب کا فضل

وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ

اور رضا مندی تلاش کرتے ہیں۔ اور جب تم حلال ہو جاؤ تو شکار کر لو، اور ہرگز کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا

تمہیں مسجد حرام سے روکا ہے اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو اور آپس میں نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ②

گناہ اور زیادتی پر آپس میں مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

المنزل الثانی ۲ وقف لازم الربع

عہد کی پابندی کا حکم:

تفسیر آیت ۱: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ۔

(اے ایمان والو! تم وعدوں کو پورا کرو۔ حلال کر دیئے گئے تمہارے لئے چوپائے۔ سوائے ان کے جو تمہارے سامنے تلاوت کی جارہی ہے۔ (لیکن) شکار کو حلال نہ سمجھنا اس حالت میں کہ تم احرام میں ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے)

کہا جاتا ہے: وفی بالعھد۔ وا وفی بہ۔ کہ فلاں نے وعدہ پورا کیا۔ اس کے تقاضے کو ادا کیا۔ العقد۔ مضبوط عہد کو رسی کی گرہ سے تشبیہ دی۔ مراد اس سے وہ معاہدے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لیے۔ اور ان کا مکلف بنا کر ان پر لازم کیے۔

یا وہ معاہدے جو محمد ﷺ پر ایمان لانے والوں سے لیے۔

یا پھر وہ معاہدے جو تم باہمی باندھتے ہو۔ اور ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ معاہدے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین میں حرام و حلال کے سلسلے میں باندھے ہیں۔ البتہ یہ کلام اجمالی ہے جس کو پہلے لایا گیا ہے پھر تفصیل اسی طرح کی اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ ۔البھیمۃ۔ خشکی و سمندری چوپایا۔ انعام کی طرف اس کی نسبت بیانی ہے۔ اور یہ اضافت من کے معنی میں ہے۔ جیسے خاتم فضۃ۔

اب مطلب یہ ہوا کہ چوپایا جو پالتو جانوروں میں سے ہے ان کی آٹھ اقسام ہیں اونٹ' گائے' بھیڑ' بکریاں وغیرہ۔ بعض کا قول یہ ہے کہ بھیمۃ الانعام سے مراد ہرنی اور جنگلی گائے ہے۔ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ سوائے ان کے جو تم پر تلاوت کی جائیں گی۔ اس سے مراد یہ جو آیت حرمت علیکم میں بیان کیے گئے ہیں۔ نحو : غیر محلی الصید (شکار کو حلال مت سمجھنا) یہ لکم کی ضمیر سے حال ہے اور وانتم حرم یہ محلی الصید سے حال ہے گویا عبارت اس طرح ہے۔ ہم نے تمہارے لیے بعض چوپائے حلال کئے جبکہ تم احرام کی حالت میں شکار کو حلال کرنے والے نہ ہو۔ یہ اس لیے تاکہ تم پر تنگی نہ ہو۔ الحُرُم جمع حرام ہے اور مراد اس سے محرم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ : بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے یا حکم دیتا ہے حلال و حرام میں سے جس کے بارے میں چاہتا ہے۔

تفسیر آیت ۲:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دینے کی ممانعت کے لئے نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ (اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی) شعائر جمع شعیرۃ ہے۔ اس چیز کو کہتے ہیں جن کو بطور علامت مقرر کیا جائے۔ یعنی حج کے مقامات پر عبادات کی علامات۔ رمی کے مقامات۔ مطاف۔ سعی اور وہ افعال جو حجاج کی علامات ہوں۔ جن سے وہ پہچانے جائیں۔ جیسے احرام' طواف' سعی' حلق و نحر وغیرہ۔ وَلَا

الشَّهْرَ الْحَرَامَ (اور نہ ماہ حرام کی) اس سے مراد حج کے مہینے ہیں وَلَا الْهَدْيَ (اور نہ ہدی) اس سے مراد وہ جانور جو بیت اللہ کی طرف بطور ہدیہ بھیجا جاتا ہے۔ اور اس سے حج کے احکام میں قرب الٰہی حاصل کیا جاتا ہے۔ اور یہ ہدیہ کی جمع ہے۔ وَلَا الْقَلَائِدَ (اور نہ قلادہ والے جانور) یہ قلادہ کی جمع ہے یہ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ہدی کے جانور کے گلے میں نعل یا درخت کا چھلکا اور لوٹے کا منہ وغیرہ ڈال دیا جائے۔

وَلَا آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ (اور نہ بیت اللہ کا قصد کرنے والوں کی) یعنی تم ان لوگوں کی توہین نہ کرو۔ جو مسجد حرام کا قصد کر کے حج وعمرہ کے لئے آئے۔

ان چیزوں کو حلال قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ شعائر کی تعظیم میں سستی ہوگی۔ اور عبادت گزاروں اور شعائر کے درمیان رکاوٹ بن جائے گا۔ اور حج کے ایام میں ایسی چیزوں کا ارتکاب کریں گے۔ جس سے وہ لوگوں کو حج کرنے میں رکاوٹ بن جائیں گے۔ اور ہدی اور اس کے غصب کی ٹھان لیں گے۔ یا ہدی کو اپنے مقام پر پہنچنے میں رکاوٹ بنیں گے۔

ہدایا پر تعرض سے بطورِ مبالغہ ممانعت:

القلائد : سے مراد ممکن ہے کہ قلائد والے جانور مراد ہوں اور وہ اونٹ ہیں۔ اور ہدی پر اس کا عطف خصوصیت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ کیونکہ ہدایا میں یہ سب سے اعلیٰ ہے۔ جیسے فرشتوں کا ذکر کر کے جبریل اور میکائیل کو اس آیت میں ذکر فرمایا و جبریل و میکال البقرہ ۹۸ گویا عبارت اس طرح ہے۔ القلائد منها خصوصًا کہ ہدایا میں سے خاص طور پر قلادہ والے جانور۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہدایا کے قلائد پر ہاتھ ڈالنے سے روک کر ہدایا پر تعرض کرنے میں مبالغہ کرنا مقصود ہو۔ مطلب یہ ہوگا کہ ان کے قلائد کی بھی بے حرمتی نہ کرو۔ چہ جائیکہ تم خود ان ہدایا کی بے حرمتی کرو۔ یہ اس طرح ہے کہ جس طرح اس آیت میں: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ (النور:۳۱) زینت کے ظاہر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے تا کہ مواقع زینت کے ظاہر کرنے کی ممانعت میں مبالغہ ہو جائے۔

يَبْتَغُوْنَ (وہ چاہنے والے ہیں) **نحو** : آمین کی ضمیر سے حال ہے۔

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا (اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا مندی تا کہ وہ راضی ہو جائے) تم ایسی قوم پر جو ان صفات والی ہو۔ تعرض نہ کرو ان کی عظمت کی بناء پر۔ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (جب تم احرام سے نکل جاؤ تو شکار کرو) پہلے غیر محلی الصید وانتم حرم فرما کر شکار کی ممانعت فرمائی گئی تھی فاصطادوا سے اس کو مباح قرار دیا۔

دشمنی برائے دشمنی مت کرو:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا (اور نہ تم کو آمادہ کرے کسی قوم کی دشمنی کہ تم حد سے بڑھو اس لئے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا) **نحو** : جرم کا لفظ کسب کی طرح ہے کہ کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے کبھی دو کی طرف جیسے کہتے ہیں۔ جرم ذنبًا جیسے کسبہ۔ جرمتہ ذنبًا جیسے کسبتہ ایاہ۔ یہاں پہلا

مفعول ضمیر مخاطب ہے اور دوسرا ان تعتدوا ہے۔ اَنْ صَدُّوْکُمْ یہ شَنَاٰنُ سے متعلق ہے۔ اور علت کے معنی میں ہے۔ شنان سخت بغض کو کہتے ہیں۔

قراءت: شامی اور ابوبکر نے شنان کونون کے سکون سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوا کسی قوم کا بغض تمہیں حد سے نہ بڑھائے اور نہ اس پر آمادہ کرے اس لیے کہ انہوں نے تمہیں روکا ہے۔ اَنْ صَدُّوْکُمْ شرط ہے مکی اور ابوعمرو نے اسی طرح قرار دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو مسجد سے اس طرح روکو جیسے اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنین کو حدیبیہ کے دن عمرہ سے روک دیا۔

اعتداء کا معنی کسی ناپسندیدہ چیز کو ملا کر ان سے انتقام لینا۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی (اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو) براور تقویٰ سے یہاں مراد عفو وچشم پوشی ہے۔

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (گناہ اور دشمنی میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو) یعنی انتقام اور غصے کو شفاء دینے کے لئے۔ یابرّ مامور کو ادا کرنا۔ تقویٰ۔ ممنوع کو ترک کرنا۔ اثم مامور کو چھوڑنا۔ الْعُدْوَانِ ممنوع کو ادا کرنا۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ ہر برّ و تقویٰ عام مانیں۔ اور اثم' عدوان کو تمام گناہوں کے لئے عام مانیں۔ پس اپنے عموم کے لحاظ سے معافی اور بدلے دونوں کو شامل ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں) اس شخص سے جو اس کی نافرمانی کرے اور تقویٰ اختیار نہ کرے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ

حرام کیا گیا تم پر مردہ جانور، اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا،

بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ

اور وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مرجائے، اور وہ جانور جو کسی ضرب سے مرجائے اور وہ جانور جو اوپر سے گر کر مرجائے اور وہ جانور جو کسی سے ٹکرا کر مرجائے اور وہ جانور جسے کسی درندہ نے کھالیا

اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ

مگر وہ جسے تم ذبح کرلو، اور حرام کیا گیا وہ جانور جو ذبح کیا گیا پرستش گاہوں پر، اور یہ بھی حرام کیا گیا کہ تقسیم کرو تیروں کے ذریعہ یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ

آج کافر تمہارے دین سے نا امید ہو گئے سو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ

آج میں نے پورا کر دیا تمہارا دین اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر

الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ

اختیار کرنے کے لیے پسند کرلیا سو جو کوئی شخص مجبور ہو جائے سخت بھوک میں جو گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو سو یقیناً

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③

اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

اہلِ جاہلیت کے ماکولات:

آیت ۳: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

پھر اہل جاہلیت کے ماکولات کو بیان فرمایا۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ (تم پر مردار کو حرام کیا گیا) یعنی ایسے چوپائے جو اپنی موت مرجائیں۔ وَالدَّمُ (اور خون) یعنی بہنے والا خون جو بوقت ذبح نکلتا ہے۔ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ (اور خنزیر کا گوشت) خنزیر تمام

نجس ہے گوشت کو اس لیے خاص کیا۔ کیونکہ اصل مقصود وہی ہے۔ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (اور وہ جانور جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا نام پکارا گیا ہو) اور وہ اہل جاہلیت کا قول ہے کہ بوقت ذبح کہتے تھے باسم اللات والعزّٰی۔ وَالْمُنْخَنِقَةُ (اور وہ جس کا گلا دبایا گیا ہو) یعنی اس قدر اس کا گلا دبایا کہ وہ مر گیا۔ یا جال وغیرہ میں اس کا گلا دب کر مر گیا۔ وَالْمَوْقُوْذَةُ (اور چوٹ کھا جانے والا) لاٹھی و پتھر سے اس کو چوٹ لگائی۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

وَالْمُتَرَدِّيَةُ (اوپر سے نیچے گر کر مرنے والا جانور) خواہ پہاڑ سے گرا ہو یا کنویں میں گر کر مر گیا ہو۔ وَالنَّطِيْحَةُ (اور سینگ لی ٹکر سے مرا ہوا جانور) نطیحة ایسے جانور کو کہتے ہیں جس کو دوسرے جانور نے سینگ مار کر مار دیا ہو۔ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ (اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں) اور جس جانور کا کسی درندہ نے بعض حصہ کھالیا اور وہ اپنے زخم کی وجہ سے مر گیا۔ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ (مگر وہ جو تم ذبح کر پاؤ) یعنی وہ مذبوح کی طرح مضطرب تھا اور تم اس کو ذبح کرو۔ نحو : استثناء کا تعلق منخنقة اور جو اس کے مابعد ہے اس کے متعلق ہے۔ پس اگر جانور کو زندہ پا کر بسم اللہ کہہ کر ذبح کر لیا گیا تو وہ پاک ہے۔ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (اور جو جانور تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو) اہل جاہلیت کے کچھ پتھر تھے جو کعبہ شریف کے اردگرد گاڑے گئے تھے۔ ان پر بطور تعظیم کے مشرکین ذبح کرتے تھے۔ اور اس سے ان کا قرب حاصل کرنا مقصود ہوتا تھا۔ ان کو انصاب کہتے تھے۔ اس کا واحد نُصُب ہے یا نُصُب جمع اور واحد نصاب ہے۔

پانسے کے تیروں کی ممانعت:

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ (اور جوئے کے تیروں سے تمہارا فال نکالنا) نحو : میتة پر عطف کی وجہ سے یہ موضع رفع میں ہے عبارت اس طرح ہوگی حرمت علیکم المیتة......... والاستقسام بالازلام اَزْلَام جمع زَلَم و زُلَم کی ہے بے نشان زدہ تیر تھے۔ جب کوئی سفر یا لڑائی یا تجارت یا نکاح وغیرہ کا ارادہ کرتا تو تین تیروں کا قصد کرتا۔ جن میں سے ایک پر لکھا تھا امرنی ربی۔ دوسرے پر نہانی ربی اور تیسرے پر غفل لکھا تھا اگر امر والا تیر نکلتا تو اپنے کام پر روانہ ہو جاتا۔ اور منع والا نکل آتا تو کام سے رک جاتا۔ اور اگر غفل والا تیر نکلتا تو اس کو دوبارہ لوٹاتے۔ پس استقسام بالازلام کا معنی۔ ازلام کے ذریعے کسی چیز کی تقسیم کا مطالبہ کرنا۔ زجاج کہتے ہیں کہ مشرکین کی اس حرکت اور نجومیوں کے اس معاملے میں کوئی فرق نہیں جو کہتے ہیں کہ فلاں ستارے کی وجہ سے مت سفر کرو اور فلاں ستارے کا طلوع ہے تم سفر پر جاؤ۔ شرح تاویلات۔ میں اس کی تردید کی گئی ہے۔ انہوں نے وجہ فرق یہ ظاہر کی کہ نجومی یہ نہیں کہتا کہ فلاں ستارہ تمہیں اس بات سے روکتا ہے۔ اور فلاں ستارہ تمہیں فلاں کام کا حکم دیتا ہے جیسا کہ مشرکین نے کر رکھا تھا۔ لیکن نجومیوں نے اپنی طرف سے احکام الٰہی کے لئے مختلف دلالتیں اور علامتیں مقرر کی ہیں۔ اور یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نجوم میں ایسے معانی اور علامتیں پیدا کر دے جس سے احکام معلوم ہو جائیں اور اس سے کئی چیزوں کا استخراج کیا جا سکے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ حرج اس بات میں ہے کہ حکم اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگائے اور اس پر اس کو گواہ بنائے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ جُوا ہے جس سے وہ اونٹ کو مختلف حصوں پر تقسیم کرتے تھے۔ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ (یہ استقسام بالازلام اطاعت سے نکلنا ہے) اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وہ تمام مندرجہ بالا محرمات مراد ہوں جو آیت میں مذکور ہیں۔ اَلْيَوْمَ

یہ یَیِٔسَ فعل کا ظرف ہے اس سے کوئی معین دن مراد نہیں اس کا معنی ''اب'' ہے جیسے کہتے ہیں انا الیوم کبرت ۔ میں اب بوڑھا ہو گیا۔ دوسرا قول یہ ہے الیوم سے آیت کے اترنے کا دن مراد ہے۔ اور یہ جمعہ کے دن نازل ہوئی اور عرفات کے دن نماز عصر کے بعد حجۃ الوداع کے موقعہ پر اتری۔

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ (آج کے دن کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے) یعنی تمہارے دین کو باطل کرنے سے مایوس ہو گئے یا اس بات سے ناامید ہو گئے۔ کہ وہ تمہارے دین پر غالب ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان پر غلبہ کا وعدہ پورا کر دیا۔

فَلَا تَخْشَوْهُمْ (پس تم ان سے نہ ڈرو) دین کے غالب آنے کے بعد اور کفار کے خوف کے زائل ہونے کے بعد اور ان کے غالب سے مغلوب بن جانے کے بعد وَ اخْشَوْنِ (اور مجھ ہی سے ڈرو) یعنی خشیت کو میرے لیے خالص کر دو۔

قراءت: وصل و وقف میں بغیر یا کے آتا ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا)۔

تکمیلِ دین کا اعلان:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ الیوم۔ یہ اکملت کا ظرف ہے آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اس طرح کہ تمہارا حال یہ تھا کہ ہر وقت دشمنوں کا خوف تم پر چھایا ہوا تھا۔ میں نے ان پر تم کو غالب کر دیا۔ یہ ارشاد اس طرح ہے کہ بادشاہ کہا کرتے ہیں الیوم کمل لنا الملك۔ یعنی جن دشمنوں سے ہم ڈرتے تھے ان کی طرف سے محفوظ کر دیے گئے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ میں نے تمہارے تکلیفی معاملات حرام و حلال کی تعلیم اور شرائع اسلام جن پر موقوف ہے اور قیاس کے قوانین مکمل کر دیے۔ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (اور اپنی نعمت تم پر مکمل کر دی) مکہ کو فتح کر کے اور اس میں امن و غلبہ کے ساتھ داخلے کے ذریعے اور جاہلیت اور اسکے طور طریقے مٹا دیئے۔ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (اور تمہارے لیے دین اسلام کو تمام دینوں میں سے منتخب کر لیا) اور تمہیں بتلا دیا کہ یہی اکیلا دین اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جیسا دوسری آیت میں فرمایا: وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران: ۸۵) فَمَنِ اضْطُرَّ (جو آدمی مجبور ہو) محرمات کے تذکرہ سے متصل اسکا ذکر کیا اور اسی طرح ذٰلكم فسق بھی۔ یہ جملے معترضے ہیں جن کو لانے کا مقصد تحریم کے معنی کی تاکید ہے۔ اور اسی طرح اسکا مابعد بھی۔ کیونکہ ان خبائث کی حرمت منجملہ دین کی تکمیل اور اتمام نعمت کا حصہ ہیں اور اسلام کی صفت اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ دین سے فرمائی ہے نہ کہ دوسری ملتیں۔ پس آیت کا یہ مطلب ہوا کہ جو آدمی میتہ کے استعمال پر مجبور ہو جائے یا اسکے علاوہ کسی اور محرمہ کے استعمال پر۔

فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ (بھوک کی وجہ سے بشرطیکہ وہ گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو) یعنی جان بچانے والی مقدار سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (پس بیشک اللہ تعالیٰ اس کو بخشنے والے ہیں) مواخذہ نہ فرمائیں گے۔ رَّحِيْمٌ (مہربان ہیں) اس لئے معذور کو محظور کے استعمال کی اجازت مرحمت فرما دی۔ نحو: رضیت لکم الاسلام دینًا یہ حال ہے۔ اسی طرح غیر متجانف یہ بھی حال ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ

وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا ہے جو ان کے لیے حلال کیا گیا ہے، آپ فرما دیجئے حلال کی گئیں تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں، اور جن شکاری جانوروں کو

مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ

تم نے تعلیم دی اس حال میں کہ تم ان کو سدھانے والے ہو، ان کو سکھاتے ہو اس طریقہ سے جو اللہ نے تمہیں سکھایا سو اس میں سے کھالو جو انہوں نے

اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

تمہارے لئے روک لیا اور اس پر اللہ کا نام لو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

جلد حساب لینے والا ہے۔"

حلال شکار کا بیان:

آیت ۴: يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ (اس میں قول کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس لیے اس کے بعد ماذا احل لھم وارد ہوا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ (وہ آپ کو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے کیا کیا چیزیں حلال ہیں) مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ۔ ماذا احل لنا نہیں کہا۔ کہ ان کے قول کی حکایت بنے۔ کیونکہ یسئلونک خود غائب کے صیغہ کے ساتھ لایا گیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ اقسم زید لیفعلن اور اگر لیفعلن کی بجائے لافعلن کہتے تو تب بھی درست تھا۔ اسی طرح احل لنا کہتے تو درست تھا۔ نحو: ماذا، مبتداء اور احل لھم یہ اس کی خبر ہے یہ اس طرح ہے کہ جیسے تم کہو ایّ شیء احل لھم ؟مطلب یہ ہوا کہ ان کے لئے کون سی کھانے والی چیزیں حلال ہیں گویا کہ جب آپ نے ان پر حرام و خبیث ماکولات پڑھیں تو انہوں نے سوال کیا ان چیزوں کے متعلق جو ماکولات میں سے ان کے لیے حلال ہیں۔ پس فرمایا۔ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ (فرما دیں تمہارے لئے تمام وہ پاکیزہ چیزیں حلال ہیں) جو کہ خبیث نہیں۔ یا وہ تمام چیزیں حلال ہیں جن کی حرمت کتاب اللہ اور سنت و اجماع اور قیاس سے ثابت نہیں ہے وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ (اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سکھایا ہے) (ان کا کیا ہوا شکار حلال ہے) نحو: وما علمتم کا عطف الطیبات پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے احل لکم الطیبات وصید ما علمتم پس مضاف کو حذف کیا گیا ہے۔ یا ما شرطیہ ہے اور اس کا جواب فکلوا ہے۔

شکار کے متعلق ہدایات:

الجوارح جو جانور یا پرندے شکار کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً کتا' چیتا' باز' شکرہ' بحری' شاہین وغیرہ۔ بعض نے کہا کہ یہ جراحت سے ہے۔ پس حلال وہ تب ہو گا جب وہ زخم لگائے۔ مُکَلِّبِیْنَ (ٹریننگ دیئے ہوئے) یہ علمتم سے حال ہے۔ اور اس حال کا فائدہ باوجودیکہ علمتم کی وجہ سے خاص ضرورت نہ تھی۔ یہ ہے کہ جو آدمی ان جانوروں کو تعلیم دے وہ ٹریننگ کا ماہر ہونا چاہیے۔ مُکَلِّبُ مکلب اس آدمی کو کہتے ہیں جو جانوروں کو تعلیم دے۔ یہ لفظ الکلب سے مشتق ہے اور کلاب میں عام طور پر یہ سلسلہ ہوتا ہے اور عام پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اس کی جنس کو سیکھنے میں بقیہ پر غلبہ دے کر اسی سے لفظ' مشتق کر کے تمام کے لئے استعمال کر لیا۔ دوسرا یہ قول بھی ہے کہ ہر درندے کو کلب کہتے ہیں۔ جیسا کہ حاکم کی روایت میں اللّٰھم سلط علیه کلباً من کلابك ہے تو اس میں شیر کو کلب کہا گیا۔ کیونکہ عتیبہ کو شیر نے کھایا تھا۔ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ (اس طریقہ سے تم نے ان کو تعلیم دی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا) اس میں یہ واضح کر دیا گیا۔ کہ ہر شکار پکڑنے والا یہ جان لے کہ وہ شکار اس وقت پکڑے جب اس کو ایسے جانور نے قتل کیا ہو جو سکھایا ہوا ہو۔ اور سمجھ بوجھ سے ذبح کیا ہو۔ کیونکہ بہت سے پکڑنے والے اپنے فن میں ناپختہ ہیں کہ انہوں نے اپنے اوقات کو ضائع کیا۔ اور جب علماء و ماہرین سے ملاقات ہوئی تو انگلیاں کاٹنے لگے۔ مما علمکم اللّٰہ سے مراد ٹریننگ ہے۔ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ (پس تم اس شکار میں سے کھالو جو وہ تمہارے لیے روک کر رکھیں) امساك علی صاحبه کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس میں سے خود نہ کھائیں۔ اگر وہ خود کھالیں تو ایسے شکار استعمال کے قابل نہیں۔ جبکہ کتے وغیرہ کا شکار ہو۔ البتہ باز وغیرہ کا شکار ہو تو کھا لینے سے حرام نہیں ہو گا۔ اور یہ مسئلہ اپنے مقام پر بیان کر دیا گیا ہے۔ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (اور ان پر اللہ کا نام لو) اذکروا کی ضمیر ما امسکن کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہو گا کہ جب تم کو ان کے ذبح کا موقع مل جائے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ضمیر ما علمتم کی طرف لوٹتی ہے۔ کہ جب تم ان کو چھوڑنے لگو تو اس وقت اللہ کا نام لے کر چھوڑو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اور اس کے حکم کی مخالفت کرنے سے ان تمام معاملات میں بچو۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) وہ تمہارے اعمال کا خود محاسبہ کریں گے۔ اور محاسبہ کرنے میں اس کو انتظار کی بھی ضرورت نہیں۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪

آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ان کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے

وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ

اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے، اور پاکدامن عورتیں جو مسلمان ہیں اور وہ پاک دامن عورتیں جو

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ

ان لوگوں میں سے ہیں جنکو تم سے پہلے کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہیں جبکہ تم ان کو ان کے مہر دیدو اس طریقہ پر کہ تم پاک دامنی

غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ

اختیار کرنے والے ہو۔ خفیہ طریقے پر دوستی کرنے والے نہ ہو۔ اور جو کوئی شخص ایمان کا انکار کر دے تو اس کے اعمال

عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ؑ ⑤ ع ۵

اکارت ہو گئے اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

آیت ۵: اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

اَلْيَوْمَ (سے مراد سواب) اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ (تمہارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئیں) احسان کی خاطر دوبارہ ذکر فرمایا۔ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ (اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے) طعام سے یہاں مراد ذبائح ہیں۔ کیونکہ دوسرے کھانوں کی حلت کسی ملت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ (اور تمہارے کھانے ان کے لیے حلال) یعنی انکو کھلانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایمان والوں کا کھانا ان کیلئے حرام ہوتا تو انکا کھانا کھلانا جائز نہ ہوتا۔

یہ قید استحبابی ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ (اور ایمان والیوں میں سے پاک دامن عورتیں) المحصنات سے مراد یہاں آزاد عورتیں جو باندیاں نہ ہوں یا پاک دامن عورتیں۔

مَسْئَلَہ: یہ صحت نکاح کے لیے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ مسلمان باندیوں سے نکاح حلال ہے اور غیر عفیفہ سے بھی نکاح حلال ہے۔ اس تخصیص سے مقصود یہ ہے کہ مؤمنین اپنے فراش کے لیے پاک دامن عورتیں منتخب کریں۔ تا کہ پاکیزہ گھریلو زندگی میسر ہو۔

نَحْو : اس کا عطف الطیبات پر ہے۔ یا یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے والمحصنات من المؤمنات حل لکم۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اور پاک دامن عورتیں اہل کتاب کی جو تم سے پہلے ہیں) المحصنات سے یہاں مراد پاک دامن کتابیہ عورتیں۔ یا آزاد کتابیہ عورتیں۔ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ (جب تم ان کے مہران کو دے دو)۔ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ (اس طرح کہ تم بیوی بنانے والے ہو، نہ کہ علانیہ بدکاری کرنے والے ہو) وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ (اور خفیہ آشنائی کرنے والیاں نہ ہوں) الخدان مذکر ومؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ (جو ایمان کا انکار کرے گا) یعنی شرائع واحکام اسلام۔ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ (اس کے اعمال اکارت وضائع ہو جائیں گے) وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ

"اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف اٹھو تو اپنے مونہوں کو اور اپنے

وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى

ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کر لو اور دھو لو اپنے پیروں کو

الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى

ٹخنوں تک، اور اگر حالت جنابت میں ہو تو اچھی طرح سے پاک ہو جاؤ، اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں

سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ

ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو۔ یا تم نے عورتوں سے قربت کی ہو پھر

تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ

تم پانی کو نہ پاؤ تو ارادہ کر لو پاک مٹی کا۔ سو اس سے اپنے چہروں کا اور اپنے ہاتھوں کا مسح

مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

کر لو۔ اللہ ارادہ نہیں فرماتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے لیکن وہ ارادہ فرماتا ہے تاکہ تم کو پاک کرے

وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے،

وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا

اور اس پختہ عہد کو یاد کرو جو تم نے اللہ سے مضبوطی کے ساتھ کیا ہے، جبکہ تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور مانا، اور اللہ سے

اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

ڈرو بے شک اللہ جاننے والا ہے ان باتوں کو جو سینوں میں ہیں۔"

ارادہ فعل فعل ہے:

آیت ۶: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ (اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے اٹھنے لگو تم اپنے چہروں کو دھوؤ) قُمْتُمْ سے مراد ارادہ کرنا ہے جیسا کہ دوسری آیت اذا قرأت القران النحل آیت ۹۸۔ میں ہے کہ جب تم

قراءت قرآن کا ارادہ کرو۔ گویا ارادۂ فعل کو فعل سے تعبیر فرمایا گیا۔ کیونکہ فعل ارادے کا مسبب ہے پس مسبب کو قائم مقام سبب کے ذکر کر دیا۔ کیونکہ ان کے درمیان ملابست پائی جاتی ہے اور کلام میں اختصار کے لیے ایسا کیا گیا۔ جیسا کہتے ہیں کما تدین تدان۔ فعل ابتدائی جو جزاء کا سبب ہے اس کو لفظ جزاء سے تعبیر کر دیا۔ جو کہ مسبب عنہ ہے۔ اور تقدیر عبارت انتم محدثون ہے۔ یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ یا من النوم مقدر ہے کیونکہ نوم دلیل حدث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ پہلے ہر نماز کے لئے وضوء واجب تھا۔ جبکہ پہلے پہل فرض ہوا پھر منسوخ کر دیا گیا۔

وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ (اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت) اِلٰی یہاں مطلق غایت کا فائدہ دے رہا ہے۔ باقی غایت کے حکم میں داخل یا خارج ہونا یہ دلیل کا محتاج ہے۔ یہاں خروج کی دلیل ندارد ہے جیسا کہ آیت فنظرة الٰی میسرة۔ البقرہ ۲۸۰۔ تم مہلت دو آسانی آنے تک اس آیت میں تنگ دستی ہی مہلت کی علت ہے۔ اور آسانی آنے سے یہ علت دور ہو جائے گی۔ اگر آسانی اس میں داخل مانی جائے تو انتظار دونوں حالتوں عسر و یُسر میں لازم آتا ہے۔ اور اسی طرح آیت واتموا الصیام الی الیل۔ البقرہ۔ ۱۸۷۔ کہ تم رات تک روزہ پورا کرو۔ اگر رات کو روزے میں داخل مانا جائے تو روزے میں وصال لازم آتا ہے پس غایت داخل مغیا نہ ہوئی۔ اور جہاں داخل ہونے کی دلیل ہو مثلاً تم کہو۔ حفظت القراٰن من اولہ الٰی اخرہٖ۔ یہاں تمام قرآن کے حفظ کے لیے لایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں یہی مراد ہے۔ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی۔ الاسراء۔۱۔ یہ بات علم میں آچکی کہ اب آپ کو بیت المقدس میں داخل کرنے کے لئے لایا گیا تھا۔ اِلَی الْمَرَافِقِ میں کوئی دلیل بھی مغیا میں غایت کے داخل ہونے یا نہ ہونے کی نہیں پائی جاتی۔

جمہور کا قول:

اس لیے جمہور نے احتیاط کو اختیار کیا۔ پس غسل میں شامل مان کر دھونے کا حکم دیا۔ اور زفرؒ اور داؤدؒ نے یقینی کو اختیار کر کے داخل نہ مانا اور حدیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کو کہنیوں پر گھماتے تھے۔ (دارقطنی ۸۳، جلد ۱)

مقدارِ مسح کا مسئلہ:

وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ (اور تم اپنے سروں کا مسح کرو) مقصود مسح کو سر کے ساتھ ملصق کرنا ہے۔ سر کے بعض حصے پر مسح کرنے والا اور تمام سر پر مسح کرنے والا دونوں ہی مسح کو سر کے ساتھ ملصق کرنے والے ہیں۔ پس امام مالکؒ نے احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے کل مسح کو لازم قرار دیا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے یقین کو سامنے رکھتے ہوئے سب سے قلیل حصہ جس پر مسح کا اطلاق ہو سکتا ہے اس کو لازم قرار دیا۔ اور ہم احناف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی پر مسح فرمایا۔ مسلم صفحہ ۲۷۴۔ جلد ۱ اور ناصیہ کا اندازہ چوتھائی سر سے لگایا گیا ہے۔ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت)

قراءت: شامی، نافع، علی، حفص رحمہم اللہ نے اَرْجُلَكُمْ نصب سے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا تم اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوؤ۔ اور اپنے سروں پر مسح کرو۔ تقدیم و تاخیر کے قائل ہوتے کہ مغسولات کے درمیان ایک

ممسوحہ کو بیان فرمایا گیا۔ دیگر قراء نے ارجلکم کی لام کو کسرہ سے پڑھا۔ اور روس پر عطف کیا۔ کیونکہ ارجل تین مغسولہ اعضاء کے درمیان واقع ہے۔ ان کو خوب پانی بہا کر دھویا جائے گا۔ اس لیے خطرہ تھا کہ ممنوعہ اسراف کی حد تک نہ پہنچ جائیں۔ پس ممسوح پر عطف کر دیا گیا۔ مسح کی خاطر عطف نہیں کیا۔ بلکہ اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے کہ پانی بہانے میں میانہ روی اختیار کرنا ہوگی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ الی الکعبین کی غایت کو اسی لیے ذکر کیا گیا تاکہ کوئی آدمی اس کو عضو ممسوحہ نہ سمجھے کیونکہ ممسوحہ عضو کی شریعت میں کوئی غایت مقرر نہیں کی گئی۔ جامع العلوم میں یہ بات مندرج ہے کہ یہ جر جوار کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو پاؤں پر مسح کرتے دیکھا تو فرمایا۔ ویل للاعقاب من النار بخاری صفحہ ۶۰ و مسلم صفحہ ۲۴۱ مشہور تابعی عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ قدمین پر مسح کرتا ہو۔ ان اعضاء کے دھونے کا حکم دیا گیا۔ تاکہ پاؤں کو میل سے پاک کیا جائے۔ جوان پر لگ جاتی ہے۔ کیونکہ پاؤں اکثر کھلے رہتے ہیں۔ اور نماز بارگاہ الٰہی میں میل کچیل سے پاک ہو کر تعظیم کی متقاضی ہے۔ پس اس سے بندگی کامل انداز سے ظاہر ہوگی۔ جیسا کہ مشاہدہ میں ہے کہ جب بادشاہ کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ ہو تو صاف ستھرے کپڑے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ آدمی بہترین کپڑوں میں نماز ادا کرے۔ عمامہ پہن کر نماز کھلے سر نماز سے افضل ہے۔ اس لئے کہ اس میں تعظیم زیادہ ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو خوب طہارت حاصل کرو) یعنی اپنے ابدان کو دھوؤ۔

رازی کا قول:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ (اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کسی نے قضائے حاجت کی ہو) رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اَوْ واؤ کے معنی میں ہے تاکہ مریض و مسافر پر تیمم بلا حدث لازم نہ آئے۔ مِّنَ الْغَآئِطِ سے اطمینان والی جگہ یہ قضائے حاجت سے کنایہ ہے۔ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (یا تم نے چھوا ہو عورتوں کو) لمس سے جماع مراد ہے۔

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ (پس تم پانی نہ پاؤ تو پاک زمین سے اس طرح تیمم کر لو کہ اس سے اپنے ہاتھوں اور چہروں کا مسح کر لو۔ اللہ تعالیٰ تم پر تنگی ڈالنا نہیں چاہتا) یعنی طہارت کے سلسلے میں کہ تم کو تیمم کی رخصت نہ دی جائے۔ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ تم کو پاک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں) مٹی کے ذریعہ۔ جب کہ تم پانی کے ساتھ طہارت سے عاجز ہو۔ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ (اور تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کی تکمیل تم پر کرے) اور تاکہ وہ اپنی رخصتوں سے اپنے انعام کو تم پر مکمل کرے اپنے عزائم کے ذریعہ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تاکہ تم ادا کرو شکریہ) اس کی نعمتوں کا اور وہ تمہیں ثواب دے۔

میثاق سے مراد:

آیت ۷: وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر اسلام کے ذریعہ کیا) وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (اور اس کا وہ پختہ وعدہ جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے کہا تھا ہم نے سنا اور اطاعت کی) یعنی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا
اے ایمان والو! اللہ کے لیے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے ہو جاؤ اور
يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ
کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو وہ تقویٰ سے زیادہ
لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَعَدَ
قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جنہیں تم کرتے ہو، اللہ نے
اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑨
ان لوگوں سے وعدہ فرمایا جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے،
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑩
اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔"

تم نے پکا وعدہ کیا اور اس سے مراد وہ میثاق ہے جو مسلمان سے لیا گیا جب کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ کہ آپ کی ہر بات سنیں گے۔ اور عُسر ویُسر میں آپ کی اطاعت کریں گے۔ اور ہر خوشی اور غمی میں آپ کا حکم مانیں گے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قبول کیا اور کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔

بعض نے کہا کہ اس سے لیلۂ عقبہ اور بیعت رضوان والا میثاق مراد ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ میثاق کو توڑو) اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بیشک اللہ تعالیٰ سینے کی باتیں خواہ خیر ہوں یا شر تمام کو جاننے والے ہیں) اور وہ وعدہ اور وعید دونوں ہی ہیں۔

کفار سے بھی عدل کرو:

آیت ۸: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ (اے ایمان والو! تم اللہ کے لیے پوری پابندی کرنے والے اور شہادت ادا کرنے والے ہو جاؤ انصاف کے ساتھ) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا (اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو) یہاں یجرمنکم کو علٰی سے متعدی بنایا گیا۔ حالانکہ یہ حمل کا صلہ ہے۔ جو یجرمنکم کا معنی ہے۔ تاکہ بتلا دیا جائے کہ کسی قوم کا بغض وعداوت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل کو چھوڑ بیٹھو۔ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (تم انصاف کرو۔ یہی تقویٰ کے قریب ہے) پہلے تو ان کو اس سے منع کیا گیا تھا کہ بغض ان کو ترک عدل پر آمادہ نہ کرے۔ پھر جملہ مستانفہ لا کر ان کو صراحت کے ساتھ عدل کی سخت تاکید کر دی۔ پھر جملہ مستانفہ لا کر عدل کے حکم

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ

اے ایمان والو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اسے یاد کرو، جبکہ ایک قوم نے تم پر

يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ

دست درازی کا ارادہ کیا سو اس نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے روک دیا، اور اللہ سے ڈرو

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑪ ع

اور ایمان والے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

دینے کی وجہ بیان کی اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد هوا قرب للتقوی ہے۔

مَسْئَلَہ: جب کفار کے ساتھ عدل کرنے کا یہ انداز ہے پھر ایمان والوں کے ساتھ عدل کا لزوم کس قدر شدید ہوگا۔ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اس کے اوامر ونواہی میں۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی اطلاع ہے) یہ وعدہ اور وعید دونوں پر مشتمل ہے۔ اسی لئے تو اس کے بعد وعدے کی آیت ذکر فرمائی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وعد اللّٰہ الذین الخ

آیت ۹: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے) وعد کا لفظ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ پہلا مفعول الذین اٰمنوا۔ اور دوسرا محذوف ہے اور اس مفعول سے استغناء اس لیے اختیار کیا گیا کیونکہ لھم مغفرة و اجر عظیم کا جملہ موجود ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے اس مفعول کی ضرورت نہیں۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے) اور وعید اللہ تعالیٰ کے اس قول میں آ رہی ہے۔

آیت ۱۰: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیات کو وہ جہنم کے ساتھی ہیں) یعنی اس سے جدا نہ ہونگے۔

بنوقریظہ کی غداری:

آیت ۱۱: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْهَمَّ قَوْمٌ (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جو تم پر احسان کیا ہے اس کو یاد کرو جب ایک جماعت نے ارادہ کیا) روایات میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنوقریظہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور آپ کے ساتھ شیخین ابوبکر و عمر اور دونوں داماد علی و عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ اور ان سے دو مسلمانوں کے قتل کی دیت میں مدد لیں یہ

مسلمان قبیلۂ بنو سلیم سے تھے۔ جو مسلمانوں کا معاہد تھا۔ اور حضرت عمرو بن امیہ الضمری سے خطاً قتل ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کو مشرکین میں سے سمجھا تھا۔ جب یہود کے ہاں تشریف لے گئے تو یہود نے کہا! ہاں اے ابوالقاسم (ﷺ) آپ بیٹھیں آپ کو کھانا کھلائیں گے۔ اور پھر آپ کو قرض بھی دیں گے۔ اور آپ کو ایک چبوترے میں بٹھا دیا۔ اور آپ کو اچانک قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ عمرو بن جحاش یہودی چکی کے پاٹ کے متعلق ارادہ کر کے گیا کہ وہ آپ پر گرا دیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا۔ جبرئیل علیہ السلام اترے اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ وہاں سے نکلے یہ آیت اتری۔ اِذْ یہ نعمت کا ظرف ہے۔ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا (کہ وہ کھولیں) اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ (اپنے ہاتھ تمہاری طرف قتل کے ساتھ) جیسے محاورہ میں کہا جاتا ہے بسط لسانہ الیہ جب کہ وہ اس کو گالی دے۔ اور کہتے ہیں بسط الیہ یدہ جب وہ اس سے دو دو ہاتھ کرے۔ جیسا کہ اس آیت: وَیَبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ وَاَلْسِنَتَھُمْ بِالسُّوْٓءِ (الممتحنہ:۲) میں مذکور ہے۔ اور بسط الید کا مطلب یہ ہوا کہ جس کو پکڑنا چاہا اس کو پکڑنے کے لئے ہاتھ کو اس کی طرف دراز کرنا۔ فَکَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ (پس اس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا) کہ وہ تمہاری طرف دراز ہوں۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ ہی پر مومنوں کو توکل کرنا چاہیے) اس کی ذات کافی' دافع اور مانع ہونے میں بس ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ

اور بلاشبہ اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ

عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ

نمائندے بھیجے اور اللہ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ

الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ

ادا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو اچھے طور پر

قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

قرض دیتے رہو میں ضرور تمہارے گناہوں کا کفارہ کروں گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ

نہریں جاری ہوں گی۔ سو اس کے بعد تم میں سے جو شخص کفر اختیار کرے وہ راہ راست

سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۱۲ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ

سے دور جا پڑا۔ سو ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو ملعون قرار دے دیا، اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت

قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا

بنا دیا وہ کلمات کو ان کے مواقع سے بدل دیتے ہیں اور وہ اس نصیحت کا بہت بڑا حصہ بھول گئے

ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا

جو انہیں کی گئی تھی۔ اور آپ برابر ان کی طرف سے کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے باستثناء

مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳

تھوڑے سے لوگوں کے، سو آپ انہیں معاف فرمائیے اور درگزر کیجئے بلاشبہ اللہ خوبی کا معاملہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

آیت ۱۲: وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا (اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا اور ان میں ہم نے بارہ سردار مقرر کیے) نقیب اس شخص کو کہتے ہیں جو قوم کے حالات کی نگہبانی اور جانچ پڑتال کرے۔ جب بنی اسرائیل مصر میں مضبوط ہو گئے اس کے بعد کہ فرعون ہلاک ہو چکا۔ (مگر یہ بات محل نظر ہے کیونکہ بنی اسرائیل تو عرصۂ دراز کے

بعد مصر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سرزمین شام کے مقام اریحا کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارے لئے رہائش وقرار کی جگہ قرار دیا ہے پس نکل کر تم ان کنعانیوں سے جہاد کرو۔ میں تمہارا مددگار رہوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دیا کہ ہر قبیلہ میں ایک نقیب مقرر کریں۔ جو اس معاملے کو پورا کرانے کا ذمہ دار ہو جو اُن سے لیا گیا ہے پس نقباء مقرر ہوئے اور بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا گیا۔ نقباء نے ان کی طرف سے کفالت کی ذمہ داری لی۔ موسیٰ علیہ السلام لے کر ان کو روانہ ہوئے۔ جب سرزمین کنعان کے قریب پہنچے تو چند افراد کو علاقہ کی جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا۔ انہوں نے ان کے بڑے بڑے ڈیل ڈول اور نہایت درجہ قوت وشان وشوکت دیکھی۔ وہ ان سے ڈر گئے اور واپس لوٹے اور اپنی قوم کو یہ حالات ذکر کیے۔ حالانکہ ان کو صیغۂ راز میں رکھنے کا حکم تھا۔ انہوں نے عہد توڑ کر ان کو بتا دیا۔ صرف کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون عہد پر قائم رہے یہ دونوں بھی نقباء میں سے تھے۔ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں) یعنی تمہارا مددگار اور معاون ہوں۔

قراءت: یہاں وقف ہے کیونکہ آگے جملہ ابتدائیہ ہے۔ جس پر لام داخل ہے۔ جو تمہید قسم کے لئے آتی ہے اور وہ یہ آیت ہے: لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ (اگر تم نماز ادا کرتے رہے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے) اس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل پر بھی زکوٰۃ اور نماز دونوں فرض تھے۔ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ (اور میرے رسولوں پر ایمان لائے) بغیر اس کے کہ ان کے مابین کسی پر ایمان لانے میں تفریق کرو۔ یعنی ایک کو مانو اور دوسرے کو نہ مانو۔ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ (اور تم نے ان کی تعظیم کی) یا ان کی اس طرح مدد کی کہ ان کے دشمن کا ان سے دفاع کیا۔ العزر لغت میں لوٹانے کو کہتے ہیں۔ محاورہ ہے عزرت فلاناً یعنی میں نے اس کو ادب سکھایا۔ یعنی اس کے ساتھ وہ کام کیا جو اس کو قبائح سے روکنے والا تھا۔ یہ زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے۔

وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (تم نے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دیا) یعنی بغیر احسان جتلانے کے۔ بعض نے کہا کہ قرض حسن سے ہر خیر و بھلائی مراد ہے۔

نیک اعمال پر کفارۂ سیئات کا وعدہ:

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (تم سے تمہاری غلطیاں مٹادوں گا) لام جواب قسم میں لائی گئی ہے۔ اور یہ جواب دراصل شرط اور جواب قسم دونوں کے قائم مقام ہے۔ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ (اور البتہ ضرور داخل کرونگا تم کو ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی تم میں سے جو کفر اختیار کرے گا) یعنی اس تاکیدوالی شرط جو کہ عظیم وعدہ سے متعلق ہے۔ تم میں سے جو کفر اختیار کرے گا۔ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (وہ سیدھی راہ سے ہٹ گیا) یعنی اس نے حق کے راستہ سے خطاء کی۔ ہاں جس نے اس سے قبل بھی کفر کیا وہ بھی سیدھی راہ سے ہٹ گیا۔ لیکن اس حالت کے بعد ضلال و گمراہی تو ظاہر اور بڑی ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ (پس ان کے وعدہ توڑ دینے کی وجہ سے) ما زائدہ ہے۔ معاملے کی عظمت کو بڑھانے کے لئے لایا گیا۔ لَعَنّٰهُمْ (ہم نے انکو ہانک دیا اور اپنی رحمت سے نکال دیا) یا ہم نے اسکو مسخ کر دیا یا ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ

قٰسِیَۃً (اور ہم نے انکے دلوں کو سخت کر دیا) قاسیہ کا مطلب ہے ایسے سخت جن میں ذرا رحمت نہ تھی۔ اور نہ نرمی پائی جاتی تھی۔
قراءت: حمزہ اور علی نے اس کو قسیّۃ پڑھا ہے۔ اس کا معنی ردی ہے۔ جیسا کہتے ہیں درہم قسی۔ ردی درہم۔

دِلوں کی قساوت:

یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ (وہ کلمات کو ان کے مقام سے بدلتے ہیں) یعنی ان کی تفسیر اس کے خلاف کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اتاری۔ یہ ان کے دلوں کی سختی کا بیان ہے۔ کیونکہ افتراء علی اللہ سے بڑھ کر اور کونسی سختی ہو سکتی ہے۔ اور اس کی وحی کو تبدیل کرنے سے بڑھ کر اور کیا سختی ہو سکتی ہے۔ وَنَسُوْا حَظًّا (وہ بہت بڑا حصہ اور پورا حصہ بھول گئے) مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ (ان نصائح کا جس کی ان کو نصیحت کی گئی تھی) یعنی تورات سے ان کا اعراض اور ترک درحقیقت بڑے نصیب سے غفلت کرنا ہے یا ان کے دل سخت ہو گئے اور بگڑ گئے پس انہوں نے تورات کو بدل ڈالا اور اپنے حافظہ سے اس کی بہت سی چیزوں سے پھسل گئے۔

گناہ سے علم بھولتا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کبھی تو آدمی علم کا کچھ حصہ گناہ کی وجہ سے بھولتا ہے۔ اور پھر آپ نے دلیل و استشہاد کے لئے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفسوں کا حصہ بھلا دیا۔ جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور ان کی صفات کی جو وضاحت کی گئی تھی اس کو بھلا دیا۔

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَۃٍ مِّنْھُمْ (اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اطلاع پاتے رہیں گے) گویا یہ ان کی عادت ثانیہ ہے۔ جس پر ان کے سلف گزرے۔ کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے خیانت کرتے تھے۔ اور یہ آپ سے خیانت کرتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اچانک حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ عَلٰی خَآئِنَۃٍ سے خیانت مراد ہے۔ خائنۃ بمعنی خیانۃ ہے یا مراد ایسا فعل جو خیانت والا ہو۔ یا ایسا نفس جو خیانت والا ہو۔ یا ایسا گروہ جو خیانت والا ہو۔ محاورہ ہے رجل خائنۃٌ۔ جیسا کہ رجل راویۃٌ للشعر کہتے ہیں گویا تا مبالغہ کی ہے، تانیث کی نہیں ہے۔ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْھُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے) اور وہ وہی لوگ ہیں جو ان میں سے ایمان لے آئے۔ فَاعْفُ عَنْھُمْ (آپ ان کو معاف کریں) اس میں ان کی مخالفت پر ابھارا گیا ہے۔ یا ان میں سے جو مؤمن ہیں ان سے درگزر فرمائیں اور ان سے جو کچھ ہوا اس پر مواخذہ نہ فرمائیں۔ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (اور ان سے درگزر فرمائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ مخلصوں کو پسند کرتے ہیں)

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا

اور جن لوگوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے پختہ عہد لیا سو وہ اس چیز کا بڑا حصہ بھول گئے

مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى

جس کے ذریعہ ان کو نصیحت کی گئی سو ہم نے قیامت کے دن تک ان کے درمیان دشمنی اور بغض کو

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ⑭

ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں جتلا دیگا جو کام وہ کیا کرتے تھے،

تفسیر آیت ۱۴:

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ (اور بعض نصاریٰ نے کہا کہ بیشک ہم نصاری ہیں ہم نے ان سے پختہ عہد لیا) یہاں مِن ،اخذنا کے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اخذنا من الذین قالوا انا نصاری میثاقهم۔ میثاق سے مراد ایمان باللہ والرسل اور افعال خیر کا عہد ہے۔ جار مجرور کو فعل سے مقدم کیا گیا ہے اور اس طرح نہیں فرمایا من النصاری کیونکہ انہوں نے یہ نام اللہ تعالیٰ کی مدد کے دعوے دار بن کر لیا تھا۔ اور یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نحن انصار اللہ کہا تھا پھر انہوں نے بعد میں اختلاف کیا اور یعقوبیہ' نسطوریہ اور ملکانیہ۔ شیطان کے انصاری بن گئے۔ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ (پس انہوں نے نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی بھلا دیا) فَاَغْرَيْنَا (پس ہم نے چمٹا دی لازم کر دی) یہ غری بالشیء سے بنایا گیا ہے جس کا معنی لازم کرنا۔ اور چمٹانا آتا ہے۔ اور الغری اسی سے ہے۔ جو چمٹ جائے۔ بَيْنَهُمْ سے مراد نصاریٰ کے وہ فرقے جو باہمی اختلاف کرنے والے تھے۔ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (ان کے درمیان بغض اور عداوت قیامت کے دن تک) ان کی خواہشات کے مختلف ہونے کی وجہ سے وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو متنبہ کرے گا۔ ان کے ان اعمال کے متعلق جو کچھ وہ کرتے تھے) یعنی قیامت کے دن ان کو بدلہ وسزا دے کر مطلع کرے گا جو وہ کرتے تھے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ

اے اہل کتاب تحقیق آیا تمہارے پاس ہمارا رسول جو تم سے بہت سی ان چیزوں کو بیان کرتا ہے جن کو

تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ

تم اللہ کی کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی چیزوں سے درگزر کرتا ہے، بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور

اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ

اور ایک ایسی کتاب آئی ہے جو واضح بیان کرنے والی ہے، اللہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کے راستے بتاتا ہے جو اس کی رضا مندی

سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ

کی طلب میں لگے رہتے ہیں اور ان کو اپنے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور انہیں سیدھے

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ

راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ البتہ تحقیق انہوں نے کفر کیا جنہوں نے یوں کہا کہ بیشک اللہ مسیح

ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ

ابن مریم ہے، آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور ان کی والدہ کو اور جو کچھ بھی

الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

زمین میں ہے ان سب کو ہلاک فرمانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو انہیں اللہ سے بچا سکے اور اللہ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت ۱۵: يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ (اے اہل کتاب) یہ یہود ونصاریٰ کو خطاب ہے۔ اور الکتاب جنس ہے اس لیے واحد لائے۔ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا (تحقیق آیا تمہارے پاس ہمارے رسول) سول سے مراد محمد ﷺ ہیں يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ (وہ کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تمہارے سامنے وہ بہت سی باتیں جو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے) جیسے رسول اللہ ﷺ کی صفات اور حکم رجم وغیرہ۔ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (اور وہ بہت سے امور سے اعراض کر لیتا ہے) ان میں سے جن کو تم چھپا لیتے ہو۔ وہ بیان نہیں کرتے یا تم میں سے بہت سے لوگوں سے درگزر کرتے ہیں مواخذہ نہیں کرتے۔

نور کی مراد:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آئی) نور سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ وہ شرک وشک کی ظلمتوں کو کھولتا ہے۔ جو حق لوگوں پر مخفی تھا اس کو واضح کرتا ہے۔ یا اس لئے نور کہا کہ اس کا معجزہ ہونا ظاہر ہے۔ یا نور سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ کیونکہ ہدایت آپ ﷺ سے حاصل کی جاتی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر آپ کو سراج فرمایا گیا۔

سبل سلام کیا ہے؟

آیت ۱۶: يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ اس قرآن سے راہنمائی فرماتے ہیں) مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ (جنہوں نے اس کی رضامندی کی اتباع کی) جو ان میں سے ایمان لائے۔ سُبُلَ السَّلٰمِ (سلامتی کے راستوں کی طرف) اور عذاب الٰہی سے بچانے والے راستوں کی طرف۔ یا اللہ تعالیٰ کے راستوں کی طرف۔ اس صورت میں السلام اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔

پس السلام سے مراد سلامتی یا اللہ تعالیٰ۔ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (اور ان کو وہ اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتے ہیں) یعنی کفر کے اندھیروں سے نور اسلام کی طرف۔ بِاِذْنِهٖ (اپنے حکم) یعنی ارادہ وتوفیق سے۔ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (ان کی راہنمائی صراط مستقیم کی طرف کرتے ہیں)

مذہبِ نصاریٰ

آیت ۱۷: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ ہیں وہ بے شک کافر ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ بات کو پختہ کیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ وہی مسیح ہے نہ کہ کوئی دوسرا، ایسا کہنے والے پکے کافر ہو گئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ نصاریٰ میں ایک فرقہ ایسا تھا جو ایسا کہتے تھے۔ یا یہ کہ ان کا مذہب اس حد تک پہنچا دیتا ہے جہاں انہوں نے اعتقاد کیا۔ کہ وہ (مسیح) پیدا کرتے' زندہ کرتے اور مارتے ہیں (اس سے خود لازم آتا ہے کہ جب وہ مسیح میں خدائی صفات مانتے ہیں تو گویا خود ان کو خدا مانتے ہیں۔ خواہ زبان سے نہ کہیں) قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا (ان سے) کہہ دو اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ کون شخص ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے) یعنی کون اس کی قدرت اور مشیت سے ذرہ بھر بھی روک سکتا ہے۔ (یعنی کوئی روک نہیں سکتا۔)

حادث لقب ربوبیت کا مستحق نہیں:

اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (اگر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو اور ان کی والدہ کو اور جتنے زمین میں ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہیں) یعنی اگر وہ ہلاک کرنے کا ارادہ فرمائیں کہ جس مسیح اور اس کی والدہ کو وہ الٰہ کہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ مسیح ایک مخلوق بندہ ہے دوسرے بندوں کی طرح۔ آیت میں ومن فی الارض جمیعا کا مسیح اور امّہ پر عطف یہ ظاہر کرنے کی خاطر ہے کہ یہ دونوں ان کی جنس سے ہیں۔ ان کے اور ان کے مابین کچھ فرق نہیں۔ معنی یہ ہے کہ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ

اور یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں آپ فرما دیجئے کہ پھر وہ تمہیں

يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ

تمہارے گناہوں کے سبب کیوں عذاب دے گا؟ بلکہ تم اس کی مخلوق میں سے بشر ہو وہ بخشے گا جس کو چاہے

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؗ

اور عذاب دے گا جس کو چاہے، اور اللہ ہی کا ملک ہے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ

اور اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو ایسے وقت میں تمہارے لیے بیان کرتا ہے

عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ؗ

جبکہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تاکہ تم یوں نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا،

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع

سو تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جس میں اُمومیت والا رحم جس کو اپنے اندر رکھنے والا ہو۔ اس سے نقص بشریت کیسے جدا ہو سکتا ہے؟ اور جس پر حدوث کے شواہد روشن ہوں وہ ربوبیت کے لقب کا کب حق دار ہے۔ اور اگر وہ تمام موجودات سے صفت بقاء کو چھین لے تو اس کی حمدیت میں ذرہ بھر بھی نقص نہیں آئے گا۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں اور وہ جس چیز کو چاہیں پیدا کر دیں) یعنی مذکر بنائے یا مؤنث اور وہ تو مؤنث سے بغیر مرد کے پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا۔ اور مذکر سے بغیر مؤنث کے پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ حوا علیہا السلام کو آدم علیہ السلام سے بنایا۔ اور بغیر مذکر اور مؤنث سے بناتا ہے جیسا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ یا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ پرندوں کو بطور معجزہ عیسیٰ کے ہاتھ سے پیدا فرمایا۔ اس پر کوئی اعتراض کی مجال نہیں۔ کیوں کہ وہ جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں)

آیت ۱۸: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (کہا یہود اور نصاریٰ نے ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں) یعنی اس کے ہاں اسی طرح معزز ہیں جیسے بیٹا باپ کے ہاں یا اللہ تعالیٰ کے بیٹوں مسیح و عزیر کے حمایتی ہیں۔ جیسا کہ

عبداللہ بن زبیر ابوخبیب کے پیروکاروں کو الخبیبیون کہا جاتا ہے۔اور جیسا کہ مسیلمہ کذاب کا گروپ کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ابناء ہیں اور بادشاہ کے اقارب اور خدام کہا کرتے ہیں کہ :نحن ابناء الملوك ۔

یا مضاف محذوف ہے نحن ابناء رسل اللہ۔ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ (کہہ دیں کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کے بدلے سزا کیوں دیتے ہیں) یعنی اگر یہ صحیح ہے کہ تم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہو تو پھر تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں مسخ اور کچھ دنوں آگ کا عذاب بقول تمہارے کیوں دیا جائے گا۔کیا باپ اپنے بیٹے کو مسخ کرتا ہے؟ کیا والد اپنے بیٹے کو آگ کا عذاب دیتا ہے۔پھر ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ (بلکہ تم دوسرے آدمیوں کی طرح آدمی ہو) اس کی جملہ مخلوقات میں سے۔نہ یہ کہ تم اس کے بیٹے ہو۔

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ (وہ جس کو چاہیں گے بخش دیں گے) جو کہ کفر سے تائب ہو جائے گا۔محض اپنے فضل سے۔وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (اور جس کو چاہیں گے عذاب دیں گے) جو کہ کفر پر مرگیا۔بطور عدل کے وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے مابین ہے۔اور اسی ہی کی طرف لوٹنا ہے) اس میں متنبہ کر دیا کہ مسیح عبد ہیں کیونکہ مملوک اور بیٹا ہونا باہم منافی ہے۔(بیٹا مملوک نہیں ہو سکتا)

فترت رسل کا زمانہ:

آیت ۱۹: يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا (اے اہل کتاب تحقیق تمہارے پاس ہمارے رسول آئے) یعنی محمد ﷺ يُبَيِّنُ لَكُمْ (وہ کھول کھول کر یعنی احکام بیان کرتے ہیں) الشرائع کو ظاہر ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔یا وہ چیز مراد ہے جن کو تم چھپاتے ہو۔اور اس کو حذف کیا کیونکہ پہلے گزر چکا۔یا مبین کو مقدر مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ تمہارے سامنے اظہار کر رہے ہیں۔عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ (انقطاع رسل کے زمانہ میں) یہ جاء کم سے متعلق ہے یعنی وہ تمہارے پاس اس وقت میں آئے کہ مدت سے پیغمبر نہ آئے تھے۔اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان چھ سو سال کا زمانہ یا پانچ سو ساٹھ سال کا زمانہ ہے۔اَنْ تَقُوْلُوْا (کہ تم کہو) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ تم کہو مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ (کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا) فَقَدْ جَآءَكُمْ میں فامحذوف سے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ تعتذروا فقد جاء کم بشیر للمؤمنین و نذیر للکفرین۔تم معذرت کرو کہ تمہارے پاس مؤمنوں کو بشارت اور کافروں کو ڈرانے والے آ گئے۔اس میں اصل احسان جتلایا کہ ہم نے اس زمانہ میں رسول بنا کر بھیجا جب کہ آثار وحی مٹ چکے تھے۔اور انسانوں کو جس چیز کی ضرورت ہوگی۔

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ (سو تمہارے پاس بشیر و نذیر آ چکے) تا کہ اس کی طرف بڑھیں اور اس کو ایک عظیم نعمت خیال کریں اور ان پر حجت تمام ہو جائے۔پس کل وہ یہ عذر پیش نہ کر سکیں۔کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف کوئی نبی نہیں بھیجا۔جو ان کو غفلت سے خبردار کرتا۔وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے) پس وہ محمد ﷺ کو بھی ضرورت کے وقت نبی بنا کر بھیجنے پر قادر ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہیں

فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ

عطا فرمائی جبکہ اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا۔ اور تم کو وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی کو

الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۰ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ

نہیں دیا۔ اے میری قوم! مقدس سر زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھدی

لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۲۱ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى

ہے اور پیچھے واپس مت لوٹو ورنہ نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ!

اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ

یہ واقعی بات ہے کہ اس سرزمین میں بڑے زبردست لوگ ہیں، اور بے شک ہم اس بستی میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک لوگ نہ نکل جائیں۔

فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝۲۲ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ

سو اگر وہ اس سے نکل جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے۔ دو آدمیوں نے کہا جو

يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ

ڈرنے والے تھے اللہ نے ان پر انعام فرمایا تھا کہ تم لوگ ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ۔ سو جب تم اس میں داخل ہو گے

فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۲۳

تو بلاشبہ تم غلبہ پانے والے ہو گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔

آیت ۲۰: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ (اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ اے میری قوم! یاد کرو اللہ کی ان نعمتوں کو جو تم پر کیں۔ جب بنائے تم میں انبیاء) **جعل فیکم انبیاء** اس لیے فرمایا کیونکہ کسی امت میں اتنے نبی مبعوث نہیں کیے گئے جتنے بنی اسرائیل میں آئے۔

خوشحالی کی نعمت:

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا (اور تمہیں بادشاہ بنایا) یہ اس لئے فرمایا کہ ان کو فرعون کے بعد اس کے ملک کا مالک بنایا۔ اور جبابرہ کے

بعد سرزمین فلسطین کا مالک بنایا۔ اوران میں کثرت سے بادشاہ ہوئے۔ جیسے انبیاء کثرت سے ہوئے۔ بعض نے کہا کہ الملک سے مراد وسیع مکان والا جس میں جاری پانی ہو۔ بنی اسرائیل کے وسیع مکانات تھے جن میں جاری پانی تھا۔ گویا خوشحالی کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا کہ ملک وہ ہے جس کے پاس مکان ہو۔ اور خدام ہوں کیونکہ یہ خود قبطیوں کے ہاں غلامانہ زندگی گزارتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے نجات دی۔ تو نجات دینے کو ہی مَلِك فرمایا۔ وَّاٰتٰىكُمْ مَّالَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (اور تمہیں وہ کچھ دیا جو جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیا) جیسے سمندر پھاڑا۔ دشمن کو ڈبویا۔ من وسلوٰی اتارا۔ بادلوں سے سایہ کیا۔ وغیرہ اس طرح کے بڑے بڑے کام یا مراد اس زمانہ کے لوگ ہیں۔ گویا الف لام کا عوض حذف ہے۔

قدس وشام کی سرزمین میں داخلے کا حکم:

آیت ۲۱: يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ (اے میری قوم اس متبرک ملک میں داخل ہو) المقدسہ سے مراد پاکیزہ یا مبارکہ اور وہ سرزمین بیت المقدس وشام ہے۔ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں لکھ دیا ہے) كَتَبَ کا معنی ہے قسمت میں کردیا۔ یا تمہارے نام لگا دیا۔ یا لوح محفوظ میں لکھ دیا۔ کہ وہ تمہارا مسکن بنے گی۔

وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ (اور تم اپنی پشت پھیر کر مت لوٹو شکست کھا کر) جبابرہ کے خوف سے بزدلی اختیار کر کے یا اپنے دین میں پشت پھیر کر مت لوٹو (یعنی دین کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرو)۔ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ (اگر تم لوٹو گے تو پھر دنیا و آخرت کے ثواب سے نامراد ہو کر لوٹو گے)

بزدلی کی انتہاء:

آیت ۲۲: قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ (کہنے لگے اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں) اَلْجَبَّار یہ فعال کے وزن پر ہے۔ یہ جبره على الامر سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی اجبره عليه ہے مجبور کرنا۔ جبار اس سرکش کو کہتے ہیں۔ جو لوگوں کو اپنی مرضی پر مجبور کرے۔

وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا (ہم اس میں ہرگز قتال سے داخل نہ ہونگے)
حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا (یہاں تک کہ وہ بغیر لڑائی کے نکل نہ جائیں)
فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا (پس اگر وہ اس سے بلا قتال نکل گئے)
فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ (تو ہم پھر اس علاقہ میں داخل ہونگے)

آیت ۲۳: قَالَ رَجُلٰنِ (ان دو شخصوں نے کہا) رجلان سے مراد کالب اور یوشع ہیں۔ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ (ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف رکھتے تھے) گویا اس طرح کہا کہ دو متقی مردوں نے کہا۔

نحو: یہ محل رفع میں رجلان کی صفت ہے اس طرح انعم الله عليهما بھی۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ

وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہم ہرگز کبھی بھی اس میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ لوگ اس میں موجود ہیں لہذا تو اور تیرا رب

وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۲۴ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا

دونوں جائیں پھر دونوں جنگ کرلیں بے شک ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ موسیٰ نے کہا کہ اے میرے رب! بے شک میرے بس میں صرف

نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ۲۵ قَالَ فَاِنَّهَا

میری جان اور میرا بھائی ہے، لہذا ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو یہ سرزمین

مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۚ یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ

ان لوگوں پر چالیس سال تک حرام رہے گی۔ زمین میں حیران پھرتے رہیں گے سو آپ

عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ۲۶ ع ٤ ٧ ٨

نافرمان قوم پر رنج نہ کیجئے۔

غلبے کا وعدہ:

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا (جن پر اللہ تعالیٰ نے (اپنے سے ڈرنے کا) انعام فرمایا تھا۔ اُدْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ (تم ان کے شہر کے دروازہ میں داخل ہو جاؤ) فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ (جونہی تم اس میں داخل ہو گے تم غالب آ جاؤ گے) اور وہ شکست کھا جائیں گے۔ اور غلبہ تمہیں حاصل ہو جائے گا۔ یہ بات انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے اطلاع دینے سے معلوم کی۔ وَعَلَی اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مؤمن ہو) اس لئے کہ اس پر ایمان اس پر توکل کا تقاضا کرتا ہے۔ توکل کی حقیقت علائق دنیوی کو قطع کرنا۔ اور مخلوقات سے تعلق کا توڑنا اور اللہ تعالیٰ سے جوڑنا۔

جہاد سے پس و پیش:

آیت ۲۴: قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ (انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز داخل نہ ہونگے) یہ تاکیدی انداز سے مستقبل میں داخل ہونے کی نفی ہے۔ اَبَدًا (ہمیشہ) یہ لفظ لا کر نفی مؤکد کو طویل زمانے سے معلق کیا گیا۔ مَّا دَامُوْا فِیْهَا (جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں) یہ ابدًا کا بیان ہے۔ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ (پس تو اور تیرا رب جائے) علماء کی ایک جماعت نے اس کا ظاہری معنی مراد لیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ انہوں نے کفر کا ارتکاب کیا۔ مگر ایسا نہیں کیونکہ بطور اعتقاد یہ بات ہوتی تو وہ کفر کرتے۔ تو موسیٰ علیہ السلام ان سے جہاد کرتے۔ کیونکہ اس وقت جبارین کی بنسبت یہ جہاد کئے جانے کے زیادہ حقدار تھے۔ مگر اس میں بہتر بات یہ

ہے کہ کہا جائے کہ تم جاؤ اور تمہارا رب اور وہ لڑائی میں تمہاری امداد فرمائے۔ یا ربك سے مراد یعنی ہارون آپ کے بڑے بھائی مراد ہیں۔ یا اس سے حقیقۃً جانا مراد نہیں بلکہ یہ محاورۃً ایسی بات ہے جیسے کہتے ہیں کلّمتہُ فذھب یجیبنی میں نے اس سے بات کی وہ مجھے جواب دینے لگا۔ یعنی جواب کا ارادہ کیا۔ گویا انہوں نے کہا کہ تم دونوں ان سے قتال کا ارادہ کرو۔ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (پس لڑو تم دونوں ہم یہیں بیٹھے رہیں گے) قاعدون کا معنی ٹھہرنے والے ہیں تمہارے دین کی مدد میں ہم ان سے نہ لڑیں گے۔ جب انہوں نے نافرمانی اور مخالفت کی۔

غم و شکوہ کا اظہار:

آیت ۲۵: قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ (کہا اے میرے رب میں اختیار نہیں رکھتا) تیرے دین کی مدد کے لئے اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ (مگر اپنے اوپر اور بھائی پر) نحو: اخی کا عطف نفسی پر ہو تو یہ معنی ہے مجھے اپنے نفس پر اور بھائی پر قابو ہے یا انّ کے اسم پر عطف ہو تو یہ معنی ہوگا۔ میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنے نفس پر اور میرا بھائی بھی اختیار نہیں رکھتا مگر اپنے نفس پر۔ یا یہ مرفوع ہے جبکہ اس کا عطف اِنّ اور اس کے اسم دونوں کے محل پر ہو۔ یا لا املك کی ضمیر پر اس کا عطف ہو اور فصل کے لیے یہ درست ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی و لا یملك اخی الا نفسه اور میرا بھائی بھی مالک نہیں مگر اپنے نفس کا یا یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی و اخی کذالك۔ میں اپنے اوپر قابو رکھتا ہوں اور میرا بھائی بھی اسی طرح ہے۔ یہ درحقیقت غم اور شکوہ ہے۔ جو بارگاہ الٰہی میں پیش کیا گیا ہے اور رقت قلب ہے تاکہ رحمت الٰہی کو جوش آئے۔ اور مدد خداوندی کا نزول ہو۔ گویا کہ ان دونوں آدمیوں پر کامل وثوق نہیں فرمایا اور فقط نبی معصوم کا ہی تذکرہ فرمایا۔ یا پھر مراد یہ ہے کہ میں اور جو دین کے سلسلے میں مجھ سے مواخات رکھنے والا ہے۔

فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ (ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے) اور ان کے بارے میں وہ فیصلہ فرما جس کے وہ اہل ہیں۔ یہ ان کے متعلق بددعا کے مفہوم میں ہے یا ہمارے اور ان کے درمیان دوری پیدا کر دے اور ان کی معیت سے نجات عنایت فرما۔ جیسا دوسری آیت میں ہے: وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ [التحریم:۱۱]

آیت ۲۶: قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ (فرمایا وہ ان پر حرام کر دی گئی) ھا کی ضمیر سے الارض المقدسہ مراد ہے۔ محرمة کا مطلب روک دینا ہے۔ کہ وہ اس میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ یہ حرمت تعبدی نہیں جیسا دوسری آیت میں ہے: وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ [القصص:۱۲]

ایک اعتراض:

پچھلی آیات میں کتب اللّٰہ لکم فرمایا۔ اور یہاں محرمة فرما دیا۔

جواب: کتب اللّٰہ کا معنی وہ سرزمین تمہارے لیے لکھ دی۔ اس شرط سے کہ تم وہاں کے رہنے والوں سے جہاد کرو۔ جب انہوں نے جہاد سے انکار کر دیا تو فرمایا فانھا محرمۃ علیھم کہ وہ ان پر حرام کر دی گئی یہ حرمت چالیس سال کے لیے تھی۔ جب چالیس سال گزر گئے تو جو لکھا تھا وہ ہو کر رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بقیہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے۔ یوشع بن نون مقدمۃ الجیش پر افسر تھے۔ اور اس کو فتح کر لیا اور وہیں مقیم رہے۔ جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ وفات پا گئے۔ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً (چالیس برس) اربعین محرمۃ کا ظرف ہے۔ اور سنۃ پر وقف ہے۔ یا یہ یتیھون کا ظرف ہے اور وقف علیھم پر ہے۔

فاسق قابل افسوس نہیں:

تقدیر عبارت یہ ہے: یسیرون فیھا متحیرین لا یھتدون طریقًا اربعین سنۃ۔ کہ وہ حیران و پریشان چلتے رہیں گے۔ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ (وہ حیران و پریشان چلتے رہیں گے زمین میں) اس سے نکلنے کا راستہ چالیس سال تک نہیں پائیں گے۔ یہ قید کی سزا ان کو اس لیے دی گئی کہ وہ جہاد سے رکے۔ تو ان کو اس جنگل میں روک دیا گیا۔ تیز چلنے کے باوجود صبح کو جہاں سے چلتے شام کو وہیں ہوتے۔ اور شام کو جہاں سے چلتے صبح کو وہیں ہوتے۔ یہ چھ فرسخ کا علاقہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اس بددعا سے پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (ان فاسقوں پر افسوس مت کرو) کیونکہ یہ فاسق ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ان کے ساتھ تیہ میں نہیں رہے۔ کیونکہ تیہ کی رہائش تو ایک سزا تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ سے ان سے نجات مانگ چکے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ رہے مگر وہ ان کے لیے باعث راحت تھا۔ اور باعث سلامتی تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام تیہ میں وفات پا گئے اور ان کے ایک سال بعد موسیٰ علیہ السلام نے بھی وفات پائی۔ اور کالب اور یوشع علیھما السلام کے علاوہ تمام نقباء بھی تیہ میں وفات پا گئے۔

وقف لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ

اور آپ ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنائیے جبکہ ان دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی، سو ان میں سے ایک کی نیاز

اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا

قبول کر لی گئی اور دوسرے کی نیاز قبول نہ کی گئی، اس نے کہا کہ میں تجھے ضرور بالضرور قتل کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ

النصف

يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ

اللہ صرف تقویٰ والوں سے قبول فرماتا ہے، یہ یقینی بات ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کرنے کے لیے میری طرف ہاتھ بڑھایا

مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ

تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے تیری طرف اپنا ہاتھ بڑھانے والا نہیں ہوں گا۔ بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سب جہانوں کا

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ

پروردگار ہے، بلاشبہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ اپنے سر دھر لے پھر تو دوزخ والوں میں

اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ۚ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ

سے ہو جائے اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔ سو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر

قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ

آمادہ کر لیا سو اس نے اسے قتل کر دیا، جس کی وجہ سے وہ نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا

فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ

بھیجا وہ زمین کو کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھا دے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے۔ کہنے لگا افسوس میری حالت پر! کیا میں اس سے عاجز ہو گیا

اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ۚۛ

کہ اس کوے کی طرح ہو جاؤں سو اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دوں۔ پھر وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔

ہابیل و قابیل کا واقعہ:

آیت ۲۷: پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حکم فرمایا کہ اپنے حاسدین کو وہ واقعہ سناؤ جو حسد کی وجہ سے پیش آیا۔ تاکہ وہ حسد کو چھوڑ دیں۔ اور آپ پر ایمان لے آئیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ (آپ ان اہل کتاب کو پڑھ کر سنائیں)
نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ (آدم کے دو صلبی بیٹے ہابیل وقابیل کا) یا وہ بنی اسرائیل کے دو آدمی تھے۔
بِالْحَقِّ (ایسی اطلاع جو حق سے ملی ہوئی ہے) اور پہلی کتب کے بالکل موافق ہے۔ یا ایسی تلاوت جو حق وصحت سے ملی ہوئی ہے۔ یا آپ ان کو پڑھ کر سنائیں کہ آپ حق بیان کرنے والے سچے ہیں۔ اِذْ قَرَّبَا یہ نبا کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی قصتهما وحديثهما في ذالك الوقت۔ یعنی ان دونوں کا قصہ اور بات جو اس وقت میں پیش آئی یا نبأ سے بدل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اتل عليهم النبأ نبأ ذالك الوقت۔ آپ ان پر پڑھیں واقعہ یعنی اس وقت کا واقعہ گویا اس صورت میں مضاف محذوف ہے۔ قُرْبَانًا ایسی قربانی یا صدقہ جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔ کہا جاتا ہے قرّب صدقة وتقرب بها کہ اس صدقہ سے تقرب حاصل کیا۔ کیونکہ تقرب کا باب قرب کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ جب ان میں سے ہر ایک نے اپنی قربانی سے تقرب حاصل کیا۔ اس کی دلیل آیت کا اگلا حصہ فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا (ان دونوں میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی) اور وہ ہابیل تھا۔ وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ (اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی) اور وہ قابیل تھا۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ پیدا ہونے والی بچی سے شادی کرلے۔ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی خوبصورت تھی۔ اس کا نام آقلیما تھا۔ اس پر اس کے بھائی نے اس لڑکی کے سلسلہ میں حسد کیا۔ اور ناراض ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان دونوں کو فرمایا کہ تم دونوں قربانی پیش کرو۔ جس کی قربانی قبول ہو گی اسی سے اس کی شادی کردی جائے گی۔ ہابیل کی قربانی قبول ہوئی کہ آگ نے اتر کر اس کو جلا دیا۔ اس پر قابیل کا حسد اور بھڑک اٹھا اور ناراضگی زیادہ ہوئی پس ہابیل کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔
قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ (اس نے ہابیل کو کہا کہ میں تمہیں قتل کردونگا)
قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ متقین سے قبول کرتے ہیں) تقدیر عبارت یہ ہے کہ ہابیل نے اسے کہا تو مجھے قتل کیوں کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری قربانی کو قبول کیا ہے۔ اور میری قربانی قبول نہیں کی۔ اس پر اس نے کہا انما يتقبل الله من المتقين کہ اللہ تعالیٰ اپنے سے ڈرنے والوں کی قربانی قبول کرتے ہیں۔ اور تو غیر متقی ہے۔ اور یہ تیرے نفس کے قصور سے ہے۔ کہ اس نے تقویٰ کے لباس کو اتار پھینکا ہے۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔

ایک لطیفہ:

حضرت عامر بن عبداللہ کی وفات کا وقت آیا تو وہ رونے لگے ان کو کہا گیا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ اور آپ تو بڑی فضیلتوں والے ہیں۔ فرمانے لگے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول سنا ہے انما يتقبل الله من المتقين۔ (معلوم نہیں کہ ہم ان میں سے ہیں یا نہیں)

آیت ۲۸: لَئِنْۢ بَسَطْتَّ (اگر تو نے دراز کیا) اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ (اپنا ہاتھ میری طرف تاکہ تو مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ پھیلانے والا نہیں تیری طرف) قراءت: مدنی ابو عمرو اور حفص نے يَدِيَ پڑھا ہے۔

ہابیل کو بے خبری میں قتل کیا گیا:

لِاَقْتُلَكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (تا کہ میں تجھے قتل کروں میں بیشک اللہ رب العالمین سے ڈرنے والا ہوں)
روایت میں ہے کہ وہ قابیل سے زیادہ طاقتور تھے۔ اور زیادہ مضبوط۔ لیکن اپنے بھائی کے قتل کو گناہ سمجھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس کے سامنے ہاتھ نہیں اٹھایا کیونکہ اس زمانہ میں مدافعت جائز و مباح نہ تھی۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ واجب تھی۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو خود ہلاک کرنا ہے اور قاتل کے گناہ میں شرکت کرنا ہے۔ البتہ معنی یہ ہے کہ میں ابتداءً تیری طرف اپنے ہاتھ کو دراز کرنے والا نہیں۔ جیسا کہ تو میرے بارے میں ارادہ رکھتا ہے ہابیل ارادۂ قتل پر مدافعت کا عزم رکھتے تھے۔ مگر قابیل نے بے خبری میں اچانک حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا۔
قراءت: اِنِّیْٓ کو اِنِّیَ اَخَافُ پڑھا حجازی اور ابو عمرو نے۔
آیت ۲۹: اِنِّیْٓ اُرِیْدُ (میں چاہتا ہوں) قراءت: مدنی نے اِنِّیَ پڑھا ہے۔ اَنْ تَبُوْٓاَ تو اٹھائے) یا لوٹے بِاِثْمِیْ (میرے قتل کے گناہ کے ساتھ) اگر تو نے مجھے قتل کر دیا وَاِثْمِكَ (اور اپنے گناہوں کے ساتھ) جس کی بنا پر تیری قربانی قبول نہیں کی گئی۔ اور وہ والد کی نافرمانی' حسد' کینہ ہے قابیل نے اس بات کا ارادہ کیا کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو مسترد کر کے کفر کیا تھا یا وہ ظالم تھا اور ظالم کی سزا یہ مراد لی جا سکتی ہے۔ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ (تا کہ تو آگ والوں میں سے ہو جائے اور یہی ظالم کی سزا ہے)
آیت ۳۰: (فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ) (اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا) طوعت کا معنی آسان کر دیا گنجائش پیدا کر دی یہ طالع له المرتع کہ چراگاہ آسانی سے اس کو میسر آ گئی' سے بنا ہے۔ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۔ (پس اس نے اس کو قتل کر دیا پس وہ ہو گیا خسارہ پانے والوں میں سے)۔
آیت ۳۱: فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ (اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا کہ وہ اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے یا وہ کوا اس کو دکھائے) كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ (کہ وہ کس طرح بھائی کی لاش چھپائے) سَوْءَةَ کا معنی ستر اور وہ چیز جسم میں جس کا کھولنا جائز نہیں۔ روایت میں ہے کہ سب سے پہلا مقتول زمین پر بنی آدم میں یہی تھا۔ جب اس کو قتل کر دیا تو چٹیل میدان میں چھوڑ دیا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس کا کیا کرے۔ پس اس کو خطرہ ہوا کہ اس کو درندے پھاڑ دیں گے۔ پس ایک تھیلے میں ڈال کر اپنی پشت پر ایک سال تک اٹھائے پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس سے بدبو پیدا ہوئی۔ اور اس پر درندوں نے ہجوم کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے جو لڑ پڑے ایک نے دوسرے کو مار دیا۔ اور اپنی چونچ اور پنجوں سے دوسرے کوے کے لئے گڑھا کھودا پھر اس کو اس میں ڈال دیا۔ پس اس وقت قابیل کہہ رہا تھا۔

بے وقت شرمندگی:

قَالَ یٰوَیْلَتٰٓی اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ (کہنے لگا افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گذرا کہ اس کوے ہی کے برابر ہوتا اور چھپا دیتا) فَاُوَارِیَ کا عطف اکون پر ہے سَوْءَةَ اَخِیْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ (اپنے

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو بھی کوئی شخص کسی شخص کو بلا عوض جان

نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا

کے یا بغیر کسی فساد کے قتل کر دے جو زمین میں ہو تو گویا قتل کرنے والے نے سب لوگوں کو قتل کر دیا، اور جس نے کسی جان کو زندہ رکھا

فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ

تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ کر دیا، اور یہ واقعی بات ہے کہ ان کے پاس ہمارے رسول کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے پھر اس

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾

کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

بھائی کی لاش کو پس وہ شرمندہ ہونے والوں میں سے ہوگیا) اس کے قتل پر کیونکہ اس کے اٹھائے پھرنے نے اس کو تھکا دیا۔ اور وہ اس کے بارے میں شدید پریشانی میں مبتلا ہوا۔ مگر یہ شرمندگی توبہ کرنے والوں جیسی نہیں تھی۔ یا ندامت فقط ہماری شریعت میں توبہ ہے۔ ان کی شریعت میں نہ تھی۔ یا اس کے اٹھائے رہنے پر شرمندہ ہوا نہ کہ اس کے قتل پر۔ (پس توبہ نہ بنی) اور آیت میں کہ جب اس نے اسے قتل کیا اس کا جسم سیاہ ہوگیا حالانکہ اس کا رنگ سفید تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے اس کے بھائی کے متعلق دریافت کیا تو کہنے لگا میں اس کا نگران تو نہ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اسی لئے تو تیرا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ پس سیاہ لوگ انہی کی اولاد میں سے ہیں۔

مرثیۂ آدم علیہ السلام والی روایت من گھڑت ہے:

اور یہ کسی روایت میں نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کسی شعر میں ہابیل کا مرثیہ کہا ہو۔ جو روایت بیان کی جاتی ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام شعر سے معصوم ہوتے ہیں۔

آیت ۳۲: مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ (اس قتل کی وجہ سے) اجل کا معنی سبب و علت ہے اور ذالک کا مشارٌ الیہ قتل مذکور ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ پہلی آیت سے متصل ہے۔ پس اس صورت میں اس پر وقف کریں گے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی فاصبح من النادمین لاجل حملہ و لا جل قتلہ کہ وہ اس کے اٹھانے اور قتل کرنے کی وجہ سے شرمندگی والوں میں سے ہوگیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور النادمین پر وقف ہے۔ اور مِنْ کا تعلق كَتَبْنَا سے ہے نادمین سے نہیں ہے۔

بنی اسرائیل کیلئے قانونِ قصاص:

کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا) بنی اسرائیل کا خصوصیت سے تذکرہ فرمایا۔ حالانکہ تمام ہی اس میں شریک تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تورات پہلی ایسی کتاب ہے جس میں احکام اتارے گئے۔ اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا (کہ جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کریگا) انہ کی ضمیر شان ہے۔ اور من شرطیہ ہے۔

بِغَیْرِ نَفْسٍ (بغیر اس کے کہ وہ کسی نفس کو قتل کرے) اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ (یا وہ زمین پر فساد کرے) یہ نفس پر عطف ہے تقدیر عبارت یہ ہے بغیر فساد فی الارض اور زمین میں فساد کے بغیر۔ فساد سے مراد یہاں شرک ہے۔ یا ڈاکہ زنی یا ہر وہ فساد جس کا نتیجہ قتل کو واجب و لازم کر دے۔ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا (تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا) یعنی گناہوں میں تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کیونکہ قاتل نفس کی سزا جہنم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب ہوتا ہے اور اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔ اگر وہ تمام لوگوں کو قتل کر ڈالتا تو اس سے زیادہ نہ ہوتا۔ وَمَنْ اَحْیَاھَا (جس نے ان کو زندہ کیا) یعنی ان کو ہلاکت کے بعض اسباب سے نکالا۔ مثلاً قتل، غرق، جلنا، گرانا یا اور کوئی دیگر وغیرہ۔

ایک کی زندگی سبکی کی زندگی:

فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا (اس نے گویا سب کو زندہ کیا) ایک آدمی کے قتل کو تمام آدمیوں کا قتل قرار دیا گیا۔ اسی طرح زندہ کرنا بھی تمام کا زندہ کرنا قرار دیا۔ یہ ترغیب و ترہیب کے لئے ہے۔ کیونکہ جو شخص ایک آدمی کے قتل پر تعرض کرنے والا ہے اگر وہ تصور کرے کہ اس کا قتل تمام انسانوں کا قتل ہے۔ تو اس پر اس کا قتل گراں ہوگا۔ پس وہ اس سے باز آ جائے گا۔ اسی طرح وہ شخص جو اس کو زندہ کرتا ہے۔ جب اس کے تصور میں یہ ہے اس ایک آدمی کی زندگی تمام انسانوں کی زندگی کے مترادف ہے تو اس کو سلامت رکھنے اور بچانے کے لئے خوب رغبت اختیار کرے گا۔ وَلَقَدْ جَآءَتْھُمْ (اور ان لوگوں کے پاس آ چکے ہیں) ھُمْ سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ رُسُلُنَا (ہمارے پیغمبر) قراءت: ابو عمرو نے رُسْلُنَا پڑھا ہے۔ بِالْبَیِّنٰتِ (واضح دلیل کے ساتھ) ثُمَّ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ (پھر اس کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ) پھر ان میں سے پہلے سے۔ اس کے بعد کہ جو ہم نے ان پر لکھ دیا۔ یا رسولوں کے دلائل لانے کے بعد فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ (اور زمین میں حد سے بڑھنے والے ہیں) قتل میں اس کی عظمت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ

''جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کے لیے

فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ

دوڑتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ ان کو قتل کیا جائے، یا ان کو سولی پر چڑھایا جائے، یا ان کے ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے کاٹ

خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا

دیے جائیں یا زمین سے نکال دیے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ

اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ

تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يٰٓاَيُّهَا ۵ ع ۸

تم ان پر قدرت پاؤ، سو جان لو کہ بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔'' ''اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو اور اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا

جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اگر ان کے پاس وہ

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ

سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس جیسا اس کے ساتھ اور بھی ہو تاکہ وہ قیامت کے دن کے عذاب سے جان چھڑانے کے لیے

الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ

دیدیں تو یہ ان سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اوران کے لیے درد ناک عذاب ہے وہ ارادہ کریں گے کہ

يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾

دوزخ سے نکلیں اور وہ اس میں سے نکلنے والے نہیں اوران کے لیے ہمیشہ باقی رہنے والا عذاب ہے۔''

محاربین کی اقسام اربعہ:

آیت ۳۳: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (بے شک ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے محاربہ سے مراد اولیاء اللہ سے محاربہ ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں من اھان لی ولیًا فقد بار زنی بالمحاربۃ۔ جس نے میرے کسی دوست کی توہین کی اس نے محاربہ کے لئے مجھے دعوت دی۔ ابن ماجہ ۳۹۸۹ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا (وہ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں) یعنی وہ فساد کرنے والے ہیں۔ اور فسادًا مفعول بہ بھی بن سکتا ہے۔ یعنی وہ فساد کی خاطر زمین میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ اور جزاءٗ کی خبر ان یقتّلوا ہے۔

فائدہ: یقتّلوا میں تاء پر تشدید کا فائدہ یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے کا قتل۔ اب اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا کا مطلب یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے سولی نہ دی جائے۔ اگر انہوں نے صرف قتل کیا ہو۔

اَوْ یُصَلَّبُوْٓا (یا ان کو صلیب دی جائے قتل کے ساتھ) اگر انہوں نے قتل بھی کیا اور مال بھی لیا۔ اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَ اَرْجُلُھُمْ (یا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں) اگر انہوں نے مال لیا ہو تو مِّنْ خِلَافٍ (مخالف جانب سے) یہ ایدی سے حال ہے یعنی ارجل۔ ایک دوسرے کے اُلٹ۔ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (یا ان کو قید کر کے جلاوطن کر دیا جائے) جبکہ انہوں نے فقط ڈرایا دھمکایا ہو) ذٰلِکَ یہ مذکورہ سزائیں۔ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا (ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی کا ذریعہ ہیں) وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (اور ان کے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے)

آیت ۳۴: اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھِمْ (مگر وہ لوگ جو تمہارے ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لیں) تو ان سے یہ حدود ساقط ہو جائیں گی۔ وہ معاملات جو بندوں کے حقوق کے متعلق ہیں۔ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پس یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) ان کی توبہ سے ان کو بخش دیں گے اور رحیم ہیں رحم فرما کر ان کو عذاب نہ دیں گے۔

آیت ۳۵: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو) پس اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔

قربِ الٰہی کا ذریعہ:

وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (اس کی طرف سے وسیلہ تلاش کرو) ہر وہ قرابت عبادت، جس سے قرب حاصل کیا جائے۔ یا وہ وابستگی یا دیگر مرتبہ و درجہ یہ دراصل ان چیزوں کے لئے استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے جو طاعات و ترک منہیات کی قسم سے ہے۔ اور ان سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ)

آیت ۳۶: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَھُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں) مَافِی الْاَرْضِ سے مراد قسما قسم کے اموال۔ وَّمِثْلَہٗ مَعَہٗ (اور اس کی مثل اس کے ساتھ اور ہو) اور وہ اس کو خرچ بھی کر ڈالے۔ لِیَفْتَدُوْا بِہٖ (تا کہ اس کو اپنے نفس کا فدیہ بنائیں)

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ

جو چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ہو سو ان کے کردار کے عوض ان کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ بطور سزا کے اللہ کی

اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَن تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ

طرف سے ہے اور اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے، سو جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے

فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۹﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ

سو بلاشبہ اللہ اس کی توبہ قبول فرما لے گا بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ

اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَن

بلاشبہ اللہ کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمینوں کا، وہ عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے جسے

يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۴۰﴾

چاہے ۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

قیامت کے دن فدیہ کی نفی:

نحو: لَوْ اپنے ساتھ والے سمیت خبرانَّ ہے۔ لیفتدوا بہ میں ہ ضمیر کو واحد لایا گیا ہے۔ حالانکہ یہاں دو چیزوں کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر یہاں اشارہ کے قائم مقام ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ لیفتدوا بذالك اس لئے واحد لانا صحیح ہے۔ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (روز قیامت کے عذاب سے بچنے کے لئے مگر ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے جس سے کسی طرح ان کے لئے چھوٹنے کا راستہ نہیں)

آیت ۳۷: يُرِيْدُوْنَ (وہ چاہیں گے) یعنی تمنا کریں گے یا مطالبہ کریں گے۔ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (کہ دوزخ سے نکل آویں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور ان کو عذاب دائمی ہوگا) مقیم کا معنی دائمی عذاب۔

چوری کی سزا:

آیت ۳۸: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ (اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے)

نحو: یہ دونوں مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہیں۔ خبر ان کی محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ فیما یتلی علیکم

السارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما۔فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا(سوان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو)ایدی بول کر دونوں دائیں ہاتھ مراد ہیں۔اس کی دلیل قراءت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہے فا اس لئے ہے کہ سابقہ کلام میں شرط کا معنی متضمن تھا۔کیونکہ مطلب اس طرح ہے والذی سرق والتی سرقت وہ مرد جو چوری کرے اور وہ عورت جو چوری کرے تو ان کے ہاتھ کاٹ دو۔اسم موصول میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔نکتہ:البتہ سارق کہہ کر مرد سے ابتداء کی گئی۔کیونکہ سرقہ کا تعلق جرأت سے ہے اور وہ مردوں میں زیادہ پائی جاتی ہے اور دوسری آیت میں الزانی کو مؤخر لائے کیونکہ زنا شہوت سے پیش آتا ہے۔اور شہوت عورتوں میں کثرت سے پائی جاتی ہے ہاتھ کاٹنے میں حکمت یہ ہے کہ وہ سرقہ و چوری کا آلہ ہے ادھر آلۂ زنا کے قطع کا حکم نہیں دیا گیا۔کیونکہ اس سے نسل انسانی کا انقطاع لازم آتا ہے۔جَزَآءًۢ بِمَا کَسَبَا نَکَالًا مِّنَ اللّٰهِ (اس کی سزا میں جو کچھ انہوں نے کمایا)جزاء یہ مفعول لہٗ ہے۔نَکَالًا مِّنَ اللّٰهِ(سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے)نکالاً یہ جزاء کا بدل ہے وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ (اللہ تعالیٰ غالب ہیں)اس کے فیصلوں میں معارضہ نہیں کیا جا سکتا حَکِیْمٌ (وہ حکمت والے ہیں)اس میں جو وہ حکم دیں جیسے چور کے لئے قطع ید وغیرہ۔

تائبین کا ذکر:

آیت ۳۹:فَمَنْ تَابَ(جو شخص توبہ کرے)چوری سے مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ(اپنے اس ظلم (یعنی سرقہ) کے بعد)وَاَصْلَحَ(اور اپنی درستگی کرلے)مسروقہ مال واپس کر کے فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ(اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر کے اس کی طرف توجہ فرمائیں گے)اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں اس کا گناہ بخش دیں گے اور رحیم ہیں اس پر رحمت فرمائیں گے

بخشش مطیع:

آیت ۴۰:اَلَمْ تَعْلَمْ(کیا تمہیں معلوم نہیں)اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا اے مخاطب اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ(کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے جس کو چاہے عذاب دے)عذاب دیں گے جو کفر پر مر جائے گا۔وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ(اور بخش دیں گے جس کو چاہیں گے)جو کفر سے تائب ہو جائے گا۔وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ(اللہ تعالیٰ ہر چیز پر)یعنی عذاب و مغفرت وغیرہ پر قَدِیْرٌ(قادر ہیں)نکتہ:یہاں عذاب کو مغفرت سے پہلے اس لیے ذکر کیا۔کیونکہ چوری توبہ سے قبل کی تھی۔یہ لف و نشر مرتب کی قبیل سے ہے۔

معہ ۳ الوقف علی الاولی اجود ۱۲

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ ٱلَّذِينَ يُسَٰرِعُونَ فِى ٱلْكُفْرِ مِنَ

اے رسول! آپ کو وہ لوگ رنجیدہ نہ کریں جو دوڑ دوڑ کر کفر میں گرتے ہیں جو

ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا بِأَفْوَٰهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ

ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے مونہوں سے کہا کہ ہم ایمان لائے اور حال یہ ہے کہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور ان

ٱلَّذِينَ هَادُوا۟ ۛ سَمَّٰعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّٰعُونَ لِقَوْمٍ ءَاخَرِينَ لَمْ

لوگوں میں سے ہیں جو یہودی ہیں یہ لوگ جھوٹ کو بہت زیادہ سننے والے ہیں، جو لوگ تمہارے پاس نہیں آئے ان کو باتیں پہنچانے کے لئے خوب

يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ مِنۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهِۦ ۖ يَقُولُونَ إِنْ

دھیان سے سنتے ہیں، یہ لوگ کلمات کو ان کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ

أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَٱحْذَرُوا۟ ۚ وَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ

اگر تم کو یہ حکم ملے تو اس کو لے لینا اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو اس سے پرہیز کرنا، اور اللہ جس کو فتنہ میں ڈالنے کا

فِتْنَتَهُۥ فَلَن تَمْلِكَ لَهُۥ مِنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَمْ يُرِدِ

ارادہ فرمائے تو اے مخاطب اس کے لیے اللہ پر تیرا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں

ٱللَّهُ أَن يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا خِزْىٌ ۖ وَلَهُمْ فِى

اللہ نے یہ ارادہ نہیں فرمایا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے

ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٤١﴾ سَمَّٰعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّٰلُونَ لِلسُّحْتِ ۚ

آخرت میں بڑا عذاب ہے یہ لوگ جھوٹ کو خوب زیادہ سننے والے ہیں خوب حرام کھانے والے ہیں،

فَإِن جَآءُوكَ فَٱحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِن تُعْرِضْ عَنْهُمْ

سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے یا ان سے اعراض فرما لیجئے، اور اگر آپ اعراض کریں

فَلَن يَضُرُّوكَ شَيْـًٔا ۖ وَإِنْ حَكَمْتَ فَٱحْكُم بَيْنَهُم بِٱلْقِسْطِ ۚ إِنَّ

تو یہ آپ کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اگر آپ فیصلہ دیں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیے، بے شک

ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ ٱلتَّوْرَىٰةُ

اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توارت ہے

فِيهَا حُكْمُ ٱللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَآ أُو۟لَٰٓئِكَ بِٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٣﴾ ع ۶ ۱۰

جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے بعد وہ روگردانی کرتے ہیں اور وہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

منافقین کے منصوبوں کی پرواہ نہ کریں:

آیت ۴۱: یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ (اے رسول جولوگ کفر میں دوڑ دوڑ گرتے ہیں آپ کو مغموم نہ کریں) لَا یَحْزُنْكَ کا معنی اہمیت نہ دیں کفر کی طرف منافقین کے جلد بھاگ جانے کو۔اور پرواہ نہ کریں یعنی اسلام کے متعلق ان کی خفیہ تدابیر کے ظاہر ہو جانے کو زیادہ اہمیت نہ دیں۔اور اسی طرح ان کی مشرکین کے ساتھ موالات ظاہر ہونے کی پرواہ نہ کریں۔ میں ان کے خلاف تمہارا مددگار اور ان کے شر کے لیے کافی ہوں۔کہا جاتا ہے اسرع فیه الشیب یعنی وہ جلد بوڑھا ہوگیا۔اس طرح کفر میں ان کی مسارعت سے مراد جلد کفر اختیار کرنا ہے۔کہ جب بھی وہ فرصت پاتے ہیں تو فوراً کفر میں جا گرتے ہیں۔مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا (خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو کہتے ہیں) یہ الذین یسارعون فی الکفر کا بیان ہے۔اٰمَنَّا (کہ ہم ایمان لائے) یہ قالوا کا مقولہ مفعول ہے۔بِاَفْوَاهِهِمْ (اپنے منہ سے) یہ قالوا کے متعلق ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے قالوا بافواهم 'امنا انہوں نے اپنے مونہوں سے 'امنا کہا وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ مگر ان کے دل مؤمن نہیں۔

نحو : یہ محل نصب میں حال ہے اور ومن الذین هادوا کا عطف من الذین قالوا پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے من المنافقین والیهود وَمِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے ہیں۔سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ (وہ جھوٹ کو سننے والے ہیں)

نحو : هُمْ مبتداء مضمر اور سمّاعون اس کی خبر ہے ضمیر کا مرجع دونوں جماعتیں ہیں۔تقدیر عبارت هم سماعون اس صورت میں وقف علی الذین هادوا پر ہے۔یا سماعون مبتداء اور اس کی خبر من الذین هادوا ہے۔اس صورت میں قلوبهم پر وقف ہے۔اور سماعون للکذب کا مطلب یہ ہے کہ تجھ سے سنتے اس لئے ہیں۔کہ تم پر جھوٹ باندھیں اس طرح کہ جو کچھ آپ سے سنا اس کو مسخ کر کے پیش کریں۔اضافہ یا کمی یا تبدیلی اور تغیر کے ساتھ۔سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ لَمْ یَاْتُوْكَ (آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر دھر سنتے ہیں جس قوم کے یہ حالات ہیں وہ آپ کے پاس نہیں آئے کلام کو) یعنی وہ آپ سے سننے والے ہیں یہودیوں کی خاطر اور وہ ان کو جاسوس بنا کر بھیجتے ہیں۔تاکہ جو آپ سے سنا وہ ان کو پہنچادیں یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ (بعد اس کے کہ وہ اپنے مواقع پر ہوتا ہے بدلتے رہتے ہیں) یحرفون کا معنی اس کو زائل کرتے اور اس کو ان مواقع سے مائل کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ان کو رکھا ہے۔ان کو غیر مقام پر جوڑتے ہیں حالانکہ اس کا ایک مقام ہے۔ نحو : یحرفون یہ قوم کی صفت ہے جیسا کہ لم یأتوك یا مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔یعنی هُمْ یحرفون ضمیر کا مرجع الْكَلِمَ ہے۔

مقصد پرست یہود کا طرزِ عمل:

یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا (کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے تو) الحرف اس کو کہتے ہیں جس کو اس کے موقع سے ہٹا دیا جائے۔

نحو : یقولون یہ یحرفون کی طرح قوم کی صفت ہے یا یحرفون کی ضمیر سے حال ہے۔فَخُذُوْهُ (اس کو اختیار کرلو) اس کو جانو کہ نحو : برحق ہے اور اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ (اور اگر وہ تمہیں نہ دیا جائے) اور محمد ﷺ اس کے برخلاف فتویٰ دیں تو فَاحْذَرُوْا (اس سے بچو) اور اپنے کو بچاؤ وہ باطل ہے۔روایت میں ہے کہ ایک سردار یہودی نے ایک سردار

عورت سے خیبر میں زنا کیا اور وہ دونوں شادی شدہ تھے۔ اور تورات میں ان کی حد سنگساری تھی۔ یہود نے ان کے اعلیٰ خاندان ہونے کی وجہ سے ان کو رجم کرنا ناپسند کیا۔ انہوں نے اپنا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ تاکہ وہ آپ ﷺ سے اس سلسلہ میں سوال کریں۔ اور کہنے لگے کہ اگر وہ کوڑے لگانے کا حکم کریں اور چہرے کو کالا کرنے کا حکم کریں تو قبول کرلو اگر رجم کا حکم دیں تو مت قبول کرو۔ پس آپ نے جب ان کو رجم کا حکم دیا تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ (اور جس کا خراب ہونا اللہ ہی کو منظور ہو تو) یہاں فتنہ سے مراد ضلالت و گمراہی ہے یہ آیت ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے یرید اللّٰہ الایمان ولا یرید الکفر۔ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا (اس کے لئے اللہ سے تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا) حضرت محمد ﷺ کی امید کو ان کے ایمان کے سلسلے میں ختم کر دیا کہ یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ (یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا) اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو کفر سے پاک کرتا نہیں ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنی پسند سے کفر کو اختیار کیا۔

تردید معتزلہ:

یہ آیت بھی ہماری دلیل ہے کہ جو لوگ خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں مانتے۔ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ (ان لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے) منافقین کی رسوائی اور یہود کے لئے ذلت۔ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (اور آخرت میں ان کیلئے سزائے عظیم ہے) یعنی ہمیشہ ہمیشہ آگ میں رہنا ہے۔

آیت ۴۲: سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ (یہ جھوٹ کو سننے والے ہیں) یہ دوبارہ تاکید کے لائے ہے یعنی وہ جھوٹ کو سننے والے ہیں اور اس کی مثل۔ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ہے (کہ وہ حرام کو کھانے والے ہیں) السحت ہر وہ چیز جس کا کھانا حرام ہو۔ یہ سحتہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی جڑ سے اکھاڑنا ہے کیونکہ اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے حدیث میں فرمایا گیا فیصلوں میں رشوت لینا اس سے مراد ہے وہ احکام پر رشوت لینے اور حرام کو حلال کرنے کے لئے بھی رشوت لیتے۔ قراءت: للسحت۔ مکی اور بصری اور علی نے ثقیل سے پڑھا ہے۔

فیصلہ کرنے میں اختیار یا لزوم:

فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ (اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے مابین فیصلہ فرما دیں یا ان سے اعراض فرمائیں) یہ کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو اختیار تھا۔ کہ جب اہل کتاب آپ ﷺ کے پاس فیصلہ لے کر آئیں کہ ان میں فیصلہ کر دیں یا نہ کریں۔ بعض نے کہا کہ اختیار منسوخ کر دیا گیا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے وان احکم بینھم بما انزل اللّٰہ المائدہ ۴۹ کہ ان کے درمیان بما انزل للّٰہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا (اگر تم ان سے اعراض کرو تو وہ تمہیں ہرگز نقصان نہیں دے سکتے) کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرنے والے ہیں۔ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ (اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل کے موافق فیصلہ کیجئے) قسط کا یہاں معنی عدل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (اللہ تعالیٰ عدل والوں کو پسند کرتے ہیں)

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ

بے شک ہم نے توریت نازل کی اس میں ہدایت ہے اور روشنی ہے، اس کے ذریعہ فیصلہ کرتے تھے انبیاء

الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا

جو اللہ کے فرمانبردار تھے، یہ فیصلے ان لوگوں کو دیتے تھے جو یہود تھے، اور اللہ والے اور علم والے بھی فیصلہ دیتے تھے بوجہ اس کے کہ

اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا

ان کو اللہ کی کتاب کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا تھا، اور وہ اس پر گواہ تھے۔ تو تم لوگوں سے

النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ

نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے ذریعہ تھوڑی سی قیمت مت خریدو، اور جو شخص اس کے

يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

موافق حکم نہ کرے، جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ سو یہی لوگ کافر ہیں

آپ کی تحکیم پر ان کی رضامندی قابل تعجب ہے:

آیت ۴۳: وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ (اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے) اس آیت میں ان کے آپ ﷺ کی تحکیم پر راضی ہونے پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ حالانکہ وہ آپ کی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور نہ آپ پر ایمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ حکم خود ان کی کتاب میں موجود ہے جس کو ماننے کے وہ دعویدار ہیں۔ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ یہ تورات سے حال ہے۔ التوراة مبتداء اور عندھم خبر ہے ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ (پھر اس کے بعد ہٹ جاتے ہیں) اس کا عطف یحکمونك پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے ثم یعرضون بہ من بعد تحکیمك الموافق لما فی کتابھم لا یرضون بہ پھر وہ آپ کے فیصلے کے بعد اعراض کرتے ہیں۔ جو فیصلہ انکی اپنی کتاب کے فیصلے کے مطابق ہے۔ اور وہ فیصلے پر راضی نہیں ہوتے۔ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ (وہ آپ پر ایمان لانے والے نہیں) یا اپنی کتاب پر بھی ایمان لانے والے نہیں۔ جیسا کہ ان کو دعویٰ ہے۔

تورات ہدایت و نور ہے:

آیت ۴۴: اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى (ہم نے تورات نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی) هُدًى یعنی حق کی طرف راہنما ہے وَّنُوْرٌ (اور روشنی تھی) وہ کھول کر بیان کرتی ہے مبہم احکامات کو۔ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا (انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ

کے مطیع تھے حکم دیا کرتے تھے) اسلموا کا معنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی جو تورات میں تھی یہ النَّبِیُّوْنَ کی صفت ہے جوان کی مدح وتوصیف کے لئے لائی گئی ہے اوراس کو لاکر یہود پر تعریض کی گئی کیونکہ وہ ملت اسلامیہ سے بہت دور تھے۔ جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ لِلَّذِیْنَ هَادُوْا (اس کے موافق یہود کو) ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر میں اتباع کی للذین میں لام یحکم سے متعلق ہے۔

اعتقاد کے باوجود فیصلہ حق کے خلاف فسق ہے:

اور وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ (اوراہل اللہ اور علماء بھی) یہ النبیون کے معطوف ہیں۔ الربانی کا معنی ہے زاہد۔ اور احبار کا معنی علماء ہے۔ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا (جس کا ان کو امین بنایا گیا تھا) نحو : یہ بھی جائز ہے کہ یہ یحکم بھا میں ھا ضمیر سے بدل ہے مِنْ کِتٰبِ اللّٰهِ (اللہ کی کتاب کا) یہ من بیانیہ ہے اور استحفظوا کی ضمیر انبیاء اور ربانیین اور احبار تمام کی طرف لوٹتی ہے۔ اور استحفاظ من اللہ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی حفاظت کا مکلف اور ذمہ دار بنایا۔ یا ضمیر صرف الربّانیّون اور احبار کی طرف لوٹائی جائے اور استحفاظ انبیاء کی طرف سے ہو۔ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ (وہ اس پر نگران تھے) تا کہ اس کو بدلہ نہ جائے۔ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ (پس تم بھی لوگوں سے مت ڈرنا) حکام کو اس آیت میں منع کیا گیا کہ وہ اپنے فیصلوں میں غیر اللہ سے نہ ڈریں۔ اور اس کے خلاف جاری کریں جیسا ان کو حکم دیا گیا۔ جیسا ظالم بادشاہ سے ڈر کر انصاف سے رک جائیں۔ یا کسی کی اذیت کے خوف سے حق ترک کردیں۔ وَاخْشَوْنِ (اور میرے حکم کی مخالفت میں مجھ سے ڈرو) قراءت: سہل نے دونوں کو یا سے پڑھا ہے۔ خواہ حالت وقف ہو یا وصل دونوں میں۔ ابو عمرو نے وصل میں ان کا ساتھ دیا ہے۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ (اور نہ لو میرے احکام کے بدلہ میں) یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام اور آیات کے بدلے میں ثَمَنًا قَلِیْلًا (تھوڑی قیمت) سے مراد رشوت اور مرتبہ چاہنے کے لئے رقم لینا۔ اور لوگوں کو خوش کرنے کیلئے۔ وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے احکام کے موافق حکم نہ کرے) جس نے بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا اس کی تحقیر کرتے ہوئے۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (وہ وہی کافر ہیں) ۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے انکار کرتے ہوئے مآ انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا۔ وہ کافر ہے اگر منکر تو نہ ہو لیکن فیصلہ اس کے مطابق نہ کیا تو وہ فاسق ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت یہود اور غیر یہود تمام کے حق میں عام ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ

اور ہم نے ان پر توریت میں لکھ دیا کہ جان جان کے بدلہ ہے اور آنکھ آنکھ کے بدلہ اور ناک ناک کے بدلہ

بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ

اور کان کان کے بدلہ اور دانت دانت کے بدلہ، اور زخموں کا بدلہ ہے۔ سو جو شخص

تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

معاف کر دے وہ اس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جو شخص اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ

سو یہی لوگ ظالم ہیں اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ

کو بھیجا جو اس کتاب کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان کے سامنے تھی یعنی توریت اور ہم نے ان کو انجیل دی

فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى

جس میں ہدایت تھی اور روشنی تھی اور وہ تصدیق کرنے والی تھی اس چیز کی جو ان کے سامنے تھی یعنی توریت اور وہ تقویٰ اختیار

وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ

کرنے والوں کے لئے ہدایت تھی اور نصیحت! اور چاہئے کہ انجیل والے حکم کریں اس کے موافق جو اللہ نے

اللّٰهُ فِيْهِ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾

نازل فرمایا اور جو شخص اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا سو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

یہود میں قصاص کی اصل نوعیت:

آیت ۴۵: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ (ہم نے یہود پر فرض کر دیا جو حکم تورات میں تھا) اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ (بیشک نفس قابل مواخذہ ہو گا۔ نفس مقتولہ کے بدلے میں) جو کہ اس نے ناحق قتل کیا ہو۔ وَالْعَيْنَ (پھوڑی ہوئی آنکھ) بِالْعَيْنِ (بدلے آنکھ کے) وَالْاَنْفَ (ناک کٹا ہوا) بِالْاَنْفِ (بدلے ناک کے) وَالْاُذُنَ (کان کٹا ہوا) بِالْاُذُنِ (بدلے کان کے) وَالسِّنَّ (دانت اکھاڑا ہوا) بِالسِّنِّ (بدلے دانت کے) وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (زخموں کا بدلہ جو قصاص والے ہوں) ورنہ حکومت عدل ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ مرد کو عورت کے بدلے میں قتل نہ کرتے تھے پس یہ آیت اتری۔ ان النفس بالنفس۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے

کہ مسلمان کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائیگا اور مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائیگا اور آزاد بدلے غلام کے۔
قراءت: نافع، عاصم، حمزہ نے تمام معطوفات کو اَنَّ کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے۔ اور علی نے محل ان النفس پر عطف کر کے رفع دیا ہے کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ان پر لکھ دیا ہے جان کے بدلے جان۔ اجراء لکتبنا مجری قلنا۔
باقی نے تمام کو نصب اور الجروح کو رفع اور الاذن سکون ذال کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ نافع اور باقی نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اذن یہ دونوں لغتیں ہیں جیسے السّحت وَ السُّحُت کی طرح فَمَنْ تَصَدَّقَ (جس نے صدقہ کر دیا) اصحاب حق میں سے بِهٖ (قصاص کو) اور اس کو معاف کر دیا۔ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ (وہ اس کے لیے کفارہ بن جائے گا) پس صدقہ، صدقہ کرنے والے کے لئے اس کے احسان کے بدلے کفارۂ گناہ بن جائے گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا من تصدق بدم فما دونه کان کفارة له من یوم ولدته امهٗ (درمنثور) جس نے دم کو یا اس سے کم کو معاف کر دیا تو وہ اس کے لئے ان تمام گناہوں کا کفارہ بن جائے گا جو آج تک اس سے ہوئے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (جس نے ما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا پس وہی ظالم ہے) کیونکہ وہ اس کا حکم ماننے سے رک گئے۔

انجیل میں بھی ہدایت وروشنی اُتاری:

آیت ۴۶: وَقَفَّيْنَا (اور ہم نے ان کے پیچھے بھیجا) قفیت الشیء بالشیء کا معنی پیچھے چلانا۔ گویا اس کی گدی میں رکھ دیا قفا یقفوا کہتے ہیں جب وہ اس کا پیچھا کرے۔ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ (ان کے نشانات پر) انبیاء کے نشانات پر ان لوگوں کو جنہوں نے فرمانبرداری کی۔ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا (عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کو اس حال میں کہ وہ تصدیق کرنے والے ہیں) یہ عیسیٰ بن مریم سے حال ہے۔ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ (اپنے سے قبل تورات کی تصدیق فرماتے تھے اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور وضاحت تھی اور وہ اپنے سے قبل کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرتی تھی) مطلب یہ ہوا کہ ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت وروشنی ثابت تھی اور وہ مصدق تھی۔ نحو: مصدقا اس ثابت کے متعلق ہے جس کے ساتھ فیه لگتا ہے۔ اور فیه اس کے قائم مقام ہے۔ ھدًی و نور۔ مرفوع ہیں بوجہ ثابتاً کے جس کے قائم مقام فیه ہے۔ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً (اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی) یہ دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ یعنی ہادیا اور واعظاً کے معنی میں ہیں۔ لِّلْمُتَّقِيْنَ (پرہیزگاروں کے لئے) کیونکہ وہ اس سے نفع اٹھانے والے ہیں۔
آیت ۴۷: وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ (اور انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اسکے موافق حکم کیا کریں) ہم نے انکو کہا کہ تم اسکے حکم کے موافق فیصلہ کرو۔ لیحکم میں لام امر ہے اور اصل میں مکسور ہے۔
قراءت: حمزہ نے لام کے کسرہ اور میم کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اس بناء پر کہ یہ لام کَیْ ہے تقدیر عبارت یہ ہوئی۔ وقفینا لیؤمنوا ولیحکم ہم نے ان کے پیچھے بھیجا تاکہ وہ ایمان لائیں۔ اور تاکہ وہ فیصلہ کریں۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل نافرمانی کرنے والے ہیں) فاسق کا معنی اطاعت سے نکلنے والا۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ

"اور ہم نے حق کے ساتھ آپ کی طرف کتاب اتاری وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں

وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

اور وہ ان کتابوں کی محافظ ہے اور آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے نازل فرمایا اور جو حق آپ کے پاس

عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ ط لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ط

آیا ہے اسے چھوڑ کر آپ ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے، تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے شریعت اور خاص راہ مقرر کر دی ہے،

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰکِنْ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ

اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن (اس نے ایسا نہیں کیا) تاکہ تم کو اس کے بارے میں آزمائے جو تم کو دیا،

فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ط اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ

سو تم خیر کے کاموں کی طرف دوڑو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے، سو وہ ان باتوں کے بارے میں تم کو باخبر فرمائے گا جن میں

تَخْتَلِفُوْنَ ۝۴۸ وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

تم اختلاف رکھتے تھے، اور یہ کہ آپ ان کے درمیان اسی کے موافق فیصلہ کریں جو اللہ نے اتارا اور ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کریں

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْکَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکَ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا

اور اس بات سے پرہیز کریں کہ یہ لوگ آپ کو اللہ کے دیئے ہوئے احکام میں سے کسی حکم سے ہٹا دیں۔ سو اگر وہ روگردانی کریں

فَاعْلَمْ اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّصِیْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ط وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ

تو آپ جان لیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو سزا دیدے اور بے شک لوگوں میں بہت سے

النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝۴۹ اَفَحُکْمَ الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ ط وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ

ایسے ہیں جو نافرمان ہیں، کیا یہ جاہلیت کے حکم کو چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر

حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۝۵۰ ع

فیصلہ کرنے والا ان لوگوں کے لیے کون ہے جو یقین کرتے ہیں۔"

ع ۷

ظالم' فاسق' کافر کی وضاحت:

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے فرمایا۔ کہ تینوں میں شدید انکار پر محمول کیا جائے۔ پس وہ کافر' ظالم' فاسق ہوگا۔ کیونکہ مطلق فاسق اور مطلق ظالم تو کافر ہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے بھی بما انزل اللّٰہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا منکر ہے اور اس کے حکم میں ظلم و زیادتی کرنے والا اور اپنے قول میں شرع سے نکلنے والا ہے۔

آیت ۴۸: وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ (اور ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری) یعنی قرآن کو اتارا ہے الکتاب میں الف لام عہد خارجی کیلئے ہے بِالْحَقِّ (حق کے سبب) اور اس کے اثبات کی وجہ سے اور درست کو خطاء سے واضح کرنے کے لئے مُصَدِّقًا (تصدیق کرتی ہے) یہ کتاب سے حال ہے۔

بین یدیہ کا استعمال:

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (اس سے پہلے جو ہیں) بین یدیہ سے مراد جو اس سے پہلے اتری ہے اور جو کسی چیز سے قبل ہوتی ہے اس کو بین یدی کہہ دیتے ہیں کیونکہ جو کسی چیز سے مؤخر ہو اس کو خلف و وراء بولتے ہیں پس جو اس سے پہلے ہوتی ہو تو وہ قدام اور بین یدی کہلائے گی مِنَ الْكِتٰبِ (کتابیں) یہاں کتاب سے مراد جنس کتب منزلہ ہیں کیونکہ قرآن مجید تمام کتابوں کا مصدق ہے پس حرف تعریف اس میں جنس کے لیے ہے اور تصدیق کتب کا مطلب یہ ہے توحید و عبادت میں موافقت جیسا کہ اس آیت میں ہے وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون۔ الانبیاء ۲۵۔ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (اور اس پر نگہبان ہے) شاہد ہے کیونکہ وہ اس کی صحت و ثبات کی گواہی دیتا ہے۔

قرآن پر فیصلہ کے حکم کے بعد فاتبع کا فائدہ:

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (پس تم ان کے درمیان بما انزل اللّٰہ کے مطابق فیصلہ کرو) بما انزل اللہ سے مراد قرآن ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ (اور ان کی خواہشات کی اتباع نہ کرو۔ اس کو چھوڑ کر جو آپ کے پاس حق آ چکا) اس میں ان کی تحریفات کے مطابق فیصلہ کرنے سے منع کیا اور جو انہوں نے بدلا تھا ان کی بات پر اعتماد کر کے اور لا تتبع اپنے اندر لا تنحرف کا معنی بھی رکھتا ہے۔ اس لیے تو اس کو عن سے متعدی کیا گیا گویا اس طرح فرمایا کہ لا تنحرف عما جاء ك من الحق متبعاً اھو انھم آپ اس حق سے جو آپ کے پاس آ چکا انحراف نہ کریں۔ ان کی خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے یا پھر تقدیر عبارت یہ ہو عادلا عما جاء ك اس سے عدول کرتے ہوئے جو آپ کے پاس آ چکا۔ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ ہر ایک کے لئے تم میں سے اے لوگو ہم نے بنائی شِرْعَةً (ایک شریعت) وَّمِنْهَاجًا (اور واضح طریق)۔

شرائع فاسق کا حکم:

اس آیت سے ان لوگوں نے دلیل پیش کی جو کہتے ہیں کہ ہم سے قبل شرائع ہمارے لئے قابل عمل نہیں۔ کذا فی البیضاوی۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ جو احکام عام ہیں اور ان کے نسخ کا اعلان ہماری شریعت نہیں کرتی بلکہ نقل کر دیتی ہے اس پر

عمل بوجہ عموم ہم پر بھی لازم ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتارنے کا ذکر کیا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتارنے کا ذکر کیا۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید اتارنے کا ذکر کیا۔ اور واضح کر دیا کہ فقط اس کا سننا ہی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ شروع میں فرمایا یحکم بھا النبیون اور ثانی میں فرمایا ولیحکم اھل الانجیل اور تیسرے میں فرمایا فاحکم بینھم بما انزل اللہ ۔ وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت میں کر دیتے) یعنی ایک متفق جماعت جو ایک ہی شریعت پر ہو۔ وَّلٰكِنْ لیکن اس نے ارادہ فرمایا۔ لِّيَبْلُوَكُمْ (تا کہ تم سب کا امتحان کرلے) تا کہ تمہارے ساتھ آزمائش کرنے والا معاملہ کرے فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ (اس میں جو تمہیں مختلف شرائع ملی ہیں) پس ہر امت عبادت کرے جو حکمت تقاضا کرے۔

بھلائی فوت ہونے سے پہلے اپناؤ:

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (تو مفید باتوں کی طرف دوڑو) تم بھلائی کے ماحول میں بڑھ کر حصہ لو۔ اس میں جلدی کرو اور ان کو فوت ہونے سے قبل انجام دو۔ الخیرات سے مراد ہر وہ کام جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ (تم نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے) یہ جملہ مستانفہ ہے استباق خیرات کی علت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جَمِيْعًا یہ ضمیر کم جو کہ مجرور ہے، اس سے حال ہے اور اس کا عامل مصدر مضاف ہے کیونکہ وہ مصدر الیہ ترجعون کے حکم میں ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (پھر وہ تم سب کو جتلا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے) اور وہ مطلع فرمائیں گے جس کے ہوتے ہوئے تم اس جزا میں سامنا کر سکو گے۔ جو سچے اور جھوٹے عامل اور عمل میں کوتاہی کرنے والے کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔

فتنہ پردازوں سے محتاط رہیں:

آیت ۴۹: وَاَنِ احْكُمْ (اور آپ فیصلہ فرمائیں) یہ بالحق پر معطوف ہے یعنی و انزلنا الیك الكتاب بالحق وبان احكم اور ہم نے تمہاری طرف کتاب کو حق کے ساتھ اتارا اور اس کے ساتھ اتارا کہ تم ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ (ان کے مابین اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق جو اللہ تعالیٰ نے اتاری۔ اور ان کی خواہشات پر عمل نہ کریں اور محتاط رہیں ان کے فتنہ میں مبتلا کرنے سے) یفتنوك کا معنی وہ تمہیں پھیر دیں یہ مفعول لہ ہے یعنی مخافة ان یفتنوك اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ آپ کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

مَسْئَلَہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محتاط کیا حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مامون و محفوظ ہیں۔ یہود کی طمع کو ختم کرنے کے لئے عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا (کسی حکم کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) اگر وہ بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ سے منہ موڑیں اور بات کا ارادہ کریں۔

بعض گناہ شدید مہلک:

فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ (تو یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعض جرموں

پران کوسزادیں) ذنوب سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم سے منہ موڑنے کا گناہ اوراس کی مخالفت کا ارادہ کرنے کا گناہ پس یہاں بعض ذنوبھم کواس جگہ لائے۔ یہ ابہام منہ موڑنے کی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے ہے اور گناہ کا بڑا ہونا معلوم ہو اور یہ کہ بعض گناہ انتہائی ہلاک کن ہیں تو تمام گناہوں کا کیا حال ہوگا۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ (بہت لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلنے والے ہیں)

تمام کفر ایک ملت ہے:

آیت ۵۰: اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ (یہ لوگ کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں) یبغون یہ یطلبون کے معنی میں ہے۔

قراءت: شامی نے تبغون پڑھا ہے اس میں بنی نضیر کو خطاب کیا گیا کیونکہ وہ بنو قریظہ پر اپنی فضیلت جتلاتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا القتلی سواء۔ مقتول برابر ہیں تو بنی نضیر کہنے لگے ہم اس پر رضامند نہیں اس پر یہ آیت اتری حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی آدمی اپنے بعض لڑکوں کو بعض پر فضیلت دے (تقسیم وغیرہ میں) تو انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

نحوی تحقیق:

نحو: یبغون کی وجہ سے الحکم الجاهلية منصوب ہے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ (اور کون اچھا ہوگا) یہ مبتداء اور خبر ہے یہ استفہام ہے جو نفی کے معنی میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا احدٌ احسن۔ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا (اللہ تعالیٰ سے فیصلہ میں) یہ تمیز ہے۔ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (یقین رکھنے والے لوگوں کیلئے) اس میں لام بیانیہ ہے جیسا کہ هيت لك۔ سورۃ یوسف آیت ۲۳ میں لام۔ یعنی یہ خطاب اور استفہام یقین کرنے والی قوم کے لئے ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کہ واضح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی عدل والا نہیں اور نہ اس سے بہتر کوئی حکم دینے والا ہے ابوعلی نے کہا کہ لام۔ یہاں عند کے معنی میں ہے کیونکہ یہ دونوں قریب المعنی ہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ

"اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے

اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى

کے دوست ہیں اور جو کوئی شخص تم میں سے ان سے دوستی کرے تو بلاشبہ وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ

ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا، سو آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جن کے دل میں مرض ہے کہ دوڑ کر ان میں گھسے

فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ

جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ جائے، سو قریب ہے کہ اللہ فتح کو

بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

لے آئے گا یا اپنے پاس سے کسی اور چیز کو، پھر اس بات پر نادم ہوں گے جو انہوں نے اپنے نفسوں میں چھپائی،

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ

اور اہل ایمان یوں کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے خوب مضبوطی کے ساتھ اللہ کی قسمیں کھائیں

اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

کہ وہ ضرور تمہارے ساتھ ہیں ان کے اعمال اکارت ہو گئے جس کی وجہ سے نقصان میں پڑنے والے ہو گئے۔"

قرآن فقط سننا کافی نہیں اس پر عمل لازم ہے:

آیت ۵۱: دین کے دشمنوں سے موالات کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ (اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ) ان کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کے مددگار و معاون ہو۔ اور ان سے نصرت و معاونت طلب کرنے والے اور ان سے مواخات اور ایمان والوں جیسا میل جول اختیار کرنے والے ہو۔ پھر نہی کی وجہ اس ارشاد سے بتلائی بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (کہ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں) اور سارے مل کر ایمان والوں کے دشمن ہیں اس میں دلیل ہے کہ تمام کفار ملت واحدہ ہیں۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (جو ان سے دوستی اختیار کرنے والا ہے وہ انہیں میں سے ہے) اور اس کا حکم انہی جیسا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سختی کی گئی ہے اور دین کے مخالفین

سے علیحدگی اختیار کرنے کو انتہائی ضروری ولازم قرار دیا گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (ان ظالموں کی اللہ تعالیٰ راہنمائی نہیں فرماتے) جو کفار سے دوستی کر کے اپنے نفوس پر ظلم کر چکے ہوتے ہیں۔

منافق موالاتِ کفار میں تیز ہیں:

آیت ۵۲: فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (تم ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری دیکھو گے) يُّسَارِعُوْنَ (جلدی کرنے والے ہیں) نحو: یہ حال یا مفعول دوم ہے کیونکہ ترای سے آنکھ سے دیکھنا بھی مراد ہوسکتا ہے اور دل سے دیکھنا بھی۔ فِيْهِمْ ان میں یعنی ان کفار کی مسلمانوں کے خلاف معاونت میں اور موالات میں جلدی کرنے والے ہیں۔ يَقُوْلُوْنَ وہ اپنے نفسوں میں کہتے ہیں یہ دل میں کہنا اس لئے مراد لیا کیونکہ علی ما اسروا اسی آیت کے آخر میں آ رہا ہے ما اسروا قول نفس ہی ہے۔ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ (ہمیں خطرہ ہے کہ کوئی حادثہ حالات کو گھما دے جس پر وہ ہیں) فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے اپنے رسول ﷺ کو ان کے دشمنوں پر اور ایمان والوں کو غلبہ دے دے۔ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ یا وہ نبی ﷺ کو منافقین کے اسرار ظاہر کرنے کا حکم دے اور ان کے قتل کا آرڈر دے دے۔ فَيُصْبِحُوْا پھر منافق اس پر عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ جو اپنے دلوں میں نفاق چھپائے ہوئے ہیں۔ نٰدِمِيْنَ شرمندہ ہونے والے ہیں یہ فتصبحوا کی خبر ہے۔

منافقین کی بدحالی:

آیت ۵۳: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا یعنی ایمان والے۔ اس وقت ایک دوسرے کو کہیں گے۔

قراءت: بصری نے ان یاتی پر عطف کے طور پر یقول پڑھا ہے اور شامی اور حجازی نے یقول کو واؤ کے بغیر پڑھا ہے اسی لئے کہ کہنے والے کا جواب ہے کہ مؤمن اس وقت کیا کہیں گے۔ تو جواب دیا یقول الذین آمنوا ایمان والے اس وقت یہ کہیں گے۔ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ (یعنی وہ پکی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے دوست ہیں اور کفار کے خلاف تمہارے معاون ہیں)

نحو: جهد ایمانهم یہ مصدر ہے جو حال کے معنی میں ہے۔ یعنی وہ اس حال میں کہ وہ تمہاری قسموں کی پختگی میں خوب کوشش کرنے والے ہیں۔ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ (ان کے وہ اعمال ضائع ہوگئے) جو انہوں نے ریاکاری اور شہرت کی خاطر کیے۔ یقین و وعدہ کی بنیاد پر نہیں کیے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکے اعمال حبط ہونے کی شہادت ہے اور انکی بری حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ وہ دنیا و آخرت میں اعانت کے فوت ہونے اور دائمی سزا کی وجہ سے نقصان میں پڑ گئے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ

"اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے سو عنقریب اللہ ایسی قوم کو پیدا

بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ

فرما دیگا جن سے اللہ کو محبت ہوگی اور وہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے، وہ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کافروں پر زبردست ہوں گے،

يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۤئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ

وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا

اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ

فضل ہے وہ دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے ، تمہارا ولی بس اللہ

وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں

وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ

اس حال میں کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں، اور جو کوئی شخص دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے سو اس میں شک نہیں

حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ ع

کہ اللہ کا جو گروہ ہے وہی غالب ہونے والا ہے۔"

۸ ع ۶ ۱۲

قتال مرتدین کی پیشینگوئی خلافتِ شیخین ؓ کی حقانیت:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ۔ (جو تم میں سے دین اسلام سے اسی کفر کی طرف پھر جائیگا جس پر وہ پہلے تھا۔)

قراءت: مدنی اور شامی نے یرتدد پڑھا ہے۔ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ محبت سے مراد ان کے اعمال سے راضی ہونا اور ان کے ان اعمال پر ان کی تعریف کرنا ہے یحبونہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اس کی رضا مندی کو ہر چیز پر ترجیح دینا ہے اس میں حضور علیہ السلام کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس چیز کی اطلاع دی جو ہوا نہ تھا وہ ہو کر رہا۔ نیز خلافت صدیقی کا ثبوت ہے۔ کیونکہ انہوں نے مرتدین سے جہاد کیا۔ اور ان کی خلافت کے برحق ہونے اور خلافت فاروقی کی

حقانیت کی دلیل ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ والے اگر ایمان ثریا میں معلق ہو تو ابنائے فارس اس کو پالیں گے اور جزاء کی ضمیر اس اسم کی طرف لوٹ رہی ہے جو شرط محذوف کے معنی میں متضمن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عنقریب ان کی جگہ ایک قوم لائیں گے جو اَذِلَّةٍ یہ ذلیل کی جمع ہے۔ رہا لفظ ذلولٌ اس کی جمع ذللٌ آتی ہے۔ جن لوگوں نے اس کو الذل سے کہا ہے جو کہ صعوبت بمعنی مشکل کی ضد ہے ان سے بھول ہوئی ہے کیونکہ ذلول کی جمع اذلة نہیں آتی۔ بقول جوہری الذل یہ العز عزت کے بالمقابل ہے کہتے ہیں رجل ذلیل جس کی ذلت واضح ہو چکے، کہا جاتا ہے۔ قوم اذلاء واذله۔ الذل کسرۂ ذال کے ساتھ نرمی کو کہتے ہیں اور یہ صعوبۃ کی ضد ہے۔ جیسے کہتے ہیں دابة ذلولٌ و دواب ذلل (مصنف۔ بیضاوی کا قول نقل کیا مگر صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ ذلیل کی جمع ذلال اور اذلاء اور اذلة اور ذلول کی جمع ذلل اور اذِلة ہے پس اذلة ذلیل اور ذلول دونوں کی جمع ہے دراصل دونوں لفظ قریب المعنی ہیں۔ (فتدبر) عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ یہاں للمؤمنین نہیں فرمایا کیونکہ ذُلل کا لفظ مہربانی و شفقت کو متضمن ہے گویا اس طرح فرمایا عاطفین علی وجه التذلل والتواضع وہ ان پر تواضع و عاجزی کے طور پر شفقت کرنے والے ہیں۔ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر سخت ہیں۔ العزاز : اصل میں سخت زمین کو کہا جاتا ہے پس وہ ایمان والوں کے ساتھ تو اس طرح سلوک کرنے والے ہیں۔ جیسا والد اپنے بیٹے پر اور آقا اپنے غلام پر اور کافروں کے ساتھ جیسے چیتا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وہ کفار سے لڑائی کرنے والے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح قوم کی صفت ہے جیسے یحبهم اور اعزة اور اذلة ۔ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ واؤ اس میں ممکن ہے حالیہ ہو یعنی وہ جہاد کرتے ہیں اور ان کا حال جہاد میں منافقین سے الگ ہے۔ اس لئے کہ وہ یہود کے ساتھ دوستی کرنے والے ہیں۔ جب وہ ایمان والوں کے ساتھ جہاد میں نکلتے ہیں۔ تو یہودی دوستوں کا اسی طرح خیال رکھتے ہیں کہ کوئی ایسا عمل نہیں کرتے جس میں خدشہ ہو کہ یہود کی طرف سے ان کو ملامت پہنچے گی۔ رہے مؤمن ان کا جہاد فقط اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے جس میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہیں کرتے یا واؤ ممکن ہے کہ عطف کے لئے ہو پھر مطلب یہ ہوگا ان کی خصوصیت جہاد فی سبیل اللہ ہے اور وہ اپنے دین میں مضبوط ہیں۔ جبکہ وہ دین کے کاموں میں سے کوئی کام شروع کرتے ہیں تو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان کو روک نہیں سکتی۔ اللومة ایک مرتبہ ملامت کرنا۔ اس لفظ کو نکرہ اور ایک مرتبہ لانے سے مبالغہ مقصود ہے گویا اس طرح کہا گیا وہ کبھی ذرہ بھر ملامتوں میں سے کسی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ ذٰلِكَ کا مشارٌ الیہ قوم کے جو اوصاف بیان ہوئے وہ ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی محبت، عاجزی، سختی، مجاہدہ، ملامت کے خوف کی نفی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے وہ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) وَاللّٰهُ وَاسِعٌ (بہت زیادہ فضل والے ہیں) عَلِيْمٌ (اس کو جاننے والے ہیں) جو اس فضل کا حق دار ہے۔

ولایت کے حقدار لوگ:

آیت ۵۵: جن لوگوں سے دشمنی لازم ہے ان کی موالات سے ممانعت کرنے کے بعد ان کا تذکرہ کیا جن سے موالات لازم ہے۔ فرمایا۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ انما کا کلمہ ظاہر کر رہا ہے کہ موالات کے ساتھ یہ لوگ خاص ہیں۔ الولی کا لفظ جمع نہیں

لائے۔ کیونکہ جس سے موالات کا حکم دیا وہ ایک جماعت ہے اس بات پر متنبہ کرنے کیلئے کہ اصل ولایت اللہ ہی کی ہے دوسروں کی ولایت و دوستی تو تبعاً ہے۔ اگر اس طرح کہا جاتا انما اولیاؤکم اللّٰہ و رسولہ تو کلام میں اصل و تبع کوئی نہ بنتا۔ **نحو**: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ محلاً مرفوع ہے کیونکہ یہ الذین سے بدل ہے۔ یاھم الذین سے مرفوع ہے یا منصوب ہے مدح کی وجہ سے وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اس کی واؤ اور وَهُمْ رَاكِعُوْنَ کی واؤ حالیہ ہے یعنی وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں جبکہ وہ نماز میں رکوع کی حالت میں ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری ان سے ایک سائل نے سوال کیا جبکہ وہ اپنی نماز میں حالت رکوع میں تھے۔ آپ نے اپنی انگوٹھی اس کی طرف پھینک دی گویا وہ خنصر کے متعلق بے تاب تھے۔ پس انہوں نے اس کے اتارنے میں عمل کثیر نہیں کیا جس سے نماز فاسد ہو۔ (مگر باہر کی بات سن کر جوابی عمل سے نماز کیسے قائم رہتی ہے فافھم روایت خود محتاج ثبوت ہے مجہول الاسناد روایت ہے) جمع کا لفظ لایا گیا اگرچہ سبب ایک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان کے فعل کی اتباع کریں۔ تاکہ ان جیسا ثواب حاصل ہو۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں صدقہ درست ہے اور فعل قلیل مفسد نماز نہیں ہے۔

آیت ۵۶: وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یتولّی کا معنی دوست بنانا۔ یا دوست ہونا۔ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ظاہر کو ضمیر کی جگہ لایا گیا ہے۔ یعنی فانھم ھم الغالبون کی بجائے ان حزب اللّٰہ فرمایا۔ یا حزب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمن مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے ان سے دوستی اختیار کی تو اس نے اللہ کے لشکر سے دوستی کی۔ اور اس سے بھائی بندی کر لی جو مغلوب نہیں ہوتا۔ الحزب کا معنی کسی پیش آنے والے کام کے لئے جو لوگ جمع ہوتے ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّ

اے ایمان والو! ان کو دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل

لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ

بنا لیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان کے علاوہ جو دوسرے کافر ہیں ان کو بھی دوست نہ بناؤ

وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ

اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو اور جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو

اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ

تو وہ اسے ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں، یہ اس لئے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔ آپ فرما دیجئے!

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ ھَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ

کہ اے اہل کتاب تم ہم سے صرف اس لیے ناراض ہوتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف

اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَکْثَرَکُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ ھَلْ

اتارا گیا اور جو ہم سے پہلے اتارا گیا، اور ایک یہ بات ہے کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں، آپ فرما دیجئے کیا

اُنَبِّئُکُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِکَ مَثُوْبَۃً عِنْدَ اللّٰہِ ؕ مَنْ لَّعَنَہُ اللّٰہُ وَغَضِبَ

میں تمہیں وہ طریقہ بتاؤں جو اللہ کے نزدیک سزا کے اعتبار سے اس سے زیادہ برا ہے۔ یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جن پر اللہ نے لعنت کر دی اور جن پر اللہ

عَلَیْہِ وَجَعَلَ مِنْھُمُ الْقِرَدَۃَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ

غصہ ہوا اور ان میں سے بعض کو اللہ نے بندر اور سور بنا دیا۔ جنہوں نے شیطان کی عبادت کی

اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿۶۰﴾

یہ لوگ جگہ کے اعتبار سے بدترین لو ہیں اور سیدھے راستہ سے بہت زیادہ بہکے ہوئے ہیں

موالاتِ کفار سے ممانعت:

آیت ۵۷: روایت میں ہے کہ رفاعہ بن یزید اور سوید بن الحارث نے کھلے طور پر اسلام قبول کیا۔ پھر منافقت اختیار کی۔ بعض مسلمانوں کی ان سے دوستی تھی تو یہ آیت اتری۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّ لَعِبًا یعنی وہ

تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور تماشہ بناتے ہیں۔ اور تم ان سے دوستی اختیار کرتے ہو۔ یہ کہاں تک درست ہے وہ تو اس قابل ہیں کہ ان کا سامنا بغض اور علیحدگی سے کیا جائے۔ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یہ من بیانیہ ہے۔ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ پہلے کفار سے مراد مشرکین ہیں۔ اس کا عطف الذین پر ہے۔ جو کہ منصوب ہے۔

قراءت: بصری، علی نے الکفارِ پڑھا ہے۔ اور الذین مجرور پر اس کا عطف قرار دیا۔ مطلب اس طرح ہے کہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی۔ اور کفار میں سے۔ اَوْلِیَآءَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو کفار سے موالات کے سلسلے میں اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر تم سچے مؤمن ہو۔ کیونکہ سچا ایمان دشمنان دین کے ساتھ موالات سے روکتا ہے۔

اذان دلالت النص سے ثابت ہے:

آیت ۵۸: وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا وہ نماز یا اذان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ کیونکہ ان کا استہزاء اور کھیل بنانا یہ بے وقوف اور جہلاء کے افعال میں سے ہے۔ گویا یہ لوگ عقل سے خالی ہیں۔

مَسْئَلَه: اس آیت میں دلیل ہے کہ اذان کتاب کی نص سے ثابت ہے۔

کیا اللہ پر ایمان باعث انتقام شے ہے:

آیت ۵۹: قُلْ یٰٓاَهْلَ الْکِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ یعنی کیا تم ہمارا یہی عیب نکالتے اور ہماری اس بات کو عجیب قرار دیتے ہو۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں۔ اور تمام نازل شدہ کتابوں کو ہم نے مانا ہے؟ وَاَنَّ اَکْثَرَکُمْ فٰسِقُوْنَ اس کا عطف مجرور پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے ماتنقمون منّاالا الایمان باللّٰہ وما انزل وبان اکثرکم فاسقون۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم ہم سے اس لئے دشمنی کرتے ہو کیونکہ ہمارا اعتقاد اللہ تعالیٰ کی توحید، انبیاء کی صداقت پر ہے اور تمہارا فسق ان باتوں میں ہماری مخالفت کی بنیاد پر ہے؟ اور یہ بھی درست ہے کہ واؤ مع کے معنی میں ہو۔ مطلب یہ ہوگا تم ہم سے انتقام نہیں لیتے مگر صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا۔ حالانکہ تمہاری اکثریت فاسقوں کی ہے۔

سزا کا حقدار وہ جو ملعون ہے:

آیت ۶۰: قُلْ هَلْ اُنَبِّئُکُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مثوبۃ کا معنی ثواب ہے۔ اور یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ اگرچہ ثواب احسان کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن اس کو عقوبت کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا فرمایا فبشرھم بعذاب الیم (آل عمران۔ آیت ۲۱) کہ بشارت کو عذاب کے سلسلے میں بطور استہزاء استعمال کیا گیا ہے۔ یہود کا گمان تھا کہ مسلمان سزا پائیں گے تو ان کو جواباً کہا گیا۔ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہو وہ حقیقت میں سزا کا زیادہ مستحق ہے اس سزا کا جو تمہارے خیال کے مطابق اہل ایمان کو ملے گی۔ ذٰلِكَ یہ ماقبل کی طرف اشارہ ہے یعنی ایسے ایمان سے زیادہ برا بدلے کے لحاظ سے جس پر تم ناراض ہوتے ہو مضاف کا حذف من سے پہلے یا بعد ضروری ہے تقدیر عبارت یہ ہے بشر من اھل ذالك یادین من لعنهُ اللّٰہ اس سے بھی زیادہ برا وہ ہے جو اس لعنت والا ہے یا اس کا دین برا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی۔ وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ القردہ بندر بننے والے اصحاب سبت تھے۔ جبکہ خنازیر اہل مائدہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کافر ہوئے

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ

اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر کے ساتھ داخل ہوئے۔ اور کفر کی ہی حالت میں نکل گئے، اور اللہ

اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ۝٦١ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ

خوب جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں، اور آپ ان میں سے بہت سوں کو دیکھیں گے جو گناہ میں اور ظلم

وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٦٢ لَوْلَا

اور حرام کھانے میں تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔ یہ واقعی بات ہے کہ وہ اعمال برے ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں کیوں نہیں

يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ

منع کرتے ان کو درویش اور اہل علم گناہ کی باتیں کرنے سے اور حرام کھانے سے،

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝٦٣

واقعی وہ کرتوت برے ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں۔"

وہ تھے یا دونوں مسخ اصحاب سبت ہی کو پیش آئے۔ ان کے نوجوان بندر بنا دیئے گئے اور بوڑھے خنازیر بنا دیئے گئے۔ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ الطاغوت سے یہاں بچھڑا مراد ہے یا شیطان کیونکہ بچھڑے کی عبادت شیطانی تزیین سے تھی۔ اور اس کا عطف بھی من کے صلہ پر ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہے۔ ومن عبد الطاغوت اور وہ جنہوں نے شیطان کی عبادت کی۔

قراءت: حمزہ نے عَبُدَ الطاغوت پڑھا ہے اس کو اسم قرار دیا ہے جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا۔ جیسے کہتے ہیں: رجل حذر وفطن وہ آدمی جو انتہائی محتاط اور فطین ہے۔ اس کا عطف القردہ اور خنازیر پر ہے یعنی جعل اللّٰہ منھم عبد الطاغوت اللہ تعالیٰ نے ان میں شیطان کے پیروکار بنا دیئے۔ اُولٰٓئِكَ مسخ شدہ ملعون شَرٌّ مَّكَانًا مکان کے لحاظ سے بدترین ہیں۔ یہاں شرارت کے لئے مکان ثابت کیا گیا۔ اس سے اہل شرارت کے لئے مبالغہ مقصود ہے۔ وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ وہ سیدھے راستے سے جو جنت کی طرف جانے والا ہے۔ بہت زیادہ دور ہٹنے والے ہیں۔

منافقانہ اسلام:

آیت ۶۱: یہ آیت یہود کے اس گروہ کے متعلق اتری جو آپ ﷺ کے پاس داخل ہوتا تو منافقت سے اسلام کا اظہار کرتا۔ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ باحال کے لیے ہے مطلب یہ ہے وہ داخل ہوئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے اور وہ نکل کر گئے تو اس حال میں کہ وہ کافر تھے۔ تقدیر عبارت ملتبسین بالکفر ہے کہ وہ داخل ہوئے اور نکلتے

ہوئے متلبس بالکفر تھے اسی لئے قد ماضی پر لایا گیا۔ تا کہ اس کو حال کے قریب کیا جا سکے۔ یہ قالوا امنا سے متعلق ہے۔ کہ کہتے زبان سے وہ ہیں اور حالت ان کی یہ ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ۔ اور اللہ جانتا ہے جو نفاق وہ چھپاتے ہیں۔

قبائح یہود:

آیت ۶۲ : وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ منهم سے مراد یہود ہیں۔ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ اثم سے مراد یہاں جھوٹ ہے۔ وَالْعُدْوَانِ ظلم یا گناہ جوان کے ساتھ خاص ہو۔ عدوان وہ گناہ جوان سے دوسروں کی طرف تجاوز کر جائے۔ المسارعة فى الشئ جلدی سے کسی چیز کو کر گزرنا۔ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ سحت حرام کو کہتے ہیں۔ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ البتہ وہ بہت بری چیز ہے جو انہوں نے اختیار کی ہے۔

سب سے سخت آیت:

آیت ۶۳ : لَوْلَا یہ حرف تحضیض ہے بمعنی کیوں نہیں۔ يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ اس میں علماء کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ جبکہ پہلی آیت عام لوگوں کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ سخت آیت ہے اس لئے کہ نہی عن المنکر کے چھوڑنے والے کو منکرات کے مرتکب کے درجہ میں رکھ کر وعید سنائی گئی ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۚ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا

اور کہا یہودیوں نے کہ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے ، بند ہوئے ان کے ہاتھ، اور ان کے قول کی وجہ سے ان پر لعنت

قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ وَلَيَزِيْدَنَّ وقف لازم

کی گئی ، بلکہ اللہ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ خرچ فرماتا ہے جیسے چاہے، اور آپ کے رب کی طرف سے

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ وَاَلْقَيْنَا

جو آپ پر نازل کیا گیا، وہ ان میں سے بہت سوں کو سرکشی اور کفر کے زیادہ ہونے کا سبب بن جائے گا۔ اور ہم نے ڈال دی

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا

ان کے درمیان دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک ، انہوں نے جب بھی لڑائی کی آگ جلائی

لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللّٰهُ

اللہ نے اسے بجھا دیا۔ اور یہ لوگ فساد کے لیے دوڑتے ہیں، اور اللہ

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا

فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا، اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا

ان کے گناہوں کا کفارہ کر دیتے، اور ہم انہیں ضرور نعمتوں کے باغوں میں داخل کر دیتے، اور اگر وہ قائم کرتے

التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ

توریت کو اور انجیل کو اور اس کو جو کچھ نازل ہوا ہے ان پر ان کے رب کی طرف سے تو ضرور کھاتے اپنے اوپر

فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۚ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۚ وَكَثِيْرٌ

سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے ، ان میں ایک جماعت سیدھی راہ اختیار کرنے والی ہے اور ان میں بہت سے

مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۹ / ۱۴

ایسے لوگ ہیں جو برے کرتوت کرتے ہیں

بخیل کہہ کر اللہ کی توہین کا مرتکب یہودی:

آیت ۶۴ : وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ روایت میں ہے کہ یہودیوں نے آپ ﷺ کی توہین کی تو اللہ تعالیٰ نے جو ان پر وسعت کی تھی روک دی اور یہود سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اس پر فخاص یہودی نے کہا ید اللہ مغلولۃ کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ اس کی اس بات کو باقی یہود نے پسند کیا۔ اور اس کے ساتھ شرکت کی۔ غل الید و بسط الید یہ بخل و سخاوت سے مجاز ہیں جیسا دوسرے مقام پر فرمایا و لا تجعل یدك مغلولة الی عنقك و لا تبسطها كل البسط (الاسراء۔۲۹) ایسے سے متکلم کا مقصد ہاتھ کا ثابت کرنا نہیں ہوتا۔ اور نہ باندھا جانا اور کھلنا مقصود ہوتا ہے۔ بلکہ اس کو اس بادشاہ کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ جو اشارہ سے دیتا ہے اور روکتا ہے اور اگر کندھے تک ہاتھ کٹنے والا کثیر عطیہ دے تو کہتے ہیں ما ابسط یدہ بالنوال اس کا ہاتھ عطیہ میں کتنا کھلا ہے (حالانکہ اس کا ظاہری ہاتھ تو کٹا ہوا ہے) اور ایسے مقام پر بھی استعمال ہوا۔ جہاں ہاتھ درست نہیں۔ کہا جاتا ہے بسط الباس کفیه فی صدری کہ خوف نے میری دونوں ہتھیلیاں میرے سینے میں کھول دیں۔ جو کہ ایک معنوی چیز ہے۔ دو ہتھیلیاں ثابت کیں۔ جو شخص علم بیان سے واقف نہ ہو وہ اس جیسی آیات کی تاویل میں حیران رہ جاتا ہے۔ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ یہ ان کے متعلق بخل کی بددعا ہے اسی وجہ سے یہود مخلوق خدا میں سب سے زیادہ بخیل ہیں۔ یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ جہنم میں ان کو طوق پہنائے جائیں گے۔ پس گویا وہ ابھی سے بیڑیوں والے بن گئے۔

دونوں ہاتھ کا ذکر تردید بلیغ کیلئے:

سوال: ید اللہ مغلولۃ میں ایک ہاتھ کا ذکر کیا گیا تھا مگر بل یداہ مبسوطتان میں دو کا ذکر کیا گیا۔

جواب: تاکہ ان کے قول کی تردید انتہائی بلیغ انداز میں ہو جائے۔ اور جود و سخائے باری تعالیٰ میں زیادہ سے زیادہ دلالت کرے۔ اور اس کی ذات سے پورے طور پر بخل کی نفی ہو جائے پس سخی اپنی سخاوت میں دونوں ہاتھوں سے سخاوت کرتا ہے۔ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اس میں سخاوت کے وصف کی تاکید کی گئی۔ اور اس بات پر دلالت ہے کہ وہ جو بھی خرچ فرماتے ہیں وہ حکمت کا مقتضا ہے۔ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ هم سے مراد یہود ہیں۔ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا یعنی حسد کی وجہ سے جب قرآن نازل ہوتا ہے تو ان کا انکار شدت اختیار کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار ترقی کر لیتا ہے۔ اس آیت میں فعل کی اضافت سبب کی طرف کی گئی جیسا کہ اس آیت میں ہے فزادتهم رجسا الی رجسهم (التوبۃ۔۱۲۵)

یہود اسلام کو مٹانے کے لئے کوشاں ہیں:

وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ان کی بات ہمیشہ مختلف اور ان کے دل منتشر ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان اتفاق اور موافقت نہیں ہوتی۔ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ جب کبھی وہ کسی سے جنگ کا ارادہ کرتے ہیں تو مغلوب و مقہور کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مدد قائم نہیں ہوتی۔ جب اسلام آیا تو وہ اس

وقت مجوسیوں کی حکومت کے ماتحت تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب بھی وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرتے ہیں تو مغلوب ہو جاتے ہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ تم کسی شہر میں جس یہودی کو پاؤ گے وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل و خسیس ہوگا۔ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا وہ اسلام کو شکست دینے کے لئے کوشاں ہیں۔ اور آپ ﷺ کا تذکرہ اپنی کتابوں سے مٹانے کے لئے دن رات سرگرداں ہیں۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ اور اللہ تعالیٰ مفسدوں کو نہیں چاہتے۔

ایمان و تقویٰ سے سب گناہ دُھل سکتے ہیں:

آیت ۶۵: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا اگر اہل کتاب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔ اس کو مان لیں باوجود ان تمام برائیوں کے جو ہم نے شمار کی ہیں۔ وَاتَّقَوْا اور اپنے ایمان کو تقویٰ سے ملاتے لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ تو ان کی برائیوں پر مواخذہ نہ کرتے وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ اور ان کو نعمتوں والے باغات میں مسلمانوں کے ساتھ داخل کرتے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ اور اگر وہ تورات و انجیل کے احکام کو قائم کرتے اور ان کی حدود کی پابندی کرتے اور اس میں جو رسول اللہ ﷺ کی تعریف ہے اس کو تھامتے۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ اور تمام منزلہ کتب کو تھامتے کیونکہ ان کو ان تمام کتابوں پر ایمان لانے کا مکلف بنایا گیا تھا گویا وہ خود انہی کی طرف اتری تھیں۔ بعض نے کہا کہ ما انزل سے مراد قرآن پاک ہے لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ تو وہ پھل کھاتے اپنے سروں کے اوپر سے۔ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ کھیتیاں پاؤں کے نیچے سے۔ یہ دراصل وسعت کی دلیل ہے جیسے کہتے ہیں فلان فی النعمة مما فوقه الی قدمه یعنی وہ کشائش رزق و خوشحالی میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وسعت رزق کا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الاعراف: ۹۶) ایک اور آیت میں فرمایا: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ [الطلاق۔۲،۳] سورۂ نوح میں فرمایا: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا [نوح: ۱۰]۔ وما بعدها من الآیات سورۂ جن میں فرمایا: وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا (الجن: ۱۶) مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ۔ ان میں سے ایک میانہ رو جماعت ہے جو عداوت رسول اللہ ﷺ میں میانہ روی اختیار کرنے والی ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ مؤمن گروہ ہے جو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر مشتمل تھا۔ اور اڑتالیس ۴۸ عیسائی بھی ان کے ساتھ تھے۔ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ اس میں تعجب کا معنی ہے گویا اس طرح فرمایا۔ کہ ان کی اکثریت کا عمل کس قدر برا ہے دوسرا قول یہ بھی ہے کہ اس سے کعب بن اشرف اور اس کی پارٹی والے مراد ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا

اے رسول! آپ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا، اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا

بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى

تو آپ نے اللہ کا پیغام نہ پہنچایا، اور لوگوں سے اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا، بے شک اللہ کافر لوگوں کو

الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۞ ۶۷

راہ نہیں دکھائے گا۔''

بے خطر ہو کر اللہ کا پیغام پہنچائیں:

آیت ۶۷: يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ما انزل سے مراد وہ تمام جو آپ کی طرف اتارا گیا۔ اور جو آپ کی طرف اتاردی گئی ہے اس کو دوسری طرف پہنچانے میں کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ اور نہ کسی خطرہ کی ضرورت ہے۔ کہ آپ کو اس سلسلے میں تکلیف پہنچے گی۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ اگر وہ تمام آپ نے نہ پہنچایا جیسا میں نے آپ کو حکم دیا ہے۔ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ تو آپ نے اس وقت نہ پہنچایا اس چیز کو جس کا آپ کو ادائے رسالت کے سلسلے میں مکلف بنایا گیا اور آپ نے گویا اس میں سے کوئی چیز کبھی بھی ادا نہیں کی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا بعض حصہ ادائیگی میں دوسرے سے افضل واولیٰ نہیں (بلکہ سب یکساں ہیں) تو جب بعض کو ادا نہیں کیا تو گویا تمام کی ادائیگی میں غفلت برتی۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ جو آدمی اس کے بعض حصہ پر ایمان نہیں رکھتا ہے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو تمام پر ایمان نہیں رکھتا۔ کیونکہ تمام وحی ایک ہی حکم میں ہے۔ کیونکہ وہ ساری ایک خطاب میں داخل ہے۔ اور ایک چیز پہنچائی ہوئی نہ پہنچائی ہوئی نہیں بن سکتی اس پر ایمان والا بھی ہو اور ایمان نہ لانے والا بھی ہو۔

ملحدین کا قول:

یہ کلام بے فائدہ ہے۔ یہ کلام اس طرح ہے جیسے تم اپنے غلام کو کہو کل هذا الطعام فان لم تاکله فانك ما اكلتهٗ یہ کھانا کھاؤ اگر تو نے نہ کھایا تو گویا تو نے اس میں سے کچھ نہ کھایا۔

پیغام پہنچانے کا مطلب:

جواب : یہ مستقبل میں پیغام رسالت کے پہنچانے کا حکم ہے یعنی تم مستقبل میں اس چیز کو پہنچاؤ جو آپ کی طرف اتاری گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی طرف سے اگر آپ نے مستقبل میں نہ پہنچایا تو گویا آپ نے رسالت کو بالکل نہیں پہنچایا۔ دوسرا قول یہ ہے اگر تم نے نہ پہنچایا تو آپ اس شخص کی طرح ہیں جس نے بالکل نہ پہنچایا۔ تیسرا قول یہ ہے آپ اس پیغام کو پہنچائیں کسی کا خوف کئے بغیر۔ اگر آپ نے اس وصف کے ساتھ نہ پہنچایا تو گویا آپ نے رسالت کو بالکل نہیں پہنچایا۔ پھر آپ کو حوصلہ دلانے کے لئے فرمایا۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ قتل سے آپ کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ وہ اس پر قدرت نہ پائیں گے۔ اگرچہ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ

"آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر نہیں ہو یہاں تک کہ توریت کو اور انجیل کو

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ

ور اس چیز کو قائم کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی اور ضرور ضرور ان میں سے بہت سوں کی سرکشی کو اور

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۶۸

کفر کو وہ مضمون زیادہ کر دے گا جو آپ کی طرف نازل کیا گیا، سو آپ کافر قوم پر افسوس نہ کیجئے،

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہیں اور فرقہ صابئین اور نصاریٰ ان میں سے جو شخص

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ۝۶۹ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ

غمگین ہوں گے، بلاشبہ ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف ہم نے

رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا

رسول بھیجے جب بھی کوئی رسول ان کے پاس ایسا حکم لے کر آیا جو ان کی خواہشوں کے موافق نہیں تھا تو انہوں نے نبیوں کی ایک جماعت کو جھٹلا دیا

وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝۷۰ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ

اور ایک جماعت کو قتل کر دیا، اور انہوں نے گمان کیا کہ کچھ بھی فتنہ نہ ہو گا پھر وہ اندھے اور بہرے ہو گئے پھر

تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا

اللہ نے ان پر توجہ فرمائی پھر ان میں سے بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جن

يَعْمَلُوْنَ ۝۷۱

کو وہ کرتے ہیں۔"

آپ ﷺ کا چہرہ مبارک احد کے دن زخمی ہوا اور آپ کا نچلا سامنے والا دایاں دانت شہید ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیات ان تکالیف کے پہنچنے کے بعد اتریں۔ الناس سے مراد کفار ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ یعنی ان کے لئے ممکن نہ ہو سکے گا۔ جن کا وہ آپ کی ہلاکت کے سلسلے میں ارادہ باندھ رہے ہیں۔

یہود جب تک تورات پر نہ چلیں تو وہ کسی دین پر نہیں ہیں:

آیت ۶۸: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ تم کسی دین پر نہیں جو کسی شمار میں ہو۔ کہ اس کا نام چیز رکھا جا سکے۔ کیونکہ وہ باطل ہے (اس قابل نہیں کہ اس کو دین تو کجا شے کا نام بھی دے سکیں) حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وما انزل الیکم سے مراد قرآن ہے۔ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا اس میں قرآن کی طرف اضافت طغیان وکفر کے اضافے کی بطور سببیت کے ہے (کیونکہ وہ قرآن سن کر کفر وسرکشی میں پختہ ہوتے ہیں تو گویا بڑھانے کا سبب ہے) فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ پس آپ ان پر افسوس نہ کریں۔ اس کا نقصان ان کی طرف لوٹے گا آپ کی طرف نہیں۔

آیت ۶۹: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بیشک جو لوگ ایمان لائے اپنی زبانوں سے حالانکہ وہ منافق ہیں۔ اور اس زبانی ایمان پر دوسری آیت ولالت کر رہی ہے۔ ولا یحزنك الذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا اٰمنا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم۔ وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى اور وہ لوگ جو یہودی اور صابی اور نصاریٰ ہوئے۔ سیبویہ کہتے ہیں کہ الصابئون کا رفع ابتداء کی وجہ سے ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ اور مقصد اس سے یہ ہے ان اور جو اس کے متعلق اسم وخبر ہے اس سے یہ مؤخر ہے گویا عبارت اس طرح ہے ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاری مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ والصابئون كذلك۔ مطلب یہ ہے کہ من اٰمن باللّٰہ والیوم الاخر فلا خوف علیھم کو مقدم کیا اور الصابئون کی خبر حذف کر دی۔ جیسا کہ اس شعر میں فمن یك امسٰی بالمدینۃ رحلہ۔ فانی و قیارٌ بھا لغریبٌ مطلب یہ ہے فانی غریبٌ و قیارٌ كذالك غریبٌ۔ لغریبٌ کی لام دلالت کرتی ہے کہ یہ انَّ کی خبر ہے۔ ان اور اس کے اسم کے محل پر عطف کی وجہ سے مرفوع نہیں ہو سکتا۔ تم اس طرح نہیں کہہ سکتے۔ ان زیدًا و عمروا منطلقان البتہ یہ بلاشبہ جائز ہے ان زیدًا منطلق و عمرو۔

پس والصابئون اپنی محذوف خبر کے ساتھ جملہ معطوفہ ہے۔ جملہ ان الذین اٰمنوا الخ۔ اور اس کا کوئی محل اعراب نہیں ہے۔ جیسا کہ اس جملے کا کوئی محل اعراب نہیں جس پر اس کا عطف ہے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: یہ ہے کہ اس کو مقدم کیوں کیا؟

جواب: یہ ہے کہ اس بات پر متنبہ کرنا مقصود ہے۔ کہ صابئ لوگوں کی توبہ قبول کر لی جائے گی اگر وہ صحیح طریقہ سے ایمان لے آئیں۔ حالانکہ وہ ان تمام سے بڑھ کر گمراہ ہیں تو پھر ان کے علاوہ کی توبہ کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے؟ مَنْ اٰمَنَ یہ مبتداء کی

وجہ سے مرفوع ہے۔ اور اس کی خبر فلا خوف علیھم ہے۔ اور خبر پر فا اس لئے لائی گئی کیونکہ مبتداء میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ پھر یہ مکمل جملہ جس طرح اِنَّ کی خبر ہے اور ضمیر جو اِنَّ کے اسم کی طرف لوٹتی ہے وہ محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح من اٰمن منھم۔

آیت ۷۰: لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ ہم نے بنی اسرائیل سے توحید کا وعدہ لیا۔ وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمْ رُسُلًا ان کی طرف رسول بھیجے تاکہ وہ ان کو ان چیزوں پر جو انہوں نے کرنی ہیں اور جو چھوڑنی ہیں ان کو واقف کرا سکیں۔ کُلَّمَا جَآءَ ھُمْ رَسُوْلٌ یہ جملہ شرطیہ ہے اور رسلا کی صفت کے طور پر لائے اور ضمیر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے رسول منھم۔ رسول ان میں سے بِمَا لَا تَھْوٰٓی اَنْفُسُھُمْ جو کام ان کی خواہشات کے مخالف تھا اور شہوات سے متضاد تھا۔ جیسے سخت تکالیف اور شرائع پر عمل۔ جواب شرط محذوف ہے جس پر فَرِیْقًا کَذَّبُوْا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ دلالت کر رہا ہے گویا اس طرح کہا گیا کلما جاء ھم رسول منھم ناصبوہ کہ جب بھی کوئی رسول ان کے پاس ان میں سے آیا تو انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ فَرِیْقًا کَذَّبُوْا۔

ایک سوال کا جواب:

نَحْو : یہ جملہ مستانفہ ہے جو قائل کے قول کا جواب ہے کہ انہوں نے اپنے رسولوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو جواب دیا وہ قتل کرتے رہے۔ ماضی کی حالت کو مضارع سے تعبیر کیا۔ ان کے قتل کی شناعت کو بیان کرنے کے لئے۔ اور اس بات پر خبردار کرنے کے لئے کہ قتل ان کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ فریقًا اور و فریقًا دونوں منصوب ہیں۔ اس لئے کہ یہ کذبوا کے مفعول ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ تکذیب یہود و نصاریٰ میں مشترک پائی جاتی تھی۔ مگر قتل والا فعل یہود کے ساتھ خاص تھا۔ انہوں نے حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کو قتل کیا۔

بنی اسرائیل کا شدید اندھا پن کہ قتل انبیاء جیسے جرم پر عذاب نہ ہونے کا یقین کرلیا:

آیت ۷۱: وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَکُوْنَ۔ قراءت: حمزہ اور علی اور ابوعمرو نے کہا ہے کہ یہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہے اس کی اصل انہ لا تکون ہے پس اَنَّ کو اَنْ تخفیف سے بدل دیا۔ اور ضمیر شان کو حذف کر دیا حسبان کو بمنزلہ علم کے رکھا گیا۔ کیونکہ وہ گمان ان کے دلوں میں نہایت پختہ تھا۔ اس وجہ سے حسبان کے فعل کو اَن جو تحقیق کے لئے آتا ہے اس پر داخل کیا گیا۔ فِتْنَۃٌ بلاء و عذاب مطلب یہ ہے کہ بنو اسرائیل نے گمان کیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قتل انبیاء پر کوئی عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح تکذیب رسل پر ان کو سزا نہ ملے گی۔ اور اَنّ اور اَن کے صلہ کو جو کہ مسند اور مسند الیہ ہے حسب کے دو مفعولوں کی جگہ رکھ دیا۔ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔ پس انہوں نے جو دیکھا اس پر عمل نہ کیا۔ اور جو سنا اس پر نہ چلے دوسرا قول یہ ہے وہ سیدھے راستے سے اندھے ہو گئے اور وعظ و نصیحت سے بہرے ہو گئے۔ ثُمَّ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ پھر اللہ نے ان کو توبہ کی توفیق دی۔ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا کَثِیْرٌ مِّنْھُمْ مگر پھر وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔ اکثر ان میں سے۔ نَحْو : یہ ضمیر سے بدل ہے یعنی واؤ سے اور یہ بدل البعض ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یعنی اولئک کثیر منھم ایسے ان میں بہت ہیں۔ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ اللہ تعالیٰ کو ان کے اعمال معلوم ہیں۔ پس وہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ

"بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے یوں کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے حالانکہ مسیح نے فرمایا ہے

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

کہ اے بنی اسرائیل! تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے، بلاشبہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے

فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾

تو اس میں شک نہیں کہ اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں،

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ

بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین معبودوں میں سے ایک معبود ہے حالانکہ ایک معبود کے علاوہ کوئی

وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ

وقف لازم

معبود نہیں۔ اور اگر اس بات سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ضرور ضرور ان لوگوں کو جو ان میں کفر ہی پر جمے رہیں دردناک

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾

عذاب پہنچ جائے گا، کیا وہ اللہ کے حضور میں توبہ نہیں کرتے اور اس سے مغفرت نہیں چاہتے، اور اللہ غفور ہے

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اوران کے مربوب ہونے میں فرق نہیں کیا:

آیت ۷۲: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ حضرت عیسیٰ نے اپنے اوران کے درمیان اس بات میں کوئی فرق نہیں کیا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مربوب بندے ہیں تاکہ یہ نصاریٰ کے خلاف دلیل بن جائے۔ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ بیشک جو شخص اس کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کرے گا۔ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔ کیونکہ وہ موحدین کا گھر ہے۔ یعنی اس میں ان کا داخلہ حرام ہے اور اس سے ان کو روک دیا۔ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ ظالم سے کافر مراد ہیں۔ مِنْ اَنْصَارٍ کوئی مددگار نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے (یعنی ادخال الٰہی) یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا حصہ ہے۔

الوہیت عیسیٰ کا عقیدہ بہر حال کفر ہے:

آیت ۷۳: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ تینوں الٰہوں میں تیسرا ہے۔

اشکال کا جواب:

ایک اشکال: اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں فرمایا: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط (المائدہ:۱۷) اور دوسری آیت میں لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ دونوں آیتوں کا مفہوم مختلف معلوم ہوتا ہے۔ جواب: بعض نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح بعینہٖ اللہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات کسی شخص پر تجلی ڈالتے ہیں۔ پس وہ اس وقت عیسیٰ کی صورت میں روشن ہوتا ہے۔ اسی لئے تو عیسیٰ کی شخصیت سے ایسے افعال ہوتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا اور دوسرا گروہ نصاریٰ اس طرف گیا کہ الٰہ تین ہیں۔ اللہ، مریم، اور مسیح۔ اور یہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے مریم سے (معاذ اللہ) وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ میں مِن استغراق کے لئے ہے۔ کہ کوئی کبھی بھی وجود میں نہیں آیا مگر وہ الٰہ جو وحدانیت سے موصوف ہے۔ اور اس کا کوئی ثانی نہیں۔ اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور اس ارشاد میں۔ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ میں اس کی وضاحت کے لئے ہے جو فاجتنبوا الرجس من الاوثان (حج آیت ۳۰) میں ہے یہاں لیمسنهم نہیں فرمایا۔ بلکہ مضمر کی بجائے ظاہر کو لا کر ان کے متعلق کفر کی گواہی کو مزید پختہ کر دیا۔ یامن تبعیض کے لئے ہے یعنی ضرور ان لوگوں کو عذاب چھوئے گا۔ جو ان میں سے کفر پر باقی رہیں گے۔ کیونکہ بہت سے ان میں سے نصرانیت سے تائب ہو گئے۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان کے لئے عذاب کی شدید قسم ہوگی۔

وقف لازم

اصرار کفر پر تعجب:

آیت ۷۴: اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وہ کیوں توبہ نہیں کرتے اس کے بعد کہ ان کے متعلق کفر پر دوہری گواہی مل چکی۔ درحقیقت یہ سخت وعید ہے۔ ان کی اس حالت پر جس پر وہ تھے۔ اور اس میں ان کے اپنے کفر پر اصرار کرنے پر تعجب کیا گیا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توبہ کرنے پر بخش دیں گے۔ اور دوسروں کو بھی۔

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

رحیم ہے، نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، ان سے پہلے رسول

الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ ؕ كَانَا یَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُبَیِّنُ

گزر چکے ہیں اور ان کی ماں سچی ہے، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھ لیجئے! ہم کیسے ان کے لیے دلائل

لَهُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝۷۵ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھئے کہ وہ لوگ کہاں الٹے جا رہے ہیں، آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی

مَا لَا یَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۷۶

عبادت کرتے ہو جو تمہارے ضرر اور نفع کا اختیار نہیں رکھتے، اور اللہ سننے والا، اور جاننے والا ہے،

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق کا غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی

اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ

خواہشات کا اتباع نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور سیدھے راستے سے

ع ۱۱/۱۴ السَّبِیْلِ ۝۷۷

بہک گئے۔"

آیت ۷۵: مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ اس میں مسیح علیہ السلام سے الوہیت کی نفی ہے۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ان سے پہلے رسول گزرے۔ یہ رسول کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ نہیں ہیں مگر ایک رسول ان رسولوں کی جنس سے جو اس سے پہلے ہو گزرے۔ اور باقی رہا ان کا اندھے اور ابرص کو درست کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا۔ وہ خود ان کی اپنی جانب سے نہ تھا۔

مسیح رسول ہیں ان کے معجزات اللہ جل شانہ کی طرف سے ہیں:

کیونکہ وہ خود معبود نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر اندھوں کوڑھیوں کو درست کیا اور مُردوں کو زندہ کیا۔ جیسا کہ لاٹھی کو زندہ کر کے موسیٰ کے ہاتھ پر دوڑتا ہوا سانپ بنا دیا گیا۔ اور بغیر باپ کے ان کی پیدائش وہ آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔ جن کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا گیا۔ وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ یعنی ان کی ماں ایک عورت ہی تھی۔ جو دوسری عورتوں کی طرح انبیاء کی تصدیق کرنے والی

اور ان پر ایمان لانے والی تھی۔

صدیقہ کی وجہ

ان کو صدیقہ اس لئے فرمایا کیونکہ دوسرے مقام پر فرمایا۔و صدقت بکلمات ربها و کتبه (التحریم۔آیت۱۲) پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے اس (معبودیت والی) بات سے دور قرار دیتے ہوئے فرمایا:

بطلان الوہیت مسیح کی عام عقلی دلیل:

كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ کہ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔کیونکہ جو کھانے سے غذا کا محتاج ہے اور پھر جو کھانے کے بعد ہضم اور ان کا فضلہ بنا کر پھینکنا وہ اس جسم کا کام ہے جو گوشت اور ہڈیوں اور اعصاب و عروق وغیر ذلک سب چیزوں پر مشتمل ہے۔ جو اس بات پر کھلی دلالت ہے کہ وہ بنائے گئے اور مختلف چیزوں کا مجموعہ ہیں۔جیسا کہ دوسرے اجسام۔اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ غور تو فرمائیں کہ ہم کس طرح کھول کر آیات بیان کر رہے ہیں۔یعنی ان کے قول کے باطل ہونے پر ظاہر دلائل دے رہے ہیں۔ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ پھر دیکھو اس حق کے سننے سے کس طرح پھرتے ہیں۔اور اس پر غور سے کس طرح ہٹتے ہیں۔اس میں ان پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔کہ وہ رب اور مربوب کے درمیان فرق کرنے سے بھی گئے گزرے ہیں۔

ذرہ بھر نفع ونقصان پر قدرت نہ رکھنے والا قادرِ مطلق کیسے بن گیا:

آیت ۷۶: قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۔ (کیا تم اللہ کے سواء ان چیزوں کو پوجتے ہو جو ذرہ بھر نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے) من دون اللّٰہ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔مطلب یہ ہے کہ ایسی چیزیں جو تمہیں نقصان پہنچانے کی طاقت نہ رکھتی ہوں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ بلاء و مصائب تمہارے انفس و اموال میں اتارتے ہیں۔اور نہ ہی وہ چیزیں جو تمہیں نفع دے سکیں۔جیسے اللہ تعالیٰ بدن میں صحت اور وسعت رزق اور خوشحالی عنایت فرماتے ہیں۔اور اس لیے بھی کہ انسان جس نفع و نقصان کی طاقت رکھتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے گویا کہ انسان کو اس پر بھی ذرہ بھر اختیار نہیں۔اور یہ قطعی دلیل ہے کہ ان کا معاملہ ربوبیت کے منافی ہے۔اس لئے کہ ان کو اس طرح قرار دیا۔کہ وہ ذرہ بھر نفع و نقصان کی طاقت نہیں رکھتے۔اور ربوبیت کی صفت تو یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔کوئی مقدور اس کی قدرت سے نکل نہیں سکتا۔وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ یہ اتعبدون سے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے ہو۔اور

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ

بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر تھے وہ ملعون ہوئے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ

کی زبان پر، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ زیادتی کرتے تھے، یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو برے کام سے

عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ

نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا، واقعۃً برے تھے وہ افعال جو وہ کرتے تھے، تو ان میں سے بہت سوں کو دیکھے گا

يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ

کہ ان لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا، واقعۃً برے ہیں وہ افعال جو ان کی جانوں نے آگے بھیجے یہ کہ اللہ

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ

ان پر ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں، اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ پر اور نبی پر

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

اور اس پر جو اتارا گیا ہے نبی کی طرف تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن بہت سے لوگ ان میں سے فرمانبرداری سے خارج ہیں۔

اس سے ڈرتے نہیں ہو۔ حالانکہ وہ تمہاری تمام باتوں کو سننے والا اور تمہارے تمام اعتقادات کا علم رکھنے والا ہے۔

اہل کتاب کو غلو کی ممانعت:

آیت ۷۷: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ۔ (اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو) غلو حد سے تجاوز کو کہتے ہیں۔ نصاریٰ کا غلو یہ تھا کہ ان کو ان کے مرتبے سے اٹھا کر الوہیت کے تخت پر بٹھا دیا تھا۔ اور یہود کا غلو یہ تھا کہ ان کو استحقاق نبوت سے ہی گرا دیا۔ غَيْرَ الْحَقِّ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے غلوًا غیر الحق یعنی باطل غلو۔ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ یعنی تمہارے وہ اسلاف اور وہ مقتداء جو بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گمراہی پر تھے۔ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا ان کو جو ان کا ساتھ دینے والے تھے۔ وَّضَلُّوْا گمراہ ہوئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ جبکہ انہوں نے حضور علیہ السلام کو جھٹلا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغاوت پر اتر آئے۔

بنی اسرائیل کا مستحق لعنت ٹھہرنا:

آیت ۷۸: لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ کہا جاتا ہے کہ جب ایلہ کے لوگوں نے ہفتہ کے سلسلہ میں حد سے تجاوز کیا۔تو داؤد علیہ السلام نے فرمایا: اللھم العنھم و اجعلھم ایۃً اے اللہ تو ان پر لعنت کر اور ان کو عبرت کا نشان بنا دے۔اس پر ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا۔اور جب عیسیٰ کے ساتھیوں نے مائدہ کے بعد کفر اختیار کیا تو عیسیٰ نے ان الفاظ میں دعا کی اللھم عذب من کفر بعد ما اکل من المائدۃ عذاباً لم تعذبہ احدًا من العالمین۔ والعنھم کما لعنت اصحٰب السبت۔اے اللہ ان کو عذاب دے جنہوں نے مائدہ کو کھانے کے بعد کفر کیا ہے ایسا عذاب جو جہان میں کسی کو نہیں دیا گیا۔اور ان پر ایسی لعنت کر جس طرح ہفتہ والوں پر لعنت کی۔پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خنزیر بنا دیا۔ان کی تعداد پانچ ہزار مرد تھی۔ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ لعنت کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی۔اور وہ اس میں حد سے گزرنے والے تھے۔

منکر پر ترکِ ممانعت اعتداء ہے:

آیت ۷۹: پھر ان کی معصیت اور اعتداء کی وضاحت کی۔كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ (کہ وہ ایک دوسرے کو روکتے نہ تھے)۔عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ (اس برائی سے جو وہ کرتے تھے)۔آیت میں منکر کی صفت فعلوہ سے کی ہے۔حالانکہ فعل کے بعد تو نہی نہیں ہوتی۔مطلب یہ ہے کہ اس برائی کے بار بار کرنے سے وہ باز نہیں رہتے تھے۔جس کو ایک دفعہ کر لیتے یا اس برائی کی مثل وہ دوسرے کام کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔جس برائی کو اختیار کرتے یا جس منکر کے کرنے کا ارادہ کرتے اس کے کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔یا مراد یہ ہے اس منکر سے نہ رکتے تھے جس کو کر لیتے بلکہ ایسی برائی پر اصرار کرتے۔کہا جاتا ہے فلان تناھی من الامر و انتھی عنہ جبکہ وہ اس سے باز آ جائے اور اس کو چھوڑ دے۔پھر ان کی بداعمالیوں سے تعجب کیا اور اس کو قسم سے مؤکد کر دیا یہ فرما کر لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ کہ وہ البتہ بہت برے کام کرتے تھے۔مَسْئَلَۃٌ: اس میں دلیل ہے کہ منکر پر ممانعت کو چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔افسوس اس وقت کے مسلمانوں پر جنہوں نے اس بات کو بالکل چھوڑ دیا۔

کفار کی دوستی غضبِ الٰہی کا سبب ہے:

آیت ۸۰: تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔(ان میں اکثریت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی اختیار کرنے والے ہیں) مراد منافقین اہل کتاب ہیں جو کہ مشرکین سے دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ۔(بہت بری ہے وہ چیز جس کو انہوں نے اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجا ہے اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہو گئے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

''تو اہل ایمان کے لیے سب سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکین کو پائے گا،

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى

اور ضرور بالضرور اہل ایمان سے محبت میں سب سے زیادہ قریب تر تو ان لوگوں کو پائے گا جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں،

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

یہ اس وجہ سے کہ ان میں علماء ہیں اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔''

یعنی وہ چیز اللہ تعالیٰ کے غصے کا سبب بنی۔) وَفِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

موالاتِ مشرکین علامتِ نفاق ہے:

آیت ۸۱: وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ یعنی خالص ایمان جو نفاق کی ملاوٹ سے پاک ہوتا ہے۔ وَالنَّبِيِّ سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ یعنی قرآن مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وہ کافروں کو دوست نہ بنائے۔ یعنی مشرکین کی موالات ان کے نفاق پر دلالت کرتی ہے۔ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ جو کہ اپنے کفر و نفاق پر ہمیشگی اختیار کرنے والے ہیں۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ یہود ایمان لاتے اور موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر یقین رکھتے ہوتے تو مشرکین کو دوست نہ بناتے۔ جیسا کہ مسلمان ان سے موالات کرنے والے نہیں ہیں۔ لیکن اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔ اپنے دین سے نکلنے والے ہیں۔ ان کا بالکل کوئی دین ہی نہیں۔

علماء ورہبان کا وجود عداوت میں کمی کا باعث ہے:

آیت ۸۲ : لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ۔ (تم ضرور یہود کو ایمان والوں کی دشمنی میں سخت تر پاؤ گے)۔

نحو : الیهود یہ تجدن کا مفعول ثانی ہے۔ اور عداوۃً یہ تمیز ہے۔ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا یہ یہود پر عطف کیا گیا ہے۔ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى لام عداوت ومودت کے متعلق ہے۔ اس میں یہود کی سخت دشمنی کو بیان کیا گیا اور نصاریٰ کی نرمی کو ذکر کیا گیا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی میں یہود کو مشرکین کا ساتھی قرار دیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر متنبہ کر دیا کہ ان کا قدم مشرکین سے بھی آگے ہے۔ اس لیے مشرکین سے ان کو مقدم ذکر کیا گیا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ

مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا۔ قسیسین سے مراد علماء اور رہبان سے مراد عباد ہیں۔ وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ نصاریٰ کے نرمی والے پہلو کی علت بیان فرمائی۔ اور مسلمانوں کے ساتھ قریبی موافقت کی وجہ بتلائی کہ ان میں علماء اور عباد ہیں ان میں عاجزی ہے اور یہود اس کا الٹ ہیں۔

مسئلہ: اس میں دلیل ہے کہ علم انتہائی مفید چیز ہے۔ جو خیر کی طرف راہنما ہے۔ اگر چہ وہ علم علمائے نصاریٰ کا ہی ہو اور اسی طرح آخرت کا علم اگر چہ وہ کسی راہب میں ہو۔ اور تکبر سے برأت کا ذریعہ ہے خواہ وہ کسی نصرانی میں ہو۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ

''اور جب انہوں نے اس چیز کو سنا جو نازل کی گئی رسول کی طرف تو تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے

الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ

بہہ رہی ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا' وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے

الشّٰهِدِيْنَ (۸۳) وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ

جو تصدیق کرنے والے ہیں' اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر اور حق پر ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آگیا اور ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں

اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ (۸۴) فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا

کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل فرمائے گا سو اللہ نے ان کے قول کی وجہ سے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ

ایسے باغ ثواب میں دیدیئے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے' اور یہ اچھے کام

الْمُحْسِنِيْنَ (۸۵) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

کرنے والوں کا بدلہ ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ

ع ۱۱ ۹ ۱ الْجَحِيْمِ (۸۶)

والے ہیں۔''

رقتِ قلب میں حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ اور وفدِ نجاشی کی تعریف:

آیت ۸۳: وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ اس میں رقت قلب سے نصاریٰ کی تعریف کی۔ اور یہ بیان کیا کہ وہ قرآن سن کر روتے ہیں۔ جیسا کہ مروی ہے کہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کہا۔ جب اس کی مجلس میں مہاجرین اور مشرکین جمع ہوئے اور مسلمان قرآن پڑھتے تھے۔ کہ تمہاری کتاب میں مریم علیہا السلام کا تذکرہ ہے۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں ایک سورت ایسی ہے جس کا نام ان کے نام پر ہے۔ چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم ذلك عيسى بن مريم آیت ۳۴۔ تک اور سورۂ طٰہٰ وهل اتاك حديث موسٰى آیت ۹۔ تک پڑھ کر سنائی۔ تو نجاشی رو پڑا۔ اسی طرح اس کے ان لوگوں کو پیش آیا جو وفد کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ ان کی تعداد ستر افراد پر مشتمل تھی۔ جب ان پر سورۂ یٰسین پڑھی گئی تو وہ رو پڑے تفیض من الدمع ان کی آنکھیں آنسوؤں سے پر ہیں

یہاں تک کہ بہہ پڑیں۔ کیونکہ برتن کا بہنا اس کے بھر جانے کے بعد ہوتا ہے یا دوسرا معنی یہ تا کہ اس کے جوانب میں جو کچھ ہے اس کا علم ہو جائے۔ پس بہہ جانا جو بھرنے کے بعد ہوتا ہے بہہ جانے کے قائم مقام رکھا۔ یا ان کے رونے کے وصف میں مبالغہ مقصود ہے۔ پس ان کی آنکھوں کو اس طرح قرار دیا گویا بذات خود بہہ رہی ہیں یعنی رونے کی وجہ سے بہہ رہی ہیں۔ مما عرفوا میں من ابتدائے غایت کیلئے ہے۔ کہ یہ آنسو بہانا ابتداءً ہے۔ اور حق کی پہچان کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اسی کی وجہ سے ہے۔ اور من الحق میں من۔ ما عرفوا کے موصول ہونے کی وضاحت کے لئے ہے۔ یا یہ بھی تبعیضیہ ہے اس طرح کہ انہوں نے حق کو پہچانا۔ جس نے ان کو رلا دیا۔ پس ان کا کیا حال ہوتا اگر وہ حق کو مکمل پہچان لیتے۔ اور قرآن مجید پڑھتے اور سنت کی پیروی کرتے۔ یَقُوْلُوْنَ یہ عرفوا کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا اے ہمارے رب ہم محمد ﷺ پر ایمان لائے۔ مراد اس سے اقرار ایمان اور اس میں داخل ہونا ہے۔ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ شاھدین سے مراد امت محمد ﷺ ہیں جو کہ تمام امتوں پر قیامت کے دن گواہ ہونگے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے لتكونوا شهداء على الناس (البقرہ۔ آیت ۱۴۳) انہوں نے یہ بات اس لئے کہی کیونکہ انجیل میں انہوں نے اس امت کا تذکرہ اس طرح پایا۔

اللہ کے انعام کی طمع موجباتِ ایمان سے ہے:

آیت ۸۴: وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ ایمان نہ لانے پر انکار اور استبعاد کا اظہار ہے۔ کہ آخر ہم ایمان قبول کیوں نہ کریں جبکہ موجباتِ ایمان موجود ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعام کی طمع ہے جو نیک لوگوں کی صحبت سے ان کو میسر آئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ اپنے علاقے میں لوٹ کر گئے تو ان کی قوم نے ان کو ملامت کی تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ و مالنا الآیہ یہ مبتداء اور خبر ہے اور لا نومن اس کا حال ہے یعنی غیر مؤمنین جیسے کہتے ہیں مالك قائما تو کیوں کھڑا ہے۔ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ اس سبب سے کہ ہمارے پاس حق آ چکا۔ یعنی محمد ﷺ اور قرآن کی صورت میں۔ وَنَطْمَعُ یہ نومن کی ضمیر سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی و نحن نطمع حالانکہ ہم طمع رکھتے ہیں۔ کہ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا کہ ہمارا رب ہمیں جنت میں داخل کر دے۔ مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ انبیاء اور مؤمنوں کے ساتھ۔

آیت ۸۵: فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا قول سے ربنا امنا مراد ہے اور اس کی تصدیق جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ہے۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ اقرار ایمان میں داخل ہے جیسا کہ فقہاء کا مذہب ہے۔

فرقہ کرامیہ کے قول کی تردید:

کرامیہ کہتا ہے کہ ایمان صرف قول کا نام ہے۔ اور دلیل میں بما قالوا کو پیش کیا۔ مگر آنسو بہانے سے جو ایمان کی تعریف کی گئی پہلے اور سیاق میں احسان کے ساتھ وہ ان کے قول کی تردید کر رہی ہے۔ غور تو کرو۔ فقط قول ایمان کیسے بن سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا و من الناس من یقول امنا باللہ و بالیوم الاخر و ماھم بمؤمنین (البقرہ۔ ۸) منافقین سے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ

''اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام مت قرار دو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں' اور حد سے آگے نہ بڑھو'

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪

بے شک اللہ حد سے بڑھ جانے والے کو پسند نہیں فرماتا اور کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تم کو حلال پاکیزہ رزق عطا فرمایا

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾

اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔''

ایمان کی نفی کی گئی حالانکہ ان کا قول 'اٰمنّا' تو موجود تھا۔اس کی وجہ یہی ہے کہ تصدیق قلبی نہ تھی۔

اہل معرفت کی علامات:

اہل معرفت نے فرمایا کہ عارف میں تین باتیں پائی جانی چاہئیں نمبرا۔سختی پر رونا۔نمبر۲۔عطاء پر دعا کرنا۔نمبر۳۔قضاء پر راضی ہونا۔جو معرفت کا مدعی ہو اس میں یہ تین باتیں نہ پائی جائیں تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

تردیدِ حق کا اثر:

آیت ۸۶: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ یہ دشمن کے حق میں تردید حق کا اثر ذکر فرمایا۔

شانِ نزول: پہلی آیت میں اولیائے برحق کے قبول کرنے کا اثر مذکور تھا۔یہ صحابہ کرامؓ کی اس جماعت کے سلسلہ میں اتری جنہوں نے حلف اٹھایا کہ وہ رہبانیت اختیار کرلیں اور ٹاٹ پہنیں اور ساری رات قیام کریں اور تمام دن روزے رکھیں اور زمین میں سیاحت کریں اور اپنے مذاکیر کو کاٹ ڈالیں اور گوشت و چربی کو ترک کر دیں اور عورتوں سے قربت ترک کر دیں اور خوشبو نہ لگائیں تو یہ آیت اتری۔

حلال سے حرام جیسا سلوک مت کرو:

آیت ۸۷: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ۔اَحَلَّ سے مراد جو پسندیدہ اور لذیذ حلال میں سے بنایا گیا ہو۔اور لا تحرموا کا مطلب یہ ہے کہ ان سے اسی طرح نفع نہ اٹھاؤ جیسے حرام سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔یا یہ مت کہو کہ ہم نے ان کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔زہد کے طور پر اس کے ترک پر پختہ عزم میں مبالغہ اختیار کرتے ہوئے اور بہت بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے۔روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مرغی کا گوشت اور فالودہ استعمال فرماتے۔اور آپ کو حلوہ اور شہد بہت پسند تھے۔اور آپ کا ارشاد ہے کہ مؤمن خود میٹھا ہے حلوہ کو پسند کرتا ہے (یہ فردوس دیلمی کی روایت ہے) حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک کھانے میں بلایا گیا جبکہ میرے ساتھ فرقد تھی اور اس کے ساتھی بھی تھے۔وہ دسترخوان کے گرداگرد بیٹھ گئے۔دسترخوان پر مرغ مسلّم' فالودہ وغیرہ تھا۔فرقد ایک طرف ہو گیا۔حضرت حسن رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ اے فرقد کیا تو روزہ دار ہے اس کے

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ

"اللہ ایسی قسموں پر تمہارا مؤاخذہ نہیں فرماتا جو لغو ہوں' لیکن وہ ایسی قسموں پر مؤاخذہ فرماتا ہے جن کو تم

الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ

باندھ دو' سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے جو اس کھانے کا درمیانہ ہو جو تم اپنے گھر والوں کو

اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ

کھلاتے ہو' یا ان کو کپڑا پہنا دینا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ سو جو شخص نہ پائے تو تین دن کے روزے

اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ

ہیں' یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھاؤ، اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔"

ساتھیوں نے کہا نہیں لیکن وہ ان رنگا رنگ کھانوں کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے فرقد کیا شہد کی مکھی کا لعاب گندم کے لباب کے ساتھ خالص گھی میں بنایا گیا ہو کیا اس کو کوئی مسلمان عیب لگا سکتا ہے؟ انہیں سے روایت ہے کہ ان کو بتلایا گیا کہ فلاں شخص فالودہ نہیں کھاتا۔ اور کہتا اس طرح ہے کہ میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ تو آپ نے فرمایا عجیب بات ہے کیا وہ ٹھنڈا پانی پیتا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں فرمایا پھر وہ جاہل ہے اللہ تعالیٰ کا انعام ٹھنڈے پانی میں فالودہ سے بڑھ کر ہے۔ وَلَا تَعْتَدُوْا (تم حد سے تجاوز نہ کرو) جو تمہارے لیے حلال وحرام مقرر کر دی گئی ہیں یا جو چیزیں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں ان کو چھوڑ کر حرام کی طرف تعدی نہ کرو یا طیبات کے کھانے میں اسراف نہ کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند نہیں جو اس کی حدود میں تعدی کرنے والے ہیں)۔

حلال کا استعمال تقویٰ ہے:

آیت ۸۸: وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا یہ مما رزقکم اللّٰہ سے حال ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا اس کو لازم پکڑنے کی تاکید ہے۔ اور اس میں مزید تاکید اپنے ارشاد الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ سے کر دی کیونکہ ایمان باللہ تقویٰ کو لازم کرنا ان تمام کاموں میں جن کا اللہ نے حکم دیا۔ اور جن کی ممانعت فرمائی۔

یمین لغو کی تعریف اور اس پر عدم مواخذہ:

آیت ۸۹: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ۔ (اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر مؤاخذہ نہیں فرماتا) یمین لغو وہ ہے جو

ساقط الاعتبار ہو۔ اس پر کوئی حکم نہ لگے۔ وہ اس طرح ہے کہ کسی چیز پر حلف اٹھائے۔ یہ خیال کر کے کہ وہ اس طرح ہے حالانکہ وہ اس کے گمان کے مطابق نہ تھی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے طیبات کو اپنے اوپر حرام کرنے کی قسم اس بنا پر اٹھائی تھی کہ یہ عبادت ہے جب وہ آیت اتری تو انہوں نے کہا کہ ہماری قسموں کا کیا بنے گا؟ تو یہ آیت اتری۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یمین لغو وہ ہے جو زبان پر بلا قصد جاری ہو۔ وَلٰكِنۡ يُّؤَاخِذُكُمۡ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الۡاَيۡمَانَ جو تم نے پکی قسمیں اٹھائی تھیں تعقید توثیق کو ہی کہا جاتا ہے۔

قراءت ونحو:

عقدتم۔ حفص نے عاصم سے تشدید کے ساتھ اور حمزہ' کسائی' عاصم بروایت شعبہ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ العقد موافقت پر پختہ ارادہ کرنا۔ اور اس کا ماضی میں تصور نہیں ہو سکتا۔ یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دل سے ارادہ کرنا۔ اور یمین غموس مقصودہ (قصد کی ہوئی) پس وہ منعقد ہو جائے گی۔ پس اس میں کفارہ مشروع ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم قسم توڑ دو تو اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ نہ کریں گے تمہارے عقد باندھنے کے سبب پس وقت مواخذہ کو حذف کر دیا کیونکہ وہ ان کے ہاں جانا پہچانا تھا یا تمہارے عقد کو توڑ دینے کے سبب سے گویا اس صورت میں مضاف محذوف ہے۔

قسم توڑنے کا کفارہ:

فَكَفَّارَتُهٗۤ پس اس کے توڑنے کا کفارہ یا قسم باندھنے کا کفارہ ہے۔ کفارہ یہ ایسا ایک مرتبہ کا کام جس کی حالت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غلطی کو مٹا دے۔ یعنی چھپا دے۔ اِطۡعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيۡنَ صبح شام کا کھانا کھلانا اور یہ بھی درست ہے کہ ان کو بطور تملیک ایک ٹائم ہی دے دیا جائے۔ ہر ایک کو نصف صاع گندم' ایک صاع جو' ایک صاع کھجور' امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں ایک مسکین کو ایک مد دیا جائے گا۔ مِنۡ اَوۡسَطِ مَا تُطۡعِمُوۡنَ اَهۡلِيۡكُمۡ وہ درمیانہ درجہ کا کھانا جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو۔ صبح شام گندم سے اگر وسعت ہو تو تین مرتبہ سالن کے ساتھ۔ اور کم سے کم ایک مرتبہ کھجور میں سے یا جو میں سے اَوۡ كِسۡوَتُهُمۡ یہ اطعام پر عطف ہے۔ یا پھر من اوسط کے محل پر عطف ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ من اوسط یہ اطعام سے بدل ہے اور کلام میں مقصود بدل ہوتا ہے کسوہ سے مراد اتنا کپڑا جس سے ستر چھپ جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ازار' قمیص یا رداء۔ اَوۡ تَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ ایک مومنہ یا کافرہ گردن آزاد کرنا۔ کیونکہ نص مطلق ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کفارہ قتل پر محمول کرتے ہوئے یہاں بھی رقبہ مومنہ ضروری قرار دی ہے۔ او کا معنی اختیار ہے کہ تین کفارات میں سے جس کو چاہو ادا کر دو۔ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ جو ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ پائے وہ تین دن روزے رکھے۔ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ یہ روزے پے در پے رکھے کیونکہ قراءت ابی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما میں اسی طرح وارد ہے ذٰلِكَ یہ مذکورہ حکم كَفَّارَةُ اَيۡمَانِكُمۡ اِذَا حَلَفۡتُمۡ جب تم قسم توڑ دو۔ حنث کا تذکرہ چھوڑ دیا کیونکہ یہ معلوم ہے کہ کفارہ فقط قسم سے واجب نہیں ہوتا۔ اسلئے قسم ٹوٹنے سے پہلے کفارہ جائز نہیں ہے۔ وَاحۡفَظُوۡۤا اَيۡمَانَكُمۡ تم اپنی قسموں کو پورا کرو۔ اور ان کو مت توڑو۔ جبکہ توڑنے میں بھلائی نہ ہو۔ یا بالکل قسم نہ اٹھاؤ۔ (کہ توڑنے کی نوبت آئے) كَذٰلِكَ اس وضاحت کی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اٰيٰتِهٖ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتے ہیں آیات سے مراد شریعت کے نشانات اور احکام شرع ہیں۔ لَعَلَّكُمۡ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ

"اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر گندی چیزیں ہیں

مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ

شیطان کے کاموں میں سے ہیں لہٰذا تم ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے

اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ

کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض واقع کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے

ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

اور نماز سے روک دے سو کیا تم باز آنے والے ہو اور فرماں برداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو

الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ

رسول کی، اور ڈرتے رہو۔ سو اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ واضح طور پر

الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

پہنچا دینا ہے۔"

تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔ اس کی اس نعمت کا جو تمہیں بتلاتے اور اس سے عہدہ برآ ہونا تمہارے لئے آسان کرتے ہیں۔

شراب و جوئے کی حرمت کو پختہ کرنے کے پانچ انداز:

آیت ۹۰: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ۔ (اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا) المیسر کا معنی جوا۔ وَالْاَنْصَابُ: بت کیونکہ ان کو گاڑ کر ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ وَالْاَزْلَامُ جوئے کے تیر جن کا شروع سورت میں ذکر ہوا۔ رِجْسٌ پلید ہیں یا خبیث گندگی والے ہیں۔ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ کیونکہ شیطان ان پر آمادہ کرتا ہے۔ گویا یہ اسی کا عمل اور کارروائی ہے۔ اور فَاجْتَنِبُوْهُ میں ضمیر رِجْسٌ کی طرف لوٹ رہی ہے یا عمل شیطان کی طرف راجع ہے۔ یا مذکور کی طرف راجع ہے۔ یا مضاف محذوف ہے گویا اس طرح فرمایا گیا انما تعاطی الخمر والمیسر بیشک شراب و جوا کی مشغولیت سے پرہیز کرو۔ اس لئے تو اس کو رِجْسٌ فرمایا۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شراب اور جوئے کی حرمت کو کئی لحاظ سے پکا کر دیا۔ نمبر ۱۔ جملے کو اِنَّمَا کلمۂ حصر سے شروع فرمایا۔ نمبر ۲۔ ان کو عبادت اصنام کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔ ان ارشادات نبوت میں اسی طرف اشارہ فرمایا شارب الخمر کعابد الوثن (مسند البزار) نمبر ۳۔ ان کو رجس عمل اعمال شیطانی میں سے قرار دیا کیونکہ

شیطان سے شر کے سواء کچھ نہیں ملتا۔ نمبر۴۔ ان سے پرہیز کا حکم دیا۔ نمبر۵۔ ان سے پرہیز کو فلاح قرار دیا جب پرہیز فلاح ہے تو استعمال یقیناً خسارہ ہے۔

شراب و جوئے کی بنیادی خرابیاں:

آیت ۹۱: اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ۔ (شیطان تمہارے درمیان شراب وجوئے سے دشمنی و بغض ڈالنا چاہتا ہے اور تمہیں اللہ کی یاد و نماز سے روکنا چاہتا ہے) اس آیت میں شراب و جوا سے پیدا ہونے والا فساد و وبال ذکر فرمایا۔ نمبر۱۔ دشمنی اور بغض شرابیوں اور جوا بازوں میں پیدا ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے رکاوٹ بنتے ہیں۔ نمبر۳۔ نماز کے اوقات کی رعایت سے باز رکھنے والے ہیں نماز کو خصوصی مقام کی وجہ سے تمام اذکار میں سے ذکر فرمایا گویا اس طرح فرمایا۔ کہ یہ نماز سے خاص طور پر رکاوٹ بنتے ہیں یہاں خمر و میسر کو انصاب و ازلام کے ساتھ اولاً جمع فرما کر پھر الگ ان کا ذکر کیا۔ کیونکہ مخاطب ایمان والے ہیں۔ بلاشبہ ان کو اس شراب نوشی کی قبیح عادت سے روکا اور جواء بازی کی عادت جو گھٹی میں پڑی تھی اور انصاب و ازلام کا تذکرہ درحقیقت شراب و جوئے کی حرمت کو اور پختہ کرنے کے لئے فرمایا۔ اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ مشرکین کے اعمال میں سے ہے گویا بتوں کے پجاری اور شراب نوش اور جواء باز کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ پھر ان کو الگ لایا گیا۔ تاکہ واضح کر دیا جائے کہ یہاں اصل ان کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ یہ نہی کا انتہائی بلیغ انداز ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ کہ تم پر قسم قسم کے زواجر و صوارف پڑ گئے ہیں۔ کیا ان تمام ممانعتوں کے باوجود رکتے ہو یا تم اسی طرز پر ہو۔ جس پر تم تھے۔ گویا تم نے کوئی نصیحت حاصل نہیں کی اور نہ تم ڈرے؟

اللہ اور رسول کی اطاعت سے مت منہ موڑو:

آیت ۹۲: وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا۔ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور محتاط رہو) تم احتیاط کرنے والے اور ڈرنے والے بنو۔ کیونکہ جب وہ احتیاط کرتے تو احتیاط ان کو ہر برائی سے بچا لیتی۔ اور ہر بھلائی پر عمل پیرا کر دیتی۔ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ اگر تم اس سے منہ موڑو گے فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ یعنی یقین کرو کہ تم اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑ کر۔ کیونکہ ان کی ذمہ داری واضح طور پر صرف پہنچانا ہے بے شک تم اپنا نقصان کرو گے۔ جب تم اس سے اعراض کرو گے۔ جس کے تم مکلف بنائے گئے ہو۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان پر اس بارے میں کوئی گناہ نہیں کہ انہوں نے کھایا پیا جبکہ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا

وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۹۳ ع ۱۲

اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے پھر تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے پھر تقویٰ اختیار کیا اور نیک اعمال میں لگے اور اللہ اچھے عمل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ

"اے ایمان والو! اللہ تم کو قدرے شکار سے ضرور آزمائے گا تمہارے نیزے شکار کو پہنچیں گے اور

رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ

ہاتھ۔ تاکہ اللہ جان لے کہ بن دیکھے اس سے کون ڈرتا ہے سو جس نے اس کے بعد زیادتی کی اس کے لئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۹۴

دردناک عذاب ہے۔"

تفسیر آیت ۹۳..... تحریم قبل استعمال میں گناہ نہیں جبکہ اس وقت کے احکام پر عمل پیرا ہوں:

شانِ نزول: یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو شراب و جوئے کے تحریم سے قبل کچھ عادی تھے۔ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا۔ (ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کچھ گناہ نہیں اس میں انہوں نے کمایا)۔ یعنی انہوں نے شراب پی اور تحریم سے قبل جوئے کا مال کھایا۔ اِذَا مَا اتَّقَوْا جب کہ وہ شرک سے بچتے ہوں۔ وَّاٰمَنُوْا اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوں۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰت اور ایمان کے بعد عمل صالح کرنے والے ہوں۔ ثُمَّ اتَّقَوْا پھر تحریم کے بعد شراب اور جوئے سے بچنے والے ہوں وَّاٰمَنُوْا اور ان کی حرمت پر یقین کرنے والے ہوں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ تمام محرمات سے بچتے ہوں۔ یا پہلا اتقوا شرک سے بچنے اور دوسرا محرمات سے بچنے اور تیسرا شبہات سے بچنے کے لیے لایا گیا وَّاَحْسَنُوْا اور وہ لوگوں پر احسان کرنے والے ہوں وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اللہ تعالیٰ کو مخلص لوگ پسند ہیں۔

شانِ نزول: آیت ۹۴: جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا حدیبیہ والے سال شکار کے ذریعے امتحان لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حالت احرام میں تھے۔ شکار کی کثرت تھی۔ یہاں تک کہ کجاووں کے گرد شکار جمع ہو جاتے۔ جن کو ہاتھ سے پکڑا جا سکتا تھا۔ اور نیزوں کے ذریعے شکار کیا جا سکتا تھا تو یہ آیت اتری:

حدیبیہ والے سال شکار سے آزمائش:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ يبلو کا معنی امتحان لینا ہے۔ اللہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ

''اے ایمان والو! شکار قتل نہ کرو اس حالت میں کہ تم احرام میں ہو' اور تم میں سے جو شخص شکار کو قصداً قتل

مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا

کر دے تو اس کا بدلہ اس جانور کا جیسا ہوگا جس کو قتل کیا۔ تم میں دو انصاف والے آدمی اس کا فیصلہ کریں گے' اس طرح سے کہ وہ بدلہ والا جانور

بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ

بطور ہدی کے کعبہ تک پہنچنے والا ہو۔ یا مسکینوں کو کفارہ کے طور پر کھانا دیدیا جائے یا اس کے برابر روزے رکھ لے تاکہ اپنے کئے کی

وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ

سزا چکھ لے۔ اللہ نے معاف فرمایا جو پہلے گزر چکا' اور جو شخص پھر ایسی حرکت کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ

عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ

زبردست ہے انتقام لینے والا' تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے جو تمہارے نفع کے لئے اور

وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ

مسافروں کے واسطے ہے اور تم پر حرام کیا گیا خشکی کا شکار جب تک کہ تم احرام میں ہو اور اللہ سے ڈرو

اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔''

کی طرف سے جب ہو تو اس کا مطلب اب بندے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم میں جو ہے اس کو ظاہر کرنے کے لئے (نعوذ باللہ) یہ امتحان غیر معلوم کو معلوم کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔ من یہ تبعیضیہ ہے کیونکہ ہر شکار حرام نہیں یا بیان جنس کے لئے ہے۔ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے سے ڈرنے والے کا خوف ظاہر کر دے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر موجودہ شکار سے رکتا ہے یا نہیں۔ جیسا کہ وہ اس کے وجود سے قبل جانتا ہے کہ ایسا پایا جائے گا۔ یہ اس لیے کہا تا کہ بندے کو اس کے عمل پر ثواب ملے نہ کہ اس علم پر جو وہ اس کے متعلق جانتا ہے۔ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ ۔ ذالك کا مشارٌ الیہ ابتلاء ہے۔ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اس کے لئے دردناک عذاب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد بشیء من الصید کہہ کر اس کو قلیل قرار دیا تاکہ معلوم ہو جائے یہ کوئی بڑی آزمائش نہیں۔ اور تنالہ یہ بشیءٍ کی صفت ہے۔

آیت ۹۵: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ اے ایمان والو! تم شکار کو قتل نہ کرو۔ الصید سے مراد مصید بمعنی شکار کیا ہوا

ہے کیونکہ قتل اسی میں ہوسکتا ہے۔ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ جب کہ تم محرم ہو۔ حرم جمع حرام ہے۔ جیسے رُدُوح جمع رداح ہے۔

نحو: تقتلوا کی ضمیر فاعلی سے انتم حرم حال ہے۔

حرام کی حالت کے شکار میں تعمد وخطا برابر ہے:

وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا یہ ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ یعنی ذاکرًا لا حرامہ۔ یا عالمًا۔ اس کو احرام یاد ہو۔ یا وہ جانتا ہو کہ وہ جس جانور کو قتل کر رہا ہے اس کا قتل اس پر حرام ہے اگر اس نے بھول کر قتل کر دیا یا اس نے شکار کو تیر مارا اور اس کا گمان تھا کہ وہ شکار نہیں۔ تو اس صورت میں وہ خطاء کار ہے۔ آیت میں تعمد کی شرط لگائی گئی ہے باوجود یہ کہ محظورات احرام میں خطا و عمد کا ایک ہی حکم ہے۔ کیونکہ آیت اس کے بارے میں اتری تھی جس نے عمداً ایسا کیا تھا۔ روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے ایک حمار وحشی ظاہر ہوا۔ ابوالیسرؓ نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ ان کو کہا گیا کہ تم نے شکار کو قتل کیا ہے حالانکہ تم حالت احرام میں ہو۔ تو یہ آیت اتری اور دوسری بات یہ ہے کہ اصل تو متعمد کا فعل ہے اور خطاء کو اس کے ساتھ تغلیظاً شامل کیا گیا ہے امام زہری سے مروی ہے کہ کتاب اللہ میں حکم عمداً کا اترا اور سنت میں خطاء کا تذکرہ وارد ہے۔ فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَاقَتَلَ یہ حمزہ، کسائی، عاصم کی قراءت ہے پس اس کے ذمہ بدلہ ہے جو مماثل ہوگا۔ اس کے جو اس نے شکار مارا تھا۔ اور وہ شکار کی قیمت ہے۔ اس کی قیمت وہیں لگائی جائیگی۔ جہاں شکار کیا گیا۔ اگر اسکی قیمت ہدی کی قیمت کو پہنچ جائے اسکو ہدی چوپاؤں میں سے جس کی قیمت شکار کے برابر ہو دینا پڑے گی اور اسکو اختیار ہے کہ اسکی قیمت کے بدلے کھانا خرید کر ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور وغیرہ دے اور اگر چاہے تو ہر مسکین کے طعام کے بدلے روزہ رکھے۔ پس اگر اس جانور کی نظیر نہ ہو تو اسی طرح حکم ہے جو گزرا ہے۔

شکار والا مثل سے بدلہ دے:

قراءت: دوسرے قراء نے فجزاءُ مثلِ پڑھا ہے اور اس کی اصل فجزاءُ مثلَ ما قتل یعنی اس پر لازم ہے کہ وہ بدلہ دے اس کی مثل جو اس نے قتل کیا۔ پھر اس کو مضاف کر دیا گیا۔ جیسا تم کہو گے عجبت من ضرب، زیداً پھر من ضرب زید۔ مِنَ النَّعَمِ یہ قتل میں ضمیر سے حال ہے اس لئے کہ مقتول چوپاؤں میں سے ہو۔ یا یہ جزاء کی صفت ہے یَحْكُمُ بِهٖ فیصلہ کریں مثل کا جو قتل ہوا۔ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ دو مسلمان عادل فیصلہ کرنے والے ہوں۔ اس میں دلیل ہے کہ مثل قیمت ہے کیونکہ قیمت ہی نظر و فکر واجتہاد کی محتاج ہے۔ مشاہداتی چیزیں اس کی محتاج نہیں۔ کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں تو مثل مطلق کا ذکر ہے اور اجماع مثل صوری اور مثل معنوی کے لئے مفید ہے۔ یا صرف معنوی کے لئے فائدہ مند ہے نہ کہ صورت کے لیے۔ یا صورت کے لئے مفید بلامعنی ہے۔ اور قیمت کو مثل صوری اجماعاً قرار دیا گیا۔ جن کی کوئی مثال نہیں۔ پس اب اس کے علاوہ اور کوئی چیز مراد نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ مشترک میں عموم کا معنی نہیں پایا جاتا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض: من النعم کے ارشاد سے مثل بالقیمت کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ مال تو چوپایہ نہیں۔ جواب: جس نے قیمت کو واجب کیا

اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ اس کے بدلے ہدی خریدے یا طعام یا روزے رکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں اختیار دیا ہے پس من النعم یہ اس ہدی کے لئے بیان ہوگا۔ جو اس قیمت سے خریدا جائے۔ ان اختیاری صورتوں میں سے ایک صورت میں۔ کیونکہ جس نے شکار کی قیمت لگائی اور قیمت سے ہدی خریدی۔ پھر ہدی دیدی۔ تو اس نے چوپایوں میں سے جو جانور قتل کیا تھا۔ اس کا بدلہ مثل دے دیا۔ اس طور پر کہ آیت میں ہدی سے کفارہ ادا کرنے کا یا طعام سے کفارہ ادا کرنے یا روزے رکھنے کا اختیار حاصل تھا۔ اور یہ مطلب اسی وقت درست ہوتا ہے کہ جب اس نے قیمت کا اندازہ لگایا اور قیمت میں غور وفکر کیا۔ کہ تینوں میں سے کس کا انتخاب کرے۔ باقی اگر اس نے نظیر کا قصد کیا۔ اور بلا اختیار اس کو لازم قرار دیا تو پھر بھی اگر کوئی ایسی چیز آ جائے گی جس کی کوئی مثل نہیں تو اس کی قیمت لگائے گا۔ پھر اس کو طعام وصیام کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ پس اس طرح ماننے سے آیت کے مفہوم سے دوری لازم آتی ہے۔ ذرا آیت کے اس حصہ او کفارة طعام مساكين او عدل ذالك صياما پر غور کرو تینوں چیزوں میں اختیار کیسے ہوا۔ اور اس کے لئے قیمت کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔ هَدْيًا یہ يحكم به کی ضمیر سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے يحكم به في حال الهدى' ہدی ہونے کی حالت میں وہ اس کا فیصلہ کریں۔ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ یہ هَدْيًا کی صفت ہے کیونکہ اس کی اضافت غیر حقیقی ہے۔ اور اس کا معنی اس کا کعبہ میں پہنچنا۔ تاکہ حرم میں ذبح کیا جائے۔ باقی صدقہ تو جہاں چاہے کیا جا سکتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں صدقہ بھی حرم میں ہی ہوگا۔

نحو و قراءت:

اَوْ كَفَّارَةٌ اس کا عطف جزاء پر ہے۔ طَعَامُ۔ یہ كَفَّارَةٌ سے بدل ہے، یا پھر مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی۔ هِيَ طَعَامٌ۔ قراءت او كفارة طعام برطریق اضافت مدنی اور شامی نے پڑھا ہے۔ یہ اضافت تبیین مضاف کیلئے ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا او كفارة من الطعام۔ مَسٰكِيْنَ جیسا کہا جاتا ہے خاتم فضة اى من فضة۔ اَوْ عَدْلُ اس کو عین کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے فراء رحمہ اللہ نے کہا العدل جو کسی چیز کے معادل ہو۔ مگر اس کی جنس سے نہ ہو۔ مثلاً روزہ اور طعام العدل اس کی جنس میں سے اس کا ہم مثل ہو۔ اسی سے عدل الحمل ہے۔ کہا جاتا ہے عندی غلام عِدل غلامك کسرہ کے ساتھ جب کہ ان کی جنس ایک ہو۔ پس اگر دونوں کی قیمت تو ایک جیسی ہو۔ مگر جنس ایک نہ ہو تو کہا جائے گا۔ هو عَدْلُ غلامك عین کے فتح کے ساتھ۔ ذٰلِكَ کا مشار الیہ طعام ہے۔ صِيَامًا یہ تمیز ہے جیسے لی مثله رجلاً۔ اس میں اختیار قاتل کو ہوگا۔ امام محمدؒ کے نزدیک اختیار حکمین کو ہوگا۔ لِيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ یہ فجزاءٌ سے متعلق ہے مطلب یہ ہے اس پر لازم ہے کہ وہ بدلہ دے یا کفارہ ادا کرے تاکہ احرام کی ہتک عزت کا انجام وہ چکھ لے الوبال ناپسندیدگی اور نقصان جو اس برے عمل کے انجام پر اسکو ملا کیونکہ اسکا بوجھ تو اس پر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فاخذناه اخذاً وَّبيلا (المزمل آیت ۱۰) میں اخذ وبیل کا معنی ثقل شدید ہے۔ اور الطعام الوبیل اس کو کہتے ہیں جو معدہ پر بوجھل ہو۔ جلد ہضم نہ ہو۔ پس چٹی کو وبال فرما دیا گیا۔ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا۔ وہ شکار جو حرمت سے قبل تم سے ہوا تھا۔ وَمَنْ عَادَ جو آدمی تحریم کے بعد پھر قتل صید کا مرتکب ہوا یا اس احرام میں دوبارہ ارتکاب کیا۔ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے سزا کے ساتھ۔ نحو : یہ خبر ہے اس کا مبتداء محذوف ہے تقدیر

جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّھْرَ الْحَرَامَ وَالْھَدْیَ

"کعبہ جو احترام والا گھر ہے اللہ نے اسے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا ہے اور حرمت والے مہینہ کو اور ہدی کے جانوروں کو اور ان کے گلے

وَالْقَلَآئِدَ ط ذٰلِکَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی

میں جو پٹے پڑے ہوں ان سب کو لوگوں کے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ

زمین میں ہے اور بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے' تم جان لو! کہ بلاشبہ اللہ سخت عذاب

الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ط وَاللّٰہُ

والا ہے اور اللہ بلاشبہ بخشنے والا مہربان ہے رسول ﷺ کے ذمہ صرف پہنچانا ہے اور اللہ

یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَکْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔"

عبارت یہ ہے فَھُوَ یَنْتَقِمُ اللّٰہُ مِنْہُ۔ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ اللہ تعالیٰ احکام کو لازم کرنے میں زبردست ہیں۔ ذُوانْتِقَامٍ اس سے انتقام لینے والے ہیں۔ جو حدود اسلام سے تجاوز کرنے والا ہو۔

سمندری شکار کی حلّت :

آیت ۹۶: اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ۔ (حلال کیا گیا تمہارے لئے سمندری شکار) سمندری شکار جس کا کھانا حلال ہے اور وہ بھی جس کا کھانا حلال نہیں۔ وَطَعَامُہٗ اور وہ جو اس کے شکار میں سے کھایا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے تمام سمندری شکاروں سے انتفاع تمہارے لیے حلال ہے اور اس میں سے جو کھایا جاتا ہے اس کا کھانا درست ہے اور وہ فقط مچھلی ہے۔ مَتَاعًا لَّکُمْ یہ مفعول لہ ہے یعنی اس کو تمہارے نفع اٹھانے کے لئے حلال کر دیا گیا۔ وَلِلسَّیَّارَۃِ اور مسافروں کے لیے مطلب یہ ہے کہ اس کا کھانا تمہارے فائدہ کے لئے حلال کیا گیا۔ تاکہ رہائشی تو تازہ کھائیں اور مسافروں کے لئے بھی۔ تاکہ وہ زادراہ کے طور پر ٹکڑے بھون کر ساتھ لے جائیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے مچھلی بھون کر بطور توشہ ساتھ لی تھی۔ وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ اور خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا۔ صید بر، وہ ہے جو خشکی پر بچے دے خواہ بعض اوقات پانی میں رہے۔ مثلاً بطخ یہ خشکی کا جانور ہے کیونکہ یہ خشکی پر بچے دیتا ہے اور دریا و سمندر اس کی چراگاہ ہے۔ جیسا کہ لوگوں کے لئے تجارت گاہ ہے۔ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا جب تک احرام میں ہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ حرم میں شکار نہ کرو۔ یا احرام کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور شکار نہ کرو۔ الَّذِیْٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔ پس وہ تمہارے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔

کعبہ لوگوں کی بقاء کا سبب ہے:

آیت ۹۷: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ جعل یہاں صیّر کے معنی میں ہے۔ الْبَيْتَ الْحَرَامَ۔ (اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے باقی رہنے کا سبب بنایا) نحو : یہ کعبہ سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ قیاماً مفعول ثانی ہے یا جَعَلَ، خَلَقَ کے معنی میں ہے اور قیاماً حال ہے۔ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ ان کے دین میں بلندی کا ذریعہ اور معاش اور معاد میں سرفرازی ہے۔ اس لئے کہ اس سے ان کے حج وعمرہ کے معاملات پورے ہوتے اور قسم قسم کے منافع میسر ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بیت اللہ کو اگر ایک سال چھوڑ دیں تو ان کو مہلت نہ دی جائے اور نہ وہ مؤخر کیے جائیں۔ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وہ مہینہ جس میں افعال حج کرتے ہیں۔ اور وہ ذی الحجہ ہے کیونکہ تمام مہینوں میں حج کے قائم کرنے کا جو اس کو موسم بنایا اس میں ایک عظمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ یا اس سے جنس اشہر حرم یعنی رجب ذوالقعدہ ذوالحجہ محرم مراد ہیں۔

وَالْهَدْيَ وہ جانور جو مکہ کی طرف بطور نیاز کعبہ بھیجا جائے۔ وَالْقَلَآئِدَ جس جانور کو قلادہ ڈالا گیا ہو۔ اور وہ اونٹ ہے۔ اس میں ثواب زیادہ ہے۔ اور حج کی رونق اس سے زیادہ ہے۔ ذٰلِكَ اس کا مشارٌ الیہ کعبہ کا قیام للناس بنانا ہے یا حرمت احرام کی حفاظت شکار کو ترک کر کے وغیرہ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی مصلحتوں سے واقف ہیں۔ جو آسمان وزمین میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ کیسے نہ جانے وہ تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تفسیر آیت ۹۸:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (تم جانو! اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں) اس شخص سے جو حرم یا احرام کی تذلیل کرے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ اور اس کے گناہوں کو بخشنے والا ہے جو ان عظیم مشاعر کی توقیر کرتا ہے۔ رَّحِيْمٌ رحم کرنے والے ہیں۔ اس جنایت کرنے والے پناہ گزین پر جو بلد حرام میں پناہ لے۔

رسول کا فریضہ پیغام کو مکمل پہنچانا ہے:

آیت ۹۹: مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ۔ (رسول پر صرف پہنچا دینا ہے) جس بات کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کے لزوم پورا پورا کرنے میں تشدید کی گئی ہے۔ کہ رسول تو اپنے ذمہ جو تبلیغ تھی اس سے فارغ ہو چکا اور تم پر حجت تام ہو چکی اور اطاعت فرض ہو گئی اب اس میں کوتاہی کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی عذر نہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ : اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا

''آپ فرما دیجئے کہ خبیث اور طیب برابر نہیں ہیں اگرچہ اے مخاطب! تجھے خبیث کی کثرت بھلی معلوم ہوتی ہو۔ سو اے

اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا ۱۳ع۴

عقل والو! اللہ سے ڈرو۔ تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔'' ''اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ

عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ

اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں ' اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جس وقت قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ

تُبْدَ لَكُمْ ۗ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ

تمہارے لئے ظاہر کر دی جائیں گی' اللہ نے ان کے بارے میں معافی دیدی اور اللہ بخشنے والا ہے حلم والا ہے۔'' ایسی ہی باتیں تم سے پہلے بھی لوگ پوچھ

قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

چکے ہیں پھر جلد ہی وہ اُن کے منکر ہو گئے

اللہ نے خبیث وطیب کو ایک جیسا نہیں بنایا:

آیت ۱۰۰: قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ ۔ (کہہ دیں خبیث اور طیب برابر نہیں) جب اس بات کی اطلاع دے دی کہ وہ جو کچھ چھپاتے ہیں۔ اور ظاہر کرتے ہیں سب کو جاننے والا ہے تو اب ذکر کر دیا کہ ان میں خبیث اور طیب برابر نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان امتیاز و فرق کر دے گا۔ پس خبیث (کافر) کو سزا دے گا اور طیب (مسلم) کو بدلہ دے گا۔ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ اگرچہ طیب قلیل ہو مگر اس کو ترجیح دو۔ خبیث پر خواہ ان کی کثرت ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ہر حلال و حرام کے متعلق ہے۔ اور لوگوں میں سے رَدّی اور عمدہ کے بارے میں ہے۔ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ اے خالص عقل والو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

بیجا سوالات کی ممانعت:

آیت ۱۰۱: شانِ نزول: لوگ امتحاناً رسول اللہ ﷺ سے بعض چیزوں کا سوال کرتے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ ۔ (اے ایمان والو! مت سوال کرو ان چیزوں کے متعلق اگر وہ ظاہر کر دی جائیں تمہیں بری لگیں)

نحو وصرف:

خلیل وسیبویہ اور جمہور بصریین نے کہا کہ اصل اشیاء کی شیناء ء دو ہمزہ جن کے درمیان الف ہے اور وہ فعلاء کا وزن بنا۔ لفظ شیٔ اس کا ہمزہ تانیث کا ہے۔اس لئے یہ حمراء کی طرح منصرف نہیں ہے یہ لفظاً مفرد ہے۔معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔جب دو جمع ہونے والے ہمزہ ثقیل ہوئے تو لام کلمہ والا ہمزہ مقدم کر دیا۔اور شین سے پہلے لائے پس اس کا وزن افعاء بن گیا۔اور جملہ شرطیہ اور معطوفہ اشیاء کی صفت ہے وہ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَكُمْ ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے اگر تم ان تکالیف صعبہ کے متعلق وحی کے زمانہ میں سوال کرو گے اور وہ زمانہ جب تک رسول تم میں موجود ہیں تو تمہیں وہ تکالیف ظاہر کر دی جائیں گی۔اور وہ تمہیں بری لگیں گی۔اور غم میں مبتلا کریں گی۔اور وہ تم پر گراں گزرے گی۔اور تمہیں ان کے اٹھانے کا حکم دیا جائے گا۔تو تم اعراض کرو گے۔تو اللہ تعالیٰ اس میں کمی پر ناراض ہونگے۔عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا جواب تک سوال کر لیے وہ معاف کر دیئے دوبارہ ایسے سوال نہ کرنا۔وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ بخشنے والے حوصلہ والے ہیں۔وہ انذار کے بعد تم کو سزا دیں گے۔

ایسے مسائل انکار پر منتج ہوتے ہیں:

آیت ۱۰۲: قَدْ سَاَلَهَا اس میں ضمیر اشیاء کی طرف نہیں لوٹتی۔تاکہ عن سے متعدی کرنا پڑے۔بلکہ اس مسئلہ کی طرف راجع ہے یعنی اس مسئلہ کا سوال کیا۔قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلوں نے۔ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا پھر اس کے سبب سے ہو گئے۔كٰفِرِيْنَ انکاری جیسا کہ بنی اسرائیل کے متعلق معروف ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ

''اللہ نے مقرر نہیں فرمایا نہ کوئی بحیرہ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ اور نہ کوئی حام ' لیکن

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٣﴾

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں اکثر وہ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔''

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور رسول کی طرف' تو کہتے ہیں کہ ہمیں وہ کافی ہے

وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٤﴾

جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ کیا باپ دادوں کے پیچھے چلیں گے اگر چہ ان کے باپ دادے کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور ہدایت پر نہ ہوں۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى

''اے ایمان والو! اپنی جانوں کی فکر کرو' جو شخص گمراہ ہو گا وہ تمہیں ضرر نہ دے گا جب کہ تم ہدایت پر ہو گے' بے شک

اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾

اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تم کو ان سب کاموں سے باخبر کر دے گا جو تم کیا کرتے تھے''

محرماتِ جاہلیت کی تردید:

آیت ۱۰۳: مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ۔ (اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ سائبہ وصیلہ و حام مقرر نہیں کیے) اہل جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جن لیتی جن میں آخری نر ہوتو اس اونٹنی کا کان چیر کر اس کو بحیرہ بنا دیتے (بحیرہ کان چیری ہوئی) اور نہ اس کو کسی چراگاہ یا پانی سے ہٹایا جاتا۔ ایسی اونٹنی کا نام بحیرہ تھا۔ ان کا رواج یہ تھا۔ آدمی کہتا کہ اگر میں سفر سے واپس لوٹ آیا یا مرض سے صحت یاب ہو گیا تو میری اونٹنی سائبہ ہے اس کو بحیرہ کی طرح کر دیتے۔ نہ سواری کرتے نہ نفع اٹھاتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب آدمی اپنا غلام آزاد کرتا تو کہتا کہ میرا غلام سائبہ ہے۔ اب اس غلام اور اس کے درمیان نہ میراث نہ عقل و دیت۔ اسی طرح بکری سات بچے جنتی اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اس کو مرد کھاتے اگر مؤنث ہوتی اس کو بکریوں میں چھوڑ دیتے۔ اگر جوڑا نر' مادہ ہوتا تو کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے ملی ہے پس الوصیلہ بمعنی واصلہ ہے جڑواں پیدا ہونے والی بکری اسی طرح اگر کسی نر اونٹ سے دس بطن گابھن ہوتے تو وہ کہتے اس کی پشت گرم ہے اس پر سواری نہ کی جائے اور نہ اس پر بوجھ لادا جائے۔ اور اس کو پانی اور چراگاہ سے نہ روکا جائے۔ اور ما جعل کا معنی اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں قرار دیا۔ اور نہ اس کا حکم

دیا۔ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) اس کی تحریم کر کے جوانہوں نے حرام قرار دیا۔ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے ہیں)۔ اس لئے کہ اس تحریم کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں۔ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (اور ان کی اکثریت بے عقل ہے)۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام نہیں کیا۔ اکثریت سے مراد عوام ہیں۔

آبائی تقلید میں وحی سے انکار:

آیت ۱۰۴: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ۔ (جب ان کو کہا جاتا ہے آؤ اس کی طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف) یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف آؤ۔ اس طرح کہ یہ چیزیں حرام نہیں ہیں۔ اور اس کے رسول کی طرف آؤ۔ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا یعنی ہمارے لیے یہی کافی ہے۔ نحو: حسبنا مبتداء اور ماوجدنا خبر ہے۔ اور ما، الذی کے معنی میں ہے۔ اور واو اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ میں حال کے لیے ہے۔ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ اقتداء اس عالم کی درست ہے۔ جو صحیح راہ پانے والا ہو۔ اور اس کی ہدایت حجت ودلیل سے معلوم ہوگی۔

اہل عناد کے متعلق خود کو گھلانے (غمگین ہونے) کی ضرورت نہیں:

آیت ۱۰۵: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ۔ (اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو) انفسکم منصوب ہے علیکم کی وجہ سے اور علیکم اسمائے افعال میں سے ہے یعنی اپنے نفوس کی اصلاح کو لازم پکڑو۔ اس میں کاف اور میم موضع جر میں ہیں۔ کیونکہ اسم فعل وہ جار مجرور ہے۔ فقط علٰی اکیلا نہیں۔ لَا يَضُرُّكُمْ یہ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے یا جواب او کی وجہ سے مجزوم ہے۔ اور راء کا ضمہ تو ضمہ ضاد کی اتباع میں دیا گیا ہے مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ مؤمن اپنی جانیں اہل عناد کفار پر گھلاتے اور ان کے اسلام میں داخل ہونے کی تمنا کرتے پس ان مسلمانوں کو کہا گیا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ تم اپنے نفوس کو لازم پکڑو۔ جن کی اصلاح کے تم ذمہ دار بنائے گئے ہو۔ لَا يَضُرُّكُمْ تمہیں ان کا گمراہ ہونا تمہارے دین سے نقصان نہیں دے گا۔ جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ یہاں یہ مراد نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ ان کا ترک قدرت کے باوجود جائز نہیں۔ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا تم سب نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پھر وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دے گا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ شَهَٰدَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ حِينَ

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جبکہ وصیت کا وقت

ٱلْوَصِيَّةِ ٱثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ ءَاخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنتُمْ

ہو تو دو وصی ہوں جو دیندار ہوں تم میں سے ہوں یا تمہارے علاوہ دوسری قوم سے ہوں اگر تم

ضَرَبْتُمْ فِى ٱلْأَرْضِ فَأَصَٰبَتْكُم مُّصِيبَةُ ٱلْمَوْتِ ۚ تَحْبِسُونَهُمَا

سفر میں گئے ہوئے ہو پھر تم کو موت کی مصیبت پہنچ جائے ' اگر تمہیں شک ہو تو ان دونوں کو

مِنۢ بَعْدِ ٱلصَّلَوٰةِ فَيُقْسِمَانِ بِٱللَّهِ إِنِ ٱرْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِى بِهِۦ ثَمَنًا وَلَوْ

نماز کے بعد روک لو ' پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اپنی قسم کے عوض کوئی قیمت نہیں لیتے اگرچہ

كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَٰدَةَ ٱللَّهِ إِنَّآ إِذًا لَّمِنَ ٱلْءَاثِمِينَ ﴿١٠٦﴾

قرابت دار ہو اور ہم اللہ کی گواہی کو نہیں چھپاتے ' بلاشبہ ایسا کرنے کی صورت میں ہم گناہگاروں میں شامل ہو جائیں گے۔

فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰٓ أَنَّهُمَا ٱسْتَحَقَّآ إِثْمًا فَـَٔاخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ

پھر اگر اس کی اطلاع ملے کہ وہ دونوں گناہ کے مرتکب ہو گئے تو ان کی جگہ ایسے دو آدمی کھڑے ہوں جو

ٱلَّذِينَ ٱسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ ٱلْأَوْلَيَٰنِ فَيُقْسِمَانِ بِٱللَّهِ لَشَهَٰدَتُنَآ أَحَقُّ

ان لوگوں میں سے ہوں جن کے بارے میں پہلے دو شخصوں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ یہ بعد والے دو شخص وہ ہوں جو قریب تر ہوں سو یہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ واقعی ہماری گواہی ان دونوں کی

مِن شَهَٰدَتِهِمَا وَمَا ٱعْتَدَيْنَآ ۚ إِنَّآ إِذًا لَّمِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٠٧﴾ ذَٰلِكَ

گواہی کے مقابلہ میں زیادہ درست ہے اور ہم نے تجاوز نہیں کیا۔ اگر ہم ایسا کریں تو بیشک ہم ظلم کرنے والوں میں شمار ہوں گے یہ

أَدْنَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِٱلشَّهَٰدَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَآ أَوْ يَخَافُوٓا۟ أَن تُرَدَّ أَيْمَٰنٌۢ

قریب تر ہے کہ وہ گواہی کو صحیح طریقے پر ادا کریں۔ یا اس بات سے ڈر جائیں کہ ان کی قسموں کے بعد ان پر پھر قسمیں لوٹا دی

بَعْدَ أَيْمَٰنِهِمْ ۗ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱسْمَعُوا۟ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿١٠٨﴾ ع ١٤ ٨

جائیں گی ' اور اللہ سے ڈرو اور سنو اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

اقعۂ تمیم وعدی:

شانِ نزول: آیت ۱۰۶: روایت میں آیا ہے کہ عمرو بن عاص کے مولی بدیل رضی اللہ عنہ شام کی طرف ایک سفر پر نکلے۔ یہ مہاجرین میں سے تھے۔ تمیم وعدی جو دونوں نصرانی تھے وہ ان کے ساتھ تھے۔ حضرت بدیلؓ بیمار ہوئے انہوں نے ایک پرچہ لکھا جس میں اپنے سارے سامان کا اندارج کیا۔ اوراس کو سامان میں رکھ دیا۔ اوراس رقعہ کی اطلاع اپنے ساتھیوں کو نہ دی۔ اوران کو وصیت کی کہ یہ سامان میرے گھر دے دینا۔ وہ فوت ہو گئے انہوں نے ان کے سامان کو ٹٹولا اور ایک چاندی کا پیالہ اس میں سے لے لیا۔ بدیل کے اہل وعیال نے پیالہ نہ پایا تو ان سے پیالہ کا مطالبہ کیا۔ تو انہوں نے انکار کر دیا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا۔ پس یہ آیت اتری: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ۔ (اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے تو وصیت کے وقت دو آدمیوں کو گواہ کر لیا کرو)۔

نحوی تحقیق:

نحو: اثنان شهادة مبتداء کی خبر ہے اور شهادة کو مقدر ماننا پڑے گا۔ شهادة بينكم شهادة اثنين یا اثنان شهادة بينكم، کا فاعل ہے۔ تقدیر یہ ہے فيما فرض عليكم ان يشهد اثنان اور بين میں وسعت ہے اس کی طرف مصدر کی اضافت ہو سکتی ہے۔ اذا حضر یہ شہادت کا ظرف ہے اور حين الوصية اس کا بدل ہے۔ اوراس کے بدل ہونے سے وصیت کے وجوب کی دلیل بنتی ہے۔ کیونکہ حضور موت تو تکوینی معاملہ ہے اور حين الوصية اس سے بدل ہے پس وہ وجود وصیت پر دلالت کرتا ہے پس اگر وہ بلا اختیار پائی جائے تو ابتلاء ساقط ہو جاتا ہے پس اس کو وجوب میں منتقل کر دیا۔ حضور موت سے موت کو جھانکنا اور مدت مقررہ کے پہنچنے کی علامات کا ظاہر ہونا ہے۔ ذَوَا عَدْلٍ یہ اثنین کی صفت ہے۔ مِّنْكُمْ سے مراد قرابت دار کیونکہ وہ میت کے حالات سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ اَوْ اٰخَرٰنِ یہ اثنان پر عطف ہے۔ مِنْ غَیْرِكُمْ جو اجنبی ہو۔ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ جب تم سفر میں ہو۔ انتم فاعل ہے بعد والا فعل ظاہر اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ یامنکم سے مراد مسلمانوں میں سے اور من غیر کم سے مراد ذمی۔ بعض نے کہا کہ یہ منسوخ ہے اس لیے کہ ذمی کی گواہی مسلمان کے خلاف درست نہیں۔ شروع اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے جائز تھی۔ تَحْبِسُوْنَهُمَا تم ان دونوں کو حلف کے لیے کھڑا کرو۔ نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ یا یہ او اخران میں من غیر کم کی صفت ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہوگی: او اخران من غير كم محبوسان اور ان انتم ضربتم فی الارض فاصابتكم مصيبة الموت یہ صفت اور موصوف کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ یعنی عصر کی نماز کے بعد کیونکہ یہ لوگوں کے اجتماع کا وقت ہے اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ عصر کے بعد یا ظہر کے بعد کیونکہ اہل حجاز فیصلوں کے لیے ان دونوں کے بعد کھڑے ہوتے تھے۔ اور حدیث بدیل رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا فرمائی اور عدی اور تمیم کو بلایا۔ منبر کے پاس ان سے حلف طلب کیا۔ دونوں نے حلف اٹھایا۔ پھر وہ برتن مکہ میں مل گیا۔ تو دکاندار نے کہا کہ ہم نے تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔

(ترمذی:۳۰۵۹)

قسم مدعا علیہ پر فیصلہ:

فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰہِ پس وہ دونوں قسم اٹھائیں گے۔**اِنِ ارْتَبْتُمْ** اگر تمہیں ان کی امانت میں اشتباہ ہو۔ **نحو** : یہ یقسمان اوراس کے جواب کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔جواب: لا نشتری ہے۔ان ارتبتم ۔شرط کا جواب محذوف ہے۔ جو معنی کلام کی وجہ سے ظاہر کرنے کی ضرورت سے بے نیاز ہے تقدیر عبارت یہ ہے ان ارتبتم فی شانھما فحلفوھما اگر تمہیں ان کے متعلق شبہ ہو تو تم ان سے قسم اٹھواؤ۔بہٖ میں ہٖ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یا قسم ہے۔**لَا نَشْتَرِیْ بِہٖ** : ہم نہیں خریدتے اپنی قسم کے عوض۔**ثَمَنًا** دنیا کا سامان **وَلَوْ کَانَ** اگرچہ ہو وہ جس کے لیے قسم دی جارہی ہے۔**ذَا قُرْبٰی** یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی قسم نہیں اٹھاتے۔

مال کے حصول کی خاطر اگرچہ وہ شخص جس کے لیے ہم قسم دے رہے ہیں قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔**وَلَا نَکْتُمُ شَھَادَۃَ اللّٰہِ** یعنی ہم اس شہادت کو جس کے اٹھانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔اور تعظیم کا امر کیا۔ہم چھپانے والے نہیں۔**اِنَّآ اِذًا** اگر ہم چھپائیں **لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ** کہا گیا ہے کہ اگر اس سے مراد شاہدین ہوں تو یہ شہادت اب منسوخ ہو چکی ہے۔اور اگر اس سے مراد وصی ہوں تو ان کا حلف منسوخ نہیں۔

آیت ۱۰۷: **فَاِنْ عُثِرَ** پس اگر اطلاع ملے **عَلٰٓی اَنَّھُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا** انہوں نے ایسا فعل کیا جو گناہ کو لازم کرنے والا ہے اور انہوں نے یہ کہہ کر گناہ کو واجب کر لیا تھا انھما لمن الاثمین۔**فَاٰخَرٰنِ** پس دو دوسرے گواہ **یَقُوْمٰنِ مَقَامَھُمَا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْھِمُ** یعنی ان لوگوں میں سے جن کی وجہ سے یہ گناہ کے مستحق ہوئے مطلب یہ ہے ان لوگوں میں سے جن کے خلاف جنایت کی گئی اور وہ میت کا خاندان اور اہل وعیال ہیں۔بدیل رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں جب دونوں آدمیوں تمیم وعدی کی خیانت ظاہر ہو گئی تو بدیل رضی اللہ عنہ کے ورثاء میں سے دو آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ برتن ان کے رشتہ دار بدیل رضی اللہ عنہ کا ہے۔اور ان کی گواہی زیادہ درست ہے۔پہلے گواہی دینے والوں سے۔**الْاَوْلَیٰنِ** یہ دونوں قرابت کی وجہ سے گواہی کے زیادہ حقدار ہیں۔یا وہ گواہی کے زیادہ حقدار ہیں۔ان کی جان پہچان کی وجہ سے۔ **نحو** : الاولیان مرفوع ہے ھما اولیان۔گویا اس طرح کہا و من ھما تو جواب دیا الاولیان۔یا۔یقومان کی ضمیر سے بدل ہے۔یا آخران سے بدل ہے۔**قراءت**: استحق علیھم الاولیان حفص نے پڑھا ہے۔یعنی من الورثۃ الذین استحق علیھم الاولیان من بینھم بالشھادۃ ان یجردوھما للقیام بالشھادۃ ویظھروا بھما کذب الکاذبین ان ورثہ میں سے جن کا حق ہے یہ ان کے درمیان شہادت کے زیادہ حقدار ہیں کہ دونوں الگ الگ گواہی کے لئے کھڑے ہوں اور ان دونوں جھوٹوں کا جھوٹ ظاہر کر دیں۔

نحو وقراءت:

الاوّلین یہ حمزہ ' ابوبکر نے پڑھا ہے پس اس طرح کہ یہ الذین استحق علیھم کا وصف ہے اس صورت میں مجرور ہے۔ اور یہ حالت جری ہے۔یا حالت نصبی ہے اور یہ منصوب علی المدح ہے۔

نکتہ:

الا اولین کہا کیونکہ شهادة بينكم میں ان کا تذکرہ پہلے ہوا۔فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا ہماری قسم قبول کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے۔ان دونوں وصیوں کی قسم سے جنہوں نے خیانت کی ہے۔وَمَا اعْتَدَيْنَآ اور ہم نے اپنی قسم میں حق سے تجاوز نہیں کیا۔اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ اگر ہم جھوٹی قسم اٹھائیں تو ہم اس وقت البتہ ظالموں میں سے ہونگے۔

آیت ۱۰۸: ذٰلِكَ یہ جس کا تذکرہ بیان حکم کے سلسلہ میں گزرا اَدْنٰی زیادہ قریب ہے۔اَنْ يَّاْتُوْا کہ شہداء ادا کریں اس حادثہ کے مطابق بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ جیسا کہ انہوں نے اٹھائی ہے بغیر کسی خیانت کے اس میں اَوْيَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ یعنی دوسرے گواہوں کی قسم پختہ ہو جائے ان کی قسم اٹھانے کے بعد پس وہ رسوا ہوں اپنے جھوٹ کے ظاہر ہو جانے کے سبب وَاتَّقُوا اللّٰهَ خیانت میں اور جھوٹی قسم میں وَاسْمَعُوْا قبولیت واجابت والا سننا۔وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ جو کہ طاعت سے نکلنے والے ہیں۔

سوال: یہاں او کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ قریب تر بات ہے۔کہ وہ گواہی کو حق وصدق سے ادا کریں۔خواہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی وجہ سے یا کم از کم شرم کے مارے۔کہ رسوائی اور ذلت ہوگی۔جب کل ان کی قسم جھوٹی نکل کر لوٹائی جائے گی۔

ایک سوال کا جواب:

سوال : معلوم ہوتا ہے کہ مدعی پر قسم کا رَد کرنا درست ہے؟

جواب: اس واقعہ میں ورثاء نے دو نصرانیوں کے خلاف دعویٰ کیا تھا۔جنہوں نے خیانت کی تھی۔پھر انہوں نے قسم اٹھا دی۔جب بعد میں ان کی قسم میں جھوٹ ظاہر ہو گیا تو ان دونوں نے اس مسروقہ پیالے کے متعلق شراء کا دعویٰ کر دیا۔ورثاء نے انکار کر دیا پس قسم ورثہ پر شراء کے دعویٰ کا انکار کرنے کی وجہ سے آئی۔(تو قسم مدعیٰ علیہ ہی پر ہوئی نہ کہ مدعی پر)

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ

جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا' پھر ان سے سوال فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا وہ عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ

بلاشبہ آپ غیبوں کو خوب جاننے والے ہیں۔ جب اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ بن مریم یاد کر

نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قف

میری نعمت جو تجھ پر ہے اور تیری والدہ پر' جب کہ میں نے روح القدس کے ذریعہ تیری تائید کی

وقف لازم

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

تو بات کرتا تھا گہوارہ میں اور بڑی عمر میں اور جبکہ میں نے تجھے تعلیم دی کتاب کی اور حکمت کی

وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ

اور توریت کی اور انجیل کی' اور جبکہ تو بناتا تھا مٹی سے پرندہ جیسی صورت میرے حکم سے

فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ

پھر تو اس میں پھونک مار دیتا تھا تو وہ صورت پرندہ بن جاتی تھی میرے حکم سے' اور تو اچھا کرتا تھا مادرزاد اندھے کو اور برص والے کو میرے حکم سے

وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ

اور جبکہ تو نکالتا تھا مُردوں کو میرے حکم سے' اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکے رکھا

اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

جبکہ تو ان کے پاس دلیلیں لے کر آیا' ان لوگوں نے کہا جو کافر تھے کہ یہ نہیں ہے

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

کھلا ہوا جادو"

آیت ۱۰۹: يَوْمَ یہ اذکروا محذوف کی وجہ سے منصوب ہے یا احذروا محذوف کی وجہ سے۔

منکرین کی توبیخ کیلئے انبیاء علیہم السلام سے سوال:

يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۔ (جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا پھر ان سے فرمائے گا تمہیں کیا

جواب ملا) یعنی وہ جواب جو تمہاری امتوں نے تمہیں دیا۔ جب کہ تم نے ان کو ایمان کی دعوت دی۔ دراصل یہ سوال ان لوگوں کی توبیخ کے لیے ہے۔ جنہوں نے انکار کیا۔ نحو: ماذا کا لفظ اجبتم کی وجہ سے منصوب ہے۔ جیسے مصدر معنی کے لحاظ سے منصوب ہوتا ہے۔ ای اجابة أجبتم۔ تو وہ کہیں گے قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اپنی قوم کے اخلاص کا۔ اس کی دلیل اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ہے یا ان چیزوں کو جاننے والا ہے جو انہوں نے ہمارے بعد ایجاد کیں اس کی دلیل: كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (المائدۃ: ۱۱۷) ہے۔ یا یہ بات انبیاء بطور ادب کے کہیں گے۔ یعنی ہمارا علم تیرے علم کے ساتھ ساقط ہے۔ اور ڈھکا ہوا ہے اور چھپا ہوا ہے گویا کہ ہمیں علم ہے ہی نہیں۔

تذکرۂ انعامات:

آیت ۱۱۰: اِذْ قَالَ اللّٰهُ یہ یوم یجمع سے بدل ہے۔ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ۔ (اے عیسیٰ بن مریم! میری وہ نعمتیں یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر کیں) یعنی جب اس کو پاک اور تمام جہان کی عورتوں میں اس کو چنا۔ اِذْ اَيَّدْتُّكَ اس میں عامل نعمتی ہے ایدتك کا معنی میں نے تمہیں قوت دی۔ بِرُوْحِ الْقُدُسِ جبرئیل کے ساتھ ان کی مدد کی۔ تا کہ ان پر حجت ثابت ہو جائے۔ یا اس کلام کے ساتھ جس سے دین زندہ ہو۔ اور اس کی اضافت القدس کی طرف اس لیے ہے کیونکہ وہ پاکیزگی کا سبب ہیں۔ گناہ کی چنگاریوں سے۔ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ یہ حال ہے یعنی تو ان سے کلام کرے گا بچپن کی حالت میں بطور اعجاز کے۔ وَكَهْلًا۔ تبلیغ کے طور پر۔ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ۔ نحو: اس کا عطف اذایدتك پر ہے اور اسی طرح اذ تخلق 'اذ تخرج اور اسی طرح اذ کففت اور اذ اوحیت۔ الْكِتٰبَ لکھنا۔ وَالْحِكْمَةَ وہ کلام جو مضبوط و باصواب ہو۔ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ تخلق کا معنی تقدر' اندازہ کرنا۔ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ ایسی حالت جو پرندوں کی ہیئت جیسی تھی۔ بِاِذْنِيْ میرے آسان کر دینے کے ساتھ۔ فَتَنْفُخُ فِيْهَا اس میں ضمیر کاف کی طرف لوٹتی ہے۔ کیونکہ وہ اس ہیئت کا بیان ہے۔ جس حالت پر عیسیٰ علیہ السلام بناتے اور پھونک مارتے تھے۔ ضمیر اس ہیئت کی طرف نہیں لوٹتی جو اس کی مضاف الیہ ہے کیونکہ وہ ان کی تخلیق سے نہ تھی۔ اسی طرح ضمیر فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ میں بھی۔ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ کو تخلیق پر عطف کیا گیا۔ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى قبور سے زندہ کر کے۔ بِاِذْنِيْ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سام بن نوح اور دو مردوں اور ایک عورت اور ایک لونڈی کو زندہ کر کے دکھلا۔ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ یعنی یہود جبکہ انہوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ اِذْ جِئْتَهُمْ یہ کففت کا ظرف ہے۔ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔

قراءت: حمزہ و علی نے ساحر پڑھا ہے۔

وَ اِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْۤا

''اور جب میں نے وحی کے ذریعہ حواریین کو حکم دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا

اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی

کہ ہم ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ بلاشبہ ہم فرماں بردار ہیں اور جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ

ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ

ابن مریم! کیا آپ کا رب یہ کر سکتا ہے کہ ہمارے اوپر آسمان سے خوان نازل

السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ

فرما دے انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔ وہ کہنے لگے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے

مِنْهَا وَ تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ

کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم اس بات کو جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر

الشّٰهِدِیْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً

گواہ ہو جائیں۔ عیسیٰ بن مریم نے عرض کیا کہ اے اللہ! جو ہمارا رب ہے ہم پر آسمان سے خوان نازل

مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَةً مِّنْكَ ۚ وَ ارْزُقْنَا

فرما دے جو ہمارے موجودہ لوگوں کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے عید ہو جائے اور آپ کی طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور آپ ہمیں عطا فرمائیے!

وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ

آپ بہترین عطا فرمانے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ خوان تم پر اتاروں گا اس کے بعد جو

مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع ۱۵ ۷ ۵

ناشکری کرے گا تو بیشک میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ ایسا عذاب جہانوں میں سے کسی کو بھی نہ دوں گا۔''

آیت ۱۱۱: وَاِذْ اَوْحَیْتُ میں نے الہام کیا۔ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ خواص یا چنے ہوئے۔ اَنْ اٰمِنُوْا یعنی تم ایمان لاؤ۔ بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ یعنی تم گواہ ہو کہ ہم اخلاص برتنے والے ہیں ان کے ساتھ۔ جنہوں نے اپنے چہروں کو سپرد کر دیا)۔ فرمانبردار بنا دیا۔

حواریوں کا مطالبہ:

آیت ۱۱۲: اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ ۔ (جب حواریوں نے کہا) یعنی اذکروا اذ۔ اس وقت کو یاد کرو۔ یٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اے عیسیٰ بن مریم! عیسیٰ منصوب ہے۔ کیونکہ اسکی حرکت ابن کی حرکت کے تحت ہے۔ مثلاً یا زید بن عمرو۔ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ کیا وہ کردے گا۔ یا کیا تیرا رب تیری بات مانے گا۔ اگر تو اس سے سوال کرے۔ استطاع اور اطاع ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ جیسے استجاب اور اجاب' ھل تستطیع ربك علی یعنی ھل تستطیع سوال ربك پس مضاف حذف کردیا۔ مطلب یہ ہے کہ تو اس سے سوال کریگا بغیر کسی رکاوٹ کے جو تمہیں سوال سے باز کردے۔ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا۔ قراءت: مکی اور بصری نے یُنْزِل پڑھا ہے۔ مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ مائدہ دسترخوان کو کہتے ہیں۔ جبکہ اس پر کھانا ہو۔ یہ مادہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی دینا عطاء کرنا ہے گویا وہ عطا کرتا ہے اسکو جو اسکی طرف بڑھتا ہے۔ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ نشانات کے مطالبے میں اسکے بعد کہ معجزات ظاہر ہو چکے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اسلئے کہ ایمان تقویٰ کو لازم کرتا ہے۔

آیت ۱۱۳: قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا ۔ (ہم اس سے کھانا چاہتے ہیں) یعنی بطور تبرک وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا اور یقین میں اضافہ ہو جائے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ (البقرہ آیت: ۲۶۰)

مشاہدۂ معجزہ اضافہ علم کیلئے:

وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا یعنی ہم کھلی آنکھوں آپ کی سچائی جان لیں۔ جیسا کہ ہم نے استدلال سے جانی ہے۔ وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اس کا جو ہم نے آنکھوں سے دیکھا۔ ان لوگوں کے لیے جو ہمارے بعد آئیں گے۔ اس بناء پر کہ سوال اضافہ علم کے لیے تھا۔ تعنت کی بناء پر نہ تھا۔

نزولِ مائدہ کی دعا اور قبولیت:

آیت ۱۱۴: قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا (عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے اللہ! اے ہمارے ربّ! تو ہم پر آسمان سے مائدہ اتار جو ہمارے لئے خوشی کا باعث ہو) اس کی اصل یا اللہ ہے پس یاء کو حذف کر دیا اور اس کے عوض میم لگا دی رَبَّنَا یہ ندائے ثانی ہے۔ یعنی اسکے نزول کا دن ہمارے لیے عید کا دن بن جائے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اتوار کا دن تھا۔ اسی وجہ سے نصاریٰ نے اس کو عید بنایا۔ العید لوٹنے اور خوشی کو کہتے ہیں۔ اسلئے کہا جاتا ہے کہ یوم عید پس اسکا معنی یہ ہے کہ وہ ہمارے لیے سرور و خوشی کا باعث ہو۔ لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا یہ لَنَا سے بدل ہے اور عامل کو دوبارہ لایا گیا ہے یعنی ان لوگوں کیلئے جو ہمارے زمانہ میں ہمارے اہل دین ہیں اور ان کیلئے جو ہمارے بعد آئینگے یا اس سے پچھلے لوگ بھی کھائیں گے جیسے پہلوں نے کھائی یا پھر یہ ہم سے پہلے لوگوں اور پیروکاروں کیلئے ہوگی۔ وَاٰيَةً مِّنْكَ میری نبوت کی صحت پر پھر اسکو اپنے اس ارشاد سے اور مضبوط کیا۔ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور تو ہمیں دے جو ہم نے تجھ سے مانگا ہے۔ اور آپ سب سے بہتر دینے والے ہیں۔

آیت ۱۱۵: قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ۔ منزلھا یہ تشدید کے ساتھ مدنی اور شامی اور عاصم نے پڑھا ہے۔ اتارنے کا وعدہ فرما دیا اور ان پر ایک شرط یہ کہہ کر عائد کر دی۔ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ (جو ناشکری کرے گا تم میں سے اس کے اتارے جانے کے بعد) فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا ۔ (تو بے شک میں اُس کو ایسا عذاب دوں گا) یعنی عذاب دینا۔ یہ سلام بمعنی تسلیم کی طرح ہے اور ۃ،

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ

اور جب اللہ کا فرمانا ہو گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو اللہ کے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سوا دو معبود بنا لو؟ وہ عرض کریں گے میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔ میرے لئے یہ بات زیبا نہیں ہے کہ ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر

كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ

میں نے کہا ہوتا تو وہ آپ کو معلوم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو میرے جی میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے علم میں ہے۔ بے شک

اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ

آپ غیبوں کے جاننے والے ہیں۔ میں نے ان سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہا جو آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا رب ہے اور

رَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ

تمہارا رب ہے اور میں ان کے بارے میں باخبر تھا جب تک میں ان میں موجود تھا۔ پھر جب آپ نے مجھے اٹھا لیا تو آپ ہی

الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ

ان کے نگران تھے اور آپ ہر چیز پر مطلع ہیں۔ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو بے شک وہ آپ کے بندے ہیں

وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ

اور اگر آپ ان کی مغفرت فرما دیں تو بلاشبہ آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہو گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی

صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ

نفع دے گی ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے

اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور اللہ کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا فِیْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ١٦ ٥ ٦

اور جو ان کے درمیان ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اعذبه میں ضمیر مصدر کے لیے ہے اور اگر عذاب سے وہ مراد لیا جائے جس سے عذاب دیا جاتا ہے تو با کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (کہ ایسا عذاب جہانوں میں کسی کو بھی نہ دوں گا) حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مائدہ نہیں اترا۔ اگر وہ اترتا تو قیامت تک کے لیے یوم عید بن جاتا۔ کیونکہ فرمایا۔ وآخرنا۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ وہ دسترخوان نازل ہوا۔ وھب رحمہ اللہ سے مروی ہے دسترخوان اترا۔ اوپر سے ڈھکا ہوا۔ اس کو ملائکہ اڑا کر لائے۔ اس پر گوشت کے علاوہ ہر کھانا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اس دسترخوان پر جو چاہتے پالیتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ان پر صبح و شام اترتا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خصوصی سوال:

آیت ۱۱۶: وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (اور جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں کو کہا کہ وہ تمہیں اور تمہاری ماں کو اللہ کے سواء دو معبود بنالیں) جمہور اس بات پر ہیں کہ یہ سوال عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن ہوگا۔ اس کی دلیل آیت کا سیاق و سباق ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ خطاب ان کو اس وقت کیا گیا۔ جب ان کو آسمان پر اٹھایا گیا اس کی دلیل اِذْ ہے۔ قَالَ سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے اس بات سے کہ تیرا کوئی شریک ہو۔ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ میرے لیے یہ مناسب نہیں۔ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں۔ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ اگر یہ بات صحیح ہے کہ میں نے گزشتہ زمانہ میں کہی تھی۔ تو تو اس کو جانتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے معذرت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہی۔ اگر میں نے کہی ہوتی تو تو اس کو جانتا کیونکہ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ جانتا ہے جو میری ذات میں ہے۔ میں آپ کی ذات میں جو کچھ ہے نہیں جانتا۔ نفس الشی ذات و حقیقت کو کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ تو میرے معلوم کو جانتا ہے۔ مگر میں تیرے معلوم کو نہیں جانتا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ یہ دونوں جملوں کو اکٹھا پختہ کیا گیا کیونکہ جو کچھ نفوس میں ہے وہ من جملہ غیوب میں سے ہے۔ اس لیے کہ جو علام الغیوب جانتا ہے اس کی طرف کسی کا علم نہیں پہنچتا۔

جوابِ عیسوی:

آیت ۱۱۷: مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖ۔ (میں نے وہی کہا جو آپ نے مجھے حکم دیا) یعنی میں نے انکو حکم نہیں دیا مگر اس بات کا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا۔ پھر جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس کی وضاحت و تفسیر کی اور کہا۔ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ۔ اَنْ مفسرہ ہے بمعنی ای۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا نگران رہا۔ مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ اتنی مدت جتنا میں ان میں رہا۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ رقیب حفیظ کو کہتے ہیں۔ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ میرے قول و فعل اور انکے قول و فعل کے متعلق۔

مغفرت و سزا دونوں تیرے اختیار میں ہیں:

آیت ۱۱۸: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (اگر آپ عذاب دیں تو وہ تیرے

بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دیں تو تو زبردست حکمت والا ہے) زجاج نے کہا عیسیٰ علیہ السلام نے جانا کہ ان میں کچھ ایمان لائے اور بعض ان میں کفر پر قائم رہے۔ پس ان کے متعلق ان تعذبهم فرمایا یعنی اگر تو ان میں سے جو کافر ہوئے ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ جن کو تو جانتا ہے کہ انہوں نے تیری آیات کا انکار کیا تیرے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور تو اس سلسلے میں عدل کرنے والا ہے۔ انہوں نے حجت کے لازم ہو چکنے کے بعد کفر کیا ہے۔ اگر تو ان کو بخش دے جو ان میں سے کامیاب ہوئے اور ایمان لائے وہ محض تیرا فضل ہے۔ اور آپ زبردست ہیں۔ آپ کے ارادے کو کوئی باز نہیں کر سکتا۔ آپ اس سلسلے میں حکمت والے ہیں۔ یا زبردست طاقت والے ہیں۔ ثواب پر قدرت رکھتے ہیں حکمت والے ہیں۔ حکمت اور صواب سے ہی آپ سزا دیتے ہیں۔

سچائی ہر دو جہان میں کام دینے والی ہے:

آیت ۱۱۹: قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ۔ (اللہ فرمائیں گے' یہ ایسا دن ہے جس دن سچوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا) یوم کا مرفوع ہے۔ اور مضاف ہے اس طرح کہ یہ مل کر هٰذَا کی خبر بنتی ہے۔ یعنی اللہ فرمائیں گے۔ هذا يوم ينفع الصادقين فيه صدقهم المستمر في دنياهم واٰخرتهم یہ ایسا دن ہے کہ اس میں سچے لوگوں کو ان کا مسلسل سچ دنیا اور آخرت میں فائدے دے گا۔ یہ جملہ مبتداء اور خبر مل کر مفعولیت کی وجہ سے محل نصب میں ہے جیسا کہ تم کہو۔ قال زيد عمرو منطلق (عمرو منطلق مقولہ محل نصب میں ہے۔ یَوْمَ کا نصب نافع نے پڑھا۔ اس طرح کہ یہ ظرف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ عیسیٰ علیہ السلام کو جس دن سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا۔ اور وہ قیامت کا دن ہے۔ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (ان کیلئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا) سے ان کی قابل قدر کوشش پر۔ وَرَضُوْا عَنْهُ (ور وہ اس سے راضی ہو گئے) بھرپور جزاء سے۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یہ بہت بڑی کامیابی ہے) کیونکہ باقی رہنے والی ہے۔ بخلاف دنیا کی کامیابی کے کہ وہ فناء ہونے والی ہے۔

ملکیتِ عامہ سے ثبوتِ قدرت:

آیت ۱۲۰: لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ (اور اللہ کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے) اس کی شان بلند ہے اس سے جو اس کے متعلق نصاریٰ نے کہا۔ کہ اس کے ساتھ ایک اور معبود بھی ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) روکنے' دینے اور ایجاد کرنے اور فناء کرنے پر (ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی رضا مندیوں کی توفیق عنایت کر دے اور ہمیں کامیاب لوگوں میں کر دے۔ اپنی جناب میں اور رحمتیں نازل ہوں ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر)۔

سُوْرَۃُ الْاَنْعَامِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّخَمْسٌ وَّسِتُّوْنَ اٰیَۃً وَّعِشْرُوْنَ رُکُوْعًا

سورۂ انعام مکی ہے اس کی ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ ط

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو اور بنایا تاریکیوں کو' اور روشنیوں کو'

ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ ① ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ

پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں' وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا کیچڑ سے' پھر

قَضٰٓی اَجَلًا ط وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ② وَھُوَ اللّٰہُ

اجل مقرر فرمائی اور اس کے پاس ایک اجل مقرر ہے' پھر تم شک کرتے ہو' اور وہ اللہ ہے

فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ط یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَھْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ ③

آسمانوں میں اور زمین میں وہ جانتا ہے تمہارے باطنی حالات کو اور ظاہری حالات کو' اور وہ جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو

وَمَا تَاْتِیْھِمْ مِّنْ اٰیَۃٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّھِمْ اِلَّا کَانُوْا عَنْھَا مُعْرِضِیْنَ ④ فَقَدْ

اور جب ان کے رب کی نشانیوں میں سے ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔

کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ ط فَسَوْفَ یَاْتِیْھِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ⑤

سو بلاشبہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا۔ سو عنقریب آجائیں گی ان کے پاس اس چیز کی خبریں جس کا مذاق بنایا کرتے تھے۔

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَکِّنْ

''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کر دیا' ان کو ہم نے زمین میں ایسا اقتدار دیا تھا جو تم کو

لَّکُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْھِمْ مِّدْرَارًا ص وَّجَعَلْنَا الْاَنْھٰرَ تَجْرِیْ مِنْ

نہیں دیا' اور ہم نے ان پر زور دار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنا دیں جو ان کے نیچے جاری

تَحْتِھِمْ فَاَھْلَکْنٰھُمْ بِذُنُوْبِھِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِھِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ⑥

تھیں پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے پیدا کر دیں دوسری امتیں'

تمام تعریفوں کے لائق وہی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔اس نے بندوں کو تعلیم دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔اور در پردہ اس بات کی تعریف کر دی کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی حمد کی ضرورت نہیں۔وہ ان کی تعریف سے بے نیاز ہے خواہ اس کی تعریف کوئی کرے یا نہ کرے۔وہ واقع میں تمام تعریفوں کے لائق ہے۔

سماوات کے جمع اور ارض کے مفرد لانے کی وجہ:

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ السموات جمع لایا گیا کیونکہ آسمان ایک دوسرے پر طبق کی صورت میں ہیں۔الگ شکل والے ہیں۔اور الارض زمینیں بھی اگرچہ جمہور کے نزدیک سات ہیں مگر ان کے لیے لفظ مفرد لائے۔کیونکہ وہ ایک دوسرے کے اوپر نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ ہم شکل ہیں۔اور ایک ماہیت رکھتی ہیں۔صرف: جعل کا لفظ جب احدث اور انشاء کے معنی میں ہو تو مفعول واحد کی طرف متعدی ہوتا ہے۔جیسا اس ارشاد میں وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جب صیّر کے معنی میں ہو۔جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ الَّذِیْنَ ھُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (الزخرف:۱۹) اس میں بت پرستوں کے اس قول کی تردید ہے کہ نور و ظلمت قدیم ہیں۔النور کو مفرد لائے کیونکہ جنس مراد ہے۔اور نور ایک ہی قسم ہے جو مختلف نہیں ہوتا۔جیسا کہ اندھیرے مختلف ہوتے ہیں۔ظلمات کو جمع لائے کیونکہ ہر ایک چیز کی ظلمت الگ ہے۔رات کی الگ۔سمندر کی الگ' اندھیرے مقام کی الگ ہر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔اور ظلمات کو مقدم لایا گیا اس کی وجہ ترمذی میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا۔پھر ان پر اپنے نور کا ایک چھینٹا ڈالا۔پس جس پر وہ نور کا چھینٹا پڑ گیا۔وہ ہدایت یاب ہو گیا۔جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا (رواہ احمد ایضاً فی مسندہ) ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ پھر کافر لوگ اس وضاحت کے بعد، بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ۔پھر بتوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں۔

نحوی تحقیق نمبر ا:

جیسے تم کہو: عدلت بہذا ای ساویتہ بہ۔میں نے اس کو اس کے برابر کر دیا سے لیا گیا ہے۔بربھم میں باء یہ عدل کا صلہ ہے۔کفروا کا نہیں۔نمبر۲۔یعدلون کے بعد اس کا صلہ عن محذوف ہے۔یہ اعتراض کے معنی میں ہے اس صورت میں باء کفروا کا صلہ ہو گی۔اور یعدلون کا صلہ عن محذوف ہو گا۔اگر ثم الذین کفروا کو الحمد للہ پر معطوف کیا جائے تو معنی اس طرح ہو گا۔بیشک اللہ تعالیٰ حقیقتاً لائق حمد ہے۔اس طور پر کہ سارے جہان کو پیدا کرنے والے ہیں۔اور جہان کو پیدا کرنا محض اس کی نعمت ہے۔لیکن پھر بھی کافر اس کی نعمتوں میں برابر قرار دے کر اس کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔نمبر۳۔خلق السموٰت پر عطف ہے۔اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے تو پیدا کیا جو پیدا کیا۔جس کی تخلیق میں سوائے اس کے اور کسی کو قدرت نہیں۔پھر بھی کافر ایسی مخلوق کو اس کے برابر قرار دیتے ہیں۔جس کو کسی چیز کے پیدا کرنے پر کوئی قدرت نہیں۔ثم کا لفظ یہاں تعجب کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آیات اس قدر واضح ہونے کے بعد کافروں کا اس کے برابر دوسروں کو قرار دینا قابل تعجب ہے۔اور بعید از

انصاف ہے۔

خالق وہی پھر بھی شک میں پڑے ہیں:

آیت ۲: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ۔ من یہ ابتدائے غایت کے لیے ہے۔ یعنی ابتداء خلق اصلکم ای 'ادم منه تمہارے اصل آدمؑ کی پیدائش اسی سے کی۔ ثُمَّ قَضٰی اَجَلاً پھر مدت موت کا فیصلہ کیا۔ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ وقت معین سے قیامت مراد ہے۔ نمبر۲۔ پہلے اجل سے مراد پیدائش سے موت تک اور دوسرے اجل سے موت وبعث کے مابین اور وہ برزخ ہے نمبر۳۔ اول نیند' ثانی موت۔ نمبر۴۔ ثانی سے بھی اول ہی مراد ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے و هواجل مسمی ای معلوم وہ وقت مقرر یعنی معلوم ہے۔ نحو : اجل مسمی مبتداء اور خبر عندہٗ ہے اور مبتداء کو نکرہ ہونے کے باوجود مقدم کر دیا۔ کیونکہ خبر ظرف ہے اور ظرف مؤخر ہی ہوتا ہے۔ اور نکرہ کی صفت آ جانے سے وہ معرفہ کے قریب ہو گیا۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ پھر تم شک میں پڑے ہو۔ تمترون مرية سے ہے۔ نمبر۲۔ مراء سے ہے جس کا معنی جھگڑا کرنا۔ ثم استبعاد کے لیے ہے۔ اس بات سے کہ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود کہ ثابت ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کو زندہ کرنے والے موت دینے والے اور ان کو اٹھانے والے ہیں۔

نحو وصرف:

آیت ۳: وَهُوَ اللّٰهُ۔ نحو : یہ مبتداء فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ خبر ہے۔ نمبر۱۔ لفظ اللہ کو صیغہ مشتق کہا جائے۔ گویا اس طرح ہو گیا هو المعبود فیها۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ وهو الذی فی السماء الٰهٌ وفی الارض الٰه۔ الزخرف آیت ۸۴۔ نمبر۲۔ اللہ کے لفظ کو علم کہا جائے تو مشتق کی تاویل سے اس طرح ہوگا۔ هو الله المعروف بالالٰهية فيها۔ وہی اللہ الوہیت کے ساتھ معروف ہے ان دونوں میں۔ نمبر۳۔ اللہ کے لفظ کو علم مان کر هو الذی يقال له الله فيهما وہ وہی ہے جس کو ان دونوں میں اللہ کہا جاتا ہے۔ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَهْرَکُمْ۔ نحو : یہ دوسری خبر ہے۔ یا ابتدائی کلام ہے۔ یعنی وہ تمہاری باطنی اور ظاہری حالت کو جانتا ہے۔ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ بھلائی' برائی میں سے اور وہ اس پر ثواب وعذاب دے گا۔

عدم تدبر انجام کی سوچ نہ ہونے سے ہے:

آیت ۴: وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ۔ اس میں مِنْ استغراق کے لیے ہے۔ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اس میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی جو کوئی دلیل کبھی ان کے سامنے ظاہر ہوتی ہے جس میں غور وفکر کرنا ضروری ہے۔ اِلَّا کَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ان پر غور وتدبر چھوڑنے والے ہیں۔ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کو بہت کم خوف اور انجام کی سوچ نہیں ہے۔

آیت ۵: فَقَدْ کَذَّبُوْا اس کو محذوف کلام کی طرف لوٹایا جائے گا۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ان کانوا معرضین عن الأيات فقد كذبوا۔ اگر یہ آیات سے منہ موڑ رہے ہیں تو انہوں نے واقعۃً حق کو جھٹلایا۔ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ یعنی وہ جو کہ عظیم ترین نشانی اور سب سے بڑا معجزہ ہے اور وہ قرآن ہی تو ہے جس کے ذریعے ان کو چیلنج کیا گیا۔ جس کے جواب میں وہ عاجز رہے۔

قرآنی خبریں حقیقت بن کر سامنے آجائیں گی:

فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ یعنی اس چیز کی خبریں جس کو وہ جھٹلاتے تھے۔ اور وہ قرآن مجید ہے۔ یعنی قرآن کی خبریں اور جو حالات اس نے بیان کیے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ عنقریب وہ جان لیں گے کہ کس چیز کے ساتھ انہوں نے استہزاء کیا ہے یہ اس وقت پتہ چلے گا جب دنیا میں ان پر عذاب اترے گا۔ یا قیامت کے دن نازل ہوگا یا اسلام کے ظہور و غلبے کے وقت (جیسا کہ دشمن ذلیل ہوئے الحمد للہ علی ذالک)

گزشتہ اقوام سے عبرت پکڑو ان کی ہلاکت تکذیب کی وجہ سے ہوئی:

آیت ٦: اَلَمْ يَرَوْا کیا مکذبین نے نہیں دیکھا۔ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ كم خبریہ ہے۔ قرن سے مراد ہر زمانے والوں کے ختم ہونے کی مدت اور وہ اسّی سال یا ستر سال ہے۔ مَّكَّنّٰهُمْ ۔ نحو: یہ قرن کی صفت ہونے کی وجہ سے موضع جر میں ہے اور معنی کے لحاظ سے جمع لائے۔ فِى الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ تمکین فی البلاد سے مراد قدرت بخشنا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے اہل مکہ کو وہ کچھ نہیں دیا جو عاد و ثمود کو دیا گیا تھا۔ ان کے اجسام بڑے۔ اموال میں وسعت اور اسباب دنیا کی فراوانی۔ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ ۔ السماء سے بارش مراد ہے۔ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا بہت زیادہ یہ السمّاء سے حال ہے۔ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمْ تحت کا مضاف الیہ اشجارھم مطلب یہ ہے کہ وہ پھلوں اور نہروں میں خوشحالی سے جیے اور بارش کی کثرت سے سیراب کیے گئے۔ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ اور ان میں سے کوئی چیز ان کے کام نہ آسکی۔ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ (اور ان کے بعد ہم نے پیدا کر دیں دوسری امتیں) ان کے بدلے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ

اور اگر ہم اتار دیں آپ پر کاغذ میں لکھا ہوا کوئی نوشتہ پھر وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھو لیں تب بھی کافر لوگ

كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ

یوں کہیں گے کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے مگر صریح جادو ہے' اور وہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر فرشتہ

وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ⑧ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ

اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتار دیتے تو فیصلہ کر دیا جاتا پھر ان کو کوئی مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم اس کو فرشتہ

مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ⑨ وَلَقَدِ

بناتے تو اس کو آدمی ہی بناتے اور ہم ان پر شبہ ڈال دیتے جس شبہ میں وہ اب پڑ رہے ہیں' اور بلاشبہ

اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ استہزاء کیا گیا۔ پھر جن لوگوں نے استہزاء کیا ان کو اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق

يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩ قُلْ سِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ ع ۷

اڑایا کرتے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ چلو زمین میں پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا

الْمُكَذِّبِيْنَ ⑪

کیا انجام ہوا۔"

آیت ۷: وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا لکھی ہوئی تحریر۔ فِیْ قِرْطَاسٍ کاغذ پر۔ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ یہ ماقبل کی تاکید ہے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری تو آنکھوں پر جادو کر دیا گیا۔ اور بعض اندھے پن کی حجت بازی بنالیں۔ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ حق کے ساتھ محض ضد اور عناد کی وجہ سے اس کے باوجود کہ حق ظاہر ہو چکا۔

عدم مہلت زیادہ شدید ہے:

آیت ۸: وَقَالُوْا لَوْلَآ کیوں نہ۔ اُنْزِلَ عَلَيْهِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مَلَكٌ (فرشتہ) جو ہم سے کلام کرے کہ یہ نبی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ (تو ان کی حالت کا معاملہ نمٹا دیا جاتا۔ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ پھر اسکے اترنے کے بعد پلک جھپک کیلئے انکو مہلت نہ دی جاتی کیونکہ جب وہ فرشتہ اصل شکل میں دیکھ پائیں گے تو ان کی روحیں خوف نظارہ سے نکل

جائیں گی۔ یہاں ثم کا معنی یہ ہے کہ اس کے بعد کہ انہوں نے دو باتوں کو واضح کر دیا۔ معاملہ کا فیصلہ اور عدم مہلت۔ آیت میں عدم مہلت کو فیصلہ سے زیادہ شدید قرار دیا گیا۔ کیونکہ کسی مصیبت کا اچانک ٹوٹ پڑنا اصل مصیبت سے زیادہ سخت ہے۔

فرشتہ لباس انسانی میں اسی اشکال کا باعث ہے:

آیت ۹: وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا اگر ہم رسول کو فرشتہ کی صورت میں بھیجیں جیسا کہ ان کے خیالات میں ہے کیونکہ وہ کبھی کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتہ کیوں نہیں اترا اور کبھی کہتے یہ تو تم جیسا انسان ہے۔ (نبوت اس کو نہیں دی گئی) اگر اللہ چاہتا تو فرشتہ ضرور اتارتا۔ لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا اس کو ضرور صورت انسانی میں بھیجتے۔ جیسا کہ جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمومی حالات میں دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے۔ کیونکہ وہ فرشتوں کو ان کی اصلی شکل میں دیکھ کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ان پر ہم خلط ملط کر دیتے۔ اور اس کے معاملے کو ان پر مشتبہ کر دیتے۔ اس لئے کہ اس کا راستہ بھی تیرے والا راستہ تھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پس فرشتوں کو صورت انسانی میں دیکھ کر کہتے کہ یہ انسان ہے فرشتہ تو نہیں۔ کہا جاتا ہے لبست الامر علی القوم۔ والبسته جبکہ وہ ان پر مشتبہ اور مشکل ہو جائے۔ پھر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم کی طرف سے پہنچنے والے استہزاء پر تسلی دی۔

تسلیہ برائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

آیت ۱۰: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ پس ان کو گھیر لیا اس چیز نے جس کا وہ مذاق کرتے تھے۔ حالانکہ وہ برحق ہے اس لیے ان کو اس کے ساتھ استہزاء کے نتیجے میں ہلاک کر دیا گیا۔ مِنْهُمْ یہ سخروا کے متعلق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ (التوبہ:۷۹) اور ھُم کی ضمیر رسل کی طرف جارہی ہے۔ قراءت: لقد کا دال ابو عمرو، حفص کے نزدیک مکسور ہے۔ کیونکہ دو ساکن جمع ہیں۔ اور دوسرے قراء نے دال کا ضمہ استھزیٔ کی تا کے ضمہ کی اتباع میں پڑھا ہے۔

نکتہ: فا اور ثم لانے کا فرق:

آیت ۱۱: قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ (آپ فرما دیجئے کہ چلو زمین میں پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا) فانظروا اور ثم انظروا میں فرق یہ ہے کہ فانظروا میں نظر کو سیر کا مسبب قرار دیا گیا۔ گویا اس طرح کہا گیا سیروا لا جل النظر ولا تسیروا سیرا لغافلین کہ تم عبرت کی خاطر سیر کرو۔ اور چلو پھرو۔ اور غافل لوگوں کی طرح مت چلو۔ سیروا فی الارض ثم انظروا کا معنی یہ ہے۔ کہ زمین میں تجارت وغیرہ کی غرض سے بھی سیر و سفر مباح ہے۔ اور ہلاک شدہ لوگوں کے آثار پر غور و فکر واجب ہے۔ اس بات پر متنبہ کرنے کے لیے ثم لایا گیا۔ کہ مباح اور واجب میں بہت بڑا فاصلہ ہے۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ

آپ فرما دیجئے! کس کی ملکیت ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمینوں میں ہے۔ فرما دیجئے کہ یہ سب اللہ ہی کے لئے ہے اس نے اپنے اوپر رحمت کرنا لازم

الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ

فرما لیا ہے' وہ ضرور تم کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں' جن لوگوں نے

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ

اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا وہ ایمان نہیں لائیں گے' اور اسی کے لئے ہے جو ساکن ہے رات میں

وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۳ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ

اور دن میں' اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے! کیا میں اللہ کے سوا کسی کو مددگار

وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ قُلْ

بنا لوں جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور وہ کھلاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا۔ آپ فرمائیے!

اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۴

بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے وہ شخص ہو جاؤں جو فرمانبردار ہوا' اور آپ ہرگز مشرکین میں سے نہ ہو جائیے۔

قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۵

آپ فرما دیجئے! کہ بے شک! میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'

آیت ۱۲: قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ نحو: من استفہامیہ ہے اور ما، الذی کے معنی میں ہے۔ ما موضع مبتداء میں مرفوع ہے۔ اور لمن اس کی خبر ہے۔ قُلْ لِّلّٰهِ میں اس بات کو پختہ کیا گیا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اس میں میرے اور تمہارے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ان میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے سواء کسی اور طرف منسوب نہیں کر سکتے۔

رحمت اپنے ذمہ رحمت سے کرلی:

كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ کتب کا اصل معنی واجب کرنا ہے۔ مگر اس کو ظاہر پر محمول نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر تو بندے کی کوئی چیز لازم نہیں۔ پس مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا پختہ عہد کیا ہے اور وہ اس کو ہر صورت پر پورا فرمانے والے ہیں۔ نفس کا ذکر خاص کرنے اور وسائط ختم کرنے کے لیے کیا۔ پھر ان کو غور و فکر میں غفلت کرنے اور اپنے ساتھ ایسے معبودوں کو شریک ٹھہرانے پر ڈرایا۔ جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اپنے اس ارشاد سے لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ

الْقِیٰمَۃِ۔ وہ ضرور تمہارے شرک پر تمہیں سزا دے گا۔ لَارَیْبَ فِیْہِ اس دن میں کوئی شبہ نہیں۔ یا جمع کرنے میں کوئی شبہ نہیں۔

دو ترا کیب:

اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ (جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا) یہ منصوب علی الذم ہے تقدیر کلام یہ ہے ارید الذین خسروا انفسھم باختیارھم الکفر۔ کہ میری مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو کفر اختیار کر کے نقصان میں مبتلاء کیا۔ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ قول اخفش۔ الذین یہ بدل ہے لیجمعنکم کے کُمْ سے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیجمعن ھؤلاء المشرکین الذین خسروا انفسھم۔ وہ ضرور ان مشرکین کو جمع کرے گا۔ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا۔ اور بہتر قول پہلا ہے کیونکہ سیبویہ نے کہا۔ اس طرح کہنا درست نہیں۔ مررت بی المسکین و لا بك المسکین۔ کہ تم اس میں مسکین کو یا سے بدل بناؤ یا کاف سے بدل بناؤ۔ کیونکہ وہ دونوں نہایت واضح ہونے کی بناء پر بدل و تفسیر کے محتاج نہیں۔

جب وہ مدبر کائنات ہے تو ہر حرکت و سکون کا مالک بھی وہی ہے:

آیت ۱۳: وَلَہٗ اس کا عطف للہ پر ہے۔ مَا سَکَنَ فِی الَّیْلِ وَالنَّھَارِ نمبرا۔ یہ السکنٰی سے لیا گیا ہے تاکہ ساکن و متحرک دونوں کو شامل رہے۔ یا نمبر۲۔ السکون سے ہے مطلب اس طرح ہے کہ ماسکن و تحرك فیھما جو دن رات میں سکون و حرکت کرتا ہے ضدین میں ایک کا تذکرہ کافی ہے۔ جیسا فرمایا تقیکم الحر۔ النحل آیت ۸۱۔ تو الحر' البرد مراد ہیں۔ اسی طرح سکون کو ذکر کیا کیونکہ یہ حرکت سے زیادہ ہے۔ اس میں مشرکین کے خلاف دلیل دی گئی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو خالق الکل ہونے کا اقرار کرتے تھے۔ اور اس کو دابر الامور بھی مانتے تھے۔ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وہ ہر مسموع کو سنتا اور ہر معلوم کو جانتا ہے۔ پس جس چیز پر لیل و نہار مشتمل ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز اس پر مخفی نہیں ہے۔

نحو و قراءت۔ میرا کارساز وہی ہے اور میں اُس کا فرمانبردار:

آیت ۱۴: قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا۔ (کیا میں اللہ کے سوا کسی (اور) کو مددگار بنالوں) ولی کا معنی ناصر و معبود ہے۔ یہ اَتَّخِذُ کا مفعول ثانی ہے اور پہلا مفعول اَغَیْرَ ہے۔ یہاں ہمزہ استفہام کو اتخذ کے مفعول پر داخل کیا گیا ہے۔ خود اتخذ پر نہیں۔ کیونکہ انکار غیر اللہ کو کارساز بنانے کا ہے۔ ولی بنانے کا انکار نہیں۔ اسلئے اسکو شروع میں لانا زیادہ مناسب تھا۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ان میں جو پڑھا جائیگا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یعنی وہ انکا ایجاد کرنے والا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مجھے فاطر کا معنی اچھی طرح واضح نہ تھا۔ یہاں تک کہ دو اعرابی میرے پاس ایک کنویں کا جھگڑا لائے۔ ان میں سے ایک نے کہا انا فطرتھا کہ میں نے اس کی ابتداء کی۔ وَھُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ وہ رزق دیتا ہے اس کو رزق دیا نہیں جاتا۔ یعنی تمام منافع کا اختیار اسی ہی کو ہے۔ اور اسکے حکم کے خلاف انتفاع جائز نہیں۔ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ (آپ فرما دیجئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے وہ شخص ہو جاؤں جو فرمانبردار ہوا) کیونکہ نبی اکرمؐ امت سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔ جیسا دوسری آیت میں ہے: وبذالك امرت وانا اول المسلمین۔ الانعام آیت ۱۶۳۔ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ تم ہرگز مشرکین

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ

اس دن جس سے عذاب ہٹا دیا گیا سو میرے رب نے اس پر رحم فرمایا اور یہ کھلی ہوئی کامیابی ہے اور اگر

يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ

اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس تکلیف کا دور کرنے والا اس کے علاوہ کوئی نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچا

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾

دے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ حکمت والا ہے باخبر ہے۔"

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۟ وَاُوْحِيَ

"آپ فرما دیجئے کہ گواہی کے لئے سب سے بڑھ کر کونسی چیز ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میری طرف

اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ

یہ قرآن وحی کے ذریعہ بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ تمہیں اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے اسے ڈراؤں' کیا تم گواہی دیتے ہو کہ

مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ

اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ہیں؟ آپ فرما دیجئے کہ میں تو ایسی گواہی نہیں دیتا' آپ فرما دیجئے کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور بلاشبہ میں

بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ

ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک بناتے ہو، جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ انہیں پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو

اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع

پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو ضائع کر دیا سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

وقف لازم وقف غفران

سے نہ بنو اور مجھے کہا گیا ہے ولا تکونن من المشرکین۔ نون خفیفہ کے ساتھ اور اگر اسکا عطف ماقبل پر لفظاً ہوتا تو کہا جاتا۔ والا اکون۔ مطلب یہ ہے کہ امرت بالاسلام و نهيت عن الشرك مجھے اسلام کا حکم دیا گیا اور شرک سے روکا گیا ہے۔

اگر میں بھی نافرمانی کروں تو عذاب کا خطرہ اتم ہے:

آیت ۱۵: قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ یعنی مجھے خطرہ ہے بڑے دن کے عذاب کا اور وہ قیامت ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں۔ نحو: پس شرط فاعل اور مفعول بہ کے درمیان آرہی ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔

آیت ۱۶: مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ یعنی عذاب يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ رحم کیا اللہ تعالیٰ نے بڑا عظیم رحم اور وہ ظاہری نجات ہے۔
قراءت: من يَصرف معروف پڑھا حمزہ علی اور ابوبکر نے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس سے عذاب پھیر دیا۔ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

نفع وضرر پر اختیار اسی کو ہے:

آیت ۱۷: وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ۔ ضر سے مراد مرض یا فقر یا اور اسی قسم کی آزمائش فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ کوئی اس کے سوا اس کو دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ جیسے عنایت اور صحت۔ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ تو وہ اس کے دوام اور ازالہ پر قدرت رکھتا ہے۔

نحوی ترکیب:

آیت ۱۸: وَهُوَ الْقَاهِرُ یہ مبتداء اور خبر ہے۔ یعنی غالب ومقتدر ہے۔ فَوْقَ عِبَادِهٖ یہ دوسری خبر ہے یعنی ان پر قدرت سے غالب ہے۔ القہر مراد کو پالینا۔ جبکہ دوسرا اس کو پالینے میں رکاوٹ ہو۔ وَهُوَ الْحَكِيْمُ اپنے مقصد کے نفاذ میں۔ الْخَبِيْرُ اپنے بندوں میں سے اہل قہر کو جاننے والا ہے۔

قرآن کے وحی ہونے پر اللہ کی شہادت کافی ہے...... نحوی تحقیق:

آیت ۱۹: قُلْ اَيُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ای شیءٍ مبتداء اور اکبرُ اس کی خبر ہے۔ شہادۃ تمیز ہے۔ ایّ یہ ایک ایسا کلمہ ہے کہ اس سے مضاف الیہ کا بعض مراد ہوتا ہے۔ جب یہ استفہام کے لیے ہو تو اس کا جواب مضاف الیہ کے نام سے موسوم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلِ اللّٰهُ یہ ایّ کا جواب ہے یعنی الله اکبر شهادة کہ اللہ تعالیٰ کی شہادت سب سے بڑی ہے پس لفظ اللہ مبتداء اور خبر محذوف ہے۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ شیء کے لفظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیا جاسکتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیء موجود کو کہتے ہیں اور شیء معدوم پر بولا ہی نہیں جاسکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے پس شیء ہوا۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شیء لا کالا شیاء اللہ تعالیٰ شیء ہے مگر اشیاء کی طرح نہیں۔ پھر جملہ ابتدائیہ لایا گیا۔ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ یعنی هو شهيد بيني و بينكم۔ وہ گواہ ہے میرے اور تمہارے مابین اور یہ بھی درست ہے کہ جواب اس طرح ہو۔ اللّٰهُ شهيد بيني و بينكم۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اور ان کے درمیان شہید ہے۔ تو سب سے بڑی شے شہید کی آپ کے حق میں گواہی ہے۔ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ جن کو قرآن قیامت کی ساعت تک پہنچے گا حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ جس کو قرآن پہنچ گیا گویا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا (یہ موقوف روایت ہے) اور مَنْ محل نصب میں کُمْ پر معطوف ہے۔ اور ضمیر عائد محذوف ہے۔ ومن بلغ اور بلغ کا فاعل ضمیر ہے جو قرآن کی طرف لوٹتی ہے۔ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى یہ استفہام انکاری ہے اور تبکیت کفار کے لیے لایا گیا ہے۔ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ جس کی تم گواہی دیتے ہو۔ اس کو دوبارہ لائے۔ قُلْ تاکید

کے ساتھ۔ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ مَا نے اِنّ کے عمل کو روک دیا۔ ھو مبتداء ہے اور اللہ اس کی خبر ہے۔ اور واحد اس کی صفت ہے۔ یا ما، الذی کے معنی میں محل نصب میں ہے بوجہ انّ کے اور ھو مبتدا ہے اور اللہ اس کی خبر ہے۔ اور جملہ الذی کا صلہ ہے اور واحد خبر انّ ہے۔ اور یہ وجہ زیادہ بہتر ہے۔ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ شریک کرتے ہو اس کے ساتھ۔

اہل کتاب پر آپ کی صفات مخفی نہیں:

آیت ۲۰: اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یعنی یہود و نصاریٰ اور کتاب سے تورات و انجیل مراد ہیں۔ یَعْرِفُوْنَهٗ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے چہرے اور مہرے اور دونوں کتابوں میں ثابت شدہ صفات کے ساتھ۔ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ان کے چہروں اور ان کی صفات کے ساتھ۔ یہ اہل مکہ کے سامنے گواہی اور شہادت پیش کی۔ کہ اہل کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے اور آپ کی نبوت کو بھی جانتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یعنی مشرکین میں سے اور عنادی اور ضدی اہل کتاب میں سے۔ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان باندھے۔ اس کی آیتوں کو جھٹلائے' بے شک بات یہ ہے کہ ظلم کرنے والے

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ

کامیاب نہیں ہوتے' اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ان لوگوں سے ہم کہیں گے جنہوں نے شرک کیا کہاں ہیں

شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا

تمہارے شریک جن کے بارے میں تم دعویٰ کیا کرتے تھے؟ پھر نہ ہوگا ان کا فریب اس کے سوا کہ وہ کہیں گے

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ

قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔ دیکھو کیسا جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور وہ سب کچھ غائب ہوا

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى

جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے' اور ان میں بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا

پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بھاری پن کر دیا ہے اور اگر یہ لوگ ہر طرح کی نشانیاں دیکھ لیں تب

يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا

بھی ان پر ایمان نہ لائیں گے' یہاں تک کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں' جنہوں نے کفر کیا

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ

وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ پچھلے لوگوں کی لکھی ہوئی باتوں کے سوا کچھ بھی نہیں اور وہ لوگ اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے دور ہوتے ہیں'

وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور وہ نہیں ہلاک کرتے مگر اپنی ہی جانوں کو اور سمجھتے نہیں ہیں۔''

یہ ظالم دو باطل باتیں جمع کرنے والے ہیں:

آیت ۲۱: وَمَنْ اَظْلَمُ یہ استفہام نفی کے معنی کو متضمن ہے۔ یعنی ان سے بڑھ کر اپنے نفس پر ظلم کرنے والا کوئی نہیں۔ الظلم کسی چیز کو اپنے مقام سے ہٹا کر دوسرے مقام پر رکھنا۔ اور سب سے بدترین ظلم یہ ہے کہ مخلوق کو معبود بنا دیا جائے۔ مِمَّنِ افْتَرٰی جس

نے جھوٹ باندھا۔ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وہ اس کی ایسی صفت بیان کرتا ہے جو اس کے لائق نہیں۔ اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ قرآن اور معجزات کو۔ اِنَّهٗ ضمیر شان ہے۔ بیشک معاملہ اور شان یہ ہے کہ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ انہوں نے دو باطل باتیں جمع کر لیں پس اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات جھوٹ لگائی جس کی کوئی دلیل نہیں اور اس کو جھٹلایا جو پختہ دلیل سے ثابت ہے۔ جبکہ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور قرآن مجید اور معجزات کو سحر کا نام دیا۔

تمام کا حشر:

آیت ۲۲: وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا یوم نحشرھم مفعول بہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اذکر یوم نحشرھم اور جمیعًا حال ہے مفعول کی ضمیر سے ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا شریک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو۔ یہ توبیخ کے طور پر کہا جائے گا۔ قراءت: یعقوب نے نحشرھم اور نقول میں یحشرھم اور یقول یاء سے پڑھا ہے۔ اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ یعنی تمہارے وہ معبود جن کو تم نے اللہ کا شریک قرار دیا۔ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ جن کو تم اپنے خیال میں شریک سمجھتے ہو۔ نحو: دونوں مفعولوں کو حذف کر دیا گیا ہے۔

کفر کا بے وقت انکار:

آیت ۲۳: ثُمَّ لَمْ تَكُنْ: قراءت: حمزہ اور علی نے یکن یا سے پڑھا ہے۔ فِتْنَتُهُمْ ان کا کفر اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ یعنی پھر ان کے اس کفر کا انجام جس کو انہوں نے ساری عمر لازم پکڑا اور اس پر لڑائیاں کیں اور بیزاری ہوگی اور اس کو اختیار کرنے کی نفی ہوگی۔ پھر ان کا یہ جواب ہوگا (واللہ ربنا ما کنا مشرکین) پس اس جواب کو فتنہ اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ جھوٹ ہے۔ قراءت: الفتنۃ کو مکی نے مرفوع پڑھا ہے اور اسی طرح شامی اور حفص نے بھی۔ جن قراء نے تکن تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور فتنہ کو رفع دیا۔ تو انہوں نے اس کو لم تکن کا اسم قرار دیا۔ اور ان قالوا کو خبر۔ مطلب یہ ہوا کہ ان کی آزمائش ان کی یہ بات ہوگی۔ جن قراء نے تاء سے پڑھا ہے لیکن الفتنۃ کو منصوب پڑھا تو انہوں نے فتنہ کو مقولہ قرار دیا۔ حمزہ اور علی نے ندا کی وجہ سے ربنا کو منصوب پڑھا ہے۔ یا رَبَّنَا۔ دوسرے قراء نے اللہ تعالیٰ کے اسم کی صفت قرار دیکر مجرور پڑھا ہے۔

اپنے منہ اپنی تکذیب:

آیت ۲۴: اُنْظُرْ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ یہ بات کہہ کر کہ ہم مشرک نہ تھے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو جمع کرے گا اور مشرکین اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت ملاحظہ کریں گے اور مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اسی طرح مومنین کی دوسرے مومنوں کے متعلق شفاعت دیکھیں گے تو وہ ایک دوسرے کو کہیں گے۔ آؤ شرک چھپائیں شاید کہ ہم بھی اہل توحید کے ساتھ نجات پا جائیں۔ پس اس وقت ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نداء دی جائے گی۔ اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (انعام: ۲۲) تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم شریک گمان کرتے تھے۔ مشرک اس وقت کہیں گے: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (انعام: ۲۳) کہ اے اللہ ہمیں آپ کی ربوبیت کی قسم ہم تو مشرک ہی نہ تھے۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دے گا۔ اور ان کے جوارح ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ اور ان سے غائب ہو

جائیں گے۔ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ جن کی الوہیت اور شفاعت کو جھوٹ باندھتے تھے۔

آیت ۲۵: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ جبکہ آپ ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ ابوسفیان، ولید، نضر اور ان کے ہم مثل جمع ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کو سننے لگے۔ ان تمام نے نضر کو کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں۔ کہ محمد ﷺ کیا کہتے ہیں۔ مگر یہ کہ وہ اپنی زبان کو حرکت دیتے ہیں۔ اور پہلے لوگوں کی کہانیاں بتلاتے ہیں۔ جیسا کہ میں گزشتہ زمانے کی حکایات تمہیں سناتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں اس کو سچا خیال کرتا ہوں۔ اس پر ابوجہل نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہرگز نہیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔

قرآن کو اساطیر الاولین کہنے والوں کے دِلوں پر پردے ہیں:

وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً۔ اکنہ جمع اکنان کی اس کا معنی پردے۔ اعنہ کی نظر عنان اور اعنہ آئی ہوئی ہے۔ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ اس کراہت سے کہ وہ اس کو سمجھیں۔ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وقر کا معنی بوجھ جو سننے سے مانع ہو۔ وقر کو مصدر کی وجہ سے واحد لائے۔ اس کا عطف اکنة پر ہے۔ اور مسئلہ اصلح للعبد میں یہ ہمارے لیے حجت ہے معتزلہ کے خلاف۔ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا۔ نحو : حتّٰی جملہ اذا جاء وك کی طرف مضاف ہے۔ اور یجادلونك موضع حال میں ہے۔ اور حتی جارہ بھی ہوسکتا ہے۔ اور اذا جاء و ك موضع جر میں ہو اس وقت حتی کے بعد وقت مجیئھم ہوگا اذا جاؤك مصدر کے معنی میں ہو جائے گا۔ اور یجادلونك حال ہے اور یجادلونك اس کی تفسیر ہے مطلب اس طرح ہوگا انه بلغ تکذیبهم الأیات الٰی انهم یجادلونك وینا کرونك ان کی تکذیب آیات اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ آپ سے جھگڑا کرتے اور اس کو او پر اقرار دیتے ہیں۔ اور ان کے مجادلہ کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ وہ کہتے ہیں اِنْ هٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھوٹوں کا پلندا قرار دیتے ہیں۔ اساطیر کا واحد اسطورہ ہے۔

دہرے گناہ کے مرتکب:

آیت ۲۶: وَهُمْ یعنی مشرکین يَنْهَوْنَ عَنْهُ وہ لوگوں کو قرآن سے منع کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ سے روکتے ہیں۔ آپ کی اتباع اور ایمان سے روکتے ہیں۔ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ اور اپنے نفوس کو دور کرتے ہیں۔ پس خود گمراہ ہوتے ہیں اور کرتے ہیں۔ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اس کے ساتھ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ یعنی نقصان ان سے دوسروں کی طرف تعدی نہیں کرے گا۔ اگرچہ ان کے اپنے خیال میں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد ابو طالب ہے۔ کیونکہ وہ قریش کو آپ ﷺ پر تعرض کرنے سے روکتا۔ مگر وہ آپ پر ایمان نہ لاتا۔ بلکہ ایمان سے دور ہٹتا۔ تفسیر اول زیادہ مناسب ہے۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ

اور آپ اگر اس وقت دیکھیں جب وہ کھڑے کیے جائیں گے دوزخ پر تو کہیں گے ہائے! ہماری بربادی کاش ہم واپس کر دیئے جاتے اور اپنے رب کی آیات کو

رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ

نہ جھٹلاتے! اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جاتے! بلکہ بات یہ ہے کہ وہ جس چیز کو اس سے پہلے چھپایا کرتے

قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْۤا

تھے وہ ظاہر ہوگئی اور اگر وہ واپس کر دیئے جائیں تب بھی وہ کام کریں گے جس سے وہ منع کیے گئے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں اور انہوں نے کہا

اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا

کہ بس یہی ہے ہماری دنیا والی زندگی اور ہم نہیں ہیں اٹھائے جانے والے' اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کھڑے کیے جائیں گے

عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ

اپنے رب کے حضور' رب تعالیٰ شانہٗ کا سوال ہوگا کیا یہ حق نہیں ہے؟ جواب میں کہیں گے کہ ہاں! ہمارے رب کی قسم یہ حق ہے! رب تعالیٰ شانہٗ فرمائیں گے

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

کہ چکھو عذاب اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔''

تکذیب پر قیامت میں افسوس:

آیت ۲۷: وَلَوْ تَرٰۤى اس کا جواب محذوف ہے اگر تم دیکھو۔ تو ایک عظیم چیز کا مشاہدہ کرو۔ اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ وہ آگ ان کو دکھائی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب اس کا معائنہ کرلیں گے یا ان کو پل صراط پر آگ کے اوپر ہی روک لیا جائے گا۔ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ دنیا کی طرف۔ وہ دنیا میں واپسی کی تمنا ایمان لانے کے لئے کریں گے اور اگر ان کی تمنا پوری ہوئی پھر وہ یہ کہتے ہوئے ابتداء کریں گے۔ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اس حال میں کہ وہ ایمان کا وعدہ کرنے والے ہونگے۔ گویا کہ انہوں نے کہا کہ ہم تکذیب نہ کریں گے۔ بلکہ ایمان لائیں گے ولا نکذب ونکون حمزہ اور حفص نے تمنی کا جواب ہونے کی وجہ سے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اَنْ کو مضمر مانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم لوٹائے گئے تو تکذیب نہ کریں گے اور مؤمن ہو جائیں گے۔ بلکہ شامی نے ونکون میں ان دونوں قراء کی موافقت کی ہے۔

آیت ۲۸: بَلْ جس چیز کی انہوں نے تمنا کی۔ اس کے پورا کرنے سے اضراب و اعراض کے لیے ہے۔ بَدَا لَهُمْ ان کے لیے ظاہر ہوا۔

دُنیا کی رسوائیاں سامنے آ گئیں:

مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ لوگوں سے مِنْ قَبْلُ دنیا میں اپنی برائیاں اور وہ رسوائیاں جو ان کے صحائف میں ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ منافقین کے متعلق ہے۔ اور یہ کہ ان کا وہ نفاق کھل جائے گا جو وہ چھپاتے تھے۔ یا اہل کتاب کے متعلق ہے کہ ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گی نبوتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت جو دنیا میں چھپایا کرتے تھے۔ وَلَوْ رُدُّوْا آگ پر کھڑا کرنے کے بعد دنیا کی طرف ان کو لوٹا دیا جائے۔ لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ یعنی کفر وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ جو وہ اپنے نفوس کے متعلق وعدہ کرتے ہیں۔ وہ پورا نہیں کریں گے۔

آیت ۲۹: وَقَالُوْا اس کا عطف لعادوا پر ہے یعنی اگر ان کو دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے تو ضرور کفر اختیار کریں گے اور کہیں گے۔ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا جیسا کہ وہ قیامت کا معائنہ کرنے سے پہلے کیا کرتے تھے۔ (یا اس کا عطف وانهم لكاذبون پر ہے یعنی یہ ہر چیز میں وہ جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو یہ کہا کرتے ہیں کہ ان هي الاحياتنا الدنيا کہ صرف ہماری یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اور هي یہ حیاۃ سے کنایہ ہے یا یہ ضمیر قصہ ہے: وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ۔

بعثت کے منکر اقراری بن جائیں گے:

آیت ۳۰: وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ یہ سوال اور توبیخ کے لیے روکنے سے مجاز ہے جیسا کہ مجرم غلام کو آقا کے سامنے سزا کے لیے لایا جائے یا ان کو اپنے رب کی جزاء کے پاس کھڑا کیا جائے گا۔ قَالَ یہ سوال مقدر کا جواب ہے گویا اس طرح فرمایا ان کا رب انہیں کیا کہے گا جبکہ ان کو اس کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا۔ تو کہا گیا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اَلَيْسَ هٰذَا کیا یہ بعث نہیں ہے۔ بِالْحَقِّ جو واقع میں موجود ہے اور یہ بعث کے جھٹلانے پر ان کو عار دلائی جا رہی ہے۔ اور کفار کے اس قول پر عار دلائی جا رہی ہے کہ جب وہ بعث کے متعلق سن پاتے تو یہ کہتے کہ یہ حق نہیں۔ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا وہ اقرار کریں گے اور اپنے اقرار کو قسم سے پختہ کریں گے۔ قَالَ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ تمہارے کفر کے سبب۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب ان کے پاس اچانک قیامت آ جائے گی

قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ

تو کہیں گے کہ ہائے ہماری حسرت اس پر جو ہم نے دنیا میں کوتاہی کی اور وہ اپنے بوجھوں کو اپنی کمروں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ

خبردار! برا ہے وہ بوجھ جسے وہ اٹھا رہے ہوں گے اور نہیں دنیا والی زندگی مگر ایک لعب اور لہو..... اور البتہ آخرت والا گھر

لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ

ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟'' ''ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ

يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾

کرتی ہیں۔ سو یہ یقینی بات ہے کہ وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے اور لیکن ظلم کرنے والے اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى

اور بلاشبہ آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا سو انہوں نے جھٹلائے جانے پر اور ایذائیں پہنچنے پر صبر کیا یہاں تک

اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى

کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور البتہ پیغمبروں کی بعض خبریں آپ کے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

پاس پہنچ چکی ہیں

منکرین قیامت کو اپنے گناہ کا بوجھ اُٹھانا ہوگا:

آیت ۳۱: قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ آخرت اور اس کے متعلقات پہنچ جانے کے سبب یا اس کا ظاہری مطلب لیا جائے گا۔ کیونکہ منکرین بعث رؤیت باری کے منکر ہیں۔ حَتّٰٓى یہ كَذَّبُوْا کی غایت ہے خَسِرَ کی غایت نہیں کیونکہ ان کے نقصان کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ۔ السَّاعة سے مراد قیامت ہے کیونکہ اس کے متاخر ہونے کی مدت بعد والے زمانہ سمیت ایک گھڑی کی طرح ہے۔ بَغْتَةً اچانک یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی باغتۃً۔ یا مصدر ہونے کی وجہ سے

منصوب ہے۔گویا تقدیر عبارت اس طرح تھی۔ بغتتهم الساعة بغتة کسی چیز کا کسی شخص پر بغیر اس کے کہ اس کا وقت معلوم ہو آ جانا۔قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا افسوس کی نداء ہے۔اس کا معنی اے افسوس تو آ موجود ہو۔یہ تیرا وقت ہے۔عَلٰی مَا فَرَّطْنَا جو ہم نے کوتاہی کی فِیْهَا دنیا کی زندگی میں۔یا قیامت کے متعلق اعتقاد میں۔یعنی ہم نے اس کی شان کو گھٹایا۔اور اس پر ایمان لانے میں کوتاہی کی۔وَهُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ ۔ اوزار کا معنی گناہ ہے۔عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ پشت کو خاص طور پر ذکر کیا۔پشت ہی بوجھ کے لیے عموماً مقرر ہے۔جیسا کہ کمائی عام طور پر ہاتھوں سے کی جاتی ہے اور درحقیقت یہ مجاز ہے اس بات سے کہ وہ ان سے کبھی جدا نہ ہوگی۔اور ایک قول یہ بھی ہے کہ کافر جب قبر سے نکلے گا تو اس کو ایک انتہائی بدترین شکل سامنے آئے گی۔جس سے تعفن و بدبو اٹھ رہی ہوگی۔اور وہ صورت پکار رہی ہوگی کہ میں تیرا برا عمل ہوں۔تو دنیا میں طویل عرصہ مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سوار ہونگا۔(اعاذنا اللہ منھا) اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ بہت بری چیز وہ اٹھانے والے ہیں۔اَلَا کا لفظ مابعد کی تعظیم و برائی کو ظاہر کرتا ہے۔

متقین کے اعمال کے علاوہ بقیہ دنیا' سب کھیل تماشہ ہیں:

آیت ۳۲: وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ یہ کفار کے اس قول کا جواب ہے۔ان هِیَ الا حیٰوتنا الدنیا۔الانعام آیت ۲۹۔اللعب نفع مند چیز کو چھوڑ کر بے فائدہ کے پیچھے پڑنا۔اللهو وقار سے مذاق کی طرف جھکاؤ اختیار کرنا۔دوسرا قول یہ ہے کہ دنیا کے تمام اعمال لہو ولعب ہی ہیں۔کیونکہ ان کے نتیجے میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔جیسا کہ اعمال آخرت کا آخرت میں عظیم بدلہ ملے گا۔وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ۔ الدار موصوف آخرت صفت اور خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ ( ) یہ خبر ہے۔قراءت: شامی نے اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔تقدیر کلام والدار الساعة الأخرة کیونکہ شیء اپنے آپ کی طرف مضاف نہیں ہوتی۔دونوں قراء توں کے مطابق خبر خیرٌ ہی ہے۔

مَسْئَلَہ: اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ متقین کے اعمال کے علاوہ جو کچھ ہے وہ لہو ولعب ہے۔اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔

قراءت: مدنی اور حفص نے تاء سے پڑھا ہے۔

اِس آیت سے تسلی دی گئی کہ وہ رسول کے نہیں بلکہ مرسل کے مکذب ہیں:

آیت ۳۳: جب ابوجہل نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے تم ہمارے نزدیک سچے ہو۔ہم تو اس کی تکذیب کرتے ہیں جو تو تمہارے پاس لے آیا ہے۔قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ ؕ ضمیر شان ہے۔لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وہ تیری نسبت کذب کی طرف نہیں کرتے۔ قراءت: نافع و علی نے تخفیف سے پڑھا ہے اس وقت یہ اَکْذَبَهٗ سے ہے جبکہ اس کو جھوٹا پایا جائے۔وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا اس میں واضح دلیل ہے کہ انہوں نے انکار میں زیادتی کی۔با، یہ یجحدون کے متعلق ہے یا پھر الظالمین کے متعلق ہے۔جیسا کہ اس آیت میں فظلموا بها۔الاعراف آیت ۱۰۳۔مطلب یہ ہے کہ آپ کی تکذیب یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والا ہے۔کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔جن کی معجزات کے ذریعے تصدیق کی گئی۔حقیقت میں وہ آپ کو نہیں جھٹلا رہے بلکہ اللہ

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا

اور اگر آپ کو ان کا اعراض کرنا گراں گزر رہا ہے تو اگر آپ سے ہو سکے تو آپ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں

فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ

کوئی زینہ تلاش کر لیں پھر آپ ان کے پاس معجزہ لے آئیں تو آپ ایسا کر لیجئے اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ لہٰذا آپ نادانوں

مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؔ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ

میں سے نہ ہو جایئے بات کو وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ زندہ

اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

فرمائے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور انہوں نے کہا کہ اس کے رب کی طرف سے اس پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی۔

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾

آپ فرما دیجئے ! کہ بلاشبہ اللہ اس پر قادر ہے کہ نشانی نازل فرمائے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نہیں جانتے ۔

تعالیٰ کو جھٹلا رہے ہیں۔ کیونکہ رسول کی تکذیب خود مرسل کی تکذیب ہے۔

تسلی کا دوسرا انداز:

آیت ۳۴: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی۔ اس میں دلیل ہے کہ فانھم لا یکذبونك میں آپ کی تکذیب کی نفی نہیں۔ بلکہ یہ بات اس طرح ہے۔ جیسے تمہارے غلام کی لوگ توہین کریں تو تم کہو کہ وہ تو تیری نہیں کرتے بلکہ وہ میری توہین کرتے ہیں۔ فَصَبَرُوْا صبر۔ کسی ناپسند طبع پر نفس کو روکنا۔ عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا اپنی تکذیب پر اور ایذاء پر۔ حَتّٰٓى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ یعنی اس کے وعدوں کو۔ جیسا کہ دوسری آیت: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ (الصافات:۱۷۱،۱۷۲) انا لننصر رسلنا۔ غافر آیت ۵۱۔ تو کلمات سے مراد وعدے ہیں۔ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ( ) نبأ سے مراد یعنی خبریں۔ اور بعض واقعات اور جو مشرکین کی طرف سے انہوں نے تکالیف برداشت کیں۔ نحو : اخفش رحمہ اللہ نے کہا۔ کہ من زائدہ ہے فاعل نبأ المرسلین ہے جبکہ سیبویہ واجب میں اس کو زائدہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔

آیت ۳۵: شانِ نزول : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی قوم کا انکار و اعراض گراں گزرا اور آپ کی چاہت تھی کہ ایسی علامات ظاہر کر دی جائیں جس سے وہ اسلام لے آئیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

آپ کو ان کے ایمان کی اس قدر حرص ہے کہ اگر آپ ان کو ہر نشانی دکھا سکتے تو دکھا دیتے:

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ كَبُرَ کا معنی گراں اور شاق گزرنا ہے اعراض سے۔ ان کا اسلام سے اعراض کرنا مراد ہے۔ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا نفق ایسا راستہ جس سے زمین کے اندر جایا جا سکے۔ تاکہ آپ زمین سے ایسی نشانی لے کر ان کے پاس ظاہر ہوں جس سے وہ ایمان لے آئیں۔ نحو: في الارض یہ نفقا کی صفت ہے۔ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ آسمان سے بِاٰيَةٍ تو کوئی نشانی تو کر ڈالئے۔ نحو: یہ فان استطعت کا جواب ہے اور یہ دونوں شرط و جواب مل کر اِنْ كَانَ کا جواب ہے معنی یہ ہے کہ آپ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ اصل مقصد اس سے مکہ والوں کے اسلام لانے کی شدت حرص ہے کہ اگر آپ یہ طاقت رکھتے کہ تحت الثریٰ سے کوئی نشانی لا سکیں یا سمك السماء سے کوئی علامت اتار لائیں جس سے وہ ایمان لائیں تو آپ ضرور اتار لاتے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى یعنی ان کو ایسا بنا دیتے کہ وہ اپنے لیے ہدایت کا چناؤ کرتے۔ مگر جبکہ علم الٰہی میں ان کا انتخاب کفر معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ان کا ہدایت پر جمع ہونا نہیں ہے شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے اسی طرح فرمایا۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ان لوگوں میں سے جو ان سے ناواقف ہیں۔

ان سے حرص ہدایت بے فائدہ ہے:

آیت ۳۶: پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی کہ ان کی ہدایت کی حرص فائدہ مند نہیں۔ کیونکہ وہ مُردوں کی طرح آپ کی بات کو سنتے ہی نہیں۔ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ آپ کی بات کو بلاشبہ وہ قبول کریں گے جو بات کو دلوں سے سنتے ہیں۔ وَالْمَوْتٰى یعنی کفار۔ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ پس اس وقت یہ سنیں گے۔ البتہ اس سے پہلے نہیں۔

مُنہ مانگی نشانی کا مطالبہ:

آیت ۳۷: وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ کیوں نہ اتارا گیا اس پر اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ جیسا کہ وہ لوگ جو مطالبہ کرتے کہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیں اور مکہ کی سرزمین سے پہاڑ ہٹا کر وسیع میدان بنا دیں۔ اور چشمے جاری کر دیے جائیں۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً جیسا کہ انہوں نے مطالبہ کیا۔ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثریت ان کی نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ اس نشانی کو اتارنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ یا وہ نہیں جانتے کہ نشانی اتارنے میں کیا آزمائشیں ہیں۔ اگر اس کو اتار دیا جائے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ

''اور جو بھی کوئی جانور زمین میں چلنے والا ہے اور جو بھی کوئی پرندہ ہے جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہے یہ سب تمہاری ہی طرح کی امتیں ہیں۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ

ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ پھر سب اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے اور جن لوگوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ

ہماری آیات کو جھٹلایا وہ بہرے ہیں گونگے ہیں' اندھیروں میں ہیں اللہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے

يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ

سیدھے راستے پر ڈال دے۔ آپ فرمائیے کہ تم بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے یا تمہارے پاس

السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ

قیامت آ جائے کیا اللہ کے سوا کسی کو پکارو گے اگر تم سچے ہو' بلکہ تم اسی کو پکارتے ہو پھر وہ اگر چاہے تو اس

مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع ۱۱/۱۰

مصیبت کو دور کر دیتا ہے جس کی طرف تم اسے پکارتے ہو اور تم جو شرک کرتے ہو اسے بھول جاتے ہو۔''

عظمتِ قدرت کے کھلے دلائل:

آیت ۳۸: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ دابہ ہر رینگنے والے جانور کو کہتے ہیں۔ یہ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔فِي الْاَرْضِ۔ نحو: یہ موضع جر میں دابہ کی صفت ہے۔وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ پرندے کے ساتھ جناحین کی قید اس لیے بڑھائی گئی تاکہ مجاز کا احتمال نہ رہے۔ کیونکہ کبھی پرندے کے علاوہ پر بھی کہتے ہیں کہ طار فلان جبکہ وہ تیز چلے۔اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ زمین میں مخلوق ہونے وقوع مدت اور بعث میں اور کسی مدبر کی تدبیر کی طرف محتاج ہونے میں جو ان کے مقامات رشد کی طرف ان کی راہنمائی کرے۔ مَا فَرَّطْنَا (ہم نے نہیں چھوڑا)۔فِي الْكِتٰبِ لوح محفوظ میں۔مِنْ شَيْءٍ اس میں سے جس کو ہم نے نہ لکھا ہو۔ اور اس میں وہ ثبت نہ کیا ہو جس کا ثبت کرنا ضروری تھا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے من شیء سے مراد وہ شی احکامات میں سے جن کی طرف ان کی احتیاج ہو سکتی ہے۔ پس یہ کتاب ان تمام چیزوں پر مشتمل ہے۔ جن سے ہماری عبادت کی جا سکتی ہے۔ عبارت النص' اشارۃ النص دلالت النص۔ اقتضاء النص پر۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ یعنی تمام جماعتیں جو جانور ہوں یا پرندے ان تمام کا ایک دوسرے سے انصاف کیا جائے گا۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ بے سینگ کا سینگ والے

جانور سے بدلہ لیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم مٹی ہو جاؤ۔ اِلَّآ اُمَمٌ فرمایا گیا ہے حالانکہ دابہ اور طائر مفرد ہے جمع کے معنی کا لحاظ کر کے لائے۔ کیونکہ ان دونوں میں استغراق کا معنی پایا جاتا ہے۔

قدرت تو ظاہر مگر یہ غافل و بے بہرے ہیں:

آیت ۳۹: جب اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اور آثار قدرت کا ذکر کیا جو کہ ربوبیت حق تعالیٰ پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی عظمت کا کھلا ثبوت ہے۔ تو فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وہ تنبیہ کرنے والے کے کلام کو سنتے ہی نہیں۔ وَّبُکْمٌ وہ حق بات کہتے نہیں۔ فِی الظُّلُمٰتِ اور جہالت و حیرت کے اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور سوچ و بچار سے غافل ہیں۔ نحو: والذین کذبوا۔ یہ مبتداء ہے اور صمٌ و بکمٌ اس کی خبر ہے۔ واؤ کا داخل ہونا اس کیلئے رکاوٹ نہیں۔ اور فِی الظُّلُمٰتِ، یہ خبر ثانی ہے پھر ان کو مطلع کیا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ مَنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یُضْلِلْہُ یعنی اس کی مشیت میں جس کی ضلالت ہوتی ہے اس کو گمراہ کرتے ہیں۔ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْہُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ اس میں دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ افعال کے خالق ہیں۔ اور ارادہ معاصی اور نفی اصلح کے متعلق بھی دلالت موجود ہے۔

کیا مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارو گے:

آیت ۴۰: قُلْ اَرَءَیْتَکُمْ قراءت: مدنی نے ہمزہ کو لین کے ساتھ پڑھا ہے۔ جبکہ علی نے ترک ہمزہ سے پڑھا مطلب یہ ہے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسا تمہیں کہا جاتا ہے۔ پس جو بات تمہاری طرف سے ہو وہ بتلاؤ۔ ضمیر ثانی کا کوئی محل اعراب نہیں۔ اور تا ضمیر فاعلی ہے۔ اور استخبار کا متعلق محذوف ہے ارأیتکم۔ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَۃُ تو کس کو پکارو گے؟ پھر یہ کہہ کر لاجواب کر دیا۔ اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ یعنی تم اپنے معبودوں کو فقط پکارو گے۔ جیسا کہ تمہاری عادت ثانیہ ہے۔ جب تمہیں کوئی تکلیف پیش آتی ہے یا پھر ان کو چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو گے۔ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اس بات میں کہ اصنام معبود ہیں۔ پس ان کو پکارو تاکہ وہ تمہیں چھٹکارا دلائیں۔

اِس مصیبت میں تو اسی کو پکارتے ہو پھر کیوں بھاگتے ہو:

آیت ۴۱: بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ بلکہ تم اسی کو ہی خالص پکارتے ہو۔ اپنے آلہہ کو چھوڑ کر فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ یعنی جس کو تم پکارتے ہو اس مصیبت کے ازالہ کے لیے۔ اِنْ شَآءَ اگر وہ تم پر اپنا فضل فرمانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِکُوْنَ تم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیتے ہو۔ یا تم اس وقت اپنے معبودوں کا تذکرہ تک نہیں کرتے۔ کیونکہ تمہارے ذہن تمہارے رب کی یاد میں ڈھلے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ وہی نقصان کو دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور کوئی نہیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ استخبار، اغیر اللّٰہ تدعون کے متعلق ہو۔ پھر مطلب اس طرح ہوگا ارایتکم اغیر اللّٰہ تدعون ان اتاکم عذاب اللّٰہ۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ تم غیر اللہ کو پکارو گے اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اتر پڑے؟

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

''اور ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے سو ہم نے ان کو سختی کے ذریعہ اور تکلیف کے ذریعہ پکڑا تاکہ وہ

یَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ

عاجزی کریں سو کیوں انہوں نے عاجزی نہ کی۔ جب ان پر ہمارا عذاب آیا' لیکن ان کے دل سخت ہو گئے

وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا

اور شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کر کے دکھلایا۔ سو جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے

عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ ؕ حَتّٰۤی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ

ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس چیز پر اترائے جو ان کو عطا کی گئی تو ہم نے ان کو اچانک

بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

پکڑ لیا۔ سو اس وقت ناامید ہو کر رہ گئے سو ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ جنہوں نے ظلم کیا اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۵﴾

جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

آیت ۴۲: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ رسولوں کو۔ یہ مفعول محذوف ہے۔ فکذبوھم۔ پس انہوں نے ان کو جھٹلا دیا۔

سختیاں جھکانے کے لئے اترتی ہیں:

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ تنگدستی اور جسمانی تکلیف کے ساتھ۔ یا الباساء سے قحط اور بھوک اور الضراء سے مرض اور جسمانی نقصان اور مالی نقصان مراد ہے۔ لَعَلَّهُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ تاکہ وہ اپنے رب کے سامنے جھکیں۔ اور خشوع اختیار کریں اور اپنے گناہوں سے تائب ہو جائیں اس لیے کہ جب سختیاں اترتی ہیں تو دل میں خشوع پیدا ہو جاتا ہے۔

ترکِ تضرع میں بھی عناد آ گیا:

آیت ۴۳: فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا یعنی وہ توبہ کے ساتھ کیوں نہیں گڑگڑاتے۔ معنی اس کا ان سے تضرع کی نفی ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ جب ان کے پاس ہماری پکڑ آئی تو انہوں نے تضرع اختیار نہ کی۔ لیکن اسلوب میں لولا لا کر ظاہر کر دیا کہ ترک تضرع میں ان کے پاس سوائے عناد کے کوئی عذر نہیں۔ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ پھر ان ابتلاءات سے انہوں نے کوئی نصیحت حاصل نہ کی۔ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور وہ شیطان کے مزین کردہ اعمال کو پسند کرنے لگے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ

''آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں لے لے اورتمہارے دلوں پر مہر لگا دے

مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ

تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم کو یہ چیزیں دیدے۔ دیکھ لیجئے! ہم کس طرح دلائل بیان کرتے ہیں پھر وہ

يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً

اعراض کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے! اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے بے خبری میں یا خبرداری میں

هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ

تو کیا ظالموں کے علاوہ اور کوئی ہلاک کیا جائیگا۔ اور ہم پیغمبروں کو صرف خوش خبری سنانے والے

وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ڈرانے والے بھیجتے رہے ہیں۔ سو جو شخص ایمان لایا اور اصلاح کر لی سو ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔

آیت ۴۴: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ یعنی تنگ دستی۔ تکالیف وامراض سے انہوں نے نصیحت حاصل نہ کی۔ اور برائیوں سے باز نہ آئے۔ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ یعنی صحت، وسعت مالی، قسم قسم کی نعمتیں۔ قراءت: شامی نے فتّحنا پڑھا ہے۔ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْا یعنی مال ونعمت اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ناامید حیرت زدہ۔ ابلاس کا اصل معنی غم کی وجہ سے سر جھکانا۔ یا ہاتھ سے نکل جانے والی چیز پر ندامت سے سر جھکانا۔ اِذا مفاجات کے لیے آتا ہے۔

آیت ۴۵: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا تمام ظالم ہلاک کر دیئے گئے اور ان میں سے کوئی نہ بچا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اس میں اعلان کیا گیا کہ ظالموں کی ہلاکت پر الحمد للہ کہنا واجب ہے۔ اور ظالموں کی ہلاکت عظیم نعمت ہے اور بہت بڑی قسم ہے دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم ان لوگوں کی ہلاکت پر اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی حمد کرو۔

اگر اللہ اندھا بہرہ کر دے اور عقل چھین لے تو کیا پھر بھی غیروں کی طرف بھاگو گے:

آیت ۴۶: پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر اس طرح استدلال فرمایا۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ کہ تمہیں اندھا اور بہرہ کر دے۔ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ پس تمہاری عقول کو چھین لے اور امتیاز کی قوت سلب کر لے۔ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اس کو جو اس نے لیا۔ اور اس پر مہر لگا دی۔ نحو: مَنْ مبتدا ہے اور الٰہ اس کی خبر ہے۔ اور غیر اللہ کی صفت ہے اس طرح یاتیکم بھی۔ یہ جملہ ارأیتم کے دو مفعولوں کی جگہ ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝٤٩

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو اس سبب سے عذاب پہنچ جائے گا کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ

آپ فرما دیجئے! کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور (نہ ہی میں یہ کہتا ہوں) کہ میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا

لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى

ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ آپ فرما دیجئے کیا برابر ہو سکتا ہے اندھا

وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝٥٠ ع

اور دیکھنے والا کیا تم غور نہیں کرتے''۔

ع ٥ ١١

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ ان کیلئے ۔ الْاٰيٰتِ بار بار دہراتے ہیں۔ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ پھر بھی وہ آیات کے ظاہر ہونے کے بعد اعراض کرنے والے ہیں۔ الصدوف کسی چیز سے منہ موڑنا۔

اگر اچانک کھلے بندوں عذاب آئے تو عذاب کا شکار تم ہی بنو گے:

آیت ٤٧: قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اس طرح کہ اس کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو۔ اَوْ جَهْرَةً اس طرح کہ اس کی علامات ظاہر ہوں۔ حضرت حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رات کو یا دن کو۔ هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ عذاب اور ناراضگی کی ہلاکت کا شکار وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے رب کا انکار کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔

انبیاء علیہم السلام مبشر و منذر ہیں منہ مانگی آیات کے لئے نہیں:

آیت ٤٨: وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ بشارت دینے والے جنتوں کی اور ڈرانے والے آگ سے ایمان والوں اور کفار کو روشن دلائل اور واضح براہین کے بعد ہم انبیاء کو اس لیے نہیں بھیجتے کہ ان سے آیات کا مطالبہ کیا جائے۔ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ پس جو شخص ایمان لایا اور اس نے درستگی کر لی۔ یعنی ایمان لانے پر ہمیشگی اختیار کی۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ قراءت: یعقوب نے فلاخوف پڑھا ہے۔

فسق و کفر سببِ عذاب ہے:

آیت ٤٩: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ یہاں چھونے والا فرمایا۔ گویا کہ وہ ایک زندہ چیز ہے جو دکھ ان کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اپنے فسق کے باعث اور کفر کی وجہ سے اطاعت سے خارج ہو جانے کے سبب۔

میں نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو انسانوں کے لائق نہ ہو اور وہ نبوت ہے:

آیت ۵۰: قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ یعنی ان کی مخلوق کے مابین تقسیم اور اس کا رزق دینا۔ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ یہ محل نصب میں عندی خزائن اللہ کے محل پر معطوف ہے۔ کیونکہ یہ بھی مقولہ ہے گویا اس طرح فرمایا لا اقول لکم ھذا القول و لا ھذا القول۔ کہ میں نہ تمہیں یہ بات کہتا ہوں اور نہ یہ بات وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ یعنی میں اس بات کا دعویدار نہیں جو عقلوں سے بعید تر ہے۔ کہ کسی انسان کو خزائن اللہ پر ملک حاصل ہو۔ اور علم غیب میسر آجائے۔ اور نہ فرشتہ ہونے کا دعویدار ہوں۔ اور میں تو اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں جو بہت سے انسانوں کو حاصل ہوا اور وہ نبوت ہے۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ یعنی میں تمہیں اس بات ہی کی اطلاع دیتا ہوں جو مجھ پر اتاری جاتی ہے۔ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ یہ ضال اور ہدایت یافتہ کی مثال ہے یا وحی کی اتباع کرنے اور نہ کرنے والوں کی مثال ہے۔ یا یعنی جو درست بات کا دعویدار ہے یعنی نبوت یا جو ناممکن بات الوہیت کا دعویٰ کرنے والے کی مثال ہے۔ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ پس تم اندھوں کی طرح گمراہ نہ بنو۔ نمبرا۔ یا تم اچھی طرح جانو کہ میں نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو انسانوں کے لائق نہ ہو۔ نمبر۲۔ پس تم اچھی طرح سمجھ لو کہ وحی کی اتباع کرنے کے بغیر مجھے کوئی چارۂ کار نہیں۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ

"اور آپ اس کے ذریعے ان لوگوں کو ڈرایئے جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جائیں گے کہ

دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ

نہ ان کا کوئی مدد گار ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا۔ تا کہ یہ لوگ ڈر جائیں اور ان لوگوں کو دور مت کیجئے جو

یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَیْكَ

پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، جو چاہتے ہیں اس کی رضا کو، ان کا حساب آپ کے ذمہ

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

کچھ بھی نہیں۔ اور آپ کا حساب بھی ان کے ذمہ کچھ بھی نہیں کہ آپ ان کو دور کریں

فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْٓا

پھر آپ ظالموں میں سے ہو جائیں اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمایا ہے تا کہ وہ کہیں

اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ ﴿۵۳﴾

کیا ہمارے درمیان سے یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا۔ کیا اللہ شکر گذاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے؟

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ

اور جب آ جائیں وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیات پر تو ان سے کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے رب نے اپنے ذمہ

عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ

رحمت کو مقرر کر لیا ہے۔ کہ جو شخص تم میں سے جہالت کی وجہ سے کوئی گناہ کر لے پھر اس کے بعد توبہ

بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ

کر لے اور اپنا حال درست کر لے تو بلاشبہ وہ غفور ہے، رحیم ہے، اور اسی طرح ہم تفصیل سے آیات کو بیان کرتے ہیں، تا کہ مجرموں کا راستہ ظاہر

ع ۶ ۵ ۱۲ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۵۵﴾ ع قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ

ہو جائے۔" "آپ فرما دیجئے! بے شک میں اس بات سے منع کیا گیا ہوں کہ ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔ آپ فرما دیجئے! میں تمہاری خواہشوں کا

اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾

اتباع نہیں کرتا۔ ایسا کروں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ رہوں گا۔

میں تو آخر بلا ڈر والوں کے لئے منذر ہوں:

آیت ۵۱: وَ اَنۡذِرۡ بِهِ جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔ الَّذِيۡنَ يَخَافُوۡنَ اَنۡ يُّحۡشَرُوۡۤا اِلٰى رَبِّهِمۡ وہ مسلمان ہیں جو کہ بعث بعد الموت کے قائل ہیں۔ مگر وہ عمل میں کوتاہی کرنے والے ہیں۔ پس وہ ان کو ڈرائیں وحی کے ذریعے یا نمبر۲۔ اہل کتاب مراد ہیں کیونکہ وہ بھی بعث بعد الموت کے قائل تھے۔ لَيۡسَ لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ وَلِىٌّ وَّلَا شَفِيۡعٌ یہ یحشروا سے موضع حال میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے یخافون ان یحشروا غیر منصورین ولا مشفوعاً لھم ۔ وہ ڈرتے ہیں کہ ان کو اٹھایا جائے اس حالت میں کہ نہ ان کی مدد کی جائے اور نہ ان کا کوئی سفارشی ہو۔ لَّعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ زمرۂ متقین میں داخل ہو جائیں۔

فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے پاس سے ہٹانے کی ممانعت:

آیت ۵۲: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا کہ غیر متقین کو ڈرائیں۔ تا کہ وہ متقین بن جائیں۔ اس کے بعد متقین کو قریب کرنے کا حکم دیا۔ اور دور ہٹانے سے روک دیا گیا۔ ارشاد فرمایا۔ وَلَا تَطۡرُدِ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ ان کی تعریف فرمائی کہ وہ اپنے رب کی پکار میں تسلسل قائم رکھنے والے ہیں۔ (دعا سے عبادت مراد ہے) اور اس پر مواظبت اختیار کرنے والے ہیں۔ یہاں العشی اور الغداۃ کا ذکر صرف اظہار دوام کے لیے ہے۔ یا اس کا معنی صبح و عصر کی نماز ادا کرنے والے ہیں یا پانچوں نمازیں ادا کرنے والے ہیں۔ قراءت: شامی نے الغُدۡوَةَ پڑھا ہے اور عبادت میں ان کی اخلاص کی نشان دہی اس فرمان سے کی۔ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ الوجہ بول کر ذات شیٔ سے تعبیر کی گئی اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ فقیر صحابہ کرام بلال صہیب عمار رضی اللہ عنہم اور ان جیسے دیگر حضرات کے متعلق اتری۔ جبکہ ان کو روسائے مشرکین نے کہا اگر تم ان حقیر لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیتے تو ہم آپ کے پاس بیٹھتے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما انا بطارد المؤمنین۔ پھر انہوں نے کہا کہ ایک دن ان کا مقرر کر دیں اور ایک دن ہمارا۔ اس کے متعلق ایک تحریر لکھ دیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ وہ لکھیں۔ پس فقراء کھڑے ہوئے اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ تو یہ آیت اتری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ کو پھینک دیا اور فقراء کے پاس تشریف لائے۔ اور ان کو گلے لگایا۔ (اسباب نزول واحدی) مَا عَلَيۡكَ مِنۡ حِسَابِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ یہ اس آیت کی طرح ہے جو سورہ شعراء آیت ۱۱۳ ہے ان حسابھم الاعلی ربی۔ وَّمَا مِنۡ حِسَابِكَ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ کفار نے ان کے دین اور اخلاص میں طعنہ زنی کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا حساب انہیں کو لازم پکڑنے والے ہیں۔ وہ تیری طرف بڑھ کر نہ آئے گا۔ جیسا کہ تمہارا حساب تم پر ہے وہ تمہاری طرف بڑھ کر نہ جائے گا۔

یہ جواب نفی ہے:

فَتَطۡرُدَهُمۡ یہ جواب نفی ہے اور وہ نفی ما علیك من حسابھم ہے۔ فَتَكُوۡنَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ یہ نہی کا جواب ہے اور وہ نہی ولا تطرد ہے اور یہ بھی درست ہے کہ فتطردھم پر اس کا عطف ہے بطور تسبب کے۔ کیونکہ ان کا ظالم ہونا ان کے ہٹانے کا

مسبب ہے۔اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔مسلمانوں کو اپنے پاس سے نکالیں اور ظالموں میں سے ہو جائیں۔مگر نہی کا جواب زیادہ بہتر ہے۔اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ان کو اپنے پاس سے نہ نکالو ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

کثرتِ دُنیا علامت خیر نہیں بلکہ آزمائش ہے:

آیت ۵۳: وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ اور اس آزمائش کی طرح ہم نے اغنیاء کو فقراء کے ذریعے آزمایا۔لِيَقُوْلُوْٓا یعنی مالدار۔اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا یعنی ان پر اللہ تعالیٰ نے ایمان کا انعام کیا۔حالانکہ ہم ان سے بڑھ کر ایمان والے ہیں۔اور وہ فقراء ہیں۔اس میں اس بات سے انکار کیا گیا کہ ایسے لوگ حق پر ہونگے۔اور ہم میں سے صرف ان پر بھلائی کا احسان کر دیا جائے: لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ (الاحقاف:۱۱) اگر اس دین میں کوئی بھلائی ہوتی تو پھر یہ لوگ ہم سے پہلے قبول نہ کرتے۔اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ کہ کون اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

شانِ فقراء اوّل ان کی خوشدلی کیلئے فرمایا پھر رحمت کی بشارت دی:

آیت ۵۴: وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ اس بات میں خواہ اس بات کا تذکرہ کہ اللہ تعالیٰ کا سلام ان کو پہنچا دیں اور خواہ اس کا کہ ان کے اکرام میں ان کو سلام کہنے میں ابتداء کریں اور ان کے دلوں کی خوشی کے لیے اسی طرح یہ ارشاد۔كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ یہ بھی من جملہ ان باتوں میں سے ہے جو ان کو کہی گئی۔تاکہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کی خوشخبری دیں۔اور ان کی قبولیت توبہ کی بشارت دیں۔اب معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ رحمت کا پکا وعدہ فرمایا ہے۔اَنَّهٗ ضمیر شان ہے۔مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا کوئی گناہ بِجَهَالَةٍ اس نے اس حالت میں عمل کیا ہے کہ وہ اس کے نقصان سے ناواقف ہے یا اس کو جاہل اس لیے کہا۔کیونکہ اس نے اطاعت پر معصیت کو ترجیح دی۔ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ اس برائی کے بعد یا عمل کے بعد۔وَاَصْلَحَ اور مخلصانہ توبہ کی۔

قراءت ونحو:

فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ شامی و عاصم نے اَنَّهٗ کو فَاَنَّهٗ پڑھا ہے۔نمبر۱۔اَنَّهٗ کی صورت میں یہ الرحمت سے بدل ہے۔نمبر۲۔اور دوسری صورت میں مبتدأ محذوف کی خبر ہے پس اسکی شان یہ ہے کہ وہ غفور رحیم ہے۔اِنَّهٗ، فَاِنَّهٗ مدنی نے پڑھا۔اول بدل الرحمت ہے اور دوسرا ابتداء اِنَّهٗ فَاِنَّهٗ دوسروں نے مستأنفہ پڑھا ہے۔گویا رحمت کے متعلق استفسار کیا گیا تو جواب دیا گیا۔انه من عمل منكم۔

مجرموں کے راستہ کی وضاحت تاکہ ہر ایک دیکھ کر چلے:

آیت ۵۵: وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ یستبین حمزہ اور علی اور ابوبکر نے پڑھا ہے۔سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ سبیل کو نصب کے ساتھ مدنی نے پڑھا۔جبکہ دوسروں نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔رفع کی صورت میں تستبین کو یاء اور تا دونوں سے پڑھا جا سکتا ہے۔کیونکہ یہ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔اور جب منصوب ہو تو تا سے خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا۔کہا جاتا ہے استبان الامر و تبین واستبنتهٗ وتبینتهٗ گویا استبان اور تبین ہم معنی ہیں۔مطلب یہ ہوگا۔ایسی واضح تفصیل ہم

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَکَذَّبْتُمْ بِہٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ بے شک میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے۔ میرے پاس وہ نہیں ہے جس کی تم جلدی کرتے ہو۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَھُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ

کسی کا حکم نہیں ہے سوائے اللہ کے، وہ حق کو بیان فرماتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے!

لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ

اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ

اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾

ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔''

آیات قرآن کی کرتے ہیں اور ان مجرموں کے سلسلۂ احوال میں ان کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں۔ جن کے دل پر مہر لگ چکی ہے۔ اور ان لوگوں کے سامنے بھی ذکر کرتے ہیں۔ جن کے اسلام قبول کرنے کی امید ہوتی ہے۔ تاکہ ان کا راستہ واضح ہو جائے اور ہر فریق اپنی اپنی مرضی پر عمل پیرا ہو جائے۔ ہم نے یہ تفصیل اسی خاطر کی ہے۔

میں تمہاری خواہشات پر نہیں چل سکتا' وہ تو گمراہی ہے:

آیت ۵۶: قُلْ اِنِّیْ نُھِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یعنی مجھے عقل اور سمعی دلائل کے ذریعے ان معبودوں کی عبادت سے۔ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو منع کر دیا گیا اور روک دیا گیا۔ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَھْوَآءَکُمْ یعنی میں تمہارے اس طریقہ پر چلنے والا نہیں جس پر تم اپنے دین کے سلسلے میں چل رہے ہو۔ جس میں محض اتباع ہواء ہے۔ نہ کہ اتباع دلیل۔ دراصل اس میں وہ سبب ذکر کر دیا جس کی وجہ سے وہ گمراہی میں مبتلاء ہوئے قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا یعنی میں اگر تمہاری خواہشات پر چلنے لگوں تو پھر میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ ذرہ بھر بھی۔ یعنی بے شک تم اسی طرح ہو۔

آیت ۵۷: جب اس بات کی پچھلی آیت میں نفی فرما دی۔ کہ خواہشات تو قابل اتباع نہیں۔ تو جس کی اتباع لازم تھی اس کو فرمایا۔ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ یعنی میں اپنے رب کی معرفت کے سلسلہ میں واضح دلیل کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس کے سواء کوئی معبود نہیں۔ وَکَذَّبْتُمْ بِہٖ اس طرح کہ تم نے دوسروں کو اس کا شریک بنایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور وہ قرآن ہے اور تم نے اس بینہ کو جھٹلا دیا ہے۔ یہاں ضمیر مذکر بتاویل برہان بیان یا قرآن مذکر ہونے کی وجہ سے ضمیر مذکر لائے۔ پھر اس کے بعد ایسی بات ذکر کی جو دلالت کر رہی ہے کہ وہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں فرمایا۔ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ یعنی وہ عذاب جو تم اپنی اس طرح کی باتوں میں جلد طلب کرتے ہو۔ جیسا سورۂ انفال آیت ۳۲۔ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا

''اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ان کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور تری میں ہے، اور نہیں

تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا

گرتا ہے کوئی پتہ مگر وہ اسکو جانتا ہے، اور نہیں گرتا ہے کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہیں ہے کوئی تر چیز اور

يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞ ٥٩ وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا

خشک مگر وہ کتاب مبین میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمہیں قبضہ میں لیتا ہے رات کو اور جانتا ہے جو کچھ

جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ

کرتے ہو دن میں، پھر وہ تمہیں دن میں اٹھاتا ہے۔ تا کہ پوری کردی جائے میعاد مقرر۔ پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے۔

ع ٧ ٥ ١٤

ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ ٦٠ ع

پھر وہ تمہیں ان کاموں کی خبر دیگا جو تم کیا کرتے تھے۔''

حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ تمہارے عذاب کو موخر کرنے کے متعلق يَقُصُّ الْحَقَّ حجازی' عاصم نے پڑھا ہے یعنی وہ جو فیصلہ کرتے ہیں اس میں حق و حکمت کا لحاظ رکھتے ہیں۔اور اس کا اندازہ فرماتے ہیں۔

باقی قراء نے اس کو يقض الْحَقَّ وہ حق کا فیصلہ کرتا ہے جس میں وہ جلدی یا تاخیر کرتے ہیں۔پس الحق سے مراد قضاء ہے پس الحق اس صورت میں یقضی کے مصدر کی صفت ہے۔وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ وہ حق فیصلہ کرنے والوں سے ہے۔الفصل قضاء ہی کو کہتے ہیں۔اور یا کا گرنا التقائے ساکنین کی وجہ سے اتباع لفظ کی خاطر ہے۔

میری قدرت میں عذاب نہیں وہ جب چاہے اتارے:

آیت ۵۸: قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِىْ یعنی میری قدرت و امکان میں مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ یعنی عذاب لَقُضِىَ الْاَمْرُ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ تو تم جلدی ہلاک ہو جاؤ' غضب الٰہی کی وجہ سے۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ پس وہ تم پر ایسے وقت عذاب اتارے گا جس میں وہ جانتا ہے کہ وہ زیادہ روکنے والا ہے۔

وہ خود مغیبات کا علم رکھنے والا ہے:

آیت ۵۹: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ المفاتح جمع مفتح ہے اور وہ مفتاح کو کہتے ہیں۔دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مفاتح سے مراد خزائن' عذاب اور رزق ہیں۔تیسرا قول، لوگوں کی نگاہوں سے جو چیزیں غائب ہیں۔مثلاً ثواب عقاب' آجال'

احوال ان کے خزائن مراد ہیں۔ اوران پوشیدہ چیزوں کو مفاتیح بطور استعارہ کہا گیا۔ کیونکہ کھولنے والا چابیوں کے ذریعے ہی بند خزانوں کے اندر مخفی اشیاء تک پہنچ سکتا ہے۔ پس جس کو چابیوں کا علم ہو گیا۔ اوران کے کھولنے کی کیفیت بھی معلوم ہو گئی۔ وہ ان تک پہنچ جائے گا۔ پس مراد یہ ہے کہ وہ خود ہی ان مغیبات کا علم رکھنے والا ہے۔ کوئی دوسرا وہاں تک رسائی نہیں پا سکتا۔ اس شخص کی طرح جس کے پاس خزائن کی چابیاں ہوں اور وہ ان کا کھولنا بھی جانتا ہو۔ وہ ان مخازن میں جو کچھ ہے وہ ان تک پہنچنے والا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس غیب کے خزائن ہیں اور تیرے پاس عیب کے خزائن ہیں پس جو اس کے غیب پر ایمان لے آیا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب پر پردہ ڈال دیں گے۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ نباتات اور جانور ہیں۔ وَالْبَحْرِ یعنی حیوانات اور جواہر وغیرہ۔ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا مَا نفی کے لیے ہے اور مِنْ استغراق کے لیے یعنی وہ ان کی تعداد اور احوال گرنے سے پہلے اور گرنے کے بعد جانتا ہے۔ وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اس کا عطف ورقۃ پر ہے اور اس کے حکم میں داخل ہے۔ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ یہ جملہ گویا الا یعلمھا کے لیے بطور تکریر لائے۔ کیونکہ الا یعلمھا اور الا فی کتاب مبین کا معنی ایک ہے اور وہ علم الٰہی یا لوح محفوظ ہے۔

تم ہر وقت اس کے احاطہ علم وقدرت میں ہو:

آیت ۶۰ : پھر کفار کو اس طرح مخاطب فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وہ تمہاری روحوں کو نیند میں تصرف سے روک دیتا ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ جو تم کماتے ہو دن میں گناہ وغیرہ۔ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ پھر وہ تمہیں دن میں بیدار کرتا ہے۔ یا تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ثم یبعثکم فی النھار ویعلم ما جرحتم فیه۔ پھر وہ دن میں تم کو اٹھاتا ہے۔ اور جانتا ہے جو تم دن میں کرتے ہو۔ کسب کو مقدم اس لیے کر دیا کیونکہ وہ اہم ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہمارے ان کاموں کو نہیں جانتا جو رات کے دوران کرتے ہیں۔ اور نہ یہ مطلب ہے کہ وہ دن میں ہماری ارواح کو قبض نہیں کرتا۔

نکتہ: کسی چیز کا خاص طور پر ذکر کرنے سے ماسواء کی نفی نہیں ہو جاتی۔ لِيُقْضٰى اَجَلٌ مُّسَمًّى تاکہ مدت اعمال کو پورا کیا جائے۔

قوائے حواس کو قبض کر کے واپس کرنے والا ارواح کو قبض کے بعد واپس کرے گا:

ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ بعث بعد الموت یعنی موت کے بعد تمہارا لوٹنا ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اپنے دن رات میں بعض اہل کلام نے کہا ہے کہ ہر حواس کی ایک خاص روح ہے۔ جو نیند کے وقت قبض کی جاتی ہے۔ باقی۔ وہ روح جس پر زندگی کا دارو مدار ہے۔ وہ صرف اس وقت قبض کی جاتی ہے جب کہ مقرر وقت آتا ہے۔ یہاں ارواح سے مراد وہ قوی اور معانی جن سے وہ حواس قائم ہیں۔ جن سے شنوائی بصارت اخذ مشی سونگھنا وغیرہ ہوتا ہے اور ثم یبعثکم فیه کا مطلب بیدار کرتا ہے اور حواس کی ارواح کا واپس کرتا ہے۔ اس آیت سے منکرین بعث پر استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ جب نیند سے حواس کی ارواح غائب ہو جاتی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ لوٹاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جانوں کی ارواح قبض کرنے کے بعد ان کی طرف ارواح کو لوٹائیں گے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ

''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم سے کسی کو

الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۞٦١ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ

موت آجاتی ہے تو اسکو ہمارے فرشتے قبض کر لیتے ہیں، اور وہ کوتاہی نہیں کرتے، پھر وہ اللہ کی طرف لوٹا دیے جائیں گے جو ان کا مالک

الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۟ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۞٦٢ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ

حقیقی ہے، خبردار! اسی کے لیے حکم ہے، اور وہ حساب لینے والوں میں سب سے جلدی حساب لینے والا ہے، آپ فرمائیے کہ کون تم کو نجات دیتا ہے

ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ

خشکی اور سمندر کی اندھیریوں سے، تم اسے چپکے چپکے عاجزی کے ساتھ پکارتے ہو بلاشبہ اگر ہمیں اس مصیبت سے نجات دیدی

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۞٦٣ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ

تو ہم ضرور ضرور شکر گذاروں میں سے ہو جائیں گے، آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں مصیبت سے نجات دیتا ہے اور ہر بے چینی سے، پھر تم

تُشْرِكُوْنَ ۞٦٤

شرک کرتے ہو''

صحائف کا لکھنا برائی سے بچنے میں معاون ہے:

آیت ٦١: وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً محافظ فرشتے جو تمہارے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں۔ وہ کراماً کاتبین ہیں۔ تاکہ برائی سے بچنے کے لیے یہ چیز زیادہ معاون بنے۔ جب وہ اس بات کو سوچیں۔ کہ ان کے صحائف تمام انسانوں کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حَتّٰی حفظ اعمال کی غایت کو بیان کرنے کے لیے ہے۔ یعنی فرشتوں کی یہ عادت مکلفین کے ساتھ پوری زندگی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ موت ان پر آکر طاری ہو جاتی ہے۔ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا اس کی روح کو قبض کر لیتے ہیں۔ اور وہ ملک الموت اور اس کے معاون ہیں۔ قراءت: توفيه واستوفيه امالہ کے ساتھ حمزہ نے پڑھا ہے۔ رُسْلُنا سین کے جزم کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ وہ سستی و تاخیر نہیں کرتے۔

تمام معاملات سچے مولا کے پاس:

آیت ٦٢: ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اس کے حکم اور اس کے بدلہ کی طرف یعنی مرنے والوں کو ملائکہ کے لوٹانے سے اللہ کی بارگاہ کی

طرف لوٹایا جائے گا۔ مَوْلٰهُمُ جوان کا ایسا مالک جوان کے امور کا متولی ہے۔ اَلْحَقِّ وہ ایسا عادل ہے کہ سچا ہی فیصلہ کرتا ہے۔ یہ دونوں لفظ اللہ کی صفات ہیں۔ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ اس دن کسی دوسرے کا اس میں ذرہ بھر حکم نہ ہوگا۔ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ اس کو ایک کا حساب دوسرے کے حساب سے مشغول نہیں کرسکتا۔ وہ تمام مخلوق کا حساب بکری دوہنے کے وقت کے برابر لے لے گا۔ محاورہ الرد الی من ربّاك خیر من البقاء مع من اذاك تیرا اس کے پاس لوٹنا جس نے تیری تربیت کی اس سے بہت بہتر ہے کہ تو اس کے ساتھ رہے جس نے تجھے ایذا دی ہو۔

اندھیروں میں پھنستے ہو تو اسی کو بلاتے ہو:

آیت ۶۳: قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ۔ قراءت۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ینجیکم بغیر تشدید پڑھا ہے۔ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ دونوں کے خوفناک اور ہولناک مواقع سے مجاز ہے دوسرا قول ظلمات البر سے مراد گرجیں اور ظلمات البحر سے امواج بحر مراد ہیں۔ جبکہ دونوں رات اور بادل میں ہوں۔ تَدْعُوْنَهٗ۔ نحو: ینجیکم کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔ تَضَرُّعًا اس حال میں کہ تم گڑگڑانے کا اظہار کر رہے ہوتے ہو۔ یہ مصدر ہے حال واقع ہے اسی طرح وَّخُفْيَةً بھی مصدر و حال ہے یعنی اپنے دلوں میں چھپانے والے قراءت: تمام قرآن میں خُفْيَةً کو خِفْيَةً ابو بکر نے پڑھا ہے۔ دراصل یہ دونوں لغتیں ہیں۔ لَئِنْ اَنْجٰنَا۔ قراءت: عاصم نے پڑھا ہے حمزہ و علی نے امالہ سے پڑھا۔ اور بقیہ قراء نے انجیتنا پڑھا مطلب یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو خلاصی دی۔ مِنْ هٰذِهٖ ان اندھیروں سے۔ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ اللہ تعالیٰ کے لیے۔

نجات وہ دے اور شریک بھی اسی کا بناؤ۔ تعجب ہے:

آیت ۶۴: قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ تشدید کے ساتھ کوفی نے پڑھا۔ مِّنْهَا یعنی اندھیرے وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ غم و رنج ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ تم شکر ادا نہیں کرتے (بلکہ شرک کرتے ہو)۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ

''آپ فرما دیجئے کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیج دے تمہارے اوپر سے یا تمہارے

تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ

پاؤں کے نیچے سے یا بھڑا دے تم کو مختلف جماعتیں کر کے اور چکھا دے ایک کو دوسرے کی سختی

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ

آپ دیکھ لیجئے کہ ہم کیسے مختلف پہلوؤں سے آیات کو بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھ جائیں، اور آپ کی قوم نے اسے جھٹلایا

وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫ وَّسَوْفَ

حالانکہ وہ حق ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ میں تم پر داروغہ بنا کر مقرر نہیں کیا گیا۔ ہر ایک خبر کا وقت مقرر ہے اور عنقریب

تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾

تم جان لو گے۔''

ہر طرح کی پکڑ پھر اسے ہر وقت کامل قدرت ہے:

آیت ۶۵: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ وہ وہی ذات ہے کہ جس کا قادر ہونا تمہیں معلوم ہے یا قادر کا معنی کامل القدرت اس میں لام عہد و جنس دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ جیسا اس نے قوم لوط پر عذاب کی بارش برسائی اور اصحاب فیل پر پتھروں کی۔ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ جیسا اس نے فرعون کو غرق کیا اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا۔ یا تمہارے سلاطین اور کمینے لوگوں کی طرف سے یا اس سے مراد بارش کا بند ہونا۔ اور نباتات کا نہ اُگنا ہے۔ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا تمہیں فرقوں میں بانٹ دے جن کی خواہشات مختلف ہوں ہر گروہ اپنے مقتداء کے ساتھ چلنے والا ہو۔ خلطھم کا مطلب ان میں باہمی لڑائی کا پھوٹ پڑنا۔ جس سے وہ لڑائی کے مواقع میں آپس میں گڈ مڈ ہو جائیں۔ وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ایک دوسرے کو وہ قتل کریں۔ الباس تلوار کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میری امت پر اوپر سے عذاب نازل نہ فرمائے۔ یا پاؤں کے نیچے سے تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی سوال کیا کہ وہ آپس میں نہ لڑیں پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دعا سے روک دیا۔ یعنی قبول نہیں فرمایا۔ اور مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اطلاع دی کہ میری امت کی فناء تلوار سے ہوگی۔ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وعدہ اور وعید کے ساتھ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ۔

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ

"اور اے مخاطب! جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات کے بارے میں عیب جوئی کرتے ہیں تو ان سے کنارہ ہو جا! یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی دوسری

حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ ؕ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ

بات میں لگ جائیں۔ اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّلٰکِنْ ذِکْرٰی

مت بیٹھو۔ اور جو لوگ احتیاط کرتے ہیں ان پر ظالموں کے حساب میں سے کچھ بھی نہیں ہے لیکن نصیحت ہے

لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَھُمْ لَعِبًا وَّلَھْوًا وَّغَرَّتْھُمُ الْحَیٰوۃُ

تاکہ وہ ڈرنے لگیں، اور چھوڑ دے ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا ہے اور دنیاوی زندگی نے ان کو دھوکے

الدُّنْیَا وَذَکِّرْ بِہٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا کَسَبَتْ ۖۗ لَیْسَ لَھَا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ

میں ڈالا ہے۔ اور قرآن کے ذریعہ ان کو نصیحت کیجئے تاکہ کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے نہ پھنس جائے جس کے لیے اللہ کے علاوہ

وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ کُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْھَا ؕ اُولٰٓئِکَ

کوئی حمایتی اور سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔ اور اگر نفس ہر طرح سے جان کا بدلہ دے تو اس سے نہ لیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں

الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا کَسَبُوْا ۚ لَھُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا کَانُوْا

جو اپنے اعمال کی وجہ سے پھنس گئے۔ ان کیلئے پینا ہے گرم پانی سے، اور دردناک عذاب ہے، کفر

یَکْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

کرنے کی وجہ سے۔"

ع ۸ / ۱۴

سچے قرآن کو جھٹلایا' عذاب کا انتظار کرو:

آیت ۶۶ : وَکَذَّبَ بِہٖ یعنی قرآن کو یا عذاب الٰہی کو قومُکَ قریش وَھُوَ الْحَقُّ سچا ہے یا اس کا اترنا اس پر ضروری ہے۔ قُلْ لَّسْتُ عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ ایسا محافظ جس کے سپرد تمام معاملہ کر دیا گیا ہو۔ بے شک میں تو منذر رہوں۔

وہ اپنے وقت پر آئے گا' پھر خبر ہوگی:

آیت ۶۷ : لِکُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ نبا سے ہر وہ چیز جس سے خبر دی جائے۔ یعنی ان کا مطلع کرنا۔ کہ ان کو عذاب دیا جائے گا اور ان

کا اس کے ذریعہ ڈرانا مستقر وقت استقرار وحصول بہر صورت ہے۔وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اس میں ان کو ڈرایا گیا ہے۔

قرآن پر طعن کرنے والوں کے پاس مت بیٹھو:

آیت ۶۸ :وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا یعنی قرآن کے استہزاء اور طعن میں مصروف ہوتے ہیں۔اور قریش اپنی مجالس میں ایسا کرتے تھے۔فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ ان کے پاس مت بیٹھو۔اور ان کے پاس سے اٹھ جاؤ۔حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ قرآن کے علاوہ جو کہ حلال ہے۔پس اس وقت ان کے پاس بیٹھنا جائز ہے۔وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ جس سے تمہیں منع کیا گیا ہے۔قراءت : شامی نے یُنَسِّیَنَّکَ سین کے تشدید سے پڑھا ہے۔نسّٰی اور انسٰی کا معنی ایک ہی ہے۔فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی یاد آنے کے بعد۔مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔

ہر ایک اپنے محاسبہ سے دوچار ہوگا:

آیت ۶۹ :وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِھِمْ ان لوگوں کو محاسبہ سے جو قرآن مجید کی تکذیب میں مصروف ہیں۔اور استہزاء کر رہے ہیں۔مِّنْ شَیْءٍ یعنی ان متقین پر جو ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں ان کے محاسبہ میں سے کوئی چیز لازم نہ ہوگی وہ محاسبہ جو ان کے گناہوں پر کیا جائے گا۔وَّلٰکِنْ ان پر لازم ہے کہ ان کو نصیحت کرتے رہیں۔ذِکْرٰی جب کہ ان کو سنیں کہ وہ استہزاء میں مصروف ہیں۔ان کے پاس سے اٹھنے اور ان کے اس فعل سے نفرت کرتے ہوئے اور ان کو نصیحت کرتے ہوئے۔ ذکری منصوب ہے۔مطلب یہ ہے کہ وہ ان کو نصیحت کریں نصیحت کرنا۔یا مرفوع ہے تقدیر عبارت یہ ہے لکن علیھم ذکرٰی پس ذکری مبتداء اور علیھم اس کی خبر ہے۔ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ شاید کہ وہ استہزاء میں مصروف ہونے سے بطور حیا باز رہیں یا ان کی برائی کو ناپسند کرتے ہوئے۔

دین کا مذاق بنانے والے اپنے عمل سے پھنس کر عذاب کا شکار ہو گئے:

آیت ۷۰: وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَھُمْ وہ جس کا ان کو مکلف بنایا گیا اور جس کی طرف ان کو دعوت دی جاتی ہے اور وہ دین اسلام ہے۔لَعِبًا وَّلَھْوًا اس کے ساتھ تمسخر کیا اور استہزاء کیا۔ذرھم کا معنی ان سے اعراض کریں اور ان کی تکذیب کی بالکل پرواہ نہ کریں اور استہزاء کو خاطر میں نہ لائیں۔لھو وہ چیز جو انسان کو مشغول کر دے۔خواہشات سے ہو یا خوش طبعی سے وَّغَرَّتْھُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَ ذَکِّرْ بِہٖ قرآن کے ذریعہ نصیحت فرمائیں۔اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا کَسَبَتْ اس خطرہ سے کہ نفس ہلاکت و عذاب کا شکار ہو۔اور اپنے برے اعمال کا مرہون ہو۔اِبسال کا معنی روکنا ہے۔لَیْسَ لَھَا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیٌّ جو اس کی طاقت سے مدد کرے۔وَّلَا شَفِیْعٌ جو شفاعت سے دفاع کرے۔صحیح قول کے مطابق کسبت پر وقف نہیں۔کیونکہ لیس لھا یہ نفس کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ نصیحت فرماتے رہیں اس کراہت سے کوئی نفس ہلاک ہو کسی دوست اور شفیع کو

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا

''آپ فرما دیجئے کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا جو ہمیں نفع نہیں دیتا اور جو ہمیں ضرر نہیں دیتا، اور کیا ہم اسکے بعد الٹے پاؤں لوٹا دیئے جائیں

بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ

جبکہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی گیا ہم اس شخص کی طرح ہو جائیں جسے شیاطین نے جنگل میں بے راہ کر دیا ہو۔ اس حال میں کہ حیران ہو کر بھٹکتا پھر رہا ہو۔

لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ

اس کے ساتھی ہیں جو اسے بلاتے ہیں کہ ہدایت کی طرف آجا ہمارے پاس ۔ آپ فرما دیجئے بے شک اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔

وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۭ وَهُوَ الَّذِىْٓ

اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ ہم سارے جہانوں کے پروردگار کے فرمانبردار ہو جائیں۔ اور یہ کہ نماز کو قائم کرو اور رب العالمین سے ڈرو۔ اور وہی ہے

اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ وَيَوْمَ

جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے اور وہی ہے جس نے حق کے ساتھ آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا۔ اور جس دن

يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ڛ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ۭ

وہ فرمائے گا کہ ہو جا سو وہ ہو جائے گا، اور اس کا فرمان حق ہے اور اسی کے لیے ساری حکومت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

وہ جاننے والا ہے غیب کی چیزوں کو اور ظاہر چیزوں کو۔ اور وہ حکمت والا ہے خبر رکھنے والا ہے۔''

نہ پاتے ہوئے۔ اپنی کمائی کے سبب۔ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ مصدر کی بناء پر منصوب ہے ان تفد کل فداء اگرچہ تم فدیہ دو العدل فدیہ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ فدیہ دینے والا مفدی کو اس کے مثل سے برابر کرتا ہے۔ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا کا فاعل ضمیر عدل نہیں کیونکہ عدل یہاں مصدر ہے۔ اور مصدر اخذ کا اسناد نہیں ہو سکتا۔ باقی لا یؤخذ منھا عدل البقرہ آیت ۴۸ میں عدل بمعنی مفدی بہ مفعول کے معنی میں ہے۔ پس اس لیے اس کی طرف یوخذ کی نسبت درست ہے۔ اُولٰٓئِكَ یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اپنے دین کو لہو ولعب بنانے والے ہیں۔ یہ مبتداء اور الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا اس کی خبر ہے۔ اور لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ سخت گرم پانی یہ اولئک کی خبر دوم ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے اولئک المبسلون ثابت لھم شرابٌ من حمیم۔ ان ہلاک ہونے والوں کے لیے گرم پانی کا مشروب ثابت ہوگا یا جملہ مستانفہ ہے۔ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ان کے کفر کی وجہ سے۔

گمراہ کو غول شیطانی میں پھنسنے والے سے تشبیہ دی:

آیت ۷۱: قُلْ (کہہ دو) ابوبکر کو کہہ دیں کہ وہ اپنے بیٹے عبدالرحمان کو کہہ دیں جو اپنے باپ کو بتوں کی عبادت کی طرف بلا رہا تھا۔اَنَدْعُوْا کیا ہم عبادت کریں۔مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ جو نقصان اور نفع کا مالک ہے۔مَالَا یَنْفَعُنَا ان کی جو ہمارے نفع کی قدرت نہیں رکھتے اگر ہم ان کو پکاریں۔وَلَا یَضُرُّنَا اگر ہم ان کو چھوڑ دیں۔وَنُرَدُّ کیا ہم لوٹائے جائیں گے۔عَلٰٓی اَعْقَابِنَا اس حالت میں کہ شرک کی طرف لوٹنے والے ہوں۔بَعْدَ اِذْ ھَدٰنَا اللّٰہُ اسلام کی طرف اور بتوں کی عبادت سے ہمیں چھوڑایا۔کَالَّذِی اسْتَھْوَتْہُ الشَّیٰطِیْنُ اس شخص کی طرح جس کو شیاطین کا غول اور سرکش شیاطین لے جائیں۔نرد علی اعقا بنا کی ضمیر سے حال ہونے کی بناء پر یہ منصوب ہے مطلب یہ ہے کہ کیا ہم الٹے پاؤں ہٹا دیے جائیں گے ان لوگوں کی طرح جن کو شیاطین نے ورغلایا ہو۔اور وہ ھَوٰی فی الارض سے باب استفعال ہے ھوٰی کا معنی زمین میں جانا گویا اس کا معنی طلبت ھویّۃً فِی الْاَرْضِ جنگل و بیابان میں حیران استھوتہ کے مفعول سے حال ہے۔یعنی اس حال میں کہ وہ حیران راستہ سے بھٹکا ہوا۔اس کو معلوم نہیں کہ وہ کیا کرے۔لَہٗ اس بھٹکنے والے کے لئے۔

اَصْحٰبٌ دوست یَّدْعُوْنَہٗٓ اِلَی الْھُدَی اس طرف کہ وہ اس کو راہ پر لگا دیں صراط مستقیم کو الھدٰی سے تعبیر فرمایا۔وہ اس کو کہہ رہے ہیں ائْتِنَا وہ راستہ سے بھٹکا ہوا۔جنات کے پیچھے جا رہا ہے اور ان کو جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے پاس آتا ہے۔اور یہ اس بناء پر ہے جو کہا جاتا ہے کہ جنات انسان کو بھٹکا دیتے ہیں۔اور غول شیطانی انسان پر مسلط ہو جاتا ہے۔پس طریق اسلام سے گمراہی اختیار کرنے والے کو اس سے تشبیہ دی ہے شیطان کے قدموں کی پیروی کرنے کو تشبیہ دی اور مسلمان اس کو اپنی طرف بلا رہے ہیں۔مگر وہ ان کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا۔

ہدایت صرف اسلام' باقی سب گمراہی:

قُلْ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ اور وہ اسلام ہے۔ھُوَ الْھُدٰی صرف ہدایت ہے اس کے علاوہ گمراہی ہے۔وَاُمِرْنَا یہ ان ھُدی اللّٰہ ھُوَ الھُدٰی کے محل پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔اس وجہ سے کہ دونوں مقولے ہیں۔گویا اس طرح کہا گیا یہ بات بھی کہو اور یہ کہو امرنا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

فرمانبرداروں کے طرق:

آیت ۷۲: وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ تقدیر عبارت یہ ہے و امرنا لان نسلم ولان اقیموا یعنی اسلام اور اقامت صلوۃ کے لیے وَاتَّقُوْہُ وَھُوَ الَّذِیْٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ قیامت کے دن۔

اللہ خالق اور کامل علم وقدرت والا ہے:

آیت ۷۳: وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ حکمت کے ساتھ۔یا واقعی برحق۔وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ یہ خبر ہے جواب نہیں۔قَوْلُہُ الْحَقُّ یہ مبتدا ہے یوم یقول اس کی خبر مقدم ہے جیسا کہ تم کہو یوم الجمعۃ قولک الصدق یعنی

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ

"اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو معبود مانتا ہے؟ بلاشبہ میں تجھے اور تیری

وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ

قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں، اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں کی اور زمین کی مخلوقات

وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ

دکھائیں۔تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ پھر جب اس پر رات کی تاریکی چھا گئی تو ایک ستارہ دیکھا،

قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ

کہا یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ ستارہ غروب ہو گیا تو یوں کہا کہ میں غائب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا، پھر جب چاند کو

بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ

چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ غروب ہوگیا تو کہا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ کرتا تو میں ضرور گمراہ

مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ

لوگوں میں سے ہو جاتا، پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، یہ سب سے

اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾

بڑا ہے، پھر جب سورج غروب ہوگیا تو کہا اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بَری ہوں،جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو،

قولك الصدق كائن يوم الجمعة تیری سچی بات جمعہ کے دن واقع ہونے والی ہے۔اور الیوم بمعنی حین ہے مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو حق وحکمت کے ساتھ پیدا فرمایا۔جس وقت وہ کسی چیز کو فرماتے ہیں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔اس کی بات سچی اور حکمت والی ہے۔یعنی آسمان و زمین اور تمام تکوینات میں جو چیز بھی ہوتی ہے وہ حکمت وصواب پر مبنی ہے۔وَلَهُ الْمُلْكُ یہ مبتدا خبر ہے۔يَوْمَ يُنْفَخُ یہ له الملك کا ظرف ہے۔فِي الصُّوْرِ لغت یمن میں صور، سینگ کو کہتے ہیں۔یا یہ صورۃ کی جمع ہے (مگر قرطبی نے اس کو جمع ماننے سے انکار کر کے تردید کی ہے۔(صفحہ ۲۰ جلد ۷) عٰلِمُ الْغَيْبِ وہ عالم الغیب ہے۔وَالشَّهَادَةِ یعنی پوشیدہ اور علانیہ وَهُوَ الْحَكِيْمُ فنا کرنے اور زندہ کرنے میں الْخَبِيْرُ حساب وجزاء ۔

ابراہیم علیہ السلام کا باپ کو وعظ ونصیحت کرنا:

آیت ۷۴: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ یہ ان کے والد کا نام ہے یا لقب ہے کیونکہ نسابین کے مابین اختلاف ہے کہ ان کے

والد کا نام تارخ ہے۔ یہ آزر، ابیہ کا عطف بیان ہے۔ اور اس کا وزن فاعل ہے۔ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً یہ استفہام توبیخی ہے۔ کیا تو ان کو معبود بناتا ہے۔ حالانکہ یہ الوہیت کے مستحق نہیں۔ اِنِّیْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

بصیرت روشن کر کے شرک کی قباحت ظاہر کر دی:

آیت ۷۵: وَكَذٰلِكَ جیسے ہم نے ان کو شرک کی قباحت دکھائی تھی۔ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی ہم اس کی بصیرت کو آسمان و زمین کی تخلیق کے لطائف دکھا رہے تھے نُرِیْٓ ماضی کی حکایت حال میں بیان کی گئی۔ الملکوت یہ الملك سے زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ اس میں واؤ اور تاء مبالغہ کے لیے بڑھائے گئے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں ان کے لیے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے آپ نے ان کے مابین جو کچھ تھا وہ دیکھا' حتیٰ کہ ان کی نگاہ عرش الٰہی تک پہنچی۔ اور ساتوں زمینیں کھول دی گئیں۔ یہاں تک کہ جو کچھ ان میں تھا وہ دیکھا۔ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ہم نے اسی طرح کیا تاکہ وہ استدلال کرے۔ ولیکون من الموقنین عیانا کما ایقن بیاناً تاکہ وہ آنکھوں سے دیکھ کر اس طرح یقین کرے جیسا کہ وہ بیان سے یقین کرنے والے ہیں۔

نظر و استدلال سے قوم کی راہنمائی:

آیت ۷۶: فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ یعنی چھا گئی اس کا عطف قال ابرھیم لابیه پر ہے۔ اور کذالك نری ابراھیم یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہے۔ رَاٰ كَوْكَبًا یعنی زہرہ یا مشتری ابراہیم علیہ السلام کے والد اور ان کی قوم بت پرست' سورج' چاند' ستارہ پرست تھی۔ آپ علیہ السلام نے ان کو ان کے مذہب کی غلطی واضح کرنے کا ارادہ فرمایا اور نظر و استدلال کے انداز سے ان کی راہنمائی چاہی۔ اور ان کو یہ بتلانا چاہا۔ کہ صحیح نظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے کوئی اس قابل نہیں کہ معبود کہلا سکے۔ کیونکہ اس میں حدوث و زوال کی دلیل پائی جاتی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کوئی تو ان کا موجد ہے جس نے ان کو ایجاد کیا ہے اور ان کا کوئی مدبر ہے۔ جو ان کے طلوع و غروب کا انتظام کرتا ہے۔ اور انتقال و چلاؤ دیگر تمام احوال کا منتظم ہے۔ جب آپ نے اس ستارہ کو دیکھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے تو فرمایا۔ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ یعنی ان کو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے بقول تمہارے۔ یا مراد أهذا ربی جو کہ بطور استہزاء آپ نے فرمایا ان پر انکار کرتے ہوئے یہ بات فرمائی محاورۂ عرب میں حرف استفہام کی بجائے انداز و آواز پر ہی اکتفاء کر لیتے ہیں۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ اس کا قول ہے جو اپنے مخالف سے انصاف کا طالب باوجود یہ کہ وہ جانتا ہو کہ وہ باطل پر ہے۔ پس اس کی بات کی حکایت وہ اس انداز سے کرے گا گویا کہ وہ غیر متعصب ہے۔ کیونکہ یہ طرز عمل حق کی طرف سے زیادہ بلانے والا اور شور و شغب سے خالی ہے۔ پھر وہ اس کے اعتقاد کو نقل کر کے اس پر مڑ کر حملہ کرتا ہے اور دلیل سے اس کو باطل کرتا ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَ غائب ہوا۔ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ یعنی میں ایسے ارباب کی عبادت پسند نہیں کرتا جو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنے والے ہوں کیونکہ یہ اجسام مرکب کی صفات میں سے ہے۔

غروب سے تغیر پذیری پر شاندار استدلال:

آیت ۷۷: فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا طلوع ہوتے ہوئے۔ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ آپ نے اپنی قوم کو خبردار فرمایا۔ کہ جو شخص چاند کو الٰہ مانتا ہو۔ وہ گمراہ ہے۔ طرز استدلال: آپ نے اس مقام پر غروب سے استدلال فرمایا۔ طلوع سے نہیں۔ حالانکہ دونوں حالتیں تغیر پذیر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غروب سے استدلال زیادہ واضح تر ہے۔ کیونکہ یہ انتقال چھپ جانے اور پردے میں اور اوٹ میں آجانے کے ساتھ ہے۔

مخاصم سے انصاف کی اپیل کی تاکہ اعتراض دلیل بن جائے:

آیت ۷۸: فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ، ھذا اسم اشارہ ہے مذکر لائے کیونکہ انہوں نے اس سے طلوع ہونے والا مراد لیا۔ یا اس وجہ سے کہ انہوں نے مبتدا کو خبر کی طرح بنالیا۔ کیونکہ وہ معنوی لحاظ سے دونوں ایک چیز ہیں۔ اس میں اصل رب کے لفظ کو تانیث سے محفوظ کرنا مقصود ہے اس لیے تو اہل عرب صفات باری تعالیٰ کے متعلق علامہ اور علام نہیں کہتے۔ اگرچہ ثانی پہلے کی نسبت علامت تانیث سے فقط بچنے کی خاطر۔ هٰذَاۤ اَكْبَرُ یہ بھی اپنے مخاصم کے ساتھ انصاف کرانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ان اجرام میں سے ہے جس کو تم ان کے خالق کا شریک قرار دیتے ہو۔ ایک کمزور قول یہ ہے کہ یہ نظر و استدلال ان کا اپنے نفس سے تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سے نقل کر دیا۔ مگر پہلا انتہائی ظاہر ہے اس لئے کہ یہ ارشاد یقوم انی بریٓءٌ مما تشرکون اس کی تائید کر رہا ہے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ

بے شک میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف موڑا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، میں سب کو چھوڑ کر اسی کی طرف مائل ہونے والا ہوں، اور میں

الْمُشْرِكِیْنَ ۝٧٩ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ

مشرکوں میں سے نہیں ہوں، اور اس کی قوم نے حجت بازی کی تو اس نے جواب میں کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے حجت بازی کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت عطا فرمادی، اور میں

وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ

ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اس کا شریک بناتے ہو مگر ہاں جو کچھ میرا رب چاہے، میرے پروردگار کا علم ہر چیز

شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝٨٠ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا

کو احاطہ کئے ہوئے ہے، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ اور میں کیونکر ان سے ڈروں جنہیں تم نے شریک بنایا ہوا ہے حالانکہ

تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ

تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک بنالیا ہے جس کی کوئی دلیل تم پر اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ سو دونوں فریقوں میں کون

اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٨١ ۘ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ

امن کا مستحق ہے اگر تم جانتے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش

بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝٨٢ ع

نہ کی انہیں کے لئے امان ہے اور وہی راہ یافتہ ہیں

وقف لازم

مثبت انداز میں تذکرۂ توحید:

آیت ۷۹: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۔ یعنی اس ذات کے لیے کہ یہ محدثات دلالت کرتے ہیں کہ وہی ان کا بنانے والا ہے۔ حَنِیْفًا یہ حال ہے یعنی تمام ادیان سے اسلام کی طرف مائل ہونے والا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو اس کی مخلوقات میں سے۔

میرا ربّ نفع ونقصان پر قدرت رکھتا ہے جبکہ تمہارے معبود کچھ بھی نہیں، اسلئے میں اُن سے نہیں ڈرتا:

آیت ۸۰: وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ اللہ تعالیٰ کی توحید کے متعلق اور اس سے شرکاء کی نفی کے متعلق قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ اس کی توحید کے متعلق

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ

''اور یہ ہماری حجت تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی۔ ہم جس کو چاہیں مرتبوں کے اعتبار سے بلند کرتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝۸۳ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ

بے شک آپ کا رب حکمت والا ہے علم والا ہے۔ اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی۔

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ

اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی اور ان کی ذریت سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو

وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝۸۴

اور موسیٰ کو اور ہارون کو۔اور ہم اسی طرح نیک کاروں کو جزا دیتے ہیں۔

قراءت: اتحا جونی تخفیف نون کے ساتھ مدنی اور ابن ذکوان نے پڑھا ہے۔ وَقَدْ هَدٰنِ اپنی توحید کی طرف ابوعمرو نے یا میں وصل کے ساتھ پڑھا۔ وَقَدْ هَدٰنِ جب انہوں نے ابراہیم کو دھمکایا کہ ان کے معبود اس کو تکلیف پہنچائیں گے تو فرمایا۔ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّىْ شَيْئًا ؕ وَسِعَ رَبِّىْ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا یعنی میں تمہارے معبودوں سے کسی بھی وقت میں نہیں ڈرتا۔ کیونکہ وہ نفع ونقصان کی ذرہ بھر بھی طاقت نہیں رکھتے۔ مگر جب کہ میرا رب چاہے کہ ان میں سے کوئی تکلیف پہنچے وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ جس چیز میں چاہے نفع ونقصان پیدا کر دے۔ نہ کہ یہ بت۔ وَسِعَ رَبِّىْ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا کہ بندے کو کوئی ذرا سا نفع ونقصان اس کے علم کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ پس تم فرق کرو قادر اور عاجز کے درمیان۔

تم میرے امن پر تعجب کرتے ہو حالانکہ خود مقام خوف میں ہو:

آیت ۸۱: وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ تمہارے معبود حالانکہ وہ خوف کی جگہ ہیں۔ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ اپنے شرک کے باعث عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا دلیل اس لیے کہ شرک پر تو کوئی صحیح دلیل موجود ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کیا ہو گیا کہ میرے متعلق امن وسلامتی کو انوکھا خیال کرتے ہو حالانکہ میں تو امن کی جگہ میں ہوں۔ اور اپنے متعلق امن کو عجیب نہیں سمجھتے حالانکہ تم خوف کے مقام پر ہو۔ فَاَىُّ الْفَرِيْقَيْنِ یعنی موحدین اور مشرکین دونوں گروہ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ عذاب سے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اس طرح نہیں فرمایا فاَیُّنا تاکہ تزکیہ نفس کا شبہ نہ ہو۔ پھر سوال کے جواب کو دوبارہ لوٹایا اپنے اس ارشاد سے۔

شرک سے بچنے والا مامون ہے:

آیت ۸۲: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شرک کے ساتھ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تفسیر فرمائی۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ابراہیم علیہ السلام کا کلام مکمل ہوا۔

ابراہیم علیہ السلام کو دلائلِ قاہرہ ہم نے دیئے:

آیت ۸۳: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اس سے ان تمام دلائل کی طرف اشارہ ہے جن سے ابراہیم علیہ السلام نے حجت پکڑی۔ اپنی قوم کے خلاف فلما جن علیه الّیل سے وهم مهتدون تک۔ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ یہ خبر کے بعد خبر ہے۔ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ علم وحکمت میں۔

قراءت: درجات کو کوفی نے تنوین سے پڑھا ہے۔ اس میں معتزلہ کے اس قول کی تردید ہے کہ جو اصلح کے سلسلہ میں وہ کہتے ہیں۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ رفع کے ساتھ عَلِيْمٌ اہلیت کو جانتے ہیں۔

آیت ۸۴: وَوَهَبْنَا لَهٗ یعنی ابراہیم علیہ السلام کو۔ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا یعنی تمام کو۔ کلًّا پر نصب هدینا کی وجہ سے ہے یعنی هدینا نوحا گہ ہم نے نوح کو ہدایت دی۔ مِنْ قَبْلُ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ ہ ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف جاتی ہے۔ یا ابراہیم علیہ السلام کی طرف۔ پہلا قول زیادہ واضح ہے کیونکہ یونس ولوط ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہ تھے۔ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ تقدیر عبارت یہ ہے و هدینا من ذریته هؤلاء کہ اس کی اولاد میں سے ان کو ہم نے ہدایت دی۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ہم محسنین کو اس جیسا بدلہ دیتے ہیں۔ کاف موضع نصب میں مصدر محذوف کی صفت ہے۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو۔ سب صالحین میں سے ہیں اور اسماعیل کو اور الیسع کو اور یونس کو

وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَ

اور لوط کو۔ اور سب کو ہم نے فضیلت دی جہانوں پر اور ان کے کچھ باپ دادوں اور کچھ اولاد اور

اِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى

کچھ بھائیوں کو اور ہم نے ان کو چن لیا۔ اور ان کو ہدایت دی سیدھے راستے کی طرف۔ یہ اللہ کی

اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا

ہدایت ہے وہ اس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ اگر یہ حضرات شرک اختیار کر لیتے تو جو اعمال کیا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ

کرتے تھے وہ سب حبط ہو جاتے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کو ہم نے کتاب دی اور حکمت اور نبوت عطا کی۔

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ

سو اگر زمانہ موجودہ کے لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لیے بہت سے لوگ ایسے مقرر کر دیے ہیں جو اس کا انکار کرنے والے نہیں ہیں۔ یہ وہ

الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ

لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی سو آپ ان کی ہدایت کا اقتداء کریں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں اس پر تم سے کسی معاوضہ کا سوال نہیں کرتا

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع ۸ / ۱۶

یہ تو صرف نصیحت ہے جہانوں کے لیے۔''

ایک استدلال:

آیت ۸۵: وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ یہ تمام مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ان کے ساتھ کر کے ثابت کر دیا کہ نسب ماں سے بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان کو نوح علیہ السلام کی اولاد سے قرار دیا۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا ان کے ساتھ اتصال صرف ماں کی طرف سے ہے۔ اسی دلیل کے ساتھ حجاج کو جواب دیا گیا تھا۔ جب اس نے بنو فاطمہ کے بارے میں انکار کیا کہ وہ

اولاد النبی علیہ السلام ہیں۔

آیت ٨٦: وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ للّیسع جہاں بھی قرآن میں آتا ہے دولاموں سے حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ نبوت اور رسالت کے ساتھ۔

آیت ٨٧: وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ یہ كُلًّا پر عطف کی وجہ سے محل نصب میں واقع ہے یعنی وفضلنا بعض اٰبآء هم ان کے بعض آباء کو فضیلت دی۔ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

آیت ٨٨: ذٰلِكَ وہ جس کو اختیار کیا ان مذکورہ بالا حضرات نے هُدَى اللّٰهِ اللہ کا دین يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ اس میں معتزلہ کی تردید ہے کیونکہ ان کا قول ہے ان اللّٰه شاء هداية الخلق كلهم۔ لكنهم لم يهتدوا کہ اللہ تعالیٰ نے تو تمام مخلوق کو ہدایت دینا چاہا مگر انہوں نے ہدایت نہ پائی۔

مذمتِ شرک کیا انوکھا انداز:

وَلَوْ اَشْرَكُوْا باوجود اپنے فضل وکمال اور بلند درجات کے لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تو ان کے اعمال باطل ہو جائیں۔ جیسا کہ دوسرے موقع پر فرمایا لئن اشركت ليحبطن عملك (الزمر ٦٥)

آیت ٨٩: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ الكتاب سے جنس مراد ہے۔ وَالْحُكْمَ اور حکمت یا فهم الكتاب وَالنُّبُوَّةَ وہ انسان کے اعلیٰ ترین مناصب میں سے ہے۔ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا۔ کتاب اور حکمت ونبوت کے ساتھ یا آیات قرآن کے ساتھ هٰٓؤُلَآءِ۔

هٰٓؤُلَآءِ کی مراد:

یعنی اہل مکہ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا وہ مذکورہ انبیاء اور ان کے سچے پیروکار ہیں۔ اس کی دلیل اگلی آیت اولئك الذين هدى اللّٰه فبهداهم اقتده۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی پس تم ان کی ہدایت کی اقتداء کرو۔ دوسرا قول اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تیسرا قول جو آپ پر ایمان لائے وہ سب مُراد ہیں۔ چوتھا قول عجم جو ایمان لائے وہ مُراد ہیں۔ اور توکیل کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اس پر ایمان کی توفیق ملی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میسر ہوئی جیسا کہ آدمی کو کوئی چیز سپرد کی جاتی ہے تاکہ وہ اس کی نگرانی کرے اور اس کا خیال کرے۔ اور نگہبانی کرے۔ لَّيْسُوْا بِهَا میں بآء کافرین کے صلہ کے طور پر لائی گئی ہے۔ بِكٰفِرِيْنَ میں باء نفی کی تاکید ظاہر کرنے کے لیے لائے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کے اصولِ دین ایک ہیں:

آیت ٩٠: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ یعنی وہ انبیاء جن کا تذکرہ گزرا۔ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ اقتداء کیلئے انکی ہدایت کو خاص کیا کہ انکے علاوہ کسی کی اقتداء نہ کرو۔ یہ مفعول کو مقدم کرنے کا مطلب ہے اور هداهم سے مُراد ان کا طریقہ جو ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ اور اصول دین کے سلسلہ میں ہے شریعت نہیں کیونکہ شرائع تو مختلف ہیں اقتدہ۔ میں ہ پر وقف ہے وصل میں ساقط

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍؕ

''اور لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں پہچانی جیسے پہچاننی تھی جبکہ انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی بھی چیز نازل نہیں فرمائی،

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ

آپ فرما دیجئے کہ کس نے اتاری وہ کتاب جسے موسیٰ لے کر آئے جو نور تھی اور لوگوں کے لیے ہدایت تھی۔

تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًاۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا

تم نے اسے الگ الگ ورقوں میں کر رکھا ہے جنہیں تم ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو اور تم کو وہ باتیں بتائی گئی ہیں جن کو تم نے اور تمہارے

اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْؕ قُلِ اللّٰهُۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

باپ دادوں نے نہیں جانا۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ نے نازل فرمایا۔ پھر ان کو چھوڑ دیجئے اپنی خرافات میں کھیلتے رہیں گے۔

ہو جاتی ہے۔ یہاں وقف کو ترجیح دینا بہتر ہے تاکہ مصحف میں ھا قائم رہے۔ البتہ قراء حمزہ، علی وصل میں اس کو حذف کرتے ہیں اور شامی اختلاف کرتے ہیں۔ قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ وحی پر یا تبلیغ رسالت پر توحید کی طرف دعوت دینے پر اَجْرًا۔ انعام

مَسْئَلَۃٌ: اس میں دلیل ہے کہ تعلیم قرآن اور روایت حدیث پر اجرت لینا جائز نہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِیْنَ قرآن جن وانسان کے لیے نصیحت ہے۔

یہود کا ضد کی وجہ سے تمام وحیوں سے انکار:

آیت ۹۱: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ انہوں نے بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اچھی طرح نہیں پہچانا۔ اسی طرح وحی جیسی رحمت کو نہ جانا۔ حالانکہ یہ تو عظیم ترین رحمت ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا وما ارسلناك الا رحمة للعالمين (الانبیاء ۱۰۷) روایات میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت جس میں مالک بن صیف بھی تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کو کہا کہ کیا تورات میں یہ لکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو ناپسند کرتے ہیں۔ تو اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا تو الحبر السمین ہے اس پر وہ غضب ناک ہوا اور کہنے لگے ما انزل الله علي بشر من شیٔ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز اتاری نہیں۔ حَقَّ قَدْرِهٖۤ یہ مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا یہ بہ کی ضمیر سے حال ہے۔ یا الکتاب سے حال ہے۔ وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے یعنی اس کے حصے کر دیئے اور الگ الگ اوراق میں رکھا۔ اور جدا جدا کاغذوں میں کر دیا۔ تاکہ ایجاد و اخفاء پر قدرت پا سکیں۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے تینوں کو یا سے پڑھا ہے۔ وَعُلِّمْتُمْ اے اہل کتاب سکھائی گئیں کتاب کی وہ باتیں مَا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمْ تمہارے دین کے سلسلہ میں اور دنیا کے معاملہ میں قُلِ اللّٰهُ یہ جواب ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ہی اتارا ہے۔ انکو انکار

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ

''اور یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اور تا کہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں

حَوْلَهَا ۚ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

کو ڈرائیں۔ اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں۔''

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ

''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا یوں کہے کہ میری طرف وحی کی گئی۔ حالانکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہیں کی گئی۔ اور اس سے

اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۗ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ

بڑھ کر زیادہ ظالم کون ہوگا جو یوں کہے کہ میں ایسا کلام نازل کر دونگا جیسا اللہ نے نازل کیا اور اگر تو اس منظر کو دیکھے جبکہ ظالم لوگ

فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ

موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہونگے کہ نکالو اپنی جانیں آج

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ

تم کو ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی۔ اس وجہ سے کہ تم اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور اس کی آیتوں کے ماننے

اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ

سے تکبر کرتے تھے، اور البتہ تم ہمارے پاس آؤ گے الگ الگ جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ

اور تم نے اپنے پیٹھ پیچھے وہ چھوڑ دیا جو ہم نے تمہیں عطا کیا تھا، اور ہم نہیں دیکھ رہے تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ

جن کے بارے میں تم نے خیال کیا تھا کہ وہ تمہارے بارے میں شریک ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارا آپس کا تعلق منقطع ہو گیا اور تمہارے وہ دعوے گئے گذرے ہو گئے جو تم

ع ۱۱/۱۷ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾

کیا کرتے تھے۔''

کی قدرت نہیں۔ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ وہ اپنے اس باطل میں جس میں وہ مصروف ہیں۔ یَلْعَبُوْنَ یہ ذرھم سے حال ہے۔ یا خوضھم سے حال ہے۔ (اس حال میں کہ بے ہودگی میں ہیں)

آیت ۹۲ : وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ مُبٰرَكٌ منافع اور فوائد سے بھرپور۔ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ یعنی کتاب وَلِتُنْذِرَ ابوبکر نے یا سے پڑھا ہے یعنی کتاب۔ اس کا عطف اس پر ہے جس پر کتاب کی صفت دلالت کرتی ہے گویا اس طرح فرمایا انزلناہ لبرکات و تصدیق ما تقدمه من الکتاب و لا نذار۔ ہم نے اس کو برکات کے ساتھ اتارا اور یہ تصدیق کے لئے اس کتاب کی جو پہلے گزریں اور ڈرانے کے لئے۔

امّ القریٰ کا لقب:

اُمَّ الْقُرٰی، مکة المکرمه۔ اس کو ام القری اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ زمین کی ناف ہے اہل قریٰ کے لیے قبلہ ہے۔ اور شان میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ لوگ اس کا قصد کر کے جاتے ہیں۔ وَمَنْ حَوْلَهَا اہل مشرق و مغرب وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ۔ انجام کی تصدیق کرتے اور آخرت سے ڈرتے ہیں۔ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ، ہ سے کتاب مراد ہے۔ دین کی جڑ خوف عاقبت ہے۔ جو اس سے ڈرا اس پر خوف ہمیشہ رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آتا ہے۔ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ نماز کا خاص طور پر ذکر کیا۔ کیونکہ وہ علامت ایمان اور دین کا ستون ہے۔ جس نے اس کی محافظت کی تو وہ اس کے ہم مثل دیگر اعمال کی بھی حفاظت کرے گا۔

تمام افتراء والے شامل ہیں، مدعیانِ نبوت ہوں یا اور:

آیت ۹۳: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا وہ مالک بن صیف یہودی حبر ہے۔ اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وہ مسیلمہ کذاب ہے۔ وَمَنْ قَالَ یہ موقع جر میں ہے اس کا عطف ممن افترٰی پر ہے یعنی وممّن قال۔ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی عنقریب میں کہوں اور املاء کرواؤں گا یہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ہے جو کاتب وحی تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھوایا ولقد خلقنا الانسان سے خلقًا اٰخر تک۔ تو اس کی زبان پر فتبارك الله احسن الخالقین کا کلمہ آیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اسی طرح لکھو۔ یہ اسی طرح اتری ہے۔ پس اس کو شک ہوا اور کہنے لگا کہ اگر محمد (ﷺ) سچے ہیں تو میری طرف بھی اسی طرح وحی آتی ہے جیسا کہ اس کی طرف۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو میں نے بھی اسی طرح کہہ دیا جس طرح وہ کہتا ہے۔ اور وہ ارتداد اختیار کر کے مکہ چلا گیا۔ یا نضر بن حارث مراد ہے جو کہا کرتا تھا۔ والطاحنات طحنًا فالعاجنات عجنا فالخابزات خبزًا۔ (اب اس بڑ کی قرآن کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے) گویا وہ قرآن کا معارضہ کرتا ہے۔ وَلَوْ تَرٰی اس کا جواب محذوف ہے لرأیت امرًا عظیمًا۔ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مراد وہ لوگ ہیں جن کا تذکرہ ہوا۔ خواہ یہود سے تھے یا مدعیان نبوت اس میں الف لام عہد کا ہے جنس کے لیے بھی درست ہے۔ اس میں یہ بھی بطور بدل اشتمال شامل ہوں گے کیونکہ وہ لام ان تمام لوگوں پر مشتمل ہے۔ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ موت کی سختیاں اور موت کے سکرات۔

روح کو بلامہلت نکالنے کی تعبیر:

وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ان کی طرف یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہونگے۔ لاؤ اپنی روحوں کو ان کو اپنے جسموں سے نکال کر ہمارے سامنے پیش کرو۔ یہ درحقیقت روح کو سختی اور بلامہلت نکالنے کی تعبیر ہے۔ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ اس سے موت کا وقت مراد لیا گیا ہے اور وہ شدت نزع جس کا ان کو عذاب دیا جائے گا الھون ذلت اور اس میں جم جانا۔ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ کہ اس کا شریک اور بیوی اور اولاد ہے۔ نحو : غیر الحق یہ تقولون کا مفعول ہے۔ یا مصدر مضاف کی صفت ہے۔ یعنی قَوْلاً غَیْرَ الْحَقِّ ۔ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ پس تم ان پر ایمان نہیں لاتے ہو۔

آیت ۹۴: وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا حساب اور جزاء کے لئے فُرَادٰی اکیلے بغیر مال و معاون کے۔ یہ فَرِیْدٌ کی جمع ہے۔ جیسے اسیرٌ جمع اساریٰ۔ کَمَا خَلَقْنٰکُمْ یہ جئتمونا کے مصدر کی صفت ہے یعنی اس طرح کی آمد جیسے ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ اَوَّلَ مَرَّۃٍ اس ہیئت کے مطابق جس پر پہلے پیدا ہوئے۔ وَّتَرَکْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ ہم نے تمہیں مالک بنایا۔ وَرَآءَ ظُھُوْرِکُمْ تم اس میں سے ایک ذرہ اٹھائے ہوئے نہیں ہو۔ وَمَا نَرٰی مَعَکُمْ شُفَعَآءَ کُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّھُمْ فِیْکُمْ شُرَکٰٓؤُا تمہارے غلام بنانے میں۔ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنُکُمْ زجاج نے بینکم پڑھا وصل' ملاقات' بین کا لفظ وصل و ہجر دونوں کے لیے بولا جاتا ہے جیسا کہ شاعر کے اس شعر میں۔ فواللّٰہ لولا البین لم یکن الھوٰی ولولا الھوٰی حن للبین آلف اللہ کی قسم اگر وصل نہ ہوتا تو محبت نہ ہوتی۔ اگر محبت نہ ہوتی تو جدائی پر کوئی انس والا شوق مند نہ ہوتا۔ قراءت : مدنی' علی' حفص نے بینکم پڑھا یعنی تمہارے درمیان انقطاع واقع ہو۔ وَضَلَّ عَنْکُمْ ضائع اور باطل ہو گئے۔ مَّا کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ کہ وہ قیامت کو تمہارے سفارشی بنیں گے۔

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ

"بے شک اللہ دانوں اور گٹھلیوں کا پھاڑنے والا ہے، اور نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے، اور نکالنے والا ہے مردہ کو

مِنَ الْحَيِّ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ

زندہ سے، یہ اللہ ہے پھر تم کہاں الٹے چلے جا رہے ہو۔ وہ پھاڑنے والا ہے صبح کا اور اس نے بنایا رات کو

سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ

آرام کی چیز، اور اس نے چاند اور سورج کو ایک خاص حساب سے رکھا ہے، یہ مقرر کرنا ہے اس کا جو غالب ہے علم والا ہے، اور وہ

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا

ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا فرمایا تا کہ تم ان کے ذریعہ خشکی اور دریا کی اندھیریوں میں ہدایت پاؤ۔ ہم نے آیات

الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ

کھول کر بیان کر دی ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا۔ سو ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے

وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ

اور ایک جگہ تھوڑے سے وقت رہنے کی ہے، ہم نے ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں جو سمجھتے ہیں جس نے آسمان سے

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ

پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر قسم کی اگنے والی چیزیں نکالیں، پھر ہم نے نکالا اس سے سبزہ والی چیزوں کو۔ ہم نکالتے ہیں

مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ

اس سے دانے جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور کھجور کے درخت یعنی اس کے گچھوں سے خوشے نکالے جو جھکے ہوئے ہیں، اور انگوروں

أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ انْظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ

کے باغ اور زیتون کے باغ نکالے اور انار جو آپس میں ملتے جلتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو ملتے جلتے نہیں ہیں۔ اسکے پھلوں کیطرف دیکھ لو

إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٩٩﴾

اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں۔"

منکرین بعث کے لئے مشاہداتی دلائل:

آیت ۹۵: اِنَّ اللّٰهَ فٰلِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی نباتات اور درخت یعنی اس نے سٹے سے دانے کو اور گٹھلی سے کھجور کو پھاڑ نکالا۔ اَلْفَلْقُ مجاہد کہتے ہیں اس سے وہ شگاف مراد ہے جو گٹھلی اور دانے میں پائے جاتے ہیں۔ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ بڑھنے والی تروتازہ نبات خشک دانے سے وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ خشک دانہ تروتازہ نبات میں سے یا انسان نطفہ سے اور نطفہ انسان سے۔ یا مؤمن سے کافر اور کافر سے مومن۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف اس مخلوق سے دلیل پیش کی جو ان کے مشاہدہ میں تھی۔ کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے منکر تھے۔ پس ان کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے ان اشیاء کو پیدا کیا پس وہ ان کو دوبارہ اٹھانے کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔

نکتہ: البتہ یہاں مخرج ا لمیت لفظ اسم فاعل سے استعمال فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عطف فالق الحب پر ہے۔ فعل پر نہیں ہے۔ اور اوپر یخرج الحی من المیت میں مضارع کا استعمال اس لیے ہے کہ وہ جملہ مبینہ کے طور پر آ رہا ہے اور فالق الحب والنوی ہی کی وضاحت ہے۔ کیونکہ حب اور نویٰ سے نباتات واشجار نامیہ کا خروج زندہ کو مردہ سے نکالنے کی جنس سے ہے۔ کیونکہ نمو والی چیز بمنزلہ حیوان کے ہے اس کی دلیل اس ارشاد میں پائی جاتی ہے ویحیی الارض بعد موتھا۔ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ یہ موت اور زندگی بخشنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ربوبیت اسی کا حق ہے نہ کہ بتوں کا فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ تم کس طرح اس سے پھرے جا رہے ہو۔ جو معاملہ ہم نے بیان کیا اس کے بعد بھی اس سے رخ پھیرنے والے ہو۔

مزید دلائل:

آیت ۹۶: فَالِقُ الْاِصْبَاحِ یہ مصدر ہے جس کا نام الصبح ہے۔ یعنی صبح کے ستون کو رات کی سیاہی میں سے پھاڑ کر نکالنے والا ہے۔ وَجَعَلَ الَّیْلَ کوفی کی قراءت میں ہے کیونکہ اس سے قبل اسم فاعل المضی کے معنی میں ہے جب فالق، فلق کے معنی میں ہے تو جعل کا اس پر عطف کر کے ظاہر کیا کہ ان میں معنوی موافقت ہے۔ سَکَنًا اس میں سکون حاصل کریں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: لِتَسْکُنُوْا فِیْهِ (یونس: ۶۷) تا کہ مخلوق کام کاج کی مشقت سے غفلت کی نیند کے ذریعہ سکون حاصل کرے۔

مزید دلائل' سورج و چاند ذریعہ حساب:

دوسری تفسیر یہ ہے کہ مخلوق کی وحشت سے ہٹ کر حق کے ساتھ انس حاصل کرو۔ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ یہ دونوں جَعَلَ فعل کی وجہ سے منصوب اور اس پر دلیل جاعل اللیل ہے۔ حُسْبَانًا ان دونوں کو حساب کی علامت بنا دیا۔ کیونکہ اوقات کے دوران اور چلنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور الحُسبان ضمہ کے ساتھ یہ حسب کا مصدر ہے جیسا کہ حِسبان کسرہ کے ساتھ حسب کا مصدر ہے۔ ذٰلِکَ ان کا حُسبان بنانا یعنی یہ چلانا ایک مقررہ حساب سے ہے۔ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ جس نے ان کو مغلوب کیا اور مسخر کیا۔ الْعَلِیْمِ ان کی تدبیر اور تدویر جانتا ہے۔

رات کے اندھیرے اور سمندر کے اندھیروں میں ملابست ہے:

آیت ۹۷: وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ ان کو پیدا کیا۔ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی خشکی وسمندر میں اور رات کے اندھیروں میں ظلمات کی اضافت بر و بحر کی طرف ملابست کی وجہ سے کی گئی ہے یا مشتبہ راستوں کو ظلمات سے تشبیہ دی قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ہم نے علم والوں کے لیے توحید پر دلالت کرنے والے دلائل واضح کر دیئے۔

مستقر ومستودع کی تفسیر:

آیت ۹۸: وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وہ آدم ہیں۔ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ۔ قراءت: مکی اور بصری نے مستقر کسرہ قاف سے پڑھا ہے جنہوں نے قاف کو فتح دیا تو ان کے ہاں وہ اسم مفعول وظرف بن گیا۔ جیسا مستودع اسم مفعول و ظرف ہے جنہوں نے کسرہ دیا انہوں نے اسم فاعل بنایا اور مستودع کو اسم مفعول بنایا۔ یعنی تمہارا استقرر حم مادر، مستودع صلب پدر یا مستقر زمین پر رہائش اور مستودع قبر یا بعض تم میں قرار پکڑنے والے ہیں اور بعض امانت رکھے جا چکے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ پہلے یعملون اور یہاں یفقهون فرمایا کیونکہ وہاں دلالت بالکل ظاہر تھی اور یہاں دقیق ہے۔ کیونکہ انسانوں کا ایک جان سے پیدا کرنا اور مختلف حالات میں ان کا بدلنا یہ دقیق بات ہے پس سمجھ کا ذکر کرنا جو کہ دقتِ نظر پر دلالت کرتا ہے زیادہ مناسب ہے۔

آسمان سے پانی ایک ہی اُتارا اور اس سے نباتات بے شمار اُگائیں:

آیت ۹۹: وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بادلوں سے بارش فَاَخْرَجْنَا بِهٖ پانی کے ذریعہ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ بڑھنے والی نبات میں سے ہر قسم اگی۔ مراد سبب ہے اور وہ پانی ہے۔ جو کہ ایک ہے مگر اگنے والی اشیاء بے شمار قسم کی ہیں۔ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ نباتات سے خَضِرًا، تروتازہ سبزہ محاورہ میں اخضر اور خضر کہا جاتا ہے اور اصل میں اس کو کہتے ہیں جو دانے سے نکلنے والی نبات سے پھوٹ کر نکلے نُّخْرِجُ مِنْهُ یعنی سبزے سے حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وہ سٹہ ہے جس کے دانے پے در پے جڑے ہوئے ہیں۔ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ یہ مبتداء ہونے کی بناء پر مرفوع ہے اور ومن للنخل اس کی خبر مقدم ہے اور من طلعها اسکا بدل ہے عبارت اس طرح ہے و حاصلة من طلع النخل قنوانٌ اور نکلنے والے ہیں کھجور کے گابھے سے خوشے یہ قنوان جمع قنو ہے جیسا صنوان جمع صنو۔ مراد گچھے ہیں۔ دَانِیَةٌ پھل کے بوجھ کی وجہ سے چننے کیلئے جھکنے والے ہیں۔ یا پوری کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے قریب ہیں۔ اس میں اکتفاء ہے یعنی وہ طوالت کی وجہ سے جھکنے والے نہیں جیسا کہ اس ارشاد میں: سَرَابِیْلَ تَقِیْكُمُ الْحَرَّ (النحل: ۸۱) وَّجَنّٰتٍ یہ منصوب ہے نبات کل شئی پر عطف کی وجہ سے یعنی اخرجنا به جنات کہ ہم نے اسکے ذریعہ باغات پیدا کیے۔ مِّنْ اَعْنَابٍ یعنی کھجور کے ساتھ اور اسی طرح وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ اعشی نے جنات کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وثَمَّ جنات من اعناب یعنی مع النخل اس جگہ انگور کے باغات کھجور کے ساتھ ہیں۔ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ۔ محاورہ میں اشتبه الشيان وتشابها۔ جیسا کہ استویا و تساویا اور عام طور پر دونوں بہت باتوں میں شریک ہوتے ہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

اور ان لوگوں نے جنات اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں حالانکہ اس نے انکو پیدا فرمایا ہے، اور اس کے لئے انہوں نے بیٹے اور بیٹیاں بغیر علم کے تراش رکھے ہیں،

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ

وہ ان باتوں سے پاک ہے اور برتر ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں، وہ آسمانوں کا اور زمین کا بے مثال پیدا فرمانے والا ہے کہاں ہوسکتی ہے اس کی

وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

اولاد حالانکہ اس کی بیوی نہیں ہے، اور اس نے پیدا فرمایا ہر چیز کو، اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے،

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى

یہ اللہ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے پس اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا

كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ؗ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ

نگہبان ہے نگاہیں اسے محیط نہیں ہو سکتیں اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہے اور وہ

اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

بڑا باریک بین خبردار ہے۔''

والزیتون متشابھًا وغیر متشابہ ۔ اسی طرح انار بھی بعض متشابہ اور بعض غیر متشابہ ہیں۔ مقدار اور رنگت اور ذائقے میں۔ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ جب وہ اپنا پھل نکالتا ہے تو کس طرح کمزور نکالتا ہے کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ ثُمُرِہٖ۔ حمزہ اور علی نے پڑھا جمع ثمار اور یہ جمع الجمع ہے۔ ثمرۃ و ثمر۔ ثمار و ثُمر۔ وَيَنْعِهٖ اور اس کے پکنے کو یعنی اس کے پکنے کی حالت کو دیکھو کس طرح بہت سے منافع کی جامع شئی بن کر آئی۔ عبرت کی نگاہ ڈالو اسکے بنانے والے کی قدرت اور تدبیر کرنے والے کی تدبیر اور ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنے والے کی تقدیر پر اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔

کفار کی حماقت کہ جنات کو اللہ جل شانہٗ کا شریک بنایا حالانکہ وہ شرکت سے منزّہ ہے:

آیت ۱۰۰: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ اگر تم للہ شرکاء کو جعل کے دو مفعول قرار دو تو الجن شرکاء سے بدل ہے۔ ورنہ شرکاء الجن دونوں مفعول ہیں۔ دوسرے کو پہلے سے مقدم کیا اور تقدیم کا فائدہ یہ ہے۔ یہ بات بعید تر ہے کہ کسی فرشتہ یا جن یا کسی اور کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جنات کی اتباع ان کاموں میں کی جن کو انہوں نے مزین کر کے ان کے سامنے پیش کیا۔ نتیجتًا ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا ڈالا۔ وَخَلَقَهُمْ حالانکہ اس نے جنات کو پیدا کیا۔ پس مخلوق اپنے خالق کی شریک

وسہیم کیونکر ہوسکتی ہے۔ نحو : یہ جملہ حالیہ ہے۔ایک دوسری تفسیر۔اس نے ان کو پیدا کیا جو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے والے ہیں۔ پھر یہ کس طرح اوروں کی عبادت کرتے ہیں۔ وَخَرَقُوْا لَهٗ یعنی انہوں نے گھڑا کہا جاتا ہے۔ خلق الافك و خرقه واختلقه و اخترقه تمام کا معنی ایک ہے۔ دوسری تفسیر یہ خرق الثوب سے ہے جبکہ اس کو پھاڑا جائے۔ یعنی انہوں نے نکالے اس کے لئے بَنِیْنَ جیسے اہل کتاب مسیح اور عزیر علیہما السلام کے متعلق مانتے ہیں۔ وَبَنٰتٍ جیسے بعض اہل عرب فرشتوں کے متعلق کہتے تھے۔ قراءت : وخرقوا تشدید کے ساتھ کثرت کا معنی پیدا کرتا ہے۔ مدنی نے اسی طرح پڑھا ہے۔ بنین اور بنات جمع کی وجہ سے کثرت کو ظاہر کرتے ہیں۔ بِغَیْرِ عِلْمٍ بغیر اس بات کے کہ وہ اس کی حقیقت کو جانیں۔ جو انہوں نے کہا غلط ہے یا درست ہے۔ لیکن جہالت سے انہوں نے ایک بات نکالی ہے۔ نحو : یہ خرقوا کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ یعنی وہ اس حال میں کہ اپنے مقولے سے ناواقف ہیں۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ یعنی شریک واولاد۔

اجسام کو بلا نمونہ وجود دینے والا :

آیت ۱۰۱ : بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہا جاتا ہے بدع الشیء فھو بدیع۔ یہ اضافت صفت مشبہ الی فاعلها کی قسم سے ہے یعنی وہ اپنے آسمانوں وزمین کو نو ایجاد کرنے والا ہے دوسرا معنی بدیع بمعنی مبدع یعنی اس کا نو ایجاد کرنے والا ہے۔ نحو : مبتداء محذوف کی خبر ہے یا مبتداء ہے اور اس کی خبر انی یکون له ولد ہے یا تعالیٰ کا فاعل ہے۔ اَنّٰی یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ یہ مبتدأ کی خبر ہے۔ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ یعنی کہاں سے اس کے ہاں بیٹا ہوگا۔ ولد تو بیوی سے ہوتا ہے حالانکہ اس کی تو بیوی ہی نہیں۔ یعنی ولادت اجسام کی صفات سے ہے اور اجسام کو بلا نمونہ ایجاد کرنے والا جسم نہیں ہوسکتا کہ اس کا بیٹا ہو۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ یعنی کوئی چیز ایسی نہیں مگر وہ اس کا خالق وعالم ہے اور جو ایسا ہو وہ ہر شئی سے مستغنی ہے اور لڑکے کا طالب تو محتاج ہوتا ہے۔

ان جامع صفات والا ہی معبود ہے :

آیت ۱۰۲ : ذٰلِكُمُ یہ اشارہ ماقبل مذکور کی طرف ہے۔ یہ مبتداء ہے اور اس کے مابعد اخبار مترادفہ ہیں۔ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ اور فَاعْبُدُوْهُ یہ مضمون جملہ کا مسبب ہے۔ یعنی جس میں یہ تمام صفات جمع ہوں وہی عبادت کے لائق ہے۔ پس تم اس ہی کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ اس کی بعض مخلوق کی عبادت مت کرو۔ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ یعنی وہ ان تمام صفات کے ساتھ ساتھ اشیاء کے ارزاق' اجال کا مالک اور اعمال کا نگہبان ہے۔

معتزلہ کے بیجا استدلال اور اس کا جواب اور یہ کہ رؤیت برحق ہے :

آیت ۱۰۳ : لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں یا ان کی آنکھیں جن کا تذکرہ پہلے ہوا جنات وملائکہ معتزلہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ دیدار محال ہے مگر ان کا یہ استدلال محض باطل ہے۔ کیونکہ نفی ادراک کی ہے رؤیت کی نہیں۔ ادراک کا معنی کسی چیز کی حقیقت پالینا۔ اور اس کو ہر طرف سے گھیر لینا۔ اور کامل طور پر کسی چیز کی تہ تک پہنچ جانا۔ اور جس کی حدود و

جہات محال ہوں تو اس کا ادراک محال ہے نہ کہ رؤیت۔ پس ادراک رؤیت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسا احاطہ بمقابلہ علم پس رؤیت بھی اس طرح ہے۔ کیونکہ وہ بھی علم کا ایک حصہ ہے۔ اس طور پر کہ آیت کا مورد تو تمدح (تعریف چاہتا ہے) ہے جو ثبوت رؤیت کو لازم کر رہا ہے اس لیے کہ ایسی نفی ادراک جس سے رؤیت کا محال ہونا نکلے اس میں تمدح پایا ہی نہیں جاتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو دیکھا نہیں جا سکتا اس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ نفی ادراک میں تمدح کے پانے کی صورت ثبوت رؤیت ہے رؤیت کے ثبوت کے ساتھ اور ادراک کی نفی تو ذات باری تعالیٰ سے متناہی و محدود ہونے کا نقص زائل کرتی ہے۔ پس اس لحاظ سے آیت ہماری دلیل بن گئی۔ جو معتزلہ کے خلاف ہے۔ اگر وہ گہری نگاہ ڈالتے تو اس ذمہ سے علیحدگی کو غنیمت شمار کرتے۔ جو آدمی رؤیت کی نفی کرتا ہے اس کو اس بات کی نفی کرنا پڑے گی کہ وہ معلوم و موجود ہے۔ ورنہ وہ جب موجود کو بلا کیفیت و جہت کے جانتا ہے ہر موجود کے برخلاف تو پھر یہ کیونکر درست نہیں کہ وہ ہر مرئی کے برخلاف ہر چیز کو بلا کیفیت و جہت کے دیکھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رؤیت نام ہی اس بات کا ہے کہ آنکھ سے کسی چیز کا اسی طرح ثابت ہونا جس طرح وہ ہے پس اگر وہ شی جہت میں ہوگی تو وہ اس جہت میں دیکھے گا اگر وہ جہت نہ ہوگی تو وہ اس جہت میں نہیں دیکھے گا۔

حاصل کلام: یہ ہے کہ اگر رؤیت و ادراک کے معنی کو مان بھی لیں تب بھی نفس رؤیت کی صراحت ہے رؤیت کے محال ہونے کی صراحت نہیں۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ کوئی آنکھ اس کو دیکھ ہی نہیں سکتی۔

وَهُوَ لطیف ادراک سے **يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ** یعنی دقیق امور کو جاننے والا اور ان کی مشکلات سے واقف ہے۔ **الْخَبِيْرُ** وہ اشیاء کے ظواہر و بواطن سے واقف ہے۔ یہ لف و نشر مرتب کے قبیل سے ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ

''تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت والی چیزیں آچکی ہیں سو جو شخص دیکھے گا سو وہ اپنے ہی لیے، اور جو اندھا بنے گا اس کا وبال اسی کی جان پر ہوگا۔

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿١٠٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ

اور میں تم پر نگران نہیں ہوں اور ہم اسی طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں اور تا کہ یہ لوگ یوں کہیں کہ آپ نے پڑھ لیا ہے

وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ

اور تا کہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے بیان کریں جو جانتے ہیں، آپ اس کا اتباع کیجئے جس کی آپ کے رب کی طرف سے وحی کی گئی، کوئی معبود نہیں ہے

اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ

مگر وہی، اور آپ مشرکین سے روگردانی کیجئے، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان پر

عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

نگران نہیں بنایا اور آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔'' ''اور ان کو برا مت کہو جنہیں یہ لوگ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ

اللہ کے سوا پکارتے ہیں سو وہ اللہ کو برا کہیں گے براہ جہالت حد سے گزر کر، ہم نے ایسے ہی مزین کر دیا ہر امت

عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٨﴾

کے لیے ان کے عمل کو۔ پھر اپنے رب کی طرف ان کا لوٹنا ہے۔ سو وہ انہیں ان کاموں کو جتلا دے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

بصائر سے بصیرت والے کو ہی فائدہ ہے:

آیت ۱۰۴: قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ بصیرت۔ دل کی وہ روشنی جس سے دل دیکھتا ہے۔ جس طرح بصر اس آنکھ کی روشنی کو کہتے ہیں جس سے آنکھ دیکھتی ہے۔ یعنی تمہارے پاس جو وحی و تشبیہ آتی ہے وہ دلوں کے لئے آنکھوں کی طرح ہے۔ فَمَنْ اَبْصَرَ جس نے حق کو دیکھا اور ایمان لایا۔ فَلِنَفْسِهٖ اس نے دیکھا اور اس کا نفع بھی وہ اٹھائے گا۔ وَمَنْ عَمِيَ اس سے اور گمراہ ہوا۔ فَعَلَيْهَا اس کے اندھے پن کا وبال اس پر پڑے گا اور خود اسی کو اس کا ضرر پہنچے گا۔ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ کہ میں تمہارے اعمال کی حفاظت کروں اور تمہیں اس پر بدلہ دوں۔ بلاشبہ میں تو ڈرانے والا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی تم پر نگہبان ہے۔

آیات سمجھانے کیلئے مختلف پہلوؤں سے لائے مگر یہ کہنے لگے کہ انکو اہل کتاب سے پڑھ کر بیان کر دیتا ہے:

آیت ۱۰۵: وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ۔ کذلك میں کاف موضع نصب میں ہے کیونکہ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی ہم آیات کو بار بار بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے تم پر پڑھی ہیں۔ وَلِيَقُوْلُوْا اس کا جواب محذوف ہے یعنی وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ تا کہ وہ کہیں تو نے پڑھ لیا ہے۔ نصرف کا معنی درست۔ قرات کتب اهل الکتاب تو نے اہل کتاب کی کتابوں کو پڑھ لیا ہے۔
قراءت: مکی اور ابوعمرو نے درست پڑھا ہے یعنی اہل کتاب سے پڑھ پڑھالیا ہے۔ شامی نے دَرَسَتْ یعنی یہ آیت پہلے گزر چکی اور ہو چکی جیسا کہ انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی قصے کہانیاں ہیں۔ وَلِنُبَيِّنَهٗ یعنی قرآن۔ اگرچہ اس کا تذکرہ گزرا نہیں۔ کیونکہ وہ تو معلوم و معروف ہے یا آیات مراد ہیں کیونکہ وہ معنی قرآن ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دوسری لام حقیقی ہے اور پہلی لام عاقبت و صیرورت کی ہے یعنی تا کہ ان کے معاملہ کا انجام یہاں تک پہنچے کہ وہ کہنے لگیں کہ تو نے پڑھ لیا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اس آیت میں فالتقطه 'ال فرعون لیکون لهم عدواً وحزناً القصص۔۸۔ فرعونیوں نے عداوت کی خاطر نہ اٹھایا۔ انہوں نے آنکھوں کی ٹھنڈک بنانے کے لئے اٹھایا تھا۔ لیکن ان کے معاملے کا انجام دشمنی تک پہنچا۔ پس اسی طرح آیات تو بار بار وضاحت کے لئے لائی گئیں اس بات کے کہنے کے لئے نہیں لوٹائی گئیں۔ کہ تو نے کسی سے پڑھ لیا ہے۔ لیکن تصریف آیات سے کفار یہی کہنے لگ گئے۔ جیسا کہ تبیین وضاحت حاصل ہو تو اس سے تشبیہ دی اور کہا و لیقولوا جیسا کہ کہا جاتا ہے لنبینه' اور ہمارے نزدیک اس طرح نہیں جیسا پہچانا جا چکا ہے۔ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ حق کو باطل سے۔

وحی پر چلتے رہیں:

آیت ۱۰۶: اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ان کی خواہشات کی اتباع نہ کر۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یہ جملہ معترضہ لا کر اتباع وحی کو واجب کر دیا۔ اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ دوسری تفسیر من ربك سے حال مؤکد ہے۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ فی الحال یہاں تک کہ قتال کا حکم وارد ہو۔

اگر زبردستی ایمان دینا ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے مگر......:

آیت ۱۰۷: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ان کا ایمان یہاں مفعول محذوف ہے۔ مَآ اَشْرَكُوْا اس سے واضح کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے بغیر شرک نہیں کرتے۔ اگر اللہ ان میں ایمان اختیار کرنا جانتے تو ان کو ہدایت دیتے۔ لیکن ان کا شرک اختیار کرنا اس کو معلوم ہے پس ان کا شرک پھیل گیا۔ پس اس کی مشیّت سے انہوں نے شرک کیا۔ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ہم نے آپ کو ان پر ان کے اعمال کی نگرانی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ کہ کل ان کے جرائم میں آپ کو پکڑا جائے۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ نہ ہی آپ ان پر مسلّط ہیں۔

آیت ۱۰۸: مسلمان ان کے معبودوں کو گالیاں دیتے تھے پس اس سے ان کو روک دیا گیا۔ تا کہ ان کا گالی گلوچ اللہ تعالیٰ کو گالی دینے کا سبب نہ ہو۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ

اور انہوں نے اپنی قسموں میں خوب زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آ جائیگی تو وہ ضرور ضرور اس پر ایمان

بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ

لے آئیں گے۔ آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور تمہیں اس کی کیا خبر کہ جب وہ نشانی آ جائیگی تب بھی یہ لوگ

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ

ایمان نہ لائیں گے۔ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو پلٹ دیں گے جیسا کہ وہ اس پر پہلی بار ایمان نہ لائے

مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۳/۱۰/۱۹

اور ہم ان کو اس حال میں چھوڑے رہیں گے کہ وہ اپنی سرکشی میں اندھے بنے رہیں۔''

جواب کفار کا ڈھنگ سکھایا:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ جواب نہی کی وجہ سے منصوب ہے۔ عَدْوًا ظلم اور دشمنی کی بناء پر۔ بِغَيْرِ عِلْمٍ اللہ تعالیٰ کے متعلق جہالت کے سبب اور ان صفات سے جہالت کے سبب جن کے ساتھ اس کا تذکرہ ضروری ہے۔ كَذٰلِكَ اس تزیین کی طرح زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ امم کفار سے عَمَلَهُمْ وہ اسی طرح جب یہ ارشاد افمن زين له سوء عمله فراٰه حسناً فان الله يضل من يشآء و يهدى من يشاء (فاطر ۸) یہ آیت اصلح کے سلسلے میں ہماری دلیل ہے۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ ان کا لوٹنا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ ان کو ان کے اعمال کی خبر دے گا اور اس پر ان کو جزاء دے گا۔

معاندین نشانی کے باوجود ایمان نہ لائیں گے:

آیت ۱۰۹: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ جهد مصدر ہے اور حال کے مقام پر واقع ہے۔ یعنی جاهدين فى الاتيان باوكد الايمان۔ اس حال میں کہ وہ پکی قسمیں اٹھانے والے ہیں۔ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ ان کی منہ مانگی آیات سے لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وہ اس پر قدرت رکھتے ہیں۔ میں نہیں۔ پس کس طرح میں تمہارے پاس لاؤں۔ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اور تمہیں معلوم نہیں۔ اَنَّهَا مانگی تجویز کردہ نشانی۔ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ان پر یعنی میں جانتا ہوں کہ جب وہ آئے گی وہ ایمان نہیں لائیں گے اور تم اس کو جانتے نہیں۔ مسلمان ان کے ایمان کی طمع رکھتے تھے جبکہ وہ نشانی آ جائے چنانچہ وہ بھی اس کی آمد کی توقع رکھتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہیں معلوم نہیں کہ جو

میرا علم ان کے بارے میں سبقت کر چکا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اِنَّھَا یہ کسرہ کے ساتھ ہے مکی بصری اور ابو بکر نے پڑھا اس طور پر کہ کلام اس سے پہلے تمام ہو چکا یعنی وما یشعر کم مایکون منھم۔ تمہیں کیا معلوم کہ ان سے کیا ہوگا۔ پھر اپنے علم سے ان کے بارے میں خبر دی پس فرمایا جب وہ نشانی آ جائے گی تو وہ بالکل ایمان نہیں لائیں گے۔ بعض نے فتحہ والی قراءت میں لا کا اضافہ کیا جیسا اس ارشاد میں ہے: وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (الانبیاء:۹۵) لَا تُؤْمِنُوْنَ شامی اور حمزہ نے پڑھا ہے۔

یہ قبولِ حق سے عاری ہیں:

آیت ۱۱۰: وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ قبولیت حق سے وَاَبْصَارَهُمْ حق کے دیکھنے سے اس نشانی کے اترنے کے وقت جس کو وہ تجویز کر رہے ہیں۔ پس وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ کہا گیا کہ اس کا عطف لا یؤمنون اور وما یشعرکم پر کر کے حکم میں داخل ہے یعنی اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ ہم ان کے دل اور آنکھیں پلٹ دیں گے۔ پس وہ نہ سمجھیں گے اور نہ ہی حق کو دیکھیں گے۔ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسا کہ وہ ہماری آیات اترنے کے وقت اولاً ایمان نہ لائے تھے۔ وَنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ کہا گیا تمہیں کیا معلوم کہ ہم ان کو ان کی سرکشی میں چھوڑ دیں گے۔ وہ حیران و ششدر رہ جائیں گے۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَىْءٍ

''اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتاردیں اور ان سے مردے بات کر لیں اور ہم جمع کر دیں ان پر ہر چیز ان کے

قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿١١١﴾

آمنے سامنے تب بھی وہ ایسے نہیں ہیں کہ ایمان لے آئیں مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ اور لیکن ان میں اکثر وہ ہیں جو جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِىْ بَعْضُهُمْ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن مقرر کر دیئے ہیں جو شیاطین ہیں انسانوں میں سے اور جنات میں سے ان میں بعض بعض کو

اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ

ایسی باتوں کا وسوسہ ڈالتے ہیں جو بظاہر اچھی لگتی ہیں وہ یہ کام دھوکہ دینے کے لئے کرتے ہیں۔ اور اگر تیرا رب چاہے تو یہ لوگ یہ کام نہ کریں سو چھوڑ دیجئے ان کو

وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ

اور ان باتوں کو جو وہ جھوٹ بناتے ہیں۔ اور تا کہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہو جائیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اور تا کہ وہ اسے پسند کریں،

وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿١١٣﴾

اور تا کہ وہ مرتکب ہو جائیں ان کاموں کے جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔''

ایمان والوں کے شاید کے جواب:

آیت ١١١: وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ ۔ جیسا کے وہ مطالبہ کرتے ہیں۔ لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ۔ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى جیسا کہ وہ کہتے ہیں فاتوا باٰبائنا۔ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ ہم جمع کر دیں۔ كُلَّ شَىْءٍ قُبُلًا جو ہم نے ان کو بشارت دی اس کی ذمہ دار اور جس سے ڈرایا اس کی کفیل۔ قبلا جمع قبیل بمعنی کفیل۔ قراءت: قبلا مصدر شامی اور مدنی نے پڑھا۔ اس کا معنی سامنے دونوں صورتوں میں حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ ان کا ایمان پس وہ ایمان لائیں یہ ایمان والوں کی بات کا جواب ہے جو کہتے تھے کہ شاید وہ اس نشانی کے آنے پر اسلام قبول کر لیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے جب ان کو مطلوبہ نشانی بھی مل جائے۔

وہ شیاطین کو روک سکتا ہے مگر یہ آزمائش ہے:

آیت ١١٢: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا جس طرح مشرکین تمہارے دشمن بنے ہیں اسی طرح پہلے انبیاء علیہم السلام کے بھی دشمن

بنے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ اس میں آزمائش ہے جس کی وجہ سے ثبات واستقلال اور صبر و آخرت کا ثواب واجر ظاہر ہوتا ہے۔ شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ ۔ نحو : یہ عدواً سے بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یا یہ مفعول اول ہے اور عدواً مفعول ثانی ہے۔ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ شیاطین جن، شیاطین انس کے دلوں میں وسوسہ پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح جنات ایک دوسرے کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتے ہیں مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں انسانی شیطان مجھ پر جنی شیطان کی نسبت زیادہ بھاری ہے کیونکہ تعوذ سے جنی شیطان فرار اختیار کرتا ہے اور انسانی شیطان میرے پاس آ کر مجھے سرِعام گناہوں کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرناء السوء شر من شیاطین الجن کہ برے ساتھی شیاطین جن سے بدتر ہیں۔ (ابن کثیر بنحوہ) زُخْرُفَ الْقَوْلِ مزین شدہ بات۔ وسوسہ اور گناہ پر ابھارنا۔ غُرُوْرًا دھوکہ فریب۔ یہ مفعول لہٗ ہے۔ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ یعنی اشارہ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ شیاطین کو وسوسہ سے روکنا چاہتا تو روک سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے امتحان لیا جو ثواب کے لحاظ سے کثیر اور عظیم تر ہے۔ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ آپ پر اور اللہ تعالیٰ پر پس اللہ تعالیٰ ان کو رسوا فرمائیں گے۔ اور تمہیں بدلہ دیں گے اور نصرت فرمائیں گے۔

وسوسہ اندازی کے نتیجہ میں کافر ادھر جھکیں:

آیت ۱۱۳: وَلِتَصْغٰى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ تاکہ ملمع سازی والی بات کی طرف کفار کے دل مائل ہوں۔ اس کا عطف غُرُوْرًا پر ہے۔ یعنی تاکہ وہ دھوکہ میں مبتلاء ہوں اور اس کی طرف مائل ہوں۔ وَلِيَرْضَوْهُ تاکہ وہ اسے اپنے نفسوں کے لئے پسند کریں۔ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ یعنی گناہ۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ

''تو کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے فیصلہ کرنے والوں کو تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل فرمائی ہے، اور جن لوگوں کو

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ بلاشبہ آپ کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ سو آپ شک کرنے والوں میں سے

الْمُمْتَرِيْنَ ⑪④ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ

نہ ہو جائیں اور آپکے رب کے کلمات سچائی اور عدل کے اعتبار سے پورے ہو گئے اس کے کلمات کو کوئی بدلنے

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑪⑤ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ

والا نہیں، اور وہ سننے جاننے والا ہے۔ اور اگر آپ بات مان لیں ان میں سے اکثر لوگوں کی جو زمین میں ہیں

يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا

تو آپ کو اللہ کی راہ سے بہکادیں گے۔ وہ نہیں اتباع کرتے مگر گمان کا اور وہ صرف انکل پچو باتیں

يَخْرُصُوْنَ ⑪⑥ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ

کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکتا ہے اور اللہ ہدایت پر چلنے والوں کو

بِالْمُهْتَدِيْنَ ⑪⑦

خوب جانتا ہے۔''

قرآن کی حقانیت کے لئے اللہ کا فیصلہ کافی ہے:

آیت ۱۱۴: اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا یعنی کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی حکم وفیصل تلاش کروں جو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے۔ اور حق پرست اور باطل پرست کو الگ کردے۔ وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا یہ کتاب سے حال ہے اس میں حق و باطل کا الگ الگ امتیاز کیا گیا۔ اور میری صداقت کی گواہی دی گئی اور تمہارے متعلق افتراء کی گواہی موجود ہے۔ پھر اس کی مزید تاکید اس طرح کی کہ قرآن کی حقانیت کا علم تو اہل کتاب کو بھی ہے کیونکہ قرآن تورات وانجیل کی تصدیق کر رہا ہے۔ اور بنیادی مضامین میں ان کے موافق ہے۔ (پس قرآن کی سچائی واضح ہو گئی) وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یعنی عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھی يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ (بتشدید الزاء)

شامی اور حفص نے پڑھا۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ اے سامع اس کے متعلق شک کرنے والوں میں دوسری تفسیر یہ کہ تم ہرگز اس میں شک نہ کرو۔ کہ اہل کتاب جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا ہوا برحق کلام ہے۔ ان کی اکثریت اگر انکار کرتی ہے تو ان کے انکار کی وجہ سے تم شک میں نہ پڑو۔

قرآن صدق وعدل میں کامل ہے:

آیت ۱۱۵: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ جو اس نے کلام فرمایا۔ قراءت: حجازی، شامی اور ابو عمرو نے کلمات ربك پڑھا ہے۔ کامل ہے جو اس نے خبر دی اور امر و نہی میں سے جو احکام جاری فرمائے اور جو وعدہ اور وعید دی صِدْقًا سچائی کے اعتبار سے وعدہ اور وعید میں۔ وَّعَدْلًا عدل پر مبنی ہے اس کا امر و نہی۔ نحو: یہ دونوں تمیز کی وجہ سے منصوب ہیں۔ یا حال کی بناء پر لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ کوئی ایسا نہیں جو ان میں سے کسی چیز کو ذرہ بھر بدل سکے۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ ان کے اقرار کو جو اقرار کریں۔ الْعَلِيْمُ ان کے اصرار کو جو اصرار کرتے رہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے ان کے اقوال کو سننے والا اور ان کے ضمائر مخفیہ کو جاننے والا۔

کفار گمان کے پیرو ہیں:

آیت ۱۱۶: وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ یعنی کفار کو کیونکہ وہ زیادہ ہیں۔ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اس کے دین سے اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ان کا یہ گمان کہ ان کے آباء حق پر تھے سو یہ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ وہ جھوٹ بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فلاں چیز حلال اور فلاں چیز حرام کی۔

اللہ سچے مؤمن اور کافر کو جانتا ہے:

آیت ۱۱۷: اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ یعنی وہ کفار اور مومنین کو جانتا ہے۔ نحو: مَنْ یہ ابتداء مرفوع ہے لفظاً استفہام ہے اور اس کی خبر یضل ہے۔ اور جملہ یعلم مقدر کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ اعلم مقدر نہیں۔ کیونکہ افعل کا صیغہ ظاہراً منصوب اسم کو نصب نہیں دیتا مجرور کر دیتا ہے ایک دوسرا قول یہ ہے کہ تقدیر اعلم بمن یضل وہ گمراہوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ باء اس کے بعد لایا گیا ہے بالمھتدین۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا

سو اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اگر تم اس کی آیات پر ایمان لائے ہو، اور تمہارے لیے

لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ

اس کا کیا باعث ہوسکتا ہے کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا حالانکہ اس نے تمہیں تفصیل سے بتا دیا ہے جو تم پر حرام کیا

عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ

گیا۔ مگر اس صورت میں کہ تمہیں سخت مجبوری ہو۔ بلاشبہ بہت سے لوگ اپنی خواہشوں کے ذریعہ بغیر علم کے

بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ

گمراہ کرتے ہیں، بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے حد سے آگے بڑھنے والوں کو، اور چھوڑ دو ظاہری

الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا

گناہ اور باطنی گناہ، بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں عنقریب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ

يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ

دیا جائے گا۔ اور مت کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ اور بے شک وہ گناہ ہے

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ

اور بلاشبہ شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں تا کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہا مانا

اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع ۱۴

تو بے شک تم مشرک ہو جاؤ گے۔"

حلت تو حکم خدا اور نام خدا میں ہے:

آیت ۱۱۸: فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ اس آیت میں ان گمراہ لوگوں کی اتباع کے انکار کا سبب ذکر کیا گیا۔ جو خود حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو کہا کرتے تھے اے مسلمانو تم زعم رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو۔ حالانکہ جس کو اللہ تعالیٰ مارے وہ اس کی بنسبت زیادہ حق دار ہے جس کو تم مارو۔ پس

اس آیت میں مسلمانوں کو کہا گیا اگر تم سچا ایمان رکھتے ہو تو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام بوقت ذبح لیا گیا اس کو کھاؤ۔ اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہے اس کو مت کھاؤ۔ یا اپنی موت مرے ہوئے جانور کو مت کھاؤ۔

جو خواہشات سے حلال وحرام کرتے ہیں شریعت کا اس سے کوئی تعلق نہیں:

آیت ۱۱۹: وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا اس میں ما مبتداء اور لکم اس کی خبر ہے یعنی نہ کھانے میں تمہاری کیا غرض ہے۔ مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ اس نے تمہیں بیان کر دیا۔ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اس سے جو اس نے حرام نہیں کیا۔ اپنے اس ارشاد سے حرمت علیکم المیتۃ (المائدہ ۳)

قراءت: کوفی قراء حفص کے علاوہ فُصِّلَ حُرِّمَ پڑھتے ہیں۔ مدنی اور حفص نے دونوں کا فتحہ پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے ضمہ پڑھا ہے۔ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ اس میں سے جو تم پر حرام کیا گیا۔ وہ ضرورت کے وقت تم پر حلال ہے جبکہ سخت بھوک میں کھانے کی ضرورت پڑ جائے۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ۔ قراءت: کوفی قراء نے یضلون پڑھا۔ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ یعنی گمراہ ہوتے ہیں پس اپنی خواہشات، شہوات سے حرام کرتے ہیں اور حلال کرتے ہیں۔ شریعت کا اس میں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ جو حق سے باطل کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔

علانیہ و پوشیدہ ہر گناہ چھوڑ دو:

آیت ۱۲۰: وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ جو علانیہ اور پوشیدہ ہیں دوسری تفسیر دو کانوں میں زنا اور خفیہ سہیلیاں تیسری تفسیر شرک جلی وخفی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ یوم قیامت میں بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ جو دنیا میں کماتے ہیں۔

حرمت متروک التسمیہ عمداً:

آیت ۱۲۱: وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ذبح کے وقت۔ وَاِنَّهٗ اور اس کا کھانا لَفِسْقٌ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ وہ وسوسہ ڈالتے ہیں۔ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ یعنی مشرکین۔ لِيُجَادِلُوْكُمْ اپنے قول سے۔ نہ کھاؤ اس کو جس کو اللہ نے ہلاک کیا ہو۔ اور اس کو کھاؤ جس کو اپنے ہاتھوں سے تم ذبح کرتے ہو یہ آیت متروک تسمیہ کی حرمت کو ثابت کرتی ہے۔ البتہ نسیان والی حالت حدیث کی وجہ سے اس میں خاص کر لی گئی ہے یا بھولنے والے کو تقدیراً ذاکر کہہ کر حکم بیان کیا گیا۔ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ ان کو حلال کرنے میں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ۔ کیونکہ جس نے غیر اللہ کی پیروی اللہ تعالیٰ کے دین کے مقابلے میں کی گویا اس نے شرک کیا۔ دین دار کا حق یہ ہے کہ جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو نہ کھائے۔ اس لئے کہ آیت میں انتہائی شدت سے یہ حکم بیان کیا گیا ہے۔ آیت کی ابتداء میتہ اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا ہو جیسا فرمایا: اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (الانعام: ۱۴۵) واؤ، و انہ لفسق میں حال کے لئے ہے۔ کیونکہ جملہ اسمیہ کا جملہ فعلیہ پر عطف مستحسن نہیں ہے پس تقدیر عبارت یہ ہے ولا تاکلوا منہ حال کونہ فسقا اور تم اس سے مت کھاؤ اس حال میں کہ وہ فسق ہے۔ الفسق کا لفظ مجمل ہے۔ پس اس ارشاد سے وضاحت فرمائی: اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (الانعام: ۱۴۵) اب تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ

''جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اس کے لیے ایسا نور مقرر کر دیا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا یہ اس شخص کی

مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا

طرح ہو سکتا ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیریوں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں۔ کافر جو عمل کرتے ہیں وہ ان کے لیے اسی طرح

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ

مزین کر دیئے گئے، اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے بڑوں کو مجرم بنا دیا۔ تا کہ وہ اس میں مکر کریں

وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور وہ صرف اپنی ہی جانوں کے ساتھ مکر کرتے ہیں اور شعور نہیں رکھتے۔''

ولا تا کلوا منہ حال کونہ مھلًا لغیر اللّٰہ بہٖ نہ کھاؤ اس سے اس حال میں کہ اس پر غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو۔ پس اس کے علاوہ عمومی آیات سے حلال قرار پائیں گے۔ ان میں سے ایک ارشاد یہ ہے قل لا اجدُ (الایۃ الانعام ۱۴۵) پس ظاہری لفظ سے عدول ہوا۔

مؤمن تو نورِ ایمان وحکمت سے پُر اور کافر اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے:

آیت ۱۲۲: اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ کافر تھا ہم نے اس کو ہدایت دی کیونکہ ایمان دلوں کی زندگی ہے۔ مَيِّتًا مدنی نے پڑھا۔ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ وہ اس سے روشنی حاصل کرنے والا ہے۔ اس سے مراد یقین ہے۔ یعنی اس کی حالت فِي الظُّلُمٰتِ ان میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے۔ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا۔ ان سے جدا ہونے والا نہ ہو اور نہ چھوٹنے والا ہو۔

نَحْو : یہ حال ہے بعض نے کہا۔ اس سے مراد حمزہ اور ابو جہل ہیں۔ مگر صحیح تر بات یہ ہے کہ آیت ہر اس شخص کے لئے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہو اور ہر ایسے شخص کے لئے ہے جس کے حصہ میں گمراہی آئی ہو۔ عام اور شامل ہے پس اس سے واضح کر دیا ہدایت یافتہ کی مثال اس مردہ کی ہے جو زندہ کر دیا جائے اور روشن ہو کر لوگوں میں اپنے نورِ حکمت و ایمان سے چل پھر رہا ہو۔ اور کافر کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایسے اندھیروں میں پھنس چکا جن سے چھٹکارا میسر نہ ہو۔ كَذٰلِكَ یعنی جس طرح مؤمن کے لئے اس کا ایمان مزین کیا گیا زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ اللہ تعالیٰ کی تزیین سے جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے زینا لھم اعمالھم (النمل ۴) مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی ان کے اعمال

اقتدار و مالی وسعت والے زیادہ کفر کرتے ہیں:

آیت ۱۲۳: وَكَذٰلِكَ یعنی جیسا ہم نے سرداران مکہ کے سلسلہ میں کہا کہ وہ اس میں تدابیر کر لیں۔ جَعَلْنَا ہم نے بنا دیا۔ فِيْ

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ

"اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو ایسی چیز نہ دی جائے جیسی کہ اللہ کے رسولوں کو دی گئی،

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ

اللہ جانتا ہے جہاں اپنے پیغام کو بھیجے۔ عنقریب ان لوگوں کو اللہ کے یہاں ذلت اور سخت

وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ

عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے۔" "سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کا ارادہ فرمائے

يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا

اس کے سینہ کو ہدایت کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کے بارے میں یہ ارادہ فرمائے کہ اسکو گمراہ فرمائے اس کے سینہ کو تنگ

كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢٥﴾

کر دیتا ہے۔ گویا کہ وہ بڑی تکلیف کے ساتھ آسمان میں چڑھ رہا ہے ایسے ہی ان لوگوں پر اللہ عذاب بھیج دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔"

كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا تاکہ وہ اس میں لوگوں پر زبردستی کریں اور معاصی پھیلائیں۔ اہلسنّت کے ہاں یہ لام اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ لام عاقبت نہیں۔ اکابر کو خاص کیا گیا مراد اس سے رؤساء ہیں۔ کیونکہ جن کے پاس اقتدار اور وسعت مالی ہوتی ہے وہ دوسروں کی بنسبت زیادہ کفر و مکر کی دعوت دینے والا ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے ولو بسط اللّٰہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض (الشوریٰ ٢٧) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور ان سے نصرت کا وعدہ فرمایا۔ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ کیونکہ ان کا مکر انہی پر الٹ دیا جائے گا۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ کہ وہ ان کا مکر ان پر واپس کرنے والا ہے۔

نحو: یہ مفعول اول ہے اور فی کل قریۃ دوسرا مفعول ہے اور مجرمیھا یہ اَکٰبِرَ سے بدل ہے یا اول مفعول مجرمیھا مفعول دوم اَکٰبِرَ تقدیر عبارت اس طرح ہے مجرمیھا اَکٰبِرَ۔

شانِ نزول: آیت ١٢٤: جب ابوجہل نے یہ بات کہی کہ ہم نے بنو عبد مناف کے ساتھ شرف و مرتبہ میں مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ ہم گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی طرح بن گئے۔ اب انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ ہم میں ایک پیغمبر ہے جس کی طرف وحی کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی قسم ہم اس وقت تک راضی نہ ہونگے اور نہ مانیں گے جب تک ہمارے پاس بھی اس طرح وحی آ جائے جس طرح ان پر اترتی ہے۔ تو یہ آیت اتری۔ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ یعنی اکابر اٰيَةٌ معجزہ یا قرآن مجید کی آیت جس میں ان کو ایمان کا حکم دیا گیا۔

احتجاجِ کفار کہ ہمیں بھی نبوت ملنی چاہئے:

قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ وہ نشانیاں دی جائیں۔ جو انبیاء کو دی گئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتے ہیں۔ جو نبوت کے لائق ہیں۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ مکی اور حفص نے اسی طرح پڑھا اور دیگر قراء نے رسالاتہٖ پڑھا ہے۔ نحو: حیث مفعول بہ اور عامل محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے یعلم موضع رسالته وہ اپنے پیام کی جگہ جانتا ہے۔ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا ان کے اکابر میں سے صَغَارٌ ذلت و رسوائی عِنْدَ اللّٰہِ قیامت کے دن وَعَذَابٌ شَدِیْدٌ دونوں جہانوں میں جیسے قتل و قید عذاب نار بِمَا کَانُوْا یَمْکُرُوْنَ دنیا میں۔

ہر دلِ نورِ ایمان و نبوت کے قابل نہیں:

آیت ۱۲۵: فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ اس کو وسعت دیتا ہے اور اس کے دل کو منور کر دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا دخل النور فی القلب انشرح و انفتح (جب نور ایمان دل میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ کھل جاتا ہے) آپ سے عرض کی گئی قیل ما علامته ذلك؟ اس کی علامت کیا ہے قال الا نابة الی دار الخلود والتجافی عن دار الغرور والا ستعداد للموت قبل نزول الموت۔ کہ ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع اور دھوکہ کے گھر سے لاتعلقی اور موت کی آمد سے قبل اس کی تیاری (ابن جریر ج:۸) بیہقی فی شعب الایمان عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ) وَمَنْ یُّرِدْ یعنی اللہ تعالیٰ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا۔

قراءت و نحو:

مکی نے ضیقًا اور حرجا کو حرجًا ضیقًا کی صفت قرار دیکر مدنی وابوبکر نے پڑھا معنی انتہائی تنگ۔ دوسرے قراء نے حَرَجًا پڑھا مصدر کی صفت قرار دیا۔ کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ گویا اس کو آسمان میں چڑھنے کی تکلیف دی گئی ہے جبکہ اس کو اسلام کی دعوت دی ہے یہ ضیق صدرہ عنه سے لیا گیا ہے تنگ آ جانا۔ دوسری تفسیر ضاقت علیه الارض اس پر زمین تنگ ہوگئی۔ پس اس نے آسمان کی طرف چڑھنے والی سیڑھی منگوائی۔ تیسری تفسیر بے رائے آدمی کی طرح اور ہوا میں اس کا دل اڑنے والا پرندہ ہے۔

قراءت: مکی نے یصاعد پڑھا اس کا اصل یتصاعد ہے۔ باقی قراء نے یصّعّد پڑھا۔ اور اس کا اصل یتصعّدُ ہے۔ کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللّٰہُ الرِّجْسَ عذاب آخرت اور دنیا میں لعنت۔ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ یہ آیت معتزلہ کے خلاف ہماری دلیل ہے۔ ارادۂ معاصی کے سلسلہ میں۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

"اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے، بے شک ہم نے واضح طور پر ان لوگوں کے لیے آیات بیان کر دی ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ

ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے پاس، اور وہ جو اعمال کرتے ہیں ان کے سبب اللہ ان کا مددگار ہے، اور جس دن

يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ

ان سب کو جمع کرے گا۔ اے جنات کی جماعت تم نے انسانوں میں سے کثیر تعداد کو اپنا تابع کر لیا۔ اور انسانوں میں

اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ

جو ان کے دوست تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم میں بعض نے بعض سے نفع حاصل کیا۔ اور ہم پہنچ گئے اس مقررہ میعاد کو

اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ

جو آپ نے ہمارے لیے مقرر فرمائی۔ فرمانِ خداوندی ہوگا کہ دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے۔ اس میں ہمیشہ رہو گے۔ سوائے اس کے جسے اللہ چاہے۔

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا

بے شک تیرا رب حکمت والا ہے علم والا ہے۔ اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا ولی بناتے ہیں بہ سبب ان کے

١٥ ع ٨ ٢ كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

اعمال کے جو وہ کرتے ہیں۔

یہ سیدھی راہ ہے، شرح صدر والا اس کو قبول کرتا ہے:

آیت ۱۲۶: وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ یعنی وہ طریقہ جس کا حکمت تقاضا کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے شرح صدر فرما دیتے ہیں جس کی وہ ہدایت کا ارادہ فرمائیں اور جس کی گمراہی کا ارادہ کریں اس کے لئے تنگ کر دیتا ہے۔ مُسْتَقِيْمًا عدل والا، چلتا ہوا راہ یہ حال مؤکد ہے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

ایسے لوگ دار الاسلام کے حقدار ہیں:

آیت ۱۲۷: لَهُمْ: اس نصیحت کو قبول کرنے والے لوگوں کے لئے دَارُ السَّلٰمِ اللہ کا گھر ہے یعنی جنت اپنی ذات کی طرف اضافت اس کی عظمت بتانے کے لئے ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے ہر آفت اور گدلے پن سے محفوظ۔ تیسری تفسیر۔ سلامتی والا گھر۔

اس کا نام دارالسلام اس ارشاد کی وجہ سے ہے: وتحیتھم فیھا سلام (یونس) الا قیلا سلٰما سلٰمًا (الواقعة ۲۶) عِنْدَ رَبِّهِمْ اس کی ضمان میں۔ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ ان کے محب یا دشمنوں کے خلاف مددگار۔ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ان کے اعمال کے بدلے۔ دوسری تفسیر ان کے اعمال کی جزاء کا متولی ہے۔ قول دیگر وہ دنیا میں ہمارا ولی توفیق اعمال کے سبب ہے اور آخرت میں امید پوری کر دینے کے سبب۔

قیامت کا ایک حسرتناک منظر اور اعترافِ مجرمین:

آیت ۱۲۸: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا حفص نے یاء کے ساتھ پڑھا۔ اور نافع ابن کثیر ابو عمرو ابن حمزہ نے نحشرھم پڑھا ہے یعنی اذ کر یوم نحشرھم یا ویوم نحشرھم قلنا یٰمعشر الجن اس دن ہم ان کو جمع کر کے کہیں گے اے گروہ جن۔ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ تم نے ان میں سے بہت سے انسانوں کو گمراہ کیا اور ان کو اپنا پیرو بنایا۔ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ استکثر الامیر من الجنود۔ امیر نے لشکروں کو تابع بنایا۔ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ وہ جنہوں نے ان جنات کی اطاعت کی اور ان کے وسوسہ کی طرف کان لگایا۔ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ یعنی انسانوں نے شیاطین سے نفع اٹھایا۔ اس طرح کہ ان کی راہنمائی شہوات اور اس کی طرف پہنچنے والے اسباب کی طرف کی اور جنات سے انسانوں نے یہ فائدہ اٹھایا۔ کہ انسانوں کو اپنا مطیع بنایا۔ اغواء کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ان کو اپنا معاون و دوست و بازو بنایا۔ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا وہ اس سے یوم بعث مراد لے رہے ہیں اور اس کلام میں ان سے جو شیاطین کی اطاعت اور خواہشات کی اتباع اور تکذیب بعث اور اپنی حالت پر افسوس وغیرہ پایا گیا۔ اس کا اعتراف ہے۔ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ تمہارا ٹھکانہ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ۔ نحو: یہ حال ہے اور اضافت کا معنی اس میں عامل ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ان دابر ھٰؤلاء مقطوع مصبحین (الحجر:۶۶) پس مصبحین ھؤلاء سے حال ہے۔ اور حال میں اضافت کا معنی عامل ہے۔ اس لئے کہ اس کا معنی مخالطت اور ملانا ہے۔ مثوای عامل نہیں ہے۔ کیونکہ مکان کسی چیز میں عامل نہیں ہوتا۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وہ ابدالآباد تک آگ میں رہیں گے۔ مگر جو چاہے اللہ یعنی وہ اوقات جس میں وہ سعیر کے عذاب سے زمہریر کے عذاب میں منتقل ہونگے۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ اس معاملہ میں جو وہ اپنے اولیاء اور اعداء سے کرتا ہے۔ عَلِيْمٌ جاننے والا ہے ان کے اعمال کو پس تمام کو ان کے عمل کے موافق بدلہ دے گا۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز:

آیت ۱۲۹: وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا آگ میں ان کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا دیں گے۔ دوسری تفسیر ایک دوسرے پر مسلط کر دیں گے۔ تفسیر دیگر۔ ایک دوسرے کا دوست بنا دیں گے۔ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر و معاصی کمائے۔ پھر ان کو قیامت کے دن توبیخ کے طور پر کہا جائے گا۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ

''اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے وہ میرے احکام بیان کرتے

اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى

تھے اور تم کو اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے، وہ جواب دیں گے کہ ہم اپنی جانوں پر

اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

گواہی دیتے ہیں، اور ان کو دنیا والی زندگی نے دھوکہ میں ڈالا۔ اور وہ اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ بلاشبہ وہ

كٰفِرِيْنَ ﴿١٣٠﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا

کافر تھے۔ یہ اس وجہ سے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم کے سبب ہلاک کرنے والا نہیں ہے اس حال میں کہ وہاں کے لوگ

غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا

بے خبر ہوں، اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے سبب درجات ہیں، اور تیرا رب ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو کام وہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٢﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ

کرتے ہیں۔ اور تیرا رب غنی ہے رحمت والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور تمہارے بعد تمہارے پیچھے جس کو چاہے

مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِنَّ مَا

آباد کر دے جیسا کہ اس نے تمہیں دوسری قوم کی نسل سے پیدا فرمایا۔ بلاشبہ جس کا

تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿١٣٤﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى

تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والی چیز ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔ آپ فرما دیجئے اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر

مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ

عمل کرتے رہو بلاشبہ میں عمل کر رہا ہوں، سو عنقریب جان لو گے کہ کس کے لیے ہے اس عالم کا انجام کار،

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿١٣٥﴾

بے شک کامیاب نہیں ہوتے ظالم لوگ۔''

رسول فقط انسانوں میں سے ہیں یا جنات میں سے بھی:

آیت ۱۳۰: یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ ضحاک سے منقول ہے جنات کی طرف ان میں سے رسول بھیجے جس طرح انسانوں کی طرف ان میں سے کیونکہ وہ انہیں سے مانوس ہیں۔ اور ظاہری نص اسی کی مؤید ہے۔
دوسرے علماء کا قول یہ ہے رسول فقط انسانوں میں آئے۔ باقی یہاں رُسُلٌ مِّنْكُمْ کا لفظ اس لئے بولا کہ خطاب میں جن وانس دونوں کو جمع کیا گیا ہے اور ایسے مواقع پر درست ہے اگرچہ رسول ایک میں سے ہوں۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان (الرحمان ۲۲) ایک اور قول یہ ہے کہ ان کے رسل سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے مراد ہیں۔ جیسا دوسرے ارشاد میں ولّوا الی قومھم منذرین (الاحقاف ۲۹) یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ میری کتابیں تم پر پڑھتے۔ وَیُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا یعنی قیامت کا دن قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓی اَنْفُسِنَا ہم پر حجت کے لازم ہونے اور انبیاء کے پیغامات پہنچ جانے سے وَغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ رسل کے ساتھ۔

خبردار کیے بغیر عذاب نہیں آتا:

آیت ۱۳۱: ذٰلِكَ یہ اشارہ اس طرف ہے جو پہلے گزرا کہ ان کی طرف بعثت رسل ہوئی یہ محذوف مبتداء کی خبر ہے۔ یعنی الامر ذلك۔ اَنْ لَّمْ یَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ یہ تعلیل ہے یعنی بات اسی طرح ہے جو ہم نے تم پر بیان کر دی اس لئے کہ یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ تیرا رب کسی بستی کو ظلم کے سبب ہلاک کر دے۔ اس طور پر کہ اَنْ مصدر یہ ہو۔ دوسرا قول ان مخففہ من المثقلہ بھی ہوسکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کیونکہ حالت اور بات یہ ہے۔ کہ تیرا رب ظلم سے کسی بستی کو ہلاک کرنے والا نہیں اس ظلم کے سبب جس کا انہوں نے ارتکاب کیا یا اس حال میں وہ ظلم کرنے والا ہوتا اگر رسول اور کتاب کے ذریعہ خبردار کرنے کے بغیر غفلت کی حالت میں ان کو ہلاک کر دیتا۔ حالانکہ اس کی ذات ظلم سے پاک ہے۔

ائمہ کا استدلال:

آیت ۱۳۲: وَلِكُلٍّ تمام مکلفین کے لئے دَرَجٰتٌ مراتب مِّمَّا عَمِلُوْا ان کے اعمال کے بدلے میں سے۔ آیت سے استدلال ہے امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ جنات کو بھی ان کی اطاعت پر ثواب ہے۔ کیونکہ ثقلین کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ اس کو بھولنے والا۔ شامی قراء نے تعملون پڑھا ہے۔

وہ بے نیاز رحیم ہے:

آیت ۱۳۳: وَرَبُّكَ الْغَنِیُّ بندوں اور ان کی عبادت سے ذُو الرَّحْمَةِ ان پر تکالیف کے ذریعہ تا کہ دائمی منافع کے لئے ان کو تعریض کیا جائے۔ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اے ظالمو وَیَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا یَشَآءُ مطیع مخلوقات سے كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّیَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ دوسری قوم کی اولاد سے جو تمہاری حالت پر نہ تھے اور وہ کشتی نوح علیہ السلام والے لوگ تھے۔

بعث ہوگا مر کر چھوٹ نہیں سکتے:

آیت ۱۳۴: اِنَّمَا ما بمعنی الذی ہے۔ تُوْعَدُوْنَ یعنی بعث اور حساب اور ثواب وعقاب لَاٰتٍ یہ انّ کی خبر ہے۔ یعنی

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا

''اور ان لوگوں نے اللہ کے لیے ایک حصہ کھیتیوں اور مویشیوں میں سے مقرر کر دیا جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں، سو انہوں نے

هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا

اپنے خیال سے یوں کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے سو جو ان کے معبودوں کے لیے ہے وہ اللہ کیطرف

يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ

نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لیے ہے سو وہ انکے شرکاء کیطرف پہنچ جاتا ہے یہ لوگ برا

مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿١٣٦﴾

فیصلہ کرتے ہیں۔''

لَکَاٰتٍ ضروری ہونے والی ہے۔ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ آگے بڑھ جانے والے۔ یہ ان کے اس قول کی تردید ہے جو زبان زدعام تھامن مات فقد فات جو مر گیا وہ گزر گیا۔

انذار کا لطیف انداز:

آیت ۱۳۵: المکانة مصدر ہوتا ہے۔ محاورہ مَكُنَ مَكَانَةً جب وہ اس پر پورا قابو پالے اور مکان کے معنی میں آتا ہے کہا جاتا ہے مکان و مکانة' مقام و مقامة اور ارشاد الٰہی قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اس میں احتمال یہ ہے کہ مطلب یہ ہو تم کام کروا پنے معاملہ میں قدرت کی حد تک اور اپنی انتہائی استطاعت اور امکان کی حد تک اور تم اپنے انداز اور اس حال کے مطابق عمل کرو۔ جس پر تم ہو۔ آدمی کو کہا جاتا ہے جبکہ اس کو اپنی حالت پر ثابت قدمی کا حکم دیا جائے۔ علی مکانتك یا فلان یعنی تو ثابت قدم رہ جس پر تو ہے۔ اِنِّيْ عَامِلٌ اپنے اس مرتبے پر جس پر ہوں یعنی تم اپنے کفر اور میرے متعلق عداوت پر قائم رہو۔ پس میں اسلام پر ثابت اور قائم ہوں اور تمہاری ایذاؤں پر یہ تہدید اور وعید ہے اس کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ یعنی عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کے لئے اچھا انجام ہے۔ یہ انذار کا لطیف طریقہ ہے۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی کافر۔ قراءت۔ ابوبکر نے ہر جگہ مکاناتکم پڑھا حمزہ وعلی نے یکون پڑھا مَن جب التی کے معنی میں ہوگا تو محل رفع میں ہوگا اور فعل علم کو اس کے متعلق فرمایا یا یہ منصوب ہوتا ہے جب یہ الذی کے معنی میں ہو۔

کفار کی من مانی تحریمات کی مذمت:

آیت ۱۳۶: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا یعنی بتوں کے لئے حصہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی

دلالت پر اکتفا کیا گیا۔ فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۔قراءت: علی نے بزُعمھم پڑھا اور اسی طرح مابعد بھی۔یعنی زعموا انہ للّٰہ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو حکم نہیں دیا اور نہ ان کے لئے وہ تقسیم جائز تھی۔ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ یعنی ان مصارف میں نہ مل سکتا جن میں وہ اس کو صرف کرتے تھے۔یعنی مہمانوں کی میزبانی اور مساکین پر صدقہ۔ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ان کے خرچہ جات میں صرف کر لیتے اور ان کے سادھوؤں کو جاری کر دیتے روایت میں مذکور ہے کہ وہ بعض چیزوں جیسے کھیتی اور جانوروں کے بچے اور ان دونوں میں سے کچھ اشیاء اپنے معبودوں کے لئے جب وہ دیکھتے کہ جو اللہ کا حصہ ہے وہ عمدہ اور بڑھنے والا ہے تو رجوع کر کے اصنام کے لئے مقرر کر دیتے اور جب بتوں والا حصہ بڑھا ہوا ہوتا تو اس کو ان کے لئے ہی چھوڑ دیتے۔اور زبان سے کہہ دیتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے۔حالانکہ یہ حرکت اپنے معبودوں سے محبت کی بناء پر تھی۔اور ان کو ترجیح اور اہمیت دینے کی وجہ سے تھی۔

اس میں اشارہ کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ اضافے والا حصہ ان کے نام پر مقرر کیا جائے۔کیونکہ اسی نے تو وہ پیدا کیا۔ پھر ان کی اس قبیح حرکت کی اس طرح مذمت فرمائی۔سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے معبودوں کو ترجیح دیکر۔اور ان کا عمل غیر مشروع چیزوں پر ہے۔مَا موضع رفع میں ہے یعنی ساء الحکم حکمھم ان کا فیصلہ بدترین ہے۔یا منصوب ہے یعنی ساء حکمًا حکمھم حکم کے لحاظ سے برا ہے ان کا حکم۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ

"اور اسی طرح مشرکین کے لیے ان کے شرکاء نے اولاد کا قتل کرنا مزین کر دیا

لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ

تا کہ وہ ان کو ہلاک کر دیں اور تا کہ وہ ان پر ان کے دین کو رلا ملا دیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ

سو آپ ان کو اور جو کچھ وہ افتراء کرتے ہیں اسے چھوڑ دیجئے۔ اور ان لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق یوں کہا کہ یہ مویشی ہیں اور کھیتی ہے جس پر پابندی ہے

لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا

اس کو بس وہی لوگ کھائیں گے جن کو ہم چاہیں۔ اور کچھ جانور ایسے ہیں جن کی پشتیں حرام کی گئی ہیں۔

وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ

اور کچھ جانور ایسے ہیں جن پر اللہ کا نام نہیں لیتے اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے عنقریب وہ انہیں سزا دیگا۔

بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ

بسبب اس کے کہ وہ افتراء کرتے ہیں، اور انہوں نے کہا کہ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے

لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ

خالص ہے اور ہماری بیویوں پر حرام قرار دیدیا گیا ہے۔ اور اگر وہ مردار ہو تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔

سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا

سو وہ انہیں عنقریب اس بات کی سزا دیگا جو بیان کرتے ہیں، بے شک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے بے شک وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے

اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى

اپنی اولاد کو بے وقوفی سے بغیر علم کے قتل کیا اور اللہ نے انہیں جو رزق عطا فرمایا اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے اسے حرام

الربع

اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ع

قرار دیدیا بے شک وہ لوگ گمراہ ہوئے اور وہ ہدایت پر چلنے والے نہیں ہیں"۔

مشرکین کے قبائح میں ایک قبیح فعل کا اضافہ:

آیت ۱۳۷: وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی جس طرح ان کے لئے مزین کیا۔اموال کے حصے بنانا مزین کیا گیا اسی طرح لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا بھی مزین کیا گیا۔ قَتْلَ یہ زیّن کا مفعول ہے۔ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ یہ زیّن کا فاعل ہے۔
قراءت :زُیّن زاء کا ضمہ قتل کی لام پر ضمہ۔اولادھم کی دال پر نصب شرکا ئِھم کی ہمزہ مکسور پڑھی شامی نے قتل کی اضافت شرکاء کی طرف کی مراد اس سے شیاطین ہیں اوران کے درمیان فاصلہ بغیر ظرف کے ہے اوروہ مفعول ہے۔تقدیر عبارت اس طرح ہے زین لکثیر من المشرکین قتل شرکائھم اولادھم۔ بہت سے مشرکین کے لئے ان کے شرکاء کا ان کی اولاد کو قتل کرنا مزین کیا گیا۔شرکاء سے مراد شیاطین ہیں۔ لِيُرْدُوْهُمْ تا کہ وہ ان کو اغواء سے ہلاک کریں۔ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ تا کہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کر دیں اوران کا اصل دین تو اسماعیل علیہ السلام کا تھا یہاں تک کہ وہ اس سے پھسل گئے اور شرک میں جا پڑے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ اس میں واضح دلیل ہے کہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ جو وہ افتراء باندھتے تھے یا مصدر کا معنی ان کے افتراء کو کیونکہ اس افتراء کا ضرران کو پہنچے گا نہ کہ ہمیں۔

افتراء پردازی کے مزید نمونے:

آیت ۱۳۸: وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ بتوں کے لئے حِجْرٌ حرام ہے۔ یہ فعل بمعنی مفعول ہے۔جیسا ذبح بمعنی مذبوح، طحن بمعنی مطحون اوراس صفت میں تذکیر وتانیث اور واحد و جمع برابر ہیں کیونکہ اس کا حکم اسماء کا ہے جو صفت نہیں ان کا طرز عمل یہ تھا کہ جب وہ بعض اشیاء اپنی کھیتی اور چوپاؤں میں اپنے الٰہ کے نام معین کر لیتے تو وہ کہتے لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ مَن نشاء سے وہ بتوں کے خدام اور فقط مرد عورتیں مراد لیتے تھے۔الزعم گمان سے کوئی بات کہنا جس میں جھوٹ کی ملاوٹ ہو۔
وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وہ بحیرہ سائبہ حام تھے۔ وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا ذبح کی حالت میں وہ ان پر بتوں کا نام لیتے۔ افْتِرَآءً عَلَيْهِ یہ مفعول لہ ہے یا حال ہے یعنی انہوں نے اپنے چوپاؤں کی تقسیم اس طرح کی۔نمبرا۔حجر۔نمبر۲۔جن پر سواری نہ کی جائے۔نمبر۳۔جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے۔ان تمام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بطور افتراء پردازی کے کر دی۔ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ یہ وعید ہے۔

ایجاد کردہ مصنوعی شرائط:

آیت ۱۳۹: وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وہ بحائر اور سوائب کے بچوں کے متعلق کہا کرتے تھے جو زندہ پیدا ہو وہ مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں اور جو مردہ پیدا ہو اس میں مرد و عورتیں شریک ہوتے۔ نحو:
خالصۃٌ کا لفظ مؤنث ہے حالانکہ وہ ما کی خبر ہے۔معنی کا لحاظ کر کے ایسا کہا گیا کیونکہ ما یہ اجنۃ کے معنی میں ہے۔لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے محرم کو مذکر لائے۔دوسرا قول یہ ہے کہ خلصۃ کی تاء نسابۃ کی طرح مبالغہ کیلئے ہے۔ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً یعنی اگر وہ بچہ جو اسکے پیٹ میں ہو مردہ ہو۔قراءت:ابوبکر وان تکن میتۃ پڑھا یعنی ان تکن الاجنۃ میتۃ اور شامی نے ان تکن میتۃ کان تامہ قرار دیکر پڑھا مکی نے ان یکن میتۃ فعل کے مقدم ہونے کی بناء پر پڑھا۔ فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ میں ضمیر کو مذکر لایا گیا۔کیونکہ میتۃ

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ

اور وہی ہے جس نے باغیچے پیدا فرمائے جو چڑھائے جاتے ہیں چھپریوں پر اور ایسے بھی ہیں جو چھپریوں پر نہیں چڑھائے جاتے، اور پیدا فرمائے کھجور کے درخت اور کھیتی جس میں

مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ

مختلف قسم کے کھانے کی چیزیں ہیں اور پیدا فرمایا زیتون کو اور انار کو جو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور غیر مشابہ بھی ہیں۔

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ

کھاؤ ان کے پھلوں سے جبکہ پھل لائیں اور کٹائی کے دن اس کا حق دیدو اور فضول خرچی نہ کرو۔

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا

فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا اور اس نے چوپاؤں میں سے ایسے جانور پیدا فرمائے جو بوجھ اٹھانے والے ہیں، اور ایسے جانور بھی جو

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

زمین سے لگے ہوئے ہیں۔ اللہ نے جو تمہیں عطا فرمایا اس میں سے کھاؤ، شیطان کے قدموں کا اتباع نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا

مُّبِیْنٌ ۙ﴿۱۴۲﴾

دشمن ہے۔

ہر مردہ کو کہا جاتا ہے۔ خواہ مذکر ہو یا مؤنث گویا اس طرح کہا گیا وان یکن میت فھم شرکاء۔ سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ انکے حلال و حرام میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹی بات کہنے کی سزا۔ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ انکے سزا دینے میں عَلِیْمٌ انکے اعتقاد کو۔

یہ تمام حماقت کے چکر ہیں:

آیت ۱۴۰: قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ وہ قید و فقر کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کرتے۔ قراءت: مکی اور شامی نے قتّلوا پڑھا ہے۔ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ عقل کی کمی کی وجہ سے اور اس بات سے ناواقفی کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کا رازق ہے وہ نہیں۔ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ بحائر وسوائب وغیرہ کے ذریعے افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ یہ مفعول لہ ہے۔ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ سیدھی راہ کی طرف۔

حلال نعمتیں کھاؤ اور ان کا حق دو اور اسراف سے بچو:

آیت ۱۴۱: وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ پیدا کیا جَنّٰتٍ انگوروں کے مَّعْرُوْشٰتٍ بلند چھپروں والے وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ زمین پر

چھوڑے ہوئے جن کے لئے چھپر نہیں بنائے گئے۔ کہا جاتا ہے عرشت الکرم جب کہ اس کیلئے بلندیاں اور ٹیکیں بنادی جائیں اور شاخوں کو ان پر موڑ دیا جائے۔ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا رنگ' ذائقہ' حجم' خوشبو وغیرہ میں وہ حال مقدرہ ہے۔ کیونکہ کھجور میں نکلنے کے وقت ذائقہ نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ مختلف نہ ہو جائے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے۔ فادخلوھا خالدین (الزمر۷۳) اُكُلُهٗ حجازی نے اُكْلُه پڑھا ہے۔ کھائے جانے والے پھل کو کہتے ہیں۔ اس کی ضمیر نخل کی طرف جارہی ہے اور الزرع بھی اس کے حکم میں شامل ہے۔ کیونکہ وہ معطوف علیہ ہے۔ یا ہر ایک کی طرف لوٹتی ہے۔ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا رنگ میں۔ وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ذائقہ میں۔ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ہر ایک کا پھل کھاؤ۔ اِذَآ اَثْمَرَ کہنے کا فائدہ ہے کہ جب درخت پر پھل ظاہر ہو جائے تو کھانا مباح ہے اور یہ وہم نہ ہو کہ اس وقت کھانا صرف مباح ہے جب وہ اس کو پائے۔ (ادائے حق شرعی سے پہلے مالک کو پھل کھانے کی اجازت معلوم ہو رہی ہے) وَاٰتُوْا حَقَّهٗ اس کا عشر۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عشر کے عام ہونے کی دلیل ہے۔ يَوْمَ حَصَادِهٖ حصادہ حاء کے فتحہ کے ساتھ۔ بصری شامی اور عاصم نے پڑھا۔ باقی قراء نے حاء کے کسرہ سے پڑھا اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ وَلَا تُسْرِفُوْا تمام دیکر اور عیال کو ضائع کر کے۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔

نحو: كُلُوْا سے لے کر اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ تک جملہ معترضہ ہے۔

آیت ۱۴۲: وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا اس کا عطف جنات پر ہے۔ یعنی انشامن الانعام ما یحمل الاثقال۔ اس نے ایسے چوپائے بنائے جو بوجھ اٹھاتے ہیں اور وہ بھی جو ذبح کے لئے لٹائے جاتے ہیں۔ یا بڑے بوجھ بردار جانور اور الفرش سے چھوٹے جیسے بھیڑ' بکری' اونٹ گائے کے بچے کیونکہ وہ قد کے لحاظ سے زمین سے قریب ہوتے ہیں۔ جیسے فرش جو زمین پر بچھا ہوا ہو۔ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے تمہارے لئے حلال کیے ہیں ان کو زمانۂ جاہلیت کی طرح حرام مت قرار دو۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ حرام وحلال میں اس کے طریقوں کی۔ جیسا اہل جاہلیت کرتے تھے۔ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اپنے دین کے متعلق اس کو متہم سمجھو۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ

''آٹھ طرح کے نر اور مادہ پیدا فرمائے بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو، آپ فرمائیے

ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ

کہ اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام قرار دیا ہے یا دونوں مادہ کو۔ یا اس بچہ کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں،

نَبِّـُٔوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ

تم مجھے کسی دلیل سے بتاؤ اگر سچے ہو اور اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو

الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

پیدا فرمائے آپ فرمائیے! کیا اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام قرار دیا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس بچہ کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں

اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ

لئے ہوئے ہیں۔ کیا تم حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں اسکی وصیت فرمائی۔ سو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی

جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا، تا کہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے بے شک اللہ ظالموں کو

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع

ركوع ۱۷

راہ نہیں بتاتا۔''

پالتو جانوروں کی اقسام ثمانیہ اور رسمی تحریمات کی تردید:

آیت ۱۴۳: ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ یہ حمولۃً و فرشا سے بدل ہے۔ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ دوجوڑے مراد مذکر ومؤنث ہیں۔ واحد کا لفظ جب اکیلا ہوتو ایک مراد ہے اور جب اس کے ساتھ اس کی جنس میں سے ہوتو پھر ان میں سے ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔ دونوں زوجان کہلاتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے خلق الزوجين الذكر والانثى (النجم ۴۵) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس پر دال ہے ثمانية ازواج پھر بطور تفسیر من الضان اثنين ومن المعزاثنين۔ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ الضأن اور المعز جمع ضائن اور ماعز ہیں۔ جیسا کہ تاجر اور تجر۔ قراءت: مکی شامی اور ابو عمرو نے مَعَزین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا اور یہ دونوں لغات ہیں۔ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

الْاُنْثَيَيْنِ اس میں ہمزہ انکار کے لئے ہے۔ الذکرین سے مراد الضأن اور المعز کے مذکر ہیں۔ اور الانثیین سے الضأن اور المعز کی مؤنث مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس بات سے انکار مقصود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ضأن اور معز دونوں نوع میں سے مذکر اور مؤنث کو حرام کیا ہو۔ اور نہ ہی جو حاملات کے پیٹ میں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کبھی تو مذکر چوپایوں کو حرام کرتے اور کبھی مؤنث کو اور ان کی اولاد میں جیسا کہ مذکر و مؤنث دونوں ہوتے یا کبھی ملے جلے ہوتے تو کہتے ان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ ان کی اس بات کا انکار کیا گیا۔

نحو : الذکرین یہ منصوب حَرَّمَ کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح ام الانثیین یعنی اَم حَرَّمَ الانثیین اسی طرح جواما اشتملت میں ہے۔ نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ تم مجھے کسی معروف بات کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حوالہ دے کر ثابت کرو جو اس چیز کا حرام ہونا ثابت کرے جو تم نے حرام ٹھہرائی ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کیا۔

چوپاؤں کی حلت کی تاکید اور من گھڑت تحریم کی تردید:

آیت ۱۴۴: وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ۔ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ ان دونوں میں سے حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ ان میں سے اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یا جو ان کی موٹوں کے پیٹ میں ہے۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا یا تم نے اپنے رب کو دیکھا جس وقت وہ تمہیں ان کی تحریم کا حکم دے رہے تھے۔ جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتے تھے ادھر وہ کہا کرتے تھے کہ جس کو ہم حرام کر رہے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ تو ام کنتم شہداء کہہ کر ان پر تہکم کیا گیا کہ کیا تمہیں مشاہداتی صورت میں یہ بات معلوم ہوئی ہے جبکہ تم سرے سے رسول پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ (تو پھر تمہاری یہ بات کیونکر ممکن ہے) فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا پس اس کی طرف ایسی چیز کی حرمت منسوب کی گئی جو اس نے حرام نہیں کی۔ لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ یعنی وہ لوگ جن کے کفر پر خاتمہ کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ یہاں جو چیزیں شمار کی جا رہی تھیں ان میں بعض کو شمار کیا اور بعض آئندہ مذکور ہیں۔ درمیان میں جملہ معترضہ لائے۔ جو معدود سے غیر اجنبی تو نہیں۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر چوپائے بنا کر اور ان میں منفعتیں رکھ کر احسان فرمایا جملہ معترضہ سے ان چوپاؤں کی حلت کی تاکید مقصود ہے اور وہ لائے بھی اسی لئے جاتے ہیں۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّآ اَنْ

''آپ فرما دیجئے جو کچھ میری طرف وحی بھیجی گئی میں اس میں کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا۔ سوائے اس کے کہ

یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا

مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو۔ کیونکہ بلاشبہ وہ ناپاک ہے۔ یا ایسی چیز کو حرام پاتا ہوں۔

اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ

جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو سو جو شخص حالت اضطراری میں ہو اس حال میں کہ باغی اور حد سے آگے بڑھنے والا نہیں سو تیرا رب

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ

بخشنے والا مہربان ہے۔ اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائے

الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَایَآ

اور بکری میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کر دیں۔ سوائے اس کے جو ان کی پشت پر یا ان کی آنتوں پر لگی ہوئی ہو

اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ ۖ٘ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

یا جو ہڈی کے ساتھ مل جائے یہ ہم نے ان کی بغاوت کی وجہ سے ان کو جزا دی۔ اور بے شک ہم سچے ہیں۔

تحریم صرف وحی سے ہے:

آیت ۱۴۵: قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ اس وقت میں یا وحی قرآن میں کیونکہ وحی سنت میں اور بھی حرام کیے گئے۔ یا چوپائے مراد ہیں کیونکہ یہ آیت بحیرہ وغیرہ کی تردید کے سلسلہ میں ہے۔ باقی موقوذہ' متردیہ' اور نطیحہ یہ میتہ کی ہی اقسام ہیں (جن کا تذکرہ سورۂ مائدہ میں ہے) اس آیت میں خبردار کر دیا کہ تحریم اللہ تعالیٰ کی وحی اور تشریع سے ثابت ہوتی ہے۔ خواہش نفس سے نہیں۔ مُحَرَّمًا وہ حیوان جس کا کھانا حرام ہو۔ عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ کسی کھانے والے پر جو اس کو کھائے اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً مگر یہ کہ وہ حرام شئی مردار ہو۔ قراءت: ان تکون شامی' مکی' حمزہ نے تا سے پڑھا میتةٌ شامی نے پڑھا۔ اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا بہتا ہوا خون۔

مَسْئَلَہ: جو خون گوشت یا جگر یا تلی میں ہوتا ہے وہ حرام نہیں۔ اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ پلید ہے۔

فسق کہنے کی وجہ:

اَوْ فِسْقًا یہ ماقبل منصوب پر عطف ہے۔ فانہ رجس یہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ یہ محلاً منصوب ہے اور فسقا کی صفت ہے۔ یعنی رفع الصوت علی ذبحہ باسم غیر اللّٰہ۔ اس کو فسق اس لیے کہا کہ یہ باب فسق میں انتہاء پسندی ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ جب ان محرمات میں سے کسی چیز کے کھانے کی ضرورت پیش آ جائے۔ غَیْرَ بَاغٍ کسی مجبوری پر جو اس جیسا ہو اس کی ہمدردی کو ترک کرنے والا ہو۔ وَّلَا عَادٍ اس کے کھانے میں قدر حاجت سے تجاوز کرنے والا ہو۔ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اس سے مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔

یہود کی مخصوص محرمات کا بیان اور اس کا سبب:

آیت ۱۴۶: وَعَلَى الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ یعنی جن کی انگلیاں ہوتی ہیں یا پرندہ اس میں اونٹ اور شتر مرغ بھی شامل ہے، وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ۔ یعنی ہم نے ہر ناخن والے جانور کا گوشت اور چربی حرام کردی اور اس کی ہر چیز۔ اور گائے اور بکری کی صرف چربی حرام کی گئی اور وہ پردے اور گردے کی چربی ہے۔ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ مگر جو پشت پر ہو اور پہلو کے چھلکے کے ساتھ ہو۔ اَوِ الْحَوَایَآ یا جو انتڑیوں پر لگی ہو حوایا کی جمع حاویا یا حویہ ہے۔ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ وہ دنبہ کی چکی۔ یا حرام مغز ہے۔ نحو : ذٰلِكَ یہ جَزَیْنٰهُمْ کا مفعول ثانی ہے تقدیر عبارت یہ ہے جزینا هم ذٰلك۔ بِبَغْیِهِمْ ان کے ظلم کے باعث۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اس میں جو ہم نے خبر دی اور ہم کس طرح ان کی قدر دانی کریں۔ جنہوں نے اپنی معصیت کو حلال کے حرام کرنے کا ذریعہ بنایا اور ادھر ہمارے سلف کی معصیت جو تحلیل حرام کے سلسلہ میں تھی اس کے بارے میں فرمایا وعفا عنکم فالئٰن باشروھن (البقرہ ۱۸۷)

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ

سو اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ فرمادیں کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔ اور اس کا عذاب مجرموں سے نہیں ٹالا

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا

جائے گا۔''''جن لوگوں نے شرک کیا وہ عنقریب یوں کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادے اور نہ ہم کسی چیز

حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۭ قُلْ

کو حرام قرار دیتے، اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ آپ فرما دیجئے

هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ

کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے۔ سو تم اسے ہمارے سامنے ظاہر کرو۔ تم صرف گمان کے پیچھے چلتے ہو اور صرف

اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ

اٹکل سے باتیں کرتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کے لیے ہے حجت بالغہ۔ سو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ

دیدیتا۔ آپ فرما دیجئے کہ لے آؤ اپنے گواہوں کو جو اس بات کی گواہی دیتے ہوں کہ بے شک اللہ نے ان چیزوں کو حرام قرار

هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ

دیا۔ سو اگر وہ گواہی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں، اور آپ ان لوگوں کی خواہش کا اتباع نہ کریں جنہوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ

ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور دوسروں کو اپنے رب کے برابر

يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ ع

ٹھہراتے ہیں۔''

ع ۱۸ ۵

ان کو تکذیب کی سزا ذرا ٹھہر کر ملے گی:

آیت ۱۴۷: فَاِنْ كَذَّبُوْكَ اس میں جو آپ کی طرف قرآن کی وحی کی گئی۔ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ اس لئے کہ

تکذیب کرنے والوں کو مہلت دیتا ہے اوران کو جلد سزا نہیں دیتا۔ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُہٗ اس کا عذاب اور اس کی وسعت رحمت کے ساتھ ساتھ ہیں۔ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ جب آجائے پس اس کی وسعت رحمت کو دیکھ کر عذاب سے بےخوف نہ ہونا چاہیئے۔

جوازِ شرک کی مشرکانہ دلیل کہ یہ اللہ کی مشیت سے ہے:

آیت ۱۴۸: سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا یہ اس کی اطلاع ہے جس کو وہ عنقریب کہیں گے۔ لَوْشَآءَ اللّٰہُ یہ کہ ہم شرک نہ کریں۔ مَآ اَشْرَکْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ لیکن اس نے چاہا۔ پس یہ ہمارا عذر ہے۔ مقصد اس سے یہ تھا کہ ان کا اوران کے آباؤ اجداد کا شرک اوران کی وہ تحریمات جوان چیزوں میں انہوں نے کیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی مشیّت سے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہوتی تو ان میں سے کوئی چیز نہ ہوتی۔

یہ جواب دیا کہ یہ عذر لنگ ہے:

کَذٰلِکَ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ جس طرح یہ آپکی تکذیب کررہے ہیں۔ متقدمین کی تکذیب ایسی ہی تھی اور وہ بھی اس قسم کے بہانے کرنے والے تھے۔ انکو اس بات نے کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ یہ بات بطور اعتقاد کے انہوں نے نہیں کہی بلکہ استہزاء کے طور پر کہی۔ اور اسلئے بھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو اپنی معذوری کیلئے حجت بنایا۔ حالانکہ یہ صریحاً مردود ہے۔ یہ مشیت کا اقرار نہیں۔

مشیت کا معنی:

مشیت کا معنی یہاں رضاء ہے جیسا کہ حسن بصریؒ نے کہا۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہمارے آباؤ اجداد کے شرک پر راضی ہے۔ شرک مراد (ارادہ سے ہوتا ہے) ہے مگر وہ پسندیدہ نہیں۔ کیا تم اس آیت کو نہیں دیکھتے کہ فرمایا فلو شاء اللّٰہ لھدٰکم اجمعین۔ اس میں خبر دی کہ اگر وہ ان کی ہدایت چاہتا تو وہ تمام ایمان لے آتے لیکن تمام کا ایمان نہ چاہا۔ بلکہ بعض کا ایمان چاہا اور بعض کا کفر چاہا۔ پس لازم ہے کہ مشیت کو اس پر محمول کیا جائے جو ہم نے ذکر کیا تاکہ تناقض دور ہو۔ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا یہاں تک کہ ہم نے ان پر عذاب اتارا۔ قُلْ ھَلْ عِنْدَکُمْ مِّنْ عِلْمٍ ایسی کوئی معروف بات جس سے تمہاری اس بات کی دلیل بن سکے۔ فَتُخْرِجُوْہُ لَنَا پس اس کو ظاہر کرو۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ تم جھوٹ بولتے ہو۔

اللہ کی دلیل کامل ہے:

آیت ۱۴۹: قُلْ فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ جو تم پر اسکی طرف سے لازم ہے اسکے اوامر و نواہی کی وجہ سے اور تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مشیّت کی کوئی (صحیح) دلیل موجود نہیں۔ فَلَوْ شَآءَ لَھَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت چاہتا اس آیت سے معتزلہ کا دبدبہ محض باطل ٹھہرا۔

کفار سے تحریمات پر ثبوت کا مطالبہ:

آیت ۱۵۰: قُلْ ھَلُمَّ شُھَدَآءَکُمُ لاؤ تم اپنے شہداء کو۔ اور نزدیک کرو۔ ھَلُمَّ کے کلمہ میں واحد، جمع، تذکیر و تانیث اہل حجاز کے نزدیک برابر ہے۔ البتہ بنو تمیم اس کی مؤنث اور جمع بناتے ہیں۔ الَّذِیْنَ یَشْھَدُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ ھٰذَا یعنی وہ جو اپنے خیال میں حرام سمجھتے

ہیں۔فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ تو انکی گواہی تسلیم نہ کراور نہ انکی تصدیق کر۔کیونکہ جب اسکو تسلیم کرلیا گیا تو گویا انکی گواہی کی طرح وہ گواہی ہوگئی اورانہی میں سے بن گیا۔وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا۔ یہاں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لائے۔تا کہ اس سے ثابت ہو جائے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے وہ خواہش پرست ہے۔اسلئے کہ وہ اگر دلیل کا پیرو ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق ضرور کرتا اوراسکو وحدہٗ لاشریک جانتا۔وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وہ مشرک ہیں۔وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ وہ بتوں کو برابر قرار دیتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ

”آپ فرما دیجئے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر بتاؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں، یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ

اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو، اور اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم

نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ

تم کو رزق دیں گے اور ان کو بھی، اور مت قریب جاؤ بے حیائی کے کاموں کے جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ

اور مت قتل کرو اس جان کو جسے اللہ نے حرام قرار دیا مگر حق کے ساتھ۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

تاکہ تم عقل سے کام لو، اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اسی طریقہ سے جو اچھا ہو۔

حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ

یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائے۔ ناپ اور تول کو انصاف کیساتھ پورا کرو، ہم کسی جان کو اس کی طاقت

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ

سے زیادہ عمل کرنے کا حکم نہیں دیتے۔ اور جب تم بات کرو تو انصاف کو اختیار کرو اگرچہ وہ تمہارا قرابت دار ہی ہو۔ اور اللہ کے عہد کو

اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا

پورا کرو، یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور بلاشبہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اس

فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

کا اتباع کرو۔ اور مت اتباع کرو دوسرے راستوں کا سو وہ راستے تمہیں اللہ کے راستہ سے ہٹا دیں گے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

پرہیزگار بنو" پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جس سے اچھے عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہوگی۔ اور جس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے

وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ

اور جو ہدایت ہے اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا یقین کریں۔ اور یہ کتاب ہم نے نازل کی

مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ

جو بابرکت ہے۔ سو اس کا اتباع کرو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو۔ اس واسطے کہ کبھی تم کہنے لگو کہ کتاب جو اتری تھی

اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ

سو انہیں دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے

لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾

غافل تھے

نبوت کے بلند مقام پر کھڑے ہونے والے کا بنیادی تحریمات کا مسودہ آیت ۱۵۱ تا ۱۵۳:

آیت ۱۵۱: قُلْ ان لوگوں سے جنہوں نے کھیتی اور چوپائے حرام کیے۔ تَعَالَوْا یہ خاص فعل تھا۔ پھر عام استعمال ہونے لگا۔ اس کی اصل یہ ہے کہ بلند مقام پر کھڑا شخص وادی میں کھڑے شخص کو کہے پھر اس کا استعمال زیادہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ مطلق بلانے کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ وہ جس کو تمہارے رب نے تمہارے اوپر حرام کیا ہے۔ عَلَيْكُمْ یہ حَرَّمَ کا صلہ ہے۔ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا یہ اَنْ مفسرہ ہے۔ فعل تلاوت کی تفسیر کی جارہی ہے اور لا نہی کا ہے۔ وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور تم والدین کے ساتھ احسان کرو احسان کرنا۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرنا بجائے خود برا سلوک و گناہ ہے۔ اور بدسلوکی تو بدترین گناہ ہے۔ اس لیے اس کو محرمات میں ذکر کیا۔ اور یہی حکم بعد والے اوامر کا بھی ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ فقر کی وجہ سے اور فقر کے خوف سے جیسا دوسری جگہ فرمایا خشیۃ املاق (الاسراء ۳۱) نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ کیونکہ بندوں کا رزق ان کے آقا کے ذمہ ہوتا ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا جو تیرے اور مخلوق کے درمیان ہو۔ یہ الفواحش کا بدل ہے۔ وَمَا بَطَنَ اور جو اللہ اور تیرے مابین ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ مثلاً قصاص وارتداد پر قتل اور رجم زانی۔

ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ: یعنی یہ مذکورہ تفصیلی احکامات ہیں جن کی نگہبانی کا تمہارے رب نے تمہیں تاکیدی حکم کیا ہے۔ لَعَلَّكُمْ

تَعْقِلُوْنَ: تا کہ تمہیں ان احکام کی عظمت اللہ تعالیٰ کے ہاں معلوم ہو۔
آیت ۱۵۲: وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ: مگر اس طریقہ سے جو کہ اچھا ہو اور وہ اس کی حفاظت کرنے اور اس کو بارآور کرنے والا طریقہ ہے۔حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ: یعنی بلوغت کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے سپرد کر دو۔ اَشُدّ: یہ شَدٌّ کی جمع ہے جیسے فلس و افلس۔ وَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ: قسط کا معنی برابری اور عدل ہے۔یعنی تم ماپ تول میں برابری کرو۔
لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا سے مراد جن سے انسان عاجز نہ رہے اس کو کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

ایک حکمت:

ماپ تول میں انصاف کا حکم دینے کے بعد اس کو اس لئے لائے کیونکہ ماپ تول میں حد کی پوری رعایت کو جس میں ذرہ بھر کمی بیشی نہ ہو انصاف کہلاتا ہے اور اس میں تھوڑی بہت کمی بیشی ہونا عین ممکن ہے۔اس تنگی کو اٹھاتے ہوئے اِلَّا وُسْعَهَا لائے کہ اپنی طاقت کی حد تک اس میں کمی نہ ہونے پائے اور جو طاقت سے زائد ہے وہ معاف کر دی جائے گی۔ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا کا معنی سچ بولنا ہے۔یعنی جب تم بات کرو تو سچائی کا دامن تھامے رہو۔ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی۔ اگرچہ جس کے متعلق بات کہی گئی یا جس کے خلاف گواہی وغیرہ دی گئی وہ کہنے والے کے قرابت داروں میں سے ہو جیسا کہ اس قولِ باری تعالیٰ میں ہے: وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ [النساء: ۱۳۵]۔
وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ عہد اللہ عام ہے۔یوم میثاق والا ہو یا امر و نہی اور وعدہ، وعید اور نذر و قسم والا ہو سب ہی مراد ہیں۔ذٰلِكُمْ کا مشارٌ الیہ گزشتہ تمام چیزیں۔
قراءت: حمزہ، علی، حفص کے ہاں قرآن مجید میں جہاں بھی آئے گا ایک تا کے حذف اور تخفیف کے ساتھ پڑھا جائے گا۔دیگر قراء نے تشدید سے پڑھا ہے۔یہ اصل میں تتذکرون تھا دوسری تا کو ذال میں ادغام کر دیا۔تذکرون بن گیا۔معنی یہ ہے: یعنی تمہیں اس لئے حکم دیا تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔
آیت ۱۵۳: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ۔ اس سے پہلے لام مقدر ہے کیونکہ یہ اتباع کی علت ہے۔یعنی تم اتباع کرو اس لئے کہ یہ میرا راستہ ہے۔
قراءت: شامی نے اَنَّ کو تخفیف کے ساتھ اَن پڑھا ہے۔یہ اصل میں وانه ہے۔ہٗ ضمیر شان والحدیث ہے۔ (۲) حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے جملہ ابتدائیہ قرار دے کر اِنَّ پڑھا ہے۔مُسْتَقِیْمًا۔سیدھا۔

نحو: یہ حال ہے۔یعنی بے شک یہ میرا راستہ ہے۔اس حال میں کہ وہ سیدھا ہے۔ فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ۔ السُّبُل سے مختلف راستے یعنی یہودیت، نصرانیت، مجوسیت اور تمام بدعات و ضلال کی راہیں مراد ہیں یعنی کیونکہ یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس تم اس کی اتباع کرو اور متفرق راستوں، یہودیت وغیرہ کی اتباع نہ کرو۔فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ پھاڑنے والے درندوں کے ہاتھ تمہیں اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ یعنی دین اسلام سے جدا کر دیں گے۔
روایت میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک سیدھا خط کھینچا پھر فرمایا۔یہ ہدایت کی راہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پس،

اس پر چلو' پھر اس کی ہر جانب چھ چھ خط اِدھر اُدھر ٹیڑھے جانے والے کھینچے۔ پھر فرمایا یہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان ہے۔ جو اس راستہ کی طرف بلا رہا ہے۔ پس تم ان راستوں سے بچو اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (الحدیث) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا ...... پھر ان بارہ راستوں میں سے ہر ایک سے چھ چھ راستے نکلے۔ پس یہ بہتر بن گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ آیات محکمات ہیں' ان میں سے کوئی چیز کسی آسمانی کتاب میں منسوخ نہیں ہوئی اور کعب کہتے ہیں یہ آیات میں سب سے پہلے لکھی گئی ہیں۔ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم بھی تقویٰ کے اُمیدوار بن سکو۔

لطیف نکتہ:

پہلی آیت میں تعقلون پھر دوسری میں تذکرون اور تیسری میں تتقون فرمایا۔ کیونکہ جب وہ سمجھیں گے تو سوچیں گے پھر اس کو یاد رکھیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ نصیحت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بچو۔

حوالہ تورات سے ان احکامات کی تصدیق:

آیت ۱۵۴: ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا یعنی تم کو خبر دی ہے کہ ہم نے دی یا اس کا عطف قُلْ پر ہے کہ پھر کہو ہم نے دی یا ثُمَّ جملہ کے ساتھ واؤ کے معنی میں ہے جیسا اس آیت میں ثم اللّٰه شهيد (یونس ۴۶) عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ اس پر جو محسن اور صالح ہو۔ مراد اس سے جنس محسن ہے اس کی دلیل قراءت عبداللہ رضی اللہ عنہ علی الذین احسنوا۔ یا اس سے موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ یعنی تکمیل کرامت کے لئے اس بندے پر جس نے تبلیغ میں خوب اطاعت اختیار کی اور ہر حکم میں اچھی تابعداری کی۔ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ دین میں جس چیز کی ان کو ضرورت تھی۔ اس کی بالتفصیل وضاحت وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یعنی هم سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ تصدیق کرتے ہیں۔

قرآن کریم سے مزید تصدیق:

آیت ۱۵۵: وَهٰذَا قرآن كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ کثرت خیر والی فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا اس کی مخالفت سے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

ناخواندگی کے عذر کا خاتمہ:

آیت ۱۵۶: اَنْ تَقُوْلُوْٓا اس کراہت سے کہ تم کہو یا تا کہ تم یہ نہ کہو۔ اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا یعنی اہل تورات اور اہل انجیل۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ مجوس اہل کتاب نہیں ہیں۔ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ ان کتابوں کی تلاوت سے لَغٰفِلِيْنَ۔ اس میں سے کسی چیز کا ہمیں علم نہ تھا۔ اِنْ مخففہ من المثقلہ ہے۔ اور لام اس لیے لائی گئی کہ اِنْ نافیہ سے یہ الگ معلوم ہو۔ اصل عبارت یہ ہے: انه كنا عن دراستهم غافلين۔ ہ ضمیر شان ہے۔ خطاب اہل مکہ کو ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ ان پر کتاب اتار کر حجت تام کی گئی۔ تا کہ قیامت کے دن یہ عذر نہ کریں کہ تورات و انجیل تو ہم سے پہلے لوگوں کو دی گئی اور ہمیں تو ان کے مضامین کی خبر نہ تھی۔ (پس کس طرح ہم ایمان لاتے)

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ

یا تم یوں کہنے لگتے کہ اگر ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان لوگوں سے بڑھ کر زیادہ ہدایت پر چلنے والے ہوتے۔ سو تمہارے رب کی طرف سے

بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ

دلیل اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے سو اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیات کو

اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ

جھٹلائے اور ان سے روکے، ہم عنقریب ان کو بڑے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیات سے روکتے ہیں

بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

اس سبب سے کہ وہ روکا کرتے تھے۔''

قرآن کریم اُتار کر حجت تمام کردی:

آیت ۱۵۷: اَوْ تَقُوْلُوْا اس خطرے سے کہ تم کہنے لگو۔ لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ایام عرب کو خوب یاد کرنے اور فہم کی مضبوطی کی بناء پر فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یعنی اگر تم اس بات میں سچے ہو جس کا تم اپنے نفوس کو وعدہ دیتے ہو۔ تو تمہارے پاس روشن بیان اور قطعی حجت و دلیل آچکی پس شرط حذف کر دی یہ حذف بہت خوب ہے۔ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اس کے بعد کہ وہ ان کی صحت وصداقت کو پہچان چکا۔ وَصَدَفَ عَنْهَا یعنی اس سے اعراض کیا۔ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ وہ مغلوبیت کی انتہاء ہے۔ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ان کے اعراض کی وجہ سے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ

''یہ لوگ بس اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں یا آپ کا رب آ جائے یا آپ کے رب کی نشانیوں

اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

میں سے کوئی نشانی آ جائے جس دن آپ کے رب کی نشانیوں میں سے ایک نشانی آجائے گی۔ تو کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دیگا جو پہلے سے

اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ایمان نہیں لایا تھا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو آپ فرما دیجئے کہ تم انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ

''بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق کر دی اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ

اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

اللہ ہی کے حوالے ہے۔ پھر ان کے وہ کام ان کو جتا دے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

واضح دلائل کے بعد یہ نہیں مانتے گویا قیامت کے منتظر ہیں:

آیت ۱۵۸: هَلْ يَنْظُرُوْنَ یعنی ہم نے رسالت کے ثبوت اور وحدانیت کے دلائل قائم کر دیئے اور اس گمراہی کو جو ان کے اعتقادات میں گھسی ہوئی تھی باطل کر دیا۔ اب وہ گمراہی کے چھوڑنے میں کس چیز کے منتظر ہیں۔ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ یعنی موت کے فرشتے ان کی ارواح کو قبض کرنے کے لئے۔ قراءت: حمزہ اور کوفی نے یاتیھم پڑھا ہے۔ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ یعنی تیرے رب کا حکم اور وہ عذاب یا قیامت ہے اور اس لیے کہ اتیان متشابہ ہے اور اتیان امر تو منصوص علیہ ہے۔ محکم ہے اسی لیے اس کے معنی کو اس کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ یعنی قیامت کی علامات مثلاً مغرب سے طلوع شمس وغیرہ۔ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا اس لیے کہ یہ ایمان اختیاری نہیں۔ بلکہ یہ ایمان تو عذاب اور پکڑ کو اپنے سے دور کرنے کی خاطر ہے۔ لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ یہ نفسًا کی صفت ہے۔ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا خیر کا معنی اخلاص ہے جیسا کہ طلوع شمس من المغرب کے بعد کافر کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔ اسی طرح منافق کا اخلاص بھی قابل قبول نہیں ہوگا۔ یا اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ لا ينفع ايمان من لم يؤمن ولا توبة من لم يتب قبل جو ایمان نہیں لایا اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا اور نہ توبہ قبول ہوگی جس نے توبہ نہیں کی۔ قُلِ انْتَظِرُوْٓا تین آیات میں سے ایک کا انتظار کرو۔ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ کہ ایک ان میں سے کب واقع ہوگی۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا

''جو شخص نیک کام کرے سو اسے اس جیسے دس حصے ملیں گے اور جو شخص برائی کا کام کرے تو اسے صرف اس کے برابر ہی

مِثْلَھَا وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ

سزا ملے گی۔اوران لوگوں پر ظلم نہ ہوگا'' ''آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ میرے رب نے مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دی ہے

دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ

یہ مستحکم دین ہے جو ابراہیم کی ملت ہے جو حق کی راہ اختیار کرنے والا تھا اور شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ

وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ

میری نماز اور میری سب عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔اور مجھے اسی کا حکم دیا

اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾

گیا ہے اور میں ماننے والوں میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔''

فرقہ بندی میں صحیح راہ:

آیت ۱۵۹: اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ دین میں اختلاف ڈالا اور فرقے بن گئے جیسے یہود و نصاریٰ مختلف ہوئے۔حدیث میں ہے کہ یہود اکہتر فرقوں میں بٹ گئے۔تمام جہنمی ہیں سوائے ایک کے جو نجات پانے والا ہے۔اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے ایک کے سواء تمام جہنمی ہیں۔میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔تمام جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے اور وہ سواد اعظم ہے ایک روایت میں ہے کہ وہ وہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔(ابن ماجۂ ابوداؤدٗ ابن حبان۔احمد)

کہا جاتا ہے۔انہوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں بعض باتوں پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کیا۔

قراءت: حمزہ ٔ علی نے فارقوا پڑھا۔یعنی انہوں نے اپنے دین کو چھوڑا۔وَکَانُوْا شِیَعًا () شیعًا۔گروہ، ہر گروہ نے اپنا ایک مقتدیٰ بنالیا۔ لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ یعنی ان کے متعلق سوال کے آپ ذمہ دار نہیں اور نہ ان کے تفرقہ کے متعلق یا ان کے عذاب کے متعلق اِنَّمَآ اَمْرُھُمْ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ پس وہ ان کو اس پر سزا دے گا۔

نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا:

آیت ۱۶۰: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا اس کی تقدیر عبارت یہ ہے عشر حسنات امثالھا۔کہ دس نیکیاں اس

قُلۡ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَبۡغِىۡ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَىۡءٍ ‌ؕ وَلَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ اِلَّا عَلَيۡهَا ‌ۚ

''آپ فرما دیجئے! کیا میں اللہ کے علاوہ کوئی رب تلاش کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے، اور جو بھی کوئی شخص کوئی گناہ کرے اس کا وبال اسی پر ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى‌ ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ مَّرۡجِعُكُمۡ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ

اور نہ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ، پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے سو وہ تمہیں وہ چیزیں جتا دیگا جن میں

تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ جَعَلَـكُمۡ خَلٰٓـئِفَ الۡاَرۡضِ وَرَفَعَ بَعۡضَكُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ

تم اختلاف کرتے تھے'' ''اور اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا اور درجات کے اعتبار سے تم میں ایک کو دوسرے پر فوقیت دی تا کہ وہ تمہیں

دَرَجٰتٍ لِّيَبۡلُوَكُمۡ فِىۡ مَاۤ اٰتٰٮكُمۡ‌ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ‌ۖ وَاِنَّهٗ لَـغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۶۵﴾ ع

ان چیزوں کے بارے میں آزمائے جو تم کو عطا فرمائیں، بے شک آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے۔ اور بلاشبہ وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔''

کے مثل دس جنس ممیزہ کی صفت کو موصوف کے قائم مقام قرار دیا جائے۔ وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزٰٓى اِلَّا مِثۡلَهَا وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ثواب کی کمی اور سزا کے اضافہ کے ساتھ۔

میں ملتِ ابراہیم علیہ السلام پر ہوں' آؤ مان لو:

آیت ۱۶۱: قُلۡ اِنَّنِىۡ هَدٰٮنِىۡ رَبِّىۡ ۔ قراءت: ابوعمرو اور مدنی نے رَبِّی پڑھا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ دِيۡنًا () دینا منصوب ہے الی صراط مستقیم کے محل کا بدل ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہے ھدانی صراطاً اس کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے: وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا (الفتح: ۲) قِيَمًا قَيِّمه فیعل کے وزن پر قام سے ہے یہ قائم سے زیادہ بلیغ ہے۔ قراءت: قیمًا کوفی شامی نے پڑھا یہ مصدر ہے اور اس کا معنی قیام ہے۔ اس کو بطور صفت کے لایا گیا۔ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ یہ عطف بیان ہے۔ حَنِيۡفًا یہ ابراہیم سے حال ہے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اے گروہ قریش۔

خلاصہ ملت: عبادت باری اور شرک سے بیزاری:

آیت ۱۶۲: قُلۡ اِنَّ صَلَاتِىۡ وَنُسُكِىۡ یعنی میری عبادت۔ الناسک عبادت گذار۔ یا میراذبیحہ یا میرا حج وَمَحۡيَاىَ وَمَمَاتِىۡ اور وہ اعمال جو میں نے زندگی میں کئے اور اس پر میں مروں گا یعنی ایمان اور اعمال صالحہ وغیرہ۔ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ اسکی ذات کیلئے خالص ہیں۔ (قراءت) محیای ومماتی میں پہلے یا کا سکون اور دوسرے کا فتحہ مدنی نے پڑھا دوسروں نے اسکا عکس پڑھا ہے۔

آیت ۱۶۳: لَا شَرِيۡكَ لَهٗ ان میں سے کسی چیز میں وَبِذٰلِكَ اخلاص اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ کیونکہ ہر پیغمبر کا اسلام اپنے دین پر امت کے اسلام سے مقدم ہوتا ہے۔

میں تو حقیقی ربّ کو ماننے والا ہوں:

آیت ۱۶۴: قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا یہ جواب ہے اس دعوت کا جو وہ اپنے معبودان باطلہ کی طرف دیتے تھے۔ ہمزہ استفہام انکاری کا ہے یعنی میرا اس کے علاوہ کسی اور رب کو تلاش کرنا اوپری بات ہے۔ مفعول کو اس لیے مقدم کیا گیا کیونکہ یہ اہم بات ہے۔ وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ اور اس کے علاوہ تمام مربوب ہیں اور کوئی ایسا موجود نہیں اس کے علاوہ جس کو ربوبیت کا اختیار ہو۔ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا یہ ان کے اس قول کا جواب ہے جس کا تذکرہ دوسری آیت میں فرمایا: اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ (العنکبوت:۱۲) وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى یعنی کوئی شخص کسی کے گناہ کے بدلے نہ پکڑا جائے گا۔ جو گناہ کسی اور نفس نے کیا ہو۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ان ادیان میں سے جن میں تم نے اختلاف ڈالا ہے۔

زمین میں آمد و درجہ بندی آزمائش ہے' آنے والے حساب کو آیا ہوا سمجھو:

آیت ۱۶۵: وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان کی امت آخری امت بنائی گئی کیونکہ وہ ایک دوسرے کے بعد آئیں گے یا وہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونگے۔ اور اس کے مالک بنیں گے اور اس میں تصرف کریں گے۔ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ رتبہ میں اور رزق وغیرہ میں دَرَجٰتٍ یہ مفعول دوم ہے یا تقدیر عبارت یہ ہے اِلٰی دَرَجَاتٍ درجات کی طرف یا یہ مصدر کی جگہ آیا ہے گویا اس طرح کہا بلندی کے بعد بلندی لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ اس میں جو تمہیں جاہ و مال کی نعمت دے رکھی ہے تم کس طرح اس نعمت کا شکریہ ادا کرو گے۔ کس طرح شریف کمینے کے ساتھ اور مالدار فقیر کے ساتھ اور مالک مملوک کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ بےشک آپ کا رب بہت جلدی بدلہ لینے والا ہے جو اس کی نعمتوں کی ناشکری کرے۔ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جو اس کے شکر کو ادا کرے گا عقاب کے ساتھ سرعت کی صفت لائی گئی۔ کیونکہ آنے والا ہے اس کو آیا سمجھنا چاہیئے وہ قریب ہی ہے۔ جیسا ارشاد فرمایا: وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ (النحل:۷۷) کہ قیامت کا معاملہ تو پلک جھپک کی طرح یا اس سے بھی زیادہ قریب تر ہے۔

فَائِدَہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جس نے سورۂ انعام کی تین ابتدائی آیات صبح کے وقت تلاوت کیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے ان کے اعمال کی مثل اعمال قیامت تک لکھے جاتے رہیں گے۔ (فتح القدیر)

تمت بالخیر

ترجمة سورة الانعام یوم الاربعاء بعد العصر۔ وقت مضت اثنا عشر یومًا من شهر جمادی الاولیٰ سنة ۱۴۲۳ھ

والحمد للّٰه علی ذلك

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَّسِتُّ اٰيَاتٍ وَّاَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ اعراف مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کی ۲۰۶ آیتیں اور ۲۴ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓصٓ ① كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ

المص، یہ کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی۔ سو آپ کے سینہ میں کوئی تنگی نہ ہو،

لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ② اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

تا کہ آپ اس کے ذریعہ ڈرائیں، اور ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔ اس چیز کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف اتاری گئی،

وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ③ وَكَمْ مِّنْ

اور اس کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع نہ کرو، تم کم نصیحت حاصل کرتے ہو، اور کتنی ہی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ سو

قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ④ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ

ان پر ایسے وقت میں ہمارا عذاب آیا جب کہ وہ رات گذار رہے تھے یا ایسی حالت میں عذاب آیا کہ وہ دوپہر کے وقت سوئے ہوئے تھے، سو جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو

اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑤

ان کی پکار اس کے علاوہ کچھ نہ تھی کہ بلاشبہ ہم ظالم تھے۔''

آیت ۱: الٓمّٓصٓ (اللہ تعالیٰ اس کی مراد جانتے ہیں) زجاج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول پسندیدہ ہے۔ انا اللّٰہ اعلم وافصل۔ میں ہی اللہ سب کچھ جاننے والا اور سب سے زیادہ عظمت والا ہوں۔

آیت ۲: كِتٰبٌ (یہ ایک کتاب ہے) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی هُوَ كِتٰبٌ وہ کتاب۔ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (جو آپ کے اوپر اتاری گئی ہے) یہ کتاب کی صفت ہے کتاب سے مراد سورت ہے۔

تسلیۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے انکار سے تنگ دل نہ ہوں:

فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ (آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونی چاہیے) حرج کا معنی شک ہے اور شک کو حرج سے تعبیر اس لیے فرمایا کہ شک کرنے والے کا دل تنگ ہوتا ہے جیسا کہ یقین کرنے والے کے دل میں کشائش ہوتی ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارے جانے میں شک نہ کر۔ یا اس کی تبلیغ کے سلسلہ میں تنگی نہیں ہونی چاہیے آپ ﷺ اپنی قوم کی تکذیب اعراض وایذاء کا خدشہ پا کر ان کے ایذاء سے دل میں تنگی محسوس کرتے تھے۔ اور دل میں اس کے متعلق نشاط پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطمئن فرما کر اس بات کی بالکل پرواہ نہ کرنے کا حکم دیا۔ فلا یکن میں حرج ہی کی نفی فرمائی گئی۔ کیا خوب بلاغت کے ساتھ فرمایا اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے اس کے اتارے جانے کے بعد آپ دل میں تنگی محسوس نہ کریں لِتُنْذِرَ بِهٖ (تاکہ اس کے ذریعہ (منکروں) کو ڈرائیں) اس میں لام انزل کے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے انزل الیك لانذارك به اس کتاب کو آپکی طرف اتارا گیا تاکہ آپ اس کے ذریعہ ڈرائیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ لام جو تنذر کا ہے اس کا تعلق لا یکن کی نہی سے ہے کیونکہ جب آپ ان سے نہ ڈرائیں گے تو ان کو ڈرائیں گے۔ اور اسی طرح جب ان کو یقین ہو جائے گا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو یقین آپ کو نافرمانی سے ڈرانے کے لیے جرأت مند بنا دے گا کیونکہ صاحب یقین بہادر و جراءت مند اور اپنے رب پر توکل کرنیوالا ہوتا ہے۔

نحوی تحقیق:

وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (اور اہل ایمان کیلئے یہ ایک نصیحت ہے) یہ فعل مضمر کا مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہے یعنی تنذر به و تذکر تذکیرًا تاکہ تم اس کے ذریعہ ڈراؤ اور نصیحت کرو خوب نصیحت کرنا۔ اَلذِّكْرٰى یہ اسم ہے اور تذکیر مصدر کے معنی میں ہے۔ نمبر۲۔ کتاب پر عطف کی وجہ سے مرفوع ہے۔ یعنی ھو کتابٌ و ذکری للمؤمنین وہ کتاب اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے۔ نمبر۳۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی وہ مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے۔ نمبر۴۔ محل جر میں واقع ہے تنذر کے محل پر عطف کی وجہ سے تقدیر عبارت یہ ہے :للانذار وللذکری انذار کے لئے اور نصیحت کے لئے۔

آیت۳: اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اس پر چلو۔ جو ہدایت تم پر تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے) انزل الیکم سے مراد قرآن وسنت ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ (اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو) ہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سواء۔ اَوْلِيَآءَ یعنی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن وانس شیاطین کی دوستی مت اختیار کرو۔ وہ تمہیں اصنام پرستی، خواہشات پرستی اور بدعات پر آمادہ کریں گے۔ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو) اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو تم چھوڑتے ہو اور دوسروں کی اتباع کرتے ہو۔

نحو :قلیلًا پر نصب تذکرون کی وجہ سے ہے یعنی تذکرون تذکرا قلیلًا۔ تم بالکل تھوڑی سی نصیحت مانتے ہو۔ ما قلت کی تاکید کے لیے بڑھایا گیا۔ قراءت: شامی نے تتذکرون پڑھا ہے۔

نحوی تحقیق:

آیت۴: وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا (اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا) کَمْ مبتداء ہے اَهْلَكْنٰهَا اس کی خبر ہے مِّنْ قَرْيَةٍ۔ من بیانیہ کم خبریہ کی تمیز پر لایا گیا۔ اھلکنٰھا سے ارادہ ہلاک مراد ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام میں ارشاد ہے: اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا (المائدہ:٦) میں ارادۂ قیام کو قیام فرمایا گیا۔ فَجَآءَهَا اس کے رہنے والوں پر آیا۔ بَاْسُنَا ہمارا عذاب

بَیَاتًا یہ مصدر ہے جو حال کی جگہ واقع ہوا ہے۔اس کا معنی بائتین ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے بات بیاتا حسنااس نے خوب رات گزاری اَوْ ھُمْ قَآئِلُوْنَ یہ بیاتًا پر عطف کی وجہ سے حال ہے گویا تقدیر عبارت یہ ہے فجاء ھم باسنا بائتین او قائلین (ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچایا ایسی حالت میں کہ دوپہر کے وقت وہ آرام میں تھے) پس ان پر ہمارا عذاب اس حالت میں آیا کہ وہ سو رہے تھے یا قیلولہ کر رہے تھے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال : ھُمْ قَآئِلُوْنَ کو بغیر واؤ کے ذکر کیا گیا۔ جبکہ اہل عرب کے ہاں جاء نی زید ھو فارس بغیر واؤ کے نہیں لاتے۔

جواب : جب پہلے حال پر عطف کیا جائے تو واؤ کو حذف کر دیا جاتا ہے تاکہ دو حروف عطف کا اجتماع لازم نہ آئے۔ کیونکہ واؤ حالیہ وہ حقیقۃً واؤ عاطفہ ہے جو وصل کے لئے عاریۃً استعمال کی گئی ہے۔

ایک اور سوال:

سوال : ان دو اوقات کو عذاب کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب : یہ غفلت کے وقت ہیں پس ان میں عذاب کا نزول زیادہ شدید و سخت ہوتا ہے۔ جیسا کہ قوم لوط کو رات سحری کے وقت ہلاک کیا گیا۔ اسی طرح قوم شعیب کو دوپہر کے وقت قیلولہ کی حالت میں ہلاک کیا گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بیاتا کا معنی رات کو سونے کی حالت ہے۔ یا دن کو قیلولہ کی حالت۔

مقدماتِ عذاب کے وقت اعترافِ جرم:

آیت ۵: فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ ان کی گڑگڑاہٹ اور پکار اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ (پس جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا۔ اس وقت ان کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی تھی) جب ان پر مقدمات عذاب اترے۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (سوائے اس کے کہ بیشک ہم ظالم تھے) انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم و شرک کا اعتراف کیا۔ جبکہ اس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

نحو : دَعْوٰىهُمْ یہ كَانَ کا اسم ہے اور اَنْ قَالُوْٓا اس کی خبر ہے اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ۶ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ

''سو جن لوگوں کی طرف رسول بھیجے گئے ہم ان سے ضرور سوال کریں گے اورہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے، سو ہم ان کے روبرو

بِعِلْمٍ وَّمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ ۷ وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ اِلْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ

علم کے مطابق بیان کر دیں گے اور ہم غائب نہ تھے، اوراس دن وزن واقع ہونے والا ہے۔سو جن کے وزن بھاری ہوئے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۸ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا

ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے سو یہ وہ لوگ ہونگے جنہوں نے اپنی جانوں کا

اَنْفُسَهُمْ بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ۹

نقصان کرلیا اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔

قیامت کی مسئولیت برائے توبیخ:

آیت ۶: فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ (پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا) اُرْسِلَ کا اسناد اِلَیْهِمْ کی طرف ہے مطلب یہ ہوا فلنسألن المرسل الیهم وهم الامم ۔ہم ضرور امتوں سے سوال کریں گے کہ انہوں نے رسولوں کو کیا جواب دیا۔وَ لَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ (اور پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے کہ) ان کو کیا جواب ملا۔

آیت ۷: فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ (پھر چونکہ ہم پوری خبر رکھتے ہیں۔ان کے سامنے بیان کر دیں گے) رسولوں اور امتوں پر جوان کی طرف سے پیش آیا۔بِعِلْمٍ ہم ان کے احوال ظاہرہ و باطنہ اور اقوال وافعال سے بخوبی واقف ہیں۔وَّ مَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ (اور ہم بےخبر نہ تھے) ان سے جوان کی طرف سے پایا گیا۔یہ سوال صرف توبیخ وخبردار کرنے اور پختہ کرنے کیلئے ہوگا۔جبکہ وہ زبانوں سے خود اقرار کرلیں گے۔اور انبیاء ان کے متعلق گواہی دے دیں گے۔

وزن اعمال اظہارِ انصاف اور قطع معذرت کیلئے ہے:

آیت ۸: وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ (اور ٹھیک ٹھیک تول اس روز ہوگی) وزن اعمال اور ہلکے بھاری کا فرق۔

نحو : یہ مبتدا ہے اور یومئذ اس کی خبر ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن امتوں اور رسولوں سے پوچھیں گے جملہ کو حذف کر کے اس کی جگہ تنوین لائے۔اَلْحَقُّ عدل یہ وزن کی صفت ہے۔اقوال نمبرا۔ایک ایسے میزان کے ساتھ جس کی

زبان اور دو پلڑے ہونگے اظہار انصاف اور قطع معذرت کے لئے صحائف اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ نمبر۲۔ یہ برابر فیصلے اور عادلانہ حکم کی تعبیر ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی کیفیت کا علم ہے۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ (پس جن لوگوں کے پلڑے بھاری ہونگے) جمع میزان یا موزون ہے یعنی جس کے تولے جانے والے اعمال بھاری اور قدر والے ہیں اور ایسے اعمال تو اعمال صالحہ ہی ہیں۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (تو ایسے لوگ ہی کامیاب ہونگے) پس یہی لوگ فلاح پائیں گے۔

خفت وزن:

آیت۹: وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (اور جن کے پلڑے ہلکے ہونگے) وہ کفار ہیں ان میں ایمان ہی نہیں۔ کہ جس کے ساتھ عمل معتبر ہوتا۔ ان کے میزان میں خیر نہ ہوگی۔ پس ان کے میزان ہلکے ہونگے۔ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ۔ (پس وہ لوگ وہی ہونگے جنہوں نے خود اپنا نقصان کرلیا۔ ہماری آیات کی حق تلفی کرنے کے سبب) **یظلمون** کا معنی زور سے انکار کرنا۔ آیات سے دلائل مراد ہیں اور آیات سے ظلم کا مطلب ان کو ان کے مقامات سے ہٹانا یعنی انکار کرنا اور ان کو تسلیم نہ کرنا۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۗ قَلِيلًا مَّا

"اور بلاشبہ ہم نے تمہیں زمین میں رہنے کی جگہ دی، اور ہم نے تمہارے لیے اس میں زندگی کا سامان پیدا کیا تم بہت کم

تَشْكُرُونَ ﴿١٠﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا ع ١٠ ٨

شکر ادا کرتے ہو۔ اور بلاشبہ ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں۔ پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو

لِآدَمَ ۖ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۗ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِينَ ﴿١١﴾ قَالَ مَا

سجدہ کرو سو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے، وہ سجدہ کرنے والوں میں نہیں تھا۔ اللہ کا فرمان ہوا کہ تجھے کس چیز نے

مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۗ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ

اس بات سے روکا کہ تو سجدہ کرے جبکہ میں نے تجھے حکم کیا، اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں، مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور اسکو پیدا کیا

مِن طِينٍ ﴿١٢﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ

کیچڑ سے، فرمایا پس تو یہاں سے اتر جا، سو تجھے کوئی حق نہیں کہ اس میں تکبر کرے سو تو نکل جا!

إِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِينَ ﴿١٣﴾ قَالَ أَنظِرْنِي إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤﴾ قَالَ إِنَّكَ مِنَ

بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے، وہ کہنے لگا کہ مجھے اس دن تک مہلت دیجئے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے، فرمایا بے شک تو ان لوگوں میں سے ہے

الْمُنظَرِينَ ﴿١٥﴾ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٦﴾

جنہیں مہلت دی گئی، وہ کہنے لگا سو اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور ضرور ان لوگوں کے لیے آپ کے سیدھے راستہ پر بیٹھوں گا،

ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن

پھر ضرور آؤں گا ان کے پاس ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی داہنی جانب سے اور ان کی بائیں

شَمَآئِلِهِمْ ۗ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شٰكِرِينَ ﴿١٧﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا

جانب سے، اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے فرمایا تو یہاں سے نکل جا ذلیل

مَّدْحُورًا ۗ لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٨﴾

اور خوار ہوکر، اس میں شک نہیں کہ جو شخص ان میں سے تیری راہ پر چلے گا تو میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔"

انعامات معیشت کا تذکرہ:

آیت۱۰: وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ (اور بیشک ہم نے تم کو زمین پر جمایا) ہم نے اس زمین میں تمہارے لئے جگہ اور ٹھہرنے کا مقام بنایا ہم نے تمہیں اس میں اقتدار دیا اور تصرف پر قدرت دی۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ (اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگی پیدا کیا) جمع معیشة ہے اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر انسانی گزر اوقات ہے مثلاً مطعومات و مشروبات وغیرہ۔

قراءت: معایش میں یا کا ظاہر کرنا اصل ہے کیونکہ یا اصل ہے اس کو صحائف پر قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ یا اس میں زائدہ ہے نافع نے ہمزہ پڑھا ہے۔ جیسا کہ صحائف میں پڑھا جاتا ہے۔

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو) یہ قلیلاً ماتذکرون (الاعراف ۳) کی طرح ہے۔

تخلیق انسانی کا ذکر:

آیت۱۱: وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ (اور ہم نے تمہارا اندازہ کیا۔ پھر تمہاری صورت بنائی) ہم نے تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا۔ ایسی مٹی سے جس پر تصویر نہ تھی پھر ہم نے ان کی تصویر بنا دی۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا) ان میں سے نہ ہوا جو سجدہ کرنے والے تھے۔

سوالِ توبیخ:

آیت۱۲: قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کونسی بات مانع ہے) مَا، مرفوع ہے اور اَیُّ شَیْءٍ کے معنی میں ہے یعنی تمہیں کس چیز نے سجدہ سے منع کیا ہے اور لا زائدہ ہے اسکی دلیل یہ آیت ہے: مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (ص:۷۵) اور اسکی نظیر یہ آیت ہے :لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ (الحدید:۲۹) ای لیعلم۔ اِذْ اَمَرْتُكَ (جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا) یہ حصہ آیت دلیل ہے کہ امر وجوب کیلئے آتا ہے علم کے باوجود سجدہ نہ کرنے والے سے یہ سوال توبیخ کیلئے ہے اور اس بات کو واضح کرنے کیلئے کہ اس نے معاندت و کفر، تکبر اور اپنے اصل پر فخر اور اصل آدم کی تحقیر کرتے ہوئے یہ حرکت کی تھی۔

شیطانی قیاس اور اس کی غلطی:

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ (کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے) وہ نار جو ہر نورانی ہے وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے) اور وہ ظلماتی ہے اس خبیث نے اس قیاس میں غلطی کی کیونکہ مٹی میں سنجیدگی، وقار ہے اسی سے انسان میں حلم و حیا اور صبر پایا جاتا ہے۔ جو کہ توبہ و استغفار کی طرف لے جانے والا ہے اور آگ میں اضطراب، تیزی، بلند طلبی ہے اور یہی چیز تکبر کی طرف لے جانے والی ہے۔ مٹی ممالک کو پیدا کرنے والی ہے جبکہ آگ ہلاکتوں کو پیدا کرنے والی ہے آگ خیانت کا مرکز اور فناء کا محرک اور مٹی اس کے بالمقابل امانت کی معاون اور نشوونما کی معین ہے مٹی آگ کو بجھاتی ہے جبکہ آگ اس کو تلف و ضائع کر دیتی ہے۔ یہ مٹی کی فضیلتیں ابلیس کی نگاہ سے اوجھل رہیں۔ یہاں تک کہ اپنے غلط قیاسات کی وجہ سے پھسل گیا۔

تنبیہ: قیاس کی نفی کرنے والوں کا یہ کہنا کہ سب سے پہلا شخص جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ یہ محض قیاس ہے کیونکہ قیاس کو ثابت کرنے والوں کے ہاں بھی ایسا قیاس جونص کے مقابلہ میں ہو وہ مردود ہے جبکہ ابلیس کا قیاس امر منصوص کے ساتھ محض عناد تھا۔ مامنعك کا جواب اتنا ہی تھا کہ وہ کہتا مجھے اس چیز نے روکا۔ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں اس لیے کہ اس نے قصہ دہرایا۔ اور اس میں اپنے بارے میں خبر دی کہ وہ آدم سے افضل ہے اور اپنی فضیلت کے سبب میں اس سے بہتر ہے پس اس ساری بات سے یہ جواب حاصل ہوا۔ گویا اس نے کہا منعني من السجود فضلي عليه کہ سجدہ سے مجھے میری فضیلت نے روکا اور اس پر بڑائی نے روکا۔ اور یہ تو حکم الٰہی کا انکار ہے مزید یہ کہ مجھ جیسے کو اس جیسے کیلئے سجدہ کرنا بعید از عقل ہے کیونکہ فاضل مفضول کو سجدہ نہیں کرتا۔

آیت ۱۳: قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہاں سے اتر جا) جنت سے یا آسمان سے کیونکہ وہ آسمان میں تھا اور وہ متواضع اور مطیع لوگوں کا مقام ہے فاهبط کی فا، انا خير کے جواب میں ہے ای ان كنت تتكبر فاهبط۔ اگر تو تکبر کرتا ہے تو اتر جا۔ فَمَا يَكُونُ لَكَ (تجھ کو حق نہیں) تیرے لیے صحیح نہیں۔

ذلت لازمۂ تکبر ہے:

اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا (کہ تو یہاں رہ کر تکبر کرے) کہ تو نافرمانی کرے۔ فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ (پس نکل بیشک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا) اہل ذلت تو اللہ تعالیٰ اور ان کے دوستوں کے ہاں ذلت و رسوائی والوں میں سے ہے۔ ہر انسان تیری مذمت کرے گا۔ اور تکبر کی بنیاد پر ہر زبان تجھے لعنت کرے گی۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ ذلت تکبر کا لازمہ ہے۔

مطالبۂ مہلت:

آیت ۱۴: قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (اس نے کہا مجھے اس دن تک چھوٹ دو۔ جس دن اٹھایا جائیگا) مجھے بعث کے دن تک مہلت دو یہ نفخۂ ثانیہ کا وقت ہے۔

مہلت کا ملنا:

آیت ۱۵: قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی) نفخۂ اولیٰ تک۔ اس تک اسلئے قبول کر لی گئی کیونکہ اس میں ابتلاء و امتحان ہے اور احباب کے دلوں کو اور قریب کرنے کیلئے ہے کہ یہ میرا سلوک اس سے ہے جو مجھے گالیاں دیتا ہے پس تم اندازہ کرو۔ اس سے کیا سلوک ہوگا۔ جو مجھ سے محبت کرتا ہے شیطان نے سوال کی جسارت اسلئے کی کہ وہ حلم خداوندی سے واقف تھا۔

مہلت کے بعد بڑا بول:

آیت ۱۶: قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ (وہ کہنے لگا اب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا ہے) تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا یعنی تیرے مجھے اغواء کرنے کے سبب سے۔ بِمَا کی باء قسم کے محذوف فعل سے متعلق ہے یا باقسم کے لیے ہے تقدیر عبارت یہ ہے فاقسم

باغوائك۔ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ (تو میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کو گمراہ کرنے کیلئے تیرے سیدھے راستہ پر بیٹھوں گا) پس اسلام کے راستہ پر گھات لگا کر واپس لوٹانے کے لیے اور رکاوٹ ڈالنے کیلئے سامنے آؤں گا۔ جیسا کہ دشمن راستہ پر اس لئے بیٹھ جاتے ہیں تا کہ چلنے کے لئے اس کو بند کر دیا جائے۔

نحو : صِرَاطَكَ ظرف کی وجہ سے منصوب ہے جیسا کہتے ہیں ضرب زیدٌ الظهر ۔ای علی الظهر

لطیفہ: حضرت طاؤس مسجد حرام میں تھے ان کے پاس ایک قدری آدمی آیا اور طاؤس نے اسے کہا تو خود کھڑا ہوگا یا تمہیں کھڑا کیا جائے؟ آدمی کھڑا ہوا اس کو کہا گیا تو ایک فقیہ کو اس طرح کہتا ہے تو اس نے کہا ابلیس اس سے بڑا فقیہ تھا۔ اس نے کہا رب بما اغویتنی۔ اور یہ فقیہ کہتا ہے انا اغوی نفسی میرا نفس خود گمراہ ہوتا ہے۔

آیت ۱۷: ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ (پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے سامنے سے بھی) آخرت کے متعلق ان کو شک میں مبتلا کروں گا وَمِنْ خَلْفِهِمْ (اور ان کے پیچھے سے بھی) میں ان کو دنیا کی رغبت دلاؤں گا۔ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ (اور ان کے داہنی جانب سے بھی) نیکیوں کی جانب سے وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ (اور ان کے بائیں جانب سے بھی) برائیوں کی طرف سے شمائل جمع شمال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں ان پر چاروں طرف سے حملہ کروں گا۔ جن سے عموماً دشمن حملہ آور ہوتے ہیں۔ شقیق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہر صبح شیطان چاروں رستوں پر گھات لگا کر بیٹھ جاتا ہے سامنے سے کہتا ہے کہ تو ڈر نہیں اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں۔ پس میں پڑھ دیتا ہوں وانی لغفار لمن تاب و اٰمن وعمل صالحًا (طہٰ۔۸۲) نمبر ۲۔ پیچھے سے آکر مجھے ڈراتا ہے کہ تیری بیوی بچے ضائع ہو جائیں گے تو میں جواب دیتا ہوں ومامن دابة فی الارض الاعلی اللّٰه رزقها (ھود۔۶) دائیں طرف سے آکر میری تعریف کرتا ہے تو میں کہتا ہوں والعاقبة للمتقین (الاعراف ۱۲۸) پھر بائیں طرف سے آکر شہوات کی طرف متوجہ کرتا ہے تو میں یہ آیت پڑھتا ہوں وحيل بينهم و بين ما یشتهون۔ (سبا۔۵۴) آیت میں من فوقهم نہیں کہا اور نہ ہی من تحتهم کہا گیا اس لیے کہ اوپر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت آتی ہے اور نیچے انسان کو سجدہ میسر ہوتا ہے۔

نحو : اول دونوں میں مِنْ ہے جو ابتدائے غایت کیلئے ہے اور اخیر میں عَنْ ہے جو انحراف کیلئے آتا ہے۔ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائیگا) شاکرین سے مراد مومنین ہیں یہ اس نے گمان کے طور پر کہا جیسا ارشاد ہے: ولقد صدق علیهم ابلیس ظنهٗ (سبا: ۲۰) نمبر ۲۔ اس نے فرشتوں کی زبان سے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مطلع فرمایا۔

آیت ۱۸: قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہاں سے نکل جا) جنت سے یا آسمان سے مَذْءُوْمًا (عیب دار قرار دیا ہوا) عیب دار اور برا قرار دیا ہوا۔ یہ ذام سے ہے جو مذمت کے معنی میں ہے حقیر قرار دینا۔ مَّدْحُوْرًا (دھتکارا ہوا) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ (جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا) اس میں لام تمہید قسم کے لیے لائی گئی اور اس کا جواب لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ (میں ضرور تم سے جہنم کو بھر دوں گا) یہ جواب قسم ہے اور جواب شرط کے قائم مقام ہے مِنْكُمْ یعنی منك ومنهم تجھ سے اور ان سے ضمیر مخاطب کو تغلیباً ذکر کر دیا۔ اَجْمَعِيْنَ (یہ تاکید ہے)

وَ یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَیْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا

اور اے آدم! رہ تو اور تیری عورت جنت میں، پھر کھاؤ جہاں سے چاہو اور پاس نہ جاؤ

هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۱۹ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ

اس درخت کے، پھر ہو جاؤ گے گنہگار۔ پھر بہکایا ان کو شیطان نے تا کہ ان دونوں کے جسم کا وہ حصہ ظاہر

لَهُمَا مَا وٗرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ

کر دے جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا یعنی وہ حصہ جو ڈھانک کر رکھنے کا تھا۔ اور کہنے لگا کہ اس درخت سے تمہارے رب نے تمہیں اسی لیے

الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ ۝۲۰ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّیْ

روکا ہے کہ تم دونوں اسے کھا کر فرشتے بن جاؤ گے یا ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہو جاؤ گے۔ اور اس نے ان کے سامنے قسم کھائی کہ بلاشبہ میں

لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ۝۲۱ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ

تمہاری خیر خواہی کرنے والوں میں سے ہوں۔ سو فریب دیکر ان دونوں کو نیچے لے آیا۔ سو جب ان دونوں نے اس درخت کو چکھ لیا تو ان کی

لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ

شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے، اور ان دونوں کو ان کے رب نے پکارا

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝۲۲

کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ کیا تھا۔ اور کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ بلاشبہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

وہ دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ضرور ہم تباہ کاروں

الْخٰسِرِیْنَ ۝۲۳ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ

میں سے ہو جائیں گے، فرمایا تم اتر جاؤ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لئے زمین میں

مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ۝۲۴ قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَ فِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا

رہنے کی جگہ ہے، اور نفع حاصل کرنا ہے ایک وقت تک، فرمایا تم اسی میں جیو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے

تُخْرَجُوْنَ ۝۲۵ ع

نکالے جاؤ گے۔

ع ۲ ۱۵ ۹

آدم علیہ السلام کی جنت میں رہائش:

آیت ۱۹: وَيٰٓاٰدَمُ (اور اے آدم) اور ہم نے کہا اے آدم، ابلیس کو جنت سے خارج کر دینے کے بعد اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو) تم دونوں اس کو اپنا مسکن بناؤ۔ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا (پھر جس جگہ سے تم چاہو کھاؤ مگر دونوں اس درخت کے پاس نہ جانا۔ ورنہ ان لوگوں کے شمار میں آجاؤ گے) پس تم ہو جاؤ گے مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے)

شیطان کی وسوسہ اندازی:

آیت ۲۰: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ (پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا) وسوسہ خفیہ کلام کو کہتے ہیں۔ اس کو دھرانا۔ یہ وسوس کا لفظ لازم ہے کہتے ہیں رجل موسوِس اس کا مفعول موسوَس نہیں آتا۔ البتہ لام یا الٰی کے صلہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ موسوس لہ موسوس الیہ اس شخص کو کہا جاتا ہے۔ جس کی طرف وسوسہ ڈالا جائے۔ وسوس لہ کا مطلب یہ ہوا فعل الوسوسة لاجلہٖ ان کی خاطر خفیہ کلام کیا۔ اور وسوس الیہ کا مطلب وہ کلام ان کی طرف ڈالا۔ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا (تاکہ ان کے پردہ کا بدن جو ان دونوں سے اب تک پوشیدہ تھا دونوں کے سامنے ظاہر کر دے) تاکہ ان کے سامنے ان کے وہ ستر ظاہر کر دے جو ان سے چھپے ہوئے تھے۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ ستر کھولنا بڑا گناہ ہے اور طباع اور عقول صحیحہ میں یہ قبیح سمجھا جاتا رہا ہے۔

سوال: مَاوٗرِيَ کی واؤ ھمزہ سے کیوں نہیں بدلی جیسا کہ اویصل جو اصل کی تصغیر ہے اس کی اصل وویصل ہے۔ واؤ اول کو ہمزہ سے بدل دیا کیونکہ دو واؤ کا اجتماع ناپسند ہے۔

جواب: دوسری واؤ مدہ ہے جیسا کہ واری کی الف پس جس طرح واعد میں اس کا ہمزہ کرنا لازم نہیں اسی طرح ووری میں بھی لازم نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دو واؤ متحرک ہوں تو ان میں ثقل پیدا ہو جاتا ہے جو اس وقت نہیں ہوتا جبکہ دوسرا ساکن ہو اور یہ ضرورت کا تقاضا ہوتا ہے۔ چنانچہ ثقل کے موقع پر اس کا بدلنا لازم کر دیا۔ دوسرے موقعہ پر نہیں۔ عبداللہ نے تو اوری قلب سے پڑھا ہے۔ وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ (اور کہنے لگا تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر صرف اس وجہ سے کہ دونوں کہیں فرشتے نہ ہو جاؤ) مگر اس کراہت سے کہ تم دونوں فرشتے بن کر خیر و شر کو جان لو۔ اور غذاء سے مستغنی ہو جاؤ۔

قراءت: مَلِكين پڑھا گیا ہے۔ اس ارشاد کے پیش نظر مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى (طٰہٰ:۱۲۰) اَوْتَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ (یا کہیں ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ) ان لوگوں میں سے جن پر موت نہیں آئے گی اور جنت میں مقیم رہیں گے۔

طریق وسوسہ:

آیت ۲۱: وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ (اور ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ یقین جانئے میں آپ دونوں کا خیرخواہ

ہوں) وقاسمھما۔یعنی ان دونوں کے سامنے قسم کھائی۔اور کہنے لگا اِنّی لکما (الایة) کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ یہاں ابلیس کی قسم کو باب مفاعلہ سے ذکر کیا کیونکہ اگرچہ قسم اٹھانے والا تھا تو وہ اس کی تصدیق کرنے والے تھے۔گویا قسم دوطرفہ ہوئی۔

اللہ کا نام لے کر دھوکے سے پھل کھلایا:

آیت ۲۲: فَدَلّٰىهُمَا (پس وہ ان دونوں کو نیچے لے آیا) درخت سے کھانے کی وجہ ان کو نیچے اتارلایا۔بِغُرُوْرٍ (دھوکے سے) اس وجہ سے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر دھوکہ دیا۔اور مؤمن اللہ تعالیٰ کے نام پر دھوکہ کھا جاتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو اللہ کے نام سے ہمیں دھوکہ دے گا ہم اس کے دھوکے میں آ جائیں گے۔فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ (جب دونوں نے اس درخت کا مزہ چکھ لیا) دونوں نے اس کا ذائقہ پایا جبکہ اس کو کھانا شروع کیا وہ گندم یا انگور کا خوشہ تھا۔

اعضائے مستورہ کا ظہور:

بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا (تو دونوں کے پوشیدہ اعضاء ایک دوسرے پر بے پردہ ہو گئے) ان دونوں کا ستر ان کے سامنے ظاہر ہو گیا کیونکہ ان کا لباس اچانک اتر گیا۔وہ اپنے اعضائے مستورہ کو نہ دیکھے ہوئے تھے اور نہ ایک دوسرے کے۔دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا لباس ناخنوں کی جنس سے تھا۔یعنی سفیدی ناخنوں جیسی تھی اور انتہائی نرم اور لطیف تھا صرف ناخنوں کے پاس وہ لباس رہ گیا تا کہ نعمت یاد آتی رہے اور احساس شرمندگی تازہ ہوتا رہے۔وَطَفِقَا (اور دونوں لگے) طفق کا لفظ جب اصل فعل پر داخل ہوتا ہے تو جعل کا معنی دیتا ہے۔جیسا کہ یہاں ہے یَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے) وہ اپنے اعضائے مستورہ پر انجیر یا کیلے کے پتے رکھنے لگے اور پتے پر پتہ جوڑنے لگے تا کہ ان سے اعضاء چھپا سکیں جیسا کہ جوتا سیا جاتا ہے۔

عتابِ باری تعالیٰ:

وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ (اور ان کے رب نے ان کو پکارا، کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کر چکا تھا) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہے اور خطاء پر متنبہ کیا گیا روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو کہا گیا اے آدم اس درخت کو چھوڑ کر تیرے لیے جنت کے شاندار درخت کافی نہ تھے۔ جو میں نے تجھے عنایت کیے تھے۔تو آدم علیہ السلام نے جواب دیا کیوں نہیں لیکن اے میرے اللہ مجھے تو گمان تک نہ تھا۔تیرا جھوٹا نام لے کر کوئی قسم اٹھائے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم میں تجھے زمین پر ضرور اتاروں گا۔پھر وہاں تجھے گزران زندگی، ہاتھ کی کمائی اور خون پسینے کی محنت سے میسر آئے گی پس تم زمین پر اتر جاؤ۔حضرت آدم کو لوہے کی صنعت سکھلا دی گئی۔پس اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں فصل بونے کا حکم دیا۔پس انہوں نے کھیتی بوئی اس کو پانی دیا کاٹا، گاھیا اور اڑایا پیسا آٹا گوندھا اور روٹی بنائی۔وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے)

دعائے آدم علیہ السلام:

آیت ۲۳: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (دونوں کہنے لگے اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے۔ تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا)۔

مَسْئَلَۃٌ: اس میں دلیل ہے کہ اگر صغیرہ گناہ معاف نہ کئے گئے تو سزا ان کی ہو سکتی ہے اور معتزلہ کی تردید ہے کہ ان کے ہاں صغیرہ گناہ معاف نہ بھی ہوں تب بھی ان پر سزا نہیں دی جا سکتی۔

آیت ۲۴: قَالَ اهْبِطُوْا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نیچے جاؤ) یہ جمع کے لفظ سے آدم و حواء کو خطاب ہے کیونکہ ابلیس اتارا گیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ آسمان میں اتارا گیا ہو پھر زمین میں تمام اکٹھے اتارے گئے ہوں۔ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (ایسی حالت میں کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے) یہ موضع حال ہے یعنی تم دونوں ایک دوسرے سے دشمنی کرنے والے ہو گے اور دونوں سے ابلیس دشمنی کرے گا اور وہ دونوں اس سے دشمنی کریں گے۔ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ (اور تمہارے لئے زمین میں رہنے کی جگہ ہے) ٹھہرنا یا ٹھہرنے کی جگہ وَّمَتَاعٌ زندگی سے نفع اٹھانا اِلٰى حِيْنٍ (ایک وقت تک) وقت مقررہ کے اختتام تک۔ ثابت بنانی رحمہ اللہ سے مروی ہے جب آدم علیہ السلام کو اتارا گیا اور ان کی موت کا وقت آیا تو فرشتوں نے ان کو گھیر لیا۔ حوا ان کے گرد چکر لگانے لگیں تو آدم علیہ السلام نے اسے فرمایا تو مجھے اور میرے رب کے فرشتوں کو چھوڑ دے۔ درمیان سے ہٹ جا۔ بیشک مجھے تیری وجہ سے پہنچا جو پہنچا۔ (اس سے دنیا کے مصائب مراد لیے جائیں تو مفسر پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا) جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو فرشتوں نے ان کو بیری کے پتوں والے پانی سے غسل دیا۔ اور ان کو خوشبو لگائی اور طاق عدد کپڑوں میں کفن دیا اور قبر کھود کر ان کے لیے لحد بنائی اور ہند کی سرزمین سراندیپ میں ان کو دفن کیا اور ان کے بیٹوں کو خطاب کر کے کہا کہ آئندہ تمہارا یہی طریقہ ہے۔

آیت ۲۵: قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنی ہے) زمین میں وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ۔ (اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے) ثواب و عقاب کے لیے۔ قراءت: حمزہ و علی نے تَخْرُجون معروف پڑھا ہے۔

يٰبَنِىٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ

"اے آدم کی اولاد! بے شک ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا جو تمہاری شرم کی جگہوں کو چھپاتا ہے اور وہ سبب زینت ہے اور تقویٰ کا لباس

ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰبَنِىٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ

یہ بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں اے آدم کی اولاد! تمہیں شیطان ہرگز فتنہ میں نہ ڈال

الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ

دے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے ایسی حالت میں نکالا کہ وہ ان کا لباس اتروارہا تھا تا کہ دکھادے ان دونوں کو ان کی شرمگاہیں۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ

بے شک وہ اور اس کی قوم تمہیں ایسے طور دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے بنا دیا شیطانوں کو ان لوگوں کا

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

دوست جو ایمان نہیں لاتے۔"

سبب لباس پانی آسمان سے اُتارا:

آیت ۲۶: يٰبَنِىٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا (اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا) زمین میں جو کچھ بھی ہے تمام کو منزل من السماء فرمایا کیونکہ ہر چیز کی اصل پانی ہے اور پانی آسمان سے اُترتا ہے۔ يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ (جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے) وہ تمہارے ستروں کو چھپاتا ہے۔ وَرِيْشًا (اور زینت کا سبب بھی ہے) لباس زینت۔ یہ ریش الطائر سے بطور استعارہ لیا گیا۔ کیونکہ پرندے کے پر اس کے لئے زینت اور لباس ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم پر دو لباس اتارے ایک وہ لباس جو تمہارے ستروں کو چھپاتے ہیں دوسرا وہ جو زینت دیتے ہیں۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى (اور تقویٰ کا لباس) نیکی کا وہ لباس جو عقاب الٰہی سے بچائے۔

نحو و قراءت:

یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر ذالك خير پورا جملہ ہے گویا اس طرح فرمایا: لباس التقوى هو خير۔ کہ لباس تقویٰ ہی بہتر ہے کیونکہ اسمائے اشارہ ضمائر سے ان چیزوں کو دور کر دیتے ہیں جن کا تذکرہ دوبارہ کرنا ہوتا ہے۔ نمبر ۲: یا ذٰلک یہ مبتدا کی صفت ہے اور خیر یہ مبتدا کی خبر ہے پھر عبارت اس طرح ہے لباس التقوى المشار اليه خير کہ تقویٰ کا لباس جس کی طرف اشارہ کیا گیا وہ بہت بہتر ہے یا۔ نمبر ۳: لباس التقوىٰ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی هو لباس التقوىٰ۔ مطلب یہ ہے ستر عورت یہ متقین کا

لباس ہے پھر فرمایا یہ بہت بہتر ہے تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل تقویٰ کا لباس اون اور کھردرے کپڑے ہیں۔

قراءت: لباس التقوٰی سین کو فتحہ کے ساتھ لباسًا اور ریشًا پر عطف کر کے پڑھا ہے۔ یہ شامی، مدنی، علی قراء کا قول ہے۔ای وانزلنا علیکم لباس التقوٰی ہم نے تم پر لباس تقویٰ اتارا۔

تخلیق لباس کا ذکر استطرادًا ہے:

ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ (یہ اس سے بہتر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے) جو کہ اس کے فضل اور اپنے بندوں پر رحمت پر دلالت کرنے والی ہے یعنی لباس کا اتارنا۔ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (تا کہ یہ لوگ یاد رکھیں) تا کہ وہ اس میں اس کی عظیم نعمتیں پہچانیں۔ یہ آیت بطور استطراد لائی گئی کیونکہ پہلے ستر کے ظاہر ہو جانے کا تذکرہ اور جنت کے پتے جسم پر لپیٹ لینے کا بیان تھا اس پر اظہار احسان کے لیے تخلیق لباس کا ذکر فرمایا اور اس لیے بھی کہ ننگا ہونا رسوائی ہے اور یہ بتلا دیا کہ ستر تقویٰ ہے۔

شیطان تمہارا لباس نہ چھین لے:

آیت ۲۷: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ (اے اولاد آدم، شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے۔ جیسا اس نے تمہارے دادا دادی کو جنت سے باہر کرا دیا) ہرگز تم کو دھوکا میں مبتلا نہ کرے اور تمہیں گمراہ نہ کر دے۔ تا کہ تم پھر جنت میں نہ جا سکو۔ جیسا کہ تمہارے باپ کو فتنہ میں ڈال کر وہاں سے نکالا تھا۔ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا (ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی ان سے اتروا دیا) یہ حال ہے یعنی ان دونوں کو نکلوایا اس حال میں کہ ان کا لباس چھیننے والا تھا۔ وہ اس طرح کہ لباس اتارنے کا یہ سبب بنا۔ اس میں بظاہر نہی شیطان کو ہے مگر حقیقت میں اولاد آدم کو ہے کہ تم شیطان کی اتباع نہ کرنا وہ تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا (تا کہ ان کے پردہ کا بدن دکھلائی دینے لگے) ان کے ستر اِنَّهٗ (بیشک وہ) ہٗ ضمیر شان وحدیث ہے يَرٰىكُمْ هُوَ (تم کو دیکھتا ہے) یہ نہی کی علت ہے اور اس بات سے ڈرانا مقصود ہے کہ یہ تمہارا دشمنی چھپانے والا دشمن ہے اس کے فتنہ سے بچو۔ وہ ایسا حیلہ کرے گا کہ تم سمجھ بھی نہ سکو گے۔ وَقَبِيْلُهٗ (اور اس کا لشکر) اور اس کی اولاد یا اس کا لشکر جو شیاطین پر مشتمل ہے۔

نحو: اسکا عطف یراکم کی ضمیر پر ہے۔ھو سے اس کی تاکید آ رہی ہے۔ اس پر عطف کرنا مقصود نہیں کیونکہ فعل کا معمول ضمیر مستتر ہے۔ نہ کہ یہ بارز۔ اور عطف اسی پر ہے جو فعل کا معمول ہے۔ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (ایسے طور پر کہ تم ان کو نہیں دیکھتے)۔

مقولہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ:

ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ تمہیں دیکھتا ہے ایسی جگہ سے جہاں سے تم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو اس ذات باری تعالیٰ سے مدد طلب کرو جو اس کو دیکھتا ہے ایسی جگہ سے جہاں سے وہ شیطان نہیں دیکھ سکتا۔ اور ایسی ذات اللہ کریم، ستار، رحیم، وغفار ہی کی ہو سکتی ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (ہم شیاطین کو انہیں لوگوں کا دوست ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے) اس میں دلالت ہے کہ خالق الافعال اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ

اور جب کوئی کام فحش کرلیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ داداوں کو اس پر پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے، آپ فرما دیجئے کہ بے شک

اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ

اللہ فحش کاموں کا حکم نہیں دیتا کیا تم اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاتے ہو جنہیں تم نہیں جانتے۔ آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے مجھے

رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

انصاف کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھو۔ اور اس طور پر اللہ کی عبادت کرو کہ اس عبادت کو اللہ ہی کے لیے خالص کرنے

لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ

والے ہو۔ جیسا اس نے تمہیں شروع میں پیدا فرمایا اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے، ایک جماعت کو ہدایت دی اور ایک جماعت ایسی ہے جس پر گمراہی

الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ

مقرر ہو چکی ہے۔ بلاشبہ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنایا اور وہ سمجھ رہے ہیں

اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

کہ بے شک وہ راہ راست پر ہیں۔''

بے حیائی کے کام اشارہ شیطانی سے ہیں:

آیت ۲۸: وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً (اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں) فاحشہ سے مراد انتہائی سخت گناہ ہے اور وہ ان کا شرک کرنا اور بیت اللہ کا ننگا طواف کرنا ہے۔ قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا (تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی راستہ پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے) یعنی جب وہ کرتے ہیں تو اس کا یہ عذر لنگ پیش کرتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد ایسا کرتے چلے آئے۔ اور وہ ان کی اقتداء میں کر رہے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دے رکھا ہے۔ ہمیں اس پر برقرار رکھا ہوا ہے اگر وہ ان کو ناپسند کرتا تو ہم اس کو چھوڑ دیتے۔ اور یہ دونوں باتیں محض باطل ہیں۔ کیونکہ جُہال کی تقلید بھی جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ ذی الجلال والاکرام پر افتراء ہے۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا) اس لئے کہ مامور بہ کا حسن ہونا ضروری ہے۔ (جبکہ آمر حکیم ہو) اگرچہ اس میں مراتب ہیں جیسا کہ اصول فقہ میں ہے۔ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (کیا تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جس کی تم دلیل نہیں رکھتے) یہ استفہام انکار اور توبیخ ہے۔

مخلصانہ عبادت کرو وہ اعادہ کر کے بدلہ دے گا:

آیت ۲۹: قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ (آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے) قسط کا معنی انصاف ہے۔ انصاف کا اور ہر اس چیز کا جو صحیح عقل والے کے ہاں مستحسن ہے۔ پس وہ کیونکر فحشاء کا حکم دے سکتے ہیں۔ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو) کہہ دو اقیموا و جوھکم یعنی استقامت کے ساتھ اس کی عبادت کا قصد کرو۔ اور ہر وقت سجود میں اس کے علاوہ کسی اور کی طرف مائل ہونے والے مت بنو۔ یا مسجد سے مکان سجود مراد ہے۔ وَّ ادْعُوْہُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو) اور اسی ہی کی عبادت کرو۔ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (اسی طور پر کہ خالص کرنے والے ہو اس کے لئے عبادت کو) یعنی اطاعت کو اس حال میں کہ خالص اس کی رضا مندی چاہنے والے ہو۔ کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا۔ اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے) جیسا اس نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا۔ وہ تمہیں لوٹائے گا ابتدائے خلق سے ان کے انکار بعث پر حجت پیش کی گئی مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارا اعادہ کر کے تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔ پس اس کی مخلصانہ عبادت کرو۔

ہدایت و اضلال اللہ کے پاس ہے:

آیت ۳۰: فَرِیْقًا ھَدٰی (بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے) وہ مسلمان ہیں وَفَرِیْقًا (اور بعض پر) یعنی ایک فریق کو گمراہ کیا حَقَّ عَلَیْھِمُ الضَّلٰلَۃُ (گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے) وہ کافر ہیں اِنَّھُمُ (ان لوگوں نے) وہ گروہ جس کے متعلق گمراہی ثابت ہو گئی۔ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (شیطانوں کو دوست بنایا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) یعنی مددگار وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ (اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں) یہ آیت بھی ہدایت و اضلال کے سلسلہ میں معتزلہ کے رد میں ہماری دلیل ہے۔

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ

"اے اولاد آدم! تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنی آرائش لے لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے آگے مت بڑھو،

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ

بے شک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ آپ فرما دیجئے! اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت نکالی ہے

وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً

اور جو کھانے پینے کی چیزیں پیدا فرمائی ہیں انہیں کس نے حرام قرار دیا، آپ فرما دیجئے کہ یہ چیزیں دنیاوی زندگی میں اہل ایمان کے لیے ہیں۔ قیامت کے

يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

دن ان کے لیے خالص ہوں گی۔ ہم اسی طرح ان لوگوں کے لیے آیات بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔"

زینت میں اسراف وتکبر سے بچو:

آیت ۳۱: يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ (اے اولاد آدم تم اپنا لباس پہن لیا کرو) اپنی زینت کا لباس عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (مسجد کی ہر حاضری کے وقت) جب بھی تم نماز ادا کرو۔ دوسرا قول زینت سے مراد کنگھی، خوشبو ہے مسنون یہ ہے کہ آدمی نماز کے لیے بہت اچھی حالت بنائے۔ کیونکہ نماز رب سے مناجات کا نام ہے پس زینت مستحب ہے اور عطر لگانا بھی جیسا کہ ستر وطہارت فرض ہے۔ وَّ كُلُوْا (اور خوب کھاؤ) گوشت اور چکناہٹ وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (اور پیو۔ اور حد سے مت نکلو) حرام میں شروع ہو کر یا پیٹ بھرنے سے تجاوز نہ کرو۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکلنے والوں کو) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو چاہو پیو، جو چاہو کھاؤ، اور جو چاہو پہنو مگر دو باتوں سے بچو، اسراف اور تکبر سے۔

نکتہ: ہارون الرشید خلیفہ عباسی کا ایک نصرانی طبیب تھا۔ اس نے ایک دن علی بن حسین بن واقد کو کہا تمہاری کتاب میں علم طب کی کوئی چیز نہیں حالانکہ علم دو ہی ہیں۔ علم الابدان اور علم الادیان۔ تو علی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری طب اپنی کتاب کی آدھی آیت میں جمع کر دی اور وہ یہ ارشاد و کلوا و اشربوا و لا تسرفوا ہے نصرانی طبیب کہنے لگا تمہارے رسول ﷺ سے طب کی کوئی چیز مروی نہیں تو علی نے جواب دیا ہمارے رسول ﷺ نے چند الفاظ میں ساری طب جمع کر دی اور وہ آپ کا ارشاد ہے المعدة بيت الداء والحمية راس كل دواء واعط كل بدن ما عوّدته۔ (ابن حجر کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت نہیں پائی (المقاصد ۳۸۹) تو نصرانی طبیب نے کہا پھر تو تمہاری کتاب اور تمہارے رسول نے جالینوس کے لیے طب نہیں چھوڑی۔

تمام حلال زینت مسلمان کے لئے ہے کافر کو تبعاً ملتی ہے:

آیت ۳۲: پھر استفہام انکاری کے طور پر حلال کو حرام قرار دینے پر فرمایا قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ (کہہ دیجئے۔ کس شخص نے حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو) یعنی کپڑے اور وہ تمام چیزیں جن سے آدمی خوبصورتی حاصل کرتا ہے۔ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ (جو اس نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہے) یعنی اس کی اصل جیسے روئی زمین سے اور ریشم کیڑوں سے وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (اور کھانے پینے کی حلال چیزیں) لذیذ کھانے اور پینے کی اشیاء ایک قول یہ بھی ہے کہ جب وہ احرام باندھتے تو بکری اور جو بھی اس کے گوشت سے چربی اور دودھ نکلتا اس کو حرام قرار دیتے تھے۔ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (آپ کہہ دیجئے۔ یہ چیزیں دنیوی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں) ان کے لیے خالص نہیں کیونکہ مشرکین ان چیزوں میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ (خالص ہونگی قیامت کے دن) ان کے ساتھ اور کوئی شریک نہ ہوگا۔ یہاں اس لئے یہ نہیں فرمایا لِلَّذِيْنَ اٰمنوا ولِغَيْرِهِم تاکہ بتلا دیا جائے کہ یہ اصل میں ایمان والوں کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور کفار کو بطور تابع مل رہی ہیں۔

نحوی تراکیب:

نحو: نمبرا: خالصةٌ یہ مرفوع ہے نافع نے اسی طرح پڑھا اس صورت میں مبتداء ہے اور اس کی خبر للذین امنوا ہے اور فی الحیٰوۃ الدنیا خبر کا ظرف ہے۔ یا نمبر۲: خالصة یہ خبر ثانی ہے۔ نمبر۳۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ دیگر قراء نے حال کی وجہ سے اس کو منصوب پڑھا ہے یہ اس ظرف کی ضمیر سے حال ہے جو ظرف کی خبر ہے ای ھی ثابتة للذین امنوا فی الحیٰوۃ الدنیا فی حال خلوصھا یوم القیامة یعنی وہ ان لوگوں کے لئے ثابت ہے جو ایمان لائے اور دنیا کی زندگی میں اس حال میں کہ وہ خالص ہونگی قیامت کے دن كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ (اسی طرح ہم آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں) ہم حلال و حرام کی تمیز کرتے ہیں۔ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (سمجھداروں کیلئے) کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ

''آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے فحش کاموں کو جو ظاہر ہوں اور جو چھپے ہوئے ہوں۔ اور گناہ کو اور ظلم کو جو ناحق ہوتا ہے حرام

الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا

قرار دیا ہے اور اس بات کو حرام قرار دیا کہ اللہ کے ساتھ شرک کریں جس کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی اور یہ بھی حرام قرار دیا کہ تم اللہ کے

تَعْلَمُوْنَ ۞ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا

ذمہ وہ باتیں لگاؤ جنہیں تم نہیں جانتے اور ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے سو جب ان کی اجل آ گئی تو اس سے ذرا دیر بھی پیچھے نہ ہٹیں گے اور مقدم

یَسْتَقْدِمُوْنَ ۞ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ ۙ

بھی نہ ہونگے، اے اولاد آدم! اگر تمہارے پاس میرے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کریں

فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۞ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا

سو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی سو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے

وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۞

تکبر کیا وہ لوگ دوزخ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

تمام محرمات کی جڑ شرک وفواحش:

آیت ۳۳: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ (آپ فرمادیں کہ میرے رب نے صرف فحش باتوں کو حرام کیا ہے) حمزہ نے رَبِّیْ پڑھا ہے۔ الفواحش جس کی قباحت بہت زیادہ ہو۔ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (جو ان میں علانیہ ہیں اور وہ بھی جو پوشیدہ ہیں) ان میں جو پوشیدہ وعلانیہ ہیں۔ وَالْاِثْمَ یعنی شرب خمر یا ہر گناہ وَالْبَغْیَ ظلم وتکبر بِغَیْرِ الْحَقِّ یہ بَغْیِ سے متعلق ہے۔ اور وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا نصب کی دلیل ہے گویا اس طرح فرمایا حرم الفواحش و حرم الشرك کہ اس نے حرام کیا فواحش اور حرام کیا شرک کو۔ یُنْزِلْ کو تخفیف کے ساتھ مکی، بصری نے پڑھا۔ اس میں تہکم ہے اس لئے کہ یہ بات جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کے ہونے کی کوئی دلیل اتاری جائے۔ وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق باتیں بناؤ اور تحریم کے جھوٹے افتراءات باندھو وغیرہ۔

کفارِ مکہ کو وعید:

۳۴: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ (ہر گروہ کیلئے ایک میعاد معین ہے) وقت معین ہے جس میں ان پر استیصال والا عذاب آئے گا۔ اگر وہ ایمان نہ لائے اس میں اہل مکہ کیلئے مقرر وقت میں عذاب کے اترنے کی وعید ہے۔ جیسا کہ پہلی امتوں پر اُترا۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَايَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (جب ان کی میعاد معین پہنچے گی۔ اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے) اس کو ساعت سے مقید کیا گیا۔ مہلت میں سب سے قلیل وقت یہی استعمال کیا جاتا ہے۔

متقی اور اصلاح والے کو کوئی غم نہیں:

آیت ۳۵: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ (اے اولاد آدم اگر تمہارے پاس آئیں) امّا یہ اصل میں اِنْ مَا ہے اِنْ شرطیہ کے ساتھ ما ملایا گیا تا کہ شرط کے معنی میں تاکید پیدا ہو جائے۔ کیونکہ ما بھی شرط کے لیے ہے اس لیے کہ اس کے فعل پر نون ثقیلہ یا نون خفیفہ لازم کیا جاتا ہے۔ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ (پیغمبر جو کہ تم ہی میں سے ہونگے۔ جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے) میری کتابیں تم پر پڑھیں گے۔ یہ جملہ یقصّون موضع رفع میں رسل کی صفت ہے اور فَمَنِ اتَّقٰى (پس جو شخص پرہیز رکھے) یہ جواب شرط ہے اتقٰی کا معنی شرک سے بچنا ہے۔ وَاَصْلَحَ (اور اصلاح و درستی کرے) عمل کی تم میں سے فَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ (پس ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے) بالکل۔ قراءت: یعقوب نے فَلَا خَوْفَ پڑھا ہے۔

مکذب و متکبر کا انجام:

آیت ۳۶: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا (اور جو لوگ جھوٹا بتلاویں گے) تم میں سے بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ (ہمارے ان احکام کو اور ان سے تکبر کریں گے) ان پر ایمان لانے سے بڑے بنے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ لوگ دوزخ والے ہونگے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یَنَالُهُمْ

"سو اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے یہ وہ لوگ جنہیں ان کا لکھا ہوا

نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْۤا

حصہ مل جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرستادہ ان کی جان قبض کرنے کے لیے آئیں گے تو وہ کہیں گے

اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى

کہ وہ کہاں ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے جواب میں کہیں گے کہ وہ سب ہم سے غائب ہو گئے اور اس وقت یہ لوگ اپنے بارے

اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ۞٣٧ قَالَ ادْخُلُوْا فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

میں اقرار کر لیں گے کہ ہم کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ دوزخ میں ان جماعتوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ جو جنات میں سے

مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا

اور انسانوں میں سے تم سے پہلے ہو گذریں۔ جب ایک جماعت داخل ہوگی تو اپنی جیسی دوسری جماعت پر لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ جب

ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا

سب دوزخ میں جمع ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کے بارے میں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا

فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۞٣٨

لہٰذا انہیں خوب زیادہ بڑھتا چڑھتا دوزخ کا عذاب دیجئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تم جانتے نہیں ہو،

وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

اور جو پہلے لوگ تھے وہ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں۔ سو چکھ لو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۞٣٩ ع ٨ ١١

اپنے اعمال کے بدلے میں۔"

مفتری ومکذب دوزخ کا ایندھن بنے گا:

آیت ٣٧: فَمَنْ اَظْلَمُ (پس ظلم میں اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا) جس نے بہت زیادہ ظلم کیا۔ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ (جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھوٹا بتائے) ان میں سے جو منسوب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ

کے متعلق جو اس نے نہیں کیا یا اس نے اللہ تعالیٰ کی کہی ہوئی بات کو جھٹلا دیا۔ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ (ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جائے گا) جو ان کے لیے رزق و عمر لکھے گئے حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا (یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے آئیں گے) موت کا فرشتہ اور اس کے معاونین حتّٰی یہ انکا اپنا حصہ پانے اور پورا پورا حصہ پانے کی غایت کے لیے لایا گیا یہی وہ حتی ہے جس کے بعد والا کلام ابتدائیہ ہوتا ہے۔ اور یہاں کلام جملہ شرطیہ ہے اور وہ: اذا جآء تهم رسلنا ہے يَتَوَفَّوْنَهُمْ (ان کی جان قبض کرنے) وہ ان کی روحوں کو قبض کرینگے یہ رسل سے حال ہے۔ ای متوفیهم اس حال میں کہ وہ ان کی روحوں کو قبض کرنے والے ہونگے۔ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ (تو کہیں گے وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے) اس میں ما قرآنی رسم الخط میں این سے مل کر لکھا ہوا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس کو جدا لکھا جائے۔ کیونکہ یہ موصولہ ہے اور معنی یہ ہے کہاں ہیں وہ معبود جن کی تم عبادت کرتے تھے؟ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) وہ کہاں گئے تاکہ تمہارا دفاع کر سکیں۔ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا (وہ کہیں گے ہم سے سب غائب ہو گئے) وہ ہم سے غائب ہو گئے ہم انہیں دیکھ نہیں رہے۔ وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ (اور وہ اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں) وہ اپنے کفر کے سبب لفظ شہادت سے اعتراف کریں گے اور یہ لفظ شہادت قطعی خبر کے لیے آتا ہے۔

آیت ۳۸: قَالَ ادْخُلُوْا (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم داخل ہو جاؤ) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کفار کو فرمائیں گے کہ تم داخل ہو جاؤ۔ فِيْٓ اُمَمٍ (ان جماعتوں کے ساتھ) یہ موضع حال میں ہے یعنی اس حال میں کہ وہ بھی منجملہ ان امتوں میں سے ہونیوالے ہو جائیں جو ان کے مصاحب ہیں۔ قَدْ خَلَتْ (جو ہوئیں) گزریں مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (تم سے پہلے جنات اور انسانوں کی) جن وانس میں سے جو کافر ہوئے فِي النَّارِ (دوزخ میں) یہ ادخلوا سے متعلق ہے۔ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ (جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی) آگ میں لَّعَنَتْ اُخْتَهَا (اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی) دین میں ان کے ہمشکل یعنی جو ان کی اقتداء میں گمراہ ہوئے۔ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا (یہاں تک کہ جب سب اس میں جمع ہو جائیں گے) یہ اصل میں تَدَارَكُوْا ہے آگ میں مل جاؤ اور جمع ہو جاؤ تا کو دال سے بدلا اور ادغام کے لیے ساکن کر دیا پھر ہمزۂ وصل اس پر داخل کر دیا۔ جَمِيْعًا یہ حال ہے قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ (پچھلے لوگ کہیں گے) مرتبہ کے لحاظ سے اور اس سے مراد پیروکار اور نیچے درجہ کے لوگ لِاُوْلٰىهُمْ مرتبہ کے لحاظ سے اولی، سردار، سربراہ ہیں۔ لا و لاهم کا معنی لاجلهم ان کی خاطر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بات کر رہے ہونگے نہ کہ ان لوگوں سے۔ رَبَّنَا (اے ہمارے رب) اے ہمارے پروردگار هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا (ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا۔ پس ان کو عذاب دوگنا دو) کئی گنا مِّنَ النَّارِ (دوزخ کا) قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ سب ہی کو دوگنا ہے) قائدین کو گمراہ کرنے اور اغوا کرنے کا اور پیروکاروں کو کفر اور اقتدائے کفر کا وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ (لیکن تم کو خبر نہیں) کہ ہر فریق کے لیے کیا عذاب ہوگا۔

قراءت: ابوبکر نے لا يعلمون پڑھا یعنی ہر فریق دوسرے فریق کے عذاب کی مقدار نہ جان سکے گا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَاسۡتَكۡبَرُوۡا عَنۡهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ

''بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے

وَلَا یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الۡجَمَلُ فِیۡ سَمِّ الۡخِیَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِی

اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے۔ اور ہم ایسے ہی مجرموں کو

الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمۡ مِّنۡ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنۡ فَوۡقِهِمۡ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِی

سزا دیتے ہیں۔ ان کے لیے دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر سے اوڑھنے کا سامان ہوگا اور ہم اسی طرح ظالموں کو

الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۱﴾

بدلہ دیتے ہیں۔''

داخلہ جہنم کا ایک منظر:

آیت ۳۹: وَقَالَتۡ اُوۡلٰىهُمۡ لِاُخۡرٰىهُمۡ فَمَا كَانَ لَكُمۡ عَلَیۡنَا مِنۡ فَضۡلٍ (اور پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں) نچلے درجہ کے لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لِكُلٍّ ضِعۡفٌ (الاعراف۔۳۸) اس کے بعد یہ کلام لائے یعنی یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہم عذاب کے بڑھائے جانے میں برابر کے حقدار ہیں۔ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡسِبُوۡنَ (پس تم بھی اپنے کردار کے بدلے میں عذاب کا مزا چکھتے رہو) تمہاری کمائی اور کفر کی وجہ سے اور یہ قائدین کا قول ہے جو نیچے درجہ والے لوگوں کو کہیں گے اس لیے فضل پر وقف نہیں یا ان تمام کو یہ کہا اس صورت میں فضل پر وقف ہے۔

کافروں کا جنت میں داخلہ اسی طرح ناممکن ہے جیسا سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا ناممکن ہے:

آیت ۴۰: اِنَّ الَّذِیۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَاسۡتَكۡبَرُوۡا عَنۡهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ (جو لوگ ہماری آیات کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان سے تکبر کرتے ہیں ان کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھولے جائیں گے) ان کو آسمانوں کی طرف چڑھنے کی اجازت نہ دی جائے گی تاکہ جنت میں وہ داخل ہو سکیں۔ کیونکہ جنت تو آسمانوں سے اوپر ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ان کا کوئی عمل صالح اوپر نہ چڑھے گا اور نہ ان پر برکت اترے گی ایک اور تفسیر یہ ہے کہ موت کے بعد ان کی ارواح آسمان کی طرف صعود نہ کریں گی۔

قراءت: تُفۡتَحُ کو تخفیف کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے اور یا اور تخفیف کے ساتھ حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔ وَلَا یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الۡجَمَلُ فِیۡ سَمِّ الۡخِیَاطِ (اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے یعنی وہ جنت میں کبھی داخل نہ ہو سکیں گے کیونکہ اس بات کو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ہم کسی جان کو مکلف نہیں بناتے مگر اس کی طاقت کے موافق، یہ لوگ جنت والے

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۴۲ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ

ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو کچھ ان کے سینوں میں کدورت ہوگی ہم اسے نکال دیں گے۔ ان کے

مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا

نیچے نہریں جاری ہونگی اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں پہنچا دیا۔ اور ہم

لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ

راہ پانے والے نہ تھے اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا بلاشبہ ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے اور ان کو آواز دی جائے گی کہ

تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۴۳

یہ جنت ہے جو تمہیں دی گئی ان اعمال کا بدلہ جو تم کیا کرتے تھے۔''

ناممکن سے معلق فرمایا۔ خیاط، مخیط سوئی کو کہتے ہیں۔ وَكَذٰلِكَ (ایسی ہی) اس رسوا کن بدلے کی طرح جو ہم نے بیان کیا۔ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ (ہم مجرمین کو سزا دیتے ہیں) یعنی کفار۔ اس کی دلیل تکذیب آیات اللہ اور استکبار آیات اللہ۔

جہنم کا حال:

آیت ۴۱: لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ (ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا) یعنی بستر وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ (اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا) جمع غاشیۃ اوڑھنا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں) انہیں کو ان کے کفر کی۔

ایمان والوں کا صلہ:

آیت ۴۲: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم کسی شخص کو اس کی وسعت سے زائد کوئی کام نہیں بتلاتے) اس کی طاقت کے مطابق۔ التکلیف ایسی چیز کو لازم کرنا جس میں مشقت ہو اُولٰٓئِكَ یہ مبتداء ہے اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (ایسے لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) یہ خبر ہے۔ یہ سب مل کر الذین کی خبر ہے اور لانکلف جملہ معترضہ ہے

آیت ۴۳: وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے) وہ کینہ جو دنیا میں

انکے مابین تھا انکے مابین محبت والفت باقی رہ جائے گی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے امید ہے کہ میں عثمان، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم انہیں میں سے ہونگے۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ (ان کے نیچے نہریں جاری ہونگی) یہ ھم ضمیر سے حال ہے جو صدورھم میں ہے اوراس میں اضافت کا معنی عامل ہے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا (اور وہ لوگ کہیں گے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا) اس لئے کہ اس میں عظیم کامیابی کا ذریعہ ہے اور وہ ایمان ہے وَمَا كُنَّا (مَا كُنَّا) شامی نے بغیر واؤ کے پڑھا ہے اس طور پر کہ یہ ماقبل کے لیے جملہ موضحہ ہے۔ لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ (اور ہماری کبھی پہنچ نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے) لِنَهْتَدِیَ کا لام تاکید نفی کے لیے لایا گیا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت نہ ہوتی تو ہمارا ہدایت یافتہ ہونا صحیح نہ ہوتا لولا کا جواب محذوف ہے اس پر اس کا ماقبل دلالت کر رہا ہے۔ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے) پس ہم پر مہربانی ہوئی اور راہ کے بارے میں انہوں نے خبردار کیا تو ہم نے راہ پالی یہ بات جو کچھ انہوں نے پایا اس پر خوش ہو کر اور جو ان کے دل میں تھا ظاہر کرنے کے لئے کہیں گے وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ (اور ان کو پکار کر کہا جائے گا کہ یہ جنت ہے)

نحو : یہ ان مخففہ من المثقلہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اور اس کے بعد والا جملہ اس کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے نودوا انه تلكم الجنة ان کو آواز دی جائے گی شان یہ ہے کہ یہ وہی جنت ہے ہ ضمیر شان ہے یا پھر ان کے معنی میں ہے گویا ان کو کہا جائے گا یہ جنت ہے اُوْرِثْتُمُوْهَا (تم کو دی گئی ہے) جو تمہیں عطا کی گئی یہ اورثتم جنت سے حال ہے اور اس میں عامل تلك اسم اشارہ کا معنی ہے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تمہارے اعمال کے بدلے)

نکتہ: جنت کو میراث کہا اس لئے کہ جنت عمل سے نہیں ملتی بلکہ وہ محض فضل ہے جس کا وعدہ اس نے طاعات پر فرمایا جیسا کہ میت کی میراث کسی شی کا بدل نہیں۔ بلکہ وہ خالص صلہ رحمی کا تقاضا ہے۔

شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا فرمان ہے معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی جو اس نے خبر دی اور اس کی بھی مخالفت کی جو نوح علیہ السلام اور اہل جنت نے اطلاع دی اور اہل نار نے جہنم میں پہنچ جانے کے بعد اطلاع دی اور جو ابلیس نے دربار الٰہی میں کہا۔ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (المدثر: ۳۱) نمبر ۲۔ فرمان نوح علیہ السلام: وَلَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ (ہود: ۳۴) نمبر ۳۔ اہل جنت کا قول: وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ (اعراف: ۴۳) نمبر ۴۔ اہل نار کا قول: لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ (ابراہیم: ۲۱) نمبر ۵۔ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ (الاعراف: ۱۶)

وَنَادٰٓى اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ اَصۡحٰبَ النَّارِ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا

''اور جنت والے دوزخ والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے رب نے جو ہم سے وعدہ فرمایا تھا وہ ہم نے حق پایا

فَهَلۡ وَجَدۡتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمۡ حَقًّا ؕ قَالُوۡا نَعَمۡ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيۡنَهُمۡ اَنۡ

سو کیا تم نے بھی اسے حق پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ فرمایا تھا وہ کہیں گے کہ ہاں! پھر ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان اعلان کریگا کہ

لَّعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ۙ‏ ﴿۴۴﴾ الَّذِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَيَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ۚ

اللہ کی لعنت ہو ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے تھے

وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ كٰفِرُوۡنَ‌ ﴿۴۵﴾

اور وہ لوگ آخرت کے منکر تھے''

وقف لازم بلاعلاف

اہل جنت واہل نار کی گفتگو:

آیت ۴۴: وَنَادٰٓى اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ اَصۡحٰبَ النَّارِ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا (اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے اس کو واقع کے مطابق پایا) اَنۡ مخففہ من المثقلہ ہے یا اَنۡ مفسرہ ہے اسی طرح ان لعنۃ اللّٰہ علی الظلمین میں اَنۡ ہے مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا یعنی ثواب کا حَقًّا یہ حال ہے فَهَلۡ وَجَدۡتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمۡ (پس کیا تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو پایا) یعنی عذاب حَقًّا (واقع کے مطابق) تقدیر عبارت وعد کم ربکم ہے کم کو سابقہ دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا جو کہ وعد نا ربنا میں پائی جاتی ہے یہ بات اہل جنت اہل نار کو بطور شماتت کہیں گے اور اللہ کی نعمتوں کے اعتراف کے طور پر ذکر کریں گے قَالُوۡا نَعَمۡ (وہ کہیں گے' ہاں)

قراءت: علی نے قرآن میں جہاں بھی آیا ہے نَعِمۡ پڑھا ہے۔ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيۡنَهُمۡ (پھر ایک منادی دونوں کے درمیان پکارے گا) ایک منادی آواز دے گا اور جس آواز کو اہل جنت اور اہل نار تمام سنیں گے اور وہ منادی فرشتہ ہوگا اَنۡ لَّعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ (کہ اللہ تعالیٰ کی مار ہو ان ظالموں پر)

قراءت: مکی، شامی، حمزہ، علی نے انّ لعنة پڑھا ہے۔

اسبابِ لعنت کا تذکرہ کردیا:

آیت ۴۵: الَّذِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ (جو اعراض کیا کرتے تھے) وہ منع کرتے ہیں عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ (اللہ کی راہ سے) اس کے دین سے وَيَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا (اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے تھے) یہ يَبۡغُوۡنَ کا مفعول دوم ہے یعنی وہ اس لئے کجی تلاش کرتے ہیں اور اس میں تناقض ڈھونڈتے ہیں وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ (اور وہ آخرت کے بھی) آخرت کے گھر کے كٰفِرُوۡنَ (منکر تھے)

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا

''اور دونوں کے درمیان پردہ ہوگا اور اعراف پر بہت سے لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو اس کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے اور وہ

اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝ ۴۶ وَاِذَا صُرِفَتْ

جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلام ہو۔ یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور امید کر رہے ہوں گے، اور جب ان

اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ

کی نظریں دوزخ والوں کی طرف پھیر دی جائیں گی تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں ظالم قوم کے ساتھ شامل

الظّٰلِمِيْنَ ۝ ۴۷ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ

نہ فرمائیے۔ اور اعراف والے بہت سے آدمیوں کو پکاریں گے جنہیں وہ ان کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے

قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ ۴۸ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ

کہ تمہارے کام نہ آئی تمہاری جماعت اور نہ تمہارا تکبر کرنا۔ کیا یہ وہی لوگ ہیں

اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ

جن کے بارے میں تم نے قسم کھا کر کہا تھا کہ اللہ ان پر رحمت نہیں فرمائیگا انکو یوں حکم ہوگیا کہ داخل ہو جاؤ جنت میں تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم

تَحْزَنُوْنَ ۝ ۴۹

رنجیدہ ہوگے۔''

اہل اعراف کمزور مؤمن:

آیت ۴۶: وَبَيْنَهُمَا (اوران دونوں کے درمیان) جنت ودوزخ کے درمیان یا فریقین کے درمیان حِجَابٌ (آیک آڑ ہوگی) یہ دیوار ہے جس کا تذکرہ اس ارشاد میں ہے فضرب بینهم بسور (الحدید ۱۳) وَعَلَى الْاَعْرَافِ (اور اعراف کے اوپر) حجاب کی دیوار پر یہ جنت ودوزخ کے درمیان والی دیوار ہے وہ ان دونوں سے بلند ہے اعراف جمع عرف یہ دراصل عرف الفرس اور عرف الدیك سے بطور استعارہ لیا گیا ہے۔ رِجَالٌ (بہت سے آدمی ہونگے) یہ بچے کھچے مسلمان ہونگے یا جنت میں آخر میں داخل ہونے والے مسلمان جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہونگی۔ یا وہ جن کے ماں باپ ان سے راضی نہ ہونگے۔ یا مشرکین کے نابالغ بچے يَعْرِفُوْنَ كُلًّا (وہ لوگ ہر ایک کو پہچانیں گے) یعنی جو سعداء اور اشقیاء کے گروہ سے ہونگے بِسِيْمٰهُمْ

(ان کی علامات سے)ان کی علامت سے ایک قول یہ بھی ہے کہ مومنین کی علامت چہرے کی سفیدی اور تر و تازگی اور کفار کی علامت چہرے کی سیاہی اور آنکھوں کی نیل گونی وَنَادَوْا (وہ پکار کر کہیں گے)یعنی اعراف والے اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (اہل جنت کو سلام علیکم)تم پر سلام ہو یا اَنْ بمعنی ای سلام گویا یہ ان کی طرف سے اہل جنت کو مبارک باد دی جائے گی لَمْ يَدْخُلُوْهَا (ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہونگے)یعنی صاحب اعراف یا یہ جملہ مستانفہ ہے اس کا محل اعراب نہیں گویا کسی نے اصحاب اعراف کے بارے میں سوال کیا تو اس کو جواب دیا گیا لم یدخلوھا وہ اس میں داخل نہیں ہوئے وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ (وہ اس کے امیدوار ہونگے)اس میں داخلے کے ۔نمبر۲۔ اس جملہ کا محل اعراب ہے اس صورت میں یہ رجال کی صفت ہے اور مرفوع ہے۔

آیت ۴۷: وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ (اور جب ان کی نگاہیں جا پڑیں گی)اصحاب اعراف کی آنکھیں اور اس میں یہ بھی ہے کہ کوئی پھیرنے والا ان کی آنکھوں کو ادھر ادھر پھیر دے تا کہ وہ جہنم کو دیکھ کر استعاذہ کریں۔تِلْقَآءَ (کی طرف)طرف۔ یہ ظرف ہے اَصْحٰبِ النَّارِ (اہل دوزخ)وہ اس میں جو عذاب ہونگے اس کا ملاحظہ کریں گے۔قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (تو کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے)وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کریں گے اور اس کی رحمت کی طرف رجوع کریں گے کہ وہ ان کو اہل نار کے ساتھ نہ کرے بلکہ ان کے ساتھ سے بچائے۔

اہل اعراف کا کفار سے کلام:

آیت ۴۸: وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا (اور اصحاب اعراف بہت سے آدمیوں کو پکاریں گے) رجال سے سرداران کفار مراد ہیں۔يَعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ (جن کو علامات سے پہچانیں گے۔کہیں گے تمہاری جماعت تمہارے کچھ کام نہ آئی)مال۔کثرت اجتماع ما نافیہ ہے۔وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ (اور نہ تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا)حق کے سلسلہ میں تمہارا تکبر اور لوگوں کے سلسلے میں تمہارا تکبر۔پھر وہ انہیں کہیں گے۔

آیت ۴۹: اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ (کیا یہ وہی ہیں جن کے متعلق)یہ مبتداء ہے الَّذِيْنَ یہ مبتداء مضمر کی خبر ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے اھؤ لاء ھم الذین اقسمتم کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق قسمیں اٹھاتے تھے۔اَقْسَمْتُمْ (تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے)تم نے دنیا میں قسمیں اُٹھائیں۔هٰٓؤُلَآءِ کا مشارٌ الیہ فقراء مؤمنین ہیں۔جیسے صہیب وسلمان رضی اللہ عنہما لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ (کہ ان پر اللہ تعالیٰ رحمت نہ کرے گا) یہ اقسمتم کا جواب ہے یہ الذین کے صلہ میں داخل ہے تقدیر عبارت یہ ہے تم ان کے متعلق قسمیں اٹھاتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نہ نوازیں گے۔یعنی ان کو جنت میں داخل نہ کریں گے ان کے فقر کی وجہ سے ان کو حقیر قرار دیتے تھے۔پس اللہ تعالیٰ اصحاب اعراف کو فرمائیں گے۔اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ (ان کو یوں حکم ہوگا کہ تم جنت جاؤ)یہ فریقین کو ملاحظہ کرنے اور ان کے نشانات سے ان کو پہچاننے کے بعد ہوگا۔اور ان تمام مکالموں کے بعد جو ان کے مابین ہونگے۔لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (تم کو نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہوگے)

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا

''اور دوزخ والے جنت والوں کو آواز دیں گے کہ ہمارے اوپر کچھ پانی بہادو یا ان نعمتوں میں سے جو اللہ نے تمہیں

رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ۝۵۰ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا

دی ہیں، وہ جواب میں کہیں گے کہ بلاشبہ اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کر دیا ہے، جنہوں نے اپنے دین کو

دِیْنَھُمْ لَھْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْھُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ نَنْسٰھُمْ کَمَا نَسُوْا

لہوولعب بنایا اور انہیں دنیا والی زندگی نے دھوکہ دیا، سو آج ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے جیسا کہ وہ آج کے دن کی

لِقَآءَ یَوْمِھِمْ ھٰذَا ۙ وَمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ۝۵۱ وَلَقَدْ جِئْنٰھُمْ بِکِتٰبٍ

ملاقات کو بھول گئے اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے، اور اس میں شک نہیں کہ ہم نے انہیں ایسی کتاب دی ہے

فَصَّلْنٰہُ عَلٰی عِلْمٍ ھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۲ ھَلْ یَنْظُرُوْنَ

جسے علم کے مطابق کھول کر بیان کر دیا جو ہدایت ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ یہ لوگ بس اس انتظار میں ہیں

اِلَّا تَاْوِیْلَہٗ ؕ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُہٗ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ نَسُوْہُ مِنْ قَبْلُ قَدْ

کہ اس کا انجام ان کے سامنے آجائے۔ جس دن اس کا انجام سامنے آئے گا تو وہ لوگ کہیں گے جو اس کو پہلے بھول گئے تھے کہ

جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَھَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَیَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ

ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے سو کیا ہمارے لیے سفارش کرنے والے ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں یا ہم واپس

فَنَعْمَلَ غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ وَضَلَّ عَنْھُمْ مَّا

لوٹادیئے جائیں سو ہم اس عمل کے علاوہ عمل کریں جو کیا کرتے تھے، ان لوگوں نے اپنی جانوں کو تباہی میں ڈالا اور جو کچھ افتراء پردازی

کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝۵۳ ع

کیا کرتے تھے وہ سب بیکار چلی گئی۔''

ع ۶ ۱۲

اہل جنت واہل نار کا مکالمہ:

آیت ۵۰: وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ (اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے۔ کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو) اَنْ مفسرہ ہے اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ جنت آگ سے بلند ہے۔ اَوْ مِمَّا رَزَقَکُمُ

اللّٰہُ (یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے) ان کے علاوہ مشروبات کیونکہ اضافت کے حکم میں یہ بھی داخل ہے یا ہم پر ڈالو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق طعام وپھلوں کی اقسام میں سے دیا ہے پھر یہ علفتھا تبناً وماءً باردًا کی قسم میں سے ہے۔ یعنی ماء سے سقیتھا کا فعل محذوف ہے۔

سوال: قبولیت سے ناامیدی کے باوجود یہ سوال کیوں کریں گے؟

جواب: حیران وپریشان وہ بات کرتا ہے جس میں اس کا فائدہ ہو اور ایسی بات بھی اس کے منہ سے نکلتی ہے جو بے فائدہ ہو۔

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ (جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کو کافروں کیلئے منع کر رکھا ہے) اس تحریم کا معنی منع کرنا اور روکنا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ وحرمنا علیہ المراضع (القصص۔۱۲)

نحو: یہاں وقف ہوگا اگر اس کے مابعد الذین کو مرفوع یا منصوب بطور مذمت کے مانا جائے۔ اگر الذین کو مجرور مانیں تو الکافرین پر وقف نہیں ہوگا۔ بلکہ اگلا جملہ اس کی صفت بن جائے گا۔

بڑے اسبابِ دوزخ' دین کا مذاق اڑانا اور طولِ بقاء کا دھوکا:

آیت ۵۱: اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَہُمْ لَہْوًا وَّلَعِبًا (جنھوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا تھا) پس انہوں نے جو چاہا حرام وحلال کیا یا ان کا دین ان کی عید تھی۔ وَّغَرَّتْہُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا (اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا) وہ طول بقاء سے دھوکہ میں رہے۔ فَالْیَوْمَ نَنْسٰہُمْ (پس ہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے) ہم ان کو عذاب میں چھوڑیں گے۔ کَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِہِمْ ھٰذَا وَمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ (جیسا انہوں نے اس دن کا نام نہ لیا اور جیسا ہی ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے) یعنی ان کے بھلانے اور شدید انکار کی طرح۔

موجودین کی طرف روئے سخن:

آیت ۵۲: وَلَقَدْ جِئْنٰہُمْ بِکِتٰبٍ فَصَّلْنٰہُ (اور ہم نے ان کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی جس کو ہم نے بہت ہی واضح کر کے بیان کر دیا ہے) ہم نے اس کے حلال وحرام اور مواعظ وقصص کو الگ الگ بیان کیا۔ عَلٰی عِلْمٍ ھُدًی وَّرَحْمَۃً (اپنے علم کامل سے جو ذریعہ ہدایت ورحمت ہے) یہ فَصَّلْنٰہُ کی ضمیر سے حال ہے جس طرح عَلٰی عِلْمٍ اس کی ضمیر مرفوع سے حال ہے۔ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (ایمان والوں کیلئے)

یہ ضد کی وجہ سے آخری نتیجہ کے منتظر ہیں:

آیت ۵۳: ھَلْ یَنْظُرُوْنَ (ان کو کسی چیز کا انتظار نہیں) وہ صرف انتظار کرتے ہیں۔ اِلَّا تَاْوِیْلَہٗ (صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے) مگر اس کے معاملہ کا انجام ونتیجہ اور وہ باتیں جن سے ان کا صدق واضح ہو اور جو وعدو وعید کئے گئے ان کا صحیح طور پر ظہور ہو۔ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُہٗ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ نَسُوْہُ مِنْ قَبْلُ (جس دن اس کا آخری نتیجہ سامنے آئے گا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے) اس کو چھوڑا اور اس سے اعراض اختیار کیا۔ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (یوں کہنے لگیں گے کہ واقعی

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ

''بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ ۶ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر

اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قف یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا لا وَّالشَّمْسَ

عرش پر استواء فرمایا، ڈھانپ دیتا ہے رات سے دن کو، رات اسے طلب کرلیتی ہے جلدی سے، اور پیدا فرمایا چاند کو اور سورج کو

وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ

اور ستاروں کو اس حال میں کہ اس کے حکم سے وہ مسخر ہیں خبردار! پیدا فرمانا اور حکم دینا اللہ ہی کے لیے خاص ہے بابرکت ہے اللہ

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾

جو سارے جہانوں کا رب ہے۔''

ہمارے رب کے پیغمبر سچی سچی باتیں لاتے تھے) یعنی واضح ہوا اور سچ ثابت ہوا کہ وہ حق لے کر آئے تھے مگر انہوں نے اقرار ایسے وقت کیا جب کہ ان کو اقرار کا فائدہ نہیں۔

اہل نار کی بیکار تمنائیں:

فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَیَشْفَعُوْا لَنَآ (پس اب کیا ہمارا کوئی سفارشی ہے جو ہماری سفارش کردے)۔

نحو: یہ استفہام کا جواب ہے۔ اَوْ نُرَدُّ (کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں) یہ جملہ ماقبل پر عطف ہے اور استفہام کے تحت داخل ہے گویا اس طرح کہا گیا فھل لنامن شفعاء اوھل نرد؟ کیا ہمارا کوئی سفارشی ہے کیا ہمیں واپس کیا جاسکتا ہے۔ نُرَدُّ مرفوع ہے کیونکہ ایسے موقع پر واقع ہے جو اسم بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے کہو ھل یضرب زیدٌ؟ یا اس کا عطف اس تقدیر پر ہے۔ ھل یشفع لنا شافع اوھل نرد؟ فَنَعْمَلَ (تاکہ ہم ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے) یہ بھی استفہام کا جواب ہے۔ غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ (بیشک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہوگیا) یعنی جن بتوں کی وہ عبادت کرتے تھے۔

تخلیق ارض وسماء:

آیت ۵۴: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا) اس کی مراد آسمان وزمین اور ان کے مابین جو کچھ ہے اس کی تفصیل سورۂ حم سجدہ میں فرمائی۔ یعنی نمبر۱: اتوار سے جمعہ تک۔ نمبر۲: ملائکہ کے اعتبار سے آہستہ آہستہ۔ نمبر۳: یہ بتلانے کے لیے کہ معاملات میں تدریج ہے۔ نمبر۴: اور اس لئے بھی کہ ہر کام کے لیے ایک دن ہے۔ نمبر۵: اور اس لئے بھی کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے بعد بنانا یہ زیادہ

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۵۵ وَلَا تُفْسِدُوْا

تم اپنے رب کو پکارو عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو ناپسند فرماتا ہے جو حد سے آگے بڑھنے والے ہیں اور فساد نہ کرو

فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد، اور پکارو اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے۔ بے شک اللہ کی رحمت اچھے کام

مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۶

کرنیوالوں سے قریب ہے۔''

دلالت کرتا ہے کہ اس کا بنانے والا عالم۔ مدبر، اور متصرف ومختار کل ہے۔ اور وہ ان چیزوں کو اپنی مرضی سے چلاتا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (پھر عرش پر قائم ہوا) متمکن ہوا۔ استیلاء کی اضافت عرش کی طرف کی اگرچہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق پر مستولی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرش تمام مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے اور سب سے بلند ہے۔ فرقۂ مشبہ کی تفسیر عرش کے متعلق چارپائی اور تخت سے اور الاستواء کی تفسیر استقرار سے محض باطل ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ عرش سے قبل بھی لامکان تھے اور اب بھی لامکان ہیں جیسے پہلے تھے۔ اس لیے کہ تغیر وتبدل تو اکوان کی صفات میں سے ہے۔

استواء کے متعلق فرمان ائمہ:

امام جعفر، حسن بصری، امام ابوحنیفہ، امام مالک رحمہم اللہ سے منقول ہے: ان الاستواء معلوم۔ والكيف فيه مجهول والایمان به واجب والجحود به كفر والسئوال عنه بدعة ان ائمہ سے مروی ہے کہ استواء معلوم ہے کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب اور اس کا انکار کفر اور اس کے متعلق سوال بدعت ہے۔ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ (وہ چھپا دیتا ہے رات سے دن کو)۔

قراءت: حمزہ، علی، ابوبکر نے یغشّی پڑھا ہے۔ یعنی رات دن کو آملتی ہے اور دن رات کو جاملتا ہے۔ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا (اس طور پر کہ وہ رات دن کو جلدی سے آلیتی ہے) یہ لیل سے حال ہے یعنی جلدی۔ طالب اصل میں لیل ہے۔ گویا وہ اپنی تیز روی کی وجہ سے دن کو ڈھونڈ رہی ہے۔ وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ (اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا) یعنی اس نے سورج چاند ستاروں کو بنایا۔ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ (اس طرح کہ وہ اس کے حکم کے تابع ہیں) یہ حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ تابع ہیں قراءت شامی نے مسخراتٌ کو ضمہ سے پڑھا ہے اور الشمس بجمیع معطوفات مبتداء اور یہ اس کی خبر ہے۔ بِاَمْرِهٖ وہ تکوینی حکم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا ہی اپنے حکم کے تابع کیا تو فرمایا: اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ (یادرکھو اللہ تعالیٰ ہی کیلئے خالق ہونا اور حکم ہونا ہے) یعنی وہی ذات ہے جس نے چیزوں کو پیدا کیا اور اختیار بھی اس کا ان پر چلتا ہے۔

تَبٰرَكَ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ بڑی خوبیوں والے ہیں) اس کی مہربانیوں کی کثرت ہے یا بھلائیاں دائمی ہیں۔ یہ برکت سے لفظ

بنا ہے۔نموکو کہتے ہیں۔یاالبروك سے ہے،جس کا معنی قائم وثابت رہنا ہے۔البركة اسی سے ہے رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (جو تمام عالم کے پروردگار ہیں)

پکارنے کا حکم، مگر حد سے تجاوز کی ممانعت:

آیت ۵۵: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً (تم اپنے رب سے دعا کیا کرو گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے بھی) یہ دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں یعنی عاجزی والا اور پوشیدگی والا۔التضرع یہ تفعّل کا وزن ہے الضرعہ سے بنا ہے اور وہ عجز وذلت کو کہتے ہیں یعنی گڑ گڑا کر اور مسکینی ظاہر کر کے حضور علیہ السلام نے فرمایا تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔ بلکہ تم سمیع وقریب کو پکار رہے ہو۔وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔(بخاری ۴۳۸۴، مسلم ۲۷۰۴) حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ پوشیدہ اور علانیہ پکار نے میں ستر گنا کا فرق ہے۔اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (بیشک وہ ان کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جائیں) ہر وہ چیز جس کا حکم دیا گیا دعا وغیرہ اس میں تجاوز کرنے والے۔ابن جریج کا قول ہے کہ دعا کے لئے آواز بلند کرنے والے اور ابن جریج کا قول ہے دعا میں چیخنا مکروہ اور بدعت ہے اور یہ بھی قول ہے اعتداء فی الدعا سے مراد دعا کو لمبا کرنا ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب کچھ لوگ ہونگے جو دعا میں حد سے تجاوز کریں گے حالانکہ آدمی کو اس طرح کہنا کافی ہے۔اللّٰھم انی اسئلك الجنة و ما قرّب الیها من قول و عمل۔ واعوذ بك من النار و ما قرب الیها من قول و عمل پھر آپ نے یہ آیت۔انهٗ لایحب المعتدین تک تلاوت فرمائی۔(ابوداؤد۔۱۴۸۰)

شرک ومعصیت فساد ہے:

آیت ۵۶: وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (اور دنیا میں درستی کے بعد فساد مت پھیلاؤ) نمبر ۱: اطاعت کے بعد معصیت کر کے۔نمبر ۲: توحید مان کر شرک کر کے نمبر ۳۔عدل کے بعد ظلم کر کے۔وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا (اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے) یہ دونوں حال ہیں۔نمبر ۱۔یعنی عمل کے رد ہو جانے کا خوف اور قبولیت کی طمع ہو۔نمبر ۲۔آگ کا خوف اور جنت کی طمع ہو۔نمبر ۳۔فراق کا ڈر اور ملاقات کی طمع۔نمبر ۴۔عاقبت کے غائب ہونے کا خوف اور ہدایت کے ظاہر ہونے کی طمع۔نمبر ۵۔اللہ تعالیٰ کے عدل سے خوف اور اس کے فضل کی طمع ہو۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت کام کرنے والوں کے نزدیک ہے) نمبر ۱۔قریب کا ذکر رحمت کی تاویل سے ہے خواہ رحم سے ہو یا ترحم سے۔نمبر ۲۔موصوف محذوف کی صفت ہے یعنی شئی قریب۔نمبر ۳۔اس فعل سے تشبیہ دی جو مفعول کے معنی میں ہے۔نمبر ۴: یہ اس لیے کہ رحمت کی تا تانیث غیر حقیقی کی ہے۔نمبر ۵۔مذکر کی طرف اضافت کا لحاظ کر کے لائے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ

''اور اللہ وہ ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری دینے والی بنا کر بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل کو

سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ

اٹھالیتی ہیں تو ہم اس کو مردہ زمین کے لیے روانہ کرتے ہیں پھر ہم اس کے ذریعہ پانی نازل کرتے ہیں۔ پھر ہم اس کے ذریعہ نکالتے ہیں

كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ

ہر طرح کے پھلوں سے۔ اسی طرح ہم زندہ کریں گے مردوں کو، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور جو اچھی زمین

الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ

ہے اس کا سبزہ نکلتا ہے اس کے رب کے حکم سے اور جو زمین خراب ہے اس کا سبزہ نہیں نکلتا مگر ناقص

كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ع ۱۴

ہم اسی طرح ان لوگوں کے لیے طرح طرح سے آیات بیان کرتے ہیں جو شکر گذار ہوتے ہیں۔''

قدرت کے دلائلِ عقلیہ:

آیت ۵۷: وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ (اور وہ ایسا ہے کہ ہواؤں کو بھیجتا ہے)

قراءت: مکی حمزہ، علی نے الرِّیْحَ پڑھا۔ بُشْرًا (کہ وہ خوش کر دیتی ہیں) حمزہ و علی نے نشر کا مصدر نشرًا پڑھا اور اس کے نصب کی وجہ نمبرا۔ یہ ہے کہ ارسل اور نشر قریب قریب ہیں۔ گویا اس طرح کہا۔ نشرھا نشرًا۔ نمبر۲۔ حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی منشورات پھیلائی ہوئی۔ عاصم نے اس کو بُشْرًا پڑھا ہے۔ بُشْرًا تخفیف کے ساتھ ہو تو یہ بشیر کی جمع ہے۔ کیونکہ ریاح یہ بارش کی خوشخبری دیتی ہیں۔ شامی نے نُشْرًا پڑھا اور نشر کی تخفیف نشر رُسْل اور رُسُل کی طرح ہے۔ اور بقیہ قراء کی قراءت تخفیف والی ہے۔ نُشُر جمع نشور یعنی ناشرۃ للمطر بارش کو پھیلانے والیاں بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ (اپنی باران رحمت سے پہلے) اس کی نعمت سے پہلے اور وہ بارش ہے جو کہ بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ (یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں اٹھالیتی ہیں) اٹھاتی اور بلند کرتی ہے اقلال یہ قلت سے مشتق ہے کیونکہ طاقتور اٹھانے والا جس چیز کو اٹھالیتا ہے اس کو قلیل خیال کرتا ہے۔ سَحَابًا ثِقَالًا (بھاری بادلوں کو) یعنی بھاری پانی کے ساتھ۔ یہ سحابۃ کی جمع ہے سُقْنٰهُ (تو اس کو چلا کر لے جاتے ہیں) ضمیر مذکر کی لفظ سحاب کا لحاظ کر کے لائی گئی اور اگر اس کو معنی پر محمول کیا جائے جیسا کہ ثقال ہے تو ضمیر مؤنث چاہئے جیسا کہ وصف کو لفظ پر محمول کیا جائے تو ثقیلا کہنا چاہیے۔ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ (کسی خشک سرزمین کی طرف) ایسے شہر کے لئے جس میں بارش نہیں ہوئی اور

اس کو سیراب کرنے کے لئے۔

قراءت: مدنی، حمزہ، علی، حفص نے مَیِّتٍ پڑھا ہے۔ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ (پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں) نمبرا: بادلوں کے ذریعے۔ نمبر۲۔ چلانے کے ذریعے اوراسی طرح فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں) كَذٰلِكَ (یوں ہی) اس نکالنے کی طرح اور وہ پھلوں کا نکالنا ہے۔ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو) پس یہ تذکیر تمہیں ایمان بالبعث تک لے جائے گی۔ کیونکہ دونوں اخراجوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کہ ہر ایک میں چیز کو بنانے کے بعد لوٹانا ہے۔

مؤمن و کافر کی تمثیل:

آیت ۵۸: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ (اور جو زمین ستھری ہوتی ہے) یہ زرخیز مٹی والی زمین يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ (اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے) آسانی کے ساتھ بِاِذْنِ رَبِّهٖ یہ موضع حال میں ہے گویا عبارت اس طرح ہے یخرج نباتہٗ حسناً وافیا اس کی نباتات اچھی اور شاندار نکلتی ہے کیونکہ یہ نکدا کے مقابلے میں مذکور ہے۔ وَالَّذِيْ خَبُثَ (اور جو زمین خراب ہے) یہ بلد کی صفت ہے ای البلد الخبیث ،شوریلہ خطہ لَا يَخْرُجُ (اس کی پیداوار نہیں نکلتی) یعنی اس کی نباتات اس کو حذف کر دیا اول تذکرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے اِلَّا نَكِدًا (مگر بہت کم) وہ جس میں کوئی غلہ نہ ہو یہ دراصل مثال اس شخص کی جس کو وعظ فائدہ دے اور وہ مؤمن ہے اور اس کی مثال جس میں کوئی چیز بالکل اثر نہ کرے اور وہ کافر ہے اور یہ تمثیل بارش کے اثر کے سلسلے میں واقع ہونے والی ہے بارش کا بلد میت پر اترنا اور اس سے پھلوں کا نکالنا بطور استطراد کے ہے۔ كَذٰلِكَ (یوں ہی) ایسا تصرف نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ (ہم دلائل طرح طرح سے بیان کرتے ہیں) ہم بار بار اور مکرر آیات کو لاتے ہیں۔ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو قدر کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی اور وہ مؤمن ہیں۔ تاکہ وہ اس میں سوچ بچار کریں اور اس سے عبرت حاصل کریں۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود

غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۵۹ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ

نہیں ہے۔ بے شک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ ان کی قوم کے بڑے لوگوں نے کہا

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۶۰ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ

کہ بلاشبہ ہم تجھے کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے میری قوم! میرے ساتھ کوئی گمراہی نہیں ہے لیکن میں سارے جہانوں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۶۱ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ

کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۲ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ

جو تم نہیں جانتے۔ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک شخص کے پاس

مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۶۳ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَیْنٰهُ

نصیحت کی باتیں آگئیں تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم ڈر جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ سو ان لوگوں نے نوح کو جھٹلایا۔ سو ہم نے اسے اور ان

وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا

لوگوں کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دے دی، اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ بلاشبہ وہ

قَوْمًا عَمِیْنَ ۝۶۴ ع ۱۵ ۸

لوگ اندھے تھے۔''

دعوتِ نوح علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۵۹: لَقَدْ اَرْسَلْنَا یہ قسم محذوف کا جواب ای واللّٰہ لَقَدْ اَرْسَلْنَا ۔ نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ (ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا) ان کو رسول بنایا جبکہ ان کی عمر پچاس سال تھی اور انکا سلسلہ نسب یہ ہے۔ نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ اور یہ ادریس علیہ السلام کا نام ہے۔ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ (پس انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں)۔

قراءت: علی نے غیرہ پڑھا ہے۔

نحو: رفع تو محل کی وجہ سے ہے گویا عبارت اس طرح ہے مالکم الله غیره فلا تعبدوا معه غیره تمہارے لئے اس کے سواء کوئی معبود نہیں پس تم اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو اور جر لفظ کی رعایت کی وجہ سے ہے۔ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے) نمبرا۔ قیامت کا دن۔ نمبر۲۔ ان پر عذاب اترنے کا دن۔ اور وہ عذاب طوفان تھا۔

نوح علیہ السلام کو سرداروں کا جواب:

آیت ۶۰: قَالَ الْمَلَاُ (عزت والے لوگوں نے کہا) اشراف وسادات مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (ان کی قوم میں سے۔ کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں) طریق صواب سے جانے کو واضح کر دیا اور رؤیت سے رؤیت قلب مراد ہے۔

نوح علیہ السلام کی تقریر اوّل:

آیت ۶۱: قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں تو ذرا غلطی نہیں) یہاں ضلال نہیں کہا جیسا کہ انہوں نے کہا کیونکہ ضلالت ضلال میں سے خاص ہے۔ پس یہ لفظ اپنی ذات سے ضلال کی نفی کے لئے زیادہ بلیغ ہے گویا اس طرح کہا لیس بی شیء من الضلال مجھ میں ضلال نام کی کوئی چیز نہیں۔ پھر نفی ضلالۃ کی تاکید کے لئے استدراک کیا اور فرمایا وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں) کیونکہ ان کا اللہ کی طرف سے رسول ہونا یہ ان کی رسالت کا مقصود ہے اور اس معنی میں ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے پس وہ ہدایت کے اعلیٰ درجہ پر تھے۔

تقریر دوم:

آیت ۶۲: اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ (میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں) نمبرا جو میری طرف وحی کی گئی مختلف اوقات میں نمبر۲۔ مختلف مقاصد جیسے اوامر ونواہی، مواعظ، بشائر، نظائر اُبْلِغُكُمْ ابوعمرو نے اس طرح پڑھا یہ کلام مستانفہ ہے رسول رب العالمین ہونے کا بیان ہے۔ وَاَنْصَحُ لَكُمْ (اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں) میں اخلاص کے ساتھ تمہاری بھلائی کا قصد کرنے والا ہوں۔ کہا جاتا ہے نصحتهٗ و نصحت به۔ لام لاکر مبالغہ میں اضافہ کر دیا۔ اور نصیحت کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔ نصح کی حقیقت۔ نمبرا۔ غیر کے لئے اس بھلائی کا ارادہ کرنا جو تم اپنے لیے چاہتے ہو نمبر۲۔ سچی عنائیت میں انتہاء کرنا۔ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جو تم نہیں جانتے) یعنی اس کی صفات سے یعنی عظیم قدرت دشمنوں پر اس کی سخت پکڑ اور اس کی پکڑ دشمنوں سے واپس نہیں کی جا سکتی۔

تقریر سوم:

آیت ۶۳: اَوَعَجِبْتُمْ (کیا تم تعجب کرتے ہو) ہمزہ انکار کے لئے ہے واؤ عاطفہ ہے معطوف علیہ محذوف ہے۔ گویا کہا گیا

اکذبتم و عجبتم کیا تم جھٹلاتے ہو اور تعجب کرتے ہو اَنْ جَآءَ کُمْ ۔ مِنْ اَنْ جَآءَ کُمْ اس لیے کہ تمہارے پاس آیا۔ ذِکْرٌ نصیحت مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ تم میں سے ایک آدمی کی زبان سے یعنی تمہاری جنس سے۔ اوراس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نبوت نوح پر تعجب کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ (المومنون:۲۴) اس سے ارسال بشر مراد لیتے ہیں۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً (المومنون:۲۴) لِیُنْذِرَكُمْ (تا کہ وہ شخص تم کو ڈرائے) تاکہ وہ تمہیں کفر کے انجام سے ڈرائیں وَلِتَتَّقُوْا (اور تا کہ تم ڈر جاؤ) تاکہ تقویٰ تم سے پایا جائے اور وہ خشیت ہے جو انذار کے سبب سے ہو۔ وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے) تا کہ تقویٰ کے سبب تم پر رحم ہو۔ اگر وہ تم میں پایا جائے۔

تکذیب اور نتیجہ:

آیت ۶۴: فَكَذَّبُوْهُ (پس وہ لوگ اس کی تکذیب ہی کرتے رہے) پس انہوں نے ان کی نسبت کذب کی طرف کی۔ فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ (تو ہم نے نوح علیہ السلام اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا) وہ چالیس آدمی تھے اور چالیس عورتیں دوسرا قول یہ ہے نو آدمی تین ان کے بیٹے سام، حام، یافث اور چھ ان میں سے جو آپ پر ایمان لائے۔ فِی الْفُلْكِ اس کا تعلق معہ کے ساتھ ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا والذین صحبوا فی الفلك اور وہ لوگ جنہوں نے انکا ساتھ دیا کشتی میں۔ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ (اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا۔ بیشک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے) حق سے۔ کہا جاتا۔ اعمٰی کا لفظ بصر میں اندھے پن کے لئے آتا ہے۔ اور عم کا لفظ بصیرت میں اندھے پن کے لئے آتا ہے۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود

غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا

نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں۔ ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا جواب میں کہنے لگے کہ بلاشبہ ہم

لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿٦٦﴾ قَالَ یٰقَوْمِ

تجھے بےوقوفی میں دیکھ رہے ہیں۔ اور بلاشبہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ تو جھوٹوں میں سے ہے۔ ہود نے کہا اے میری قوم!

لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ

مجھ میں بےوقوفی نہیں ہے لیکن میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار عالم کا۔ پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے

رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ

رب کا اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں، امانت دار ہوں، کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی تم ہی میں سے

مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ

ایک شخص کے واسطہ سے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے، اور یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد

مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ

خلیفہ بنا دیا۔ اور جسمانی طور پر تمہارے ڈیل ڈول میں پھیلاؤ زیادہ کر دیا لہٰذا تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس اسلئے آیا ہے کہ ہم تنہا اللہ کی عبادت کریں اور ہمارے باپ دادا جس کی

یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿٧٠﴾

عبادت کرتے تھے اسے چھوڑ دیں۔سو ہمارے پاس وہ چیز لے آ جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تو سچوں میں سے ہے۔

دعوت ہود علیہ السلام:

آیت ٦٥: وَاِلٰی عَادٍ (اور ہم نے قوم عاد کی طرف بھیجا) اور ہم نے بھیجا عاد کی طرف ۔اس کا عطف نوح پر ہے اَخَاهُمْ (ان کے بھائی) ان میں سے ایک ۔جیسا تم کہو اخا العرب مراد اس سے ان عربوں میں سے ایک ہوتا ہے۔ان میں سے ایک قرار دیا گیا

کیونکہ وہ ان میں فہیم ترین انسان تھے۔پس حجت ان پر خوب لازم ثابت ہوگئی۔(گنجائش انکار نہ رہی) هُوْدًا (ہود علیہ السلام کو) یہ اخاھم کا عطف بیان ہے۔ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: ہود بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح۔ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔پس کیا تم نہیں ڈرتے) یہاں فقال نہیں فرمایا جیسا کہ قصۂ نوح میں فرمایا تھا کیونکہ وہ فاء ایک سائل کے سوال کے جواب میں لایا گیا۔کہ ان کو نوح علیہ السلام نے کیا کہا تو جواب دیا گیا۔فقال یقوم اعبدوا اللّٰہ یہاں سوال مقدر کے بغیر ہے۔اس لئے قال یقوم اعبدوا اللّٰہ فرمایا اور اسی طرح۔

سرداروں کا جواب:

آیت ۶۶: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ (قوم کے سردار کافروں نے کہا) یہاں الملاء کی صفت الذین کفروا سے کی۔مگر قوم نوح کے ملاء کے تذکرہ الملأ من قومه کہہ کر کر دیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ھود علیہ السلام کی قوم کے اشراف میں سے کچھ ایمان لائے تھے جن میں مرثد بن سعد تھے۔اس وصف کو لا کر ان مسلمان سرداروں کو الگ کرنا مقصود تھا۔جبکہ قوم نوح کے اشراف میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ (ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں) کہ تجھ میں حلم کی کمی ہے۔اور عقل کی کمزوری ہے اس لئے کہ تم نے قوم کا دین چھوڑ کر دوسرا دین اپنا لیا ہے۔یہاں سفاہت کو مجاز اظرف قرار دیا۔مطلب یہ ہے کہ وہ سفاہت اس میں جمی ہوئی ہے اس سے نکل نہیں سکتی۔ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے کہتے ہیں) تمہارے دعویٰ رسالت میں۔

ہود علیہ السلام کی جوابی تقریر نمبر ۱:

آیت ۶۷، آیت ۶۸: قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں کم عقلی نہیں۔لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں)

اس چیز میں جس میں میں تمہیں اس کی طرف بلاتا ہوں۔امین اس پر جو میں تمہیں کہتا ہوں۔یہاں وانا لکم ناصح امین فرمایا۔ان کے قول وانالنظنك من الکاذبین کے مقابلہ میں تاکہ اسم کے مقابلہ میں اسم ہو۔جملہ اسمیہ استمرار پر دلالت کرتا ہے۔حسن ادب: جن لوگوں نے انبیاء کو ضلالت وسفاہت کی طرف منسوب کیا ان کے جواب میں انبیاء نے حلم، چشم پوشی اور ان کے اقوال کا عدم مقابلہ ظاہر فرمایا۔باوجود یہ کہ وہ جانتے تھے کہ ان کے مخالفین لوگوں میں گمراہ ترین اور احمق ترین لوگ ہیں۔اس میں حسن ادب، اعلیٰ اخلاق کا شاندار نمونہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ اپنے دوسروں بندوں کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ بے وقوفوں سے کس طرح بات کریں اور ان سے کس طرح چشم پوشی اختیار کریں۔اور ان سے ہونے والی غلطیوں پر کس طرح دامن رحمت ڈالیں۔ (سبحان اللہ)

تقریر نمبر:۲

آیت ۶۹: اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ (اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے۔ اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد آباد کیا) یعنی تم زمین میں ان کے نائب ہو۔ یا اپنے مکانات میں اِذْ یہاں مفعول بہ ہے۔ ظرف نہیں۔ یعنی اذکروا وقت استخلافکم اپنے نائب بننے کا وقت یاد کرو۔ وَّ زَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْطَةً (اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا) لمبائی اور درازی (ان میں چھوٹا ساٹھ ہاتھ ہوتا اور لمبا سو ہاتھ ہوتا تھا) یہ اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے بصطۃ حجازی، عاصم، علی نے صاد پڑھا نہ کہ سین فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ (پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو) اپنے نائب بننے میں اور اجسام کے بڑے ہونے میں اور اس کے علاوہ اس کے دیگر عطیات میں 'الآء' کا واحد اِلًی ہے جیسے انی و اناء۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (تاکہ تم کو فلاح ہو)

قوم کا اعتراض:

آیت ۷۰: قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا (وہ کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہو نگے) اس میں آنے کا یہ معنی ہے کہ ھود علیہ السلام کا قوم سے الگ تھلگ مکان تھا جس میں عبادت کرتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل حراء میں کرتے تھے۔ جب ان کی طرف وحی آئی تو قوم کی طرف دعوت دینے کے لئے آئے۔ لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا (کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے) انہوں نے اس بات کو عجیب خیال کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ خاص ہونا بعید خیال کیا۔ دین آباء کو ترک کرنا جو کہ بت پرستی تھا اور اسی میں نشوونما ہوئی تھی انہوں نے بہت بعید سمجھا۔ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ یعنی عذاب اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ عذاب ہم پر اترنے والا ہے۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ

ہود نے کہا تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ نازل ہو چکا۔ کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو ان ناموں کے بارے

اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ

میں جو نام تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود سے تجویز کر لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٧١﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ

سو تم انتظار کرو۔ بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ پھر ہم نے ہود کو اور ان لوگوں کو جو ان کے

مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا

ساتھ تھے اپنی رحمت سے نجات دیدی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ لوگ

ع ٩ ٨ ١٢ مُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٢﴾

ایمان والے نہ تھے۔''

جواب ھود علیہ السلام:

آیت ۷۱: قَالَ قَدْ وَقَعَ (انہوں نے فرمایا بس اب آیا چاہتا ہے) یعنی اترا چاہتا ہے عَلَيْكُمْ (تم پر) آپ نے متوقع عذاب جس کا اترنا ان پر ضروری تھا۔ واقع ہونے والے عذاب کی طرح قرار دیا۔ جیسا کہ وہ آدمی جو تم سے بعض مطالبے کرلے تو تم اسے کہو۔ قد کان کہ تمہارا مطالبہ تو ابھی پورا ہوا۔ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ (عذاب) وَّ غَضَبٌ (تمہارے رب کا عذاب اور غضب) ناراضگی۔ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ (کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو) ان چیزوں کے متعلق جو کہ محض نام ہیں جن کے نیچے کوئی حقیقت نہیں کیونکہ تم نے اصنام کا نام الھه رکھا۔ حالانکہ الوہیت کے معنی سے وہ خالی ہیں۔ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (تم نے اور تمہارے آباء نے۔ ان کے معبود ہونے کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ پس تم منتظر رہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں)

نتیجتاً کفار کی جڑ کاٹ دی:

آیت ۷۲: فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ (غرض ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بچالیا) یعنی جو ان پر ایمان لائے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (اپنی رحمت سے۔ اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا)۔

الدابر جڑ یا جو کسی چیز کے بعد ہو۔ اور قطع دابر سے مراد مکمل استیصال اور ملیا میٹ ہونا ہے۔ وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ (اور وہ

ایمان لانے والے نہ تھے) فَائِدَہ : ان سے ایمان کی نفی کی اس کے باوجود کہ تکذیب آیات کا ان کے لئے اثبات کیا۔ تو اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہلاکت مکذبین کے ساتھ خاص ہے۔

علاقۂ قوم عاد اور مختصر حالات:

قوم عاد، عمان اور حضرموت کے درمیان تمام علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے ہاں بت تھے جن کی وہ پرستش کرتے تھے۔ بتوں کے معروف نام یہ تھے۔ نمبر ا۔ صداء۔ نمبر ۲۔ صمود۔ نمبر ۳۔ ھباء۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ھود علیہ السلام کو بھیجا مگر انہوں نے جھٹلا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین سال کے لئے ان سے بارش کو روک دیا۔ جب ان پر کوئی مصیبت آتی تو اللہ تعالیٰ سے کشادگی طلب کرتے اور دعا کے لئے بیت الحرام مکہ مکرمہ جاتے چنانچہ اس قحط کے لئے قیل بن عنز اور لقیم بن ہزال اور مرثد بن سعد، یہ ھود علیہ السلام پر خفیہ ایمان رکھتا تھا۔ اس وقت ان پر عمالقہ کی حکومت تھی۔ جو کہ عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ اور ان کا سردار معاویہ بن بکر تھا۔ یہ وفد اس کے ہاں مکہ کے بالائی علاقے پر اترے۔ ان کو مرثد نے کہا جب تک تم ھود علیہ السلام پر ایمان نہ لاؤ گے بارش نہ ہوگی۔ انہوں نے مرثد کو پیچھے چھوڑا اور خود نکل کر بیت اللہ کے پاس گئے اور یہ دعا کی۔ اللّٰھم اسق عادًا ما کنت تسقیھمْ اللہ تعالیٰ نے تین بادل سامنے کر دئے۔ سفید، سرخ، سیاہ پھر آسمان کے ایک منادی نے کہا یاقیل اختر لنفسك ولقومك اے قیل ان میں سے اپنی قوم اور اپنے لئے ایک بادل چن لو اس نے سیاہ بادل کا چناؤ کیا کیونکہ اس میں پانی زیادہ ہوتا ہے۔ پھر قوم کی طرف وادی کے قریبی راستہ سے لوٹ گئے اور ان کو خوشخبری سنائی وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے ھذا عارض ممطرنا۔ مگر اس سے سخت ہوا نکلی جس نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ھود علیہ السلام اور ایمان والوں نے نجات پائی وہ مکہ مکرمہ میں آبسے اور مدت تک وہیں رہے۔

وقف لازم

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ

''اور قومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ صالح نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے علاوہ

اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ

کوئی معبود نہیں۔ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل آ چکی ہے، یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو

لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

تمہارے لیے نشانی ہے سو تم اسے اللہ کی زمین میں چھوڑے رکھو کھاتی پھرا کرے۔ اور اسکو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ

ورنہ تمہیں درد ناک عذاب پکڑ لے گا، اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں عاد کے بعد زمین میں رہنے کا

بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ

ٹھکانہ دے دیا۔ تم اس زمین کے نرم حصہ میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں

الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾

کو تراش کر گھر بناتے ہو۔ سو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد

قوم صالح علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۷۳: وَاِلٰى ثَمُوْدَ۔ (ہم نے بھیجا ثمود کی طرف) ایک قراءت میں ثمودِ بھی پڑھا گیا ہے کیونکہ قبیلہ کا نام ہے۔ یا اصل کے لحاظ سے کیونکہ ان کے بڑے دادا کا نام ہے۔ غیر منصرف تو قبیلہ کا نام ماننے کی وجہ سے ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کو ثمود اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے ہاں پانی کم تھا۔ یہ ثمد سے ماخوذ ہے۔ وہ تھوڑے پانی کو کہتے ہیں۔ ان کے مکانات پتھروں کے تھے۔ حجاز وشام کے مابین واقع تھے۔ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یہ ظاہر نشانی ہے جو میری نبوت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے گویا اس طرح کہا ما ھذہ البینۃ؟ کہ یہ دلیل کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی اضافت تعظیم وتخصیص کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ محض قدرت الٰہی سے بلا صلب ورحم کے پہاڑ سے نکلی تھی۔ لَكُمْ اٰيَةً یہ ناقۃ سے حال ہے اس میں ہٰذہٖ کا اشارہ والا معنی عامل ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ اشیر الیھا اٰیۃً میں اس کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ اس حال میں کہ یہ نشانی ہے۔ ولکم یہ بیان ہے اس بات کا کہ یہ کس کے لئے نشانی ہے۔ کُم سے مراد قوم ثمود ہے۔ جنہوں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا تھا۔ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ یعنی زمین تو اللہ تعالیٰ کی زمین ہے

اور اونٹنی اللہ کی اونٹنی ہے۔اس کو چھوڑ دو۔اس کے رب کی زمین میں تاکہ اپنے رب کی نباتات کھائے پیئے تمہارے ذمہ اس کے چارہ کی مشقت نہیں۔وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ اس کو مت مارو اور نہ کونچیں کاٹو۔اللہ تعالیٰ کے احترام کا تقاضا یہ ہے فَيَاْخُذَكُمْ یہ نہی کا جواب ہے۔عَذَابٌ اَلِيْمٌ (دردناک عذاب) ۔

تقریر صالح علیہ السلام' انعامات کی یاد دہانی:

آیت ۷۴: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ (اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو ٹھکانا دیا) اور تمہیں ٹھہرایا۔المباءۃ منزل کو کہتے ہیں۔فِي الْاَرْضِ (زمین میں تراش) ارض حجر جو شام و حجاز کے درمیان ہے تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا (کہ تم نرم زمین پر محل بناتے ہو) بالا خانے گرمیوں کے آرام کے لئے وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا (اور پہاڑوں کو تراش کران میں گھر بناتے ہو) سردیوں کے لئے بیوتا یہ حال مقدرہ ہے۔جیسے خط ھذا الثوب قمیصا اس کپڑے کی قمیص بناؤ اس لئے کہ پہاڑ گھڑنے کے دوران تو گھر نہیں بن سکتا اور نہ ہی کپڑا اسلائی کے دوران قمیص ہوتا ہے۔فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ) روایت میں ہے کہ قوم عاد ہلاک ہوگئی تو ان کے علاقہ کی زمین کو قوم ثمود نے آباد کیا اور اس سرزمین میں ان کے نائب ہوگئے۔ان کی طویل عمریں تھیں اور انہوں نے پہاڑ کھود کھود کر گھر بنائے۔تاکہ موت سے قبل منہدم نہ ہوں۔ان کو وسعت مالی میسر تھی پس وہ اللہ تعالیٰ کی سرکشی پر اتر آئے اور زمین میں فساد مچایا اور بت پرستی پر لگ گئے اللہ نے ان کی طرف صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا یہ عرب لوگ تھے صالح علیہ السلام ان کے متوسط طبقے میں سے تھے انہوں نے ثمود کو اللہ کی طرف بلایا مگر تھوڑے لوگوں کے علاوہ ان کی کسی نے اتباع نہ کی وہ بھی کمزور طبقہ کے لوگ تھے آپ نے مسلسل ان کو ڈرایا۔

بالآخر انہوں نے معینہ پہاڑ سے دس ماہ کی گابھن اونٹنی نکالنے کا مطالبہ کیا آپ نے نماز پڑھ کر دعا فرمائی۔ پہاڑ سے گابھن اونٹنی جیسی آواز نکلی اور ایک قوی ہیکل اونٹنی نکلی اس پر جندع اور ان کی قوم کا ایک گروہ ایمان لے آیا۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا

ان کی قوم کے جو متکبر سردار تھے انہوں نے ضعیفوں سے کہا جو اُن میں

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

سے ایمان لائے تھے کیا تم اس بات کا یقین کرتے ہو کہ صالح اس کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا

انہوں نے جواب دیا بے شک جو کچھ ان کو دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ متکبر سرداروں نے کہا

اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ

کہ اس میں شک نہیں کہ تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ سو انہوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کا حکم ماننے سے

اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

سرکشی کی، اور کہنے لگے کہ اے صالح! اگر تم پیغمبروں میں سے ہو تو جس چیز کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو وہ

الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۷۸﴾

لے آؤ۔ سو ان کو پکڑ لیا زلزلہ نے۔ سو وہ اوندھے منہ ہو کر اپنے گھروں میں پڑے رہ گئے۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ

پھر صالح نے ان سے منہ موڑا۔ اور فرمایا کہ اے میری قوم! بلاشبہ میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ اور تمہاری خیر خواہی

لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾

کی۔ لیکن تم خیر خواہی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔''

آیت ۷۵: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ (ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے انہوں نے کہا) **قراءت**: شامی نے وقال پڑھا ہے۔ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا (غریب لوگوں سے) کفار سرداروں نے جن کو کمزور بنا رکھا تھا۔ لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ۔

نحو: یہ الذین استضعفوا سے بدل ہے اور اس میں جاء کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ بدل جہاں بھی آئے گا۔ وہاں عامل کا اعادہ مقدر ضرور ہوگا۔ منہم کی ضمیر کا مرجع قوم ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ انہوں نے فقط ایمان والوں کو کمزور بنا رکھا تھا۔ یا ضمیر مستضعفین کی طرف لوٹتی ہے اور اس میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ مستضعفین مؤمن وکافر دونوں طرح کے لوگ تھے۔

اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّہٖ (کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں) یہ بات انہوں نے بطور تمسخر کہی۔ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ (انہوں نے کہا ہم تو بیشک اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دیکر بھیجا گیا ہے) یہ ان کا جواب ہوا۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے رسول بنائے جانے کے متعلق سوال کیا پس انہوں نے آپکی رسالت کو ایک مسلمہ بات قرار دیا۔ گویا انہوں نے اس طرح کہا کہ مرسل ہونے کا علم اور جو کچھ وہ دیکر بھیجے گئے اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کوئی اشتباہ نہیں کلام اس پر ہے کہ آیا ان پر ایمان لانا واجب ہے پس ہم تمہیں خبر دے رہے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لانے والے ہیں۔

متکبرین کا جوابی رویہ:

آیت ۷۶: قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِہٖ کٰفِرُوْنَ (متکبر سرداروں نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں) انہوں نے امنتم بہٖ کو ارسل بہٖ کی جگہ ذکر کر کے کفار اس بات کی تردید کر رہے ہیں۔ کہ جس ایمان کو تم مسلّم کہتے ہو ہم اسی کا انکار کرتے ہیں

۷۷: فَعَقَرُوا النَّاقَةَ (غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا) عقر کی نسبت پوری قوم کی طرف کی اگرچہ عاقر تو قدار بن سالف تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پوری قوم اس پر رضامند تھی۔ یہ قدار سرخ نیلگوں بوناتھا۔ جیسا کہ فرعون بھی اسی طرح تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ پہلوں میں بڑا بدبخت صالح کی اونٹنی کو ذبح کرنے والا تھا۔ اور پچھلوں میں بڑا بدبخت تیرا قاتل ہوگا۔ (مجمع الزوائد:۲۹۹) وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّہِمْ (اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی) انہوں نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور اس سے منہ موڑا اور تکبر کیا۔ امر ربھم سے مراد وہ حکم ہے جو ان کو صالح علیہ السلام کی زبان پر دیا گیا: فَذَرُوْھَا تَاْکُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰہِ (الاعراف:۷۳) یا شان رب مراد ہے۔ اور وہ دین ہے۔ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ (اور کہنے لگے اے صالح جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اسکو منگوائیں) یعنی عذاب اِنْ کُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (اگر تم پیغمبروں میں سے ہو)

عذاب کی آمد:

آیت ۷۸: فَاَخَذَتْہُمُ الرَّجْفَةُ وہ چیخ جس سے زمین ہلا دی گئی۔ اور وہ اس سے بے قرار ہو گئے۔ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِھِمْ اپنے شہروں میں یا مکانات میں جٰثِمِیْنَ (اوندھے) بیٹھنے کی حالت میں مردار ہوئے کہا جاتا ہے الناس جثم یعنی بیٹھے ہیں کہ ان میں حس و حرکت نہیں اور نہ وہ کلام کرتے ہیں۔

تحسر صالح علیہ السلام:

آیت ۷۹: فَتَوَلّٰی عَنْہُمْ (صالح علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے) جب انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں وَقَالَ یٰقَوْمِ (اور فرمایا اے میری قوم) ان سے جدائی کے وقت لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ (میں

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ

''اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو جسے تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے

مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ

بھی نہیں کیا، بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت رانی کے لیے مردوں کے پاس آتے ہو

بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا

بلکہ تم لوگ حد سے گذر جانے والے ہو، اور ان کی قوم کا جواب اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ وہ کہنے لگے

اَخۡرِجُوۡهُمۡ مِّنۡ قَرۡيَتِكُمۡ ۚ اِنَّهُمۡ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوۡنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنۡجَيۡنٰهُ

کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ بے شک یہ ایسے لوگ ہیں جو پاکباز بنتے ہیں، سو ہم نے نجات دی لوط کو

وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ۖ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ؕ

اور اس کے گھروالوں کو سوائے اس کی بیوی کے کہ وہ رہ جانے والوں سے تھی اور ہم نے ان پر ایک بڑی بارش برسا دی۔

ع ۱۰ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۸۴﴾ ع

سو دیکھ! کیسا انجام ہے مجرمین کا۔''

نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے) جو کہ ہدایت کا حکم دینے والے تھے۔ خواہشات کی تزیین کی بناء پر نصیحت کے بارے میں معروف ہے کہ رسواء کن دودھ دینے والی اونٹنی ہے۔ لیکن وہ بدمزہ ہے جس سے غصہ جنم لیتا ہے۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے بدھ کو اونٹنی کی کونچیں کاٹیں۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس کے بعد تین دن زندہ رہو گے۔ پہلے دن تمہارے چہرے زرد پڑ جائیں گے۔ جبکہ دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے۔ اور تیسرے دن سیاہ پڑ جائیں گے۔ چوتھے دن عذاب تمہیں دبوچ لے گا۔

بالکل ایسا ہی ہوا آپ ایک سو دس مسلمانوں کو لے کر نکلے۔ اس حال میں کہ آپ پر گریہ طاری تھی۔ جب انکی ہلاکت ہو چکی تو پھر لوٹ کر اسی علاقے میں رہے (مگر واپس وہیں رہائش کی بات محل نظر ہے۔ دیگر مفسرین مکہ مکرمہ ہجرت کا قول نقل کرتے ہیں)۔

تذکرہ قوم لوط علیہ السلام:

آیت ۸۰: وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ (ہم نے لوط کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا) یعنی اذکروا لوطا کہ تذکرہ کرو لوط کا اِذۡ یہ اس محذوف فعل کا بدل ہے۔ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ (کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو) کیا تم انتہائی شدید برائی میں مبتلاء ہو۔

انوکھا جرم:

مَاسَبَقَكُمْ بِهَا (جس کو تم سے پہلے نہیں کیا) جس کو تم سے پہلوں نے نہیں کیا۔ با تعدیہ کیلئے ہے اور رسول اللہؐ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ سبقك بها عكاشة۔ عکاشہ تم سے پہل کر گیا۔ (احمد ج ۱ ص: ۴۵۳) مِنْ اَحَدٍ (کسی نے) من زائدہ ہے جو تاکید نفی کیلئے لائے اور یہاں استغراق کا معنی دے رہا ہے۔ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ (دنیا جہاں والوں میں سے) اس میں من تبعیض کیلئے ہے۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اول ان پر یہ کہہ کر انکار کیا۔ اتاتون الفاحشة پھر ان کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ جہان میں اس عمل کے بانی تم ہو۔

شہوات میں اندھاپن:

آیت ۸۱: اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ (تم مردوں کے ساتھ کرتے ہو) یہ اتاتون الفاحشة کا بیان ہے۔ اِنَّكُمْ کو مدنی اور حفص نے خبر مانا ہے۔ اور اتی المراۃ کا معنی جماع کرنا ہے شَهْوَةً (شہوت رانی) یہ مفعول لہ ہے یعنی شہوت کی خاطر۔ تمہیں اس بات پر صرف شہوت آمادہ کرنے والی ہے اور یہ سب سے زیادہ قابل مذمت حرکت ہے۔ کیونکہ بہیمہ والی صفت ہے۔ مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (بلکہ تم حد ہی سے گزر گئے ہو) انکار سے اعراض کر کے اس حالت کی خبر دی جو ارتکاب قبائح کو لازم کرنے والی ہے۔ اور وہ اس قوم کی عادت اسراف اور ہر چیز میں تجاوز عن الحدود تھی۔ اس لئے انہوں نے قضائے شہوت میں اسراف کرتے ہوئے معتاد راستے سے غیر معتاد کی طرف تجاوز کیا۔

قوم کا جواب، خیر کو عیب کہا:

آیت ۸۲: وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ (ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا، سوائے اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو) یعنی لوطؑ اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ لوط علیہ السلام نے ان سے انکار فاحشہ کے سلسلے میں جو جواب مانگا اس کا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ جس شرارت کی جڑ کے متعلق لوط نے ان کی نشاندہی کی۔ کہ وہ صرف لوگ ہیں۔ انہوں نے انکا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ ایسی چیز پیش کی جو ان کے کلام سے بالکل متعلق نہ تھی۔ انہوں نے حکم دیا کہ لوطؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو بستی سے نکال دو۔ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں) یہ طہارت و پاکیزگی کے دعویدار ہیں اور ایسی بات کے مدعی ہیں کہ ہم خبیث فعل کے مرتکب ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی بات کو بطور عیب ذکر کیا۔ جو قابل مدح تھی۔

نتیجہ آمدِ عذاب:

آیت ۸۳: فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ (پس ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو بچالیا) جو بھی ان کے ساتھ خاص طور پر رشتہ دار متعلق تھے یا مومنین اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ انہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے) عذاب میں باقی رہنے والے لوگوں میں سے تھی۔ مذکر کو مؤنث پر غلبہ دے کر مذکر صیغہ لایا گیا۔ یہ اہل سدوم میں سے کافرہ تھی۔ روایت میں مذکور ہے کہ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک پتھر اس کو آ لگا۔ جس سے وہ ہلاک ہو گئی۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔اس کے سوا تمہارا کوئی معبود

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ

نہیں ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آگئی ہے۔ سو ناپ اور تول پورا

وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ

کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو، اور زمین میں اسکی اصلاح کے بعد فساد

بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا

مت کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو، اور مت بیٹھ جاؤ

بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ

ہر راستہ میں کہ تم لوگوں کو دھمکیاں دیتے ہو۔ اور لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے ہو جو اس پر ایمان لائے۔ اور

تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا

اس میں کجی تلاش کرتے ہو۔ اور یاد کرو جبکہ تم تھوڑے سے تھے سو اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا۔ اور دیکھ لو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ

فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اور اگر تم میں سے ایک جماعت اس

اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى

حکم پر ایمان لائی جسے دیکر میں بھیجا گیا ہوں اور ایک جماعت ایمان نہ لائی تو صبر کرو یہاں تک کہ

يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے اور وہ سب حاکموں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے''۔

خاص قسم کی بارش:

آیت ۸۴: وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا (اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کی بارش برسائی) ہم نے ان پر ایک عجیب قسم کی بارش کی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ اور فاسفورس کی بارش کی۔ ایک قول یہ ہے کہ مقیم لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا اور چلنے پھرنے

والوں پر پتھروں کی بارش کی۔ ابوعبیدہ کا قول ہے لفظ اَمْطِرْ عذاب کیلئے اور مَطَرْ کا لفظ رحمت کے لیے آتا ہے۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ (پس دیکھ تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا) مجرمین سے کافر مراد ہیں۔

قوم شعیب علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۸۵: وَاِلٰى مَدْيَنَ (اور ہم نے مدین کی طرف بھیجا) اور ہم نے بھیجا مدین کی طرف۔ مدین یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا (ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو) ان کو خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے اس لئے کہ قوم کو انہوں نے خوب جواب دیئے اور عمدہ انداز سے سمجھایا وہ ماپ تول میں کمی کرنے والے تھے۔

خطیب الانبیاء کی شاندار تقریر:

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے معبود کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے) یعنی معجزہ اگرچہ وہ قرآن میں موجود نہیں۔ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ (تو تم ماپ تول پوری پوری کیا کرو) ان کو پورا کرو۔ مراد یہ ہے کہ پورا کرو ماپ کو اور میزان کا وزن پورا دو۔ یا میزان میعاد کی طرح بمعنی مصدر ہے۔ وزن کرنے میں۔ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کرو) ان کے حقوق مال میں کمی کر کے اور وزن میں نقص کر کے نہ توڑو۔ وہ فروخت کرتے وقت ہر چیز کم دیتے۔ بَخس کا لفظ دو مفعول کی طرف متعدی ہے اور وہ الناس واشیاء ہم ہے جیسے کہتے ہیں۔ بخست زیدًا حقه یعنی میں نے اس کو کم کر کے دیا۔ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (اور زمین کی درستی کر دیئے جانے کے بعد فساد مت پھیلاؤ) اس میں اصلاح کرنے کے بعد یعنی اس میں بگاڑ نہ پیدا کرو۔ اس کے بعد کہ نیک انبیاء اور اولیاء نے اس میں اصلاح کی ہے اور اصلاحھا کی اضافت اسی طرح ہے۔ جیسے بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ (سبا:۳۳) یعنی بل مکر کم فی اللیل و النھار تمہارا دن رات تدابیر شر کرنا۔ ذٰلِكُمْ (یہ) اس سے اشارہ وفاء کیل و میزان، ترک بخس اور ترک فساد فی الارض کی طرف ہے۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) انسانیت کے لحاظ سے اور اچھے کردار کے اعتبار سے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم مؤمن ہو) اگر میری بات میں تم میری تصدیق کرنے والے ہو۔

قوم کا مزاج ڈاکہ زنی:

آیت ۸۶: وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ (اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو) ہر راستے پر تُوْعِدُوْنَ (کہ دھمکیاں دو) ان کو جو شعیب علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں سزا کے ساتھ۔ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ (اور ایمان والوں کو اللہ کی راہ سے روکو) عبادت سے مومنوں کو اور یہ بھی قول ہے کہ وہ راستے پر ڈاکے ڈالتے دوسرا قول یہ ہے کہ چنگی وصول کرتے۔ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا (اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو) اللہ تعالیٰ کی راہ کے لیے تم ڈھونڈتے ہو۔ یعنی اس کے متعلق لوگوں کو کہتے ہو کہ یہ ٹیڑھا راستہ ہے درست و سیدھا نہیں ہے تاکہ لوگ اس پر چلنے سے رک جائیں۔

نَحو : توعدون اور اس کا معطوف یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی نہ تم راستوں پر بیٹھو اس حال میں کہ تم لوگوں کو ڈرانے والے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والے اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرنے والے ہو۔ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا (اور اس حالت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے)

نَحو : اذ مفعول بہ ہے ظرف نہیں ہے۔ یعنی تم شکریہ کے طور پر اس وقت کو یاد کرو۔ جب تمہاری تعداد بہت کم تھی۔ فَكَثَّرَكُمْ (سو اللہ نے تمہیں زیادہ کر دیا) اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھا دی۔ اور گنتی میں بہت زیادہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ مدین بن ابراہیم نے لوط علیہ السلام کی بیٹی سے شادی کی پس اس سے اولاد پیدا ہوئی۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی اور بہت زیادہ ہو گئے۔ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (اور دیکھو کیا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا) آخر انجام ان لوگوں کا جنہوں نے تم سے پہلے فساد برپا کیا جیسے قوم نوح، قوم صالح، لوط، ہود علیہم السلام۔

دونوں فریقوں کو خطاب:

آیت ۸۷: وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا (اور اگر تم میں سے بعض اس حکم پر جس کو مجھے دیکر بھیجا گیا ہے۔ ایمان لائے ہیں اور بعض ایمان نہیں لائے تو ذرا ٹھہر جاؤ) پس تم انتظار کرو۔ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان میں فیصلہ کیے دیتے ہیں) یعنی دونوں فریقوں کے درمیان کہ حق پرستوں کو باطل پرستوں پر غلبہ دیا جائے۔ نمبرا۔ یہ دراصل وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے انتقام لیں گے۔ یا پھر ایمان والوں کو صبر پر آمادہ کیا گیا۔ کہ وہ مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں کو برداشت کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور کفار کے درمیان فیصلہ فرما دیں اور انتقام لیں۔ نمبر۳۔ دونوں فریقوں کو مخاطب کیا تاکہ مسلمان ایذائے کفار پر صبر کریں۔ اور کافروں کو ایمان والوں کا ایمان اگر برا معلوم ہوتا ہے تو وہ اس پر صبر کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے مابین فیصلہ فرما دیں اور پلید اور پاک کو الگ کر دیں۔ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ (اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے) کیونکہ اس کا حکم برحق اور عادلانہ ہے۔ اس میں ظلم و جور کا شائبہ بھی نہیں۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ان کی قوم کے سردار جو تکبر کرنے والے تھے کہنے لگے کہ اے شعیب ضرور ضرور ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے اپنی بستی سے نکال دیں

مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَیْنَا

گے یا یہ کہ تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کیا (ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں گے) اگرچہ دل سے برا جانتے ہوں؟ اگر ہم تمہارے دین میں واپس

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا یَكُوْنُ لَنَاۤ

ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اللہ پر جھوٹی تہمت لگانے والے بن جائیں اس کے بعد کہ اللہ نے اس سے ہم کو نجات دی' اور ہم سے یہ نہیں ہو سکتا

اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى

کہ ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں ہاں یہ کہ اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے ہم نے اللہ پر

اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿۸۹﴾

بھروسہ کیا' اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے اور تو فیصلہ کرنیوالوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے'

سرداروں کا جواب:

آیت ۸۸: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا (ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں واپس آ جاؤ) یعنی دونوں میں سے ایک بات ضرور تسلیم کرنا ہوگی یا نکلنا یا کفر کی طرف لوٹنا۔ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ (شعیب علیہ السلام نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آ جاویں اگرچہ ہم اس کو ناپسند ہی سمجھتے ہوں)

نحو : اس میں ہمزہ استفہام انکاری کے لیے ہے۔ اور واؤ حالیہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ اتعید و ننافی ملتکم فی حال کراھتنا و مع کوننا کارھین قالوا نعم کیا تم ہمیں اپنے مذہب کی طرف لوٹاؤ گے باوجود یہ کہ ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں انہوں نے کہا ہاں۔

شعیب علیہ السلام کی جوابی تقریر:

آیت ۸۹: پھر ان کو شعیب علیہ السلام نے فرمایا قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ (ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جاویں اگر ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں) یہ قسم ہے تقدیر عبارت یہ ہے واللّٰہ لقد افترینا علی اللّٰہ کذبا ان عدنا فی ملتکم۔ اللہ کی قسم ہم نے اس وقت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اگر ہم تمہاری ملت کی طرف لوٹ کر گئے۔ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا (اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو) ہمیں اللہ تعالیٰ نے چھٹکارا دیا۔

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝۹۰

اور کہا ان کی قوم کے سرداروں نے جو کفر پر تھے کہ اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بلاشبہ بڑے نقصان میں پڑ جاؤ گے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝۹۱ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا

سو پکڑ لیا ان کو زلزلہ نے سو وہ صبح کے وقت اس حال میں ہو گئے کہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گرے ہوئے تھے' جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۛ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ۝۹۲ فَتَوَلّٰى

گویا کہ وہ ان گھروں میں رہے ہی نہیں تھے' جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی نقصان میں پڑنے والے ہیں' سو پشت پھیری

عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى

ان کی طرف سے اور کہا کہ اے میری قوم بے شک میں نے تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے اور تمہاری خیر خواہی کی سو پھر میں کفر

ع ۱۱ / ۹ / ۱

عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝۹۳

اختیار کرنے والی قوم پر کیوں رنج کروں؟

سوال: ان عدنا فی ملتکم شعیبؑ نے کس طرح کہہ دیا۔ حالانکہ کفر انبیاء تو محال ہے۔

جواب: اس سے قوم کے ان مومنین کا لوٹنا مراد ہے اگرچہ نظم کلام میں تمام شامل ہیں۔ اور بلاشبہ وہ اس سے بری ہیں۔ کلام کو تغلیب کے انداز میں چلایا ہے۔ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ (اور ہم سے یہ ممکن نہیں) نہ یہ ہمارے لیے مناسب ہے اور نہ صحیح ہے۔ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا (کہ ہم تمہارے مذہب میں پھر آجائیں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے مقدر کیا ہو جو ہمارا مالک ہے) مگر یہ کہ ہماری تقدیر میں لوٹنا لکھا ہو۔ تو اس کو موڑا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ ساری کائنات کے خیر و شر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہیں۔ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے) علمًا، تمیز ہے یعنی وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اپنے بندوں کے پلٹنے والے حالات سے بخوبی واقف ہیں اور ان کے دل کس طرح پلٹتے ہیں اس سے بھی واقف ہے۔ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا (ہم اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں) اس پر کہ وہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے۔ اور یقین میں وہ اضافہ کی ہمت دے۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کر دیجئے) یعنی تو فیصلہ کر۔ الفتاحۃ فیصلہ کرنا۔ حق فیصلہ بند کام کو کھول دیتا ہے۔ اسی لیے اس کو فتح فرمایا۔ اہل عمان کی لغت میں قاضی کو فتاح کہتے ہیں۔ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ (اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں)

سرداروں کا قوم کو ان کے خلاف بھڑکانا:

آیت ۹۰: وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (اور ان کی قوم کے کافر سرداروں

نے کہا اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بیشک تم بڑا نقصان اٹھاؤ گے) اس کی اتباع سے بخس وتطفیف کے فوائد سے محروم ہو جاؤ گے ۔ کیونکہ وہ ان سے روکتا ہے ۔ اور تمہیں ایفاء اور برابری پر آمادہ کرتا ہے ۔

نحو : لئن اتبعتم یہ لام شرط سے شروع ہونے والا قسم کا جواب ہے ۔ اور شرط کا جواب انکم اذا لخاسرون ہے ۔ اور وہ دونوں جوابوں کے قائم مقام ہے ۔

انکار کا نتیجہ دُنیا میں زلزلہ اور آخرت میں تباہی:

آیت ۹۱: فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا) زلزلہ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے) مردہ ۔

آیت ۹۲: الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا (جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی) **نحو** : یہ مبتداء اور اس کی خبر كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا (ان کی یہ حالت ہوگئی گویا وہ ان گھروں میں کبھی بسے بھی نہ تھے) ہے ۔ غنی بالمکان کا معنی اقامت اختیار کرنا ہے ۔ گویا وہ مقیم ہی نہیں ہوئے ۔ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا (جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی) یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ (وہ خسارہ میں پڑ گئے) ہے ۔ اس مبتدا میں خصوصیت والا معنی پایا جاتا ہے ۔ گویا اس طرح کہا گیا ۔ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا هم المخصوصون بأن اهلكوا كأن لم يقيموا في دارهم لان الذين اتبعوا شعيبًا قد انجاهم الله ۔ الذين كذبوا شعيبًا هم المخصوصون بالخسران العظيم دون اتباعه فهم الرابحون ۔ اس مبتداء میں خصوصیت کا معنی ہے گویا اس طرح کہا گیا جنہوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہ ہلاکت کے ساتھ خاص ہیں ۔ کہ ان کو ہلاک کر دیا گیا ۔ گویا وہ اپنے گھروں میں رہائش پذیر بھی نہ ہوئے ۔ کیونکہ جنہوں نے شعیبؑ کی اتباع کی اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات اور جنہوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہ عظیم نقصان کے ساتھ مخصوص تھے ۔ شعیب اس تکرار میں مبالغہ ہے اور ان کی تکذیب اور جو ان کے نتیجے میں ان پر گزری اس کو بہت بڑا کر کے پیش کیا گیا (تاکہ عبرت و نصیحت خوب ہو)

تحسر کے کلمات:

آیت ۹۳: فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ (اس وقت شعیب ان سے منہ موڑ کر چلے) عذاب نازل ہونے کے بعد ۔ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى (اور فرمانے لگے اے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں کیوں رنج کروں) غم کروں؟ عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ (کافر لوگوں پر) ان کا غم قوم پر سخت ہوا ۔ پھر انہی کی طرف توجہ فرما کر فرمانے لگے ۔ میں ایسی قوم پر کیوں غم کروں جب کہ وہ غم کے حقدار ہی نہیں ۔ کیونکہ وہ کفر کرنے والے تھے اور اس عذاب کے حقدار تھے جو ان پر نازل ہوا ۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ میں اس عذاب سے بچانے میں جو تم پر اترا اور تبلیغ میں بہت عذرداری پیش کی مگر تم نے میری ایک نہ سنی ۔ اب میں کیسے تم پر افسوس کروں ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ اس کے رہنے والوں کو ہم نے سختی اور تکلیف کے ساتھ نہ پکڑا ہو تاکہ وہ

یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَکَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰی عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ

عاجزی کریں۔ پھر ہم نے بد حالی کی جگہ خوش حالی بدل دی یہاں تک کہ وہ بڑھتے چلے گئے اور کہنے لگے ہمارے باپ دادوں کو

اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰھُمْ بَغْتَةً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ

تکلیف اور خوشی پہنچ چکی ہے۔ سو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اس حال میں کہ انہیں خبر بھی نہ تھی۔ اگر ان بستیوں کے رہنے

الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنْ

والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان کی اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔ لیکن

کَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ

انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا۔ کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب ان کے پاس

بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّھُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا ضُحًی

رات کے وقت اس حال میں آ جائے کہ وہ سو رہے ہوں۔ یا بستیوں والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آ جائے

وَّھُمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَکْرَ اللّٰہِ فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع ۱۲

جبکہ وہ کھیل رہے ہوں۔ کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے نڈر ہو گئے۔ سو اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جن کا برباد ہونا ہی طے پا چکا ہو۔

قوموں کا عمومی طرزِ عمل:

آیت ۹۴: وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ (اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا) ہر شہر کو قریہ کہتے ہیں۔ اس میں حذف ہے۔ یعنی انہوں نے ان کو جھٹلا دیا۔ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ (کہ وہاں کے رہنے والوں کو محتاجی میں نہ پکڑا ہو) تنگدستی اور فقر وَالضَّرَّآءِ (اور بیماری میں) اتباع پیغمبر سے تکبر کرنے کی بناء پر جسمانی تکالیف اور مرض یا دونوں کا یعنی نفس کا نقصان اور مال کا نقصان لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُوْنَ (تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں) تاکہ وہ گڑگڑائیں اور عاجزی اختیار کریں تکبر کی چادر اتار پھینکیں۔

استدراجِ الٰہی:

آیت ۹۵: ثُمَّ بَدَّلْنَا مَکَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ (پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی) یعنی پھر ہم نے ان کو ان

چیزوں کے بدلہ میں جن میں بلاء ومحنت تھی نرمی، وسعت اور صحت دے دی۔ حَتّٰی عَفَوْا (یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی) وہ زیادہ ہوئے اور مال وانفس کے لحاظ سے ترقی کر گئے یہ عفا النبات سے لیا گیا جبکہ وہ کثرت سے ہو۔ اسی سے آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ اعفوا اللحی (نسائی ترمذی) وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَ نَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ (اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی تنگی اور راحت پیش آتیں تھیں) یعنی وہ کہنے لگے کہ یہ زمانہ کا چکر ہے کہ لوگوں میں دکھ سکھ آتا ہے۔ یہ گناہوں کی سزا نہیں اس لیے جس بات پر قائم ہوا سی پر قائم رہو۔ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ (تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور ان کو خبر بھی نہ تھی) عذاب کے نازل ہونے کی۔

اگر کفر و شرک سے بچتے تو ہمیں اُن سے بیر نہ تھا:

آیت ۹۶: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى (اور اگر ان بستیوں والے) القریٰ میں الف لام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ القریٰ سے وہی بستی مراد ہے جو اس آیت میں مراد ہے۔ وما ارسلنا فی قریة من نبی گویا عبارت اس طرح ہے ولو ان اهل تلك القری الذین کذبوا و اهلکوا اگر وہ بستی والے جنہوں نے تکذیب کی اور ہلاکت کا شکار ہوئے۔ اٰمَنُوْا (ایمان لے آتے) کفر کے بدلے ایمان لاتے۔ وَاتَّقَوْا (اور پرہیزگاری اختیار کرتے) شرک سے بچتے بجائے اس کے ارتکاب کے لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ (تو ہم ان پر کھول دیتے) قراءت: شامی نے لَفَتَّحْنَا پڑھا۔ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (آسمان و زمین کی برکتیں) مراد اس سے نباتات اور بارش یا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو ہر اعتبار سے بھلائی عنایت فرماتے۔ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا (لیکن انہوں نے تکذیب کی) انبیاء کو انہوں نے جھٹلایا۔ فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا) ان کے کفر کے سبب اور ان کی بداعمالیوں کے باعث اور جائز ہے کہ لام جنس کا ہو۔

آیت ۹۷: اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى (کیا ان بستیوں والے اس بات سے بے فکر ہو گئے) مراد اس سے ان کے کفار ہیں۔ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا (کہ ان پر ہمارا عذاب آ پڑے) ہمارا عذاب بَيَاتًا (رات کے وقت) رات کو یعنی سونے کے وقت کہا جاتا ہے بات بیاتا۔ وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ (اور وہ سو رہے ہوں)

اہل قریٰ کی بے خوفی:

آیت ۹۸: اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى۔ (یا بستیوں والے اس سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب اُن پر دن چڑھے آ جائے)۔ دن کو الضحیٰ اصل میں سورج کی روشنی جب خوب چمکنے لگے واؤ اور فاء اَوَاَمِنَ اور اَفَاَمِنَ میں یہ دونوں حرف عطف ہیں ان پر ہمزہ انکار کا داخل ہوا اور معطوف علیہ فاخذهم ہے۔ یعنی ہم نے انکو پکڑ لیا اور ولو ان اهل القری سے یکسبون تک جملہ معترضہ ہے۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہے۔ البتہ پہلے جملے کا عطف فاء سے ہے کیونکہ معنی یہ ہے پس انہوں نے تکبر کیا اور یہ حرکت کی پس ہم نے انکو اچانک پکڑ لیا۔ اہل قریٰ کی بے خوفی سے اسی بات کو بعید قرار دیا کہ ان پر ہماری پکڑ رات کو آ سکتی اور اس سے بے خوف ہو گئے کہ ہماری پکڑ ان پر چاشت کے وقت آ جائے۔ وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ (جس وقت وہ کھیل میں لگے ہوں)

قراءت: یہ شامی اور حجازی نے او کے ساتھ عطف کی بناء پر پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دو صورتوں میں عذاب کے رات کو

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ

جو لوگ زمین کے وارث ہوتے ہیں کیا انہیں مذکورہ اقوام کے واقعات نے یہ نہیں بتایا کہ ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کی وجہ سے

بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى

ان کو ہلاک کر دیں ' اور ان کے دلوں پر ہم مہر لگائے ہوئے ہیں سو وہ نہیں سنتے۔ یہ بستیاں ہیں۔

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا

ان کی بعض خبریں ہم آپ کو سناتے ہیں اور بے شک ان کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے کر آئے تو جس چیز کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر

لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

ایمان لانے والے نہ تھے اللہ ایسے ہی مہر لگا دیتا ہے کافروں کے دلوں پر۔

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد کا پورا کرنا نہ پایا اور ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان ہی پایا۔

آنے یا چاشت کے وقت آجانے سے بے خوف ہو جانے کا انکار کیا گیا۔

سوال: حرف عطف پر ہمزہ استفہام کا کس طرح داخل ہوا۔ حالانکہ وہ استفہام کے منافی ہے۔

جواب: ان میں منافات اس وقت ہے کہ جب مفرد کا عطف مفرد پر ہو۔ جب جملہ کا عطف جملہ پر ہو تو کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں جملہ کا دوسرے جملہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ۔ وہ ایسی چیزوں میں مشغول تھے جو بے فائدہ تھیں۔

اللہ کی خفیہ پکڑ سے بے خوف شخص مکمل خسارے والا ہے:

آیت ۹۹: اَفَاَمِنُوْا (ہاں تو کیا وہ بے فکر ہو گئے) یہ افامن اهل القرٰی کی تکریر کے لئے لایا گیا مَكْرَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے) بندے کو اس طرح پکڑنا کہ اس کو شعور بھی نہ ہو۔ حضرت شبلیؒ سے روایت ہے کہ کفار کے ساتھ اس کی خفیہ تدبیر یہ ہے کہ ان کو اس حالت میں چھوڑ دیا جس میں وہ تھے۔ ربیع بن خثیم کی بیٹی نے اپنے والد کو کہا کہ میں لوگوں کو دیکھتی ہوں کہ وہ سوتے ہیں اور تم نہیں سوتے۔ تو وہ کہنے لگے اے بیٹی تمہارا باپ اس بات سے خوف زدہ ہے کہ اس پر بیات نہ آجائے۔ گویا تو اس آیت کی طرف اشارہ کیا ان یاتیهم باسنا بیاتًا۔ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (پس اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی بے فکر نہیں ہوتا سوائے ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو) مگر کافر جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا یہاں تک کہ وہ جہنم میں پہنچ گئے۔

ہم نے بعد میں آنے والوں کو بتلایا کہ گناہوں پر پکڑ ہو سکتی ہے:

آیت ۱۰۰: اَوَلَمْ يَهْدِ (کیا یہ بات نہیں بتلائی) وہ کھول کر بیان کرتا ہے لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ

اَصَبۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ (ان لوگوں کو جوان کے بعد زمین پر ان کی جگہ رہتے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو ان کو ان کے جرائم کی پاداش میں ہلاک کر ڈالتے)

نحو : ان لو نشاء یہ اولم یھد کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور ان مخففہ من المثقلہ ہے یعنی کیا نہیں بتائی ان لوگوں کو یہ بات جو ان کے پیچھے آئے۔ ان لوگوں نے جو اُن سے پہلے گزرے انہی علاقوں میں۔ اور وہ ان کی زمین کے اس شان سے وراث ہوئے کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں کے بدلے عذاب میں مبتلا کر دیں۔ جس طرح پہلوں کو مبتلا کیا پھر ہم ان وارثوں کو بھی ہلاک کر دیں جس طرح مورثین کو ہلاک کیا۔ ہدایت کا مفعول لام سے متعدی بنایا گیا ہے کیونکہ یہ تبیین کے معنی میں ہے وَ نَطۡبَعُ (اور ہم بند لگا دیتے ہیں) یہ جملہ مستانفہ ہے یعنی ہم مہر لگا دیتے ہیں عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ (ان کے دلوں پر پس وہ سنتے نہیں) نصیحت کو۔

اہل قریٰ نے انبیاء کی نصیحت کو پہلی مرتبہ جھٹلا دیا' پھر کبھی تصدیق نہیں کی:

آیت ۱۰۱: تِلۡكَ الۡقُرٰى نَقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآئِهَا (ان بستیوں کے کچھ واقعات ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں)

نحو : یہ اس آیت کی طرح ہے: وَّهٰذَا بَعۡلِىۡ شَيۡخًا (ہود: ۷۲) کہ وہ مبتداء اور خبر اور حال ہے۔ نمبر ۲۔ القریٰ صفت تلک موصوف اور نقص اس کی خبر ہے مطلب یہ ہوا کہ وہ بستیاں جن کا اوپر ذکر ہوا یعنی قوم نوح سے شعیبؑ تک اس کی بعض خبریں تم پر بیان کرتے ہیں۔ اور ان کی کچھ خبریں جو ہم نے تم پر بیان نہیں کیں۔ وَلَقَدۡ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ (اور ان سب کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے لے کر آئے تھے) معجزات کے ساتھ فَمَا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡا (پس وہ ماننے والے نہ تھے) جب رسول دلائل لے کر آئے۔ بِمَا كَذَّبُوۡا مِنۡ قَبۡلُ (جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا) نمبر ۱۔ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں رسولوں کے آنے سے پہلے جھٹلا چکے وہ آخری عمر تک اس پر ایمان نہ لائے جس کو پہلی مرتبہ رسولوں کی آمد پر جھٹلایا۔ یعنی آیات مسلسل آتی رہیں مگر انہوں نے تکذیب پر اصرار کیا اور اسی پر ان کی موت واقع ہوئی۔ لا یہ تاکید نفی کے لئے ہے كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس شدید مہر کی طرح يَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِ الۡكٰفِرِيۡنَ (ہم کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں) جبکہ ان کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کفر پر ثابت قدمی کو ترجیح دیں گے۔

اکثریت عہد و پیمان کو توڑنے والے تھے:

آیت ۱۰۲: وَمَا وَجَدۡنَا لِاَكۡثَرِهِمۡ مِّنۡ عَهۡدٍ (اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا) اس میں ھم کی ضمیر مطلقاً لوگوں کی طرف راجع ہے۔ یعنی اکثریت نے اللہ تعالیٰ کے عہد و میثاق کو ایمان کے سلسلے میں توڑ دیا۔

نحو : یہ آیت جملہ معترضہ ہے یا اس سے مراد امم مذکورہ ہیں کہ جب یہ لوگ کسی تکلیف و خوف میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح عہد کر لیتے لئن انجیتنا لنؤمنن پھر وہ ان کو نجات دے دیتا تو وہ اپنے وعدے سے پھر جاتے وَاِنۡ اور حالت اور بات یہ ہے وَّجَدۡنَاۤ اَكۡثَرَهُمۡ لَفٰسِقِيۡنَ (اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا) اطاعت سے نکلنے والے تھے۔

نحو : وجدنا یہاں علمنا کے معنی میں ہے کیونکہ اس میں ان مخففہ اور لام جواب موجود ہے۔ اور یہ دونوں مبتدا اور خبر پر آ سکتے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ

پھر ہم نے ان کے بعد اپنی آیات کے ساتھ موسیٰ کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا سو انہوں نے ان آیات کے ساتھ ظلم والا معاملہ کیا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ

سو تو دیکھ لے فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟ اور کہا موسیٰ نے کہ اے فرعون بیشک میں رب العالمین کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ

رسول ہوں، میرے لئے یہی شایان شان ہے کہ حق کے علاوہ اللہ کی طرف کسی بات کو منسوب نہ کروں، میں تمہارے پاس تمہارے

بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ ؕ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ

رب کی طرف سے دلیل لایا ہوں، سو تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ فرعون کہنے لگا کہ اگر تو کوئی نشانی لایا ہے

فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ ۚ

تو اسے پیش کر دے اگر تو سچا ہے۔ موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی تو اچانک وہ بالکل واضح طور پر ایک اژدھا بن گئی

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع

اور اپنا ہاتھ نکالا تو یکایک وہ دیکھنے والوں کو سفید نظر آ رہا ہے۔

ہیں۔ اور ان افعال پر جو مبتدا اور خبر پر داخل ہو سکتے ہیں۔

واقعہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون:

آیت ۱۰۳: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ (پھر ان کے بعد ہم نے بھیجا) ہُمْ کی ضمیر لقد جاء تھم رسلھم میں رسل کی طرف راجع ہے یا امم کی طرف راجع ہے مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ (موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل دیکر) واضح معجزات کے ساتھ۔ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا (فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا۔ پس ان لوگوں نے انکا بالکل حق ادا نہ کیا) انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا۔ یہاں ظلم کو کفر کی جگہ لا کر بتلا دیا کہ یہ دونوں ایک وادی کے درخت ہیں۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان:۱۳) نمبر۱: یا انہوں نے اس کے سبب لوگوں پر ظلم ڈھائے۔ خصوصاً ایمان والوں کو نشانہ بنایا۔ نمبر۲۔ جب ان آیات پر ایمان لازم تھا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پس ان کا انکار سراسر ظلم تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے کفر کو ایمان کی جگہ پر رکھا جو مناسب نہ تھا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (پس دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا) جب کہ اس میں مستغرق ہو گئے۔

تقریر موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۰۴: وَقَالَ مُوْسٰی یٰفِرْعَوْنُ (اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے فرعون) اس زمانہ میں ملوک مصر کو فرعون کہا جاتا تھا جس طرح فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ۔ گویا اس کا معنی یہ ہوا۔ اے ملک مصر اس کا نام قابوس یا ولید بن مصعب بن الرّیان تھا۔ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں) تیری طرف۔ فرعون نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

آیت ۱۰۵: حَقِیْقٌ عَلٰٓی اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ (میرے لئے یہی مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سچ کے سواء اور کوئی بات منسوب نہ کروں) میں سچی بات کے زیادہ لائق ہوں یعنی سچی بات کہنا مجھ پر لازم ہے اور اس پر قائم رہنا بھی ضروری ہے۔

قراءت: نافع نے حقیق علیّ پڑھا ہے یعنی مجھ پر لازم ہے کہ حق بات کے سواء اللہ تعالیٰ پر ہر بات چھوڑ دوں۔ یعنی سچائی اس قراءت کی صورت میں رب العالمین پر وقف ہے۔ اور پہلی قراءت کی صورت میں وصل جائز ہے کیونکہ حَقِیْقٌ۔ رسولوں کی صفت ہے اور علی باء کے معنی میں ہے جیسا کہ ابی بن کعب کی روایت میں ہے یعنی بیشک میں رسول اس بات کے لائق ہوں کہ میں نہ کہوں۔ نمبر۲۔ علیٰ کو رسول میں پائے جانے والے معنی فعل سے متعلق کیا جائے۔ یعنی بیشک میں رسول برحق ہوں رسالت کے لائق ہوں میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق حق بات کہوں۔ قَدْ جِئْتُکُمْ بِبَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ جو میری رسالت کو واضح کردے۔

بنی اسرائیل کی مصر آمد:

فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (سو تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے) ان کو آزاد کردے تاکہ وہ ارض مقدس کی طرف واپس لوٹ جائیں۔ جو ان کا اصلی وطن ہے اور یہ اس طرح کہ جب یوسف علیہ السلام فوت ہوگئے۔ تو فرعون نسل اسباط پر غالب آگیا۔ اور ان کو غلام بنالیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ان کو غلامی سے نجات دی۔ مصر میں داخلے اور نجات کے دن میں چار سو سال کا فاصلہ تھا۔

قراءت: مَعِیَ حفص کی قراءت میں ہے۔

فرعون کا جواب:

آیت ۱۰۶: قَالَ اِنْ کُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَۃٍ (فرعون نے کہا اگر تو کوئی معجزہ لے کر آیا ہے) اس کی طرف سے جس نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا۔ فَاْتِ بِھَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (تو اس کو پیش کرو اگر تم سچے ہو) تو میرے پاس لے آ تاکہ تیرا دعویٰ درست ثابت ہو سکے اور اس میں تیری سچائی ظاہر ہو۔

عصائے موسوی کا اعجاز:

آیت ۱۰۷: فَاَلْقٰی (پس آپ نے ڈال دیا) موسیٰ علیہ السلام نے عَصَاہُ (اپنا عصا) اپنے ہاتھ سے فَاِذَا ھِیَ (تو اچانک) اذا

مفاجات کے لیے ہے یہ ظرف مکان ہے یہ ثمہ اور ھناك کی طرح ہے۔ ثُعۡبَانٌ بہت بڑا سانپ مُّبِيۡنٌ (ایک اژدہا بن گیا) جس کا معاملہ ظاہر ہونے والا تھا۔ روایت میں ہے کہ وہ نر سانپ تھا جو منہ کھولنے والا تھا۔ اس کے جبڑوں کا فاصلہ ۸۰ ہاتھ تھا۔ اس نے اپنا نچلا جبڑا زمین پر اور اوپر والا محل کی بالائی دیوار پر رکھا۔ پھر فرعون کی طرف متوجہ ہوا تو فرعون بھاگ نکلا اور پاخانہ کر دیا۔ اور اس سے قبل اس نے پاخانہ نہ کیا تھا۔ اس نے لوگوں پر حملہ کر دیا جس سے پچیس ہزار آدمی مر گئے۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو قتل کر ڈالا فرعون چیخ اٹھا اے موسیٰ اس کو پکڑو میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں موسیٰ علیہ السلام نے پکڑا تو وہ عصا بن گیا۔

ید بیضاء کا معجزہ:

آیت ۱۰۸: وَّنَزَعَ يَدَهٗ (اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا) اپنے گریبان سے فَاِذَا هِيَ بَيۡضَآءُ لِلنّٰظِرِيۡنَ (پس وہ اچانک سب دیکھنے والوں کیلئے بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا) یعنی وہ سفید تھا دیکھنے کے لیے اور دیکھنے کے لیے سفیدی وہی ہوتی ہے۔ جو سفیدی عجیب اور عام عادت کے خلاف ہو۔ لوگ اس کو دیکھنے کیلئے جمع ہوتے تھے۔ روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اپنا ہاتھ دکھا کر فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ تیرا ہاتھ ہے۔ پھر اس کو اپنے گریبان میں ڈال کر کھینچا اچانک وہ سفید تھا۔ اس کی شعاعیں سورج کی شعاعوں پر غالب آ گئیں۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کا رنگ شدید گندمی تھا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ

سرداروں نے کہا جو فرعون کی قوم میں سے تھے کہ بلاشبہ یہ ایک جادوگر ہے جو بڑا ماہر ہے   یہ چاہتا ہے کہ تمہاری سرزمین سے تمہیں

مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ

نکال دے سو تم کیا مشورہ دیتے ہو؟   کہنے لگے کہ اس کو اور اس کے بھائی کو ڈھیل دیجئے اور شہروں میں جمع کرنے والوں

حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا

کو بھیج دے   جو تیرے پاس ہر ماہر جادوگر کو لے آئیں   اور جادوگر فرعون کے پاس آئے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب

لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى

ہوئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا؟   فرعون نے کہا ہاں بیشک تم لوگ مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔   ان جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ

اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا

یا تو آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہو جائیں۔   موسیٰ نے کہا کہ تمہیں ڈالو۔   سو جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر

اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ

جادو کر دیا اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور بڑا جادو لے کر آئے۔   اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ

اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا

تم اپنی لاٹھی ڈال دو، سو وہ اچانک ان کی بنائی ہوئی جھوٹی چیزوں کو نگلنے لگی۔   پس حق ظاہر ہو گیا اور وہ باطل ہو گیا

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

جو انہوں نے بنایا تھا   سو وہ اس جگہ مغلوب ہو گئے   اور جادوگر سجدہ میں ڈال دیئے گئے

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر   جو موسیٰ کا اور ہارون کا رب ہے۔

آیت۱۰۹: قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ (قوم فرعون کے سرداروں نے کہا بیشک یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے) سحر جاننے والا اور اس کا ماہر اس نے لوگوں کے تخیل میں لاٹھی کو سانپ اور گندمی رنگ سپید بنا دیا ہے۔ اس کلام کی نسبت سورۃ شعراء میں فرعون کی طرف کی گئی۔ کہ اس نے اپنے سرداروں کو یہ بات کہی۔ یہاں سرداروں کی طرف کی گئی پس احتمال ہے کہ

فرعون نے بھی کہی اور سرداروں نے بھی کہی۔فرعون کا وہاں نقل فرمایا جبکہ سرداروں کی بات یہاں نقل کی۔نمبر۲۔فرعون نے پہلے کہی اور سرداروں نے اس کے منہ سے سن کر کہنی شروع کی۔اور انہوں نے اپنے ماتحتوں کے لیے یہی بات کہی۔

فرعون کا کلام:

آیت ۱۱۰: یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ (وہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کرے) یعنی ارض مصر فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ (پس تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو) تم کیا مشورہ دیتے ہو۔یہ امرتہٗ فامرنی بکذا سے لیا گیا۔جب تم مشورہ کرواور وہ تمہیں اپنی رائے دے۔یہ فرعون کا کلام ہے۔جو اس نے اپنے سرداروں کو اس وقت کہا جب سرداروں نے فرعون سے کہا ان ھذا لساحر علیم یرید ان یخرجکم یہ پڑھا لکھا جادوگر تمہیں تمہاری سرزمین سے نکالنا چاہتا ہے۔

سرداروں کا مشورہ:

آیت ۱۱۱: قَالُوْٓا اَرْجِهْ (انہوں نے کہا آپ اس کو مہلت دیں) قراءت: عاصم حمزہ نے اس کو سکون ھا سے پڑھا ہے معنی یہ ہے اس کو مؤخر کر اور اس کو روک۔یعنی اس کے معاملے کو ملتوی کر۔اور جلد بازی مت کر۔یا اس نے قتل کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ اس کے قتل کو مؤخر کرو۔اور اس کو قید کرو۔اور اس کو قتل نہ کرو تا کہ لوگوں کے سامنے اس کا سحر ظاہر ہو۔وَاَخَاهُ (اور اس کے بھائی کو) ہارون کو وَاَرْسِلْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ (اور شہروں میں جمع کرنے والے کارندوں کو بھیج دو) جمع کرنے والے۔

آیت ۱۱۲: یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ۔(کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس حاضر کر دیں) قراءت: حمزہ وعلی نے ساحر کو سحّار پڑھا ہے۔یعنی وہ تیرے پاس اس جیسے پڑھے لکھے جادوگر لائیں یا اس سے بھی بہتر۔

ساحروں کی آمد اور معرکہ:

آیت ۱۱۳: وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ (اور جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے) مراد یہ ہے کہ فرعون نے ان کی طرف پیغام بھیجا وہ حاضر خدمت ہو گئے۔قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا (کہنے لگے کہ اگر ہم غالب ہوئے) خبر پر اور عظیم اجر کے اثبات کے ساتھ یہ حجازی اور حفص کے ہاں ہے' یہاں فقالوا کی بجائے قالوا فرمایا گیا۔کیونکہ یہ ایک سائل کا گویا جواب ہے کہ وہ جب آ گئے۔تو انہوں نے کیا کہا۔تو اس کا جواب دیا گیا: ان لنا لا جرًا یعنی غلبہ پر انعام ملے گا۔اجرًا کو نکرہ تعظیم کے لئے لائے۔گویا کہ انہوں نے کہا کہ ہم کو بہت بڑا بدلہ چاہیے۔اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ (اگر ہم غالب آ گئے)۔

آیت ۱۱۴: قَالَ نَعَمْ (فرعون نے کہا ہاں) بے شک تمہیں ضرور بدلہ ملے گا۔وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے) میرے ہاں تم سب سے اول داخل ہونے والے اور سب سے آخر نکلنے والے ہو گے ان کی تعداد ۸۰ ہزار یا ۷۰ ہزار یا ۳۴،۳۵ ہزار تھی۔

ساحروں کا موسیٰ علیہ السلام سے کلام:

آیت ۱۱۵: قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ (ان جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ! یا تو آپ ڈالیں اپنی لاٹھی) وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ

نَحۡنُ الۡمُلۡقِيۡنَ (یا ہم ڈالنے والے ہو جائیں اُس کو جو ہمارے پاس ہے) اس میں دلالت ہے کہ ان کی رغبت اس بات کی طرف تھی۔ کہ وہ پہلے ڈالیں۔ اس لیے متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے لائے اور خبر کو بھی معرفہ لائے۔

جواب موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۱۶: قَالَ (کہا) موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا اَلۡقُوۡا (تم ہی ڈالو) ان کو اختیار دینا تقاضا ادب حسن ہے جس کی رعایت ان کے ساتھ برتی گئی۔ جیسا کہ مناظرہ وجدال میں شروع ہونے سے پہلے کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے وہ بات خاص کر دی جس کی ان کو رغبت تھی۔ ان کی شان کو گھٹانے اور ان کی طرف بے توجہی اختیار کرتے ہوئے اور اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے۔ کہ معجزہ پر کبھی جادو غالب نہیں آسکتا۔

اثراتِ سحر:

فَلَمَّاۤ اَلۡقَوۡا سَحَرُوۡۤا اَعۡيُنَ النَّاسِ (پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی) حیلوں سے لوگوں کو دکھلائیں اور شعبدہ بازی کے انداز سے لوگوں کے خیال میں یہ بات ڈالی حقیقت میں اس کے خلاف تھی۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے موٹی موٹی رسیاں ڈالیں اور لمبے لمبے بانس پس انہوں نے سانپوں کی طرح زمین کو بھر دیا اور وہ ایک دوسرے کے اوپر سوار ہو گئے۔ وَاسۡتَرۡهَبُوۡهُمۡ (اور ان پر ہیبت غالب کر دی) اور لوگوں کو سخت ڈرایا۔ گویا انہوں نے اپنے ڈر کو حیلہ سے طلب کیا۔ وَجَآءُوۡ بِسِحۡرٍ عَظِيۡمٍ (اور ایک قسم کا بڑا جادو دکھلایا) سلسلۂ سحر میں یا دیکھنے والوں کی نگاہ میں۔

وحی سے اظہارِ معجزہ کا حکم:

آیت ۱۱۷: وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰٓى اَنۡ اَلۡقِ عَصَاكَ‌ فَاِذَا هِىَ تَلۡقَفُ (اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں۔ پس عصا کا ڈالنا تھا اس نے نگلنا شروع کیا) تلقف نگلنے کو کہتے ہیں۔

قراءت: حفص نے تلقف پڑھا۔ مَا يَاۡفِكُوۡنَ (ان کے بنے بنائے کھیل کو) ما موصولہ یا مصدریہ یعنی جو وہ باندھتے تھے یعنی حق سے باطل کو پلٹتے تھے۔ اور جھوٹ کے طور پر پیش کرتے تھے۔ نمبر۲۔ افک سے مافوک بنایا گیا گھڑا ہوا مراد ہے۔ روایت میں ہے کہ جب اس نے رسیوں اور لاٹھیوں سے بھری وادی نگل لی۔ موسیٰ نے اس کو اٹھایا۔ تو پہلے کی طرح لاٹھی بن گئی۔ اور ان بڑے اجسام کو اپنی قدرت سے معدوم کر دیا۔ نمبر۳۔ ان کے اجزائے لطیفہ میں منتشر کر دیا۔ جادوگر کہنے لگے اگر یہ جادو ہوتا تو ہماری رسیاں اور لاٹھیاں باقی رہتیں۔

غلبہ حق:

آیت ۱۱۸: فَوَقَعَ الۡحَـقُّ (پس حق ظاہر ہو گیا) قائم وثابت ہوا وَبَطَلَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ‌ (وہ سب بیکار ہو کر رہ گیا جو کچھ انہوں نے بنایا تھا) جادو سے۔

آیت ۱۱۹: فَغُلِبُوۡا هُنَالِكَ (پس وہ اس موقعہ پر ہار گئے) یعنی فرعون اور اس کا لشکر اور جادوگر وَانۡقَلَبُوۡا صٰغِرِيۡنَ‌ (اور ذلیل ہو کر واپس چلے گئے) ذلیل اور مبہوت ہو گئے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ

فرعون نے کہا کیا تم اس سے پہلے اُس پر ایمان لے آئے کہ میں تمہیں اجازت دوں' بلاشبہ یہ ایک بڑا مکر ہے جو تم سب نے مل کر اس شہر میں کیا ہے تاکہ تم اس کے ذریعہ شہر والوں کو نکال دو

اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ

سو عنقریب تم جان لو گے' ضرور، بالضرور میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو سولی پر

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ

لٹکا دوں گا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں' اور تو جو ہم سے انتقام لے رہا ہے اس کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم

١٤ ع٨ ٤ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۚ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے آئے جب وہ ہمارے پاس پہنچ گئیں۔ اے ہمارے رب ہم پر صبر ڈال دے اور ہمیں اس حال میں موت دے کہ ہم اسلام پر ہوں۔

مغلوبیت کے بعد جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا لشکر بن گئے:

آیت ۱۲۰: وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ (اور وہ جو ساحر تھے وہ سجدہ میں گر گئے) نمبر۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے۔ گویا ان کو کسی ڈالنے والے نے زبردستی ڈال دیا۔ نمبر۲۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کو دیکھ کر وہ اپنے اختیار میں نہ رہے گویا وہ ڈال دیے گئے وہ دن کی ابتداء میں جادوگر کافر تھے اور دن کے آخر میں نیک شہداء بن گئے۔

اعلانِ حق:

آیت ۱۲۱، آیت ۱۲۲: قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر) رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (جو موسیٰ و ہارون کا بھی رب ہے) **نحو**: یہ ماقبل سے بدل ہے۔

فرعون کی مکارانہ تقریر و دھمکی:

آیت ۱۲۳: قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ (فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو) خبر کی صورت میں۔

قراءت: حفص نے پڑھا ہے اس صورت میں یہ فرعون کی طرف سے ان کو توبیخ ہے۔ دو ہمزہ کیساتھ۔ حفص کے علاوہ کوفی قراء نے پڑھا۔ پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور اس کا معنی استبعاد اور انکار ہے۔ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ (میری اجازت کے بغیر) میرے تمہیں اجازت دینے سے پہلے اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا (حقیقت میں یہ تم سب کی سازش تھی جو تم نے شہر میں اس لئے کی تھی کہ یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو) یہ تمہاری حرکت ایک حیلہ ہے جو تم نے اور موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں برپا کیا ہے۔ اس سے قبل کہ تم صحراء کی طرف نکل کر مقابلہ کے لئے جاؤ۔ اس میں تمہارا مقصد مخفی ہے کہ مصر

سے قبطیوں کو نکال باہر کرو۔ اور بنی سرائیل کو وہاں بساؤ۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (پس اب تم کو اس کی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے) یہ وعید ہے پہلے اس کو اس نے اجمالاً ذکر کیا پھر تفصیل اس قول سے کر دی۔

آیت ۱۲۴: لَاُ قَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ (میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دونگا) ہر جانب سے ایک ٹکڑا ثُمَّ لَاُ صَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ (پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دونگا) یہ پہلا شخص ہے جس نے دایاں ہاتھ بایاں پاؤں اور بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں کاٹا اور سولی پر لٹکایا۔

ساحروں کا جواب:

آیت ۱۲۵: قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم مرکر اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے) پس ہمیں موت کا ڈر نہیں اس لئے کہ ہم اپنے اس رب کی رحمت وملاقات کی طرف پلٹ جائیں گے۔ یا اِنَّآ سے وہ اپنے آپ اور فرعون ہر دو مراد لے کر گویا کہہ رہے تھے کہ ہم دونوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس جائیں گے وہ خود ہمارے مابین فیصلہ فرمائے گا۔

جو تیرے ہاں عیب ہے وہ ہمارے ہاں حسن ہے:

آیت ۱۲۶: وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا (اور تو نے ہم میں کونسا عیب دیکھا ہے سوائے اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے) تو ہمارا یہی عیب نکالتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لے آئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو تیری نگاہ میں سب سے بڑا عیب ہے وہ اصل میں سب سے بڑی فخر اور منقبت کی بات ہے اور وہ ایمان ہے شاعر نے یہی بات کہی۔ ولا عيب فيهم غير ان سيوفهم ، بهن فلولٌ من قراع الكتائب ' رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا (اے ہمارے رب ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما) یعنی زور سے ہم پر ڈال دے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں وسیع صبر عنایت فرما یہاں تک کہ وہ ہم پر بہنے لگے اور ہمیں ڈھانپ لے جیسا کہ پانی ڈھانپ لیتا ہے۔ وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (اور ہمیں اس حال میں موت دے کہ ہم اسلام پر ہوں) اسلام پر ثابت قدم رہنے والے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ

اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑے رہے گا تا کہ وہ زمین میں فساد کریں اور تجھے اور تیرے معبودوں کو

وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

چھوڑے رہیں۔ اس نے کہا کہ ابھی ہم ایسا کریں گے ان کے بیٹوں کو مار ڈالیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم کو ان پر پوری طرح غلبہ حاصل ہے۔

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۫ يُوْرِثُهَا مَنْ

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو' بلاشبہ یہ اللہ کی زمین ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا

يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ

وارث بنائے اور عاقبت متقیوں کے لئے ہی ہوتی ہے وہ کہنے لگے کہ ہم کو آپ کے آنے سے پہلے تکلیفیں دی جاتی

تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ

رہی ہیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی' انہوں نے جواب میں کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے

وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دے' پھر وہ دیکھے گا کیسے عمل کرتے ہو؟

فرعونی سرداروں کا خطرناک مشورہ:

آیت ۱۲۷: وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ (قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ کو اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں) مصر کی سرزمین میں غلبہ پا کر۔ اور وہاں کے لوگوں کا دین بدل کر۔ کیونکہ جادوگروں کے ایمان لانے پر چھ لاکھ لوگوں نے موافقت کی تھی۔ وَ یَذَرَکَ وَ اٰلِهَتَكَ (اور وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کیے رہیں)

نحو : لیفسدوا۔ پر اس کا عطف ہے کہا جاتا ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کے لئے اپنے بت بنوائے اور قوم کو حکم دیا کہ وہ اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان بتوں کی پوجا کریں۔ جیسا کہ بتوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ جیسا کہ بتوں کے پجاری پوجا کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کر دیں گے اس لیے وہ اپنے آپ کو رب کہلواتا تھا۔ انا ربکم الاعلی ۔ (النّٰزعٰت) فرعون نے سرداروں کو جواب دیتے ہوئے کہا:

جوابِ فرعون:

قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ۔ (فرعون نے کہا ہم ابھی ان کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کردیں اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں۔ اور ہم کو ان پر ہر طرح کا زور حاصل ہے)

قراءت: سَنَقْتُلُ حجازی نے پڑھا یعنی ہم ان پر قتل ابناء کا قانون دوبارہ نافذ کر رہے ہیں۔ تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہم ان پر غالب و قاہر ہیں۔ یہ ہمارے مقہور مجبور اور غلام ہیں یہ وہ اسرائیلی بچہ ہے جس کے متعلق ہمارے نجومی پیشنگوئی کرتے تھے۔ کہ سلطنت قبط کو تباہ کرے گا۔ اس سے عامۃ الناس ہماری اطاعت پر قائم رہیں گے اور ان کو بھی اس کی پیروی پر آمادہ کریں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کی مسلمانوں کو تلقین صبر و تقویٰ:

آیت ۱۲۸: قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا (موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کرو اور صبر کرو) یہ اس وقت کہا جب فرعون کی بات سے انہوں نے گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ سنقتل ابناء هم یہ بطور تسلی فرمایا اور آخرت کا وعدہ ان کو یاد دلایا۔ ان الارض نمبرا۔ ارض میں الف لام عہد کا ہے اور ارض مصر مراد ہے نمبر۲۔ الف لام جنس کا ہے اور ارض مصر پر اس کا اول اطلاق ہوتا ہے اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے۔ جس کو چاہیں اپنے بندوں میں سے مالک بنادیں) اس میں ان کو ارض مصر کی تمنا دلائی وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (اور بالآخر کامیابی انہی کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) اس میں بشارت ہے کہ اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔ خواہ ان میں سے ہو یا قبط میں سے قال موسٰى سے پہلے واؤ نہیں لائے۔ کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے بخلاف وقال الملاء کے وہ ماقبل و قال الملأ فى قوم فرعون پر معطوف ہے۔

وعدۂ آخرت کے متعلق تاخیر کی شکایت:

آیت ۱۲۹: قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا (انہوں نے کہا ہم تو ہمیشہ مصیبت میں ہی رہے۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی) وہ اس سے قتل ابناء مراد لیتے تھے۔ جو ولادت موسیٰ سے قبل پیش آیا اور اس وقت تک رہا جب تک انہوں نے چاہا اور اب دوبارہ اسی کو نافذ کر رہے تھے۔ ان الفاظ میں فرعون کے متعلق شکوہ اور وعدۂ نصرت کے متعلق دیر ہونے کی شکایات ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا دلاسہ:

قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیگا اور بجائے ان کے تمہیں اس سرزمین کا مالک بنا دیگا) جو بشارت پہلے اشارہ سے بیان کی تھی۔ اس میں وضاحت فرمادی اور ان کے سامنے بات کھول دی کہ وہ اللہ تعالیٰ فرعون کو ہلاک کرے گا۔ اس کے بعد سرزمین مصر میں تمہیں نائب بنائے گا۔ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (پھر تمہارا طرز عمل دیکھے گا) پس وہ تمہاری طرف سے اچھے برے عمل کو دیکھے گا۔ نعمت کی

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے فرعون والوں کو قحط سالی کے ذریعہ اور پھلوں میں کمی کے ذریعہ پکڑ لیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی

پھر جب آ جاتی ان کے پاس خوشحالی تو کہتے تھے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونی ہی چاہیے اور اگر انہیں کوئی بد حالی پہنچ جاتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی

وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا

نحوست بتاتے تھے' خبردار ان کی نحوست اللہ کے علم میں ہے لیکن ان میں بہت سے لوگ نہیں جانتے' اور وہ کہنے لگے

مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾

کہ تو جب کبھی بھی کوئی نشانی ہمارے سامنے لائے گا تاکہ تو اس کے ذریعہ ہم پر جادو کرے سو ہم تیری تصدیق کرنے والے نہیں ہیں۔

ناقدری اور ناشکری کا اندازہ کرے گا۔ تاکہ جو عمل تمہارے سے پایا جائے اس کے مطابق تمہیں بدلہ دیا جائے۔

نکتہ: عمرو بن عبید کہتے ہیں کہ میں خلافت سے قبل منصور کے پاس گیا اس کے دسترخوان پر ایک دو روٹیاں تھیں۔ منصور نے عمرو کی خاطر اور منگوائیں۔ مگر میسر نہ ہوئیں تو منصور نے یہ آیت پڑھی۔ پھر خلافت کے بعد اس کے ہاں گیا اور یہ واقعہ یاد دلایا۔ تو منصور کہنے لگا ابھی ایک بات باقی ہے۔ فینظر کیف تعملون ہمارے اعمال سامنے نہیں آئے۔

فرعونیوں پر عذاب کی ابتداء:

آیت ۱۳۰: وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ (ہم نے فرعونیوں کو قحط سالیوں کے عذاب میں مبتلا کر دیا) سنین کا معنی قحط ہے۔ یہ سات سال تھے اور سنۃ یہ دابہ اور نجم کی طرح اسمائے غالبہ میں سے ہے۔ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (اور پھلوں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا کر دیا) قحط دیہاتیوں کے لیے اور نقص اثمار شہریوں کے لیے لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ (تاکہ وہ سمجھ جائیں) تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور متنبہ ہو جائیں یہ حال ان کے اصرار کفر کی وجہ سے تھا۔ اور شدت وقحط میں لوگوں کے دلوں میں رقت ونرمی زیادہ ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فرعون چار سو سال زندہ رہا۔ اس نے تین سو بیس سال تک کوئی تکلیف نہ دیکھی تھی۔ اگر اس کو اس زمانہ میں سر درد بھوک وقحط، بخار پہنچتا تو وہ الوہیت کا مدعی نہ بنتا۔

فرعونیوں کا طرزِ عمل:

آیت ۱۳۱: فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ (پس جب ان پر خوشحالی آتی) صحت، سرسبزی قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ (وہ کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے) ہم اس کے مستحق ہیں۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ (اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی) خشک سالی اور بیماری یَّطَّیَّرُوْا (تو نحوست بتاتے) اصل میں یَتَطَیَّرُوْا تھا' تا کو طا میں ادغام کر دیا کیونکہ یہ طرف لسان اور اصول ثنایا کے لفظ ہیں۔ بِمُوْسٰی

وَمَنْ مَّعَهٗ (موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی) ان کو منحوس قرار دیتے ان سے شگون لیتے اور کہتے کہ یہ ان کی نحوست ہے اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہمیں یہ مصیبت نہ پہنچتی۔

نکتہ: یہاں اذا، داخل کیا ''حسنة'' میں ان، لائے سَیِّئَة پر اور سیئة کو نکرہ لایا گیا کیونکہ جنس حَسَنَة تو کثرت کی وجہ سے واقع ہونے کی طرح ہے۔ اور سیئہ کبھی کبھی اور نادر احوال میں پیش آتی ہے اور اس میں سے بھی معمولی سی آتی ہے اس لیے اس کو نکرہ لائے۔ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ (یاد رکھو کہ ان کی نحوست) ان کے خیر وشر کا سبب عِنْدَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے) اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت میں ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہاتھ میں خیر وشر کا پہنچانا ہے۔ جیسا دوسری آیت میں ہے۔ قل كل من عند اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے تھے) اس بات کو

میں نہ مانوں کی رٹ:

آیت ۱۳۲: وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ (اور یوں کہتے کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ۔ جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے)

نحو: اصل مهما کی ماما ہے۔ پہلا ''ما'' جزاء کے لیے ہے دوسرا اس کے ساتھ تاکید جزاء کے لیے لایا گیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ متى ما تخروج اخرج۔ ارشاد الٰہی: اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا (البقرہ:۱۴۸) فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ (الزخرف:۴۱) البتہ درمیان والا الف ما کا تکرار متجانسین کی وجہ سے ہا سے بدل دیا۔ علمائے بصرہ کا درست مذہب یہی ہے۔ اعراب میں یہ تأتنا کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔ یعنی ایما شئی تو حاضر کرتا ہے اور لاتا ہے مِن اٰية یہ مهما کا بیان ہے بہٖ کی ضمیر اور بها کی ضمیر مهما کی طرف لوٹتی ہے البتہ پہلا لفظ کا لحاظ کر کے لائے اور دوسری معنی کا کر کے لائی گئی کیونکہ وہ آیت کے معنی میں ہے اس کو آیت موسیٰ کے نام کا اعتبار کر کے کہا یا ان کا مقصد اس سے استہزاء تھا۔ کہ جس کو تو نشانی کہتا پھرتا ہے یہ بھی کوئی نشانی ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ قف

سو ہم نے ان پر طوفان بھیج دیا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون' یہ نشانیاں تھیں کھلی ہوئی۔

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ۱۳۳ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا یٰمُوْسَی

سو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے اور ان پر جو عذاب واقع ہوتا تو کہتے تھے کہ اے موسیٰ

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ج لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ

اپنے رب سے اس بات کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے۔ اگر تو نے ہم سے عذاب کو ہٹا دیا تو ہم ضرور تیری تصدیق کریں گے

وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۱۳۴ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓی اَجَلٍ

اور تیرے ساتھ ضرور بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے' پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک مدت تک ہٹا دیتے

هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ۱۳۵ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ

جس مدت تک ان کو پہنچنا تھا تو وہ اسی وقت عہد شکنی کر دیتے تھے۔ پھر ہم نے ان سے انتقام لے لیا سو ان کو اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیات کو

بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ۱۳۶ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ

جھٹلایا سمندر میں غرق کر دیا' اور وہ ان سے غافل تھے اور ہم نے ان لوگوں کو زمین کے مشارق اور مغارب کا

كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ط وَتَمَّتْ كَلِمَتُ

وارث بنا دیا جو ضعیف شمار کئے جاتے تھے اور آپ کے رب کی نیک بات

رَبِّكَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۵ بِمَا صَبَرُوْا ط وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ

بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی۔ اس سبب سے کہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا ان کارروائیوں کو

فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ۱۳۷

جو فرعون اور اس کی قوم کے لوگ کیا کرتے تھے اور جو کچھ وہ اونچی عمارتیں بنایا کرتے تھے۔

فرعونی عذابوں کے چکر میں:

آیت ۱۳۳: فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ (پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا) نمبر۱۔ جس نے ان کو گھیر لیا اور بارش وغیرہ جس نے ان پر غلبہ کر لیا۔ نمبر۲۔ سیلاب نمبر۳۔ پانی نے ان کے کھیتوں کو ڈبو دیا آٹھ دن مسلسل بارش ہوتی رہی سخت اندھیرا چھایا رہا۔ دن رات

سورج چاند کو نہ دیکھا اور کوئی گھر سے باہر نہ نکل سکا۔ نمبر۴: یہ پانی قبطیوں کے گھروں میں داخل ہو گیا۔ یہاں تک کہ پانی ان کے گلے تک پہنچ گیا جو بیٹھتا وہ غرق ہو جاتا۔ بنی سرائیل کے گھروں میں ایک قطرہ بھی داخل نہ ہوا۔

نمبر۵۔ جدری کی بیماری تھی نمبر۶۔ طاعون ان پر مسلط ہوا۔ وَالْجَرَادَ (اور ٹڈیاں) ان کی کھیتیاں کھالیں اور ان کے پھل سڑ گئے اور ان کے گھروں کی چھتوں اور کپڑوں کو دیمک نے چاٹ لیا۔ بنی اسرائیل کے گھروں میں سے کسی کے گھر میں ان میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ وَ الْقُمَّلَ (جوں یا گھن کا کیڑا) جوئیں یہ مکڑی کی اولاد ہے۔ اس کے پر نکلنے سے پہلے یا پسو یا بڑے چیچڑ وَالضَّفَادِعَ (مینڈک) ان کے کھانے اور مشروبات میں گرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب کوئی بات کرتا تو چھلانگ لگا کر اس کے منہ میں پہنچ جاتا۔ وَالدَّمَ (خون) نکسیر دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے پانی خون بن گئے۔ یہاں تک کہ قبطی اور بنی اسرائیلی ایک برتن پر جمع ہو جاتے تو بنی اسرائیلی کے سامنے والا پانی اسی طرح رہتا اور قبطی کے سامنے والا خون بن جاتا تیسرا قول یہ ہے کہ نیل سے خون بہنے لگا۔ اٰیٰتٍ (معجزات) یہ اشیائے مذکورہ سے حال ہے۔ مُّفَصَّلٰتٍ (کھلے) ظاہر واضح اس میں کسی عقل مند کو ذرہ بھر شبہ نہ تھا۔ کہ یہ آیات اللہ میں سے ہیں۔ نمبر۲۔ ان نشانات کا آپس میں ایک ایک ماہ کا فاصلہ تھا۔ فَاسْتَكْبَرُوْا (پس وہ تکبر کرتے رہے) موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ (اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ)۔

عذاب کے وقت جھوٹا وعدہ:

آیت ۱۳۴: وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ (جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا) آخری عذاب اور وہ خون یا یکے بعد دیگرے آنے والا عذاب قَالُوْا یٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ (اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے) ما مصدر یہ ہے یعنی جو وعدہ اس نے تیرے ساتھ کیا اور وہ نبوت ہے باء ادْعُ سے متعلق ہے یعنی ادع اللّٰہ لنا متوسلاً الیه بعهدہٖ عندك تو اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے اس وعدہ کے توسل سے دعا کر جو اس نے تیرے ساتھ کر رکھا ہے۔ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (اگر آپ اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیں تو ہم ضرور بالضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آدیں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے)۔

مہلت سے غلط فائدہ:

آیت ۱۳۵: فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ (پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک مدت تک ہٹا دیتے) ایک زمانہ تک هُمْ بٰلِغُوْهُ (جس مدت تک ان کو پہنچنا تھا) بہر صورت پس ان کو سزا ملے گی ان کو پہلی مہلت کام نہ دے گی۔ اور نہ ہی عذاب کا وقتی طور دور ہونا کام آئے گا۔ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (تو وہ اسی وقت عہد شکنی کر دیتے تھے) یہ لمّا کا جواب ہے یعنی جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا لیا تو اسی وقت وعدہ توڑنے لگے اور ذرہ بھی تاخیر نہ کی۔

کفر وتکذیب کا نتیجہ غرقابی ہوا:

آیت ۱۳۶: فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (پھر ہم نے ان سے بدلہ لے لیا) انتقام انعام کی ضد ہے جیسا کہ عقاب ثواب کی ضد ہے فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ (یعنی ان کو سمندر میں غرق کر دیا) یَمّ، وہ سمندر جس کی گہرائی معلوم نہ ہو۔ نمبر۲۔ سمندر کی موجوں اور کثیر پانی کو کہتے ہیں۔ یہ تیمّم سے بنا ہے کیونکہ اس سے فائدہ اٹھانے والے اس کا قصد کرتے ہیں بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (کیونکہ وہ ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے) ان کا غرق ہونا آیات کی تکذیب اور ان سے غفلت اور عدم توجہ کی بناء پر تھا۔

غلامی سے آزادی اور ایفائے عہد:

آیت ۱۳۷: وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ (اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کیے جاتے تھے مالک بنا دیا) یہ بنی اسرائیل ہیں فرعون ان کو قتل اور غلامی سے کمزور کرتا تھا۔ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا (اسی سرزمین کے مشرق و مغرب کا) سرزمین مصر وشام الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا (جس میں ہم نے برکت رکھی ہے) سرسبزی اور وسعت رزق اور کثرت انہار و اشجار کی بناء پر وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ (اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہو گیا) وہ کلمہ اس آیت میں مذکور ہے :عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ (الاعراف:۱۲۹) یا پھر اس آیت میں: وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ (القصص:۵،۶) الحسنٰى یہ احسن کی تانیث ہے اور کلمہ کی صفت ہے علٰی یہ تمت کا صلہ ہے یعنی مضت علیهم واستمرت علیهم ان پر مسلسل رہا۔ جیسا کہ محاورہ ہے تمّ علی الامر جبکہ وہ اس پر چل رہا ہو۔ بِمَا صَبَرُوْا (ان کے صبر کی وجہ سے) یہ آیت صبر پر آمادہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ دلالت کر رہی ہے۔ کہ جو تکالیف کا مقابلہ جزع فزع سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کی تکلیف کے سپرد کر دیتا ہے اور جو صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کشادگی کا ضامن بن جاتا ہے وَدَمَّرْنَا (اور ہم نے درہم برہم کر دیا) ہم نے ہلاک کر دیا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (فرعون اور اس کی قوم کے تیار کردہ کارخانوں کو اور وہ بلند عمارات جو وہ تعمیر کرتے تھے) نمبر۱۔ عمارات اور محلات کی تعمیر وغیرہ۔ نمبر۲۔ باغات میں۔ نمبر۳۔ جو وہ مضبوط محلات بناتے تھے جیسا ہامانی محل وغیرہ۔

قراءت: شامی اور ابوبکر نے يَعْرُشُوْنَ پڑھا ہے۔ راء کے ضمہ سے یہ فرعون اور قبطیوں کا واقعہ اور ان کے تکذیب آیات کے حالات کا اختتام ہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کا واقعہ ذکر کیا اور جو حالات انہوں نے فرعون کی غلامی سے نجات پانے کے بعد پیدا کیے اللہ تعالیٰ کی عظیم آیات کا معائنہ کرنے اور سمندر پار کرنے کے بعد بھی گائے کی عبادت جیسے قبیح فعل کے ارتکاب کا تذکرہ ہے۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا سو وہ ایک ایسی قوم پر آئے جو اپنے بتوں پر دھرنا دیئے ہوئے

لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ

تھے۔ کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے معبود تجویز کر دیجئے جیسا کہ ان کے معبود ہیں۔ انہوں نے کہا بیشک تم ایسے لوگ ہو کہ

تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

جہالت کی باتیں کرتے ہو بلاشبہ یہ لوگ جس شغل میں ہیں وہ تباہ ہونے والا ہے اور یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ باطل ہے۔

قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ

موسیٰ نے کہا کہ کیا اللہ کے سوا تمہارے لئے کسی کو معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں جہانوں پر فضیلت دی اور جب ہم نے

مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ

تمہیں نجات دی آل فرعون سے جو تمہیں بری تکلیفیں دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو بکثرت قتل کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ

نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ

چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش ہے۔ اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا

لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰی

وعدہ کیا اور دس راتوں کے ذریعہ ان کی تکمیل کر دی پس ان کے رب کا وقت مقرر یعنی چالیس راتیں کامل ہو گئیں اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا

لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

کہ تم میرے بعد میری قوم میں میرے خلیفہ بن کر رہنا اور اصلاح کرتے رہنا اور مفسدین کی راہ کا اتباع نہ کرنا۔

بنی اسرائیل کے حالات پر نظر:

اصل مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ بنی اسرائیل کا آپ سے مدینہ میں سلوک کچھ عجیب نہیں بلکہ اس سے بھی عجیب تر حالات ان کی طرف سے پہلے بھی پیش آچکے۔

بنی اسرائیل میدانِ صحرائے سیناء میں:

آیت ۱۳۸: وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ (ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کرادیا) روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل نے جس

دن سمندر عبور کیا وہ عاشورہ کا دن تھا۔فرعون اور قوم فرعون اسی دن غرق ہوئے پس بنی اسرائیل نے عاشورہ کے دن کا بطور شکر یہ روزہ رکھا۔فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ (پس ان کا گزر ہوا ایک قوم پر) ان کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا۔

بنی اسرائیل کی پہلی حماقت و جہالت:

یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ (جو اپنے بتوں کی عبادت پر جمے ہوئے تھے) جو ان کی عبادت پر مواظبت کرنے والے تھے۔یہ گائے کی مورتیاں تھیں۔

قراءت: حمزہ اور علی نے یعکِفون کاف کے کسرہ سے پڑھا۔قَالُوْا یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا (کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک ایسا معبود مقرر کر دو) ایک بت بنا دو۔جس پر ہم بھی جھک بیٹھیں۔كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ (جیسے ان کے معبود ہیں) بت ہیں جن کے پاس آس جمائے بیٹھے ہیں۔

نحو: کما کا ما کافہ ہے اس لیے اس کے بعد جملہ آیا۔

نکتہ: ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے تو اپنے نبی کی قبر پر چھڑکا جانے والا پانی خشک ہونے سے پہلے ہی اختلاف ڈال دیا۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے سمندر کے پانی سے قدم خشک ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا (جبکہ موسیٰ وھارون ابھی وہیں موجود تھے) یٰموسٰی اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھة ۔ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یقیناً تم لوگ جاہل ہو) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم ترین نشانی دیکھنے کے بعد ان کے اس قول پر تعجب کیا۔آپ نے اس کو جہل مطلق قرار دیا۔ اور اس کو اِنَّ سے مؤکد بھی کیا۔

بت پرستی بے بنیاد چیز ہے:

آیت۱۳۹: اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ (بیشک یہ کام) ان تماثیل کی عبادت کرنے والے مُتَبَّرٌ (بیکار ہیں) ہلاک ہونے والے ہیں۔یہ تبار سے بنا ہے۔مَّا هُمْ فِیْهِ (جس میں وہ مصروف ہیں) اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیں گے اور ان کے لین دین کو منہدم کر دیں گے جس پر وہ چل رہے ہیں میرے ذریعہ یہاں هٰۤؤُلَآءِ کو اِنَّ کا اسم بنانے اور خبر کو مقدم کر کے اس بات کو نشان زدہ کر دیا کہ بت پرست دراصل خود ہلاکت کا شکار ہونے والے ہیں۔اور وہ اس سے بالکل نہیں بچ سکتے۔ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (اور محض بے بنیاد ہے جو وہ کر رہے ہیں) یعنی جو کچھ وہ بت پرستی کرتے ہیں وہ بے کار اور بے حقیقت ہونے والی ہے۔

آیت۱۴۰: قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا (اور فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سواء اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کر دوں) یعنی کیا میں تمہیں ایسا معبود تلاش کر کے دوں جو سرے سے ہی عبادت کا حقدار نہیں۔وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ (حالانکہ اس نے تم کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے) نحو: یہ حال ہے مراد اس زمانہ کے لوگ۔

انعامات سے تذکیر:

آیت۱۴۱: وَاِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۔(اور جب ہم نے تمہیں نجات دی آل فرعون سے)۔قراءت: اَنْجَاكُمْ شامی

نے پڑھا یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ :(جو تمہیں بری تکلیفیں دیتے تھے) وہ تمہارے لیے سخت سزا کے خواہاں تھے۔ یہ سام السلعہ سے لیا گیا ہے جبکہ اس کو طلب کیا جائے۔

نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں ۔ نمبر۲۔ مخاطبین سے حال ہے۔ نمبر۳۔ آل فرعون سے حال ہے۔ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ (وہ تمہارے بیٹوں کو بکثرت قتل کر ڈالتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے) قراءت : نافع نے یَقْتُلُوْنَ پڑھا۔ وَفِیْ ذٰلِکُمْ (اور اس میں) یعنی نجات دینے یا سزا دینے میں بَلَآءٌ (آزمائش تھی) نعمت یا مشقت مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ۔ (تمہارے رب کی طرف سے بڑی)

کتاب ملنے کا وعدہ:

آیت ۱۴۲: وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً (ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس رات کا وعدہ کیا) تورات دینے کے لیے وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ (اور مزید دس راتوں سے ان تیس راتوں کو مکمل کر دیا) روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا جبکہ آپ مصر میں تھے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیا تو تمہیں اپنی طرف سے ایک کتاب دیں گے جب فرعون ہلاک ہو چکا تو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں کتاب کا سوال کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیس دن کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا یہ ذی القعدہ کا مہینہ تھا۔ جب تیس دن پورے ہو گئے آپ نے منہ میں مہک محسوس کی اور مسواک کر لی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ روزہ دار کے منہ کی مہک اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دس دن ذی الحجہ کے بڑھانے کا حکم دیا۔ اسی لیے فرمایا فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖٓ (پس ان کے رب کا وقت مقررہ پورا ہو گیا) جو وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ اور بیان فرمایا تھا۔ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (چالیس راتیں)

نحو : یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی پورا ہوا اس حال میں کہ وہ اس گنتی تک پہنچنے والا تھا۔ اجمالاً، اربعین کا تذکرہ سورۂ بقرہ میں فرمایا مگر یہاں اس کی تفصیل فرمائی۔

حضرت ہارون علیہ السلام کو ہدایت:

وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ (موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون سے کہہ دیا) هٰرُوْنَ، اَخِیْهِ کا عطف بیان ہے۔ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ (میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا) ان میں میرا خلیفہ بن کر۔ وَاَصْلِحْ (اور اصلاح کرتے رہنا) اور بنی اسرائیل کے جن معاملات کی درستگی لازم ہے ان کی اصلاح کرتے رہو۔ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ (اور بدنظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا) جو ان میں سے فساد کا داعی ہو تو اس کی اتباع نہ کرنا اور اس کی اطاعت نہ کرنا۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ

اور جب موسٰی ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے دکھا دیجئے

قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ

کہ میں آپ کو دیکھ لوں' فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے لیکن پہاڑ کی طرف دیکھو' سو اگر پہاڑ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے'

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ

پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ کو چورا کر دیا اور موسٰی بے ہوش ہو کر گر پڑے' پھر جب ان کو ہوش آیا تو کہنے لگے

سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ

آپ کی ذات پاک ہے میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور میں ایمان لانے والوں میں پہلا شخص ہوں۔ فرمایا' اے موسٰی بلاشبہ میں نے اپنی

عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ ۫ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾

پیغمبری اور اپنی ہمکلامی کے ساتھ لوگوں کے مقابلہ میں تمہیں چن لیا' سو میں نے تمہیں جو کچھ دیا ہے وہ لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ

موسیٰ علیہ السلام کا طور پر ہمکلامی سے مشرف ہونا:

آیت ۱۴۳: وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا (جب آئے موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر) ہمارے اس ٹائم پر جو ہم نے ان کے لیے مقرر کیا تھا اور جس وقت کی حد بندی کر دی تھی۔ میقات کی لام، لام تخصیص ہے ہمارے میقات کے لیے ان کی آمد خاص کر دی گئی۔ وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ (اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں) بلا واسطہ اور بلا کیف روایت میں ہے کہ وہ کلام ہر جہت سے سن رہے تھے۔ اور شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التاویلات میں ذکر کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک آواز سنی جو اللہ تعالیٰ کے کلام پر دلالت کرنے والی تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا اس کے ساتھ خاص کرنا اس لحاظ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ایسی آواز سنائی جس کی تخلیق کا وہ خود والی و ذمہ دار تھا۔ بغیر اس بات کے کہ وہ آواز مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے مکتسب ہو۔ اس کے علاوہ دوسرے لوگ بندوں کے لیے مکتسب آواز سنتے ہیں۔ جس سے اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھا جاتا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے کلام سنا تو غلبہ شوق میں دیدار کی خواہش ظاہر کی۔ اور رؤیت کے لیے اس طرح سوال کیا۔

غلبہ شوق میں خواہش دیدار:

قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ (تو عرض کیا اے میرے رب مجھے اپنا دیدار کرا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں) اَرِنِیْ کا دوسرا مفعول محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ارنی ذاتك انظر الیك یعنی مجھے اپنے دیدار کی اس طرح طاقت عنایت فرما کہ

آپ تجلی فرمائیں اور میں آپ کو دیکھ لوں۔

قراءت: مکی نے اَرْنِی پڑھا ہے اور ابوعمرو نے، راء کے اختلاس کے ساتھ۔ راء کے نیچے کسرہ۔ اور دیگر قراء نے راء کے کسرہ اشباع کے ساتھ پڑھا۔

امکان رؤیت پر دلائل:

یہ آیت اہلسنت کی دلیل ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ جائز و ممکن ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا جاسکتا ہے یہاں تک کہ ان سے سوال بھی کر دیا۔ اور ایسی چیز کا اعتقاد رکھنا جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جائز نہ ہو یہ کفر ہے۔ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ (ارشاد فرمایا تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے) سوال کر کے نہیں اور نہ اس فانی آنکھ کے ساتھ بلکہ عطاء و نوال کے ساتھ اور باقی رہنے والی آنکھ کے ساتھ۔ یہ بھی اہلسنّت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا لن اُرٰی (کہ مجھے ہرگز دیکھا نہ جائے گا) کہ اس سے جواز رؤیت کی نفی ہو۔ اور اگر اس کی ذات دیکھی نہ جاسکتی ہوتی تو اللہ تعالیٰ خبر دیتے کہ انه لیس بمرئیٍ جبکہ حالت اور حالت بھی ایسی کہ بیان کی ضرورت ہے۔ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ (لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔ اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہا) وہ اپنی حالت پر باقی رہا۔ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ یہ بھی اہلسنت کی تیسری دلیل ہے کیونکہ رؤیت کو استقرار جبل سے معلق کرنا اور وہ ممکن ہے اور کسی چیز کا ممکن سے معلق کرنا اس کے امکان پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ تعلیق بالممتنع اس کے امتناع کی دلیل ہوتی ہے۔ اور ممکن کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ جعلهٗ دكًّا یہاں اندک نہیں فرمایا۔ جس کو اللہ تعالیٰ ایجاد کریں اس چیز کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ نہ پائی جائے۔ اگر وہ اس کو ایجاد نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے فعل میں مختار ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مایوس نہیں کیا۔ اور نہ اس پر عتاب کیا اور اگر رؤیت محال ہوتی تو ان کو عتاب کیا جاتا۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کو عتاب ہوا۔ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ (ہود:۴۶) جب کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے متعلق غرق سے بچانے کا سوال کیا۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (پس ان کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی فرمائی (تو) تجلی سے اس کے پرخچے اڑا دیئے) یعنی ظہور فرمایا۔ اور بلا کیف ظہور فرمایا شیخ ابومنصور نے فرمایا۔ تجلی للجبل کا معنی وہی ہے جو اشعری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ میں زندگی، علم، رؤیت پیدا فرما دیا۔ یہاں تک کہ پہاڑ نے اپنے رب کو دیکھا یہ نص قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مرئی ہے۔ ان مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر منکرین رؤیت کی جہالت واضح ہو جاتی ہے۔

اعتراض اور جواب:

اعتراض: موسیٰ علیہ السلام اس بات سے واقف تھے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں جاسکتا لیکن ان کی قوم نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ وہ اپنا رب انہیں دکھائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول ذکر کیا: نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (البقرہ:۵۵) پس آپ نے اس لیے رؤیت کا مطالبہ کیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ظاہر فرما دیں کہ وہ ذات مرئی نہیں۔

جواب: یہ محض باطل ہے اگر بات اس طرح ہوتی جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تو موسیٰ علیہ السلام اس طرح کہتے ارهم ینظروا الیك پھر اللہ تعالیٰ فرما دیتے: لن یرونی۔ مگر ایسا نہیں فرمایا اگر رؤیت جائز نہ ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام ان کی تردید کو مؤخر نہ فرماتے۔ بلکہ جونہی ان کا

کلام آپ کے کان تک پہنچا تھا، اسی وقت تردید فرما دیتے کیونکہ اسی وقت تردید نہ کرنے سے کفر پر پختہ کرنا لازم آتا ہے۔ حالانکہ انبیاءؑ کی بعثت تو کفر کی تغییر کے لیے ہے کیا تم نہیں دیکھتے جب بنی اسرائیل نے کہا: یٰموسی اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھة آپ نے ان کو مہلت نہیں دی بلکہ اسی وقت تردید فرمائی انکم قوم تجھلون؟ جَعَلَهٗ دَكًّا (تو پہاڑ کو چورا کر دیا) اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا یہ مصدر بمعنی مفعول ہے جیسے ضرب الامیر بمعنی مضروب الامیر الدق اور الدک ہم معنی ہیں یعنی زمین کے برابر کہ اس میں کوئی ٹیلہ نہ تھا کہا جاتا ہے ناقة دكّاء جس کی کوہان نہ ہو۔

قراءت: حمزہ اور علی نے دکاء پڑھا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام پر بیہوشی:

وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے) یہ حال ہے یعنی موسیٰ پر غشی طاری ہوگئی جس سے زمین پر گر گئے فَلَمَّاۤ اَفَاقَ (پھر جب ہوش آیا) اپنی بے ہوشی سے قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ (تو عرض کیا بے شک آپ کی ذات پاک ہے میں آپ کی بارگاہ میں معذرت کرتا ہوں) دنیا میں سوال کرنے سے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ (اور میں سب سے پہلے اس پر یقین رکھتا ہوں) یعنی تیری عظمت اور جلال پر اور اس پر کہ تو دنیا میں دیدار نہیں کراتا۔ باوجود جائز ہونے کے (کعبی کے قول کا رد) کعبی اصم کا قول کہ ارنی انظر الیك کا معنی یہ ہے کہ مجھے کوئی نشانی دکھا جس سے میں آپکو بطریق ضرورت جان لوں کہ گویا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ لن ترانی تو میری پہچان اس انداز سے نہیں کر سکتا۔ ولکن انظر الی الجبل میں اس کے لیے نشانی ظاہر کرتا ہوں۔ اگر اس کی تجلی کے لیے پہاڑ قائم رہا اور اپنی جگہ مستقر رہا عنقریب تو بھی اس کے لیے ثابت و قائم رہے گا۔ اور اس کی طاقت رکھ سکے گا۔ مگر یہ بات غلط ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے ارنی انظر الیك فرمایا الیھا نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے لن ترانی فرمایا لن تری آیتی نہیں فرمایا۔ پھر اس کا معنی لن تریٰ اٰیتی کس طرح ہو سکتا ہے۔ جبکہ عظیم ترین نشانی دکھائی کہ پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

مشرّفِ ہمکلامی اور تورات کی الواح:

۱۴۴: قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ (ارشاد فرمایا میں نے اے موسیٰ تجھے لوگوں پر امتیاز دیا) میں نے تجھے اہل زمانہ میں سے منتخب کیا۔ بِرِسٰلٰتِیْ (اپنی پیغمبری سے) وہ تورات کے اسفار ہیں۔ قراءت: حجازی نے برسالتی پڑھا ہے۔ وَبِكَلَامِیْ (اور اپنی ہمکلامی سے) خاص تجھ سے کلام کر کے فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ (پس جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے اس کو لو) جو میں نے تجھے شرف نبوت اور حکمت عنایت فرمائی وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ (اور شکر کرو) اس نعمت پر پس یہ عظیم نعمتوں میں سے ہے کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام عرفہ کے دن بے ہوش ہو کر گرے اور دس ذی الحجہ کو تورات ملی۔ اس لیے کہ ھارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے تو اصطفاء کو ان کے ساتھ خاص کر دیا۔

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ

اور ہم نے موسیٰ کے لئے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی ،

فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

سو آپ قوت کے ساتھ اسے پکڑیں اور اپنی قوم کو حکم دیں کہ اس کے اچھے اچھے اعمال کو پکڑے رہیں میں عنقریب تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھا دوں گا۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ

میں عنقریب اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو برگشتہ رکھوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ ساری نشانیاں دیکھ

اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا

لیں تو ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ

سَبِيْلَ الْغَىِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا

دیکھیں تو اسے اپنا طریقہ بنا لیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے

غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ

غافل تھے ، اور جن لوگوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال اکارت ہو گئے

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع ۱۷ / ۶ / ۷

ان کو انہیں اعمال کی سزا دی جائے گی جو وہ کیا کرتے تھے۔

تورات بنی اسرائیل کا قانون:

آیت ۱۴۵: وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ (اور ہم نے ان کو چند تختیوں پر لکھ دی) الواح جمع لوح تورات یہ دس تختیاں تھیں بعض نے کہا سات یہ زمرد کی بنی ہوئی تھیں دوسرا قول یہ ہے کہ لکڑی کی بنی ہوئی تھیں آسمان سے اتریں اور ان میں تورات درج تھی۔ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ (ہر چیز کی) یہ کتبنا کا مفعول ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ (نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل) یہ من کل شئی کا بدل ہے۔ مطلب یہ ہے ہم نے ان کے لیے ہر وہ چیز لکھ دی جس کی بنی اسرائیل کو مواعظ و تفصیل احکام کے سلسلہ میں ضرورت تھی ایک قول یہ بھی ہے کہ تورات ستر اونٹوں پر لادی جاتی تھی۔ اس کو مکمل چار آدمیوں نے پڑھا موسیٰ۔ یوشع۔ عزیر۔ عیسیٰ علیہم السلام۔ فَخُذْهَا (پس تم اس کو عمل میں لاؤ) پس ہم نے انہیں کہا اس کو پکڑو۔ خذھا کا عطف کتبنا پر ہے۔ اور ہا

کی ضمیر الواح کی طرف ہے۔نمبر۲۔لکل شیء کی طرف کیونکہ وہ اشیاء کے معنی میں ہے۔بِقُوَّةٍ (کوشش کے ساتھ) محنت و عزیمت کے ساتھ جس طرح اولوالعزم رسول کرتے ہیں۔وَاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا (اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کے اچھے اچھے احکام پر عمل کرو) یعنی اس میں جو احکام ہیں وہ احسن وحسن پر مشتمل ہیں۔مثلاً قصاص لینا۔معاف کرنا۔بدلہ لینا۔صبر کرنا۔ ان کو حکم دیں کہ وہ ایسا حکم اپنائیں جو حسن میں زیادہ بہتر اور ثواب میں زیادہ ہو۔جیسا کہ اس ارشاد میں: وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (الزمر:۵۵) سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ (میں بہت جلد تم کو ان نافرمانوں کا مقام دکھلاؤں گا) فرعون اور اس کی قوم کا علاقہ یعنی مصر اور عاد وثمود کے مقامات اور ہلاک شدہ اقوام۔کہ کس طرح یہ علاقے ان سے خالی ہوئے۔تاکہ عبرت حاصل کریں۔ان کی طرح فسق اختیار نہ کریں۔کہیں انہی جیسی دنیوی سزا نہ بھگتنی پڑے یا جہنم ٹھکانہ نہ بن جائے۔

متکبر حکمت سے محروم رہتا ہے:

آیت ۱۴۶: سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ (اور ایسے لوگوں کو میں اپنی آیات سے برگشتہ ہی رکھوں گا) ان کے سمجھنے سے ذوالنون مصریؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کہ باطل پسند بے کار لوگوں کو قرآن مجید کی خفیہ حکمتوں سے نوازے۔الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ (جو لوگ تکبر کرتے ہیں) جو مخلوق پر ظلم کرتے اور قبول حق سے نفرت کرتے ہیں تکبر کی اصل حقیقت اس بڑائی کی بتکلف کوشش کرنا جو باری تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (زمین میں ناحق) یہ یتکبرون سے حال ہے ای یتکبرون غیر محقین کیونکہ تکبر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا (اور اگر وہ تمام نشان دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لاویں) جو ان پر آیات اتاری گئیں۔ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ (اور اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھیں) معاملے میں ہدایت، بھلائی کا راستہ رُشد ہے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے الرَّشَدَ پڑھا ہے اور یہ دونوں لفظ السُّقْم اور السَّقَم کی طرح ہیں۔لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا (تو اس کو اپنا طریقہ نہیں بناتے) وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ (اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں) الغیّ گمراہی۔يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا (تو اس کو اپنا راستہ بنا لیں) ذٰلِكَ (یہ) یہ حق سے پھرنا۔یہ محل رفع میں ہے بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (اس وجہ سے ہے۔کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا) ان کی تکذیب کے باعث ہے۔وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (اور وہ ان سے غافل رہے) عناد واعراض والی غفلت نہ کہ سہو وجہل والی۔

آخرت کے منکروں کا حبط اعمال:

آیت ۱۴۷: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ (اور جنہوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا) نحو: یہ اضافت مصدر الی المفعول کی قسم میں سے ہے۔ای لقاء ھم الاخرة ان کا آخرت کی ملاقات اور اس کے احوال کا مشاہدہ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ (ان کے سب کام تباہ ہوگئے) یہ خبر ہے والذین کی۔هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان کو وہی سزا دی جائے گی جو کچھ یہ کرتے تھے) وہ رسولوں کی تکذیب کے سبب احوال کی تکذیب ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ یَرَوْا

اور موسیٰ کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑے کو معبود بنالیا جو ایک ایسا جسم تھا کہ اس میں سے گائے کی آواز آرہی تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا

اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَ لَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَ لَمَّا

کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا اور نہ انہیں کوئی راستہ بتلاتا ہے۔ انہوں نے اس کو معبود بنا لیا اور وہ ظلم کرنے والے تھے اور جب

سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا

وہ پچھتائے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ بلاشبہ وہ گمراہ ہو گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ فرمائے

وَ یَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ

اور ہمیں بخش نہ دے تو ہم تباہ کاروں میں سے ہو جائیں گے اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف اس حال میں واپس ہوئے کہ وہ غصہ میں اور

اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَی الْاَلْوَاحَ

رنج میں تھے تو انہوں نے کہا کہ تم لوگوں نے میرے بعد میری بری نیابت کی۔ کیا اپنے رب کا حکم آنے سے پہلے تم نے جلدی کر لی؟ اور موسیٰ نے تختیوں کو ڈال دیا

وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ

اور بھائی کے سر کو پکڑ لیا جسے اپنی طرف کھینچ رہے تھے انہوں نے کہا کہ اے میرے ماں جائے بلاشبہ قوم نے مجھے کمزور سمجھا

وَ كَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۫ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾

اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں لہٰذا مجھ پر دشمنوں کو مت ہنسواؤ اور مجھے ظالموں میں شمار نہ کرو۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِاَخِیْ وَ اَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۫ۖ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع ۱۸

موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما اور آپ ارحم الراحمین ہیں۔

بنی اسرائیل کی دوسری حماقت:

آیت ۱۴۸: وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ (اور موسیٰ کی قوم نے بنالیا ان کے بعد) ان کے طور پر تشریف لے جانے کے بعد مِنْ حُلِیِّهِمْ (اپنے زیورات میں سے) ان کی طرف زیور کی نسبت کر دی گئی۔ حالانکہ وہ ان کے پاس عاریت کے طور پر تھے کیونکہ اضافت ادنیٰ تعلق کی بناء پر بھی ہو سکتی ہے۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ جو آدمی قسم اٹھائے کہ وہ فلاں کے گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ وہ اگر مستعار گھر میں داخل ہو گیا تو تب بھی

حانث ہو جائے گا۔ وہ ان زیورات کے مالک ان کے ہلاک ہونے کے بعد بنے۔ جس طرح ان کی دیگر املاک کے مالک ان کے ہلاک ہونے کے بعد بنے۔

مَسْئَلَہ: اس سے ثابت ہوا کہ کفار کے مال میں استیلاء حاصل ہونے سے وہ مال ان کی ملکیت سے نکل جاتے ہیں ان سے وہ زیور لینے والا سامری تھا۔ مگر وہ اس کے فعل پر راضی تھے۔ اس لئے فعل کا اسناد ان کی طرف کر دیا گیا الحلیّ جمع حَلْی اس سونے اور چاندی کی چیز کو کہتے ہیں جس سے خوبصورتی حاصل کی جائے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے اتباع کی وجہ سے حِلِیھم پڑھا ہے۔ عِجْلاً جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ (ایک بچھڑے کا مجسمہ جس میں ایک آواز تھی)

نحو: عجلاً یہ اتخذ کا مفعول بہ ہے۔ جَسدًا اس کا بدل ہے یعنی ایک بدن جو گوشت وخون والا تھا۔ جیسے تمام جسم ہوتے ہیں۔ له خوارٌ گائے کی آواز کو خوار کہا جاتا ہے اس کا دوسرا مفعول محذوف ہے ای الٰھًا پھر ان کے احمقانہ عقول پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا: اَلَمْ یَرَوْا کہ انہوں نے اس کو معبود بنایا۔ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا (کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات تک نہیں کرتا۔ اور ان کو کوئی راہ نہیں بتلاتا) ان سے کلام کی قدرت بھی نہیں رکھتا اور نہ ہی راستہ کی طرف راہنمائی کر سکتا ہے جبکہ انہوں نے اس کو اس ذات کے مقابلہ میں چنا ہے جس کے کلمات تعریف کو سارے سمندروں کی سیاہی سے بھی رقم نہیں کیا جا سکتا قلم ختم اور سارے سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی مگر اس کی حمد وثنا ختم نہیں ہوگی۔ جس نے مخلوق کو حق کی راہ بجھائی عقلوں میں ایسے دلائل کتابیں اتار کر سمجھا دیئے۔ اِتَّخَذُوْهُ (انہوں نے اس کو معبود قرار دیا) یہ جملہ ابتدائیہ کے طور پر لائے۔ کہ انہوں نے اس کو معبود بنا دیا۔ اور اس انتہائی قبیح کام کا اقدام کیا۔ وَكَانُوْا ظٰلِمِیْنَ (اور انہوں نے بڑا بے ڈھنگا کام کیا)۔

عبادتِ عمل پر شرمندگی:

آیت ۱۴۹: وَلَمَّا سُقِطَ فِیْٓ اَیْدِیْهِمْ (اور جب وہ شرمندہ ہوئے) جب بچھڑے کی پوجا پر ان کی شرمندگی زیادہ ہوگئی۔ اور اس کی اصل اس طرح ہے کہ جو شرمندہ زیادہ ہو جائے وہ غم سے ہاتھ کاٹنے لگ جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اس میں گر جاتے ہیں کیونکہ اس کا منہ بھی ہاتھوں میں آپڑتا ہے۔ سقط کی اسناد فی ایدیھم کی طرف کنایات کی قسم میں سے ہے۔ زجاجؒ نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے سقط الندم فی ایدیھم یعنی ان کے دلوں اور جانوں میں غم آپڑا۔ جیسا کہا جاتا ہے: حصل فی یدہ مکروہ حالانکہ یہ ممکن ہے کہ وہ امر مکروہ اس کے ہاتھ میں آجائے۔ صرف دل و جان میں حاصل ہونے والی چیز کو آنکھوں اور ہاتھ میں حاصل ہونے والی چیز سے تشبیہ مقصود ہوتی ہے۔ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا (اور انہوں نے جان لیا کہ وہ واقعی گمراہی میں پڑ گئے ہیں) ان کی گمراہی اپنے سامنے اس طرح کھل گئی گویا گمراہی کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْ لَنَا (تو کہنے لگے اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے)

قراءت: حمزہ اور علی نے لئن لم ترحمنا ربنا و تغفرلنا پڑھا ہے۔ ربنا کا منصوب ہونا نداء کی وجہ سے ہے لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (تو ہم بالکل گئے گزرے ہو گئے) جو دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی اور ہارون علیہ السلام پر ناراضگی:

آیت ۱۵۰: وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى (اور جب موسیٰ واپس آئے) طور سے اِلٰى قَوْمِهٖ (اپنی قوم کی طرف) بنی اسرائیل غَضْبَانَ (غصے اور) یہ موسیٰ سے حال ہے اَسِفًا (رنج کی حالت میں) یہ بھی حال ہے اس کا معنی غمگین ہونا۔ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ (تو انہوں نے کہا تم نے بہت بڑی نامعقول حرکت کی) تم میری جگہ کھڑے ہوئے اور میرے نائب ہو گئے۔ مِنْۢ بَعْدِیْ (میرے بعد) یہ خطاب بچھڑے کی پوجا کرنے والوں اور سامری وغیرہ کو ہے۔ نمبر۲: ھارون اور ان کے ساتھ مؤمنین کو ہے اور اس پر دوسرا ارشاد دلیل ہے۔ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ (الاعراف:۱۴۲) مطلب یہ ہے کہ تم نے میری بہت بری مخالفت کی کہ بچھڑے کی عبادت اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جگہ شروع کر دی۔ نمبر۲۔ کہ تم نے غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو نہیں روکا۔ بئس کا فاعل ضمیر ہے جس کی تفسیر ما خلفتمونی ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے بئس خلافة خلفتمونیها من بعد خلافتكم مطلب یہ فیها من بعدی یہ خلفتمونی کے قول کے بعد ہے۔ من بعد ما رأیتم منی من توحید اللّٰه و نفی الشركاء اس کے بعد کہ تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نفی شرکاء دیکھ چکے یا اس کے بعد کہ میں بنی اسرائیل کو توحید پر آمادہ کرتا تھا۔ اور گائے کی عبادت سے روکتا تھا۔ جبکہ انہوں نے کہا: اجعل لنا الٰهًا كما لهم الٰهة۔ خلیفہ کا حق یہ ہے کہ وہ اپنے اصل کا راستہ بتائے۔ اور اختیار کرے۔ اَعَجِلْتُمْ (کیا تم نے جلد بازی کر لی) بچھڑے کی عبادت کی طرف تم نے سبقت کی اَمْرَ رَبِّكُمْ۔ (اپنے رب کا حکم آنے سے پہلے) وہ امر میرے تمہارے پاس چالیس راتوں کے بعد تورات لے کر آنا ہے العجلہ کی اصل کسی چیز کو وقت سے پہلے طلب کرنا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عجلتم بمعنی ترکتم ہے کہ تم نے چھوڑ دیا۔

غضب للہ میں جلالِ موسیٰ علیہ السلام:

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ (اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھ دیں) جب بچھڑے کی عبادت والی بات سنی تو بے قرار ہو کر اللہ تعالیٰ کی خاطر غصہ میں۔ آپ غضب شدید رکھتے تھے۔ ہارونؑ میں آپ کی نسبت نرمی تھی اس لیے بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کی بجائے ہارون کو زیادہ چاہتے تھے الواح ٹوٹ گئیں اور اس کے چھ حصے اٹھا لیے گئے باقی ساتواں حصہ رہ گیا اور جو اٹھا لیا گیا اور اس میں تمام ضروریات دین کی تفصیل تھی اور جو باقی رہا اس میں ہدایت و رحمت کے اصول و مبانی تھے۔ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ (اور اپنے بھائی کا سر پکڑا) بھائی سے ناراض ہو کر اس کے سر کے بالوں کو پکڑ لیا کہ اس نے ان کو بچھڑے کی عبادت سے نہیں روکا۔ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ (ان کو اپنی طرف کھینچنے لگے) عتاب کے طور پر نہ کہ تذلیل کے لئے۔

ہارون علیہ السلام کا جواب:

نحو: یہ جملہ موسیٰ سے حال ہے۔ قَالَ ابْنَ اُمَّ (ہارون سے کہا اے میرے ماں جائے) ابن ام یہ خمسۃ عشر کی طرح مبنی علی الفتح ہے مگر حمزہ علی، شامی نے میم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ کیونکہ اس کی اصل اُمی ہے یا کو حذف کیا کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے۔ ہارون موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے مگر ماں کا تذکرہ مہربانی یا شفقت یاد دلوانے کے لیے اور اس لئے بھی کہ وہ مخلصہ و مومنہ تھیں۔ اِنَّ

الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ (ان لوگوں نے مجھے بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں) یعنی میں نے وعظ و نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ لیکن انہوں نے مجھے کمزور گردانا اور میرے قتل کے درپے ہوگئے۔ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ (پس تم مجھ پر مت خوش کرو دشمنوں کو) وہ لوگ جو بچھڑے کی پوجا کرتے رہے۔ یعنی میرے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کر جو انکی دلی تمنا کے مطابق ہو کیونکہ وہ میرے متعلق برائی اور توہین کے خواہاں ہیں۔ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (اور مجھ کو ظالم قوم کے ساتھ مت شمار کرو) مجھ پر غصہ کے ذریعے مجھے انکا ساتھی مت بنا۔ جب بھائی کا عذر واضح ہو گیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

دعائے موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۵۱: قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ (موسیٰ نے کہا اے میرے رب میری خطاء معاف فرما اور میرے بھائی کی بھی) بھائی کو راضی کرنے کے لئے اور شماتت کی نفی کرتے ہوئے ان کو دعا میں اپنے ساتھ شریک فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ اے میرے رب مجھے بخش دے جو مجھ سے میرے بھائی کے سلسلہ میں زیادتی ہوئی اور ان کو بخش دے اگر خلافت و نیابت کے سلسلہ میں ان سے کوئی زیادتی ہوئی۔ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ (اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرما) دنیا میں اپنی عصمت کے پردہ میں داخل فرما اور آخرت میں جنت جنان میں داخلہ عنایت فرما۔ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں)۔

ارشادِ موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۵۲: اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ (بیشک جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی) معبود بنا کر۔ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (بہت جلد ان پر ان کے رب کا غضب آئے گا) یہ وہی حکم ہے جو توبہ کے سلسلہ میں ان کو اپنے نفسوں کے قتل کرنے کا کہا گیا۔ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (اور ذلت پڑے گی دنیا کی زندگی میں ہی) ان کو گھروں سے نکالنا۔ کیونکہ مسافری گردن جھکا دیتی ہے۔ یا جزیہ مقرر ہونا۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ (اور ہم افترا کرنے والوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے۔ اور سامری کے اس قول سے بڑھ کر اور افتراء کیا ہو سکتا ہے۔ هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰی (طٰہٰ: ۸۸)

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ

بلاشبہ جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا انہیں ان کے رب کی طرف سے ضرور غصہ پہنچے گا اور ذلت پہنچے گی دنیا والی زندگی میں

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ؗ

اور اسی طرح ہم افتراء کرنے والوں کو سزا دیا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے گناہ کئے پھر ان کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے

اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ

تو بلاشبہ آپ کا رب اس توبہ کے بعد ضرور بخش دینے والا ہے۔ مہربان ہے اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو انہوں نے ان تختیوں کو

الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

اٹھالیا اور ان تختیوں میں جو لکھا ہوا تھا اس میں ہدایت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

آیت ۱۵۳: وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ (اور وہ لوگ جنہوں نے گناہ کے کام کئے) کفر و معاصی ثُمَّ تَابُوْا (پھر توبہ کر لی) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ سے لوٹ آئے۔ مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْا (اس کے بعد اور ایمان لے آئے) اور انہوں نے اپنے ایمان کو خالص کر لیا۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا (بے شک تمہارا رب اس توبہ کے بعد) یعنی سیئات یا توبہ لَغَفُوْرٌ (گناہ کو معاف کرنے والا) ان کی ستر پوشی کرنے والا ہے۔ رَّحِيْمٌ (رحم کرنے والا ہے) جنت کے ذریعے ان پر انعام فرمائے گا۔

نحو : انّ اپنے خبر و اسم سمیت الذین کی خبر ہے۔ یہ حکم عام ہے جس میں بچھڑے کی پوجا کرنے والے اور دیگر تمام شامل ہیں اول ان کے گناہ کو بڑا کر کے اصل شکل میں پیش کیا۔ پھر اس کے بعد اپنی عظیم رحمت کا ذکر کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ گناہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو۔ مگر اس کی معافی تو اس سے بھی بڑی ہے۔

آیت ۱۵۴: جبکہ غصہ اس شدت کی بناء پر تھا گویا اللہ تعالیٰ ہی موسیٰ کو اس غصے کا حکم دینے والے تھے تو کہا گیا:

زوالِ غصہ کے بعد حالات:

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ (اور جب موسیٰ کا غصہ دور ہوا) زجاج کہتے ہیں کہ سکت کا معنی سکن ہے اور یہ بھی پڑھا گیا ہے اَخَذَ الْاَلْوَاحَ (تو ان تختیوں کو اٹھالیا) جن کو جلدی سے ڈال دیا تھا۔ وَفِيْ نُسْخَتِهَا (اور ان کے مضامین میں) نُسْخَہ یہ فُعلہ کا وزن ہے خطبہ کی طرح بمعنی مفعول ہے۔ اس کی کتابت میں هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی)

نحو : لام مفعول پر داخل کر دیا کیونکہ وہ مقدم ہے اور فعل کا عمل اس میں کمزور پڑ گیا تو ازالہ کے لیے لام لائے۔

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ

اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وقتِ معین کے لئے چن لئے۔ پھر جب ان کو زلزلہ نے پکڑ لیا تو موسیٰ نے کہا اے میرے رب

لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا

اگر آپ چاہتے تو اس سے پہلے ہی ان کو اور مجھے ہلاک فرما دیتے۔ کیا آپ ہمارے چند بیوقوفوں کی حرکت کے سبب ہمیں ہلاک فرماتے ہیں۔ یہ محض آپ کی

فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا

طرف سے آزمائش ہے، آپ اس کے ذریعہ جس کو چاہیں گمراہی میں ڈالیں اور جس کو چاہیں ہدایت پر رکھیں۔ تو ہی ہمارا والی ہے۔ لہٰذا ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما

وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝۱۵۵ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا

اور بخشش دینے والوں میں تو سب سے بہتر ہے اور لکھ دیجئے ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی، بیشک ہم نے

هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ

تیری طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عذاب ہے میں اسے پہنچاتا ہوں جسے چاہوں اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۵۶

سو میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں۔

بنی اسرائیل کے منتخب افراد کا بے تکا سوال:

آیت ۱۵۵: وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ (اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے منتخب کئے) اپنی قوم میں سے۔

نحو: اس میں حرف جار کو حذف کر دیا گیا اور فعل کو ساتھ ملا دیا۔ سَبْعِيْنَ رَجُلًا (ستر آدمی) کہا گیا ہے کہ بارہ قبیلوں میں سے ہر قبیلہ کے چھ آدمی کل تعداد بہتر ہوگئی۔ پھر فرمایا تم میں سے دو پیچھے رہیں۔ کالب و یوشع بیٹھ گئے۔ لِمِيْقَاتِنَا (ہمارے وقت مقررہ کیلئے) تاکہ وہ عبادت عجل کے سلسلہ میں معذرت پیش کریں۔ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (پس جب ان کو زلزلہ نے آ پکڑا) زلزلہ شدیدہ نے۔

عرضِ موسوی:

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ (تو موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی ان کو ہلاک کر دیتا) جو ان کی طرف سے بچھڑے کی عبادت والا معاملہ پیش آیا۔ وَاِيَّايَ (اور مجھ کو بھی) میرے قبطی کو قتل کرنے کی وجہ سے

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا (کیا تو ہم میں سے چند بے وقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دے گا) کیا آپ ہمیں اس بات کی سزا میں ہلاک کرتے ہیں۔ جو ہم میں سے جاہلوں نے کہا ہے اور وہ بچھڑے کی پوجا کرنے والے ہیں۔ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ (یہ واقعہ تو صرف تیری طرف سے محض ایک امتحان ہے) یہ آپکی آزمائش ہے یہ اس قول کی طرف لوٹتا ہے۔ فَاِنَّا قد فتنا قومك من بعدك (طٰہٰ:۸۵) پس موسیٰ نے کہا کہ نمبرا۔ یہ آزمائش وہی ہے جس کی آپ نے مجھے خبر دی۔ نمبر۲۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے۔ جس سے وہ اپنے بندوں کو جس طرح چاہتا ہے آزماتا ہے۔ جیسے و نبلو هم بالشر و الخير فتنة (الانبیاء:۳۵) تُضِلُّ بِهَا (جس کے ذریعے تو گمراہی میں ڈال دیتا ہے) ابتلاء کے ساتھ مَنْ تَشَآءُ (جس کو تو چاہتا ہے) جن کے متعلق تو جانتا ہے کہ انہوں نے گمراہی کا چناؤ کر لیا۔ وَ تَهْدِيْ (اور سیدھی راہ پر چلاتا ہے) اس ابتلاء کے ساتھ مَنْ تَشَآءُ (جس کو تو چاہتا ہے) جن کے متعلق تو جانتا ہے کہ وہ ہدایت کو اختیار کریں گے۔ اَنْتَ وَلِيُّنَا (تو ہمارا کارساز ہے) جو ہمارے کاموں کا متولی ہے۔ فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ (پس تو ہم پر مغفرت اور رحمت فرما اور آپ سب معاف کرنے والوں سے زیادہ معاف کرنے والے ہیں)

دوسری دُعا:

آیت ۱۵۶: وَاكْتُبْ لَنَا (اور ہمارے نام لکھ دے) تو قائم فرما اور قسمت میں کر دے۔ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً (اس دنیا میں نیک حالت) عافیت، حیات طیبہ، اطاعت کی توفیق وَّ فِي الْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں بھی) جنت اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ (بے شک ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں) تیری طرف توبہ و رجوع کیا۔ هاد يهود اليه کا معنی لوٹنا توبہ کرنا الھود جمع ھائد تائب کو کہتے ہیں۔

جوابِ باری تعالیٰ:

قَالَ عَذَابِيْٓ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اپنا عذاب تو) اس کا معاملہ یہ ہے کہ میں اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ (اسی کو دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں) یعنی میں جس کو معاف نہیں کرتا وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اور میری رحمت تمام اشیاء کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے) یعنی میری رحمت کا حال یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اپنی وسعت میں لے لیتی ہے۔ دنیا میں کوئی مسلمان اور کافر ایسا نہیں جس پر میری رحمت کا چھینٹا نہ پڑ رہا ہو۔ فَسَاَكْتُبُهَا (سو میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا) یعنی اس رحمت کو لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (جو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) شرک سے بچنے والی امت محمد ﷺ میں سے وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں) فرض زکوٰۃ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا (اور وہ جو کہ ہماری آیات پر) ہماری تمام کتابوں پر يُؤْمِنُوْنَ (ایمان لاتے ہیں) ان میں سے کسی چیز کا انکار نہیں کرتے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ

جو لوگ رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جنہیں وہ اپنے پاس توریت و انجیل میں

فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ

لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور ان کے لئے

لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ

پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور خبیث چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں ' اوران پر سے ان کے بوجھ دور کرتے ہیں اور طوق ہٹاتے

الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ

ہیں جو ان پر تھے۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور ان کی تکریم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو ان

الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

کے ساتھ اتارا گیا یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

رُوئے سخن امت محمدیہ کی طرف اور رسالت مآب ﷺ کی تعریف:

آیت ۱۵۷: اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ (جو لوگ کہ ایسے رسول کی اتباع کرتے ہیں) وہ جو ہم اسکی طرف وحی کرینگے اس کتاب کی صورت میں جو اس کے ساتھ خاص ہوگی اور وہ قرآن ہے۔ النَّبِیَّ (جو نبی) معجزات والے الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ (جن کو یہ لوگ پاتے ہیں) اسکی تعریف وہ لوگ پائیں گے جو بنی اسرائیل میں سے انکی اتباع کریں گے۔ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں) شرکاء سے علیحدگی اور بندوں سے انصاف کا وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں) عبادت اصنام اور قطع ارحام وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ (اور وہ پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال بتاتے ہیں) جو پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کی گئیں۔ مثلاً چربی وغیرہ۔ یا جو شریعت کے اعتبار سے اچھی ہیں۔ جن پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے اور جس میں حرام کی کمائی شامل نہیں۔ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (اور گندی چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں) جو ان میں سے خبیث ہیں۔ جیسے خون، مردار، لحم خنزیر غیر اللہ کی نیازات یا جو حکم کے لحاظ سے خبیث ہیں مثلاً سود، رشوت وغیرہ برے کمائی کے ذرائع وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ (اور ان پر سے ان کے بوجھ دور کرتے ہیں) اِصْر اس بوجھ کو کہتے ہیں جو اٹھانے والوں کو بوجھ کی وجہ سے حرکت سے روک دے۔ مراد اس سے شدید تکالیف جو ان پر ڈالی گئیں مثلاً توبہ کے لیے قتل نفس' خطاء کرنے والے اعضاء کو کاٹ ڈالنا۔ قراءت: 'اصارھم شامی نے پڑھا ہے۔

وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ (اور وہ طوق جو ان پر تھے) وہ مشکل احکام مثلاً قصاص میں قتل خواہ قتل عمد ہو یا خطاء دیت جائز نہ تھی۔ کپڑے اور چمڑے میں سے نجاست والی جگہ کو کاٹنا۔ غنائم کا جلا دینا۔ گھروں کے دروازوں پر گناہوں کا ظاہر ہو جانا۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! بلاشبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ جس کے لئے بادشاہت ہے آسمانوں کی

وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ

اور زمین کی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی

الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

امی ہے۔ جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور اس کے کلمات پر، اور اس کا اتباع کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

ان احکام کو غل (طوق) سے تشبیہ دی کیونکہ وہ اسی طرح لازم تھے۔ جیسے طوق۔ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ (پس جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس نبی پر) حضرت محمد ﷺ پر وَعَزَّرُوْهُ (اور ان کی حمایت کرتے ہیں) اور ان کی تعظیم کی نمبر۲ دشمن سے انکا دفاع کیا۔

یہاں تک کہ دشمن کو ان پر قوت نہ ہو سکے۔ العذر کی اصل روکنا ہے اور تعزیر اسی سے ہے۔ کیونکہ یہ بھی برائی اسی طرح روکتی ہے جس طرح حد روکتی ہے۔ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِىْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ (اور انکی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے) یعنی نور سے قرآن مراد ہے۔ مع کا تعلق اتبعوا سے ہے یعنی واتبعوا القرآن المنزّل مع اتباع النبی والعمل بسنتہٖ انہوں نے قرآن منزل کی اتباع نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور آپ کی سنت پر عمل کے ساتھ ساتھ کی۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (ایسے لوگ ہی پوری فلاح پانے والے ہیں) ہر خیر کو پانے والے اور ہر شر سے نجات پانے والے ہیں۔

آیت ۱۵۸: قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (کہہ دیں اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں) تمام رسول اپنی اقوام خاص کی طرف مبعوث ہوئے اور حضرت محمد ﷺ تمام جن وانس کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

نحو: یہ الیکم سے حال ہے۔ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے) اعنی مضمر کی وجہ سے یہ محل نصب میں ہے اور یہ نصب مدح کہلاتا ہے۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)

نحو: یہ الّذی کا صلۂ له ملك السّمٰوت سے بدل ہے اور اسی طرح یحی و یمیت بدل ہے۔ لا الٰہ الا ھو یہ ماقبل جملہ کا بیان ہے کیونکہ جو ذات تمام عالم کی بادشاہ ہے۔ وہی حقیقی الٰہ ہے۔ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ (وہ زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے) میں الوہیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خاص ہونے کی وضاحت کی۔ کہ زندگی اور موت اسی کے اختیار میں ہے۔ جب احیاء و اماتت پر اور کسی کو قدرت نہیں تو الوہیت بھی اور کسی کے لائق نہیں۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ (پس تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو کہ اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہوں) کلمات سے مراد کتب منزلہ ہیں۔ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (اور ان کا اتباع کرو تاکہ تم راہ پر آجاؤ)

سوال: یہاں انی رسول اللہ الیکم کے بعد اس طرح نہیں فرمایا: فامنوا باللّٰہ وبی کہ اللہ تعالیٰ اور مجھ پر ایمان لاؤ۔

جواب: تاکہ جو صفات آپ کی بیان کی گئیں وہ آپ پر جاری کی جائیں۔ اور التفات میں بلاغت کلام ملحوظ ہے۔ تاکہ یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ جس پر ایمان لانا واجب ہے وہ یہ شخص ہے جو نبی الامی الذی یومن باللہ و کلماتہ سے متصف ہوا جو بھی ہو میں یا میرے علاوہ۔ دیگر اس میں منصف مزاج کے لیے انصاف کی دعوت دی گئی اور عصبیت سے الگ کر کے اپنی ذات کو پیش کیا گیا۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ

اور موسیٰ کی قوم میں ایک ایسی جماعت ہے جو حق کی ہدایت دیتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں' اور ہم نے ان کو

اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ

بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے الگ الگ جماعتیں بنا دیں' اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی جب ان کی قوم نے پانی مانگا

اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ

کہ اپنی لاٹھی کو پتھر میں مارو سو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ہر قبیلہ نے

كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ

اپنے پانی پینے کی جگہ جان لی اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من اور سلویٰ

وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

اتارا' کھاؤ' پاکیزہ چیزیں اس رزق میں سے جو ہم نے تمہیں دیا' اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا لیکن اپنی جانوں پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ

کرتے ہیں اور جب ان سے کہا گیا کہ سکونت کرو اس بستی میں اور کھاؤ اس میں سے جہاں سے

شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ

چاہو' اور کہو کہ ہمارے گناہ معاف ہوں اور دروازہ میں جھکے ہوئے داخل ہو جاؤ۔ ہم بخش دیں گے تمہاری خطاؤں کو' ہم عنقریب اچھے کام

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ

کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے۔ سو ان میں سے جنہوں نے ظلم کیا اس قول کو بدل دیا اس قول کے علاوہ جو ان سے کہا

لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ ع

گیا۔ سو ہم نے ان پر عذاب بھیج دیا اس سبب سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔

بنی اسرائیل میں حق پرست طبقہ:

آیت ۱۵۹: وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ (اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں) وہ لوگوں کی راہنمائی کرنے والے ہیں اس حال میں کہ وہ حق پرست ہیں۔ نمبر ۲۔ اس حق کے سبب جس پر وہ

قائم ہیں۔ دوسروں کو حق کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں) حق کے ساتھ اپنے مابین حکم میں عدل وانصاف کرتے ہیں۔ اور ظلم نہیں کرتے بعض نے کہا یہ ایک قوم ہے جو چین سے آگے رہتی ہے۔ جو لیلۃ المعراج میں مسلمان ہوئے۔ (مگر یہ روایت خود پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی) نمبر۲۔ یہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور اسکے ساتھی ہیں۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبائل اور اُن پر انعامات:

آیت ۱۶۰: وَقَطَّعْنٰهُمُ (ہم نے ان کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا) یعنی گروہوں میں اور ایک دوسرے سے ممتاز کر دیا۔ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا (بارہ خاندانوں میں) جیسا کہتے ہیں اثنتی عشرۃ قبیلۃ۔ الاسباط بیٹے کی اولاد جمع سبط۔ یہ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد میں بارہ قبائل تھے۔

نحو: عشرہ تک کے علاوہ کی تمیز مفرد آتی ہے اور یہاں اسباط جمع ہے مگر یہاں مراد اثنتی عشرہ قبیلہ ہے اور ہر قبیلہ سبط ہے نہ کہ اسباط پس یہاں قبیلہ کی جگہ اسباط کہہ دیا۔ معنی کا لحاظ کرتے ہوئے۔ اُمَمًا (جماعتوں کی صورت میں) یہ اثنتی عشرہ سے بدل ہے یعنی قطعنا ھم امما ہم نے ان کو جماعتوں میں بانٹ دیا کیونکہ ہر اسباط ایک عظیم امت تھی اور ہر ایک کا قصد کیا جاتا تھا۔ برخلاف اس کے کہ دوسری اس کی اقتداء اور قصد کرے۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (اور موسیٰ کو ہم نے حکم دیا جب ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو) پس انہوں نے مارا۔ فَانْۢبَجَسَتْ (پس پھوٹ نکلے) پس اس سے پھوٹ نکلے۔ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (اس سے بارہ چشمے) قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا مقام جان لیا) اناس جمع مکسر نہیں بلکہ اسم جمع ہے۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ (اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا) تیہ میں ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا۔ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (اور ان کو ترنجبین اور بٹیریں پہنچائیں) اور ہم نے ان کو کہا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا (تم کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا) ان کے ظلم کا ضرر و نقصان جو ان کے کفران نعمت کے باعث پہنچنے والا تھا۔ وہ ہم پر اثر انداز نہ تھا۔ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (اور لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے) لیکن وہ اپنے نفوس کو خود نقصان پہنچانے والے تھے۔ اور ان کے ظلم کا وبال انہی کو ملنے والا تھا۔

بیت المقدس میں داخلے کا حکم:

آیت ۱۶۱: وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ (اور جب ان کو حکم دیا گیا کہ تم اس آبادی میں جا کر رہو) اذکروا اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اس وقت کو یاد کرو جب ان سے کہا گیا اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ بیت المقدس میں وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ (اور کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا توبہ ہے توبہ اور

جھکے جھکے دروازے میں داخل ہونا ہم تمہاری خطائیں معاف کردیں گے)

قراءت: مدنی اور شامی نے تغفرلکم پڑھا خطیناتکم مدنی اور خطایا کم ابوعمرو نے خطیئتکم شامی نے پڑھا ہے۔

سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ (اور نیک کام کرنے والوں کو مزید عنایت کریں گے)

ظالموں نے اُلٹ بات بنائی:

آیت ۱۶۲: فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ (پس بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا اس پر ہم نے ایک آفت آسمان سے ان پر بھیجی اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے) اس میں اور دوسری آیات میں کوئی تناقض نہیں۔ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا جو اسی سورت میں ہے۔ اور اس قول میں جو سورۃ البقرہ میں ہے۔ ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا (البقرۃ:۵۸) کیونکہ داخلہ اور سکونت پائی گئی۔ حِطَّةٌ کو دروازہ میں داخلہ سے پہلے کہا ہو۔ یا بعد میں کہا ہو مقصد یہ ہے کہ وہ دونوں باتوں کو جمع کرنے والے تھے۔ اور پچھلی دونوں آیات میں رعد کا ذکر چھوڑ دینا اس کے دوسری آیات میں ذکر کردینے کے مخالف نہیں۔ اور اس ارشادِ الٰہی میں: نغفرلکم خطایا کم سنزید المحسنین میں دو چیزوں کا وعدہ ہے۔ نمبرا۔ غفران۔ اضافہ اور واؤ کا چھوڑ دینا اس میں مخل نہیں۔ کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے جو کسی سائل کے اس قول پر مرتب ہوتا ہے۔ کہ ماذا بعد الغفران؟ مغفرت کے بعد کیا ہوگا۔ تو جواب دیا۔ سنزید المحسنین کہ ہم مخلصین کو اور زیادہ دیں گے۔ اس طرح منهم کا اضافہ اور ارسلنا اور انزلنا اور یظلمون اور یفسقون کے الفاظ کا تبادلہ تناقض کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ یہ الفاظ قریب المعنی ہیں۔

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِى

اور آپ اس بستی کے بارے میں ان سے پوچھ لیں جو دریا کے قریب آباد تھی ' جبکہ وہ لوگ سنیچر کے دن میں

السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ

زیادتی کرتے تھے۔ جبکہ ان کے پاس ان کی مچھلیاں سنیچر کے دن اوپر کو ظاہر ہو کر آتی تھیں اور جس دن سنیچر کا دن نہ ہوتا

لَا تَاْتِيْهِمْ ۛ كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۱۶۳ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ

اس دن ان کے پاس نہ آتی تھیں۔ اسی طرح ہم انہیں آزماتے تھے اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے ' اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا

مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۗ قَالُوْا

کہ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک فرمانے والا ہے یا انہیں عذاب دینے والا ہے سخت عذاب ' انہوں نے کہا

مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۱۶۴ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ

کہ تمہارے رب کے حضور معذرت پیش کرنے کے لئے اور اس لئے کہ شاید یہ لوگ گناہ سے بچ جائیں۔ سو جب وہ لوگ بھول گئے اس بات کو جس کے ذریعہ ان کو نصیحت

عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ ۢ بَئِيْسٍ ۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۱۶۵

کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے منع کرتے تھے اور ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے '

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٔيْنَ ۝۱۶۶ وَاِذْ تَاَذَّنَ

پھر جب اس کام کے بارے میں وہ حد سے نکل گئے جس سے منع کئے گئے تھے تو ہم نے ان سے کہا کہ تم ہو جاؤ بندر ذلیل ' اور آپ کے رب نے یہ بات

رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ

بتا دی کہ وہ قیامت کے دن تک ضرور ان پر ایسے اشخاص کو بھیجتا رہے گا جو انہیں برا عذاب چکھائیں گے ' بے شک

رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۶۷

تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بنی اسرائیل کا شکاری گروہ اور ان کی حرکات:

آیت ۱۶۳: وَسْـَٔلْهُمْ (اور آپ ان سے حال پوچھیں) ان یہود سے سوال کریں عَنِ الْقَرْيَةِ (اس بستی والوں کا) نمبر ۱۔ ایلہ، نمبر ۲۔ مدین۔ ان کے کفر و ناشکری کو مقدم کر کے یہ سوال درحقیقت ان کے کان کھولنے کے لئے ہے۔ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ

الْبَحْرِ (جو سمندر کے قریب آباد تھے) سمندر کے قریب اِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ (جبکہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے) جبکہ وہاں وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے والے تھے۔ اور وہ ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار تھا۔

نحو: اذیعدون یہ قریہ سے بدل ہونے کی وجہ سے محل جر میں ہے۔ یہاں قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا واسئلھم عن اھل القریۃ وقت عدوانھم فی السبت یہ بدل اشتمال ہے۔ اِذْ تَاْتِیْھِمْ (جبکہ ان کے سامنے آتیں تھیں) نمبر ۱۔ یہ یعدون کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ دوسرا بدل ہے۔ حِیْتَانُھُمْ (ان کی مچھلیاں) جمع حوت واو کے ماقبل کسرہ ہونے کی وجہ سے یا سے بدل ہے۔ یَوْمَ سَبْتِھِمْ شُرَّعًا (ان کے ہفتہ کے دن ظاہر ہو کر) اس حال میں کہ وہ پانی کی سطح پر ظاہر ہونے والی تھیں۔ شرّعًا جمع شارع یہ حیتانھم سے بدل دیا۔ السبت یہ مصدر ہے۔ سبتت الیھود کہا جاتا ہے جبکہ مچھلی کا شکار ہفتہ والا دن چھوڑ کر اس کی تعظیم کریں۔ اور عبادت میں مشغول رہیں اور مطلب یہ ہے جبکہ وہ اس دن کی تعظیم کے معاملہ میں حد سے گزر رہے تھے اور اسی طرح یوم سبتھم کا معنی ہفتہ کے معاملہ میں ان کی تعظیم کا دن اور اس پر دلالت یہ آیت کر رہی ہے۔ وَّیَوْمَ لَا یَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِیْھِمْ (اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں) ہے یہاں یوم 'لا تاتیھم کا ظرف ہے کَذٰلِکَ نَبْلُوْھُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ (اسی طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے) ان کے فسق کے سبب ہم نے ان کو اس سخت آزمائش میں ڈالا۔

ثابت قدم لوگوں کی فہمائش:

آیت ۱۶۴: وَاِذْ قَالَتْ اُمَّۃٌ مِّنْھُمْ (اور جبکہ ان کی ایک جماعت نے اس طرح کہا) اس کا اذیعدون پر عطف ہے اور جو اعراب اس کا ہے وہی اس کا ہے۔ صلحائے قریہ کی وہ جماعت جو ان کو نصیحت کر کے مایوسی کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ اور ان کی طرف سے بہت تکالیف اور مشکلات بھی اٹھا چکی تھی دوسری جماعت کو کہنے لگی جو کسی صورت نصیحت سے علیحدگی اختیار کرنے کو تیار نہ تھی۔ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا نِ اللّٰہُ مُھْلِکُھُمْ اَوْ مُعَذِّبُھُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا (کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کیے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں) انہوں نے یہ بات اس لئے نہیں کہی کہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں کو وعظ فائدہ نہ دے گا۔ قَالُوْا مَعْذِرَۃً اِلٰی رَبِّکُمْ (انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے سامنے عذر کرنے کیلئے) یعنی ہماری نصیحت تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت کے لئے ہے تاکہ نہی عن المنکر میں ہماری نسبت تفریط کی طرف نہ کی جائے۔ معذرۃً کو حفص نے نصب کے ساتھ مفعول لہٗ ہونے کی بناء پر پڑھا ہے۔ یعنی وعظناھم لمعذرۃٍ وَلَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ (اور اس لئے کہ شاید یہ ڈر جائیں) اس طمع میں کہ شاید وہ بچ جائیں۔

ترکِ نصیحت پر عذاب:

آیت ۱۶۵: فَلَمَّا نَسُوْا (سو جب وہ بھول گئے) یعنی جب اہل قریہ نے چھوڑ دیا مَاذُکِّرُوْا بِہٖ (اس بات کو جس کے ذریعے ان کو نصیحت کی گئی تھی) جو صالحین نے ان کو نصیحت کی تھی۔ جیسا کہ بھولنے والا بھلائی ہوئی چیز کو چھوڑتا ہے۔ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْھَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ (نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو برائی سے روکتے تھے) سخت عذاب سے وَاَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (تو ہم

نے پکڑ لیا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا) منکر کا ارتکاب کرنے والے اور وہ لوگ جو لم تعظون کہنے والے تھے وہ بھی نجات پانے والے تھے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ دو جماعتیں عذاب سے بچ سکیں اور ایک گروہ ہلاک ہوا جنہوں نے مچھلیوں کا شکار کیا تھا۔ بِعَذَابٍ بَئِيسٍ سخت۔ کہا جاتا ہے کہ بؤس یبؤس باسًا جبکہ وہ زیادہ سخت ہو جائے تو بئیس کہلاتا ہے۔

قراءت: شامی نے بئس پڑھا مدنی نے بیس پڑھا۔ بیئس فیعل کے وزن پر۔ ابوبکر نے حماد کے علاوہ پڑھا: بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ (کیونکہ وہ حکم عدولی کرتے تھے)

حد توڑنے پر سزائے مسخ:

آیت ۱۶۶: فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ (جب وہ اس کام میں حد سے نکل گئے جس سے ان کو روکا گیا تھا) اسکو چھوڑنے سے جو ممنوع تھی۔ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ (تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ) یعنی ہم نے ان کو ذلیل بندر بنا دیا۔ اس حال میں کہ وہ ذلیل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے والے تھے۔ فلما عتوا یہ فلما نسوا کی تکریر ہے۔ اور عذاب بئیس مسخ کا عذاب تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ نوجوان بندر بن گئے اور بوڑھوں کو خنزیر بنا دیا گیا تھا۔ وہ اپنے اقارب کو پہچانتے تھے اور روتے تھے۔ مگر کلام نہ کر سکتے تھے۔ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ وہ تین دن بعد مر گئے بعض نے کہا کہ وہ باقی رہے اور ان کی نسل چلی۔

سزا یافتہ یہود:

آیت ۱۶۷: وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ (اور وہ وقت یاد کرنا چاہئے جب آپ کے رب نے یہ بات بتلا دی) جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا۔ اس کو فعل قسم کی جگہ لایا گیا اس لیے جواب میں قسم والا معاملہ کیا گیا۔ کہ لام تاکید اور نون ثقیلہ لائے۔ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ (وہ ضرور ان پر مسلط کرتا رہے گا) یعنی اس نے اپنے ذمہ لے لیا کہ وہ یہود پر ضرور دوسروں کو مسلط کریں گے۔ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ (جو ان کو قیامت کے دن تک تکلیف دیتا رہے گا) جو ان پر ذمہ دار ہو۔ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (سخت سزا کی) وہ مجوس کو جزیہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بھیجا۔ آپ نے بھی ان پر جزیہ مقرر فرمایا۔ اور آخری زمانے تک لگایا جائے گا۔ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ (بیشک آپ کا رب جلدی ہی سزا دے دیتا ہے) کفار کو۔ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور بلاشبہ وہ بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے) ایمان والوں کیلئے۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ

اور ہم نے زمین میں ان کی متفرق جماعتیں کر دیں۔ ان میں نیک لوگ تھے اور ان میں دوسری طرح کے بھی تھے اور ہم نے ان کو خوشحالیوں اور بدحالیوں

بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ

کے ذریعہ آزمایا تاکہ باز آ جائیں۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آ گئے جو کتاب کے وارث بنے

یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَیَقُوْلُوْنَ سَیُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ یَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ

جو اس گھٹیا چیز کے سامان کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عنقریب ہماری مغفرت کر دی جائے گی اور اگر ان کے پاس اسی جیسا اور سامان آ جائے

یَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْهِمْ مِّیْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ

تو اسے لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے کتاب کا یہ عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ کی طرف حق کے سوا کسی بات کی نسبت نہ کرو

وَدَرَسُوْا مَا فِیْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِیْنَ

اور انہوں نے اس کو پڑھ لیا جو کتاب میں ہے اور آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ڈرتے ہیں کیا تم سمجھ نہیں رکھتے؟ اور جو لوگ

یُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا

مضبوطی سے کتاب کو پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں بیشک اصلاح کرنے والوں کا ثواب اللہ ضائع نہیں فرماتا۔ اور جب ہم نے

الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

ان پر اُٹھا دیا پہاڑ گویا کہ وہ سائبان ہے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ ان پر گرنے والا ہے۔ جو ہم نے تمہیں دیا مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو

وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع ۲۱/۹/۱۱

اور اس میں جو کچھ ہے یاد کرو تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

زمین میں منتشر کر دیا:

آیت ۱۶۸: وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا (اور ہم نے متفرق کر دیں زمین میں ان کی جماعتیں) ہم نے ان کو زمین میں متفرق کر دیا۔ کوئی ملک اس فرقہ سے خالی نہیں۔ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ (بعض ان میں سے نیک تھے) نمبر۱۔ وہ جو ان میں سے مدینہ میں ایمان لائے۔ نمبر۲۔ جو چین کے پیچھے ہیں وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ (بعض ان میں اور طرح کے تھے) ان میں کچھ لوگ جو اس وصف سے خالی ہیں وہ فاسق ہیں۔

نحو: دون ذٰلك محل رفع میں ہے یہ موصوف محذوف کی صفت ہے۔یعنی ان میں سے ایک گروہ بھلائی سے گرا ہوا ہے۔ تقدیرعبارت منھم ناس دون ذلك منحطون عن الصلاح وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ (اور ہم ان کو آزماتے رہے خوشحالیوں اور بدحالیوں سے)تو متنبہ ہوئے پس ان کو ثواب دیا جائے گا۔لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (شاید کہ وہ باز آجائیں)

نالائقوں کی آمد:

آیت ۱۶۹: فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (پھران کے بعد جانشین ہوئے)ان مذکورین کے بعد خَلْفٌ (نالائق لوگ) یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھے۔خلف نالائق اور خلَف لام کے فتحہ کے ساتھ لائق جانشین کو کہتے ہیں۔وَّرِثُوا الْكِتٰبَ (جنھوں نے ان سے کتاب کو حاصل کیا) تورات اور اس کے اوامر ونواہی کی اطلاع پائی اور حلال وحرام کو جانا مگر اس پر عمل نہ کیا۔ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى (یہ لوگ دنیا کے حقیر مال کو لے لیتے ہیں) یہ ورثوا کی ضمیر سے حال ہے۔العرض۔سامان بدلہ اس چیز کا حقیر ہے مراد اس سے دنیا اور اس کی اشیاء ہیں۔یہ الدنو سے ہے جس کا معنی قرب ہے کیونکہ وہ جلد آنے والی قریب ہے۔اور اس سے مراد احکام کے سلسلہ میں لے جانے والی رقوم اور اسی طرح کلمات کی تحریف پر جانے والا اکل مال مراد ہے۔ھذا الادنی کہہ کر اس چیز کی خست اور تحقیر ظاہر فرمائی۔وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا (اور کہتے ہیں ہماری مغفرت ہو جائے گی) جو ہم لیں اللہ تعالیٰ اس پر مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔نمبرا۔فعل کی اسناد الاخذ کی طرف ہے۔نمبر۲۔جار مجرور کی طرف یعنی لنا وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ (حالانکہ اگر ان کے پاس ویسا ہی سامان دنیا آنے لگے تو اس کو لے لیتے ہیں) واؤ حالیہ ہے۔کہ ایک طرف مغفرت کے مدعی اور دوسری طرف قبیح افعال پر اصرار کرنے والے اور ان کو بار بار لوٹانے والے۔اور اس سے توبہ نہ کرنیوالے۔اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ (کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا پکا وعدہ نہیں لیا گیا) یعنی وہ میثاق جو کتاب میں مذکور ہے۔اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (کہ اللہ کی طرف سچی بات کے سوا اور کسی بات کی نسبت نہ کریں) یعنی ان سے یہ میثاق لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سچی بات کہنا۔یہ میثاق کتاب کا عطف بیان ہے۔وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ (اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اس کو پڑھ لیا) انہوں نے کتاب میں جو کچھ ہے وہ پڑھا اس کا عطف الم یوخذ علیھم پر ہے کیونکہ یہ تقدیر ہے گویا تقدیر عبارت یہ ہے اخذ علیھم میثاق الکتاب و درسوا مافیہ ان سے کتاب میں میثاق لیا گیا اور انہوں نے جو کچھ اس کتاب میں تھا وہ پڑھا۔وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ (اور آخرت والا گھر بہت بہتر ہے) اس حقیر سامان سے لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو پرہیز کرتے ہیں) رشوت اور حرام کاموں کے ارتکاب سے بچتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (پھر کیا تم نہیں سمجھتے) کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بات اسی طرح ہے۔

قراءت: مدنی وحفص نے تعقلون تاء سے پڑھا ہے۔

حاملین کتاب قابل بدلہ ہیں:

آیت ۱۷۰: وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ (اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں) قراءت: ابوبکر نے يُمْسِكون پڑھا ہے اور الامساک اور التمسک کسی چیز کو مضبوطی سے تھامنا۔اور اس سے چمٹنا۔وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ (اور نماز کی پابندی کرتے ہیں) یہاں

نماز کو خاص کر ذکر کیا۔ باجود اس کے کہ تمسک بالکتاب تو ہر عبادت کو شامل ہے۔ کیونکہ نماز دین کا ستون ہے۔

نحو : نمبر۱۔ الذین مبتداء ہے اور انالا نضیع اس کی خبر ہے۔ اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُصۡلِحِیۡنَ (ہم ان اصلاح والوں کا ثواب ضائع نہیں کریں گے) یعنی ہم ان کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔ نمبر۲۔ جائز ہے کہ یہ مجرور ہو اس صورت میں اس کا عطف الذین یتقون پر ہوگا۔ اور انالا نضیع جملہ معترضہ ہوگا۔

بنی اسرائیل کی تیسری حماقت اور سزا:

آیت ۱۷۱: وَاِذۡ نَتَقۡنَا الۡجَبَلَ فَوۡقَهُمۡ (اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر معلق کر دیا) اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے اس کو اکھاڑا اور ان پر بلند کیا جیسا کہ ارشاد ہے ورفعنا فوقھم الطور (النساء:۵۴) كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ (چھت کی طرح) ظلہ ہر وہ چیز جو تم پر سایہ کرے۔ جیسے چھپر یا بادل۔ وَّظَنُّوۡۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمۡ (اور ان کو یقین ہوا کہ اب وہ ان پر گرا چاہتا ہے) انہوں نے گرنے کا یقین کر لیا اور یہ اس وجہ سے پیش آیا کہ انہوں نے تورات کے احکام سخت ہونے کی بناء پر ماننے سے انکار کر دیا۔ اور ان کو بوجھل سمجھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ کو ان پر لشکر کی مقدار کے مطابق بلند کر دیا۔ اور وہ ایک فرسخ ۳×۳ میل تھا۔ اور انہیں کہہ دیا گیا کہ اگر تم تورات کے احکام قبول کرتے ہو تو ٹھیک ورنہ طور تم پر گرا دیا جائے گا۔ جب انہوں نے پہاڑ کو دیکھا تو ہر آدمی بائیں ابرو پر گر پڑا اور دائیں آنکھ سے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے اور ڈر رہے تھے کہ کہیں ان پر آ گرے اس لیے تو یہودی بائیں ابرو پر سجدہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ وہی سجدہ ہے جس کی وجہ سے ہم سے سزا کو ہٹایا گیا۔ اور ہم نے انہیں کہا کہ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ (قبول کرو جو احکام اس میں ہیں) یعنی کتاب بِقُوَّةٍ (مضبوطی کے ساتھ) اس کی تکالیف اور مشقتوں کو برداشت کرنے کا عزم کرتے ہوئے۔ وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ (اور اس میں جو کچھ ہے یاد کرو) اوامر و نواہی اور ان کو مت بھلاؤ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ (تاکہ تم متقی بن جاؤ) جس پر تم ہو۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي

اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی ذریت کو نکالا اور انہیں ان کی جانوں پر

اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ

گواہ بنایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں آپ ہمارے رب ہیں، ہم نے اقرار کرلیا، کبھی تم قیامت کے دن کہنے لگو کہ بیشک ہم

هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ

اس سے غافل تھے یا یوں کہو کہ پہلے سے ہمارے باپ دادوں نے شرک کیا اور ہم ان کے بعد میں آنے والی اولاد تھے

اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

کیا آپ ہم کو باطل عمل والوں کے فعل کی وجہ سے ہلاک کرتے ہیں اور ہم ایسے ہی واضح طور پر آیات کو بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ رجوع ہو جائیں۔

میثاقِ بنی آدم اور عہد الست:

آیت ۱۷۲: وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ (اور جبکہ آپ کے رب نے اولادِ آدم کو نکالا) ای واذکر اذ اخذ یہاں اذکر محذوف ہے مِنْ ظُهُوْرِهِمْ (ان کی پشتوں سے) یہ بنی آدم سے بدل ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے واذخذ ربك من ظهور بني ادم جب اللہ تعالیٰ نے ظہور بنی آدم سے میثاق لیا۔ ذُرِّيَّتَهُمْ اور اخذ ذریت کا معنی باپوں کی اصلاب سے انکا نکالنا ہے۔ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰي شَهِدْنَا (اور ان سے ان کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں؟ ہم سب گواہ بنتے ہیں) یہ باب تمثیل سے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ربوبیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کیے اور اس پر ان کی عقول کو گواہ بنایا۔ اور جو عقول ان میں رکھی گئی تھیں۔ اور جن عقلوں کو ہدایت وضلالت میں تمیز کرنیوالا بنایا تھا گویا کہ خود ان کو ان کی ذات پر گواہ بنایا۔ اور اس کو پختہ کیا اور انہیں فرمایا۔ الست بربکم گویا کہ انہوں نے کہا بلی انت ربنا شهدنا علي انفسنا واقررنا بوحدانيتك کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے ہم نے اپنے نفسوں پر گواہی دی اور تیری وحدانیت کا اقرار کیا۔ اَنْ تَقُوْلُوْا (تاکہ تم لوگ نہ کہنے لگو) یہ مفعول لہٗ ہے یعنی ہم نے ایسے دلائل قائم کئے کہ جن کی صحت پر عقول شاہد ہیں اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ قیامت کو کہنے لگیں۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (قیامت کے روز کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے) ہم ان پر متنبہ نہ ہو سکے۔

انقطاعِ اعذار:

آیت ۱۷۳: اَوْ تَقُوْلُوْٓا (یا یوں نہ کہنے لگو) او کراهة یا اس خطرے سے کہ تم کہنے لگو اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ (کہ ہمارے بڑوں نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے) ہم نے ان کی اقتداء کی کیونکہ توحید

پر دلائل کا قائم کرنا اور جس سے وہ متنبہ ہوں وہ ان کے ساتھ قائم کیے پس ان کے پاس ان سے اعراض کرنے کے لیے کوئی عذر نہیں۔اور رہی آباء کی اقتداء جس طرح آباء کا کوئی عذر شرک کے سلسلے میں قابل سماعت نہیں اس کے دلائل توحید ان کے لئے بھی قائم تھے۔اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ (کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں)وہ ہمارے لیے شرک کا باعث تھے کیونکہ انہوں نے شرک کی بنیاد رکھی اور ہمارے لیے طریقہ چھوڑا۔

آیت ۱۷۴: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) اس بلیغ تفصیل کے بعد نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ (ہم آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں) ان کے لیے وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (اور تاکہ وہ باز آجائیں) اپنے شرک سے ہم ان کی تفصیل کرتے ہیں۔اہل تفسیر میں سے محقق علمائے تفسیر نے یہی تفسیر کی ہے جن میں شیخ ابو منصورؒ الزجاج، زمخشری ہیں۔جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذریت آدم کو آدم علیہ السلام کی پشت سے چیونٹیوں جیسی چھوٹی شکلیں دے کر نکالا اور ان سے میثاق ربوبیت اس قول سے لیا۔الست بربکم پس انہوں نے بَلٰی سے جواب دیا۔علماء نے فرمایا یہی وہ فطرت ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا گیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور آدم کو انہیں چیونٹیوں جیسی چھوٹی شکل میں دکھایا۔اور ان کو عقل عنایت فرمائی اور فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔میں ان سے عہد لوں گا کہ وہ میری عبادت کریں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دخول جنت سے قبل مکہ وطائف کے مابین پیش آیا ایک اور قول یہ ہے کہ جنت سے اتارے جانے کے بعد۔ایک قول یہ ہے کہ جنت میں پیش آیا۔پہلے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا من بنی آدم من ظھورھم جمع فرمایا من ظھر آدم نہیں فرمایا اور دوسری بات یہ ہے کہ جب ہمیں یہ یاد نہیں تو پھر ہماری دلیل کیسے بنے گی۔

قراءت: ذرّیاتھم مدنی، بصری، شامی نے پڑھا ہے۔اور ابو عمرو نے او تقولوا کو او یقولوا پڑھا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ

اور آپ ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے جسے ہم نے اپنی آیات دیں پھر وہ ان سے نکل گیا۔ پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ

مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝۱۷۵ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ

گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کی بدولت اس کو بلند کر دیتے لیکن وہ بالکل ہی زمین کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ

سو اس کی ایسی حالت ہے جیسے کتے کی حالت ہوتی ہے۔ اگر تو اس پر بوجھ لادے تب بھی ہانپے اور اگر اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ یہ

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۷۶

مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ قصوں کو بیان کیجئے تاکہ وہ لوگ غور و فکر کریں۔

سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝۱۷۷

بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے ایک عالم کا قصہ:

آیت ۱۷۵: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ (اور ان کو پڑھ کر سنائیں) یہود پر نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا (اس کا حال جس کو ہم نے اپنی آیات دیں) یہ بنی اسرائیل کا ایک عالم تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بلعم بن باعوراء تھا جس کو اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب کا علم ملا۔ فَانْسَلَخَ مِنْهَا (پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا) وہ ان آیات سے اس طرح نکل گیا کہ اس نے انکا انکار کر دیا۔ اور ان آیات کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ (پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا) شیطان اس کو پیچھے سے ملا اور اس کو آلیا اور اس کا ساتھی بن گیا۔ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ (پس وہ گمراہ لوگوں میں سے ہو گیا) وہ گمراہ کفار میں سے ہو گیا۔ روایت میں ہے کہ اس کی قوم نے اس سے مطالبہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بددعا کرے۔ مگر اس نے انکار کر دیا لیکن وہ اس کو چمٹے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے بددعا کر دی اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم تھا۔

آیت ۱۷۶: وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ (اور اگر ہم چاہتے تو اس کو بلند کر دیتے) علمائے ابرار کے مقامات کی طرف بِهَا (ان آیات کی وجہ سے) ان آیات کے ساتھ وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ (لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا) وہ دنیا کی طرف مائل ہوا اور اس میں خوب رغبت ظاہر کی۔ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ (اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا) دنیا اور اس کی لذات کو آخرت اور اس کی نعمتوں کے مقابلہ میں ترجیح دینے میں۔

خواہش پرستی میں کتے کی مثال:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ (اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی اگر تو اس پر حملہ کرے) ڈانٹے اور دھتکارے يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ (تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے) بغیر دھتکارے يَلْهَثْ (تب بھی ہانپے) مطلب یہ ہے کہ یہ اپنی خست اور کمینگی میں کتے کی طرح ہے جو اپنی انتہائی قبیح حالت وصورت میں ہو۔ اور وہ حالت اس کا ہمیشہ ھانپنا ہے اس پر حملہ آور ہوں اور بھڑکا کر اس کو دھتکاریں یا بلاتعرض اس کو چھوڑ دیں اور یہ اس طرح ہے تمام حیوانات اس وقت ہانپتے ہیں جب وہ حرکت کریں مگر کتا سب سے مختلف ہے کہ دونوں حالتوں میں ہانپتا ہے کلام کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا: لکنه اخلد الی الارض فحططناه ووضعناه منزلته لیکن وہ زمین کی طرف مائل رہا پس ہم نے ان کو گرا دیا اور اس کے مرتبے کو گرا دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی بجائے یہ تمثیل رکھ دی۔ جو کہ اس مقصد کو زیادہ بلیغ انداز میں پیش کر کے اور دیگر کئی فوائد پر مشتمل ہے۔

نحو : جملہ شرطیہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے گویا اس طرح کہا گیا کمثل الکلب ذلیلاً دائم الذلة لاهثا فی الحالین کتے کی طرح ہمیشہ ذلیل اور دونوں حالتوں میں ہانپنے والا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جب بلعم نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے بددعا کی تو اس کی زبان نکل آئی اور اس کے سینے پر لٹکنے لگی اور وہ اسی طرح ہانپنے لگا جس طرح کتا ہانپتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گمراہ ہے اس کو نصیحت کرو یا چھوڑ دو فائدہ ندارد۔ عطاء کہتے ہیں کہ جس نے علم سیکھا اور اس پر عمل نہ کیا وہ کتے کی طرح ہے اس کو دھتکارو یا چھوڑ و بھونکتا ہے۔ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا) یہود میں سے اس کے باوجود کہ انہوں نے تورات میں رسول اللہ ﷺ کی نشانیاں پڑھ لیں۔ اور قرآن مجید کا تذکرہ اور جو کچھ اس میں ہے اور انہوں نے آپ ﷺ کی بعثت کے قرب کی لوگوں کو بشارتیں دیں۔ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ (پس آپ اس حالت کو بیان کر دیں) یعنی بلعم کا واقعہ جو ان کے واقعات کی طرح ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (شاید کہ وہ لوگ کچھ سوچیں) پس اس انجام سے محتاط ہو جائیں جبکہ وہ اس جیسی سیرت اختیار کریں۔

جھٹلانے والوں کا برا انجام:

آیت ۱۷۷: سَآءَ مَثَلًا نِ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (ان لوگوں کی حالت بھی بری حالت ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں) یعنی قوم کی مثال۔ مضاف کو حذف کر دیا۔ ساء کا فاعل ضمیر ہے یعنی ساء المثل مثلاً اور مثلاً تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ (اور وہ اپنا نقصان کرتے ہیں) اس کا عطف کذبوا پر ہے۔ نمبر۱: پس یہ صلہ کی جگہ میں داخل ہو جائے گی۔ یعنی الذین جمعوا بین التکذیب بآیات اللّٰہ و ظلم انفسهم وہ لوگ جنہوں نے تکذیب آیات اور ظلم انفس کو جمع کیا نمبر۲۔ صلہ سے منقطع ہو تو ما ظلموا الا انفسهم بالتکذیب انہوں نے تکذیب سے اپنے ہی نفسوں پر ظلم کیا۔ مفعول کو مقدم، اختصاص کے لیے کیا۔ یعنی خصوا انفسهم بالظلم ولم یتعد الٰی غیر ھا انہوں نے اپنے نفسوں کو ظلم کے ساتھ خاص کر لیا اور ظلم ان سے آگے دوسروں کی طرف نہ بڑھا۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

جسے اللہ ہدایت دے، سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور وہ جسے گمراہ کرے تو یہ لوگ ہیں نقصان میں پڑنے والے،

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫

اور تحقیق ہم نے پیدا کیا جہنم کے لئے بہت سے جنات کو اور بہت سے انسانوں کو، ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں؟

وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ

اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں

بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

بلکہ یہ ان سے بڑھ کر بے راہ ہیں، ایسے لوگ غفلت والے ہی ہیں۔

طالبین ہدایت کو ہدایت ملتی ہے:

آیت ۱۷۸: مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ (جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے پس ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے) لفظ پر محمول کیا وَمَنْ يُّضْلِلْ (اور جس کو وہ گمراہ کر دے) جس کو وہ گمراہ کرے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (پس ایسے ہی لوگ خسارہ میں رہتے ہیں) اس کو معنی پر محمول کیا جائے اگر بقول معتزلہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف بیان کا نام ہوتا تو کافر و مؤمن برابر ہوتے۔ کیونکہ بیان دونوں کے حق میں ثابت ہونے والا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور معونت اور عصمت ہوتی ہے اگر یہ کافر کو حاصل ہو جائے تو وہ راہ ہدایت پائے جیسا مؤمن پاتا ہے۔

دوزخی لوگوں کا مزاج، دِل، آنکھ، کان کو صحیح استعمال نہیں کرتے:

آیت ۱۷۹: وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (اور ہم نے بہت سے جن وانس کو دوزخ کیلئے پیدا کیا ہے) وہ دونوں فریق کفار ہیں جو اللہ کی آیات میں تدبر سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا اختیار کفر معلوم ہے۔ پس ان سے کفر کو چاہا اور ان میں اس کو پیدا کیا اور اسی وجہ سے انکا ٹھکانہ جہنم بنا دیا اس آیت اور دوسری آیت میں کوئی منافات نہیں: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:۵۶) کیونکہ ان میں سے عبادت کے لیے ان کو پیدا کیا جن کے متعلق جانا کہ وہ اس کی عبادت کریں گے اور جن کے بارے میں جانا کہ وہ کفر کریں گے پس ان کو اس کے لیے پیدا کر دیا جس کے متعلق جانا۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جن کے متعلق ازل میں علم الٰہی ٹھہرا چکا کہ اس سے عبادت ہوگی اس کو عبادت کے لئے پیدا کر دیا اور جس کے بارے میں ازل میں جانا کہ اس سے کفر ہوگا اس کو اس کے لئے پیدا کر دیا بہت سے ایسے عام ہیں جن سے خاص مراد لیا جاتا ہے۔

باقی رہا معتزلہ کا یہ قول کہ لام یہاں عاقبت کا ہے۔ یعنی جن کا انجام جہنم تھا اسی طرح کر دیا گویا ان کی خلقت جہنم کے لیے کی گئی یہ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ

اور اللہ کے لئے اچھے نام ہیں سو تم اسے ان ناموں سے پکارو' اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

عنقریب ان کو ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

قول صرف ارادہ معاصی سے فرار اختیار کرنے اور آیت کو ظاہر سے موڑنے کا راستہ ہے۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا (ان کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے) حق کو اور نہ ہی اس میں سوچ بچار کرتے ہیں۔ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا (اور ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے) رشد کو وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا (اور ان کے کان ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سنتے) وعظ و نصیحت کو اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ (یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں) عدم تفقہ اور عبرت حاصل نہ کرنے میں اور تفکر کی خاطر کان نہ لگانے میں بَلْ هُمْ اَضَلُّ (بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں) چوپایوں سے۔ کیونکہ انہوں نے عقول صحیحہ کی مخالفت کی اور رسول سے معاندت کی اور فضولیات کے پیچھے پڑے رہے۔ پس چوپایوں کے منافع طلب کیے جاتے ہیں اور ان کے نقصانات سے بچا جاتا ہے اور یہ اپنے نقصان ہی سے واقف نہیں۔ اس لئے انہوں نے آگ کو پسند کرلیا اور ذرا سوچو مکلف ذمہ دار اور معذور قرار دے کر چھوڑا ہوا کیونکر برابر ہو سکتے ہیں۔

انسان کی چار اقسام:

انسان کی چار اقسام ہیں۔ نمبر۱۔ انسان روحانی۔ نمبر۲۔ شھوانی نمبر۳۔ سماوی نمبر۴۔ ارضی ۔

نمبر۱۔ انسان روحانی اگر روح خواہش پر غالب آجائے تو ملائکہ سے بھی بڑھ جائے۔ نمبر۲۔ شہوانی خواہش روح پر غالب آجائے تو بہائم سے بھی نیچے اتر جائے۔ نمبر۳۔ سماوی اگر روح غلبہ پا کر آسمان کی طرف پرواز کرنے کے قابل ہو جائے۔ نمبر۴۔ ارضی۔ شہوات غلبہ پا کر زمین ہی کا بن کر رہ گیا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (یہ لوگ غافل ہیں) وہ غفلت میں کامل ہیں۔

آیت ۱۸۰: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (اور اچھے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں) اللہ تعالیٰ کے نام سب سے اچھے ہیں کیونکہ وہ اچھے معانی پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے بعض نام وہ ہیں۔ نمبر۱۔ جن کا وہ حقدار ان کے حقائق کی وجہ سے ہے مثلاً القدیم ہر چیز سے پہلے الباقی ہر چیز کے بعد القادر ہر چیز پر قابو پانے والا۔ العالم ہر چیز کو جاننے والا۔ الواحد وہ اکیلا جس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ نمبر۲۔ دوسری قسم وہ نام جنکے نفوس آثار کی وجہ سے مستحسن قرار دیتے ہیں۔ مثلاً الغفور الرحیم، الشکور، الحلیم، نمبر۳۔ ایسے اسماء جن کو اپنانا واجب ہے مثلاً الفضل العفو۔ نمبر۴۔ ایسے نام جو احوال کی نگہبانی کو لازم کرتے ہیں۔ مثلاً السمیع، البصیر، المقتدر نمبر۵۔ وہ نام جو اجلال کو لازم کرتے ہیں۔ مثلاً العظیم، الجبار، المتکبر۔ فَادْعُوْهُ بِهَا (پس انہی ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارا کرو) پس اس کے یہی نام لو وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ (اور ایسے لوگوں سے تعلق نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے

۲۲ ع ۱۰ ۱۲

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

اور جن کو ہم نے پیدا کیا ان میں ایک جماعت ایسی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ

ہم ان کو اس طرح ڈھیل دیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہو اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بے شک میری تدبیر مضبوط ہے۔ کیا ان لوگوں نے

يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ

غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب کو کوئی جنون نہیں ہے۔ وہ تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہے۔ کیا ان لوگوں نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ

اور زمین کی بادشاہت میں اور دوسری چیزوں میں غور نہیں کیا جو اللہ نے پیدا فرمائی ہیں اور اس بات میں کہ ان کی اجل قریب

اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَ

آ پہنچی ہو۔ سو اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔ اللہ جسے گمراہ کرے سو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور

يَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

وہ انہیں گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔

ہیں) اوران لوگوں کے بنائے ہوئے ناموں کو چھوڑ دو۔ جو ان ناموں کے سلسلہ میں حق وصواب سے مائل ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے علاوہ نام رکھتے ہیں۔ ایسا نام رکھنا جائز نہیں مثلاً اس طرح کہیں یاسخی۔ یا رفیق، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام یہ نہیں بتلائے اور الحاد یہی ہے کہ اس کے ایسے نام رکھنا جس میں جسمیت، جوہر، عقل، علت پائی جائے۔

قراءت: حمزہ نے يَلْحَدُوْنَ پڑھا ہے لحد اور الحد کا معنی ایک ہے یعنی مائل ہونا۔ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان کو ان کے کیے کی ضرور سزا ملے گی)

داعیانِ حق:

آیت ۱۸۱: وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ (اور ہماری مخلوق میں) جنت کے لئے کیونکہ یہ ولقد ذرأنا لجهنم کے مقابلہ کے لئے ہے۔ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کے مطابق ہدایت کرتا ہے اور حق کے موافق عدل کرتا ہے) اپنے احکام میں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے علماء اور داعیان دین مراد ہیں۔

حجیتِ اجماع:

مَسْئَلَہٗ: اس میں دلالت ہے کہ ہر زمانہ کے اہل حق کا اجماع حجت ہے۔

مکذبین کو موقعہ بموقعہ پکڑیں گے:

آیت ۱۸۲: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ (جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو آہستہ آہستہ لئے جا رہے ہیں) ان کو عنقریب آہستہ آہستہ اتاریں گے۔ ایسی چیز کی طرف جو ان کو ہلاک کر دے گی۔ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں) کیا مقصود اس سے ہے اور وہ اس طرح کہ گمراہی میں انہماک کے باوجود ان پر متواتر انعامات کرے۔ جب نئی نعمت آئے تو انکا تکبر بڑھ جائے۔ اور ان کی معصیتیں جدید ہو جائیں۔ پھر وہ معاصی میں درجہ بدرجہ اترتے جائیں۔ پے در پے انعام کی وجہ سے یہ گمان کر کے کہ متواتر انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ترجیح اور قرب کی بناء پر ہیں حالانکہ وہ رسوائی اور رحمتوں سے دور ہٹانا ہے۔ یہ درجہ سے باب استفعال ہے۔ استصعاد یا استنزال درجة بعد درجة درجہ بدرجہ چڑھانا یا اتارنا کہ خبر بھی نہ ہو۔

امہال مجرمین:

آیت ۱۸۳: وَاُمْلِيْ لَهُمْ (اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں) اس کا سنستدرجهم پر عطف ہے مگر یہ سین کے حکم میں داخل نہیں۔ اس لیے اس کا معنی امہلهم میں ان کو مہلت دیتا ہوں۔ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے) میری پکڑ سخت ہے۔ اس کو کید سے تعبیر کیا کیونکہ یہ کید کے مشابہ ہے کہ ظاہر میں یہ احسان اور حقیقت میں خسران اور ندمان ہے۔

آیت ۱۸۴: جب کفار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جنون کی طرف کی تو یہ آیت اتری۔

کفار کے اعتراضِ جنون کا جواب:

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ (کیا انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی کو نہیں ہے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ما نافیہ ہے وقف کے بعد یعنی کیا وہ اپنی بات کو نہیں سوچتے۔ پھر جنون کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی فرمائی۔ مِّنْ جِنَّةٍ (ذرا بھر جنون) جِنَّۃ کا معنی جنون ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (وہ تو صرف ایک صاف ڈرانے والے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے منذر اور اس کے انذار کو واضح کرنے والے ہیں۔

غور کر کے انہیں حق کی تلاش اور اچانک عذاب سے بچاؤ تلاش کرنا چاہئے:

آیت ۱۸۵: اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا (کیا انہوں نے غور نہیں کیا) دلیل حاصل کرنے کی نظر سے فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمان و زمین کی حکومت میں) ملکوت عظیم بادشاہی وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ (اور دوسری چیزوں میں جو اللہ نے پیدا کی ہیں) اور جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں۔ اور جس پر شئی کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔ اپنی ان گنت اجناس و اعداد کے ساتھ وَّاَنْ عَسٰۤى (کہ ممکن ہے) یہ اَنْ محففہ من المثقلہ ہے اور اصل اس طرح ہے اِنَّهٗ عسٰی ہٗ ضمیر شان ہے اور ملکوت پر عطف کی وجہ سے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا کب ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اسے اس کے وقت پر

اِلَّا هُوَ ؔ ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِىٌّ

وہی ظاہر فرمائے گا وہ آسمانوں میں اور زمین میں بھاری پڑ جائے گی تمہارے پاس اچانک ہی آجائے گی وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ گویا آپ اس کے بارے میں مکمل

عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰـكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

معلومات حاصل کر چکے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

موضع جر میں واقع ہے مطلب یہ ہے کیا وہ غور نہیں کرتے اس بات میں کہ حالت و بات یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ (کہ ان کا وقت مقررہ قریب آپہنچا ہو) شاید کہ وہ جلدی مر جائیں پس ان کو غور میں جلدی کرنی چاہیے اور حق کی تلاش اور اس چیز کو جو انکو اچانک موت اور عذاب کے نازل ہونے سے پہلے بچا سکتی ہو۔ جلد ڈھونڈنا چاہیے۔ فَبِاَىِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (پھر قرآن کے بعد کس بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے) ہٗ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ یؤمنون جب کہ وہ ایمان نہ لائیں یہ عسٰی ان یکون قد اقترب اجلھم کے متعلق ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ لعل اجلھم قد اقترب فما لھم لایبا درون الایمان بالقراٰن قبل الموت و ماذا ینظرون بعد وضوح الحق ۔ وبایّ حدیث احق منه یریدون ان یؤمنوا ۔ شاید کہ انکا وقت مقررہ قریب ہو پس انہیں کیا ہو گیا کہ پھر قرآن پر موت سے پہلے ایمان لانے میں جلدی نہیں کرتے؟ حق ظاہر ہو جانے کے بعد اب یہ کس چیز کے منتظر ہیں۔ اس سے زیادہ اور کون سی بات ہے جس پر وہ ایمان لانا چاہتے ہیں۔

گمراہ راہ پر نہیں آ سکتا:

آیت ۱۸۶: مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ (جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لا سکتا) یعنی اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کر دے۔ وَيَذَرُهُمْ (اور وہ ان کو چھوڑ دیتا ہے) قراءت: عراقی نے یا سے پڑھا ہے اور حمزہ و علی نے محل فلا ھادی له پر عطف کر کے یذرھم جزم سے پڑھا ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہے من یضلل اللّٰہ لایھدہ احد ویذرھم رفع کی صورت میں جملہ مستانفہ ہے اور وہ یذرھم ہے باقی قراء نے نذرھم پڑھا ہے۔ فِىْ طُغْيَانِهِمْ (ان کی گمراہی میں) اپنے کفر میں يَعْمَهُوْنَ (وہ بھٹکتے پھریں) حیران ہیں۔

وقوعِ قیامت کا سوال:

آیت ۱۸۷: جب یہود یا قریش نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی تو یہ آیت اتری۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ (یہ لوگ آپ

سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں) یہ قیامت کے اسمائے غالبہ میں سے ہے جیسے ثریا کو نجم کہتے ہیں۔ نمبرا۔ قیامت کو ساعۃ کہنے کی وجہ اس کا اچانک آنا ہے۔ نمبر۲۔ اس میں بہت جلد حساب ہوگا۔ نمبر۳۔ قیامت اپنی طوالت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں مخلوق کی ایک ساعت کی طرح ہے۔ اَیَّانَ (کہ کب ہوگا) کب یہ ای سے اشتقاق کیا گیا ہے اس کا وزن فعلان ہے کیونکہ اس کا معنی اِس وقت؟ ہے مُرْسٰهَا (اس کا وقوع) اس کا لنگر انداز ہونا۔ آنا یہ المدخل کی طرح مصدر میمی ہے۔ اوخال کے معنی میں ہے۔ مراد وقت ارسائها ای اثباتها اس کے ثابت وقائم ہونے کا وقت مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کب قائم فرمائیں گے۔

وقوعِ قیامت کا علم فقط اللہ کو ہے:

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ (آپ فرمادیں کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے) یعنی اس کی آمد کا وقت اس نے اپنے ہاں رکھا ہے۔ کسی ملک مقرب یا نبی مرسل کو بھی خبر نہیں دی تا کہ یہ بات اطاعت کی طرف زیادہ رجحان کا سبب بنے۔ اور معصیت سے زیادہ رکاوٹ لائے جیسا کہ خاص وقت مقررہ موت بالکل مخفی ہے۔ اسی لیے لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ (اس کے وقت پر اس کو اللہ کے سوا کوئی ظاہر نہیں کریگا) اللہ تعالیٰ جو وحدہٗ لاشریک ہے وہی اس کے معاملے کو ظاہر کرے گا۔ اور اس کے مخفی علم کو منکشف کرے گا۔ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمان وزمین کا سب سے بھاری حادثہ ہوگا) آسمان وزمین کے رہنے والے خواہ ملائکہ ہوں یا ثقلین ان کے لیے قیامت کا معاملہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ہر ایک ان میں سے اس بات کا متمنی ہے کہ اس کو اس کا علم ہو جائے۔ اس کا مخفی رہنا ان پر بڑا گراں اور بھاری ہو رہا ہے۔ نمبر۲۔ آسمان وزمین میں قیامت بھاری ہے کیونکہ آسمان وزمین کے رہائشی اس کے احوال وشدائد سے ترساں ولرزاں ہیں۔ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً (وہ تم پر اچانک ہی آپڑے گی) اچانک تمہاری غفلت کی حالت میں یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا (وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا کہ آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں) گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے گویا آپ اس کے متعلق مبالغہ سے دریافت کرنے والے ہیں۔ جو کسی مسئلہ کے متعلق سوال میں مبالغہ کرتا ہے اور اس کے متعلق کھود کرید کرتا ہے اس چیز کے متعلق اس کا علم مستحکم ہو جاتا ہے۔ اس ترکیب کا مقصد مبالغہ ہے اسی سے احفاء الشارب ہے نمبر۲۔ عنها یہ یسالونك کے متعلق ہے یسالونك عنها كانك حفیّ عالم بها وہ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں گویا کہ آپ اس کا علم رکھنے والے ہیں۔ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ (آپ فرمادیں کہ اس کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے) یسالونك کو دوبارہ لائے اور انما علمها' كانك حفی عنها مکے لئے تاکید واضافہ کے لیے ہے۔ اسی لیے علماء کے اپنی کتابوں میں مکررات فائدہ سے خالی نہیں۔ جیسا محمد بن الحسن کی مکررات وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اسی ہی کو خاص طور پر اس کا علم ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی جان کے لئے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے چاہا، اور اگر میں غیب کو جانتا ہوتا

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۖۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ

تو بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی ناگوار چیز نہ پہنچتی، میں تو ان لوگوں کو صرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں جو ایمان

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع ۲۳ / ۱۳

رکھتے ہیں۔

علم واختیار کی نفی کا اعلان:

آیت ۱۸۸: قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ (آپ کہہ دیں کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ نقصان کا مگر اتنا جتنا اللہ نے چاہا) اس میں اظہار عبودیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے جو علم خاص ہے اس سے براءت کا اظہار ہے۔ یعنی میں تو ایک کمزور بندہ ہوں اپنے نفس کے لیے جلب منفعت اور دفع مضرت کا ذرہ بھر اختیار غلاموں کی طرح نہیں رکھتا۔ مگر جو میرے لئے نفع دینا اور نقصان دور کرنا چاہے۔ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ (اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی دکھ بھی مجھ کو نہ پہنچتا) خیر کی کثرت چاہنے اور تکلیف ونقصان سے بچنے میں میری حالت موجودہ حالت سے بہتر ہوتی۔ یہاں تک کہ ان تکالیف میں سے کوئی چیز مجھے نہ پہنچتی اور نہ ہی لڑائیوں میں ایک مرتبہ غالب اور دوسری مرتبہ مغلوب ہوتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ الغیب سے مراد مقرر وقت اور الخیر سے مراد عمل اور السوء سے پریشانی وخوف مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ لاستکثرت کے معنی میں قحط کے لئے خوشحالی تیار کر لیتا۔ السوء سے فقر مراد ہے اور تردید فرمائی۔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ (میں تو صرف ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں) میں تو ایک بندہ ہوں جس کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ میری شان نہیں کہ میں غیب کو جانوں۔ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں) اس میں لام نذیر وبشیر کے متعلق ہے کیونکہ انذار اور بشارت ایمان والوں کو ہی فائدہ پہنچانے والی ہے۔ یا صرف بشیر کے متعلق ہے اور نذیر کا متعلق محذوف ہے یعنی الا نذیر للکافرین۔ کافروں کے لیے ڈرانے والے و بشیر لقوم یؤمنون اور مؤمنوں کو بشارت سنانے والے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا

وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنا دیا تا کہ وہ اس کے پاس ٹھکانہ پکڑے۔ پھر جب

تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ

اس نے جوڑے کو ڈھانکا تو عورت کو ہلکا سا حمل رہ گیا۔ پھر وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں اللہ سے دعا کرنے لگے جوان کا رب ہے کہ اگر

اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَکَآءَ

آپ نے ہمیں صحیح سالم بچہ عطا فرمادیا تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔ پھر جب اللہ نے ان کو صحیح سالم بچہ عطا فرمادیا تو جو چیز ان کو عطا فرمائی اس میں اللہ کے

فِیْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

لئے شریک قرار دینے لگے سو اللہ برتر ہے ان کے شریک بنانے سے۔

آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کی پیدائش:

آیت ۱۸۹: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ (وہی ہے جس نے تم کو ایک جسم سے پیدا کیا) وہ آدم کی ذات ہے وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا) حواء۔ ان کو آدم کے جسم کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا فرمایا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا (تا کہ وہ اپنے اس جوڑے سے انس حاصل کرے) تا کہ وہ مطمئن اور مائل ہوں کیونکہ جنس جنس کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔ خاص طور پر جبکہ وہ اس کا ایک حصہ ہو جیسا کہ انسان اپنے بیٹے سے مانوس ہوتا ہے اور اس سے اس طرح محبت کرتا ہے جیسا اپنی جان سے محبت کرتا ہے کیونکہ وہ اس کا ٹکڑا ہے۔

نحو: لیسکن الیھا کو مذکر لائے۔ جبکہ دوسری آیت میں مؤنث لائے واحدۃ و خلق منھا زوجھا معنٰی کا لحاظ کر کے تا کہ واضح ہو جائے کہ مراد اس سے آدم کی ذات ہے۔ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا (پھر جب خاوند نے اپنی بیوی سے قربت کی) اس سے قربت کی حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا (تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا) وہ اس پر آسان ہے اور اس کو وہ کرب والی کی صورت پیش نہیں آئی۔ جو بعض حوامل کو پیش آتی ہیں۔ اور اس کو بوجھل کیا۔ جیسا دوسری عورتیں بوجھل ہوتی ہیں۔ فَمَرَّتْ بِهٖ (پس وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی) ولادت کے وقت تک اس کو لے کر چلتی رہی بغیر کسی کمی اور ناتمام گرنے کے نمبر۲۔ حملت حملاً خفیفاً سے حالت نطفہ مراد ہے مرّت بہ سے اٹھنا بیٹھنا مراد ہے۔ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ (پھر جب وہ بوجھل ہوگئی) جب اس کے حمل کے بوجھ کا وقت قریب آیا۔ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا (دونوں میاں بیوی اللہ تعالیٰ سے جو ان کا رب تھا دعا کرنے لگے) آدم و حواء نے اپنے رب کو پکارا۔ وہ مالک جس کو ان پر پورا اختیار ہے۔ اور وہ پکارے جانے کے لائق ہے۔ اور اسی سے پناہ مانگی جاتی ہے تو دونوں نے کہا: لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا (اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم بچہ دیا) اگر اللہ نے ہمیں صحیح سالم بچہ عنایت فرمایا۔ نمبر۲۔ بیٹا دیا کیونکہ نرینہ اولاد

بھی صلاح میں داخل ہے لَنَكُونَنَّ مِنَ الشّٰكِرِينَ (تو ہم بڑے شکر گزار ہوں گے) تیرے شکر گزار اٰتَيْتَنَا اور لَنَكُونَنَّ کی ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے اور ہر اولاد والے کی طرف راجع ہے۔

فرد سے جنس کی طرف التفات:

آیت ۱۹۰: فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا (پھر جب اللہ نے ان کو صحیح سالم اولاد دے دی) ان کو دے دیا جو انہوں نے تندرست و سالم بچہ مانگا۔ جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ (تو دونوں اللہ کا شریک قرار دینے لگے) یعنی ان کی اولاد نے اس کے لیے شریک بنائے۔

نحو: گویا مضاف محذوف ہے۔ اور مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام بنا دیا۔ فِيمَآ اٰتٰهُمَا (اللہ کی دی ہوئی چیز میں) یعنی ان کی اولاد کو جو دیا اس کی دلیل آیت کا یہ حصہ۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (پس اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے) ہے اس لئے کہ ضمیر جمع کی لائی گی اور اس لیے بھی کہ آدم و حوا علیہما السلام شرک سے بری ہیں۔۔ اور اشرکھم فیھا اٰتاھم اللّٰہ سے مراد اولاد کے نام عبدالعزیٰ، عبدمناف، عبدشمس وغیرہ رکھ لیے حالانکہ اس کی بجائے عبداللہ عبدالرحمٰن، عبدالرحیم ہونے چاہئے تھے۔

نمبر۲۔ یہ خطاب قریش کو ہے جو عہد رسول اللہ ﷺ میں تھے وہ اور آل قصی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ذات جس نے ایک نفس (قصی) سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے عربی قریشی بیوی اس کو دی تا کہ اس کو سکون حاصل ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مطلوبہ صحیح سالم بیٹا عنایت کر دیا تو اس اولاد میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے لگے۔ اپنی ساری اولاد کے نام مشرکانہ رکھ دیئے۔ عبدالعزیٰ، عبدمناف، عبدقصی، عبدالدار۔ اَ يُشْرِكُونَ میں ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے کیونکہ ان دونوں کے پیچھے ان کی اولاد نے شرک میں ان کی اتباع کی۔

قراءت: شِرکًا مدنی و ابوبکر نے پڑھا ہے یعنی ذوی شرکٍ اور وہ شرکاء ہیں۔

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ

کیا وہ لوگ ان کو شریک بناتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور وہ ان کی مدد پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ

وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں' اور اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں گے برابر ہے

عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو' بیشک تم جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہو

عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ

وہ تمہارے جیسے بندے ہیں سو تم ان کو پکارو پھر وہ تمہاری پکار کو قبول کر لیں اگر تم سچے ہو؟ کیا ان کے

اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۡ

پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں

اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا

یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ آپ فرما دیجئے کہ اپنے شریکوں کو بلا لو پھر میرے بارے میں ضرر پہنچانے کی جو تدبیر کر سکتے ہو کر لو اور پھر

تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِیِّ َۧ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾

مجھے مہلت نہ دو' بیشک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد فرماتا ہے'

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾

اور جن لوگوں کو اس کے سوا تم پکارتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں'

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾

اور اے مخاطب اگر تو ان کو ہدایت کی طرف پکارے تو وہ نہ سنیں گے اور تو سمجھے گا کہ وہ تجھے دیکھ رہے ہیں' حالانکہ وہ نہیں دیکھ رہے ہیں۔

خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک کرلیا:

آیت ۱۹۱: اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا (کیا وہ ان کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بنا نہ سکیں) یعنی بت وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ (اور وہ خود ہی بنائے جاتے ہیں) یہاں اصنام کو اہل علم کے قائم مقام رکھا گیا کیونکہ انکا اعتقاد بتوں کے متعلق اسی طرح تھا۔

مطلب یہ ہے کیا وہ ان کو شریک کررہے ہیں۔ جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ۔ حالانکہ وہ پیدا کیے گئے ہیں کیونکہ ان کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ نمبر۲۔ہم یخلقون کی ضمیر عابدین کی طرف لوٹتی ہے یعنی کیا ان کو شریک کرتے ہیں جو ذرہ بھر پیدا نہیں کر سکتے ۔اور وہ خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں ۔پس ان کے لیے مناسب ہے کہ اپنے خالق کی عبادت کریں۔ نمبر۳۔عابدین معبودین دونوں کی طرف راجع ہے اور عابدین کو غلبہ دے کر تمام کو اولوا العلم قرار دیا۔

اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے:

آیت ۱۹۲: وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا (اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے) اپنے عابدین کے لیے وَّ لَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (اور وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے) کہ جس سے اپنے اوپر آنیوالے حوادث توڑ پھوڑ کا بچاؤ کر لیں بلکہ ان کے پجاری ان سے یہ حوادث دور کرتے ہیں۔

اگر بتوں کو پکارو وُہ اُس پکار تک نہ پہنچ سکیں:

آیت ۱۹۳: وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ (اور اگر تم ان کو پکارو) اگر تم ان بتوں کو بلاؤ اِلَى الْهُدٰى (بات بتلانے کیلئے) جو کہ ہدایت درشد ہے نمبر۲۔اس بات کے لیے کہ تمہاری راہنمائی کردیں یعنی تم ان سے خیر وہدایت اسی طرح طلب کرو۔ جیسا اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہو۔ لَا يَتَّبِعُوْكُمْ (وہ تمہارے کہنے پر نہ چلیں گے) یعنی تمہاری مراد اور طلب کی طرف وہ تمہیں جواب نہیں دے سکتے ۔جیسے اللہ تعالیٰ تمہیں جواب دیتے ہیں۔

قراءت: لایتبعوکم نافع نے پڑھا ہے۔ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ (تمہارے لحاظ سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو) ان کی پکار سے نہ ان کے ساتھ کامیابی ہے اور نہ وہ تمہیں جواب دیں گے۔ جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف عدول آیات کے سروں کی رعایت کے لئے ہے۔

جن کو پکارا جاتا ہے وہ مملوک ہیں:

آیت ۱۹۴: اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (بے شک تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو) یعنی جن کی تم عبادت کرتے اور جن کو تم الٰہ مانتے ہو۔ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں) یعنی وہ تمہاری طرح مخلوق و مملوک ہیں۔ فَادْعُوْهُمْ (پس تم ان کو پکارو) حصول نفع یا دفع ضرر کے لیے فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ (پھر ان کو چاہئے کہ تمہارا کہنا مانیں) پس چاہیے کہ وہ جواب دیں اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اس بات میں کہ وہ الٰہ ہیں۔ پھر اسی بات کا ابطال کیا کہ وہ تم جیسے بھی ہوں۔

بے بسوں کی عبادت کیوں؟

آیت ۱۹۵: اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ (کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں) تمہاری طرح چلنا۔ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ (یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے کسی چیز کو پکڑتے ہیں) جن سے وہ چیزیں لیں۔ پکڑیں اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ (یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں) اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا (یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں) پس پھر تم ان کی

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ

معاف کرنے کو اختیار کیجئے اور نیک کاموں کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے

الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۰۰﴾

کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیجئے۔ بلاشبہ وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

کیوں عبادت کرتے ہو جو تم سے کم تر ہیں۔

میرے خلاف زور لگا لو:

قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ (آپ کہہ دیں کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلالو) میری دشمنی میں ان سے مدد حاصل کرو۔ ثُمَّ كِیْدُوْنِ (پھر تدبیر کرو میرے متعلق) تم اور تمہارے شرکاء مل کر۔

قراءت: کیدونی ۔ یعقوب نے پڑھا ابوعمرو نے وصل میں اس کی موافقت کی۔ فَلَا تُنْظِرُوْنِ (پھر مجھ کو ذرا مہلت نہ دو) مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں مشرکین آپ کو اپنے شرکاء سے ڈراتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو اس طرح خطاب فرمائیں۔

قراءت: فلا تنظرون یعقوب نے پڑھا۔

میرا کارساز اللہ ہے اُس کا یہ حکم نامہ ہے:

آیت ۱۹۶: اِنَّ وَلِیِّ‌ۦَ (یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے) تمہارے خلاف میرا مددگار اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ (جس نے یہ کتاب اتاری) جس نے میری طرف وحی بھیجی اور رسالت کے اعزاز سے نوازا۔ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ (اور وہ نیکوں کی مدد کیا کرتا ہے) اس کا طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے صالحین کی مدد کرتا ہے اور ان کو رسوا نہیں کرتا۔

جو اپنی مدد نہ کرسکے تمہاری کیا مدد کرے گا:

آیت ۱۹۷: وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (اور تم جن لوگوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو) اللہ تعالیٰ کے سواء۔ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ (وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں)

۱۹۸: وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَسْمَعُوْا وَتَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ (اور اگر تم انکو کوئی بات بتلانے کیلئے پکارو تو نہیں سنتے اور آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں) وہ تمہاری طرف دیکھنے والوں کے مشابہ ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے بتوں کی تصاویر ایسی بنا رکھی تھیں جیسے کوئی کسی چیز کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا ہو۔ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے) دیکھی ہوئی چیز۔

عفو و درگزر سے کام لیں اور جاہلوں کو مُنہ نہ لگائیں:

آیت ۱۹۹: خُذِ الْعَفْوَ (سرسری برتاؤ کو آپ قبول کریں) یہ جہد کی ضد ہے۔ یعنی لوگوں کے اخلاق و افعال میں سے جو آپ

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾

بلاشبہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ پہنچ جاتا ہے تو وہ ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ سو اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں

وَ اِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا

اور جو لوگ شیطان کے بھائی ہیں شیاطین ان کو گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں، سو وہ کمی نہیں کرتے۔ اور جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہ لائیں تو کہتے ہیں

لَوْ لَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ

کہ آپ نے یہ معجزہ کیوں نہ اختیار کیا، آپ فرما دیجئے میں تو صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میرے رب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے، یہ تمہارے رب کی طرف

رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

سے بصیرت کی باتیں ہیں اور ہدایت ہیں اور رحمت ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

معاف فرمائیں اور ان سے ایسی مشقت نہ لیں جو ان پر گراں گزرے جس سے وہ متنفر ہو جائیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا (بخاری و مسلم) آسانی کرو۔ تنگی نہ کرو۔ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ (اور نیک بات کی تعلیم کر دیا کریں) عمدہ افعال یا ہر وہ خصلت جو عقل کی نگاہ میں درست ہو اور شرع بھی اس کو قبول کرے۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ (اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کریں) بیوقوفوں سے انکے افعال کا بدلہ اسی طرح کے افعال سے نہ چکاؤ اور نہ ان سے جھگڑنے میں پڑو بلکہ انکے ساتھ حوصلہ سے پیش آؤ۔ حضرت جبرئیلؑ نے اسکی تفسیر اسی ارشاد سے کی۔ صل من قطعك واعط من حرمك واعف عمن ظلمك تو قاطع رحم سے صلہ رحمی کر اور محروم کو دے۔ اور جس نے زیادتی کی اس کو معاف کر دے۔ (طبری) جعفر صادقؒ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مکارم اخلاق کا حکم دیا اور یہ آیت قرآن مجید میں مکارم اخلاق کو سب سے زیادہ جمع کرنے والی ہے۔

وسوسہ کے ازالہ کے لئے استعاذہ ضروری:

آیت ۲۰۰: وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ (اور اگر کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے) اگر شیطان کی طرف سے پہنچے اس طرح کہ وہ وسوسہ اندازی سے اس کے خلاف آمادہ کرنے کو کوشش کرے۔ جس کا آپ کو حکم ملا ہے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں) اس کی بات مت مانیں۔ نمبر ۱۔ النزغ اور النخس کا معنی چوکا لگانا۔ گویا وہ لوگوں کو انگلیوں سے کچوکا لگاتا ہے جب کہ ان کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے۔ یہاں النزغ کو النازغ قرار دیا۔ کہا جاتا ہے جدّ جدّہ اس نے پورا زور لگایا۔ نمبر ۲۔ نزغ شیطان سے مراد غصہ بھڑکانا۔ جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ان لی شیطان یعترینی میرا شیطان مجھے غصہ دلاتا ہے۔ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ (بے شک وہ خوب سننے والا) اس کے کچوکے کو عَلِیْمٌ (خوب جاننے والا ہے) اس کے دفاع کو جانتا ہے۔

متقین کا وسوسہ میں طریق:

آیت ۲۰۱: اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ (یقیناً جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب ان کو کوئی شیطانی وسوسہ

آجاتا ہے) قراءت: طَیۡف مکی بصری علی نے پڑھا۔ طائف کا معنی لمّہ، وسوسہ، اثر۔ یہ طاف به الخیال یطیف طیفا سے اس میں ایک تصویر خیالی آگئی۔ بقول ابوعمرو یہ دونوں ایک ہیں اور یہ وسوسہ ہے یہ دراصل اس کی تاکید ہے۔ جو اس سے قبل شیطان سے استعاذہ کو لازم قرار دیا گیا۔ جبکہ وہ کچو کا لگائے۔ متقین کی عادت ہے کہ جب ان کو معمولی سا شیطانی وسوسہ آتا ہے۔ یا آنے لگتا ہے۔ تَذَكَّرُوْا (وہ یاد میں لگ جاتے ہیں) اس کو یاد کر لیتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق حکم دیا۔ اور جس سے روکا۔ فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (پس یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں) اسی وقت وہ سیدھا راستہ دیکھ لیتے ہیں۔ اور اپنے وسوسے کو دور کر لیتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگتے ہیں تو ان کی بصیرت اللہ تعالیٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑھا دی جاتی ہے۔

اخوانِ شیاطین گمراہی کا شکار رہتے ہیں:

آیت ۲۰۲: وَاِخْوَانُهُمْ (اور جو شیاطین کے تابع ہیں) باقی شیطان انس میں سے جو شیاطین کے بھائی ہیں۔ تو شیاطین يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَيِّ (وہ ان کو گمراہی میں کھینچتے ہیں) ان کو گمراہی میں مدد دیتے ہیں اور ان کے دست و بازو بنتے ہیں۔

قراءت: يُمِدُّوْنَهُمْ امداد سے مدنی نے پڑھا ہے۔ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ (پھر وہ باز نہیں آتے) پھر وہ اپنے اغوا سے باز نہیں رہتے بلکہ اس پر اصرار کرتے ہیں۔ اور اس سے رجوع نہیں کرتے اور یہ بھی درست ہے کہ اخوان سے مراد شیاطین لیے جائیں اور متعلق بہٖ کی ضمیر جاہلوں کی طرف راجع ہو مگر پہلی تفسیر زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اخوانهم کا لفظ یہ الذین اتقوا کے مقابلہ میں لایا گیا ہے۔ اور اخوانهم میں ضمیر کو جمع جنس کی وجہ سے لایا گیا۔ اگرچہ شیطان کا لفظ مفرد لایا گیا ہے۔

منہ مانگی نشانی طلب کرنے والوں کو جواب:

آیت ۲۰۳: وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ (اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے) جو وہ منہ سے مانگتے تھے۔ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا (تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے) تم کیوں نہ گھڑ لائے جیسا کہ پہلے گھڑ کر لائے۔ (نعوذ باللہ) قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّىْ (تو آپ کہہ دیں کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میرے پاس وحی کے ذریعے پہنچتا ہے) میں ان کو اپنی طرف سے ایجاد کرنے والا نہیں ہوں۔ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ (یہ تمہارے رب کی طرف سے حکمتوں کا مجموعہ ہے) یہ قرآن تمہارے لیے بصیرت کے دلائل ہیں۔ جس سے وجوہ حق سامنے آتی ہیں۔ وَ هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں) اس پر۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۲۰۴

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کرسنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ

اور اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور ایسی آواز سے اپنے رب کو یاد کیجئے جو زور کی بات سے کچھ کم ہو صبح کے وقت

وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۲۰۵ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ

اور شام کے اوقات میں' اور غفلت والوں میں سے مت ہو جانا' بے شک جو لوگ آپ کے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے

عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۲۰۶ السجدۃ

تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

قراءتِ قرآن کے وقت استماع وانصات:

آیت ۲۰۴: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگادیا کرو اور خاموش رہا کرو اس امید پر کہ تم پر رحمت ہوگی) آیت کا ظاہر استماع اور انصات کو نماز میں قراءت قرآن کے وقت واجب کررہا ہے۔ اور نماز سے باہر بھی یہی حکم معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے کہ جب تم پر اللہ تعالیٰ کے رسول نزول کے وقت قرآن کی تلاوت کریں تو غور سے سنو۔ جمہور صحابہؓ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے استماع کے لئے ہے دوسرا قول خطبہ کے استماع کے لئے۔

تیسرا قول خطبہ اور نماز دونوں سے متعلق ہے یہ زیادہ درست ہے۔

پست آواز اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم:

آیت ۲۰۵: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ (اور اپنے رب کو یاد کرو اپنے دل میں) یہ آیت اذکار کے متعلق عام ہے۔ خواہ قراءت قرآنی، دعا، تسبیح تہلیل وغیرہ ذالک جو بھی ہو۔ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً (عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ) اس حال میں کہ تم گڑگڑانے والے ہو۔ اور ڈرنے والے ہو۔ وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ (اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ) جہر سے کم کلام کرنے والے ہو کیونکہ اخفاء میں زیادہ اخلاص ہے اور تفکر و تدبر کے لیے زیادہ خوب ہے۔ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (صبح اور شام) اس لیے کہ یہ دونوں وقت فضیلت والے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ استقامت فکر کیساتھ ہمیشہ ذکر کرنا۔ الغدو کا معنی اوقات الغدو ہے اور وہ صبح کے تمام اوقات ہیں۔ الاصال جمع اُصُل اور اُصل جمع اصیل اور وہ سورج ڈھلنے کے بعد کا وقت ہے۔ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (اور اہل غفلت میں شامل نہ ہو جاؤ) ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت برتتے ہیں۔

مقربین بارگاہ نہ تو متکبر ہیں اور نہ عبادت میں کسی کو شریک بناتے ہیں:

آیت ۲۰۶: اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ (بے شک وہ لوگ جو تیرے رب کے پاس ہیں) معزز ومکرم ہیں۔ مکان وجگہ کا قرب مراد نہیں مراد اس سے فرشتے ہیں۔ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ (وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے) اس سے تکبر نہیں کرتے۔ بڑے نہیں بنتے وَيُسَبِّحُوْنَهٗ (اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں) اس کو پاک سمجھتے ہیں۔ ان باتوں سے پاک قرار دیتے ہیں جو اس کے لائق نہیں۔ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ (اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں) اور اسی کو عبادت کے ساتھ خاص قرار دیتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے۔

اللّٰھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات بحرمة النبی الکریم علیه الصلٰوة والتسلیم

واللّٰه اعلم

الحمد للّٰه الذی تم بنعمته السابغة ترجمة سورة الاعراف اثنین من جمادی الاخرٰی ۱۴۲۳ھ

سُوْرَۃُ الْاَنْفَالِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسٌ وَّ سَبْعُوْنَ اٰیَۃً وَّ عَشْرُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ انفال مدینہ میں نازل ہوئی اس میں پچھتر آیات اور دس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا

یہ لوگ آپ سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ انفال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں

ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

تعلقات کو درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

تقسیم غنائم فقط اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے:

آیت ۱: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (آپ سے یہ لوگ مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں۔ یہ غنیمتیں تو اللہ کی ہیں اور رسول اللہ کی ہیں) النفل غنیمت کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور عطیہ ہے۔ الْاَنْفَالُ الغنائم بدر کے غنائم کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا کہ اس کا مستحق کون اور تقسیم کس طرح ہے۔ پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا کہ ہم کس طرح تقسیم کریں۔ اور تقسیم میں مہاجرین و انصار یا دونوں ہی کا حق ہے۔ تو جواب آیا کہ ان سے فرما دیں کہ وہ حق رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ اور وہی اس سلسلہ میں حاکم ہیں۔ جو چاہیں حکم دیں۔ ان کے علاوہ کسی کو فیصلہ کا اختیار نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے تذکرے کو اسلئے اکٹھا کیا کیونکہ غنائم کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تقسیم کا حکمت کے مطابق حکم دیں گے۔ اور اس کا رسول ﷺ اس حکم کو نافذ کرے گا۔ ان کی تقسیم میں قطعاً کسی کی رائے کا دخل نہیں ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ (اختلاف اور باہمی جھگڑوں میں اللہ سے ڈرو) اور اللہ تعالیٰ کی خاطر بھائی بھائی بن جاؤ۔ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو) اپنے مابین احوال۔ یعنی تمہارے مابین جو حالات ہیں۔ یہاں تک کہ وہ الفت و محبت اور اتفاق کے حالات ہوں۔

زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ذات بینکم کا معنی حقیقی ملاپ البین ملنا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو حکم دیا ہے۔ اسپر اکٹھے ہو جاؤ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ہم اصحاب بدر کے متعلق اتری جبکہ ہم نے مال غنیمت کے متعلق اختلاف کیا اور اختلاف شدید ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا اور

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی

اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝٢ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو زیادہ کردیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝٣ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ

اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس

رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝٤

درجات ہیں اور مغفرت ہے اور رزق کریم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقرر کردیا۔ آپ ﷺ نے اس کو مسلمانوں کے درمیان برابر تقسیم کردیا۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) جس کا تمہیں غنائم وغیرہ کے سلسلہ میں حکم دیا گیا۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم ایمان والے ہو) کامل الایمان۔

مؤمن کے سامنے ذکر اللہ سے اس کے ایمان میں اضافہ:

آیت ٢: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ (بے شک ایمان والے) بیشک کامل الایمان الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی عظمت کی خاطر اس کے ذکر سے ان کے دلوں میں خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کی عزت ودبدبہ اور جلال سے ان پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ (جب اللہ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں) یعنی قرآن زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ کردیتی ہیں) انکا اطمینان اور یقین بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ ظہور دلائل مدلول علیہ کو زیادہ قوت بخشنے والا اور اس کے قدموں کو اور مضبوط کرنے والا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے ان آیات کے ذریعہ ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے نزول سے قبل تو اس کے احکامات پر انکا عمل نہیں تھا۔ (کیونکہ وہ نازل ہی نہ ہوئی تھیں) وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں اور اپنے رب کے سواء اپنے امور کسی اور کو تفویض نہیں کرتے اور رجاء وخوف بھی صرف اسی سے ہے۔

علاماتِ مؤمنین:

آیت ۳: اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (جو نماز کو قائم کرتے اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اور وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں) اعمال قلوب نرمی، اخلاص اور توکل اور اعمال جوارح نماز و صدقہ کو جمع کر دیا۔

پختہ مؤمن:

آیت ۴: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں) نمبر ۱۔ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی وہی سچا ایمان رکھتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اولئك هم المؤمنون جملے کی یہ تاکید ہے جیسا کہا جاتا ہے۔ ھو عبداللہ حقًّا یعنی یہ بالکل پختہ بات ہے۔

نکتہ: حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے مجھ سے سوال کیا۔ أمؤمن انت؟ میں نے جواب دیا اگر تم مجھ سے ایمان باللہ، اور ملائکہ اور اس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن اور جنت و دوزخ اور بعث وحساب پر ایمان کے متعلق پوچھتے ہو۔ تو میں مؤمن ہوں اور اگر تیرا سوال انما المؤمنون الآیة کے متعلق ہے۔ تو پھر مجھے معلوم نہیں کہ آیا میں ان میں سے ہوں یا نہیں؟

اقوالِ ائمہ رحمہم اللہ:

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں جس کا یہ گمان ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان رکھتا ہے پھر اس نے یہ شہادت نہ دی کہ وہ جنتی ہے تو گویا اس کا ایمان آدھی آیت پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ بات قطعی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ وہ قطعی اور یقینی طور پر ثواب پانے والے مؤمنین میں سے ہے۔ اسی طرح قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قطعی طور پر مؤمن ہے۔ اسی قول کو ان لوگوں نے اختیار کیا ہے۔ جنہوں نے انا مؤمن ان شاء اللہ کا قول کہا ہے۔

مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس بات کے قائل نہیں ہیں۔ ایک دن انہوں نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کو کہا تم اپنے ایمان میں استثناء کیوں کرتے ہو؟ قتادہ رحمہ اللہ نے جواب دیا ابراہیم علیہ السلام کے اس ارشاد کی اتباع کرتے ہوئے۔ وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ (الشعراء: ۸۲) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا تم ان کے اس قول کی اقتداء کیوں نہیں کرتے اولم تؤمن قال بلٰی (البقرہ: ۲۶۰) ابراہیم تیمی کہتے ہیں یہ کہو: انا مؤمن حقًّا اگر تمہارا قول سچا ہے تو اس کا ثواب پاؤ گے اور اگر تم جھوٹ بول رہے ہو کہ دل سے کافر ہو اور ایمان ظاہر کر رہے ہو۔ تو تمہارا کفر اس قول سے زیادہ شدید اور عذاب کا باعث ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ جو منافق نہیں وہ قطعی مؤمن ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے استدلال کرتے ہوئے احمد کو فرمایا۔ تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا احمد! تو آپ نے فرمایا کیا تم کہو گے۔ انا احمد حقًّا او انا احمد ان شاء اللہ تو احمد نے کہا میں انا احمد حقًّا کہوں گا۔ تو عبداللہ فرمانے لگے تیرے والد نے جو تیرا نام رکھا ہے اس سے تو تو استثناء نہیں کرتا اور اس کے ساتھ انشاء اللہ نہیں کہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن میں مؤمن کہا تو تو اس کے ساتھ انشاء اللہ کہتا ہے۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ ⑤

جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر سے حق کے ساتھ آپ کو نکالا ۔ اور بلاشبہ مومنین کی ایک جماعت کو گراں گزر رہا تھا

يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ؕ ⑥

وہ آپ سے حق کے بارے میں جھگڑ رہے تھے اس کے بعد اسکا ظہور ہو چکا تھا' گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے ہیں'

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ

اور جب اللہ تم سے وعدہ فرما رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تمہارے لئے ہے اور تم خواہش کر رہے تھے کہ جو جماعت شوکت والی

الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ ⑦

نہیں ہے وہ تمہارے لئے ہو جائے اور اللہ چاہتا ہے کہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کا حق ہونا ثابت فرما دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۚ ⑧

تا کہ حق کو سچا کر دے اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے اگر چہ مجرموں کو نا گوار ہو۔

(خُلَاصَةُ الْكَلَام: پہلے اور دوسرے اقوال میں نزاع لفظی ہے حقیقی نہیں۔ انا مؤمن حقًّا کا مطلب یہ ہے کہ میرا ایمان شک وشبہ سے پاک ہے۔ اور انا مؤمن انشاء الله کا مطلب یہ ہے کہ انشاء اللہ ایمان پر خاتمہ کی امید ہے قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا)

لَهُمْ دَرَجٰتٌ (ان کے لئے بڑے درجات ہیں) اعمال کے مطابق بعض کے مراتب بعض سے بڑھ کر۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ (ان کے رب کے ہاں اور مغفرت ہے) اور ان کی سیئات سے تجاوز وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (اور عزت کی روزی ہے) کمانے کی مشقت اور حساب کے خطرے سے محفوظ۔

آیت ۵: كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ (جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کو گھر سے روانہ کیا) نَحو : كَمَا کا کاف محل نصب میں واقع ہے کیونکہ یہ فعل مقدر کے مصدر کی صفت ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے قل الا نفال استقرت لله والرسول وثبتت مع کراھتهم ثباتا مثل اخراج ربك اياك من بيتك و هم كارھون کہ دیں کہ غنائم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے پختہ ہو چکے اور ان کی ناپسندیدگی کے باوجود ثابت ہو چکے پورے طور پر ثابت ہونا جبکہ آپ کو آپ کے رب نے آپ کے گھر سے نکالا اس حال میں کہ وہ اس کو ناپسند کر رہے تھے۔ مِنْۢ بَيْتِكَ نمبرا۔ مدینہ میں حجرات نبوت یا، نمبر۲۔ مدینہ منورہ مراد ہے۔ کیونکہ وہ آپ کا بیت ہجرت ومسکن ہے اور بیتك سے اختصاص اسی طرح ہے جیسا کہ کسی گھر والے کو اس کے گھر سے خاص کیا جائے۔ بِالْحَقِّ (مصلحت کے ساتھ) ایسا نکلنا جو حکمت وصواب پر مبنی تھا۔ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

لَکٰرِھُوْنَ (اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی) نحو : نمبرا۔ یہ موضع حال میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ اَخْرَجَکَ فی حال کراھتھم آپ کو نکالا ان کی کراہت کی حالت میں اور اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ (نمبر۲۔ جملہ مستانفہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ مدینہ میں سے نکلنا تو کسی کو نا گوار نہ تھا)

اسبابِ بدر: قریش کا ایک قافلہ بہت بڑے تجارتی مال کیساتھ شام سے واپس لوٹ رہا تھا۔ اس کی حفاظت کیلئے چالیس سواروں کا دستہ تھا۔ قافلہ کی قیادت ابوسفیان بن حرب کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خبر دی۔ قافلہ میں زرکثیر کی بناء پر قافلے کا سامنا مناسب معلوم ہوا (تاکہ جہادی ضرورتوں میں اس مال کو صرف کیا جاسکے) نیز قافلے کی حفاظت پر معمولی دستہ متعین تھا۔

مسلمانوں کا مدینہ سے خروج:

مسلمان جب مدینہ منورہ سے نکلے تو قریش کو اسی وقت اطلاع مل گئی۔ ابوجہل تمام اہل مکہ کو لے کر چڑھ دوڑا۔ یہ کوچ تھا۔ مثال مشہور ہے۔ لا فی العیر ولا فی النفیر۔ اس کو بتلایا گیا کہ قافلہ تو طریق ساحل پر بچ نکلا تم لوٹ چلو! اس نے انکار کر دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر بدر کی طرف چل دیا۔ بدر ایک پانی کا نام ہے۔ جہاں سال میں ایک مرتبہ بازار لگتا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور آکر بتلایا یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو میں سے ایک گروہ پر کامیابی کا وعدہ فرمایا۔ خواہ قافلہ ہو یا لشکر قریش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور فرمایا۔ قافلہ پسند ہے یا لشکر؟ انہوں نے جواب دیا قافلہ زیادہ پسند ہے بہ نسبت لشکر کا سامنا کرنے کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک بدل گیا۔ پھر آپ نے بات لوٹائی کہ قافلہ تو ساحل بحر پر جا چکا اور یہ ابوجہل آرہا ہے۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ آپ قافلے کا پیچھا کریں۔ دشمن کو چھوڑیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیانات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کو دیکھ کر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور بہت خوب بیان کیا پھر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اپنے معاملے کو دیکھ کر کر گزریں اللہ کی قسم۔ اگر آپ عدن ابین تک جائیں تب بھی انصار کا ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ پھر مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا اس پر چلئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا۔ آپ ہمیں جہاں لے جائیں جانے کو تیار ہیں۔ ہم اس طرح نہ کہیں گے جیسا بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا: فَاذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدہ:۲۴) بلکہ ہم کہتے ہیں: اذھب انت و ربك فقاتلا انا معكما مقاتلون! آپ اپنے رب کی مدد سے چلئے ہم آپ کے ساتھ ملکر لڑیں گے۔ جب تک ایک پلک جھپکنے والی آنکھ باقی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اپنے ارادہ کو کر گزریں مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمیں اس سمندر پر لے جائیں اور اس میں آپ داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ داخل ہو جائیں گے۔ ایک آدمی بھی ہم میں سے پیچھے نہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی برکت سے ہمیں لے کر چلیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد کے قول سے خوش ہو کر نشاط میں آگئے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو تم خوش ہو جاؤ۔ اللہ

تعالیٰ نے مجھ سے ایک گروہ پر غلبہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم گویا اب میں کفار کی قتل گاہوں کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

بعض صحابہ کرامؓ کی طرف سے ناپسندیدگی کی وجہ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِھُوْنَ سے جھگڑا کر رہے تھے تو وہ قافلے کو لشکر پر ترجیح کی بات تھی۔ بَعْدَمَا تَبَیَّنَ رسول اللہ کے بتلا دینے کے باوجود کہ ان کو فتح ہوگی۔ جدال: سے مراد ان کا یہ قول ہے کہ ہم لشکر کے لئے تیار ہو کر نہیں نکلے۔ آپ ہمیں بتلا دیتے کہ ہم تیاری کر لیتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لڑائی کو ناپسند کرتے تھے۔

گھبراہٹ کی کیفیت:

آیت ۶: یُجَادِلُوْنَکَ فِی الْحَقِّ (وہ اس مصلحت میں جھگڑ رہے تھے) وہ حق جس کے متعلق وہ رسول اللہ ﷺ سے جھگڑا کر رہے تھے وہ قافلے کو لشکر پر ترجیح کی بات تھی۔ بَعْدَ مَاتَبَیَّنَ (اس کے ظاہر ہو جانے کے بعد) رسول اللہ ﷺ کے بتلا دینے کے باوجود کہ ان کو فتح ہوگی۔ جدال سے مراد ان کا یہ قول ہے کہ ہم لشکر کیلئے تیار ہو کر نہیں نکلے۔ آپ ہمیں بتلا دیتے تاکہ ہم تیاری کر لیتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لڑائی کو ناپسند کرتے تھے۔ کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ (کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں) ان کی زیادہ گھبراہٹ کو، باوجودیکہ ان کو کامیابی اور غنیمت کی خوشخبری دی جا چکی تھی۔ اس آدمی کی حالت سے تشبیہ دی جس کو قتل کی طرف کھینچ کر لے جایا جا رہا ہو۔ اور ذلت کے ساتھ موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہو۔ اور وہ موت کے اسباب کا مشاہدہ کر رہا ہو۔ اور موت کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہو کہ اس میں کوئی شک نہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ انکا خوف قلت تعداد کی وجہ سے تھا۔ وہ تمام پیدل تھے صرف دو سوار تھے۔

وعدۂ الٰہی اور قافلہ سے ٹکراؤ کی خواہش:

آیت ۷: وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ (اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے) نحو: اذ۔ اذکر کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ احدی مفعول ثانی ہے۔ اَنَّھَا لَکُمْ (کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی) احدی الطائفتین سے بدل ہے۔ الطائفتین سے مراد۔ قافلہ اور لشکر تقدیر عبارت یہ ہے واذیعدکم اللہ ان احدی الطائفتین لکم جب اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارا ہوگا۔ (اس پر کامیابی دی جائے گی) وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ (اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ لگے) یعنی قافلہ۔ ذات الشوکۃ۔ اسلحہ، گروپ۔ شوکت لشکر میں تعداد و تیاری دونوں لحاظ سے تھی۔ یعنی تمہاری تمنا یہ تھی کہ قافلہ تمہارے لئے ہو۔ کیونکہ وہ بے اسلحہ گروہ تھا۔ تم دوسرے گروہ کو نہ چاہتے تھے۔

اللہ کی رضاء:

وَیُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ (اور اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ وہ حق کا حق ہونا ثابت کرے) اس کو ثابت اور بلند کریں۔ بِکَلِمٰتِہٖ (اپنے احکام سے) اپنی ان آیات کے ساتھ جو مسلح لشکر کے ساتھ لڑنے کے سلسلہ میں اتاریں اور ان آیات کے ساتھ جن میں فرشتوں کو ان کی مدد کیلئے اترنے کا حکم دیا۔ اور اس کے ساتھ جو اس نے ان کو قتل کرنے اور قلیب بدر میں پھینکنے کا حکم دیا۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ⑨

جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے سو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی کہ میں ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کروں گا جو مسلسل آتے رہیں گے

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ

اور اللہ نے اس امداد کو نہیں بنایا مگر بشارت اور تاکہ مطمئن ہو جائیں تمہارے دل اور مدد صرف اللہ کی

عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ⑩

طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غلبہ والا حکمت والا ہے۔

ع ۱ ۱۵

وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ (اور کافروں کی جڑ کاٹ دے) ان کے آخر کو، الدابر آخر کو کہتے ہیں۔ یہ دبر سے فاعل کا صیغہ ہے جبکہ وہ پیٹھ پھیرے قطع دابر یہ استیصال کی تعبیر ہے۔ یعنی تم جلد ملنے والا فائدہ چاہتے تھے اور سطحی معاملات۔ اور اللہ تعالیٰ بلند معاملات اور حق کی مدد، کلمۂ حق کی برتری چاہتے تھے اور دونوں مقاصد میں بہت فرق ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسلح لشکر کو پسند کیا۔ اور تمہارے ضعف کے ذریعہ ان کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور تمہیں عزت بخشی جبکہ ان کو ذلیل کر دیا۔

اثباتِ اسلام اور ابطالِ باطل:

آیت ۸: لِيُحِقَّ الْحَقَّ (تاکہ حق کا حق ہونا) نمبر۱۔ یہ یقطع سے متعلق ہے نمبر۲۔ فعل محذوف کے متعلق ہے جس کی تقدیر عبارت یہ ہے: لیحق الحق۔ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ (اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے) فعل ذلك تاکہ وہ حق کو ثابت کر دے اور باطل کو بے کار کر دے اس نے ایسا کر دیا۔ مقدر کو آخر میں اس لئے ذکر کیا تاکہ اختصاص کا فائدہ حاصل ہو یعنی اس کو انہی دو اغراض کی خاطر کیا اور وہ اظہار و اثبات اسلام اور امحاق و ابطال کفر ہے اس میں تکرار نہیں کیونکہ پہلی مرتبہ دونوں ارادوں میں فرق و امتیاز کیلئے لائے۔ اور یہ دوسری مرتبہ مسلح لشکر کو دوسرے گروہ کے مقابلہ میں ترجیح دینے اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ دینے کا کیا مقصد تھا اس کی وضاحت و بیان کیلئے لائے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (اگرچہ مجرم لوگ یہ ناپسند ہی کریں) اس کو مشرک اگرچہ ناپسند کریں۔

اللہ سے استغاثہ:

آیت ۹: اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ (اور یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے) نحو: یہ اذیعدکم سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ لیحق الحق و یبطل الباطل کے متعلق ہے۔ جب صحابہ کرام کو یقین ہو گیا کہ لشکر کا سامنا بہر صورت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے اور کہنے لگے اے ہمارے رب انصر نا علی عدوك تو اپنے دشمن پر ہمیں فتح دے۔ یاغیاث المستغیثین اغثنا اے ہمارے فریاد رس ہماری فریاد رسی فرما۔ استغاثہ طلب غوث کو کہتے ہیں۔ اور طلب غوث کا معنی ہے ناپسند

حالت سے چھٹکارا پانا۔ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ (پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی) پس اسے قبول فرمایا۔ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ (کہ میں تم کو مدد دونگا) اصل بِاَنِّيْ مُمِدُّكُمْ ہے جار کو حذف کر دیا اور استجاب کو اس پر مسلط کر دیا پس اس نے محل کو نصب دی۔ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ (ایک ہزار فرشتوں سے جو سلسلہ وار چلے آئیں گے)

قراءت: مدنی نے مردَفین پڑھا ہے جبکہ دوسروں نے مردِفین پڑھا ہے۔ کسرہ کی بناء پر معنی انہوں نے دوسروں کا پیچھا کیا۔ اور فتحہ کی صورت میں ہر فرشتہ دوسرے کے پیچھے آیا۔ کہا جاتا ہے ردفه جبکہ وہ اس کا پیچھا کرے اور اردفته اياه، میں نے اس کا پیچھا کیا۔

نصرتِ ملائکہ تو اطمینانِ قلبی کے لئے ہے:

آیت ۱۰: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد نہیں عطاء کی) یعنی وہ امداد جس پر ممدکم دلالت کرتا ہے۔ اِلَّا بُشْرٰى (مگر صرف بشارت کیلئے) مگر وہ تمہارے لئے نصرت کی بشارت وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ (اور تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان ہو جائے) یعنی تم نے فریاد طلب کی اور اپنی قلت کی بناء پر گڑگڑائے پس ملائکہ کے ذریعہ امداد وہ تمہارے لئے نصرت کی خوشخبری اور تسکین کا باعث تھی۔ اور تمہارے دلوں کیلئے ڈھارس تھی۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (اور نصرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے) یعنی تم وہ مدد ملائکہ کی طرف سے مت سمجھو اصل مددگار تمہارے لئے اور فرشتوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

نمبر۲۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مدد ملائکہ وغیرہ اسباب سے نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے منصور وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ مدد کرے۔

کیا فرشتے براہِ راست لڑے؟

بدر کے دن فرشتوں کے براہ راست لڑنے کے متعلق اختلاف ہے۔ نمبر۱۔ جبرئیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کے ساتھ اسلامی لشکر کے میمنہ پر اترے جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور میکائیل علیہ السلام پانچ سو کے ساتھ میسرہ پر اترے۔ جس میں علی رضی اللہ عنہ تھے۔ فرشتے انسانی صورت میں سفید لباس اور سفید عمامے زیب تن کرنے والے تھے۔ اور پگڑیوں کے شملے کندھوں کے درمیان ڈالنے والے تھے۔ اور انہوں نے باقاعدہ لڑائی کی یہاں تک کہ ابوجہل نے عبداللہ بن مسعود کو کہا ہمیں تلوار کی ضرب کہاں سے آتی تھی جبکہ ہم کسی ذات کو نہ دیکھتے تھے۔ تو عبداللہ نے جواب دیا وہ ضرب ملائکہ کی طرف سے تھی۔ اس نے کہا وہ ہم پر غالب آئے نہ کہ تم۔ نمبر۲۔ فرشتے اترے تعداد بڑھانے اور مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کیلئے انہوں نے قتال نہیں کیا۔ ورنہ ایک فرشتہ پوری دنیا کو ہلاک کرنے کیلئے کافی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (بیشک اللہ زبردست) اپنے دوستوں کی مدد کیلئے حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) اپنے دشمنوں کو مغلوب کرتے ہیں۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ

جب چین دینے کے لئے اللہ اپنی طرف سے تم پر اونگھ طاری فرما رہا تھا اور تم پر آسمان سے پانی نازل فرما رہا تھا تاکہ تمہیں پاک کر دے

بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ⑪

اور تم سے شیطان کے وسوسے کو دور فرما دے اور تاکہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس کے ذریعہ قدموں کو جما دے۔

غلبۂ اونگھ:

آیت ۱۱: اِذْ يُغَشِّيْكُمُ (یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم پر طاری کر رہا تھا) نحو: یہ اذیعدکم سے دوسرا بدل ہے۔ نمبر۲۔ النصر کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۳۔ اذکر مضمر مان کر منصوب ہے۔

قراءت: مدنی نے یُغشیکُم پڑھا ہے۔ النُّعَاسَ (اونگھ) نیند۔ دونوں قراءتوں کے مطابق فاعل اللہ ہی ہے۔ مکی اور ابوعمرو نے یغشاکم النعاسُ پڑھا ہے۔ اَمَنَةً (چین دینے کیلئے) نمبر۱۔ یہ مفعول لہٗ ہے۔ جب تم امن کیلئے اونگھ رہے تھے۔ اسی لامنکم، نمبر۲۔ مصدر ہے پس تم امن میں ہو گئے امن میں ہونا۔ نیند سے رعب چلا جاتا ہے اور نفس کو آرام ملتا ہے۔ مِّنْهُ (اپنی طرف سے) یہ امنة کی صفت ہے یعنی امنة حاصلة لکم وہ امن جو تمہیں اللہ کی طرف سے حاصل ہونے والا تھا۔

نزول کی مطر:

وَيُنَزِّلُ (اور برسا رہا تھا) تمام قراء نے تشدید سے پڑھا جبکہ مکی و بصری نے یُنْزِلُ تخفیف سے پڑھا ہے۔ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً (تم پر آسمان سے پانی) بارش لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ (تاکہ اس پانی سے تم کو پاک کر دے) پانی کے ذریعہ حدث اور جنابت سے وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ (اور تم سے شیطان کے وسوسہ کو دور کر دے) نمبر۱۔ ان کی طرف جو وسوسہ ڈالتا اور پیاس سے ڈراتا ہے۔ نمبر۲۔ احتلام کے ذریعے جنابت سے کیونکہ احتلام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ جنابت کی حالت میں مدد نہیں ہے۔ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ (اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے) صبر کے ذریعہ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (اور تمہارے پاؤں جما دے) پانی کے ساتھ مسلمانوں کے قدم ریت میں دھنس دھنس جاتے تھے۔ نمبر۲۔ ربط کے ذریعہ کیونکہ جب دل میں صبر پختہ ہو جائے تو لڑائی میں قدم خود مضبوط ہو جاتا ہے۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ

جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو تم ایمان والوں کو جماؤ میں عنقریب کافروں کے

الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ؕ ﴿۱۲﴾

دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے ہر پورے پر مارو۔

فرشتوں کو ہمت بڑھانے کے حکم والا:

آیت ۱۲: اِذْ یُوْحِیْ (اس وقت کو یاد کرو جب حکم دیتا تھا) نحو: اذ بعد کم سے بدل سوم ہے۔ نمبر۲۔ یثبت سے منصوب ہے۔ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ (آپ کا رب فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں) مدد کے ساتھ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (تم سب ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ) بشارت کے ساتھ۔ فرشتہ انسانی صورت میں صف کے آگے چلتا اور کہتا ابشروا فان اللہ ناصر کم۔ خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ تمہارا ناصر ہے۔ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں) خوف سے ان کے دل کو بھرنا۔

قراءت: شامی، علی نے الرعُب پڑھا ہے۔

کفار کی گردنیں اُڑادو:

فَاضْرِبُوْا (پس تم مارو) مسلمانوں کو حکم دیا نمبر۲۔ ملائکہ کو اس میں دلیل ہے کہ ملائکہ نے قتال کیا۔ فَوْقَ الْاَعْنَاقِ (گردنوں پر) نمبر۱۔ یعنی گردنوں کے اوپر والے حصے جو کہ ذبح کے مقامات ہیں تا کہ سر اڑائے جائیں۔ نمبر۲۔ سر مراد ہیں کیونکہ گردنوں پر سر ہی ہوتا ہے۔ مطلب کھوپڑی پر مارنا ہے۔ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (اور ان کے پور پور پر مارو) وہ انگلیاں ہیں۔ مراد اطراف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم ان کے قتل کے مقامات اور اطراف جسم دونوں پر مارو۔ ضرب مقتل پر پڑے یا غیر مقتل پر ان دونوں اقسام میں ضرب مشتمل ہونی چاہیے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ

یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے سو اللہ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑬ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ⑭

سخت سزا دینے والا ہے۔ سو یہ سزا تم چکھو اور بلاشبہ کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ⑮

اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرو

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ

اور اس دن بجز اس شخص کے جو لڑائی کیلئے رخ بدلنے والا ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے والا ہو جو شخص پشت پھیرے گا سو وہ

بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑯

اللہ کے غصہ کو لے کر لوٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

یہ سزا اللہ اور رسول (ﷺ) کی مخالفت کی وجہ سے ملی:

آیت ۱۳، ۱۴: ذٰلِكَ (یہ) یہ ضرب، قتل، جلد پہنچنے والی سزا تمام کی طرف اشارہ ہے۔ یہ مبتداء ہے۔ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی) اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عقاب ان پر مخالفت خدا اور رسول کی وجہ سے پڑا۔ شاقوا کا لفظ الشق سے ہے۔ ہر دشمنی کرنے والا ایک جانب اور دوسری جانب اس کا مقابل کذا المعاداۃ و المخاصمۃ کیونکہ ایک ایک جانب اور دوسرا دوسری جانب ہوتا ہے۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں) ذلك کا کے کاف میں خطاب رسول سے ہے یا ہر فرد اور ذلکم میں بطور التفات کے کفار کو خطاب ہے۔ ذٰلِكُمْ محل رفع میں ہے۔ نمبر۱۔ ذلکم العقاب نمبر۲۔ العقاب ذلکم ۔ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ (سو یہ سزا تم چکھو اور بلاشبہ کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے) واؤ، مع کے معنی میں ہے۔ یعنی ذوقوا ھذا العذاب العاجل مع الآجل الذی لکم فی الآخرۃ اس جلد ملنے والے عذاب کو چکھو اس کے ساتھ مؤجل عذاب آخرت کا تیار ہے۔ گویا ظاہر کو ضمیر کی جگہ لایا گیا۔

دو بدو جنگ کے احکامات:

آیت ۱۵: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا (اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ)

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۖ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ

سو تم نے انہیں قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے انہیں قتل کیا' اور جب آپ نے پھینکا تو آپ نے نہیں پھینکا لیکن اللہ نے پھینکا

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ

اور تاکہ اللہ مؤمنین کو اپنی طرف سے اچھا انعام دے' بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ یہ بات ہے اور بلاشبہ اللہ

مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔

یہ الذین کفروا سے حال ہے۔ الزحف وہ لشکر جو کثرت کی وجہ سے اس طرح نظر آئے گویا وہ رینگ رہا ہے۔ یہ زحف الصبی سے بنا ہے۔ جبکہ وہ اپنے سرینوں پر آہستہ آہستہ سرکنے لگے۔ مصدر سے بطور نام کے استعمال ہوتا ہے۔ فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ (تو ان سے پشت مت پھیرنا) ان سے شکست کھا کر مت پھرو۔ یعنی جب ان سے لڑائی میں سامنا کرو، ان کی تعداد زیادہ اور تمہاری کم ہو تو پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔ چہ جائیکہ تم تعداد میں ان سے قریب یا برابر ہو۔ نمبر۲۔ مؤمنین سے حال ہے۔ نمبر۳۔ فریقین سے حال ہے جب تم اور وہ گڈمڈ ہو کر لڑو۔

بھاگنے والے کے جرم کی شدت:

آیت ۱۶: وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا (اور جو شخص ان سے اس موقعہ پر پشت پھیرے گا۔ مگر ہاں جو پینترا بدلتا ہو) مائل ہونے والا۔ لِّقِتَالٍ (لڑائی کیلئے) وہ مڑ کر حملہ کرنے کیلئے پسپا ہوتا ہے دشمن کو خیال ہو کہ بھاگ گیا پھر اس پر مڑ کر حملہ آور ہو۔ یہ ایک جنگی طرز ہے۔ اَوْ مُتَحَيِّزًا (یا ملنے والا ہو) اِلٰى فِئَةٍ (اپنی جماعت کی طرف) پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنٰی ہے ملنے والا ہو مسلمانوں کی جماعت جو اس کی پشت میں ہو۔

نحو: یہ دونوں یولھم کی ضمیر فاعلی سے حال ہیں۔ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے) متحیز کا وزن مُتَفَيْعِل ہے مُتَفَعِّل نہیں کیونکہ وہ حاز، یحوز سے ہے اس سے متحوز، متفعل بنتا ہے نہ کہ متحیز۔

ایک مشتِ خاک کا اعجاز:

آیت ۱۷: جب اہل مکہ کی قوت ٹوٹ گئی اور قتل وقید ہو گئے۔ تو قاتل تفاخر کے طور پر قتلتُ اور اَسرتُ کہنے لگے تو ان کو کہا گیا۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ (پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا) فا محذوف شرط کے جواب میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ ان افتخرتم بقتلھم فانتم لم تقتلوھم اگر تم ان کے قتل پر فخر کرتے ہو تو تم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ جب جبرئیل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ایک مٹھی مٹی لے کر ان کی طرف پھینکو۔ آپ نے پھینکا اور بد دعا فرمائی شاہت الوجوہ

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَإِنْ تَعُودُوا

اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمہارے سامنے آ چکا ہے' اور اگر تم باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے' اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے

نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَأَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾

تو ہم بھی وہی کام کریں گے' اور تمہاری جماعت ہرگز تمہارے کچھ کام نہ آئے گی۔ اگرچہ کثیر تعداد میں ہو' اور بلاشبہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

کوئی مشرک ایسا نہ رہا مگر وہ اپنی آنکھیں ملنے میں مشغول ہوگیا پس کفار شکست کھا گئے۔ کہا گیا: وَمَا رَمَيْتَ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی) وہ کنکریاں جو آپ نے پھینکیں، حقیقت میں آپ نے نہیں پھینکیں۔ کیونکہ اگر آپ پھینکتے تو اس کا اثر اتنا ہی ہوتا جتنا انسان کے پھینکنے کا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے پھینکنے کا اثر بہت بڑا ہوا (ہر کافر کی آنکھ میں کنکری پہنچ گئی اور اس کو بے بس کر دیا)

مَسْئَلَہ: اس آیت میں اس بات کی وضاحت ہے کہ بندے کے فعل کی نسبت اس کی طرف کسب کی حیثیت سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف خلق کی حیثیت سے اس طرح نہیں جیسا کہ جبریہ اور معتزلہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اِذْ رَمَيْتَ کہہ کر بندے کے فعل کو ثابت کیا پھر بندے سے اس کی نفی لکن الله رمی کہہ کر کر دی۔

قراءت: اور لکن الله قتلهم اور لکن الله رمی میں لٰکِنْ کو شامی، حمزہ اور علی نے تخفیف سے پڑھا ہے۔

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ (تاکہ وہ مومنین کو اجر دے) تاکہ وہ مومنوں کو دے مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا (خوب اجر) عطائے جمیل۔ مطلب یہ ہے کہ مومنوں پر احسان کیلئے اس نے کیا جو کچھ کیا اور یہ سب کچھ اسی خاطر کیا۔ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ (بے شک اللہ سننے والا ہے) ان کی دعاؤں کا عَلِيمٌ (جاننے والا ہے) ان کے حالات کو۔

کافروں کی تدبیر کمزور کر دی:

آیت ١٨: ذٰلِكُمْ (ایک بات تو یہ ہوگی) یہ بلائے حسن کی طرف اشارہ ہے۔

نَحو: یہ محل رفع میں ہے اور ذلکم پر اس کا عطف ہے مراد ابلائے مومنین اور توہین مکائد کافرین ہے۔ وَأَنَّ اللّٰهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِينَ (اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کا کمزور کرنا تھا)

قراءت: مُوْهِنُ كَيْدَ شامی و کوفی نے پڑھا ہے۔ جبکہ حفص نے موهنُ كيدِ پڑھا اور دیگر قراء نے مُوَهِّنُ كَيْدَ پڑھا۔

آیت ١٩: إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ (اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آ موجود ہوا) اگر تم مدد طلب کرتے تھے تو مدد آ گئی مگر تمہارے خلاف۔ یہ اہل مکہ کو خطاب فرمایا کیونکہ روانہ ہوتے وقت انہوں نے استار کعبہ سے چمٹ کر کہا اللّٰھم ان کان محمد علی الحق فانصره و ان کنا علی الحق فانصرنا۔

دوسرا قول ان تستفتحوا یہ مومنوں کو خطاب ہے۔ کہ اگر تم فیصلہ کے طالب تھے تو وہ آ گیا۔ وَإِنْ تَنْتَهُوا (اگر تم باز آ جاؤ) یہ کفار کو خطاب ہے۔ ان تنتهوا کا مطلب عداوت رسول سے باز آنا ہے۔ فَهُوَ (تو یہ) یہ باز آنا۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (نہایت خوب

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ

اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو ' اور اس سے رو گردانی نہ کرو حالانکہ تم

تَسْمَعُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢١﴾ اِنَّ

سنتے ہو' اور ان میں سے مت ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور حال یہ ہے کہ وہ نہیں سنتے ' بیشک

شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ

زمین پر چلنے پھرنے والوں میں اللہ کے نزدیک سب سے برے وہ لوگ ہیں جو گونگے ہیں' بہرے ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے ' اور اگر

عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾

اللہ جانتا کہ اُن میں کوئی بھلائی ہے تو ان کو ضرور سنا دیتا ' اور اگر ان کو سنا دے تو وہ ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ

اے ایمان والو! تم حکم مانو اللہ کا اور رسول ﷺ کا جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندہ کرتی ہے '

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾

اور جان لو کہ بیشک اللہ حائل ہو جاتا ہے آدمی کے اور اس کے دل کے درمیان' اور بیشک تم اللہ ہی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

اور تم ایسے فتنہ سے بچو جو خاص کر انہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں سے گناہوں کے مرتکب ہوئے اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾

سخت عذاب والا ہے۔

ہے) بہت بہتر اور سلامتی والا ہے۔ وَاِنْ تَعُوْدُوْا (اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے) ان کے ساتھ لڑائی کے لیے۔ نَعُدْ (تو ہم بھی پھر یہی کام کریں گے) تمہارے خلاف ان کی مدد کیلئے۔ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ (اور تمہاری جمعیت تمہارے کام نہ آوے گی) تمہاری پارٹی شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ (ذرا بھی۔ اگرچہ کتنی زیادہ ہو) تعداد میں وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے)

قراءت: مدنی، شامی و حفص نے اَللّٰہ کو فتحہ کیساتھ پڑھا۔ اور اسلئے کہ اللہ تعالیٰ مدد کے ذریعہ مومنین کے ساتھ ہے۔ ایسا ہوا۔ دیگر قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی تائید عبداللہ کی قراءت سے ہوتی ہے۔ واللّٰہ مع المؤمنین ۔

اطاعتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دامن تھامے رکھو:

آیت ۲۰: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ (اے ایمان والو اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکہ اطیعوا الرسول کا معنی اس ارشاد کی طرح ہے: وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ (التوبہ:۶۲) اور اس لئے بھی کہ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول ایک چیز ہے جیسا اس ارشاد میں ہے: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (النساء:۸۰) ایک کی طرف ضمیر کا لوٹنا دونوں کی طرف ضمیر لوٹنے کی طرح ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ الاحسان والاجمال لاینفع فی فلان۔ نمبر۲۔ ضمیر کا مرجع اطاعت کا حکم ہے۔ یعنی اس امر اور اس کے ہم مثل اوامر سے منہ نہ موڑو۔ تَوَلَّوْا اصل میں تتولوا ہے ایک تا کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا۔ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ (حالانکہ تم سنتے ہو) یعنی تم اس کو سنتے ہو۔ نمبر۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ نہ موڑو اور نہ ہی ان کی مخالفت کرو حالانکہ تم ان کی تصدیق کرتے ہو اس لئے کہ تم مؤمن ہو۔ تم بہرے جھٹلانے والے کفار کی طرح نہیں ہو۔

منافقین اور اہل کتاب کا طرز مت اپناؤ:

آیت ۲۱: وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا (اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا) یعنی سننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور وہ منافقین اور اہل کتاب ہیں۔ وَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ (حالانکہ وہ سنتے کچھ نہیں) کیونکہ وہ اس کی تصدیق کرنے والے نہیں گویا کہ وہ سنتے ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم قرآن و نبوت کی تصدیق کرتے ہو۔ جب بعض امور میں اطاعت رسول سے منہ موڑو گے جیسے تقسیم غنائم وغیرہ تو تمہارا سننا ان کے مشابہ ہو جائے گا۔ جو ایمان نہیں رکھتے پھر فرمایا۔

کافر بدترین جانور:

آیت ۲۲: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَاللّٰہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ (بیشک مخلوق میں بدترین وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے) مطلب یہ ہے کہ زمین پر چلنے والوں میں بہائم سب سے بدترین ہیں اور بہائم میں سے بدترین وہ ہیں جو کہ حق سے بہرے بے عقل ہیں۔ اس کو نہیں سمجھتے کفار کو جنس بہائم سے قرار دیا پھر ان کو ان سے بھی زیادہ برا قرار دیا کیونکہ انہوں نے مانوس ہونے کے بعد عناد اختیار کیا اور عقل کے ہوتے ہوئے کفر پر ضد اختیار کی۔

وہ خوبی سے خالی ہیں:

آیت ۲۳: وَلَوْعَلِمَ اللّٰہُ فِیْھِمْ (اگر اللہ تعالیٰ ان میں دیکھتے) ان گونگے بہرے لوگوں میں خَیْرًا (کوئی خوبی) سچائی اور رغبت لَّاَسْمَعَھُمْ (تو ان کو سننے کی توفیق دے دیتے) تو ان کو سننے والے بنا دیتا یہاں تک کہ وہ بھی تصدیق کرنے والوں کی طرح سنتے۔ وَلَوْاَسْمَعَھُمْ لَتَوَلَّوْا (اور اگر ان کو اب سنا دیں تو ضرور روگردانی کریں گے) اس سے منہ موڑتے یعنی اگر ان کو سنا دیتا اور وہ تصدیق کر دیتے تو اس کے بعد بھی ارتداد اختیار کر لیتے اور استقامت پر نہ رہتے۔ وَّھُمْ مُّعْرِضُوْنَ (بے رخی کرتے ہوئے) ایمان سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی فوراً تعمیل کرو:

آیت ۲۴: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ وہ تم کو بلاتے ہیں) اس میں بھی خبر واحد لائی گئی کیونکہ استجابت رسول استجابت باری تعالیٰ کی طرح ہے اور استجابت کا معنی اطاعت، امتثال ہے۔ امتثال بالدعوۃ۔ مقرر کرنا اور آمادہ کرنا ہے۔ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (جو تمہیں زندہ کرتی ہے) دیانات اور شرائع کے علوم مراد ہیں۔ کیونکہ علم زندگی ہے۔ جیسا کہ جہالت موت ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا لاتعجبن الجھول حلتہ۔ فذاك میت و ثوبه کفن (جاہل کو اپنے جہالت کے لباس پر فخر نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ مردہ ہے۔ اور اس کا لباس کفن ہے۔

نمبر۲۔ کفار سے جہاد کیلئے کیونکہ اگر وہ اس کا انکار کریں تو مغلوب ہو جائیں اور قتل کر دیے جائیں۔ نمبر۳۔ شہادت کے لئے اس لئے کہ ارشاد الٰہی ہے: بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ (آل عمران:۱۶۹)

اللہ کے حائل ہونے کا مطلب:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ (اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان) یعنی اس کو مار دیتا ہے اور اس سے وہ فرصت فوت ہو جاتی ہے جس کو وہ پانے والا تھا۔ اور وہ فرصت یہ ہے کہ اخلاص قلب سے دین پر جماؤ میسر ہو۔ پس تم اس فرصت کو غنیمت سمجھو۔ اور اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کیلئے خالص کرو۔

نمبر۲۔ اس کے اور اس کی تمناؤں کے درمیان جو وہ لمبی زندگی کے سلسلہ میں کرتا ہے پس اس کے عزائم کو منسوخ کر دیتا ہے وَاَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (اور تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے) تم یقین کرلو اسی کی بارگاہ میں تمہیں اکٹھا ہونا ہوگا۔ پس وہ دلوں کی سلامتی اور مخلصانہ اطاعت کی مقدار کے برابر ثواب عنایت کرے گا۔

فتنے کا وبالِ عام ہے:

آیت ۲۵: وَاتَّقُوْا فِتْنَةً (اور تم ایسے وبال سے بچو) عذاب، لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً (جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں) یہ جواب امر ہے یعنی اگر وہ عذاب تمہیں پہنچے گا تو فقط ظالموں کو ہی نہیں پہنچے گا بلکہ سبکو عام ہوگا۔ جواب امر میں تاکید کا نون داخل کرنا درست ہے۔ کیونکہ اس میں نہی کا معنی ہے۔ جیسا تم کہو انزل عن الدابۃ لا تطرحك اور لا تطرحنك بھی درست ہے منکم میں من تبعیض کیلئے ہے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے) جب وہ سزا دیتا ہے۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ

اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے۔ زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے تم اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں

النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اچک لیں' سو اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تم کو قوت دی اور تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا کیں تاکہ تم شکر گزار ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ کی اور رسول ﷺ کی' اور نہ خیانت کرو اپنی آپس کی امانتوں میں حالانکہ تم جانتے ہو۔

ع ۱۷ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

اور تم جان لو کہ بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے'

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ تمہیں فیصلہ والی چیز دے گا اور تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

اور تمہاری بخشش فرمادے گا' اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

سابقہ حالت کو یاد رکھو تاکہ شکریہ کی توفیق ہو:

آیت ۲۶: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ (اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل تھے) اذانتم قلیل مفعول بہ ہے ظرف نہیں۔ یعنی اذکروا وقت کو نکم اقلۃ اذلۃً اپنی قلت وکمزوری کے وقت کو یاد کرو۔ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ (زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے) ہجرت سے قبل سرزمین مکہ میں قریش نے تمہیں کمزور بنا رکھا تھا۔ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ (اور تم اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اُچک نہ لیں) کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں کے مخالف اور دشمن تھے۔ فَاٰوٰىكُمْ (پھر اس نے رہنے کی جگہ دی) مدینہ میں وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ (اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی) انصار کی پشت پناہی کے ذریعہ اور بدر کے دن ملائکہ کو بھیج کر وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عنایت فرمائیں) اموال غنیمت جو تم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوئے تھے۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تاکہ تم شکر کرو) ان نعمتوں کا۔

اللہ کے حقوق میں خلل مت ڈالو:

آیت ۲۷: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ ۔ (اے ایمان والو تم اللہ کے حقوق میں خلل مت ڈالو) اس کے فرائض کو معطل کر کے ۔ وَالرَّسُوْلَ (رسول کے) اور رسول کے طریقہ کو نہ اپنا کر۔ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ (اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں مت خلل ڈالو)

نحو :اس پر جزم لاتخونوا پر عطف کی وجہ سے ہے ای لا تخونوا۔ اپنے مابین اس طرح کہ ان کی حفاظت نہ کرو۔ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اور تم تو جانتے ہو) نمبر۱۔ اس کا انجام اور وبال نمبر۲۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ تم خیانت کر رہے ہو۔ مطلب یہ ہے خیانت تم سے جان بوجھ کر پائی جائے بھول کر نہیں۔ نمبر۳۔ تم علماء ہو اچھی چیز کے حسن اور قبیح کی قباحت سے واقف ہو۔ الخون کی کرنا۔ جیسا الوفاء کا معنی پورا کرنا۔ اور اسی سے تخونهٗ اذا انتقصهٗ بولتے ہیں۔ پھر یہ امانت و وفاء کے عکس کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کی خیانت کرنے سے کسی کی چیز میں نقصان داخل کر دیا جاتا ہے۔

مال واولاد باعث آزمائش:

آیت ۲۸: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ (اور تم جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے) یعنی فتنہ میں پڑنے کے اسباب میں سے ہیں۔ فتنہ گناہ اور عذاب دونوں کو کہتے ہیں۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم کس طرح اس کی حدود کی نگہبانی کرتے ہو۔ وَّاَنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (اور اس بات کو بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے) پس تمہارا فرض بنتا ہے کہ اس کی طلب میں حرص کرو اور دنیا میں زہد اختیار کرو۔ اور حب اولاد اور جمع اموال کی حرص میں نہ پڑو۔

تقویٰ سے حق و باطل کی پہچان رہے گی:

آیت ۲۹: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا (اے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دیگا) مدد۔ نمبر۱۔ کیونکہ وہ حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے۔ باطل پرستوں کو ذلیل کر کے اور اہل اسلام کو عزت دیکر۔ نمبر۲۔ وضاحت اور ظہور ہے جس سے تمہارا معاملہ مشہور ہو جائے گا۔ اور تمہاری شہرت اور آثار زمین کے اطراف میں پھیل جائیں گے۔ جیسا کہا جاتا ہے۔ سطع الفرقان جبکہ فجر طلوع ہو نمبر۳۔ شبہات سے نکلنے کی راہ اور شرح صدر نمبر۳۔ تمہارے اور غیر مسلموں کے درمیان جدائی اور دنیا و آخرت میں مراتب۔ وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ (اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا) صغیرہ گناہ وَیَغْفِرْ لَکُمْ (اور تم کو بخش دے گا) تمہارے گناہ یعنی کبائر وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) اپنے بندوں پر۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ

اور جب کافرلوگ آپ کے بارے میں تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو جلاوطن کر دیں' اور وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے

وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

اور اللہ بھی تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

کفارِ قریش کی تدابیر:

آیت ۳۰: وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور اس واقعہ کو یاد کرو جبکہ کافرلوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے) جب اللہ تعالیٰ نے مکہ کو فتح کروایا تو قریش کی حیلہ بازیوں کا ذکر کیا جو مکہ میں انہوں نے کیں تا کہ انکی فریب کاریوں سے نجات پانے پر آپ شکر یہ ادا کریں اور ان پر جو غلبہ عنایت فرمایا اس پر شکر بجالائیں۔ مطلب یہ ہے اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے خلاف وہ خفیہ تدابیر کر رہے تھے۔ معاملہ کچھ اس طرح ہے کہ جب انصار نے اسلام قبول کر لیا۔ تو قریش کو خطرہ ہوا کہ آپ کا معاملہ مضبوط ہو جائیگا۔

دارالندوہ کا اجلاس:

چنانچہ انہوں نے دارالندوہ میں آپ کے متعلق مشورہ کیلئے میٹنگ بلائی۔ ابلیس ان کے پاس ایک شیخ کی صورت میں آیا اور کہنے لگا میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ جب میں مکہ میں داخل ہوا تو مجھے تمہارے اجتماع کا علم ہوا۔ میں نے اس میں حاضری کا فیصلہ کر لیا، میں رائے اور خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھوں گا۔

میٹنگ شروع ہوئی ابوالبختری نے کہا اس کو ایک گھر میں بند کر کے بیڑیوں میں جکڑ دو اور روشندان کے علاوہ اس کمرے کے تمام دروازے بند کر دو۔ وہاں کھانا پینا دو اور اس کے متعلق حوادث کا انتظار کرو۔ ابلیس نے کہا یہ بدترین رائے ہے اس کی قوم کے لڑاکے جمع ہو کر تمہارے ہاتھوں سے چھڑوالیں گے۔ ہشام بن عمرو نے کہا اس کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مکہ سے نکال دو۔ باہر جو کرے تمہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اور تم آئے روز کی پریشانی سے چھٹکارا پالو گے۔ ابلیس: یہ بھی بدترین رائے ہے۔ تمہارے علاوہ دوسری قوم کو بگاڑ کر تمہارے خلاف لڑے گا۔ ابوجہل عمرو بن ہشام نے کہا ہر قبیلہ سے ایک نوجوان لو وہ تلوار لے کر اس کا گھیراؤ کریں اور یکبارگی وار کر کے اس کا کام تمام کر دیں۔ تمام قبائل میں اس کا خون تقسیم ہو جائیگا۔ بنو ہاشم تمام قریش سے لڑائی کی طاقت نہیں رکھتے مجبوراً دیت لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور ہم اس سے چھوٹ بھی جائیں گے۔ ابلیس لعین نے کہا اس نے سچ کہا ہے اس کی رائے سب سے عمدہ ہے۔ ابوجہل کی رائے پر اتفاق ہو گیا۔ آپ کے قتل کی بات طے پا گئی۔ جبرئیل علیہ السلام نے آ کر رسول ﷺ کو اطلاع دی اور کہا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کی اجازت دی۔ آپ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بستر پر سونے کا حکم دیا وہ آپ کے بستر پر سو گئے اور آپ کے حکم سے آپکی چادر اوپر اوڑھ لی۔ آپ نے ان کو تسلی دی کہ تمہیں کوئی ناگوار

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ

اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم چاہیں تو اس جیسا کلام کہہ سکتے ہیں ۔ یہ

اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ

کچھ بھی نہیں ہے مگر وہ باتیں ہیں جو اگلے وقتوں کے لوگوں سے نقل ہوتی چلی آرہی ہیں اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ آپ کی طرف سے واقعی

عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ

حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے یا ہم پر کوئی درد ناک عذاب واقع کر دیجئے اور اللہ انہیں اس حالت میں عذاب نہیں

اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

دے گا جبکہ آپ ان میں موجود ہوں ' اور اللہ تعالیٰ انہیں اس حال میں عذاب نہیں دے گا کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔

معاملہ پیش نہ آئے گا۔ مشرکین نے رات آپ کی گھات میں گزار دی۔ صبح آپ کے بستر کو دیکھا تو علی رضی اللہ عنہ کو بیدار ہوتے پایا۔ وہ ششدر رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی کوشش ناکام کر دی۔ پھر انہوں نے آپ کے نشان ہائے قدم کا پیچھا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تدبیر کو بھی ناکام بنا دیا۔ لِيُثْبِتُوْكَ (کہ آپ کو قید کر لیں) آپ کو قید کر کے باندھ دیں۔ اَوْ يَقْتُلُوْكَ (یا آپ کو قتل کر ڈالیں) اپنی تلواروں کے ذریعہ اَوْ يُخْرِجُوْكَ (یا آپ کو نکال باہر کریں) مکہ مکرمہ سے وَيَمْكُرُوْنَ (اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے) خفیہ تدابیر آپ کے متعلق بنا رہے تھے۔ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہے تھے) اللہ تعالیٰ نے جو ان کے لئے مخفی تیار کیا ہے۔ وہ اچانک ان کو آلے گا۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے) اس کی تدبیر دوسروں کی تدبیر سے زیادہ اثر و نفوذ رکھتی ہے۔

آیت ۳۱: شَانِ نُزُوْل: آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے اور اپنی قراءت میں گزشتہ زمانے کے واقعات ذکر کرتے۔ ایک دن نضر بن حارث کہنے لگا اگر میں چاہوں تو ایسے واقعات بیان کر سکتا ہوں۔ یہ فارس کے سفر میں رستم، اسفندیار اور عجمیوں کے قصے لے کر آتا اور لوگوں کو سناتا اس پر یہ آیت اتری۔

قرآن کے متعلق کفار کا تأثر:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا (اور جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں) یعنی قرآن قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (تو وہ کہتے ہیں سن لیا۔ اگر ہم ارادہ کریں تو ایسا ہی ہم بھی کہہ سکتے ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں) یہ ان کی ڈھٹائی اور بے حیائی تھی کیونکہ انہوں نے ایک سورت قرآن کی مثل لانے کا دعویٰ کیا مگر لا نہ سکے۔

جو مانگا وہ مل گیا:

آیت ۳۲: وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا (اور جب ان لوگوں نے کہا اے اللہ اگر یہ) یعنی قرآن هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ (آپ کی جانب سے حق ہی ہے)

نحو: هذا۔ کان کا اسم ہے ھو، ضمیر فصل ہے اور الحق خبر کان ہے۔ روایت میں ہے نضر نے جب کہا: ان هذا الا اساطیر الاولین۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو فرمایا افسوس ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ نضر نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہنے لگا: اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ (تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے) یعنی اگر قرآن برحق ہے تو سزا کے طور پر ہم کو پتھروں سے سزا دے جیسا کہ اصحاب فیل کے ساتھ کیا۔ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے) عذاب الیم کی اور کسی جنس سے عذاب دے۔ چنانچہ وہ بدر کے روز فی النار والسقر ہوا۔

نکتہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سباء کے رہنے والے ایک شخص کو کہا۔ تمہاری قوم کتنی جاہل ہے کہ انہوں نے عورت کو حکمران بنایا۔ اس نے کہا میری قوم سے تمہاری قوم بڑی جاہل ہے کہ جب رسول ﷺ نے ان کو حق کی طرف بلایا تو جواباً کہنے لگے ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء۔ تمہاری قوم نے یہ نہیں کہا ان کان هذا هو الحق فاهد ناله

ہجرت تک عذاب رکا رہا:

آیت ۳۳: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (اور اللہ ایسا نہیں کریگا کہ ان کے اندر آپ کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے) اس میں لام نفی تاکید کیلئے ہے۔ اس میں یہ دلالت ہے کہ جب تک آپ ان میں اقامت پذیر ہیں ان کو عذاب نہ دیا جائے گا کیونکہ آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ سابقہ امم میں یہ چلا آرہا ہے کہ کسی قوم کو استیصال کا عذاب اس وقت نہیں دیا جاتا جب تک انکا پیغمبر ان میں موجود ہو۔ اس سے یہ اشارہ مل رہا ہے کہ پیغمبر ﷺ کے ہجرت کرنے تک عذاب ان سے رکا ہوا ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں ایسی حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں) یہ موضع حال میں ہے اس کا معنی ان سے استغفار کی نفی ہے۔ یعنی نمبر ۱: کہ اگر یہ ان لوگوں میں سے ہوتے جو ایمان لاتے اور کفر سے استغفار کرتے تو ان کو اللہ تعالیٰ عذاب نہ دیتے۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں جب تک ان میں استغفار کرنے والے موجود ہیں۔ اور وہ مسلمان ہیں جو مکہ میں موجود تھے اور کمزوری کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا

اور ان کا کیا استحقاق ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اس کے

اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ

اولیاء نہیں ہیں' اس کے اولیاء صرف متقی لوگ ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے ' اور بیت اللہ کے

صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

نزدیک ان کی نماز بس یہی تھی کہ سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے تھے۔ سو عذاب چکھ لو اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

قریش مستحق عذاب ہو چکے:

آیت ۳۴: وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ (اوران کا کیا استحقاق کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا نہ دے) یعنی اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے ہوتے ہوئے عذاب نہ دیں گے۔ بلکہ جب آپ جدا ہو جائیں گے ان کو عذاب دیا جائے گا۔ اوران کو اللہ تعالیٰ عذاب کیوں نہ دے۔ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں) ان کو کیسے عذاب نہ دیا جائے جبکہ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں۔

جیسا انہوں نے حدیبیہ والے سال آپ کو روک لیا اور آپ ﷺ اور مومنوں کو مسجد حرام سے نکال دیا۔ بلکہ وہ تو بڑے فخر سے کہتے ہم بیت اللہ کے متولی ہیں جس کو ہم چاہیں روکیں اور جس کو چاہیں داخل کریں۔ ان کو کہا گیا وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ (حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں) تم بیت اللہ کے متولی کس طرح ہوا ایک تو تم مشرک ہو اور دوسری طرف حرم کے متولیوں سے عداوت پر تلے ہوئے ہو۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (اس کے متولی تو سوائے متقیوں کے اور کوئی لوگ نہیں) نمبرا: مسلمانوں میں سے نمبر۲۔ دونوں ضمائر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں۔ کہ یہ مشرک اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں اللہ تعالیٰ کے اولیاء تو متقین ہیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے) اس کو نہیں جانتے گویا یہ مستثنیٰ کیا اس میں سے جو جانتے اور عناد کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ اکثر سے تمام مراد ہیں۔ جیسا کہ کبھی قلت سے عدم مراد لیتے ہیں۔

مشرکین کی نماز:

آیت ۳۵: وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً (ان کی نماز تو خانہ کعبہ کے پاس صرف سیٹیاں تھی) مکاء پرندے جیسی آواز یہ خوبصورت آواز والا پرندہ ہے اس کا وزن فعال ہے مکا، یمکو سیٹی بجانا۔ وَّتَصْدِيَةً (اور تالیاں بجانا) تالی بجانا۔ یہ تفعلۃ کا وزن الصدیٰ سے ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ وہ بیت اللہ کا طواف ننگا کرتے وہ دوران طواف اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر آواز نکالتے اور تالیاں بجاتے اور رسول ﷺ جب نماز ادا فرما رہے ہوتے تو اس وقت بھی یہ حرکات کرتے تاکہ نماز میں

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

بیشک جو لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں

فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا

سو یہ لوگ ابھی اپنے مالوں کو خرچ کریں گے پھر یہ مال ان کے حق میں حسرت کا سبب بن جائیں گے پھر یہ لوگ مغلوب ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا

اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝٣٦ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ

وہ دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے تاکہ ناپاک کو اللہ پاک سے جدا کر دے اور ناپاک کو

ع ۹/۱۸ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِىْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٣٧

بعض کو بعض کے ساتھ ملا دے۔ پھر اس کو اکٹھا ڈھیر بنا دے پھر اس کو دوزخ میں داخل فرما دے۔ یہ لوگ تباہ کار ہیں۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ

جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان سے فرما دیجئے اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا وہ ان کے لئے معاف کر دیا جائے گا اور اگر وہ پھر بھی وہی کریں جو کرتے رہے ہیں تو

مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٣٨

پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے۔

خلل ڈالیں۔ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ (پس اس عذاب کا مزہ چکھو) قتل اور بدر کے دن قید کا عذاب بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے) اپنے کفر کے باعث۔

صنادید قریش کی شہ خرچی اور اس پر ندامت:

آیت ۳۶: یہ آیت ان کے بارے میں اتری جو بارہ آدمی بدر کے ایام میں یومیہ دس اونٹ ذبح کرتے اور لشکر کو کھلاتے یہ تمام خاندان قریش سے تھے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (بے شک یہ کافر اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکیں) اس انفاق سے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو اتباع محمد ﷺ جو کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اس سے روکیں۔ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً (پس یہ لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے) ان کے انفاق کا انجام حسرت و ندامت کے سواء کچھ نہ ہوگا۔ گویا خود وہ خرچہ بعینہٖ شرمندگی بن جائیگا۔ ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ (پھر مغلوب ہو جائیں گے) انجام کار۔ یہ نبوت کی پیشینگوئی ہے۔ کیوں کہ وقوع سے پہلے اطلاع دی اور ایسا ہو کر رہا۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا (اور کافر لوگ) جو ان میں کافر ہیں۔ اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ (جہنم کی طرف ہنکا

کر لیجائے جائیں گے) کیونکہ ان میں بعض ایمان لائے اور اسلام پر پختہ رہے۔

مؤمن وکافر میں امتیاز ہوگا:

آیت ۳۷: لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ (تا کہ اللہ ناپاک کو الگ کر دے) خبیث کفار کا گروپ مِنَ الطَّیِّبِ (پاک سے) ایمان والوں کی جماعت۔

نحو : لِیَمِیْزَ کا لام یُحْشَرُوْنَ سے متعلق ہے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے لِیُمَیِّزَ پڑھا ہے۔ وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ (اور ملا دے ناپاکوں کو) خبیث گروہ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ فَیَرْکُمَہٗ جَمِیْعًا (ایک دوسرے سے ان سب کو جمع کر دے) پس ان کو جمع کرے گا۔ فَیَجْعَلَہٗ فِیْ جَھَنَّمَ (پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے) فریق خبیث کو اُولٰٓئِکَ (ایسے لوگ) یہ اشارہ فریق خبیث کی طرف ہے۔ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (وہی پورے خسارے میں ہیں) اپنے نفوس واحوال کو خسارہ میں ڈالنے والے ہیں۔

کفار کو عداوتِ رسول ترک کرنے کی دعوت:

آیت ۳۸: قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا (آپ کافروں سے کہہ دیں) یعنی ابوسفیان اور ان کے ساتھی اِنْ یَّنْتَھُوْا (اگر یہ لوگ باز آجائیں) رسول اللہ ﷺ کی عداوت اور آپ کے ساتھ قتال سے باز آ کر اسلام میں داخل ہو جائیں۔ یُغْفَرْ لَھُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ (ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے) ان کی تمام عداوت وَاِنْ یَّعُوْدُوْا (اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے) آپ کے ساتھ لڑائی کی طرف۔ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ (تو گزشتہ کافروں کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے) نمبرا: دنیا میں ہلاک کر کے اور آخرت میں عذاب دیگر نمبر۲۔ جب کفار کفر سے باز آجائیں اور اسلام لے آئیں تو ان کے کفر ومعاصی کو بخش دیا جائے گا۔

مسئلہ : امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کیا کہ جب مرتد دوبارہ اسلام لے آئے تو متروکہ عبادات کی قضاء اس پر لازم نہیں آتی۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا

اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ کے لئے ہو جائے سو اگر وہ باز آ جائیں

فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝٣٩ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ

تو بیشک اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جو وہ کرتے ہیں اور اگر وہ روگردانی کریں تو یقین جانو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے

نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝٤٠

وہ اچھا مولیٰ اور اچھا مددگار ہے۔

فسادِ اعتقاد تک لڑو:

آیت ۳۹: وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فسادِ عقیدہ نہ رہے) جس وقت تک ان میں شرک نہ پایا جائے۔ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (اور دین اللہ ہی کا ہو جائے) ہر دین باطل مضمحل ہو جائے اور فقط دین اسلام باقی رہ جائے۔ فَاِنِ انْتَهَوْا (پھر اگر یہ باز آ جائیں) کفر سے باز آ جائیں اور اسلام لے آئیں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں) ان کو اسلام پر ثواب دے گا۔

اگر وہ روگردانی کریں تو تم اللہ کی کارسازی پر اعتماد کرو:

آیت ۴۰: وَاِنْ تَوَلَّوْا (اور اگر وہ روگردانی کریں) ایمان سے اعراض کریں اور کفر سے باز نہ آئیں فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ (تو یقین رکھو کہ اللہ تمہارا مددگار ہے) تمہارا مددگار و معین ہے پس اس کی ولایت و نصرت پر پختہ یقین کرو۔ نِعْمَ الْمَوْلٰى (وہ بہت ہی اچھا حامی ہے) جو اس سے دوستی کرتا ہے اس کو وہ ضائع نہیں کرتا وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (اور بہت اچھا مددگار ہے) جس کی وہ مدد کرے اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ نعم کا مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی

اور تم جان لو کہ جو کوئی چیز تمہیں مال غنیمت سے ملے سو بلاشبہ اللہ کے لئے اس کا پانچواں حصہ ہے اور رسول کے لئے اور قرابت والوں کے لئے

وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ لا اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی

اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے' اگر تم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو ہم نے

عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ط وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾

نازل کی اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز بھڑ گئی تھیں دونوں جماعتیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تقسیم غنائم:

آیت ۴۱: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ (اور اس بات کو جان لو کہ جو بطور غنیمت تم کو حاصل ہو) نحو: ما الذی کے معنی میں ہے اس کو الگ لکھنا ضروری ہے۔ ورنہ ما، کافہ بن جائے گا۔ غنمتم اس کا صلہ ہے اور موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے الذی غنمتموہ ۔ مِّنْ شَیْءٍ (یعنی کوئی چیز) یہ اس کا بیان ہے۔ کہا گیا کہ دھاگہ اور سوئی تھی۔ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ (اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا پانچواں حصہ اللہ کا ہے) نحو: فا اس لئے لائے کہ الذی میں مجازات کا معنی ہے۔ یہ فقرہ محل رفع میں ہے خواہ مبتدائے محذوف کی خبر مانیں تقدیر عبارت یہ ہے فالحکم ان للّٰہ خمسہ پس حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے اس کا پانچواں حصہ ہے۔ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (اور رسول کا ہے۔ اور آپ کے قرابت داروں کا ہے اور یتیموں کا ہے اور مسکینوں کا ہے اور مسافروں کا ہے) خمس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ نمبرا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ۔ نمبر۲۔ قرابت والوں کا حصہ جو بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب میں سے تھے بنی عبدشمس اور بنی نوفل کو نہیں ملتا تھا۔ وہ نصرت دینی کی وجہ سے اس کے مستحق ہوئے۔ جیسا کہ حضرت عثمان اور جبیر بن مطعم کا واقعہ آتا ہے۔ (رواہ البیہقی فی السنن والدلائل) نمبر۳۔ تین حصے یتامیٰ، مساکین، ابن سبیل کیلئے۔

للّٰہ وللرسول کا مطلب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا حصہ آپ کی وفات سے ساقط ہو گیا۔ اسی طرح قرابت والوں کا حصہ۔ البتہ ان کو فقر کی وجہ سے دیا جائے گا۔ ان کے مالداروں کو نہ دیا جائے گا۔ یتیموں، مساکین اور ابن سبیل میں تقسیم ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ اس کے چھ حصے ہونگے۔ نمبرا۔۲۔ للّٰہ والرسول دو حصے نمبر۳۔ ایک حصہ اقارب رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اور تین یتامیٰ، مساکین، ابن سبیل۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعد والے خلفاء رضی اللہ عنہم نے تین حصوں پر تقسیم کیا۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ

جبکہ تم قریب والے کنارے پر تھے اور وہ لوگ دور والے کنارے پر، اور قافلے والے تم سے نیچے کی طرف تھے

وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ

اور اگر تم آپس میں وعدہ کر لیتے تو تم میعاد کے بارے میں اختلاف کر لیتے اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ فرمائے

مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ؕ وَ

جو ہو جانے والا تھا، تاکہ جو شخص ہلاک ہو حجت قائم ہونے کے بعد ہلاک ہو، اور جو شخص زندہ رہے وہ حجت قائم ہونے کے بعد زندہ رہے اور

اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ

بلاشبہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے، جبکہ اللہ ان کو آپ کے خواب میں کم دکھا رہا تھا، اور اگر وہ تمہیں ان کی تعداد

كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ

زیادہ دکھاتا تو تم ہمت ہار جاتے اور اس امر میں باہمی تم میں نزاع ہو جاتا لیکن اللہ نے بچا لیا۔ بیشک وہ دلوں کی باتوں کو

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ

خوب جاننے والا ہے، اور جبکہ تم باہم مقابل ہوئے وہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم کر کے دکھا رہا تھا

فِيْ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ ع ۵ ۷ ۱

اور تمہیں ان کی آنکھوں میں کم کر کے دکھا رہا تھا۔ تاکہ اس بات کا فیصلہ ہو جائے جس کا وجود میں آنا مقرر ہو چکا تھا، اور تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

للہ وللرسول کا معنی رسول اللہ ﷺ کیلئے جیسا اس ارشاد میں: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (التوبہ:۶۲) اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ (اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو) تو اس تقسیم کو جان لو اور اس پر راضی ہو جاؤ۔ ایمان حکم کے ساتھ رضامندی کو لازم کرتا اور عمل علم کے ساتھ رضامندی کو ضروری قرار دیتا ہے۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ (اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن نازل فرمایا تھا) **نحو**: یہ باللہ پر معطوف ہے یعنی ان کنتم آمنتم باللّٰہ و بالمنزل ۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور نازل شدہ وحی پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر بدر کے دن اتاری۔ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (جس دن دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں) مسلمانوں اور کافروں کے لشکر۔ مراد اس سے جو اس دن نشانیاں اتاریں اور فرشتے اور فتح۔

نحو: یہ یوم الفرقان سے بدل ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور اللہ ہر شئی پر پوری قدرت رکھنے والا ہے) وہ قدرت رکھتا ہے کہ قلیل کو کثیر پر غلبہ دے جیسا بدر کے دن کیا۔

غزوۂ بدر کا ذکر:

آیت ۴۲: اِذْ اَنْتُمْ (اور وہ وقت تھا کہ جب تم) ۔۔۔ : یہ یوم الفرقان سے بدل ہے۔ یا نمبر۲۔ اذکروا کا مفعول ہے ای اذکروا اذانتم۔ بِالْعُدْوَةِ (میدان کے کنارے پر تھے) وادی کا کنارہ

قراءت: مکی اور ابوعمرو نے الْعِدْوَةِ پڑھا ہے۔ الدُّنْيَا (قریب والے) مدینہ والی جانب۔ یہ ادنی کی مؤنث ہے۔ وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى (اور وہ لوگ اس میدان کے دور والے کنارہ پر تھے) مدینہ سے دور والا کنارا قصویٰ اقصیٰ کی مؤنث ہے۔ یہ دونوں فُعْلٰی کے وزن پر ہیں قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ واؤ کو یا سے بدل دیا جائے جیسا کہ عُلیا جو اعلیٰ کی مؤنث ہے۔ البتہ یہ القود کی طرح اصل پر ہے۔ وَالرَّكْبُ (اور قافلہ) یہ جمع راکب ہے۔ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (تم سے نشیب کی طرف تھا) یہ معنی کے لحاظ سے ظرف ہے۔ ای مکانا اسفل من مکانکم۔ یعنی تین میل اسفل وادی میں۔ یہ محلاً مرفوع ہے کیونکہ مبتداء کی خبر ہے۔ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ (اور اگر تم اور وہ کوئی بات ٹھہرا لیتے) تم اور اہل مکہ آپس میں لڑائی کا وقت طے کر لیتے لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ (تو ضرور اس تقرر کے بارہ میں تم میں اختلاف ہوتا) ایک دوسرے سے وعدہ میں پس و پیش کرتے تمہاری قلت اور ان کی کثرت، وعدہ پر رہنے سے روک دیتی اور ان کو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا رعب لڑائی سے رکاوٹ ڈال دیتا۔ لڑائی کا اتفاق نہ ہوتا۔ جو اللہ کے اسباب جنگ پیدا کرنے سے ہوگیا۔ وَلٰكِنْ (اور لیکن) اس نے بلا میعاد تمہیں اور انہیں جمع کر دیا۔

اعزازِ دین کا فیصلہ:

لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا (تا کہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے) نمبر۱۔ اپنے دین کا اعزاز اور اپنے کلمہ کی بلندی نمبر۲۔ لام کا تعلق محذوف سے ہے یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پورا کرے جس کے لئے ہونا مناسب تھا۔ اور وہ اپنے دوستوں کی مدد اور اس کے بعد دشمنوں کی مغلوبیت شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے کہا۔ نمبر۱: قضاء کے لفظ میں حکم کا احتمال ہے۔ تا کہ وہ فیصلہ کر دے جس کا ہونا اس کے علم میں تھا۔ نمبر۲۔ تا کہ وہ اس کام کو پورا کرے جس کا ارادہ فرمایا اور جس کا ارادہ اس نے فرمایا وہ یقیناً ہو کر رہے گا وہ اسلام و مسلمانوں کی عزت اور کفر اور کفار کی ذلت لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰي مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ (تا کہ جس کو برباد ہونا ہے واضح دلیل آنے کے بعد برباد ہو۔ اور جس کو زندہ ہونا ہے وہ واضح نشان کے بعد زندہ ہو) یہ لیقضی سے متعلق ہے۔

قراءت: نافع اور ابوعمرو نے حَيِيَ پڑھا ہے۔ ادغام، التقائے مثلین کی وجہ سے ہے۔ اور اظہار اس لئے ہے کہ حرکت ثانی غیر لازم ہے۔ مضارع اس کا یہ ہے۔ یحیا۔ زیادہ استعمال ادغام کے ساتھ ہے۔ ہلاک اور حیات کے الفاظ کفر و اسلام کے متعلق بطور استعارہ استعمال کئے گئے۔ مطلب یہ ہے تا کہ کافر کا کفر حق کے واضح ہونے کے بعد کسی اشتباہ کی بناء پر نہ ہو۔ کل اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی الزام باقی نہ رہ جائے۔ اور تا کہ اسلام کو سچا دین سمجھ کر یقین سے قبول کریں۔ جو اس کو قبول کرنا اور اس پر قائم رہنا چاہتا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ بدر کا واقعہ ان واضح نشانات میں سے ہے کہ اس کے بعد کفر کرنے والا مکابرہ اور محض مغالطہ میں پڑنے والا ہے۔

اس لئے اس میں فریقین کے مراکز ذکر کر دیے۔ کہ قافلہ تم سے پچھلی جانب ساحل سمندر پر جا رہا تھا۔ باوجودیکہ ان کے عمل ومشاہدہ میں یہ بات آ چکی تھی۔ دوسروں کو اس سے یہ سمجھایا کہ نصرت وغلبہ کثرت واسباب سے نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں۔ وہ اس طرح کہ دور والا کنارہ جہاں مشرکین نے پڑاؤ ڈالا وہاں پانی میسر، مناسب زمین اور نزدیکی کنارہ کے پاس والی زمین نرم جس میں پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ اور بڑی مشقت سے اس میں چلا جاتا۔ اُدھر قافلہ کثیر تعداد مسلح دشمن کے عقب میں تھا۔ اِدھر مسلمان کمزور، قلیل التعداد۔ پھر ہوا جو کچھ ہوا۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ (بے شک اللہ سننے والا ہے) ان کے اقوال کو عَلِيْمٌ (جاننے والا ہے) کافروں کے کفر اور ان کی سزا اور مؤمنوں کے ایمان اور بدلے کو۔

خواب میں اُن کی تعداد کم دکھائی گئی:

آیت ۴۳: اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ (اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے آپ کو دکھائے وہ لوگ) نحو: یہ اذ کرمحذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۲۔ سمیع علیم کے متعلق ہے یعنی وہ مصالح کو جانتے ہیں۔ جبکہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم کر دیا۔ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا (آپ کے خواب میں کم تعداد میں) تمہارے خواب میں واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی تعداد خواب میں بہت کم دکھائی۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام کو خبر دی۔ اس سے ان کے دلوں میں دشمن کے خلاف حوصلہ پیدا ہوا۔ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ (اور اگر آپ کو وہ لوگ زیادہ کر کے دکھلا دیتے تو تم ہمت ہار جاتے) تم بزدل ہو جاتے اور تمہارے قدم اکھڑ جاتے وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ (اور اس معاملے میں تم میں باہم نزاع ہو جاتا) لڑائی کے معاملہ میں اور ثابت قدمی اور فرار میں متردد ہو جاتے۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ (اور لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا) اور بزدلی سے سلامتی کا احسان فرمایا اور تنازع اور اختلاف سے بچا لیا۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے) وہ جانتا ہے جس میں عنقریب بزدلی، جرأت اور صبر و گھبراہٹ ظاہر ہوگی۔

کفار کو مسلمان قلیل اور کثیر دونوں طرح دکھلائے:

آیت ۴۴: وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ (اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کو دکھلا رہا تھا) دونوں ضمیریں مفعول کی ہیں یعنی تمہیں وہ دکھا رہا تھا۔ اِذِ الْتَقَيْتُمْ (جب کہ تم مقابل ہوئے) دشمن سے ملاقات کے وقت فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا (تمہاری نظر میں تھوڑے) یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کفار کو مسلمانوں کی آنکھوں میں تھوڑا کر کے دکھایا تا کہ رسول اللہ ﷺ کے خواب کی تصدیق ہو جائے۔ اور صحابہ آنکھوں سے خبر کو دیکھ کر خوب کوشش کریں۔ اور ثابت قدم رہیں اور ان کے یقین میں اضافہ ہو جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ ہماری آنکھوں میں اتنے قلیل نظر آئے کہ میں نے اپنے پہلو میں کھڑے آدمی کو کہا کیا تیرے خیال میں ان کی تعداد ستر ہے۔ اس نے کہا ایک سو ہونگے حالانکہ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔

وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ (اور تم کو ان کی نگاہ میں کم کر کے دکھلا رہا تھا) یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا وہ تو اونٹ کا ایک لقمہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار کی آنکھوں میں لڑائی سے پہلے قلیل تعداد میں دکھلایا۔ پھر بعد میں زیادہ تعداد میں دکھایا۔ تا کہ وہ ان پر بے پرواہ ہو کر حملہ آور ہوں۔ پھر اچانک انکو کثرت دکھا دی جائے تا کہ حیران و ششدر رہ جائیں اور خوفزدہ ہوں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

اے ایمان والو! جب تم کسی جماعت سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو

لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ' اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے

وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی' اور صبر کرو بلاشبہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے' اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ

خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلے اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روک رہے تھے

وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾

اور اللہ ان کے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

مسئلہ: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کثیر کو قلیل دیکھیں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کسی پردے سے ڈھانپ دے۔ یا ان کی آنکھوں میں ایسی چیز پیدا کر دی جائے جس سے کثیر کو قلیل سمجھیں۔ جیسے بھینگے کی آنکھ میں پیش آتا ہے۔ کہ وہ ایک کی دو دیکھتا ہے۔

نکتہ: ایک آدمی نے بھینگے کو کہا کہ بھینگے کو ایک کی دو چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور اس کے سامنے ایک مرغا تھا۔ تو بھینگا صاحب کہنے لگا وہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ پھر تو مجھے تو یہ دو مرغ چار نظر آنے چاہئیں۔ کیونکہ

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (تاکہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے) پس وہ اس میں فیصلہ کرے گا جو وہ چاہتا ہے۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی نے تَرْجِعُ پڑھا ہے۔

مسلمانوں کو ثابت قدمی کا حکم:

آیت ۴۵: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً (اے ایمان والو جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے) جب کفار کی کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو۔ فئة کی صفت کو چھوڑ دیا کیونکہ مسلمانوں کی لڑائی ہی کفار سے ہوتی ہے۔ اللقاء یہ تغلبا لڑائی کا نام ہے۔ فَاثْبُتُوْا (تو ثابت قدم رہو) ان سے لڑائی کیلئے اور مت بھاگو۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو) لڑائی کے مقامات میں اس کے ذکر سے پشت پناہی اور مدد طلب کرنے والے ہو۔ اور دشمن کے خلاف اس کو پکارنے والے ہو۔ اللّٰھم اخذلھم اللھم اقطع دابرھم اے اللہ ان کو رسوا کر ان کی جڑ کاٹ دے۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

(امید ہے کہ تم کامیاب ہو) تاکہ تم اپنی مراد پالو۔یعنی کامیابی اور ثواب۔
مَسْئَلَه :اس میں بتلا دیا کہ بندے کیلئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے کبھی سست نہ پڑے خواہ اس کا دل کتنا مشغول ہو۔خواہ اس پر کتنا غم سوار ہو۔اس کی یاد میں اس کا دل جما ہوا ہونا چاہیئے۔خواہ دوسرے سے پراگندہ ہو۔

اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور جھگڑا نہ کرو:

آیت ۴۶: وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو) جہاد کے حکم اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی وغیرہ میں۔وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا (اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے) پس تم بزدل ہو جاؤ گے۔یہ اَنْ مضمرہ کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کے لئے دلیل وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ ہے۔یعنی تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔رعب جاتا رہے گا جیسا کہتے ہیں هبت رياح فلان ای دالت له الدولة و نفذ امره۔ اس کا حکم چلتا ہے۔ بزدلی کے اثر و نفوذ کو ہوا اور اس کے چلنے سے تشبیہ دی۔ایک قول یہ ہے کہ مدد بالکل نہ تھی مگر ایک ہوا کے ذریعے جس کو اللہ تعالیٰ بھیجتے تھے۔حدیث شریف میں فرمایا۔ نصرت بالصباء و اُهلكتْ عاد بالدبور۔ میری مدد صبح کی ہوا سے کی گئی اور قوم عاد کو دبور سے ہلاک کیا گیا۔وَاصْبِرُوْا (اور صبر کرو) دشمن کے ساتھ قتال میں ثابت قدم رہو۔اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) اللہ تعالیٰ انکا مددگار اور معین ہے اور ان کی محافظت کرنے والا ہے۔

لشکر ابو جہل کا حال:

آیت ۴۷: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ (اور ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے) وہ اہل مکہ ہیں جو قافلے کی حمایت میں نکل کھڑے ہوئے۔ابو سفیان کا قاصد ان کو آملا اور کہنے لگا۔تم واپس لوٹ چلو۔تمہارا قافلہ صحیح سلامت گزر گیا۔ابو جہل نے انکار کیا اور کہا ہم تو بدر تک جائیں گے۔وہاں شراب کے جام انڈیلیں گے اور اونٹ ذبح کر کے انکا گوشت اڑائیں گے۔اور ناچ رنگ کی محفلیں منعقد کریں گے اور عرب سرداروں کی دعوت کریں گے اسی کو بطر فرمایا اور رِئَآء لوگوں کو کھانا کھلانا تھا۔مگر اس کی بجائے ان کو موت کا جام پینا پڑا اور راگ رنگ کی محافل کی بجائے ماتم کی محفلیں قائم ہوئیں۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کی طرح بطر،طرب اور اپنے اعمال میں ریاکاری سے منع کیا۔ان کو تقویٰ کا دامن ہاتھ میں لینا چاہیے۔اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے غم زدہ اور دکھ زدہ رہ کر اپنے تمام اعمال میں اخلاص برتنا چاہیے۔البطر کثرت نعمت و مال شکر سے غافل کر دے۔وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے) دین اللہ۔وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ (اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے) جاننے والا ہے۔اور یہ وعید ہے۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ

اور جب شیطان نے ان کو اعمال خوشنما کر کے دکھائے اور اس نے یوں کہا کہ لوگوں میں سے آج تم پر کوئی بھی غلبہ پانے والا نہیں ہے

وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ

اور میں تمہاری حمایت کرنے والا ہوں پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو وہ الٹے پاؤں بھاگ نکلا اور اس نے کہا کہ بلاشبہ میں تم سے بری

مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ ع

ہوں بے شک میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ' بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب والا ہے۔

تزیین شیطانی:

آیت ۴۸: وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ (اور اس وقت کا ان سے ذکر کرو جب کہ شیطان نے ان کو ان کے اعمال خوشنما کر کے دکھائے اور کہا کہ لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں) اذکر وا۔ اس وقت کو یاد کرو جب شیطان نے ان کے لئے اعمال کو مزین کر دیا۔ وہ اعمال جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں کیے تھے۔ اور ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ وہ بالکل مغلوب نہ ہونگے۔ غالب یہ مبنی بالفتح ہے جیسے لا رجل لکم موضع رفع میں لا کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لا غالب کائن لکم کوئی غالب تم پر ہونے والا نہیں۔ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ (اور میں تمہارا حامی ہوں) میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں۔ اس نے ان کے وہم میں بات ڈالی کہ شیطان کی اطاعت ایسی چیز ہے جو ان کو پناہ دے گی۔ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ (جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں) جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں۔ نَكَصَ (وہ بھاگ گیا) شیطان بھاگ گیا عَلٰى عَقِبَيْهِ (الٹے پاؤں) ایڑیوں کے بل۔ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ (اور کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں) میں نے تمہیں جو امان کی ضمانت دی تھی اس سے رجوع کرتا ہوں۔ اور روایت میں ہے کہ ابلیس سراقہ بن مالک کی شکل میں اپنے شیاطین کے ساتھ جھنڈا لے کر آیا۔ جب ملائکہ کو اترتے دیکھا تو الٹے پاؤں دم دبا کر بھاگا۔ حارث بن ہشام نے اس کو کہا کیا تو ہم سے اس حالت میں علیحدگی اختیار کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ (میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں) یعنی ملائکہ کو۔ کفار کو شکست ہوئی۔ جب مکہ پہنچے تو کہنے لگے لوگوں کو سراقہ نے شکست دلوائی ہے۔ جب سراقہ کو یہ بات پہنچی تو اس نے کہا اللہ کی قسم! مجھے تمہارے جانے کا بھی علم نہیں۔ البتہ تمہاری شکست کا علم ہوا۔ جب یہ مسلمان ہو گئے تو ان کو علم ہوا کہ وہ شیطان تھا۔ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ (میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں) اس کی سزا سے۔ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے)

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ

جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے گھمنڈ میں ڈال دیا

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى

اور جو کوئی شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو بلاشبہ اللہ غلبہ والا ہے حکمت والا ہے۔ اور اگر آپ دیکھیں

اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

جبکہ فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہوئے ان کے مونہوں پر اور ان کی پشتوں پر

وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ

مارتے جاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ جلنے کا عذاب چکھو لو۔ یہ ان اعمال کی وجہ سے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور بلاشبہ

اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی حالت تھی اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾

انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا سو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب ان کو پکڑ لیا بے شک اللہ قوی ہے سخت عذاب والا ہے۔

منافقین کا ڈھنڈورا:

آیت ۴۹: اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ (اور وہ وقت یاد کرو جب منافقین کہتے تھے) مدینہ میں۔ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی) نمبر ۱: یہ منافقین کی صفت ہے۔ نمبر ۲۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ایک کنارے پر تھے۔ اسلام میں ثابت قدم نہ تھے۔ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ (ان کو ان کے دین نے بھول میں ڈال رکھا ہے) اس سے مراد وہ مسلمان تھے جنکو ان کے دین نے دھوکہ میں مبتلا کیا کہ ایک ہزار کے مقابلہ میں تین سو سے کچھ اوپر مقابلہ کرنے آئے ہیں۔ پھر ان کو جواباً کہا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے) اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست) غالب ہیں قلیل و کمزور کو طاقتور و کثیر پر مسلط کر سکتا ہے۔ حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) اپنے دوست و دشمن میں برابری نہیں کرتا۔

منافقین کی حالتِ مرگ:

آیت ۵۰: وَلَوْ تَرٰٓی (اور اگر دیکھیں) اگر تم مشاہدہ کرتے اور آنکھوں سے دیکھتے۔ لَوْ مضارع کو ماضی کی طرف بدل ڈالتا ہے۔ جیسا اِنْ ماضی کو مضارع کے معنی میں کر دیتا ہے۔ اذ یہ ظرف ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا (جبکہ ان کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں) ان کی روحوں کو قبض کرتے ہیں الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ (فرشتے ان کے منہ پر مارتے ہیں) نحو: نمبرا: ملائکہ فاعل ہے اور یضربون حال ہے۔ وجوھھم ان کے چہروں پر مارتے ہیں۔ جب وہ سامنے آتے ہیں۔ وَ اَدْبَارَھُمْ (اور ان کی پشتوں پر) ان کی پشتوں اور سرینوں پر جب وہ واپس مڑتے ہیں۔ نمبر۲۔ ان کے چہروں پر جب وہ آگے بڑھتے ہیں اور پشتوں پر جب وہ شکست کھا کر بھاگتے ہیں۔

نحو: یہ بھی کہا گیا کہ یتوفی کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور الملائکہ یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور یضربون اسکی خبر ہے۔ مگر پہلی صورت زیادہ بہتر ہے کیونکہ کفار اس بات کے مستحق نہیں کہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ ان کو موت دے۔ اس کی دلیل ابن عامر کی قراءت ہے تتوفی۔ تا کے ساتھ۔ جب صیغہ مؤنث کا ہوا تو فاعل ملائکہ بنے گا۔ وَذُوْقُوْا (اور تم چکھو) ان کو کہتے ہیں۔

نحو: اس کا عطف یضربون پر ہے۔ لو کا جواب محذوف ہے لرایت امرًا فظیعًا، عَذَابَ الْحَرِیْقِ (آگ کی سزا) نمبرا۔ آگ کے عذاب کا مقدمہ (کفر پر موت) نمبر۲۔ ذوقوا سے آخرت کے عذاب کی بشارت ہے۔ نمبر۳۔ قیامت کو انہیں سزا دیتے وقت یہ کہا جائے گا۔ ذوقوا۔

آیت ۵۱: ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ (یہ عذاب ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں کئے ہیں) یعنی کمایا اس آیت میں جبریہ فرقہ کی تردید ہے۔ نمبرا۔ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ نمبر۲۔ یہ ملائکہ کا قول ہے۔

نحو: ذلک مبتداء، بما قدمت اس کی خبر ہے وَاَنَّ اللّٰہَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ) اس کا معطوف ہے۔ وَاَنَّ اللّٰہَ یعنی یہ عذاب دو وجہ سے ہے۔ نمبرا۔ کفر و معاصی کی وجہ سے نمبر۲۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ذرہ بھر ظلم کرنے والے نہیں۔ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (اپنے بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں) کیونکہ کفار کو سزا دینا عین عدل ہے۔ ظلام: نمبرا: انواع ظلم کی نفی کے لئے لائے۔ نمبر۲: تکثیر کا صیغہ بندوں کی کثرت کی وجہ سے استعمال فرمایا۔

ان کا حال آلِ فرعون جیسا ہے:

آیت ۵۲: کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ (ان کی حالت آل فرعون جیسی ہے) کاف محل رفع میں ہے یعنی داب ھولاء کداب آل فرعون۔ دابھم انکا وہ عمل اور عادت جس پر مداومت کرنے والے تھے۔ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (اور جیسے ان سے پہلے لوگوں کی حالت تھی) نمبرا۔ قریش سے پہلے نمبر۲۔ آل فرعون سے پہلے۔ کَفَرُوْا (انہوں نے انکار کیا) یہ داب آل فرعون کی تفسیر ہے۔ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (اللہ کی آیات کا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑ لیا بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والے سخت سزا دینے والے ہیں) مطلب یہ ہے یہ لوگ تکذیب میں ان کی عادت پر چلے ہم نے ان کے بعد انکا نمبر لگا دیا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ اللہ کسی نعمت کا بدلنے والا نہیں جو کسی قوم کو دی ہو یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنے ذاتی اعمال کو نہ بدل دیں

وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا

اور بلاشبہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی اور ان لوگوں کی حالت تھی جو ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

رب کی آیات کو جھٹلایا۔ سو ہم نے ان کے گناہوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا اور ہم نے آل فرعون کو ڈبو دیا اور یہ سب ظالم تھے'

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾

بیشک زمین پر چلنے پھرنے والوں میں اللہ کے نزدیک بدترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

نعمت' نقمت سے اعمال کے بدلنے پر بدلتی ہے:

آیت ۵۳: ذٰلِكَ (یہ بات) یہ عذاب یا انتقام بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطاء فرمائی ہو نہیں بدلتے جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے) اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ کسی قوم کے ساتھ نعمت والا معاملہ اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک وہ اپنی حالت کو نہیں بدل لیتے۔ یہ بلاشبہ درست ہے کہ مشرکین مکہ اور آل فرعون کا پہلے بھی طرز عمل ایسا نہ تھا کہ پھر اس کو انہوں نے ناراضگی میں بدلا بلکہ بات یہ ہے کہ ناراضگی والی حالت بھی زیادہ اور شدید ترین ناراضگی کی طرف بدلی جا سکتی ہے اور جاتی ہے۔ چنانچہ غور کرو کفار مکہ بعثت سے قبل بت پرست تھے مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر آیات دیکر بھیج دیا۔ تو انہوں نے اس کی تکذیب ہی نہیں کی بلکہ اس کا خون بہانے کی کوشش کی اس طرح انہوں نے اپنی بری حالت کو بدترین حالت میں بدل دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مہلت کے قانون کو عجلت سے بدل دیا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ (اور بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے ہیں) ان باتوں کو جو رسولوں کی تکذیب کرنے والے کہتے ہیں۔ عَلِيْمٌ (بڑے جاننے والے ہیں) ان کے افعال کو جاننے والے ہیں۔

ہلاکت میں آلِ فرعون کی طرح ہیں:

آیت ۵۴: كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ (ان کی حالت آل فرعون جیسی ہے) نمبر۱۔ تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ نمبر۲۔ پہلی مرتبہ بلا وضاحت گناہ کی بناء پر پکڑ کا ذکر کیا اور یہاں اس کی وضاحت اہلاک واستیصال سے کردی۔ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ (اور ان سے پہلے والوں جیسی حالت ہے۔ کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا) اور بآیات ربھم لا کر واضح کر دیا کہ خاص طور پر اس نعمت کو ٹھکرایا۔ اور حق کا انکار کیا۔ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ (اور اس پر ہم نے ان کو ان کے

اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے معاہدہ کیا پھر وہ اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ

سو اگر آپ ان کو جنگ میں پالیں تو ان کے ذریعہ ان لوگوں کو منتشر کر دیجئے جو ان کے پیچھے ہیں تا کہ ان کو عبرت حاصل ہو اور اگر آپ کو کسی قوم سے

مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ ع ۷

خیانت کا اندیشہ ہو تو ان سے جو عہد آپ نے کیا ہے وہ ان کی طرف پھینک دیجئے تا کہ وہ اور آپ برابر ہو جائیں بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ہم نے آل فرعون کو ڈبو دیا) سمندر میں وَكُلٌّ (وہ سب) ڈوبنے والے قبطی اور مقتول قریشی كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ (ظالم تھے) اپنے نفسوں پر کفر و معاصی سے ظلم کر رہے تھے۔

یہ کفر پر مصر ہیں:

آیت ۵۵: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (بلاشبہ وہ مخلوق میں بدترین لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کافر لوگ ہیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے) انہوں نے کفر پر اصرار کیا ہے ان سے ایمان کی توقع نہیں ہے۔

معاہدہ توڑنے والوں کو عبرتناک سزا دو:

آیت ۵۶: اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ (جن کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ان سے عہد لے چکے ہیں) یہ الذین کفروا سے بدل ہے یعنی الذین عاھدتھم من الذین کفروا وہ کافر لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ کفار کو بدترین جاندار قرار دیا۔ کیونکہ لوگوں میں سب سے بدتر کافر ہیں۔ اور کافروں میں شدید ترین وہ ہیں جو اپنے وعدوں کو توڑنے والے اور کفر پر اصرار کرنے والے ہیں۔ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ (پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں) ہر معاہدہ میں وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ (اور وہ ڈرتے نہیں) دھوکے کے انجام سے نہیں ڈرتے اور اس میں جو عار اور آئندہ نتیجہ میں جو نار ہے اس سے نہیں ڈرتے۔

آیت ۵۷: فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ (پس اگر آپ لڑائی میں ان پر قابو پالیں) جب آپ کا ان سے سامنا ہو جائے اور ان پر کامیابی پالو۔ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ (تو ان کے ذریعہ پچھلے لوگوں کو منتشر کر دو) اپنی لڑائی اور قتل سے ان کو اس طرح منتشر کر دو کہ ان کے پچھلے کافروں کو بھی عبرت ہو تا کہ وہ آئندہ جرأت نہ کریں اور ان سے عبرت حاصل کر لیں۔ زجاج کہتے ہیں۔ ان سے ایسا سلوک کرو جس سے ان کی اجتماعیت پارہ پارہ ہو جائے اور ان کے علاوہ بھی ان سے منتشر کر دو۔ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (تا کہ وہ لوگ سمجھ جائیں) شاید کہ منتشر ہونے والے نصیحت حاصل کر لیں۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝۵۹ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ

اور کافر لوگ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ آگے بڑھ کر بچ نکلے۔ وہ لوگ عاجز نہیں کر سکیں گے' اور ان کے مقابلہ کے لئے تیاری کرو

مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

جو کچھ تم سے ہو سکے قوت سے بھی اور پلے ہوئے گھوڑوں سے بھی اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو

وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ

اور ان لوگوں کو جو ان کے علاوہ ہیں ڈراتے رہو' تم ان کو نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو بھی کوئی چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰

کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

خطرۂ خیانت سے معاہدہ واپس کردو:

آیت ۵۸: وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ (اور اگر آپ کو کسی قوم سے) معاہدہ والے ۔خِيَانَةً (خیانت کا) نشانات سے معاہدہ توڑنا معلوم ہو رہا ہو۔فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ (تو ان کا عہد ان کو اسی طرح واپس کردیں) انکا عہد ان کی طرف پھینک دو واپس کردو۔عَلٰى سَوَآءٍ (کہ تم اور وہ برابر ہو جائیں) تا کہ تمہیں اور انہیں برابر نقضِ عہد کا علم ہو جائے۔ یہ نابذ اور منبوذ سے حال ہے۔ای حاصلین علی استواء فی العلم دونوں کو برابر علم ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) وعدہ توڑنے والے کو۔

کافر ہم سے بھاگ نہیں سکتے:

آیت ۵۹: وَلَا يَحْسَبَنَّ (اور اپنے متعلق یہ خیال نہ کریں) قراءت: شامی، حمزہ، یزید، حفص نے يَحْسَبَنَّ پڑھا ہے۔ابوبکر نے تَحْسَبَنَّ پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے تَحْسِبَنَّ سین کے کسرہ سے پڑھا ہے۔الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا (کافر کہ وہ بچ گئے) نکل گئے اور قابو میں نہیں آئے۔اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ (یقیناً وہ لوگ عاجز نہیں کر سکتے) وہ بچ کر نہیں نکل سکتے اور ڈھونڈنے والے کو عاجز بھی نہیں کر سکتے۔

قراءت: شامی نے اَنَّهُمْ پڑھا ہے۔ای لانهم ہمزہ مکسورہ ہو یا مفتوحہ دونوں ہی تعلیل کیلئے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ مکسورہ مستانفہ ہو کر تعلیلیہ ہے اور مفتوحہ صراحۃً تعلیلیہ ہے۔اور جنہوں نے تا سے پڑھا تو انہوں نے الذین کفروا کو مفعول اول اور سبقوا کو مفعول ثانی بنایا ہے اور جنہوں نے یا سے پڑھا انہوں نے الذین کفروا کو فاعل قرار دیا اور سبقوا کو مفعول۔تقدیر عبارت یہ ہے اَنْ سَبَقُوْا۔ اَنْ کو حذف کر دیا اور یہ ان مخففہ من المثقلہ ہے ای انهم سبقوا تو یہ دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔

نمبر۳۔ فاعل مضمر ہے ای و لا یحسبن محمدالکافرین سابقین ہرگز محمد ﷺ کافروں کو ہم سے سبقت کرنے والے گمان نہ کریں۔

بعض لوگوں نے حمزہ کو اس قراءت میں متفرد قرار دیا مگر انکا قول محل نظر ہے۔ جیسا کہ ہم واضح کر چکے۔ زہری سے روایت ہے یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو شکست کھانے کے بعد بچ گئے۔

کفار کے مقابلہ کی پوری تیاری کرو:

آیت ۶۰: وَاَعِدُّوْا (اور تم سامان درست رکھو) اے ایمان والو! لَهُمْ (ان کافروں کیلئے) وعدہ خلافوں کیلئے یا تمام کفار کیلئے مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے) ہر وہ چیز جس سے لڑائی میں مدومل سکتی ہے۔ حدیث میں ہے الا ان القوۃ الرمی آپ نے منبر پر یہ بات فرمائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد قلعے ہیں۔ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (اور پلے ہوئے گھوڑوں سے) یہ ان گھوڑوں کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھے جاتے ہیں۔ نمبر۲۔ رباط جمع ہے ربیط کی جیسے فصیل و فصال۔ گھوڑوں کو قوت کیلئے اسی طرح خاص کیا۔ جیسے جبرائیل اور میکائیل کو ملائکہ میں سے وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ (البقرہ:۹۸) تُرْهِبُوْنَ بِهٖ (اس کے ذریعہ تم رعب جمائے رکھو) جس حد تک تم طاقت رکھتے ہو۔ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن پر) یعنی اہل مکہ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ (اور ان کے علاوہ دوسرے دشمنوں پر بھی) ان کے علاوہ اور وہ یہود یا منافقین یا اہل فارس یا کفار جن کا ذکر حدیث میں ہے ان الشیطان لا یقرب صاحب فرس۔ شیطان صاحب فرس کے قریب نہیں آتا۔ ولا دارًا فیھا فرس عتیق نہ وہ گھر جس میں آزاد گھوڑا ہو۔ (قال ابن حجر لم اجدہ) روایت میں ہے کہ گھوڑے کا ہنہنانا جنات کو ڈراتا ہے۔ (اس کی بھی اصل نہیں ملی) لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ (جن کو تم نہیں جانتے) تم ان کو معین طور پر نہیں پہچانتے ہو۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ (اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتا ہے) وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا) اس کی وافر جزاء تمہیں ملے گی۔ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا) جزاء میں کمی نہ کی جائے گی بلکہ پوری دے دی جائے گی۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾

اور اگر وہ لوگ صلح کے لئے مائل ہو جائیں تو آپ بھی اس کے لئے مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے'

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾

اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو بیشک اللہ آپ کو کافی ہے' اللہ وہی ہے جس نے اپنی مدد کے ساتھ اور اہل ایمان کے ساتھ آپ کو قوت دی اور ان کے دلوں میں الفت پیدا فرمائی۔ اگر آپ سب کچھ خرچ کر دیتے جو زمین میں ہے تب بھی آپ ان کے دلوں میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت پیدا فرمائی بے شک وہ غلبہ والا ہے اے نبی! آپ کو اللہ کافی ہے اور وہ مومن بندے جنہوں نے آپ کا اتباع کیا۔

ع ۸

آیت ۶۱: وَاِنْ جَنَحُوْا (اگر وہ صلح کی طرف جھکیں) مائل ہوں۔ جنح کا صلہ لام ہو یا الیٰ اسکا معنی مائل ہونا آتا ہے۔ لِلسَّلْمِ صلح کیلئے قراءت: ابوبکر نے سین کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ سلم یہ مؤنث ہے اس کی ضد بھی تانیث ہے اور وہ الحرب کا لفظ ہے۔ فَاجْنَحْ لَهَا (تو آپ بھی جھک جائیں) تو ان کی طرف مائل ہو۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور اللہ پر بھروسہ کریں) اور ان کے باطن میں مکر ہو کہ مائل ہو کر دھوکہ کریں گے تو پرواہ نہ کریں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے اور ان کے مکر سے بچانے والا ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے) وہ آپ کے اقوال کو سننے والا اور آپ کے احوال کو جاننے والا ہے۔

آیت ۶۲: وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ (اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں) وہ مکر کریں گے اور دھوکہ دیں گے۔ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ (اللہ آپ کو کافی ہے) اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ (وہ وہی ہے جس نے آپ کو قوت دی) بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ (اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے) تمام ایمان والوں سے یا انصار کے ذریعہ

اوس وخزرج میں الفت کا امتنان:

آیت ۶۳: وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ (اور ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا) ایک سو بیس سال سے جنگی دشمنی تھی ان اوس وخزرج کے دلوں میں اُلفت ڈال دی۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ (اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ

اے نبی آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں سے بیس افراد ثابت قدم رہنے والے ہوں گے

يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ

تو دو سو پر غالب ہو جائیں گے' اور اگر تم میں سے سو افراد ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب ہو جائیں گے۔ اس وجہ سے کہ یہ

قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ

لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔ اب اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا اور اس نے جان لیا کہ بے شک تمہارے اندر کمزوری ہے۔ سو اگر تم میں سے

مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ

ثابت قدم رہنے والے سو افراد ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے' اور اگر تم میں سے ایک ہزار افراد ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور

اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

تب بھی ان کے دلوں میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے) ان کی عداوت اس مقام تک پہنچ چکی تھی۔ اگر کوئی خرچ کرنے والا ان کی عداوت کو مٹانے کیلئے زمین کے تمام مال بھی خرچ کر ڈالتا پھر بھی عداوت کو الفت سے نہ بدل سکتا تھا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ ہی نے ان میں باہم الفت ڈال دی) اپنے فضل و رحمت سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کی قوت جمع کر دی۔ ان میں محبت و الفت پیدا کر دی اور باہمی بغض و عداوت دور کر دی۔ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ (بیشک وہ زبردست ہیں) آپ کو دھوکہ دینے والوں کو مغلوب کر دے گا۔ حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) آپ کے پیروی کی مدد کرے گا۔

اللہ کی مدد اور مؤمنوں کا تعاون کافی ہے:

آیت ۶۴: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کیلئے اللہ کافی ہے اور جن مؤمنین نے آپ کا اتباع کیا وہ کافی ہیں) واؤ بمعنی مع ہے۔ نمبر ۱۔ اور اس کا مابعد منصوب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے پیروکار مؤمنین کی مدد کیلئے کافی ہے۔ نمبر ۲۔ اور محل رفع میں بھی جائز ہے۔ ای کفاك الله و کفاك المؤمنون تمہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے مددگار ہونے کے لحاظ سے اور مؤمن کافی معاون ہونے کے اعتبار سے۔ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تینتیس مرد اور چھ عورتیں ایمان لائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو یہ آیت اتری۔

ترغیب قتال کا حکم:

آیت ۶۵: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ (اے پیغمبر! آپ مؤمنین کو قتال کی ترغیب دیں) التحریض

لڑائی کے معاملے پر آمادگی میں مبالغہ کرنا۔ الحرض جس کو مرض اتنا کمزور بنا دے کہ وہ موت کو جھانکنے لگے۔ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ۔ وَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے سو آدمی ہونگے تو ایک ہزار کفار پر غالب آجائیں گے) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے۔ کہ اگر مومنوں کی جماعت لڑائی میں جمی رہے گی تو اپنے سے دس گنا کفار پر غالب ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید سے۔ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ (اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے) اس وجہ سے کہ کفار جاہل ہیں بغیر ثواب اور طلب ثواب کے وہ حیوانات کی طرح لڑتے ہیں۔ اس سے ان کی ثابت قدمی کم ہے جہالت کی وجہ سے وہ نصرت الٰہی سے محروم ہیں۔ برخلاف اس کے جو بصیرت کے ساتھ لڑنے والا ہو وہ خالص اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت کا امیدوار ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان پر لازم تھا کہ وہ نہ بھاگیں گے اور ایک دس کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے گا۔ جب یہ گراں گزرا تو اس حکم کو منسوخ کر کے تخفیف کر دی کہ دو کے مقابلہ میں ایک کو ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔

تخفیف حکم:

آیت ۶۶: اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا (اب اللہ تعالیٰ نے تم سے بوجھ ہلکا کر دیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ تمہارے اندر طاقت کم ہے) ضُعفا حمزہ وعاصم نے پڑھا۔ فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ (پس اب اگر تم میں سے جم کر لڑنے والے سو ہونگے) کوفی نے یَکُنْ، یا کے ساتھ پڑھا ہے۔ بصری نے پہلے میں اس کی موافقت کی۔ مراد اس سے ضعف فی البدن ہے۔ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْٓا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (تو وہ دوسو دشمنوں پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار صابر ہونگے تو وہ دو ہزار دشمنوں پر غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہیں) اپنے سے دوگنا جماعت کے ساتھ مقابلہ کو تخفیف سے قبل اور بعد دوبارہ ذکر کیا تاکہ یہ بتلا دیا جائے کہ قلت و کثرت کے باوجود حالت میں فرق نہیں ہوتا کیونکہ حالت کبھی بیس اور دوسو اور سو اور ہزار کے مقابلے میں مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح سو اور دوسو اور ایک ہزار اور دو ہزار کے مابین مقابلہ میں بھی مختلف ہوتی ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے پاس قیدی موجود رہیں جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون ریزی نہ کر لے، تم دنیا کا سامان

الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ

چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے، اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا نوشتہ پہلے سے مقدر نہ

سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ ز

ہو چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کے بارے میں تم کو بڑا عذاب پہنچ جاتا، سو کھاؤ اس میں سے جو تمہیں بطور غنیمت کے مل گیا حلال پاکیزہ ہونے کی حالت میں،

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ ع

اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اسیرانِ بدر کا مسئلہ اور اختلافِ رائے:

آیت ۶۷: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ (نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان کے لائق نہیں) نہ صحیح ہے اور نہ مناسب ہے۔ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى (کہ ان کے قیدی باقی رہیں)

قراءت: بصری نے ان تکون پڑھا ہے۔ حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ (جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کر لے) اثخان، کثرت قتل اور مبالغہ فی القتل یہ ثخا نۃ سے ہے جس کا معنی غلظت اور کثافت ہے یہاں تک کہ کافروں میں قتل کی اشاعت سے کفر جھک جائے اور اسلام کا غلبہ اور زور ثابت ہو جائے پھر جو ملے اس کو قید کر لیا جائے۔

روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ستر قیدی لائے گئے۔ جن میں عم رسول عباس اور برادر علی عقیل بھی تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ یہ آپکی قوم و خاندان کے لوگ ہیں۔ ان کو فدیہ لے کر چھوڑیں شاید اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دے دے اور فدیہ سے ہم قوت حاصل کریں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا انہوں نے آپ کو مکہ سے باہر نکالا، جھٹلایا۔ ان کی گردنیں اڑا دیں یہ کفر کے مقتداء ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو فدیہ سے بے نیاز کر دیں گے۔ عقیل علی کے سپرد کریں۔ حمزہ کے حوالہ عباس کریں۔ مجھے فلاں عنایت کریں پھر حکم دیں تا کہ ہم ان کی گردنیں مار دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تمہاری مثال ابراہیم علیہ السلام کی ہے جب انہوں نے کہا: وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ابراہیم: ۳۶) اور اے عمر تیری مثال نوح علیہ السلام جیسی ہے جبکہ انہوں نے کہا: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔ (نوح: ۲۶) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم چاہتے ہو تو انہیں قتل کر دو۔ اور اگر چاہو انکا فدیہ لے لو۔ لیکن اتنی تعداد تم میں سے شہید ہوگی۔ انہوں نے کہا ہم ان سے فدیہ لیتے ہیں۔ چنانچہ اُحد میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔ جب فدیہ لے لیا تو یہ آیت اتری: تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا (تم دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو) عرض کا معنی دنیا کا سامان یعنی فدیہ۔ عرض اس لئے کہا کیونکہ

جلد زائل ہونے والا اور کم باقی رہنے والا ہے۔

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے) جو کہ جنت کا سبب ہے۔جس سے اسلام کی عظمت وعزت بڑھتی ہے اور وہ اساطین کفر کا قتل کرتا ہے۔(تا کہ اسلام کے راستہ میں رکاوٹ نہ رہے) وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ (اللہ زبردست قوت والا ہے) اپنے دشمنوں پر غالب ہے۔حَكِيْمٌ (بڑی حکمت والا ہے) اپنے دوستوں پر عتاب میں۔

نوشتۂ تقدیر میں فدیہ کی حلّت:

آیت ۶۸: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ (اگر اللہ تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا) اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا۔سَبَقَ کسی اجتہاد کرنے والے کو سزا نہ دی جائے۔اور یہ بات ان سے بطور اجتہاد ہوئی کیونکہ۔نمبر۱: انہوں نے اس بات کی طرف نگاہ کی کہ انکا چھوڑ دینا ان کے اسلام کا سبب بن جائے گا۔اور فدیہ سے جہاد پر قوت حاصل کی جائے گی۔مگر دوسرا پہلو اُن سے مخفی رہا کہ ان کے قتل میں اسلام کی عزت وشان ہے اور پچھلوں پر اس سے رعب طاری ہوگا۔نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا کہ اہل بدر کو عذاب نہ دیا جائے گا۔نمبر۳۔بیان ومعذرت سے پہلے مؤاخذہ نہیں۔

آپ کا مشورہ اس بات کی دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے یہ منکرین قیاس کے خلاف دلیل ہے۔کتاب مبتداء،من اللہ صفت اول سبق صفت دوم،خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے لو لا کتاب ثابت من اللہ ای لو لا کتاب بھذہ الصفۃ فی الوجود۔

سبق یہ خبر نہیں ہے کیونکہ لولا کی خبر کبھی ظاہر نہیں ہوتی۔لَمَسَّكُمْ (تو تم پر واقع ہوتی) تمہیں ملتا اور پہنچتا فِيْمَآ اَخَذْتُمْ (جو امر تم نے اختیار کیا) یعنی قیدیوں کا فدیہ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (بڑی سزا) روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو روتا ہوا پایا۔انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے بتلائیں اگر میں بھی روسکوں تو رؤوں۔اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بنالوں گا۔آپ نے فرمایا مجھے تمہارے ان ساتھیوں پر رونا آ رہا ہے۔جنہوں نے فدیہ لیا۔میرے سامنے انکا عذاب اس درخت سے زیادہ قریب تر دکھایا گیا۔وہ درخت آپ کے نزدیک ہی تھا۔(مسلم ۱۷۶۳)

اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر وہ عذاب آسمان سے اترتا تو اس سے عمر اور سعد بن معاذ کے سواء کوئی نہ بچ سکتا اس لئے کہ انہوں نے اثخان کو پسند کیا تھا۔(ابن جریر)

اموالِ غنائم کے استعمال کی اجازت:

آیت ۶۹: فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ (پس تم کھاؤ اس کو جو کچھ تم نے لیا ہے) روایت میں ہے کہ صحابہ کرام غنائم سے رک گئے اور انہوں نے اس کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔پس یہ آیات اتریں۔دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں فدیہ کو مباح کیا گیا کیونکہ یہ بھی غنائم میں سے ہے۔فا،سببیہ ہے اور سبب محذوف ہے۔مطلب یہ ہے قد احللت لکم الغنائم کہ میں نے غنائم تمہارے لیے حلال کر دیے۔پس تم کھاؤ۔حَلٰلًا (حلال) عتاب وعقاب سے آزاد ہو کر۔حلال یہ حل العقال سے ہے۔

اونٹ کا عقال کھول دیا۔نمبر۱۔یہ مغنوم (غنیمت کے طور پر حاصل شدہ مال) سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔نمبر۲۔مصدر کی صفت ہے یعنی اکلاً حلالاً کھاؤ حال کھانا۔طَيِّبًا (پاک سمجھ کر) لذیذ وخوشگوار نمبر۳۔شرعاً حلال،طبعاً پاکیزہ ومرغوب وَّاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) ایسی چیز کی طرف اقدام نہ کرو۔جس کی اجازت نہیں دی گئی۔اِنَّ اللّٰهَ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا

اے نبی جو قیدی آپ کے قبضہ میں ہیں ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ کو تمہارے دلوں میں ایمان معلوم ہو گا

يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷۰ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا

تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو عطا فرما دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر وہ لوگ آپ کی

خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۷۱

خیانت کا ارادہ کریں۔ سو وہ اس سے پہلے اللہ کی خیانت کر چکے ہیں پھر اللہ نے ان پر قابو دے دیا اور اللہ جاننے والا ہے۔ حکمت والا ہے۔

غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے) جو کچھ پہلے تم کر چکے رَّحِيْمٌ (رحمت والے ہیں) غنیمت کو حلال قرار دے کر۔

اگر دِل میں ایمان ہوگا تو دوگنا ملے گا:

آیت ۷۰: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ (اے پیغمبر کہہ دیجئے اُس سے جو آپ کے قبضہ میں) تمہاری ملکیت میں گویا تمہارے ہاتھ ان کو پکڑنے والے ہیں۔ مِّنَ الْاَسْرٰٓى (قیدی ہیں) جمع اسیر

قراءت: ابوعمرو نے اُسارٰی پڑھا جو اُسرٰی کی جمع ہے۔ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا (اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے دل میں ایمان معلوم ہوگا) خلوص ایمان اور صحت نیت يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ (تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے۔ اس سے بہتر تم کو دے دے گا) یعنی فدیہ۔ نمبر۱۔ خواہ دنیا میں دوگنا دے۔ نمبر۲۔ آخرت میں ثواب دے وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں)۔

بحرین کا مال

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس بحرین کا مال آیا۔ جس کی مقدار اسّی ہزار تھی۔ آپ نے نماز ظہر کیلئے وضو کیا۔ اور تقسیم کر کے نماز ادا فرمائی۔ عباس کو حکم دیا کہ وہ اس میں سے لے لیں انہوں نے اپنے اٹھانے کی مقدار اس میں سے لیا۔ اور وہ کہا کرتے تھے یہ اس سے بہتر ہے جو ہم سے لیا گیا اور مجھے مغفرت کی امید ہے ان کے بیس غلام تھے ان میں سے سب سے کم مال کی تجارت کرنے والا بیس ہزار میں تجارت کرتا تھا۔ عباس کہا کرتے اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ پورا کر دیا اور مجھے دوسرے کا یقین ہے۔

(ابن جریر)

اگر فدیہ میں چاپلوسی مقصود تھی تو دوبارہ پکڑے جائیں گے:

آیت ۷۱: وَاِنْ يُّرِيْدُوْا (اور اگر یہ لوگ ارادہ رکھتے ہیں) قیدی خِيَانَتَكَ (آپ کے ساتھ خیانت کا) نمبر۱۔ ارتداد اختیار کر کے آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ توڑ دیا۔ نمبر۲۔ جس فدیہ کی ضمان دی تھی وہ روک لیا۔ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ (تو اس سے پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کی تھی) اس کا انکار کر کے اور ہر عاقل سے جو وعدہ لیا گیا اس کی خلاف ورزی کر کے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ

اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُھَاجِرُوْا مَا

جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں' اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی

لَکُمْ مِّنْ وَّلَایَتِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُھَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ

تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں

فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ مِّیْثَاقٌ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۷۲﴾

تو تمہارے ذمہ ان کی مدد لازم ہے سوائے اس قوم کے مقابلہ میں کہ ان میں اور تم میں کوئی معاہدہ ہو' اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو'

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بڑا

کَبِیْرٌ ﴿۷۳﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ

فساد ہوگا' اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ

اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِیْنَ

جنہوں نے ٹھکانہ دیا اور مدد کی یہ وہ لوگ ہیں جو واقعی ایمان والے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور رزق کریم ہے اور جو لوگ

اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا مَعَکُمْ فَاُولٰٓئِکَ مِنْکُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ

اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا سو یہ لوگ تم میں سے ہیں' اور جو لوگ رشتہ دار ہیں

بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۷۵﴾ ع

وہ اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے قریب تر ہیں۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

فَاَمْکَنَ مِنْھُمْ (پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گرفتار کرا دیا) اللہ تعالیٰ نے ان پر تمہیں اختیار دیا۔ یعنی ان پر غلبہ دیا۔ جیسا کہ بدر کے دن اور اگر وہ غداری کی طرف گئے تو ان پر تمہیں دوبارہ قابو دیں گے۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں) مآل کو حَکِیْمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) اس بات میں جس کا فی الحال ان کو حکم دیا۔

مہاجرین وانصار کا تذکرہ:

آیت ۷۲: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا (بیشک جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے ہجرت کی) اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی محبت میں مکہ سے ہجرت کی وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (اوراپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کیا) وہ مہاجرین ہیں۔ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا (اور وہ لوگ جنہوں نے رہنے کو جگہ دی اور مدد کی) یعنی انہوں نے اپنے گھروں میں ٹھکانہ دیا اوران کی اعانت کی۔ یہ جماعت انصار ہے۔ اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (یہ لوگ ایک دوسرے کے وارث ہیں) میراث میں وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ ابتداءً ہجرت ونصرت کی وجہ سے انصار ومہاجرین وارث بنتے تھے۔ قرابات کی وجہ سے نہیں یہاں تک کہ یہ حکم اس ارشاد سے منسوخ ہوگیا۔ **واولوا الارحام بعضھم اولٰی ببعض** (الاحزاب:۶) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے نصرت ومعاونت مراد ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُھَاجِرُوْا (اور وہ لوگ جوایمان لائے اورانہوں نے ہجرت نہیں کی) مکہ سے مَالَکُمْ مِّنْ وَّلَایَتِھِمْ (تمہارا نہیں ان سے میراث میں) میراث میں تولیت۔

قراءت: حمزہ نے وِلا یتھم واؤ کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ بعض نے کہا یہ دونوں ایک لفظ ہیں۔

ہجرت فرض تھی:

مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُھَاجِرُوْا (کوئی تعلق نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں) وہ مسلمان جس نے ہجرت نہ کی ہو وہ وارث نہ بنتا تھا۔ ان مسلمانوں کا جو ایمان لانے کے بعد ہجرت کرنے والے تھے۔

مَسْئَلَہ: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی ایمان کا لفظ باقی رکھا۔ حالانکہ ہجرت فرض تھی۔ اس کے ترک سے وہ مرتکب کبیرہ بن گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کبیرہ گناہ والا ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ جیسا کہ خوارج ومعتزلہ کا مسلک ہے۔

کفار کے خلاف ان کی مدد کرو:

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ (اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں) جواسلام لایا اور ہجرت نہ کی۔ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ (دین کے کام میں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے) اگر ان کے اور کفار کے درمیان لڑائی ہو جائے اور وہ تم سے امداد طلب کریں تو کفار کے خلاف ان کی مدد ضروری ہے۔ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ مِّیْثَاقٌ (مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور ان میں عہد ہو) ان کے خلاف مدد کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تمہارے خلاف لڑائی میں ابتداء نہیں کی۔ معاہدہ اس بات سے مانع ہے کہ تم ابتداء کرو۔ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں) حد شرع سے تجاوز کرنے کی ممانعت فرمائی۔

کفار میں باہمی موالات:

آیت ۷۳: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (اور جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں) اس آیت کا ظاہر ان میں موالات کو ثابت کر رہا ہے۔ مطلب و مقصد یہ ہے کہ مسلمان موالات کفار سے باز رہیں۔ اور ان سے دور رہنا ضروری ہے۔ اور قطع تعلق لازم ہے۔ اگرچہ وہ اقارب ہی ہوں۔ اور ایک دوسرے کا وارث بننا ترک کر دیں۔ پھر فرمایا اِلَّا تَفْعَلُوْهُ (اور اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے) اگر تم نے وہ نہ کیا جو میں نے حکم دیا ہے کہ مسلمان سے مواصلت کرو اور وہی تمہارے وارث و متولی ہیں۔ اسلام کی نسبت قرابت نسبی سے بڑھ کر ہے۔ تم قرابت کفار کو دو قرابتیں مت بناؤ۔

تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ (تو دنیا میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد پھیلے گا) زمین میں فتنہ پھیل جائیگا۔ اور بہت بگاڑ پیدا ہوگا۔ کیونکہ مسلمان کفر کے خلاف ایک دست و بازو نہ بن سکیں گے۔ شرک غالب آئے گا اور فساد تو اس سے زائد ہے۔

مہاجرین وانصار سے عہد ہائے مغفرت:

آیت ۷۴: وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (اور جو لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے اپنے ہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں) کیونکہ انہوں نے اپنے ایمان کو سچا کر دیا۔ اور اس کے مقتضیات کو حاصل کر کے ثابت کر دیا۔ جیسے وطن چھوڑنا اہل و عیال چھوڑنا۔ گھر کو خیر باد کہنا۔ مال و دنیا سے علیحدگی اختیار کرنا۔ جس میں سوائے دین اور آخرت کے اور کوئی مقصد نہ تھا۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ (ان کیلئے بڑی مغفرت اور بڑی معزز روزی ہے) جس میں احسان جتلانا نہیں اور نہ گدلا پن اور اس آیت میں تکرار نہیں کیونکہ یہ دوسری آیت میں وعدہ کریم کے ساتھ ان کی مدح کر رہی ہے۔ اور پہلی آیت میں باہم امداد کرنے اور تعلقات مضبوط کرنے کا حکم تھا۔ گویا مقصد الگ ہونے کی وجہ سے تکرار نہیں۔

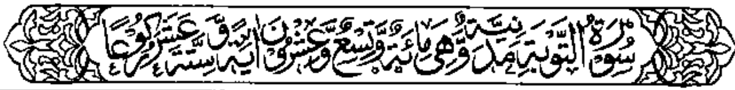
سابقین کے بعد والوں کا حکم:

آیت ۷۵: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ (اور جو لوگ بعد کے زمانہ میں ایمان لائے) سابقین بالہجرۃ کے ساتھ لاحق ہونے والے مراد ہیں۔ وَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ (اور انہوں نے ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا پس یہ لوگ تمہارے ہی شمار میں ہیں) ان کو انہیں سے بطور فضل اور برائے ترغیب قرار دیا۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ (اور جو لوگ رشتہ دار ہیں ایک دوسرے کے) قرابت والے وراثت میں زیادہ حقدار ہیں۔ یہ آیت توارث بالھجرت و النصرۃ کی ناسخ

ہے۔ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وہ زیادہ حقدار ہیں) نمبرا۔ اس کے حکم اور تقسیم میں نمبر۲۔ لوح محفوظ میں نمبر۳۔ قرآن مجید میں وہ آیت میراث ہے۔ ہم احناف کیلئے وہ توریث ذوی الارحام کی دلیل ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں) پس وہ اپنے بندوں میں جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ لوگوں کی چار قسمیں ہیں نمبرا۔ مومن مہاجر نمبر۲۔ مؤمن انصار نمبر۳۔ مؤمن مگر ہجرت نہ کی۔ نمبر۴۔ کافر رہے ایمان نہ لائے۔

تمت سورة الانفال وتليها سورة التوبة



سورۂ برأت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو انتیس آیات اور سولہ رکوع ہیں۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ ① فَسِيْحُوْا فِى

اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان مشرکوں کی طرف برأت ہے جن سے تم نے عہد کیا۔ سو تم چلو پھرو

الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ②

زمین میں چار مہینے اور جان لو کہ بیشک تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ بات کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے

سورت کے نام:

اس سورت کے کئی نام ہیں۔نمبر۱۔البراءة۔ نمبر۲۔التوبہ نمبر۳۔المشقشقة۔نمبر۴۔المبعثرة۔نمبر۵۔المشردة۔ نمبر۶۔المخزیة۔نمبر۷۔الفاضحة۔۸۔المثیرة۔نمبر۹۔الحافرہ۔نمبر۱۰۔المنکلة۔نمبر۱۱۔المدمدمة۔

وجہ تسمیہ: البراءة کہنے کی وجہ اس میں کفار سے بیزاری اور دست برداری کا اعلان ہے۔

نمبر۲۔التوبہ اسلئے کہتے ہیں اس میں مسلمانوں کی توبہ کا تذکرہ ہے۔

نمبر۳۔المشقشقة اس لئے کہتے ہیں کہ نفاق سے بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔(عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

نمبر۴۔المبعثرة منافقین کے اندرونی رازوں سے پردہ اٹھاتی ہے۔(ابن منذر)

نمبر۵۔المشردة: منافقین کو منتشر کرنے والی

نمبر۶۔المخزیة: منافقین کو رسوائی میں مبتلاء کرنے والی۔

نمبر۷۔الفاضحة۔منافقین کو رسوا کرنے والی۔(ابن عباس رضی اللہ عنہما)

نمبر۸۔المثیرة۔نفاق کی حالت کو اکھاڑ کر سامنے لانے والی۔

نمبر۹۔الحافرة۔منافقین کو کرید کر ظاہر کرنے والی۔

نمبر۱۰۔المنکلة۔منافقین پر عذاب لانے والی۔

نمبر۱۱۔المدمدمة۔منافقین پر تباہی لانے والی عذاب اتارنے والی (حذیفہ رضی اللہ عنہ)

ابتداء میں ترکِ تسمیہ کی وجہ:

نمبر۱۔حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور براءت تو امان کو اٹھانے اور ختم کرنے کیلئے اتری۔نمبر۲۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کوئی سورت یا آیت اترتی۔تو ارشاد فرماتے اس کو فلاں

مقام پر رکھ دو۔ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اس کے بارے میں نہیں بتلایا کہ کہاں رکھیں۔ اس کا واقعہ سورۃ انفال کے مشابہ تھا۔ کیونکہ اس میں وعدوں کا تذکرہ ہے اور اسمیں معاہدوں سے بیزاری کا اعلان ہے۔ اسی لئے دونوں کو ملا دیا گیا ان دونوں سورتوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم القرنتین کہتے ہیں اور سبع طوال میں سے ساتویں سورت شمار کرتے ہیں۔ نمبر۳۔ کہا جاتا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے اس میں اختلاف کیا۔

بعض نے کہا انفال و براءت ایک سورت ہے اور قتال کے متعلق نازل ہوئیں۔ بعض نے کہا یہ دو سورتیں ہیں۔ دونوں کے درمیان فاصلہ ان کے قول کے پیش نظر چھوڑ دیا گیا۔ جو ان کو دو سورتیں کہتے تھے۔ اور جو ایک سورت کہتے تھے۔ ان کے قول کے پیش نظر بسم اللہ چھوڑ دی گئی۔

مشرکین سے اعلانِ بیزاری:

آیت ۱: بَرَآءَةٌ (دست برداری) نحو : یہ مبتداء محذوف ھذہٖ کی خبر ہے۔ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے جن سے تم نے عہد کر رکھا ہے) نحو : نمبرا۔ من یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے اور محذوف سے متعلق ہے۔ یہ صفت نہیں جیسا کہ اس قول میں برئت من الدین۔ اب تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ھذہٖ براء ۃ و اصلة من اللّٰہ و رسوله الی الذین عاھدتم۔ یہ براءت ملنے والی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں کو جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ یہ اس طرح ہے جیسا تم کہو۔ کتاب من فلان الی فلان۔

نمبر۲۔ براء ۃٌ مبتداء ہے کیونکہ صفت سے اس کی تخصیص کی گئی اور الی الذین عاھدتم یہ خبر ہے۔ جیسا تم کہو۔ رجل من بنی تمیم فی الدار۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ اللہ اور اس کا رسول دونوں بریٔ الذمہ ہیں اس عہد سے جو تم نے مشرکین سے کیا اور وہ عہد ان کی طرف واپس کیا جا رہا ہے۔

چار ماہ کی مہلت:

آیت ۲: فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ (پس تم لوگ اس سرزمین میں چار ماہ چل پھر لو) پس تم زمین عرب میں چل پھر لو جس طرح چاہو۔ السیح مہلت کے ساتھ چلنا۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے مشرکین مکہ اور دیگر عرب سے معاہدے کئے۔ پس وہ رکے رہے مگر ان میں سے کچھ قبائل وہ بنوضمرہ، بنوکنانہ پس عہد توڑنے والوں کی طرف انکا عہد پھینک دیا گیا۔ اور ان کو چار ماہ جو کہ اشہر حرم ہیں۔ سرزمین عرب میں امن سے چلنے کی اجازت دی۔ فاذا جیسا اس آیت میں ہے فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین (التوبہ:۵) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اشہر حرام میں قتل وقتال ممنوع چلا آ رہا ہے۔

نزولِ آیت:

یہ آیت ۹ ھ میں نازل ہوئی۔ مکہ ۸ ھ میں فتح ہوا۔ مکہ کے امیر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے تھے۔ اس موقع پر ابوبکر

صدیق ؓ کو رسول اللہ ﷺ نے ۹ ھ میں امیر الحج مقرر فرمایا۔ پھر علی المرتضیٰ ؓ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کر کے ان کے پیچھے بھیجا تاکہ حاجیوں کے مجمع میں سورۂ توبہ کی تلاوت کر دیں۔ آپ سے یہ کہا گیا کہ اگر آپ ابوبکر ؓ کی طرف بھیج دیتے تو آپ نے فرمایا لا یؤدی عنی الا رجل منی۔ معاہدات کی براءت میرے خاندان کا آدمی کر سکتا ہے۔ جب حضرت علی ؓ حضرت ابوبکرؓ کے اتنا قریب پہنچے کہ وہ اونٹنی کی آواز سن پا رہے تھے وہ فوراً بول اٹھے یہ تو رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی آواز ہے۔ حضرت علیؓ ان کو آملے۔ تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا سوال یہ تھا۔ اامیر ام ما مور؟ تو انہوں نے جواب دیا ما مور۔ جب سات ذی الحجہ کا دن آیا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا۔ اور حج کے احکام ان کو بتلائے۔ دس ذی الحجہ یوم النحر علیؓ جمرۂ عقبہ کے پاس کھڑے ہوئے اور یہ اعلان کیا۔ یٰاَیُّھا الناسُ رسولُ رسول اللّٰہ الیکم! میں رسول اللہؐ کا قاصد تمہارے پاس آیا ہوں۔ مجمع نے سوال کیا۔ کیا حکم لائے۔ آپ نے تیس یا چالیس آیات سورہ توبہ کی پڑھ کر سنائیں اور پھر کہا مجھے چار باتوں کا حکم ہوا ہے۔

مندرجاتِ اعلان:

نمبرا۔ الایقرب البیت بعد ھذا العام مشرک۔

نمبر۲۔ لا یطوف بالبیت عریان

نمبر۳۔ لا یدخل الجنة الا کل نفس مومنة۔

نمبر۴۔ ان یتم الی کل ذی عھد عھدہ۔ مشرک آئندہ بیت اللہ کے پاس نہ پھٹکے۔ ننگا طواف نہ ہوگا۔ جنت میں صرف مؤمن جائے گا۔ معاہد کا عہد پورا کیا جائیگا۔

مجمع: اے علی! تیرے چچا زاد بھائی نے بات پہنچا دی۔ ہم نے معاہدے پس پشت ڈال دیئے۔ ہمارے اور اس کے درمیان صرف تیر اندازی اور تلوار چلانے کا معاہدہ ہے۔ چار مہینے یہ ہیں نمبرا۔ شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، المحرم یا ذی الحجہ کے بیس ایام، المحرم، صفر، ربیع الاول، دس دن ربیع الآخر کے۔ یہ حُرُم۔ نمبرا۔ اس لئے تھے کہ ان کو ان چار ماہ میں امن دیا گیا تھا۔ اور قتل و قتال ان سے حرام کیا گیا تھا۔ نمبر۲۔ تغلیباً حرم کہا کیونکہ ذی الحجہ اور المحرم انہی اشہر حرم میں سے تھے۔

مسلکِ جمہور:

اشہر حرم میں قتال اب مباح ہے اور یہ حکم منسوخ ہو چکا۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ (اور یہ جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے) اس سے بڑھ کر بھاگ نہیں سکتے اگرچہ وقتی طور پر تمہیں مہلت دی گئی ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِی الْكٰفِرِیْنَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کریں گے) قتل سے دنیا میں ذلیل کرے گا۔ اور آخرت میں عذاب دیکر۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ

اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لوگوں کے لئے اعلان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول

الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا

مشرکین سے بری ہے۔ سو اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم اعراض کرو تو یہ جان لو

اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

کہ بلاشبہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور کافروں کو درد ناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ سوائے ان لوگوں کے

عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا

جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہ کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی۔

فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۴﴾ فَاِذَا انْسَلَخَ

سو تم ان کے معاہدہ کو ان کی مدت مقررہ تک پورا کر دو۔ بلاشبہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ پھر جب اشہر حرم

الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ

گزر جائیں سو تم مشرکین کو قتل کرو جہاں بھی پالو اور ان کو پکڑو اور گھیرو اور اُن کی تاک میں گھات کے

وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا

ہر موقعہ پر بیٹھو۔ سو اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ

سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ

چھوڑ دو بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیجئے

حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ ع

یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اسے امن کی جگہ پہنچا دیجئے۔ یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔

اعلان کا تعلق تمام سے :

آیت ۳ : وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ (اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا

ہے) نحو : براءت جس طرح مرفوع ہے۔اسی طرح یہ بھی مرفوع ہے۔پھر جملہ کا عطف بھی اسی طرح ہے۔الاذان بمعنی اعلان ہے۔جیسا کہ امان اور عطاء بمعنی ایمان اور اعطاء آئے ہیں۔دونوں جملوں میں فرق صرف یہ ہے کہ پہلا جملہ ثبوت براءت کی خبر ہے۔اور دوسرا جملہ اس اعلان کے لازم ہونے کی اطلاع ہے جو ثابت ہو چکا۔

براءت کو معاہدہ والے مشرکین سے معلق کیا اور اعلان کو لوگوں سے معلق کیا کیونکہ براءت کا تعلق معاہدین اور توڑنے والوں کے ساتھ خاص ہے اور اعلان کا تعلق معاہد اور غیر معاہد تمام قسم کے لوگوں کیلئے ہے۔خواہ معاہدین نے عہد توڑا ہو یا نہ توڑا ہو۔یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ (بڑے حج کی تاریخوں میں) نمبر۱: یوم عرفہ کیونکہ عرفہ افعال حج میں سب سے بڑا رکن ہے۔نمبر۲۔یوم نحر مراد ہے کیونکہ حج کی تکمیل طواف زیارت، نحر، حلق، رمی، سے اسی دن میں ہوتی ہے۔حج اکبر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔

اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ (اللہ اور اس کا رسول دونوں دست بردار ہوتے ہیں) یعنی بان اللہ۔الاذان کے صلہ کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا۔وَرَسُوْلُہٗ نمبر ا: بری ہے جو کہ نیت میں تھا۔اس پر اس کا عطف ہے۔نمبر۲۔ابتداء پر اور خبر محذوف ہے۔ای ورسولہ بریٔ۔

قراءت: انّ کے اسم پر عطف کر کے منصوب پڑھا گیا۔اس میں جر جوار کی وجہ سے ہے۔یا قسم کی وجہ سے جیسا کہتے ہیں لَعَمْرُکَ۔

اہمیت تعلیم:

بیان کیا گیا کہ ایک اعرابی نے سنا کہ کوئی شخص اس آیت کو اس طرح پڑھ رہا ہے کہ معنی الٹ جاتا ہے۔اس نے سنکر کہا اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بری ہے تو میں اس سے بری۔اس کی زبان سے یہ کلمہ سن کر اس کا گریبان تھامے عدالت فاروقی میں لے گیا۔اعرابی نے اس آدمی کی قراءت نقل کی اس وقت فاروق اعظمؓ نے حکم دیا عربی تعلیم دی جائے تا کہ اعراب کی غلطیاں لوگ نہ کریں۔

فَاِنْ تُبْتُمْ (اور اگر تم نے توبہ کی) کفر اور دھوکے سے۔فَھُوَ (تو وہ) یہ توبہ خَیْرٌ لَّکُمْ (تمہارے لئے بہت بہتر ہے) کفر پر اصرار سے وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ (اور اگر تم نے اعراض کیا) نمبر۱۔توبہ سے نمبر۲۔اسلام کے خلاف اعراض اور تولی سے توبہ کرو۔فَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ (تو یہ سمجھ لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے) تم اللہ تعالیٰ سے سبقت نہیں کر سکتے۔اور نہ ہی اس کی سزا اور پکڑ سے نکل جانے والے ہو۔وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (اور ان کافروں کو دردناک سزا کی خبر سنا دیں) ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے ساتھ بشارت کی بجائے۔

استثناء معاندین:

آیت ۴: اِلَّا الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ (ہاں مگر وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں۔جن سے تم نے عہد لیا ہے) یہ فسیحوا فی الارض سے استثناء ہے۔مطلب یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان بیزاری ہے۔ان مشرکین کے متعلق جن سے تم نے معاہدہ کیا۔پس تم ان سے کہہ دو تم چل پھر لو۔مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْئًا (پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی) معاہدے کی شرائط سے یا عہد کو پورا کر کے اس کو نہ توڑ و۔

قراءت: لم ینقضو کم بھی پڑھا گیا۔یعنی انہوں نے عہد نہیں توڑا اور یہ مناسب تر ہے۔لیکن مشہور قراءت زیادہ بلیغ ہے۔

کیونکہ تمام کے مقابلہ میں ہے۔ وَّ لَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْكُمْ اَحَدًا (اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی) انہوں نے کسی دشمن کی تمہارے خلاف معاونت نہیں کی۔ فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ (پس ان کے معاہدہ کو پورا کرو) ان کو مکمل وتام ادا کرو۔ اِلٰى مُدَّتِهِمْ (ان کی مدت تک) ان کی مدت کے مکمل ہونے تک۔

نحو : استثناء یہاں استدراک کے معنی میں ہے۔ گویا انکو عہد توڑنے والوں کے بارے میں حکم دیکر کہا لیکن وہ لوگ جنہوں نے عہد نہیں توڑا انکا عہد مدت تک پورا کرو اور انکے قائم مقام نہ ٹھہراؤ اور پورا کرنے والے کو دھوکا دینے والے کی طرح مت قرار دو۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں) یعنی تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں فریقین کے مابین برابری نہ کی جائے۔ پس تم اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

عہد توڑنے والوں کے خلاف کارروائی کا حکم:

آیت ۵: فَاِذَا انْسَلَخَ (جب گزر جائیں) گزرنا یا نکلنا الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ (حرمت والے مہینے) جن میں عہد توڑنے والوں کو بھی چلنے پھرنے کی اجازت دی گئی۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ (تو ان مشرکین کو قتل کرو) وہ جنہوں نے عہد کو توڑ دیا۔ اور تمہارے خلاف دشمنوں کی معاونت کی۔ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (جہاں تم چاہو) حرم میں یا حل میں وَخُذُوْهُمْ (اور ان کو پکڑو) اور ان کو قید کرلو۔ الاخذ۔ قید و بند میں ڈالنا۔ وَاحْصُرُوْهُمْ (اور ان کو باندھو) اور ان کو قید کرلو۔ اور علاقہ میں تصرف سے روک دو۔ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (اور داؤ گھات کے مواقع میں ان کی تاک میں بیٹھو) ہر راستے اور گزرگاہ پر۔

نحو : یہ ظرف کی وجہ سے منصوب ہے۔ فَاِنْ تَابُوْا (پھر اگر وہ توبہ کرلیں) کفر سے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ (اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو انکا راستہ چھوڑ دو) نمبرا: ان کو قید و بند سے آزاد کرو۔ یا نمبر۲۔ ان سے ہاتھ روک لو۔ اور تعرض نہ کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والے) کفر چھپانے اور اسلام سے دھوکا دہی کو رَّحِیْمٌ (رحمت کرنے والے ہیں) قتل کا حکم نہ دیا التزام کی ادائیگی سے پہلے۔

پناہ کی اجازت:

آیت ۶: وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ (اگر کوئی مشرکین میں سے تمہاری پناہ کا طالب ہو۔ تو آپ اس کو پناہ دیں) نحو : احدٌ کا لفظ فعل مضمر کی وجہ سے مرفوع ہے۔ جس کی تفسیر فعل ظاہر کر رہا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وان استجارك احد استجارك ۔ مطلب یہ ہے۔ اگر ان مہینوں کے گزرنے کے بعد کوئی مشرک تمہارے پاس آجائے جس کے ساتھ تمہارا کوئی معاہدہ نہیں اور وہ تم سے امن کا خواہاں ہے تاکہ توحید، قرآن سے استفادہ کرے تو اس کو امن دے دو۔

حَتّٰى یَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ (یہاں تک کہ وہ کلام الٰہی سن لے) اور اس میں تدبر کرے اور اسلام کی حقیقت اس کے سامنے آجائے۔ ثُمَّ اَبْلِغْهُ (پھر اس کو پہنچا دو) اس کے بعد مَاْمَنَهٗ (اس کے امن کی جگہ میں) اس کے اس گھر میں جہاں وہ امن پانے والا ہے۔ اگر وہ اسلام نہیں لایا۔ پھر اگر چاہو تو اس سے لڑ سکتے ہو۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے جس کو امن دیا جائے اس کو ایذاء پہنچانا جائز نہیں۔ مگر ہمارے دارالاسلام میں وہ اقامت اختیار نہیں

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُولِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ

اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مشرکین کا عہد کیسے رہے گا مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

نزدیک عہد لیا' سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو۔ بلاشبہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے

الْمُتَّقِيْنَ ⑦ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ

ان کا عہد کیسے رہے گا اور حال ان کا یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ پاجائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی قرابت کی پاسداری کریں اور نہ کسی معاہدہ کی ذمہ داری کا خیال کریں۔

يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑧ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ

یہ لوگ تمہیں اپنے مونہوں سے راضی کرتے ہیں اور ان کے دل انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر فاسق ہیں۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے

اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑨ لَا يَرْقُبُوْنَ

بدلہ تھوڑی قیمت کو خرید لیا' سو انہوں نے اللہ کے راستہ سے روک دیا۔ بلاشبہ وہ جو کام کرتے ہیں برے کام ہیں' وہ کسی مومن کے بارے میں

فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ⑩ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا

کسی قرابت داری کا اور کسی ذمہ داری کا پاس نہیں رکھتے ...... اور یہ وہ لوگ ہیں جو زیادتی کرنے والے ہیں۔ سو اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز

الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ⑪

قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہوں گے' اور ہم تفصیل کے ساتھ احکام بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں۔

کر سکتا۔ اس کو لوٹنے کا اختیار دیا جائے گا۔ ذٰلِكَ (یہ حکم) اجازت والا حکم جو اس ارشاد فاجرہ میں ہے۔ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ (اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو پوری خبر نہیں رکھتے) اس وجہ سے کہ وہ جاہل لوگ ہیں اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ان کو تمہاری دعوت کی حقیقت کا علم ہے۔ پس ان کو امن دینا ضروری ہے تاکہ کلام اللہ کو سن کر یا سمجھ کر حق کو قبول و عدم قبول کا فیصلہ کریں۔

مشرک عہد پر قائم نہیں رہ سکتا:

آیت ۷: كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ (ان مشرکین کا عہد اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے رہے گا) نحو : کیف یہ استفہام انکاری کے معنی میں ہے یعنی انکا عہد پر قائم رہنا اور بڑی عجیب بات

ہے پس تم ان سے یہ توقع مت رکھو اور نہ دلوں میں یہ بات لاؤ اور نہ ان کے قتل کے متعلق سوچو۔ پھر اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ (مگر وہ جن سے تم نے عہد لیا ہے) سے استدراک کیا۔ کہ اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (مسجد حرام کے پاس) اور ان سے نقض عہد آج تک پیش نہیں آیا۔ جیسے بنو کنانہ، بنو ضمرہ، تو ان کے معاملہ میں ڈھیل پیدا کرو اور ان سے نہ لڑو۔ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ (پس جب تک یہ لوگ تمہارے ساتھ سیدھی طرح رہیں) اور ان سے نقض عہد ظاہر نہ ہو۔ یعنی جب تک وفائے عہد پر قائم رہیں۔ فَاسْتَقِیْمُوْا لَهُمْ (تم بھی ان کے ساتھ معاہدہ پر قائم رہو) وفا کرتے ہوئے۔

نحو: ما شرطیہ بمعنی فَاِنْ ہے۔ کہ اگر وہ استقامت اختیار کریں تو تم بھی معاہدہ کی پابندی کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو احتیاط رکھنے والے پسند ہیں) یعنی انتظار ان کے سلسلہ میں متقین کے خصائل میں سے ہے۔

کافروں کو کسی چیز کا پاس لحاظ نہیں:

آیت ۸: كَیْفَ وَاِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ (کیسے؟ حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پا جائیں) دوبارہ اس لئے لائے تاکہ مسلمانوں کو بتلا دیا جائے کہ مشرکین سے عہد کی پابندی بعید تر ہے۔

نحو: فعل کو معلوم ہونے کی بناء پر حذف کر دیا۔ ای کیف یکون لھم عھد و حالھم انھم ان یظھروا علیکم وہ معاہدہ کی پاسداری کیونکر کریں گے کہ انکا حال یہ ہے کہ اگر وہ تم پر کامیابی پالیں اس کے بعد بھی کہ معاہدے کی پختہ قسمیں اٹھا چکے لَا یَرْقُبُوْا فِیْكُمْ اِلًّا (تمہارے متعلق وہ پاس و لحاظ نہ کریں گے قربت کا) وہ کسی قسم کی رعایت نہ کریں گے اور نہ قرابت کا لحاظ وَّ لَا ذِمَّةً (اور نہ قول و قرار کا) عہد کا پاس یُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ (وہ لوگ اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں) قسموں سے وعدہ کر کے اور وفاداری کا عہد کر کے۔ ان کے ظاہر و باطن میں اختلاف کو بیان کرنے کیلئے یہ ابتدائی کلام ہے اور دوبارہ اس لئے لائے کہ معاہدہ کی پابندی ان سے بہت بعید اور دور ہے۔ وَتَاْبٰی قُلُوْبُهُمْ (اور ان کے دل نہیں مانتے) ان قسموں سے اور وعدے کی وفاداری سے وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ (ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں) عہد کو توڑنے والے ہیں۔ یا کفر میں سرکشی اختیار کرنے والے ہیں۔ انسانیت کی کوئی حد ان کو جھوٹ بولنے سے نہیں روک سکتی۔ اور نہ کوئی اخلاقی قدر توڑنے سے باز رکھ سکتی ہے جیسا کہ بعض کفار میں ان دونوں باتوں کی قربانی پائی جاتی ہے۔

آیت ۹: اِشْتَرَوْا (انہوں نے اختیار کر رکھا ہے) بدلہ میں لیا۔ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے) قرآن کے ثَمَنًا قَلِیْلًا (حقیر بدلہ) معمولی سامان اور وہ شہوات وہوا کی اتباع ہے۔ فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ (پس یہ لوگ اللہ کے رستہ سے ہٹے ہوئے ہیں) اس سے اعراض کیا اور دوسروں کو روکا۔ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (ان کا یہ عمل بہت ہی برا ہے) ان کی یہ حرکت بدترین حرکت ہے۔

کسی مؤمن سے تو رشتہ کا بھی پاس نہیں:

آیت ۱۰: لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً (یہ لوگ کسی مؤمن کے متعلق نہ قرابت کا لحاظ کریں اور نہ قول و قرار کا) یہ سابق

کی تکرار نہیں بلکہ ما کانوا یعملون کی تشریح ہے اول آیت سے مراد خاص ہے اس لئے کہ فیکم کا لفظ ہے۔ اور دوسری آیت عام ہے کیونکہ اس میں فی مؤمن ہے۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ (یہ لوگ بہت ہی زیادتی کررہے ہیں) جو ظلم و شرارت میں انتہاء سے تجاوز کرنے والے۔

توبہ اور اس کی علامات:

آیت ۱۱: فَاِنْ تَابُوْا (اگر یہ لوگ توبہ کرلیں) کفر سے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ (اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے بھائی ہو جائیں گے) پس وہ تمہارے بھائی ہیں۔

نحو : مبتداء محذوف ہے۔ فِي الدِّيْنِ (دینی) نسب میں نہیں وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ (اور ہم تفصیل سے احکام بیان کرتے ہیں) ہم کھول کر بیان کرتے ہیں۔ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (سمجھدار لوگوں کیلئے) سمجھتے اور اس میں سوچ و بچار کرتے ہیں۔ یہ جملہ معترضہ ہے گویا اس طرح کہا: ان من تامل تفصیلها فهو العالم تحريضًا على تامل مافصل من احكام المشركين المعاهدين و على المحافظة عليها۔

جو اس کی تفصیل میں غور کرے تو وہ جان لے گا۔ معاہدہ کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں کے احکام کی تفصیل پر غور کی ترغیب دینے کیلئے اور اس کی پاسداری کیلئے۔ یہ جملہ مستقل ذکر کیا گیا ہے۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا

اور اگر وہ لوگ اپنے معاہدہ کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو تم کفر کے سرغنوں سے

اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا

جنگ کرو بلاشبہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے یہاں قسمیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں، تاکہ وہ باز آجائیں۔ کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کرتے

نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ

جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور رسول کو نکالنے کا پختہ ارادہ کیا، اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تم سے پہلے خود چھیڑ چھاڑ کی ابتداء کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔

فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

سو اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ ان سے جنگ کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو

بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ

سزا دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور مسلمانوں کے سینوں کو شفاء دے گا اور ان کے دلوں کی

غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا

جلن کو دور فرما دے گا اور اللہ جس کو چاہے توبہ نصیب فرمائے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ کیا تم کو یہ گمان ہے کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ

اور حالانکہ اللہ نے ابھی تم میں سے ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے جہاد کیا اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے علاوہ

وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ ع ٨

کسی کو دوست نہیں بنایا اور اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اگر معاہدہ توڑیں اور طعنہ زنی کریں تو قابل گردن زدنی ہیں:

آیت ۱۲: وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ (اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں) یعنی انہوں نے قسموں کے ذریعہ کئے جانے والے معاہدے توڑ دیے۔ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (اور تمہارے دین میں طعنہ کریں۔ تو تم ان کفر کے راہنماؤں سے لڑو) قراءت: دونوں ہمزہ کے ساتھ کوفی شامی نے پڑھا ہے۔ بقیہ قراء نے ایک ہمزہ سے پڑھا جو کہ غیر ممدودہ اور اس کے بعد یائے مکسورہ ہے۔ اس کی اصل اأممة یہ جمع امام ہے جیسے عماد جمع اعمدة۔ پہلی میم کی

حرکت نقل کر کے ہمزہ ساکنہ کو دی اور میم کو دوسری میم میں ادغام کر دیا۔ جنہوں نے دونوں ہمزہ کو باقی رکھا انہوں نے دوسرے ہمزہ کو کسرۂ ماقبل کی وجہ سے یا سے بدلا ہے۔ فَاِنَّهُمْ لَآ اَیْمَانَ لَهُمْ (ان کی قسمیں نہیں رہیں) پہلا حصہ آیت وان نکثوا ایمانھم میں ان کے لئے ایمان کو ثابت کیا مگر یہاں نفی کر دی۔

وجۂ فرق یہ ہے کہ جو اَیمان وہ ظاہر کرتے ہیں وہ شروع آیت میں مراد ہے اور اس حصہ میں حقیقت کا اعتبار کر کے فرمایا لاایمان لھم۔

مَسْئَلَۃ: کافر کی قسم قسم شمار نہیں ہوتی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت کا معنی یہ کیا ہے وہ قسم پوری نہ کریں گے کیونکہ ان کے ہاں کافر کی قسم قسم شمار ہوگی کیونکہ اس کی تعریف میں نکث (ٹوٹنا) کا لفظ آیا ہے۔

قراءت: شامی نے لا اِیمان بمعنی لااسلام پڑھا ہے۔ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ (اس ارادے سے کہ یہ باز آ جائیں) یہ فقاتلوا ائمۃ الکفر سے متعلق ہے ان کے مابین جملہ معترضہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیکن غرضکم فی مقاتلتھم انتھاء ھم عماھم علیہ بعد ماوجدمنھم من العظائم۔ ان کے ساتھ تمہاری لڑائی کی غرض یہ ہونی چاہیے کہ وہ جس چیز پر ہیں اس سے باز آجائیں۔ اس کے باوجود کہ ان سے یہ بڑے بڑے معاملات پائے گئے۔ گناہ گار کیلئے درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غایت کرم ہی تو ہے بس!

لڑائی پر آمادگی:

آیت ۱۳: پھر لڑائی پر آمادہ کیا۔ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ (تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا) جو انہوں نے معاہدہ میں حلف اٹھایا۔ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلاوطن کرنے کی تجویز کی) مکہ سے وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (اور انہوں نے تم سے خود پہلے تمہاری دشمنی کی ابتداء کی) لڑائی میں۔ اور ابتداء کرنے والا بڑا ظالم ہوتا ہے پس ان کے ساتھ لڑائی سے تمہیں کونسی رکاوٹ ہے؟ اس میں مسلمانوں کو ایسے لوگوں کے ساتھ ترک قتال پر توبیخ کی اور ساتھ ساتھ لڑائی پر آمادہ کیا۔ پھر لڑائی پر ابھارنے کے اسباب ذکر کئے۔ جیسے نقض عہد، اخراج رسول، بلاسبب ابتدائے قتال۔ اَتَخْشَوْنَهُمْ (کیا تم ان سے ڈرتے ہو) کفار سے ڈرنے پر توبیخ ہے۔ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ (اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرو) کہ اس سے ڈرا جائے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (اگر تم ایمان رکھتے ہو) پس اس ہی سے ڈرو یعنی کامل ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا جائے اور دوسرے کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔

کفار سے لڑو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دیں گے:

آیت ۱۴: جب ان کو ترک قتال پر توبیخ کر دی تو کھل کر ان کو حکم دیا۔ قَاتِلُوْهُمْ (ان سے لڑو) ایمان والوں سے نصرت کا وعدہ کیا تاکہ ان کے دل مضبوط رہیں اور ان کی نیتوں میں بھی خرابی نہ آئے۔ یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ (اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا) قتل کروا کر وَیُخْزِهِمْ (اور ان کو ذلیل کرے گا) قیدی بنا کر وَیَنْصُرْكُمْ عَلَیْهِمْ (اور تم کو ان پر غالب کرے گا) تمہیں ان پر غلبہ دیکر وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ (اور مسلمانوں کے دلوں کو شفا دے گا) ان میں سے ایک جماعت کو۔ اس

سے مراد بنوخزاعہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے۔ (جن پر حملہ کر کے بنوبکر نے قریش کی مدد سے بنوخزاعہ کو حرم میں قتل کیا تھا۔ جس سے فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا) تو بنوخزاعہ کے مسلمان مراد ہیں۔

مسلمانوں کی بے چینی کا ازالہ:

آیت ۱۵: وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ (اوران کے دلوں کی بے چینی دور کرے گا) جو کفار کی طرف سے ان کو تکلیف پہنچی اللہ تعالیٰ نے یہ تمام وعدے پورے کر دیئے یہ آپ کی نبوت کی دلیل وثبوت ہے۔ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (اور جس کو چاہے گا اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیگا) یہ ابتدائے کلام ہے اور اس بات کی اطلاع ہے کہ بعض اہل مکہ اپنے کفر سے توبہ کریں گے اور یہ واقعہ ہوا ان میں بہت سے لوگ اسلام لائے جیسے ابوسفیان، عکرمہ بن ابی جہل، سہیل بن عمرو۔

ردِ معتزلہ: اس میں معتزلہ کے اس قول کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمام کافروں کی توبہ قبول کرے لیکن وہ اپنے اختیار سے توبہ نہ کریں گے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں) وہ آئندہ کے حالات کو جاننے والے ہیں جیسا کہ ماضی سے واقف ہیں حَكِيْمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) توبہ قبول کرنے میں۔

مجاہدین کی پہچان کی جائیگی:

آیت ۱۶: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ (کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان لوگوں کو تمہارے اندر سے چھانٹا ہی نہیں جنہوں نے جہاد کیا) نَحو : ام منقطعہ ہے ہمزہ توبیخ کیلئے ہے کیونکہ حسبان کا معنی پایا جاتا ہے تقدیر یہ ہے لا تترکون علی ما انتم علیه حتی یتبین المخلص منکم وهم الذین جاهدوا فی سبیل الله لوجه الله۔ تم جس حالت میں ہو اس پر چھوڑا نہ جائے گا یہاں تک کہ تم میں سے مخلصوں کو ظاہر نہ کر دیا جائے۔ اور وہ وہی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا صرف اسی کی رضامندی چاہنے کیلئے۔

وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً (اور اللہ اور رسول اور اسکے مؤمنین کے سوا کسی کو خاص دوست نہ بنایا) یعنی انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کے مخالفین کو راز دار نہیں بنایا۔ لما یہ توقع کیلئے ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسا ہونا بالکل متوقع ہے کہ مخلصین وغیر مخلصین کو چھانٹ لیا جائے۔

نَحو : لَمْ یتخذوا کا عطف جاهدوا پر ہے اور یہ صلہ کے تحت داخل ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے ولما یعلم المجاهدین منکم والمخلصین غیر المتخذین ولیجة من دون الله مقصود نفی علم کی ہے۔ معلوم کی نہیں جیسا کہتے ہیں ماعلم الله منی ما قیل فی اس سے تمہاری مراد یہ ہے ماوجد ذالك منی کہ یہ بات میری طرف سے پائی ہی نہیں گئی۔ مطلب یہ ہوگا کہ تمہارا خیال ہے کہ بلا مجاہدہ تمہیں چھوڑ دیا جائیگا۔ اور مشرکین سے تمہیں الگ نہ کیا جائیگا۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے) خیر یا شر سے۔ پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ

مشرکین اس کے اہل نہیں ہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں اس حال میں کہ وہ اپنے بارے میں کافر ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال اکارت ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں' اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى

جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور جنہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ سو توقع ہے

اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ

کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے۔ کیا تم نے حج کرنے والوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد

الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ

کرنے کو اس شخص کے برابر بنا دیا جو اللہ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر' اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا' اللہ کے نزدیک یہ لوگ

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا

وقف لازم

برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی

وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا یہ لوگ اللہ کے نزدیک درجے کے اعتبار سے بڑے ہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۲۰ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ

اور یہ لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب اپنی طرف سے انہیں رحمت کی اور رضا مندی اور ایسے باغوں کی بشارت دیتا ہے

لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝۲۱ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۲۲

جن میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

مشرک اللہ کی مسجد کو آباد کرنے والا کیسے؟

آیت ۱۷: مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ (مشرکین اس لائق نہیں) ان کے لئے درست اور مناسب نہیں اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ (کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں) قراءت : مکی، بصری نے مَسْجِدَ اللّٰهِ پڑھا اور اس سے مسجد حرام مراد لی۔

نمبر: اقراءت میں جمع اس لئے لائے کہ قبلہ مساجد وہی ہے اور تمام مساجد کا امام بیت اللہ ہے پس اس کی آبادی کرنے والا گویا تمام مساجد کو آباد کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس کا ہر حصہ مسجد ہے۔

نمبر۲۔ جنس مساجد مراد ہے۔ جب ان میں اس کی جنس کو درست کرنے کی صلاحیت نہیں تو اس کے تحت مسجد حرام بھی داخل ہوگئی کہ وہ اس کی آبادی کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس لئے مسجد حرام تو اس جنس کا مرکزی نکتہ ہے اور سینہ ہے اور یہ کنایہ کا مؤکدترین طریقہ ہے جیسا تم کہو فلان لا یقرأ کتاب اللہ یہ بات قراءت قرآن کے بارے میں تصریح سے زیادہ مؤثر ہے۔

شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ (ایسی حالت میں کہ وہ خود اپنے کافر ہونے کا اقرار کر رہے ہیں) اس لئے کہ وہ عبادت اصنام کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ یعمر و اکی واؤ سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ما استقام ان یجمعوا بین امرین متضادین عمارۃ متعبدات اللّٰہ مع الکفر باللّٰہ و بعبادتہٖ ان کو مناسب نہیں دو متضاد باتیں اپنے میں جمع کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہیں تعمیر کرتے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا انکار کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ (ان لوگوں کے تمام اعمال بے کار ہیں وہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے) ہمیشہ رہنے والے۔

مؤمن مسجد کو آباد کرنے والا ہے:

آیت ۱۸: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کرنا تو صرف ان لوگوں کا کام ہے) اس کی تعمیر، بوسیدہ کی مرمت، صفائی، روشنی کا انتظام، جن چیزوں کیلئے مساجد نہیں بنائی گئیں ان سے حفاظت مثلاً دنیا کی باتیں کیونکہ مسجد کی تعمیر کا مقصد عبادت اور ذکر الٰہی کیلئے ہے اور علم پڑھانا بھی اس ذکر میں شامل ہے۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں) یہاں ایمان بالرسول کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ یہ خود معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے کو رسول پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کیونکہ شہادت، اذان، اقامت وغیرہ میں دونوں شہادتیں ساتھ ساتھ ہیں۔ نمبر۲۔ اس ارشاد سے ایمان بالرسول پر دلالت کر دی وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ (اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے نہ ڈریں) اخلاص پر متنبہ کیا۔ مراد خشیت سے دین میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر کسی دوسری رضامندی کو کسی توقع کے خوف سے ترجیح نہ دے۔ اس لئے کہ بعض اوقات مؤمن محذورات سے ڈرتا ہے اور ڈرنے کے علاوہ اس کو کسی چیز کا اختیار ہی نہیں رہتا۔ دوسرا قول یہ ہے پہلے وہ اصنام سے ڈرا کرتے تھے۔ اور ان سے امیدیں لگاتے تھے پس اس خوف کی نفی ان سے کی گئی ہے۔

فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (پس ایسے لوگوں کی نسبت توقع ہے کہ وہ اپنے مقصود تک پہنچ جائیں گے) ہدایت کے مواقع سے مشرکین تو بہت دور ہیں اور ان کے شرک کی وجہ سے اعمال سے انتفاع بھی نہیں ہوسکتا۔ عسٰی کا کلمہ استعمال فرمایا جو طمع کیلئے اور امید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان مساجد کی تعمیر ان لوگوں کے مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں انہی کے حق میں یہ چیزیں مقبول ہیں دوسروں کیلئے نہیں۔

کفر کے ہوتے ہوئے تعمیر مسجد' سقایہ حجاج بے وزن اعمال ہیں:

آیت ۱۹: اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (کیا تم نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے برابر قرار دے لیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ہو۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو سمجھ نہیں دیتا) السقایہ۔ العمارۃ۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔ فعل سقی ، عمر جیسا الصیانۃ و الوقایۃ۔ یہاں مضاف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اجعلتم اھل سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کمن اٰمن باللّٰہ۔ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے والوں اور مسجد حرام کی تعمیر کرنے والے کو ایمان والوں کے برابر قرار دیا۔

دوسرا قول: مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ ابن زبیر کی قراءت اس کی معاون ہے۔ سُقَاۃَ الحاجّ و عَمَرَۃَ الْمسجِد الحرام مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے مومنین سے مشابہ ہونے کا انکار ہے۔ مشرکین کے اعمال حبط شدہ اور مسلمانوں کے اعمال ثابت وقائم شدہ ہیں۔ اور اس بات سے انکار کیا گیا کہ ان کے مابین برابری مانی جائے۔ اور ان کے برابر قرار دینے کو کفر کے بعد ایک اور ظلم قرار دیا۔ کیونکہ انہوں نے مدح وفخر کو ایسے مقام کیلئے تجویز کیا جو مدح وفخر کا مقام ہرگز نہیں۔

شانِ نزول: یہ عباس رضی اللہ عنہ کے جواب میں اتری جب بدر میں وہ قید ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑائی کے سلسلے میں ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے۔ اور قطع رحمی پر بھی ان کو کھری کھری سنائیں تو عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے تم ہمارے محاسن کو چھوڑ کر ہماری غلطیاں گناتے ہو۔ تو ان سے پوچھا گیا تمہارے محاسن کیا ہیں۔ تو کہنے لگے ہم بیت اللہ کو تعمیر کرتے ، حاجیوں کو پانی پلاتے ، قاتل کی گردن چھڑاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے سقایہ پر فخر کیا اور شیبہ نے عمارت پر اور علی رضی اللہ عنہ نے اسلام اور جہاد پر۔ اللہ تعالیٰ نے علی رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی۔

ایمان' ہجرت و جہاد مقبول ترین عمل ہیں جو جنت کا باعث ہیں:

آیت ۲۰: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ (جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کی اور جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مرتبہ والے ہیں) اہل سقایہ اور اہل تعمیر کے مقابلہ میں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (اور یہی لوگ کامیاب ہیں) نہ کہ تم کامیابی سے مخصوص ہو ان کی بجائے۔

آیت ۲۱: يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ (ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے) قراءت: حمزہ نے يَبْشِرُهُمْ پڑھا بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ (اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور ایسے باغات) رحمت ، رضوان ، جنات کی بشارت دی اور ان کو نکرہ ذکر کیا تاکہ بتلایا جائے کہ یہ انعامات غیر معمولی ہیں اور کسی وصف کے ساتھ بیان سے باہر ہیں اور معرّف کو معرفہ ذکر کیا گیا۔ لَّهُمْ فِيْهَا (جن میں ان کیلئے) ان جنات میں نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ (دائمی نعمتیں ہوں گی) دائمی۔

آیت ۲۲: خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے) جو غیر منقطع ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان کے مقابلہ میں پسند

عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۲۳ قُلْ اِنْ كَانَ

کرتے ہوں' اور تم میں سے جو شخص ان سے دوستی کرے گا تو یہ لوگ ہی ظلم کرنے والے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا

باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور کنبہ اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

اور وہ تجارت جس کے نہ چلنے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں

وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے اور اللہ فاسق قوم کو

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۲۴ ع ۳ ۸

ہدایت نہیں دیتا۔

آیت ۲۳: شانِ نزول: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا تو ایک آدمی اپنے بیٹے کو کہنے لگا اور اپنے بھائی اور دیگر قرابتداروں کو کہ ہمیں تو ہجرت کا حکم مل گیا۔ ان میں سے بعض نے جلدی سے ہجرت کو اختیار کر لیا۔ اور بعض سے ان کے بیٹے اور ازواج چمٹ گئیں ہمیں تو یہاں خالی ہاتھ چھوڑ رہا ہے۔ ہم ضائع ہو جائیں گے۔ وہ یہ سن کر ان کے ساتھ رہ پڑا اور ہجرت کو چھوڑ بیٹھا پس یہ آیت اتری۔

کافر غیر ہے خواہ باپ ہو:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ (اے ایمان والو۔ اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو ایمان کے مقابلہ میں عزیز رکھیں) یعنی کفر کو ترجیح دیں اور پسند کریں۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ (اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا) جو کافروں سے دوستی اختیار کرے گا۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (پس ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

یہ واقعی بات ہے کہ اللہ نے بہت سے مواقع میں تمہاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی' جب تمہیں اپنی کثرت پہ گھمنڈ ہو گیا۔

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ

پھر اس کثرت نے تمہیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ

مُّدْبِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ

کھڑے ہوئے' پھر اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر اور مؤمنین پر اطمینان قلبی نازل فرمایا اور ایسے

جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶﴾

لشکر اتار دیئے جنہیں تم نہیں دیکھ رہے تھے' اور اللہ نے کافروں کو عذاب دیا اور یہ سزا ہے کافروں کی'

ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۷﴾

پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ رشتہ داریاں اللہ اور رسول کے مقابلے میں بے حیثیت ہیں:

آیت ۲۴: قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ (آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ) تمہارے اقارب۔ قراءت: ابوبکر نے وعشیراتکم پڑھا ہے۔ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا (اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں) جو مال تم نے کمایا۔ وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا (اور وہ تجارت جس میں نکاسی ہونے کا تم کو خطرہ ہو) گرم بازاری کے وقت فوت ہونے کا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو۔ تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے) جلد آنے والا عذاب یا بدیر ملنے والا عذاب یا فتح مکہ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتے) یہ آیت ان لوگوں کی شناعت احوال کا بیان ہے جو عقیدہ کی کمزوری اور یقین کے ضعف میں مبتلا ہیں۔ بڑے پرہیزگار بھی باپ، اولاد، مال متاع سے زیادہ دین سے محبت نہیں کرتے۔

مواقع نصرت:

آیت ۲۵: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ (اللہ تعالیٰ نے تم کو بہت مواقع میں غلبہ دیا) نمبرا۔ جیسا واقعہ بدر، قریظہ،

بنی نضیر، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، نمبر۲۔ وہ مواقع جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی مدد کی اور ایمان والوں کی امداد فرمائی وہ اسی ۸۰ ہیں۔ مواطن الحرب : مقامات ومواقف حرب وَيَوْمَ حُنَيْنٍ (اور حنین کے دن بھی) یہاں یوم سے پہلے اذکروا محذوف ہے۔ یعنی تم یوم حنین کو یاد کرو۔

غزوۂ حنین:

حنین ایک وادی ہے جو مکہ اور طائف کے مابین ہے۔ اس میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان معرکہ پیش آیا۔ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ہوازن وثقیف جنکی تعداد چار ہزار بتلائی جاتی ہے۔ (مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے چوبیس ہزار لکھی ہے) جب مسلمانوں کا ان سے سامنا ہوا تو کسی مسلمان کی زبان سے نکل گیا۔ لن نغلب الیوم من قلة آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہونگے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات گراں گزری۔ اِذْ (جب) یہ یوم سے بدل ہے۔ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ (جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسندی میں مبتلا کر دیا) کثرت کی خود پسندی والی بات سامنے آگئی اور یہ بات ان کی نگاہ سے (بعض مراد ہیں) اوجھل ہوگئی کہ کثرت جنود سے فتح نہیں بلکہ من جانب اللہ ہے۔ پس اول وہلہ میں شکست کھا گئے اور شکست خوردہ مکہ پہنچ گئے۔

(مگر یہ بات خود قابل تحقیق ہے کسی معتبر روایت میں شکست خوردہ کا مکہ پہنچنا منقول نہیں)

آپ کی ثابت قدمی:

رسول اللہ ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ آپ کے خچر کی لگام عباس بن عبدالمطلب اور رکاب سفیان بن حارث تھامے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عباس! لوگوں کو آواز دو۔ ان کی آواز بہت بلند تھی۔ چنانچہ انہوں نے آواز دی یا اصحاب الشجرہ۔ آواز پہنچتے ہی منتشر صحابہ یہ کہتے ہوئے آواز کی طرف بڑھے۔ لبیک، لبیک، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابلق گھوڑوں پر سوار سفید کپڑوں میں ملبوس فرشتے اترے۔ اسی وقت رسول ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھی لے کر خدا کے حکم سے دشمنوں کی طرف پھینکی پھر فرمایا خدا کرے تم شکست کھا جاؤ۔ رب کعبہ کی قسم تم شکست کھا جاؤ۔ پس کفار کو شکست ہوگئی (مسلم) اس دن رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا مانگی، اللّٰھم لك الحمد والیك المشتكى وانت المستعان" یہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے جو آپ نے سمندر پار کرتے وقت مانگی تھی۔

کثرت نے فائدہ نہ دیا:

فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (تمہاری کثرت نے تم کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگی کرنے لگی) نحو : مارحبت کا مصدریہ ہے۔ اور با بمعنی مع ہے۔ ای مع رحبھا۔ وسعت کے باوجود اور اصل میں متلبسة برحبھا ہے۔ اس طرح کہ جار ومجرور حال ہیں۔ جیسا کہتے ہیں۔ دخلت علیه بثیاب السفر یعنی متلبسًا بثیاب السفر۔ میں ان کے ہاں آیا سفر کے کپڑے پہنے کی حالت میں اب مطلب آیت کا یہ ہے کہ دشمن سے بھاگنے کی تمہیں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ گویا کہ زمین ان پر تنگ ہوگئی۔ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ (پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے) پھر تم شکست کھا گئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

اے ایمان والو! مشرکین پلید ہی ہیں سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے

بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ

پاس نہ آئیں اور اگر تم فقر سے ڈرتے ہو تو عنقریب اللہ تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا

اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

اگر چاہے بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

نزولِ سکینہ:

آیت ۲۶: ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ (پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی اتاری) اس کی وہ رحمت جس سے ان کو سکون ملا اور وہ ایمان لائے۔ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (اور ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا) یعنی ملائکہ، فرشتوں کی تعداد آٹھ ہزار تھی یا پانچ ہزار تھی یا سولہ ہزار تھی۔ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور کافروں کو سزا دی) قتل اور قید کا اور عورتوں اور بچوں کے قیدی بننے کا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ (اور یہ کافروں کی سزا ہے)

آیت ۲۷: ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَآءُ (پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں توبہ نصیب کر دیں) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان میں سے اسلام لے آئے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ (اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں) اسلام کے ذریعہ وہ کافر کے کفر کو چھپا دیتا ہے۔ رَّحِيْمٌ (بڑی رحمت کرنے والے ہیں) شکست کے بعد بھی دوست کی مدد کرتا ہے۔

مشرکین نجس ہیں ان کا داخلہ مسجد حرام میں ممنوع ہے:

آیت ۲۸: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (اے ایمان والو۔ مشرک لوگ نرے ناپاک ہیں) پلیدی والے ہیں نجس مصدر ہے کہا جاتا ہے: نجس نجسًا و قذر قذرًا کیونکہ ان میں وہ شرک تھا۔ جو بمنزلہ نجاست ہے۔ اور اسلئے بھی کہ نہ وہ طہارت کرتے ہیں۔ نہ غسل کرتے ہیں نہ نجاسات سے بچتے ہیں تو گویا گندگی ان کو لباس کی طرح چمٹی ہوئی ہے۔ یا ان کو بعینہٖ نجاست قرار دیا۔ تاکہ وصف نجاست میں ان کے متعلق مبالغہ ظاہر ہو۔ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (وہ لوگ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں) نہ وہ حج کو آئیں اور نہ عمرہ کریں جیسا کہ وہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (اس سال کے بعد) یہ ۹ ھ کی بات ہے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا گیا تھا۔ قریب آنے کی نفی سے مراد حج و عمرہ کی ممانعت ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے البتہ دخول حرم اور مسجد حرام اور دیگر مساجد سے ان کو روکا نہیں جا سکتا۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان کو مسجد حرام کے قریب نہ آنے دیا جائے گا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں مسجد حرام اور دیگر تمام مساجد سے بھی ان کو روکا جائے گا۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ

ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے انہیں اسے حرام

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى

نہیں سمجھتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کتاب دی گئی ان سے یہاں تک جنگ

يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ ع

کرو کہ وہ ماتحت ہو کر ذلت کی حالت میں اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

دوسرا قول مشرکین کو مسجد کے قریب آنے کی نفی کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ان کو حرم میں اقتدار و اختیار حاصل نہ کرنے دیں۔

خطرۂ افلاس کی ممانعت:

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً (اگر تم کو مفلسی کا خطرہ ہو) حج سے مشرکین کو روکنے کی وجہ سے اگر تمہیں فقر کا خطرہ ہو۔ کیونکہ ان کے آنے کی وجہ سے کئی سہولتیں اور اشیاء میسر آتی تھیں۔ فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے محتاج نہ رکھے گا) نمبر ۱۔ غنائم کے ذریعہ یا نمبر ۲۔ بارش اور نباتات کی کثرت سے نمبر ۳۔ مسلمان حاجی تجار کے ذریعہ اِنْ شَآءَ (اگر اللہ چاہے گا) اس میں تعلیم دی کہ اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے معلق کیا کرو۔ تاکہ تمام امیدیں اسی تک پہنچ کر منقطع ہوں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ (بیشک اللہ خوب جاننے والا) تمہارے احوال کو حَكِيْمٌ (حکمت والا ہے) تمہاری امیدوں کو پورا کرنے میں۔ نمبر ۲۔ وہ بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے اور جو وہ حکم دیتا ہے اور ارادہ کرتا ہے اس میں حکمت والا ہے۔

اہل کتاب اور دیگر کفار سے حکم قتال:

آیت ۲۹: یہ اہل کتاب کے متعلق اتری۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (تم ان لوگوں سے لڑو جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں) کیونکہ یہ یہود دو خدا اور نصاریٰ تثلیث کے قائل ہیں۔ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (اور نہ آخرت پر) کیونکہ اس کے متعلق وہ اس کے برخلاف ہیں جو ان پر لازم ہے انکا عقیدہ ہے کہ جنت میں اکل و شرب نہیں ہے۔ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام بتلایا ہے) کیونکہ جو اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت میں حرام کیا اس کو حرام قرار نہیں دیتے۔ یا تورات و انجیل میں جو کچھ لکھا ہے اس کو ہی نہیں جانتے۔ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ (اور نہ سچے دین کو قبول کرتے ہیں) وہ دین اسلام پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ جو کہ برحق دین ہے۔ کہا جاتا ہے: فلان یدین بکذا۔ جب کہ وہ اس کو دین کے طور پر اختیار کر لے اور اس کا معتقد ہو جائے۔ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اہل کتاب ہیں) یہ الذین جو پہلے مذکور ہوا اس کا بیان ہے۔

مجوس کا حکم: جزیہ کے سلسلہ میں مجوس کا حکم اہل کتاب کی طرح ہے اسی طرح ترک، ہنود وغیرہ بھی صرف مشرکین عرب کا حکم مختلف ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ

اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح، اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ

قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ

ان کی باتیں ہیں جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح باتیں کرتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر اختیار کیا۔ اللہ انہیں

اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ

غارت کرے، کدھر الٹے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں کو اور درویشوں کو

دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ

رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی اور حالانکہ ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ صرف ایک معبود کی عبادت کریں

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اس چیز سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔

امام زہری سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے عرب کے علاوہ دیگر تمام بت پرستوں سے جزیہ پر صلح کر لی۔ (عبدالرزاق فی تفسیرہ)

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ (یہاں تک کہ جزیہ دینا قبول کرلیں) یہاں تک کہ وہ اسکو قبول کرلیں۔ جزیہ کو اسلئے جزیہ کہتے ہیں۔ نمبرا۔ کہ جن پر یہ لازم کیا جاتا ہے۔ ان پر اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ نمبر۲: ذلت کے ساتھ کفر میں جو مہلت ملی یہ اس کی سزا ہے۔ عَنْ يَّدٍ (ماتحت ہوکر) یعنی ایسے ہاتھ سے جو موافقت کرنے والا ہو۔ ممانعت کرنے والا اور باز رہنے والا نہ ہو۔ کیونکہ جس نے انکار کیا اور دینے کیلئے تیار نہ ہوا۔ اس کا ہاتھ امان میں نہ دیا گیا۔ البتہ مطیع وفرمانبردار اپنی مدد کا ہاتھ دینے والا ہے۔ اسی لئے محاورہ ہے۔ اعطی بیدہ اس وقت بولتے ہیں جب مطیع ہو جائے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے نزع یدہ عن الطاعۃ۔ فلاں سرکش ہوا۔

نمبر۲۔ یہاں تک کہ جزیہ دست بدست دیں اُدھار نہیں۔ اور خود آ کر دیں کسی کے ہاتھ نہ بھیجیں۔ بلکہ دینے والا لینے والے کو خود دے۔ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (اور رعایا بن کر رہیں) یہ ان سے بطور ذلت لیا جائے گا اور اس کی صورت یہ ہے کہ دینے کے لئے پیدل آئے سوار نہ ہو اور کھڑا ہونے کی حالت میں دے جبکہ وصولی والا نمائندہ اپنی نشست گاہ پر بیٹھنے والا ہو۔ اور اس کو جھنجوڑا جائے اور گریبان سے پکڑا جائے اور اس طرح کہا جائے اے ذمی جزیہ ادا کرو۔ اور اگر وہ ادا کر رہا ہو تو اس کو پیچھے دھکیلا جائے اسلام لانے کی صورت میں جزیہ ساقط ہو جائے گا۔

یہود ونصاریٰ پہلے کفار کی طرح ہیں:

آیت ۳۰: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ (اور یہود نے کہا) تمام یا بعض نے عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ (کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے) یہ مبتداء اور خبر ہے۔

جیسا کہ المسیح ابن اللہ کی ترکیب ہے۔عزیر، یہ عجمی نام ہے غیر منصرف ہے علم وعجمیت کی وجہ سے ہے، جنہوں نے اس کو منصرف مانا انہوں نے تنوین سے پڑھا وہ عاصم، علی ہیں۔ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ (اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہ ان کا قول ہے۔ان کے منہ سے کہنے کا) یہ ایسا قول ہے جس کی معاون کوئی دلیل صحیح موجود نہیں ہے۔اور نہ کسی کا بیان اس کی سند میں پیش کیا جاسکتا ہے بس یہ منہ سے نکالا جانے والا لفظ محض ہے۔جو اپنے ساتھ کوئی معنی نہیں رکھتا جیسا کہ مہمل الفاظ ہوتے ہیں۔

يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ (یہ بھی ان لوگوں جیسی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر ہو چکے) اس میں حذف مضاف ضروری ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے یضا ھی قولھم قولھم انکا قول ان کے قول کے مشابہ ہے۔ پھر مضاف کو حذف کر کے ضمیر کو اس کے قائم مقام کر دیا۔اسلئے یہ مرفوع میں بدل گیا۔یعنی ان الذین کانوا فی عھد رسول اللہ ﷺ من الیھود والنصاری یضاھی قولھم قول قد مائھم مطلب یہ ہے کہ انکا پرانا کفر ہے جو ان میں چلا آرہا ہے جدید نہیں نمبر۲۔ ضمیر نصاریٰ کی طرف راجع ہے۔یعنی یضاھی قولھم۔نصاریٰ کا قول یہود کے قول کے مشابہ ہے نصاریٰ نے المسیح ابن اللہ کہا ہے۔جبکہ یہود نے جو ان سے پہلے ہوئے انہوں نے عزیر ابن اللہ کہا۔

قراءت: یضاھئون عاصم نے پڑھا۔اور اصل المضاہاۃ بمعنی مشابہت اکثر قراء نے ہمزہ کو چھوڑا اور ان کا قول امراۃ ضھیاء سے مشتق ہے۔اس عورت کو کہتے ہیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے کہ اس کو حیض نہ آئے زجاج کا قول یہی ہے۔

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ (اللہ ان کو غارت کرے) یعنی وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو یہ کہا جائے اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں) دلیل کے واضح ہو جانے کے باوجود وہ حق سے کس طرح پھر رہے ہیں۔

انہوں نے حلال وحرام اپنے علماء وعابدوں کے حوالہ کر دیا ہے:

آیت ۳۱: اِتَّخَذُوْٓا (انہوں نے بنا رکھا ہے) اہل کتاب نے اَحْبَارَهُمْ (اپنے علماء کو) اپنے علماء وَرُهْبَانَهُمْ (اپنے عابدوں کو) اَرْبَابًا (معبود) مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ کو چھوڑ کر) اس طرح کہ ان کی اطاعت اس چیز کو حلال کرنے میں جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے اور اس چیز کو حرام کرنے میں جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔اسی طرح کرتے جیسے ارباب کی اطاعت اوامر ونواہی میں کی جاتی ہے۔ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ (اور مسیح ابن مریم کو بھی) یہ احبار پر عطف ہے انہوں نے مسیح کو رب یعنی ابن اللہ بنایا۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا (اور ان کو صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود کی عبادت کریں) اس پر وقف بھی جائز ہے۔کیونکہ اس کا مابعد مبتداء بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور واحد کی صفت بن سکتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ پاک ہے ان کے شرک سے) شرک سے اس کا پاک قرار دینا۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ کو اس کے علاوہ کوئی بات منظور نہیں کہ وہ اپنے نور کو

نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝٣٢ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ

پورا کرے۔ اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔ اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر

الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝٣٣

بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرکین کو ناگوار ہو۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا:

آیت ۳۲: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (وہ لوگ اس طرح چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ بغیر اس کے کہ اپنے نور کو پورا کمال تک پہنچا دے مانے گا نہیں اگرچہ کافر لوگوں کو یہ بات ناگوار ہو) ان کی مثال نبوت محمد ﷺ کو ناکام کرنے میں اور تکذیب میں اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کسی عظیم روشنی کو پھونک مار رہا ہو جو روشنی آفاق میں پھیلنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس روشنی کو بڑھانے والے ہوں اور اس کو چمکا کر انتہاء تک پہنچانے والے ہوں۔ پھونک کا مقصد اس روشنی کو بجھانا ہو (تو جس طرح اس کی پھونک سے وہ روشنی بجھ نہیں سکتی اسی طرح نور اسلام بھی ان کی باطل تدبیروں سے ختم نہیں ہوسکتا۔ وَيَاْبَى اللّٰهُ کو لا یرید کی بجائے لایا گیا۔ اسی لئے کہ وہ یریدون کے مقابلہ میں آرہا ہے۔ ورنہ تو یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کرهت او ابغضت الا زیدًا۔

اللہ تعالیٰ نے دین کو بہر صورت تمام ادیان پر غلبہ دینا ہے:

آیت ۳۳: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى (وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت دیکر بھیجا) محمد ﷺ بالهدٰی قرآن کے ساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ (اور سچا دین) اسلام لِيُظْهِرَهٗ (تاکہ وہ غالب کردے) وہ بلند و غالب کرے عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (تمام دینوں پر) تمام اہل ادیان پر نمبر ۲۔ دین حق کو ہر دین پر غالب کرے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (اگرچہ مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں)۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ

اے ایمان والو! بلا شبہ بہت سے علماء اور راہب ایسے ہیں جو لوگوں کے مال باطل طریقہ پر

النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ

کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں' اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے

وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ

ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے جس روز

يُّحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا

ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر ان کی پیشانیوں' کروٹوں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا یہ

مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

وہ ہے جس کو تم نے اپنی جانوں کے لئے جمع کیا تھا۔ سو اب اسے تم چکھ لو جسے تم جمع کرتے تھے۔

حرام خور احبار و رہبان:

آیت ۳۴: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ (اے ایمان والو اکثر احبار اور درویش لوگوں کے مال کھاتے ہیں) لینے کو کھانے کے لفظ سے بطور استعارہ کے لائے بِالْبَاطِلِ (ناجائز طریقے سے) احکام میں رشوت کے ذریعہ وَيَصُدُّوْنَ (اور وہ روکتے ہیں) اپنے ماتحتوں کو عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ کی راہ سے) اس کے دین سے۔

جس مال سے اللہ کا حق نہ دیا جائے وہ کنز ہے اس کی یہ سزا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں) جائز ہے کہ اکثریت نمبر ۱۔ احبار و رہبان کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ ان میں یہ دونوں مذموم خصلتیں جمع تھیں مثلاً رشوت خوری، جمع اموال اور انفاق سے بخل وغیرہ۔

نمبر ۲۔ اس سے وہ مسلمان جو مال جمع کرتے ہیں اور اس کو ابواب خیر میں صرف نہیں کرتے گویا اہل کتاب کے رشوت خور اور مسلمان غیر منفق مالدار ایک شمار و قطار میں رکھے گئے تاکہ مذمت میں مبالغہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ جس مال کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز نہیں۔ اگر چہ وہ خفیہ رکھا ہو۔ اور جو مال زکوٰۃ کی حد تک پہنچے مگر اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے وہ کنز ہے۔ اگر چہ وہ ظاہر ہو۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط و مجمع الزوائد)

بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے عبدالرحمان بن عوف، طلحہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مال جمع کرتے اور اس میں تصرف کرتے مگر

ان کو کسی نے معیوب نہیں سمجھا۔ خاص کر ان حضرات نے کہ جو جمع کرنے سے اعراض کرنے والے تھے۔ کیونکہ جمع مال سے اعراض یہ افضل ہے جمع کرنا مباح ہے اس کی مذمت نہیں کی جا سکتی۔ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے)

ضمیر معنی کی طرف لوٹتی ہے اسی لئے مؤنث ہے کیونکہ سونا و چاندی ہر ایک دراہم و دنانیر ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا (الحجرات:۹) ضمیر جمع کی مرجع تثنیہ افراد کا لحاظ کر کے لائی گئی۔

نمبر۲۔ مراد کنوز و اموال ہیں۔ پس ضمیر مؤنث ہے۔

نمبر۳۔ اور وہ چاندی کو خرچ نہیں کرتے اور سونے کو جیسا کہ شاعر کا یہ قول

فانی وقیارٌ بها لغریبٌ گویا ہر ایک کی طرف ضمیر الگ الگ لوٹ رہی ہے۔

یعنی انی لغریب بها وقیار غریب بها

تمام اموال میں خاص کر ذھب و فضہ کو ذکر کیا گیا کیونکہ یہ دونوں مالداری کا قانون اور اشیاء کی اثمان کا ذریعہ ہیں اور ان دونوں کے اکتناز کا ذکر دوسرے اموال کے تذکرے کی دلیل ہے۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (پس ان کو آپ ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیں)

قیامت کے دن یہی مال آلۂ سزا ہوگا:

آیت ۳۵: اور اس ارشاد کا معنی يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ (جو کہ اس روز واقع ہوگی جبکہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا) آگ ان پر بھڑکائی جائے گی۔

نحو: فعل کا ذکر کر دیا کیونکہ اس کا اسناد جار مجرور کی طرف ہے۔ اس کی اصل یہ ہے: یوم تحمی النار علیها۔ جس دن آگ اس پر بھڑکائی جائے گی۔ جب النار کا لفظ حذف کیا اور کہا: یحمٰی کیونکہ اسناد سے منتقل ہو کر علیها کی طرف منتقل ہو گیا۔ جیسا کہا جاتا ہے رفعت القصة الی الامیر اگر قصہ کا ذکر نہ کریں اور کہہ دیں رفع الی الامیر۔ تو تب بھی درست ہے۔

فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ (پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا) ان اعضاء کو خاص کرنے کی حکمت یہ ہے کہ جب وہ فقیر کو دیکھتے تو پہلے چہرے پر بل ڈال لیتے۔ جب فقیر اور وہ ایک مجلس میں جمع ہو جاتے تو اس سے پہلو تہی اختیار کرتے اور پشت پھیر کر چلتے بنتے۔ نمبر۲۔ ان کے چاروں اطراف سے داغ دیئے جائیں گے آگے پیچھے دائیں، بائیں۔ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ (یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا) ان کو کہا جائے گا۔ یہ وہ ہے جو تم نے جمع کیا تا کہ اس سے اپنے آپ کو فائدہ پہنچاؤ۔ تمہیں معلوم نہیں تھا کہ تم اس کو جمع کر رہے ہوتا کہ اس سے تمہیں نقصان پہنچے یہ درحقیقت توبیخ ہے۔ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (پس اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو) یعنی نمبر۱۔ اس مال کا وبال جو تم جمع کرتے رہے۔ نمبر۲۔ اس بات کا وبال کہ تم جمع کرنے والے تھے۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ

بلاشبہ اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں جس دن اس نے آسمان اور زمین پیدا فرمائے مہینوں کی گنتی بارہ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ

مہینے ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ دین مستقیم ہے '

فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا

سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تمام مشرکین سے قتال کرو جیسا کہ

يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ إِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ

وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ مہینوں کی حرمت کو آگے بڑھا دینا

فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا

کفر میں ترقی کرنا ہے جس سے کافر لوگ گمراہ کیے جاتے ہیں کہ وہ اس مہینے کو کسی سال حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال حرام قرار دے دیتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی

عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ

گنتی پوری کر لیں جنہیں اللہ نے حرام قرار دے دیا ہے۔ پھر اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں' ان کے برے اعمال ان کے لئے مزین کر دیئے گئے اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ ع ۵ ۸ ۱۱

کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تخلیق ارض وسماء کے وقت سے مہینے بارہ ہیں:

آیت ۳۶: إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا (یقیناً مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے) بغیر اضافہ کے۔اس سے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ احکام شرع کا دارومدار قمری مہینوں پر ہے۔جو چاند سے گنے جاتے ہیں۔شمسیہ سے نہیں۔ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (کتاب الٰہی میں) نمبر۱: جو اپنی حکمت سے واجب کر دیا اور اس میں قائم و ثابت کر دیا۔نمبر۲۔یا اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (جس روز اللہ نے آسمان و زمین پیدا کئے تھے ان میں چار مہینے خاص ادب کے ہیں) تین مسلسل ذوالقعدہ لڑائی سے باز رہنے کا، ذوالحجہ حج کیلئے اور محرم حرمت قتال کیلئے اور ایک اکیلا ہے اور وہ رجب ہے کیونکہ عرب اس کی تعظیم کرتے تھے ترجیب تعظیم کو کہتے ہیں۔ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (یہی دین مستقیم ہے) یہ مضبوط

وسیدھا دین ہے وہ نہیں جو اہل جاہلیت میں رواج ہے۔ مطلب یہ کہ چار مہینوں کی حرمت یہ صراط مستقیم ہے۔ اور ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا دین ہے۔ عربوں نے اس بات کو مضبوطی سے قائم رکھا۔ وہ ان میں قتال کو حرام قرار دیتے اور ان کی تعظیم کرتے رہے یہاں تک کہ ایک نئی رسم ایجاد ہوئی جس سے اس میں تبدیلی آگئی۔ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ (پس تم ان مہینوں کے بارے میں نقصان مت کرنا) حرم میں یا بارہ مہینوں میں۔ اَنْفُسَكُمْ (اپنا) گناہوں کا ارتکاب کر کے وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً (اور ان تمام مشرکین سے جنگ کرو)

نحو : کافۃً یہ فاعل یا مفعول سے حال ہے۔

كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً (جیسا کہ وہ تم سے لڑتے ہیں) اکٹھے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے) یعنی انکا مددگار ہے۔ اس میں متقین کو تقویٰ کی ضمانت دیکر تقویٰ پر آمادہ کیا۔

رسم نسی کی تردید:

آیت ۳۷: اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ (بے شک مؤخر کر دینا) یہ ہمزہ کے ساتھ نساء کا مصدر ہے۔ مؤخر کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں نسیء کا معنی ہے ان کے ہاں مہینہ کی حرمت کو دوسرے مہینے میں مؤخر کر دینا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوٹ مار اور لڑائی بھڑائی والے لوگ تھے۔ جب حرمت والے مہینے آجاتے اور وہ لڑائی میں مصروف ہوتے تو لڑائی کا اسی حالت میں چھوڑنا ان پر گراں گزرتا پس اس مہینے کو لڑائی کیلئے حلال کر لیتے اور دوسرا مہینہ اس کی جگہ حرام کر لیتے۔ یہاں تک کہ اشھر حرم کی حرمت کے ساتھ تخصیص کا بھی انکار کر دیتے۔ پھر وہ سال میں مطلق چار مہینوں کو حرام قرار دیکر گنتی مکمل کرتے۔

زِيَادَةٌ فِى الْكُفْرِ (کفر میں ترقی ہے) انکا یہ فعل کفر میں ایک اور اضافہ تھا۔ يُضَلُّ (گمراہ کیے جاتے ہیں) ابوبکر کے علاوہ دوسرے کوفی قراء نے پڑھا ہے۔ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (جس سے کافر) نسیء کے ذریعہ اور يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا (وہ اس حرام مہینے کو کسی سال حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال حرام سمجھتے ہیں) میں ضمیر نسیء کی طرف راجع ہے یعنی جب وہ ایک مہینے کو اشھر حرام میں سے حلال کر لیتے تو اگلے سال رجوع کر کے دوبارہ اس کو حرام کر دیتے۔ لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (تا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کیے ہیں ان کی گنتی پوری کر لیں) تا کہ وہ اس گنتی کی موافقت ثابت کریں اور وہ چار مہینے ہیں وہ اس کی مخالفت نہ کرتے تھے البتہ اس تخصیص کے مخالف تھے جو کہ واجبات میں سے ایک ہے اور لام یحلونہ ویحرمونہ سے متعلق ہے یا یحرمونہ کا فی ہے اور یہ ظاہر ہے۔

فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (پھر اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں) یعنی فیحلوا بمواطاۃ العدۃ وحدھا من غیر تخصیص ماحرم اللہ من القتال وہ گنتی کی موافقت کیلئے بغیر تخصیص کے اس چیز کو حلال کر لیں۔ جو قتال اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ نمبر ۲۔ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کیں یعنی مہینہ کو معین طور پر حرام کرنا اس کو انہوں نے حلال کر لیا اور اس کی تخصیص ختم کر دی۔ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ (ان کی بداعمالیاں ان کی نظر میں مرغوب معلوم ہوتی ہیں) شیطان نے ان کے لئے یہ مزین کیا کہ برے اعمال کو انہوں نے اچھا سمجھا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ اس سے کافروں کو ہدایت نہیں دیتے) جب تک وہ باطل پر پختگی اختیار کرنے والے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہو تو زمین پر بوجھل

الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ

بن جاتے ہو' کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا والی زندگی پر راضی ہو گئے۔ سو دنیا والی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بہت

إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

تھوڑی سی ہے' اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے علاوہ دوسری قوم کو تمہارے بدلہ پیدا فرما دے گا

وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ

اور تم اس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے ہو' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے' اگر تم اس کے رسول کی مدد نہ کرو تو اللہ نے ان کی

إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ

مدد کی ہے جبکہ ان کو کافروں نے نکال دیا تھا۔ جبکہ وہ دو آدمیوں میں سے ایک تھے۔ جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جبکہ وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا

کہ غم نہ کرو بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے' پھر اللہ نے آپ پر اپنا سکینہ نازل فرمایا اور ایسے لشکروں کے ذریعہ آپ کی مدد فرمائی جنہیں تم نے نہیں دیکھا

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾

اور اللہ نے ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جو کفر اختیار کئے ہوئے تھے' اور اللہ کی بات اونچی ہی ہے' اور اللہ عزت والا ہے حکمت والا ہے

ترغیبِ جہاد:

آیت ۳۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا (اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ نکلو) فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ (اللہ کی راہ میں تو تم لگے جاتے ہو) تم بوجھل بنتے ہو۔ اس کی اصل تثاقلتم ہے۔ تا کو ثا کر کے اس میں ادغام کر دیا پھر ہمزۂ وصل ابتداء بالسکون کی وجہ سے بڑھا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ تم سستی کرتے ہو۔ إِلَى الْأَرْضِ (زمین کو) اِلٰی کے ساتھ متعدی کر کے میل و اخلاد کا معنی شامل کیا۔ نمبرا: یعنی تم دنیا اور اس کی شہوات کی طرف مائل ہو۔ اور سفر کی صعوبتیں اور تھکاوٹیں ناپسند کرتے ہو۔

نمبر۲۔ تم اپنے گھروں اور زمینوں میں رہنے کی طرف مائل ہو۔ یہ غزوۂ تبوک کا موقع تھا جب تنگدستی کے زمانہ میں سفر جہاد

کا حکم دیا گیا سفر دور دراز علاقے کا، سخت گرمی، حالت قحط، مسلح کثیر تعداد میں دشمن پس ایسے حالات میں بعض مسلمانوں پر گراں گزرا۔ آپ جس غزوہ میں نکلے کسی دوسری طرف کا بتلایا۔ صرف غزوۂ تبوک میں صاف بتلا دیا تاکہ پوری تیاری کر سکیں۔ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ (کیا تم نے آخرت کے بدلے دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا) آخرت کے بدلے فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ (پس دنیوی زندگی کا نفع آخرت کے مقابلے میں) آخرت کے مقابلہ میں اِلَّا قَلِیْلٌ (مگر بہت قلیل ہے)۔

بودے پن پر اظہارِ ناراضی:

آیت ۳۹: اِلَّا تَنْفِرُوْا (اگر تم نہ نکلو گے) لڑائی کی طرف یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَیْئًا (تو اللہ تم کو دردناک سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کر دے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے) اس میں بودے پن پر ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے ان کو دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی اور اس کو مطلق ذکر کر کے دونوں جہانوں کے سلسلہ میں عام کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا اور ان کی بجائے اور لے آئے گا۔ جو ان سے بہتر اور زیادہ مطیع ہونگے اور اس کو اپنے دین کی امداد کیلئے انکی محتاجی نہیں اور انکا یہ بودے پن دین کو قطعاً متاثر نہ کر سکے گا۔

ایک قول یہ بھی ہے لَا تَضُرُّوْهُ کی ضمیر رسول اللہ ﷺ کیلئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا آپکی نصرت کا وعدہ بہرصورت پورا ہو کر رہے گا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ (اور اللہ رکھتا ہے ہر چیز پر) سزا دینے اور ان کی جگہ دوسرا لانے میں قَدِیْرٌ (قابو)

نصرتِ دین کرو ورنہ اللہ تمہاری نصرت کا محتاج نہیں:

آیت ۴۰: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ (اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے) پس عنقریب اس کی وہ مدد کرے گا۔ جس نے اس کی اس وقت مدد کی جبکہ ان کے ساتھ ایک آدمی تھا۔ پس اپنے اس ارشاد فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ (تو اللہ آپ کی مدد کر چکا ہے) اس سے ظاہر کر دیا کہ وہ مستقبل میں امداد کرے گا۔ جیسا اس وقت میں امداد کی۔ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (اس وقت جبکہ کافروں نے آپ کو جلاوطن کر دیا تھا) اس میں اخراج کی نسبت کفار کی طرف کی گئی کیونکہ کفار نے جب نکالنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نکلنے کا حکم دیا گویا کہ انہوں نے نکالا۔

واقعۂ ہجرت:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ (جبکہ دو آدمیوں میں سے ایک آپ تھے) دو میں سے ایک جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ ثالث ثلاثة (المائدہ: ۷۳) اور وہ دونوں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

نحو: حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ اِذْ هُمَا (جس وقت کہ دونوں) یہ اذ اخرجه سے بدل ہے۔ فِی الْغَارِ (غار میں تھے) ثور کے بلند حصہ میں غار ہے مکہ سے ایک گھنٹہ کے سفر پر مکہ سے دائیں جانب ثور پہاڑ ہے۔ اسی میں تین دن قیام رہا۔ اِذْ

يَقُوْلُ (جبکہ آپ فرما رہے تھے) یہ دوسرا بدل ہے۔ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (اپنے ساتھی سے تم غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے) نصرت وحفاظت کے ساتھ۔

یہ بھی کہا گیا کہ مشرکین نے غار کے اوپر پہنچ کر جھانکا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خطرہ محسوس ہوا۔ تو عرض کی اگر آج پکڑے گئے تو اللہ تعالیٰ کا دین ختم ہو جائے گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ ماظنك باثنين الله ثالثهما (بخاری ومسلم کے الفاظ اس سے کچھ مختلف ہیں۔) ایک قول یہ ہے کہ جب آپ غار میں داخل ہو چکے تو دو کبوتر اللہ تعالیٰ نے بھیجے۔ انہوں نے اس کے نچلی جانب انڈے دے دیئے اور مکڑی کو بھیج دیا۔ اس نے جالا بن دیا۔ (بزار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللّٰھم أعم ابصارھم (اس کی سند نہیں) وہ غار کے اردگرد پھرنے لگے مگر ان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں سے آپ کی حفاظت فرمائی۔

علماء کا قول:

جو شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکر ہے۔ وہ کافر ہے کیونکہ اس سے کلام اللہ کا انکار لازم آتا ہے۔ اور بقیہ صحابہ کیلئے یہ نہیں (مگر وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بھی ظاہر ہے فافہم)

نزولِ سکینہ:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ (پس اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی نازل فرمائی) جو آپ کے قلب اطہر میں امن ڈالا گیا جس سے اس موقع پر سکون حاصل ہوا اور آپ نے جانا کہ دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ عَلَيْهِ (آپ پر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کیونکہ وہی آپ کے متعلق ڈر رہے تھے۔ اور آپ تو پرسکون تھے۔ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا) نمبر۱۔ وہ فرشتے تھے جنہوں نے کفار کے چہروں اور آنکھوں کو آپ کی طرف دیکھنے سے پھیر دیا۔ نمبر۲۔ بدر اور احزاب میں فرشتوں سے امداد فرمائی اور اسی طرح حنین کے دن۔ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا (اور کافروں کی بات کو کر دیا) یعنی کفر کی طرف ان کی دعوت کو السُّفْلٰى (نیچا) وَكَلِمَةُ اللّٰهِ (اور اللہ ہی کا بول) اسلام کی طرف دعوت هِيَ الْعُلْيَا (رہا اونچا) هِيَ ضمیر فاصل ہے۔ یعقوب نے كلمةَ اللّٰه نصب سے پڑھا عطف کی بناء پر اور رفع کی صورت میں جملہ مستانفہ ہے اور یہ بہتر وجہ ہے کیونکہ وہ اس وقت سے لے کر اب تک بلند ہے۔

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ (اور اللہ تعالیٰ زبردست) وہ اپنی مدد سے اہل حق کو عزت دیتا ہے۔ حَكِيْمٌ (حکمت والا ہے) اہل شرک کو اپنی حکمت سے ذلیل کرتا ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ

نکل کھڑے ہو ہلکے ہونے کی حالت میں اور بھاری ہونے کی حالت میں، اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا

تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ اگر قریب ہی میں سامان ملنے والا ہوتا اور سفر معمولی ہوتا تو

لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا

وہ آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو مسافت دور دراز نظر آئی اور وہ عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی

ع ۱۲ لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾

تو ہم ضرور آپ کے ساتھ نکلتے۔ وہ اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

سامان (اسلحہ اسباب) خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ کی راہ میں نکلو:

آیت ۴۱: اِنْفِرُوْا خِفَافًا (اورتم نکل پڑو تھوڑے سامان سے) اس کی طرف نشاط سے جاؤ۔ وَّ ثِقَالًا (زیادہ سامان سے) اس کے متعلق مشقت محسوس کرتے ہوئے۔ نمبر۲۔ خفاف جب تمہارے اہل و عیال تھوڑے ہوں اور ثقال اہل و عیال زیادہ ہوں۔ نمبر۳۔ کم مقدار میں اسلحہ ہو یا خوب اسلحہ ہو۔ نمبر۴۔ سوار اور پیدل نمبر۵۔ جوانی و بڑھاپے میں نمبر۶۔ کمزور اونٹوں پر اور موٹے تازے اونٹوں پر نمبر۷۔ صحت مندی اور مرض کی حالت میں۔

وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ (اور جہاد کرو اپنے مال اور جان سے) ان دونوں کے ساتھ جہاد ممکن ہو۔ تو دونوں کے ذریعہ۔ اور اگر ایک سے ممکن ہو تو ایک کے ساتھ جس طرح حالت و ضرورت ہو۔ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ (اللہ کی راہ میں) جہاد خَيْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) اس کے چھوڑنے سے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم یقین رکھتے ہو) اس کا بہتر ہونا تو پھر اسکی طرف سبقت کرو۔

آیت ۴۲: شانِ نزول: جو منافقین غزوۂ تبوک میں پیچھے چھوڑ دیئے گئے ان کے متعلق اتری۔

تذکرۂ تبوک اور بہانہ باز منافقین:

لَوْ كَانَ عَرَضًا (اگر وہ ہوتا سامان) دنیا کے جو منافع سامنے آئیں کہا جاتا ہے الدنيا عرض حاضر يا كل منه البر والفاجر۔ یعنی اگر ان کو غنیمت کی طرف دعوت دی جاتی۔ قَرِيْبًا (جلد ہاتھ لگنے والا) آسانی سے میسر ہونے والی۔ وَّ سَفَرًا قَاصِدًا (اور سفر بھی معمولی سا ہوتا) درمیانہ قریبی سفر، القاصد اور القصد معتدل کو کہتے ہیں۔ لَّاتَّبَعُوْكَ (تو یہ لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے) وہ نکلنے میں آپکی موافقت کرتے۔ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ (لیکن ان کو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی) دور کی پر مشقت مسافت وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ (یہ ابھی اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے) یہ نبوت کے نشانات میں سے ہے کہ آئندہ پیش آنے والی بات کی خبر دی

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا

اللہ نے آپ کو معاف فرما دیا آپ نے ان کو کیوں اجازت دی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے

وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور جب تک آپ جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے۔ آپ سے وہ لوگ اجازت نہیں مانگتے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں

اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٤﴾ اِنَّمَا

کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اور اللہ متقیوں کو جانتا ہے۔ آپ سے

يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ

وہی لوگ اجازت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ

سو وہ اپنے شک میں حیران ہیں اور اگر وہ لوگ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لئے ضرور تیاری

عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٤٦﴾

کرتے لیکن اللہ نے ان کے جانے کو پسند نہیں فرمایا سو ان کو روک دیا اور کہا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

جو منافقین کی طرف سے لوٹنے کے وقت پیش آنے والی تھی۔ چنانچہ جیسا کہا اسی طرح پیش آیا۔ باللّٰہ، سَيَحْلِفُوْنَ کے متعلق ہے یا یہ بھی ان کے من جملہ کلام میں سے ہے۔ اور دونوں صورتوں میں قول مراد ہے یعنی سیحلفون المتخلفین عند رجوعك من غزوة تبوك معتذرین یقولون باللّٰہ لو استطعنا لخرجنا معکم۔ مختلف لوگ آپ کو غزوہ تبوک سے رجوع کے وقت معذرت کرتے ہوئے قسمیں اٹھائیں گے۔ کہ اللہ کی قسم اگر ہم میں استطاعت ہوتی تو ضرور تمہارے ساتھ نکل کر جاتے۔

نمبر۲۔ سیحلفون باللّٰہ یقولون لو استطعنا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کی قسمیں لو استطعنا کہتے ہوئے اٹھائیں گے اور لخرجنا کو جواب قسم کے قائم مقام لائے اور لو کے جواب میں بھی۔ اور استطاعت کا مطلب۔ تیاری کی استطاعت یا بدنی استطاعت گویا انہوں نے اپنے آپ کو بتکلف بیمار ظاہر کیا۔ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ (وہ لوگ اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں) یہ سیحلفون سے بدل ہے یا اس سے حال ہے۔ یعنی مھلکین انفسھم مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے نفوس کو جھوٹی قسموں سے ہلاک کرنے والے ہیں یا لخرجنا سے حال ہے یعنی ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے خواہ ہماری جانیں گرمی میں جانے کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں اور ہمیں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا پڑتا۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں) اس بات میں جو وہ کہتے ہیں۔

لطیف عتاب:

آیت ۴۳: عَفَا اللّٰہُ عَنْكَ (اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا) یہ لغزش سے کنایہ ہے کیونکہ عفو اس کے بعد لائے۔ اور یہ لطیف عتاب ہے۔ خطاب میں عفو کو صدر کلام میں لائے۔ اس میں آپ ﷺ کی تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ اور کسی پیغمبر کے لئے اس طرح مذکور نہیں۔

آپ ان کو اجازت نہ دیتے تا کہ ان کا سچ جھوٹ سامنے آتا:

لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (آپ نے ان کو اجازت کیوں دیدی تھی) یہ اس کا بیان ہے جس کو عفو کے ساتھ کنایۃً ذکر کیا گیا تھا۔ مطلب یہ ہے آپ کو کیا ہوا کہ آپ نے ان کو غزوہ سے بیٹھ رہنے کی اجازت دیدی جبکہ وہ آپ سے اجازت طلب کرنے آئے اور آپ کے سامنے اپنے بہانے پیش کئے۔ آپ نے اذن میں تاخیر کیوں نہ فرمائی؟ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے) آپ کے سامنے سچا معذور اور جھوٹا عذر خواہ واضح ہو جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ دو باتیں تھیں جنکا آپ کو حکم ابھی نہ ملا تھا مگر آپ نے ان کو کیا نمبر ا۔ منافقین کو اجازت نمبر ۲۔ فدیۂ اساریٰ بدر۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا۔

مَسْئَلَہ: انبیاء علیہم السلام کو اجتہاد جائز ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے یہ اجتہاد سے کیا۔ اور عتاب کی وجہ ترک افضل تھی۔ انبیاء علیہم السلام کو ترک افضل پر بھی عتاب کیا جاتا کیونکہ ان کے مراتب اعلیٰ ہوتے ہیں۔

مؤمن پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے:

آیت ۴۴: لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا (جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اجازت نہیں مانگیں گے۔ جہاد کرنے میں) مسلمانوں کی یہ عادت نہیں کہ وہ جہاد سے اعراض کرتے ہوئے آپ سے اجازت طلب کریں۔ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ (اپنے مال اور جان کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے) ان کے لئے بہت بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

طالبین اجازت منکرِ آخرت ہیں:

آیت ۴۵: اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (آپ سے وہ لوگ رخصت مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے) یعنی منافقین ان کی تعداد انتالیس ۳۹ تھی۔ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ (اور ان کے دِل شک میں پڑے ہوئے ہیں) ان کو اپنے دین میں اشتباہ ہے۔ اور اپنے عقیدہ میں وہ مضطرب ہیں۔ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ (پس وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے حیران ہیں) وہ حیران ہیں کیونکہ تردد کا معنی شک وشبہ میں پڑنا۔ الثبات کا معنی دلیل سے کسی چیز کا ماننا۔

اگر بول سچے ہیں تو کچھ تیاری کرتے:

آیت ۴۶: وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ (اگر وہ چلنے کا ارادہ کرتے تو اس کا سامان درست کرتے) خروج یا جہاد کیلئے

لَوْ خَرَجُوْا فِیْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ یَبْغُوْنَكُمُ

اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکل جاتے تو زیادہ فساد کرنے کے سوا کچھ کام نہ کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ پردازی کی فکر میں تیزی کے ساتھ

الْفِتْنَةَ ۚ وَفِیْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ

دوڑے پھرتے ' اور تمہارے اندر وہ لوگ ہیں جو ان کے لئے جاسوسی کرنے والے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔ وہ پہلے سے

ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰی جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ

فتنہ پردازی کی فکر میں لگے رہے ہیں اور آپ کے لئے کارروائیوں کا الٹ پھیر کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا

اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَلَا تَفْتِنِّیْ ؕ

حکم غالب ہوا حالانکہ ان کو ناگوار ہو رہا تھا اور ان میں ایسا شخص بھی ہے جو کہتا ہے کہ آپ مجھے اجازت دیجئے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے

اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۹﴾

خبردار وہ فتنے میں پڑ چکے ہیں اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرنے والا ہے۔

عُدَّۃً (کسی قدر) تیاری، کیونکہ وہ خوشحال تھے۔لو ارادوا الخروج کیونکہ خروج اور غزوہ کیلئے تیاری کرنے کی نفی کا معنی دے رہا تھا۔تو فرمایا:وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا) انکا خروج کیلئے اٹھنا اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا۔گویا اس طرح فرمایا ماخرجوا ولکن تشبطوا عن الخروج لکراھۃ انبعاثھم۔وہ نہیں نکلے لیکن خروج سے باز رہے۔کیونکہ وہ اٹھنا پسند نہیں کرتے۔فَثَبَّطَهُمْ (اس لئے ان کو توفیق نہیں دی) پس ان کو سست کر دیا اور جانے کیلئے رغبت کمزور کر دی۔التثبیط کسی معاملے سے بے رغبتی کرتے ہوئے رکنا۔وَقِیْلَ اقْعُدُوْا (اور یوں کہہ دیا گیا کہ تم یہاں بیٹھے رہو) انہوں نے ایک دوسرے کو کہا یا نمبر۲۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ناراض ہو کر کہا۔نمبر۳۔شیطان نے بطور وسوسہ کہا۔مَعَ الْقٰعِدِیْنَ (اپاہج لوگوں کے ساتھ) اس میں ان کی مذمت ہے۔اور ان کو عورتوں اور بچوں اور مزمن امراض والوں کے ساتھ شامل کیا گیا۔جنکا کام ہی گھروں میں رہنا ہے۔

منافقین کے نکلنے میں فتنہ پردازی کا نقصان ہے:

آیت ۴۷: لَوْ خَرَجُوْا فِیْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ (اگر وہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو جاتے تو نہ اضافہ کرتے) تمہارے ساتھ نکل کر اِلَّا خَبَالًا (مگر شر و فساد)

نَحو: نمبر۱ یہ استثناء متصل ہے۔کیونکہ معنی یہ ہے۔وہ اور کسی چیز میں اضافہ نہ کرتے سوائے فساد کے۔نمبر۲۔استثناء منقطع یہ

ہے کہ مستثنٰی اور مستثنٰی منہ کی جنس الگ ہو جیسا کہتے ہیں ما زادو کم خیرًا الا خبالًا وہ تمہاری بھلائی میں اضافہ نہ کریں گے مگر فساد کا۔ اس کلام میں مستثنٰی منہ مذکور نہیں ہے۔ جب مذکور نہ ہو۔ تو اس وقت استثناء کسی بھی چیز سے ہوتا ہے۔ پس استثناء متصل ہے۔ کیونکہ خبال اس کا بعض حصہ ہے۔ وَّلَا۟ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ (تو وہ تمہارے درمیان دوڑے دوڑے پھرتے) وہ تمہارے درمیان لڑائی جھگڑے اور چغل خوری کی کوشش کرتے اور باہمی معاملات کو بگاڑتے۔ کہا جاتا ہے وضع البعیر و ضعًا جبکہ اونٹ تیز چلے اور اوضعتہ انا مطلب یہ ہے کہ تمہارے درمیان اپنی سواریاں دوڑاتے اور اس سے مراد چغل خوری میں تیزی کرنا ہے۔ کیونکہ سوار پیدل سے زیادہ تیز ہوتا ہے۔

رسم الخط: ولا۟ اوضعوا الف زائدہ کے ساتھ۔ عربی خط سے قبل فتحہ کو الف کی صورت میں لکھا جاتا تھا اور عربی رسم الخط نزول قرآن کے قریبی زمانہ میں ایجاد ہوا۔ اور طبائع میں اس الف کا اثر باقی تھا۔ پس انہوں نے ہمزہ کو الف کی صورت میں لکھ دیا۔ اور دوسرے الف سے اس کو فتحہ دیا اور اس کی دوسری نظیر اَوْلَا۟ اذْبَحَنَّهٗ (النمل: پ/۲۱) ہے۔

يَبْغُوْنَكُمُ (تمہارے درمیان) یہ اوضعوا کی ضمیر سے حال ہے۔ الْفِتْنَةَ (فتنہ پردازی کی فکر میں) وہ خواہش مند ہیں کہ تمہیں فتنے میں مبتلا کریں اس طرح کہ تمہارے درمیان اختلاف ڈالیں اور غزوہ کے متعلق تمہاری نیات میں بگاڑ و فساد پیدا کردیں۔ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ (اور تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں) جاسوس ہیں جو تمہاری باتیں سن کر ان کو منتقل کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب سمجھے گا) مراد منافقین کو۔

منافقین کی ایک بڑی سازش:

آیت ۴۸: لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ (انہوں نے فتنہ پردازی کی فکر کی تھی) نمبر ۱۔ لوگوں کو منع کر کے۔ نمبر ۲۔ تبوک سے واپسی پر گھاٹی کی رات آپ پر اچانک حملہ کرنا چاہا۔ نمبر ۳۔ احد کے دن واپس لوٹ کر۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) غزوۂ تبوک سے پہلے وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ (اور آپ کے لئے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے) آپ کے متعلق مختلف حیلے بہانے کئے اور آپ کا معاملہ خراب کرنے کیلئے اپنی آراء سے دامن تزویر پھیلایا۔ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ (یہاں تک کہ سچا وعدہ آگیا) وہ آپ کی تائید و مدد ہے۔ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ (اور اللہ کا حکم غالب رہا) اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہوا اور شریعت کا جھنڈا لہرانے لگا۔ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (اور ان کو ناگوار ہی گزرتا رہا) ان کی ناپسندیدگی کے باوجود۔

بعض منافقین کا عذر بر تر از گناہ:

آیت ۴۹: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ (ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھ کو اجازت دے دو اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالو) تو مجھے فتنہ میں نہ ڈال۔ یعنی گناہ میں۔ اس طرح کہ تم مجھے اجازت دے دو تا کہ تیری اجازت کے بغیر پیچھے رہ جانے سے میں گناہ میں مبتلا نہ جاؤں۔ نمبر ۲۔ تم مجھے ہلاکت میں مت ڈالو کیونکہ میرے چلے جانے سے میرے مال و اہل ہلاک ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ جد بن قیس منافق نے یہ بات کہی۔ کہنے لگا انصار کو معلوم ہے کہ میں عورتوں کا بڑا شوق مند ہوں۔ تم

إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا

اگر آپ کو اچھی حالت پیش آ جائے تو انہیں بری لگتی ہے۔ اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچ جائے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی

أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ

اپنا کام سنبھال لیا تھا اور پشت پھیر کر خوش ہوتے ہوئے چل دیتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس کے علاوہ ہمیں تکلیف نہ پہنچے گی جو اللہ نے

اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ

ہمارے لئے لکھ دی ہے وہ ہمارا کارساز ہے اور ایمان والے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔ آپ فرما دیجئے کہ

تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُّصِيبَكُمُ

تم ہمارے بارے میں یہی انتظار کرتے ہو کہ ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی مل جائے اور ہم تمہارے بارے میں یہ انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تم پر

اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوٓا إِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾

اپنے پاس سے کوئی عذاب بھیج دے یا ہمارے ہاتھوں سے عذاب دے دے۔ سو تم انتظار کرو بلا شبہ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہیں

رومیوں کی عورتوں میں لے جا کر مجھے فتنہ میں نہ ڈالو۔ کہیں ان کے عشق میں نہ مبتلا ہو جاؤں۔ البتہ مال سے معاونت کر سکتا ہوں۔ مجھے یہیں رہنے دیں۔ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا (خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے) فتنہ تو اصل وہی ہے جس میں وہ مبتلا ہیں اور وہ جہاد سے تخلف ہے۔ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ (اور یقیناً دوزخ ان کافروں کو گھیرے گی) ابھی کیونکہ احاطہ کے اسباب ان میں موجود ہیں۔ نمبر ۲۔ قیامت کے دن ان کو گھیرے گی۔

منافقین بیدار مغزی کے چیمپین:

آیت ۵۰: اِنْ تُصِبْكَ (اگر آپ کو پیش آتی ہے) بعض غزوات میں حَسَنَةٌ (کوئی اچھی حالت) کامیابی اور غنیمت تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ (تو وہ ان کے لئے باعث غم ہوتی ہے۔ اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آ پڑتا ہے) تکلیف اور بعض غزوات میں سختی جیسا احد کے دن ہوا۔ يَقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا (تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر چکے تھے) وہ احتیاط، بیدار مغزی اور محتاط عمل جس کی ہم نشاندہی کرتے تھے۔ مِنْ قَبْلُ (پہلے سے) اس واقعہ سے پہلے۔ وَيَتَوَلَّوْا (اور وہ چلے جاتے ہیں) وہ واقعہ کے مقام سے اپنے اہل کی طرف لوٹتے ہیں۔ وَّهُمْ فَرِحُوْنَ (خوش ہوتے ہوئے) وہ خوش و خرم ہیں۔

آیت ۵۱: قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا (آپ فرما دیں ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے) جو خیر و شر تقدیر میں تھا۔ هُوَ مَوْلٰنَا (وہ ہمارا مالک ہے) جو ہمارا نگہبان ہے اور ہم اس کی راہ میں چلنے والے ہیں۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (سب مسلمانوں کو اپنے سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کرنے چاہئیں) مومنوں کا حق یہی ہے

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۳ وَمَا

آپ فرما دیجئے کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے ہرگز تم سے قبول نہ کیا جائے گا' بلاشبہ تم نافرمان لوگ ہو اور ان کے

مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا

صدقات قبول کئے جانے سے کوئی چیز اس کے سوا مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا' اور یہ لوگ

يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝۵۴

نماز نہیں پڑھتے مگر سستی کے ساتھ اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى

سو آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد تعجب میں نہ ڈالیں' اللہ یہی چاہتا ہے کہ انہیں دنیا والی زندگی میں ان چیزوں کے ذریعہ

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۵۵ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ

عذاب دے اور یہ کہ ان کی جانیں اس حال میں نکل جائیں کہ کفر کی حالت میں ہوں۔ وہ لوگ قسم کھاتے ہیں کہ بلاشبہ وہ تم میں سے ہیں

وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝۵۶ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا

حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں' لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ یا کوئی غار مل جائے یا گھس بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ حاصل ہو جائے

لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝۵۷

تو پیٹھ پھیر کر جلدی سے اسی کی طرف دوڑتے چلے جائیں۔

کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر بھروسہ نہ کریں۔

دو دو باتوں کے منتظر مؤمن مدد الٰہی و شہادت کے اور کافر عذاب اور کفر پر قتل کے:

آیت ۵۲: قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ (آپ فرمادیں تم تو ہمارے بارے میں منتظر رہتے ہو) ہمارے متعلق منتظر ہو۔ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ (مگر دو بہتریوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو) وہ مدد الٰہی اور شہادت ہے۔ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ (اور ہم تمہارے بارے میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں) دو میں سے ایک برائی کے حاصل ہونے کے یا تو اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ (کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا اپنی طرف سے) وہ آسمان سے اترنے والا عذاب جیسا عاد و ثمود پر اترا۔ اَوْ بِاَيْدِيْنَا (یا ہمارے ہاتھ سے) عذاب، کفر میں قتل کیا جانا۔ فَتَرَبَّصُوْۤا (پس تم انتظار کرو) تم ہمارے بارے میں منتظر رہو۔ جب ہم نے ذکر کر دیا۔ اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ (ہم تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں) کہ تمہارا انجام کیا ہوتا ہے۔

آیت ۵۳: قُلْ اَنْفِقُوْا (آپ فرمادیں تم خرچ کرو) نیکی کے راستہ میں طَوْعًا اَوْ كَرْهًا (خوشی و ناخوشی) پسند و ناپسند۔

نحو : یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔
قراءت: حمزہ، علی نے کُرْهًا۔ کاف کی پیش سے پڑھا ہے۔ یہ امر ہے جو خبر کے معنی میں ہے۔

تمہاری کوئی بات قابل قبول نہیں:

مطلب یہ ہے۔ لَّن يُتَقَبَّلَ مِنكُمْ (تم سے کسی طرح قبول نہ ہوگا) ای انفقتم طوعًا او کرھا تم پسند و ناپسند جس صورت میں بھی خرچ کرو ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں اسی طرح فرمایا۔ استغفرلھم او لاتستغفر لھم (التوبہ: ۸۰) ان کے حق میں استغفار کرنا نہ کرنا برابر ہے۔
اور ایک شاعر کا یہ قول

اَبینی بنا اواحسنی لا ملومةً ☆ لدینا ولا مقلیّة ان تقلّت

ہم تمہیں ملامت نہ کریں گے تو ہمارے ساتھ بدسلوکی کرے یا احسان سے پیش آئے اور اس کا عکس بھی جائز ہے جیسا اس قول میں۔ رحم الله زیدًا اور اس کا معنی ان کی بات قبول نہ کرنا ہے۔ کہ آپ ﷺ ان کی بات قبول نہ کریں۔ بلکہ رد کر دیں۔ یا اللہ اس کو ثواب و بہتری نہ دے (گویا بددعا ہے) طوعًا کا مطلب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لازم کرنے کے بغیر۔ کرھًا کا مطلب لازم کرنے والے ہیں۔ الزام کو اکراہ اسلئے کہا کیونکہ وہ منافق تھے۔ انکا الزام انفاق تھا جو اکراہ کی طرح ان پر بھاری تھا۔ اِنَّكُمْ (بلاشبہ تم) انفاق کو رد کرنے کی علت ذکر کی۔ كُنتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (بلاشبہ تم عدولی حکم کرنے والے لوگ ہو) سرکشی کرنے والے اور حدود کو توڑنے والے۔

صدقہ قبول نہ کرنے کی وجہ کفر ہے:

آیت ۵۴: وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ (اور ان کے خیر خیرات قبول ہونے میں اور کوئی چیز مانع نہیں) حمزہ و علی نے يُقْبَلَ یا سے پڑھا ہے۔ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا (مگر یہ کہ انہوں نے کفر کیا) منع کا فاعل ھم ہے۔ اور ان تقبل مفعول ہے۔ مطلب یہ ہے ان کے نفقات کو قبول نہ کرنے کی وجہ انکا کفر ہے۔ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى (اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ نماز نہیں پڑھتے مگر ناگواری سے) کسالیٰ جمع کسلان اور وہ ناپسندیدگی سے خرچ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے طالب نہیں ہیں۔ نکتہ: پہلی آیت میں طوعا سے ان کی تعریف کی گئی اور یہاں اس کی نفی کر دی۔ کیونکہ طوع سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لازم کرنے کے بغیر اس کو خرچ کرتے ہیں۔ یا اپنے رؤسا کی مرضی کے بغیر اور یہ اطاعت بھی اضطراری ہے رغبت و اختیار سے قطعاً نہیں۔ وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (اور خرچ نہیں کرتے مگر ناپسندیدگی کے ساتھ)

منافقین کے لئے ان کے اموال باعثِ عذاب ہیں:

آیت ۵۵: فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (پس ان کے مال اور

اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیوی زندگی میں عذاب میں گرفتار رکھے) الا عجاب بالشیء۔ کسی چیز پر رضامندی والی خوشی ہو اور اس کے حسن پر تعجب ہو۔ مطلب یہ ہے کہ۔ نمبر۱۔ ان کو جو دنیا کی زینت ملی ہے اس کو مستحسن مت قرار دو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس سے ان کو مصائب کے ساتھ سزا دینا مقصود ہے۔ نمبر۲۔ یا خیر کے راستوں پر خرچ کروا کر جبکہ اندرونی طور پر یہ نہیں چاہتے۔ نمبر۳۔ ان کے اموال لوٹ کر اور ان کی اولاد کو قید کر کے۔ نمبر۴۔ مال کو جمع کر کے۔ اس سے محبت کر کے اور اس کے متعلق بخل اختیار کر کے اور اس پر خوف ڈال کر ان کو عذاب دیا۔
وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (اور ان کی جانیں کفر ہی کی حالت میں نکل جائیں) ان کی روحیں نکلتے وقت، الزھوق مشقت سے نکلنا۔ نکتہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندے کیلئے اصلح اللہ تعالیٰ پر لازم والا معتزلہ کا عقیدہ باطل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اطلاع دی ہے کہ منافقین کو مال و اولاد تعذیب اور اماتت علی الکفر کیلئے دیا ہے۔ معاصی بھی اس کے ارادہ سے ہوتے ہیں کیونکہ ارادہ عذاب خود اس چیز کا ارادہ ہے جس پر اسے سزا دی جا رہی ہے۔ اسی طرح کفر پر مارنے کا ارادہ۔

منافقین کا دعویٰ مسلمانی ڈر کی وجہ سے:

آیت ۵۶: وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ (یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں) وہ من جملہ مسلمانوں میں سے ہیں وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ (حالانکہ وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ ڈرپوک لوگ ہیں) وہ قتل سے ڈرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں جو مشرکین سے کیا جانے والا ہے۔ پس تقیہ کے طور پر اسلام کو ظاہر کرتے ہیں۔

وہ پناہ گاہ کے متلاشی ہیں:

آیت ۵۷: لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً (اگر ان لوگوں کو کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی) بچنے کیلئے پناہ کی جگہ خواہ پہاڑ کی چوٹی ہو یا قلعہ یا جزیرہ۔ اَوْ مَغٰرٰتٍ (یا غار) غاریں اَوْ مُدَّخَلًا (یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ) سرنگ جس میں گھس سکیں۔ یہ دخل باب سے مفتعل کا وزن ہے۔ لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ (تو یہ ضرور اس کی طرف تیزی سے چل دیتے) وہ ضرور اس کی طرف متوجہ ہونگے۔ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ (اس حال میں کہ منہ اٹھائے ہوئے) وہ اتنی تیزی سے اس کی طرف جائیں گے کہ کوئی چیز ان کو واپس نہ کر سکے گی یہ الفرس الجموح منہ زور گھوڑے سے لیا گیا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ

اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں' سو اگر ان میں سے ان کو دے دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان میں سے نہ دیا جائے

اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝۵۸ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا

تو اسی وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں' اور ان کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ اس پر راضی ہوں جو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں دیا اور وہ یوں کہیں

حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝۵۹ ع ۱۷/۱۳

کہ اللہ ہمیں کافی ہے۔ عنقریب اللہ ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے گا اور اس کا رسول ﷺ بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي

صدقات صرف فقراء کے لئے اور مساکین کے لئے اور ان کارکنوں کے لئے ہیں جو صدقات پر متعین ہیں اور ان لوگوں کے لئے جن کی دلجوئی کرنا منظور ہو اور

الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶۰

گردنوں کے چھڑانے میں' اور قرض داروں کے قرضہ میں اور اللہ کے راستہ میں' اور مسافروں کے لئے ہیں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ علیم ہے اور حکیم ہے۔

صدقات میں طعنہ زنی:

آیت ۵۸: وَمِنْهُمْ (اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں) منافقین میں سے مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ (جو صدقات کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں) صدقات کی تقسیم میں آپ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ (پس اگر ان صدقات میں سے ان کو مل جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان کو نہیں ملتا تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں) اِذَا، مفاجات کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو نہ ملے تو اچانک ناراض ہو جاتے ہیں۔ منافقین کی یہ حالت بیان کی کہ ان کی ناراضگی یا رضامندی ذاتی ہے۔ دینی نہیں اور نہ ہی اہل اسلام کیلئے ہے۔

آپ ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقعہ پر اہل مکہ کی دلجوئی کیلئے ان کو غنائم میں سے کثرت سے مال عنایت فرمایا۔ اس پر منافقین کو تنگی اور اکتاہٹ محسوس ہوئی۔

ان کو تقسیم رسول دل سے پسند کرنی چاہیے:

آیت ۵۹: وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ (اور اگر وہ اس پر راضی رہتے جو کچھ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے اور آئندہ اللہ اپنے فضل سے ہم کو اور دیگا اور اس کے رسول دینگے ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں) لَوْ، کا جواب محذوف

ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے: ولو انھم رضوا لکان خیرًا لھم۔مطلب یہ ہے اگر وہ اس مال غنیمت پر راضی ہو جاتے جو اللہ کے رسول نے ان کو دیا اور دل سے پسند کرتے خواہ انکا حصہ قلیل ہی کیوں نہ ہو بلکہ وہ اس طرح کہتے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے لئے کفایت کرنے والا ہے۔اور اس کی مرضی ہمارے لئے کافی ہے اور جو ہمیں تقسیم کر کے دے دیا۔وہ مناسب ہے۔عنقریب اللہ تعالیٰ اور مال غنیمت ہمیں عنایت فرما دیں گے اور اس کا رسول ﷺ اس سے بڑھ کر عنایت فرمائے گا جتنا آج ہمیں ملا۔بیشک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں اس بات میں کہ وہ اپنے فضل سے ہمیں غنیمت عنایت فرمائے گا۔

اگلی آیت میں مال صدقات کو خرچ کرنے کے مواقع ذکر فرما دیئے۔

مواقع صدقات کی تفصیل:

آیت ٦٠: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ (صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا) اللہ تعالیٰ نے جنس صدقات کو ان محدود اقسام پر خرچ کرنے کا حکم فرمایا کہ یہ افراد اس کے ساتھ خاص ہیں۔ان کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نہ جائیں گے گویا اس طرح فرمایا۔انما ھی لھم لا لغیرھم ۔یہ انہی کے لئے ہیں نہ کہ اوروں کیلئے۔جیسا کہا جاتا ہے انما الخلافة لقریش اس سے مراد ان سے تجاوز نہ کرے گی اور نہ غیر کو ملے گی۔

البتہ یہ احتمال ہے کہ تمام اصناف میں خرچ کیا جائے یا بعض اصناف میں خرچ کر دینا کافی ہے۔جیسا کہ احناف کا قول ہے۔ حضرت حذیفہ۔ابن عباس وغیرہما صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے مروی ہے۔جس قسم میں بھی تم نے خرچ کر دیا تمہارے لئے کافی ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تمام اصناف میں صرف کرنا ضروری ہے۔اور یہ عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

فقیر وہ ہے جو سوال نہ کرے کیونکہ اس کے پاس اپنی موجودہ حالت کیلئے کافی ہے۔

مسکین وہ ہے جو سوال کرے کیونکہ اس کے پاس کچھ نہیں یہ پہلے سے حالت میں کمزور تر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے برعکس تعریف ہے۔

وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا (اور وہ کارکن جو ان صدقات پر متعین ہیں) وہ لوگ جو صدقات کے جمع کرنے پر مامور ہوں۔ وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ (اور ان لوگوں کے لئے جن کی دل جوئی منظور ہو) اشراف عرب جن کے دلوں کی تالیف کیلئے تا کہ اسلام لے آئیں یا جو اسلام لے آئے ہیں وہ اس پر پختہ ہو جائیں۔آپ ﷺ نے ان کو عنایت فرمایا۔وَفِي الرِّقَابِ (اور غلاموں کی گردنیں چھڑانے کے لئے) وہ مکاتب جن کو بدل کتابت کی ادائیگی کیلئے رقم درکار ہے تا کہ وہ آزاد ہو جائیں۔وَالْغٰرِمِيْنَ (اور قرض داروں کے قرضہ کیلئے) جو قرض میں دبے ہوئے ہیں۔وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور اللہ کی راہ میں) فقراء غازی یا وہ حاجی جو راستہ میں لٹ پٹ جائیں۔وَابْنِ السَّبِيْلِ (اور مسافروں کیلئے) وہ مسافر جو اپنے مال سے دور پڑا ہے۔

نکتہ: آخری چار میں لام کی بجائے فی لایا گیا ہے۔تا کہ یہ بتلایا جائے کہ یہ لوگ پہلے لوگوں کی نسبت صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔فی ظرفیت کے لئے ہے۔اس پر دینے والوں کو متنبہ کیا کہ یہ ایسے برتن ہیں جو اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان میں صدقہ ڈالا جائے اور صدقہ کا مقام ان کو قرار دیا جائے۔اور فی کو فی سبیل اللہ اور ابن سبیل میں دوبارہ لا کر اشارہ کر دیا کہ ان کو رقاب اور

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِىَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۚ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ

اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو نبی کو تکلیف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بس وہ تو کان ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ تمہارے لئے خیر کا کان ہیں وہ ایمان

بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۚ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ

لاتے ہیں اور اللہ پر یقین کرتے ہیں مومنین کی بات کا اور وہ ان لوگوں کے لئے رحمت ہیں جو تم میں سے مومن ہیں' اور جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو

رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ

تکلیف دیتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تمہیں راضی کر لیں اور اللہ

وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ

اور اس کا رسول ﷺ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں راضی کریں اگر یہ لوگ مومن ہیں' کیا ان لوگوں نے اس بات کو نہیں جانا کہ جو

يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۚ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾

شخص اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے اس کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یہ بڑی رسوائی ہے۔

غارمین کے مقابلہ میں ترجیح وفضل حاصل ہے ان کو صدقہ دو۔ منافقین کے تذکرہ کے دوران۔ اس آیت کو لا کر یہ دلالت کرنا مقصود ہے کہ مصارف صدقات یہی ہیں۔ اور نہیں، اور جب منافقین ان میں سے کسی قسم میں داخل نہیں۔ تو ان کو صدقات سے طمع ہٹا لینی چاہیے جب وہ صدقات کا مصرف نہیں تو ان کو اس مال سے کیا اور مال کو ان سے کیا تعلق۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ اس مال پر مسلط کرے ان کو اس پر اعتراض کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے۔ مؤلفۃ القلوب کا حصہ خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ابتداء میں اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ساقط مانا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت عنایت فرمائی اور اس بات سے مستغنی و بے نیاز کر دیا۔

قاعدہ: جب حکم کسی خاص مقصد کی وجہ سے لگا ہو تو اس مقصد کے حاصل ہونے اور ختم ہونے سے خود اٹھ جائے گا۔

فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ (یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے) یہ فریضۃ کا لفظ مصدر مؤکد کے معنی میں ہے۔ کیونکہ انما الصدقات کا معنی فرض اللہ الصدقات لھم۔ اب فریضۃ اسی کا مصدر لایا گیا۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ بڑے علم والے) مصلحت کو حَكِيْمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) تقسیم میں حکمت والے ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہہ کر ایذا دینے والے کہ یہ ''کان'' ہے:

آیت ۶۱: وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِىَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ (اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو نبی کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں آپ تو ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں) الاذن سے مراد ایسا آدمی جو ہر سنی سنائی بات کی تصدیق کر دے۔ اور ہر ایک کی بات کو قبول کر لے اور اس ظاہری عضو کو بولتے ہیں جو سننے کا آلہ ہے۔ گویا کہ یہ آدمی صرف کان ہی کان ہے۔ دراصل اس سے

آپ کو تکلیف دینا مقصود تھا۔ اس سے وہ آپ کی مذمت کرنا چاہتے تھے کہ آپ عقل وقلب کے اعتبار سے فرزانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا وہ مطلب بیان فرمایا جس میں آپ کی مدح اور ثنا تھی۔ (اور منافقین کے مقصد کی کنایۃً مذمت کر دی) قُلْ اُذُنُ خَیْرٍ لَّکُمْ (آپ فرما دیں وہ نبی کان لگا کر تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہے) یہ اسی طرح ہے جیسا محاورہ ہے رجل صدق مراد اس سے اس کی کثرت جود وصلاح ہے گویا کہ خود مجسمۂ صدق بن گیا۔ اس طرح ان کو فرمایا ہاں وہ کان ہیں لیکن وہ بہت خوب کان ہیں اور یہ مطلب بھی درست ہے وہ خیر وحق میں کان ہیں۔ اور اس میں جس کا سننا اور قبول کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ وہ کسی بات میں کان نہیں ان کو بری بات سننا گوارا ہی نہیں۔ پھر خیر کے کان ہونے کی خود تفسیر فرمائی۔

یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ (کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کی بات مانتے ہیں جس پر اس کی طرف سے دلائل قائم ہیں۔

وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ (اور مومنین پر اعتماد کرتے ہیں) اور مخلص مؤمن مہاجرین وانصار کی بات کو قبول کرنے والے ہیں۔

فرق: ایمان باللہ کو با کے صلہ سے ذکر کیا اور کیونکہ اس سے وہ تصدیق مراد تھی جو کفر کی ضد ہے اور مؤمنین کیلئے لام کو استعمال کیا کیونکہ اس سے مقصود ان کی باتوں کا سننا ہے۔ اور جو وہ کہیں اس کو تسلیم کرنا۔ اور جو وہ کہیں اس میں ان کو سچا جاننا کیونکہ وہ سچے ہیں۔ یہ مراد ہے دوسرے ارشاد میں ہے وما انت بمؤمن لنا (یوسف:۱۷) با سے یہ خبر کس طرح دی جا سکتی ہے۔

وَرَحْمَةٌ (اور مہربانی کرتے ہیں) اس کو اذن پر عطف کیا۔

قراءت: حمزہ نے ورحمةٍ کسرہ سے پڑھا اور خیر پر عطف کیا ہے۔ یعنی وہ خیر کا کان ہیں۔ اور رحمت کا کان ہیں ان دو کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں سنتے اور نہ قبول کرتے ہیں۔

لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ (ان لوگوں کے حق میں جو تم میں سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں) یعنی وہ رحمت ہیں ان لوگوں کیلئے جو تم میں ایمان لانے والے ہیں یعنی ایمان کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اے منافقو! وہ تو تمہارا ظاہری ایمان قبول کرنے والے ہیں۔ تمہارے اسرار کو نہیں کھولتے اور نہ تم سے وہ سلوک کرتے ہیں جو مشرکین سے کیا جاتا ہے۔ نمبر۲۔ وہ ایمان والوں کے لیے رحمت ہیں اس طرح کہ ان کو کفر سے نکال کر ایمان کی طرف لائے۔ اور آخرت میں ان کی شفاعت اسی دنیا میں قبول کیے ہوئے ایمان کی وجہ سے ہوگی۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک سزا ہوگی) دونوں جہانوں میں۔

مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے قسمیں کھانا' حالانکہ اللہ اور رسول کو راضی کرنا چاہئے:

آیت ۶۲: یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَکُمْ لِیُرْضُوْکُمْ (وہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تم کو راضی کر لیں) اس میں مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔ منافقین طعنہ زنی کرتے یا جہاد سے تخلف اختیار کرتے پھر معذرت کیلئے آجاتے اور پکی قسمیں اٹھا کر معذرتیں پیش کرتے اور مسلمانوں کو راضی کرتے اس میں انہیں فرمایا۔

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ (حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو ان کو راضی کریں) یعنی اگر تم اپنے زعم وخیال کے مطابق مؤمن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کو اطاعت ووفاداری سے

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ

منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان باتوں کو بتادے جو ان کے دلوں میں ہیں آپ فرما دیجئے

اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا

کہ تم مذاق بنالو۔ بلاشبہ اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو۔ اور اگر آپ ان سے سوال کریں گے تو وہ کہہ دیں گے کہ ہم تو بس

نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا

یونہی باتوں میں مشغول تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہنسی کرتے تھے۔ عذر

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً ۢ

بیان نہ کرو۔ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔ اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں گے تو دوسری جماعت کو ہم عذاب دیں گے

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۸ ۱۴

اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔

کرنا تمہارا فرض ہے۔ ہٗ کی ضمیر واحد لا کر بتلا دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی ایک چیز ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہا جاتا ہے احسان زید واجماله نعشنی۔ اب احسان واجمال ایک شئی ہی ہے۔

نمبر۲۔ واللّٰه احق ان یرضوه ورسوله احق ان یرضوه اللہ تعالیٰ اس بات کے حق دار ہیں کہ اس کو راضی کیا جائے اور اس کا رسول بھی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کو راضی کیا جائے۔

اللہ و رسول کا مخالف جہنمی ہے:

آیت ۶۳: اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ (کیا ان کو معلوم نہیں کہ شان یہ ہے) معاملہ اور شان یہ ہے مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا) مخالفت میں جو حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔ یہ حادد، مفاعلہ کے وزن پر ہے۔ یہ الحد سے بنا ہے۔ جیسا الشق سے المشاقہ فَاَنَّ لَهٗ (تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کیلئے) اس کی خبر محذوف ہے۔ یعنی فحق اَنَّ لَهٗ پس واقعہ یہ ہے کہ اسی کے لئے نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ (دوزخ کی آگ ہے اس میں وہ ہمیشہ رہے گا یہ بہت بڑی رسوائی ہے)

منافقین کو اپنے متعلق سورت اُترنے کا خطرہ:

آیت ۶۴: يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ (منافق اس سے اندیشہ کرتے ہیں) یہ خبر ہے جو امر کا معنی دیتی ہے ای لیحذر المنافقون۔

منافقین کو ڈرنا چاہیے۔ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ (کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت اتار دی جائے) مکی و بصری قراء نے تُنْزِلَ تخفیف سے پڑھا ہے۔ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ (جوان کو منافقین کے دل کی بات پر مطلع کر دے) کفر اور منافقت۔ نمبرا۔اس میں ضمیریں منافقین کی طرف لوٹتی ہیں جب سورت ان کے متعلق نازل ہوتی ہے تو گویا ان پر اترتی ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے قل استهزءُ وا ۔ یہ استہزاء کرنے والے منافقین ہی تھے۔نمبر۲۔پہلی دونوں ایمان والوں کی طرف اور تیسری منافقین کی طرف اور یہ درست ہے کیونکہ معنی اس کی طرف لے جاتا ہے۔

امر تہدیدی:

قُلِ اسْتَهْزِءُ وْا (آپ فرمادیں کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو) یہ امر تہدید کیلئے ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ (بے شک اللہ اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس کا تم اندیشہ کرتے تھے) اس کو ظاہر کرنے والے ہیں جس سے تم ڈر رہے ہو۔یعنی تمہیں اپنے نفاق کے ظاہر ہونے کا ڈر ہے۔ چنانچہ منافقین ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں استہزاء کرنے پر محسوس کرتے کہ کہیں وحی نازل ہو کر ان کی رسوائی نہ کر دے۔ یہاں تک کہ بعض کہنے لگے کہ مجھے تو یہ پسند ہے۔کہ سامنے لا کر سو کوڑے مار لیے جائیں مگر کوئی رسوا کن چیز ہمارے بارے میں نہ اترنے پائے۔

استہزاء پر استفسار اور خوش طبعی کا بہانہ کر دیا:

آیت ۶۵ : وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ (اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو ضرور کہہ دیں گے ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے) رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔منافقین کی ایک جماعت آپ سے آگے آگے چل رہی تھی۔وہ آپس میں کہنے لگے اس شخص کو دیکھو شام کے قلعے اور محلات فتح کرنا چاہتا ہے یہ بعید، بہت بعید ہے کہ یہ امید پوری ہو۔اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو مطلع کر دیا آپ نے فرمایا احبسوا علی الرکب ان سوار وں کو روک کر میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا تم نے یہ، یہ بات کی ہے۔اس پر کہنے لگے۔یا نبی اللہ! ہم آپ کے متعلق یا آپ کے اصحاب کے متعلق کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ ہم ایسی بات میں مصروف تھے۔جس سے سفر کی مشقت وصعوبت کم ہو۔ یعنی اگر آپ ان سے پوچھیں تم نے یہ کیوں کر کہا۔تو ضرور یہ جواب دیں گے ہم تو ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔آپ ان کو فرمادیں۔

کیا منافقین کو ہنسی مذاق کے لئے اللہ ورسول ہی ملا ہے:

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُ وْنَ (آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے) نمبرا۔ان کی معذرت کی کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ وہ جھوٹ بول رہے تھے۔پس ان کو اپنے استہزاء کا گویا معترف قرار دیا گیا۔(کہ استہزاء کا تو تمہیں اعتراف ہے اور اب موقعہ جھوٹ بول کر دوسرا بتاتے ہو؟)
نمبر۲۔ہمزہ تقریری کو باللہ و آیاتہ الآیۃ پر داخل کر کے ظاہر کر دیا کہ ان کو اپنے استہزاء کا اعتراف تھا۔کیونکہ یہ ہمزہ ثابت

وقف لازم

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک ہی طرح کے ہیں۔ بری باتوں کا حکم کرتے ہیں اور اچھی باتوں سے

عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ

روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے ' سو اللہ انہیں بھول گیا ' بے شک منافقین

الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

نافرمان ہی ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں سے اور منافق عورتوں سے اور تمام کافروں سے دوزخ کی آگ کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ

فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

رہنے والے ہیں۔ ان کے لئے دوزخ کافی ہے اور اللہ نے ان کو ملعون قرار دیدیا اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

شدہ چیز پر داخل ہوتا ہے۔ گویا وہ مذاق کے معترف تھے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو توبیخ کی کہ یہ موضوع سخن تمہارا غلط ہے۔

جھوٹے بہانے نہ بناؤ تم تو کافر ہو گئے ہو تو بہ کرو:

آیت ۶۶: لَا تَعْتَذِرُوْا (تم اب بہانے مت کرو) اپنے جھوٹے اعذار میں مشغول مت رہو یہ تمہارا منافقت والا راز ظاہر ہونے کے بعد قطعاً فائدہ مند نہ ہونگے۔ قَدْ كَفَرْتُمْ (تم تو کفر کرنے لگے) تم نے تو اپنے استہزاء سے چھپا ہوا کفر ظاہر کر دیا۔ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (اپنے ایمان کے بعد) ایمان کے ظاہر کرنے کے بعد اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ (اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں) ان کی توبہ اور نفاق کے بعد مخلصانہ ایمان لانے سے نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (تو ہم دوسرے گروہ کو تو سزا دیں گے اس سبب سے کہ وہ مجرم تھے) نفاق پر اصرار کرنے والے اور اس سے توبہ کرنے والے نہ تھے۔

قراءت: تُعَذَّب طائفةٌ عاصم کے علاوہ دوسروں نے پڑھا ہے۔

منافقین مرد و عورتیں کامل فاسق ہیں:

آیت ۶۷: اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ (منافق مرد اور منافق عورتیں تعلیم دیتے ہیں) منافق مردوں کی تعداد تین سو (۳۰۰) اور عورتوں کی تعداد ایک سو ستر (۱۷۰) تھی۔ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ (سب ایک طرح کے ہیں) گویا وہ ایک جان کی طرح ہیں۔ اس میں ان کے مؤمن ہونے کی نفی ہے اور ان کی تکذیب ان کے اس قول میں موجود ہے ویحلفون باللّٰہ انھم لمنکم اور یہ وما ھم منکم کو اور پختہ کر رہی ہے۔ ان کی تعریف ایسے الفاظ سے بیان فرمائی جو مسلمانوں کی حالت کے بالکل متضاد و مخالف ہے۔ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ (وہ بری بات کی تعلیم دیتے ہیں) کفر و معصیت کا وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ (اور اچھی بات سے منع کرتے ہیں) اطاعت اور ایمان سے وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ (اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں) نیک مقام پر خرچ سے بخل برتتے ہوئے

اور صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کرتے ہوئے

نَسُوا اللّٰهَ (وہ اللہ کو بھول گئے) اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دیا یا اس کے ذکر سے غفلت اختیار کی فَنَسِيَهُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کا خیال نہ کیا) ان کو اپنی رحمت وفضل سے محروم کر دیا۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (بلاشبہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں) وہ کامل فاسق ہیں جس کو کفر میں سرکشی اور ہر بھلائی سے علیحدگی کا نام دینا چاہئے مؤمن کے لئے یہ ڈانٹ کافی ہے کہ اس کے عمل پر اس برے نام کا اطلاق ہو، جس کو اللہ تعالیٰ نے منافقین کی انتہائی قابل مذمت صفت کہہ کر ذکر کیا۔ (سورۂ حجرات کی آیت میں بھی فرمایا (بئس الاسم الفسوق بعد الایمان)

کفار و منافقین ہمیشہ کی جہنم کے حقدار اور ملعون ہیں:

آیت ۶۸: وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے) اس میں ان کے لئے خلود طے ہو چکا۔ هِيَ (وہ) آگ حَسْبُهُمْ (ان کے لئے کافی ہے) اس میں ان کے عذاب کے بہت بڑے ہونے کی دلالت ہے کہ جس پر اضافے کی ضرورت نہیں۔ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا) ان کی تعذیب کے ساتھ توہین کی جائیگی اور ان کو مذمت میں ملعون شیاطین کے زمرہ میں شامل کر دیا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (اور ان کے لئے لازوال عذاب ہوگا) جو اس جلدی ملنے والی زندگی میں ہمیشہ رہے گا اس سے کبھی الگ نہ کیا جائے گا اور وہ۔ نمبر۱۔ منافقت کی مشقت۔ نمبر۲۔ مسلمانوں کے خوف سے باطن کا ظاہر سے مخالف ہونا۔ نمبر۳۔ رسوائی کا ہر گھڑی دغدغہ۔ نمبر۴۔ اسرار پر اطلاع کی صورت میں نزول عذاب کی لٹکنے والی تلوار۔

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا

جو تم سے پہلے تھے وہ لوگ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور مال و اولاد میں تم سے زیادہ تھے۔ سو انہوں نے اپنے حصہ سے

بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ

فائدہ حاصل کیا جو تم سے پہلے تھے سو تم نے بھی اپنے حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصہ سے فائدہ حاصل کیا تھا

وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ

اور تم بھی ایسے ہی گھستے چلے گئے جیسا کہ وہ لوگ گھسے تھے۔ ان کے اعمال دنیا و آخرت میں اکارت ہو گئے،

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ

اور وہ لوگ نقصان میں پڑنے والے ہیں۔ کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے یعنی قوم نوح، اور عاد

وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور ثمود اور قوم ابراہیم اور مدین والے لوگ ..... اور الٹی ہوئی بستیاں، ان کے پاس ان کے رسول کھلی دلیلیں

بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾

لیکر آئے سو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اے منافقو! تمہارا حال پہلوں جیسا ہے جو دُنیا کے مزے لوٹ کر عذاب کا شکار بنے، تم بھی بنو گے:

آیت ۶۹ : كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ ۔ (تمہاری حالت ان لوگوں جیسی ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں وہ طاقت کے اضافہ اور مال و اولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پس انہوں نے اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا پس تم نے بھی اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ حاصل کیا تھا) کاف کالذین میں محل رفع میں واقع ہے یعنی ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے ہوئے۔ نمبر۲۔ یہ منصوب ہے فعلتم کی وجہ سے ای فعلتم مثل فعل الذین من قبلکم تم نے وہی فعل کیا جو ان لوگوں نے کیا جو تم سے پہلے ہوئے۔ اور وہ فعل یہ ہے کہ تم نے اپنے دنیوی حصہ سے خوب فائدہ اٹھایا جیسا ان لوگوں نے اٹھایا مطلب یہ ہے دنیا کی لذتوں سے فائدہ اٹھایا۔ الخلاق، حصہ یہ خلق سے بنا ہے۔ وہ اندازے کو کہتے ہیں۔ ماخلق للانسان کا معنی ماقدر من خیر جو خیر مقدر ہو۔ وَخُضْتُمْ (اور تم بری باتوں میں گھس گئے) باطل میں

كَالَّذِیْ خَاضُوْا (جیسا وہ گھسے تھے) اس فوج کی طرح جو گھسنے والی ہو۔ نمبرا۔ اس گھسنے کی طرح جیسے وہ گھسے۔ الخوض کا معنی لہو باطل میں داخل ہونا۔

نکتہ : فاستمتعوا بخلاقهم کو پہلے ذکر کیا گیا حالانکہ استمتع الذین من قبلکم بخلاقهم اس کی جگہ کفایت کرنے والا ہے۔ یہ اس لئے شروع میں لائے تاکہ پہلے لوگوں کا حظوظ دنیا سے لذت اندوز ہونا اور شہوات فانیہ میں مشغول ہونا ظاہر ہو۔ وہ دنیا میں پڑ کر عاقبت کو بالکل بھول گئے اور آخرت کی قطعاً طلب نہ رہی پھر کما استمتع لاکر موجودہ لوگوں کی حالت کو ان کی حالت سے تشبیہ دی۔ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (اور ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے) یہ اس قول کے بالمقابل لائے: وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (العنکبوت:۲۷) وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (اور وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں) پھر پہلے لوگوں کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

پہلی اقوام کی انکو خبریں ملیں مگر عبرت حاصل نہیں کی بلکہ اسی کفر و تکذیب کے سبب وہ ہلاک ہوئے:

آیت ۷۰: اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ (کیا ان لوگوں کو ان کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں جیسے قوم نوح علیہ السلام) یہ الذین سے بدل ہے۔ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۔ وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ (اور عاد اور ثمود اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور اہل مدین) اہل مدین یہ شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ (اور الٹی ہوئی بستیاں) قوم لوط کے شہر ائتفاکھن ان کی حالت خیر کو شر سے پلٹ دیا۔ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ (کہ ان کے رسول ان کے پاس صاف نشانیاں لے کر آئے پس اللہ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا) یہ صحیح نہیں کہ اسی نے ان کو ظلم سے ہلاک کیا ہو کیونکہ وہ حکیم ہے بلا جرم سزا نہیں دیتا۔ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ (لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) کفر اور تکذیب رسل کے ساتھ۔

وقف لازم

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

اور مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں بعض بعض کے مددگار ہیں۔ بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ

اور برائیوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ کی اور اس کے رسول کی

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ

فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ عزت والا ہے حکمت والا ہے۔ اللہ نے

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ

مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ فرمایا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ایسے عمدہ مکانوں کا

طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع ۱۵

وعدہ فرمایا جو ہمیشگی والے باغوں میں ہوں گے اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے یہ بڑی کامیابی ہے۔

مؤمن مردوں، عورتوں پر اللہ کی رحمتیں ہوں گی:

آیت ۷۱: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں) تناصر و تراحم میں يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (وہ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں) اطاعت و ایمان کے ذریعہ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں) شرک اور معصیات وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ (اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا) سین لائی گئی جو بہر صورت وجود رحمت کا فائدہ دے رہی ہے۔ اس سے وعدے کی تاکید کر دی جیسا کہ وعید میں یہ سین وعید کی تاکید کیلئے آئی ہے مثلاً سانتقم منك یوماً۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے) ہر چیز پر غالب ہے اور قادر ہے ثواب و عقاب دے سکتا ہے حَكِيْمٌ (حکمت والا ہے) ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھنے والا ہے۔

ان سے ہمیشہ کی جنت کا وعدہ:

آیت ۷۲: وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً (اللہ تعالیٰ نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور شاندار مکانوں کا) جن میں زندگی خوب گزرے گی۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں موتیوں کے محلات، یاقوت احمر

يَٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ جَٰهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَٰفِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ

اے نبی کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا

اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ وہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور مسلمان ہونے کے بعد

بَعْدَ إِسْلَٰمِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوٓا إِلَّآ أَنْ أَغْنَىٰهُمُ اللَّهُ

کافر ہو گئے اور انہوں نے اس چیز کا ارادہ کیا جو انہیں نہ ملی اور صرف انہوں نے اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ اللہ نے اور اس کے رسول نے

وَرَسُولُهُۥ مِنْ فَضْلِهِۦ ۚ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ

اپنے فضل سے انہیں مالدار کر دیا۔ سو اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہو گا اور اگر روگردانی کریں تو اللہ انہیں

عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٧٤﴾

دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کے لئے روئے زمین میں نہ کوئی یار ہو گا اور نہ کوئی مددگار۔

اور زبرجد کے بنگلے۔ فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ (جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے) عدن یہ نام ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ (مریم:٦١)

نکتہ: الذی اور التی کو جملہ کے شروع میں لاتے ہیں جبکہ جملہ کو معرفہ کی صفت بنائیں۔ پس عدن یہاں اسی طرح لایا گیا ہے۔ یہ جنت کا شہر ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی) اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں میں سے کچھ اَكْبَرُ (سب سے بڑی چیز ہے) ان تمام سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس کی رضا ہر سعادت و کامیابی کا اصل سبب ہے۔ ذٰلِكَ (یہ) نمبر۱۔ اس وعدے کی طرف اشارہ فرمایا۔ نمبر۲۔ رضوان کی طرف اشارہ ہے۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (بڑی کامیابی ہے) صرف یہی کامیابی ہے وہ کامیابی نہیں جس کو لوگ کامیابی قرار دیتے ہیں۔

کفار و منافقین سے سخت رویہ اختیار کریں:

آیت ۷۳: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ (اے نبی جہاد کریں کفار سے) تلوار سے وَالْمُنٰفِقِيْنَ (اور منافقین سے) دلیل سے وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (اور ان پر سختی کریں) ان دونوں جہادوں میں اور ان سے مت ڈرو۔

مَسْئَلَہ: ہر وہ شخص جس کے عقیدہ میں خرابی ہو اس کا یہی حکم ہے کہ دلیل سے اس کے ساتھ جہاد کیا جائے گا اور اس کے معاملے میں حتی الامکان سختی برتی جائے گی۔ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے) جہنم۔

آیت ۷۴: شَانِ نُزُول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ماہ تک تبوک میں قیام فرمایا۔ آپ پر قرآن مجید اترتا رہا۔ منافقین متخلفین

کے سربستہ عقائد کو طشت از بام کرتا رہا۔ان میں سے جو ساتھ تھے وہ ان آیات کو سنتے رہے ان میں سے ایک جلاس بن سوید تھا۔ اس نے آیات کو سن کر کہا اللہ کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بات ہم پیچھے رہ جانے والے سرداروں کے متعلق درست ہے تو ہم گدھوں سے بھی زیادہ برے ہیں۔اس پر عامر بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ نے جلاس کو کہا جی ہاں محمد ﷺ صادق المصدوق ہیں۔اور تو گدھے سے بھی زیادہ بدتر ہے۔جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے جلاس کو بلایا۔تو وہ جھوٹی قسم کھا گیا کہ اس نے یہ بات نہیں کہی۔اس پر عامر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی **اللّٰھم انزل علی عبدك و نبیك تصدیق الصادق و تکذیب الکاذب** اس پر یہ آیت اتری۔

منافقین کا کلمہ کفر:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ (وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ انہوں نے فلانی بات نہیں کہی حالانکہ انہوں نے کفر کی بات کہی تھی) نمبر۱۔یہ کلمہ **ان کان ما یقول محمد حقا فنحن شر من الحمیر**۔

جلاس کی توبہ:

نمبر۲۔استہزائے کلمات۔اس پر جلاس کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم میں نے یہ کلمات کہے ہیں عامر نے سچ کہا ہے جلاس تائب ہو گیا اور آئندہ اس کی توبہ پکی رہی۔وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے) اسلام کے اظہار کے بعد کفریہ کلمات کا اظہار کیا۔

مَسْئَلَة:اس میں یہ دلالت پائی جاتی ہے کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، **وکفروا بعد اسلامھم**۔ اسلام کے انکار کو کفر قرار دیا جیسا کہ ایمان کا انکار کفر ہے۔وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا (اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی) نمبر۱۔حضرت محمد ﷺ کو قتل کا منصوبہ نمبر۲۔عامر کو قتل کا منصوبہ کیونکہ انہوں نے جلاس کا اسی لمحہ جواب دیا۔نمبر۳ عبداللہ بن ابی کی تاج پوشی کا منصوبہ تیار کیا اگرچہ رسول اللہ ﷺ پسند نہ کریں۔

کیا یہ احسان کا بدلہ ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا (اور انہوں نے یہ صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے) انہوں نے عیب نہیں لگایا اور اوپری حرکت کا ارتکاب نہیں کیا۔ اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے رزق ہی سے مالدار کر دیا) یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے وقت تنگی والی زندگی گزار رہے تھے۔نہ گھوڑوں پر سواری نہ حصول غنیمت۔آپ کی تشریف آوری کے بعد مالدار ہو گئے۔جلاس کا غلام قتل ہو گیا۔آپ ﷺ نے اس کی دیت بارہ ہزار درہم دلوائی جس سے وہ مالدار ہو گیا۔

دعوتِ توبہ:

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا (پس اگر وہ توبہ کریں) منافقت سے يَكُ ثواب ہوگا جو خَيْرًا لَّهُمْ (ان کے لئے بہتر ہوگا) یہ آیت کا وہ حصہ ہے جس پر جلاس کا نصیب جاگ اٹھا اور وہ مخلصانہ تائب ہو گیا۔ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا (اور اگر روگردانی کریں) نفاق پر اصرار کریں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

اوران میں بعض ایسے ہیں جو اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمایا تو ہم ضرور ضرور خیرات کریں گے اور ضرور ضرور ہم نیک آدمیوں میں شمار ہو جائیں گے

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا

سو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرما دیا تو اس میں کنجوسی کرنے لگے اور وہ اعراض کرتے ہوئے روگردانی کر گئے سو اللہ نے اس دن تک جو اللہ کی ملاقات کا

فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾

دن ہوگا ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی کی اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾

کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے راز کو اور ان کے خفیہ مشوروں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک سزا دے گا) دنیا میں قتل اور آخرت میں آگ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ (اور ان کا دنیا میں نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار) جو ان کو عذاب سے نجات دلائے۔

آیت ۷۵ : وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ (اور ان میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں) روایت میں ہے کہ ثعلبہ بن حاطب نے کہا یا رسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عنایت فرما دے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ثعلبہ! قلیل مال جس کا شکریہ ادا کیا جائے وہ اس کثیر سے بہت بہتر ہے جس کے شکریہ کی طاقت نہ ہو۔ اس نے درخواست کا اعادہ کیا اور کہا جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ مال دے دیا تو میں ہر حق والے کو اس کا حق دونگا۔ آپ نے دعا فرما دی۔ اس نے بکریاں خریدیں وہ اس طرح بڑھیں جیسے کیڑے بڑھتے ہیں یہاں تک کہ مدینہ میں اس کی اپنی جگہ تنگ ہو گئی۔ پس اس نے وادی میں جا کر ڈیرہ لگا دیا اور جمعہ و جماعت سے منقطع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا تو بتلایا گیا کہ اس کا مال اسقدر بڑھ گیا ہے کہ وادی میں وہ سما نہیں سکتا۔ تو آپ نے فرمایا یا ويح ثعلبة۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ وصول کرنے والوں کو بھیجا۔ لوگوں نے اپنے صدقات ان کو دیے۔ ثعلبہ کو بھی انہوں نے صدقہ کیلئے کہا تو کہنے لگا یہ جزیہ ہے پھر ان کو کہا واپس جاؤ تاکہ میں اپنی رائے قائم کرلوں۔ جب وہ واپس لوٹے تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں قاصد کوئی بات کرتے۔ یا ويح ثعلبة! یا ويح ثعلبة پس یہ آیت اتری۔ پھر ثعلبہ صدقہ لے کر آیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس صدقہ لے کر آیا۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے زمانہ خلافت میں صدقہ لایا

انہوں نے منظور نہ کیا۔ خلافت عثمانی میں وہ مر گیا۔ (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ۔ مگر اس کی اسناد میں اسقدر ضعف ہے کہ قابل حجت نہیں۔ ایسا واقعہ تو کثرت سے نقل ہونا چاہیئے تھا جبکہ احادیث کی کتابوں میں دور تک انکا نشان بھی نہیں ملتا۔ فافہم وتدبر)

لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ (کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے عطا فرما دے) یعنی مال لَنَصَّدَّقَنَّ (تو ہم خوب خیرات کریں) ہم صدقہ ضرور نکالیں گے۔ نصدّ قن اصل میں نتصد قن ہے تا کو صاد میں ادغام کر دیا کیونکہ دونوں میں قرب مخرج پایا جاتا ہے۔ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (اور ہم خوب نیک کام کیا کریں) صدقہ نکال کر۔

مال ملا تو بخل کرنے لگے:

آیت ۷۶: فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ (پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا) اللہ تعالیٰ نے ان کو دے دیا اور انہوں نے اپنی تمنا پالی۔ بَخِلُوْا بِهٖ (تو وہ اس میں بخل کرنے لگے) انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حق روک لیا اور وعدہ وفائی نہ کی۔ وَتَوَلَّوْا (اور روگردانی کرنے لگے) اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (اور وہ تو روگردانی کے عادی ہیں) اعراض پر انکا اصرار قائم رہا۔

پھر جب مال سے نفاق دل میں گھر گیا:

آیت ۷۷: فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا) بخل نے ان کے دلوں میں نفاق کو پختہ کر دیا کیونکہ نفاق کا وقتی سبب یہی بنا۔ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ (جو اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کے دن تک رہے گا) اپنے فعل کی سزا پائیں گے وہ دن قیامت کا ہے۔ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف ورزی کی اور اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے) اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو صدقہ، صلاح کا وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی تو جھوٹے ثابت ہو گئے۔ اسی لئے وعدہ خلافی کو نفاق کا تیسرا حصہ کہا جاتا ہے۔

اللہ تو ان کی سرکشیوں سے بھی واقف ہے:

آیت ۷۸: اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا (کیا ان کو یہ خبر نہیں) وہ منافقین اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ (کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز معلوم ہے) وعدہ کی خلاف ورزی کے سلسلہ میں جو نفاق کا پختہ ارادہ چھپایا ہوا ہے۔ وَنَجْوٰىهُمْ (اور ان کی سرگوشی بھی) دین کے متعلق جو مطاعن اپنی خفیہ مجالس میں بکتے ہیں۔ اور صدقات کو جزیہ کہتے ہیں۔ اور اس کو روکنے کی تدابیر اور بہانے کرتے ہیں۔ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں) اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ

یہ ایسے لوگ ہیں جو ان مومنین پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں جو اپنی خوشی سے صدقات دیتے ہیں اور ان لوگوں پر جن کو اپنی محنت کے علاوہ

اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۹﴾

کچھ میسر نہیں آتا، سو یہ ان سے تمسخر کرتے ہیں۔ اللہ ان کے تمسخر کا بدلہ دے گا اور ان کے لئے عذاب الیم ہے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ

آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ استغفار کریں تب بھی اللہ انہیں نہ بخشے گا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۸۰﴾ ع

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

نفلی صدقات والوں پر طعنہ زنی:

آیت ۷۹: اَلَّذِیْنَ (یہ ایسے لوگ ہیں) نمبر۱۔ یہ محل نصب میں ہے۔ نمبر۲۔ ذم کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔ نمبر۳۔ سرھم و نجواھم کی ضمیر سے بدل ہونے کی بناء پر مجرور ہے۔ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ (جو ان نفل صدقہ دینے والوں پر طعن کرتے ہیں) جو نفلی صدقات وتبرعات کرنے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ (جو ایمان والوں میں سے ہیں صدقات کے سلسلہ میں) یہ یلمزون کے متعلق ہے روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ پر آمادہ کیا۔ عبدالرحمان بن عوف چار ہزار درہم لائے۔ اور عرض کی میرے پاس آٹھ ہزار تھے۔ میں نے چار ہزار اپنے رب کو قرض دے دیے۔ اور چار ہزار اپنے اہل وعیال کیلئے رکھ لیے۔ اس پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بارك الله فيما اعطيت و فيما امسكت (رواہ البزار) اللہ تعالیٰ نے ان کو برکت عنایت فرمائی۔ یہاں تک کہ ان کی بیوی تماضر سے ان کی صلح آٹھویں حصہ کے ربع پر ہوئی جس کی مقدار اسی ہزار تھی۔ حضرت عاصم نے صدقہ میں کھجور کا ایک وسق خرچ کیا۔ وَالَّذِیْنَ (اور ان لوگوں پر) اس کا عطف المطوعین پر ہے۔ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ (جن کو میسر نہیں مگر صرف محنت ومزدوری) اپنی طاقت (کی مقدار) نافع نے جَهدهم پڑھا۔ یہ دونوں ایک ہی لفظ ہیں بعض نے کہا الجُهد طاقت اور الجَهد مشقت۔ ابو عقیل رضی اللہ عنہ ایک صاع کھجور لائے اور عرض کی میں نے تمام رات دو صاع کھجور کے بدلے اونٹ کی رسی کھینچی۔ ایک صاع اہل وعیال کیلئے چھوڑا اور ایک صاع حاضر خدمت کر دیا۔ منافقین نے ان پر طعنہ زنی کرتے ہوئے کہا عبدالرحمان اور عاصم نے تو ریاکاری کیلئے خرچ کیا ہے۔ اور ابو عقیل نے جو صاع دیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں۔ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ (پس ان کا مذاق اُڑاتے ہیں) سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ۔ (اللہ تعالیٰ ان کی مسخری پر ان کو بدلہ دے گا) اور یہ اگرچہ صورت میں بددعا معلوم ہوتی ہے مگر یہ خبر ہے بددعا نہیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (اور ان کے لئے

دردناک سزا ہوگی) دردانگیز۔

آیت ۸۰ : جب عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی میرا والد بیمار ہے اس کے لئے استغفار فرمادیں تو یہ آیت نازل ہوئی:

عبداللہ بن ابی کے لئے استغفار کی ممانعت:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (آپ خواہ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں) یہ امر خبر کے معنی میں ہے گویا اس طرح فرمایا گیا لن یغفر اللّٰہ لھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا آپ نے ان کے لئے استغفار کر دیا۔ یا نہیں کیا۔ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (اگر آپ ان کے لئے استغفار کریں گے ستر مرتبہ بھی تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا) السبعون کا عدد اہل عرب کے ہاں کثرت بیان کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ یہ تحدید وغایت کیلئے یہاں نہیں لایا گیا۔ اس لئے کہ اگر آپ ساری زندگی ان کے لئے استغفار کرتے تب بھی ان کے لئے معافی نہ تھی کیونکہ وہ کافر تھے اللہ تعالیٰ کافر کی بخشش نہیں فرماتے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نے استغفار کے اندر مبالغہ کیا تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہ فرمائیں گے۔

نکتہ: سبعین کا تذکرہ بہت سی روایات میں آیا ہے، وہ تمام روایات کثرت پر دلالت کرتی ہیں تحدید وغایت کو بیان نہیں کرتیں۔ تمام اعداد میں ستر کا عدد منتخب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عدد دو قسم کے ہیں نمبر ۱۔ قلیل۔ نمبر ۲۔ کثیر۔ قلیل تین سے کم ہوتا ہے اور کثیر تین سے اوپر تمام گویا کثیر کا سب سے چھوٹا عدد تین ہے اور بڑے کی کوئی حد نہیں۔ پھر عدد کی ایک تقسیم ہے۔ نمبر ۱۔ عدد طاق۔ نمبر ۲۔ عدد جفت۔ سب سے پہلا جفت ۲ دو ہے۔ اور سب سے پہلا طاق ۳ تین ہے۔ اور ایک عدد نہیں۔ ان دونوں قسموں کی پہلی جمع کثرت سات ہے کیونکہ اس میں ۳ ایک طاق اور تین جفت ہیں اور دس کامل حساب ہے۔

کیونکہ دس سے بڑھ کر تو احاد کی اضافت عشرہ کی طرف ہی ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ اثنا عشر، ثلاثہ عشر بیس تک۔ اور عشرون میں عشرہ کو دو مرتبہ لایا گیا۔ ثلاثون میں تین مرتبہ دس کو دہرایا گیا۔ اسی طرح سو تک۔ پس ستر کا عدد کثرت اور نوع کو جامع ہے۔ اور کثرت اسی سے ہے۔ اور کمال حساب اور کثرت اسی سے ہے۔

گویا کمال حساب اور کثرت دونوں کو اس نے اپنے اندر سمیٹ لیا۔ اس لئے اہل عرب سے سبعون کو کثیر عدد میں سب سے کم درجہ کا عدد ہر بات کا لحاظ کر کے شمار کر لیا۔ کثرت کی تو کوئی انتہا نہیں۔ پس سبعین کی تخصیص ممکن ہے اسی حکمت کی بناء پر ہو۔ واللہ اعلم ذٰلِكَ (یہ) یہ مغفرت سے یاس کی طرف اشارہ ہے۔ بِاَنَّهُمْ (اس وجہ سے ہے) اس سبب سے کہ وہ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (کہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا) کفار کیلئے مغفرت نہیں وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا) وہ ایمان سے نکلنے والے ہیں جب تک کہ کفر و سرکشی کو اپنے لئے منتخب کرنے والے ہیں۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پیچھے ڈالے گئے۔ وہ اپنے بیٹھے رہ جانے پر خوش ہوئے اور انہیں یہ ناگوار ہوا کہ اپنے مالوں اور

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ

جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں' اور کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلو۔ آپ فرما دیجئے کہ دوزخ کی آگ بہت زیادہ گرم ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ

كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾

یہ لوگ سمجھتے۔ سو یہ لوگ تھوڑا سا ہنس لیں اور زیادہ روئیں ان اعمال کے بدلہ جو وہ کیا کرتے تھے۔

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا

سو اگر اللہ آپ کو ان کی کسی جماعت کی طرف واپس لے جائے پھر وہ آپ سے نکلنے کی اجازت مانگیں تو آپ فرما دیجئے کہ تم ہرگز کبھی

مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا

میرے ساتھ نہ نکلو گے اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے جنگ نہ کرو گے۔ بے شک تم پہلی مرتبہ بیٹھنے پر راضی ہو گئے۔ سو تم پیچھے رہ جانے والوں کے

مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿٨٣﴾

ساتھ بیٹھے رہو۔

تخلف جہاد پر منافقین کی خوشی:

آیت ٨١: فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ (یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے) نمبر١۔ وہ منافقین جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی اور ان کو اجازت دے دی گئی اور غزوۂ تبوک میں ان کو مدینہ میں ہی چھوڑ دیا گیا۔ نمبر٢۔ جو لوگ سستی سے پیچھے رہ گئے اور ان کو نفاق اور شیطان نے اس بات پر آمادہ کیا۔ بِمَقْعَدِهِمْ (اپنے بیٹھ رہنے پر) غزوہ میں نہ جانے کی بناء پر خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں یہ مفعول لہٗ یا حال ہے ای قعدوا لمخالفته یامخالفین لهٗ وہ مخالفت کی وجہ سے بیٹھ رہے یا اس حال میں بیٹھ رہے کہ وہ آپ کی مخالفت کرنے والے تھے۔ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور ان کو ناگوار ہوا کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کریں) انہوں نے وہ نہ کیا جو مسلمان کرتے ہیں۔ اپنی جان اور مال کا نذرانہ بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں۔ اور وہ اس کو ناپسند کیوں نہ کرتے۔ جبکہ ان میں ایمان اور یقین کے دواعی میں سے کوئی چیز موجود نہ تھی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اور ان میں سے جو کوئی شخص مر جائے آپ اس پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں، بے شک ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا

وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ

اور وہ اس حال میں مر گئے کہ نافرمان تھے اور آپ کو ان کے اموال اور اولاد تعجب میں نہ ڈالیں اللہ یہی چاہتا ہے کہ

يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ان کو ان چیزوں کے ذریعہ دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حالت میں نکل جائیں کہ وہ کافر ہوں۔

استہزائی جملے:

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ (اور کہنے لگے تم گرمی میں جہاد کیلئے نہ نکلو) نمبرا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو کہا نمبر۲۔ مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کیلئے کہا۔ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ (آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ بہت زیادہ گرم ہے کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے) اسمیں ان کی جہالت کو واضح کیا کہ ایک گھڑی کی مشقت سے جو اپنے کو بچائے اور اس کی وجہ سے ہمیشہ کی مشقت میں مبتلا ہوئے وہ تو عقل مند کیا اجہل الجاہلین میں سے ہے۔

آیت ۸۲: فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا (پس یہ ہنسیں گے تھوڑا اور روئیں گے بہت) وہ دنیا میں اپنے پیچھے رہنے پر ذرا سی خوشی منالیں آخرت میں ان کو اس کی سزا میں بہت رونا پڑے گا۔

نکتہ: یہاں خبر کو امر کے انداز سے ذکر کر کے اس کا حتمی اور لازمی ہونا بتلایا کہ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ پیش آئے گی۔ روایت میں ہے کہ منافقین آگ میں دنیا کی عمر کی مقدار روتے رہیں گے ان کے آنسو رکنے نہ پائیں گے اور نہ ہی پلک جھپک کیلئے نیند کریں گے۔ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ان کاموں کے بدلہ میں جو وہ کیا کرتے تھے) نفاق سے جو کماتے تھے۔

آیت ۸۳: فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ (پس اگر اللہ تعالیٰ آپ کو واپس لائے) اللہ تعالیٰ آپ کو تبوک سے واپس لے جائینگے۔ اِلٰی طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ (انکے کسی گروہ کی طرف) یہاں طائفہ فرمایا اسلئے کہ بعض نے توبہ کر لی اور بعض طبعی موت مر گئے۔ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ (پھر یہ لوگ نکلنے کی اجازت مانگیں) غزوۂ تبوک کے بعد والے غزوہ میں فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا (تو آپ فرما دیں کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ نکلو گے) قراءت: حمزہ، علی، ابوبکر نے یا کے سکون سے یخرجوا پڑھا ہے۔ وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا (اور نہ میرے ساتھ مل کر کسی دشمن سے لڑو گے) حفص نے مَعِیَ پڑھا۔ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ (تم نے پہلی بار بیٹھ رہنے کو پسند کیا) پہلی مرتبہ جب تمہیں تبوک کی طرف بلایا گیا۔ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ (پس تم پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو) انکے ساتھ جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہے ہیں۔

آیت ۸۴: عبداللہ نے اپنے والد عبداللہ بن ابی کے متعلق درخواست کی کہ آپ میرے باپ کے کفن کیلئے اپنی قمیص مبارک مرحمت فرمائیں اور اس پر نماز جنازہ ادا فرمائیں۔ آپؐ نے قبول فرمایا۔ حضرت عمرؓ آڑے آئے تو آپؐ نے فرمایا۔ اے عمر! یہ بات

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے لوگ آپ سے اجازت

الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ

مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے۔ ہم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں، یہ لوگ اس بات پر راضی ہو گئے کہ گھروں میں پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں

وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو وہ نہیں سمجھتے۔

اسکو نفع نہ دیگی۔ مگر مجھے امید ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی ایمان لے آئیں گے۔ (ابن جریر فی تفسیرہ) پس یہ آیت اتری۔
وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ (اور آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں) منھم سے مراد منافقین ہیں اور صلوٰۃ سے مراد نماز جنازہ ہے روایت میں ہے کہ خزرج کے ایک ہزار آدمی مخلصانہ اسلام لے آئے جب انہوں نے دیکھا کہ وہ ثوب نبوی کے ساتھ تبرک کا خواہش مند تھا۔ مَّاتَ (جو کوئی مرجائے) یہ احد کی صفت ہے اور اَبَدًا (کبھی) یہ تُصَلِّ کا ظرف ہے۔
عادتِ طیبہ: آپ ﷺ جب میت کو دفن کر لیتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے دعا فرماتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرگئے ہیں) اس لا تقم کی نہی فرمانے کی علت ذکر فرمائی گئی ہے کہ یہ دعا کے حقدار نہیں ہیں کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں۔

ان کا مال واولا دان کے حق میں سوہانِ روح ہیں:

آیت ۸۵: وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (اور ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں بھی عذاب میں گرفتار رکھے اور ان کا آخری سانس حالت کفر ہی میں نکلے) مبالغہ اور تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ تاکہ مخاطب بھولنے نہ پائے۔ اور اس کو یقین ہو جائے کہ یہ اہم ترین بات ہے اور ہر آیت میں ایک گروہ کا تذکرہ ہے جو دوسرے گروہ سے مختلف ہے۔

جہاد کے حکم سے مالدار بھاگتے ہیں:

آیت ۸۶: وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ (جب بھی کوئی سورت اتاری جاتی ہے) اس سورت سے مکمل سورت بھی مراد لی جاسکتی ہے۔ اور سورت کا بعض حصہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے جیسا کہ قرآن اور کتاب کا لفظ تمام اور بعض ہر دو پر بولا جاتا ہے۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ (اور اس میں یہ نازل کیا جاتا ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ) با محذوف ہے ای بِاَنْ اٰمِنُوْا یا اَنْ مفسرہ ہے۔ یہ کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ (اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولت والے آپ سے رخصت مانگتے ہیں) مال و وسعت والے وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ (اور کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دیں کہ ہم

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ

لیکن رسول اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا اور یہ وہ لوگ ہیں

لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

جن کے لئے خوبیاں ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار فرمائے ہیں جن کے نیچے نہریں

۱۱ ع ۹ ۱۷ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ ع

جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ

اور دیہاتوں میں سے کچھ لوگ بہانہ کرنے والے آئے تاکہ ان کو اجازت دے دی جائے' اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے

وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا

جھوٹ بولا تھا وہ بیٹھے رہ گئے' جو لوگ ان میں سے کفر ہی پر رہیں گے انہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔ ضعیفوں اور مریضوں

عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ

اور ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جو خرچ کرنے کے لئے نہیں پاتے جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے خلوص دل سے

وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ لا

حاضر ہوں ' محسنین پر کوئی الزام نہیں ہے اور اللہ غفور ہے رحیم ہے ' اور ان

بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جائیں) ان لوگوں کے ساتھ جن کو نہ جانے کیلئے مرض، اپاہج پن کا عذر ہے۔

وہ خانہ نشینی کے خواہاں ہیں: آیت ۸۷: رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ (وہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے) الخوالف سے عورتیں مراد ہیں اس کی واحد خالفہ ہے۔ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی) کفر و منافقت کو اختیار کرنے کی وجہ سے مہر کر دی گئی۔ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (پس وہ نہیں سمجھتے) جہاد میں کیا سعادت مندی اور کامرانی مخفی ہے اور پیچھے رہنے میں کیا شقاوت و ہلاکت ہے۔

رسول اور مؤمن جہاد کرنے والے ہیں:

آیت ۸۸: لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ (لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ایمان والے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا) اگر یہ لوگ نہیں گئے تو ان سے بہت بہتر لوگ تو غزوہ کیلئے

گئے۔ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ (انہی کے لئے ساری بھلائیاں ہیں) خیرات کا لفظ دونوں جہان کی کامیابیوں کو شامل ہے کیونکہ لفظ مطلق ہے اور اسمیں گنجائش ہے۔ نمبر۲۔ حوریں مراد ہیں کیونکہ اس ارشاد میں ہے فیھن خیراتٌ حسان۔ (الرحمان: ۷۰) وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور یہی لوگ کامیاب ہیں) ہر مطلوب ان کو ملے گا۔

جنت کے حقدار:

آیت ۸۹: اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جنکے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہینگے یہی بڑی کامیابی ہے) اَعَدَّ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ جنت مخلوق ہے۔

بہانہ باز دیہاتی:

آیت ۹۰: وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ (اور دیہاتیوں میں سے کچھ بہانہ باز لوگ آئے تا کہ ان کو اجازت مل جائے) نمبر۱۔ اس حکم میں عذر کی بناء پر اجازت دی جائے۔ جبکہ اس سے اسمیں کوتاہی اور سستی ہوگئی ہو۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کو وہم ہے کہ وہ پیچھے رہنے میں معذور ہے حالانکہ اس کو کوئی عذر نہیں۔

نمبر۲۔ المعذرون اصل میں المعتذرون ہے تا کو دال میں ادغام کر دیا۔ اور حرکت عین کو دی۔ اس سے مراد باطل معذرتیں بنانے والے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنواسد، بنوغطفان ہیں انہوں نے کہا کہ ہمارے اہل وعیال ہیں اور ہم میں تنگدستی ہے پس ہمیں پیچھے رہنے کی اجازت دے دیں۔ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور بیٹھ رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے بالکل ہی جھوٹ بولا تھا) یہ منافق دیہاتی ہیں، جو نہ آئے اور نہ ہی معذرت پیش کی اس سے ظاہر ہو گیا کہ ایمان کے دعوی میں انہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے جھوٹ بولا ہے۔ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (جو ان میں سے کافر رہیں گے ان کو دردناک عذاب پہنچے گا) دیہاتیوں میں سے جو کافر ہیں دنیا میں قتل کی صورت میں اور آخرت میں آگ کی شکل میں۔

ضعفاء و معذورین کا استثناء:

آیت ۹۱: لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ (کم طاقت لوگوں پر نہیں) بوڑھے اور اپاہج وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ (اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ کرنے کو میسر نہیں) یہ مزینہ، جہینہ اور بنی عذرہ کے فقراء مراد ہیں۔ حَرَجٌ (کوئی گناہ) گناہ اور تاخیر کرنے میں تنگی اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اخلاص رکھیں) اس طرح کہ ظاہر و پوشیدہ ایمان لائیں اور اطاعت کریں جیسا کہ مخلص اپنے دوست کے ساتھ کرتا ہے۔ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (نیکوں کاروں پر نہیں ہے) مخلص معذورین مِنْ سَبِيْلٍ (کسی قسم کا الزام) یعنی ان پر نہ تو کوئی گناہ ہے اور نہ ہی وہ کسی عتاب کے مستحق ہیں۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ (اور اللہ بڑی مغفرت والے) ان کی پیچھے رہنے والی خطاء معاف فرما دیں گے۔ رَّحِيْمٌ (رحم والے ہیں) ان پر مہربان ہیں۔

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ

لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں جو آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوئے کہ آپ ان کو سواری دے دیں۔ آپ نے کہہ دیا کہ میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کر دوں

تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا

وہ اس حال میں واپس ہو گئے کہ اس رنج میں ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے کہ وہ خرچ کرنے کے لئے نہیں پاتے۔ الزام تو

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ

انہی لوگوں پر ہے جو مالدار ہوتے ہوئے آپ سے اجازت چاہتے ہیں وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ

الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

رہ جائیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی سو وہ نہیں جانتے۔

زادِ سفر سے معذور لوگ:

آیت ۹۲: وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ (اور نہ ان لوگوں پر کہ جس وقت وہ آپ کے پاس آئے اسلئے تا کہ آپ ان کو سواری دیں) سواری عنایت کریں قُلْتَ (آپ نے کہہ دیا) یہ اَتَوْكَ کی کاف سے حال ہے اور اس سے پہلے قد مضمر ہے ای اذا اتوك قائلاً۔ جب وہ یہ کہتے ہوئے آئے کہ ہمیں سواری دیں تو آپ نے انہیں جواب دیا۔ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا (میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر میں آپ کو سوار کر دوں تو وہ واپس چلے جاتے ہیں) یہ اذا کا جواب ہے وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ (اس حالت میں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں) بہتے ہیں تفيض دمعًا بنسبت يفيض دمعها سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس میں آنکھ کو اس طرح قرار دیا گویا وہ چھلکتے آنسو ہیں۔ من بیانیہ ہے جب کہتے ہیں افديك من رجل جار و مجرور ملکر تمیز کی وجہ سے محل نصب میں واقع ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ قلت لا اجد جملہ مستانفہ ہو۔ گویا اس طرح کہا گیا اذا ما اتوك لتحملهم تولوا۔ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تا کہ تم ان کو سواری دو وہ واپس لوٹتے ہیں۔

تو سوال پیدا ہوا وہ روتے ہوئے کیوں واپس لوٹ رہے ہیں؟ تو جواب دیا۔ قلت لا اجدما احملكم عليه۔ تم نے کہا میرے پاس تمہیں دینے کیلئے سواری نہیں۔ البتہ اس جملے کو شرط و جزاء کے درمیان معترضہ جملہ کی طرح لایا گیا ہے۔ حَزَنًا (اس غم میں) یہ مفعول لہ ہے اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (کہ ان کو خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں) اسلئے کہ وہ خرچہ کیلئے کچھ نہیں پاتے۔ یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا ناصب حَزَنًا ہے نمبر ۱ سواری طلب کرنے والے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ نمبر ۲۔ رونے والے چھ انصاری ہیں۔

مالدار پیچھے رہنے کی وجہ سے گنہگار ہیں:

آیت ۹۳: اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ (صرف الزام ان لوگوں پر ہے جو آپ سے اجازت چاہتے ہیں) پیچھے رہنے میں وَهُمْ اَغْنِيَآءُ رَضُوْا (باوجود اسکے کہ وہ مالدار ہیں وہ راضی ہو گئے) رضوا یہ جملہ مستانفہ ہے گویا اس طرح کہا گیا کیا وجہ ہے کہ انہوں نے مالدار ہونے کے باوجود اجازت طلب کی۔ تو جواب ملا وہ اس بات پر راضی اور خوش ہیں بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ (کہ وہ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہیں) کہ وہ بھی من جملہ خوالف کی لڑی میں پرو دیئے جائیں وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر مہر کر دی جسے وہ جانتے ہی نہیں)

(ختم جلد اوّل)

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ

وہ لوگ جو آپ کے پاس عذر پیش کریں گے جب آپ ان کی طرف واپس ہوں گے' آپ فرما دیجئے عذر پیش نہ کرو ہم ہرگز تمہاری بات کو سچی نہ مانیں گے۔

قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ

اللہ نے تمہاری خبریں ہمیں بتا دی ہیں' اور عنقریب اللہ تمہارے عمل کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول بھی۔ پھر تم اس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۹۴ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ

گے جو چھپی ہوئی اور ظاہری باتوں کا جاننے والا ہے' سو وہ تمہیں ان کاموں سے باخبر فرما دے گا جو تم کیا کرتے تھے' وہ عنقریب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں

لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ز وَّمَاْوٰىهُمْ

گے جب تم ان کی طرف واپس جاؤ گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو' سو آپ ان سے اعراض کریں بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۹۵ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا

دوزخ ہے۔ ان کو ان کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے' وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اگر تم ان سے

عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۹۶

راضی ہو جاؤ سو اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا

جھوٹی معذرت والے:

آیت ۹۴: يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ (یہ لوگ آپ کے سامنے پیش کریں گے) اپنے نفوس کیلئے ایک باطنی عذر بناتے ہیں۔ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ (جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے) اس سفر سے قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا (آپ کہہ دیں کہ یہ عذرمت پیش کرو) جھوٹے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ (ہم ہرگز تم پر اعتماد نہ کریں گے) ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہ کریں گے یہ اعتذار کی ممانعت کی علت ہے کیونکہ عذر کرنے والے کی اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس سلسلہ میں اس کی بات سچی تسلیم کر لی جائے۔ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ (اللہ تعالیٰ نے تمہاری کچھ خبریں ہمیں بتا دیں ہیں) یہ ان کی تصدیق کے قبول نہ کرنے کی علت ہے جب اللہ تعالیٰ ان کے حالات اور ضمائر کے متعلق اپنے رسول کو وحی کرتے ہیں تو مناسب نہیں کہ ان کی معذرتوں میں ان کی تصدیق کی جائے وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ (اور آئندہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے) کیا تم اپنے کفر پر قائم رہتے ہو یا اس سے رجوع کرتے ہو۔ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (پھر تمہیں لوٹایا جائے گا اس ذات کی طرف جو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے) تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ ہر ظاہر و باطن کا بینا ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

(پھر وہ تم کو بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے) پس وہ اس کے مطابق تمہیں بدلہ دے گا۔

وہ جان چھڑانے کے لئے قسمیں اٹھائیں گے تم ان سے اعراض کرو:

آیت ۹۵: سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ (ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو) تاکہ تم ان کو چھوڑ دو اور توبیخ بالکل نہ کرو۔ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ (پس تم ان سے اعراض کرو) ان کی طلب پوری کر دو۔ اِنَّهُمْ رِجْسٌ (وہ لوگ بالکل گندے ہیں) یہ ترک عتاب کی علت ہے یعنی عتاب ان کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں۔ اور ان کے مناسب نہیں کیونکہ وہ پلیدی ہے جس کی تطہیر کی کوئی صورت نہیں۔ وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ (اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے) ان کا انجام جہنم ہے ان کی توبیخ و عتاب کیلئے جہنم کافی ہے ان کو ڈانٹ ڈپٹ کی تکلیف نہ کرو۔ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ان کاموں کے بدلے میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے) ان کو ان کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔

اگر تم راضی ہو بھی گئے مگر اللہ راضی نہ ہوگا:

آیت ۹۶: يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ (وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ) اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھانے سے ان کا مقصد صرف تمہیں راضی کرنا ہے تاکہ اس سے ان کو دنیوی فائدہ پہنچ جائے۔ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ ایسے شریر لوگوں سے راضی نہ ہوگا) فقط تمہاری رضامندی ان کے لئے کافی نہ ہوگی جبکہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہیں اور وہ جلد ملنے والی یا بدیر آنے والی سزا کی زد میں ہیں۔

مَسْئَلَة: یہ اس لئے فرمادیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ مومنین کی رضامندی میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی نہیں۔ جب انکا عمل اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے مناسب ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور اس لائق ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر جو احکام نازل فرمائے ہیں ان سے

عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ

واقف نہ ہوں اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے اور دیہاتیوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنے خرچ کرنے کو تاوان

مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾

سمجھتے ہیں اور تمہارے لئے مصیبتوں کے آنے کے منتظر رہتے ہیں۔ ان پر بری گردش ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ

اور دیہاتیوں میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کی

عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ

نزدیکی کا اور رسول ﷺ کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ خبردار یہ ان کے لئے نزدیکی کا سبب ہے اللہ عنقریب انہیں اپنی رحمت میں

۱۲ ع ۱ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ ع

داخل فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

دیہاتی کفر ونفاق میں بڑھ کر ہیں:

آیت ۹۷: اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا (دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں) شہریوں کی نسبت کیونکہ ان کی طبیعت میں سختی اور درشتی ہوتی ہے وہ علماء اور علم کی محفل سے دور ہوتے ہیں۔ وَاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا (اور وہ اسی لائق ہیں کہ وہ نہ جانیں) وہ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ نہ جانیں حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (ان احکام کو جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے) یعنی احکام وشرائع جو اللہ تعالیٰ نے اتارے اور دین کی حدود۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے ان الجفاء و القسوة فی الفدادین۔ سختی اور جفاء ان لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے جو کھیتوں اور مویشیوں میں آوازیں بلند کرتے ہیں۔ الفدید چیخنا اور آواز دینا۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے) ان کے حالات کو حَكِيْمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) ان کو مہلت دینے میں حکمت والے ہیں۔

انفاق کو چٹی کہنے والا ٹولہ:

آیت ۹۸: وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یَّتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ (اور بعض بدو ایسے ہیں جو قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں) صدقہ کرتا ہے مَغْرَمًا (جرمانا) چٹی سمجھ کر اور نقصان قرار دیکر کیونکہ وہ مسلمانوں سے تقیہ کرتے ہوئے خرچ کرتا ہے اور محض دکھانے کی خاطر کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا اس کو مقصود نہیں ہوتی اور نہ ہی ثواب حاصل کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ وَّ یَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ (اور تمہارے متعلق گردشوں کے منتظر ہیں) وہ حوادث زمانہ اور تبدل احوال کے منتظر ہیں کہ تمہارا غلبہ ختم ہو جائے، صدقہ دینے سے ان کی جان چھوٹ جائے۔ عَلَیْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ (براوقت انہی پر پڑنے والا ہے) ان پر مصائب ولڑائیوں کے اثرات پہنچیں گے۔ جنکے پہنچنے کی وہ مسلمانوں کے متعلق توقع رکھے ہوئے ہیں۔

قراءت: مکی، ابوعمرو، نے السُّوْءِ پڑھا۔ اس کا معنی عذاب ہے اور حفص نے فتحہ سے پڑھا ہے اس کا معنی مطلق برائی ہے مذلت ایام جیسا کہتے ہیں رجل سوء رجل صدق کے مقابلہ میں وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ (اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں) جب صدقہ کے لیے ان کو کہا جاتا ہے۔ تو جو کچھ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں کو سننے والے ہیں۔ عَلِیْمٌ (جانتے ہیں) ان باتوں کو جو وہ چھپانے والے ہیں۔

آیت ۹۹: وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ (اور بعض دیہاتی ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو وہ خرچ کرتے ہیں) جہاد و صدقات میں قُرُبٰتٍ (قرب کا ذریعہ) قربت الٰہی کے اسباب عِنْدَ اللّٰهِ (اللہ کے ہاں) یہ یَتَّخِذُ کا دوسرا مفعول ہے۔ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ (اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینا مقصود ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کیلئے دعائیں فرماتے کہ اللہ تعالیٰ برکت دے۔ اور تمہارے گناہ معاف فرمائے جیسا کہ اس ارشاد میں اللّٰھم صل علی اٰل ابی اوفٰی (بخاری، ۱۴۹۷، مسلم ۱۰۷۸) اَلَآ اِنَّهَا (یاد رکھو بے شک ان کا یہ خرچ کرنا) یہ خرچ کرنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینا قُرْبَةٌ لَّهُمْ (ان کے لئے قرب کا ذریعہ ہے)

قراءت: نافع نے قُرُبَةٌ پڑھا۔

مسئلہ: جس نے صحیح طور پر اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں حاصل کرنے کیلئے صدقہ کیا یہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کی گواہی اور تصدیق ہے کہ اس کی امید بارآور ہوگی اس کو جملہ مستانفہ کے طور پر ذکر کیا اور اَلَآ، حرف تنبیہ اور حرف تحقیق ساتھ ساتھ لائے تاکہ بات کی پختگی اور اس پر پورے اختیار کا اظہار کر دیا جائے کہ ان کی یہ امیدیں ضرور بارآور ہونگی) اور اسی طرح سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ (ضرور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں داخل کریں گے) رحمت سے مراد جنت ہے سین کو مضارع پر وعدہ کی پختگی کیلئے داخل کیا۔

مسئلہ: اس کلام میں صدقہ کرنے والوں کیلئے کیا خوب انداز سے رضامندی کا اظہار کیا گیا اور جب صدقہ کرنے والے کی نیت مخلصانہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا کیا کچھ مرتبہ اور مقام ہے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے) خلل والوں کے عیوب کو چھپانے والے رَّحِیْمٌ (بڑی رحمت والے ہیں) قلیل محنت کرنے والے کی کوشش کو بھی قبول فرما لیتے ہیں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ

اورمہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ سبقت لے جانے والے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی '

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اللہ ان سے راضی ہوا وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ

رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور تمہارے گردو پیش جو دیہاتی ہیں ان میں منافق ہیں

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ؔقف مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ قف لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ

اور اہل مدینہ میں بھی ایسے لوگ ہیں جو منافقت پر اڑ گئے ہیں ' آپ انہیں نہیں جانتے۔ ہم انہیں جانتے ہیں '

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ج

ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے ' پھر وہ عذاب عظیم کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

وقف منزل مع

سابقون الاولون کا تذکرہ:

آیت ۱۰۰: وَالسّٰبِقُوْنَ (اور سبقت کرنے والے) یہ مبتداء ہے۔ الْاَوَّلُوْنَ (پہلے) یہ مبتداء کی صفت ہے مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ (جو مہاجر) من بیانیہ ہے۔ نمبرا۔ اس سے مراد وہ لوگ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ نمبر۲۔ جو بدر میں میں حاضر ہوئے۔ نمبر۳۔ بیعت رضوان میں جو موجود تھے۔ وَالْاَنْصَارِ (اور انصار ہیں) اس کا عطف المہاجرین پر ہے ای ومن الانصار یہ بیعت عقبہ اولیٰ والے ہیں جنکی تعداد سات تھی اور بیعت عقبہ ثانیہ والے جنکی تعداد ستر ۷۰ تھی۔ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ (اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں) مہاجرین انصار میں سے نمبرا۔ اس سے تمام صحابہ کرام مراد ہیں۔ نمبر۲۔ اس سے قیامت تک آنے والے لوگ مراد ہیں جنہوں نے اطاعت وایمان کے ساتھ ان کی اتباع وپیروی کی رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (اللہ ان سب سے راضی ہو گیا) یہ خبر ہے ان کے اعمال حسنہ کی وجہ سے وَرَضُوْا عَنْهُ (اور وہ سب اس سے راضی ہو گئے) ان دنیوی اور اخروی انعامات کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء فرمائے وَاَعَدَّ لَهُمْ (اور ان کے لئے مہیا کر دیئے) اس کا عطف رَضِيَ پر ہے۔ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ (ایسے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی)

قراءت: مکی نے تَحْتِهَا پڑھا ہے۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے)

مدینہ کے گرد و پیش کے منافق:

آیت ۱۰۱: وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ (اور ان لوگوں میں سے جو تمہارے گرد و پیش ہیں) یعنی مدینہ کے اردگرد مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ (یعنی بدوؤں میں سے کچھ منافق ہیں) وہ جہینہ، اسلم، اشجع، غفار، کے منافق لوگ ہیں۔ یہی مدینہ کے اطراف میں آباد تھے۔ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ (اور مدینہ کے رہنے والوں میں سے بھی) اس کا عطف مِمَّنْ حَوْلَكُمْ پر ہے جو مبتداء کی خبر ہے۔ جبکہ تقدیر عبارت یہ مانیں ومن اهل المدينة قوم مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (وہ نفاق کی حد کمال پر پہنچے ہوئے ہیں) اسمیں ماہر ہیں یہ اس صورت میں معنی ہے جبکہ مردو اکو محذوف کی صفت مانا جائے اور پہلی صورت میں۔ نمبرا۔ یہ جملہ ابتدائیہ ہے نمبر۲۔ منافقین کی صفت ہے اوران کے مابین خبر پر عطف ڈال کر فاصلہ کر دیا اور ان کی مہارت پر دلالت اس قول سے ہے۔

آپ ان کو نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں:

لَا تَعْلَمُهُمْ (آپ ان کو نہیں جانتے) آپ کی فطانت اور ذہانت کے باوجود وہ آپ پر مخفی ہیں۔ اور فراست کاملہ کے باوجود آپ ان کو نہیں پہچان سکتے کیونکہ وہ ایسے کاموں سے ہوشیاری کے ساتھ بہت محتاط رہتے ہیں جن کی وجہ سے آپ ان کے متعلق شک میں پڑیں۔ پھر فرمایا نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (ہم ان کو جانتے ہیں) ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور ان کی پوشیدہ حالت پر کوئی مطلع نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اپنے دلوں کے پردوں میں کفر چھپانے والے ہیں اور تمہارے سامنے اسی طرح ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ مخلص مسلمان ظاہر ہوتے ہیں۔ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ (ہم ان کو دوبار عذاب دینگے) نمبرا۔ قتل اور عذاب قبر۔ نمبر۲۔ ذلت و رسوائی اور عذاب قبر۔ نمبر۳۔ اموال سے صدقات کی وصولی اور ابدان پر پھوڑے ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (پھر ان کو بڑے عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا) یعنی عذاب نار۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا انہوں نے ملے جلے عمل کیے جن میں نیک عمل بھی ہیں اور برے اعمال بھی۔ عنقریب اللہ

يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٠٢﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

ان کی توبہ قبول فرما لے گا۔ بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ آپ ان کے اموال سے صدقہ لے لیجئے جو انہیں

وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٣﴾

پاک کرے گا اور ان کو دعا دیجئے۔ بے شک آپ کی دعا ان کے لئے باعث تسکین ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ

کیا ان لوگوں نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات قبول فرماتا ہے اور بلاشبہ

اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ

اللہ خوب زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے اور آپ فرما دیجئے کہ عمل کرتے رہو سو عنقریب اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول بھی

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾

اور اہل ایمان بھی، اور عنقریب تم اس ذات پاک کی طرف لوٹائے جاؤ گے جسے چھپی ہوئی چیزوں کا اور کھلی ہوئی چیزوں کا علم ہے پھر وہ تمہیں جتا دے گا جو عمل تم کیا کرتے تھے

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠٦﴾

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا معاملہ اللہ کا حکم آنے تک مؤخر کیا ہوا ہے وہ انہیں عذاب دے یا ان کی توبہ قبول فرمائے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔

معترفِ گناہ مؤمن :

آیت ١٠٢: وَاٰخَرُوْنَ (اور کچھ اور لوگ ہیں) ان مذکورہ لوگوں کے علاوہ اور لوگ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ (جو اپنی خطا کے معترف ہو گئے) اپنے پیچھے رہ جانے پر جھوٹے عذر پیش نہیں کیے بلکہ انہوں نے ندامت سے اس فعل کا اعتراف و اقرار کرلیا کہ انہوں نے بہت بڑی غلطی کی ہے ان کی تعداد دس تھی۔ ان میں سے سات نے ان آیات کو سنکر جو متخلفین کے متعلق اتری تھیں اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور عادت مبارکہ کے مطابق سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ آپ نے جب ان کو بندھا ہوا دیکھا تو ان سے سوال کیا انہوں نے ذکر کیا کہ ہم نے قسم اٹھائی ہے کہ اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے بلکہ اللہ کے رسول ﷺ خود کھولیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی قسم اٹھاتا ہوں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوگا تمہیں نہیں کھولوں گا پس یہ آیت اتری آپ نے ان کو آزاد فرما دیا۔

پھر انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ! یہ ہمارے اموال ہیں جو آپ سے پیچھے رہنے کا باعث بنے۔ آپ ان کو صدقہ کر دیں اور ہمیں پاک کریں۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اموال میں سے کسی چیز کے لینے کا حکم نہیں ہوا۔ اس وقت یہ آیت اتری۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (۱۰۳: التوبہ)

خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا (انہوں نے ملایا بھلے عمل کو) جہاد کی طرف جانا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا (اور کچھ برے عمل کو)۔ نمبر۱۔ جہاد تبوک سے پیچھے رہ جانا۔ نمبر۲۔ توبہ اور گناہ پھر یہ اس قول کی طرح ہے بعت الشاة شاة و درهمًا ای شاة بدرهم۔ میں نے بکری کو ایک درہم کے بدلے فروخت کر دیا۔ پس واؤ بمعنی باء ہے کیونکہ واؤ جمع کیلئے ہے اور باالصاق کا معنی دیتی ہے پس دونوں میں مناسبت واضح ہے۔ نمبر۳۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے سے مل گیا پس ہر ایک ان میں سے مخلوط اور مخلوط بہ ہے جیسا کہتے ہیں خلطت الماء و اللبن اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے سے ملا دیا۔ البتہ اگر خلطت الماء باللبن کہا جائے تو اس میں پانی کو تم نے مخلوط اور دودھ کو مخلوط بہ قرار دے دیا اور جب واؤ سے کہا جائے گا تو پانی اور دودھ میں سے ہر ایک مخلوط اور مخلوط بہ ہوگا۔ گویا اس طرح کہا خلطت الماء باللبن و اللبن بالماء کہ میں نے پانی کو دودھ اور دودھ کو پانی سے ملا دیا۔ حاصل یہ ہوا کہ انکے اچھے برے اعمال گڈمڈ ہو گئے۔

قبولیت توبہ:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اللہ سے امید ہے کہ وہ ان پر توجہ فرمائیں گے بے شک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں) اس میں انکی توبہ کا تذکرہ نہیں کیا کیونکہ اعتراف ذنوب کا تذکرہ پہلے کر دیا گیا تھا یہی بات انکی توبہ کی قبولیت کی دلیل ہے۔

تکمیل توبہ کے لئے صدقہ و دُعا:

آیت ۱۰۳: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیں) نمبر۱۔ ان کے گناہوں کا کفارہ نمبر۲ بعض کے بقول زکوٰۃ مراد ہے تُطَهِّرُهُمْ (آپ ان کو پاک کر دیں گے) گناہوں سے۔ یہ صدقہ کی صفت ہے۔ اور تا۔ نمبر۱۔ خطاب کی ہے۔ نمبر۲۔ واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے وَتُزَكِّيْهِمْ (اور ان کو صاف کر دیں گے) اس میں تا یقیناً خطاب ہی کیلئے ہے۔ بِهَا (جس کے ذریعہ) صدقہ کے ذریعہ التزکیہ، نمبر۱: تطہیر و پاکیزگی میں مبالغہ اور اضافہ نمبر۲۔ مال میں برکت و نمو وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (اور ان کے لئے دعا کریں) دعا کے ساتھ ان پر مہربانی فرما کر۔ رحم کر کے۔

مَسْئَلَہ: صدقہ لینے والے کو چاہیے کہ صدقہ دینے والے کو دعا دے۔ یہی سنت ہے۔ اِنَّ صَلٰوتَكَ (بلاشبہ آپ کی دعا) قراءت: کوفی قراء ابوبکر کے علاوہ صَلٰوتَكَ پڑھتے ہیں بعض نے کہا الصلاۃ، الصلوات سے زیادہ مناسب ہے کیونکہ جنس کا معنی دیتا ہے۔

سَكَنٌ لَّهُمْ (ان کیلئے سکون کا باعث ہے) ان کو سکون خاطر حاصل ہوتا ہے اور انکے دل مطمئن ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ کو قبول کر لیا۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ (اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے) نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو سننے والے نمبر۲۔ ان کی دعاؤں اور گناہوں کے اعتراف کو جاننے والے ہیں عَلِيْمٌ (جانتے ہیں) جو انکے دلوں میں غم، شرمندگی پائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں جو کہ ان سے سرزد ہوا۔

مالکِ قبولیت اللہ ہی ہے:

آیت ۱۰۴: اَلَمْ يَعْلَمُوْا (کیا انکو یہ خبر نہیں) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنکی توبہ قبول کی گئی یعنی کیا انکو قبول توبہ اور قبول صدقات سے قبل معلوم نہیں۔ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ (کہ اللہ تعالیٰ ہی توبہ کو قبول کرتا ہے اپنے بندوں سے) بشرطیکہ وہ صحیح

طریق سے ہو وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ (اور وہی صدقات کو قبول کرتا ہے) اور انکو قبول فرماتے ہیں جبکہ خلوص نیت سے دیئے جائیں۔
نکتہ: هُوَ، کا لفظ تخصیص کو بتلا رہا ہے کہ یہ کام رسول اللہ ؐ کے حوالے نہیں بیشک اللہ تعالیٰ ہی توبہ کو قبول کرنے والے اور مسترد کرنے والے ہیں پس توبہ میں اسی ہی کا قصد کرو اور اسی ہی کی طرف اسکی نسبت کرو۔ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ (اور بے شک اللہ ہی توبہ کو قبول کرنے والے ہیں) بہت زیادہ توبہ قبول فرمانیوالے ہیں۔ الرَّحِيْمُ (رحمت کرنے والے ہیں) اور گناہ کو معاف کر دیتے ہیں۔

وعید برائے مستقبل:

آیت ۱۰۵: وَقُلِ (اور آپ کہہ دیں) ان توبہ کرنے والوں کو اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (عمل کئے جاؤ پس اللہ دیکھ لیگا تمہارے عمل کو اور اسکا رسول اور مؤمنین بھی)۔ نمبر۱۔ تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں خواہ خیر ہو یا شر اللہ تعالیٰ پر اور نہ اسکے بندوں پر جیسا کہ تم نے دیکھ لیا اور تمہارے سامنے ظاہر ہو گیا۔ نمبر۲۔ غیر تائبین کو توبہ کی ترغیب کیلئے یہ فرمایا۔ روایت میں وارد ہے جب انکی توبہ قبول کر لی گئی تو ان لوگوں نے کہا جنہوں نے توبہ نہ کی تھی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کل گزشتہ ہمارے ساتھ نہ کلام کرتے اور نہ بیٹھتے تھے۔ انکو کیا ہو گیا پس یہ آیت اتری اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد فسيرى الله یہ انکے حق میں وعید ہے اور اصرار کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ اور توبہ کے متعلق غفلت برتنے سے خوف دلایا گیا۔ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ (اور ضرور تم کو اس ذات کے پاس جانا ہے جو تمام چھپی) جو لوگوں سے پوشیدہ ہے وَالشَّهَادَةِ (اور کھلی چیزوں کو جاننے والا ہے) جس کا وہ مشاہدہ کرتے ہیں فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پس وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا) یہ تنبیہ و تذکیر اور اس پر مجازات کا ذکر ہے۔

التواء والے لوگ:

آیت ۱۰۶: وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ (اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ اللہ کے حکم آنے تک ملتوی کر دیا گیا ہے) مدنی، کوفی قراء سوائے ابوبکر نے بلا ھمزہ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے مُرْجَؤُوْنَ پڑھا ہے یہ ارجیته ارجائۃً سے ہے۔ جب کہ اس کو مؤخر کیا جائے۔ اور اسی سے المرجئہ ہے۔ مطلب اس طرح ہے واخرون من المتخلفينً موقوفون الى ان يظهر امر الله فيهم۔ متخلفین میں سے دوسرے روک دیئے گئے یہاں تک کہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہو۔
اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ (خواہ وہ ان کو سزا دے) اگر وہ اصرار کریں اور توبہ نہ کریں۔ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ (یا ان کی توبہ قبول کر لے) اگر وہ توبہ کر لیں ان کی تعداد تین تھی نمبر۱۔ کعب بن مالک نمبر۲۔ ہلال بن امیہ نمبر۳۔ مرارہ بن الربیع۔ یہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے یہی وہ لوگ ہیں جنکا تذکرہ اس آیت میں ہے وعلى الثلاثة الذين خُلّفوا۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ خوب جاننے والا) ان کے مؤخر کرنے کو حَكِيْمٌ (بڑا حکمت والا ہے) اور ان کو مؤخر کرنے میں اِمّا کا لفظ شک و تردد کے لئے آتا ہے۔ بندوں کا لحاظ کر کے اِمّا کا استعمال کیا گیا یعنی ان کو عذاب کا خطرہ ہے اور مجھے ان پر رحمت کی امید ہے روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ان کے ساتھ سلام و کلام سے منع فرما دیا ان حضرات نے اپنے آپ کو ستونوں سے بھی نہ باندھا اور نہ ہی گھبراہٹ و غم کا اظہار کیا۔ جب انہیں بائیکاٹ کا علم ہوا تو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور اپنی نیتوں کو خالص کر لیا۔ ان کی توبہ مخلصانہ تھی ان کو اللہ تعالیٰ نے خوش کر دیا۔ (واقعہ روایت کعب سے بخاری و مسلم میں مذکور ہے)

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا

اور جن لوگوں نے اس لئے مسجد بنائی کہ ضرر پہنچائیں اور کفر اختیار کئے رہیں اور مومنین کے درمیان پھوٹ ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا انتظام کریں جس

لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ

نے اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی، اور البتہ وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو صرف بھلائی ہی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ

يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى

گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں۔ البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر

مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ

رکھی گئی ہو وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ

يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ

خوب پاک ہونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ "اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور اللہ کی خوشنودی پر رکھی ہو" وہ بہتر ہے

اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا

یا وہ بہتر ہے جس کی بنیاد کسی گھاٹی کے کنارے پر رکھی گئی ہو جو گرنے والی ہے پھر وہ اسے لے کر دوزخ کی آگ میں گر پڑے' اور اللہ

يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ

ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ انہوں نے جو عمارت بنائی وہ ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی۔ الا

اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۳

یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

مسجدِ ضرار کے بانی منافقین:

آیت ۱۰۷: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا (اور بعض ایسے لوگ ہیں جنہوں نے مسجد بنائی) تقدیر عبارت اس طرح ہے ومنهم الذين اتخذوا۔ مدنی اور شامی قراء نے والذین کو بغیر واؤ پڑھا ہے وہ مبتداء جس کی خبر محذوف ہے ای جازیناهم جن کو ہم نے بدلہ دیا۔ روایت میں ہے کہ بنی عمرو بن عوف نے مسجد قباء مکمل کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ تشریف لائے اور اسمیں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (اور ہجرت کے وقت آپ نے پہلا قیام قباء میں فرمایا اور ۱۴ روز قیام فرما کر اس مسجد کی بنیاد خود

دست اقدس سے رکھی اور وہاں نمازیں ادا فرمائیں) ان کے بھائی بنو غنم بن عوف کو حسد پیدا ہوا کہنے لگے ہم بھی مسجد بنائیں گے اور رسول ﷺ کو نماز کی اس میں دعوت دیں گے اور ابو عامر راہب جب شام سے آئے گا تو وہ بھی اس میں نماز پڑھا کرے گا یہ ابو عامر وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو احد کے دن کہا آپ کے مقابلہ میں جو بھی لڑے گا میں اس کا ساتھ دونگا حنین تک مختلف لڑائیوں میں شریک رہا۔ چنانچہ مسجد قباء کے قریب انہوں نے ایک مسجد بنائی۔ اور رسول ﷺ کو کہا ہم نے بیمار اور حاجت مند لوگوں کی خاطر ایک مسجد بنائی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس میں نماز پڑھیں آپ ﷺ نے فرمایا اسوقت میں سفر پر جارہا ہوں۔ تبوک سے واپسی پر انشاء اللہ ہم اس میں نماز ادا کریں گے۔

جب تبوک سے آپ واپس لوٹ آئے انہوں نے مسجد میں آنے کا سوال کیا اس پر یہ آیات اتریں۔ آپ ﷺ نے وحشی اور معن بن عدی وغیرہ کو حکم دیا اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے بنانے والے ظالم ہیں اور اس کو جلا دو۔ پس ایسا کر دیا گیا اس جگہ کوڑا کرکٹ مردار اور فضلات ڈالنے کا حکم فرمایا۔ ابو عامر فاسق شام میں اپنی موت مر گیا۔ ضِرَارًا (ضرر پہنچانے) یہ مفعول لہٗ ہے۔ اسی طرح اس کا مابعد بھی۔ تقدیر عبارت یہ ہے مضارة لا خوانهم اصحاب مسجد قباء مسجد قباء کے ساتھیوں کو نقصان پہنچانے کیلئے۔ وَّكُفْرًا (اور کفر کی باتیں کرنے کے لئے) منافقت کو مضبوط کرنے کیلئے وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور ایمان والوں میں تفریق ڈالنے کیلئے) کیونکہ وہ اکٹھے مسجد قباء میں نماز ادا کرتے انہوں نے چاہا کہ ان میں انتشار پیدا ہو جائے۔ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ (اور اس شخص کے قیام کا سامان کرنے کیلئے) اس شخص کے قیام کا سامان بنانے کیلئے حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (جو اللہ اور اس کے رسول کا مخالف رہا ہے) وہ ابو عامر راہب تھا جس کے نماز ادا کرنے اور رسول اللہ ﷺ پر غلبہ پانے کیلئے یہ مرکز بنایا گیا تھا۔

بعض کا قول یہ ہے کہ فخر ومباہات اور ریاکاری یا شہرت کیلئے بنائی جانے والی مسجد اسی حکم میں ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے علاوہ کسی بھی غرض کیلئے بنائی جانے والی مسجد یا ناپاک مال سے بنائی جانے والی مسجد بھی مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔ مِنْ قَبْلُ (پہلے سے) یہ حَارَبَ کے متعلق ہے یعنی اس مسجد کی تعمیر سے پہلے خندق کے دن وَلَيَحْلِفُنَّ (اور یہ ضرور قسمیں کھائیں گے) جھوٹے اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى (کہ ہم نے تو صرف بھلائی ہی کا ارادہ کیا تھا) ہم اس مسجد کی تعمیر سے اچھی غرض ہی رکھتے تھے مثلاً نماز، ذکر اللہ، نمازیوں کی آسانی وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں) اپنے اس حلف میں۔

ایسی مسجد میں قیام کی ممانعت:

آیت ۱۰۸: لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا (آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں) نماز کیلئے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى۔ (البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے)

مسجد قباء میں قیام کا حکم اور ان کے بانیوں کی تعریف:

لام ابتدائیہ ہے اُسس یہ مسجد کی صفت ہے نمبرا۔ مراد اس سے مسجد قباء ہے جس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے قباء کے زمانہ

قیام میں اپنے دست اقدس سے رکھی۔ نمبر۲۔ مسجد نبوی جو مدینہ میں ہے وہ مراد ہو۔ مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ (اول دن سے) اس کی تعمیر کے پہلے دن سے۔ ایک قول یہ ہے کہ تقاضہ قیاس تو یہ ہے کہ یہاں مُذْ آتا کیونکہ وہ ابتداء غایت فی الزمان کیلئے آتا ہے اور یہاں من لائے جو کہ ابتداء غایت فی المکان کیلئے ہے۔ الجواب من کا لفظ زمان و مکان دونوں کیلئے آتا ہے۔

اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ (وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں) نماز کیلئے فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ (اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے) جب یہ آیت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی جماعت کے ساتھ قباء میں تشریف لائے اور مسجد قباء کے دروازے پر کھڑے ہوگئے انصار مسجد میں بیٹھے تھے۔ آپ نے آواز دیکر فرمایا۔ أمؤمنون انتم؟ کیا تم ایمان والے ہو؟ تمام خاموش رہے پھر آپ نے اس بات کو دھرایا اس پر حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! بلاشبہ وہ مؤمن ہیں اور میں بھی ان کے ساتھ۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم فیصلے پر راضی ہو؟ انہوں کہا ہاں! فرمایا کیا تم آزمائش پر صبر کرنے والے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! فرمایا کیا تم خوشحالی میں شکر گزار ہو۔ انہوں نے جواب دیا جی ہاں حضور! آپ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم تم مؤمن ہو۔ پھر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا اے گروہ انصار! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے تم بوقت وضو کیا عمل کرتے ہو اور پاخانے کے وقت تمہارا کیا عمل ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم پاخانہ سے فارغ ہو کر تین ڈھیلے استعمال کرتے ہیں پھر پتھروں کے استعمال کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی فیه رجال یحبون ان یتطهروا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تمام نجاسات سے تطہیر کیلئے یہ آیت عام ہے۔ تیسرا قول اس تطہیر سے گناہوں کی توبہ کے ذریعہ تطہیر مراد ہے یحبون ان یتطهروا میں محبت سے مراد طہارت کو ترجیح دینا اور اس کی اس طرح حرص کرنا جیسا کہ محب کسی محبوب چیز کی حرص کرتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہے اور ان پر احسان فرمانے والے ہیں جیسا محب محبوب کے ساتھ کرتا ہے۔

دونوں میں تقابلی فرق:

آیت ۱۰۹: اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ (کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی) تعمیر کی بنیاد رکھتا ہے۔ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ (تقویٰ پر اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر وہ زیادہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی کھائی کے گرنے والے کنارے پر رکھی ہو) یہ استفہام تقریری ہے اور واضح ہونے کی وجہ سے جواب ذکر نہیں کیا گیا، مطلب یہ ہے۔ جس نے اپنے دین کی بنیاد مضبوط اساس پر رکھی ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور رضامندی ہے۔ خیر ام من جس نے اپنی عمارت کی تعمیر کمزور بنیادوں پر رکھی ہو۔ وہ بنیادیں باطل اور منافقت ہے۔ جس کی مثال قلت ثبات اور استمساک میں، گرنے والے گڑھے کے گرنے والے کنارے کی ہے گرنے والا گڑھے کا کنارہ تقویٰ کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا کیونکہ گرنے والے گڑھے کے کنارے کو اس چیز سے مجاز قرار دیا جو تقویٰ کے مخالف ہے۔

الشفاء کنارہ، جرف الوادی وادی کی وہ جانب جس کو پانی نے نیچے سے کھود ڈالا ہو۔ سیلاب اس کو کھود ڈالیں جس سے

وہ کمزور ہو جائے الھار گرنے والا، پھٹنے والا جو گرا چاہتا ہو۔ اس کا وزن فَعلٌ ہے جو فاعل سے قصر کر کے پڑھا جیسا کہ خلف کو خالف سے پڑھا ہے۔ اس کا الف فاعل کا الف نہیں بلکہ اصلی ہے یہ اصل ھَوِرٌ ماقبل فتحہ کی وجہ سے واؤ کو الف سے بدل دیا۔ یہ انتہائی بلیغ کلام ہے۔ جو باطل کی حقیقت واصلیت کو طشت از بام کر رہا ہے۔

قراءت: شامی، نافع، نے افمن اسس بنیانه کو اَمَنْ اُسس بنیانه پڑھا ہے۔ شامی، حمزہ اور یحیٰی نے جُرُف کو جُرْف راء کے سکون سے پڑھا۔ ابو عمرو نے ھار کو امالہ سے پڑھا جبکہ حمزہ نے ایک روایت کے مطابق اور یحیٰی نے امالہ کیا ہے۔

فَانْهَارَ بِهٖ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ (پھر وہ اس کو لے کر دوزخ کی آگ میں گر پڑے) باطل اس کو لیکر جہنم میں گر پڑا۔ جب آیت میں جرف ھائر کو باطل کیلئے بطور مجاز استعمال کیا گیا تو جرف کیلئے انھار کا لفظ لائے جو اس کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ نیز یہ تصور دیا کہ باطل پرست نے اپنی تعمیر کی بنیاد جہنم کی وادی کے گرنے والے گڑھے کے کنارہ پر رکھی ہے وہ کنارہ اس کو لیکر جہنم کی گہرائی میں جا گرا ہے۔

جابر کہتے ہیں میں نے مسجد ضرار سے اس وقت دھواں نکلتا ہوا دیکھا جب وہ جہنم میں گری۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا) ان کو نفاق کی سزا کے طور پر خیر کی توفیق نہ دے گا۔

منافقین کے خبیث مقاصد کی نشاندہی:

آیت ۱۱۰: لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ (یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے۔ ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی) اس کا گرانا ان کے نفاق و شک میں اضافہ کا باعث بنا رہے گا کیونکہ اس سے ان کو مزید غصہ آئے گا اور وہ ان پر گراں گزرے گی۔ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ (مگر یہ کہ ان کے دل ہی فنا ہو جائیں) شامی، حمزہ اور حفص نے تَقَطَّع پڑھا جو اصل میں تتقطَّعَ ہے۔ دیگر قراء نے تُقَطَّع۔ پڑھا ہے جس کا معنی ان تُقطَّع قلوبهم قطعا و تفرق اجزاءً انکے دلوں کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر اجزاء الگ کر دیئے جائیں اس وقت ان کو تسلی ہوگی البتہ جب تک ان کے دل صحیح سالم اور اکٹھے ہیں ان میں شک باقی رہے گا اور مضبوطی سے جما رہے گا۔ پھر یہ درست ہے کہ شک کے زائل کرنے کی تصویر بٹھانے کیلئے کیا گیا ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ حقیقۃً کٹنا مراد ہو۔ جو کہ ان کے قتل سے ممکن ہے۔ یا قبور میں پہنچ کر یا آگ میں داخل ہو کر۔

ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے دل توبہ وندامت سے اپنی اس زیادتی پر کٹ جائیں نڈھال ہو جائیں۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے) ان کے عزائم سے حَكِيْمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) ان کے جرائم کی سزا میں حکمت والے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ

بے شک اللہ نے مومنین سے اس بات کے عوض ان کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا کہ ان کے لئے جنت ہے۔

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ

وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کر دیئے جاتے ہیں اس پر اللہ کا وعدہ ہے جو توریت،

وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ

انجیل اور قرآن میں ہے، اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے۔ سو تم لوگ اپنی اس بیع پر خوش ہو جاؤ

الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ

جس کا تم نے معاملہ کیا ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ یہ لوگ توبہ کرنے والے ہیں۔ عبادت کرنے والے ہیں، حمد کرنے والے ہیں۔

السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ

روزہ رکھنے والے ہیں، رکوع کرنے والے ہیں۔ سجدہ کرنے والے ہیں۔ نیک باتوں کی تعلیم دینے والے ہیں، اور بری باتوں سے روکنے

الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٢﴾

والے ہیں اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور آپ مومنین کو خوشخبری سنا دیجئے۔

نفع بخش تجارت جس میں اقالہ نہیں:

آیت ۱۱۱: إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اوران کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے۔ کہ ان کو جنت ملے گی) اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی ثابت قدمی اور اس کی راہ میں مال خرچ کرنے کو جنت کے بدلے خریدنے سے تشبیہ دی اور روایت میں آیا ہے کہ ان سے تجارت کا معاملہ کیا مگر ثمن کو بہت مہنگا کر دیا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے نفوس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اموال عنایت کرنے والے بھی وہی ہیں۔ ایک اعرابی کا گزر رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایسی حالت میں ہوا جبکہ آپ یہ تلاوت فرما رہے تھے تو وہ سنکر کہنے لگا اللہ کی قسم بڑی نفع بخش بیع ہے ہم اس میں نہ اقالہ کرتے اور نہ اقالے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ ایک غزوہ میں نکلا اور شہید ہو گیا۔ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں) سپردگی کا محل بیان فرمایا فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (وہ جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں) یعنی کبھی وہ دشمن سے لڑتے ہیں کبھی تو دشمن ان کو قتل کر دیتا ہے۔

قراءت: فیُقْتَلُوْنَ ویَقْتُلُوْن حمزہ اور علی نے پڑھا۔ وَعْدًا عَلَیْهِ (اس پر وعدہ کیا گیا ہے) یہ مصدر ہے یعنی وعدھم بذلک وعداً ان سے وعدہ کیا وعدہ کرنا۔ حَقًّا (سچا) یہ وعداً کی صفت ہے اس میں اطلاع دی کہ مجاہدین سے کیا جانے والا وعدہ پختہ وعدہ ہے جس کو میں نے لکھ دیا ہے۔ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ (توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں)

مَسْئَلَه: یہ دلیل ہے کہ ہر ملت والوں کو قتال کا حکم دیا گیا اور اس پر ان سے وعدے کئے گئے پھر فرمایا وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون وعدے کو پورا کرنے والا ہے) کیونکہ وعدہ خلافی قبیح چیز ہے۔ جب اس کا ارتکاب کوئی شریف آدمی نہیں کرتا تو اکرم الاکرمین کیونکر وعدہ کی خلاف ورزی فرمانے والے ہیں۔ اس سے زیادہ بہتر اور بلیغ انداز میں جہاد کی ترغیب نہیں دی جاسکتی۔ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ (تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا معاملہ تم نے ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ) تمہیں انتہائی خوش ہونا چاہیئے کہ تم فانی دیکر باقی کا سودا کر رہے ہو۔ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (اور یہ بڑی کامیابی ہے) صادق رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ تمہارے ابدان کی قیمت صرف جنت ہے۔ پس ان کو صرف اسی کے بدلے میں فروخت کرو۔

آیت ۱۱۲: اَلتَّآئِبُوْنَ (وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں) نمبرا۔ یہ مدح کی بناء پر مرفوع ہے ای هم التائبون یعنی یہ مذکور مومنین ہی تائب ہیں یا۔ نمبر۲۔ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر العابدون ہے۔ اَلْعٰبِدُوْنَ (عبادت کرنے والے) وہ لوگ جو فقط اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے والے ہیں اور عبادت اسی کے لئے خالص کرنے والے ہیں اس کا مابعد خبر کے بعد خبر ہے۔ یعنی التائبون من الكفر على الحقيقة الجامعون لهٰذه الخصال۔ کہ حقیقۃً کفر سے توبہ کرنے والے وہ ان خصال کے جامع ہیں۔

حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے شرک سے توبہ کی۔ اور نفاق سے براءت کا اظہار کیا۔ اَلْحٰمِدُوْنَ (حمد کرنے والے) اسلام کی نعمت پر السّٰٓئِحُوْنَ (روزہ رکھنے والے) نمبرا۔ روزہ رکھنے والے ہیں۔ آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ سياحة امتي الصيام (رواہ ابن جریر) نمبر۲۔ طلباء علم مراد ہیں کیونکہ وہ زمین میں سفر کرتے ہیں اور مناہل علم سے علم حاصل کرتے ہیں نمبر۳۔ عبرت کیلئے زمین میں سفر کرنے والے ہیں۔ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ (اور رکوع اور سجدہ کرنے والے) نمازوں کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (اور نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے) ایمان اور معرفت و اطاعت کے ذریعہ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور بری باتوں سے باز رکھنے والے) شرک و معاصی سے واؤ کو درمیان میں لاکر بتلایا کہ یہ سات پوری لڑی ہے جو پروئی ہوئی ہے۔ نمبر۲۔ امر و نہی کے مابین تضاد ظاہر کرنے کے لئے واؤ لایا گیا جیسا کہ اس ارشاد میں ثیبات و ابکارا (التحریم: ۵) وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کی حدوں کا خیال رکھنے والے) اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی۔ نمبر۲۔ شریعت کے نشانات وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (اور آپ ایسے مؤمنین کو خوشخبری سنا دیں) جو ان صفات کے ساتھ متصف ہیں۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا

نبی کو اور دوسرے مسلمانوں کو یہ جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اگرچہ وہ

اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ

رشتہ دار ہی ہوں۔ اس بات کے ظاہر ہو جانے کے بعد یہ لوگ دوزخی ہیں اور ابراہیم کا

اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ

اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا صرف اس لئے تھا کہ انہوں نے اپنے باپ سے ایک وعدہ کرلیا تھا۔ پھر جب ابراہیم پر یہ بات واضح ہوگئی

اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہوگئے۔ بے شک ابراہیم بڑے رحم دل برداشت کرنے والے تھے۔

مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت:

آیت ۱۱۳: آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ ابو طالب کیلئے استغفار کریں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاردی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى (پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں) اللہ تعالیٰ کے قانون اور حکمت کے مطابق استغفار اس کے لئے حلال نہیں مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (اس بات کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں) اس بات کے ظاہر ہو چکنے کے بعد کہ ان کی موت شرک پر واقع ہوئی۔ پھر اگلی آیت میں ابراہیم علیہ السلام کا عذر ذکر فرمایا۔

استغفار ابراہیم علیہ السلام کا جواب:

آیت ۱۱۴: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ (اور ابراہیم کا اپنے باپ کیلئے دعائے مغفرت مانگنا وہ صرف وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اسی سے وعدہ کرلیا تھا)۔ نمبر۱۔ ان کے والد نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ اسلام لے آئیگا۔ نمبر۲۔ ابراہیم علیہ السلام نے والد سے وعدہ کیا کہ وہ اس کے لئے استغفار کرے گا۔ جیسا اس ارشاد میں ہے لاستغفرن لك (الممتحنہ:۴) اس کی دلیل حسن رحمہ اللہ کی قراءت ہے۔ وعدها اياه۔ استغفار کا معنی مغفرت کا سوال کرنا اسلام لانے کے بعد نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے اسلام لانے کی دعا کرنا جو کہ مغفرت کا سبب ہے۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ (پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی) وحی کے ذریعہ لَهٗٓ ابراہیم علیہ السلام کو اَنَّهٗ (کہ وہ) کہ ان کا والد عَدُوٌّ لِّلّٰهِ (اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے) کا فر مرے گا تو ان کی امید منقطع ہوگئی تَبَرَّاَ مِنْهُ (تو وہ اس سے بالکل بے تعلق ہوگئے) استغفار منقطع کردیا۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ (بیشک ابراہیم بڑے رحیم المزاج) وہ شفقت اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت آہیں کھینچنے والے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ شدید رحمت ورقت سے اپنے باپ کافر پر

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ

اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کر دے جب تک کہ ان چیزوں کو واضح طور پر بیان نہ فرما دے جن سے وہ بچتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ

بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے بے شک اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا ' وہ زندہ کرتا ہے

وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

اور موت دیتا ہے اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی یار اور مددگار نہیں۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ

بلاشبہ اللہ نے نبی پر اور مہاجرین پر اور انصار پر مہربانی فرمائی جنہوں نے اس کے بعد تنگی کے وقت میں نبی کا

الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ

ساتھ دیا جبکہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں تزلزل ہو چلا تھا ' پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی۔ بلاشبہ اللہ

بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ لا وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ

ان پر مہربان ہے رحم فرمانے والا ہے' اور اللہ نے ان تین شخصوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین

عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ

اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ سے بچ کر کہیں پناہ نہیں مل سکتی سوائے اس کے کہ

ع ۱۴ ۸ ۲ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ ع

اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی تا کہ وہ...... رجوع کریں بے شک اللہ خوب توبہ قبول فرمانے والا ہے' اور رحم کرنے والا ہے۔

مہربانی کرتے حَلِیْمٌ (حلیم الطبع تھے) تکالیف پر صبر کرنے والے۔ تکلیف پر درگزر کرنے والے تھے۔ وہ باپ کے لئے ہدایت و استغفار کے طالب تھے۔ اور باپ لار جمنلٹ کا پیغام سناتا تھا۔

گناہ کو جان بوجھ کر کرنے سے مواخذہ ہوگا:

آیت ۱۱۵: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرنے کے بعد گمراہ کر دے جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلا دے جن سے وہ بچتے رہیں) جس سے

بچنے اور پرہیز کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جیسا کہ مشرکین کیلئے استغفار وغیرہ اور دیگر منہیات اور وہ چیزیں جن کا محظور ہونا واضح کردیا۔ اور اس پر وہ اپنے ان بندوں سے جن کی راہنمائی اسلام کی طرف کردی مؤاخذہ بھی نہیں فرماتا۔ اور نہ رسوا کرتا ہے مگر جبکہ اس کا اقدام جان بوجھ کر کریں اور وہ جانتے ہوں کہ اس کا ماننا ضروری ہے۔ باقی وضاحت واطلاع سے پہلے مؤاخذہ نہیں۔ دراصل اس آیت میں ان صحابہ کے عذر کا بیان ہے جن کو خدشہ ہوا کہ استغفار مشرکین کے سلسلہ میں کہیں مؤاخذہ نہ ہو جائے۔ مایتقون سے مراد وہ چیز ہے کہ ممانعت کی بناء پر جس سے بچنا ضروری ہے باقی عقل سے معلوم ہونے والی چیز کا دارو مدار اس پر نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْ ءٍ عَلِیْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں)

مالک وہی ہے، اس کی کارسازی کے بغیر چارہ نہیں:

آیت ۱۱۶: اِنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اور وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ یار ہے اور نہ مددگار ہے)

آیت ۱۱۷: لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ (اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ پر منافقین کو پیچھے رہنے کی اجازت دینے پر رجوع فرمایا۔ جیسا دوسرے ارشاد میں ہے۔ عفا اللّٰہ عنك لم اذنت لھم (التوبہ: ۴۳) وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ (اور مہاجرین وانصار کے حال پر بھی) اس میں مسلمانوں کو توبہ پر آمادہ کیا گیا۔ ہر مؤمن توبہ واستغفار کا محتاج ہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین وانصار بھی۔

الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا) غزوۂ تبوک کے موقع پر۔ اس کا معنی وقت العسرۃ ہے۔ الساعۃ کا لفظ مطلق وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سواریوں کی تنگی تھی دس دس صحابہ ایک ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ سفر کا زادِ راہ ردی قسم کی کھجور بھوسی دار جو، مہک والی چربی تھی۔ بھوک اس حد تک پہنچ گئی کہ دو دو کو ایک کھجور ملنے لگی اور بعض اوقات ایک جماعت اس ایک کھجور کو چوس کر پانی پی لیتی اور پانی کی قلت کا حال یہ تھا کہ اونٹوں کو ذبح کر کے ان کی اوجریاں بعض اوقات نچوڑ کر پینی پڑیں۔ ادھر موسم شدید گرمی اور تمازت والا۔ اور قحط وخشک سالی اپنے جوش میں۔

مِنْ ۢ بَعْدِ مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْھُمْ (اس کے بعد کہ ان میں سے ایک جماعت کے دل میں کچھ تزلزل پیدا ہو چلا تھا) نمبر۱۔ ایمان پر ثابت قدمی میں۔ نمبر۲۔ اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ جانے میں

نحو: کاد میں ضمیر شان ہے اور اس کے بعد والا جملہ منصوب ہے یہ اسی طرح ہے جیسا کہا جاتا ہے لیس خلق اللّٰہ مثلہ ای لیس الشان خلق اللّٰہ مثلہ اللہ تعالیٰ نے اس جیسا بنایا نہیں۔

قراءت: حمزہ اور حفص نے یزیغ پڑھا ہے۔

ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ (پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی) دوبارہ تاکید کیلئے لائے۔ اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق ومہربان ہے)

تین صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی توجہ رحمت کا چھینٹا پڑا:

آیت ۱۱۸: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ (اوران تین شخصوں کے حال پر بھی) ای وتاب علی الثلاثة۔ اس کا عطف النبی پر ہے۔ اور تینوں پر رجوع فرمایا۔ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا) غزوہ سے پیچھے رہ گئے۔ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی) مارحبت میں ما مصدر یہ ہے برحبھا۔ وسعت کے باوجود۔ دراصل یہ حیرانی کو تمثیل سے ذکر فرمایا۔ گویا وہ زمین میں کوئی جگہ ہی نہیں پارہے تھے کہ جہاں قلق اضطراب اور گھبراہٹ سے بھاگ کر چلے جائیں۔ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ (وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے) انفس سے مراد قلوب ہیں ان کے دلوں میں انس وسرور نہ رہا گویا وہ فرط وحشت وغم سے نکل نکل گئے۔ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ (اورانہوں نے یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی مگراس کے ہاں) انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے نکلنے کا راستہ معافی واستغفار کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ (پھران کے حال پر توجہ فرمائی) پچاس ایام کے بعد لِيَتُوْبُوْا (تاکہ وہ آئندہ بھی رجوع رہا کریں) تاکہ وہ بھی توابین میں شامل ہو جائیں۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں) ابوبکر وراق کہتے تھے خالص توبہ یہ ہے کہ تائب کو زمین باوجود وسعت کے تنگ نظر آئے اور خود اس کا اپنا نفس بھی اس پر تنگ ہو۔ جیسا کہ یہ تین صحابہ کرام۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ

مدینے والے اور انکے آس پاس کے رہنے والے دیہات کے لوگوں کے لئے یہ زیبا نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے سے

رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ

پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ بات کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اپنی جانوں کو لے کر بیٹھ جائیں، یہ اس وجہ سے کہ انہیں جو بھی کوئی پیاس

ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ

یا تھکن یا بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے اور وہ کسی جگہ جو قدم رکھتے ہیں جس سے کافروں کو جلن ہوتی ہے

وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ

اور دشمن سے جو بھی کوئی چیز لے لیتے ہیں تو اس سب کی وجہ سے ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ بلاشبہ اللہ اچھے کام کرنیوالوں کا

اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ

اجر ضائع نہیں فرماتا۔ اور وہ لوگ جو بھی کوئی چھوٹا بڑا خرچہ کرتے ہیں اور جس کسی میدان کو قطع کرتے

وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ہیں تو یہ ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے تا کہ اللہ ان کو انکے عمل کا اچھے سے اچھا بدلہ عطا فرمائے۔

سچوں کا ساتھ دو:

آیت ۱۱۹: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو) نمبرا۔ ایمان والوں کے ساتھ نہ کہ منافقین کے ساتھ۔ نمبر۲۔ ان ایمان والوں کے ساتھ جو پیچھے نہیں رہے۔ نمبر۳۔ ان لوگوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے دین میں اور قول و نیت و عمل میں سچ اختیار کرنے والے ہیں۔

مَسْئَلَہ: یہ آیت اجماع کی حجیت پر دلیل ہے کیونکہ صادقین کا ساتھ دینے کا حکم دیا گیا پس ان کا قول قبول کرنا ضروری ہوا۔

اپنی جان کو عزیز سمجھ کر جہاد سے پیچھے نہ رہنا چاہئے:

آیت ۱۲۰: مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش ہیں یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں) یہاں نفی بمعنی نہی ہے ان لوگوں کو خصوصاً ذکر کیا اگرچہ تمام لوگ اس معاملے میں برابر ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ کے بالکل قریب رہتے تھے۔ اور آپ کا نکلنا ان کے سامنے واضح تھا۔

وَلَا يَرْغَبُوْا (اور نہ اپنی جان کو عزیز سمجھیں) اور نہ یہ چاہیئے کہ وہ بخل کریں بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ (ان کی جان کے مقابلہ میں) جو کچھ بھی پہنچتا رہے آپ کو۔ یعنی ان کو نہ چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کی ذات کے مقابلے میں ترجیح دیں بلکہ پریشانی اور تکلیف میں آپ کا ساتھ دیں اور ساتھ رہیں اور ہر سختی میں اپنے کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ ذٰلِكَ (یہ) پیچھے رہنے کی ممانعت بِاَنَّهُمْ (اس سبب سے) اس وجہ سے ہے لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ (ان کو جو پیاس لگتی ہے) پیاس وَّلَا نَصَبٌ (اور جو تھکاوٹ پیش آتی ہے) تھکاوٹ وَّلَا مَخْمَصَةٌ (اور جو بھوک لگتی ہے) بھوک فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ کی راہ میں) جہاد میں وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا (اور جو چلنا وہ چلے) اپنے گھوڑوں کے سموں سے کفار کی جس زمین کو وہ روندتے ہیں اور اپنے اونٹوں کے قدموں اور پاؤں سے لتاڑتے ہیں۔ يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ (جو کفار کیلئے غصہ کا باعث ہوا) ان کو ناراض کرے اور ان کے سینوں کو تنگ کرے۔ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا (اور انہوں نے دشمن کی جو کچھ خبر لی) ان کو قتل کی جو مصیبت پہنچتی ہے نمبر۲۔ قید و بند نمبر۳۔ زخم نمبر۴۔ ہڈی ٹوٹنا نمبر۵۔ شکست وغیرہ اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ (ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک عمل لکھا گیا) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر گھبراہٹ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ملتی ہیں کہا جاتا ہے نال منه جب اس کو تکلیف پہنچائے اور اس کو کم کرے۔ یہ ہر ایسی چیز کے متعلق عام ہے جو پریشانی کا باعث بنے۔

مَسْئَلَة: نمبر۱۔ جو آدمی کسی کام کا قصد کرتا ہے تو اس کے لئے اس کی نقل و حرکت، قیام و قعود، کلام، مشی، رکوب وغیرہ تمام قابل بدلہ اور صلہ ہیں۔ نمبر۲۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد مدد لشکر کے ساتھ مال غنیمت میں برابر کی شریک ہے کیونکہ کفار کے علاقوں کو روندنے سے ان کو غصہ آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے عامر کے دونوں بیٹوں کو حصہ عنایت فرمایا۔ حالانکہ وہ دونوں لڑائی کے ختم ہونے کے بعد پہنچے تھے۔

الْمَوْطِي نمبر۱ یہ مورد کی طرح مصدر ہے نمبر۲۔ ظرف مکان ہے۔ اگر ظرف مکان مانیں تو پھر يَغِيْظُ الْكُفَّارَ کا معنی (اس کا روندنا کفار کو غصہ دلانے والا ہے، یہ مصدری معنی ہے) روندنے کی جگہ کفار کو غصہ دلانے والی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے) یعنی بیشک وہ مخلص ہیں اللہ تعالیٰ انکا ثواب باطل نہ کریں گے۔

اخلاص والے ہر چھوٹے بڑے عمل کا بدلہ ہے:

آیت ۱۲۱: وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً (اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا) اللہ تعالیٰ کی راہ میں صَغِيْرَةً (چھوٹا) خواہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو وَّلَا كَبِيْرَةً (بڑا) جیسا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جیش عسرہ میں دیا۔ وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا (جتنے میدان ان کو طے کرنے

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ

''اور مؤمنین کو یہ نہ چاہیئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں، کیوں نہ نکلی چھوٹی جماعت بڑی جماعت میں سے

لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ ع۱۵

تا کہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ اور تا کہ یہ لوگ اپنی قوم کو ڈرائیں۔ جبکہ وہ انکے پاس واپس آجائیں۔''

پڑے) آنے جانے میں جس زمین سے ان کا گزر ہوا۔ وادی پہاڑوں کے درمیان کھلی جگہ۔ اور ٹیلوں کے مابین وسیع جگہ۔ جس میں ٹیلوں سے اترنے والا پانی بہتا ہو۔ یہ اصل میں فاعل ہے اصل ودی جبکہ بہنے لگے اسی سے الوادی ہے اور الودی بھی اسی سے ہے اب وادی مطلق زمین کیلئے بولا جانے لگا۔ اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ (یہ سب بھی ان کے نام لکھا گیا) وہ خرچ کرنا اور وادی عبور کرنا لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ (تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے) یہ كُتِبَ سے متعلق ہے یعنی ان کے نامہ عمل میں بدلے کیلئے لکھ دیا گیا۔ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا) یعنی ان کے ہر عمل پر بہترین جزاء عنایت فرمائیں گے اور احسن سے کم درجہ عمل کو بھی احسن کے ساتھ کثرت اجر کیلئے شامل کر لیا جائے گا۔

کچھ جہاد میں جائیں تو دوسرے دین کا فہم حاصل کریں:

آیت ۱۲۲: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً (مؤمنوں کو یہ نہ چاہیئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں) لام تاکید نفی کیلئے ہے تمام مسلمانوں کا طلب علم کیلئے اپنے وطنوں سے کوچ کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ فَلَوْلَا نَفَرَ (کیوں نہ نکلی چھوٹی جماعت) جب تمام کا کوچ نہیں تو پھر ایک گروہ کیونکر ایسا نہیں مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ (ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت) ہر بڑی جماعت میں سے چھوٹی جماعت تا کہ ان کا کوچ کرنا کفایت کر جائے۔ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (تا کہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں) تا کہ وہ اسمیں خوب گہرائی کو بتکلف حاصل کریں اور اس کے حصول میں مشقت اٹھائیں۔

وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ (تا کہ یہ لوگ اپنی قوم کو ڈرائیں) ان کو اپنی ہمتوں کا مقصود دعوت وارشاد دین اور انذار بنانا چاہیئے۔ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ (جبکہ وہ ان کے پاس آویں) اور کوئی خسیس اغراض جیسے سرداری، صدارت حاصل کرنا اور لباس اور سواریوں میں ظالموں سے مشابہت نہ ہونی چاہیئے۔ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (تا کہ وہ احتیاط رکھیں) جس سے بچنا ضروری ہے کہا گیا ہے کہ غزوۂ تبوک کے بعد جب آپ ﷺ کسی لشکر کو روانہ فرماتے جبکہ متخلفین کے بارے میں سخت عذاب کی آیات اتر چکیں تو تمام مؤمن اس لشکر میں جانے کیلئے سبقت کرتے۔ اور تفقہ فی الدین سے منقطع رہتے اس پر حکم ہوا کہ ایک گروہ کو جہاد کی طرف بھیجا جائے۔ اور باقی تمام تفقہ فی الدین میں مصروف رہیں۔ تا کہ اس جہاد اکبر سے منقطع نہ رہیں۔ اسلئے کہ قصد کرنے والوں کے ساتھ جہاد و کوشش جہاد بالنبل سے (ایک اعتبار سے) بڑھ کر ہے لیتفقھوا میں ضمیر ان باقی گروہوں کیلئے ہے جو کوچ کرنیوالوں کے بعد رہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ

اے ایمان والو! ان کافروں سے قتال کرو جو تمہارے آس پاس ہیں اور وہ تمہارے اندر سختی محسوس

غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ

کریں، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے، اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے

مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے تم میں سے کس کے ایمان کو بڑھایا، سو جو لوگ اہل ایمان ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو

اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿١٢٤﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ

بڑھا دیا اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے سو اس سورت نے انکی

رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿١٢٥﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ

گندگی پر گندگی بڑھا دی۔ اور وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر ہیں، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال

فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ وَاِذَا

ایک یا دوبار کسی نہ کسی مصیبت میں ڈالے جاتے ہیں پھر وہ رجوع نہیں کرتے اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں، اور جب

مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۭ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ

کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ تمہیں کوئی شخص دیکھ تو نہیں رہا، پھر

انْصَرَفُوْا ۭ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿١٢٧﴾

چل دیتے ہیں، اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا، اس وجہ سے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔

جائیں۔ اور لینذروا قومھم تا کہ وہ باقی جماعتوں اور کوچ کرنے والوں کو جب وہ لوٹ کر آئیں وہ علوم سکھائیں جو ان کی غیر موجودگی میں حاصل کیے ہیں۔ اور پہلی صورت میں مدینہ کی طرف دین کی سمجھ حاصل کرنے کیلئے آنے والی جماعتیں مراد ہیں (کہ وہ لوٹ کر اپنے اپنے شہروں اور اقوام کو دین کی باتیں سکھائیں)۔

کفار کے ساتھ اقرب فالاقرب کے لحاظ سے قتال کیا جائے :

آیت ۱۲۳: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ (اے ایمان والو ان سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں) تم سے جو قریب ہیں مِّنَ الْكُفَّارِ (کفار سے) قتال تمام کفار کے خلاف خواہ وہ قریب ہوں یا بعید واجب ہے لیکن وجوب اقرب فالاقرب کے لحاظ سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی قوم سے لڑائی کی پھر حجاز کے دیگر کفار سے۔ پھر شام۔ کیونکہ شام عراق کی نسبت مدینہ سے زیادہ قریب ہے اسی طرح ہر طرف میں لازم یہ ہے کہ قریب تر سے لڑیں۔ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً (اور ان کو تمہارے اندر سختی پانی چاہیئے) تم میں قتال سے قبل ان کے ساتھ بات میں سختی و درشتی ہونی چاہیئے۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے) نصرت وغلبہ کے ذریعہ۔

منافقین کا قرآن سے استہزاء اور اس کا جواب :

آیت ۱۲۴: وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ (اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے) مَا موصولہ ہے جو تاکید کیلئے ہے فَمِنْهُمْ (تو بعض منافقین) منافقین میں سے مَّنْ يَّقُوْلُ (کہتے ہیں) ایک دوسرے کو کہتے ہیں اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ (اس سورت نے تم میں سے کس کے ترقی دی ہے) اس سورت نے اِيْمَانًا (ایمان میں) ایمان والوں کا استہزاء اور سورت کا انکار کرتے ہوئے اَيُّكُمْ یہ مبتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ (سو جو لوگ ایماندار ہیں اس سورت نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے)

آیت ۱۲۵: وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (اور جن کے دلوں میں بیماری ہے) شک ونفاق۔ یہ ایسا بگاڑ ہے جو بدن کی بیماری کی طرح علاج کے لائق ہے۔ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ (تو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی بڑھا دی) ایسا کفر جو ان کے کفر کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے) اس میں ان کے کفر پر اصرار کرنے کی اطلاع دی گئی ہے۔ (جو کہ یقیناً سچی ثابت ہوئی)

منافق سال بسال آفات میں ڈالتے جاتے تاکہ توبہ کر لیں مگر کہاں ......:

آیت ۱۲۶: اَوَلَا يَرَوْنَ (کیا ان کو دکھائی نہیں دیتا) منافقین کو

قراءت: حمزہ نے تَرَوْنَ پڑھا ہے اور خطاب ایمان والوں کو ہے۔ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ (کہ یہ آفت میں پھنستے رہتے ہیں) قحط امراض وغیرہ میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ (ہر سال میں ایک بار یا دو بار پھر بھی باز نہیں آتے) اپنی منافقت سے وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں) نمبرا۔ نہ عبرت حاصل کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کے ذریعہ نہ تو وہ توبہ کرتے ہیں حالانکہ اسلام کا دبدبہ دیکھتے بھی ہیں۔ اور نہ صدمات سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

بلاشبہ تمہارے پاس رسول آیا ہے، جو تم میں سے ہے۔ تمہیں جو تکلیف پہنچے وہ اس کے لئے نہایت گراں ہے، وہ تمہارے نفع کے لئے حریص ہے۔

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

مومنین کے ساتھ بڑی شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کرنے والا ہے۔ سو اگر لوگ روگردانی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی

هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

عبادت کے لائق نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

منافقین کی نظر بازیاں:

آیت ۱۲۷: وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ (اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں) وحی کا انکار کرتے ہوئے ایک دوسرے کو آنکھوں سے طعنے دیتے ہیں اور اسلام کا مذاق اڑانے کیلئے اور زبان سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ (تم کو کوئی دیکھ نہیں رہا) مسلمانوں میں سے تاکہ ہم واپس لوٹ چلیں۔ ہم اس کو سن کر صبر نہیں کر سکتے اور نہ رک سکتے ہیں۔ ہمیں تو اتنی شدید ہنسی آرہی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے درمیان ہمیں ٹھہرنے کی صورت میں رسوائی کا خدشہ ہے۔

نمبر۲۔ جب کوئی سورت منافقین کے عیوب ظاہر کرنے کیلئے اترتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو اشارے کرتے ہیں۔ اگر تم آپ کے پاس سے اٹھے ہو تو تمہیں کسی نے اٹھتے دیکھا تو نہیں ثُمَّ انْصَرَفُوْا (پھر وہ چل دیتے ہیں) پھر رسوائی کے خطرہ کے پیش نظر آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (اللہ تعالیٰ نے ان کا دل پھیر دیا ہے) قرآن کے سمجھنے سے بِاَنَّهُمْ (اس سبب سے کہ وہ) قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (بالکل بے سمجھ لوگ ہیں) وہ تدبر ہی نہیں کرتے کہ بات کو سمجھیں۔

عظیم الشان رسول کی رفیع الشان صفات:

آیت ۱۲۸: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ (تمہارے پاس آئے ایک عظیم الشان رسول) محمد ﷺ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (جو تمہاری جنس سے ہیں) تمہاری جنس، تمہارے نسب سے، عربی، قرشی تمہاری طرح عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (جن کو تمہاری مشقت والی بات نہایت ہی گراں گزرتی ہے) ان پر گراں گزرتی ہے کیونکہ وہ تمہیں میں سے ایک ہیں۔ عنتکم تمہاری تکلیف اور تمہیں ناپسند بات کا پہنچنا پس وہ تمہارے عذاب میں پڑنے اور مبتلا ہونے سے ہر وقت ڈرتے ہیں۔

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ (تمہارے فائدے کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں) تمہارے ایمان کے متعلق بِالْمُؤْمِنِيْنَ (اور ایمان والوں کے ساتھ) جو تم میں سے ہیں یا تمہارے علاوہ میں سے ہیں۔ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (بڑے شفیق مہربان ہیں) کہا گیا ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے اور کسی کیلئے اس کے ناموں میں دو نام ایک جگہ اکٹھے نہیں ذکر فرمائے صرف حضرت محمد ﷺ کیلئے رؤف رحیم دو نام جمع کر کے ذکر فرمائے۔

آیت ۱۲۹: فَاِنْ تَوَلَّوْا (پھر اگر یہ روگردانی کریں) اگر آپ پر ایمان لانے سے اعراض کریں اور علیحدگی اختیار کریں۔ فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ (تو آپ کہہ دیں کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے) پس اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور اپنے امور اس کے سپرد کرو اس کی ذات ان کے تمام حملوں کی طرف سے کافی ہے وہ ذات ان کے خلاف تمہاری مدد فرمانے والی ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ (اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کرلیا) میں نے اپنا معاملہ اس کے سپرد کیا وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ (اور وہ مالک ہے عرش کا) مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق عرش الٰہی ہے۔ اہل سماء کے طواف کیلئے اس کو پیدا فرمایا اور ان کے لئے دعا کا قبلہ بنا دیا۔ الْعَظِیْمِ (بڑی عظمت والا ہے) قراءت: یہ جر کے ساتھ ہے اور مرفوع ماننے کی صورت میں رب عزوجل کی صفت ہے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔

تمت ترجمة التوبة ليلة الخميس من شهر جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ، ۱۲۸ اگست ۲۰۰۲ء الحمدلله اولاً واخرا

اللّٰهم وفقنی توبة نصوحًا كما فعلت بفضلك مع اصحاب نبيك ﷺ۔

سُوْرَةُ یُوْنُسَ مَکِّیَّةٌ وَّهِیَ مِائَةٌ وَّتِسْعُ اٰیَاتٍ وَّاَحَدَ عَشَرَ رُکُوْعًا

سورۂ یونس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۰۹ آیات اور ۱۱ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ۝۱ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ

الرٰ یہ آیات ہیں کتاب حکیم کی، کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے انہیں میں سے ایک شخص کی طرف وحی بھیجی

اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ

کہ لوگوں کو ڈرایئے اور ان لوگوں کو بشارت دیجئے جو ایمان لائے یہ کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس بڑا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ۝۲ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ

کہ بے شک یہ کھلا جادوگر ہے، بلاشبہ تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں

اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ

پیدا فرمایا پھر (وہ) عرش پر مستوی ہوا، وہ ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کرنے والا نہیں،

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ

وہ اللہ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، اسی کی طرف تم سب کو لوٹ جانا ہے، اس نے سچا وعدہ

حَقًّا ؕ اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کر رکھا ہے بلاشبہ وہی مخلوق کو ابتداءً پیدا فرماتا ہے پھر وہ اسے دوبارہ لوٹا دے گا تا کہ وہ ان لوگوں کو انصاف کیساتھ

بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

بدلہ دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے پینے کو کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ

یَكْفُرُوْنَ ۝۴

کفر کرتے تھے۔

المنزل ۳ — اِلَیْهِ یُرَدُّ ... یونس ۱۰

الۗرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ۔

آپ کی نبوت قابل تعجب کیوں ہے؟

۲،۱: الۗرٰ اوران کی مثل ایمالہ ہے حمزہ، علی اورابوعمرو رحمہم اللہ کے نزدیک۔ یہ حروف تحدّی کیلئے شروع سور میں لائے گئے ہیں۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ (جواس کتاب کی آیتیں ہیں) تلك سے اشارہ ان آیات کی طرف ہے جو سورت میں پائی جاتی ہیں الکتاب سے یہ سورۃ مراد ہے۔ الْحَكِيْمِ (جو پرحکمت ہے) نمبرا۔ حکمتوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے کتاب کی صفت حکیم لائی گئی ہے۔ نمبر۲۔ کذب اور من گھڑت ہونے سے محفوظ ہے۔ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا (کیاان لوگوں کواس بات سے تعجب ہوا) اس میں ہمزہ استفہام انکاری تعجبی ہے۔ لوگوں کے اس کے متعلق تعجب کرنے پر انکاروتعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔

نحو: اَنْ اَوْحَيْنَآ (کہ ہم نے وحی بھیج دی) یہ کان کا اسم اور عجبًا اسکی خبر ہے اور للناس کالام محذوف کے متعلق ہے جو کہ عجبًا کی صفت ہے جب وہ مقدم ہے تو حال بن گیا۔ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ (انہی میں سے ایک شخص کے پاس کہ سب آدمیوں کوڈرائے)۔ نمبرا۔ ان سے پہلے با مقدر ہے بان انذر۔ نمبر۲۔ ان مفسرہ ہے کیونکہ ایحاء میں قول کا معنی پایا جاتا ہے۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ (اور ایمان والوں کوخوشخبری سنائے کہ ان کو) اَنَّ سے پہلے با محذوف ہے بانّ لھم۔ للناس میں لام کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کوایک عجوبہ قرار دیا جس پر وہ تعجب کرتے تھے کہ ایک انسان کی طرف وحی آئی اور وہ انسان بھی ایسا جوان کے متوسط طبقے میں سے ہے نہ کہ ان کے مالدار سرداروں میں سے۔ اسی لئے وہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو رسالت کے لئے ابوطالب کے یتیم بھتیجے کے سواء اور کوئی نہ ملا۔ اور وہ آگ سے ڈراتا اور جنت کی خوشخبری سناتا ہے۔ حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی تعجب انگیز نہیں ہے کیونکہ اُمم کی طرف مبعوث رسل انہی جیسے انسان ہوتے ہیں اور یتیم اور بے مایہ کا بھیجنا بھی تعجب خیز نہیں۔ کیونکہ نبوت کیلئے وہ منتخب کیا جاتا ہے۔ جو اسباب نبوت کا جامع ہو اور مالداری اور دنیا میں مرتبہ ودرجہ والا ہونا یہ اسباب نبوت سے قطعاً نہیں ہے اور جزاء اور سزا کیلئے دوبارہ اٹھانا یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت عظمیٰ کا تقاضہ ہے پس یہ کیونکر قابل تعجب ہوا؟ بلکہ تعجب انگیز اور قابل انکار تو صحیح عقل وفکر میں جزاء کا انکار ہے۔

قدم صدق کی مراد:

قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (پورا مرتبہ ملے گا ان کے رب کے ہاں) نمبرا۔ قدم کا معنی سابقیت اور فضیلت اور بلند مرتبہ و مقام ہے۔ کیونکہ تگ ودو اور سبقت قدم سے حاصل ہوتی ہے اس لئے اچھی کوشش اور اس کے مقام اور اس میں سابقیت کو قدم سے تعبیر فرمایا گیا۔ جیسا کہ نعمت کو ید، باع کہتے ہیں کیونکہ وہ مال ہاتھ سے ادا کیا جاتا ہے اور دینے والا اپنے بازو اس کے لئے دراز کرتا ہے محاورہ میں کہتے ہیں۔ لفلان قدم فی الخیر۔ قدم کی نسبت صدق کی طرف کر کے زیادت فضل کی طرف اشارہ کر دیا۔ اور یہ بتلا دیا کہ یہ عظیم انعامات سے ہے۔ نمبر۲۔ قدم کا معنی مقام صدق ہے۔ نمبر۳۔ سعادت میں سبقت کا میسر آنا مراد ہے۔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ (کافر کہنے لگے بلاشبہ یہ تو کھلا جادوگر ہے)

قراءت: مدنی، بصری، شامی نے لَسِحْرٌ پڑھا ہے۔ جنہوں نے لَسَاحِرٌ پڑھا ہے۔ اس سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی مراد لی ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ وہ لوگ اس بات سے عاجز تھے کہ آپ کو کاذب و ساحر ثابت کر سکیں اور آپ کے سچے ہونے کے معترف تھے۔

قضاء وقدر کا وہی مالک:

۳: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا فرمایا پھر عرش پر قائم ہوا) استوی کا معنی استیلاء وغلبہ ہے کیونکہ دیّان مکان سے پاک اور معبود حدود سے وراء الوراء ہے۔

یُدَبِّرُ (وہ تدبیر کرتا ہے) حکمت کے مطابق اندازہ کرتا اور فیصلہ فرماتا ہے۔ الْاَمْرَ (ہر کام کی) تمام مخلوقات کا معاملہ اور آسمان زمین اور عرش کا معاملہ۔ اولاً اللہ تعالیٰ کی عظمت وملکیت کا تذکرہ آسمان وزمین اور عرش کی پیدائش سے کیا۔ اور پھر یدبر الامر کا جملہ لا کر عظمت کو مزید واضح کر دیا۔ اور یہ بتلا دیا کہ اسکی شان یہ ہے کہ قضاء وقدر کا کوئی امران کے حکم سے باہر نہیں ہے۔ اسی طرح مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ (کوئی سفارش کرنے والا نہیں بغیر اس کی اجازت کے) میں اللہ تعالیٰ کی عزت و کبریائی کی دلیل مزید دے دی ذٰلِكُمُ (ایسا) اس سے اشارہ عظمتوں کے ساتھ متصف ذات کی طرف کیا جو عظمتیں مذکور ہوئیں۔ اللّٰهُ رَبُّكُمْ (اللہ تمہارا رب ہے) وہی تو مستحق عبادت ہے فَاعْبُدُوْهُ (پس تم اسی کی عبادت کرو) اس کو وحدہٗ لاشریک جانو اور اسکی مخلوقات میں سے انسان اور فرشتوں کو بھی اس کا شریک مت بناؤ۔ چہ جائیکہ وہ جمادات بت وغیرہ جو ذرہ بھر نفع و نقصان پر بھی قدرت نہیں رکھتے اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے) کیا تم تدبر نہیں کرتے کہ جس سے تم مصالح اور منافع کے پائے جانے سے نافع و مصلح کی ذات پر استدلال کر سکو۔

۴: اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا (تم تمام نے اسی ہی کی بارگاہ میں لوٹنا ہے) جمیعًا حال ہے مطلب یہ ہے کہ تم بالآخر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پس اسکی ملاقات کی تیاری کر لو۔ نمبر۱۔ المرجع کا معنی رجوع کرنا۔ نمبر۲۔ رجوع کی جگہ وَعْدَ اللّٰهِ (اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے) یہ الیہ مرجعکم کیلئے مصدر بطور تاکید لایا گیا ہے۔ حَقًّا (سچا) یہ وعد اللہ کیلئے مصدر مؤکد ہے۔ اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ (وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا) یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کی علت بیان کرنا ہے۔

شرک نہ کرنے والے منصف ہیں:

لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (تا کہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ جزاء دے) یعنی تخلیق اور اعادہ کی حکمت یہ ہے کہ مکلفین کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔ بِالْقِسْطِ (انصاف کے ساتھ)

نحو: بالقسط یہ یجزی کے متعلق ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے لیجز یھم بقسطه۔ نمبر۱۔ تا کہ اپنے انصاف سے انکو بدلہ دے اور انکو انکا پورا پورا اجر عنایت کرے یا نمبر۲۔ ان کے انصاف کا بدلہ دے۔ یعنی جو انہوں نے انصاف اور عدل کیا اور ظلم نہ کیا۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ

اللہ وہ ہے جس نے سورج کو روشنی بنایا اور چاند کو نور بنایا، اور اس کے لئے منزلیں مقرر فرما دیں تاکہ تم

السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝۵

برسوں کی گنتی جان لو اور حساب کو معلوم کرلو، یہ چیزیں اللہ نے حق ہی کے ساتھ پیدا فرمائی ہیں، وہ جاننے والوں کے لئے تفصیل کے ساتھ نشانیاں بیان فرماتا ہے

اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ

بے شک رات اور دن کے ایک دوسرے کے بعد آنے جانے میں اور جو کچھ اللہ نے آسمان اور زمین میں پیدا فرمایا ہے ان میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں

یَّتَّقُوْنَ ۝۶

جو ڈرتے ہیں۔

جبکہ وہ ایمان لائے اسلئے کہ شرک بڑا ظلم ہے جیسا کہ (سورۂ لقمان ۱۳) میں فرمایا ان الشرك لظلم عظيم اور یہ وجہ سب سے بہتر ہے کیونکہ اس ارشاد کے مقابلہ میں وارد ہے۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ (اور جن لوگوں نے کفر کیا انکو کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور دردناک عذاب ہوگا انکے کفر کی وجہ سے) اور میرا کلام بھی ایک وجہ ہے۔

نمونۂ قدرت:

۵: هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً (وہی ذات جس نے سورج کو تیز روشنی والا بنایا) یہ ضوء سے ضیاء بنا ہے۔ ضیاء میں یا اصل میں واؤ ہے ماقبل کسرہ کی وجہ سے یا بنی ہے۔ اور ہمزہ سے قبل یہ تبدیلی لائی گئی کیونکہ یا حرکت کیلئے زیادہ مناسب ہے۔

دوسرا نمونہ:

وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (اور چاند کو نورانی بنایا) ضیاء، نور کی بنسبت تیز روشنی کو کہتے ہیں۔ اسی لئے چاند کے لئے نور (دھیمی روشنی) اور سورج کیلئے ضیاء (تیز روشنی) کا لفظ لایا گیا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ (اور اس کے لئے مقرر کر دیا منازل کا اندازہ) اور چاند کا اندازہ کیا یعنی اس کے چلنے کی منازل مقرر فرمائیں۔ نمبر۲۔ ذا منازل۔ اس کو منازل والا بنایا۔ جیسا کہ سورت یٰسٓ ۳۹۔ میں فرمایا و القمر قدرناه منازل۔

لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ (تاکہ تم سالوں کی گنتی جان لو) یعنی سالوں کی تعداد اور مہینوں کی، ذکر صرف سنین کا فرمایا کیونکہ مہینے ان میں خود شامل ہیں وَالْحِسَابَ (اور حساب کو) اور مدتوں کا حساب اور مقررہ اوقات سالوں اور مہینوں کے ساتھ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ ذلك کا مشار الیہ مذکورہ چیزیں ہیں (کہ اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ چیزوں کو نہیں بنایا) اِلَّا بِالْحَقِّ (مگر حق کے ساتھ) اس حکمت بالغہ سے یہ متصل ہیں۔ بے کار پیدا نہیں کیے گئے۔ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ (وہ نشانات کو کھول کر بیان کرتا ہے)

إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ

بلاشبہ جو لوگ ہمارے پاس آنے کی اُمید نہیں رکھتے اور وہ دنیا والی زندگی پر راضی ہو گئے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور وہ لوگ

هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۷ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۸ إِنَّ الَّذِيْنَ

جو ہماری آیات سے غافل ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے ، بے شک جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ

ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کا رب انکے ایمان کی وجہ سے انہیں راہ بتا دے گا، ان کے نیچے نہریں جاری

الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۹ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ

ہوں گی ۔ نعمت کے باغوں میں ہوں گے، ان میں انکی یہ بات ہو گی کہ اے اللہ تو پاک ہے ،اور اس میں ان کا تحیہ سلام ہو گا

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۱۰

اوران کی آخری بات الحمدللہ رب العلمین ہوگی۔

قراءت: مکی، بصری، حفص نے یا سے پڑھا جبکہ دیگر قراء نے نون سے پڑھا ہے۔لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (جاننے والے لوگوں کیلئے) پس وہ ان میں غور کر کے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

نمونہ نمبر ۳:

۶: اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ (بیشک رات دن کے آگے پیچھے آنے میں) نمبرا۔ان میں سے ہر ایک کے دوسرے کے پیچھے آنے میں۔نمبر۲۔ان کے باہمی رنگوں کے مختلف ہونے میں۔وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اوران چیزوں میں جواللہ تعالیٰ نے آسمانوں اورزمین میں پیدا کی ہیں) یعنی تمام مخلوقات میں لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ (بڑے دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جوڈرتے ہیں) ڈرنے والوں کا خاص طور پر تذکرہ فرمایا کیونکہ آخرت کا کھٹکا اورڈرانہی لوگوں کو ہے پھر یہ ڈران کوغوروفکر کی طرف متوجہ کردیتا ہے۔

دنیا پر خوش اور آخرت سے غافل آگ میں:

۷: اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا (جن لوگوں کو ہمارے سامنے پیش ہونے کا ڈرکھٹکا نہیں ہے) نمبرا۔بالکل انکی توقع ہی نہیں رکھتے۔اور نہ ہی اس کا خیال اپنے دلوں میں لاتے ہیں کیونکہ حقائق کو سمجھنے سے وہ غفلت کا شکار ہیں۔یا نمبر۲۔ہماری بہتر ملاقات کی امید نہیں کرتے جیسا کہ سعادت مند لوگ امید کرتے ہیں۔یا نمبر۳۔ہمارے سامنے بری حاضری سے نہیں ڈرتے۔وہ

بری ملاقات جس سے ڈرنا ضروری ہے۔
وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (اور وہ دنیا کی زندگی سے خوش ہیں) آخرت کے مقابلہ میں اور انہوں نے قلیل فانی کو کثیر باقی پر ترجیح دی ہے۔ وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا (اسی پر مطمئن ہیں) وہ اس میں اس طرح رہ رہے ہیں جیسے اس سے زائل نہ ہونگے اسی لئے انہوں نے مضبوط تعمیرات کی ہیں اور لمبی امیدیں باندھ رکھی ہیں۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ (اور جو لوگ کہ ہمارے دلائل سے غفلت برتنے والے ہیں) ان میں سوچ و بچار نہیں کرتے۔
نحو: اس پر وقف نہیں کیونکہ انَّ کی خبر اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ ہے۔
۸: اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ (ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے)
نحو: اُولٰٓئِكَ مبتداء اول، ماوھم مبتدا ثانی النار اسکی خبر اور دونوں مل کر اُولٰٓئِكَ کی خبر اور یہ ان کی خبر ہے۔ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (اس کمائی کے بدلے میں جو وہ کماتے تھے) بما کی با کا متعلق جوزوا محذوف کلام اس پر دلالت کر رہا ہے۔

جنت ایمان سے ملی:

۹: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کیے انکا رب ان کو ان کے ایمان کی وجہ سے ان کے مقصد تک پہنچائے گا) ان کے ایمان کے سبب ان کا رب ان کو ثواب تک پہنچانے والا ہے کیونکہ انہوں نے سیدھے راستہ پر استقامت اختیار کی۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ (اس کے نیچے نہریں جاری ہونگی) اس کا بیان اور تفسیر ہے۔ کیونکہ سعادت کے سبب کو مضبوطی سے تھام لینا یہ سعادت تک پہنچنے کی طرح ہی ہے۔ نمبر۲۔ آخرت میں جنت کے راستہ کی طرف ان کے نور ایمان کے سبب ان کی راہنمائی کرے گا۔ اور اس حدیث میں اس بات کا ذکر ہے ان المومن اذا خرج من قبره صوّرله عمله فی صورة حسنة۔ فیقول له انا عملك فيكون له نورا و قائداً الى الجنة والكافر اذاخرج من قبره صوّرله عمله فی صورة سيئة فيقول له انا عملك فينطلق به حتى يدخله النار (ابن جریر فی الطبری) کہ مومن کا عمل اچھی شکل میں جنت کا راہنما ہوگا اور کافر کا عمل بری شکل میں جہنم کا راہنما بنے گا۔
مسئلہ: اس میں اس بات کا ثبوت ہے کہ مجرد ایمان نجات کا باعث ہے اسی لئے بایمانہم فرمایا گیا۔ عمل صالح کو اس کے ساتھ نہیں ملایا۔ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (نعمتوں والے باغات میں) یہ نمبرا۔ تجری کے متعلق ہے نمبر۲۔ الانھار سے حال ہے۔

جنت والوں کی دعا وسلام:

۱۰: دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ (ان باغات میں ان کی پکار ہوگی اے اللہ تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے) دعوٰی یہاں دعا کے معنی میں ہے کیونکہ اللّٰھم نداء ہے کہ اے اللہ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں یعنی سبحانك اللّٰهم کہہ کر وہ اپنے رب کو پکاریں گے یہ ذکر الٰہی تلذذ کیلئے ہوگا عبادت کیلئے نہیں۔ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ (اور سلام آپس میں السلام علیکم ہوگا) نمبرا۔ سلام سے وہ ایک دوسرے کو مبارک باد دیں گے۔ نمبر۲۔ فرشتے اس طرح ان کو سلام کریں گے گویا مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔ نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ کا ان کو سلام ہوگا۔ واٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ (اور ان کی آخری بات) اور ان کی دعا کا اختتام تسبیح ہوگی۔ اَنِ الْحَمْدُ

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ

اور اگر اللہ لوگوں پر نقصان واقع کرنے میں جلدی کرتا جیسے کہ وہ بھلائی کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ پورا ہو چکا ہوتا، سو جو لوگ

الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ

ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ہم انکی سرکشی میں انہیں سرگرداں چھوڑ دیتے ہیں، اور جب انسان کو

الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ

کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے لیٹے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے، پھر جب ہم اس کی تکلیف ہٹا دیتے ہیں تو وہ اس حال میں گزر جاتا ہے کہ گویا

لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑫ وَلَقَدْ

اس نے ہمیں کسی تکلیف کے پہنچ جانے پر پکارا ہی نہ تھا، اسی طرح حد سے بڑھ جانے والوں کے لئے انکے اعمال مزین کر دیئے گئے ہیں اور ہم نے

اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا

تم سے پہلے بہت سی جماعتوں کو ہلاک کیا جبکہ انہوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس انکے رسول کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے، اور وہ لوگ

كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ⑬ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي

ایمان لانے والے نہ تھے، ہم اسی طرح مجرموں کو سزا دیا کرتے ہیں، پھر ہم نے تمہیں زمین میں

الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ⑭

ان کے بعد خلیفہ بنا دیا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (کہ سب تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہیں) وہ کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہے اور اصل عبارت یہ ہے انہ الحمد للہ رب العالمین۔ یہ ہٗ ضمیر شان ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے کلام کی ابتداء تسبیح اور آخر تحمید سے ہوگی پس اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تقدیس سے ابتداء کر کے شکر و ثناء پر اختتام ہوگا۔ اور اس کے درمیان میں اپنے ارادے سے جو گفتگو چاہیں گے وہ کریں گے۔

جلد عذاب نہ آنے میں حکمت:

۱۱: وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ (اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر برائی بھیجنے میں جلدی کیا کرتا جیسا لوگ بھلائی مانگنے میں جلدی کرتے ہیں) اصل اس طرح ہے اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو شر بھی اس طرح جلدی پہنچا دیتے جیسا وہ بھلائی میں جلدی

مانگتے ہیں۔پس آیت میں استعجال بالخیر کو تعجیل خیر کی جگہ رکھ کر اس کے جلد قبول ہونے کی اطلاع دی ہے۔ھم سے مراد اہل مکہ ہیں۔استعجال سے ان کے قول فامطر علینا حجارۃ من السمآء۔ [الانفال:۳۲] کی طرف اشارہ ہے کہ اگر ہم ان کو شر بھی جلدی سے پہنچا دیں جیسا کہ ہم خیر ان کو جلدی دیتے اور اس سلسلہ میں ان کی دعا قبول کرتے ہیں۔لَقُضِیَ اِلَیْھِمْ اَجَلُھُمْ (تو ان کا وقت مقررہ کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا) تو وہ مر چکے اور ہلاک ہو چکے ہوتے۔

قراءت: لَقَضٰی اِلَیْھِمْ اَجَلَھُمْ شامی نے معروف پڑھا۔اور فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات کو بنایا ہے۔

فَنَذَرُ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِیْ طُغْیَانِھِمْ (پس ان لوگوں کو جو ہمارے پاس آنے سے ڈر نہیں رکھتے ان کے حال پر چھوڑتے ہیں وہ اپنی سرکشی میں) یعنی اپنے شرک اور گمراہی میں یَعْمَھُوْنَ (حیران ہیں) یعنی متردد ہیں۔ماقبل سے اس کے اتصال کی وجہ یہ ہے کہ لو یعجل اللہ کا ارشاد تعجیل کی نفی کو اپنے اندر شامل کرنے والا ہے۔گویا تقدیر اس طرح ہے **ولا تعجل لھم الشر ولا نقضی الیھم اجلھم فنذرھم فی طغیانھم یعنی نمھلھم و نفیض علیھم النعمۃ مع طغیانھم الزاما للحجۃ علیھم**۔نہ ہم ان کو جلد شر پہنچاتے ہیں اور نہ ہی ان کی مدت مقررہ کو ختم کرتے ہیں بلکہ ان کی سرکشی میں مہلت دیکر اور سرکشی کے باوجود انعامات دیکر ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے۔

کافر کا دکھ سکھ میں حال:

۱۲: وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ (جب انسان کو پہونچتی ہے) مس کا معنی پہنچنا اور انسان سے کافر انسان مراد ہے الضُّرُّ دَعَانَا (تکلیف تو وہ ہمیں پکارتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تاکہ وہ اس تکلیف کا ازالہ کر دے لِجَنْۢبِہٖٓ (اپنے پہلو پر) یہ حال ہے کیونکہ بعد والے حال کا یہ معطوف علیہ ہے۔اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا (بیٹھے یا کھڑے) یعنی لیٹے ہوئے بھی ہمیں پکارتا ہے۔ان تینوں حالتوں کو ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے۔کہ تکلیف زدہ کے بارے ظاہر کر دیا جائے کہ وہ ہمیں مسلسل پکارتا ہے۔نہ پکارنے سے اکتاتا اور نہ منقطع کرتا ہے جب تک کہ ضرر و تکلیف اس سے دور نہیں ہو جاتی۔وہ تمام حالتوں میں ہمیں پکارتا رہتا ہے۔خواہ اس طرح لیٹنے کی حالت ہو کہ وہ اٹھ بھی نہ سکے یا بیٹھنے کی حالت ہو کہ قیام کی سکت نہ پاتا ہو یا قیام کی حالت ہو کہ چلنے کی مطلق قدرت نہ ہو۔

فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْہُ ضُرَّہٗ (جب ہم اسکی تکلیف کا ازالہ کر دیتے ہیں) یعنی اس تکلیف کو زائل کر دیتے ہیں جس میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔مَرَّ کَاَنْ لَّمْ یَدْعُنَآ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّہٗ (تو وہ ایسا گزر جاتا ہے گویا اس نے کسی تکلیف کے پہنچنے میں ہمیں کبھی بلایا ہی نہیں)۔نمبر ۱۔یعنی وہ اپنے تکلیف پہنچنے سے پہلے والے راستہ پر چل پڑتا ہے۔اور مشقت و تکلیف والی حالت یکسر بھلا دیتا ہے۔یا نمبر ۲۔گڑگڑانے اور تضرع کے مقام سے گزر جاتا ہے اور اسکی طرف لوٹ کر نہیں آتا۔گویا کہ وہ تضرع کے مقام سے واقف بھی نہیں۔کان لم یدعنا اصل میں کانہ لم یدعنا تھا تخفیف کی بناء پر ضمیر شان کو حذف کر دیا۔کَذٰلِکَ (اسی طرح) اس تزیین کی طرح زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ (خوشنما کر دیئے جاتے ہیں حد سے بڑھنے والوں کیلئے) کفر کی طرف حدود میں تجاوز کرنے والوں کیلئے شیطان اپنے وساوس سے بُرے اعمال کو مزین کرتا ہے۔مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (ان کے ان اعمال کو جو وہ کرتے تھے) اعمال

سے یہاں اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض اور اتباع کفر مراد ہے۔

مکذبین کا انجام ہلاکت:

۱۳: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (بیشک ہم نے تم سے پہلے بہت سے اہل زمانہ کو ہلاک کیا) کُمْ سے اہل مکہ کو مخاطب فرمایا گیا ہے لَمَّا ظَلَمُوْا (جب انہوں نے ظلم کیا) ظلم سے یہاں شرک مراد ہے یہ اھلکنا کا ظرف ہے۔ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ واؤ حالیہ ہے (حالانکہ ان کے رسول ان کے پاس) مطلب یہ ہے کہ تکذیب کر کے انہوں نے ظلم کیا حالانکہ ان کے رسول ان کے پاس بِالْبَيِّنٰتِ معجزات لائے وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا (وہ نہ تھے ایسے کہ مانتے) اگر وہ باقی رہتے اور ہلاک نہ کئے جاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں جانتے تھے کہ وہ کفر پر اصرار کرتے رہیں گے۔

نحو: اس کا عطف ظلموا پر ہے یا یہ جملہ معترضہ ہے اور اس میں لام نفی تاکید کیلئے ہے مطلب یہ ہوا کہ ان کی ہلاکت کا اصل سبب انکار رسولوں کی تکذیب کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی سے جانتے ہیں کہ ان کو مہلت دینے میں کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ نبوت کے ذریعہ ان پر اتمام حجت کر دی گئی ہے۔ كَذٰلِكَ (اسی طرح) ہلاکت جیسی سزا نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ (ہم سزا دیا کرتے ہیں مجرمین کو) اس میں اہل مکہ کو رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کے جرم پر ڈرایا گیا ہے (کہ باز آؤ ورنہ تمہارا انجام ان لوگوں سے مختلف نہ ہوگا)۔

ماضی سے عبارت پکڑو نہ اکڑو:

۱۴: ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (پھر ان قوموں کے بعد ہم نے تمہیں ان کا جانشین بنایا) یہ ان لوگوں کو خطاب ہے جنکی طرف حضرت محمد ﷺ کو براہ راست مبعوث فرمایا کہ ہلاک شدہ اقوام کے بعد ہم نے اے مخاطبین تمہیں زمین میں ان کا نائب بنایا۔ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو) یعنی تاکہ ہم دیکھیں کیا تم خیر کے اعمال بجا لاتے ہو یا شر کا ارتکاب کرتے ہو۔ پھر ہم تمہارے اعمال کے مطابق تم سے سلوک برتیں گے۔

نحو: وکیف یہ تعملون کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ لِنَنْظُرَ کی وجہ سے نہیں کیونکہ استفہام کا معنی اس سلسلہ میں رکاوٹ ہے اس کا عامل اس سے مقدم ہے۔ مطلب اس طرح بنا۔ تم ہماری نگاہ میں ہو۔ اب غور کرلو کہ کس طرح کے اعمال تم کر رہے ہو۔ ماضی کو نگاہ عبرت سے دیکھنے والے ہو یا اس کو نظر انداز کر کے حال کے غرور میں مبتلا ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (فداہ ابی وامی) الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللّٰہ مستخلفکم فیھا فناظر کیف تعملون دنیا شیریں سرسبز ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بعد وہ تمہیں دینے والے ہیں تاکہ آزمائیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ

اور جب ان پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے یوں کہتے ہیں کہ آپ اس قرآن کے علاوہ

غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ

دوسرا قرآن لے آیئے یا اس کو بدل دیجئے، آپ فرما دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اسے اپنے پاس سے بدل دوں، میں تو

اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑮

بس اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، بے شک میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں،

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ

آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تم لوگوں پر اسکی تلاوت نہ کرتا اور نہ تمہیں اللہ اسکی اطلاع دیتا، سو میں تمہارے درمیان اس سے پہلے عمر کے ایک بڑے حصہ تک

قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑯ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ

رہ چکا ہوں، کیا تم سمجھ نہیں رکھتے، سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے یا اسکی آیات

بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ⑰

کو جھٹلائے، بے شک بات یہ ہے کہ مجرم کامیاب نہیں ہوتے۔

اور قرآن کا مطالبہ اور اس کا جواب:

۱۵: وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ (اور جب ان کو ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں) بینات، حال ہے۔ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا (وہ لوگ کہتے ہیں جن کو ہماری ملاقات کی امید نہیں) جب کہ ان کو قرآن میں بتوں کی عبادت کی مذمت اور سرکش لوگوں کے متعلق وعید پر غصہ آتا ہے۔ ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ (تو اس قرآن کے سواء اور قرآن لے آ) اس میں وہ چیزیں نہ ہوں جو ہمیں غصہ دلائیں۔ تو ہم آپ کی اتباع کریں گے۔ اَوْ بَدِّلْهُ (یا اسی کو بدل دے) اس طرح کہ آیت عذاب کی جگہ رحمت کی آیات اور ہمارے معبودوں کا تذکرہ اور ان کی عبادت کی مذمت نکال دو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا کہ آیت عذاب کی جگہ آیت رحمت رکھ دینا اور معبودوں کی مذمت نکال دینا چونکہ انسانی قدرت کے تحت ہے۔ اس کے جواب میں اس طرح فرما دیں۔

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ (آپ کہہ دیں مجھے حق نہیں) یعنی میرے لئے حلال نہیں۔ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ (کہ میں اس قرآن میں اپنی طرف سے کوئی ردوبدل کرسکوں) تلقاء نفسی کا معنی من قبل نفسی اپنے نفس وذات کی جانب سے۔ اِنْ

اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ (میں تو صرف اسی حکم کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے) یعنی میں بلا کم وکاست وحی الٰہی کی اتباع کرتا ہوں اس میں کوئی تبدیلی اپنی طرف سے نہیں لاتا کیونکہ میں یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے لاتا ہوں۔ اپنی طرف سے نہیں کہ تبدیلی کا مجاز ہوں۔ (جب وحی میرے اختیار میں نہیں تو تبدیلی کیسے میرے اختیار میں ہوسکتی ہے) اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ (اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے اپنے رب کے عذاب کا خطرہ ہے) اپنی طرف سے اس میں تبدیلی کرنے پر یَوْمٍ عَظِیْمٍ (بڑے دن میں) یوم عظیم سے قیامت کا دن مراد ہے۔

عظیم فائدہ:

اور قرآن لانے پر کسی انسان کو قدرت وطاقت نہیں۔ ان کا عجز تو ظاہر ہو چکا تھا مگر ضد کی بناء پر اپنا عجز تسلیم نہ کرتے تھے بلکہ اس طرح کی ڈینگیں مارتے۔ لو نشاء لقلنا مثل هذا [الانفال:۳۱] (مگر چیلنج کے باوجود نہ کرنا اس بات کو واضح کررہا تھا کہ وہ کرہی نہیں سکتے) ائت بقرآن غير هذا او بدله کہ اس کے علاوہ اور قرآن لے آ، یا اس کو بدل دے، کا مقصد ان کے نزدیک ہرگز یہ نہیں تھا کہ وحی کے ذریعہ اس کو بدل دے کیونکہ اس کے متعلق تو آپ فرما چکے انی اخاف ان عصيت (الایۃ) مجھے تو خود نافرمانی کی صورت میں بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔ اب ان کی غرض ائت بقرآن سے اس کے سواء اور کوئی نہیں تھی کہ وہ آپ سے فریب کرنا چاہتے تھے اور تبدیلی قرآن والی بات میں یہ غرض بھی پنہاں تھی کہ یہ قرآن تم خود بنا کر لائے ہو۔ اور اس جیسا اور لا سکتے ہو۔ پس اس میں تبدیلی کرکے اور لے آؤ۔ یہ تبدیلی والی بات بھی آپ کی آزمائش کیلئے ایجاد کی گئی تھی کہ اگر وہ تبدیلی کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا۔ پس ہمیں ان سے نجات مل جائے گی۔ اور اگر ہلاک نہ بھی ہوئے تو مسخری کا موقع مل جائے گا۔ پس یہ تبدیلی آپ کے خلاف مستقل دلیل مل جائے گی اور مفتری ہونا (نعوذ باللہ) صحیح قرار پائے گا۔

۱۶: قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ (کہہ دیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو میں تم کو یہ پڑھ کر نہ سناتا) یعنی قرآن مجید کی تلاوت فقط اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے اور اس کا اظہار ایک خارجی معاملہ ہے جو عادت کے اعتبار سے عجیب ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک امی آدمی جس نے کسی سے پڑھا نہ ہو۔ اور نہ علماء کی مجلس میں بیٹھا ہو مگر وہ تمہارے سامنے ایک فصیح وبلیغ کتاب پیش کرے جو ہر فصیح کلام پر غالب ہو اور ہر نثری اور شعری کلام پر فوقیت رکھے اور اصول وفروع کے علوم سے پُر ہو۔ اخبار بالغیب بھی اس میں اس طرح دیئے گئے ہوں کہ جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ (اور نہ اللہ تعالیٰ تمہیں قرآن مجید کی خبر دیتا) اللہ تعالیٰ میری زبان سے قرآن کا علم جاری نہ کرتا۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ (بیشک اس قرآن سے پہلے بھی میں تم میں زندگی کا ایک بڑا حصہ گزار چکا ہوں) قبل سے نزول قرآن سے قبل کا زمانہ مراد ہے۔ یعنی میں تمہارے مابین چالیس برس رہا۔ اور اس عرصہ میں اس قسم کی کسی چیز کو تم میرے بارے میں نہیں جانتے اور نہ ہی یہ میری قدرت میں ہے نہ میں علم اور بیان سے موصوف رہا ہوں۔ کہ تم مجھ پر اختراع کی تہمت لگاؤ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ہو) پس تم جان لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مجھ جیسے انسانوں کی طرف سے نہیں۔ یہ اس الزام تراشی کا جواب ہے جو ائت بقرآن [یونس:۱۵] کہہ کر انہوں نے کی تھی کہ تو افتراء کرنے والا ہے (نعوذ باللہ)

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ

اور وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان دے سکیں اور نہ نفع پہنچا سکیں، اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ

شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي

اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں، آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ نہیں جانتا آسمانوں اور

الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۱۸ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً

زمینوں میں، وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے، اور برتر ہے، اور لوگ پہلے ایک ہی امت

وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا

تھے پھر انہوں نے آپس میں اختلاف کر لیا، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان اس چیز میں فیصلہ ہو چکا

فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۹ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ

ہوتا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کی گئی، سو آپ فرما دیجئے

اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝۲۰ ع ۷

کہ غیب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے، سو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔

۱۷: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھے) نمبر۱۔ افتراء سے یہاں اللہ تعالیٰ کا شریکوں والا اور اولاد والا ہونا مراد ہو۔ نمبر۲۔ آپ کی طرف افتراء کی جو نسبت انہوں نے کی اس سے بچنا مقصود ہو۔ اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ (یا اسکی آیات کی تکذیب کرے) آیات سے قرآن مراد ہے۔

مَسْئَلَہ: اس میں وضاحت کر دی کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والا اور اسکی آیات کو جھٹلانیوالا دونوں کفر میں برابر ہیں۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ (بلاشبہ ایسے مجرموں کو کبھی فلاح میسر نہیں آتی)

۱۸: وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ (اور وہ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوائے ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو کچھ نقصان دے سکتے ہیں) اگر وہ ان کی عبادت کو ترک کر دیں۔ وَلَا يَنْفَعُهُمْ (اور نہ ان کو نفع دے سکتے ہیں) اگر وہ ان کی عبادت کریں۔ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (اور وہ کافر اسطرح کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں) هٰؤلاء سے اصنام کی طرف اشارہ ہے عند اللہ سے دنیا اور اس کے دوران زندگی مراد ہے کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے قائل نہ تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں اٹھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرنے والوں کو بالکل نہ اٹھائے گا۔ [النحل: ۳۸] نمبر۲۔ قیامت کے دن سفارشی

ہونگے اگر بعث ونشور ہو۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک موجود ہی نہیں:

قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ (کہہ دیں کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے مطلع کرنا چاہتے ہو جس کے آسمان وزمین میں موجود ہونے کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں) کیونکہ وہ شئی موجود ہی نہیں کیا تم اللہ تعالیٰ کو ان کے سفارشی ہونے کی اطلاع دیتے ہو حالانکہ وہ ایسی خبر ہے جو معلومات الٰہی میں نہیں۔ جب وہ معلومات الٰہی میں نہیں حالانکہ وہ تو تمام معلومات کا عالم وجاننے والا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ وہ موجود ہی نہیں۔ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ یہ اس نفی کی تاکید ہے۔ کیونکہ جو چیز آسمانوں اور زمین پر نہیں پائی جاتی وہ معدوم ہے۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند وبالا ہے) اس میں اس نے اپنی ذات کو شرک سے پاک قرار دیا ہے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے تشرکون تا سے پڑھا ہے۔ اور ما موصولہ ہے یا مصدریہ ہے یعنی ان شرکاء سے جن کو وہ شریک قرار دیتے ہیں یا ان کے شریک کرنے سے پاک ہے۔

سب کا ایک دین:

۱۹: وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً (پہلے انسان ایک ہی جماعت تھے) سب سے کٹ کر ایک اللہ تعالیٰ کے متقی بندے ایک ملت پر قائم تھے۔ ان میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ یہ آدم علیہ السلام کے زمانہ کی بات ہے جب تک کہ ہابیل کا قتل پیش نہ آیا۔ نمبر۲۔ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد جبکہ فقط مومن باقی رہ گئے کوئی کافر نہ رہا۔ اس وقت لوگ ایک دین پر تھے۔

دنیا امتحان گاہ ہے نہ کہ فیصلہ گاہ:

فَاخْتَلَفُوْا (پھر وہ الگ الگ ہوگئے) پس وہ مذاہب میں بٹ گئے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ (اگر آپ کے رب کی طے شدہ بات پہلے سے نہ ہوتی) وہ بات حکم کو قیامت تک کیلئے مؤخر کرنا ہے۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو ان کے مابین کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا) یعنی جلدی سے فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (جس چیز میں وہ اختلاف کرتے تھے) اس بات میں جس میں انہوں نے اختلاف کیا۔ تاکہ حق پرست اور باطل پرست میں امتیاز ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی بات اس حکمت کی بناء پر پہلے سے طے ہو چکی کہ یہ دنیا دار التکلیف ہے اور اگلا جہاں ثواب وعقاب کا مقام ہے۔

منہ مانگی نشانی کا مطالبہ:

۲۰: وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (اور یہ اس طرح کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اترا) آیت سے وہ نشانی مراد ہے جس کا وہ مطالبہ کرتے تھے۔ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ (کہہ دیں کہ بیشک غیب کی خبر تو اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے) یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات علم غیب کے ساتھ خاص ہے وہی جانتا ہے کہ مطلوبہ آیات سے کونسی چیز رکاوٹ ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ فَانْتَظِرُوْا (تم بھی انتظار کرو) اس تجویز شدہ نشانی کے اترنے کا۔ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں) جو اللہ تعالیٰ تمہارے انکار آیات اور دشمنی پر کرنے والے ہیں۔

وَإِذَآ أَذَقْنَا ٱلنَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِىٓ ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ ٱللَّهُ

اور لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد جب ہم انہیں اپنی رحمت چکھادیں تو اچانک ہماری آیتوں کے بارے میں مکر کرنے لگتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ

أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ۲۱ هُوَ ٱلَّذِى يُسَيِّرُكُمْ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ

مکر کی سزا جلد ہی دینے والا ہے، بلاشبہ ہمارے فرشتے تمہارے مکر کے کاموں کو لکھ لیتے ہیں، اللہ وہ ہے جو تمہیں سمندر اور خشکی میں چلاتا ہے

حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمْ فِى ٱلْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا۟ بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ

یہاں تک کہ جب تم کشتی میں موجود ہواور وہ کشتی اچھی ہوا کے ساتھ چلنے لگے اور جو لوگ اس میں سوار ہوں وہ اس پر خوش ہو جائیں تو اس کشتی پر ایک سخت ہوا

عَاصِفٌ وَجَآءَهُمُ ٱلْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوٓا۟ أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ

آجائے اور ہر جگہ سے ان پر موجیں آنے لگیں اور وہ یقین کر لیں کہ انہیں گھیر لیا گیا ہے تو اللہ کو پکارنے لگتے ہیں

مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ۲۲ فَلَمَّآ

اس کے لئے خالص اعتقاد کر کے اگر تو نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور ضرور شکر گزاروں میں سے ہوں گے، پھر جب

أَنجَىٰهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ ۗ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُم

اللہ انہیں نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ زمین میں ناحق بغاوت کرنے لگتے ہیں، اے لوگو تمہاری سرکشی تمہاری ہی جانوں پر ہے

مَّتَٰعَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۲۳

دنیاوی زندگی میں فائدہ اٹھارہے ہو پھر ہماری طرف تم کو لوٹ کر آنا ہے، سو ہم تمہیں بتادیں گے جو تم کرتے تھے۔

مکہ والوں کے عداوتی منصوبے:

۲۱: وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ (جب ہم لوگوں کو چکھاتے ہیں) الناس سے اہل مکہ مراد ہیں۔ رَحْمَۃً (مہربانی) خوشحالی و وسعت مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ (اس دکھ کے بعد جو ان کو پہنچا) ضراء یعنی قحط، بھوک اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِیْٓ اٰيَاتِنَا (اسی وقت وہ ہماری آیات کے متعلق تدابیر کرنے لگتے ہیں) یعنی ان آیات کے انکار اور دفع کی تدابیر کرنے لگتے ہیں روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر سات سال قحط کو مسلط کر دیا یہاں تک کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے پھر بارش دیکر ان پر مہربانی فرمائی۔ جب مہربانی ہوئی تو اسی وقت اللہ تعالیٰ کی آیات پر طعنہ زنی شروع کر دی اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق دشمنی اور عداوت کے منصوبے گانٹھنے لگے۔

اذا پہلا شرط کا معنی دے رہا ہے اور دوسرا اسکے جواب میں ہے۔ اور وہ مفاجات کا معنی دے رہا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ وان تصبهم سيئة بماقدمت ايديهم اذاهم يقنطون [الروم:۳۶] یعنی اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو مایوس ہو جاتے ہیں اور جب ہم لوگوں کو مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں تو منصوبے باندھنا شروع کر دیتے ہیں۔ المَکْر تدبیر کو چھپا کر رکھنا

الجاریۃ المکورہ بداخلاق لونڈی کو کہتے ہیں۔ مَسَّتْھُمْ کا معنی یہ ہے کہ وہ تکلیف ان میں اسقدر رچ جاتی ہے کہ اس کا برا اثر ان میں محسوس نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قُلِ اللّٰہُ اَسْرَعُ مَکْرًا (کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر تیز ہے) مگر ان کے متعلق نہیں فرمایا کیونکہ کلمہ اذا اس بات پر دلالت کررہا ہے گویا اس طرح فرمایا جب ہم تکلیف کے بعد ان پر مہربانی کرتے ہیں تو اچانک وہ فریب کاریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جلدی سے انکار کا ارتکاب کرتے ہیں اس سے پہلے کہ تکلیف کے بقیہ اثرات سے اپنے کو محفوظ کریں۔ اِنَّ رُسُلَنَا (بیشک ہمارے قاصد) حفاظتی فرشتے یَکْتُبُوْنَ مَاتَمْکُرُوْنَ (تمہاری وہ مکاریاں لکھتے رہتے ہیں) اس میں اس بات سے خبردار کیا گیا کہ جس کو تم مخفی سمجھتے ہو وہ اللہ تعالیٰ سے چھپایا نہیں جاسکتا۔ وہ خود ان کا بدلہ تم سے چکائے گا۔

قراءت: یا سے وارد ہے۔

وقتی وصیت پر توبہ پھر سرکشی:

۲۲: ھُوَالَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (وہ اللہ تعالیٰ جو تمہیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے) اس نے تم کو پاؤں سے چلنے اور چوپاؤں اور کشتیوں کے ذریعہ مسافت طے کرنے کی ہمت بخشی ہے یا وہ چلنے کو تم میں پیدا کرتا ہے۔

قراءت: یَنشُرکم شامی نے پڑھا ہے۔

حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ (یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو) فُلْکٌ کشتیاں، جمع ہے۔ وَجَرَیْنَ (وہ کشتیاں چلتی ہیں)۔ بِھِمْ (ان کے ساتھ) یعنی ان کو لیکر جو ان میں ہیں مبالغہ کی خاطر خطاب سے غیب کی طرف رجوع کیا بِرِیْحٍ طَیِّبَۃٍ (موافق ہوائیں) آہستہ مناسب چلنے والی جو آندھی نہ ہو اور نہ بہت ہلکی ہو وَّفَرِحُوْا بِھَا (اور اس ہوا سے وہ لوگ بہت خوش ہیں) نرمی کی وجہ سے اس ہوا سے وہ خوش ہیں اور مسلسل چلنے کی وجہ سے جَآءَتْھَا (اس کشتی پر آجاتا ہے) اس کشتی پر یا موافق ہوا پر آجاتا ہے۔

رِیْحٌ عَاصِفٌ (تیز جھونکا) تیز چلنے والی آندھی وَّجَآءَ ھُمُ الْمَوْجُ (اور ان پر موجیں بلند ہوتی ہیں) الموج پانی پر جو بلند ہو اس کو موج کہتے ہیں۔ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ (ہر طرف سے) سمندر سے یا موج کے تمام امکانی مقامات سے وَّظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ اُحِیْطَ بِھِمْ (وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہر طرف سے ان کو گھیر لیا گیا) وہ ہلاک ہوگئے گھیر میں آجانے سے ہلاکت کو بطور تمثیل گھیرے میں آجانے سے تعبیر کیا۔

دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (اس وقت خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کر کے اس کو پکارتے ہیں) بغیر شریک ٹھہرانے کے کیونکہ اس وقت وہ اس کے ساتھ کسی اور کو نہیں پکارتے بلکہ کہتے ہیں۔ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ ھٰذِہٖ (اے اللہ اگر تو ہمیں اس سے بچالے گا) ہٰذا کا مشار الیہ اہوال ہیں یا ریح ہے لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ (تو ہم ضرور تیرے شکر گزار رہیں گے) یعنی تیری نعمتوں پر شکر گزار اور تجھ پر یقین کرنے والے اور تیری طاعت کو مضبوطی سے تھامنے والے ہونگے۔

فَائِدَۃ: آیت میں اگرچہ کشتی میں سوار ہونے کو سمندر میں سفر کی غایت قرار نہیں دیا گیا۔ لیکن جملہ شرطیہ کا مضمون حتی کے مابعد تمام چیزوں کو اپنے اندر سمیٹنے والا ہے گویا اس طرح فرمایا گیا ہے وہ تمہیں چلاتا ہے یہاں تک کہ یہ حادثہ وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اور

اس طرح تیز ہوا کی آمد، تلاطم امواج، ہلاکت کا یقین نجات کی دعائیں پیش آتی ہیں۔اِذَا کا جواب جاءَ تہا ہے اور دَعَوُا یہ ظَنُّوْا کا بدل ہے کیونکہ ان کی دعائیں ہلاکت کے یقین کے لوازمات میں سے ہیں اور ان سے ملی ہوئی ہیں۔

۲۳: فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَاهُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ (جب اللہ تعالیٰ ان کو اس طوفان سے نجات دے دیتا ہے تو وہ زمین میں بے جا سرکشی اختیار کرتے ہیں۔) فساد مچاتے ہیں بِغَيْرِ الْحَقِّ (ناحق) باطل یعنی باطل پرستی اختیار کرنے والے ہیں۔يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ (اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تم پر پڑنے والا ہے) یعنی تمہارا ظلم تمہاری طرف لوٹ آئے گا جیسا کہ فصلت ۴۶ میں فرمایا۔من عمل صالحًا فلنفسه ومن اساء فعليها۔ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (تم دنیا کے ساز و سامان سے فائدہ اٹھالو) یہ حفص کی قراءت کے مطابق ہے یعنی وہ نفع اٹھاتے ہیں جو نفع دنیا کی زندگی تک ہے۔

نحو :متاع الحيٰوة الدنيا اور على انفسكم یہ بغيكم کی خبر ہے

دیگر قراء نے رفع کے ساتھ پڑھا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ بَغْيُكم کی خبر ہے اور علٰی انفسکم اس کا صلہ ہے جیسا کہ اس آیت میں فَبَغٰى عَلَيْهِمْ [القصص:۷۶] مطلب اس طرح ہے تمہاری سرکشی ان لوگوں پر ہے جو تمہاری طرح ہیں۔یا یہ خبر مانیں اور متاع کو دوسری خبر مانیں یا متاع مبتداء محذوف ھو کی خبر ہے۔یعنی وہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے" حدیث نبوی علی صاحبہا السلام میں ہے سب سے زیادہ جلد جس نیکی کا ثواب ملتا ہے وہ صلہ رحمی ہے۔اور سب سے جلد جس شر کا وبال پہنچتا ہے وہ سرکشی ہے اور دوسرے نمبر پر جھوٹی قسم ہے۔

نو چیزیں:

روایت میں ہے کہ دو چیزیں ہیں جن کا دنیا میں جلد بدلہ ملتا ہے نمبرا۔سرکشی نمبر۲۔والدین کی نافرمانی۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ پر سرکشی اختیار کرے تو باغی کو پیس ڈالا جائے۔محمد بن کعب سے مروی ہے کہ جس میں تین خصلتیں پائی جائیں اس میں بغاوت پائی جاتی ہے نمبرا۔سرکشی نمبر۲۔نکتہ چینی وعدہ توڑنا نمبر۳ فریب کاری۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما بغيكم علٰى انفسكم [یونس:۲۳] ولا يحيق المكر السيئ الا باهله [فاطر:۴۳] فمن نكث فانما ينكث على نفسه [الفتح:۱۰] ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پھر تم نے ہماری ہی طرف واپس لوٹنا ہے، ہم تمہیں ان کاموں کی حقیقت سے مطلع کریں گے جو تم کرتے تھے) پس ہم تمہیں ان کی اطلاع دیں گے اور اس پر بدلہ دیں گے۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ

دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی اتارا، پھر اس پانی کی وجہ سے زمین سے نکلنے والی ہری بھری چیزیں جنھیں انسان اور مویشی

مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓى إِذَآ أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ

کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی رونق کا پورا حصہ لے لیا اور اسکی خوب زیبائش ہوگئی اور زمین والوں نے

أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ أَتٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا

خیال کرلیا کہ ہم اس پر صاحب قدرت ہو چکے ہیں تو رات کو یا دن کو ہمارا حکم آ گیا۔ سو ہم نے اسے ایسا بنا دیا جیسے کٹا ہوا ڈھیر ہو،

كَأَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْأٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

گویا کہ کل اس کا وجود ہی نہ تھا، ہم اسی طرح آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں۔

دُنیا کی مثال:

۲۴: اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ (دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی اتارا) بادلوں سے فَاخْتَلَطَ بِهٖ (اس پانی کے ساتھ مل گیا) نَبَاتُ الْاَرْضِ (زمین کا سبزہ) یعنی اسکی وجہ سے گنجان ہو کر نکلا جو ایک دوسرے میں گھسا ہوا ہے۔ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ (جس سے لوگ کھاتے ہیں) یعنی غلہ، پھل، سبزیات وَالْاَنْعَامُ (چوپائے) یعنی گھاس وغیرہ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا (یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی زینت لے لی) یعنی نباتات سے اس کو زینت دی جس نبات کی رنگتیں الگ الگ ہیں۔ وَازَّيَّنَتْ زمین اس سے مزین ہوئی۔ یہ اصل میں تزینت ہے تا کو زای میں زا کر کے ادغام کر دیا۔ اور یہ زیادہ فصیح ہے۔ زمین کے مزین ہونے کو تمثیل کے طور پر دلہن قرار دیا جب کہ وہ شاندار قسم کے رنگ برنگ کپڑے پہن لے اور مختلف رنگ کی زینتوں سے زینت حاصل کر لے۔ وَظَنَّ اَهْلُهَآ (اور زمین کے مالکوں نے یہ سمجھ لیا) اہل سے مراد اہل زمین ہیں۔ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ (کہ وہ اس کھیتی پر قابو پانے والے ہیں) اسکی منفعت پر پوری قدرت پانیوالے اور اس کے ثمرات کو حاصل کرنے والے ہیں۔ اور اس کا غلہ اٹھانے والے ہیں۔

اَتٰهَآ اَمْرُنَا (اچانک ہمارا امر عذاب پہنچ گیا) امر سے عذاب مراد ہے اور یہ عذاب کھیتی میں کوئی بیماری پیدا کرنے کی صورت میں ہوتا ہے جبکہ وہ اسکی سلامتی پر یقین کر چکے ہوں۔ لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا (دن یا رات کو پھر ہم نے اس پیداوار کو کر دیا) اس کھیتی کو کر دیا۔ حَصِيْدًا (کٹا ہوا) اس کے کٹنے اور تباہی کو کٹی ہوئی کھیتی سے تشبیہ دی۔ كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ (گویا وہاں کل کچھ اگا نہ تھا) گویا کھیتی اگی ہی نہ تھی قائم اور ٹھہری ہی نہ تھی اس قسم کے مواقع پر مضاف محذوف مانا جاتا ہے تا کہ معنی کلام درست ہو سکے۔ بِالْاَمْسِ (کل گزشتہ) یہ قریب وقت کو بطور تمثیل ذکر کیا۔ گویا اس طرح کہا کہ گویا کبھی اب تک قائم ہی نہیں ہوئی۔ كَذٰلِكَ

نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (اسی طرح نشانیاں ان لوگوں کیلئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں) وہ بیان امثلہ سے نفع اٹھاتے ہیں یہ تشبیہ مرکب ہے۔ دنیا کے تیزی سے زوال پذیر ہونے اور اس کے نعمتوں کے سمیٹنے کو زمین کی نباتات کے خشک ہونے اور ریزہ ریزہ ہونے سے تشبیہ دی حالانکہ وہ نبات پہلے گنجان، باہم لپٹی ہوئی۔ زمین کو اپنے سبزہ سے مزین کرنے والی، پتوں سے پُر تھیں۔

حکمت: اس تشبیہ سے اس بات پر متنبہ کیا کہ دنیا کی زندگی کا صاف حصہ بھی ملاوٹ والا ہے جبکہ گدلا تو پہلے ہی ملاوٹ سے خالی نہیں۔ جیسا کہ صاف پانی پیالے کے بالائی حصہ میں ہوتا ہے۔ شاعر نے خوب کہا عمر ایک پانی کا بچا ہوا پیالہ ہے۔ پہلا حصہ صاف اور پچھلا گدلا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ مٹی کے جسم کو دنیا اور دین کی مصلحتوں سے مزین کر دیا۔ جیسا کہ مختلف رنگوں کے باوجود ملی جلی نبات۔ پس زرخیز مٹی انسانوں کے باغات کو اگاتی ہے اور ارواح کے پھول پیدا کرتی اور زھد کی کلیاں نکالتی ہے اور سخاوت کی بیلیں اور محبت الٰہی کے غلہ جات اور حقیقت کے باغیچے لہلہاتی ہے۔ جبکہ راستے کی بدبختیاں اور خباثتیں مخالفتوں کا اختلاف اور گناہوں کے پیاز، شرک کے کانٹے اور بخل کے کانٹے دار پودے اور ہلاکت کی لکڑیاں، کھیل کی ہریاول پیدا کرتے ہیں۔ پھر اسکی دشمنی پر اسی طرح اتر آتے ہیں جیسے کھیتی کہ جس کے کٹنے کا وقت قریب ہو۔ پس دھوکے کی حالت میں اسکی زندگی کو زائل کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ کھیتی پیلی پڑ جاتی ہے۔ پس اس آدمی کا وجود قبر میں اس طرح غائب ہو جاتا ہے گویا کل وہ دنیا میں آیا ہی نہ تھا۔ اور یہ اس وقت تک رہے گا کہ بعث کی بہاری اسکو اُگا دے اور پیشی کا نشانہ اپنے مقام پر لگ جائے اور بحث وکرید کی گھڑی آن پہنچے۔ دنیا کا حال پانی کی طرح ہے کہ تھوڑا تو فائدہ دیتا ہے۔ زیادہ سیلاب سے ہلاک کر دیتا ہے پس زیادہ کا چھوڑنا ضروری ہے۔ سفر میں جس طرح زادراہ کے سواء چارہ نہیں۔ اسی طرح تھوڑے مال کے بغیر گزارہ نہیں مال کا حصول لغزش سے اسی طرح خالی نہیں جیسا کہ پانی میں گھسنے والا تری سے بچ نہیں سکتا۔ مال کا جمع کرنا مال والے کیلئے ضیاع اور اہلاک ہے۔ نصاب سے کم مال تو پایاب پانی کی طرح ہے کہ اس میں سے بے پروائی سے گزر جاتے ہیں اور نصاب کی مقدار اس دریا کی طرح ہے جو گزرنے والے کے راستے اور مقصود کے درمیان حائل ہو۔ اور کامیابی کے مقام کی طرف گزرنا پل کے بغیر ممکن نہیں۔ اور وہ پل زکوٰۃ ہے اور پل کی تعمیر عطیات ہیں۔ جب پل خراب ہو جائے گا تو جمع شدہ خزانوں کی موجیں اس کو ڈبو دیں گی۔ اسی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الزکاۃ قنطرۃ الاسلام۔ اسی طرح مال ضعیف العقل کا معاون ہے۔ بزرگوں کا نہیں جیسا کہ پانی گڑھوں میں جمع ہوتا ہے ٹیلوں پر نہیں۔ اسی طرح مال بخل کی مشقت سے اکٹھا ہوتا ہے جبکہ پانی گزرگاہ میں بند لگانے سے جمع ہوتا ہے پھر فنا اور ہلاکت کا شکار ہوتا ہے جیسا کہ چلو میں لیا ہوا پانی چلو میں باقی نہیں رہتا۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۲۵ لِلَّذِيْنَ

اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے جن لوگوں نے اچھائی کے کام کئے

اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ

ان کے لئے خوبی ہے اور اس سے زائد بھی ہے، اور ان کے چہروں پر نہ کدورت چھائے گی اور نہ ذلت، یہ لوگ جنت

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۲۶ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّـيِّاٰتِ جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ

والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور جن لوگوں نے برے کام کیے ان کی برائی کی سزا برائی کے برابر ملے گی

وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا

اور ان پر ذلت چھا جائے گی، انہیں اللہ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا، گویا کہ انکے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانک

مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۲۷

دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

دارالسلام:

۲۵: وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ (اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے) وہ جنت ہے، السلام جنت کا نام ہے اور اسکی اضافت نام کی طرف کر کے اسکی عظمت کو بیان کیا۔ نمبر۲۔ السلام کا معنی سلامتی ہے کیونکہ اہل جنت ہر ناپسند چیز سے محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ نمبر۳۔ ان کے مابین السلام علیکم بہت کہا جائے گا۔ اور فرشتے بھی ان کو سلام کریں گے۔ جیسا کہ الواقعہ ۲۶ میں اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ہے۔ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ (اور جس کو چاہتا ہے توفیق دیتا ہے)۔ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سیدھے راستے کی طرف)۔ نمبر۱۔ یعنی اسلام کی طرف یا نمبر۲۔ سنت کے راستہ کی طرف۔

نکتہ: راہنمائی کے ذریعہ زبان نبوت سے دعوت کو عام کر دیا۔ مگر بھیجنے والے کی مہربانی سے عنایت و توفیق کے ذریعہ ہدایت کو خاص کر دیا۔ مطلب آیت کا یہ ہوا کہ دارالسلام کی طرف اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو دعوت دے رہے ہیں مگر اسمیں داخلہ ہدایت یافتہ لوگوں کو ملے گا۔

زیادۃ کی تفسیر دیدارِ الٰہی:

۲۶: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا احسان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا مراد ہے۔ الْحُسْنٰى خوبی ہے عمدہ ثواب اور وہ جنت ہے۔ وَزِيَادَةٌ (اور زائد) وہ دیدار الٰہی ہے حضرت ابوبکر، حذیفہ، ابن عباس، ابوموسیٰ اشعری، عبادہ بن الصامت رضی اللہ

عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔

بعض تفاسیر میں اس بات پر مفسرین کا اتفاق نقل کیا ہے کہ زیادہ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا دیدار ہی ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جب جنت والے جنت میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم ایسی چیز چاہتے ہو جو میں ان نعمتوں پر اضافہ کروں۔ وہ کہیں گے کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا اور آگ سے نجات نہیں دی؟ آپ نے فرمایا پھر حجاب اٹھایا جائے گا۔ تمام اہل جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار پالیں گے اس سے بڑھ کر آج تک ان کو کسی نعمت میں اتنا مزا نہ آیا ہوگا۔ جتنا دیدار الٰہی میں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ للذین احسنوا الحسنی و زیادہ۔

(رواہ احمد و مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

صاحب کشاف: کی حالت قابل تعجب ہے کہ اس نے اس روایت کو ذکر کیا مگر ان الفاظ سے نہیں جو اوپر ذکر ہوئے اور پھر تنقید کرتے ہوئے کہہ گئے کہ یہ حدیث من گھڑت ہے۔ حالانکہ یہ مرفوع روایت ہے۔ اس کو صاحب مصابیح نے صحاح میں ذکر کیا۔ دوسری تفسیر الزیادۃ کی بندوں کے دلوں میں محبت سے کی گئی، تیسری تفسیر اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رضوان سے بھی کی گئی ہے۔

وَلَا یَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ (نہ ڈھانپے گی ان کو) قَتَرٌ (سیاہی) ایسا غبار جس میں سیاہی ہو وَّلَا ذِلَّةٌ (نہ ذلت) نہ ذلت کا اثر مطلب یہ ہے کہ ان کے چہروں پر وہ چیز نہ چھائے گی جو اہل نار کے چہروں پر چھا رہی ہوگی۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

بروں کا انجام:

۲۷: وَالَّذِیْنَ كَسَبُوا اس کا عطف للذین احسنوا پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی وللذین کسبوا۔ السَّیِّاٰتِ (رنگارنگ کے شرک) جَزَآءُ سَیِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا (برائی کا بدلہ اس کے مثل سے ہے) اس میں با اسی طرح زائد ہے جیسا اس ارشاد میں جزاء سیئۃ سیئۃ مثلها [الشوریٰ:۴۰] یا تقدیر عبارت اس طرح ہو جزاء سیئۃ مقدر بمثلها۔ برائی کا بدلہ طے شدہ ہے اس کے مثل سے وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ذلت و رسوائی مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (انہیں اللہ سے بچانے والا) اسکی سزا سے مِنْ عَاصِمٍ (کوئی نہیں ہوگا) یعنی اسکی ناراضی اور سزا سے ان کو کوئی نہ بچائے گا۔ كَاَنَّمَآ اُغْشِیَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًا ان پر رات کی سیاہی کا پردہ لٹکا دیا گیا ہے یعنی ان کے چہرے سیاہ ہونگے۔ قطعًا جمع قطعۃ یہ اغشیت کا مفعول ثانی ہے۔

قراءت: مکی، علی، نے قِطْعًا پڑھا ہے۔ یہ اس آیت کی طرح ہے۔ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ [ہود:۸۱] اس قراءت کے مطابق مظلما یہ قطع کی صفت ہے۔ اور پہلی قراءت کے مطابق یہ اللیل سے حال ہے اور اسمیں عامل اغشیت ہے کیونکہ من اللیل، قطعا کی صفت ہے۔ پس اس کا موصوف تک پہنچنا صفت تک پہنچنے کی طرح ہے یا مِنَ الَّیْلِ میں معنی فعل عامل ہے۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ دوزخی ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے)۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ

اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے شرک کیا کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو،

فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا

پھر ہم ان کے آپس میں جدائی کر دیں گے، اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ سو اللہ ہمارے تمہارے درمیان گواہ کافی ہے

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا

بے شک بات یہ ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے غافل تھے، اس موقعہ پر ہر شخص اپنے ان کاموں کو جانچ لے گا جو اس نے پہلے

أَسْلَفَتْ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٣٠﴾

کئے تھے، اور وہ اپنے مالک حقیقی کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے اور جو کچھ جھوٹ تراش رکھا تھا وہ سب غائب ہو جائے گا۔

منظر حشر:

۲۸: وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ ۔هُمْ سے کفار وغیرہ مراد ہیں۔ جَمِيعًا (تمام) یہ حال ہے۔ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ ترجمہ: یعنی تم اپنی جگہ رک جاؤ۔ اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹو جب تک اپنا انجام نہ دیکھ لو۔ أَنْتُمْ (تم)۔ اس سے مکانکم کی ضمیر کی تاکید کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ الزموا کے قائم مقام استعمال ہوا۔ وَشُرَكَاؤُكُمْ (اور تمہارے شرکاء) ماقبل پر معطوف ہے۔ فَزَيَّلْنَا (ہم تفریق کردیں گے)۔ بَيْنَهُمْ (ان کے درمیان) ان کے ساتھیوں کو الگ کردیں گے۔ اور وہ تعلق کاٹ دیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان تھا۔ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ (کہیں گے ان کے شریک) جنکی اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کی ہوگی اور وہ عقلاء میں سے ہونگے (جن وانس میں سے) یا بتوں کو اللہ تعالیٰ بولنے کی زبان دے گا۔

مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ (تم ہماری پوجا تو نہ کرتے تھے) تم تو شیاطین کی عبادت کرتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے تمہیں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے شریک بناؤ۔ پس تم نے ان کی اطاعت کی جیسا سورۂ سباء۔ ۴۰۔۴۱۔ ویوم یحشرھم جمیعا۔الی، بل کانوا یعبدون الجن میں مذکور ہے۔

۲۹: فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ کافی ہے گواہی کے لحاظ سے شھیدًا یہ تمیز ہے۔ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ إن یہ مخففہ من المثقلہ ہے لام اسکی دلیل ہے۔

سب کی جانچ:

۳۰: هُنَالِكَ (وہاں) اس جگہ میں یا اس وقت میں۔ اس صورت میں اسم مکان زمانہ کیلئے بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ (آزمائے گا اور چکھے گا) ہر شخص مَا أَسْلَفَتْ (جو اس نے پیچھے چھوڑا) یعنی عمل۔ پس پہچان لے گا کہ اس عمل کی کیفیت کیا۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ

آپ فرما دیجئے وہ کون ہے جو تمہیں آسمان سے اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے اور وہ کون ہے جو

الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ

زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر فرماتا ہے، سو وہ ضرور یوں کہیں گے کہ اللہ ہی ہے

فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۳۱ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ

تو آپ فرما دیجئے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے ہو، سو وہ اللہ تمہارا حقیقی رب ہے۔ سو پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟

فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝۳۲

پھر کہاں پھرے جا رہے ہو۔

بے اچھا یا برا نفع بخش یا نقصان دہ، مقبول یا مردود، زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں اسلفت کا معنی قدمت ہے جو اس نے آگے بھیجا۔
قراءت: حمزہ، علی نے تتلوا پڑھا ہے۔ یعنی وہ پیروی کرے گا اس عمل کی جو اس نے آگے بھیجا کیونکہ اسکا عمل ہی اس کو جنت و دوزخ کی راہ دکھائیگا۔ یا اپنے نامہ عمل میں وہ پڑھ لے گا جو اس نے خیر و شر کا عمل آگے بھیجا ہوگا۔ یہ اخفش کا قول ہے۔ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ان کا سچا رب جو اپنی ربوبیت میں سچا ہے کیونکہ یہ لوگ ان کی دوستی کا دم بھرتے تھے جنکی ربوبیت کی کوئی حقیقت نہیں۔ یا نمبر۲۔ وہ جو ان کے ثواب و حساب کا متولی ہے اور ایسا عادل ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور ان سے وہ تمام معبود گم ہو جائیں گے جن کے متعلق ان کو دعویٰ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ یا نمبر۲۔ جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے وہ بے کار ہوئے کہ ان کے شفعاء اور الٰھہ ان کی سفارش کرکے زبردستی چھڑالیں گے۔

دلائل قدرت:

۳۱: قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ (آپ فرما دیجئے وہ کون ہے جو تمہیں رزق دیتا ہے آسمان سے) بارش کے ذریعہ وَالْاَرْضِ (اور زمین سے) (نبات کے ذریعہ) اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ (یا کون مالک ہے کانوں اور آنکھوں کا) کون ان کو بنانے اور اس انداز سے فٹ کرنے کی طاقت رکھتا ہے، جس طرح سے یہ فٹ ہیں یا۔ نمبر۲۔ کون ان کی ان آفات کثیرہ سے عرصہ دراز تک حفاظت کرتا ہے حالانکہ یہ دونوں بڑی لطیف ہیں ان کو معمولی چیز بھی نقصان پہنچاتی ہے۔

وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ یعنی حیوان، چوزے، کھیتی، مومن، عالم کو نطفہ، انڈا، دانہ، کافر، جاہل سے اور اس کا عکس وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ (اور کون معاملات کی تدبیر کرتا ہے) تمام عالم کے معاملات کا مدبر کون ہے پہلے خاص کا ذکر کیا اور اسکے بعد عام کو لائے۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ترجمہ وہ عنقریب آپ کے سوال کے جواب میں کہیں گے کہ ان تمام

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۳ قُلْ هَلْ

اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات نافرمانوں کے بارے میں ثابت ہو چکی ہے کہ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ آپ فرما دیجئے کیا

مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو مخلوق کو پیدا فرمائے پھر اسے دوبارہ زندہ کرے؟ آپ فرما دیجئے کہ اللہ مخلوق کو ابتداءً پیدا فرماتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا۔

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۳۴ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ

سو تم کہاں پھرے جا رہے ہو؟ آپ فرما دیجئے کہ تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی امر حق کا راستہ

لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ

بتلاتا ہے، سو جو حق کی راہ بتاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جو ہدایت نہیں پاتا مگر جبکہ اسے راہ بتائی جائے،

فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝۳۵ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ

سو تمہیں کیا ہوا تم کیسی تجویزیں کرتے ہو، اور ان میں سے اکثر لوگ صرف اٹکل کے پیچھے چلتے ہیں بلاشبہ اٹکل حق کے بارے میں ذرا بھی مفید

شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶

نہیں ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جاننے والا ہے جن کاموں کو وہ کرتے ہیں۔

پر قدرت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (پس کہہ دیں پھر تم کیوں ڈرتے نہیں ہو۔) عبادت میں شرک سے جبکہ تم ربوبیت کا اعتراف بھی کر چکے۔

۳۲: فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ (سو وہ اللہ تعالیٰ ہے) یعنی وہ ذات جس کی یہ قدرت ہے وہی تو اللہ تعالیٰ ہے۔ رَبُّكُمُ الْحَقُّ (تمہارا سچا رب) جس کی ربوبیت ایسی ثابت ہے جس میں اس کو کوئی شک نہیں ہو سکتا جو حقیقت کی نگاہ ڈالے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (سو پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے) یعنی حق وباطل کے درمیان کوئی واسطہ نہیں جو حق راستہ سے ہٹا وہ گمراہی میں جا پڑا۔ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ (تم کدھر پھرے جا رہے ہو) حق چھوڑ کر گمراہی کی طرف اور توحید کو ترک کر کے شرک کی طرف۔

کفار کی ضد:

۳۳: كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس حق کی طرح حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (تیرے رب کی بات ثابت ہوگئی۔) قراءت: شامی، مدنی نے كَلِمٰتُ پڑھا ہے یعنی جیسا کہ حق وثابت ہوا کہ حق کے بعد گمراہی ہے۔ نمبر۲۔ جیسا ثابت ہوا کہ وہ حق سے پھرے ہوئے ہیں پس اسی طرح تیرے رب کی بات سچی ہوگئی۔ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا (ان لوگوں کے متعلق جو فاسق ہیں) یعنی جو اپنے کفر میں سرکشی

تک پہنچنے والے اور اسکی انتہائی حد تک نکلنے والے ہیں۔اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (کہ یہ ایمان نہ لائیں گے) یہ کلمۃ سے بدل ہے یعنی ایمان کی نفی ان پر ثابت ہو چکی یا نمبر۲۔اللہ کی بات ان پر ثابت ہو چکی کہ ان کا ایمان ثابت نہ ہوگا۔نمبر۳۔کلمہ سے عذاب والا وعدہ مراد ہے اور انهم لايؤمنون اسکی تعلیل ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی لانهم لايؤمنون اسلئے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

معبودانِ باطلہ کی بے بسی:

۳۴: قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (آپ فرما دیجئے کہ تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو) ثم يعيده کو یہاں ذکر کیا حالانکہ وہ اعادہ کے قائل نہ تھے۔کیونکہ اعادہ کے دلائل اس قدر ظاہر ہیں کہ گویا یہ مسلمہ معاملہ ہے کہ وہ اعادہ کے قائل ہیں۔نمبر۲۔انسانوں کے علاوہ اور چیزوں کا اعادہ مراد لیا جائے جیسے دن، رات، پانی اتارے، اور نبات اگائے۔قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (آپ فرما دیجئے کہ اللہ مخلوق کو ابتداءً پیدا فرماتا ہے پھر اس کو دوبارہ فرمائے گا) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ جواب میں ان کی نیابت کریں۔مطلب یہ ہے کہ ان کو ان کا تکبر کلمۂ حق کہنے نہ دے گا۔ پس آپ ان کی طرف سے سچی بات کہہ دیں۔فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ پس کس طرح سیدھے راستہ سے پھرے جا رہے ہو؟

حق کی طرف راہنمائی کرنے والے اور کافر بے راہ کے پیروکار:

۳۵: قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ (آپ فرما دیجئے کہ تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو) اسکی طرف راہنمائی کرنے قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى عربی میں هداه للحق، الى الحق دو آتے ہیں۔یہاں دونوں لغات کو جمع کر دیا۔اور اسی طرح هدى بنفسه بمعنی اهتدى کے آتا ہے جیسا کہ شرى بمعنی اشترى اور اسی سے۔

قراءت: حمزہ وعلی امّن لا يهدى بمعنی يهتدى ہے۔اور لا يَهَدّي مکی، شامی اور ورش کی قراءت میں ہے۔جبکہ ابو عمرو نے اس ھا کے فتحہ کو اشمام سے پڑھا اور عاصم نے یحییٰ کے علاوہ ھا کے کسرہ اور یا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا۔اور اصل يهتدى ہے۔اور عبداللہ کی قراءت یہی ہے۔تا کو دال میں ادغام کیا اور ھا کا فتحہ وہی تا کو دے دیا یا التقاء ساکنین کی وجہ سے کسرہ دیا مگر یحییٰ نے یا اور ھا کے کسرہ اور دال کی تشدید سے پڑھا ہے مابعد کی اتباع کی وجہ سے البتہ ورش کے علاوہ مدنی قراء نے ھا کے سکون اور دال کی تشدید سے پڑھا ہے۔

مطلب یہ ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی صرف حق کی طرف راہنمائی کرنے والی ہے اس طرح کہ مکلفین میں عقلیں رکھ دیں اور ان کو دلائل پر غور کی قدرت عنایت فرمائی۔اور دلائل خود اپنی طرف سے مہیا فرمائے اور نور توفیق بخش دیا اور دلوں میں بھلائی ڈال دی اور رسولوں کو بھیج کر شرائع و احکام کی اطلاع دے دی۔پس جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے ان میں کوئی ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس راہنمائی کی طرح راہنمائی کرنے والا ہو۔

پھر فرمایا تم بتلاؤ کہ جو حق کی طرف راہنمائی کرے وہ پیروی کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے یا وہ جو بذات خود راستہ ہی نہ پا سکتا ہو۔یا دوسرے کی راہنمائی نہ کر سکتا ہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسکو ہدایت نہ دے۔دوسرا قول یہ ہے یا وہ جو کسی دوسری جگہ کی طرف راہ نہ پا سکتا ہو۔یعنی منتقل نہ ہو سکتا ہو جب تک کہ اس کو منتقل نہ کیا جائے۔یا وہ راہ نہ پائے اور نہ ہی اسکا راستہ پانا درست ہو مگر

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ

اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے جو افتراء کیا گیا ہو اللہ کی طرف سے نہ ہو۔ بلکہ وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے

يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ

پہلے ہیں، اور احکام ضروریہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس کو آپ نے اپنے پاس سے بنایا ہے۔

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

آپ فرما دیجئے کہ تم اس جیسی سورت لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جن لوگوں کو بلا سکتے ہو انہیں بلا لو اگر تم

صٰدِقِيْنَ ۝۳۸ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ

سچے ہو۔ بلکہ بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے اسے جھٹلایا جسے اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لائے اور ابھی اس کا نتیجہ ان کے سامنے نہیں آیا، ایسے ہی

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۹ وَمِنْهُمْ مَّنْ

جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔ سو دیکھ لیجئے ظالموں کا کیسا انجام ہوا اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو

ع ۹ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝۴۰ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ

اس پر ایمان لائیں گے اور بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ فرما دیجئے

لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۴۱

کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم اس سے بری ہو جو میں کام کرتا ہوں، اور جن کاموں کو تم کرتے ہو میں ان سے بری ہوں۔

اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس حالت سے منتقل کر کے حیوان ناطق بنائے تو پھر وہ راہنمائی کر سکے۔ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ غلط فیصلہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک گمان کرتے ہو۔

۳۶: وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ بتوں کے متعلق اس بات میں کہ وہ معبود ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زبردستی چھڑا لیں گے۔ اکثر سے مراد تمام ہیں۔ اِلَّا ظَنًّا (مگر محض گمان) بلا دلیل وہ اپنے آباء سلف کی اتباع و اقتداء ہے جو اس گمان سے کرتے تھے کہ وہ درست راستے پر تھے۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ وہ علم ہے۔ شَيْئًا (ذرہ بھر) یہ مصدر کی جگہ پر ہے اصل اس طرح اغناءً شیئاً اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ کرتے ہیں) یعنی اتباع ظن اور ترک حق۔

قرآن من گھڑت نہیں بلکہ بلا ریب ہے:

۳۷: وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے جو افتراء کیا گیا ہو اللہ کی طرف سے نہ ہو)

یعنی اللہ تعالیٰ کے سواء اوروں کی طرف سے گھڑنا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح اور درست نہیں کہ اس جیسا بلند کلام اور حد اعجاز تک پہنچا ہوا من گھڑت کلام ہو۔ وَلٰكِنْ (لیکن) یہ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ (تصدیق ہے اسکی جو اس سے پہلے ہے) جو کتابیں اس سے قبل نازل ہو چکیں۔

وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ (اور کتاب کی تفصیل ہے) جو فرائض واحکام لازم وفرض کئے گئے ان کی تشریح ہے یہ معنی اس آیت النساء ۲۴ کتاب اللّٰہ علیکم ۔کی روشنی میں ہے۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اس کے رب العالمین کی طرف سے ہونے میں شک نہیں ہے) یہ استدراک کے مواقع میں داخل ہے گویا اس طرح کہا گیا لیکن یہ ایسی تصدیق اور تفصیل ہے جو ریب سے خالی ہے اور رب العالمین کی طرف سے آئی ہے۔

دوسری تفسیر یہ مراد لینا بھی درست ہے کہ رب العالمین کی طرف سے تصدیق شدہ ہے اور اسکی طرف سے اسکی تفصیل کی گئی ہے اس بات میں کوئی اشتباہ نہیں۔ اس صورت میں من رب العالمین تصدیق وتفصیل سے متعلق ہے اور لاریب فیہ یہ جملہ معترضہ ہے جیسا تم کہو زیدٌ لاشک فیه کریمٌ۔

کفار کو چیلنج:

۳۸: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ (کیا وہ کہتے ہیں کہ اس کو گھڑ لیا ہے) ام یہاں بل کے معنی میں ہے کیا وہ کہتے ہیں اس کو گھڑ لیا ہے؟ قُلْ (کہہ دیں) اگر بات اسی طرح ہے جس طرح تم کہتے ہو فَاْتُوْا (تو تم لاؤ) تو تم بھی گھڑ لاؤ بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ (ایک سورت اس جیسی) یعنی جو بلاغت میں اس کے مشابہ ہو اور حسن نظم میں اس جیسی ہو تم بھی میری طرح عربیت جانتے ہو۔ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور ان کو بلا لو جن کو اللہ تعالیٰ کے سواء بلانے کی تم میں طاقت ہے) یعنی عبارت اس طرح ادعوا من دون اللّٰہ۔ من استطعتم ۔ بلاؤ اللہ تعالیٰ کے سواء جن کو بلانے کی مخلوق سے تم طاقت رکھتے ہو۔ تاکہ اسکی مثل لانے میں وہ تمہاری امداد کریں۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ یہ قرآن من گھڑت ہے۔

جھٹلانا عناد کی بنیاد پر ہے:

۳۹: بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ (بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کے علم کا احاطہ انہوں نے نہیں کیا اور ابھی ان کو اسکی حقیقت معلوم نہیں ہوئی) بلکہ انہوں نے قرآن کی تکذیب میں جلدی کی ہے کہ جونہی اسکی آواز کانوں تک پہنچی بلا سوچے سمجھے اس کو جھٹلا دیا۔ قرآن مجید کی حقیقت کو نہ پہچانا اور نہ اسمیں تدبر کیا کہ اس کے معنی اور نتائج سمجھتے اور اسکا بڑا سبب یہ ہے کہ جو چیز ان کے دین کے مخالف ہے اس سے دور بھاگ رہے ہیں ان کو اپنے آبائی دین کا ترک کرنا گراں گزرا ہے۔

لما یاتھم تاویله میں توقع کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے سوچنے سے پہلے ہی فی البدیہ اس کا انکار کر دیا۔ اس کا معنی نہیں سوچا اور یہ آباؤ اجداد کی تقلید میں کیا۔ اور غور وتدبر کے بعد تکذیب سرکشی اور عناد وضد کی وجہ سے اختیار کی۔ پس ان آیات میں جاننے سے قبل جلد تکذیب کرنے کی مذمت فرمائی اور لما جو کلمہ توقع ہے اس کو ذکر کیا تاکہ اعلان کر دیا جائے کہ کفار نے قرآن کے علوشان اور اعجاز اچھی طرح جان لیا کیونکہ ان کو بار بار چیلنج کیا اور انہوں نے اپنی قوتوں کو خوب آزما لیا اور اسکی مثل لانے سے

اپنا عجز اظہر من الشمس ہو گیا تو ضد وحسد سے قرآن کو جھٹلا دیا۔
كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس تکذیب کی طرح كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی امم ماضیہ کے کفار نے رسولوں کے معجزات میں غور وفکر کرنے کے بغیر عناد اور تقلید آباء کی وجہ سے ان کو جھٹلا دیا۔ دوسری تفسیر لما یاتھم تاویلہ کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابھی تک ان کے سامنے اخبار بالغیب کی تعبیر ظاہر نہیں ہوئی۔ تعبیر سے انجام مراد ہے جس سے اسکا سچا، جھوٹا ہونا ظاہر ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ کتاب دو لحاظ سے معجز ہے نمبر ا۔ نظم کا اعجاز، نمبر ۲۔ اخبار غیوب کا اعجاز تم نے اس کے نظم پر غور سے قبل ہی تکذیب کر دی حالانکہ وہ حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہے اور اسکی دی ہوئی اطلاعات کا صدق و کذب ظاہر ہونے سے پہلے ہی تم نے انکار کر ڈالا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ (پس غور کرو کس طرح ظالموں کا انجام ہوا)

۴۰: وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ (اور بعض ان میں سے آپ پر ایمان لاتے ہیں) ہٖ کی ضمیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن کی طرف راجع ہے۔ اپنے دل میں تصدیق کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ آپ نبی برحق ہیں لیکن عناد کی وجہ سے تکذیب کرتے ہیں۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ (اور ان میں بعض وہ ہیں جو آپ پر ایمان نہیں لاتے) آپ کی تصدیق نہیں کرتے اور آپ کے بارے میں شک کرتے ہیں۔ یا اس کا معنی استقبال والا ہو۔ کہ ان میں بعض ایسے ہونگے جو عنقریب آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بعض ایسے ہونگے جو کفر پر اصرار کریں گے۔ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ (اور آپ کا رب فساد کرنیوالوں کو خوب جاننے والا ہے) مفسدین سے معاند یا اصرار کرنے والے مراد ہیں۔

۴۱: وَاِنْ كَذَّبُوْكَ (اور اگر وہ آپ کو جھٹلا دیں) اگر وہ آپ کی تکذیب پر اتر آئیں اور تم ان کی قبولیت سے مایوس ہو جاؤ۔ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ (پس کہہ دیں کہ میرے لئے میرا عمل) مراد جزاء عمل ہے۔ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ (اور تمہارے لئے تمہارا عمل) تمہارے اعمال کا بدلہ۔ اَنْتُمْ بَرِيْٓـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (تم اس سے بری جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بیزار جو کچھ تم کرتے ہو) پس ہر ایک سے اس کے عمل کا مؤاخذہ ہوگا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴۲ وَمِنْهُمْ

اور ان میں بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے اگرچہ وہ سمجھ بھی نہ رکھتے ہوں، اور ان میں سے

مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۴۳ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ

بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں، کیا آپ اندھوں کو راہ بتا دیں گے اگرچہ وہ دیکھتے بھی نہ ہوں، بلاشبہ اللہ لوگوں پر

النَّاسَ شَيْـــًٔـا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۴۴ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا

ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، اور جس دن اللہ انہیں جمع فرمائے گا گویا کہ وہ دن کے حصہ میں سے

اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا

صرف ایک گھڑی ٹھہرے ہیں، وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے، بے شک وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور وہ

كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝۴۵ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

ہدایت پانے والے نہ تھے اور اگر ہم اس میں سے کچھ حصہ آپ کو دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم آپ کو وفات دے دیں تو ہماری طرف ان سب کو لوٹنا ہے

ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا يَفْعَلُوْنَ ۝۴۶ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ

پھر اللہ اس پر گواہ ہے جو کام وہ لوگ کرتے ہیں، اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے سو جب ان کے پاس ان کا رسول آ جاتا ہے تو ان کے درمیان

بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۴۷ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم

صٰدِقِيْنَ ۝۴۸ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ

سچے ہو، آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی جان کے لئے کسی بھی ضرر یا نفع کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ ہر امت کے لئے ایک وقت

اَجَلٌ ۭ اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۴۹

مقرر ہے جب ان کا وقت مقرر آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں

کفار اندھے بہرے ہیں:

۴۲: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ (اور ان میں بعض ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگا لگا بیٹھتے ہیں) بعض لوگ ان میں آپ کی قراءت پر کان دھرتے ہیں اور احکام شرائع کے وقت بھی متوجہ ہوتے ہیں۔ لیکن وہ ان باتوں کو یاد نہیں رکھتے اور نہ قبول

کرتے ہیں اسلئے وہ بہروں کی طرح ہیں اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ (کیا آپ بہروں کو سناتے ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو) کیا تم یہ طمع رکھتے ہو کہ بہرے کو سنانے پر تمہیں قدرت ہے جبکہ بہرہ بے عقل بھی ہو؟ کیونکہ عقلمند بہرہ تو فراست سے یا کان میں گونج کے پڑ جانے سے استدلال کر کے بات سمجھ سکتا ہے مگر کیا کیجئے جب سلب عقل اور فتور سمع دونوں جمع ہوں تو سارا کھاتہ ہی گل ہے۔

۴۳: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ (ان میں بعض لوگ آپ کی طرف دیکھتے ہیں) اور سچائی کے دلائل کھلے بندوں معائنہ کرتے اور نبوت کے نشانات ظاہر پاتے ہیں لیکن وہ تصدیق نہیں کرتے۔ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ (پھر کیا آپ اندھوں کو رستہ دکھلانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت بھی نہ ہو) کیا تمہارا خیال ہے کہ آپ اندھوں کو راہ دکھلائیں گے جب بصارت کے ساتھ وہ بصیرت سے بھی محروم ہو۔ کیونکہ وہ اندھا جس کے دل میں بصیرت ہو وہ کبھی عقل سے جانچ لیتا ہے۔ باقی احمق اندھا تو نری مصیبت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قبول کرنے اور تصدیق سے ناامیدی کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں جیسا کہ وہ بہرے اور اندھے جن میں عقل و بصیرت نہ ہو۔

۴۴: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا۔ لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں)

قراءت: حمزہ و علی نے ولکن الناسُ پڑھا ہے۔ یعنی استدلال کے آلات کو سلب کر کے اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے استدلال کو ترک کر کے اپنے اوپر خود ظلم کیا۔ خود زندہ ہو کر جمادات کو معبود بنالیا۔

حشر میں کفار کا حال:

۴۵: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ (اور اس دن کو یاد رکھو جب وہ ان کو جمع کرے گا)

قراءت: حفص نے یا سے پڑھا۔ جبکہ ابن عامر و ابن کثیر نے نون سے پڑھا ہے۔ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ (گویا وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک گھڑی دن کی) دنیا میں قرار کی مدت کو انہوں نے بہت چھوٹا قرار دیا یا قبور میں ٹھہرنے کی مدت کو اہوال آخرت کی وجہ سے قلیل قرار دیں گے۔ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ (آپس میں پہچانیں گے) ایک دوسرے کو جانتے ہونگے گویا کہ وہ بہت تھوڑا وقت آپس میں جدا رہے اور یہ قبور سے نکلنے کے وقت ہوگا۔ پھر قیامت کے اہوال کی شدت سے تعارف منقطع ہو جائے گا۔

نحو: کان لم یلبثوا یہ ھُمْ سے حال ہے یعنی ہم ان کو اس حالت میں اٹھائیں گے کہ ان کی حالت ان لوگوں کے مشابہ ہوگی جو ایک گھڑی ٹھہرے ہوں۔ کان یہ کأنْ ہے اور اس کا اسم محذوف اور لم یلبثوا خبر ہے یتعارفون بینھم یہ دوسرا حال ہے۔ یا جملہ مستانفہ ہے اور ھُمْ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ (تحقیق خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا) یہ یتعارفون کی ضمیر فاعلی کا مقولہ قرار دیا جائے کہ اپنے مابین تعارف یہ کہتے ہوئے کرائیں گے قد خسر الذین (الآیۃ) یا یہ اللہ

تعالیٰ کا مقولہ ہے جوان کے خسران پر شہادت ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے اپنی تجارت و بیع میں ایمان کو کفر کے بدلہ میں رکھ دیا۔ وَمَا کَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (وہ ہدایت یافتہ نہ تھے) جانتے ہوئے بھی وہ تجارت میں راہ پانے والے نہیں۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس میں تعجب کا معنی ہے گویا اس طرح فرمایا وہ کس قدر خسارہ میں ہیں؟

آپ کی زندگی میں ان پر عذاب لازم نہیں:

۴۶: وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ (اور جس کا ان سے ہم وعدہ کررہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا اگر ہم آپ کو دکھلا دیں) یعنی عذاب اَوْنَتَوَفَّيَنَّكَ (یا آپ کو وفات دے دیں) ان کے عذاب دینے سے پہلے فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ (پس انہوں نے ہمارے پاس لوٹنا ہے) یہ نتوفینك کا جواب ہے اور نرینك کا جواب محذوف ہے یعنی واما نرینك بعض الذی نعدهم فی الدنیا فذاك او نتوفینك قبل ان نریكه فنحن نریكه فی الآخرة اور اگر دکھادیں بعض حصہ اس عذاب کا جس کا ہم ان سے دنیا میں وعدہ کرتے تو یہ مطلوب ہے یا اگر ہم آپ کو وفات دے دیں آپ کو انکا عذاب دکھانے سے پہلے تو ہم آپ کو آخرت میں دکھلائیں گے۔ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ (پھر اللہ تعالیٰ گواہ ہے ان کاموں پر جو وہ کرتے ہیں) یہاں ذکر تو شہادت کا ہے مگر مراد اسکا مقتضی ہے اور وہ عذاب ہے گویا اس طرح فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں پر ان کو سزا دینے والے ہیں۔ بعض نے کہا ثم یہاں واؤ کے معنی میں ہے۔

میں رسول ہوں عذاب کا اختیار نہیں رکھتا:

۴۷: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ (ہر امت کیلئے ایک رسول ہے) جس کو ان کی طرف اللہ تعالیٰ مبعوث فرماتے ہیں تاکہ وہ ان کو توحید کے بارے میں خبردار کرے اور دین حق کی طرف ان کو دعوت دے۔ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ (جب ان کا رسول آ چکتا ہے) دلائل لیکر اور وہ اس کا انکار کردیتے ہیں اور اسکی اتباع نہیں کرتے۔ قُضِىَ بَيْنَهُمْ (ان کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا ہے) نبی اور اس کے جھٹلانیوالوں کے درمیان بِالْقِسْطِ (انصاف کے ساتھ) پس رسول کو نجات دی جاتی ہے اور مکذب کو عذاب دیا جاتا ہے۔

دوسری تفسیر۔ قیامت کے دن ہر امت کیلئے رسول ہوگا جس کی طرف اس امت کی نسبت کی جائے گی اور اسی کے نام سے ان کو پکارا جائے گا۔ جب رسول موقف پر ان کے متعلق کفر و ایمان کی گواہی دینے کیلئے حاضر ہو جائیں گے تو ان کے مابین انصاف سے فیصلہ کردیا جائیگا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (اور ان پر ظلم نہ ہوگا) بغیر گناہ کے کسی کو سزا نہ دی جائے گی۔

۴۸: تو فرمایا اگر ہم آپ کو بعض حصہ اس عذاب کا دکھادیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں جب کفار نے عذاب مانگنے میں جلدی کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (وہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ) یعنی وعدۂ عذاب اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ عذاب اترنے والا ہے۔ یہ منہم کا خطاب نبی اکرم ﷺ اور مؤمنین تمام سے ہے۔

۴۹: قُلْ (کہہ دیں اے محمد ﷺ) لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ ضَرًّا (میں مالک نہیں ہوں اپنے نفس کیلئے ذرہ بھر نقصان) جیسے مرض یا فقر وَّلَا نَفْعًا (اور نہ نفع کا) یعنی صحت یا مالداری اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ) یہ مستثنیٰ منقطع ہے یعنی مگر جس کے

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾

آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر اللہ کا عذاب رات کے وقت آ جائے یا دن کے وقت آ جائے تو اس میں وہ کون سی چیز ہے جس کی مجرمین جلدی مچا رہے ہیں۔

اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

کیا پھر جب وہ واقع ہو ہی جائے تو اس پر ایمان لاؤ گے۔ اب ایمان لاتے ہو حالانکہ تم اس کے جلدی آنے کا تقاضا کرتے تھے۔

ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ

پھر ان لوگوں سے کہا جائے گا جنہوں نے ظلم کیا کہ ہمیشگی کا عذاب چکھ لو، تمہیں انہیں اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جن کی تم کمائی کرتے تھے۔

تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَیَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؔ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۚؔ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۳﴾

اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا یہ حق ہے؟ آپ فرما دیجئے ہاں میرے رب کی قسم بلاشبہ وہ حق ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

بارے میں اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ ہو۔ پس کس طرح میں تمہارے لئے نقصان اور عذاب کھینچ کر لا سکتا ہوں۔ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ (ہر امت کا ایک وقت مقرر ہے جب ان کا وقت مقررہ آ جاتا ہے تو ایک گھڑی کیلئے وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتے اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں) ہر امت کیلئے عذاب کا ایک وقت معلوم مقرر ہے اور وہ لوح محفوظ میں لکھا جا چکا جب ان کے عذاب کا وقت آ جاتا ہے۔ تو ایک گھڑی کیلئے آگے نہیں بڑھ سکتے اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں پس تم جلدی نہ مانگو۔

عذاب تو ذرا سا بھی برا ہے:

۵۰: قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ (آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب آ پڑے) جس کو تم جلد مانگتے ہو۔ بَیَاتًا (رات کو) یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے یعنی سونے کے وقت میں اور وہ رات ہے۔ اس حال میں کہ تم غافل بے پرواہ سوئے ہوتے ہو۔ اَوْ نَهَارًا (یا دن کو) اس حال میں کہ طلب معاش میں تم مشغول ہو۔ اور کام کر رہے ہو۔ مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ (کیا جلدی کریں گے اس سے مجرم) اس عذاب سے مطلب یہ ہے کہ عذاب تمام کا تمام برا ہے اور نفرت و بھاگنے کے قابل ہے۔ پس تم اس میں سے کونسی چیز جلد مانگتے ہو۔ اس میں تو کوئی چیز بھی جلد مانگنی ضروری نہیں۔ ماذا کا استفہام اَرَءَیْتُمْ سے متعلق ہے۔ کیونکہ مطلب یہ ہے کہ مجھے تم بتلاؤ اس سے مجرم کونسی چیز جلدی مانگتے ہیں۔ شرط کا جواب محذوف ہے اور وہ یہ ہے تندموا علی الاستعجال یاتعرفوا الخطأ فیه۔ اس وقت تم جلد مانگنے پر شرمندہ ہوگے یا اسمیں اپنی غلطی محسوس کرو گے (مگر بے وقت بے فائدہ)

نکتہ: ماذا یستعجلون منه نہیں فرمایا کیونکہ ماذا یستعجل کہہ کر اس بات پر دلالت کی جا رہی ہے کہ ترک استعجال لازم

ہے اور وہ اجرام ہے۔ یا ماذا یستعجل کو جواب شرط قرار دیا جائے جیسے ان اتیتک ماذا تطعمنی؟ پھر یہ سارا جملہ اَرَءَ یْتُمْ سے متعلق ہے یا الم اذا ما وقع جواب شرط ہے اور ماذا یستعجل جملہ معترضہ ہے۔

عذاب کے وقت حال:

۵۱: اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ (کیا پھر جب وہ واقع ہو جائیگا) یعنی عذاب اٰمَنْتُمْ بِهٖ (کیا تم اس وقت ایمان لاؤ گے) یہ جواب شرط ہے اور ماذا یستعجل منه المجرمون جملہ معترضہ ہے۔ مطلب یہ ہوگا اگر تمہارے پاس اسکا عذاب آ جائے تو تم اسپر ایمان لاؤ گے اس عذاب کے واقع ہونے کے بعد جبکہ ایسے وقت کا ایمان مفید نہ ہوگا۔

نحو: حرف استفہام کو ثم پر لانا اسی طرح ہے جیسا کہ اس کو واو اور فا پر داخل کیا جائے۔ جیسا (اعراف: ۹۷) میں افامن اهل القری ، ۹۸ میں اوامن اهل القری۔ آٰلْئٰنَ (کیا اب ایمان لاتے ہو) اس کو قول کا مقولہ مان کر گویا ان کو کہا جائے گا جبکہ وہ عذاب آ جانے کے بعد ایمان لائیں گے کیا اب تم ایمان لاتے ہو۔ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ (حالانکہ تم تو اس کو جلدی مانگا کرتے تھے) یعنی عذاب کو تکذیب اور استہزاء کے طور پر۔ آلان میں لام کے بعد والے ہمزہ کو حذف کر دیا اور اسکی حرکت لام کو دیدی۔ نافع کے نزدیک اسی طرح ہے۔

۵۲: ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (پھر ان کو کہا جائے گا جنہوں نے ظلم کیا) اس کا عطف اس قِيْلَ پر ہے جو آٰلْئٰنَ سے پہلے محذوف مانا گیا ہے۔ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ (تم ہمیشہ کا عذاب چکھو) ہیشگی هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (نہیں تمہیں جزاء دی جائے گی مگر وہ جو تم کماتے تھے) یعنی شرک، تکذیب

اب تو استہزاء کرتے ہیں مگر وہاں ڈر سے مُنہ چھپائیں گے:

۵۳: وَيَسْتَنْۢبِئُوْنَكَ (اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں) آپ سے خبر پوچھتے ہوئے کہتے ہیں۔ اَحَقٌّ هُوَ (کیا وہ برحق ہے) یہ استفہام انکاری ہے بطور استہزاء کے وہ کہتے تھے ھو ضمیر کا مرجع موعودہ عذاب ہے۔ قُلْ (کہہ دیں) اے محمد ﷺ اِيْ وَرَبِّيْٓ (ہاں اور مجھے اپنے رب کی قسم ہے) اِنَّهٗ لَحَقٌّ (بلاشبہ وہ حق ہے) بیشک عذاب ہر صورت ہونے والا ہے۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (اور تم عاجز کرنیوالے نہیں ہو) عذاب سے نکلنے والے نہیں ہو وہ ہر صورت میں تمہیں آلے گا۔

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ

ہر وہ شخص جس نے ظلم کیا اگر اس کے لئے وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے تو وہ اپنی جان کو عذاب سے چھڑانے کیلئے اس سب کو خرچ کر ڈالے گا اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو پشیمانی کو

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

پوشیدہ رکھیں گے، اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ خبردار بے شک اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے

اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ

خبردار بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے ، وہی زندہ فرماتا ہے وہی موت دیتا ہے اور اُسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

لوٹائے جاؤ گے۔

۵۴: وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ (اور اگر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا ہو کہ) اگر ظلم کا معنی کفر و شرک ہے تو یہ نفس کی صفت ہے یعنی اگر ہر ظالم نفس کو میسر آئے مَا فِي الْاَرْضِ (جو کچھ زمین میں ہے) دنیا میں آج جو اس کے خزائن و اموال موجود ہیں۔ لَافْتَدَتْ بِهٖ (تو وہ ضرور فدیہ میں دے ڈالے) وہ اپنے نفس کا اس کو فدیہ بنالے۔ محاورہ عرب ہے فداہ فافتدی اور کہا جاتا ہے افتداہ یعنی فداہ آتا ہے۔ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ (اور وہ شرمندگی کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے) اور وہ شرمندگی کو ظاہر کریں گے، عرب کہتے ہیں اسر الشئی اذا اظہر الشیء۔ جب وہ چیز کو ظاہر کرے نمبر۲۔ دوسری تفسیر: وہ چھپائیں گے شرمندگی کو کیونکہ وہ شدت ہول کی وجہ سے بولنے سے عاجز ہونگے۔ اسر کا لفظ اضداد میں سے ہے۔ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ (ان کے مابین انصاف سے فیصلہ کر دیا جائیگا) ظالموں اور مظلوموں کے مابین۔ اس پر ظلم کے لفظ کا تذکرہ دلالت کرتا ہے۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (اور ان پر ظلم نہ ہوگا)

۵۵: پھر اس خبردار کرنے کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت تامہ کا ذکر کیا۔ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (خبردار بیشک اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں اور زمین میں ہے) پس وہ کیوں کر فدیہ قبول کریگا جبکہ وہ سزا دینے میں برحق ہے اور اس نے جو عذاب و ثواب کا وعدہ فرمایا وہ برحق ہے اس فرمان کی وجہ سے اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ (خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ) ثواب و عذاب کا حَقٌّ (برحق ہے) ثابت ہونے والا ہے۔ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن انکی اکثریت نہیں جانتی)

۵۶: هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (وہ زندہ کرتا اور موت دیتا ہے) زندگی بخشنے اور موت دینے پر اسے قدرت ہے اس کے علاوہ کسی کو بھی اس پر قدرت نہیں۔ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) اسی کے حساب و جزاء کی طرف لوٹنا ہے پس اس کا خوف اور امید دونوں باندھنی چاہئیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے اور ایسی چیز آئی ہے جس میں سینوں کے لئے شفا ہے اور ہدایت ہے

وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۷ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ

اور رحمت ہے مومنین کے لئے۔ آپ فرما دیجئے اللہ کے فضل اور اللہ کی رحمت سے خوش ہو جاؤ۔ سو وہ اس پر خوش ہوں، یہ اس سے بہتر ہے جو

مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸

وہ جمع کرتے ہیں۔

قرآن عظمت وشفاء ورحمت ہے:

۵۷: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اے لوگو! تمہارے پاس ایک نصیحت تمہارے رب کی طرف سے آچکی) یعنی تمہارے پاس ایسی کتاب آچکی جو نصائح کے فوائد سے مالا مال ہے۔ اس میں توحید پر متنبہ کیا گیا۔
الموعظۃ اس چیز کو کہتے ہیں جس میں ہر مرغوب کی دعوت اور ہر مرہوب سے ڈراوا موجود ہو۔ اسلئے کہ امر مامور بہ کے حسن کا تقاضا کرتا ہے پس وہ مرغوب ہونا چاہیئے اور جس کا حکم نہ ہو وہ ممنوع ہونا چاہئے اور نہی مامور بہ کے قبح کو چاہتی ہے۔ اور نہی میں بھی اسی طرح حکم ہے۔ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ (اور شفاء ہے اس چیز کیلئے جو سینوں میں ہے) یعنی جو تمہاری سینوں میں عقائد فاسدہ ہیں وَهُدًى (اور ہدایت ہے) گمراہی سے وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (اور مومنوں کیلئے رحمت ہے) جو تم میں سے اس پر یقین کرنے والے ہونگے۔
۵۸: قُلْ (کہہ دیں) اے محمد ﷺ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکی رحمت کے ساتھ پس اس کے ساتھ ان کو خوش ہونا چاہیے) اصل کلام اس طرح ہے بفضل اللّٰہ و برحمتہ فلیفرحوا بذٰلک اگر اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے ساتھ چاہیے کہ وہ خوش ہوں اس پر، تکریر کا مقصد تاکید اور پختگی ہے اور اس بات کو خاص کر ثابت کرنا ہے کہ فضل ورحمت ہی فرح کے لائق ہیں ان کے علاوہ فوائد دنیا لائق فرح نہیں۔ ایک فعل کو دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔ اور فا کو اس لئے داخل کیا کیونکہ شرط کا مفہوم پایا جاتا ہے گویا اس طرح فرمایا۔ اگر وہ کسی چیز پر خوش ہوں تو ان کو اپنی فرح ان دو چیزوں سے مخصوص کر لینی چاہے۔ یا ان کو اللہ کے فضل اور اسکی رحمت کی طرف توجہ دینی چاہئے اور چاہیئے کہ وہ اس پر خوشی کا اظہار کریں اور یہ فضل ورحمت کتاب اللہ اور اسلام ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف ہدایت دے دی پھر قرآن کا علم دے دیا۔ پھر اس نے فاقہ کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ فقر کو اس کے ماتھے پر ملاقات کے دن تک لکھ دیتے ہیں (درمنثور) اور آپ نے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (وہ اس سے بہت بہتر ہے جس کو وہ جمع کرتے ہیں) شامی نے یا سے پڑھا ہے یعقوب نے فلتفرحوا پڑھا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ

آپ فرمادیجئے کہ تم بتاؤ جو رزق اللہ نے تمہارے لئے نازل فرمایا تم نے اس میں سے خود ہی بعض کو حرام اور بعض کو حلال تجویز کر لیا۔ آپ فرمادیجئے کیا اللہ نے

لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا اللہ پر افتراء کرتے ہو، اور قیامت کے دن کے بارے میں ان لوگوں کا کیا گمان ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

بلاشبہ اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے اور لیکن ان میں سے بہت لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

حلال وحرام تمہارا کام نہیں:

۵۹: قُلْ اَرَءَيْتُمْ (آپ کہیے یہ تو بتلاؤ) مجھے خبر دو مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ (کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا) یہ اَنْزَلَ کے ساتھ منصوب ہے یا اَرَاَیْتُمْ کے ساتھ یعنی تم مجھے اسکی خبر دو۔ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا (پس تم نے اس میں سے حرام وحلال بنالیا) پس تم نے اس کے حصے کر کے کہا کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے جیسا کہ سورۂ انعام: ۱۳۹ آیت میں ہے **مافی بطون هذه الانعام خالصة لذكورنا و محرم علي ازواجنا** ہاں زمین سے تمام ارزاق نکلتے ہیں لیکن جب اس رزق کے اسباب کو آسمان سے جوڑ دیا۔ جیسا کہ بارش جس سے نبات اُگتی ہے اور سورج جس سے فصل پکتی ہے اور پھل تیار ہوتے ہیں تو اس کے اتارنے کی نسبت اسی لئے آسمان کی طرف کر دی گئی۔ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ (کہہ دیں کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسکی اجازت دی) یہ اَرَاَیْتُمْ سے متعلق ہے۔ قُلْ یہ تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ مطلب یہ ہے کہ تم مجھے بتلاؤ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی کہ تحلیل وتحریم کرو۔ پس تم اسکی اجازت سے کر رہے ہو۔ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ (یا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو) یا تم اسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر کے جھوٹ بول رہے ہو۔ یا ہمزہ انکار کیلئے اور ام منقطعہ بمعنی بل ہے۔ اور اتفترون علی اللہ یہ افتراء کی پختگی کو ظاہر کرنے کیلئے لایا گیا۔

فَائِدَہ: اس آیت میں زجر ہے ان احکام کے متعلق جو کسی سے پوچھے جائیں۔ جب تک کسی چیز کے متعلق یقین نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے جائز و ناجائز کا حکم نہ لگا دینا چاہیے۔ اور یہ آیت احتیاط کے وجوب کو ظاہر کر رہی ہے۔ اگر بتانے والا اس کا خیال نہ کرے گا تو وہ دین پر افتراء باندھنے والا شمار ہوگا۔

۶۰: وَ مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء باندھتے ہیں) کذب کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (قیامت کے دن) یہ ظن کی وجہ سے منصوب ہے اور وہ گمان اس دن میں واقع ہونے والا ہوگا۔ یعنی مفتری لوگ اس دن کے متعلق کیا گمان کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ حالانکہ وہ تو احسان و برائی پر بدلے کا دن ہے۔ اس آیت میں معاملے کو مبہم رکھ کر سخت وعید کی گئی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ (بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ

اور آپ جس کسی حال میں بھی ہوں اور قرآن مجید کا جو بھی کوئی حصہ تلاوت کر رہے ہوں اور تم لوگ جو بھی کوئی عمل کرتے ہو ہم ضرور اس سے باخبر

شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا

ہوتے ہیں جبکہ تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو اور زمین اور آسمان میں ذرہ کے برابر کوئی چیز ایسی نہیں جو تیرے رب کے

فِي السَّمَاۗءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۶۱

علم میں نہ ہو۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو جو کتاب مبین میں نہ ہو۔

کرنے والے ہیں) اس طرح کہ ان پر عقل کا انعام کیا اور وحی کی رحمت عنایت کی اور حلال وحرام کی تعلیم دے کر مہربانی فرمائی وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ (اور لیکن اکثریت ان کی شکر گزار نہیں) اس نعمت کا شکر اور نہ ہی وہ اس چیز کی اتباع کرتے ہیں جس کی طرف ان کی راہنمائی کی گئی۔

ہم تمہارے ہر حال سے واقف ہیں:

۶۱: وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ (نہیں ہوتے آپ کسی حالت میں) مَا نافیہ ہے اور تکون کا خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے۔ الشان معاملہ اور حالت وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ (اور نہیں پڑھتے آپ اس میں سے) ہٗ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف ہے گویا اسطرح کہا گیا ماتتلوا من التنزیل، مِنْ قُرْاٰنٍ (قرآن میں سے) کیونکہ قرآن کا ہر جزء قرآن ہے۔ ذکر سے قبل ضمیر عظمت شان کیلئے لائی گئی ہے یا ہٗ کی ضمیر کا مرجع اللہ عزوجل کی ذات ہے۔

وَّلَا تَعْمَلُوْنَ (اور تم نہیں کرتے) تم تمام مِنْ عَمَلٍ (کوئی عمل) جو عمل بھی ہو اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا (مگر کہ تم پر ہم حاضر وناظر ہوتے ہیں) مشاہدہ کر رہے اور نگرانی کر رہے ہوتے ہیں اور ایک ایک چیز شمار کرتے ہیں۔ اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ (جبکہ تم اس میں مصروف ہوتے ہو) مشغول ہوتے ہو۔ یہ افاض فی الامر سے ہے۔ جبکہ اس میں ہمہ تن مصروف ہو۔ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ (نہیں غائب تیرے رب سے) دور نہیں، غائب نہیں۔

قراءت: علی نے اس کو ہر جگہ زاء کے کسرہ سے يَعْزِبُ پڑھا ہے۔ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ (ایک ذرّہ کی مقدار) ذرہ چھوٹی چیونٹی کے وزن کے برابر فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ (زمین میں اور نہ آسمان میں نہ کوئی چھوٹی چیز اور نہ اس سے بڑی چیز) قراءت: حمزہ نے اصغر اور اکبر پر ضمہ ابتداء کی وجہ سے پڑھا اور الا فی کتاب مبین کو خبر قرار دیا ہے۔ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (مگر کہ وہ لوح محفوظ میں ہے) کتاب مبین سے لوح محفوظ ہی مراد ہے۔ دیگر قراء نے اَصْغَرَ اور اَكْبَرَ کو نصب کے ساتھ پڑھا اور لا کو نفی جنس کا قرار دیا ہے۔

فائدہ: یہاں زمین کو آسمان سے مقدم ذکر کیا۔ جبکہ سورۂ سباء میں آسمان کو پہلے لائے۔ کیونکہ عطف واؤ کے ساتھ ہے اور اس

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ

خبردار بلاشبہ جو اولیاء اللہ ہیں ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے جو ایمان لائے اور

كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ

تقویٰ اختیار کرتے تھے، ان کے لئے بشارت ہے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں۔ اللہ کے کلمات میں کوئی

لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۴﴾ؕ

تبدیلی نہیں، یہ بڑی کامیابی ہے۔

عطف کا حکم تثنیہ جیسا ہے۔

ولی اوراس کی پہچان اور نشانی:

۶۲: اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ (خبردار! بیشک اللہ تعالیٰ کے دوست) نمبرا۔ وہ وہی لوگ ہیں جو طاعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کرم نوازی سے ان کے ساتھ مہربانی فرمانے والے ہیں۔ نمبر۲۔ وہ وہ لوگ ہیں کہ اپنی خاص دلیل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنے والے اور اسکی مخلوق پر رحمت کرنیوالے ہیں۔ نمبر۳۔ وہ لوگ جنکی محض اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں محبت ہے۔ حالانکہ ان کی آپس میں کوئی رشتہ داری نہیں۔ اور نہ ہی اموال کالین دین ہے۔ نمبر۴۔ وہ متقی مومن ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں الذین اٰمنوا و کانوا یتقون۔

لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ (ان پر خوف نہ ہوگا) جبکہ لوگ خوف زدہ ہونگے وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے) جبکہ لوگ محزون ہونگے۔

۶۳: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (وہ لوگ جو ایمان لائے) یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے وہ اَعِنِیْ ہے۔ نمبر۲۔ اولیاء کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے گویا اِنَّ کا اسم ہے۔ نمبر۳۔ هُمْ مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے عبارت اس طرح ہوگی۔ ھم الذین اٰمنوا، وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ (وہ تھے بچنے والے) شرک ومعاصی سے

۶۴: لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (انہی کیلئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں) نمبرا۔ ان چیزوں کی جنکی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے مومن متقی لوگوں کو قرآن مجید میں کئی مقامات پر دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ وہ نیک خواب ہیں جو مسلمان دیکھتا ہے یا اسکو دکھائے جاتے ہیں۔ (الترمذی) نبوت ختم ہوگئی اور اچھے خواب اس میں سے باقی رہ گئے۔ [ابن ماجہ] نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ [الترمذی]

نکتہ: اس آخری روایت میں نکتہ یہ ہے کہ مدت وحی ۲۳ سال اور پہلے چھ ماہ میں نیند وخواب میں آپ کو انذار کے متعلق ہدایات دی جاتی تھیں۔ اور چھ مہینے تیئس سال کا چھیالیسواں حصہ بنتا ہے (یہ توجیہ تو بہت خوب ہے) نمبر۲۔ بشریٰ سے مراد لوگوں میں

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۶۵﴾ أَلَا إِنَّ لِلّٰهِ

اور آپ کو ان کی بات رنجیدہ نہ کرے، بلاشبہ ساری عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ سننے والا ہے اور جاننے والا ہے۔ خبردار اس میں شک نہیں کہ اللہ ہی کے لئے ہیں

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ

جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسرے شرکاء کو پکار رہے ہیں وہ کس چیز کا اتباع

اللّٰهِ شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِي

کر رہے ہیں۔ یہ لوگ صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں اور صرف اٹکل پچو گمان کرتے ہیں۔ اللہ وہی ہے

جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ

جس نے تمہارے لئے رات کو پیدا فرمایا تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو دیکھنے کا ذریعہ بنایا۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے

لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ الْغَنِيُّ ۖ لَهُ مَا

نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے وہ اس سے پاک ہے وہ غنی ہے، اسی کے لئے ہے جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِهٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ

کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیا تم اللہ کے

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۶۸﴾ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔ آپ فرما دیجئے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں

لَا يُفْلِحُونَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ

وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے پھر ہماری ہی طرف ان کو لوٹنا ہے پھر ہم انہیں ان کے کفر کی وجہ سے

الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۷۰﴾

سخت عذاب چکھائیں گے۔

اچھا تذکرہ اور محبت نمبر۳۔ وقت نزع میں ان کو مقام جنت دکھا کر خوشخبری سنائی جاتی ہے وَفِي الْآخِرَةِ (اور آخرت میں) یہ آخرت کی بشریٰ تو جنت ہے۔ نمبر۱۔ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی باتوں میں تبدیلی نہیں) اس کے اقوال میں تبدیلی نہیں اور اس کے وعدوں میں خلاف ورزی نہیں۔ ذٰلِكَ (یہ) اس کا مشار الیہ ان کا دارین میں مبشر بالجنۃ ہونا ہے۔ نمبر۲۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (وہ بڑی کامیابی ہے) یہ دونوں جملے معترضہ ہیں اور اس کے بعد کلام کا ہونا ضروری نہیں جیسے تم کہو فلان ینطق

بالحق والحق ابلج اور یہ کہہ کر خاموش ہو جائے۔اسی طرح یہاں بھی۔

تسلی رسول ﷺ:

۶۵: وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ (آپ کو ان کی بات غم میں نہ ڈالے) یعنی تکذیب اور تہدید اور آپ کو ہلاک کرنے کی تدابیر اختیار کرنا اور آپ کی نبوت والے معاملے کو فیل کرنے کی کوششیں۔اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا (بیشک عزتیں تمام کی تمام اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں) یہ جملہ مستانفہ ہے جو تعلیل بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے گویا اسطرح کہا گیا ہے میں کیوں غم زدہ نہ ہوں؟ تو جواب دیا اسلئے کہ عزت یعنی غلبہ اور اقتدار حقیقی تمام مملوکہ چیزوں میں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔کسی کو اس میں سے ذرہ بھر حاصل و میسر نہیں۔نہ ان کفار مکہ کو اور نہ کسی دوسرے کو پس وہ اللہ تعالیٰ آپ کو غالب اور ان کو مغلوب کرے گا اور ان کے خلاف آپ کی مدد فرمائے گا۔جیسا کہ سورۃ المجادلہ:۲۱ میں ہے۔ کتب اللّٰہ لاغلبن انا و رسلی۔سورۂ غافر:۵۱ میں انا لننصر رسلنا فرمایا گیا ہے۔

نمبر۲۔ہر عزت والا اسی سے عزت حاصل کرتا ہے وہ آپ کو اور آپ کے دین کو اور ماننے والوں کو غلبہ دے گا۔

قراءت ونحو: قولهم پر وقف لازم ہے۔تاکہ ان العزّۃ کفار کا مقولہ نہ بن جائے۔جَمِیْعًا یہ ماقبل سے حال ہے هُوَ السَّمِیْعُ (وہی سننے والا ہے) ان کے اقوال الْعَلِیْمُ (جاننے والا ہے) جو عزائم رکھتے اور تدابیر وہ اختیار کرتے ہیں وہ ان سے خود نپٹ لے گا۔

۶۶: اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ (خبردار بیشک اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو آسمان اور جو زمین میں ہے) مَن سے مراد عقلاء اور وہ فرشتے اور جن وانس ہیں۔

نکتہ: عقلاء کو خاص اس لئے کیا کہ جب یہ اسکی ملک ہیں اور اس کے مملوک ہیں اور ان میں سے کوئی ربوبیت کے لائق نہیں اور نہ ہی اس کا شریک بن سکتا ہے۔تو اس کے بعد جو غیر عقلاء ہیں وہ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک اور ساجھی نہ ہوں۔

کفار گمان کے پیروکار ہیں:

وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ (نہیں پیروی کرتے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سواء اوروں کو پکارتے ہیں شرکاء کی) اسمیں ما۔نافیہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقت میں شرکاء کی اتباع نہیں کرتے۔اگرچہ ظاہراً ان کا نام شرکاء رکھتے ہیں۔کیونکہ حقیقت میں تو ربوبیت باری تعالیٰ میں شرکت محال ہے۔اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (وہ نہیں اتباع کرتے مگر صرف گمان کی) مگر صرف ان کا اپنا خیال ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ (وہ نہیں ہیں مگر محض اٹکل کے تیر چلاتے) نمبر۱۔وہ اندازہ کرتے اور ان کے شرکاء ہونے کا غلط اندازہ کرتے ہیں۔نمبر۲۔یاما۔استفہامیہ ہے کہ وہ کس چیز کی اتباع کرتے ہیں شُرَكَآءَ اس صورت میں یدعون کی وجہ سے منصوب ہوگا۔اور پہلی صورت میں یتبع کی وجہ سے۔اور حقیقت میں یہ اس طرح ہے وما یتبع الذین یدعون من دون اللّٰہ شرکاء شرکاء اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سواء اوروں کو پکارتے

ہیں وہ شرکاء شرکاء کی اتباع نہیں کرتے۔ایک کو حذف کر دیا کیونکہ اس پر دلالت موجود ہے اور محذوف یدعون کا مفعول ہے۔
نمبر۳۔ مَا۔ موصولہ ہے اور اس کا عطف مَن پر ہے۔گویا اس طرح فرمایا وللّٰہ مایتبعه الذین یدعون من دون اللّٰہ شرکاء ای وله شرکاؤهم اور اللہ کی قسم کونسی وہ چیز ہے جس کی اتباع کرتے ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سواء اور شرکاء کو پکارتے ہیں یعنی اس کے لئے انہوں نے شرکاء بنا رکھے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور تمام بندوں پر اسکی نعمت عامہ کو ذکر کر کے متنبہ کیا اس ارشاد سے وھو الذی جعل لکم الیل (الایۃ)

قوتِ باری تعالیٰ:

۶۷: هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْهِ (وہ ذات جس نے تمہارے لئے رات کو بنایا تاکہ تم اس میں سکون لے سکو) اس نے تمہارے لئے رات کو اندھیر بنایا تاکہ اس میں دن کے ادھر اُدھر آنے جانے اور کام کاج کی تھکاوٹ سے آرام پا سکو۔ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (دن کو روشن بنایا) تاکہ اس میں رزق کے حصول کے مقامات کو دیکھ سکو۔اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ (بیشک اس میں سننے والے لوگوں کیلئے البتہ نشانیاں ہیں) سننے سے مراد ایسا سننا جو قبولیت و عبرت کا باعث ہو۔

اللہ مالک ہے اسے بیٹوں کی محتاجی نہیں:

۶۸: قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ (انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا ہے وہ سبحان ہے) بیٹا بنانے سے اس کا پاک ہونا بیان کرنا مقصود ہے۔اور ان کے اس احمقانہ کلمہ پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ هُوَ الْغَنِیُّ (وہ غنی ہے) یہ نفی ولد کی علت ہے لیکن لڑکے کا وہ طالب ہوتا ہے جو ضعیف ہوتا کہ لڑکے کے ذریعہ قوت حاصل کر لے یا محتاج ہوتا کہ اس سے مدد حاصل کرے یا وہ ذلیل ہوتا کہ اس سے اعلیٰ مرتبہ حاصل کر لے۔اور یہ تمام حاجت کی علامات ہیں پس جو غنی ہو وہ محتاج نہیں ہوتا۔پس لڑکا اس کے لئے ثابت نہ ہوا اور اس لئے کہ لڑکا، والد کا بعض حصہ ہوتا ہے۔پس اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مرکب ہو اور مرکب ممکن ہے اور ہر ممکن غیر کا محتاج ہوتا ہے۔پس اس کا حدوث ظاہر ہوا۔پس قدیم کیلئے لڑکے کا ہونا محال ہوا۔ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اسی ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) بطور ملک کے اور بنوت اور ملکیت دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔اِنْ عِنْدَکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا (نہیں ہے تمہارے پاس اسکی کوئی دلیل) تمہارے پاس اس بات کی کوئی (معقول) دلیل نہیں ہے۔ با کا حق یہ ہے کہ وہ ان عندکم سے متعلق ہو۔وہ اس طرح کہ قول کو سلطانا کا ظرف مکان مانا جائے جیسے کہتے ہیں۔ ماعندکم بارضکم موز (تمارے ہاں کوئی کیلا نہیں) گویا یہاں اس طرح کہا گیا ہے جو کچھ تم کہتے ہو اسکی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ جب ان سے دلیل کی نفی کی تو ان کو بے علم قرار دیا پس فرمایا۔اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (کیا تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ بات کہتے ہو جو جانتے نہیں)

۶۹: قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ (کہہ دیں بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) اسکی طرف بیٹے کی نسبت کر کے لَایُفْلِحُوْنَ (وہ کامیاب نہ ہونگے) وہ آگ سے کبھی نجات نہ پائیں گے اور نہ جنت کی کامیابی سے ہمکنار ہونگے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ

اور آپ ان کو نوح کا قصہ پڑھ کر سنائیے، جبکہ نوح نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم اگر میرا قیام کرنا اور اللہ کی آیات کی

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ

یاد دہانی کرنا تم پر بھاری ہے تو میں نے صرف اللہ پر بھروسہ کیا سو تم سب مل کر اپنے شرکاء کے ساتھ اپنی تدبیر کر لو، پھر وہ تمہاری تدبیر ڈھکی

غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿٧١﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ

چھپی نہ رہے، پھر تم میرے بارے میں جو چاہو فیصلہ کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔ سو اگر تم روگردانی کرو تو میں نے تم سے کسی معاوضہ کا سوال تو کیا نہیں ہے۔ میرا اجر

اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ

تو صرف اللہ پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں۔ سو انہوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے

فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

نجات دے دی، اور ہم نے انہیں پہلے لوگوں کے بعد زمین کا آباد کرنے والا بنا دیا، اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، سو اے مخاطب دیکھ لے

عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾

جن کو ڈرایا گیا تھا ان کا کیسا انجام ہوا۔

۷۰: مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا (دنیا میں فائدہ اٹھانا ہے) یعنی ان کا یہ افتراء دنیا کا معمولی سا نفع ہے کہ اس سے وہ کفر میں اپنی سربراہی جمائے ہوئے ہیں اور اسکی پشت پناہی کر کے حضور علیہ السلام کو تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ (پھر انہوں نے ہمارے ہاں لوٹ کر آنا ہے پھر ہم ان کو سخت عذاب چکھائیں گے) ہمیشہ رہنے والا بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے تھے) ان کے کفر کے سبب۔

واقعہ نوح علیہ السلام:

۷۱: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ (ان کو پڑھ کر سنائیں) نَبَاَ نُوْحٍ (نوح علیہ السلام کا واقعہ) وہ واقعہ جو قوم کے ساتھ ان کو پیش آیا۔ اس پر وقف لازم ہے۔ اگر ایسا نہ کریں تو اذ، اُتْلُ کا ظرف بن جائے گا۔ حالانکہ تقدیری عبارت یہ ہے۔ اذکر اذ قال اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ جب انہوں نے اپنی قوم کو کہا اے میری قوم اگر تمہیں گراں گزرا ہے) بھاری وگراں معلوم ہوا جیسا کہ البقرہ۔ ۴۵ وانها لكبيرة الا على الخاشعين۔ مَّقَامِيْ (میرا کھڑا ہونا) نمبرا۔ میرا مرتبہ یعنی میری ذات جیسا کہ اس آیت ۴۶ سورت الرحمان میں ولمن خاف مقام ربه جنتان یعنی وہ اپنے رب کی ذات سے ڈرا۔ یا نمبر ۲۔ میرا ٹھہرنا اور

تمہارے درمیان قیام کرنا ساڑھے نوسو سال یا۔نمبر۳۔کھڑا ہونا وعظ ونصیحت کیلئے۔

وَتَذْکِیْرِیْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ (اور میرا اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعہ ڈرانا) کیونکہ وہ جب ایک جماعت کو وعظ کرتے تو وہ کھڑے ہوکر ان کونصیحت کرتے تا کہ ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ان کے سامنے آجائے اور ان تک بات پہنچ جائے۔فَعَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ (پس اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر میں نے بھروسہ کیا) یعنی میں نے اپنا معاملہ اس کے سپرد کیا۔فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَکُمْ (تم اپنے معاملے کو جمع کرو) اجمع الامو کام کا عزم اور پختہ نیت کرنا۔وَشُرَکَآءَکُمْ (اور اپنے شرکاء کو) اس میں واؤ مع کے معنی میں ہے۔یعنی اپنے شرکاء کے ساتھ مل کر بات طے کرلو۔قرارداد پاس کرلو۔

ثُمَّ لَا یَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّۃً (پھر تمہارا معاملہ تم پر مخفی بھی نہ رہے) یعنی تم پر غم ورنج کا باعث نہ ہو۔الغم اور الغمہ دونوں کا معنی کرب وکربہ کی طرح ایک ہی ہے یا خفاء میں التباس ہو۔الغمہ سُرّہ کو کہتے ہیں یہ غمه اذا ستره سے ہے اور یہی معنی اس روایت میں ہیں۔فرائض میں اخفاء نہیں (لاغمة فی فرائض الله) کوئی اخفاء نہیں بلکہ انکو ظاہر کیا جائیگا۔مطلب آیت کا یہ ہے۔میرے ہلاک کرنے کا قصد وارادہ تم پر مخفی نہ رہے لیکن اس کو کھلے طور پر تم مجھے بتلانے والے ہو۔ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَیَّ (پھر تم میرے بارے میں فیصلہ کرو۔) وہ بات جس کا تم ارادہ رکھتے ہو یعنی میری ہلاکت کے بارے میں جو تمہارے ہاں برحق ہے کر ڈالو۔یہ اسی طرح ہے جیسے آدمی اپنے غریم کا حق ادا کردے۔نمبر۲۔جو تم سے بن پڑے وہ میرے متعلق کرلو۔وَلَا تُنْظِرُوْنِ (اور تم مجھے مہلت نہ دو)

۷۲: فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ (پس اگر تم منہ موڑو) اگر تم میری نصیحت سے اعراض کرو۔اور میری خیر خواہانہ باتوں سے رخ موڑو۔فَمَا سَاَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ (پس میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا) نمبرا۔کہ جس سے لازماً منہ موڑا جائے۔یا نمبر۲۔میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا کہ تمہارے منہ موڑنے سے وہ رہ جائے گی اور میں اس سے محروم رہ جاؤنگا۔اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ (میرا اجر اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے) اور وہ میرا اجر وثواب آخرت ہے جو مجھے آخرت میں مل جائے گا۔یعنی میں نے تمہیں یہ نصیحت فقط اللہ تعالیٰ کی خاطر کی کسی دنیاوی غرض کی بناء پر نہیں کی۔

نکتہ: اس میں دلالت ہے کہ تعلیم قرآن اور علم دین پر اجر لینا منع ہے۔وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں) یعنی جو اس کے حکموں کی پابندی کرتے ہیں خواہ وہ مشروعات سے ہو یا ممنوعات سے۔

قراءت: اِنْ اَجْرِیَ فتحہ کے ساتھ حفص، ابو عمرو، مدنی وشامی نے پڑھا ہے۔

نتیجۂ تکذیب:

۷۳: فَکَذَّبُوْہُ (پس انہوں نے جھٹلا دیا) انہوں نے ان کی تکذیب پر مداومت اختیار کی فَنَجَّیْنٰہُ (پس ہم نے اس کو بچالیا) ڈوبنے سے وَمَنْ مَّعَہٗ فِی الْفُلْکِ وَجَعَلْنٰھُمْ خَلٰٓئِفَ (اور ان کو جو کشتی میں ان کے ساتھ تھے، نائب بنایا) غرق سے ہلاک ہونے والوں کے یہ نائب بنے۔وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُنْذَرِیْنَ (اور ڈبو دیا ان لوگوں کو جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا پس غور کرو کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا) اسمیں کفار پر گزرنے والے معاملے کو بڑا بنا

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

پھر ہم نے نوح کے بعد کتنے ہی پیغمبر بھیجے جو اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوئے۔ سو وہ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے سو وہ ایسے نہ تھے کہ

بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٧٤﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ

جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لے آئیں۔ ہم اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ پھر ان کے بعد ہم نے

بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا

موسیٰ اور ہارون کو اپنی آیات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کی طرف بھیجا، سو ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم

مُّجْرِمِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٦﴾ قَالَ

لوگ تھے۔ سو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ گیا تو کہنے لگے کہ بلاشبہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ موسیٰ نے

مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿٧٧﴾ قَالُوْٓا

کہا کہ جب تمہارے پاس حق آ گیا تو کیا تم اس کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو؟ کیا یہ جادو ہے؟ اور جادو کرنیوالے کامیاب نہیں ہوتے۔ وہ کہنے لگے

اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا

کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ جس چیز پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے تو ہمیں اس سے ہٹا دے۔ اور زمین میں تم دونوں کو سرداری مل جائے اور ہم

نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٨﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ

تم دونوں پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس ہر جادوگر کو لے آؤ جو خوب جاننے والا ہو۔ سو جب جادوگر آئے

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ

تو موسیٰ نے ان سے کہا ڈال دو تم جو کچھ ڈالنے والے ہو۔ سو جب انہوں نے ڈالا تو موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو

السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ

یہ جادو ہے بلاشبہ عنقریب اللہ اسے باطل کر دے گا بے شک اللہ فساد کرنے والوں کا کام نہیں بننے دیتا، اور اللہ اپنے وعدوں کے موافق حق کو ثابت

ع ١٢/٨ ١٣ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع

فرماتا ہے اگرچہ مجرمین برا مانیں۔

کر پیش کیا گیا ہے اور کفار مکہ جو رسول اللہ ﷺ کے مخاطب تھے ان کو ڈرایا گیا اور آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی۔

۷۴: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ (پھر ہم نے ان کے بعد بھیجا) یعنی نوح علیہ السلام کے بعد رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ (انبیاء علیہم السلام کو ان کی قوموں کی طرف) یعنی ہود، صالح، ابراہیم، لوط، شعیب علیہم الصلوٰت والسلام فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (وہ ان کے پاس دلائل لائے) ایسی واضح دلیلیں جو ان کے دعوی کو ثابت کر رہی تھیں۔ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا (مگر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے اس پر) پس انہوں نے کفر پر اصرار کیا ان انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری کے باوجود بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ (جس کو انہوں نے پہلے جھٹلایا) ان کی آمد سے قبل مقصد یہ ہے کہ رسول کی آمد سے قبل اہل جاہلیت تھے حق کی تکذیب ان کا شیوہ تھا۔ مگر بعثت کے بعد ان کی حالت میں تبدیلی نہ آئی اور وہ ایسی تکذیب پر قائم رہے گویا ان کی طرف کوئی پیغمبر مبعوث ہی نہیں ہوا۔ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ (اسی طرح ہم مہر لگاتے) اس مہر کی طرح ہم مہر لگاتے ہیں عَلٰی قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ (حد سے تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر) یعنی تکذیب میں جو حدود کو پھاند جاتے ہیں۔

واقعہ موسیٰ علیہ السلام وفرعون:

۷۵: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ (پھر ہم نے ان کے بعد بھیجا) ان رسولوں کے بعد مُّوْسٰی وَ هٰرُوْنَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا (موسیٰ وہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی آیات دیکر) آیات سے وہ نو آیات مراد ہیں۔ فَاسْتَكْبَرُوْا (پس انہوں نے تکبر کیا) ان آیات کو تسلیم کرنے سے اور سب سے بڑا تکبر یہ ہے کہ بندے اپنے رب کے قاصد کو ماننے میں سستی کریں جبکہ رسالت کو واضح بھی کر دیا گیا اور اس کو قبول کرنے سے بڑائی اختیار کریں۔ وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (اور وہ مجرم لوگ تھے) بڑے جرائم پیشہ کفار تھے اسی لئے انہوں نے اس کو قبول کرنے سے تکبر کیا اور اس کو مسترد کرنے کی جرأت کی۔

۷۶: فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا (پس جب ان کے پاس حق آچکا ہماری طرف سے) جب انہوں نے پہچان لیا کہ وہ حق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ قَالُوْا (تو انہوں نے کہا) شہوت پرستی کی وجہ سے اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ (بیشک یہ کھلا ہوا جادو ہے) حالانکہ وہ جانتے تھے کہ جادو سے سب سے زیادہ دور چیز جو ہے وہ حق ہی ہے۔

۷۷: قَالَ مُوْسٰی اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم حق کو کہتے ہو جبکہ وہ تمہارے پاس آچکا ہے) یہ استفہام انکاری ہے اور ان کا مقولہ محذوف ہے یعنی ہذا سحر کیا یہ جادو ہے پھر انکار کو دوسری مرتبہ لوٹایا اور کہا اَسِحْرٌ هٰذَا (کیا یہ جادو ہے) یہ خبر اور مبتداء ہے۔ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ (اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتے) یعنی وہ کامیاب نہ ہونگے۔

۷۸: قَالُوْا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا (وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس آئے ہوتا کہ تم ہٹا دو) ہمیں پھیر دو۔ عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (اس سے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا) یعنی بتوں کی عبادت یا فرعون کی عبادت وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ (اور ہو جائے تم دونوں کیلئے بڑائی) یعنی بادشاہت کیونکہ بادشاہوں ہی کی صفات بڑائی عظمت، بلندی ہوتی ہیں فِی الْاَرْضِ (زمین میں) یعنی سرزمین مصر میں۔ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ (ہم تم دونوں پر ایمان لانے والے نہیں ہیں) اس میں تصدیق کرنے والے جو کچھ تم لے کر آئے ہو۔

قراءت: حماد و یحییٰ نے یکون پڑھا ہے۔

۷۹: وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ (اور فرعون نے کہا تم میرے پاس ہر پڑھے لکھے جادوگر کو لاؤ)
قراءت: حمزہ، علی نے سحّار پڑھا ہے۔
۸۰: فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ (جب جادوگر آ گئے تو انہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم ڈالو! جو تم نے ڈالنا ہے)
۸۱: فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ (جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ تم لائے ہو وہ جادو ہے)
نحو: مَا موصولہ ہے اور مبتداء ہے جئتم به اس کا صلہ ہے اور السحر خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے الذین جئتم به هو السحر جو تم لائے ہو وہ جادو ہے۔ نہ کہ وہ جس کو فرعون اور اسکی قوم نے جادو قرار دیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔
قراءت: السحر پر وقف ہے ابو عمرو نے اسی طرح پڑھا ہے۔ استفہام کی صورت میں۔ اس قراءت کے مطابق ما استفہامیہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ ای شیء جئتم به۔ تم کونسی چیز لائے ہو کیا وہ جادو ہے؟ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ (بیشک اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو باطل کر دیں گے) اس کا باطل ہونا کھول دیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ نہیں درستی کرتے مفسدوں کے عمل کی) اس کو قائم نہیں رہنے دیتے بلکہ تہس نہس کر دیتے ہیں۔
۸۲: وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ (اور اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کر دیں گے) اور اس کو قائم و مضبوط کر دیں گے بِكَلِمٰتِهٖ (اپنے کلمات کے ذریعہ) اپنے اوامر و قضایا کے ساتھ یا اسلام کو اپنی نصرت سے غلبہ دیں گے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (اگرچہ مجرموں کو ناپسند ہو یہ بات۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ

سو موسیٰ پر ان کی قوم میں سے تھوڑے سے لوگ ایمان لائے وہ بھی فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ انہیں فتنے میں نہ ڈالے،

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ

اور بلاشبہ فرعون اس زمین میں بلندی والا تھا، اور اس میں شک نہیں کہ وہ حد سے آگے بڑھ جانے والوں میں سے تھا، اور موسیٰ نے کہا کہ اے میری قوم

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ

اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہوئے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم فرمانبردار ہو، انہوں نے کہا کہ ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

اے ہمارے رب تو ہمیں ظالم قوم کے لئے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہمیں کافر قوم سے نجات دے،

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ تم اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر برقرار رکھو اور اپنے گھروں کو

بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾

نماز پڑھنے کی جگہ بنالو، اور نماز قائم کرو اور مومنین کو خوشخبری دو۔

قومہ کی ضمیر کا مرجع:

۸۳: فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى (پس ایمان نہ لائے موسیٰ پر) ان کے ابتداء بعثت میں اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ (مگر ان کی قوم میں سے بعض اولاد، فرعون کے خطرے کے باوجود) مگر ایک جماعت جنکا تعلق اولاد بنی اسرائیل سے تھا۔ گویا تقدیر کلام یہ ہے الا اولاد من اولاد قومہ مگر کچھ اولاد ان کی قوم کی اولاد میں سے۔ اور اس کا واقعہ یہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے بڑوں کو بلایا تو انہوں نے فرعون کے خوف کی وجہ سے کوئی جواب نہ دیا۔ مگر نوجوانوں کی ایک جماعت نے فرعونی خوف کے باوجود آپ کی دعوت پر لبیک کہی (اس قومہ کا مرجع موسیٰ علیہ السلام) نمبر۲۔ قومہ کی ضمیر فرعون کی طرف لوٹائیں تو ذریۃ سے ذریت فرعون مراد ہونگے اس صورت میں مومن آل فرعون۔ آسیہ امرأۃ فرعون۔ خازن فرعون، خازن کی بیوی، فرعون کے گھر کی مشاطہ (بال سنوارنے والی)۔

وَمَلَا۟ئِهِمْ (اور اس کے سرداروں کے) ھُمْ، کی ضمیر فرعون کی طرف آل فرعون کے معنی کے لحاظ سے لوٹتی ہے جیسا کہتے ہیں ربیعہ ومضر۔ نمبر۲۔ اس طور پر کہ وہ دوست واصحاب والا تھا۔ جو اس کا حکم چلاتے تھے۔ اس لئے ان کا لحاظ کر کے ضمیر لوٹا دی۔

نمبر۳۔ هُمْ کا مرجع ذریت ہو تو معنی یہ ہوگا۔ فرعون کے خوف کے باوجود اور بنی اسرائیل کے سرداروں کے خوف کے باوجود کیونکہ وہ سرداران بنی اسرائیل اپنے اس انجام سے ڈرتے تھے۔ جو فرعون کی طرف سے متوقع تھا۔ اپنے متعلق اور ان نوجوانوں کے متعلق۔ اسکی دلیل اَنْ یَّفْتِنَهُمْ کا لفظ ہے جو آگے آتا ہے (کہ کہیں وہ ان کو فتنہ میں مبتلا نہ کر دے) مراد اس سے فرعون کا سزا دینا ہے۔ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ (اور بیشک فرعون زمین میں غالب تھا) غالب اور زبردست تھا وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ (اور بیشک وہ البتہ حد سے نکلنے والوں میں سے تھا) ظلم و فساد اور تکبر و بڑائی سے کیونکہ وہ اپنے متعلق خدائی کا دعویدار تھا۔

بنی اسرائیل کا دلاسہ:

۸۴: وَقَالَ مُوْسٰی یٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ (اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو) اگر تم نے سچے دل سے تصدیق کی اور اسکی آیات پر یقین کیا۔ فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْٓا (تو اس پر ہی بھروسہ کرو) فرعون سے حفاظت کیلئے اپنے معاملے کو اسی ہی کے سپرد کرو۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ (اگر تم فرمانبردار ہو) اسلام میں توکل کی شرط ہے اور اسلام اس بات کا نام ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں۔ یعنی اپنے نفوس کو سالم و خالص اللہ تعالیٰ ہی کیلئے کر دیں کہ اس میں نفس و شیطان کا قطعاً حصہ نہ ہو۔ کیونکہ توکل ملاوٹ کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں۔

۸۵: فَقَالُوْا عَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا (پس انہوں نے کہا ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا) انہوں نے یہ کہا کیونکہ وہ لوگ اس میں مخلص تھے یقیناً باری تعالیٰ نے ان کے اس توکل کو منظور فرمایا۔ اور ان کی دعا کو قبول کیا اور ان کو نجات عنایت فرمائی اور ان کو ہلاک کر دیا جو فرعون سے ڈرتے تھے اور ان کامیاب لوگوں کو اپنی زمین میں نائب بنایا۔

نکتہ: جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل میں درست و خالص ہو اس کو چاہیے کہ وہ ملاوٹ چھوڑ دے اور ایک اللہ تعالیٰ ہی کا ہو جائے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (اے ہمارے رب ہمیں ظالمین قوم کا تختۂ مشق نہ بنا) فتنہ سے پہلے مضاف محذوف ہے یعنی فتنہ کی جگہ یعنی عذاب کی جگہ نہ بنا کہ وہ ہمیں عذاب دیتے رہیں یا ہمارے دین کے متعلق وہ ہمیں فتنے میں مبتلا کر دیں یعنی گمراہی میں مبتلا کر دیں۔ الفاتن، حق سے گمراہی میں مبتلا کرنے والا۔

۸۶: وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ (اور تو اپنی رحمت کے ساتھ کافر قوم سے نجات دے) یعنی اسکی غلامی اور ماتحتی سے۔

بنی اسرائیل کو ہدایات:

۸۷: وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کی طرف وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کیلئے مصر میں گھر بناؤ)۔ تبوّء المکان کا معنی مکان کو رہائش کیلئے مقرر کرنا جیسے کہتے ہیں۔ توطنہ کا معنی وطن بنانا۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ مصر میں ایسے مکان بناؤ جو خصوصی تمہاری قوم کی رہائش کیلئے ہوں۔ اور ایسے مکان بناؤ جو

عبادت کیلئے لوٹنے اور نماز ادا کرنے کیلئے ہوں۔

وَّ اجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَةً (اور بناؤ اپنے گھروں کو قبلہ رخ) یعنی مساجد جنکا رخ قبلہ یعنی کعبہ کی طرف ہو۔ موسیٰ علیہ السلام اوران کے ساتھ والے کعبہ کی طرف نماز ادا کرتے تھے۔ پہلے پہل گھروں میں کفار سے خفیہ طور پر عبادت کا حکم تھا۔ تاکہ وہ ان پر غلبہ کر کے ان کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اور دین کے متعلق فتنہ میں مبتلا نہ کریں۔ جیسا کہ ابتداء اسلام میں مسلمان مکہ میں نماز ادا کرتے تھے۔ وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ (اور نماز قائم کرو) اپنے گھروں میں نماز ادا کرلو تاکہ کفار سے مامون رہو۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (اور ایمان والوں کو خوشخبری سنادیں) اے موسیٰ

نکتہ: اولاً خطاب تثنیہ پھر جمع اور آخر میں واحد کے صیغہ سے فرمایا کیونکہ عبادت کے مقامات کا انتخاب موسیٰ و ہارون علیہم السلام کو تفویض کیا گیا تھا۔ پھر جمع لائے کیونکہ مساجد کی تعمیر اور ان کی آبادی جمہور امت کا فریضہ تھا۔ پھر آخر میں موسیٰ علیہ السلام کو خطاب فرمایا۔ یہ موقعہ بشارت تھا تاکہ ان کی عظمت سب پر ظاہر ہو جائے۔ اور جنکے حق میں بشارت دی گئی ان کا مرتبہ معلوم ہو۔

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ

اور موسیٰ نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! بے شک آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا والی زندگی میں زینت اور اموال

الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى

دیے ہیں اے ہمارے رب! اس لئے ہیں کہ وہ آپ کے راستے سے ہٹایا کریں، اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو

قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا

سخت کر دیجئے۔ سو وہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ درد ناک عذاب کو دیکھ لیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی

فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

سو تم دونوں ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کے راستہ کا ہرگز اتباع نہ کرو جو نہیں جانتے، اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے

الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ

گزار دیا پھر بغاوت اور زیادتی کرتے ہوئے فرعون اور اس کا لشکر ان کے پیچھے ہو لیا، یہاں تک کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو کہنے لگا

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾

کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں،

آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ

کیا اب ایمان لاتا ہے؟ حالانکہ اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا اور تو فساد کرنے والوں میں سے ہے۔ سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے

لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع

تاکہ تو ان کیلئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد موجود ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری نشانیوں سے غافل ہیں

۸۸: وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً (اور موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار! بیشک آپ ؐ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو زینت دی ہے) زینت ہر ایسی چیز کو کہتے ہیں جس سے انسان اپنے آپ کو مزین کرتا ہے جیسے لباس زیورات، قالین، اثاث البیت وغیرہ وَّاَمْوَالًا (اور مال) یعنی نقدی، نعمتیں، زمینیں فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ (دنیا کی زندگی میں اے ہمارے پروردگار جس کا نتیجہ یہ کہ وہ لوگوں کو تیرے راستہ سے ہٹا رہے ہیں) تا کہ وہ لوگوں کو آپ کی اطاعت سے برگشتہ کریں۔

قراءت: کوفی کے نزدیک الدنیا پر وقف نہیں کیونکہ لیضلوا، اتیت کے متعلق ہے۔ ربنا کو دوسری مرتبہ تضرع میں الحاح و اصرار کیلئے لائے۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ:

فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے جانا کہ وہ لوگوں کو گمراہ کریں گے تو ان کو وہ سب کچھ دیا تا کہ وہ گمراہی میں زور لگا لیں اور یہ اسی طرح ہے جیسے آل عمران ۱۷۸ میں فرمایا انما نملی لھم لیزدادوا اثما۔ پس یہ آیت معتزلہ کے خلاف قوی حجت ہے۔

دعائے موسیٰ علیہ السلام:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ (اے ہمارے پروردگار ان کے اموال کو مٹا دے) یعنی اموال کو ہلاک و تباہ کر دے اور اس کے آثار کو زائل کر دے۔ کیونکہ یہ تیری نعمتوں سے تیری معصیت پر معاونت حاصل کر رہے ہیں۔ الطمس کا معنی مٹانا اور ہلاک کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے نمبرا۔ ان کے دراہم و دنانیر پر نقش نگار تو وہی تھا مگر وہ پتھروں میں بدل گئے۔ نمبر۲۔ دوسرا قول تمام اموال اسی طرح بن گئے۔ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (اور ان کے قلوب کو سخت کر دے) ان کے دلوں پر مہر لگا دے اور ان کو سخت کر دے۔ فَلَا يُؤْمِنُوْا (پس وہ ایمان نہ لائیں) یہ اشدد کا جواب ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا وہ ایمان نہ لائیں گے حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (یہاں تک کہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں) یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں گے اور یہ اسی طرح ہوا چنانچہ فرعونی ڈوبنے تک ایمان نہیں لائے۔ اور ایسے وقت اگر وہ ایمان لاتے بھی تو قابل قبول نہ تھا کیونکہ یہ ایمان یاس تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے متعلق یہ بددعا اس وقت فرمائی جب ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے اور وحی سے ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ ایمان نہ لائیں گے وحی سے علم کے بغیر تو ان کو یہ دعا کرنے کا حق نہیں کہ وہ ایمان نہ لائیں گے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف دعوت ایمان دیکر ہی تو مبعوث کیا گیا تھا۔

نکتہ: یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ کسی کیلئے کفر پر موت کی بددعا کفر نہیں ہے۔

۸۹: قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی) کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا فرما رہے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہنے والے تھے۔ نکتہ: اس سے یہ ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے پس اس کا مخفی کہنا اولیٰ ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ تمہاری دعا مستجاب ہے۔ اور جو تم نے طلب کیا وہ ہو کر رہے گا۔ لیکن اس کا ایک وقت ہے۔ فَاسْتَقِيْمَا پس تم دونوں استقامت اختیار کرو) تم دونوں دعوت و تبلیغ کے فریضہ پر مستقیم رہو۔ وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (تم دونوں بے علموں کے راستہ پر مت چلو) جاہلوں کے راستہ کی اتباع نہ کرو جو قبولیت دعا کی سچائی اور حکمت امہال سے واقف نہیں ہیں۔ دعا اور قبولیت میں چالیس سال کا فاصلہ تھا۔

نحو و قراءت: لا تتبعان۔ نون کی تخفیف اور کسرہ کے ساتھ کیونکہ نون تثنیہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے التقاء ساکنین ہوا۔ یہ شامی کا قول ہے۔ دیگر قراء نے ان کو غلطی پر قرار دیا کیونکہ نون خفیفہ کا سکون خود واجب ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ نہی نہیں بلکہ مضارع منفی ہے۔ یا حال ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ فاستقیما غیر متبعین۔

بنی اسرائیل کی آزادی اور فرعون کا غرق:

۹۰: وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ (ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار گزار دیا) نکتہ: یہ اہل سنت کی دلیل ہے کہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ (پس ان کا پیچھا فرعون اور اس کے لشکر نے کیا) پس ان کو جا لیا۔ کہا جاتا ہے تبعته، حتی اتبعته۔ میں نے اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ میں اس کو جا ملا۔ بَغْیًا (سرکشی کے طور پر) وَّعَدْوًا (دشمنی کے طور پر) ظلم کے طور پر

نحو: یہ دونوں حال ہونے کی بناء پر منصوب ہیں۔ یا مفعول لہٗ ہیں۔ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ (یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا) اس پر وقف نہیں کیونکہ قَالَ اٰمَنْتُ، اِذَا کا جواب ہے قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ (اس نے کہا میں ایمان لایا تحقیق شان یہ ہے)۔ یہ اذا کا جواب ہے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے اِنَّهٗ پڑھا اور اس کو جملہ مستانفہ قرار دیا۔ اور اٰمَنْتُ کا بدل بنایا ہے۔ دوسرے قراء نے اَنَّهٗ پڑھا ہے۔ اور ایمان کے صلہ با کو حذف مانا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی کہ جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں)

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام دونوں ایک چیز ہیں اسلئے کہ اس نے کہا امنت پھر کہا وانا من المسلمین۔ فرعون نے ایک معنی کو تین مرتبہ تین عبارتوں میں دھرایا۔ تاکہ قبولیت ہو جائے۔ پھر بھی قبولیت نہیں ہوئی کیونکہ اس کا وقت گزر چکا تھا۔ ورنہ حالت اختیاری میں تو ایک مرتبہ بھی کافی تھا۔

۹۱: آٰلْئٰنَ (کیا اب) تو اضطرار کی گھڑی میں ایمان لاتا ہے۔ جبکہ تو غرق ہو رہا ہے۔ اور اپنے بچنے کی امید ٹوٹ چکی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب پانی نے اس کو ڈبونے کی لگام چڑھائی تو یہ کہہ اٹھا۔ نحو: آٰلْئٰنَ کا عامل اَتُؤْمِنُ محذوف ہے۔ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (حالانکہ تو نے اس سے قبل نافرمانی کی اور تو مفسدین میں سے تھا) ان گمراہوں میں سے تھا جو ایمان سے برگشتہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے اس سے ایک استفتاء طلب کیا۔ **ماقول الا میر فی عبدلرجل نشأ فی ماله و نعمته فکفر نعمته وجحد حقه وادعی السیادة دونه۔** امیر کیا کہتے ہیں ایسے غلام کے متعلق جو ایسے آدمی کا ہو جس کے مال ونعمت میں اس نے پرورش پائی ہو مگر وہ غلام اپنے آقا کی نعمتوں کی ناشکری کرے اور اس کے حقوق کا منکر ہو جائے اور خود آقا کی جگہ سرداری کا دعوے دار بن بیٹھے۔

پس اس نے اس سوال کا جواب یہ لکھا: یقول ابو العباس الولید بن مصعب۔ **جزاء العبد الخارج علی سیده، الکافر نعماء ه ان یغرق فی البحر۔** ابو العباس الولید بن مصعب کہتا ہے کہ ایسے غلام کی سزا کہ جو اپنے آقا کے خلاف خروج کرنے والا اور اسکی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہو۔ اس کو سمندر میں ڈبو دیا جائے۔ چنانچہ جب وہ ڈوبنے لگا تو جبرئیل علیہ السلام نے اسکی اپنی تحریر اس کے ہاتھ میں تھما دی اس نے پہچان لی۔

جیسی توبہ ایسی نجات:

۹۲: فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ (آج ہم تمہیں نجات دیتے ہیں) تمہیں اونچی زمین پر ڈالتے ہیں اس کو پانی نے اسطرح ساحل پر پھینکا جیسا کہ وہ بیل ہے۔ بِبَدَنِکَ (تمہارے بدن کو) یہ حال ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی فی الحال التی لا روح فیك وانما انت بدن۔ ایسی حالت میں کہ تجھ میں روح نہ ہوگی۔ بیشک تو فقط ایک بدن ہوگا۔ یا نمبر۲۔ اپنے بدن کے ساتھ کامل درست ہوگا اس میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔ اور نہ متغیر ہوگا۔ نمبر۳۔ ننگا بلا لباس ایک بدن ہوگا۔ نمبر۴۔ اپنی درع سمیت ہوگا اسکی سونے کی بنی ہوئی ایک زرہ تھی۔ جس سے وہ پہچانا جاتا تھا۔

قراءت: ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بِاَبْدَانِكَ پڑھا ہے اور یہ اس طرح جیسا کہ عرب کہتے ہیں باجرامہ مطلب یہ ہوا اپنے تمام بدن کے ساتھ اسمیں کسی جزو کی کمی نہ ہوگی۔ یا اپنی زرہوں کے ساتھ کیونکہ وہ ان کے ذریعہ ظاہر ہونے والا تھا۔ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَةً (تاکہ تو بعد والوں کیلئے ایک نشانی بن جائے) پیچھے آنے والے لوگوں کیلئے علامت ہو۔ مَنْ سے مراد بنی اسرائیل تھے۔ ان کے دلوں میں یہ بات تھی کہ فرعون اس سے بڑھ کر حالت والا تھا کہ سمندر میں ڈوبے ایک قول یہ ہے کہ ان کو موسیٰ علیہ السلام نے اسکی ہلاکت کی اطلاع دی مگر انہوں نے تصدیق نہ کی اللہ تعالیٰ نے اس کا بدن ساحل پر ڈال دیا۔ جس کو انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ایک قول یہ بھی ہے من خلفک سے مراد جو تیرے بعد اہل زمانہ ہونگے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے اسکی غلامی ظاہر ہو جائے اور اس کا ناحق دعویٰ خدائی وہ محالات سے ہے۔ عظیم سلطنت کے باوجود نافرمانی کی وجہ سے اس کا انجام کیا ہوگا۔ اور اس کا دعویٰ ربوبیت ناممکنات میں سے ہے۔ اور اسکی اتنی بڑی سلطنت کے باوجود نافرمانی کی وجہ سے اس کا انجام وہ ہوا جو تم نے دیکھا پس اور کسی کے متعلق کیا خیال ہے؟ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (بیشک بہت لوگ ہماری آیات سے البتہ غفلت برتنے والے ہیں)

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کا اچھا ٹھکانا دیا اور انہیں پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں، سو انہوں نے اختلاف نہیں کیا

حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ

یہاں تک کہ ان کے پاس علم پہنچ گیا۔ بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان چیزوں میں ان کے درمیان فیصلے فرمائے گا جن میں وہ

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ

اختلاف کرتے تھے۔ سو اگر آپ کو اس میں شک ہے جو ہم نے آپ کی طرف اتارا تو آپ ان لوگوں سے دریافت کر لیجئے جو آپ سے

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٩٤﴾ ۙ

پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ آپ کے رب کے پاس سے آپ کے پاس حق آ گیا ہے۔ سو آپ ہرگز شک کرنیوالوں میں سے نہ ہوں،

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٥﴾ اِنَّ

اور ان لوگوں میں سے ہرگز نہ ہو جایئے جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا ورنہ آپ تباہ کاروں میں سے ہو جائیں گے، بے شک

الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾ ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ

جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اگرچہ انکے پاس تمام دلیلیں آ جائیں۔

حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾

جب تک کہ وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔

بنی اسرائیل کو عمدہ ٹھکانہ دیا:

٩٣: وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ (تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانہ دیا) عمدہ پسندیدہ رہنے کی جگہ اور وہ مصر اور شام تھی۔ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ فَمَا اخْتَلَفُوْا (ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا پس انہوں نے اختلاف نہ کیا) اپنے دین میں حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ (یہاں تک کہ ان کے پاس علم آ چکا) یعنی تورات اور انہوں نے اسکی تعبیر میں اختلاف کیا۔ جس طرح امت محمد ﷺ نے قرآن مجید کی آیات کی تعبیر میں اختلاف کیا۔ یا نمبر ٢۔ مراد حضرت محمد ﷺ کے متعلق علم ہے اور اختلاف بنی اسرائیل حالانکہ وہ اہل کتاب تھے۔ آپ کی صفات میں اختلاف کیا کہ آیا آپ وہی نبی آخر الزمان ہیں یا نہیں ہیں۔ اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا کہ آپ وہی نبی آخر الزمان ہیں۔ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا

فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ (بیشک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن ان چیزوں میں فیصلہ کرے گا جسمیں وہ اختلاف کرتے تھے) اور سچے اور جھوٹے کو الگ کرے گا اور ہر ایک کو اس کا بدلہ دیگا۔

آیات میں شک کرنے والے:

۹۴: فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکَ (اگر تمہیں شک ہے اس چیز میں جو ہم نے آپ کی طرف اتاری تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو کتاب آپ سے پہلے پڑھتے ہیں) جب بنی اسرائیل کا پہلے تذکرہ ہوا۔ اور وہ کتاب کو پڑھنے والے تھے۔ بنی اسرائیل کے متعلق بتلایا کہ علم ان کے پاس آچکا کیونکہ رسول ﷺ کا معاملہ تورات وانجیل میں لکھا ہوا ہے اور وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں۔ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ تو ان کے علم کی تاکید صحت قرآن اور صحت نبوت ﷺ سے کردی اور اس میں مبالغہ کیا اور فرمایا اگر بالفرض والتقدیر آپ کو شک واقع ہو۔ اور جس کو کوئی شبہ گزرے تو اس کے حل کا طریق کار یہی ہے۔ کہ اس کے حل کی طرف جلدی کی جائے اور اصول دین کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور اس کے دلائل سے راہنمائی لی جائے۔ یا علماء سے بات چیت کی جائے۔ پس آپ علماء اہل کتاب سے پوچھیں وہ قرآن مجید کی صحت کو پوری طرح جاننے والے ہیں۔ اس طور پر کہ اور تو اور رہے آپ جیسی شخصیت بھی ان کیطرف اس سلسلہ میں مراجعت کرسکتی ہے۔

پس اس سے مقصود قرآن مجید کی صحت کے متعلق احبار کے رسوخ علم کا بیان ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید کے متعلق کوئی شک ہے۔ پھر فرمایا لَقَدْ جَآءَکَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ (تحقیق تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آچکا) یعنی واضح آیات سے تیرے ہاں ثابت ہو چکا اور چمکدار براہین سے روشن ہوگیا۔ کہ آپ کو جو ملا ہے وہ برحق ہے جس میں شک کی کوئی مجال نہیں۔ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (پس تم ہرگز نہ بنو شک کرنے والوں میں سے) ممترین کا معنی شک کرنے والے۔ اور اسپر وقف نہیں کیونکہ ولا تکونن کا اسپر عطف ہے۔

آیات کی تکذیب مت کرو:

۹۵: وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَتَکُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (اور ہرگز نہ ہو ان لوگوں میں سے جنہوں نے آیات اللہ کو جھٹلایا پس ہو جاؤ گے نقصان کرنے والوں میں سے) پس ثابت قدم رہ اور اپنے سے شک کی نفی میں مداومت کرو اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی نفی میں ہمیشگی اختیار کرو۔ یا نمبر۲۔ اس انداز سے آپ کو جوش دلانا اور بھڑکانا مقصود ہو جیسا کہ سورۃ القصص کی آیت ۸۶ فلا تکونن ظھیرًا للکافرین اور القصص آیت ۸۷ ولا یصدنک عن آیات اللہ بعداذانزلت الیک ۔ اور ثابت قدمی اور عصمت میں اضافہ کیلئے فرمایا گیا اسی لئے آپ علیہ السلام نے اس آیت کے نزول کے وقت فرمایا۔ لا اشك ولا اسأل ،بل اشھد انہ الحق۔ (ابن جریر فی تفسیرہ) میں نہ شک کرتا ہوں اور نہ ہی کسی سے پوچھتا ہوں۔ بلکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ برحق ہے۔ یا نمبر۳۔ خطاب آنحضرت ﷺ کو فرمایا مگر مراد آپ کی امت ہے تقدیر اس طرح ہوگی ان کنتم فی شك مما انزلنا الیکم (اگر تمہیں شک ہے اس میں جو ہم نے تمہاری طرف اتارا ہے) یہ سورت النساء ۱۷۴ کی طرح ہے وانزلنا الیکم نورًا مبینًا نمبر۴۔ خطاب ہر سامع کو ہے اور اس کے متعلق شک جائز و درست ہے جیسے عرب کہتے ہیں۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ

سو کوئی بستی ایمان نہ لائی جس کا ایمان لانا اسے نفع دیتا مگر یونس کی قوم کہ جب وہ لوگ ایمان لائے تو ہم نے رسوائی والا عذاب

عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۹۸

دنیا والی زندگی میں ان سے ہٹادیا۔ اور انہیں ہم نے ایک وقت تک فائدہ پہنچایا۔

اذا اخوك فهن۔

نمبر۵۔ ان نافیہ ہے یعنی آپ شک میں نہیں کہ سوال کریں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کو سوال کا اسلئے حکم نہیں دے رہے کہ آپ شک کرنے والے ہیں۔ لیکن سوال کا حکم اسلئے ہے تا کہ آپ کے یقین میں اضافہ ہو جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو احیاء موتی کا معائنہ کر کے اطمینان ہوا۔

سوال : ان نافیہ تو اس مقام پر آتا ہے جہاں اس کے بعد الّا ہو جیسا کہ سورت الملک آیت ۲۰ میں ان الکافرون الافی غرور

جواب : یہ لازم نہیں قرآن مجید سورۂ فاطر آیت ۴۱ میں ہے ان امسکھما من احد من بعدہٖ یہاں ان نافیہ ہے اور اس کے بعد الّا نہیں ہے۔

۹۶ : اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (بیشک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی) ان پر وہ بات ثابت ہو چکی جو لوح محفوظ میں ہے اور اسکی خبر ملائکہ کو دے دی گئی کہ ان کی موت کفر پر ہوگی یا نمبر۲۔ کلمۃ ربك سے سورۂ اعراف ۱۸ لاملئن جھنم مراد ہے۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ (وہ ایمان نہیں لانے کے) اس پر وقف نہیں ہے کیونکہ ان کا ماقبل سے تعلق ہے۔

۹۷ : وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (اور اگر ہر نشانی ان کے پاس آجائے یہاں تک کہ عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں) یعنی ناامیدی کے وقت پس وہ ایمان لائیں اور ان کو وہ ایمان نفع نہ دے گا۔ نمبر۲۔ قیامت میں اس وقت کسی کا ایمان قابل قبول نہ ہوگا۔

قوم یونس علیہ السلام کا واقعہ اور ان کی قابل رشک حالت :

۹۸ : فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ (کیوں نہ کوئی ایسی بستی ہوئی جو ایمان لاتی) کیونکہ ان بستیوں میں سے جو کفر پر قائم رہیں اور ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ کوئی بستی ایسی نہ ہوئی جو معاینہ سے قبل مخلصانہ ایمان لاتی اور اس کو اس طرح مؤخر نہ کیا جاتا جیسا کہ فرعون کو گلا گھونٹنے تک مؤخر کیا گیا۔

فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ (پس ان کو ان کا ایمان فائدہ دیتا) اس طرح کہ وقت اختیار میں ایمان لانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو قبول کر لیا۔ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ (مگر قوم یونس علیہ السلام) نمبر۱۔ یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ یعنی لیکن قوم یونس (ایمان لائی اور اس کو اس کے ایمان نے فائدہ دیا) یا نمبر۲۔ مستثنیٰ متصل ہے۔ اور جملہ نفی کے معنی میں ہے گویا کلام اس طرح تھا۔ ماامنت قریۃ

من القرى الهالكة الا قوم يونس۔ ہلاک شدہ بستیوں میں سے کسی بستی والوں سے سوائے قوم یونس علیہ السلام کے ایمان کو قبول نہیں کیا۔ یہ مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب کھول دیا اور ان کو ایک وقت تک فائدہ دیا) ان کی مقررہ مدت تک۔ روایت میں ہے کہ یونس علیہ السلام کو نینوٰی کی طرف مبعوث فرمایا گیا جو سرزمین موصل میں واقع ہے انہوں نے جھٹلا دیا پس ناراض ہو کر آپ ان کے ہاں سے چل دیے۔ جب آپ کو نہ پایا تو انہیں عذاب کے اترنے کا خطرہ ہوا۔ ان تمام نے ٹاٹ کا لباس پہنا اور چالیس راتیں اپنی آوازوں کو بلند کیا تمام ایک میدان میں جمع ہوئے بچے، عورتیں جانور بھی ساتھ تھے۔ اور ماؤں نے اپنے بچوں کو اپنے سے الگ کر دیا اور چوپایوں کی اولاد کو ان سے جدا کر دیا۔ وہ ایک دوسرے کی طرف شوق مند ہوئے اور مخلصانہ ایمان اور توبہ کا اظہار کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور ان سے عذاب کو دور کر دیا۔ یہ جمعہ اور دس محرم کا دن تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کے حقوق تک لوٹا دیے یہاں تک کہ اگر کسی کی ایک اینٹ اپنی بنیاد میں لگائی تھی تو وہ بھی اکھاڑ کر واپس کر دی۔ یہ کہا گیا کہ جب ان پر عذاب اترنے لگا تو وہ اپنے علماء میں ایک شیخ کے پاس گئے جو زندہ تھے۔ شیخ نے فرمایا تم اس طرح کہو: یا حی حین لا حی و یاحی محیی الموتی ویاحی لا اله الا انت۔ جب انہوں نے کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو کھول دیا۔ حضرت فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا انہوں نے اسطرح کہا اللّٰھم ان ذنوبنا قد عظمت و جلّت، وانت اعظم منها واجلّ، افعل بنا ماانت اهله ولا تفعل بنا مانحن اهله۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰی

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو زمین میں جتنے بھی لوگ ہیں سارے کے سارے ایمان لے آتے، کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے تاکہ

یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ

وہ مومن ہو جائیں، اور کسی شخص سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لے آئے، اور اللہ ان لوگوں پر گندگی واقع

عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِی

فرماتا ہے جو سمجھ نہیں رکھتے۔ آپ فرما دیجئے دیکھ لو آسمانوں میں اور زمین میں کیا چیزیں ہیں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے انہیں

الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ یَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَیَّامِ الَّذِیْنَ

دلائل اور ڈرانے والی چیزیں نفع نہیں دیتیں، سو کیا وہ یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس انہیں لوگوں کے واقعات آ جائیں جو ان سے پہلے

خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا

گزر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ تم انتظار کرلو میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں، پھر ہم اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں

ع ۱۱ ۱۵ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾

اور اسی طرح ان لوگوں کو جو ایمان لائے، ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیں گے۔

کمال قدرت ونفوذ مشیت :

99: وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ (اور اگر آپ کا رب چاہتا تو ضرور ایمان لے آتے اہل زمین) جس میں سے کوئی شخص وفرد باہر نہ رہتا۔ جَمِیْعًا (تمام) یہ حال ہے اس حال میں کہ وہ اجتماع کرنے والے ہوتے ایمان پر اور اس پر اکٹھے ہوتے اختلاف نہ کرتے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور نفوذ مشیت کی خبر دی۔ کہ اگر وہ چاہتا تو تمام اہل زمین ایمان لاتے۔ مگر اس نے چاہا کہ لوگ اختیاری ایمان لائیں اور اس کیلئے کفر کو چاہا جس کے متعلق اپنے علم سے جانا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے بلکہ کفر کا چناؤ کریں گے۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ مشیت سے مراد قہر والجاء کی مشیت ہے یعنی اگر ان میں جبراً ایمان پیدا کرتا تو وہ ایمان لاتے۔ لیکن اسنے چاہا کہ وہ اختیاری ایمان لائیں۔ مگر وہ ایمان نہ لائے اسکی دلیل میں یہ آیت پیش کی افانت تکرہ الناس حتّٰی یکونوا مؤمنین۔ یعنی آپ کو ایمان میں جبر واکراہ کی مشیت حاصل نہیں یہ تیرے پاس ہے۔

جواب: یہ خیال فاسد ہے کیونکہ ایمان بندے کا فعل ہے اور بندے کا فعل وہی ہو سکتا ہے جو اسکی اپنی قدرت وطاقت سے حاصل

ہو۔اور یہ بلا اختیار ثابت ہی نہیں ہوسکتا۔ باقی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہیں۔ اگر اپنی مہربانی ان کو دے دیتا تو وہ اپنے اختیار سے ایمان لے آتے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے جانا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے تو ان کو توفیق نہ دی۔ اَفَاَنْتَ میں استفہام نفی کے معنی میں ہے مطلب اس طرح ہے کہ اے محمد ﷺ آپ مالک نہیں کہ ان کو ایمان پر مجبور کریں کیونکہ ایمان تصدیق واقرار سے ہوتا ہے اور تصدیق پر اکراہ ممکن نہیں۔ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (سو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس میں وہ ایمان ہی لے آویں)

۱۰۰: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (کسی نفس کیلئے مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہ ایمان لائے) اذن سے یہاں ۔نمبر۱۔مشیئت مراد ہے یا نمبر۲۔ قضاء وقدر مراد ہے۔ یا نمبر۳ توفیق وتسہیل مراد ہے۔ یا نمبر۴۔علم مراد ہے۔ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ (اور عذاب کو مقرر کرے) یعنی عذاب یا ناراضی یا شیطان یعنی شیطان کو مسلط کر دے۔ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ (ان لوگوں پر جو بے عقل ہیں) اپنی عقلوں سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

قراءت: حماد و یحیٰی نے نَجْعَلُ پڑھا ہے۔

۱۰۱: قُلِ انْظُرُوْا (کہہ دیں تم دیکھو) استدلالی نگاہ سے اور عبرت کی نظر سے مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کہ آسمان و زمین میں کیا ہے) آیات اور عبر جو دن رات کے اختلاف سے ظاہر ہوتی ہیں اور کھیتوں اور پھلوں کے ظہور سے سامنے آتی ہیں۔ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ (اور آیات فائدہ نہیں دیتیں) مَا نافیہ ہے۔ وَالنُّذُرُ (اور ڈرانے والے) انبیاء جو ڈراتے رہے۔ یا ڈراوے عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (ایمان نہ لانے والی قوم کو) جنکے ایمان کی توقع نہیں۔ وہی تو بے عقل ہیں۔

۱۰۲: فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ (پس وہ انتظار نہیں کر رہے مگر ان لوگوں کے دنوں جیسے جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی جن میں بڑے بڑے واقعات پیش آئے جیسا کہا جاتا ہے۔ ایام العرب لوقائعها ۔قُلْ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (کہہ دو پس تم انتظار کرو بیشک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں)

آخر میں نجات ایمان والوں کی:

۱۰۳: ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا (پھر ہم نجات دیتے ہیں اپنے رسولوں کو) اسکا عطف کلام محذوف پر ہے۔ جس پر الامثل ایام الذین خلوا من قبلهم دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا نهلك الامم، ثم ننجی رسلنا ہم امتوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ پھر اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں۔ احوال ماضیہ کی حکایت کے طور پر یہ فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (ان لوگوں کو جو ایمان لائے) اور جو ان انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے۔ كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ (اسی طرح ہم پر ایمان والوں کی نجات لازم ہے) یعنی اس نجات دینے کی طرح ہم تم میں سے جو ایمان والے ہیں ان کو نجات دیں گے اور مشرکین کو ہلاک کریں گے۔ اور حقا علینا یہ جملہ معترضہ ہے یہ لازم ہے ہم پر لازم ہونا۔

قراءت: علی وحفص نے نُنْجِيْ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو سو میں ان لوگوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن میں اسکی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان والوں میں سے

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٤﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٥﴾

ہو جاؤں، اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اپنی ذات کو اس دین کی طرف اس طرح سے متوجہ رکھوں کہ دوسرے سب طریقوں سے علیحدہ ہوں اور یہ کہ ہرگز مشرکوں میں سے مت ہو جانا،

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا

اور تو اللہ کے سوا کسی کو مت پکار جو تجھے نفع نہ دے سکے اور نہ ضرر دے سکے، سو اگر تو نے ایسا کیا تو بلاشبہ تو ظالموں

مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ

میں سے ہو جائیگا، اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچا دے تو اللہ کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر

يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٧﴾

وہ تیرے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو اس کے فضل کو کوئی بھی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنے فضل سے نواز دے۔ اور وہ غفور ہے رحیم ہے۔

دین کی تعریف بزبانِ رسول:

۱۰۴: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ (کہہ دو اے لوگو) یعنی اے اہل مکہ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ (اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے) میرے دین کے صحیح اور درست ہونے کے متعلق۔ پس یہ میرا دین ہے جس کی تعریف تم سن لو۔ اب آگے دین کی تعریف بیان فرمائی۔ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (میں ان کی عبادت نہیں کرتا جنکی تم اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کرتے ہو) یعنی اصنام وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ (اور لیکن میں تو اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جس کے قبضہ میں تمہاری موت ہے) وہ تمہیں موت دے گا۔ موت کو توفی سے تعبیر کیا تاکہ ان کو بتلا دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ڈرنے اور تقویٰ کے لائق ہے۔ اور عبادت کی حقدار ہے نہ وہ جو کہ کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں مومنین میں سے ہو جاؤں) ان اکون سے پہلے با محذوف ہے مطلب اس طرح ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کا حکم دیا بسبب اس کے کہ اس نے مجھ میں عقل رکھ دی اور اس سبب سے کہ اس نے اپنی کتاب میں میری طرف وحی فرمائی۔

۱۰۵: وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ (اور یہ کہ تو سیدھا کر اپنا چہرہ دین کیلئے) یعنی مجھے یہ بھی وحی کی کہ تو سیدھا کر اپنا چہرہ (الآیۃ)

امور کے ہم شکل کرنے کیلئے ان اقم فرمایا نمبرا۔ مطلب یہ ہے تو پورے طور پر اس پر متوجہ ہو کر جو اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم دیا تو استقامت اختیار کر۔ نمبر۲۔ اسکی طرف سیدھا رخ کر دائیں بائیں مت رخ پھیر۔ حَنِيفًا (یکسو ہو کر)۔ یہ للدین سے حال ہے یا الوجہ سے حال ہے۔ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (اور ہرگز تم مشرکین میں سے مت بنو)

۱۰۶: وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ (اور نہ تم پکارو اللہ تعالیٰ کے سواء ان کو جو تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتے) اگر تم ان کو پکارو۔ وَلَا يَضُرُّكَ (اور نہ نقصان دے سکتے ہیں) اگر تم ان کو چھوڑو۔ فَإِنْ فَعَلْتَ (اگر تم نے ایسا کیا) یعنی اگر تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کے سواء پکارا جو تمہیں نہ نفع دے سکتے اور نہ نقصان دے سکتے ہیں۔ پکارنے کو بطور اختصار فعل سے تعبیر کیا۔ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظّٰلِمِينَ (پس بیشک اس وقت ہو جاؤ گے ظالموں میں سے) اذا یہ جزاء ہے شرط اسکی محذوف ہے۔ یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ گویا کہ سائل کہہ رہا ہے کہ بتوں کی عبادت کا انجام کیا ہے اور اس کو ظالمین میں سے قرار دیا کیونکہ شرک سے بڑا کوئی ظلم نہیں۔

۱۰۷: وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ (اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے) پہنچائیں مرض وغیرہ۔ فَلَا كَاشِفَ لَهُ (اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں) یعنی اس تکلیف کا إِلَّا هُوَ (مگر وہی) یعنی اللہ تعالیٰ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ (اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے) خیر سے عافیت مراد ہے فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِ (اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں) اسکی مراد کو کوئی رد نہیں کر سکتا يُصِيبُ بِهِ (وہ پہنچاتا ہے اس کو) یعنی خیر کو مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ (جن کو وہ چاہے گا اپنے بندوں میں سے) اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ طریق رغبت ورھبت اسی ہی کی طرف ہے اور اعتماد بھی اسی ہی پر ہے۔ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) مصیبت سے گناہ مٹانے والا اور عطاء سے معافی دینے والا۔

نکتہ: عبادت اوثان کا ذکر کرنے کے بعد نہی لائے اور ان بتوں کے متعلق ذکر کیا کہ وہ نہ نقصان دے سکتے ہیں اور نہ نفع اور اللہ تعالیٰ ہی نافع وضار ہیں۔ وہ ایسی ذات ہے کہ اگر وہ تمہیں تکلیف دے تو اس کے ازالہ پر سوائے اس کے کسی کو قدرت نہیں ہے۔ تو سوچو! بے شعور جماد کو کیونکر قدرت ہو سکتی ہے۔ اور اسی طرح اگر وہ خیر کا ارادہ فرمائیں۔ خواہ ساری کائنات نہ چاہتی ہو وہ ضرور فضل واحسان پہنچا کر رہتے ہیں۔ جب دوسرے سارے انسان اس خیر کو روک نہیں سکتے تو بت کیا روکیں گے۔ پس وہی اس بات کے لائق ہے کہ عبادت میں اس کو کعبہ توجہ بنایا جائے۔ یہ طرز اس آیت سے زیادہ بلیغ ہے جو سورۃ الزمر ۳۸ میں ہے إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ اس آیت میں ارادہ کا ذکر ایک میں اور مس کا دوسرے میں گویا یوں معلوم ہوتا ہے کہ دو امور کے ذکر کرنے کا ارادہ ہے۔ نمبرا۔ ارادہ نمبر۲۔ خیر وشر میں سے ہر ایک میں پہنچنا اور یہ کہ ان میں سے جس کا وہ ارادہ کرے اسکو کوئی واپس نہیں کر سکتا۔ اور جو وہ پہنچائے اس کو زائل کرنے کی کسی میں طاقت نہیں پس مختصر کرتے ہوئے مس کا ذکر کیا اور دونوں میں سے کسی ایک کے پہنچنے کو کہتے ہیں۔ اور دوسرے میں ارادہ کا ذکر کیا تا کہ مذکور سے محذوف پر دلالت ہو سکے۔ اس کے باوجود کہ اصابہ کو خیر سے موصوف کر کے يصيب به من يشاء من عبادہ میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس حق آ گیا ہے تمہارے رب کی طرف سے سو جو شخص ہدایت پائے وہ اپنی ہی جان کے لئے

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى

ہدایت پاتا ہے اور جو شخص گمراہی میں رہے تو اس کی گمراہی اسی کے نفس پر پڑنے والی ہے۔ اور میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا، اور آپ اس کا اتباع کیجئے،

اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

جس کی آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے، اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

تم مانو نہ مانو میں نے تو وحی کی اتباع کر دی:

۱۰۸: قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ (کہہ دیں اے لوگو) اے اہل مکہ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ (تحقیق تمہارے پاس حق آ چکا) یعنی قرآن یا رسول مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى (تمہارے رب کی طرف سے پس جس نے ہدایت کو اختیار کیا) ہدایت کو چنا اور حق کی اتباع کی فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ (بیشک اس نے ہدایت کو اپنے فائدے کیلئے اختیار کیا) اس چناؤ سے اس نے اپنے نفس کو فائدہ پہنچایا۔ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا (اور جو شخص گمراہ ہوا پس اسکی گمراہی کا وبال اس پر ہے) گمراہی کے آثار سے نقصان اسی کی ذات کو ہوگا اس میں علیٰ، ضرر اور لام انتفاع کا معنی دے رہے ہیں۔ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (اور میں تم پر کوئی داروغہ نہیں ہوں) حفاظتی کہ جس کے سپرد تمہارا معاملہ ہو بلکہ میں فقط بشیر و نذیر ہوں۔

۱۰۹: وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ (تم اتباع کرو اسکی جو تمہاری طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کرو) ان کی تکذیب اور ایذاء پر حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے) تمہارے حق میں ان کے خلاف مدد و غلبہ کا وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ (اور وہ سب سے بہتر حاکم ہے) کیونکہ وہ سرائر سے بھی خبردار ہے۔ اس کو کسی دلیل و گواہ کی حاجت نہیں۔

بحمد اللہ تمت ترجمة سورة یونس لیلة الجمعة ۱۵ رجب، ۱۴۲۳ھ

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَلٰثٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ہود مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۲۳ آیات اور ۱۰ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ﴿۱﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا

الٓرٰ یہ کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں پھر واضح طور پر بیان کی گئی ہیں حکمت والے باخبر کی طرف سے ہے، یہ کہ

اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ﴿۲﴾ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ

تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو بیشک میں تمہیں اللہ کی طرف سے ڈرانے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں، اور یہ بات کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کے

مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ

حضور میں توبہ کرو، وہ تمہیں مقرر کردہ اجل تک خوش عیش زندگی دے گا اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو اس کا ثواب عنایت فرمائے گا اور اگر تم اعراض کرو تو میں

اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ﴿۳﴾ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴﴾

تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں، تم کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے،

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ

خبردار وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تا کہ وہ اس سے چھپالیں خبردار جب وہ اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیتے ہیں وہ اس وقت سب باتیں

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۵﴾

جانتا ہے جو پوشیدہ طور پر کرتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں، بلاشبہ وہ سینوں کے اندر کی چیزوں کو جانتا ہے۔

قرآن محکم ومفصل:

۱: الٓرٰ كِتٰبٌ (یعنی یہ کتاب ہے) کتاب خبر ہے اور مبتداء ہٰذا محذوف ہے۔ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ (اسکی آیات محکم ہیں) یہ کتاب کی صفت ہے۔ یعنی مضبوط ومحکم لڑی میں پرو دیا گیا اس میں کوئی کمی وخلل واقع نہیں ہوسکتا ہے جیسا کہ مضبوط عمارت ثُمَّ فُصِّلَتْ (پھر اسکی تفصیل کر دی گئی) جیسا یکتا روزگار موتیوں سے ہار جدا کئے جاتے ہیں۔ یعنی دلائل توحید اور احکام، مواعظ، قصص سبھی پر

مشتمل ہے۔

یا نمبر۲: ایک ایک سورت سے اسکی فصلیں بنا دیں اور ایک ایک آیت الگ کردی یا نمبر۳۔ اکٹھا نہیں اتارا تھوڑا تھوڑا متفرق طور پر اتارا یا نمبر۴۔ جن چیزوں کی بندوں کو ضرورت پڑتی ہے وہ اس میں تفصیل سے بیان کردیا اور ان کا نچوڑ نکال دیا۔ ثم کا لفظ تراخی فی الوقت کیلئے نہیں ہے بلکہ تراخی فی الحال کیلئے ہے۔ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (حکمت والی خبر دار ذات کی طرف سے ہے) نمبرا۔ یہ کتاب کی صفت دوم ہے یا نمبر۲۔ دوسری خبر ہے یا نمبر۳۔ احکمت اور فصلت کا صلہ ہے مطلب اسطرح ہے کہ اسی ہی کی طرف سے اس کے احکام اور تفصیل ہے۔

توحید واستغفار کا حکم:

۲: اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کی عبادت نہ کرو) نمبرا۔ یہ مفعول لہٗ ہے یعنی لئلا تعبدوا تا کہ تم عبادت نہ کرو۔ نمبر۲۔ ان مفسرہ ہے کیونکہ تفصیل آیات میں قول کا معنی پایا جاتا ہے گویا کلام اس طرح ہے قال لا تعبدوا الا اللہ اس نے فرمایا کہ نہ عبادت کرو مگر اللہ تعالیٰ ہی کی۔ نمبر۳۔ امر کم الا تعبدوا الا اللہ اس نے تمہیں حکم دیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کی عبادت نہ کرو۔ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ (بیشک میں تمہارے لئے اسکی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

۳: وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ (اور یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو) یعنی اس نے تمہیں توحید واستغفار کا حکم دیا۔ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ (پھر اسی ہی کی طرف رجوع کرو) یعنی شرک سے استغفار کرو اور پھر طاعت سے اس کی طرف رجوع کرو يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا (وہ تمہیں اچھا نفع دے گا) دنیا میں عمدہ پسندیدہ منافع سے تمہارے نفع کو طویل کردے گا۔ اور مسلسل نعمتیں عنایت کرے گا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک مقررہ مدت تک) یہاں تک کہ تمہیں وفات دے وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (اور ہر فضل والے کو اس کا زائد عنایت فرمائے گا) آخرت میں ہر ایسے انسان کو جو عمل میں بڑھنے والا ہوگا اس کے اضافہ عمل کا ثواب عنایت فرمائے گا اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا (اور اگر تم منہ موڑ لو) اور اگر تم بے رخی اختیار کرو۔ فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ (مجھے تمہارے متعلق بڑے دن کے عذاب کا خدشہ ہے) بڑے دن سے قیامت کا دن مراد ہے۔

۴: اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ (اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم نے لوٹنا ہے) مرجع بمعنی لوٹنا (مصدر میمی) وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (وہ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) اس کو تمہارے دوبارہ لوٹانے پر بھی قدرت ہے۔

نفاق وانحراف کو اللہ جانتے ہیں:

۵: اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ (خبردار وہ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں) حق سے مڑتے اور منحرف ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو آدمی کسی شئی کی طرف متوجہ ہو تو وہ سینے سے اس چیز کا سامنا کرتا ہے اور جو کسی چیز سے مڑتا ہے تو اپنے سینے کو اس چیز کی طرف کرنے سے پھیر لیتا ہے اور اعراض کرتا ہے۔ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ (تا کہ وہ اس سے چھپ سکیں) تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے چھپ جائیں اللہ کے رسول اور مومنوں کو اسکی اطلاع نہ ہو کہ وہ منحرف ہو گئے ہیں۔

الجزء ١٢

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا

اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو اور وہ ہر ایک کے ٹھکانہ کو جانتا ہے وہ ٹھکانہ زیادہ عرصہ رہنے کا ہو یا چند دن رہنے کا ہو،

كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞ ٦ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ

سب کچھ کتاب مبین میں ہے اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ ٦ دن میں پیدا فرمایا

وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ

اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے اور اگر آپ ان سے کہیں کہ بیشک تم موت کے بعد

مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ ٧ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا

اٹھائے جاؤ گے تو کافر لوگ ضرور یوں کہیں گے کہ بس یہ تو کھلا ہوا جادو ہے، اور اگر ہم تھوڑی سی مدت تک

عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ

ان سے عذاب کو مؤخر کر دیں تو وہ ضرور یوں کہیں گے کہ عذاب کو کون سی چیز روک رہی ہے، خبردار جس دن انکے پاس

مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞ ٨ ع ٨

عذاب آجائے گا تو وہ ان سے ہٹایا نہ جائے گا اور جس کا وہ مذاق بنایا کرتے تھے وہ ان کو گھیر لے گا۔

اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ (خبردار! جبکہ وہ اپنے کپڑوں کو اپنے اوپر لپیٹتے ہیں) ان کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام سننے سے نفرت کرتے ہوئے اپنے اوپر کپڑے ڈال لیتے ہیں کہ کہیں وہ کلام ان کے کان میں پڑ نہ جائے جیسا کہ نوح علیہ السلام کا ارشاد سورۃ نوح: ٧ جعلوا اصابعهم في اٰذانهم واستغشوا ثيابهم۔ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں) یعنی اس کے علم میں ان کے اسرار و اعلان کا کوئی فرق نہیں ان کو ان چیزوں کا سہارا لینے سے کیا فرق پڑتا ہے جن سے اپنے آپ کو وہ چھپانا چاہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کے دھرا کرنے اور کپڑوں میں لپٹنے کو جانتا ہے ان کا نفاق اس کے ہاں کوئی فائدہ مند نہیں۔ نمبر٢۔ کہا گیا ہے کہ یہ منافقین کے متعلق اتری اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بیشک وہ سینے کی باتوں سے واقف ہے) جو کچھ ان کے سینوں میں ہے۔

٦: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (کوئی جاندار زمین میں ایسا نہیں مگر کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کا رزق ہے) محض فضل کے طور پر نہ کہ وجوب کے طور پر وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا (وہ اس کا مستقر جانتے ہیں) زمین میں اس کے ٹھہرنے کا مقام اور مسکن وَمُسْتَوْدَعَهَا (اور اسکی امانت کی جگہ) جہاں وہ بطور امانت رکھا گیا تھا اس سے قبل کہ صلب میں قرار پکڑتا یا نمبر٢۔ رحم

مادر نمبر ۳۔ بیضہ، پدر کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (ہر چیز واضح کتاب میں ہے) ہر جاندار اور اس کا رزق، اس کا مستقر اور مستودع لوح محفوظ میں واضح طور پر مندرج ہے۔

۷: وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (وہی ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا) اور جو کچھ ان کے مابین ہے فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (چھ دنوں میں) اتوار سے جمعہ تک مخلوق کو معاملات میں ترتیب سکھانے کیلئے وَّکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ (اور اس کا عرش پانی پر تھا یعنی پانی کے اوپر) آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے عرش کے نیچے کوئی مخلوق نہ تھی سوائے پانی کے۔

فائدہ: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عرش و پانی دونوں کی پیدائش آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اس کو سبز یاقوت بنایا پھر ہیبت کی تجلی اس پر ڈالی تو وہ پانی بن گیا۔ پھر ہوا کو پیدا کیا پانی کو اسکی پشت پر ٹھہرا دیا۔ پھر اپنے عرش کو پانی پر قائم فرمایا۔ عرش کے پانی پر ٹھہراؤ میں اہل فکر کے لئے عبرت کا بہت بڑا سامان ہے۔ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے) یعنی تاکہ وہ تمہارے ساتھ وہ سلوک کرے جو تمہیں تمہارے حالات میں مبتلا کرتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّکُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (اور اگر تم کہو بیشک تمہیں اٹھایا جائیگا۔ موت کے بعد۔ کافر ضرور کہہ اٹھیں گے۔ یہ تو کھلا جادو ہے) اس میں انہوں نے قرآن کی طرف اشارہ کیا کیونکہ قرآن ہی بعث بعد الموت کی بات کہنے والا ہے۔ جب اس کو سحر کہا تو جس میں بعث کا ذکر ہو اسکا انکار خود اسمیں آ گیا۔

قراءت: حمزہ، علی نے ساحر پڑھا ہے۔ مراد اس سے ان کی رسول اللہ ﷺ ہیں اور الساحر باطل پرست جھوٹے کو بھی کہتے ہیں۔

عذاب آ جائے گا تو نہ ٹلے گا:

۸: وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْھُمُ الْعَذَابَ (اور اگر ہم ان سے عذاب کو مؤخر کر لیں) عذاب سے آخرت کا عذاب مراد ہے یا یوم بدر کا عذاب اِلٰٓی اُمَّةٍ (ایک وقت) اوقات میں سے ایک مجموعہ وقت تک مَّعْدُوْدَةٍ (مقررہ تک) معلوم یا قلیل مطلب یہ ہے معلوم گھڑی تک لَّیَقُوْلُنَّ مَا یَحْبِسُهٗ (ضرور وہ کہیں گے کونسی چیز اس کو روکے ہوئے ہے) اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْھِمْ (خبردار جس دن وہ ان پر آن پہنچے گا) یعنی عذاب لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْھُمْ (وہ ان سے پھیرا نہ جائے گا) عذاب ان سے موڑا نہ جائے گا۔

نحو: یوم، مصروفاً کی وجہ سے منصوب ہے، تقدیر عبارت یہ ہے لیس العذاب مصروفا عنھم یوم یاتیھم جس دن ان پر عذاب اتر پڑے گا تو ٹالے سے بھی نہ ٹلے گا۔ وَحَاقَ بِھِمْ (اور ان کو گھیر لے گا) مَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ (جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے) وہ عذاب جس کو وہ جلد مانگتے تھے۔

نکتہ: یہاں یستھزء ون کو یستعجلون کی جگہ لایا گیا کیونکہ وہ جلدی آمد کا مطالبہ بطور استہزاء ہی کرتے تھے۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ⑨ وَلَئِنْ

اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت چکھا دیں، پھر ہم اسے اس سے چھین لیں تو وہ ناامید ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر

اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ

کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی ہم اسے نعمت چکھا دیں تو وہ کہتا ہے کہ میری ساری بدحالیاں دفع ہوگئیں بے شک وہ اترانے لگتا ہے

فَخُوْرٌ ⑩ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑪

شیخی بگھارتا ہے، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے صبر کو اختیار کیا اور نیک کام کرتے رہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے۔

عام انسانی مزاج ناشکرا اور نخریلا:

۹: وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ (اور اگر ہم انسان کو چکھائیں) انسان سے جنس انسان مراد ہے۔ مِنَّا رَحْمَةً (اپنی طرف سے رحمت) نعمت جو صحت و امن و مال کی قسم سے ہو۔ لئن میں لام تمہید قسم کیلئے ہے۔ ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ (پھر وہ اس سے کھینچ لیں) پھر وہ نعمت سلب کرلیں اور انّهٗ لَيَئُوْسٌ جواب قسم ہے۔ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ (بیشک وہ ناامید) وہ اس سے سخت مایوس ہو جاتا ہے کہ اس سلب کی ہوئی نعمت کی طرح نعمت اسکو ملے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور وسعت رحمت سے اپنی امیدیں توڑنے والا بنکر بے صبرا ہو جاتا ہے اور قضاء کو تسلیم نہیں کرتا۔ كَفُوْرٌ (بہت ناشکرا ہے) گزشتہ وقت میں اللہ تعالیٰ کی جس نعمت سے نفع اٹھاتا رہا اسکی سخت ناشکری کرنے والا اور اس کو بالکل بھلانے والا ہے۔

۱۰: وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ (اگر ہم اسے نعمتیں چکھائیں اس تکلیف کے بعد جس نے اس کو چھولیا) فقر موجود کے بعد نعمت میں وسعت کردیں۔ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ (تو ضرور کہنے لگے گا مجھ سے برائیاں دور ہوگئیں) سیئات سے وہ مصائب مراد ہیں جنہوں نے میری حالت کو بگاڑ دیا تھا۔ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ (بیشک وہ اترانے لگتا ہے) تکبر و شیخی فَخُوْرٌ (فخر کرنے والا) ان نعمتوں پر جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دی ہیں مگر اس کو فرح اور فخر شکر کرنے سے باز رکھتا ہے۔

۱۱: اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا (مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا) مشقت و مصیبت میں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (اور نیک عمل کرتے رہے) نعمتوں اور خوشحالی میں شکریہ ادا کیا۔ اُولٰۗئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ (ان لوگوں کے لئے مغفرت ہے) ان کے گناہوں سے وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ (اور بڑا اجر ہے) یعنی جنت

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ

سو کیا ایسا ہونے والا تو نہیں ہے کہ آپ ان احکام میں سے بعض احکام کو چھوڑ دیں جو آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں اور اس بات سے آپ کا دل تنگ ہو رہا ہے کہ وہ

اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

یوں کہہ رہے ہیں کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں کیا گیا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا، آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا اختیار

شَیْءٍ وَّكِيْلٌ ⑫ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا

رکھنے والا ہے۔ کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ اس نے خود سے بنالیا ہے، آپ فرمادیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں لے آؤ جو بنائی ہوئی ہوں اور اللہ کے سوا

مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑬ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا

جس کو بھی بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو، سو اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو یقین کر لو

اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ⑭

کہ یہ اللہ کے علم کے مطابق اتارا گیا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم اسلام قبول کرنے والے ہو۔

۱۲: کفار آپ سے آیات کا سوال کرتے مگر ہدایت کیلئے نہیں بلکہ ضد کی وجہ سے کیونکہ اگر وہ رشد و ہدایت کے طالب ہوتے تو لائی جانے والی آیات میں سے ایک بھی راہنمائی کے لئے کافی تھی۔ ان کے بے جا مطالبات میں سے ایک یہ تھا کہ اس کے پاس خزانہ کیوں نہیں یا اسکے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں وہ قرآن مجید کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ اس کے متعلق بتکلف سستی کا اظہار کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کا سینہ مبارک اس بات سے تنگی محسوس کرتا آپ پر وہ چیز ڈالی جارہی ہے۔ جس کو وہ قبول نہیں کرتے بلکہ اس سے ہنستے ہیں اس آیت میں آپ کو فریضہ رسالت کی ادائیگی پر آمادہ کیا گیا اور ان کے قرآن مجید کو مسترد کرنے کی بالکل پرواہ نہ کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ ان کے مطالبات جدیدہ اور استہزاء کو خاطر میں نہ لایئے۔

ان کے تکبر و حماقت کو نہ دیکھیں، وحی پہنچائیں:

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ (شاید کہ آپ چھوڑ بیٹھنے والے ہیں ان بعض چیزوں کو جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہیں) یعنی شاید کہ آپ چھوڑ بیٹھیں ان کی طرف ڈالنا اور پہنچانا ان آیات کا جو آپ پر اتاری جاتی ہیں اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ تردید کریں اور اس کے قبول کرنے میں سستی کر رہے ہیں۔ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ (اور آپ کے سینے میں اس سے تنگی ہوتی ہے) کہ وہ آیات ان کو پڑھ کر سنائیں۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ نے لعل فرمایا اور ضیق نہیں فرمایا بلکہ ضائق فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ تنگی ایک عارضہ ہے جو قائم رہنے والا نہیں؟ آپ ﷺ سینہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ وسیع تھے مگر یہ چھوڑنے جیسا معاملہ تھا اس لئے مشاکلت کیلئے تارک کا لفظ

بول دیا گیا۔ اَنْ یَّقُوْلُوْا (کہیں وہ یہ نہ کہیں) اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ کہنے لگیں۔ لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ (کہ وہ یوں کہہ رہے ہیں کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں کیا گیا) اس پر خزانہ کیوں نہ اترا جس کا ہم نے مطالبہ کیا تا کہ ہم خرچ کریں اور فرشتے ساتھ کیوں نہیں جو اسکی تصدیق کریں اس پر وہ قرآن کیوں اُتارا جارہا ہے جس کو ہم چاہتے نہیں اور نہ ہی ہم مطالبہ کرتے ہیں۔

اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِیْرٌ (بیشک آپ تو نذیر ہیں) یعنی آپ کے ذمہ کوئی الزام نہیں اگر وہ قرآن مجید کو رد کر دیں یا اس کے ماننے میں سستی دکھائیں۔ آپ کے ذمہ صرف ہماری وحی کو پہنچانا ہے۔ اور اس پیغام کو دینا ہے جس کے دینے کا آپ کو حکم دیا گیا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ (اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے) وہ ان کے اقوال کو محفوظ کرنے والا ہے اور اس کے مناسب ان سے سلوک کرے گا۔ آپ اسی پر بھروسہ کریں اور اپنا معاملہ اس کے حوالہ کر دیں۔ آپ کی ذمہ داری کھلے دل سے وسیع سینے کے ساتھ وحی کو پہنچانا ہے ان کے تکبر کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوں اور نہ حماقت و استہزاء کی پرواہ کریں۔

دس سورتوں سے چیلنج:

۱۳: اَمْ یَقُوْلُوْنَ (کیا وہ یہ کہتے ہیں) اَم منقطعہ ہے۔ افْتَرٰهُ (اس کو بنالیا ہے) ہٗ کی ضمیر وحی کی طرف جارہی ہے۔ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ (ان کو کہہ دو تم دس سورتیں لے آؤ) پہلے دس سورتوں سے ان کو چیلنج دیا پھر ایک سورت سے جیسا خط میں مقابلہ کرنے والا اپنے مقابل کو کہے دس سطر اس طرح کی لکھو جیسی میں نے لکھی ہیں۔ جب اس کا عجز معلوم ہو جاتا ہے تو پھر اسکو کہتا ہے میں تیرے متعلق ایک سطر پر اکتفاء کرتا ہوں کہ وہ تو لکھ کر دکھادے۔ دس نہ سہی۔

مِّثْلِهٖ (جو اسکی مثل ہو) حسن و خوبی میں اور مثلہ کا معنی امثالہ ہے ان میں سے ہر ایک مماثلت کی طرف بہت زیادہ جانے والی ہو۔ یعنی بہت مماثل ہو مُفْتَرَیٰتٍ (بنائی ہوئی) یہ عشر سور کی صفت ہے جب کفار نے یہ الزام لگایا کہ تم نے قرآن خود بنایا ہے اور اپنے ہاں سے گھڑلیا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی لگام ڈھیلی کر دی اور فرمایا فرض کرلو کہ میں نے اس کو اپنی طرف سے گھڑا ہے تو تم بھی اس جیسا کلام اپنی طرف سے گھڑ کر لے آؤ۔ تم بھی تو میرے جیسے فصیح عرب ہو۔ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور ان کو بلاؤ اللہ تعالیٰ کے سواء جن کو بلانے کی طاقت رکھتے ہو) تا کہ وہ معارضہ میں تمہاری معاونت کر سکیں۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ وہ من گھڑت ہے۔

۱۴: فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اگر وہ آپ کا چیلنج قبول نہ کریں تو یقین کرلو بیشک آپ پر اللہ تعالیٰ کے علم سے اتاری جارہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی معبود نہیں۔) یعنی وہ ایسی چیزوں کے ساتھ اتارا گیا جنکا علم سوائے باری تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں جیسے مخلوق کو عاجز کرنے والے الفاظ، غیب کی اطلاعات جنکی طرف معلومات کا بندوں کے پاس کوئی راستہ نہیں۔ اس وقت جان لو کہ اس کے سواء کوئی معبود حقیقی نہیں اور اس کو وحدہٗ لاشریک ماننا ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا ظلم عظیم ہے۔

نکتہ: اولاً خطاب انفرادی کیا اور پھر جمع لائے۔ وہ لکم، اعلموا اور شروع میں قل، درحقیقت جمع کے صیغہ عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا

جو شخص دنیا کو اور اسکی زینت کو چاہتا ہے ہم اس کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں پورا پورا دے دیں گے۔ اور اس میں

لَا يُبْخَسُوْنَ ⑮ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا

ان پر ظلم نہ ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور دنیا میں انہوں نے جو کچھ کیا ہے

صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑯ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ

وہ سب برباد ہو گیا۔ اور جو کچھ کرتے تھے وہ سب باطل ہو گیا۔ جو شخص قرآن پر قائم ہے جو اس کے رب کے پاس سے آیا ہے اور اس کے ساتھ

شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ

اسی میں سے گواہ بھی ہے اور اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی، کیا منکر آدمی اس کے برابر ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، اور

يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ

جماعتوں میں سے جو شخص اس کا منکر ہو سو دوزخ اسکی جگہ ہے، جس میں اس کے بھیجنے کا وعدہ ہے۔ سو اے مخاطب تو اس کے بارے میں شک میں نہ پڑ، بے شک وہ

مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑰

تیرے رب کی طرف سے حق ہے، اور لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔

کو ظاہر کرنے کیلئے یا رسول اللہ ﷺ اور ایمان والے ان کو بیان کرتے ہیں یا خطاب مشرکین کو ہے۔ ضمیر لم یستجیبو اور استطعتم جمع ہیں تو ان کی مناسبت سے دوسری ضمائر جمع لائی گئی ہیں۔ مطلب اس کا اس طرح ہوا کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سواء مدد کیلئے اور اپنی پشت پناہی کیلئے پکارتے ہو وہ اس مقابلہ میں مدد کیلئے تمہاری دعوت قبول نہ کریں کیونکہ ان کو اپنا عجز بخوبی معلوم ہے تو تم بھی جان لو کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے علم سے اتارا گیا ہے۔ اور علم سے یہاں اذن یا امر مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم و اذن سے اتارا گیا ہے۔

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (پھر تم کیوں مسلمان نہیں ہوتے ہو) اس قطعی دلیل کے بعد اسلام کی اتباع کیوں نہیں کرتے۔ جنہوں نے اس کا مخاطب مسلمانوں کو بنایا۔ تو ان کے ہاں معنی یہ ہوگا اے مسلمانو! تم اس علم پر قائم رہو۔ جس پر تم ہو اور اپنے یقین میں مزید اضافہ کرلو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اور توحید پر اور یقین پختہ کرو۔ اور فھل انتم مسلمون کا معنی یہ ہوگا کہ تم اخلاص کیوں اختیار نہیں کرتے یعنی پورا اخلاص اختیار کرو۔

طالب دنیا کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا:

۱۵: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ (جس شخص نے دنیا کی زندگی اور اسکی زینت کا ارادہ رکھا ہو ہم ان کو ان کے اعمال اس دنیا میں پورے دے دیں گے اور ان کے حق میں کمی نہ کی جائے گی) ہم ان کو ان کے اعمال کا اجر کامل ومکمل بلا کم وکاست دنیا میں دے دیں گے۔ یہ بدلہ صحت، رزق کی شکل میں ہے اور یہ کفار یا منافقین ہیں (جن کا بدلہ دنیا میں ہی چکا دیا جاتا ہے)

۱۶: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا (یہ وہ لوگ ہیں جنکے لئے آخرت میں آگ ہی ہے اور جو انہوں نے دنیا میں کیا وہ ضائع ہوگیا) جو انہوں نے کیا وہ آخرت میں ضائع ہوگیا یا ان کا عمل ضائع ہوگیا۔ یعنی ان کے عمل کا ثواب نہ ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے آخرت کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ بلاشبہ انہوں نے دنیا ہی کا ارادہ کیا اور وہ ان کو پورا پورا دے دیا گیا۔ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اور باطل ہوا وہ جو وہ کرتے رہے) یعنی ان کا عمل ذات کے لحاظ سے ہی باطل تھا کیونکہ اسکی غرض صحیح نہ تھی اور باطل عمل کا کوئی ثواب نہیں۔

۱۷: اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (کیا آیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو) کیا وہ جو دنیا کا ارادہ رکھتا ہو پھر وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو۔ یہ دونوں مرتبہ میں برابر تو کیا قریب بھی نہیں ہو سکتے۔ یعنی ان دونوں کے درمیان واضح فرق ہے۔ اَفَمَنْ سے وہ لوگ مراد ہیں جو یہود میں سے اسلام لائے۔ جیسا عبداللہ بن سلام وغیرہ وہ اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہے اس میں وضاحت ہے کہ دین اسلام برحق ہے اور رب کی طرف سے ہے اور یہ عقلی دلیل ہے۔ وَيَتْلُوْهُ (اور اس برہان کی اتباع کرتا اور پیچھے آتا ہے۔ شَاهِدٌ (ایک گواہ) جو اسکی صحت کا گواہ ہے اور یہ شاہد قرآن ہے۔ مِّنْهُ (اسکی طرف سے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا قرآن کی طرف سے (جس کو اوپر ذکر کیا) وَمِنْ قَبْلِهٖ (اور اس سے قبل) یعنی قرآن سے پہلے كِتٰبُ مُوْسٰى (موسیٰ علیہ السلام کی کتاب) ہے۔ وہ تورات ہے اور اس برہان کے پیچھے ہے قرآن مجید سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب اِمَامًا (مقتداء) جو دین میں قابل اقتداء اور نمونہ ہے۔ وَّرَحْمَةً (اور رحمت ہے) جنکی طرف اتارا گیا ان کے لئے عظیم نعمت ہے۔

نحو: یہ دونوں حال ہیں۔ اُولٰٓئِكَ (وہ) یعنی وہ جو بینہ ودلیل پر ہوں۔ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (وہ اسپر ایمان لانے والے ہیں) یعنی قرآن مجید پر وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ (اور جو آدمی انکار کرے اس کا) یعنی قرآن کا۔ مِنَ الْاَحْزَابِ (ان گروہوں میں سے) یعنی اہل مکہ اور جو ان کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف محاذ بنانے والے ہیں۔ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ (پس آگ اس کے وعدہ کی جگہ ہے) انجام، گھاٹ ہے۔ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ (پس تم مت پڑو شک میں) مریۃ شک کو کہتے ہیں۔ مِّنْهُ (اس کے متعلق) اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ (بے شک وہ برحق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں کرتے)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ؕ اُولٰٓئِکَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّھِمْ وَیَقُوْلُ

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا، یہ لوگ اپنے رب پر پیش کیے جائیں گے اور گواہی

الْاَشْھَادُ ھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ ۚ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۸﴾

دینے والے کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف نسبت کر کے جھوٹ بولا، خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے

الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَھَا عِوَجًا ؕ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ

جو اللہ کی راہ سے روکتے رہے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہے اور یہ لوگ آخرت کے

کٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِکَ لَمْ یَکُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَمَا کَانَ لَھُمْ مِّنْ

منکر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو زمین میں عاجز کرنیوالے نہ تھے اور اللہ کے سوا ان کا

دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ۘ یُضٰعَفُ لَھُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا کَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا

کوئی مدد گار نہیں ہے۔ ان کو دوہرا عذاب کر دیا جائے گا، یہ لوگ سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور نہ

کَانُوْا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ وَضَلَّ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا

دیکھتے تھے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں کو برباد کر بیٹھے اور جو کچھ انہوں نے جھوٹ بنایا تھا وہ سب

یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ ھُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

غائب ہو گیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں ہوں گے، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل

الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰی رَبِّھِمْ ۙ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ

کیے اور اپنے رب کی طرف جھکے یہ لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ دونوں فریق کی

الْفَرِیْقَیْنِ کَالْاَعْمٰی وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِیْرِ وَالسَّمِیْعِ ؕ ھَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ع

مثال ایسی ہے جیسا اندھا ہو اور بہرا ہو، اور دیکھنے والا ہو اور سننے والا ہو، کیا دونوں حالت کے اعتبار سے برابر ہوں گے؟ کیا تم نہیں سمجھتے!

مفتری آخرت میں دوگنا عذاب کا شکار ہوگا اور خسارہ پائے گا:

۱۸: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اُولٰٓئِکَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّھِمْ (اور کون بڑا ظالم ہے اس سے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ان لوگوں کو اپنے رب کے ہاں پیش کیا جائے گا) موقف میں ان کو روک لیا جائے گا اور ان کے اعمال

پیش کیے جائیں گے۔وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ (گواہ کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا) ان پر گواہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام گواہی دیں گے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والے ہیں کہ اس کے متعلق کہتے رہے کہ اس نے بیٹا اور شریک بنالیا ہے۔اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (خبردار اللہ تعالیٰ کی ظالموں پر لعنت ہو) جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والے ہیں۔الاشھاد جمع شاہد ہے جیسے اصحاب جمع صاحب یا شہید و اشہاد شریف و اشراف۔

۱۹: الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے رہے) لوگوں کو اس کے دین سے پھیرتے رہے۔ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا (اور اس میں ٹیڑھ تلاش کرتے رہے) نمبرا۔اس کو ٹیڑھا بتلاتے رہے حالانکہ وہ سیدھا راستہ ہے یا۔نمبر۲۔ اس راستے پر چلنے والوں کے متعلق ارتداد کی کوشش کرتے رہے۔وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے تھے) دوسرا هم تاکید کیلئے لائے تاکہ ان کا آخرت کے متعلق انکار اور خاص طور پر اس عقیدے کا انکار خوب ثابت ہو جائے۔

۲۰: اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا (یہ لوگ نہیں ہیں) یعنی نہیں تھے۔مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ (زمین میں عاجز کرنے والے نہ تھے) دنیا میں اللہ کو عاجز کرنے والے نہ تھے کہ اگر وہ ان کو سزا دینا چاہے تو سزا دے (اور یہ اس سے بھاگ جائیں) وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ (اور نہیں تھا ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی کارساز) جو ان کی دوستی اختیار کر کے اللہ تعالیٰ سے ان کا بدلہ لے۔اور اسکی پکڑ سے ان کو محفوظ کرلے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو مہلت دینا چاہی اور اس دن تک عذاب کو مؤخر کردیا۔یہ گواہوں کا کلام ہے۔يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ (ان کو دوگنا عذاب دیا جائے گا) کیونکہ انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے گمراہ کیا۔

قراءت: مکی وشامی نے يُضَعَّفُ پڑھا ہے۔مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ (وہ سننے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔) یعنی حق بات سننے کی وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ (اور نہ وہ دیکھتے تھے) حق کو۔

۲۱: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (ان لوگوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا) اس طرح کہ غیر اللہ کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے مقابلہ میں خریدلیا۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ (اور ان سے گم ہوگئے) باطل ہوگئے اور ضائع ہوگیا وہ جس کو انہوں نے خریدا اور وہ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (وہ چیز ہے جس کو وہ باندھا کرتے تھے) یعنی معبود اور ان کی شفاعت

۲۲: لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ (یقیناً وہ آخرت میں وہی نقصان اٹھانے والے ہیں) روکنے اور رکنے کی وجہ سے۔لاجرم میں کئی اقوال ہیں نمبرا۔لا سابقہ کلام کی تردید کیلئے ہے۔مطلب یہ ہے لیس الامر کما زعموا۔ معاملہ اس طرح نہیں جیسا انہوں نے گمان کیا اور جرم کا معنی کسب ہے (کمایا) اس کا فاعل ضمیر ہے اور انهم یہ محل نصب میں ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے ان کے قول کی کمائی آخرت کا خسارہ ہے۔نمبر۲۔لاجرم یہ مرکب ہے۔اس کا معنی حقًا ہے۔انهم میں اَنّ محل رفع میں حق کا فاعل ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے۔حق خسرانهم۔ان کا خسارہ ثابت ہے۔نمبر۳۔لاجرم کا معنی بہرصورت اور بہرطور ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٥﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا انہوں نے کہا کہ میں تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو،

اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٦﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

بلاشبہ میں تمہارے بارے میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں، اس پر سرداروں نے کہا جو کافر تھے

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِىَ

کہ ہم تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھ رہے ہیں اور جو لوگ تمہارا اتباع کرنے والے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ ہم میں رذیل ترین لوگ ہیں جو سرسری رائے میں

الرَّاْىِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾

تمہارے ساتھ ہوئے ہیں۔ اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں،

مؤمنوں کو جنت ملے گی:

۲۳: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ (بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے اور رجوع کیا اپنے رب کی طرف) اخبتوا کا معنی اسکی طرف مطمئن ہوا اور اسکی عبادت خشوع و تواضع کے ساتھ یکسوئی سے کی۔ یہ الخبت سے لیا گیا اور وہ نرم پست زمین کو کہتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں)

مؤمن و کافر کی مثال:

۲۴: مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ (دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے اور سننے والے جیسی ہے) کافروں کو اعمٰی اور اصم سے تشبیہ دی۔ جبکہ ایمان والے فریق کو سمیع اور بصیر سے۔ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ (کیا یہ دونوں برابر ہیں) یہ فریقین مَثَلًا (مثال وحالت میں) مشابہت میں۔

نحو: یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے) کہ مثال بیان کرنے سے فائدہ اٹھاتے۔

دعوت نوح علیہ السلام:

۲۵: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (تحقیق ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (انہوں نے قوم کو خطاب کر کے فرمایا) بیشک میں تمہارے لئے کھلا ڈرانے والا ہوں) اِنِّىْٓ اصل میں بِاَنِّىْ ہے اسلئے کہ مطلب اس

طرح ہوا۔ہم نے ان کو بھیجا کہ وہ کہہ رہے تھے۔ انی لکم نذیر مبین۔اِنِّیْ یہ کسرہ کے ساتھ ہے۔جب حرف جار اس کے ساتھ مل گیا تو کانّ کی طرح اس کو مفتوح پڑھیں گے اَنِّیْ۔

قراءت: شامی، نافع اور عاصم، حمزہ وعلی نے کسرہ کے ساتھ پڑھا۔قال کا قول قرار دیکر۔

۲۶: اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ (تم نہ عبادت کرو مگر اللہ تعالیٰ ہی کی) اَنْ مفسرہ ہے۔اور نمبرا۔ارسلنا کے متعلق ہے۔نمبر۲۔نذیر کے متعلق ہے۔اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ (مجھے ڈر ہے تمہارے متعلق دردناک دن کے عذاب کا) یوم کی صفت الیم لائی گئی اس میں اسناد مجازی ہے۔کیونکہ دکھ اس دن میں واقع ہوا۔

۲۷: فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ (پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا) ملاء سے مراد سرداران قوم ہیں کیونکہ ان کی ہیبت سے دل بھر جاتے اور مجالس پر ہو جاتیں۔نمبر۲۔ان کو ملاء۔اس لئے کہا کیونکہ وہ خیالات سے بھرے ہوتے تھے۔درست آراء سے مَانَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا (ہم تمہیں اپنے جیسا انسان خیال کرتے ہیں) انکا مقصد یہ تھا کہ پیغمبر کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ فرشتہ ہو یا بادشاہ ہو۔وَمَانَرٰکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ ھُمْ اَرَاذِلُنَا (اور ہم نہیں دیکھتے تجھے مگر کہ تیری اتباع ان لوگوں نے کی ہے جو ہم سے رذیل ہیں) کم درجہ حقیر جمع ارذل۔

دُنیا پرستوں کی رائے میں مسلمان تدبر سے خالی ہیں:

بَادِیَ الرَّاْیِ (ظاہر رائے والے) بادی کو ابوعمرو نے ہمزہ سے پڑھا الرای کو بلا ہمزہ پڑھا۔مطلب یہ ہے نمبرا۔تیری اتباع ظاہر رائے والوں نے کی۔نمبر۲۔ابتدائی رائے والوں نے کی یہ بادی بدا، یبدو، اذا ظھر سے لیا جائے۔یا بدء یبدء جب کہ کسی چیز کو ابتداء سے کیا جائے۔

نحو: یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔اسکی اصل یہ ہے وقت حدوث ظاہر رایہم۔ان کی ظاہری رائے کے سامنے آنے کے وقت یا ان کی پہلی رائے۔پس مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام رکھ دیا۔مقصد اس بات کا یہ تھا کہ تیری اتباع انہوں نے بلا سوچے سمجھے اور غور و تدبر کئے سرسری طور پر کر لی ہے۔اگر وہ سوچتے تو تیری اتباع نہ کرتے۔درحقیقت انہوں نے ایمان والوں کو اسلئے رذیل قرار دیا کیونکہ وہ غریب اور اسباب دنیویہ میں ان سے کم تھے۔کفار اپنی جہالت کی وجہ سے دنیا کو اپنا قبلہ مقصود سمجھتے تھے۔ان کے نزدیک معزز وہ تھا جس کے پاس مال ہو، جیسا کہ اس دور میں اسلام میں اشتباہ رکھنے والے لوگ خیال کرتے ہیں حالانکہ ان کو غلطی لگی کیونکہ دنیا میں ترقی کسی کو اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں کر سکتی۔بلکہ دور کرتی ہے۔بلند نہیں کرتی بلکہ گراتی ہے۔

وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ (ہم نہیں دیکھتے تم میں اپنے اوپر کوئی بزرگی) مال میں اور رائے میں کُمْ سے نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین مراد ہیں۔بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ (بلکہ ہم تمہیں جھوٹا گمان کرتے ہیں) یعنی نوح علیہ السلام کو دعوت میں۔اور ان کے متبعین کو تصدیق میں۔یعنی تم نے دعوت و اجابت میں ایک دوسرے کی موافقت حکومت حاصل کرنے کیلئے کی ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتٰىنِىْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ

انہوں نے جواب میں کہا کہ اے میری قوم بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو پھر وہ تم کو دکھائی

عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ

نہ دیتی ہو تو کیا ہم اسے تم پر چپکا دیں گے حالانکہ تم اس سے نفرت کرنے والے ہو حالانکہ تم اسے برا جان رہے ہو اور اے میری قوم میں تم سے اس پر کوئی مال طلب نہیں کرتا

اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّىْۤ

میرا اجر صرف اللہ ہی پر ہے اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں میں انکو ہٹانے والا نہیں ہوں۔ بیشک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں، لیکن میں

اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا

تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم جہالت کر رہے ہو اور اے میری قوم اگر میں ان کو ہٹادوں تو مجھے اللہ کے مؤاخذہ سے کون بچائے گا۔ کیا تم

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّىْ

نہیں سمجھتے ہو؟ اور میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں غیب کو نہیں جانتا میں یہ نہیں کہتا کہ میں

مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِىْۤ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ

فرشتہ ہوں اور جن لوگوں کو تمہاری آنکھیں حقارت کے ساتھ دیکھ رہی ہیں میں ان کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ ہرگز انہیں خیر عطا نہ فرمائے گا جو کچھ ان کے دلوں میں

بِمَا فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّىْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ہے۔ اللہ خوب جاننے والا ہے اگر میں ایسا کروں تو میں بیشک ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔

۲۸: قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ (کہا اے میری قوم تم مجھے بتلاؤ) خبر دو اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ (اگر میں ہوں دلیل پر) مِّنْ رَّبِّىْ (اپنے رب کی طرف سے) اور اسکی طرف سے ایک گواہ بھی اسکی شہادت دیتا ہے کہ میں اپنے دعویٰ میں سچا ہوں۔ وَاٰتٰىنِىْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ (اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت دی ہے۔) اور رحمت سے مراد نبوت ہے۔ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ (پس وہ تم پر مخفی کردی گئی) یعنی مخفی رہے تم پر۔

قراءت: حمزہ، علی و حفص کی قراءت یہ ہے اور عَمِيَتْ، نافع، ابن کثیر ابن عامر کی قراءت میں ہے۔

مطلب یہ ہے تم پر دلیل مخفی ہوگئی اور اس دلیل نے تمہاری راہنمائی نہیں کی۔ جیسا کہ اگر قوم کا راہنما چھپ جائے تو وہ جنگل میں بغیر ہادی کے پڑے رہتے ہیں۔ اسکی حقیقت یہ ہے کہ دلیل جسطرح دیکھی جانیوالی اور سامنے کی چیز ہے۔ اسی طرح اندھی اور پوشیدہ بھی ہے۔ کیونکہ اندھا راہ پا نہیں سکتا اور نہ غیر کی راہنمائی کرسکتا ہے۔ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ (کیا وہ تمہارے

سرتھوپ دیں اس حال میں کہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو) ھا سے مراد رحمت ہے۔ کارھون کا معنی تم چاہتے نہیں ہو۔ اس میں واؤ میم کی تکمیل کیلئے لائی گئی ہے۔

قراءت: ابوعمرو نے سکون میم سے پڑھا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حرکت اختلاس وتخفیف کے طور پر ہوتی ہے۔ مگر راوی نے اس کو سکون خیال کیا۔ حالانکہ سکون کی صورت میں یہ لحن بن جاتی ہے۔ کیونکہ حرکت اعرابیہ ضرورت شعری میں ڈالی جاتی ہے۔

۲۹: وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ (اور اے میری قوم میں تم سے اس پر نہیں مانگتا) تبلیغ رسالت پر۔ کیونکہ انی لکم نذیر کا مدلول یہی ہے۔ مَالًا (مال) یعنی بدلہ جس کی ادائیگی تم پر گراں ہو رہی ہو۔ اگر تم ادا کر دیا مجھ پر اگر تم انکار کرو۔ اِنْ اَجْرِیَ (نہیں ہے میری مزدوری)

قراءت: مدنی، شامی، ابوعمرو، حفص نے نصب یا سے پڑھا ہے۔

اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (مگر اللہ تعالیٰ پر اور میں ان لوگوں کو ہٹانے والا نہیں ہوں جو ایمان لائے ہیں) یہ کفار کے اس مطالبے کا جواب ہے کہ ان غرباء کے ساتھ ہم نہیں بیٹھ سکتے ان کو نکال دو تو تب تمہارے پاس بیٹھیں گے تو ان کے جواب میں فرمایا مَآ اَنَا (الایۃ) وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ (لیکن میں تمہیں جاہل قوم خیال کرتا ہوں) تم مسلمانوں پر بیوقوفی کا الزام دھرتے اور ان کو رذیل کہہ کر پکارتے ہو یا تم اپنے رب کی ملاقات سے جاہل و بے خبر ہو۔ یا اس سے تم جاہل ہو کہ وہ تم سے بہت بہتر ہیں۔

۳۰: وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ (اے میری قوم کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کیلئے) یعنی اس کے انتقام سے کون بچائے گا۔ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (اگر میں نے ان کو اپنے ہاں سے نکال دیا کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے ہو) تذکرہ کا معنی وعظ ونصیحت حاصل کرنا۔

۳۱: وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ (اور نہ میں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں) کہ مالداری کی وجہ سے تم پر مالداری کا دعوٰی کروں یہاں تک کہ تم یہ کہہ کر میری فضیلت کا انکار کرو۔ مانری لکم علینا من فضل (ھود۔۲۷) (ہم تم میں اپنے سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں دیکھتے) وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (اور نہ میں غیب جانتا ہوں) یہاں تک کہ مجھے اطلاع ہو جائے دلوں کے اندر اور نفوس میں جو میری اتباع ہے۔ (تمہارے ظاہر کرنے سے معلوم ہوگی) اس کا عطف عندی خزائن اللّٰہ پر ہے۔ ای لا اقول عندی خزائن اللہ ولا اقول انا اعلم الغیب، وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ (نہ میں کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں) یہاں تک کہ تمہیں کہنا پڑے کہ تو تو ہمارے جیسا انسان ہے ماانت الا بشر مثلنا [الشعراء:۱۵۴] وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ (اور نہ میں کہتا ہوں ان لوگوں کو جن کو تمہاری آنکھیں حقیر قرار دیتی ہیں) میں حکم نہیں لگاتا ان ایمان والوں پر جن کو تم فقر کی وجہ سے حقیر قرار دیتے ہو لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا (کہ ہرگز اللہ تعالیٰ ان کو کوئی بھلائی نہ دے گا) دنیا اور آخرت میں اس کے ہاں ذلیل ہونے کی وجہ سے اور تمہاری معاونت اور تمہاری خواہشات کی مطابقت کرتے ہوئے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو ان کے دلوں میں ہے) سچا اعتقاد، بیشک میرے ذمہ تو ظاہری اقرار کو قبول کرنا ہے کیونکہ میں

قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۳۲

وہ کہنے لگے کہ اے نوح تم ہم سے جھگڑے اور تم نے ہم سے زیادہ جھگڑا کر لیا۔ لہٰذا ہمارے پاس وہ لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے ہو۔

قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۳۳ وَلَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْٓ

نوح نے جواب دیا کہ اس چیز کو تمہارے پاس اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے، اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور میری خیر خواہی تمہیں فائدہ نہیں دے سکتی

اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَیْهِ

اگر میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ کروں اگر اللہ کا یہ ارادہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کرے، وہ تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ؕ ۳۴

لوٹائے جاؤ گے۔

ان کے مخفی اسرار کی اطلاع نہیں پا سکتا۔ اِنِّیْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ (بیشک میں اس وقت ہو جاؤنگا ظالموں میں سے) اگر میں ان میں سے کوئی چیز اپنے متعلق کہوں۔ الازدراء یہ زری علیہ سے باب افتعال ہے اس کے معنی عیب لگانا ہے اور اس کا اصل تزتری ہے تا کو دال سے بدل دیا گیا ہے۔

۳۲: قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا (انہوں نے کہا اے نوح تو نے ہم سے مجادلہ کیا) ہم سے مخاصمت کی فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ (تو نے ہم سے بہت جھگڑا کیا پس تو لے آ جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے) یعنی عذاب اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (اگر تو سچا ہے) اپنے وعدے میں۔

۳۳: قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ (کہا بیشک وہ اللہ تعالیٰ تم پر لائیں گے اگر وہ چاہیں گے) عذاب لانا میرے اختیار میں نہیں۔ وہ اس کے اختیار میں ہے جس کا تم انکار کرتے ہو۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ (اور تم اسکو عاجز کرنے والے نہیں ہو) یعنی تم اس سے کہیں بھاگ نہیں سکتے۔

۳۴: وَ لَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْٓ (اور تمہیں میری نصیحت فائدہ نہ دے گی) اس میں گمراہی کے مقام کی نشاندہی کی گئی تا کہ اس سے بچا جائے اور رشد کی راہنمائی کی گئی تا کہ اسکی پیروی کی جائے

قراءت: ابو عمرو اور مدنی نے ولکنّیَ، اِنِّیَ نُصْحِیَ پڑھا ہے۔

اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ۔ (اگر چہ میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ کروں اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے گمراہ کرنے کا ہو) یغویکم کا معنی گمراہ کرنا ہے۔

یہ شرط شرط پر داخل ہے۔ پس دوسری شرط حکم میں مقدم ہوگی جیسا کہ معروف و معلوم ہے تقدیر عبارت یہ ہے ان کان یرید

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ ﴿٣٥﴾ ع ۳ | ۱۱ | ۴

کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو اپنے پاس سے بنالیا۔ آپ فرما دیجئے اگر میں نے اس کو اپنے پاس سے بنالیا ہے تو مجھ ہی پر اسکا جرم ہے اور میں اس سے بری ہوں جو جرم تم کرتے ہو۔

ان یغویکم لاینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ کرنا چاہیں تو میری نصیحت تمہارے کچھ کام نہیں آسکتی خواہ میں تمہاری خیرخواہی کا ارادہ کروں (کیونکہ و اللہ غالب علی امرہ ،لا معقب لحکمہ)

نکتہ: ارادہ معاصی کے متعلق یہ ہماری واضح دلیل ہے۔

هُوَ رَبُّكُمْ (وہ تمہارا رب ہے) پس وہ تم میں اپنے ارادہ کے فیصلہ کے مطابق تصرف کرتے ہیں وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا) پس وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دے گا۔

۳۵: أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ (کیا وہ کہتے ہیں اس کو گھڑ لیا ہے) اَمْ ،ھَلْ کے معنی میں ہے ہمزہ استفہام کا محذوف ہے، بلکہ کیا وہ کہتے ہیں اس کو گھڑ لیا ہے۔ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي (کہہ دیں اگر میں نے اس کو گھڑا ہے تو مجھ پر میرا جرم) یعنی اگر صحیح ہے کہ میں نے افتراء کیا ہے تو مجھ پر میرے جرم کی سزا ہے یعنی افتراء کی۔ کہا جاتا ہے: اجرم الرجل، اذا اذنب۔ جب وہ گناہ کرے۔ وَأَنَا بَرِيءٌ (اور میں بری ہوں) یعنی یہ بات ثابت نہیں اور میں اس سے بریٔ الذمہ ہوں مِّمَّا تُجْرِمُونَ تمہارے اس جرم سے کہ میری طرف افتراء کی نسبت کرتے ہو۔ پس تمہاری دشمنی اور اعراض کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ بلاشبہ تمہاری قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ اور کوئی شخص ہرگز ایمان نہ لائے گا سو یہ لوگ جو کام کرتے تھے آپ انکی

كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝۳۶ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ

وجہ سے رنجیدہ نہ ہوں، اور ہمارے حکم سے کشتی بنا لیجئے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے خطاب

ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝۳۷ وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا

نہ کرنا، بلاشبہ یہ لوگ غرق کیے جانے والے ہیں۔ اور وہ کشتی بنا رہے تھے اور جب انکی قوم کے سردار ان پر گزرتے تھے تو ان سے ہنسی کرتے

مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝۳۸ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

تھے، وہ جواب دیتے تھے کہ اگر تم ہم پر ہنس رہے ہو تو بلاشبہ ہم تم پر ہنسیں گے جیسا کہ تم ہنسی کر رہے ہو، سو عنقریب تم جان لو گے

مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۝۳۹

کہ کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔

ان کے ایمان کی توقع نہ کریں:

۳۶: وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ (اور نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ ہرگز تمہاری قوم میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا) ان کے ایمان سے نا امیدی کا اظہار کیا گیا اور اس بات کا بھی کہ ان کے ایمان کی توقع چھوڑ دیں۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ ایمان کیلئے تجدد کا حکم ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ بیشک جو ایمان لایا ہے وہ ایمان لاتا ہے نئے وقت میں اور ایمان بالقرآن میں جس اضافہ کا ذکر ہے اسکا مطلب بھی تجدید ایمان اور پختگی ایمان لیا جائے گا۔ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ (پس تو رنجیدہ نہ ہو جو کچھ وہ کر رہے ہیں) تو غمزدہ پریشان کی طرح غمزدہ نہ ہو۔ الابتیاس یہ البؤس سے افتعال ہے۔ اس کا معنی غم و فقر ہے۔ اب آیت کا یہ مطلب ہوا۔ انہوں نے تیری جو تکذیب کی ہے اس پر غمزدہ نہ ہو اور جو تمہیں تکلیف پہنچائی اس پر رنجیدہ نہ ہو، تیرے دشمنوں سے انتقام لے گا۔

کشتی بناؤ:

۳۷: وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا (تو ہماری نگرانی میں کشتی بنا) یہ موضع حال میں ہے۔ یعنی اس کو بنا اس حال میں کہ وہ محفوظ ہو۔ اور حقیقۃً یہ ملتبسا باعیننا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ نگران مقرر تھے جو اس بات کی نگرانی کرتے تھے کہ اس

کی بناوٹ میں کوئی خرابی پیدا نہ ہونے پائے۔ وَوَحْيِنَا (اور ہماری وحی سے) پس ہم تیری طرف وحی کو الہام کرتے ہیں کہ تم نے کس طرح اس کام کو انجام دینا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہیں کشتی کی صنعت معلوم نہ تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ پرندے کے سینے کی طرح۔

وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (اور مت مجھے خطاب کرنا ان لوگوں کے متعلق جو ظالم ہیں) اپنی قوم کی حالت کے متعلق تم مجھے نہ پکارنا اور نہ عذاب کے دور کرنے کی شفاعت کرنا۔ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (بیشک ان کو ہم ڈبوئیں گے) ان پر غرق کا حکم لگ چکا اور فیصلہ ہو چکا۔ قلم خشک ہو چکے اب اس کے رکنے کا کوئی راستہ نہیں۔

۳۸: وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ (وہ کشتی بنا رہے تھے) ماضی کی حالت کو بیان کیا گیا ہے۔ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ (جب بھی ان کے پاس سے ان کی قوم کے سردار گزرتے تو ان سے وہ تمسخر کرتے) کشتی بنانے پر وہ پانی سے دور جنگل میں بنا رہے تھے۔ پس وہ ان پر ہنستے اور کہتے اے نوح! تو پیغمبر بننے کے بعد بڑھئی بن گیا ہے۔ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ (نوح علیہ السلام کہتے ہیں اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو ہم بھی تم سے مذاق کریں گے) جب تمہاری ہلاکت کو دیکھیں گے كَمَا تَسْخَرُوْنَ (جیسا تم مذاق اڑاتے ہو) ہمارا کشتی بنانا دیکھ کر۔

کشتی نوح، عرض و طول:

روایت میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے ساج کی لکڑی سے دو سال میں کشتی تیار کی۔ اسکی لمبائی تین سو ہاتھ تھی یا ۱۲۰۰ ہاتھ اسکی چوڑائی ۵۰ ہاتھ یا ۶۰۰ ہاتھ۔ بلندی ۳۰ ہاتھ، اس کے تین طبقات بنائے۔ سب سے نچلے حصے میں وحشی جانور، درندے، حشرات الارض۔ درمیانے طبقے میں چوپائے، پالتو جانور، تیسری بالائی منزل میں نوح علیہ السلام بمع ایمان والوں کے اور زادِ راہ سمیت سوار ہوئے اور آدم علیہ السلام کا جسد بھی ساتھ لیا اور اس کو مردوں اور عورتوں کے درمیان روک بنا دیا۔

۳۹: فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ (اور عنقریب تم جان لو گے کہ جس کے پاس عذاب آئیگا) تعلمون کی وجہ سے من یاتیہ محل نصب میں ہے۔ ای فسوف تعلمون الذی یا تیہ۔ عنقریب تم جان لو گے اس کو جس پر عذاب آئے گا۔ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ عذاب اس کو رسواء کر دے گا۔ یعنی ان کو عذاب غرق سے دنیا میں رسوا کر دے گا۔ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ (اور اس پر اتر پڑے گا) نازل ہوگا۔ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (قائم رہنے والا عذاب) اور وہ عذاب آخرت ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور سے پانی ابلنے لگا تو ہم نے کہا اس کشتی میں ایک ایک نر ایک ایک مادہ (یعنی ہر جنس سے دو عدد) سوار کر دو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر دو

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ۞ ۴۰ وَقَالَ ارْكَبُوْا

سوائے اس کے جس کے بارے پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے، اور ان لوگوں کو بھی سوار کر لو جو ایمان لائے ہیں اور انکے ساتھ کم آدمی ایمان لائے، اور نوح نے کہا کہ آمیں

فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۞ ۴۱ وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ

سوار ہو جاؤ۔ اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا، بلاشبہ میرا رب بالیقین بخشنے والا ہے۔ مہربان ہے۔ اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑوں جیسی

فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰی نُوْحُ ۨابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا

موجوں میں چلنے لگی اور نوح نے اپنے بیٹے کو آواز دی اور وہ الگ ہٹا ہوا تھا کہ اے میرے چھوٹے سے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ

وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ۞ ۴۲ قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا

اور کافروں کے ساتھ مت ہو، وہ کہنے لگا کہ میں عنقریب کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا، نوح نے جواب دیا کہ آج

عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ۞ ۴۳

اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں مگر وہی جس پر وہی رحم فرمائے اور ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی۔ سو وہ غرق کیے جانے والوں میں سے ہو گیا۔

۴۰: حَتّٰۤی (یہاں تک کہ) نحوی: یہ ابتداء کلام میں آتا ہے۔ یہ شرط و جزاء والے جملے پر داخل ہوتا ہے۔ یصنع الفلك کی غایت ہے یعنی وہ کشتی بناتے رہے یہاں تک کہ وہ وعدہ کا وقت آ گیا۔ درمیان والا کلام یصنع سے حال ہے یعنی یصنعها والحال انه كلما مر علیه ملاء من قومه سخروا منه آپ کشتی بنا رہے تھے حالت یہ تھی کہ جب بھی آپ کی قوم کے سردار آپ کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ سے مذاق کرتے۔ اور کلما کا جواب سخروا ہے اور قال یہ جملہ مستانفہ ہے اس کو سوال مقدر کے جواب میں لایا گیا ہے۔ یا قال سخروا کے جواب میں ہے۔ اور سخروا یہ مَرَّ کا بدل ہے یا ملاء کی صفت ہے۔

عذاب آن پہنچا:

اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا (جب ہمارا حکم آ گیا) امر سے عذاب مراد ہے۔ وَفَارَ التَّنُّوْرُ (اور تنور نے جوش مارا) یہ معاملے کی سختی اور صعوبت سے کنایہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ روٹی کے تنور سے پانی نے جوش مارا۔ یہ پتھروں کا تنور تھا جس کو حواء نے بنایا تھا۔ اس زمانہ سے نوح علیہ السلام تک پہنچا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تنور، سطح زمین کو کہتے ہیں۔ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا (ہم نے کہا اس میں سوار کرو) یعنی کشتی میں مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ (ہر جوڑے میں سے دو دو) اسکی تفسیر سورۃ المومنون میں ہے۔

وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ (اور اپنے اہل کو مگر وہ جنکے بارے میں بات پہلے کہی جا چکی) اس کا عطف اثنین پر ہے اور اسی طرح ومن اٰمن کا بھی وَمَنْ اٰمَنَ (اور وہ جو ایمان لائے)۔یعنی سوار کرو تم اپنے اہل کو اور غیر میں سے ایمان والوں کو اہل سے من سبق علیہ القول کو مستثنیٰ کر دیا۔اس لئے کہ وہ اہل نار میں سے ہے اور اس کے متعلق بات پہلے اس لئے کہہ دی کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق جانتے ہیں کہ وہ کفر کو اپنے ارادہ وتقدیر سے اختیار کریں گے اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے۔کہ کائنات میں اس کے ارادہ کے خلاف کوئی چیز وقوع پذیر ہو۔

وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ (اور ان پر ایمان نہ لائے مگر بہت قلیل) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کی تعداد آٹھ تھی۔نوح اور ان کے گھر والے،ان کے تین بیٹے اور ان کی بیویاں (یہ روایت مرفوعا ثابت نہیں ہے۔ابن حجر) ایک قول یہ ہے وہ دس تھے پانچ مرد اور پانچ عورتیں۔نمبر۳۔ایک قول بہتر مرد اور عورتیں اور اولاد نوح علیہ السلام سام حام،یافث اور ان کی بیویاں اس طرح کل تعداد ۷۸ ہوگئی آدھے مرد اور آدھی عورتیں۔

کشتی میں سواری کی دعا:

۴۱: وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا (کہا تم اس پر سوار ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کا چلنا اور رکنا ہے) بسم اللہ،ارکبوا سے متصل ہے۔واؤ سے حال ہے۔یعنی تم اس میں سوار ہو جاؤ اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے والے ہو۔یا اس حال میں کہ اس کے چلانے اور ٹھہرانے کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے والے ہو۔اس وجہ سے کہ المجری،المرسی اسماء ظروف ہیں اور وقت کا معنی دیتے ہیں یا اس لئے کہ یہ دونوں مصدر میمی ہیں جیسا اجراء وارساء اور ان کا مضاف وقت کا لفظ حذف کر دیا جیسا کہتے ہیں:خفوق النجم ای وقت خفوق النجم۔

یہ بھی درست ہے کہ بسم اللّٰہ مجرٖھا و مرسٰھابذات خود جملہ ہو ماقبل سے متعلق نہ ہو بلکہ مبتداء خبر ہو۔مطلب یہ ہے کہ نوح علیہ السلام نے ان کو سوار ہونے کا حکم دیا پھر ان کو بتلایا کہ ان کا چلنا اور رکنا اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے ہے۔ای بسم اللّٰہ اجراء ھا وارساؤ ھا چنانچہ جب کشتی چلاتے تو کہتے باسم اللہ کشتی چل پڑتی اور کھڑا کرنا چاہتے تو باسم اللہ کہتے کشتی لنگر انداز ہو جاتی۔

قراءت: مجرٖھا میم مفتوح اور راء مکسور ہے یہ جری سے ہے یا مصدر ہے یا وقت محذوف ہے یہ حمزہ،علی،حفص نے پڑھا ہے۔

اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے) ان کے لئے جو مخلصانہ ایمان لانے والے ہیں۔

۴۲: وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ (وہ کشتی ان کو لیکر چل رہی تھی) یہ فعل محذوف سے متصل ہے۔اس پر ارکبوا فیھا باسم اللّٰہ دلالت کر رہا ہے۔گویا عبارت اس طرح ہے۔فرکبوا فیھا یقولون بسم اللّٰہ وھی تجری بھم ای السفینۃ وھم فیھا۔پس وہ اس میں بسم اللہ کہتے ہوئے سوار ہو گئے وہ کشتی ان کو لیکر چل پڑی اس حال میں کہ وہ کشتی میں تھے۔

فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ (ایسی موجوں میں جو پہاڑوں جیسی تھیں) اس سے مراد طوفان کی موجیں ہیں۔موج جمع موجہ ہے جیسا تمر جمع تمرۃ۔موج اس پانی کو کہتے ہیں جو تیز ہواؤں کے پانی کے اندر داخل ہونے سے اضطراب کے وقت بلند ہو۔بلندی اور

تہہ تہہ مل جانے کی وجہ سے ہر موج کو پہاڑ سے تشبیہ دی ہے۔

بیٹے سے گفتگو:

وَنَادٰی نُوْحُ ۣابْنَهٗ (اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو آواز دی) کنعان بعض نے کہا یام۔ جمہور کے ہاں یہ آپ کا صلبی بیٹا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی بیوی کا سابقہ خاوند سے بیٹا تھا۔ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ (وہ الگ تھلگ مقام میں تھا) اپنے والد اور کشتی سے۔ معزل یہ مفعل کا وزن ہے۔ یہ عزله عنه سے جبکہ دور کر دیا جائے اور ہٹا دیا جائے یا اپنے والد کے دین سے الگ تھلگ تھا۔ یٰبُنَیَّ (اے میرے بیٹے)

قراءت: ی کے فتحہ سے عاصم نے پڑھا ہے۔ یا اضافت سے الف مبدلہ پر اکتفاء کرتے ہوئے جیسے یا بنیاً دیگر قراء نے کسرہ یا سے یا، ی اضافت سے اس پر اکتفاء کرتے ہوئے ارْكَبْ مَّعَنَا (تو ہمارے ساتھ سوار ہو جا) کشتی میں یعنی اسلام لا اور کشتی میں بیٹھ وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ (اور تو کافروں کے ساتھ مت ہو)

۴۳: قَالَ سَاٰوِیْٓ (کہا اس نے میں پناہ لونگا) اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ (پہاڑ پر جو مجھے پانی سے بچائے گا) ڈوبنے سے محفوظ کر دے گا۔ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ (کہا آج کوئی پناہ دینے والا نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مگر جس پر وہ رحم کرے) مگر رحم کرنے والا بچا سکتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ ہے یا آج کوئی طوفان سے بچنے والا نہیں۔ مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے اور وہ مومنین ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے پہاڑ کو طوفان سے بچانے والا بتایا تو آپ نے اس کو فرمایا آج تمہیں کوئی بچنے کی جگہ بچا نہ سکے گی خواہ پہاڑ وغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔ سوائے ایک بچنے کی جگہ کے اور وہ جگہ ان لوگوں کا مقام ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور ان پر رحم فرمایا وہ مقام کشتی ہے یا یہ استثناء منقطع ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ لکن من رحم الله فهو المعصوم۔ لیکن وہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا وہ بچا ہوا ہے یہ اس طرح ہے جیسے فرمایا: مالهم به من علم الا اتباع الظن۔ [النساء:۱۵۷]

ابن نوح کی ہلاکت:

وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ (اور حائل ہوگئی ان کے درمیان موج) بیٹے اور پہاڑ کے درمیان یا نوح علیہ السلام اور بیٹے کے درمیان فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ (پس وہ ہو گیا ڈوبے ہوؤں میں سے) کان یہاں صار کے معنی میں ہے یا کان اپنے معنی میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ڈوبنے والوں میں سے تھا۔

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ

اور حکم ہوا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان تھم جا،اور پانی کم ہو گیا اور فیصلہ کر دیا گیا

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ

اور کشتی جودی پر ٹھہر گئی،اور کہہ دیا گیا کہ کافروں کے لئے دوری ہے، اور (نوح علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا

فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٤٥﴾

اور عرض کیا اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو احکم الحاکمین ہے،

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح بلاشبہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ بیشک اس کا عمل درست نہیں سو تو مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کر جس کا تجھے

لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِكَ

علم نہیں، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں شامل نہ ہونا، نوح نے عرض کیا کہ اے میرے رب بیشک میں اس بات کی آپ سے پناہ چاہتا ہوں

اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٤٧﴾

کہ میں آپ سے وہ سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر آپ نے میری بخشش نہ فرمائی تو میں خسارہ والوں میں سے ہو جاؤں گا،

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ

حکم ہوا کہ اے نوح تم اتر جاؤ سلامتی کے ساتھ جو ہماری طرف سے ہے اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر اور ان جماعتوں پر ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں علاوہ بہت سی جماعتیں ایسی ہیں جنہیں

ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٤٨﴾

ہم نفع پہنچائیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

۴۴: وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ (اور کہا گیا اے زمین تو نگل اپنے پانی کو) تو چوس جا اور پانی پی جا۔ البلع کا معنی چوسنا اور جذب کرنا۔ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ (اور اے آسمان تھم جا) پانی برسانا روک لے۔ وَغِيْضَ الْمَآءُ (اور پانی کم کر دیا گیا) غیض کا معنی کم ہونا اور کرنا۔ یہ غاض بمعنی نقص سے ہے۔ یہاں متعدی آیا ہے۔ وَقُضِيَ الْاَمْرُ (اور کام تمام کر دیا گیا) اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے ساتھ قوم کی ہلاکت کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کر دیا۔ وَاسْتَوَتْ (اور کشتی ٹھہری) چھ ماہ تمام زمین کا چکر کاٹنے کے بعد کشتی ٹھہر گئی۔ عَلَى الْجُوْدِيِّ (جودی پہاڑ پر) یہ موصل کا ایک پہاڑ ہے۔ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (اور کہا گیا کہ ظالم قوم کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے) دور ہو قوم نوح جن کو ڈبویا گیا کہا جاتا ہے کہ بعد بُعْدَ و بَعْدًا جبکہ انتہائی دور

کرنے کا ارادہ ہو جیسے ہلاکت وموت اسی لئے یہ لفظ بددعا کیلئے خاص ہے۔
فائدہ جلیلہ: اس آیت کو چار اطراف سے دیکھو کہ علم بیان کا کتنا شاندار مرقع ہے اس میں مجاز، استعارہ اور کنایہ اور اس کے متعلقات ہم عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ اس مطلب کو بیان کیا جائے۔ ہم نے زمین سے پھوٹے ہوئے پانی کو لوٹانے کا ارادہ کیا کہ جو نکلا ہے وہ واپس تہہ زمین میں چلا جائے۔ اور آسمان سے طوفان کو منقطع کرنا چاہا وہ منقطع ہو گیا۔ اترنے والے پانی کو سوکھانا چاہا تو وہ جذب ہو کر خشک ہو گیا۔ اور نوح علیہ السلام کے معاملے کا فیصلہ کر دیں اور وہ قوم کے غرق والے فیصلہ کو نافذ کرنا تھا۔ وہ بھی کر دیا گیا کشتی کو روکنا چاہا وہ جودی پر رک گئی ظالموں کو غرق کر دیا۔
تو کلام کی بنیاد اس پر رکھی کہ مراد کو ایسے امور سے تشبیہ دی جس سے نافرمانی ہو ہی نہیں سکتی (کیونکہ اللہ تعالیٰ ہیبت ورعب میں کامل ہے) اور تکوین مراد کو ایسے امر قطعی سے تشبیہ دی جو مقصود کے بننے میں بطور تصویر کے نافذ العمل ہے کیونکہ وہ ذات عظیم اقتدار والی ہے۔ اور آسمان زمین میں جو چاہے کرے وہ اس کی تکوین کے مطیع ہیں۔ اس کے ارادے کو کسی تغیر و تبدل سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ گویا کہ وہ عقلاء ہیں اور امتیاز کرنے والے ہیں اسکی پہچان کا جو حق ہے اسی طرح اس کو پہچانتے ہیں اور اس کے حکم کی اطاعت میں جو چیز ان پر لازم ہے اس کو بخوبی جاننے والے ہیں اور اس کے حکموں پر یقین کرنے والے ہیں۔ اور اسکی مراد کے حصول میں اپنی پوری ہمت صرف کرنے والے ہیں۔ پھر نظم کلام کی بنیاد اسی تشبیہ پر رکھی چنانچہ فرمایا وقیل ارادہ سے بطور مجاز استعمال کیا کیونکہ قائل کا قول اسی سے واقع ہوتا ہے۔ مجاز کیلئے قرینہ جماد کو خطاب یا ارض اور یا سماء کو بنایا۔ پھر ان کو خطاب کر کے یا ارض اور یا سماء کہہ کر اس تشبیہ سے استعارہ کر دیا۔
پھر زمین میں پانی کی گہرائی کیلئے بطور استعارہ ابلعی کا استعمال فرمایا بلع کھائی ہوئی چیز سے پانی کا چوسنا۔ تو پانی بھی مخفی ٹھکانے میں پہنچ گیا۔ تو اس مناسبت سے بلع کو ذکر کر دیا۔ پھر الماء کو استعارۃً غذا کیلئے استعمال کیا کیونکہ دونوں کے مابین قوت کی مشابہت پائی جاتی ہے زمین بھی پانی سے طاقت پاتی ہے۔ جیسا کھانے والا طعام سے قوت پاتا ہے۔ پھر فرمایا۔
مَآءَ كِ پانی کی نسبت زمین کی طرف فرمائی بطور مجاز کیونکہ پانی زمین سے متصل ہوتا ہے جیسے ملک مالک سے متصل ہوتی ہے۔ پھر احتباس بارش کیلئے اقلاع کا لفظ اختیار کیا۔ اقلاع ترک فعل کو کہتے ہیں کیونکہ عدم تاخیر کی مشابہت دونوں میں پائی جاتی ہے۔ پھر فرمایا **وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی وقیل بعداً** اس میں تصریح نہیں فرمائی کہ کس نے پانی کو خشک کیا اور نہ اس کا جس نے حکم کو نافذ کیا اور کشتی کو ٹھہرایا آخر میں فرمایا بُعْدًا دور کرنے والے کی تصریح نہیں کی جب کہ یا ارض، یا سماء میں قائل کی تصریح نہیں کی۔ ان میں کنایہ کا راستہ اپنایا کہ یہ تمام امور عظیمہ کسی فاعل قادر، مکون قاہر کی تکوین سے ہی ممکن ہیں اور ان کا کرنے والا اکیلا ہے اس کے حکم میں کسی دوسرے کی شرکت نہیں ہے۔
وہم وخیال کا کوئی گوشہ یہ نہیں کہتا کہ کوئی دوسرا یہ آرڈر دے سکتا ہو یارض ابلعی ماء ك و یاسماء اقلعی۔ اور نہ یہ خیال میں آسکتا ہے کہ غائض، القاضی، المسوی اس کے سواء کوئی اور ہو۔ پھر کلام کو تعریض سے ختم کیا تا کہ ان مکذبین کو خبردار کر دیا جائے جو انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنے والے ہیں وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں اور یہ سخت عذاب ان کے اپنے ظلم ہی کا نتیجہ تھا۔

نمبر۲۔علم معانی کے اعتبار سے۔ ہر کلمہ کا فائدہ اور تقدیم و تاخیر جملوں پر غور کریں۔ نمبرا۔ یا حروف نداء میں سے لایا گیا کیونکہ وہ کثیر الاستعمال ہے اور مناذی کے بُعد پر بھی دلالت کر رہا ہے۔ اور یہاں اس سے اظہار عظمت اور ملکوت ابداء عزت و جبروت کا مقصد حاصل کیا گیا اور وہ منادی کے دور ہونے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے جس کے معمولی ہونے کو ظاہر کیا گیا اور یَا اَرْضِیْ نہیں کہا کیونکہ اس میں تہاون بڑھتا ہے کیونکہ اضافت قرب کو چاہتی ہے۔ یاایتھا الارض نہیں کہا تا کہ اختصار ہو۔ اور لفظ ارض اور سماء کے استعمال لئے کیونکہ خفیف اور عام مستعمل ہیں۔ ابلعی کو اختیار کیا ابتلعی نہیں کہا تا کہ اختصار ہو۔ دوسرا اقلعی اور اس کے درمیان صفت تجانس ہے۔ اور اقلعی کہا عن المطر ساتھ نہیں کہا۔ اسی طرح یاارض ابلعی ماءک فبلعت اور یا سماء اقلعی فاقلعت نہیں کہا بطور اختصار نتائج ذکر نہیں فرمائے۔ غیض الماء کو غیض کی بجائے لائے اور الماء کہا ماء الطوفان نہیں کہا۔ الامر کہا اور امر نوح وقومہٖ نہیں کہا۔ یہ بطور اختصار فرمایا اور الف لام عہدی نے ضرورت پوری کر دی۔

اسی طرح سویت علی الجودی نہیں فرمایا جیسا کہ پہلے قیل، غیض مجہول کے صیغے تھے ھی تجری معروف کی رعایت سے استوت فرمایا گیا۔ تا کہ مطابقت ہو جائے پھر بعدًا فرمایا بعدًا للقوم یا یبعد القوم نہیں فرمایا تا کہ اختصار و تاکید دونوں مقصود حاصل ہوں۔ نمبر۳۔ جملوں کا تسلسل: یہ تو کلمات کی ترکیب کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اگر جملوں کی ترتیب پر غور کریں نمبرا۔ امر سے نداء کو مقدم کیا یاارض ابلعی و یا سماء اقلعی۔ اسی طرح ابلعی یاارض، اقلعی یا سماء نہیں فرمایا۔ تا کہ جن کو اصل خطاب کیا ہے وہ مقدم ہوں تا کہ امر وارد منادی کے نفس میں خوب جاگزین ہو جائے۔

نمبر۲: پھر زمین کو آسمان سے پہلے لائے۔ کیونکہ طوفان زمین سے شروع ہوا۔ پھر پیچھے وغیض الماء کو لائے۔ تا کہ قصہ ماء سے یہ متصل ہو اور اپنے مقام پر پہنچ جائے۔ نمبر۳۔ واقعہ کا مقصد آخر میں لائے۔ جو قضی الامر ہے کہ نوح علیہ السلام سے ہلاکت کفار کا جو وعدہ تھا وہ پورا کر دیا گیا اور وہ ہلاکت کفار اور نجات نوح علیہ السلام اور مومنین تھی پس اس سے عبرت حاصل کرو۔

نمبر۴: فصاحت لفظیہ پر غور کرو تمام الفاظ فصیح، سہل الاستعمال تنافر سے دور، بشاعت سے دور، انتہائی لذیذ و شیریں، عمدہ چلا وَ پانی جیسا بہاؤ، شہد جیسی حلاوت، نسیم سحری جیسی رقت۔

اعجاز قرآنی: اسی لئے تو معاندین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس جیسی آیات لانے سے طاقت بشر قاصر ہے۔ قرآن مجید کی کیا عجیب شان ہے۔ جب کوئی عالم اسکی کسی آیت میں غور کرے گا تو وہ ایسے بے شمار لطائف پائے گا۔ جن کو شمار میں نہیں لایا جاسکتا۔ جو کچھ ہم نے لکھا وہ تو اس سے بہت کم ہے جو اس آیت میں لطائف ہیں یہ بحر ذخار ہے جس کی تہہ نہیں کلام الملوك، ملوك الكلام۔

بیٹے کے متعلق سوال:

۴۵: وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ (نوح علیہ السلام نے پکارا اپنے رب کو اور کہا اے میرے رب) اس میں نوح علیہ السلام کی دعا و نداء کا ذکر فرمایا جو ان الفاظ سے تھی۔ رب اے میرے رب اپنے اہل کے متعلق وعدہ پورا کرنے کا تقاضا ہے کہ آپ میرے اہل کو نجات دیں گے۔ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ (بیشک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے) یعنی اہل میں سے کیونکہ وہ آپ کا

صلبی بیٹا یا ربیب تھا۔ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ (اور آپ کا وعدہ بلاشبہ سچا ہے) آپ جو وعدہ فرماتے ہیں وہ برحق وثابت ہے جس کے پورا ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور پورا کرنے میں اور آپ نے میرے اہل کو نجات دینے کا وعدہ فرمایا پس میرے بیٹے کا کیا معاملہ ہے؟ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ (حالانکہ آپ تو سب سے بڑے حاکم ہیں) آپ تمام حکام سے زیادہ علم والے اور زیادہ عدل والے ہیں۔ کیونکہ حاکم کو دوسرے حاکم پر علم وعدل ہی کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ آج کے زمانہ میں بہت سے حکام اعلیٰ حکام کہلانے والے جہل وظلم کا مجسمہ ہیں اور احکم الحاکمین کا یہی معنی ہے۔ پس تم کو اس حال سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور آنسو بہانے چاہئیں۔

۴۶: قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ (فرمایا اے نوح وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے) پھر اہل میں نہ ہونے کی تعلیل بیان فرمائی۔ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (اس کے عمل درست نہیں ہیں)

مَسْئَلَۃ: اس میں اعلان کر دیا کہ قرابت دینی قرابت نسبی کو ڈھانپنے والی ہے۔ تیرا اہم نسب وہ جو تیرے دین میں متفق ہے۔ اگرچہ وہ حبشی اور تو قریشی اور جو تیرے دین پر نہ ہو۔ اگرچہ وہ تیرا اقربی رحم کا رشتہ دار ہو۔ وہ تجھ سے بہت ہی دور ہے۔ نمبر۱۔ اس آیت میں خود اس لڑکے کا عمل غیر صالح قرار دیا تاکہ مذمت میں مبالغہ ہو جائے۔ جیسا شاعر کا قول ہے۔

ع فانما ھی اقبال و ادبار

کہ زمانہ تو دوران کا نام ہے۔

نمبر۲: تقدیر عبارت یہ ہو۔ ذو عمل۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ تیرے اہل میں سے جن کو نجات دی گئی وہ ان کی صلاح و بھلائی کی وجہ سے دی گئی اس بناء پر نہیں کہ وہ تیرے رشتہ دار ہیں۔ اور اس وجہ سے جب اس میں صلاح نہیں پائی جاتی تو ابوت اس کے لئے چنداں نفع رساں نہیں۔

قراءت: عَمِلَ غَيْرُ صَالِح علی نے پڑھا ہے

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے فرمایا، نوح علیہ السلام کے ہاں یہ بات تھی کہ وہ آپ کے دین پر ہے۔ کیونکہ وہ منافقت کرنے والا تھا۔ ورنہ نوح علیہ السلام سے سوال نجات کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ سوال کی ممانعت تو پہلے کی جا چکی تھی۔

منافقت کی وجہ سے اس کو اہل میں شمار کر کے نجات کا سوال کر دیا پس اس قسم کی ممانعت ولا تخاطبني في الذين ظلموا انھم مغرقون [ھود:۳۷] کے بعد آپ کا سوال اس کے اس ظاہر کے لحاظ سے تھا۔ جو آپ کو اس کے متعلق معلوم تھا۔ جیسا کہ بہت سے منافقین نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ظاہری موافقت کا اظہار کرتے رہے اور باطنی طور پر مخالفت کرتے رہے۔ اور آپ کو ان کے متعلق معلوم نہ ہوا یہاں تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا۔ اور ارشاد الٰہی لیس من اہلک کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جنکے متعلق نجات کا وعدہ کیا تھا اور وہ وہی لوگ ہیں جو ظاہر و باطن میں مؤمن ہیں۔

فَلَا تَسْئَلْنِ (پس تو مجھ سے سوال نہ کر) قراءت: کوفی نے فلاتسئلنِ یا کی بجائے کسرہ، بصری نے تسالنیْ پڑھا جبکہ مدنی نے تسالنِیَ پڑھا۔ اور شامی نے تَسَاَءَ لَنَّ حذف یاء ونون تاکید کے ساتھ پڑھا مکی نے تَسْأَ لَنَّ پڑھا ہے۔ مَا

لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (اس بات کا جس کا تجھے علم نہیں) اس کے متعلق سوال کے جواز کا۔ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (بیشک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں سے مت ہو جاؤ) یہ اسی طرح ہے جیسا کہ ہمارے رسول ﷺ کو اس قول میں فرمایا فلا تکونن من الجاهلين [الانعام:۳۵]

استغفارِ نوح علیہ السلام:

۴۷: قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ (کہا اے میرے رب بیشک میں وہ چیز جس کا مجھے علم نہ ہو اس کے متعلق سوال کرنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں) یعنی کہ مستقبل میں میں وہ چیز طلب کروں جس کے صحیح ہونے کا مجھے علم نہیں تیرے ادب کا پاس کرتے ہوئے اور تیری نصیحت کو قبول کرتے ہوئے وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ (اور اگر تو نے مجھے نہ بخشا) جو سبقت مجھ سے ہوگئی وَتَرْحَمْنِیْۤ (اور مجھ پر رحم نہ فرمایا) اس جیسی بات کی طرف لوٹنے سے بچا کر اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ (تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا)

۴۸: قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا (اے نوح کشتی سے اترو ہماری طرف سے سلامتی لیکر) ہمارے تحفوں اور سلاموں کے ساتھ غرق سے سلامت رہنے کے سبب وَبَرَكٰتٍ عَلَیْكَ (اور برکات لیکر جو تم پر اتریں گی) برکات ان بھلائیوں کو کہا جاتا ہے جو بڑھنے والی ہوں ان کے حق میں وہ کثرت اولاد اور کثرت متبعین۔ اللہ تعالیٰ نے اکثر انبیاء علیہم السلام کو ان کی نسل سے پیدا فرمایا اور دین کی تکمیل ان کی باقی نسل میں فرمائی۔ وَعَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ (اور ان امتوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں) من بیانیہ ہے امم سے وہ مراد ہیں جو ان کے ساتھ کشتی میں تھیں کیونکہ وہ جماعتیں تھیں۔ نمبر۲۔ ان کو امم اس لئے کہا گیا کیونکہ ساری امتیں ان سے پھوٹیں۔ نمبر۳۔ من ابتداء غایت کیلئے ہے یعنی ان امتوں پر جو ان لوگوں سے پیدا ہونگی جو تیرے ساتھ ہیں یہ آخری زمانہ تک امتیں ہیں اور یہ سب سے بہتر قول ہے۔ وَاُمَمٌ یہ مبتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ سَنُمَتِّعُهُمْ (اور کچھ جماعتوں کو ہم دنیا میں فائدہ دیں گے) دنیا میں وسعت رزق اور زندگی کی سہولیات۔

نحو: یہ صفت ہے خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وممن معك امم سنمتعهم حذف اسلئے کیا کیونکہ ممن معك اس پر دلالت کرتا ہے۔ ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ (پھر ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا) یعنی آخرت میں مطلب یہ ہے کہ سلام ہماری طرف اور برکات تجھ پر اور ان مومنوں پر جو ان کی نسل سے ہونگے جو تمہارے ساتھ ہیں ان کی نسل میں کچھ جماعتیں دنیا میں نفع اٹھائیں گی پھر آگ کی طرف منتقل کر دی جائیں گی۔

حضرت نوح علیہ السلام ابوالانبیاء ہیں اور طوفان کے بعد والی ساری مخلوق ان کی نسل سے ہے۔ اور ان کی نسل سے ہے جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں۔ اس سلام میں قیامت تک آنے والا ہر مومن و مومنہ داخل ہے اور جو اس کے بعد تمتع دنیا اور عذاب آخرت ہے اس میں قیامت تک آنے والے کافر شامل و داخل ہیں۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا

یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔ آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔ اس سے پہلے آپ ان کو نہیں جانتے تھے اور نہ

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِلٰى عَادٍ

آپ کی قوم مانتی تھی، سو آپ صبر کیجئے، بلاشبہ انجام کار متقیوں ہی کے لئے ہے۔ اور قوم عاد کی طرف

اَخَاهُمْ هُوْدًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ اِنْ اَنْتُمْ

ہم نے انکے بھائی ہود کو بھیجا انھوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں تم صرف

اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ لَآ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۚ

جھوٹ بولتے ہو، اے میری قوم میں تم سے اس پر کوئی مزدوری طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر صرف اللہ پر ہے جس نے مجھے پیدا فرمایا

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ

کیا تم سمجھ نہیں رکھتے، اور اے میری قوم تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس کے حضور میں توبہ کرو وہ تم پر خوب بارشیں

مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ

بھیج دے گا اور تمہیں جو قوت حاصل ہے اس سے زیادہ قوت عطا فرمائے گا اور تم مجرم بن کر روگردانی کرنے والے نہ بنو، وہ کہنے لگے کہ اے ہود

مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ

تم ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں لائے اور ہم تمہارے کہنے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور ہم تم پر ایمان

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۚ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ

لانے والے نہیں، ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کوئی خرابی پہنچا دی ہے۔ ہود نے کہا کہ بیشک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں

وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾

اور تم گواہ ہو جاؤ کہ بیشک میں ان چیزوں سے بری ہوں جنہیں تم اللہ کے علاوہ شریک قرار دیتے ہو، سو تم سب مل کر میرے بارے میں تدبیریں کرلو پھر مجھے مہلت نہ دو

قصہ نوح علیہ السلام من جملہ اخبارِ غیب سے ہے:

۴۹: تِلْكَ (یہ) مقصد نوح علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور وہ جملے جو اس کے بعد ہیں۔ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ (غیب کی خبریں ہیں جو ہم وحی کر رہے ہیں آپ کی طرف۔

نہ آپ ان کو جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم) خبریں یعنی یہ قصہ غیب کے خبروں میں سے کچھ ہے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا۔ تمہیں معلوم نہ تھا اور نہ ہی تیری قوم کو۔ مِنْ قَبْلِ هٰذَا (اس سے پہلے) اس وقت سے پہلے یا میرے وحی بھیجنے سے پہلے اور اسکی اطلاع دینے سے پہلے فَاصْبِرْ (پس تم صبر کرو) تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں ان ایذاؤں پر جو آپ کو آپ کی قوم کی طرف سے آتی ہیں۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام نے صبر کیا۔ اور مکذبین کے متعلق اسی طرح کے انجام کی توقع رکھو جو قوم نوح کے ساتھ پیش آیا۔ اور اپنے متعلق اسی طرح کے نتیجہ کی جو نوح علیہ السلام کے سامنے آیا۔ اِنَّ الْعَاقِبَةَ (بیشک انجام) کامیابی ونصرت وغلبہ میں ۔ لِلْمُتَّقِيْنَ (متقین کیلئے ہے) جو شرک سے بچنے والے ہیں۔

قوم عاد اور ہود علیہ السلام:

۵۰: وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا (اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا) اخاھم سے مراد ان کی قوم میں سے ایک۔

نحو: اخاھم کا نصب ارسلنا نوحًا پر عطف کی وجہ سے ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وارسلنا الی عاد اخاھم ھودًا یہ عطف بیان ہے اخاھم کا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) اس کو اکیلا مانو۔ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (تمہارے لئے اس کے سواء کوئی معبود نہیں)

قراءت: نافع نے مرفوع پڑھا جارو مجرور کے محل پر عطف قرار دیکر۔ مگر علی نے لفظ کے لحاظ سے مکسور غَيْرِهٖ پڑھا۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ (تم تو افتراء کرنے والے ہو) تم اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے ہو اس طرح کہ تم نے اوثان کو اس کا شریک بنالیا۔

۵۱: يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ (اے میری قوم میں اس پر تم سے اجر نہیں مانگتا میری مزدوری تو اس اللہ پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا) جتنے بھی انبیاء علیہم السلام گزرے تمام کو ان کی قوموں نے اسی قسم کی بات کہی۔ کیونکہ وہ نصیحت کرنے آئے تھے۔ نصیحت مخلصانہ وہی کرسکتا ہے جو مطامع کو مٹانیوالا ہو۔ اور جب تک ان میں سے کسی چیز کی طمع رکھتا ہے کامیابی نہیں ہوتی۔ اور نہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم سمجھتے نہیں ہو) جبکہ تم اس شخص کی نصیحت مسترد کر رہے ہو جو اس پر تم سے کسی بدلے کا طالب نہیں وہ تو صرف خدائے ذوالجلال سے بدلہ چاہنے والا ہے۔ اور وہ بدلہ ثواب آخرت ہی ہے۔ اور تہمت کو دور کرنے کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

برکاتِ استغفار:

۵۲: وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ (اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو) اس پر ایمان لاؤ۔ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ (پھر اسکی بارگاہ میں توبہ کرو) غیر اللہ کی عبادت سے يُرْسِلِ السَّمَآءَ (وہ آسمان کو مقرر کردے گا) بارش کیلئے عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (تم پر مسلسل) یہ مدرارًا حال ہے اس حال میں کہ وہ کثرت سے کوٹنے والی ہو۔ وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ (وہ تمہاری قوت میں مزید ترقی دے گا) انہوں نے کثرت امطار سے ان کو ایمان کی طرف مائل کرنا چاہا۔ اور اس طرح اضافی قوت سے بھی کیونکہ ان لوگوں کو اپنے کھیتوں اور باغات کیلئے پانی کی سخت ضرورت تھی۔ ان کو اپنی قوت وزور پر ناز تھا۔

نمبر۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قوت سے مال مراد ہے۔ یا نکاح کی قوت نمبر۳۔ ان سے بارش تین سال سے رکی ہوئی تھی اور عورتیں بانجھ پن کا شکار ہو چکی تھیں پس ہود علیہ السلام نے ان سے بارش اور اولاد کا وعدہ استغفار کی شرط پر فرمایا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے جب وہ وہاں سے نکلے تو ان کو بعض حاجیوں نے کہا کہ میں مالدار ہوں مگر اولاد نہیں، مجھے کوئی چیز بتلا دیں شاید اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا دے دیں۔ اس پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا استغفار کو لازم پکڑو۔ چنانچہ وہ کثرت سے استغفار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک دن میں سات سات سو مرتبہ وہ استغفار کر ڈالتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دس بیٹے عنایت فرمائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا تو نے ان سے دریافت کیوں نہ کر لیا۔ جنہوں نے یہ بتلایا؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ دوسری مرتبہ تشریف لائے تو اس آدمی نے سوال کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا تم نے ہود علیہ السلام کا قول نہیں سنا ویزدکم قوۃ الی قوتکم اور نوح علیہ السلام کا قول و یمددکم باموال و بنین [نوح:۱۲] وَلَا تَتَوَلَّوْا (اور تم منہ نہ موڑو) اعراض نہ کرو اس سے جس کی طرف میں بلاتا ہوں مُجْرِمِیْنَ (مجرم بنکر) اپنے جرائم اور گناہوں پر اصرار کرنیوالے نہ بنو۔

۵۳: قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ (انہوں نے کہا اے ہود تو ہمارے لئے کوئی دلیل لیکر نہیں آیا) یہ کذب وجحود کی وجہ سے انہوں نے کہا جیسا کہ قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو کہا اور لولا انزل علیہ ایۃ من ربہ [الرعد:۷] ان آیات کو فوت کرنے کی وجہ سے (جو ہم مطالبہ کرتے ہیں) وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ (ہم تیری بات سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں) یہ تارکی الھتنا کی ضمیر سے حال ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے وما نترك الھتنا صادرین عن قولك۔ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اس حال میں کہ تیری بات سے واپس لوٹنے والے ہیں۔ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ (اور نہ ہی ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں) ہمارے لئے یہ درست نہیں کہ تیرے جیسے آدمی کی تصدیق کریں اس بات میں جس کی طرف وہ دعوت دیتا ہے۔ اس سے مقصود آپ کو ایمان سے ناامید کرنا ہے۔

۵۴: اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ (ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تمہیں ہمارے بعض معبودوں کی مار پڑی ہے) اِنْ حرف نفی ہے ایک بات کے سواء ہر بات کی نفی کی اور وہ اعتراك پہنچ جانا بعض الھتنا بسوء سوء سے جنون و بدحواسی مراد ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ مانقول قولا الا ھذہ المقالۃ۔ ہم تو صرف یہ بات کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں نے تمہیں برائی سے چھولیا ہے۔ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (کہا بیشک میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ ہو جاؤ کہ میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو)

۵۵: مِنْ دُوْنِهٖ (اس کے سواء) تمہارے اس کے ساتھ الٰہ کو شریک ٹھہرانے سے۔ مطلب یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں تمہارے معبودوں سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو بری ہوں اور تم گواہ ہو جاؤ کہ میں اس سے بری ہوں اور شہادت کو لفظ امر سے ذکر کیا جس طرح وہ آدمی کہتا ہے جنکے درمیان ناراضگی ہو جائے۔ مجھے تم سے محبت نہیں اسکی تذلیل اور شرمندہ کرنے کیلئے۔

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ

بیشک میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی اسکی گرفت میں نہ ہو، بیشک میرا رب

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَ یَسْتَخْلِفُ

صراط مستقیم پر ہے، سو اگر تم روگردانی کرو تو میں سب کچھ پہنچا چکا ہوں جو پیغام دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور میرا رب تمہارے سوا

رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۚ وَ لَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۵۷﴾ وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا

کسی دوسری قوم کو تمہارے قائم مقام کر دے گا، اور تم اسے کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکو گے، بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے اور جب ہمارا حکم آ پہنچا

نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ

تو ہم نے اپنی رحمت سے ہود کو اور ان لوگوں کو نجات دے دی جو ایمان لا کر ان کے ساتھ تھے اور ہم نے انہیں سخت عذاب سے نجات دے دی اور یہ تھے

عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۵۹﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِیْ

قوم عاد کے لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش ضدی کی بات کا اتباع کیا اس دنیا میں ان کے

هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع ۵

پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی، خبردار بلاشبہ قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خبردار عاد کے لئے دوری ہے جو ہود کی قوم ہے۔

قوم کو چیلنج:

فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا (پس تم تمام میرے خلاف تدبیر کرلو) تم اور تمہارے معبود ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ (پھر تم مجھے مہلت بھی نہ دو) نہ مہلت دو۔ مجھے تمہاری اور تمہاری تدبیر کی کوئی پرواہ نہیں اور نہ ہی تمہارے چڑھ دوڑنے کا خطرہ ہے خواہ تم میرے خلاف ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ تمہارے معبود مجھے کیسے نقصان دے سکتے ہیں۔ جبکہ وہ جماد ہیں نہ نقصان دے سکتے ہیں نہ نفع اور کس طرح وہ مجھ سے انتقام لے سکتے ہیں جبکہ میں ان کے متعلق یہ باتیں مخالفت میں کہہ رہا ہوں اور ان کی عبادت سے ہٹا اور رکا ہوا ہوں کہ وہ مجھے انتقاماً پاگل کر دیں۔ یا عقل دور کر دیں۔

۵۶: اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا (بیشک میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے کوئی جاندار ایسا نہیں مگر وہ اسکی پیشانی کے بالوں سے پکڑنے والا ہے) اس کا مالک ہے جب ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر اپنے توکل اور اسکی حفاظت پر یقین اور ان کے مکر سے حفاظت کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کا ذکر لائے جو اسکی

ذات پر توکل کو لازم کرتا ہے جیسے اسکی ربوبیت جو اس پر اور ان کو شامل ہے اور ہر جاندار پر اسکا قبضہ اور ملک اور اسکی قوت قاہرہ اور سلطانی کے سامنے ہر ایک کی مغلوبیت الاخذ بالناصیۃ یہ درحقیقت ایک تمثیل ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے) میرا رب حق پر ہے اس سے عدول نہیں کرتا۔ یا میرا رب صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

۵۷: فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِہٖٓ اِلَیْکُمْ (اگر تم منہ پھیرو تو وہ پیغام پہنچا چکا جو میں تمہاری طرف دیکر بھیجا گیا ہوں) وہ اس حیثیت میں ہے کہ جس سے تم پر حجت قائم ہو گئی وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ (اور میرا رب تمہارے علاوہ دوسری قوم کو تمہارا نائب بنائے گا) یہ جملہ مستانفہ ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کر دے گا اور دوسری قوم کو لے آئے گا جو تمہارے شہروں میں تمہاری جگہ ہونگے اور تمہارے اموال میں بھی۔ وَلَا تَضُرُّوْنَہٗ (تم اس کو نقصان نہ پہنچا سکو گے) تمہارے اعراض کر دینے کی وجہ سے شَیْئًا (ذرہ بھر) بالکل ذرا سا نقصان اس لئے کہ مضار اس کو پہنچایا جا ہی نہیں سکتا۔ بلکہ تم اپنے آپ کو نقصان پہنچاؤ گے۔

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ (بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے) رقیب و نگہبان ہے۔ تمہارے اعمال اس سے مخفی نہیں رہ سکتے اور وہ تمہارے مؤاخذہ سے بے خبر نہیں۔ یا جو ذات تمام چیزوں پر نگران ہو وہ ان کا محافظ ہوتا ہے اور تمام چیزیں نقصان سے بچنے کیلئے اسکی حفاظت کی محتاج ہوتی ہیں تم جیسے ایسی ذات کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

عذاب کی آمد اور ایمان والوں کی نجات:

۵۸: وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا ھُوْدًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ (جب ہمارا عذاب والا حکم آ گیا تو ہم نے ہود (علیہ السلام) اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے تھے نجات دی) ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا (اپنی مہربانی سے) نہ کہ ان کے علم کے سبب یا نمبر۲۔ ایمان کے ذریعہ ہم نے ان پر انعام کیا وَنَجَّیْنٰھُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ (ہم نے ان کو سخت عذاب سے نجات دی) نجینا کو دوبارہ تاکید کیلئے لائے۔ نمبر۲۔ آخرت کے عذاب سے اور آخرت کے عذاب سے زیادہ کوئی عذاب سخت نہیں۔

۵۹: وَتِلْکَ عَادٌ (یہ قوم عاد) ان کی قبور و آثار کی طرف اشارہ فرمایا گویا کہنے والا کہہ رہا ہے تم زمین میں چلو اور ان کی طرف عبرت کی نگاہ سے دیکھو۔ پھر ان کے حالات کے بیان کو دہرایا اور فرمایا جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ وَعَصَوْا رُسُلَہٗ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی) کیونکہ جب انہوں نے اپنی طرف مبعوث رسول کی نافرمانی کی تو گویا تمام رسل اللہ کی نافرمانی کر دی۔ ارشادِ الٰہی ہے لانفرق بین احد من رسلہ [البقرۃ:۲۸۵] وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ (ہر ظالم ہر سرکش کے حکم کی اتباع کی) مراد اس سے رؤساء اور تکذیب رسل کی طرف بلانے والے داعی ہیں کیونکہ یہی لوگ تو لوگوں کو مختلف کاموں پر ظلم سے مجبور کرتے اور اپنے رب سے عناد رکھتے ہیں۔ اتباعِ امر سے ان کی اطاعت مراد ہے۔

۶۰: وَاُتْبِعُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا لَعْنَۃً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (اور ان کے پیچھے اس دنیا کی زندگی میں لعنت اور قیامت کے دن لعنت لگا دی گئی) جب وہ رسولوں کے علاوہ دوسروں کی اطاعت کرنے والے تھے تو لعنت کو دونوں جہانوں میں ان کا تابع بنا دیا۔ اَلَآ

اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ (خبردار عاد نے اپنے رب کا انکار کیا خبردار دوری ہو قوم عاد کیلئے) اَلَا کو دو مرتبہ لائے تاکہ ان کے معاملے کی خوفناکی ظاہر ہو نیز ان کے کفر کا اعلان اور ان کے متعلق بددعا۔ ان سے عبرت حاصل کرنے پر آمادہ کیا گیا اور ان کی حالت سے بچنے پر آمادہ کیا گیا۔ ہلاکت کے بعد ان کی دوری کی بددعا کی گئی حالانکہ یہ تو دعائے ہلاکت ہے۔ اس پر دلالت یہ ہے کہ وہ اس کے مستحق و اہل تھے۔

قَوْمِ هُوْدٍ (ہود کی قوم) یہ عاد کا عطف بیان ہے۔ اس میں ایک اور فائدہ پیش نظر ہے کیونکہ قوم عاد دو ہیں۔ عاد اولیٰ۔ قدیم عاد یہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم ہے۔ اور یہ انہی کا واقعہ ہے۔ نمبر ۲ عاد ارم اس کو عاد ثانیہ کہتے ہیں۔ آئندہ آیات انہی کے واقعہ سے متعلق ہیں)۔

وقف لازم

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف انکے بھائی صالح کو بھیجا، انھوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، اس نے

أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي

تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور تمہیں اس میں آباد فرمایا سو تم اس سے مغفرت طلب کرو پھر اس کے حضور میں توبہ کرو۔ بیشک میرا رب

قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ

قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ اے صالح اس سے پہلے تو ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں کیا تم ہمیں ان چیزوں کی عبادت کرنے سے روکتے ہو جن کی عبادت

آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ

ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے اور بلاشبہ ہم اس بات کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو جو شک تردد میں ڈالنے والا ہے صالح نے کہا کہ اے میری قوم بتاؤ

بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ ۖ فَمَا

اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہے، پھر وہ کون ہے جو مجھے اللہ سے بچالے گا اگر میں اسکی نافرمانی کروں؟ سو تم

تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿٦٣﴾ وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ

میرے لئے نقصان ہی کو بڑھا رہے ہو اور اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے یہ بطور نشانی کے ہے سو تم اسے چھوڑے رکھو اللہ کی زمین میں کھاتی

اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي

پھرے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا پھر تمہیں جلد آنے والا عذاب پکڑ لے گا۔ سو انھوں نے اس کو مار ڈالا، اس پر صالح نے کہا کہ تم تین دن اپنے

دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِينَ

گھروں میں بسر کر لو یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا ہونے والا نہیں ہے پھر جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ اہل ایمان تھے

آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿٦٦﴾ وَأَخَذَ

اپنی رحمت سے نجات دے دی اور اس دن کی رسوائی سے نجات دی، بیشک تیرا رب قوت والا ہے اور زبردست ہے اور جن لوگوں نے

الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٦٧﴾ كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۗ أَلَا إِنَّ

ظلم کیا انہیں چیخ نے پکڑ لیا۔ سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے رہ گئے جیسا کہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے، خبردار

ع ٨ / ٦

ثَمُودَ كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّثَمُودَ ﴿٦٨﴾

قوم ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خبردار دوری ہے ثمود کے لئے۔

قوم ثمود اور صالح علیہ السلام:

۶۱: وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا) نہیں پیدا کیا اس زمین سے مگر اسی نے اَنْشَاَ سے مراد آدم علیہ السلام کی مٹی سے تخلیق کی طرف اشارہ ہے۔ پھر آدم علیہ السلام کی نسل سے ان کو پیدا کیا۔ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا (اور تمہیں زمین میں آباد کیا) یعنی زمین کو آباد کرنے والا بنایا۔ اور تمہارے ذریعہ اس کو آباد کروایا۔ یا نمبر۲۔ استعمر یہ عمر سے لیا گیا تمہیں طویل عمریں عنایت کیں۔ ان کی عمر تین سو سے ایک ہزار سال تک ہوتی تھی وہ فارس کے بادشاہ تھے انہوں نے بہت نہریں نکالیں درخت بوئے اور طویل عمریں گزاریں مگر اس کے ساتھ ساتھ ان میں ظلم پایا جاتا تھا۔ ان کے زمانہ کے ایک پیغمبر (علیہ السلام) نے ان کی تعمیر کی وجہ دریافت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ انہوں نے میرے ملکوں کو آباد کیا پس میرے بندے اسمیں زندگی گزار رہے ہیں۔ فَاسْتَغْفِرُوْهُ (پس اسی ہی سے معافی طلب کرو) ایمان لا کر اسکی بخشش طلب کرو ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ (پھر اسکی طرف رجوع کرو بیشک میرا رب قریب ہے) قریب رحمت والا ہے۔ مُّجِیْبٌ (جواب دینے والا ہے) جو اس کو پکارے۔

۶۲: قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا (کہنے لگے اے صالح تو ہم میں ہونہار معلوم ہوتا تھا) ہمارے درمیان مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ (تم پر امیدیں تھیں) نمبر۱۔ سرداری اور معاملات میں مشورہ کی یا نمبر۲۔ ہم امید کرتے تھے کہ تو ہمارے دین میں داخل ہو جائے گا اور اس میں ہماری موافقت کرے گا۔

اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا (کیا تم منع کرتے ہو ان معبودوں کی پوجا سے جنکی پوجا ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے) یہ ماضی کی حکایت حال ہے۔ وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ (اور ہمیں قطعی طور پر شک ہے اسمیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو) یعنی توحید باری تعالیٰ مُرِیْبٍ (تردد میں ڈالنے والا) اشتباہ میں ڈالنے والا یہ ارابہ سے لیا گیا جس کا معنی شک میں مبتلا کرنا ہے۔ ریب اضطراب نفس کو کہتے ہیں جس میں طمانیت اٹھ جائے۔

۶۳: قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً (آپ نے فرمایا اے میری قوم اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلائل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی خاص رحمت سے نوازا ہے) رحمت سے یہاں نبوت مراد ہے۔ اِن جو شک کا لفظ ہے اس سے ذکر کیا حالانکہ یقینی طور پر وہ دلیل پر تھے۔

جواب: آپ شدید منکرین کو خطاب فرماتے ہیں گویا اس طرح فرمایا فرض کرو کہ میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور واقعتاً میں نبی برحق ہوں تو غور کرو اگر اس صورت میں میں تمہاری اتباع کروں اور اپنے رب کے حکموں کی نافرمانی کروں تو فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ (تو کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) پھر مجھے کون بچائے گا اِنْ عَصَیْتُهٗ (اگر میں اسکی نافرمانی کروں) تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں اور بتوں کی عبادت سے تمہیں منع کرنے میں) فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ (پس تم نہیں بڑھاؤ گے) اپنی اس بات سے کہ اتنھانا ان نعبدما یعبد اباؤنا۔ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ (سوائے نقصان کے اور کوئی چیز) کہ میری

نسبت خسارے کی طرف کر رہے ہو، یا میں تمہاری نسبت خسارے کی طرف کروں۔

اونٹنی کا معجزہ:

۶۴ : وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً (اے میری قوم یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے)
نحو : اٰيَةً یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اسمیں معنی فعل عامل ہے اسم اشارہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ لکم یہ آیۃً حال مقدم کے متعلق ہے اگر اسکو مؤخر کر دیتے تو صفت بن جاتا جب مقدم کیا تو حال کی وجہ سے منصوب ہو گیا۔ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ (اس کو چھوڑ دو (گھومتی پھرتی) اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرتی پھرے) تمہارے ذمہ اس کے لئے چارہ نہیں۔ اس کے باوجود کہ تمہارا اس میں فائدہ ہے۔ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ (اسکو برائی سے ہاتھ مت لگاؤ) ذبح کرنا یا کونچیں کاٹنا فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ (تمہیں قریبی عذاب آئے گا) قریب کا معنی جلد ملنے والا۔

۶۵ : فَعَقَرُوْهَا (پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں) بدھ کے دن فَقَالَ (پس صالح علیہ السلام نے کہا) تَمَتَّعُوْا (زندگی سے نفع اٹھاؤ) فِيْ دَارِكُمْ (اپنے گھروں میں) شہروں میں بلاد کو دیار فرمایا کیونکہ اسی میں گھوما آیا جایا جاتا ہے یعنی اپنی مرضی سے تصرف کیا جاتا ہے۔ یا دنیا کے گھروں میں ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ (تین دن) پھر تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا پس وہ ہفتے والے دن ہلاک ہوئے۔ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ (یہ ایسا وعدہ ہے جسمیں جھوٹ نہیں) اسمیں جھوٹ نہیں حرف کو حذف کر کے ظرف میں وسعت پیدا کر دی اور مفعول بہ کے قائم مقام لائے یا وعدہ جھوٹ بولنا نہیں اس طرح کہ مکذوب مصدر ہے جیسا معقول۔

۶۶ : فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا (جب ہمارا حکم آیا) عذاب والا یا ہمارا عذاب آیا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا (ہم نے بچایا صالح (علیہ السلام) اور ان لوگوں کو جو ان پر ایمان لائے اپنی مہربانی سے) شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ جن کو نجات ملی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملی نہ کہ اپنے عمل سے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا یدخل احد الجنة الا برحمة اللّٰہ۔ کوئی آدمی جنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر داخل نہ ہو گا۔ وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ (اور اس دن کی رسوائی سے) اس رسوائی کی نسبت یوم کی طرف کی اور یوم اضافت سے مجرور ہے)

قراءت: مدنی و علی نے یوم کو فتحہ سے پڑھا ہے۔ کیونکہ یہ اذ کی طرف مضاف ہے اور وہ مبنی ہے ظرف زمان کی اضافت جب اسمائے مبہمہ کی طرف اور افعال ماضیہ کی طرف کر دی جائے تو مبنی بن جاتے ہیں اور مضاف الیہ سے بناء حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسا نابغہ کا شعر، علی حین عاتبت المشیب علی الصبا واؤ عاطفہ ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے ونجیناہ من خزی یومئذ یعنی ذلت و رسوائی سے بچا لیا اور اس سے بڑی رسوائی اور کیا ہو گی کہ غضب الٰہی کا شکار بن جائے اور انتقام خداوندی کا نشانہ بنے۔ يَوْمِئِذٍ سے قیامت کا دن بھی مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ عذاب غلیظ کی تفسیر عذاب آخرت سے کی گئی اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ (بیشک آپ کا رب ہی طاقت ور ہے) اپنے اولیاء کو نجات دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ الْعَزِيْزُ (زبردست ہے) اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے میں غلبہ پانے والا ہے۔

قوم ثمود کی چیخ سے ہلاکت:

۶۷: وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَۃُ (اور ظالموں کو چیخ نے آلیا) جبرئیل علیہ السلام کی چیخ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِھِمْ (وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں) اپنے منازل میں ہی جٰثِمِیْنَ (اوندھے منہ) مردہ ہوگئے مرے کے مرے رہ گئے۔

۶۸: کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْھَا (گویا گھروں میں رہتے ہی نہ تھے) ان میں اقامت ہی اختیار نہ کی۔ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۠ کَفَرُوْا رَبَّھُمْ (خبردار! قوم ثمود نے اپنے رب کی نافرمانی اختیار کی)

قراءت: حمزہ حفص نے ثمود بغیر الف پڑھا ہے۔ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ (خوب سن لو قوم ثمود کیلئے دوری ہے)۔

قراءت: علی نے لثمودٍ پڑھا ہے۔ ثمود کو منصرف قبیلہ کی طرف نسبت کرنے یا بڑے جد کی طرف نسبت سے پڑھا گیا ہے اور غیر منصرف خاندان کی نسبت ماننے کی وجہ سے ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے، انھوں نے سلام کے الفاظ بولے، ابراہیم نے سلام کا جواب دیا پھر دیر نہ لگائی کہ ایک

بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا

تلا ہوا بچھڑا لے آئے۔ سو جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اسکی طرف نہیں پہنچ رہے ہیں تو ان کی طرف سے خوفزدہ ہو گئے انھوں نے کہا

لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ

آپ ڈریں نہیں بیشک ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں اور اسکی بیوی کھڑی ہوئی تھی سو وہ ہنس پڑی سو ہم نے اسے اسحاق کی

وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ

اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی وہ کہنے لگی ہائے خاک پڑے، میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بڑھیا ہوں، اور یہ میرے شوہر

شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ

بڑے میاں ہیں، بیشک یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ وہ کہنے لگے کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت ہو

وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ

اور اسکی برکتیں ہوں، بلاشبہ اللہ مستحق حمد ہے بڑائی والا ہے، پھر جب ابراہیم کا خوف جاتا رہا

وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾

اور اس کے پاس خوشخبری آ گئی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں جدال شروع کر دیا بیشک ابراہیم بردبار رحمدل، رجوع کرنے والے تھے،

يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

اے ابراہیم اس بات سے اعراض کرو، بیشک تمہارے رب کا حکم آ چکا ہے اور بیشک ان پر عذاب آنے والا ہے جو واپس نہ ہوگا۔

ابراہیم علیہ السلام اور بشارت والے فرشتے:

۶۹: وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَا (تحقیق ہمارے قاصد آئے) جبرئیل، میکائیل، اسرافیل علیہ السلام یا نمبر۲۔ جبرئیل گیارہ فرشتوں کے ساتھ (علیہم السلام) اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى (ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لیکر) لڑکے کی بشارت یا قوم لوط کی ہلاکت کی بشارت مگر اول قول راجح ہے۔ قَالُوْا سَلٰمًا (فرشتوں نے کہا ہم آپ کو سلام کرتے ہیں) ہم آپ کو سلام کرتے ہیں، سلام کرنا۔

قَالَ سَلٰمٌ (آپ نے کہا تم پر سلام ہو) تمہارا کام سلامتی ہے۔
قراءت: حمزہ وعلی نے سِلْمٌ پڑھا معنی اس کا بھی سلام ہے۔ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ (وہ زیادہ دیر نہ ٹھہرے کہ ان کے پاس بچھڑا لائے) لانے میں دیر نہ کی بلکہ جلدی کی یا ان کی آمد نہ رکی۔ اَلْعِجْل بچھڑا، ابراہیم علیہ السلام کا مال گائیں تھیں۔ حَنِيْذٍ (بھنا ہوا)۔ گرم پتھروں کے ذریعہ بھنا ہوا۔
۷۰: فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ (جب دیکھا ان کے ہاتھوں کو کہ وہ نہیں پہنچ رہے کھانے کو تو اوپرا محسوس کیا ان کو) نکر وانکر کا معنی ناگوار ہونا۔ ان کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی مہمان ان کا کھانا چھو لیتا تو اس سے مطمئن ہو جاتے ورنہ خطرہ محسوس کرتے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ملائکہ ہیں اور اوپرا اس لئے محسوس کیا کیونکہ ان کو خطرہ ہوا کہ ان کا نزول کسی ایسے معاملے کی وجہ سے ہوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ہے۔ یا میری قوم کو عذاب دینے کیلئے اسکی دلیل ان کا یہ قول ہے وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ان کے متعلق خوف دل میں چھپایا۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ (انہوں نے کہا ڈرو نہیں بیشک ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں) عذاب دینے کیلئے اور یہ ان کو کہا جاتا ہے جن کو پہچان تو لیا جائے مگر ان کے آنے کا مقصد معلوم نہ ہو۔ فرشتوں نے لاتخف کہا کیونکہ خوف کے آثار اور تغیر ان کے چہرے پر محسوس کیا۔
۷۱: وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ (ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی ہوئی تھی) پردے کے پیچھے جو ان کی گفتگو کو سن رہی تھی یا ان کے سروں پر کھڑی خدمت کر رہی تھی۔ فَضَحِكَتْ (پس وہ ہنس دی) زوال خوف پر خوش ہو کر یا اہل خبائث کی ہلاکت پر یا قرب عذاب کے باوجود قوم لوط کی غفلت پر یا ان کو اسی وقت حیض آگیا (جیسا ضحكت الارنب۔ خرگوش کو حیض آیا)

بشارت اسحٰق و یعقوب:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ (ہم نے ان کو اسحاق کی خوشخبری دی) سارہ کو بشارت کے ساتھ خاص اس لئے کیا کیونکہ عورتیں لڑکے کی بشارت پر بہت خوش ہوتی ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ اس کے ہاں لڑکا نہ تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کا دوسرا لڑکا اسماعیل دوسری بیوی سے تھا۔ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (اور اسحاق کے بعد یعقوب کی)
قراءت: یعقوب منصوب، شامی، حمزہ، حفص نے فعل مضمر کی وجہ سے پڑھا۔ جس پر دلالت موجود ہے۔ فبشرنٰها باسحاق ای فبشرنا ها باسحاق ووهبنا لها يعقوب من وراء اسحاق ہم نے اس کو اسحاق کی خوشخبری دی اور یعقوب عنایت کیا اسحاق کے بعد۔ دوسرے قراء نے ابتداء کی وجہ سے مرفوع پڑھا ہے۔ اور ظرف من ورآء جو اس سے پہلے ہے اس کو خبر مانا ہے۔ جیسا کہتے ہیں فی الدار زیدٌ۔
۷۲: قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى (اس نے کہا کیا خوب بھلا) الف یا اضافت سے تبدیل ہو کر بنی ہے۔
قراءت: حسن نے يٰوَيْلَتِىْ اصل پر یا کو پڑھا ہے۔ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ (کیا میں بڑھیا بچے جنوں گی) ان کی عمر نوے سال تھی۔ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا (اور یہ میرے خاوند بوڑھے ہیں) ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔
نحو: هٰذا مبتداء اور بعلی اسکی خبر ہے۔ شیخًا حال ہے۔ اس میں عامل معنی اشارہ ہے۔ جس پر ذا دلالت کر رہا ہے۔ یا تنبیہ کا معنی

عامل ہے جس پر ھٰذا دلالت کرتا ہے۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ (بیشک یہ عجیب بات ہے) کہ دو بوڑھوں سے اولاد ہو۔ یہ عادت کے لحاظ سے استبعاد کا اظہار ہے

تعجب کا جواب:

۷۳: قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ (انہوں نے کہا کیا تم تعجب کرتی ہو اللہ تعالیٰ کے حکم سے) امر سے حکمت وقدرت مراد ہے فرشتوں نے سارہ کے تعجب کو عجیب خیال کیا۔ کیونکہ وہ ایسے گھر میں تھیں جس میں آیات قدرت اور معجزات ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ فارق عادت امور کا وہ مہبط تھا۔ پس ان کو مناسب تھا کہ وہ توقیر کرتیں اور اس میں دیگر عورتوں کی طرح اظہار تعجب نہ کرتیں جو کہ بیت نبوت میں نہیں رہتیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتمجید کرتیں بجائے اس کے تعجب کرنے لگیں۔ اسی طرف فرشتوں نے یہ کہہ کر اشارہ کیا۔ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ (اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر اے گھر والو!) ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ اور اسکی نوازشات ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں معزز فرماتے رہتے ہیں۔ اور اس کا انعام کرنے میں اے اہل بیت نبوت تمہیں خاص کرتے ہیں پس یہ تعجب کا مقام نہیں۔ یہ جملہ مستانفہ جو انکار تعجب کا سبب بیان کر رہا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا ایاک والتعجب فانّ امثال ھذہ الرحمۃ والبرکۃ متکاثرۃ من اللّٰہ علیکم تو اپنے آپ کو تعجب سے محفوظ کرو۔ اس رحمت وبرکت کی مثالیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت زیادہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ رحمت سے نبوت اور البرکات سے اسباط بنی اسرائیل مراد ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام ان میں سے ہوئے اور تمام اولاد ابراہیم علیہ السلام سے تھے اور اھل البیت نداء کی وجہ سے منصوب ہے یا فعل تخصیص مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ (بیشک وہ تعریفوں والا ہے) تعریف کیا ہوا شان والا جلد انعامات کی وجہ سے مَّجِیْدٌ (مستحق ستائش ہے) ظاہری کرم والا ہے جلد انتقام کے سبب۔

۷۴: فَلَمَّا ذَھَبَ عَنْ اِبْرٰھِیْمَ الرَّوْعُ (جب ابراہیم علیہ السلام کے دل سے خوف جاتا رہا اور گھبراہٹ دور ہوگئی) الروع وہ گھبراہٹ جو اس خوف کی وجہ سے پیدا ہوئی جب مہمانوں کو اوپرا خیال کیا۔ وَجَآءَتْہُ الْبُشْرٰی (اور خوشخبری ان کے پاس آگئی) لڑکے کی یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ (وہ قوم لوط کے متعلق ہم سے جھگڑنے لگے) جب انکا دل مطمئن ہوگیا اور خوف رفع ہوگیا۔ اور بشارت کی وجہ سے دل خوشی سے لبریز ہوگیا تو مجادلہ کیلئے فارغ ہوئے۔

نحو: لَمَّا کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اقبل یجادلنا۔ لگے ہم سے جھگڑنے یا خود یجادلنا، لما کا جواب ہے۔ حکایت حال کیلئے مضارع لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوگا وہ ہمارے قاصدوں سے جھگڑنے لگے۔ ان کا مجادلہ ان سے اس بات میں تھا کہ انہوں نے کہا انا مھلکوا اھل ھذہ القریۃ ہم ان بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا خیال ہے تمہارا اگر اس میں پچاس ایمان والے ہوں تو تب بھی ہلاک کرو گے انہوں نے جواب میں کہا۔ نہیں ابراہیم نے کہا چالیس۔ انہوں نے کہا نہیں ابراہیم نے کہا تیس۔ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ یہاں تک کہ دس تک پہنچے تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ اس وقت ابراہیم کہنے لگے۔ قال ان فیھا لوطا قالوا نحن اعلم بمن فیھا لننجینہ واھلہ [العنکبوت:۳۲]

۷۵: اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ لَحَلِیْمٌ (بیشک ابراہیم بڑے حلیم الطبع) جو سوء ادب سے پیش آتا اس کے ساتھ جلد بازی کرنے والے نہ تھے

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ۷۷

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ انکی وجہ سے رنجیدہ ہوئے۔اور ان کی وجہ سے تنگ دل ہوئے۔اور کہنے لگے آج کا دن مصیبت کا دن ہے

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوْمِ

اور انکی قوم کے لوگ ان کے پاس جلدی جلدی دوڑتے ہوئے آ گئے،اور وہ اس سے پہلے برے کام کیا کرتے تھے،لوط نے کہا اے میری قوم

هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ

یہ میری بیٹیاں ہیں وہ تمہارے لئے پاکیزہ ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوانہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی

رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ۷۸ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ

بھلا مانس نہیں ہے، کہنے لگے کہ تمہیں تو معلوم ہے کہ ہمیں تمہاری بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے اور تم تو جانتے ہو

مَا نُرِیْدُ ۷۹ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ۸۰

ہمارا کیا مطلب ہے لوط نے کہا کاش میرا تم پر زور چلتا ہوتا یا میں کسی مضبوط پائے کی پناہ لے لیتا۔

یا ایذاء کو بہت برداشت کرنے والے تھے۔نافرمانوں کو بہت معاف کرنے والے تھے۔اَوَّاهٌ (رحیم المزاج) اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت آہ بھرنے والے تھے۔مُّنِیْبٌ (رجوع کرنے والے) توبہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے یہ تمام صفات رقت قلبی پر دلالت کرتی ہیں۔اور رافت ورحمت کا منبع ہیں۔

حاصل: اس سے یہ واضح ہوا کہ یہ وہ صفات تھیں جنہوں نے ان کو مجادلہ پر آمادہ کیا اس امید سے کہ ان سے عذاب کو اٹھالیا جائے۔اور ان کو مہلت مل جائے کہ شاید وہ تائب ہو جائیں۔جیسا کہ اسی چیز نے ان کو باپ کیلئے استغفار پر آمادہ کیا۔فرشتوں نے یہ سن کر کہا۔

۷۶: یٰٓاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (اے ابراہیم اس بات کو چھوڑیے) یعنی یہ جھگڑا،اگرچہ مہربانی آپ کی عادت وطبیعت ہے۔ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ (بیشک تیرے رب کا فیصلہ آچکا) اس کا فیصلہ اور حکم وَاِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ (بیشک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو لوٹایا نہیں جاسکتا) جھگڑے سے لوٹایا نہ جائے گا۔عذابٌ یہ اسم فاعل کی وجہ سے مرفوع ہے۔اور وہ اتیهم ہے تقدیر عبارت یہ ہے وانهم یا تیهم بیشک وہ عذاب ان پر آئے گا۔

لوط علیہ السلام اور فرشتے:

۷۷: پھر وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے نکل کر قوم لوط کی طرف متوجہ ہوئے،ابراہیم علیہ السلام اور قوم لوط کے مابین چار فرسخ

کا فاصلہ تھا۔ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا (اور جب ہمارے قاصد لوط علیہ السلام کے پاس آئے) ان کے پاس آئے اور آپ نے ان کی ہیئت اور خوبصورتی کو دیکھا۔ سِیْٓءَ بِهِمْ (تو ان کو ناگوار ہوا) ان کو غمزدہ کر دیا، کیونکہ انہوں نے گمان کیا کہ وہ انسان ہیں۔ پس ان کے متعلق اپنی قوم کی خباثت کا خطرہ محسوس کیا اور اس وجہ سے بھی کہ وہ ان کی مدافعت اور قوم کے مقابلے سے عاجز تھے۔ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا (ان کا دل تنگ ہوا) ذرعا یہ تمیز ہے۔ یعنی ان کی آمد سے آپ کا دل تنگ ہوا۔ قَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ (اور کہنے لگے یہ دن بڑا سخت ہے) ۔روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو ہلاک نہ کرو جب تک لوط چار مرتبہ گواہی نہ دیں۔ چنانچہ ان کو گھر لیکر چلے تو انہیں فرمایا کیا تمہیں اس شہر والوں کا رویہ معلوم نہیں۔ انہوں نے کہا ان کا معاملہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ سطح زمین پر عمل کے لحاظ سے یہ بدترین بستی ہے۔ آپ نے یہ بات چار مرتبہ دہرائی۔ فرشتوں کے ساتھ مکان میں داخل ہوئے اور کسی کو کان و کان خبر تک نہ ہوئی۔ لوط علیہ السلام کی بیوی نکلی اور اپنی قوم کو ان کی اطلاع دی۔

قوم کا کردار اور لوط علیہ السلام کا طرزِ عمل:

۷۸: وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ (اور لوط علیہ السلام کے پاس ان کی قوم تیز تیز آئی) تیزی کرتے ہوئے گویا ان کو کوئی پیچھے سے دھکیل کر لا رہا ہے۔ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ (اس سے پہلے وہ برے کام کرتے تھے) اسوقت سے پہلے وہ بے حیائی کے کام کرتے تھے۔ یہاں تک وہ اس کے عادی ہو چکے اور اسکی برائی ان کے ہاں سے اڑ چکی۔ اسی لئے سرعام دوڑتے ہوئے آئے ان کو حیاء مانع نہ ہوا۔ قَالَ یٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ (کہا اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں) پس تم ان سے نکاح کر لو انہوں نے اپنے مہمانوں کو اپنی بیٹیوں کے ذریعہ بچانا چاہا اور یہ انتہائی مہربانی کی بات ہے۔ مسلمان عورتوں کا نکاح اس وقت کفار کے ساتھ جائز تھا۔ جس طرح کہ ابتدائے اسلام میں اس امت میں بھی جائز تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں بیٹیوں کا نکاح عتبہ بن ابی لہب اور ابوالعاص سے کر دیا تھا حالانکہ وہ دونوں کافر تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کے دو بڑے سردار تھے آپ نے چاہا کہ اپنی دونوں بیٹیوں کا نکاح ان سے کروالیں۔ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ (وہ زیادہ پاک ہیں تمہارے لیئے) میں حلال کر دیتا ہوں۔

نحو: هٰٓؤُلَآءِ مبتداء اور بَنَاتِیْ اس کا عطف بیان۔ هن ضمیر فصل اور اطهر خبر ہے۔ یا نمبر۲۔ بناتی خبر ہے۔ اور هن مبتداء اور اطهر اسکی خبر۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ (تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) ان کے نکاح کو ان پر ترجیح دیکر وَلَا تُخْزُوْنِ (اور تم مجھے رسوا نہ کرو) میری توہین نہ کرو اور نہ رسوا کرو۔ یہ الخزی سے بنا ہے۔ نمبر۲۔ مجھے شرمندہ نہ کرو۔ یہ الخزایۃ سے ہے جس کا معنی الحیاء ہے۔

قراءت: ابوعمرو نے وصل میں یا سے پڑھا۔ فِیْ ضَیْفِیْ (میرے مہمانوں کے حق میں) کیونکہ جب کسی کا مہمان رسوا ہو جائے یا اس کا پڑوسی تو وہ رسوا ہو جاتا ہے اور یہ شرفاء کا طرز عمل ہے۔ اور اصل جواں مردی ہے۔ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ (کیا تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں) یعنی کوئی ایک ایسا آدمی جو سیدھا راستہ بتائے اور اچھے کام سکھائے اور برائی سے روکے۔

۷۹: قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ (انہوں نے کہا تو جانتا ہے کہ ہمیں تمہاری بیٹیوں میں کوئی حق نہیں) حق کا معنی حاجت ہے کیونکہ عورتوں سے نکاح کرنا یہ ہمارے مذہب سے خارج ہے۔ ہمارا مذہب تو مذکروں سے بدفعلی ہے۔ وَاِنَّكَ

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ

فرشتوں نے کہا اے لوط بیشک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ سو تم رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جاؤ

وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ

اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے مگر اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جانا بیشک اسے وہی عذاب پہنچنے والا ہے جو قوم کے سب لوگوں کو پہنچے گا، بیشک

مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ۝۸۱ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا

صبح کا وقت ان کے عذاب کے لئے مقرر ہے کیا صبح قریب نہیں ہے۔ سو جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے زمین کے اوپر کے تختے کو

سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۝۸۲ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ

نیچے کر دیا اور ہم نے اس زمین پر کھنگر کے پتھر برسا دیئے جو لگاتار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے پاس سے نشان لگائے

رَبِّكَ ؕ وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ۝۸۳

ہوئے تھے اور یہ بستیاں ان ظالموں سے دور نہیں۔

لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ (اور تم ہمارا ارادہ جانتے ہو) مراد انہوں نے مذکروں سے بدفعلی لی۔ حالانکہ ان کیلئے اس میں کوئی شہوت نہ تھی۔

۸۰: قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ (کہا اگر میرے اندر تمہیں دفع کرنے کی قوت ہوتی (تو تمہیں دفع کر دیتا) یا میں مضبوط رکن کی طرف سہارا لیتا) لَوْ کا جواب محذوف ہے۔ یعنی تو میں ایسا کر گزرتا اور ضرور کرتا۔ مطلب یہ ہے اگر میں ذاتی طور پر تمہارے خلاف طاقت پاتا یا ایسے مضبوط کی پناہ لیتا جس سے میں اپنی پشت کو سہارا دیتا اور اس کے ذریعہ تمہیں روکتا۔ وہ اپنے دست و بازو کے ساتھ تم سے حفاظت کرتا طاقتور زبردست کو پہاڑ کے ستون سے مضبوطی میں تشبیہ دی اور حفاظت میں مشابہت دی۔

۸۱: روایت میں ہے کہ جب وہ مہمان آئے تو آپ نے دروازہ بند کر لیا اور کفار کو لوٹانے کی کوشش کرنے لگے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ان سے جھگڑ رہے تھے کہ وہ دیوار پھاند کر اندر آ گئے۔ جب ملائکہ نے لوط علیہ السلام کی تکلیف دیکھی تو انہوں نے کہا قَالُوْا یٰلُوْطُ (کہا اے لوط) بیشک تمہارا ستون تو بڑا مضبوط ہے۔ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ (بیشک ہم تیرے رب کے قاصد ہیں) پس دروازہ کھول دیں۔ اور ان سے ہم نپٹ لیں گے۔ آپ نے دروازہ کھولا جوں ہی وہ داخل ہوئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کی سزا کی اجازت چاہی اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی۔ آپ نے اپنا پر ان کے مونہوں پر مارا جس سے ان کی آنکھوں کا نشان مٹ گیا۔ اور وہ اندھے ہو گئے جیسا فرمایا فطمسنا اعینهم [القمر:۳۷] اب ان کو بھاگنے کا راستہ نظر ہی نہ آتا تھا۔ یہ ہجوم یہ کہتے ہوئے نکلا کہ بچاؤ بچاؤ! لوط کے گھر میں جادوگر رہتے ہیں۔ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ (وہ ہرگز آپ تک پہنچ نہیں سکتے)۔

نحو : یہ جملہ موضحہ ہے جو ماقبل کی وضاحت کر رہا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قاصد ہیں اس لئے یہ ہرگز آپ تک پہنچ نہیں سکتے۔اور نہ آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

ہدایات برائے عذاب:

فَاَسْرِ (پس تم رات کو لے چلو)

قراءت: حجازی نے وصل کے ساتھ پڑھا ہے۔یہ سُرٰی سے ہے۔بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ (اپنے اہل کے ساتھ رات کے حصے میں) کچھ رات گزرنے پر یا نصف رات ہونے پر وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ (اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے) پیچھے کی طرف پلٹ کر۔یا نمبر۲۔وہ اس چیز کی طرف نہ دیکھے جو اس کے پیچھے ہے۔نمبر۳۔تم میں سے کوئی پیچھے نہ رہے۔اِلَّا امْرَاَتَكَ (مگر تمہاری بیوی) یہ فاسر باھلك سے مستثنیٰ ہے۔

قراءت: مکی، ابوعمرو نے احد کا بدل قرار دے کر مرفوع پڑھا ہے۔

بیوی کے آپ کے اہل کے ساتھ نکالنے کی دو روایتیں ہیں۔نمبر۱۔اپنے ساتھ اس کو نکالا اور حکم دیا کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مگر وہ۔جب اس نے اس عذاب کا سنا تو مڑ کر پیچھے دیکھا اور کہہ اٹھی ہائے۔میری قوم! ایک پتھر اس کے آ لگا جس سے وہ ہلاک ہوگئی۔نمبر۲۔اس کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ پیچھے رہے۔ان کی محبت اس کے دل میں تھی اس کو رات ساتھ لیکر نہ چلے۔ قراءتوں کا اختلاف دونوں روایتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ (اس عورت پر وہ عذاب آئے گا جو ان پر آئے گا) یعنی بیشک معاملہ یہ ہے روایت میں ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو کہا متی موعد هلاکھم۔ان کی ہلاکت کا وعدہ کب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا۔اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ (بیشک ان کے وعدہ کا وقت صبح ہے) حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا میں اس سے جلد چاہتا ہوں۔تو فرشتوں نے کہا اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ (کیا صبح قریب نہیں)

انجام قوم:

۸۲: فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے ان کے اوپر کو نیچے کر دیا) جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پر کو اس کے نیچے رکھا پھر آسمان کی طرف اٹھا کر بلند کیا یہاں تک کہ آسمان والوں نے کتوں کے بھونکنے اور مرغوں کی بانگ کو سنا۔پھر اس کو الٹ دیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش کی اور اس کا تذکرہ اس ارشاد میں ہے۔وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (ہم نے ان پر کھنگر کے پتھر برسائے) سجیل کا لفظ معرب ہے (سنگ گل) سے دوسرے مقام میں اس طرح فرمایا حجارة من طين [الذاریات:۳۳] مَّنْضُوْدٍ (مسلسل) یہ سجیل کی صفت ہے نمبر۱۔پے در پے نمبر۲۔جمع شدہ جو عذاب کیلئے تیار کئے گئے تھے۔

۸۳: مُّسَوَّمَةً (نشان زدہ) یہ حجارۃ کی صفت ہے یعنی عذاب کیلئے ان پر نشان کیا گیا تھا۔ایک قول یہ ہے کہ ہر ایک پر اس ظالم کا نام لکھا تھا۔عِنْدَ رَبِّكَ (تمہارے رب کی طرف سے) نمبر۱۔اس کے خزانوں سے نمبر۲۔اس کے حکم سے وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ (اور وہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں) نمبر۱۔کوئی بعید چیز نہیں۔اسمیں اہل مکہ کو وعید ہے۔جبرئیل علیہ

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْٓ اَرٰکُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ

اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو بیشک میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ آسودہ حال ہو بیشک میں تم پر ایک ایسے دن کے عذاب کا اندیشہ

عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ﴿۸۴﴾ وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا

کرتا ہوں جو گھیر لینے والا ہوگا، اور اے میری قوم انصاف کے ساتھ ناپ تول کو پورا کرو اور لوگوں کو

تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ

چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد مچانے والے نہ بنو۔ اللہ کا دیا ہوا جو کچھ بچ جائے وہ تمہارے لئے بہتر ہے

اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ

اگر تم مومن ہو اور میں تم پر پہرہ دینے والا نہیں ہوں۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ بتاتی ہے

اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّکَ لَاَنْتَ

کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں، بیشک تم تو

الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ﴿۸۷﴾

بڑے بردبار ہو نیک چلن ہو۔

السلام نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آپ کی امت کے ظالم ان میں کوئی ظالم ایسا نہیں جو پتھر کے نشانے پر نہ ہو۔ اور وہ کسی بھی گھڑی اس پر گر سکتا ہے۔ نمبر۲۔ ضمیر کا مرجع بستیوں والوں کی طرف ہے۔ کہ یہ بستیاں مکہ کے ظالموں سے کچھ دور نہیں اپنے سفروں میں ان کا آتے جاتے ان پر گزر رہتا ہے۔

قوم شعیب علیہ السلام:

۸۴: وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا (مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا) مدین ان کے شہر کا نام ہے یا ان کے جد امجد مدین بن ابراہیم کا نام ہے۔ مطلب یہ ہے ہم نے شعیب علیہ السلام کو ساکنین مدین کی طرف بھیجا یا مدین کی اولاد کی طرف بھیجا۔ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ (کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی

عبادت کرو۔ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ماپ تول میں کمی نہ کرو) مکیلی چیز کیال کے ساتھ موزونی چیز میزان کے ساتھ اِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ (میں تمہیں مالدار پاتا ہوں) دولت و وسعت والا جو ماپ تول میں کمی سے تمہیں بے نیاز کرنے والی ہے یا میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان کا حق یہ ہے کہ تم وہ کام نہ کرو۔ جو تم کر رہے ہو۔ وَ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ (مجھے تمہارے متعلق گھیراؤ کرنے والے عذاب کا خطرہ ہے) محیط کا معنی مہلک جیسا دوسری آیات میں ہے واحیط بثمرہ [الکہف:۴۲] اور اصل میں یہ احاطۃ العدو سے بنا ہے مراد اس سے ایسا عذاب ہے جو دنیا میں تہس نہس کر دے یا آخرت کا عذاب۔

ایک معاشرتی مرض:

۸۵: وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ (اے میری قوم تم ماپ تول اور وزن کو پورا کرو) پورا کر کے دو بِالْقِسْطِ (انصاف سے) عدل کے ساتھ

نکتہ: پہلے انہیں اس قباحت سے بچنے کا حکم دیا جس میں وہ مبتلا تھے۔ ماپ تول میں ڈنڈی مارنا پھر اس کو جو عقل میں بھی خوب ہے پورا کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ اسکی طرف ان کی رغبت بڑھے اسی لئے بالقسط کے لفظ کا اضافہ کیا کہ تمہیں انصاف کے ساتھ برابر تول، ماپ کر دینا چاہیے کہ نہ کمی رہے نہ زیادتی ہو۔

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ (لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو) البخس۔ کمی کو کہتے ہیں۔ وہ جو چیزیں خریدتے ان کی چیزوں میں کمی کرتے۔ پس اس سے ان کو روک دیا گیا۔ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (اور زمین میں فساد مچاتے مت پھرو) العثی اور العیث سخت قسم کے فساد کو کہتے ہیں، مثلاً سرقہ، لوٹ مار ڈاکہ زنی وغیرہ اور یہ بھی درست ہے کہ البخس و تطفیف کو العثی (شدید فساد) ان کے حق میں قرار دیا ہو۔

۸۶: بَقِیَّتُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا جو بچ جائے) جو حلال مال حرام سے پرہیز کے بعد بچ جائے۔ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (وہ تمہارے لیئے بہت بہتر ہے۔ اگر تم مومن ہو) اس شرط پر کہ تم ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا بہت بہتر ہے کفار کیلئے بھی کیونکہ وہ اسکی وجہ اسلام لا کر بخس و تطفیف کی مصیبت سے چھوٹ جائیں گے۔ البتہ ایمان کے ساتھ تو اس کا فائدہ حصول ثواب، عقاب سے نجات کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ ایمان کے بغیر یہ فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ مالدار اس صورت میں کفر کے گہرے پانی میں ڈبکیاں کھا رہا ہے۔ اس میں ایمان کی عظمت ذکر کر دی اور اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کے متعلق خبردار کر دیا۔ یا نمبر۲۔ مطلب یہ ہے اگر تم میری باتوں میں میری تصدیق کرو اس حال میں کہ میں مخلصانہ نصیحتیں تمہیں کر رہا ہوں۔ وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ (میں تم پر پہرہ دار نہیں ہوں) اسکی ان نعمتوں کے سلسلہ میں جو اس نے تم پر کر رکھی ہیں پس تم خود ان کی حفاظت ماپ تول کی کمی کو ترک کر کے کرو۔

۸۷: قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ (کہنے لگے اے شعیب کیا تمہاری نماز) تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا (تمہیں حکم دیتی ہے کہ چھوڑ دیں ان معبودوں کو جنکی پوجا ہمارے آباء و اجداد کرتے تھے۔ یا ہم اپنے اموال میں

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا

شعیب نے کہا کہ اے میری قوم تم بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے ایک بڑی دولت عطا فرمادی ہے تو میں تمہیں حق کی دعوت دینا

حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ

کیسے چھوڑ دوں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اسطرح تمہاری مخالفت کروں کہ جن کاموں سے روکتا ہوں انہیں خود کرنے لگوں میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں

مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

جہاں تک مجھ سے ہو سکے، اور جو کچھ مجھے توفیق ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ

اور اے میری قوم تمہیں میری مخالفت اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تمہیں اس طرح کا عذاب پہنچ جائے جو قوم نوحؑ یا قوم

هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا

ہودؑ یا قوم صالحؑ کو پہنچا، اور قوم لوط تم سے دور نہیں ہے اور تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اسکے حضور میں

اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

توبہ کرو بیشک میرا رب رحم فرمانے والا ہے بڑی محبت فرمانے والا ہے۔

جو ہم کرتے ہیں وہ چھوڑ دیں) حضرت شعیب علیہ السلام بہت زیادہ نفلی نماز پڑھتے تھے۔ان کی قوم ان کو کہتی اس نماز کا کیا فائدہ آپ جواب میں فرماتے نماز محاسن وخوبیوں کا حکم دیتی ہے اور قبائح سے باز رکھتی ہے۔اس پر بطور تمسخر کہنے لگے۔ اصلٰوتک تامرک کیا تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ تو ہمیں ان کی عبادت کے ترک کا حکم دیتا ہے۔مَايَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ (جن کی پوجا ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے یا ہم کرنا چھوڑ دیں) ہم وسعت و پھیلاؤ کرنا۔ فی اموالنا مانشؤا (اپنے اموال میں اپنی مرضی استعمال کرنا) پورا دینا اور کم کرنا یہ بھی درست ہے کہ نمازوں کو مجازًا امر بنایا جائے جیسا اللہ تعالیٰ نے مجازًا ان کو ناہی قرار دیا ہے۔ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ (بیشک تو حوصلے والا سمجھدار بنا پھرتا ہے) یعنی تو بیوقوف و گمراہ ہے۔یہ استہزاء الٹ نام انہوں نے استعمال کیا۔نمبر۲۔تو ہمارے نزدیک حوصلہ مند سمجھدار ہے۔مگر تو ہمارے ساتھ وہ سلوک نہیں کر رہا جو تیرے حال کے مناسب ہے۔

جواب شعیب علیہ السلام:

۸۸: قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ (کہا اے میری قوم! دیکھو تو! اگر میں اپنے رب کی

طرف سے دلیل پر قائم ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے اچھا رزق عنایت فرمایا ہے۔ رِزْقًا حَسَنًا (اچھا رزق) یعنی نبوت و رسالت یا حلال مال بغیر بخس وتطفیف کے اَرَءَیْتُمْ کا جواب محذوف ہے۔ یعنی تم مجھے بتلاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں۔ اور حقیقت میں اسکا سچا پیغمبر ہوں۔ کیا میرے لئے یہ صحیح نہیں کہ بتوں کی عبادت کے چھوڑنے اور گناہوں سے رکنے کا تمہیں حکم دوں۔ جبکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہی اسی مقصد کیلئے ہوتی ہے۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے خالفنی فلان الی کذا جب وہ قصد کرے اور تم اس سے منہ موڑنے والے ہو۔ اور خالفنی عنہ کہتے ہیں وہ منہ موڑنے والا اور تم اس چیز کا قصد کرنے والے ہو۔

مثلاً تمہیں کوئی آدمی پانی کے گھاٹ سے لوٹتے ہوئے ملے اور تم اس سے اس کے دوست کے متعلق دریافت کرو کہ وہ کہاں ہے وہ جواب میں کہے خالفنی الی الماء تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پانی کی طرف جاتے ہوئے تو میرے ساتھ تھا۔ اور اب میں گھاٹ سے لوٹ کر جا رہا ہوں (اسکو وہیں چھوڑ کر) حضرت شعیب علیہ السلام کا قول اسی قسم میں سے ہے۔ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْہُ (یعنی میرا یہ ہرگز مقصود نہیں کہ تمہاری خواہشات وشہوات کی طرف تم سے سبقت کروں جن شہوات سے میں تمہیں منع کرتا ہوں۔) تاکہ تمہاری بجائے میں خود ان پر قبضہ جما لوں اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ (بلکہ میرا مقصود فقط اصلاح ہے) میں اپنے وعظ ونصیحت سے تمہاری اصلاح کرنا چاہتا ہوں۔ میرے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی مقصود یہی ہے۔ مَا اسْتَطَعْتُ (جتنی میں طاقت رکھتا ہوں) یہ ظرف ہے اصلاح کیلئے میری طاقت وامکان کی مدت تک یعنی جب تک میری استطاعت ہے اصلاح کو چھوڑ نہیں سکتا۔ اور اس کے لئے کوشش میں کوئی کمی نہ کرونگا۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ (اور عمل صالح کی توفیق مجھے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملی ہے۔ جو کچھ میں کرتا اور چھوڑتا ہوں وہ اسکی اعانت وتائید سے ہے۔ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ (اسی ہی پر میں نے توکل کیا) اعتماد کیا وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ (اسی ہی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں) میں خوشحالی اور تنگدستی میں اسی ہی کیطرف رجوع کرتا ہوں۔

۸۹: وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شِقَاقِیْٓ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ (اے میری قوم میری مخالفت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے۔ کہ کہیں تمہیں پہنچ جائے) میری مخالفت اس نتیجہ پر نہ پہنچادے کہ تم عذاب تک پہنچ جاؤ۔ جرم کا لفظ یہ کسب کی طرح ایک اور دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ ھُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ (جو عذاب پہنچا قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو) غرق، آندھی اور زلزلے کے عذاب بالترتیب ان اقوام پر آئے۔ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْکُمْ بِبَعِیْدٍ (اور قوم لوط تم سے دور نہیں) ان کا زمانہ قریب ہے۔ نمبر۱۔ وہ ہلاک شدہ لوگوں میں زمانہ کے لحاظ سے قریب تر ہیں۔ نمبر۲۔ یا جگہ کے لحاظ سے نزدیک ہیں ان کے تباہ شدہ مکانات تمہارے قریب ہیں۔ نمبر۳۔ جن اعمال سے وہ ہلاکت کے مستحق ہوئے۔ کفر، گناہ۔ ان میں تمہارے اور ان کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں۔

نحو: قریب اور بعید اسی طرح قلیل وکثیر میں مذکر ومؤنث کا فرق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایسے مصادر کے اوزان پر ہیں جن میں تذکیر وتانیث میں برابری ہے مثلاً الصھیل النھیق وغیرہ۔

۹۰: وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ (تم اپنے رب سے شرک ومعاصی کی معافی مانگو پھر اسکی طرف رجوع

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب تم جو کچھ کہتے ہو اس میں سے بہت سی باتیں ہم نہیں سمجھتے، اور بلاشبہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہمارے درمیان کمزور ہو اور اگر

رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ

تمہارا خاندان نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کردیتے، اور ہمارے نزدیک تم کچھ عزت والے نہیں ہو، شعیب نے کہا کہ اے میری قوم کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک عزت میں

مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ

بڑھ کر اللہ سے زیادہ ہے اور تم نے اسے پس پشت ڈال دیا، بلاشبہ میرا رب ان کاموں کا احاطہ کئے ہوئے ہے جنہیں تم کرتے ہو، اور اے میری قوم

اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ

تم اپنی جگہ پر کام کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں، تم عنقریب جان لو گے کہ کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا،

وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا

اور یہ بھی جان لو گے وہ کون شخص ہے جو جھوٹا ہے۔ انتظار کرو بیشک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں، اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیب کو

وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

اور ان لوگوں کو نجات دیدی جو انکے ساتھ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ظلم کیا انہیں سخت آواز نے پکڑ لیا سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے

دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ ع ۸

گرے ہوئے رہ گئے گویا کہ وہ ان میں رہے ہی نہ تھے خبردار مدین کے لئے دوری ہے جیسا کہ ثمود دور ہوئے

کرو بیشک میرا رب مہربان ہے) رحیم ہے کہ اہل جفاء کو ایمان والوں میں سے بخش دیتا ہے وَدُوْدٌ (محبت کرنے والا ہے) اہل وفاء صالحین سے محبت کرتا ہے۔

قوم کا آخری جواب:

۹۱: قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ (کہنے لگے اے شعیب ہماری سمجھ میں تیری بہت باتیں نہیں آتیں) ہم تیرے اقوال کی صحت کو نہیں سمجھتے ذرا غور تو کرو کس طرح وہ ان کے کلام کو نہ سمجھتے ہونگے حالانکہ وہ تو خطیب الانبیاء تھے؟ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا (اور بیشک ہم تمہیں اپنے میں کمزور پاتے ہیں) ہمارے درمیان نہ تمہاری عزت ہے اور نہ قوت اور اگر ہم تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو تو اس کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ (اگر تیرا گروہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کردیتے)

اگر تیرا خاندان نہ ہوتو ہم سنگساری سے تمہیں ہلاک کر دیتے اور یہ بدترین قسم کا قتل ہے۔ آپ کے خاندان والے ان کے ہم مذہب تھے اسی لئے انہوں نے ان کی طرف میلان ظاہر کیا اوران کا اکرام کیا۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ (تو ہمارے ہاں معزز نہیں ہے) تو ہم پر زبردست نہیں اور نہ ہی قابل اکرام ہے کہ قتل سے تمہیں بچا سکے اور نہ ہی بلند ہو کہ ہم سنگباری سے بالاتر خیال کریں البتہ تیرا خاندان ہماری نگاہ میں معزز ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے دین والے ہیں۔ حرف نفی کو ضمیر پر داخل کر کے بتلایا کہ کلام فاعل میں واقع ہورہا ہے فعل میں نہیں گویا اسطرح کہا گیا۔ وما انت علينا بعزيز بل رهطك هم الاعزة علينا اسی لئے ان کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

۹۲: قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (اے میری قوم کیا میرا خاندان وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے ہاں زیادہ عزت والا ہے) اگر ماعززت علینا کہا جاتا تو یہ جواب صحیح نہ بنتا۔ بلکہ اس طرح فرمایا ارهطی اعز علیکم من الله اورکلام ان کے اور خاندان کے متعلق کیا جارہا ہے۔ کہ وہ خاندان ان کے ہاں معزز ہے نہ کہ شعیب، ان کا شعیب علیہ السلام کی توہین کرنا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی توہین تھی اور جب ان کے ہاں ان کا خاندان زیادہ عزت والا تھا نہ کہ شعیب تو گویا انکا گروہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ عزت والا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر نظر ڈالیں تو یہ بات بخوبی ذہن نشین ہو جائے گی من يطع الرسول فقد اطاع الله [النساء:۸۰] وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا (تم نے اس کو پس پشت ڈال دیا) اور اس کو بھلا دیا اور تم نے اس کو پشت پیچھے ڈالی ہوئی چیز کی طرح نسیا منسیا کر دیا کہ اسکی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے۔

نحو: الظہری یہ الظہر سے اسم منسوب ہے اور کسرہ اسم منسوب کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ امس سے امسی اسم منسوب میں تغیرات بہت ہیں۔ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ (بے شک میرا رب تمہارے اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے) وہ علم کے اعتبار سے تمہارے اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے اس پر کائنات کی کوئی چیز مخفی نہیں۔

۹۳: وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ (اے میری قوم تم اپنی جگہ کام کرو)

نحو: یہ مکانة بمعنی مکان ہے۔ کہا جاتا ہے۔ مکان و مکانة و مقام و مقامة۔ یا نمبر۲۔ مکن کا مصدر ہے فهو مكين جب کسی چیز پر قابو پالے۔ مطلب یہ ہوگا تم کام کرو۔ اس حال میں کہ تم اپنی جانب سے ٹھہرنے اور جمنے والے ہو اس جانب جو کہ شرک اور میری دشمنی والی ہے۔ نمبر۳۔ اپنی طاقت بھر میری عداوت و دشمنی کرلو۔

اِنِّيْ عَامِلٌ (بیشک میں کام کرنے والا ہوں) اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ مجھے نصرت و تائید عنایت فرماتے ہیں اور مجھے ٹھکانہ دینے والے ہیں۔ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ (جلدی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے۔ جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا ہے)۔

نحو: من استفہامیہ ہے اور فعل علم سے معلق ہے۔

گویا اس طرح کہا گیا سوف تعلمو ن اینا یأتیه عذاب یخزیه (رسوا کرتا ہے) وایّنا هو کاذب۔ تم عنقریب جان لو گے کہ ہم میں سے کون ہے۔ جس پر عذاب اتر کر اس کو رسوا کرتا ہے۔ اور ہم میں سے کون جھوٹا ہے میں یا تم۔ یاء موصولہ ہے گویا

اسطرح کلام ہے۔سوف تعلمون الشقی الذی یأتیہ عذاب یخزیہ والذی ھو کاذب فی زعمکم ودعواکم ۔تم عنقریب اس بدبخت کو جان لوگے جس پر وہ عذاب آتا ہے جواس کو رسوا کردے گا۔اور وہ جو کہ تمہارے خیال اور دعوے میں جھوٹا ہے۔فا کو سوف پر داخل کیا تا کہ ایسے حرف سے وصل ظاہر ہو جو وصل کیلئے بنایا گیا ہے اور فا کو ہٹانے کی صورت میں وصل تقدیری ہے اور جملہ مستانفہ ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے گویا اس طرح کہا گیا پھر کیا ہوگا اگر ہم اسی کیفیت سے کام کرتے رہیں اور تم اپنا کام کرتے رہے؟ تو جواب دیا۔سوف تعلمون، تفنن فی البلاغۃ کیلئے تو دونوں صورتیں درست ہیں مگر جملہ مستانفہ زیادہ بلیغ ہے۔وَارْتَقِبُوْٓا (تم انتظار کرو) تم انجام کا انتظار کرو۔اور میں نہیں کہتا اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ (بیشک میں تمہارے ساتھ منتظر ہوں) الرقیب الراقب کے معنی میں ہے (نگران) یہ رقبہ سے نکلا ہے جیسے ضریب بمعنی الضارب ۔نمبر۲۔رقیب بمعنی مراقب (ایک دوسرے کا نگران) جیسا عشیر بمعنی معاشر نمبر۳۔رقیب بمعنی مرتقب جیسے رفیع بمعنی مرتفع (منتظر)

نفاذِ عذاب:

۹۴: وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ (جب ہمارا عذاب والا حکم آیا تو ہم نے بچالیا شعیب کو اور ان کے ساتھ والے مومنوں کو اپنی رحمت سے اور ظالموں کو پکڑ لیا ایک چیخ نے ۔) جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری تو وہ تمام ہلاک ہوگئے ۔یہ عاد اور مدین کے واقعہ کے آخر میں مذکور ہوا ہے۔

نکتہ: ثمود ولوط کے واقعہ کے آخر میں لما جاء فرمایا جبکہ آیت ۶۶ میں فلما جاء فرمایا گیا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں واقعات اس موعد کے بعد ذکر ہوئے جو ان موعد ھم الصبح [ہود:۸۱] ذلک وعد غیر مکذوب [ہود:۶۵] پس فالائے جو سببیت کو ظاہر کرتی ہے جیسا تم کہو وعد تہ فلماجاء المیعاد کان کیت و کیت اور دوسرے دونوں واقعات ابتدائی طور پر لائے گئے ۔اس لئے ان کا حق یہ تھا کہ واؤ جمع لا کر ماقبل پر عطف کیا جاتا جیسا ایک قصہ دوسرے پر عطف کیا جاتا ہے۔فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ (وہ اپنے گھروں میں مرے کے مرے رہ گئے) الجاثم اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی جگہ کو لازم پکڑے اور ادھر ادھر نہ سرکے۔جبرئیل علیہ السلام نے زور سے چیخ ماری۔اس اچانک چیخ سے تمام کی روحیں قبض ہوگئیں اور وہ اپنی جگہوں پر مرگئے

(اعاذنا اللہ من عاقبتہم)

۹۵: کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْھَا (گویا وہ گھروں میں بستے ہی نہ تھے) گویا زندگی میں انہوں نے ان گھروں میں رہائش اختیار ہی نہیں کی نہ تو پورے اختیار سے اور نہ آتے جاتے۔اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ (خبردار مدین والوں کیلئے دوری ہو) البُعد۔البَعَد کے معنی میں ہے۔اور اس کا معنی ہلاکت ہے۔جیسے الرُشد بمعنی الرَشَد ہے کیا قرآن مجید کی اس آیت کی طرف نہیں دیکھتے۔کَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ (جیسے قوم ثمود دور ہوئی)۔

نحو، قراءت: بَعِدَت کو بَعُدَتْ پڑھا گیا ہے معنی ہر دو صورت میں ایک ہے۔یہ قرب کی ضد ہے۔مگر انہوں نے بُعْد بمعنی ہلاکت) کے درمیان اور دوسرے کے درمیان فرق کیا پس بناء کو بدل دیا جیسا کہ خیر وشر کے زمانوں میں تفریق کرتے ہوئے کہتے ہیں وعد و اَوْعَد پہلا وعدہ کرنا اور دوسرا ڈرانا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٦﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات اور روشن دلیل کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا سو ان لوگوں نے فرعون کی بات کا

فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿٩٧﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ

اتباع کیا اور فرعون کی بات صحیح نہ تھی، قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا پھر وہ ان کو دوزخ میں اتار دے گا

وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿٩٨﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿٩٩﴾

اور وہ بری جگہ ہے جس میں ان لوگوں کا اترنا ہوگا اور ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگادی گئی اور قیامت کے دن بھی ان پر لعنت ہوگی۔ برا انعام ہے جو انہیں دیا گیا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿١٠٠﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

یہ بستیوں کی خبریں ہیں جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں ان میں سے بعض بستیاں قائم ہیں اور بعض بالکل ختم ہوگئیں، اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، ان کے معبودوں نے جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے کچھ بھی فائدہ

شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿١٠١﴾

نہ دیا۔ جب آپکے رب کا حکم آگیا اور انھوں نے ہلاکت کے علاوہ کسی چیز میں اضافہ نہیں کیا

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ:

۹۶: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات دے کر اور واضح دلائل کے ساتھ بھیجا) مراد سلطان مبین سے عصا ہے کیونکہ یہ تمام سے زیادہ واضح ترین نشانی تھی۔

۹۷: اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا (فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف پس انہوں نے اتباع کی) سرداروں نے اتباع کی اَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ (فرعون کے حکم کی اور فرعون کا حکم صحیح نہ تھا) اس میں متبعین فرعون کی جہالت ظاہر کی گئی ہے کہ انہوں نے فرعون کا کھلا گمراہ کن عمل قبول کرلیا اور وہ یہ تھا کہ اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا حالانکہ وہ ان جیسا انسان تھا۔ اور سرعام ظلم و شرارت پھیلانے والا تھا جو کہ شیطان ہی کا کارنامہ ہوسکتا ہے۔ چہ جائیکہ اس کو الوہیت کے منصب پر بٹھا دیا جائے۔ (نعوذباللہ من الحمقاء والحماقة) اور اس میں یہ بتلایا کہ قبطیوں نے ان آیات کا معائنہ کیا اور سلطان مبین بھی دیکھی اور ان کو یقین ہوگیا کہ موسیٰ علیہ السلام ہدایت و حق پر ہیں۔ پھر بھی ان کی اتباع سے اعراض کرکے اسکی اتباع کی جس کی اتباع میں رشد و ہدایت کا نشان تک نہ تھا۔ نمبر۲۔ یا مراد یہ ہے کہ اس کا کام نیک نہ تھا۔ اچھے انجام والا نہ تھا۔

۹۸: يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا) وہ مقتداء ہوگا اور وہ اس کے پیچھے ہونگے۔ یہ ماقبل کی تفسیر وایضاح ہے۔ کہ اس کا کام رشد و ہدایت والا کس طرح ہوسکتا ہے۔ جس کا انجام یہ ہو؟ الرشد کا لفظ ہر اس چیز میں استعمال ہوتا ہے جو پسندیدہ اور قابل تعریف ہو جیسا کہ الغی کا لفظ ہر قابل مذمت چیز پر بولا جاتا ہے۔ اور قدمه بمعنی تقدمه کے ہے آگے آگے ہونا۔ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ پس ان کو آگ میں داخل کرے گا۔ یہ لفظ ماضی لایا گیا کیونکہ ماضی امر موجود پر دلالت کرتا ہے اور قطعیت ظاہر کرتا ہے گویا اس طرح کہا گیا یقدمهم فیوردهم النار لا محالة وہ ان سے آگے ہوگا اور ان کو بہرصورت آگ میں داخل کرے گا۔ یعنی جس طرح وہ گمراہی میں نمونہ تھا۔ اس طرح آگ کی طرف بھی ان کے آگے جائیگا اور وہ اس کے پیچھے ہوں گے۔ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ (بہت برا ہے وہ گھاٹ جس پر وہ وارد ہوئے) الورد بمعنی مورد ہے۔ المورود جس پر وہ وارد ہوئے۔ اس میں اس کو فارط (سابق) سے تشبیہ دی جو کہ واردسے پہلے گھاٹ پر پہنچتا ہے اور اس کے متبعین کو واردہ سے تشبیہ دی پھر فرمایا یہ بدترین گھاٹ ہے۔ جس پر وہ اترے ہیں یعنی جہنم کی آگ کیونکہ گھاٹ پر پیاس کی تسکین کیلئے جاتے ہیں اور وہ آگ میں اترے ہیں جو پانی کی ضد ہے۔

فرعونیوں کا انجام:

۹۹: وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ (ان کے پیچھے لگادی گئی اس دنیا کی زندگی میں) هٰذِهٖ سے دنیا مراد ہے۔ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ (لعنت کو اور قیامت کے دن) ان پر دنیا میں بھی لعنت کی جائے گی اور آخرت میں بھی ملعون ہونگے۔ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ (بہت برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا) یعنی بدترین مدد اور بدترین وہ جن کو یہ امداد ملی۔ نمبر۲۔ جس کو یہ عطاء ملی بدترین عطاء ملی۔

۱۰۰: ذٰلِكَ (یہ) یہ مبتداء۔ ہے مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى (بستیوں والے کے واقعات وخبریں ہیں) یہ خبر ہے۔ نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ (جو ہم تمہیں بیان کررہے ہیں) یہ دوسری خبر ہے یعنی یہ خبر ان بعض اخبار میں سے ہے۔ جو ہلاک شدہ شہروں کی ہم نے بیان کیں۔ مِنْهَا (ان میں سے) ان بستیوں میں سے قَآئِمٌ وَّ حَصِيْدٌ (بعض کھڑی اور بعض کٹ کر فنا کے گھاٹ اتر چکیں) یعنی بعض کے آثار باقی ہیں۔ اور بعض کے نشانات بھی مٹ چکے جیسا کہ وہ کھیتی جو اپنی پوری پر کھڑی ہو اور وہ کھیتی جو کٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔

نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

عذاب کے وقت کسی معبود نے کام نہ دیا:

۱۰۱: وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ (اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا) ان کو ہلاک کرکے وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا) ان چیزوں کا ارتکاب کرکے جنکی وجہ سے ہلاک کئے گئے۔ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ (ان کو کچھ فائدہ نہ دیا ان کے معبودوں نے) اللہ تعالیٰ کی پکڑ کو ان سے ہٹا نہ سکے۔ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ (وہ معبود جن کو وہ پکارتے تھے) ان کی عبادت کرتے تھے گزشتہ حالت کی حکایت ہے۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ (اللہ تعالیٰ کے سواء جبکہ تیرے رب کا عذاب والا حکم آیا) امر سے عذاب مراد ہے۔

نحو: لَمّا یہ مااغنت کی وجہ سے منصوب ہے۔ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ (اور نہ اضافہ کیا سوائے بربادی کے اور کسی چیز کا)

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾

اور آپ کے رب کا پکڑنا اسی طرح ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ ظالم ہوں، بیشک اسکا پکڑنا درد ناک ہے سخت ہے۔

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ

بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو۔ یہ ایسا دن ہوگا جس میں تمام آدمی جمع کئے جائیں گے

وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ ؕ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ

اور یہ وہ دن ہوگا جو سب کی حاضری کا دن ہے اور ہم اسے مؤخر نہیں کر رہے ہیں مگر تھوڑی سی مدت کے لئے جس وقت وہ دن آئے گا کوئی شخص اللہ کی اجازت کے

نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِىٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِى النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا

بغیر بات نہ کر سکے گا سو ان میں شقی ہوں گے اور سعید ہوں گے، سو جو لوگ شقی ہوں گے وہ دوزخ میں ہوں گے اس میں انکی

زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ

چیخ و پکار ہوگی وہ اس میں ہمیشہ ٹھہرے رہیں گے جب تک کہ آسمان اور زمین قائم رہیں اِلّا یہ کہ آپ کے رب کی مشیت ہو،

اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِى الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ

بے شک آپ کا رب جو کچھ چاہے پورے طور سے کر سکتا ہے اور لیکن وہ لوگ جو سعید ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں

فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

گے جبتک آسمان و زمین قائم رہیں اِلّا یہ کہ آپ کے رب کی مشیت ہو، یہ بخشش بھی منقطع نہ ہوگی،

فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ

سوائے مخاطب جس چیز کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں تو اس کے بارے میں شک میں نہ پڑنا یہ لوگ اسی طرح عبادت کر رہے ہیں جیسا کہ پہلے انکے باپ

مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع

دادا عبادت کرتے تھے۔ اور ہم ان کو ان کا پورا پورا حصہ دے دیں گے جس میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔

۹ ع ۱۴ ۹

نقصان کہا جاتا ہے تبّ جبکہ وہ نقصان میں پڑے۔ اور تتبیب غیرہ جبکہ کسی دوسرے کو نقصان میں ڈالے یعنی غیر اللہ کی عبادت نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ ان کو ہلاک کیا۔

۱۰۲: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) کاف محلاً مرفوع ہے ای مثل ذلك الاخذ اس جیسا پکڑنا۔ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى

(تیرے رب کا پکڑنا ہے جبکہ اس نے بستیوں والوں کو پکڑا) القریٰ سے اہل القریٰ مراد ہیں۔ وَھِیَ ظٰلِمَۃٌ (جبکہ وہ ظالم تھے) یہ القریٰ سے حال ہے۔ اِنَّ اَخْذَہٗٓ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ (بیشک اسکی پکڑ بڑی سخت دردناک ہوتی ہے) الیم مولم کے معنی میں ہے دردناک اور شدید۔ پکڑے ہوئے پر سخت ہوتی ہے۔ یہ ہر ظالم بستی کیلئے ڈراوا ہے خواہ مکہ والے ہوں یا کوئی اور۔ ظالم کو چاہئے کہ وہ جلد توبہ کرے اور مہلت کے دھوکے میں مبتلا نہ ہو۔

تذکرۂ آخرت اور استدراج مجرم:

۱۰۳: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) جو کچھ کہ ہلاک ہونے والی امتوں کے متعلق بیان کیا لَاٰیَۃً (البتہ عبرت ہے) لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَۃِ (اس کے لئے جو ڈرا آخرت کے عذاب سے) یعنی اس عذاب کے وجود اور صحیح ہونے کا اعتقاد رکھا۔ ذٰلِكَ (یہ) کا مشارالیہ یوم القیامۃ ہے کیونکہ عذاب آخرت اس پر دلالت کر رہا ہے۔ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ (جس دن میں لوگ جمع کئے جائیں گے) الناس یہ مرفوع ہے مجموع کی وجہ سے جیسا کہ اس کا فعل رفع دیتا ہے یہاں فعل کے بجائے اسم مفعول کو اس لئے ترجیح دی گئی تاکہ جمع کا معنی اس دن کیلئے اچھی طرح ثابت ہو جائے اور جمع کی نسبت لوگوں کی طرف کر کے اس بات کو مزید پختہ کر دیا کہ لوگ اس سے جدا نہ ہونگے بلکہ حساب و کتاب کیلئے اکٹھے ہونگے اور ثواب و عقاب کو پائیں گے۔

وَذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ (اور یہ ایسا دن ہے کہ جس دن شہادت دینے والے شہادت دیں گے) یعنی اس دن میں حاضر ہونگے۔ مفعول بہٖ کی جمع ظرف لائے تاکہ وسعت پیدا ہو۔ مطلب اس طرح ہوا کہ تمام مخلوق موقف حساب میں حاضر ہوگی ان میں سے کوئی غائب نہ ہوگا۔

۱۰۴: وَمَا نُؤَخِّرُہٗٓ (اور ہم نہیں اس کو مؤخر کر رہے) یعنی مذکورہ دن کو، الاجل، تمام مہلت کی مدت پر بولا جاتا ہے اور اسکی انتہاء کو بھی کہتے ہیں اور گننا اور شمار کرنا تو اسکی مدت کو بیان کرنے کیلئے غایت و منتہا کیلئے نہیں۔ پس اس ارشاد کا معنی اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ (مگر ایک مقررہ مدت کیلئے) نمبر ۱۔ مگر اس لئے کہ گنی ہوئی مدت پوری ہو جائے۔ مضاف مدۃ حذف کر دیا یا نمبر ۲۔ ہم اس دن کو مؤخر نہیں کر رہے مگر اسلئے تاکہ وہ مدت ختم ہو جائے جو ہم نے بقائے دنیا کیلئے مقرر کی ہے۔

۱۰۵: یَوْمَ یَاْتِ (جس دن آئے گا) قراءت: مکی نے یا سے پڑھا اور ابو عمرو، نافع، علی نے وصل میں اسکی موافقت کی ہے۔ اور اصل یا کا اثبات ہے کیونکہ حذف کی کوئی وجہ نہیں یا کا حذف اور کسرہ پر اکتفاء لغت ہذیل میں کثرت سے ملتا ہے اور اسکی مثال ماکنا نبغ [الکہف:۶۴] اور یات کا فاعل ضمیر ہے جو اس قول کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یوم مجموع لہ الناس - [ھود:۱۰۳] اس یوم کی طرف جو یات سے پہلے آرہا ہے یوم یہ اذکر کی وجہ سے منصوب ہے۔ یا لَا تَکَلَّمُ کی وجہ سے یہ لا تتکلم ہے (نہ کلام کرے گا)۔ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (کوئی نفس مگر اس کے حکم سے) یعنی کسی کی کوئی سفارش نہ کر سکے گا مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جیسا فرمایا من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ [البقرۃ:۲۵۵]

دو قسمیں، شقی و خوش نصیب اور انجام:

فَمِنْھُمْ (پس ان میں سے) ہم کی ضمیر اہل موقف کی طرف راجع ہے کیونکہ لا تکلم نفس اس پر دلالت کر رہا ہے اور لوگوں کا

تذکرہ مجموع له الناس میں گزرا ہے [ھود:۱۰۳] شَقِيٌّ (بدبخت) معذب وَّسَعِيْدٌ (خوش نصیب) اور ان میں خوش نصیب ہونگے نعمتوں والے۔

۱۰۶: فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ (پس پھر وہ لوگ جو بدبخت ہوئے وہ آگ میں جائیں گے ان کے لئے اس میں چیخیں اور پکاریں ہونگی)۔زفیر گدھے کی آواز کی ابتدائی کیفیت اور شہیق۔گدھے کی آواز کی انتہاء نمبر۲۔سانس کا نکالنا اور لوٹانا۔یہ جملہ حال ہے اور اسمیں عامل استقرار ہے جو نار میں ہے۔

۱۰۷: خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے) یہ حال مقدرہ ہے۔مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ جب تک رہیں آسمان اور زمین) یہ موضع نصب میں ہے یعنی مدة دوام السموت والارض۔آسمانوں وزمین کے دوام کی مدت اور آسمان و زمین سے آخرت کے آسمان وزمین مراد ہیں۔وہ دوامی ہونگے اور ابد کیلئے بنائے جائیں گے۔اور آخرت میں آسمان وزمین کے وجود کیلئے یہ آیت دلیل ہے۔یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت [ابراہیم:۴۸] نمبر۲۔جب تک فوق وتحت باقی ہے کیونکہ آخرت والوں کیلئے ایسی چیز ہوگی جو ان کو اٹھائے اور ان پر سایہ کرے گی خواہ سایہ کرنے والا آسمان ہو یا عرش اور ہر چیز جو سایہ کرے وہ سماء ہے۔نمبر۳۔یہ ہیشگی کی تعبیر ہے اور انقطاع کی نفی ہے جیسے کہتے ہیں مالاح کوکب وغیرہ تابید کے کلمات بولے جاتے ہیں۔اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ (مگر جو چاہے تیرا رب) نمبر۱۔یہ خلود فی النار سے استثناء ہے۔اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اہل نار عذاب نار میں اکیلے ہمیشہ نہ رہیں گے بلکہ ان کو زمھریر (شدید سردی) اور کئی اقسام کے عذابوں سے جو آگ کے علاوہ ہونگے سزا دی جائے گی۔نمبر۲۔ماشاء کا معنی من شاء ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا ان کو الجھنمیین کہا جائیگا۔یہ اہل جنت سے الگ بیان کئے کیونکہ عرصہ دراز تک اہل جنت سے جدا رہے۔اور یہ بدبخت کامل طور پر نہیں کیونکہ (تابید فی النار) آگ میں ہیشگی سے بچالئے گئے اور ابتداء سعادت مند نہ بنے کہ بغیر آگ کے چھونے کے جنت میں پہنچ جاتے۔(انتہاء سعادت مند بن گئے کیونکہ آگ سے نکل گئے) یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک وقتادہ رحمہما اللہ سے مروی ہے۔اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (بیشک آپ کا رب کر گزرنے والا ہے جو وہ ارادہ کرتا ہے) شقی اور سعید کے متعلق۔

۱۰۸: وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا (اور پھر جو لوگ خوش نصیب ہونگے) قراءت: حمزہ، علی، حفص نے سُعِدُوْا پڑھا ہے۔سَعِدَ لازم ہے۔اور سَعَدَ يَسْعَدُ متعدی ہے۔فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ (پس وہ جنت میں جائیں گے اسمیں ہمیشہ رہنے والے ہونگے جب تک رہیں آسمان وزمین مگر جو چاہے تمہارا رب) نمبر۱۔یہ خلود فی الجنة سے استثناء ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جنت کے علاوہ ان کو جنت سے بڑی چیزیں بھی دی جائیں گی۔اور وہ رؤیت باری تعالیٰ اور اسکی رضامندی ہے۔نمبر۲۔اسکا معنی یہ ہے کہ ما بمعنی من ہو کہ جس کو اللہ تعالیٰ چاہے کہ اس کو جنت میں داخلے سے پہلے عذاب دے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ استثناء دونوں آیات میں اہل جنت کیلئے ہے۔(رواہ ابن مردویہ الدر المنثور) اس کا معنی وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دیا کہ گناہ گار مومن کیلئے خلود فی النار نہیں ہے کیونکہ اس کو بالآخر نکال لیا جائے گا اور اس کا جنت میں خلود نہ ہوا کیونکہ وہ ابتداء میں جنت میں داخل نہ ہوا۔

معتزلہ کی عبرتناک حرکت :

جب انہوں نے دیکھا کہ اس آیت سے گناہ گاروں کے خلود فی النار والا مسئلہ باطل ہوتا ہے تو ان تمام احادیث کا انکار کر دیا جو اس سلسلہ میں وارد ہیں۔ اور یہ بدترین گناہ ہے۔

عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ (ایسا عطیہ جو منقطع نہ ہوگا) غیر منقطع مگر ایسے زمانہ تک جائیگا جس کی انتہا نہیں جیسا کہ فرمایا لھم اجر غیر ممنون [فصلت:۸] یہ عَطَآءً یہ اعطو المحذوف کا مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہے ای اعطوا عطاءً۔

نکتہ: فرقہ جہمیہ نے چار آیات کا انکار کیا۔ نمبر۱۔ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ۔ ھود نمبر۲۔ اکلھا دائمٌ [الرعد:۳۵] نمبر۳۔ وما عند اللّٰہ باق [النحل:۹۶] نمبر۴۔ لا مقطوعة ولا ممنوعة [الواقعہ:۳۳]

مشرکوں کو ضرور سزا ملے گی :

۱۰۹: جب اللہ تعالیٰ نے بتوں کے پجاریوں کے واقعات کو بیان کیا اور ان پر اترنے والے عذاب کو ذکر فرما دیا تو جو عذاب تیار شدہ ہے اس کا ذکر فرمایا۔ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ (پس تم اے مخاطب! جس چیز کی یہ عبادت کرتے ہیں اس کے متعلق شک میں نہ پڑو) یعنی تم ہرگز شک نہ کرو اس کے بعد کہ تمہاری طرف یہ واقعات اتار دیئے کہ غیر اللہ کی عبادت کا برا انجام ہوگا جیسا کہ ان کے ہم مثلوں کو ان سے پہلے پہنچا۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور کفار سے انتقام کا وعدہ فرمایا۔ اور کفار کو خبردار کیا۔ پھر فرمایا مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ (یہ عبادت نہیں کرتے مگر کہ جس طرح ان کے آباؤ اجداد اس سے پہلے ان بتوں کی عبادت کرتے تھے) مقصد یہ ہے کہ شرک میں ان کی حالت اپنے آباؤ اجداد سے مختلف نہیں ہے۔ اور آپ کو بتلا دیا کہ ان کے آباء کا حشر کیا ہوا پس ان پر بھی اسی طرح کا عذاب اترے گا۔

نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے اس کا مقصد شک کے متعلق نہی کی علت بیان کرنا ہے۔ ان کی عبادت ویسی مشرکانہ ہے جیسی ان کی تھی مِمَّا میں مَا اور كَمَا میں ما مصدر یہ ہے۔ یہ ان کی پوجا کرتے ہیں جن کے ان کے اسلاف کرتے تھے۔ نمبر۲۔ موصولہ ہے۔ اس صورت میں من عبادتھم کعبادتھم جن کی عبادت ان کی عبادت کی طرح معنی ہوگا۔ نمبر۳۔ جن بتوں کی وہ عبادت کرتے اور اسی کی مثل جنکی وہ عبادت ان میں سے کرتے تھے۔ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ (ہم ان کو ان کا حصہ پورا پورا دیں گے) عذاب کا حصہ جیسا کہ ان کے آباء کو ہم نے پورا پورا دیا۔ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ (بغیر کمی کے) یہ نصیبھم سے حال ہے یعنی پورا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر اللہ کی طرف سے ایک بات طے شدہ نہ ہوتی

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ

تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، اور بلاشبہ وہ لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے۔ اور بیشک جتنے لوگ ہیں آپ کا رب انہیں

رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ

ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیدیگا بے شک وہ انکے اعمال سے باخبر ہے۔ سو آپ استقامت پر رہیئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور جو لوگ توبہ کر کے آپ

مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

کے ساتھی ہیں وہ بھی استقامت پر رہیں، اور حد سے آگے نہ بڑھو بیشک وہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے اور ان لوگوں کی طرف مت جھکو جنہوں نے ظلم کیا

فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ایسا کرو گے تو تمہیں آگ پکڑ لے گی اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں، پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی،

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ

اور دن کے دونوں طرفوں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجئے بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں،

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے اور آپ صبر کیجئے کیونکہ اس میں شک نہیں کہ اللہ اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

۱۱۰: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (اور تحقیق ہم نے دی موسیٰ علیہ السلام کو کتاب) یعنی تورات فَاخْتُلِفَ فِيْهِ (پھر اس میں اختلاف ڈالا گیا) بعض لوگ ایمان لائے اور ایک قوم نے انکار کر دیا۔ جیسا کہ قرآن میں اختلاف کر رہے ہیں اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ (اگر ایک بات آپ کے رب کی طرف سے نہ ہو چکی ہوتی) کہ وہ ان کو جلدی سزا نہ دے گا۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو ان کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہوتا) نمبرا۔ قوم موسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان نمبر۲۔ آپ کا اور آپ کی قوم کا ایسے عذاب سے جو ان کو جڑ سے اکھاڑ دیتا۔ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ (اور بلاشبہ وہ اس کے متعلق شک میں مبتلا ہیں) نمبرا۔ قرآن کے متعلق۔ نمبر۲۔ عذاب کے متعلق مُرِيْبٍ (جو ان کو متردد کرنے والا ہے) یہ اراب الرجل سے ہے جبکہ وہ شک والا ہو۔ یہ اسناد مجازی ہے۔

۱۱۱: وَاِنَّ كُلًّا (اور بالیقین تمام کے تمام) كُلًّا کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے۔ یعنی اِنَّ كُلَّهُمْ یعنی بیشک تمام اختلاف

کرنے والے ہیں اس میں۔

لَمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ۔ (آپ کا رب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ پورا پورا دے گا)

قراءت: اِنَّ مشددہ اور لَمَّا تخفیف کے ساتھ بصری، علی نے پڑھا۔ اور ما زائدہ ہے اِنَّ اور لَيُوَفِّيَنَّهُمْ کی لام میں فاصلہ کیلئے لایا گیا ہے۔ لَيُوَفِّيَنَّهُمْ یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ لَمَّا میں لام قسم کی تمہید کیلئے لائی گئی ہے۔ مطلب اس طرح ہے۔ وان جمیعهم واللّٰه لیوفینهم ربك اعمالهم بیشک تمام کو اللہ تعالیٰ کی قسم ضرور تیرا رب ان کے اعمال کا بدلہ دے گا یعنی ان کے اعمال خواہ ایمان ہو یا انکار و کفر حسن ہو یا قبیح۔

قراءت: ابوبکر نے پہلے کے برعکس اِنْ کو مخففہ پڑھا ہے اور مکی و نافع نے مخففہ ماننے کے باوجود ثقیلہ والا عمل اصل کا لحاظ کر کے دیا کیونکہ اصل تثقیل ہے۔ کیونکہ اِنَّ ثقیلہ فعل کے مشابہ ہے۔ اور فعل حذف سے پہلے اور بعد یکساں عمل کرتا ہے۔ جیسے لم یکن اور لم یك بالکل اسی طرح مشبہ بہ بھی۔ باقی قراء نے دونوں کو مشدد پڑھا ہے مگر یہ مشکل ہے اس میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ لممت الشیئ سے لیا جائے ای جمعتهٗ لمّا پھر وقف کیا تو لمّا بن گیا۔ پھر وقف کی بجائے اس پر وصل کو لائے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ الدعویٰ اور الشرویٰ کی طرح ہو اور جن مصادر میں الف تانیث ہو۔

قول زہری رحمۃ اللہ علیہ:

وَاِنَّ كُلًّا لَمًّا تنوین کے ساتھ پڑھا ہے جیسا کہ اس آیت میں اَكْلًا لَّمًّا [الفجر:۱۹] اور یہ اس کی تائید کرتا ہے جو ہم نے کہا ہے مطلب یہ ہوگا۔ ان كلًّا ملمومين ای مجموعين گویا اسطرح فرمایا اِنَّ كلًّا جميعًا۔ (بیشک تمام نے جمع ہونا ہے) جیسا کہ اس ارشاد میں فسجد الملائكة كلهم اجمعون [الحجر:۳۰]

صاحب ایجاز کا قول:

لَمَّا میں ظرفیت کا معنی ہے اور کلام میں اختصار ہے۔ گویا اس طرح فرمایا وان كلا لما بعثوا ليوفينهم رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ۔ جب ہر شخص کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے اعمال کا ضرور بدلہ دے گا۔

کسائی کا قول:

لَمَّا کی تشدید میرے علم میں نہیں ہے۔

اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (بیشک وہ جو عمل کرتے ہیں ان سے خبردار ہے)

استقامت کا حکم:

۱۱۲: فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (پس جو حکم آپ کو دیا گیا ہے اس پر قائم رہو) تم اس طرح قائم رہو۔ جس طرح استقامت کا آپ کو حکم ہوا۔ اس سے عدول کرنے والے نہ ہو۔ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ (اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں) اسکا عطف مستتر پر ہے۔ جو استقم میں ہے اور فصل کیلئے ایسا جائز ہے۔ تقدیر اس طرح ہے۔ فاستقم انت وليستقم من تاب

عن الکفر ورجع الی اللّٰہ مخلصًا پس تم استقامت اختیار کرو اور وہ بھی استقامت اختیار کریں جو آپ کے ساتھ ایمان لائے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کیا۔ وَلَا تَطْغَوْا (اور تجاوز نہ کرو (حدود شرع سے) یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود سے نہ نکلو اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (وہ تمہارے تمام کاموں کے دیکھنے والے ہیں) وہ تمہیں بدلہ دے گا پس اس سے ڈرو۔ کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ پر اس سے زیادہ اشق آیت کوئی نازل نہیں ہوئی اسی لئے آپ نے فرمایا۔ شَيَّبَتْنِيْ هُوْد (ترمذی) مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا۔

ظالموں کی طرف جھکنے کی سزا آگ:

۱۱۳: وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (اور ظالموں کی طرف مت جھکو) نہ مائل ہو۔ بقول شیخ رحمہ اللہ! یہ کافر سرداروں کے متعلق خطاب ہے کہ کفار قائدین اور سرداروں کی طرف ان کے ظلم میں ذرا بھر بھی جھکاؤ مت اختیار کریں۔ اور ان باتوں میں جن میں وہ تمہیں اپنی طرف بلاتے ہیں۔ فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (پس تمہیں عذاب چھو لے گا) ایک قول یہ ہے کہ الرکون الیھم سے مراد ان کے کفر پر رضا ہے۔ قتادہ نے کہا مشرکین سے مت ملو۔

نکتہ: موفق کہتے ہیں کہ میں نے امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب اس نے یہ آیت پڑھی تو اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو ان سے پوچھا، کیا ہوا تو اس نے کہا یہ تو ان لوگوں کے بارے میں ہے جو ظالموں کی طرف جھکنے والے ہیں۔ ظالم کا کیا حال ہوگا؟

اقوالِ علماء رحمۃ اللہ علیہم:

حضرت حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دین کو دو۔ لا میں بند کر دیا۔ نمبر۱۔ لاتطغوا۔ نمبر۲۔ لاترکنوا (خوب نکتہ بینی ہے) حضرت سفیان رحمہ اللہ نے کہا جہنم میں ایک وادی ہے جس میں وہ قراء جو بادشاہوں کی زیارت کیلئے جانے والے ہیں وہ رکھے جائیں گے۔ قول حضرت اوزاعی رحمہ اللہ! اللہ تعالیٰ کو سب سے ناپسند یہ بات ہے کہ کوئی عالم کسی عامل (وزیر، امیر) کے پاس جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ظالم کے متعلق دعا کی کہ وہ باقی رہے تو اس نے گویا پسند کیا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اسکی زمین میں ہوتی رہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان) سفیان رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اگر ظالم جنگل میں قریب المرگ ہو۔ کیا اسکو پانی کا گھونٹ دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں آپ سے سوال کیا گیا وہ مر جائیگا۔ تو فرمایا۔ اس کو موت کے حوالہ کر دو۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ (اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی دوست نہ ہوگا) یہ فتمسکم النار سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے فتمسکم النار وانتم علی ھذہ الحالۃ۔ پس تمہیں آگ چھو لے گی اس حال میں کہ تم اس حالت میں ہوگے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارا کوئی کارساز نہ ہوگا جو اس کے عذاب سے بچا سکے اور نہ ہی اس کے سوا کوئی تم سے اس کے عذاب کو روک سکے گا۔ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (پھر تمہاری امداد نہ کی جائیگی) پھر وہ اللہ تعالیٰ تو تمہاری امداد نہ کرے گا کیونکہ تمہیں سزا کا خود اس نے حکم دیا۔ ثم استبعاد کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے آدمی کی مدد بہت ہی بعید ہے۔

(یعنی بالکل نہ ہوگی)

نماز کے قیام اور نیکی کرتے رہنے کا حکم:

۱۱۴: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ (آپ نماز کو قائم کریں دن کے دو اطراف میں) صبح وشام وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ (اور رات کے کچھ حصوں میں) رات کے اوقات میں۔ زلفا یہ جمع زُلفۃٌ ہے یہ دن کے آخر میں رات کی قریبی گھڑیاں یہ ازلفه ای اذا قربه سے بنا ہے۔ قریب کرنا۔ صلاۃ الغدوۃ نماز فجر اور صلاۃ العشی۔ ظہر، عصر ہے کیونکہ زوال کے بعد والا وقت العشی ہے۔ اور صلاۃ الزلف یہ مغرب وعشاء ہے۔

نحو: طرفی النهار کا نصب ظرفیت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ دونوں کی اضافت وقت کی طرف ہے۔ جیسا کہتے ہیں اقمت عنده جميع النهار واتيته نصف النهار واولهٗ آخره یہ تمام منصوب ہیں کیونکہ مضاف کو مضاف الیہ کا حکم دیا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (بیشک نیکیاں دور کرنے والی ہیں برائیوں کو) پانچوں نمازیں گناہوں کو مٹاتی ہیں۔ حدیث میں فرمایا۔ ان الصلٰوة الخمس تكفرما بينها من الذنوب بیشک پانچوں نمازیں اپنے درمیان کے گناہوں کو مٹاتی ہیں۔ نمبر۲۔ طاعات مٹاتی ہیں سیئات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غلطی کے بعد نیکی کرلو، وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی۔ سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر یہ برائیوں کو مٹاتے ہیں۔ ذٰلِكَ (یہ) نمبر۱۔ اس کا مشار الیہ فاستقم اور اس کا مابعد کلام ہے۔ نمبر۲۔ قرآن مشار الیہ ہے۔

ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ (یہ نصیحت ہے۔ نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے) یہ آیت عمرو بن غزیہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ جو کھجور فروش تھے۔ ایک عورت ان کے ہاں سودا لینے آئی تو انہوں نے عورت کو کہا گھر میں اس سے بہتر کھجور ہے۔ وہ عورت داخل ہوئی تو انہوں نے اس کا بوسہ لے لیا۔ پھر شرمندہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے اپنا حال بیان کرتے ہوئے حاضر ہوئے۔ یہ آیت اتری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هل شهدت معنا العصر کیا تم عصر میں ہمارے ساتھ تھے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تیرے لئے وہ اس گناہ کا کفارہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیا یہ ان کے ساتھ مخصوص حکم ہے تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تمام لوگوں کیلئے عام ہے (ترمذی)

۱۱۵: وَاصْبِرْ (اور جمے رہو) اسکو پورا کرنے میں جس کا آپ کو حکم دیا گیا اور اس سے رکے رہو جس کی ممانعت کی گئی ہے۔ جو چیز ان میں سے اسی وقت کامل ہوگی جب صبر ہوگا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (پس اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے) جس نے ان تمام اوامر و نواہی کو جو فاستقم سے واصبر تک بیان فرمائے گئے جمع کر دیا وہ محسن ہے۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ

سو جو امتیں تم سے پہلے گزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد کرنے سے روکتے

اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا

بجز چند آدمیوں کے جن کو ہم نے عذاب سے بچالیا، اور جن لوگوں نے ظلم کی راہ اختیار کی وہ اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جس میں وہ تھے اور یہ لوگ

مُجْرِمِيْنَ ⑯ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ⑰

مجرم تھے اور آپ کا رب ایسا نہیں ہے، جو بستیوں کو بطور ظلم کے ہلاک فرما دے حالانکہ ان کے رہنے والے اصلاح کرنے والے ہوں

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ⑱ اِلَّا مَنْ

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی جماعت بنا دیتا اور وہ برابر اختلاف میں رہیں گے مگر جس پر

رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ

آپ کا رب رحم فرمائے اور اللہ نے انہیں اسی لئے پیدا فرمایا اور آپ کے رب کی بات پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ⑲

دونوں جماعتوں سے بھر دوں گا۔

اصلاح والے لوگ ضروری ہیں تاکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا ہو

۱۱۶: فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ (کیوں نہ ہوئے ان امتوں میں جو تم سے پہلے گزریں) لولا۔ ھلاّ کان کے معنی میں ہے۔ یہ تحضیض کیلئے ہے اور فعل کو خاص کر دیتا ہے۔ اُولُوْا بَقِيَّةٍ (سمجھدار) فضیلت والے اور بھلائی والے۔ آیت میں فضل وجودت کو بقیہ کے لفظ سے ذکر کیا۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ فلان من بقیۃ القوم کہ فلاں قوم کے افضل لوگوں میں سے ہے۔ اور عرب کا قول اسی کے متعلق ہے۔ فی الزوایا خبایا۔ وفی الرجال بقایا۔ کونوں میں چھپی چیزیں اور آدمیوں میں اعلیٰ آدمی ہوتے ہیں۔

يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ (جو زمین میں فساد سے لوگوں کو روکتے) اس میں محمد ﷺ اور آپ کی امت کے سامنے اس بات کو تعجب کے طور پر ذکر کیا کہ اس سورت میں جن امتوں کی ہلاکت کا ذکر کیا ان میں ایک جماعت بھی ایسی عقل منداور دیندار موجود نہ تھی جو دوسروں کو کفر و معاصی سے روکتی۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ (مگر تھوڑے جن کو ہم نے ان میں سے بچالیا) یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ مطلب یہ ہے لیکن تھوڑے ایسے تھے جن کو ہم نے ان اہل زمانہ میں سے بچالیا جنہوں نے فساد سے منع کیا بقیہ تمام نہی عن المنکر کو ترک کرنیوالے تھے۔ ممن انجینا میں مِن بیانیہ ہے تبعیض کیلئے نہیں ہے کیونکہ نجات صرف برائی

سے روکنے والوں کو ملی جیسا دوسری آیت میں ہے۔انجینا الذین ینھون عن السوء واخذنا الذین ظلموا [الاعراف:۱۶۵]
وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (اور ظالموں نے اتباع کی اور پیچھے پڑے رہے) یعنی وہ نہی عن المنکر کو چھوڑنیوالے تھے۔
اسکا عطف مضمر پر ہے۔ای الا قلیلاً مِمَّن انجینا منھم نھوا عن الفساد واتبع الذین ظلموا شھواتھم۔مگر تھوڑے
لوگ جن کو ان میں سے بچایا انہوں نے فساد سے دوسروں کو منع کیا۔اور ظالموں نے اپنی شہوات کی اتباع کی۔اس کا عطف نھوا
پر ہے۔مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ (جس ناز و نعمت میں وہ پڑے تھے) انہوں نے ان چیزوں کی اتباع کی جس میں عیش پسندی اور خوشحالی
دیکھی۔الترفة سرداری اور دولت کو پسند کرنا اور خوشحالی کے اسباب کو تلاش کرنا۔انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ
دیا۔اور اس کو پس پشت ڈال دیا۔وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (اور وہ مجرمین تھے) یہ جملہ معترضہ ہے۔ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا کہ
وہ مجرم لوگ ہیں۔

۱۱۷: وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى (اور آپ کا رب ہلاک کرنے والا نہیں اہل بستی کو)۔ نحو: لِيُهْلِكَ کی لام تاکید
نفی کیلئے لائی گئی ہے۔بِظُلْمٍ (ظلم کے سبب) یہ فاعل سے حال ہے یعنی یہ درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بستی کو ظلم کے طور پر ہلاک
کر دے۔وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ (جبکہ بستی والے اصلاح کرنے والے ہوں) اس میں اللہ تعالیٰ کا ظلم سے منزہ اور پاک ہونا ذکر
کیا۔ایک قول یہ ہے کہ ظلم سے شرک مراد ہے۔مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی بستی کو شرک کی وجہ سے ہلاک کرنے والے نہیں۔جبکہ
وہ لوگ اپنے باہمی معاملات میں درستگی کرنے والے ہوں۔وہ اپنے شرک کے ساتھ کوئی دوسرا فساد نہ ملائیں۔

۱۱۸: وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک گروہ بنا دیتا) سب کو ایمان و
طاعات پر اپنے اختیار سے متفق کر دیتا۔لیکن اس نے ایسا نہ چاہا۔

قول معتزلہ: اس مشیت سے زبردستی کی چاہت مراد ہے۔اور اس سے ابتلاء کا کوئی معنی نہیں رہتا۔پس یہ جائز نہیں۔مگر: آیت تو
بتلا رہی ہے کہ مشیت الگ چیز ہے اور حکم جدا چیز ہے۔پس معتزلہ کی غلطی دونوں میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ہے فافہم) وَلَا
يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ (وہ لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے) کفر و ایمان میں اختلاف کرتے رہیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے
چاہا کہ وہ مختلف ہوں جب ان سے اختیار کو جانا۔

۱۱۹: اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ (سوائے ان کے جن پر آپ کا رب رحم کرے) مگر وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اختلاف سے بچایا۔
پس وہ دین حق پر متفق ہو گئے۔اس میں اختلاف کرنے والے نہ تھے۔وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ (اور اسی کیلئے ان کو پیدا کیا) جس
اختلاف پر وہ ہیں۔پس ہمارے نزدیک تقدیر یہ ہے خلقھم للذی علم انھم سیصیرون الیه من اختلاف ان کو پیدا
کیا اس اختلاف کیلئے جس کے متعلق اس نے جانا کہ وہ عنقریب پہنچ جائیں گے۔(یہ حسن وعطاء کا قول ہے) نمبر۲۔اتفاق کیلئے
پیدا کیا اور ان کو اس کے علاوہ کسی چیز کیلئے پیدا نہیں کیا کہ جس کے بارے میں اس نے جانا کہ وہ اس تک پہنچیں گے۔
(کذا فی شرح التاویلات)

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ (اور تیرے رب کی بات پوری ہوئی) کلمہ سے مراد وہ بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمائی

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ

اور رسولوں کے قصوں میں سے یہ قصے ہم ایسے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ کے پاس حق آگیا ہے

وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ

اور اہل ایمان کے لئے نصیحت ہے اور آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو

اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ

ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔ اور تم انتظار کرو ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں، اور اللہ ہی کے لئے ہے آسمان کی اور زمین کی غیب کی چیزوں کا علم، اور اسی کی طرف

يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع

تمام امور رجع ہوں گے، سو آپ اسکی عبادت کریں اور اس پر توکل کریں اور آپ کا رب ان کاموں سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔

لاملئن جهنم من الجنة و الناس اجمعين۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہے کہ اکثریت باطل کو اختیار کرے گی۔ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں جماعتوں سے بھر دونگا)

۱۲۰: وَكُلًّا (ہر ایک) نحو: اس میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ گویا عبارت اسطرح ہے کل نبأ۔ كُلًّا پر نصب نَقُصُّ عَلَيْكَ سے ہے اور مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ یہ کل کا بیان ہے۔ اور مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ یہ كُلًّا سے بدل ہے۔

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (ہر ایک واقعہ جو ہم نے پیغمبروں کے واقعات میں سے بیان کیا وہ ایسا ہے کہ جس سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔) وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ (اور آپ کے پاس اس سلسلہ میں حق آگیا) اس سورت میں یا ان بیان کردہ واقعات میں وہ آگیا جو سچا ہے۔ وَمَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (وہ چیز آگئی جو نصیحت اور یادداشت ہے ایمان والوں کیلئے) تثبیتِ فؤاد کا معنی اضافہ یقین ہے کیونکہ دلائل کی کثرت دل کو مضبوط کر دیتی ہے۔

تم مانتے نہیں اب عذاب کا انتظار کرو:

۱۲۱: وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (اور کہہ دیں ان لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے) یعنی اہل مکہ وغیرہ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ (تم اپنی جگہ کام کرو)۔ اپنی حالت اور جانب جس پر تم قائم ہو۔ اِنَّا عٰمِلُوْنَ (بیشک ہم کام کرنے والے ہیں) اپنی جگہ

۱۲۲: وَانْتَظِرُوْا (اور تم انتظار کرو) ہمارے متعلق حوادث کا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (ہم تمہارے بارے میں انتظار کرنے والے ہیں)۔ کہ تم پر اسی طرح کا عذاب اترے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں بیان فرمایا جو تم جیسے تھے۔

۱۲۳: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے تمام پوشیدہ باتیں ہیں آسمانوں اور زمین کی) ان میں کوئی چیز

ایسی نہیں جو اس پر چھپی ہو۔ پس تمہارے اعمال اس سے چھپے ہوئے نہیں ۔ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّهٗ (اور اسی ہی کی طرف تمام کاموں کا لوٹنا ہے) پس ضروری ہے کہ ان کا معاملہ بھی اسی ہی کی طرف لوٹے اور آپ کا معاملہ بھی پس وہ خود آپ کی طرف سے ان سے انتقام لے گا۔

قراءت: نافع وحفص نے یُرجع پڑھا ہے۔ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَیْهِ (پس اسی ہی کی عبادت کرو اور اس پر ہی بھروسہ کرو) وہ آپ کے لئے کافی ہے اور آپ کا کفیل ہے وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (اور آپ کا رب بے خبر نہیں ان کاموں سے جن کو وہ کرتے ہیں)۔

قراءت: مدنی، شامی، حفص نے تا کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوگا آپ اور وہ۔ تو تعملون میں مخاطب کو غلبہ دے کر ذکر کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ تورات کا اختتام اسی آیت سے فرمایا گیا۔ حدیث میں فرمایا گیا من احب ان یکون اقوی الناس فلیتوکل علی اللّٰہ تعالٰی۔ جو آدمی یہ پسند کرے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ قوی بن جائے وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔ (حاکم)

تمت ترجمة سورۃ هود یوم الاربعاء ۲۴/رجب المرجب ۱۴۲۳ من الهجرة والحمدللّٰه

سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاِحْدٰى عَشَرَةَ اٰيَةً وَّاِثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ یوسف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سوگیارہ آیات اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ ۱ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ ۲

الرٰ قف یہ کتاب مبین کی آیات ہیں بیشک ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی تاکہ تم سمجھو،

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ

ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے سب سے اچھا قصہ بیان کرتے ہیں، اور اس سے

كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۞ ۳ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ

پہلے آپ محض بے خبر تھے، جبکہ یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ اے میرے ابا میں نے دیکھا کہ

اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۞ ۴

گیارہ ستارے اور چاند اور سورج مجھے سجدہ کئے ہوئے ہیں

عظمتِ قرآن:

۱: الرٰ۔ اللہ اعلم بمرادہ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (یہ واضح کتاب کی آیات ہیں) تلک سے اس سورت کی آیات کی طرف اشارہ ہے۔ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ سے سورت مراد ہے۔ یعنی یہ آیات وہ ہیں جو آپ کی طرف اس سورت میں اتاری گئیں۔ سورت کی آیات کا معاملہ اعجاز کے لحاظ سے غالب ہے۔ نمبر۲۔ یہ آیات اس پر اعجاز کو ظاہر کرتی ہیں جو ان میں غور و تدبر کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ انسانوں کی طرف سے نہیں نمبر۳۔ یہ ایسی واضح آیات ہیں کہ جنکے معانی اہل عرب پر مشتبہ نہیں کیونکہ یہ انہی کی زبان میں ہے۔ نمبر۴۔ ان آیات میں یہود کے اس سوال کو کھولا گیا جو انہوں نے یوسف علیہ السلام کے سلسلہ میں کیا۔ روایت میں ہے کہ علمائے یہود نے مشرکین سے کہا کہ محمد سے سوال کرو۔ آل یعقوب شام سے مصر میں کیوں منتقل ہوئی۔ اور یوسف علیہ السلام کا کیا واقعہ ہے۔

۲: اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا (ہم نے اسکو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا) یعنی اس کتاب کو جس میں یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہے اس حال میں اتارا ہے کہ یہ قرآن عربی ہے قرآن کے بعض حصہ کو قرآن کہا کیونکہ قرآن اسم جنس ہے۔ یہ سارے قرآن پر بھی بولا

جاتا ہے اور بعض حصہ پر بھی لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (تاکہ تم سمجھو) تاکہ تم اس کے معانی سمجھو۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا
وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيَاتُهٗ [فصلت:۴۴]
۳: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (ہم تمہیں بہترین قصہ بیان کرتے ہیں) ہم آپ کو بہترین بیان سے وضاحت کرتے ہیں۔ القاص۔ جو واقعہ کو صحیح طور پر بیان کرے یہ زجاج کا قول ہے ایک قول یہ ہے۔ القصص مصدر ہے اور اقتصاص کے معنی میں ہے۔ جیسے تم کہو قص الحديث يقصه قصصا اس نے بات کو بیان کیا۔ یہ فعل بمعنی مفعول ہے جیسا نفض اور الحسب بمعنی منقوص اور محسوب۔ اول صورت میں معنی نحن نقص علیك احسن اقتصاص ہم بیان کرتے ہیں تم پر بہترین بیان۔
بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ (اس سبب سے کہ ہم نے قرآن کو بذریعہ وحی آپ کی طرف بھیجا) یعنی اس سبب سے کہ ہم نے تیری طرف وحی کی ہے یہ سورۃ۔ اس طرح احسن مصدر کی وجہ سے منصوب ہے اور مصدر اس کا مضاف الیہ ہے۔ اور مقصوص محذوف ہے کیونکہ بما اوحینا الیك هذا القر ان نے اس سے مستغنی کر دیا۔ اور احسن الاقتصاص سے مراد اس کا انوکھے انداز سے اور عجیب اسلوب سے بیان کرنا ہے۔ پہلی کتابوں میں اس قسم کا انداز بیان تو کیا اس کے قریب بھی نہیں پایا جاتا اور اگر قصص سے مقصوص مراد ہو تو معنی یہ ہوگا۔ ہم تمہیں ان باتوں میں جو بیان کی جاتی ہیں بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں۔

احسن کی وجہ:

نمبر۱۔ عبرتوں پر مشتمل ہے۔ نمبر۲۔ حکمتوں کا مرقع نمبر۳۔ اس میں وہ عجائبات ہیں جو اوروں میں نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اس باب میں جتنے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ یہ ان میں احسن ہے جیسا کہتے ہیں فلان اعلم الناس یعنی اپنے فن میں اور القصص کا لفظ یہ قص اثرہٗ سے مشتق ہے جبکہ اسکی اتباع کرلے کیونکہ جو بات کو بیان کرتا ہے وہ اپنی یادداشت کی آہستہ آہستہ اتباع کرتا ہے۔ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ (اگرچہ آپ اس سے پہلے) اس میں ضمیر ما اوحینا کی طرف لوٹتی ہے۔ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ (البتہ ناواقفوں میں سے تھے) اس کے متعلق۔ ان یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ اور لام دونوں کو ظاہر کر رہی ہے۔ نافیہ کے بعد لام نہیں آتا۔ بیشک شان اور بات یہ ہے کہ تم ہمارے وحی کرنے سے پہلے اس سے ناواقف تھے۔

قصہ یوسف علیہ السلام اور اس کا خواب:

۴: اِذْ قَالَ (جب کہا) یہ احسن القصص سے بدل الاشتمال ہے۔ کیونکہ وقت واقعات کو اپنے اندر شامل کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ واقعات ان اوقات میں وقوع پذیر ہوئے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اذکر اذ قال۔ يُوْسُفُ (یوسف نے) یوسف یہ عبرانی لفظ ہے عربی نہیں۔ اگر عربی ہوتو منصرف ہوتا کیونکہ منع صرف اسباب میں صرف تعریف رہ جاتی۔ لِاَبِيْهِ (اپنے والد کو) یعنی یعقوب علیہ السلام يٰۤاَبَتِ (اے میرے ابا)
قراءت: شامی نے ابت پڑھا۔ یہ تاء تانیث ہے جو کہ یاء اضافت کے عوض میں آئی ہے۔ کیونکہ دونوں میں مناسبت پائی جاتی ہے ان میں سے ہر ایک اسم کے آخر میں بڑھائی جاتی ہیں۔ اسی لئے تو ھا میں تبدیل ہو جاتی ہیں جبکہ وقف ہو۔ تاء تانیث کو مذکر

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

ان کے والد نے کہا کہ اے میرے چھوٹے بیٹے تم اپنا خواب اپنے بھائیوں کو مت بتانا ورنہ وہ تمہارے لئے کوئی تدبیر کریں گے بلاشبہ شیطان انسان کا

لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ

کھلا دشمن ہے، اور تمہارا رب اسی طرح تمہیں منتخب فرما لے گا، اور تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور وہ تم پر

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ

اور یعقوب کی آل پر اپنی نعمت پوری فرما دے گا، جیسا کہ اس نے اپنی نعمت اس سے پہلے تمہارے دونوں دادوں ابراہیم اور اسحاق پر

وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝⑥

پوری فرما دی، بے شک آپکا رب جاننے والا ہے حکمت والا ہے

کے آخر میں لانا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں رجل ربعۃ تا کا کسرہ اس لئے ہے تاکہ یاء محذوف پر دلالت کرے اور جنہوں نے تاء کو فتحہ دیا انہوں نے الف کو یا ابتا سے حذف کر کے فتحہ کو باقی رکھا ہے۔ جیسا کہ یا غلام میں حذف یا کے بعد کسرہ کو باقی رکھتے ہیں۔ اِنِّیْ رَاَیْتُ (بیشک میں نے دیکھا) یہ الرؤیا سے ہے۔ الرؤیۃ سے نہیں ہے۔ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا (گیارہ ستارے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے ان کے نام یہ ہیں جریان، الذیال، الطارق، قابس، عمودان، الفلیق، المصبح، الضروح، الفرع، وثاب، ذوالکتفین (البزاز) وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور سورج اور چاند کو) نمبر۱۔ اس سے مراد باپ اور ماں نمبر۲۔ والد اور خالہ اور کواکب سے ان کے بھائی مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ واؤ مع کے معنی میں ہے۔ ای رایت الکواکب مع الشمس و القمر اور ان کو عقلاء کے قائم مقام شمار کیا گیا ہے۔ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ (میں نے ان کو اپنے سامنے سجدہ ریز دیکھا) کیونکہ انہوں نے ان کا وصف ایسا بیان کیا جو عقلاء کا کام ہے۔ مثلاً سجدہ۔ خواب کو دوبارہ ذکر کیا کیونکہ پہلا الرؤیا، ذات سے متعلق ہے۔ اور دوسرا الرؤیا حالت وصف سے متعلق ہے۔ یا نمبر۲۔ دوسرا کام مستانف ہے۔ سوال کو مقدر مانکر یہ جواب لایا گیا ہے۔ گویا کہ ان کے والد نے ان کو کہا کیف رأیتھا؟ تم نے ستاروں کو کس طرح دیکھا تو انہوں نے جواب میں کہا رأیتھم لی ساجدین یعنی تواضع کی حالت میں پایا۔ اس وقت ان کی عمر بارہ سال تھی۔ اور خواب یوسفی اور بھائیوں کے اس انجام تک چالیس سال کا عرصہ ہے یا اسی سال کا۔

۵: قَالَ یٰبُنَیَّ (کہا اے میرے بیٹے) قراءت: حفص نے بُنَیَّ کو ہر جگہ فتحہ سے ہی پڑھا ہے۔ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ (تو بیان نہ کر اپنا خواب) یہ الرؤیۃ کے معنی میں ہے مگر الرؤیا کا لفظ منام کیلئے خاص ہے بیداری کیلئے استعمال نہیں ہوتا اور صاحب بحر المحیط نے دونوں میں تا تانیث سے فرق کیا ہے جیسا کہ القربۃ اور القربٰی میں عَلٰٓی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا

(اپنے بھائیوں کے سامنے پس وہ تدبیر کریں گے تمہارے متعلق خفیہ تدبیر) یہ نہی کا جواب ہے تقدیر اس طرح ہے ان قصصتها علیهم کادوك۔ اگر تم نے بیان کر دیا تو وہ تیرے خلاف تدبیر کریں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے پہچان لیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو شرف نبوت سے نوازنے والے ہیں۔ اور دارین میں ان پر احسان فرمائیں گے۔ اسی لئے بھائیوں کے حسد کا خطرہ محسوس کیا۔ البتہ فیکیدوك نہیں کہا جیسا کہ فکیدونی ۔ھود: ۵۵ میں ہے لام سے متعدی کر کے فعل کے معنی کو ضمن میں ذکر کر دیا تا کہ تخویف بلیغ انداز میں ہو جائے اور اسکی مثال فیحتالوالك ہے۔ اسی لئے تو مزید تاکید کیلئے کَیْدًا لائے ہیں۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے) ظاہر دشمنی کرنے والا پس وہ ان کو حسد پر آمادہ کرے گا۔ اور خفیہ تدابیر سکھائے گا۔

۶: وَکَذٰلِکَ (اور اسی طرح) اس چناؤ کی طرح جس پر تیرا خواب دلالت کر رہا ہے۔ یَجْتَبِیْکَ رَبُّکَ (تیرا رب تجھے چنے گا) تیرا انتخاب کرے گا۔ اجتباء، چناؤ، کے معنی میں آتا ہے۔ اس کا اصل جبیت الشیء جبکہ اس چیز کو اپنے لئے حاصل کرے۔ اور جبیت الماء فی الحوض کا معنی میں نے پانی حوض میں جمع کیا۔ وَیُعَلِّمُکَ (اور وہ تمہیں سکھائے گا) یہ ابتدائی جملہ ہے تشبیہ میں داخل نہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا ھو یعلمك۔ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ (خواب کی تعبیر) نمبرا۔ خواب کی تفسیر و وضاحت۔ حضرت یوسف علیہ السلام خواب کی سب سے زیادہ تعبیر کرنے والے تھے۔ یا نمبر۲۔ انبیاء علیہم السلام کی باتوں اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی تعبیر کرنے والے۔ الاحادیث جمع حدیث ہے یہ احدوثہ کی جمع نہیں ہے۔ وَیُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکَ وَعَلٰٓی اٰلِ یَعْقُوْبَ (وہ اپنی نعمت کو تم پر اور آل یعقوب پر پورا کرے گا) اس طرح کہ ان کو دنیا کی نعمت آخرت کی نعمت کے ساتھ ملا کر دے گا۔ یعنی ان کو دنیا میں نبوت، بادشاہت اور دنیا سے آخرت کے بلند درجات میں منتقل کرے گا۔ آل یعقوب سے نسل، اولاد مراد ہے۔ آل کا اصل اَھْلٌ ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ اس کی تصغیر اُھَیْل آتی ہے۔ یہ ان کے بارے میں بولا جاتا ہے۔ جن میں عظمت پائی جاتی ہو۔ مثلاً آل النبی، آل الملک یہ نہیں کہا جاتا آل حجام۔ البتہ اہل حجام کہا جاتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ یوسف علیہ السلام نبی ہونگے اور ان کے بھائی انبیاء ہونگے ستارے کی روشنی سے استدلال کرتے ہوئے (مگر یعقوب علیہ السلام کا یہ سمجھنا کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ ان کو انبیاء سمجھ کر بھی ان کی کوتاہیوں کی تاویلات کی جائیں۔ معلوم نہیں کہ شیخ نے یہ کہاں سے لے کر تحریر فرمایا ہے ثبوت نبوت کیلئے قطعی روایت کی ضرورت ہے جیسا کہ نبوت یوسفی کیلئے نص موجود ہے فافہم) وَعَلٰٓی اٰلِ یَعْقُوْبَ اسی لئے فرمایا کَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓی اَبَوَیْکَ مِنْ قَبْلُ (جیسا اس نے انعام کو تیرے آباء پر پورا کیا اس سے پہلے) مراد جد اور ابوالجد ہے۔ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ ابویك کا عطف بیان ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ عَلِیْمٌ (بیشک آپ کا رب علم والا) وہ جانتا ہے کہ کون اجتباء کا حقدار ہے۔ حَکِیْمٌ (حکمت والا ہے) اشیاء کو ان کے مواقع پر رکھتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿٧﴾ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ

بلاشبہ یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں سوال کرنے والوں کے لئے دلائل ہیں، جبکہ ان کے بھائیوں نے یوں کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی

اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۚ ﴿٨﴾ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ

ہمارے باپ کو زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم سب مل کر پوری ایک جماعت ہیں، بلاشبہ ہمارے والد کھلی غلطی پر ہیں، یوسف کو قتل کر دو

اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿٩﴾

یا اسے کسی زمین میں ڈال دو، ایسا کرنے سے تمہارے والد کا رخ تمہاری طرف ہو جائے گا اور اس کے بعد تم صلاح والے بن جاؤ گے،

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ

ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے کسی اندھیرے کنوئیں میں ڈال دو تا کہ اس کو قافلہ والوں میں سے کوئی مسافر اٹھالے،

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿١٠﴾

اگر تم کو کرنا ہی ہے۔

۷: لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ (یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائیوں میں) ان کے واقعہ میں اور باتوں میں اٰيٰتٌ (نشانات) علامات اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہیں۔ اور حکمت باری کے ہر چیز میں ہونے کا ثبوت ہے۔ قراءت: مکی نے واحد آیۃٌ پڑھا ہے۔ لِّلسَّآئِلِيْنَ (سوال کرنے والوں کیلئے) نمبر۱۔ جو ان کے واقعات کے متعلق دریافت کرے۔ اور ان کو پہچانے نمبر۲۔ حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے دلائل ہیں۔ ان لوگوں کیلئے جنہوں نے یہود سے یا ان کے کہنے پر خود سوال کیا اور آپ نے کسی سے واقعہ سننے کے بغیر بتلایا اور کسی کتاب سے پڑھنے کے بغیر بیان کر دیا۔ بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ نمبر۱۔ یہودا، نمبر۲۔ روبین نمبر۳۔ شمعون نمبر۴۔ لاوی، نمبر۵۔ زبولون نمبر۶۔ یشجر، ان کی والدہ کا نام لیا بنت لیان ہے۔ نمبر۷۔ دان۔ نمبر۸۔ نفتالی نمبر۹۔ جاد، نمبر۱۰۔ آشر، یہ دونوں لونڈیوں زلفہ اور بلہہ کے بطن سے ہیں۔ جب لیا کا انتقال ہو گیا تو آپ نے اسکی بہن راحیل سے نکاح کر لیا۔ ان کے بطن سے دو بیٹے۔ نمبر۱۔ یوسف۔ نمبر۲۔ بنیامین پیدا ہوئے۔

بھائیوں کا حسد:

۸: اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا (جب انہوں نے کہا یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہے) لَيُوسف کی لام ابتدائیہ ہے۔ اس میں تاکید اور تحقیق جملہ کا معنی پایا جاتا ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان سے زیادہ محبت والی بات ثابت شدہ حقیقت ہے۔ جس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ واخوہ انہوں نے کہا حالانکہ وہ بھی تو بھائی تھے اسکی وجہ یہ تھی ان دونوں کی والدہ ایک تھی اور ان کی اور، اَحَبُّ کا لفظ تثنیہ کیلئے بھی لاتے ہیں کیونکہ افعل التفضیل کے واحد و تثنیہ یا جمع میں کوئی

فرق نہیں ہے۔ اسی طرح مذکر و مؤنث کا بھی فرق نہیں، اسی لئے لام تعریف لگا کر فرق کرنا ضروری ہوا جب اضافت کی تو دونوں مقصد حاصل ہو گئے۔ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ (اور ہم حالانکہ جماعت ہیں) واؤ حالیہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان دونوں کو محبت میں ہم پر فضیلت دیتا ہے حالانکہ وہ دونوں بچے ہیں جو اپنا آپ سنبھال نہیں سکتے اور ہم دس آدمی ہیں جوان کی معاونت میں کفایت کر سکتے ہیں پس اضافہ محبت میں ان کی بہ نسبت ہمارا حق زیادہ ہے کیونکہ ہماری تعداد و قوت زیادہ ہے اور فائدہ بھی زیادہ ہے۔ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِۣ (بیشک ہمارے والد کھلی گمراہی میں ہیں) دنیاوی تدابیر میں غلطی کرنے والا ہے۔ اگر وہ ضلالت فی الدین مراد لیتے تو یہ کافر ہو جاتے۔ العصبہ دس یا اس سے زیادہ پر بولا جاتا ہے۔

فیصلہ قتل:

۹: اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ (تم یوسف کو قتل کردو) یہ بھی منجملہ ان باتوں میں سے ہے جو اِذْ قَالُوْا کے بعد بیان کی گئیں گویا وہ اس بات کا متفقہ فیصلہ کر چکے تھے۔ سوائے اس کے جس نے لا تقتلوا یوسف کہا تھا ایک قول یہ ہے کہ قتل کی رائے دینے والا شمعون تھا۔ اور باقی اتفاق رائے کرنے والے تھے۔ اس لئے تمام کو قتل کا حکم دینے والے کہا گیا۔ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا (یا اس کو پھینک دو کسی زمین میں) ناواقف اور بیابان جگہ میں جو آبادی سے دور ہو۔ اسی لئے ارضًا کو نکرہ لائے اور صفت کے بغیر ذکر کیا اسی وجہ سے اس کا اعراب ظرف مبہم والا نصب دیا گیا۔

یَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ (خالص ہو جائے گی تمہارے لئے باپ کی توجہ) وہ تمہاری طرف پوری طرح متوجہ ہو جائے گا۔ اور دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہوگا۔ اور مقصد اس سے یہ ہے ان کی محبت شراکت سے پاک ہو جائے گی۔ وَجْه کا لفظ توجہ کی تصویر کشی کیلئے لائے۔ کیونکہ آدمی جب کسی شئی کی طرف پورا متوجہ ہوتا ہے تو چہرہ اسکی طرف کرتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ وجہ بول کر ذات مراد لیں۔ جیسا کہ اس آیت میں ویبقٰی وجه ربك [الرحمان:۲۷] وَتَكُوْنُوْا (اور تم ہو جانا) یہ یخل لکم پر عطف کی وجہ سے مجزوم ہے۔ مِنْۢ بَعْدِهٖ (اس کے بعد) یوسف کے بعد یعنی نمبرا۔ اس کے قتل سے فراغت کے بعد نمبر ۲۔ جلاوطن کرنے کے بعد نمبر ۳۔ اس کے قتل کے بعد نمبر ۴۔ پھینکنے کے بعد۔ ضمیر اقتلوا کے مصدر کی طرف لوٹتی ہے یا اطرحوا کے مصدر کی طرف قَوْمًا صٰلِحِیْنَ (نیک لوگ) نمبرا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حرکت سے توبہ کرنے والے یا نمبر ۲۔ تمہاری حالت والد کے ہاں درست ہو جائے گی۔

۱۰: قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ (ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا) وہ یہودا تھا۔ یہ سب سے زیادہ عمدہ رائے والا تھا۔ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ (تم یوسف کو قتل مت کرو) قتل بہت بڑا گناہ ہے وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ (اسکو گہرے کنوئیں کے گڑھے میں ڈال دو) کنوئیں کی گہرائی میں۔ غیابۃ کنوئیں کا حصہ جو دیکھنے والے کی آنکھ سے اوجھل ہو

قراءت: مدنی نے غیابات اور اسی طرح اس کا مابعد پڑھا ہے۔ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ (اس کو لے جائے کوئی مسافر) راستے پر چلنے والا کوئی آدمی اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ (اگر تم عمل کرنے والے ہو) اس پر کچھ۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ⑪ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا

کہنے لگے کہ اے ہمارے ابا کیا بات ہے آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اطمینان نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں، آپ اس کو کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے،

يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑫ قَالَ اِنِّىْ لَيَحْزُنُنِىْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ

تا کہ وہ ہمارے ساتھ کھائے اور کھیلے اور ہم اس کی پوری حفاظت کرنے والے ہیں، یعقوب نے کہا کہ بیشک مجھے یہ بات رنجیدہ کرتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور میں اندیشہ کرتا ہوں

اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ⑬ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ

کہ تم اس سے غافل ہو جاؤ اور اس کو بھیڑیا کھا جائے، کہنے لگے کہ اگر اس کو بھیڑیا کھا جائے

وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ⑭

اور ہماری پوری جماعت ہے تو ہم بالکل ہی خسارہ میں پڑنے والے ہو جائیں گے

والد سے بات چیت:

۱۱: قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ (وہ کہنے لگے اے ہمارے والد آپ ہم پر یوسف کے معاملے میں کیوں اعتماد نہیں کرتے اور بیشک ہم اس کے خیر خواہ ہیں) یعنی آپ ہم سے اس کے متعلق خائف کیوں ہیں۔ ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ اور اس پر شفقت کرنے والے ہیں۔ اس سے وہ یعقوب علیہ السلام کو ان کی رائے سے پھیرنا چاہتے تھے۔ اور حفاظت کے سلسلہ میں ان کی عادت کو بدلنا چاہتے تھے جبکہ یوسف کے متعلق فیصلہ کن کارروائی کا پختہ ارداہ ان کے باطن میں تھا۔

مَسْئَلَة: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے ان کی طرف سے ایسی بات کو محسوس کر لیا تھا جس سے لازم آتا تھا کہ یوسف کے سلسلہ میں وہ ان پر اعتماد نہ کریں۔

۱۲: اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ (اس کو ہمارے ساتھ کل صبح بھیج دیں تا کہ وہ جنگل میں کھائے پیئے)

قراءت: ابو عمرو اور ابن کثیر نے نلعب اور نرتع پڑھا ہے۔ تا کہ ہم اس کو خوب پھل فروٹ کھلائیں الرَّتعۃ وسعت و کثرت کو کہتے ہیں۔

وَيَلْعَبْ (ہم کھیلیں) شکار، تیر اندازی، گھوڑ دوڑ وغیرہ جو مباح ہیں ان سے تفریح کریں۔

قراءت: مدنی، کوفی نے یا کے ساتھ پڑھا جبکہ مکی، شامی اور ابو عمرو نے نون سے پڑھا ہے۔ حجازی نے عین کے کسرہ سے پڑھا۔ ارتعٰی یرتعی یہ الرعی سے افتعال ہے۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (اور بیشک ہم اسکی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں) اس سے کہ اس کو کوئی نامناسب چیز پہنچے۔

۱۳۔ قَالَ اِنِّىْ لَيَحْزُنُنِىْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ (کہا بیشک مجھے غم میں ڈالے گا تمہارا اسکو اپنے ساتھ لے جانا) مجھے غمزدہ کرے گا تمہارا

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ

پھر جب یوسف کو لے گئے اور اس پر متفق ہو گئے کہ اسے اندھیرے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اس کے پاس وحی بھیج دی

لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٥﴾ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾

کہ تم ضرور انہیں یہ بات جتلاؤ گے اور وہ نہیں جانیں گے، اور وہ لوگ شام کے وقت روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس آئے،

قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ

کہنے لگے اباجی بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہم سب آپس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے دوڑ لگانے میں مشغول ہوگئے اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا سو اسے

وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ

بھیڑیا کھا گیا، اور آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں، اور وہ اس کے کرتہ پر جھوٹا خون لے آئے، یعقوب نے کہا بلکہ بات یہ ہے کہ

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۚ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۚ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾

تمہارے نفسوں نے تمہیں ایک بات بنا کر دی ہے سو میں صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا، اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔

اس کو ساتھ لے جانا۔ لَيَحْزُنُنِیْ میں لام ابتدائیہ ہے۔ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ (اور مجھے ڈر ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے گا اور تم اس سے غافل ہو جاؤ گے) ان کے سامنے عذر کیا کہ اس کا ساتھ لیجانا ہی مجھے غمزدہ کر دے گا کیونکہ وہ اس سے ایک لحہ صبر نہ کر سکتے تھے۔ یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کے حملے کا خطرہ تھا جبکہ وہ اپنے چرانے اور کھیل کود میں مصروف ہوں۔

١٤: قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ (انہوں نے کہا اگر اس کو بھیڑیا کھالے) لام قسم کی تمہید کیلئے ہے اور قسم محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے واللہ لئن اکلہ الذئب۔ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ (جبکہ ہم جماعت ہیں) جتھا اور جماعت جو دفاع کی پوری قدرت رکھے عصبہ کہلاتی ہے۔ یہ واؤ حالیہ ہے۔ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (بیشک ہم اس وقت گئے گزرے ہوئے) یہ جواب قسم ہے یہ جزائے شرط کے قائم مقام ہے یعنی اگر ہم ایک دوسرے کی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے تو پھر ہمارے مویشی ہلاک ہو جاتے اور ہم ان کے سلسلہ میں نقصان میں مبتلا ہو جاتے۔

لطیفہ: انہوں نے اپنے دوسرے عذر کا تو جواب دیا۔ اول کا جواب نہیں دیا کیونکہ یہ بات ان کو غصہ دلانے والی تھی۔

١٥: فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ (پس جب وہ (یوسف) کو لے گئے اور انہوں نے اس کو کنوئیں کے گہرے گڑھے میں ڈالنے کا فیصلہ کرلیا) کنوئیں میں ڈالنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ یہ کنواں یعقوب علیہ السلام کے مکان سے تین فرسخ دور تھا۔ لَمَّا کا جواب محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے: فعلوہ بہ مافعلوا من الاذی۔ انہوں نے اس کو جو ایذاء

دی تھی وہ دی۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے جنگل میں جا کر عداوت و دشمنی کا اظہار کیا ان کو مارا اور ہلاکت کے قریب کر دیا۔ یہودا نے ان کو اس بات سے روکا جب انہوں نے ڈالنے کا ارادہ کیا تو یوسف ان کے کپڑوں سے چمٹ گئے انہوں نے ہاتھوں سے کپڑا چھڑوا لیا۔ پھر وہ کنوئیں کی دیوار سے چمٹ گئے۔ انہوں نے اس کے ہاتھ باندھ دیئے اور قمیص اتاری تا کہ خون سے اس کو رنگین کر سکیں اور والد کے سامنے حیلہ بازی کر سکیں۔ انہوں نے ان کو کنوئیں میں لٹکایا۔ اس میں پانی تھا جس میں آپ جا گرے۔ پھر ایک چٹان پر چڑھے۔ اور کھڑے ہو کر رونے لگے۔ یہودا ان کے لئے کھانا لاتا رہا۔ تفسیری روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو ان کے کپڑے اتار لئے گئے۔ جبرئیل علیہ السلام ان کے لئے حریر جنت کا ایک قمیص لائے اور ان کو پہنایا۔ یہ قمیص ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کو دیا تھا۔ یعقوب علیہ السلام نے اس کو ایک تعویذ میں جو یوسف علیہ السلام کی گردن میں لٹکایا ہوا تھی اس کو بند کر دیا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس کو نکال کر یوسف کو وہ قمیص پہنا دی۔ (یہ روایت اسرائیلیات کے کسی تعویذ گنڈے والے گروہ کی ایجاد کردہ معلوم ہوتی ہے فافہم و انتبہ

تسلی یوسف:

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ (اور ہم نے ان کی طرف وحی کی) ایک قول یہ ہے کہ بچپن میں ان پر وحی کی اور نبوت ملی جیسا یحیٰی وعیسیٰ علیہما السلام کو ملی نمبر۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ قریب البلوغ تھے جب یہ وحی ہوئی۔ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا (تم ان کو اس حرکت پر آگاہ کرو گے) تم ضرور اپنے بھائیوں کو بیان کرو گے جو کچھ انہوں نے تمہارے ساتھ کیا۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور وہ جانتے بھی نہ ہونگے) کہ تو یوسف ہے کیونکہ تیری شان بلند ہوگی سلطنت عظیم ہوگی۔ اور یہ اس وقت پیش آیا جب وہ غلہ کی خاطر ان کے پاس داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور وہ ان کو نہ جانتے تھے آپ نے ایک برتن منگوایا اور اس کو اپنے ہاتھ پر رکھا پھر اس کو ٹھوکر لگائی تو اس سے آواز نکلی۔ تو آپ نے کہا یہ برتن مجھے بتلا رہا ہے کہ تمہارا ایک باپ سے بھائی تھا جس کو یوسف کہتے تھے۔ تم نے اس کو گہرے کنوئیں میں ڈال کر باپ کو کہہ دیا کہ اس کو بھیڑیئے نے کھا لیا ہے۔ تم نے اس کو چند ٹکے میں فروخت کر دیا۔ (مگر یہ اسرائیلی قصہ انك لانت یوسف کے خلاف نظر آتا ہے (فتدبر) نمبر۲۔ هم لایشعرون کا تعلق اوحینا سے ہے کہ ہم نے وحی کے ذریعہ ان کو مانوس کیا اور ان کے دل سے وحشت کو زائل کیا اور ان کو ہمارے اس وحی کرنے کی خبر بھی نہ تھی۔

جھوٹا رونا:

۱۶: وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً (وہ شام کے اندھیرے میں اپنے باپ کے پاس آئے) تا کہ جھوٹ بولنے کے عذر پر جرأت کر سکیں اور معاملہ چھپا رہے۔ يَّبْكُوْنَ (روتے ہوئے) یہ حال ہے۔

نکتہ: حضرت اعمش کہتے تھے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے اس رونے کے بعد ہر رونے والے کو سچا نہیں کہا جا سکتا ہے۔

۱۷: جب یعقوب علیہ السلام نے ان کی آواز سنی تو گھبرائے اور فرمایا میرے بیٹو! کیا ہوا۔ کیا تمہاری بکریوں پر کوئی آفت آگئی۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر تمہیں کیا ہوا۔ اور یوسف کہاں ہے؟

قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ (کہنے لگے اے ہمارے والد! ہم آپس میں دوڑ لگاتے آگے نکل گئے) نستبق کا معنی

تسابق ہے۔ایک دوسرے کے مقابلہ میں دوڑنا۔نمبر۲۔تیر اندازی میں مقابلہ کرتے آگے نکل گئے۔
صرف: بابِ افتعال اور تفاعل دونوں شراکت فعل کو ظاہر کرتے ہیں جیسے ارتماء اور الترامی وغیرہ ہے۔وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ۔ (ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑا پس اس کو بھیڑیئے نے کھالیا۔آپ کو ہماری بات کا یقین نہیں آئے گا خواہ ہم سچ کہہ رہے ہوں)مومن لنا کا معنی تصدیق کرنا ہے۔لو کنا صادقین کا مطلب یہ ہے اگرچہ ہم تمہارے ہاں سچے اور ثقہ ہوں۔کیونکہ یوسف سے تمہیں شدید محبت ہے اور ہمارے متعلق بدگمان بھی ہیں تو پھر ہماری بات پر کیسے یقین آسکتا ہے خواہ ہم کتنے سچے ہوں۔
۱۸:وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ (وہ اسکی قمیص پر جھوٹا خون لگالائے)نمبرا۔جھوٹ والا نمبر۲۔مبالغۃً مصدر کو بطور صفت لائے۔گویا کہ وہ مجسمہ کذب ہے۔جیسا کہ کذاب کو کہتے ہیں ھو الکذاب بعینہٖ و الزور بذاتہٖ کہ وہ تو نرا جھوٹ کا پلندا ہے۔
روایت تفسیر میں ہے کہ انہوں نے ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کیا قمیص کو اس میں لت پت کر دیا۔اور پھاڑنا بھول گئے۔روایت تفسیر میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے جب یوسف علیہ السلام کے متعلق سنا تو زور سے آواز دی قمیص کہاں ہے۔اس کو لیکر اپنے چہرے پر ڈالا اور روئے یہاں تک کہ ان کا چہرہ قمیص کے خون سے خون آلودہ ہوگیا۔اور کہا اللہ تعالیٰ کی قسم؟! میں نے آج کے دن جیسا حوصلہ مند بھیڑیا نہیں دیکھا کہ جس نے میرا بیٹا تو کھالیا اور اس کا قمیص تک نہیں پھاڑا! (انبیاء علیہم السلام کیلئے رونا تو درست ہے مگر ایسا بے صبری کا رونا ان کے شایان شان نہیں۔(اللّٰھم احفظنا من الاسرائیلیات) کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے قمیص میں تین نشانات ظاہر ہوئے۔نمبرا۔یعقوب علیہ السلام کے لئے ان کے کذب پر دلیل بن گیا۔نمبر۲۔قمیص یوسفی کو آپ کے چہرے پر ڈالا گیا تو نظر واپس لوٹ آئی۔نمبر۳۔ قمیص کا پیچھے سے پھٹ جانا صداقت یوسفی کی دلیل بن گئی۔
نَحو:عَلٰى قميصہٖ ظرفیت کی وجہ سے محل نصب میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے وجَآءُوْ فوق قميصہ بدم
قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ (یعقوب علیہ السلام نے)(فرمایا بلکہ مزین کیا) آسان کیا یا مزین کیا لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا (تمہارے نفسوں نے ایک امر)عظیم کو آسان کر دیا اور حقیر کر کے دکھایا کہ اسکا تم نے ارتکاب کر ڈالا (یعنی گم شدگی یوسف اور قتل کو اتنا معمولی سمجھ کر غلط عذر تراش لیا)فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ (پس اچھا صبر کروں گا)
نَحو: نمبرا۔یہ خبر ہے یا مبتداء کیونکہ موصوف ہے تقدیر عبارت امری صبر جمیل یا صبر جمیل امثل۔صبر جمیل میرے لئے مناسب ہے۔وہ ایسا صبر ہے کہ جس میں مخلوق کے ہاں شکوہ نہ ہو۔وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ (اور اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہیں) یعنی اسی سے ہی میں مدد طلب کرونگا عَلٰى (ان مصائب کے برداشت کیلئے جو تم بیان کرتے ہو) ہلاکت یوسف اور اس سے پہنچنے والے دکھ پر صبر مَا تَصِفُوْنَ (جو تم بیان کرتے ہو۔)

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ

اور ایک قافلہ آ گیا انہوں نے اپنا آدمی پانی لانے والے کو بھیجا اس نے اپنا ڈول ڈالا وہ کہنے لگا کیا ہی خوشی کی بات ہے کہ یہ ایک لڑکا ہے،

وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ

اور انہوں نے اسے سامان تجارت بنا کر چھپا لیا اور اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اور انہوں نے اسے معمولی سی قیمت پر بیچ دیا جو گنتی کے چند

مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿٢٠﴾

درہم تھے اور یہ لوگ اس سے بے رغبت تھے۔

یوسف علیہ السلام اور قافلہ:

۱۹: وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ (ایک قافلہ ادھر آ گزرا) یہ قافلہ مدین سے مصر جا رہا تھا۔ یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالے ہوئے تین دن بیت چکے تھے۔ قافلے والے راستہ بھول گئے اور کنوئیں کے قریب اتر پڑے یہ آبادی سے دور بیابان کنواں تھا (مگر یلتقطه بعض السیارۃ کا قرینہ اس کے خلاف راستہ کے کنوئیں کی نشاندہی کرتا ہے فافہم) اس کنوئیں کا پانی نمکین تھا۔ یوسف علیہ السلام کے ڈالنے سے میٹھا ہو گیا۔ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ (انہوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا) وارد وہ شخص جو قوم کا سقا ہو، اس کا نام مالک بن ذعر الخزاعی تھا۔ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ (اس نے اپنا ڈول لٹکایا) کنوئیں میں ڈول بھرنے کیلئے چھوڑا یوسف علیہ السلام ڈول کے ساتھ لٹک گئے اس نے کھینچا تو پکار اٹھا۔ قَالَ يَا بُشْرَىٰ (اے بشارت)

قراءت: کوفی نے کہا نادی البشری پڑھا ہے گویا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ یابشری ھذا اوانک۔ اے بشارت یہ تمہارا زمانہ ہے۔ دیگر قراء نے بشرای (اپنی ذات کی طرف اضافت کے ساتھ) اے میری خوشخبری نمبر ۲ یہ بشری مالک کے غلام کا نام ہے پس اس کو آواز دی اپنی ذات کی طرف نسبت کر کے۔ اس صورت میں یہ علم ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ آپ کو لیکر گیا جب قافلہ کے قریب پہنچا تو ان کو اسکی خوشخبری دیتے ہوئے آواز دی۔ هَٰذَا غُلَامٌ (کہ یہ ایک لڑکا ہے) وَأَسَرُّوهُ (انہوں نے چھپا لیا اسکو) اسمیں ضمیر وارد اور اس کے قافلہ والوں کی طرف ہے۔ کہ انہوں نے بقیہ قافلے سے اس کو چھپایا نمبر ۲۔ ضمیر یوسف کے بھائیوں کی طرف لوٹتی ہے۔ انہوں نے قافلہ والوں سے کہا یہ ہمارا غلام بھگوڑا ہو گیا ہے اس کو ہم سے خرید لو۔ یوسف علیہ السلام خوف قتل سے خاموش رہے۔ بِضَاعَةً (مال تجارت سمجھ کر) یہ حال ہے یعنی انہوں نے سامان تجارت سمجھ کر اس کو چھپا لیا۔ البضاعۃ جس کو مال سے تجارت کی خاطر الگ کر لیا جائے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ (اور اللہ تعالیٰ جاننے والے تھے جو کچھ وہ کر رہے تھے) یوسف کے بھائی جو اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ یہ قبیح قسم کا سلوک کر رہے تھے۔

۲۰: وَشَرَوْهُ (اور بیچ دیا انہوں نے) فروخت کر دیا بِثَمَنٍ بَخْسٍ (حقیر قیمت) کھوٹے ناقص قیمت ظاہر نقصان والے نمبر ۲۔ کم قیمت دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ (چند گنتی کے دراہم کے بدلے) دراہم ثمن کا بدل ہے معدودہ قلیل جو شمار ہو سکتے تھے۔ ان کا وزن

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ یَّنْفَعَنَآ

اور اہل مصر میں سے جس شخص نے یوسف علیہ السلام کو خرید ا تھا اس نے اپنی عورت سے کہا اسے عزت کے ساتھ رکھنا، ممکن ہے ہمارے کام آ جائے

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ؗ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ

یا ہم اسے بیٹا بنا لیں، اور اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو اس سرزمین میں قوت دے دی اور تا کہ اسے خوابوں کی تعبیر دینا

الْاَحَادِیْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا

بتلا دیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اور جب

بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾

وہ اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے حکمت اور علم عطا کیا اور ہم اسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ

اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے ان کو پھسلایا اور دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی آ جاؤ میں تم ہی سے کہہ رہی ہوں،

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

انہوں نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بے شک تیرا شوہر میرا مربی ہے اس نے میرا اچھا ٹھکانہ بنایا ہے بیشک بات یہ ہے کہ ظلم کرنے والے کامیاب نہیں ہوتے۔

نہ کیا گیا انکے ہاں رواج یہ تھا کہ چالیس سے کم دراہم کو گنتے اور چالیس یا اس سے اوپر دراہم کا وزن کرتے اور یہ بیس دراہم تھے۔ وَكَانُوْا فِیْهِ مِنَ الزَّاهِدِیْنَ (اور اس میں بے رغبت تھے) زاہد اس شخص کو کہتے ہیں جو ہاتھ میں جو موجود ہو اس کو معمولی قیمت کے بدلے دے ڈالے۔ نمبر۲۔ شَرَوْهُ کا معنی خرید لیا اسکو قافلہ والوں نے بھائیوں سے اور وہ اسکے متعلق بے رغبت تھے کیونکہ انہوں نے اس کو بھاگا ہوا غلام سمجھا اور تفسیری روایت میں یہ بھی ہے کہ یوسف کے بھائیوں نے ان کا پیچھا کیا اور کہا اس کو اس سے پختہ اعتماد لے لو کہ یہ بھاگے نہیں۔ اور فیہ یہ الزاھدین کا صلہ نہیں یعنی رغبت نہ رکھنے والے کیونکہ صلہ موصول سے مقدم نہیں ہوتا بلکہ فیہ یہ بیان ہے گویا اس طرح کہا گیا کس چیز میں انہوں نے بے رغبتی کی تو جواب دیا انہوں نے یوسف میں بے رغبتی کی۔

مصر پہنچنا:

۲۱: وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ اور کہا اس شخص نے جس نے مصر میں یوسف کو خریدا۔ اس کا نام قطفیر تھا اور یہی عزیز ہے جو کہ خزائن مصر پر نگران تھا۔ اور بادشاہ ان دنوں ریان بن ولید تھا۔ یہ یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان لایا اور آپ کی زندگی میں فوت ہو گیا۔ عزیز نے آپ کو آپ کے ہم وزن چاندی اور ریشم اور کستوری کے بدلے میں خریدا۔ آپ کی اس وقت سترہ سال

عمر تھی۔ آپ اس کے گھر میں تیرہ سال رہے۔ ریان بن ولید نے ۳۰ سال کی عمر میں وزیر بنالیا۔ اللہ تعالیٰ نے حکمت وعلم دیا۔ جبکہ آپ کی عمر ۳۳ سال ہوئی اور آپ کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی جب وفات پائی۔

لِامْرَاَتِہٖٓ (اپنی بیوی کو) راعیل یا زلیخا لام یہ قال سے متعلق ہے اشتراہ سے متعلق نہیں۔ اَکْرِمِیْ مَثْوٰىهُ (اس کو خاطر سے رکھنا) اس کے مرتبہ اور مقام کو ہمارے ہاں معزز بناؤ یعنی اچھا پسندیدہ اسکی دلیل دوسری آیت میں ہے اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ [یوسف:۲۳] ضحاک کہتے ہیں مثوی کا معنی اچھا معاش عمدہ کپڑے، شاندار بستر۔ عَسٰٓی اَنْ یَّنْفَعَنَآ (امید ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے) شاید کہ یہ جب سیکھ جائے اور معاملات کو سمجھ جائے اور کاموں کے مقام ومحل کو جان لے گا تو ہم اس سے اپنے کاموں میں معاونت لیں گے۔ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (یا اس کو بیٹا بنالیں گے) یا اس کو متبنّٰی لڑکے کے قائم مقام رکھیں گے۔ قطفیر کے ہاں بچہ، بچی کچھ بھی نہ تھا۔ اسلئے نجابت کے آثار دیکھ کر یہ بات کہی۔ وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) ذٰلک سے اشارہ قتل سے نجات پانے اور عزیز کو مہربان بنانے کی طرف ہے اور کاف منصوب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ مثل ذلك الانجاء والعطف مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ (ہم نے یوسف کو جما دیا) یعنی جس طرح اس کو نجات دی اور عزیز کا دل اسپر موڑ دیا اسی طرح ہم نے اس کو ٹھکانہ دیا۔ فِی الْاَرْضِ (زمین میں) یعنی ارض مصر میں اس کو بادشاہ بنادیا جس پر وہ اپنا حکم چلاتا ہے۔ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ (اور تاکہ ہم اس کو باتوں کی تعبیر کرنا سکھائیں) وہ نجات قتل اور اقتدار اس مقصد کی خاطر تھا۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِهٖ (اللہ تعالیٰ غالب ہیں اپنے حکم پر) نمبر ۱: ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہو تو مطلب جو وہ چاہتا ہے اس سے کوئی اسکو روک نہیں سکتا۔ نمبر ۲۔ یا یوسف مرجع ہو تو یوسف کے معاملے میں ان کے بھائی کچھ اور چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ اور چاہتے تھے ہوا وہی جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۲۲: وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ (جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے) اپنی استعدادی قوت کی انتہاء کو اور وہ اٹھارہ سال ہے یا ۲۱ سال ہے۔ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (ہم نے ان کو حکم وعلم عنایت فرمایا) نمبر ۱۔ حکم سے حکمت مراد ہے اور علم بمع عمل اور جہالت والی باتوں سے اجتناب۔ نمبر ۲۔ لوگوں کے درمیان فیصلہ اور سمجھ بوجھ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو) اس میں متنبہ کیا کہ وہ اپنے اعمال میں مخلص تھے اور عنفوان حکومت میں متقی و پرہیزگار تھے۔

مرجیہ کا غلط طرزِ عمل:

۲۳: وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ (اور یوسف جس عورت کے گھر میں تھے اس عورت نے اپنا مطلب حاصل کرنے کیلئے ان کو پھسلایا) یعنی یوسف سے مطالبہ کیا کہ وہ اس سے قربت کرے۔ المراودة یہ باب مفاعلہ ہے راد، یرود جبکہ وہ آئے اور جائے گویا مطلب اس طرح ہے۔ کہ یوسف کو دھوکا دینا چاہا ان کے نفس کے سلسلہ میں یعنی اس نے ایسی حرکت کی جو دھوکا باز اپنے ساتھی سے کوئی چیز حاصل کرنے کیلئے کرتا ہے۔ اور وہ ساتھی اس چیز کو اپنے ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا پس یہ اس سے لینے کیلئے حیلہ بازی کرتا ہے۔ یہ اس تحمل اور آہستگی کی تعبیر ہے جو اس نے یوسف سے اپنا مطلب پورا کرنے کیلئے اختیار کی۔ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ (اور اس نے دروازے بند کردیے) اور وہ دروازے سات تھے۔ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ (اور کہا آجاؤ تمہیں سے کہتی ہوں) ہیت یہ اسم ہے جو تعال اور اقبل کے معنی میں آتا ہے۔ یہ مبنی علی الفتح ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ

اور اس عورت نے ان کے ساتھ اپنا کام نکالنے کا مضبوط ارادہ کر لیا تھا اور وہ بھی ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے اسی طرح تاکہ ہم ان سے برائی کو اور بے حیائی کو

وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ

دور رکھیں، بے شک وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے اور وہ دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے پیچھے سے ان کا

مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا

کرتہ چیر دیا اور دونوں نے اس عورت کے سردار کو دروازہ کے پاس پالیا، وہ کہنے لگی جو شخص تیرے گھر والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی سزا

اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے یوسف نے کہا اسی نے مجھے اپنی مطلب براری کے لئے پھسلایا اور اس کے خاندان میں سے ایک

مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ

گواہی دینے والے نے گواہی دی کہ اگر اس کا کرتہ سامنے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے سچ کہا اور یہ شخص جھوٹے لوگوں میں سے ہے اور اگر

كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ

اس کا کرتہ پیچھے سے پھاڑا گیا تو اس عورت نے جھوٹ کہا اور یہ سچوں میں سے ہے، پھر جب اس کے کرتے کو دیکھا گیا

قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ

کہ پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو کہنے لگا کہ بے شک یہ تم عورتوں کی فریب کاری میں سے ہے بے شک تمہارا فریب بڑا ہے، یوسف اس بات کو

عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۹ / ۱۴

جانے دو، اور اے عورت تو اپنے گناہ کے لئے استغفار کر، بلاشبہ تو ہی گناہگاروں میں سے ہے۔

قراءت: مکی نے ھیتُ پڑھا ہے۔ اور اس کو مبنی علی الضم مانا ہے۔ مگر مدنی اور شامی نے ہیتَ پڑھا ہے۔ اور لام بیان کیلئے ہے گویا تقدیر عبارت یہ ہے لک اقول ہذا جیسا کہ تم کہو: ھلمّ لک قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ (اس نے کہا میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں) اعوذ باللہ معاذا میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں پناہ چاہنا۔ اِنَّهٗ (تحقیق شان یہ ہے) شان اور بات یہ ہے۔ رَبِّیْٓ (وہ میرا آقا اور مالک ہے) مراد اس سے قطفیر تھا۔ اَحْسَنَ مَثْوَایَ (اس نے میرا اچھا ٹھکانہ بنایا ہے) اس نے جب تمہیں کہا اکرمی مثواہ کہ اس کو اچھا ٹھکانہ دو پس کیا سزا ہے اگر میں اس کے اہل کے سلسلہ میں خیانت کروں۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (تحقیق شان یہ ہے کہ وہ ظالموں کو کامیابی نہیں دیتا) ظالم سے خائن مراد ہے یا زانی یا اِنَّهٗ رَبِّیْٓ سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے۔ کیونکہ وہ مسبب الاسباب ہے۔

۲۴: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ (تحقیق وہ عورت ان کا ارادہ کر چکی تھی) ھَمّ پختہ ارادہ وَھَمَّ بِھَا اور ان کو طبعی میلان ہوا مگر عزم سے اس کو دور کیا۔ یہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے۔ شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے کہا ھَمّ خیال کے معنی میں ہے اور دل میں آنے والے خیالات پر بندے کو اختیار نہیں اور نہ ہی ان پر مؤاخذہ ہے جب تک کہ اس کو پختہ نہ کرے۔ اگر یوسف علیہ السلام کا ھَمّ بھی عورت کے ھَمّ کی طرح ہوتا تو اللہ تعالیٰ عبادنا المخلصین کہہ کر ان کی تعریف نہ فرماتے۔

ایک قول یہ ہے کہ ارادہ کی طرف جھکاؤ اختیار کرنے والے تھے۔ عرب کہتے ہیں ھم بالامر۔ جب قصد کرے اور اس کا پختہ ارادہ کرے۔ اور لولا ان راٰبرھان ربہ کا جواب محذوف ہے۔ ای لکان ما کان تو ہوتا جو ہوتا۔ ایک قول یہ کہ وھمّ بھا اس کا جواب ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ لولا کا جواب اس سے مقدم نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ حکم شرط میں ہے اور یہ شروع کلام میں آتا ہے۔ البرھان کا معنی حجت ہے اور جائز ہے کہ وھم بھا حکم اور ولقد ھمت بہ کی قسم میں داخل ہو اور یہ بھی درست ہے کہ خارج ہو۔ قاری کا حق یہ ہے جب حکم قسم سے اس کو خارج قرار دے اور اس کو مستقل کلام بنائے تو بہ پر وقف کرے اور ھم بھا سے نیا کلام شروع کرے۔ اس صورت میں دونوں ھَمّ کے درمیان فرق بھی ظاہر ہوتا ہے۔

باطل تفسیر:

اور یوسف کی یہ تفسیر کہ انہوں نے ازار بند کو کھول لیا اور بیٹھ گئے جیسے مرد بوقت حاجت بیٹھتا اور البرھان کی یہ تفسیر کہ انہوں نے ایک آواز سنی ایاک و ایاھا دو مرتبہ۔ پھر تیسری مرتبہ اعرض عنھا۔ مگر انہوں نے توجہ نہ دی یہاں تک کہ یعقوب اپنے پورے کاٹتے ہوئے سامنے آئے۔

تردید:

یہ تفسیر محض باطل ہے۔ سیاق کلام الٰہی، مرتبہ نبوت اور واضح آیات کے خلاف (فلیحذر منہ اعاذنا اللّٰہ من ھذہ الخرافۃ) نسفی رحمہ اللہ نے تردید کیلئے یہ نقل کی ہے۔ نقل کفر کفر نباشد) جن آیات کے یہ خلاف ہے وہ یہ ہیں نمبر۱۔ ھی راودتنی عن نفسی۔ اگر ان کی طرف سے یہ اقدام ہوا ہوتا تو اپنے نفس کو بانگ دھل اس طرح بری قرار نہ دیتے نہ دے سکتے تھے (وہ عورت تردید کر دیتی) مگر وہ عورت کہہ اٹھی۔ (و لقد راودتہ عن نفسہ فاستعصم) نمبر۲۔ کذلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء۔ اگر ایسا معاملہ ہوتا تو پھر برائی کا ان سے پھرنے کا معنی ہی نہیں رہ جاتا۔ نمبر۳۔ ذلک لیعلم انی لم اخنہ بالغیب۔ اگر یہ معاملہ ہوا ہوتا تو یہ پوشیدہ خیانت تو ہوگئی تردید کا کیا معنی تھا۔ نمبر۴۔ ماعلمنا علیہ من سوء اور الآن حصحص الحق انا راودتہ عن نفسہ وانہ لمن الصادقین۔

آخری بات:

اگر یہ بات پیش آئی ہوتی تو ان کی توبہ سے استغفار کا ذکر ہوتا۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ اس کے مقابلے میں معمولی ترین مرتبہ کے نامناسب باتوں پر دوسرے انبیاء علیہم السلام کا استغفار موجود ہے۔ جیسے سورۂ ہود میں نوح علیہ السلام اور یونس و داؤد علیہما

السلام۔ اللہ تعالیٰ تو ان کو مخلصا خالص چنے ہوئے فرما رہے ہیں۔ پس قطعی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ اس مقام پر ثابت قدم رہے اور اولوالعزم والا مجاہدہ کیا ان کے سامنے نبوت کی برہان سے تحرم کے دلائل روشن تھے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثناء کے حقدار بنے۔ لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھے ہوتے (ھم بہ کو لولا کا قائم مقام جواب بنایا جائے اور جواب شرط کو محذوف مانا جائے تو کلام بغیر اشکال بہت خوب بن جاتا ہے اور محاورۂ عرب کے عین مطابق ہے۔ فتدبر) كَذٰلِكَ نحو: نمبرا۔ کاف منصوب ہے ای مثل ذلک التثبیت ثبتناہ۔ ایسی ثابت قدمی سے ہم نے ان کو ثابت قدم رکھا۔ نمبر۲۔ مرفوع ہے ای الامر مثل ذلك۔ معاملہ یونہی ہے۔ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ (تاکہ ہم برائی کو اس سے پھیر دیں) آقا کی خیانت وَالْفَحْشَآءَ (بے حیائی) زنا کو اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (بیشک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے)

قراءت: مدنی کوفی نے ہر جگہ مخلَصین، لام کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ مخلَص وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کیلئے خاص کر لیا ہو۔ دیگر قراء نے مخلِص پڑھا۔ لام کا کسرہ۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کر لیا۔ من عبادنا کا معنی من تبعیضیہ بعض بندے وہ خاص الخاص بندے کیونکہ وہ مخلصوں میں سے مخلص ہیں۔

برائی سے فرار اور اس میں کامیابی:

۲۵: وَاسْتَبَقَا الْبَابَ (اور دونوں نے دروازہ کی طرف سبقت کی) دونوں دروازے کی طرف دوڑے۔ عورت طلب مقصد کیلئے اور یوسف حفاظت کیلئے۔ جار کے محذوف اور ایصال فعل کے ساتھ ہے۔ جیسا دوسری آیات میں واختار موسیٰ قومہ [الاعراف ۱۵۵] نمبر۲۔ استبقا میں تضمین مانیں اور ابتداء معنی لیں۔ یوسف نے جلدی کی اور اس سے بھاگے اور دروازے کی طرف نکلنے کیلئے جلدی کی اور عورت نے جلدی کی تاکہ نکلنے سے ان کو روکے۔ الباب کو یہاں واحد لائے۔ دوسرے مقام پر غلقت الابواب فرمایا کیونکہ اس الباب سے باہر والا آخری دروازہ ہے۔ جو گھر سے نکلنے کا راستہ تھا۔ جب آپ بھاگے تو تالے کے پرزے بکھرنے اور تالے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ تمام دروازوں سے نکل گئے۔

وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ (اور چیر پھاڑ دی اس عورت نے یوسف علیہ السلام کا قمیص پیچھے سے) اس نے پیچھے سے کھینچا۔ پس وہ پھٹ گئی جبکہ وہ دروازے کی طرف بھاگے۔ وہ عورت روکنے کیلئے ان کے پیچھے بھاگی۔ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ (دونوں نے پایا عورت کے خاوند کو دروازے کے پاس) اس نے اپنے خاوند قطفیر کو سامنے سے آتا ہوا پایا جو کہ گھر میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ جب اس عورت نے خاوند کو دیکھ لیا تو اپنے میلان کو شک سے صاف کرنے کیلئے اس نے کہا اور یوسف کو دھمکانے کیلئے تاکہ وہ الزام سے بچنے کیلئے اسکی مقصد براری کر دے اور فریب کاری کے طور پر یہ کہا قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اس نے کہا نہیں ہے سزا اسکی جو تیرے اہل سے برائی کا ارادہ کرے۔ مگر یہ کہ اسکو قید کیا جائے۔ اور دردناک سزا دی جائے) ما نافیہ ہے اسکی سزا صرف قید ہے۔ یا عذاب الیم، دردناک سزا یعنی کوڑے۔

نکتہ: اس نے یوسف علیہ السلام کا صراحۃً ذکر نہیں کیا کہ اس نے اس کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا ہے۔ کیونکہ اس عورت کا مقصد عموم تھا۔ کہ ہر وہ آدمی جو تیرے اہل سے برائی کا ارادہ کرے۔ وہ قید یا عذاب کا مستحق ہے۔ یوسف علیہ السلام کو ڈرانے کیلئے یہ

انداز زیادہ بلیغ ہے۔

۲۶: جب عورت نے قید اور سزا کی تعریض کی تو یوسف علیہ السلام نے اپنی طرف سے دفاع کو ضروری سمجھا۔ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ (یوسف علیہ السلام نے کہا اس نے مجھے پھسلایا تھا) اگر چالبازی نہ ہوتی تو اس کے معاملے کو چھپاتے اور اس کو اس کے خاوند کے سامنے رسوا نہ کرتے۔

گھر کا گواہ اور اس کی درست بیانی:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا (اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک نے گواہی دی) وہ عورت کا چچا زاد بھائی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی زبان پر گواہی کو جاری کیا۔ جو کہ اس عورت کے خاندان کا آدمی تھا۔ تا کہ اس عورت پر پختہ دلیل بنے اور براءت یوسف کیلئے مضبوط دلیل ثابت ہو۔ نمبر۲۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ چھوٹا بچہ اور اس عورت کا ابن خال تھا۔

نکتہ: اسکی بات کو شہادت کا نام اس لئے دیا گیا کیونکہ اس نے اپنی بات یوسف علیہ السلام کی تائید اور آپ کی بات کے ثبوت میں گواہی کے مقام پر ہی پیش کی تھی۔ اور اس کو عورت کی بات کا بطلان مقصود تھا۔ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (اگر اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو زلیخا سچی ہے اور یوسف جھوٹا ہے)

۲۷: وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اگر کرتہ اس کا پھٹا ہے پیچھے سے تو اس عورت نے جھوٹ کہا اور یوسف سچوں میں سے ہے) تقدیر عبارت اس طرح ہے وشهد شاهد فقال ان كان قميصه الاية آگے سے قمیص کا پھٹنا دلالت کرتا ہے کہ وہ سچی ہے کیونکہ وہ جلدی سے اس عورت کو پانے کیلئے پیچھا کرے گا۔ پس وہ قمیص کے دامن میں الجھ کر گرے اور گریبان پھٹ جائے گا۔ اور اس لئے بھی کہ وہ اسکی طرف متوجہ ہوگا اور وہ دفاع نفس میں اس کا گریبان تھامے گی۔ پس قمیص سامنے سے پھٹے گی۔ قبل اور دبر میں تنوین و تنکیر کا معنی یہ ہے کہ ایسی جہت سے جس کو قُبُل کہا جاتا ہے اور ایسی جہت جس کو دُبُر کہا جاتا ہے۔ آیت میں اِنْ جو کہ مستقبل کیلئے آتا ہے۔ اس کو اور کان جو ماضی کیلئے آتا ہے جمع کر دیا تا کہ یہ معنی ہو کہ اچھی طرح جان لو کہ قمیص یوسف ہی کی پھٹی تھی۔

۲۸: فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ (جب اس نے یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا دیکھا) یہ دیکھنے والا قطفیر تھا۔ اس کو براءت یوسفی کا علم ہو گیا۔ اور ان کی سچائی واضح ہو گئی۔ جبکہ عورت کا کذب سامنے آ گیا۔ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ (اس نے کہا بیشک وہ (قول) تمہاری مکاری کی وجہ سے ہے) نمبر۱۔ ہٗ کی ضمیر کا مرجع اس کا قول ماجزاء من اراد باهلك سوءً ا ہے۔ نمبر۲۔ یا یہ معاملہ کہ مردوں کو قابو کرنے کا حیلہ۔ کیدکن سے اسی کو خطاب ہے اور اسکی لونڈیوں کو اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ (یقیناً تم عورتوں کا مکر بڑا ہے) لیکن ان کا مکر لطیف اور بڑے حیل پر مشتمل ہوتا ہے اسی لئے وہ مردوں پر غالب آ جاتی ہیں ان میں سے جو محلات میں رہنے والی عورتیں ہیں ان کے پاس ایسے ہلاک کن حیلے ہوتے ہیں جو دوسری عورتوں کے پاس نہیں ہوتے۔

نکتہ: بعض علماء کا مقولہ ہے کہ مجھے عورتوں سے شیطان کی نسبت زیادہ خطرہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان کید کن عظیم جبکہ شیطان کے متعلق فرمایا ان کید الشیطان کا ن ضعیفا [النساء:۷۶]

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ
اور چند عورتوں نے کہا جو شہر میں رہتی تھیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو مطلب حاصل کرنے کے لئے پھسلاتی ہے، اس غلام کے
شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ
عشق نے اس کے دل میں پوری طرح جگہ پکڑ لی ہے، بے شک ہم تو اس عورت کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں پھر جب اس نے ان عورتوں کی مکر کی باتیں سنیں تو انہیں
اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ
بلوا بھیجا اور ان کے لئے ایک مجلس تیار کی جس میں تکیہ لگا کر بیٹھیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دے دی اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے
عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ
نکل آ، سو جب ان عورتوں نے انہیں دیکھا تو حیران رہ گئیں، اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاشا للہ یہ شخص بشر نہیں ہے
اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ
یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے وہ عورت کہنے لگی سو یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے
نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾
کی خواہش کی سو وہ بچ گیا اگر اس نے وہ بات نہ مانی جس کا میں اسے حکم دے رہی ہوں تو ضرور اس کو جیل میں بھیج دیا جائے گا اور یہ ضرور بے عزت ہوگا۔

۲۹: يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (اے یوسف اس قصہ سے درگزر کر) حرف نداء کو حذف کر دیا۔ کیونکہ قریب کو پکارا۔ بات کو آئی گئی کرنے کیلئے اس نے کہا اس معاملے کو سرے سے چھوڑ دو۔ اور چھپاؤ اور کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا۔ (گھریلو معاملہ ہے رسوائی نہ ہو) پھر راعیل کو مخاطب ہو کر کہا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ (اور تو اپنے گناہ کی معافی مانگ یقیناً تو ہی قصوروار لوگوں میں سے ہے) یعنی اس گروہ سے جو جان بوجھ کر گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں۔ خطئ اذا أذنب متعمدًا جب جان بوجھ کر گناہ کرے۔ الخاطئین مذکر لائے مذکر کو مؤنث پر تغلیب دیکر یہ صیغہ بول دیا۔ عزیز مصر حوصلہ مند آدمی تھا غیرت کی کمی تھی۔ اس لئے سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفاء کی۔

شہری عورتوں کا پروپیگنڈا:

۳۰: وَقَالَ نِسْوَةٌ (عورتوں نے کہا) عورتوں کی جماعت جنکی تعداد پانچ تھی۔ ساقی کی بیوی، خباز کی بیوی، جانوروں کے نگران کی بیوی، قید خانہ کے نگران اعلیٰ کی بیوی۔ دربان شاہی کی بیوی۔ النسوۃ یہ اسم مفرد ہے اور امرأۃ کی جمع ہے۔ اس میں تانیث حقیقی نہیں اسی لئے قالت نہیں کہا۔ بلکہ قال کہا گیا اس میں دو لغتیں ہیں نون کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ فِي الْمَدِيْنَةِ (شہر میں) مصر

میں امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ (عزیز کی بیوی) عزیز سے قطفیر مراد ہے۔عرب کے لوگ العزیز بادشاہ کیلئے بولتے ہیں۔ تُرَاوِدُ فَتٰهَا (اپنے غلام کو پھسلاتی ہے) کہا جاتا ہے فتای وفتاتی یعنی میرا غلام اور میری لونڈی عَنْ نَّفْسِهٖ (اس کے نفس کی طرف سے) تا کہ اس سے اپنی خواہش کو پورا کرے قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا (اسکی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔) حبا یہ تمیز ہے یعنی اسکی محبت نے اس کے دل کے شغاف تک رسائی پائی ہے۔مطلب یہ ہے کہ اس کی محبت نے اس کے دل کے پردے کو پھاڑ کر دل میں رسائی حاصل کر لی ہے۔الشغاف دل کا پردہ یا باریک کھال جس کو لسان القلب کہا جاتا ہے۔ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (ہم اس کو کھلی گمراہی میں دیکھتی ہیں) صحیح راستے سے دور خطاء میں مبتلا پاتے ہیں۔

پروپیگنڈے کا جواب:

۳۱: فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ (جب راعیل نے ان کے فریب کو سنا) مکر سے ان کا غیر موجودگی میں یہ کہنا: امراۃ العزیز عشقت عبدھا الکنعانی اور اس کو غصہ آیا اور غیبت کو مکر خفیہ ہونے کی بناء پر کہا جیسا کہ مکار اپنا مکر خفیہ کرتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اس نے اپنا راز ان کو چھپانے کیلئے دیا مگر انہوں نے ظاہر کر دیا۔اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ (اس نے ان کی طرف پیغام بھیجا) ان کو دعوت دی۔ایک قول کے مطابق دعوت تو چالیس عورتوں کو دی جن میں پانچوں مذکورہ بھی تھیں۔وَاَعْتَدَتْ (اور اس نے تیار کیا) مہیا کرنا یہ عتاد سے باب افتعال ہے۔لَهُنَّ مُتَّكَاً (اور ان کیلئے تکیے لگا دیے) جن پر وہ تکیہ لگا سکیں۔جیسے گاؤ تکیہ اس ہیئت کا مقصد کہ وہ ٹیک لگا کر بیٹھیں اس حال میں کہ چاقو ان کے ہاتھ میں ہوں۔تا کہ وہ دیدار یوسفی سے مدہوش ہوں اور اپنا آپ کھو بیٹھیں گی جس سے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں پر پڑیں گے تو ہاتھ کٹ جائیں گے۔کیونکہ ٹیک لگانے والا جب کسی چیز کی وجہ سے مدہوش ہوتا ہے تو اس کا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر بلاقصد آگرتا ہے۔وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا (اور ان میں سے ہر عورت کو ایک چھری کاٹنے کو دے دی) اس زمانہ میں مصری لوگ چاقو سے کھاتے تھے جیسے عجمی کرتے ہیں۔وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ (اور کہا تم ان عورتوں کے سامنے سے نکلو)

قراءت: بصری، عاصم اور حمزہ نے قالت میں کسرہ پڑھا۔اور باقیوں نے ضمہ پڑھا۔

فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ (جب انہوں نے (یوسف) کو دیکھا تو مبہوت ہوگئیں) اس کو بہت بڑا خیال کیا۔اور اس خوشگوار حسن ورعنائی سے اور بدیع الجمال چہرے سے ڈر گئیں۔حسن میں یوسف علیہ السلام کو اسی طرح لوگوں پر فوقیت حاصل تھی۔جیسا چاند کو بدر کی رات بقیہ ستاروں پر حاصل ہوتی ہے جب وہ مصر کی گلی کوچوں میں چلتے تو ان کے چہرے کی چمک دیواروں پر نظر آتی۔وہ آدم علیہ السلام کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے جس دن کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا۔دوسرا قول یہ ہے کہ حسن اپنی دادی سارہ سے وراثت میں پایا تھا۔

اَكْبَرْنَ کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا کہ ان کو حیض آ گیا۔اور ھا سکتہ کی ہے۔اس لئے کہ اس طرح بولا نہیں جاتا النساء قد حضنه کیونکہ یہ مفعول کی طرف متعدی نہیں ہوتا۔عرب کہتے ہیں۔اکبرت المراۃ اذا حاضت ۔جب اسے حیض آئے اور اکبرن کی حقیقت یہ ہے۔کبر میں داخل ہونا۔کیونکہ جب اسے حیض آتا ہے۔تو وہ حد صغر سے نکل جاتی ہے۔گویا متنبی نے اسی تفسیر

سے یہ شعر بنایا ہے۔ خف اللہ واستر ذا الجمال ببرقع ☆ فان لُحت حاضت فی الخدور العوائق

''اللہ تعالیٰ سے ڈر اور خوبصورت کو برقع سے ڈھانپ اگر تو نے ظاہر کیا تو پردوں میں پاکباز عورتوں کا حیض چھوٹ جائیگا۔''

وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ (اورانہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے) ہاتھوں کو زخمی کر لیا۔ جیسے کہتے ہیں کنت اقطع اللحم فقطعت یدی۔ میں گوشت کاٹ رہا تھا میرا ہاتھ زخمی ہوگیا۔ اب مطلب یہ ہوا انہوں نے اس کھانے کی چیز کو کاٹنے کا ارادہ کیا جوان کے ہاتھوں میں تھی۔ وہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ایسی مدہوش ہوگئیں کہ اپنے ہاتھوں کو زخمی کر لیا۔ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ (اورانہوں نے کہا پناہ بخدا) حاشا۔ یہ استثناء کے باب میں تنزیہ کا فائدہ دینے والا کلمہ ہے۔ تم کہو گے اساء القوم حاشا زید۔ قوم نے زیادتی کی سوائے زید کے۔ یہ حروف جارہ میں سے بھی ہے۔ یہاں تنزیہ و براءت کیلئے ہے۔ اب معنی اس طرح ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پاک، بری ہے۔ (ضعف و کمزوری سے) اور ابو عمرو کی قراءت حاشا للہ ہے۔ جیسے کہیں سقیا لک گویا پہلے کہا براءۃ پھر کہا۔ اللہ تا کہ واضح ہو کہ کون بری اور منزہ ہے۔ اور قراءت حفص میں حاش للہ دوسرے الف کے حذف کے ساتھ ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پاکیزگی حاصل ہے۔ عاجزی والی صفات سے اور اسکی قدرت پر تعجب ہے کہ اس نے اس جیسا حسین پیدا کیا۔ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یہ بشر نہیں یہ تو بس معزز فرشتہ ہے) ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام سے بشریت کی نفی ان کے عجیب و غریب حسن کی وجہ سے کی اور طباع میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ فرشتے سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں ہے۔ اور اتنی پاکدامنی فرشتوں میں ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ طباع میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ شیطان سے زیادہ کوئی بدصورت نہیں۔

فریب کاری کا نیا جال:

۳۲: قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ (اس نے کہا یہی وہ شخص ہے کہ جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں) اس نے کہا یہ وہی کنعانی غلام ہے۔ جس کی ایک صورت تم نے اپنے ذہنوں میں بنا رکھی تھی۔ اور پھر تم مجھے اس پر ملامت کرتی تھیں۔ تمہارے ذہن میں اس کا حقیقی تصور آیا ہی نہ تھا۔ ورنہ اسکی وجہ سے میرے فتنہ میں مبتلا ہونے پر تم مجھے معذور قرار دیتیں۔ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ (واقعہ میں میں نے ہی اس کو اپنی طرف میلان کیلئے پھسلایا تھا مگر وہ بچا رہا) استعصام مبالغہ کا وزن ہے۔ اور انتہائی بلیغ انداز میں باز رہنے پر دلالت کرتا ہے اور انتہائی تحفظ کو ظاہر کرتا ہے گویا کہ وہ عصمت میں پہلے ہی ہے اور اب اس میں مزید اضافے کیلئے کوشاں ہے۔ یہ کھلی ہوئی وضاحت ہے کہ یوسف علیہ السلام اس سے بالکل بری ہیں جو کہ بعض مفسرین نے (عیسائیت کے عقائد سے متاثر ہو کر تفسیر کر دی کیونکہ ان کے نزدیک عصمت خاصہ نبوت نہیں) الھم اور البرھان کی تفسیر کر ماری۔

ان عورتوں نے اس موقعہ پر سفارش کی کہ تم اپنی مالکہ کی اطاعت کرو اس پر راعیل نے یہ دھمکی دی۔ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ (اور اگر اسنے نہ کیا وہ جو میں اس کو کہتی ہوں) نمبرا۔ ضمیرہ کی ما موصولہ کی طرف راجع ہے مطلب یہ ہے ما امر بہٖ جار کو حذف کر دیا جیسا اس مقولہ میں امرتک الخیر ای بالخیر نمبر۲۔ ما مصدر یہ ہے اور مرجع یوسف علیہ السلام ہیں۔ اب تقدیر اسطرح ہے ولئن لم یفعل امری ایاہ ای موجب امری ومقتضاہ اگر اس نے میرے حکم کا مقصود پورا نہ کیا۔ لَيُسْجَنَنَّ (تو ضرور قید کیا جائے گا)

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ

یوسف نے کہا کہ اے میرے رب یہ عورتیں مجھے جس کام کی دعوت دے رہی ہیں اس کے مقابلہ میں مجھے جیل جانا محبوب ہے اور اگر آپ مجھ سے ان کی چال بازی کو دفع نہ کریں گے

اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ۗ اِنَّهٗ

تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا، سو ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی سو عورتوں کی چال بازی کو یوسف سے ہٹا دیا، بلاشبہ وہ

هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۳۵﴾

سننے والا ہے جاننے والا ہے پھر نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کی سمجھ میں یہ آیا کہ ایک وقت تک یوسف کو جیل میں رکھیں۔

ضرور محبوس کیا جائے گا) وَلَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ (اور یہ ضرور ذلیل وخوار ہوگا) لیکونا میں نون خفیفہ کو وقفی حالت میں مشابہت کی وجہ سے الف سے لکھ دیا ہے۔ جیسے لنسفعًا بالناصیۃ میں۔ صاغرین ذلیل چور، قاتل بھگوڑے وغیرہ۔ جیسا کہ اس نے میرا دل چرایا۔ مجھ سے بھگوڑا ہوا اور جدائی سے میرا خون بہایا۔ وہاں اس کو کھانا پینا اور اچھی نیند میسر نہ ہوگی۔ جیسی اس نے میری نیند اور کھانا حرام کر رکھا ہے۔ اور جس کو تخت کی ریشم پری پسند نہیں اس کو خاک نشینی کی پستی کے سواء کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۳۳۔ جب یوسف علیہ السلام نے اسکی یہ دھمکی سنی تو بارگاہ الٰہی میں درخواست پیش کر دی۔

دعائے مستجاب:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ (اے میرے رب مجھے قید اسکی بنسبت محبوب ہے جس کی طرف یہ دعوت دیتی ہیں) دعوت کا اسناد تمام کی طرف اس لئے کیا کیونکہ وہ راعیل کی سفارشی بنی تھیں ماعلیك لو اجبت مولا تك یا ہر ایک نے فدا ہو کر خفیہ یوسف کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔ پس انہوں نے بارگاہ الٰہی میں التجاء کی اے باری تعالیٰ قید و بند مجھے معصیت کے ارتکاب سے زیادہ پسند ہے۔ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ (اگر آپ نے ان کے فریب کو میری طرف سے نہ ہٹایا) ان سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا رہے ہیں۔ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ (میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا) الصبوۃ خواہش کی طرف میلان اسی سے الصبا ہے انسانی نفوس صباء کی طرف اسی لئے مائل ہوتے ہیں کہ اسکی خوشبو عمدہ ہے اور وہ راحت بیز ہے۔ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ (اور نادانوں میں سے ہو جاؤں گا) ان لوگوں میں سے جو علم پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ جو شخص علم پر چلتا نہیں وہ اور بے علم برابر ہیں۔ نمبرا۔ جاہلین کا معنی ہے بے وقوف (اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض مفسرین کی وہ تفسیر ھم محض باطل ہے)

۳۴: فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ جب یوسف علیہ السلام کی دعا میں طلب صرف کی دعا تھی تو بارگاہ الٰہی سے جواب ملا۔ اس کے رب نے اسکی دعا کو قبول کر لیا۔ استجاب اجاب کے معنی میں ہے۔ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (پس پھیر دیا اسنے ان کے فریب کو بیشک وہی ہر بات کو سننے والا جاننے والا ہے) پناہ مانگنے والوں کی التجاؤں کو سننے والا اور یوسف علیہ السلام اور ان

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ

اور یوسف کے ساتھ دو جوان جیل میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں خواب میں اپنے کو دیکھ رہا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں

اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ

خواب میں اپنے کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں آپ ہمیں اس کی تعبیر بتا دیجئے بلاشبہ ہم آپ کو

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

نیک آدمیوں میں سے سمجھ رہے ہیں۔

عورتوں کے حال کو جاننے والا ہے۔

بے گناہ کی جیل کا فیصلہ:

۳۵: ثُمَّ بَدَا لَهُمْ (پھر عزیز اور اس کے ساتھیوں کی رائے ہوئی) اس کا فاعل مضمر ہے کیونکہ لیسجننہٗ سے اسکی تفسیر اس پر دلالت کر رہی ہے۔ مطلب یہ ہے پھر ان کی یہ رائے بنی۔ ھم کی ضمیر عزیز اور اس کے عزیز۔ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ (اس کے بعد کہ انہوں نے مختلف نشانیاں دیکھیں) آیات سے مراد وہ گواہیاں تھیں جو آپ کی براءت کے سلسلہ میں سامنے آئیں۔ نمبرا۔ قد قمیص نمبر۲۔ قطع الایدی نمبر۳۔ شھادۃ الصبی وغیرہ۔ لَيَسْجُنُنَّهٗ (ضرور اس کو قید میں ڈالا جائے) نکتہ چینی پر پردہ ڈالنے۔ موجودہ حالت کا عذر پیش کرنے کیلئے اور یہ صرف عورت کے حکم کی پیروی کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ وہ زن مرید بے غیرت تھا۔ عورت کے ہاتھ میں اسکی نکیل تھی۔ اور نمبرا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ قیدان کو ذلیل کر کے اس کا مطیع بنا دے گی۔ نمبر۲۔ بدنظری اور بدگمانی کے ڈر اور شرمندگی نے اس کو قید کرانے پر مجبور کیا۔ اور بدنامی کا دھبہ بھی لگ رہا تھا۔ جب اس نے دیدار اور وصال سے محرومی پائی تو پھر سماع احوال پر قناعت اختیار کرنی پڑی۔ حَتّٰى حِيْنٍ (ایک زمانہ تک) ایک وقت تک گویا اس نے اپنے ہاں فرض کر لیا کہ اس کو ایک وقت تک قید کر کے اس کے رویہ کا اندازہ کریں۔

جیل کے دونو جوانوں کے خواب:

۳۶: وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ (اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید خانہ میں دونو جوان داخل ہوئے) یہ بادشاہ کے غلام تھے۔ ایک اس کا خباز اور دوسرا ساقی۔ ان پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام تھا۔ وہ بھی قید خانہ میں اسی گھڑی لائے گئے جب یوسف علیہ السلام کو داخل کیا گیا کیونکہ مع کا کلمہ صحبت کو ظاہر کرتا ہے جیسا کہو خرجت مع الامیر اس سے مقصد امیر کے ساتھ مل کر جانا ہے۔ پس ان کا قید میں داخلہ آپ کے متصل ہونا ضروری ہے۔ قَالَ اَحَدُهُمَآ (ان میں سے ایک نے کہا) ساقی نے کہا اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ (بیشک میں نے اپنے بارے میں دیکھا) اَعْصِرُ خَمْرًا (کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں) یعنی انگور۔ انگور کو شراب کہا کیونکہ عموماً اس

سے وہ شراب بناتے تھے۔نمبر۲۔اہل عمان انگور کو الخمر کہتے ہیں۔وَقَالَ الْاٰخَرُ (دوسرے نے کہا) خباز نے اِنِّیْٓ اَرٰنِیْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ (بیشک میں نے اپنے بارے میں دیکھا کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جس سے پرندے کھا رہے ہیں تو ہمیں اسکی تعبیر بتلا) یعنی خواب کی تعبیر اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ (بیشک ہم تمہیں نیکی کرنے والا پاتے ہیں) ان لوگوں میں سے جو خواب کی اچھی تعبیر کرسکتے ہیں نمبر۲۔قید خانہ والوں کے ساتھ احسان سے پیش آنے والوں میں سے ہیں۔آپ مریض کا علاج، غمگین کی غم خواری۔فقیر محتاج پر وسعت کرتے ہیں۔پس ہمارے خواب کی تعبیر کرکے ہم پر احسان کردو۔

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے یہ امتحان کیلئے بتکلف خواب بنایا تھا۔نمبر۱۔ساقی نے کہا میں نے دیکھا گویا میں باغ میں ہوں میں نے اچانک دیکھا کہ انگور کی جڑ پر تین گچھے انگور کے ظاہر ہوئے پس میں نے ان کو توڑ کر بادشاہ کے پیالے میں نچوڑ دیا۔اور اس کو پلا دیا۔نمبر۲۔خباز نے کہا۔میں نے دیکھا گویا میرے سر پر تین ٹوکرے ہیں جن پر قسما قسم کے کھانے سجے ہیں اچانک میں نے دیکھا کہ مردار خور پرندے ان میں سے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔

قَالَ لَا یَاْتِیْکُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِہٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُکُمَا بِتَاْوِیْلِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَکُمَا ؕ ذٰلِکُمَا

یوسف نے کہا جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں خواب کی تعبیر بتا دوں گا یہ

مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّۃَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ

اس علم میں ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے، بلاشبہ میں نے ان لوگوں کے دین کو چھوڑ رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے

کٰفِرُوْنَ ۳۷ وَاتَّبَعْتُ مِلَّۃَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا کَانَ لَنَآ

منکر ہیں اور میں نے اپنے باپ دادوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے دین کا اتباع کیا ہے، یہ ہمارے لئے کسی طرح بھی درست نہیں

اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ

کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور دوسرے لوگوں پر اللہ کا فضل ہے اور لیکن

اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ ۳۸ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ

بہت سے لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو کیا بہت سے معبود جدا جدا بہتر ہیں یا اللہ بہتر ہے

الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ ۳۹ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْھَآ اَنْتُمْ وَ

جو تنہا ہے زبردست ہے، تم لوگ اللہ کے سوا جن لوگوں کی عبادت کرتے ہو وہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے تجویز

اٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

کر لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی سند نازل نہیں فرمائی، حکم بس اللہ ہی کا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت

اِلَّآ اِیَّاہُ ؕ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۴۰

نہ کرو یہ سیدھا راستہ ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۳۷: قَالَ لَا یَاْتِیْکُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِہٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُکُمَا بِتَاْوِیْلِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَکُمَا ؕ (کہا جو کھانا تمہارے کھانے کے لئے آتا ہے اس کے آنے سے پہلے اسکی حقیقت بتلا دیتا ہوں) اسکی ماہیت و کیفیت کیونکہ اس مشکل کی تفسیر کے مشابہ قبل ان یأ تیکما ہے۔ جب انہوں نے آپ سے تعبیر پوچھی اور آپ کی تعریف احسان سے کی تو آپ کی بصیرت نے اس کو بھانپ لیا۔ اور اس سے اپنے ایسے وصف تک پہنچ گئے جو علماء کے علم سے بہت بلند ہے اور وہ غیب کی اطلاع ہے اور آپ نے ان کو متنبہ کیا کہ ان کی طرف لایا جانے والا کھانا ہر روز ان کو بتلایا جاتا ہے کہ آج یہ کھانا اس طرح سے آئے گا۔ اور وہ اسی طرح ہی نکلتا ہے اور اس بات کو آپ نے

تذکرہ توحید اور ایمان سے پہلے بطور راستہ کے اختیار کیا۔ پھر خوبصورت انداز میں ایمان و توحید کے محاسن اور شرک و کفر کے قبائح بیان کیے۔

مَسْئَلَۃ: اس سے یہ ظاہر ہوا کہ جب لوگ کسی عالم کے مرتبہ سے ناواقف ہوں تو وہ ان کو اس دوران میں اپنی ذات کے متعلق وہ بات کہے جو اسکی طرف مائل کرنے والی ہو۔ اور اس کا مقصد یہ ہو کہ لوگ اس سے استفادہ کریں۔ تو یہ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ کے حکم میں شامل نہیں۔

وعظ و توحید:

ذٰلِكُمَا (تمہارے یہ دونوں خواب) ان کی تعبیر کی طرف اشارہ کیا۔ یہ تعبیر اخبار بالغیب کا حصہ ہے۔ مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ (اس میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے علم دیا) اور میری طرف وحی کی ہے میں نے کہانت اور نجوم سے نہیں کہا۔

اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (بیشک میں نے ایسی قوم کا مذہب چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور خاص طور پر وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں) یہ ابتدائی کلام بھی ہو سکتا ہے۔ اور ماقبل کی تعلیل بھی بن سکتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ علّمنی ذلك واوحٰی به الیّ لانّی رفضت ملّة اولٰئك ۔ میرے رب نے مجھے علم دیا اور میری طرف اسلئے وحی کی کیونکہ میں نے اہل مصر اور جو ان کے دین پر مفتون ہیں ان کے طریقہ کا انکار کیا۔

۳۸: وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ (اور میں نے اتباع کی اپنے باپ دادا ابراہیم و اسحاق و یعقوب کے مذہب کی) وہ ملت حنیفیہ ہے۔ ہم کا لفظ تاکید مزید کیلئے لایا گیا ہے۔ اور آباء کا تذکرہ اس لئے کیا تاکہ ان کے سامنے ظاہر کریں کہ میں خانوادۂ نبوت سے تعلق رکھتا ہوں۔ تاکہ وہ دونوں پہچان لیں کہ آپ نبی مرسل ہیں اور اخبار غیب آپ کو وحی سے معلوم ہوتے ہیں تاکہ اسطرح سے ان کو اور زیادہ رغبت ہو اور آپ کی اتباع کرنا آسان ہو جائے۔ اوپر والی آیت میں ترکت کا مطلب ابتدائی ترک یعنی اختیار ہی نہ کرنا مراد ہے یہ مراد نہیں کہ پہلے کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔ مَا كَانَ لَنَآ (ہمارے لئے مناسب نہ تھا) ہم گروہ انبیاء علیہم السلام کے مناسب ہی نہ تھا۔

اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں) جو چیز بھی خواہ صنم ہو یا غیر صنم ذٰلِكَ (یہ) یہ توحید۔ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت شکر گزار نہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا شکر یہ ادا نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے اور باز نہیں آتے۔

۳۹: يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ (اے میرے جیل کے ساتھیو) اے سکان جیل جیسا کہتے ہیں اصحاب النار [البقرہ:۸۱] دوزخی واصحاب الجنۃ [البقرہ:۸۲] جنت والے۔ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (کیا متفرق رب زیادہ بہتر ہیں یا اللہ اکیلا زبردست) تفرق سے مراد تعداد میں اختلاف و کثرت ہے یعنی کیا متفرق ارباب کا ہونا کہ ایک تم میں سے ایک خدا کو پوجے اور دوسرا دوسرے کو یہ زیادہ بہتر ہے یا ایک ہی رب جو اکیلا زبردست ہو اور وہ کسی سے مغلوب نہ ہوتا ہو اور ربوبیت میں بھی اس کے

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ

اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور دوسرے کو سولی پر چڑھایا جائے گا

فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ﴿۴۱﴾

اور اس کے سر میں سے پرندے کھائیں گے جس بات کے بارے میں تم معلوم کر رہے تھے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ؗ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ

اور جن دو جوانوں نے خواب کی تعبیر دریافت کی تھی ان میں سے جس شخص کے بارے میں یوسف نے گمان کیا کہ وہ رہا ہونے والا ہے اس سے کہا کہ تو اپنے آقا کے سامنے میرا تذکرہ کر دینا پھر

ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾ؑ ع ۵ ۱۵

اس شخص کو شیطان نے اپنے آقا سے تذکرہ کرنا بھلا دیا سو یوسف جیل میں چند سال رہے۔

ساتھ کوئی سہیم وشریک نہ ہو۔ یہ مثال ہے جو آپ نے اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی عبادت اور بتوں کی عبادت کی بیان فرمائی۔

۴۰: مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (نہیں تم اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کرتے) تعبدون سے ان دونوں اور جو مصری ان کے اہل دین تھے سب کو خطاب کیا ہے ہٖ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ (مگر محض نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ واجداد نے تجویز کر لیے ہیں) تم نے ان کو اٰلِهَة کہا جو الوھیت کے حقدار نہیں۔ پھر ستم بر ستم یہ کہ تم نے ان کی پوجا شروع کر دی گویا کہ تم محض ان ناموں کو پوجتے ہو جنکے مسمیات نہیں ہیں۔ سمیتموھا کا مطلب سمیتم بھا ہے۔ جیسے کہتے ہیں سمیتہ زیدًا وسمیتہ بزید۔ دونوں کا معنی میں نے اس کا نام زید رکھا ہے۔ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا (اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری ان کے متعلق) ان کے نام رکھنے کے متعلق مِنْ سُلْطٰنٍ (کوئی دلیل) حجت اِنِ الْحُكْمُ (نہیں ہے حکم) عبادت اور دین کے معاملہ میں اِلَّا لِلّٰهِ (مگر اللہ تعالیٰ ہی کیلئے) پھر اللہ تعالیٰ کا وہ حکم بیان فرمایا۔ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (اس نے حکم دیا کہ نہ تم عبادت کرو مگر اسی ہی کی یہی مضبوط دین ہے) القیم کا معنی پختہ جس پر دلائل شاہد ہیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)۔

مَسْئَلَہ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ سزا بندے پر لازم ہو جاتی ہے خواہ وہ اس بات سے ناواقف ہو جبکہ اس بات کا جاننا کسی طریقہ سے اس کے لئے ممکن ہو۔

تعبیر خواب:

۴۱: يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا (اے میرے جیل کے ساتھیو! تم میں سے ایک) یہاں سے خواب کی تعبیر شروع فرمائی احدکما سے ساقی مراد ہے۔ فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا (وہ اپنے آقا کو شراب پلائیگا) یعنی اپنے عہدے پر واپس لوٹ جائے گا۔ وَاَمَّا

الْاٰخَرُ (اور پھر دوسرا) یعنی نانبائی فَیُصْلَبُ فَتَاْکُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِہٖ (پس اس کو سولی دی جائے گی اور پرندے اس کو سر کی طرف سے کھائیں گے) روایت تفسیر میں ہے کہ آپ نے پہلے کو کہا تم نے جو انگور کی بیل اور اسکی خوبصورتی دیکھی ہے۔ اس سے مراد بادشاہ ہے اور اس کے ہاں تیری اچھی حالت ہے۔ باقی تین شاخیں اس سے مراد تین دن ہیں جو تمہیں جیل میں گزارنے پڑیں گے۔ پھر تو نکل جائے گا۔ اور اپنی ذمہ داری کو دوبارہ جا کر سنبھال لے گا۔ اور دوسرے کو فرمایا تین ٹوکری یہ تین دن ہیں۔ پھر تمہیں نکال کر سولی دی جائے گی۔ جب خباز نے تعبیر سنی تو کہنے لگا میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا (امتحاناً بات بنائی تھی) تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْہِ تَسْتَفْتِیٰنِ (مقرر ہو چکا وہ معاملہ جس کے متعلق تم دونوں پوچھتے تھے) قطعی فیصلہ کر دیا گیا اور تکمیل پذیر ہوا وہ معاملہ جس کے متعلق تم سوال کر رہے تھے۔ یعنی ایک کی ہلاکت اور دوسرے کی نجات۔

۴۲: وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّہٗ نَاجٍ مِّنْہُمَا (اور کہا اس کو جس کے بارے میں گمان کیا کہ چھوٹنے والا ہے) گمان کرنے والے یوسف علیہ السلام تھے۔ اگر اسکی تعبیر بطریق اجتہاد ہو۔ اور اگر بطریق وحی ہو تو گمان کرنے والا ساقی ہے۔ نمبر۲۔ ظن کا معنی یقین ہے۔

اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ (تو میرا تذکرہ اپنے آقا کے پاس کرنا) بادشاہ کے ہاں میری صفات کا تذکرہ کرنا اور اس کے سامنے میرا واقعہ سنانا شاید اس کو رحم آئے اور اس پریشانی سے مجھے نکالے۔ فَاَنْسٰہُ الشَّیْطٰنُ (پس اس کو شیطان نے بھلا دیا) ساقی بھول گیا ذِکْرَ رَبِّہٖ (اپنے آقا کے پاس ان کا تذکرہ کرنا) تقدیر عبارت ان یذکرلو بہ ہے یا عندربہ۔ اپنے آقا کے لئے یا پاس یا یوسف علیہ السلام سے بھول ہوئی جبکہ انہوں نے اپنا معاملہ غیر کے سپرد کیا۔ حدیث میں ہے جس کو ابن حاتم اور ابن مردویہ) نے ذکر کیا رحم اللّٰہ اخی یوسف لو لم یقل اذکرنی عند ربك لما لبث فی السجن سبعًا۔ اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف پر رحم فرمائے اگر وہ اذکرنی عندربک نہ کہتے تو سات سال قید میں نہ رہتے۔ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ (پس وہ قید میں سات سال ٹھہرے) جمہور کے نزدیک سات سال۔ بضع کا لفظ تین سے نو تک بولا جاتا ہے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ

اور بادشاہ نے کہا کہ بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں موٹی ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات

سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ

بالیں ہری ہیں اور ان کے علاوہ خشک بالیں ہیں اے دربار والو مجھے میری خواب کے بارے میں جواب دو اگر تم

لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾

خواب کی تعبیر دیتے ہو، وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو یوں ہی خیالی خواب ہیں،اور ہم خوابوں کی تعبیر دینا جانتے نہیں ہیں

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ یُوْسُفُ

اور وہ شخص بول اٹھا جو دو قیدیوں میں رہا ہوا تھا اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آ گیا کہ میں تمہیں اس کی تعبیر سے باخبر کردونگا لہٰذا تم لوگ مجھے بھیج دو اے یوسف

اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ

اے سچے ہمیں ایسی سات موٹی گایوں کے بارے میں جواب دیجئے جنہیں سات دبلی گائیں کھائے جا رہی ہیں اور سات

سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْٓ اَرْجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ

ہری بالوں اور ان کے علاوہ خشک بالوں کے بارے میں بتایئے۔ تاکہ میں ان لوگوں کی طرف واپس ہو جاؤں امید ہے کہ وہ بھی جان لیں گے یوسف نے کہا

تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا

کہ سات سال لگاتار متواتر کھیتی کرو گے پھر جو تم کھیتی کاٹ لو تو اسے اس کی بالوں میں چھوڑے رکھنا مگر تھوڑا سا جس میں سے

تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا

تم کھاتے رہو، پھر اس کے بعد سخت سات سال آئیں گے جو اس سب کو کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے پہلے بچا کر رکھا ہوگا بجز

مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ ع ۷ ۱۶

اس کے جو تم چھوڑو گے، پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہوگی اور اس میں رس نچوڑیں گے۔

بادشاہ کا خواب:

۴۳: وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ (اور بادشاہ نے کہا بیشک میں نے سات موٹی گائیں دیکھیں جن کو سات دبلی گائیں کھا گئیں۔ اور سات بالیں سبز اور دوسری خشک)

جب یوسف علیہ السلام کے نکلنے اور رہائی پانے کا زمانہ قریب آیا تو مصر کے بادشاہ ریان بن ولید نے ایک خوفناک عجیب خواب دیکھا۔اس نے سات موٹی گائیں خشک دریا سے نکلتے ہوئے دیکھیں اور سات دبلی گائیں بھی ۔ یہ دبلی گائیں ان موٹی کو نگل گئیں اور بادشاہ نے سات سبز بالیں دیکھیں جن پر دانے لگ چکے ہیں۔اور سات دوسری خشک بالیں جو کٹنے کے قریب ہیں۔ وہ خشک بالیں سبز پر لپٹ گئیں۔اور ان پر غالب آکر ان کو خشک کر ڈالا۔بادشاہ نے اسکی تعبیر چاہی مگر اسکی قوم میں کوئی ایسا شخص نہ ملا جو اسکی صحیح تعبیر کر سکے۔

بعض علماء کا قول یہ ہے کہ ابتلاء کی ابتداء بھی خواب اور ابتلاء کی انتہاء بھی خواب سمان جمع سمین وسمینۃ موٹی ۔العجاف ۔دبلی۔ عجف ایسے دبلے پن کو کہتے ہیں کہ جس کے بعد موٹاپا کا وجود نہ ہو۔عجاف یہ عجفاء کی جمع ہے۔اور افعل اور فعلاء کی جمع فعال کے وزن پر نہیں آتی۔اب اسکی نقیض سمان پر اس کو محمول کرنا پڑے گا۔کیونکہ اہل عرب کی عادت یہ ہے کہ نظیر کو نظیر پر محمول کرتے رہتے ہیں۔ اور اسی طرح نقیض کو نقیض پر۔آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ خشک بالیں بھی سات ہیں جیسا کہ سبز کی تعداد سات تھی۔کیونکہ سیاق کلام بقرات سمان اور عجاف کے سلسلہ میں اور سنابل خضر ویابس کے متعلق ایک جیسا ہے۔پس لازم ہے کہ آخر کا معنی سبعًا لیا جائے۔اور اُخر یابسات کا معنی سبعًا آخر لیا جائے۔

یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ (اے سردارو!) گویا اس نے اعیان سلطنت مراد لیے جو علماء وحکماء میں سے تھے۔اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ (تم مجھے میرے خواب کے سلسلہ میں بتلاؤ اگر تم خواب کی تعبیر کرنا جانتے ہو) نمبر۱۔للرؤیا میں لام بیانیہ ہے۔جیسا کہتے ہیں اس قول باری تعالیٰ میں و کانوا فیہ من الزاھدین میں من بیانیہ ہے۔نمبر۲۔مفعول یہ کو جب فعل سے مقدم کر دیں تو فعل اس پر عمل کرنے میں اتنی قوت میں نہیں رہتا جتنا کہ بعد میں لانے سے۔پس مفعول کو لام کے ذریعہ تقویت دی جیسا تم کہو عبرت الرؤیا۔ وللرؤیا عبرت نمبر۳۔للرؤیا کَانَ کی خبر ہے۔جیسا کہتے ہیں۔کان فلان لھذا الامر۔جبکہ وہ اس کام پر پورا قابو رکھتا ہو اور اس میں مستقل ہو اور تعبدون خبر دوم یا حال ہے۔اور عبرت الرؤیا کی حقیقت خواب کے انجام کا ذکر کرنا اور اس کے آخر کا تذکرہ جیسا کہتے ہیں عبرت النھر جب تم اس کو طے کرو۔یہاں تک کہ دوسرے کنارے پر پہنچ جائے۔ھو عبرہ اس نے اسکی تعبیر کی اور اسی طرح اوّلت الرؤیا جب کہ تم اس کا انجام ذکر کرو۔وہ اس کا انجام ذکر کرنے والا ہے۔میرے نزدیک عبرت الرؤیا تخفیف کے ساتھ زیادہ قابل اعتماد ہے۔میں نے بعض لوگوں کو عبرت الرؤیا۔تشدید کے ساتھ انکار کرتے پایا حالانکہ التعبیر والمعبر دونوں ہی استعمال ہوتے ہیں۔

۴۴: قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ (انہوں نے کہا یہ پریشان خیالات ہیں) یعنی نمبر۱: وہ خواب، رلے ملے جھوٹے خواب اور جن میں نفس کی بات ملی ہو نمبر۲۔وسوسہ شیطانی۔اضغاث کا اصل گھاس کا مٹھہ قسم قسم کی گھاس کا گٹھا۔اس کا واحد ضغث ہے۔یہاں جھوٹے خوابوں کیلئے بطور استعارہ لایا گیا ہے اور اضافت یہاں مِن کے معنی میں ہے۔اے اضغاث من احلام۔اس کو جمع لایا گیا حالانکہ وہ ایک ہی خواب ہے بطلان کی صورت میں حلم میں اضافہ کیلئے۔اور ممکن ہے کہ اس نے اس خواب کے ساتھ اور خواب بھی ذکر کئے ہوں۔

وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ (اور ہم خواب کی تعبیر سے واقف نہیں ہیں) احلام سے مراد باطل خوابیں تھیں۔اسلئے

انہوں نے کہہ دیا ہمارے پاس اسکی کوئی تعبیر نہیں کیونکہ تعبیر تو ڈھنگ کے خوابوں کی ہوا کرتی ہے۔ نمبر۲۔ انہوں نے اپنی علمی غلطیوں کا اعتراف کرلیا۔ اور انہیں خوابوں کی تعبیر کا علم نہ تھا۔

ساقی کا بیان:

۴۵: وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا (کہا اس شخص نے جس نے نجات پائی) قتل سے مِنْهُمَا (ان دونوں میں سے) جیل والوں میں سے وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ (اور اس کو ایک وقت کے بعد یاد آیا) یہ دال کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔ اصل میں اذتکر ہے ذال کو دال اور تا کو دال سے بدل کر دونوں کو باہمی ادغام کر دیا۔ کیونکہ ہم جنس ہیں۔ حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ واذ کر اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تا کو ذال کر کے ذال میں ادغام کیا ہے۔ یوسف کا تذکرہ اور جوان سے مشاہدہ کیا تھا۔ بعد امۃ طویل مدت کے بعد اور وہ اسطرح کہ جب بادشاہ نے خواب کی تعبیر پوچھی اور اسکی تعبیر مشکل بن گئی تو بچنے والے کو یوسف یاد آئے۔ اور اپنا خواب اور اسکی تعبیر یاد پڑی۔ اور اسی طرح اپنے ساتھی کا خواب اور اسکی تعبیر، تو بادشاہ نے اس کو طلب کیا کہ وہ اس خواب کا تذکرہ بادشاہ کے پاس کرے۔ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ (میں اسکی تعبیر تمہیں بتاتا ہوں) میں اس سے پوچھ کر اسکی تعبیر بتلاتا ہوں جس کو اسکی تعبیر کا علم ہے۔ فَاَرْسِلُوْنِ (پس تم مجھے بھیجو)

قراءت: یعقوب نے یا کے ساتھ پڑھا ہے ای فابعثونی الیہ لاسالہٗ مجھے اس کے پاس بھیجو تا کہ میں اس سے پوچھ آؤں۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کی طرف اس کو بھیجا وہ آیا اور آ کر کہا۔

تعبیر یوسف علیہ السلام:

۴۶: یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ (اے سچے یوسف) یہ مجسمہ صدق اس نے یہ بات اس لیے کہی کیونکہ وہ ان کے حالات جان چکا تھا۔ اور اپنے خواب کی تعبیر میں ان کی سچائی خوب پہچان چکا تھا۔ اور اپنے ساتھی کے خواب کے متعلق بھی اسی طرح واقع ہوا جیسا انہوں نے تعبیر کی تھی۔ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ لَّعَلِّیْٓ اَرْجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ (آپ ہمیں سات موٹی گائیں جن کو سات دبلی کھا جاتی ہیں اور سات سبز بالیں اور دوسری خشک کے متعلق تعبیر دیں شاید کہ میں لوگوں کے پاس جاؤں شاید وہ جان لیں) الناس سے بادشاہ اور اس کے پیرو مراد ہیں۔ یعلمون سے آپ کی فضیلت و مرتبہ جان کر طلب کریں اور اس مشقت سے آپ کو رہائی دلائیں۔

۴۷: قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا (فرمایا تم زراعت کرو گے سات سال متواتر) یہ خبر ہے مگر معنی امر کا ہے جیسا اس آیت میں تؤمنون باللّٰہ ورسولہ وتجاھدون [الصف:۱۱] تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جہاد کرو) اسکی دلیل یہ قول ہے فذروہ فی سنبلہ ہے۔

نکتہ: امر کو صورت خبر میں اسلئے ذکر کیا جاتا ہے تا کہ مامور بہ کے وجود میں مبالغہ ہو گویا اس کو موجود سمجھ کر اس کے متعلق خبر دی جاری ہے۔ دَاَبًا (مسلسل)

قراءت: یہ سکون ہمزہ کے ساتھ ہے اور حفص اس کو فتحہ سے پڑھتے ہیں۔ اور یہ دونوں داَب فی العمل کے مصدر ہیں۔ یہ داَبًا

الماٗ مورین سے حال ہے ای دائبین ۔ ہمیشگی کرنے والے فَمَا حَصَدْ تُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْبُلِهٖ (جوتم کاٹو اس کو اس کے بالوں میں چھوڑ دو) تاکہ اس کے گھن نہ لگے ۔ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ (مگر تھوڑا جوتم کھاؤ) یعنی جوتم نے ان سالوں میں استعمال کرنا ہو۔

۴۸: ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ (پھر اس کے بعد سات بہت سخت سال آئیں گے جو کھا جائیں گے) یہاں یَاْكُلْنَ میں کھانے کی نسبت مجازاً سالوں کی طرف کر دی ۔ مَاقَدَّمْتُمْ لَهُنَّ (جوتم نے ان کے لئے پہلے سے جمع کر رکھا ہوگا) یعنی سرسبزی والے سالوں میں اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ (مگر تھوڑا جوتم بچا کر رکھو گے) مگر تھوڑا جوتم جمع کرو گے اور چھپا کر رکھو گے۔

۴۹: ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ (پھر اس کے بعد ایک سال ہوگا) یعنی چودہ سال بعد فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ (اسمیں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی) یہ الغوث سے ہے ۔ نمبر۱ ۔ ان کے فریادیوں کی ضرورت پوری ہوگی نمبر۲ ۔ الغیث سے ہے یعنی بارش کی جائے گی جیسے کہتے ہیں غیث البلاد جبکہ بارش ہو وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ (اور اس میں لوگ نچوڑیں گے) یعنی انگور زیتون تل ، اور ان سے مشروبات بنائیں گے اور تری کیلئے بطور تیل استعمال کریں گے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے تعصرون پڑھا ہے ۔ آپ نے بقرات سمان اور السنبلات الخضر کی تعبیر خوشحالی کے سال اور العجاف اور الیابسات کی تعبیر قحط والے سالوں سے کی اور پھر ان کو بشارت دی کہ خواب کی تعبیر تو اتنی ہے مگر مزید بات یہ ہے کہ آٹھواں سال برکت والا آئے گا ۔ اس میں کثرت سے غلہ اور بے شمار نعمتیں میسر ہونگی ۔ اور یہ تمام باتیں وحی سے بتلائیں اور اسی ہی سے ممکن ہیں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِىْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ

اور بادشاہ نے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس لے آؤ سو جب قاصد یوسف کے پاس آیا تو یوسف نے کہا کہ تو اپنے آقا کے پاس واپس جا پھر اس سے دریافت کر کہ ان عورتوں کا

النِّسْوَةِ الّٰتِىْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّىْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ

کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے، بے شک میرا رب ان کے فریب کو خوب جاننے والا ہے، اس نے کہا کہ اے عورتو! تمہارا کیا واقعہ ہے جبکہ تم نے

اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ

یوسف سے اپنی مطلب براری کی خواہش کی، انہوں نے جواب میں کہا حاشاللہ ہم اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ ہمارے علم میں ایسی کوئی بات نہیں کہ ہم یوسف کی طرف کوئی برائی

امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾

منسوب کر سکیں، عزیز کی بیوی نے کہا اس وقت حق ظاہر ہو گیا میں نے اسے اپنے مطلب براری کے لئے اسے پھسلایا اور بے شک وہ سچے لوگوں میں سے ہے

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

یہ اس لئے کہ وہ جان لے کہ میں نے اس کے پیچھے اس کی خیانت نہیں کی اور بلاشبہ اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو نہیں چلنے دیتا،

بادشاہ کی طرف سے رہائی کا پروانہ اور آپ کا انکار:

۵۰: وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِىْ بِهٖ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ (اور کہا بادشاہ نے اس کو میرے پاس لے آؤ۔ جب بادشاہ کا قاصد آیا) تا کہ وہ قید سے رہائی دے قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ (اس نے کہا تو لوٹ جا اپنے آقا کی طرف) ربک سے یہاں بادشاہ مراد ہے۔ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ (اور اس سے پوچھو کیا حال ہے ان عورتوں کا) بال بمعنی عورتوں کی حالت ہے۔ الّٰتِىْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ (جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے) یوسف علیہ السلام ثابت قدم رہے اور بادشاہ کے جواب میں حوصلہ مندی سے کام لیا اور عورتوں کے متعلق سوال کو مقدم کیا تا کہ ان کی براءت بر سر میدان ظاہر ہو جائے اور جو بہتان ان پر لگایا اور اسمیں قید کیا گیا وہ کھل جائے۔ تا کہ حاسدوں کو آپ کی شان گھٹانے کی جرأت نہ ہو۔ اور تا کہ لوگوں کے منہ اس بات سے بند ہو جائیں کہ کسی بڑے جرم کی وجہ سے ان کو سات سال جیل میں ڈالا گیا۔

مَسْئَلَہ: تہمت کی نفی کیلئے کوشش لازم ہے اور ایسے مواقع سے بچنا ضروری ہے جو تہمت کا پیش خیمہ ہوں۔ آپ ﷺ نے یوسف علیہ السلام کی اس عظمت کو اس طرح سراہا۔ یوسف علیہ السلام کا صبر و سخاوت کتنی عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے۔ جب ان سے موٹی اور دبلی گائیں کے متعلق سوال کیا گیا (تو آپ نے تعبیر کے ساتھ تدبیر حسن بتلائی) اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو تعبیر بتلانے

کی یہ شرط لگا دیتا کہ وہ مجھے جیل سے رہا کریں۔ اوران کی یہ حالت بھی بڑی عجیب ہے کہ جب ان کے پاس قاصد آیا تو اسے کہا: ارجع الی ربلٹ۔ اگر میں اسکی جگہ ہوتا اور قید میں اتنا عرصہ گزار چکا ہوتا جتنا انہوں نے گزارا تو میں ضرور داعی کی بات پر لبیک کہتا اور نکلنے کی طرف جلدی کرتا۔ عذر تلاش نہ کرتا، وہ بڑے ہی حوصلے منداور بردبار تھے۔ (درالمنثور)

سخاوت وحسن ادب یوسفی کا ایک ورق ملاحظہ ہو کہ آپ نے عزیز کی بیوی کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ اس نے آپ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا اور قید و بند کا سبب بنی اور فقط ان عورتوں کا تذکرہ فرمایا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ اِنَّ رَبِّیْ بِکَیْدِ ھِنَّ عَلِیْمٌ (بیشک میرا رب ان کے فریب کو جانتا ہے) ان کا فریب بلاشبہ بڑا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور وہ اس پر بدلہ لینے والے ہیں۔

شاہی تفتیش:

۵۱: جب بادشاہ کا قاصد واپس لوٹ کر آیا تو بادشاہ نے ان ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کو بلایا۔ اور عزیز کی عورت کو بھی بلایا اور کہا قَالَ مَاخَطْبُکُنَّ (تمہارا کیا معاملہ ہے)

اِذْرَا وَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِہٖ (جب کہ تم نے یوسف کو پھسلایا) کیا تم نے اسکی طرف سے اپنے لئے ذرہ بھر میلان پایا۔ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ (توانہوں نے کہا پناہ بخدا) اسکی قدرت جس نے ایسا پاک باز بنایا ہے۔ مَاعَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْٓءٍ (ہم نے ان کے متعلق ذرہ بھی برائی نہیں پائی) سوء سے گناہ مراد ہے۔ قَالَتِ امْرَاَۃُ الْعَزِیْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ (عزیز کی بیوی کہنے لگی اب حق واضح ہوگیا) ظاہر اور پختہ ہوگیا۔ اَنَا رَاوَدْتُّہٗ عَنْ نَّفْسِہٖ وَاِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ (میں نے اس کو اپنے مطلب کیلئے پھسلایا تھا اور بیشک وہ سچوں میں سے ہے) اس نے یہ بالکل صحیح کہا ھی راودتنی عن نفسی ان دو گواہیوں پر کسی اضافہ کی ضرورت نہیں۔ یہ گواہیاں آپ کی براءت ونزاہت کو خوب ثابت کر رہی ہیں۔ عورتوں نے یہ برملا اعتراف کیا کہ یوسف علیہ السلام پر جو الزام لگایا گیا اس سے ان کا کوئی سروکار نہیں ہے۔

براءت یوسف علیہ السلام:

۵۲: پھر قاصد یوسف علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا اور عورتوں کی گفتگو کے متعلق اطلاع دی اور عزیز مصر کی بیوی کے اعتراف و اقرار کا بھی ذکر کیا۔ اس پر یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ ذٰلِکَ (یہ) نکلنے سے انکار اور اظہار براءت پر اصرار میں نے اسلئے کیا لِیَعْلَمَ (تاکہ عزیز مصر کو معلوم ہو) اَنِّیْ لَمْ اَخُنْہُ بِالْغَیْبِ (کہ میں نے اسکی غیر موجودگی میں اسکی خیانت نہیں کی) اسکی عزت کے سلسلہ میں اس کی عدم حاضری میں۔

نحو: بالغیب یہ فاعل سے حال ہے یا مفعول سے حال ہے۔ معنی اس طرح ہوگا نمبرا۔ میں اس سے غائب ہوں۔ نمبر۲۔ وہ

میرے پاس موجود نہ ہو۔ نمبر۲۔ لیعلم کی ضمیر بادشاہ کی طرف لوٹائیں تا کہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے عزیز مصر کی خیانت نہیں کی۔ وَاَنَّ اللّٰہَ لَایَھْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتے) ان کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتے۔ گویا اس میں امرأۃ عزیز کے متعلق تعریض ہے کہ اسنے اپنے خاوند کی امانت میں خیانت کی۔ اور اپنی امانت کو پوری شوکت وقوت سے ظاہر فرمایا۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ

اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتاتا بلاشبہ نفس برائی کرنے کا خوب زیادہ حکم دیتا ہے۔ بجز اس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے بیشک میرا رب

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾

غفور ہے رحیم ہے۔

۵۳: وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ (اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتاتا) پھر آپ نے بارگاہ الٰہی میں تواضع کرتے ہوئے اور اپنے نفس کو مٹاتے ہوئے تاکہ اپنے منہ مُڑکی بننے کا وہم نہ ہو۔ اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ مجھ میں جو امانت و دیانت پائی جاتی ہے۔ یہ محض توفیق الٰہی اور اسکی عصمت سے ہے۔ چنانچہ فرمایا میں بذات خود اپنے نفس کو پاک قرار نہیں دیتا کہ وہ لغزشوں سے بچ جائے اور نہ میں بالکلیہ اسکی براءت کی گواہی دیتا ہوں۔ اور نہ عمومی افعال میں اس کو (لغزش سے) پاک قرار دیتا ہوں۔ نمبر۲۔ اس حادثہ میں جیسا کہ ھَمّ کو خطرۂ بشریہ کے معنی میں جب لیا جائے اور قصد وارادہ کا اسمیں مطلقاً دخل نہ ہو۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ (بیشک نفس تو ضرور برائی کی طرف جھک جانے والا ہے) النفس سے جنس نفس مراد ہے۔ جنس نفس تو برائی کی طرف لے جانے والی ہے اور اس پر آمادہ کرتی ہے کیونکہ اسمیں شہوات پائی جاتی ہیں۔ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (مگر جس پر میرا رب رحم کرے) نمبر۱۔ مگر وہ چیدہ لوگ جن پر میرے رب کی رحمت ہو اور عصمت سے ان کو نوازا گیا ہو۔ نمبر۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ مَا رَحِمَ کو زمانہ کے معنی میں لیا جائے مگر میرے رب کی رحمت کے وقت۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ نفس تو ہر وقت برائی کی طرف مائل کرنے والا ہے مگر وقت عصمت میں وہ مائل نہیں کر سکتا۔

نمبر۳۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ یعنی میرے رب کی رحمت اس نفس کو بدی کے راستہ سے پھیر دیتی ہے۔ اس صورت میں اِلَّا کو لٰکِنَّ کے معنی میں لیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ یہ عزیز مصر کی بیوی کا مقولہ ہے کہ یہ بات جو میں نے کہی ہے یہ اس لئے ہے تاکہ یوسف کو علم ہو جائے کہ میں نے اس کے ساتھ خیانت نہیں کی اور اس کے متعلق اسکی غیر موجودگی میں جھوٹ نہیں بولا بلکہ جو سوال کیا گیا اس کے متعلق میں نے سچی بات کہی ہے مگر اس کے باوجود بھی میں اپنے آپ کو خیانت سے بری الذمہ قرار نہیں دیتی۔ میں نے اسکی خیانت کی ہے جبکہ میں نے اس پر یہ کہہ کر بہتان تراشا مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ یُّسْجَنَ اور قید کی دھمکی دی۔ وہ اپنے قصور کا اعتراف کر رہی ہے کہ ہر نفس برائی کی طرف جھکاؤ اختیار کرنے والا ہے۔ اس سے تو یوسف (علیہ السلام) جیسا معصوم انسان پر دۂ رحمت کی برکت سے بچ سکتا ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (بیشک میرا رب بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) اس نے اپنے رب سے معافی طلب کی اور اسکی رحمت مانگی ان غلطیوں سے جنکا وہ ارتکاب کر چکی تھی۔ اس کو کلام یوسف علیہ السلام قرار دیا گیا۔ مگر ظاہر میں اسکی کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ معنی تو اسکی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ قرآن مجید کی تقدیم و تاخیر والی قسم میں سے ہے کہ ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ کا اتصال و تعلق فسئله مابال

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا

اور بادشاہ نے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ میں اسے خالص اپنے لئے رکھوں گا پھر جب ان سے بات کی تو کہا بے شک آج تم ہمارے پاس

مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ

باعزت ہو معتبر آدمی ہو یوسف نے کہا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو میں ان کی حفاظت کرنے والا ہوں جاننے والا ہوں، اور ہم نے

مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِۚ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُؕ نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ

اسی طرح یوسف کو زمین میں بااختیار بنا دیا اس میں جہاں چاہے رہے ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچا دیں

وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع

اور ہم اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے، اور البتہ آخرت کا ثواب ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔

النسوۃ الّٰتی قطعن ایدیھن سے ہے۔

شاہی حکم نامہ:

۵۴: وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ (بادشاہ نے کہا اس کو میرے پاس لے آؤ۔ میں اس کو خاص کر لونگا اپنی ذات کیلئے) میں اس کو مقرر کرونگا اپنی ذات کیلئے فَلَمَّا كَلَّمَهٗ (جب ان سے بادشاہ نے کلام کیا) اور اس چیز کا مشاہدہ کیا جو اس کے گمان میں بھی نہ تھی۔ تو قَالَ (کہا) بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ (تم آج سے ہمارے نزدیک معتبر و معزز ہو) تو مرتبے اور مقام والا ہے۔ اور ہر بات میں قابل اعتماد ہے۔ روایت تفسیر میں ہے کہ جب قاصد آیا تو اس کے ساتھ ۷۰ ستر دربان اور ستر سواریاں تھیں اور شاہی جوڑا بھی ساتھ تھا اور کہا بادشاہ بلا رہا ہے۔ پس آپ قید سے نکلے اور بادشاہ اور اس کے اہل وعیال کو دعائیں دیں۔ اللّٰھم عطف علیھم قلوب الاخیار ولاتعم علیھم الاخبار فھم اعلم الناس بالاخبار فی الواقعات اور قید خانہ کے دروازہ پر لکھوایا ھذہٖ منازل البلواء وقبور الاحیاء وشماتۃ الاعداء و تجربۃ الاصدقاء کہ مصائب کے مقامات زندوں کے قبرستان، دشمنوں کی خوشی اور دوستوں کی آزمائش ہیں پھر غسل فرمایا جیل خانہ کی میل کچیل اتاری۔ نیا لباس زیب تن کیا جب بادشاہ کے ہاں داخل ہوئے تو کہا اللّٰھم انی اسألك بخیرك من خیرہ واعوذ بعزّتك وقدرتك من شرّہٖ اے اللہ تیری خیر کے ذریعہ اسکی خیر کا طالب ہوں اور تیری عزت وقدرت کی پناہ کا طالب ہوں اس کے شر سے۔ پھر سلام کر کے عبرانی زبان میں اس کے لئے دعا کی تو بادشاہ نے کہا یہ کیا زبان ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میرے آباؤ اجداد کی زبان ہے۔ بادشاہ ستر زبانوں کو جانتا تھا۔ چنانچہ اس نے ان سب زبانوں میں گفتگو کی آپ نے انہیں سب زبانوں میں جوابات دیے۔ بادشاہ کو تعجب ہوا اور کہنے لگا اے مجسمہ صدق! میں اپنا خواب تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں تو آپ

نے فرمایا تم نے گائیں دیکھیں۔ پھر ان کے رنگ اور حالات اور ان کے نکلنے کی جگہ بتلائی اور بالوں کی جو کیفیت بادشاہ نے دیکھی وہ بیان کی۔ بادشاہ کو کہا کہ تم سردیوں میں غلہ جمع کرو۔ مخلوق اطراف سے تیرے پاس آئے گی۔ اور غلہ حاصل کرے گی اور تیرے پاس اتنے خزانے جمع ہو نگے جو آج تک کسی کے پاس جمع نہیں ہوئے۔ بادشاہ نے کہا کون ان باتوں میں میرا ذمہ دار ہے؟ اور کون اس کو جمع کرے گا؟ اور کون سرانجام دے گا۔

مطالبۂ یوسف علیہ السلام:

۵۵: قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ (یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم مجھے زمین کے خزائن پر مقرر کرو) تم سرزمین کے خزائن کا مجھے ذمہ دار بنا دو۔ اِنِّیْ حَفِیْظٌ (میں امانتدار محافظ ہوں) اور اس چیز کی حفاظت کروں گا۔ جس کی حفاظت مجھ سے چاہو گے۔ عَلِیْمٌ (جاننے والا) تصرف و خرچ کے مقامات کو جاننے والا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی امانت و کارگزاری کو خود بیان فرمایا بادشاہوں کے ہاں جن کو عہدہ دیا جاتا ہے۔ ان میں یہی چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ آپ نے خود عہدہ اس لئے طلب کیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو ملک و دنیا ہرگز مقصود نہ تھی آپ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ ہوں۔ حق قائم ہو، عدل پھیلے، اور بندوں کو راحت میسر ہو۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت اسی لیے ہوتی ہے۔ آپ جانتے تھے کہ کوئی اور یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس لئے خود طلب کیا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف پر رحم کرے اگر وہ اجعلنی علی خزائن الارض نہ کہتے تو بادشاہ ان کو فوراً حاکم بنا دیتا۔ (مگر اس کہنے کی وجہ سے) اس نے ایک سال تک مؤخر کیا۔ بقول حافظ ابن حجر یہ روایت سنداً ساقط الاعتبار ہے)

مَسْئَلَۃٌ: اس میں علماء نے یہ مسئلہ نکالا کہ کافر و ظالم کی طرف سے کسی عہدے کو سنبھالنا جائز ہے۔ جب کہ عالم یا پیغمبر کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ اسی طرح کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں اور مظلوم کی دادرسی بھی کافر و فاسق کی طرف سے عہدہ حاصل کرنے پر ہو سکتی ہو۔ تو ایسے عہدے کا ضرور سہارا لینا چاہئے۔ بہت سے اسلاف نے ظالم بادشاہوں کی طرف سے اسی غرض کی خاطر عہدے قبول کئے۔ بادشاہ آپ کی رائے سے ہٹ کر کوئی رائے نہ دیتا اور آپ کی رائے میں دخل اندازی نہ کرتا گویا احکام کے نفاذ میں بادشاہ آپ کا تابع فرمان تھا۔

انتقالِ اقتدار اور عدل و مساوات یوسف علیہ السلام:

۵۶: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) اس ظاہرا اقتدار و غلبہ کی طرح مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ (ہم نے یوسف علیہ السلام کو زمین میں اقتدار بخشا) ارض سے ارض مصر مراد ہے۔ یہ ۴۰×۴۰ فرسخ تھی (یہ اندازہ درست معلوم نہیں ہوتا) التمکین قدرت اور اختیار دینا۔ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ (آپ جس جگہ چاہیں رہیں) جس مقام کو منزل بنائیں غلبہ کی وجہ سے ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی اور وہ سارا علاقہ آپ کی حکومت میں داخل تھا۔

قراءت: مکی نے نشاء نون سے پڑھا ہے۔ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا (ہم اپنی رحمت پہنچاتے ہیں) دنیا میں بادشاہی والا عطیہ اپنی طرف سے دیتے اور غناء میسر کر دیتے ہیں اور دیگر نعمتیں بھی۔ مَنْ نَّشَآءُ (جن کو ہم چاہتے ہیں) جنکے لئے ہماری حکمت تقاضا

کرتی ہے۔ وَلَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (ہم مخلصوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے) دنیا میں

۵۷: وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا (البتہ آخرت کا ثواب بہت بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے) اس سے مراد یوسف علیہ السلام اور قیامت تک آنے والے اہل ایمان ہیں۔ وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ (اور نافرمانی سے بچتے رہے) شرک وفواحش سے بچتے رہے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ مومن کو اسکی حسنات پر دنیا و آخرت میں ثواب ملتا ہے۔ اور فاجر کو دنیا میں بھلائی دے دی جاتی ہے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں پھر یہ آیت تلاوت کی۔ روایت تفسیر میں ہے کہ بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو تاج پہنایا اور اپنی مہران کے حوالے کر دی اور تلوار ان کو عطا کی اور ان کے لئے سونے کا تحت بچھایا جس پر موتیوں اور یاقوت کا تاج لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تخت سے تیرا ملک زیادہ مضبوط ہے۔ اور انگوٹھی سے تو اپنے ملک کی تدبیر و تنظیم کرو۔ اور تاج یہ میرا اور میرے آباء کا لباس نہیں۔ پھر آپ تخت پر تشریف فرما ہوئے سرداروں نے آپ کی اطاعت قبول کی۔ بادشاہ نے اقتدار آپ کے حوالے کیا۔ اور قطفیر کو معزول کر دیا۔ اس کے بعد وہ مرگیا۔ بادشاہ نے اسکی بیوی سے ان کا نکاح کر دیا جب یوسف اس کے پاس گئے تو کہا۔ کیا یہ اس سے بہتر نہیں جو تم نے طلب کیا تھا اس کو کنواری پایا۔ ان سے دولڑکے افرائیم اور میثا (یہ اسرائیلی قصہ گوئی کا حصہ ہے جن کو بلا چھان بین کے نقل کر دیا گیا۔ فتدبر)

آپ نے عدل کو قائم کیا اور مصر کے مرد و عورتوں نے آپ سے محبت کی آپ کے ہاتھ پر بہت سے مصری مسلمان ہوئے۔ آپ نے اہل مصر سے قحط کے سالوں میں غلہ درا ہم و دنانیر سے خرید لیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس کچھ نہ رہا۔ پھر دوسرے سال زیور و جواہرات کے بدلے خرید فرمایا۔ تیسرے سال چوپایوں کے بدلے چوتھے سال غلاموں اور لونڈیوں کے بدلے۔ پانچویں سال زمین اور مکانات کے بدلے، چھٹے سال اولادوں کے بدلے ساتویں سال ان کی گردنوں کے بدلے جب سب غلام بن گئے تو ان کو آزاد کر دیا اور ان کے تمام اموال و املاک ان کو واپس کر دیئے۔ غلہ لینے کیلئے جو لوگ آتے فی کس آپ ایک اونٹ کا بوجھ دیتے تھے۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝۵۸ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

اور یوسف کے بھائی آئے سو وہ ان کے پاس اندر چلے گئے سو یوسف نے انہیں پہچان لیا اور وہ انہیں نہیں پہچان رہے تھے اور جب یوسف نے انہیں سامان

بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ وَاَنَا

تیار کر دیا تو فرمایا کہ تمہارا جو ایک باپ شریک بھائی ہے اسے میرے پاس لے آنا کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے

خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۝۵۹ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝۶۰ قَالُوْا

زیادہ مہمان نوازی کرنے والا ہوں سو اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لئے میرے پاس کوئی غلہ نہیں ہے جو میں تمہیں ناپ کر دوں اور میرے پاس مت آنا، بھائیوں

سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ۝۶۱ وَقَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ

نے کہا کہ ہم اس کے باپ سے اس کے بارے میں درخواست کریں گے اور ہمیں یہ کام ضرور کرنا ہے۔ اور یوسف نے اپنے خدمت گذاروں سے کہا کہ ان کی پونجی ان کے کجاووں میں رکھ دو

لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤی اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝۶۲ فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤی

تا کہ جب یہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ جائیں تو اسے پہچان لیں شاید وہ پھر واپس آ جائیں پھر جب وہ اپنے باپ کے پاس

اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ

آئے تو کہنے لگے کہ اے ابا جان ہمیں غلہ دینے کی ممانعت کر دی گئی ہے سو آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تا کہ ہم غلہ لا سکیں اور بلاشبہ ہم اس کی

لَحٰفِظُوْنَ ۝۶۳ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤی اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ

حفاظت کرنے والے ہیں ان کے والد نے کہا کیا میں اس پر تمہارا اعتبار کروں مگر جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی پر تمہارا اعتبار کر چکا ہوں، سو اللہ

خَیْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝۶۴

سب سے بہتر نگہبان ہے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

پہلی بار بھائیوں کی مصر آمد:

۵۸: مصر کی طرح سرزمین کنعان میں قحط پہنچا۔ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو غلہ لینے کیلئے بھیجا جس کا ذکر اس ارشاد میں ہے۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (اور یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے۔ وہ ان کے ہاں

داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا۔ اور وہ ان کو نہ پہچان سکے) بغیر پہچان کروانے کے ان کو آپ نے پہچان لیا اور وہ یوسف علیہ السلام کو تبدیلی لباس کی وجہ سے نہ پہچان سکے اور اسلئے بھی کہ وہ پردوں کے پیچھے تھے۔ اور اسلئے کہ چالیس سال کا طویل عرصہ گزر چکا تھا۔

۵۹: وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ (اور جب ان کا سامان درست کرا دیا تو ان سے کہا) روایت میں ہے کہ جب بھائیوں کو دیکھا تو ان سے عبرانی زبان میں بات کی اور فرمایا تم بتلاؤ کون ہو؟ اور کیا کام کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم شامی ہیں۔ بکریاں چرانا ہمارا پیشہ ہے۔ ہم قحط کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہوئے۔ آپ کے ہاں غلہ لینے آئے ہیں آپ نے فرمایا شاید یہاں کے حالات کی جاسوسی کیلئے آئے ہو۔ انہوں نے کہا خدا کی پناہ ہم ایک بیٹے کی گمشدگی سے غم زدہ پیغمبر باپ کی اولاد ہیں۔ اس کا وہ بیٹا اسے زیادہ محبوب تھا۔ اور ہمارے ایک ماں جائے بھائی کو اس نے انس کیلئے پاس رکھ لیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو اس کو بھی ساتھ لاؤ۔ جب ان کا غلہ تیار کرا دیا اور ہر ایک کو ایک بوجھ اونٹ غلہ دے دیا۔

قراءت: جِهَاز کو کسرہ جیم کے ساتھ پڑھنا شاذ ہے۔

ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ (تم میرے پاس اپنے باپ سے حقیقی بھائی کو لاؤ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا ماپ دیتا ہوں) اُوفی پورا۔ مکمل۔ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ (اور میں بہترین میزبان ہوں) آپ نے ان کی خوب میزبانی کی اور یہ بات کہہ کر واپسی کی ترغیب دی۔

۶۰: فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي (پس اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لئے میرے پاس کوئی غلہ نہیں) میں غلہ تمہارے ہاتھ فروخت نہ کرونگا۔ وَلَا تَقْرَبُونِ (اور تم میرے پاس بھی نہ آنا) اگر تم اس کو نہ لائے تو اپنے غلہ سے محروم اور تم قریب مت آنا۔

نحو: یہ حکم جزاء میں مجزوم کے تحت داخل ہے اور فلا کیل لکم کے محل پر عطف ہے نمبر۲۔ یا یہ نہی کے معنی میں ہے۔

۶۱: قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ (انہوں نے کہا ہم اس کے لئے باپ کو پھسلانے کی تدبیر کریں گے) اس کے متعلق ضرور چال چلیں گے اور کوئی حیلہ کریں گے تا کہ ان کے ہاتھوں سے ہم لا سکیں۔ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ (اور ہم نے ضرور یہ کرنا ہے) یہ بہرصورت ہوگا۔ اس میں کوئی کمی اور سستی نہ کریں گے یوسف علیہ السلام نے کہا ایک کو بطور رہن چھوڑ دو۔ انہوں نے شمعون کو ان کے پاس چھوڑ دیا۔ جو یوسف علیہ السلام کے متعلق سب سے بہتر رائے والا تھا۔

۶۲: وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ (آپ نے اپنے خدام سے کہا)

قراءت: کوفی نے سوائے ابوبکر کے لفتیانہ پڑھا اور دوسروں نے لفتیتہ پڑھا ہے۔ اور یہ دونوں جمع ہیں۔ جیسے اخوۃ۔ اخوان، اخ کی جمع ہے۔ فعلۃ کا وزن قلت اور فعلان کثرت کیلئے استعمال ہوتا ہے یعنی اپنے غلہ ناپنے والے خدام اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ (ان کا سامان ان کے کجاووں میں رکھ دو) نمبر۱۔ ان کے برتنوں میں اور وہ موزے تھے یا نمبر۲۔ کھالیں یا چاندی اور یہ کجاووں میں چھپانے کیلئے زیادہ مناسب ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا (شاید وہ اس کو پہچانیں) اسکی واپسی کا حق پہچانیں اور دونوں

بدلوں کے ذریعہ اکرام کا حق پہچانیں۔ اِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰی اَهْلِهِمْ (جب وہ اپنے گھر لوٹیں) اور اپنے برتنوں کو خالی کریں۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (شاید کہ وہ لوٹ آئیں) نمبرا۔ اس حق کا پہچاننا ان کو ہماری طرف لوٹائے گا۔ نمبر۲۔ شاید کہ وہ سامان پائیں اور اس کو واپسی کیلئے لیکر لوٹیں۔ نمبر۳۔ ان کی دیانت ان کو امانت واپس کرنے کیلئے لوٹا ئیگی نمبر۴۔ انہوں نے مہربانی کی وجہ سے خیال کیا کہ اپنے بھائیوں سے قیمت لینا مناسب نہیں۔

۶۳: فَلَمَّا رَجَعُوْا اِلٰی اَبِيْهِمْ (جب وہ اپنے والد کی طرف لوٹ کر گئے) غلہ لیکر اور ان کو بادشاہ کے فعل کی اطلاع دی۔ قَالُوْا يٰاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ (کہنے لگے! اے ہمارے ابا ہم سے غلہ روک لیا گیا) ان کی مراد منع سے یوسف علیہ السلام کا یہ ارشاد تھا فان لم تاتونی به فلا کیل لکم عندی۔ کیونکہ جب ان کو غلہ روکنے کی دھمکی مل گئی تو گویا غلہ روک لیا گیا۔ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ (آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیں تا کہ ہمیں غلہ مل جائے) تا کہ غلہ ملنے میں رکاوٹ کا ازالہ کریں اور ہم جتنا غلہ ضروری ہے لے آئیں۔

قراءت: حمزہ اور علی نے یکتل پڑھا ای يَكْتَلْ اَخُوْنا پس اس کا غلہ ہمارے غلہ کے ساتھ مل جائیگا۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (اور بیشک ہم اس کے محافظ ہیں) اس بات سے کہ اس کو کوئی تکلیف پہنچے۔

۶۴: قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ (کیا میں اس کے بارے میں اسی طرح تم پر اعتبار کروں جیسا اس کے بھائی کے بارے میں نے اس سے پہلے کیا تھا) تم نے یوسف کے متعلق یہ کہا تھا۔ ارسله معنا غدًا یرتع و یلعب وانا له لحافظون اور آج اس کے متعلق یہی کہہ رہے ہو۔ پھر تم نے اپنی ضمانت میں خیانت برتی۔ پس اس قسم کی بات مجھے اعتماد نہیں دلا سکتی۔ پھر فرمایا فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا (اللہ تعالیٰ کی حفاظت سب سے بڑھ کر ہے)

قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوفی قراء کی یہ قراءت ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے ان کے سپرد کر دیا۔

نحو: حافظا یہ حال یا تمیز ہے۔ جنہوں نے حفظا پڑھا ہے۔ وہ فقط تمیز ہے حال نہیں بن سکتا۔ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے) پس میں امیدوار ہوں کہ وہ مجھ پر احسان فرما کر اسکی حفاظت فرمائے گا۔ اور مجھ پر دو مصیبتیں جمع نہ کرے گا۔ کعب کہتے ہیں کہ جب فاللہ خیر حافظا کہا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔ وعزتی و جلالی! لا ردن علیك کلیهما مجھے میری عزت و جلال کی قسم میں دونوں کو تم پر لوٹا دونگا۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَیْهِمْ ؕ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِیْ ؕ

اور جب انہوں نے سامان کو کھولا تو انہوں نے اپنی پونجی کو پایا کہ ان کی طرف واپس کر دی گئی ہے کہنے لگے کہ ابا جی اور ہمیں کیا چاہیے

هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا ۚ وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَیْلَ بَعِیْرٍ ؕ

یہ ہماری پونجی ہے ہماری طرف لوٹا دی گئی ہے اور ہم اپنے گھر والوں کے لئے غلہ لائیں گے اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کرینگے اور ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ لے آئینگے،

ذٰلِكَ كَیْلٌ یَّسِیْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰی تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ

یہ غلہ تھوڑا سا ہے، انہوں نے کہا کہ میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ تم مجھے اللہ کی طرف سے مضبوط عہد نہ دیدو کہ تم اسے ضرور لیکر آؤ

بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۶۶﴾

گے مگر یہ کہ تم کو گھیر لیا جائے سو جب انہوں نے اپنے والد کو اپنا عہد دے دیا تو والد نے کہا کہ ہم جو بات کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔

۶۵: وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِیْ (جب انہوں نے سامان کھولا تو اپنا سرمایہ پایا جوان کو واپس کر دیا گیا تھا کہنے لگے ابا لیجئے ہم کو کیا چاہیے) مانفی کیلئے ہے۔ نمبر۱۔ مطلب یہ ہے ہم بات میں تجاوز و بغاوت نہیں کر رہے۔ نمبر۲۔ مانبغی شیئا وراء مافعل بنا من الاحسان۔ ہم کوئی چیز نہیں چاہتے اس سے اوپر احسان جو اس نے ہمارے ساتھ کیا نمبر۳۔ ہم آپ سے اور سرمایہ نہیں چاہتے۔ نمبر۴۔ ما استفہامیہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہم چاہتے ہیں؟ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا (یہ ہمارا سرمایہ ہے جو ہمیں واپس کر دیا گیا)۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جو مانبغی کو واضح کرنے والا ہے۔ اور اس کے بعد والے جملے اس پر معطوف ہیں اس طرح ان بضاعتنا ردت الینا فنستظھربھا وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا فی رجوعنا الی الملك یہ ہمارا سرمایہ ہمیں واپس کر دیا گیا پس اس سے ہم اپنی پشت کو مضبوط کریں گے اور اپنے اہل کو غلہ مہیا کریں گے جبکہ بادشاہ کی طرف سے ہم لوٹیں گے یعنی ہم غلہ لائیں گے۔ میرۃ اس غلے کو کہتے ہیں جو دوسرے علاقہ سے لایا جائے۔ وَنَحْفَظُ اَخَانَا (اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے) آنے جانے میں اور اس کو ہماری طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی جس کا آپ کو ڈر ہے۔ وَنَزْدَادُ كَیْلَ بَعِیْرٍ (اور ہم ایک اونٹ کا بوجھ غلہ مزید حاصل کریں گے) اپنے بھائی کے حصہ کا ایک اونٹ کا بوجھ غلہ ساتھ ملا لیں گے۔ ذٰلِكَ كَیْلٌ یَّسِیْرٌ (یہ غلہ آسان ہے) اضافی غلہ آسان اور اس کے حصول میں کوئی دشواری بھی نہیں۔

۶۶: قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰی تُؤْتُوْنِ (یعقوب علیہ السلام نے کہا میں اس کو ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا یہاں تک کہ تم نہ دو گے)

قراءت: مکی نے یُؤْتُوْنِ پڑھا ہے۔ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر وعدہ) مطلب یہ ہے کہ تم مجھے ایسا وعدہ دو جس کو

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ

اور یعقوب نے کہا کہ اے میرے بیٹو، تم سب ایک ہی دروازے سے داخل مت ہونا، اور مختلف دروازوں سے داخل ہونا،

وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ

اور میں اللہ کے حکم کو تم سے ذرا بھی ٹال نہیں سکتا، حکم صرف اللہ ہی کا ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا

وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ

اور چاہئے کہ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں اور جب وہ اسی طرح داخل ہوئے جیسے ان کے والد نے انہیں حکم دیا تھا

مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ

تو اللہ کے حکم سے ذرا بھی انہیں کوئی چیز بچانے والی نہ تھی مگر یعقوب کے جی میں ایک حاجت تھی جسے اس نے پورا کر لیا

ع ۸ ۱۱ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ ع

اور بلاشبہ وہ علم والے تھے اس وجہ سے کہ ہم نے انہیں سکھایا تھا اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر پختہ کیا گیا ہو۔حلف کو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم سے اسلئے پختہ کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم سے عہد پختہ کیے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اسکی اجازت دی ہے اور اسکی طرف سے حکم ہے۔لَتَأْتُنَّنِيْ بِهٖ (کہ تم اسکو ضرور میرے پاس لاؤ گے) یہ قسم کا جواب ہے کیونکہ مطلب اس طرح بنے گا۔حتی تحلفوا لتأتننی به یہاں تک کہ تم قسم اٹھاؤ کہ ضرور تم اسکو لاؤ گے۔اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ (مگر یہ کہ تم مغلوب ہو جاؤ) مگر یہ کہ تم مغلوب ہو کر اسکو نہ لا سکو۔مفعول لہٗ ہے اور لتاتننی بہا گرچہ کلام مثبت ہے مگر تاویل نفی میں ہے تقدیر عبارت اسطرح ہوگی لا تمتنعوا من الاتیان به الا للاحاطة بكم مطلب یہ ہوا تم کسی بھی سبب سے اس سے باز نہ رہو مگر ایک سبب سے اور وہ یہ ہے کہ تمہارا احاطہ کر لیا جائے۔یہ عام سے استثناء ہے۔جو مفعول لہٗ کی صورت میں ہے۔

قاعدہ: عام سے استثناء نفی ہی میں ہوتا ہے اس لئے اسکی تاویل نفی سے ضروری ہوئی۔فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ (جب انہوں نے ان کو مضبوط عہد دے دیا) ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے حلف اسطرح دیا۔باللہ رب محمد ﷺ قَالَ (کہا اس نے) بعض علماء نے کہا اس پر سکتہ کرے کیونکہ معنی یہ ہے۔قال (یعقوب علیہ السلام نے کہا) اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ (اللہ تعالیٰ اس پر جو ہم کہتے ہیں) یعنی پختہ وعدہ کا مطالبہ اور پھر اس کا دینا وَكِيْلٌ (نگہبان و مطلع ہے) البتہ سکتہ کرنے سے قول اور مقولے میں فاصلہ ہو جائے گا اور یہ جائز نہیں پس بہتر یہی ہے کہ صرف آواز سے ان کے مابین فرق بیان کیا جائے پھر قوت نغمہ سے اللہ تعالیٰ کے نام کا قصد کیا جائے۔

دوسری مرتبہ سفر مصر کیلئے روانگی:

۶۷: وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ (اور کہا اے میرے بیٹو تم ایک دروازے

سے مت داخل ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے داخل ہونا) جمہور اس بات پر ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کو ان کے متعلق نظر لگ جانے کا خطرہ ہوا کیونکہ وہ حسین وجمیل تھے۔ پہلی مرتبہ ان کو الگ داخلے کا حکم نہیں دیا کیونکہ ان کو کوئی جانتا ہی نہ تھا۔

نظر کا اثر ہمارے نزدیک برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی چیز کی طرف دیکھنے اور اس میں تعجب کرنے سے نقص وخلل پیدا کر دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو ان کلمات سے تعوذ فرمایا کرتے تھے۔ اُعِیذ کما بکلمات اللّٰہ التامۃ من کل ھامۃ ومن کل عین لا مۃ [بخاری، احمد، ابوداؤد، ترمذی] جبائی معتزلی نے انکار کیا ہے۔ مگر اس کے انکار کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ احادیث صحیحہ صریحہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے پسند کیا کہ ان کے دشمن ان کو نہ پہچان سکیں اور پہچان کر ہلاکت کی تدابیر اختیار کرنے لگیں۔

وَمَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْ ءٍ (اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائی ہوئی کسی بات کو بھی اس کے مقابلہ میں کچھ بھی دفع نہیں کر سکتا) یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے متعلق تکلیف دینے کا ہو تو میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا اور تم سے اس اثر کو دور نہیں کر سکتا وہ بہر صورت تمہیں پہنچ کر رہے گا۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ (پس حکم تو اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اس پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں) التوکل معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور اس پر اعتماد کرنا۔

۶۸: وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَھُمْ اَبُوْھُمْ (جب وہ داخل ہوئے جس طرح ان کو ان کے والد نے داخلے کا حکم دیا تھا) الگ الگ ہو کر۔ مَا کَانَ یُغْنِیْ عَنْھُمْ (تو ان کو اس (داخلے) نے فائدہ نہ دیا) یعنی متفرق دروازوں سے مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْ ءٍ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آنے والی چیز کے مقابلہ میں کچھ بھی) بالکل ذرہ بھر اسطرح کہ الگ داخلے کے باوجود، چوری کی نسبت ان کی طرف ہوگئی۔ اور اس سے انتہائی شرمندہ ہوئے اور بھائی کو پیالہ کے کجاوہ میں مل جانے کی وجہ سے پکڑ لیا گیا۔ اور باپ پر مصیبت دوگنا ہوگئی۔ اِلَّا حَاجَۃً (مگر ایک خواہش تھی) یہ استثناء منقطع ہے لٰکِنْ کے معنی میں ہے۔ فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰھَا (یعقوب علیہ السلام کے دل میں جس کو انہوں نے پورا کیا) اور شفقت تھی جو ان کے دل میں تھی۔ وَاِنَّہٗ لَذُوْ عِلْمٍ (اور بیشک وہ علم والے تھے) اسی لئے کہا وما اغنی عنکم من اللّٰہ من شیء کہ تقدیر کے آگے تدبیر کی نہیں چلتی۔ لِّمَا عَلَّمْنٰہُ (ہمارے تعلیم دینے کی وجہ سے) ہم نے اس کو وحی سے سکھایا۔ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اس بات کو۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا

سو جب وہ یوسف پر داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھکانہ دیا اس سے کہا کہ میں بے شک تیرا بھائی ہوں لہٰذا تو اس کا رنج مت کر جو کچھ

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ

یہ لوگ کرتے رہے ہیں پھر جب انہیں سامان دیکر تیار کر دیا تو ایک پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے کجاوہ میں رکھ دیا

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا

پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلہ والو بلاشبہ تم چور ہو، وہ لوگ کہنے لگے اور ان کی طرف آگے بڑھے کہ تم کس چیز کو

تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا

گم پا رہے ہو انہوں نے کہا کہ ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا ہے، اور جو شخص اسے لیکر آئے اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں

بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا

اس کا ذمہ دار ہوں، وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم لوگ اس لئے نہیں آئے کہ زمین میں فساد کریں اور نہ ہم

سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ

چور ہیں، وہ کہنے لگے کہ پھر اس کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے؟ کہنے لگے کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے کجاوہ میں یہ پیمانہ

رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

پایا جائے سو خود اس کی ذات ہی اس کا بدلہ ہے ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔

بنیامین کی امید بر آئی:

۶۹: وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ (جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ٹھہرایا) ملایا اپنے ساتھ بنیامین کو روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا یہ ہمارا بھائی ہے اس کو ہم لے آئے ہیں۔ تو یوسف علیہ السلام نے کہا تم نے خوب کیا۔ پس ان کو مہمان ٹھہرایا اور اکرام کیا۔ پھر ان کو ملایا اور ہر دو دو کو اپنے دستر خوان پر بٹھایا۔ بنیامین اکیلے رہ گئے پس وہ رونے لگے۔ اور کہا اگر میرا بھائی یوسف زندہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھ جاتا۔ یوسف علیہ السلام نے کہا تمہارا بھائی اکیلا رہ گیا ہے۔ تو اس کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھایا اور اس کو کھلاتے رہے اور اس کو کہا کیا تمہیں پسند ہے۔ کہ میں تیرا بھائی بن جاؤں تیرے ہلاک ہونے والے بھائی کی جگہ۔ بنیامین نے کہا تجھ جیسا بھائی کس کو ملے گا؟ لیکن تو یعقوب کا بیٹا نہیں اور نہ راحیل کی کوکھ

سے پیدا ہوا۔ یوسف رو پڑے اور اس سے معانقہ کیا پھر کہا: قَالَ اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْكَ (کہا بیشک میں تیرا بھائی) یوسف ہوں فَلَا تَبْتَئِسْ (تو پریشان نہ ہو) غم زدہ نہ ہو۔ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان حرکات سے جو یہ کرتے رہے) ہمارے ساتھ گزشتہ زمانہ میں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے۔ اور خیر پر جمع کر دیا ہے۔ لیکن ان کو مت بتلاؤ جو تمہیں بتلا دیا گیا ہے۔ روایت میں ہے کہ بنیامین نے کہا میں آپ سے جدا نہ ہونگا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم میری وجہ سے والد کی غم زدگی جانتے ہو اگر میں نے تمہیں روک لیا۔ تو غم اور بڑھ جائے گا اور اس کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ میں تمہیں ناپسند بات کی طرف منسوب کروں ۔اس نے کہا مجھے اس بات کی پرواہ نہیں۔ تم جو چاہو کرو یوسف علیہ السلام نے کہا میں اپنا صاع تیرے کجاوہ میں چھپا دونگا پھر تمہارے متعلق آواز دلاؤنگا کہ تم نے اس کو چرایا ہے تاکہ تمہارے رخصت ہونے کے بعد تمہارا لوٹانا ممکن ہو سکے۔ بنیامین نے کہا ایسا کر ڈالیں۔

قافلہ کی واپسی:

۷۰: فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ (جب ان کا سامان سفر تیار کر دیا) یعنی ان کے لئے اسباب مہیا کر دیئے۔ اور ناپ پورا کر دیا۔ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ (تو پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا) السقایہ پانی پلانے کا برتن اس کو صواع کہا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے بادشاہ کو پانی پلاتے تھے پھر کھانے کی عزت وشان کی وجہ سے اس کو صاع بنا دیا گیا۔ وہ سونے یا چاندی کے تاس کے مشابہ تھا۔ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ (پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا) ایک منادی نے نداء دی۔ اذنہٗ کا معنی، اعلم اور اذّن۔ زور سے اعلان کرنا اسی وجہ سے مؤذن کو کثرت اعلان کی وجہ سے مؤذن کہتے ہیں۔

تفسیری روایت میں ہے کہ وہ روانہ ہو گئے۔ ان کو کچھ مہلت دی گئی پھر ان کو واپس لانے اور روکنے کا حکم دیا۔ پھر کہا گیا۔ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ (اے قافلہ والو!) العیر وہ اونٹ جن پر سامان لادا جاتا ہے کیونکہ وہ آتے جاتے ہیں اور مراد اونٹوں کے مالک اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ (بلاشبہ تم چور ہو) یہ کنایہ ہے کہ انہوں نے یوسف کو اپنے باپ سے چرایا تھا۔

۷۱: قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ (انہوں نے کہا اور وہ متوجہ ہو کر کہنے لگے تم کیا چیز گم پاتے ہو)۔

۷۲: قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ (انہوں نے کہا ہم گم پاتے ہیں بادشاہ کا پیالہ) صواع سے مراد صاع ہے۔ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ (اور جو شخص اس کو لا کر حاضر کرے گا۔ اس کو ایک بار شتر غلہ ملے گا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں) یہ اعلان کرنے والے کا مقولہ ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ میں اونٹ کے بوجھ کا ذمہ دار ہوں۔ میں خود اس کو ادا کرونگا جو اس کو لائے گا اور یہ ایک کا بوجھ سامان بطور انعام اس کو دیا جائے گا جو ڈھونڈ کر دے گا۔

۷۳: قَالُوْا تَاللّٰهِ (انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم) اس میں قسم ہے جسمیں تعجب کا اظہار کیا گیا اس بات میں جوان کی طرف منسوب کی گئی لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ (تحقیق تم جانتے ہو کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے) انہوں نے اپنے علم کے مطابق وہ بات کہی جو ان کے دین و دیانت کے مطابق تھی۔ جب مصر میں آئے تو ان کی سواریوں کے منہ بندھے ہوئے تھے تاکہ کسی کی کھیتی کو نہ چریں اور بازار میں کسی کے طعام کو منہ نہ ماریں۔ بلکہ انہوں نے گھر میں پہنچا ہوا سامان بھی واپس کر دیا تھا۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ

پھر یوسف نے اپنے بھائی کے تھیلے کی تلاشی لینے سے پہلے دوسرے بھائیوں کے تھیلوں کی تلاشی لینے سے ابتداء کی، پھراس پیمانہ کو اپنے بھائی کے تھیلے سے برآمد کرلیا ہم نے

كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ

یوسف کو اسی طرح تدبیر بتادی، بادشاہ کے قانون میں اپنے بھائی کو لے نہیں سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے،

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ۷۶

ہم جسے چاہیں درجات کے اعتبار سے بلند کرتے ہیں اور ہر جاننے والے سے اوپر زیادہ جاننے والا ہے۔

وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ (اور ہم چور بھی نہیں) کبھی بھی ہمیں چور کہہ کرنہیں پکارا گیا۔

۷۴: قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗ (انہوں نے کہا اسکی کیا سزا ہے) ضمیر کا مرجع صواع ہے ای فما جزاء سرقة الصواع۔ پیالہ چرانے کی سزا کیا ہے؟ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ (اگر تم جھوٹے ہو) اپنے اس انکار واصرار میں اور براءت کے دعویٰ میں۔

۷۵: قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ (انہوں نے کہا اسکی سزا وہ خود ہے جس کے کجاوے میں وہ مل جائے) آلِ یعقوب میں چور کی سزا یہ تھی کہ ایک سال تک اپنا غلام بنا کر رکھے اسی لئے ان سے سوال کیا گیا فَهُوَ جَزَآؤُهٗ (پس وہ خود اس کا بدلہ ہے) یہ حکم کی وضاحت ہے کہ وہ چور بذاتِ خود اس سلسلہ میں ماخوذ ہوگا۔ دوسرا نہیں نمبر۲۔ جَزَآؤُهٗ مبتداء ہے اور جملہ شرطیہ اسکی خبر ہے۔ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ (ہم ظالموں کو اسی طرح کی سزا دیا کرتے ہیں) ظالم سے یہاں چور مراد ہے اور سزا سے غلام بنانا۔

۷۶: فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ (پس اس نے شروع کی تلاشی ان کے تھیلوں سے اپنے بھائی کے تھیلہ سے پہلے) پس اس نے تلاشی ان کے تھیلوں سے شروع کی بنیامین کے تھیلے سے پہلے تاکہ الزام نہ آئے۔ جب اس کے تھیلے تک پہنچے تو ایک نے کہا میرا خیال تو نہیں کہ اس نے کچھ لیا ہو۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم اس کو تلاشی سے مستثنیٰ نہیں رہنے دیں گے اس میں آپ کے اور ہمارے لئے تسلی ہے۔ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا (پھر پیمانہ برآمد کرلیا) ھا کی ضمیر صاع کی طرف راجع ہے مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ (اپنے بھائی کے سامان والے تھیلے سے) بار بار صاع کی طرف ضمائر لائے پھر مؤنث ضمیر لائے تاکہ تانیث سقایہ پر دلالت کرے۔ نمبر۲۔ خود صواع کا لفظ تذکیر و تانیث ہر دو کیلئے مستعمل ہے۔ كَذٰلِكَ (اسی طرح) کذلک کا کاف محل نصب میں ہے اس بڑی تدبیر کی طرح كِدْنَا لِیُوْسُفَ (ہم نے یوسف کیلئے تدبیر کی) یعنی ہم نے اس کو یہ بات سکھائی مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ (وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق بھائی کو نہ لے سکتے تھے اور یہ کید کی تفسیر اور اس کا بیان ہے کیونکہ بادشاہی قانون میں چور کا حکم یہ تھا کہ اس کو نقصان سرقہ کے مطابق چٹی دینی پڑتی تھی۔ اس کو غلام نہیں بنایا جاسکتا تھا۔ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ) یعنی وہ مشیت الٰہی کے بغیر اور اس کے ارادے کے خلاف نہ پکڑ سکتے تھے۔ نَرْفَعُ

قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ

برادران یوسف کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کا بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے سو یوسف نے اس بات کو اپنے جی میں چھپالیا اور اس

یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿٧٧﴾ قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ

کو ظاہر نہیں کیا، کہا کہ تم زیادہ برے ہو اور اللہ ہی خوب جانتا ہے جو تم بیان کر رہے ہو، وہ کہنے لگے کہ اے عزیز

اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿٧٨﴾

اس کے والد ہیں جو زیادہ بوڑھے ہیں سو آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیجئے بلاشبہ ہم آپ کو اچھا برتاؤ کرنے والوں میں سے دیکھ رہے ہیں،

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿٧٩﴾ ع

یوسف نے کہا کہ اللہ ہمیں اس سے پناہ دے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہو اس کے سوا کسی دوسرے کو پکڑ لیں، اگر ایسا کریں تو بلاشبہ ہم ظلم کرنے والے ہو جائیں گے۔

دَرَجٰتٍ (ہم درجات بلند کرتے ہیں) قراءت: کوفی نے تنوین سے پڑھا ہے۔ مَّنْ نَّشَآءُ (جن کو ہم چاہتے ہیں) یعنی اپنے علم کے مطابق جیسا کہ ہم نے یوسف علیہ السلام کا درجہ اس میں بلند کیا۔ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ (اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے) نمبرا۔ جو علم میں اس سے اعلیٰ مرتبہ والا ہو۔ نمبر۲ تمام علماء سے زیادہ علم والا ہو اور ان کا علم اس سے کم ہو۔ اور سب سے زیادہ جاننے والی ذات باری تعالیٰ کی ہے۔

بھائیوں کی غصہ میں بیجا بات:

۷۷: قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ (انہوں نے کہا اگر اس نے چوری کی تو اس کے بھائی نے اس سے پہلے چوری کی) مراد اس سے یوسف علیہ السلام ہیں۔ نمبرا۔ وہ ایک گرجے میں داخل ہوئے اور سونے کی ایک مورتی اٹھائی جس کی وہ گرجے والے عبادت کرتے تھے پھر اس کو دفن کر دیا۔ نمبر۲۔ گھر میں ایک مرغی تھی جو آپ نے سائل کو دے دی نمبر۳۔ ایک پٹکا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چلا آ رہا تھا۔ جو حضرت اسحاق سے ان کی بیٹی کو ملا۔ وہ اسحاق کی اولاد میں سے سب سے بڑی تھی۔ اس نے یوسف علیہ السلام کو گود میں لیا اور والدہ کی وفات کے بعد انہی کے ہاں رہنے لگے۔ وہ آپ کے بغیر نہ رہ سکتی تھیں۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو یعقوب علیہ السلام نے ان سے واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے وہ پٹکا کپڑوں کے نیچے کمر بند سے باندھ کر لپیٹ دیا۔ پھر آ کر کہنے لگی اسحاق والا پٹکا گم ہوا۔ ذرا تلاش کرو۔ کسی نے تمہارے گھر تو نہیں لے لیا۔ انہوں نے تلاشی پر یوسف کے بندھا پایا۔ اس پر وہ کہنے لگیں یہ تو میرے سپرد ہے میں جو چاہوں کروں۔ یعقوب علیہ السلام نے موت تک یوسف کو ان کے ہاں چھوڑ دیا۔

روایت تفسیر میں ہے کہ جب صاع بنیامین کے کجاوہ سے نکالی گئی تو تمام بھائیوں نے شرمندگی سے سر جھکا لیے پھر متوجہ ہو کر

کہنے لگے تو نے ہمیں رسوا کر دیا۔اور ہمارے چہروں کو سیاہ کر دیا۔اور راحیل کی اولاد! تمہاری طرف سے ہم پر یہ مصیبت آتی رہے گی تم نے کب یہ پیالہ لیا۔اس نے کہا بنو راحیل وہ ہیں جن پر تمہاری اب تک مصیبت اتری؟ تم میرے بھائی کو لے گئے اور اس کو مار ڈالا اور یہ پیالہ میرے کجاوے میں اس نے رکھا جس نے تمہارے تھیلوں میں سامان رکھا فَاَسَرَّهَا (پس یوسف نے اس بات کو چھپایا) یعنی ان کی یہ بات کہ اس نے چوری کی گویا کہ آپ نے یہ بات سنی ہی نہیں۔یُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا (اپنے دل میں اور نہ ظاہر کیا ان کے سامنے۔کہا نہیں تم مقام کے اعتبار سے اور زیادہ برے ہو) مکانا یہ تمیز ہے مطلب یہ ہے کہ تم بڑے چور ہو کیونکہ تم نے اپنے باپ سے یوسف کو چرایا۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ (اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو کچھ تم بیان کرتے ہو) جھوٹ بولتے یا کہتے ہو۔

منت وسماجت پر اُتر آئے:

۷۸: قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا (انہوں نے کہا اے عزیز! بیشک اس کا باپ بہت بوڑھا ہے) عمر میں اور مرتبہ میں فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ (تم ہم میں سے ایک کو اسکی جگہ لے لو) نمبرا۔ بطور رہن کے اس کے بدلہ میں لے لو۔نمبر۲۔غلام بنانے کیلئے کیونکہ اس کا باپ اس کے مفقود بھائی کی بجائے اس سے تسلی پاتا ہے اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ (بیشک ہم تمہیں نیکی کرنے والوں میں سے پاتے ہیں) اپنے ساتھ پس تم یہ احسان پورا کر دو نمبر۲۔تمہاری عادت احسان کرنا ہے پس اپنی عادت پر قائم رہو اس میں تبدیلی نہ لاؤ۔

۷۹: قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ (اس نے کہا پناہ بخدا (اس ناانصافی سے) کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا اسکی جگہ کسی اور کو پکڑیں) ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں پناہ مانگنا کہ ہم پکڑیں کسی اور کو۔مصدر کی اضافت مفعول بہ کی طرف کی۔اور مَنْ کو حذف کر دیا۔اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ (ہم اس وقت ظلم کرنے والے ہونگے) اِذًا یہ اس کا جواب جزاء ہے کیونکہ مطلب اس طرح ہے کہ اگر ہم اس کا بدلہ لے لیں تو ہم ظالم ہونگے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ تمہارے فیصلہ پر اس نے پکڑا ہے کہ جس کے ہاں سامان ملے۔اس کو غلام بنا لیا جائے۔اگر ہم دوسرے کو پکڑیں تو یہ تمہارے مذہب کے لحاظ سے ظلم ہوگا۔پس جس چیز کا ظلم ہونا تمہیں مُسَلَّم ہے۔اس کا مطالبہ کیوں کرتے ہو۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ

پھر جب یوسف سے ناامید ہو گئے تو وہاں سے علیحدہ ہو کر آپس میں مشورہ کرنے لگے ان میں جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے

عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى

تم سے اللہ کی قسم لیکر پکا وعدہ لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے بارے میں قصور کر چکے ہو سو اب میں اس سرزمین سے نہیں ٹلوں گا جب تک

يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا

میرا باپ مجھے اجازت نہ دے یا اللہ میرے لئے فیصلہ نہ فرما دے اور وہ فیصلہ دینے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ دینے والا ہے تم لوگ اپنے والد کے پاس چلے جاؤ اور ان سے کہو

يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿٨١﴾

کہ اے ابا جان بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کر لی اور ہم اسی بات کی گواہی دے رہے ہیں جس کا ہمیں علم ہے اور ہم غیب کی باتوں کے حافظ نہیں تھے۔

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٨٢﴾

اور آپ اس بستی سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہو کر آئے ہیں اور بلاشبہ ہم سچ کہہ رہے ہیں

۸۰: فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا (جب وہ مایوس ہو چکے) اس میں تا اور سین کو مبالغہ کیلئے بڑھایا ہے۔ جیسا کہ استعصم میں بیان ہوا مِنْهُ (اس سے) یوسف علیہ السلام سے اور آپ نے ان کو جواب دے دیا۔ خَلَصُوْا (تو وہ الگ ہوئے) وہ لوگوں سے الگ ہوئے اس طرح کہ اور کوئی ان کے ساتھ نہ تھا۔ نَجِيًّا (علیحدگی والا) گروہ علیحدہ یعنی ایسا مناجی جو دوسروں کے ساتھ سرگوشی کرنے والا ہو انہوں نے سرگوشی خالص کی کیونکہ وہ اسی لئے جمع ہوئے تھے۔ اور اس میں انہوں نے محنت واہتمام کیا۔ کیونکہ صورۃً یہ باہمی مناجات ہے۔ اور حقیقت میں النجی بمعنی مناجی ہے۔ جیسا سمیر بمعنی مسامر اور تناجی مصدر کے معنی میں ہے۔ وہ اپنے معاملے میں مشورہ کر رہے تھے کہ کیا صورت اختیار کریں اور اپنے والد کو اپنے بھائی کے سلسلہ میں کیا کہیں۔ قَالَ كَبِيْرُهُمْ (ان میں سے بڑے نے کہا) عمر میں بڑا۔ اس کا نام روبیل تھا۔ نمبر۲۔ عقل ورائے میں بڑا اور وہ یہودا تھا۔ نمبر۳۔ ان کا لیڈر۔ وہ شمعون تھا۔ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ (کیا تم ناواقف ہو کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر مضبوط عہد کیا تھا۔ اور یوسف کے معاملہ میں اس سے پہلے جو تم قصور کر چکے ہو) ما موصولہ ہے۔ یعنی اس سے پہلے تم نے یوسف کے معاملہ میں کوتاہی کی اور اپنے والد سے کیے ہوئے وعدہ سے وفا نہ کی۔ نمبر۲۔ ما مصدریہ ہے اور مصدر محل رفع میں مبتداء ہے اور اسکی خبر من قبل ہے اس کا معنی وقع من قبل تفریطکم فی یوسف اس سے پہلے تمہاری کوتاہی یوسف کے سلسلہ میں ہو چکی فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ (پس میں اس سرزمین کو ہرگز نہ چھوڑونگا) مصر کی سرزمین سے جدا نہ ہونگا۔ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ (یہاں تک کہ میرا والد مجھے اجازت دے) اپنی طرف آنے کی اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ (یا اللہ تعالیٰ میرے لئے حکم

دے دے) نمبرا۔ مصر سے نکلنے کا نمبر۲۔ موت دے دے نمبر۳۔ ان سے لڑنے کی اجازت دے دے۔ وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ (وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں) کیونکہ اس کا ہر فیصلہ عدل ہی ہوتا ہے۔

واپسی کا مشورہ:

۸۱: اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْکُمْ فَقُوْلُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَکَ سَرَقَ (تم اپنے والد کی طرف لوٹ جاؤ اور اس کو کہو اے ہمارے ابا بیشک تیرے بیٹے نے چوری کی ہے)

قراءت: سُرِّقَ پڑھا گیا جس کا معنی چوری کی طرف نسبت کرنا ہے۔ وَمَا شَھِدْنَآ (اور ہم نے گواہی نہیں دی) اس کے متعلق چوری کی اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا (مگر وہی جو ہم نے جانا) یعنی اس کا سرقہ اور یہ یقین کہ صاع اس کے تھیلے سے نکالا گیا۔ وَمَا کُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ (اور ہم غیب کی باتوں کے حافظ نہ تھے) اور ہمیں تو معلوم نہ تھا کہ وہ عنقریب چوری کرے گا جب ہم نے آپ سے قسم دیکر وعدہ کیا۔

۸۲: وَسْئَلِ الْقَرْیَۃَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْھَا (اور اس بستی سے جہاں ہم تھے۔ آپ دریافت کرلیں) یعنی مصر میں آدمی بھیج کر واقعہ کی اصلیت معلوم کرلیں۔ وَالْعِیْرَ الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِیْھَا (اور اس قافلہ سے جس میں ہم آئے ہیں) قافلہ والوں سے۔ یہ لوگ یعقوب علیہ السلام کے پڑوسی کنعانی لوگ تھے۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (اور بیشک ہم سچے ہیں) اپنی اس بات میں۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ

یعقوب نے کہا بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہیں ایک بات سجھا دی ہے سو میں صبر جمیل کو ہی اختیار کروں گا امید ہے کہ اللہ ان سب کو

بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى

میرے پاس لے آئے گا بلاشبہ وہ علم والا ہے حکمت والا ہے، اور ان کی طرف سے رخ پھیر لیا اور کہا کہ یوسف پر

يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ

افسوس ہے، اور غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں سو وہ گھٹتے رہتے تھے، بیٹے کہنے لگے اللہ کی قسم آپ تو برابر یوسف کو یاد کرتے

يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّىْ

رہیں گے یہاں تک کہ گھل جائیں یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں، یعقوب نے کہا کہ میں اپنے رنج اور غم کی اللہ ہی سے

وَحُزْنِىْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ يٰبَنِىَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ

شکایت کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے مجھے وہ علم عطا ہوا ہے جو تم نہیں جانتے، اے میرے بیٹو تم جاؤ اور یوسف کو اور اس کے بھائی کو

يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ

تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بلاشبہ اللہ کی رحمت سے

اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾

وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں

۸۳: چنانچہ وہ والد کے پاس لوٹ کر گئے اور اپنے بھائی والی طے شدہ بات ان کو بتلائی قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا (بلکہ تم نے خود اپنے دل سے اپنے لئے ایک بات بنالی ہے) تم نے اس کا ارادہ کیا ورنہ بادشاہ کو کہاں سے معلوم ہوا کہ جو شخص چور ہو اسکی سزا غلام بنانا ہے۔ اگر تمہارا فتویٰ اور بتلانا نہ ہوتا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا (پس صبر جمیل ہی میرے لئے ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا) یوسف اور اس کے بھائی بنیامین بڑے سمیت اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ (بیشک وہی جاننے والا ہے) میرے غم کی حالت اور افسوس کی کیفیت کو الْحَكِيْمُ (حکمت والا ہے) اس نے کسی حکمت سے اس ابتلاء میں ڈالا ہے۔

والد کو اطلاع پر غم کی تازگی:

۸۴: وَتَوَلّٰی عَنْھُمْ (اوران کی طرف سے منہ پھیرا) جو خبر لائے تھے اس کو ناپسند کرتے ہوئے ان سے اعراض کیا۔ وَقَالَ یٰٓاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ (اور کہا اے میرے افسوس یوسف پر) الاسف کو مضاف کیا اپنی ذات کی طرف۔ اسف شدید غم و حزن و حسرت کو کہتے ہیں۔ اس میں الف یاءِ اضافت سے بدل ہے۔ اور اسف اور یوسف کے الفاظ میں بلاتکلف صفت تجانس پیدا ہوگئی ہے جیسا کہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم [التوبہ:۳۸] اور وھم ینھون عنه وینئون عنه [انعام:۲۶] اسی طرح وھم یحسبون انھم یحسنون صنعًا [الکھف:۱۰۴] اسی طرح مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ [النمل:۲۲] ان تمام مقامات پر یہ صفت تجانس پائی جاتی ہے۔

مَسْئَلَه: یوسف پر افسوس کیا مگر بنیامین اور بڑے پر نہیں کیونکہ ان کے معاملے کو عرصہ گزر چکا تھا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ طویل عرصہ گزرنے پر بھی دکھ ان کے ہاں تازہ تھا۔ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ (اوران کی آنکھیں سفید ہوگئیں) اسی لئے کہ ان سے بہت آنسو بہائے اور آنسوؤں نے آنکھوں کی سیاہی مٹادی اور مکدر سفیدی رہنے دی نمبر۲۔ ان کی نگاہ بالکل جاتی رہی۔ نمبر۳۔ ان کو معمولی جان پہچان تھی۔

مِنَ الْحُزْنِ (غم کے باعث) کیونکہ غم رونے کا ذریعہ ہے۔ جس رونے سے سفیدی آئی تھی گویا دوسرے لفظوں میں غم سے ہی سفیدی آ گئی نمبر۲۔ فراق یوسف سے لیکر ملاقات کے وقت تک آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے کبھی خشک نہ ہوئیں تھیں یہ اسی ۸۰ سال کا طویل عرصہ تھا۔ اور یعقوب علیہ السلام سے بڑھ کر اس وقت کوئی اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ نہ تھا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہوسکتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کو یہ گھبراہٹ اس مقام تک پہنچادے۔ کیونکہ انسان جبلی طور پر غم میں بے اختیار ہوجاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر کی تعریف کی۔ رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے ابراہیم پر روئے اور فرمایا۔ دل غم کرتا آنکھ آنسو بہاتی ہے۔ مگر ہم وہ بات نہیں کہتے جو ہمارے رب کو ناراض کرے۔ اور ہمیں اے ابراہیم تیری جدائی کا صدمہ پہنچا ہے [بخاری، مسلم] قابل مذمت، چیخنا چلانا، نوحہ کرنا، چہرے پر تھپڑ مارنا۔ سینہ کوبی کرنا، کپڑے پھاڑنا ہے۔ (اور اس سے انبیاء علیہم السلام کا رونا پاک ہے) فَھُوَ کَظِیْمٌ اور وہ جی ہی میں گھٹا کرتے) اولاد پر غصے سے بھرے تھے اور اپنی اس ناگواری کو ظاہر نہ کرتے۔ کظیم فعیل بمعنی مفعول ہے جیسا کہ دوسری جگہ میں فرمایا اذ نادٰی وھو مکظوم [القلم:۴۸] یہ کظم السقاء سے بنا ہے۔ جب اس کو بھر کر باندھ دیں۔

بیٹوں کی ملامت:

۸۵: قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا (بیٹے کہنے لگے آپ تو ہمیشہ ہی) یہ لا تفتأ تھا حرف نفی کو حذف کر دیا کیونکہ وہ ملتبس نہیں ہوتا اگر یہ اثبات ہوتا تو لام و نون کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ لا تفتا کا معنی لاتزال والا ہے۔ تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا (یاد کرتا رہے گا یوسف کو یہاں تک کہ تو گھل گھل کر جان بلب ہو جائے) مرض کی وجہ سے ہلاکت کے کنارے پر ہونا۔ اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْھٰلِکِیْنَ (یا تو ہوجائے ہلاک ہونیوالا)

۸۶: قَالَ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ (کہا بیشک میں شکوہ کرتا ہوں اپنے رنج اور غم کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) البتہ وہ

شدید غم جس پر صبر نہ ہو سکے پھر وہ اس کا اظہار دوسرے کے پاس کرے۔ مطلب یہ ہوا میں کسی کے ہاں شکوہ نہیں کرتا نہ تمہارے ہاں اور نہ غیر کے ہاں میں تو بارگاہِ الٰہی میں شکوہ کرتا ہوں۔ اور اس سے دعا و التجاء کرنے والا ہوں۔ تم میری شکایت کے درمیان حائل نہ ہو۔

تفسیری روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں تم پر اس لئے ناراض ہوا۔ کیونکہ تم نے ایک بکری ذبح کی۔ تمہارے دروازہ پر ایک مسکین آیا تم نے اس کو کھانا نہ دیا۔ مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر مساکین۔ پس تم کھانا تیار کراؤ اور اس پر مساکین کو بلاؤ۔ نمبر۲۔ انہوں نے ایک لونڈی کو جس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا خرید کیا۔ لڑکے کو بیچ دیا۔ وہ لونڈی بیٹے پر رو رو کر اندھی ہوگئی۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) اور میں اس کی رحمت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ صبر کرنے سے ملے گی۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے موت کے فرشتہ کو خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا کیا تم نے یوسف کی روح قبض کی؟ اس نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! وہ زندہ ہے اس کو تلاش کرو۔ اور پھر فرشتے نے ان کو یہ دعا سکھائی یاذاالمعروف الدائم الذی لاینقطع ابدًا ولا یحصیه غیرك فرّج عنی۔

تیسری بار مصر کی روانگی کی ہدایات:

۸۷: یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ (اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو) ان دونوں کے متعلق معلومات حاصل کرو اور ان کی خبر تلاش کرو۔ فتحسسوا یہ الاحساس سے تفعل ہے اور اس کا معنی معرفت و پہچان حاصل کرنا ہے۔ وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (اور تم ناامید نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے) رحمت الٰہی اور وسعت باری تعالیٰ سے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ اِنَّهٗ (بیشک شان و معاملہ یہ ہے۔) لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مگر کافر لوگ) کیونکہ جو ایمان لاتا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں میں رہ رہا ہے اور کافر وہ رحمت الٰہی کو جانتا ہی نہیں اور نہ اس کا آنا جانا اسکی نعمتوں میں ہے۔ اس لئے وہ اسکی رحمت سے مایوس رہتا ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ

سو جب یہ لوگ یوسف پر داخل ہوئے تو کہنے لگے کہ اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے اور ہم یہ ایسی پونجی لائے ہیں

مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۸۸

جو رد کیے جانے کی مستحق ہے سو آپ ہمیں پورا غلہ دے دیجئے اور ہم پر صدقہ کر دیجئے بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو اس کی جزاء دیتا ہے،

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۸۹ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ

یوسف نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا جبکہ تم جاہل تھے، کہنے لگے واقعی کیا

لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ

آپ یوسف ہیں؟ یوسف نے کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر احسان فرمایا بلاشبہ بات یہ ہے جو شخص تقویٰ اختیار کرے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۹۰ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا

اور صبر کرے تو اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا، کہنے لگے اللہ کی قسم اللہ نے تجھے ہم پر فضیلت دے دی اور بلاشبہ ہم خطا

لَخٰطِـــِٕيْنَ ۹۱ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۹۲

کرنے والوں میں سے تھے، یوسف نے کہا آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

۸۸: پھر وہ اپنے والد کے ہاں سے نکل کر مصر کی طرف روانہ ہوئے فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ (جب وہ اس کے پاس داخل ہوئے) یعنی یوسف علیہ السلام قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ (اے عزیز مصر ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو قحط سے سخت تکلیف پہنچی ہے) شدت تکلیف اور بھوک سے کمزوری پیش آ گئی۔ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ (اور ہم کھوٹے دراہم لائے ہیں) ردی دراہم جن کو ہر تاجر بے رغبتی سے پیچھے ہٹاتا ہے اور ان سے حقارت کا اظہار کرتا ہے یہ مُزْجٰة اَزْجَيْتُهٗ سے ہے جس کا معنی دفع کرنا اور پھینکنا ہے۔ نمبر۲۔ دوسرا قول یہ ہے ان کے دراہم زیوف کم قیمت تھے جن کو منت سے ساجت سے لیا جاتا نمبر۳۔ اون اور گھی تھا۔ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ (تم پورا غلہ دو) جو ہمارا حق بنتا ہے وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا (اور ہم پر صدقہ کر دیجئے) اور درگزر سے ہمیں زائد دیں اور سامان کے ردی ہونے سے چشم پوشی فرمائیں۔ نمبر۲۔ ہمارے حق سے اضافہ فرمائیں۔ نمبر۳۔ ہمارا بھائی مہربانی سے ہمیں دے دیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزاء دینے والا ہے)

۸۹: جب انہوں نے کہا مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ اور گڑگڑائے اور اس سے صدقہ طلب کیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو کی جھڑی لگ گئی اور بے تابانہ یہ کہہ کر ان سے اپنا تعارف کرایا۔ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ (کہا کیا تم جانتے ہو جو کچھ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا اس حرکت کی قباحت و برائی سے واقف ہو جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ

کی۔ وَاَخِیْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ (اور اس کے بھائی کے ساتھ جبکہ تم ناواقف تھے) اسکی قباحت سے واقف نہ تھے نمبر۲۔ جب تم بیوقوفی اور غصہ کی تیزی میں تھے۔ فعلتم باخیه سے اس غم پر تعریض کی جو بھائی کو بھائی سے جدا کر کے دکھ پہنچایا اور اس کے علاوہ قسما قسم کی ایذائیں دیں۔

افشائے راز:

۹۰: قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ (انہوں نے کہا کیا آپ) قراءت: کوفی و شامی دونوں نے دو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ لَاَنْتَ یُوْسُفُ (سچ مچ یوسف ہو)۔

نحو: انت مبتداء اور لام ابتدائی ہے۔ اور یوسف خبر ہے اور جملہ ان کی خبر ہے۔ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِیْ (کہا میں یوسف اور یہ میرا بھائی ہے) آپ نے اپنے بھائی کا تذکرہ کیا حالانکہ انہوں نے تو فقط آپ کے متعلق سوال کیا کیونکہ بھائی کے تذکرہ میں اس چیز کی وضاحت ہے جس کا انہوں نے سوال کیا۔ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا (تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا) فرقت و جدائی کے بعد ملا دیا۔ اور سلامتی اور عظمت عنایت فرمائی اور ملامت سے ابتداء نہیں فرمائی۔

اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ (شان یہ ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے) بے حیائی سے بچتا ہے۔ وَیَصْبِرْ (اور صبر کرتا ہے) گناہوں اور اطاعت پر صبر کرتا ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (پس بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے) ان کا اجر۔ ضمیر کی جگہ محسنین کا لفظ لائے کیونکہ یہ صابرین اور متقین دونوں کو شامل ہے۔ کہا جاتا ہے جو اپنے سے ڈرتا ہے وہ اسکی آزمائش پر صبر کرتا ہے وہ اس کا بدلہ دنیا و آخرت میں ضائع نہیں کرتے۔

طلبِ معافی:

۹۱: قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا (انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم پر ترجیح دی) تمہیں چنا اور علم و حلم کے ذریعہ ہم پر فضیلت دی۔ اور تقویٰ اور صبر حسن عنایت فرمایا۔ وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـئِیْنَ (یقیناً ہم غلطی کرنے والے تھے) اور بیشک ہماری شان و حالت یہ ہے کہ بلاشبہ ہم جان بوجھ کر گناہ کرنے والے ہیں۔ نہ ہم گناہوں سے بچے اور نہ صبر کیا یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو بادشاہت سے عزت دی اور ہمیں مسکین بنا کر تیری خدمت میں پیش کر دیا۔

اعلانِ معافی:

۹۲: قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ (یوسف علیہ السلام نے فرمایا آج تم پر کوئی الزام نہیں) روایت میں ہے کہ ابوسفیان اسلام لانے کیلئے آئے تو حضرت عباسؓ نے ان کو کہا جب تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤ تو یہ کہنا قال لا تثریب علیکم الیوم۔ اس نے کہہ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے اور اس کو جس نے یہ تمہیں سکھایا [نسائی، بیہقی]

روایت میں ہے کہ جب بھائیوں نے پہچان لیا تو آپ کی طرف پیغام بھیجا۔ تو ہمیں اپنے دسترخوان پر صبح و شام بلاتا ہے۔ اور ہمیں اپنی زیادتیوں کی وجہ سے حیاء آتی ہے۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ اہل مصر نے اگرچہ بادشاہ تو مجھے مان لیا۔ مگر وہ میری

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ

میرا یہ کرتہ لے جاؤ سو اسے میرے والد کے چہرہ پر ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے، اور میرے پاس اپنے سارے گھر والوں کو

اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَا

لے آؤ، اور جب قافلہ روانہ ہو گیا تو ان کے والد نے کہا کہ اگر تم یہ نہ کہو کہ میں بہکی ہوئی باتیں کرنے والا ہوں تو میں یوسف کی

اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ

خوشبو پا رہا ہوں، وہ لوگ کہنے لگے اللہ کی قسم آپ اپنی پرانی غلطی میں ہیں، پھر جب خوشخبری لانے والا

الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ

آپہنچا تو اس نے وہ کرتہ ان کے منہ پر ڈال دیا لہٰذا وہ پھر سے آنکھوں والے ہو گئے اور بیٹوں سے فرمایا کیوں میں نے تم سے نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو

مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ﴿۹۷﴾

جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ان کے بیٹے کہنے لگے کہ اے اباجی ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ ہم خطا کرنے والے ہیں،

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

انہوں نے جواب دیا کہ میں عنقریب اپنے رب سے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا بلاشبہ وہ غفور ہے رحیم ہے

طرف پہلی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ عظیم ذات ہے۔ جس نے ایک غلام کو اس بلندی پر پہنچا دیا۔ اب تمہاری وجہ سے مجھے یہ شرف ملا اور لوگوں کو علم ہوا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کا پوتا ہوں۔ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ (اللہ تمہاری مغفرت فرمائے) وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے) جب میں فقیر اور محتاج کی رحمت کا یہ حال تو غنی غفور کی رحمت بے پایاں کتنی بڑی ہوگی۔

اظہارِ معجزہ:

۹۳: پھر ان سے والد کے حالات دریافت کیے تو انہوں نے کہا زیادہ رونے کی وجہ سے ان کی آنکھیں جاتی رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا (تم میری یہ قمیص لے جاؤ) ایک قول یہ ہے کہ وہ متوارث قمیص تھی جو تعویذ کی صورت میں یوسف علیہ السلام کے پاس تھی یہ جنت سے آئی تھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے اسی کے بھیجنے کا حکم دیا تھا کیونکہ اس میں جنت کی خوشبو تھی وہ جب کسی مبتلاءِ مصیبت پر ڈالی جاتی تو وہ صحیح ہو جاتا۔ فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا (پس اس کو میرے والد کے چہرہ پر ڈال دو ان کی بصارت واپس آجائے گی) بصر بصیرًا تم کہو گے جاء البناء محکما۔ یہ بنیاد مضبوط ہوگئی۔ نمبر۲۔ وہ میری طرف آئیں گے اس حال میں کہ وہ آنکھوں والے ہونگے۔ یہودا نے کہا یہ قمیص شفاء میں اٹھاؤں گا جیسا ظلم کی قمیص میں اٹھا کر لے گیا۔ نمبر۳۔

ایک قول یہ ہے کہ ننگے پاؤں اور ننگے سر مصر سے کنعان اس قمیص کو لے گیا۔ ان کے درمیان اسی فرسخ کا فاصلہ تھا۔ وَاْتُوْنِیْ بِاَھْلِکُمْ اَجْمَعِیْنَ (اورتم اپنے تمام اہل کو میرے پاس لے آؤ) تاکہ وہ میری بادشاہی سے فائدہ پائیں جیسا میری ہلاکت کی اطلاعات سے غمزدہ ہوئے۔

۹۴: وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ (جب قافلہ جدا ہوا) عریش مصر سے نکلا عرب کے محاورہ میں کہتے ہیں۔ فصل من البلاد فصولا، وہ شہر سے جدا ہوا جدا ہونا جبکہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور اسکی آبادی سے نکل جائے۔ قَالَ اَبُوْھُمْ (ان کے والد نے (اپنے پوتے کو) کہا) اور جوان کے اردگرد لوگ تھے۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ (مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے) اللہ تعالیٰ نے قمیص کی خوشبو کا ادراک کرا دیا۔ جبکہ آٹھ روز کے فاصلہ سے روانہ ہوئی۔ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ (اگر تم مجھے بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو) التفنید فند کی طرف نسبت کرنا اور وہ بڑھاپے کی وجہ سے عقل میں نقصان آنا ہے۔ مطلب یہ ہے اگر تم مجھے سٹھایا ہوا نہ سمجھتے تو تم میری تصدیق کرتے۔

۹۵: قَالُوْا (انہوں نے کہا) پوتوں نے تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ (اللہ کی قسم بیشک تو اپنی پرانی گمراہی میں ہے) عرصہ سے یوسف کی محبت میں افراط کی وجہ سے درست راستہ سے ہٹ چکا ہے۔ نمبر۲۔ یوسف کی محبت والی پرانی غلطی میں مبتلا ہے۔ ان کے ہاں وہ مرچکے تھے۔

بصارتِ یعقوب کی واپسی:

۹۶: فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ (جب خوشخبری دینے والا آیا) یعنی یہودا اَلْقٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ (اس کو ان کے چہرہ پر ڈال دیا) خوشخبری والے نے قمیص کو یعقوب کے چہرے پر ڈال دیا نمبر۲۔ یعقوب علیہ السلام نے خود ڈال لیا۔ فَارْتَدَّ (پس لوٹ آئے) بَصِیْرًا (بینا ہوکر) جیسا کہا جاتا ہے ردّہ فارتد اس کو لوٹایا وہ لوٹ گیا اور ارتدہ اذا ارتجعه جب لوٹایا جائے۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ (کہا کیا میں نے تمہیں کہا نہیں) یہ بات مراد ہے انی لاجد ریح یوسف یا یہ قول ولا تاینسوا من روح اللّٰہ اور یہ قول اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) یہ ابتدائیہ جملہ ہے۔ اور قال کا مقولہ نہیں ہے۔ نمبر۲۔ مقولہ ہے اور مراد اس سے انما اشکو بثی و حزنی الی اللّٰہ واعلم من اللّٰہ مالا تعلمون ہے۔ تفسیری روایت میں ہے کہ آپ نے خوشخبری والے سے سوال کیا۔ یوسف کا کیا حال ہے اس نے کہا وہ مصر کا بادشاہ ہے اس نے کہا میں نے سلطنت کو کیا کرنا ہے۔ کس دین پر ہے؟ اس نے جواب دیا۔ دین اسلام پر۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اب نعمت مکمل ہوئی۔

بیٹوں کا معافی طلب کرنا:

۹۷: قَالُوْا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیْنَ (انہوں نے کہا اے ابا جی! آپ ہمارے گناہوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار فرما دیں۔ بیشک ہم خطا کار ہیں) یعنی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں ان غلطیوں سے جو ہم نے

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

پھر جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس ٹھکانہ دیا اور کہا کہ مصر میں انشاء اللہ امن و امان کے ساتھ

اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا

داخل ہو جائیے۔ اور یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر اوپر بٹھایا اور وہ لوگ اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے اور یوسف نے کہا کہ اے ابا جان یہ

تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ

میرے خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا میرے رب نے اس کو سچا کر دیا اور میرے ساتھ احسان فرمایا جبکہ مجھے جیل سے

مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ

نکالا اور آپ لوگوں کو دیہاتی علاقہ سے لے آیا اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال

اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ

دیا تھا، بے شک میرا رب جو چاہتا ہے اس کی لطیف تدبیر فرماتا ہے بے شک وہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے، اے میرے رب آپ نے مجھے سلطنت کا

مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ

حصہ عطا فرمایا اور مجھے خوابوں کی تعبیر سکھائی، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے آپ ہی

وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

دنیا اور آخرت میں میرے کارساز ہیں مجھے اس حالت میں موت دیتا کہ میں فرماں بردار ہوں اور مجھے نیک بندوں میں شامل فرمائیے۔

تمہارے حق میں کی ہیں اور آپ کے بیٹے کے متعلق ہم توبہ کرتے ہیں ہمیں اپنی غلطیوں کا اعتراف ہے۔

۹۸: قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (اس نے کہا میں عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے استغفار کرونگا بیشک وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) انہوں نے استغفار کو سحر تک مؤخر کیا نمبر۲۔ لیلہ جمعہ تک نمبر۳۔ توبہ کی سچائی میں ان کی حالت معلوم ہونے تک۔ نمبر۴۔ یوسف علیہ السلام سے دریافت تک کہ آیا انہوں نے معاف کر دیا۔

۹۹: پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کی طرف سامان اور دو سواریاں بھیجیں تا کہ ان پر سوار ہو کر ان کے ہاں آ جائیں۔ جب مصر کے قریب پہنچے تو یوسف علیہ السلام اور بادشاہ چار ہزار فوج اور سرداران ملک اور بہت سے اہل مصر کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کے استقبال کرنے کیلئے نکلے۔ یعقوب علیہ السلام سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ یہودا پر ٹیک لگا کر آپ چل رہے تھے۔

تعبیر خواب کی تکمیل:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ (جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی) اپنے جسم سے ملایا اَبَوَيْهِ (اپنے والدین کو) اور ان سے معانقہ کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی والدہ زندہ تھیں۔ نمبر۲۔ ان کی والدہ فوت ہو چکی تھی اور ان کے والد نے ان کی خالہ سے نکاح کیا تھا۔ اور خالہ ماں ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ چچا کو باپ کہا گیا ہے اور یہی معنی اس قول میں ہے والہ اباءك ابراهيم واسماعيل واسحاق [البقرہ:۱۳۳] دخولهم عليه کا معنی مصر میں داخلہ سے پہلے جبکہ ان کا استقبال کیا تو خیمہ میں ان کو اتارا۔ نمبر۲۔ اس جگہ کے کسی محل میں اتارا وہ ان کے پاس داخل ہوئے۔ تو انہوں نے والدین سے معانقہ کیا۔ وَقَالَ (اور ان کو کہا) اور اس کے بعد ان کو کہا اُدْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ (تم مصر میں چلو اور امن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو رہو) امن سے رہو ان کے بادشاہوں سے پہلے وہ پناہ لیکر داخل ہوتے۔ نمبر۲۔ قحط سے امن میں ہو۔ روایت میں ہے کہ ملاقات کے وقت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ السلام عليك يا مذهب الاحزان۔ یوسف علیہ السلام نے جواباً کہا: بکیتَ عَلَيَّ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُكَ کیا آپ کو علم نہ تھا کہ قیامت ہمیں جمع کر دے گی؟ یعقوب علیہ السلام نے کہا ہاں۔ لیکن مجھے تمہارے دین کے سلب کا خطرہ ہوا پھر میرے اور تیرے درمیان فاصلہ کر دیا جائے۔

نمبر۳۔ ایک قول یہ ہے یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد مصر میں جب داخل ہوئے مرد عورتیں ۷۲ افراد تھے اور جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تو لڑنے والوں کی تعداد چھ لاکھ پانچ سو بہتر تھی۔ بچے اور بوڑھے اس کے علاوہ تھے۔ چھوٹے بچے ایک لاکھ بیس ہزار تھے۔

۱۰۰: وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا (اور انہوں نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور وہ تمام ان کے سامنے سجدہ میں گر گئے) ایک قول یہ ہے کہ مصر میں داخلہ کے وقت جب یوسف اپنی مجلس میں درست ہو بیٹھے تو آپ نے اپنے والدین کو بطور آرام تخت پر بٹھایا۔ اور وہ گر پڑے اس کے لئے سجدہ میں گیارہ بھائی اور والدین سُجَّدًا سجدہ ان کے ہاں بطور سلام وتکریم کے جائز تھا۔ جیسا کہ قیام ومصافحہ اور ہاتھوں کا بوسہ۔ زجاج کہتے ہیں۔ تعظیم کا طریقہ اس وقت عظمت والے کو سجدہ کرنا تھا۔ نمبر۲۔ یہ پھر جھکنا تھا پیشانی کو زمین پر رکھنا مراد نہ تھا مگر خروا له سجدًا اس معنی کا انکار کر رہا ہے۔ نمبر۳۔ وہ یوسف کی خاطر اللہ کی بارگاہ میں سجدہ شکر میں پڑ گئے اس صورت میں لام اجلیہ ہے۔

وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ (اور کہا اے اباجی! یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جو پہلے آیا) ھا سے الرؤیا مراد ہے۔ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا (میرے رب نے اس کو سچا کر دیا) خواب اور تعبیر کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ تھا۔ نمبر۲۔ ۸۰ اسی سال کا فاصلہ نمبر۳۔ ۸۶ سال کا نمبر۴۔ ۳۶ سال کا نمبر۵۔ ۲۲ سال کا۔ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ (اور اس نے مجھ پر احسان فرمایا) کہا جاتا ہے احسن الیہ، احسن بہ (احسان کرنا) اسی طرح اساء الیہ، بہ مستعمل ہے۔ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ (جب اس نے مجھے قید سے نکالا) یوسف علیہ السلام نے کنوئیں کا ذکر نہیں کیا۔ اس قول کے باعث لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ

(اور تمہیں دیہات سے لایا) دیہات سے کیونکہ ان کے ہاں مویشی تھے ایک پانی سے دوسرے پانی پر منتقل ہوتے اور چراگاہوں کو بدلتے۔ مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ نَّزَغَ الشَّيۡطٰنُ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَ اِخۡوَتِىۡ (اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان چوک لگائی) ہمارے درمیان فساد ڈلوایا اور برانگیختہ کیا۔ اِنَّ رَبِّىۡ لَطِيۡفٌ لِّمَا يَشَآءُ (بیشک میرا رب عمدہ تدبیر کرتا ہے جو چاہتا ہے) لطیف تدبیر والا۔ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ (بیشک وہی علم والے حکمت والے ہیں) نمبر ۱۔ کہ امیدوں کو مقررہ اوقات تک مؤخر کرتا ہے۔ نمبر ۲۔ اختلاف کے بعد الفت پیدا فرمادی۔

دعائے مستجاب:

۱۰۱: رَبِّ قَدۡ اٰتَيۡتَنِىۡ مِنَ الۡمُلۡكِ (اے میرے رب آپ نے مجھے سلطنت کا ایک حصہ عنایت فرمایا) ملک سے ملک مصر مراد ہے۔ وَعَلَّمۡتَنِىۡ مِنۡ تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ (اور آپ نے مجھے خوابوں کی تعبیر سکھائی) نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی تفسیر نمبر ۲۔ خوابوں کی تعبیر۔

نحو: مِنۡ تبعیضیہ ہے اس لئے کہ ان کو مصر کی بادشاہت ملی نہ کہ پوری دنیا کی اور تاویل بھی بعض باتوں کی نہ کہ تمام کی فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے)

نحو: منادیٰ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

اَنۡتَ وَلِىّٖ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ (آپ دنیا و آخرت میں میرے کارساز ہیں) آپ ہی دارین میں نعمتوں سے نوازنے والے ہیں۔ اور ملک فنا کے ساتھ ملک بقاء کو ملا کر عنایت کرنے والے ہیں۔ تَوَفَّنِىۡ مُسۡلِمًا (پوری فرمانبرداری میں مجھے وفات دے) اسلام کی حالت والی موت طلب کی جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے موت سے قبل عہد لیا تھا و لا تموتن الا و انتم مسلمون! [آل عمران: ۱۰۲] بقول ضحاک مسلم کا معنی مخلصاً ہے۔ اور تستری کہتے ہیں میں اپنا معاملہ آپ کے سپرد کرنے والا ہوں۔

مسئلہ: باوجود معصوم ہونے کے یوسف علیہ السلام نے یہ دعا کی تاکہ وہ لوگ ان کی اقتداء کریں۔ جو مامون اور محفوظ نہیں بلکہ گناہگار ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے اعمال کو امتوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ امتیں ان کو دیکھ لیں۔ وَاَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ (اور تو مجھے ملا دے نیکوں کے ساتھ) نمبر ۱۔ میرے آباؤ واجداد کے ساتھ نمبر ۲۔ عام جو نیک صالح لوگ ہیں۔

روایت تفسیر میں ہے کہ یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑا اور اپنے خزانوں کا چکر لگوایا۔ جو کہ سونے، چاندی، کپڑے، اسلحہ ڈپو، کاغذ سٹور پر مشتمل تھے۔ یعقوب علیہ السلام نے کاغذوں کو دیکھ کر فرمایا میرے بیٹے تیرے پاس اتنے کاغذ تھے مگر آٹھ مرحلہ فاصلہ پر تو نے ایک کاغذ بھی نہ لکھا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے جبرئیل علیہ السلام نے حکم دیا تھا۔ یعقوبؑ نے فرمایا کیا آپ اس سے پوچھ سکتے ہیں؟ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ آپ کو ان سے زیادہ بے تکلفی ہے ان سے پوچھ لو تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم دیا تھا۔ آپ کے اس قول کی وجہ سے فاخاف ان یاکلہ الذئب مجھے ڈر ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مجھ سے کیوں نہ ڈرا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کے ذریعے بھیجتے ہیں، اور آپ اس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھے جب انہوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کر لیا تھا

وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝۱۰۲ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰۳ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ

اور وہ تدبیر کر رہے تھے، اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں اگرچہ آپ حرص کریں، اور آپ اس پر ان سے کسی عوض کا

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۴ ع

سوال نہیں کرتے یہ تو جہاں والوں کے لئے نصیحت ہے

ایک روایت میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام ۲۴ سال زندہ رہے پھر وفات پا گئے اور اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں سرزمین شام لیجا کر دفن کا حکم دیا۔ پھر جان جہاں آفریں کے حوالہ کر دی۔ ان کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا پھر آپ مصر واپس لوٹے اور اپنے والد کے بعد تینتیس ۳۳ سال زندہ رہے جب ان کی موت کا وقت آیا تو اپنے لئے ہمیشہ کی بادشاہت چاہی اور نیکوں جیسی موت کی تمنا کی۔ نمبرا۔ ایک قول یہ ہے ان سے پہلے یہ تمنا کسی نے نہیں کی اور نہ ان کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پاکیزگی کے ساتھ وفات دی۔ اہل مصر نے آپس میں ان کے دفن پر شدید اختلاف کیا یہاں تک کہ لڑائی تک نوبت آگئی ہر ایک اپنے محلے میں دفن کرنا چاہتا تھا۔ پھر مرمر کا صندوق بنوا کر اس میں ان کے جسد خاکی کو رکھا اور نیل میں ایسے مقام پر دفن کیا جو نیل کا راستہ اور گزرگاہ تھی۔ تاکہ سارے اہل مصر فیضیاب ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے چارسو سال بعد ان کے تابوت کو بیت المقدس منتقل کیا۔ ان کے ہاں دو اولادیں افرائیم اور میشا تھے۔ افرائیم کا ایک بیٹا نون تھا نون کے بیٹے یوشع ہیں جن کو فتی موسیٰ کہہ کر قرآن مجید نے ذکر کیا۔ عمالیق کے فراعنہ آپ کے بعد وراثۃً حکمران رہے اور بنو اسرائیل ان کے ماتحت دین یوسفی (ابراہیمی) پر قائم رہے۔

۱۰۲: ذٰلِكَ (یہ) یوسف علیہ السلام کے سابقہ واقعہ کی طرف اس سے اشارہ فرمایا یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو فرمایا یہ مبتداء ہے۔ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ (غیب کی بعض خبریں ہیں)۔ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ (جو وحی کر رہے ہیں ہم آپ کی طرف)

نحو: یہ دونوں ذٰلک کی خبریں ہیں۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ (اور آپ ان کے پاس نہ تھے) اولاد یعقوب کے پاس اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ (جبکہ انہوں نے اپنے معاملہ میں اتفاق کیا) یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے کا پختہ ارادہ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ (اس حال میں کہ وہ تدبیر کر رہے تھے) یوسف علیہ السلام کے متعلق اور ان کو دھوکہ سے قتل کرنا چاہتے تھے۔ یہ غیب کی خبریں آپ کو بذریعہ وحی حاصل ہوتی ہیں۔ کیونکہ آپ اولاد یعقوب کے پاس موجود نہ تھے جبکہ وہ اپنے بھائی کو کنوئیں میں ڈال رہے تھے۔

۱۰۳: وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ (اور لوگوں کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں خواہ آپ کو کتنی خواہش ہو) عام لوگ مراد ہیں۔ نمبر۲۔ اہل مکہ یعنی اہل مکہ ایمان لانے والے نہیں خواہ ان کے ایمان کیلئے آپ پوری کوشش صرف کر دیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿١٠٥﴾

اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں جن پر یہ لوگ گذرتے ہیں اور وہ ان سے اعراض کئے ہوئے ہیں،

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ

اوران میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ شرک کرنے والے ہیں، کیا یہ لوگ اس بات سے مطمئن ہیں کہ ان پر اللہ کی طرف سے عذاب کی کوئی

عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٠٧﴾

ایسی آفت آپڑے جو ان کو گھیر لے یا ان پر اچانک قیامت آپڑے اوران کو خبر بھی نہ ہو۔

١٠٤: وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ (اور تم ان سے اس پر نہیں مانگتے) ہٗ سے مراد تبلیغ نمبر٢۔ قرآن پر مِنْ اَجْرٍ (کوئی مزدوری) بدلہ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ (یہ خالص ذکر ہے) یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہے۔ لِّلْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں کیلئے) اس میں اپنے ایک رسول کی زبان پر سے نجات کو طلب کرنے پر آمادہ کیا۔

نشانہائے عبرت تو بہت ہیں مگر عبرت حاصل کرنے والے کم ہیں:

١٠٥: وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ (کتنی ہی نشانیاں ہیں) علامتیں ہیں جو خالق کی خالقیت اور صفات وتوحید پر دلالت کرنے والی ہیں۔ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا (آسمانوں اور زمین میں جن پر ان کا گزر ہوتا ہے) ان نشانات پر نمبر٢۔ زمین پر (جنکے پاس ان کا گزر ہوتا ہے۔ وہ ان کا آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ وَهُمْ عَنْهَا (اور وہ ان آیات سے) مُعْرِضُوْنَ (اعراض کرنے والے ہیں) ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اس سے مراد ہلاک ہونے والی امتوں کے آثار اور عبرتناک مقامات جن کو وہ آتے جاتے دیکھتے تھے۔

١٠٦: وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (اور ان کی اکثریت اللہ پر ایمان نہیں لاتی مگر کہ وہ شرک بھی کرتے ہیں) یعنی ان کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے متعلق اقراری ایمان تو لاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ مگر بتوں کی عبادت کر کے شرک کرنے والے ہیں جمہور کہتے ہیں یہ مشرکین کے متعلق اتری کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رازق وخالق مانتے تھے اور جب ان کو کوئی سخت معاملہ پیش آتا تو اللہ تعالیٰ کو مخلصانہ پکارتے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے۔ شرک کی باتوں میں سے قدریہ کی یہ بات بھی ہے کہ بندے کیلئے قدرت تخلیق مانتے ہیں۔ اور خالص توحید وہی ہے جو اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں۔

١٠٧: اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ (کیا وہ اس سے بے خوف ہوگئے کہ ان پر آن پہنچے کوئی ڈھانپنے والی) ایسی سزا جو ان کو ڈھانپ لے اور گھیر لے مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ (اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے یا قیامت آجائے ان کے پاس) ساعت سے قیامت مراد ہے۔ بَغْتَةً (اچانک) یہ حال ہے وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اس حال میں کہ ان کو شعور بھی نہ ہو) اسکی آمد کا۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ

آپ فرما دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں بصیرت پر ہوں اور وہ لوگ بھی جنہوں نے میرا اتباع کیا، اور اللہ پاک ہے اور میں

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۱۰۸ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ

مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سب آدمی ہی تھے جو مختلف بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

ہم ان کی طرف وحی بھیجتے تھے کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھر سو وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے گذرے

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۱۰۹

اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔

عقیدۂ توحید کا اعلان:

۱۰۸: قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ (کہہ دیں کہ یہ میرا راستہ ہے) یہ وہی راستہ ہے جس میں ایمان وتوحید کی دعوت ہے۔ یہی میرا راستہ ہے۔ نحو: السبیل اور الطریق یہ دونوں لفظ مذکر ومؤنث استعمال ہوتے ہیں۔ پھر سبیل کی تفسیر اس طرح فرمائی۔ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰي بَصِيْرَةٍ (میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں بصیرت کے ساتھ) واضح دلیل کے ساتھ میں اس کے دین کی طرف دعوت دیتا ہوں اندھے پن کے ساتھ نہیں۔

اَنَا (میں) یہ ادعوا کی ضمیر مستتر کی تاکید ہے۔ وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (اور جس نے میری پیروی کی) اس کا عطف انا پر ہے) تقدیر عبارت یہ ہے ادعوا الی سبیل اللّٰہ انا وید عوا الیہ من اتبعنی کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور میرے پیروکار اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں نمبر۲۔ انا مبتداء علٰی بصیرۃ مقدم خبر ہے۔ اور من اتبعنی کا انا پر عطف ہے۔ آپ ابتداء یہ بتلا رہے ہیں کہ میں اور میرے پیروکار حجت ودلیل پر ہیں خواہش پر نہیں وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ پاک ہے) میں اس کو شرکاء سے پاک قرار دیتا ہوں۔ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں) جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والے ہیں۔

۱۰۹: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا (اور ہم نے آپ سے پہلے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا) نہ کہ فرشتوں کو کیونکہ کفار یہ کہا کرتے تھے۔ ولو شاء اللّٰہ لانزل ملائکۃ (اگر اللہ تعالیٰ رسول بھیجنا چاہتا تو ضرور فرشتے اتارتا۔ نمبر۲۔ ان میں کوئی عورت نہ تھی (تمام مرد تھے) نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى (جنکی طرف ہم وحی کرتے رہے شہروں کے رہنے والوں میں سے)

حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَھُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ
یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہوگئے اور انہیں یہ گمان ہوگیا کہ ہماری فہم نے غلطی کی تو ہماری مدد ان کے پاس آگئی پھر ہم نے
مَنْ نَّشَآءُ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿١١٠﴾ لَقَدْ کَانَ فِیْ
جس کو چاہا اسے نجات دیدی گئی اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹایا جاتا، البتہ ان کے قصوں
قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰکِنْ
میں عقل والوں کے لئے عبرت ہے یہ قرآن ایسی کوئی بات نہیں ہے جو تراشی ہوئی ہو بلکہ
تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿١١١﴾ ع ١٢ / ٧
اس سے پہلے جو کتابیں نازل ہوئی ہیں یہ کتاب ان کی تصدیق کرنے والی ہے اور ہر چیز کی تفصیل کرنے والی ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

قراءت: حفص نے نون سے پڑھا ہے اہل قرٰی اس لئے کہا کیونکہ وہ علم وحلم والے ہوتے ہیں اور جنگلی لوگوں میں جہل و جفا کثرت سے ہوتی ہے۔ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ (کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے کس طرح ان لوگوں کا انجام ہوا جو ان سے پہلے ہوئے البتہ آخرت کا گھر) آخری گھڑی والا گھر خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا (وہ بہت بہتر ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو متقی ہیں) شرک سے بچنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانیوالے ہیں۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تمہیں سمجھ نہیں)

قراءت: مکی، ابوعمرو اور حمزہ وعلی نے یعقلون یا سے پڑھا ہے۔

١١٠: حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ (یہاں تک کہ جب پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہوگئے) قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوگئے وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا (اور انہوں نے یقین کرلیا کہ ان کی تکذیب کردی گئی) رسولوں کو یقین ہوگیا کہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلا دیا ہے۔

قراءت: کوفی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا۔ قوموں نے یقین کیا کہ رسل نے واقعی جھوٹ بولا یعنی وعدہ خلافی کی ہے۔ یا نمبر٢۔ قوموں نے گمان کیا کہ رسولوں کی طرف سے ان کے ساتھ جھوٹ بولا گیا۔ یعنی رسولوں نے انہیں یہ جھوٹ کہا کہ وہ ان پر غالب آجائیں گے اور اسمیں وہ سچے نہ نکلے۔ جَآءَھُمْ نَصْرُنَا (ان کے پاس ہماری مدد آئی) انبیاء علیہم السلام اور مومنین پر ہماری مدد اچانک بغیر شمار کے آن پہنچی۔ فَنُجِّیَ (پس جس کو چاہا ہم نے بچالیا)

قراءت: جیم مشدد، ایک نون یا مفتوح کے ساتھ شامی وعاصم نے پڑھا ہے ماضی مجہول اور مَن کو قائم مقام فاعل قرار دیا ہے۔ باقی قراء نے فَنُنْجِیْ دونون، دوسرا ساکن خفیفہ اور یا ساکن سے پڑھا ہے۔ مَنْ نَّشَآءُ (جن کو ہم نے چاہا) نبی اور ان کے

ساتھ ایمان والے وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا (اور ہماری پکڑ لوٹائی نہیں جا سکتی) باس سے عذاب مراد ہے عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ (مجرم قوم سے) کافر مراد ہیں۔

۱۱۱: لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ نمبرا (ان کے واقعات میں) ان انبیاء علیہم السلام اور قوموں کے واقعات میں نمبر۲۔ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (عقل والوں کیلئے عبرت ہے) نمبرا۔ اس طرح کہ گہری محبت سے گہرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے۔ نمبر۲۔ چٹائی جیل سے تخت پر منتقل ہوئے نمبر۳۔ صبر کے نتیجہ میں سلامتی، کرامت و عزت ملی نمبر۴۔ فریب کاری میں ندامت و شرمندگی سامنے آئی۔ مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی (یہ کوئی من گھڑت بات نہ تھی) یہ قرآن کفار کے خیال کے مطابق مفتری نہیں ہے۔ وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ (لیکن یہ تصدیق ہے اس وحی کی جو اس کے سامنے ہے) پہلی کتابوں کی یہ تصدیق ہے۔ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ (اور اسمیں ہر چیز کی تفصیل ہے) جس کی دین میں ضرورت ہے کیونکہ یہ وہ قانون ہے سنت کو جس کا سہارا ہے اور اجماع و قیاس کو بھی وَّھُدًی (اور راہنمائی ہے) گمراہی سے وَّرَحْمَۃً (اور رحمت ہے) عذاب سے لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو ایمان لانے والے ہیں) اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر پر۔

نحو: لکنؔ کے بعد والا جملہ کانؔ کی خبر پر عطف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

فضائل:

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ اپنے غلاموں کو سورۂ یوسف سکھاؤ۔ جو بندہ اس کو پڑھے اور اپنے اہل کو سکھائے اور غلام لونڈی کو سکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر سکرات کی موت کو آسان کر دیں گے۔ اور اس کو طاقت دیں گے کہ کوئی مسلمان اس سے حسد نہ کرے گا۔ (کشاف زمخشری)

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے کہا کہ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کو ایذاء قریش پر صبر کی تلقین کی گئی گویا اس طرح فرمایا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے موافقت فی الدین کے باوجود اور حقیقی بھائی ہو کر یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا کچھ مکروفریب نہیں کیے۔ اور یوسف علیہ السلام نے صبر کیا۔ آپ تو دین میں بھی ان کے مخالف ہیں پھر یہ اگر مخالفت کر رہے ہیں تو ان کی ایذاء پر صبر کریں۔ قول وہب رحمہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی کتاب پہلے اتاری اس میں کامل سورۂ یوسف اتاری جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے (واللہ اعلم)

تمت ترجمة تفسير سورة يوسف يوم الاربعاء التاسعة من شهر اكتوبر ۲۰۰۲ والحمد للہ علی ذلك

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ رعد مدینہ میں نازل ہوئی اس میں تینتالیس آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

الٓمّٓرٰ یہ کتاب کی آیتیں ہیں، اور آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا حق ہے، لیکن بہت سے

النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى

لوگ ایمان نہیں لاتے، اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند فرما دیا تم ان آسمانوں کو دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر

عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ

مستوی ہوا، اور اس نے چاند اور سورج کو مسخر فرما دیا ہر ایک مدت مقررہ کے مطابق چلتا ہے وہ کاموں کی تدبیر فرماتا ہے،

يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ② وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ

نشانیوں کو واضح طور پر بیان فرماتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو، اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں

فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي

پہاڑ اور نہریں پیدا فرما دیں اور ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسمیں پیدا فرمائیں وہ رات کو دن پر

الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ③ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ

ڈھانپ دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر کرتے ہیں اور زمین میں ٹکڑے ہیں

مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى

جو آپس میں پڑوسی ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن میں بعض کی جڑ بعض سے ملی ہوئی ہے اور بعض ملی ہوئی نہیں ہیں انہیں ایک ہی

بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۚ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھ سے

يَّعْقِلُوْنَ ④

کام لیتے ہیں۔

۱: الٓمّٓرٰ اللہ تعالیٰ ہی اسکی مراد کو جانتا اور دیکھتا ہے تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ۔ ترجمہ یہ معنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے تلک سے آیات سورت کی طرف اشارہ ہے الکتاب سے سورۃ مراد ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے تلک الأیات ایات السورۃ الکاملۃ العجیبۃ فی بابھا ۔ یہ آیات اس سورت کی آیات ہیں جو کہ اپنے باب میں کامل وعجیب ہے۔ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (اور وہ جو تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا گیا) یعنی تمام قرآن الْحَقُّ (سچا ہے) یہ خبر ہے اور الذی الایۃ یہ مبتداء ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ (لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے) وہ یہ کہتے ہیں کہ محمد اسکو بنالائے ہیں۔ پھر ان چیزوں کا ذکر کیا جن پر ایمان واجب ہے پس فرمایا۔

قدرت الٰہی کے نمونے:

۲: اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا) اللہ مبتداء ہے اور الذی رفع السمٰوت اس کی خبر ہے۔ بِغَیْرِ عَمَدٍ (بغیر ستون کے) یہ عماد یا عمود کی جمع ہے یہ حال ہے تَرَوْنَھَا (جو تم کو نظر آرہے ہیں) ھا ضمیر آسمانوں کی طرف لوٹتی ہے یعنی تم انکو اسی طرح دیکھتے ہو بیان کی ضرورت نہیں نمبر۲۔ ضمیر عمد کی طرف ہے اس صورت میں یہ موضع جر میں ہے اس لئے کہ عمد کی صفت ہے یعنی بغیر عمد مرئیہ نظر آنے والے ستونوں کے بغیر ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (پھر عرش پر مستوی ہوا) اقتدار ونفوذ سلطنت سے استیلاء کیا وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا) بندوں کے فوائد اور علاقوں کی مصلحت میں کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی (ہر ایک ان میں سے ایک وقت مقررہ کیلئے چل رہا ہے) وہ اجل دنیا کا ختم ہونا ہے۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ (وہ معاملات کی تدبیر کرتا ہے) اپنی ملکوت اور ربوبیت کے معاملے کی۔ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ (وہ آیات کو کھول کر (اپنی نازل شدہ کتابوں میں) بیان کرتا ہے) لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ (تا کہ تمہیں اپنی رب کی ملاقات پر یقین ہو) تا کہ تمہیں یقین آجائے کہ ایسے مدبر اور مفصل کی طرف لوٹنا ضروری ہے۔

۳: وَھُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ (وہی ذات ہے جس نے زمین کو بچھایا) وَجَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ (اور زمین میں پہاڑ بنائے) زمین پر جم جانے والے پہاڑ وَاَنْھٰرًا (اور نہریں) جاری وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْھَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ (اور زمین میں ہر طرح کے پھلوں کی دو قسمیں پیدا کیں) یعنی سیاہ، سفید، میٹھے، کھٹے، چھوٹے، بڑے اور جو اسکے مشابہ ہیں۔ یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ (ڈھانپ دیتا ہے دن کو رات سے) روشنی سفیدی کو رات پہنا دیتا ہے جس سے وہ سیاہ اندھیر بن جاتی ہے

قراءت: حمزہ، علی، ابوبکر نے یُغَشِّی پڑھا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (بیشک اسمیں البتہ نشانیاں ہیں سوچ و بچار کرنے والے لوگوں کیلئے) پس وہ جانتے ہیں کہ انکا ایک بنانے والا ہے جو قادر مطلق علم وحکمت والا ہے۔

۴: وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ (اور زمین میں پاس پاس ملے ہوئے زمین کے ٹکڑے ہیں) زمین کے قطعات مختلف ہیں حالانکہ وہ بالکل قریب قریب ملے ہوئے ہیں۔ کوئی عمدہ پیداوار والے اور شور ملے کوئی عمدہ اور کوئی کم پانی والے کوئی سخت اور کوئی نرم۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اسکی تدبیر کرنے والا قدرت وارادہ والا ہے۔ وہ افعال کو اپنی مرضی سے ایک سے دوسرے انداز

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ

اور اگر آپ کو تعجب ہو تو ان کا یہ قول لائق تعجب ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا ہوں گے، یہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا　اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہونگے　اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٥ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ

اس میں ہمیشہ رہیں گے،　اور یہ لوگ عافیت سے پہلے آپ سے مصیبت کے جلدی آنے کا تقاضا کرتے ہیں اور حالانکہ ان سے پہلے

قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ

عذاب کے واقعات گزر چکے ہیں　اور بلاشبہ آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود انہیں بخش دینے والا ہے،　اور یہ بات یقینی ہے کہ آپ کا رب

لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٦ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ

سخت عذاب والا ہے،　اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں، ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں کی گئی۔ آپ صرف

ع ۱ ۷ ۷ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝٧

ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ہدایت دینے والے ہوتے چلے آئے ہیں۔

میں ڈھال دینے والا ہے اور وَجَنّٰتٌ (اور باغات) جَنّٰتٌ کا عطف قِطَعٌ پر ہے۔ یعنی زمین میں باغات ہیں الایۃ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ (انگوروں کے اور کھیتیاں اور کھجوریں دو شاخ والی اور ایک تنے والی)

قراءت: مکی، بصری، حفص نے قطع کا معطوف قرار دیکر مرفوع پڑھا ہے۔ اور دوسروں نے خبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اعناب پر عطف کیا ہے اور الصنوان جمع صنو ہے۔ وہ کھجور جو ایک تنے سے دو شاخہ بن جائے۔ حفص نے صنوان کو ضمہ صاد سے پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں۔ يُسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ (انکو ایک پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔) قراءت: عاصم و شامی نے یا سے پڑھا ہے اور تا والی قراءت ابن کثیر، نافع کی ہے۔

وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ (ہم ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں)۔ قراءت: حمزہ اور علی نے یا سے پڑھا ہے۔ فِي الْاُكُلِ (پھل میں) مقدار، مزہ رنگ، بو قراءت: نافع اور مکی نے کاف کے سکون سے پڑھا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (بیشک اس میں عقل والے لوگوں کیلئے نشانات ہیں) حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں دل آثار و انوار اور اسرار میں اسی طرح مختلف ہیں جس طرح زمین کے مختلف حصے انہار و ازہار، پھل میں مختلف ہیں۔

اگر ان سب کا خالق ہے تو اعادۂ انسان کیوں ناممکن:

۵: وَاِنْ تَعْجَبْ (اگر تمہیں تعجب ہو) اے محمد ﷺ اگر آپ انکے انکار بعث والے قول پر تعجب کرتے ہیں۔ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ (تو

انکا یہ قول تعجب کے قابل ہے) یہ خبراور مبتداء ہے یعنی انکا قول اس قابل ہے کہ اس پر تعجب کیا جائے کیونکہ یہ تمام چیزیں پیدا کر سکتا ہے تو اسکو انکا دوبارہ لوٹانا تو آسان تر ہے۔اور سہل ترین ہے پس ان منکرین کا انکار تو عجوبہ کائنات ہے۔ءَ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۔ (جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا ہوں گے) قراءت: عاصم،حمزہ نے ہر ایک کو دو ہمزہ سے پڑھا ہے۔اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ (یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا) وہ کافر اپنے کفر میں ضد اختیار کرنے والے ہیں۔وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ جنکی گردنوں میں طوق ہونگے) اس میں وعید ہے نمبر۲۔انکے اصرار کو اس طرح ذکر کیا (گویا گمراہی کے طوق انکے گلے میں لٹکے ہیں) وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ جہنمی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) اولٰٓئِكَ کو دو مرتبہ ذکر کر کے معاملے کی ہولناکی کو بتلانا مقصود ہے۔

مطالبہ عذاب کا جواب:

۶: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ (یہ لوگ آپ سے مصیبت جلد مانگتے ہیں بھلائی سے پہلے) عافیت کا وقت ختم ہونے سے پہلے عذاب کو مانگتے ہیں اور اسکا معاملہ اس طرح پیش آیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم پر عذاب لے آؤ۔اور یہ بات آپکے انذار کا مذاق اڑاتے ہوئے کہی وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ (حالانکہ ان سے پہلے واقعات عقوبت گزر چکے) سزائیں جوان جیسے مکذبین کو پیش آئیں۔انکو کیا ہوا کہ یہ عبرت نہیں پکڑتے ورنہ یہ استہزاء نہ کرتے۔المثلہ۔سزا۔ اسکو المثلہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جرم اور مجرم میں مماثلت پائی جاتی ہے۔جیسا اس آیت میں جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔[الشوریٰ:۴۰] وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ (اور بیشک آپکا رب یقیناً لوگوں کی خطائیں باوجود انکی بے جا حرکتوں کے معاف کر دیتا ہے) عَلٰی،مَعَ کے معنی میں یعنی گناہ کے ذریعہ اپنے نفسوں پر ظلم کے باوجود۔یہ محلاً حال ہے۔ای ظالمین لانفسھم اس حالت میں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں سُدی کہتے ہیں مومنین پر۔یہ کتاب اللہ کی سب سے زیادہ امید بخش آیت ہے۔اس حیثیت سے کہ ظلم کے باوجود مغفرت کو ذکر فرمایا۔جبکہ وہ بغیر توبہ ہو۔توبہ گناہ کو اٹھا دیتی اور زائل کر دیتی ہے۔وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ (بیشک آپکا رب البتہ سخت بدلہ لینے والا ہے) نمبر۱۔کافروں سے نمبر۲۔یہ دونوں مومنین سے متعلق ہوں تو مشیت سے متعلق ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء۔

من پسند نشانی کیوں نہیں لائے؟

۷: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (اور کافر کہتے ہیں کیونکر اس پر اتاری نہیں جاتی کوئی نشانی اسکے رب کی طرف سے) رسول اللہ ﷺ پر اتاری جانے والی آیات کو کافر در خور اعتناء ہی نہ سمجھتے۔عناد سے انکار کرتے خود پسند معجزات موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام جیسے عصا کا سانپ بن جانا مُردوں کا زندہ ہونا۔وغیرہ کے طلب گار تھے۔رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ (بیشک آپ ڈرانے والے ہیں) بیشک آپکو منذر بنا کر بھیجا گیا۔برے انجام سے آپ انکو ڈرانے والے اور دوسرے رسولوں کی طرح خیر خواہی کرنے والے ہیں اور آپکے ذمہ صرف وہ بات ہے کہ جس سے آپکا رسول منذر ہونا ثابت ہو اور یہ کسی ایک نشانی سے بھی ہو سکتا ہے۔دعویٰ رسالت کے صحیح ثبوت کیلئے تمام نشانات برابر ہیں۔وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (اور ہر قوم

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَىْءٍ عِنْدَهٗ

اللہ جانتا ہے جو کوئی کسی عورت کو حمل ہوتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی اور بیشی ہوتی ہے، اور ہر چیز اللہ کے نزدیک ایک خاص مقدار کے

بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ

ساتھ ہے، وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے بڑا ہے برتر ہے، تم میں سے جو کوئی شخص کوئی بات آہستہ سے کہے

وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ

اور جو شخص پکار کر کہے اور جو شخص رات میں چھپا ہوا ہو اور جو شخص دن میں چلتا پھرتا ہو یہ سب برابر ہیں، ہر ایک کے لئے آگے پیچھے آنے جانے

بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ

والے فرشتے ہیں جو آگے سے اور پشت کے پیچھے سے آتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا

حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ

جب تک کہ وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدلتے، اور جب اللہ کسی قوم کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو اسے کوئی واپس کرنے والا نہیں، اور ان لوگوں کے لئے

مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾

اس کے سوا کوئی مددگار نہیں

کیلئے ایک ہادی ہوا) انبیاء علیہم السلام میں سے جو انکو دین قویم کی طرف راہ دکھلاتا رہا۔ اور اپنی مخصوص ملنے والی آیات سے انکو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا رہا مطلوبہ فرمائشی معجزات کسی نے بھی پیش نہیں کیے۔

علم الٰہی بے پایاں ہے:

۸: اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ (اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ کسی مادہ کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے) ان تین مقامات میں ما موصولہ ہے تو مطلب یہ ہوگا جس چیز کو مادہ اپنے پیٹ میں اٹھائے ہوئے ہوتی ہے نر یا مادہ ایک یا متعدد۔ سالم الاعضاء بچہ یا ناقص، خوبصورت، بدصورت، لمبا، چھوٹا وغیرذٰلک اور جسکو رحم گھٹاتے ہیں یعنی وہ جانتا ہے جسکو وہ کم کرتا ہے۔ تغیض کا معنی کم کرنا کہتے ہیں غاض الماء و غضته انا۔ پانی گھٹ گیا اور میں نے اسکو کم کیا ماتزداد جو وہ بڑھتے ہیں یا بڑھاتے ہیں مراد نمبر۱۔ اس سے لڑکے کی تعداد کہ ایک، دو، تین، چار یا نمبر۲ لڑکے کا جسم تام ہے یا ناقص یا نمبر۳۔ مدت ولادت نو ماہ سے کم اور دو سال تک زیادہ سے زیادہ عندنا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک چار سال، امام مالک کے ہاں ۵ سال تک۔

ما مصدر یہ ہوتو معنی یہ ہے ہر مؤنث کے حاملہ ہونے کی اور رحموں کے گھٹنے اور انکے بڑھنے کو جانتا ہے۔ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ (اور ہر چیز اسکے ہاں مقدار کے ساتھ ہے) ایک اندازے اور حد تک ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتی اور نہ کم ہوتی ہے جیسا اس ارشاد میں انا کل شیء خلقنٰہ بقدر [القمر:۴۹]

۹: عٰلِمُ الْغَیْبِ (وہ غیب کا جاننے والا ہے) غیب سے مراد جو مخلوق سے پوشیدہ ہے وَالشَّھَادَۃِ (اور سامنے والی چیز کو) جسکا وہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ الْکَبِیْرُ (عظمت والی) بڑی شان والی جس سے ہر چیز کم ہے۔ الْمُتَعَالِ (عالی شان ذات ہے) ہر شئی سے اپنی قدرت کے ساتھ بلند و بالا۔ نمبر۲۔ مخلوقات کی تعریف سے بلند و بالا اور عالی شان ہے۔ دونوں حالتوں میں کمی یا سے پڑھتے ہیں یعنی وصل و وقف کی حالت۔

۱۰: سَوَآءٌ مِّنْکُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَھَرَ بِہٖ (جو شخص تم میں سے کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے یہ سب برابر ہیں) اللہ تعالیٰ کے علم میں وَمَنْ ھُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّیْلِ (اور جو شخص رات کو چھپنے والا ہو) مستخف کا معنی چھپنے والا وَسَارِبٌ بِالنَّھَارِ (اور جو دن میں چلے) اپنے راستہ پر چلنے والا ہو اور سامنے جانے والا ہو۔ کہا جاتا ہے سرب فی الارض سروبا اور سارب کا عطف من ھو مُسْتَخْفٍ پر ہے صرف مُسْتَخْفٍ پر نہیں ہے نمبر۲۔ مُسْتَخْفٍ پر ہو تو من دو کے معنی میں ہے۔

۱۱: لَہٗ (اسکے لئے ہے) ہٗ کی ضمیر من کی طرف لوٹتی ہے گویا اس طرح فرمایا لمن اسرّ و من جھر و من استخفٰی و من سرب مُعَقِّبٰتٌ (حفاظتی فرشتے) فرشتوں کی وہ جماعتیں جو حفاظت میں باری باری آتی ہیں۔ اصل معتقبات تھا تا کو قاف میں ادغام کر دیا۔ نمبر۲۔ یہ عقبہ سے مفعّلات کا وزن ہے جبکہ وہ اسکے پیچھے آئے کیونکہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ نمبر۳۔ کیونکہ وہ کلام کرنے کے بعد آ کر اس بات کو لکھ لیتے ہیں۔ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ (سامنے اور پیچھے سے) یعنی اسکے آگے اور پیچھے یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ (وہ اسکی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یہ دونوں اکٹھی مل کر صفتیں ہیں۔ من امر اللّٰہ یہ یحفظون کا صلہ نہیں۔ گویا تقدیر عبارت اس طرح ہے لہ معقبات من امر اللّٰہ۔ نمبر۲۔ یحفظونہ من اجل امر اللّٰہ ای من اجل ان اللّٰہ تعالیٰ امر ھم بحفظہٖ۔ اس خاطر کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اسکی حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔ نمبر۳۔ یحفظون من باس اللّٰہ و نقمتہ اذا اذنب بدعائھم لہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب سے اسکی حفاظت کرتے ہیں اسکو پکارنے کے سبب سے جبکہ وہ گناہ کر لیتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَابِقَوْمٍ (بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت کو (بری) حالت سے نہیں بدلتا) ما سے مراد عافیت و نعمت ہے حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ یہاں تک وہ اپنی (اچھی) حالت کو نہیں بدلتے) اچھی حالت میں کثرت معاصی کے ذریعہ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا (جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کر لیتا ہے) سوء سے عذاب مراد ہے۔ فَلَا مَرَدَّ لَہٗ (تو اسکے بچنے کی کوئی صورت نہیں) اسکو کوئی چیز دور نہیں کر سکتی وَمَالَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ (اور اللہ تعالیٰ کے سوا انکا کوئی مددگار نہیں رہتا) اللہ تعالیٰ کے سوا جو انکے معاملے کا ذمہ دار بنے اور ان سے عذاب کو ہٹائے۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۱۲ وَیُسَبِّحُ

اللہ وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے جس سے تمہیں ڈر لگتا ہے اور امید بندھتی ہے اور وہ بھاری بادلوں کو پیدا فرماتا ہے، اور رعد اس کی

الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِکَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ

تسبیح کے ساتھ اس کی تعریف بیان کرتا ہے، اور فرشتے بھی اس کے خوف سے، اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جسے چاہے

یَّشَآءُ وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ۱۳

پہنچادیتا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور وہ سخت قوت والا ہے۔

قدرتِ باری تعالیٰ کا نمونہ:

۱۲: هُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا (وہی ذات ہے جو تم کو ڈرانے اور امید دلانے کیلئے بجلی دکھاتا ہے) خوفًا و طمعًا یہ دونوں البرق سے حال ہیں۔ گویا کہ وہ ذاتی اعتبار سے نرا خوف اور طمع ہے۔ نمبر۲۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی: ذاخوف حذف مضاف کے ساتھ۔ خوف والے اور طمع والے ہوتے ہو۔ یعنی مخاطبین خوف والے اور طمع والے ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ بجلی کے چمکنے سے بجلی کے گرنے کا خطرہ اور بارش کی طمع رکھتے ہیں۔ ابوالطیب نے کہاوہ ایسا نوجوان ہے جو سیاہ بادل کی طرح ہے کہ جس کو طوفان کا خطرہ اور بارش کی امید ہے۔ اسکے عطیہ کی امید اور گرجوں کا ڈر ہے۔ اور بارش سے وہ ڈرتا ہے جس کا اسمیں نقصان ہو جیسے مسافر اور جسکا گھر ٹپکتا ہو۔ اور وہ شہری لوگ کہ بارش سے نفع نہیں اٹھاتے اور بارش کی طمع وہ رکھتے ہیں جنکو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ (وہ بادلوں کو اٹھاتا ہے) السحاب یہ اسم جنس ہے اور اسکا واحد سحابۃ ہے۔ الثِّقَالَ (جو بھاری ہوتے ہیں) پانی کے ساتھ۔ الثقال جمع ثقیلہ ہے جیسا کہ تم کہو سحابۃ ثقیلۃ وسحاب ثقال۔

۱۳: وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ (اور رعد فرشتہ اسکی پاکیزگی اسکی تعریف کے ساتھ بیان کرتا ہے) گرج کو سننے والے بارش کے امیدوار بندے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔ یعنی سبحان اللہ اور الحمدللہ کے کلمات بولتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ بادل پر مقرر فرشتہ رعد ہے۔ اور اسکے پاس آگ کے کوڑے ہیں جن سے وہ بادلوں کو ہنکاتا ہے اور یہ سنائی دینے والی آواز بادلوں کو دی جانے والی جھڑکی ہے جو اس وقت دی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ منزل مامور پر پہنچ جائیں۔ وَالْمَلٰٓئِکَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ (اور فرشتے اسکے خوف سے) تقدیر عبارت اس طرح ہے ویسبح الملائکۃ من هیبته واجلاله ملائکہ اسکے خوف واجلال کی وجہ سے تسبیح کرتے ہیں۔ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ (اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پس جس پر چاہتا ہے انکو گراتا ہے) الصاعقہ وہ آگ جو آسمان سے گرے۔ جب علم الٰہی کا تذکرہ ہوا جو کہ ہر چیز میں نافذ ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ظاہر و خفی برابر ہیں۔ اور اس بات کا تذکرہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی ظاہر قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہے تو فرمایا وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑنے والے ہیں) یعنی رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے اللہ تعالیٰ کے متعلق

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا

سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور جو لوگ اس کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ذرا بھی ان کی درخواست کو منظور نہیں کرتے مگر

كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا

جیسے کوئی شخص پانی کی طرف اپنی ہتھیلیاں پھیلائے ہوئے ہوتا کہ پانی اس تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اس تک پہنچنے والا نہیں اور کافروں کی پکار

فِيْ ضَلٰلٍ ۝۱۴ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ

بس ضائع ہے، اور اللہ ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے

وَالْاٰصَالِ ۝۱۵ السجدۃ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ السجدۃ

اوقات میں، آپ سوال کیجئے کہ آسمانوں کا اور زمینوں کا رب کون ہے؟ آپ جواب دیجئے کہ اللہ ہے، آپ سوال کیجئے کیا تم لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے

دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى

مددگار تجویز کر رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لئے نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں؟ آپ سوال کیجئے کیا نابینا اور بینا برابر

وَالْبَصِيْرُ ڏ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ڬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ خَلَقُوْا

ہو سکتے ہیں؟ کیا اندھیریاں اور روشنی برابر ہو سکتی ہیں کیا یہ بات ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے لئے شریک تجویز کئے ہیں جنہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہو

كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۱۶

جیسے کہ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے جس کی وجہ سے ان پر مخلوق میں اشتباہ پیدا ہو گیا ہو، آپ فرما دیجئے اللہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اور وہ تنہا ہے غالب ہے۔

جھگڑتے ہیں کہ اللہ کا رسول تو بعث واعادہ خلق کو بیان کرتا ہے اور یہ اسکا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں من یحیی العظام وھی رمیم[یٰس:۷۸] اور بہت سے معبود مان کر وحدانیت کا انکار کرتے ہیں۔ اور الملائکۃ بنات اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو منجملہ اجسام میں سے قرار دیتے ہیں۔ نمبر۲۔ واؤ حالیہ ہے۔ وہ بجلی اللہ تعالیٰ جس پر چاہتے ہیں حالت جدال میں گراتے ہیں۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ لبید بن ربیعہ عامری کا بھائی اربد، عامر بن طفیل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ارادۂ قتل لیکر آئے۔ عامر کو اونٹ جیسی گلٹی نکلی اور وہ ایک سلولی عورت کے گھر میں مر گیا۔ اور اربد پر بجلی گری جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اربد نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا تھا اخبرنی عن ربنا امن نحاس ھو ام من حدید[ابو یعلی فی مسندہ] وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ (حالانکہ وہ بڑی سخت قوت والا ہے) المحال بمعنی المماحلہ ہے اور وہ سخت تدبیر ومقابلہ کو کہتے ہیں اسی سے تمحل لکذا جبکہ وہ حیلہ کے استعمال میں تکلف کرے۔ اور خوب محنت کرے۔ محل فلان کہتے ہیں اذا کا دہٗ جب خفیہ تدبیر کرے اور بادشاہ کے ہاں اسکی چغلی کرے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ

اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے کی خفیہ مضبوط تدابیر کرنے والا ہے۔ جہاں سے انکو گمان بھی نہیں ہوتا۔

سچی پکار اللہ تعالیٰ کی:

۱۴: لَهٗ دَعۡوَةُ الۡحَقِّ (سچا پکارنا اسی کیلئے خاص ہے) دعوت کی اضافت حق کی طرف کی گئی جو کہ باطل کی ضد ہے تاکہ دعوت کا حق کے ساتھ ملا ہوا ہونا اور باطل سے الگ ہونا معلوم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا ہے تو وہ پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا اور اسکا مطلوب اسے عنایت فرماتا ہے یہ پکار حق کے ساتھ اس لئے ملی ہوئی تھی کیونکہ اسکی ذات اسکے لائق ہے کہ دعا کو اسکی طرف متوجہ کیا جائے کیونکہ اسکی پکار میں فائدہ اور نفع ہے بخلاف انکی پکار کے جنکی پکار سے کوئی فائدہ نہیں۔

شدید المحال اور له دعوة الحق کا ماقبل سے تعلق واقعہ اربد کے سلسلہ میں تو ظاہر ہے۔ کیونکہ اس پر بجلی کا پڑنا اللہ تعالیٰ کی قوت اور خفیہ تدبیر پر دلالت کر رہا ہے کہ اسکو خبر بھی نہ ملی اور وہ ہلاک ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسکے اور اسکے ساتھی کے متعلق یہ بددعا فرمائی۔ اللّٰهم اخسفهما بما شئت یہ سچی بددعا ان دونوں کے حق میں منظور ہوئی۔ اس میں کفار مکہ کے لئے شدید وعید ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے انکے حق میں بددعا کردی تو وہ قبول ہو جائے گی۔ وَالَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ (اور جن کو یہ کفار) اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں) لَا يَسۡتَجِيۡبُوۡنَ لَهُمۡ بِشَىۡءٍ (وہ انکے لئے انکی درخواست کو ذرہ بھر قبول نہیں کرسکتے) انکی مطلوبہ اشیاء میں سے اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيۡهِ اِلَى الۡمَآءِ لِيَبۡلُغَ فَاهُ (مگر اس شخص کی طرح جو اپنی ہتھیلیوں کو پانی کی طرف پھیلانے والا ہوتا ہے کہ وہ اسکے منہ کو پہنچ جائے) یہ لایستجیبون کے مصدر استجابۃ سے استثناء ہے۔ کیونکہ فعل اپنے حروف سے مصدر اور اپنے صیغہ سے زمانہ اور اپنی ضرورت سے مکان اور حال پر دلالت کرتا ہے اسی لئے تمام کا فعل سے استثناء جائز ہے۔ پس تقدیر عبارت یہ ہے۔ لا یستجیبون استجابة الا استجابة کا ستجابة باسط کفیه الی الماء ای کاستجابة الماء لمن بسط کفیه الیه یطلب منه ان یبلغ فاه والماء جماد لا یشعر ببسط کفیه ولا بعطشه وحاجته الیه ولا یقدر ان یجیب دعاءه و یبلغ فاه و کذلك مایدعونه جماد لا یحسّ بدعائهم ولا یستطیع اجابتهم ولا یقدر علی نفعهم وہ کوئی استجابت نہیں کرسکتے مگر ایسی استجابت جو اس شخص جیسی ہو جو پانی کی طرف دونوں ہتھیلیاں پھیلانے والا ہو۔ یعنی انکی استجابت پانی کی استجابت کے مشابہ ہے اس شخص کیلئے جو اپنی ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلا کر مطالبہ کر رہا ہو کہ وہ پانی اسکے منہ کو پہنچ جائے جبکہ پانی تو جماد ہے۔ اسکے ہاتھ پھیلانے اور اسکی پیاس اور ضرورت کو نہیں جانتا اور نہ اسکی پکار کا جواب دینے کی طاقت رکھتا ہے اور نہ ہی اسکے منہ تک خود پہنچنے کی اسمیں طاقت ہے اسی طرح جن کو وہ پکارتے ہیں جماد ہے انکی پکار کو محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی اس میں قبولیت کی استطاعت اور نفع کی قدرت ہے لیبلغ کی لام بباسط کفیه کے متعلق ہے۔ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ (اور وہ اسکو پہنچنے والا نہیں) پانی اسکے منہ کو پہنچنے والا نہیں۔ وَمَا دُعَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ (اور کافروں کا پکارنا محض بے کار ہے) ضائع ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو پکاریں تو وہ (انکے کفر کی وجہ سے) قبول نہیں کرتا اور اگر وہ بتوں کو پکاریں تو وہ قبولیت کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

سب اللہ کے مطیع:

۱۵: وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرنے والے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں) عبادت واطاعت کا سجدہ طَوْعًا (خوشی سے) یہ حال ہے مَن سے ملائکہ اور مومنین مراد ہیں۔ وَّكَرْهًا (مجبوری سے) منافق و کفار سختی و تنگی کی حالت میں وَّظِلٰلُهُمْ (اور انکے سائے) اسکا عطف مَن پر ہے۔ ظلال جمع ظل ہے (سایہ) بِالْغُدُوِّ (صبح کے وقت) یہ غداۃ کی جمع جیسے قُنِیٌّ وقناۃ وَالْاٰصَالِ (اور شام کے وقت) یہ جمع اُصل جمع اصیل ہے ایک قول یہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ اللہ تعالیٰ کو صبح وشام سجدہ کرتا ہے اور کافر کا سایہ مجبوراً سجدہ کرتا ہے کیونکہ کافر کو یہ ناپسند ہے۔ اور مومن کا سایہ خوشی سے سجدہ کرتا ہے کیونکہ مومن اطاعت کرنے والا ہے۔

۱۶: قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ (اس میں انکے اعتراف کو بیان کیا کیونکہ جب انہیں من رب السموات والارض کہہ کر سوال کریں تو مجبوراً انکو جواب میں اللہ کہنا پڑتا ہے۔ اسکی دلیل ابن مسعود اور اُبی کی قراءت قالوا اللہ ہے۔ نمبر۲۔ یہ تلقین ہے یعنی اگر وہ جواب نہ دیں تو تلقین کرو اللہ رب السموٰت والارض۔ اس لئے کہ اسکا جواب اسکے سوا اور کچھ نہیں۔ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (کہہ دیں کیا تم نے پھر بھی اسکے سوا اور کارساز بنالئے) کیا اس بات کو جاننے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا رب ہے تم نے اسکے سوا کارساز بنالیے ہیں۔ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا (جنکا اپنا نفع ونقصان بھی اپنے اختیار میں نہیں) وہ طاقت نہیں رکھتے اپنے نفسوں کے متعلق کہ انکو نفع پہنچائیں یا اپنے نفوس سے ضرر کو دور کرسکیں پھر دوسروں کو نفع ونقصان کی طاقت کس طرح ان میں ہوسکتی ہے۔ حالانکہ تم نے تو انکو خالق، رازق، المثیب، العاقب ذات پر ترجیح دے رکھی ہے۔ تم کس قدر کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔

مشرک ومومن برابر نہیں:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ (کہہ دیں کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں) یعنی کافر ومومن نمبر۲۔ جو کچھ نہ دیکھتا ہو اور جس ذات پر کوئی چیز مخفی نہ ہو۔ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ (یا تاریکیاں اور روشنی برابر ہے) یعنی کفر اور ایمان۔ قراءت: حفص کے علاوہ کوفی قراء نے یستوی پڑھا ہے۔ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ (یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنالئے) اَمْ، بَلْ کے معنی میں ہے بلکہ کیا انہوں نے بنالئے شریک؟ ہمزہ انکار کیلئے ہے۔ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ (انہوں نے کسی چیز کو پیدا کیا ہو جیسا خدا نے پیدا کیا) اسکے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہو یہ شرکاء کی صفت ہے یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بنایا ایسے شرکاء کو جو پیدا کرنے والے ہوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہو۔ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ (کہ دونوں کی مخلوق میں تشابہ پیدا ہوگیا ہو) کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق، شرکاء کی مخلوق سے رل مل گئی کہ جس سے انکو یہ کہنا پڑا۔ ہمارے شرکاء پیدا کرنے پر اسی طرح قدرت رکھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ اس لئے یہ عبادت کے حقدار بن گئے اور ہم نے انکو اسکا شریک قرار دیکر انکی اسی طرح عبادت شروع کردی جیسا اسکی عبادت کی جاتی ہے لیکن انہوں نے تو عاجزوں کو شریک بنایا جو اس کی قدرت بھی نہیں رکھتے جو مخلوق کو قدرت حاصل ہے۔ چہ جائے کہ انکو وہ قدرت حاصل ہو جو خالق کو ہے۔ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (کہہ دیں کہ

أَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا

اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق بہنے لگے پھر بہتے ہوئے پانی نے اپنے اوپر جھاگ کو اٹھایا جو پانی پر

رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ

بلند ہے اور جن چیزوں کو آگ میں ڈال کر اوپر سے جلاتے ہیں تاکہ زیور یا کوئی دوسری نفع کی چیز حاصل کریں اس میں بھی اسی طرح کی جھاگ ہیں

كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۖ وَأَمَّا مَا

اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے، سو جو جھاگ ہے وہ تو بے فائدہ ہو کر چلا جاتا ہے اور جو

يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿١٧﴾ لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا

لوگوں کو نفع دیتا ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے ہی مثالیں بیان فرماتا ہے جن لوگوں نے

لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ

اپنے رب کی اطاعت کی ان کے لئے جنت ہے اور جن لوگوں نے اللہ کی فرماں برداری نہ کی اگر ان کے لئے وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ

مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ سُوٓءُ الْحِسَابِ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٨﴾

اس جیسا اور بھی ہو تو وہ اس سب کو اپنی جان کے بدلہ دے دیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے برا حساب ہے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے) یعنی اجسام و اعراض کا خالق ہے۔ غیر اللہ خالق نہیں ہیں۔ مخلوق میں اسکا شریک بننا درست بھی نہیں۔ پس عبادت میں اسکا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے کے افعال کا خالق نہیں۔ بلکہ بندے خود ان افعال کے خالق ہیں تو انکے اس قول کے مطابق مخلوق کے مشابہ مخلوق ہوگی۔ وَهُوَ الْوَاحِدُ (اور وہی یکتا ہے) ربوبیت میں یگانہ ہے۔ الْقَهَّارُ وہ مغلوب نہیں ہوتا۔ اسکے علاوہ تمام مربوب اور مقہور ہیں۔

حق و باطل کی مثال:

۱۷: اَنْزَلَ (اس نے اتارا)۔ واحد قہار اور وہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہے مِنَ السَّمَآءِ (آسمان سے) یعنی بادلوں سے مَآءً (پانی) بارش فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا (بس بہہ پڑیں وادیاں اپنی مقدار کے مطابق) اس مقدار کے مطابق جسکے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کس قدر نفع بخش ہے نقصان دینے والی نہیں۔ فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ (سیلاب نے اٹھایا) یعنی بلند کیا۔ زَبَدًا (جھاگ) مطلب یہ ہے اس پر جھاگ بلند ہوئی۔ رَّابِيًا (پانی کے اوپر بلند ہونے والا) پھولنے والا۔ سیلاب کی سطح پر بلند ہونے والا۔ وَمِمَّا

يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ (جن چیزوں کو آگ میں تپاتے ہیں)
قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوئی قراء نے یوقدون پڑھا اور ابن کثیر، ابن عامر، عاصم وغیرہ نے توقدون پڑھا۔ مِن نمبرا۔ ابتدائیہ ہے۔ مطلب یہ ہے اس سے بھی جھاگ پیدا ہوتی ہے جو پانی کی جھاگ جیسی ہوتی ہے۔ نمبر۲۔ تبعیضیہ ہے اور اسکا بعض حصہ جھاگ ہے۔ فِي النَّارِ یہ علیہ کی ضمیرہ سے حال ہے۔ تقدیر اسطرح ہے وممما یوقدون علیه ثابتاً فی النار۔ جس پر آگ جلاتے ہیں اس حال میں کہ وہ آگ میں قائم رہنے والی ہے۔ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ (زیور بنانے کیلئے) زیور بنانے کی خاطر۔ نحو: یہ مصدر ہے جو کہ توقدون کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ اَوْ مَتَاعٍ (یا سامان) لوہے، تانبے پیتل وغیرہ جن سے برتن بنتے ہیں اور وہ چیز جن سے سفر وحضر میں فائدہ اٹھایا جاتا ہے وہ بنتی ہیں۔ اسکا عطف حِلْيَةٍ پر ہے۔ زینت کی چیزیں سونے اور چاندی سے زَبَدٌ (جھاگ) مِّثْلُهٗ (اسکی مثل)
نحو: زبدٌ مبتداء موصوف مثلہ اسکی صفت، مما یوقدون اسکی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دھاتوں پر بھی پگھلاتے وقت پانی جیسی جھاگ آتی ہے۔ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان کرتے ہیں) یعنی حق و باطل کی مثال فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً (پھر جھاگ خشک ہو کر ختم ہو جاتا ہے) جُفاءً یہ حال ہے۔ اس حال میں کہ وہ بکھرنے والی ہے۔ یہ وہ جھاگ ہے جسکو جوش کے وقت ہنڈیا پھینکتی ہے۔ اور سمندر طغیانی کے وقت اوپر لاتا ہے۔ الجفت، کا معنی خشک ہونا، پھینکنا' جیسا کہتے ہیں۔ جفات الرجل ای صرعته وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ (اور پھر وہ لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے) یعنی پانی، زیور، برتن فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ (پس وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے) پانی چشموں، کنوؤں، غلہ جات، فروٹ میں برابر برقرار رہتا ہے۔ اسی طرح جواہر زمین میں طویل مدت باقی پڑے رہتے ہیں۔ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتے ہیں) اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثالیں بیان کرتے ہیں تا کہ حق باطل سے ظاہر و جدا ہو جائے۔
کہا جاتا ہے کہ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے حق اور اہل حق اور باطل اور باطل پرستوں کی بیان فرمائی ہے۔
حق کی مثال: حق اور اہل حق کی مثال اس پانی سے دی جو آسمان سے اترتا ہے۔ پھر وہ لوگوں کی وادیوں میں بہتا ہے اس سے لوگ زمین کو زندہ کرتے اور قسما قسم کے منافع حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح دھات سے تشبیہ دی۔ جس سے لوگ زیور، برتن، مختلف آلات، مشینریاں بناتے ہیں۔ یہ دھاتیں زمین میں ظاہراً مختلف صورت میں باقی رہنے والی ہیں پانی تو منافع کی صورت میں اور جواہر طویل و دراز زمانوں تک باقی رہتے ہیں باطل کو جلدی مضمحل ہونے اور جلد زائل ہونے میں جھاگ سے تشبیہ دی جس کو پھینک دیا جاتا ہے اور دھاتوں کی جھاگ سے جو پگھلاتے وقت ابھر کر بیکار ہو جاتا ہے۔
بقول جمہور: یہ مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن اور قلوب کی اور حق و باطل کی بیان فرمائی۔ الماء قرآن مجید ہے جو باغات کیلئے زندگی ہے جیسا کہ پانی ابدان کیلئے اور قلوب کو اَوْدِيَة سے اب بِقَدَرِهَا کا مطلب دل کی وسعت و تنگی کے مطابق اور الزبد دل میں آنے والے خیالات اور شیطان کے وساوس۔ حق کی مثال صاف نفع بخش پانی کی طرح ہے۔ جس طرح میل دور ہو جاتی ہے باطل اسی طرح ہے اور صاف پانی باقی رہتا ہے اسی طرح نفسانی خیالات اور وساوس شیطانی ختم ہو جاتے ہیں اور اصل حق باقی رہتا ہے۔
باقی سونے، چاندی کے زیور یہ عمدہ احوال۔ پاکیزہ اخلاق باقی لوہا، تانبا، پیتل یہ ان اعمال کی مثال ہے جو اخلاص کے ساتھ

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا

جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے کیا یہ شخص اس شخص کی طرح سے ہوسکتا ہے جو اندھا ہو نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو

الْاَلْبَابِ ۙ۝۱۹ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۙ۝۲۰ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ

عقل والے ہیں جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد کو نہیں توڑتے، اور جو اس چیز کو جوڑے رکھتے ہیں

مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ؕ۝۲۱

جس کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا، اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں، اور برے حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں،

اخلاص کیلئے بنائے گئے۔اعمال ثواب کو کھینچنے والے اور عقاب کو دور کرنے والے ہیں۔جس طرح کہ ان میں سے بعض جواہر کمائی کرنے کا ذریعہ ہیں اور بعض لڑائی میں دفاع کا آلہ ہیں۔الزبد یہ ریا کاری، نقصان، اکتاہٹ، سستی ہے۔

ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا انجام:

۱۸: لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا (اور وہ لوگ جنہوں نے مان لیا) اسکی لام یضرب سے متعلق ہے استجابوا یہ اجابوا کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کذلک یضرب اللّٰہ الامثال للمؤمنین الذین استجابوا اسی طرح اللہ تعالیٰ ان مومنین کیلئے مثالیں بیان کرتے ہیں جنہوں نے قبول کیا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى (اپنے رب کی بات انکے لئے اچھا بدلہ ہے) استجابوا کے مصدر کی صفت ہے ای استجابوا الاستجابۃ الحسنیٰ۔انہوں نے قبول کیا اچھی طرح قبول کرنا۔وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ (اور وہ لوگ جنہوں نے قبول نہیں کیا اسکو) یعنی ان کافروں کیلئے جنہوں نے نہیں مانا۔یہ دونوں گروہوں کی مثال ہے۔لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ (اگر انکے پاس دنیا بھر کی چیزیں ہوں اور اسکے ساتھ اتنی اور بھی ہوں تو وہ سب اپنی رہائی کیلئے دے ڈالیں گے) مگر انکی رہائی نہ ہوگی یہ ابتدائی کلام ہے۔جسمیں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو قبول نہ کرنیوالے ہیں یعنی اگر وہ تمام دنیا کے اموال کے مالک بنا دیے جائیں اور اتنا کچھ اور بھی انکی ملک میں آجائے۔انکو کہا جائے کہ عذاب سے بچنے کیلئے یہ تمام مال دے دو تو عذاب کو دور کرنے کیلئے وہ تمام مال بھی خرچ کر ڈالیں گے اور درست ترین بات یہ ہے کہ کلام امثال پر پورا ہوگیا۔اور بعد والا کلام جملہ مستانفہ ہے۔الحسنیٰ مبتدا ءللذین استجابوا اسکی خبر ہے۔

نحو: مطلب یہ ہے انکو اچھا بدلہ ملے گا۔اور وہ جنت ہے۔والذین لم یستجیبوا مبتداء ہے لو ان لھم الخ اسکی خبر ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ (ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا) حساب میں مناقشہ کیا جائے گا۔حدیث میں ہے من نوقش فی الحساب عُذّب [بخاری] جس سے حساب پوچھ لیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہوگیا۔وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ (اور انکا ٹھکانہ جہنم ہے) محاسبہ کے بعد انکا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے۔وَبِئْسَ الْمِهَادُ (اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے)۔مخصوص بالذم محذوف ہے۔یعنی جہنم۔

۱۹: اَفَمَنْ يَّعْلَمُ (جو شخص یہ جانتا ہے) ہمزہ انکار کیلئے ہے اور اسکو فا پر اس لئے داخل کیا گیا تا کہ مثال بیان کرنے کے بعد اس شبہ میں مبتلا ہونے سے بچایا جائے۔ کہ اس علم والے کا حال جو یہ جانتا ہے اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ (کہ تیری طرف تیرے رب کی طرف سے حق اترا ہے۔) اور اس نے اس حق کو قبول کرلیا ہے۔ وہ جاہل کے حال سے مختلف ہے جو کچھ بھی بصیرت نہیں رکھتا پھر وہ بات مانتا ہے۔ اور یہی مطلب اس آیت کا ہے۔ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ اندھا ہو) انکے مابین پانی اور جھاگ والا فرق اور میل کچیل اور خالص دھات کے مابین والا فرق ہے۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں) یعنی وہ لوگ جو اپنی عقول کے فیصلوں پر عمل کرتے اور غور و فکر کرتے ہیں۔

اولوالالباب کی صفات:

۲۰: اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ (وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو پورا کرتے ہیں)

نحو: یہ مبتداء ہے اور اولئك لهم عقبى الدار اسکی خبر ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت والذين ينقضون عهد الله۔ مبتداء اور اولٓئك لهم اللعنة خبر ہے [الرعد: ۲۵] بعض نے کہا یہ اولی الالباب کی صفت ہے مگر پہلی صورت زیادہ وقیع ہے۔ عہد اللہ سے مراد شہادت ربوبیت والا معاہدہ ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں واشهد هم علىٰ انفسهم الست بربكم قالوا بلىٰ [الاعراف: ۱۷۲] وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ (اور وہ پختہ عہد کو نہیں توڑتے) وہ پختہ عہد جو انہوں نے اپنے نفسوں سے لیا۔ اور قبول کیا یعنی ایمان باللہ اور بندوں کے درمیان کئے جانے والے معاہدے۔ اولاً خاص ذکر کیا پھر عام مواثیق کا ذکر کیا۔

۲۱: وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ (اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس چیز کو جسکے ملانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا) یعنی ارحام و قرابتیں اس میں قرابت رسول ﷺ اور قرابت مومنین جو ایمان کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے وہ شامل ہے جیسا اس آیت میں ہے۔ انما المومنون اخوة [الحجرات: ۱۰] وصل کا مطلب طاقت کے مطابق انکے ساتھ احسان کرنا اور انکی معاونت کرنا، ان سے ظلم کو دفع کرنا اور ان پر شفقت کرنا اور ان کو کھل کر سلام کہنا انکے بیمار کی تیمارداری کرنا اور انہی میں سے ایک حق دوستوں کے حق کی رعایت، خدام کا خیال، پڑوسیوں کا لحاظ، رفقائے سفر کے ساتھ سلوک بھی شامل ہے۔ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں) اسکی تمام وعیدوں سے وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ (اور وہ برے حساب سے ڈرتے ہیں) خاص طور پر وہ اپنے نفوس کا محاسبہ، محاسبہ سے پہلے کرتے رہتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

اور جنہوں نے اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لئے صبر کیا اور نمازوں کو قائم کیا اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے پوشیدہ طور پر اور ظاہری طریقے پر خرچ کیا

وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

اور حسن سلوک کے ذریعہ بدسلوکی کو دفع کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہے ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے،

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ

اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولاد میں جو لائق ہوں گے وہ بھی ان میں داخل ہوں گے، اور ان پر ہر دروازہ سے فرشتے

مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ

داخل ہوں گے جو یوں کہیں گے کہ تم نے جو صبر کیا اس کے بدلہ تم پر سلام ہو، سو اس جہاں میں اچھا انجام ہے۔ اور جو لوگ مضبوط کرنے کے بعد اللہ کے

عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي

عہد کو توڑتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کو جوڑنے کا حکم دیا اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے

الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ

ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے لعنت ہے اور آخرت میں بدحالی ہے، اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے،

وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

اور وہ لوگ دنیاوی زندگی پر اترا رہے ہیں حالانکہ دنیا والی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بس ایک ذرا سی کام آنے والی چیز ہے۔

۲۲: وَالَّذِيْنَ صَبَرُوْا (اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا) یہ ان تمام مصائب پر حاوی ہے جو نفوس اور اموال پر دکھ برداشت کرنے کی صورت میں آتے ہیں۔ ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ (اپنے رب کی رضامندی چاہنے کیلئے) نہ اس لئے کہ کہا جائے کہ یہ کتنا بڑا صابر ہے۔ اور کتنا مصائب کو اٹھانے والا اور مذلۃ الاقدام مواقع پر ثابت قدم رہنے والا ہے اور نہ ہی اس لئے کہ گھبراہٹ میں عیب نہ لگایا جائے۔ (بلکہ اس لئے تاکہ اللہ راضی ہو جائے) وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ (اور نماز کو قائم کیا) اسکی اقامت پر مداومت اختیار کی۔ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ (اور اس میں سے خرچ کیا جو ہم نے انکو رزق دیا) یعنی حلال اگرچہ حرام بھی ہمارے نزدیک رزق ہے سِرًّا وَّعَلَانِيَةً (پوشیدہ اور ظاہر) اس میں نوافل بھی شامل ہیں کیونکہ وہ پوشیدہ افضل ہیں۔ اور فرائض سرِعام افضل ہیں تاکہ اس پر یہ شبہ نہ ہو کہ یہ فرائض کا تارک ہے۔ وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (اور وہ دور کرتے ہیں نیکی سے بدی کو) جو غلط بات انکو کہی جاتی ہے اسکا جواب اچھائی سے دیتے ہیں۔ نمبر۲۔ جب انکو محروم کیا جائے تو دیتے ہیں اور جب ان پر ظلم ہو تو وہ معاف کرتے

ہیں۔ جب ان سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ اور جب گناہ کرتے ہیں تو توبہ کر لیتے ہیں اور وہ اطاعت سے بھاگ پڑیں تو واپس لوٹ آتے ہیں۔ جب کوئی برائی دیکھتے ہیں تو اسکی تبدیلی کا حکم دیتے ہیں۔ یہ وہ آٹھ اعمال ہیں جو جنت کے آٹھ دروازوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (ان لوگوں کیلئے نیک انجام ہے) دنیا کا انجام اور وہ جنت ہے کیونکہ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ دنیا کا انجام بنے اور دنیا والوں کے لوٹنے کا ٹھکانہ ہو۔

۲۳: جَنّٰتُ عَدْنٍ (ہمیشہ کے باغات) یہ عقبی الدار سے بدل ہے۔ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ (وہ اُسمیں داخل ہونگے اور وہ جو لائق ہونگے) یعنی ایمان لائیں گے مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ (انکے آباؤ اجداد اور انکی بیویوں اور انکی اولاد میں سے) قراءت: صَلُح بھی پڑھا گیا مگر فتحہ لام زیادہ فصیح ہے۔ اور من، یدخلونها کی ضمیر پر عطف ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔ کیونکہ ضمیر مفعول فاصل بن گیا ہے۔ زجاج نے اسکے مفعول معہ ہونے کو جائز قرار دیا۔ اور صلاح کی صفت کے ساتھ اسکو ذکر کیا۔ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ نسب فقط فائدہ مند نہیں اور مراد ہر ایک کے ماں، باپ ہیں۔ اگرچہ ذکر تغلیباً آباء کا ہی کیا گیا۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ (اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر داخل ہونگے) ہر دن ورات کی مقدار میں تین مرتبہ ہدایا پیش کریں گے اور رضائے الٰہی کی بشارتیں لائیں گے۔

۲۴: سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (تم پر سلام ہو) یہ موضع حال میں ہے اس لئے کہ معنی یہ ہے قائلین سلام علیکم یا مسلمین۔ اس حال میں کہ کہہ رہے ہونگے تم پر سلام ہو یا اس حال میں کہ سلام کرنے والے ہونگے۔ بِمَا صَبَرْتُمْ (تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے) یہ ثواب تمہیں اس لئے ملا کہ تم نے خواہشات سے صبر کیا نمبر۲۔ یا اللہ تعالیٰ کے حکم پر جمے رہنے کی وجہ سے یا نمبر۳۔ تم پر ہم سلام کرتے اور تمہارا اکرام تمہارے صبر کی وجہ سے کر رہے ہیں راجح ان میں سب سے بہتر پہلا قول ہے۔ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (پس اس جہان میں تمہارا یہ انجام بہت اچھا ہے) یعنی جنات کے باغات۔

وعدہ توڑنے والوں کا انجام:

۲۵: وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو مضبوط کرنے کے بعد توڑتے ہیں) اس کے بعد کہ انہوں نے اس وعدہ کو اعتراف وقبولیت سے مضبوط کیا ہے۔ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ (اور وہ قطع کرتے ہیں اس کو کہ جسکے ملانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور وہ زمین میں فساد کرتے ہیں) کفر اور ظلم کر کے اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ (ان لوگوں پر لعنت ہے) رحمت سے دوری وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (اور انکے لئے برا گھر ہے) یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں دنیا کے برے انجام کا ذکر ہو۔ کیونکہ یہ عقبی الدار کے مقابلہ میں ہے اور دار سے جہنم بھی مراد ہو سکتی ہے اور سوء سے اسکا عذاب مراد ہوگا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے کیوں نازل نہیں کی گئی، آپ فرما دیجئے بلاشبہ اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے

وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ

اور جو اس کی طرف رجوع ہو اسے اپنی طرف راہ دکھاتا ہے جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے مطمئن ہوتے ہیں، خبردار اللہ کے

اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾

ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے خوشحالی ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے،

كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا

اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں بھیجا جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ انہیں وہ چیز پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی

إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ

کی ہے، اور وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں، آپ فرما دیجئے وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اس پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف

مَتَابِ ﴿٣٠﴾

میرا رجوع ہونا ہے

٢٦: اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (اللہ تعالیٰ ہی روزی کو کھولتے ہیں جسکے لئے چاہتے اور تنگ کرتے ہیں) یعنی اور تنگ کرتے ہیں جسکے لئے چاہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ اکیلے ہی رزق کو کھولنے اور تنگ کرنے والے ہیں اور کوئی نہیں وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (اور وہ دنیا کی زندگی پر اتراتے ہیں) اس وجہ سے کہ اللہ نے انکو دنیا کی وسعت دے رکھی ہے یہاں فرح سے تکبر وغرور مراد ہے۔ فرح وسرور مراد نہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ شکریہ سے اسکا سامان نہیں کرتے۔ تاکہ آخرت میں نعمتوں سے اجر پاسکیں۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ (اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں صرف سامان ہے) ان کے سامنے یہ بات مخفی ہے کہ دنیا کی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں معمولی چیز ہیں اور ان سے نفع اندوزی مسافر کی اس چند کھجوروں جیسی ہے جو تیزی میں چلتے چلتے لے لیتا ہے یا ستو کا گھونٹ ہے۔

کفار کا اعتراض:

٢٧: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (اور کہتے ہیں کافر کیوں نہیں اتاری جاتی اس پر کوئی نشانی اسکے رب کی طرف سے) وہ نشانی جو ہم مانگتے ہیں۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ (کہہ دیں بیشک اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے)

معجزات کے ظہور کے بعد منہ مانگی نشانیوں کا مطالبہ کر کے۔ وَيَهْدِىٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ (اور وہ راہنمائی کرتا ہے اسکی طرف اسکو جو متوجہ ہوتا ہے) اور اپنے دین کی طرف اسکی راہنمائی کرتا ہے جو دل سے اسکی طرف رجوع کرے۔

۲۸: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (وہ لوگ جو ایمان لائے) ھم مبتداء محذوف اور یہ خبر یا من کا بدل ہو کر محلاً منصوب ہے وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ (ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں) تسکین حاصل کرتے ہیں۔ بِذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ کے ذکر کے ساتھ) ہمیشہ یا نمبر۲۔ قرآن کے ساتھ نمبر۳۔ اسکے وعدوں کے ساتھ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سبب دل مطمئن ہوتے ہیں) اسکی یاد کی وجہ سے مسلمانوں کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

۲۹: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے) یہ مبتداء ہے اور طوبٰی لھم اسکی خبر ہے۔ طُوْبٰى لَهُمْ (انکے لئے خوشی ہے) یہ طاب سے مصدر ہے جیسے بشرٰی مطلب یہ ہے طوبٰی لك تیرے لئے اچھائی ہے۔ اصبت خیراً و طیبا میں نے بھلائی و پاکیزگی کو پالیا۔

نحو: اسکا مقام نصب یا رفع ہے جیسے کہیں طیباً لک۔ طیب لک۔ سلاماً لک و سلام لک۔ لھم کا لام بیان کیلئے ہے۔ اسکی مثال سقیا لک۔ طوبٰی میں واؤ اصل میں یا ہے جو ماقبل ضمیر کی وجہ سے واؤ بن گئی ہے جیسا موقن اصل میں مُيْقِنٌ ہے۔ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (اچھی لوٹنے کی جگہ) ماب لوٹنے کی جگہ رفع و نصب اسکی محلیت پر دلالت کرتا ہے۔

۳۰: كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ (اسی طرح ہم نے بھیجا) اس بھیجنے کی طرح ارسلناك (ہم نے آپ کو بھیجا) اس طرح بھیجا کہ جسکو تمام ارسالات پر فوقیت حاصل ہے۔ پھر اسکی تفصیل اسطرح فرمائی۔ فِىْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ (ایسی امت میں کہ گزر چکیں اس سے پہلے امتیں) آپ کو ایسی امت میں بھیجا کہ جس امت سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکیں۔ یہ آخری امت ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (تاکہ آپ ان پر وہ پڑھیں جو ہم نے آپکی طرف وحی کی) تاکہ آپ انکے سامنے وہ عظیم الشان کتاب پڑھیں جو ہم نے آپکی طرف وحی کی۔ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ (حالانکہ وہ انکاری ہیں) انکا حال یہ ہے کہ یہ رحمان کے منکر ہیں بِالرَّحْمٰنِ (رحمان کے) بلیغ رحمت والا جسکی رحمت ہر چیز پر چھانے والی ہو۔ قُلْ هُوَ رَبِّىْ (کہہ دیں کہ وہ میرا رب ہے) اور ہر چیز کا رب ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اسکے سوا کوئی معبود نہیں) وہ اکیلا میرا رب ہے۔ اور شرکاء سے بلند و بالا ہے۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ (اسی ہی پر میں نے بھروسہ کیا) تمہارے خلاف اپنی مدد میں وَاِلَيْهِ مَتَابِ (اور اسی ہی کی طرف لوٹنا ہے) میرا لوٹنا۔ تمہاری طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر مجھے ثواب دے گا۔

قراءت: یعقوب۔ وقف و وصل کی دونوں حالتوں میں متابی، عقابی، مآبی پڑھتے ہیں۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۗ بَلْ لِّلّٰهِ

اور اگر قرآن ایسا ہوتا جس کی وجہ سے پہاڑ چلا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ زمین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ مردوں سے بات کرا دی جاتی تب بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں، بلکہ

الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۗ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۗ وَلَا

تمام امور اللہ ہی کے لئے ہیں، کیا اہل ایمان ناامید نہیں ہوئے حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا، اور جن لوگوں نے

يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ

کفر کیا ان کے اعمال بد کی وجہ سے انہیں برابر کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے قریب مصیبت نازل ہو جائے گی یہاں تک کہ اللہ کا

وَعْدُ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾

وعدہ آ جائے بلاشبہ اللہ وعدہ خلاف نہیں فرماتا

ع

قرآن سے ناممکن کام کر دیئے جائیں تب بھی نہ مانیں گے:

۳۱: وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ (اگر قرآن کے ذریعہ سے پہاڑوں کو چلا دیا جائے) جگہ سے ہٹا کر پھیلا دیا جائے۔ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ (یا زمین بھی طے کی جاسکتی ہو) یہاں تک کہ زمین پھٹ جائے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زائل ہو جائے۔ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى (یا اس سے مردوں سے بات کی جائے) وہ سنتے اور جواب دیتے تو یہ قرآن ہوتا کیونکہ یہ تذکیر میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے تخویف و انذار میں آخری درجہ کو پہنچا ہے۔ لَوْ۔ کا جواب محذوف ہے۔ یا نمبر۲۔ ولو ان قرآناً وقع به تسییر الجبال وتقطیع الارض و تکلیم الموتٰی و تنبیهم لما اٰمنوا به ولما تنبهوا علیه۔ اگر قرآن سے پہاڑوں کا چلانا، زمین کا طے کرنا، مُردوں کا بات کرنا اور انکا خبردار کرنا واقع ہو جائے تب بھی ایمان نہ لائیں گے اور نہ متنبہ ہونگے جیسا کہ فرمایا ولو اننا نزلنا الیهم الملائکة [الانعام:۱۱۱] بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا (بلکہ تمام اختیار اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے) بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے اور اسکو ان نشانات کے پیدا کرنے کی قدرت ہے جو تم اپنے منہ مانگ رہے ہو۔

اہل ایمان کو تسلی:

اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا (کیا ناامید نہیں ہوتے ایمان والے) (ان کفار کے ایمان لانے سے)۔ افلم یایئس یہ افلم یعلم کے معنی میں ہے اور یہ نخع قبیلہ کی لغت میں ہے ایک قول یہ ہے کہ یایئس علم کے معنی میں اس لئے استعمال ہوتا ہے کیونکہ اس میں علم کا معنی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یائس عن الشی کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ چیز نہ ہوگی جیسا کہ نسیان ترک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ اس میں ترک کا معنی پایا جاتا ہے۔ اور اسکی دلیل قراءت علی رضی اللہ عنہ افلم یتبیّن ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کاتب نے یہ لکھ دیا جبکہ وہ اونگھ رہے تھے پورا اونگھنا۔ مگر اسکے افتراء و بہتان ہونے میں شک نہیں اَنْ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ

اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں ان کے ساتھ مذاق بنایا گیا پھر میں نے ان لوگوں کو مہلت دی جنہوں نے کفر کیا، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا سو میرا عذاب دینا

عِقَابِ ﴿۳۲﴾ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ ۚ

کیسا تھا؟ سو جو ذات ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو کیا اس کے برابر ہو سکتا ہے جس کی یہ صفت نہ ہو، اور لوگوں نے اللہ کے لئے شریک تجویز کر لئے آپ فرما دیجئے کہ تم ان کے نام لو

أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَم بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۗ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا

کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ زمین میں نہیں جانتا یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے، بلکہ کافروں کے لئے ان کا مکر مزین

مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَّهُمْ عَذَابٌ

کر دیا گیا اور وہ لوگ راستے سے روک دیئے گئے، اور اللہ جسے گمراہ کرے سو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، ان کے لئے دنیا کی زندگی میں

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ ۖ وَمَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ﴿۳۴﴾

عذاب ہے اور البتہ آخرت کا عذاب بہت زیادہ سخت ہے، اور انہیں کوئی اللہ سے بچانے والا نہیں،

لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۗ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمام لوگوں کو ہدایت دیتے۔ اور ان کافروں کو تو ہمیشہ یہ حالت پیش آتی ہے۔ کہ انکے کردار کی وجہ سے کوئی نہ کوئی حادثہ پڑا رہتا ہے) انکے کفر کی وجہ سے اور بداعمالیوں کی وجہ سے قَارِعَةٌ (آفت) ایسی مصیبت جو انکو کھٹکھٹاتی ہے اس چیز کے ذریعہ جس سے ہر وقت ان پر مختلف قسم کے مصائب اور دکھ اترتے ہیں اور انکی اولاد و اموال ان مصائب کا شکار بنتے ہیں۔ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ (یا وہ عذاب انکی بستی کے قریب اترتا رہتا ہے) یا وہ مصیبت انکے قریب اترتی ہے جس سے وہ گھبراہٹ میں مبتلا ہوتے ہیں اور اسکے شرارے اڑ کر ان پر گرتے ہیں۔ اور اسکا شر ان تک آ پہنچتا ہے۔ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا قیامت والا وعدہ آ جائے) انکی موت آئے یا قیامت برپا ہو نمبر ۳۔ کفار مکہ کو اس تکذیب اور سلوک کی بناء پر جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا۔ کھٹکھٹا دینے والی مصیبت ان پر اترتی رہے گی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا لشکر مکہ کے اردگرد حملہ آور ہو کر بعض کفار کو اچکتا رہتا ہے۔ یا آپ اے محمد ﷺ اپنا لشکر لیکر انکے گھروں کے قریب ڈیرہ زن ہونگے۔ جیسا حدیبیہ میں ہوا۔ حتّٰی یاتی وعد اللّٰہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا قیامت والا وعدہ آئے۔ وعد اللہ سے مراد فتح مکہ ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ (بیشک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) یعنی اسکے وعدہ میں خلاف ورزی ناممکن ہے۔

تسلی رسول ﷺ :

۳۲: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (تحقیق آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ استہزاء کیا گیا پھر میں نے کافروں کو ڈھیل دی) الاملاء۔ مہلت دینا ایک مدت کیلئے امن وامان میں چھوڑ دینا۔ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (پھر میں نے انکو پکڑا پس میری سزا کیسی رہی) یہ کفار مکہ کو وعید ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے بطور استہزاء آئے روز جونشانات مانگتے تھے اسکا جواب اور آپ ﷺ کو تسلی دی۔

اللہ کی مثال کوئی نہیں :

۳۳: اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ (کیا پس وہ ذات جو ہر شخص کے تمام اعمال کا نگران ہے) انکے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے کے خلاف حجت پیش کی گئی ہے۔ کیا پس وہ اللہ تعالیٰ کی ذات جو نگران ہے عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ (ہر ہر نفس پر) خواہ وہ صالح ہو یا بدکار بِمَا كَسَبَتْ (جو کچھ کہ وہ کررہا ہے) وہ اسکے شر اور خیر کو جانتا ہے اور ہر ایک کا بدلہ دیتا ہے کیا وہ اسکی طرح ہوسکتا ہے جو اس طرح کا نہ ہو۔ پھر جملہ مستانفہ لائے اور فرمایا۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ (اور بنا رکھے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک) یعنی اصنام قُلْ سَمُّوْهُمْ (آپ ان سے کہیں انکے اوصاف تو بتلاؤ) تم اسکے سامنے انکے نام لو کہ وہ کون ہیں اور ان ناموں کی تفصیل اسکے سامنے ذکر کرو۔ پھر فرمایا۔ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ (یا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات بتلا رہے ہو جس سے وہ ساری زمین میں واقف نہیں) ام منقطعہ بمعنی بل ہے۔ بلکہ تم اسکو بتلا رہے ہو اسکے شرکاء جن کو وہ زمین میں نہیں جانتا حالانکہ وہ تو آسمان وزمین کے ہر ذرہ سے واقف ہے۔ جب اللہ تعالیٰ انکو نہیں جانتا تو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ کوئی چیز نہیں یعنی انکی کچھ اصلیت نہیں مقصد اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے ہی نہیں۔ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ (یا تم انکو اللہ تعالیٰ کا شریک ظاہری وسرسری طور پر کہتے ہو) بلکہ کیا تم نے انکا نام سرسری طور پر رکھا ہوا ہے۔ بغیر اس بات کے کہ اسکے پیچھے کوئی حقیقت ہو۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ذٰلک قولهم بافواههم [التوبہ:۳۰] ماتعبدون من دونه الا اسمآء سمیتموها (یوسف ۴۰) بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ (بلکہ کافروں کیلئے انکی تدبیر کو مزین کردیا گیا) مکر سے انکا اسلام کیلئے فریب کاری کرنا مراد ہے جو شرک کی وجہ سے کرتے رہتے تھے۔ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ (اور انکو صحیح راہ سے روک دیا گیا) اللہ تعالیٰ کی راہ سے قراءت صُدُّ وا کو صاد کے ضمہ سے کوفی نے پڑھا اور دیگر قراء نے فتحہ کے ساتھ اور اسکا معنی پھر یہ ہوگا۔ صدوا المسلمین عن سبیل اللہ انہوں نے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اسکو کوئی راہ پر ڈالنے والا نہیں) کوئی نہیں جسکو انکی ہدایت پر قدرت ہو۔

۳۴: لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنیوی زندگی میں ان پر عذاب مسلط ہے) جو قتل، قید، مختلف مشقتوں کی صورت میں ہوگا۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ (اور آخرت کا عذاب تو بہت سخت ہے) اس لئے سخت ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ (اور انکو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں) جو اسکے عذاب سے انکی حفاظت کرے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ

متقیوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان کے پھل اور ان کا سایہ دائمی ہوگا

تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ

یہ انجام ہے لوگوں کا جنہوں نے تقوی اختیار کیا، اور کافروں کا انجام دوزخ ہے، اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب

الْكِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ

دی وہ اس کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا، اور گروہوں میں بعض ایسے ہیں جو اس کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے مجھے تو

اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَاِلَیْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ

بس یہ حکم ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں اس کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے، اور اسی طرح

اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا کہ عربی زبان میں خاص حکم ہے، اور اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ گیا اگر آپ نے ان کی خواہش کا اتباع کیا

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع ۵ ۱۱

تو کوئی ایسا نہیں جو اللہ کے مقابلہ میں آپ کی مدد کرنے والا اور بچانے والا ہو

جنت کا حال:

۳۵: مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (اس جنت کی حالت جسکا متقین سے وعدہ کیا گیا) اسکی وہ حالت تو مثال میں عجیب و غریب ہے۔ نحو: مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور خبر محذوف ہے۔ ای مثل الجنة مبتداء، فیما یتلی علیکم خبر محذوف ہے۔ یا نمبر ۲۔ خبر موجود تجری من تحتها الانهار ہے۔ جیسا کہتے ہیں صفت زید اسمر تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (وہ ایسی جنت ہے جسکے (درختوں کے) نیچے نہریں جاری ہیں) اُكُلُهَا دَآئِمٌ (اسکے پھل ہمیشہ ہمیشہ ہوں گے) اسکے پھل ہمیشہ پائے جانے والے ہیں منقطع نہ ہونگے۔ وَّظِلُّهَا (اور اسکے سائے) ہمیشہ کے ہیں ختم نہیں ہوں گے۔ جیسا سورج کی وجہ سے معدوم ہو جاتے ہیں۔ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (وہ انجام ان لوگوں کا ہے جو متقی ہیں) یعنی ان صفات والی جنت انکے تقویٰ کا نتیجہ ہے یعنی اسکا انجام ہے۔ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ (اور کافروں کا انجام آگ ہے)

۳۶: وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ (اور وہ لوگ جنکو ہم نے کتاب دی) اس سے مراد عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھی ہیں جنکو اہل کتاب میں اسلام نصیب ہوا۔ اور اس طرح وہ حبشہ کے لوگ جو نصاریٰ میں سے اسلام لائے۔ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ

وَمِنَ الْاَحْزَابِ (وہ اس قرآن سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر اتارا گیا اور ان گروہوں میں سے) اور انکے گروہوں میں سے اور اس سے مراد وہ کفار ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف عداوت میں جتھہ بندی کی جیسے کعب بن اشرف یہودی اور اسکی پارٹی اور اسید، عاقب اور انکے ساتھ والے لوگ جو عیسائی تھے۔ مَنْ یُّنْکِرُ بَعْضَہٗ (وہ لوگ ہیں جو قرآن کے کچھ حصہ کا انکار کرتے ہیں) کیونکہ یہ لوگ قصص و واقعات اور بعض احکام دین اور معانی و مفاہیم کا انکار نہ کرتے تھے جو کہ انکی کتابوں میں بھی پائے جاتے تھے۔ بلکہ فقط نبوت محمد ﷺ اور اپنی کتاب میں تحریف کردہ باتوں میں قرآن کی مخالفت کرتے تھے (توحید باری تعالیٰ، بعض صفات باری تعالیٰ کا انکار کرتے)۔

نبوتِ محمدی کا انکار اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَآ اُشْرِکَ بِہٖ (مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں) پس تمہارا نبوت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے انکار یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و توحید کا انکار ہے۔ پس دیکھ لو تم کس بات کا انکار کر رہے ہو۔ حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لازم ہونے کے دعوے دار ہو۔ اور اسکے بھی دعوے دار ہو کہ اسکا کوئی شریک نہیں۔ اِلَیْہِ اَدْعُوْا (میں اسی ہی کی طرف دعوت دیتا ہوں) خاص طور پر، میں اسکے علاوہ اور کسی کی طرف دعوت نہیں دیتا۔ وَاِلَیْہِ مَاٰبِ (اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے) والیہ کا لفظ لا کر بتلا دیا کہ اسی ہی کی طرف دعوت دیتا ہوں نہ کہ غیر کی طرف مَاٰب لوٹنے کی جگہ۔ اے یہود و نصاریٰ تم بھی اسی طرح کہتے ہو۔ پھر میری نبوت کا انکار چہ معنیٰ دارد۔

۳۷: وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰہُ (اور اسی طرح ہم نے اس کو اتارا) جس طرح ہم نے گزشتہ کتابیں اتاریں جن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا۔ اور اسکی وحدانیت کا سبق پڑھایا گیا اور اسکی طرف بلانے کا امر ہوا۔ اور اسکے دین کی طرف اور دار الجزاء سے ڈرنے کا کہا گیا۔ حُکْمًا عَرَبِیًّا (عربی زبان میں فیصلہ والا) یہ حکمت ہے جسکی ترجمانی عربی زبان سے کی گئی۔

نحو: یہ منصوب ہیں حال کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کو ان امور کی طرف دعوت دیتے جو دین اسلام اور انکے ایک جیسے تھے تو اس سلسلہ میں آپکو ہدایت فرمائی۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَھُمْ بَعْدَ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ (اگر آپ نے انکی خواہشات کی اتباع کی اسکے بعد کہ آپ کے پاس (وحی سے) علم آچکا) قطعی دلائل کے ذریعہ علم کے ثبوت اور روشن براھین کے بعد۔ مَالَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍ (آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی دوست نہ ہوگا) یعنی کوئی مددگار آپکی مدد نہ کر سکے گا اور کوئی بچانے والا بچا نہ سکے گا۔ یہ طرز عمل درحقیقت سامعین و مخاطبین کو دین پر ثابت قدم رکھنے کیلئے ہے تاکہ کسی شبہ میں پڑ کر کوئی آدمی پھسل نہ جائے۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تو مضبوطی سے اپنے موقف پر جمنے والی تھی۔ ان میں ڈگمگانے کا سوال ہی نہ تھا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ

اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں دیں اور ذریت بھی، اور کسی

لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ

رسول کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ کوئی آیت لے آئے الا یہ کہ اللہ کا حکم ہو، ہر زمانہ کے لئے لکھے ہوئے احکام ہیں، اللہ مٹاتا ہے جو چاہتا ہے

وَيُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ

اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے، اور اس کے پاس اصل کتاب ہے، اور اگر ہم آپ کو بعض وہ وعدے دکھا دیں جو وعدے ہم ان سے کر رہے ہیں

اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي

یا ہم آپ کو اٹھالیں تو بس آپ کے ذمہ پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے، کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے

الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ

اطراف سے کم کرتے چلے آ رہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں، اور وہ جلد حساب لینے

الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ

والا ہے، اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے مکر کیا سو اللہ ہی کے لئے ہے اصل تدبیر جو بھی کوئی شخص عمل کرتا ہے

كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ

وہ اسے جانتا ہے، اور کافر عنقریب جان لیں گے کہ بعد میں آنے والے گھر کا اچھا انجام کس کے لئے ہے، اور جنہوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ تم

مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۶ ۱۲

پیغمبر نہیں ہو، آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہونے کے لئے اللہ کافی ہے اور وہ لوگ کافی ہیں جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی اولاد و ازواج تھیں:

۳۸: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً (تحقیق ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے اور ان کے لئے بیویاں اور اولاد بنائی) کفار مکہ آپ کو عیب لگاتے کہ اسکی بیوی ہے اولاد ہے یہ کیسا پیغمبر ہے۔ من مانی آیات کا مطالبہ کرتے۔ اور نسخ کا انکار کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتار کر جواب دیا۔ کہ رسالت کا سلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ انکی بیویاں اور اولاد تھی۔ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (کسی پیغمبر کو یہ مناسب نہیں کہ وہ کوئی نشانی بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے

پیش کرے) اسکی حدود وسعت میں نہیں کہ قوم کی منہ مانگی نشانیاں لے آئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ واختیار میں ہے۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ (ہر کتاب کیلئے ایک وقت مقررہ ہے) ہر کتاب کا ایک حکم ہے جو بندوں پر ایک وقت پر فرض کیا جاتا ہے جو اس وقت حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔

۳۹: يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے) جس چیز کا منسوخ کرنا منظور ہوتا ہے اسکو منسوخ کرتا ہے۔ وَيُثْبِتُ (اور قائم رکھتا ہے) اسکے بدلے میں جو چاہتا ہے۔ نمبر۲۔ غیر منسوخ چھوڑ دیتا ہے اور نافذ العمل رہتا ہے۔ نمبر۳۔ حفاظتی فرشتوں کے دفتروں سے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور دوسرے کو قائم رکھتا ہے۔ نمبر۳۔ تائبین کے کفر کو مٹاتا اور انکے ایمان کو اس جگہ لکھ دیتا قائم کر دیتا ہے۔ نمبر۴۔ وفات دیتا ہے جسکا وقت مقرر آجاتا ہے اور قائم و زندہ چھوڑتا ہے جسکا وقت باقی ہوتا ہے۔ قراءت وَيُثْبِتُ مدنی، شامی، حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ (اور اصل کتاب اسی ہی کے پاس ہے) یعنی ہر کتاب کی اصل اسی ہی کے پاس ہے اور وہ لوح محفوظ ہے کیونکہ کائنات میں ہر وقوع پذیر ہونے والی چیز اس میں درج ہے۔

۴۰: وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ (اگر آپ کو وفات سے پہلے) اس بات کا کچھ حصہ دکھا دیں جسکا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں یا آپکو وفات دے دیں (اور آپکی زندگی میں انکو شکست نہ ہو) جس طرح حالات کا تقاضا ہو۔ ہم انکا پچھڑنا دکھا دیں اور ان سے جو عذاب اتارنے کا وعدہ کیا ہے وہ عذاب ان پر اتار دیں۔ یا اس سے قبل آپکو وفات دے دیں۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ (پس بیشک آپکے ذمہ پہنچا دینا ہے) پس آپکے ذمہ اتنا ضروری ہے کہ پیغام رسالت پہنچا دیں۔ یہ کافی ہے۔ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے) ہمارے ذمہ ان سے حساب لینا اور بدلہ دینا ہے۔ جوانکے اعمال کے مناسب ہوگا۔ آپکے ذمہ نہیں۔ آپ انکے اعراض کو کچھ اہمیت نہ دیں اور نہ انکے لئے جلد عذاب مانگیں۔

۴۱: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ (کیا انہوں نے (مکہ کے کافروں نے) نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو ہر چہار جہت سے کم کرتے چلے آرہے ہیں) مراد ارض کفر ہے۔ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (اسکو ہم اطراف سے کم کرتے جارہے ہیں) انکا علاقہ مسلمان فتح پر فتح کرتے جارہے ہیں۔ دار الحرب کو گھٹا رہے ہیں۔ اور دار الاسلام کو پھیلا رہے ہیں یہ غلبہ اور نصرت کی علامت ہے۔ مطلب یہ ہے آپ کے ذمہ اس چیز کا پہنچانا ہے جو ذمہ داری آپ پر ڈال دی گئی ہے۔ اسکے نتیجہ کا آپ اہتمام نہ فرمائیں ہم جانیں ہمارا کام۔ ہم نے جو نصرت و کامیابی کا وعدہ کیا وہ پورا کر کے رہیں گے۔

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ (اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمانے والے ہیں اسکے فیصلوں کو کوئی موڑ نہیں سکتا) اسکے فیصلوں کو کوئی واپس نہیں کر سکتا۔ المعقب جو کسی چیز پر بار بار حملہ آور ہو کر اسکو باطل و ہلاک کر دے۔ اور اسکی حقیقت وہ شخص جو کسی چیز کو لوٹانے اور اسکو باطل کرنے کیلئے اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ اسی لئے حق والے کو معقب کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے مقروض کا پیچھا پورے تقاضے اور طلب سے کرتا ہے اب مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے غلبہ کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ اور اسکو اقبال مند کر ڈالنے ہو چکا ہے۔ اور کفر پر زوال مقرر ہو چکا اور اس کا پیچھے ہٹنا قطعی ہے۔

نحو: لا معقب لحكمه حال کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ واللّٰه يحكم نافذاً حكمه اللہ فیصلہ

کرنے والے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے حکم کو نافذ کریں گے جیسا تم کہو۔ جاء نی زید لا عمامة علی راسه ولا قلنسوة له۔ مقصد صرف اسکا ننگے سر اور ننگے پاؤں بیان کرنا ہے۔ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (اور وہ جلد حساب لینے والے ہیں) دنیا کے عذاب کے بعد آخرت میں ان سے معمولی مدت میں حساب لے لیں گے۔

۴۲: وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (تحقیق ان لوگوں نے تدابیر کیں جو ان سے پہلے ہوئے) گزشتہ امتوں کے کفار نے اپنے انبیاء کے ساتھ المکر ارادۃ المکروہ فی خفیۃ۔ خفیہ بری تدبیر کرنا۔ پھر انکے مکر کو پوری خفیہ، تدبیر قرار دیا۔ اپنی تدبیر کے تقابل میں ذکر فرما کر۔ فرمایا فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا (تمام تدابیر تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں)۔ پھر اسکی اس طرح وضاحت فرمائی يَعْلَمُ مَاتَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ، وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ (وہ جانتا ہے جو ہر نفس کرتا ہے اور عنقریب کفار جان لیں گے کہ آخرت کا انجام کس کا ہے) یعنی اچھا انجام کس کا ہے۔ کیونکہ جو ذات ہر نفس کی ہر بات کو جانتی ہے اور اسکا بدلہ تیار کر رکھا ہے۔ یہی تمام اسکی تدبیر ہے۔ کیونکہ اسکی تدبیر ایسی طرف سے آتی ہے جہاں سے ان کو علم بھی نہیں ہوتا۔ اس حال میں کہ وہ اپنے انجام سے بے خبر ہوتے ہیں۔ قراءت الکافر سے مراد کافر ہیں۔ جبکہ الف لام جنس کا ہو۔ حجازی اور ابو عمرو نے اسی طرح پڑھا ہے۔

آپ کی رسالت کا اللہ گواہ کافی ہے:

۴۳: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا (کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں) اس سے مراد خاص کافر کعب بن اشرف اور رؤساء یہود مراد ہیں۔ وہ کہتے تھے لست مرسلا۔ اسی لئے عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ سورت مکیہ ہے سوائے اس آیت کے۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ (کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی گواہی میرے اور تمہارے درمیان کافی ہے) اس وجہ سے کہ میری رسالت پر دلائل واضح کر دیئے گئے با فاعل پر داخل ہوئی ہے۔ اور شہیدا یہ تمیز ہے۔ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (اور وہ جنکے پاس کتاب کا علم ہے) نمبر۱۔ ہٗ کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات اور الکتاب سے لوح محفوظ اسکی دلیل وہ قراءت ہے جو بعض قراء نے ومن عندہٖ علم الکتاب پڑھا ہے۔ یعنی اور اسی ہی کی طرف سے کتاب کا علم ہے۔ کیونکہ جن کو اس سے علم دیا انکا علم اللہ تعالیٰ کے فضل و مہربانی سے ہے۔ نمبر۲۔ مَن سے مراد علمائے اہل کتاب جو اسلام لائے کیونکہ وہ قرآن و رسول ﷺ کی صفت اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں یہ آیت میرے بارے میں اتری۔ نمبر۳۔ مَن سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

نحو: مَنْ نمبر۱۔ یہ موضع جر میں ہے اسکا لفظ اللہ پر عطف ہے۔ نمبر۲۔ موضع رفع میں ہے جار و مجرور کے محل پر اسکا عطف ہے کیونکہ تقدیر عبارت یہ ہے کفی اللّٰہ و علم الکتاب۔ ظرف میں مقدر کی وجہ سے رفع دیا جاتا ہے۔ پس وہ فاعل ہوگا کیونکہ ظرف مَن کا صلہ ہے۔ اور من یہاں الذی کے معنی میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ من ثبت عندہٗ علم الکتاب اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ظرف صلہ بن جائے تو فعل جیسا عمل کرتا ہے۔ جیسے مررت بالذی فی الدار اخوہ پس یہاں اخوہ فاعل ہے۔ جیسا کہ تم کہو الذی استقر فی الدار اخوہ اگر قراءت کسرہ میم والی لی جائے تو پھر یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

الحمدللہ سورۃ الرعد کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَۃُ اِبْرٰھِیْمَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّسَبْعُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی جو باون آیات اور سات رکوع پر مشتمل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الۗرٰ ۣ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڏ بِاِذْنِ

الرٰ ○ یہ کتاب ہے جو ہم نے آپکی طرف نازل کی تا کہ آپ لوگوں کو انکے پروردگار کے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالیں

رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ ١ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

زبردست اور خوبیوں والے وہ اللہ ہے جس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے،

وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ ٢ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَي الْاٰخِرَةِ

اور کافروں کے لئے ہلاکت یعنی سخت عذاب ہے جو دنیاوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں پسند کرتے ہیں

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ٣

اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اسمیں کجی تلاش کرتے ہیں، یہ لوگ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں

۱: الۗرٰ ۣ كِتٰبٌ (یہ کتاب ہے)۔

نحو: یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے اور مبتدا ''ھذا'' ہے اور کتاب سے مراد سورت ہے اور اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ (جس کو ہم نے اتارا) یہ جملہ موضع رفع میں ہے اور کِتٰبٌ نکرہ کی صفت ہے۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ (تا کہ تم لوگوں کو نکالو) ان کو دعوت دیکر مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (اندھیروں سے روشنی کی طرف) گمراہی سے ہدایت کی طرف۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ (ان کے رب کے حکم سے) یعنی اس کے آسانی اور سہولت کر دینے کے سبب۔ یہ ایسے اذن کیلئے بطور استعارہ استعمال ہوا جس کا مقصد حجاب کا آسان کر دینا ہے اور یہی توفیق دینا ہے۔ اِلٰى صِرَاطِ (راستہ کی طرف) عامل کو دوبارہ لایا گیا ہے یہ نور سے بدل ہے الْعَزِيْزِ (زبردست) انتقام کی قدرت رکھتا ہے۔ الْحَمِيْدِ (مستحق ستائش) انعام پر قابل تعریف۔

۲: اللّٰهِ قراءت: مدنی، شامی، علی نے رفع سے پڑھا۔ تقدیر یہ ہے ھو اللہ۔ دیگر قراء نے جر سے پڑھا ہے اس طرح کہ العزیز الحمید سے عطف بیان ہے۔ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (وہ ذات جس کیلئے ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے) مخلوق و مملوک ہونے کی وجہ سے۔ جب ظلمات کفر سے نور ایمان کی طرف نکلنے والوں کا ذکر کیا۔ تو کافروں کو ویل و ہلاکت

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ

اور ہم نے جتنے بھی پیغمبر بھیجے وہ اپنی ہی قوم کی زبان بولنے والے تھے تا کہ وہ اپنی قوم کے لیے بیان کریں، پھر اللہ جسے چاہے گمراہ کرے

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④

اور جسے چاہے ہدایت دے، اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

سے ڈرایا۔ یہ ویل لفظ الوال کی نقیض ہے۔ اور وہ نجات کو کہا جاتا ہے۔ اور یہ معنوی اعتبار سے اسم ہے جیسے الھلاک وَوَیْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ (اور ہلاکت ہے سخت عذاب سے کافروں کیلئے) نحو : یہ مبتدا اور خبر اور صفت ہے۔

۳: اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ (وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں) ترجیح دیتے اور چناؤ کرتے ہیں الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ (دنیا کی زندگی کو آخرت پر) وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے دین سے وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا (اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کجی ڈھونڈتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے راستہ کیلئے ٹیڑھ اور کجی تلاش کرتے ہیں۔ و یبغونھا کی اصل یبغون لھا ہے۔ جار کو حذف کر دیا اور ضمیر کو فعل کے ساتھ ملا دیا۔ نحو: یہ مبتدا ہے الذین سے اور خبر اولئك فی ضلال بعید ہے۔ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ (وہ لوگ دور کی گمراہی میں ہیں) حق سے۔ آیت میں ضلال کی صفت بعید کے ساتھ بطور اسناد مجازی کے لائے ہیں۔ اصل تو بُعد گمراہ ہونے والے کی صفت ہے۔ کیونکہ وہ حق کے راستہ سے دور ہٹتا ہے پس فعل کی صفت اس سے کر دی جیسا کہ کہتے ہیں۔ جدّ جدّہ نمبر۲۔ کافرین کی صفت بن کر مجرور ہے۔ نمبر۳۔ منصوب علی الذم ہے۔ نمبر۴۔ اعنی کی وجہ سے منصوب ہے ای اعنی الذین نمبر۵۔ ھم کی وجہ سے مرفوع ہے۔ ای ھم الذین ۔

ہر رسول اپنی قومی زبان میں اللہ کا پیغام لایا:

۴: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (ہم نے ہر پیغمبر کو اسکی قوم کی زبان میں پیغمبر بنایا) وہ انہی کی لغت میں گفتگو کرنے والا ہوتا ہے۔ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (تا کہ وہ ان کے سامنے کھول کر بیان کرے) اس کو جس کو دیکر بھیجا گیا ہو اور جنکے لئے بھیجا گیا ہو، تا کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی حجت نہ رہے اور نہ پیغمبر کو کہہ سکیں کہ جس وحی سے ہمیں مخاطب کیا گیا وہ تو ہمیں سمجھ نہیں آتی۔

سوال : ہمارے رسول ﷺ تو تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا [الاعراف:۱۵۸] بلکہ جن وانس کی طرف حالانکہ ان کی زبانیں تو مختلف ہیں۔ پس اگر عرب کیلئے حجت ہیں تو غیر کے لئے حجت کس طرح؟

جواب : قرآن تمام زبانوں میں نازل ہوگا یا ایک زبان میں۔ تمام زبانوں میں نازل ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ کی اپنی قوم کی زبان میں اترنا چاہئے کیونکہ وہ آپ کے پہلے مخاطب ہیں۔ اور ایک زبان میں اترنا تبدیلی وتحریف سے بھی محفوظ کرنے کیلئے زیادہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۙ۬ وَذَکِّرْهُمْ

اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دیکر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ اور انہیں ایام الہیہ

بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ

یاد دلاؤ بے شک اسمیں ہر ایسے شخص کے لیے نشانیاں ہیں جو خوب صبر کرنے والا ہے خوب شکر کرنے والا ہے اور جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا

اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ

کہ تم پر جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں آلِ فرعون سے نجات دی وہ تمہیں بری طرح تکلیف پہنچاتے

الْعَذَابِ وَیُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ

تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے لیے

رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ۝۶ ع

بڑا امتحان تھا۔

مناسب ہے۔ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ (پس اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) جو اسباب ضلالت کو ترجیح دے۔ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے) جو ہدایت کے اسباب کو ترجیح دیتا ہے وَهُوَ الْعَزِیْزُ (وہی زبردست ہے) اسکی مشیت پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ الْحَكِیْمُ (حکمت والا ہے) وہ رسوا نہیں کرتا مگر ذلیل لوگوں کو ہی۔

موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ:

۵: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ (اور تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات کے ساتھ بھیجا) آیت سے وہ نو نشانیاں مراد ہیں۔ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ (تم اپنی قوم کو نکالو) اَنْ اَخْرِجْ میں اَنْ دراصل بِاَنْ ہے یعنی تم نکالو کیونکہ ارسال میں قول کا معنی موجود ہے گویا اس طرح فرمایا ارسلناہ وقلنا له اخرج قومك (ہم نے ان کو بھیجا اور ان کو کہا کہ اپنی قوم کو نکالو) مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ (اندھیروں سے روشنی کی طرف اور ان کو ایام اللہ کے ذریعہ نصیحت کرو) ان کو پہلی اقوام کے واقعات سے ڈراؤ جیسے قوم نوح، عاد، ثمود وغیرہ اور اسی سے ایام العرب کا لفظ لڑائی کے دنوں کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔ نمبر۲۔ انعامات کے دن جیسے بادلوں کا سایہ، من وسلویٰ کا نزول۔ فلق البحر وغیرہ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بیشک اس میں البتہ ہر صبر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں) جو مصیبتوں پر صبر کرنیوالے ہیں۔ شَكُوْرٍ (شکر ادا کرنے والے ہیں) انعامات پر۔ گویا اس طرح فرمایا الکل مؤمن کیونکہ ایمان کے دو حصے ہیں۔ نمبر۱۔ نصف صبر ہے۔ نمبر۲۔ نصف شکر ہے۔

۶: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (اور

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ⑦

اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے تم کو مطلع فرما دیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ دونگا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بلاشبہ میرا عذاب سخت ہے۔

وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيْدٌ ⑧

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم اور وہ سب لوگ جو زمین میں ہیں اللہ کی ناشکری کرو تو بلاشبہ اللہ بے نیاز ہے ستودہ صفات ہے۔

جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو تم اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیے جب اس نے تم کو آلِ فرعون سے نجات دی۔ وہ تمہیں سخت عذاب دیتا تھا) اذ ظرف ہے نعمت کیلئے جو کہ بمعنی انعام ہے۔ یعنی اس کا انعام تم پر اس وقت میں ہوا۔ نمبر۲۔ نعمۃ اللہ سے بدل الاشتمال ہے ای اذکروا وقت انجائکم (اپنے نجات دیئے جانے کے وقت کو یاد کرو) وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ (اور وہ ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو)

نکتہ: البقرۃ الآیۃ :۴۹ میں یذبحون اور اعراف الآیۃ :۱۴۱ میں یقتلون بغیر واؤ لائے جبکہ یہاں واؤ کے ساتھ ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ ذبح ابناء کو جب عذاب کی تفسیر اور بیان بنایا تو واؤ کو ذکر نہیں کیا۔ اور جہاں واؤ کو ذکر کیا تو وہاں جنسِ عذاب میں ایک اضافہ ذبح ابناء کا کیا گویا یہ عذاب کی الگ قسم ہے۔ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ (وہ زندہ چھوڑتے تمہاری عورتوں کو اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی) اس میں عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ اور البلاء سے مشقت مراد ہے۔ نمبر۲۔ نجات کی طرف اشارہ ہو تو بلاء سے نعمت مراد ہے۔ جیسا اس آیت میں و نبلوکم بالشر و الخیر فتنۃ۔ [الانبیاء: ۳۵]

۷: وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ (جب تمہارے رب نے اطلاع دے دی) اعلان کر دیا تاذن اور اذن توعّد و اوعد کی طرح ہے۔ تفعل میں جو معنی میں اضافہ ہے وہ افعل میں نہیں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا و اذاذن ربکم ایذانا بلیغا تنتفی عندہ الشکوک و الشبہ جب تمہارے رب نے کامل اعلان کیا جس سے شکوک و شبہات رفو ہو گئے اور وہ انہی میں سے ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشادات فرمائے۔

نحو: نعمۃ اللہ علیکم پر عطف کی وجہ سے یہ منصوب ہے گویا اسطرح فرمایا و اذ قال موسیٰ لقومہ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم و اذکروا حین تاذن ربکم مطلب یہ ہے جب تمہارے رب نے اطلاع دیتے ہوئے فرمایا لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ (اگر تم شکر کرو گے) اے بنی اسرائیل جو ہم نے تمہیں نجات کی نعمت دی ہے۔ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (نعمت میں تمہارے لئے ضرور اضافہ کریں گے) نعمت پر نعمت دیں گے۔ شکر موجود کو قابو رکھنا اور مفقود کی تلاش میں رہنا۔ کہا جاتا ہے جب تم نعمت میں شکر کا نغمہ سنو تو اور نعمت کی تیاری کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لئن شکر تم بالجدّ فی الطاعۃ لازیدنکم بالجدّ فی المثوبۃ۔ اگر تم اطاعت کی صورت میں شکر ادا کرو گے تو میں ثواب کی صورت میں مزید اضافہ کروں گا۔ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ (اور اگر تم

نے ناشکری کی) اس نعمت کی جو میں نے تم پر کی اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (بیشک میرا عذاب بڑا سخت ہے) اس کیلئے جو میری نعمت کی ناشکری کرے۔ دنیا میں تو سلب نعمت کا عذاب اور آخرت میں مسلسل ناراضگی اور سزا۔

ارشادِ موسیٰ علیہ السلام:

۸: وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ (اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ناشکری کرو گے) اے بنی اسرائیل وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا (اور وہ جو تمام زمین میں ہیں) تمام لوگ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ (پس بیشک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں) تمہارے شکریے سے حَمِيْدٌ (تعریفوں والے ہیں) خواہ تعریف کرنے والے اسکی تعریف نہ کریں تم نے اپنے نفوس کو خیر سے محروم کر کے نقصان پہنچایا ہے۔ جو اسکی طرف سے بہر صورت پہنچتی ہے۔

ع　اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْ

کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے یعنی نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں کی خبر جو ان کے بعد

بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا

تھے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان کے پاس انکے رسول واضح دلائل لیکر آئے سو ان لوگوں نے اپنے ہاتھ

اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا

انکے منہ میں دیدیئے اور کہا کہ بے شک تم جو چیز لیکر بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے اور بلاشبہ جس چیز کی طرف تم لوگ ہمیں بلاتے

تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ⑨ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

ہو ہم اس کی طرف سے شک میں ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے۔ انکے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے

وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ

والا ہے وہ تمہیں بلاتا ہے تا کہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے۔ اور مقررہ مدت تک تمہیں ڈھیل

مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ

دیدے، ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو ہمارے باپ دادا جسکی عبادت کرتے تھے تم ہمیں

يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑩ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ

اس سے روکتے ہو۔ سو تم ہمارے پاس کوئی کھلی ہوئی دلیل لے آؤ، انکے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم تمہارے ہی جیسے

مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا

آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے بس کی یہ بات نہیں کہ ہم تمہارے سامنے کوئی معجزہ اللہ کے حکم کے بغیر لا سکیں

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ

اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ

هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ⑫　ع ٢ / ١٤

اس نے ہمیں ہماری راہیں دکھائی ہیں اور ہم تمہاری ایذاؤں پر ضرور ضرور صبر کریں گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے بھروسہ کرنے والوں کو۔

۹: اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (کیا تمہارے پاس خبر نہیں آئی ان کی جو تم سے پہلے قومیں ہوئیں جیسے قوم نوح، عاد وثمود) نمبرا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔ جو اپنی قوم سے کیا۔ نمبر۲۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ والے لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ (اور وہ لوگ جو ان کے بعد ہوئے جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں) یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور خبر جملہ معترضہ ہے یا الذين من بعدهم کا عطف قوم نوح پر ہے اور لا يعلمهم الا الله یہ جملہ معترضہ ہے۔ مطلب اس طرح ہے وہ کثرت تعداد میں اتنے ہیں کہ ان کی حقیقی گنتی اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عدنان اور اسماعیل کے درمیان تیس جد ہیں جو معلوم ہی نہیں۔ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے اس آیت کے نزول کے بعد فرمایا كذب النسابون [ابن سعد فی الطبقات] جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (ان کے رسول ان کے پاس دلائل لائے) بینات سے معجزات مراد ہیں۔ فَرَدُّوْا اَيْدِيَهُمْ فِيْ اَفْوَاهِهِمْ (انہوں نے ان کے ہاتھ ان کے منہ کی طرف لوٹا دیے) نمبرا۔ دونوں ضمیریں کفار کی طرف راجع ہیں یعنی کفار نے اپنے ہاتھوں کے پوروے منہ میں تعجب کے طور پر رکھ لیے۔ نمبر۲۔ غصہ سے اپنے پوروے کاٹنے لگے۔ نمبر۳۔ دوسری ضمیر انبیاء علیہم السلام کی طرف کہ قوم نے اپنے ہاتھ انبیاء علیہم السلام کے منہ میں دے دیئے تاکہ وہ بات نہ کر سکیں۔ پیغام رسالت نہ دے سکیں۔ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ (اور کہنے لگے ہم تمہارے دعویٰ رسالت کے منکر ہیں اور جس بات کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو ہم اس میں شک کرنے والے ہیں) یعنی ایمان باللہ اور توحید مُرِيْبٍ (جو ہمیں تردد میں ڈالنے والا ہے) شک میں مبتلا کرنے والا ہے۔

۱۰: قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ (ان کے پیغمبروں نے کہا کیا تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے) ہمزہ انکاری کو ظرف پر داخل کیا۔ کیونکہ کلام شک میں نہیں بلکہ مشکوک فیہ میں ہے اللہ تعالیٰ کے متعلق اشتباہ ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ جبکہ اس کے وجود وظہور کے دلائل واضح ہیں۔ یہ ان کے قول انا لفي شك کا جواب ہے۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَدْعُوْكُمْ (وہ آسمان وزمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ وہ تمہیں دعوت دیتا ہے) ایمان کی طرف لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ (تاکہ تمہارے گناہوں کو بخش دے جبکہ تم ایمان لاؤ۔

نکتہ: کفار کے خطابات میں من ذنوبكم لایا گیا جیسا اس ارشاد میں: واتقوه واطيعون يغفرلكم من ذنوبكم [نوح:۳۔۴] يقومنا اجيبوا داعي الله وامنوا به يغفرلكم من ذنوبكم [الاحقاف:۳۱] ایمان والوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا هل ادلكم على تجارة الى ان قال يغفرلكم ذنوبكم [الصف:۱۲] قرآن مجید کی آیات میں تتبع اور تلاش سے یہ بات سامنے آسکتی ہے۔ یہ دونوں خطابات میں فرق کیلئے فرمایا تاکہ فریقین کے وعدہ میں برابری نہ سمجھ لی جائے۔ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (اور تمہیں مہلت دے ایک وقت مقررہ تک) ایک وقت تک جس کو مقرر کر دیا اور اسکی مقدار کو واضح کر دیا۔ قَالُوْٓا (انہوں نے کہا) قوم کفار نے کہا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (تم تو ہم ہی جیسے انسان ہو) ہم میں اور تم میں فضیلت کا کوئی فرق نہیں اور تمہیں نبوت والی فضیلت حاصل نہیں تو پھر تم اپنے کو نبوت سے کیسے خاص کرتے ہو؟ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

اٰبَآؤُنَا (تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان معبودوں سے روک دو جنکی پوجا ہمارے آباء کرتے تھے) یعنی بت فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (تو تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ) واضح حجت۔ حالانکہ رسول علیہم السلام تو واضح دلائل لائے تھے۔ مگر کفار کی سلطان مبین سے مراد ضد و اصرار کی وجہ سے منہ مانگی نشانی تھی۔

انبیائے علیہم السلام کا ارشاد:

۱۱: قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (ان کو ان کے رسولوں نے کہا ہم تو تم جیسے انسان ہیں) ان کی اس بات کو تسلیم کیا کہ ہم تم جیسے انسان ہیں اور کوئی جنس و قسم نہیں۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ان پر (نبوت والا) احسان کرتا ہے) ایمان اور نبوت والا احسان جیسا کہ اس نے ہم پر کیا۔ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (اور ہمارے لئے ممکن نہیں کہ تمہارے پاس کوئی نشان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر لے آئیں) یہ کفار کے قول فاتونا بسلطان مبین کا جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہاری منہ سے مانگی ہوئی نشانی لانا ہمارے قبضۂ قدرت میں نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے متعلق ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے) اس میں تمام ایمان والوں کو توکل کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اپنی ذات کو اولین حیثیت سے مخاطب کیا گیا گویا انہوں نے اس طرح فرمایا ہے ومن حقنا ان نتوکل علی اللّٰہ فی الصبر علی معاندتکم و معاداتکم و ایذائکم ہمارا حق یہ بنتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں تمہاری ضد، دشمنی، ایذاء پر صبر کرنے میں۔ اگلی آیت اس مفہوم کی تائید کر رہی ہے۔

۱۲: وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ (اور ہم اللہ تعالیٰ پر آخر بھروسہ کیوں نہ کریں) اللہ تعالیٰ پر توکل نہ کرنے میں ہمارے پاس کیا عذر ہے۔ اس نے تو ہمارے ساتھ وہ سلوک کر رکھا ہے جو ہم پر توکل کو لازم کرتا ہے۔ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا (جبکہ اسی نے ہمیں اپنے راستوں کی راہ سجھا دی ہے) اس نے اپنے راستہ کیطرف راہنمائی کی توفیق عنایت فرمائی وہ راستہ جس پر اس کے دین میں چلنا لازم ہے۔ ابوتراب نے کہا توکل کی حقیقت بدن کو عبودیت میں ڈالنا اور دل کا تعلق ربوبیت سے قائم کرنا اور عطاء کے وقت شکر یہ اور بلاء کے وقت صبر کرنا ہے۔ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا (اور ہم ضرور ان ایذاؤں پر صبر کریں گے جو تم ہمیں دے رہے ہو) وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنے والوں کو توکل کرنا چاہئے) توکل کرنے والوں کو اپنے توکل پر قائم رہنا چاہئے۔ یہ مفہوم اس لئے ذکر کیا تا کہ تکرار نہ ہو۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِرُسُلِھِمْ لَنُخْرِجَنَّکُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْلَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ط فَاَوْحٰٓی

اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ضرور ضرور ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا یہ بات ہو کہ تم ہمارے دین میں واپس ہو جاؤ سو انکے رب نے

اِلَیْھِمْ رَبُّھُمْ لَنُھْلِکَنَّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْکِنَنَّکُمُ الْاَرْضَ مِنْ م بَعْدِھِمْ ط ذٰلِکَ لِمَنْ

انکی طرف وحی بھیجی کہ ہم ضرور بالضرور ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور انکے بعد تمہیں اس زمین میں آباد رکھیں گے یہ اس شخص کے لیے ہے جو

خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِہٖ جَھَنَّمُ

میرے حضور کھڑا ہونے سے خائف ہوا اور میری وعید سے ڈرا، اور کافروں نے فیصلہ چاہا اور ہر سرکش ضدی نامراد ہوا، اس کے آگے دوزخ ہے

وَیُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ ﴿۱۶﴾ یَّتَجَرَّعُہٗ وَلَا یَکَادُ یُسِیْغُہٗ وَیَاْتِیْہِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ

اور اسے ایسا پانی پلایا جائے گا جو پیپ ہوگا وہ اسے گھونٹ گھونٹ پیئے گا اور گلے سے بہ آسانی نہ اتارے گا اور ہر جگہ سے اس پر موت کی آمد

مَکَانٍ وَّمَا ھُوَ بِمَیِّتٍ ط وَمِنْ وَّرَآئِہٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ ﴿۱۷﴾

ہوگی اور وہ نہیں مریگا اور اسکے سامنے سخت عذاب ہوگا۔

کفار کی دھمکی:

۱۳: وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِرُسُلِھِمْ (کافروں نے اپنے رسولوں کو کہا)

قراءت: ابوعمرو نے اوپر والی آیت میں سُبْلَنَا کو سُبْلَنا اور لرُسْلھم پڑھا ہے۔لَنُخْرِجَنَّکُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ (ضرور ہم تمہیں نکال دیں گے اپنی سرزمین سے) اپنے علاقہ سے اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا (یا تم ضرور لوٹ جاؤ گے ہمارے مذہب میں) یعنی دو میں سے ایک بات ضرور کرنا پڑے گی نمبرا۔تمہارا نکالنا نمبر۲۔تمہارا مذہب میں واپس لوٹنا۔کفار نے اس پر حلف اٹھایا۔العود کا معنی ہونا ہے اور یہ کلام عرب میں بہت ہے۔نمبر۲۔اس سے ہر رسول کو خطاب کیا اور ان کے اوپر ایمان لانے والوں کو اس خطاب میں شامل کر کے خطاب میں جماعت کو ایک غلبہ دیکر ذکر کیا (کیونکہ ایمان لانے والے تو پہلے کافر ہوتے ہیں پھر کافروں سے نکل کر ایمان لاتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب:

فَاَوْحٰٓی اِلَیْھِمْ رَبُّھُمْ لَنُھْلِکَنَّ الظّٰلِمِیْنَ (پس ان کی طرف ان کے رب نے وحی کی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کر دیں گے) نمبرا۔یہاں قال مضمر ہے۔نمبر۲۔اَوْحٰی کو قول کے قائم مقام لائے۔کیونکہ وہ بھی اسکی ایک قسم ہے۔

۱۴: وَلَنُسْکِنَنَّکُمُ الْاَرْضَ مِنْ م بَعْدِھِمْ (اور ضرور ہم تمہیں آباد کریں گے اس زمین میں ان کے بعد) ظالموں کی سرزمین اور

ملک میں۔حدیث میں فرمایا:من اذی جارہ ورثه الله جارہٗ جس نے اپنے پڑوسی کو دکھ دیا اللہ اس کے گھر کا اسکو وارث بنا دیتے ہیں (یہ مقولہ ہے حدیث نہیں ہے) ذٰلِكَ (یہ) ہلاک کرنا اور ٹھہرانا یہ بات برحق ہے۔لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ (اس کے لئے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا) میرے موقف سے اور وہ موقف حساب ہے۔نمبر۲۔مقام کا لفظ زائد ہے یعنی جو شخص مجھ سے ڈرا نمبر۳۔اس سے ڈرا کہ اللہ تعالیٰ میری نگہداشت کرنے والے ہیں۔جیسا اس قول میں افمن هو قائم علی کل نفس بما کسبت [الرعد:۳۳] مطلب یہ کہ یہ متقین کا حق ہے۔وَخَافَ وَعِيْدِ (اور میری وعید سے ڈرا) وعید سے عذاب مراد ہے۔
قراءت: یعقوب نے وعیدی پڑھا ہے۔

فیصلہ مانگے تو فیصلہ نافذ کر دیا جائے گا:

۱۵: وَاسْتَفْتَحُوْا (اور انہوں نے دشمن پر فتح کی دعا کی) اللہ تعالیٰ سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد مانگی۔اس کا عطف اوحی الیهم پر ہے۔وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (اور نا کام ہوا ہر ظالم سرکش) ہر متکبر و مغرور نامراد ہوا۔عنید حق سے پہلوتہی اختیار کرنے والا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی مدد کی گئی اور وہ کامیاب ہوئے اور انہوں نے کامرانی حاصل کی اور ہر سرکش و مغرور رسوا ہوا اور وہ ان کے قوم والے لوگ تھے۔نمبر۲۔ایک قول یہ ہے کہ ضمیر کفار کی طرف راجع ہے۔اب مطلب اس طرح ہے کہ کفار نے رسل کے خلاف فیصلہ طلب کیا یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ (کفار) حق پر اور (نعوذ باللہ) انبیاء علیہم السلام باطل پر ہیں۔چنانچہ ہر سرکش ان میں سے رسوا ہوا اور خود فیصلہ طلب کرنے سے کامیاب نہ ہوا۔(اللّٰهم ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علینا حجارة من السماء (الأية)

ہمیشہ کا عذاب:

۱۶: مِّنْ وَّرَآئِهٖ (اس کے پیچھے) یعنی سامنے جَهَنَّمُ (جہنم ہے) نمبر۱۔یہ اسکی حالت دنیا میں ہے کہ وہ جہنم کا منتظر ہے گویا کہ جہنم اس کے سامنے ہے اور یہ کافر اس کے گڑھے کے کنارے کھڑا ہے۔نمبر۲۔اسکی حالت کی یہ کیفیت آخرت میں ہوگی جب کہ وہ اٹھایا جائے گا اور موقف میں کھڑا کیا جائے گا۔وَيُسْقٰى (اور اس کو پلایا جائے گا) اسکا عطف محذوف پر ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے۔من ورائه جهنم یلقی فیها مایلقی اس کے پیچھے جہنم ہے اس میں وہ پائے گا جو وہ پائے گا مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ (اس کو کچ لہو پلایا جائے گا) صدید اہل نار کے چمڑوں سے بہنے والا خون و پیپ۔صدید یہ ماء کا عطف بیان ہے۔کیونکہ وہ مبہم ہے۔پس صدید سے اسکی وضاحت کردی۔

۱۷: يَّتَجَرَّعُهٗ (وہ گھونٹ گھونٹ پیے گا) وہ تکلف کے ساتھ گھونٹ گھونٹ پیے گا۔وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ (وہ ان کو نگل نہ سکے گا) اور نہ نگلنے کے قریب ہوگا۔پھر نگلنا کیسے۔جیسا اس ارشاد میں لم یکد یراها [النور:۴۰] یعنی وہ رؤیت کے قریب بھی نہیں ہوسکتا دیکھنا تو درکنار وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ (اور اس کو ہر طرف سے موت آئے گی) یعنی اسباب موت ہر طرف سے ظاہر ہونگے نمبر۲۔اس کے جسم کے ہر لوں لوں پر۔اس میں اس کو پہنچنے والے دکھوں کی شدت کو ذکر کیا گیا۔یعنی کہ اگر کوئی سختی ہے تو وہ ہر سختی ایک مستقل ہلاکت گاہ ہوگی۔وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ (اور وہ مردہ نہ ہوگا) کیونکہ اگر مر جائے تو آرام مل جائے۔وَمِنْ وَّرَآئِهٖ (اور

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ٟاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا

جن لوگوں نے اپنے رب کیساتھ کفر کیا انکے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے راکھ ہو اسے تیز آندھی کے دن میں تیز ہوا اڑا کر لیجائے جو

يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑱ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ

کچھ انہوں نے کمایا اسمیں سے ذرا سے حصہ پر بھی وہ قادر نہیں ہونگے یہ ہے دور کی گمراہی، اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ نے آسمانوں کو

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑲ وَّمَا ذٰلِكَ

اور زمین کو حق کیساتھ پیدا فرمایا اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور نئی مخلوق پیدا فرما دے اور یہ اللہ کے لیے

عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ⑳ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا

کچھ بھی مشکل نہیں، اور وہ سب اللہ کے حضور میں پیش ہونگے سو ضعیف لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ

اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا

بلاشبہ ہم تمہارے تابع تھے سو کیا تم ہم سے اللہ کا عذاب کچھ بھی ہٹا سکتے ہو؟ وہ کہیں گے

لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ㉑ ع ٣ ٩ ١٥

کہ اگر اللہ ہمیں راہ بتاتا تو ہم تمہیں بھی راہ بتا دیتے، ہم سب کے حق میں برابر ہے کہ ہم بے چینی کا اظہار کریں یا صبر کریں ہمارے لیے چھٹکارہ کی کوئی صورت نہیں۔

اس کے پیچھے) اوراس کے سامنے عَذَابٌ غَلِيْظٌ (سخت عذاب ہوگا) یعنی ہر وقت پہلے سے شدید تر عذاب کا سامنا ہوگا اور غلیظ ترین عذاب سہنا پڑے گا۔ فضیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ شدید عذاب سانس کا روکنا اوراس کو اجساد میں بند کرنا ہے۔

کفار کے اعمال کی مثال:

۱۸: مَثَلُ الَّذِيْنَ (حالت ان لوگوں کی) یہ مبتدا ہے اوراسکی خبر محذوف ہے یعنی اس وحی میں جوتم پر پڑھی جارہی ہے۔ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ (جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کیساتھ) مَثَل کا لفظ استعارةً اس حالت کیلئے استعمال ہوا جس میں غرابت ہو۔ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ (ان کے اعمال راکھ کی طرح ہونگے)۔

نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے گویا سوال مقدر کا جواب ہے کہ ان کی حالت کیسی ہوگی؟ تو جواب دیا۔ ان کے اعمال راکھ کے ڈھیر کی طرح ہونگے۔ اِشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ (جس پر تیز ہوا چلی ہو) قراءت: مدنی نے الریاح پڑھا ہے۔ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ (آندھی کے دن میں) عصف کو دن کے ساتھ خاص کیا۔ کیونکہ وہ دن میں ہوتی ہے اور وہ ہوا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں یوم ماطر بارش کا دن۔ اعمال کفار سے مراد وہ مکارم اخلاق ہیں جو بطور صلہ رحمی انجام دیے اسی طرح گردنوں کی آزادی، قیدیوں کا فدیہ، مہمانوں

کیلئے اونٹ ذبح کرنا وغیرہ۔ان کے ضائع ہونے میں راکھ سے تشبیہ دی جس کو آندھی نے اڑا دیا ہو۔ کیونکہ ان کی بنیاد ایمان باللہ سے خالی ہے۔ لَا یَقۡدِرُوۡنَ (وہ اس کے کسی حصہ پر قادر نہ ہونگے) قیامت کے دن مِمَّا کَسَبُوۡا (جو کچھ کہ انہوں نے کمایا) یعنی اعمال عَلٰی شَیۡءٍ (کسی چیز پر) ثواب کا کوئی نشان بھی نہ پائیں گے جس طرح تیز آندھی میں اڑائے ہوئے راکھ کا کوئی حصہ قابو میں نہیں آتا۔ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِیۡدُ (یہی تو دور کی گمراہی ہے) اس میں حق کی راہ سے ان کے بہت زیادہ دور گمراہی میں پڑنے کا ذکر فرمایا۔نمبر۲: ثواب سے دور ہونا مراد ہے۔

قدرتِ الٰہی:

۱۹: اَلَمۡ تَرَ (کیا تم نہیں جانتے) اس میں ہر ایک کو خطاب ہے۔اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ (کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔قراءت: خالق کو مضاف پڑھا حمزہ، علی رحمہما اللہ نے بِالۡحَقِّ (حق کیساتھ) حکمت کے ساتھ اور بڑے مقصد کیلئے اور اس کو بے کار نہیں بنایا اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡهِبۡكُمۡ وَیَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ (اگر وہ چاہتا تو تم کو معدوم کر دے اور نئی مخلوق پیدا کر دے) یعنی اس کو لوگوں کے معدوم کرنے کی قدرت ہے اور ان کی جگہ انہی جیسی نئی مخلوق پیدا کرنے کی طاقت ہے یا ان کی شکل کے خلاف دوسری شکل میں تا کہ یہ چیز موجود کو معدوم اور معدوم کو ایجاد کی قدرت پر دلیل بین ہو جائے۔

۲۰: وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیۡزٍ (اور یہ اللہ تعالیٰ پر مشکل نہیں ہے) ناممکن نہیں۔

۲۱: وَبَرَزُوۡا لِلّٰهِ جَمِیۡعًا (وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام باہر نکل آئیں گے) قیامت کے دن ظاہر ہونگے۔ ماضی کے لفظ سے اس لئے لائے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ جو اس نے خبر دی ہے وہ اسی طرح ہے جیسا کہ وہ ہو چکی اور اسکی مثال، و نادٰی اصحاب الجنۃ [الاعراف:۴۴] و نادٰی اصحاب النار [الاعراف:۵۰] وغیر ذلک۔

بروز کا مطلب:

اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی نہیں کہ اس کے سامنے ظاہر ہو۔اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ارتکاب فواحش کے وقت آنکھوں سے یہ گمان کر کے چھپتے تھے کہ یہ حالت اللہ تعالیٰ سے چھپنے والی ہے۔(حالانکہ واقعہ میں ایسا نہیں تھا) جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ اپنے نفوس کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونگے۔اور ان کو اس وقت یقین آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ یا جب قبور سے نکلیں گے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کیلئے سب ظاہر ہونگے اور اس کے حکم پر ظاہر ہونگے۔

ضعفاء اور متکبرین کی گفتگو:

فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا (پس کمزور لوگ کہیں گے) رائے میں کمزور اور وہ کم عقل لوگ مراد ہیں اور اسی طرح پیروکار۔الضعفاء کے لفظ کو واؤ قبل الھمزہ کے ساتھ وہ لکھتے ہیں جو ھمزہ سے پہلے الف کو تفخیم دیتے ہیں اور واؤ کی طرف امالہ کرتے ہیں۔لِلَّذِیۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا (ان لوگوں سے جو بڑے بن بیٹھے تھے) اس سے وہ سادات ورؤساء مراد ہیں جنہوں نے ان کو آباد کیا اور انبیاء اور مؤمنین سے فائدہ حاصل کرنے سے انہوں نے لوگوں کو روکا اور محروم کیا۔اِنَّا كُنَّا لَكُمۡ تَبَعًا (بیشک ہم تو تمہارے پیرو تھے) تابع

فرمان تبعا یہ تابع کی جمع ہے جیسا کہ خادم کی جمع خَدَمٌ اور غائب کی جمع غَيَبٌ نمبر۲۔ ذی تبع، اور تبع کا معنی اتباع ہے۔ کہا جاتا ہے۔ تبعه تبعا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (پس کیا تم ہم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کچھ حصہ بھی دفع کر دو گے) کیا تم کسی چیز کو دور کرنے کی کچھ قدرت رکھتے ہو اس مصیبت میں سے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ پہلا من تبیین کیلئے ہے اور دوسرا من تبعیض کیلئے ہے۔ گویا اس طرح کہا فهل انتم مغنون عنا بعض الشیء الذی هو عذاب الله۔ کیا تم ہم سے ہٹانے والے ہو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کچھ۔ نمبر۲۔ دونوں تبعیض کیلئے ہوں۔ یعنی هل انتم مغنون عنا بعض الشیء هو بعض عذاب الله۔ کیا تم ہمارے کچھ کام آسکتے ہو۔ وہ بعض حصہ ہے اللہ تعالیٰ کے بعض عذاب میں سے ضعفاء کا قول ان کے لئے توبیخًا اور ان کے اغواء ہونے پر عتاب ہے۔ کیونکہ ان کو یقین ہو گیا کہ وہ ان کے کچھ کام نہیں آسکتے۔ توقَالُوْا (وہ کہیں گے) معذرت خواہانہ انداز سے وہ جواب دیں گے لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ (اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتے تو ہم ضرور تمہیں ہدایت دیتے) اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی طرف ہدایت دیتے تو ہم تمہاری بھی راہنمائی اسکی طرف کرتے یا نمبر۲۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب سے نجات کا راستہ بجھا دیتا تو ہم تمہاری راہنمائی کرتے یعنی تم سے بے نیاز ہو جاتے اور تمہیں نجات کے راستہ پر چلاتے جیسا کہ ہم نے تمہیں ہلاکت کے راستہ پر چلایا۔ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا (ہم صبر کریں یا بے قراری اختیار کریں ہمارے لئے دونوں باتیں برابر ہیں) صبر و جزع فزع دونوں ہمارے حق میں برابر ہیں۔ همزہ اور اَم تسویہ کو بیان کرنے کیلئے ہیں۔ روایت میں ہے کہ وہ آگ میں کہیں گے۔ آؤ جزع فزع کریں۔ وہ پانچسو سال ماتم کرتے رہیں گے مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ پس وہ کہیں گے آؤ۔ ہم صبر کریں پانچسو سال صبر کرتے رہیں گے مگر صبر بھی فائدہ نہ دیگا۔ پھر وہ کہیں گے ہمارے لئے صبر و جزع دونوں برابر ہیں۔

ماقبل سے اس کا تعلق یہ ہے ان کا عتاب کرنا ان کو یہ اس پریشانی میں گھبراہٹ کا اظہار ہی ہے جس پریشانی میں وہ خود مبتلا ہیں۔ پس وہ ان کو کہیں گے سواء علینا اجزعنا ام صبرنا۔ اس سے وہ ان کو اور اپنے آپ کو مراد لے رہے ہونگے۔ کیونکہ گمراہی کی سزا میں وہ اکٹھے ہیں۔ اسی لئے وہ کہہ اٹھیں گے جزع اور ڈانٹ کیسی ہے۔ نہ جزع میں فائدہ نہ صبر میں آرام۔ مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ (ہمیں چھٹکارا نہیں مل سکتا) محیص کا معنی نجات دہندہ اور چھٹکارہ ہے۔ ہم جزع فزع کریں یا صبر کریں اور یہ بھی درست ہے کہ ضعفاء اور متکبرین دونوں ہی کا کلام ہو۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ

اور جب فیصلے ہو چکیں گے تو شیطان کہے گا کہ بلاشبہ اللہ نے تم سے سچے وعدے کیے اور میں نے تم سے وعدے کیے وہ وعدے میں نے تم سے خلاف کیے تھے

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ

اور میرا تم پر اس سے زیادہ کچھ زور نہ تھا کہ میں نے تم کو دعوت دی سو تم نے میری بات مانی لہٰذا تم مجھے ملامت نہ کرو

وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ

اور اپنی جانوں کو ملامت کرو نہ میں تمہارا مددگار ہوں نہ تم میرے مددگار ہو میں تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک

مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۲ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

بنایا بلاشبہ جو ظالمین ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ لوگ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں

الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ

گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے ان کا تحیہ ملاقات کے وقت

فِيْهَا سَلٰمٌ ۝۲۳

سلام ہوگا۔

شیطان کا خطاب:

۲۲: وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ (جب معاملے کا فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا) جب جنت کا اہل جنت کیلئے اور دوزخ کا اہل دوزخ کیلئے فیصلہ ہو چکے گا اور وہ حساب و کتاب سے فارغ ہو جائیں گے اور جنت والے جنت اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ روایت تفسیر میں ہے کہ شیطان اس وقت آگ کے منبر پر خطبہ دے گا۔ اہل نار کو خطاب کرتے ہوئے کہے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے وعدہ کیا پس میں نے اس کے خلاف کیا) وعد الحق سے بعث و جزاء علی الاعمال کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کے مطابق پورا کر دیا۔ وعدتکم سے مراد کہ نہ بعث ہے نہ جزاء اور نہ ہی حساب اخلفتکم کا معنی جھوٹ بولنا ہے۔ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ (مجھے تم پر کوئی غلبہ حاصل نہ تھا) اقتدار و تسلط اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ (مگر یہ کہ میں نے تمہیں دعوت دی) لیکن میں نے تمہیں اپنے وسوسہ سے گمراہی کی طرف بلایا اور تزئین سے گمراہی پر لگایا۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ دعاء سلطان کی جنس سے نہیں۔ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ (پس تم نے میری دعوت کو قبول کیا) جلدی سے مان لیا۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ (پس تم مجھے ملامت نہ کرو) کیونکہ جو

عداوت کی ٹھاننے والا ہو وہ قابل ملامت نہیں جبکہ وہ امر کسی امر قبیح کی طرف بلائے۔اس کے باوجود کہ رحمان نے کہہ رکھا ہے لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنة[الاعراف:۲۸] وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (تم اپنے آپ کو ملامت کرو) اس لئے کہ تم نے بلا دلیل میری اتباع شروع کر دی۔

قولِ معتزلہ:

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان خود شقاوت یا سعادت کو اختیار کرتا ہے اور اس کو اپنے نفس کیلئے حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف اس پر پختہ کرنا اور شیطان کی طرف سے فقط تزیین ہوتی ہے۔

جواب: یہ باطل استدلال ہے۔ کیونکہ آیت سے یہ مضمون ثابت ہی نہیں ہوسکتا صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ بندہ کی قدرت کو عمل میں کچھ دخل ہے۔اسی کو اشاعرہ کسب کہتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لو هدانا الله ای الی الایمان لهدیناکم جیسا کہ گزرا۔ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ (میں تمہاری فریاد رسی نہیں کر سکتا اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو) ہم ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہیں سکتے اور نہ اس کو مدد کیلئے پکار سکتے ہیں۔ الاصراخ فریاد رسی کرنا

قراءت: لمصرخيِّ۔ حمزہ نے خاء کی اتباع میں یاء کا کسرہ پڑھا پس پہلی یاء تو یائے جمع ہے اور دوسری یائے متکلم ہے۔ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ (میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس سے پہلے مجھے خدا کا شریک بناتے تھے) قراءت بصری قراء نے یاء سے پڑھا ہے اور ما مصدریہ ہے۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) یہ اشرکتمونی سے متعلق ہے یعنی میں انکار کرتا ہوں اس بات کا کہ تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا آج سے قبل دنیا کی زندگی میں جیسا دوسری آیت میں ہے۔ ویوم القیامة یکفرون بشرککم [فاطر:۱۴] شیطان کے کفر بالاشراک کا مطلب اس کا اس نسبت سے انکار اور بیزاری ہے جیسا اس آیت میں اِنَّا بُرَءٰٓؤُا منکم و مما تعبدون من دون الله کفرنا بکم [الممتحنہ:۴] نمبر۲۔ من قبل یہ کفرت کے متعلق ہے۔ اور ما موصولہ ہے یعنی کفرت من قبل حین ابیت السجود لآدم بالذی اشرکتمونیه وهو الله عزوجل جیسا کہتے ہیں اشرکنی فلان ای جعلنی له شریکا مجھے اس کا شریک بنایا اور اشرکهم الشیطان بالله کا معنی ان کا شیطان کی اطاعت ان باتوں میں اختیار کرنا جن کو شیطان بتوں کی عبادت کروانے کے لئے مزین کرتا تھا۔ یہ شیطان کا آخری قول ہے۔

اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (بیشک شیطان کیلئے دردناک عذاب ہے) نمبر۱۔ شیطان کے کلام کا تتمہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے ذکر کیا تاکہ سامعین کیلئے لطف کا باعث ہو کہ گمراہوں کا مہا لیڈر بھی یہ کہہ اٹھے گا۔ نمبر۲۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے (کہ شیطان اور اس کے حواری ظالم ہیں ان کا انجام عذاب ہے)

نیکوں کا انجام:

۲۳: وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (اور ایمان والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا جنکے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے) یہ برزوا پر عطف ہے۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ (اپنے رب کے اذن سے) یہ ادخل کے متعلق ہے یعنی ان کو فرشتے جنت میں لے جائیں گے اللہ

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی وہ مثال کلمہ طیبہ کی ہے جو شجرہ طیبہ کی طرح سے ہے اسکی جڑ مضبوط ہے اور اسکی شاخیں بلندی

فِي السَّمَاءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ

میں ہیں وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ

ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایسی ہے جیسے خبیث درخت ہو جسے

مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا گیا ہو اس کے لیے ثبات نہیں ہے، جو لوگ ایمان لائے اللہ انہیں دنیا والی زندگی میں اور

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿٢٧﴾ ع ۴

آخرت میں پختہ بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تعالیٰ کے امر اور اذن سے تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ (اور اس کا سلام اسمیں سلام کے لفظ سے ہوگا) وہ جنت میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے نمبر۲۔ فرشتے ان کو سلام کریں گے۔

کلمہ طیبہ کی مثال:

۲۴: أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا (کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان کی) ضرب کا معنی اسکی تعریف کی اور وضاحت کی كَلِمَةً طَيِّبَةً (ایک پاکیزہ کلمہ کی) یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے ای جعل کلمۃ طیبۃ: اس نے پاکیزہ کلمہ بنایا۔ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ (جیسے پاکیزہ درخت) یہ ضرب اللہ مثلاً کی تفسیر ہے جیسا کہ کہتے ہیں شرّف الامیر زیدا، کساہ حلۃ وحملہ علی فرس نمبر۲۔ مثلاً اور کلمۃ یہ دونوں ضرب سے متعلق ہیں ای ضرب کلمۃ طیبۃ مثلاً اس نے کلمہ طیبہ کی مثال بیان کی پھر فرمایا کشجرۃ طیبۃ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای ھی کشجرۃ طیبۃ وہ پاکیزہ درخت کی طرح ہے۔

أَصْلُهَا ثَابِتٌ (اسکی جڑ زمین میں قائم رہنے والی ہے) یعنی فی الارض۔ قائم ہونے والی ہے زمین میں اور اپنی جڑیں اس میں لگانے اور گاڑنے والی ہے۔ وَفَرْعُهَا (اور اسکی شاخیں) اسکی چوٹی اور بلندی فِي السَّمَاءِ (آسمان میں ہے) کلمہ طیبہ سے کلمہ توحید مراد ہے اور اصل سے مراد دل سے اسکی تصدیق اور فرع سے اقرار باللسان اور اکل سے عمل بالارکان مراد ہے۔ جیسا کہ درخت درخت ہی ہے اگر چہ اس پر پھل نہ ہو اسی طرح مؤمن مؤمن ہے خواہ عامل نہ ہو۔ مگر درختوں سے مقصود پھل ہوا کرتے

ہیں۔آگ کی خوراک بھی تو درخت سے میسر ہے جب کہ حفاظت پھلوں کے زمانہ میں کی جاتی ہے۔

الشجرۃ سے ہر پھلدار عمدہ پھل والا درخت مراد ہے مثلاً کھجور، انجیر وغیرہ۔ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس سے کھجور مراد ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کی مثال ایک درخت سے دی ہے تم بتلاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ لوگ جنگل کے مختلف درخت بتلانے لگے میں کم عمر تھا میرے دل میں آیا کہ وہ درخت کھجور ہے مگر رسول ﷺ کے رعب کی وجہ سے میں خاموش رہا۔ میں موجود لوگوں میں سب سے صغیر السن تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو وہ کھجور کا درخت ہے۔اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بیٹے اگر تم نے بتلا دیا ہوتا تو یہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا۔

[بخاری و مسلم]

۲۵: تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ (وہ اپنا پھل ہر اس گھڑی دیتا ہے) وہ اپنا پھل ہر اس وقت میں لاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمایا بِاِذْنِ رَبِّهَا (اپنے رب کے حکم سے) اپنے خالق کے میسر فرمانے اور اسکی تکوین سے وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ (اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتے ہیں تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں) کیونکہ مثالیں بیان کرنے سے بات ذہنوں میں اچھی طرح بیٹھ جاتی ہے اور خوب نصیحت اثر پذیر ہوتی ہے اور معانی عملی صورت میں سامنے آجاتے ہیں۔

خبیث کلمے کی مثال:

۲۶: وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ (اور خبیث کلمہ کی مثال) وہ کلمہ کفر ہے كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ (خبیث درخت جیسی ہے) اس سے ہر وہ درخت مراد ہے جس کا پھل اچھا نہ ہو۔حدیث میں فرمایا وہ اندرائن (کوڑ تمبے) کا پودا ہے۔اِجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ (جس کو اکھاڑ لیا جائے زمین کے اوپر ہی سے) اس کے وجود کا استیصال کر دیا جائے الاجتثاث کی حقیقت تمام جثہ کو لے لینا۔ یہ لفظ اصلها ثابت کے بالمقابل ہے۔مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ (اس کے لئے ٹھہراؤ نہیں) یعنی استقرار و پختگی نہیں جیسا کہا جاتا ہے قر الشیء قرارًا جیسے ثبت ثبوتًا خوب مضبوطی سے جمنا۔اس سے ایسی بات کو مشابہت دی جس کی کوئی دلیل نہ ہو وہ مٹنے والی اور قائم نہ رہنے والی ہو۔

۲۷: یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اللہ تعالیٰ مضبوط کرتے ہیں ایمان والوں کو) یعنی اس پر ان کو ہمیشگی دیتے ہیں بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ (قائم رہنے والی بات سے) وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار بالقلب والقالب ہے فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (دنیا کی زندگی میں) جب ان کو دین کے سلسلہ میں آزمایا جاتا ہے تو پھر بھی وہ زائل نہیں ہوتے جیسا کہ اصحاب اخدود ثابت قدم رہے وغیرہ وَفِی الْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں) جمہور کہتے ہیں کہ اس سے مراد قبر میں تلقین جواب منکر نکیر ہے اور درست بات پر ثابت قدمی ہے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مؤمن کی روح کے قبض ہونے کا ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا اسکی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے پس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو قبر میں بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں من ربك؟ و ما دینك و من نبیك؟ وہ اس طرح جواب دیتا ہے ربی اللہ دینی الاسلام نبیی محمد ﷺ، اس وقت آسمانوں سے ایک فرشتہ نداء دیتا ہے میرے بندے نے سچ کہا پس یہ بات اس قول میں فرمائی یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت پھر دونوں فرشتے کہتے ہیں تو سعید زندہ رہا اور قابل مدح ہو کر تیری موت آئی تم دلہن کی طرح سو جاؤ (احمد و ابوداؤد) وَیُضِلُّ اللّٰهُ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں اتار دیا

يَصْلَوْنَهَا ۗ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۗ قُلْ

وہ اسمیں داخل ہونگے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے لیے مقابل قرار دیئے تا کہ وہ انہیں اللہ کی راہ سے گمراہ کردیں آپ فرمادیجئے

تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

کہ تم مزے کی زندگی گزار لو پھر بلاشبہ تمہیں دوزخ کی طرف لوٹ کر چلا جانا ہے، آپ میرے بندوں سے فرمادیجئے جو ایمان لائے کہ نماز قائم کریں

وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ

اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اسمیں سے پوشیدہ طریقے پر اور ظاہری طریقے پر خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی

وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ

اور نہ کوئی دوستی ہوگی اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا اور آسمان سے پانی اتارا پھر اسکے ذریعہ پھلوں سے

بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

تمہارے لیے رزق نکالا اور تمہارے لیے کشتی کو مسخر فرما دیا تا کہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور اس نے تمہارے لئے نہروں کو

الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ

مسخر کردیا ۔ اور تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر فرمادیا وہ برابر حرکت میں ہیں اور اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر فرمادیا، اور تم نے اس سے جو کچھ مانگا

كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۗ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۗ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع ۵/۱۷

تم کو اس سب میں سے عطا فرمادیا اور اگر تم اللہ کی نعمت کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکتے بلاشبہ انسان بڑا بے انصاف ہے بڑا ہی ناشکرا ہے۔

الظّٰلِمِيْنَ (اور وہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے) آزمائش کے مواقع میں ان کو قول ثابت پر جمے رہنا نصیب نہیں ہوتا پہلے مرحلہ میں ان کے قدم پھسل جاتے ہیں اور آخرت میں اور زیادہ گمراہ اور پھسلنے والے ہونگے۔ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے) پس مومن کو ثابت قدم رکھنے اور اضلال ظالم میں اللہ تعالیٰ پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔

کفارِ مکہ کو تنبیہ:

۲۸: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ (کیا تمہیں معلوم نہیں ہے ان لوگوں کی حالت جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بدل

دیا) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکریہ کو کُفْرًا (کفر میں) کیونکہ شکر واجب تھا اسکی بجائے ناشکری کرنے لگے گویا انہوں نے شکر ہی کو کفر میں بدل ڈالا اور اس کو بالکل بدل ڈالا۔ اس سے مراد اہل مکہ ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی حالانکہ ان کو شکر کرنا چاہیے تھا (نبوتِ محمد ﷺ کو مان کر) وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ (اور انہوں نے اپنی قوم کو اتارا) وہ لوگ جنہوں نے ان کی کفر میں اتباع کی۔ دَارَ الْبَوَارِ (ہلاکت کے گھر میں)

۲۹: جَهَنَّمَ (وہ جہنم ہے) یہ عطف بیان ہے یَصْلَوْنَهَا (وہ اس میں داخل ہونگے) وَبِئْسَ الْقَرَارُ (وہ ٹھہرنے کی بری جگہ ہے) جہنم بری قرارگاہ ہے۔

۳۰: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا (انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے) عبادت میں مثیل بنالئے۔ نمبر۲۔ نام میں مثیل بنالیے۔ لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ (تاکہ وہ گمراہ کریں اس کے راستہ سے)

قراءت: یہ یاء کے فتحہ کے ساتھ ہے مکی وابوعمرو نے اسی طرح پڑھا ہے۔ قُلْ تَمَتَّعُوْا (کہہ دو تھوڑا عیش کرلو) دنیا میں مراد اس سے رسوائی وذلت ہے ذوالنون رحمہ اللہ کہتے ہیں التمتع یہ ہے کہ بندہ اپنی طاقت بھر خواہش پوری کرے۔ فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ (پس بیشک تمہارا ٹھکانہ آگ ہے) اسکی طرف لوٹنا۔

ایمان والوں کا شرف:

۳۱: قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (کہہ دیں میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے) اپنی طرف اضافت کر کے ان کو شرف بخشا۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی، الاعشیٰ نے سکون یاء سے پڑھا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ (وہ نماز کو قائم کریں اور جو ہم نے رزق دیا اس میں سے خرچ کریں) یہاں مقولہ محذوف ہے کیونکہ قل کا لفظ مقولے کا تقاضا کرتا ہے اور وہ اقیموا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ان کو کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور خرچ کریں) اقیموا الصلٰوۃ وانفقوا یقیموا الصلٰوۃ وینفقوا نمبر۲۔ وہ امر ہے اور وہ خود مقولہ ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ لیقیموا ولینفقوا لام کو قُل کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔

سوال: یقیموا الصلٰوۃ وینفقوا ابتدائی جملہ ہے حذف لام جائز نہیں۔

جواب: شرط محذوف کی جزاء ہے حذف لام درست ہے۔

سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً (پوشیدہ اور ظاہری طور پر) یہ دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں پوشیدگی والے اور علانیہ والے یعنی مسرّین و معلنین۔ نمبر۲۔ ظرف ہونے کی وجہ سے ای وقتی سرٍّ و علانیۃ نمبر۳۔ مصدر ہونے کی وجہ سے ای انفاق سر و انفاق علانیۃ۔ پوشیدہ خرچ کرنا اور علانیہ خرچ کرنا۔ مطلب یہ ہے نفلی کو اخفاء کر کے اور فرضی کو ظاہر کر کے تاکہ دوسرے کو ترغیب ہو۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ (اس سے پہلے کہ ایسا دن آئے کہ جسمیں نہ بیع ہوگی اور نہ دوستی) یعنی اس میں خرید وفروخت سے فائدہ نہ ہوگا۔ اور نہ دوستی سے۔ الخلال المخالۃ دوستی کرنا۔ بیع میں فائدہ انفاق لوجہ اللہ سے ہوتا ہے۔

قراءت: مکی، بصری نے بیعَ اور خلَلَ کو فتحہ سے پڑھا ہے باقی تمام نے رفع اور تنوین سے۔

انعاماتِ باری تعالیٰ بے شمار ہیں:

۳۲: اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور آسمان سے پانی اتارا) اللّٰہ مبتدا ہے اور الذی خلق خبر ہے۔ انزل من السماء سے بادلوں سے بارش اتارنا مراد ہے۔ فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ (پس اس نے اس پانی کے ذریعہ پھلوں میں سے تمہارے لئے رزق نکالا) من الثمرات یہ رزق کا بیان ہے۔ ای اخرج به رزقًا هو الثمرات۔ گویا من بیانیہ ہے نمبر۲۔ من الثمرات۔ اخرج کا مفعول ہے اور رزقًا اس مفعول کا حال ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ (اور اس نے تابع کیا تمہارے لئے کشتیوں کو تاکہ وہ کشتی اس کے حکم سے چلے اور اس نے تمہارے تابع کیا دریاؤں کو)۔

۳۳: وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ (اور اس نے سورج اور چاند کو تمہارے کام کیلئے سرگرم عمل کر دیا) دائبین یہ الشمس والقمر سے حال ہے۔ ای یدأبان فی سیر هما وہ اپنی رفتار میں اور روشنی اندھیرے کو اجالا کرنے اور زمین کی جس درستی کا تعلق ان سے ہے اس کو انجام دینے اور ابدان و نباتات کی اصلاح کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ (اور اس نے دن اور رات کو تمہارے کام میں لگا دیا) تمہارے گزراوقات اور نوم و یقظہ کیلئے پے در پے آ جا رہے ہیں۔

۳۴: وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ (اور تمہیں وہ دیا جو تم نے اس سے مانگا) من تبعیض کیلئے ہے یعنی اس میں سے بعض عنایت کیا جو تم نے مانگا۔ نمبر۲۔ اور اس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا اور جو نہ مانگا۔ اس میں ما موصولہ ہے اور جملہ اسکی صفت ہے۔ اور دوسرا جملہ محذوف ہے کیونکہ بقیہ حصہ محذوف پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ فرمایا سرابیل تقیکم الحر [النحل:۸۱] میں گرمی سے بچانا ذکر کر دیا دوسرا خود سمجھا گیا۔

قراءت: ابوعمرو نے مِنْ كُلٍّ پڑھا اور ماسالتموہ کو نفی قرار دیا۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے محلا منصوب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اتاکم من جمیع ذالك غیر سائلیه۔ تمہیں وہ تمام دیا جس کے متعلق تم نے سوال بھی نہیں کیا۔ نمبر۲۔ ما موصولہ ہے واتاکم من کل ذلك ما احتجتم الیه فکانکم سالتموہ اور تمکو ہر ضرورت کی چیز دی گویا کہ تم نے مانگ کر لی۔ نمبر۳۔ تم نے زبان حال سے گویا مانگی ہے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو تم شمار نہیں کر سکتے) تم ان کو گننے کی طاقت نہیں رکھتے اور ان کی انتہائے شمار تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ اجمالی طور پر ان کو شمار کریں۔ باقی تفصیل کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ (بیشک انسان البتہ ظالم ہے) شکریے سے غفلت کر کے نعمت پر ظلم کرتا ہے۔ كَفَّارٌ (کافر ہے) بہت شدت سے ان کا انکار کرنیوالا ہے۔ نمبر۲۔ شدت و سختی میں ظالم ہے شکوہ اور جزع فزع کرتا ہے، (کفّار) اور نعمت میں ناشکری کرتا ہے۔ مال جمع کرتا اور صدقہ سے باز رہتا ہے۔ الانسان یہاں اسم جنس ہے اور اس میں ایسے انسان کے متعلق اطلاع دی گئی ہے جسمیں یہ ظلم و کفران دونوں پائے جائیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ

اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب اس شہر کو امن و امان والا بنا دیجئے اور مجھے اور میرے فرزندوں کو اس سے دور رکھیے کہ ہم بتوں کو

الْاَصْنَامَ ۝۳۵ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ

پوجیں، اے میرے رب بلاشبہ ان بتوں نے لوگوں میں سے بہت سوں کو گمراہ کر دیا، سو جو شخص میری پیروی کرے بلاشبہ وہ

مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۶ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ

مجھ سے ہے اور جو شخص میری نافرمانی کرے تو بلاشبہ آپ بخشنے والے ہیں مہربان ہیں، اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد کو آپ کے محترم

بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ

گھر کے نزدیک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جو کھیتی والی نہیں ہے اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم کریں، سو آپ لوگوں کے

اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝۳۷

دل انکی طرف مائل کر دیجئے اور انہیں پھلوں میں سے روزی عطا فرمایئے تاکہ شکر ادا کریں۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں:

۳۵: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ (اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا) اذکر اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ (اے میرے رب تو بنا دے اس شہر کو) البلد سے بلد حرام مراد ہے اٰمِنًا (امن والا)

فائدہ: اس آیت اور سورۃ بقرہ میں جو آیت گزری اس کا فرق یہ ہے اس میں یہ سوال ہے کہ اس کو ان شہروں میں سے کر دے کہ جنکے رہنے والے مامون ہوتے ہیں۔ اور اس آیت میں یہ ہے کہ اس کو خوف والی حالت سے نکال کر امن والی حالت میں بدل دے گویا اس طرح فرمایا۔ ھو بلد مخوف فاجعلہ امنا۔ کہ وہ خوف والا شہر ہے اس کو امن والا بنا دے۔ وَّاجْنُبْنِيْ (اور مجھے بچا) مجھے دور کر یعنی مجھے ثابت قدم فرما۔ اور ان کی عبادت سے ہمیشہ بچا جیسا کہ فرمایا واجعلنا مسلمین لک [البقرۃ:۱۲۸] یعنی ہمیں اسلام پر ثابت قدم رکھ۔ وَبَنِيَّ (اور میری اولاد کو) مراد اس سے صلبی اولاد ہے۔ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (بتوں کی عبادت سے) اس سے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

۳۶: رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ (اے میرے رب انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا) بطور تسبب کے ان کو مضلات فرمایا کیونکہ لوگ بتوں کی وجہ سے گمراہ ہوئے گویا خود ان بتوں نے گمراہ کیا۔ فَمَنْ تَبِعَنِيْ (پس جس نے میری بات مانی) میری ملت پر چلا اور وہ میری طرح حنیف و مسلم بنا۔ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ (پس وہ مجھ سے ہے) وہ میرا البعض حصہ ہے کیونکہ وہ بہت زیادہ میرے ساتھ خصوصیت رکھنے والا ہے۔ وَمَنْ عَصَانِيْ (اور جس نے میری نافرمانی کی) ان باتوں میں جو شرک کے علاوہ

ہیں (کبائر و صغائر) فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پس بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے) نمبر۲۔ جس نے میری نافرمانی کر کے شرک کیا پس بیشک تو اس کو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اگر وہ شرک سے توبہ کر کے ایمان لے آئے۔

۳۷: رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ (اے ہمارے رب بیشک میں نے اپنی اولاد کو ٹھہرا دیا) مِنْ، تبعیضیہ ہے بعض اولاد مراد ہے اور وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں جو آپ کے بڑے بیٹے تھے بِوَادٍ (وادی میں) اس سے وادیٔ مکہ مراد ہے۔ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ (ایسی وادی میں جسمیں زراعت نہیں) اس میں کھیتی کی قسم میں سے کوئی چیز بالکل نہیں ہوتی۔ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ (تیرے عظمت والے گھر کے پاس) وہ بیت اللہ الحرام ہے۔ اس کو المحرم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تعرض کرنا حرام کیا ہے۔ نمبر۲۔ تذلیل کرنا حرام کیا اور اس کے ماحول کو اس کے مرتبہ کی وجہ سے حرمت والا بنایا نمبر۳۔ وہ ہمیشہ سے محفوظ رہا ہر ظالم و جبار اس سے ڈرتا رہا۔ نمبر۴۔ کیونکہ وہ محترم اور بڑی حرمت والا ہے۔ اس حرمت کا توڑنا حلال نہیں نمبر۵۔ اس لئے کہ اس کو طوفان پر حرام کر دیا گیا یعنی بچالیا گیا جیسا کہ عتیق نام رکھا گیا کیونکہ وہ اس طوفان سے بچالیا گیا۔

رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز کو قائم کریں) لام متعلق ہے اسکنت کے یعنی ما اسکنتھم بھٰذا الوادی البلقع الا لیقیموا الصلٰوۃ عند بیتك المحرم و یعمروہ بذکرك و عبادتك میں نے ان کو اس چٹیل وادی میں اس لئے ٹھہرایا تاکہ وہ محترم گھر کے پاس نماز کو قائم کریں اور تیری یاد اور عبادت سے اس کو آباد کریں۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ (تو لوگوں کے دلوں کو کر دے) لوگوں کے دلوں میں کچھ دل مِن تبعیضیہ ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ اگر وہ دعا میں افئدۃ الناس کہہ دیتے تو فارس و روم، ترکی و ھندی سب اس پر ہجوم کر کے جھک پڑتے۔ نمبر۲۔ مِن ابتدائیہ ہے۔ جیسا کہتے ہیں: القلب منی سقیم، مراد اس سے میرا دل سقیم ہے گویا اس طرح فرمایا: افئدۃ ناس لوگوں کے دل۔ مضاف الیہ کو اس تمثیل میں نکرہ لائے کیونکہ افئدۃ نکرہ ہے۔ تاکہ بعض دلوں کو شامل ہو کیونکہ وہ آیت نکرہ ہے۔ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ (جھک جائیں اسکی طرف) دور شہروں سے اسکی طرف جلدی کریں اور شوق سے اسکی طرف اڑ کر جائیں وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (اور ان کو پھلوں سے رزق عنایت فرما) اس کے باوجود کہ ہم نے ان کو ایک ایسی وادی میں ٹھہرا دیا جس میں ان میں سے کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ اس طرح کے رزق دے کہ دور دراز علاقوں سے یہ چیزیں کھنچی آئیں۔ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ (تاکہ وہ شکریہ ادا کریں) اس نعمت کا کہ بے شمار اقسام کے پھل ایسی وادی میں ان کو میسر ہیں جن میں نہ درخت ہیں نہ پانی۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي

اے ہمارے رب بلاشبہ آپ وہ سب کچھ جانتے ہیں جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور زمین میں اور آسمان میں اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ

الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ

نہیں ہے، سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمایا،

اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا

بلاشبہ میرا رب دعا کا سننے والا ہے، اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھیے اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب

ع ۶/۱۸ وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

اور میری دعا قبول فرمائیے، اے ہمارے رب میری مغفرت فرمائیے اور میرے والدین کی اور مومنین کی جس دن حساب قائم ہوگا۔

۳۸: رَبَّنَآ (اے ہمارے رب) بار بار ربنا سے نداء گڑگڑانے اور تضرع کی دلیل ہے۔ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ (بیشک تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں) آپ سر و علانیہ کو جاننے والے ہیں۔ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ (اور اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں) یہ کلام الٰہی ہے۔ اس میں ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی گئی یا کلام ابراہیم علیہ السلام ہے۔ مِن یہ استغراق کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا اللہ تعالیٰ پر جو چیز بھی ہو مخفی نہیں۔

۳۹: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ (تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے بڑھاپے میں مجھے عطاء کیا) علیٰ مع کے معنی میں ہے اور یہ موضع حال میں ہے یعنی اس نے مجھے عطاء کیا اس حال میں کہ میں بوڑھا تھا اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ (اسماعیل اور اسحاق) روایت میں ہے کہ جب اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ ننانوے سال تھی۔ اور اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ۱۱۲ سال تھی روایت تفسیر میں ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ۶۴ سال کی عمر میں اور اسحاق علیہ السلام کی پیدائش ۹۰ سال کی عمر میں تھی۔ کبر بڑھاپے کا ذکر اس لئے کیا کیونکہ اس حالت میں لڑکا عطاء کیا جانے کا احسان اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ ولادت سے مایوسی کی عمر یہی ہے اور مایوسی کے بعد اگر کامیابی میسر ہو جائے تو یہ بڑی عظیم الشان نعمت ہے۔ اور اس عمر میں ولادت ابراہیم علیہ السلام کیلئے ایک نشان نبوت تھا۔ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ (بیشک میرا رب ضرور دعاؤں کو سننے والا ہے) دعاؤں کو قبول کرنے والا۔ جیسے کہ کہتے ہیں: سمع الملك كلام فلان۔ جب وہ اسکی بات کو قبول کرے اور اسی سے سمع الله لمن حمده ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے بیٹا مانگا جیسا کہ اس آیت میں ہے: رب هب لی من الصالحين [الصافات: ۱۰۰] پس انہوں نے بطور شکر یہ نعمت کے یہ الفاظ کہے۔ سمیع کی اضافت دعا کی طرف اضافت صفت الی المفعول کی قسم میں سے ہے اور اسکی اصل لسميع الدعاء ہے۔ سیبویہ رحمہ اللہ نے فعیلاً کا وزن من جملہ ان بناؤں میں درج

کیا ہے جو مبالغہ کیلئے آتے اور فعل جیسا عمل کرتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے: ھذا رحیم اباہ۔ اس کا باپ بہت مہربان ہے۔

۴۰: رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد میں سے بھی) مِنْ تبعیضیہ ہے۔ بعض اولاد مراد ہے۔ اجعلنی کے منصوب پر عطف ہے اور بعض اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کی اولاد میں کفار ہونگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں قیامت تک لوگ فطرت پر قائم رہیں گے رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ (اے ہمارے رب تو دعا کو قبول فرما)

قراءت: مکی نے وصل، وقف میں یاء کے ساتھ پڑھا ابو عمرو نے انکی موافقت کی۔ اور حمزہ نے وصل میں اسی طرح کہا باقی قراء نے بغیر یاء کے پڑھا ہے ای استجب دعائی او عبادتی۔ واعتزلکم وما تدعون من دون اللّٰہ [مریم:۴۸]

۴۱: رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ (اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے) آدم و حواء مراد ہیں۔ نمبر۲۔ اپنے والد کے ایمان سے مایوس اور دعا کی ممانعت سے قبل یہ دعا کی جیسا دوسری آیت میں ہے۔ ماکان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ (الأیۃ) وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (اور ایمان والوں کو بخش دے قیامت کے دن) یعنی جس دن حساب ثابت ہوگا نمبر۲۔ حساب کی طرف قیام کی نسبت اسناد مجازی ہے جیسے وسئل القریۃ [یوسف:۸۲] میں ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ

اللہ کو ان کاموں سے بے خبر مت سمجھئے جو ظالم لوگ کرتے ہیں بات یہی ہے کہ وہ انہیں ایسے دن کے لیے مہلت دیتا ہے

تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝۴۲ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ

جسمیں آنکھیں اوپر کو اٹھی رہ جائیں گی یہ لوگ دوڑتے ہونگے سروں کو اوپر کو اٹھائے ہوئے ہونگے، انکی نظر انکی طرف

طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۝۴۳ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ

واپس نہ لوٹے گی اور انکے دل ہوا ہونگے، اور آپ لوگوں کو اسدن سے ڈرایئے جسدن انکے پاس عذاب آئیگا، سو جن لوگوں نے

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ

ظلم کیا وہ یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب تھوڑی سی مدت کے لیے ہمیں مہلت دیجئے ہم آپکے بلاوے کو قبول کریں گے اور رسولوں کا اتباع کریں گے کیا

تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝۴۴ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ

تم نے اس سے پہلے قسم نہ کھائی کہ ہمیں کہیں جانا ہی نہیں حالانکہ تم ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝۴۵ وَقَدْ مَكَرُوْا

جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور یہ بات تم پر ظاہر ہوگئی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بیان کیں اور ان لوگوں نے

مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝۴۶ فَلَا تَحْسَبَنَّ

اپنا مکر کیا اور اللہ کے سامنے ان کا مکر ہے اور واقعی ان کا مکر ایسا تھا کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ سوائے مخاطب تو اللہ کے بارے میں یہ

اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۴۷

خیال نہ کر کہ وہ وعدہ خلافی کرنے والا ہے بلاشبہ اللہ غلبہ والا بدلہ لینے والا ہے

آپ انہیں ڈرائیں اللہ تعالیٰ ان کی حالت سے واقف ہے' وہ انہیں سمجھ لے گا:

۴۲: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (تو ہرگز اللہ تعالیٰ کو بے خبر نہ سمجھ ان کاموں سے جو ظالم کرتے ہیں) اس میں مظلوم کو تسلی دی اور ظالم کو ڈرایا۔ اس میں خطاب دوسروں کو کیا گیا۔ اگر رسول مراد ہوں تو مراد اس سے آپ کو ثابت قدم کرنا ہے۔ اس بات پر کہ جس پر آپ قائم تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ولا تکونن من المشرکین [الانعام:۱۴] فلا تدع مع اللّٰہ الٰھا اخر [الشعراء:۲۱۳] جیسا کہ امر کی صورت میں اس آیت میں فرمایا۔ یاایھا

الذین امنوا امنوا باللّٰہ ورسولہٖ [النساء:۱۳۶] اس سے مراد یہ اعلان کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کی کرتوتوں سے واقف ہے۔ اوران کی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ وہ ان کے قلیل وکثیر پر سزا دیگا۔ یہ گویا بطور وعید وتہدید فرمایا جیسا کہ اس آیت میں ہے واللّٰہ بما تعملون علیم [البقرہ:۲۸۳] اِنَّمَا یُؤَخِّرُھُمْ (بیشک وہ ان کو مؤخر کررہا ہے) ان کی سزا کو مؤخر کررہا ہے۔ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ (ایسے دن میں جس میں آنکھیں پتھرا جائیں گی) یعنی آنکھیں ہولناک منظر کی وجہ سے ایک جگہ قرار نہ پکڑ سکیں گی۔

۴۳: مُھْطِعِیْنَ (وہ جلدی کرنیوالے ہونگے) داعی کی آواز کی طرف تیزی سے جانے والے ہونگے۔ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِھِمْ (وہ اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہونگے) اوپر اٹھانے والے ہونگے لَا یَرْتَدُّ اِلَیْھِمْ طَرْفُھُمْ (ان کی نگاہ ان کی طرف واپس نہ لوٹے گی) ان کی نگاہ ان کی طرف نہ لوٹے گی کہ وہ اپنے آپ کو دیکھ سکیں۔ وَاَفْئِدَتُھُمْ ھَوَآءٌ (ان کے دل بالکل بدحواس ہونگے) خیر سے خالی ہونگے کوئی چیز خوف کی وجہ سے یاد نہ ہوگی۔ الھواء وہ خلاء جس کو اجرام مشغول نہ کرسکیں پس دلوں کی صفت اس کے ساتھ کی جیسا کہا جاتا ہے قلب فلان ھواء جبکہ وہ بزدل ہو۔ اوراس کے دل میں قوت وجرأت نہ ہو۔ نمبر۳۔ ان کے دل کھوکھلے ہونگے ان میں عقلیں نہ ہونگی۔

۴۴: وَاَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْھِمُ الْعَذَابُ (اورتم لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جس دن ان پر عذاب آئے گا) قیامت کا دن مراد ہے فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (پس ظالم کہیں گے) ظالم سے کفار مراد ہیں۔ رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَکَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ (اے ہمارے رب تو ہمیں قریب مدت تک مؤخر کردے ہم تیری دعوت کو قبول کریں گے۔ اور تیرے رسولوں کی اتباع کریں گے) یعنی ہمیں دنیا کی طرف واپس کردے۔ ہمیں ایک مدت کی مہلت دے اورایک زمانہ کی ایک قریبی حد تک تاکہ جو زیادتیاں ہم کرچکے اس کا تدارک کرلیں۔ اور تیری دعوت کو قبول کرکے رسولوں کی اتباع کرلیں اس پر جواب دیا جائے گا۔ اَوَلَمْ تَکُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَالَکُمْ مِّنْ زَوَالٍ (کیا تم قسمیں نہیں اٹھاتے تھے کہ تم نے زائل نہیں ہونا) تم دنیا میں قسم اٹھاتے تھے کہ جب تم مرجاؤ گے تو اس حالت سے تم زائل نہ ہوگے اور دوسرے گھر کی طرف منتقل نہ ہوگے یعنی تم نے بعث کا انکار کیا جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ واقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم لا یبعث اللّٰہ من یموت [النحل:۳۸] اور مالکم یہ جواب قسم ہے یہاں خطاب کا لفظ اقسمتم لایا گیا اگر دونوں مقسموں کا لفظ حکایۃً لایا جاتا تو اس طرح کہتے مالنا من زوال نمبر۲۔ یوم سے ان کا دنیا میں ہلاکت والا دن مراد ہے۔ نمبر۳۔ شدتِ سکرات کے ساتھ عذاب کی حالت میں ان کی موت کا دن مراد ہے۔ اور ملائکہ کی ملاقات بغیر خوشخبری کے مراد ہے۔ کیونکہ اس دن وہ سوال کریں گے کہ ان کو اللہ تعالیٰ قریب وقت تک مہلت دے دے۔

۴۵: وَّسَکَنْتُمْ فِیْ مَسٰکِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ (اورتم نے رہائش اختیار کی ان لوگوں کے مساکن میں جنہوں نے (کفر) کرکے اپنے اوپر ظلم کیا) کہا جاتا ہے سکن الدار، سکن فیھا اور یہی معنی یہاں ہیں۔ ظلموا انفسھم سے کفر کرنا مراد ہے کیونکہ السکنٰی سکون سے ہے اوروہ ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔ اوراصل اس کو فی کے ساتھ متعدی بنایا گیا جیسا قرفی الدار واقام فیھا لیکن جب اس سے خاص سکون مرادلیا تو اس میں تصرف کردیا پس کہتے ہیں سکن الدار جیسا کہا جاتا ہے تبوّاَھا۔ ٹھکانہ بنایا سکونت اختیار کی۔

نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ سکنوا سکون سے ہو۔ انہوں نے قرار لیا اور ان میں مطمئن ہو گئے خوش دلی کے ساتھ حالانکہ وہ ان لوگوں کے راستہ پر چل دیے تھے جو ان سے قبل ظلم وفساد کرنے والے تھے۔ وہ ان دنوں کو یاد بھی نہ کرتے تھے جو گزشتہ اقوام کو عذاب کے دنوں میں پیش آیا۔ تا کہ وہ عبرت حاصل کرتے اور ڈر جاتے کہ ان کے ظلم کا انجام کتنا خطرناک نکلا۔

وَتَبَيَّنَ لَكُمْ (اور ہم نے تمہارے سامنے واضح بیان کر دیا) اطلاعات سے نمبر۲۔ مشاہدات سے۔ تبیّن کا فاعل مضمر ہے۔ اس پر کلام خود دلالت کر رہا ہے یعنی ان کا حال تمہارے سامنے خوب واضح ہوا۔ كَيْفَ (کس طرح) یہ فاعل نہیں ہے۔ کیونکہ استفہام میں اس کا ماقبل عمل نہیں کرتا۔ البتہ کیف محلاً منصوب ہے فَعَلْنَا بِهِمْ (ہم نے ان سے کیا کیا) کی وجہ سے ای اهلكناهم وانتقمنا منهم۔ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ (اور ہم نے تمہارے سامنے مثالیں بیان کیں) یعنی وہ حالات جو ان پر پیش آئے اور جس وجہ سے پیش آئے اور یہ حالات عجیب ہونے میں ہر ظالم کیلئے بیان کی جانیوالی امثلہ کی طرح ہے۔

کفار کے بڑے منصوبے:

۴۶: وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ (اور انہوں نے اپنی سازشیں کیں) یعنی ایسی بڑی سازشیں جس میں انہوں نے اپنی امکانی قوت صرف کر دی۔ اور اس سے مراد کفر کی بقاء کے تمام منصوبہ جات ہیں۔ اور اسلام کو باطل کرنے کے ذرائع ہیں۔ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ (اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا فریب درج ہے) یہ فاعل اول کی طرف مضاف ہے مطلب یہ ہے ان کا مکر اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا ہوا ہے۔ وہ ان کو اس کا بدلہ دیں گے جو اس سے بہت بڑا ہوگا۔ نمبر۲۔ یا مفعول کی طرف ای عند اللّٰه مكرهم الذى يمكرهم به اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہ تدبیر جو ان کے متعلق اختیار کریگا۔ اور اس تدبیر سے وہ عذاب مراد ہے جو ان کی نادانستگی میں آن پہنچے گا۔ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ (اور واقعی ان کی تدبیر اتنی بڑی تھی کہ اس سے پہاڑ بھی ٹل جاتے) اول لام مکسور اور دوسری لام منصوب تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ وان وقع مکرهم لزوال امرا لنبی ﷺ اگرچہ ان کا مکر اسلام کو زائل کرنے کیلئے تھا۔ نبی اکرم ﷺ کو عظمت شان کی وجہ سے جبال سے تعبیر کیا۔ کان تامہ ہے اور ان نافیہ ہے اور لام اسکی تاکید کیلئے لائے۔ جیسے اس ارشاد میں وما كان الله ليعذبهم [الانفال:۳۳] مطلب یہ ہے یہ بات ناممکن ہے کہ ان کے مکر سے پہاڑ زائل ہو جائیں۔ جبال تمثیل ہے اللہ تعالیٰ کی آیات اور شرائع سے کیونکہ شرائع بمنزلہ مضبوط پہاڑوں کے ہیں۔ جمی ہوئی اور ثابت ہیں۔ قراءت: اسکی دلیل ابن مسعود کی قراءت ہے۔ وما كان مكرهم۔ لام اول مفتوح اور دوسرا لام مرفوع ہے علی رحمہ اللہ نے یہی پڑھا ہے۔ ای وان كان مكرهم۔ اگرچہ ان کا مکر مضبوطی میں اس درجہ تھا کہ اس کے سامنے پہاڑ زائل ہو جائیں۔ اور اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں اِنْ مخففہ من المثقلہ ہے اور لام اسکی تائید کر رہی ہے۔

اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا:

۴۷: فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ (تم ہرگز نہ گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے کیا جانے والا وعدہ پورا نہ کریں گے) اس سے مراد یہ قول انا لننصر رسلنا [غافر:۵۱] كتب الله لاغلبن انا ورسلى [المجادلہ:۲۱] مُخْلِفَ یہ لتحسبنّ کا دوسرا مفعول ہے مخلف کی اضافت وعدہ کی طرف کی اور یہ اس کا دوسرا مفعول ہے اور پہلا مفعول رسلہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى

جس روز زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور سب لوگ اللہ کے لیے ظاہر ہو جائیں گے جو واحد قہار ہے اور اے مخاطب

الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى

تو اس دن مجرموں کو اس حال میں دیکھے گا کہ وہ باہم آپس میں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور ان کے کرتے قطران کے ہونگے اور انکے چہروں کو

وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

آگ نے ڈھانک رکھا ہوگا تا کہ اللہ ہر جان کو اسکے کئے ہوئے اعمال کی سزا دے بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع ۷ / ۱۱ / ۱۹

یہ پہنچا دینا ہے لوگوں کو اور تا کہ وہ اس کے ذریعہ ڈرائے جائیں اور تا کہ وہ جان لیں کہ وہ ہی ایک معبود برحق ہے اور تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

مخلف رسله وعده یہاں مفعول ثانی کو اول پر مقدم کیا تا کہ یہ بتلا دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ وعدے کی بالکل خلاف ورزی نہیں فرماتے جیسا کہ اس ارشاد میں ان اللہ لایخلف المیعاد [آل عمران:۹] پھر فرمایا رُسُلَهٗ تا کہ ظاہر کر دیا جائے کہ جب وہ کسی کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ تو رسولوں کے ساتھ کیے جانے والے وعدہ کی خلاف ورزی کیسے متصور ہوسکتی ہے جو کہ اسکی مخلوق میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں اور چنے ہوئے ہیں اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست) ایسا غالب کہ اس کے خلاف تدبیر کام نہیں دے سکتی ذُو انْتِقَامٍ (انتقام والے ہیں) اپنے اولیاء کیلئے ان کے دشمنوں سے۔

احوالِ قیامت:

۴۸: يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (جس دن زمین کو زمین سے اور آسمانوں کو تبدیل کر دیا جائے گا) نمبرا۔ انتقام کا ظرف ہونے کی وجہ سے یوم منصوب ہے نمبر۲۔ اذکر کو مضمر مان کر منصوب ہے مطلب یہ ہے کہ جس دن یہ زمین جس کو تم پہچانتے ہو کسی اور زمین سے تبدیل کر دی جائے گی غیر هذه المعروفة اس معروفہ زمین کے علاوہ سے اور آسمانوں کو اور آسمانوں سے بدل دیا جائے گا۔ ماقبل کی دلالت کی وجہ سے غیر السموات کو حذف کر دیا گیا التبدیل کا معنی تغیر۔ یہ تبدل ذوات میں ہوتا ہے جیسا کہتے ہیں بدلت الدراهم دنانیر میں نے دراہم کو دنانیر میں بدل لیا۔ نمبر۲۔ اوصاف میں تبدیلی جیسا کہتے ہیں بدلت الحلقة خاتما میں نے حلقہ کی انگوٹھی بنالی جبکہ پگھلا کر انگوٹھی بنالیں۔ گویا ایک شکل سے دوسری شکل بنائی۔

اختلاف: آسمانوں اور زمین کی تبدیلی میں اختلاف ہے۔ نمبرا۔ اس کے اوصاف بدل دیئے جائیں گے زمین سے اس کے پہاڑوں کو ہٹا دیا جائے گا۔ اور اس کے سمندروں کو پھاڑ کر زمین کو پھیلا کر ختم کر دیا جائے گا۔ زمین کو اس طرح برابر کیا جائے گا کہ اس میں ذرا بھر ٹیڑھ اور ٹیلہ نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ یہی زمین ہوگی البتہ آسمان کو متغیر و

متبدل کر دیا جائے گا۔اس کے ستارے بکھر بکھر جائیں گے اوراس کا سورج روشنی کھو بیٹھے گا اور چاند بے نور ہو جائیگا۔اور آسمان پھٹ جائیگا اوراسمیں دروازے دروازے ہو جائیں گے۔

نمبر۲۔اس کے بدلے دوسرا آسمان اور زمین پیدا کی جائیگی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کا حشر ایسی زمین پر ہوگا جس پر ایک بھی گناہ نہ ہوا ہوگا اور وہ زمین رنگت میں سفید ہوگی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے زمین چاندی کی بنائی جائیگی اور آسمان سونے کے۔ وَبَرَزُوْا (اور وہ سامنے آئیں گے) وہ اپنی قبور سے نکلیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (ایک اللہ تعالیٰ کیلئے جو کہ اکیلے زبردست ہیں) وہ اس طرح ہے جیسا فرمایا لمن الملك اليوم لله الواحد القهار [غافر:۱۶] کیونکہ جب مملکت ایک ہی کی ہوگی جو کہ زبردست غلبہ والا ہے جس کو مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔پس اس کے سواء اور کوئی مستغاث نہ ہوگا۔اور معاملہ بہت سخت ہوگا۔

۴۹: وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ (تم اے مخاطب مجرموں کو دیکھو گے) مجرمین سے کفار مراد ہیں۔ يَوْمَئِذٍ (اس دن) قیامت کے دن مُقَرَّنِيْنَ (اس حال میں کہ وہ جکڑے ہوئے ہونگے) ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر ملائے جائیں گے نمبر۲۔شیاطین کے ساتھ باندھے جائیں گے۔نمبر۳۔ان کے ہاتھوں کو ٹانگوں کے ساتھ زنجیروں سے باندھ دیا جائے گا۔فِي الْاَصْفَادِ (زنجیروں میں) یہ مقرنین کے متعلق ہے ان کو زنجیروں میں باندھا جائے گا۔نمبر۲۔اس سے متعلق نہیں۔مطلب اس طرح ہوگا ان کو زنجیروں میں باندھ کر ملایا جائے گا الاصفاد۔نمبر۱۔بیڑیاں نمبر۲۔طوق۔

۵۰: سَرَابِيْلُهُمْ (ان کے کرتے) ان کے قمیص مِّنْ قَطِرَانٍ (گندھک سے) ابہل کے درخت کا نچوڑا ہوا دودھ جس کو پکا کر خارشی اونٹوں کے جسم پر مالش کی جاتی ہے۔یہ اتنا تیز ہوتا ہے کہ خارش پر لگائیں تو اس کو اپنی تیزی اور حرارت کی وجہ سے جلا دیتا ہے اسمیں آگ جلد اثر کرتی ہے۔اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔بدبو تیز۔اس سے جہنم والوں کی کھالوں پر مالش کی جائے گی۔ یہاں تک یہ مالش قمیص کی طرح ہو جائے گی۔تاکہ ان کے جسم پر گندھک کا چمٹنا اور جلن جمع ہو جائے اور ان کے چمڑوں کو جلد آگ لگے اور ان کا رنگ وحشت ناک اور جسم بدبودار ہو جائے۔دونوں گندھکوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے اور ہر وہ جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے۔یا آخرت میں جس سے ڈرایا ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے اسی جنس کی چیز سے وضاحت فرمائی جو ہمارے مشاہدہ میں ہے۔اور ایسی چیز واضح کی جس کی حیثیت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔گویا ہمارے ہاں تو فقط نام ہیں۔مسمیات تو اس جگہ ہیں نعوذ باللّٰہ من سخطه وعذابه۔

قراءت: مِنْ قَطِرٍ آنٍ زید نے یعقوب سے اسی طرح روایت کیا اور کہا کہ وہ پگھلا تانبا جس کی حرارت ہر تن تک پہنچنے والی ہوگی۔مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ (اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ رہی ہوگی) اپنے شعلوں کے ساتھ بلند ہوگی وجہ کو خاص کیا کیونکہ ظاہری بدن میں یہ معزز ترین حصہ ہے جیسا کہ دل باطن میں اس لئے فرمایا تطلع على الافئدة [الہمزہ:۷]

قیامت جزائے اعمال کیلئے ہے:

۵۱: لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (تاکہ اللہ تعالیٰ ہر نفس کو وہ بدلہ دے جو اس نے کمایا) تاکہ مجرمین سے وہ سلوک کیا

جائے جوانہوں نے کیا اور ہر نفس کو وہ عزت ملے جو اس نے کمائی۔ نمبر۲۔ ہر نفس کو اللہ تعالیٰ بدلہ دے خواہ وہ نفس مجرم ہو یا مطیع کیونکہ جب وہ مجرمین کو ان کے جرائم کی سزا دے گا۔ تو اس سے خود معلوم ہو گیا کہ وہ مومنین کو ان کی طاعات پر ضرور صلہ دیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں) تمام بندوں کا حساب پلک جھپک سے پہلے لے لے گا۔

۵۲: هٰذَا (یہ) جس کا بیان ولا تحسبن سے سریع الحساب تک ہوا۔ بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ (پوری بات ہے لوگوں کیلئے) وعظ ونصیحت کیلئے کافی ہے۔ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ (اور تا کہ اس کے ذریعہ ڈرایا جائے) اس پوری بات کے ذریعہ۔

نحو: اس کا عطف محذوف پر ہے ای لینصحوا ولینذروا۔ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (تا کہ وہ جان لیں کہ بیشک وہی ایک معبود ہے) کیونکہ جب وہ ڈریں گے اس چیز سے جس سے ان کو انذار کیا گیا ہے تو خوف ان کو غور وفکر کی طرف لے جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ توحید تک پہنچ جائیں گے کیونکہ خشیت تمام بھلائیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (اور تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں) عقلوں والے۔

سورۂ ابراہیم کا تفسیری ترجمہ بروز بدھ ۲۳ ۱۴۲ھ شعبان مکمل ہوا الحمد للہ اولاً و آخراً

سُوْرَۃُ الْحِجْرِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ

سورہ حجر مکہ میں نازل ہوئی جو ننانوے آیات اور چھ رکوع پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۱ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

الٓرٰ یہ آیات ہیں کتاب کی اور قرآن مبین کی، جن لوگوں نے کفر کیا وہ بہت سی مرتبہ یہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ

لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝۲ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ

مسلمان ہوتے، آپ انہیں چھوڑیئے وہ کھا لیں اور نفع اٹھا لیں اور امید انہیں غفلت میں ڈالے رکھے، سو وہ عنقریب

يَعْلَمُوْنَ ۝۳ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۴ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ

جان لیں گے، اور ہم نے جتنی بھی بستیوں کو ہلاک کیا ان کے لئے ایک وقت معین لکھا ہوا تھا، کوئی امت اپنی مقررہ اجل سے نہ آگے

اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝۵

بڑھ سکتی ہے اور نہ وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔

عظمتِ قرآن:

۱: الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ الٓرٰ (یہ آیات ہیں کامل کتاب اور واضح قرآن کی)۔ تلك سے ان آیات کی طرف اشارہ ہے جو اس سورت میں ہیں۔ الکتاب اور قرآن مبین سے سورت مراد ہے۔ قرآن کو نکرہ بطور تفخیم شان کے ذکر کیا ہے۔ معنی یہ ہے یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو کتاب ہونے میں کامل ہے اور قرآن مبین کی آیات ہیں۔ گویا اسطرح فرمایا۔ الکتاب الجامع للکمال و للغرابة فی البیان۔ ایسی کتاب جو کمال اور غرابت فی البیان کو جمع کرنے والی ہے۔

قیامت کے دن کفار کی حسرت:

۲: رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے)۔ قراءت: مدنی و عاصم نے تخفیف سے پڑھا۔ باقی نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ مَا یہ کافہ ہے کیونکہ رب حرف جر ہے اور مابعد کو مجرور کرتا ہے یہ اسم نکرہ کے ساتھ خاص ہے۔ جب عمل سے روک دیا گیا تو اس کے بعد فعل ماضی اور اسم آسکتا ہے۔ اور جائز ہے۔ یود الذین کفروا کیونکہ انتظار کرنے والے اللہ تعالیٰ کے

اطلاع دینے سے ماضی کی طرح قطعیت اور تحقیق رکھتے ہیں۔ گویا اس طرح کہہ دیا گیا۔ ربما ودّ اور ان کا یہ چاہنا موت کے وقت ہوگا۔ نمبر۲۔ قیامت کے دن ہوگا جب کہ اپنی حالت اور مسلمانوں کی حالت کا مشاہدہ کریں گے۔ نمبر۳۔ جب وہ مسلمانوں کو آگ سے نکلتا دیکھیں گے تو وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے (تو آج آگ سے نکل جاتے) اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (کاش کہ وہ (دنیا) میں مسلمان ہوتے) یہ ان کے چاہنے کی حکایت ہے کہ اس طرح چاہت کریں گے غائب کے صیغہ سے ذکر کیا گیا کیونکہ ان کے متعلق اطلاع دی گئی جیسا کہتے ہیں حلف بالله ليفعلن اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی کہ وہ ضرور ایسا کرے گا۔ اگر اس طرح کہتے ہیں حلف بالله لافعلن۔ ولو كنا مسلمين تو اچھا ہوتا۔ رُبَّ کے لفظ سے تقلیل پیدا کی کیونکہ قیامت کے خوف ناک مناظر تو بہت ہیں۔ اور وہ ان کو تمنا سے مشغول و بے پرواہ کردیں گے۔ جب وہ سکرات عذاب سے افاقہ پائیں گے تو اس وقت مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے۔

ایک وضاحت:

جنہوں نے یہ کہا کہ رب کثرت کیلئے آتا ہے۔ ان سے بھول ہوگئی ہے کیونکہ کثرت والی بات اس بات کے الٹ ہے۔ جو اہل لغت کے ہاں پائی جاتی ہے کیونکہ رب کی وضع ہی تقلیل کیلئے ہے۔

معاند سے ایمان کی طمع مت کریں:

۳: ذَرْهُمْ (آپ ان کو رہنے دیں) یہ امر توہین کیلئے ہے کہ آپ ان کے ایمان لانے کی طمع چھوڑ دیں۔ اور جس کام میں وہ مبتلا ہیں ان سے روکنا چھوڑ دیں اور نصیحت و تذکیر ان کے لئے فائدہ مند نہ ہوگی ان کے حال پر رہنے دیں۔ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا (کہ وہ کھائیں پئیں اور مزے اڑائیں) اپنی دنیا میں وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ (اور ان کی تمنائیں اور اُمیدیں ان کو ایمان سے غافل کئے رکھیں) فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (عنقریب ان کو علم ہوجائے گا) اپنی بدکرداری کا۔

نکتہ: اس میں خبردار کیا گیا ہے کہ تلذذ و تنعم اور جو چیزیں لمبی امیدیں پیدا کرنے والی ہوں ان کو ترجیح دینا ایمان والے بندوں کی عادات و اخلاق سے نہیں ہے۔

ہر ایک کی ہلاکت کا وقت ہے:

۴: وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ (اور ہم نے جتنی بستیاں ہلاک کی ہیں ان کے لئے ایک معین وقت تحریر تھا)

سوال: وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ یہ جملہ قریہ کی صفت ہے اور قیاس کا تقاضا ہے کہ ان کے درمیان واؤ نہ لائی جائے۔ جیسا کہ اس آیت میں وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ [الشعراء:۲۰۸]

جواب: یہ واؤ درمیان میں اسلئے لائی جاتی ہے تاکہ موصوف صفت کا الصاق پختہ ہوجائے۔ کیونکہ صفت تو موصوف کے ساتھ بغیر واؤ کے ملی ہوئی ہوتی ہے واؤ لاکر اس الصاق کی تاکید کردی گئی۔

نمبر۲۔ بہتر وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ قریۃ سے حال ہے کیونکہ وہ موصوف کے قائم مقام ہے۔ گویا تقدیری عبارت اس طرح ہے وما

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ⑥ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ

اور ان لوگوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے بے شک تو دیوانہ ہے تو فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑦ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ⑧

اگر تو سچوں میں سے ہے، فرشتوں کو ہم فیصلہ کے ساتھ ہی نازل کیا کرتے ہیں اور اس وقت لوگوں کو مہلت بھی نہیں دی جاتی،

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑨

بلاشبہ ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں

اھلکنا قریۃ من القرٰی یہ صفت نہیں ہے۔ کتاب معلوم جانی اور معلوم شدہ لکھت وتحریر۔ اوراس سے مراد وہ وقت مقررہ ہے جو لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اوراس کو واضح کر دیا جیسا کہ اگلی آیت میں۔

وقت سے آگے پیچھے نہ ہوگا:

۵: مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا (کوئی قوم اپنے وقت مقررہ سے سبقت نہیں کرتی) اپنی کتاب کی جگہ میں وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ (اور نہ وہ اس سے پیچھے ہٹتے ہیں) ای عنہ کو حذف کر دیا گیا کیونکہ وہ معلوم ہے۔

نکتہ: پہلی مرتبہ امت کو مؤنث لائے پھر دوسری مرتبہ مذکر ذکر کیا تاکہ لفظ ومعنی دونوں کا لحاظ ہو جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعنہ جنون:

۶: وَقَالُوْا (اور انہوں نے کہا) یعنی کفار نے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ (اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا) ذکر سے قرآن مراد ہے اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (بیشک تو مجنون ہے) مراد اس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات لیتے تھے۔ اور یہ کہنا ان کی طرف سے بطور استہزاء تھا۔ جیسا کہ فرعون نے کہا اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ [الشعراء: ۲۷] وہ نزول قرآن کے کیسے قائل ہو سکتے ہیں جبکہ وہ آپ کو مجنون کہہ رہے ہیں۔ ان کے کلام میں یہ عکس استہزاء کو ظاہر کرتا ہے۔ اور تہکم امنڈ رہا ہے۔ یہ اس طرح جیسا فرمایا فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ [آل عمران: ۲۱] اور دوسری آیت میں اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ [ھود: ۸۷] مطلب یہ ہے کہ تو مجنونوں والی باتیں کہتا ہے جبکہ تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تم پر قرآن اترتا ہے۔

گواہی والے فرشتے ساتھ ساتھ:

۷: لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (تو کیوں نہیں لاتا ہمارے پاس فرشتوں کو اگر تو سچا ہے) جب لو ما اور لا کے ساتھ لائیں تو۔ نمبرا۔ دوسرے کے وجود سے ایک کی نفی کیلئے آتا ہے (مثلاً لو لا زید لھلک عمرو تو ہلاکتِ عمرو کی نفی وجودِ زید کی وجہ سے ہے) نمبر۲۔ تحضیض کیلئے آتا ہے۔ اور جب ھل کو لا کے ساتھ ملا کر لایا جائے تو تحضیض کا فائدہ دیتا ہے اب معنی یہ

ہوگا۔ھلا تاتینا بالملائکۃ یشھدون بصدقک۔تو کیوں ہمارے پاس فرشتوں کونہیں لاتا تاکہ وہ تمہاری صداقت کی گواہی دیں۔نمبر۳۔تو ملائکہ عذاب ہماری تکذیب کرنے پر کیوں نہیں لاتا اگر تم سچے ہو۔

نزولِ ملائکہ پر مہلت ختم ہو جاتی ہے:

۸: مَانُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ (ہم فرشتوں کونہیں اتارتے)

قراءت: ابوبکر کے علاوہ قراء نے مانُنزل پڑھا ابوبکر تنزل تُنزل کا معنی تتنزل غیرھم ان کے غیر پر اترتے ہیں۔اِلَّا بِالْحَقِّ (مگر حق کے ساتھ) مگر وہ اترنا جو حق وحکمت کے ساتھ ملا ہوا ہو وَمَا کَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ (اور اس وقت ان کو مہلت نہیں دی جاتی) اِذًا یہ ان کا جواب ہے اور شرط کی جزاء مقدر ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے لو نزلنا الملائکۃ اگر ہم فرشتوں کو اتاریں ما کانوا منظرین تو ان کو پھر مہلت نہ دی جاتی اس وقت اور نہ ان سے عذاب مؤخر کیا جاتا۔

قرآن کے ہم محافظ:

۹: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ (بیشک ہم نے ہی ذکر کو اتارا) ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) اس میں ان کے انکار اور استہزاء کا رد ہے۔جیسا کہ اس ارشاد میں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ [الحجر:۶] اسی لئے تو فرمایا: انا نحن۔تاکیدات سے یہ پختہ کر دیا کہ وہی قطعی طور پر اتارنے والے ہیں اور اسی نے ہی اس کو شیاطین سے محفوظ اتارا ہے۔اور ہر وقت وہی اسکی کسی قسم کے اضافے ونقصان سے حفاظت کرنے والے ہیں۔اور تحریف وتبدیل سے بچانے والے ہیں۔بخلاف پہلی کتابوں کے کہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی گئی۔ان کی حفاظت کی ذمہ داری احبار ربانیین پر ڈالی گئی۔انہوں نے ضد کی وجہ سے باہمی اختلاف ڈالا۔پس تحریف کا دروازہ کھل گیا۔مگر قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری کسی اور پر نہیں ڈالی گئی۔اور اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ کو اس بات پر بطور دلیل لائے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور آیت ونشانی کے اتارا گیا ہے۔اگر یہ کسی انسان کا قول ہوتا یا آیت نہ ہوتا تو اس پر اضافہ ونقصان امنڈ آتا جیسا کہ ہر کلام جو اس کے علاوہ ہے اس پر وارد ہوتا ہے نمبر۲۔یا ضمیر لَہٗ میں اشارہ رسول ﷺ کی طرف ہے۔جیسا کہ اس آیت میں وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ [المائدہ:۶۷] میں ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ⑩ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے گزشتہ لوگوں کے گروہوں میں پیغمبر بھیجے اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا

اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑪ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ⑫ لَا يُؤْمِنُوْنَ

جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو، ہم اس طرح اس استہزا کو مجرمین کے دلوں میں چلاتے ہیں، یہ لوگ اس پر ایمان نہیں

بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ⑬ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ

لاتے اور پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے، اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ لوگ دن کے وقت اس میں

يَعْرُجُوْنَ ⑭ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ⑮ ع ۱ ۱۵ ۱

چڑھ جائیں تب بھی یوں کہیں گے کہ بس بات یہ ہے کہ ہماری آنکھوں کی نظر بندی کردی گئی ہے، بلکہ ہم ایسے لوگ ہیں جن پر جادو کردیا گیا ہے۔

نبوت کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے:

۱۰: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ (ہم نے آپ سے پہلے بھی پچھلی امتوں میں پیغمبر بھیجے) یعنی ہم نے آپ سے پہلے بھی مختلف گروہوں میں انبیاء علیہم السلام بھیجے۔ الشیعۃ وہ گروہ جو کسی مذہب وطریقہ پر متفق ہوں۔

۱۱: وَمَا يَاْتِيْهِمْ (اور نہیں آتا رہا ان کے پاس) یہ ماضی کی حکایت ہے کیونکہ مَا مضارع پر نہیں آسکتا مگر وہ معنی حال میں ہے لا ماضی پر داخل ہو تو وہ بھی معناً حال کے قریب ہو جاتا ہے۔ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (کوئی رسول مگر کہ وہ اس کا مذاق اڑاتے رہے ہیں) اس جملے میں آنحضرت ﷺ کو پیام تسلی ہے۔

مجرموں میں تکذیب چلی آ رہی ہے:

۱۲: كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ (اسی طرح (استہزاء) ڈال دیتے ہیں مجرمین کے دلوں میں) جیسا کفر کو چلایا ان کے دلوں میں نمبر۲۔ استہزاء کو پہلے گروہوں میں نسلكه ہم اس کفر یا استہزاء کو ڈال دیں گے مجرموں کے دلوں میں جو اس کو پسند کریں گے آپ کی امت میں سے۔ کہا جاتا ہے سلکت الخیط فی الابرة واسلکته میں نے دھاگہ سوئی میں ڈال دیا۔ یہ آیت معتزلہ کے عقیدہ اصلح اور خلق افعال کے خلاف اہل سنت کی واضح حجت ہے۔

مکہ والوں کی تکذیب پر وعید:

۱۳: لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے) نمبر۱۔ یا اللہ تعالیٰ پر یہ حال ہے وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ (گزشتہ لوگوں کا طریقہ بھی گزرا) یہ ان کے اس راستہ پر چلے جو ہلاکت کے لئے مقرر کیا گیا تھا جب کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ یہ دراصل

اہل مکہ کیلئے ان کی تکذیب پر وعید ہے۔

واضح ترین نشانی دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے:

۱۴: وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ (اور اگر ہم کھول دیں ان پر آسمان سے کوئی دروازہ) اگر چہ ہم ان کے سامنے واضح ترین نشانی پیش کر دیں جو کہ آسمان سے دروازہ کھلنے کی صورت میں ہو۔ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ (وہ اس میں چڑھنے لگیں) چڑھنے لگیں۔

۱۵: لَقَالُوْا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا (تو ضرور کہیں گے بیشک ہماری آنکھوں کو جادو کر دیا گیا) حیرت میں ڈال دیا گیا یا روک دیا گیا جبکہ یہ السکر سے ہو یا نمبر۲۔ السَّکَر ہے بند کرنا۔

قراءت: مکی نے سُكِرَتْ پڑھا۔ ان کو روک دیا گیا جیسا کہ نہر کو چلنے سے روکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین عناد میں اس قدر غلو کرنے والے ہیں کہ اگر ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے جائیں اور ان کو سیڑھی میسر آجائے جس کے ذریعہ آسمان کی طرف چڑھ سکیں اور آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھیں تو تب بھی یہ کہہ دیں گے یہ خیالی چیز ہے جس میں ہم مبتلا کر دیئے گئے اس میں کوئی حقیقت نہیں اور یہ ضرور کہہ اٹھیں۔ بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا) نمبر۱۔ محمد ﷺ نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ نمبر۲۔ ضمیر ملائکہ کی طرف جاتی ہے یعنی اگر ہم ان کو فرشتے آسمان میں چڑھتے ہوئے آنکھوں سے دکھا دیں تو پھر بھی کہیں گے مرغ کی ایک ٹانگ۔ ظَلَّ کا لفظ لا کر بتلایا کہ ان کا یہ آسمان میں چڑھنا سفید دن اور سپیدہ صبح میں ہوتا کہ خوب واضح دیکھ پائیں۔ انما کا کلمہ کہا تا کہ اس سے یہ دلالت کر دی جائے کہ وہ رات کو یہ بات بناتے ہیں یہ ساری بات آنکھوں پر جادو کے اثر کی وجہ سے ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ

اور بے شک ہم نے آسمان میں ستارے پیدا کئے اور اسے دیکھنے والوں کے لئے زینت والا بنایا اور ہر شیطان مردود سے ہم نے اسے

شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ

محفوظ کر دیا سوائے اس کے جو چوری سے سن لے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہو لیتا ہے، اور ہم نے زمین کو

مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾

پھیلا دیا اور ہم نے اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور ہم نے اس میں ایک معین مقدار سے ہر قسم کی چیز اگائی

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا

اور ہم نے تمہارے لئے اس میں زندگی کے سامان پیدا کر دیئے، اور جنہیں تم رزق دینے والے نہیں ہو انہیں بھی ہم نے رزق دیا اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے

خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ

ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم اس کو صرف مقدار معلوم ہی کے بقدر نازل کرتے ہیں، اور ہم نے ہواؤں کو بھیج دیا جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم نے

السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ

آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے تمہیں وہ پانی پلایا اور تم اتنا پانی جمع کرنے والے نہیں ہو اور بلاشبہ ہم زندہ کرتے ہیں اور موت دیتے ہیں

وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

اور ہم ہی وارث ہیں، اور بلاشبہ ہمیں معلوم ہیں جو تم میں سے پہلے تھے اور بلاشبہ ہمیں وہ لوگ معلوم ہیں جو تمہارے بعد آنے والے ہیں،

وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع ۲ / ۲

اور بلاشبہ آپ کا رب ان سب کو جمع فرمائے گا، بے شک وہ حکیم ہے علیم ہے۔

آسمانی برج بنا کر شیاطین سے حفاظت کر دی:

۱۶: وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ (واقعۃً ہم نے آسمان میں بنائے) اس میں پیدا کئے بُرُوْجًا (برج) ستارے نمبر۲۔ ایسے محلات جن میں پہریدار ہیں نمبر۳۔ ستاروں کی منازل وَّ زَيَّنّٰهَا (اور اس کو زینت دی) آسمان کو لِلنّٰظِرِيْنَ (دیکھنے والوں کیلئے)

۱۷: وَحَفِظْنٰهَا (اور ہم نے اسکی حفاظت کی) آسمان کی مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ (ہر شیطان مردود سے) ملعون نمبر۲۔ ستاروں سے جس کو سنگسار کیا جاتا ہے۔

۱۸: اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ (مگر جس نے چرایا بات کو) جو سنی ہوئی چیز ہے۔ من یہ استثناء کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ پس اس کا پیچھا کرتا ہے شہاب) وہ ستارہ پھر وہ لوٹ جاتا ہے۔ مُّبِیْنٌ (ظاہر) دیکھنے والوں کیلئے۔ ایک قول یہ ہے کہ شیاطین کو آسمان کی طرف سے نہ روکا جاتا تھا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو تین آسمانوں سے روک دیئے گئے۔ جب محمد ﷺ پیدا ہوئے تو تمام آسمانوں سے روک دیے گئے۔

زمین بچھا کر اس میں پہاڑ گاڑ دیئے:

۱۹: وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا (اور ہم نے زمین کو بچھایا) کعبہ کے نیچے سے اس کو پھیلایا۔ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ پانی پر اس کو کھینچ کر دراز کر دیا۔ وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ (اور ہم نے اس میں پہاڑ ڈال دیے) یعنی زمین میں۔ قائم رہنے والے پہاڑ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ (اور اس میں پیدا کی ہر چیز مناسب) میزان حکمت سے وزن کر کے اور ایسی مقدار سے اندازہ کیا جو اس کا تقاضا تھا جس میں زیادتی و کمی نہ پائی جاتی تھی۔ نمبر۲۔ موزون کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کا وزن اور مقدار مقرر ہے جو منفعت و نعمت کے سلسلہ میں طے شدہ ہے۔ نمبر۳۔ جنکا وزن کیا جاتا ہے مثلاً زعفران، سونا، چاندی، تانبہ، لوہا وغیرہ۔

سوال: وزن کو کیوں خاص کیا؟

جواب: وزن کو اس لئے خاص کیا کیونکہ کیل کی انتہاء وزن پر ہوتی ہے۔

انسانی رزق زمین میں رکھے:

۲۰: وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا (اور بنا دیے اس میں) یعنی زمین میں مَعَایِشَ (اسباب زندگی) جمع معیشة کھانے پینے کی چیزیں۔ یہ یائے صریحہ کے ساتھ ہے بخلاف خبائث وغیرہ کے۔ اس میں صراحۃً یاء پڑھنا غلطی ہے۔ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ (اور ان کو بھی پیدا کیا جن کو تم رزق دینے والے نہیں ہو) مَن یہ معایش پر عطف ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے یا لکم کے محل کی وجہ سے گویا عبارت اس طرح تھی وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ اور زمین میں ہم نے پیدا کیا تمہارے لئے اسباب معیشت اور پیدا کیا ان جانوروں کو جن کو تم رزق دینے والے نہیں۔

نمبر۲۔ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ اور ہم نے پیدا کئے زمین میں اسباب معیشت اور ان کے لئے بھی جن کو تم رزق دینے والے نہیں یعنی اہل وعیال، غلام و خدام جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو رزق دے رہے ہیں وہ غلطی میں مبتلا ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی رازق ہیں وہی اُن کو اور اِن کو رزق دیتے ہیں۔ اسمیں چوپائے بھی شامل ہیں وغیرہ ذلک۔ مگر یہ درست نہیں کہ مَن کو محل جر میں مان لیں۔ اس طرح کہ لکم کی کم ضمیر پر عطف ہو کیونکہ ضمیر مجرور پر عطف جائز نہیں صرف ایک صورت ہے کہ جار کو دوبارہ لایا جائے۔

ہمارے پاس ہر چیز کا خزانہ ہے:

۲۱: وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (کوئی چیز ایسی نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں

اور ہم اس کو ایک معلوم مقدار کے مطابق اتارتے ہیں) خزائن کا ذکر بطور تمثیل ہے۔ مطلب یہ ہے جو چیز بندوں کے فائدہ کی ہے اس کو ہم تکوین وایجاد کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور اس کا انعام کر سکتے۔ ہم ایک معلوم مقدار کے مطابق اس کو عطا کرتے ہیں خزائن کو بطور مثال کے بیان کرنے کا مقصد ہر مقدور پر اقتدار الٰہی کا ثابت کرنا ہے۔

رس بھری ہواؤں سے بارش اُتاری:

۲۲: وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ (اور ہم ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو پانی سے بھری ہوتی ہیں) لواقح جمع لاقحة یعنی ہم نے ہوائیں بھیجیں جو بادل اٹھانے والی ہیں کیونکہ وہ ہوائیں بادلوں کو اپنے پیٹ و جوف میں رکھتی ہیں گویا کہ وہ بادلوں کو حاملہ کرنے والیاں ہیں یہ لقحت الناقة اونٹنی حاملہ ہوئی۔ لاقحہ کی ضد عقیم ہے۔

قراءت: حمزہ نے الرِّيْحَ پڑھا ہے۔

فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ (پھر ہم نے بادل سے پانی اتارا اور اس سے تم کو سیراب کیا) پس اس کو تمہارے لئے سیرابی بنایا۔ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ (تم اس کو جمع کرنے والے نہیں ہو) انسانوں سے اس چیز کی نفی کی جس کو اپنی ذات کیلئے اس آیت میں ثابت کیا۔ وان من شئی الاعندنا خزائنه گویا اس طرح فرمایا۔ نحن الخازنون للماء۔ عَلٰی معنًی ہم اس کو آسمان میں پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور ہم آسمان سے اس کو اتارنے کی قدرت رکھتے ہیں تم اس بات پر قدرت نہیں رکھتے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور انسانوں کی عاجزی پر دلیل ہے۔

ہم اگلے پچھلے سب کو جانتے ہیں:

۲۳: وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ (اور بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے اور موت دیتے ہیں) نمبرا۔ وجود دے کر زندہ کرتے اور فناء کے گھاٹ پر اتار کر موت دیتے ہیں۔ نمبر۲۔ وقت مقررہ کے پورے ہونے پر موت دیتے ہیں۔ اور جزائے اعمال کے لئے زندہ کریں گے۔ اس صورت میں تقدیم و تاخیر مانی جائے گی اس لئے کہ واؤ مطلق جمع کیلئے ہے۔ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ (اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں) تمام مخلوق کی ہلاکت کے بعد باقی رہنے والے ہیں۔ اور باقی کو وارث کہا جاتا ہے وارث یہ وارث المیت سے بطور استعارہ استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اس کے بعد باقی رہنے والا ہوتا ہے۔

۲۴: وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ (ہم تمہارے پہلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی ہم ہی جانتے ہیں) جو موت اور ولادت کے لحاظ سے متقدم و متاخر ہیں۔ نمبر۲۔ جو اپنے آباء کی اصلاب سے پیدا ہو چکے اور جو ابھی تک نہیں نکلے نمبر۴۔ اسلام میں مقدم یا طاعت میں آگے بڑھنے والے۔ نمبر۵۔ صف جماعت میں آگے بڑھنے والے۔ نمبر۶۔ صف کارزار میں آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے۔

تمام کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے:

۲۵: وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ (اور بیشک آپ کا رب وہی انکو جمع کرے گا) وہ اکیلا ان کے حشر پر قدرت رکھتا ہے اور ان کے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۲۶ وَالْجَآنَّ

اور بلاشبہ ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے بنی تھی، اور ہم نے جن کو

خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۲۷ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ

اس سے پہلے آگ سے پیدا کیا جو ایک گرم ہوا سے تھی، اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بلاشبہ میں بشر کو

بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۲۸ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ

بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے ہوگی، سو جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں

فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۲۹ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۳۰ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓی اَنْ

تو اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا سو تمام فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا، اس نے اس بات سے انکار کیا کہ

یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ۳۱ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ۳۲ قَالَ لَمْ

وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھے اس بات پر کس نے آمادہ کیا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا، ابلیس نے کہا میں

اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۳۳ قَالَ فَاخْرُجْ

ایسے بشر کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں جسے آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے بنی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو تو اس سے

مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۳۴ وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۳۵

نکل جا کیونکہ تو مردود ہے اور قیامت کے دن تک تجھ پر لعنت رہے گی،

اعداد کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ (بیشک وہ حکمت والا علم والا ہے) غالب حکمت وسیع علم والا ہے۔

تخلیق آدم علیہ السلام:

۲۶: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (تحقیق ہم نے انسان کو پیدا کیا) یعنی آدم علیہ السلام مِنْ صَلْصَالٍ (بجنے والی مٹی سے) خشک مٹی جس کو آگ نہ پہنچی ہو مِّنْ حَمَاٍ (سیاہ گارے سے) یہ صلصال کی صفت ہے ای خلقه من صلصال كائن من حمأ ای طین اسود متغیر اس کو پیدا کیا گارے سے جو بننے والی تھی سیاہ رنگ متغیر مٹی سے مَّسْنُوْنٍ (پتلا جس میں نقوش بنا دیے جائیں) جسمیں تصویر بنا دی جائے۔ شروع میں تراب تھی جب اس کو پانی سے گوندھ دیا گیا تو طین بن گئی تو پھر پڑی رہی تو سیاہ کیچڑ بن کر حماء کہلائی جب اس کا نچوڑ نکالا تو سلالہ ہوگئی اس میں صورت بنائی تو مسنون کہلائی جب سخت ہوئی تو صلصال کہلائی پس

مختلف مقامات پر ایجاز و تفصیل میں ان میں سے جو تعبیر لائی جائے ان میں تناقض نہیں۔

جنات کے باپ کی پیدائش:

۲۷: وَالْجَآنَّ (اور ابوالجن کو) جنات کے باپ کو جیسا کہ انسانوں کیلئے ان کے باپ آدم کو نمبر۲۔ ابلیس مراد ہے۔ یہ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ کے فعل سے منصوب ہے۔ من قبل سے من قبل آدم آدم علیہ السلام سے پہلے مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (گرم ہوا سے) مسام میں گھس جانے والی سخت گرم ہوا۔ کہا گیا ہے کہ یہ گرم لو نار کی سترھویں جزء میں سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے جنات کے باپ کو پیدا کیا۔

فرشتوں کو حکم سجدہ:

۲۸: وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ (اور جب کہا تیرے رب نے) اس وقت کو یاد کرو جب یہ بات کہی گئی لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (فرشتوں کو بیشک میں ایک بشر بنانے والا ہوں بجتی ہوئی مٹی کے سیاہ گارے سے۔

۲۹: فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ (پس جب میں اس کو پورا بنا دوں) اسکی خلقت کو پورا کر دوں اور ہیئت کو صحیح کر دوں تا کہ اس میں روح پھونکی جائے۔ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (اور اس میں اپنی طرف سے روح ڈال دوں) اس میں روح ڈال کر زندہ کر دوں۔ اس جگہ نفخ نہیں بلکہ تمثیل ہے اور اضافت اضافتِ تخصیص ہے۔ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (تم اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا) یہ وقع یقع سے امر ہے ای اسقطوا علی الارض یعنی اسجدو اله اس کو سجدہ کرو اور فاء کو جواب اذا ہونے کی وجہ سے داخل کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امر کا فعل کے وقت سے پہلے ہونا جائز ہے۔

ملائکہ کا سجود:

۳۰: فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (پس تمام کے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا) ملائکہ جمع عام ہے اس میں تخصیص کا احتمال ہے تخصیص کو کلہم سے ختم کر دیا اور کل کا لفظ تفرق کی تاویل کا احتمال رکھتا ہے۔ اس کو اجمعون سے ختم کر دیا۔

انکارِ ابلیس:

۳۱: اِلَّآ اِبْلِیْسَ (مگر ابلیس) استثناء کا ظاہر تو دلالت کرتا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے تھا۔ کیونکہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوتا ہے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ استثناء منقطع ہے۔ وہ ملائکہ میں سے نہ تھا۔

جواب: غیر مامور ترکِ امر سے ملعون نہیں ہو سکتا۔ صاحب کشاف نے کہا وہ فرشتوں کے مابین مامور بالسجود تھا۔ ملائکہ کا لفظ اس پر تغلیباً بول دیا۔ پھر تغلیب کے بعد استثناء کر دیا۔ جس طرح کہتے ہیں: رأیتهم الا هندا۔

اَبٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ (اس نے سجدہ کرنے والوں میں شامل ہونے سے انکار کر دیا) حرف جر اَنْ کے ساتھ محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے مالك فی الا تكون مع الساجدين یعنی کیا مقصد ہے تیرا سجدہ کے انکار سے؟

ابلیس سے سوال:

۳۲: قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا لَکَ اَلَّا تَکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ۔

ابلیس کا شکار پر اصرار:

۳۳: قَالَ لَمۡ اَکُنۡ لِّاَسۡجُدَ (اس نے کہا میں سجدہ نہیں کرسکتا) لام تاکید نفی کیلئے ہے یعنی میرا سجدہ کرنا درست نہیں لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ (ایک ایسے انسان کو جس کو تو نے کھنکھناتی ہوئی سڑی کیچڑ سے بنایا ہے)

۳۴: قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نکل جا اس سے) نمبر۱۔ آسمان سے نمبر۲۔ جنت سے نمبر۳۔ ملائکہ کے گروہ سے۔ فَاِنَّکَ رَجِیۡمٌ (تو مردود ہے) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارا ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے تو ملعون ہے کیونکہ لعنت کا معنی رحمت سے دور ہٹانا ہے اور دور کرنا ہے۔

سزائے انکار:

۳۵: وَّ اِنَّ عَلَیۡکَ اللَّعۡنَةَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ (اور روز جزاء تک تم پر لعنت یقینی ہے) یوم الدین کو لعنت کی حد کے طور پر بیان کیا کیونکہ کلام میں سب سے بعید ترین غایت لوگ یہی بیان کرتے ہیں مراد اس سے یہ ہے کہ تو قابل مذمت ہے۔ آسمانوں اور زمین میں قیامت تک ملعون پکارا جائے گا بغیر اس کے کہ تمہیں سزا دی جائے۔ جب وہ دن آ جائے گا تو تمہیں ایسی سزا دی جائے گی جس سے لعنت کو بھول جائے گا۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰی یَوْمِ

ابلیس نے کہا کہ اے رب سو آپ مجھے اس دن تک کی مہلت دے دیجئے جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو بلاشبہ تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک

الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ

مہلت دی گئی، شیطان نے کہا کہ اے رب اس سبب سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا میں ان کے لئے زمین میں ضرور ضرور مزین کروں گا

وَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ

اور ضرور ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے آپ کے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سیدھا راستہ ہے

عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ

جو مجھ تک پہنچانے والا ہے بلاشبہ میرے بندوں پر تیرا بس نہ چلے گا سوائے گمراہوں کے

مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ

جو تیرا اتباع کریں گے اور بلاشبہ سب سے جہنم کا وعدہ ہے، اس کے سات دروازے ہیں

لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾

ہر دروازے کے لئے ان میں سے ایک ایک حصہ تقسیم کر دیا گیا ہے۔

طالبِ مہلت کو مہلت تا قیامت:

۳۶: قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ (اس نے کہا اے میرے رب تو مجھے مہلت دے) مجھے مؤخر کر دے اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (دوبارہ اٹھنے کے دن تک)۔

۳۷: قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ (اس نے کہا تو مہلت یافتہ گروہ میں سے ہے)

۳۸: اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (ایک معلوم وقت کے دن تک) مراد یوم الدین ہے اصل یوم الدین اور یوم یبعثون اور یوم الوقت المعلوم ایک ہی معنی میں ہیں لیکن بلاغت کے طرز پر مختلف عبارات لائی گئیں۔ ایک قول یہ ہے اس نے اس دن تک مہلت مانگی جسمیں مخلوق کو اٹھایا جائے گا تا کہ اس پر موت نہ آئے کیونکہ بعث کے دن کسی پر موت نہ آئے گی مگر اس کی یہ بات قبول نہ کی گئی اور ایام تکلیف کے آخری دن تک اس کو مہلت دی گئی۔

اغرائے انسانی پرقسم:

۳۹: قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ (اس نے کہا اے میرے رب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا ہے) باءقسم کیلئے ہے اور ما مصدریہ ہے اور جواب قسم لَاُزَیِّنَنَّ لَھُمْ ہے۔ لَاُزَیِّنَنَّ لَھُمْ (میں ضرور بضرور ان کے لئے آراستہ کرونگا) مطلب یہ ہے مجھے اغواء کرنے کی قسم میں ضرور بضرور ان کے لئے گناہوں کو مزین کروں گا۔ دوسرے مقام پر اس کے قول کا یہ مطلب ہے بما اغویتنی لازینن لھم اور فبعزتك لاغوینھم [ص:۸۲] اس میں تو دونوں برابر ہیں کہ دونوں قسمیں ہیں مگر فرق یہ ہے کہ ایک قسم صفت ذات کے ساتھ ہے اور دوسری صفت فعل کے ساتھ ہے۔ اور فقہاء نے ان دونوں میں فرق کیا ہے۔

علمائے عراق کہتے ہیں صفت ذات کا حلف جیسے قدرت، عظمت، عزت وغیرہ تو قسم ہے۔ اور صفت فعل کے ساتھ حلف جیسے رحمت، ناراضی وغیرہ یہ قسم نہیں۔ الاصح بات یہ ہے کہ قسم کا دارومدار عرف پر ہے جس کو لوگ بطور قسم جانتے ہوں وہ قسم شمار ہوگی اور جس کو لوگ ایسا نہ جانیں وہ قسم نہ ہوگی۔ ردمعتزلہ: یہ آیت خلق افعال میں معتزلہ کے خلاف حجت ہے۔ جبکہ وہ اسکی تاویل تسبب سے کرتے ہیں اور کلام کو ظاہر سے پھیرتے ہیں۔ فِی الْاَرْضِ (زمین میں) اس دنیا میں جو کہ دار الغرور ہے۔ نمبر۲۔ میں تو آدم کے ساتھ حیلہ بازی پر طاقت رکھتا ہوں اور درخت کو کھانے والا عمل میری تزیین سے ہوا۔ جبکہ وہ ابھی آسمان میں تھے۔ تو زمین پر اسکی اولاد کے سلسلہ میں تزیین کی زیادہ قدرت رکھتا ہوں۔ وَلَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ (میں ضرور ان تمام کو گمراہ کر ڈالوں گا)

۴۰: اِلَّا عِبَادَكَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (مگر ان میں سے تیرے چنے ہوے بندے)

قراءت: بصری و مکی و شامی نے مُخْلِصِیْنَ پڑھا۔ لام کے کسرہ کے ساتھ۔ شیطان نے خاص بندوں کو مستثنیٰ کیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اسکا فریب ان پر کارگر نہ ہوگا اور نہ وہ قبول کریں گے۔

شیطانی پیروکاروں کی سزا دوجہنم:

۴۱، ۴۲: قَالَ ھٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے میرے ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا مگر جو گمراہ لوگوں میں سے تیرے راستہ پر چلنے لگے) یعنی اس راستہ کے متعلق میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ میں اسکی نگرانی کروں اور وہ یہ ہے کہ میرے بندوں پر تمہیں دسترس نہ ہوا البتہ جو گمراہی کی وجہ سے تیری اتباع کو اختیار کرلے۔ نمبر۲۔ عَلَیَّ کا معنی اِلَیَّ ہے

قراءت: یعقوب نے عَلِیٌّ پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ فضیلت اور مرتبہ کی بلندی سے ہوگا۔ یعنی یہ راستہ بلندی والا سیدھا ہے۔

۴۳: وَاِنَّ جَھَنَّمَ لَمَوْعِدُھُمْ اَجْمَعِیْنَ (اور بیشک جہنم کا ان سب سے وعدہ ہے) اسمیں ضمیر ھم غاوین کی طرف راجع ہے۔

اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍؕ ﴿۴۵﴾ اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيۡنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعۡنَا

بلاشبہ تقویٰ اختیار کرنے والے باغوں میں اور چشموں میں ہوں گے، تم اس میں داخل ہو جاؤ سلامتی کے ساتھ، اس حالت میں کہ امن سے رہنے والے ہو، اور ہم وہ

مَا فِىۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيۡنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمۡ فِيۡهَا

کینہ نکال دیں گے جو ان کے سینوں میں تھا، بھائی بھائی بن کر رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے، انہیں وہاں کوئی تکلیف

نَصَبٌ وَّمَا هُمۡ مِّنۡهَا بِمُخۡرَجِيۡنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئۡ عِبَادِىۡۤ اَنِّىۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ۙ﴿۴۹﴾

نہ پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے، آپ میرے بندوں کو خبر دے دیجئے کہ بلاشبہ میں غفور ہوں رحیم ہوں

وَاَنَّ عَذَابِىۡ هُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِيۡمُ ﴿۵۰﴾

اور بلاشبہ میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے

ذرا تفصیل جہنم:

۴۴: لَهَا سَبۡعَةُ اَبۡوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنۡهُمۡ (اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کیلئے ان میں سے) تم سے ابلیس کے پیروکار مراد ہیں۔ جُزۡءٌ مَّقۡسُوۡمٌ (ایک جزء تقسیم کیا ہوا ہے) حصہ مقررہ بانٹا ہوا۔ دوسرا قول آگ کے دروازے اس کے طبقات اور درکات ہیں۔ اس کا بالائی حصہ تو ان موحدین کیلئے ہے جو گناہوں کی وجہ سے بقدر گناہ عذاب دیے جائیں گے پھر ان کو نکال لیا جائے گا۔ اور دوسرا یہود کیلئے ہے تیسرا نصاریٰ کیلئے۔ چوتھا صابئین اور پانچواں مجوس اور چھٹا مشرکین اور ساتواں منافقین کیلئے ہوگا۔

جنت اور اس کے انعامات کا تذکرہ:

۴۵: اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ (بیشک متقی لوگ باغات اور چشموں میں ہونگے) قراءت مدنی، حفص و بصری نے عیون میں عین کا ضمہ پڑھا ہے ابن کثیر، حمزہ و کسائی نے عِیُون عین کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

المتقیؔ سے یہاں مطلق مراد ہے۔ یعنی جو منہیات سے بچتا ہے۔ کتاب الشرح میں ہے اگر اہل کبائر کو [لها سبعة ابواب لكل باب منهم جزء مقسوم] میں شامل مان لیں پھر متقین سے مراد وہ لوگ ہونگے جو کبائر سے بچتے ہیں۔ ورنہ متقین سے مراد شرک سے بچنے والے ہونگے۔

۴۶: اُدۡخُلُوۡهَا (تم اس میں داخل ہو جاؤ) یعنی ان کو کہا جائے گا تم داخل ہو جاؤ بِسَلٰمٍ (سلامتی کیساتھ) یہ حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ سالم ہونگے نمبر۲۔ اس حال میں کہ تم کو سلام کیا جائے گا فرشتے تمہیں سلام کریں گے۔ اٰمِنِيۡنَ (تم محفوظ ہوگے) ان دونوں سے نکلنے سے محفوظ ہوگے اور اس میں آفات سے بچے رہوگے یہ دوسرا حال ہے۔

سینے کی کینے سے صفائی:

۴۷: وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ (اورہم کھینچ لیں گے جو کچھ کہ ان کے سینوں میں کینہ ہوگا) الغل اس کینے کو کہتے ہیں جو دل میں چھپا ہوا گران میں سے کسی کے سینے میں دوسرے کے متعلق رہا ہوگا تو اللہ تعالیٰ جنت میں ان کے دلوں سے وہ کھینچ لیں گے اوران کے نفوس کو پاک کردیں گے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ میں، عثمان، طلحہ اور زبیرانہی لوگوں میں سے ہونگے بعض نے کہا اس کا معنی ہے ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ اس سے پاک کردیں گے کہ درجاتِ جنت کے متعلق دوسروں پر حسد کریں۔ اور ہر کینہ ان سے کھینچ لے گا اور اسکی بجائے مودت ومحبت ڈال دے گا۔

اِخْوَانًا (وہ بھائی بھائی ہونگے) یہ حال ہے۔عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ (مسہریوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونگے) یہ بھی اسی طرح حال ہے۔ایک قول یہ ہے کہ تخت ادھر پھر جائیں گے جہاں اور جدھر وہ پھریں گے پس وہ تمام حالات میں آمنے سامنے رہیں گے اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔

۴۸: لَا یَمَسُّھُمْ فِیْھَا نَصَبٌ (نہیں چھوئے گی ان کو تھکاوٹ) یعنی جنت میں نصب کا معنی تھکاوٹ ہے وَّمَا ھُمْ مِّنْھَا بِمُخْرَجِیْنَ (اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے) تکمیل نعمت ہمیشہ رہنے سے ہوگی۔

اعلانِ بخشش:

۵۰،۴۹: جب وعدے اور وعید کا مکمل ذکر کردیا تو فرمایا نَبِّیْٔ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (میرے بندوں کو اطلاع دے دو کہ بیشک میں ہی بہت بڑا بخشنے والا ہوں۔ـ وَاَنَّ عَذَابِیْ ھُوَ الْعَذَابُ الْاَ لِیْمُ (اور میرا عذاب بھی بڑا دردناک ہے) جو ذکر کیا گیا اسکی پختگی دلوں میں اور بٹھانے کیلئے یہ لائے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لو یعلم العبد قدر عفو اللّٰہ لما توزع عن حرام ولو یعلم قدر عذابہ لبخع نفسہ فی العبادۃ ولما اقدم علی ذنب ۔اگر بندہ اللہ تعالیٰ کی معافی کی مقدار جان لےتو حرام سے بالکل نہ بچے اور بندہ اس کے عذاب کی مقدار جان لےتو اپنے کو عبادت سے ہلاک کرڈالے اور کسی ادنیٰ گناہ کا بھی ارتکاب نہ کرے۔(ابن جریر)

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ﴿٥١﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ

اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کی بھی اطلاع دے دیجئے جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا، ابراہیم نے کہا کہ بلاشبہ ہم تو تم سے ڈر رہے

وَجِلُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلٰى

ہیں انہوں نے کہا ڈرومت بے شک ہم تمہیں ایک ایسے لڑکے کی بشارت دے رہے ہیں جو صاحب علم ہوگا، ابراہیم نے کہا کیا تم مجھے اس حالت میں بشارت دے رہے ہو

أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ﴿٥٤﴾ قَالُوا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ

جبکہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا ہے سو تم کس چیز کی بشارت دیتے ہو، انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہیں امر واقعی کی بشارت دی ہے سو تم ناامیدوں میں سے

الْقٰنِطِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ﴿٥٦﴾

مت ہو جاؤ، ابراہیم نے کہا اور اپنے رب کی رحمت سے ان لوگوں کے سوا کون ناامید ہوگا جو گمراہ ہیں

ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مہمانانِ گرامی:

۵۱: وَنَبِّئْهُمْ (اور ان کو اطلاع دو) اپنی امت کو خبر دو۔ اس کا عطف نبیٔ عبادی پر ہے تاکہ قوم پر جو عذاب آیا اس سے عبرت حاصل کریں مجرمین اللہ تعالیٰ کے انتقام اور ناراضگی سے عبرت پکڑیں اور ان کو یقین ہو جائے اس کا عذاب انتہائی دردناک ہے۔ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ (ابراہیم کے مہمانوں کے متعلق) مہمان فرشتے جبرئیل علیہ السلام اور گیارہ فرشتے ان کے ساتھ تھے۔ ضیف کا لفظ واحد و جمع آتا ہے۔ کیونکہ یہ ضافہ کا مصدر ہے۔

۵۲: إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا (جب کہ وہ ان کے پاس داخل ہوئے اور انہوں نے سلام کہا) یعنی ہم آپ کو سلام کہتے ہیں۔ نمبر۲۔ ہم سلام کرتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ (بلاشبہ ہم تم سے ڈرتے ہیں) خوف زدہ ہیں کھانا نہ کھانے کی وجہ سے نمبر۲۔ کیونکہ وہ بلا اذن اور بے وقت داخل ہوئے۔

۵۳: قَالُوا لَا تَوْجَلْ (انہوں نے کہا تم مت ڈرو) خوف نہ کرو۔ إِنَّا نُبَشِّرُكَ (بیشک ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں) یہ اس معنی میں جملہ مستانفہ ہے کہ خوف کی نہی کی علت بیان کی گئی ہے۔ یعنی تو امن والا بشارت والا ہے۔ پس ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

قراءت: حمزہ نے نون کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ (ایک علم والا لڑکا) اس سے مراد اسحاق علیہ السلام ہیں کیونکہ سورۂ ہود میں فرمایا فبشر نٰھا باسحاق [سورۃ ھود: ۷۱]

بڑھاپے میں بیٹے کی بشارت:

۵۴: قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلٰى أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ (کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو باوجودیکہ مجھے بڑھاپا آ گیا) یعنی بڑھاپے کے باوجود مجھے خوشخبری دیتے ہو کہ میرے ہاں بچہ ہوگا؟ مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے میں اولاد عادۃً ایک عجیب بات ہے فَبِمَ

تُبَشِّرُوْنَ (تم کس سبب سے بشارت دے رہے ہو) ما استفہامیہ ہے جس میں تعجب کا معنی پیدا ہو گیا۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ فبای اعجوبة تبشرون۔ پس کونسی عجیب بات کی تم بشارت دیتے ہو؟

قراءت: نون کے کسرہ اور تشدید کے ساتھ مکی نے پڑھا ہے اور اصل تبشرو ننی نون جمع کو نون وقایہ میں ادغام کر دیا پھر یاء کو حذف کر کے کسرہ کو بطور دلیل باقی رہنے دیا گیا۔ نافع نے تبشرون کو تخفیف کے ساتھ پڑھا اور اصل اتبشرو ننی ہے یاء کو کسرہ کے بدلہ حذف کر دیا اور نون جمع کو اجتماع نونین کی وجہ سے حذف کر دیا۔ باقی تمام قراء نے فتحۂ نون اور حذف یائے مفعول کے ساتھ اور نون تو نون جمع ہے۔

٥٥: قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ (انہوں نے کہا ہم تمہیں سچی بات کی خوشخبری دیتے ہیں) ایسے یقین کی جسمیں التباس نہیں۔ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ (پس تم امید توڑنے والوں میں سے نہ بنو) اس سے مایوس ہونے والے مراد ہیں۔

رحمت ربّ سے کافر مایوس ہیں:

٥٦: قَالَ (کہا) ابراہیم علیہ السلام نے۔ وَمَنْ يَّقْنَطُ (اور نہیں ناامید ہوتا) قراءت بصری اور علی نے نون کے کسرہ سے پڑھا۔ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (اپنے رب کی رحمت سے مگر گمراہ) مگر سیدھے راستہ سے ہٹے ہوئے لوگ نمبر٢۔ کافر۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ انه لا يايئس من روح الله الا القوم الكافرون [یوسف:٨٧] یعنی میں اس کو رحمت الٰہی سے مایوسی کی بناء پر اوپر انہیں سمجھ رہا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ کے اعتبار سے بعید سمجھتا ہوں۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۷ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝۵۸

ابراہیم نے کہا کہ اے بھیجے ہوئے فرشتو تمہارا آنا کس اہم کام کے لئے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بلاشبہ ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۵۹ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۶۰

مگر آل لوط کا خاندان، بلاشبہ ہم ان سب کو بچا لینے والے ہیں سوائے ان کی بیوی کے ہم نے اس کے بارے میں تجویز کر رکھا ہے کہ بلاشبہ وہ مجرمین میں رہ جانے والی ہے

فَلَمَّا جَاۗءَ اٰلَ لُوْطِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۶۱ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝۶۲ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ

سو جب وہ بھیجے ہوئے فرشتے خاندان لوط کے پاس آئے تو کہنے لگے بے شک تم تو اجنبی آدمی ہو، انہوں نے کہا کہ نہیں! بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر

بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝۶۳ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۶۴ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ

آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں اور ہم سچے ہیں، سو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو

بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۝۶۵

لے کر نکل جائیے اور آپ ان کے پیچھے ہو لیجئے اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے پھر کے نہ دیکھے اور تمہیں جس جگہ جانے کا حکم ہوا ہے اسی طرف

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۗءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۝۶۶

چلے جانا، اور ہم نے لوط کے پاس اپنا حکم بھیج دیا کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کٹ جائے گی۔

۵۷: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے فرشتو! تمہارا کیا معاملہ ہے) کیا مقصد ہے اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ (اے قاصدو!)۔

قوم لوط کے عذاب کا واقعہ:

۵۸: قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ (انہوں نے کہا بیشک ہمیں مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے) یعنی قوم لوط۔

۵۹: اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ (مگر آل لوط) مراد اس سے آپ کے اہل میں سے جو مومن تھے۔ یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ قوم جرائم پیشہ تھی اور مستثنیٰ اسطرح نہیں۔ نمبر۲۔ مستثنیٰ متصل ہے۔ پھر یہ مجرمین کی ضمیر سے مستثنیٰ ہے۔ گویا اسطرح کہا الی قوم قد اجر موا کلھم الا آل لوط وحدھم ایسی قوم کی طرف جن تمام نے جرم کیا ہے مگر صرف آل لوط۔

مطلب دونوں استثناء کی صورت میں الگ لگ ہوگا۔ کیونکہ منقطع کی صورت میں آل لوط کو حکم ارسال سے نکالا جائے گا۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ انھم ارسلوا الی القوم المجرمین خاصة ولم یرسلوا الی آل لوط اصلاً اور معنی یہ ہوگا۔ ان کا بھیجنا قوم مجرمین کی طرف ہوگا جیسا کہ تیر کو نشانہ کی طرف پھینکا جاتا ہے اسطرح کہ وہ تعذیب واہلاک کے معنی میں ہوگا۔ گویا

عبارت اس طرح ہے۔ انا اھلکنا قومًا مجرمین ولکن آل لوط انجیناھم ۔بیشک ہم نے مجرم قوم کو ہلاک کر دیا۔لیکن آل لوط کو ہم نے بچالیا۔

استثنائے متصل وہ ارسال کے حکم میں داخل ہونگے ۔یعنی ملائکہ کو ان تمام کی طرف بھیجا گیا تا کہ وہ ان کو ہلاک کریں اور دوسرے نجات پائیں۔ جب استثناء منقطع ہوگا تو انا لمنجوھم اجمعین خبر کے قائم مقام ہوگا۔اور استثناء متصل میں آل لوط سے متعلق ہوگا۔ کیونکہ مطلب یہ ہے لیکن آل لوط نجات پانیوالی ہے۔استثناء متصل کی سورت میں جملہ مستانفہ ہے گویا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں کہا آل لوط کا کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے کہا اِنَّا لَمُنَجُّوْھُمْ اَجْمَعِیْنَ۔

۶۰: اِلَّا امْرَاَتَهٗ (مگر ان کی بیوی) لَمُنَجُّوْھُمْ کی ضمیر مجرور سے یہ مستثنیٰ ہے یہ استثناء سے استثناء نہیں اور یہ اسمیں ہوتا ہے جب اس کا حکم اختیار کرلے جیسے کہتے ہیں اھلکنا ھم الا آل لوط الا امراتهٗ ۔مگر یہاں دونوں حکم مختلف ہیں کیونکہ اِلَّا اٰلَ لُوْط یہ اَرْسَلْنَا کے متعلق ہے یا مجرمین سے متعلق ہے اور الا امراتهٗ یہ منجوھم کے متعلق ہے۔ پھر استثناء سے استثناء کس طرح ہوگا۔

قراءت: لمنجوھم حمزہ، علی نے تخفیف سے پڑھا ہے۔ قَدَّرْنَآ (ہم نے طے کر دیا)۔قراءت: ابوبکر نے تخفیف سے پڑھا اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ (بیشک وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی) عذاب میں باقی رہنے والوں میں سے۔ایک قول یہ ہے اگر اسکی خبر میں لام نہ ہوتو پھر ان کا فتحہ واجب ہے۔ کیونکہ پھر یہ اپنے اسم وخبر سمیت قدرنا کا مفعول ہے لیکن یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔

ولقد علمت الجنة انھم لمحضرون [الصافات: ۱۵۸]

نکتہ: ملائکہ نے فعلِ تقدیر کی نسبت اپنی طرف کی۔اور اس طرح نہیں کہا قدر اللّٰہ نمبرا۔قرب کی وجہ سے۔جیسا خاصان ملک کہتے ہیں امرنا بکذا حالانکہ آمر تو بادشاہ ہوتا ہے۔

لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد:

۶۱، ۶۲: فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلُوْنَ۔ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ (جب آل لوط کے پاس قاصد آئے تو (لوط علیہ السلام نے) کہا بیشک تم اجنبی آدمی معلوم ہوتے ہو) یعنی میں تمہیں نہیں پہچانتا۔اس لئے کہ نہ تم مقیمی ہو اور نہ لباسِ سفر میں ہو کہ مسافر سمجھوں۔ مجھے خطرہ ہے کہ تمہارے سے مجھے دکھ نہ پہنچ جائے۔

۶۳: قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ (انہوں نے کہا بلکہ ہم تمہارے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں وہ شک کرتے ہیں) ہم وہ چیز نہیں لائے جس کے سبب سے ہمیں اوپرا خیال کرتے ہو بلکہ وہ چیز لائے ہیں جسمیں تمہاری خوشی ہے اور اس سے تمہیں تمہارے دشمنوں کی طرف سے شفاء نصیب ہوگی اور وہ عذاب ہے جس کے اترنے سے تم ان کو ڈراتے تھے اور وہ اس کے نزول میں شک کرنے والے تھے۔اور تمہاری تکذیب کرتے تھے۔

۶۴: وَاَتَیْنٰكَ بِالْحَقِّ (ہم آپ کے پاس سچی بات لائے ہیں) ان کے عذاب کی یقینی اطلاع۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (اور بیشک ہم سچے ہیں) ان پر اس عذاب کے اترنے کی اطلاع دینے میں۔

رات کو یہاں سے نکل چلو:

۶۵: فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ (آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے اہل کے ساتھ یہاں سے چلے جاؤ) رات کے آخری حصہ میں۔ نمبر۲۔ رات کا جب کافی حصہ گزر جائے۔ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ (اور تم ان کے پیچھے پیچھے چلو) ان کے پیچھے چلو۔ تاکہ تمہیں ان کی اور ان کے احوال کی اطلاع ہو۔ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ (اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے) تاکہ ان کی قوم پر جو عذاب اترے اس کو وہ نہ دیکھیں اور ان کے متعلق ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہو۔ نمبر۲۔ نہی عن الالتفات یہ مسلسل چلنے سے کنایہ ہے اور سستی کی ممانعت ہے اور ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ جو متوجہ ہوتا ہے وہ کچھ نہ کچھ تو ٹھہر جاتا ہے۔ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ (اور وہاں چلے جاؤ جہاں تمہیں جانے کا حکم ہے) جہاں اللہ تعالیٰ نے تمہیں جانے کا حکم دیا ہے۔ اور وہ سرزمین شام تھی یا مصر۔

۶۶: وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ (اور ہم نے یہ حکم ان کے پاس بھیجا) قَضَيْنَا کو اِلٰی سے متعدی کیا گیا کیونکہ وہ اَوْحَيْنَا کے معنی کو متضمن ہے گویا اس طرح فرمایا۔ واوحینا الیہ مقضیا مبتوتا اور ہم نے وحی کی ان کی طرف رات کے فیصلہ شدہ حکم کی۔ اَلْاَمْر کی تفسیر اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ سے کی۔ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ (بیشک ان کی جڑ کٹ جائے گی)۔ اس کے ابہام و تفسیر میں امر کی تفخیم شان ہے۔ اور دابرھم کا معنی ان کا آخری یعنی ان کا استیصال کر دیا جائے گا اور یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ مُّصْبِحِيْنَ (صبح سویرے) صبح کے وقت میں داخل ہوتے ہی۔

نحو: یہ ھؤلاء سے حال ہے۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿٦٨﴾

اور شہر کے لوگ خوش ہوتے ہوئے آپہنچے، لوط نے کہا بے شک یہ میرے مہمان ہیں سو تم مجھے رسوانہ کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىْٓ

اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوانہ کرو، ان لوگوں نے جواب میں کہا کیا ہم نے آپ کو دنیا جہان کے لوگوں سے منع نہیں کیا؟ لوط نے کہا یہ میری بیٹیاں ہیں

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

اگر تمہیں کرنا ہی ہے، آپ کی جان کی قسم بے شک وہ اپنی مستی میں اندھے بن رہے تھے، سو سورج نکلتے وقت انہیں سخت آواز نے

مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾ اِنَّ

پکڑ لیا سو ہم نے اس کے اوپر کے حصہ کو نیچے والا حصہ کر دیا اور ہم نے ان پر کنکر کے پتھر برسا دیئے، بلاشبہ

فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾

اس میں بصیرت رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور بلاشبہ ان کی یہ بستیاں ایک شاہراہ عام پر پڑتی ہیں، بلاشبہ اس میں اہل ایمان کے لئے نشانی ہے۔

قوم لوط کا طرزِ عمل:

٦٧: وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ (اور آگئے شہر والے) شہر سے سدوم مراد ہے جس کے قاضی کی ظلم میں مثالیں دی جاتی ہیں۔ يَسْتَبْشِرُوْنَ (خوشخبریاں سناتے ہوئے) ملائکہ کے بارے میں اس طمع میں کہ ان کا مقصد فاحشہ پورا ہو جائے گا۔

لوط علیہ السلام کی امکانی حفاظت:

٦٨: قَالَ (کہا) لوط علیہ السلام نے اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ (بیشک یہ میرے مہمان ہیں تم ان کے متعلق مجھے رسوا نہ کرو) میرے مہمانوں کی بے عزتی کر کے کیونکہ جو میرے مہمانوں کے ساتھ زیادتی کرے گا اس نے میرے ساتھ زیادتی کی۔

٦٩: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور مجھے رسوانہ کرو) یعنی میرے مہمانوں کو ذلیل کر کے مجھے ذلیل نہ کرو۔ الخزیٰ ذلت کو کہتے ہیں۔ قراءت: یعقوب نے دونوں میں یاء پڑھی ہے۔

٧٠: قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (انہوں نے کہا کیا ہم نے تمہیں جہان والوں سے نہیں روکا) اس بات سے کہ تم ان میں سے کسی کو پناہ دو۔ نمبر٢۔ ان کی طرف سے دفاع کرو۔ وہ ہر ایک کا راہ روکتے اور حضرت لوط علیہ السلام نہی عن المنکر کرتے اور ان کے درمیان حائل ہوتے وہ ان کو دھمکاتے اور کہتے لئن لم تنتہ یلوط لتکونن من المخرجین اگر تم باز نہ آئے اے لوط! تو ضرور تمہیں نکال باہر کیا جائے گا [الشعراء: ١٦٧] نمبر٣۔ غرباء مسافرین کی مہمانی سے۔

۷۱: قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىْٓ (انہوں نے کہا یہ میری بیٹیاں ہیں) ان سے نکاح کرلو۔ اس وقت مومنات کا نکاح کفار سے جائز تھا۔ اور میرے ان مہمانوں کی طرف ہاتھ مت بڑھاؤ۔ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (اگر تم کرنے والے ہو) اگر تم قضائے شہوت حلال مقام پر چاہتے ہو، نہ کہ حرام اس پر فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو کہا۔

گمراہی کے نشہ میں صحیح غلط کا امتیاز ہی نہیں رہتا:

۷۲: لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ (تیری عمر کی قسم! بیشک وہ اپنے نشے میں مست تھے) اپنی اس گمراہی میں جس نے ان کی عقل و تمیز میں خطأ و صواب کا فرق ختم کر دیا تھا۔ اس میں لڑکیوں کو چھوڑ کر لڑکوں کو اختیار کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ يَعْمَهُوْنَ (وہ سرمست ہیں) وہ حیران ہیں کہ کس طرح تیری بات کو قبول کریں۔ اور تیری نصیحت کی طرف کان لگائیں۔ نمبر۲۔ اسمیں خطاب رسول اللہ ﷺ کو۔ فرمایا اس میں آپ کی زندگی کی قسم اٹھائی اللہ تعالیٰ نے اور کسی پیغمبر کی زندگی کی قسم نہیں اٹھائی۔ اس سے آپ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ العَمر اور العُمر دونوں ہم معنی ہیں۔ یعنی بقاء کو کہتے ہیں۔ البتہ قسم کیلئے ع کے فتحہ کو خفیف ہونے کی وجہ سے ترجیح دی ہے کیونکہ زبان پر قسم بہت لائی جاتی ہے اسی وجہ سے تو انہوں نے خبر کو حذف کر دیا۔ تقدیر عبارت یہ ہے لعمرك قسمی۔

نفاذِ عذاب:

۷۳: فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ (ان کو چیخ نے آلیا) جبرئیل علیہ السلام کی چیخ مراد ہے۔ مُشْرِقِيْنَ (سورج طلوع ہوتے ہی) کہ وہ طلوع میں داخل ہو رہے اور وہ سورج چمکنے کو کہتے ہیں۔

۷۴: فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (پس ہم نے اس کے اوپر کو نیچے کر دیا) جبرئیل علیہ السلام نے ان کو اٹھایا اور آسمان کی طرف بلند کیا۔ پھر پلٹ دیا۔

نحو: ضمیر کا مرجع قوم لوط کی بستیاں ہیں۔ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (اور ہم نے ان پر کنکر کے پتھر برسائے)

آثار دیدہ عبرت ہیں:

۷۵: اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ (اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں دیکھنے والوں کیلئے) ظاہری علامات سے اندرونی نتائج معلوم کرنے غور کرنے والوں کیلئے۔ گویا کہ وہ ظاہر علامت سے ان چیزوں کے باطن کو پہچان لیتے ہیں۔

۷۶: وَاِنَّهَا (اور بیشک وہ) وہ بستیاں یعنی ان کے آثار لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ (آباد راستہ پر ہیں) قائم ہے جس پر لوگ چلتے ہیں اور ابھی تک مٹا نہیں اور وہ ان آثار کو دیکھتے ہیں۔ اس میں قریش کو متنبہ کیا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں و انکم لتمرون علیھم مصبحین و باللّیل افلا تعقلون [الصافات: ۱۳۷، ۱۳۸]

۷۷: اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے ایمان والوں کیلئے) کیونکہ وہی اس سے فائدہ (عبرت) حاصل کرتے ہیں۔

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾

اور بلاشبہ ایکہ والے ظلم کرنے والوں میں سے تھے سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا اور بلاشبہ یہ دونوں بڑی شاہراہ پر پڑتی ہیں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾

اور بلاشبہ حجر والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں نشانیاں دیں سو وہ ان سے روگردانی کرنے والے ہوگئے

وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر گھر بنا لیتے تھے، امن کے ساتھ رہتے تھے، سو ان کو صبح صبح چیخ نے

مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَا خَلَقْنَا

پکڑ لیا، سو ان کو اس چیز نے کچھ کام نہ دیا جسے وہ کسب کرتے تھے۔ اور ہم نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ

کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے پیدا نہیں کیا مگر حق کے ساتھ، اور بلاشبہ قیامت

لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾

ضرور آنے والی ہے۔ سو آپ خوبی کے ساتھ درگزر کیجئے، بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق ہے اور بڑا عالم ہے

تذکرہ قوم شعیب علیہ السلام اور ان کی ہلاکت:

۷۸: وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ (بلاشبہ اصحاب الایکہ) بلاشبہ معاملہ اور حالت شان یہ ہے۔ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ یعنی جھاڑی والے لَظٰلِمِيْنَ (البتہ ظالم تھے) وہ قوم شعیب علیہ السلام ہے۔

۷۹: فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (ہم نے ان سے انتقام لیا) جب انہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ وَاِنَّهُمَا (اور بیشک یہ دونوں) اقوام یعنی قوم لوط، اصحاب ایکہ۔ لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ (واضح راستے میں) صاف سڑک پر ہیں۔ الامام اس شخص کو کہتے ہیں جس کی اقتداء کی جائے راستہ کو امام کہا گیا ہے۔ اور معمار کی کنیے کی ڈور جس سے تعمیر کو ناپا جاتا ہے۔ اور راستہ پر بھی لوگ چلتے ہیں راہ سب کا راہ نما ہے۔ گویا یہ ڈور اور راستہ دونوں راہنمائی کرنے والے ہیں۔

قوم صالح کا تذکرہ:

۸۰: وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ (اور حجر والوں نے جھٹلایا) وہ قوم ثمود ہے [الحجر] اس وادی کا نام ہے۔ جو مدینہ اور شام

کے درمیان ہے۔ الْمُرْسَلِيْنَ (رسولوں کو) صالح علیہ السلام کی تکذیب کرنے کی وجہ سے کیونکہ ہر رسول تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان کی دعوت دیتا ہے پس جس نے ان میں سے کسی ایک کو جھٹلایا تو گویا اس نے تمام کو جھٹلایا۔ نمبر۲۔ صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھ والے مؤمنین مراد ہیں۔ جیسا کہا جاتا ہے۔ الخبیبیون سے مراد ابن الزبیر اور ان کے ساتھی۔

۸۱: وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ (اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں پس وہ ان سے اعراض کرنے والے تھے) یعنی انہوں نے ان نشانات سے اعراض کیا اور ان پر ایمان نہ لائے۔

دنیاوی حالت:

۸۲: وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا (وہ لوگ پہاڑ تراش کر مکان بناتے تھے) وہ پہاڑوں کو کھود کر گھر بناتے یا پتھروں سے بناتے۔ اٰمِنِيْنَ (تاکہ امن میں رہیں) کیونکہ پتھروں کے گھر مضبوط اور گرنے کے اندیشے سے خالی اور دشمنوں کے گرانے اور چوروں کی نقب لگانے سے محفوظ ہوتے ہیں۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون و محفوظ۔ ان کا خیال یہ تھا کہ پہاڑ عذاب الٰہی سے ان کی حفاظت کریں گے۔

عذاب سے ہلاکت:

۸۳: فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ (ان کو چیخ نے پکڑلیا) یعنی عذاب نے۔ مُصْبِحِيْنَ (صبح سویرے) چوتھے دن صبح کے وقت ۔

۸۴: فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (نہ ان کو کام دیا ان کے کسی ہنر نے) مضبوط مکانوں کی تعمیر اور نفیس اموال کو جمع کرنے نے۔

تخلیق کائنات فضول نہیں:

۸۵: وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ (اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ) مگر ہم نے ان کو حق سے ملا ہوا پیدا کیا۔ بے کار اور فضول نہیں بنایا۔ نمبر۲۔ بدلے کے دن اعمال پر عدل و انصاف کے ساتھ جزاء دینے کیلئے۔ وَاِنَّ السَّاعَةَ (اور بیشک قیامت) یعنی قیامت جس کی آمد کی توقع ہر گھڑی ہے لَاٰتِيَةٌ (ضرور آنے والی ہے) اور بیشک اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں سے اس دن انتقام لے گا۔ اور آپ کو آپ کی نیکیوں پر بدلہ اور ان کو ان کی سیئات پر سزا دے گا۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو اسی بدلے کیلئے پیدا فرمایا۔

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ (تم اچھا درگزر کرو) ان سے اچھی طرح اعراض کرو حلم و چشم پوشی اختیار کر کے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت آیتِ جہاد سے منسوخ ہے اور اگر اس سے مراد مخالفت لی جائے تو پھر منسوخ نہیں۔

۸۶: اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ (بیشک آپ کا رب بہت بڑا خالق ہے) جس نے آپ کو اور ان کو پیدا کیا۔ الْعَلِيْمُ (وہ ہر بات کو جاننے والا ہے) آپ اور ان کی حالت سے باخبر ہے۔ اس پر تمہارے مابین ہونے والے احوال مخفی نہیں۔ وہی تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ

اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا، آپ اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف نہ بڑھایئے

اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ

جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو فائدہ حاصل کرنے کے لئے دی ہیں، اور آپ ان پر غم نہ کیجئے اور ایمان والوں کے لئے اپنے بازوؤں کو

لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾

جھکائے رہیے اور آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں

سورۂ فاتحہ کی عظمت:

۸۷: وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا (بلاشبہ ہم نے آپ کو سات دیں) یعنی سات آیات وہ سورۂ فاتحہ ہے۔ نمبر۲۔ سات بڑی سورتیں سبع طوال۔ ساتویں میں اختلاف ہے نمبر۱۔ انفال و براءت۔ کیونکہ انکا حکم ایک سورت والا ہے اس لئے کہ بسم اللہ درمیان میں نہیں۔ نمبر۲۔ سورۂ یونس نمبر۳۔ قرآن کے سات حصے مِّنَ الْمَثَانِیْ (مثانی میں سے) یہ تثنیہ سے ہے اور معنی بار بار دھرانا ہے۔ کیونکہ فاتحہ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے۔ نمبر۲۔ الثناء سے ہے کیونکہ فاتحہ اللہ تعالیٰ کی ثناء پر مشتمل ہے۔ اس کا واحد مثناۃ ہے یا مثنیۃ ہے۔ یہ آیت کی صفت ہے باقی سور یا سات اجزاء قرآن تو ان میں قصص و مواعظ، وعدہ، وعید بار بار لائے جاتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے۔ گویا یہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتی ہیں۔ جب السبع کو مثانی قرار دو تو مِنْ تبیین کیلئے ہوگا اور جب قرآن کو مثانی بناؤ۔ تو مِنْ تبعیض کے لئے ہوگا۔ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (اور قرآن عظیم) یہ عطف الشی علی نفسہ کی قسم سے نہیں۔ کیونکہ اگر السبع سے فاتحہ مراد لیں۔ یا طوال کو تو جو ان کے علاوہ ہے اس پر قرآن کا لفظ بولا جائیگا۔ کیونکہ یہ قرآن ایسا لفظ ہے کہ بعض پر اس کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ کل پر ہوتا ہے۔ اسکی دلیل یہ آیت ہے۔ بما اوحینا الیك هذا القرآن [یوسف:۳] یعنی سورۂ یوسف۔

اور جب سات اجزائے قرآن مراد لیں تو پھر معنی یہ ہوگا ہم نے آپ کو وہ دیا جس کو السبع المثانی کہا جاتا ہے اور القرآن العظیم بھی کہلاتا ہے۔ وہ ان دونوں صفات کا جامع ہے۔ اور وہ دھرایا جانے والا ہے۔ نمبر۲۔ یا وہ ثناء و عظمت والا ہے۔ پھر اپنے رسول کو فرمایا۔

قرآن کی نعمت دنیا کی نعمت سے بے نیاز کرنے والی ہے:

۸۸: لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ (آپ اس چیز کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں) اپنی نگاہ کو رغبت کرنے والے کی طرح نہ ڈالو۔ کہ آپ کے دل میں اسکی تمنا ہو۔ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے کیلئے دیا ہے) کفار کی مختلف اصناف جیسے یہود، نصاریٰ، مجوس وغیرہ تمہیں عظیم ترین نعمت ملی جو سب سے بڑی نعمت ہے۔ دوسری نعمتیں خواہ بڑی بھی

كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ

جیسا کہ ہم نے ان لوگوں پر نازل کیا جنہوں نے قرآن کے مختلف اجزاء بنا لئے تھے، سوآپ کے رب کی قسم ہے

لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ

ہم ان سب سے ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے، جس چیز کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے اسے خوب صاف طریقے پر بیان کر دیجئے، اور

عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا

مشرکین سے اعراض کیجئے بلاشبہ جو لوگ ہنسی کرنے والے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کرتے ہیں ان کی طرف سے

اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

ہم آپ کے لئے کافی ہیں سو وہ عنقریب جان لیں گے۔

ہوں وہ اس کے مقابلہ میں حقیر ہیں۔ اور وہ عظیم نعمت قرآن عظیم ہے۔ پس تم پر لازم ہے کہ اس پر استغناء اختیار کرو۔ اور سامانِ دنیا کی طرف آنکھیں بطور طمع نہ اٹھاؤ۔ حدیث میں فرمایا لیس منا من لم یتغن بالقرآن (وہ ہم میں سے نہیں جس نے قرآن پاک سے بے نیازی نہ اختیار کی) اور حدیث ابوبکر رضی اللہ عنہ میں ہے۔ جس کو قرآن دیا گیا پھر اس نے خیال کیا کہ کسی کو دنیا میں کوئی چیز اس سے افضل دی گئی تو اس نے بڑی چیز کو حقیر قرار دیا اور حقیر کو عظیم قرار دیا۔ (یہ روایت ثابت نہیں) وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ (اور آپ ان پر غم نہ کریں) ان کے اموال کی تمنا نہ کریں اور ان کے متعلق غم نہ کریں۔ وہ ایمان نہ لائیں گے کہ ان کے مرتبہ سے اسلام اور مسلمانوں کو تقویت ملے۔ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (اپنے بازو کو ایمان والوں کیلئے جھکائیں) اور آپ کے پاس جو فقراء مومن ہیں ان کے ساتھ تواضع برتیں اور اغنیاء کے ایمان سے اپنے نفس کو پاک وصاف کر دیں۔

۸۹: وَقُلْ (اور کہہ دیں) انہیں۔ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ (بیشک میں ہی کھلا ڈرانے والا ہوں) میں تمہیں برہان و بیان سے ڈراتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر اترنے والا ہے۔

۹۰: كَمَآ اَنْزَلْنَا (جیسا کہ ہم نے اتارا) یہ لقد اتیناك کے متعلق ہے۔ ای انزلنا علیك مثل ماانزلنا۔ ہم نے تم پر اتارا اسی طرح جیسا ہم نے اتارا۔ عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ (حصے بانٹنے والوں پر) وہ اہل کتاب ہیں۔

۹۱: الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ (وہ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا) عضین جمع عضۃ بمعنی جزء۔ اصل میں یہ عضوۃ بروزن فعلۃ ہے۔ یہ عضی الشاۃ سے لیا جبکہ اس کے اعضاء الگ الگ کر دیئے جائیں جبکہ انہوں نے اپنے عناد کی وجہ سے کہا کہ قرآن کا بعض حصہ تورات و انجیل کے موافق ہے اور بعض حصہ اس کے مخالف اور باطل ہے۔ انہوں نے حق و باطل کی طرف اسکی تقسیم کر دی۔ اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

نمبر۳۔ مشرکین قرآن کا مذاق اڑاتے اور آپس میں کہتے تھے سورۂ بقرہ تو میرے لئے دوسرا کہتا سورۂ آل عمران میرے لئے
نمبر۳۔ قرآن سے مراد وہ لیا جائے جو وہ اپنی کتابوں میں پڑھتے تھے۔ اور اس کو بھی انہوں نے تقسیم کر رکھا تھا۔ یہود بعض تورات کا اقرار کرتے اور بعض کا انکار کرتے۔ اور نصاریٰ بعض انجیل کو مانتے اور کچھ کا انکار کرتے اور یہ بھی درست ہے کہ الذین جعلوا القرآن عضین نذیر کی وجہ سے منصوب ہو۔ یعنی انذر المعضنین الذین یجزؤن القرآن الی سحر و شعر و اساطیر۔ ان ٹکڑے کرنے والوں کو ڈراؤ جو قرآن کے حصے بناتے ہیں سحر، شعر، اساطیر کی طرف جیسا کہ ہم نے ان بانٹنے والوں پر اتارا جنکی تعداد بارہ تھی جنہوں نے مکہ کے اندر ایام حج میں مختلف راستوں کو تقسیم کر لیا۔ اور ہر راستہ پر بیٹھ گئے تاکہ لوگوں کو ایمان سے نفرت دلائیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق متنفر کریں۔

نمبر۱۔ بعض کہتے۔ ہم میں سے نکلنے والے ایک جادوگر کے دھوکا میں نہ پڑنا۔ نمبر۲۔ دوسرا کہتا کذاب ہے تیسرا کہتا شاعر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو ہلاک کر دیا۔

نَحو: لاتمدن پہلی صورت میں جملہ معترضہ ہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کو ان کی تکذیب وعداوت کے سلسلہ میں تسلی دی تو بطور جملہ معترضہ اس چیز کا ذکر کر دیا۔ جس پر تسلی کے مفہوم کا دارومدار ہے۔ کہ ان کی دنیا کی طرف ذرہ بھر التفات نہ فرمائیں اور ان کے کفر پر افسوس نہ کریں اور اپنی کامل توجہ ایمان والوں پر مرکوز فرمائیں۔

تمام سے سوال ہوگا:

۹۲، ۹۳: فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (تیرے رب کی قسم ہم ضرور ان تمام سے پوچھ گچھ کریں گے) عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان تمام باتوں کے متعلق جو وہ کرتے رہے) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور ربوبیت کی قسم اٹھا کر فرمایا کہ قیامت کے دن ان میں سے ایک ایک سے سوال کرونگا جو انہوں نے رسول ﷺ کو کہا یا جو قرآن کے بارے میں کہا۔ یا جو اللہ تعالیٰ کی کتابوں کے بارے میں کہا۔

حق کھول کر بتائیں کفار سے ہم نپٹ لیں گے:

۹۴: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (اس کو علی الاعلان بیان کریں جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے) اس کو کھل کر کہو! اور ظاہر کرو۔ کہا جاتا ہے صدع بالحجۃ جبکہ وہ سرعام اس سے بات کرے۔ یہ الصدیع سے ہے اور وہ فجر کو کہتے ہیں۔ نمبر۲۔ فاصدع حق و باطل کو جدا کرو۔ یہ الصدع فی الزجاجۃ سے ہے اور اس کا معنی اظہار کرنا الگ کرنا۔ بما تؤمر جو آپ کو حکم دیا گیا۔ مطلب یہ ہے جس شریعت کی بات کا آپ کو حکم ملا۔ حرف جار کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ اس قول میں امرتك الخير فافعل ما امرت بہ۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (اور مشرکین سے اعراض کرو۔) مشرکین کی استہانت کیلئے یہ امر لایا گیا۔

۹۵: اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (بیشک ہم تیری طرف سے ان مستہزئین کیلئے کافی ہیں) قول جمہور: یہ پانچ آدمیوں کے متعلق اتری۔ جو رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانے میں مبالغہ کرتے اور آپ کا مذاق اڑاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ نمبر۱۔ ولید بن المغیرہ اس کا گزر تیر بنانے والے کے پاس سے ہوا۔ ایک تیر اسکی لمبی دراز چادر سے اٹک گیا۔ اور وہ تیر اسکی ایڑھی کی رگ میں جالگا۔ جس سے وہ رگ کٹ گئی اور وہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ

اور بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اس سے آپ تنگدل ہوتے ہیں سو آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جس کے ساتھ تحمید بھی ہو، اور آپ ساجدین میں سے

السّٰجِدِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿٩٩﴾

ہو جایئے اور اپنے رب کی عبادت کیجئے یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین (یعنی موت) آ جائے

نمبر۲۔ عاص بن وائل اس کے پاؤں کی تلی میں ایک کانٹا چبھ گیا اس کا پاؤں سوج گیا۔ جس سے وہ مرگیا نمبر۳۔ اسود بن عبدالمطلب۔ یہ اندھا ہوگیا۔ نمبر۴۔ اسود بن عبد یغوث یہ اپنے سر کو درخت سے مارتا رہا اور اپنے چہرے کو کانٹے سے یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ نمبر۵۔ حارث بن قیس اسکی پیپ بہنے لگی جس سے مرگیا۔

۹۶: اَلَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود بناتے ہیں پس عنقریب وہ جان لیں گے) اپنے امر کا انجام قیامت کے دن۔

تسلی رسول:

۹۷: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (تحقیق ہم جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ ان کی باتوں سے تنگ ہوتا ہے) تمہارے متعلق۔ نمبر۲۔ قرآن کے متعلق۔ نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق۔

ازالہ غم بھی عبادت ہے:

۹۸: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (پس تم تسبیح بیان کرو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ) جو معاملہ تمہیں پیش آئے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو الفزع الی اللّٰہ کا مطلب ہمیشہ اس کو یاد کرنا ہے اور کثرت سے سجدہ کرنا وہ تمہاری کفایت کرے گا اور تیرے غموں کا ازالہ کردے گا۔

۹۹: وَاعْبُدْ رَبَّكَ (اور تو عبادت کر اپنے رب کی) اپنے رب کی عبادت پر ہمیشگی اختیار کرو۔ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (یہاں تک کہ تمہیں موت آئے) یقین کا معنی موت ہے جب تک تو زندہ ہے عبادت میں مشغول رہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی معاملہ پیش آتا تو نماز کی طرف جلدی فرماتے۔ [رواہ احمد]

بحمداللہ ترجمہ سورۃ الحجر رات ۱۰ بجے ۱۳ شعبان ۱۴۲۳ھ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۃ النحل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی، اس میں ایک سو اٹھائیس آیات اور سولہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ① يُنَزِّلُ

آ پہنچا اللہ کا حکم سو تم اس میں جلدی نہ کرو وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو وہ شریک تجویز کرتے ہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے

الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ

فرشتوں کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر نازل فرماتا ہے کہ اس بات سے باخبر کر دو کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود

اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③

نہیں سو تم مجھ سے ڈرو، اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا وہ اس سے برتر ہے جو لوگ شریک بناتے ہیں

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ④

اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا سو وہ یکایک واضح طور پر جھگڑا کرنے والا ہو گیا۔

آنے والے کو آیا سمجھو:

۱: اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (آ پہنچا اللہ کا حکم سو تم اس میں جلدی نہ کرو وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو وہ شریک تجویز کرتے ہیں وہ اپنے بندوں میں سے) قیامت کے قائم ہونے کا جو وعدہ کفار سے کیا گیا وہ اس کو جلد مانگتے تھے۔ اسی طرح نزول عذاب کے سلسلہ میں استہزاء و تکذیب کے طور پر جلدی کے طالب تھے۔ بدر کے دن وہ عذاب اترا۔ اس پر ان کو کہا گیا۔ اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہنچا) یعنی وہ اسی طرح سمجھو کہ آ کر واقع ہونے والا ہے (اگرچہ اس کا انتظار ہے) کیونکہ اس کا وقوع قریب ہے۔ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پس اس کے جلد آنے کی تمنا نہ کرو۔ وہ سبحان اور بلند و بالا ہے ان شریکوں سے جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں) اللہ جل مجدہ شریکوں سے پاک ہے اور ان کے شریک بنانے سے مبرا ہے۔ نمبرا۔ ما موصولہ ہے۔ نمبر۲۔ ما مصدریہ ہے۔ استعجال کے ساتھ اس کا اتصال اس طرح ہے کہ وہ استہزاء و تکذیب سے عذاب کو جلد طلب کرتے تھے یہ شرک ہے۔

وحی نبوت اللہ کا عطیہ ہے:

۲: يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ (وہ فرشتوں کو اتارتا ہے) قراءت: مکی اور ابوعمرو نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ بِالرُّوْحِ (روح کے ساتھ) یعنی وحی کے ساتھ نمبر۲۔ قرآن کے ساتھ۔ کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک دین میں اس طرح ہے جیسے جسم میں روح۔ نمبر۲۔ وہ جہالت سے مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا (اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے کہ تم خبردار کر دو!) ان مفسرہ ہے کیونکہ فرشتوں کا وحی کے ساتھ اتارنا اس میں قول کا معنی پایا جاتا ہے اور انذروا اللہ لا الہ الا انا کا معنی یہ ہے: اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا (کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں)۔ انذروا۔ یہ نذرت بکذا سے لیا گیا جبکہ تم اس کو جان لو۔ پس مطلب اس طرح ہوا۔ اعلموا الناس قولی لا الہ الا انا تم لوگوں کو میری بات لا الہ الا انا بتلا دو۔ فَاتَّقُوْنِ (پس وہ مجھ ہی سے ڈریں) قراءت: یعقوب نے یاء سے پڑھا ہے۔

۳: پھر وحدانیت اور معبود حقیقی ہونے پر ایسی چیزوں سے استدلال کیا جن پر اور کسی کو کچھ بھی قدرت نہیں یعنی آسمان و زمین کی تخلیق و پیدائش چنانچہ فرمایا۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ بلند و برتر ہے ان کے شرک سے)

قراءت: حمزہ اور علی نے دونوں مقام پر تاء سے پڑھا ہے۔ اور انسان کی خلقت اور جو افعال اس سے پیش آتے ہیں ان کا ذکر اس ارشاد میں فرمایا۔

انسانی ناشکری:

۴: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ ایک دم کھلم کھلا جھگڑنے لگا) یعنی اچانک وہ تیز زبان اور اپنے نفس کی طرف سے جھگڑنے والا اور اپنے جھگڑے میں اصرار کرنے والا اور اپنی دلیل کو خوب ظاہر کرنے والا ہو گیا۔ بعد ازیں کہ یہ ایک ایسا پانی کا قطرہ تھا جس میں حس تک نہ تھی۔ اور نہ ہی کوئی حرکت تھی۔ نمبر۲۔ اچانک یہ اپنے رب سے جھگڑنے والا نکلا۔ اپنے خالق کا انکاری ہے اور یہ کہتا ہے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [یٰسین: ۷۸] اس میں انسان کی بے حیائی اور ناشکری نعمت میں اصرار کا ذکر کیا۔ اور مزید انعامات ذکر فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے چوپائے پیدا کئے جن میں سے بعض اس کی خوراک اور کچھ سواری، باربرداری اور دیگر بیسیوں قسم کی ضروریات میں کام دیتے ہیں چنانچہ فرمایا

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ⑤ وَلَكُمْ

اور اس نے چوپایوں کو پیدا فرمایا ان میں تمہارے لئے سردی سے بچنے کا سامان ہے اور دیگر فائدے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو، اور تمہارے لئے

فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ⑥ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى

ان میں رونق ہے جب تم شام کو لاتے ہو اور صبح کو چھوڑتے ہو، اور وہ تمہارے بوجھوں کو ایسے شہروں کی طرف اٹھا کر لے

بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑦

جاتے ہیں جہاں تم اپنی جانوں کی مشقت کے بغیر پہنچ نہیں سکتے تھے، بلاشبہ تمہارا رب رؤف ہے رحیم ہے،

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ⑧

اور اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا فرمائے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے طور پر، اور وہ پیدا فرماتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

بے شمار انعامات میں چوپاؤں کا تذکرہ:

۵: وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ (اور چوپائے کہ ان کو اس نے تمہارے لئے پیدا کیا) انعام سے وہ آٹھ اقسام مراد ہیں اور اکثر اس کا اطلاق اونٹ پر ہوتا ہے۔ نَحو: فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ ظاہر کلام اس کی وضاحت کررہا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں والقمر قدرنٰه منازل [یٰسین:۳۹] نمبر۲۔ الانسان پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے ای خلق الانسان والا نعام پھر فرمایا: خلقها لکم کہ اے جنس انسان! ہم نے تمہارے لئے چوپائے بنائے۔ فِيْهَا دِفْءٌ (ان میں تمہارے لئے سردی روکنے کا سامان ہے) دفء اس چیز کو کہتے ہیں جس سے سردی دور کی جائے خواہ وہ لباس اون، بال، پشم سے بنا ہو۔ وَّمَنَافِعُ (اور اس میں فوائد ہیں) اس میں ان کی نسل کشی اور دودھ وغیرہ حاصل کرنا ہے۔ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (اور ان میں سے بعض کا گوشت تم کھاتے ہو)۔

نَحو: ظرف کو مقدم کر کے خصوصیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اور بعض اوقات دوسرے بھی کھائے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان میں گوشت وہ چیز ہے جس پر لوگوں کی معیشت کا دارومدار ہے۔ ان کے علاوہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے مثلاً مرغی، بطخ، جنگل اور دریا کا شکار وہ قلیل ہونے کی وجہ سے کسی شمار وقطار میں نہیں بلکہ فروٹ کے درجہ میں ہے۔

۶: وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ (اور تمہارے لئے ان میں خوبصورتی ہے جبکہ تم شام کو انہیں لوٹاتے ہو) ان کو چراگاہوں سے باڑوں کی طرف شام کو لوٹاتے ہو۔ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ (اور جبکہ تم ان کو چرنے چھوڑتے ہو) صبح کو چراگاہوں کی طرف چرنے کیلئے چھوڑتے ہو۔ اس میں ایک جمال و بہار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور نعمت ذکر فرمایا جیسا کہ ان کے منافع کو بطور انعام ذکر فرمایا۔ کیونکہ مویشی رکھنے والوں کی اغراض میں سے یہ بھی ایک غرض ہے کیونکہ چرواہے جب شام کو انہیں واپس لاتے اور صبح کو

چرانے لے جاتے ہیں تو صحن خانہ ان کے آنے جانے سے پر رونق ہو جاتے ہیں جس سے مویشیوں والے خوش ہوتے ہیں اور لوگوں کے ہاں ان کو ٹھاٹھ اور شان، مرتبہ میسر آتا ہے۔

نکتہ: لوٹانے کو لے جانے پر مقدم اس لئے کیا کہ اراحۃ میں خوبصورتی ظاہر و نمایاں ہے جبکہ وہ پیٹ بھرے، تھنوں میں جمع کئے پر سکون انداز میں ترتیب کے ساتھ لوٹ رہے ہوتے ہیں۔

۷: وَتَحۡمِلُ اَثۡقَالَكُمۡ (وہ تمہارے بوجھ اٹھاتے ہیں) اثقال کا معنی بوجھ ہے۔ اِلٰى بَلَدٍ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا بٰلِغِيۡهِ اِلَّا بِشِقِّ الۡاَنۡفُسِ (ایسے شہر کی طرف کہ جس میں تم بغیر تکلیف اٹھائے نہ پہنچ سکتے تھے)۔ قراءت: شِقِّ کی شین پر ابوجعفر نے فتحہ شَق پڑھا ہے یہ دونوں لغات ہیں ہر دو کا معنی مشقت ہے بعض کہتے ہیں کہ شق مصدر ہے۔ شق الامر علیہ شقا اور اس کی حقیقت بھی الشق کی طرف لوٹنے والی ہے جس کا معنی پھٹنا اور الگ ہونا ہے۔ باقی الشق کا معنی نصف آتا ہے۔ گویا مشقت کی وجہ سے اس کی نصف طاقت ختم ہوگئی۔ اب آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اونٹوں کو پیدا نہ کیا جاتا تو تم اپنے آپ انتہائی تکلیف و مشقت کے ساتھ دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکتے۔ بوجھ اٹھانا تو دور کی بات ہے کہ اس کو اپنی پشتوں پر لادتے۔ نمبر۲۔ لم تکونوا بالغیہ بھا الا بشق الانفس تم جانی مشقت سے ان بوجھوں کو وہاں پہنچا سکتے۔

ایک قول یہ ہے کہ اثقال سے ابدان مراد ہیں۔ اسی سے جن وانس کو الثقلان کہا جاتا ہے۔ اور اس آیت میں بھی یہی معنی ہے۔ واخرجت الارض اثقالھا [الزلزال:۲] یعنی اولاد آدم کو۔ اِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ (بیشک تمہارا رب بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے) کہ اس نے ان بوجھ اٹھانے والے جانوروں کو پیدا کر کے تم پر رحم فرمایا اور یہ مصالح آسان کر دیئے۔

گھوڑے، خچر کا تذکرہ:

۸: وَّالۡخَيۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِيۡرَ لِتَرۡكَبُوۡهَا وَزِيۡنَةً (اور گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو تمہاری سواری اور زینت کیلئے پیدا کیا)

نحو: الانعام پر عطف ہے۔ ای خلق ھذہ الرکوب و الزینۃ اور اس نے ان سواریوں کو اور زینت کو پیدا کیا۔

استدلال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

امام صاحبؒ نے اس آیت سے گھوڑے کے گوشت کی حرمت پر استدلال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خلقت کی علت رکوب و زینت قرار دی اور کھانے کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ انعام میں فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ گوشت کا فائدہ تو سواری اس سے بڑھ کر ہے اور آیت کا سیاق ہی بیانِ نعمت کے لئے ہے اور حکیم کی حکمت اس بات کو گوارہ نہیں کرتی کہ احسان کے موقع پر ادنیٰ نعمت کو ذکر کیا جائے اور بڑی نعمت کو چھوڑ دیا جائے۔

نحو: زینۃ کا نصب مفعول ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ لترکبوھا کے محل پر معطوف ہے۔ اب مخلوقات کی وہ اصناف جو ابھی علم میں نہیں آئیں ان کا ذکر فرمایا۔ وَيَخۡلُقُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ (اور وہ ایسی چیزیں پیدا فرمائیں گے جن کو تم نہیں جانتے ہو) اور جس ذات کی یہ صفات ہوں وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا جائے۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾

اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے، اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اس سے ہٹے ہوئے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا اس میں پینے کا پانی ہے اور اس کے ذریعے درخت پیدا ہوتے ہیں جن میں تم

تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَ

چراتے ہو وہ تمہارے لئے اس کے ذریعہ کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے پھل

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ

اگاتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو غور کرتے ہیں، اور اس نے تمہارے لئے رات کو

وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور دن کو اور چاند کو اور سورج کو مسخر فرمایا اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں، بلاشبہ اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۙ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ

ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں، اور جو چیزیں زمین میں پھیلا دیں جن کے رنگ مختلف ہیں

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ

بلاشبہ اس میں نشانی ہے ان کے لئے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں، اور اللہ وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر فرما دیا

لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى

تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو، اور اے مخاطب تو کشتیوں کو دیکھتا

الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾

ہے کہ وہ اس میں پھاڑنے والی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو، اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۙ﴿۱۵﴾

اور اللہ نے زمین میں بھاری پہاڑ ڈال دیئے تاکہ زمین تمہیں لے کر ہلنے نہ لگے، اور اس نے نہریں بنائیں اور راستے بنائے تاکہ تم ہدایت پاؤ

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور نشانیاں بنائیں، اور وہ ستاروں کے ذریعے راہ پاتے ہیں۔

سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے:

٩: وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ (اور سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے) السبیل سے جنس مراد ہے اسی لئے فرمایا وَمِنْهَا جَآئِرٌ (اوران میں بعض راستے ٹیڑھے ہیں) القصد یہ مصدر ہے جو فاعل کے معنی میں ہے۔ ای القاصد جیسے کہتے ہیں سبیل قصد و قاصد یعنی سیدھا۔ گویا کہ وہ اسی جانب کا قصد کرتا ہے جس کا چلنے والا ارادہ کرتا ہے اور اس سے ہٹتا نہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے اپنے اوپر اس راستہ کی راہنمائی لازم کر لی جو حق تک پہنچانے والا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى (اللیل۔١٢) یہ وجوب کیلئے نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں لیکن اللہ تعالیٰ محض اپنی مہربانی سے یہ کرتے ہیں۔ نمبر٢۔ اس کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا کہ علی الی کے معنی میں ہے۔ زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی علی اللّٰہ تبین الطریق الواضح المستقیم والدعاء الیہ بالحجج ہے یعنی اللہ کے ذمہ واضح سیدھے راستے کو کھل کر بیان کرنا اور دلائل سے اس کی طرف بلانا ہے۔ و منها جائر کا مطلب کہ بعض راستے استقامت سے ہٹے ہوئے ہیں۔ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمام کو ہدایت دے دیتے) اگر وہ ارادہ کرتے مہربانی والا۔ ہدایت تو توفیق سے دستیاب ہوتی ہے اور انعام ہدایتِ عام کے بعد میسر آتا ہے۔

پانی اور اس کے فوائد کی طرف اشارہ:

١٠: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ (وہ ایسی ذات ہے جس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی اتارا جسے تم پیتے ہو)۔

نَحْو: لکم یہ انزل کے متعلق ہے۔ نمبر٢۔ شراب کی خبر ہے شراب بمعنی مشروب ہے۔

وَّمِنْهُ شَجَرٌ (اور اسی سے درخت ہیں) اسی پانی سے وہ درخت پیدا ہوتے ہیں جس کو مویشی چرتے ہیں۔ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ (جن میں تم اپنے مویشی چراتے ہو) یہ سَامَتِ الْمَاشِيَة سے بنا ہے جب مویشی چریں۔ جانور کو سائمہ و اسامها صاحبها اور اس کے مالک نے چرایا۔ یہ السومۃ مصدر سے ہو تو معنی علامت ہے زمین میں چرانے سے نشانات پڑ جاتے ہیں۔

١١: يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (اللہ تعالیٰ تمہارے اس پانی سے کھیتی، زیتون اور کھجور و انگور اور ہر طرح کے پھل اگاتا ہے)

نکتہ: آیت میں مِن لائے صرف کل الثمرات نہیں کہا کیونکہ تمام پھل تو جنت میں میسر ہونگے۔ دنیا میں یادداشت کیلئے بعض پھل اُگا دیے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے سوچ و بچار کرنے والی قوم کیلئے) پس وہ اس نشانی کے ذریعہ اس پر اور اس کی قدرت و حکمت پر استدلال کرنے والے ہیں۔ الاٰیۃ سے دلالت واضحہ مراد ہے۔

دن رات اور ستاروں کی نعمت:

۱۲: وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ (اور اس نے مسخر کیا تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج و چاند کو اور ستارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔) قراءت: تمام کا نصب ہے اس طرح وَجَعَلَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ۔ یہ حمزہ، ابوعمرو، ابن کثیر کی قراءت ہے اور النجومُ مسخراتٌ حفص کی قراءت ہے۔ والشمسُ و النجومُ مسخراتٌ یہ شامی کی قراءت ہے اس طور پر کہ یہ مبتدا اور خبر ہیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں عقل والی قوم کیلئے) آیات جمع آیہ کی ہے۔ عقل کا ذکر کیا کیونکہ آثار علویہ قدرت پر ظاہر اً دلالت کرنے والے ہیں۔ اور کبریائی اور عظمت پر واضح شہادت ہیں۔

۱۳: وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ (اور ان چیزوں کو تمہارے لئے زمین میں پیدا کیا)

نحو: اس کا عطف اللیل والنھار پر ہے۔ ای مَاخَلَقَ فِیْهَا مِنْ حَیْوَانٍ وَ شَجَرٍ وَثَمَرٍ وَغَیْرِہٖ ذٰلِكَ (اور جو اس نے زمین میں حیوان، درخت، پھل وغیرہ پیدا فرمائے) مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ (اس حال میں کہ ان کے رنگ مختلف ہیں) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ (اس میں بلاشبہ نشانی ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے) جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

سمندر اور اس کے فوائد:

۱۴: وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا (اور وہ ایسی ذات ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ)۔ لحمًا طریًا سے مچھلی مراد ہے۔ اس کو طَرِیٌّ اس لئے فرمایا کیونکہ بہت جلد یہ خراب ہوتی ہے پس بگاڑ کے خطرے سے جلدی سے تازہ کھالی جاتی ہے۔

نکتہ: اگر کسی آدمی نے قسم اٹھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائیگا۔ تو مچھلی کھانے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ کیونکہ قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔ اور عرف میں اس کو گوشت نہیں کہتے۔ جس نے اپنے غلام کو کہا اشتر بھذہ الدراھم لحمًا وہ مچھلی خرید لایا تو وہ اس لائق ہے کہ آقا اس کا انکار کردے۔ بقیہ ائمہ قسم ٹوٹنے کے قائل ہیں۔

وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا (تاکہ تم اس سے زیور نکالو۔ جس کو تم پہنتے ہو) حلیہ سے مراد یہاں مونگے اور موتی ہیں۔ تَلْبَسُوْنَ کا مطلب تمہاری عورتیں پہنیں۔ لیکن مخاطب مردوں کو فرمایا کیونکہ ان کی زینت مردوں کیلئے ہوتی ہے گویا وہ مردوں کی زینت اور انکا لباس ہی ہے۔ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ (اور تم کشتیوں کو دیکھو گے اس میں پانی کو چیرتی ہوئی جارہی ہیں) کشتیاں چلتی ہیں اور پانی کو چلتے وقت چیرتی ہیں۔ المخر پانی کو سینہ کے زور سے چیرنا۔ فِیْهِ کا مطلب سمندر میں۔ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو) اس کا محذوف پر عطف ہے یعنی تاکہ تم عبرت حاصل کرو اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ ابتغائے فضل سے تجارت مراد ہے۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور تاکہ تم شکریہ ادا کرو) اللہ تعالیٰ کا اس انعام پر جو اس نے تم پر کیا۔

۱۵: وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ (اور اس نے زمین میں پہاڑ ڈال دیئے) قائم رہنے والے پہاڑ۔ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ (تاکہ وہ

أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۗ

سو کیا جو پیدا کرتا ہو وہ اس کی طرح ہوگا جو پیدا نہیں کرتا، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر سکتے،

إِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے، اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو، اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۚ وَمَا

غیروں کو پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ پیدا کیے جاتے ہیں، بے جان ہیں زندہ نہیں ہیں، اور انہیں

۲ ع ۱۲ ۸ يَشْعُرُوْنَ ۙ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾

خبر نہیں ہے کہ کب اٹھائے جائیں گے

تمہیں لے کر جھک نہ جائے) اس ڈر سے کہ وہ تمہیں لیکر مائل ہو۔ اور حرکت کرے۔ نمبر۲۔ تاکہ وہ تمہیں لیکر جھک نہ جائے۔ لیکن حذفِ مضاف زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا وہ حرکت کرنے لگی ملائکہ نے کہا اس کی پشت پر تو کوئی ٹھہر نہ سکے گا۔ پس صبح ہوئی اس حال میں کہ پہاڑ گاڑ دیئے گئے۔ فرشتوں کو معلوم بھی نہ ہو سکا کہ پہاڑ کس چیز سے بنائے گئے۔ وَاَنْهٰرًا (اور نہریں) یہ جعل کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ القی میں جعل کا معنی پایا جاتا ہے۔ وَّ سُبُلًا (راستے) لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (تاکہ تم راہ پاؤ) اپنے مقاصد کی طرف۔ نمبر۲۔ اپنے رب کی توحید کی طرف۔

ستاروں کی خاص راہنمائی:

۱۶: وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (اور نشانیاں بنائیں اور ستاروں سے وہ راہنمائی حاصل کرتے ہیں) اور وہ راستوں کی نشانیاں ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے راستہ پر چلنے والا راستہ پائے پہاڑ وغیرہ۔ النجم سے مراد جنس ہے۔ نمبر۲۔ ثریا اور فرقد، بنات النعش اور جدی وغیرہ مراد ہیں۔ بالنجم میں نجم کو مقدم کیا اور خطاب کی بجائے غائب کا صیغہ لائے اور ھم ضمیر درمیان میں داخل کر دی۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے بالنجم خصوصًا ھؤلاء خصوصًا یھتدون ستاروں سے خصوصًا اور خاص یہ لوگ راہ معلوم کرتے ہیں۔

سوال: ھم سے مراد کون ہیں؟

جواب: اس سے گویا قریش مراد ہیں وہ اپنے راستوں کو معلوم کرنے کیلئے ستاروں کو استعمال کرتے اور ان کے متعلق ان کو معلومات بھی تھیں جو دوسروں کو میسر نہ تھیں۔ گویا اس عظیم نعمت پر شکر یہ لازم کیا گیا۔ اور عبرت کو ان کے لئے ضروری قرار دیا گویا وہ اس کے ساتھ خاص کر دیئے گئے۔

یہ خالق کے نمونہ ہائے قدرت اوروں کو تم دکھاؤ:

۱۷: اَفَمَنْ يَّخْلُقُ (کیا وہ جو پیدا کرتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ۔ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ (اس کی طرح ہو جائے گا جو پیدا نہیں کرتا) یعنی اصنام، یہاں مَن لائے جو ذوی العقول کیلئے ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے خیال کے مطابق ان کو حاجت روا بنا کر عبادت شروع کر رکھی تھی (معبود کی تمام صفات ان میں مانتے تھے) گویا اولو العلم کے قائم مقام قرار دیا۔

نمبر۲۔ مطلب یہ ہے کہ جو پیدا کرتا ہے ان کی طرح نہیں ہو سکتا۔ جو اولوالعلم ہیں پیدا نہیں کر سکتے پھر جس کے پاس بالکل علم ہی نہ ہو وہ کیسے برابر ہو سکتا ہے؟ اس طرح نہیں فرمایا افمن لا یخلق کمن لا یخلق حالانکہ مقام کا تقاضا یہی ہے کیونکہ اس میں ان لوگوں کو الزام دیا گیا ہے جو بت پرست ہیں اور انہوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہت دے کر حاجت روا قرار دے رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انہوں نے غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نام اور عبادت میں مثل قرار دیا تو گویا اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کی جنس اور اس کے مشابہ مان لیا۔ اس ارشاد میں اسی بات کی تردید کی افمن یخلق کمن لایخلق (کہ تمہارا مثل قرار دینا درست نہیں) یہ آیت خلق افعال میں معتزلہ کے خلاف دلیل ہے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے) جبکہ اس بات کا غلط ہونا تم پر واضح کر دیا گیا۔

اَن گنت انعامات:

۱۸: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو گن نہ سکو) ان کی گنتی کو بھی ضبط نہیں کر سکتے۔ اور نہ اس تک تمہاری طاقت پہنچ سکتی ہے۔ چہ جائیکہ ان نعمتوں کے شکریہ کا پورا حق ادا کرو۔ اس کے بعد نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد یہ آیت لائے تاکہ متنبہ کر دیا جائے کہ اس کے پیچھے غیر محصور نعمتیں چھپی ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) وہ نعمت کے شکریہ کی ادائیگی میں تمہاری کوتاہی سے تجاوز فرمائیں گے تمہاری کمی کی وجہ سے نعمت کو منقطع نہ کریں گے۔

۱۹: وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو تم چھپاتے اور جو تم ظاہر کرتے ہو) یعنی تمہارے اقوال و افعال کو۔ یہ وعید ہے۔

جن کو لوگوں نے معبود بنا رکھا ہے وہ مخلوق ہیں اپنی زندگی کے بھی مالک نہیں:

۲۰: وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور وہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا وہ پکارتے ہیں) وہ معبود جن کو کفار پکارتے ہیں۔

قراءت: عاصم کے علاوہ دوسروں نے تاء سے پڑھا ہے۔ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ (وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں)

۲۱: اَمْوَاتٌ (وہ بے جان ہیں) مبتدا محذوف کی خبر غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (وہ زندہ نہیں اور ان کو شعور نہیں کہ کب ان کو اٹھایا جائے گا) اس میں ان سے الوہیت کے خصائص کی نفی ہے اس طرح کہ وہ خالق نہیں ہیں اور وہ ایسی زندگی نہیں

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ

تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، سو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہورہے ہیں اور وہ

مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

تکبر کرنے والے ہیں، یہ بات یقینی ہے کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں کو

الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾

پسند نہیں فرماتا، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ پہلے لوگوں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ

تا کہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ پورے پورے اٹھالیں اور ان لوگوں کے بوجھ بھی اٹھالیں جنہیں بغیر علم کے گمراہ

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾

کرتے ہیں، خبردار برا ہے وہ بوجھ جسے وہ اپنے اوپر لادرہے ہیں

رکھتے کہ جس پر موت وارد نہ ہو۔ اسی طرح وقت بعث کا ان کو علم نہیں۔ اور ان کے لئے مخلوق کی صفات ثابت کیں کہ۔ نمبرا۔ وہ مرنے والی مخلوق ہیں۔ نمبر۲۔ بعثت سے ناواقف ہیں۔ اور اموات غَيْرُ اَحْيَاءٍ کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ فی الحقیقت معبود ہوتے تو وہ ہمیشہ زندہ رہتے موت کا شکار نہ ہوتے۔ یعنی موت کی آمد ان پر ہو ہی نہ سکتی۔ حالانکہ انکا معاملہ اس کے الٹ ہے۔

یبعثون کی ضمیر داعین کی طرف لوٹتی ہے یعنی ان کو شعور نہیں کہ ان کے پجاری کب اٹھائے جائیں گے۔ اس میں مشرکین کو شرمندہ کیا گیا۔ کہ تمہارے معبودوں کو وقت بعث کا بھی علم نہیں پھر وہ اپنی عبادت پر عابدین کو کیا بدلہ دے سکیں گے۔ اس میں یہ بھی ثابت کر دیا کہ بعث بعد الموت بہر صورت ہے۔

معبودِ حقیقی ان کی مخفی حالت سے واقف ہے وہ کفار و متکبرین کو پسند نہیں کرتا:

۲۲: اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (تمہارا معبود ایک ہی ہے) گذشتہ آیات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ الوھیت غیر اللہ کے لائق و مناسب ہی نہیں اور تمہارا معبود حقیقی ایک ہی ہے۔ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ (پس وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکاری ہیں) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے۔ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ (وہ تکبر کرتے ہیں) عبادت سے اور اس کی وحدانیت کے اقرار سے۔

۲۳: لَا جَرَمَ (ضروری بات ہے) یقیناً۔ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو وہ چھپاتے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں) ان کی پوشیدہ اور ظاہری حالت کو۔ پس اسی کے مطابق ان کو بدلہ دیگا۔ یہ وعید ہے۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

اَلْمُسْتَکْبِرِیْنَ (اس کو تکبر کرنے والے پسند نہیں) توحید سے تکبر کرنے والے یعنی مشرکین۔
۲۴: وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ (جب ان سے کہا گیا) ان کفار کو۔ مَّا ذَآ اَنْزَلَ رَبُّکُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (تمہارے رب نے کیا اتارا وہ کہتے ہیں پہلے لوگوں کی کہانیاں)۔

نحو: نمبرا۔ماذا یہ انزل کی وجہ سے منصوب ہے یعنی ای شئی انزل ربکم تمہارے رب نے کونسی چیز اتاری؟ نمبر۲۔ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ای شئی انزله ربکم وہ کونسی چیز ہے جس کو تمہارے رب نے اتارا ہے؟ اساطیر یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔مفسرین کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کا مقولہ ہے جو مکہ کے راستوں پر بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے متعلق نفرت پھیلاتے جب حجاج کا کوئی وفد ان سے پوچھتا کہ رسول ﷺ پر کیا چیز اتاری گئی تو وہ کہتے ہیں اساطیر الاولین یعنی پہلے لوگوں کی کہانیاں اور ان کے باطل اقوال۔اس کا واحد اسطورہ ہے۔جب حجاج کی ملاقات مسلمانوں سے ہوتی تو وہ ان کو رسول ﷺ کی صداقت کی اطلاع دیتے اور بتلاتے کہ وہ نبی مبعوث ہیں یہی وہ لوگ تھے جو بھلی بات کہنے والے تھے۔

قرآن کو کہانیاں کہنے والے کل اپنے گناہ کا بوجھ اٹھائیں گے:

۲۵: لِیَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَھُمْ کَامِلَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَھُمْ (نتیجہ اس کہنے کا یہ ہوگا کہ قیامت کے دن وہ اپنے گناہوں کا بھی پورا بوجھ اٹھائیں گے۔اور ان لوگوں کا بار بھی جن کو گمراہ کرتے تھے) یہ بات انہوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے کہی۔پس اپنی گمراہی کا پورا بوجھ انہوں نے اٹھایا۔اور کچھ ان کا بوجھ بھی جو ان کے گمراہ کرنے سے گمراہ ہوئے۔اور یہ بوجھ اضلال کا ہے کیونکہ ضال و مضل دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

نحو: لیحملوا کا لام تعلیلیہ ہے۔

بِغَیْرِ عِلْمٍ (بغیر علم کے) نحو: یہ مفعول سے حال ہے یعنی یضلون من لا یعلم انھم ضلال وہ ایسے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں جن کو یہ معلوم نہیں کہ یہ گمراہ ہیں۔اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ (خبردار وہ بہت بُرا بوجھ اٹھانے والے ہیں)۔ نحو: ما محلِ رفع میں واقع ہے۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ

بلاشبہ جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے مکر کیا سو اللہ تے ان کا بنایا ہوا گھر بنیادوں سے ڈھا دیا، پھر اوپر سے

السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ

ان پر چھت آ پڑی، اور ان پر اس طرح عذاب آ گیا کہ انہیں خیال بھی نہ تھا، پھر وہ انہیں

الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ

قیامت کے دن رسوا کرے گا، اور فرمان ہوگا کہ کہاں ہیں میرے شرکاء جن کے بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے؟ جن کو علم دیا گیا

اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

وہ کہیں گے کہ بلاشبہ آج رسوائی اور بدحالی ہے کافروں پر، جن کی جانیں فرشتوں نے اس حال میں قبض کی تھیں

ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا

کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، سو وہ لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم کوئی برا کام نہ کرتے تھے، ہاں! بلاشبہ اللہ جاننے والا ہے

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

جو تم کیا کرتے تھے، سو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہو گے، سو تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے۔

پہلوں کی تدابیر ان پر الٹ دی گئیں:

۲۶: قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ (ان سے پہلے لوگوں نے تدابیر کیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بنیادوں کو جڑ سے گرا دیا) یعنی جڑوں کی جانب سے اور وہ ستون ہیں۔ درحقیقت یہ تمثیل ہے کہ انہوں نے منصوبہ بندی کی تا کہ رسولوں کے خلاف محاذ آرائی کریں اللہ تعالیٰ نے انہی کے اپنے منصوبوں سے ان کو ہلاک کر دیا۔ جیسا کہ وہ لوگ جو عمارت بنائیں اور ستون بنا کر مضبوط کریں۔ مگر بلکر ستونوں سے عمارت اکھڑ جائے اور چھت ان کے اوپر آ رہے۔ وہ اس کے نیچے دب کر ہلاک ہو جائیں۔

قول جمہور:

یہ ہے کہ اس سے مراد نمرود بن کنعان تھا جبکہ اس نے بابل میں ایک محل تعمیر کروایا۔ جس کی لمبائی پانچ ہزار گز تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ دو فرسخ تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا چلا کر اس عمارت کو اس پر اور اس کی قوم پر گرا دیا جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ فاتی اللہ کا مطلب

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے استیصال کا ارادہ کیا ہے۔ فَخَرَّ عَلَیْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ (پس ان پر چھت اوپر سے گر پڑی اوران پر عذاب ایسی جگہ سے آ پہنچا کہ ان کو شعور بھی نہ تھا) ایسی طرف سے کہ ان کو وہم وگمان بھی نہ تھا اور نہ توقع تھی۔

قیامت کو خمیازہ بھگتیں گے:

۲۷: ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُخْزِیْهِمْ (پھروہ قیامت کے دن ان کو رسوا کرے گا) رسوائی کے عذاب سے ان کو ذلیل کرے گا جو اس کے علاوہ ہوگا جو دنیا میں ان کو عذاب ملا۔ وَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ (اور کہیں گے کہاں ہیں میرے شریک) اپنی طرف اضافت کر کے ان کی اضافت ونسبت کو بیان کیا تا کہ استہزاءً ان کو توبیخ کردی جائے۔ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِیْهِمْ (وہ جن کی وجہ سے تم رسول خدا اور مسلمانوں کی مخالفت کرتے تھے) دشمنی کرتے اور مسلمانوں سے ان کے معاملات کے سلسلہ میں جھگڑتے تھے۔

قراءت: تشاقون نافع نے پڑھا یعنی تشاقوننی فیهم ۔ کیونکہ مؤمنوں کی مخالفت گویا اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے۔ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (کہا ان لوگوں نے جن کو علم دیا گیا) انبیاء علیہم السلام اور امتوں میں سے علماء جو ایمان کی طرف بلاتے اور نصیحت کرتے تھے مگر یہ لوگ اس نصیحت پر کان نہ دھرتے بلکہ ان کی مخالفت پر آمادہ ہوجاتے۔ یہ بات ان کی شماتت کے طور پر کہیں گے۔ نمبر۲۔ یہ کہنے والے فرشتے ہونگے۔ اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ (بیشک آج کی رسوائی) الخزی ذلت ورسوائی وَالسُّوْٓءَ (اور برائی) یعنی عذاب عَلَی الْكٰفِرِیْنَ (کافروں پر ہوگا)

قبض روح کے وقت کفار کی اطاعت:

۲۸: الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (وہ لوگ جن کی جان ملائکہ نے قبض کی) قراءت: حمزہ نے یاء کے ساتھ پڑھا اور اسی طرح اس کا مابعد بھی ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ (اس حال میں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے) کفر باللہ کے ذریعہ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ (پس وہ صلح کا پیغام ڈالیں گے) صلح اور فرمانبرداری یعنی رجوع کریں گے اور جو ضد دنیا میں کی اس کے برعکس کریں گے اور کہیں گے مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ (ہم کوئی برا کام نہ کرتے تھے) جو کفر وانکار اور دشمنی ان کی طرف سے دنیا میں پائی گئی اس کا شدت سے انکار کردیں گے وہ علم والے اس کی تردید کرتے ہوئے کہیں گے۔ بَلٰٓی اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (کیوں نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں جو کچھ تم کیا کرتے تھے) پس وہ اس کا تمہیں بدلہ عنایت فرمائیں گے اور یہ بات بھی بطور شماتت کہی جائے گی اور اسی طرح اگلی آیت۔

۲۹: فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَكَبِّرِیْنَ (تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ پس متکبرین کا ٹھکانہ بہت برا ہے) یعنی جہنم۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ

اور جولوگ کفر وشرک سے بچتے ہیں ان سے کہا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ انہوں نے کہا کہ بڑی خیر نازل فرمائی، جن لوگوں نے اس دنیا میں

الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ

اچھے کام کئے ان کے لئے بھلائی ہے اور بلاشبہ دار آخرت بہتر ہے، اور البتہ متقیوں کا گھر اچھا ہے، ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں

يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ

ان میں وہ داخل ہوں گے، ان باغوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان کے لئے اس میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، اسی طرح اللہ ان کو بدلہ دیتا ہے

الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا

جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں جن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو تم اپنے اعمال کے سبب

الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾

جنت میں داخل ہو جاؤ۔

متقین کا درست اقرار اور آخرت میں اچھا گھر:

۳۰: وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا (اور کہا جائے گا ان لوگوں کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا) اِتَّقَوْا سے یہاں شرک سے بچنا مراد ہے۔ مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْا خَيْرًا (تمہارے رب نے کیا اتارا وہ کہتے ہیں بڑی بہتر چیز نازل فرمائی) خَيْرًا کو منصوب لائے۔ اور پیچھے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ میں اس کو مرفوع قرار دیا گیا۔ کیونکہ تقدیر عبارت یہاں اَنْزَلَ خیرًا ہے۔ پس وہ جواب کو سوال کے مطابق لائے۔ اور وہاں تقدیر عبارت یہ ہے هُوَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ پس جواب ذکر کر کے سوال سے اعراض کیا۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا (اور ان لوگوں کیلئے جنہوں نے نیکی کی اس دنیا میں) یعنی ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے رہے۔ نمبر۲۔ انہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ حَسَنَةٌ (اچھائی ہے) مرفوع ہونے کی صورت میں یہ خیرًا سے بدل ہے۔ یعنی ثواب اور امن اور غنیمت۔ یہ متقین کے قول کی حکایت ہے یعنی وہ کہیں گے خیرًا۔ پہلے اس کا نام خیر رکھا پھر حسنۃ سے اس کی حکایت کی۔ نمبر۲۔ یا یہ جملہ مستانفہ ہے جو کہنے والوں کیلئے بطور وعدہ ذکر کیا۔ اور ان کے قول کو من جملہ احسانات میں سے ذکر کیا۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ (اور البتہ آخرت والا گھر بہت بہتر ہے) ان کو آخرت میں وہ ملے گا جو اس سے بہت بہتر ہوگا جیسا دوسرے مقام پر فرمایا فاتا هم الله ثواب الدنيا وحسن ثواب الآخرة [آل عمران:۱۴۸] وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ (البتہ متقین کا گھر بہت خوب ہے) دار متقین سے دار آخرت مراد ہے۔ مخصوص بالمدح کو اسلئے حذف کیا کیونکہ پہلے اس کا تذکرہ ہو چکا۔

۳۱: جَنّٰتُ عَدْنٍ (وہ ہمیشہ کے باغات ہیں) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ یا مخصوص بالمدح ہے۔ يَدْخُلُوْنَهَا (وہ اس میں

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ

یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں یا آپ کے رب کا حکم آ جائے، اسی طرح ان لوگوں نے کیا

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٣٣﴾ فَاَصَابَهُمْ

جو ان سے پہلے تھے، اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے، سوانہوں نے جو برے کام

سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٤﴾ ع ١٠

کیے ان کی سزائیں انہیں مل گئیں اور جس چیز کا وہ مذاق بناتے تھے اس نے انہیں آ کر گھیر لیا

داخل ہونگے) یہ حال ہے۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ (اس کے نیچے نہریں جاری ہونگی ان کے لئے اس میں وہ ہے جو وہ چاہیں گے اسی طرح اللہ تعالیٰ متقین کو بدلہ دیں گے)۔

ان کے قبض روح کا حال:

٣٢: اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ (وہ لوگ جن کی ارواح کو فرشتے قبض کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ پاک ہوتے ہیں) وہ اپنے نفس کفر کے ظلم سے پاک کرنے والے ہیں۔ (یہ معنی اس لئے لیا گیا) کیونکہ یہ ظالمی انفسھم [النحل:٢٨] کے مقابلہ میں ہے (اور وہاں ظلم سے کامل ظلم یعنی شرک مراد لیا ہے) يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ (وہ کہیں گے تم پر سلام ہو)۔ کہا جاتا ہے کہ جب مؤمن بندہ موت کو جھانکتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آ کر کہتا ہے۔ السلام علیك یا ولی اللّٰہ ! اللّٰہ یقرأ علیك السلام۔ اور اس کو جنت کی خوشخبری دیتا ہے۔ ان کو آخرت میں کہا جائے گا اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تم اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ) تمہارے عمل کے سبب۔

کفار روزِ قیامت کے منتظر نظر آتے ہیں:

٣٣: هَلْ يَنْظُرُوْنَ (نہیں وہ انتظار کر رہے) یہ کفار انتظار نہیں کر رہے۔ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے) ان کی ارواح کو قبض کرنے کیلئے۔ قراءت: علی اور حمزہ نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ (یا تیرے رب کا حکم آئے) امر سے استیصال والا عذاب یا قیامت مراد ہے۔ كَذٰلِكَ (اسی طرح) شرک و تکذیب جیسا فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ (ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے ہوئے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا) انکو تہس نہس کر کے وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے) انہوں نے وہ کام کئے جس سے تباہی کے حقدار ہوئے۔

بُرے اعمال کا انجام:

٣٤: فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا (پس ان کو ان کے برے عملوں کی سزائیں ملیں) ان کے برے اعمال کی سزائیں۔ وَحَاقَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ

اور جن لوگوں نے شرک کیا انہوں نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے نہ ہم نہ

اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ

ہمارے باپ دادے، اور نہ ہم اس کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے، ان لوگوں نے ایسا ہی کیا جو ان سے پہلے تھے،

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ

سو رسولوں کے ذمہ صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے، اور بلاشبہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ

اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچتے رہو، سو ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے بعض ایسے تھے جن پر گمراہی

عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾

ثابت ہو گئی، سو تم زمین میں چلو پھرو پھر دیکھ لو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

اگر آپ ان کی ہدایت پر حرص کریں سو بلاشبہ اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کرتا ہے اور ان کے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا

بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (اور گھیر لیا ان کو اس عذاب نے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے) ان کے استہزاء کی سزا نے ان کو آن گھیرا۔

کفار کا مقدمہ یہ شرک اللہ کو پسند ہے:

۳۵: وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا (اور مشرک کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے نہ ہم اور نہ ہی ہمارے آباء واجداد) یہ کفار نے بطور استہزاء کہا۔ اگر وہ اس کو اعتقاداً کہتے تو بہت بہتر ہوتا۔ وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ (اور نہ حرام کرتے اس کی مشیت کے بغیر کوئی چیز) یعنی بحیرہ سائبہ اور ان کی طرح جو دوسری تحریمات کر رکھی ہیں (گویا ان کے ہاں رضا اور مشیت میں کوئی فرق نہیں تھا) كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اسی طرح ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور حلال کو حرام قرار دیا اور انہی جیسی باتیں بطور استہزاء کہیں فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (نہیں ہے رسولوں کے ذمہ مگر کھلے طور پر پہنچانا) مگر یہ کہ وہ حق کو پہنچ جائیں اور شرک' باطل اور قبیح ہونے کی ان کو اطلاع ہو جائے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا

اوران لوگوں نے خوب زوردار طریقے پر اللہ کی قسم کھائی کہ جو شخص مرجاتا ہے اللہ اسے نہ اٹھائے گا ہاں اللہ ضرور اٹھائے گا یہ پکا وعدہ ہے جسے اللہ نے اپنے ذمہ لازم کرلیا ہے،

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے تاکہ اللہ ان لوگوں کے لئے ان باتوں کو بیان فرما دے جن کے بارے میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں،

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ

اور تاکہ کافر لوگ جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے ہم جس کسی چیز کو پیدا کرنا چاہیں اس کے بارے میں

نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ ع ۵ / ۱۱

ہمارا یہ کہہ دینا ہوتا ہے کہ ہو جا لہٰذا وہ وجود میں آ جاتی ہے۔

ہرامت کے طاغوت کی عبادت سے روکا گیا:

۳۶: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (اور تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول کو بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) کہ اس کو وحدہٗ لاشریک مانو وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (اور شیطان سے بچتے رہو) شیطان کی اطاعت سے پرہیز کرو۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ (ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی) اس لئے کہ انہوں نے ہدایت کو اختیار کیا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ (اوران میں سے بعض کیلئے گمراہی ثابت ہوگئی) گمراہی ان کے لئے لازم ہوگئی کیونکہ انہوں نے گمراہی کو اختیار کیا فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (پس تم چل پھر کر زمین میں دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا) کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کیا اوران کے علاقوں کو ان سے خالی کرالیا۔ اس کے بعد قریش کے عناد کا تذکرہ فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ایمان کے سلسلہ میں حرص کو ذکر کرکے بتلایا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہو چکی پس فرمایا۔

اللہ کا گمراہ کردہ ہدایت نہیں پاسکتا:

۳۷: اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ (تم ان کے راہ راست پر آنے کی کتنی ہی حرص اور تمنا کرو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت یاب نہیں کرتا جن کو گمراہ کرنا مقصود ہوتا ہے) قراءت: یاء مفتوح اور دال مکسور يَهْدِيْ کوفی نے پڑھا۔ باقی قراء یائے مضموم اور دال مفتوح پڑھتے ہیں اوراس کی وجہ یہ ہے کہ مَنْ يُّضِلُّ مبتدا اور لا يُهْدٰى اس کی خبر ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (اوران کے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا) جو اللہ تعالیٰ کا حکم ان پر لاگو ہے اس سے ان کو بچا سکے اوراس کے اس عذاب کو ان سے دور کرسکے جو ان کے لئے تیار کیا گیا۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

اور جن لوگوں نے مظلوم ہونے کے بعد اللہ کے بارے میں ہجرت کی ہم انہیں دنیا میں ضرور بالضرور اچھا ٹھکانہ دیں گے،

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٤٢﴾

اور یہ بات یقینی ہے کہ آخرت کا ثواب بدر جہا بڑا ہے، کاش یہ لوگ جان لیں، وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

کفار مانتے نہیں بلکہ باطل پر قسمیں کھاتے ہیں:

۳۸: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھا کر کہا) اس کا عطف وقال الذین اشرکوا پر ہے۔ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى (اللہ تعالیٰ اس کو نہیں اٹھائے گا جو مر جائے۔ کیوں نہیں) یہ نفی کے بعد اثبات ہے یعنی کیوں نہیں وہ ان کو اٹھائے گا وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا (اس نے پختہ وعدہ کر لیا ہے) یہ مصدر مؤکد ہے جس پر بلٰی دلالت کر رہا ہے کیونکہ بعث بعد الموت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے اور اس وعدے کا ایفاء برحق ہے۔ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) کہ اس کا وعدہ سچا ہے یا کہ ان کو اٹھایا جائیگا۔

۳۹: لِيُبَيِّنَ لَهُمُ (تا کہ ان کے سامنے واضح کر دے) یہ بھی اس کے متعلق ہے جس پر بلٰی دلالت کر رہا ہے ای یبعثھم لیبین لھم۔

نحو: اور مَن کی ضمیر من یموت کی طرف لوٹ رہی ہے جس میں مؤمن و کافر دونوں شامل ہیں۔ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ (اس کو جس کے متعلق وہ اختلاف کرتے تھے) کہ وہ برحق ہے وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ (اور تا کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے) اپنے اس قول لا یبعث اللّٰہ من یموت میں کہ بعث بعد الموت نہیں ہے۔

قدرتِ عامہ:

۴۰: اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (ہم جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس سے ہمارا اتنا کہنا کافی ہوتا ہے کہ ہو جا پس وہ فوراً ہو جاتی ہے) یعنی وہ ہو جاتی ہے ای فھو یکون قراءت: شامی اور علی نے نصب سے پڑھا۔ اس طور پر کہ یہ کن کا جواب ہے قولنا مبتدا اور ان نقول اس کی خبر ہے۔ اور کن فیکون میں کان تامہ ہے جو کہ وجود اور حدوث کے معنی میں ہے۔ یعنی جب ہم کسی چیز کو وجود دینا چاہتے ہیں تو ہم اس کو اتنا کہتے ہیں کہ وجود میں آ۔ تو وہ بلا توقف وجود میں آ جاتی ہے۔ یہ درحقیقت سرعت ایجاد کی تعبیر ہے اور وضاحت ہے کہ کوئی مراد اس پر ممتنع نہیں اور اس مراد کا وجود بلا توقف ہوتا ہے جبکہ وہ اسکا ارادہ فرمالے۔ جس طرح آمر جب فرمانبردار مامور کو کسی بات کا حکم دے تو وہ فوراً حکم بجالاتا ہے (اور یہ بھی بات سمجھانے کیلئے ہے) ورنہ اس جگہ کوئی نہیں (بس جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو وہ اسی لمحہ وجود میں آ جاتی ہے) اب مطلب یہ ہے کہ ہر مقدور کی ایجاد اللہ تعالیٰ کیلئے جب اسقدر آسان ہے تو وہ بعث اس کیلئے کس طرح مشکل ہے جو من جملہ مقدورات میں سے ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ

اور آپ سے پہلے ہم نے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے، سو تم اہل علم سے پوچھ لو اگر تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٣﴾ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ

نہیں جانتے، ان رسولوں کو دلائل اور کتب کے ساتھ بھیجا، اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے بیان کریں جو آپ کی طرف اتارا

اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٤﴾

گیا اور تاکہ وہ لوگ فکر کریں۔

النصف

مہاجرین کے ساتھ وعدہ:

۴۱: وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت کی) اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں اور اس کی رضامندیوں کی خاطر۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا (اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا) وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب ہیں جن پر اہل مکہ نے ظلم کیا۔ وہ اپنا دین لیکر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئے۔ ان میں سے بعض نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف اور بعض ان میں سے انہوں نے دونوں ہجرتیں اپنے لئے جمع کرلیں۔ اور بعض نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً (ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے) حسنۃً یہ مصدر کی صفت ہے تبوئۃ حسنۃ ٹھکانہ دینا اچھا۔ نمبر۲۔ لنبوئنھم مباءۃ حسنۃ۔ ٹھکانہ اچھا۔ اور وہ مدینہ منورہ ہے جہاں کے رہنے والوں نے ان کو ٹھکانہ دیا۔ اور ان کی امداد کی۔ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ (اور البتہ آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے) اس پر وقف ضروری ہے کیونکہ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ جواب محذوف ہے اور ضمیر کفار کی طرف راجع ہے یعنی اگر کفار اس بات کو جان لیتے تو دین کی طرف ضرور رغبت کرتے۔ نمبر۲۔ یا مہاجرین کی طرف راجع ہے اگر وہ اس ثواب و بدلے کو جان لیتے تو صبر و اجتہاد میں مزید اضافہ کرتے۔

۴۲: اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا (وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا) یعنی ھم الذین صبروا وہی لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا۔ نمبر۲۔ میری مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا۔ اور دونوں ہی قابل تعریف چیزیں ہیں۔ یعنی انہوں نے وطن کی جدائی پر صبر کیا وہ وطن عزیز جو اللہ تعالیٰ کا حرم اور ہر مؤمن کا دھڑکتا دل ہے۔ ان تارکین وطن کا کیا حال ہوگا۔ جن کے سروں کو اس کی خاطر اڑایا جا رہا ہو۔ دوسرا مجاہد: پر انہوں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ارواح کو خرچ کر ڈالا۔ وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ (اور اپنے رب ہی پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں) وہ اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین میں جو ان کو تکلیف پہنچے اس کو رضاء وخوشی برداشت کرتے ہیں۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ

جولوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب آ جائے

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ

جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو یا اللہ ان کو چلتے پھرتے پکڑ لے سو یہ لوگ عاجز کرنے والے نہیں ہیں یا ان کو کم کرتے کرتے

عَلٰى تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾

پکڑ لے سو بلاشبہ تمہارا رب بڑا مہربان ہے بڑا رحیم ہے

شانِ نزول:

۴۳: جب قریش نے کہا اللہ تعالیٰ اس سے عظیم تر شان والے ہیں کہ کسی بشر کو وہ رسول بنا کر بھیجیں تو یہ آیت اتری وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (اور آپ سے پہلے بھی ہم نے مرد ہی پیغمبر بنا کر بھیجے ہم ان کی طرف وحی بھیجتے رہے) فرشتوں کے ذریعہ۔

قراءت: نوحی حفص نے پڑھا۔ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ (تم اہل علم سے پوچھ لو) یعنی اہل کتاب تا کہ وہ تمہیں بتلا دیں کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں کی طرف انسانوں کو ہی بھیجا ہے۔ یہاں کتاب کو ذکر فرمایا کیونکہ کتاب ہی نصیحت اور غافلین کیلئے تنبیہ کا ذریعہ ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اگر تم نہیں جانتے)

تمام انبیاء علیہم السلام انسان تھے:

۴۴: بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ (دلائل اور کتابوں کے ساتھ) واضح معجزات اور کتابوں کے ساتھ۔ نحو: با ءیہ رجالاً سے متعلق ہے اور اس کی صفت ہے۔ ای رجالا ملتبسین بالبینات ایسے مرد جو دلائل واضحہ کے ساتھ ملتبس تھے۔ نمبر۲۔ نوحی سے متعلق ہے نوحی الیھم بالبینات ہم ان کی طرف واضح دلائل کے ساتھ وحی کرتے رہے۔ نمبر۳۔ لاتعلمون سے متعلق ہے۔ اگر تم دلائل و کتابوں کو نہیں جانتے۔ اور فاسالوا اھل الذکر یہ تمام صورتوں میں جملہ معترضہ ہے۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ (اور ہم نے آپ کی طرف نصیحت اُتاری) الذکر سے قرآن مراد ہے۔ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (تا کہ تم ان کے سامنے کھول کر بیان کرو۔ اس کو جو ان کی طرف اتارا گیا) یعنی الذکر میں جو اوامر و نواہی، وعدے اور وعیدیں ہیں ان کو کھول کر بیان کرو۔ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (اور تا کہ وہ سوچ و بچار کریں) اس کی تنبیہات میں تا کہ وہ متنبہ ہوں۔

استحقاقِ عذاب والی حرکات تو ہیں مگر تفاخر رحمت سے نہیں پکڑتے:

۴۵: اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ (جولوگ بری بری تدابیر کرتے ہیں۔ کیا وہ بے خوف ہو گئے ہیں) یعنی بری بری تدابیر۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ

کیا ان لوگوں نے ان چیزوں کو نہیں دیکھا جو اللہ نے پیدا فرمائی ہیں ان کے سائے دائیں طرف اور بائیں طرف کو اس طرح جھکتے

سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ

ہیں کہ وہ اللہ کے فرمانبردار ہیں اور عاجز ہیں، اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے حیوانات اور فرشتے یہ سب اللہ کے حکم کے

دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا

فرمانبردار ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے، وہ اپنے رب کی شان قاہریت سے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں

يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ السجدة

حکم دیا جاتا ہے

الَّذِيْنَ سے مراد اہل مکہ ہیں۔ جو تدابیر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں اختیار کیں۔ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ (کہ اللہ تعالیٰ ان کو زیر زمین دھنسا دے) جیسا کہ پہلے لوگوں کے ساتھ کیا۔ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (یا ان پر عذاب ایسی طرف سے آجائے کہ ان کو گمان بھی نہ ہو) یعنی اچانک۔

۴۶: اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ (یا ان کو آتے جاتے پکڑتے) سفر میں آتے جاتے۔ تجارت کے مقامات میں آتے جاتے۔ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (پس وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ہرگز ہرا نہیں سکتے)

۴۷: اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ (یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے) ڈرانے کی حالت میں اور وہ اس طرح ہے کہ ان سے پہلے ایک جماعت کو ہلاک کر دیا جائے پس وہ خوف زدہ ہو جائیں پھر اچانک ان کو عذاب آ پکڑے اس حالت میں کہ ڈرائے ہوئے اور امید لگائے بیٹھے ہوں۔ یہ من حیث لا یشعرون کے برخلاف دوسری حالت ہے۔ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (بیشک تمہارا رب نرمی والا مہربان ہے) اس طرح کہ وہ تمہارے متعلق بردباری اختیار فرماتے ہیں۔ اور تمہارے توھین آمیز رویے کے باوجود وہ جلدی سزا نہیں دیتے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ تمہاری استحقاق عذاب والی حرکات کے باوجود نہیں پکڑتا تو اس کی نرمی ہی تمہیں بچاتی اور اس کی رحمت ہی تمہاری حفاظت کرتی ہے۔

ہر چیز خالق کائنات کے سامنے عاجز ہے:

۴۸: اَوَلَمْ يَرَوْا (کیا انہوں نے نہیں دیکھا) قراءت: حمزہ، علی، ابوبکر نے تاء سے پڑھا ہے۔ اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ (ان چیزوں کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں) ما موصولہ ہے اور یہ مبہم ہے اس کی وضاحت من شیء سے فرمائی۔ مِنْ شَیْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ (جن کے سائے جھکتے ہیں) یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔

قراءت: بصری نے یتفیئو اکو تاء سے پڑھا ہے۔ عَنِ الْیَمِیْنِ (دائیں سے) دائیں طرف سے۔ وَالشَّمَآئِلِ (بائیں سے) شمائل جمع شمال کی ہے سُجَّدًا لِّلّٰهِ (اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے)۔ یہ ظلال سے حال ہے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں جب سورج زوال پذیر ہوتا ہے تو ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے۔ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ (اس حال میں کہ وہ عاجزی کرنے والے ہیں) یعنی عاجز و بے بس یہ ظلالہ کی ضمیر سے حال ہے کیونکہ وہ جمع کے معنی میں ہے۔ اور اس سے ہر وہ چیز جس کو پیدا کیا اور اس کا سایہ ہے وہ مراد ہے جمع واؤ نون سے آرہی ہے کیونکہ دخور یہ عقلاء کی صفات میں سے ہے۔ نمبر۲۔ ان میں شامل تو تمام ہیں مگر عقلاء کو غلبہ دیا۔ معنی اس طرح ہوگا کیا وہ اللہ تعالیٰ کی اس مخلوق کو نہیں دیکھتے جن کے ایسے اجسام ہیں جو سایہ رکھتے ہیں اور وہ سایہ دائیں سے بائیں ڈھلتا رہتا ہے۔ یعنی سایہ دائیں سے بائیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی حالت میں لوٹتا ہے۔ جس خاطر اس کو بنایا اس سے رکتا اور باز نہیں رہتا یعنی سایہ دینا اور اجرام بھی ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنیوالے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے افعال جو ان میں پیدا کیے ان میں اطاعت کرنے والے ہیں۔

آسمان وزمین کی مخلوقات اطاعت سے سر نہیں اٹھاتیں:

۴۹: وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی مطیع ہیں جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں چلنے والی ہیں زمین میں) من دآبة یہ مافی السمٰوٰت ومافی الارض تمام کا بیان ہے۔ کہ آسمانوں میں بھی ایسی مخلوق ہے۔ جو اس میں چلتی ہے۔ جیسا کہ زمین میں انسان چلتے ہیں۔ نمبر۲۔ یا ما فی الارض کا صرف بیان ہے۔ اور ما فی السمٰوات سے آسمانوں کے ملائکہ مراد ہیں اور وَّالْمَلٰٓئِكَةُ (اور فرشتے) ملائکہ سے حفظہ مراد ہیں۔ نمبر۲۔ سجود مکلفین سے مراد ان کی اطاعت و عبادت مراد ہے اور دوسروں کے سجدہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی اطاعت ہے۔ اور الانقیاد کا لفظ دونوں کو شامل ہے۔ اسی لئے دونوں کیلئے ایک ہی تعبیر لائی گئی۔ مالایا گیا جو کہ عقلاء وغیرہ سب کو شامل ہے اگر مَن لاتے تو صرف عقلاء ہی شمار ہوتے۔ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ (اور وہ تکبر نہیں کرتے)۔

۵۰: یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ (وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں)۔ یہ لایستکبرون کی ضمیر سے حال ہے یعنی وہ تکبر نہیں کرتے اس حال میں کہ وہ ڈر رہے ہوتے ہیں۔ مِّنْ فَوْقِهِمْ (اپنے اوپر سے) نمبر۱۔ اگر اس کو یخافون کے متعلق کرو تو اس کا معنی یہ ہوگا۔ وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں وہ ان پر اوپر سے عذاب نہ اتار دے۔ نمبر۲۔ اور اگر بو بھم سے حال ہو تو اس کا معنی وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس حال میں کہ وہ ان پر غالب و زبردست ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد وهو القاهر فوق عبادہٖ [الانعام:۱۸] میں ہے وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (اور وہ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ملتا ہے)

نکتہ: اس میں واضح دلیل ہے کہ ملائکہ مکلف ہیں اور امر و نہی کے ذمہ دار اور خوف و رجاء کے درمیان ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ

اور اللہ نے فرمایا کہ دو معبود مت بناؤ، وہ صرف ایک ہی معبود ہے،سو تم مجھ ہی سے ڈرو، اور اسی کے لئے ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ

جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، اور فرماں برداری کرنا صرف اسی کا حق ہے، کیا تم اللہ کے سوا کسی سے ڈرتے ہو؟ اور تمہارے پاس جو بھی

مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ

کوئی نعمت ہے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمہیں تکلیف پہنچ جاتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو، پھر جب وہ تم سے اس تکلیف کو

عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ

ہٹا دیتا ہے تو تم میں سے ایک جماعت اسی وقت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے تاکہ وہ ہماری اس نعمت کے منکر ہو جائیں، سو تم نفع حاصل کرلو،

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

پھر عنقریب جان لوگے۔

۵۱ : وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہ بناؤ دو معبود۔ فقط اللہ تعالیٰ ہی ایک معبود ہے)

سوال: دو اور ایک سے زائد میں عدد و معدود کو جمع کیا جاتا ہے اور کہتے ہیں عندی رجال ثلاثۃ کیونکہ معدود خاص عدد پر دلالت سے عاری ہوتا ہے۔ ایک اور دو میں تو معدود کی خود عدد پر دلالت ہوتی ہے۔ پس رجل واحد اور رجلان اثنان کہنے کی ضرورت نہیں۔

جواب: واحد و تثنیہ کا معنی جس اسم میں ہوتا ہے۔ اس کی دلالت دو چیزوں پر ہوتی ہے۔ نمبرا۔ جنسیت نمبر۲۔ خاص عدد۔ جب یہ دلالت مراد لیں کہ دونوں کا معنی عدد ہے تو اس کو دوبارہ لا کر تاکید کرتے ہیں اور اس سے مقصود الیہ پر دلالت اور اس پر خاص طور پر متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اگر تم اس طرح کہو: اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ اور اس کی تاکید واحد سے نہ لاؤ تو کلام میں تحسین نہ ہوگی۔ تو اس سے خیال گزرے گا کہ تم نے الوہیت کو ثابت کیا ہے وحدانیت کو نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اس جگہ وحدانیت کو ثابت کرنا مقصود ہے الوہیت کا اثبات مقصود نہیں۔ الوہیت کے لوازم میں سے وحدانیت ہے۔ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ (پس مجھ ہی سے ڈرو) کلام غائب سے متکلم کی طرف منتقل کر دیا گیا اور یہ التفات کا طریقہ ہے جو کہ ترغیب سے زیادہ بلیغ ہے جیسا کہ کہیں فایا ہ فارھبوا۔

قراءت: فَارْهَبُوْنِي یعقوب نے پڑھا ہے۔

سب نعمتیں اسی سے جس کو دن میں پکارتے ہیں تو عبادت کا بھی وہی حقدار ہے:

۵۲: وَلَهٗ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا (اور اسی ہی کیلئے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اس کی اطاعت ہمیشہ اور لازمی ہے) الدین یہاں طاعت کے معنی میں ہے واصبا ثابت وواجب کے معنی میں ہے کیونکہ ہر نعمت اسی ہی کی طرف سے ہے۔ اس کی اطاعت ہر انعام یافتہ پر لازم ہے۔

نَحو: واصبًا یہ حال ہے اس میں ظرف نے عمل کیا ہے۔ نمبر۲۔ ولہ الجزاء دائمًا ۔ الجزاء سے ثواب وعقاب مراد ہیں۔ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ (کیا پس اللہ تعالیٰ کے سوا اور سے تم ڈرتے ہو)

۵۳: وَمَابِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ (اور تمکو جو نعمت بھی حاصل ہے) یعنی جو چیز بھی تمہارے ساتھ نعمت وعافیت کی صورت میں متصل ہے۔ اسی طرح غناء وخوشحالی ہے۔ فَمِنَ اللّٰهِ (پس وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے) ای فھو من اللّٰہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ (پھر جب تمہیں کوئی تکلیف آلیتی ہے) الضُّر سے مرض، فقر، قحط مراد ہے۔ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ (پس اسی ہی کی طرف تم رجوع کرتے ہو) تو اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو۔ الجؤار کے معنی دعا واستغاثہ میں آواز بلند کرنا ہیں۔

۵۴: ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ (پھر جب وہ مصیبت کو تم سے دور کرتا ہے تو ایک فریق تم میں سے اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے) ماَ بکم میں خطاب اگر عام ہو تو اس سے کافر فریق مراد ہے۔ اگر خطاب مشرکین کو ہو تو منکم میں من بیانیہ ہوگا تبعیضیہ نہ ہوگا۔ گویا اس طرح فرمایا: فَاِذَا فَرِيْقٌ كَافِرٌ وھم انتم کہ اسی وقت ایک کافر گروہ اور وہ تم ہو' اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں عبرت حاصل کرنے والے لوگ بھی ہوں۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا فلما نجاھم الی البر فمنھم مقتصد [لقمان:۳۲]

۵۵: لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ (جس کا حاصل یہ ہے کہ جو نعمتیں ہم نے ان کو دی ہیں ان کی ناشکری کرتے ہیں) ان سے عذاب ہٹا لینے والی نعمت کی۔ گویا کہ انہوں نے شرک کا مقصد کفرانِ نعمت بنا رکھا ہے۔ پھر ان کو ڈرایا اور فرمایا فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (پس تم فائدہ اٹھالو۔ عنقریب تم جان لوگے) یہاں بھی غیبت سے خطاب کی طرف رجوع کیا تاکہ ان کو دھمکایا جائے۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَٰهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ۝٥٦

اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے حصہ مقرر کرتے ہیں جنہیں کچھ بھی علم نہیں، اللہ کی قسم تم سے اس بارے میں ضرور بالضرور پوچھ ہوگی جو تم افترا پردازی کرتے ہو،

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَٰتِ سُبْحَٰنَهُۥ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ۝٥٧ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ

اور اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور اپنے لئے اپنی چاہت کی چیز، اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی ہے

ظَلَّ وَجْهُهُۥ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝٥٨ يَتَوَٰرَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهِۦٓ ۚ

تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے، اسے جو بشارت دی گئی اس کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپا ہوا رہتا ہے

أَيُمْسِكُهُۥ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُۥ فِى التُّرَابِ ۗ أَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝٥٩ لِلَّذِينَ لَا

آیا اسے ذلت پر روکے رہے یا اسے مٹی میں گاڑ دے، خبردار ان کے فیصلے برے ہیں، جو لوگ آخرت پر یقین

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۖ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝٦٠ ع ٧ ١٤

نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے، اور اللہ کے لئے بلند صفات ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے

۵۶: وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَٰهُمْ (اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں (اپنے معبودوں کا) حصہ لگاتے ہیں جن کے متعلق ان کو کچھ علم نہیں) ما سے مراد ان کے 'الہہ ہیں۔ لا يعلمون کا مطلب یہ ہے کہ جن کو یہ الہ کہتے ہیں۔ اور ان کے متعلق اعتقاد یہ ہے کہ وہ نقصان و نفع کی طاقت رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زبردستی سفارش سے چھڑا لیں گے۔ حالانکہ اس طرح نہیں کیونکہ یہ بت وجماد محض ہیں جو نہ نقصان دیتے ہیں اور نہ نفع۔

نمبر۲۔ لا يعلمون کی ضمیر الہہ کی طرف لوٹتی ہے۔ ان چیزوں کیلئے جو علم سے موصوف نہیں اور نہ شعور رکھتے ہیں۔ کیا انہوں نے انکا حصہ اپنے چوپایوں اور کھیتوں میں مقرر کر رکھا ہے یا نہیں؟ اور وہ یہ حصہ انکا ان کے تقرب کیلئے مقرر کرتے تھے۔ تَاللَّهِ لَتُسْـَٔلُنَّ (اللہ تعالیٰ کی قسم تم سے ضرور سوال ہوگا) یہ وعید ہے۔ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ (ان کاموں کے متعلق جن کو تم بطور افتراء کرتے تھے) کہ یہ معبود ہیں ان کو ان کا قرب حاصل ہے۔

اللہ کے لئے ایسی اولاد تجویز کرتے ہیں جو خود کو نا گوار ہے:

۵۷: وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَٰتِ (وہ اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں) بنوخزاعہ اور کنانہ کہا کرتے تھے کہ الملائکۃ بنات اللہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ سُبْحَٰنَهُۥ (وہ پاک ہے) اس میں بیٹیوں کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کا منزہ ہونا ذکر فرمایا۔ نمبر۲۔ ان کی بات پر تعجب کا اظہار ہے۔ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ (اور ان کے لئے ہے وہ جو وہ پسند کرتے ہیں) یعنی بیٹے۔ اور یہ بھی درست

ہے کہ ما کو ابتداء کی وجہ سے مرفوع مانا جائے۔اور لھم کو خبر قرار دیں۔اور اگر منصوب مانیں تو البنات پر عطف ہوگا اور سبحانہ جملہ معترضہ ہوگا۔جو معطوف اور معطوف علیہ کے مابین واقع ہے ای و جعلوا لا نفسھم ما یشتھون من الذکور اور انہوں نے اپنے نفوس کیلئے وہ چیز تجویز کی جو ان کو پسند ہے۔یعنی بیٹے۔

۵۸: وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا (اور ان میں کسی کو اگر بیٹی ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو سارا دن اس کا چہرہ بدرونق رہتا ہے) صار ، ظل ، امسٰی، اصبح ، بات یہ صیرورت کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں کیونکہ اکثر وضع حمل کا اتفاق رات کو ہوتا ہے۔پس وہ دن غم کے مارے گزارتا ہے۔کہ اس کے چہرے پر اکتاہٹ کی سیاہی چھائی ہوتی ہے اور لوگوں سے حیاء کرتے دن گزارتا ہے۔وَّهُوَ كَظِيْمٌ (وہ دل ہی دل میں گھٹتا ہے) عورت پر بغض و غصہ سے پُر ہوتا ہے۔

۵۹: يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ (وہ چھپا پھرتا ہے۔اس چیز سے جس کی اس کو اطلاع دی جاتی ہے) بری بشارت سے وہ لوگوں میں چھپتا پھرتا ہے۔ان کے عار دلانے کی وجہ سے۔وہ اپنے نفس میں کہتا اور دیکھتا ہے۔اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ (اس کو ذلت کی حالت میں روکے رکھے) ذلت و رسوائی کے ساتھ اس کو روک لے جس کی اسے بشارت دی گئی ہے۔اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ (یا اس کو گاڑ دے مٹی میں) یا اس کو زندہ درگور کر دے۔اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (خبردار وہ بہت بری تجویز کرتے ہیں) جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کیلئے ایسی اولاد تجویز کرتے ہیں جس کا مرتبہ ان کے ہاں یہ ہے اور اپنے لئے وہ اولاد تجویز کرتے ہیں جو اس کے برعکس ہے۔

کافروں کا برا حال' اللہ اعلیٰ شان والے زبردست ہیں:

۶۰: لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ (جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے) مذکر اولاد کی ضرورت' بنات سے نفرت اور بھوک کے خطرہ سے زندہ درگور کرنا۔یہ سب مثل السوء کی صفت ہے۔وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (اور اللہ تعالیٰ کی شان سب سے بلند ہے) اور وہ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہے۔اور مخلوق والی خصوصیات و صفات سے پاک ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ زبردست ہے) اپنے ارادوں کو نافذ کرنے میں غالب ہے۔الْحَكِيْمُ (وہ حکمت والا ہے) بندوں کو مہلت دینے میں۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى

اور اگر اللہ لوگوں کے ظلم کی وجہ سے ان کا مؤاخذہ فرمائے تو زمین پر کسی بھی چلنے والے کو نہ چھوڑے، لیکن وہ انہیں ایک مقررہ مدت تک

اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ

مہلت دیتا ہے سو جب ان کا وقت معین آ جائے گا تو ایک گھڑی نہ مؤخر ہوں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے اور

يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ

اللہ کے لئے وہ چیز تجویز کرتے ہیں جسے مکروہ جانتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹا دعویٰ کرتی ہیں کہ ان کے لئے بھلائی ہے، یہ لازمی بات ہے

اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ

کہ ان کے لئے دوزخ ہے اور وہ سب سے پہلے بھیجے جائیں گے، اللہ کی قسم ہم نے امتوں کی طرف آپ سے پہلے رسول بھیجے

فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا

سو شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال اچھے کر کے دکھلائے سو وہ آج ان کا رفیق ہے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، اور ہم نے آپ پر کتاب

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً

اسی لئے نازل کی کہ آپ ان کے لئے وہ بات بیان فرما دیں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، اور یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ

ہے جو ایمان لاتے ہیں، اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا سو اس کے ذریعہ زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ فرما دیا، بلاشبہ

فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع ۵/۱۴

اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو سنتے ہیں

گناہ پر فوری پکڑ نہیں بلکہ مقررہ وقت تک مہلت ہے:

۶۱: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ (اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی بے جا حرکتوں کے سبب ان پر گرفت کرتا) ان کے کفر اور ان کے گناہوں کی وجہ سے۔ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا (تو زمین پر نہ چھوڑتا) مِنْ دَآبَّةٍ (کسی حرکت کرنے والے کو) بالکل تمام کو ظالموں کے ظلم کی نحوست سے ہلاک کر ڈالتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حباری پرندہ اپنے گھونسلے میں ظالم کے ظلم کی وجہ سے مرتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن آدم کے گناہوں کی وجہ سے اپنے سوراخ میں مکوڑے ہلاک ہوتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دابہ سے مراد مشرک ہے جو چلتا ہے زمین پر۔ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (لیکن ان کو ایک وقت مقررہ تک مہلت دے رہا ہے) یعنی ہر ایک کا وقت مقرر ہے۔ نمبر ۲۔ ایک ایسے وقت تک جس کا حکمت تقاضا کرتی ہے۔ نمبر ۳۔ قیامت تک۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (جب انکا وقت معین پہنچے گا اس وقت وہ منٹ بھر نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے)

۶۲: وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ (اور وہ اللہ تعالیٰ کیلئے تجویز کرتے ہیں وہ باتیں جو اپنے لئے وہ ناپسند کرتے ہیں) وہ بیٹیاں جن کو وہ اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں اور اپنی ریاست میں شراکت کو ناپسند کرتے ہیں اور رسولوں کی توہین اور اللہ تعالیٰ کیلئے حقیر اموال اور اپنے اصنام کیلئے اعلیٰ قسم کے اموال کو پسند کرتے ہیں۔ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ (اور ان کی زبانیں جھوٹے وعدے کرتی ہیں) اس کے ساتھ یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى (کہ ان کے لئے ہر قسم کی بھلائی ہے) اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ اور وہ جنت ہے اگر بعث بعد الموت برحق ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ ولئن رجعت الی ربی ان لی عنده للحسنى [فصلت:۵۰]

نحو: ان لهم الحسنى یہ الکذب سے بدل ہے۔ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ (یقیناً ان کے لئے آگ ہے اور بیشک وہ اس میں سب سے پہلے داخل ہونے والے ہیں)

قراءت: نافع نے مفرِطون اور ابوجعفر مُفرِّطون پڑھا۔ اگر فتحہ راء سے ہو تو معنی یہ ہے کہ ان کو آگ کی طرف آگے بڑھایا جائے گا اور جلد بھیجا جائے گا۔ یہ افرطت فلانا و فرطته فی طلب الماء سے لیا گیا ہے جبکہ اس کو آگے بھیجا جائے۔ نمبر ۲۔ ان کو چھوڑ دیا اور بھلا دیا جائے گا۔ یہ افرطت فلانا خلفی سے لیا گیا ہے۔ جب پیچھے چھوڑا اور بھلا دیا جائے۔ نمبر ۳: اور جب مکسور ہو تو مخفف ہے۔ الا فراط فی المَعَاصِیْ سے لیا جائیگا۔ اور مشدد ہونے کی صورت میں تفریط فی الطاعات سے لیا جائے گا یعنی بمعنی کمی کرنا۔

امتوں کی طرف رسول آئے مگر لوگ شیطان کے پیچھے چلے:

۶۳: تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ (اللہ کی قسم ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے) یعنی ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے۔ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ (شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو مزین کیا) اعمال سے مراد کفر اور تکذیب رسل ہے۔ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ (وہی آج انکا دوست ہے) دنیا میں انکا ساتھی اور دھوکے کے ساتھ ان کے گمراہ کرنے کا ذمہ دار ہے۔ نمبر ۲۔ ضمیر کا مرجع مشرکین قریش ہیں یعنی ان کفار کیلئے جو ان سے پہلے ہوئے شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو مزین کیا وہی شیطان آج انکا دوست بنا ہوا ہے۔ نمبر ۳۔ مضاف محذوف ہے۔ ای فهو ولی امثالهم الیوم پس وہی ان جیسوں کا آج دوست ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) قیامت کے دن۔

قرآن کو رحمت بنا کر ہم نے اتارا:

۶۴: وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (اور ہم نے یہ کتاب آپ پر اس لئے اتاری ہے) الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ اِلَّا لِتُبَيِّنَ

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا

اور بلاشبہ تمہارے لئے چوپایوں میں عبرت ہے، ہم تمہیں اس چیز میں سے پلاتے ہیں جوان کے پیٹوں میں ہے، گوبر اور خون کے درمیان سے ایسا دودھ جو خالص ہے

سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝٦٦ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ

پینے والوں کے حلق میں آسانی سے اترنے والا ہے، اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے ہم تمہیں رزق دیتے ہیں ان سے تم نشہ کی اور کھانے کی

رِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٦٧ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ

عمدہ چیز بناتے ہو، بلاشبہ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں، اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں میں

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝٦٨ ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ

اور درختوں میں اور ان عمارتوں میں جو لوگ اونچے گھر بناتے ہیں، ہر قسم کے پھلوں میں سے کھا پھر تو اپنے رب کے راستوں میں

سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ

چل جو آسان کر دیئے گئے ہیں، اس کے پیٹوں سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے،

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝٦٩ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۛ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ

بلاشبہ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں، اور اللہ نے تمہیں پیدا فرمایا پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو لوٹائے

اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَىْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝٧٠ ع ٩ ١٥

عمر تک پہنچا دیئے جاتے ہیں تا کہ وہ علم کے بعد کچھ بھی نہ جانیں، بلاشبہ اللہ جاننے والا ہے قدرت والا ہے۔

لَهُمُ (اسلئے کہ آپ انکے سامنے ظاہر کردیں) ھُمْ سے لوگ مراد ہیں۔ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (جن امور پر لوگ اختلاف کر رہے ہیں) وہ اختلاف دوبارہ اٹھنے پر ہے۔ کیونکہ ان میں کچھ لوگ وہ تھے جو اس پر یعنی دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاتے تھے۔ وَهُدًى وَّرَحْمَةً (اور ہدایت ورحمت ہے)۔

نحو: یہ دونوں لِتُبَيِّنَ کے محل پر معطوف ہیں مگر ان دونوں کا نصب مفعولیت کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ دونوں اس ذات کے فعل ہیں جس نے کتاب کو نازل کیا اور تبیین کا لام اسلئے لایا گیا کیونکہ یہ مخاطب کا فعل ہے۔ منزل کا فعل نہیں۔ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (ایمان والوں کیلئے)۔

٦٥: وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پس اس کے ذریعہ زمین کو اس کے بنجر ہونے کے بعد زندہ کیا۔ بیشک اس میں سننے والے لوگوں کیلئے نشانی ہے) سننے سے مراد انصاف سے سننا ہے۔ اور غور و تدبر والا سماع ہے۔ کیونکہ جو دل کی توجہ سے نہیں سنتا گویا وہ سنتا ہی نہیں۔

قریشیوں میں نمونۂ عبرت:

۶۶: وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ (اورتمہارے لے مویشیوں میں عبرت ہے۔ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز سے جوان کے پیٹ میں ہے) قراءت: نافع، شامی اورابوبکر نے نون کے فتحہ کے ساتھ نَسقیکم پڑھا ہے۔زجاج نے کہاسقیته و اسقیته کا معنی ایک ہے۔سیبویہ نے کہاانعام اسمائے مفردہ میں سے ہے۔جووزن افعال پروارد ہوتے ہیں۔اسی لئے ضمیران کی طرف مفرد لائی گئی۔گویا یہ اسم جمع ہے۔اورفی بطونها جوسورۃ المؤمنون:۲۱ میں ہے۔ضمیر کی تانیث اس لئے ہے کہ اس میں معنی جمع کا ہےاور یہ جملہ مستانفہ ہے گویا اس طرح کہا عبرت کس طرح حاصل ہو؟ تو جواب دیا۔

دودھ کی خصوصی نعمت:

مِنْ 'بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا (گوبراورخون کے درمیان میں سے صاف دودھ) یعنی اللہ تعالیٰ دودھ کوگوبراور خون کے درمیان سے پیدا کرتا ہے۔ان کے درمیان ایک ایسا پردہ ڈال رکھا ہے کہ رنگت، ذائقہ بوایک دوسرے کے ساتھ نہیں ملتی۔بلکہ وہ ان تمام سے بچاہوا ہوتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ جب جانور کھاتا ہےتو وہ اس کی اوجری میں داخل ہوتا ہے وہ اس کو پکاتی ہے تو نچلا حصہ گوبر، درمیان والا دودھ اور بالائی حصہ خون اور کبد وجگر کا کام ان تینوں اقسام کو الگ الگ کرنا ہے۔خون رگوں میں چلا جاتا ہےاور دودھ تھنوں کی طرف بہہ آتا ہے۔اور گوبراوجری میں برقرار رہتا ہے۔اس میں عبرت والوں کیلئے نشانہائے عبرت ہیں۔ شقیق بلخی رحمہ اللہ سے کسی نے اخلاص کا معنی دریافت کیا تو فرمایا عمل کوعیوب سے الگ رکھنا اسی طرح ہے جیسا دودھ گوبر وخون سے ممتاز رہتا ہے۔سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (خوشگوار ہے پینے والوں کیلئے) حلق سے جلد گزر جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ دودھ سے کسی کو اچھو نہیں آیا۔

نَحو: پہلا مِن تبعیضیہ ہے کیونکہ جوان کے پیٹ میں ہے۔دودھ اس کا بعض حصہ ہےاور دوسرا مِن ابتدائے غایت کیلئے ہے۔

احسان وعتاب کوجمع کیا:

۶۷: وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ (اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے) یہ محذوف کے متعلق ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے ونسقیکم من ثمرات النخیل والاعناب یعنی من عصیر ها کونسقیکم جواس سے قبل موجود ہےاس کی دلالت کی وجہ سے حذف کردیا۔مطلب یہ ہے (کھجور اور انگور کے عصیر سے ہم تمہیں پلاتے ہیں) تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا (تم اس سے نشہ کی چیز بناتے ہو) اس میں پلانے کی حقیقت بیان کی۔نمبر۲۔تَتَّخِذُوْنَ اور منه میں تکریر ظرف تاکید کیلئے کیا گیااور منہ کی ضمیر مضاف محذوف کی طرف راجع ہےاوروہ مضاف عصیر ہے۔السکر شراب کے معنی میں ہے۔یہاں مصدر بول کرنام مرادلیا ہے۔کہتے ہیں سکروسکراً جیسے رشدورشداً پھراس کی دوصورتیں ہیں۔نمبرا۔کہ یہ آیت تحریم خمر سے پہلے کی ہے۔اس صورت میں یہ منسوخ ہے۔

نمبر۲۔اس آیت میں احسان وعتاب دونوں کوجمع کیا گیااور یہ کہا گیا ہے کہ السکر نبیذ ہے۔نبیذ کی تعریف یہ ہے کہ انگور، کشمش، فروٹ کوپکایا جائے تیسرا حصہ پانی رہ جائے پھر گاڑھا ہونے تک چھوڑ دیا جائے۔یہ امام ابوحنیفہ وابو یوسف رحمہما اللہ کے

نزدیک نشہ کی حد سے پہلے تک حلال ہے۔اوران کی دلیل یہی آیت ہے اوردوسری دلیل الخمر حرام لعینھا و السکر من شراب اوراسی طرح کی کثیر روایات ان کی مستدل ہیں۔ وَّرِزْقًا حَسَنًا (اور عمدہ کھانے کی چیزیں) وہ سرکہ، رُب، کھجور، کشمش وغیرہ ہیں۔اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے عقل والے لوگوں کیلئے)

شہد کی مکھی قدرت کا عظیم نمونہ:

۶۸: وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ (اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں بات ڈالی) الہام کیا۔ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا (کہ تو بعض پہاڑوں میں گھر بنا) ان مفسرہ ہے کیونکہ الایحاء میں قول کا معنی پایا جاتا ہے۔زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں النحل کا واحد النحلۃ ہے۔جیسے النخل والنخلۃ اور تانیث میں اسی کا لحاظ ہے۔مِنْ مِنَ الْجِبَالِ اور مِنَ الشَّجَرِ میں تبعیضیہ ہے۔کیونکہ ہر پہاڑ پر وہ گھر نہیں بناتی اور نہ ہی ہر درخت پر بناتی ہے۔اور نہ ہی ہر چھپر میں بناتی ہے۔وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ (اور بعض درختوں اور بعض چھپروں میں جن کو لوگ بناتے ہیں) یَعْرِشُوْن سے مراد گھروں کی چھتیں جو چھپروں کی صورت میں بلند کی جائیں۔نمبر۲۔پہاڑوں میں پالتو مکھیوں کیلئے جو چھتے بنائے جائیں۔اسی طرح درخت، گھر، پہاڑ ان مقامات میں سے ہیں جن پر شہد عموماً بنتا ہے۔

قراءت: یَعْرُشُوْنَ اس میں راء پر شامی، ابوبکر وغیرہ نے ضمہ پڑھا ہے۔

۶۹: ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ (پھر تو ہر قسم (جو مناسب وضروری) پھلوں میں سے کھا) یعنی تو گھر بنا۔پھر جو پھل تمہیں پسند ہو وہ کھا جب کھا چکے تو فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ (پھر اپنے رب کے راستوں پر چل جو آسان ہیں) تو ان راستوں میں داخل ہو جن کا تجھے الہام کیا گیا ہے۔اور شہد بنانے میں جن کی سمجھ تجھے دی گئی ہے۔نمبر۲۔جب تو اپنے چھتوں سے دور مقامات میں پھلوں کو کھائے۔تو اپنے رب کے بتلائے ہوئے آسان راستوں پر چل کر اپنے گھروں کی طرف لوٹ تو ان راستوں پر چلنے سے راستہ سے نہ بھٹکنے پائے گی۔ ذُلُلًا جمع ذلول کی ہے۔ نحو: یہ سُبُلَ سے حال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان راستوں کو مطیع اور آسان کیا ہے۔نمبر۲۔فَاسْلُکِیْ کی ضمیر سے حال ہے یعنی تو مطیع وفرمانبردار ہے اس حکم کی جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے سرتابی کرنے والی نہیں ہے۔یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا (ان کے پیٹ سے نکلتا ہے ایک مشروب) شراب سے مراد یہاں شہد ہے۔کیونکہ وہ مشروبات میں سے ہے۔جس کو وہ اپنے منہ سے ڈالتی ہے۔مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ (جس کے رنگ مختلف ہیں) سفید، زرد، سرخ جو جواں سال مکھیوں سے بنے۔اسی طرح ادھیڑ عمر اور بوڑھی مکھیوں نے تیار کیا ہو۔نمبر۲۔جیسی ان کی غذائیں ویسی ہی رنگتیں۔فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (اس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے) کیونکہ وہ من جملہ ان ادویہ میں سے ہے جو نفع بخش ہیں اور کوئی ایسی معجون نہیں جس میں شہد نہ پڑتا ہو۔یہ مقصد نہیں کہ ہر مریض کیلئے شفاء ہے۔جیسا کہ ہر دواء کا حال اسی طرح کا ہے۔البتہ اس میں شفاء کی تنوین اس کی شفاء کو عظیم بتلا رہی ہے۔

نمبر۲۔اس لئے کہ اس میں بعض شفاء ہے۔اور نکرہ جب مثبت ہو تو خاص ہو جاتا ہے۔سرور دو عالم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے اپنے بھائی کے پیچش کا ذکر کیا تو فرمایا اس کو شہد پلاؤ وہ پھر آیا اور کہا اس کی بیماری بڑھ گئی۔آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ

فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔اس کو اور پلاؤ۔ پھر اس نے دوبارہ پلایا تو وہ صحیح ہو گیا۔[بخاری] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہد ہر بیماری کی شفاء اور قرآن سینوں کی تمام بیماریوں کیلئے نسخۂ شفاء ہے۔ پس تم دونوں شفاؤں کو لازم پکڑو۔نمبرا۔قرآن کو نمبر۲۔شہد کو۔بدعت رفض علیھم ماعلیھم نحل سے علی اور ان کی قوم مراد ہے۔

نکتہ: اور بعض نے کہا ایک شخص نے مہدی عباسی کے سامنے کہا انما النحل بنو ھاشم یخرج من بطونھم العلم تو دوسرے آدمی نے اس کو جواباً کہا پھر تو اللہ تعالیٰ نے تمہارا طعام و شراب اس میں مقرر کر دیا جو ان کے پیٹوں سے برآمد ہوتا ہے۔اس پر مہدی ہنس پڑا۔اور منصور کو یہ بات بیان کی تو انہوں نے اس کو ایک دلچسپ چیستان کے طور پر بیان کرنا شروع کر دیا۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے سوچ و بچار کرنے والے لوگوں کیلئے) جو اس کے عجیب پہلو میں غور کرتے ہیں۔ پس ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی کو علم و فطانت سے نوازا ہے جیسا کہ اہل عقل کو عقل سے۔

عمر کا رذیل حصہ:

۷۰: وَاللّٰہُ خَلَقَکُمۡ ثُمَّ یَتَوَفّٰکُمۡ (اور اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہیں وفات دیں گے) تمہاری ارواح کو ابدان سے قبض کرنے کے بعد وَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ (اور بعض تم میں سے لوٹائے جاتے ہیں رذیل ترین عمر کی طرف) خسیس اور حقیر ترین عمر کی طرف اور وہ پچھتر سال کی ہے۔نمبر۲۔اسی سال کی ہے۔نمبر۳۔نوے سال کی ہے۔لِکَیۡ لَا یَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَیۡئًا (جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد بےخبر ہو جاتا ہے) جس کا نتیجہ علم کا بھولنا ہوتا ہے۔نمبر۲۔ تاکہ اپنے علم سے زیادہ علم کو وہ نہ جانے۔اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ (بیشک اللہ علم والے ہیں) وہ اکمل کو ارذل میں تبدیل کا فیصلہ فرماتے ہیں۔نمبر۲۔احیاء سے افناء کی طرف فیصلہ فرماتے ہیں۔قَدِیۡرٌ (وہ قدرت والے ہیں) وہ اشیاء کو جس طرح جن اشیاء سے بدلنا چاہتے ہیں بدل ڈالتے ہیں۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی، سو جن لوگوں کو فضیلت دی گئی وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو اس طرح دینے والے

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝٧١ وَاللّٰهُ جَعَلَ

نہیں ہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں، کیا پھر بھی اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں، اور اللہ نے تم میں سے تمہارے لئے

لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ

بیویاں بنا دیں، اور تمہاری ان بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا فرما دیئے، اور تمہیں عمدہ چیزیں کھانے کے لئے

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝٧٢ وَيَعْبُدُوْنَ

عطا فرمائیں، کیا پھر بھی وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں، اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں، اور وہ لوگ اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْــــًٔا وَّلَا

ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں میں سے اور زمین میں سے انہیں رزق دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتیں اور نہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝٧٣ۚ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا

انہیں قدرت ہے، سو تم اللہ کے لئے امثال تجویز نہ کرو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں

تَعْلَمُوْنَ ۝٧٤

جانتے۔

غلام وآقا میں برابری نہیں تو مخلوق کو خالق کے کیسے برابر کرلیا:

۷۱: وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عنایت فرمائی) یعنی رزق میں تمہارے مختلف درجات بنائے۔ تمہیں تمہارے غلاموں سے افضل رزق دیا حالانکہ وہ بھی تمہارے جیسے انسان ہیں۔ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا (پس وہ لوگ جن کو فضیلت دی) رزق میں یعنی مالک۔ بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (وہ اپنے غلاموں کو اپنے مال کا حصہ لوٹانے والے نہیں ہیں) رآدی کا معنی دینے والے۔ مناسب تو یہ تھا کہ اپنے سے بچا ہوا رزق و مال غلاموں کو دیتے تاکہ وہ مطعم و ملبس میں تمہارے برابر ہو جاتے۔ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ (پس وہ اس میں (تمہارے) برابر ہو جاتے)۔

نحو: یہ جملہ اسمیہ ہے۔ جو جملہ فعلیہ کی جگہ موضع نصب میں آیا ہے۔ کیونکہ یہ فاء کے ساتھ نفی کا جواب ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فما الذین فضلوا برآدی رزقھم علی ملکت ایمانھم فیستووا مع عبیدھم فی الرزق ۔ درحقیقت یہ ایک مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے بیان کیا جنہوں نے شریک بنائے ۔ پس فرمایا تم اپنے اور اپنے غلاموں کے درمیان ان چیزوں میں برابری کرنے کیلئے تیار نہیں ہو جو میں نے تمہیں عنایت کی ہیں ۔ تم نہ ان کو ان میں حصہ دار بناتے ہو۔ اور نہ یہ بات اپنے نفوس کیلئے گوارا کرتے ہو۔ پھر تم نے میرے لئے میرے بندوں کو کیسے شریک بنا کر کھڑا کر دیا؟ (یاللاسف علیکم) اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (کیا وہ انعام الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں)

قراءت: ابوبکر نے تجحدون پڑھا۔ اس کو من جملہ جحو دِ نعمت سے قرار دیا ہے۔

ازواج اور عظیم نعمت:

۷۲: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے نفوس میں سے تمہاری بیویاں بنائیں) انفسکم سے مراد جنس ہے۔ وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً (اور اس نے بنایا تمہارے لئے تمہاری بیویوں میں سے بیٹے اور پوتے) حفدہ جمع حافد کی ہے۔ اس کو کہا جاتا ہے جو اطاعت میں جلدی کرے اور خدمت میں چابکدستی اختیار کرے۔ اسی سے یہ قول قنوت والا ہے۔ والیك نسعی و نحفد۔ یعنی ہم دوڑتے اور اطاعت میں جلدی کرتے ہیں۔ پھر اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا یہ بیٹوں کی اولاد کو کہتے ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ اولاد کی اولاد۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے حفدہ بنائے یعنی خادم بنائے جو تمہاری مصلحتوں میں تمہارے معاون اور مددگار ہیں۔ وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا) یعنی ان میں سے بعض سے۔ کیونکہ تمام طیبات تو جنت میں ہونگے۔ اور دنیا کے طیبات تو اس کا فقط نمونہ ہیں۔ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ (کیا وہ بے بنیاد بات کو مانتے رہیں گے) اس باطل بات سے مراد بتوں کا نافع اور شفیع قرار دینا ہے۔ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا) نعمت سے یہاں اسلام مراد ہے۔ هُمْ يَكْفُرُوْنَ (وہ انکار و ناشکری کرتے ہیں) نمبر۱۔ الباطل سے شیطان مراد ہے۔ اور نعمت سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ نمبر۲۔ الباطل سے مراد شیطان کی تعلیم کردہ بحیرہ، سائبہ وغیرہ والی تحریمات اور نعمت اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء ہیں۔

۷۳: وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا (اور وہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی جو ان کو نہ آسمانوں سے اور نہ زمین میں سے ذرہ بھر رزق پہنچانے کی طاقت و اختیار رکھتے ہیں) یعنی بت وہ جماد ہیں۔ وہ ذرہ بھر رزق کے مالک نہیں۔ الرزق مصدری معنی اور ما یرزق (جو چیز دی جائے) میں استعمال ہوتا ہے۔

نحو: اگر مصدری معنی ہو تو شیئاً منصوب ہے۔ ای لا یملك ان یرزق شیئاً وہ مالک نہیں کہ وہ رزق دیں ذرہ بھر۔ نمبر۲۔ اور اگر مرزوق مراد ہو تو شیئاً بدل ہے۔ ای ورزقا قلیلا کہ وہ معمولی سا رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ نمبر۱۔ من السمٰوت والارض یہ رزق کا صلہ ہے جبکہ وہ مصدر ہو۔ تقدیر عبارت یہ ہے لا یرزق مِنَ السَّمٰوٰتِ مَطَرًا وَّلَا مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا۔ وہ آسمان سے نہ بارش دے سکتے ہیں اور نہ زمین سے نبات اگا سکتے ہیں۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا

اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی، ایک غلام مملوک ہے جو کسی چیز پر قادر نہیں اور ایک وہ شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے اچھا رزق

حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

عطا کیا، سو وہ اس میں سے پوشیدہ طور پر اور لوگوں کے سامنے خرچ کرتا ہے کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں؟ سب تعریف اللہ کے لئے ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۷۵ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ

نہیں جانتے، اور اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی، یہ مثال دو آدمیوں کے بارے میں ہے ان میں سے ایک گونگا ہے وہ کسی چیز پر قادر نہیں

وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ

اور اپنے ولی پر مصیبت بنا ہوا ہے وہ اسے جہاں بھی بھیجتا ہے کوئی خیر لے کر نہیں آتا کیا یہ شخص اور ایسا شخص آپس میں برابر ہو سکتے ہیں جو

يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۷۶ ع

اچھی باتوں کا حکم دیتا ہو اور وہ سیدھے راستہ پر ہو

نمبر۲۔ اور اگر مرزوق کا اسم ہو تو پھر یہ صفت ہے۔

وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں) اس کی ضمیر ما کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ وہ ما الھہ کے معنی میں ہے بلحاظ لفظ کے اس لئے کہ اس سے پہلے لایملک فرمایا۔ اور معنی یہ بنے گا وہ رزق کے مالک نہیں اور نہ ان کے لئے مالک بننے کا امکان ہے اور نہ یہ بات ان سے ہو سکتی ہے۔

اللہ بے مثل ہے:

۷۴: فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ (پس تم نہ بیان کرو اللہ تعالیٰ کیلئے مثالیں) نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کیلئے مثال اس لئے کہ اس کا کوئی مثل نہیں۔ یعنی اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ (بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے) مخلوق میں اس کا کوئی مثل نہیں۔ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اور تم نہیں جانتے) اس بات کو۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ مثال بیان کرنا جانتے ہیں اور تم اس کو نہیں جانتے۔ مگر تفسیر اول اولیٰ ہے پھر مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

مخلوق کو اللہ کا شریک بنانے کی پہلی مثال:

۷۵: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا ۔ (اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی کہ ایک شخص کا ایک غلام ہے)۔

نحو: عبدًا یہ مثلاً سے بدل ہے۔ مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ (ایک

مملوک جو کسی چیز پر قدرت نہ رکھتا ہو اور وہ جس کو ہم نے اچھا رزق دے رکھا ہو۔ اور وہ اس میں سے اعلانیہ و پوشیدہ خرچ کرتا ہو)
سِرًّا وَّ جَهْرًا یہ دونوں مصدر ہیں جو موضع حال میں واقع ہیں۔ یعنی تمہارے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک کرنے کی مثال
ایسی ہے جیسا کہ کوئی عبد مملوک جو تصرف سے بھی عاجز ہو اور شریف سردار، با اختیار مالدار مالک جو اپنے مال میں اپنی مرضی سے
تصرف کرتا ہو اور اس میں سے جتنا چاہے خرچ کرتا ہو ان کو برابر قرار دینے کی طرح ہے۔
نکتہ: عبداً کو مملوک سے مقید کر دیا تاکہ حُرّ سے ممتاز ہو جائے کیونکہ عبد کا لفظ تمام پر بولا جاتا ہے۔ اس لئے کہ دونوں ہی اللہ تعالیٰ
کے بندے ہیں۔ لایقدر علی شیء کی قید بھی لگائی تاکہ مکاتب و ماذون سے الگ کر دیا جائے یہ دونوں قسم کے غلام تصرف کی
قدرت رکھتے ہیں۔ مَن موصوفہ ہے یعنی اور آزاد جس کو ہم نے رزق دیا تاکہ عبد کے مطابق تقابل ہو جائے۔ نمبر ۲۔ موصولہ ہے۔
هَلْ يَسْتَوٗنَ (کیا یہ برابر ہیں) ضمیر جمع ارادۂ جمع کی وجہ سے لائے۔ یعنی یہ دونوں قسمیں برابر نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بلکہ اکثر ان میں جانتے ہی نہیں) کہ حمد و عبادت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ پھر مزید
وضاحت فرمائی۔

دوسری مثال' اللہ نعمتوں کے فیضان والا اور دوسروں کے پاس کچھ بھی نہیں:

۷۶: وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ (اور اللہ تعالیٰ نے ایک اور مثال بیان کی۔ دو آدمی ہیں
ایک ان میں سے گونگا کوئی کام نہیں کر سکتا) الا بکم وہ شخص جو پیدائشی گونگا ہو اور سمجھ نہ رکھتا ہو۔ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ (وہ اپنے
آقا پر بوجھ ہو) وہ بوجھ ہے اور اپنے آقا کی عیال داری میں رہتا ہے۔ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ (اس کو وہ جہاں بھی بھیجتا
ہے کوئی کام ٹھیک کر کے نہیں لاتا) جس جگہ اس کو بھیجتا ہے اور کسی ضرورت کی خاطر روانہ کرتا ہے یا کسی اہم کام کو پورا کرنے کی غرض
سے بھیجتا ہے تو نہ فائدہ دیتا ہے اور نہ کامیابی پا کر لوٹتا ہے۔
هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ (کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہو سکتے ہیں جو اچھی باتوں کا حکم دے) یعنی جو
سلیم الحواس، نفع مند، کفایت والا، رشد و دیانت سے مزین ہو پھر لوگوں کو عدل و خیر کی تعلیم بھی دیتا ہو۔ وَهُوَ (اور وہ) ذاتی طور پر
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سیدھی راہ پر ہو) نیک سیرت ہو۔ مضبوط دین پر قائم ہو۔ یہ دوسری مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی
ذات کیلئے بیان فرمایا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کے آثار اور نعمتوں کے فیضان کرتا ہے۔ اور اصنام محض مردہ و
بے جان نہ نفع کے مالک ہوتے ہیں اور نہ نقصان کی طاقت رکھتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ

اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ باتیں، اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہی ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا یا اس سے بھی زیادہ قریب،

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٧٧﴾

بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ قیامت کے علم والا اور ایک لمحہ میں لانے کی قدرت والا:

٧٧: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے پوشیدہ باتیں آسمانوں اور زمین کی) نمبر١۔ بندوں سے جن چیزوں کا علم آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ خاص ہے اور بندوں سے اس کا علم بھی مخفی ہے۔ نمبر٢۔ غیب السمٰوٰت والارض سے قیامت مراد ہے۔ اس طرح کہ اس کا علم اھل السمٰوٰت والارض سے مخفی ہے اور اس کی اطلاع کسی مخلوق کو نہیں ہے۔ جو آسمان و زمین میں بسنے والی ہے۔ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ (اور قیامت کا علم نہیں) قریب ہونے میں اور سرعت قیام و وقوع میں اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ (مگر ایک پلک جھپک کی طرح) جیسے نگاہ کا لوٹنا۔ اس کو بطور مثال ذکر کیا کیونکہ اس سے زیادہ قلیل زمانہ لوگوں میں پہچانا نہیں جاتا اَوْ هُوَ اَقْرَبُ (یا اس سے بھی قریب تر) اَوْ یہاں شک مخاطب کیلئے نہیں ہے۔ نمبر٢۔ اَوْ بَلْ کے معنی میں ہے بَلْ هُوَ اَقْرَبُ بلکہ وہ اس سے بھی قریب تر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے) وہ قیامت کو قائم کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اور مخلوق کو اٹھانے کی بھی۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بعض مقدورات میں سے ہے۔ پھر دلالت علی القدرت کیلئے فرمایا۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

اور اللہ نے تمہیں ماؤں کے پیٹوں سے نکالا تم کچھ بھی نہ جانتے تھے، اور اس نے تمہارے لئے کان اور آنکھ اور دل

وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ

پیدا فرمائے، تاکہ تم شکر کرو کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی فضا میں مسخر

السَّمَآءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَاللّٰهُ

ہیں، اللہ کے سوا انہیں کوئی نہیں روکتا، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں، جو ایمان لاتے ہیں اور اللہ نے

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا

تمہارے لئے تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی، اور تمہارے لئے جانوروں کی کھالوں کے گھر بنائے جن کو تم سفر کرنے کے لئے اور مقام کرنے کے

يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا

دن ہلکا پاتے ہو، اور اون اور اونٹوں کے بالوں اور دوسرے بالوں سے گھر کا سامان اور دوسری چیزیں بنائیں

وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٨٠﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ

جو ایک مدت تک کام دیتی ہیں، اور اللہ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو سایہ والی ہیں اور اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے

الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ

کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے کرتے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور ایسے کرتے بنائے جو لڑائی سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں،

كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

اللہ تم پر ایسے ہی اپنی نعمت پوری فرماتا ہے تاکہ تم فرماں بردار بنو، سو اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کے ذمہ صرف

عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٢﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ

واضح طور پر پہنچا دینا ہے، یہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کے منکر ہوتے ہیں ان میں سے اکثر

ع ١١ / ٧ / ١٧ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع

ناشکرے ہیں۔

نمونہ ہائے قدرت آیت نمبر ۸۱ تک :

۷۸: وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا)

نحو: قراءت: علی نے اِمِّهَاتِكُمْ پڑھا۔ الف کا کسرہ نون کی اتباع میں اور میم کا فتحہ۔ اور حمزہ نے دونوں میں کسرہ پڑھا اِمہات میں ھاء کو تاکید کیلئے بڑھایا گیا۔ جیسا کہ اِرَاق میں اِھْرَاق کہتے ہیں البتہ واحد میں ھاء کا اضافہ خلاف قاعدہ ہے۔ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا (تم کچھ نہ جانتے تھے)

نحو: یہ حال ہے یعنی تم اس منعم کا حکم کچھ بھی جاننے والے نہ تھے جس نے تمہیں ماؤں کے پیٹ میں پیدا کیا۔ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر گزار بنو۔) یعنی ان چیزوں کو تمہارے جسم میں اس لئے جوڑا ہے تاکہ جہالت کے ازالہ کا ذریعہ بن جائے۔ جس جہالت کے ساتھ تم پیدا ہوئے۔ اور ان آلات سے علم اور عمل جو منعم کا شکریہ اور اس کی عبادت اور اس کے حقوق کی ادائیگی کر سکو۔

الافئدۃ فؤاد، کی جمع ہے جیسے اغربہ غراب کی جمع ہے یہ جمع قلت ہے جو کہ جمع کثرت کے قائم مقام استعمال ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ میں یہ اہل لغت سے سننے میں نہیں آئی۔

۷۹: اَلَمْ يَرَوْا (کیا وہ نہیں دیکھتے) قراءت: شامی اور حمزہ نے تاء سے پڑھا ہے۔ اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ (پرندوں کو جو فضاء میں مسخر ہو رہے ہیں) اڑنے کیلئے زیر فرمان ان پروں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پیدا فرما دیے اور ان موافق اسباب سے جو اس کے لئے ان کو میسر فرما دیے ہیں۔ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ (آسمان کی فضاء میں) فضاء اس ہوا کو کہتے ہیں جو بلند آسمان کی سمت میں زمین سے دور ہے۔ مَا يُمْسِكُهُنَّ (نہیں ان کو تھامتا) پروں کو سمیٹنے اور پھیلانے اور فضاء میں ٹھہرانے میں اِلَّا اللّٰهُ (مگر اللہ تعالیٰ) اپنی قدرت کے ساتھ۔ ازالہ: اس میں اس وہم کا ازالہ ہے جو قوائے طبعیہ کی خاصیت اس کو قرار دینے لگے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں) کہ مخلوق کو خالق سے کبھی بھی استغناء نہیں ہو سکتا۔

۸۰: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا (اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہارے لئے گھروں میں رہائش کی جگہ بنائی) سَكَنًا مصدر ہے یہ سکن بمعنی مسکون جہاں رہائش اختیار کی جائے۔ اور اس کی طرف علیحدگی اختیار کی جائے جیسے گھر یا انس کی جگہ۔ وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا (اور تمہارے لئے چوپایوں کی کھال کے گھر بنائے) اس سے چرمی خیمے مراد ہیں۔ تَسْتَخِفُّوْنَهَا (جن کو ہلکا پھلکا پاتے ہو) لگانے کیلئے اٹھانے میں ان کو ہلکا پھلکا پاتے ہو اور اسی طرح اکھاڑنے اور منتقل کرنے کیلئے ہلکا پاتے ہو۔ يَوْمَ ظَعْنِكُمْ (تمہارے کوچ کے دن)

قراءت: کوفی شامی نے عین کے سکون سے پڑھا۔ دوسروں نے عین کا فتحہ پڑھا ہے۔ الظعن عین مفتوح اور ساکن کی صورت میں اس کا معنی ارتحال و کوچ ہے۔ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ (اور تمہارے اقامت کے دن) جب تم اپنے گھروں میں ٹھہرتے ہو۔ مطلب یہ ہے وہ اوقات حضر و سفر میں تمہارے لئے ہلکے پھلکے ہیں۔ اس طرح کہ یوم کا معنی وقت کا لیا جائے۔ وَمِنْ اَصْوَافِهَا (اور ان کی

اون سے) یعنی بھیڑوں کی سے۔اون وَاَوْبَارِ ھَا (اوراونٹوں کی اون سے) اونٹ کی اون کو وبر کہتے ہیں وَاَشْعَارِ ھَآ (اوران کے بالوں سے) بکری کے بال مراد ہیں۔اَثَاثًا (گھر کا سامان)وَّ مَتَاعًا (اور نفع بخش اشیاء) وہ چیز جس سے فائدہ اٹھائیں اس کو متاع کہتے ہیں۔اِلٰی حِیْنٍ (ایک وقت تک) زمانہ کی ایک مدت۔

۸۱: وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلاً (اللہ تعالیٰ نے بنا دیئے تمہارے لئے اس میں سے بعض چیزوں کے سائے) مثلاً درخت، چھتیں وَّ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَکْنَانًا (اوراس نے بنائے پہاڑوں میں تمہارے لیے پناہ گاہیں) اکنان جمع کِنٌّ کی ہے جو چیز تمہیں چھپائے جیسے غار، کھوہ،وَّ جَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ (اور بنائے تمہارے لئے کُرتے) سرابیل کُرتوں کو کہتے ہیں اور اون کے کپڑوں پر بولا جاتا ہے اسی طرح کتان اور کپاس کے بنے ہوئے کپڑوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔تَقِیْکُمُ الْحَرَّ (جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں) وہ سردی سے بھی بچاتے ہیں۔مگر دونوں ضدوں میں سے ایک کے تذکرے پر اکتفاء کیا۔کیونکہ گرمی سے بچنا ان کے ہاں زیادہ اہم تھا۔اور سردی معمولی اور قابل برداشت تھی۔

وَسَرَابِیْلَ تَقِیْکُمْ بَاْسَکُمْ (اور ایسے کُرتے جولڑائی سے تمہیں بچاتے ہیں) لوہے کی زر ہیں جولڑائی میں دشمنوں کے ہتھیاروں کو لوٹاتی اور بچاتی ہیں۔باس لڑائی کی سختی کو کہتے ہیں۔السربال کا لفظ عام ہے لوہے یا غیر لوہے ہر قسم کے کُرتے پر بولا جاتا ہے۔کَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تُسْلِمُوْنَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کو تم پر مکمل کرتے ہیں تا کہ تم فرمانبرداری اختیار کرو) یعنی اس کی ان نعمتوں پر نگاہ ڈالو۔جن کا فیضان تم پر جاری وطاری ہے۔پس اس کی ذات پر ایمان لا کر اس کی اطاعت اختیار کرو۔

ان انعامات کو دیکھ کر تو منعم حقیقی کو پہچاننا چاہئے :

۸۲: فَاِنْ تَوَلَّوْا (پس اگر وہ منہ پھیرلیں) یعنی اسلام لانے سے اعراض کریں۔فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (تو بیشک تم پر تو صاف صاف پہنچا دینا ہے) اس کا تم پر مواخذہ ووبال نہ ہوگا۔کیونکہ تمہارے ذمہ ظاہر تبلیغ ہے اور وہ آپ نے کر دی۔(ماننا نہ ماننا انکا کام ہے)

۸۳: یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ (وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں) وہ نعمتیں جن کو ہم نے اپنے اقوال سے گن کر بیان کر دیا۔پھر یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ثُمَّ یُنْکِرُوْنَھَا (پھر انکا انکار کرتے ہیں) یعنی اپنے افعال وکردار سے کہ غیر منعم کی عبادت کرتے ہیں نمبر۲۔سختیوں میں اقرار پھر خوشحالی میں انکار کرتے ہیں۔وَاَکْثَرُ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ (اوران کی اکثریت انکاری ہے) شدت سے انکاری ہیں کہ اعتراف بھی نہیں کرتے۔نمبر۲۔اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی نبوت محمد ﷺ کو پہچانتے ہیں۔پھر عناد سے انکار کرتے ہیں۔اوران کی اکثریت سخت انکاری اور دلوں سے انکاری ہیں ثُمَّ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ پہچان مکمل ہونے کے بعد انکا انکار بہت ہی بعید ہے کیونکہ جو نعمت کو پہچان لے اس پر اعتراف وتشکر لازم ہے نہ کہ انکار وعناد۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ

اور جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ قائم کریں گے پھر ان لوگوں کو اجازت نہ دی جائے گی جنہوں نے کفر کیا، اور نہ ان سے اس بات کی فرمائش کی جائے

يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ

گی کہ اللہ کو راضی کرلیں، اور جن لوگوں نے ظلم کیا جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ مہلت انہیں دی

يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا

جائے گی، اور جن لوگوں نے شرک کیا جب اپنے شرکاء کو دیکھیں گے تو یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب یہ ہمارے وہ شرکاء ہیں

الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ ۚ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ

آپ کو چھوڑ کر ہم جن کی عبادت کرتے تھے، سو وہ ان کی طرف بات ڈالتے ہوئے کہیں گے کہ بلاشبہ تم

لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

جھوٹے ہو، اور اس دن اللہ کے حضور میں فرماں برداری کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو کچھ افتراء پردازی کرتے تھے وہ سب

يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

گم ہو جائے گی، جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا ہم عذاب پر ان کا عذاب بڑھا دیں

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ

گے اس سبب سے کہ وہ فساد کرتے تھے، اور جس دن ہم ہر امت میں ایک گواہ قائم کریں گے

مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ

جو انہیں میں سے ہوگا وہ ان کے خلاف گواہی دے گا، اور ہم آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے، اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے

تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ ع ۱۲/۱۸

جو ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے اور فرماں برداروں کے لئے ہدایت ہے اور رحمت ہے اور خوشخبری ہے

قیامت کے مناظر:

۸۴: وَيَوْمَ (اور جس دن) یہ اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ نَبْعَثُ (ہم اٹھائیں گے) ہم جمع کریں گے مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا (ہر امت میں سے ایک گواہ) وہ پیغمبر ہونگے جو ان کے حق اور مخالفت میں تصدیق کی گواہی دیں گے۔ اور تکذیب کی اور

ایمان وکفر کی۔ ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا (پھر کافروں کیلئے اجازت نہ دی جائے گی) کہ وہ معذرت کرلیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اذن کے ترک سے یہ ثابت ہوگیا کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ ہی عذر وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ (اور نہ ان سے راضی کرنے کی فرمائش کی جائے گی) نہ ان سے رضا طلب کی جائے گی ان سے یہ نہ کہا جائے گا کہ تم اپنے رب کو راضی کرلو۔ کیونکہ آخرت دار العمل نہیں۔ ثم کو یہاں لانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو انبیاء علیہم السلام کی شہادت کے بعد آزمایا جائے گا۔ جو اس سے زیادہ زبردست اور غالب ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کو کلام سے روک دیا جائے گا۔ اور معذرت کرنے اور حجت پیش کرنے کا موقعہ نہ دیا جائے گا۔

۸۵: وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (اور ظالم لوگ دیکھیں گے) ظَلَمُوْا سے مراد کافر ہیں۔ الْعَذَابَ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ (وہ عذاب ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا) وہ عذاب جو داخل ہونے کے بعد ہوگا وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ (اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی) نہ اس سے پہلے مہلت دی جائے گی)

۸۶: وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ (اور جب مشرک اپنے شرکاء کو دیکھیں گے) ان اوثان کو جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ قَالُوْا رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا (وہ کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہمارے شرکاء ہیں) یعنی وہ معبود جن کو ہم نے تیرا شریک بنایا۔ الَّذِیْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ (وہ جن کو ہم تیرے سوا پکارتے تھے) نَدْعُوْا کا معنی عبادت کرنا۔ فَاَلْقَوْا اِلَیْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ (وہ ان کی طرف بات ڈالیں گے۔ بیشک تم جھوٹ بولتے ہو) وہ تکذیب کرتے ہوئے جواب دیں گے کیونکہ وہ جماد تھے وہ عابدین کو جانتے ہی نہ تھے کہ کون ان کی پوجا کررہا ہے۔ نمبر۲۔ احتمال یہ ہے کہ وہ ان کی اس بارے میں تکذیب کریں گے کہ تم نے ہمیں شرکاء اور الٰہ کا نام دیا حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔ یہ اس لئے کہیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ کا شرک سے منزہ اور پاک ہونا ثابت وظاہر ہو جائے۔

۸۷: وَاَلْقَوْا یعنی وہ ظالم و کافر اِلَى اللّٰهِ یَوْمَئِذِ ۨالسَّلَمَ (وہ مشرک لوگ اس روز اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے) القاء السلم سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو سامنے مکمل فرمانبرداری اس کے بعد کہ دنیا میں انکار اور استکبار سے کام لیا۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ (اور ان سے گم ہو جائیں گے) اور باطل ہو جائیں گے مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ (جو وہ افتراء کیا کرتے تھے) کہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں اور وہ ان کی مدد کرتے ہیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کریں گے جبکہ وہ ان کی تکذیب کریں گے ایک اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

دو عذابوں کا حقدار:

۸۸: اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا (وہ لوگ جو کافر ہوئے) ذاتی طور پر وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (اور انہوں نے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا) اور دوسروں کو کفر پر آمادہ کیا۔ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ (ہم ان کے عذاب پر عذاب میں اضافہ کریں گے) ایک ان کے خود کفر کا عذاب اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کا عذاب بِمَا كَانُوْا یُفْسِدُوْنَ (اس سبب سے کہ وہ فساد انگیزی کرتے تھے) اس وجہ سے کہ وہ روکنے کی وجہ سے لوگوں کو فساد میں مبتلا کرنے والے تھے۔

چوتھا منظر:

۸۹: وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنْفُسِهِمْ (اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ ان کے مقابلہ میں قائم کردیں گے) یعنی انکا پیغمبر کیونکہ انبیاء علیہم السلام انہی میں سے انہی کی طرف مبعوث ہوتے ہیں۔ وَجِئْنَا بِكَ (اور ہم آپ کو لائیں گے) اے محمد ﷺ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ (ان پر گواہ بنا کر) هٰٓؤُلَآءِ سے آپ کی امت مراد ہے۔

قرآن تبیان ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا (اور ہم نے تم پر کتاب کو اتارا جو تمام ضروریاتِ دین کو بیان کرنے والی ہے) یعنی فصیح و بلیغ ہے لِّكُلِّ شَيْءٍ امور دین احکام منصوص میں تو قرآن ظاہر ہے اسی طرح جو سنت سے ثابت ہیں۔ نمبر۲۔ یا اجماع سے ثابت ہو یا قول صحابہؓ سے ثابت ہو یا قیاس سے کیونکہ تمام کا مرجع کتاب اللہ ہے اسی قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتباع رسول اللہ ﷺ کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ [التغابن: ۱۲] اور اجماع پر اس آیت میں آمادہ فرمایا: وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ [النساء: ۱۱۵] اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کیلئے اتباع صحابہ کو اپنے اس ارشاد سے پسند کیا۔ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ۔ [بخاری ۵۶۸۴، مسلم ۲۲۱۷]

اور صحابہ کرامؓ نے اجتہاد کیا اور قیاس کیا اور اجتہاد و قیاس کے راستوں کو ہموار کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی اس کا حکم دیا گیا: فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ [الحشر: ۲] پس سنت، اجماع اور قول صحابی اور قیاس ان تمام کا سہارا تبیان پر ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ قرآن تبیانا لکل شیء ہے۔ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کیلئے) حق کی راہنمائی اور ان کے لئے رحمت اور جنت کی بشارت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَآئِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَآءِ

بلاشبہ اللہ عدل کا اور احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور فحش کاموں سے اور برائیوں سے

وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ

اور ظلم کرنے سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو

إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ

جبکہ تم عہد کر لو، اور اپنی قسموں کو مؤکد کرنے کے بعد مت توڑو، حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ

جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي

بنا چکے ہو، بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ

نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَن

جس نے اپنے کاتے ہوئے کو محنت کرنے کے بعد ذرا ذرا کر کے توڑ ڈالا، تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بناتے ہو

تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ

اس وجہ سے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے بڑھی ہوئی ہو، بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے آزماتا ہے، اور یہ بات ضروری ہے کہ قیامت کے دن

الْقِيَامَةِ مَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٩٢﴾ وَلَوْ شَآءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً

اللہ ان چیزوں کو بیان فرما دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا

وَلَٰكِن يُضِلُّ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِي مَن يَشَآءُ ۚ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور تم جو اعمال کرتے تھے ان کے بارے میں تم سے ضرور باز پرس ہوگی،

جامع ترین آیت:

۹۰: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ (بیشک اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتے ہیں) اپنے مابین تمام حقوق میں برابری اور ترکِ ظلم، ہر صاحب حق کو اس کا حق دینا، اس کا نام عدل ہے۔ وَالْإِحْسَانِ (اور احسان وخوبی کا) اس کے ساتھ جو تمہارے ساتھ زیادتی برتے۔ نمبر۲۔ فرض ونفل۔ کیونکہ فرض میں تفریط لازماً ہو جائیگی ان کے نقصان کو رفع کرنے کیلئے ندب ونفل ہے۔ وَإِيتَآئِ ذِي الْقُرْبَىٰ (قرابتداروں کو دینے کا) قرابت والوں کو دینا یہی صلہ رحمی ہے۔ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَآءِ (اور منع کرتا ہے بے حیائی سے

الفحشاء یعنی انتہائی قبیح گناہ وَالْمُنْكَرِ (اور منکر سے) منکر سے مراد وہ کام جن کو عقلیں اوپرا اقرار دیتی ہیں۔ وَالْبَغْيِ (اور سرکشی) ظلم و کبر کے ذریعہ دوسرے پر زبردستی کرنا۔ يَعِظُكُمْ (وہ تم کو نصیحت کرتا ہے)۔

نحو: یہ حال ہے یا جملہ متانفہ ہے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (تا کہ تم نصیحت حاصل کرو) اللہ تعالیٰ کے مواعظ سے نصیحت حاصل کرو۔ یہ آیت حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب بنی۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے حیاء کی وجہ سے اسلام لایا۔ کیونکہ آپ میرے سامنے کثرت سے اسلام پیش فرماتے رہے۔ مگر ایمان میرے دل میں پختہ نہ ہوا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ میں آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ پس میرے دل میں ایمان مضبوط ہو گیا۔ آپ نے یہ آیت ولید بن المغیرہ کے سامنے پڑھی تو وہ کہہ اٹھا کہ اس میں حلاوت و شیرینی ہے۔ اور اس کے اوپر حسن و رونق ہے اور اس کا بالائی حصہ بار آور ہے۔ اور اس کا نچلا حصہ جو پانی والا ہے۔ اور وہ انسان کا کلام نہیں۔ ابوجہل نے کہا اس کا معبود اسے مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے۔ یہ قرآن مجید میں جامع ترین آیت ہے۔ اس میں خیر و شر جمع ہے۔ اسی لئے اس کو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے خطبات میں پڑھا جا رہا ہے۔ تا کہ ہر مامور و منہی سامنے آ جائے۔

عہد پورا کرو:

۹۱: وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ (اور تم اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو پورا کرو جب تم عہد کرو) اس سے رسول ﷺ کی بیعت مراد ہے جیسا کہ دوسرا مقام پر فرمایا ان الذین یبا یعونك انما یبایعون اللّٰه [الفتح:۱۰] بیشک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے والے ہیں۔ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ (اور تم قسموں کو مت توڑو) بیعت والی قسم مراد ہے۔ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا (اس کے پختہ کرنے کے بعد) اس کے بعد کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے نام سے مضبوط کیا۔ اور اکّد اور وکّد یہ دو فصیح لغات ہیں۔ نحو: اور اصل واؤ ہے۔ اور ہمزہ اس کے بدلے میں آتی ہے۔ وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا (حالانکہ تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا کفیل مقرر کر لیا ہے) کفیل۔ شاہد اور نگہبان کو کہتے ہیں۔ کیونکہ کفیل مکفول بہ کے حال کی خبر گیری کرنے والا ہوتا ہے۔ اور اس پر نگہبان ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے) قسم کو پورا کرنا اور اس کو توڑنا پس وہ اس کے مطابق بدلہ دیں گے۔

عہد کو کچے دھاگے کی طرح مت خیال کرو:

۹۲: وَلَا تَكُوْنُوْا (اور مت بنو) قسم توڑنے میں كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا۔ اس عورت کی طرح جس نے اپنے دھاگے کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیا) اس عورت کی طرح جس نے کاٹ دیا اپنے دھاگے کو مضبوط اور پختہ کرنے کے بعد اور اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اَنْكَاثًا جمع نکث۔ جس کے بٹ کو اتار دیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام ریطہ تھا اور یہ احمق عورت تھی وہ اور اس کی لونڈیاں صبح سے ظہر تک سوت کاتتیں پھر وہ ان کو جتنا کاتا ہوتا ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا حکم دیتی۔ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا (تم بھی اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے لگو) یہ انکاثا کی طرح حال ہے۔ دخلاً یہ تتخذون کا دو میں سے ایک مفعول ہے۔ یعنی و لا تنقضوا ایمانکم متخذ یھا دخلاً تم اپنی قسموں کو نہ توڑو اس حال میں کہ ان

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا

اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان فساد ڈالنے کا ذریعہ نہ بناؤ کہ جمنے کے بعد قدم پھسل جائے اور تم اللہ کی

السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا

راہ سے روکنے کا عذاب چکھو، اور تمہارے لئے بڑا عذاب ہے اور اللہ کے عہد کے عوض تھوڑی

بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾

قیمت حاصل نہ کرو بلاشبہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

کو تم فساد کا ذریعہ بنانے والے ہو۔ بَيْنَكُمْ (اپنے درمیان) بگاڑ اور خیانت کا ذریعہ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ (کہ ایک گروہ) ایک جماعت ہو جائے (جماعت سے مراد گروہ قریش ہے) هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ (زیادہ بڑھا ہوا دوسرے گروہ سے) وہ تعداد میں زیادہ ہو اور مال میں بڑھ کر ہو مسلمانوں کی جامعیت سے۔ هِيَ اَرْبٰى میں یہ جملہ اسمیہ اُمَّةٌ کی صفت ہے اور اُمَّةٌ تکون کا فاعل ہے اور یہ تکون تامہ ہے۔ اور ھی فاصل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ دونکروں کے درمیان واقع ہے۔ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے آزماتے ہیں۔ اس میں ضمیر مصدر کیلئے ہے۔ تقدیر اس طرح ہے انما يختبركم بكونهم اربى لينظر اتتمسّكون بحبل الوفاء بعهد الله وما وكد تم من ايمان البيعة لرسول الله ﷺ ام تختررون بكثرة قريش و ثروتهم وقلة المؤمنين وفقرهم۔ اللہ تعالیٰ اس طور پر تمہارا امتحان لے رہے ہیں کہ وہ زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ تاکہ وہ دیکھے کہ آیا تم وفاداری کی رسّی کو مضبوطی سے تھامنے والے ہو اور اس پر پختہ ہو جو تم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کر کے قسم دے رکھی ہے یا پھر تم قریش کی کثرت اور ثروت اور مومنوں کی قلت اور فقر کو دیکھ کر دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (اور تاکہ وہ تمہارے سامنے قیامت کے دن خوب ظاہر کر دے۔ وہ باتیں جن میں تم اختلاف کرتے تھے) جب کہ وہ تمہیں تمہارے اعمال پر ثواب وعقاب سے بدلہ دیگا۔ اس میں ملت اسلام کی مخالفت کرنے سے کفار کو ڈرایا گیا ہے۔

۹۳: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمہیں ایک جماعت بنا دیتے) یعنی حنیفہ مسلمہ وَّ لٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ (لیکن وہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے) اسکے بارے میں ضلالت کو اختیار و پسند کرنے کا اسے علم ہے۔ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (اور جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت دیتا ہے) جس کے متعلق ہدایت کا اختیار و پسند کرنا جانتا ہے۔ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (اور تم سے ضرور سوال کیا جائے گا۔ ان باتوں کے متعلق جو تم کرتے تھے) قیامت کے دن۔ پھر تمہیں بدلہ دیا جائیگا۔

قسم کو فساد کا ذریعہ مت بناؤ:

۹۴: وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ (اور نہ بناؤ اپنی قسموں کو فساد کا ذریعہ اپنے درمیان) دوبارہ قسم کو باہمی فساد کا ذریعہ

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ

تمہارے پاس جو کچھ ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے، اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم انہیں ضرور ضرور ان کے اچھے

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

کاموں کا عوض دیدینگے، جس کسی مرد یا عورت نے نیک عمل کیا اس حال میں کہ وہ مومن ہے

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی دیں گے، اور ان کے اچھے کام کے عوض ہم انہیں ان کا اجر ضرور دیں گے۔

بنانے کی ممانعت بطور تاکید لائی گئی۔ اور قسم کی عظمت بھی اس سے ظاہر کر دی۔ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا (پس پھسل جائے قدم جمنے کے بعد) پس اس سے تمہارے اقدام اسلام کے راستہ سے مضبوط ہونے کے بعد پھسل جائیں گے۔ قدم کو واحد لائے اور نکرہ لائے۔ تاکہ ظاہر کر دیا جائے کہ ایک قدم کا جمنے کے بعد طریق حق سے پھسلنا بھی بہت بڑی بات ہے۔ اس کو معمولی مت سمجھو۔ اس بات کا خود اندازہ کر لو جبکہ بہت سے اقدام پھسلنے والے ہوں تو کیا حال ہوگا؟ وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ (اور پھر تم کو اس کی سزا چکھنی پڑے) دنیا میں۔ بِمَا صَدَدْتُّمْ (اس وجہ سے کہ تم نے روکا ہے) تمہارے روکنے کے سبب۔ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) اور تم دین سے نکل گئے ہو۔ نمبر۲۔ تم اس وجہ سے کہ تم نے دوسروں کو دین سے روکا ہے۔ کیونکہ اگر وہ بیعت توڑ کر ارتداد اختیار کر لیتے تو پھر دوسروں کیلئے بھی بیعت کو توڑنے کی راہ نکل آتی جس پر وہ چل کر مرتد ہو جاتے۔ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (اور تمہارے لئے بہت بڑا عذاب ہے) آخرت کے دن میں۔

دنیا کے بدلے قسم فروخت نہ کرو:

۹۵: وَلَا تَشْتَرُوْا (اور نہ خریدو) نہ بدلے میں لو۔ بِعَهْدِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے عہد کے بدلے) اور رسول اللہ ﷺ کی بیعت کے بدلے ثَمَنًا قَلِيْلًا (تھوڑی قیمت) معمولی سامان دنیا۔ بعض لوگ مکہ میں اسلام لائے شیطان نے ان کو ورغلانے کیلئے یہ چال چلی کہ ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈال دی کہ قریش کو غلبہ حاصل ہے اور مسلمان کمزور ہیں۔ (حق والے ہوں تو مغلوب کیوں ہوں؟) قریش نے ان کو ترغیب دلائی کہ اگر وہ دین جدید سے واپس لوٹ جائیں اور رسول ﷺ کی بیعت توڑ دیں تو ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدمی نصیب فرمائی۔ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (بیشک جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ بہت ہی بہتر ہے اگر تم جان لو) عند اللہ سے ثواب آخرت مراد ہے۔

۹۶: مَا عِنْدَكُمْ (جو تمہارے پاس ہے) دنیا کا سامان يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ (وہ ختم ہونے والا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے) اس کی رحمت کے خزائن۔ بَاقٍ (وہ باقی رہنے والا ہے۔) فنا و ختم نہ ہوگا۔ وَلَنَجْزِيَنَّ (اور ضرور ہم بدلہ دیں گے)۔

قراءت: نون سے مکی و عاصم کی قراءت ہے۔ نافع بن عامر حمزہ وغیرہ کی قراءت میں یاء ہے۔ اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا (وہ

لوگ جنہوں نے صبر کیا) مشرکین کی ایذاؤں پر اور اسلام پر ثابت قدمی میں مشقتیں اٹھائیں۔ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (انکا بدلہ بہتر اس سے جو وہ کرتے تھے)۔

۹۷: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى (جس نے کوئی نیک عمل کیا خواہ وہ مرد ہے یا عورت) من مبہم ہے دونوں نوع مذکر و مونث کو شامل ہے۔ البتہ ظاہر مذکر کیلئے ہے۔ اس ابہام کو مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى سے رفع کیا تا کہ وعدہ دونوں کیلئے عام ہو جائے۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ (اس حال میں کہ وہ مومن ہو) ایمان کی شرط لگائی کیونکہ کفار کے اعمال کسی شمار و قطار میں نہیں۔

حیاتِ طیبہ کیا ہے؟

نکتہ: یہ آیت بتلا رہی ہے کہ عمل ایمان کا حصہ نہیں۔ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (ہم ضرور اس کو پاکیزہ زندگی دیں گے) یعنی دنیا میں اور اس لئے فرمایا۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اور ضرور ہم ان کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے) اللہ تعالیٰ نے اس سے دنیا و آخرت کے ثواب کا وعدہ فرمایا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فآتاهم الله ثواب الدنيا وحسن ثواب الاخرة [آل عمران: ۱۴۸] اور یہ اس طرح ہے کہ مومن کی اعمال صالحہ کے ساتھ زندگی خواہ خوشحالی سے ہو یا تنگدستی سے یقیناً عمدہ زندگی ہوتی ہے اگر خوشحال ہو تب تو ظاہر ہے۔ اور اگر تنگدست ہو تو اس کی زندگی کو عمدہ بنانے کیلئے اس کو قناعت اور تقسیم الٰہی پر رضا ہر دو میسر ہوتی ہیں۔ رہا فاجر آدمی تو اس کا معاملہ برعکس ہے۔ اگر تنگدست ہو تو ظاہر ہے۔ اور اگر خوشحال ہو تو حرص کی طوالت اس کو زندگی کا سکون نہیں لینے دیتی۔ ایک قول یہ ہے کہ حیات طیبہ قناعت ہے۔ ایک قول ہے کہ حیات طیبہ عبادت و طاعت کی مٹھاس کو کہتے ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملے کی سچائی اور امور الٰہیہ پر سچائی سے قائم رہنا اور ما سوی اللہ سے اعراض کرنا۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ

سو جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں بلاشبہ بات یہ ہے کہ شیطان کا زور

سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ

ان لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، اس کا زور انہیں پر ہے

عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع وَاِذَا بَدَّلْنَآ ۱۳ ع ۱۱ ۱۹

جو اس سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ کے ساتھ شریک تجویز کرتے ہیں۔ اور جب ہم کسی آیت کو

اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ

دوسری آیت کی جگہ بدلتے ہیں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ نازل فرماتا ہے تو مخاطبین کہتے ہیں کہ تو افتراء ہی کرنے والا ہے

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ

بلکہ ان ہی میں اکثر لوگ جاہل ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کو روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے حق کیساتھ نازل کیا ہے تا کہ ان لوگوں کو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ

مضبوط کرے جو ایمان لائے اور یہ کلام ہدایت ہے اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے، اور بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں

اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ

کہ ان کو ایک آدمی سکھاتا ہے یہ لوگ جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ واضح طور پر صاف عربی

مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

زبان ہے بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں ہدایت نہیں دیگا، اور ان کے لئے دردناک عذاب

اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ہے، وہی لوگ جھوٹ کا افتراء کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ واقعی جھوٹے ہیں۔

قراءت سے قبل تعوذ:

۹۸: فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ (جب تم قرآن مجید کی قراءت کرو) جب قراءت قرآن کا ارادہ کرو۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (تو تم اللہ تعالیٰ

کی پناہ طلب کرو) ارادۂ فعل کو فعل سے تعبیر کیا۔ کیونکہ وہ اس کا سبب ہے۔ فاء تعقیب کیلئے ہے۔ اس لئے کہ وہ قراءت جو استعاذہ کے ساتھ ہوگی وہ مذکورہ عمل صالح میں سے بنے گی۔ مِنَ الشَّیْطٰنِ (شیطان سے) یعنی ابلیس الرَّجِیْمِ (مردود و مطرود یا ملعون)۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول ﷺ کے سامنے اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھا تو فرمایا۔ اس طرح کہو اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم مجھے جبرئیل نے اسی طرح پڑھایا ہے۔

۹۹: اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ (بیشک اس کو قابو نہیں) ابلیس کو تسلط و ولایت نہیں عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ (ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں) مؤمن متوکل اس کے وساوس کو قبول نہیں کرتے۔

۱۰۰: اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ (بیشک اس کا غلبہ ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی اختیار کرنے والے ہیں) اس کو دوست بناتے ہیں اور اس کے وساوس کی اتباع کرتے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ (اور ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کا اس کو شریک کرنے والے ہیں)۔ ربّ کی طرف ضمیر لوٹتی ہے۔ نمبر۲: شیطان کی طرف لوٹتی ہے اور باء سببیہ ہے وہ اس کے سبب سے شرک کرنے والے ہیں۔

نسخ ہماری حکمت سے ہے:

۱۰۱: وَاِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ (جب ہم ایک آیت دوسری آیت کی جگہ رکھ دیتے ہیں) تبدیل آیت کو دوسری آیت سے بدلنے کو نسخ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرائع و احکام کو حکمت کی وجہ سے منسوخ فرماتے ہیں اور اس آیت کا یہی معنی ہے۔ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ (اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اس کو جانتا ہے)

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے تخفیف سے یُنْزِلُ پڑھا ہے۔ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ (وہ کہتے ہیں تم خود تراشتے اور گھڑتے ہو) یہ اذا کا جواب ہے۔ اور و اللّٰہ اعلم بما ینزل جملہ معترضہ ہے کفار کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ اپنے صحابہ سے تمسخر کرتے ہیں آج ان کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں اور کل اس سے روک دیتے ہیں اور ایسا حکم ان کو بتلاتے ہیں جو اس سے آسان ہوتا ہے۔ انہوں نے آپ پر یہ افتراء و بہتان لگایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مشکل کو آسان سے اور آسان کو مشکل سے منسوخ فرماتے تھے۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (بلکہ ان کی اکثریت نہیں جانتی) کہ اس کی حکمت کیا ہے؟

قرآن لانے والے جبرئیل علیہ السلام ہیں:

۱۰۲: قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ (آپ کہہ دیں اس کو روح القدس نے اتارا ہے) یعنی جبرئیل علیہ السلام نے۔ جبرئیل کی نسبت القدس کی طرف کی گئی ہے۔ القدس پاکیزگی جیسا کہ کہتے ہیں۔ حاتم الجود۔ سخی حاتم۔ مراد مقدس روح۔ المقدس کا معنی گناہوں سے پاک مِنْ رَّبِّكَ (تیرے رب کی طرف سے) اس کے ہاں سے اور اس کے حکم سے بِالْحَقِّ (حق کے ساتھ) یہ حال ہے۔ یعنی اس کو حکمت کے ساتھ ملبس اتارا ہے۔ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے) تاکہ منسوخ کر کے ان کی آزمائش کرے تاکہ وہ اس کے متعلق کہیں کہ وہ ہماری طرف سے برحق اور حکمت پر مبنی ہے۔ کیونکہ وہ اسی کام کو کرتا اور حکم دیتا ہے جو عین ثواب و حکمت ہوتا ہے اور ایمان والوں کیلئے ثابت قدمی، صحت، یقین اور طمانیت قلوب کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ وَهُدًى وَّ

بُشْرٰی (اور ہدایت اور بشارت ہے)۔ یہ مفعول لہ ہیں اور دونوں کا عطف یثبت کے محل پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے تثبیتاً لھم وارشاداً وبشارۃً ان کو ثابت قدم رکھنے اور راہنمائی کرنے اور خوشخبری سنانے کیلئے لِلْمُسْلِمِیْنَ (مسلمانوں کیلئے) اس میں اس بات پر تعریض کی جارہی ہیں کہ اس کے مخالف صفات تو غیر مسلموں میں ہوتی ہیں۔

کفار کا الزام اور اس کا جواب:

۱۰۳: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ (اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو یہ کلام آدمی سکھاتا ہے) اس سے ان کی مراد حویطب کا ایک غلام تھا جو مسلمان ہوا۔ اور ثابت قدم رہا اس کا نام ''عائش'' تھا یا ''یعیش'' اور وہ کتابیں رکھتا تھا۔ نمبر۲۔ اس سے عامر بن حضرمی کا غلام جبر رومی مراد ہے۔ نمبر۳۔ جبر اور یسار مراد ہیں یہ دونوں غلام تورات وانجیل پڑھتے تھے۔ اور جو پڑھتے کبھی کبھی اس کو سنتے۔ نمبر۴۔ سلمان فارسی مراد ہے۔ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ (وہ زبان جس کی طرف نسبت کرتے ہیں عجمی ہے)۔

قراءت: یَلْحَدون یہ یاء اور حاء کے فتحہ کے ساتھ حمزہ وعلی نے پڑھا ہے۔ یعنی وہ حق کے راستے سے اعراض کر کے جس آدمی کی طرف اپنے قول کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان غیر فصیح ہے۔ اور غیر واضح ہے۔ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ (اور یہ واضح عربی زبان ہے) ھٰذا کا مشار الیہ قرآن ہے۔ مُبِیْن کا معنی بیان وفصاحت والی ہے۔ اس میں ان کے قول کی تردید اور ان کے طعنوں کو باطل قرار دیا گیا۔ یہ جملہ لِسَانُ الَّذِیْ الایۃ اس کا محل اعراب نہیں کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ یہ ان کے قول کا جواب ہے۔ لسان کا معنی لغت ہے۔ کہا جاتا ہے الحد القبر ولحدہ وھو محلدٌ وملحود جب کہ گڑھے کو ٹیڑھا بنایا جائے اور اس کے ایک جانب کھدائی کی جائے۔ پھر اس کو عام کر کے ہر میلان عن الاستقامت کیلئے بطور استعارہ استعمال کرنے لگے۔ اور کہتے ہیں الحدفلان فی قولہ والحد فی دینہٖ وہ اپنے دین میں استقامت سے ہٹ گیا۔ وہ ملحد ہے کیونکہ اس نے اپنے مذہب کو تمام ادیان سے پھیر لیا۔

۱۰۴: اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ (بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے) آیات اللہ سے قرآن مراد ہے۔ لَا یَهْدِیْهِمُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ ان کی راہنمائی نہیں کرتے) جب تک کہ وہ کفر کو پسند کرتے رہتے ہیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) جو آخرت میں ان کے کفر پر ان کو دیا جائے گا۔

دوسرا جواب:

۱۰۵: اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ (بیشک اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے والے وہ لوگ ہیں) الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ (جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے) یعنی افتراء تو ان لوگوں کا طرز وطریق ہے۔ جن میں ایمان نہیں۔ کیونکہ وہ اس پر سزا کے قائل نہیں۔ اس میں اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتَرٍ کی تردید ہے۔ وَاُولٰٓئِكَ (وہ) سے لَا یُؤْمِنُوْنَ کی طرف اشارہ ہے۔ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (وہی جھوٹے ہیں) فی الحقیقت اور کذب میں کمال درجہ حاصل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب عظیم ترین جھوٹ ہے۔ نمبر۲۔ وہ الماانت مفتر کہنے میں جھوٹے ہیں۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ

جس شخص نے ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کیا مگر جس شخص پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے لیکن

مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٦﴾

جس نے دل کھول کر کفر اختیار کر لیا سو ان پر اللہ کا غصہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے دنیا والی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں محبوب رکھا اور بلاشبہ اللہ کافروں کو ہدایت

الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠٧﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ

نہیں دیتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٠٨﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٠٩﴾

اور یہ لوگ واقعی غافل ہیں، لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ تباہ کاروں میں سے ہوں گے۔

١٠٦: مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ (جس نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اس کے بعد کہ وہ ایمان لایا)

چار تراکیب:

یہ جائز ہے کہ مبتدا کو شرط مان کر جواب محذوف مانیں۔ کیونکہ من شرح جواب پر دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ من کفر باللّٰہ فعلیھم غضبٌ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں پس وہ غضب کے مستحق ہیں۔

صورتِ اکراہ:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (مگر جو مجبور کیا گیا اس حالت میں کہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو) ایمان پر پُرسکون ہو۔ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا (مگر جس کا سینہ کفر کیلئے کھلا ہو) کفر کو دل سے پسند کیا اور اس کو عقیدہ کے طور پر جما لیا۔ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے)۔ نمبرا۔ یہ بھی درست ہے کہ یہ الذین لایؤمنون بالاٰخرۃ الایۃ سے بدل ہو۔ اور اولئک ھم الکاذبون جملہ معترضہ ہو۔ جو بدل و مبدل منہ کے درمیان آیا ہو۔ اب مطلب یہ ہوگا۔ جھوٹ وہ باندھتے ہیں۔ جو ایمان کے بعد کفر کرنے والے ہیں۔ ان میں سے مکرہ کو مستثنیٰ کیا اور افتراء کے حکم کے ماتحت داخل نہیں کیا۔ پھر فرمایا۔ ولکن من شرح بالکفر صدرًا الایۃ نمبر٢۔ یہ مبتدأ سے بدل ہو اور وہ مبتدا اولئک ہے اب اس طرح معنی ہے و من کفر باللّٰہ من بعد ایمانہ ھم الکاذبون۔ جو ایمان کے بعد کفر کرنے

والا ہے۔ وہی جھوٹا ہے۔

واقعہ عمار و یاسر رضی اللہ عنہما:

نمبر۳۔ الکاذبون خبر سے بدل ہے۔ ای و اولئک ھم من کفر باللّٰہ من بعد ایمانہ وہ وہی ہیں جنہوں نے ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ کا انکار کیا۔ نمبر۵۔ اس کو ذم کی صورت میں منصوب مانا جائے۔

روایت میں ہے کہ بعض اہل مکہ آزمائش میں پڑے تو ارتداد اختیار کیا۔ ان میں بعض وہ تھے جن کو مجبور کر کے کلمہ کفر کہلوا دیا گیا حالانکہ دل میں ایمان پختہ تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ انہی میں سے تھے۔ باقی ان کے والد اور والدہ دونوں کو اقرار نہ کرنے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا۔ یہ اسلام میں پہلے مقتول تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ عمار نے کفر اختیار کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا عمار سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخن تک ایمان سے پُر ہے۔ اور ایمان تو اس کے خون و گوشت میں رچا بسا ہوا ہے۔ [ابونعیم] پھر عمار رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو اپنے دست اقدس سے پونچھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا (انہوں نے واقعہ ذکر کیا) تو فرمایا اگر وہ دوبارہ یہ اقرار کروائیں تو تم دوبارہ کہہ لینا [ابن عساکر] حضرت یاسر نے جو کیا وہ افضل ہے۔ کیونکہ قتل پر صبر کرنے میں اسلام کی عظمت زیادہ ہے۔

۱۰۷: ذٰلِكَ (یہ) اس میں وعید کی طرف اشارہ ہے اور غضب الٰہی کے اترنے اور عذاب عظیم کے نازل ہونے کی اس میں وعید سنائی گئی ہے۔ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ (اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو پسند کیا آخرت پر) انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی۔ باء سببیہ ہے دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کے سبب۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتے) جب تک کہ وہ کفر کو پسند کرتے رہیں گے۔

۱۰۸: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ (یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی) پس وہ نہ تو غور وفکر کرتے ہیں۔ اور نہ ہی مواعظ کی طرف کان دھرتے ہیں اور نہ ہدایت کے راستہ کو دیکھتے ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (اور وہ ہی غافل ہیں) غفلت میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں کیونکہ جب انجام پر غور کرنے سے غفلت برتی جائے تو یہ غفلت کا آخری درجہ ہے اور اس کی غایت ہے۔

کافر یقیناً نقصان میں ہیں:

۱۰۹: لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ ہی لوگ گھاٹے میں رہیں گے)

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ

پھر بے شک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے فتنہ میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور ثابت قدم رہے

اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ

تو بلاشبہ آپ کا رب ان چیزوں کے بعد بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے، جس دن ہر شخص اپنے نفس کی طرف سے جدال

رکوع ۱۴

نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

کرے گا اور ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ایمان والوں کی سرخروئی:

۱۱۰: ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ (پھر آپکا رب) ثُمّ کو اس لئے لائے کہ اِن کا حال اُن کے حال سے بہت ہی دور ہے۔ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا (ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ہجرت کی) مکہ مکرمہ سے یعنی ان کو اس میں فائدہ ہے نقصان نہیں کہ اللہ تعالیٰ انکا کارساز و مددگار ہے۔ ان کو رسوا کرنے والا اور انکا دشمن نہیں۔ جیسا کہ بادشاہ آدمی کیلئے محافظ و مفید ہوتا ہے۔ نقصان پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا (اس کے بعد کہ ان کو آزمایا گیا) عذاب اور اکراہ علی الکفر کے ذریعہ۔ قراءت: فَتَنُوْا شامی نے پڑھا ہے۔ اس کے بعد کہ انہوں نے مسلمانوں کو تکالیف پہنچائیں پھر وہ اسلام لے آئے۔ ثُمَّ جٰهَدُوْا (پھر انہوں نے جہاد کیا) مشرکین کے ساتھ ہجرت مدینہ کے بعد وَصَبَرُوْا (اور انہوں نے صبر کیا) جہاد میں آنے والے مصائب پر اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا (بیشک آپکا رب اس کے بعد) ان افعال کے بعد اور وہ افعال ہجرت جہاد و صبر ہیں۔ لَغَفُوْرٌ (البتہ بخشنے والے ہیں) ان کی ان باتوں کو جوان کے منہ سے بطور بچاوے کے نکلیں۔ (مجبوراً کفریہ کلمات منہ سے نکالنے پڑے) رَّحِيْمٌ (مہربان ہے) اکراہ کی حالت میں نکلنے والی باتوں پر عذاب نہ دے گا۔

قیامت میں ہر ایک اپنی طرفداری کرے گا:

۱۱۱: يَوْمَ تَاْتِيْ (جس دن آئے گا)۔ نحو: یہ رحیم کی وجہ سے منصوب ہے نمبر۲۔ اذکر محذوف کی وجہ سے كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا (ہر شخص وہ اپنی طرفداری میں بات کرے گا) یہاں نفس کی اضافت نفس کی طرف کی گئی ہے کیونکہ عین شی کو ذاتہ ونفسہ کہہ دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں فی نقیضہ وغیرہ بولتے ہیں۔ والنفس وہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے پورا اور کامل ہے۔ پس پہلا نفس وہ بھی کامل اور دوسرا اس کا عین اور ذات۔ گویا اس طرح فرمایا۔ یوم تاتی کل انسان یجادل عن ذاتہ لایھمہ شان غیرہ کل یقول نفسی نفسی ہر انسان اپنے نفس کی طرفداری کریگا۔ دوسرے کی حالت کو کوئی اہمیت نہ دیگا اور ہر ایک یہ کہہ رہا ہوگا۔ مجھے بچالے مجھے بچالے۔ المجادلۃ عنہا کا مطلب نفس کی طرف سے معذرت خواہی ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں ربنا

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا

اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی۔یہ بستی امن والی تھی اطمینان والی تھی اس کا رزق ہر جگہ سے بڑی

رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ

فراغت کے ساتھ اس کے پاس آتا تھا پس اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اللہ نے ان کو بھوک

وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ

اور خوف کا مزہ چکھادیا اور البتہ ان کے پاس انہیں میں سے رسول آیا۔ سو اس کو انہوں نے جھٹلایا۔

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

لہٰذا انہیں عذاب نے پکڑ لیا اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے تھے۔

هٰؤُلاء اضلّونا [الاعراف:۳۸] دوسری آیت میں ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراء نا [الاحزاب:۶۷] ایک اور مقام پر فرمایا واللّٰہ ربنا ما کنا مشرکین [الانعام:۲۳] وغیرہ آیات۔

وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (اور ہر نفس کو پورا پورا دیدیا جائے گا۔ جو اس نے عمل کیا اور ان پر ظلم نہ ہوگا) توفّی کا معنی ہے کہ اس کے عمل کی پوری پوری جزاء دی جائے گی۔ اور اس سلسلہ میں ان کے حق میں کمی نہ کی جائے گی۔

نعمتیں اور اہل مکہ کی ناشکری:

۱۱۲: وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً (اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی) اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو ان تمام لوگوں کیلئے مثال بنادیا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہو۔ اور نعمتوں نے ان کو مغرور کردیا جس سے وہ کفر میں مبتلا ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے منہ پھیر لیا۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل کردیا۔ نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ اس صفت و حالت والی کوئی بستی و شہر مراد لیا جائے۔ نمبر۳۔ پہلے زمانہ کی کوئی بستی ہو جس کا یہ حال ہو۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کیلئے بطور مثال بیان کردیا ہوتا کہ یہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ كَانَتْ اٰمِنَةً (وہ امن والی تھی) قتل اور قیدی بننے سے مُّطْمَئِنَّةً (اطمینان والی) کوئی خوف اس کو پریشان کرنے والا نہ تھا۔ کیونکہ اطمینان امن سے ہوتا ہے اور خوف سے بے چینی اور بے اطمینانی ہوتی ہے۔ يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا (اس کا رزق بافراغت ان کے ہاں پہنچتا ہو) رغدًا بمعنی وسعت کے ساتھ مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ (ہر طرف سے) ہر شہر سے فَكَفَرَتْ (پس اس نے کفر کیا) وہاں کے رہنے والوں نے بِاَنْعُمِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے انعامات کے ساتھ) انعم جمع ہے نمبر۱۔ نعمۃ کی۔ جبکہ تاء کو جمع میں چھوڑ دیا جائے۔ مثلاً درع و أدرع نمبر۲۔ نُعم کی جیسے بؤس و ابؤس۔

فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

سو اس میں سے کھاؤ جو اللہ نے تمہیں رزق حلال پاک عطا فرمایا اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی

اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ

عبادت کرتے ہو، تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور حرام کیا گیا جس پر ذبح کے وقت

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، سو جو شخص مجبوری میں ڈال دیا جائے اس حال میں کہ باغی نہ ہو اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو سو بلاشبہ اللہ غفور ہے، رحیم ہے۔

ان کی حرکات کے سبب) **الاذاقة واللباس** یہ دونوں استعارے ہیں اذاقہ مستعارہ کو لباس مستعار کیلئے استعمال کیا۔ اور اس کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے اذاقہ ان کے ہاں حقیقت کے قائم مقام ہے کیونکہ بلاء اور مصائب میں یہ شائع وذائع ہے۔ اور لوگوں کو پیش آتی رہتی ہے۔ جس پر لوگ کہتے ہیں **ذاق فلان البؤس والضر واذاقه العذاب**۔ اس میں ضرر والم جس کا ادراک ہوسکتا ہے کڑوے، کسیلے سے جس کا ادراک ہوسکتا ہے تشبیہ دی ہے۔

لباس سے تشبیہ اس لئے دی ہے کہ لباس پہننے والے کو ڈھانپ لیتا ہے۔ جس طرح کہ انسان پر غشی آئے تو وہ اس کے حواس کو ڈھانپ لیتی ہے اور بعض حوادث اس پر اس طرح سوار ہو جاتے ہیں جیسے لباس جسم پر۔ باقی رہی یہ بات کہ جوع وخوف کے لباس پر اذاقہ کا واقع کرنا اس لئے ہے جب وہ خوف وجوع میں سے جو چیز ڈھانپ لے جب اس کا اطلاق اس پر آتا ہے تو چکھنے کا اطلاق بھی اس پر درست ہے۔

گویا اس طرح کہا گیا: **فَاَذَا قَهُمْ مَاغَشِيَهُمْ مِّنَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ** (پس ان کو چکھائی وہ بھوک اور خوف جس نے ان کو آ کر ڈھانپ لیا تھا) دنیا میں جس طرح موجود نعمتیں جنت کے مقابلہ میں چکھنے کی چیزیں ہیں۔ بالکل اسی طرح جہنم کے مقابلہ میں دنیا کی سزائیں بھی چکھنے کے مترادف ہیں اصل سزا تو بہت بڑی ہے۔ (مترجم)

۱۱۳: **وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ** (تحقیق ان کے پاس انہی میں سے ایک عظیم الشان رسول آئے) اس رسول سے یہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ **فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ** (پس انہوں نے اس کو جھٹلایا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا۔ اس حال میں کہ وہ ظالم تھے) اس حالت میں کہ وہ اپنے کو ظلم سے ملوث کرنے والے تھے۔ مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن قتل بالسیف سے جو عذاب دیا گیا وہ مراد ہے۔

حلال وطیب کھاؤ:

۱۱۴: روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کی طرف قحط کے سالوں میں غلہ بھیجا جوان میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ** (پس تم کھاؤ اس کو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا

اور جن چیزوں کے بارے میں تمہاری زبانیں جھوٹا دعویٰ کرتی ہیں ان کے بارے میں یوں نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

جھوٹا افتراء کرو، بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے،

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا

تھوڑا سا نفع ہے اور ان کے لئے درد ناک عذاب ہے، اور ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کر دی تھیں جن کا بیان ہم پہلے

عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

آپ سے کر چکے ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْۤا ۙ

پھر بلاشبہ آپ کا رب ان لوگوں کے لئے جنہوں نے جہالت سے برے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اعمال درست کر لئے

اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع ۱۵ / ۹ / ۲۱

بلاشبہ اس کے بعد ضرور مغفرت فرمانے والا ہے رحم فرمانے والا ہے۔

حَلٰلًا طَيِّبًا (حلال و پاکیزہ) اس کے بدلے جو تم حرام وخبیث کھاتے تھے۔ مثلاً لوٹ کے اموال غصب کی آمدنیاں، برے ذرائع سے حاصل شدہ محاصل وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ ادا کرو اگر تم اسی ہی کی عبادت کرنے والے ہو) یہاں تعبدون تطیعون کے معنی میں ہے۔ نمبر۲۔ اگر تمہارا گمان صحیح ہے۔ کہ الٰہ کی عبادت، اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور وہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے بچالیں گے۔

محرمات سے بچو جو یہ ہیں:

۱۱۵: اس کے بعد ان پر محرمات کو بیان کر کے اپنی طرف سے تحلیل وتحریم کی ممانعت کی پس فرمایا۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (تم پر صرف مردار کو حرام کیا اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کیلئے نامزد کر دی گئی ہو۔ پس جو شخص بہت ہی مجبور ہو بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد (ضرورت) سے آگے بڑھے۔ (اور اس نے کھالیا) تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے) انما کلمہ حصر ہے۔ یعنی حرام یہ ہیں نہ کہ بحیرہ، سائبہ وغیرہ بقیہ آیت کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

خود تحریمات مت ایجاد کرو:

۱۱۶: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ (اور نہ کہوان چیزوں کو جن کے متعلق تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے) الکذب یہ لَاتَقُوْلُوْا کی وجہ سے منصوب ہے یعنی ولا تقولوا الکذب لما تصفه السنتکم من البھائم بالحل والحرمة فی قولکم مت وہ جھوٹ بولو جو تمہاری زبانوں سے چوپایوں کی حلت وحرمت کے متعلق نکلتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ مافی بطون ھذہ الانعام خالصة لذکورنا و محرم علی ازواجنا [الانعام:۱۳۹] یہ بات بغیر وحی کے حوالہ کے وہ کرتے تھے۔ یا بغیر کسی صحیح قیاس کے حوالہ کے جس کی بنیاد قرآن وسنت سے استنباط پر ہو۔

اور لما میں لام اسی طرح ہے جیسا اس قول میں ''لاتقولوا لما احل اللّٰہ ھو حرام'' ھٰذَا حَلٰلٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ (کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے) یہ الکذب سے بدل ہے۔

نحو: الکذب پر نصب تَصِفُ کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔ اور نمبر۲۔ ما مصدر یہ مانکر ھذا حلال و ھذا حرام کو لا تقولوا سے متعلق کرو۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی ولا تقولوا ھذا حلال وھذا حرام۔ وھذا لوصف السنتکم الکذب یعنی ولا تحرموا ولا تحللوا لاجل قول تنطق بہ السنتکم ویحول فی افواھکم لا لاجل حجة وبینة ولکن قول ساذج ودعوی بلابرھان۔ تم اپنے زبانی قول سے حلال وحرام مت کرو۔ اور جو تمہارے منہ میں آئے بغیر دلیل وحجت کے حلال وحرام مت کہہ ڈالو۔ مگر قول یہ محض بے پرکی بات اور دعویٰ ہے جس کی بنیاد میں دلیل نہیں ہے۔

فصیح ترین جملہ:

تصف السنتکم الکذب یہ فصیح ترین جملہ ہے۔ اس میں ان کے قول کو بعینہٖ کذب قرار دیا۔ جب انہوں نے زبانوں سے کہہ دیا تو یہ کذب کے قائم مقام ہوگیا۔ اور اس کی شکل اختیار کرلی۔ جیسا کہتے ہیں وجھھا یصف الجمال و عینھا تصف السحر۔ اس کا چہرہ آئینہ حسن اور اس کی آنکھ سحر بے زبان ہے۔ لِتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (نتیجتاً تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت باندھو گے) لِتَفْتَرُوْا کی لام تعلیلیہ ہے جس میں غرض کا معنی متضمن نہیں ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہونگے)

۱۱۷: مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (تھوڑا نفع اٹھانا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یعنی انکا افعال جاہلیت میں فائدہ معمولی ہے۔ اور ان کی سزا بہت بڑی ہے۔ (اعاذنا اللّٰہ منھا)

یہود پر تحریم سزا کے طور پر تھی:

۱۱۸: وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ (اور یہود پر ہم نے حرام کیا جو ہم نے تمہیں اس سے قبل بیان کردیا)۔ سورۂ انعام میں جو اس آیت میں ہے وعلی الذین ھادوا حرمنا کل ذی ظفر الا یۃ ۱۴۶: وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ (اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا) ان کو حرام قرار دیکر وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے) ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش کے طور پر یہ چیزیں ان پر حرام کیں۔

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا

بلاشبہ ابراہیم ایک ''بڑے مقتدیٰ'' تھے اللہ کے فرمانبردار تھے سب کو چھوڑ کر ایک ہی طرف ہو رہے تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے، اللہ کی

لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَآتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ

نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے، اللہ نے انہیں چن لیا اور انہیں سیدھے راستے کی ہدایت دی، اور ہم نے انہیں دنیا میں خوبیاں دیں،

وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا ۖ

اور بلاشبہ وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے، پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ ابراہیم کی ملت کا اتباع کیجئے جو سب کو چھوڑ کر ایک طرف ہو رہے تھے

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ

اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ہفتہ کے دن کی تعظیم انہیں لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا،

رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۲۴﴾

اور بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان چیزوں کے بارے میں ضرور فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

نادانی اور کفارہ بشرطِ اصلاح معاف ہے:

۱۱۹: ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ (پھر آپکا رب ایسے لوگوں کیلئے جنہوں نے نادانی کے سبب گناہ کر لیا)

نحو: یہ حال ہے ای عَمِلُوا السُّوٓءَ جَاهِلِينَ۔ انہوں نے برا کام کیا اس حال میں کہ جہالت اختیار کرنے والے تھے۔ انجام کو سوچنے والے نہ تھے۔ اور وہ گناہ غلبہ شہوت سے کیا۔ انکا مقصود خواہش کی لذت تھی مولیٰ کی نافرمانی مقصود نہ تھی۔ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا (پھر انہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح و درستی کر لی۔ بیشک آپکا رب اس کے بعد) یعنی توبہ کے بعد لَغَفُورٌ (البتہ بخشنے والا ہے) ان گناہوں کو جو انہوں نے کثرت سے کیے ہیں۔ رَّحِيمٌ (مہربان ہے) پختہ ارادہ سے جو انہوں نے مضبوط عزم کیے ہیں ان کو پورا کرتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام عظیم مقتدا تھے وہ مشرک نہ تھے:

۱۲۰: إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً (بیشک ابراہیم ایک بڑے مقتدا تھے)۔ ابراہیم علیہ السلام اکیلے ہی ایک امت تھے کیونکہ خیر کی صفات میں وہ کمال رکھتے تھے۔ جیسا ابونواس کا یہ شعر لَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ انْ يجمع العالم فِي وَاحِدٍ۔ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ مشکل نہیں کہ وہ تمام جہاں کو ایک میں جمع کر دے۔ یعنی تمام خصوصیات لا کر ایک کو جامع بنا دے) حضرت مجاہد کہتے ہیں وہ اکیلے مؤمن تھے جبکہ تمام لوگ کافر تھے۔ نمبر۲۔ اُمۃ بمعنی ماموم مقتدا تاکہ لوگ ان سے بھلائی حاصل کریں۔ قَانِتًا لِّلّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کیلئے

عاجزی کرنے والے تھے)۔قانت اس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اوامر پر قائم ہو۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معاذ اُمت تھے۔اور اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی کرنے والے تھے۔ان سے کہا گیا یہ تو ابراہیم علیہ السلام کی صفات ہیں۔آپ نے فرمایا۔امۃ اس کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کو خیر سکھائے۔القانت اور اس کے رسول کا مطیع اور معاذ رضی اللہ عنہ اسی طرح تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر معاذ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بناتا۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ابو عبیدۃ امین ہذہ الامۃ ۔ ومعاذ اُمۃ اللّٰہ قَانِت لِلّٰہِ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین قیامت کے دن صرف (قرب مرتبہ میں) رسول ہونگے [ابونعیم] حَنِیْفًا (ادیان سے ہٹ کر ملت اسلام کی طرف جھکنے والے)۔ اَلَمْ یَکُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (وہ مشرکین میں سے نہ تھے) کفار قریش کی تکذیب کیلئے ان سے شرک کی نفی کی۔کیونکہ قریش کا گمان یہ تھا کہ وہ ملت ابراہیم پر قائم ہیں۔

نحو: یَکُنْ کی نون کو حرف لین کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے حذف کر دیا۔

۱۲۱: شَاکِرًا لِّاَنْعُمِہٖ (وہ اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے والے تھے) روایت میں ہے کہ وہ مہمان کے ساتھ صبح کا کھانا تناول کرتے۔ایک دن ان کو مہمان نہ ملا تو اچانک انہوں نے ملائکہ کو صورت انسانی میں دیکھا۔آپ نے ان کو کھانے کی دعوت دی۔ انہوں نے یہ بات باور کرائی کہ انہیں جذام ہے۔تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تمہارے لئے کھانا کھانا ضروری ہے۔تاکہ اللہ تعالیٰ کا اس بات پر میں شکریہ ادا کروں کہ اس نے مجھے بچایا اور تمہیں ابتلاء میں ڈالا۔اِجْتَبٰہُ (ان کو چن لیا) خاص کیا اور نبوت کیلئے چنا۔وَ ھَدٰہُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (اور ان کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کر دی) صراط مستقیم سے ملت اسلام مراد ہے۔

۱۲۲: وَاٰتَیْنٰہُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً (اور ہم نے اس کو دنیا میں اچھائی عنایت فرمائی) حَسَنَۃ سے نبوت مراد ہے۔اور اولاد، اموال عنایت فرمائے۔نمبر۲۔انکا تذکرہ پھیلانے کیلئے ہر اہل دین ان کو دوست رکھتا ہے۔نمبر۳۔ہماری امت میں سے ہر نمازی کا قول کما صلیت علی ابراھیم۔ وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (بیشک وہ آخرت میں نیکوں میں سے ہونگے) اہل جنت میں سے۔

۱۲۳: ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی تم ملت ابراہیم کی اتباع کرو۔جو سب سے یکسو ہونے والے تھے۔اور مشرکین میں سے نہ تھے) ثُمَّ لا کر ہمارے پیغمبر ﷺ کا مرتبہ اور مقام اور مرتبے کا احترام بتلایا۔اور یہ بتلا دیا کہ خلیل اللہ کو اشرف ترین عظمت جو عنایت فرمائی وہ یہ ہے کہ ہمارے رسول کو ان کی اتباع کا حکم دیا۔

سبت ملتِ ابراہیمی میں نہیں:

۱۲۴: اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَی الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ (ہفتہ کے دن (کا پاس و حرمت) ان لوگوں پر فرض کیا گیا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا) یعنی ہفتے کے دن کی تعظیم ان پر فرض کی اور اس دن مچھلیاں پکڑنے کی ممانعت کی۔وَاِنَّ رَبَّکَ لَیَحْکُمُ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ (بیشک آپکا رب ان کے درمیان ان باتوں میں قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا۔جن میں

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ

اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ بلائیے، اور ان سے ایسے طریقے پر بحث کیجئے جو اچھا

اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٢٥﴾

طریقہ ہو، بلاشبہ آپ کا رب ان کو خوب جاننے والا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گئے اور وہ ان کو خوب جانتا ہے جو ہدایت کی راہ پر چلنے والے ہیں۔

وہ اختلاف کرتے تھے) روایت تفسیر میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ وہ ہر سات دن میں ایک دن عبادت کا مقرر کر لیں۔ اور وہ جمعہ کا دن ہو۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ ہم وہ دن چاہتے ہیں جس دن آسمانوں وزمین کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ فارغ ہوئے۔ اور وہ ہفتہ کا دن ہے۔ ان میں تھوڑی جماعت جمعہ پر رضامند ہوئی۔ یہی انکا اختلاف ہے۔ جو ہفتہ کے سلسلہ میں انہوں نے اختیار کیا۔ کیونکہ بعض نے اس کو پسند کیا اور بعض نے اس کے مقابلہ میں جمعہ کے دن کو پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہفتہ کے دن عبادت کی اجازت دی اور شکار کی حرمت میں مبتلا کر دیا اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت ان لوگوں نے فقط کی جنہوں نے جمعہ کو پسند کیا تھا۔ وہ اس دن شکار نہ کرتے تھے۔ اور بقیہ لوگ شکار سے صبر نہ کر سکے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر دیا۔ صرف مطیع بچے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان میں فیصلہ فرمائیں گے۔ اور دونوں فریق کو ان کے عمل کے مناسب بدلہ دیں گے۔

طریقِ دعوت:

۱۲۵: اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ (تم اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دو) سبیل سے اسلام مراد ہے۔ بِالْحِكْمَةِ (حکمت کے ساتھ)۔ مضبوط اور صحیح بات کے ساتھ۔ اور وہ حق کو واضح کرنے والی اور شبہ کو دور کرنے والی دلیل ہے۔ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (اور اچھی نصیحت کے ساتھ) اور وہ وہی ہے۔ جس میں مخاطب کو بھی معلوم ہو جائے کہ تم ان کی خیر خواہی چاہتے ہو۔ اور ان کے نفع کے طالب ہو۔ نمبر۲۔ موعظہ حسنہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ یعنی ان کو اس کتاب سے نصیحت کرو جو کہ اچھی نصیحت اور حکمت ہے۔ نمبر۳۔ الحکمت افعال کے مراتب کو پہچاننا۔ الموعظۃ الحسنہ۔ کہ جب رغبت خوف سے جا ملے اور انذار بشارت سے مل جائے۔

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (اور ان سے اس انداز سے مجادلہ کرو جو کہ بہت خوب ہو) اس طرز سے جو کہ مباحثہ کے شاندار طریقوں میں سے ہو۔ جس میں نرمی، رفق ہو، دشمنی نہ ہو۔ نمبر۲۔ ایسی بات جو دلوں کو جگا دے اور نفوس کو اس سے نصیحت ملے۔ اور عقلوں کو روشنی میسر ہو۔

نکتہ: اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو مناظرہ کے دین میں انکاری ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ ان کو جو اس کے راستے سے گمراہ ہونے والے ہوں۔ اور وہ ہدایت یافتہ کو بھی اچھی طرح جانتا ہے) یعنی وہ ان کو خوب جانتا ہے جن میں بھلائی ہو

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ

اور اگر تم بدلہ لینے لگو تو اسی جیسا بدلہ لو جیسا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا، اور اگر تم صبر کرلو تو البتہ وہ صبر کرنے والوں کے لئے

لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ

بہتر ہے، اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا بس اللہ ہی کی توفیق سے ہے، اور ان پر غم نہ کیجئے اور یہ لوگ جو کچھ تدبیر کرتے ہیں اس کے بارے میں

ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع ۱۶/۹/۲۲

تنگ دل نہ ہو جایئے، بلاشبہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور جو خوبی کا طریقہ کرنے والے ہوں

ان کو تھوڑا وعظ کافی ہے اور جس میں خیر نہ ہو اس کیلئے تمام حیلے عاجز آ جاتے ہیں۔

برابر کا بدلہ جائز ہے:

۱۲۶: وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (اگر بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا) پہلے فعل کو عقوبت کہا حالانکہ عقوبت تو دوسرا فعل ہے لفظی مناسبت کی وجہ سے۔ جیسا کہ فرمایا۔ (وجزاء سيئة سيئة مثلها) [الشوریٰ:۴۰] اس آیت میں دوسری سیئہ نہیں۔ بلکہ سیئہ کا بدلہ ہے۔ مطلب یہ ہے اگر تمہارے ساتھ کوئی زیادتی قتل وغیرہ جیسی کی جائے تو اس کے مثل سے اس کا مقابلہ کرو اور اس پر اضافہ نہ کرو۔ روایت میں ہے کہ مشرکین نے بعض مسلمانوں کا احد کے دن مثلہ کیا اور ان کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔ اور ان کے آلات تناسل کو کاٹا۔ نبی اکرم ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو پھٹے ہوئے پیٹ کے ساتھ دیکھا تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اے حمزہ میں تیری جگہ ستر کفار کا مثلہ کروں گا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی آپ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا فرمایا اور جو ارادہ فرمایا اس سے باز رہے۔ [ابن حجر۔ لم اجدہ] اس میں اختلاف نہیں کہ مثلہ حرام ہے کیونکہ اس کی ممانعت میں روایات وارد ہیں جن میں کاٹنے والے کتے کے مثلہ سے بھی منع فرمایا۔

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ (اور اگر تم صبر کرو تو ضرور وہ صبر کرنے والوں کیلئے بہت بہتر ہے) ھو میں ضمیر صَبَرْتُمْ کے مصدر کی طرف لوٹتی ہے۔ اور صابرین سے مراد مخاطب ہیں۔ یعنی اگر تم صبر کرو تو تمہارا صبر تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ گویا الصابرین اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ لائے۔ اس سے مخاطبین کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے شاندار تعریف فرمائی۔ کیونکہ وہ سختیوں پر صبر کرنے والے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو فرمایا۔

تلقینِ صبر:

۱۲۷: وَاصْبِرْ (اور آپ صبر کریں) آپ صبر کریں اس میں صبر پر آمادہ کیا۔ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (اور آپکا صبر کرنا خاص اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے) اور اس کی توفیق اور تثبت سے ہے۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ (اور ان پر غم نہ کھائیں)۔ یعنی کفار پر اگر وہ ایمان نہ

لائیں۔اورایمان والوں پراور جوسلوک کفاران کے ساتھ کرتے ہیں۔اس لئے کہ مسلمان اپنے مقصود تک پہنچ گئے۔وَلَاتَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّايَمْكُرُوْنَ (اوراس سے تنگ نہ پڑیں جوتدابیر یہ کرتے ہیں)

قراءت: مکی نے ضاد کے کسرہ سے ضِیْق پڑھا۔اور ضِیْق یہ الضیّق کی تخفیف ہی ہے۔یعنی تنگی والی بات میں اور یہ بھی درست ہے کہ دونوں مصدر ہوں۔جیسا کہ قیل اورقول۔مطلب یہ ہے ان کی تدابیر سے تمہارا سینہ تنگ نہ ہو۔وہ آپ تک اثر انداز نہ ہوں گی۔

متقی اللہ کی معیت میں:

۱۲۸: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (اللہ تعالیٰ بیشک ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔جوگناہوں سے بچتے اور جونیک کردار ہوتے ہیں) یعنی وہ انکا دوست ہے جو برائیوں سے پرہیز کرنے والے ہیں۔اوران لوگوں کا جوطاعات پرعمل پیرا ہوں۔کہا گیا۔من اتقی فی افعاله، احسن فی اعماله کان اللّٰه معه فی احواله جوشخص اعمال میں حسن ،افعال میں تقویٰ پیدا کرلے اللہ تعالیٰ کی بے کیف معیت اس کے ساتھ ہے۔

معیت کا مطلب: ماموررات میں اس کی نصرت اورمحظورات میں اس کی عصمت۔

وفقنا اللّٰه بعونه العصمة من المحظورات والنصرة فی المامورات و المعية فی جميع الحالات آمين

تمت ترجمه سورة النحل يوم الجمعه بعد العصر فی شعبان ۱۴۲۳ھ العبد المذنب شمس الدين۔

سُورَةُ بَنِي إِسْرَآءِيلَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّإِحْدَىٰ عَشْرَةَ آيَةً وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوعًا

سورۃ الاسراء مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو گیارہ آیات اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرایا،

الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ①

جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی آیات دکھائیں، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

واقعہ اسراء: سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (وہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک ہے۔ جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا۔ وہ مسجد اقصیٰ جس کے گرداگرد ہم نے ہر قسم کی برکتیں رکھی ہیں۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ بڑا سننے والا بڑا دیکھنے والا ہے)

۱: سُبْحٰنَ (پاک ہے عیوب سے) تمام عیوب سے اس کی پاکیزگی بیان فرمائی۔ یہ لفظ تسبیح کا علم ہے جیسے عثمان کا لفظ آدمی کیلئے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کا فعل ہمیشہ مضمر ہوتا ہے ظاہر نہیں کیا جاتا اور اسی وجہ سے یہ منصوب ہے تقدیر عبارت یہ ہے: اسبح الله سبحان میں اللہ سبحان کی تسبیح کرتا ہوں۔ یہ حذف فعل کے بعد اس کے قائم مقام استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ انتہائی پاکیزگی پر دلالت کرتا ہے۔ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ عبدہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور سری اور اسری یہ دو لغات ہیں۔ لَيْلًا (رات کو) ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

وجہ: اسراء تو رات ہی کو ہوتا ہے پھر اس کو لیلاً سے مقید کرنے کی وجہ تاکید ہے۔ نمبر۲۔ لیلاً کی تنوین تنکیر کیلئے ہوتا کہ اسراء کی مدت میں تقلیل کو ظاہر کیا جائے۔ اور آپ کو رات کے بعض معمولی حصہ میں مکہ مکرمہ سے شام تک چالیس راتوں کے سفر کو طے کرایا۔

مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (مسجد حرام سے) آپ کو ام ھانی بنت ابی طالب کے گھر سے رات کو لے جایا گیا۔ مسجد حرام سے یہاں حرم مراد ہے۔ کیونکہ وہ مسجد کو چاروں اطراف سے محیط ہے۔ اور وہ حرم اس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ الحرم كله مسجد حرم سارا مسجد کے حکم میں ہے۔ نمبر۲۔ مسجد حرام بعینہٖ مراد ہے۔ اور ظاہر قول یہی ہے کیونکہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا بینا انا فی المسجد الحرام فی الحجر عند البیت بین النائم والیقظان [الحدیث رواہ البخاری، مسلم، احمد] دریں اثناء کہ میں بیت اللہ کے پاس مقام حجر میں سونے اور جاگنے کے درمیان حالت میں تھا۔ جبکہ

جبرئیل علیہ السلام میرے پاس براق لائے اور اس رات میں مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا۔ اور یہ عروج سماء بیت المقدس سے شروع ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر سے واپسی پر قریش کے قافلے اور اس کے اونٹوں کی تعداد اور ان کے احوال بتلائے۔ اور آپ نے آسمانوں پر جو عجائبات دیکھے ان کو بیان فرمایا۔ آپ کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ بیت المعمور اور سدرۃ المنتہی تک پہنچے، معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا۔ اور یہ معراج حالت بیداری میں ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیکن آپ کی روح کو معراج ہوئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے (مگر اسنادی اعتبار سے یہ روایات انتہائی کمزور ہیں مترجم)

قول جمہور:

معراج جسد مع الروح کے ساتھ ہوئی۔ کیونکہ خواب دیکھنا کوئی فضیلت نہیں اور نہ سونے والے کو کوئی درجہ حاصل ہے۔

اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی (مسجد اقصیٰ کی طرف) یہی بیت المقدس ہے کیونکہ ان دنوں وہاں مسجد نہ تھی۔ الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ (جس کے اطراف میں ہم نے برکت رکھی ہے) اس سے دین و دنیا کی برکات مراد ہیں کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کی عبادت کی جگہ اور وحی کا مہبط ہے وہاں بے شمار جاری چشمے اور پھل دار درختوں کی کثرت ہے۔ لِنُرِیَهٗ (تاکہ ہم اس کو دکھائیں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مِنْ اٰیٰتِنَا (اپنی قدرت کے نشانات) جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں اور ان کے اندر جو کچھ نشانات ہیں۔ اس کا دیکھنا یہ آپ کی نبوت کی علامت ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ (بیشک وہی تمام باتوں کو سننے والا) یعنی اقوال کو الْبَصِیْرُ (دیکھنے والا ہے) احوال کا۔

نکتہ: بلاغت کا طریقہ التفات یہاں لایا گیا ہے کہ کلام غائب و متکلم اَسْرٰی پھر بٰرَکْنَا اور پھر اِنَّهٗ هُوَ کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنا دیا کہ تم لوگ میرے علاوہ کسی کو کار ساز

وَكِيْلًا ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳ وَقَضَيْنَآ

نہ بناؤ اے ان لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا، بے شک وہ شکر گزار بندہ تھے، اور ہم نے بنی اسرائیل کو

اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴

کتاب میں یہ بتا دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں ضرور فساد کرو گے اور بڑی بلندی تک پہنچ جاؤ گے

فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا

سو جب ان دونوں میں پہلی مرتبہ کی میعاد کا وقت آئے گا تو ہم تم پر اپنے ایسے بندے بھیج دیں گے جو سخت لڑائی لڑنے والے ہونگے پھر وہ گھروں کے

خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ

اندر گھس پڑیں گے، اور یہ وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا، پھر ہم ان پر تمہارا غلبہ واپس کر دیں گے اور

اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝۶ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ

مالوں سے اور بیٹوں کے ذریعے تمہاری امداد کریں گے، اور جماعت کے اعتبار سے تمہیں خوب زیادہ بڑھا دیں گے، اگر تم اچھے کام کرو گے تو اپنی جانوں کے لئے

لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ

اچھا کرو گے، اور اگر برے کام کرو گے تو وہ تمہاری جانوں کے لئے ہونگے، پھر جب دوسری مرتبہ کی میعاد کا وقت آئے گا تاکہ وہ تمہارے مونہوں کو بگاڑ دیں

وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝۷ عَسٰى

اور تاکہ وہ مسجد میں داخل ہو جائیں جیسا کہ وہ اس میں پہلی بار داخل ہوئے تھے اور تاکہ وہ ان سب کو ہلاک کر ڈالیں جو ان کے قابو میں آجائیں، قریب ہے

رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝۸

کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی وہی معاملہ کریں گے جو پہلے تمہارے ساتھ کیا، اور ہم نے جہنم کو کافروں کا جیل خانہ بنا دیا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا تذکرہ:

۲: وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ (اور موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور اس کو بنایا) ہٗ کی ضمیر کتاب کی طرف راجع ہے اور

کتاب سے مراد تورات ہے۔ هُدًى لِّبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ (بنی اسرائیل کیلئے موجب ہدایت) اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِىْ وَكِيْلًا (اوران سے کہہ دیا کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا) ای لا تتخذوا۔

قراءت: ابوعمرو نے یاء سے پڑھا ہے۔ ای لئلا یتخذوا تا کہ وہ نہ بنائیں میرے سوا کارساز۔ وکیل کا معنی ایسا رب کہ جس کے حوالے اپنے امور کو کرو۔

۳: ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ (اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا) نمبرا۔ یہ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے نمبر۲۔ نداء کی وجہ سے منصوب ہے یہ ان کے نزدیک ہے جنہوں نے تاء کے ساتھ پڑھا اور اس کو نہی قرار دیا۔ یعنی ہم نے انہیں کہہ دیا میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا۔

اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا (بیشک وہ نوح بڑا شکر گزار بندہ تھا) ہُ کی ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔ مشکوراً وہ شکر گزار تھا تنگدستی وخوشحالی ہر دو حالتوں میں۔ الشکر کہتے ہیں نعمت کے مقابلہ میں منعم کی تعریف کرنا۔ روایت میں ہے کہ وہ جب کھاتے، پیتے، پہنتے تو الحمدللہ کہتے۔ اے لوگو! تم ان کی اولاد ہو جو ان پر ایمان لائے اور ان کے ساتھ کشتی میں سوار کیے گئے۔ پس ان کی ذات کو نمونہ بناؤ۔ جس طرح تمہارے آباؤ اجداد نے بنایا۔ اولاد کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے آباء کے طرز عمل کو صحیح طور پر اپنائیں۔ اور آباء کا حال تمہیں معلوم ہو چکا۔ پس اے بیٹو! تم بھی اس طرح بنو۔

سرکشی بنی اسرائیل:

۴: وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ (اور ہم نے بنی اسرائیل کو صاف بتلا دیا تھا کہ تم ضرور زمین میں فساد کرو گے) ہم نے ان کی طرف فیصلہ کن وحی اتاری یعنی قطعی طے شدہ بات ہے کہ وہ زمین میں فساد کریں گے۔ الکتاب سے تورات مراد ہے۔ لَتُفْسِدُنَّ یہ قسم محذوف کا جواب ہے نمبر۲۔ قطعی فیصلہ قسم کے قائم مقام ہے اور لَتُفْسِدُنَّ اس کا جواب ہے گویا اس طرح فرمایا اقسمنا لتفسدن فی الارض۔ مَرَّتَيْنِ (دومرتبہ) پہلی مرتبہ جب زکریا علیہ السلام کو قتل کیا اور ارمیاء علیہ السلام کو قید میں ڈالا گیا۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ان کو ڈرایا۔ اور دوسری مرتبہ جب یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو قتل کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا۔ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا (اور تم بڑی سخت سرکشی کرو گے) اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے تکبر اختیار کرو گے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا دوسری آیت میں علو کا معنی ہے: اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ [القصص:۴] اس سے مراد ظلم، سرکشی اور مفسدین کا اصلاح کرنے والوں پر غلبہ پانا ہے۔

سرکشی اوّل سزا:

۵: فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا (جب ان دو بار میں سے پہلی بار کا وقت آیا) وعد سے پہلی مرتبہ کا عذاب ہے۔ بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ (ہم نے تم پر بھیجے) مسلط کر دیئے عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ (اپنے وہ بندے جو بڑے جنگجو تھے) لڑائی میں بہت سخت تھے۔ نمبر۲۔ نینوی کے سخاریب اور اس کی فوج۔ نمبر۳۔ بخت نصر بابلی۔ نمبر۴۔ جالوت۔ انہوں نے علماء کو قتل کیا۔ تورات کو جلا ڈالا۔ مسجد

کو اجاڑ دیا۔ اور ستر ہزار افراد کو قید و بند میں ڈال دیا۔ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ (وہ تمہارے شہروں میں پھیل گئے) وہ گھروں میں لوٹ مار کیلئے پھرنے لگے۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ الجوس کسی چیز کو انتہائی کوشش سے ڈھونڈنا۔ وَکَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا (اور وہ وعدہ ہونا ہی تھا) وعدۂ سزا بہر صورت نافذ ہونا تھا۔

دوبارہ درستگی:

۶: ثُمَّ رَدَدْنَا لَکُمُ الْکَرَّۃَ (پھر ہم نے تمہیں ان دشمنوں پر دوبارہ غلبہ دیا) سلطنت و غلبہ عَلَیْھِمْ جو تم پر مسلط کئے تھے۔ جب تم توبہ کر کے فساد سے باز آ گئے اور تکبر چھوڑ دیا۔ نمبر ا۔ ایک قول یہ ہے کہ بخت نصر کا قتل مراد ہے۔ اور اس کے ہاتھوں سے قیدیوں کی رہائی و آزادی۔ اموال کی واپسی سلطنت کو دوبارہ میسر ہو جانا۔ نمبر ۲۔ طالوت کو بادشاہی دیکر ہم نے سلطنت میسر کر دی۔ داود علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا۔ وَاَمْدَدْنٰکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ جَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا اور ہم نے تمہاری اموال اور اولاد سے مدد کی اور تمہیں لشکر کے لحاظ سے زیادہ کر دیا)۔ اس سے جتنی تعداد میں پہلے تھے۔ نفیرا یہ تمیز ہے یہ نفر کی جمع ہے وہ آدمی جو اپنی قوم کے ساتھ کوچ کرے۔

۷: اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَھَا (اگر تم اچھے عمل کرو گے تو اس کا فائدہ تمہارے ہی لئے ہو گا۔ اور اگر تم برے کام کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے کرو گے) ایک قول نمبر ا۔ یہ ہے کہ لام علٰی کے معنی میں ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ [البقرہ: ۲۸۶] صحیح قول یہ ہے کہ وہ اپنے معنی میں ہے۔ کیونکہ اختصاص کیلئے ہے عامل اپنے عمل کے بدلے کے ساتھ خاص ہے خواہ وہ اچھا ہو یا برا۔ یعنی احسان، برائی دونوں تمہارے نفوس کے ساتھ خاص ہیں۔ انکا نفع و نقصان غیر کی طرف متعدی نہیں ہو سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے کہ نہ احسان میں نے کسی کے ساتھ کیا اور نہ زیادتی (مگر وہ اپنے نفس کے ساتھ کی) پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ان احسنتم الایۃ۔

دوسرا موقعہ سزا:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ (جب دوسرے وعدے کا وقت آیا) دوسرا وعدہ آیا۔ ہم نے ان کو مقرر کر دیا۔ لِیَسُوْٓءٗا یعنی یہ لوگ وُجُوْھَکُمْ (تاکہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑیں) اور بعثنا کو حذف کر دیا کیونکہ اوّلاً اس کے تذکرہ کی وجہ سے اس پر دلالت موجود ہے۔ یعنی لیجعلوھا بادیۃ الاثار المساء ۃ الکابۃ فیھا تاکہ ان کو ایسا بنا دیں کہ جس میں برائی اور اکتاہٹ کے آثار ظاہر و نمایاں ہوں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: سیئت وجوہ الذین کفروا۔ [الملک: ۲۷]

قراءت: لیسوء شامی، حمزہ، ابوبکر نے پڑھا ہے۔ اس میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو گی نمبر ۲۔ وعدے کی طرف نمبر ۳۔ بعث کی طرف۔ علی نے لنسوء پڑھا ہے۔ وَلِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ (تاکہ وہ مسجد میں گھس جائیں) اَلْمَسْجِدَ سے بیت المقدس مراد ہے۔ کَمَا دَخَلُوْہُ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّ لِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا (جس طرح پہلی مرتبہ گھس گئے اور اس لئے کہ جس چیز پر وہ غلبہ پالیں اس کو برباد کر ڈالیں) مَا عَلَوْا یہ لِیُتَبِّرُوْا کا مفعول ہے تاکہ وہ ہلاک کر ڈالیں ہر اس چیز کو جس پر غالب آئیں اور مسلط ہوں۔ نمبر ۲۔ غلبہ کا زمانہ اور مدت مراد ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ

بے شک یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت دیتا ہے جو بالکل سیدھا ہے، اور ایمان والوں کو بشارت دیتا ہے جو نیک عمل

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا

کرتے ہیں کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے اور یہ بات بھی بتاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے لئے ہم نے

لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۠﴿۱۰﴾ وَ یَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾

دردناک عذاب تیار کیا ہے اور انسان برائی کے لئے ایسی دعا مانگتا ہے جیسے خیر کے لئے مانگتا ہے اور انسان جلد باز ہے۔

گنجائش توبہ:

۸: عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ (عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے) دوسری مرتبہ کے بعد۔ اگر تم دوسری مرتبہ توبہ کر لو اور معاصی سے باز آ گئے۔ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا (اگر تم نے پھر وہی کیا تو ہم بھی پھر وہی کریں گے) تیسری مرتبہ تمہاری سزا کی طرف لوٹیں گے انہوں نے معاصی کی طرف جھکاؤ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اکاسرہ کو ان پر مسلط کر دیا۔ اور ان پر خراج مقرر کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قیامت تک مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا (اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا) حَصِیْرًا کا معنی قید خانہ۔ اس کے مُحْصِر، حَصِیْر دونوں نام بولتے ہیں۔

قرآنی دوست و راہنما:

۹: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (بیشک یہ قرآن اس راستہ کی راہنمائی کرتا ہے۔ جو بالکل سیدھا ہے) اس حالت کیلئے جو حالات میں سب سے زیادہ درست و صحیح ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کے رسولوں پر ایمان اس کی طاعات پر عمل ہے۔ نمبر۲۔ ملت کیلئے۔ نمبر۳۔ راستہ کیلئے۔ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ (اور ان ایمان والوں کو خوشخبری دیتا ہے جو نیک عمل کیا کرتے ہیں)۔

قراءت: حمزہ، علی نے یَبْشُرُ پڑھا ہے۔ اَنَّ لَهُمْ ای بِاَنَّ لَهُمْ کہ ان کے لئے اَجْرًا كَبِیْرًا (بہت بڑا اجر ہے) وہ جنت ہے۔

۱۰: وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ ای بان الذین ۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا (کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے تیار کر رکھا ہے) لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا (ان کے لئے دردناک عذاب) آگ۔

ردِ اعتزال:

معتزلہ کے اس قول کی تردید ہے گناہ گار نہ مؤمن رہتا ہے اور نہ کافر ہوتا ہے یہاں ایمان والوں اور ان کے بدلہ کا ذکر کیا اور کفار اور ان کی سزا کا تذکرہ کیا۔ درمیان والوں کا ذکر نہیں کیا۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا

اور ہم نے رات کو اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا، سو ہم نے رات کی نشانی کو محو کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا،

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾

تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، اور برسوں کی گنتی کو اور حساب کو جان لو، اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾

اور ہم ہر انسان کی گردن میں اس کا اعمال نامہ ڈال دیں گے، اور ہم اس کے لئے کھلی ہوئی کتاب نکال دیں گے وہ اس کتاب کو کھلی ہوئی دیکھ لے گا،

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ

تو اپنی کتاب کو پڑھ لے آج تو اپنا حساب کرنے کے لئے کافی ہے جس نے ہدایت پالی تو وہ اپنے ہی نفع کے لئے ہدایت اختیار کرتا ہے

وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى

اور جو شخص گمراہ ہوتا ہے اپنی ہی جان کو نقصان پہنچانے کے لئے گمراہ ہوتا ہے، اور کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ اٹھانے والی نہیں، اور جب تک ہم کوئی رسول نہ بھیج

نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

دیں اس وقت تک عذاب نہیں بھیجتے۔

انسان بددعا میں جلد باز ہے:

۱۱: وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ (انسان جس طرح (جلدی) سے بھلائی مانگتا ہے اسی طرح برائی مانگتا ہے) تکلیف کے موقعہ پر ناراض ہو کر اپنے نفس اور اہل وعیال اور مال واولاد کیلئے بدعاء کرتا ہے جیسا کہ ان کیلئے خیر کی دعا کرتا ہے۔ نمبر۲۔ جلد ملنے والے نفع کا طالب ہے۔ اگرچہ وہ نفع قلیل مقدار میں ہو۔ اس نقصان کے بدلے میں جو بدیر آنے والا ہو اگرچہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا (اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے) ہر وہ چیز جو اس کے دل میں آتی ہے اس کو جلد طلب کرتا ہے صابر کی طرح اس میں انتظار نہیں کرتا۔ نمبر۲۔ انسان سے کافر مراد ہے کیونکہ وہ عذاب کو بطور استہزاء مانگتا ہے اور جلد طلب کرتا ہے جیسا کہ جب تکلیف پہنچے تو جلدی سے رفاہیت کا طالب ہے اور انسان کے جلد باز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عذاب بہر صورت آنے والا ہے۔ پھر اس جلدی مچانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس سے نضر بن حارث مراد ہے۔ اسی نے یہ کہا اللھم ان کان ھذا ھو الحق فامطر علینا الآیۃ [انفال:۳۲] پس اس کا جواب اس طرح ملا کہ پکڑ کر اس کی گردن ماری گئی۔ یدع میں واؤ کا خط سے ساقط ہونا مناسبت لفظی کی بناء پر ہے۔

قدرت کی دونشانیاں:

۱۲: وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً (اور ہم نے دن اور رات کو دونشانیاں بنایا ہے رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی کو روشن) یعنی دن اور رات قدرت کی دونشانیاں ہیں۔ آیت کی اضافت لیل ونہار کی تبیین ووضاحت کیلئے ہوگی جیسا کہ عدد کی اضافت معدود کی طرف کردی جائے۔ مطلب یہ ہے پس ہم نے مٹادیا یعنی دھندلا بنا دیا اس نشانی کو جوکہ رات ہے اور دن والی نشانی کو دیکھنے والا بنادیا۔

نمبر۲۔ رات ودن کے نیر کو دونشانیاں بنایا۔ اس سے مراد سورج وچاند ہیں۔ اور محونا اٰیۃ اللّیل سے چاند مراد ہے اس کو دھیمی روشنی والا بنایا۔ جس میں شعاع نہیں۔ سورج کی شعاعیں ہیں اس کی روشنی میں اشیاء واضح اور صاف نظر آتی ہیں۔ لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (تاکہ تم اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرو) تاکہ دن کی سفیدی میں تم اپنے کام کاج میں ادھر ادھر جاسکو۔ وَلِتَعْلَمُوْا (تاکہ تم جان لو) تاکہ تم ان دونئی چیزوں سے عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ (برسوں کی گنتی اور حساب) عدد کا حساب، اعمال کے کرنے کے مواقع، اگر یہ دونوں ایک جیسے ہوتے تو دن رات کی پہچان نہ ہوسکتی اور حریص کمانے والے اور تجار آرام نہ پاسکتے۔ وَكُلَّ شَيْءٍ (اور ہر چیز کی) جن چیزوں کے تم دین ودنیا میں ضرورت مند ہو۔ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا (ہم نے (بخوبی) تفصیل کردی ہے) ایسی وضاحت جس میں التباس نہیں۔ اسباب بھی تمہارے سامنے واضح کردیئے تمہارے لئے انکار کی کوئی حجت باقی رہنے نہیں دی جو ہمارے خلاف پیش کرسکو۔

ہر انسان اپنا عمل ساتھ لئے پھرتا ہے جو قیامت کو ظاہر ہوگا:

۱۳: وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ (اور ہم نے ہر انسان کے اعمال) طائر سے عمل مراد ہے۔ فِيْ عُنُقِهٖ (اس کے گلے میں لٹکا دیے ہیں) یعنی اس کا عمل اس کو اس طرح لازم پکڑنے والا ہے جیسے ہار گلے کیلئے نمبر۲۔ گردن کا طوق بنادیں گے جو اس سے جدا نہ ہوگا۔ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا (اور قیامت کے روز (وہ) کتاب اسے نکال دکھائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا)

نحو: یلقاہ یہ کتاب کی صفت ہے۔

قراءت: شامی نے يُلَقّٰىهُ منشورًا یہ یلقاہ سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لپٹا ہوا نہ ہوگا کہ اس کو آسانی سے پڑھا جاس کے۔ نمبر۲۔ یہ دونوں کتاب کی صفتیں ہیں۔ اور ہم اسے کہیں گے۔

۱۴: اِقْرَاْ كِتٰبَكَ (تو اپنا نامہ عمل پڑھ لے) تو اپنا نامہ عمل پڑھ۔ ہر ایک کو اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ وہ پڑھا ہوا ہوگا۔ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے) بنفسک کی باء زائدہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ کفی نفسک حَسِيْبًا یہ تمیز ہے۔ نمبر۲۔ اور حَاسِبٌ کے معنی میں ہے علٰی اس کے متعلق ہے جیسا کہتے ہیں حَسِبَ عَلَيْهِ كَذَا۔ نمبر۳۔ کافی کے معنی میں ہے۔ اس کو شہید کی جگہ رکھ کر علٰی سے متعدی کیا۔ کیونکہ گواہ مدعی کے اہم معاملہ کیلئے کفایت کرتا ہے۔ حَسِيْبًا کو ذکر کر دیا کیونکہ وہ شَهِيْد کے قائم مقام ہے۔ اسی طرح قاضی امیر کے بھی قائم مقام ہے۔ کیونکہ غلبہ والے کو چاہیے کہ وہ ان امور کا ذمہ دار مردوں کو بنائے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ نمبر۱۔ کفی نفسک رجلا حسیبا نمبر۲۔ نفس کی تاویل شخص و

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں سو اس بستی پر ہماری بات ثابت ہو جاتی ہے،

فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝۱۶ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ

پھر ہم اس بستی کو پوری طرح ہلاک کر دیتے ہیں، اور نوح کے بعد کتنی ہی قرنیں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا، اور آپ کا رب بندوں کے

بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ۝۱۷

گناہوں کے جاننے دیکھنے کیلئے کافی ہے۔

ذات سے کی جائے۔

ہدایت کے اپنے فائدے:

۱۵: مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا (جو شخص راہ پر چلتا ہے۔ وہ اپنے نفع کیلئے راہ پر چلتا ہے۔ اور جو شخص بے راہی کرتا ہے۔ پس وہ بھی اپنے ہی نقصان کے لئے بے راہ ہوتا ہے) اس کو ہدایت کا ثواب اور ضلال کا وبال پہنچے گا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا) ہر نفس خود اپنا بوجھ اٹھائے گا۔ کسی دوسرے نفس کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے) ہم کسی قوم کو دنیا میں استیصال کا عذاب اس وقت تک نہیں دیتے جب تک رسول بھیج کر ان پر حجت تمام نہیں کر دیتے۔

ہلاکت تکمیل حجت کے بعد ہے:

۱۶: وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا (اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں) قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں۔ مُتْرَفِيْنَ سے مالدار اور زبردست لوگ مراد ہیں۔ اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا ان کو طاعت کا حکم دیتے ہیں۔ یہ ابو عمرو اور زجاج کی قراءت میں ہے۔ فَفَسَقُوْا فِيْهَا (پھر وہ لوگ وہاں شرارت کرتے ہیں) وہ حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ امر ته فعصٰی ۔ نمبر۲۔ کثرت و اضافہ کرنا۔ اس کی دلیل۔ قراءت: یعقوب آمرنا ہے اور اسی معنی میں یہ روایت ہے خیر المال سکة مابورة او مهرة مامورة [احمد، طبرانی] کثرت نسل والا گھوڑا ہے۔ فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ (پھر ان پر حجت پوری ہو جاتی ہے) اس پر وعید لازم ہو جاتی ہے۔ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں) ہم اس کو پورے طور پر ہلاک کر دیتے ہیں۔

پہلوں سے عبرت پکڑو:

۱۷: وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ (اور ہم نے بہت سی امتوں کو نوحؑ کے بعد ہلاک کیا ہے)

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا

جو شخص دنیاوی منافع کا ارادہ کرتا ہے ہم جس کے لئے چاہیں جتنا چاہیں اسی دنیا میں اسے دے دیتے ہیں پھر ہم اس کے لئے دوزخ تجویز کر دیں گے وہ اس میں بدحال ہو کر

مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۱۸ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ

راندۂ درگاہ ہونے کی حالت میں داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرے اور اس کے لئے کوشش کرے جیسی کوشش ہونی چاہئے اور وہ مومن ہو سو یہ وہ لوگ ہیں

سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝۱۹ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ

جن کی کوشش کی قدر دانی ہوگی، ہم آپ کے رب کی بخشش سے ہر ایک کو دیتے ہیں اُن کو بھی اور ان کو بھی، اور آپ کے رب کی بخشش روکی ہوئی

مَحْظُوْرًا ۝۲۰ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ

نہیں ہے، آپ دیکھ لیجئے ہم نے بعض کو بعض پر کیسی فضیلت دی، اور بلاشبہ آخرت درجات کے اعتبار سے بڑی چیز ہے اور فضیلت کے

تَفْضِيْلًا ۝۲۱ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝۲۲ ع ۲

اعتبار سے بھی، اے مخاطب تو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بنانا، ورنہ تو مذمت کیا جانے والا، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا۔

نحو: کم مفعول ہے۔ من القرون یہ کم کا بیان ہے۔ بَعْدِ نُوْحٍ سے عاد و ثمود وغیرہ مراد ہیں۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا (اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے) اگرچہ وہ اس کو اپنے سینوں میں مخفی رکھنے کی کوشش کریں۔ بصیراً یعنی خواہ وہ اس کو بیسیوں پردوں کے اندر کریں۔

دنیا چاہنے والے کو دینا:

۱۸: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ (جو شخص دنیا کا خواہش مند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں) نہ وہ جو چاہتا ہے۔ لِمَنْ نُّرِيْدُ یہ لہ کا بدل ہے حرف جار کو دوبارہ لایا گیا ہے۔ یہ بدل البعض ہے۔ ضمیر کا مرجع مَن ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے من کانت العاجلة همه ولم یرد غیرها کالکفرة تفضلنا علیه من منافعها بما نشاء لمن نرید جس کا مقصد جلدی ملنے والی چیز (دنیا) ہو اور اس کے علاوہ وہ کسی چیز کا طالب نہ ہو جیسا کہ کفار تو ہم دنیا کی منفعتیں جتنی چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں اس کو دے دیتے ہیں۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اپنی مشیت سے مقید فرمایا۔ اور معجّل لہ کو اس کے ارادہ سے۔ اور واقعہ میں حالت اسی طرح ہے بہت سے دنیا پرستوں کو دیکھتے ہو بے شمار تمنائیں دل میں لئے بیٹھے ہیں۔ مگر ان کو ملتی اس میں سے چند ہیں اور بہت لوگ تھوڑی تمنائیں کرتے ہیں۔ مگر اس سے بھی محروم رہتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت کا فقر جمع کر دیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف متقی مؤمن وہ آخرت کی غناء کا طالب ہوتا ہے دنیا بقدر حصہ مل

جاتی ہے۔ بسا اوقات فقر تو اس کے لئے اور زیادہ بہتر رہتا ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ یَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا (پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں بدحال راندہ ہو کر داخل ہوگا) آخرت میں وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ اس حالت میں مذموماً مغضوب مَدْحُوْرًا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارا ہوا۔

آخرت کے لئے مؤمن کی محنت قابل قدر ہے:

۱۹: وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْیَهَا (اور جو شخص آخرت کی نیت کرے گا اور اس کے لئے جیسی کوشش کرنی چاہئے ویسی ہی کوشش کرے گا) سعیہا یہ سعیٰ کا مفعول بہ ہے۔ ایسی کوشش جس کوشش کرنے کا اس کو حق ہے۔ اور کفایت والے اعمال صالحہ۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ (بشرطیکہ وہ شخص مؤمن بھی ہو) وہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور وعیدوں کی تصدیق کرنے والا بھی ہو۔ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا (پس ایسے لوگوں کی یہ کوشش مقبول ہوگی) ان کی کوشش اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور قابلِ ثواب ہے۔

قول بعض سلف:

جس کو تین چیزیں میسر نہ ہوں اس کا عمل نفع بخش نہیں نمبر۱۔ پختہ ایمان نمبر۲۔ نیت صادقہ نمبر۳۔ درست عمل اور پھر یہ آیت تلاوت کی اس میں تین شرائط ہی مذکور ہیں۔ نمبر۱۔ کوشش قابل قدر وہی ہے جو آخرت کی غرض سے ہو۔ نمبر۲۔ اور کوشش اسی قدر جس کا وہ مکلف بنایا گیا نمبر۳۔ مضبوط ایمان۔

عطیہ رزق ہر ایک کو:

۲۰: كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا (اور آپ کے رب کی عطا میں سے تو ہم ان کی بھی امداد کرتے ہیں اور ان کی بھی اور آپ کے رب کی عطا بند نہیں) كُلًّا فریقین میں سے ہر ایک۔ تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ یہ نُمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ کی وجہ سے منصوب ہے هٰٓؤُلَآءِ یہ كُلًّا کا بدل ہے۔ ای نُمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ پہلے هٰٓؤُلَآءِ سے دنیا پرست اور دوسرے هٰٓؤُلَآءِ سے طالبینِ آخرت مراد ہیں۔ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ تیرے رب کا عطیہ جو اس نے عنایت کر رکھا ہے۔ مِنْ کا تعلق نُمِدُّ سے ہے۔ الْعَطَاءُ دی جانے والی چیز کا نام ہے۔ یعنی ہم ان کے لئے اپنے عطیات بڑھا دیتے ہیں اور گزشتہ کیلئے پیوستہ کو مدد بنا دیتے ہیں۔ اور منقطع نہیں کرتے۔ نافرمان و فرمانبردار کو محض اپنے فضل سے رزق دیتے اور تیرے رب کا یہ رزق والا عطیہ باوجود نافرمانی روکا نہیں جاتا۔

دنیا میں درجے ہم نے دیئے:

۲۱: اُنْظُرْ كَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (آپ دیکھ لیجئے کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی) انظر تم عبرت کی نگاہ سے دیکھو کیف فَضَّلْنَا الایۃ کس طرح ہم نے مال وجاہ کشادگی و کمال میں ایک دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے۔

آخرت پھر آخرت ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِیْلًا (اور البتہ آخرت درجوں کے اعتبار سے بھی بہت بڑی اور فضیلت کے اعتبار سے بھی

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ

اور آپ کے رب نے حکم دیا ہے کہ عبادت نہ کرو مگر اسی کی، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اے مخاطب اگر تیرے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں

اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ

بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف بھی نہ کہنا اور ان کو مت جھڑکنا اور ان سے اچھے طریقے سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے

لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا

انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں عرض کرنا کہ اے رب ان پر رحم فرمایئے جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹا سا پالا ہے۔ تمہارا رب ان چیزوں کو خوب جاننے والا ہے جو

فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

تمہارے دلوں میں ہیں، بلاشبہ وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

بہت بڑی ہے) روایت میں وارد ہے کہ کچھ اشراف اپنے متعلق لوگوں کے ساتھ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر جمع ہوئے۔ بلال و صہیب رضی اللہ عنہما کو اجازت مل گئی ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو اس بات سے گرانی ہوئی تو سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں ہمارا اپنا قصور ہے۔ انہیں اور ہمیں سب کو اسلام کی طرف دعوت دی گئی انہوں نے جلدی کی ہم نے تاخیر کی۔ اور یہ تو عمرؓ کا دروازہ ہے۔ آخرت کے دروازہ میں کتنا بڑا فرق ہوگا؟ اگر تم عمر کے دروازہ میں پہلے جانے پر ان سے حسد کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے جنت ان کے لئے جو تیار کر رکھی ہے وہ تو بہت بڑی اور زیادہ ہے۔

اللہ کے ساتھ اور معبود مت بناؤ یہ اللہ کا فیصلہ ہے

۲۲: لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود مت تجویز کرو) اس میں اگرچہ خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے مگر مراد اس سے آپ کی امت ہے۔ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا (ورنہ تو بدحال اور بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا) اے مخاطب تو اپنے نفس کیلئے ذلت و رسوائی دونوں کو جمع کرنے والا ہوگا۔ نمبر۲۔ ذلت آمیز سلوک کیا ہوا اور معاونت سے محروم ہوگا کیونکہ اَلْخُذْ لَانَ یہ نصرت و معاونت کی ضد ہے اس کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے۔ ان ینصرکم اللّٰہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذاالذی ینصرکم من بعدہٖ [آل عمران:۱۶۰] اس آیت میں خُذْلَان کے مقابلہ میں نصرت کو ذکر کیا گیا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک:

۲۳: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ سوائے اس کے کسی کی عبادت مت کرو) قضٰی کا معنی ہے قطعی حکم دینا۔ الا تعبدوآ میں اَنْ مفسرہ ہے لاتعبدوا نہی ہے۔ نمبر۲۔ یہاں باء محذوف ہے۔ بِاَلَّا تَعْبُدُوْٓا تیرے رب نے اپنی ہی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو) نمبر۱۔ احسانًا یہ فعل

محذوف اَحْسِنُوْا کا مفعول ہے۔ای بالوالدین احسانا نمبر۲۔ باء کے ماتحت ای بان تحسنوا بالوالدین احسانا اور والدین کے ساتھ تم احسان کرنا۔

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ (اگر تیرے پاس پہنچ جائے ان میں سے) نحو: اِمّا نمبرا۔ میں اِنْ شرطیہ اور مَا تاکید کیلئے ملایا گیا۔اسی لئے نون مؤکدہ فعل پر داخل کیا گیا۔اگر فقط اِنْ لاتے تو درست نہ ہوتا کیونکہ اس طرح کہنا درست نہیں۔اِنْ تکرمنّ زیدًا یکرمك ۔البتہ یہ درست ہے اما تکرمنه ۔اَحَدُ هُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا (ایک یا دونوں کو بڑھاپا) اَحَدُ هُمَا یہ یَبْلُغَنَّ کا فاعل ہے۔حمزہ اور علی کی قراءت میں یبلغانّ ہے۔اس میں الف اس ضمیر کے بدلہ میں ہے جو والدین کی طرف راجع ہے۔کلاھما کا عطف احدھما پر ہے۔یہ فاعل و بدل ہے۔فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ (تو ان کو کبھی ہُوں بھی مت کہنا)

قراءت: مدنی ،حفص نے اُفٍّ پڑھا۔جبکہ مکی وشامی نے اُفَّ پڑھا اور دوسروں نے اُفِّ پڑھا ہے۔یہ اسم صوت ہے جو اکتاہٹ پر دلالت کرتا ہے،کسرہ کی وجہ تو یہ ہے کہ ساکن کو کسرہ دیا جاتا ہے۔اور فتحہ بطور تخفیف ہے اور تنوین تنکیر پر دلالت کیلئے ہے۔مطلب اس طرح ہوا کیا تم ان سے اکتاتے ہوا کتانا؟ اور تنوین جب نہ پڑھیں تو اس کا مقصد معرفہ قرار دینا ہے۔ای اتضجّر التضجّر المعلوم کیا تو جانی پہچانی اکتاہٹ محسوس کرتا ہے؟

وَّلَا تَنْهَرْهُمَا (اور نہ ان کو جھڑکنا) تو ان کو اس بات میں مت جھڑک جو وہ کریں اور تمہیں پسند نہ ہو۔ممانعت اور النہر (ڈانٹ) ایک چیز ہیں۔وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (اور ان سے خوف ادب سے بات کرنا) اف اور ڈانٹ کے بدلے خوبصورت نرمی والی بات کہو جیسا کہ حسن ادب کا تقاضا ہے۔نمبر۲۔اس طرح کہے ابا جی۔اماں جی۔انکا نام لیکر نہ بلائے کیونکہ یہ بھی بدخلقی ہے۔اور ان کی غیر موجودگی میں نام لینے میں حرج نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نحلنی ابو بکر کذا۔

عندک کا فائدہ:

یہ ہے کہ جب دونوں کا ضعف کی وجہ سے بیٹے پر دارومدار رہ جائے اور گھر میں انکا کوئی کفیل ونگہبان نہ ہو۔تو یہ مزید مشکل وقت ہے۔پس ایسے موقع پر اس کو حکم دیا گیا کہ ان دونوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آئے۔اور اگر ان کی بات وفعل سے اکتا جائے تو تب بھی ایسی بات نہ کہے جو ان کے تکدرِ طبع کا باعث ہو۔مثلاً اُف۔چہ جائیکہ اس سے بڑی اور سخت بات۔اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق وصیت میں مبالغہ فرمایا وہ اس طرح کہ والدین کے احسان کو اپنی توحید کے ساتھ ملا کر ذکر کیا۔پھر ان کی رعایت میں دائرے کو اور زیادہ تنگ کیا اور ایسے کسی کلمہ کے کہنے کی اجازت بھی نہیں دی جو تنگ آئے ہوئے انسان کو نقل کرنے درست ہیں باوجودیکہ اکتاہٹ کے ایسے حالات موجود ہوں جن میں اپنے آپ کو روکنا انتہائی مشکل ہو۔

۲۴: وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ (اور ان کے سامنے انکساری کے ساتھ) ان کے لئے تو اپنے بازو کو جھکا دے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا واخفض جنا حك للمؤمنین [الحجر:۸۸]

نکتہ: جناح کی اضافت الذُّل کی طرف اسی طرح ہے جیسا کہ حاتم کی اضافت جود کی طرف کی جاتی ہے۔مطلب یہ ہے تو ان کے لئے اپنے عاجز بازو کو جھکا۔مِنَ الرَّحْمَةِ (مہربانی سے جھکے رہنا) ان پر بہت شفقت کرتے ہوئے اور بڑھاپے کی وجہ سے ان

کے ساتھ مہربانی برتتے ہوئے اور اس وجہ سے کہ آج وہ اس کے محتاج بنے بیٹھے ہیں جو کل مخلوقات میں سب سے زیادہ انکا محتاج تھا۔

قول زجاج: آیت کا معنی یہ ہے کہ تو ان سے نرم پہلو برت اس حال میں کہ انتہائی مہربانی سے ان کے سامنے جھکنے والا ہو۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا (اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرما جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا) اے انسان! تو فقط ان پر مہربانی کرنے پر اکتفاء نہ کر کیونکہ یہ تو عارضی چیز ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کر کہ اے اللہ تو ان پر اپنی باقی رہنے والی رحمت فرما۔ اور اس دعا کو اپنے بچپن کی شفقت کا بدلہ سمجھ اور اپنی تربیت کی جزاء قرار دے۔ اس میں خطاب سے آنحضرت ﷺ کے علاوہ مراد ہے۔ اور یہ دعا اس وقت جائز ہے جبکہ ماں، باپ مسلمان ہوں۔ نمبر۲۔ اگر کافر ہوں تو ایمان لانے کی شرط کے ساتھ ان کے لئے رحمت کی دعا کرے اور ان کے حق میں ہدایت کی دعا کرے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے رضا اللّٰہ فی رضا الوالدین و سخطه فی سخطهما [ترمذی] دوسری روایت میں ہے کہ یفعل البار ماشاء ان یفعل فلن یدخل النار و یفعل العاق ماشاء ان یفعل فلن یدخل الجنة۔ (الثعلبی)

ایک اور روایت میں جس کو مجمع الزوائد میں نقل کیا گیا ہے۔ اِيَّاكُمْ وَعُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ تم اپنے آپ کو والدین کی نافرمانی سے بچاؤ۔ جنت کی خوشبو ایک ہزار میل کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے والدین کے نافرمان کو جنت کی خوشبو بھی میسر نہ ہوگی۔ اسی طرح قطع رحمی کرنے والا اور زانی بوڑھا نہ تکبر سے چادر لٹکانے والا۔ بڑائی اللہ رب العالمین کے لائق ہے۔

۲۵: رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا۔ (تمہارا رب تمہارے باطن کو خوب جانتا ہے) جو تمہارے دلوں میں والدین کے ساتھ نیکی کا ارادہ اور ان کی خدمت میں خوشی اور عظمت چھپی ہوتی ہے۔

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ : (اگر تم سعادت مند ہو) یعنی درستی اور احسان کا قصد کرنے والے ہو۔ پھر غصہ کی حالت میں تم سے کوئی زیادتی ہو جائے اور سینے کی تنگی کے وقت تنگ دلی صادر ہو جو ان کی ایذاء کا باعث بن جائے پھر تم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لو اور استغفار کر لو فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا (تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے) اَلْاَوَّابُ : وہ شخص ہوتا ہے جو گناہ کے بعد توبہ کی طرف جلد رجوع کرے یہ بھی درست ہے کہ یہ عام ہو اور ایسے آدمی کو شامل ہو جس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے۔ پھر وہ اس سے توبہ کرے۔ آپ اس کے ماتحت والدین کے حق میں گناہ کا مرتکب بھی ہو جائے گا۔ جو گناہ کے بعد جلد توبہ کر لے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ

اور رشتہ دار کو اور مسکین کو دو اور مسافر کو اس کا حق دے دو اور مال کو بے جا مت اڑاؤ، بلاشبہ مالوں کو بے جا اڑانے والے

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ

شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے، اور اگر تو اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جسکی تو امید رکھتا ہے، ان لوگوں کی

رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ

طرف سے پہلو تہی کرے تو ان سے نرم بات کہہ دینا، اور تو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کی طرف باندھا ہوا مت رکھ،

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ

اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے ورنہ تو ملامت کیا ہوا خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ رہے گا، بلاشبہ تیرا رب جس کے لئے چاہے رزق میں فراخی دیدیتا ہے

وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ ع ۳

اور وہ رزق میں تنگی بھی فرمادیتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے، دیکھنے والا ہے۔

قرابت دار کا حق:

۲۶: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى (اور دو اپنے قرابت والے کو) جو تیرا قریبی ہو حَقَّهٗ (اس کا حق) اس وقت خرچ کرنا جبکہ محرم مساکین ہوں۔ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (مساکین اور مسافر) یعنی ان کو زکوۃ میں سے انکا حق دو۔ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (اور تم فضول خرچی نہ کرو) اسراف نہ کرو۔ نمبر۲۔ ایک قول یہ ہے کہ تبذیر مال کو ایسے مقام پر خرچ کرنا جو حلال نہ ہو اور نہ خرچ کا مقام ہو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر کسی نے ایک مُدّ غلط مقام پر خرچ کیا تو وہ بھی تبذیر میں شامل ہے۔ کسی آدمی نے خیر میں بہت مال خرچ کیا تو اس کے دوست نے کہا اسراف میں خیر نہیں تو اس نے برجستہ جواب دیا خیر میں اسراف نہیں۔

تبذیر کی ممانعت:

۲۷: اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (بیشک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں) جو شرارت میں ان کی مثل ہیں۔ یہ انتہائی مذمت کا کلمہ ہے کیونکہ شیطان سے بڑھ کر کوئی شریر نہیں۔ نمبر۲۔ وہ ان کے بھائی اور دوست ہیں کیونکہ وہ اسراف وغیرہ کے کام جن کا وہ حکم دیتے ہیں ان میں ان کی پیروی کرتے ہیں۔

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے) ان باتوں میں اطاعت کرنا مناسب ہے۔ شیطان اس کام کی طرف دعوت دیتا ہے۔ جو اس کے اپنے فعل کی طرح ہو۔

۲۸: وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ (اور اگر تمہیں ان سے رخ پھیرنا پڑے) اگر تم قرابت والوں اور مساکین، ابن سبیل سے واپس لوٹانے سے حیا کرتے ہوئے اعراض کرو۔ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا (اس رزق کی امید میں جس کے تم اپنے رب کی طرف سے امیدوار ہو تو ان کو نرمی والی بات کہو) یعنی اگر تم اس رزق کے نہ ہونے کی وجہ سے اعراض کرتے ہو جس کے ملنے کی تمہیں امید ہے تو ان کو اچھی بات کہہ کر لوٹاؤ۔ آیت میں رزق کو رحمت سے تعبیر فرمایا۔ اور فقد کی بجائے اِبْتِغَاء کا لفظ لایا گیا۔ یہ اس کا لازم ہے کیونکہ رزق کو گم پانے والا اُسکا متلاشی ہوتا ہے گویا فقد سبب ابتغاء ہے اور ابتغاء مسبب عنہ ہے۔ پس مسبب کو سبب کی جگہ لایا گیا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے یُسر الامر و عُسر جیسے سُعِد الرجل و نُحس۔ یہ مفعول ہے۔

نمبر۲۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ انہیں اس طرح کہہ دو۔ رَزَقنا اللّٰہ و ایاکم من فضلہ اس صورت میں یہ ان کے حق میں وسعت رزق کی دعا ہے۔ گویا اس کا معنی اس طرح ہے قولاً ذامیسور وھو الیُسر یعنی ایسی دعا جس میں وسعت ہو۔ ابتغاء نمبر۱۔ یہ مفعول لہ ہے۔ نمبر۲۔ مصدر ہے جو موضع حال میں لایا گیا ہے اور ترجوھا یہ حال ہے۔

بخل و اسراف کی ممانعت:

۲۹: وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ (اور تم اپنے ہاتھ کو گردن سے بندھا ہوا نہ کردو) وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ اور نہ بالکل کھول دو) یہ مصدر کی طرف اضافت کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہ صرف کے عطاء کرنے اور بخیل کے ہاتھ روک لینے کی تمثیل ہے۔ اس میں اسراف و بخل کو چھوڑ کر میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے۔ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا (ورنہ بیٹھ جاؤ گے ملامت کیے ہوئے) پس تم ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ کے ہاں ملامت کیے ہوئے کیونکہ مسرف اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اور لوگوں میں بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ فقیر کہے گا۔ اس نے فلاں کو دیا اور مجھے محروم کر دیا۔ اور غنی کہے گا: یہ شخص معیشت کے معاملات کو درست طور پر نہیں جانتا۔ اور دل میں ملامت محسوس کرتے ہوئے کہو گے اُوہو! میں محتاج ہو گیا پس اس طرح شرمندگی ظاہر کرو گے۔

مَّحْسُوْرًا (خالی ہاتھ) سب سے منقطع ہو کر کہ تیرے پاس کوئی چیز نہ رہی ہو یہ حسرہ السفر سے ہے جب کہ سفر کا اس پر واضح اثر ہو۔ نمبر۲۔ ننگا یہ اس وقت ہے جب کہ حسر راسہ سے لیا جائے یعنی اس کا سر ننگا ہوا۔ ایک مسلمان عورت سے اس کی سوکن یہودیہ کا اس بات میں مقابلہ ہوا کہ محمد ﷺ حضرت موسیٰ سے زیادہ سخی ہیں۔ چنانچہ اس عورت نے اپنی بیٹی کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور آپ ﷺ سے وہ قمیص مانگی جو آپ ﷺ نے پہن رکھی تھی اور گھر میں بغیر قمیص کے تشریف فرما رہے۔ ادھر نماز کا وقت آ گیا آپ ﷺ نماز کیلئے تشریف نہ لائے پس یہ آیت اُتری: (اسباب النزول للواحدی: صفحہ نمبر ۱۹۴)

رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے:

۳۰: پھر اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو تنگی وغیرہ پیش آتی اس کے متعلق تسلی دی کہ یہ آپ ﷺ کی تذلیل کیلئے نہیں اور نہ آپ ﷺ کے متعلق کسی بخل کی بناء پر ہے بلکہ قدرت الٰہی کا اظہار ہے کہ رزق کا کھول دینا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس لئے فرمایا: اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ (بے شک آپ کا رب جس کیلئے چاہتا ہے رزق کو فراخ کر دیتا ہے) پس رزق کا کھول دینا آپ کے اختیار میں نہیں۔ وَيَقْدِرُ (اور تنگ کر دیتا ہے) یعنی وہی تنگ کرتا ہے پس آپ پر کوئی ملامت نہیں اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا (بے

وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ خَشۡيَةَ اِمۡلَاقٍ‌ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَاِيَّاكُمۡ‌ ؕ اِنَّ قَتۡلَهُمۡ كَانَ

اور تم اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل نہ کرو، انہیں ہم رزق دیں گے، اور تمہیں بھی، بلاشبہ ان کا قتل کرنا

خِطۡاً كَبِيۡرًا ۳۱ وَلَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا ۳۲ وَلَا تَقۡتُلُوا

کبیرہ گناہ ہے، اور زنا کے پاس نہ جاؤ بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی اور بری راہ ہے، اور اس جان کو قتل

النَّفۡسَ الَّتِىۡ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَـقِّ‌ ؕ وَمَنۡ قُتِلَ مَظۡلُوۡمًا فَقَدۡ جَعَلۡنَا لِوَلِيِّهٖ

نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا مگر یہ کہ حق کے ساتھ ہو، اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں قتل کیا گیا تو ہم نے اس کے ولی کے لئے تسلط

سُلۡطٰنًا فَلَا يُسۡرِفْ فِّى الۡقَتۡلِ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنۡصُوۡرًا ۳۳ وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡيَتِيۡمِ اِلَّا

رکھا ہے سو وہ قتل میں حد سے آگے نہ بڑھے بلاشبہ اس کی مدد کی جائے گی اور تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر

بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ حَتّٰى يَبۡلُغَ اَشُدَّهٗ‌ ۖ وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ‌ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡئُوۡلًا ۳۴

اس طریقہ پر جو بہتر ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے، اور عہد کو پورا کرو، بلاشبہ عہد کی پوچھ گچھ ہوگی

وَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ اِذَا كِلۡتُمۡ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ‌ ؕ ذٰ لِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا ۳۵

اور جب تم ناپو تو پورا ناپو، اور صحیح ترازو سے تولو، یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھی چیز ہے۔

شک وہ اپنے بندوں کے بارے میں خبردار ہے) یعنی ان کی مصلحتوں کا لحاظ کر کے حکم کو جاری فرمانے والا ہے۔ بَصِیۡرًا (اور ان کو دیکھنے والا ہے) یعنی ان کی حاجات کو۔ اسلئے ان کے مطابق فیصلے فرماتا ہے۔

قتل اولاد کی ممانعت:

۳۱: وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ (اور تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو)۔ انہوں نے اپنی اولاد کو قتل اور بیٹیوں کو زندہ درگور کیا۔ خَشۡيَةَ اِمۡلَاقٍ (بھوک کے ڈر سے) اِمۡلَاق کا معنی فقر آتا ہے۔ نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَاِيَّاكُمۡ (ہم ہی ان کو رزق دینے والے ہیں اور تمہیں بھی) ان کو اس قتل سے منع کیا اور ان کے رزق کی ضمانت دی۔ اِنَّ قَتۡلَهُمۡ كَانَ خِطۡاً كَبِيۡرًا (انکا قتل کرنا یقیناً بڑا جرم ہے۔) بڑا گناہ۔ کہا جاتا ہے خَطِئَ خطأ جیسے اَثِمَ اِثۡمًا۔

قراءت: شامی نے خَطَأ پڑھا ہے۔ یہ صَوَاب کی ضد ہے۔ اور اَخۡطَأَ سے یہ اسم ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ خطا اور خطأ یہ الحذر الحذ کی طرح ہیں۔

قراءت: مکی نے خِطَاء (کو مد و کسر) دونوں کے ساتھ پڑھا ہے۔

زنا کے قریب مت جاؤ:

۳۲: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اس میں قصر اکثر استعمال ہوتا ہے اور مد سے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اور اس صورت میں دواعی وطی سے منع کرنے کو کہا جاتا ہے۔ مثلاً چھونا، بوسہ دینا وغیرہ۔ اگر نفس زنا سے روکا جاتا تو لاتزنوا کہتے۔ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً (بیشک وہ بے حیائی ہے) وہ ایسی معصیت ہے جو حد شرع اور حدود عقل سے تجاوز کرنے والی ہے۔ وَسَآءَ سَبِيْلًا (اور برا راستہ ہے) یعنی اس کا راستہ بدترین راستہ ہے۔

قتل مت کرو:

۳۳: وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو مت قتل کرو۔ ہاں مگر حق کے ساتھ) یعنی اگر وہ کسی ایسی چیز کا ارتکاب کرے جس سے اس کا خون مباح ہو جائے۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا (جو قتل کیا گیا ناحق) یعنی وہ کسی ایسی چیز کا ارتکاب کرنے والا نہیں تھا۔ جس سے اس کا خون مباح ہوتا۔ فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا (پس ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا) یعنی قصاص لینے میں قاتل پر تسلط و غلبہ عنایت کیا ہے۔ فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ (وہ قتل میں اسراف نہ کرے) اس میں ضمیر ولی کی طرف لوٹ رہی ہے کہ وہ غیر قاتل کو قتل نہ کرے۔ اور نہ دو کو قتل کرے جبکہ قتل کرنے والا ایک ہی ہو۔ جس طرح زمانہ جاہلیت میں یہ رواج چل رہا تھا۔ نمبر۲۔ اسراف سے مراد مثلہ ہے۔ نمبر۳۔ یا ضمیر قاتل اول کی طرف راجع ہے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے مخاطب کا صیغہ فَلَا تُسْرِفْ پڑھا ہے۔ اور ضمیر خطاب ولی کی طرف لوٹائی ہے۔ نمبر۴۔ یا قاتل مظلوم کی طرف راجع ہے (ولی کو قصاص کا اختیار ہے اسراف کا نہیں) اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا (بے شک وہ طرفداری کے قابل ہے) اس میں ضمیر ولی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس کے لئے کافی یہ ہے کہ اللہ نے اس کی مدد کی ہے اور قصاص کا حق رکھ دیا۔ پس وہ اس سے زیادہ کا طالب نہ ہو۔ نمبر۲۔ یہ ضمیر مظلوم کی طرف راجع ہے کہ اللہ اس کا مددگار ہے اسی لیے اس کے بندے میں قصاص لازم کیا اور آخرت میں اس کی مدد یہ ہے کہ اس کو ثواب عنایت فرمائے گا۔ نمبر۳۔ یا ضمیر اس شخص کی طرف لوٹتی ہے جس کو ولی ناحق قتل کرے اور اس کے قتل میں حد سے تجاوز کیا ہے۔ اسی لیے اللہ کی طرف سے اس کی مدد کی گئی کہ مسرف اس پر قصاص لازم کر دیا گیا۔

قصاص میں برابری:

آیت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قصاص آزاد اور غلام اور مسلم اور ذمی کے درمیان جاری ہوگا۔ کیونکہ نفس ہونے کے اعتبار سے اہل ذمہ اور غلام بھی اس میں داخل ہیں اور ان کے نفوس بھی نفوس محرمہ ہیں۔

یتیم کا مال مت کھاؤ:

۳۴: وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ۔ مگر اس طریقے سے جو کہ بہت بہترین ہو) یعنی اس طریقے اور انداز سے جو کہ بہت خوب ہو۔ اور یہ وہی طریقہ ہے جس سے اس کی حفاظت ہو اور اس میں اضافہ

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ

اور تو اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہ ہو، بلاشبہ کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں

مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ

سوال ہوگا، اور تو زمین میں اتراتا ہوا مت چل، بے شک تو ہرگز زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور ہرگز پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ نہیں

طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

سکتا، یہ سب برے کام تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔

ہو۔ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ (یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے) یعنی اس کی عمر اٹھارہ سال کی ہو جائے۔ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ (اور تم وعدے کو پورا کرو) اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کو انجام دے کر۔ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بیشک وعدے کی باز پرس ہونے والی ہے) مسئول یہاں مغلوب کے معنی میں ہے۔ اس لئے کہ معاہد سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اس کو ضائع نہ کرے اور اس کو پورا کرے نمبر۲۔ یا ہر صاحب عہد سے باز پرس کی جائے گی۔

ماپ تول پورا کرو:

۳۵: وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ (اور تم ناپ کرتے وقت ناپ کا پیمانہ پورا کر دیا کرو۔ اور وزن صحیح ترازو سے کرو)

قراءت: القسطاس قؔ کے کسرہ سے حمزہ علی اور حفص کی قراءت ہے جبکہ نافع ابن کثیر نے قؔ پر ضمہ پڑھا ہے قسطاس کا معنی ہر چھوٹا بڑا میزان خواہ دراھم وغیرہ کے لیے استعمال ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بھاری اشیاء تولنے کا ترازو اور کانٹا مراد ہے۔ المستقیم معتدل کو کہتے ہیں۔

ذٰلِكَ خَيْرٌ (یہ بہت بہتر ہے) وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (اور بہت خوب ہے نتیجے کے لحاظ سے) تاویل یہ تفصیل کے وزن پر ہے۔ ال یاول کا معنی لوٹنا۔ تاویل جس کی طرف لوٹا جائے۔

جھوٹی گواہی مت دو:

۳۶: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (اور جس چیز کا تم کو علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ چلو) یعنی اس کی اتباع نہ کرو جس کو تم جانتے ہی نہیں۔ یعنی اس طرح نہ کہو رَاَيْتُ وَ سَمِعْتُ حالانکہ تم نے نہ دیکھا ہے نہ سنا ہے۔ ابن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہیکہ جھوٹ کی گواہی نہ دو۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کسی کے متعلق ایسی بات مت کہو جو تم اس کے متعلق نہیں جانتے۔

نکتہ: جن لوگوں نے اس سے اجتہاد کے باطل ہونے پر استدلال کیا ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ اجتہاد علم کی ایک قسم ہے اور یہاں

جس کی تردید ہے اس کے لئے مالیس لك به علم کے الفاظ موجود ہیں۔

سورۃ الممتحنہ آیت نمبر۱۰ میں فرمایا فان علمتموهن مؤمنٰت کہ اگر تم ان عورتوں کو اپنے اجتہاد سے مؤمنہ سمجھو اور دوسری بات یہ ہے کہ شارع نے غالب ظن کو علم کے قائم مقام قرار دیا ہے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ شہادات میں یہ بات واضح ہے اور اس سے تو ہمارے لیے خبر واحد پر عمل کرنے کا ثبوت میسر ہو رہا ہے جیسا کہ ہم نے عرض کیا۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا بلاشبہ کان آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کے متعلق باز پرس ہوگی) اولئك کا اسم اشارہ سمع بصر اور فواد کی طرف ہے اولئک سے عاقل اور غیر عاقل ہر دو کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں جیسا کہ جریر کے اس شعر میں

ذم المنازل بعد منزلةِ اللوٰی ☆ و العیش بعد اولئكَ الایّام

یہاں اولئك میں زندگی کے گزرے ہوئے دنوں کی طرف اشارہ ہے۔

نحو : عنہ یہ فاعلیت کی وجہ سے موضع رفع میں ہے یعنی ان میں سے ہر ایک مسئول ہے مسئول کا اسناد جار مجرور کی طرف ہے جیسا کہ المغضوب کا اس آیت میں غیر المغضوب علیهم فاتحہ آیت نمبر ۷۔ اس وقت انسان کو کہا جائے گا اے انسان! وہ بات تو نے کیوں سنی جس کا سننا تیرے لیے حلال نہیں تھا۔ اور کیوں وہ چیز دیکھی جس کا تیرے لیے دیکھنا حلال نہ تھا۔ اور کیوں تو نے ایسی چیز کا ارادہ کیا جس کا تیرے لیے ارادہ کرنا صحیح نہ تھا۔ [کذا فی الکشاف] مگر بعض علماء نے اس کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ جار مجرور اس وقت فاعل کے قائم مقام ہوتے ہیں جبکہ وہ فعل سے مؤخر ہوں۔ جب مقدم ہو تو پھر فاعل کا قائم مقام نہیں بن سکتے۔

اکڑ کر مت چل:

۳۷: وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا (تو زمین پر اکڑ کے نہ چل) مَرَحًا یہ حال ہے اور معنی اس کا اکڑ والی مستی والی۔ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ (تو ہرگز زمین کو پھاڑ نہ سکے گا) یعنی اپنے روندنے سے اس کے اندر تو دراڑ نہیں ڈال سکتا اور نہ سخت دبانے سے چیر سکتا ہے۔ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (تو ہرگز پہاڑوں کی اونچائی کو نہیں پہنچ سکے گا) یعنی اپنے اٹھ اٹھ کر چلنے سے اس میں مغرورانہ چال والے کی حماقت کا ذکر کیا گیا ہے۔ نمبر۲۔ دوسرا معنی کہ تو طاقت میں پہاڑوں کے برابر نہیں ہو سکتا اس صورت میں یہ طولا فاعل سے حال ہے یا مفعول سے حال ہے۔

شرک سے اکڑ تک تمام ناپسندیدہ کام ہیں:

۳۸: كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ (یہ سارے برے کام ناپسندیدہ ہیں)۔ قراءت کوفی و شامی نے سیئ کی اضافت کل کی ضمیر کی طرف کی ہے اور دوسروں نے سیئة پڑھا ہے۔ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا (تیرے رب کے ہاں) یہاں مکروھا کو مذکر لائے۔ کیونکہ سیئة اسماء کے حکم میں الذّنب اور الاثم کی طرح ہو کر صفت کے حکم سے خارج ہو گیا۔ پس اس کی تانیث کا اعتبار نہ رہا۔ جیسا کہ تم کہتے ہو الزِّنٰی سیئة او السرقة سیئة۔

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوۡحٰۤى اِلَيۡكَ رَبُّكَ مِنَ الۡحِكۡمَةِ‌ ؕ وَلَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلۡقٰى

یہ باتیں اس حکمت میں سے ہیں جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کے ذریعہ بھیجی ہیں، اور اے مخاطب اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود تجویز نہ کر ورنہ تو

فِىۡ جَهَنَّمَ مَلُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصۡفٰٮكُمۡ رَبُّكُمۡ بِالۡبَنِيۡنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الۡمَلٰۤـئِكَةِ اِنَاثًا‌ ؕ

ملامت کیا ہوا راندہ کیا ہوا دوزخ میں ڈالا جائے گا، کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا اور فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنا لیا

اِنَّكُمۡ لَتَقُوۡلُوۡنَ قَوۡلًا عَظِيۡمًا ﴿۴۰﴾ ع ۱۰ ع ۴

بلا شبہ تم بڑی بات کہتے ہو۔

اعتراض:

خصائل مذکورہ میں بعض برے اور بعض اچھے ہیں اسی لئے سیۂ کو اضافت سے بعض قراء نے پڑھا۔ یعنی جو ان مذکورہ میں سے سیّئة ہیں۔ وہ تیرے رب کے ہاں ناپسند ہیں۔ لیکن سیّئة پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: کل ذٰلِكَ کا لفظ تمام ممنوعات کو خاص کر محیط ہے۔ شمار کی ہوئی تمام خصلتیں اس سے مراد نہیں۔

شرک کی بار بار مذمت:

۳۹: ذٰلِكَ اس سے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا کی طرف اشارہ کیا۔ مِمَّآ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ (یہ ان میں سے ہیں جو تیرے رب نے تیری طرف حکمت کی باتیں وحی کی ہیں) جن کی صحت پر عقل صحیح شاہد ہے۔ اور نفس کو ان کی پیروی مناسب و لائق ہے۔ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا (اے انسان! تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود نہ قرار دے ورنہ ملامت کیا ہوا دھتکارا ہوا جہنم میں ڈال دیا جائے گا) مَدْحُوْرًا رحمت سے دھکے مار کر ہٹایا ہوا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ اٹھارہ آیتیں الواح موسیٰ علیہ السلام میں تھیں (یعنی لا تجعل مع اللہ سے لیکر مدحورًا تک) ان آیات کی ابتداء اور اختتام میں شرک سے روکا گیا کیونکہ توحید پر حکمت کی چوٹی اور اس کا نچوڑ ہے اور اگر توحید نہ ہو تو حکمت بے فائدہ ہے۔ اگرچہ حکماء اس میں اپنی پوری قوت صرف کر دیں اور وہ ان میں آسمان کی بلندی سے ٹکرانے لگیں دیکھ لو فلاسفہ کو حکمتوں کے دفاتر نے کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ وہ اللہ کے دین کی نگاہ میں چوپایوں سے بدتر گمراہ ہیں۔

کفارِ مکہ کو خطاب:

۴۰: پھر ان لوگوں کو خطاب کیا گیا جن کا قول یہ تھا الملٰئکۃ بنات اللہ چنانچہ ارشاد فرمایا اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ (کیا تمہارے رب نے تمہارے لئے لڑکوں کو مخصوص کر دیا) اس میں ہمزہ انکار کے لئے ہے کہ کیا تمہارے رب نے مخلصانہ طور پر اولاد

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ

بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تا کہ لوگ سمجھیں اور یہ ان کی نفرت ہی میں اضافہ کرتا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر اس کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے

كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا

جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو انہوں نے عرش والے کی طرف راستہ تلاش کر لیا ہوتا، وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو یہ لوگ

كَبِیْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ

کہتے ہیں، ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان

بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

نہیں کرتی لیکن تم ان کی حمد کو نہیں سمجھتے، بلاشبہ وہ حلیم ہے غفور ہے۔

میں سے افضل ترین یعنی لڑکوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔

وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اور اپنے لئے لڑکیاں اختیار کر لی ہیں یعنی ان سے کم درجہ اولاد جو کہ لڑکیاں ہیں ان کو اپنے لئے منتخب کیا ہے حالانکہ یہ خلاف حکمت ہے اور عقل بھی اس کی تصدیق نہیں کرتی۔ غلام یہ پسند نہیں کرتے کہ وہ اپنے لئے عمدہ اور منتخب چیزیں چن لیں اور ردی اور حقیر ترین اپنے آقاؤں کیلئے۔ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا (بے شک تم بہت بڑی بات کہتے ہو) جبکہ تم نے اس کی طرف اولاد کی نسبت کی ہے حالانکہ اولاد جسم کے خواص میں سے ہے پھر ستم ظریفی یہ کہ تم نے اپنے آپ کو اس پر فضیلت دی اس طرح کہ اس کے لئے وہ اولاد مقرر کی جس کو خود تم نے اپنے لئے ناپسند قرار دیا۔

نصیحت کے باوجود نفرت میں اضافہ:

۴۱: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ (بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے) قرآن سے یہاں جو اس وقت تک اتارا گیا۔ مطلب یہ ہے، ہم نے اس کو بار بار بیان کیا یعنی اس معنی کو قرآن کے کئی مقام پر لائے اور ضمیر کو چھوڑ دیا کیونکہ وہ جانا پہچانا مضمون ہے۔ لِیَذَّكَّرُوْا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

قراءت: حمزہ اور علی نے اس کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ہم نے اس کو بار بار دھرایا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (مگر ان کی نفرت ہی بڑھتی چلی گئی) یعنی حق سے۔ حضرت سفیان ثوری جب اس آیت کو پڑھتے تو کہتے اے اللہ! میرے خشوع و خضوع میں اس چیز نے اضافہ کر دیا جس نے تیرے دشمن کی نفرت کو بڑھا دیا۔

اور معبود ہوتے تو کبھی مل کر غلبے کی کوشش کرتے:

۴۲: قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗ (آپ کہہ دیں اگر اس کے ساتھ اور بھی معبود ہوتے) ہٗ کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اٰلِهَةٌ كَمَا

یَقُوْلُوْنَ (جیسا یہ لوگ کہتے ہیں) کی وحفص نے یاء سے یقولوں پڑھا جبکہ حمزہ وکسائی وغیرہ نے تاء سے پڑھا ہے۔ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا (اس وقت انہوں نے عرش والے کی طرف راستہ ڈھونڈ لیا ہوتا) غلبہ پانے کیلئے اس کی طرف ضرور راستہ تلاش کرتے اس کی طرف جس کی بادشاہت وربوبیت ہے جیسا کہ بادشاہ دوسرے بادشاہوں کیلئے کرتے ہیں نمبر۲۔ ضرور اس کا قرب تلاش کرتے جیسا کہ اس آیت میں ہے: اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ [الاسراء:۵۷] اذا دلالت کررہا ہے کہ لابتغوا مشرکین کی بات کا جواب ہے اور لَوْ کی جزاء ہے۔

معلوم ہوا وہ ایک ہی سبحان ہے:

۴۳: سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ اللہ تعالیٰ ان عیوب سے پاک ہے جو باتیں یہ لوگ کہتے ہیں۔

قراءت: حمزہ، علی نے تقولون تاء سے پڑھا ہے۔

عُلُوًّا (برتر ہے) بلند ہے اس سے مراد براءت نزاہت ہے۔ کَبِیْرًا (بہت ہی) کبیر کے لفظ سے علو کی صفت بیان کی ہے تا کہ براءت میں مبالغہ ہو جائے اور جو کچھ لوگ بیان کرتے ہیں اس سے خوب بعد و دوری ثابت ہو جائے۔

۴۴: تُسَبِّحُ عراقی نے سوائے ابوبکر کے تاء سے پڑھا۔ نافع، ابن کثیر نے یاء سے لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان میں ہیں وہ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو) یعنی سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ کہتی ہے سدی کہتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جو مچھلی سمندر میں شکار بنتی ہے اور اسی طرح جو اڑنے والا پرندہ شکار ہوتا ہے۔ اس کا سبب ذکر الٰہی سے غفلت ہے۔ [کنز العمال:۱۹۱۹]

وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے) کیونکہ اس کی بولی الگ ہے۔ نمبر۲۔ اس کا ادراک تمہارے لیے گراں ہے۔ نمبر۳۔ اس کی طرف دیکھنے والے کی تسبیح کے سبب سے طور مشہور ہے بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والا اس کے کرنے والے کی طرح ہے۔ پہلی وجہ زیادہ درست ہے۔ اِنَّهٗ کَانَ حَلِیْمًا (بیشک وہ حلم والا ہے) بندوں کی جہالت کے باوجود غَفُوْرًا (ایمان والوں کے گناہوں کو بخشنے والا ہے)

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں

وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي

اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں، اور ہم ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں، اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر

الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ

کرتے ہیں تو وہ پشت پھیر کر نفرت کرتے ہوئے چل دیتے ہیں جس وقت وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کس غرض سے کان لگائے ہوئے

اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ

ہیں جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں ہمیں اس کا بھی خوب علم ہے، جبکہ ظالم لوگ یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ بس ایک ایسے شخص کا اتباع کر رہے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے، دیکھیے

كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾

آپ کے لئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہو گئے سو راہ یاب نہیں ہو سکتے۔

قرآن اور منکروں کے درمیان پردے پڑے ہیں:

۴۵: وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ (جب آپ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو ہم نے آپ کے اور ان) الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا (لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پردہ تنا ہوا حائل کر دیتے ہیں) مستور کا معنی ستر وا لا نمبر۲۔ ایسا پردہ جو چھپنے کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔

ان کے دلوں پر بھی پردے ہیں:

۴۶: وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً (اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں) اکنة جمع کنان ہے۔ ایسا پردہ جو کسی چیز کو ڈھانپ لے۔ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ (اس سے کہ ان کو قرآن فہمی حاصل ہو) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ وہ اس کو سمجھیں۔ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا (اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتے ہیں) وقرا ایسا بوجھ جو سننے سے رکاوٹ ہو۔ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ (جب آپ قرآن میں اکیلے اپنے ہی رب کا ذکر کرتے ہیں) محاورہ میں کہا جاتا ہے وحد یحد وحدًا وحدة جیسے وعد یعد عدة یہ مصدر ہے جو حال کے قائم مقام آیا ہے اصل میں یحد وحدہٗ بمعنٰی واحدًا کے ہے۔

وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ (تو وہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیرتے ہیں) یہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتے ہیں۔ نُفُوْرًا (نفرت کرتے ہوئے) یہ پیٹھ پھیرنے کے معنی میں ہے نمبر۲۔ جمع نافر ہے جیسا قاعد اور قعود یعنی وہ پسند کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً

اور انہوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نو نئی پیدائش کی صورت میں اٹھائے جائیں گے آپ فرما دیجئے کہ تم پتھر ہو جاؤ

اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ

یا لوہا یا کوئی دوسری مخلوق اس مخلوق میں سے بن جاؤ جو تمہارے سینوں میں بڑی معلوم ہو رہی ہو، اس پر وہ کہیں گے کہ وہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ زندہ کریگا۔ آپ فرما دیجئے

الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى

وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا جس نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا، اس پر وہ آپ کی طرف اپنے سروں کو ہلائیں گے اور کہیں گے کہ یہ کب

هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ

ہوگا؟ آپ فرما دیجئے کہ وہ عنقریب ہو جانے ہی والا ہے جس دن تمہیں بلائے گا سو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرو گے۔ اور یوں خیال کرو گے

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾

کہ تم بہت ہی کم ٹھہرے۔

ساتھ اور معبودوں کا تذکرہ بھی ہو کیونکہ وہ مشرک ہیں جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سنتے ہیں تو نفرت کرتے ہیں۔

قرآن استہزاء و دیگر اغراض کے لئے سنتے ہیں پھر قرآن کو سحر کہتے ہیں:

۴۷: نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖ (ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ کان لگاتے ہیں) یعنی ہم اس حالت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ نمبر۲۔ اس طریقہ کو اچھی طرح جانتے ہیں جس سے یہ قرآن کو سنتے ہیں۔ ہٗ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف لوٹتی ہے اور سنی جانے والی چیز۔ قرآن مجید محذوف ہے۔ اور بہٖ یہ ما کا حال یا بیان ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وہ قرآن مجید کو بطور استہزاء سنتے ہیں صحیح غرض سے نہیں سنتے۔ حالانکہ ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس کو خالص نیت سے سنتے۔

اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ (جبکہ یہ لوگ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں)۔ یہ اعلم کی وجہ سے منصوب ہے ای اعلم وقت استماعھم بمابہ یستمعون ان کے سننے کے وقت کو جان لو کہ جس غرض کو سامنے رکھ کر وہ سنتے ہیں۔ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى (جبکہ یہ لوگ سرگوشیاں کرتے ہیں) جو کچھ یہ لوگ سرگوشیاں کرتے ہیں جبکہ یہ مجلس میں ہوتے ہیں۔ اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ (جب ظالم لوگ کہتے ہیں) یہ اِذْ اِذْهُمْ سے بدل ہے۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (کہ تم لوگ محض ایسے شخص کا ساتھ دیتے ہو جو جادو زدہ ہے) اس کو سحر کیا گیا پس اس کو جنون ہو گیا۔

۴۸: اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ (غور کرو انہوں نے آپ کے متعلق کیسے کیسے لقب تجویز کئے ہیں) کسی نے شاعر کسی نے ساحر کسی نے مجنون سے مثال دی۔ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا (پس یہ لوگ گمراہ ہو گئے اب یہ راستہ ہی نہیں پا سکتے)

یعنی یہ ان سب باتوں میں اس شخص کی طرح گم گشتہ راہ ہیں جیسا کوئی شخص جنگل میں راستے کا متلاشی ہو اور راستہ اس کو نہ ملے وہ حیرانی میں ہو کہ کیا کرے۔ کہاں جائے۔

استبعاد قیامت کے لئے کفار کا قول:

۴۹: وَقَالُوْٓا (اور انہوں نے کہا) یعنی منکرین بعث نے کہا ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (جب ہم ہڈیاں اور بوسیدہ ریزے ہو گئے تو ہمیں پھر بھی از سرنو پیدا کر کے اٹھایا جائے گا) جَدِيْد کا معنی از سرنو۔ وخلقا یہ حال ہے۔ پیدا کر کے۔

کفار کا جواب:

۵۰،۵۱: قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ (آپ کہہ دیں تم لوگ پتھر یا لوہا یا کوئی ایسی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں بہت ہی بعید ہو) یعنی آسمان و زمین جو تمہارے خیال میں قبول حیات سے بہت ہی دور ہیں۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا (وہ کہیں گے ہمیں دوبارہ کون لوٹائے گا) قُلِ (کہہ دیں) تمہیں وہ ذات لوٹائے گی۔ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (جس ذات نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا) مطلب یہ ہے کہ تم اس بات کو انتہائی بعید خیال کرتے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ پیدا فرمائیں اور خشک ہڈیاں بن جانے کے بعد دوبارہ ان میں زندگی لوٹائیں حالانکہ ہڈیاں بھی تو زندوں کے جسم کا حصہ ہیں۔ بلکہ یہ ہڈیاں تو جسم کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قدرت کیلئے کوئی بعید نہیں کہ وہ ان ہڈیوں کو اپنی قدرت سے ان کی پہلی حالت کی طرف پھیر دے۔ بلکہ وہ تو اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ اگر تم زندگی سے کوئی بعید ترین چیز پتھر، لوہا وغیرہ بھی بن جاؤ تب بھی وہ تمہیں دوبارہ لوٹائے گا۔

فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ (وہ تمہارے سامنے سر مٹکائیں گے) یعنی تعجب اور استہزاء سے وہ اپنے سروں کو تمہاری طرف ہلائیں گے۔ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى (اور کہیں گے وہ کب ہوگا) هُوَ سے مراد بعث ہے۔ بعث کو بعید سمجھ کر اور اس کی نفی کرتے ہوئے۔ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا (کہہ دیں ہو سکتا ہے کہ وہ بالکل قریب ہو) یعنی وہ قریب ہی ہے عسٰی یہاں وجوب کو ظاہر کرتا ہے۔

قیامت اپنا وجود خود منوائے گی:

۵۲: يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ (جس دن اللہ تعالیٰ تم کو پکارے گا) محاسبہ کیلئے اور وہ دن قیامت کا ہے۔ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ (پس تم اس کی حمد کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرو گے) یا حال کیلئے ہے تم تعمیل حکم کرو گے اس حال میں کہ تم تعریف کرنے والے ہو گے۔ سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ تم اس حالت میں حکم مانو گے کہ اپنے سروں سے مٹی کو جھاڑ رہے ہو گے۔ اور زبان پر **سبحانك اللّٰهم وبحمدك** کا ترانہ ہوگا۔ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا (اور تم خیال کرو گے کہ تم (دنیا یا قبروں) میں بہت ہی کم رہے ہو) قليلًا سے پہلے اسکا موصوف لبثًا محذوف ہے یعنی بالکل تھوڑا ٹھہرنا۔ نمبر۲۔ زمانا قلیلا تھوڑا زمانہ دنیا میں نمبر۳۔ تھوڑا عرصہ قبر میں

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ

اور آپ میرے بندوں سے فرما دیجئے کہ وہ ایسی بات کہیں جو بہتر ہو، بلاشبہ شیطان ان کے درمیان فساد ڈلوا دیتا ہے، واقعی شیطان

كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ

انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے، تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، اگر وہ چاہے تو تم پر رحم فرمائے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے،

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا

اور ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا، اور آپ کا رب انہیں خوب جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور ہم نے بعض نبیوں کو

بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

بعض پر فضیلت دی، اور ہم نے داؤد کو زبور عنایت کی۔

اچھی بات کہے جاؤ:

۵۳: وَقُلْ لِّعِبَادِیْ (آپ کہہ دیں میرے بندوں کو) ایمان والے بندے مراد ہیں یَقُوْلُوْا (وہ کہیں) مشرکین کو ایسی بات الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (جو بات کہ سب سے اچھی ہو) بہت نرمی والی ہو۔ ان سے خشونت کا معاملہ نہ کریں۔ بلکہ اس طرح کہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ (بیشک شیطان ان کے مابین فساد ڈلواتا ہے) ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرتا ہے تاکہ ان میں مخالفت اور شر پیدا ہو اور فساد برپا ہو۔ باہمی حقوق تلف ہوں۔

قراءت: طلحہ نے یَنْزِغُ زاء کے کسرہ سے پڑھا اور یہ دونوں لغات ہیں۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا (بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے)۔

جس کی قسمت میں ایمان مل جائے گا:

۵۴: یا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ کی تفسیر اس ارشاد سے فرمائی۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ (تمہارا رب تعالیٰ تمہارے احوال سے خوب واقف ہے اگر چاہے گا تو تم پر رحم فرمائے گا) ہدایت اور ایمان کی توفیق دیکر اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ (یا اگر وہ چاہے گا تم کو عذاب دے گا) رسوائی کے ساتھ۔ مطلب یہ ہے مسلمان ان کو یہ اور اس قسم کے کلمات کہیں اور اس طرح نہ کہیں کہ تم جہنمی ہو اور تمکو عذاب دیا جائے گا وغیرہ جن سے وہ شر پر بھڑک اٹھیں اور ناراض ہوں۔

نحو: ان الشیطان ینزغ بینهم یہ جملہ معترضہ ہے۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا (اور ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا) کہ آپ انکے اعمال کے محافظ ہوں اور انکا معاملہ آپکے سپرد ہو۔ بلکہ آپ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ پس ان سے مدارات برتیں اور اپنے اصحاب کو بھی مدارات کی تعلیم دیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ

آپ فرما دیجئے کہ تم انہیں بلا لو جنہیں تم معبود خیال کرتے ہو سو وہ تمہاری تکلیف کو دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ اس کے بدلنے کا، یہ

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ

لوگ جنہیں مشرکین پکار رہے ہیں اپنے رب کی طرف ذریعہ تلاش کر رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے

عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ

ڈرتے ہیں، بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے کہ اس سے ڈرا جائے، اور کوئی بستی ایسی نہیں ہے جسے ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

کر دیں یا اسے سخت عذاب نہ دیں یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

اللہ تمام کائنات کی اہلیت سے واقف ہے، نمونہ اہلیت:

۵۵: وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور آپکا رب تعالیٰ جو آسمانوں اور زمین میں ہے ان کے احوال سے اچھی طرح واقف ہے) کہ جس کی اس میں اہلیت ہے اور ان کے جو احوال ہیں۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ (اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے بعض انبیاء علیہم السلام کو بعض پر فضیلت دی) اس میں رسول اللہ ﷺ کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (داود کو ہم نے زبور دی) اس میں آپ کی فضیلت کی وجہ کو ذکر کیا کہ آپ کو خاتم الانبیاء بنایا اور آپ کی امت کو خیر الامم بنایا کیونکہ یہ بات داود علیہ السلام کی کتاب زبور میں لکھی جا چکی ہے جیسا کہ دوسری آیت ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون۔ [الانبیاء:۱۰۵] (اس آیت سے زبور کے متعلق اس خیال کی بھی تردید ہوتی ہے کہ وہ محض دعائیں تھیں، مترجم) عبادی الصالحون سے مراد حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت ہے۔ اس آیت میں زبور کو معرفہ نہیں لائے۔ اور سورۂ انبیاء والی آیت میں معرفہ لائے۔ کیونکہ یہ لفظ عباس، فضل کی طرح ہے جو کبھی الف لام کے ساتھ اور کبھی اس کے بغیر استعمال ہوتے ہیں۔

۵۶: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ (کہہ دیں کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا گمان کرتے ہو ان کو پکارو!) کہ وہ تمہارے معبود ہیں مِّنْ دُوْنِهٖ (اس کے سوا) من دون اللہ سے یہاں ۱: ملائکہ یا ۲: عیسیٰ و عزیر ۳: یا جنات کا وہ گروہ جن کی مشرکین عرب پوجا کرتے تھے۔ پھر وہ جنات تو مسلمان ہو گئے مگر مشرکین کو پھر بھی شعور نہ ہوا۔ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا (وہ تمہارے دکھ دور کرنے اور منتقل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے) ان کو پکار کر دیکھو! وہ تم سے مرض وغیرہ کی تکلیف کا ازالہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اسی طرح فقر و عذاب کو ہٹا نہیں سکتے۔ اور نہ ان میں یہ طاقت ہے کہ اس کو کسی اور کی طرف منتقل کر دیں۔

جن کو تم پکارتے ہو وہ خود اللہ کا قرب ڈھونڈتے ہیں:

۵۷: اُولٰٓئِکَ (یہ) یہ مبتدا ہے۔ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ (یہ لوگ جنہیں مشرکین پکار رہے ہیں) یہ صفت ہے یعنی جن کو وہ الٰہ مانتے ہیں۔ نمبر۲۔ جن کی عبادت کرتے ہیں۔ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ (وہ اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔) یعنی ان کے معبود اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈتے ہیں۔ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ یہ یبتغون کی واؤ سے بدل ہے۔ اور ای اسم موصول ہے۔ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ کہ کون ان میں زیادہ قریب ہے۔ یعنی وہ متلاشی ہیں کہ کون ان میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہے۔ تو قرب نہ رکھنے والوں کو کون پوچھتا ہے؟

نمبر۲۔ یبتغون کے ضمن میں وسیلہ کا معنی ہے اب یہ یحرصون کے معنی میں ہوگا۔ یعنی وہ اس بات کے حریص ہیں کہ کون ان میں سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور یہ قرب اطاعت اور خیر میں اضافہ کر کے وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ (وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں) جیسا کہ دوسرے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ جو عذاب سے خائف اور رحمت کے امیدوار ہیں۔ پس پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنے متعلق معبود ہونے کا گمان کریں۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا (بیشک تیرے رب کا عذاب ایسی چیز ہے جس سے ڈرنا چاہیے) وہ عذاب ایسی چیز ہے کہ جس سے ملائکہ مقرب اور نبی مرسل کو ڈرنا چاہیے دوسروں کا تو وہاں ذکر ہی کیا ہے۔

قیامت بستیوں کو فنا کر دے گی:

۵۸: وَاِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِکُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْمُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا (اور کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے قبل ہلاک نہ کریں یا اس کو (قیامت کے دن) سخت عذاب نہ دیں)۔ کہا گیا ہے کہ ہلاکت صالحین کیلئے اور عذاب مجرموں کیلئے کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ (اور یہ بات کتاب میں) کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے مَسْطُوْرًا (لکھی ہے) مقاتل کہتے ہیں کہ میں نے ضحاک کی کتابوں میں اس کی تفسیر اس طرح پائی۔ رہا مکہ اس کو اہل حبشہ تباہ کریں گے اور اہل مدینہ بھوک کی وجہ سے ہلاک ہونگے۔ اور بصرہ غرق سے اور کوفہ ترک سے اور پہاڑ گرجوں اور زلزلوں سے پھر خراسان کا عذاب کئی اقسام پر مشتمل ہوگا۔ اہل بلخ کو آواز پہنچے گی جس سے وہ ہلاک ہو جائیں گے اور اہل بدخشان کو دوسری اقوام تباہ کریں گے۔ اہل ترمذ طاعون سے موت کے گھاٹ اتر جائیں گے صغانی اشجر (تک جھاڑوں کی طرح قتل کر دیئے جائیں گے۔ اور اہل سمرقند پر بنوقنطورا غلبہ پالیں گے اور وہاں کے رہنے والوں کو جھاڑ پھونک کی طرح ہلاک کر دیں گے اسی طرح اہل فرغانہ، شاس، اسبیجاب اور خوارزم بخارا جو کہ جابر حکمرانوں کی جگہ ہے ان کو بھوک وقحط سے مار دیا جائے گا۔ اہل مرو پر ریت کا طوفان آئے گا جس سے عباد وعلماء کی موت واقع ہوگی اور اہل ہرات پر سانپوں کی بارش ہوگی جو وہاں کے رہنے والوں کو کاٹ کھائیں گے۔ اور نیشاپور کے لوگ کڑک کا شکار بنیں گے اور برق وظلمت ان پر چھائے گی۔ جس سے ان کی اکثریت لقمہ اجل بنے گی۔ اہل رے پر طبریہ والے غالب ہونگے اور ان کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے آرمینیہ اور آزربیجان اور دیلمی ان کو گھوڑوں کے سم اور لشکر اور کڑکیں اور زلازل ہلاک کریں گے۔ اور ہمزان میں دیلمی داخل ہو کر اس کو اجاڑ دیں گے اور حلوان پر ہلکی ہوا چلائی جائے گی جس سے ان کی شکلوں کو بندروں اور

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً

اور آیات بھیجنے سے ہمیں صرف یہی بات مانع ہے کہ پہلے لوگ اس کی تکذیب کر چکے ہیں اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی جو بصیرت کا ذریعہ تھی

فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ۵۹

سوانہوں نے اس کے ساتھ ظلم کا معاملہ کیا اور ہم آیات کو صرف ڈرانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں۔

سوروں میں بدل دیا جائے گا۔ پھر ایک جہنمی آدمی مصر پر حملہ آور ہوگا۔ اہل مصر اور اہل دمشق کے تباہی وتباہی ہے اہل افریقہ کیلئے بربادی ہے اہل رملہ کیلئے بھی تباہی ہے۔

البتہ بیت المقدس میں وہ داخل نہ ہو سکے گا۔ اہل بجستان کو تیز آندھی گھیر لے گی پھر ایک تیز آواز آئے گی جس سے علماء مر جائیں گے۔ کرمان، اصبہان، فارس پر دشمن غالب آجائے گا۔ اور ان پر ایک آواز آئے گی جس سے دل اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے اور بدن موت کی نیند سو جائیں گے۔ (یہ مقاتل کی روایت ہے جو متہم بالکذب ہے)

مطلوبہ نشانی کیوں نہیں؟ کا جواب:

۵۹: وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ (اور ہمیں مطلوبہ نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے روکا۔ پہلے لوگوں نے ان آیات کی تکذیب کی) مطلوبہ معجزات کے نہ بھیجنے کو منع کے لفظ سے ذکر فرمایا۔ پہلا اَنْ اپنے صلہ سمیت موضع نصب میں ہے کیونکہ وہ مَنَعَنَا کا دوسرا مفعول ہے۔ اور اَنْ دوم موضع رفع میں ہے کیونکہ وہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر منعنا کا فاعل ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ وما منعنا ارسال الآیات الاتکذیب الاولین۔ ہمیں مطلوبہ نشانیاں بھیجنے سے صرف پہلے لوگوں کی تکذیب نے روکا۔ آیات سے مراد یہاں وہ ہیں جن کو قریش مکہ مانگتے تھے مثلاً صفا کا سونا بن جانا، مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ چلا آرہا ہے کہ جس نے ان میں سے کسی نشانی کا مطالبہ کیا اور اس کی وہ بات مان لی گئی پھر بھی وہ ایمان نہ لایا تو اس کو دنیا کے جلد عذاب نے آگھیرا اور اس کو تباہ کر دیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں مطلوبہ نشانات دینے سے یہی چیز مانع ہے کہ ان جیسے لوگوں نے جن کے دلوں پر مہریں لگ چکی تھیں۔ ایسے نشانات کے باوجود انکار کر دیا جیسا کہ قوم عاد، ثمود وغیرہ اگر ان کو بھی یہ نشانات دے دیں تو یہ ان کی طرح جھٹلا دیں گے۔ اور استیصال والے عذاب کا شکار بن جائیں گے۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ جن کی طرف مبعوث ہیں۔ ان کے معاملہ کو قیامت تک مؤخر کر دیں۔ پھر ان آیات کا ذکر کیا جن کو پہلے اقوام نے طلب کیا پھر ان کو وہ دے دی گئیں اور ان کے جھٹلانے پر ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ پہلی ان میں سے ناقۂ صالح علیہ السلام ہے۔ انکا تذکرہ اولاً اس لیے کیا کیونکہ ان کے آثار ہلاکت خود جزیرہ عرب میں موجود تھے جن کو آنے جانے والے صبح وشام دیکھتے پس فرمایا۔

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِیْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

اور جب ہم نے آپ سے کہا بلاشبہ آپ کا رب سب لوگوں کو محیط ہے اور ہم نے جو دکھلاوا آپ کو دکھلایا اور وہ درخت جسے قرآن میں ملعون بتایا یہ دونوں

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾

چیزیں صرف اس لئے تھیں کہ لوگوں کو آزمائش میں ڈالا جائے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں یہ ڈرانا ان کی سرکشی میں اضافہ ہی کرتا ہے

وَ اٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ (ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی) ان کے مطالبہ پر مُبْصِرَةً (جو کھلی نشانی تھی) واضح نشانی تھی۔ فَظَلَمُوْا بِهَا (پس انہوں نے اس پر ظلم کیا) یعنی انکا انکار کر دیا وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ (اور ہم نہیں بھیجتے آیات کو) اگر آیات سے منہ مانگی نشانیاں مراد ہوں تو مطلب یہ ہوگا ہم منہ مانگی نشانی نہیں دیتے اِلَّا تَخْوِيْفًا (مگر ڈرانے کیلئے) مگر اس جلدی اترنے والے عذاب کے مقدمہ کے طور پر۔ اگر وہ پھر بھی نہیں ڈرتے تو وہ عذاب ان کو آچمٹتا ہے۔

نمبر۲۔ اور اگر آیات سے عام مراد ہو تو مطلب یہ ہے کہ جو آیات بھی ہم بھیجتے ہیں جیسے آیاتِ قرآن تو ان سے مقصود آخرت کے عذاب سے ڈرانا اور خبردار کرنا ہے۔ تخویفًا یہ مفعول لہ ہے۔

الرؤیا سے مراد:

۶۰: وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِیْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپکا رب تمام لوگوں کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اور وہ دکھاوا جو ہم نے آپ کو دکھایا تھا۔ اس کو ہم نے لوگوں کیلئے موجب فتنہ بنا دیا) اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے۔ یعنی یاد کیجئے اس بات کو کہ جب ہم نے آپ کی طرف وحی کی کیا آپ کا رب اپنے علم وقدرت سے قریش کا احاطہ کرنے والا ہے۔ وہ تمام اس کی مٹھی میں ہیں آپ ہرگز ان کی پرواہ نہ کریں اور اپنا کام کرتے رہیں اور پیغام کو پہنچاتے رہیں۔

(۲) ہم نے آپ کو جو واقعۂ بدر کے متعلق خوشخبری دی اور ان پر غلبہ کی اطلاع دی اس کا تذکرہ دوسری آیت میں اس طرح ہے سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ [القمر:۴۵] اور دوسری آیت میں فرمایا: قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ [آل عمران:۱۲] اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا گویا کہ یہ واقعہ زمانہ ماضی میں ہو چکا اور پایا جا چکا اسی لئے لفظ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ماضی کے الفاظ سے بیان فرمایا جیسا کہ اس کے ہاں خبروں کو بیان کرنے کا طریقہ ہے اور شاید اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب میں ان کی قتل گاہیں بھی دکھا دی ہوں اسلئے کہ آپ جب بدر کے پانی پر پہنچے تو مسلم شریف کی روایت کے مطابق آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔ وَاللّٰہ لکانی انظر الی مصارع القوم اور آپ ان جگہوں کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ اور فرمارہے تھے هذا مصرع فلان جب قریش کے کانوں تک بدر کے سلسلہ میں ہونے والی یہ وحی پہنچی اور آپ کو خواب میں ان کی جو قتل گاہیں دکھائی گئی تھیں ان کی اطلاع قریش نے سنی تو اس سے ہنسے اور تمسخر کرنے لگے اور استہزاء کے طور پر

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کر لیا مگر ابلیس نے نہیں کیا، وہ کہنے لگا کہ میں اسے سجدہ کروں جسے آپ نے کیچڑ سے

طِيْنًا ۚ ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

بنایا ہے، اس نے کہا کہ آپ ہی بتائیے یہ جسے آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے اگر آپ نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیدی

لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ

تو میں تھوڑے سے افراد کے علاوہ اس کی پوری ذریت کو اپنے قابو میں کر لونگا، فرمایا جا ان میں سے جو کوئی شخص تیرے پیچھے چلے گا تو تم سب کی جزاء جہنم ہے

جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ

جو پوری سزا ہوگی، اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی پکار سے ان کے قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار

عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ

اور پیادے چڑھا لانا اور ان کے اموال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا اور ان سے وعدے کرنا، اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا

الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾

ہے وہ صرف دھوکہ ہی ہوتے ہیں، بلاشبہ میرے بندوں پر تیرا زور نہ چلے گا اور آپ کا رب کارساز ہونے کے لئے کافی ہے۔

کہنے لگے ایسا معاملہ جلدی لاؤ۔

شجرۂ ملعونہ زقوم کا درخت:

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ (اور وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی) یعنی ہم نے اس ملعون درخت کو لوگوں کیلئے آزمائش بنا دیا جونہی انہوں نے اللہ کے اس ارشاد کو سنا اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ (الدخان: ۴۳،۴۴) تو وہ اس کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے محمد کا خیال یہ ہے کہ جہنم پتھروں کو تو جلا ڈالتی ہے اور پھر وہ یہ کہتا ہے کہ اس میں درخت بھی اُگتے ہیں حالانکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسے عظمت کا حق تھا وہ عظمت نہیں سمجھی ورنہ وہ یہ بات نہ کہتے اس لئے کہ اس کیلئے کوئی چیز رکاوٹ نہیں کہ وہ ایسا درخت بنا دے جن کو آگ نہ جلا سکے چنانچہ مشاہدہ میں ہے سمندل یہ ترکیہ میں پایا جانیوالا ایک چھوٹا سا جانور ہے اس کی اون سے بُنے ہوئے رومال جب میلے ہو جائیں تو آگ میں ڈال دینے سے ان کی میل اتر جاتی ہے اور آگ ان کے لیے غسل کا کام دیتی ہے۔ اسی طرح شتر مرغ آگ کے کوئلوں کو نگل جاتا ہے اور وہ اس کو نقصان نہیں دیتی اور ہر درخت میں اللہ نے آگ پیدا کر رکھی ہے جو اس کو جلاتی نہیں۔ پس اس طرح یہ بھی درست ہے کہ وہ آگ میں ایسا درخت پیدا کر دے جس کو آگ نہ

جلائے مطلب یہ ہوا کہ آیات بندوں کو ڈرانے کیلئے بھیجی جاتی ہیں اور ان لوگوں کو دنیا کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور وہ عذاب یوم بدر کے دن قتل ہونا ہے اور ان کو عذاب آخرت سے بھی ڈرایا گیا ہے اور زقوم کے درخت سے بھی لیکن اس بات کا ان میں کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر فرمایا **وَنُخَوِّفُهُمْ** (ہم ان کو ڈرا رہے ہیں) یعنی دنیا اور آخرت کی خوف ناک چیزوں سے۔ **فَمَا يَزِيْدُهُمْ** (لیکن وہ نہیں بڑھا رہا) یعنی تخویف **اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا** (مگر بڑھی ہوئی سرکشی کو) کس طرح وہ قوم ڈرے گی جن کی یہ حالت ہو اگر ان کی مطلوبہ آیات مہیا بھی کر دی جائیں۔

(۳) یہ بھی کہا گیا ہے کہ رؤیا سے مراد یہاں معراج ہے اور فتنہ سے مراد ان لوگوں کا ارتداد میں مبتلا ہونا ہے۔ ایسے لوگوں کا جنہوں نے اس کو بہت بڑا اقرار دیا اور اسی کے متعلق ہے ان لوگوں کا قول جنہوں نے یہ کہا کہ اسراء نیند میں تھی اور بعض نے کہا کہ بیداری میں تھی انہوں نے رؤیا کی تفسیر رؤیت سے کی ہے اب رہی یہ بات کہ اس کو رؤیا کیوں کہا تو اس کو رؤیا اس لئے کہتے ہیں کہ مکذبین نے کہا تھا شاید آپ نے خواب دیکھا ہوگا اور اس کی وجہ یہ بھی کہ انہوں نے اسراء کو بعید سمجھا اور قرآن مجید میں اس طرح کا استعمال موجود ہے کہ کفار کے ہاں جو اس کا نام تھا اسی نام سے تعبیر کر دیا جیسا کہ اس ارشاد میں فراغ الی آلھتھم [الصافات:۹۱] دوسری آیت میں فرمایا: اَيْنَ شُرَكَآءِ يَ [النحل:۲۷] الہہ بھی بقول ان کے اور شرکاء بھی بقول ان کے کہا گیا۔

(۴) یا رؤیا سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ مکہ میں عنقریب داخل ہونگے اور فتنہ سے مراد حدیبیہ میں کفار کا روکنا ہے۔

سوال: قرآن میں زقوم کے درخت کے ملعون ہونے کا تذکرہ کیوں ہے؟

جواب: **الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ** سے مراد یہ ہے کہ اس کے کھانیوالا ملعون ہے اور وہ کھانے والے کفار ہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا ثم انکم ایھا الضّآلون المکذبون لاٰ کلون من شجر من زقوم فمالئون منھا البطون (الواقعہ ۵۱ تا ۵۳) اسی لئے آیت میں اس کے کھانے والوں کے ملعون ہونے کیوجہ سے مجازاً اس کو شجرہ ملعونہ کہہ دیا اور دوسری بات یہ ہے کہ اہل عرب اپنے محاورہ میں نقصان دہ اور ناپسند کھانے کو ملعون کہتے ہیں اور تیسری بات یہ بھی ہے کہ لعن کی حقیقت رحمت سے دور ہونا ہے اور یہ درخت جہنم کی جڑ میں ہے جو کہ رحمت سے بعید ترین مقام ہے اسلئے اس کو شجرہ ملعونہ سے تعبیر کر دیا۔

واقعہ آدم علیہ السلام وابلیس:

۶۱: **وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ قَالَ ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا** (اور یاد کرو جب ہم نے ملائکہ سے کہا آدم کو سجدہ کرو وہ فوراً سوائے ابلیس کے سجدہ میں پڑ گئے ابلیس بولا کیا میں اس شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے گارے سے بنایا ہے)

طِيْنًا یہ تمیز ہے نمبر ۲۔ موصول سے حال ہے اور اس کا عامل اَاسْجُدُ ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی: ء اسجد لَهٗ وَهُوَ طِيْنٌ يعنى اَصْلُهٗ طين کیا میں اس کو سجدہ کروں اس حال میں کہ وہ مٹی ہے یعنی اس کی اصل مٹی ہے۔

۶۲: **قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ** (ابلیس نے کہا تو بتلا! یہ وہی ہے جس کو تو) کَ اس کا کوئی موضع اعراب نہیں کیونکہ یہ تاکید خطاب کیلئے ذکر کیا گیا ہے۔ اور ھذا یہ مفعول بہ ہے۔ معنی یہ ہے تو مجھے اس کے متعلق بتلا جس کو **كَرَّمْتَ عَلَىَّ** (تو نے مجھ پر

برتری دی ہے) اس کو تو نے فضیلت دی تو کیوں اُسکو مجھ پر فضیلت دی ہے۔ حالانکہ انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین [ص:۷۶] ماقبل کی دلالت اس کے متعلق موجود ہونے کی وجہ سے اختصار کے طور پر اس کو حذف کر دیا پھر ابتدا کرتے ہوئے فرمایا۔ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ (اگر تم نے مجھے مہلت دے دی)۔

قراءت: ابن کثیر و یعقوب وغیرہ نے یاء سے پڑھا۔ جبکہ کوفی، شامی قراء نے یاء کے بغیر پڑھا ہے۔ لَئِنْ کی لام قسم محذوف کی تمہید کے لئے لائے۔ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ (اگر یوم قیامت تک تو نے مجھے مہلت دی تو میں اس کی ساری اولاد کو اپنے قابو میں لے لونگا) انکا اغواء کے ذریعہ استیصال کروں گا۔ اِلَّا قَلِیْلًا (مگر ان میں سے قلیل تعداد) اور وہ مخلصین ہیں۔ نمبر۲۔ ہر ہزار میں سے ایک۔ اس ملعون کو یہ اطلاع اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے ہوئی۔ نمبر۳۔ کیونکہ اس نے خیال کیا کہ یہ انسان فطرۃً شہوانی مزاج کا پیدا کیا گیا ہے (جس کی وجہ سے انکا بھٹکنا بہت آسان ہے مترجم)۔

۶۳: قَالَ اذْهَبْ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو جا) یہاں اِذْهَبْ اس ذِهَاب سے نہیں جو المجیئ (آمد) کی ضد ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ بطور ذلت و رسوائی فرمایا جا جو تیرا دل چاہے کر (تو خود مختار ہے) پھر اس کے بعد اس کے غلط چناؤ کا جزو ذکر کیا پس فرمایا۔ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ (پس جو شخص ان میں سے تیری اتباع کریگا تو جہنم تم سب کی سزا ہوگی) تقدیر عبارت یہ ہے فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُ هُمْ وَجَزَاؤُكَ پھر مخاطب کو غائب پر ترجیح دیتے ہوئے فرمایا جَزَاؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا (کامل سزا) یہ تجازون محذوف کا مفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔

استفزاز کا مطلب:

۶۴: وَاسْتَفْزِزْ (اور تو قدم اکھاڑ) نیچے اتار۔ نمبر۲۔ بیوقوف بنانا، پھسلانا۔ الفزّ۔ خفیف کو کہتے ہیں۔ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (ان میں سے جن پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ و پکار سے) وسوسہ ڈال کر نمبر۲۔ گانے بجانے سے نمبر۳۔ باجے گاجے سے۔ وَاَجْلِبْ عَلَیْهِمْ (اور چڑھا لا یا جمع کر اور بھڑکا انکے خلاف) یہ اَلْجَلَبَة سے ہے جس کا معنی چیخ اور شور ہے۔ بِخَیْلِكَ وَرَجِلِكَ (اپنے سوار اور پیادے) یعنی سوار اور پیدل سے۔ الخیل: الخیالة۔ گھوڑ سوار۔ الرَّجل اسم جمع ہے راجل کی بمعنی پیدل جیسے الرکب اور الصحب۔

قراءت: رَجْلِكَ نافع نے سکون جیم سے پڑھا جبکہ حفص نے رَجِلِكَ پڑھا کہ فَعِل بمعنی فَاعِل ہے جیسا تَعِب بمعنی تَاعِب اور اسکا معنی پیدل کو جمع کرنا ہے۔ کیونکہ کسی کام کی طلب میں انسانی استطاعت یہ ہے کہ وہ سوار اور پیدل گروہ استعمال کرے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ابلیس کے اپنے گھوڑے اور پیدل دستے ہوں۔

شراکتِ اموال:

وَشَارِكْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (اور تو ان کے مال اور اولاد میں شراکت کرلے) زجاج علیہ الرحمۃ کہتے ہیں ہر گناہ جو مال و اولاد کے سلسلہ میں ہوتا ہے ابلیس کی اس میں شرکت ہوتی ہے۔ مثلاً سود، حرام ذرائع آمدنی، بحیرہ، سائبہ، انفاق فی الفسوق، فضول خرچیاں، زکاۃ کا نہ دینا، حرام اسباب سے اولاد حاصل کرنا، عبدالعزی، عبدالشمس وغیرہ شرکیہ نام رکھنا۔ وَعِدْهُمْ (اور ان سے وعدے کر) جھوٹے وعدے کہ الٰہ شفاعت کریں گے اور بڑے انساب سے اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت ملنا۔

رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ

تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیوں کو چلاتا ہے۔ تا کہ تم اسکا فضل تلاش کرو۔ بلاشبہ وہ تم پر

رَحِیْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا

مہربان ہے اور جب تمہیں سمندر میں کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو اس کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو وہ سب غائب ہو جاتے ہیں، پھر وہ جب

نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ

تمہیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو روگردانی کرتے ہو۔ اور انسان بڑا ناشکرا ہے۔ کیا تم اس بات سے بے فکر ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی جانب میں لا کر

جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ

زمین میں دھنسا دے۔ یا تم پر کوئی سخت آندھی بھیج دے جو کنکر برسانے والی ہو پھر تم اپنے لئے کسی کو کارساز نہ پاؤ گے۔ یا تم اس سے بے فکر ہو

اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ

کہ وہ تمہیں دوبارہ سمندر میں لوٹا دے۔ پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے پھر تمہیں تمہارے کفر کی وجہ سے

بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ

غرق کر دے۔ پھر تمہیں کوئی ایسا نہ ملے جو ہمارا پیچھا کرنے والا ہو۔ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی میں اور سمندر میں

فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ﴿۷۰﴾ ع

سوار کیا۔ اور انہیں عمدہ چیزیں عطا فرمائیں اور ہم نے انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

جلد ملنے والی دنیا کو دیر سے آنیوالی آخرت پر ترجیح دینا، وغیرہ اسی طرح کے افعال۔

وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (اور شیطان ان سے وعدہ نہیں کرتا مگر محض جھوٹا) جھوٹا وعدہ یہی ہے کہ خطا کو اس طرح مزین کیا جائے کہ اس میں صواب کا وہم ہو چلے۔

اعلانِ باری تعالیٰ:

۶۵: اِنَّ عِبَادِیْ (بیشک میرے بندے) صالحین پر لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (تجھے ان پر قدرت نہ ہوگی) یعنی ان کے ایمان کو تبدیل کرنے کی طاقت نہ ہوگی البتہ گناہوں کی تسویل کی طاقت تو باقی ہے۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا (اور تیرا رب ذمہ دار ہونے کیلئے کافی ہے) ان کے لئے۔ وہ تجھ سے بچنے کیلئے اسی پر بھروسہ کریں گے۔ نمبر۲۔ تجھ سے بچانے کیلئے انکا نگہبان ہے ان میں سے ہر حکم تہدیدی ہے جس پر سزا ہوگی نمبر۲۔ امر اہانت کیلئے ہے یعنی اس سے میری مملکت میں کچھ بھی نقصان نہ ہوگا۔

سمندروں میں جہاز چلانے والا وہی تو ہے پھر اس کی پکڑ سے کیسے بچ سکتے ہو:

۶۶: رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ (تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے چلاتا ہے) چلاتا اور جاری کرتا ہے۔ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (کشتیاں سمندر میں تا کہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو) فضل سے یہاں تجارتی نفع مراد ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا (بیشک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے)۔

۶۷: وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ (جب تمہیں دریا میں کوئی تکلیف چھو لیتی ہے) اَلضُّر سے یہاں ڈوبنے کا خوف مراد ہے۔ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ (تو غائب ہو جاتے ہیں جن کو تم پکارتے تھے سوائے اس کی ذات باری تعالیٰ کے) ایک اللہ تعالیٰ وحدہ کے علاوہ تمہارے اوہام سے وہ تمام گم ہو جاتے ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا تذکرہ بھی نہیں کرتے۔ نمبر۲۔ غائب ہو گئے جن کو تم الٰہ میں سے فریاد رسی کیلئے پکارتے ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ اکیلا کہ جس کے تم امیدوار ہو۔ اس صورت میں مستثنیٰ منقطع ہے۔

فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ (پھر جب اللہ تعالیٰ تمہیں بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم کترا جاتے ہو) چھوٹنے کے بعد اخلاص سے اعراض کرتے ہو۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ (اور انسان) یعنی کافر انسان كَفُوْرًا (ناشکرا ہے) انعامات پر

۶۸: اَفَاَمِنْتُمْ (پس کیا تم اس بات سے بے فکر بیٹھے ہو)۔ اس میں ہمزہ انکار کا ہے اور فاء عاطفہ ہے جس کا عطف محذوف پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے انجوتم فامنتم فحملکم ذلك علی الاعراض کیا تم نے نجات پالی پس تم امن میں ہو گے اور اس نے تمہیں اعراض پر آمادہ کیا۔ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ (کہ وہ تم کو خشکی کے ایک طرف میں لا کر زمین میں دھنسا دے) نحو: جَانِبَ یَخْسِفَ کا مفعول بہٖ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ جیسا کہ الارض خسفنا کی وجہ سے اس آیت میں فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ [القصص:۸۱] بِكُمْ یہ حال ہے۔ مطلب یہ ہے وہ دھنسا دے خشکی کی جانب میں یعنی اس کو الٹ دے اس حال میں کہ تم اس میں موجود ہو۔ حاصل یہ ہے تمام جوانب ارض پر اللہ تعالیٰ کو یکساں قدرت حاصل ہے۔ اور وہ ہر جانب کا مالک ہے خواہ خشکی ہو یا سمندر یہ تو ہلاکت کے اسباب ہیں خشکی والی جانب اس کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اگر سمندر میں غرق ہے تو خشکی میں دھنسنا ہے۔ جو مٹی کے نیچے غائب ہونے کو کہتے ہیں اور غرق پانی کے نیچے غائب ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عقل مند کو تو چاہیے کہ وہ تمام جوانب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور جہاں کہیں ہو اس کا خوف اس پر طاری رہے۔

اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا (یا تم پر کوئی کنکر والی آندھی بھیج دے) حاصبا ایسی ہوا جو کنکر پھینکے اَلْحصباء کنکریاں نمبر۲۔ اگر ہلاکت نیچے کی طرف سے دھنسانے سے نہ آئے تو اوپر سے کنکریوں والی آندھی بھیج کر وہ ہلاک کر سکتا ہے۔ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا (پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ) جو اس کو تم سے ہٹا سکے۔

۶۹: اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ (کیا تم اس بات سے بے فکر ہو گئے کہ خدا تعالیٰ تم کو دوبارہ دریا ہی میں لے جائے پھر وہ تم پر بھیج دے) یعنی یا تم بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہاری ضروریات کو بڑھا دے اور دواعی کو پختہ کر کے دوبارہ تم سمندر کے سفر کی طرف لوٹ جاؤ جس سے اس نے تمہیں نجات دی پھر وہ تم سے اس طرح انتقام لے کہ تم پر قَاصِفًا مِّنَ

الرِّيْحِ (ہوا کا سخت طوفان) قَاصِف اس ہوا کو کہتے ہیں جس میں سخت آواز ہو۔ نمبر۲۔ ایسی ہوا جو کشتی کو توڑ پھوڑ کر دینے والی ہو۔ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ (پس وہ تمہارے کفر کے باعث تمہیں ڈبو دے) اس وجہ سے کہ تم نے نعمت کی ناشکری کی اور وہ ناشکری یہ ہے کہ جب اس نے تمہیں بچالیا تو تم نے اس سے منہ موڑ لیا۔

ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا (پھر تم اپنے لئے ہمارا پیچھا کرنے والا نہ پاؤ) یعنی ہم سے مطالبہ کرنے والا۔ تبیع کا معنی اس آیت سے لیا گیا فاتِّبَاع بالمعروف [البقرہ:۱۷۸] (پس مطالبہ ہے دستور کے ساتھ) حاصل مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے ساتھ جو چاہیں کریں تمہیں کوئی ایسا نہ مل سکے گا جو ہم سے بدلے کا مطالبہ کر سکے اور ہم سے بدلہ لے سکے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں لا یخاف عُقْبٰها [الشمس:۱۵]

قراءت: اِنْ نَخْسِفُ اَوْ نُرْسِلُ اَنْ نُعِيْدَكُمْ فَنُرْسِلَ فَنُغْرِقَكُمْ کو مکی اور ابو عمرو نے نون سے پڑھا ہے۔

بنی آدم کو عزت دی:

۷۰: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (ہم نے اولاد آدم کو عزت دی) عقل ونطق، خط، خوبصورت شکل، مناسب قد، تدبیر امور معاش اور معاد، تمام پر غلبہ، تسخیر اشیاء، تناولِ طعام بالا یدی وغیرہ سے۔

نکتہ: ہارون رشید نے کھانا منگوایا اور اس نے چمچیاں بھی منگوائیں۔ اس کے پاس اس وقت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تمہارے دادا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں یہ وارد ہے۔ ولقد کرمنا بنی آدم کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ان کو ہاتھ دیئے جن میں انگلیوں سے وہ کھانا کھاتے ہیں۔ ہارون نے تمام چمچیوں کو واپس کر دیا اور انگلیوں سے کھانا تناول کیا۔

وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ (اور ہم نے ان کو خشکی میں سوار کیا) جو پایوں پر وَالْبَحْرِ (سمندر میں) کشتیوں پر وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (اور ہم نے ان کو پاکیزہ چیزیں کھانے کیلئے عنایت کیں) لذیذ اشیاء۔ نمبر۲۔ ہاتھ سے کمائی ہوئی روزی۔ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (اور ہم نے اس کو فضیلت دی بہت کثیر مخلوق پر) کثیر کا معنی ہے کہ تمام پر۔ جیسا کہ اس ارشاد میں اکثر کا لفظ تمام کا معنی دیتا ہے۔ واکثر ھم کاذبون [الشعراء:۲۲۳] حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں: ای کلھم اور اس آیت میں وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا [یونس:۳۶] اکثر کا معنی کل ہے۔ کشاف میں ہے کہ اکثر سے مراد تمام ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا المُؤْمِنُ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ [رواہ ابن ماجہ:۳۹۴۷] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی فطرت میں طاعت ہے اور ان میں عقل بلا شہوت ہے اور بہائم میں شہوت بلا عقل ہے۔ اور آدمی میں دونوں ہی ہیں۔ پس جس کی عقل شہوت پر غالب آگئی وہ انسان فرشتوں سے افضل ہے اور جس کی شہوت اس کی عقل پر سوار ہوگئی وہ بہائم سے زیادہ ذلیل ہے۔ دوسری دلیل ہے کہ تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے بنایا اور انسان کو اپنی ذات کیلئے بنایا۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے سو جس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا سو یہ

يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي

لوگ اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے۔ اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا، جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ

الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾

آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ اور زیادہ راہ گم کردہ ہوگا۔

قیامت کا ایک منظر:

۷۱: يَوْمَ نَدْعُوْا (جس دن ہم بلائیں گے) یہ اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ (ان کے مقتدا کے ساتھ طلب کریں) باء حال کیلئے ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: مختلطین بامامهم اس حال میں کہ وہ اپنے امام سے ملے جلے ہونگے امام سے ہر وہ مراد ہے جس کی انہوں نے اقتداء کی ہوگی خواہ وہ پیغمبر ہوں نمبر۲۔ دین میں مقدم ہو نمبر۳۔ کتاب نمبر۴۔ دین، محاورہ میں اس طرح نسبت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ يَا اَتْبَاعَ فُلَانٍ يَا اَهْلَ دِيْنِ كَذَا كتاب كذا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے نامہ عمل مراد ہے۔ جیسے کہتے ہیں یا اصحاب کتاب الخیر۔ یا اصحاب کتاب الشر۔

فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ (جن کو انکا نامہ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ پس وہ اپنی کتاب کو پڑھتے ہونگے) فمن سے مراد یہی مدعوین ہیں۔ ان کو اُولٰٓئِكَ سے اس لئے تعبیر کیا کیونکہ مَن معنیٰ جمع ہے۔ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (ان پر دھاگے کے برابر ظلم نہ ہوگا۔) ان کے ثواب میں سے ادنیٰ چیز بھی کم نہ کی جائیگی۔ یہاں کفار کا ذکر نہیں فرمایا اور نہ ہی ان کے بائیں ہاتھ میں کتاب ملنے کو ذکر کیا بلکہ اس قول پر اکتفاء کیا گیا۔

دنیا میں کفر آخرت کا اندھاپن:

۷۲: وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ (اور جو شخص اس دنیا کی زندگی میں) اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (اندھا ہے۔ وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔) اسی طرح وَاَضَلُّ سَبِيْلًا (اور زیادہ راستہ سے بھٹکا ہوگا) یعنی اندھے سے بھی زیادہ گمراہ ہوگا۔ اعمیٰ کے لفظ کو استعارۃً اس کے لئے استعمال فرمایا جو مبصرات کو بھی نہ دیکھے۔ کیونکہ اس کے حواس میں خرابی ہے اس شخص کی طرح کہ نجات کے راستے کی طرف راہ نہ پائے۔ دنیا میں تو اس لئے کہ غور و فکر نہیں پائی جاتی اور آخرت میں اس لئے کہ اب رہنمائی فائدہ نہیں دے سکتی۔ علماء نے یہ بھی جائز قرار دیا کہ دوسرا اعمیٰ کا لفظ تفصیل کے معنی میں لیا جائے اس کی دلیل یہ ہے کہ اَضَلُّ کو اس پر عطف کے طور پر ذکر کیا گیا۔ جو کہ تفصیل کا صیغہ ہے اسی لئے ابو عمرو نے اپنی قراءت میں پہلے کو امالہ کے ساتھ اور دوسرے کو تفخیم کے ساتھ

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ

اور یہ لوگ آپ کو اس چیز سے ہٹانے ہی لگے تھے جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی۔ تاکہ آپ ہماری طرف اس کے علاوہ دوسری بات کی نسبت کر دیں۔ اور اس صورت میں

خَلِيْلًا ۝۷۳ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝۷۴ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ

وہ آپ کو اپنا دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف تھوڑے سے مائل ہو جاتے۔ اس وقت ہم آپ کو آپ کی زندگی

ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝۷۵

میں اور موت کے بعد دوہرا عذاب چکھاتے، پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے۔

پڑھا ہے۔ کیونکہ اسم تفضیل تمام کا تمام مِن کے ساتھ آتا ہے۔ اور اس کے الف کا حکم وسط کلمہ کا ہے اس لئے وہ امالے کو قبول نہیں کرتا رہا اول اس کے ساتھ کوئی چیز بھی متعلق نہیں۔ پس اس کا الف ایک طرف میں واقعہ ہے اس لئے اس نے امالے کو قبول کر لیا۔ حمزہ اور علی نے دونوں کو امالے کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ بقیہ قراء نے تفخیم کے ساتھ پڑھا ہے۔

قریش کی حیا بکدستی اور عصمت نبوت کا ہاتھ:

۷۳: جب قریش نے کہا رحمت کی آیت کو عذاب والی آیت بنا دو اور عذاب والی آیت کو رحمت والی تب ہم تم پر ایمان لائیں گے پس یہ آیت اتری۔ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ (اور یہ لوگ قریب تھا کہ آپ کو پھسلا دیتے) اِنْ یہ مخففہ من المثقلہ ہے اور اس کے جواب میں آنے والی لام وہ اس کو اور اِنْ نافیہ کو جدا کرتی ہے اب معنی یہ ہے کہ بیشک حال یہ ہے کہ وہ آپ کو دھوکے میں مبتلا کر دیتے اور فتنہ میں ڈال دیتے۔ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (اس وحی کے بارے میں جو ہم نے آپ کی طرف کی ہے) یعنی اوامر کی قسم میں سے اور نواہی میں سے اور اسی طرح وعدے اور وعید کی صورت میں۔ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ (تا کہ اس کے سوا اور بات ہماری طرف آپ نسبت کریں) تا کہ آپ ہمارے متعلق وہ بات کہیں جو ہم نے نہیں کہی اور وہ وہی ہے جس کا انہوں نے مطالبہ کیا کہ وعدے کو وعید اور وعید کو وعدے سے بدل دے۔ وَاِذًا لَّا تَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا (ایسی حالت میں آپ کو گہرا دوست بنا لیتے) یعنی اگر آپ ان کی مراد کی اتباع کرتے تو ضرور تمہیں گہرا دوست بنا لیتے اور آپ ان کی ولایت اختیار کر کے ہماری ولایت سے نکل جاتے۔

۷۴: وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ (اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنا دیا ہوتا) یعنی اگر ہمارا ثابت قدم رکھنا اور ہماری عصمت نہ ہوتی لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ (تحقیق قریب تھا کہ آپ جھک جاتے ان کی طرف) یعنی البتہ قریب تھا کہ آپ ان کے مکر کی طرف مائل ہو جاتے۔ شَيْـًٔا قَلِيْلًا (بہت ہی معمولی سا) یعنی تھوڑا سا جھکنا اس میں آپ کو تسلی دی گئی اور آپ کی فضیلت اور ثابت قدمی کا ذکر کیا گیا ہے۔

۷۵: اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ (اور اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کو حالتِ حیات میں بھی اور موت کے بعد

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا

اور یہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے تا کہ آپ کو اس سے نکال دیں اور ایسا ہو جاتا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت کم ٹھہرنے

قَلِيْلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿٧٧﴾ ع ٨

پاتے۔ جیسا کہ ان لوگوں کے بارے میں ہمارا طریقہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا اور آپ ہمارے طریقہ میں تغیر نہ پائیں گے

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات اندھیرا ہونے تک نمازیں قائم کیجئے اور فجر کی نماز بھی، بلاشبہ فجر کی نماز حاضر ہونے کا

مَشْهُوْدًا ﴿٧٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿٧٩﴾

وقت ہے، اور رات کے حصہ میں نماز تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کے لئے زائد چیز ہے عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا

دگنا عذاب چکھاتے)۔ اِذًا یہاں لَوْ کے معنی میں ہے یعنی اگر آپ ان کی طرف ادنیٰ سے جھکاؤ کے بھی قریب ہو جاتے اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ سے مراد عذاب قبر اور عذاب آخرت ہے کہ وہ دگنا کر کے دیئے جاتے اس لئے کہ آپ کے مرتبہ اور نبوت کے شرف کیوجہ سے گناہ بہت بڑا ہوتا یہ اسی طرح ہے جیسے دوسرے مقام پر فرمایا: ینساء النبی من یات منکن بفاحشة [الاحزاب:۳۰] اصل کلام اس طرح ہے۔ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ عَذَابَ الْحَيٰوةِ وَعَذَابَ الْمَمَاتِ کہ اس وقت ہم آپ کی زندگی میں اور موت کے بعد عذاب چکھاتے کیونکہ عذاب دو ہی ہیں نمبر۱۔ وہ عذاب جو موت کے بعد ہو اور یہی عذاب قبر ہے نمبر۲۔ آخرت کی زندگی میں ہونیوالا عذاب اور یہی عذاب نار ہے آیت میں عذاب کی صفت الضعف سے کی گئی جیسا کہ دوسری آیت میں آیا: فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ [الاعراف:۳۸] یہاں ضعف بمعنی مضاعف کے ہے گویا اصل کلام اس طرح بنے گا اذا لاذقنك عذابًا ضعفا فی الحياة و عذابا ضعفًا فی الممات پھر اس عبارت میں سے موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام لائے اور وہ ضعف ہے پھر صفت کی اضافت موصوف کی طرف کردی اور یوں فرمادیا۔ ضعف الحياة و ضعف الممات۔

(۲) دوسری تفسیر یہ بھی درست ہے کہ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ سے دنیا کا عذاب مراد لیا جائے اور ضِعْفَ الْمَمَاتِ سے موت کے بعد آنے والا عذاب قبر اور عذاب نار مراد لیا جائے۔

نکتہ: آیت میں کاد اور پھر تقلیل ذکر فرمائی اور اس کے بعد دارین میں دوگنے عذاب کی سخت وعید لائی گئی۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بری چیز کی قباحت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جبکہ اس کا کرنے والا بڑی شان والا ہو جب یہ آیت اتری تو حضور علیہ السلام یہ دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ لَاتَكِلْنِیْ اِلٰى نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَيْنٍ یہ روایت مرسل ہے اس کو ثعالبی نے ذکر کیا۔ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا (پھر آپ کو ہمارے مقابلہ میں اپنا کوئی مددگار نہ ملتا) یعنی ایسا مددگار جو ہمارے عذاب سے آپ کو بچا سکتا۔

مکہ سے قدم اکھاڑنے کی کوشش:

۷۶: وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ (اور قریب تھا کہ وہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم اکھاڑ دیتے) کادوا کی ضمیر اہل مکہ کی طرف لوٹ رہی ہے یَسْتَفِزُّوْنَ کا معنی عداوت کے ذریعے آپ کو تنگ کرنا اور اپنے فریب سے پریشان کرنا اور ارض سے مراد سرزمین مکہ ہے۔لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ (تاکہ آپ کو وہاں سے نکال باہر کریں ایسی صورت میں آپ کے پیچھے تھوڑی مدت سے زیادہ نہ ٹھہر سکیں گے) لَا يَلْبَثُوْنَ کا معنی باقی نہ رہنا اور خلاف کا معنی بعد ہے یعنی آپ کے نکال دینے کے بعد قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوفی قراء نے خلافک پڑھا اور شامی نے بھی اسی کا ہم معنی پڑھا ہے البتہ نافع اور ابوعمرو نے خلفک پڑھا ہے۔اِلَّا قَلِيْلًا (مگر بہت تھوڑا۔) یعنی تھوڑا سا زمانہ پس اللہ تعالیٰ ان کو عنقریب ہلاک کرنے والے ہیں چنانچہ اسی طرح واقعہ ہوا آپ کے مکہ سے نکالے جانے کے تھوڑا عرصہ بعد ان کو بدر میں ہلاک کر دیا گیا۔

(۲) اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر یہ آپ کو نکال دیتے تو تمام کا استیصال کر دیا جاتا انہوں نے آپ کو نکالا نہیں بلکہ آپ نے خود اللہ کے حکم سے ہجرت کی ایک قول یہ بھی ہے کہ ارض سے ارض عرب مراد ہے یا ارض مدینہ مراد ہے۔

اگر مکہ سے زبردستی نکالتے تو تمام ہلاک کر دیئے جاتے:

۷۷: سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا (یہی ہمارا قاعدہ ان لوگوں کے ساتھ رہا ہے جن کو ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر بنایا) کہ ہر قوم نے اپنے رسول کو اپنے درمیان سے نکال دیا۔پس اس نکالنے پر اللہ تعالیٰ کا طریق اس کو ہلاک کر دینے کا ہے۔

نحو: سُنَّةَ یہ مصدر موکد کی طرح منصوب ہے۔ای سَنَّ اللّٰهُ ذٰلِكَ سُنَّةً وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا (اور آپ ہمارے قاعدہ میں تبدیلی نہ پائیں گے)۔

تشکر الٰہی:

۷۸: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (آپ سورج کے زوال پر نماز قائم کریں) دلوک زوال کو کہتے ہیں۔اس لحاظ سے یہ آیت تمام نمازوں کو جامع ہے۔نمبر۲۔دلوک کا معنی غروب ہو۔اس صورت میں ظہر وعصر نکل جائے گی۔(اصل دلک کا معنی ملنا ہے) اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ (رات کے چھا جانے تک) اندھیرے کو غسق کہا جاتا ہے اور یہ عشاء کا وقت ہے۔

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ (اور فجر کا قرآن) فجر کی نماز کو قرآن یعنی قراءت کہا۔کیونکہ قراءت ایک رکن صلوۃ ہے جیسا کہ رکوع وسجود سے نام رکھتے ہیں (اس کی طوالت کی وجہ سے) اس آیت میں اصم کے خلاف دلیل پائی جاتی ہے کیونکہ اس کا خیال یہ ہے کہ قراءت رکن صلوۃ نہیں ہے۔

نمبر۲۔قرآن اس لئے کہا گیا کیونکہ اس میں قراءت طویل ہوتی ہے۔اور اس کا عطف الصلاۃ پر ہے۔اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (بیشک فجر کا قرآن فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے) رات اور دن کے فرشتے اس میں شریک ہوتے ہیں۔دن والے اترتے ہیں اور رات والے آسمانوں کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔پس یہ رات کے آخری حصہ میں ہے اور دن کی ابتداء میں واقع ہے (اس لئے اس کو مشہود کہا)

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ

اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھے ایسی جگہ میں داخل کیجئے جو خوبی کی جگہ ہو۔ اور مجھے خوبی کے ساتھ نکالئے اور میرے لئے اپنے پاس سے ایسا غلبہ عطا

سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

فرمایئے جس کے ساتھ مدد ہو۔ اور آپ یوں کہہ دیجئے کہ حق آ گیا اور باطل چلا گیا بلاشبہ باطل جانے ہی والا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ

اور ہم ایسی چیز یعنی قرآن نازل کرتے ہیں جو شفاء ہے اور رحمت ہے مؤمنین کے لئے اور وہ ظالموں کے نقصان ہی میں

اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ

اضافہ کرتا ہے۔ اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ اعراض کر لیتا ہے۔ اور رخ بدل کر دور ہو جاتا ہے۔ اور جب اسے تکلیف پہنچ جائے تو

یَئُوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰی سَبِیْلًا ﴿۸۴﴾ ع ۹

ناامید ہو جاتا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقے پر کام میں لگا ہوا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک راستہ پر ہے۔

نمبر۲۔ عادۃً اس میں زیادہ نمازی حاضری دیتے ہیں۔

۷۹: وَمِنَ الَّیْلِ (اور رات کو) تم پر رات کا بعض حصہ جاگنا لازم ہے۔ فَتَهَجَّدْ (تم تہجد پڑھو) التہجد نماز کیلئے نیند کو چھوڑنا۔ نیند کے بارے میں کہا جاتا ہے تھجد وہ نیند سے بیدار ہوا۔ بِهٖ (قرآن مجید کے ساتھ) نَافِلَةً لَّكَ (یہ زائد ہے تیرے لئے) یہ پانچوں نمازوں سے زائد عبادت تم پر لازم کی ہے گویا تہجد اور نافلہ کو ایک ہی معنی جمع کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تہجد کی نماز پانچوں نمازوں سے زائد آپ پر بطور غنیمت کے بڑھائی گئی ہے۔ نمبر۲۔ یہ آپ پر فرض ہے اور کسی پر فرض نہیں ہے کیونکہ وہ امت کیلئے نفل ہے۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (امید ہے کہ آپکا رب آپ کو مقام محمود پر جگہ دے گا) مقاما محمودًا۔ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر عبارت یہ ہے عسٰی ان یبعثك یوم القیامة فیقیمك مقامًا محمودًا یقیم فعل کا مفعول ہوا۔ نمبر۲۔ یَبْعَثَكَ میں معنی یقیمك کا ضمنًا پایا جاتا ہے۔ اور یہ یبعثك کا مفعول ہے۔

مسلکِ جمہور:

نمبرا۔ مقام محمود شفاعت کبریٰ کا مقام ہے۔ روایت اس پر دلالت کرتی ہیں۔ نمبر۲۔ یہ وہ مقام ہے جس میں آپ کو لواء الحمد عنایت کیا جائے گا۔

۸۰: وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ (اور کہہ دیں اے میرے رب مجھے خوبی کے ساتھ پہنچانا اور خوبی کے ساتھ لے جانا) مدخل یہ مصدر ہے تقدیر عبارت یہ ہے ادخلنی القبر ادخالا مرضیا علی طهارة من الزلات۔ مجھے قبر میں لغزشوں سے

طہارت کے ساتھ پسندیدہ حالت میں داخل کرنا۔ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ (اور مجھے اچھی طرح نکالنا) نمبرا۔ اس قبر سے مجھے پسندیدہ حالت میں نکالنا کہ عزت والی ملاقات ہو۔ ملامت سے محفوظ ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بعث کا تذکرہ کرنے کے بعد اس آیت کو لایا گیا ہے۔ نمبر۲۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ہجرت کا جب حکم ہوا تو اس وقت یہ آیت اتری پھر داخلہ سے مراد مدینہ منورہ میں داخلہ اور اخراج سے مکہ سے نکلنا مراد ہے۔ نمبر۳۔ یہ آیت عام ہے جب بھی جہاں کہیں آپ داخل ہوں اور جس کام میں آپ ہاتھ ڈالیں۔ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا (اور اپنے پاس سے مجھے غلبہ دینا جس میں نصرت شامل ہو) ایسی حجت عنایت فرما جو مخالفین پر غالب کرنے والی ہو۔ نمبر۲۔ ایسی مملکت وشوکت وقوت عنایت کر جو کفر کے خلاف اسلام کی مددگار اور کفر پر غلبہ دینے والی ہو۔

استجابتِ حق:

۸۱: وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ (اور کہہ دو حق آیا) حق سے اسلام مراد ہے۔ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ (اور باطل گیا) ہلاک و برباد ہوا۔ باطل سے شرک مراد ہے۔ نمبر۲۔ قرآن آیا اور شیطان ہلاک ہوا۔ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا (بیشک باطل برباد ہونے والا ہے) ہر زمانہ میں باطل اسی لائق ہے کہ وہ برباد ہو جائے۔

قرآن ہی شفاء ہے:

۸۲: وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحۡمَةٌ (اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو شفاء اور رحمت ہیں)

قراءت: ابوعمرو نے نُنۡزِلُ تخفیف سے پڑھا ہے۔ من القرآن میں مِن تبعیضیہ ہے۔ شفاء سے امراض قلوب کی شفاء مراد ہے اور رحمت دکھوں کا علاج اور عیوب کی تطہیر اور گناہوں کی تکفیر مراد ہے لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ (ایمان والوں کیلئے)۔ حدیث میں وارد ہے من لم یستشف بالقرآن فلا شفاء اللہ (الثعلبی کنزالعمال) جو قرآن سے شفاء حاصل نہ کرے خدا کرے اس کو شفاء نہ ہو۔ وَلَا يَزِيۡدُ الظّٰلِمِيۡنَ (اور نہیں اضافہ کرتا ہے ظالموں کیلئے) ظالم سے کافر مراد ہیں۔ اِلَّا خَسَارًا (مگر نقصان میں) اس کی تکذیب و کفر کی وجہ سے گمراہی بڑھے گی۔

انسان کا عمومی حال:

۸۳: وَاِذَآ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ (اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں) صحت اور خوشحالی کا اَعۡرَضَ (وہ اعراض کرتا ہے) اللہ تعالیٰ کی یاد سے نمبر۲۔ قرآن دیگر انعام کرتے ہیں تو وہ اس سے منہ موڑتا ہے۔ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ (اور پہلو پھیر لیتا ہے) یہ اعراض کی تاکید ہے۔ کیونکہ کسی شئی سے اعراض کا مطلب یہ ہے کہ اپنے چہرے کے عرض کو اس سے پھیرے۔ اور النأی بالجانب کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کندھے کو اس سے پھیر لے اور اس کی طرف پیٹھ کرے۔ نمبر۲۔ مراد اس سے تکبر ہے کیونکہ یہ متکبرین کی عادات میں سے ہے۔

قراءت: نای حمزہ نے امالہ کے ساتھ اور علی نے کسرہ سے پڑھا ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۵

اور لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بس تھوڑا سا علم دیا گیا ہے

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝۸۶

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر ہم نے آپ پر وحی بھیجی ہے اسے سلب کر لیں پھر آپ ہمارے مقابلے میں اپنے لئے اس بارے میں کوئی حمایتی نہ پائیں

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝۸۷ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ

مگر یہ کہ رب کی طرف سے رحمت ہو جائے۔ بلاشبہ آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن

وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ

سب اس کے لئے جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا کر لائیں تو اس جیسا نہیں لا سکیں گے۔ اگرچہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار

لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝۸۸ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؗ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ

بن جائیں۔ اور البتہ ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کے اچھے مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں۔ پھر اکثر لوگوں نے اس کے

النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝۸۹

ماننے سے انکار ہی کیا۔

وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ (جب اس کو برائی آلیتی ہے) شَرّ سے فقر و مرض مراد ہے نمبر۲۔ کوئی مصیبت شاقہ مراد ہے كَانَ يَئُوْسًا (وہ ناامید ہو جاتا ہے) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہت مایوس ہو جاتا ہے۔

۸۴: قُلْ كُلٌّ (کہہ دیں تمام) یعنی ہر ایک يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (اپنے طریقے پر کام کر رہا ہے) اپنے راستے اور اس طریقے پر جو ہدایت و گمراہی میں اس نے اختیار کر رکھا ہے۔ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا (تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ صحیح راستہ پر ہے) راستہ اور طریقہ کے لحاظ سے۔

روح کا سوال:

۸۵: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ (اور آپ سے روح کے متعلق وہ سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیں) الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ (روح میرے رب کا حکم ہے) یعنی ایسے معاملات میں سے ہے جس کو میرا رب جانتا ہے۔

جمہور کا قول:

حیوان میں جو روح پائی جاتی ہے اس کے متعلق انہوں نے سوال کیا تھا کہ اس کی حقیقت کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اطلاع دی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یعنی ان چیزوں میں سے جس کا حقیقی علم اس ہی کے پاس ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور روح کے متعلق نہ جانتے تھے۔ (واحدی فی الوسیط) پہلے لوگ اس کی حقیقت کو دریافت کرنے سے عاجز و درماندہ ہوئے باوجودیکہ انہوں نے اپنی طویل عمریں اس کی تفتیش و دریافت میں صرف کر دیں۔

اور حکمت اس میں یہ ہے کہ مخلوق تو اپنے سے قریب ترین مخلوق کی حقیقت کو دریافت کرنے سے عاجز ہے۔ پس وہ اللہ کی ذات کا ادراک کرنے سے بدرجۂ اولیٰ عاجز تر ہے۔ اسی وجہ سے اس کی تعریف میں جو کچھ کہا گیا وہ قابل رد ہے۔ نمبرا۔ کہ وہ ایک لطیف ہوائی جسم ہے جو حیوان کے ہر جزء میں پایا جاتا ہے۔ نمبر۲۔ وہ فرشتے سے بڑی روحانی مخلوق ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ روح سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ جیسا دوسری آیت میں فرمایا: نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ [الشعراء:۱۹۳] حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس سے قرآن مراد ہے اس کی دلیل اس آیت میں ہے کہ: وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا ؕ [الشوریٰ:۵۲] اور دوسری دلیل ہے کہ قرآن سے دلوں کو زندگی میسر آتی ہے۔ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یعنی اس کی وحی سے اللہ تعالیٰ کا کلام انسانوں جیسا کلام نہیں۔

روایت میں ہے کہ یہود نے ایک وفد قریش کی طرف بھیجا۔ کہ اپنے پیغمبر سے تم تین سوال کرو۔ نمبرا۔ اصحاب کہف کون تھے۔ نمبر۲۔ ذوالقرنین بادشاہ کی مہم جوئی۔ نمبر۳۔ روح کی حقیقت کیا ہے اگر وہ تمام کا جواب نہ دیں تو وہ پیغمبر نہیں اور اگر بعض کا جواب دیں اور بعض سے خاموش رہیں تو وہ پیغمبر ہیں۔

پس آپ نے دونوں واقعات کو ان کے سامنے واضح طور پر بیان کر دیا۔ اور روح والے جواب کو مبہم رکھا۔ یہ تورات میں بھی مبہم ہے۔ پس قریش کو اپنے سوالات پر خفت ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ سوال روح کی تخلیق کے متعلق تھا۔ یعنی وہ مخلوق ہے یا غیر۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان من امر ربی۔ یہ روح کے مخلوق ہونے کی دلیل ہے پس یہ ان کے سوال کا جواب ہوا۔

انسانی علم قلیل ہے:

وَمَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِيۡلًا (اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا) اس میں خطاب عام ہے۔ روایت میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو یہ پڑھ کر سنایا تو وہ کہنے لگے یہ خطاب ہمیں خاص کر کیا گیا یا آپ اس خطاب میں ہمارے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا بلکہ ہم اور تم دونوں کو تھوڑا ہی علم دیا گیا۔ [رواہ الثعلبی]

نمبر۲۔ یہ خصوصاً یہود کو خطاب ہے کیونکہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو کہا ہمیں تورات کا علم دیا گیا جس میں حکمت ہے۔ اور تم نے خود تلاوت کی ہے وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا (البقرۃ:۲۶۹) کہ جس کو حکمت مل جائے وہ خیر کثیر پالیتا ہے۔ اس کے جواب میں انہیں کہا گیا تورات کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں قلیل ہے۔ پس قلت و کثرت تو اضافی چیزیں ہیں۔ اس لئے بندے کو جو خیر کثیر میسر آئی ذاتی اعتبار میں وہ اگرچہ کثیر ہے مگر اس کا تقابل جب علم الٰہی سے ہوگا تو اس وقت وہ قلیل

در قلیل واقع ہوگی۔

وحی محض رحمت ہے مجادلین کے مقابلے میں صبر کریں:

۸۶: پھر نعمتِ وحی پر متنبہ کیا اور آپ کو صبر کی تلقین کی ایسے لوگوں کی ایذاء پر جو سوال میں مجادلہ اختیار کرنے والے تھے فرمایا۔ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ (اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر وحی آپ کی طرف کی ہے۔ سب کو سلب کرلیں) جو اب قسم محذوف ہے اس کے ساتھ یہ جزاء شرط کے قائم مقام ہے۔ اور ان پر لام کو قسم کی تمہید کیلئے داخل کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے اگر ہم چاہیں تو قرآن کو لے جائیں اور مصاحف وصدور سے اس کو مٹادیں اور اس کا کوئی نشان بھی نہ باقی رہنے دیں۔ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا (پھر تم ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ پاؤ گے) یعنی پھر اس کے لے جانے کے بعد کوئی ایسا شخص جس پر واپس لوٹانے میں بھروسہ کرسکیں اور محفوظ و مسطور واپس کروسکیں۔

۸۷: اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا (مگر یہ آپ کے رب کی رحمت ہے۔ بیشک اس کا فضل آپ پر بہت ہے) یعنی مگر آپ کا رب آپ پر رحمت کر کے آپ پر لوٹا دے۔ (وہ ایسا کرسکتا ہے) اس کی رحمت ہی ایک ایسی چیز ہے جس پر آپ اس کے واپس کرنے میں بھروسہ کرسکتے ہیں۔ نمبر۲۔ مستثنیٰ منقطع ہے۔ تو معنی یہ ہے لیکن یہ تیرے رب کی مہربانی ہے اس لئے اس کو بغیر لے جانے کے چھوڑ دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید کے محفوظ باقی رہنے کا احسان ہے۔ اس کے بعد کہ اس نے اس کو اتارا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی۔

کفار کا جواب:

۸۸: یہ آیت نضر بن حارث کے قول کے جواب میں اتری۔ اس نے کہا لو نشاء لقلنا مثل ھذا [الانفال:۳۱] قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ (آپ کہہ دیں اگر انسان اور جنات متفق ہو کر ایسا قرآن) یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (لانے کیلئے جمع ہوجائیں۔ تو اس جیسا قرآن نہیں لاسکیں گے) وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا (خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوجائیں) ظہیر کا معنی معین و مددگار۔ لا یاتون یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ اگر تمہیدی لام نہ ہوتی تو جائز تھا کہ یہ جواب شرط بن جاتا۔ جیسا کہ اس قول میں ہے۔

یقول لاغائب مالی ولا حرم

آیت میں شرط ماضی واقع ہوئی ہے یعنی اگر وہ ایک دوسرے کی پشت پناہی کریں اس غرض کیلئے کہ وہ اس قرآن کی مثال بلاغت اور حسن نظم اور تالیف میں لائیں تو وہ ضرور اس کی مثل سے عاجز رہیں گے۔

قرآن نے ہر قسم کی مثالیں بیان کیں مگر انہوں نے کفر کی ٹھانی ہے:

۸۹: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا (تحقیق ہم نے طرح طرح سے بیان کیں) بار بار لوٹائیں دوبارہ سہ بارہ لائے۔ لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں) ہر معنی کے لحاظ سے قرآن غرابت وحسن کی ایک مثال ہے۔ فَاَبٰٓی

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ

اوران لوگوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کردیں۔ یا خاص کر آپ کے لئے

مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ

کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، پھر آپ اس باغ کے درمیان بہت سی نہریں جاری کردیں یا آپ ہمارے اوپر آسمان کو ٹکڑوں کی صورت میں گرادیں جیسا کہ

عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ

آپ کا بیان ہے یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے لے آئیں یا آپ کا گھر ہو جو خوب زینت والا ہو

اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ

یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں، اور ہم آپ کے چڑھنے پر ہرگز یقین نہ کریں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے اوپر ایک لکھی ہوئی کتاب نازل کردیں جسے ہم پڑھ لیں۔ آپ فرمادیجئے

سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع

کہ میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر ہوں پیغمبر ہوں

ع ۹/ ۱۰

اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا (پس اکثر لوگ بغیر انکار کے نہ رہے) یہ جائز نہیں ضربت الا زیدًا کیونکہ اَبٰی میں تاویلاً نفی ہے۔ گویا اس طرح کہا: فَلَمْ يَرْضَوْا اِلَّا كُفُوْرًا کہ وہ کفر کے علاوہ اور کسی چیز پر راضی نہ ہوئے۔

۹۰: جب قرآن کا اعجاز واضح کردیا تو دیگر معجزات اس کے ساتھ ملائے۔ اور ان پر دلیل کو لازم کردیا۔ انہوں نے مغلوب ہوکر منہ مانگی نشانیاں مانگنی شروع کردیں جس طرح مبہوت اور دلیل میں شکست خوردہ اور حیران شخص کیا کرتا ہے۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا (اور وہ کہنے لگے ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لئے بہائے)

قراءت: کوفی نے تفجُر کو تخفیف سے پڑھا ہے۔

اعجاز قرآنی سے درماندہ ہوکر منہ مانگی نشانی پر زور:

مِنَ الْاَرْضِ (زمین سے) سرزمین مکہ سے يَنْۢبُوْعًا (چشمہ) کثیر پانی والا چشمہ جس کا حال یہ ہو کہ پانی اس سے ابلتا جائے منقطع نہ ہو۔ یہ نبع الماء سے یفعول کا وزن ہے۔

۹۱: اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ (یا آپ کے لیے کوئی کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو پھر اس باغ میں آپ جاری کردیں)

قراءت: تُفَجِّرَ تشدید کے ساتھ یہاں تمام قراء کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا (بہت سی نہریں اس کے درمیان میں) تَفْجِيْرًا (بہانا، جاری کرنا)

۹۲: اَوۡ تُسۡقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمۡتَ عَلَيۡنَا كِسَفًا (یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرادیں)
قراءت: مدنی اور عاصم نے کسفا کو سین کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اس کا معنی ٹکڑے ہے جیسے کہا جاتا ہے اعطنی کسفة من هذه الثوب۔ دیگر قراء نے سکون سین کے ساتھ پڑھا جو کہ کِسۡفَةٌ کی جمع ہے جیسے سِدۡرَةٌ وَسِدۡرٌ۔ وہ اس سے وہی مراد لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَيۡهِمۡ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ [سورۃ سبا: ۹]

اَوۡ تَاۡتِىَ بِاللّٰهِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ قَبِيۡلًا (یا آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر نہ کھڑا کردیں) قبیل کا معنی کفیل ہے کہ جو کچھ تم کہتے ہو اس کی صحت کے تم خود شاہد ہو اس لیے اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو سامنے پیش کرو۔ جو تمہاری بات کی شہادت دیں یہ اسی طرح ہے جیسا کہ شاعر کے اس قول میں کنت منه و والدی برینا ....

نمبر۲۔ قبیل بمعنی مقابل ہے جیسے عشیر بمعنی معاشر۔ اس کی مثال اس آیت میں ہے لولا انزل علینا الملٰئکة او نری ربنا۔ نمبر۳۔ قبیلاً بمعنی جماعت ہے اس وقت یہ الملائکہ سے حال ہوگا۔ یعنی ملائکہ کو جماعت کی شکل میں سامنے لائے۔

۹۳: اَوۡ يَكُوۡنَ لَكَ بَيۡتٌ مِّنۡ زُخۡرُفٍ (یا تمہارے لیے سونے کا مکان ہو) اَوۡ تَرۡقٰى فِى السَّمَآءِ (یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ) زخرف کا معنی سونا اور ترقی کا معنی چڑھنا ہے۔ وَلَنۡ نُّؤۡمِنَ لِرُقِيِّكَ (اور ہم تمہارے صرف چڑھنے پر بھی یقین نہیں کریں گے) یعنی چڑھ جانے کی وجہ سے یقین نہیں کریں گے۔ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيۡنَا كِتٰبًا نَّقۡرَؤُهٗ (جب تک کہ تم ایسی کتاب نہ لے کر اترو جس کو ہم پڑھیں)۔

قراءت: ابو عمرو نے تُنۡزِل پڑھا ہے اور کتاب سے مراد ایسی کتاب جس میں آپ کی تصدیق ہو۔ نَقۡرَؤُهٗ فعل یہ کتاب کی صفت ہے۔

مطالباتِ کفار کا جواب:

قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّىۡ هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا (کہہ دیں میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر اور پیغمبر ہوں)
قراءت: مکی اور شامی نے قل کو قال پڑھا۔ ای قال الرسول رسول نے کہا سبحن ربی سے ان کے مطالبات پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا کہہ کر یہ بتلایا کہ میں دوسرے رسولوں کی طرح رسول اور بشر ہوں۔ انبیاء علیہم السلام اپنی قوموں کے پاس وہی نشانات ظاہر کرتے ہیں جو اللہ ان کو دیتے ہیں پس معجزات کو ظاہر کرنا میرے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے پھر تمہیں کیا ہے کہ تم بار بار مجھ پر فرمائشیں ڈال رہے ہو۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا

اور لوگوں کو ایمان قبول کرنے سے صرف اس بات نے روکا کہ جب ان کے پاس ہدایت آئی تو صرف یہی بات کہنے لگے کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول

رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ

بنایا ہے۔ آپ فرما دیجئے اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضروری بات ہوتی کہ ہم ان پر فرشتہ کو

السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ

رسول بنا کر اتار دیتے، آپ فرما دیجئے کہ میرے تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں سے

خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾

باخبر ہے دیکھنے والا ہے۔

لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ پکا ہو گیا کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا:

۹۴: وَمَا مَنَعَ النَّاسَ (اور نہیں لوگوں کو روکا) یہاں الناس سے اہل مکہ مراد ہیں۔ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا (یہ کہ وہ ایمان لائیں) یہ منع کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى (جب کہ ان کے پاس ہدایت آچکی) ھدی سے مراد یہاں پیغمبر اور قرآن ہے۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا (مگر کہ انہوں نے یہ کہا) یہ منع کا فاعل ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔

وما منعهم الايمان بالقرآن و بنبوة محمد ﷺ الا قولهم ابعث الله بشرا رسولا یعنی یہ شبہ ان کے دلوں میں پختہ ہو گیا کہ بشر کو اللہ تعالیٰ نبی نہیں بنا سکتے اسی شبہ نے ان کو ایمان لانے سے روکا۔

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا) اس میں ہمزہ انکار کے لیے ہے اور جس چیز کا انہوں نے انکار کیا پس اس کے خلاف اللہ کے ہاں قابل انکار تھا۔ کیونکہ اس کی حکمت کا تقاضا بھی یہ تھا کہ وہ وحی والا فرشتہ اپنے جیسوں کی طرف بھیجے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اگلے ارشاد میں ان کی تردید اس طرح فرمائی۔

اس کا اصولی جواب:

۹۵: قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ (آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان کے ساتھ چلتے پھرتے) یمشون سے مراد پیدل چلنا ہے۔ جس طرح کہ انسان چلتے ہیں اور وہ اپنے پروں سے نہ اڑتے کہ آسمان والوں کی باتیں سنتے اور ان چیزوں کا علم حاصل کرتے جن کا جاننا ضروری تھا۔ مطمئنین یہ حال ہے یعنی زمین میں بڑے قرینے سے رہتے لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (تو ہم ضرور ان کے لیے آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر اتار دیتے) جو ان کو بھلائی کی تعلیم دیتا اور بھلائی کے مقامات کی طرف ان کی راہنمائی کرتا۔ رہے انسان تو فرشتے کو ان میں سے اسی کی طرف بھیجا جاتا ہے جس

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ

اور اللہ جسے ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے، اور وہ جسے گمراہ کرے سو آپ اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا

اور ہم انہیں قیامت کے دن چہروں کے بل اس حال میں چلائیں گے کہ وہ اندھے اور گونگے اور بہرے ہونگے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جب بھی

خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا

بجھنے لگے گی ہم ان کے لئے اس کو اور زیادہ بھڑکا دیں گے یہ ان کی سزا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور یوں کہا کہ جب ہم

عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ

ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم ازسرِنو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے کیا انہیں معلوم نہیں کہ جس اللہ نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ

آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسے پیدا فرما دے اور اس نے ان کے لئے ایک اجل مقرر کر رکھی ہے جس میں کوئی شک نہیں،

فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾

سو ظالموں نے بس انکار ہی کیا۔

کو نبوت کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ پس وہ چنا ہوا ان کو دعوت دیتا اور ان کی راہنمائی کرتا ہے۔

نحو: بشرا اور ملکا یہ دونوں رسول سے حال ہیں۔

آپ کی سنت پر اللہ کی گواہی کافی ہے:

۹۶: قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ (آپ کہہ دیں میرے اور تمہارے درمیان شہادت کے لیے اللہ ہی کافی ہے) اس بات پر کہ میں نے تمہاری طرف وہ پیغام پہنچا دیا جو مجھے دیکر بھیجا گیا اور تم نے اس کو جھٹلا دیا اور عناد اختیار کیا۔

نحو: شہیدا یہ تمیز ہے یا حال ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا (کیونکہ وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا اور دیکھتا ہے) خواہ وہ ڈرانے والے پیغمبر ہوں یا وہ لوگ ہوں جن کو ڈرایا گیا۔ خبیر کا معنی ان کے حالات سے باخبر ہے اور بصیر کا معنی ان کے افعال کو دیکھنا ہے پس اسی لیے وہ ان کو بدلہ دیگا۔ اس جملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی اور کفار کو وعید سنائی گئی۔

ہدایت طلب والے کو ملے گی:

۹۷: وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ (جس کو اللہ تعالیٰ راہ راست پر لگائے وہی ہدایت پانے والا ہے)

قراءت: یعقوب اور سہل نے المھتدی پڑھا ہے۔ ابو عمرو اور مدنی نے وصل میں ان کی موافقت کی ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت قبول کرنے کی توفیق دے دیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہدایت پانے والا ہے۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ (اور جس کو گمراہ چھوڑ دے) یعنی اس کو رسوا اور ذلیل کرے اور اس کی شیطانی وساوس قبول کرنے سے حفاظت نہ کرے۔ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ (تو ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی حمایتی نہ پاؤ گے) جو ان کو راستے پر ڈال سکے۔ یہاں اولیاء انصار و معاونین کے معانی میں ہے۔ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ (اور ہم ان کو اٹھائیں گے قیامت کے دن چہروں کے بل) یعنی چہروں کے بل ان کو کھینچا جائے گا جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے۔ یوم یسحبون فی النار علی وجوھھم [القمر:۴۸] آنحضرت ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ وہ چہروں کے بل کیسے چلیں گے۔ تو آپ نے فرمایا جو ذات قدموں سے ان کو چلانیوالی ہے وہ چہروں کے بل بھی چلانے کی قدرت رکھتی ہے [ترمذی۔ احمد]

عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّصُمًّا (اندھے بہرے اور گونگے) جس طرح کہ وہ دنیا میں نہ بصیرت رکھتے تھے اور نہ سچی بات بولتے تھے اور اس کے سننے سے بھی بہرے تھے وہ آخرت میں بھی اسی طرح ہونگے ایسی چیز نہ دیکھنے پائیں گے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور نہ ہی ایسا نغمہ سنیں گے جس سے ان کے کان لذت پائیں اور نہ ہی وہ ایسی بات بولیں گے جو ان کی طرف سے منظور کی جائے۔ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا (ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب وہ آگ دھیمی ہونے لگے گی تو ہم اس کی بھڑک میں اضافہ کر دیں گے) خبتْ کا معنی لپٹ کا کم ہونا اور سعیر کا معنی بھڑکنا۔

عذاب کے دو سبب کفر اور انکارِ قیامت:

۹۸: ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (یہ سزا ان کو اس لئے دی جائے گی کہ انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے) ذٰلک کا مشار الیہ وہ عذاب ہے جو ان کو اس سبب سے دیا گیا کہ انہوں نے بعث بعد الموت کا انکار کیا پس اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان کے سارے اجزاء پر مسلط کر دیا جو ان کو کھا رہی ہے۔ اور پھر مٹا رہی ہے اور وہ اسی حالت میں ہمیشہ رہیں گے تاکہ بعث بعد الموت کی تکذیب پر ان کی حسرت بڑھتی ہی رہے۔

۹۹: اَوَلَمْ يَرَوْا (کیا وہ نہیں جانتے) اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ (کہ جس اللہ نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کرے) مثلھم سے مراد ان جیسے انسان وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ (اور ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا گیا ہے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں) وہ موت ہے یا پھر قیامت فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا (پھر بھی ظالم لوگ بغیر انکار کے نہ رہے) باوجود اس کے کہ دلائل واضح ہو چکے انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی یہ انکار بے جا تھا۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ط

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس صورت میں خرچ ہو جانے کے ڈر سے ہاتھ روک لیتے

وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ

اور انسان خرچ کرنے میں بڑا تنگ دل ہے اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسٰی کو کھلی ہوئی نو نشانیاں عطا کیں سو آپ بنی اسرائیل

اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ

سے پوچھ لیجئے جب موسٰی ان کے پاس آئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ موسٰی بلاشبہ میں تیرے بارے میں یہ گمان کرتا ہوں کہ کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے،

مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ

موسٰی نے جواب میں کہا کہ تو ضرور جانتا ہے کہ یہ چیزیں آسمانوں اور زمین کے پروردگار ہی نے نازل فرمائی ہیں جو بصیرت کا ذریعہ ہیں اور اے فرعون میں تیرے بارے

مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾

میں یہ خیال کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہو جانے والا ہے پھر اس نے چاہا کہ انہیں زمین سے اکھاڑ دے سو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو سب کو غرق کر دیا

وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾ ط

اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ زمین میں رہو سہو اور پھر جب آخرت کا وعدہ آ جائے گا تو ہم تمہیں جمع کر کے حاضر کر دینگے

اگر تم خزانوں کے مالک ہوتے تو یہ نبوت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملتی:

۱۰۰: قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ (کہدیں اگر تم مالک ہوتے) تقدیر عبارت یہ ہے لو تملکون انتم۔

نحو: کیونکہ لَوْ افعال پر داخل ہوتا ہے اسماء پر نہیں۔ پس فعل کا لانا اس کے بعد ضروری ہے۔ پس تملک کو مضمر مان لیا گیا کیونکہ اس کی تفسیر آ رہی ہے اور ضمیر منفصل کی بجائے ضمیر متصل لائے اور وہ انتم ہے کیونکہ جس سے واؤ متصل تھی وہ لفظوں میں ساقط ہو گیا پس انتم فعل مضمر کا فاعل ہے اور تملکون اس کی تفسیر ہے۔ علم نحو کا یہی تقاضہ ہے۔

اہل علم بیان کہتے ہیں کہ انتم تملکون میں اختصاص کی دلالت پائی جاتی ہے اور لوگ ہی انتہائی بخل کے ساتھ خاص ہیں۔ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ (میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے) رزق اور تمام انعامات جو اس نے اپنی مخلوقات پر کر رکھے ہیں۔ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ (تو اس صورت میں تم ضرور خرچ کرنے سے ہاتھ روک لیتے) تم ضرور بخل کرتے اس ڈر سے کہ کہیں انفاق ان کو ختم نہ کر ڈالے۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا (انسان بڑا تنگدل ہے) قتور کا معنی بخیل ہے۔

نو معجزاتِ موسوی:

۱۰۱: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ (بلاشبہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کھلے ہوئے نو معجزات دیے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ عصا، ید بیضاء، ٹکڑی، جوئیں، مینڈک، خون، پتھر بن جانا، سمندر اور طور ہیں۔ جس کو بنی اسرائیل پر لٹکایا۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں وہ طوفان، قحط سالی، نقص ثمرات، اشیاء کا پتھر بننا، سمندر، طور ہیں۔

فَسْئَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (پھر ہم نے کہا تم بنی اسرائیل کو (فرعون سے) مانگ لو) یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا بنی اسرائیل کو فرعون سے مانگ اور اس طرح کہہ فارسل معی بنی اسرائیل [الاعراف:۱۰۵] اِذْ جَآءَهُمْ (جب کہ وہ ان کے پاس آئے) یہ قول محذوف کے متعلق ہے۔ ای قلنا له سلهم حین جاء هم۔ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا (ان کو فرعون نے کہا میرا تو قطعی خیال ہے کہ تیرے اوپر اے موسیٰ جادو کر دیا گیا ہے) تمہیں جادو کیا گیا جس سے تمہاری عقل بگڑ چکی۔

موسیٰ علیہ السلام کی تقریر:

۱۰۲: قَالَ (کہا) موسیٰ علیہ اسلام نے لَقَدْ عَلِمْتَ (تحقیق تو جانتا ہے) اے فرعون مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (نہیں اتاری یہ آیات مگر آسمانوں اور زمین کے رب نے) هؤلاء کا مشارالیہ آیات ہیں۔ رب کا معنی انکا خالق بَصَآئِرَ (بصیرت حاصل کرنے کیلئے) یہ حال ہے بمعنی واضح، کھلی، البتہ تو معاند ہے۔ اور دوسری آیت میں فرمایا: و جحدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلمًا و علوا [النمل:۱۴]

قراءت: علی نے عَلِمْتُ ضمہ سے پڑھا۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ میں مسحور نہیں ہوں جیسا کہ تم نے میرے متعلق بیان کیا بلکہ میں معاملے کی صحت کو جاننے والا ہوں اور ان آیات کا اتارنے والا آسمان و زمین کا رب ہے پھر آپ نے اپنے گمان کو اس کے گمان کے ساتھ اس طرح مقابلہ کیا۔

وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا (بیشک میں تمہیں اے فرعون ہلاک ہونے والا گمان کرتا ہوں) گویا کہ آپ نے اس طرح فرمایا کہ اگر تو مجھے مسحور قرار دیتا ہے تو میرے خیال میں تو ہلاک ہونے والا ہے۔ اور میرا گمان تیرے گمان سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کی علامات ظاہر ہیں اور وہ تیرا انکار ہے۔ جس کا صحیح ہونا تو پہچان چکا ہے اور اس کی آیات کے واضح ہونے کے بعد تو ڈھٹائی سے انکا مقابلہ کر رہا ہے اور رہا تیرا گمان تو وہ محض جھوٹ ہے کیونکہ تو نے میرے معاملے کو جاننے کے باوجود یہ کہہ دیا ہے اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ مسحورًا یہ جھوٹا قول ہے۔ فراء کہتے ہیں کہ مثبورا کا معنی بھلائی سے پھرا ہوا جیسے عرب کا قول ہے۔ مَاثَبَرَكَ عَنْ هٰذا یعنی اس بات سے تمہیں کس بات نے پھیر دیا اور روک دیا۔

۱۰۳: فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ (اس نے ارادہ کیا کہ وہ ان کے قدم اکھاڑ دے) یعنی موسیٰ علیہ اسلام اور ان کی قوم کو نکال دے۔ مِّنَ الْاَرْضِ (زمین سے) یعنی ارض مصر سے یا سطح زمین سے ان کو قتل و استیصال سے جلا وطن کرے۔ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا (پس ہم نے اس کو اور اس کے تمام ساتھ والوں کو غرق کر دیا) پس اس کی تدابیر اسی پر طاری ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو

وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰہُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰہُ

اور ہم نے اسے حق کے ساتھ اتارا، اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا، اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور ہم نے قرآن میں جابجا فصل رکھا ہے

لِتَقۡرَاَہٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰہُ تَنۡزِیۡلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلۡ اٰمِنُوۡا بِہٖۤ اَوۡ لَا تُؤۡمِنُوۡا ؕ اِنَّ

تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے آپ فرما دیجئے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا ایمان نہ لاؤ بلاشبہ

الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِہٖۤ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّیَقُوۡلُوۡنَ

جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ان کے سامنے رحمٰن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں

سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنۡ کَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا ﴿۱۰۸﴾ وَیَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ یَبۡکُوۡنَ وَیَزِیۡدُہُمۡ

کہ ہمارا رب پاک ہے بلاشبہ ہمارے رب کا وعدہ ضرور ہی پورا ہونے والا ہے اور وہ رونے کی حالت میں ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کا

خُشُوۡعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدۃ

خشوع بڑھا دیتا ہے۔

قبطیوں سمیت مصر سے اکھاڑ دیا۔

بنی اسرائیل کو ٹھکانہ دیا:

۱۰۴: وَّقُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ لِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اسۡکُنُوا الۡاَرۡضَ (اور ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل کو کہا تم اس سرزمین میں رہو) بعدہ سے مراد فرعون کے بعد۔ الارض سے وہ سرزمین مراد ہے جس سے فرعون نے اس کو نکالنے کا ارادہ کیا۔ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَۃِ (پس جب آخرت والا وعدہ آجائے گا۔) آخرت سے مراد یہاں قیامت ہے۔ جِئۡنَا بِکُمۡ لَفِیۡفًا (تو ہم سب کو جمع کر کے حاضر کر دیں گے۔) لفیفا کا معنی جمع کر کے' باہم ملا کر۔ اس حال میں کہ تم اور وہ سب ملے ہوئے ہوں گے پھر ہم تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے اور سعادت مند اور بدبختوں کے درمیان امتیاز کر دیں گے اللّفیف کا معنی جماعتوں کی صورت میں جو مختلف قبائل پر مشتمل ہونگی۔

۱۰۵: وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰہُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ (اور حق ہی کے ساتھ ہم نے قرآن کو اتارا ہے اور حق ہی کے ساتھ وہ نازل ہوا) ہم نے اس قرآن کو حکمت کے ساتھ اتارا اور یہ اس حالت میں اتارا کہ حق اور حکمت اس کے ساتھ ملی ہوئی ہے کیونکہ یہ ہر خیر کی طرف ہدایت پر مشتمل ہے۔

(۲) ہم نے اس کو آسمان سے حق کے ساتھ اتارا ہے اور فرشتوں کی نگرانی سے اس کو محفوظ رکھا اور یہ رسول پر اس حال میں اترا ہے کہ شیاطین کی ملاوٹ سے بالکل محفوظ ہے۔

نکتہ: راوی کہتا ہے کہ محمد بن سماک بیمار ہوگئے ہم نے انکا پانی لیا اور اس کو ایک نصرانی طبیب کے پاس لے گئے ہم نے دیکھا کہ ہمارے سامنے ایک انتہائی حسین چہرے والا عمدہ خوشبو والا صاف ستھرے کپڑوں والا آدمی سامنے آیا کہنے لگا کہاں جا رہے ہو ہم نے کہاں فلاں طبیب کی طرف تا کہ ابن سماک کا پانی اس کو دکھائیں اس نے کہا سبحان اللہ ایک ولی اللہ کی بیماری کے سلسلے میں اللہ کے دشمن سے مدد لے رہے ہو اس پانی کو زمین میں پھینک دو اور ابن سماک کی طرف لوٹ جاؤ اور اس کو کہو کہ درد کے مقام پر اپنا ہاتھ رکھ کر یہ کہے: (وبالحق انزلنه وبالحق نزل) پھر وہ آدمی ہمارے سامنے سے غائب ہوگیا ہمیں نظر نہ آیا۔

ہم ابن سماک کے پاس لوٹے اور اس بات کی اطلاع دی ابن سماک نے اپنا ہاتھ درد والی جگہ پر رکھا اور آیت کے الفاظ دھرائے اسی وقت ان کو آرام آگیا راوی کہتے ہیں کہ وہ آدمی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا (اور اے محمد ﷺ ہم نے آپ کو صرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے) یعنی جنت کی خوشخبری دینے والے اور جہنم سے ڈرانے والے۔

تھوڑا تھوڑا اُتارنے میں حکمت:

۱۰۶: وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ (اور قرآن مجید میں ہم نے فصل رکھا ہے) قرآنًا کا لفظ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر فَرَقْنٰهُ کر رہا ہے تقدیر عبارت یہ ہے فَصَّلْنٰهُ نمبر۲۔ فرقنا فيه الحق والباطل ہم نے اس میں حق سے باطل کو الگ کر دیا۔ یعنی حق و باطل میں امتیاز کر دیا۔ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ (تا کہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھیں) یعنی آہستگی سے اور ثابت قدمی سے۔ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (اور ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا) حوادث کے مطابق۔

تم مانو یا نہ مانو اس کے مصدق موجود ہیں:

۱۰۷: قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا (کہہ دیجئے کہ تم اس کو سچا مانو یا نہ مانو)۔ یعنی اپنے نفوس کیلئے ہمیشہ کی نعمتیں چن لو یا دردناک عذاب پھر اس ارشاد سے اس کا سبب بتلایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ (بیشک وہ لوگ جن کو اس سے پہلے علم ملا) اور علم سے مراد یہاں قرآن مجید سے پہلے اترنے والی کتاب تورات مراد ہے۔ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (جب ان پر پڑھا جاتا ہے۔) یعنی قرآن يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا (وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں) سجداً حال ہے۔

مصدقین کے اقوال:

۱۰۸: وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (اور وہ کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہوا چاہتا ہے) اسلئے کہ دوسرے مقام پر فرمایا امنوا به اولا تؤمنوا یعنی ان سے تم منہ موڑ لو۔ بیشک اگر وہ ایمان نہ لائیں اور قرآن کی تصدیق نہ کریں پس بیشک ان میں سے بہتر وہ علماء ہیں جنھوں نے کتاب کو پڑھا اور اس پر ایمان لائے۔ اور اس کی تصدیق کی جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اللہ کے حکم کی تعظیم کیلئے اسکی تسبیح کرتے ہیں اور اس وعدے کے پورا ہونے پر جو پچھلی کتابوں میں بعثت محمد ﷺ کے متعلق کیا گیا اور قرآن کے ان پر اتارے جانے کی وجہ سے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ

آپ فرما دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکار دیا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو سو اس کے لئے اچھے اچھے نام ہیں، اور نماز میں

بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾

نہ تو زور کی آواز سے پڑھئے اور نہ چپکے چپکے پڑھئے اور دونوں کے درمیان اختیار کر لیجئے

مذکورہ وعدہ سے یہی مراد ہے ان یہاں اِنَّہٗ کے معنی میں ہے۔اور یہ فعل کی اسی طرح تاکید کرتا ہے۔جس طرح اِنَّ اسم کی تاکید کرتا ہے۔اور جس طرح اِنَّ کو فانھم لمحضرون ۔[الصافات:۱۲۷] میں لام سے مؤکد کیا گیا اسی طرح اِنْ کو لام کے ساتھ لمفعولاً میں مؤکد کیا گیا ہے۔

۱۰۹: وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ (وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہوئے روتے ہیں) الخرور للذقن کا معنی چہرے کے بل گرنا ہے۔ٹھوڑی کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں زمین کی طرف سب سے زیادہ قریب چہرے کا حصہ ٹھوڑی ہے۔کہا جاتا ہے خر علی وجھه وعلی ذقنه و خرّ لوجھه ولذقنه ۔علٰی کا معنی تو ظاہر ہے۔رہا لام کا معنی تو گویا اس نے اپنی ٹھوڑی اور چہرے کو خرور کیلئے مقرر کر دیا اور خاص کر دیا کیونکہ تخصیص کو ظاہر کرتی ہے۔

یخرون لِلْاَذْقَانِ کو دوبارہ لائے۔کیونکہ دونوں حالتیں مختلف ہیں۔اور وہ دونوں حالتیں یہ ہیں انکا گرنا اس حالت میں کہ وہ سجدہ ریز ہیں۔نمبر۲۔انکا گرنا اس حالت میں کہ وہ رونے والے ہیں۔

وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا (اور وہ انکا خشوع بڑھاتا ہے۔) یعنی قرآن۔خُشُوْع دل کی نرمی اور آنکھ کی رطوبت کو کہتے ہیں۔

اللہ کو اس کے اچھے نام سے پکارو:

۱۱۰: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ (آپ کہہ دیں کہ تم اللہ تعالیٰ کو پکارو یا رحمان کو پکارو)! نمبر۱۔جب ابوجہل نے اس کو سنا تو کہنے لگا محمد کہتا ہے یا اللہ، یا رحمان اور ہمیں دو الٰہ کی عبادت سے روکتا ہے۔اور خود دو کو پکارتا ہے۔اس پر یہ آیت اتری:

۲: اہل کتاب نے کہا تو رحمٰن کا ذکر کم کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں کثرت سے اس اسم کو نازل فرمایا ہے۔پس یہ آیت ان کے جواب میں اتاری۔

الدعاء نام رکھنے کے معنی میں ہے نداء کے معنی میں نہیں اور اَوْ کا لفظ تخییر کیلئے ہے کہ خواہ یہ نام رکھ یا یہ نمبر۲۔اس نام سے اس کا ذکر کرو یا اس نام سے۔

اَيًّا مَّا تَدْعُوْا (جس نام سے پکارو) تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔اور مَا تاکید کیلئے بڑھایا گیا ہے۔اور اَیًّا کا نصب تدعوا کی وجہ سے ہے۔اور وہ اَیٌّ کی وجہ سے مجزوم ہے۔یعنی ان دونوں ناموں میں سے جس نام کا تم ذکر کرو اور جو نام رکھو۔فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اس کے اچھے نام ہیں۔فَلَہٗ میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف لوٹتی ہے۔اور فاء اس لئے لائے کیونکہ وہ جواب شرط ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے۔اَیًّا مَّا تدعوا فھو حسن۔ پس اس کی جگہ فله الاسماء الحسنٰی فرمادیا۔کیونکہ جب

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ

اور آپ یوں کہیے کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جس نے اپنے لئے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے لئے ملک میں کوئی شریک ہے، اور نہ ایسی بات ہے

لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۲

کہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہو، اور خوب اچھی طرح سے اس کی بڑائی بیان کیجئے

اس کے تمام اسماء خوب وحسن ہیں۔ یہ دونوں نام بھی انہی میں سے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ یہ احسن الاسماء ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمجید و تقدیس و تعظیم کے معانی میں مستعمل ہیں۔ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ (اور تو نہ پکار کر پڑھ اپنی نماز کو) یعنی اپنی نماز کی قراءت میں۔ اس میں مضاف محذوف ہے۔ کیونکہ اس میں التباس نہیں اس لئے کہ جہر و مخافت دو صفات ہیں۔ جو آواز پر باری باری وارد ہوتی ہیں۔ نہ کسی اور پر۔ اور صلوٰۃ افعال و اذکار ہیں۔

آپ ﷺ اپنی قراءت میں آواز کو بلند فرماتے جب مشرکین نے سنا تو شور مچایا اور گالیاں بکیں۔ پس آپ کو حکم ہوا کہ آواز ہلکی کر لیں۔ اب مطلب یہ ہوا وَلَا تَجْهَرْ حتی تسمع المشرکین و لا تخافت حتی لا یسمع من خلفك نہ اتنی زور سے قراءت کریں کہ مشرکین سنیں اور نہ اتنا آہستہ کریں یہاں تک کہ تمہارے پیچھے والے بھی نہ سن سکیں۔

وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا۔ اور نہ اسکو بالکل آہستہ کریں۔ وابتغ بین ذلك (اور تلاش کر اسکے درمیان) جہر و مخافت کے درمیان۔ سبیلاً: (راستہ) درمیانہ نمبر ۲: اس کا معنی یہ ہے تو اپنی تمام نماز نہ تو جہراً پڑھ اور نہ تمام کو آہستہ بلکہ اسکے درمیان راستہ اختیار کر کہ رات کو نماز جہر سے ادا کر اور دن کی نماز آہستہ قراءت سے ادا کر۔ نمبر ۳: صلاتك کا معنی دعا ہے اپنی دعا ضرور سے مت کر۔

اور نہ اس کو بالکل آہستہ کریں:

۱۱۱: وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا (اور کہہ دو: تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے بیٹا نہیں بنایا) جیسا کہ یہود و نصاریٰ بنو ملیح کا خیال ہے۔ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ (اور نہ ہی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے) جیسا مشرکین نے خیال کیا۔ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ اور نہ اس کا کوئی مددگار ہے کمزوری کی وجہ سے (کیونکہ وہ کمزوریوں سے پاک ہے) یعنی اس پر کمزوری آ ہی نہیں سکتی کہ کسی مددگار کی ضرورت پڑے نمبر ۲۔ وہ کسی سے دوستی کمزوری کی وجہ سے نہیں کرتا تاکہ وہ اس کی طرف سے مدافعت کرے۔ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا (اور تم اس کی خوب بڑائیاں بیان کرو) اس کی تعظیم کرو اور اس کی صفات بیان کرو کہ اس سے برتر ذات ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو یا اس کا کوئی شریک ہو۔

آیت العز:

آپ نے اس کو آیت العز قرار دیا۔ جب کوئی بچہ بنی عبدالمطلب میں بولنے لگ جاتا تو اسکو یہ آیت یاد کرادی جاتی۔ (اخرجہ ابن ابی شیبہ)

الحمد لله اوّلا واخرًا ظاهرًا وباطنًا بفضله تمت ترجمة تفسير سورة الاسراء بثالث يوم من رمضان ۱۴۲۳ من الهجرة

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّعَشْرُ اٰيَاتٍ وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ کہف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۱۰ آیات اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝۱ قَيِّمًا

سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے اپنے بندہ پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی، اس کتاب کو استقامت والا بنایا

لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ

تا کہ وہ اللہ کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور مومنین کو بشارت دے جو نیک عمل کرتے ہیں

اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝۲ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝۳ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ

کہ ان کے لیے اچھا اجر ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور تا کہ ان لوگوں کو ڈرائے جنہوں نے کہا کہ اللہ اولاد

وَلَدًا ۝۴ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ

رکھتا ہے، انہیں اس کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کو، بڑا بول ہے جو انکے مونہوں سے نکل رہا ہے

اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝۵

یہ لوگ بس جھوٹ ہی بول رہے ہیں۔

قرآن وصاحب قرآن کی عظمت:

۱: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے اپنے بندے پر کتاب کو اتارا)۔ عبدہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود تلقین فرمائی اور خود بتلایا کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں اور کیسے اس کی کثیر وجزیل نعمت پر شکریہ ادا کریں۔ وہ سب سے بڑی نعمت اسلام ہے اور وہ کتاب ہے جو اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری جو کہ ان کے لئے سبب نجات ہے۔ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا (اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی) ذرہ بھر بھی کجی نہیں۔ عوج کا لفظ معانی میں وہی مفہوم ادا کرتا ہے۔ جو عَوَج کا لفظ اعیان میں۔ جیسے کہتے ہیں فی رَاْیِهٖ عِوَجٌ و فی عصا عَوج لاٹھی میں ٹیڑھا پن ہے۔ یہاں مقصود معنی میں اختلاف وتناقض کی نفی ہے۔ اور اس سے جو چیز بھی نکلتی ہے وہ پُر حکمت ہے۔

قرآن قیم ہے:

۲: قَيِّمًا (استقامت کے ساتھ) یہ فعل مضمر جَعَلَهٗ سے منصوب ہے۔ای جعله قیمًا کیونکہ جب کجی کی اس سے نفی کردی تو گویا استقامت اس کے لئے خود ثابت ہوگئی عِوَج کی نفی اور اثبات استقامت دونوں کو اسلئے جمع کر دیا۔ باوجودیکہ ایک دوسرے سے مستغنی ہے۔ تاکہ تاکید ہو جائے بہت سے سیدھے لوگ جن کی استقامت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جانچ پڑتال کے وقت تھوڑی بہت ٹیڑھ سے خالی نہیں ہوتے۔ (اس لئے دونوں صفات لا کر ادنی کی بھی نفی کر دی) نمبر۲۔ تمام کتابوں کا قرآن قیم ہے۔ان کی تصدیق کرنے والا اور ان کی صحت کا گواہ ہے۔

لِّيُنْذِرَ (تاکہ وہ ڈرائے) ان لوگوں کو جو کفر کرنیوالے ہیں۔ بَاْسًا شَدِيْدًا (سخت پکڑ) یعنی سخت عذاب سے۔لِيُنْذِرَ دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عذابا قريبًا [النساء:۴۰] یہاں ایک پر اکتفاء کیا گیا ہے۔اصل اس طرح ہے لينذر الذين كفروا باسًا شديدًا بأس عذاب کو کہتے ہیں۔ یہاں اکتفاء علی المفعول کی وجہ یہ ہے۔ منذر بہ وہی ہے جس کی طرف چلایا جا رہا ہے پس اس پر اکتفاء کیا گیا۔

مِّنْ لَّدُنْهُ (جو اس کی طرف ہوگا) اس کی طرف سے صادر ہونے والا ہے۔وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ (اور وہ خوشخبری دے ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرنے والے ہیں کہ ان کے لئے) اس وجہ سے کہ ان کے لئے اَجْرًا حَسَنًا (اچھا اجر ہے) یعنی جنت ہے۔

قراءت: يَبْشُرَ سکونِ باء کے ساتھ حمزہ وعلی نے پڑھا ہے۔

۳: مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا (وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) یہ ماکثین حال ہے لَهُمْ کے ساتھ ھُم ضمیر سے۔فِیہِ سے مراد اس کا اجر وبدلہ یعنی جنت ہے ابدًا ہمیشہ کے معنی میں آتا ہے۔

۴: وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (اور وہ ڈرائے ان لوگوں کو جنہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا ہے) یہاں ان لوگوں کو ذکر کر دیا جن کو ڈرایا گیا ہے منذر بہ کا ذکر نہیں کیا۔ پہلے مقام میں اس کا عکس ہے۔اس لئے کہ پہلے تذکرہ ہو چکا اب دوبارہ ضرورت نہیں۔

کفار کی بات سفید جھوٹ ہے:

۵: مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ (ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں) بیٹے بنالینے کی نمبر۲۔ بیٹا ہونے کا یہ مطلب یہ ہے کہ ان کی یہ بات کسی علمی دلیل پر مبنی نہیں۔ بلکہ جہل مرکب کا نتیجہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا ہی ناممکن ومحال ہے تو پھر انہوں نے یہ کیونکر کہہ دیا مالهم به من علم؟ اس کا مطلب یہ ہے ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں کیونکہ وہ ایسی بات ہی نہیں جو علم میں آئے کیونکہ وہ محال ہے۔اور کسی چیز کے متعلق علم کی نفی یا تو اس لئے ہوتی ہے کہ اس تک پہنچنے والا راستہ معلوم نہیں یا اس لئے کہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے محال وناممکن ہوتی ہے۔وَّ لَا لِاٰبَآئِهِمْ (اور نہ ان کے آباء کے پاس) جن کی یہ تقلید کرنے والے ہیں۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ (بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے) كلمةً یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔اور اس میں تعجب کا

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝۶

سو ایسا تو نہیں کہ آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو غم کی وجہ سے ہلاک کر دینے والے ہیں اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائیں،

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷ وَاِنَّا

بلاشبہ زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اس کے لیے زینت بنایا ہے تاکہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے اور زمین پر

لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸

جو کچھ ہے بلاشبہ ہم اسے بالکل صاف میدان بنا دینے والے ہیں۔

معنی پایا جاتا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ان کی بات بات ہونے کے اعتبار سے کتنی بڑی ہے۔ کبر میں ضمیر اتخذ اللّٰہ ولدًا کی طرف لوٹتی ہے۔ اور اس کو کلمہ جیسا کہ قصیدہ نام رکھتے ہیں۔ تخرج من افواھِھِمْ یہ کلمہ کی صفت ہے۔ جو اس کلمہ کی بڑائی کو ظاہر کر رہی ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس کو بولنے کی جرأت کی تھی۔ اور اپنے مونہوں سے بک دیا تھا۔ بلاشبہ شیطان بہت سے وساوس منکرہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی سے ڈالتا رہتا ہے۔ جن کو زبان پر لانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کو پی جاتے پھر اس منکر ترین بات کا حال خود سمجھ لو۔

اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا (وہ جھوٹ ہی کہتے ہیں) وہ یہ بات نہیں کہتے اِلَّا كَذِبًا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی قولاً کذبًا جھوٹی بات۔

اعراض پر غم نہ کرو:

۶: فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ (شاید کہ آپ اپنی جان کو ہلاک کر دیں گے) اپنی جان کو قتل کرنے والے ہیں۔ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ (ان کے پیچھے) کفار کے پیچھے۔ آیت میں آپ کو اور کفار کے منہ موڑنے، ایمان نہ لانے کو اور ان کے اعراض پر جو آپ پر غم طاری ہوتا ہے ایک ایسے آدمی سے تشبیہ دی جس کے دوست اس سے جدا ہوں اور وہ ان کے نشانہائے قدم پر حسرت وافسوس سے اپنے آپ کو گرا رہا ہو۔ اور ان پر غم کی شدت اور جدائی پر افسوس میں ہلاکت کے قریب کر دے۔

اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ (اگر وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے) حدیث سے قرآن مجید مراد ہے۔ اَسَفًا (افسوس کے طور پر) یہ مفعول لہ ہے۔ یعنی شدت غم وافسوس سے۔ اور اسف غم وغضب میں مبالغہ کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

دُنیا آزمائش گڑھ ہے:

۷: اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا (بیشک ہم نے بنا دیا جو کچھ زمین پر ہے اس کو زمین کیلئے زینت بنایا ہے) یعنی ایسی چیزیں ہیں جو زمین اور اہل زمین کیلئے باعث زینت بن سکتی ہیں۔ جیسے زخارف ارض اور جوان میں سے عمدہ ہیں۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝۹ اِذْ

کیا آپ نے یہ خیال کیا ہے کہ کہف اور رقیم والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب چیز تھے، جب

اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ

جوانوں نے غار میں ٹھکانہ پکڑا تو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرما، اور ہمارے لیے ہمارے

لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝۱۰ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝۱۱

کام میں اچھی صورت حال مہیا کر دیجئے سو ہم نے ان کے کانوں پر سالہا سال تک پردہ ڈال دیا

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝۱۲

پھر ہم نے انہیں اٹھایا تا کہ ہم جان لیں کہ دونوں گروہ میں سے کونسا گروہ ان کے ٹھہرنے کی مدت کو ٹھیک طرح شمار کرنے والا ہے۔

لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (تا کہ ہم ان کو آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے) حسن عمل یہ ہے کہ دنیا سے زہد بے رغبتی اختیار کرے اور اس کی وجہ سے غرور میں مبتلا نہ ہو۔

تمام زمینیں چٹیل میدان بن جائے گی:

۸: پھر اس کی طرف میلان میں بے رغبتی دلانے کیلئے فرمایا وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا (بیشک ہم زمین کی تمام چیزوں کو بنانے والے ہیں) ھا سے مراد دنیا کی زینت۔ صَعِيْدًا (چٹیل زمین) جُرُزًا (خشک) جس میں نباتات باقی نہ رہے اس کے بعد کہ سرسبز اور گھاس والی تھی۔ حاصل یہ ہے کہ ہم حیوانات کو موت دیکر اس کی آبادی کو ختم کر کے ویرانے میں بدل دیں گے اس کے تمام درخت و نبات وغیرہ کو خشک کر دیں گے۔

مختصر واقعہ اصحاب کہف:

۹: جب کلی آیات کا تذکرہ تزئینِ ارض اور اس کے اوپر جو قسم قسم کے اشیاء بے حساب پیدا کیں۔ اور پھر ان تمام کے ازالہ کہ گویا انکا وجود ہی نہ تھا سے کیا جا چکا تو فرمایا۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ (کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ کہف ورقیم والے) یہ آیات اصحاب کہف کے واقعہ اور مدت دراز تک ان کی زندگی کے بقاء سے زیادہ عجیب تر ہیں۔ الکہف پہاڑ میں وسیع غار کو کہتے ہیں۔ الرقیم نمبر۱۔ ان کے کتے کا نام ہے۔ نمبر۲۔ ان کی بستی کا نام ہے نمبر۳۔ اس کتاب اور تختی کا نام ہے جو ان کے حالات کے سلسلہ میں لکھی گئی ہے۔ نمبر۴۔ اس پہاڑ کا نام ہے جس میں وہ غار واقع تھا۔

كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا (وہ ہماری عجیب نشانیوں میں سے تھے) یعنی وہ عجیب نشانی تھے ہماری نشانیوں میں سے۔ مصدر کو بطور صفت لایا گیا۔ نمبر۲۔ مضاف کو محذوف مانیں یعنی اے ذات عجب۔

غار میں آنا:

۱۰: اِذْ اَوَی الْفِتْیَۃُ اِلَی الْکَھْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً (وہ وقت قابل ذکر ہے۔جب ان نوجوانوں نے اس غار میں جا کر پناہ لی تھی۔ انہوں نے کہا۔اے ہمارے رب ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرما) اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے۔رحمۃ سے مراد اپنی رحمت کے خزائن میں سے خصوصی رحمت اور وہ مغفرت، رزق، دشمنوں سے حفاظت ہے۔وَّھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا (اور ہمارے لئے اس کام میں درستی کا سامان مہیا فرما) امرنا سے مراد کفار سے جدائی والا معاملہ رَشَدًا (درستی) تاکہ اس کے سبب سے ہم راشدین ومہتدین میں سے ہو جائیں۔نمبر۲۔ہمارے سارے معاملے کو درستی والا بنادے۔یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔رایت مِنْکَ اسدًا۔نمبر۳۔اپنی رضامندی کا طریق ہمارے لئے آسان کردے۔

سونا:

۱۱: فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِھِمْ فِی الْکَھْفِ (ہم نے ان کے کانوں پر نیند کا پردہ ڈال دیا) یعنی نیند کا پردہ لٹکا دیا۔یعنی گہری نیند ان کو سلا دیا۔جس میں ان کو آوازیں نہ جگا سکیں۔ یہاں ضربنا کا مفعول حجاب حذف کردیا۔سِنِیْنَ عَدَدًا (سالہا سال تک) گنتی والے۔عدد اصل میں سنین کی صفت ہے۔زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ تعدعددا لکثر تھا ہے کہ ان کو کثرت کی وجہ سے گنتی سے شمار کیا جاتا ہے۔کیونکہ قلیل کو گننے کی ضرورت نہیں ہوتی۔جب زیادہ ہو جائیں تو تب شمار کیے جاتے ہیں۔البتہ دراھم معدودۃ [یوسف:۲۰] قلیل ہی مراد ہیں۔کیونکہ اہل مصر قلیل کو گنتے اور کثیر کا وزن کرتے ہیں (اسلئے عدد وہاں وزن کے تقابل میں ہے)

نیند سے بیداری:

۱۲: ثُمَّ بَعَثْنٰھُمْ (پھر ہم نے ان کو اٹھایا) نیند سے بیدار کیا لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ (تاکہ ہم معلوم کرلیں کہ ان دونوں گروہوں میں کون گروہ) جو دو گروہ ان کے قیام کی مدت میں اختلاف کررہے تھے۔کیونکہ جب وہ بیدار ہوئے تو خود بھی انہوں نے اختلاف کیا اور اس کا تذکرہ اس ارشاد: قال قائل منھم کم لبثتم قالوا لبثنا یومًا اوبعض یوم قالوا ربکم اعلم بما لبثتم اور وہ لوگ جنہوں نے ربکم اعلم بما لبثتم کہا تھا یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اندازہ کیا کہ وہ زیادہ دیر رہے ہیں۔

نمبر۲۔الحزبین سے وہ دوسرے لوگ مراد ہیں جو ان کے متعلق اختلاف کرنے والے تھے۔اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا (ان کے رہنے کی مدت کو زیادہ شمار کرنے والے ہیں) امد غایت کو کہتے ہیں۔

نحو: احصٰی فعل ماضی اور امدًا اس کا ظرف ہے یا مفعول لہ ہے۔اور فعل ماضی ای مبتدا کی خبر ہے۔اور خبر ومبتدا ملکر نعلم کے دو مفعول کے قائم مقام ہیں۔مطلب اس طرح ہوگا۔ایھم ضبط امد الا وقات لبثھم و احاط علما بامد لبثھم۔ان میں سے کس نے ان کی اقامت کے اوقات کو ضبط کیا اس مدتِ قیام کو پورے طور پر جانا۔

نمبر۲۔احصی یہ احصاء سے افعل کا وزن ہے۔اور احصاء کا معنی شمار کرنا ہے۔تو انکا قول غلط ہے۔کیونکہ غیر ثلاثی مجرد سے اس کا وزن قیاسی نہیں آتا۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝۱۳

ہم آپ سے ان کا واقعہ بالکل ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں، بلاشبہ یہ چند جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دیدی،

وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟

اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کردیا جب وہ کھڑے ہوئے سوانہوں نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، ہم اس کے علاوہ کسی کو

مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝۱۴ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ

معبود نہیں بنائیں گے اس صورت میں تو ہم یقینی طور پر بڑی زیادتی کی بات کرنے والے ہوجائیں گے۔ یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنالیے

لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ ۝۱۵

کیوں نہیں لے آتے اس پر کھلی ہوئی دلیل، سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے،

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ

اور جب تم ان لوگوں سے اور انکے معبودوں سے جدا ہوگئے جو اللہ کے سوا ہیں تو غار کی طرف پناہ لے لو، تمہارا رب تم پر اپنی رحمت

رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝۱۶

پھیلادے گا اور تمہارے مقصد میں آسانی مہیا فرمائے گا۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے مگر یہاں لِنَعْلَمَ کا صیغہ کیوں لایا گیا؟

جواب: نمبرا۔ یہاں علم سے مراد ظہور ہے۔ تاکہ عبرت اور ایمان میں اضافہ ہو اور اس زمانہ کے ایمان والوں کے لئے کفار کے خلاف ایک واضح نشانی بن جائے۔ نمبر۲۔ تاکہ ہم انکا اختلاف موجود کے اعتبار سے جان لیں۔ جیسا کہ ہم اس کو وجود سے قبل اپنے علم کے اعتبار سے جانتے ہیں۔

تفصیلی واقعہ:

۱۳: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ (ہم آپ سے انکا واقعہ ٹھیک بیان کرتے ہیں) سچائی کے ساتھ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ (بیشک وہ نوجوان تھے) فِتْيَةٌ جمع فتیٰ ہے۔ الفتوت سخاوت کرنا، ایذاء سے اپنے کو روکنا، شکوی کو ترک کرنا، محارم سے اجتناب، مکارم کا استعمال کرنے کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ الفتی اس کو کہا جاتا ہے جو فعل کے کرنے سے قبل اس کا دعویٰ نہ کرے اور کرنے کے بعد اپنے آپ کو پاک قرار نہ دے۔ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى (وہ اپنے رب پر ایمان لائے تھے۔ ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی دے دی) یقین بڑھا دیا۔ یہ دقیانوس بادشاہ کے خاص لوگوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں

میں ایمان کوڈال دیا۔اوران کوخطرہ محسوس ہوا۔اورآپس میں کہنے لگے ہم میں سے دو،دوخلوت میں جا کرایک دوسرے کواپنی خفیہ بات بتلادیں۔انہوں نے ایسا کیاتو وہ سب ایمان پر متفق نکلے۔

دلوں کوایمان پر مضبوط کرنا:

۱۴: وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیے) ہم نے ان کو وطن چھوڑنے پر مضبوطی سے جمادیا۔اوردین میں پختگی عنایت کی اور کسی غار میں پناہ گزینی پر پختہ کردیا۔کلمہ حق پر قائم رہنے کی جرأت دی اور اسلام کے ظاہر کرنے کی جسارت بخشی۔اِذْ قَامُوْا (جبکہ وہ کھڑے ہوئے) اس ظالم دقیانوس کے سامنے سے کھڑے ہوئے۔اورعبادت اصنام کے ترک پراس کے عتاب کی کوئی پرواہ نہ کی۔فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پھر کہنے لگے ہمارارب تو وہی ہے جوآسمانوں اورزمین کارب ہے) یہ بات انہوں نے بطورفخر کہی۔لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا (ہم اس کے سوااورکسی معبود کی ہر گز عبادت نہ کریں گے۔) اگر چہ ہم نے انکاالٰہ ہی نام بولا ہے۔لَقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا (اگر ہم ایسا کریں گےتو اس وقت ہم حد سے بڑھی ہوئی بات کریں گے) ایسی بات کہیں گے جوزیادتی والی ہے۔الشطط ظلم میں افراط اورزیادتی کرنا۔یہ شَطَّ یَشُطُّ اور یَشِطُّ سے لیا گیاجب کہ دور جائے۔

قومی مذہب:

۱۵: هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً (ہماری اس قوم نے اس کے سوادوسروں کومعبود بنارکھا ہے)

نحو: ہؤلاء مبتدا ہےاور قَوْمُنَا اِس کا عطف بیان ہے۔اِتَّخَذُوْا اس کی ایک خبر ہے۔یہ جملہ خبریہ ہے۔جوانکار کے معنی میں ہے۔

لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ (وہ اس پرکوئی واضح دلیل کیونکرنہیں لاتے) یہاں لولآ یہ هَلَّا کے معنی میں ہے۔یَاْتُوْنَ سے مرادان بتوں کی عبادت کرنے پر۔مضاف کوحذف کردیا۔سُلْطٰنٍ بَیِّنٍ سے حجت ظاہرہ مراد ہے۔درحقیقت اس میں ان کوڑلانا مقصود ہے۔کیونکہ بتوں کی عبادت پرصحیح دلیل کاملنا محال ہے۔فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا (پس اس سے بڑھ کرکون ظالم ہے۔جس نے اللہ تعالیٰ پرجھوٹ باندھا) کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شریک کی نسبت کی۔

باہمی فیصلہ:

۱۶: وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ (جب تم ان سے الگ ہوجاؤ) اس میں انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کومخاطب کیا جبکہ اپنے دین کو بچانے کیلئے بھاگنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔وَمَا یَعْبُدُوْنَ (اورجن کی یہ عبادت کرتے ہیں) ھم ضمیر پرعطف کی وجہ سے منصوب ہے تقدیرعبارت یہ ہوگی واذاعتزلتموھم واعتزلتم معبودتھم۔

اِلَّا اللّٰهَ (اللہ تعالیٰ کے سوا) یہ مستثنیٰ متصل ہے۔کیونکہ وہ خالق کا اقرار کرتے تھے۔اوراس کے ساتھ دوسروں کوشریک ٹھہراتے تھے۔جیسا کہ اہل مکہ نمبر۲۔مستثنیٰ منقطع ہے ای اذاعتزلتم الکفار والاصنام التی یعبدونھا من دون اللّٰہ۔جب تم

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ

اور اے مخاطب تو دیکھے گا کہ جب سورج نکلتا ہے تو وہ ان کے غار سے داہنی طرف کو بچ کر گزر جاتا ہے اور جب وہ چھپتا ہے

تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۗ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ

تو ان کی بائیں طرف سے کتراتا ہوا چلا جاتا ہے اور وہ غار کے ایک فراخ حصہ میں تھے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ ہدایت دے

فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۟ ۧ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا

سو وہی ہدایت پانے والا ہے، اور جس کو وہ گمراہ کرے تو اے مخاطب تو اس کے لیے کوئی مددگار راہ بتانے والا نہ پائیگا، اور اے مخاطب تو ان کو دیکھتا تو خیال کرتا کہ وہ جاگ رہے ہیں

وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ

حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے اور ہم انہیں داہنی کروٹ پر اور بائیں کروٹ پر بدل دیتے تھے اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے ہاتھ

ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝۱۸

بچھائے ہوئے تھا، اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لیتا تو ان کی طرف سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا اور ان کی وجہ سے تیرے اندر رعب بھر جاتا

کفار اور ان اصنام سے الگ ہو جاؤ جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہیں۔ نمبر۳۔ یہ جملہ معترضہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے نوجوانوں کے متعلق خبر دی ہے۔ کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے نہ تھے۔ فَاْوٗا اِلَى الْكَهْفِ (تو تم غار میں ٹھکانہ بنالو) لو غار کی طرف منتقل ہو جاؤ۔ نمبر۲۔ اس کو اپنا مسکن بنالو۔

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ (تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت کو فراخی عنایت کرے گا) رحمت سے یہاں رزق مراد ہے۔ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا (اور تمہارے تمام امور میں فائدے کا سامان فراہم کرے گا) مرفقًا اس چیز کو کہتے ہیں جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور یہ بات انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل پر کامل یقین کی بناء پر اور اس سے قوی امید اور اس پر کامل توکل اور انتہائی خالص یقین کی بناء پر کہی۔ نمبر۲۔ اس بات کی اطلاع ان کو اس زمانہ کے پیغمبر کی زبانی کی گئی۔

قراءت: مدنی وشامی نے مَرْفِقًا پڑھا ہے۔

کیفیتِ غار:

۱۷: وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ (اے مخاطب تم دیکھو گے کہ دھوپ جب نکلتی ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب کو بچھی جاتی ہے) قراءت: کوفی نے تَزٰوَرُ پڑھا ہے۔ اور شامی نے تزّاور اور دیگر نے تزاور۔ اس کی اصل تتزاور ہے۔ تخفیف کردی تاء کو زاء میں ادغام کر کے یا پھر اس کو حذف کردیا۔ یہ تمام الزور سے ہے اور وہ میلان کو کہا جاتا ہے اور اسی سے زارہ کہتے ہیں جبکہ وہ اس کی طرف مائل ہو۔ الزور (جھوٹ) سچ سے میلان اختیار کرنا۔

عَنْ کَھْفِھِمْ (ان کے غار سے) اس سے مائل ہو جاتا اور اس کی شعاعیں ان پر نہ پڑتیں۔ ذَاتَ الْیَمِیْنِ (دائیں جانب) اور حقیقت میں اس سے مراد وہ جہت ہے جس کا نام یمین رکھا جاتا ہے۔ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُھُمْ (اور جب غروب ہوتی تو ہٹی رہتی) تقرضھم کا معنی ہے کہ کاٹتا ان کو یعنی ان کو چھوڑتا اور ان سے پھر جاتا۔ ذَاتَ الشِّمَالِ وَھُمْ فِیْ فَجْوَۃٍ مِّنْہُ (بائیں طرف سے اس حال میں کہ وہ غار کے وسیع مقام میں تھے) غار کے وسیع حصہ میں مطلب یہ ہے کہ وہ سائے میں تھے۔ تمام دن طلوع سے غروب تک سورج کی دھوپ ان کو نہ پہنچتی تھی۔ اس کے باوجود کہ وہ غار کے کھلے وسیع مقام میں تھے۔ جو دھوپ کے پہنچ جانے کی جگہ تھی اگر اللہ تعالیٰ سورج کی دھوپ کو نہ روکتے۔ نمبر۲۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ غار کی ایسی کشادہ جگہ میں تھے۔ جہاں ہوا کے جھونکے اور نسیم کی ٹھنڈک ان کو پہنچتی جس سے غار کی گھٹن ان کو محسوس نہ ہوتی تھی۔

ذٰلِکَ (یہ) جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سلسلہ میں سورج کے میلان کا معاملہ کیا۔ اور طلوع و غروب میں ان سے پھر کر گزرنا یہ ایک نشانی تھی مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے) یعنی جو اس جانب میں تھا۔ اس جانب کو دھوپ پہنچتی مگر خود ان کو کرامت کے طور پر دھوپ نہ پہنچتی تھی۔ نمبر۲۔ دوسرا قول یہ بھی ہے غار کا دروازہ شمالی جانب بنات نعش کے سامنے تھا۔ پس وہ ایسے مقام میں تھے۔ جہاں سورج کی شعاعیں کبھی نہیں پڑتیں۔ اس صورت میں آیات اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حالت اور بات یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

جو اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا:

مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ (جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہ ہدایت پانے والا ہے)۔ جیسا کہ سبحان الذی اسریٰ میں گزرا۔ یہ درحقیقت ان کی تعریف ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کیا۔ اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس بلند کرامت کو پانے کیلئے ان کی راہنمائی کر دی۔

وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا (جس کو وہ گمراہ کر دے پس ہرگز تم اس کے لئے کوئی مددگار و راہنما نہ پاؤ گے) جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

سونے کی کیفیت:

۱۸: وَتَحْسَبُھُمْ (اور تم ان کو گمان کرو گے)

قراءت: شامی و حمزہ عاصم نے اعشیٰ کے علاوہ فتحہ سین سے پڑھا ہے۔ اس میں ہر ایک کو خطاب ہے۔ اَیْقَاظًا (بیدار)۔ یہ جمع یقظ کی ہے۔ وَّھُمْ رُقُوْدٌ (حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں) رقود کا معنی سوئے ہوئے۔ نمبر۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ سوئے ہوئے تھے۔ اسلئے دیکھنے والا ان کو بیدار خیال کرتا۔

وَّنُقَلِّبُھُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ (اور ہم انکو دائیں اور بائیں پلٹ رہے تھے) بعض نے کہا سال میں وہ دو پلٹیاں لیتے ایک اور قول یہ ہے کہ عاشوراء کے دن ایک ہی پلٹی ان کو دی جاتی۔ (مگر نقلب کا لفظ اس تخصیص کی بجائے سونے والے کی طرح کثرت سے طبعی طور پر پلٹنے کا متقاضی ہے اور قدرت الٰہی کے اظہار کیلئے بھی یہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

وكذلك بعثنهم ليتساءلوا بينهم قال قائل منهم كم لبثتم قالوا

اور اسی طرح ہم نے انہیں اٹھایا تا کہ وہ آپس میں سوال کریں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم لوگ کتنی مدت ٹھہرے ہو گے؟ وہ کہنے لگے

لبثنا يوما او بعض يوم قالوا ربكم اعلم بما لبثتم فابعثوا احدكم

کہ ایک دن یا ایک دن سے کم! بعضوں نے کہا کہ تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ تم کتنی مدت ٹھہرے سو تم اپنے میں سے کسی کو

بورقكم هذه الى المدينة فلينظر ايها ازكى طعاما فلياتكم

یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو، سو وہ دیکھے کہ اس شہر کے کھانوں میں کونسا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے، سو وہ تمہارے پاس اس میں سے

برزق منه وليتلطف ولا يشعرن بكم احدا ⑲ انهم ان يظهروا

کھانا لے آئے، اور کام کرنے میں خوش تدبیری سے کام لے اور تمہارے بارے میں کسی کو ہرگز خبر نہ دے، بے شک بات یہ ہے کہ اگر انہیں تمہارا پتہ

عليكم يرجموكم او يعيدوكم في ملتهم ولن تفلحوا اذا ابدا ⑳

چل جائے تو تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے یا اپنے دین میں لوٹا لیں گے اور تم ہرگز کامیاب نہ ہو گے۔

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ (اور ان کا کتا اپنے دونوں اگلے ہاتھ پھیلانے والا تھا) یہ ماضی کی حالت کا تذکرہ ہے کیونکہ ماضی کے معنی میں لینے سے اسم فاعل عمل نہیں کرتا۔ بِالْوَصِيْدِ (چوکھٹ پر) صحن میں نمبر۲۔ چوکھٹ پر۔ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ (اے مخاطب! اگر تم ان کو جھانک کر دیکھ پاؤ) لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ (تو تو ان سے منہ موڑ لے گا اور بھاگ کھڑا ہو گا) فِرَارًا (بھاگنا) مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ معنی وَلَّيْتَ مِنْهُمْ کا ہے کہ تو ان سے بھاگ جائے گا۔

وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (اور تو ضرور بھر جائے گا ان کے رعب سے) مبالغہ ہے حجازی نے مُلِّئتَ کی لام پر تشدید پڑھی ہے۔ رُعْبًا تمیز ہے۔ علی اور شامی نے ضم راء کے ساتھ پڑھا۔ رُعب اس خوف کو کہا جاتا ہے جس سے سینہ مرعوب ہو جائے یعنی بھر جائے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رعب کا لباس پہنا دیا تھا۔ یا نمبر۲۔ ان کے ناخنوں اور بالوں کی لمبائی اور ان کے اجسام کے بڑے ہونے کی وجہ سے (مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ جب وہ اٹھے تو کسی چیز میں تغیر نہ پا کر انہوں نے لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ورنہ بالوں وغیرہ کا بڑھنا تو کھلی علامت طویل ٹھہرنے کی تھی۔ جو کسی معمولی عقل سے بھی مخفی نہیں چہ جائیکہ ان عقل مندترین لوگوں سے فافہم و تدبر)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آیا ہے کہ انہوں نے غزوۂ روم میں اس کہف سے گزر کیا۔ پس انہوں نے کہا میں غار میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس کو جو تم سے بہت بہتر تھے یہ کہا گیا لو ولّيت منهم فرارًا پھر ان کے حکم سے ایک جماعت غار میں داخل ہوئی ان کو ہوا نے جلا دیا۔

۱۹: وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ (اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا) جس طرح ہم نے اس نیند سے ان کو سلایا۔ اسی طرح ہم نے ان کو سلانے اور اٹھانے پر قدرت کے اظہار کے لئے ان کو بیدار کیا۔ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ (تاکہ وہ آپس میں سوال و جواب کریں) اور ایک دوسرے کی حالت کو پہچانیں اور اپنے ساتھ اللہ کے سلوک کو معلوم کر کے مزید عبرت حاصل کریں اور اس کی عظیم قدرت پر اس سے استدلال کریں جس سے ان کے یقین میں مزید اضافہ ہو اور اللہ نے جوان پر انعام فرمایا اس کا شکریہ ادا کریں۔ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ (ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا) یعنی ان کے سربراہ نے کہا كَمْ لَبِثْتُمْ (تم کتنا ٹھہرے ہو۔) یعنی تمہارے ٹھہرنے کی مدت کتنی ہے۔ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ (انہوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں) انکا یہ جواب غالب ظن کی بنا پر تھا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ظن غالب سے بات کہی جاسکتی ہے۔ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ (وہ کہنے لگے تمہارے رب کو بخوبی علم ہے کہ تم لوگ کتنی دیر رہے ہو) یعنی تمہارے ٹھہرنے کی مدت کتنی ہے۔ یہ بعض کی طرف سے پہلوں کی بات کا انکار ہے گویا کہ انہوں نے دلائل سے معلوم کرلیا یا ابہام سے ان کو معلوم ہوا کہ مدت طویل ہے جس کی مقدار اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ تفسیری روایت میں ہے کہ وہ غار میں چاشت کے وقت داخل ہوئے اور زوال کے بعد بیدار ہوئے پس انہوں نے گمان کیا کہ وہ اسی دن میں ہیں جب انہوں نے اپنے ناخنوں اور بالوں کی لمبائی کو دیکھا تو یہ کہا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی آیت سے یہ استدلال کیا کہ ان کی صحیح تعداد سات ہے کیونکہ آیت میں یہ بات فرمائی گئی قال قائل تو یہ قائل ایک ہوا قالوا اس کے جواب میں انہوں نے لبثنا یوما اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ کہا اور قالوا کم سے کم تین کیلئے بولا جاتا ہے کیونکہ وہ جمع ہے۔ پھر کہار بکم اعلم تو کم بھی جمع جو کم سے کم تین کے لئے ہیں اس لحاظ سے وہ سات ہو گئے۔

باہمی مکالمہ:

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ (پس تم اپنے میں سے ایک کو بھیجو) گویا کہ انہوں نے کہا تمہارا رب اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے اس مدت کو صحیح جاننے کا راستہ تمہارے پاس نہیں ہے۔ پس دوسری اہم چیز کو تم اختیار کرو کہ اپنے میں کسی ایک یعنی یملیخا کو بھیجو۔ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ (اپنا یہ روپیہ دے کر) یہ چاندی کے روپے تھے یا فقط چاندی تھی جس پر مہر نہ تھی۔ قراءت: ابوبکر' حمزہ اور ابوعمرو نے ورق کو راء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ اِلَى الْمَدِيْنَةِ (شہر کی طرف) اس شہر کا نام ترسوس تھا۔ وہ اپنے ساتھ گھر سے نکلتے وقت چاندی لائے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خرچہ اپنے ساتھ لے جانا اور وہ چیزیں جو مسافر کیلئے کام آسکتی ہوں۔ یہ اللہ پر توکل کرنے والوں کی شان ہے۔ یہ ان لوگوں کا وطیرہ نہیں جو اتفاق پر بھروسہ کیا کرتے ہیں اور لوگوں کے برتنوں میں پائے جانے والے نفقات پر جن کی نگاہ ہوتی ہے بعض علماء کے بارے میں وارد ہے کہ ان کو بیت اللہ کا بہت شوق تھا۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے اس سفر کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ شد الھمیان والتوکل علی الرحمان نمبرا۔ ہمیانی پاس ہو۔ نمبر۲۔ رحمان پر بھروسہ ہو۔ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ (پس وہ دیکھ لے کون سا ان میں سے) یعنی اس شہر کے رہنے والوں میں سے۔ یہاں مضاف کو حذف کر دیا جس طرح کہ اس آیت میں ہے: و اسئل القریۃ [یوسف:۸۲] ایٌّ مبتدا ہے۔ اور اس کی خبر ازکی ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا

اور اسی طرح ہم نے ان پر مطلع کر دیا تا کہ وہ اس بات کو جان لیں کہ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور یہ کہ قیامت آنیوالی ہے

رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ

اس میں کوئی شک نہیں، جب کہ وہ لوگ اپنے درمیان ان کے بارے میں جھگڑ رہے تھے سوانہوں نے کہا کہ ان کے اوپر عمارت بنا دو ان کا رب

اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱

ان کو خوب جانتا ہے جو لوگ ان کے معاملہ میں غالب ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم ضرور ضرور ان پر مسجد بنائیں گے۔

اَزْكٰى کا معنی زیادہ پاکیزہ یعنی حلال اور پاکیزہ یا مقدار میں زیادہ اور سستا طَعَامًا (کھانا) یہ تمیز ہے۔ فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ (پس وہ اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آئے اور خوش تدبیری سے کام لے) یعنی خرید وفروخت کے معاملے میں بتکلف نرمی اختیار کرے تا کہ غبن واقع نہ ہو یا معاملے کو پوشیدہ رکھنے کی صورت میں خوش تدبیری سے کام لے تا کہ کسی کو پتہ نہ چل سکے۔ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا (اور کسی کو تمہاری سن گن نہ ہونے پائے) یعنی کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے نادانستگی میں تمہارے متعلق پتہ چل جائے۔ اس نادانستہ حرکت کا نام اشعار رکھا کیونکہ یہ سبب اشعار ہے۔ (یعنی سبب اطلاع ہے)۔

۲۰: اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ کیونکہ اگر ان لوگوں نے تمہاری اطلاع پائی۔ انہم کی ضمیر اہل کی طرف جا رہی ہے جو کہ انھا میں مقدر ہے اور ان یظھر ُ کا مطلب مطلع ہونا اور قابو پالینا ہے۔ يَرْجُمُوْكُمْ وہ تم کو سنگسار کر دیں گے۔ یعنی بدترین انداز سے تمہیں قتل کر دیں گے۔ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ (یا وہ تم کو اپنے مذہب میں لوٹا لیں گے زبردستی۔ یہاں عود کا معنی صیر ورت ہو جانا اور یہ کلام عرب میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ (صیر ورت کا معنی داخل کرنا) وَلَنْ تُفْلِحُوْا اِذًا اَبَدًا (اور اس وقت کبھی بھی تم فلاح نہیں پاؤ گے) اذا یہاں شرط پر دلالت کر رہا ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی ولن تفلحوا ان دخلتم فی دینھم ابدًا۔ یعنی تم ہرگز کامیاب نہ ہوگے اگر تم ان کے دین میں کبھی بھی داخل ہو گئے۔

۲۱: وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ (اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان کے متعلق مطلع کر دیا) اور جیسا کہ ہم نے سلایا اور ان کو نیند سے جگایا اسی طرح ان کے بارے میں لوگوں کو حکمت کی بناء پر مطلع کر دیا۔ لِيَعْلَمُوْٓا (تا کہ وہ لوگ اس بات کا یقین کر لیں) یعنی وہ لوگ جن کو ہم نے ان کے حالات کے متعلق مطلع کیا۔ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے) وعدہ سے بعث بعد الموت والا وعدہ مراد ہے۔ حق کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً ہو کر رہے گا۔ کیونکہ ان کی نیند والی حالت اور اس کے بعد اس سے بیداری والی کیفیت اس آدمی جیسی ہے جو فوت ہو پھر اس کو اٹھایا جائے۔ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا (اور بیشک قیامت میں کوئی شبہ نہیں) وہ ان کے معاملے سے بعث کے صحیح ہونے پر استدلال کریں گے۔ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ (جب کہ وہ ان کے متعلق باہمی جھگڑ رہے تھے) یہ اَعْثَرْنَا کے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: اعثرنا ھم علیھم حین یتنازع اھل ذلك الزمان۔ ہم نے ان کے متعلق اس

وقت لوگوں کو مطلع کیا جبکہ اس زمانہ کے لوگ باہم جھگڑ رہے تھے۔ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ (اپنے درمیان ان کے معاملہ میں) یعنی اپنے دین کے معاملہ میں اور حقیقت بعث کے متعلق اختلاف کر رہے تھے (ان میں سے بعض کہتے تھے کہ فقط ارواح کو اٹھایا جائے گا اجساد کو نہیں اور دوسروں کا کہنا یہ تھا کہ روح مع الجسد اٹھائی جائے گی) تا کہ اختلاف رفع ہو جائے اور معاملہ کھل جائے کہ اجسام کو حس کے ساتھ زندہ کر کے ارواح کے موت سے پہلے والے تعلق کو بحال کر دیا جائیگا۔

فَقَالُوا (انہوں نے کہا) جب اصحاب کہف مر گئے۔ ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا (ان کے پاس کوئی عمارت بنادو) ان کی غار کے دروازے پر عمارت بنادو تا کہ لوگ غار کے اندر نہ گھس سکیں ان کی قبور کی حفاظت کیلئے جیسا کہ قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چار دیواری سے محفوظ کر دیا گیا (مگر یہ قیاس درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ آپ کی قبر مبارک تو پہلے ہی خصوصیت نبوت کی بناء پر مکان کے اندر بنائی گئی نہ کہ بعد میں چار دیواری کی گئی) رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ (انکا رب ان کو خوب جانتا تھا) یہ آپس میں تنازع کرنے والوں کا کلام ہے گویا انہوں نے باہمی مذاکرہ کیا اور ان کے انساب و احوال کی طرف کلام کو منتقل کیا اور ان کی مدتِ قیام میں بھی گفتگو کی جب ان تمام معاملات میں حقیقت کی طرف راستہ نہ ملا تو اس وقت کہنے لگے ربهم اعلم بهم کہ رب تعالیٰ کو ان کے متعلق حقیقت حال کا علم ہے۔

نمبر۲۔ یا یہ ادخال الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسی فضول بحثوں میں پڑنے والوں کو فرمایا میں انکا رب ان کی حقیقت کی صحیح خبر رکھتا ہوں۔ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ (ان لوگوں نے کہا جو اپنے کام پر غالب تھے) یعنی مسلمان اور حکام اور وہ ان کے قریبی عزیز بھی تھے اور ان کے قریب تعمیر کے زیادہ حقدار تھے۔ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ (ہم ضرور ان کے پاس بنائیں گے) غار کے دروازے پر مَّسْجِدًا (ایک مسجد) جس میں مسلمان نماز ادا کریں گے اور ان کے مقام سے برکت پائیں گے۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ اہل انجیل نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب شروع کر دیا اور ان کے بادشاہوں نے سرکشی اختیار کر کے بتوں کی عبادت شروع کر دی اور لوگوں کو ان کی عبادت پر مجبور کیا۔ ان تختی پسندوں میں دقیانوس تھا۔ اس نے اپنے قوم کے نوجوانوں کو شرک میں مبتلا کرنے کا ارادہ کیا اور ان کو شرک اختیار نہ کرنے کی صورت میں قتل کی دھمکی دی۔ مگر انہوں نے ایمان پر ثابت قدمی دکھائی اور اس میں پختگی اختیار کی۔ پھر انہوں نے غار کی طرف فرار اختیار کیا۔ انکا گزر ایک کتے کے پاس سے ہوا وہ بھی ان کے پیچھے چل دیا۔ انہوں نے اس کو بہت بھگایا مگر وہ انکا پیچھا کرنے سے باز نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بولنے کی زبان دی۔ اس نے کہا تم میرے متعلق کیا چاہتے ہو؟ مجھے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں سے محبت ہے تم جب آرام کرو گے۔ تو میں تمہاری حفاظت کرونگا۔

تفسیری روایات سے تفصیل:

دوسرا قول یہ ہے کہ انکا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا جس کے ساتھ کتا تھا۔ چرواہا ایمان لے آیا اور وہ تمام غار میں جا بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں کو تھپکی دے کر سلا دیا۔ اور ان کے اٹھانے سے پہلے وہاں کی حکمرانی ایک نیک صالح مومن آدمی کو دے دی۔ اس کے زمانہ حکومت میں لوگوں کے مابین بعث میں اختلاف ہوا۔ ہر دو فریق ضد پر تھے۔ بادشاہ اپنے گھر میں

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا

کچھ لوگ یوں کہیں گے کہ یہ تین آدمی ہیں چوتھا انکا کتا ہے اور کچھ لوگ کہیں گے کہ یہ پانچ آدمی ہیں چھٹا ان کا کتا ہے اٹکل پچو غیب پر

بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا

حکم لگا رہے ہیں اور کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے آپ فرما دیجئے میرا رب ان کی تعداد کو خوب جاننے والا ہے،

يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ڛ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ

ان کو نہیں جانتے مگر تھوڑے سے لوگ سو آپ ان کے بارے میں سرسری بحث کے علاوہ زیادہ بحث نہ کیجئے اور ان کے بارے میں کسی سے بھی

مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝۲۲

سوال نہ کیجئے۔

داخل ہوا۔ اور اپنا دروازہ بند کر کے ٹاٹ کا لباس پہن لیا۔ اور زمین پر بیٹھ کر بارگاہ الٰہی میں اس مسئلے کا حل طلب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک چرواہے کے دل میں بات ڈال دی جس نے اس رکاوٹ کو جوان کی غار کے منہ پر تھی گرا دیا تا کہ اس کو بکریوں کا باڑہ بنائے۔ جب وہ کھانا خریدنے کیلئے شہر میں داخل ہوا اور اس نے سکہ نکالا تو وہ دقیانوس کا مہر شدہ تھا۔ لوگوں نے اس کو اس تہمت میں گرفتار کر لیا کہ اس نے خزانہ پالیا ہے۔ وہ اس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اس نے اپنا واقعہ ان کو من وعن بیان کر دیا۔ بادشاہ شہر والوں سمیت ان کی ملاقات کیلئے آیا اور ان کو آنکھوں سے دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی کہ اس نے بعث بعد الموت کی دلیل مہیا کر دی۔ پھر ان نوجوانوں نے بادشاہ کو کہا ہم تمہیں الوداع کہتے ہیں اور جن وانس کے شر سے تیرے لئے پناہ کی دعا کرتے ہیں۔ پھر وہ اپنی خوابگاہوں کی طرف واپس لوٹ آئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو قبض کر لیا۔ بادشاہ نے ان پر اپنا کپڑا بطور کفن ڈال دیا۔ اور ہر ایک کیلئے سونے کا تابوت بنایا۔ مگر خواب میں اس نے دیکھا کہ وہ سونے کو ناپسند کرتے ہیں تو اس نے ساگوان کی لکڑی سے تابوت تیار کر کے اس میں دفن کر دیا۔ اور غار کے منہ پر ایک مسجد تعمیر کرا دی۔

تعداد میں تنازعہ:

۲۲: سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا ۢ بِالْغَيْبِ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ (بعض لوگ تو کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا انکا کتا اور بعض کہیں گے وہ پانچ ہیں چھٹا انکا کتا اور یہ لوگ بلاتحقیق اندھیرے میں تیر چلا رہے ہیں اور بعض لوگ کہیں گے، سات ہیں آٹھواں انکا کتا) سیقولون کی ضمیر ان لوگوں کی طرف راجع ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اہل کتاب اور مؤمنین میں سے جو اس قصہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو جواب کو ان کے سلسلہ میں وحی تک مؤخر کیا گیا۔ پس یہ آیت ان کے مابین اختلاف کی حقیقت بتلانے کیلئے اتاری گئی

کہ ان میں جو گروہ ان کی تعداد سات اور آٹھواں کتا بتلاتا ہے وہ صحیح ہے۔

اور ایک تفسیری روایت یہ بھی ہے کہ سید اور عاقب اور ان کے ساتھ آنے والے نجرانی افراد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تھے۔اصحاب کہف کا تذکرہ چھڑ گیا۔تو سید نے کہا یہ یعقوبی تھا۔کہ وہ تین تھے اور چوتھا انکا کتا تھا۔عاقب نے طرح دی اور یہ نسطوری تھا۔کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا انکا کتا تھا۔مسلمانوں نے کہا وہ سات تھے۔اور آٹھواں انکا کتا تھا۔پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی بات کی تصدیق فرمادی۔مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے اطلاع دینے سے یہ بات کہی جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے۔

اسمائے اصحابِ کہف:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ سات تھے ان کے نام یہ تھے۔نمبرا۔یملیخا نمبر۲۔مکشلینا نمبر۳۔مشلینا یہ بادشاہ کے دائیں جانب کے مقرب تھے اور اس کے بائیں جانب والے نمبر۴۔مرنوش نمبر۵۔دبرنوش نمبر۶۔شاذنوش بادشاہ ان چھ سے مشاورت کرتا تھا۔ساتواں وہ چرواہا کہ مسطلیونس جو ایمان لا کر ان کے ساتھ دقیانوس کی حکومت سے بھاگا۔ان کے شہر کا نام افسوس اور ان کے کتے کا نام قطمیر تھا۔[الطبرانی الاوسط]

نحو: سیقولون میں سین استقبال کیلئے ہے۔اگرچہ پہلے فعل پر داخل ہے۔بقیہ دونوں افعال بوجہ عطف اس کے حکم میں داخل ہیں۔جیسا کہ قد اکرم و انعم اس جملہ میں دونوں فعلوں میں توقع کا معنی مراد لیا گیا ہے۔یا یفعل سے استقبال کا معنی مراد لیا جائے جو کہ اس کے مناسب ہے۔ثلاثۃ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ای هم ثلاثة اسی طرح خمسة، سبعة۔رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ یہ جملہ اسمیہ ثلاثہ کی صفت ہے۔اسی طرح سادسهم كلبهم اور ثامنهم كلبهم جملے ان کی صفت ہیں۔

رجما بالغيب (یہ بے تحقیق اندھیرے میں تیر چلا رہے ہیں) یہ مخفی خبر و اطلاع سے اٹکل لگا رہے ہیں۔اور اسی کو لا رہے ہیں۔جیسا کہ فرمایا ویقذفون بالغيب [سبا: ۵۳] یعنی وہ پوشیدہ بات اٹکل سے کرتے ہیں۔یا نمبر۲۔الرجم کو الظن کی جگہ رکھا گویا اس طرح کہا ظنًّا بالغیب غیب کے متعلق گمان لڑاتے ہیں کیونکہ اہل عرب اکثر کہتے ہیں: رجم بالظن بجائے اس کے کہ ظن فلان کہتے۔یہاں تک کہ ان کے ہاں دونوں تعبیروں میں کوئی فرق نہیں رہا۔

واؤ جو تیسرے جملہ پر داخل ہوئی ہے۔یہ وہ واؤ ہے جو اس جملہ پر لائی جاتی ہے جو نکرہ کی صفت بنے جیسا کہ اس جملہ پر جو معرفہ سے حال بنے اس پر واؤ آتی ہے مثلاً جاء نی رجل ومعه آخر و مررت بزيد و فی يده سيف۔واؤ کا فائدہ نمبرا۔یہ ہے کہ صفت موصوف کے ساتھ تاکیداً متصل ہے۔نمبر۲۔موصوف کا اس صفت سے متصف ہونا ایک ثابت شدہ بات ہے۔نمبر۳۔یہی وہ واؤ ہے جس نے یہ اعلان کیا کہ جنہوں نے کہا سبعة و ثامنهم كلبهم انہوں نے حقیقت ثابتہ بتلائی۔انہوں نے اٹکل کا تیر نہیں چلایا۔جیسا کہ دوسروں نے کیا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دونوں اقوال کے بعد رجمًا بالغيب فرمایا اور تیسرے اس قول کے بعد یہ ارشاد لائے۔قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ (یعنی کہہ دیں کہ میرا رب ان کی صحیح تعداد کو جانتا ہے) اور اس نے تمہیں اس کی خبر سبعة و ثامنهم كلبهم کہہ کر دے دی ہے۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ

اور کسی چیز کے بارے میں آپ ہرگز یوں نہ کہیں کہ میں اسے کل کروں گا مگر یہ کہ اس کے ساتھ اللہ کی مشیت کا ذکر بھی کردیں، اور جب آپ بھول جائیں تو

اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

اپنے رب کو یاد کریں اور آپ یوں کہہ دیجئے کہ امید ہے میرا رب مجھے وہ بات بتادے گا جو ہدایت کے اعتبار سے اس سے قریب تر ہے۔

مَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ (اور نہیں ان کو جانتے مگر تھوڑے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں ان قلیل میں سے ہوں دوسرا قول یہ ہے کہ الا قلیل سے مراد اہل کتاب میں سے قلیل یعنی عنقریب ان کے متعلق اہل کتاب طرح طرح کی باتیں کہیں گے مگر ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں سوائے قلیل لوگوں کے ان کی اکثریت گمان وتخمین کی پیرو ہے۔

فَلَا تُمَارِ فِیْهِمْ (پس ان کے متعلق بحث نہ کریں) یعنی اصحاب کہف کے متعلق اہل کتاب سے مجادلہ ومباحثہ نہ کریں اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا (مگر سرسری بحث) مگر سرسری بات چیت۔ کرید کی ضرورت نہیں اور وہ اس طرح ہے کہ آپ ان کے سامنے وہ واقعہ بیان فرمادیں جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اتارا پس یہی کافی ہے۔ اس میں کسی قسم کا اضافہ نہ فرمائیں ان کی تجہیل کیلئے۔ نمبر۲۔ لوگوں کے سامنے واقعہ بتلادیں تاکہ آپ کی صداقت ظاہر ہوجائے۔

وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِیْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا (اور آپ ان کے متعلق ان میں سے کسی سے استفتاء نہ کریں) کسی سے ان کے قصہ کے متعلق سوال نہ کریں۔ ایسا سوال جو متعنت لوگ کرتے ہیں۔ تاکہ اسے کسی بات کے کہنے کا موقع ملے اور پھر آپ اس کی تردید فرمائیں۔ اور پھر وہ بکے جو اس کے پاس ہو۔ اور نہ ہی راہنمائی حاصل کرنے کیلئے کسی سے سوال کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو ان کے قصہ کی صحیح راہنمائی فرمادی (کہ جس پر نہ اضافہ ہوسکتا ہے اور نہ حاجت ہے)۔

کل کا وعدہ ان شاء اللہ سے کرو:

۲۳: وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ (اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کریں کہ میں اس کو کل کردوں گا) کسی چیز کے متعلق تو پختہ ارادہ کرے اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ (کہ بیشک میں اس کو کرنے والا ہوں) اس چیز کو غَدًا (کل زمانہ مستقبل میں) خاص کل کا دن مراد نہیں۔ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ) نمبر۱۔ آپ اس وقت کہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی اجازت دے دیں۔ نمبر۲۔ تم ہرگز اس کو نہ کہو مگر یہ کہ چاہے اللہ یعنی اس کی مشیت سے۔ یہ حال واقع ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی الا متلبسًا بمشیۃ اللہ قائلا ان شاء اللہ مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملا ہوا ہو تم کہنے والے ہو، انشاء اللہ

زجاج کا قول:

اس کا معنی یہ ہے تم ہرگز نہ کہو کہ میں اس کو کروں گا مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے۔ کیوں کہ جب کہا جائے انا افعل ذلک ان شاء اللہ تو اس کا مطلب ہے کہ میں اس کو نہیں کروں گا مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے۔ یہ نہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تادیب کیلئے ہے۔

جبکہ یہود نے قریش کو کہا تم اس سے روح' اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کرو۔ انہوں نے سوال کیا آپ نے فرمایا تم کل میرے پاس آ جاؤ میں تمہیں بتلا دوں گا۔ اور آپ نے استثناء نہ کیا۔ پس وحی میں دیر ہوگئی یہاں تک کہ آپ پر گراں گزرا۔

ذکر کا حکم:

۲۴: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کا ذکر کریں) جب مشیت رب سے متعلق کرنا۔ فرط نسان سے بھول جائیں تو کہیں انشاء اللہ۔ اذا نسیت کا معنی کلمہ استثناء کا بھولنا ہے۔ پھر آپ اس پر متنبہ ہو کر انشاء اللہ کہہ کر تدارک کریں حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ مجلس ذکر میں جب تک ہو اس وقت تک بعد میں انشاء اللہ کہنے سے تدارک ہو سکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک سال کے بعد یاد آئے تب بھی انشاء اللہ سے تدارک ہو جائے گا۔ یہ ارشاد اس انشاء اللہ کا ہے۔ جو بطور تبرک کے کہا جائے۔ البتہ وہ استثناء جو حکم کو بدلنے والا ہے وہ متصل ہی درست ہے۔

نکتہ: حکایت ہے کہ منصور عباسی خلیفہ کو اطلاع ملی کہ ابو حنیفہ نے استثناء منفصل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مخالفت کی ہے۔ منصور نے آپ کو دربار میں بلایا تا کہ آپ کی تنکیر کرے۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ اعتراض آپ پر وارد ہوتا ہے۔ آپ خلافت کی بیعت قسم کے ساتھ لوگوں سے لیتے ہیں۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں۔ کہ وہ جب آپ کے پاس سے باہر نکل کر جائیں تو وہ استثناء کر دیں اور آپ کی بیعت سے نکل جائیں۔ منصور کو امام صاحب کی یہ بات بہت پسند آئی اور جس نے اس کے ہاں امام صاحب کی چغلی کھائی تھی اس کو نکال دینے کا حکم جاری کیا۔

نمبر۲۔ اس کا معنی یہ ہے تم اپنے رب کو یاد کرو تسبیح واستغفار کے ساتھ جبکہ استثناء کا کلمہ رہ جائے تا کہ شدت سے اس کا اہتمام ہو جائے۔ اور بھول چوک سے بچت رہے۔ نمبر۳۔ نماز جب بھول کر رہ جائے تو جب یاد آئے اس کو ادا کر لیا کریں۔ نمبر۴۔ جب تم وہ کہنا بھول جاؤ تو اس کو یاد کر لو تا کہ وہ بھولا ہوا ہو یاد دلائے۔

وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا (اور کہہ دیں کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب اس سے بھی زیادہ بہتری کو قریب الوصول بنا دے گا) یعنی جب کوئی چیز تو بھول جائے تو اپنے رب کو یاد کرو اور بھولنے کے وقت رب کا ذکر اس طرح ہے کہ تم کہو عسی ربی ان یھدین یعنی لشیءٍ اخرَ بدل ھذا المنسی اقرب منہ رشدا وادنٰی خیراً و منفعۃ یعنی امید ہے کہ میرا رب میری راہنمائی کرے گا کسی اور چیز کی طرف جو اس بھولی ہوئی چیز کے بدلے میں ہوگی اور راہنمائی کیلئے اس سے زیادہ قریب اور فائدے اور بھلائی میں اس سے نزدیک تر ہوگی۔

قراءت: ان یھدین، ان ترن، ان یوتین، ان تعلمن مکی نے دونوں حالتوں میں اسی طرح پڑھا اور ابو عمرو نے اس کی موافقت کی اور مدنی نے صرف وصل میں پڑھا۔

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ

اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو برس مزید اوپر گزر گئے۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی خوب جاننے والا ہے

بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ

کہ وہ کتنی مدت رہے اسی کو آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم ہے وہ کیا ہی دیکھنے والا ہے اور کیا ہی سننے والا ہے، ان لوگوں کا اس کے سوا

دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں فرماتا۔

غار میں تین سو نو سال قیام:

۲۵: وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ (اور وہ ٹھہرے رہے اپنے غار میں تین سو سال) مراد اس سے زندگی کی حالت میں انکا اس میں ٹھہرنا ہے۔ جبکہ اس مدت میں ان کے کانوں پر نیند کی تھپکی دیدی گئی تھی یہ فضربنا علی اذانهم الی آخرہ میں جس کو مجمل رکھا گیا تھا اس کا بیان ہے اور سنین کا لفظ یہ ثلث مائة کا عطف بیان ہے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے ثلاثة مائة سنین اضافت کے ساتھ پڑھا اس طرح کہ تمیز میں جمع کو واحد کی جگہ رکھ دیا گیا جیسا کہ دوسری آیت میں بھی موجود ہے بالاکثرین اعمالا [الکہف: ۳] وَازْدَادُوْا تِسْعًا (اور نو برس زیادہ رہے)۔

نحو: یہاں تِسْعًا کے بعد بھی اس کی تمیز تِسْعًا ہے کیونکہ ماقبل میں بھی دلالت موجود ہے اور تسعاً مفعول بہ ہے کیونکہ زَادَ دو مفعولوں کو چاہتا ہے اور ازْدَادَ ایک ہی مفعول کو چاہتا ہے۔

حقیقی مدت کا علم اللہ کے پاس ہے:

۲۶: قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا (آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کتنا زمانہ تک وہ رہے) یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتے ہیں جنہوں نے ان کی مدت قیام میں اختلاف کیا اور حق وہی ہے جس کی اس نے تمہیں خبر دے دی۔ نمبر۲۔ اہل کتاب کے کلام کی حکایت ہے۔ اور قل الله اعلم سے ان کی تردید فرمائی۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے غار میں مدتِ قیام کی خبر دی گئی ہے کہ وہ اپنی غار میں اتنی مدت ٹھہرے۔

لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اس کے لئے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں ہیں) اسی کی ملکیت وتصرف میں ہیں۔ اس آیت میں آسمان وزمین کی پوشیدہ چیزوں کے علم کا خصوصاً تذکرہ فرمایا اور ان کے اندر رہنے والوں کے مخفی احوال کی خبر اسے ہی ہے۔ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ وہ عجیب طرح کا سننے اور دیکھنے والا ہے۔ اَسْمِعْ کے بعد بھی بہٖ مقدر ہے۔ مطلب یہ ہے وہ ہر موجود کو کیا خوب دیکھنے اور ہر مسموع کو کیا خوب سننے والا ہے۔ مَا لَهُمْ (اور ان کے لئے نہیں ہے) اہل سمٰوٰت وارض کیلئے مِّنْ دُوْنِهٖ

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ

اور آپ کے رب کی کتاب جو آپکی طرف وحی کی گئی اسکی تلاوت کیجئے اسکے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور ہرگز آپ اسکے

دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ

سوا کوئی پناہ کی جگہ نہ پائینگے اور جو لوگ صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں انکے ساتھ اپنے کو مقید رکھئے

یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ

یہ لوگ اسکی رضا کے طالب ہیں اور آپ ایسا نہ کریں کہ دنیا والی زندگی کی زینت کے ارادہ سے ان سے آپ کی نظریں ہٹ جائیں

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰىہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

اور ایسے شخص کی بات نہ مانئے جسکے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جو اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا، اور اسکا حال حد سے آگے بڑھ گیا۔

مِنْ وَّلِیٍّ (اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی کارساز) جو ان کے امور کا متولی و ذمہ دار ہو۔ وَّ لَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖ اَحَدًا (اور نہ وہ اپنے حکم میں ان میں سے کسی کو شریک کرتا ہے) حکمہ سے مراد فیصلہ۔ احدًا سے مراد ان میں سے کسی ایک کو۔

قراءت: شامی نے اس کو نہی قرار دیکر لاتشرک پڑھا ہے۔

۲۷: کفار اکثر کہا کرتے ائت بقرٰان غیر ھذا او بدلہ [یونس:۱۵] اس کے جواب میں فرمایا۔

کفار کا جواب:

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ (آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے جو کتاب بذریعہ وحی بھیجی گئی آپ وہ پڑھا کریں) کتاب سے قرآن مجید مراد ہے اور آپ ان کے اس ہذیان کو مت سنیں۔ کہ اس میں تبدیلی کر دیں اس لئے کہ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ (اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں) یعنی کسی کو ان کے اندر تبدیلی کی قدرت نہیں اور نہ ہی ردو بدل کا اختیار ہے اس پر قدرت اسی وحدہ لاشریک کو ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا (اور تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں پاؤ گے) ملتحدًا کا معنی جائے پناہ جس کی طرف تم مائل ہو سکو اگر تم اس کا قصد کرو۔

غیر مسلموں کا مقام:

۲۸: شانِ نزول: جب کفار کے رؤساء نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ ان غریب مسلمانوں اور غلاموں کو جیسے صہیب' عمار' خباب وغیرہ کو اپنے پاس سے ہٹاؤ تو پھر ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے تو یہ آیت اتری۔ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ (اپنے آپ کو قائم رکھو اور جمائے رکھو ان لوگوں کے ساتھ جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں) ان کے ساتھ روک کر رکھو

اور اپنے آپ کو مضبوط کر کے رکھو بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ (صبح اور شام میں) جو ہر وقت میں اللہ کو پکارنے کے عادی ہیں نمبر۲۔ صبح کو اللہ سے توفیق اور آسانی مانگتے ہیں اور شام کو اپنی تقصیرات کی معافی مانگتے ہیں نمبر۳۔ غداة سے مراد فجر کی نماز اور عَشِیّ سے عصر کی نماز مراد ہے۔

قراءت: شامی نے غُدوۃ پڑھا۔ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (وہ صرف اپنے رب کی خوشنودی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں) وجہ بول کر رضائے الٰہی مراد ہے۔ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ (نہ ہٹنے پائیں آپ کی آنکھیں ان سے) یعنی تجاوز نہ کریں۔ عداہ اس وقت بولتے ہیں جب تجاوز کر جائیں یہاں اس کو عن سے متعدی کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں نبا کے معنی پائے جاتے ہیں جیسا اس قول میں نَبَتَ عَنْهُ عينهٗ

فَائِدَہ: تضمین کا فائدہ یہ ہے کہ دونوں معنوں کا مجموعہ اس میں آ گیا اور یہ الگ معنی دینے سے زیادہ قوی ہے۔ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (اس حال میں کہ آپ دنیوی زندگی کی رونق کا خیال کرتے ہوں۔) یہ جملہ حال ہے۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا (اور جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔ اس کے کہنے پر آپ نہ چلیں) یعنی اس کے دل کو ذکر سے غافل کر دیا۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے جیسا کہ جمہور اہلسنت کا مسلک ہے۔

وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (اور وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے۔ اور اس کا حال حد سے گزرا ہوا ہے۔) یعنی وہ حق سے تجاوز کرنے والا ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا

اور آپ فرما دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، سو جس کا جی چاہے مومن ہو جائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے، بلاشبہ ہم نے ظالموں کے لیے

لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ

آگ تیار کر رکھی ہے انہیں اسکی دیواریں گھیرے ہوئے ہونگی، اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائیگی

كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾

جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، وہ مونہوں کو بھون ڈالے گا، وہ پینے کی بری چیز ہے، اور دوزخ آرام کی بری جگہ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے یہ بات واقعی ہے کہ ہم اسکا عمل ضائع نہیں کریں گے جو اچھے کام کرے،

أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ

ان لوگوں کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہونگی، انہیں سونے کے کنگنوں کا زیور

أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا

پہنایا جائیگا، اور یہ لوگ سندس اور استبرق کے کپڑے پہنیں گے، جنت میں مسہریوں پر تکیے لگائے ہوئے

عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾ ع ۹ / ۱۶

ہونگے وہ بہت اچھا بدلہ ہے اور آرام کی اچھی جگہ ہے

قبولِ حق میں اختیار البتہ کافر کا انجام برا اور مومن کا بہت خوب ہے:

۲۹: وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ (اور کہہ دیں کہ حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہے) حق سے مراد اسلام یا قرآن ہے۔

نحو: الحق کا لفظ ھو مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ (اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کافر رہے) یعنی حق آ گیا اور رکاوٹیں دور ہو گئیں اب صرف تمہارے نفسوں کا اختیار باقی ہے نجات کا راستہ تم اختیار کرنا چاہتے ہو یا ہلاکت کے راستے پر چلتے ہو یہاں لفظ امر کا لایا گیا جو کہ یہاں تخییل کے لئے ہے کیونکہ جب اس نے انسان کو یہ قدرت دے دی کہ ان میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے تو گویا بندہ مختار ہوا اور اس بات پر مامور ہوا کہ دونوں راستوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے پھر اختیار کرنے

والے کی جزاء کو بھی ذکر کر دیا فرمایا۔

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ (بیشک ہم نے ظالموں کیلئے تیار کر رکھا ہے) اعتداء سے مراد تیار کرنا اور ظالم سے کافر مراد ہیں پس سیاق سے اس بات کو مقید کیا (جس طرح کہ حقیقت امر اور تخییر کو سیاق کیوجہ سے چھوڑ دیا) اور وہ یہ آیت ہے انا اعتدنا للظالمین نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (ایسی آگ کہ جس کی قناتیں ان کو گھیر لیں گی) اس آیت میں ان کو گھیرنے والی آگ کو سرادق سے تشبیہ دی سرادق اس حجرے کو کہا جاتا ہے۔ جو خیمے کے اردگرد ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ یا سرادق سے مراد وہ دھواں ہے۔ جو کفار کے آگ میں داخل ہونے سے قبل ان کو گھیرے گا۔ نمبر۳۔ یا آگ کی وہ دیوار جو ان کے چاروں طرف چھا جائے گی۔

وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا (اور اگر وہ پانی مانگیں گے) شدت پیاس کی وجہ سے یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ (تو ان کو ایسا پانی دیا جائے گا جو مہل کی طرح ہوگا) المہل زیتون کے تیل کی میل کو کہتے ہیں نمبر۲۔ زمین کے جواہرات کو پگھلانے سے جو میل نکلتی ہے اس میں ان کا مذاق اڑایا گیا۔ یَشْوِی الْوُجُوْهَ (جو چہروں کو بھون ڈالے گا) جب ان کے سامنے پینے کے لئے پیش کیا جائے گا تو اس کی حرارت سے چہرے بھن جائیں گے۔ بِئْسَ الشَّرَابُ (وہ بدترین مشروب ہے) وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا (اور وہ آگ بری آرام گاہ ہے) مرتفق کا معنی ٹھکانہ یہ الرفق سے بنا ہے یہ اس قول کے ہمشکل ہے وَحَسُنَتْ مرتفقا [الکہف:۳۱] باقی جہنم والوں کیلئے آرام گاہ ہے ہی نہیں۔

۳۰، ۳۱: اب ان لوگوں کے بدلہ کا تذکرہ فرمایا جنہوں نے ایمان کو چنا پس فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ (بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو ہم انکا اجر ضائع نہ کریں گے۔ جنہوں نے اچھی طرح کام کیے ایسے لوگوں کیلئے ہمیشہ رہنے کے باغات ہونگے) یہ جملہ مستانفہ ہے اس میں اجر مبہم کو بیان فرمایا۔

نحو: انا لَا نُضِیْعُ اور اُولٰٓئِكَ دونوں کو اکٹھی خبریں بنایا جائے۔ مطلب یہ ہے جو ان میں سے اچھے عمل والے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں السمن منوان بدرھم۔ نمبر۲۔ کیونکہ من احسن عملاً اور الذین امنوا و عملوا الصالحات دونوں کو ایک معنی اپنے اندر پرونے والا ہے۔ اس لئے من احسن کی بجائے ضمیر لائے۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ (جن کے درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہاں اہل جنت کو سونے کے کنگنوں کا زیور پہنایا جائے گا)

نحو: من ابتدائیہ ہے اور اَسَاوِرَ کو جو جمع اَسْوِرَۃٌ کی ہے۔ اور وہ سوار کی جمع ہے کو نکرہ لائے کیونکہ اَحْسَنَ میں انکا معاملہ مبہم ہے مِنْ ذَهَبٍ میں مِن تبیین کیلئے ہے۔

وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ (وہ سبز رنگ، باریک ریشم کے کپڑے) سندس بمعنی باریک ریشم وَّاِسْتَبْرَقٍ (اور موٹا ریشم) دونوں اقسام کو جمع کرنے والے ہونگے مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ (اور مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے) اتکاء کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کیونکہ یہ خوش حال لوگوں اور بادشاہوں کی ہیئت ہے کہ وہ اونچے تختوں پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ نِعْمَ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا

اور آپ ان سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے، ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیئے اور انکو ہم نے کھجور کے درختوں سے

بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۞٣٢ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا

گھیر دیا اور ان دونوں کے درمیان ہم نے کھیتی بھی اگادی تھی، دونوں باغ اپنا پورا پورا پھل دیتے تھے اور پھلوں میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی

وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۞٣٣ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ

اور ہم نے ان دونوں کے درمیان نہر جاری کردی تھی اور اس کے لیے اور بھی پھل تھے، سو اس نے باتیں کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ مال

مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۞٣٤ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَآ اَظُنُّ

والا ہوں اور میرے افراد بھی غلبہ والے ہیں، اور وہ اس حال میں اپنے باغ میں داخل ہوا کہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا اس نے کہا کہ میں یہ گمان نہیں کرتا

اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۞٣٥ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّیْ

کہ یہ باغ کبھی ہلاک ہوگا، اور نہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت قائم ہوگی، اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا

لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۞٣٦ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ

تو اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ ضرور ضرور پالونگا، اسکے ساتھی نے جواب دیتے ہوئے کہا کیا تو نے اس ذات کے ساتھ کفر

بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۞٣٧

کیا جس نے تجھے مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھے صحیح سالم آدمی بنا دیا

الثَّوَابُ (کیا خوب صلہ ہوگا) یعنی جنت وَحَسُنَتْ (اور بہت خوب ہے) جنت اور مسہریاں مُرْتَفَقًا (آرام گاہ ہونے کے لحاظ سے) تکیہ گاہ ہونے کے اعتبار سے۔

اچھے برے انجام کی مثال کیلئے دو بھائیوں کا واقعہ:

۳۲: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ (اور آپ ان کے سامنے ان دو آدمیوں کا حال بیان کریں) کفار اور مؤمنین کے حال کی مثال بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کی ہے جو بھائی تھے ایک ان میں کافر جس کا نام قطروس تھا۔ اور دوسرا مسلمان جس کا نام یہودا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وہ دو آدمی ہیں جن کا تذکرہ سورۃ الصافات کی اس آیت میں ہے۔ قال قائل منهم انی كان لی قرين [الصافات:۵۱]

ان دونوں کو باپ کی وراثت میں آٹھ ہزار دینار ملے۔انہوں نے اس کے دو حصے کئے۔کافر نے ایک ہزار کی زمین خریدی مؤمن نے کہا اے اللہ میرے بھائی نے ایک ہزار دینار کی زمین دنیا میں لی ہے۔ میں ایک ہزار دینار کی زمین جنت سے خریدتا ہوں۔اس نے وہ صدقہ کر دیے پھر اس کے بھائی نے ایک ہزار میں کوٹھی تعمیر کی تو دوسرے نے کہا اے اللہ میں ایک ہزار دینار کے بدلہ جنت کا مکان خریدتا ہوں۔وہ بھی صدقہ کر دیئے۔اس کے کافر بھائی نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے شادی کی۔تو مسلمان نے کہا اے اللہ میں ایک ہزار کو جنت کی حور کا مہر بناتا ہوں (اس کو صدقہ کر دیا) پھر اس کے کافر بھائی نے ایک ہزار دینار میں گھر کا سامان واثاثہ اور خدام خریدے۔تو اس مسلمان نے کہا اے اللہ میں نے جنت کے دو ولدان تجھ سے خرید لیے۔اور ان کو بھی صدقہ کر دیا۔پھر اس مسلمان کو کوئی ضرورت پیش آئی تو بھائی کے راستہ میں بیٹھ گیا وہ اپنے نوکروں چاکروں کے ساتھ گزرا۔وہ اس کے سامنے آیا اس نے دور بھگا دیا اس کو مال صدقہ کر دینے پر ڈانٹ ڈپٹ کی۔

جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ (ان دو شخصوں میں سے ایک کیلئے ہم نے انگور کے دو باغ دیئے) انگوروں کی بیلوں کے دو باغ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ (اور ہم نے ان دونوں باغوں کا کھجور کے درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا) ان دونوں باغوں کے اردگرد کھجور کے درخت تھے۔انگوروں کی بیلوں والے اس بات کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ پھل دار درخت باڑ کے طور پر لگے ہوں کہا جاتا ہے حفوہ جبکہ وہ اس کے گرداگرد لگائیں اور حففتہ بھم ای جعلتھم حافین حولہ میں نے ان کو اس کے گرد گھیرا لگانے والا کر دیا۔یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔اور با اس میں دوسرے مفعول کا اضافہ کر دیتی ہے۔

وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا (اور ان دونوں کے درمیان کھیتی پیدا کر دی) درمیان والی زمین کو ہم نے فروٹ وخوراک کا جامع بنا دیا۔تعمیر کی تعریف اس طرح فرمائی کہ وہ آپس میں جال کی طرح ملی ہوئی متصل ہے۔کوئی چیز ایسی درمیان میں نہیں جو اس کو منقطع کرے اور اس پر اضافہ یہ کہ شکل بھی خوبصورت اور ترتیب بھی عمدہ۔

۳۳: كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ (یہ دونوں باغ دیتے تھے) دیتے۔اٰتَتْ لفظ پر محمول کیا کیونکہ كِلْتَا لفظ مفرد ہے۔اگر آتتا معنی کا لحاظ کر کے کہا جاتا تو جائز ہوتا۔اُكُلَهَا (اس کا پھل) وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ (کسی کی پیداوار میں ذرا بھی کمی نہ تھی) اور اس کے پھل میں کمی نہ ہوتی تھی۔شَيْئًا وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا (کچھ بھی اور ہم نے چلا دی ان دونوں باغوں کے اندر ایک نہر) ان دونوں باغوں کی تعریف پورا پھل دینے اور تمام پھل بغیر کسی کمی کے آتا۔پھر غلہ کی اصل اور بنیاد جس سے وہ سیراب ہوتا اس کا ذکر کیا۔اور نہر جاری کو افضل ترین ذریعہ سیرابی کا قرار دیا۔

۳۴: وَّكَانَ لَهٗ (اور اس کیلئے) یعنی باغ والے کیلئے ثَمَرٌ (مالداری کا ذریعہ) انواع واقسام کا مال یہ ثمر مالہ کہا جاتا ہے جبکہ اس کو بڑھائے۔مطلب یہ ہے کہ ان دونوں باغوں کے مالک کے پاس بہت سا مال سونا، چاندی وغیرہ کی قسم میں سے تھا۔

قراءت: لہ ثمر وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ عاصم نے فتحہ ثاومیم سے پڑھا۔اور ابو عمرو نے ثا کے ضمہ اور سکون میم کے ساتھ۔اور دیگر قراء نے ثاومیم ہر دو کے ضمہ کے ساتھ پڑھا۔

امیر کا قول:

فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ (اس نے اپنے ساتھی کو کہا اس حال میں کہ وہ اس سے گفتگو کر رہا تھا) يُحَاوِرُ کا معنی بات کو لوٹانا۔ یہ حَارَ يَحُوْرُ سے ہے۔ جبکہ وہ لوٹے۔ قطروس نے اپنے مسلمان بھائی کا ہاتھ پکڑا اور دونوں باغوں میں اس کو پھرانے لگا۔ تا کہ وہ باغ اس کو دکھائے۔ اور اس کی بجائے مال سے جس چیز کا وہ مالک ہوا ہے اس پر فخر کا اظہار کرے۔

اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا (مال اور حشم و خدم اور معاونین کے اعتبار سے) یا نمبر ٢۔ مذکر اولاد کے اعتبار سے زیادہ ہوں کیونکہ ان کے ساتھ جتھا بنتا ہے۔ نہ کہ عورتوں کے ساتھ۔

۳۵: وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ (وہ اپنے باغ میں پہنچا) دونوں میں سے ایک باغ میں نمبر ٢۔ دونوں کو ایک کہا کیونکہ دونوں کی بیرونی دیوار ایک تھی۔ اور دو اس لئے کہا کیونکہ ان کے مابین نہر جاری تھی۔ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ (اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والا تھا) اپنے نفس کو کفر کا نقصان پہنچانے والا تھا۔ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا (میں خیال نہیں کرتا کہ یہ کبھی تباہ ہوگا) کہ یہ باغ برباد ہو۔ اس کو اپنے باغ کی بربادی میں شک اس لئے پیدا ہوا کیونکہ اس کی امید لمبی اور غفلت طویل و دراز تھی اور مہلت کی وجہ سے وہ دھوکے میں پڑا ہوا تھا۔ آج کے زمانہ کے اکثر مسلمان مالداروں کو بھی تم دیکھو گے کہ اس قسم کی گفتگو ان کی زبانوں پر ہوتی ہے۔ (اللّٰھم احفظ السنتنا من ھذہ الخرافات)

انکارِ قیامت:

۳۶: وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً (اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہونے والی ہے) یعنی واقع ہونے والی ہے۔ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا (اور اگر بالفرض مجھے لوٹ کر اپنے رب کی طرف جانا ہی پڑا تو اس سے بہتر نتیجہ وہاں ضرور ضرور ملے گا) اس میں اس نے قسم اٹھائی ہے کہ اگر بالفرض والتقدیر اپنے رب کی طرف میں لوٹایا گیا جیسا کہ میرا بھائی گمان کرتا ہے تو وہ آخرت میں دنیا کے باغ سے بھی بہتر باغ وہاں پائے گا۔ اس آیت میں اپنے دوسرے بھائی پر عزت افزائی کا دعویٰ اور اونچے مرتبے کا ذکر ہے۔ مُنْقَلَبًا یہ تمیز ہے اس کا معنی انجام اور لوٹنے کی جگہ۔

دوسرے کا جواب:

۳۷: قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ (اس کے ساتھی نے اس کو کہا جبکہ وہ اس سے گفتگو کر رہا تھے۔ کیا تو اس ذات کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا) تیرے اصل کو مٹی سے بنایا۔ کیونکہ اس کے اصل کا پیدا کرنا یہ اس کے پیدا ہونے کا سبب ہے اور اس سبب کا بنانا خود اسی کا بنانا ہوا۔

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ (پھر نطفہ سے) تمہیں نطفہ سے بنایا۔ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا (پھر تمہیں ٹھیک مرد بنا دیا) برابر کیا اور تمہیں مکمل انسان، مذکر، جوانی کو پہنچنے والا بنایا۔ اس کو اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والا اس لئے شمار کیا کیونکہ اس نے بعث کا انکار کر دیا تھا۔

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿٣٨﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ

لیکن میری بات تو یہ ہے کہ وہ اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو تو نے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کیوں نہ

لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٣٩﴾ ۚ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا

کہا، اگر تو مجھے اس حال میں دیکھ رہا ہے۔ کہ میں تجھ سے مال اور اولاد کے اعتبار سے کم ہوں تو وہ وقت نزدیک ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے

مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿٤٠﴾ ۙ اَوْ يُصْبِحَ

بہتر عطا فرما دے اور تیرے باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جسکی وجہ سے تیرا باغ ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے یا اسکا پانی

مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿٤١﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى

زمین میں اتر جائے پھر تو اسے طلب کرنے کی کوشش نہ کر سکے، اور اسکے پھلوں کو آفت سے گھیر دیا گیا سو وہ اس حال میں ہو گیا کہ جو کچھ اسمیں خرچ کیا تھا

مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ

اس پر کف افسوس ملنے لگا اور حال یہ تھا کہ اسکا باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ ہائے کاش میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ

اَحَدًا ﴿٤٢﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿٤٣﴾ ؕ

ٹھہراتا، اور اس کے لیے اللہ کے سوا ایسا کوئی گروہ نہ تھا جو اسکی مدد کرتا اور نہ وہ خود بدلہ لینے والا تھا،

ع ۵ ۳ ۱۷ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾ ع

ایسے موقعہ پر اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے جو حق ہے وہ بہتر ہے ثواب کے اعتبار سے اور بہتر ہے انجام کے اعتبار سے۔

۳۸: لٰکِنَّا۔ (لیکن میری بات تو یہ ہے) قراءت: وصل میں الف کے ساتھ شامی نے پڑھا۔ باقی قراء نے بلا الف پڑھا۔ اور الف کے ساتھ وقف کی حالت میں تمام قراء کا اتفاق ہے۔ اس کی اصل لٰکِنْ اَنَا ہے۔ ہمزہ کو حذف کیا اس کی حرکت لٰکِنْ کے نون پر ڈال دی گئی۔ دو نون ملے پہلی کو دوسری میں ساکن کرنے کے بعد ادغام کر دیا۔

هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ (وہی اللہ میرا رب ہے) هو ضمیر شان ہے تقدیر عبارت یہ ہے الشان اَللّٰه رَبِّيْ اور پورا جملہ اَنَا کی خبر ہے۔ اور یا ضمیر اس کی طرف لوٹنے والی ہے۔ اکفرت کا استدراک ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے قال لا خيه انت كافر بالله لكنى مؤمن موحّد اس نے اپنے بھائی کو کہا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔ لیکن میں مؤمن موحد ہوں۔ جیسا کہتے ہیں زيد غائب لكن عمروًا حاضر اس میں حذف ہے ای اقول هو الله اور اس کی دلیل ولا اشرك بربى احدًا کا عطف ہے۔ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا (اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا)

۳۹: وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَآءَ اللّٰهُ (جب تم باغ میں داخل ہوئے تھے تو تم نے کیوں ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ نہیں کہا)

نحو: لو لا ھلاً کے معنی میں ہے۔ ماشاء کا ما موصولہ ہے اور مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اَلْاَمْرُ مَاشَآءَ۔ نمبر۲۔ ما شرطیہ ہے اور موقع کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور جزاء محذوف ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ای شیء شاء اللّٰہ کان ۔ جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں ہوجاتی ہے۔

اب مطلب یہ ہوا تم نے باغ میں داخلے کے وقت اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا اس کو دیکھ کر ماشاء اللہ والی بات کیوں نہ کہی جس سے یہ اعتراف ہوتا کہ یہ باغ اور جو کچھ اس میں ہے وہ تمام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے میسر ہوا ہے اور اس کا معاملہ اب بھی اس کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ اگر چاہے اس کو آباد رہنے دے اور اگر چاہے اس کو برباد کر دے۔

لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (نہیں ہے قوت مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ) یہ اقرار کرتے ہوئے کہ اس کی تعمیر و آبادی اور تمام تر تدابیر اس کی اعانت سے میسر ہوئی ہے۔ اور اس کی تائید میں شامل حال ہے۔

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا (اگر تو دیکھتا ہے کہ میں تجھ سے مال و اولاد میں کم ہوں)

قراءت و نحو:

جنہوں نے اقلّ کو منصوب پڑھا انہوں نے آنَا کو فاصل قرار دیا۔ اور جنہوں نے (کسائی وغیرہ نے) رفع دیا انہوں نے آنَا کو مبتدا اور اقلُّ کو خبر بنایا۔ اور جملہ ترنی کا مفعول دوم ہے۔ وَّوَلَدًا اس میں ان مفسرین کی بات کو پختگی ملتی ہے جنہوں نے نفر کی تفسیر اس آیت میں اولاد سے کی ہے۔ واعز نفرا [الکہف: ۳۴]

مجھے باغِ جنت ملے گا:

۴۰: فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ (پس امید ہے کہ عنقریب میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر اور بڑھیا چیز عنایت فرمائیگا) دنیا میں یا آخرت میں وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا (اور تیرے باغ پر تقدیری آفت بھیج دے گا) حسبانًا سے عذاب مراد ہے۔ مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا (آسمان سے پھر وہ چٹیل چکنا میدان بن جائے گا) صعیداً زلقاً سفید زمین جس کی ملائمت کی وجہ سے اس پر لوگ پھسلیں۔

تیرا باغ تباہ ہوگا:

۴۱: اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا (یا اس کا پانی زمین میں اتنی گہرائی میں چلا جائے) غورا کا معنی غائر یعنی زمین کی گہرائی میں جانے والا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا (کہ تو اس کو تلاش بھی نہ کر سکے) اس کی طلب و تلاش تیرے لئے ممکن نہ ہو۔ پالینا تو درکنار رہا۔ مطلب یہ ہے اگر تو مجھے فاقہ مست دیکھ رہا ہے۔ میں قدرت الٰہی سے اس بات کی توقع رکھتا ہوں کہ وہ مجھے تیرے باغ سے بہتر باغ دے دے گا اور تیرے کفرانِ نعمت کے باعث ہر چیز تجھ سے چھین لے گا اور تیرے باغ کو برباد کر دے گا۔

نتیجہ کفر وشرک میں تباہی:

۴۲: وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ (اوراحاطہ کرلیا گیااس کے پھلوں کا) ہلاکت کی تعبیر ہے۔اصل میں یہ احاطہ بہ العدو سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ دشمن جب گھیر لے تو وہ اس کا مالک اوراس پر مسلط ہو جاتا ہے پھر یہ ہر ہلاکت کیلئے استعمال ہونے لگا۔فَاَصْبَحَ (پس اس کافر نے صبح کی) یُقَلِّبُ كَفَّيْهِ (وہ کفِ افسوس مل رہا تھا) ایک ہاتھ کو دوسرے پر افسوس وشرمندگی سے مار رہا تھا۔دو ہاتھوں کا پلٹنا یہ ندامت وحسرت سے کنایہ ہے کیونکہ شرمندہ اپنی ہتھیلیوں کو الٹتا ہے جیسا کہ اس سے بعض ہتھیلی اور سقوط فی الید کنایۃً مراد لی جاتی ہے۔اوراس لئے بھی کہ یہ ندامت کے معنی میں ہے۔اس کو علی سے متعدی لائے گویا اس طرح کہا۔فاصبح یندم۔

عَلٰی مَاۤ اَنْفَقَ فِیْهَا (اس پر جو کچھ اس نے خرچ کیا تھا) اس کی آبادی وتعمیر میں وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا (وہ باغ اپنی چھتریوں سمیت زمین پر گرا پڑا تھا) اس کی بیلیں جن چھتریوں پر چڑھی ہوئی تھیں وہ چھتریاں زمین بوس ہو کر بیلوں کو تباہ کر چکی تھیں۔چھتریوں کے ملبہ پر بیلیں ڈھیر ہو چکی تھیں۔

وَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا (اور وہ کہنے لگا کیا اچھا ہوتا اگر میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا) اس کو اپنے بھائی کی نصیحت یاد آگئی جس سے اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ وبال اس کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے آیا ہے۔پس اس کے دل میں تمنا پیدا ہوئی کاش کہ وہ شرک نہ کرتا۔تو اللہ تعالیٰ اس کا باغ تباہ نہ کرتا مگر یہ بے وقت کی تمنا تھی۔مگر یہ بھی درست ہے کہ اس کا مطلب شرک سے توبہ ہو اور گزشتہ حرکت پر شرمندگی اور ایمان میں داخل ہونا مراد ہو۔

۴۳: وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ یَّنْصُرُوْنَهٗ (اوراس کے پاس کوئی ایسا مجمع نہ تھا جو اس کی مدد کرتا) جو اس کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا۔مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے سوا) یعنی وہ اکیلا ہی اس کی نصرت پر قادر تھا۔اس کے سوا کوئی ایک بھی اس کی مدد نہ کر سکتا تھا۔مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کی وجہ سے اس کی مدد نہ کی۔وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا (نہ وہ خود ہم سے بدلہ لے سکا) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے انتقام کو قوت سے روک نہ سکا۔

اصل مدد کا اختیار اللہ کو:

۴۴: هُنَالِكَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ (وہاں مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہو گا)

قراءت: حمزہ اورعلی نے پچھلی آیت میں تکن کو یکن اور الولایۃ کو کسرۂ واؤ سے پڑھا ہے۔الولایۃ نصرت، دوستی اور کسرہ کے ساتھ غلبہ اور بادشاہی کے معنی میں ہے۔ھنالک کا مطلب اس مقام میں وہ حال خالص اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کا ہو گا۔اس کے سوا کسی کو اختیار نہ ہو گا۔اور نہ کسی کو طاقت ہو گی۔یہ لم تکن لہٗ فئۃ ینصرونہ من دون اللّٰہ کی تقریر ہے۔

نمبر۲۔وہاں سلطنت اور بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو مغلوب نہیں ہو سکتا۔نمبر۳۔اس سخت حالت میں اللہ تعالیٰ ہی ذمہ دار ہو نگے اور ہر مجبور اس پر ایمان لے آئے گا۔یعنی اس کا قول یَا لَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْۤ احدًا مجبوری کا کلمہ ہے۔جس پر وہ مجبور ہوا جبکہ اس نے کفر کی نحوست سامنے دیکھی اگر وہ مصیبت نہ دیکھتا تو ایسا نہ کہتا۔

نمبر۴۔وہاں ولایت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔وہ اپنے مؤمنین بندوں کی کفار کے خلاف مدد کرتا ہے اوران کے لئے کفار سے

انتقام لیتا ہے۔مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندے کی کافر کے خلاف مدد کی اس کی بات کو سچا کر دیا۔فعسٰی ربی ان یوتین خیرًا من جنتك ویرسل علیھا حسبانا من السماء اوراس کی تائید آیت کے اگلے حصہ سے بھی ہوتی ہے۔ ھُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ عُقُبًا (اسی کا ثواب سب سے بہتر ہےاوراسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے) یعنی اپنے اطاعت گزاروں کو سب یعنی سے بہتر بدلہ دیتا ہے۔نمبر۵۔ھنالك سے آخرت کی طرف اشارہ ہے۔یعنی اس جہان میں ولایت اللہ ہی کیلئے ہے جیسا کہ اس ارشاد میں لمن الملك الیوم [غافر:۱۶]

قراءت: ابوعمرو اور علی نے الحق کو مرفوع پڑھا اوراس کو الولایۃ کی صفت قرار دیا۔نمبر۲۔یا مبتدا محذوف ھِیَ کی خبر ہے یا ھُوَ کی۔ دیگر قراء نے کسرہ سے پڑھا اس صورت میں اللہ کی صفت ہے۔عُقُبًا کو عاصم،حمزہ نے سکونِ قاف سے پڑھا جبکہ دیگر نے ضمہ کے ساتھ۔اورشاذ قراءت میں عُقْبٰی کو فُعْلٰی کے وزن پر پڑھا گیا۔تمام کا معنی عاقبت و نتیجہ ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ

اور آپ ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حالت بیان کیجئے، جیسے کہ پانی ہو جو ہم نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ذریعہ زمین سے اگنے والی

بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

چیزیں خوب گنجان ہوگئیں، پھر وہ چورا چورا ہو کر رہ گیا، جسے ہوائیں اڑا رہی ہیں، اور اللہ ہر چیز پر

مُّقْتَدِرًا ۝٤٥ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ

قادر ہے، مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں، اور باقی رہنے والے اعمال صالحہ آپ کے رب کے

عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝٤٦ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ

نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی، اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلا دیں گے اور اے مخاطب تو زمین کو دیکھے گا کہ وہ کھلا میدان ہے

وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝٤٧ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا

اور ہم ان سب کو جمع کریں گے سو ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے، اور وہ آپ کے رب پر صفیں بنائے ہوئے پیش کیے جائیں گے، بلاشبہ آج تم ہمارے پاس اسی حالت میں آئے ہو جیسا

خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ۝٤٨ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى

کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ بات یہ ہے کہ تم نے یوں سمجھا کہ ہم تمہارے لیے کوئی وقت موعود مقرر نہ کریں گے، اور اعمال نامے رکھ دیے جائیں گے تو آپ

الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ

مجرمین کو دیکھیں گے کہ ان میں جو کچھ ہے اس سے ڈر رہے ہیں اور وہ کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری بربادی! یہ کیسی کتاب ہے کہ اس نے کسی چھوٹے یا بڑے کو

ع ٦ ١٨ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝٤٩ ع

نہیں چھوڑا جسے لکھ نہ لیا ہو، اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب موجود پائیں گے۔ اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

بے ثباتی دنیا کی مثال:

۴۵: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ (آپ ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی حالت بیان کیجئے کہ وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا) وہ دنیا کی زندگی میں پانی جیسی ہے جس کو آسمان سے اتارا۔

فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ (پھر اس کے ذریعہ زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی)۔ نمبر۱۔ اس کے سبب سے گھنی ہوگئی

اور آپس میں لپٹ گئی ایک دوسرے میں گھس گئی۔نمبر۲۔ پانی نباتات میں اثر انداز ہو کر اس سے مل جل گیا یہاں تک کہ وہ نبات سیراب ہو گئی۔

فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا (پھر وہ ریزہ ریزہ ہو گئی) خشک اور ٹکڑے ٹکڑے هشیما کا واحد هشیمة ہے خشک ریزہ ریزہ۔تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ (کہ ہوائیں اس کو اڑائے پھرتی ہیں) یعنی منتشر کرتی اور اڑائے پھرتی ہیں۔

قراءت: حمزہ اور علی نے الرِّیْحَ پڑھا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر) پیدا کرنے اور فناء کرنے کی مُّقْتَدِرًا (قدرت رکھتے ہیں) آیت میں دنیا کی تروتازگی رونق و بہار کو اور جو اس کے بعد ہلاکت وفناء اس پر طاری ہوتی ہے اُس کو نباتات سے تشبیہ دی جو پہلے سرسبز پھر خشک ہو کر اس کو ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں گویا موجود ہی نہ تھی۔

مال واولاد قبر کا زادِ راہ نہیں بلکہ نیک عمل ہیں:

۴۶: اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (مال واولاد دنیا کی زندگی کی ایک رونق ہیں) قبر کا زادِ راہ نہیں اور نہ آخرت کا سامان ہے۔وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ (اور باقی رہنے والے نیک اعمال) وہ اعمال خیر جن کا پھل انسان کیلئے باقی رہتا ہے۔نمبر۲۔ پانچوں نمازیں نمبر۳۔سبحان اللّٰہ، الحمد للّٰہ ، لا الٰہ اِلاَّ اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔

خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا (بدرجہا بہتر ہیں آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے) بدلہ کے اعتبار سے وَّ خَيْرٌ اَمَلًا (اور امید کے لحاظ سے بھی افضل ہیں) کیونکہ وہ سچا وعدہ ہے اور اکثر امیدیں تو جھوٹی ہوتی ہیں یعنی ان باقیات صالحات کو کرنے والا دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ثواب کا امیدوار ہے اور آخرت میں وہ اس ثواب کو پالے گا۔

قیامت کا منظر:

۴۷: وَيَوْمَ (اور اس دن کو یاد کرو) نُسَيِّرُ الْجِبَالَ (جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے)

قراءت: مکی، شامی اور ابوعمرو نے تُسَيَّرُ الجبال پڑھا ہے۔اس کا معنی وہ فضاء میں تیریں گے اور چلائے جائیں گے۔نمبر۲۔ ان کو ختم کر کے بکھرے ہوئے باریک ذرات بنا دیا جائے گا۔وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً (اور تم زمین کو کھلا ہوا دیکھو گے) اس پر کوئی ایسی چیز نہ ہو گی جو اس کو ڈھانپے جیسے کہ پہاڑ، درخت وغیرہ۔

وَّحَشَرْنٰهُمْ (اور ہم ان سب کو اٹھا کھڑا کریں گے) یعنی مُردوں کو فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا (پس ہم ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے) ہم نہ چھوڑیں گے۔غادر کا معنی ترک ہے اور اسی سے الغَدَر ہے وفاداری کو چھوڑنا ہے الغدیر: وہ پانی جس کو سیلاب چھوڑ جائے۔

پیشی بارگاہ الٰہی:

۴۸: وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا (اور تمام کو تیرے رب کے روبرو برابر کھڑا کر کے پیش کیا جائیگا) اس حال میں کہ صف

باندھنے والے روبرو آنے والے ہونگے۔ان کی جماعت بھی اسی طرح سامنے نظر آئے گی جیسے ایک سامنے آتا ہے۔ایک دوسرے کے سامنے رکاوٹ نہ ہوگا۔لوگوں کی پیشی کو ایسے لشکر سے تشبیہ دی جو بادشاہ کے سامنے پیش ہونے والا ہو۔

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا (تحقیق تم ہمارے پاس آئے ہو) یعنی ہم ان کو کہیں گے واقعی تم ہمارے سامنے آ گئے ہو یہ جئتمونا مضمر یوم نُسَیِّرُ کے نصب میں عامل ہے۔ كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا) ہم نے تمہیں اسی طرح اٹھادیا جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔نمبر۲۔تم ہمارے پاس ننگے آؤ گے تمہارے پاس کوئی چیز نہ ہوگی۔جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔اور وَحَشَرْنٰهُمْ کو ماضی کے صیغہ اور نُسَیِّرُ اور تری کو مضارع لائے۔کیونکہ ان کے حشر کے لئے تیسیر اور بروز سے قبل دلالت موجود ہے۔تاکہ وہ ان احوال کو ملاحظہ کر سکیں۔گویا اس طرح فرمایا۔وَحَشَرْنٰهُمْ قَبْلَ ذٰلِكَ (مگر یہ بات سمجھ نہیں آ رہی کیونکہ پہاڑوں کا اڑانا اور زمین کا چٹیل بننا پہلے وہلۂ قیامت میں ہوگا۔جبکہ حشر نفخۂ ثانیہ کے ساتھ ہوگا۔اس وقت پہاڑوں کا وجود نہیں ہوگا۔زمین چٹیل میدان ہوگی۔مترجم)

بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا (بلکہ تم یہ سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے لیے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے) ایسا وقت جس میں وہ وعدہ پورا ہو جو انبیاء علیہم السلام کی زبانی کیا گیا کہ دوبارہ اٹھایا جائے گا اور تمام مخلوق کو جمع کیا جائے گا۔نمبر۲۔محاسبہ کے مکان کا وعدہ۔

نامۂ عمل کا کھلنا:

۴۹: وَوُضِعَ الْكِتٰبُ (اور اعمال نامے رکھے جائیں گے) الکتاب سے صحائف اعمال مراد ہیں۔ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ (پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ ڈرتے ہونگے) مشفقین کا معنی خائفین ہے۔مِمَّا فِيْهِ (اس سے جو کچھ اس میں ہوگا) یعنی گناہ۔

وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً (اور وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑتا ہے اور نہ بڑا) یعنی کسی معمولی گناہ کو بھی نہیں چھوڑتا۔اِلَّا اَحْصٰهَا (بغیر لکھے اور شمار کیے) ان کو ضبط کرنے اور قلم بند کرنے والا ہے۔وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا (اور جو کچھ انہوں نے عمل کیا اس کو وہ موجود پائیں گے) نامۂ اعمال میں۔خواہ وہ سرکشی تھی یا بدلہ کسی چیز کا جو انہوں نے عمل کیا۔وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا) کہ وہ اس کے ذمہ وہ لکھ دے جو اس نے عمل نہیں کیا۔نمبر۲۔یا اس کی سزا زیادہ دے دے۔نمبر۳۔بلا جرم سزا دے دے۔

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡٓا اِلَّآ اِبۡلِيۡسَ ؕ كَانَ مِنَ الۡجِنِّ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کر لیا مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنات میں سے تھا

فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوۡنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِىۡ وَهُمۡ لَـكُمۡ عَدُوٌّ ؕ

سو وہ اپنے رب کی فرمانبرداری سے نکل گیا، کیا تم پھر بھی مجھے چھوڑ کر اسے اور اسکی ذریت کو دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں،

بِئۡسَ لِلظّٰلِمِيۡنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَاۤ اَشۡهَدْتُّهُمۡ خَلۡقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَا خَلۡقَ

یہ ظالموں کے لیے بہت برا بدل ہے، میں نے انہیں آسمانوں کے اور زمین کے پیدا کرنے کے وقت نہیں بلایا اور نہ ان کے پیدا کرنے کے

اَنۡفُسِهِمۡ ۖ وَمَا كُنۡتُ مُتَّخِذَ الۡمُضِلِّيۡنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَيَوۡمَ يَقُوۡلُ نَادُوۡا شُرَكَآءِىَ

وقت اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا نہیں ہوں۔ اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ فرمائے گا کہ تم انہیں بلاؤ جنہیں تم

الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّوۡبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ

میرا شریک سمجھتے تھے۔ پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ انہیں جواب ہی نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک آڑ بنا دیں گے۔ اور

الۡمُجۡرِمُوۡنَ النَّارَ فَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ مُّوَاقِعُوۡهَا وَلَمۡ يَجِدُوۡا عَنۡهَا مَصۡرِفًا ﴿۵۳﴾ ع ۷ / ۱۹

مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں۔ اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

سجدۂ ملائکہ اور سرکشی شیطان:

۵۰: وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ (اور جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں) یہ سجدۂ تحیہ تھا۔ نمبر۲۔ سجدہ اطاعت وانقیاد تھا۔ فَسَجَدُوۡٓا اِلَّآ اِبۡلِيۡسَ كَانَ مِنَ الۡجِنِّ (پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنات میں سے تھا) یہ جملہ مستانفہ ہے گویا کوئی کہتا ہے اس نے سجدہ کیوں نہ کیا تو جواب دیا کہ وہ جنات میں سے تھا۔ فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهٖ (پس اس نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل نہ کی) وہ اس سے نکل گیا جو اس کے رب نے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

نکتہ: یہ دلیل ہے کہ اس کو بھی ملائکہ کے ساتھ سجدہ کا حکم ملا تھا۔

سب کو دوست مت بناؤ:

اَفَتَتَّخِذُوۡنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ (کیا پھر بھی تم اس کو اور اس کی اولاد کو بناتے ہو) اس میں ہمزہ انکار اور تعجب کیلئے ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے کیا ایسی بات کے پائے جانے کے بعد بھی تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا کارساز بناتے ہو۔ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِىۡ (میرے سوا رفیق و دوست) اور ان کو میرے بدلے میں اختیار کرتے ہو۔ شیطان کی ذریت سے مراد نمبر۱۔ لاقیس یہ نماز

میں وسوسے ڈالتا ہے۔ نمبر۲۔ الاعور یہ زنا کی طرف راغب کرتا ہے۔ نمبر۳۔ بتر یہ مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔ نمبر۴۔ مطوس افواہیں پھیلاتا ہے۔ نمبر۵۔ داسم یہ جہاں اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے ان کے ساتھ ملکر کھاتا ہے۔ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ (وہ تمہارے دشمن ہیں) عدو کا لفظ مفرد ہے مگر معنی جمع کا ہے۔ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا (ظالموں کا بدلہ بہت برا ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ابلیس جس کو بدلے میں ملے یہ بدترین بدلہ ہے۔ اس لئے کہ اس نے ابلیس کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بدلے اختیار کر لیا۔

۵۱: مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ (میں نے ان کو نہیں بلایا) ابلیس اور اس کی اولاد کو خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں) تم نے ان کو عبادت میں میرا شریک بنا ڈالا۔ یہ عبادت میں شریک تب بنتے۔ جبکہ الوھیت میں شریک ہوتے۔ پس الوھیت میں شراکت کی نفی ما اشهد تهم خلق السمٰوٰت و الارض سے کر دی کہ ان کی پیدائش میں ان سے مدد لیتا۔ نمبر۲۔ ان سے کم از کم مشورہ کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان اشیاء کی تخلیق میں میں یکتا ہوں تو تم اے انسانو! عبادت میں مجھے یکتا مانو! وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ (اور نہ ان کو پیدا کرنے کے وقت) ان ہی میں سے بعض کی پیدائش کے وقت دوسروں کو میں نے نہیں بلایا۔ یہ اس طرح ہے جیسا اس ارشاد میں و لا تقتلوا انفسكم [النساء:۲۹] وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا (اور میں گمراہوں کو معاون بنانے والا نہ تھا) یعنی میں ان کو مددگار بنانے والا نہ تھا۔ یہاں ضمیر کی بجائے المضلین ظاہر استعمال فرمایا تاکہ اضلال پر ان کی مذمت زیادہ ہو جائے۔ پس جب وہ تخلیق میں میرے معاون نہ تھے تو تم ان کو عبادت میں میرا شریک کیوں بناتے ہو؟

۵۲: وَيَوْمَ يَقُوْلُ (اور اس دن کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) اللہ تعالیٰ کفار کو فرمائیں گے۔

قراءت: حمزہ نے نَقُوْلُ پڑھا ہے۔

نَادُوْا (تم پکارو) بلند آواز سے پکارو۔ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ (میرے ان مفروضہ شریکوں کو جن کو تم میرا شریک گمان کرتے تھے) کہ وہ میرے شریک ہیں اور میرے عذاب سے وہ تمہیں بچائیں گے۔ مراد یہاں جن لئے اور شرکاء کا لفظ بطور توبیخ کے ان کے گمان کے پیش نظر بڑھایا گیا۔ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا (پھر وہ ان کو پکاریں گے مگر وہ ان کو جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک آڑ حائل کر دیں گے) موبقًا ہلاکت گاہ یہ وبق یبق و بوقًا سے لیا گیا جس کا معنی ہلاک ہونا۔ نمبر۲۔ موعد کی طرح یہ مصدر میمی ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم ان کے درمیان ایک جہنم کی وادی حائل کر دیں گے۔ اور وہ وادی ہلاکت کی جگہ ہوگی اور سخت عذاب کا مقام ہوگا اور اس میں وہ اکٹھے ہلاک ہونگے۔

نمبر۲۔ ملائکہ، عزیر، عیسٰی علیہم السلام مراد ہیں۔ اور الموبق سے مراد آڑ اور دور والا پردہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم ان نیک لوگوں اور ان کے مابین بہت فاصلہ کر دیں گے کیونکہ یہ کفار تو جہنم کی گہرائی میں ہونگے اور وہ صالحین اعلیٰ جنتوں میں ہونگے۔

مجرم کو آگ کا یقین ہو جائے گا:

۵۳: وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْا (اور مجرمین آگ کو دیکھ کر یقین کر لیں گے) ان کو پختہ یقین ہو جائے گا۔ اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا (کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں) اس میں جلنے والے اور پڑنے والے ہیں۔ وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا (اور وہ اس آگ سے نہ پائیں گے) ھا کا مرجع نار ہے۔ مَصْرِفًا (بچنے کی راہ) لوٹنے کا راستہ۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ

اور لوگوں کے لیے ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کے عمدہ مضامین بیان کیے۔ اور انسان جھگڑنے میں بہت زیادہ بڑھ کر

جَدَلًا ﴿٥٤﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ

ہے۔ اور ہدایت آ جانے کے بعد لوگوں کو ایمان لانے اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے سے صرف اس بات نے روکا ہے

اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾ وَمَا نُرْسِلُ

کہ ان کے ساتھ اگلے لوگوں جیسا معاملہ ہو جائے یا ان کے آمنے سامنے عذاب آ جائے۔ اور ہم پیغمبروں کو

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا

صرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجتے رہے ہیں۔ اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ باطل کے ذریعہ جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ

بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿٥٦﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ

حق کو ہٹا دیں اور ان لوگوں نے میری آیات کو اور جس چیز سے ان کو ڈرایا گیا مذاق کی چیز بنا رکھا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جسے اس کے رب کی

رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ

آیتوں کے ذریعہ نصیحت کی گئی سو اس نے ان سے روگردانی کی اور جو کچھ اس نے آگے بھیجا ہے اسے بھول گیا بلاشبہ ہم نے ان کے دلوں پر اس کے سمجھنے سے پردے ڈال

يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا

دیئے ہیں۔ اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے، اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف بلائیں تو ایسی حالت میں ہرگز ہدایت پر

اِذًا اَبَدًا ﴿٥٧﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ

نہ آئیں گے، اور آپ کا رب بہت مغفرت کرنے والا ہے رحمت والا ہے، اگر وہ لوگوں کی ان کے اعمال کی وجہ سے گرفت فرماتا تو ان کے لیے جلد ہی عذاب

الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ

بھیج دیتا، بلکہ ان کے لیے ایک وقت مقرر ہے، اس وقت وہ اس سے ورے کوئی پناہ کی جگہ ہرگز نہ پائیں گے۔ اور ان بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا

لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿٥٩﴾ ع ٨

جب کہ انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لیے وقت مقرر کر رکھا تھا۔

قرآن کے مضامین عمدہ ہیں:

۵۴: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ہدایت کے واسطے ہر قسم کے عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان کر دیئے) كُلِّ مَثَلٍ سے مراد جن کی ان کو ضرورت پڑ سکتی ہے۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا (مگر انسان جھگڑا کرنے میں سب سے بڑھ کر ہے) جَدَلًا یہ تمیز ہے۔ ان تمام چیزوں سے جن کی طرف سے جھگڑا ہوتا انسان سب سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ اگر تم ان کو الگ الگ کر کے جھگڑے کیلئے اور باطل جھگڑنے کیلئے جدا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کا جھگڑا ہر چیز کے جھگڑے سے بڑھ کر ہے۔

مگر ایمان سے رکاوٹ یہ ہے کہ وہ پہلے لوگوں کی طرح منتظر عذاب ہیں:

۵۵: وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰی (اور لوگوں کو ہدایت آنے کے بعد ایمان سے نہیں روکا) الھُدٰی سے مراد سب ہدایت اور وہ کتاب اور رسول ہیں۔ وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا (اور اپنے پروردگار سے معافی مانگنے سے اور کوئی مانع نہیں رہا مگر یہ بات کہ ان کے ساتھ گزرے ہوئے لوگوں کا سا معاملہ ہو یا اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کے سامنے آ کھڑا ہو) پہلا اَنْ نصب اور دوسرا مرفوع ہے۔ اور اس سے قبل مضاف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وما منع الناس الایمان والاستغفار الا انتظار ان تاتیهم سنة الاولین وهی الاهلاك او انتظار ان یاتیهم العذاب ای عذاب الآخرة۔ اور لوگوں کو ایمان لانے اور استغفار سے اس بات نے روک دیا کہ ان کے پاس پہلے لوگوں کا طریقہ یعنی ہلاکت آ جائے۔ یا اس انتظار نے کہ آخرت کا عذاب ان کے سامنے آ کھڑا ہو۔

قراءت: قُبُلًا کوفی نے ضمتین سے پڑھا ہے قبیل کی جمع ہے اور معنی اقسام ہوگا۔ باقی قراء نے قِبَلًا پڑھا جس کا معنی ہے سامنے ظاہر۔

رسول تو صرف مبشر و منذر ہیں:

۵۶: وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ (اور ہم رسولوں کو بشارت دینے اور ڈرانے کیلئے بھیجتے ہیں)

قراءت: اس پر وقف کیا جائے گا۔ اور جملہ وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ مستانفہ ہے (اور کافر ناحق باتیں پکڑ کر جھگڑے نکالتے ہیں) باطل سے مراد انکا وہ مشہور مقولہ ہے جو انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو کہا: ما انتم الا بشر مثلنا ولو شاء الله لانزل ملائكة وغیر ذلك۔

کافر حق کو مٹانے کے لئے ان سے ناحق جھگڑتے ہیں:

لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ (تاکہ اس کے ذریعہ وہ حق بات کو پھسلا دیں) حق سے نبوت مراد ہے تاکہ وہ جھگڑا ڈال کر نبوت کے اثرات کو زائل اور باطل کر دیں۔ وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ (اور انہوں نے بنایا میری آیات کو) یعنی قرآن کو وَمَاۤ اُنْذِرُوْا (اور جس سے ان کو ڈرایا گیا) ما موصولہ ہے۔ اور صلہ کی طرف راجع ضمیر محذوف ہے۔ یعنی جس عذاب سے ان کو ڈرایا گیا نمبر ۲۔ ما مصدریہ

ہے اور انکا ڈرانا۔ ھُزُوًا (اس کا مذاق بنایا) استہزاء کی جگہ بنا لیا۔
قراءت: حمزہ نے زاء کے سکون اور ہمزہ سے پڑھا۔ حفص نے ہمزہ کو واؤ سے بدل کر اور دیگر قراء نے راء کے ضمہ اور ہمزہ سے پڑھا ہے۔

قرآن سے نصیحت کی جاتی ہے مگر یہ مُنہ موڑنے والے ہیں:

۵۷: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ (اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا۔ جس کو اس کے رب کی آیات کے ذریعہ نصیحت کی گئی) آیات سے قرآن مراد ہے۔ اسی لئے ضمیر اَنْ یفقھوہُ میں مذکر لائی گئی ہے۔ فَاَعْرَضَ عَنْهَا (پھر اسنے ان آیات سے اعراض کیا) نصیحت کے وقت نصیحت کو قبول نہ کیا۔ اور نہ تدبر سے کام لیا۔ وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ (اور جو کچھ وہ کر چکا اس کو بھول گیا) یعنی اس کے انجام کو بھول گیا جو اس کے ہاتھوں نے کر کے آگے بھیج دیا ہے۔ جیسے کفر، معاصی بلا کسی سوچ و بچار اور بغیر اس بات کو پیش نظر رکھنے کے کہ گناہ گار اور نیکو کار کو بدلہ ملے گا۔ پھر ان کے نسیان اور اعراض کی تعلیل یہ بیان کی کہ ان کے دلوں پر مہر کی جا چکی اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً (ہم نے ان کے دلوں پر حق سے پردے ڈال دیئے ہیں) اکنّہ کا معنی پردے یہ کنان کی جمع ہے وہ ڈھکنے کو کہتے ہیں۔ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا (کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ رکھ دیئے) وقر حق کے سننے سے بوجھ کو کہتے ہیں اور مفرد کے بعد پھر جمع لفظ من کے لحاظ سے لائی گئی ہے اور اس کا معنی یہ ہے۔ اے محمد ﷺ اگر تم ان کو۔

وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا (ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ ہرگز راہ راست پر نہ آئیں گے) الھدٰی سے ایمان مراد ہے۔ لن یھتدوا کہہ کر بتلایا کہ وہ بالکل ہدایت کو قبول نہ کریں گے۔ اِذًا (اس وقت) یہ جزاء اور جواب شرط ہے یہ دلالت کر رہی ہے کہ انہوں نے دعوت رسول سے ہدایت کو قبول نہیں کیا۔ اس طرح کہ جو چیز ان کی ہدایت کا سبب بننا چاہیے تھی اس کو انہوں نے ہدایت سے رکنے کا ذریعہ بنا لیا۔ اور اس طور پر کہ یہ رسول کو جواب ہے جبکہ تقدیر عبارت اس طرح ہو۔ مَالِيَ لَا اَدْعُوْهُمْ حِرْصًا عَلٰى اِسْلَامِهِمْ؟ میں ان کے اسلام کی حرص کے باوجود ان کو دعوت کیوں نہیں دے رہا؟ تو جواب دیا کہ اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف دعوت دیں بھی پھر بھی اسوقت ہرگز ہدایت کو قبول نہ کریں گے۔
اَبَدًا (کبھی بھی) مکلف بنائے جانے کے پورے زمانہ میں۔

وقت موعود تک رحمت سے بچے ہوتے ہیں:

۵۸: وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ (اور آپکا رب بخشنے والا ہے) انتہائی بخشش کرنے والا۔ ذُو الرَّحْمَةِ رحمت والا ہے۔ رحمت کی صفت سے متصف ہے۔ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ (اگر ان سے ان کے اعمال پر دارو گیر کرتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کر دیتا) یعنی اہل مکہ سے جلد مواخذہ نہ کرنا۔ یہ محض اسکی رحمت ہے حالانکہ اہل مکہ کو رسولؐ سے شدید دشمنی ہے۔ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ (بلکہ ان کیلئے ایک وعدہ کا وقت ہے) اور وہ یوم بدر ہے لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا (وہ اس سے ورے کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتے) مَوْئِلًا کا معنی پناہ گاہ، نجات کی جگہ کہا جاتا ہے آل فلان جب کہ وہ نجات پا جائے آل الیہ جب کہ وہ پناہ لے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰۤی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ۞٦٠

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان سے کہا کہ میں برابر چلتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں مجمع البحرین کو پہنچ جاؤں یا یوں ہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں،

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ۞٦١ فَلَمَّا

سو جب وہ دونوں مجمع البحرین پر پہنچ گئے تو اپنی مچھلی کو بھول گئے سو وہ مچھلی سمندر میں راستہ بنا کر چلی گئی، سو جب

جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۞٦٢ قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَاۤ

وہ آگے بڑھ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان سے کہا کہ ہمارا صبح کا کھانا لاؤ اس میں شک نہیں کہ اس سفر کی وجہ سے ہم کو بڑی تکلیف پہنچ گئی، جوان نے کہا کیا آپ کو خبر نہیں جب ہم نے

اِلَی الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ ؗ وَمَاۤ اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ

پتھر کے پاس ٹھکانہ لیا تھا تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا اور مچھلی کو یاد رکھنا مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا، اور اس مچھلی نے سمندر میں

سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ۞٦٣ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰۤی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۞٦٤

عجیب طور پر اپنا راستہ بنا لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی وہ موقعہ ہے جسکی ہمیں تلاش تھی۔ سو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں پر واپس لوٹے۔

۵۹: وَتِلْكَ الْقُرٰۤی اَهْلَكْنٰهُمْ (یہ بستیاں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا)

نحو: تلك مبتدا ہے القری یہ صفت ہے کیونکہ اسمائے اشارہ کی صفت اسم جنس سے لائی جاتی ہے۔ اهلکنا هُمْ یہ خبر ہے۔
نمبر۲۔ تلك القُرٰی یہ اَهْلَكْنَا فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے اور دوسرا اَهْلَكْنَا اس کی تفسیر ہے۔ مطلب یہ ہے یہ بستیوں والے جن کو ہم نے ہلاک کر دیا مراد ان سے قوم نوح، عاد، ثمود ہیں۔ لَمَّا ظَلَمُوْا (جب انہوں نے ظلم کیا) جیسا کہ اہل مکہ کر رہے ہیں۔ وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا (اور ہم نے ان کی ہلاکت کا ایک وقت مقرر کیا) اور ہم نے ان کی ہلاکت کیلئے ایک معلوم و مقرر وقت طے کر دیا۔ جس سے یہ پیچھے نہ ہٹائے گئے۔ جیسا کہ اہل مکہ کیلئے یوم بدر المهلك ہلاک کرنا اور اس کا وقت

قراءت: حفص نے اس کو میم کے فتحہ اور لام کے کسرہ سے پڑھا ہے اور ابوبکر نے دونوں کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ اسے لِوَقْتِ هَلَاكِهِمْ یا لِهَلَاكِهِمْ اور الموعد وقت کے معنی میں ہے یا مصدر ہے بمعنی وعدہ کرنا۔

موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ:

۶۰: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ (اور اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان کو کہا) اِذْ سے پہلے اُذْكر محذوف ہے۔ فتاہ سے یوشع بن نون مراد ہیں۔

نکتہ: یہاں فتاہ فرمایا کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کرتے تھے اور ان کے ساتھ رہتے اور ان سے علم حاصل کرتے تھے۔ لَآ اَبْرَحُ (میں برابر چلا جاؤں گا) نہ ہٹوں گا۔ دلالتِ کلام اور حال کی وجہ سے خبر کو حذف کر دیا۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ حالتِ سفر تھی

اس لئے خبر کو ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ دوسرا اس لئے کہ انکا قول حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ ایک غایت مقرر تھی جو مقصد کو خود متعین کر رہی تھی۔ اب اس لحاظ سے معنی یہ ہوگا میں چلتا جاؤں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ پہنچ جاؤں اور یہ وہی مقام تھا جہاں موسیٰ علیہ السلام سے خضر علیہ السلام کی ملاقات کا وعدہ تھا۔ یہ بحر فارس اور روم کے ملنے کی جگہ ہے۔ خضر کو خضر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جہاں پہنچتے انکا اردگرد سبز ہو جاتا ہے۔ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا (یا اسی طرح زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا) زمانہ طویل تک چلتا رہوں گا ایک قول یہ ہے کہ اسّی سال تک۔

روایات تفسیر یہ میں یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مصر پر بنی اسرائیل کے ساتھ غالب آ گئے۔ اور قبطیوں کی ہلاکت کے بعد وہاں قرار اختیار کیا تو انہوں نے اپنے رب سے سوال کیا۔ آپ کو اپنے بندوں میں کونسا بندہ پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو مجھے یاد کرتا ہے اور کبھی نہیں بھولتا۔ دوسرا سوال یہ کیا کہ تیرے بندوں میں سے سب سے بہتر فیصلے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو حق کا فیصلہ کرتا ہے اور خواہشات کے پیچھے نہیں چلتا۔ تیسرا سوال یہ کیا کہ کونسا بندہ زیادہ علم والا ہے۔ جواب آیا جو لوگوں کا علم اپنے علم کے ساتھ ملاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کوئی ایسا کلمہ مل جائے جس سے راہنمائی میسر آئے یا ہلاکت سے اس کو بچا لے۔

پھر عرض کیا اگر تیرے بندوں میں کوئی مجھ سے زیادہ علم والا ہے۔ تو مجھے اس کی راہنمائی فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ سے زیادہ علم والا خضر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ میں کہاں اس کو تلاش کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چٹان کے پاس ساحل کے کنارے۔ پھر عرض کیا اے میرے رب میں کیسے اس سے مل سکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ایک مچھلی توشہ دان میں لو۔ جہاں وہ گم ہو جائے وہاں تم اس کو پا لو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے خادم کو کہا جب مچھلی غائب ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا۔ دونوں پیدل سفر پر روانہ ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام چٹان کے پاس سو گئے۔ مچھلی تڑپ کر سمندر میں جا پڑی جب صبح کے کھانے کا وقت آیا تو موسیٰ علیہ اسلام نے مچھلی طلب کی۔ خادم نے اطلاع دی کہ وہ سمندر میں چلی گئی چنانچہ دونوں واپس چٹان کے پاس آئے تو وہاں کپڑوں میں لپٹا ہوا ایک شخص ملا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سلام کیا۔ اس نے کہا ہمارے علاقے میں سلام کہاں؟ (یہاں تو سلام کا رواج نہیں) موسیٰ علیہ السلام نے اپنا تعارف کروایا۔ تو خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ! میں ایک ایسے علم پر ہوں جو میرے رب نے مجھے دیا ہے اور آپ اس کو نہیں جانتے اور تم ایک ایسا علم رکھتے ہو جس کو میں نہیں جانتا۔

مجمع البحرین میں پہنچنا:

۶۱: فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا (جب وہ دونوں مجمع البحرین پر پہنچے) نَسِيَا حُوْتَهُمَا (وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے) یعنی یوشع بن نون مچھلی کو بھول گئے کیونکہ کھانے کے ذمہ دار وہی تھے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ اور یہ تثنیہ اسی طرح لایا گیا جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں نَسُوْا زَادَهُمْ وہ تمام زادِ راہ بھول گئے حالانکہ زادِ راہ کا ذمہ دار اس کو بھولنے والا ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ مچھلی نمک لگی ہوئی تھی وہ دونوں ایک رات حیات کے چشمہ پر اترے۔ موسیٰ علیہ السلام سو گئے جب مچھلی تک اس مائے حیات کی خوشبو پہنچی اور ٹھنڈک میسر آئی تو وہ زندہ ہو گئی اور پانی میں چلی گئی۔

مچھلی غائب:

فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ (اس نے سمندر میں اپنا راستہ بنالیا) اپنا راستہ خشکی سے سمندر کی طرف جانے کا اختیار کرلیا۔ سَرَبًا (سرنگ کی صورت میں)۔ نحو: یہ مصدر ہونے کی بنا پر منصوب ہے ای سرب فیه سربًا یعنی وہ داخل ہو کر سمندر میں چھپ گئے۔

۶۲: فَلَمَّا جَاوَزَا (جب وہ دونوں آگے گزر گئے) مجمع البحرین سے اور پھر اترے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ انہوں نے کتنا راستہ طے کیا۔ قَالَ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا (اپنے جوان کو کہا ہمارے لئے کھانا لاؤ۔ اس سفر میں ہم بہت تھک گئے) نصب تھکاوٹ اس سے قبل نہ بھوک لگی نہ تھکاوٹ محسوس کی۔

مقام کی علامت سے نشاندہی:

۶۳: قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ (کہا دیکھئے تو جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھہرے) وہی وعدہ کی جگہ تھی۔ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ (تو میں مچھلی بھول گیا) پھر معذرت کرتے ہوئے اگلا جملہ کہا: وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ (اور مچھلی کو یاد رکھنا مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا)

قراءت: انسانیهُ کی ہُ کو ضمہ کے ساتھ حفص نے پڑھا۔ اَنْ اَذْكُرَهٗ (کہ میں اس کو یاد رکھتا) ہُ ضمیر یہاں انسانیه کی ہُ ضمیر کا بدل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وما انسانی ذکرهُ الا الشیطان شیطان نے ہی مجھے اس کی یاد بھلائی ہے۔)

وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا (اور اس نے سمندر میں عجیب انداز سے اپنا راستہ بنایا) اور وہ اس طرح ہوا کہ اس کا نشان پڑتا گیا جہاں سے وہ گزرتی گئی (حالانکہ پانی پر نقش قائم نہیں رہتا)

ہماری تلاش:

۶۴: قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ (اس نے کہا یہی تو ہم تلاش کرتے تھے) ہم تلاش کرتے ہیں۔

قراءت: مکی نے یاء سے نَبْغِيْ پڑھا۔ ابو عمرو اور علی نے اس کی موافقت کی اور مدنی نے وصل میں موافقت کی۔ اور یاء کے بغیر وصل و فصل میں دیگر قراء نے اختیار کیا۔ خط مصحف کا لحاظ کرتے ہوئے ذٰلك کا لفظ راستہ بنانے کی طرف اشارہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے ذٰلك الَّذِي كُنَّا نطلب کیونکہ مچھلی کا غائب ہونا خضر علیہ السلام سے ملاقات کی علامت تھی۔ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا (پس وہ دونوں اپنے نشان ہائے قدم پر واپس لوٹے) وہ اسی راستے پر واپس لوٹے جس پر گئے تھے۔ قَصَصًا (نشان کی پیروی کرتے ہوئے) اس حال میں کہ وہ نشانات پر چل رہے تھے۔ ای یتبعان آثار هما اتباعًا وہ اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کر رہے تھے اچھی طرح پیروی کرنا۔

قول زجاج رحمۃ اللہ علیہ (القصص) کا معنی ہے نشان قدم کی اتباع کرنا۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ

سو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی تھی اور ہم نے اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے

لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ

اس بندہ سے کہا کیا میں اس شرط پر تمہارے ساتھ ہو جاؤں کہ آپ کو جو کچھ علم مفید سکھایا گیا ہے وہ آپ مجھے سکھا دیں۔ اس بندہ نے کہا بلاشبہ تم میرے ساتھ رہتے ہوئے

مَعِیَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

صبر نہیں کر سکتے اور اس چیز پر تم کیسے صبر کرو گے جو چیز تمہارے علمی احاطہ میں نہیں ہے؟ موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں

صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی

گے اور میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس بندہ نے کہا سو اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو کسی چیز کے بارے میں اس وقت تک مجھ سے کوئی بات مت پوچھنا جب تک

اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ ۹ ع ۲۱

میں خود ہی اس کے بارے کسی طرح کا ذکر نہ کروں۔ اس کے بعد دونوں چل دیئے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہو گئے تو اس بندۂ خدا نے کشتی میں شگاف کر دیا موسیٰ نے کہا

اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ

کیا تم نے اسی لیے شگاف کیا ہے کہ کشتی والوں کو غرق کر دو۔ تم نے تو بڑا بھاری کام کر دیا اس بندہ نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میرے ساتھ

تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ

رہتے ہوئے تم صبر نہیں کر سکتے موسیٰ نے کہا کہ میرے بھول جانے کی وجہ سے میرا مؤاخذہ نہ کیجئے اور میرے معاملہ میں مجھ پر تنگی نہ

عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةً

ڈالیے۔ پھر دونوں چل دیئے یہاں تک کہ ایک لڑکے سے ملاقات ہو گئی سو اس بندۂ خدا نے اسے قتل کر دیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم نے ایک بے گناہ جان کو کسی جان کے بدلہ

بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

بغیر قتل کر دیا، تم نے تو بہت ہی بے جا کام کیا۔

۶۵: فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا (پس ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا) عبد سے مراد خضر ہیں نمبر۱۔ جو ایک کپڑے کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ نمبر۲۔ سمندر میں بیٹھے تھے۔ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا (جس کو ہم نے اپنے پاس سے

رحمت عطاء کی تھی) رحمت سے مراد وحی، نبوت نمبر۲۔ علم نمبر۳۔ طول حیات وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (اور اس کو ہم نے اپنی طرف سے علم دیا تھا) اخبار غیوب کا علم نمبر۲۔ علم لدنی جو بطور الہام کے بندے کو ملتا ہے۔

۶۶: قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مفید علم آپ کو سکھایا گیا ہے اس میں سے کچھ آپ مجھے بھی سکھائیں) رُشْدًا سے ایسا علم جو رُشد والا ہو جس سے میں اپنے دین میں راہنمائی حاصل کروں۔

قراءت: ابو عمرو نے رَشَدًا پڑھا ہے۔ اور یہ دونوں لغات ہیں البُخل البَخل۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ کسی کو طلب علم چھوڑ نا نہ چاہئے اگر چہ وہ علم کی انتہاء کو پہنچ جائے اور اس آدمی کے سامنے تواضع کرے جو اس سے زیادہ علم والا ہو۔

۶۷: قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا (اس نے کہا تم ہرگز میرے ساتھ رُک کے رہنے کی طاقت نہیں رکھتے)

قراءت: حفص نے معی کو یاء کے فتحہ سے پڑھا اسی طرح اس سورت میں جو بعد میں بھی آ رہا ہے۔ صبر کا مطلب انکار اور سوال سے رکنا ہے۔

جس چیز کا علم نہ ہو اس پر جماؤ نہیں:

۶۸: وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا (اور کس طرح آپ صبر کر سکتے ہیں اس بات پر جس کا آپ کو پورا علم نہ ہو)۔ خبرًا تمیز ہے اور صبر کی استطاعت کی نفی کو مؤکد کر رہی ہے۔ اور اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ وہ بعض ایسے کاموں کے ذمہ دار ہیں جو بظاہر ممنوع اور بُرے ہیں اور نیک آدمی ان ممنوعہ کاموں کو دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ ایک پیغمبر ان کو دیکھ کر خاموش رہے۔

اقرارِ موسوی:

۶۹: قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا (موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ انشاء اللہ مجھے صابر پائیں گے) صابر کا معنی انکار اور اعتراض سے اپنے آپ کو روکنے والا۔ وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا (اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہیں کروں گا)۔

نحو: یہ جملہ محل نصب میں صابرا پر عطف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی سَتَجِدُنِيْٓ اِلٰى آخرہٖ صابرًا وغیر عاص۔ کہ عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا اور نافرمانی نہ کرنے والا پائیں گے۔ نمبر۲۔ یا اس کا عطف سَتَجِدُنی پر ہے اور اس صورت میں اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

شرط خضری:

۷۰: قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا (خضر علیہ السلام نے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کے متعلق اس وقت تک نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کے متعلق ابتداءً ذکر نہ کروں)

قراءت: فَلَا تَسْئَلْنِيْ اس میں مدنی اور شامی نے لام کا فتحہ اور نون مشدد پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے لام کا سکون اور نون کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور یا نسب کے نزدیک قائم رہے گی عن شيء کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے میرے ساتھ چلنے کی شرط یہ ہے کہ جب تم میری طرف سے کوئی انوکھی چیز دیکھو اور تم جانتے ہو کہ وہ صحیح ہے البتہ اس کے صحیح ہونے کی وجہ مخفی ہے۔ اور تم نے اس چیز کو اپنے دل میں اوپرا خیال کیا ہے۔ تو تم اس چیز کے متعلق سوال میں مجھ سے ابتدا نہ کرو اور نہ اس کے بارے میں میری طرف رجوع کرو جب تک کہ میں اس کو تمہارے سامنے نہ کھول دوں یہ درحقیقت عالم کے سامنے متعلم کا ادب ہے اور متبوع کیلئے تابع کا لحاظ ہے۔

سفر پر روانگی:

۷۱: فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا (پس دونوں چل دیئے یہاں تک کہ وہ ایک کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے کشتی کو پھاڑ دیا) یعنی سمندر کے ساحل پر کشتی تلاش کرتے ہوئے چلے جب دونوں سوار ہو گئے تو کشتی والوں نے کہا یہ دونوں چور ہیں کشتی کے مالک نے کہا مجھے تو یہ پیغمبروں کے چہرے لگتے ہیں پس انہوں نے بغیر کرائے کے بٹھا لیا جب وہ بھنور میں پہنچے تو خضر نے ہتھوڑا لیکر کشتی کو پھاڑ دیا وہ اس طرح کہ پانی کے قریب والے دو تختے اکھاڑ دیئے۔ موسیٰ علیہ السلام اس پھٹے ہوئے مقام کو اپنے کپڑے سے بند کرنے لگے اور پھر فرمانے لگے۔

موسیٰ علیہ السلام کا سوال:

قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا (موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تو نے کشتی والوں کو ڈبونے کیلئے کشتی کو پھاڑ دیا)

قراءت: حمزہ اور علی نے لِيَغْرَقَ اهلها پڑھا ہے یہ غرق سے ہے۔

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا (آپ نے بہت بڑی حرکت کی ہے) یعنی آپ نے بڑی سخت حرکت کی ہے۔ امرًا یہ اَمِرَ الْاَمْرُ سے لیا گیا ہے۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب معاملہ بہت بڑا ہو جائے۔

خضر علیہ السلام کی یاددہانی:

۷۲: قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا اس نے (یعنی خضر علیہ السلام نے کہا) کیا آپ سے میں نے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔

یہ بھول ہوئی اس پر مؤاخذہ نہ ہوگا:

۷۳: قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ (کہا آپ اس پر مجھ سے مواخذہ نہ کریں جو میں بھول گیا تھا) جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ پھٹی ہوئی جگہ سے پانی داخل نہیں ہو رہا ہے تو کشتی سے باہر نہیں نکل بھاگے۔ ما نسیت کا معنی الذی نسیتهٗ وہ جس کو میں بھول گیا یا وہ چیز جس کو میں بھول گیا یا میرے نسیان کے سبب۔ ان کی مراد اس سے وصیت کا بھولنا تھا اور بھولنے والے پر مؤاخذہ نہیں ہے یا پھر نسیان سے ترک مراد ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ آپ کی نصیحت کو پہلی مرتبہ چھوڑنے پر مجھ سے آپ

مؤاخذہ نہ کریں۔وَ لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا (اور میرے اس معاملہ میں تنگی مت پیدا کریں) رھقہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو ڈھانپے یعنی میرے معاملے میں مجھے تنگی سے مت ڈھانپیں اور یہی ان کی اتباع ہے اور اپنی پیروی کو مجھ پر مشکل نہ کیجئے اور چشم پوشی کر کے اور مناقشہ (اعتراض) چھوڑ کر آسانی پیدا کیجئے۔

۷۴: فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ (دونوں چل دیئے کہ یہاں تک کہ جب دونوں ایک لڑکے کو ملے تو خضر نے اس کو قتل کر دیا) ایک قول یہ ہے کہ اس کے سر کو دیوار پر مارا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو لٹا کر چاقو سے ذبح کر دیا۔نکتہ: آیت میں قتلہ سے پہلے فاء لائی گئی ہے مگر خرقا سے پہلے فا نہیں کیونکہ خرقا کو تو شرط کی جزاء بنایا گیا اور قتلہ کو جملہ شرطیہ بنایا گیا جس پر عطف ہو رہا ہے اور جزاء قال اَقَتَلْتَ نَفْسًا ہے۔قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا (اس نے کہا کیا تم نے ایک جان کو قتل کر دیا) ان دونوں کے درمیان خرق اس لئے لایا گیا کیونکہ کشتی کا پھٹنا سوار ہونے کے فوراً بعد نہیں تھا البتہ لڑکے کا قتل اس کی ملاقات کے فوراً بعد تھا اس لئے ایک پر فاء لائی گئی دوسرے پر نہیں۔

زَكِیَّةً (پاکیزہ) جو گناہوں سے پاک ہو خواہ اس بنا پر کہ اس کے ہاں وہ پاک تھا کیونکہ اس کو گناہ کرتے اس نے نہ دیکھا تھا یا اس لئے کہ وہ چھوٹی عمر والا تھا۔اپنی بلوغت کو ہی نہ پہنچا تھا۔

قراءت: حجازی اور ابو عمرو نے زاکیہ پڑھا ہے۔

بِغَیْرِ نَفْسٍ (بغیر کسی نفس کے) یعنی اس نے کسی جان کو قتل نہیں کیا کہ اس سے قصاص لیا جائے۔

نکتہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میری طرف نجدہ حروری خارجی نے لکھا کہ اس کا قتل کیسے جائز تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے بچوں کے قتل کی ممانعت فرمائی ہے۔حضرت ابن عباس فرماتے ہیں میں نے ان کی طرف لکھا کہ اگر تمہیں بھی بچوں کے حالات کا اسی طرح علم ہو جائے جو موسیٰ علیہ السلام کے حاکم کو تھا تو تیرے لئے بھی قتل جائز ہے۔

موسیٰ علیہ السلام تو نے انوکھا کام کر دیا:

لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّكْرًا (اور تم نے بلاشبہ ناجائز کام کیا ہے) نکر منکر کام کو کہا جاتا ہے بعض نے کہا کہ یہ نکرا امرًا سے کم ہوتا ہے کیونکہ ایک جان کو قتل کرنا پوری کشتی کو ڈبونے سے کم ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے ایک ایسا کام کیا ہے جو پہلے سے زیادہ عجیب ہے کیونکہ پھٹی ہوئی چیز کا تدارک بند لگا کر ممکن ہے لیکن قتل کا تدارک ممکن نہیں۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝٧٥ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ

اس بندہ نے کہا کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہتے ہوئے صبر نہیں کر سکتے موسیٰ نے فرمایا کہ اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق کچھ پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھئے

قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝٧٦ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ

بیشک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں، پھر دونوں چل دیئے، یہاں تک کہ ایک گاؤں کے رہنے والوں پر گذرے، دونوں نے ان لوگوں سے کھانا طلب کیا سو انہوں نے ان کی مہمانی

يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ

کرنے سے انکار کر دیا اس کے بعد اس بستی میں ان دونوں نے ایک دیوار کو پایا جو گرنے ہی کو ہو رہی تھی، اس بندۂ خدا نے اسے سیدھا کر دیا موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو مزدوری کے

عَلَيْهِ اَجْرًا ۝٧٧ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝٧٨

طور پر اس عمل پر کچھ لے لیتے، اس بندۂ خدا نے کہا کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی کا وقت ہے۔ میں تمہیں ان چیزوں کی حقیقت ابھی بتلا دوں گا جن پر تم صبر نہ کر سکے۔

خضر کی یاد دہانی:

۷۵: قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا (اس نے کہا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا) اس دفعہ خضر نے اپنے کلام میں لک کا اضافہ کیا ہے تا کہ خطاب کے ذریعے معاہدہ کے چھوڑنے پر عتاب کا زیادہ اظہار ہو۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر اب اعتراض کروں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا:

۷۶: قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا (موسیٰ نے کہا اگر میں آپ سے اس کے بعد سوال کروں) ھا ضمیر سے مراد یہاں اس مرتبہ کے بعد یا اس مسئلہ کے بعد۔ فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا (تم مجھے ساتھ نہ رکھنا بیشک تم میری طرف سے عذر کی انتہاء کو پہنچ چکے ہو) یعنی تم میرے اور اپنے درمیان جدائی میں معذور رہو۔

قراءت: مدنی اور ابو بکر۔ نے لَدُنِی کی نون کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

تیسرا سفر:

۷۷: فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ (پھر دونوں پیدل چل دیئے یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے) بقول ابن عباس وہ انطا کیہ تھی بقول ابن سیرین وہ ایلہ تھی وہ آسمان سے اللہ کی زمین پر سب سے زیادہ دور تھی۔

ان سے کھانا طلب کیا:

اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا (تو دونوں نے وہاں کے لوگوں سے کھانا طلب کیا مگر انہوں نے میزبانی کرنے سے

انکار کر دیا (ضیف کا معنی مہمان بنانا) آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ بستی والے کمینے لوگ تھے اس روایت کو نسائی نے کبریٰ میں نقل کیا۔ایک قول یہ ہے کہ وہ بدترین بستی تھی جنہوں نے مہمانی پر بھی بخل کیا۔ فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا (ان دونوں نے اس بستی میں دیوار پائی) اس کی لمبائی سو ہاتھ تھی۔ یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ (وہ گرنا چاہتی تھی) استعارۃً ارادے کا لفظ گرنے کے قریب ہونے اور جھکنے کیلئے استعمال کیا گیا۔ جس طرح کہ الھم اور عزم کا لفظ بھی اس کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

فَاَقَامَهٗ (پس اس کو سیدھا کر دیا) یعنی اپنے ہاتھ سے یا اس کو اپنے ہاتھ سے چھوا تو وہ سیدھی ہو گئی یا اس کو توڑ کر نئے سرے سے بنایا یہ حالت اضطرار اور کھانے کی چیزوں کی محتاجی کی تھی۔اور ضرورت نے ان کو آدمی کی اس آخری کمائی کی طرف محتاج کر دیا تھا یعنی سوال لیکن انہوں نے کوئی بھی ہمدرد نہ پایا جو غمخواری کرتا اس کے باوجود جب خضر نے دیوار کو سیدھا کر دیا تو موسیٰ اپنے اختیار میں نہ رہے کہ ایک طرف شدید ضرورت اور دوسری طرف محرومی اسلئے فرمایا۔

موسیٰ علیہ السلام کا فرمانا کہ اس پر مزدوری لیتے:

قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا (موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر تم چاہتے تو اس پر مزدوری لے لیتے) یعنی اپنے اس عمل پر انعام کا مطالبہ کرتے تا کہ اس سے ضرورت پوری ہو سکتی۔

قراءت: بصری نے لتخذت میں تاء کی تخفیف اور خاء کا کسرہ اور ذال کا ادغام پڑھا ہے اور مکی نے ذال کا اظہار اور حفص نے تاء کی تشدید اور خاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا اور دیگر قراء نے تاء کی تشدید اور خاء کے فتحہ اور ذال کے تاء میں ادغام کے ساتھ پڑھا ہے۔ تاتخذ میں اصل ہے جیسا کہ تبع میں ہے اور اتخذ یہ افتعل کے وزن پر ہے جیسا اتبع تبع سے اس کا اخذ سے ذرا بھی تعلق نہیں۔

خضر تیری میری جدائی ہے:

۷۸: قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ (اس نے کہا یہ میرے اور تیرے درمیان جدائی ہے) هٰذا کا مشار الیہ تیسرا سوال ہے یعنی یہ اعتراض جدائی کا سبب ہے۔اور اصل اسطرح ہے ھذا الفراقُ بینی و بینك اور اس کو پڑھا گیا پس مصدر کو ظرف کی طرف مضاف کر دیا جیسا کہ مفعول بہ کی طرف مضاف کر دیا جاتا ہے۔ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا (میں عنقریب تمہیں ان چیزوں کی اندرونی تشریح بتلاتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا)۔

اَمَّا السَّفِیْنَۃُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَھَا وَکَانَ

کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے، سو میں نے کہا کہ اسے عیب والی کردوں، اور ان

وَرَآءَھُمْ مَّلِکٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَکَانَ اَبَوٰہُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَآ

لوگوں کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو چھین لیا کرتا تھا، اور رہا لڑکے کا معاملہ سو بات یہ ہے کہ اس کے ماں باپ مومن تھے تو ہمیں اندیشہ ہوا

اَنْ یُّرْھِقَھُمَا طُغْیَانًا وَّکُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ یُّبْدِلَھُمَا رَبُّھُمَا خَیْرًا مِّنْہُ زَکٰوۃً وَّ

کہ وہ ان دونوں کو سرکشی میں اور کفر میں نہ ڈال دے، سو ہم نے چاہا کہ ان کا رب انہیں اس لڑکے کے بدلہ ایسی اولاد عطا فرمادے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور

اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَۃِ وَکَانَ تَحْتَہٗ

رحم کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔ اور رہی دیوار تو اس کی صورتحال یہ ہے کہ وہ اس شہر میں دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے

کَنْزٌ لَّھُمَا وَکَانَ اَبُوْھُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یَّبْلُغَآ اَشُدَّھُمَا وَیَسْتَخْرِجَا

ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا، سو تیرے رب نے ارادہ فرمایا کہ یہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنے خزانے کو

کَنْزَھُمَا ۖ رَحْمَۃً مِّنْ رَّبِّکَ ۚ وَمَا فَعَلْتُہٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ ذٰلِکَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْہِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ ع ۱۰

نکال لیں یہ تیرے رب کی مہربانی کی وجہ سے ہے۔ اور یہ کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیے، یہ ہے ان باتوں کی حقیقت جن پر تم صبر نہ کر سکے۔

تینوں معاملات کی حقیقت کا انکشاف:

۷۹: اَمَّا السَّفِیْنَۃُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ (اور کشتی تو چند غریبوں کی تھی جو دریا میں کمائی کرتے تھے) نمبرا۔ وہ دس بھائی تھے جن میں پانچ اپاہج تھے اور پانچ دریا میں کام کرتے تھے۔ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَھَا (میں نے اس کو عیب دار کرنا چاہا) تا کہ عیب والی بنا دوں۔ وَکَانَ وَرَآءَ ھُمْ مَّلِکٌ (ان سے آگے ایک بادشاہ تھا) نمبرا۔ وراء کا معنی امام ہے نمبر۲۔ پیچھے۔ ان کی واپسی کے راستہ پر وہ بادشاہ تھا اور ان کو اس کی اطلاع نہ تھی اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو بتلا دیا۔ اور اس بادشاہ کا نام جلندی تھا۔

یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًا (وہ ہر کشتی کو چھین لیتا تھا) ہر اچھی کشتی کو جس میں عیب نہ ہو وہ چھین لیتا۔ اگر وہ عیب دار ہوتی تو اس کو چھوڑ دیتا۔ غَصْبًا مصدر ہے نمبر۲۔ مفعول لہٗ ہے۔

نکتہ: فاردت ان اعیبھا یہ غصب کے خطرہ کا سبب ہے مناسب یہ تھا کہ سبب کے بعد آتا۔ جواب یہ ہے کہ اس سے مراد تاخیر ہے صرف غایت کو مقدم کیا۔

۸۰: وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَکَانَ اَبَوٰہُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَآ اَنْ یُّرْھِقَھُمَا طُغْیَانًا وَّ کُفْرًا (اور رہا وہ لڑکا تو اس کے ماں باپ ایمان دار

تھے ہم کو اندیشہ ہوا کہ یہ ان پر سرکشی اور کفر کا اثر ڈال دے) ہمیں خطرہ ہوا کہ وہ مؤمن والدین کو سرکشی سے ڈھانپ لے اور ان کی نافرمانی کر کے ان کے انعامات کا منکر ہو جائے۔ اور ان سے بدسلوکی کرے جس سے ان کو شر اور مصیبت پہنچے۔ نمبر۲۔ اپنی بیماری ان تک منتقل کر دے۔ نمبر۳۔ اپنی گمراہی سے ان کو گمراہی میں ڈال دے جس سے وہ مرتد ہو جائیں۔ یہ خضر علیہ السلام کا کلام ہے خضر کو اس بچے کی طرف سے یہ خطرہ محسوس ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ان کو علم دیا اور اس کے پوشیدہ معاملے کی اطلاع دی اور اگر اس کو قول باری تعالیٰ قرار دیا جائے تو خشینا علمنا کے معنی میں ہے ہم نے جانا کہ اگر یہ زندہ رہا تو اپنے والدین کے کفر کا سبب بن جائے گا۔

۸۱: فَاَرَدْنَآ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا (پس ہم نے چاہا کہ انکا رب اس کے عوض عنایت فرمادے)

قراءت: مدنی اور ابوعمرو۔ نے یبدلهما پڑھا ہے۔

خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً (جو پاکیزگی میں اس سے زیادہ بہتر ہو) طہارت اور گناہوں سے پاکیزگی میں وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا (اور مہربانی اور رحم کرنے کے لحاظ سے بڑا اقرب رکھنے والا ہو) رحم کا معنی رحمت وشفقت ہے۔

نحو: زکاۃ اور رُحمًا ہر دو تمیز ہیں۔

تفسیری روایت ہے ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کی شادی ایک پیغمبر سے ہوئی جس سے ایک پیغمبر کی ولادت ہوئی نمبر۲۔ ستر پیغمبروں کی پیدائش ہوئی۔ نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بدلے میں مؤمن بیٹا عنایت فرمایا جو انہی جیسا نیک مؤمن تھا۔

قراءت: شامی نے رُحُمًا پڑھا ہے اور یہ دونوں لغات ہیں۔

۸۲: وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ (اور پھر دیوار وہ تو دو بچوں کی تھی) اصرم، اصریم کی تھی۔

یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ (جو یتیم شہر میں رہتے تھے) یہ اسی بستی کو المدینہ سے تعبیر کیا۔ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا (اور دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا) یعنی ایک سونے کی تختی تھی جس پر یہ لکھا تھا مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے پھر غمگین ہوتا ہے نمبر۲۔ اس آدمی پر تعجب ہے جو حساب پر ایمان رکھتے ہوئے غافل ہے۔ نمبر۳۔ اس انسان پر تعجب ہے جو رزق پر ایمان رکھتا ہے پھر کس طرح تھکتا اور مشقت اٹھاتا ہے۔ نمبر۴۔ اس انسان پر تعجب ہے جو موت پر یقین رکھنے کے باوجود خوشیاں کر رہا ہے۔ نمبر۵۔ اس انسان پر تعجب ہے جو دنیا کو جانتا ہے اور دنیا والوں کو دنیا کا پلٹنا بھی جانتا ہے مگر پھر بھی دنیا پر مطمئن ہے۔ (لا اله الا الله محمد رسول الله) نمبر۲۔ سونا چاندی مدفون تھا۔ نمبر۳۔ صحائف مدفون تھے جن میں علم تھا۔ ان میں سے پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ پہلے لوگوں کیلئے کنز حلال تھا مگر ہمارے لئے حرام ہے پہلے لوگوں پر غنیمت حرام تھی وہ ہمارے لئے حلال کر دی گئی۔

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا (اور ان دونوں کا والد نیک تھا)۔ ایک قول یہ ہے کہ انکا ساتواں دادا نیک تھا۔ صالح یعنی ان میں سے ہوگا جو میرا ساتھی بنے گا۔

نکتہ: حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک گفتگو میں خارجی کو کہا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں لڑکوں کی حفاظت

کس وجہ سے فرمائی اس نے جواب دیا ان کے والد کی بھلائی و نیکی کی وجہ سے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میرے والد اور نانا تو اس سے بہت بہتر تھے۔

یہ میں نے اپنے اختیار سے نہیں کئے‘ کرائے گئے ہیں:

فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یَّبْلُغَآ اَشُدَّ ھُمَا وَیَسْتَخْرِجَا کَنْزَھُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ وَمَا فَعَلْتُهٗ (پس تیرے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی بھرپور جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا دفینہ نکال لیں اور میں نے یہ سارے کام تیرے رب کی مہربانی سے کئے) اَشُد کا معنی جوانی۔ رحمۃً یہ مفعول لہ ہے نمبر۲۔ ارادربك کا مفعول کیونکہ رحمھما کے معنی میں ہے۔ اور مافعلته اور میں نے یہ کام جو تم نے دیکھے۔ عَنْ اَمْرِیْ اپنے اختیار سے نہیں کیے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیے۔ ھا کی ضمیر تمام کی طرف راجع ہے۔ نمبر۲۔ یا دیوار کی طرف۔ ذٰلِكَ کا مشارالیہ تینوں جواب ہیں۔ تَاْوِیْلُ مَالَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا (یہ تعبیر ان کی ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکے) تاء کو تخفیف کے طور پر حذف کیا۔

فَائِدَہ: بعض لوگوں کے قدم اس مسئلہ میں گمراہی کی وجہ سے پھسل گئے کہ انہوں نے ولی کو نبی سے افضل قرار دے دیا حالانکہ یہ کھلا کفر ہے۔ انہوں نے اپنے استدلال کو اس طرح پیش کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو خضر سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا حالانکہ وہ ولی ہیں۔

جواب: اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ خضر نبی ہیں۔ اگر چہ وہ اس طرح نہیں جیسا کہ بعض کو گمان ہوا یہ درحقیقت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ابتلاء تھا کہ بقول اہل کتاب کے یہ موسیٰ وہ موسیٰ بن عمران نہیں ہیں۔ بلکہ وہ موسیٰ بن مانان ہیں۔

ولی کیلئے تو ولی بننا بھی ناممکن ہے جب تک وہ نبی پر ایمان نہ لائے پھر یہ کیونکر درست ہوا کہ نبی ولی سے کم ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے طلب علم میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں کیونکہ علم میں اضافہ خود مطلوب ہے۔ اولاً ذکر کیا گیا فاردت کیونکہ وہ ظاہر میں اس چیز کو بگاڑنا ہے اور وہ خضر ہی کا فعل ہے اور تیسری مرتبہ کہا فارادربک کیونکہ یہ محض انعام خداوندی تھا۔ اور بشر کی قدرت و طاقت میں نہیں تھا اور دوسری مرتبہ فرمایا فاردنا کیونکہ وہ فعل کے اعتبار سے بگاڑنا اور تبدیلی کے اعتبار سے انعام ہے اس لئے جمع متکلم بولدیا۔

قول زجاج رحمۃ اللہ علیہ فاردنا کا معنی فاراد اللہ عزوجل اور اس کی امثلہ قرآن میں بہت ہیں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝۸۳ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ

اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ میں ابھی تمہارے سامنے اس کا ذکر کرتا ہوں، بلاشبہ ہم نے ذوالقرنین کو زمین میں

فِى الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝۸۴ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝۸۵ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ

حکومت دی تھی اور اسے ہر چیز کا سامان دیا تھا۔ پھر وہ ایک راہ پر روانہ ہوگیا یہاں تک کہ جب سورج کے چھپنے کی

الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ڛ قُلْنَا يٰذَا

جگہ پر پہنچا تو سورج کو ایک سیاہ چشمہ میں ڈوبتا ہوا پایا اور اس موقعہ پر اس نے ایک قوم دیکھی، ہم نے کہا اے

الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۝۸۶ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ

ذوالقرنین آپ ان کو سزا دو اور یا ان میں خوبی کا معاملہ اختیار کرو، اس نے کہا جس نے ظلم کیا سو ہم عنقریب

نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸۷ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

اسے سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا سو وہ اسے برا عذاب دے گا۔ اور جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے

فَلَهٗ جَزَاۗءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝۸۸ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝۸۹ حَتّٰٓى اِذَا

اس کے لیے بدلہ میں بھلائی ہے، اور ہم اس کے بارے میں اپنے کام میں آسانی کی بات کہیں گے۔ پھر وہ ایک راہ پر روانہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ جب

بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰي قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۝۹۰

وہ ایسی جگہ پر پہنچا جو آفتاب طلوع ہونے کی جگہ تھی تو اس نے دیکھا کہ سورج ایسے لوگوں پر طلوع ہو رہا ہے جن کے لیے ہم نے آفتاب سے ورے کوئی پردہ نہیں رکھا۔

ذوالقرنین کا واقعہ:

۸۳: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ (اور وہ آپ سے سوال کرتے ہیں) یعنی یہودی بطور امتحان سوال کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ ابوجہل اور اس کے معاونین عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ (ذوالقرنین کے متعلق) یہ وہ سکندر ہے جس نے دنیا پر حکومت کی۔

دوسرا قول یہ ہے دنیا پر حکومت چار بادشاہوں نے کی دو مسلمان اور دو کافر۔ مسلمان سلیمانؑ نمبر۲۔ اور ذوالقرنین اور دو کافر ہیں۔ نمبر۱۔ نمرود نمبر۲ بخت نصر اور یہ سکندر نمرود کے بعد ہوا ہے ایک قول کے مطابق یہ ایک نیک بندہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر حکمرانی دی اور علم و حکمت سے نوازا اور اندھیرا اور روشنی اس کے مطیع کی۔ جب وہ چلتا تو روشنی اس کے آگے راہنما ہوتی اور اندھیرا پیچھے چھایا رہتا۔ نمبر۲۔ ایک قول کے مطابق یہ پیغمبر ہے۔ نمبر۳۔ ایک اور قول میں اس کو فرشتہ قرار دیا گیا۔

نمبر۴۔قول علی رضی اللہ عنہ: یہ نہ فرشتہ تھا اور نہ نبی مقرب بلکہ ایک صالح بندہ تھا اس کے سر کے دائیں حصہ میں اللہ تعالیٰ کی طاعت کی خاطر ضرب لگائی گئی جس سے وہ مرگیا۔ پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے اٹھایا۔ پھر دوسری مرتبہ اس کے سر کے بائیں جانب ضرب لگائی گئی جس سے اس پر موت واقع ہوگئی اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس کو اٹھایا اسی وجہ سے اس کا لقب ذوالقرنین پڑ گیا اور تم میں اس کی مثل موجود ہے اور وہ میں ہوں۔

نمبر۵۔ وہ لوگوں کو توحید کی طرف بلاتا۔ پس لوگ اس کو قتل کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ دوبارہ اس کو زندہ کر دیتا۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اس کو ذوالقرنین اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا کے دونوں جانب پھرا یعنی مشرق ومغرب۔ نمبر۶۔ اس کے سر پر دو مینڈیاں تھیں۔ دو زلفیں تھیں۔ نمبر۷۔ اس کے زمانہ میں لوگوں کے دو قرن گزرے۔ نمبر۸۔ وہ دو بڑی سلطنتوں روم، فارس کا حکمران بنا۔ نمبر۹۔ ترک و روم پر حکمرانی کی۔ نمبر۱۰۔ اس کے تاج پر دو سینگ بنے ہوئے تھے۔ نمبر۱۱۔ اس کے سر کے دونوں کناروں پر سینگ کی طرح دو ابھار تھے۔ نمبر۱۲۔ وہ نجیب الطرفین تھا اور یہ رومی تھا۔ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا (کہہ دیں میں عنقریب اس کا تذکرہ تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں) منہ کی ضمیر ذوالقرنین کی طرف راجع ہے۔

۸۴: اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ (بیشک ہم نے اس کو زمین میں ٹھکانہ دیا) اور اس کو اس میں غلبہ اور مرتبہ عنایت فرمایا۔ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا (اور ہم نے اس کو ہر چیز کے اسباب مہیا فرمائے) کل شیء سے ملک میں جو کچھ تھا اس کے اغراض ومقاصد مراد ہیں۔ سببًا ذریعہ اور راستہ جس سے وہ اپنے مقاصد تک پہنچ سکے۔

پہلا سفر مغربی جانب اور اس کے احوال:

۸۵: فَاَتْبَعَ سَبَبًا (وہ ایک راہ پر ہولیا) السبب اس چیز کو کہتے ہیں جس سے مقصود کو پہنچ سکیں خواہ وہ علم ہو یا قدرت اس نے مغرب کی جانب پہنچنے کا ارادہ کیا پس وہ ایک راستہ پر ہولیا۔ جو اس کو مغرب تک پہنچائے یہاں تک کہ وہاں پہنچ گیا اسی طرح اس نے مشرق کا ارادہ کیا اور اس کے اسباب کے پیچھے ہولیا۔ اور اس نے سدین میں پہنچنے کے لیے اسباب تیار کیے۔

قراءت: کوفی نے ثم اتبع اور شامی نے بھی اسی طرح باقی قراء نے الف کو ملا کر تاء کی تشدید کے ساتھ اصمعی نے اتبع بمعنی ملنا اتبع پیچھے پڑنا اگرچہ نہ ملے۔

۸۶: حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ (یہاں تک کہ وہ آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچا) مغرب کی جانب آبادی کے اختتامی مقام تک۔ اسی طرح طلوع میں آبادی کے آخری کنارے تک۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اس کے معاملے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ اس نے کتاب میں لکھا پایا کہ سام کی اولاد میں سے ایک عین حیات کا پانی پی کر ہمیشہ رہے گا۔ پس وہ اس چشمے کی تلاش میں چل دیا۔ خضر اس کے وزیر اور خالہ زاد تھے وہ پانے میں کامیاب ہوئے اور انہوں نے پانی پی لیا۔ مگر ذوالقرنین کو کامیابی نہ ہوئی۔ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ (اس کو سیاہ چشمے میں غروب ہوتا محسوس کیا) حمئۃ سے مراد ذات حماۃ یہ حمئت البئر سے ہے یعنی جب کہ اس میں گار بن جائے۔

قراءت: شامی، کوفی، حفص کے علاوہ نے حَامِيَةٍ پڑھا یہ گرم کے معنی میں آتا ہے۔

روایت ابوذر رضی اللہ عنہ: کہ میں آنحضرت ﷺ کے پیچھے اونٹ پر سوار تھا۔آپ نے سورج کو غروب ہوتے دیکھا تو فرمایا۔ اے ابوذر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے میں نے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم آپ نے فرمایا وہ گرم چشمے میں غروب ہوتا ہے۔(الدرالمنثور)

واقعہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما معاویہؓ کے پاس تھے معاویہؓ نے حامیہ پڑھا تو ابن عباس نے حمئة پڑھا اس پر معاویہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو کہا تم کس طرح پڑھتے ہو۔انہوں نے کہا جیسا امیر المؤمنین پڑھتے ہیں۔پھر کعب احبار کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم سورج کو کس طرح غروب ہوتا پاتے ہو۔اس نے کہا پانی اور مٹی میں۔اسی طرح ہم اس کو تورات میں پاتے ہیں۔تو انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی موافقت کی۔کیونکہ حمئة کا معنی کیچڑ ہے۔

محاکمہ: مگر ان دونوں میں کوئی منافات نہیں کیونکہ یہ درست ہے کہ چشمہ دونوں اوصاف کو جامع ہو۔

وَّ وَجَدَ عِنْدَ هَا (اور اس کے پاس پایا) اس چشمے کے پاس قَوْمًا (ایک قوم کو) ننگے۔انکا لباس شکار کی کھالیں۔اور انکا کھانا سمندر کی باہر پھینکی ہوئی مچھلی تھا اور وہ کافر تھے۔قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا (ہم نے کہا اے ذوالقرنین تو چاہے تو ان کو سزا دے اور چاہے تو ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کر) اگر وہ پیغمبر تھا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور اگر نبی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے پیغمبر کو وحی کی جس نے اس کو حکم دیا۔نمبر ۲۔الہام کیا گیا جس میں ان کو قتل کی سزا دینے کی اجازت دی گئی اگر وہ کفر پر اصرار کریں اور ان سے نرم سلوک کریں اور انکا اکرام کریں اور شریعت کے احکام سکھائیں اگر وہ ایمان لے آئیں نمبر ۳۔تعذیب سے مراد قتل اور اتخاذ حسن سے مراد قید کرنا ہے۔کیونکہ بمقابلہ قتل یہ احسان ہے۔

۸۷: قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا (ذوالقرنین نے کہا جو ظلم کرے گا ہم اس کو سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ کر جائے گا وہ اس کو سخت عذاب دیگا) عذاب سے قتل مراد ہے۔یرد سے مراد قیامت کی حاضری ہے۔مطلب یہ ہے وہ شخص جس کو اسلام کی میں دعوت دوں اور وہ ظلم عظیم پر برقرار رہے یعنی شرک پر قائم رہے یہ شخص دونوں جہانوں میں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

۸۸: وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى (اور جو ایمان لے آئے گا اور اچھے کام کرے گا۔اس کے لئے نیکی کا اچھا بدلہ ملے گا) عمل صالح سے وہ اعمال مراد ہیں جو تقاضائے ایمان کے مطابق ہیں۔جزاء الحسنیٰ سے مراد اچھے عمل کا بدلہ ہے جو کہ کلمہ شہادت ہے۔

قراءت: کوفی نے سوائے ابوبکر کے جزاء الحسنی پڑھا ہے۔یعنی اس کے لئے اچھا عمل بدلہ میں ہے۔

وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا (اور ہم اپنے برتاؤ میں اس کے لئے آسان بات کہیں گے) یعنی ذا یسر آسانی والی۔ مطلب یہ ہے ہم اس کو کسی مشکل اور گراں کام کا حکم نہ دیں گے۔بلکہ آسان حکم جیسے زکوۃ، خراج وغیرہ۔

دوسرا سفر مشرقی جانب اور اس کے احوال:

۸۹، ۹۰: ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا (پھر وہ

اسباب کے پیچھے لگا۔ یہاں تک کہ وہ مشرقی جانب سورج کے طلوع ہونے کے مقام تک پہنچا تو وہاں اس نے سورج کو ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا کہ ہم نے ان کے لئے سورج سے ورے کوئی روک نہ بنائی تھی) قوم سے حبشی مراد ہیں۔ دُوْنِهَا سے سورج سے ورے مراد ہے۔ سِتْرًا سے مراد تعمیرات ہیں کعب کہتے ہیں: ان کی سرزمین میں دیواریں قائم نہ ہوسکتیں تھیں۔ وہاں سرنگیں موجود تھیں۔ جب سورج طلوع ہوتا تو ان سرنگوں میں داخل ہو جاتے۔ اور جب دن بلند ہو جاتا تو اپنے کام کاج میں نکل جاتے۔ نمبر۲۔ سِتْر سے لباس مراد ہے۔ مجاہد کہتے ہیں۔ یہ سیاہ فام لوگ کپڑے نہ پہنتے تھے۔ مطلع شمس کے پاس ان کی تعداد تمام لوگوں سے زیادہ ہے۔

۹۱: كَذٰلِكَ (ذوالقرنین کا معاملہ اسی طرح رہا) جیسا ہم نے اس کے معاملے کو بڑا کر کے بیان کیا ہے۔ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا (اس طرح ہم ذوالقرنین کے پاس جو سامان تھا اس کی پوری خبر رکھتے تھے) مَالَدَيْهِ سے لشکر کے آلات حرب وضرب، اسباب مملکت مراد ہیں۔

نحو: خُبْرًا پر نصب مصدر ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ اَحَطْنَا کا معنی خَبَرْنَا ہے ای خَبَرْنَا خُبْرًا۔ نمبر۲۔ طلوع شمس تک پہنچنا اسی طرح ہے جیسا مغرب میں پہنچنا۔ نمبر۳۔ وہ سورج ایک قوم پر اسی طرح طلوع ہوتا تھا جیسا کہ وہ قوم جن پر غروب ہوتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بھی کافر تھے۔ اور ان کا حکم بھی تعذیب وبقاء میں پہلے کفار والا تھا۔ اور ایمان والوں کے ساتھ احسان بھی اسی طرح تھا۔

كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ

یہ بات یوں ہی ہے اور ہم کو ان سب چیزوں کی خبر ہے جو اس کے پاس تھیں وہ پھر ایک راہ پر چلا یہاں تک کہ ایسی جگہ پر پہنچ گیا جو دو پہاڑوں کے

السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا

درمیان تھی۔ ان پہاڑوں سے ورے اس نے ایسی قوم کو پایا جو بات سمجھنے کے قریب بھی نہ تھے، وہ کہنے لگے کہ اے

الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا

ذوالقرنین بلاشبہ یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ سو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کے لیے اس شرط پر کچھ مال جمع کر دیں

عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ

کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک آڑ بنا دیں۔ ذوالقرنین نے جواب دیا کہ میرے رب نے جو کچھ اختیار واقتدار عطا فرمایا ہے وہ بہتر ہے، سو تم قوت کے ساتھ

بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ

میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار بنا دوں گا۔ میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لے آؤ یہاں تک کہ جب دونوں سروں کے درمیان کو

الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ؕ

برابر کر دیا تو حکم دیا کہ اس کو دھونکو، یہاں تک کہ جب اسکو آگ بنا دیا تو ان سے کہا کہ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ تاکہ میں اس پر ڈال دوں۔

تیسرا سفر بجانب شمال اور اس کے احوال:

۹۲، ۹۳: ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ (پھر وہ اسباب کے پیچھے لگا یہاں تک کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا) سَدَّيْن سے دو پہاڑ مراد ہیں۔ یہ وہ دو پہاڑ ہیں جن کے درمیان سدّ ذوالقرنین ہے۔

قراءت: مکی، ابوعمرو اور حفص نے السَّدَّيْن سَدًّا پڑھا ہے۔ جبکہ حمزہ، علی نے السدین سُدًّا پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے دونوں ضموں کے ساتھ پڑھا ہے۔ بعض نے کہا جو خلقۃً مسدود ہو وہ مضموم ہوتا ہے۔ اور جس کو بندے بند کر دیں وہ مفتوح ہوتا ہے۔

نحو: بَيْنَ بلغ کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ جیسا کہ یہ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَ بَيْنِكَ میں اضافت کی وجہ سے مجرور ہے اور لقد تقطع بينكم [الانعام:۹۴] میں مرفوع ہے۔ کیونکہ یہ ان ظروف میں سے ہے جو اسماء اور ظروف دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ سدین والی جگہ مشرقی جانب جہاں ترکوں کا علاقہ ختم ہوتا ہے۔ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا (اور اس کو ایک ایسی قوم ملی) سدین کے پیچھے قَوْمًا (یہ ترکی لوگ ہیں) لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا (جو تقریباً کوئی بات بھی نہ سمجھتی تھی) یعنی بات کو بڑی جہد ومشقت سے سمجھتے تھے جیسے اشارہ کنایہ سے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے یُفْقِهُوْنَ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے وہ سامع کو اپنا کلام نہ سمجھا سکتے اور نہ وضاحت کر سکتے کیونکہ ان کی لغت و بولی نامانوس و مجہول تھی۔

تذکرہ یاجوج ماجوج:

۹۴: قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ (کہنے لگے اے ذوالقرنین بیشک یاجوج اور ماجوج)

نحو وقراءت: یہ دو عجمی نام ہیں۔ کیونکہ غیر منصرف استعمال ہوتے ہیں۔ فقط عاصم نے ان کو ہمزہ سے پڑھا ہے۔ نمبرا۔ یہ دونوں اولاد یافث سے ہیں۔ نمبر۲۔ یاجوج ترکوں سے ہیں اور ماجوج، جیل اور دیلم سے ہیں۔ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ (وہ زمین میں فساد پیدا کرنے والے ہیں۔) ایک قول یہ ہے کہ انسانوں کو کھاتے تھے۔ دوسرا قول یہ موسم ربیع میں نکلتے کوئی سبزہ پاتے اس کو کھا جاتے اور خشک کو اٹھا کر لے جاتے اور ان کا کوئی آدمی اسوقت تک نہ مرتا جب تک اپنی پشت میں سے ایک ہزار مذکر نسل نہ دیکھتا۔ تمام مسلح رہتے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ جو لمبے ہیں وہ انتہائی لمبے ہیں اور نمبر۲۔ جو چھوٹے ہیں وہ انتہائی چھوٹے ہیں۔ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا (کیا ہم تمہارے لئے خراج مقرر کر دیں)

قراءت: حمزہ، علی نے خرجا کو خراجا پڑھا ہے۔ یعنی انعام وعطیہ جس کو ہم اپنے اموال میں مقرر کر لیں۔ اس کی نظیر النول اور النوال دونوں طرح مستعمل ہے۔ عَلٰۤی اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا (اس شرط پر کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان دیوار قائم کر دے)

۹۵: قَالَ مَامَكَّنِّیْ (اس نے کہا جس مال میں مجھے اختیار دیا)

قراءت: یہ ادغام کے ساتھ ہے۔ مکی نے فکِ ادغام سے پڑھا ہے۔ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ (میرے رب نے وہ بہت بہتر ہے) جس مال میں مجھے ذمہ دار بنایا ہے۔ اور جو وسعت مالی اس نے دے رکھی ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو تم مجھے بطور خراج دو گے مجھے اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ (تم افرادقوت سے میری اعانت کرو) عمل اور کاریگروں سے جو اچھی تعمیر کر سکتے ہوں۔ اور کام اور آلات۔ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا (میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک دیوار قائم کر دیتا ہوں)۔ ردم دیوار نمبر۲۔ ایسی روک جو پختہ اور مضبوط ہو۔ الردم یہ سد سے بڑی دیوار کو کہتے ہیں۔

۹۶: اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ (تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ) الزبرۃ لوہے کا بڑا ٹکڑا۔ نمبرا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے کھدائی کی یہاں تک کہ پانی تک پہنچ گیا۔ اور بنیاد میں چٹانیں ڈالیں۔ اور پگھلا ہوا تانبا اور لوہے کے ٹکڑوں کی دیوار کے درمیان لکڑی اور کوئلہ رکھا۔ یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کے درمیانی درے کو بھر کر ان پہاڑوں سے بلند کر دیا۔ پھر پھونکنے والے آلات لگائے اور آگ نے لکڑی اور کوئلے کی مدد سے لوہے کو آگ کی طرح گرم کر دیا۔ تو گرم لوہے پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا گیا جو سوراخوں اور رخنوں میں پیوست ہوتا چلا گیا۔ اور وہ لوہے کے ٹکڑے ایک دوسرے سے پیوست ہو گئے یہ مضبوط پہاڑ کی طرح بن گیا دوسرا قول یہ ہے کہ سدین کے درمیانی فاصلہ کی مقدار سو فرسخ ہے۔ واللہ اعلم۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۚ

سو وہ لوگ نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکے۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ میرے رب کی طرف سے ایک رحمت ہے

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ﴿۹۸﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ

سو جب میرے رب کا وعدہ آ جائے گا تو اس کو چورا چورا کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ حق ہے۔ پھر ہم اس دن ان کو چھوڑ دیں گے بعض

یَوْمَئِذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ

بعض میں گھستے رہیں گے اور صور پھونکا جائے گا سو ہم سب ہی کو جمع کر لیں گے۔ اور اس دن ہم کافروں کے

یَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِیْنَ عَرْضًا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِیْنَ كَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَكَانُوْا

سامنے دوزخ پیش کر دیں گے۔ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ

ع ۱۱ ۱۹ ۲

لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾

سن بھی نہ سکتے تھے۔

حَتّٰی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ (یہاں تک کہ جب درے ملاتے ملاتے دونوں سروں کو برابر کر دیا) صَدَفین کو دونوں فتحوں سے پڑھا گیا ہے۔ مراد اس سے پہاڑوں کی جانبین ہیں۔ کیونکہ وہ پہاڑ آپس میں متقابل تھے۔

قراءت: مکی و بصری و شامی نے الصُّدُفین پڑھا۔ اور ابوبکر نے الصُّدْفَین۔ قَالَ انْفُخُوْا (اس نے کہا دھونکنا شروع کرو) یعنی ذوالقرنین نے عملہ کو کہا لوہے پر پھونک لگاؤ۔

حَتّٰی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا (یہاں تک کہ جب اس کو آگ کی طرح کر دیا) لوہے کو آگ کی طرح سرخ کر دیا۔ قَالَ اٰتُوْنِیْ (اس نے کہا تم میرے پاس لاؤ) تم مجھے دو۔ اُفْرِغْ (میں اس پر انڈیل دوں) عَلَیْهِ قِطْرًا (پگھلا ہوا تانبا) کیونکہ وہ قطرات کی صورت میں گرتا ہے۔ قطرًا یہ افرغ کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اٰتُوْنِیْ قطرًا اُفْرِغ علیه قطرًا اول کو حذف کر دیا کیونکہ ثانی اس پر دلالت کر رہا تھا۔

قراءت: حمزہ نے قال ائتونی کو وصل سے پڑھا جب اس سے ابتداء کریں تو الف مکسور ہوگا۔ اس کا معنی لانا ہے۔

۹۷: فَمَا اسْطَاعُوْٓا (پس نہ ان کو طاقت رہی) تاء کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا کیونکہ تاء اور طاء کا مخرج قریب ہے۔ اَنْ یَّظْهَرُوْهُ (کہ وہ اس پر چڑھ سکیں) وہ دیوار کی بلندی پر چڑھ سکیں۔ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا (اور نہ اس میں نقب لگا سکیں) اس پر چڑھنے کیلئے ان کے پاس کوئی چارہ نہیں۔ اور نہ اس میں سوراخ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ انتہائی مضبوط ہے۔

۹۸: قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ (اس نے کہا یہ میرے رب کی مہربانی ہے) یہ دیوار میرے اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور اس کے

بندوں پر رحمت ہے۔ نمبر۲۔ یہ برابر دیوار بنانے کی قدرت وطاقت یہ میرے رب کی مہربانی ہے۔ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ (جب میرے رب کا وعدہ آئے گا) جب قیامت کا دن آئے گا اور آنے کے قریب ہوگا۔ جَعَلَهٗ (وہ اس کو کر دے گا) اس دیوار کو دَكًّا (گرنے والا) زمین بوس، کوٹ کر زمین پر پھیلا ہوا۔ ہر وہ چیز جو بلندی کے بعد پھیل جائے اس کو عرب اندکّ سے تعبیر کرتے ہیں۔

قراءت: دکاء کوفی نے پڑھا یعنی برابر زمین۔

وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا (اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے) یہ سکندر کی آخری بات ہے۔

مرحلۂ قیامت کی ابتداء:

۹۹: وَتَرَكْنَا (اور ہم نے کر دیا) بَعْضَهُمْ (بعض مخلوق کو) يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ (کہ وہ گڈمڈ ہو جائیں گے) فِیْ بَعْضٍ (ایک دوسرے میں) یعنی وہ مضطرب ہونگے اور انسان اور جنات حیرانی سے گڈمڈ ہو جائیں گے۔ نمبر۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ ضمیر یاجوج ماجوج کی طرف ہو کہ وہ اس وقت موجیں مارنے والے ہونگے۔ جب دیوار کے پیچھے سے نکلیں گے شہروں میں ہجوم کر دیں گے۔

روایت تفسیر میں ہے کہ وہ سمندر پر آئیں گے تو اس کے پانی کو پی جائیں گے اور اس کے جانداروں کو کھا جائیں گے پھر درختوں کو اور جو انسان ان کے ہاتھ آئے۔ مگر وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ اور اسی طرح بیت المقدس میں۔ پھر اللہ تعالیٰ اونٹ و بکریوں کے ناک میں پایا جانے والا کیڑا ان کی گردنوں میں پیدا کر دیں گے۔ وہ ان کے کانوں میں گھس جائے گا جس سے سب مر جائیں گے۔ وَّنُفِخَ فِی الصُّوْرِ (اور صور میں پھونک مار دی جائے گی) قیامت کیلئے اٹھنے کی خاطر۔ فَجَمَعْنٰهُمْ (پس ہم ان کو اکٹھا کریں گے) یعنی مخلوق کو ثواب و عقاب کیلئے جمع کیا جائیگا۔ جَمْعًا جمع کرنا یہ ماقبل کی تاکید ہے۔

جہنم سامنے:

۱۰۰: وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا (اور اس دن جہنم کو کافروں کے بالکل سامنے کر دیا جائے گا) ان کے سامنے ظاہر کر دیں گے وہ اس کو دیکھیں گے اور اس کا مشاہدہ کریں گے۔

۱۰۱: الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ (وہ لوگ جن کی آنکھوں پر میری یاد کی طرف سے پردہ پڑا ہوا تھا) نمبر۱۔ میری وہ آیات جن کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کے لئے ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا تھا۔ نمبر۲۔ قرآن کہ اس کا تذکرہ تعظیم سے کرتے نمبر۳۔ قرآن کے متعلق کہ وہ اس کے معانی پر غور کرتے۔ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا (وہ سننے کی طاقت نہ رکھتے تھے) یعنی وہ بہرے تھے۔ یہ الفاظ اصمّ کی بجائے زیادہ بلیغ ہیں کیونکہ بہرے کو زور سے آواز دیں تو وہ سن پاتا ہے۔ اور یہ لوگ تو اس طرح تھے کہ گویا ان کے کان بہرے کر دیئے گئے ان میں سرے سے سننے کی قوت مفقود ہو چکی۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا

سو کیا پھر بھی کافروں کو یہ خیال ہے کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو کارساز بنالیں بلاشبہ ہم نے کافروں کے لیے دوزخ کو

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ ؕ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ

مہمانی کے طور پر تیار کر رکھا ہے، آپ فرمادیجئے کیا ہم تمہیں ایسے لوگ بتادیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش

سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

دنیاوی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا سو ان کے اعمال حبط ہو گئے سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہ

وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾ اِنَّ

کریں گے، یہ ان کی سزا ہوگی یعنی دوزخ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں کا اور میرے رسولوں کا مذاق بنالیا بلاشبہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کی مہمانی فردوس کے باغ ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں

فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾

گے وہاں سے وہ کہیں جانا نہ چاہیں گے۔

بندوں کو کارساز بنانے والے کافر ہیں:

۱۰۲: اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ (کیا پھر بھی ان کافروں کا خیال ہے کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنالیں) یعنی کفار نے میرے بندوں کو گمان کرلیا۔ یعنی عبادی سے عیسیٰ علیہ السلام اور کفار مراد ہیں۔ کارساز بنانا جو ان کو فائدہ دیگا؟ یہ بدترین گمان ہے جو انہوں نے کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے اَنْ اپنے صلہ کے ساتھ مل کر افحسبَ کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ اور عِبَادِيْ اَوْلِيَآءَ یہ دونوں اَنْ يَّتَّخِذُوْا کے مفعول ہیں۔ اور یہ وجہ بہت اعلیٰ ہے مطلب یہ ہے وہ بندے ان کے کارساز نہیں ہیں۔ میرے بندوں کو کارساز بنانے والا گمان کفار کا گمان ہے وہ کارساز نہیں ہیں اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا (بے شک ہم نے جہنم کو کافروں کی مہمانی

کیلئے تیار کیا ہے۔ نُزُل اس چیز کو کہا جاتا ہے جو مہمان کیلئے بنائی جائے۔ اور اس کی مثال دوسری آیت میں ہے۔ فبشرھم بعذاب الیم[آل عمران:۲۱]

سب سے زیادہ گھاٹے والے کافر ہیں:

۱۰۳: قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا (کہہ دیں کیا ہم بتلائیں کہ اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے میں کون ہے) اعمالاً یہ تمیز ہے اور اس کو جمع لائے حالانکہ قیاس کا تقاضہ مفرد تھا کیونکہ لوگوں کی خواہشات متنوع اور قسم قسم کی ہیں۔ نمبر۱۔ اس سے مراد اہل کتاب ہیں نمبر۲۔ رمضان ہے۔

۱۰۴: اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ (وہ لوگ جن کی کی ہوئی تمام کوششیں اکارت گئیں) ضائع اور باطل ہوگئیں وہ محل رفع میں ہے۔ ای ھم الذین۔ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (دنیا کی زندگی میں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو کارکردگی کا بہترین بدلہ ملے گا)

۱۰۵: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا (یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا انکار کیا پس اس لئے ان کے تمام اعمال ضائع ہوگئے قیامت کے دن ہم ان کے نیک اعمال کا ذرا بھی وزن قائم نہیں کریں گے) یعنی ہمارے ہاں انکا کوئی وزن یا قدر نہ ہوگی۔

۱۰۶: ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ (ان کی یہ سزا یعنی دوزخ ہوگی) جھنم یہ جَزَاءُ ھم کا عطف بیان ہے۔ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا (اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور میری آیات اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا) یعنی ان کی جہنم والی سزا ان کے کفر کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسولوں کے ساتھ استہزاء کے نتیجے میں ہے۔

مؤمن اور فردوس کی ضیافت:

۱۰۷،۱۰۸: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کی مہمانی کیلئے فردوس کے باغ ہونگے وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان سے ہٹنا نہ چاہیں گے) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا یہ حال ہے اور حِوَلًا کا معنی کسی دوسرے کی طرف منتقل ہونا یعنی اس عطیے پر وہ خوش ہو کر ایسا نہ چاہیں گے۔ عرب کے ہاں محاورہ ہے حَالَ مِنْ مَّكَانِهٖ حِوَلًا یعنی اس پر کوئی اضافہ نہیں یہاں تک کہ ان کے نفسوں نے ان سے تنازع کیا کہ وہ اپنی اغراض اور تمناؤں کو جمع کرلیں۔ یہ انتہائی تعریف ہے کیونکہ انسان دنیا میں جس نعمت میں بھی ہو وہ اس سے بہتر کا طالب اور خواہش مند ہوتا ہے۔ یا مراد اس سے پھرنے کی نفی اور خلود کی تاکید ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ

آپ فرما دیجئے کہ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے روشنائی ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے۔ اگرچہ ہم

جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ

اس سمندر میں بڑھانے کے لیے اسی جیسا دوسرا سمندر لے آئیں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں تو بشر ہی ہوں تمہارے جیسا میری طرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ سو

كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع

جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی آرزو رکھتا ہو سو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

علم الٰہی کی انتہاء نہیں:

۱۰۹: قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ (آپ کہہ دیجئے اگر سمندر) یعنی سمندروں کا پانی مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ (میرے رب کے کلمات کیلئے سیاہی بن جائے) ابو عبیدہ کہتے ہیں مداد ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے لکھا جائے یعنی اگر علم الٰہی کے کلمات اور اس کی حکمتیں لکھی جائیں اور لکھنے کیلئے سمندر سیاہی ہوں۔ یہاں البحر سے مراد جنس بحر ہے۔ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (تو سمندر ختم ہو جائیں گے میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے خواہ ہم اس موجودہ سمندر کی طرح اتنے ہی زیادہ کر دیں)۔ مثله کی ضمیر بحر کی طرف ہے۔ کیونکہ سیاہی بھی ختم ہونے والی ہے مگر کلمات لامتناہی ہیں۔ مَدَدًا یہ تمیز ہے جیسے یہ کہتے ہیں۔ لی مثله رجلاً اور مدد یہ مداد کی طرح ہے ہر وہ چیز جس سے دوسری چیز کو معاونت پہنچائی جائے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے تنفد کو ینفد پڑھا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ حیی بن اخطب یہودی نے یہ اعتراض کیا کہ تمہاری کتاب میں آیا ہے من یوتی الحکمة فقد اوتی خیرًا کثیرًا [البقرہ: ۲۶۹] پھر یہ آیت بھی تم پڑھتے ہو وما اوتیتم من العلم الا قلیلا [الاسراء: ۸۵] تو یہ اختلاف کیسا تو اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ یہ یقیناً خیر کثیر ہے مگر یہ اللہ کے کلمات کے سمندر میں سے ایک قطرہ کی مانند ہے۔

میں بشر رسول ہوں میرا معبود اللہ ہے جو اللہ کی بارگاہ میں حاضری چاہے وہ شرک نہ کرے:

۱۱۰: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ (پس آپ کہہ دیجئے میں تمہاری طرح انسان ہی ہوں۔ میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود اکیلا معبود ہے پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو) یعنی جو اپنے رب کی اچھی ملاقات کا امیدوار ہو کہ اس کو رضامندی اور قبولیت والی ملاقات میسر ہو جائے نمبر۲۔ یا جو اس بات سے ڈرتا ہو کہ وہ اپنے رب کے ساتھ بری ملاقات کرے۔ یہاں ملاقات سے مراد اس کی بارگاہ میں حاضری ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ رؤیت مراد ہے جیسا کہ لقاء کے لفظ کی حقیقت کا تقاضا ہے اور اس کی حقیقت پر قائم رکھنے کی امید ہے۔

فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا (پس اس کو چاہیے کہ وہ نیک کام کرے) یعنی خالص اعمال کرے جس سے اپنے رب کی ذات ہی کو وہ چاہتا ہو۔ اور غیر کی اس میں ملاوٹ نہ کرنے والا ہو۔ یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ عمل صالح وہ ہے جس کے کرنے میں آدمی شرم محسوس نہ کرے۔ (یعنی بلا تامل کر گزرے)

وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (اور وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک کرنے والا نہ ہو) یہ شرک سے ممانعت کی گئی یعنی وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ نمبر۲۔ یا ریا کاری کی ممانعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اتق الشرك الاصغر۔ (ابن مردویہ) تم چھوٹے شرک سے بچو صحابہ نے عرض کیا چھوٹا شرک کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ریا کاری۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے سورۂ کہف کو پڑھا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنے سے بچا لیا گیا اگر ان آٹھ دنوں میں دجال نکل آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے فتنے سے بھی اس کو محفوظ فرمائیں گے (اسی کے ہم معنی مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت نقل کی)

نمبر۲۔ جس نے قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے آخر تک اپنے بستر پر لیٹ کر پڑھا تو اس کے لئے سونے کی پوری حالت میں اس کی خواب گاہ سے لیکر مکہ تک ایک نور ہوگا۔ جو کہ جگمگائے گا اور اس نور کے اندر فرشتے ہی فرشتے ہوں گے جو اٹھنے کے وقت تک اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہیں گے اور اگر اس کی خوابگاہ مکہ میں ہوگی تو پھر خوابگاہ سے بیت المعمور تک جگمگاتا ہوا نور میسر ہوگا۔ جس میں فرشتے ہی بھرے ہونگے جو اس کے بیدار ہونے تک اس کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کرتے رہیں گے۔

(اخرجہ ابن مردویہ والبزار واحمد فی المسند)

تمت ترجمة سورة الكهف بتمامه احدى عشر من رمضان ۱۴۲۳ھ قبل صلاة الظهر والحمدلله على ذلك

سُوْرَۃُ مَرْیَمَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ ثَمَانٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ مریم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھانویں آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

كٓهٰيٰعٓصٓ ① ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ② اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ③ قَالَ

کھیعص یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر فرمائی جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پوشیدہ طریقہ پر پکارا عرض کیا

رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ④

کہ اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور میرے سر میں بڑھاپے کی وجہ سے سفیدی پھیل گئی اور میں آپ سے دعا مانگنے میں کبھی ناکام نہیں رہا

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ⑤

اور بلاشبہ مجھے اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے اندیشہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے سو آپ مجھے اپنے پاس سے ایک ولی عطا فرما دیجئے

۱: كٓهٰيٰعٓصٓ ① سدی نے کہا! یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورۃ کا نام ہے۔

قراءت: علی ویحییٰ نے ھا اور یا کے کسرہ سے پڑھا ہے نافع نے فتحہ اور کسرہ کے درمیان اور فتحہ کے زیادہ قریب کر کے۔ ابو عمرو نے کسرہ ھا اور فتحہ یا کے ساتھ اور حمزہ نے اس کا عکس اور دیگر قراء نے دونوں کا فتحہ پڑھا ہے۔

۲: ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ (یہ تذکرہ ہے تیرے رب کی مہربانی کا)

نحو: یہ ھذا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا (جو اسنے اپنے بندے زکریا پر کی) عَبْدَهٗ یہ رحمت کا مفعول ہے اور زَكَرِيَّا یہ عبدہ کا بدل ہے۔

قراءت: زکریا کو قصر کے ساتھ حمزہ علی اور حفص نے پڑھا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی بڑھاپے میں دُعا:

۳: اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا (جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پوشیدہ طور پر پکارا) اذ یہ رحمت کا ظرف ہے۔ خَفِيًّا کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے پوشیدہ طور پر اللہ کو پکارا جیسا کہ حکم ہے یہ دعا ریا کاری سے دور اور اخلاص کے قریب تر ہے۔

نمبر۲۔ یا اس کو اس لئے پوشیدہ رکھا تا کہ بڑھاپے کے زمانے میں لڑکے کی طلب پر ان کو ملامت نہ کی جائے کیونکہ اس وقت ان کی عمر ۷۵ یا ۸۰ سال تھی۔

ہڈیوں کے تذکرہ کی وجہ:

۴: قَالَ رَبِّ (عرض کیا اے میرے رب) یہ دعا کی تفسیر ہے رب اصل میں یا رَبِّ ہے حرف ندا اور مضاف الیہ کو اختصار کیلئے حذف کر دیا گیا۔ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ بیشک میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں) یعنی میں ضعیف ہوگیا یہاں عَظْم کو خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا کیونکہ وہ سارے بدن کیلئے بمنزلہ ستون کے ہے اور اسی سے بدن کا قوام ہے جب ہڈیاں ہی کمزور ہو جائیں تو ساری قوت ختم ہو جاتی ہے اور کمزور پڑ جاتی ہے کیونکہ ہڈیاں جسم میں سب سے زیادہ مضبوط اور سخت ہوتی ہیں جب یہ کمزور پڑ جائیں تو اس کے علاوہ بقیہ اجزاء اس کی نسبت کمزور تر ہوتے ہیں۔ العظم کو واحد لائے کیونکہ یہ جنسیت پر دلالت کرتا ہے مقصد یہ ہے کہ یہ جنس جو کہ جسم کا ستون اور قوام ہے اور جسم کے ترکیبی اجزاء میں مضبوط تر ہے اس کو کمزوری پہنچ چکی۔

وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا (اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی ہے) شیبا یہ تمیز ہے مطلب یہ ہے کہ میرے سر کے بالوں میں سفیدی ایسی پھیل گئی کہ گویا آگ بھڑک اٹھی اشتعال نار اس وقت کہا جاتا ہے جس وقت اپنی لپٹوں میں متفرق ہو کہ شعلہ زن ہو جائے یہاں بڑھاپے کو سفیدی میں آگ کے شعلے سے تشبیہ دی ہے اور بالوں میں سفیدی کے پھیلنے کو اور چھا جانے کو اشتعال نار سے تعبیر کیا ہے اور یہ جملہ فصاحت کا ایک شاندار نمونہ ہے۔ نمبر۲۔ ذرا توجہ کرو تو کلام اتنا تھا یا رب قد شخت کیونکہ بڑھاپا ضعف بدن اور بالوں کی سفیدی جوان دونوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور اس سے زیادہ بہتر جملہ ضعف بدنی وشاب راسی ہے اس میں اور زیادہ تفصیل ہے جبکہ اس سے بھی قوی تر جملہ وَ هَنت عِظَام بَدَنِیْ ہے کیونکہ اس میں تصریح سے کنایہ کی طرف عدول ہے اور کنایہ تصریح سے افضل ہے اور اس سے بھی زیادہ بہتر جملہ اَنَا وَهَنت عِظَام بَدَنِیْ اور زیادہ بہتر اِنِّیْ وَهَنت عِظَام بَدَنِیْ ہے۔ اور اس سے مزید بہتر اِنِّیْ وهنت العِظَام مِنْ بَدَنِیْ کیونکہ اس میں اجمال اور تفصیل دونوں طریقوں کو آزمایا گیا ہے اور اس سے زیادہ مضبوط مفہوم والا جملہ انی وهنت العظام مِنِّیْ اس میں بدن کا واسطہ چھوڑ دیا گیا۔ اور اس سے بہتر انی وهن العظم منی ہے کیونکہ اس میں وھن ہڈیوں کے ہر ہر فرد کو شامل کر رہا ہے اس وجہ سے کہ جمع کی بجائے مفرد کو استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ مجموعی کمزوری بعض سے بھی حاصل ہو جاتی ہے بجائے ہر ہر فرد کے۔ اور اسی لئے حقیقی معنی کو شاب راسی میں ترک کر کے اس سے زیادہ بلیغ استعارے کی زبان استعمال کی گئی جس کے نتیجے میں یہ جملہ حاصل ہوا اِشْتَعَلَ شَیْبُ رَاسِیْ مگر اس سے زیادہ بلیغ اشتعل راسی شیبا ہے۔ کیونکہ اس میں اشتعال کی نسبت بالوں کے مکان اور اگنے کی جگہ کی طرف ہے جو کہ سر ہے تاکہ اشتعال سارے سر کو شامل کرنے کا فائدہ دے۔

کیونکہ اشتعل شیب راسی اور اشتعل راسی شیبا دونوں ہم وزن ہیں جیسا کہ اشتعل النار فی بیتی اور اشتعل بیتی نارًا ہم وزن ہیں مگر ان دونوں میں فرق واضح ہے کیونکہ اس میں اجمال اور تفصیل ہے جیسا کہ تمیز کے طریقے میں معلوم ہو چکا مگر اس سے زیادہ بلیغ واشتعل الراس منی شیبا ہے وجہ گزر چکی مگر اس سے بلیغ تر یہ جملہ ہے واشتعل الراس شیبا کیونکہ اس میں مخاطب کے علم پر اکتفا کیا گیا کہ وہ زکریا علیہ السلام کا ہی سر ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا عطف وھن العظم منی پر ہو رہا ہے۔

میں کبھی نامراد نہ ہوا:

وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا (اور اے میرے رب میں تجھے پکار کر کبھی بھی نامراد نہیں رہا) دعائك میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ای بد عاء ی ایاك شقیا کا مطلب یہ ہے کہ میں آج کے دن سے پہلے مستجاب الدعوات تھا اور اس کے ساتھ خوش نصیب تھا نامراد و بدبخت نہ تھا۔ عربی کا محاورہ ہے سعد فلاناً بحاجته جبکہ وہ اس ضرورت کو پالے اور شقی فلان بحاجته جبکہ اس میں ناکام ہو جائے اور اس کو نہ پاسکے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ ایک محتاج نے آپ سے سوال کیا اور کہا میں وہ شخص ہوں کہ جس پر تم نے فلاں وقت میں احسان کیا تو آپ نے فرمایا تمہیں خوش آمدید ہو کہ تم نے ہماری ہی ذات کو ہمارے سامنے وسیلہ بنایا اور اس کی ضرورت پوری کردی۔

۵: وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ (اور میں اپنے رشتہ داروں سے اندیشہ رکھتا ہوں) الموالی سے ان کے عصبات یعنی بھائی، چچا کے بیٹے مراد ہیں۔ اور یہ بنی اسرائیل کے شریر لوگ تھے۔ پس ان کو خطرہ ہوا کہ وہ دین کو نہ بدل ڈالیں اور آپ کی امت پر وہ اچھی نائبت انجام نہ دیں اس لئے انہوں نے اپنی صلبی اولاد میں صالح فرزند کی درخواست کی تاکہ دین کو زندہ کرنے میں ان کی اقتداء کی جا سکے۔

مِنْ وَّرَآءِيْ (اپنے بعد) اپنی موت کے بعد۔ قراءت: قصر اور فتحہ یا کے ساتھ ھُدای کی طرح کسی نے پڑھا ہے۔

نحو: اس ظرف کا خفت سے تعلق نہیں کیونکہ موت کے بعد وجود خوف کا کوئی تصور نہیں۔ لیکن محذوف سے متعلق ہے۔ نمبر۲: یا الموالی میں الولایہ کا معنی ہے یعنی مجھے موالی کے فعل سے خدشہ ہے اور وہ فعل انکا تبدیل کرنا اور میرے بعد بری قائم مقامی ہے۔ نمبر۳۔ مجھے ان لوگوں سے خطرہ و اندیشہ ہے جو میرے بعد معاملے کے ذمہ دار ہونگے۔

وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا (اور میری بیوی بانجھ ہے) بچہ جننے کے قابل نہیں رہی۔ فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ (پس تو مجھے اپنی طرف سے عنایت کردے) بلاسبب جو محض تیرے فضل کا عطیہ ہو۔ کیونکہ میں اور میری بیوی اولاد جننے کے قابل نہیں وَلِيًّا (ایک وارث) ایک ایسا بیٹا جو تیرے معاملے کا میرے بعد ذمہ دار ہوگا۔

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ

جو میرا وارث بنے اور یعقوب کی اولاد کا بھی' اور اے رب آپ اسے پسندیدہ بنا دیجئے اے زکریا بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں

اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ

اس کا نام یحییٰ ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا ۔ عرض کیا اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا اور حال یہ ہے کہ

امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ

میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں فرمایا یوں ہی ہوگا' تمہارے رب کا فرمان ہے کہ وہ مجھ پر آسان

هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ

ہے اور میں نے تمہیں اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے عرض کیا اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجئے

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ

فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین رات بات نہ کر سکو گے۔ حالانکہ تم تندرست رہو گے سو وہ محراب سے اپنی قوم پر نکلے

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ

اور ان کو اشارہ سے فرمایا کہ صبح شام اللہ کی تسبیح میں مشغول رہو۔ اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی کے ساتھ لے لو اور ہم نے ان کو

الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ ۙ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ

بچپن میں حکم دے دیا۔ اور ان کو اپنے پاس سے رقت قلبی کی صفت اور پاکیزگی عطا فرمائی اور وہ پرہیزگار تھے اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے تھے اور وہ

يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ ع

سرکشی کرنے والے نافرمانی کرنے والے نہ تھے اور ان پر اللہ کا سلام ہو جس دن پیدا ہوئے اور جس دن وفات پائیں گے اور جس دن زندہ ہو کر اٹھائے جائیں گے۔

وارثِ علم کی طلب:

۶: يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ (جو میرا وارث ہو سو وارث ہو) دونوں رفع کے ساتھ ولیًّا کی صفت ہیں۔ یعنی مجھے ایسا بیٹا عنایت فرما۔ جو میرے علم اور آل یعقوب کی نبوت کا وارث ہو۔

وراثتِ نبوت:

کا معنی یہ کہ وہ وحی کی صلاحیت رکھتا ہو نفس نبوت میں وراثت مراد نہیں۔
قراءت: ابوعمرو اور علی نے دونوں کو جزم سے پڑھا۔ اس طرح کہ یہ دعا کا جواب ہے کہا جاتا ہے ورثته وورثت منه۔
مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ (آل یعقوب بن اسحاق) وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا (اے میرے رب اس کو اپنا پسندیدہ بنا) ایسا پسندیدہ جس کو آپ چاہتے ہوں یا جو آپ سے راضی اور آپ کے حکموں پر خوش ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور فرمایا۔

ایک بے مثال لڑکا:

۷: یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ ٍۨاسْمُهٗ یَحْیٰی (اے زکریا ہم آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا) اللہ تعالیٰ نے بطور تشریف کے نام خود تجویز فرمایا۔
قراءت: نَبْشُرك کو حمزہ نے تخفیف سے پڑھا ہے۔
لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا (ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا) اس سے پہلے یحییٰ کسی کا نام نہ تھا۔ اور یہ دلیل ہے کہ یہ موضع حال میں ترجیح کے قابل ہے۔ نمبر۲۔ مثال اور تشبیہ مراد ہے اور ان کی مثال اس لئے نہ تھی کیونکہ انہوں نے کبھی نہ کوئی نافرمانی کی اور نہ ہی اس کا ارادہ کیا اور وہ بوڑھے باپ اور بوڑھی ماں کے اکلوتے تھے۔ اور یہ عورت سے بے رغبت تھے۔
۸: جب فرشتوں نے ان کو بشارت دے دی۔ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ (کہا اے میرے رب میرے لئے لڑکا کیسے ہوگا) اَنّٰی کَیْفَ کے معنی میں ہے۔ یہ استبعاد نہیں بلکہ اس بات کو ظاہر کرانے کیلئے ہے کہ وہ کس طریقہ سے ہوگا۔ کیا وہ دونوں اسی حالت میں رہیں گے اور وہ ان کو عنایت کیا جائے گا۔ یا نمبر۲۔ جوانی میں لوٹ کر جائیں گے۔
وَّ کَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا (اور میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے میں انتہائی عمر کو پہنچ چکا ہوں) ای بَلَغْتُ عِتِیًّا۔ عتیاً خشکی کو کہتے ہیں۔ جوڑوں اور ہڈیوں میں لاغری جیسا خشک ٹہنی جو بڑھاپے کی وجہ سے ہو۔ اور انتہائی عمر کو پہنچنا
قراءت: عِتِیًّا، صِلِیًّا، [مریم:۷۰]، جِثِیًّا [مریم:۶۸] بُکِیًّا [مریم:۵۸] تمام کے شروع میں حمزہ وعلی، حفص نے کسرہ پڑھا۔ مگر بُکیا میں حفص نے با پر ضمہ پڑھا ہے۔
۹: قَالَ کَذٰلِکَ (کہا اسی طرح)۔ کاف مرفوع ہے تقدیر یہ ہے الْاَمْرُ کَذٰلِك۔ اس میں ان کی تصدیق کی ابتداء کرتے ہوئے کہا۔ قَالَ رَبُّکَ تمہارے رب نے کہا۔ نمبر۲۔ یہ قال کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور ذٰلِك سے اس مبہم کی طرف اشارہ کیا جس کی تفسیر ھو عَلَیَّ ھَیِّنٌ کررہا ہے۔ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وہ مجھ پر آسان ہے) یعنی یحییٰ کا دو بوڑھوں سے پیدا کردینا آسان ہے۔ وَّ قَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے ہم نے تجھے پیدا کیا) یحییٰ سے پہلے تمہیں وجود دیا۔
قراءت: حمزہ، علی نے خلقناك پڑھا ہے۔ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا (اور تو کچھ نہ تھا) کیونکہ معدوم کوئی چیز نہیں ہوتا۔
۱۰: قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً (کہا اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما) ایسی علامت جس سے میں اپنی عورت کا

حاملہ ہونا پہچان سکوں۔ قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا (کہا تیری نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین راتیں صحیح سالم ہونے کے باوجود کلام نہ کر سکے گا) سَوِیًّا یہ تکلم کی ضمیر سے حال ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ حال کونك سوی الاعضاء واللسان۔ مطلب ہوا کہ تیری علامت یہ ہے کہ تو کلام سے رک جائے گا اس کی طاقت نہ ہوگی حالانکہ تیرے اعضاء صحیح سالم ہونگے گونگے پن کا نام نہ ہوگا۔

فَائِدَۃ: یہاں لیالی کا ذکر کیا جبکہ آل عمران میں ایام کا۔ اس لئے کہ اس سے یہ بتلایا کہ کلام سے یہ رکنا مسلسل تین دن رات رہے گا۔ ایام کا ذکر کرنے سے اس کے ساتھ والی راتیں خود شامل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح عرف عام میں بھی راتیں بول کر جوان سے متصل دن ہے وہ مراد لیا جاتا ہے۔

۱۱: فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ (وہ اپنی قوم کے پاس مسجد سے نکل کر گئے) محراب سے نماز کی جگہ مراد ہے۔ وہ ان کے انتظار میں تھے۔ آپ کو کلام پر قدرت نہ رہی۔ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ (پس آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا) انگلی سے اشارہ مراد ہے۔ اَنْ سَبِّحُوْا (تم تسبیح کرو) یعنی نماز پڑھو۔ یہ اَن مفسرہ ہے۔ بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا (صبح، شام) فجر و عصر کی نماز مراد ہے۔

یحییٰ علیہ السلام کی صفات:

۱۲: یٰیَحْیٰی خُذِ الْكِتٰبَ (اے یحییٰ تو کتاب کو پکڑ) مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو یحییٰ عطا کیا اور ہم نے یحییٰ کو ولادت کے بعد یا خطاب کے زمانے میں کہا اے یحییٰ کتاب سے تورات مراد ہے۔ بِقُوَّةٍ (مضبوطی کے ساتھ) یہ حال ہے مطلب یہ ہے کہ خوب کوشش کے ساتھ اور اللہ کی تائید و توفیق کی پشت پناہی کے ساتھ۔ وَّاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا ہم نے بچپن میں ہی ان کو حکم دیا) حکم سے مراد یہاں توراۃ کی سمجھ اور دین کی فہم ہے۔ صَبِیًّا یہ حال ہے ایک قول یہ ہے کہ بچے حضرت یحییٰ کو کھیلنے کیلئے بلاتے تو آپ فرماتے ہم کھیل کیلئے پیدا نہیں کیے گئے۔

۱۳: وَّ حَنَانًا (اور شفقت) شفقت اور رحمت اپنے والدین اور دوسروں کے حق میں) نحو: کو اس کا عطف الحکم پر ہے مِّنْ لَّدُنَّا (اپنی طرف سے) وَزَكٰوةً (اور پاکیزگی) یعنی طہارت و بھلائی کہ انہوں نے کوئی گناہ نہ کیا وَّكَانَ تَقِیًّا (اور وہ متقی تھے) یعنی فرمانبردار اور اطاعت شعار۔

۱۴: وَّبَرًّا بِوَالِدَیْهِ (والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے) یعنی ان کے ساتھ بھلائی کرنے والے تھے ان کی نافرمانی نہ کرتے تھے۔ وَلَمْ یَكُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا (اور وہ متکبر اور نافرمان نہ تھے) عصیا کا معنی اپنے رب کا نافرمان۔

پروانۂ سلامتی:

۱۵: وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ (اور ان کے لئے سلامتی ہے) یعنی اللہ کی طرف سے ہر دکھ اور اذیت سے امان ہے۔ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ (جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ مریں گے) یعنی ولادت کے وقت شیطان کے اثرات سے اور موت کے وقت فتنہ قبر سے وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا (اور جب وہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے) یعنی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ کر دیئے جائیں گے۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں یہی تین موقعے سب سے زیادہ وحشت ناک ہیں۔

وقف لازم

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ

اور کتاب میں مریم کو یاد کیجئے جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر ایک ایسی جگہ چلی گئی جو مشرق کی جانب تھا پھر اس نے ان لوگوں سے ورے

دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۖ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ

ایک پردہ ڈال لیا سو ہم نے اس کی طرف اپنا فرشتہ بھیج دیا جو اس کے سامنے صحیح سالم آدمی بن کر ظاہر ہو گیا مریم نے کہا کہ میں

اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ

تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے' فرشتے نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تجھے ایک

غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾

پاکیزہ لڑکا دے دوں' مریم نے کہا کہ میرے لڑکا کیسے ہو گا حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا بھی نہیں اور نہ میں بدکار ہوں

حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ:

۱۶: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ (اور یاد کیجئے یا تذکرہ کیجئے کتاب میں مریم کا) کتاب سے قرآن مراد ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو مریم کا واقعہ پڑھ کر سنائیں تا کہ اس کی ان کو اطلاع ہو اور جو کچھ ان پر گزرا اس کا ان کو علم ہو جائے۔

نحو: اِذْ یہ مریم کا بدل الاشتمال ہے کیونکہ اوقات اس سب پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جو ان سب میں پایا جاتا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ مریم کے تذکرے میں مقصود اس وقت کا ذکر کرنا ہے۔ جس میں یہ عجیب واقعہ پیش آیا۔ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا (الگ ہوگئی اپنے اہل سے) یعنی دور ہوگئی مَكَانًا شَرْقِيًّا (مشرقی جانب والے مکان میں) یعنی ایسے مکان میں عبادت کیلئے علیحدگی اختیار کی جو بیت المقدس کے مشرقی جانب تھا۔ یا گھر میں لوگوں سے الگ تھلگ ہوگئیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے گھر کے مشرقی کونے میں غسل حیض کیلئے بیٹھیں۔

۱۷: فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا (انہوں نے گھر والوں سے پردہ ڈال لیا) یعنی انہوں نے اپنے اور گھر والوں کے درمیان اسلئے پردہ لٹکایا تا کہ اس پردے کے پیچھے غسل کر سکیں۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا (پس ہم نے بھیجا ان کے پاس جبرئیل امین کو) رُوْحَنَا کی اضافت تشریف کیلئے ہے اور ان کو روح اسلئے کہا جاتا ہے کیونکہ دین ان سے زندہ ہے وہ اس کی وحی لاتے رہے ہیں۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (پس ان کے سامنے پورا آدمی بن کر نمودار ہوئے) یعنی جبرئیل ایک نوجوان آدمی کی صورت میں ان کے سامنے آئے جن کا چہرہ چمک رہا تھا۔ بال گھنگریالے اور منہ پر ڈاڑھی نہ تھی۔ سَوِيًّا کا معنی اعضاء بدن ان کے بالکل درست تھے۔ جبرئیل صورت انسانی میں ان کے سامنے اسلئے آئے تا کہ ان کی کلام سے وہ مانوس ہوں اور متنفر نہ ہوں اگر وہ ان کے سامنے صورت ملکیہ میں آتے تو وہ نفرت کرتیں اور ان کا کلام سننے کی قدرت نہ پاتیں۔

۱۸: قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (کہنے لگی میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو متقی ہے) یعنی اگر تجھ سے تقویٰ کی امید ہے تو تب بھی میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں یا اس شرط کی جزاء محذوف ہے کہ اگر تو تقوے والا ہے تو تقویٰ کا تقاضا بدکاری کی طرف اقدام نہ کرنا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی گفتگو:

۱۹: قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ (جبرئیل نے کہا بیشک میں تیرے رب کا قاصد ہوں) اس کو اس سلسلے میں مطمئن کیا جس سے وہ ڈر رہی تھی اور اس کو اطلاع دی کہ وہ انسان نہیں بلکہ وہ اسی رحمان کا قاصد ہے جس کی وہ پناہ طلب کر رہی ہیں۔ لِاَهَبَ لَكِ تاکہ میں تجھے عطا کروں)۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یا لڑکا عطا کرنے کا میں گریبان میں پھونک مار کر سبب بن جاؤں۔

قراءت: نافع اور ابوعمرو نے لِيَهَبَ لك پڑھا ہے۔ یعنی ليهب الله لك ۔ غُلٰمًا زَكِيًّا (پاکیزہ لڑکا) یعنی گناہوں سے پاک یا خیر و برکت پر نشوونما پانے والا۔

۲۰: قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ (کہا میرے لڑکا کیسے ہوگا) انّٰی یہاں کیف کے معنی میں اور غلام ابن کے معنی میں ہے۔ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ (اور مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا) یعنی نکاح سے کوئی میرا خاوند نہیں وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا (اور میں نے برا کام بھی نہیں کیا) یعنی فاجرہ عورت۔ جو مردوں کو تلاش کرتی پھرے یعنی کسی بھی آدمی سے اپنی شہوت کو پورا کرے اور عادت یہ ہے کہ لڑکا ان دو صورتوں سے ہی ہوتا ہے۔ مبرد کہتے ہیں کہ بغی فعول کے وزن پر ہے اصل بغوی ہے واؤ کو یا کر کے اس میں ادغام کر دیا اور اتباعاً غین کو کسرہ دیا اسی وجہ سے اس میں تائے تانیث نہیں جس طرح کہ امرئۃ صبور و شکور میں دیگر علماء نحو نے یہ کہا کہ یہ فعیل کے وزن پر ہے اور اس کے آخر میں ۃ نہیں آتی کیونکہ یہ مفعولہ کے معنی میں ہے۔ اور اگر فاعلہ کے معنی میں ہو تو کبھی اس میں مشابہت ہو جاتی ہے جیسے ان رحمت اللّٰہ قریبٌ [الاعراف:۵۶]

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ

فرشتہ نے کہا یوں ہی ہوگا تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشانی بنادیں اور اپنی طرف سے رحمت بنادیں، اور یہ

اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى

ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ سو اس لڑکے سے وہ حاملہ ہوگئی لہٰذا وہ اس حمل کو لئے ہوئے علیحدہ ہو کر دور چلی گئی سو درد زہ اسے کھجور کے تنے کے

جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ

پاس لے آیا، وہ کہنے لگی ہائے کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بالکل بھولی بسری ہو جاتی، سو اسے اس کے نیچے سے آواز

تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ

دی کہ تو غمگین مت ہو تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر پیدا فرما دی ہے اور تو کھجور کے تنے کو اپنی جانب

النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا

حرکت دے جس سے تجھ پر پکی تیار کھجوریں گریں گی سو تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر، سو اگر

تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾

تو کسی انسان کو دیکھے تو کہہ دینا کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزہ رکھنے کی منت مان لی ہے لہٰذا آج میں کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

۲۱: قَالَ كَذٰلِكِ (جبرئیل نے کہا اسی طرح) یعنی معاملہ اسی طرح ہے جس طرح تم نے کہا کہ تمہیں کسی مرد نے نکاح سے یا زنا سے نہیں چھوا۔ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ (تمہارے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے) یعنی بغیر باپ کے لڑکا دینا میرے لئے آسان ہے۔ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ (اور تا کہ ہم اس کو لوگوں کیلئے نشانی بنادیں) یہ جملہ تعلیلیہ ہے اس کا معلل محذوف ہے تقدیر کلام اس طرح ہے ولنجعله آية للناس فعلنا ذالك یا تعلیل مضمر پر اس کا عطف ہے تقدیر کلام اس طرح ہوگی لنبين به قدرتنا ولنجعله آية للناس یعنی ہماری قدرت پر دلیل اور عبرت ہوگا۔ وَرَحْمَةً مِّنَّا اور رحمت ہماری طرف سے) اس کے لئے جو ان پر ایمان لائے گا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی خلقت طے شدہ کام ہے) مَقْضِيًّا کا معنی مقدر اور لوح کے اندر لکھا ہوا۔

حمل مریم کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

۲۲: جب وہ ان کی بات سے مطمئن ہوگئیں تو ان کے قریب ہوئیں جبرئیل نے ان کے گریبان میں پھونک ماری وہ پھونک ان کے پیٹ تک پہنچی۔ فَحَمَلَتْهُ (پس وہ اس بچے سے حاملہ ہوگئیں) یعنی جو بچہ ان کو عطا کرنا تھا۔ مریم کی اس وقت عمر تیرہ سال یا دس یا

بیس سال تھی۔ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ (پس اس حمل کو لیکر ایک جگہ میں چلی گئیں) یعنی وہ دور چلی گئیں اس حال میں کہ حمل ان کے پیٹ میں تھا۔

نحو: یہ جار اور مجرور موضع حال میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کی مدت حمل ایک لحہ تھی جونہی وہ حاملہ ہوئیں اسی وقت وہ الگ ہوگئیں ایک کمزور قول یہ ہے کہ چھ مہینے مدت تھی دوسرا قول سات مہینے تیسرا قول آٹھ مہینے۔ آٹھ مہینے کا کوئی بچہ بھی سوائے عیسٰی کے زندہ نہیں رہا ایک قول یہ ہے کہ ایک ساعت میں حاملہ ہوئی دوسری ساعت میں ان کی تصویر بنی اور تیسری ساعت میں عیسٰی علیہ السلام پیدا ہوگئے۔ مَكَانًا قَصِيًّا (دور جگہ میں) جو گھر والوں سے دور پہاڑ کے پیچھے تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے حمل کو محسوس کیا تو ملامت کے خوف سے وہ اپنی قوم سے دور بھاگ گئی۔

۲۳: فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ (پس دردزہ ان کو لے آیا) لے آیا یا ان کو مجبور کیا۔ یہ جاء سے منقول ہو کر آیا البتہ اس کا استعمال اِلْجَاء کے معنی کی طرف منتقل ہونے سے بدل گیا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس طرح نہیں کہتے۔ جئت المكان ، اجاء فيه زيدٌ المخاص دردزہ۔ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ (کھجور کے تنے کی طرف) کھجور کی جڑ کی طرف اور یہ درخت خشک تھا۔ اور یہ موسم سردی کا تھا۔ النخلة کو معرفہ لا کر ظاہر کیا۔ کہ یہ کھجور کا معروف درخت تھا۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ تعریف جنس کو ظاہر کرنے کیلئے ہو۔ یعنی جذع هذه الشَّجَرَة اس درخت کے تنے کی طرف گویا کہ اللہ تعالیٰ نے کھجور کی طرف اس کی راہنمائی کی تاکہ وہ اس سے تر کھجور کھائے۔ کیونکہ نفاس والی عورتوں کی یہ مخصوص خوراک ہے۔ پھر تکلیف کی شدت کی وجہ سے قالت بول اٹھی۔ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا (اے کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی) هٰذا کا مشار الیہ الیوم ہے۔

قراءت: مدنی، کوفی نے سوائے ابوبکر کے مِتُّ کسرہ سے اور دیگر قراء نے مُتُّ پڑھا ہے۔ کہا جاتا ہے مات یموت و یمات وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا (اور ہو جاتی بھولی بسری) ایسی متروکہ چیز جو نہ معروف ہو اور نہ قابل تذکرہ ہو۔

قراءت: حمزہ، حفص نے نسیًا کو فتحہ نون سے اور دیگر قراء نے کسرہ سے۔ مگر دونوں کا معنی یکساں ہے۔ ایسی چیز کو کہتے ہیں۔ جو پھینکے جانے اور حقارت کی وجہ سے بھلا جانے کے قابل ہو۔

تسلی جبرئیل علیہ السلام:

۲۴: فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَا (اس کو آواز دی اس کے پائیں مکان سے) یعنی اس شخص نے جو اس کے بائیں جانب تھا۔ نادٰی کا فاعل جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے گہرے مقام میں تھے۔ نمبر۲۔ عیسٰی علیہ السلام نے ان کو خطاب کیا ان کے اپنے دامن کے نیچے سے۔

قراءت: مدنی، کوفی نے سوائے ابوبکر کے من تَحْتِها اس کا فاعل مضمر ہے اور وہ عیسٰی علیہ السلام ہیں۔

نمبر۳۔ جبرئیل علیہ السلام اور تحتها کی ضمیر نخلہ کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ ان کو شدید تکلیف کا سامنا تھا اس لئے ان الفاظ سے تسلی دی۔ اَلَّا تَحْزَنِيْ (تو مغموم مت ہو) اکیلے پن کا غم نہ کر اور طعام و شراب کی فکر تجھے دامن گیر نہ ہو اور لوگوں کی باتوں کے سلسلہ میں دلگیر نہ ہو۔ ان یہ ای کے معنی میں ہے۔

ندی کا جاری ہونا:

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (تیرے رب نے تیرے پائیں سے ایک نہر پیدا کر دی) تحت سے قرب مراد ہے۔ نمبر۲۔ تیرے حکم کے ماتحت کر دی اگر تو حکم دے گی چلے گی اور تو اس کو ٹھہرائے گی تو ٹھہر جائے گی۔ السری، چھوٹی نہر، عند الجمہور۔ آنحضرت ﷺ سے سری کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا ھو الجدول [رواہ الطبرانی فی الصغیر] حضرت حسن کہتے ہیں السری سخی سردار مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ روایت میں ہے کہ خالد بن صفوان نے ان کو کہا عرب تو جدول کو سری کہتے ہیں تو حسن نے کہا تو نے سچ کہا اور خالد کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔

۲۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یا جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری جس سے میٹھے پانی کا چشمہ ابلنے لگا خشک نہر جاری ہو گئی اس سے کھجور سرسبز ہو گئی۔ اور پھل آ گیا اور پھل پک کر تیار ہو گیا۔ اس پر مریم کو کہا گیا۔ وَهُزِّيْ (تو حرکت دے) اِلَيْكِ (اپنی طرف) بِجِذْعِ النَّخْلَةِ کھجور کے تنے کو (ابو علی کا قول باء زائدہ ہے ای ھزی جذع النخلة۔ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ (وہ تیرے اوپر تر و تازہ کھجوریں گرائے گا)۔

قراءت: اول تا کو دوسری میں ادغام کر دیا مکی، شامی، مدنی، ابو عمرو، علی، ابو بکر کے ہاں اسی طرح ہے۔ یہ اصل میں تتسا قط ہے۔ تَسَاقَطْ تا، قاف کے فتحہ کے ساتھ، دوسری تا کو گرا دیا سین میں تخفیف سے حمزہ نے پڑھا۔ اور یساقط یا کا فتحہ، قاف کا فتحہ، سین مشدد۔ یہ یعقوب، سہل، حماد، نصیر نے پڑھا۔ تُسَاقِط مفاعلہ سے حفص نے پڑھا۔ اور تُسقط، يُسقِطِ وَتَسقُط وَيَسقُط تا النخلة کی وجہ سے اور یا الجذع کیلئے یہ کل نو قراءتیں ہیں۔

رُطَبًا یہ تمیز ہے نمبر۲۔ مفعول یہ ہے قراءت کے مطابق جَنِيًّا تازہ۔ لوگوں نے کہا زمانہ قدیم میں نفاس والی عورتوں کو کھجور دیتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے نفساء کیلئے کھجور سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اور مریض کیلئے شہد سے بہتر کوئی شی نہیں۔

ہدایات:

۲۶: فَكُلِيْ (پس تو کھا) اس چنی ہوئی کھجوروں میں سے۔ وَاشْرَبِيْ (اور نہر کا پانی پی)۔ وَقَرِّيْ عَيْنًا (اور تو اپنی آنکھیں دودھ پیتے بچے سے ٹھنڈی کر) عینا یہ تمیز ہے۔ تو عیسیٰ سے اپنے نفس کو خوش کر اور غم والی چیز اپنے سے دور رکھ۔ فَاِمَّا اس کی اصل اِنْ ما ہے اِنْ شرطیہ کو مَا سے ملا کر اس میں ادغام کر دیا۔ تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (پس اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو اس سے کہہ دینا کہ میں نے آج اللہ کیلئے خاموش رہنے کی نذر مانی ہے) یعنی اگر تو کسی آدمی کو دیکھ پائے اور وہ تم سے تمہارا حال دریافت کرے تو تو خاموش رہ اور کلام سے اپنے کو روک کر رکھ جیسا کہ کھانے پینے کا روزہ رکھتے ہیں۔ نمبر۲۔ یہ حقیقتاً روزہ تھا۔ ان کے روزے میں خاموشی تھی اور خاموشی کا التزام روزے کا التزام تھا۔

آپ ﷺ نے خاموشی کے روزے سے منع فرمایا پس یہ ہماری شرع میں منسوخ ٹھہرا۔ حضرت مریم کو خاموشی کی نذر ماننے کا حکم تھا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو ان کی براءت کیلئے کافی تھی۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ احمق لوگ جدال پر نہ اتر آئیں۔

مسئلہ: اس میں یہ بتلایا کہ بیوقوف کی بات سے خاموشی لازم ہے اور اعراض وغیرہ سے روکا جائے اور اس کی زبان کی لگام کو

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا

سو وہ اس بچہ کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لے کر آئی' ان لوگوں نے کہا کہ اے مریم یہ تو نے بڑے غضب کا کام کیا اے ہارون کی بہن

كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ

نہ تو تمہارا باپ برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں بدکار تھی سو مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم اس سے کیسے بات کریں

مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾

جو گہوارہ میں ابھی بچہ ہی ہے۔ وہ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی اور اس نے مجھے نبی بنایا

وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾

اور مجھے برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں' اور اس نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا جب تک کہ میں زندہ رہوں

وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ؗ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ

اور مجھے اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا' اور مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن

اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾

مجھے موت آئے گی اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

بالکل آزاد نہ چھوڑے۔ حضرت مریم نے ان کو نذر کی اطلاع اشارہ سے دی اور اشارہ کو کلام وقول سے تعبیر کیا۔ جیسا شاعر نے قبور کی تعریف میں کہا۔ و تکلّمت عن اَوْجه تبلی۔ تو تکلم کی نسبت قبور کی طرف کی۔ ایک قول یہ ہے کہ خاموشی اس کلمہ کے کہنے کے بعد لازم تھی۔ یا اتنی مقدار ان کے لئے نطق سے بنائی گئی۔

فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا (میں ہرگز آج کسی انسان سے کلام نہ کرونگی) اِنْسِیًّا سے آدمی مراد ہے۔

۲۷: فَاَتَتْ بِهٖ (پس پھر اس کو لے کر آئیں) عیسیٰ علیہ السلام کو قَوْمَهَا (اپنی قوم کے پاس) نفاس سے پاکیزگی کے بعد تَحْمِلُهٗ (اٹھائے ہوئے) ھا ضمیر سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئی۔ جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے ساتھ دیکھا تو۔ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا (کہنے لگے اے مریم تو نے بہت برا کام کیا) فریًّا اوپری عجیب، اصل الفری کا معنی کاٹنا ہے گویا وہ عادت کو کاٹتا ہے۔

۲۸: یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ (اے ہارون کی بہن) یہ مریم کا باپ کی طرف سے حقیقی بھائی تھا۔ اس زمانہ کے بنی اسرائیل کے افضل ترین لوگوں میں سے شمار ہوتا تھا۔ نمبر۲۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کا نام ہے اور یہ ان کے اجداد میں سے تھے اور ان کے مابین ایک

ہزار برس کا فاصلہ ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں یا اخا عمران یعنی ان میں سے ایک یا نمبر۳۔ کوئی نیک آدمی یا نمبر۴۔ ان کے زمانے میں بدترین آدمی اس کے ساتھ مریم کو تشبیہ بھلائی میں دی۔ نمبر۵۔ یہ کہہ کر وہ مریم کو گالی بک رہے تھے۔

مَاكَانَ اَبُوْكِ امْرَاَسَوْءٍ (اور تمہارا باپ برا آدمی نہ تھا) ابوك سے عمران مراد ہیں۔ امراء سواء کا مطلب زنا کار۔

وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (اور نہ تیری ماں زنا کار تھی) بغیًا زانیہ کو کہتے ہیں۔

اشارہ مریم:

۲۹: فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ (پس مریم نے اس کی طرف اشارہ کیا) عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ وہ ان کو جواب دیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کو کہا لَاتَحْزَنِيْ واحیلی بِالْجَوَابِ عَلَي۔ غم نہ کرنا اور ان کا جواب دینا میرے حوالہ کرنا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان کو یہ حکم دیا۔ جب اشارہ کیا تو وہ سب ناراض ہو گئے اور متعجب ہوئے اور قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ (کہنے لگے، ہم اس سے کیسے بات کریں جو ہے) گود کا بچہ اور موجود ہے۔ فِي الْمَهْدِ پنگھوڑے میں صَبِيًّا اس حال میں کہ وہ بچہ ہے) صَبِيًّا یہ حال ہے۔

معجزانہ خطاب عیسیٰ علیہ السلام:

۳۰: قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ (کہا بلا شبہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں) جب مریم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی بولنے والی زبان کو روک لیا تو اللہ تعالیٰ نے خاموش زبان کو اس کے لئے قوت گویائی سے نواز دیا۔ جس نے سب سے قبل اپنی عبودیت کا اعتراف کیا اس وقت ان کی عمر چالیس راتوں کی تھی۔ دوسرا قول ایک دن کی عمر تھی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور بلند آواز سے کہا بیشک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اس میں نصاریٰ کے قول (ابن اللہ) کی تردید ہے۔

اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ (اور وہ مجھے کتاب دے گا)۔ کتاب سے انجیل مراد ہے۔ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (اور اس نے مجھے نبوت سے نوازا۔ حسن بصری سے روایت ہے کہ وہ پنگھوڑے میں نبی تھے۔ اور ان کا کلام معجزہ نبوت تھی۔ نمبر۲۔ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں تقدیر الٰہی میں طے شدہ ہیں نمبر۳۔ مستقبل کے واقعہ کو لامحالہ ہونے کی بنا پر اس طرح ذکر کیا گویا کہ وہ موجود ہے۔

۳۱: وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَاكُنْتُ (اور مجھے بابرکت بنایا۔ جہاں بھی ہوں) مُبٰرَكًا فائدہ پہنچانے والا جہاں بھی ہوں۔ نمبر۲۔ خیر کا معلم وَاَوْصٰنِيْ (اور مجھے حکم دیا) بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (نماز اور زکوۃ کا) اگر میں مال کا مالک ہوا۔ نمبر۲۔ زکوۃ سے صدقۃ الفطر مراد ہے۔ نمبر۳۔ تطہیر بدن مراد ہے۔

ایک احتمال یہ ہے اَوْ صَانِيْ بان امر کم بالصلاۃ والزکٰوۃ کہ مجھے اس نے تمہیں نماز و زکوۃ کی وصیت کرنے کا حکم دیا۔

مَا دُمْتُ حَيًّا زندگی بھر۔

نحو: حَيًّا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای مدۃ حیاتی ساری زندگی۔

۳۲: وَبَرًّا ۢ بِوَالِدَتِيْ اور اس نے مجھے اپنی والدہ کا فرمانبردار بنایا)

نحو: اس کا عطف مبارکًا پر ہے کہ اس کے ساتھ نیکی کرنے والا اس کی تکریم و تعظیم کرنے والا۔

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ أَنْ يَتَّخِذَ

یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم' ہم نے سچی بات کہی ہے جس میں وہ لوگ شک کر رہے ہیں' یہ اللہ کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنی اولاد

مِنْ وَلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۚ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهٗ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۳۵﴾ وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّي

بنائے وہ اس سے پاک ہے' جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو صرف یوں فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے' اور بلاشبہ اللہ میرا رب ہے

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ

اور تمہارا رب ہے پس اسی کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے' پھر جماعتوں نے آپس میں اختلاف کر لیا۔

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۳۷﴾ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَأْتُونَنَا

سو بڑے دن کی حاضری کے موقعہ پر ان لوگوں کی بڑی خرابی ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا' وہ کیا ہی سننے والے اور کیا ہی دیکھنے والے ہوں گے جس دن ہمارے پاس آئیں گے'

لٰكِنِ الظّٰلِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلٰلٍ مُبِينٍ ﴿۳۸﴾ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ ۘ

لیکن ظالم لوگ آج صریح گمراہی میں ہیں اور آپ انہیں حسرت کے دن سے ڈرایئے جبکہ فیصلہ کر دیا جائے گا

وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَ

اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے بلاشبہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے ہم اس کے وارث ہوں گے اور

إِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿۴۰﴾ ع

وقف لازم

سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔

وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا (اور اس نے مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا) جبار کا معنی متکبر شَقِيًّا (بدبخت) یعنی عاق و نافرمان۔

۳۳: وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ (اور مجھ پر سلام جس روز میں پیدا ہو)

نحو: یوم ظرف ہے اور عامل اس میں عَلَيَّ خبر ہے۔

وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا (اور جس روز میں مرجاؤں گا اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا) یہ سلامتی کے مواقع جو یحییٰ کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں۔ وہ مجھے بھی میسر آنے والے ہیں۔ نحو: یہ مطلب اس صورت میں ہے جبکہ الف، لام عہد کے ہوں۔ نمبر۲: اور اگر الف لام جنس کا ہو تو اس وقت مطلب یہ ہے کہ جنس سلام مجھ پر ہو۔

فائدہ: اس میں مریم اور اسکے بیٹے کے دشمنوں کیلئے لعنت کی تعریض ہے کیونکہ جب اس نے کہا کہ سلامتی کی جنس میرے لئے ہے تو یہ تعریض کر دی اسکی ضد اور عکس تمہارے لیے ہوگا۔ کیونکہ یہ موقع انکار و عناد کا ہے۔ اسلئے اس قسم کی تعریض اس سے نکلے گی۔

۳۴: ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (یہ عیسیٰ ابن مریم ہے)۔
نحو: ذلک مبتدا عیسیٰ خبر اور ابن مریم خبر کی صفت ہے۔ یا نمبر۲۔ دوسری خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ذلك الذی قال انی عبدالله وكذا و كذا عيسى بن مريم لا كما قالت النصارى انهٗ الهٌ او ابن الله۔ یہی جس نے اِنی عبدالله الخ کہا عیسیٰ ابن مریم ہے۔ وہ نہیں جو نصاریٰ نے کہا وہ معبود یا ابن اللہ ہے۔
قَوْلَ الْحَقِّ (سچی بات) اللہ تعالیٰ کا کلمہ۔ القول کلمہ کو کہتے ہیں اور الحق اللہ تعالیٰ کی ذات نمبر۲۔ ان کو کلمۃ اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے بلا واسطہ باپ کے پیدا ہوا۔
نحو: یہ مرفوع اس لئے ہے کہ دوسری خبر ہے۔ نمبر۲۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ نمبر۳۔ بدل ہے۔ نصب کو شامی و عاصم نے بطور مدح کے اختیار کیا ہے۔
الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ (جس کے متعلق لوگ شک میں پڑے ہیں) المریه سے یمترون بنا ہے جس کا معنی شک آتا ہے۔ نمبر۲۔ المراء سے لیں تو اختلاف کرنا معنی ہوگا۔ یہود نے تو ساحر کذاب کہا اور نصاریٰ نے ابن اللہ اور ثالث ثلاثہ کہا۔
۳۵: مَا کَانَ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ زیبا نہیں) مناسب نہیں اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ کہ وہ بیٹا بنائے۔
نحو: یہاں مِنْ تاکید نفی کیلئے لایا گیا ہے۔
سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے) بیٹا بنا لینے سے اس کی ذات کو منزہ قرار دیا گیا۔ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ جب وہ کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کو کہتا ہے ہو جا۔ پس وہ ہو جاتا ہے)
قراءت: شامی نے نصب سے پڑھا۔ یعنی کما قال لِعیسٰی کن فکان من غیر اَبٍ جونہی عیسیٰ کو کن کہا وہ بلا باپ بن گیا اور جو اس صفت سے متصف ہو وہ اس بات سے منزہ ہے کہ وہ حیوان والد کے مشابہ ہو۔
۳۶: وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اور بیشک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے پس تم اسی کی عبادت کرو۔
قراءت: شامی اور کوفی نے ابتداء کی وجہ سے مکسور پڑھا اس صورت میں یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام میں سے ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے کما انا عبدهٗ فانتم عبیده و علیّ و علیکم ان نعبده جس طرح میں اس کا بندہ ہوں تم بھی اس کے بندے ہو اور مجھ پر اور تم پر اس کی عبادت لازم ہے۔ نمبر۲۔ جنہوں نے فتحہ دیا انہوں نے الصّلاۃ پر عطف کیا تقدیر عبارت یہ ہے اوصانی بالصلاۃ وبالزکاۃ و بان الله ربی و ربکم فاعبدوه۔ اس نے نماز و زکوۃ کی وصیت فرمائی اور اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے اس کی عبادت کرو۔ هٰذَا یہ) جس کا میں نے تذکرہ کیا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (سیدھا راستہ) پس اسی کی تم عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

احزاب کا مراد:

۳۷: فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ (پس پھر بھی مختلف گروہوں نے باہم اختلاف ڈالا) الحزب وہ فرقہ جو دوسروں سے راستے میں منفرد ہو یہ تین فرقے ہیں نمبر۱۔ نسطوریہ نمبر۲۔ یعقوبیہ نمبر۳۔ ملکانیہ۔

مِنۢ بَیْنِهِمْ (اپنے مابین) عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کے مابین نمبر۲۔ اپنی قوم کے درمیان نمبر۳۔ لوگوں کے درمیان۔ اور وہ اس طرح ہے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رفع کے وقت اختلاف کیا پھر انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ تین کے قول کی طرف رجوع کریں یہ ان کے زمانہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔ ان کے نام یعقوب، نسطور، ملکاء تھے۔

نمبر۱۔ یعقوب کا قول وہ بعینہٖ اللہ تعالیٰ ہے جو زمین پر اتر آیا۔ پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا نمبر۲۔ نسطور نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے جسطرح چاہا اس کو ظاہر کر دیا پھر اس کو اٹھایا۔ نمبر۳۔ ملکاء نے کہا ان دونوں نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ مخلوق بندے نبی تھے اب ان میں سے ہر ایک کی اتباع ایک گروہ نے کی۔

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا (پس کافروں کیلئے بڑی خرابی ہے) کافروں سے یہ گروہ مراد ہیں کیونکہ ان میں سے ایک حق پر تھا۔ مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (ایک بڑے دن کی حاضری سے) یوم عظیم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن حساب وجزاء کے لئے حاضر ہونگے۔ نمبر۲۔ وہ دن ان پر شہادت دے گا۔ انبیاء اور ملائکہ اور خود ان کے جوارح ان کے متعلق کفر کی گواہی دیں گے۔ نمبر۳۔ مکان شہادت سے ان کے لئے خرابی ہے۔ نمبر۴۔ وقت شہادت مراد ہے۔ نمبر۵۔ مشورہ کیلئے ان کے اجتماع کا دن مراد ہے۔ اس کو یوم عظیم قرار دیا اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ وہ ملاحظہ کریں گے اس سے وہ گھبرا جائیں گے۔

۳۸: اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا (کس قدر زیادہ سننے اور دیکھنے والے ہونگے جبکہ یہ ہمارے پاس آئیں گے)

جمہور کی رائے:

کہ اَسْمِعْ وَ اَبْصِرْ صیغہ ہائے امر ہیں مگر معنیٰ تعجب دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ تعجب سے پاک ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک مراد یہ ہے کہ انکا سننا اور دیکھنا اس لائق ہے کہ اس پر تعجب کیا جائے اس کے بعد کہ یہ دنیا میں اندھے بہرے تھے۔

قول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

جبکہ وہ دنیا میں حق سے اندھے اور بہرے رہے پس ایسے دن ان کے سننے اور ہدایت کے راستہ کو دیکھنے کا کیا فائدہ جبکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

بھم یہ فاعلیت کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے جیسے اکرم بزید اس کا معنیٰ کرم زیدٌ جدا۔

لٰکِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ (لیکن ظالم آج کے دن) یہاں ظاہر کو ضمیر کی بجائے لایا گیا۔ ای لکنھم الیوم فی الدنیا بظلمھم انفسھم حیث ترکوا الا ستماع والنظر حین یجدی علیھم ووضعوا العبادۃ فی غیر موضعھا۔ لیکن وہ آج کے دن انہوں نے اپنے نفوس پر اس طرح ظلم کیا کہ حق کو سننا چھوڑ دیا اور حق کے راستے کی طرف دیکھنا چھوڑ دیا۔ جبکہ ان کو حق کا فائدہ تھا اور انہوں نے عبادت کو اس کے غیر مقام پر رکھا۔

فِیْ ضَلٰلٍ (یہ حق سے گمراہی میں ہیں)۔ مُّبِیْنٍ (ظاہر)۔ کھلی اور وہ انکا یہ عقیدہ کہ عیسیٰ الٰہ ومعبود ہے حالانکہ اس میں حدوث کے آثار ظاہر ہیں۔ اس سے بڑا ظلم اور کوئی نہیں۔

یوم حسرت:

۳۹: وَاَنْذِرْھُمْ (اوران کوڈرائیں) یَوْمَ الْحَسْرَۃِ (حسرت کے دن سے) اس سے قیامت کادن مراد ہے کیونکہ اس سے گزشتہ پر شرمندگی ہوگی۔ حدیث میں وارد ہے یہ حسرت اس وقت ہوگی جب وہ اپنے مقامات جنت میں دیکھیں گے اگر وہ ایمان لے آتے۔ اِذْ یہ یَوْمَ الْحَسْرَۃِ سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ حسرت کا ظرف ہے اور وہ مصدر ہے)۔ قُضِیَ الْاَمْرُ جبکہ معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا)۔ جب حساب سے فارغ ہو جائیں گے اور اہل جنت جنت اور اہل جہنم جہنم کی طرف لوٹ جائیں گے۔

وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ (اور وہ لوگ غفلت میں پڑے ہیں) یہاں دنیا میں غافل ہیں اسی لئے وہ اس مقام کیلئے اہتمام نہیں کرتے۔ وَّ ھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (اور وہ ایمان نہیں لاتے) وہ تصدیق نہیں کرتے (خبر رسول کی)

نحو: پہلا ھُم اور دوسرا ھُم یہ دونوں حال ہیں۔ یعنی آپ ان کو ڈرائیں اس حالت میں کہ وہ غافل ہیں اور ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۴۰: اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْھَا (بیشک ہم ہی زمین اور جو کچھ اس پر ہے اس کے وارث ہونگے) ملک و بقاء میں ہم منفرد ہونگے جبکہ ہر چیز پر ہلاکت و فناء عام ہوگی۔ مَنْ کو عقلاء کی تغلیب کیلئے ذکر کیا وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ (اور ہماری طرف ان کو لوٹایا جائے گا)

قراءت: یُرجعون یاء کے ضمہ اور جیم کے فتحہ کے ساتھ البتہ یاء کے فتحہ سے یعقوب نے پڑھا ہے۔ یعنی وہ لوٹیں گے اور پورا پورا ان کو بدلہ دیا جائے گا۔

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ

اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ صدیق تھے نبی تھے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی

تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَآءَنِىْ مِنَ

عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم آیا

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ

ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا' سو تم میرا اتباع کرو میں تمہیں سیدھا راستہ بتاؤں گا' اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش نہ کرو' بلاشبہ

الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّىْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے' اے میرے باپ بلاشبہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تمہیں رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب پکڑ لے۔

فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِىْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ

پھر تم شیطان کے دوست ہو جاؤ' ان کے باپ نے جواب دیا کہ اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے ہٹنے والا ہے۔ اگر تو باز نہ آیا

لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِىْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّىْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِىْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾

تو میں ضرور ضرور تجھے سنگسار کردوں گا اور تو مجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے۔ ابراہیم نے کہا کہ میرا اسلام لے لو میں تمہارے لئے عنقریب اپنے رب سے استغفار کروں گا بلاشبہ وہ مجھ پر بہت مہربان ہے

ابراہیم علیہ السلام کی والد کے ساتھ گفتگو:

۴۱: وَاذْكُرْ (اور تم تذکرہ کرواپنی قوم کو) فِى الْكِتٰبِ (قرآن مجید میں) اِبْرٰهِيْمَ (یعنی ابراہیم کا واقعہ جوان کے والد کے ساتھ پیش آیا۔ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (بے شک وہ صدیق نبی تھے)۔

قراءت: نَبِیًّا بغیر ہمزہ کے البتہ نافع نے اس کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ صادق اس کو کہتے ہیں جو افعال میں مستقیم ہو اور صدیق وہ ہے جو احوال میں مستقیم ہو۔ پس صدیق یہ مبالغہ کا وزن ہے اس کی مثال الضِّحِّيْك ہے۔ مراد اس سے بہت زیادہ اس کا سچا ہونا اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کی غیبی صفات اور آیات اور کتابیں اور رسول جن کا بیان اللہ نے کیا ان کی تصدیق کرنے والا یعنی کہ وہ تمام انبیاء اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرنے والے تھے اور خود بھی پیغمبر تھے یہ درحقیقت جملہ معترضہ ہے جو ابراہیم اور جو اس کا بدل ہے اس کے مابین واقع ہے۔

۴۲: اِذْ قَالَ (جب اس نے کہا)۔

نحو : اذ کو کان کے متعلق کریں جائز ہے یا صدیقًا نبیًّا کے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ خطابات ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے والد کو کہے تو اس وقت وہ صدیقین اور انبیاء کی خصوصیات کو اپنے اندر جمع کرنے والے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو ان کے تذکرہ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جو واقعہ قرآن مجید میں آیا ہے وہ ذکر کریں اور لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور ان کو پہنچائیں جیسا کہ دوسرے قول میں موجود ہے۔ واتل علیھم نبأ ابراھیم [شعراء:۶۹] ورنہ تو اللہ تعالیٰ اس کا خود تذکرہ فرمانے والے ہیں اور قرآن میں اتارنے والے ہیں۔

لِاَبِیْهِ یٰٓاَبَتِ (اپنے والد کو کہ اے میرے باپ) قراءت اَبَتِ کی تاء کو فتحہ اور کسرہ سے ابن عامر نے پڑھا۔ تاء یائے اضافت کے عوض ہے اس طرح نہیں کہتے کہ یَاابَتِ تاکہ عوض اور معوض دونوں جمع نہ ہو جائیں۔ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ (تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنتے اور نہ دیکھتے ہیں۔)

نحو : ان دونوں میں مفعول نیت میں نہیں بلکہ نسیا منسیا ہے البتہ مقدر ماننا جائز ہے ای لا یسمع شیئًا و لا یبصر شیئا وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْـًٔا (اور نہ آپ کے کچھ کام آسکتی ہے)۔

نحو : شیئا کے متعلق یہ احتمال ہے کہ مصدر کی جگہ ہو ای شیئا من الغنی دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ مفعول بہ ہو پھر اس محاورے میں ہو اَغنِ عنّی وجھك ای بعد یعنی چہرے کو مجھ سے دور کر دے۔

۴۳: یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ (اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم آچکا) علم سے یہاں وحی یا معرفتِ رب مراد ہے۔ مَالَمْ یَاْتِكَ (جو آپ کے پاس نہیں آیا۔) اس میں "ما" ما لا یسمع کی طرح موصولہ یا موصوفہ ہو سکتا ہے۔ فَاتَّبِعْنِیْٓ اَهْدِكَ (آپ میرا کہنا مانیے میں آپ کو راہ دکھاؤں گا) یعنی ہدایت کی طرف تمہاری راہنمائی کروں گا۔ صِرَاطًا سَوِیًّا (سیدھے راستے کی طرف) یہاں سَوِیًّا مُسْتَقِیْم کے معنی میں ہے۔

۴۴: یٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ (اے میرے باپ تو شیطان کی عبادت نہ کر) یعنی اس بات میں اس کی اطاعت نہ کر جو اس نے تیرے لیے بتوں کی عبادت کو مزین کر رکھا ہے۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا (بیشک شیطان رحمان کا نافرمان ہے)۔ عَصِیًّا : عاصی کے معنی میں ہے نافرمانی کرنے والا۔

۴۵: یٰٓاَبَتِ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا (اے میرے باپ مجھے ڈر ہے رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آپ پر نہ آجائے۔ پھر آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں) ایک قول کے مطابق یہاں اَخَافُ اَعْلَمُ کے معنی میں ہے۔ وَلِیًّا کا معنی آگ میں ساتھی بنے گا۔ تو اس کے ساتھ ہوگا اور وہ تیرے ساتھ ہوگا۔

فائدہ : اس میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نصیحت کرنے میں انہوں نے اپنے والد کے ساتھ کس طرح نرمی حسن اخلاق اور ادب کا لحاظ رکھا۔ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تو میرا خلیل ہے پس تمہارے اخلاق عمدہ ہونے چاہئیں خواہ کفار کے ساتھ ہو ایسا کرنے سے تم ابرار کے مقامات میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ذکرہ الھیثمی فی مجمع الزوائد) نمبر ۱۔ اسی لئے آپ نے اپنے خطاب میں سبب کا مطالبہ کیا جیسا کہ اصرار کرنے

والے کو اس کے اصرار پر متنبہ کیا جاتا ہے اور اس کے افراط اور انتہاء پسندی کے متعلق اس کو خبردار کیا جاتا ہے کیونکہ جو شخص مخلوق میں سب سے زیادہ درجہ والے یعنی انبیاءؑ کی عبادت میں لگے۔ اس پر کھلی گمراہی کا حکم لگایا جائے گا۔ تو وہ کیونکر گمراہ نہ ہوگا۔ جو درخت، پتھر کی پوجا کرتا ہو۔ جو کہ اپنے عابد کے نہ ذکر کو سنتے ہیں اور نہ ہی اس کی کیفیتِ عبادت سے واقف ہیں۔ اور نہ اس سے بلاء و مصیبت کو دور کرنے کی ان میں طاقت ہے اور نہ اس کی وہ حاجت روائی کر سکتے ہیں۔

نمبر۲۔ پھر دوسرے مرحلہ میں نرمی کے ساتھ اس کو حق کی طرف دعوت دی اور خوش خلقی کا مظاہرہ کیا اس لئے والد کو جہل مفرط میں مبتلا اور نہ اپنے آپ کو علم فائق والا قرار دیا۔ البتہ یہ کہا کہ میرے ساتھ ایسا علم ہے جو تیرے ساتھ نہیں اور علم والا درست راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ پس اس طرح خیال کرو کہ میں اور تم دونوں ایک راہ پر ہیں اور میرے پاس ہدایت کی معرفت موجود ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ پس تم میرے ساتھ چلے آؤ! میں تمہیں راستہ بھولنے اور تحیر و حیرانی میں مبتلا ہونے سے بچالونگا۔

تیسرے مرحلہ میں ان کو اس بات سے روکا۔ جس میں وہ مبتلا تھا۔ کہ وہ شیطان جو رحمان کا سب سے بڑا نافرمان ہے اس نے تمہیں بتوں کی عبادت میں مبتلا کر رکھا ہے اور اس کو مزین کر کے تمہارے سامنے پیش کیا ہے۔ حقیقت میں تو شیطان کی عبادت کر رہا ہے۔ حالانکہ رحمان نے تمام تر نعمتیں تجھے بخشی ہیں۔

نمبر۴۔ پھر چوتھے مرحلہ میں برے انجام سے اس کو ڈرایا۔ کہ جس کی وہ جرأت کر رہا ہے اس میں کیا وبال و نقصان ہے۔ مگر ان تمام مراحل میں ادب کی رعایت کرتے ہوئے یہ تصریح نہیں کی کہ عقاب اس کو پہنچنے والا ہے۔ اور عذاب اس کو چمٹنے والا ہے۔ بلکہ کہا اخاف ان یمسک عذاب ۔ عذاب کو نکرہ لائے جو تقلیل کو ظاہر کرتا ہے گویا اس طرح کہا انی اخاف ان یمسک قلیل من عذاب الرحمان ۔ مجھے خطرہ ہے کہ تمہیں رحمان کا تھوڑا سا عذاب چھو لے گا۔ اور شیطان کی دوستی اور اس کے حمایتیوں اور معاونین میں داخلے کو عذاب سے بڑا قرار دیا جس طرح کہ اللہ کی رضامندی ثواب میں سب سے بڑھ کر ہے اور ہر نصیحت کو یٰاَبَتِ کے قول سے شروع کیا جس سے ان کے ساتھ اپنے تعلق اور مہربانی اور والد کے احترام کے لازم ہونے کو ظاہر کرنا مقصود ہے اگرچہ وہ باپ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

۴۶: قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ بطور توبیخ کے (آزر نے کہا اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے نفرت کرتا ہے) یعنی کیا تو ان کی عبادت سے اعراض کرتا ہے والد نے انکا نام لیکر کہا یٰاَبَتِ کے مقابلے میں یا بنی نہیں کہا اور خبر کو مبتدا سے پہلے ذکر کیا کیونکہ وہ اس کے ہاں زیادہ اہم چیز تھی۔

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ (اگر تو باز نہ آیا) یعنی بتوں کو گالیاں دینے سے لَاَرْجُمَنَّكَ (میں تجھے پتھر ماروں گا) میں تمہیں پتھروں سے ختم کردوں گا یا پتھروں سے میں تجھے مارتا رہوں گا یہاں تک کہ تو مجھ سے دور ہٹ جائے یا میں تمہیں ضرور گالی دونگا۔ وَاهْجُرْنِيْ (اور تو مجھے چھوڑ دے) اس کا محذوف پر عطف ہے جس پر لَاَرْجُمَنَّكَ دلالت کر رہا ہے تقدیر عبارت یہ ہے فاحذرنی واهجرنی (تو مجھ سے بچ اور مجھے چھوڑ دے) مَلِيًّا (ایک زمانہ) یہ ظرف ہے یہ ملاوۃ سے ہے اس کا معنی طویل زمانہ ہے۔

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ

اور میں تم لوگوں سے اوران چیزوں سے کنارہ کرتا ہوں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں امید ہے کہ میں اپنے رب کے

اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا

پکارنے سے محروم نہ رہوں گا۔ پھر جب ان لوگوں سے اوران چیزوں سے علیحدگی اختیار کر لی جن کی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تو ہم نے انہیں اسحٰق اور

لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا

یعقوب عطا فرما دیئے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنا دیا اور ہم نے ان کو اپنی رحمت کا حصہ دے دیا اور ہم نے ان کے لئے

لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع

سچائی کی زبان کو بلند کر دیا۔

ابراہیم علیہ السلام کا ملاطفت سے پُر جواب

۴۷: قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ (کہا تم پر سلام ہو) یہ الوداعی سلام ہے اور سلام متارکت یا تقریب اور ملاطفت کیلئے کہا اور اسی لئے استغفار کا اس قول کے ساتھ وعدہ کیا۔(سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ) کہ عنقریب اللہ تعالیٰ سے میں تمہارے لئے معافی طلب کروں گا یعنی اپنے رب سے یہ سوال کروں گا کہ وہ تمہیں اہل مغفرت میں سے بنا دے اور اسلام کیلئے تمہاری راہنمائی فرما دے۔ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا (بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے) عمومی نعمتیں دیکر نرمی کرنے والا ہے یا رحم کرنے والا ہے۔ یا عزت دینے والا ہے۔ الحفاوۃ نرمی اور عظمت کو کہا جاتا ہے۔

۴۸: وَاَعْتَزِلُكُمْ (اور میں تم لوگوں سے الگ ہو جاؤں گا) علیحدگی کے ارادے سے مراد وہ ہجرت ہے۔ جو انہوں نے بابل سے شام کی طرف کی۔ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو) یعنی جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو۔ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ (اور میں اپنے رب کو پکاروں گا) یعنی اپنے رب کی عبادت کرونگا پھر آپ نے بطور تواضع اور کسر نفسی کے کہا اور ان کے بتوں کو پکارنے کی وجہ سے بدبختی سے اعراض کرتے ہوئے کہا۔

عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا (مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کی پکار سے بدنصیب نہ ہونگا) یعنی جس طرح تم بتوں کی عبادت کر کے بدنصیب ہو گئے۔

انعاماتِ الٰہیہ:

۴۹: فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (جب علیحدگی اختیار کر لی ان سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے) یعنی کفار اور ان کے معبودوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ (تو ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب عطا

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ

اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کیجئے بلاشبہ وہ خاص کئے ہوئے تھے اور وہ رسول تھے اور نبی تھے' اور ہم نے انہیں طور کی

جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ

داہنی جانب سے پکارا اور انہیں سرگوشی کرنے والا اپنا مقرب بنایا' اور ہم نے انہیں اپنی رحمت سے ان کا بھائی ہارون نبی بنا کر

نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾

عطا کیا' اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے بلاشبہ وہ وعدہ کے سچے تھے اور رسول تھے نبی تھے'

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے' اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے اور کتاب میں ادریس کو

اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾

یاد کیجئے بلاشبہ وہ صدیق تھے نبی تھے اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ پر اٹھالیا۔

کیے) اسحاق بیٹا اور یعقوب پوتا۔ اپنی طرف سے زائد تا کہ وہ ان دونوں سے مانوس ہوں۔ وَكُلًّا (اور ہر ایک) یعنی ہر ایک ان دونوں میں سے جَعَلْنَا نَبِيًّا (اس کو ہم نے پیغمبر بنایا) یعنی جب انہوں نے کفار اور فجار کو چھوڑ دیا اور وہ چھوڑنا فقط اللہ کی رضا مندی کی خاطر تھا اس کے بدلے میں مؤمن اور انبیاء ان کی اولاد میں پیدا کر دیے۔

۵۰: وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا (اور ہم نے ان کو اپنی مہربانی سے دیا) یعنی مال اور اولاد وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ (اور ہم نے ان کو سچی زبان دی) لِسَانَ صِدْقٍ سے مراد اچھی تعریف ہے اور اس سے مراد ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم کیلئے نمازوں میں دعا کرنا ہے اور اس دعا کو لسان سے ہی تعبیر کیا کیونکہ یہ زبان سے ہی ادا ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہاتھ سے ہونے والے کاموں کو ید سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ عطیہ ہے۔ عَلِيًّا (بلند اور مشہور)۔

تذکرہ موسیٰ علیہ السلام:

۵۱: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا (اور کتاب میں موسیٰ کا تذکرہ کرو۔ بیشک وہ خالص کئے ہوئے تھے)

قراءت: کوفی قراء نے مفضل کے علاوہ مُخْلَصًا پڑھا ہے یعنی اللہ نے ان کو خالص کیا اور چن لیا اور دیگر قراء نے مُخْلِصًا پڑھا ہے یعنی انہوں نے خود اپنے آپ کو اللہ کی عبادت کیلئے خالص کر دیا اور اصل فطرت میں جو سعادت ہوتی ہے وہ اس میں خالص تھے اور جو ان کے ذمے عبادت تھی پوری ہمت کے ساتھ اس میں بھی خالص تھے۔

وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (اور یہ رسول نبی تھے) رسول وہ ہے جس کو کوئی کتاب دی جائے اور نبی وہ ہے جو اللہ کی طرف سے خبر

دے اگرچہ اس کے ساتھ کتاب نہ ہو جیسے یوشع بن نون۔
۵۲: وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ (اور ہم نے اس کو طور کے ایک جانب سے آواز دی) یعنی اس کو دعوت دی اور جمعہ کی رات ہم نے اس سے کلام کی۔ الطور یہ مدین اور مصر کے مابین پہاڑ ہے۔ الایمن: دائیں یہ یمین سے ہے یعنی اس کی دائیں جانب سے۔

جمہور کے نزدیک اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی دائیں جانب ہے کیونکہ پہاڑ کا دایاں بایاں ہوتا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ مدین سے مصر کی طرف آرہے تھے تو درخت سے آواز دی گئی اور وہ درخت سے پہاڑ کے ایک جانب میں جو موسیٰ علیہ السلام کی دائیں طرف تھی۔ وَقَرَّبْنٰهُ (اور ہم نے ان کو قریب کیا) مرتبہ کے اعتبار سے قریب مراد ہے جگہ و مکان کے اعتبار سے نہیں۔ نَجِيًّا مناجات کیلئے۔

نحو: نجیا یہ حال ہے اس حال میں کہ وہ مناجات کرنے والے تھے۔ اس کی دوسری نظیر ندیم بمعنی منادم ہے۔
۵۳: وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ (اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے عطاء کیا) مِنْ اجلیہ ہے اپنی رحمت کے سبب سے اور اس پر اپنی مہربانیوں کی وجہ سے اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا (اس کے بھائی ہارون کو نبوت)

نحو: اخاہ مفعول اور ھارون اس کا بدل اور نبیًا حال ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے و وھبنالہ نبوۃ اخیہ ہم نے اس کو ان کے بھائی ہارون کی نبوت ھبہ کردی ورنہ ہارون تو ان سے عمر میں بڑے تھے۔ ان کے ھبہ کا کوئی معنی نہیں۔

اسماعیل علیہ السلام کی صفات کا تذکرہ:

۵۴: وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ (اور کتاب میں تذکرہ کریں اسماعیل کا) صحیح قول کے مطابق یہ ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (بیشک وہ وعدے کے سچے تھے) انہوں نے ایک آدمی سے وعدہ کیا کہ وہ اسی جگہ اس کے آنے تک کھڑے ہوں۔ ایک سال تک اسی جگہ اس کا انتظار کیا یہاں تک کہ وہ واپس لوٹا۔ یہ روایت صحت کے لحاظ سے واللہ اعلم کیسی ہے۔ وعدہ وفائی کیا یہ کافی نہیں کہ انہوں نے ذبح پر صبر کا قول دیا تھا جو پورا کر دیا۔ (ستجدنی انشاء اللّٰہ من الصابرین)۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے جو وعدہ کیا وہ پورا کر دیا۔ صدقِ وعدہ کو ان کی خصوصی صفت بطور تشریف کے ذکر کیا ورنہ تو تمام انبیاء علیہم السلام ہی سچے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ اس صفت سے معروف و مشہور تھے۔ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (وہ رسول نبی تھے) بنو جرھم کی طرف رسول تھے۔ نبیًا یعنی منذر و مخبر صادق تھے۔
۵۵: وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (وہ اپنے اہل کو نماز اور زکوۃ کا حکم کیا کرتے تھے) اھلہ سے ان کی امت مراد ہے۔ کیونکہ پیغمبر امت کا باپ ہوتا ہے اور امت والے اس کے اہل بیت ہوتے ہیں۔ اس میں دلیل ہے کہ وہ دوسروں کے متعلق مداہنت کرنے والے نہ تھے۔ صلوٰۃ' زکوۃ کا خاص طور پر اسلئے ذکر کیا کیونکہ یہ دونوں عبادتیں تمام عبادات بدنیہ اور مالیہ کی بنیاد ہیں۔ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (وہ اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا)
قراءت: مَرْضِيًّا کو مَرْضُوًّا اصل کی بنیاد پر پڑھا گیا۔

۵۶: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ (اور کتاب میں ادریس کا تذکرہ کرو) انہیں کا نام اخنوخ تھا یہ آدم علیہ السلام کے بعد پہلے رسول ہیں اور پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھا اور لباس کو سیا۔ یہ علم نجوم اور حساب میں گہری نظر رکھتے تھے آپ نے سب سے پہلے ترازو اور ماپ کے آلات اور اسلحہ ایجاد کیا اور قابیل کی اولاد سے قتال کیا۔

ایک تحقیق:

بعض لوگوں نے ان کے متعلق یہ بات کہی ہے کہ ان کو ادریس اسلئے کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب اللہ کے بہت زیادہ پڑھنے والے تھے یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ افعیل کے وزن پر درس کے لفظ سے لیا جائے تو اس میں ایک ہی سبب بنتا ہے۔ اور وہ علمیت ہے اور یہ منصرف بنے گا حالانکہ اس کا غیر منصرف ہونا معروف ہے اور عجمہ ہونے کی دلیل ہے پس الدرس سے مشتق ہونے کا کوئی معنی ہی نہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (بیشک وہ صدیق نبی تھے) ان پر اللہ تعالیٰ نے تیس صحیفے اتارے۔

مرادِ رفع:

۵۷: وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (اور ان کو ہم نے بلند کیا اونچے مکان پر) مکان سے مراد یہاں شرف نبوت اور اللہ کے ہاں مرتبہ ہے بعض نے کہا کہ رفع مکان سے مراد چوتھے آسمان کی طرف اٹھانا ہے اور فرشتے ان کو اٹھا کر لے گئے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات ان کو دیکھا۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ رفع سے مراد جنت کی طرف اٹھانا ہے کیونکہ کوئی چیز جنت سے اعلیٰ نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کثرتِ عبادت کی وجہ سے وہ ملائکہ کے محبوب بن گئے انہوں نے موت کے فرشتے کو کہا کہ مجھے موت چکھاؤ تاکہ وہ مجھ پر آسان ہو جائے اس نے ایسا کیا پھر اللہ کے حکم سے وہ دوبارہ زندہ کئے گئے پھر اس کو کہا کہ مجھے آگ میں داخل کرو تاکہ اللہ کا ڈر زیادہ ہو جائے اس نے ایسا کر دیا پھر کہا مجھے جنت میں داخل کرو تاکہ اس کی رغبت بڑھ جائے اس نے اس طرح کر دیا پھر اس نے کہا تم جنت سے نکلو ادریس کہنے لگے میں نے موت کو چکھا اور میں آگ میں وارد ہوا اب میں جنت سے نہیں نکلوں گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے میرے حکم سے ایسا کیا اور میرے اذن سے وہ داخل ہوا پس اس کو چھوڑ دو۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی ان میں انبیاء کرام ہیں جو آدم کی نسل سے ہیں اور ان لوگوں کی نسل سے ہیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ

نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ

سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل کی نسل سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور جنہیں ہم نے چن لیا جب ان پر رحمٰن کی آیات

عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ ﴿٥٨﴾ فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا

تلاوت کی جاتی ہیں تو سجدہ کرتے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آ گئے جنہوں نے نماز کو

الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ ۖ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَ

ضائع کر دیا اور خواہشوں کے پیچھے لگ گئے سو یہ لوگ عنقریب خرابی دیکھیں گے سوائے اس شخص کے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور

عَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ﴿٦٠﴾ جَنَّاتِ عَدْنٍ

نیک عمل کیے سو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا' یہ جنت ہمیشہ رہنے کے باغوں کو شامل ہوئی

الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَّا يَسْمَعُونَ

جس کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے بلاشبہ اس وعدہ کا وقت ضرور آنے والا ہے وہ اس میں سلام کے علاوہ کوئی

فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا ۖ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ

لغو بات نہیں سنیں گے اور ان کا رزق ان کو جنت میں صبح و شام ملے گا' یہ جنت ہے

الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَن كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾

جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اسے وارث بنائیں گے جو ڈرنے والا ہو۔

اعلیٰ جماعت کا ذکر:

۵۸: أُولَٰٓئِكَ (یہ) أُولَٰٓئِكَ اسم اشارہ سے حضرت زکریا سے لیکر ادریس علیہ السلام تک جو مذکورہ ہیں ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ (وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء علیہم السلام میں سے) یہ مِنْ بیانیہ ہے کیونکہ تمام انبیاء انعام یافتہ ہیں۔ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ (آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے) یہ من تبعیض کیلئے ہے ادریس علیہ السلام

آدم علیہ السلام کے قرب کیوجہ سے ان کی اولاد میں سے تھے یہ نوح علیہ السلام کے والد کے دادا لگتے تھے۔

وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ (اوران میں سے جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار کیا) ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام کی اس اولاد میں سے ہیں جن کو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا گیا کیونکہ وہ سام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔

وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ (اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے) اس سے اسماعیلؑ اسحاقؑ اور یعقوب مراد ہیں۔ وَاِسْرَآءِيْلَ یعنی (اسرائیل کی اولاد میں سے) مراد اس سے یعقوب علیہ السلام، موسیٰ، ہارون، زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ ہیں کیونکہ مریم ان کی اولاد میں سے تھیں۔ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا (اوران میں سے جن کو ہم نے ہدایت دی) اس کا عطف پہلے مِنْ پر ہے اور دوسرا مَنْ پر ہے۔ هَدَيْنَا سے مراد ہم نے ان کی راہنمائی اسلام کے محاسن کی طرف کر دی۔

وَاجْتَبَيْنَا (اور ہم نے ان کو چنا) یعنی لوگوں میں سے یا شریعت کی وضاحت اور حقیقت کو کھولنے کیلئے۔ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ (جب ان کے سامنے رحمان کی آیات پڑھی جاتی تھیں) آیات الرحمان سے مراد اللہ کی ان زمانوں میں اتاری جانے والی کتابیں۔

نحو: اگر الذین کو اولٓئک کی خبر بنایا جائے تو یہ جملہ مستانفہ ہے اور اگر اس کو تم اولٓئک کی صفت بناؤ تو پھر یہ خبر ہے۔

قراءت: قتیبہ نے یُتلی پڑھا ہے کیونکہ فاصل موجود ہے اس کے باوجود کہ تانیث غیر حقیقی ہے۔ خَرُّوْا سُجَّدًا (وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں) یعنی وہ رغبت کے ساتھ چہروں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

وَّ بُكِيًّا (روتے ہوئے) جمع بَاكٍ کی ہے جیسے سجود اور قعود جمع ساجد اور قاعد کی ہے۔ بُکِیًّا کا معنی دور سے روتے ہوئے۔ حدیث میں ہے تم قرآن کی تلاوت کرو اور روؤ اگر تمہیں رونا نہ آئے تو بتکلف رونے والی کیفیت بناؤ۔ (رواہ احمد ابوداود) صالح مری کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اکرم ﷺ کے سامنے قرآن مجید پڑھا آپ نے مجھے فرمایا اے صالح یہ تو قراءت ہوئی بکاء کہاں ہے۔

مسئلہ: سجدۂ تلاوت میں سبحان ربی الاعلی تین مرتبہ کہنا چاہیے۔

نالائق لوگ:

۵۹: فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ (پھر آئے ان کے بعد کچھ ایسے نالائق) ان فضیلت والے لوگوں کے بعد بری اولاد آئی۔ خَلَفَ یہ لام کے فتح کے ساتھ لائق اولاد کیلئے آتا ہے۔ اور جزم کے ساتھ نالائق کیلئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد یہود ہیں۔ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ (جنہوں نے نماز کو برباد کیا) یعنی فرضی نماز کو چھوڑ دیا۔ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ (اورانہوں نے نفسانی خواہشات کی پیروی کی) شہوات سے مراد نفوس کی لذتیں ہیں۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد وہ آدمی ہے جس نے مضبوط مکانات بنائے اور جس چیز کو دیکھا اسی کے پیچھے پڑ گیا اور جس نے شہرت والا لباس پہنا۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس امت کے لوگ مراد ہیں۔

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (پس یہ لوگ عنقریب خرابی پائیں گے) یعنی گمراہی کی سزا پائیں گے اہل عرب کے ہاں ہر شر غیّ

جیسا کہ ہر خیر رَشَاد کہلاتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں غی جہنم کی ایک وادی ہے جو پانچ قسم کے گناہوں پر اصرار کرنے والے کیلئے تیار کی گئی ہے۔(۱) زنا پر اصرار کرنے والا۔(۲) شراب کا عادی (۳) سود خوری سے باز نہ آنے والا۔(۴) ماں باپ کی نافرمانی پر جمار ہنے والا (۵) جھوٹی گواہی پر اصرار کرنے والا۔[رواہ ابن مردویہ]

تائبین کیلئے خصوصی انعام:

۶۰: اِلَّا مَنْ تَابَ (مگر وہ شخص جس نے توبہ کر لی) یعنی کفر سے لوٹ آیا۔ وَاٰمَنَ (اور ایمان لے آیا) اس کی شرائط کے ساتھ وَعَمِلَ صَالِحًا (اور اس نے نیک عمل کئے) اپنے ایمان لانے کے بعد فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ (پس ایسے لوگ جنت میں جائیں گے)

قراءت: مکی، بصری اور ابوبکر نے یَدخلون کو یاء کے ضمہ اور خاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔یعنی یُدْخَلُوْنَ پڑھا ہے۔

وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا (اور ان کی ذرا بھر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی) یعنی ان کے اعمال کی جزاء میں ذرا بھر بھی چیز کم نہ کی جائے گی اور نہ اس سے روکے جائیں گے بلکہ ان کیلئے بدلے کو بڑھا دیا جائے گا۔(۲) ان کے ظلم میں سے کوئی چیز بھی کم نہ کی جائے گی۔

۶۱: جَنّٰتِ عَدْنِ ٰالَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ (ہمیشہ رہنے کے وہ باغات جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے)

نحو: جنّٰت یہ الجنۃ سے بدل ہے کیونکہ جنت جنّٰتِ عدن پر مشتمل ہے اور جنت جنس ہے۔(۲) یا یہ مدح کی بناء پر منصوب ہے اور عدن یہ معرفہ ہے کیونکہ معرفہ ہونے کی وجہ سے العدن کے معنی میں ہے جس کا معنی اقامت ہے۔(۳) یا یہ جنت کی زمین کا نام ہے کیونکہ وہ اقامت کی جگہ ہے عبادہ سے مراد رجوع کرنے والے مؤمنین ہیں جو کہ اعمال صالحہ کرتے رہیں جیسا کہ ان کا تذکرہ بھی گزرا اور اس لئے بھی کہ ان کی اضافت اپنی طرف فرمائی جو کہ اختصاص کی دلیل ہے پس یہ خاص لوگ ہوئے۔

بِالْغَيْبِ (غائبانہ طور پر) یعنی جنت کا ان سے ایسے حال میں وعدہ کیا کہ وہ ان سے غائب تھی ان کے سامنے موجود نہ تھی یہ جنت سے غائب ہیں۔اور اس کا مشاہدہ نہیں کر رہے (لیکن اس کے باوجود اس پر ایمان لانے والے ہیں) اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا (بے شک اللہ تعالیٰ کی وعدہ کی ہوئی چیز کو وہ ضرور پہنچیں گے) ہ ضمیر شان ہے۔یا ضمیر کا مرجع الرحمان ہے۔وعدہ سے مراد موعودہ جس کا وعدہ کیا گیا یعنی جنت۔ماتیًّا یہ اسم ظرف ہے یا اسم مفعول جو بمعنی فاعل ہے یعنی جنت میں وہ ضرور جائیں گے۔

۶۲: لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا (وہ لوگ اس میں نہیں سنیں گے) یعنی جنت میں لَغْوًا (کوئی فضول بات) یعنی فحش یا جھوٹ یا فضول کلام لغو اس کو کہا جاتا ہے جس کو کلام میں سے نکال دیا جائے۔

فائدہ: اس میں متنبہ کر دیا کہ لغو سے پرہیز کرنا اور بچنا لازم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو لغو سے پاک قرار دیا جس میں کوئی تکلیف نہیں۔

اِلَّا سَلٰمًا (مگر سلام) یعنی وہ ملائکہ سے سلام سنیں گے (۲) ایک دوسرے سے سلام سنیں گے (۳) وہ اس میں کوئی ایسی بات نہ سنیں گے مگر وہ بات کہ جو عیب اور نقص سے پاک ہو جمہور علماء کے نزدیک یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔اور ایک اور قول کے مطابق

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ

اور ہم نہیں نازل ہوتے مگر آپ کے رب کے حکم سے۔ اسی کے لئے ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ

اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔ وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ سو آپ اس کی عبادت کیجئے اور اس کی عبادت پر

لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ ع ۱۵ ۷

ثابت قدم رہیے کیا آپ اس کا کوئی ہم نام جانتے ہیں؟

سلام کا معنی سلامتی کی دعا ہے جبکہ دارالسلام کے رہنے والے سلامتی کی دعا سے مستغنی ہوں تو ظاہر کے اعتبار سے یہ بھی لغو بات میں شامل ہے اور فضول بات کا حصہ ہے اگر اس میں اکرام کا فائدہ نہ مانا جائے۔

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (اور اس میں ان کیلئے صبح و شام رزق ہوگا) یعنی ان کو ان کا رزق دنیا کے دن کی دونوں اطراف کی مقدار سے عطا کئے جائیں گے کیونکہ وہاں نہ رات ہے نہ دن وہ ہر وقت نور کے اندر رہیں گے دن کی مقدار وہ پردوں کے اٹھانے اور رات کی مقدار پردوں کے لٹکانے سے معلوم کریں گے صبح اور شام کا رزق اہل عرب کے ہاں افضل ترین زندگی کا حصہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کی اس سے تعریف فرمائی دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد رزق کا دوام ہے جیسے محاورہ میں کہتے ہیں انا عند فلانٍ بکرۃ وعشیا کہ میں فلاں کے پاس صبح شام ہوتا ہوں مراد اس سے دوام ہوتا ہے۔

اعمال کی میراث:

۶۳: تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا (یہ جنت ایسی ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے ایسے لوگوں کو بنائیں گے) یعنی ان کے اعمال کی میراث اس کو قرار دیں گے میراث سے مراد پھل اور انجام ہے دوسرا قول یہ ہے وہ ایسی اقامت گاہوں کے وارث ہونگے جو اہل نار کی ہونگی۔ اگر وہ ایمان لاتے کیونکہ کفر حکما موت ہے۔ مَنْ كَانَ تَقِيًّا (جو خدا سے ڈرنے والے ہوں) تقیًّا سے یہاں مراد شرک سے بچنے والے ہیں۔

۶۴: شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے جبرئیل تمہیں ہماری زیادہ ملاقات سے کون سی چیز روکنے والی ہے جتنی کہ اب تم ملاقات کرتے ہو تو اس پر یہ آیت اتری۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ (اور ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم سے) [رواہ البخاری] التنزل کے دو معنے ہیں۔ (۱) تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اترنا (۲) مطلقاً اترنا۔ یہاں پہلا معنی زیادہ مناسب ہے یعنی ہمارا اترنا وقتاً فوقتاً اللہ کے حکم ہی سے ہوتا ہے۔ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (اور اسی کی مِلک ہیں ہمارے سامنے کی سب چیزیں اور ہمارے پیچھے کی سب چیزیں ہیں اور ان کے درمیان کی سب چیزیں ہیں اور آپکا رب بھولنے والا نہیں)۔ بین ایدی

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ ءَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنٰهُ

اور انسان کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا یہ ضروری بات ہے کہ میں عنقریب زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ کیا انسان اس بات کو نہیں سوچتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے

مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ

پیدا کیا اور وہ کچھ بھی نہ تھا تیرے رب کی قسم ہے ہم ان لوگوں کو ضرور ضرور جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی، پھر ہم ان کو دوزخ کے قریب اس حال میں حاضر کردیں گے کہ گھٹنوں کے

جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ

بل ۔۔۔ ہوں گے پھر ہم ہر جماعت میں سے ان کو علیحدہ کردیں گے (جنہوں نے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی) جو رحمٰن کے مقابلہ میں بہت سخت سرکشی اختیار کیے ہوئے تھے پھر

لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾

ہم ہی ان لوگوں کو خوب جانتے والے ہیں جو دوزخ میں داخل ہونے کے زیادہ مستحق ہیں۔

سے مراد جو ہمارے سامنے ہے۔ اور خلف جو ہمارے پیچھے چیزیں ہیں اور بین ذلک سے مراد جن میں ہم ہیں۔ ہم ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت سے ہی منتقل ہوتے ہیں اصل میں وہ خود ہی ہر حرکت و سکون کو جاننے والا اور حفاظت کرنے والا ہے اور جو حالات پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں اس کے متعلق غفلت و نسیان کا تصور بھی جائز نہیں۔ پس ہمارے لئے اس کی بادشاہی میں کیسے ممکن ہے کہ ہم ادھر ادھر جائیں سوائے اس کے کہ وہ ہمیں اجازت مرحمت فرمائے۔

۶۵: رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (وہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا رب ہے)

نحو: رب السمٰوٰت (۱) یہ رَبُّكَ سے بدل ہے۔ (۲) یہ مبتدا محذوف ھُوَ کی خبر ہے۔

پھر اپنے رسول ﷺ کو فرمایا کہ جب آپ نے جان لیا کہ وہ ان صفات سے متصف ہے تو فَاعْبُدْهُ (پس تم اسی ہی کی عبادت کرو) یعنی اس کی عبادت پر قائم رہو۔ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ (اور اس کی عبادت پر مضبوطی سے جمے رہو) یعنی معبود کی عبادت پر حاسدوں کی تکالیف پر صبر کیجئے اور خالق کائنات کی عبادت کیلئے مشقتوں کو برداشت کیجئے تاکہ اس عبادت پر آپ کو جماؤ حاصل ہو اس صورت میں لام اجلیہ ہے۔ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (کیا تم کسی کو اس کا ہم صفت جانتے ہو) سَمِيًّا کا معنی شبہا و مثلاً یعنی مشابہ اور مماثل (۲) کیا کسی اور کا نام اس کے سوا اللہ ہے کیونکہ یہ نام تو معبود حقیقی کیلئے خاص ہے یعنی جب یہ بات صحیح ثابت ہوگئی کہ کوئی ایسا معبود نہیں جس کی طرف بندے عبادت میں متوجہ ہوسکیں سوائے اس اکیلی ذات کے تو اب اس کی عبادت کے بغیر بھی کوئی چارہ کار نہیں۔ اور اس کی عبادت کی مشقتیں اٹھانے کے بغیر بھی گزارہ نہیں۔

۶۶: شانِ نزول: ابی بن خلف جمحی نے ایک بوسیدہ ہڈی کو ہاتھ سے چورا کرتے ہوئے کہا کیا ہم اس طرح ہو جانے کے بعد

دوبارہ اٹھائے جائیں گے پس یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَ اِذَا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا (کیا انسان یوں کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا)

نحو: اذا میں عامل دلالتِ کلام کے مطابق البعث ہے تقدیر کلام یہ ہے: اِذَامَامِتُّ اُبعثُ اس کو اُخرجُ کی وجہ سے منصوب قرار دینا درست نہیں کیونکہ لام ابتدائیہ کا مابعد ماقبل میں عمل نہیں کرتا اس طرح نہیں کہا جاسکتا الیوم لزید قائم ۔مضارع پر جو لام ابتدائی داخل ہوتی ہے وہ حال کا معنی دیتی ہے اور مضمونِ جملہ کی تاکید کرتی ہے۔اب جب حرف استقبال آگیا تو خالص تاکید کا فائدہ اس سے حاصل ہوا اور حال کا معنی معدوم ہوگیا۔

ما ۔اذاما میں تاکید ہی کیلئے ہے گویا اس طرح کہا گیا احقًا اَنَّا سَنُخْرِجُ مِنَ الْقُبُوْرِ اَحْيَاء حِيْنَ يتمكن فِيْنَا الموت و الهلاك ۔کیا یہ برحق ہے کہ ہم عنقریب قبور سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے جبکہ موت و ہلاکت ہم پر اپنے پنجے مکمل طور پر گاڑ لے گی۔اور یہ بطور استنکار و استبعاد ہے۔ظرف کو مقدم کرنا اور پھر حرف انکار کے قریب لانا اسی قبیل سے ہے کہ موت کے بعد والے وقت میں زندگی کا ہونا انوکھی چیز ہے اور اسی سے ان کو انکار تھا۔

منکرینِ بعثت کو جواب:

۶۷: اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ (کیا یہ شخص اس بات کو نہیں سمجھتا کہ)

قراءت: شامی، نافع و عاصم نے الذکر سے قرار دے کر تخفیف سے پڑھا ہے۔اور باقی قراء نے ذال اور کاف کی تشدید سے پڑھا ہے اور اس کی اصل يتذكر ہے جیسا کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے تاء کا ذال میں ادغام کر دیا۔اس کا معنی اَوَلَا يَتَدَبَّرُ؟ (کیا وہ تدبر نہیں کرتے) واؤ عاطفہ ہے اور یقول پر اس کا عطف ہے۔اور ہمزۂ انکار معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان لائے ہیں۔مطلب یہ ہے ایقول ذلك ولا يتذكر حال النشأة الاولى حتى لا ينكر النشأة الاخرى؟ کیا وہ یہ بات کہتے ہوئے پہلی پیدائش کا حال یاد نہیں کرتا تاکہ وہ دوسری کا انکار نہ کرتا؟ اول حالت خالق کی قدرت پر زیادہ دلالت کرنے والی ہے۔اس طرح کہ اس نے جواہر و اعراض کو عدم سے وجود بخشا۔اور دوسری حالت تو صرف اجزائے موجودہ کو جوڑ دینا اور تفریق کے بعد مجموعہ کی شکل دینا ہے۔اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ (بیشک ہم نے اس کو اس سے قبل پیدا کیا) اس حالت سے پہلے جس میں وہ ہے اور وہ حالتِ بقاء ہے۔وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (وہ کچھ بھی نہ تھا) اور وہ دلیل ہے کہ معدوم کوئی چیز نہیں۔جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔البتہ معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔

۶۸: فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ (پس قسم ہے آپ کے رب کی ہم ضرور ان کو جمع کریں گے) بعث کے انکار کرنے والے کفار کو وَالشَّيٰطِيْنَ (اور شیاطین کو) واؤ بمعنی مع زیادہ وقیع ہے تقدیر عبارت یہ ہے یحشرون مع قرنائهم من الشياطين الذين اغووهم ۔ان کو ان کے قرین شیاطین کے ساتھ اٹھایا جائیگا۔وہ شیاطین جنہوں نے ان کو اغواء کیا ہر کافر کو شیطان کے ساتھ ایک زنجیر میں جکڑ دیا جائے گا۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف اپنی نسبت کر کے قسم اٹھائی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان کی طرف اشارہ ہے۔

ثُمَّ لَنُحۡضِرَنَّهُمۡ حَوۡلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا (پھر ہم ان سبکو جہنم کے اردگرد گھٹنوں کے بل حاضر کردیں گے)۔

نحو: جثیًّا یہ حال ہے اور جاثٍ کی جمع ہے۔ زانو کے بل بیٹھنا اس کا وزن فعول ہے کیونکہ یہ اصل میں جثو و ہے جیسے سجود و ساجد ہے کفار کو محشر سے جہنم کے کنارے کی طرف ان کی اسی حالت پر کھینچ کر لایا جائے گا۔ جس حالت میں وہ میدان حشر میں گھٹنوں کے بل تھے۔ قدموں پر نہ چلایا جائے گا۔

بڑے سرکش:

۶۹: ثُمَّ لَنَنۡزِعَنَّ مِنۡ كُلِّ شِيۡعَةٍ (پھر ہم ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو علیحدہ کریں گے) شیعہ پیروگروپ کو کہتے ہیں جس نے گمراہوں میں سے کسی گمراہ کی پیروی کی ہو۔ اَيُّهُمۡ اَشَدُّ عَلَى الرَّحۡمٰنِ عِتِيًّا (جو ان میں سے سب سے زیادہ رحمان کی سرکشی کرتا تھا) جو زیادہ تھا جرأت میں یا فجور وفسق میں۔ مطلب یہ ہے گمراہوں کے گروہوں میں سے پہلے سب سے زیادہ سرکش (سرغنے) گروہ کو ہم نکالیں گے اور پھر ان کے بعد درجہ بدرجہ۔ جب وہ جمع ہو جائیں گے تو ہم ان کو بالترتیب آگ میں ڈال دیں گے عذاب کے اولین حقداروں کو اولًا ان کے بعد والوں کو بعد میں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اشدھم عتیًّا سے مراد ان کے سربراہ کیونکہ ان کے جرائم دوگنا ہیں کیونکہ وہ خود نمبرا۔ گمراہ ہیں۔ نمبر۲۔ گمراہ کرنے والے ہیں۔

نحو: سیبویہ کا قول ایھم مبنی علی الضم ہے کیونکہ صدر جملہ جو کہ اس کا صلہ تھا وہ ساقط ہو گیا اور وہ ھو من اشد ہے اگر اس کو لایا جاتا تو اس کا اعراب نصب والا ہوتا۔ ایک قول یہ ہے یہ اصل میں ایھم ھُوَ اَشَدُّ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے صلہ موصول کی وضاحت وتبیین کرتا ہے جیسا کہ مضاف الیہ مضاف کی وضاحت کرتا ہے اور اس کی تخصیص کا فائدہ دیتا ہے پس جس طرح حذفِ مضاف الیہ من قبل میں مضاف کو لازماً مبنی بنا دیتا ہے۔ اسی طرح حذفِ صلہ سے بھی موصول مبنی بنانا چاہیے۔ یا کم از کم ایسی چیز بنے جس کو بناء لازم آئے۔ اور ننزع کی وجہ سے یہ محلًا منصوب ہے۔

خلیل رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ایھم معرب ہے اور مبتدا ہے اور اشد اس کی خبر ہے اس کو رفع حکایۃ دیا گیا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لننزعن الذین یقال فیھم ایھم اشد علی الرحمان عتیًّا۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ننزع من کل شیعۃ پر واقع ہونے والا ہو۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ووھبنا لھم من رحمتنا ۔ [مریم:۵۰] اس صورت میں کلام اس طرح ہے لننزعن بعض کل شیعة (ہم ہر بڑے گروپ کے بعض کو کھینچیں گے) گویا کہ کوئی کہنے والا اس طرح کہہ رہا ہے۔ من ھم؟ وہ کون ہیں! تو جواب دیا ایھم اشد عتیا جو ان میں سے سرکشی میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اور علٰی یہ افعل کے متعلق ہے۔ کلام اس طرح ہے عتو ھم اشدّ علی الرحمان ۔ ان کی سرکشی رحمان پر بہت ہی زیادہ ہے۔

۷۰: ثُمَّ لَنَحۡنُ اَعۡلَمُ بِالَّذِيۡنَ هُمۡ اَوۡلٰى بِهَا (پھر ہم ضرور اچھی طرح جانتے ہیں ان لوگوں کو جو دوزخ میں داخلے کے سب سے

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اس پر وارد نہ ہو۔ آپ کے رب کا یہ حکم لازمی ہے جس کا فیصلہ کیا جا چکا ہے پھر ہم ان لوگوں کو نجات دے دیں گے جو ڈرتے تھے

وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

اور ظالموں کو اس میں ایسی حالت میں چھوڑ دیں گے کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔

زیادہ مستحق ہونگے) بِهَا کی ضمیر نار کی طرف ہے یعنی آگ کے زیادہ حقدار صلیاً تمیز ہے اور اس کا معنی داخلہ ہے بِاَ یہ اولی کے متعلق ہے (ثُمَّ یہاں تراخی زمان کیلئے نہیں بلکہ تراخی مرتبہ کیلئے ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے ثم کان من الذین امنوا)۔

جہنم پر ورود:

۷۱: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر کہ اس نے دوزخ پر وارد ہونا ہے) وارد کا معنی یہاں داخل ہے اور ھا سے مراد نار ہے۔ جمہور اہلسنّت کے نزدیک ورود کا معنی یہاں دخول ہے جیسا کہ یہ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس لئے کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا فاوردھم النار [سورۃ ہود:۹۸] اور ایک اور ارشاد میں ہے۔ لو کان ھٰؤلاء الھۃ ما وردوھا [الانبیاء:۹۹] اور ایک اور ارشاد میں اس طرح فرمایا ثم نُنَجّی الذی اتقوا [مریم:۷۲] کیونکہ نجات کا تصور داخلے کے بعد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی جس کو امام احمد نے روایت کیا الورود کا معنی دخول ہے۔ لا یبقی بر و لا فاجر الا دَخَلَهَا فتکون علی المؤمنین بردًا و سلاما کما کان تلی ابراھیم [رواہ احمد] دوسری روایت میں ہے کہ آگ مؤمن کو کہے گی جز یا مؤمن فان نورك اطفاك لَهَبِی [رواہ طبرانی] دوسرا قول یہ ہے کہ ورود دخول ہی کے معنی میں ہے لیکن یہ کفار کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ قراءتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے وان منھم پس قراءت مشہورہ کو التفات پر محمول کیا جائے گا۔ اور ایک قول کے مطابق جو حضرت عبداللہؓ سے منقول ہے کہ ورود کا معنی حضور ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَمَّا ورد ماء مدین [القصص:۲۳] اور دوسرے ارشاد میں فرمایا: اولٰٓئك عنھا مُبعَدون [الانبیاء:۱۰۱] تو عنھا میں ھا سے مراد جہنم ہے۔ مگر اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ھا سے مراد اس کا عذاب ہے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ و قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

کہ ورود یہاں مرور علی الصراط کے معنی میں ہے کیونکہ صراط جہنم کے اوپر بنا ہوا ہے پس اہل جنت اس سے بچے رہیں گے اور اہل نار اس میں گرتے جائیں گے۔

مجاہد کا قول:

یہ ہے کہ مؤمن کا آگ میں وارد ہونا اس پر ہوگا جس طرح دُنیا میں بخار اس کے جسم میں چڑھ جاتا ہے اس لئے آپ علیہ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ

اور جب ان پر ہماری کھلی کھلی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر لوگ ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریق میں سے

خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾

مقام کے اعتبار سے کون بہتر ہے اور مجلس کے اعتبار سے کون اچھا ہے؟ اور ان سے پہلے ہم نے کتنی جماعتیں ہلاک کردیں جو ساز و سامان اور نظروں میں بھانے کے اعتبار سے اچھے تھے

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ

آپ فرما دیجئے کہ جو شخص گمراہی میں ہوگا تو رحمٰن اسے مہلت دے گا یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾ وَ

تو یا عذاب ہوگا یا قیامت ہوگی۔ سو عنقریب جان لیں گے کہ وہ کون ہے جو بری جگہ والا ہے اور لشکر کے اعتبار سے کمزور تر ہے' اور

يَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ ان کی ہدایت کو اور بڑھا دے گا اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے پاس ثواب کے اعتبار سے بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں۔

السلام نے ارشاد فرمایا کہ بخار آگ میں سے ہر مؤمن کا حصہ ہے۔ (رواہ البزار)

ایک صحابیؓ نے دوسرے کو کہا کہ کیا تمہیں ورود نار کا یقین ہے؟ اس نے کہا ہاں اس نے کہا کہ کیا تمہیں واپس لوٹنے کا یقین ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر ہنستے کیوں ہو اور بو جھل کیوں بنتے ہو۔ (رواہ احمد فی الزہد)

كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (یہ تیرے رب کے ذمے لازم ہے جو ضرور پورا ہو کر رہے گا) یعنی ان کا ورود لازم ہے۔ جس جس کا فیصلہ ہو چکا۔ الحتم یہ مصدر ہے حتم الامر کا۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ اس کام کو اپنے اوپر لازم کر لے اور پس اس اس کا نام موجب رکھا جاتا ہے جیسے ان کا قول ہے ضرب الامیر۔

۷۲: ثُمَّ نُنَجِّي (پھر ہم نجات دیں گے)

قراءت: علی نے اسکو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا) اتَّقَوْا سے مراد شرک سے بچنا ہے۔ اور مراد اس سے مؤمن ہیں۔ وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (اور ہم چھوڑ دیں گے ظالموں کو اس میں زانوں کے بل بیٹھا ہوا)۔

نکتہ: اس آیت میں دلیل ہے کہ تمام داخل ہونگے اس لئے آگے ونذر فرمایا اور ندخل منہیں فرمایا اہل السنت کا مسلک یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ممکن ہے اپنے گناہوں کی مقدار کے مطابق سزا پا کر پھر بچا لیا جائے اور یہ نجات پانا اس کا یقینی ہے۔

مرجیہ کا قول ہے کہ اس کو سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ اسلام کے ساتھ معصیت ان کے ہاں نقصان دہ نہیں ہے۔ معتزلہ کا قول یہ ہیکہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیگا۔

مشرکین کا فقرائے صحابہ رضی اللہ عنہم کو استہزاء:

۷۳: وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا (جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتیں) آیات سے مراد یہاں قرآن ہے۔ بَیِّنٰتٍ واضح یعنی جن کا معجزہ ہونا ظاہر ہے۔ یا بینات کا معنی دلائل و براہین۔

نحو: یہ حال موکدہ ہے جیسا کہ اس آیت میں وَھُوَ الحَقُّ مصدقًا [البقرہ:۹۱] اس لئے کہ آیات اللہ تو واضح ہی ہوتی ہیں اور دلیل ہی ہوتیں ہیں۔ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (تو کافر کہتے ہیں) یعنی کافروں سے یہاں مشرکینِ قریش مراد ہیں جو کہ مالدار اور اپنے بالوں کو کنگھی کرنے والے اور زینت میں تکلف کرنے والے تھے۔ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (ان لوگوں کو جو ایمان لائے یعنی فقرائے صحابہ کو جن کے سروں کے بال پراگندہ اور کپڑے کھردرے اور موٹے تھے) اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ (دونوں جماعتوں میں سے کون سی جماعت ہم یا تم) خَیْرٌ مَّقَامًا (مرتبے کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہے)۔

نحو: مقامًا میم کے فتحہ کے ساتھ موضعِ قیام کو کہتے ہیں مراد اس سے جائے سکونت اور مکان ہے اور ضمہ کے ساتھ جیسا کہ مکی نے پڑھا موضعِ اقامت اور منزل مراد ہے۔

وَّ اَحْسَنُ نَدِیًّا (زیادہ اعلیٰ ہے مجلس کے لحاظ سے۔) ندیا ایسی مجلس جس میں مشورے کیلئے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے اللہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے ایسی نشانی اتاردی جس میں دلائل و براہین تھے تو انہوں نے اس میں تدبیر سے اعراض کر کے مال و دولت اور حالت و مکان کی خوبصورتی پر فخر کی طرف رخ کر لیا۔ پس اسی لئے ارشاد فرمایا۔

۷۴: وَکَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنْ قَرْنٍ (ہم نے ان سے پہلے بہت سے قرن والوں کو تباہ کر دیا)

نحو: کَمْ اھلکنا کا مفعول ہے اور مِنْ ابہام کی وضاحت کیلئے ہے مطلب یہ ہے بہت سے اہل زمانہ کو ہم نے ہلاک کیا اور ہر زمانے والے بعد والوں کیلئے اہل قرن ہیں۔ ھُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا (جو کہ ان سے زیادہ اچھے تھے دنیوی سامان کے اعتبار سے)

نحو: یہ محل نصب میں کَمْ کی صفت ہے ذرا توجہ فرمائیں اگر تم ھُمْ کو چھوڑ دو تو اَحْسَن صفت کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ اثاثا گھر کے سامان کو کہتے ہیں یا جو گھر کا بستر وغیرہ میں سے جو عمدہ ہو۔ وَّ رِءْیًا (اور ظاہری دکھاوت میں) یعنی منظر و ہیئت میں۔

نحو: فِعیل کا وزن ہے جو مفعول کے معنی میں ہے اور یہ رأیتُ سے لیا گیا ہے۔

قراءت: اور وریًّا بغیر ہمزہ کے تشدید کے ساتھ نافع اور ابن عامر نے پڑھا۔ کیونکہ ہمزہ ساکن تھی ماقبل کسرہ تھا اس لئے یاء میں بدل کر مدغم ہوگئی۔ (۲) الرِّیُّ وہ سیرابی جو نعمت سے ہو۔

استدراج اور اس کا طریقہ:

۷۵: قُلْ مَنْ کَانَ فِی الضَّلٰلَةِ (آپ کہہ دیں کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں) ضلالت سے یہاں کفر مراد ہے۔ فَلْیَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا (تو رحمٰن اس کو ڈھیل دیتا جا رہا ہے)

نحو: یہ مَنْ شرطیہ کا جواب ہے اور یہ امر خبر کے معنی میں ہے یعنی من کفر مَدّله الرحمن یعنی اس کو مہلت دیتا ہے اور عمر بڑھا دیتا ہے تا کہ سرکشی اور گمراہی بڑھ جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنما نُملِی لهم لیزدادوا اثما البتہ امر کا صیغہ یہاں لایا

گیا تا کہ اس کے لازم ہونے کو واضح کر دیا جائے اور اس بات کو واضح کرنے کیلئے کہ یہ ہر صورت میں ہو کر رہے گا۔ جس طرح کہ مامور بہ انجام پذیر ہوتا ہے۔ تا کہ اس سے گمراہوں کی معذرتیں منقطع کی جاسکیں۔

حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَایُوْعَدُوْنَ (یہاں تک کہ جب وہ دیکھ لیں گے اس چیز کو جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے) یہ جملہ خیرٌ مقامًا و احسن نَدِیًّا کے ساتھ متصل ہے اور ان کے درمیان جملہ معترضہ ہے مطلب یہ ہوا وہ یہ بات کہتے رہیں گے یہاں تک کہ وعدہ کیے ہوئے عذاب کو آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے۔ اِمَّا الْعَذَابَ (خواہ عذاب کو) یعنی دنیا میں اور یہ مسلمانوں کو عذاب دینا ہے قتل اور قید کے ساتھ۔ وَاِمَّا السَّاعَةَ (یا قیامت) اور جو وہاں ان کو عذاب اور رسوائی ہوگی۔ یہ دونوں الساعة اور العذاب ما یوعدون سے بدل ہیں۔ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا (پس عنقریب وہ جان لیں گے مکان کے اعتبار سے برا کون ہے اور لشکر کے اعتبار سے کمزور کون ہے) جُنْد سے مراد یہاں معاونین و مددگار ہیں اس وقت ان کو معلوم ہوگا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے جس کا انہوں نے اندازہ لگایا تھا اور جگہ ان ہی کی بدترین ہے اور معاونین انہی کے کمزور تر ہیں نہ مکان میں کوئی خیر ہے۔ نہ مجلس میں حسن ہے۔ اور بلاشبہ ایمان والے ان کے کہنے کے برخلاف حالت میں ہیں۔

(۲) یہ بھی جائز ہے کہ یہ قریب کے ساتھ متصل ہو اس صورت میں معنی یہ ہوگا بیشک جو لوگ گمراہی میں ہیں وہ گمراہی کے اندر دراز کر دیے گئے ہیں۔ وہ اپنی گمراہی سے اسوقت تک باز نہ آئیں گے جب تک کہ اپنی آنکھوں سے ایمان والوں کیلئے اللہ کی نصرت کو نہ دیکھ لیں یا قیامت کا مشاہدہ نہ کر لیں اور حتی کے بعد جملوں کو بطور حکایت لایا جاتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جملہ شرطیہ اس کے بعد آرہا ہے۔ اذا راوا ما یوعدون فسیعلمون (پس عنقریب وہ جان لیں گے)۔

۷۶: وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًی (اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کیلئے ہدایت کو بڑھا دیتا ہے جنہوں نے ہدایت پائی)

نحو: اس جملے کا عطف فلیمدد پر ہے کیونکہ یہ خبر کی جگہ واقع ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے من کان فی الضلالة مدًّا او یَمُدّلَهُ الرحمٰن ویزید فی ضلال الضُّلّال بخذلانه و یزید المهتدی ای المؤمنین هدًا۔ (جو آدمی گمراہی میں ہو اس کی گمراہی میں دراز کر دیا جاتا ہے یا رحمٰن اس کی گمراہی کو دراز کرتے اور بڑھاتے ہیں اور گمراہ کی گمراہی میں اضافہ اس کو رسوا کرنے کے ذریعے ہوتا ہے اور ہدایت والوں یعنی مؤمنین کی ہدایت میں اضافہ کر دیتے ہیں) هدی مصدر سے مراد ہدایت پر ثابت قدمی یا یقین یا توفیق الٰہی سے بصیرت کا بڑھ جانا ہے والباقیات الصالحات (اور باقی رہنے والے نیک اعمال) اس سے تمام آخرت کے اعمال مراد ہیں۔ (۲) پانچوں نمازیں (۳) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا (تیرے رب کے ہاں بہت بہتر ہے ثواب میں) ان کاموں کے مقابلے میں جن پر کفار کو فخر ہے۔

وَّ خَیْرٌ مَّرَدًّا (اور بہت بہتر ہیں انجام کے اعتبار سے) مردًّا معنی مرجوع اور انجام ہے اس فضیلت میں کفار سے تحکم اور استہزاء کیا گیا کیونکہ وہ دنیا میں ایمان والوں کو فخر سے کہا کرتے تھے ای الفریقین خیر مقامًا و اَحْسَنُ نَدِیًّا۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ۝۷۷ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہنے لگا کہ مجھے ضرور ضرور مال اور اولاد دیئے جائیں گے' کیا اسے غیب کا پتہ چل گیا یا اس نے رحمٰن سے

عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝۷۸ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝۷۹ وَّنَرِثُهٗ

کوئی عہد لیا ہے' ہرگز نہیں ہم عنقریب اس کی بات لکھ لیں گے اور اس کے لئے عذاب بڑھاتے رہیں گے اور اس کی کہی ہوئی چیزوں

مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ۝۸۰

کے ہم مالک رہ جائیں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔

کافروں کے بڑے بول کا جواب:

۷۷: اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا (کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا مجھے ضرور مال اور اولاد دیا جائے گا) وَلَدًا کا لفظ واؤ کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ چار مقام پر حمزہ اور علی نے پڑھا ہے (۱) اس آیت میں (۲) سورۂ زخرف میں (۳) سورۂ نوح میں اس سورت میں یہ ولد کی جمع ہے جیسے اُسد اَسد میں یا بمعنی ولد کے ہے جیسے عُرب اور عرب۔

فَائِدَہ: اشیاء کو آنکھوں سے دیکھنا علم کا راستہ ہے اور اس سے صحیح اطلاع حاصل ہوتی ہے اس لئے اہل عرب نے ارئیت کو اخبر کے معنی میں استعمال کیا ہے اور فاء جو ہے تعقیب کا فائدہ دے رہی ہے گویا اس طرح فرمایا اخبر ایضًا بقصة هذا الكافر واذكر حديثهٗ عقيب حديث اولئك اس کافر کے واقعہ کی تم اطلاع دو اور ان لوگوں کی بات کے بعد اس کی بات ذکر کرو۔

لاوتينّ یہ مضمر قسم کا جواب ہے۔

۷۸: اَطَّلَعَ الْغَيْبَ (کیا اس کو غیب کا علم ہوگیا) یہ عربوں کے محاورہ اطّلع الجبل (وہ پہاڑ کی چوٹی کی طرف چڑھا) اس سے لیا گیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہے کہ کیا وہ غیب کی طرف چڑھا ہے یہ معنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے یہ ہمزہ استفہام کا ہے اور ہمزہ وصل کا محذوف ہے مطلب یہ ہوا کہ اس نے لوح محفوظ کو دیکھا کہ جس میں اس نے اپنی تمنا کو دیکھ لیا۔

اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (یا اس نے رحمٰن کے ہاں کوئی عہد لے لیا ہے) یعنی پکا وعدہ کہ وہ اس کو ضرور دیں گے۔ یا عہد شہادت و گواہی والی بات کو کہتے ہیں۔ حضرت حسن کا قول کہ یہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں اتری مشہور یہ ہے کہ عاص بن وائل کے بارے میں اتری شیخین نے روایت نقل کی کہ خباب بن ارت نے عاص بن وائل کے لئے چاندی پگھلائی پھر خباب بن ارت نے عاص بن وائل سے اس کی مزدوری مانگی اور عاص کہنے لگا کہ تمہارا خیال یہ ہے کہ تم دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور جنت میں سونا اور چاندی بھی ہے میں تیرا قرضہ وہاں ادا کروں گا۔ مجھے وہاں مال اور اولاد ملے گی۔

۷۹: كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ (ہرگز نہیں ہم اس کا کہنا لکھتے ہیں) کَلَّا یہاں ردعیہ ہے اور غلطی پر تنبیہ کیلئے آیا ہے۔ یعنی جو

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ

اور ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنالیے۔ تاکہ وہ ان کے لئے عزت کی چیز بن جائے۔ خبردار ایسا ہرگز نہیں ہے وہ عنقریب ان کی عبادت کا انکار کریں گے

وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾

اور ان کے مخالف بن جائیں گے' اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیاطین کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے جو انہیں خوب ابھارتے ہیں

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾

سو آپ ان کے بارے میں جلدی نہ کیجئے ہم ان کی باتوں کو خوب شمار کر رہے ہیں۔

صورت وہ اپنے نفس کیلئے تجویز کر رہا ہے۔ اس میں وہ خطا کار ہے اس کو اس میں باز رہنا چاہئے۔

سنکتب مایقول یعنی (اس نے جو بات کہی ہے وہ ہم نے لکھ لی ہے) مقصد یہ ہے کہ اس کے سامنے عنقریب ہم ظاہر کریں گے اور اس کو بتلادیں گے کہ اس کی بات ہم نے لکھ لی ہے کیونکہ جیسے ہی اس نے کہی بغیر تاخیر کے لکھ لی گئی۔ جیسا کہ دوسری آیت میں خود فرمایا: ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید [سورۃ ق:۱۸] اور یہ اسی طرح ہے جیسے کسی نے کہا: اذ ما انتسبنالم تلدنی لئیمة (یعنی یہ جان لیا جائے گا اور نسبوں کے ذریعے یہ واضح ہو جائے گا کہ میں کمینی عورت کی اولاد نہیں)

وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا (اور ہم اس کیلئے عذاب اسی طرح بڑھائیں گے بڑھانا) جیسا کہ افتراء اور جرأت کرنے میں بڑھتا ہے یہ نمد المدد سے ہے کہا جاتا ہے مَدَّهٗ وَاَمَدَّهٗ دونوں کا ایک ہی معنی ہے اور مداً یہ مصدر ہے جس کے ذریعے تاکید لائی گئی تاکہ غضب الٰہی کا خوب اظہار ہو جائے۔

۸۰: وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ (اور ہم مالک رہ جائیں گے ان چیزوں کے جو وہ کہتا ہے ہم اس سے دور کر دیں گے اس چیز کو جن کے پالینے کا آخرت میں یہ خیال کرتا ہے۔ اور مراد وہ چیز ہے جو یہ کہتا ہے یعنی مال اور اولاد۔

وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا (یہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا)

نحو: یہ حال ہے یعنی بغیر مال اولاد کے آئے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ولقد جئتمونا فرادی [الانعام:۹۴] پس اس کا تمنا کرنا اور قسمیں اٹھانا کچھ کام نہ آئے گا۔

۸۱: وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً (اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود تجویز کر رکھے ہیں) یعنی ان مشرکین نے بت بنائے ہوئے ہیں جن کی یہ پوجا کرتے ہیں۔ لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا (تاکہ ان کو عزت حاصل ہو) یعنی وہ اپنے الٰہوں کے ذریعے عزت حاصل کریں۔ اور وہ معبود ان کیلئے سفارشی اور معاون بن جائیں اور وہ ان کو عذاب سے چھڑالیں۔

معبودین کی بیزاری:

۸۲: كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ (ہرگز ایسا نہیں عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کریں گے) کلا یہاں ردعیہ ہے اور ان کے

ایمان کی تردید کیلئے آیا ہے ھم کی ضمیر آلھۃ کی طرف جارہی ہے کہ عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور اس سے ناواقفیت ظاہر کرتے ہوئے کہیں گے اللہ کی قسم تم نے ہماری عبادت نہیں کی تم جھوٹے ہو (۲) یہ ضمیر مشرکین کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی وہ اس بات سے انکار کردیں گے کہ انہوں نے ان بتوں کی عبادت کی ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا اور کہیں گے اللہ کی قسم تم نے ہماری عبادت نہیں کی تم جھوٹے ہو یا مشرکین کو کہیں گے یعنی وہ اس بات کا انکار کریں گے کہ انہوں نے بتوں کی عبادت کی ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے واللہ ربنا ما کنا مشرکین [الانعام:۲۳]

وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (اور وہ ہونگے ان کے مخالف) یعنی وہ بت مشرکین کے خلاف جھگڑیں گے اللہ ان کو قوت گویائی دیں گے۔ ضِدًّا (مخالف) کیونکہ اللہ ان کو بولنے کی طاقت دیں گے پس وہ کہیں گے اے ہمارے رب ان لوگوں کو عذاب دے جنہوں نے ہماری عبادت کی۔ ضِدّ کا لفظ جمع اور واحد دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ لھم عِزًّا کے مقابلے میں آیا ہے اور مراد عزت کی ضد یعنی ذلت و رسوائی ہے یعنی وہ ان کے مخالف ہونگے جس کا انہوں نے قصد کیا یعنی ان کے لئے ذلت کا باعث ہونگے عزت کا باعث نہ بنیں گے اگر سَيَكْفُرُوْنَ اور يَكُوْنُوْنَ کی ضمیر مشرکین کی طرف لوٹائیں تو مطلب یہ ہوگا وہ مشرکین ان کے خلاف ہوجائیں گے یعنی انکا انکار کردیں گے۔ باوجود اس کے کہ وہ ان کی عبادت کرتے رہے۔

۸۳: پھر اپنے اس ارشاد سے اپنے پیغمبر کو تعجب دلایا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیطان کو کفار پر چھوڑ رکھا ہے یعنی ہم نے شیاطین اور ان کے درمیان دوستی بنا دی۔ یہ درحقیقت ارسلتُ البَعِیْر کے محاورہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی اونٹ کو کھول دینا آزاد چھوڑ دینا ہے۔ (۲) اغوا کے ذریعے ان پر تسلط جمانا مراد ہے۔

تَؤُزُّهُمْ اَزًّا (وہ ان کو خوب ابھارتے ہیں) یعنی اغوا کے ذریعے گناہوں پر آمادہ کرتے ہیں الاَزّ اور الھزّ یہ دونوں ایک ہی قسم کے لفظ ہیں دونوں کا معنی بھڑکانا اور بہکا کر پیچھے لگانا آتا ہے۔

۸۴: فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا (آپ ان کے بارے میں جلدی نہ کریں ہم یقیناً ان کے لئے گنتی رکھتے ہیں مکمل طور پر) جلدی نہ کرنے کا مطلب عذاب اور عذاب کے لانے میں جلدی ہے۔ اور نَعُدُّ لَھُمْ کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے اعمال بدلے کیلئے شمار کررہے ہیں۔ یا فناء کیلئے ان کے سانس گن رہے ہیں۔

نکتہ: ابن سماک نے یہ آیت مامون الرشید کے سامنے پڑھی تو اس نے کہا کہ جب سانس بھی گنتی کے ہیں اور اس کیلئے کوئی مدد بھی نہیں ہے یعنی اضافہ بھی نہیں ہے تو کتنی جلدی وہ ختم ہو رہے ہیں اور ختم ہونے والے ہیں۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۙ وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۘ ﴿۸۶﴾

ہم متقیوں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف اس حال میں چلائیں گے کہ وہ پیاسے ہوں گے

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۘ ﴿۸۷﴾

کوئی شخص سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر جس نے رحمٰن کے پاس سے اجازت لی۔

متقین کا اعزاز اور مجرمین کی ذلت:

۸۵،۸۶: يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا (اس دن کو یاد کرو جس روز ہم متقین کو رحمٰن کی بارگاہ میں مہمان بنا کر جمع کریں گے) اس حالت میں کہ وہ عمدہ قسم کی اونٹنیوں پر سوار ہونگے۔ جن کے کجاوے سونے کے اور ان کی مہاریں یاقوت وزبرجد کی ہونگی۔ وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا (اور مجرمین کو ہم دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے) مجرمین سے کافر مراد ہیں۔ سوق سے مراد ہے چوپائیوں کی طرح ہانک کرلے جانا کیونکہ وہ دنیا میں چوپائیوں سے بھی زیادہ گمراہ تھے اور وردًا کا معنی پیاسے کیونکہ جو آدمی گھاٹ پر وارد ہوتا ہے اس کو پیاس ہی گھاٹ پر لاتی ہے ورد کی حقیقت یہ ہے پانی کی طرف چلنا اس لئے جانے والوں کو وارد کہا جاتا ہے اور وفد جمع وافد کی ہے جیسے رکب جمع راکب کی ہے اور ورد جمع وارد کی ہے۔

نحو: یوم فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے وہ یوم نحشر ہے اور نَسُوْقُ کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں گروہوں کے ساتھ وہ سلوک کریں گے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرا معنی اذکر یوم نحشرھم (تم اس دن کو یاد کرو جب ہم ان کو جمع کریں گے) یہاں متقین کا تذکرہ اس طرح کیا کہ ان کو اپنے اس رب کی بارگاہ میں اکٹھا کیا جائیگا۔ جو اپنی رحمت سے ان کو ڈھانپ لے گا۔ جس طرح کہ بادشاہ کے پاس خیر سگالی وفد آتے ہیں اور کافروں سے اس طرح سلوک کیا جائے گا کہ ان کو آگ کی طرف لے جایا جائے گا گویا کہ وہ پیاسے اونٹ ہیں جن کو بطور تذلیل کے پانی کی طرف چلایا جائے۔

۸۷: لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ (وہ شفاعت کا اختیار نہ رکھیں گے)

نحو: یہ حال ہے واؤ کو اگر ضمیر قرار دیں تو عباد کی طرف لوٹے گی جس پر متقین مجرمین کا تذکرہ دلالت کر رہا ہے کیونکہ بندے انہی دونوں قسموں پر مشتمل ہیں۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ جمع کی علامت ہو جیسا کہ اس مثال میں اکلونی البراغیث اور فاعل من اتخذ ہے کیونکہ وہ معنا جمع ہے۔ اور من اتخذ محلا مرفوع ہے کیونکہ یہ واؤ سے بدل ہے جو یملکون میں ہے۔ نمبر۳۔ فاعلیت کیوجہ سے مرفوع ہے۔ نمبر۴۔ حذف مضاف کی تقدیر پر منصوب ہے ای الا شفاعۃ من اتخذ اور مقصود یہ ہے وہ اس بات کا اختیار نہ رکھیں گے کہ ان کے لئے سفارش کی جائے۔

اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (مگر جس نے رحمان کے پاس اجازت لے لی ہے) اس طرح کہ وہ ایمان لایا۔ حدیث میں وارد ہے کہ من قال لا الہ الا اللّٰہ کان لہ عند اللّٰہ عھد [طبرانی فی الکبیر] جس نے لا الہ کہا اس کیلئے اللہ تعالیٰ کے

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ

اوران لوگوں نے کہا کہ رحمٰن نے اولاد اختیار کرلی ہے البتہ تم نے بہت ہی سخت بات کہی قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں

وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ

اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ انہوں نے رحمٰن کے لئے اولاد تجویز کی' اور رحمٰن کی شان کے لائق نہیں

أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ

کہ وہ کسی کو اپنی اولاد بنائے۔ جو بھی آسمان اور زمین میں ہیں وہ سب رحمٰن کے پاس بندگی اختیار کئے ہوئے حاضر ہوں گے اللہ نے

أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

ان سب کوخوب اچھی طرح شمار کیا ہے،اوران سب کواچھی طرح گن رکھا ہے اوران میں سے ہرایک قیامت کے دن اس کے پاس تنہا آئے گا۔

ہاں عہد ہے۔

ایک روایت:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ایک دن اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ کیا عاجز ہے تم میں سے ہر ایک کہ وہ ہر صبح اور ہر شام اللہ تعالیٰ کے ہاں عہد لے! صحابہ نے عرض کیا۔ یہ کس طرح ممکن ہے تو آپ نے فرمایا ہر صبح وشام وہ اس طرح کہے۔ اللّٰھم فاطر السمٰوت والارض عالم الغیب والشھادۃ انی اعھد الیك بانی اشھد ان لا الہ الا انت وحدك لا شریك لك وان محمدًا عبدك ورسولك وانك ان تكلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتك فاجعل لی عهدا توفینیه یوم القیامة انك لا تخلف المیعاد۔ جب اس نے یہ کہہ لیا تو اس پر مہر لگا دی جاتی ہے (اخرجه الثعلبی) اور اس کو عرش کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا ایک منادی عرش کے نیچے سے ندا دیگا۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنھوں نے رحمان سے عہد لیا ہے پس انکو جنت میں داخل کر دیا جائیگا۔

نمبر۲۔ یہ اس محاورہ کے مطابق ہے عَہِدَ الا میر الی فلان بکذا جبکہ وہ کسی بات کا حکم دے دے۔ اب مطلب آیت کا یہ ہے اس کے ہاں کوئی شفاعت نہ کرے گا۔ مگر وہی جس کو شفاعت کا حکم اور اذن ملا۔ یہ مضمون تو لا یشفع عندہ الا باذنہ کے مناسب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بیٹا ماننا بدترین حرکت ہے:

۸۸: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (اورانہوں نے کہا کہ رحمان نے بیٹا بنالیا ہے) کہنے والے یہود ونصاریٰ ہیں اور اسی طرح مشرکینِ عرب جنھوں نے ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا۔

۸۹: لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا (تم نے نہایت سخت حرکت کی ہے) یہاں غائب سے خطاب کی طرف التفات کیا گیا ہے اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ انہیں یہ کہیں۔ اَلْاِدّ عجیب یا بڑا حادثہ اَلْإِدَّة سختی اور کہتے ہیں ادنی الامر کہ مجھے کام نے بوجھل کر دیا اور مجھ پر بہت گراں گزرا۔

۹۰: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ (قریب ہے کہ آسمان)۔

قراءت: نافع و علی نے یاء سے پڑھا ہے۔ تکادُ قریب ہونے کے معنی میں ہے۔

يَتَفَطَّرْنَ (وہ پھٹ جائیں) قراءت: بصری، شامی، حمزہ، خلف، ابوبکر نے نون سے پڑھا۔ انفطارٌ یہ فطرۃٌ سے ہے جبکہ اس کو پھاڑا جائے۔ التفطر یہ فطرۃٌ سے ہے جبکہ شققهٗ اس کو پھاڑا جائے۔ مِنْهُ (اس سے) اس بات کی بڑھائی کی وجہ سے وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ (اور زمین پھٹ جائے) دھنس جائے اور اس کے اجزاء ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ (اور گر پڑیں پہاڑ) هَدًّا (ٹوٹ کر) ٹکڑے ہو کر، ریزہ ریزہ ہو کر۔ الهدة: (آسمان سے بجلی کی آواز)۔

نحو: یہ مصدر ہے ای تهدهدًّا وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں ان کی بات سن کر۔ نمبر۲۔ مفعول لہ ہے نمبر۳۔ حال ہے۔ اس حال میں کہ ریزہ ریزہ ہوں۔

۹۱: اَنْ دَعَوْا (اس بات سے کہ انہوں نے نسبت کی) اس لئے کہ انہوں نے انکا نام رکھا ہے۔

نحو: یہ منه کی ها سے بدل ہونے کی بنا پر محل جر میں ہے۔ نمبر۲۔ منصوب ہے مفعول لہ ہونے کی وجہ سے گویا خرور کی علت هدًّا سے بیان کی۔ اور ریزہ ریزہ ہونا رحمان کیلئے اولاد تجویز کرنے کی بنا پر ہے۔

نمبر۲۔ هدًّا کا فاعل ہونے کی بنا پر مرفوع ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے هدها دعاؤهم للرحمان ولدًا ان کو ریزہ ریزہ کیا ان کے رحمان کی طرف بیٹے کی نسبت نے۔

۹۲: وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا (اور رحمان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اولاد اپنے لئے تجویز کرے) انبغی یہ بغی کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ اس کا معنی طلب کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ طلب شئی کے بعد اس شئی کے ہو جانے کی باری آتی ہے۔ اب اگر بالفرض اللہ تعالیٰ اپنے لئے اولاد کا طالب بھی ہو۔ تب بھی اولاد اس کیلئے ممکن نہیں۔ اس کی اولاد ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکا بنانا حاجت و جنسیت کو چاہتا ہے اور اس کی ذات ان دونوں باتوں سے پاک ہے۔ کیونکہ یہ دونوں نقص و عیب ہیں۔

نکتہ: رحمان کے لفظ کو بار بار دھرایا گیا تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ رحمان اکیلا ہی اس صفت کا حقدار ہے اور کوئی اس کا مستحق نہیں کیونکہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ وہی ہے اے انسان اپنی آنکھوں سے پردہ ہٹا اور پھر دیکھ جو کچھ بھی تیرے پاس ہے سب اس کا عطیہ ہے پس جنہوں نے اس کی طرف اولاد کی نسبت کی انہوں نے اس کو مخلوق کا حصہ قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمان کا انکار کیا حالانکہ اس کا وہی اکیلا مستحق ہے۔

سب رحمٰن کے عاجز بندے:

۹۳: اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کیونکہ جتنے بھی کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے)۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے رحمٰن ان کے لئے محبت پیدا فرما دے گا سو ہم نے قرآن کو آپ کی زبان پر آسان

بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم

کر دیا تاکہ آپ اس کے ذریعہ متقین لوگوں کو بشارت دیں اور جھگڑالو قوم کو ڈرائیں' اور ہم نے اس سے پہلے کتنے ہی گروہوں کو ہلاک

مِّن قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

کر دیا' کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان میں سے کسی کی کوئی آہٹ سنتے ہیں۔

نحو: مَنْ نکرہ موصوفہ ہے اس کی صفت فی السمٰوٰت والارض ہے اور کل کی خبر ہے۔

اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ (مگر وہ رحمان کے روبرو آنے والا ہے) نحو: آتی و آتیہ واحد لائے گئے کیونکہ کلّ کا لفظ واحد ہے۔ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے از اَتٰی یاتی اور اس کا معنی مستقبل والا ہے۔ ای یاتیہ وہ آئے گا۔

عَبْدًا (غلام ہو کر) یہ حال ہے عاجز، ذلیل، مطیع ہو کر مطلب یہ ہے جو بھی آسمانوں وزمین میں ہیں خواہ ملائکہ ہوں اور لوگ ہوں مگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا اقراری بن کر آئیں گا۔ اور عبودیت اور بیٹا ہونا دونوں ایک دوسرے کے منافی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر باپ اپنے بیٹے کا خریداری سے مالک بن جائے تو خریدتے ہی وہ آزاد ہو جائے گا۔ تمام مخلوق کی نسبت اللہ تعالیٰ سے غلام و آقا والی ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ بعض تو بیٹے بن جائیں اور بعض غلام رہیں۔

قراءت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آت الرحمان اصل کے مطابق پڑھا جیسا اضافت سے پہلے تھا۔

۹۴: لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا (اللہ تعالیٰ نے ان کو شمار کر رکھا ہے گن کر اور اس کا احاطہ کر رکھا ہے) اپنے علم سے ان کو محصور ومحیط کر رکھا ہے کہ کوئی شئی اس کے دائرۂ علم سے باہر نہیں۔

۹۵: وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا (اور قیامت کے دن ہر ایک اس کے پاس تنہا آئے گا) یعنی ان میں سے ہر ایک اکیلا آئے گا جب کہ اس کے پاس مال واولاد اور معین ومددگار نہ ہوگا۔

رحمٰن کی محبت:

۹۶: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ (جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے لئے) لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (محبت پیدا کر دے گا) اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیگا۔ ربیع کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کریں گے اور ان کو لوگوں کے ہاں محبوب بنا دیں گے۔

حدیث میں وارد ہے کہ مؤمن کی محبت ابرار کے دلوں میں ڈالتا ہے اور فجار کے دلوں میں اس کا رعب طاری کر دیتا ہے۔ قتادہ اور ہرم کہتے ہیں جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندوں کے دل اس کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں۔ کعب

کہتے ہیں بندے کی تعریف زمین میں اس وقت قائم رہتی ہے جب آسمان میں اس کی تعریف قائم و پختہ ہو جاتی ہے۔
۹۷: فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ (پس ہم نے اس قرآن کو آسان کیا ہے) ہٗ کی ضمیر کا مرجع قرآن ہے کہ ہم نے اس قرآن کو آسان کر دیا۔
بِلِسَانِكَ (آپ کی زبان میں) آپ کی لغت میں۔
نحو: یہ حال ہے لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ (تاکہ آپ اس سے متقین کو خوشخبری سنائیں) متقین سے مؤمن مراد ہیں۔ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا (اور آپ ڈرائیں جھگڑالو قوم کو) جو باطل جھگڑے میں بڑے سخت ہیں جو کہ ہر جھگڑے اور اختلاف میں پڑے ہیں جدال ہو یا دکھلاوا۔ لُدًّا یہ اَلَدّ کی جمع ہے۔ مراد اس سے اہل مکہ ہیں۔

تخویفِ کفار:

۹۸: وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ (اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کیا) اس میں اہل مکہ کیلئے تخویف و انذار ہے (کہ ان کو ان سے عبرت حاصل کرنا چاہیے) هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ (کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو) یعنی کیا تم پاتے ہو۔ نمبر۲۔ دیکھتے ہو نمبر۳۔ جانتے ہو۔ الاحساس حاسہ سے کسی چیز کو جاننا۔ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا یا (ان کی آہٹ سنتے ہو)۔

رکزاً ہلکی آواز، الرکاز اسی سے ہے۔ یعنی جب ہمارا عذاب آیا تو کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو نظر آ سکے۔ اور کوئی آواز باقی نہ تھی جو سنائی دے۔ مطلب یہ ہے تمام ہلاکت کے گھاٹ اتر گئے۔ پس انکا حشر بھی ایسا ہونے والا ہے اگر انہوں نے قرآن میں تدبر سے اعراض قائم رکھا۔ پھر انکا انجام ہلاکت ہی ہے۔ پس انکا معاملہ آپ پر گراں نہ گزرنا چاہیے۔

تمت ترجمة سورة مريم ثمانية عشر من رمضان ۱۴۲۳ھ من الهجرة يوم الاحد قبل الظهر والحمدلله على ذلك

سُورَۃُ طٰہٰ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّخَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً وَّثَمَانُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ طٰہٰ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جس میں ایک سو پینتیس آیات اور آٹھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طٰهٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ② اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ③ تَنْزِيْلًا

طٰہٰ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے جو ڈرتا ہو‘ یہ اس ذات کی طرف سے نازل

مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ④ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ⑤ لَهٗ

کیا گیا جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا‘ وہ بڑی رحمت والا ہے عرش پر مستوی ہوا‘ اسی کے لئے ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ⑥ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو ان کے درمیان ہے اور جو تحت الثریٰ ہے اور اگر آپ زور سے بات کریں

فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ⑦ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ⑧

تو بلاشبہ وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو جانتا ہے اور اس بات کو بھی جو اس سے زیادہ خفی ہو‘ اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے لئے اسمائے حسنیٰ ہیں۔

۱: طٰہٰ قراءت: طاء کو استعلاء کی وجہ سے تفخیم سے اور ھاء کو امالہ سے ابوعمرو نے پڑھا ہے۔ حمزہ، علی، خلف وابوبکر نے دونوں میں امالہ کیا دیگر قراء نے دونوں میں تفخیم کی ہے۔

حسن ومجاہد ضحاک وعطاء کا جو قول مروی ہے کہ اس کا معنی یا رجل ہے۔ اگر یہ قول صحیح ہے تو ظاہر ہے۔ ورنہ حق بات وہی ہے جو ہم سورۂ بقرہ کی ابتداء میں رقم کر چکے فلیر اجع الیہ۔

قرآن مشقت کے لئے نہیں اتارا:

۲: مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ (ہم نے نہیں اتارا تم پر قرآن کو کہ) اگر طٰہٰ کو اسمائے حروف میں سے شمار کریں تو یہ ابتدائے کلام ہے۔ اور اگر تم اس کو سورت کا نام قرار دو تو پھر اس کے متعلق خبر ہونے کا احتمال ہے اور وہ مبتدا کی جگہ میں ہے اور اس کا جواب بن جائے اور وہ قسم ہو۔ القرآن کو ضمیر کی جگہ ظاہر لائے کیونکہ وہ قرآن ہے۔

لِتَشْقٰٓى (آپ تھک جائیں) ان پر بہت زیادہ افسوس کرتے ہوئے اور ان کے کفر پر افسوس کرتے ہوئے تھک جائیں۔ نمبر۲۔ ان کے ایمان نہ لانے پر افسوس کرتے ہوئے تنگی محسوس کریں۔ نمبر۳۔ قیام لیل کی وجہ سے اپنے آپ کو تھکان پہنچائیں۔

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے رات کو نماز ادا کی یہاں تک کہ قدم مبارک سوج گئے اس پر جبرئیل علیہ السلام نے کہا اپنا کچھ خیال کریں۔ نفس کا بھی آپ پر حق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو اسلئے نہیں اتارا کہ آپ ﷺ اپنے نفس کو عبادت سے سخت سزا دیں۔ آپ کو میانہ روی والی حقیقت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔

۳: اِلَّا تَذْكِرَةً (مگر ایسے شخص کی نصیحت کیلئے)

نحو: استثناء منقطع ہے ای لکن اَنْزَلْنٰهُ تَذْكِرَةً (لیکن اس کو نصیحت کیلئے اتارا)۔ نمبر۲۔ یہ حال ہے۔ لِّمَنْ يَّخْشٰى (جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے) اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ نمبر۲۔ اس کیلئے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ خشیت اختیار کرلے گا۔

۴: تَنْزِيْلًا (یہ اتارا ہوا ہے)۔

نحو: یہ تذکرة سے بدل ہے۔ جبکہ اس کو حال قرار دیا جائے۔ نمبر۲۔ نزل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۳۔ مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۴۔ یخشی کی وجہ سے اس کا مفعول بنکر منصوب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے انزله الله تذكرة لمن يخشى تنزيل الله۔ (اللہ تعالیٰ نے ان کو اس شخص کیلئے نصیحت بنایا جو اللہ تعالیٰ کی تنزیل سے ڈرنے والا ہے)۔

مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ (اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین اور آسمان کو)

نحو: یہ تنزیلاً کے متعلق ہے جو اس کا صلہ ہے۔

الْعُلٰى (بلند) یہ العلیا کی جمع ہے۔ اور اعلیٰ کی تانیث ہے۔ آسمانوں کی صفت العلیٰ لا کر اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر اس کو دلیل کے طور پر پیش کیا۔

۵: اَلرَّحْمٰنُ (وہ بڑا مہربان ہے) یہ مدح کی وجہ سے مرفوع ہے ای هو الرحمان۔ عَلَى الْعَرْشِ (عرش پر) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اسْتَوٰى (مستوی ہے) استیلاء کے معنی میں ہے جو زجاج سے مروی ہیں۔ عرش کا ذکر کر کے اس بات پر متنبہ کیا گیا کہ اس کا استیلاء دوسروں پر ہے۔ اس لئے کہ عرش اس کی مخلوقات میں سب سے بڑا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے جب عرش پر استواء بادشاہی کے مترادف ہے تو اس کو ملک سے کنایہ قرار دیا اس لئے عرب کے لوگ کہتے ہیں استوی علی العرش ای ملك اگرچہ وہ چارپائی یا تخت پر بالکل نہ بیٹھا ہو اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ يدُ فلانٍ مَبسوطَةٌ یعنی وہ سخی ہے اگرچہ سرے سے اس کا ہاتھ ہو ہی نہ۔

استواء کے متعلق قول علی رضی اللہ عنہ:

اہل السنّت کا مسلک وہی ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ الاستواء غير مجهول والكيفية غير معقول والايمان به واجب والسوال عنه بدعةٌ استواء مجہول نہیں کیفیت معقول نہیں اور اس پر ایمان واجب ہے اور اس کے متعلق سوال بدعت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تھا جبکہ کوئی مکان نہیں تھا پس وہ اسی طرح ہے جیسا کہ مکان کی پیدائش سے پہلے تھا جس طرح تھا اس سے تبدیل نہیں ہوا۔

۶: لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی ہی کا ہے)

نحو: یہ خبر اور مبتدا ہے اور وما بینهما کا عطف مبتدا پر ہے۔

وَ مَا بَيْنَهُمَا (اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے) یعنی سارے کا سارا اس کی ملک ہے۔ وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى (اور جو کچھ ثریٰ کے نیچے ہے) یعنی جو سات زمینوں کے نیچے ہے۔ نمبر۲۔ ثریٰ سے مراد وہ چٹان ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے۔

۷: وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ (اور اگر تم پکار کر بات کہو یعنی تم اپنی آواز کو بلند کرو) فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ (پس بے شک وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو جانتا ہے) یعنی وہ بات جو تم بطور راز کے دوسرے سے کہو۔ وَ اَخْفٰى (اور اس سے زیادہ مخفی بات کو بھی) اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو تیرے دل میں بطور خیالات کے آتی ہیں۔ یا وہ باتیں جن کو تم اپنے دل میں چھپاتے ہو یا جن میں تم راز داری کرو گے۔

کفار کے تقویٰ کی تردید:

۸: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے سارے اچھے نام ہیں) یعنی وہ اپنی ذات کے لحاظ سے اکیلا ہے۔ اگر چہ اس کی صفات کی تعبیرات جدا جدا ہیں۔ اس آیت میں کفار کے اس مقولے کی تردید ہے کہ تم تو ہمیں کئی معبودوں کی طرف دعوت دیتے ہو۔ یہ بات انہوں نے اسوقت کہی جبکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام سنے۔ الحسنیٰ یہ احسن کی تانیث ہے۔

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿٩﴾ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ

اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئی ہے جب انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے آگ دیکھی

نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ

ہے ہوسکتا ہے کہ اس میں سے تمہارے لئے ایک شعلہ لے آؤں یا آگ پر راستہ بتانے والا کوئی شخص مل جائے' سو جب اس کے پاس آئے تو انہیں ندا دی گئی

يٰمُوْسٰى ﴿١١﴾ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾

کہ اے موسیٰ بے شک میں تمہارا رب ہوں سو اپنی جوتیاں اتار دو بے شک تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو'

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿١٣﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ

اور میں نے تمہیں منتخب کر لیا ہے سو جو کچھ تمہاری طرف وحی کی جا رہی ہے اسے سن لو۔ بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لئے

الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿١٤﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ﴿١٥﴾

نماز قائم کرو' بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو پوشیدہ رکھوں گا تاکہ ہر جان کو اس کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ دے دیا جائے۔

فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿١٦﴾ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ

سو جو شخص اس پر ایمان نہ لائے اور اپنی خواہشوں کا اتباع کرے وہ تمہیں اس سے نہ روک دے ورنہ تم تباہ ہو جاؤ گے' اور اے موسیٰ وہ تمہارے داہنے ہاتھ میں

يٰمُوْسٰى ﴿١٧﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ

کیا ہے عرض کیا وہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام

اُخْرٰى ﴿١٨﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿١٩﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا

ہیں۔ فرمایا اے موسیٰ اس کو ڈال دو سو انہوں نے اس کو ڈال دیا۔ سو وہ اچانک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ۔ فرمایا اس کو پکڑ لو اور ڈرو

تَخَفْ ٚ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ

مت۔ ہم اسے پہلی حالت پر لوٹا دیں گے اور اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں لے لو وہ بغیر کسی عیب کے روشن ہو کر

غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿٢٣﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾

نکلے گا۔ یہ دوسری نشانی ہے۔ تاکہ ہم تم کو بڑی نشانیوں میں بعض نشانیاں دکھلائیں۔ تم فرعون کی طرف چلے جاؤ' بلاشبہ وہ سرکشی اختیار کئے ہوئے ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ:

۹: وَھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی (کیا آپ کو موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی خبر پہنچی) ھَلْ یہاں قد کے معنی میں ہے اور حدیث کا معنی خبر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یہاں آپ کو خطاب کرنے کے بعد اس لئے سنایا تا کہ نبوت کی مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کرنی اور ناپسندیدہ باتوں کے پیش آنے کی صورت میں صبر کرنے میں آپ ان کے طرز عمل کو سامنے رکھیں تا کہ آپ اسی طرح بلند مرتبہ پائیں جیسے موسیٰ علیہ السلام نے پایا۔

واقعہ طور اور نبوت کا ملنا:

۱۰: اِذْ رَاٰ نَارًا (جبکہ انہوں نے آگ دیکھی) اذ مضمر کا ظرف ہے ای حین رای نارًا کان کیت و کیت جب انہوں نے آگ دیکھی تو معاملہ ایسا ایسا تھا۔ (۲) اذ کر محذوف کا مفعول بہ ہے۔ روایت تفصیلیہ میں ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شعیب علیہ السلام سے والدہ کی خدمت میں جانے کی اجازت طلب کی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چل دیے راستہ میں ان کے ہاں بیٹے کی ولادت ایک ایسی رات میں ہوئی جو اندھیری اور برفانی تھی اور آپ راستہ میں بھی بھول گئے اور جانور بھی آپ کے منتشر ہو گئے۔ آپ کے پاس پانی بھی نہیں تھا۔ آپ نے چقماق جلایا مگر اس کی ضرب بے فائدہ گئی۔ اسی دوران آپ نے یہ آگ دیکھی جو ان کے اپنے خیال میں تو اس وقت آگ تھی اور حقیقت میں وہ نور تھا۔

فَقَالَ لِاَھْلِہِ (پس اپنی بیوی سے آپ نے کہا) امْکُثُوْا (تم ٹھہرو) یعنی اپنی اسی جگہ میں اقامت اختیار کرو۔ اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا (میں نے آگ دیکھی ہے) ایناس اصل میں کسی چیز کو اس طرح دیکھنا کہ جس سے آدمی مانوس ہو جائے۔ لَعَلِّیْ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا (شاید میں اس میں سے تمہارے پاس کچھ لے آؤں) آپ نے معاملے کی بنیاد یہاں رجاء اور امید پر رکھی۔ تا کہ کہیں ایسے وعدے کی نوبت نہ آ جائے کہ جس میں وفا کا یقین نہ ہو۔ بِقَبَسٍ (ایک شعلہ) لکڑی کے سر پر آگ کا تھوڑا سا شعلہ یا ڈیوٹ انگارہ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ھُدًی (یا آگ کے پاس راستہ کا پتہ مجھے مل جائے)

نحو :ھدی سے یہاں ذوی ھدی مراد ہے۔ یعنی ایسے لوگ مل جائیں جو راستے کی طرف میری راہنمائی کر دیں اور علی النار میں استعلاء کا معنی ظاہر کرتا ہے کہ آگ والوں کا اس سے قریبی مکان پر غلبہ ہوگا۔

۱۱: فَلَمَّآ اَتٰھَا (جب آگ کے پاس آپ پہنچے) ھا کی ضمیر آگ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ آپ نے آگ کو سفید پایا جو ایک سبز رنگ کے درخت سے نیچے سے لے کر اوپر تک بھڑک رہی تھی۔ اور وہ درخت عناب کا تھا یا عوسج کا درخت تھا۔ عوسج ایک کانٹے دار جھاڑی ہے۔ آپ نے اس کے پاس کسی شخص کو نہ پایا۔ روایت میں ہے کہ جب اس آگ کی طلب میں آگے بڑھتے تو وہ آگ ان سے دور ہوتی اور جب چھوڑ دیتے تو وہ ان کے قریب ہوتی پس اس جگہ۔ نُوْدِیَ (موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی گئی)۔ یٰمُوْسٰی (اے موسیٰ)۔

۱۲: اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ (میں تمہارا رب ہوں) اِنی ہمزہ مقصورہ کے ساتھ یعنی آواز دے کر یہ کہا گیا یموسیٰ انی اور اس لئے بھی کہ ندا قول ہی کی قسم میں سے ہے اس لئے قول والا معاملہ کیا گیا کیونکہ قال کے بعد اِنَّ آتا ہے۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے اَنِّیْ پڑھا ہے۔اس صورت میں تقدیر کلام یہ ہے نُوْدِیَ بِاَنِّی اَنَا رَبُّکَ یعنی آواز دی گئی اس لئے کہ میں تمہارا رب ہوں اَنَا مبتدا ہے یا تاکید ہے۔یا ضمیر فصل ہے۔اور ضمیر کو دوبارہ معرفہ کی تحقیق اور ازالۂ شبہ کیلئے لایا گیا ہے۔ روایت میں ہے کہ جب آواز دی گئی یا موسیٰ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی من المتکلم؟ اس پر اللہ نے فرمایا انا ربك پس اس سے انہوں نے پہچانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔اس لئے کہ انہوں نے اس کو اپنی شش جہات سے سنا اور اپنے تمام اعضاء سے سنا۔

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ (تم اپنے دونوں جوتے اتاردو) ان جوتوں کو اتاردو تاکہ تمہارے دونوں قدموں کو مقدس وادی کی برکت پہنچے۔یہ مجاہد کا قول ہے۔(۲) اس لئے کہ وہ دونوں جوتے گدھے کی غیر مدبوغ کھال کے بنے ہوئے تھے۔(۳) ننگے پاؤں ہونا اللہ کی بارگاہ میں تواضع کی علامت تھی۔اور اسی لئے ہی سلف صالحین بیت اللہ کا طواف ننگے پاؤں کرتے ہیں اور قرآن کی دلالت بھی اسی بات پر ہے۔کہ یہ جوتوں کا اتارنا اس مقام کے احترام اور تعظیم کیلئے تھا۔پس آپ نے جوتے اتار کر وادی کے پیچھے پھینک دیئے۔

اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (بیشک تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو) مقدس کا معنی مطہر یا مبارک۔طویٰ جہاں تنوین سے آئے تو یہ وادی کا نام ہے۔اور یہ وادی مقدس سے بدل ہے۔شامی اور کوفی نے تنوین سے پڑھا۔دیگر قراء نے بغیر تنوین کے پڑھا۔اور انہوں نے بقیہ کی تاویل کی اور ابوزید نے طاء کے کسرہ اور تنوین کے بغیر پڑھا۔

۱۳: وَاَنَا اخْتَرْتُكَ (اور میں نے تم کو پسند کرلیا ہے) یعنی نبوت کیلئے چن لیا ہے۔

قراءت: حمزہ نے اِنَّا اخْتَرْنَاكَ پڑھا ہے۔

فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى (جو کچھ تمہاری طرف وحی کیا جارہا ہے اس کو غور سے سن لو) یوحی ای الیك۔فاستمع للذی یوحی پس تم کان لگاؤ اس کو جو وحی کی گئی یا فاستمع للوحی وحی کو غور سے سنو۔لما کا لام استمع کے متعلق ہے یا اخترتك کے متعلق ہے۔

۱۴: اِنَّنِيْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِيْ (میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو) یعنی مجھے اکیلا جان کر میری طاعت کرو۔وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (اور میری ہی یاد کیلئے نماز پڑھا کرو) تاکہ تم مجھے نماز میں یاد کرو کیونکہ نماز اذکار پر مشتمل ہے۔(۲) نماز کو قائم کرو اس لئے کہ میں نے اس کا تذکرہ نماز میں کردیا اور اس کا حکم دیا (۳) تاکہ میں تمہارا تذکرہ مدح اور ثناء کے ساتھ کروں (۴) یہ خاص میری یاد کیلئے کہ اس میں غیر کے ذکر کی ملاوٹ نہ ہو۔(۵) تاکہ تو مجھے یاد کرنے والا بن جائے نہ کہ بھولنے والا۔(۶) میری یاد کے اوقات میں نماز کو قائم کرو اور اوقات سے مراد وہ نمازوں کے اوقات ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتابًا موقوتا [النساء:۱۰۳]

مَسْئَلَۃ: اس آیت کو نماز کے بھول جانے کے بعد یاد آنے پر بھی محمول کیا گیا مگر یہ مفہوم اس وقت درست ہوسکتا ہے جبکہ مضاف کو حذف مانا جائے۔تقدیر اس طرح ہوگی ای لِذِكْرِ الصَّلٰوةِ اس سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ توحید کے بعد سب

سے بڑا فریضہ نماز ہے۔

۱۵: اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ (بیشک قیامت آنے والی ہے) بہرصورت۔ اَكَادُ اُخْفِيْهَا (میں اس کے وقت مقررہ کو پوشیدہ رکھوں گا) اکاد کا معنی اُرِیْدُ ہے (میں چاہتا ہوں) یہ اخفش سے مروی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صلہ ہے ایک قول یہ ہے کہ اخفیھا اضداد میں سے ہے اس کا معنی جبکہ خفی یخفی (ض) سے ہو تو اظھرھا ہے یعنی میں اس کو ظاہر کرنے والا ہوں۔ یا چھپانے والا ہوں۔ پس میں نہیں کہوں گا کہ وہ آنے والی ہے کیونکہ میرا ارادہ اس کو چھپانے کا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا جو اس کے آنے کے متعلق اطلاعات میں موجود ہے اس کے ساتھ ساتھ کہ اس کے وقت میں حکمت کی وجہ سے عموم ہی اختیار کیا گیا ہے۔ عموم یہ کہ وہ نہیں جانتے کہ کب وہ قائم ہوگی پھر اس صورت میں وہ میری خبر کی بنا پر خوف زدہ رہیں گے۔

لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى (تاکہ ہر نفس کو بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی) اس کی کوشش خواہ وہ خیر سے ہو یا شر سے یہ جملہ حکم عبادت کی علت یا جملہ مستانفہ یا معترضہ ہے۔ (مترجم)

۱۶: فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا (پس تم کو نہ پھیر دے قیامت سے) نمبر ۱۔ قیامت کیلئے اعمال کرنے سے تمہیں نہ روک دے۔ نمبر ۲۔ نماز قائم کرنے سے نہ روک دے۔ نمبر ۳۔ قیامت پر ایمان سے نہ روک دے۔ اس میں خطاب موسیٰ علیہ السلام کو ہے۔ اور مراد اس سے ان کی امت ہے۔ مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا (وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتا) جو اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ وَاتَّبَعَ هَوٰهُ (اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہے) اس کے حکم کی مخالفت میں فَتَرْدٰی (پس تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے)۔

۱۷: وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (اے موسیٰ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے)۔

نحو: ما مبتدا اور تلك اس کی خبر ہے۔ اور تلك اگرچہ اشارہ بعید ہے مگر یہاں ھذہٖ کے معنی میں ہے۔ بیمینك یہ حال ہے۔ اس میں اشارہ کا معنی عامل ہے۔ ای قارّۃ یا ماخوذۃ بیمینك نمبر ۲۔ تلك موصول ہے۔ اس کا صلہ بیمینك ہے۔ اور سوال اس لئے کیا تاکہ متنبہ ہوں اور معجزے کا اظہار اس کے متعلق خوب پختگی کے بعد ہو کہ میں اندھیرے میں کہیں اکڑا ہوا سانپ تو نہیں اٹھا لایا۔ نمبر ۲۔ عادی بنانے کیلئے تاکہ اس کے بدلنے سے وہ نہ گھبرائیں نمبر ۳۔ مانوس کرنے کیلئے اور مکالمہ کی مصیبت کو زائل کرنے کیلئے۔

۱۸: قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا (کہا یہ میری لاٹھی ہے اس سے ٹیک لگاتا ہوں) یعنی جب میں تھک جاتا ہوں تو اس سے سہارا لیتا ہوں۔ یا جب میں گلے کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہوں تو اس سے سہارا لیتا ہوں اور جب اترتا ہوں تب بھی اس سے سہارا لیتا ہوں۔ وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ (اور اس کے ذریعے اپنی بکریوں کیلئے پتے جھاڑتا ہوں) درختوں کے پتے اپنی بکریوں کیلئے جھاڑتا ہوں تاکہ وہ اس کو کھائیں۔

وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى (اور میری اس سے اور ضرورتیں بھی وابستہ ہیں)

قراءت: حفص نے وَلِیَ فیھا پڑھا ہے۔ مآرب جمع مأربۃ تینوں حرکات کے ساتھ اس کا معنی ضرورت۔ اخرٰی میں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اُخر ہو۔ اخری جماعت کا لحاظ کر کے کہا ہے یا آیت کے چلاؤ کی وجہ سے جیسے الکبرٰی۔ جب موسیٰ علیہ السلام

نے بعض کو بطور شکریہ کے ذکر کر دیا تو حیاءً طوالت سے بچتے ہوئے باقی نعمتوں کو مجمل کر دیا۔ یا اس لئے تا کہ اللہ ان سے پوچھیں تو اس میں عظمت اور بڑھ جائے۔ دوسرے کام مندرجہ ذیل تھے۔ آپ اس سے جانوروں کو چلاتے اور دشمنوں اور درندوں سے اس کے ذریعے مقابلہ کرتے۔ اور وہ رسّی باندھ لینے سے رسّی کنویں کی لمبائی کے مطابق لمبی ہو جاتی۔ اور اس کے دونوں کناروں پر ڈول لٹکائے جاسکتے اور رات کو اس کے دونوں کنارے دو شمعیں بن جاتے اور وہ آپ کے زادِ راہ کو کندھے پر رکھنے کا ذریعہ بنتا۔ اور جب اس کو گاڑ دیتے تو پسندیدہ پھل والا درخت بن جاتا اور جب اس کو گاڑ دیتے تو پانی کا چشمہ اس سے پھوٹ پڑتا جب اکھاڑ لیتے تو خشک ہو جاتا۔ اور کیڑوں مکوڑوں سے وہ ان کی حفاظت کرتا۔ اور آپ سے باتیں کرتا جواب میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اضافہ نعمت پر شکریہ کو شمار کرنے کے لئے تھا۔ یا اس بنا پر کہ وہ ایک سوال کا جواب تھا کیونکہ جب انہوں نے کہا وہ میری لاٹھی ہے تو ان کو کہا گیا تم اس سے کیا کرتے ہو تو وہ اس کے منافع شمار کرنے لگے۔

۱۹: قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ اس کو پھینک دو) تم اپنی لاٹھی پھینک دو کہ اس سے تم فارغ ہو جاؤ جس پر تم سہارا لیتے ہو۔ اب تمہیں سکون ہماری ہی ذات سے ہوگا اور تم اس کے حقیقی فائدے دیکھو گے۔ پس مقاصد میں پھر تمہیں ہم پر اعتماد ہوگا۔

۲۰: فَاَلْقٰهَا (تو انہوں نے اس کو پھینک دیا) فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (دیکھتے کہ وہ لاٹھی ایک سانپ ہے جو دوڑ رہا ہے) یعنی تیزی سے چل رہا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بڑا سانپ بن گیا۔ جو چٹانوں اور درختوں کو نگلتا جا رہا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ہر چیز نگلتے دیکھا تو خوف زدہ ہوئے یہاں اس کو حیۃ سے اور دوسرے مقام پر ثعبان سے جبکہ وہ اژدہا کو کہتے ہیں اور تیسرے مقام پر جان سے تعبیر کیا جو باریک سانپ کو کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حیۃ اسم جنس ہے اس کا اطلاق مذکر مونث چھوٹے بڑے سب پر آتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ پہلے اس نے باریک سانپ کی شکل اختیار کی ہو پھر اس کا جسم بڑھتے بڑھتے اژدہا بن گیا۔ پس جانّ بول کر پہلی حالت مراد لی گئی اور ثعبان بول کر آخری حالت مراد لی گئی یا ایک قول یہ ہے کہ وہ جسامت میں اژدہا تھا اور تیزی میں جان تھا۔ ایک قول یہ ہے اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ تھا۔

۲۱: قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ (کہا اس کو پکڑ و اور کچھ اندیشہ نہ کرو) جب اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ پکڑو اور ڈرو نہیں ان کا خوف اس طرح دور ہو گیا کہ اپنا ہاتھ اس کے منہ میں ڈال دیا اور اس کے دونوں جبڑوں سے پکڑ لیا سَنُعِيْدُهَا (عنقریب ہم اس کو لوٹا دیں گے) سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى (اس کی پہلی حالت میں) الاولی اول کی مؤنث ہے اور سیرت اس حالت کو کہتے ہیں جس پر انسان ہو خواہ کسبی ہو خواہ طبعی ہو یہ اصل میں سیر سے فعلۃ کا وزن ہے۔ جیسے رکبۃ رکوب سے ہے پھر حالت اور طریقہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا ظرفیت کی بنا پر یہ منصوب ہے ای سنعیدھا فی طریقتھا فالاولی یہاں طریقہ بمعنی اس حال کے ہے۔ جس پر وہ لاٹھی تھی اور مطلب یہ ہے ہم اس کو عصا کی صورت میں لوٹا دیں گے جیسا کہ پہلے تھی موسیٰ علیہ السلام کو مخاطبت کے وقت یہ دکھائی گئی تا کہ اس سے وہ گھبرائیں نہیں۔ جبکہ وہ فرعون کے پاس سانپ بن جائے۔

۲۲: وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ (اور ملاؤ تم اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بازو کے ساتھ) پھر دوسری آیت کے بارے میں متنبہ

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝۲۵ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝۲۶ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝۲۷

موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرا سینہ کھول دیجئے اور میرے لئے کام کو آسان فرمائیے اور میری زبان کی گرہ کھول دیجئے

يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝۲۸ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝۲۹ هٰرُوْنَ اَخِي ۝۳۰ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝۳۱

تاکہ وہ لوگ میری بات کو سمجھیں اور میرے لئے میرے خاندان میں سے ایک وزیر بنا دیجئے یعنی میرے بھائی ہارون کو ان کے ذریعہ میری قوت کو مضبوط کر دیجئے

وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۝۳۲ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝۳۳ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝۳۴ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝۳۵

اور انہیں میرے کام میں شریک کر دیجئے تاکہ ہم کثرت سے آپ کی پاکی بیان کریں اور کثرت سے آپ کا ذکر کریں۔ بلاشبہ آپ ہمیں دیکھنے والے ہیں۔

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝۳۶

فرمایا اے موسیٰ تمہاری درخواست منظور کر لی گئی۔

کرتے ہوئے فرمایا۔ واضمم یدک الی جناحک ملاؤ تم اپنے ہاتھ کو اپنے پہلو کے ساتھ یعنی اپنے پہلو کی طرف بازو کے نیچے۔ انسان کے دونوں بازو دونوں طرفین ہیں۔ اور اصل جو ہے مستعار منہ پرندے کے دو بازو ہیں۔ ان کو جناح کہا گیا کیونکہ اڑنے کے وقت وہ ان کو ہلاتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اس کو اپنے بازو کے نیچے داخل کرو۔

تَخْرُجْ بَيْضَآءَ (وہ سفید ہو کر نکلے گا) مطلب یہ ہے کہ اس کی شعائیں سورج کی شعاؤں کی طرح آنکھوں کو ڈھانپ لیں گی۔ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ (برص وغیرہ کی بیماری کے بغیر) اٰيَةً اُخْرٰى (یہ ایک اور نشانی ہے) آپ کی نبوت کی صداقت پر۔

نحو: بیضاء اور آیۃ یہ دونوں اکٹھے حال ہیں۔ مِن بیضاء کا صلہ ہے جیسے کہتے ہیں ابیضت من غیر سوء اور یہ بھی درست ہے کہ آیت کا نصب فعل محذوف کی وجہ سے ہو۔ لام جس کے متعلق ہو۔

۲۳: لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى (تاکہ ہم آپ کو اپنی بڑی نشانیاں دکھائیں) یعنی یہ نشانی بھی لو اس کے بعد کہ لاٹھی کو سانپ بنایا گیا۔ تاکہ ہم ان آیات کے ساتھ اور بعض بڑی آیات دکھائیں۔ نمبر۲۔ تاکہ آپ کو ان دونوں کے ذریعہ ہماری آیات میں سے بڑی آیات دکھائیں۔ نمبر۳۔ یا معنی یہ ہے ہم نے یہ کیا تاکہ تمہیں اپنی بڑی آیات دکھائیں۔

۲۴: اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (تو فرعون کے پاس جا بیشک وہ سرکش ہو گیا) عبودیت کی حد سے تجاوز کر کے ربوبیت کے دعویٰ کی طرف بڑھ گیا۔

۲۵: جب اللہ تعالیٰ نے ان کو سرکش فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا اور ان سے انہوں نے سمجھ لیا کہ ان پر بہت بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ جس کے لئے وسیع سینہ کی ضرورت ہے جس میں خوب قوت برداشت ہو۔ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ (کہا اے میرے رب تو میرے لئے میرے سینے کو کھول دے) اس کو وسیع کر دے تاکہ وحی دیگر مشقتوں کو برداشت کرے۔ اور فرعون

اوراس کے لشکر کی بدسلوکی کو سہہ سکے۔

۲۶: وَ یَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ (اور میرے لئے میرے معاملے کو آسان کردے) رسالت کا پیغام جس کے فرعون تک پہنچانے کا مجھے حکم ملا ہے اس کو مجھ پر آسان کردے۔

نکتہ: اوراشرح لی صدری میں اشرح صدری کی نسبت زیادہ تاکید ہے کیونکہ اس میں ایک ہی معنی کا تکرار اجمال وتفصیل دونوں طریقوں سے لایا گیا ہے۔ کیونکہ اشرح لی ویسرلی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں کوئی ایسی چیز ہے جو مشروح ومیسر ہے پھر ابہام کو صدر اور امر کا ذکر کر کے رفع کردیا۔

۲۷: وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ (اور میری زبان کی گرہ کھول دے) احلل کا معنی کھولنا آتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گرہ تھی اس انگارے کی وجہ سے جس کو اپنی زبان پر بچپن میں رکھ لیا تھا۔ اوراس کا واقعہ اس طرح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ڈاڑھی کو پکڑ کر اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔ یہ بچپن کا زمانہ تھا۔ فرعون نے قتل کروانے کا ارادہ کیا اس پر آسیہ نے کہا یہ بچہ بے سمجھ ہے اے بادشاہ! اگر چاہیں تو تجربہ کرلیں۔ دو تھال منگوائے گئے ایک میں آگ کے انگارے اور دوسرے میں یاقوت سرخ۔ وہ دونوں موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیئے گئے۔ آپ نے یواقیت کا قصد کیا فرشتے نے آپکا ہاتھ آگ کی طرف پھیر دیا۔ آپ نے ایک کوئلہ اٹھا کر زبان پر رکھ لیا۔ جس سے زبان جل گئی اوراس میں لکنت پیدا ہوگئی ایک روایت میں یہ ہے کہ موسیٰ کا ہاتھ جل گیا فرعون نے اس کے علاج کی بہت تگ ودو کی مگر درست نہ ہوا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دعوت دی تو فرعون نے کہا تو مجھے کس رب کی طرف دعوت دیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا اس رب کی طرف جس نے میرا ہاتھ درست کیا جس کے علاج سے تو عاجز رہا۔

نحو: من لسانی یہ عقدۃ کی صفت ہے۔ گویا اس طرح کہا: عقدۃ من عقد لسانی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زبان میں لکنت باقی رہی اس کا کچھ حصہ زائل ہوا۔ مگر اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ وہ گرہ مکمل طور پر ختم ہوگئی۔

۲۸: یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ (تاکہ وہ میری بات سمجھ لیں) تیری رسالت کا پیغام پہنچانے کے وقت۔

۲۹: واجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا (اور میرے لے مددگار مقرر فرما) ایسا پشت پناہ جس پر میں اعتماد کرسکوں۔

اللغۃ وزیرا یہ الوزر سے ماخوذ ہے جس کا معنی بوجھ ہے وزیر کو اسلئے وزیر کہتے ہیں کیونکہ وہ بادشاہ سے بوجھ اور مشقتیں اٹھاتا ہے۔ نمبر۲۔ الوَزَر سے ہے جس کا معنی پناہ گاہ ہے کیونکہ بادشاہ اس کی رائے سے مضبوطی حاصل کرتا ہے اوراپنے معاملات میں اس کی پناہ حاصل کرتا اوراس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ نمبر۳۔ مددگار۔ اس صورت میں یہ الموازرۃ سے لیا گیا۔ یہ باب مفاعلہ ہے جس کا معنی باہم مدد کرنا۔

نحو: اجعل کا مفعول اول وزیر ہے اور دوسرا مفعول من اھلی ہے۔ نمبر۲: لِیْ وزیرًا یہ دونوں مفعول ہیں۔ مِنْ اَھْلِیْ (میرے اہل ہیں)۔

۳۰: هٰرُوْنَ یہ وزیر کا عطف بیان ہے۔ اور اَخِی یہ بدل یا عطف بیان ثانی ہے۔ نمبر۳۔ وزیرًا اور ھارون یہ دونوں مفعول ہیں

دوسرے کواول پر مقدم اس لئے کیا تا کہ وزارت کے معاملہ کی اہمیت معلوم ہو۔
۳۱: اُشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ (اس سے تو مضبوط کر میری کمر کو) میری پشت کواس سے مضبوط کر دے۔ نمبر۲۔ الازر قوت کو کہا جاتا ہے یعنی میری قوت مضبوط کر دے۔
۳۲: وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ (اوراس کو میرے اس کام میں شریک کر دے) اس کو میری نبوت ورسالت میں شریک بنا۔
قراءت: شامی نے اَشْدُدْ و اُشْرِكْهُ کو نفس حکایت کے طور پر جواب قرار دیکر پڑھا۔ جبکہ دیگر قراء نے دعا اور سوال کے طور پڑھا۔
۳۳: كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا (تا کہ ہم تیری کثرت سے تسبیح بیان کریں) تیرے لئے نماز پڑھیں اور تسبیح کرتے ہوئے تیری پاکیزگی بیان کریں۔
۳۴: وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا (اور تیری بہت یاد کریں) نمازوں میں اور نمازوں سے باہر۔
۳۵: اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا (بیشک تو ہمیں دیکھنے والا ہے) ہمارے حالات سے بخوبی واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر ان کا جواب مرحمت فرمایا:

۳۶: قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی (کہا اے موسیٰ تمہارا سوال تمہیں دیدیا گیا) جو تم نے مانگا وہ عنایت کر دیا گیا۔
اللغۃ: السُّول طلب کو کہا جاتا ہے اس کا وزن فعل ہے اور بمعنی مفعول ہے جیسا کہ خبز بمعنی مخبوز آتا ہے۔ (اکل بمعنی ماکول)
قراءت: ابوعمرو نے سولك کو بلا ہمزہ پڑھا ہے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰٓ ﴿٣٧﴾ إِذْ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰٓ ﴿٣٨﴾ أَنِ اقْذِفِيهِ

اور اے موسیٰ ہم نے تم پر ایک مرتبہ اور بھی احسان کیا' جبکہ ہم نے تمہاری والدہ کے دل میں وہ بات ڈالی جو انہیں بتائی جا رہی تھی۔ وہ یہ کہ تم اسے ایک صندوق میں

فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي

رکھ دو' پھر اس صندوق کو سمندر میں ڈال دو' پھر سمندر اسے کنارے پر ڈال دے گا۔ اس وقت اسے وہ شخص پکڑ لے گا جو میرا بھی دشمن ہے

وَعَدُوٌّ لَّهُۥ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِيٓ ﴿٣٩﴾ إِذْ تَمْشِيٓ أُخْتُكَ

اور اس کا بھی' اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ۔ جب تمہاری بہن چلتی ہوئی آئی

فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُۥ ۖ فَرَجَعْنَٰكَ إِلَىٰٓ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ

پھر وہ کہنے لگی کیا میں تمہیں ایسا خاندان نہ بتادوں جو اس کی پرورش کا ذمہ دار ہو جائے' پھر ہم نے تمہیں تمہاری والدہ کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّٰكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِيٓ أَهْلِ

اور تم نے ایک جان کو قتل کر دیا تھا پھر ہم نے تمہیں غم سے نجات دی اور ہم نے تمہیں فتنوں میں ڈالا پھر تم اہل مدین میں کئی سال

مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَٰمُوسَىٰ ﴿٤٠﴾

رہے پھر تم اے موسیٰ ایک خاص وقت پر چلے آئے۔

۳۷: وَلَقَدْ مَنَنَّا (اور ہم احسان کر چکے) انعام کر چکے عَلَيْكَ مَرَّةً (تم پر ایک مرتبہ) ایک بار اُخْرٰی (دوسری) اس سے پہلے۔ اس کی وضاحت فرمائی۔

ولادت کے وقت احسانات کا تذکرہ:

۳۸: اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى (جبکہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات بتلائی جو الہام سے بتانے کی تھی) وحی کا معنی یہاں الہام ہے۔ نمبر۲۔ خواب۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ فرعون تیرے ہم مثلوں کو قتل کر رہا تھا۔ اذ یہ مننّا کا ظرف ہے۔ پھر ما یوحیٰ کی تفسیر اس ارشاد سے فرمائی۔

۳۹: اَنِ اقْذِفِيْهِ (اس کو تو رکھ) ڈال دو فِي التَّابُوْتِ (صندوق میں) ان مفسرہ ہے کیونکہ وحی یہاں قول کے معنی میں ہے۔ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ (پھر اس کو ڈال دو دریا میں) یعنی دریائے نیل میں۔ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ (پس موسیٰ کو دریا کنارے پر لے آئے گا)۔

اللغۃ: الساحل۔ جانب کو کہتے ہیں اس کو ساحل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ پانی اس کو چھیلتا ہے۔

نکتہ: امر کا صیغہ ماقبل کی مناسبت سے لایا گیا مگر وہ خبر کے معنی میں ہے۔یعنی یلقیه الیم بالساحل ۔ دریا اس کو ساحل پر لا ڈالے گا۔ يَأۡخُذۡهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهٗ (اس کو ایسا شخص لے لے گا۔ جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی دشمن ہے) مراد اس سے فرعون ہے اور تمام ضمائر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہیں۔ بعض ضمائر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہیں۔ بعض ضمائر کو موسیٰ علیہ السلام اور بعض کو تابوت کی طرف لوٹانے سے نظم میں تنافر پیدا ہوتا ہے۔ اگر چہ مقذوف فی البحر اور الملقی الی الساحل تابوت ہی ہے۔ لیکن تابوت کے اندر تو موسیٰ علیہ السلام ہیں (اور اصل مقصود وہی ہیں)

روایت میں ہے کہ تابوت میں دھنکی ہوئی روئی رکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو اس میں رکھا گیا تھا اور صندوقچہ کو تارکول لگائی گئی تھی پھر اس کو دریا کے حوالہ کیا گیا تھا۔ دریائے نیل کی ایک بڑی نہر فرعون کے باغ کی طرف جاتی تھی۔ فرعون اپنے باغ میں ایک تالاب کے کنارے آسیہ ملکہ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اچانک صندوقچہ پر نظر پڑی۔ فرعون نے اس کو نکالنے کا حکم دیا۔ اس کو نکال کر کھولا گیا ایک خوبصورت بچہ پایا۔ جس کا چہرہ جمال و صباحت سے مزین تھا۔ فرعون کو دیکھتے ہی اس بچہ سے شدید محبت پیدا ہوگئی اس بات کو اس ارشاد میں ذکر کیا گیا۔

وَأَلۡقَيۡتُ عَلَيۡكَ مَحَبَّةً مِّنِّي (میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈالی) مِنّی یہ اَلْقَیْتُ کے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہوا میں نے تمہیں محبوب بنالیا۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں دل بھی اسی کو چاہتے ہیں۔ پس ان کو جو کوئی دیکھتا وہ ان سے محبت کرنے لگتا۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی اس قدر ملاحت تھی کہ جو بھی ان کو دیکھتا ان سے محبت کرنے لگتا۔

وَلِتُصۡنَعَ عَلَىٰ عَيۡنِيٓ (تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ) وَلِتُصْنَعَ کا عطف محذوف پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے والقیت علیك محبة لتحب ولتصنع میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی تاکہ تجھے محبوب بنایا جائے اور تیری پرورش کی جائے۔ علی عینی ہماری نگرانی میں تمہاری تربیت ہو۔ اور یہ اصل میں صنع الفرس سے لیا گیا۔ اچھی دیکھ بھال کی اور حسن سلوک سے پیش آیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہاری نگرانی اور نگہبانی کرنے والے ہیں جس طرح کوئی آدمی اس چیز کی نگرانی کرتا ہے جس کی طرف خاص متوجہ ہو۔ ولتصنعَ لام کے سکون اور جزم سے مراد یہ ہے کہ یہ امر ہے۔

۴۰: إِذۡ تَمۡشِيٓ (جب چلتی ہوئی آئی) یہ اِذْ او حینا سے بدل ہے کیونکہ بہن کا چل کر آنا یہ بھی موسیٰ علیہ السلام پر احسان تھا۔ أُخۡتُكَ فَتَقُولُ هَلۡ أَدُلُّكُمۡ عَلَىٰ مَن يَكۡفُلُهٗ (تمہاری بہن۔ پس وہ کہہ رہی تھی کیا میں تم کو ایسی عورت کا پتہ بتادوں جو اس کو پالے) روایت میں ہے کہ ان کی بہن مریم ان کی اطلاع معلوم کرنے کیلئے آئیں تو اس کا سامنا ایسے لوگوں سے ہوگیا جو ایسی دودھ پلانے والی عورت ڈھونڈ رہے تھے۔ جس کے دودھ کو وہ بچہ قبول کرلے۔ اب تک موسیٰ علیہ السلام نے کسی عورت کا دودھ قبول نہ کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا کہ تمہیں ایسے لوگ نہ بتلا دوں جو اپنے ہاں رکھ کر اس کی تربیت کریں اور اس سے ان کی مراد دودھ پلانے والی عورت تھی۔

وجہ: فعل کو مذکر لانا مَنْ کی رعایت کرتے ہوئے ہے۔ انہوں نے مریم کی بات سن کر ہاں میں جواب دیا۔ اور اس کو مرضع کے بلوا لانے کا حکم دیا۔ وہ اپنی والدہ کو لے آئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے دودھ کو قبول کرلیا۔ اسی بات کا ذکر اس ارشاد میں فرمایا۔

فَرَجَعْنٰكَ پس ہم نے تمہیں لوٹا دیا۔اِلٰٓى اُمِّكَ (تمہاری ماں کی طرف۔) جیسا کہ ہم نے اس کا وعدہ اپنے اس قول سے کیا۔انارادوہ الیك۔ [القصص:۷] كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا (تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو) تمہارے اس کے ہاں قیام کی وجہ سے۔وَلَا تَحْزَنَ (اور وہ غمگین نہ ہو) تمہاری جدائی پر۔

قبطی کا قتل اور پھر مدین جانا:

وَقَتَلْتَ نَفْسًا (اور تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا) ایک قبطی کافر کو۔فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ (پس ہم نے تمہیں غم سے نجات دی) یعنی قصاص سے۔دوسرا قول یہ ہے الغم کا لفظ لغت قریش میں قتل کے معنی میں آتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے آپ کو قتل پر اللہ تعالیٰ کی سزا کے خوف کا غم طاری تھا۔اور فرعون کے قصاص لینے کا بھی غم تھا۔اللہ تعالیٰ نے تو ان کے استغفار کی وجہ سے بخش دیا۔استغفار اس طرح تھا قال رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی اور فرعون سے بچا کر مدین میں پہنچا دیا۔وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا (اور تمہیں آزمایا آزمانا) ہم نے تمہاری اس طرح آزمائش کی کہ تمہیں مشقتوں میں ڈالا اور پھر ان سے نکالا۔

اللغة: الفتون یہ القعود کی طرح مصدر ہے نمبر۲۔یہ فتنة کی جمع ہے۔ای فتناك ضروباً من الفتن اور الفتنة مشقت کو کہتے ہیں۔ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمائے وہ فتنہ ہے۔جیسا کہ اس آیت میں ہے ونبلونکم بالشروا لخیر فتنة [الانبیاء:۳۵]

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِىْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ (پس تم ٹھہرے کئی سال اہل مدین میں) یہ مدین شعیب علیہ السلام کا شہر ہے۔یہ مصر سے آٹھ مراحل پر واقع ہے۔بقول وہب کے شعیب علیہ السلام کے پاس ۲۸ سال ٹھہرے۔دس سال تو اپنی بیوی صفوراء کا مہر تھا۔اور ۱۸ سال اس کے بعد ان کے ہاں قیام کیا یہاں تک کہ ان کے ہاں اولاد ہوگئی۔ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى (پھر تم ایک خاص وقت پر آئے) وعدہ کا وقت اور وہ مقدار جو رسالت کیلئے مقدر تھی۔وہ چالیس سال کی عمر تھی۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ

اور میں نے تمہیں اپنے لئے منتخب کر لیا تم اور تمہارا بھائی میری نشانیاں لے کر جاؤ اور دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا تم دونوں فرعون کی طرف

اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَآ

چلے جاؤ بے شک وہ سرکشی اختیار کیے ہوئے ہیں پھر تم دونوں اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا ہو سکتا ہے کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب

اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ

بلاشبہ ہمیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا سرکشی کرنے پر اتر آئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں مت ڈرو بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں

وَاَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ

اور دیکھتا ہوں سو تم اس کے پاس پہنچ جاؤ اور اس سے کہو کہ بلاشبہ ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں سو تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور تو انہیں تکلیفیں نہ دے۔

قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ

ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے بلاشبہ ہماری طرف وحی کی گئی ہے

اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾

کہ اس پر عذاب ہے جو جھٹلائے اور روگردانی کرے۔

۴۱: وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ (اور میں نے تمہیں اپنے لئے منتخب کر لیا) چن لیا۔ اور اپنی وحی اور رسالت کیلئے تمہارا انتخاب کر لیا تا کہ تم میرے ارادہ اور محبت کے مطابق کام کرو۔

زجاج کہتے ہیں میں نے تمہیں اپنے کام کیلئے چنا۔ اور تمہیں اپنی محبت کو قائم کرنے والا بنایا۔ اور اپنے اور مخلوق کے درمیان واسطہ بنایا تا کہ میرا خطاب سن کر مخلوق کو پہنچاؤ۔ گویا میں نے تمہارے ذریعہ ان پر حجت قائم کر دی اور ان کو براہِ راست مخاطب کیا۔

۴۲: اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ (تم اور تمہارا بھائی میرے معجزات لے کر جاؤ) آیات سے یہاں معجزات مراد ہیں۔ وَلَا تَنِيَا (اور تم دونوں سستی نہ کرنا) تھکنا، سستی کرنا۔ یہ الونی سے ہے جس کا معنی کمی اور تھکاوٹ ہے۔

فِيْ ذِكْرِيْ : (میری یاد میں) تم دونوں میری یاد کو اپنے دو پروں بناؤ جس سے تم نے پرواز کرنا ہے۔ ۲: الذکر سے مراد تبلیغ رسالت ہے۔ ذکر کے لفظ کا اطلاق تمام عبادات پر ہوتا ہے اور تبلیغ رسالت تو عظیم ترین عبادات میں سے ہے۔

۴۳: اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ (تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ) یہ دوبارہ لائے کیونکہ اول مطلق ہے۔ اور ثانی مقید ہے۔ اِنَّهٗ طَغٰى (بیشک وہ سرکش ہو گیا) ربوبیت کا دعویٰ کر کے حد سے تجاوز کیا ہے۔

۴۴: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا (پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا) تم دونوں اس سے مطابقت سے بات کرنا۔ اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام پر اس کا حقِ تربیت تھا۔ نمبر۲۔ اس کو کنیت سے بلانا۔ اس کی تین کنیتیں تھیں۔

نمبر۱۔ ابوالعباس نمبر۲۔ ابوالولید۔ نمبر۳۔ ابومرّۃ۔

نمبر۳۔ اس کو ایسی جوانی کا وعدہ کرنا جس کے بعد بڑھاپا نہیں اور ایسی بادشاہی جو اس سے موت کے علاوہ چھینی نہ جائے گی۔ نمبر۴۔ یا اس سے وہ ارشاد مراد ہے جو دوسرے مقام پر ہے۔ هل لك الى ان تزكى و اَهْدِيَكَ الى ربك فتخشٰى کلام کا ظاہر استفہام اور مشورہ ہے۔

لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ (شاید کہ وہ نصیحت پذیر ہو جائے) نصیحت قبول کر لے اور غور و فکر کرے پھر حق کا یقین کر لے۔ اَوْ يَخْشٰى (یا وہ ڈر جائے) یعنی وہ اس بات سے ڈرے کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسا کہ تم دونوں بیان کر رہے ہو۔ اس صورت میں اس کا انکار ہلاکت کے مترادف ہے۔

نکتہ: یہاں لعله یتذکر فرمایا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ نصیحت قبول نہ کرے گا۔ کیونکہ ترجی علم و رجاء دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ اس طرح ہوگا۔ اذهبا على رجائكما و طمعكما تم اپنی امید اور توقع کے ساتھ جاؤ۔ اور تم حکم کو اس انداز سے انجام دو کہ جس طرح وہ شخص ادا کرتا ہے۔ جس کو توقع ہے کہ اس کا علم فائدہ دے گا۔ اور رہی یہ بات کہ جب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ ہرگز ایمان نہ لائے گا تو ارسال رسل کا فائدہ کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ اتمامِ حجت اور قطعِ معذرت بطریق اسباب مقصود ہے (باقی حکمتوں سے واقف ہے جس کی یہ کائنات ہے کہ یہ مزید کی مجال نہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ لعله یتذکر کا معنی یہ ہے کہ لعله یتذکر متذکر او یخشى خاش کہ شاید کوئی نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت پائے اور ڈرنے والا ڈر جائے۔ چنانچہ اس طرح بہت سے لوگوں کے سلسلہ میں واقع ہوا جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے۔ اور ایک قول ہے کہ لعل اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے جب آئے تو وجوب کو ظاہر کرتا ہے۔ اور یقیناً اس کو نصیحت تو آئی لیکن اسوقت اس کو نصیحت نے فائدہ نہ دیا۔ (کیونکہ قبول نہ کیا)۔ قول آخر یہ ہے فرعون نے نصیحت حاصل کی اور ڈر گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا ارادہ کر لیا۔ مگر اس کو ھامان نے روک دیا۔ اور فرعون اپنے کسی معاملہ کا فیصلہ اس کے بغیر نہ کرتا تھا۔

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو وہ زار و قطار رونے لگے اور عرض کیا اے اللہ یہ تیری نرمی تو اس شخص کے ساتھ ہے جو اپنے بارے میں کہتا ہے انا اللہ (کہ میں معبود ہوں) اس کے ساتھ تیری نرمی کا معاملہ کیا ہوگا۔ جو کہتا: انت الا لله (کہ تو میرا معبود ہے) اور یہ تیری نرمی اس کے ساتھ ہے جو کہتا ہے۔ انا ربكم الاعلى اس کے ساتھ کتنی مہربانی ہوگی جو کہتا ہے سبحان ربی الا علی۔

۴۵: قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ (موسیٰ و ھارون نے کہا اے میرے رب ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ کہیں ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے) سزا میں جلد بازی کرے یفرط سے الفارط ہے کہا جاتا ہے فرط علیہ۔ ای عجل جلدی کی اَوْ اَنْ يَّطْغٰى (یا وہ سرکشی نہ کرنے لگے) ہمارے ساتھ بدسلوکی میں حد سے تجاوز نہ کرے۔

۴۶: قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں اندیشہ نہ کرو میں تم دونوں کے ساتھ یقیناً ہوں) یعنی تمہارا محافظ ومددگار رہوں۔ اَسْمَعُ (میں سنوں گا) تمہارے اقوال کو وَ اَرٰی (اور میں دیکھتا ہوں) تمہارے افعال کو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسمع میں سننے والا ہوں تمہاری دعاؤں کو ان کو قبول کروں گا۔ و اری (میں دیکھنے والا ہوں) جو تمہارے خلاف ارادہ کیا جائے پس میں رکاوٹ ڈالنے والا ہوں میں تمہارے احوال سے بے خبر نہیں تم پرواہ نہ کرو۔

دو بنیادی مطالبات اور ان کے پیش کرنے کا طریقہ:

۴۷: فَاْتِیٰهُ (پس تم دونوں جاؤ) فرعون کے پاس فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ (پس تم دونوں کہو ہم تیرے رب کے قاصد ہیں) تیری طرف فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (پس تو بھیج ہمارے ہمراہ بنی اسرائیل کو) ان کو غلامی سے آزاد کرو۔ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ (اور ان کو تکلیفیں مت پہنچا) دشوار ترین مشقت کے کام لے کر۔ قَدْ جِئْنٰکَ بِاٰیَةٍ (ہم تیرے پاس معجزہ لے کر آئے ہیں) آیت یہاں دلیل نبوت یعنی معجزے کیلئے استعمال ہوا۔ مِنْ رَّبِّکَ (تیرے رب کی طرف سے) اس کی سچائی پر جو ہم نے دعویٰ کیا۔ یہ جملہ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ کیلئے بمنزلہ بیان اور تفسیر کے ہے۔ کیونکہ دعوائے رسالت دلیل سے ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور آیت سے یہی دلیل نبوت کا لانا ہی مقصود ہے۔ فرعون نے یہ سنکر کہا وہ دلیل کیا ہے پس آپ نے اپنا دست اقدس بغل سے نکالا تو اس سے شعاع آفتاب کی طرح شعاعیں نکل رہی تھیں۔ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (اور جو سیدھی راہ پر چلے اس کے لئے سلامتی ہے) یعنی عذاب سے وہ سلامتی پاسکتا ہے جو اسلام لے آئے۔ یہ سلام تحیہ نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان ملائکہ کا سلام ہے جو ہدایت پانے والوں پر جنت میں خازن ہیں۔

۴۸: اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ (ہمارے پاس یہ وحی کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب) دنیا اور آخرت میں عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی (اس شخص پر ہوگا جس نے تکذیب کی اور منہ پھیرا) رسولوں کو جھٹلایا اور ایمان سے اعراض اختیار کیا۔

قَالَ فَمَنۡ رَّبُّكُمَا يٰمُوۡسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِىۡۤ اَعۡطٰى كُلَّ شَىۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾

فرعون نے کہا تو تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ! موسیٰ نے کہا کہ ہمارا رب وہی ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدائش عطا فرمائی پھر راہ بتائی۔

قَالَ فَمَا بَالُ الۡقُرُوۡنِ الۡاُوۡلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلۡمُهَا عِنۡدَ رَبِّىۡ فِىۡ كِتٰبٍ‌ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّىۡ وَلَا

فرعون نے کہا تو پرانی جماعتوں کا کیا حال ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا ان کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے۔ میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور

يَنۡسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّسَلَكَ لَـكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا وَّاَنۡزَلَ مِنَ

نہ بھولتا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا اور اس میں تمہارے لئے راستے بنا دیئے اور اس نے آسمان سے

السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوۡا وَارۡعَوۡا اَنۡعَامَكُمۡ‌ ؕ اِنَّ فِىۡ

پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ مختلف قسم کے نباتات پیدا کئے۔ کھاؤ اور مویشیوں کو چراؤ بلاشبہ اس میں

ذٰ لِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ﴿۵۴﴾ مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ﴿۵۵﴾ ع ۱۱

عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اس میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوسری بار نکالیں گے۔

قرآن میں ارجیٰ آیت:

یہ قرآن میں ارجیٰ آیت قرار دی گئی کیونکہ جنس سلام کو مؤمن کیلئے مخصوص کیا اور جنس عذاب کو مکذب کیلئے مخصوص کیا اور جنس کے بعد کونسی چیز رہ جاتی ہے۔ تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور فریضہ رسالت ادا کرو۔ چنانچہ دونوں نے وہ کہا جس کا حکم ملا تھا۔

فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا آغاز:

۴۹: قَالَ فَمَنۡ رَّبُّكُمَا يٰمُوۡسٰى (فرعون نے کہا اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟) اس نے دونوں کو اولاً مخاطب کیا پھر ایک کا نام لے کر آواز دی کیونکہ موسیٰ نبوت میں اصل تھے اور ھارون علیہ السلام ان کے تابع تھے۔

دلائلِ توحید:

۵۰: قَالَ رَبُّنَا الَّذِىۡۤ اَعۡطٰى كُلَّ شَىۡءٍ خَلۡقَهٗ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شئی کو اس کے مناسب بناوٹ عنایت فرمائی۔) خلقه یہ اعطی کے دو میں سے پہلا مفعول ہے یعنی اعطی خليقته كل شئ يحتاجون اليه ويرتفقون به اس نے بناوٹ دی ہر چیز کو ایسی جس کے وہ ضرورت مند اور جس سے وہ فائدہ اٹھانے والے ہیں نمبر۲۔ دو میں سے دوسرا مفعول ہے۔ ہر شئی کو اس کی وہ شکل وصورت دی جو اس کے منفعت و مقصد کے مطابق ہے جیسا کہ آنکھ کو وہ ہیئت دی جو بصارت کے مطابق ہے اور کان کو وہ شکل دی جو سننے کے مناسب تھی اور اسی طرح ناک، پاؤں، ہاتھ ہر ایک ان میں سے مقررہ

منفعت کے عین مطابق ہے۔
قراءت: نصیر نے خَلَقَهٗ پڑھا ہے انہوں نے مضاف کی صفت قرار دیا یا مضاف الیہ کی۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ مَخْلُوْقٍ عطاء۔ ثُمَّ هَدٰی (پھراس کی راہنمائی کی) بتلا دیا کہ جو کچھ دنیا کی معیشت کیلئے ہے کس طرح اس سے فائدہ اٹھائے اور عقبیٰ کی سعادت کیونکر حاصل کرے۔
۵۱: قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی (فرعون نے کہا پھراقوام سابقہ کا کیا حال ہوا) گزری ہوئی اقوام کا کیا حال ہے؟ اور اقوام پارینہ کا کیا معاملہ ہے۔ فرعون نے قرون متقدمہ کی حالت پوچھی کہ کون ان میں بدبخت ہے اور کون خوش نصیب۔
۵۲: قَالَ (موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا۔) عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ (انکا علم میرے رب کے پاس دفتر میں محفوظ ہے) کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے۔
نحو: عِلْمُهَا مبتدا اور عند ربی خبر ہے اور فی کتاب دوسری خبر ہے۔ آپ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ یہ غیب کے متعلق سوال ہے جو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ میں تو اس کا ایک بندہ ہوں۔ مجھے تو اتنا ہی علم ہے جتنا علام الغیوب نے اطلاع دی ہے اور اہل زمانہ سابقہ کے حالات کا علم لوح محفوظ میں درج ہے۔ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ (میرا رب نہ غلطی کرتا ہے) کوئی چیز اسے فراموش نہیں ہوسکتی۔ کہا جاتا ہے ضللت الشيء جبکہ اس کی جگہ بھول جائے اور اس جگہ کی طرف راہ نہ ملے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کی سعادت وشقاوت میں خطاء نہیں کرتا۔ کہ جس کو سعید بنانا ہو اس کو شقی اور شقی کو سعید بنا دے۔ وَلَا یَنْسٰی (اور نہ بھولتا ہے) ان کے ثواب وعقاب کو نہیں بھولتا۔ نمبر۲۔ جو وہ جانتا ہے اس کو وہ نہیں بھولتا کہ کتاب سے اس کو دیکھنا پڑے۔ کتاب تو اس لئے ہے تا کہ ملائکہ کو معلوم ہو جائے کہ مخلوق کا معمول اس کے معلوم کے موافق ہے۔
۵۳: الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش کی طرح بنایا)
نحو: رَبِّی کی صفت ہونے کی وجہ سے الَّذِیْ مرفوع ہے۔ نمبر۲۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ نمبر۳۔ مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔
قراءت: کوفی وغیرہ نے مهدًا کو مهادًا پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغات ہیں۔ بچھونے اور بچھانے کی چیز کیلئے بولتے ہیں۔ وَّ سَلَكَ (اور اس نے چلائے) یعنی بنائے۔ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا (تمہارے لئے راستے) وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (اور اس نے آسمان سے بارش اتاری) فَاَخْرَجْنَا بِهٖ (پس اس پانی سے ہم نے نکالا) ہٗ کی ضمیر پانی کی طرف لوٹتی ہے۔ کلام میں تفنن پیدا کرنے کیلئے غیبت سے کلام کا رخ متکلم کی طرف موڑ دیا۔
ایک قول یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام پورا ہو چکا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق فَاَخْرَجْنَا بِهٖ سے اطلاع دی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔ یعنی ہم کھیتی کر کے اور اس کو پانی دے کر نکالتے ہیں۔ اَزْوَاجًا (اقسام) مِّنْ نَّبَاتٍ (نباتات کی)
نحو: نبات مصدر ہے اور اُگنے والی چیز کا نام اس سے رکھ دیا اس میں مصدر کی وجہ سے واحد وجمع برابر ہیں۔

شَتّٰی مختلف نمبرا۔ یہ ازواج کی صفت ہے۔ نمبر۲۔ نبات کی صفت ہے یہ شتمت کی جمع ہے جیسے مریض، مرضی، مطلب یہ ہوگا کہ نبات نفع، ذائقہ، رنگت، خوشبو، شکل میں مختلف ہیں۔ بعض لوگوں کے استعمال کیلئے جبکہ دوسری حیوانات کے کام آتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ایک اور انعام ملاحظہ کریں کہ ہمارے ارزاق چوپایوں کے کام سے حاصل ہوتے ہیں اور انکا چارہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو بنایا ہے جو ہماری حاجات سے فاضل اور بچی ہوئی ہیں۔ جن کو کھانے کی قدرت قائلین میں بھی نہیں ہے۔

۵۴: كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ (تم کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو کھلاؤ)

نحو: یہ اخرجنا کی ضمیر سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے ہم نے مختلف اقسام کی نبات نکالیں اس حال میں کہ ان سے انتفاع کی اجازت دی۔ بعض کا خود کھانا مباح کیا اور دیگر کا اپنے جانوروں کو کھلانا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) جس کا میں نے تذکرہ کیا لَاٰیٰتٍ (البتہ نشانات) ہیں یعنی دلالتیں ہیں۔ لِّاُولِی النُّھٰی (عقل مندوں کیلئے) النھی جمع ہے اور اس کا واحد نُھْیَۃ ہے نمبرا۔ اس کو اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ ممنوعات سے روکتی ہے نمبر۲۔ معاملات میں اسی کی طرف انتہاء ہوتی ہے۔

سہولیاتِ انسانی اور زمین:

۵۵: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ (اور ہم نے تم کو زمین سے پیدا کیا) یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو دوسرا قول ہر نطفہ کو دفن والی جگہ کی تھوڑی سی مٹی میں گوندھا جاتا ہے پھر مٹی اور نطفے کو ملا کر اس کے جسم کی تخلیق کی جاتی ہے۔ تیسرا قول نطفہ غذاؤں کا نچوڑ ہے اور وہ غذائیں زمین ہی سے نکلی ہیں۔ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ (اور اسی میں ہم تم کو لوٹائیں گے) جبکہ تم مر کر دفن ہوگے وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ (اور اسی سے تم کو نکالیں گے) بعث کے وقت تَارَةً اُخْرٰى (دوسری مرتبہ) نکالنے سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کے متفرق اجزاء جو مٹی میں مل چکے تھے ان کو از سر نو جمع کر کے جوڑ دیا جائے گا اور سابقہ صورت زندہ کر کے پہنا دی جائیگی اور محشر کی طرف ان کو نکالا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی جو سہولیات زمین سے متعلق ہیں ان کو شمار فرمایا۔ نمبرا۔ کہ اس کو فرش اور بچھونے کی طرح بنایا کہ جس پر آتے جاتے ہیں۔ نمبر۲۔ ان کے لئے راستوں کو درست کر دیا جن میں اپنی مرضی سے چلتے ہیں۔ نمبر۳۔ اس میں مختلف قسم کی وہ نباتات اگا دیں جن میں انسانوں کی خورک اور ان کے چوپائیوں کا چارہ اگا دیا۔ زمین ہی ان کی وہ اصل ہے جس سے انہوں نے پرورش پائی اور ان کی وہ ماں ہے جس سے ان کو پیدا کیا گیا۔ نمبر۴۔ اور زمین ہی وہ ہے جو موت کے بعد ان کو سمیٹتی ہے۔

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ

اور البتہ ہم نے فرعون کو اپنی تمام نشانیاں دکھائیں سو اس نے جھٹلایا اور انکار کیا۔ وہ کہنے لگا کہ اے موسیٰ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعہ ہماری سرزمین سے

يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ

نکال دے۔ سو ہم بھی تیرے مقابلہ میں اسی جیسا جادو لے آئیں گے سو تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر دے نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں گے اور نہ تو اس غرض

اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى

کے لئے ایک ہموار میدان مقرر کر دے۔ موسیٰ نے کہا کہ تم سے زینت کے دن وعدہ ہے اور یہ بات بھی ہے کہ لوگ ایسے وقت میں جمع ہوں جب دن چڑھ جائے۔ اس کے بعد فرعون واپس ہوا

فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

پھر اس نے اپنے مکر کا سامان جمع کیا پھر وہ آگیا۔ موسیٰ نے ان سے کہا ہلاکت ہے تمہارے لئے اللہ پر جھوٹ افتراء مت کرو

فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا

ورنہ وہ تمہیں ایسا عذاب دے گا کہ تمہیں بالکل ہی ختم کر دے گا اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ ناکام ہی رہتا ہے۔ پھر انہوں نے اپنی اپنی رائے میں اختلاف کیا اور چپکے چپکے مشورہ

النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا

کرتے رہے۔ کہنے لگے کہ بلا شبہ یہ دونوں جادوگر ہیں۔ دونوں چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے ذریعہ تم لوگوں کو تمہاری سرزمین سے نکال دیں

وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ

اور تمہارے عمدہ طریقے کو ختم کر دیں۔ لہٰذا اب تم سب اپنی تدبیر کا انتظام کرو پھر صف بنا کر آ جاؤ۔ اور جو غالب ہو آج

الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾

وہی کامیاب ہوگا۔

نشانات:

۵۶: وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا (ہم نے اس کو اپنی ساری نشانیاں دکھائیں) اَرَيْنٰهُ کی ضمیر فرعون کی طرف جاری ہے۔ آیات سے یہ نو آیات مراد ہیں نمبر ۱۔ عصا نمبر ۲۔ ید بیضاء نمبر ۳۔ سمندر کا پھٹنا۔ نمبر ۴۔ پتھر کا پھٹنا۔ نمبر ۵۔ مکڑی یعنی ٹڈی دل۔ نمبر ۶۔ جوئیں۔ نمبر ۷۔ مینڈک نمبر ۸۔ خون۔ نمبر ۹۔ پہاڑ کا اکھڑ کر لٹکنا۔ فَكَذَّبَ (پس اس نے جھٹلایا) ان آیات کو وَاَبٰى (اور حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا) یعنی ایمان و اطاعت سے انکار کر دیا۔

فرعون کا خوف اور جادوگروں کے مقابلہ کی تیاری:

۵۷: قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى (کہنے لگا اے موسیٰ کیا تو اس لئے ہمارے پاس آیا ہے تا کہ تو اپنے سحر سے ہم کو ہماری سرزمین سے نکال دے) قال کا قائل فرعون اور ارضنا سے مراد سرزمین مصر ہے۔

نکتہ: یہ آیت بتلا رہی ہے کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام سے بہت ڈر گیا اور بِسِحْرِكَ کہہ کر بہانہ لگایا ورنہ کون سا ایسا جادوگر ہے جو بادشاہ کو اس کی حکومت سے نکال باہر کرے۔

۵۸: فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ (پس اب ہم بھی تیرے مقابلے میں ایسا ہی جادو لائیں گے) یعنی تیرا مقابلہ ایسے جادو سے کریں گے جو تیرے جادو جیسا ہوگا۔ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا (پس تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کر لے) موعد یہ مصدر ہے جو الوعد کے معنی میں ہے ظرف زمان و مکان نہیں البتہ مضاف مقدر مانا جائے گا۔ ای مکان موعد اور لَّا نُخْلِفُهٗ (جس کے خلاف نہ ہم کریں) اس وعدے کی۔

قراءت: لا نُخْلِفْهُ کو جزم کے ساتھ یزید نے امر کا جواب ہونے کی وجہ سے پڑھا یا اور دیگر قراء نے موعد کا وصف ہونے کی وجہ سے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا (ہم اور نہ تم کسی ہموار میدان میں) یہ مکان محذوف کا بدل ہے اور یہ بھی درست ہے کہ مضاف مقدر نہ ہو۔ اور معنی اس طرح کر لیا جائے تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کر جس کی ہم خلاف ورزی نہ کریں۔ اور مکانا مصدر ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا۔ نمبر۲۔ یا اس فعل کی بنا پر منصوب ہوگا۔ جس پر مصدر دلالت کرتا ہے۔

سُوًى (ہموار)

قراءت: حجازی، ابوعمرو، علی رحمہم اللہ نے کسرہ سے پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے ضمہ سے۔

نحو: یہ مکان کی صفت ہے۔ نمبر۲۔ یہ استواء سے لیا جائے تو پھر اس کا معنی نصف ہوگا۔ ایسا مکان جو ہمارے اور تمہارے لیے آدھے راستہ پر واقع ہوتا کہ فاصلہ درمیان سے طرفین تک برابر ہو۔

یوم زینت سے مراد:

۵۹: قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ (کہا تمہارے مقابلہ کے وعدہ کا وقت وہ دن ہے جس میں تمہارے تہوار کا دن ہے)

نحو: موعدکم مبتدا یوم الزِّيْنَةِ خبر ہے۔ یہ ان کے ہاں خوشی کا دن تھا۔ نمبر۲۔ نیروز کا دن نمبر۳۔ یوم عاشور۔ زمان کے ساتھ جواب اس صورت میں درست ہوتا ہے (اگرچہ مکان کے متعلق سوال تاویل اول کی صورت میں ہے) کیونکہ انکا اجتماع زینت کے دن آخر کسی مکان میں وقوع پذیر ہوگا۔ پس زمان کو بطور علم مکان کے ذکر دیا۔ اور دوسری تفسیر کے مطابق تقدیر عبارت یہ ہوگی وعدکم و عد یوم الزینۃ تمہارا وعدہ یوم الزینت کا وعدہ ہے۔

وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ (اور جس میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں) یعنی جمع کئے جاتے ہیں۔

نحو: نمبر۱۔ یہ موضع رفع میں ہے۔ نمبر۲۔ یوم پر عطف کی وجہ سے موضع جر میں ہے۔ نمبر۳۔ الزینۃ پر عطف کی وجہ سے موضع جر میں ہے۔ ضُحًى (چاشت کے وقت) خوب دھوپ کے وقت تا کہ شک و شبہ سے بالاتر ہو۔ اور حق کے سامنے آنے کیلئے ظاہر تر

ہو۔اور تمام شہری ودیہاتی اس کو ملاحظہ کریں اور ان میں وہ پھیل جائے۔

۶۰: فَتَوَلّٰی فِرْعَوْنُ (پس فرعون دربار سے لوٹ گیا) موسیٰ علیہ السلام نے اعراض کرتے ہوئے پشت پھیری۔ فَجَمَعَ کَیْدَهٗ (پھر اپنا مکر جمع کرنا شروع کیا) اپنی تدابیر اور جادوگران کی تعداد ۷۲ تھی۔نمبر۲۔ چار صد تھی نمبر۳۔ ستر ہزار تھی۔

ثُمَّ اَتٰی (پھر پہنچ گیا) مقررہ وعدۂ مقام پر۔

۶۱: قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰی (ان کو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) جادوگروں کو وَیْلَکُمْ لَاتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا (تم پر افسوس! اللہ تعالیٰ پر جھوٹ مت تراشو) اس کی آیات اور اس کے معجزات کو جادو کا نام مت دو۔ فَیُسْحِتَکُمْ (پس وہ تمہیں نیست ونابود کردیگا)

قراءت: کوفی نے سوائے ابوبکر کے پڑھا ہے۔یعنی وہ تمہیں ہلاک کردے گا۔ دیگر قراء نے فَیَسْحَتَکم یاء کے فتحہ اور حاء کے فتحہ سے پڑھا ہے۔السحت اور الاسحات۔ ملیا میٹ کرنے کا معنی دیتے ہیں۔

نحو: یہ جواب نہی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ بِعَذَابٍ (بڑے عذاب کے ذریعہ) وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی (اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ ناکام ونامراد رہتا ہے) جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے۔

جادوگروں کا اختلاف اور مشورہ:

۶۲: فَتَنَازَعُوْٓا (پس وہ اپنے باہمی رائے میں اختلاف کرنے لگے)۔ انہوں نے اختلاف کیا بعض جادوگروں نے کہا کہ یہ ہمارے جیسا جادوگر ہے۔ دوسروں نے کہا یہ بات جادوگر نہیں کہہ سکتا لا تفترو ا علی اللّٰہ کذباً الآیۃ

اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰی (اپنے معاملے میں اور انہوں نے خفیہ مشورہ کیا) پوشیدہ باہمی مشورہ کیا اور کہنے لگے اگر وہ جادوگر ہے تو ہم عنقریب اس پر غلبہ پالیں گے۔ اور اگر یہ آسمان سے ہے پھر حکم اسی کا ہے۔ النجوٰی۔ یہ مصدر بھی ہوسکتا ہے اور اسم بھی پھر انہوں نے اس بات کو باطل سے مزین کر کے کہا۔

۶۳: قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ (کہنے لگے بلاشبہ یہ دونوں جادوگر ہیں) یعنی موسیٰ و ہارون۔

قراءت: ابوعمرو نے اِنَّ هذین لساحران پڑھا اور ظاہر کا تقاضا یہی ہے۔مگر یہ مصحف امام کے مخالف ہے اور اسی طرح ابن کثیر، حفص، خلیل نے بھی اس سے اختلاف کر کے هذان ہی پڑھا ہے۔ اور یہ نحو ولغت کے ائمہ ہیں۔ اِنْ مخففہ ہے جیسے کہ اس قول میں ان زید لمنطلق اور لام ان نافیہ اور مخففہ کو آپس میں الگ کررہی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اِنْ مَاکے معنی میں ہے اور لام بمعنی اِلَّا ہے تقدیر اس طرح ہے ما هذان اِلَّاساحران اور اس کی دلیل قراءت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہے۔ ان هذان الاساحران اور دیگر نے اِنّ هذان لساحران پڑھا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بلحارث بن کعب، خثعم، مراد، کنانہ کی لغت ہے۔ ان کے ہاں تثنیہ ہمیشہ الف کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ نصب وجر کسی بھی حالت میں یاء کو قبول نہیں کرتے مثلاً عصا، سعدی۔ جیسا شاعر کہتا ہے جس کا نام روبہ ہے۔ ان اباها و ابا اباها قد بلغا فی المجد غایتاها۔ نمبر۱۔ محل استشہاد ہے۔

زجاج کا قول اِنّ نعم کے معنی میں ہے جیسا شاعر نے کہا یہ شاعر عبید اللہ بن قیس الرقیات ہے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا

کہنے لگے کہ اے موسیٰ یا تم پہلے ڈالو اور یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں۔ موسیٰ نے کہا بلکہ تم پہلے ڈالو پس

حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً

یکا یک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کی وجہ سے موسیٰ کے خیال میں ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسا کہ وہ دوڑ رہی ہیں سو موسیٰ نے اپنے دل میں تھوڑا سا خوف

مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۗ

محسوس کیا ہم نے کہا کہ تم مت ڈرو بلاشبہ تم ہی بلند رہو گے اور ڈال دو جو تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے وہ اس سب کو چٹ کر دے گا جو کچھ انہوں نے بنایا ہے

اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۗ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا

انہوں نے صرف جادوگروں والا مکر کیا ہے اور جادوگر جہاں کہیں بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا سو جادوگر سجدہ میں گرا دیئے گئے کہنے لگے

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾

کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔

ويقلن شيب قد علا ك وقد كبرت فقلت اِنّه انعم کے معنی ای نعم اور ھاء وقفی ہے۔ ھٰذا ان مبتدا ہے ساحران خبر ہے۔ مبتدا محذوف کی۔ اور لام اصل میں مبتدا محذوف پر داخل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ ھٰذا ان لھما ساحران۔ پس اس کا داخل ہونا اپنے مقررہ مقام یعنی ابتداء میں ہے۔ یا لام کبھی خبر میں داخل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مبتدا اس قول میں خالی لأنت و من جریر خالہٗ کہتے ہیں اس بات کو مبرد پر پیش کیا گیا پس اس نے پسند کیا مگر ابو علی نے اس کو فضول قرار دیا۔

يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا (یہ دونوں چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال باہر کریں۔ وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى (نکال باہر کریں اور تمہارے اعلیٰ طریقے کو ختم کر دیں) ارض سے سرزمین مصر۔ اور طریقہ سے قبطی مذہب و دین۔ المثلیٰ افضل کو کہتے ہیں۔ یہ امثل کی مونث ہے۔

۶۴: فَاَجْمِعُوْا (پس تم مل ملک کر انتظام کرو) پس تم فیصلہ کر و یعنی اس کو اجتماعی فیصلہ قرار دو باہمی اختلاف نہ کرو۔

قراءت: ابو عمرو نے فَاجْمَعُوْا پڑھا ہے اور اس کی تائید فَجَمَعَ كَيْدَهٗ۔[طٰہٰ:۶۰] سے ہوتی ہے۔

كَيْدَكُمْ (اپنی تدبیر کو) جو تدبیر کرنی ممکن ہے۔ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا (پھر صف بندی کر کے مقابلہ میں آؤ)

نحو: صفًّا یہ حال ہے کہ مصفین۔ انہوں نے صف بندی اس لئے کی کیونکہ یہ دیکھنے والوں کے دلوں میں زیادہ رعب ڈالنے والی چیز ہے۔

وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى (اور آج جو غالب آئیگا۔ وہی کامیاب ہوگا) جو غالب آیا وہ کامیاب۔ نحو: یہ جملہ معترضہ ہے۔

۶۵: قَالُوْا انہوں نے کہا یعنی جادوگروں نے یٰمُوْسٰٓی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ (اے موسیٰ یا تو تم اپنا عصا پہلے ڈالو) وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى (یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں) جو کچھ ہمارے پاس ہے۔

نحو: اَنْ اپنے مابعد سمیت دونوں مقام پر فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۲۔ مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی بنا پر مرفوع ہے۔ اس کا معنی اس طرح ہوگا اختر احد الامرین دو میں سے ایک بات کا چناؤ کرو۔ نمبر۳۔ الا مر اِلْقَاءُ كَ اَوْ اِلْقَاؤُنَا ۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یہ اختیار چناؤ ان کی طرف سے آپ کے ساتھ حسن ادب کو ظاہر کر رہا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے یہ بات ان کے دل میں ڈالی۔ اور آپ کی ان تک پہنچائی اور موسیٰ علیہ السلام کو ان کے پہلے ڈالنے کا علم عنایت فرمایا اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

۶۶: قَالَ بَلْ اَلْقُوْا (موسیٰ علیہ السلام نے کہا بلکہ تم ڈالو) تاکہ ان کے پاس جو جادو کے فریب تھے وہ خوب ظاہر کریں اور اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کا غلبہ خوب واضح کر دیں اور حق کو باطل پر مار کر اس کا بھیجا نکال دیا جائے۔ اور معجزے کو جادو پر مسلط کر کے اس کو مٹا دیا جائے۔ تاکہ دیکھنے والوں کے سامنے نبوت و قدرت کا روشن نشان ہو۔ اور عبرت حاصل کرنے والے اس سے عبرت لے سکیں وہ جو کچھ پھینکنا چاہتے تھے پھینکا۔ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ (پس یکایک ان کی لاٹھیاں اور رسیاں)

نحو: یہ اذا کہا جاتا ہے مفاجات کیلئے ہے۔

تحقیقی قول یہ ہے کہ اذا یہاں وقت کے معنی میں ہے جو اپنے لیے نصب کو چاہتا ہے اور جملہ اس کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ خاص کر بعض مقامات پر اس کا ناصب فعل مخصوص ہوتا ہے اور وہ فعل مفاجات ہے اور یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور کوئی نہیں بن سکتا۔ تقدیر عبارت یہ ہے: ففاجأ موسٰی وقت تخییل سعی حبالهم و عصیهم مطلب اس طرح ہے علی مفا جاته حبا لهم و عصیهم مخیّلة الیه السعیّ اچانک موسیٰ کو ایسا خیال ہونے لگا کہ وہ رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں۔ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ (خیال ہونے لگا)

قراءت: ابن ذکوان نے تاء سے پڑھا ہے۔

نحو: ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (ان کے جادو کی بنا پر کہ وہ دوڑ رہی ہیں) تخیل کی ضمیر سے بدل الاشتمال ہے ای تخیل الملقی۔ ڈالی ہوئی چیزوں کے متعلق تخیل پیدا ہوا۔ اور روایت تفسیر میں یہ ہے کہ انہوں نے لاٹھیوں کو پارے میں ڈبو رکھا تھا۔ جب دھوپ ان پر پڑی تو وہ حرکت کرنے لگیں۔ اور لہرانے لگیں جس سے یہ تخیل پیدا ہوا۔

۶۷: فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى (پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔) دل میں خوف لائے۔ یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ انکار رخ کر رہی ہیں۔ اور نمبر۱۔ فطرت بشر یہ کے کہ تقاضا سے ایسا ہوا۔ نمبر۲۔ ان کو خطرہ ہوا کہ لوگ خلجان میں مبتلا ہو کر شک سے ان کی اتباع نہ کریں گے۔ اور دھوکے میں مبتلا ہو جائیں گے۔

۶۸: قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (ہم نے کہا تم کچھ خوف نہ کرو بلاشبہ تم ہی سب پر غالب رہو گے) غالب و زبردست ہو گے۔

تاکید ' ۔ میں مبالغہ واضح ہے نمبرا۔ان نمبر۲۔انت ۔نمبر۳۔حرف تعریف نمبر۴۔لفظ اعلیٰ اور وہ غلبہ ظاہر ہے۔

ان کے سوانگ کونگل جائے گا:

۶۹ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ (اور تم جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس کوڈال دو۔) ان لوگوں نے جو کچھ جھوٹ بنایا۔اس کو یہ نگل لے گی۔

قراءت: تَلْقَفْ لام اور فاء کے سکون اور قاف کی تخفیف کے ساتھ حفص نے پڑھا ہے۔ابن ذکوان نے تَلَقَّفُ پڑھا ہے۔باقی قراء نے تَلَقَّفْ پڑھا ہے۔

مَا صَنَعُوْا (جوانہوں نے بنایا ہے) جو کچھ جھوٹ بنایا اور کیا۔مطلب یہ ہے تم اپنی لاٹھی پھینک دو وہ ان کی لاٹھیوں اور رسیوں کونگل جائے گی۔یہاں عصاک نہیں فرمایا کیونکہ وہ عصا باعظمت تھا۔گویا اس طرح فرمایا گیا کہ تم ان کے سوانگ کی طرف بالکل توجہ نہ دو۔اور اس کی پرواہ نہ کرو جو آپ کے سوانگ ہاتھ میں ہے یہ ان سے بہت بڑھ کر ہے۔نمبر۲۔تحقیر کے طور پر فرمایا کہ تم ان کی رسیوں اور لاٹھیوں کی کثرت کی طرف توجہ نہ کرو اس اکیلی چھوٹی سی چھڑی کو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے ڈال دو وہ تیرے رب کی قدرت سے اکیلی ہونے اور ان کی کثرت کے باوجود ان سب کونگل جائے گی۔

اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سٰحِرٍ (انہوں نے جو کارروائی کی ہے وہ جادو کا فریب ہے۔)

قراءت: کوفی نے سحر پڑھا ہے۔مگر عاصم ان میں شامل نہیں۔اس کا معنی ذی سحر ہوگا۔جادو والا۔نمبر۲۔وہ جادو میں دن رات مشغول ومستغرق ہونے کی وجہ سے مجسمۂ سحر تھے۔

کید کالفظ ہر دو قراءت کے لحاظ سے مرفوع پڑھا گیا ہے۔اور مَا موصولہ ہے یا مصدریہ ہے البتہ ساحر کو واحد لایا گیا ہے جمع ذکر نہیں کیا کیونکہ کلام میں مقصود جنسیت کا معنی ہے عددی معنی مقصود نہیں۔اگر جمع لایا جاتا تو عدد کو مقصود سمجھ لیا جاتا جیسا اس قول میں ہے۔وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ (اور جادوگر کہیں کامیاب نہیں ہوتا) یہاں جنس ساحر مراد ہے۔حَیْثُ اَتٰی (جہاں کہیں ہو)۔

۷۰: پس موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ڈال دی۔اس نے ان کے سارے سوانگ کونگل لیا۔اس عظیم نشانی کو دیکھ کر وہ سجدہ میں گر گئے۔اسی کو اس آیت میں ذکر فرمایا۔فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا (جادوگر سجدہ میں گر گئے)

اخفش کا قول:

انہوں نے چونکہ بہت جلد سجدہ کیا اس لئے فرمایا گویا وہ گرادیے گئے۔پس انکا معاملہ کتنا عجیب ہے کہ وہ حمایتِ کفر و مخالفت میں رسیاں اور لاٹھیاں ڈال رہے تھے۔پھر ایک گھڑی کے بعد ان کے سر شکر یہ کے ساتھ سجدہ میں پڑے ہوئے تھے پس دونوں القاؤں میں کتنا فرق ہے! روایت تفسیر یہ میں ہے کہ انہوں نے جنت اور اس کی منازل کو حالت سجدہ میں ملاحظہ کیا پھر سر اٹھا کر پکار اٹھے۔قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی (کہنے لگے ہم تو ہارون موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے۔) یہاں ھارون کو مقدم ذکر کیا گیا جبکہ سورۂ شعراء میں موخر کیا گیا فاصلہ کا لحاظ کیا گیا اور دوسری بات یہ ہے کہ واؤ ترتیب کو چاہتی نہیں۔

قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَهٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَكُمۡ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيۡرُكُمُ الَّذِىۡ عَلَّمَكُمُ السِّحۡرَ ۚ

فرعون نے کہا اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے بلاشبہ وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے سو میں ضرور بالضرور اس طرح سے

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمۡ فِىۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ وَلَتَعۡلَمُنَّ

تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا کہ ایک طرف کا ہاتھ ہوگا اور دوسری طرف کا پاؤں ہوگا اور ضرور بالضرور میں تمہیں کھجور کی ٹہنیوں میں لٹکا دوں گا۔ جیسے صلیب پر لٹکا دیا جاتا ہے اور تم ضرور

اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبۡقٰى ۝٧١ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الۡبَيِّنٰتِ وَالَّذِىۡ

جان لوگے کہ ہم میں کون سب سے زیادہ سخت عذاب والا ہے اور کس کا عذاب زیادہ دیرپا ہے۔ جادوگر کہنے لگے کہ ہمارے پاس جو کھلے ہوئے دلائل آئے ہیں ان کے مقابلہ میں اور اس ذات کے

فَطَرَنَا فَاقۡضِ مَاۤ اَنۡتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقۡضِىۡ هٰذِهِ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ؕ ۝٧٢ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا

مقابلہ میں جس نے ہمیں پیدا فرمایا ہے ہم تجھے ہرگز ترجیح نہیں دیں گے سو تو جو کچھ فیصلہ کرنے والا ہے وہ کر ڈال تو صرف اسی دنیا والی زندگی میں فیصلہ کرے گا بلاشبہ ہم اپنے رب پر ایمان لائے

لِيَـغۡفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَاۤ اَكۡرَهۡتَنَا عَلَيۡهِ مِنَ السِّحۡرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ۝٧٣ اِنَّهٗ

تاکہ وہ ہماری خطاؤں کو بخش دے اور تو نے جو ہم سے زبردستی جادو کرایا اس کو بھی معاف فرما دے اور اللہ بہتر ہے اور ہمیشہ ہی باقی ہے۔ بلاشبہ بات یہ ہے

مَنۡ يَّاۡتِ رَبَّهٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوۡتُ فِيۡهَا وَلَا يَحۡيٰى ۝٧٤ وَمَنۡ يَّاۡتِهٖ

کہ جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا سو اس کے لئے جہنم ہے نہ اس میں مرے گا اور نہ جئے گا اور اس کے پاس جو شخص مومن ہو کر

مُؤۡمِنًا قَدۡ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الۡعُلٰى ۙ ۝٧٥ جَنّٰتُ عَدۡنٍ

آئے گا جس نے نیک عمل کئے ہوں گے سو ان لوگوں کے لئے بلند درجات ہیں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں

تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَذٰ لِكَ جَزٰٓؤُا مَنۡ تَزَكّٰى ۝٧٦ ع

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ اس کی جزاء ہے جو پاک ہوا۔

ساحروں کے ایمان پر فرعونی تقریر:

۷۱: قَالَ اٰمَنۡتُمۡ (فرعون نے کہا تم موسیٰ پر ایمان لے آئے)

قراءت: امنتم حفص نے بلا حد پڑھا ہے۔ اور بصری اور شامی، حجازی قراء نے ہمزۂ ممدودہ کے ساتھ پڑھا۔ دیگر قراء نے دو ہمزہ کے ساتھ۔ لَهٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَكُمۡ (اس پر اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دیتا) ہٗ کی ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ محاورہ میں امن بہ اور امن لہ دونوں استعمال ہوتے ہیں۔

اِنَّهٗ لَكَبِيۡرُكُمُ الَّذِىۡ عَلَّمَكُمُ السِّحۡرَ (واقعہ وہ تم سے بڑا ہے جس نے تم کو سحر سکھایا ہے) کبیر کا معنی بڑا ہونے یا تمہارا استاذ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اہل مکہ معلم کو کبیر کہتے ہیں اَمَرَنِیْ کَبِیْرِیْ میرے استاذ نے مجھے حکم دیا۔

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ (پس اب میں تم سب کے ہاتھ پاؤں ایک دوسرے کے برخلاف کٹواتا ہوں) قطع میں خلاف کا مطلب یہ ہے دایاں ہاتھ بائیں ٹانگ کیونکہ ہر عضو دوسرے کا مخالف ہے اس طرح کہ یہ ہاتھ اور وہ پاؤں یہ دایاں اور دوسرا بایاں۔

مِنۡ یہ ابتدائیہ ہے کیونکہ قطع کی ابتداء کی جائے گی اور ایک سے دوسرے عضو کی مخالفت سے پیدا ہوگا۔ اور جار مجرور محلاً منصوب ہیں۔ مطلب یہ ہے لا قطعنھا مختلفات میں ان کو مختلف طور پر کاٹوں گا۔ کیونکہ جب وہ ایک دوسرے کے خلاف ہونگے تو اسی لئے اختلاف کے لفظ سے ان کی صفت بیان کردی۔

نکتہ: آیت میں علی جزوع کی جگہ فی جزوع کہنے سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ میں تمہیں کھجور کے تنوں سے اس طرح پیوست کردونگا۔ جس طرح مظروف ظرف کے ساتھ پیوست ہوتا ہے۔ اسی لئے وَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمۡ فِىۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ کہا اور کھجور کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا کیونکہ کھجور کا تنا لمبا ہوتا ہے اور اس کے اوپر ٹہنیاں نہ ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ لٹکائی چیز نمایاں نظر آتی ہے۔

وَلَتَعۡلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا (اور تمہیں یقیناً یہ بھی معلوم ہوا چاہتا ہے کہ ہم میں سے کس کا عذاب سخت ہے) جو میں تمہیں اس پر ایمان لانے کی بنا پردوں گا۔ یا موسیٰ کا رب ایمان کو چھوڑنے پر دے گا۔

دوسرا قول اس سے اس نے اپنی ذات اور موسیٰ علیہ السلام کی ذات مراد لی۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے آمنتم له اور ایمان کے لفظ کے ساتھ لام کا صلہ قرآن مجید میں غیر اللہ کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ہے۔ یومن باللّٰہ ویومن للمؤمنین [التوبہ:٦١]

وَّ اَبۡقٰى (اور دیرپا ہمیشگی والا ہے)

ساحروں کا جواب:

۷۲: قَالُوۡا لَنۡ نُّـؤۡثِرَكَ (جادوگروں نے کہا ہم تجھ کو ہرگز ترجیح نہیں دیں گے) تمہیں ہرگز پسند نہ کریں گے۔ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الۡبَيِّنٰتِ (ان دلائل کے مقابلہ میں جو ہم کو میسر آ چکے) وہ قطعی دلائل جو موسیٰ علیہ السلام کی سچائی پر دلالت کرتے ہیں۔ وَالَّذِىۡ فَطَرَنَا اور اس ذات کے مقابلہ میں جس نے ہم کو پیدا کیا۔

نحو: اس کا عطف ما جاء نا پر ہے ای لن تختا رك علی الذی جاء نا و لا علی الذی خلقنا۔ ہم ہرگز تمہارا چناؤ نہ کریں گے اس ذات کے مقابلہ میں جس نے ہمیں پیدا کیا اور نہ ان دلائل کے مقابلہ میں جو ہمارے پاس آ چکے۔ نمبر۲۔ یہ قسم ہے اور اس کا جواب لن نوثرك قسم سے مقدم آ رہا ہے۔

فَاقۡضِ مَاۤ اَنۡتَ قَاضٍ (پس تجھے جو فیصلہ کرنا ہے کر ڈال) تو جو بھی قطع ید وارجل اور صلیب کرنا چاہتا ہے کر ڈال۔ اقض کا

معنی اصنع ہے جیسا کہ شاعر ابوذوتب نے کہا وعلیھما مسرودتان قضاھما ای صنعھما ان دونوں کو کر دیا۔ نمبر۲۔ فیصلہ کے معنی میں ہے احکم ماانت حاکم تو فیصلہ کر جو تو کرنے والا ہے۔

اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا (تو سوائے اس کے کہ اس دنیوی زندگی میں کچھ کرے) اور کر ہی کیا سکتا ہے۔ یعنی اس دنیوی زندگی میں

نحو : الحیاۃ الدنیا کو ظرفیت کیوجہ سے نصب دیا گیا۔ ای انما تحکم فینا مدۃ حیاتنا۔ تو ہمارے متعلق فیصلہ اس دنیا کی زندگی کی مدت میں کرسکتا ہے۔

۷۳: اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَآ (بلاشبہ ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہماری خطائیں) اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ (اور جادو کو جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا وہ معاف فرمادے)

نحو : ما موصولہ ہے اور خطایانا پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ من السحر یہ حال ہے ما کا۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ انہوں نے فرعون کو کہا ہمیں موسیٰ دکھاؤ جبکہ وہ سویا ہوا ہو۔ فرعون نے ایسا کر دیا انہوں نے دیکھا کہ آپ کی لاٹھی آپ کی حفاظت کر رہی ہے۔ وہ اسی وقت کہنے لگے یہ جادو نہیں۔ جادوگر جب سو جاتا ہے اس کا جادو ختم ہو جاتا ہے۔ رسوائی کے خوف سے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے سے گریز کیا۔ مگر فرعون نے ان کو جادو دکھانے پر اور کرنے پر مجبور کیا۔

شریعت سے ناواقفی بدبختی ہے :

غور کرو! ان کو ان کے علم سحر نے کیا فائدہ پہنچایا اور فرعون کو سحر کے متعلق جہالت نے کتنا نقصان پہنچایا۔ پس شریعت کا علم جب کسی کو میسر ہو تو وہ کتنا فائدہ دے گا اور اس سے محرومی کتنی بڑی بدبختی کو سمیٹ لائے گی۔ وَاللّٰهُ خَیْرٌ (اللہ تعالیٰ بہت ہی اچھے ہیں) اس کو ثواب دیتے ہیں جو اس کی اطاعت اختیار کرے۔

وَّ اَبْقٰی (اور بقاء والے ہیں) عذاب و سزا میں جو اس کی نافرمانی اختیار کرے۔ اس میں فرعون کی بات کی تردید ہے جو اس نے کہی ولتعلمن اینا اشد عذابا و ابقٰی [طٰہٰ:۷۱]

۷۴: اِنَّهٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا (جو شخص بغاوت کا مجرم بن کر اپنے رب کے سامنے جائے گا) یعنی کفر کی حالت میں فَاِنَّ لَهٗ (پس بیشک اس کے لئے) یعنی مجرم کیلئے جَهَنَّمَ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا (جہنم ہے کہ اس میں وہ نہ مرے گا) کہ اس کو موت سے استراحت میسر ہو وَلَا یَحْیٰی (نہ جیئے گا) ڈھب والی زندگی نہ ہوگی کہ آرام میسر ہو۔

۷۵: وَمَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا (اور جو شخص اپنے رب کے ہاں مؤمن ہو کر حاضر ہوگا) یعنی ایمان پر اس کی موت آئے گی۔ قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ (جس نے نیک کام بھی کئے ہوں) ایمان لانے کے بعد فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی (پس ان لوگوں کیلئے بڑے بڑے بلند درجات ہیں)۔

نحو : العُلٰی یہ العلیا کی جمع ہے۔

۷۶: جَنّٰتُ عَدْنٍ (ہمیشہ رہنے کے باغات)

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰىٓ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چلے جاؤ پھر ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ

يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ

بنا دینا نہ کسی کے تعاقب کا اندیشہ کرو گے اور نہ تمہیں کسی قسم کا خوف ہوگا' سو فرعون نے ان کے پیچھے اپنے لشکروں کو چلا دیا پھر دریا سے انہیں اس چیز نے

الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

ڈھانپ دیا جس چیز نے بھی ڈھانپا اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور ہدایت کی راہ نہ بتائی۔

تجزی : یہ درجات سے بدل ہے۔

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (اس کے نیچے نہریں جاری ہونگی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے) خالدین کا معنی ہمیشہ ہے۔ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى (یہ اس کا بدلہ ہے جس نے اپنے کو پاک کرلیا) شرک سے اپنے آپ کو لا الٰہ الا اللّٰہ کے ذریعہ پاک کرلیا۔

ایک قول یہ تینوں آیات ان کے قول کی حکایت ہے۔ قول آخر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی ہے۔ حکایت نہیں اور یہ قول سب سے زیادہ بہتر ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو رات کو نکلنے کا حکم :

۷۷: وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰىٓ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے ان بندوں کو راتوں رات لے جاؤ) جب اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان کو مصر سے راتوں رات نکالو اور ان کو سمندر کے راستہ پر لے جاؤ۔

فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ (پھر ان کے لئے سمندر میں راستہ بنا دیا) مقرر کرانے کے لئے۔ یہ عرب کے قول ضرب له فی ماله سهمًا سے لیا گیا ہے کہ اس نے اپنے مال میں اس کا حصہ تجویز و مقرر کر دیا۔ يَبَسًا خشک : یہ مصدر ہے جو بطور صفت استعمال ہوا۔ کہا جاتا ہے یبس يَبَسًا و يُبسا (خشک ہوا خشک ہونا)۔ لَّا تَخٰفُ (تمہیں خطرہ نہ ہوگا۔) یہ اضرب کی ضمیر سے حال ہے ای اضرب لهم طريقًا غير خائف ان کے لئے سمندر میں ایک راستہ بنا دو جو بے خطر ہو۔

قراءت : حمزہ نے جواب قرار دیکر لاتَخَفْ پڑھا ہے۔ دَرَكًا (تعاقب کا) یہ ادراک سے اسم ہے۔ ای لا يدركك فرعون و جنوده ولا يلحقونك (فرعون اور اس کا لشکر نہ تمہیں پاسکے گا اور نہ آ کر پیچھے سے مل سکے گا)۔ وَلَا تَخْشٰى (اور تمہیں نہ خوف ہوگا۔) ڈوبنے کا۔

قراءت : قرات حمزہ کے مطابق لاتخشی ہے جملہ مستانفہ ہے ای وانت لاتخشی نمبر۲۔ یا الف زائد ہے۔ جیسا کہ اس آیت

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ

اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے ہم نے کوہ طور کی داہنی جانب کا وعدہ کیا

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا

اور ہم نے تم پر من اور سلویٰ نازل کیا' جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اس میں حد سے آگے نہ

فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّيْ

بڑھو ورنہ تم پر میرا غصہ نازل ہو گا' اور جس پر میرا غصہ نازل ہوا سو وہ گر گیا' اور بلاشبہ میں

لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

اسے بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے پھر ہدایت پر قائم رہا۔

میں وتظنون باللّٰہ الظنونا [الاحزاب:۱۰]

موسیٰ ان کو لیکر رات کے اول حصے میں چل دیئے۔ انکی تعداد ستر ہزار تھی۔ دیگر مفسرین نے چھ لاکھ لکھی ہے مترجم انہوں نے فرعونیوں سے زیورات مانگ کر لئے تھے۔ فرعون نے اطلاع پا کر ۶ لاکھ قبطی فوج لیکر انکا پیچھا کیا۔ اور ان کے نشانِ راہ پر چل دیئے۔ اسی کو فرمایا:

غرق فرعون:

۷۸: فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ (فرعون نے انکا پیچھا اپنے لشکروں کے ساتھ کیا۔)

نحو: یہ حال ہے یعنی وہ ان کے پیچھے نکلا اس حال میں کہ اس کا لشکر ساتھ تھا۔

فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ (پس سمندر نے ان کو ڈھانپ لیا) ان کو سمندر سے وہ ملا مَاغَشِيَهُمْ (جو ان کو ملنا تھا) یہ کلمات ان جوامع الکلم میں سے ہیں۔ جو کہ الفاظ قلیل ہونے کے باوجود کثیر معانی پر مشتمل ہیں۔ ای غشیھم ما لا یعلم کنھه الا اللّٰہ عزوجل ان کو سمندر میں اس چیز نے ڈھانپ لیا جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

۷۹: وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ (فرعون نے اپنی قوم کو بری راہ پر لگایا) سیدھی راہ سے ہٹا کر وَمَا هَدٰى (اور نیک راہ نہ بتائی) حق اور درست راستے کی طرف ان کی راہنمائی نہ کی۔ یہ فرعون کی اس بات کی تردید ہے جو اس نے بطور ادّعاء کہی تھی۔ وما اهدیکم الا سبیل الرشاد [غافر:۲۹]

۸۰: سمندر پار ہونے کے بعد بنی اسرائیل پر کیے جانے والے احسانات کا تذکرہ فرمایا۔ اور فرعون اور اس کے لشکروں کی ہلاکت کے بعد والے انعامات ذکر کیے۔ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ (اے بنی اسرائیل!) یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ اور ہم نے کہا اے بنی اسرائیل گویا اس کا تعلق اَسْرِ بِعِبَادِيْ سے ہے۔

ہلاکتِ فرعون کے بعد والے انعامات:

قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ (ہم نے تمہارے دشمن سے نجات دی)۔ عدو سے فرعون مراد ہے۔ وَوٰعَدْنٰكُمْ (اور ہم نے تم سے وعدہ لیا) کتاب دینے کا۔ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ (طور کے دائیں جانب) اور اس کا قصہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ طور پر آئیں۔ اور قوم کے ستر سر برآوردہ افراد بھی ساتھ لائیں تاکہ تورات عنایت کی جائے۔ ان کی طرف وعدے کی نسبت اس لئے کی گئی کیونکہ وہ وعدے ان کے پیغمبر اور نقباء سے لئے گئے۔ اور شریعت پر عمل پیرا ہونے سے حاصل ہونے والی منفعتیں انہی کو پہنچنے والی تھیں اور دینی فائدے انہی کو ملنے والے تھے۔

نحو: الا یمن منصوب ہے کیونکہ یہ جانب کی صفت ہے اور ایک قراءت میں جوار کی وجہ سے مجرور بھی پڑھا گیا۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (اور ہم نے تم پر من وسلویٰ اتارا) میدان تیہ میں اور ہم نے تمہیں حکم دیا۔

۸۱: كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ (تم نفیس چیزیں کھاؤ) حلال۔ مَارَزَقْنٰكُمْ (جو ہم نے تمہیں دی ہیں)

قراءت: انجیتکم وواعدتکم و رزقتکم کوفی نے عاصم کے علاوہ پڑھا ہے۔

وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ (اور اس میں حد شرعی سے مت گزرو) اس میں اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز مت کرو۔ کہ نعمتوں کی ناشکری کرنے لگو اور نعمتوں کو معاصی میں صرف کرنے لگو۔ نمبر۲۔ تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔

فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ (ورنہ میرا غصہ تم پر اتر پڑے گا) غضب سے میری سزا مراد ہے۔ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى (اور جس شخص پر میرا غصہ واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا) ہلاک ہو گیا نمبر۲۔ ایسا گرا جس کے بعد اٹھ نہیں سکتا۔

الھوی اس کی اصل یہ ہے پہاڑ سے گر کر ہلاک ہوا۔ اور حقیقی معنی یہ ہے کہ ایمان کی بلندی سے جہنم کے گڑھے میں جا گرا۔

قراءت: علی نے فیحل و یحلل پڑھا اور باقی قراء نے کسرہ سے۔ کسرہ کی صورت میں حل یحل جبکہ اس کا ادا کرنا لازم ہو جائے سے ہوگا اور اس کے ضمن میں نزول کا معنی پایا جاتا ہے۔

۸۲: وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ (اور میں ایسے لوگوں کو بڑا بخشنے والا ہوں جو توبہ کر لیں) توبہ سے مراد شرک سے توبہ کرنا ہے۔ وَاٰمَنَ (اور ایمان لے آئیں) اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانا اور جو اتارا گیا اس میں اس کی تصدیق کی وَعَمِلَ صَالِحًا (اور نیک عمل کریں) فرائض کو ادا کیا ثُمَّ اهْتَدٰى (پھر اسی راہ پر قائم رہیں) پھر استقامت اختیار کی اور مذکورہ ہدایت پر ثابت قدمی دکھائی اور اس کا حاصل تین چیزیں ہیں توبہ، ایمان، عمل صالح۔

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ

اور اے موسیٰ آپ کو کس چیز نے جلدی میں ڈالا کہ آپ اپنی قوم سے آگے بڑھ گئے انہوں نے عرض کیا وہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں اور اے رب میں آپ کی طرف

اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ

جلدی آ گیا تاکہ آپ راضی ہوں فرمایا سو بلاشبہ ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کو فتنہ میں ڈال دیا اور انہیں سامری نے گمراہ

السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ

کر دیا۔ پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے رنجیدہ حالت میں واپس ہوئے انہوں نے کہا کہ اے میری قوم کیا تمہارے رب نے تم سے

رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ۜ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ

اچھا وعدہ نہیں فرمایا؟ کیا تم پر زیادہ زمانہ گزر گیا یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غصہ نازل

مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ

ہو جائے سو تم نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی اپنے اختیار سے نہیں کی لیکن بات یہ ہے کہ ہم پر

اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِىُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا

قوم کے زیوروں کے بوجھ لدے ہوئے تھے سو ہم نے ان کو ڈال دیا۔ پھر سامری نے اسی طرح ڈال دیا پھر اس نے لوگوں کے لئے ایک بچھڑا نکالا

جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِىَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ

جو ایک جسم تھا اس میں سے گائے کی آواز آ رہی تھی۔ سو وہ لوگ کہنے لگے کہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا بھی معبود ہے سو وہ بھول گئے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا

اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۬ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ ع ۱۴ ۱۲

جواب نہیں دیتا اور وہ ان کے لئے کسی ضرر اور نفع کی قدرت نہیں رکھتا اور بلاشبہ اس سے پہلے ہارون نے ان سے کہہ دیا تھا

يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِىْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِىْ ﴿۹۰﴾

کہ اے میری قوم اس کی وجہ سے تم فتنہ ہی میں ڈالے گئے ہو بلاشبہ تمہارا رب رحمان ہے سو تم میرا اتباع کرو اور میرے حکم کو مانو

ستر افراد کے ساتھ طور:

۸۳: وَمَآ اَعْجَلَكَ (اور کیا سبب ہے اے موسیٰ تمہارے جلدی آنے کا) کونسی چیز تمہیں جلدی لے آئی۔

عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى (اپنی قوم کو چھوڑ کر) ان ستر افراد کو جنہیں منتخب کیا گیا تھا اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ وعدہ مقررہ پر موسیٰ علیہ السلام ان کو ساتھ لے کر کوہِ طور کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ پھر کلام باری تعالیٰ کے شوق میں آپ ان سے آگے بڑھ کر پہلے طور پر پہنچ گئے۔ اور انہیں پیچھے چلے آنے کا حکم دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما اعجلك یعنی کس چیز نے جلد آنے کو تم پر لازم کر دیا۔ نحو: یہ استفہام انکاری ہے اور ما مبتدا اور اعجلك اس کی خبر ہے۔

آزمائشِ بنی اسرائیل:

۸۴: قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ (موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا وہ لوگ بھی تو میرے پیچھے پیچھے چلے آ رہے ہیں) وہ میرے پیچھے ابھی مل رہے ہیں، میرے اور ان کے مابین کوئی زیادہ فاصلہ نہیں۔ پھر آگے جلدی آنے کا سبب ذکر کیا۔

وعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ (اور میں آپ کے پاس جلدی اس لئے آیا) اس مقررہ وعدہ کے مطابق جو آپ نے فرمایا۔ لِتَرْضٰى (تاکہ آپ راضی ہوں) تاکہ آپ مجھ سے زیادہ خوش ہو جائیں۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ اجتھاد جائز ہے۔

۸۵: قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے تمہاری قوم کو ایک آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے) ہم نے ان کو ابتلاء میں ڈالا ہے۔ مِنْۢ بَعْدِكَ (تمہارے بعد) تمہارے پہاڑ کی طرف روانہ ہونے اور ان سے نکلنے کے بعد۔ قوم سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت ہارون کے ساتھ پیچھے تھے۔ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ (اور ان کو سامری نے گمراہ کیا) ان کو بچھڑے کی عبادت کی طرف دعوت دیکر اور ان کے اس کو قبول کر لینے کی بنا پر۔

وجہ: السامرۃ بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اسی کی طرف یہ نسبت تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ کرمان کا ایک جاٹ تھا۔ اس نے بچھڑا بنایا۔ اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا اور یہ منافق شخص تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی واپسی اور ان کی فہمائش:

۸۶: فَرَجَعَ مُوْسٰٓى (پس موسیٰ علیہ السلام لوٹے) اپنے رب سے مناجات کے بعد اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا (اپنی قوم کی طرف رنج سے بھرے ہوئے) انتہائی غصے میں نمبر ۲۔ انتہائی غم زدہ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا (کہا اے میری قوم کیا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہیں کیا) اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ ان کو تورات دی جائے گی جس میں ہدایت و نور ہے۔ اس میں ایک ہزار سورتیں تھیں۔ ہر سورت میں ایک سو آیات تھیں۔ اس کی کتابوں کو ستر اونٹ اٹھاتے تھے۔ اور اس سے زیادہ بہترین کوئی وعدہ نہیں (یہ اسرائیلی روایت عجیب ہے کہ تورات کی تختیاں تو ایک صندوق میں آگئیں اور جب کاغذوں پر لکھی گئی تو ستر اونٹ کا بوجھ بن گیا۔ فافہم وتدبر)

اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ (کیا تم پر وعدہ کا زمانہ زیادہ گزر گیا تھا) تم سے میری جدائی کا زمانہ۔ العہد اس زمانے کو کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے طال عهدی بلك ای طَالَ زمانی بسبب مفارقتك تمہاری جدائی کے سبب لمبا زمانہ گزرا۔

اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (یا تم نے ارادہ کیا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب واقع ہو) تم نے ارادہ

ایسا فعل کیا جس سے اللہ تعالیٰ کا غضب تم پر لوٹے۔ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ (پس تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی) انہوں نے جاتے وقت وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں گے۔ اور جس ایمان پر انہوں نے چھوڑا ہے وہ اس پر قائم رہیں گے۔ مگر انہوں نے بچھڑا بنا کر اس کے حکم کی خلاف ورزی کی۔

۸۷: قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا (انہوں نے کہا ہم نے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی اپنے اختیار سے نہیں کی)۔

قراءت: بِمَلکنا میم کے فتحہ سے مدنی اور عاصم نے پڑھا جبکہ حمزہ، علی نے ضمہ سے بمُلکنا اور باقی قراء نے کسرہ سے پڑھا یعنی ہم نے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی اس طرح نہیں کی کہ ہمیں اپنے معاملے میں اختیار حاصل تھا۔ یعنی اگر ہم اپنے معاملے کے مالک ہوتے۔ اور آزاد ہوتے اور سوجھ رکھتے تو ہم خلاف ورزی نہ کرتے۔ لیکن ہم سامری کی جانب سے مغلوب ہو گئے اور اس کے مکروفریب سے مسحور ہو گئے (اور اپنے نفس پر قابو نہ رہا اور باوجود بااختیار ہونے کے بے اختیار ہو گئے مترجم)

وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ (ہم پر لدا ہوا تھا) قراءت: یہ لفظ ضمہ اور تشدید کے ساتھ آیا ہے۔ حجازی، شامی، حفص نے پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے حاء کے فتحہ اور تخفیف میم کے ساتھ پڑھا۔

اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ (بوجھ قوم کے زیور کا) اَوْزَار قبطیوں کے زیور کا بوجھ۔ نمبر ۲۔ گناہ و جرائم تھے کیونکہ وہ زیورات انہوں نے مصر سے نکلنے کی رات استعارۃ لئے تھے کہ کل عید ہے سامری نے کہا موسیٰ علیہ السلام اس کے حرام ہونے کی نحوست سے دس دن روک لئے گئے کیونکہ وہ ان کے لئے مستامنین کی طرح تھے جو دار الحرب میں ہو۔ اور مستأ من کو حربی کافر کا مال لینے کی اجازت نہیں اور اس طور پر بھی کہ غنائم کا مال بنی اسرائیل کے لئے حلال نہ تھا۔ پس اس کو جلانے کیلئے انہوں نے آگ میں ڈال دیا۔ اس نے آگ کے گڑھے میں بچھڑے کا قالب رکھ دیا۔ پس وہ کھوکھلا بچھڑے کا جسم پگھل کر بن گیا۔ اس کے سوراخوں میں جو رگوں کی طرح تھے ہوا داخل ہو کر ڈھکارنے کی آواز پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسرا قول فرعون اور اس کے لشکر کے ڈوبنے کے وقت اس نے جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی لے لی۔ اور وہ اس میں ڈال دی۔ وہ زندگی کا گھوڑا تھا۔ پس بچھڑے میں زندگی کا اتنا اثر آ گیا کہ وہ ڈھکارنے لگا۔ بنی اسرائیل کی طبائع اس سونے کی طرف مائل ہوئیں پس اس کی عبادت کرنے لگے۔

سامری کی شرارت:

فَقَذَفْنٰهَا (پس ہم نے زیور پھینک دیا) سامری کے اس گڑھے والی آگ میں جس میں اس نے پھینکنے کا حکم دیا تھا۔ فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ (پس اسی طرح سامری نے بھی گڑھے میں اپنا زیور ڈال دیا) جو اس کے پاس تھا۔ نمبر ۲۔ اس کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑوں کے قدموں کی خاک اس میں ڈال دی۔ (شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے لطیفہ لکھا کہ سونا کافروں کا حرام مال تھا۔ برکت والی مٹی پڑنے سے ایک عجوبہ بن گیا۔ ایسی چیزوں سے بچنا چاہئے یہ دین کو خراب کرتی ہیں۔)

۸۸: فَاَخْرَجَ لَهُمْ (پھر اس نے ظاہر کیا) سامری نے اس حفرہ نار میں سے عِجْلًا (بچھڑا)۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس پگھلے ہوئے زیور سے ان کی آزمائش کیلئے پیدا کر دیا تھا۔ جَسَدًا (ایک قالب) لَّهٗ خُوَارٌ (جس میں ڈھکارنے کی آواز تھی۔) وہ بچھڑوں کی

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ۝۹۱ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ

وہ کہنے لگے کہ ہم ضرور ضرور اسی پر جمے رہیں گے جب تک ہمارے پاس موسیٰ واپس نہ آئے' موسیٰ نے کہا کہ اے ہارون جب تم نے انہیں دیکھا

ضَلُّوْٓا ۝۹۲ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۝۹۳ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ

کہ گمراہ ہو گئے تو کس چیز نے تمہیں اس بات سے روکا کہ تم میرے پاس چلے آئے۔ سو کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا۔ ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے تم میری داڑھی اور میرا سر نہ پکڑو

اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۝۹۴

بلاشبہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ آپ یوں کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفریق ڈال دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔

طرح ڈھکارتا تھا۔ فَقَالُوْا (سامری اور اس کے پیرو کہنے لگے۔) هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى (یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے۔) عام لوگوں نے اس کی بات مان لی مگر بارہ ہزار صرف صحیح بات پر قائم رہے۔

فَنَسِيَ (پس وہ بھول گیا یعنی موسیٰ اپنے رب کو یہاں بھول کر چھوڑ گیا۔) اور اس کی طلب میں طور پر چلا گیا۔ نمبر۲: اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ابتدائے کلام ہے کہ سامری اپنے رب کو بھول گیا اور اس پر ظاہری ایمان کو چھوڑ دیا۔ نمبر۳۔ سامری اس استدلال کو بھول گیا کہ بچھڑا معبود نہیں بن سکتا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے افلا یرون الا یرجع الیھم قولا۔

۸۹: اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ (کیا وہ اتنا نہیں دیکھتے کہ وہ جواب نہیں دے سکتا) ای انه لا یرجع

نحو: ان مخففہ من المثقلہ ہے اور ضمیر شان محذوف ہے۔ یہ اَنْ ناصبہ مصدر یہ نہیں اِلَيْهِمْ قَوْلًا (ان کی کسی بات کا) ان کو جواب نہیں دیتا۔

وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (اور نہ ہی ان کو کسی نفع ونقصان کی قدرت رکھتا تھا) یعنی وہ خطاب، نقصان، نفع سے عاجز ہے۔ پس انہوں نے اس کو معبود کا درجہ کیسے دے لیا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس نے ڈھکارا بھی صرف ایک ہی مرتبہ۔

۹۰: وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ (اور ان سے کہہ چکے تھے) بچھڑے کے پوجاریوں سے هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ (ہارون علیہ السلام اس سے پہلے) موسیٰ علیہ السلام کی واپسی سے پہلے۔ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ (اے میری قوم کے لوگو! تم اس بچھڑے کی وجہ سے فتنے میں ڈالے گئے ہو) بچھڑے کی وجہ سے تمہاری آزمائش کی گئی ہے پس اس کی عبادت مت کرو۔ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ (بیشک تمہارا رب رحمان ہی ہے) نہ کہ یہ بچھڑا فَاتَّبِعُوْنِيْ (پس تم میری راہ پر چلو) تم میرے اس دین کو اختیار کرو جو کہ برحق ہے۔ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ (اور میرا کہا مانو) بچھڑے کی پوجا ترک کر دو۔

۹۱: قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ (انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو اس کی پوجا پر برابر جمے بیٹھے رہیں گے) ہم بچھڑے کی پوجا پاٹ پر برابر قائم وثابت رہیں گے۔ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (یہاں تک کہ ہماری طرف موسیٰ لوٹ کر آئیں)۔ پس ہم

دیکھیں گے کہ آیا وہ اس کی پوجا کرتے ہیں جیسا ہم کر رہے ہیں اور آیا سامری نے سچ کہا یا جھوٹ بولا ہے۔؟

ہارون علیہ السلام سے باز پرس:

۹۲: جب موسیٰ علیہ السلام واپس لوٹ آئے۔ قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْٓا (موسیٰ نے کہا اے ہارون جب تم نے دیکھا تھا کہ یہ بالکل گمراہ ہوگئے۔ تم کو کس بات نے روکا) جب ان کو بچھڑے کی پوجا کرتے گمراہ ہوتے دیکھا۔

۹۳: اَلَّا تَتَّبِعَنِ (میرے پیچھے چلے آنے سے)

قراءت: مکی نے وقف وصل میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ الاتتبعنی اور وقف و وصل میں ابو عمرو اور نافع نے ان کی موافقت کی اور دیگر قراء نے بغیر یاء کے پڑھا ہے۔

مطلب یہ ہے تمہیں کونسی بات مانع بنی میرے پیچھے آنے سے جبکہ مانع اور داعی میں گہرا تعلق ہے جو کسی چیز سے مانع ہوتا ہے۔ اور وہ اس چیز کو ترک کرنے کا داعی ہوتا ہے۔ اسی لئے بعض لوگوں نے منع کا مجازی معنی دعٰی کیا کہ کس چیز نے تم کو میری اتباع نہ کرنے پر آمادہ کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ لا زائدہ ہے مطلب یہ ہے کہ کونسی چیز مانع بنی میری اتباع سے جبکہ انہوں نے تیری بات کو قبول نہ کیا۔ کہ تو مجھے آملتا اور اطلاع دیتا۔ یا اللہ تعالیٰ کی خاطر ناراض ہونے میں میری اتباع کرنے سے تمہیں کونسی چیز مانع بنی؟ اور ایمان والوں کو ساتھ لیکر منکرین کے ساتھ قتال کیوں نہ کیا اور تم نے معاملے کا فوری تدارک کیوں نہ کیا جیسا کہ میں اس کو دیکھ کر فوری تدارک کر رہا ہوں۔ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ (کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا) وہ جو میں نے تمہیں ان کی مصلحتوں کا خیال رکھنے کا حکم دیا تھا۔

۹۴: پھر اپنے دائیں ہاتھ سے ان کے سر کے بال اور بائیں سے ڈاڑھی پکڑی۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر غیرت اور غصہ کی وجہ سے اور ان پر انکار کرتے ہوئے۔ قَالَ یَبْنَؤُمَّ (کہا اے میرے ماں جائے)

قراءت: شامی اور کوفی نے سوائے حفص کے میم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

ہارون علیہ السلام حقیقی بھائی تھے:

حضرت ہارون علیہ السلام جمہور علماء کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ مگر ماں کا تذکرہ دل میں رقت وشفقت پیدا کرنے کیلئے کیا۔ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ (تم میرے ڈاڑھی اور سر کے بال مت پکڑو) پھر اپنا عذر پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ (مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تم کہنے لگو) جبکہ میں ان سے قتال کرتا اور کچھ میرے ساتھ دیتے کچھ مخالفت کرتے۔ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (تو نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق کر دی) یا میں ڈرا کہ تم کہو گے کہ تم نے ان کے دو فرقے بنا دیے۔ ایک گروہ میرے ساتھ مل جاتا اور دوسرا سامری کی اتباع کرتا اس طرح مستقل گروہ بندی ہو جاتی۔ وَلَمْ تَرْقُبْ (اور تو نے انتظار نہیں کیا) تم نے لحاظ نہیں رکھا۔ قَوْلِیْ (میری بات کا) وہ بات یہ تھی اخلفنی فی قومی واصلح [الاعراف:۱۴۲]

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً

موسیٰ نے کہا اے سامری تیرا کیا حال ہے اس نے کہا کہ میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہیں دیکھی' سو میں نے فرستادہ کے نقش سے ایک

مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ

مٹھی اٹھالی میں نے اس مٹھی کو ڈال دیا اور میرے نفس نے مجھے یہی بات اچھی کر کے دکھائی' موسیٰ نے کہا بس تو چلا جا سو تیرے لئے

فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ

زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو یوں کہتا پھرے گا کہ مجھے کوئی نہ چھوئے' اور بلاشبہ تیرے لئے ایک وعدہ ہے جو ٹلنے والا نہیں ہے اور تو اپنے معبود کو دیکھ لے

الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ

جس پر تو جما ہوا تھا ہم ضرور ضرور اسے جلا دیں گے پھر اسے دریا میں اچھی طرح بکھیر دیں گے۔ تمہارا معبود اللہ ہی ہے

الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

جس کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت کی جائے۔ وہ اپنے علم سے تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

مَسْئَلَہ: اس آیت میں دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے۔

سامری سے باز پرس:

۹۵: موسیٰ علیہ السلام کی طرف اس کی حرکت کا انکار کرتے ہوئے فرمانے لگے۔ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ (کس چیز نے تجھے اس حرکت پر آمادہ کیا)۔ يٰسَامِرِيُّ اے سامری؟

۹۶: قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ (اس نے کہا مجھے ایسی چیز نظر آئی تھی جو دوسروں کو نظر نہ آئی تھی)

قراءت: حمزہ وعلی نے تبصروا تاء سے پڑھا ہے۔

قول زجاج بصر کا معنی عَلِمَ اور اَبْصَرَ کا معنی نظر آتا ہے۔ یعنی مجھے اس چیز کا علم تھا جس کا بنی اسرائیل کو علم نہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ کیا بات تھی؟ اس نے کہا میں نے جبرئیل علیہ السلام کو زندگی کے گھوڑے پر سوار دیکھا میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں اس کے نشان راہ سے مٹھی بھر خاک لے لوں۔ جس چیز میں میں وہ مٹی ڈالوں گا اس میں روح، گوشت، خون پیدا ہو جائے گا۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً (پھر میں نے ایک مٹھی بھر اٹھالی تھی) القبضۃ ایک مرتبہ مٹھی بھرنا۔ اس کا اطلاق ہاتھ میں آنے والی مقدار پر ہوتا ہے مفعول کو مصدر کا نام دے دیا گیا جیسے ضَرْبُ الامیر اے مضروب۔

قراءت: قبصت قبصۃ صاد سے پڑھا گیا۔ فرق یہ ہے کہ ضاد سے تمام ہتھیلی و انگلیاں سمیت بھرنا اور صاد سے انگلیوں کی

اطراف سے اٹھانا۔ مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ (فرستادہ خداوندی کے نقش پا سے) یعنی مِنْ اَثَرِ فَرَسِ الرَّسُوْلِ۔ قاصد کے گھوڑے کے نشانہائے قدم سے۔ فَنَبَذْتُهَا (پس میں نے وہ خاک بچھڑے میں ڈال دی) بچھڑے کے پیٹ میں ڈال دی۔ وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ (اور اسی طرح پسند آئی) میرے نفس نے میرے لئے یہ بات مزین کی۔ لِيْ نَفْسِيْ (میرے جی نے میرے لئے) کہ میں اس کو کروں پس میں نے اپنی خواہش پر چلتے ہوئے کرڈالی۔ اس میں غلطی کا اعتراف اور معذرت ہے۔

۹۷: قَالَ (اس کو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا): فَاذْهَبْ (تو بس چلا جا) ہمارے درمیان دھتکارا ہوا۔ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ (تیرے لئے اس دنیا کی زندگی میں جب تک تو زندہ رہے گا)۔ اَنْ تَقُوْلَ (کہ تو کہتا پھرے گا) جو تجھ سے ملنا چاہے گا۔ اور اسے تیرے متعلق علم نہ ہوگا۔ لَا مِسَاسَ (چھونا نہیں) مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے اور نہ میں اس کو ہاتھ لگاؤں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اس کے ساتھ میل جول سے مکمل طور پر منع فرمادیا اور اس پر ان سے ملنا حرام کردیا اور گفتگو بند کردی۔ خرید و فروخت ناجائز قراردی۔ جب کسی کے ساتھ اتفاقاً ہاتھ لگ جاتا تو چھونے والے اور سامری دونوں کو بخار چڑھ جاتا۔ چنانچہ وہ جنگل میں چیختا پھرتا۔ لامساس لامساس لامساس۔

بعض کہتے ہیں اس کی اولاد میں یہ اب تک موجود ہے۔

ایک قول یہ ہے موسیٰ علیہ السلام نے اس کے قتل کا ارادہ فرمایا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی سخاوت کی وجہ سے اس سے منع فرمادیا۔ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ (اور تیرے لئے ایک اور مقررہ وعدہ ہے جو تجھ سے ہرگز نہ ٹلے گا) اللہ تعالیٰ تیرے متعلق کئے گئے وعدہ کی خلاف ورزی ہرگز نہ فرمائیں گے جو اس نے شرک اور فساد فی الارض کے سلسلہ میں کر رکھا ہے۔ وہ آخرت میں تیرے حق میں پورا کرے گا اور یہ دنیا کی سزا اس سے زائد ہے۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے لن تخلفه پڑھا ہے۔ اور یہ اخلفت الموعد سے لیا گیا ہے۔ جب کہ تم اس کے خلاف پاؤ۔

سامری کے معبود کا حشر:

وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ (اور تو اپنے اس معبود کو دیکھ جس کی عبادت پر تو جما بیٹھا تھا) ظَلْتَ اصل میں ظَلِلْتَ ہے پہلی لام کو تخفیف کی وجہ سے حذف کردیا۔ عَاكِفًا (ٹھہرنے والا) لَنُحَرِّقَنَّهٗ (ہم ضرور اس کو آگ سے جلا کر راکھ کر دیں گے۔) ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ (پھر اس کی راکھ کو بکھیر دیں گے) فِي الْيَمِّ نَسْفًا (دریا میں بکھیرنا)۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو جلوادیا اور سمندر میں اس کی راکھ بکھیر دی گئی۔ بعض نے سمندر کا پانی جا پیا کیونکہ بچھڑے کی محبت ان کے دل میں رچی بسی تھی۔ مگر ان کے ہونٹوں پر بطور علامت سونے کی زردی ظاہر ہوگئی۔

۹۸: اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (حقیقت میں تمہارا معبود صرف وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا علم ہر چیز پر وسیع ہے) علمًا یہ تمیز ہے یعنی اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ

اسی طرح ہم آپ سے گزشتہ واقعات کی خبریں بیان کرتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے' جس شخص نے

اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اس سے اعراض کیا سو بلاشبہ وہ قیامت کے دن بھاری بوجھ لادے گا۔ ایسے لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے

حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ

برا ہوگا جس روز صور پھونکا جائے گا اور اس دن ہم مجرمین کو اس حالت میں جمع کریں گے ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی' وہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں گے

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ

کہ تم لوگ صرف دس دن رہے ہو' ہم خوب جانتے ہیں جس چیز کے بارے میں وہ بات کریں گے جبکہ ان میں سب سے زیادہ صحیح رائے رکھنے والا یوں کہے گا کہ

لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۵

تم تو بس ایک ہی دن ٹھہرے ہو۔

۹۹: كَذٰلِكَ کاف محلاً منصوب ہے ای مثل ما اقتصصنا عليك قصة موسٰى وهارون جیسے ہم نے تمہیں موسیٰ و ہارون کا واقعہ بیان کیا۔ اسی طرح نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ (ہم تم سے واقعات گزشتہ کی کچھ خبریں بیان کرتے ہیں۔) گزشتہ امتوں کے واقعات و حالات تاکہ وضاحت اور زیادہ ہو جائے اور آپ کے معجزات بھی زیادہ ہو جائیں۔ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ (اور ہم نے ہی آپ کو دیا ہے۔) مِنْ لَّدُنَّا (اپنے پاس سے) ذِكْرًا (ایک نصیحت نامہ) ذکر سے قرآن مجید مراد ہے۔ یہ سب سے عظیم تر ذکر ہے اور قرآن کریم ایسا ہے۔ جو اس کی طرف متوجہ ہو اس کے لئے اس میں نجات ہے یہ واقعات، حالات پر مشتمل ہے جن میں حقیقی فکر و سوچ اور عبرت پائی جاتی ہے۔

قرآن سے مُنہ موڑنے والے کا حکم:

۱۰۰: مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ (جو لوگ اس سے منہ موڑیں گے) اس قرآن سے جو کہ ذکر ہے اور اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا (وہ قیامت کے دن بھاری بوجھ اٹھائیں گے) سخت عذاب۔ اس کو بوجھ کا نام دیا کیونکہ انکا انجام بھی بوجھ کے مشابہ ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں جو صعوبات پیش آئیں گی وہ بھاری بوجھ کی طرح ہیں جو کہ کمر کو توڑنے والا ہوگی۔ اور اس کا گناہ بھی اس کی پیٹھ پر ڈالا جائے گا۔ نمبر۲۔ اس وجہ سے کہ گناہ کا بدلہ ہے۔

۱۰۱: خٰلِدِيْنَ (وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے) یہ يَحْمِلُ کی ضمیر سے حال ہے۔ معنی کا لحاظ کر کے جمع لائے اور فَاِنَّهٗ میں لفظ مَنْ کا لحاظ کر کے واحد لائے۔ فِيْهِ (اس میں بوجھ میں) بوجھ کی جزاء یعنی عذاب میں وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا (اور

قیامت کے دن یہ بوجھ ان کے لئے بہت برا ہوگا) سآءَ یہ بئس کے حکم میں ہے۔اور اس میں ضمیر مبہم ہے جس کی تفسیر حملاً بطور تمیز کر رہا ہے۔لَھُمْ میں لام بیانیہ ہے جیسا کہ ھیت لك [یوسف:۲۳] میں ہے۔ساء کا مخصوص بالذم محذوف ہے۔کیونکہ پہلے آنے والا الْوِزْرَ اس پر دلالت کر رہا ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے ساء الحمل حملاً وزرھم۔

قیامت کا ایک منظر:

۱۰۲: يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ (جس روز صور میں پھونک ماری جائے گی)

نحو: یوم ینفخ یہ یوم القیامۃ سے بدل ہے۔

قراءت: ابو عمرو نے ننفخ پڑھا ہے۔

الصور نمبرا۔قرن سینگ کو کہتے ہیں۔نمبر۲۔جمع صورۃ ہے۔صورتوں میں ارواح پھونک دیں گے۔اس کی دلیل قتادہ کی قراءت ہے۔فی الصُّوَر میں واو کا فتحہ جمع صورۃ ہے۔وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا (اور ہم مجرمین کو اس دن اٹھائیں گے اس حال میں کہ ان کی آنکھیں نیلی ہونگی) زُرقاً یہ حال ہے یعنی اندھی آنکھوں والا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا و نحشرھم یوم القیامۃ علی وجوھھم عمیا [الاسراء:۹۷] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کی آنکھ سے روشنی جاتی رہے اس کی آنکھ کی سیاہی ختم ہو کر نیلی ہو جاتی ہے۔

۱۰۳: يَتَخَافَتُوْنَ (وہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں گے) بَيْنَهُمْ (آپس میں) اس دن کے ہول و ڈر کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے چپکے باتیں کریں گے۔اِنْ لَّبِثْتُمْ (تم دنیا میں نہیں ٹھہرے۔)

اِلَّا عَشْرًا (مگر دس راتیں) قبور میں قیام کی مدت کو قلیل قرار دیں گے۔نمبر۲۔دنیا میں قیام کے زمانہ کو تھوڑا کر کے بتلائیں گے۔کیونکہ وہ وہاں ایسی سختیاں دیکھیں گے جو انہیں نعمتوں اور سرور کے ایام یاد دلائیں گی۔وہ ان ایام پر افسوس کریں گے اور ان کو بہت قلیل بتلائیں گے اس لئے کہ خوشی کے دن ہوتے ہی تھوڑے ہیں نمبر۳۔کیونکہ وہ دن ان سے کھو چکے ہونگے اور گزری چیز خواہ طویل المدت ہو۔مگر ختم ہونے کی وجہ سے قصیر ہوتی ہے۔نمبر۴۔آخرت کو جھانک لینے کی وجہ سے کیونکہ وہ ابدی ہے۔اس کے مقابلہ میں دنیا کی عمر کو حقیر و چھوٹا قرار دیں گے۔اور دنیا میں رہنے والوں کی مدت آخرت کے قیام کے مقابلہ میں قلیل قرار دی جائے گی۔اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اس کے قول کو راجح قرار دیا ہے جو ان میں سب سے قلیل قرار دیتا ہے فرمایا:

۱۰۴: نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ (ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں جبکہ ان میں سے) اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا (صاحب الرائے اس طرح کہتا ہوگا۔تم تو ایک ہی روز رہے) امثل کا معنی معتدل و درست رائے والا۔طریقۃ بمعنی قول ہے۔جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: قالوا لبثنا یوماً او بعض یوم فسئل العادین [المؤمنون:۱۱۳]

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى

اور وہ لوگ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں' سو آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑا دے گا' پھر زمین کو ایک ہموار میدان بنا دے گا۔ اے مخاطب تو

فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ

اس میں کوئی ناہمواری اور کوئی بلندی نہیں دیکھے گا' جس روز بلانے والے کا اتباع کریں گے اس کے سامنے کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہوگا اور رحمٰن کے لئے آوازیں پست

لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

ہو جائیں گی سوائے مخاطب تو پاؤں کی آہٹ کے سوا کچھ نہ سنے گا' جس دن شفاعت نفع نہ دے گی مگر اسی کو جس کے لئے رحمٰن نے اجازت دی

وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ

اور جس کے لئے بولنا پسند فرمایا۔ وہ جانتا ہے جو ان کے پہلے احوال تھے' اور ان لوگوں کا علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا' اور تمام چہرے

الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ

حی و قیوم کے لئے جھک جائیں گے اور جو شخص ظلم اٹھا کر لے گیا ہو وہ ناکام ہوگا' اور جس شخص نے مومن ہونے کی حالت میں اچھے

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾

عمل کیے سوائے کسی طرح کے ظلم کا اور کسی کمی کا اندیشہ نہ ہوگا۔

پہاڑوں کے متعلق سوال و جواب:

۱۰۵: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ (آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں) کفار نے نبی اکرمؐ سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا بنے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کسی نے سوال نہیں کیا بر تقدیر سوال جواب کی تعلیم کی گئی ہے کہ اگر وہ آپ سے سوال کریں تو کہہ دیں اسلئے فاء سے فرق کیا گیا بخلاف دیگر سوالات کے وہاں فاء نہیں لائی گئی جیسا اس قول میں ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی (البقرہ:۲۲۲) ویسئلونک عن الیتامٰی قل اصلاح لھم خیر [البقرہ:۲۲۰] ویسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر [البقرہ:۲۱۹] یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسھا قل انما علمھا عند ربی [الاعراف:۱۸۷] ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی [الاسراء:۸۵] ویسئلونک عن ذی القرنین قل سأتلوا [الکہف:۸۳] غرضیکہ ان تمام مقامات میں سب سے پہلے سوالات کیے گئے پھر جوابات وارد ہوا۔ ان میں شرط کا معنی نہ تھا اسلئے فاء نہیں لائی گئی۔

يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا (میرا رب ان کو اڑا دے گا اڑانا) ان کو ریت کی طرح کر دے گا۔ پھر ہوائیں بھیج کر ان کو متفرق کر دے گا۔ جیسا کہ غلہ کو متفرق کیا جاتا ہے۔ قول خلیلؒ یہ ہے کہ ان کو جڑ سے اکھاڑ دے گا۔

۱۰۶: فَيَذَرُهَا (پھران کے مقامات کوتبدیل کردے گا۔) نمبر۲۔ ھاء کی ضمیر کا مرجع الارض کومعلوم ہونے کی بنا پر بنایا جائے۔ جیسااس آیت میں ماترك علی ظهر ها [فاطر:۴۵] قَاعًا صَفْصَفًا (ہموارزمین چٹیل میدان۔)

۱۰۷: لَّا تَرٰى فِيهَا عِوَجًا (تمہیں اس میں ناہمواری دکھائی نہ دے گی) عوجا: جھکاؤ۔ ٹیڑھ۔ وَّ لَآ اَمْتًا (نہ ٹیلہ) بلندی العوج کالفظ کسرہ سے معانی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ مفتوح کالفظ اعیان میں ہی آتا ہے اورزمین تو اعیان میں سے ہے۔ مگراس کے لئے لفظ معانی والا استعمال ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب زمین اس قدر برابر کردی جائے کہ اس میں ذرا بھرٹیڑھ نہ رہے خواہ کتنے آلات سے جائزہ لیا جائے تو پھر یہ معانی کے قائم مقام بن گئی۔

۱۰۸: يَوْمَئِذٍ (اس دن)۔اس میں یوم کی اضافت پہاڑوں کے اڑانے کی طرف کی۔ای یوم اذنسفت الجبال نمبر۲۔اور یہ بھی جائز ہے کہ یوم القیامه کا بدل ثانی ہے۔ يَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ (وہ داعی کے کہنے پر چلیں گے ادھرادھر نہ مڑیں گے) جومحشر کی طرف بلائے گا۔ یعنی داعی سے مراد اسرافیل ہیں۔ اتباع داعی سے اتباع صوتِ داعی مراد ہے اسرافیل علیہ السلام صخرہ بیت المقدس پر آواز دیں گے ایتها العظام البالية والجلود المتخرقة و اللحوم المتفرقة هلمّی الی عرض الرحمان [الرحمان:۱۷] اے بوسیدہ ہڈیوائے پارہ پارہ کھالو۔متفرق گوشت کے گالو۔ رحمان کی بارگاہ میں پیش ہونے کو چلو۔ ہر طرف سے وہ اس کی آواز پر متوجہ ہونگے ادھرادھر نہ مڑیں گے۔ وَخَشَعَتِ (اور پست ہوجائیں گی۔)

الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (آواز میں رحمان کی ہیئت ورعب سے) فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا (پس تو نہ سن پائے گا سوائے خفیف آواز کے) ہونٹ ہلانے سے خفیف آواز سنی جائے گی دوسرا قول یہ ہے کہ همس الابل سے ہے اونٹوں کے چلنے کے وقت ان کے پاؤں کی آواز مطلب یہ ہے کہ تم قدموں کی آہٹ سنو گے اور محشر کی طرف انکا منتقل ہونا۔

۱۰۹: يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ (اس دن شفاعت فائدہ نہ دے گی مگرایسے شخص کیلئے جس کے لئے رحمان نے اجازت دے دی ہو۔)

نَحو: مَنْ شفاعت کابدل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔مضاف محذوف ہے۔ای لا تنفع الشفاعة الا شفاعة من اذن له الرحمان یعنی وہ شفاعت کرنے والے کوشفاعت کی اجازت مرحمت فرمائے گا۔ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا (اوراس کے لئے بولنا پسند کرلیا ہو) اوراپنے لئے اس کی بات کو پسند کرلیا ہو کہ جس کے حق میں شفاعت کی جارہی ہے وہ محفوظ ہوگا۔ نمبر۲۔ یہ منصوب ہے اس طرح کہ تنفع کا مفعول ہے۔

۱۱۰: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (وہ جانتا ہے ان کے تمام اگلے پچھلے احوال کو) ان کے گزشتہ احوال اور مستقبل کی کیفیات سے واقف ہے۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا (وہ اس کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتے) یعنی ان چیزوں کوجن کا احاطہ علم الٰہی کرنے والا ہے۔

نَحو: اس صورت میں ضمیر ما کی طرف راجع ہے۔ نمبر۲: ضمیر کا مرجع ذاتِ باری تعالیٰ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا احاطہ ممکن ہی نہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ

اور اسی طرح ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح سے وعید بیان کی ہے تاکہ وہ لوگ ڈر جائیں یا یہ قرآن ان کے لئے کسی قدر

لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ

سمجھ پیدا کر دے۔ سو اللہ برتر ہے' بادشاہ ہے' حق ہے' اور آپ قرآن میں اس سے پہلے جلدی نہ کیجئے کہ اس کی

يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

وحی پوری کر دی جائے' اور آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم اور بڑھا دے۔

۱۱۱: وَعَنَتِ (جھک جائیں گے اور ذلیل ہو جائیں گے) اور اسی سے ہے کہ اسیر وقیدی کو عانی (عاجز) کہتے ہیں عنا یعنو الْوُجُوْهُ (چہرے) مراد چہروں والے۔ لِلْحَيِّ (اس ذات کیلئے جو کبھی نہیں مرے گی) ہمیشہ زندہ رہے گی اس پر موت نہ آئے گی۔ ہر زندگی جس کے پیچھے موت ہو وہ زندگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ الْقَيُّوْمِ (ہمیشہ قائم ودائم رہنے والی) ہر شخص جو کچھ کرتا ہے اس کے تمام اعمال کو تھامے ہوئے ہے۔ نمبر۲۔ تمام مخلوق کے انتظام کو تھامے ہوئے ہے۔ وَقَدْ خَابَ (اور ایسا شخص ناکام رہے گا) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوگا۔ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا (جو ظلم لے کر آیا ہوگا) جو موقف قیامت میں شرک اٹھا کر لایا۔ کیونکہ ظلم و ضع الشیٔ فی غیر موضعہ کو کہا جاتا ہے اور اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا جس نے مخلوق کو خالق کا شریک بنا دیا۔

۱۱۲: وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ (اور جس نے نیک کام کئے) صالحات سے طاعات مراد ہیں۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ (اس حالت میں کہ وہ ایماندار تھا) وہ محمد ﷺ جو لے کر آئے اس کی تصدیق کرنے والا تھا۔

نکتہ: معلوم ہوا کہ ایمان والا لقب ایسے شخص کا ہو سکتا ہے جو بغیر اعمال صالحہ کے ہو۔ ایمان اعمال صالحہ کی قبولیت کی شرط ہے۔

فَلَا يَخٰفُ (وہ نہ اندیشہ کرے گا۔) قراءت: مکی نے نہی فَلَا يَخَفْ پڑھا ہے۔

ظُلْمًا (زیادتی کا) کہ اس کی سیآت بڑھا دی جائیں وَّلَا هَضْمًا (اور نہ کمی کا) کہ اس کی حسنات میں کمی کر دی جائے هضم کی اصل نقص اور کسر ہے (کم کرنا، توڑنا)۔

۱۱۳: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح)

نَحْو: اس کا عطف كذلك نَقُصُّ پر ہے۔ یعنی اس اتارنے کی مثل اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (ہم نے اس کو قرآن عربی اتارا) عربی زبان میں اتارا۔ وَّصَرَّفْنَا (اور بار بار بیان کئے)۔ فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (اس میں وعیدیں شاید کہ وہ پرہیز کریں) شرک سے بچے رہیں۔ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ (یا وہ پیدا کر دے گا ان کے لئے) وعید یا قرآن ذِكْرًا (نصیحت) یا ایمان لا کر اس سے مشرف یاد ہو جائیں اور بلند ہو جائیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اَو واؤ کے معنی میں ہے۔

۱۱۴: فَتَعٰلَى اللّٰهُ (پس اللہ تعالیٰ بڑا عالی شان ہے) وہ تمام گمانوں سے بلند و بالا ہے تمام فہموں کے وہموں سے اعلیٰ ہے

اجسام کی مشابہت اور مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے۔ الْمَلِكُ (وہ بادشاہ) ایسا کہ تمام بادشاہ اس کے محتاج الْحَقُّ (سچا) الوہیت کا سچا حقدار فناء و بگاڑ اور زوال کا اس کے اقتدار حکومت میں احتمال و وہم بھی نہیں۔ جب قرآن اور اس کے نزول کا تذکرہ ہوا۔ تو بطور استطراد فرمایا جب جبرئیل قرآن کی وحی لیکر آئیں تو جب تک وہ پوری وحی پہنچا نہ چکیں قرآن پڑھنے میں عجلت نہ کریں۔ آپ اتنی دیر کریں کہ اس کو سنادیں اور سمجھا دیں۔ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ (اور آپ قرآن پڑھنے میں عجلت نہ کریں)۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ (اس سے قبل کہ اس کی وحی مکمل ہو) اس سے پہلے کہ جبرئیل علیہ السلام پہنچا کر فارغ ہوں۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (اور کہہ دیں اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما) قرآن اور اس کے معانی کا علم دوسرا قول یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو کسی چیز میں اضافہ کی طلب کرنے کا حکم نہیں دیا سوائے علم کے۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ

اور اس سے پہلے ہم نے آدم کو حکم دیا سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ

کہ آدم کے لئے سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا اس نے انکار کر دیا۔ سو ہم نے کہا اے آدم بلاشبہ یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ

سو یہ ہرگز تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے سو تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے بلاشبہ تمہارے لئے یہاں یہ بات ہے کہ تم اس میں نہ بھوکے رہو گے اور نہ ننگے رہو گے اور نہ یہاں

لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى

تم پیاسے ہو گے اور نہ تمہیں دھوپ لگے گی شیطان نے ان کی طرف وسوسہ ڈالا وہ کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تمہیں ہمیشگی والا درخت

شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا

اور ایسی بادشاہی نہ بتا دوں جس میں کبھی ضعف نہ آئے' سو ان دونوں نے اس میں سے کھا لیا سو ان کی شرم کی جگہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں اور وہ دونوں

يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؗ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ

اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے' اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی سو وہ غلطی میں پڑ گئے۔ پھر ان کے رب نے انہیں چن لیا

فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا ۢ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ

سو ان کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں ہدایت پر قائم رکھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ تم میں بعض بعض کے دشمن ہوں گے سو اگر تمہارے پاس میری طرف سے

مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

کوئی ہدایت آئے تو سو جس نے میری ہدایت کا اتباع کیا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ شقی ہوگا۔

قصہ آدم علیہ السلام و ملائکہ و ابلیس:

۱۱۵: وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ (اور تحقیق ہم آدم علیہ السلام کو ایک حکم دے چکے تھے) یعنی ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ وہ درخت میں سے نہ کھائیں بادشاہوں کے اوامر و وصایا میں کہا جاتا ہے تقدم الملك الى فلان واوعز اليه و عزم عليه وعهد اليه۔ ان تمام میں حکم و نصیحت کا معنی ہے۔

نحو: قصۂ آدم کا عطف و صَرّفنا فیہ من الوعید پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں قسم سے کہتا ہوں کہ ہم نے تمہارے باپ آدم کو حکم دیا اور ان کو وصیت کی کہ وہ درخت کے قریب نہ جائیں۔

مِنْ قَبْلُ (ان کے وجود سے قبل) پس انہوں نے وہ کرلیا جس سے روکا گیا تھا۔ جیسا کہ یہ مخالفت کررہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بنی آدم کے معاملے کی بنیاد ہی اس بات پر ہے۔ اور اس کا اثر ان میں پختہ ہے۔ فَنَسِیَ (پس وہ عہد کو بھول گئے) ممانعت والا عہد اور انبیاء علیہم السلام سے اس نسیان پر مواخذہ ہوتا ہے۔ جس کے متعلق اگر وہ تکلف کرتے تو وہ اس سے بچ سکتے تھے۔ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (اور ہم نے ان کے اندر پختگی نہ پائی) یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کیلئے پختہ ارادہ وقصد نہ پایا۔ نمبر۲۔ آدم اولی العزم میں سے نہ تھے۔ یہاں وجود علم کے معنی میں ہے اور لہ عزمًا دونوں اس کے مفعول ہیں۔ نمبر۳۔ عزم یہ عدم کی نقیض ہے یعنی ان میں پختگی معدوم تھی۔ اور لہ اس صورت میں نجد کے متعلق ہے۔

۱۱۶: وَاِذْ قُلْنَا (اور جب ہم نے کہا۔) نحو: یہ اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (فرشتوں کو کہ تم آدم کو سجدہ کرو) قول اول یہ لغوی سجدہ ہے جو کہ تذلل، خضوع کو کہا جاتا ہے۔ دوسرا قول آدم کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے آدم کو قبلہ کی طرف قرار دیکر سجدہ کا حکم ہوا۔ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ (پس انہوں نے سوائے ابلیس کے سجدہ کیا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابلیس فرشتہ تھا مستثنیٰ منہ کی جنس سے تھا۔

حضرت حسن کا قول یہ ہے ملائکہ ارواح کی مخلوق کا نچوڑ ہیں۔ ان میں توالد وتناسل نہیں اور ابلیس گرم لو کے مادہ سے ہے (جو جنات کی اصل ہے) ان سے استثناء انکا اس لئے صحیح ہے۔ کہ یہ ان کے ساتھ رہتا اور ان کی معیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ اَبٰی (اس نے انکار کیا۔)

نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ گویا یہ قائل کے اس قول کا جواب ہے جو کہ یہ کہے کہ اس نے پھر سجدہ کیوں نہ کیا؟ اور درست وجہ یہ ہے کہ اس کا مفعول مقدر نہ مانا جائے اور وہ سجدہ ہے اور اس پر فَسَجَدُوْٓا دلالت کرتا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے انکار کو ظاہر کیا۔ اور اس پر توقف کیا۔

۱۱۷: فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ (اور ہم نے کہا اے آدم بیشک یہ تیرا دشمن اور تیری بیوی کا دشمن ہے) اس طرح کہ اس نے تمہیں سجدہ نہیں کیا اور تیری عظمت کا قائل نہیں۔ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ (کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو جنت سے نکال باہر کرے) یعنی تمہارے جنت سے نکلوانے کا سبب نہ بن جائے۔ فَتَشْقٰى (پھر تم مشقت ومصیبت میں پڑ جاؤ) خوراک کی تلاش میں تھکنا پڑے۔

یہاں فتشقیا نہیں فرمایا آیات کے آواخر کا لحاظ رکھا گیا۔ نمبر۲۔ حواء تو بحیثیت تابع داخل ہی ہے۔ نمبر۳۔ مرد عورت کے خرچہ کا ذمہ دار ہے۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ آدم علیہ السلام کے پاس ایک سرخ بیل بھیجا گیا جس سے ھل چلاتے اور اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے تھے۔

۱۱۸: اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا (اور تیرے لئے اس میں یہ ہے کہ نہ بھوک لگے گی) یعنی جنت میں وَ لَا تَعْرٰى (اور نہ تو ننگا ہوگا)

کپڑوں سے کیونکہ یہ کپڑے ہمیشہ کیلئے تیار کردہ ہیں۔
۱۱۹: وَاَنَّكَ (اور بیشک تم) قراءت: نافع، ابوبکر نے اِنَّكَ پڑھا۔ پہلے اِنَّ پر عطف کیا اور دیگر قراء نے فتحہ سے پڑھا اور اس کا عطف اَلَّا تَجُوْعَ پر کیا ہے۔ اور محلاً منصوب مانا ہے اور فصل کی صورت میں بھی جائز ہے۔ جیسا کہ تم کہو ان فی علمی انّك جالسٌ۔ لَاتَظْمَؤُا فِيْهَا (نہ اس میں پیاس لگے گی) اس میں پیاسا نہ ہوگا کیونکہ وہاں مشروبات ہی مشروبات ہیں۔ وَلَا تَضْحٰی (نہ دھوپ لگے) سورج کی گرمی تجھے نہ پہنچے گی۔ کیونکہ جنت میں سورج کا وجود نہیں۔ اہل جنت ظلِّ ممدود میں قیام پذیر ہیں۔
۱۲۰: فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ (پس شیطان نے ان کو بہکایا) اس نے وسوسہ ڈالا۔ اَنْهی اليه الوسوسة سر اليه کی طرح ہے پوشیدہ وسوسہ ڈالا۔ قَالَ يٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ (کہا اے آدم کیا میں تمہیں ہمیشگی کا درخت بتلا دوں) یہاں شجرہ کی نسبت خلد کی طرف کی خلد، خلود کو کہتے ہیں۔ کیونکہ جس نے اس سے کھالیا۔ اس کے خیال کے مطابق وہ ہمیشہ رہا۔ اور اس پر موت نہ آئے گی۔ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰی (اور ایسی بادشاہی جو پرانی نہ ہو) یعنی زوال وفناء نہ آئے گا۔
۱۲۱: فَاَكَلَا (پس ان دونوں نے اس درخت سے کھالیا) دونوں سے آدم وحواء مراد ہیں۔ مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا (فوراً دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے) سواۃ، ستر وعورت۔ وَطَفِقَا (اور لگے) طَفِقَ اور جَعَلَ دونوں کادَ کی طرح ہیں خبر مضارع آتی ہے البتہ یہ دونوں شروع استمرار کا معنی پیدا کرنے کیلئے آتے ہیں اور کادَ قرب کو ظاہر کرتا ہے۔

عصیان کا معنی:

يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (چپکائے اپنے اور جنت کے پتے) ستر کیلئے دونوں جنت کے درختوں کے پتوں کو چپکانے لگے اور درخت سے یہاں انجیر مراد لیا گیا ہے۔ وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی (اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہوگیا وہ غلطی میں پڑ گئے) رائے سے بھٹک گئے۔ ابن عیسیٰ کہتے ہیں ناکام ہوگئے۔ حاصل یہ ہے کہ العصیان امر ونہی کے خلاف کام کا واقعہ ہونے کو کہا جاتا ہے۔ یہ دو قسم پر ہے۔ نمبر ا۔ جان بوجھ کر ہوتا ہے اس سورت میں ذنب کہلاتا ہے۔ نمبر ۲۔ جان بوجھ کر نہیں ہوتا تو لغزش کہلاتا ہے۔ جب آپ کے فعل کو عصیان سے تعبیر کیا تو رشد سے وہ فعل نکل گیا اور غی میں شامل ہوا کیونکہ نام ہی خلاف رُشد کا ہے۔
البتہ عصی آدم رَبَّهٗ فَغَوٰی کی تصریح میں جو زل آدم کو چھوڑ کر اختیار کی گئی ہے اس میں انتہائی بلیغ انداز میں زجر اور تمام مکلفین کیلئے نصیحت ہے۔ گویا اس طرح فرمایا غور کرو اور عبرت حاصل کرو۔ کہ کس طرح معصوم اور اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر کی لغزش کی اطلاع اس سخت انداز سے دی گئی پس تم صغائر کے سلسلہ میں بے خبر مت بنو چہ جائیکہ کبائر کا ارتکاب کرنے لگو۔
۱۲۲: ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ (پھر ان کے رب نے ان کو چن لیا) اپنا مقرب بنایا۔ نمبر ۲۔ منتخب کیا چن لیا۔ اجتبی کا اصل معنی جمع کرنا ہے جیسے جبی الخراج۔ اس نے خراج جمع کیا۔ جبی الیّ میرے پاس جمع کیا گیا۔ فاجتبیتہٗ میں اس کو اپنے پاس جمع کر لیا۔ اپنے قرب میں لے آیا۔ فَتَابَ عَلَيْهِ (پس ان پر توجہ فرمائی) توبہ سے قبل وَهَدٰی (اور راہ راست پر قائم رکھا) معذرت واستغفار کی طرف ان کی راہنمائی کر کے راہ راست پر قائم رکھا۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اور جس شخص نے میری نصیحت سے اعراض کیا سو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور ہم اسے قیامت کے دن اس حالت میں اٹھائیں گے

اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ

کہ وہ اندھا ہوگا وہ کہے گا کہ اے میرے رب مجھے آپ نے اندھا کر کے کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات پہنچیں

اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ

تھیں سو تو انہیں بھول گیا اور آج تو بھلا دیا جائے گا اور ہم اسی طرح اسے سزا دیں گے جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیات پر ایمان

بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ

نہ لائے اور یہ واقعی بات ہے کہ آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور بڑا دیرپا ہے کیا انہیں اس چیز نے ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتوں کو

مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ ع

ہلاک کر دیا یہ لوگ ان کے رہنے کی جگہوں میں چلتے پھرتے ہیں بلاشبہ اس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

۱۲۳: قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں ساتھ ساتھ اس حالت میں جنت سے اترو) یعنی آدم وحواء۔ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے) باہمی حسد کی وجہ سے تمہاری اولاد۔ نمبر۲۔ دین میں اختلاف کی وجہ سے فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى (پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے) ہدایت سے کتاب وشریعت مراد ہے۔ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ (پس جس شخص نے میری ہدایت کی اتباع کی وہ نہ گمراہ ہوگا) دنیا میں وَلَا يَشْقٰى (اور نہ نامراد ہوگا) آخرت میں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس شخص کو جو قرآن کی اتباع کرے دنیا میں گمراہ نہ ہونے اور آخرت میں نامرادنا کام نہ ہونے کی ضمانت عنایت فرمائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں دین کے راستہ سے گمراہ ہو گیا اس کی سزا آخرت کی بدبختی ہے پس جو کتاب اللہ تعالیٰ کے راستہ کو اختیار کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کا پابند ہے۔ وہ جس طرح گمراہی سے نجات پانے والا ہے اسی طرح اس کی سزا سے بھی رہائی پانے والا ہے۔

تنگی کا جینا:

۱۲۴: وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ (اور جس نے میری نصیحت سے اعراض کیا) ذکر سے یہاں قرآن مراد ہے۔ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا) ضنکًا کا معنی تنگی ہے۔ یہ مصدر ہے۔ اس کو جب وصف کے طور پر استعمال کریں تو اس میں تذکیر وتانیث برابر ہے۔

ابن جبیرؒ کا قول:

معیشت میں تنگی سے مراد قناعت کا چھین لینا ہے یہاں تک کہ وہ سیر ہی نہیں ہوتا۔ دین میں تو تسلیم قناعت اور توکل ہے پس دین والے کی زندگی پاکیزگی ہوگی اور دین سے اعراض کی صورت میں حرص، بخل کی وجہ سے اس کی زندگی تنگ ہوگی اور اس کی حالت اندھیر ہوگی۔ جیسا کہ بعض متصوفہ نے کہا کہ جس نے اپنے رب کی یاد سے اعراض کیا اس نے اپنے وقت کو اندھیر کر دیا اور اپنے رزق کو تشویشناک کر دیا۔ وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى (اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے) حجت و دلیل سے اندھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول وہ آنکھوں سے اندھا ہوگا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا و نحشر ھم یوم القیامة علی وجوھھم عمیاً [الاسراء۹۷] اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

دین سے اندھا پن آخرت کا اندھا پن:

۱۲۵: قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا (کہے گا اے میرے رب آپ نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو آنکھوں والا تھا) دنیا میں۔

۱۲۶: قَالَ كَذٰلِكَ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اسی طرح) یعنی اس فعل کی طرح جو تو نے کیا پھر اس کی وضاحت فرمائی اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى (تیرے پاس ہمارے احکام آئے تھے پھر تو نے انکا خیال نہ کیا اور ویسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا) تیرے پاس ہماری واضح آیات پہنچیں تو نے ان کی طرف عبرت کی نگاہ سے نہ دیکھا اور ان کو چھوڑ دیا بے پروائی اختیار کی۔ ان سے اندھا بنا رہا۔ پس اسی طرح آج ہم تیرے اندھے پن میں تجھے چھوڑ رہے ہیں۔ اور اندھے پن کا پردہ تیری آنکھوں سے زائل نہ کریں گے۔

۱۲۷: وَكَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ یُؤْمِنْ (اور اسی طرح ہم ہر اس شخص کو جو حد سے گزر جائے اور اپنے) بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى (رب کی آیات پر ایمان نہ لائے، سزا دیں گے۔ البتہ آخرت کا عذاب بڑا سخت اور بہت دیرپا ہے) جب ذکر و یاد سے اعراض کرنے والے کو دو سزاؤں سے ڈرایا۔ نمبر۲۔ دنیا میں تنگ گزر۔ نمبر۳۔ آخرت میں اندھا اٹھایا جانا تو اس کے بعد آیات کا اختتام وعید کے الفاظ و لعذاب الاخرة اشد و ابقٰی سے فرمایا۔ یعنی اندھا اٹھایا جانا جو کہ کبھی زائل نہ ہوگا۔ وہ ختم ہونے والی زندگی سے جس میں تنگی تھی، بہت ہی سخت ہے۔

۱۲۸: اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ (کیا ان لوگوں کو اس سے بھی ہدایت نہیں ہوئی) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس کی دلیل زید کی قراءت جو یعقوب کی روایت سے ہے نون کے ساتھ۔ نهد لهم۔

كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ (ہم ان سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر چکے یہ لوگ چلتے ہیں) یمشون یہ لھم کی ضمیر مجرور سے حال ہے۔ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ (ان کے رہنے کے مقامات میں) مراد یہ ہے کہ قریشِ مکہ عاد، ثمود، قومِ لوط کے مقامات و مساکن میں آتے جاتے گزرتے ہیں اور ان کی بربادی کے آثار کو آنکھوں سے ملاحظہ کرتے ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى (اس میں عقل والوں کیلئے کھلی دلیلیں موجود ہیں) اُولی النُّھٰی عقل والے۔ اگر وہ

وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِن رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصۡبِرۡ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے ایک بات فرمائی ہوئی نہ ہوتی ۔ اور اجل مقرر نہ ہوتی تو لازمی طور پر عذاب آ جاتا۔ سو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے

وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ قَبۡلَ طُلُوعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ غُرُوبِهَا ۖ وَمِنۡ اٰنَآئِ الَّيۡلِ فَسَبِّحۡ

اور سورج کے نکلنے اور سورج چھپنے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح میں مشغول رہئے اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح پڑھئے

وَأَطۡرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرۡضَىٰ ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعۡنَا بِهِۦٓ أَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ

اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ آپ خوش ہو جائیں اور آپ ہرگز ان چیزوں کی طرف اپنی آنکھیں نہ بڑھائیں جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے جو ان کی بیویاں ہیں

زَهۡرَةَ الۡحَيَوٰةِ الدُّنۡيَا ۙ لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيهِ ۚ وَرِزۡقُ رَبِّكَ خَيۡرٌ وَأَبۡقَىٰ ﴿۱۳۱﴾ وَأۡمُرۡ أَهۡلَكَ

اور دنیاوی زندگی کی رونق ہے، اور آپ کے رب کا رزق بہتر ہے اور بہت دیرپا ہے، اور آپ اپنے گھر والوں کو

بِالصَّلَوٰةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا ۖ لَا نَسۡـَٔلُكَ رِزۡقًا ۖ نَّحۡنُ نَرۡزُقُكَ ۗ وَالۡعَاقِبَةُ لِلتَّقۡوَىٰ ﴿۱۳۲﴾

نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کی پابندی کیجئے ہم آپ سے رزق نہیں چاہتے ہم آپ کو رزق دیں گے اور بہتر انجام پرہیزگاری کا ہے۔

سوچیں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کو کفر کی وجہ سے تہس نہس کر دیا گیا۔ پس انہیں ان جیسی حرکات نہ کرنی چاہئیں۔

۱۲۹: وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِن رَّبِّكَ (اگر آپ کے رب کی طرف ایک بات پہلے طے شدہ نہ ہوتی) کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب کو مؤخر کرنے کا حکم دیا گیا۔ لَكَانَ لِزَامًا (تو عذاب لازمی ہوتا) لِزَامًا ۔ لازمًا کے معنی میں ہے۔ لزام یہ لازم کا مصدر ہے۔ جس کو بطور صفت لائے۔ وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى (اور میعاد معین نہ ہوتی) اور وہ قیامت ہے تو دنیا میں ہی عذاب ان کو آ چمٹتا۔ جیسا کہ گزشتہ کفار کو لازم ہوا۔

صبر و نماز کی تلقین:

۱۳۰: فَاصۡبِرۡ عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ (آپ ان کی باتوں پر صبر کریں) جو آپ کے متعلق کرتے ہیں۔ وَسَبِّحۡ (اور تسبیح کرو) یعنی نماز ادا کرو۔ بِحَمۡدِ رَبِّكَ (اپنے رب کی حمد کے ساتھ) یہ موضع حال میں ہے معنی یہ ہے وانت حامد لربك علی ان وفقك للتسبيح واعانك عليه اس حال میں کہ آپ اپنے رب کی اس بات پر تعریف کرنے والے ہیں۔ کہ اس نے آپ کو تسبیح کی توفیق دی اور اسی اعانت خاص فرمائی قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ (سورج کے طلوع سے قبل) اس سے صلاۃ فجر مراد ہے۔ وَقَبۡلَ غُرُوۡبِهَا (اور اس کے غروب سے پہلے) اس سے ظہر و عصر مراد ہیں کیونکہ یہ دونوں نمازیں دن کے آخری نصف میں پائی جاتی ہیں جو زوال اور غروب کے مابین ہے۔ وَمِنۡ اٰنَآئِ الَّيۡلِ فَسَبِّحۡ وَاَطۡرَافَ النَّهَارِ (اور اوقات شب میں پس اس کی پاکی بیان کرو اور دن کے اطراف میں) اور رات کی ساعات کی پابندی کرو۔ اور دن کے اطراف کو خاص کرا پنی نماز کیلئے اور رات کے

اوقات میں صلاۃِ عشاء تسبیح کو شامل ہے۔ اور اطراف نہار میں صلاۃِ مغرب اور نمازِ فجر آتی ہیں۔ تکرار سے ذکر کرنے کا مقصد ان کی خصوصیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے جیسا کہ اس ارشاد میں موجود ہے۔ والصلوۃ الوسطی [البقرہ:۲۳۸] بعض کے نزدیک اطراف النہار کو جمع لایا گیا۔ حالانکہ یہ تو دو طرفین ہیں۔ تاکہ التباس سے امن رہے۔ اس کا عطف قبل پر ہے۔

لَعَلَّكَ تَرْضٰى (تاکہ تم راضی ہو جاؤ) لعلّ مخاطبت کیلئے ہے۔ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اس امید سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ثواب پالو جس سے آپکا نفس خوش ہو جائے اور دل راضی ہو۔

قراءت: علی وابوبکر نے تُرضٰی پڑھا۔ تاکہ تمہارا رب تمہیں خوش کر دے۔

ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھنے کی ممانعت:

۱۳۱: وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ (ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ اپنی آنکھیں اٹھا کر نہ دیکھیں) اپنی نگاہوں کی نظر اور درازی نظر سے اس کا لمبا کرنا مراد ہے۔ کہ دیکھی جانے والی چیز کی پسندیدگی وخوبصورتی کی بنا پر نگاہ اس سے نہ ہٹائی جائے۔

مَسْئَلَہ: جو نظر طویل نہ ہو وہ معاف ہے اور وہ اس طرح ہے کہ نظر اچانک پڑے پھر نگاہ کو نیچا کر لے۔ متقی لوگوں نے ظالموں کے مکانات پر نگاہ ڈالنے اور فساق کے ٹھاٹ والے لباسوں اور ان کی سواریوں پر نگاہ سے بھی روکا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ فساق کے گھوڑوں کی جھنکار کی طرف بھی نگاہ نہ کرو۔ بلکہ یہ دیکھو کس طرح ان کے سواروں پر گناہ کی ذلت چھائی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ چیزیں دیکھنے والوں کیلئے ہی سجائی ہیں۔ پس ان کو دیکھنے والا گویا ان کی غرض پوری کر رہا ہے۔ اور ان کے اختیار کرنے پر ابھارنے والا ہے۔ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (جو ہم نے ان میں سے مختلف گروہوں کو دیا ہے) ازواجًا کا معنی یہاں اقسام ہے۔ مختلف قسم کے کفار کو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ہاء ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہو۔ اور فعل منہم پر واقع ہونے والا ہو۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ اس چیز کی طرف جس سے ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا ہے۔ اور مختلف ہیں۔ بعض دوسرے اور کچھ ان میں سے۔ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنیا کی رونق و بہار کی خاطر۔)

نَحْو: یہ منصوب علی الذم ہے یا یہ بہ کے محل کا بدل ہے۔ یا ازواجًا کا بدل ہے جس کی تقدیر عبارت یہ ہے ذوی زهرة۔

لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ (تاکہ ہم ان کی اس میں آزمائش کریں) تاکہ ہم ان کو آزمائیں اور ان کے کفر کی وجہ سے عذاب ان پر لازم ہو جائے۔ یا اس کے سبب ان کو آخرت میں عذاب دیں۔ وَرِزْقُ رَبِّكَ (اور تیرے رب کا دیا ہوا) ثواب اور وہ جنت ہے یا رزق حلال۔ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (وہ بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے) اس حرام سے جو ان کے پاس ہے۔

ماتحتوں کو نماز کا حکم:

۱۳۲: وَاْمُرْ اَهْلَكَ (اور تم اپنے متعلقین کو نماز کا حکم دیتے رہو) اپنی امت کو یا تمہارے گھر والے۔ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ (نماز کا اور خود اس کے پابند رہو) تم اس پر ہمیشگی اختیار کرو۔ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا (اس پر ہم آپ سے رزق کے طالب نہیں) ہم آپ سے نہیں کہتے کہ آپ اپنے آپ کو رزق دیں اور نہ اپنے اہل کو۔ نَحْنُ نَرْزُقُكَ (ہم ہی آپ کو رزق دینے والے ہیں) اور انہیں بھی پس رزق کے معاملے میں شدت سے اہتمام مت کریں۔ بلکہ اپنے دل کو آخرت کے معاملات کیلئے فارغ کر دیں اس لئے کہ

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ

اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ شخص ہمارے پاس اپنے رب کی نشانی کیوں نہیں لاتا ' کیا ان کے پاس پرانی کتابوں کا مضمون نہیں پہنچا ' اور اگر

اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا

ہم اس سے پہلے انہیں عذاب کے ذریعہ ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا

فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ

جس کا ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے اتباع کر لیتے ' آپ فرما دیجئے سب انتظار کرنے والے ہیں سو تم بھی انتظار کرو۔

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع ۸ ۱۷

سو عنقریب جان لو گے سیدھے راستے والا اور ہدایت یافتہ کون ہے۔

جس کا طرز عمل یہ ہو کہ وہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے کام میں مصروف کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کا کام پورا فرما دیتے ہیں۔

حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مروی ہے کہ جب وہ بادشاہوں کے ہاں مختلف اشیاء دیکھتے تو یہ آیت پڑھتے وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ...... پھر آواز دیتے الصلاۃ، الصلاۃ، رحمکم اللّٰہ۔ بکر بن عبداللہ المزنی رحمۃ اللہ کے گھر میں جب فاقہ آ جاتا تو فرماتے نماز کیلئے اٹھو! اسی بات کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم فرمایا۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح کے اقوال منقول ہیں۔ بعض تفاسیر میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں کوئی جسمانی پریشانی ہوتی تو آپ گھر والوں کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (اور اچھا انجام تقویٰ والوں کا ہے۔) یعنی اچھا انجام اہل تقویٰ ہی کا ہے۔ نحو : مضاف محذوف ہے۔ ای اھل التقوٰی ۔

۱۳۳: وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا۔ کفار نے لَوْ لَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (کہ یہ ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے۔) لَوْلَا یہ ھلاَّ کے معنی میں ہے یَاْتِيْنَا وہ محمد کیوں نہیں لاتے۔ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے جو آپ کی صحت نبوت پر دلالت کرنے والی ہو۔

قراءت: اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ ۔ مدنی، بصری اور حفص نے اسی طرح پڑھا (کیا ان کے پاس نہیں آئی) بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى (واضح دلیل جو پہلے صحیفوں میں ہے) یعنی پہلی کتابیں مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی سابقہ عادت کے مطابق ضد کی بنا پر نبوت کی نشانی مانگی۔ ان کے جواب میں فرمایا گیا کیا تمہارے پاس سب سے بڑی نشانی جو اعجاز میں بے مثل ہے وہ نہیں آئی؟ یعنی قرآن۔

من قبل (اس سے پہلے) یعنی قرآن دلیل ہے ان تمام مضامین کیلئے جو پہلے صحائف میں آ چکا اور ان کے صحیح ہونے کی

دلیل ہے کیونکہ یہ معجزہ ہے اور وہ معجزات نہیں بلکہ ان میں جو کچھ موجود ہے وہ اپنی صحت و تندرستی میں مستقل شہادت کا محتاج ہے۔
۱۳۴: وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ (اور اگر ہم ان کو اس قرآن سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے) رسول سے قبل نمبر ۲۔ قرآن سے قبل لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ (تو یہ ضرور کہتے اے ہمارے رب کیوں نہ)۔ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ (آپ نے ہماری طرف کوئی رسول بھیجا تاکہ ہم تیرے احکام پر چلتے۔)
نحو: نتبع منصوب ہے کیونکہ یہ استفہام کا جواب ہے فاء کے ساتھ۔ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ (آپ کی آیات پر اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے) نزول عذاب کے سبب۔ وَنَخْزٰی (اور رسوا ہوتے) آخرت میں۔
۱۳۵: قُلْ كُلٌّ (کہہ دیں) ہر ایک ہر ایک ہم میں سے ہم بھی اور تم بھی مُّتَرَبِّصٌ (انتظار کرتے ہیں) انجام کے منتظر ہیں۔ کہ ہمارا اور تمہارا معاملہ کس انجام تک پہنچتا ہے۔ فَتَرَبَّصُوْا (پس تم بھی انتظار کرو۔) فَسَتَعْلَمُوْنَ (پس عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔) جب قیامت آن پہنچے گی۔ من اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ (کہ کون درست راستے والے ہیں)۔ السَّوِيِّ کا معنی مستقیم ہے۔
نحو: من مبتدا اصحاب خبر ہے۔ اور محلاً منصوب ہے۔
وَمَنِ اهْتَدٰی (اور کون منزل مقصود کی راہ پانے والا ہے) یعنی ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں۔
فضیلت: رسول علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اہل جنت سورۃ طٰہٰ اور یٰس پڑھیں گے۔ رواہ ابن مردویہ عن ابی امامۃؓ ایضا عن ابی بن کعبؓ۔

ترجمہ سورۃ طٰہٰ بحمد اللہ تعالیٰ آج بروز جمعہ ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ بعد العصر اختتام پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاۗءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الانبیاء مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو بارہ آیات 'اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ① مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ

لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں اعراض کئے ہوئے ہیں ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے

ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ② لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا

جو کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو وہ اسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دل غفلت میں ہیں اور جن لوگوں

النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ

نے ظلم کیا انہوں نے چپکے چپکے سرگوشی کی کہ یہ شخص اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارے جیسا انسان ہے۔ کیا تم دیکھتے ہوئے جادو کو

تُبْصِرُوْنَ ③ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۫ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ④

مانتے ہو۔ اس نے کہا میرا رب بات کو جانتا ہے آسمان میں اور زمین میں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے'

قربِ قیامت اور لوگوں کی غفلت:

۱: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے منہ موڑے ہوئے ہیں۔) اِقْتَرَبَ قریب ہوا۔ لِلنَّاسِ (لوگوں کیلئے) ۔

نحو: لام اقترب کا صلہ ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: اس سے مشرک مراد ہیں۔ کیونکہ بعد والی صفات کا مصداق مشرک ہی ہیں۔ حِسَابُهُمْ (ان کا حساب) اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے محاسبہ کا وقت۔ اور ان کے اعمال پر سزا اور بدلہ کا دن یعنی یوم القیامۃ۔

وجہ: نمبر ۱۔ اس لئے کہا کیونکہ گزشتہ کی نسبت باقی رہنے والا وقت تھوڑا ہے۔ نمبر ۲۔ ہر آئندہ کو قریب کہا جاتا ہے۔ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ (اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں) یعنی اپنے حساب کے متعلق اور اس جگہ جو معاملہ انہیں پیش آنے والا ہے۔ مُّعْرِضُوْنَ (وہ اعراض کرنے والے ہیں) اس دن کی تیاری سے پس قریب آنا یہاں عام ہے۔ اور غفلت واعراض مختلف لوگوں کے حساب سے مختلف ہوتے ہیں نمبر ۱۔ بعض حساب سے غافل اس بناء پر ہوتے ہیں کہ وہ اپنی دنیا میں مستغرق ہوتے ہیں اور اپنے

آقا سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں۔
نمبر۲۔ بعض اپنے حساب سے اس لئے غافل ہیں کہ انہوں نے اپنے مولیٰ کیلئے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا اور دنیا سے منہ موڑ لیا۔ ایسے لوگوں کو تو اس غفلت سے افاقہ دیدار مولیٰ سے ہوگا۔ البتہ پہلی قسم موت کی یلغار کے وقت بیدار ہوتے ہیں۔ پس تم پر ضروری ہے کہ محاسبہ سے پہلے اپنے آپ کا محاسبہ کرو۔ خبردار کئے جانے سے پہلے خود خبردار ہو اور غافلین سے کنی کتراؤ اور خالق و مالک کی یاد میں مگن ہو جاؤ تا کہ رب العالمین کی ملاقات نصیب ہو۔
۲: مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ (ان کے پاس جو نصیحت آتی ہے) ذکر سے قرآن مجید کا منزل حصہ مراد ہے۔ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ (ان کے رب کی طرف سے تازہ) اتار کر اس کی تلاوت شروع کرادی ہو اور ان کے کانوں پر پڑنے کا زمانہ تھوڑا ہو۔ مراد اس سے حروف منظومہ ہیں اور ان کے حدوث میں اختلاف نہیں (باقی حدوث فی النزول مراد ہے)۔ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ (مگر یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں) نبی اکرم ﷺ سے یا کسی تلاوت کرنے والے سے وَ هُمْ يَلْعَبُوْنَ (وہ اس سے ہنسی کرنے والے ہیں) مذاق اڑانے والے ہیں۔
۳: لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ (قرآن میں غور کرنے اور انجام کو سوچنے سے ان کے دل غافل ہیں)۔
نحو: یلعبون کی ضمیر سے لاهیةً حال ہے۔ نمبر۲۔ یہ اسمعوہ کی ضمیر سے۔ هم یلعبون اور لاهیة دونوں حال ہیں۔ نمبر۳۔ بعض نے لاهیة کو مرفوع پڑھا ہے اس صورت میں یہ دوسری خبر ہے هم مبتدا یلعبون خبر اول ہے اور قلوبهم کا رفع لاهیة کی وجہ سے ہے۔
اللغة: لاهیة کالفظ لَهَا يَلْهُو عنه سے لیا گیا ہے جبکہ اس سے غافل ہو مطلب یہ ہے کہ ان کے دل مقصود سے غافل ہیں۔
ابوبکر وراق کا قول غافل دل وہ ہے جو دنیا اور اس کی رونق میں مشغول ہو۔ اور آخرت اور اس کی ہولناکیوں سے کنارہ کش ہو۔
وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (اور انہوں نے چھپا کر سرگوشیاں کیں اور جنہوں نے ظلم کیا) اَسَرَّ کا معنی اخفاء میں مبالغہ کیا۔ النجوىٰ تناجی کا اسم ہے پھر اسرّ وا کی واؤ سے الذین ظلموا بدل ہے۔
پھر اسرّوا کو اس لئے لائے تا کہ بتلا دیا جائے کہ جس بات میں انہوں نے رازداری کی اس میں ظلم سے موسوم یہی لوگ ہیں اس طرح یہ اس محاورہ کے مطابق ہے اکلونی البراغیث۔
نمبر۲۔ الناس کی صفت ہونے کی وجہ سے محلاً مجرور ہے یا بدل ہے۔
نمبر۳۔ ذم کی وجہ سے منصوب المحل ہے۔
نمبر۴۔ یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر مقدم اسرّوا النجویٰ ہے ای والذین ظلموا اسروا النجویٰ
نمبر۵۔ اسرّوا سے پہلے هؤلاء مبتدا محذوف اور الذین ظلموا سے بھی پہلے هم مبتدا محذوف ہے۔

معجزے کو جادو کہا:

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (یہ تو تم ہی جیسا انسان ہے کیا تم پھر بھی دیدہ و دانستہ جادو کی بات سننے جاؤ گے)

نحو: نمبرا۔ یہ سارا کلام النجوٰی سے بدل ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہے۔ ای اسرّوا ھذا الحدیث۔ نمبر۲۔ قالو ا کو مضمر مان کر اسے متعلق کرنا بھی جائز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اعتقاد رکھا کہ رسول تو فرشتہ ہو سکتا ہے اور جو انسان نبوت کا مدعی ہو اور معجزہ پیش کرے وہ جادوگر ہے اور اس کا معجزہ سحر ہے۔ اسی لئے انہوں نے انکار کے انداز میں کہا کہ تم آنکھوں سے جادو کو دیکھتے ہوئے بھی اندھا دھند جادو کو قبول کر لو گے؟

۴: قٰلَ رَبِّیْ (پیغمبر نے کہا میرے رب) قراءت: حمزہ، علی و حفص نے اس طرح پڑھا ہے۔ قٰلَ کا قائل حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اور دیگر قراء نے قل رَبِّی پڑھا ہے۔ اے قل یا محمد لِلَّذِیْنَ اَسَرّوا النجوٰی (اے محمد ﷺ سرگوشیاں کرنے والوں کو کہہ دیں)۔ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (ہر بات کو خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں جانتا ہے) وہ ہر قائل کا قول جانتے ہیں خواہ وہ قائل آسمان کے کسی کنارے میں ہو یا زمین کی کسی تہہ میں اور پوشیدہ طور پر کہے یا بانگ دہل کہے۔

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ

بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ تو خوابوں کی گٹھڑیاں ہیں۔ بلکہ یوں کہا کہ اس شخص نے جھوٹ بنالیا ہے بلکہ وہ شاعر ہے سو چاہئے کہ ہمارے پاس نشانی لے کر آئے جیسا کہ اس سے پہلے

الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَمَآ اَرْسَلْنَا

لوگ نشانیاں دیکر بھیجے گئے۔ ان سے پہلے کوئی بستی والے ایمان نہیں لائے جسے ہم نے ہلاک کیا سو کیا یہ لوگ ایمان لے آئیں گے' اور ہم نے آپ سے پہلے

قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷

جن کو رسول بنا کر بھیجا وہ مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ سو تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے ہو'

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝۸ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ

اور ہم نے ان کو کوئی ایسا جسم نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتے ہوں' اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اسے

الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝۹ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا

سچ کر دکھایا سو ہم نے انہیں اور جس جس کو چاہا نجات دے دی اور ہم نے حد سے نکلنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے

فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰ ع ۱

جس میں تمہاری نصیحت ہے کیا تم نہیں سمجھتے۔

وَهُوَ السَّمِيْعُ (وہی سننے والا ہے) ان کے اقوال کو الْعَلِيْمُ (وہ جاننے والا ہے) ان کے دلوں میں جو چھپا ہوا ہے۔

قرآن کو پریشان خیال کہنا:

۵: بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ (بلکہ یوں بھی کہا کہ یہ قرآن پریشان خیالات ہیں بلکہ اس شخص نے خود تراش لیا ہے۔ بلکہ یہ شخص شاعر ہے) اس میں انہوں نے اپنی پہلی بات سحر سے اعراض کرتے ہوئے قرآن کو پریشان خواب کی باتیں قرار دیا جو اس مدعی نے خواب میں دیکھی ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی وحی خیال کر لیا۔ پھر اس سے اعراض کر کے کہنے لگے کہ یہ کلام اس نے اپنے پاس سے گھڑ لیا ہے۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر کہا کہ یہ شاعرانہ بات ہے۔ اور یہ خود شاعر ہیں۔ اسی طرح باطل متردد اور غیر واضح ہوتا ہے۔ اور باطل پرستوں کا ایک بات پر ثبات واستقلال نہیں پھر کہنے لگے۔ اگر یہ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہیں۔ حالانکہ بات اس طرح نہیں جیسا کہ انکا گمان ہے۔ پس ان کو کوئی نشانی پیش کرنا چاہیے۔ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ (تو ہمارے سامنے کھلی نشانی لائیں) آیت سے یہاں معجزہ مراد ہے۔ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ (جیسا کہ پہلے انبیاء کی طرف بھیجی گئیں) جیسے

ید بیضاء، عصا، مادرزاد اندھوں کا درست ہونا۔ مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ۔

تشبیہ: کما ارسل الاولون میں اس حیثیت سے ہے کہ یہ کما اتی الاوّلون بالآیات کے معنی میں ہے کیونکہ ارسال رسل معجزات وآیات لانے کو متضمن ہے اہل عرب کے ہاں ان دو اقوال میں کوئی فرق نہیں۔ نمبرا۔ ارسل محمد نمبر۲۔ اتی محمد بالمعجزة۔

مطلوبہ معجزات کے اظہار کے باوجود ایمان نہ لائے گے:

۶: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اقوال کی تردید فرمائی۔ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ (ان سے پہلے بھی بستیوں والے ایمان نہ لائے) قریۃ سے پہلے مضاف محذوف ہے یعنی اہل قریۃ۔ اَهْلَكْنٰهَا (جن کو ہم نے ہلاک کیا) یہ قریۃ کی صفت ہے جبکہ ان کے پاس مطلوبہ معجزات آ بھی چکے۔ کیونکہ انہوں نے وہ معجزات بطور ضد کے طلب کئے تھے۔

اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ (تو کیا یہ لوگ ایمان لائیں گے) یعنی وہ معجزات آ جانے کے باوجود ایمان نہ لائے کیا وہ مطالبہ کرنے والے ایمان لائیں گے اگر ہم ان کے مطلوبہ معجزات پورے کر دیں۔ حالانکہ یہ تو سرکشی میں ان سے دو ہاتھ آگے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہلاک ہونے والی بستیوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے معجزات کا مطالبہ کیا اور ایمان لانے کا وعدہ بھی کر لیا۔ مگر جب وہ معجزات ظاہر کر دیئے گے تو انہوں نے وعدہ توڑ دیا اور مخالفت پر ڈٹ گئے۔ پس ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ اگر ان کو بھی مطلوبہ معجزات مہیا کر دیے جائیں تو یہ بھی اپنے وعدے سے مکر جائیں گے۔

اعتراض بشریت کی تردید:

۷: وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا (ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف مردوں کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجا) یہ ان کے اس قول کا جواب ہے۔ ھل ھذا الابشر مثلکم[الانبیاء:۳] نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (جن کے پاس ہم وحی بھیجتے تھے) قراءت: حفص نے اسی طرح پڑھا ہے اور ابن کثیر وابن عامر ونافع وحمزہ وغیرہ نے یوحی پڑھا ہے۔ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ (پس تم اہل ذکر سے پوچھ لو) اہل ذکر سے علمائے کتابیین مراد ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جن رسولوں کی طرف وحی بھیجی جاتی رہی وہ انسان تھے۔ ملائکہ نہ تھے۔ اہل مکہ کو اہل کتاب پر اعتماد تھا۔

اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اگر تم کو اس کا علم نہیں ہے) پھر وضاحت فرمائی کہ آپ پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح ہیں۔ فرمایا

۸: وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا (اور ہم نے ان کو ایسا جسم نہیں بنایا) جسد (رنگ دار جسم) اس کو واحد لائے کیونکہ اسم جنس ہے جس کا اطلاق واحد وجمع سب پر ہوتا ہے۔ لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (جو کھانا نہ کھاتے ہوں) یہ جَسَدًا کی صفت ہے یعنی ہم نے آپ سے پہلے والے انبیاء علیہم السلام کو کھانا نہ کھانے والے جسم نہیں بنایا۔

وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ (اور وہ ہمیشہ رہنے والے بھی نہ تھے) گویا کہ کفار نے اس طرح کہا وہ فرشتہ کیوں نہیں کہ نہ کھائے اور ہمیشہ رہے چونکہ ان کے اعتقاد میں فرشتوں پر موت نہ آئے گی۔ نمبر۲۔ طویل بقاء اور لمبی زندگی کو خلود کا نام دے دیا گیا۔

۹: ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ (پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا کر دکھایا) ان کو نجات دے کر۔ الوعد اصل فی الوعد ہے جیسا اختار موسٰی قومه[الاعراف:۱۵۵] میں قوم من قومه ہے۔ فَاَنْجَيْنٰهُمْ (پس ہم نے ان کو نجات دی) اس عذاب سے جو ان کی

وَکَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَةٍ کَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ

اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو توڑ دیا جو ظلم کرنے والی تھیں ' اور ہم نے ان کے بعد دوسرے لوگوں کو پیدا فرما دیا ' سو جب

اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَرْکُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْکُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰی مَآ اُتْرِفْتُمْ

انہوں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو اس بستی سے بھاگنے لگے ' مت بھاگو اور ان چیزوں کی طرف جن میں تم عیش میں پڑے ہوئے تھے اور

فِیْهِ وَمَسٰکِنِکُمْ لَعَلَّکُمْ تُسْئَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا یٰوَیْلَنَآ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ

اپنے گھروں کی طرف واپس آ جاؤ تاکہ تم سے سوال کیا جائے ' وہ کہنے لگے ہائے ہماری خرابی بے شک ہم ظلم کرنے والے تھے ۔ سو برابر

تِّلْکَ دَعْوٰهُمْ حَتّٰی جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ ﴿۱۵﴾

ان کا یہی کہنا رہا یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بجھی ہوئی حالت میں کر دیا۔

قوم پر اترا۔ وَمَنْ نَّشَآءُ (اور جن کو ہم نے چاہا) وہ مؤمن ہیں۔

وَاَهْلَکْنَا الْمُسْرِفِیْنَ (اور ہم نے اسراف کرنے والوں کو ہلاک کر دیا) مسرف جو کفر کی حد سے آگے بڑھنے والے تھے۔ مسرفین کے متعلق ہلاک کرنے کی اخبارات سے پتہ چلتا ہے کہ من نشاء ان کے علاوہ اور ان سے جدا ہیں۔

قرآن میں قریش کیلئے عظمت:

۱۰: لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ (یقیناً ہم نے تمہاری طرف اتاری) اے گروہ قریش۔ کِتٰبًا فِیْهِ ذِکْرُکُمْ (ایسی کتاب جس میں تمہارا تذکرہ ہے) تمہاری عظمت ہے اگر تم اس کو جانو۔ نمبر۲۔ تمہارا ذکر اس بناء پر کہ وہ تمہاری زبان میں ہے۔ نمبر۳۔ اس میں تمہارے دین کا تذکرہ ہے اور دنیا کا بھی۔

نحو: جملہ فیہ ذِکْرُکُمْ یہ کتاباً کی صفت ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم نہیں سمجھتے) اس کو جو میں نے تمہیں دوسروں پر فضیلت دی تاکہ تم ایمان لاؤ۔

۱۱: وَکَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَةٍ (اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا) قصم کا معنی ہلاک کرنا، توڑنا، من قریۃ سے اہل قریہ مراد ہیں کیونکہ اگلے ارشاد میں فرمایا۔ کَانَتْ ظَالِمَةً وہ کافر تھیں (کیونکہ بستی کفر نہیں کرتی وہاں کے رہنے والے کفر کرتے ہیں)۔

کم یہ قَصَمْنَا کی وجہ سے منصوب ہے۔ القصم کا لفظ غضب شدید کو ظاہر کر رہا ہے اس لئے کہ قصم اس طرح توڑنے کو کہتے ہیں جس میں اجزاء کے جوڑ الگ الگ کر دیئے جائیں۔ البتہ الفصم ایسے توڑنے کو کہتے ہیں جس میں اجزاء ظاہر نہ ہوں۔ وَّاَنْشَاْنَا (اور ہم نے پیدا کیا) بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ (ان کے بعد دوسرے لوگوں کو) جو ان کے مکانات میں رہائش پذیر ہوئے۔

مشاہدۂ عذاب کے وقت حالت :

۱۲: فَلَمَّآ اَحَسُّوْا (جب انہوں نے دیکھ لیا) یعنی ہلاک کئے جانے والوں نے بَاْسَنَآ (ہمارے عذاب کو) یعنی حس اور مشاہدہ سے جان لیا۔ اِذَا ھُمْ مِّنْهَا (تو یک دم وہ وہاں سے) یعنی بستی سے۔ اذاؔ مفاجات کیلئے آتا ہے اور ھمؔ مبتدا اور یَرْکُضُوْنَ خبر ہے۔

یَرْکُضُوْنَ (وہ تیزی سے بھاگنے لگے) الرکض ایڑ لگانا یہ بھی درست ہے کہ وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنی بستی سے بھاگنے لگے جب ان پر عذاب کا ابتدائی مرحلہ آیا۔ نمبر۲۔ ان کے تیزی کے ساتھ پیدل بھاگنے کو ان سواروں سے تشبیہ دی جو اپنے گھوڑوں پر سوار تیزی سے پابہ رکاب ہوں۔ پس ان کو کہا گیا۔

۱۳، ۱۴: لَاتَرْکُضُوْا (مت بھاگو) بعض ملائکہ نے یہ بات کہی وَارْجِعُوْٓا اِلٰی مَآ اُتْرِفْتُمْ فِیْهِ (اپنے سامانِ عیش کی طرف لوٹ آؤ) جس دنیا کی نعمتوں اور خوشحالی سے تم فائدہ اٹھا رہے تھے۔ قول خلیلؒ المترف خوشحال اور فارغ البال ہو کوئی فکر نہ ہو۔

وَمَسٰکِنِکُمْ لَعَلَّکُمْ تُسْئَلُوْنَ (اور اپنے مکانات کی طرف شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے) یہ بات انہیں بطور استہزاء کہی جائے گی کہ تم اپنی نعمتوں کی طرف لوٹ چلو اور اپنے مکانات کی طرف جاؤ تا کہ کل تمہارا ماجرہ تم سے پوچھا جائے اور جو تمہارے اموال پر گزری تا کہ تم سائل کو اپنے علم و مشاہدہ سے جواب دو۔

نمبر۲۔ لوٹ جاؤ اور اپنی مجالس میں اپنی سابقہ ہیئت کے مطابق بیٹھو۔ تا کہ تمہارے خدام تم سے پوچھیں اور وہ لوگ جو تمہارے معاملات کے ذمہ دار تھے۔ اور تمہیں کہیں جناب کا کیا آرڈر ہے؟ اور ہم کس کام کو انجام دیں اور کس کو ترک کر دیں؟ جیسا کہ خوشحال، خدم و حشم والے لوگوں کا حال ہوتا ہے۔

نمبر۳۔ لوگ تم سے تمہاری مجالس میں مختلف مصائب و حوادث پر معاونتوں کا سوال کریں۔

نمبر۴۔ تم سے تمہارے پاس آنے والے اور طمع باز سوال کریں۔ اور تمہارے ہاتھوں کی موسلا دھار بارش مانگیں۔

نمبر۵۔ وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے لا ترکضوا وارجعوا الی منازلکم و اموالکم لعلکم تسألون۔ شاید تم سے اموال و خراج لے لیا جائے اور قتل و ہلاکت سے بچا لئے جاؤ۔ پس آسمان سے نداء دی گئی۔ انبیاء کا انتقام۔ تلواروں نے انکا خاتمہ کر دیا۔ پس اس وقت قَالُوْا یٰوَیْلَنَآ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ (کہنے لگے ہائے ہماری تباہی ہم بلاشبہ ظالم ہیں) ان لوگوں نے ایسے وقت اعتراف کیا جب اعتراف بے فائدہ ہے۔

۱۵: فَمَا زَالَتْ تِّلْکَ دَعْوٰھُمْ حَتّٰی جَعَلْنٰھُمْ حَصِیْدًا (ان کی یہی پکار رہی آخر ہم نے ان کو کر دیا کٹی ہوئی کھیتی کی طرح) تلکؔ سے یا وَیْلَنَا کی طرف اشارہ ہے۔ دعوھم کا معنی پکار، چیخ۔

نحو: تلک زالت کا اسم ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اور دعواھم اس کی خبر ہے۔ اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔ جعلنا ھم حصیدا کا معنی مثل الحصید کٹی کھیتی کی طرح اور اس کو جمع نہیں لایا گیا جیسا کہ مقدر جمع نہیں آتا۔

خٰمِدِیْنَ (مردہ بجھی ہوئی آگ کی طرح) حصیدًا خامِدِیْن یہ جعل کا مفعول ثانی ہے۔ اے جعلنا ھم جامعین

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ⑯ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا

اور ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں اگر ہم چاہتے کہ کوئی کھلونا بناتے

لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ⑰ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ

تو ہم اپنے پاس سے بنالیتے اگر ہم کرنے والے ہوتے' بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں

فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ⑱ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

سو وہ اس کا سر پھوڑ دیتا ہے' پھر وہ چلا جاتا ہے' اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لئے خرابی ہے' اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ⑲ يُسَبِّحُوْنَ

اور زمین میں ہے' اور جو بندے اللہ کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے' اور نہ وہ تھکتے ہیں' رات دن اللہ کی

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ⑳

تسبیح میں مشغول رہتے ہیں' ان میں سستی نہیں آتی۔

لمماثلة الحصيدو الخمود ان میں دونوں مماثلتیں پائی جاتی تھیں جیسا کہتے ہیں جعلته حلوًا حامضًا یعنی دونوں ذائقوں کا جامع کھٹا میٹھا بنایا۔

۱۶: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ (اور ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے اس کو اس طور پر پیدا نہیں کیا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں) اللعب ایسا فعل جس کا اول حصہ مناسب ہو مگر وہ فعل قائم رہنے والا نہ ہو۔

نحو: لاعبین یہ خلقنا کے فاعل سے حال ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہ بلند و بالا چھت اور نرم وسیع بستر ایسے ہی نہیں بنا دیئے کہ انکا کوئی مقصد نہ ہو انکا مقصد ان کے مدبر و خالق کی قدرت پر استدلال کرنا ہے۔ تاکہ نیک کو اس کی نیکی اور برے کو اس کی برائی کی سزا اپنی حکمت کے مطابق عنایت کریں۔

۱۷: پھر اپنی ذات کو حدث کی صفات سے پاک قرار دیا۔ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا (اگر ہم کو مشغلہ ہی بنانا ہوتا) لھوًا سے یہاں بیٹا مراد ہے نمبر۲۔ عورت مراد ہے۔ گویا اس میں اہل کتاب کے اس عقیدہ کی تردید ہے کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور مریم خدا کی بیوی ہے۔

لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ (تو ہم اپنے ہی پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے) ولدان یا حوران بہشتی سے بناتے۔ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ (اگر ہم کو یہ کرنا پڑتا) یعنی اگر ہم ان میں سے ہوتے جو یہ کرتے ہیں اور ہم ان میں سے نہیں ہیں کیونکہ یہ چیز ہمارے حق میں محال ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نفی ہے جیسا کہ اس آیت میں وان ادری [الانبیاء:۱۰۹] ای ما کنا فاعلین ہم ایسا کرنے والے نہیں۔

۱۸: بَلْ (بلکہ) اتخاذ لہو سے اعراض اور اس کی ذات کے اس سے منزہ ہونے کو بیان کیا گویا اس طرح فرمایا سبحاننا ان نتخذ اللھو (کھیل بنانے سے تو ہم پاک ہیں۔) بلکہ ہمارا طریقہ یہ چلا آ رہا ہے کہ نَقْذِفُ (ہم پھینکتے ہیں) اور مسلط کرتے ہیں۔ بِالْحَقِّ (حق کو) قرآن کو عَلَى الْبَاطِلِ (باطل پر) شیطان پر نمبر۲۔ اسلام کو شرک پر نمبر۳۔ حقیقت کو کھیل پر فَيَدْمَغُهٗ (پس وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے) وہ اس کو توڑ دیتا۔ حق باطل کو کچل دیتا ہے۔

استعارہ لطیفہ:

الدمغ اور القذف کا استعمال اصل میں اجسام کیلئے ہوتا ہے پھر استعارۃً قذف کو حق کے باطل پر وار کرنے کے لئے لائے۔ اور الدمغ کو باطل کے دور اور ختم کرنے کے لیے استعمال کیا۔ پس مستعار منہ حسی ہے اور مستعار لہ عقلی ہے۔ گویا اس طرح فرمایا بلکہ ہم حق کو جو طاقتور جسم کے مشابہ ہے باطل پر وارد کرتے ہیں وہ باطل جو ایک کمزور وضعیف جسم کی مانند ہے پس حق باطل کو اسی طرح بیکار کر دیتا ہے جیسا طاقتور جسم کمزور کو۔

فَاِذَا هُوَ (پس یکدم وہ) ھو کی ضمیر باطل کی طرف راجع ہے۔ زَاهِقٌ (ہلاک وتباہ ہونے والا ہے) وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ (اور تمہاری اس بات سے بڑی خرابی ہوگی جو تم بیان کرتے ہو) اللہ تعالیٰ کے متعلق کہ اس نے بیٹا وغیرہ بنالیا ہے۔

اللہ مالک اور کائنات اس کی مملوک ہے:

۱۹: وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کے ہیں) وَمَنْ عِنْدَهٗ (اور جو بندے اللہ کے نزدیک ہیں) خلقت وملک کے اعتبار سے پس پھر ان میں سے کونسی چیز اس کا بیٹا بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جبکہ مملوکیت و نبوت میں باہمی منافات ہے والد وولد میں جنسیت ضروری ہے اور وہ جنسیت سے پاک ہے۔ والد وولد میں مماثلت ہوتی ہے اور وہ مثلیت سے پاک پھر بیوی بیٹا کیسے بن گئے۔

الارض پر وقف ہے کیونکہ من عندہ جو اس کے ہاں ہیں مرتبہ ومقام کے اعتبار سے ہے نہ کہ منزل ومکان کے اعتبار سے۔ مراد اس سے ملائکہ ہیں۔

نحو: یہ مبتدا ہے اور لا یستکبرون خبر ہے۔

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (وہ بڑے نہیں بنتے) عار نہیں کرتے۔ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ (اس کی بندگی سے اور نہ تھکتے ہیں) استحسار کے معنی تھکنا، ہارنا۔

۲۰: يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ (دن رات اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے اور (اظہار تعظیم میں) سست نہیں پڑتے) لا یفترون یہ یسبحون کے فاعل سے حال ہے۔ یعنی ان کی تسبیح مسلسل ودائم ہے۔ تمام اوقات میں جاری وساری ہے۔ فراغت کے ذریعہ تھکاوٹ ان کے تسلسل میں مخل نہیں ہوتی۔ نمبر۲۔ کسی دوسرے کام کی مصروفیت ان کی تسبیح کے تسلسل کو منقطع نہیں کرتی بلکہ ہمارے سانس کی طرح ان کی تسبیح جاری رہتی ہے۔

أَمِ اتَّخَذُوٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ

کیا ان لوگوں نے زمین کی چیزوں میں سے معبود بنا لئے ہیں جو زندہ کرتے ہیں ؟ اگر آسمان میں اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے

لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ

تو ان دونوں کا نظام درہم برہم ہو جاتا' سو اللہ جو عرش والا ہے اس چیز سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جاتا

وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۖ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ

اور ان لوگوں سے باز پرس ہوتی ہے کیا ان لوگوں نے اس کے سوا معبود بنا لئے ہیں آپ فرما دیجئے اپنی دلیل لاؤ'

هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۗ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ

یہ ذکر ہے ان لوگوں کا جو میرے ساتھ ہیں اور جو مجھ سے پہلے تھے' بلکہ ان میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے

فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ

سو وہ اس سے اعراض کئے ہوئے ہیں' اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم نے اس کی طرف یہ وحی بھیجی کہ میرے سوا

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿٢٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۚ بَلْ عِبَادٌ

کوئی معبود نہیں سو تم میری عبادت کرو' اور ان لوگوں نے کہا کہ رحمٰن نے بیٹا بنا لیا ہے وہ پاک ہے بلکہ وہ اس کے معزز

مُّكْرَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

بندے ہیں وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ وہ جانتا ہے جو ان کے

اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ

اگلے پچھلے احوال ہیں اور وہ کسی کے لئے سفارش نہیں کریں گے بجز ایسے شخص کے جس کی سفارش کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے

مُشْفِقُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۚ

ڈرتے ہیں اور ان میں سے جو شخص یوں کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں سو ہم اسے دوزخ کی سزا دیں گے۔

ع ۲ / ۱۹

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ ع

ہم اسی طرح ظالموں کو جزاء دیا کرتے ہیں۔

توبیخِ مشرکین:

۲۱: پھر مشرکین کی بات کا انکار کرتے ہوئے اور توبیخ کرتے ہوئے ان سے اعراض کیا اس لئے اَمْ بمعنی بل اور ہمزہ انکار توبیخ کیلئے لائے۔ اور فرمایا اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ (کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ زمین کی چیزوں میں سے وہ معبود مردوں کو زندہ کر کے اٹھائیں گے) ینشرون کا معنی وہ مردوں کو زندہ کریں گے۔

نَحْو: من الارض یہ الهة کی صفت ہے کیونکہ ان کے آلھہ زمین کے جواہر سونا، چاندی، پتھر سے بنے ہوتے تھے۔ اور زمین پر ان کی پوجا کی جاتی تھی۔ اس لئے زمین کی طرف ان کی نسبت کردی کہ یہ تو زمینی معبود ہیں' جیسا کہتے ہیں۔ فلان من المدینة ای مدنی۔ وہ مدینہ کا رہنے والا ہے۔ من الارض سے تخصیص نہیں بلکہ تحقیر مقصود ہے۔ نمبر۲۔ من الارض یہ اتخذوا کے متعلق ہے اور اس میں غایت مقصود اتخاذ کی ابتداء کا بیان ہے۔

هم ینشرون میں مشرکین کی انتہائی جہالت بیان کر کے استہزائی انداز سے توبیخ و ڈانٹ پلائی۔ اگرچہ انکا دعویٰ نہیں تھا کہ ان کے اصنام مردوں کو زندہ کریں گے اور وہ دعویٰ بھی کیسے کر سکتے تھے۔ یہ تو بہت اوپری چیز ہے کہ بعض مردے دوسرے مردوں کو اٹھا کر کھڑا کریں البتہ اصنام کیلئے دعویٰ الوہیت سے دوبارہ اٹھائے جانے کا دعویٰ خود لازم آتا ہے۔ کیونکہ جو مردوں کو زندہ کرنے سے عاجز ہو وہ اِلٰہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ یہ کام اس قادر مطلق کا ہے جس کی قدرت ہر مقدور پر ہو۔ اور دوبارہ اٹھانا یہ بھی مقدورات میں سے ہے۔ پس جو اس کی قدرت نہیں رکھتا وہ عاجز بعض مقدرات ہونے کی وجہ سے قادر مطلق نہ رہا پس معبود نہ بن سکا۔

قراءت: حسن نے يَنشُرون یاء کے فتحہ سے پڑھا۔ اور یہ دونوں لغات ہیں۔ جیسے انشر الله الموتٰى و نشرها اور دونوں کا معنی زندہ کرنا آتا ہے۔

دلیلِ تمانع:

۲۲: لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ (اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود ہوتے) اِلَّا یہاں غیر کے معنی میں ہے۔

نَحْو: الهة کی صفت اِلَّا کے ساتھ لائی گئی جیسا کہ بغیر لَو کہا جاتا ہے الهة غير الله۔ بدل کی وجہ سے اس کا رفع جائز نہیں کیونکہ لَو بمنزلہ اِنَّ کے ہے۔ اس کے ساتھ کلام موجب ہوتی ہے۔ اور بدل تو کلام غیر موجب میں آتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا يلتفت منكم احد الا امراتك [ھود:۸۱]

نمبر۲۔ استثناء کی وجہ سے نصب بھی درست نہیں کیونکہ جمع جب نکرہ آئے تو اس سے استثناء جائز نہیں۔ محققین کا یہ قول ہے کیونکہ اس میں عموم نہیں۔ اس طرح کہ اگر استثناء نہ ہوتا تو مستثنیٰ اس میں داخل ہوتا۔ مطلب یہ ہے اگر مختلف اِلٰہ اس اکیلے پیدا کرنے والے کے سوا آسمان و زمین کے معاملے کی تدبیر کرتے ہوتے تو یہ تباہ ہو جاتے۔

لَفَسَدَتَا (تو اختلاف مراد و مقصد کی وجہ سے برباد ہو جاتے ہیں۔) مطلب یہ ہے کہ دونوں وجود میں ہی نہ آسکتے۔ جیسا کہ اصول کلام میں بار بار آچکا۔ پھر اپنی ذات کو منزہ قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (پس عرش کا مالک ان امور سے پاک ہے۔ جو یہ لوگ اس کے متعلق بیان کرتے ہیں) شرکاء اور اولاد کی نسبت وغیرہ۔

۲۳: لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ (اس سے اس کے فعل کی باز پرس نہیں کی جائے گی) کیونکہ وہ مالک حقیقی خود ہے۔ اگر بادشاہ پر اس کا کوئی غلام اعتراض کرے تو بات انتہائی قبیح شمار ہوتی ہے۔ اور اس کو حماقت گنا جاتا ہے۔ حالانکہ دونوں ہم جنس بھی ہیں۔ اور بادشاہ کا خطاء پر ہونا بالکل ممکن ہے اور بادشاہ اس کا حقیقی مالک بھی نہیں۔ تو پھر تم خود اندازہ کر لو کہ شہنشاہ مطلق اور رب الارباب پر کس کو اعتراض کا حق و جواز ہے۔ اس کے تمام افعال درست و صواب اور عین حکمت ہیں اور احتمالِ خطاء محال ہے۔

وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (اور ان سے باز پرس ہوگی۔) کیونکہ وہ سب مملوک اور خطا کار ہیں۔ ان کو ہر فعل میں یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ تم نے کیونکر کیا ہے؟ مملوک کی پیدائش اسی لئے ہے۔ نمبر۲۔ ھم یسالون کا مرجع مسیح و ملائکہ ہیں کہ ان سے باز پرس ہوگی پھر یہ معبود کیسے بن گئے جبکہ الوھیت جنسیت و مسؤولیت کے منافی ہے۔

ام کو مزید افادہ کے لئے لائے:

۲۴: اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهَةً (کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور معبود بنا رکھے ہیں) دوبارہ لائے تاکہ مزید افادہ حاصل ہو۔ پہلی مرتبہ ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ کافروں کے پاس اپنے ان باطل معبودوں کو الٰہ قرار دینے کی کوئی صحیح عقلی دلیل موجود نہیں ہے۔ کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اگر نہیں تو ان کے معبود ہونے کیلئے کوئی عقلی استحقاق نہیں یہاں دوبارہ لائے کہ گزشتہ آسمانی کتابیں بھی اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینے کی اجازت نہیں دیتیں۔ پس شرک کی کوئی نقلی دلیل بھی نہیں۔ پھر حضرت محمد ﷺ کو فرمایا کہ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ (آپ کہہ دیں کہ تم اپنے دعویٰ کی دلیل پیش کرو) خواہ عقلی ہو یا نقلی عقلی بھی ممکن نہیں اور نہ ہی نقلی۔ جو آسمانی کتاب ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید و تنزیہ پائی جاتی ہے۔

هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ (یہ قرآن ان لوگوں کیلئے نصیحت ہے جو میرے ساتھ ہیں) یعنی میری امت۔ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ (اور ان لوگوں کیلئے بھی نصیحت ہے جو مجھ سے قبل امتیں ہوئیں) مَنْ قبلی سے سابقہ انبیاء علیہم السلام کی امتیں مراد ہیں۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرکاء کی نفی کر رہا ہے (اگرچہ کفار عناد و ضد سے نہ مانیں)

قراءت: مَعِیَ حفص نے پڑھا۔

جب کفار اپنے کفر سے باز نہ آئے تو قرآن نے ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ (بلکہ ان کی اکثریت حق کو نہیں جانتی) الحق سے قرآن مراد ہے۔

نحو: الحق کا نصب یعلمون کی وجہ سے ہے۔ ایک قراءت میں الحقُّ ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں مبتدا محذوف ھو کی خبر ہے ای ھو الحق۔ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (پس وہ اس وجہ سے اعراض کر رہے ہیں) ھم وہ اسی وجہ سے مُعْرِضُوْنَ ان آیات پر غور کرنے سے اعراض کرنے والے ہیں۔ جن پر غور سے حق سمجھ آسکتا ہے۔

۲۵: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ (اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس یہ وحی

ہم نے نہ بھیجی ہو) نوحی الیہ ابوبکر و حماد کے علاوہ باقی کوفی قراء نے اسی طرح پڑھا ہے۔

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو) فاعبدونِ سے مراد مجھے وحدہٗ لاشریک مانو۔ اس آیت کو بار بار لائے۔ کیونکہ اس سے پہلے آیات توحید آئی ہیں۔ (پس دعویٰ کا تکرار بغرض تاکید کر دیا گیا)

۲۶: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ (اور انہوں نے کہا کہ رحمان نے بیٹا بنا لیا ہے وہ پاک ہے) یہ آیت بنوخزاعہ کے سلسلہ میں اتری جو ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس سے منزہ قرار دیا اور ان کے متعلق خبر دی کہ جن کو تم نے معبود بنایا وہ تو عباد ہیں۔

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (بلکہ وہ اس کے معزز بندے ہیں) یعنی بلکہ وہ اس کے معزز بندے ہیں۔ جن کو قرب کا شرف بخشا اور قرب عنایت کیا گیا۔ وہ اولاد نہیں کیونکہ عبودیت ولادت کے منافی ہے۔

۲۷: لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ (وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے) القولَ میں الف لام اضافت کے قائم مقام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کے قول کے پیرو ہیں۔ اور انکا قول اس کے حکم سے سبقت کرنے والا نہیں۔ اور نہ اپنے قول سے اس کے قول کو مقدم کر سکتے ہیں۔

وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (وہ اسی کے حکم پر عمل کرنے والے ہیں) یعنی جس طرح اُنکا قول اس کے حکم کے تابع ہے اسی طرح انکا فعل بھی اس کے حکم کے مطابق ہے۔ وہ کوئی ایسا عمل نہیں کرتے جس کا اس نے حکم نہ دیا ہو۔

۲۸: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے) یعنی جو اعمال انہوں نے پہلے اور بعد کیے ہیں۔ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (اور وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتے مگر اس کی جس کیلئے شفاعت کرنے کی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو) یعنی جس کے لئے وہ پسند کرے۔ نمبر۲۔ جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ہو۔ وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (وہ اس کے ڈر سے ہیبت زدہ ہیں) خائف ہیں۔

۲۹: وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اور (بالفرض اگر) ان میں سے کوئی کہے ملائکہ میں سے اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ (کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ہوں) اللہ تعالیٰ کے سوا۔

قراءت: اِنِّیَ مدنی اور ابوعمرو نے پڑھا ہے۔

فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ (تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے۔)

نحو: ذلک مبتدا ہے نَجْزِیْہِ جھنم اس کی خبر ہے۔ ذٰلک کا مشارالیہ قائل ہے۔ اور یہ دونوں جواب شرط ہیں۔

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (ہم ظالموں کو اسی قسم کی سزا دیتے ہیں) ظالم سے کافر مراد ہیں۔ جنہوں نے الوہیت کو غیر مقام پر رکھ دیا۔ یہ کلام بر سبیل فرض اور تمثیل ہے کیونکہ فرشتوں کا معصوم ہونا قطعی ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما و قتادہؒ، وضحاکؒ ابلیس کے متعلق وعید یقینی و قطعی ہے اس نے اپنے لئے الوہیت کا دعویٰ کیا۔ اپنی طاعت و عبادت کیلئے مخلوق کو بلایا۔

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا

کیا کافروں کو یہ معلوم نہیں کہ آسمان اور زمین بند تھے پھر ہم نے ان دونوں کو کھول دیا' اور ہم نے پانی سے

مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۳۰ وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ

ہر جاندار چیز کو بنایا کیا وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے ' اور ہم نے زمین میں جمنے والی چیزیں بنا دیں تاکہ

تَمِیْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ۝۳۱ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا

وہ ان کو لے کر نہ ہلے اور ہم نے اس میں کشادہ راستے بنا دیئے تاکہ وہ راہ پالیں' اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت

مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۳۲ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ

بنا دیا اور وہ ہماری نشانیوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں ' اور وہ ایسا ہے جس نے رات کو اور دن کو

وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝۳۳

اور چاند کو اور سورج کو بنایا سب ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔

۳۰: اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا (کیا ان کافروں کو معلوم نہیں ہوا)

قراءت: مکی نے الم یر پڑھا ہے۔

رتق کا معنی اور مطلب:

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا (کہ آسمان و زمین بند تھے) مجموعۂ سماوات اور مجموعۂ ارض مراد ہے اسی لئے کن نہیں فرمایا۔ رَتْقًا (بند) یہ مصدر ہے جو مفعول کے معنی میں ہے ای کانتا مرتوقتین ہے مصدریت کی وجہ سے جمع کی جگہ لائے ہیں۔ فَفَتَقْنٰهُمَا (پس ہم نے ان دونوں کو چیر دیا) الفتق دو چیزوں میں جدائی کرنا اور پھاڑنا اور الرتق اس کی ضد ہے باہم ملانا، بند کرنا۔

سوال: کہ اولم یر کہہ کر کفار کو آسمان و زمین کا رتق ہونا بتایا جا رہا ہے انہوں نے دیکھا ہی کب ہے کہ اس کو اس انداز سے بیان کر کے ان کے ذہنوں میں پختہ کیا جائے؟

جواب: قرآن میں یہ بات وارد ہے جو کہ معجزہ ہے پس مشاہدہ مرئی کے قائم مقام ہوگئی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ روایت بمعنی علم ہے اور کثرت سے مستعمل ہے۔ باقی عقلاً بھی یہ بالکل ممکن ہے کہ آسمان و زمین اولاً ملے ہوئے ہوں پھر ان کو جدا کر دیا جائے۔ یہاں خاص طور پر الگ الگ کرنے کی خصوصیت کو بیان کرنا مقصود ہے۔ تلاصق کو نہیں پس اس کے لئے کوئی مخصص ہونا ضروری ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو قدیم و ازلی ہے۔

قول اول:

آسمان وزمین ملے ہوئے تھے ان کے درمیان فضاء نہ تھی تو ان دونوں کو جدا کر دیا۔ ان کے درمیان فضاء بنادی (یہ ابن عباسؓ کا قول ہے)

دوسرا قول:

آسمان ایک ہی طبقہ تھے۔ پس ان کو جدا کر کے سات آسمان بنادیے۔ اسی طرح زمین کے تمام طبقات ملے تھے۔ اس کے طبقات کو الگ تھلگ کر دیا۔ اور سات زمینیں بنادیں (یہ کعب احبار کا قول ہے)

تیسرا قول:

آسمان بند تھا کہ اس سے بارش نہ ہوتی تھی اور زمین بند تھی کہ سبزہ نہ اگاتی تھی۔ آسمان سے بارش برسا کر اس کا منہ کھول دیا اور زمین سے سبزہ اگا کر اس کو پھاڑ دیا۔ (یہ عطیہ عکرمہ کا قول ہے جو تمام اقوال میں اکثر علماء کے ہاں احسن ہے)

ہر جاندار پانی سے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَىْءٍ حَيٍّ (اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی) یعنی پانی سے ہر حیوان کو بنادیا جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا۔ واللّٰہ خلق کل دابة من ماء [النور:۴۵] نمبر۲۔ گویا ہم نے اس کو پانی سے پیدا کیا جیسا کہ پانی کی انسان کو بہت ضرورت و محبت ہے اور اس سے صبر نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ خلق الانسان من عجل [الانبیاء:۳۷] کہ گویا انسان جلد بازی سے بنا ہے۔ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ (کیا پھر بھی یہ ایمان نہیں لاتے) یعنی مشاہدات کی تصدیق نہیں کرتے۔

۳۱: وَجَعَلْنَا فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ (اور زمین میں ہم نے بوجھ بنادیئے) قائم رہنے والے پہاڑ۔ یہ رسا یرسو سے ہے جس کا معنی قائم و ثابت رہنا ہے۔ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ (کہ زمین ان کو لے کر ہلنے نہ لگے) ان کو لیکر مضطرب و بے قرار نہ ہو جائے۔ یہاں لا محذوف ہے اور لام بھی۔ لا کا یہ حذف جائز ہے کیونکہ التباس نہیں جیسا کہ اس ارشاد میں مراد ہے۔ لئلا یعلم اهل الکتاب۔ [الحدید:۲۹]

راستوں کی کیفیت:

وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا (اور ہم نے اس زمین میں کشادہ راستے بنائے) فجاجًا: وسیع راستے۔ یہ فج کی جمع ہے۔

نحو: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ سُبُلًا ذوالحال مقدم ہے۔

اعتراض: اس ارشاد اور دوسری آیت تسلکوا منها سُبلا فجاجًا [نوح:۲۰] میں کیا فرق ہے۔ کہ وہاں سبل کو مقدم کیا یہاں مؤخر؟

جواب: پہلی آیت میں یہ بتلایا کہ اس نے زمین میں وسیع راستے بنادیے اور دوسری میں یہ بیان فرمایا کہ جب ان راستوں کو بنایا تھا

تو اس کیفیت و انداز سے بنایا تھا تو گویا اس جگہ پہلے مبہم ذکر کیا پھر وضاحت کی۔

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ (تا کہ وہ منزل مقصود کو پہنچ جائیں) تا کہ ان راستوں سے بلا د مقصود تک پہنچ سکیں۔

۳۲: وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا) کہ وہ گرنے سے بچی ہوئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ [الحج:۶۵] نمبر۲۔ محفوظ کا مطلب شہابوں کے ذریعہ شیاطین سے ان کی حفاظت کردی جیسا کہ فرمایا و حفظنٰها من کل شیطان رجیم [الحجر:۱۷]

وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا (وہ کافر اس کی نشانیوں سے) ھم سے مراد کفار ہیں آیات سے مراد سورج، چاند، ستارے۔ مُعْرِضُوْنَ (اعراض کرنے والے ہیں) ان میں غور و فکر نہیں کرتے کہ ایمان لائیں۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ

اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا' اگر آپ کی وفات ہو جائے تو یہ لوگ کیا ہمیشہ رہیں گے' ہر

نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے' اور ہم تمہیں بری اور بھلی حالتوں کے ذریعہ اچھی طرح آزماتے ہیں' اور تم ہماری ہی طرف واپس کر دیئے جاؤ گے'

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۗ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ

اور جب کافر لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کو ہنسی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں کیا یہی ہے وہ جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے'

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۗ سَاُورِيْكُمْ

اور وہ رحمٰن کے ذکر کا انکار کرتے ہیں' انسان جلدی سے پیدا کیا گیا ہے میں عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں

اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

دکھا دوں گا' سو تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ' اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو'

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ

اگر کافر لوگ اس وقت کو جان لیتے جب اپنے چہروں سے آگ کو نہ روک سکیں گے اور نہ اپنی

ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

پشتوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی' بلکہ وہ آگ اچانک ان کے پاس آ جائے گی' سو وہ انہیں بدحواس کر دے گی' سو وہ اسے نہ ہٹا سکیں

رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ

گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی' اور یہ واقعی بات ہے کہ آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ تمسخر کیا گیا سو جن لوگوں نے

بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع

ان کا تمسخر کیا انہیں وہ چیز پہنچ گئی جس کا وہ استہزاء کیا کرتے تھے۔

۳۳: وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ (اور وہ ایسا ہے کہ اس نے رات کو بنایا) تا کہ تم سکون حاصل کرو اور وَالنَّهَارَ (اور دن بنائے) تا کہ تم اس میں کام کاج کر سکو۔ وَالشَّمْسَ (اور سورج کو) تا کہ دن کو روشنی کا کام دے۔ وَالْقَمَرَ (اور چاند کو) تا کہ رات کو چاند کرے۔ كُلٌّ (تمام) یعنی ہر ایک ان میں سے۔ اس میں تنوین مضاف کے بدلے میں ہے۔ ای کلھم ضمیر شمس وقمر کی

طرف راجع ہے۔ اور مراد اس سے تمام نیرات کی جنس ہے اور یہاں جمع عقلاء والی لائی گئی ہے ان کے فعل سباحت کو بیان کرنے کیلئے ہے۔

فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ (ہر ایک اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں) قول ابن عباس رضی اللہ عنہما الفلک آسمان کو کہتے ہیں۔ قول جمہور یہ ہے کہ فلک آسمان کے نیچے موج بستہ ہے جس میں سورج، چاند، ستارے چل رہے ہیں۔

نحو: کل مبتدا اور یسبحون اس کی خبر ہے۔

یَسْبَحُوْنَ وہ چل رہے ہیں۔ نمبر۲۔ گھوم رہے ہیں۔

نحو: یہ جملہ محل نصب میں الشمس والقمر سے حال ہے۔

۳۴: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ (ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کیلئے ہمیشہ رہنا نہیں بنایا) خلد کا معنی بقاء و دوام ہے۔ اَفَاْئِنْ مِّتَّ (پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے)۔

قراءت: مِتَّ کی میم کو کسرہ مدنی اور ابوبکر کے علاوہ کوفی قراء نے پڑھا ہے۔

فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے)۔

نحو: اول فاء عطف جملہ علی الجملہ کیلئے ہے اور دوسری جزائے شرط کیلئے ہے۔ کفار کا اندازہ یہ تھا کہ یہ عنقریب مر جائیں گے تو انکا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شماتت کی نفی کی ہے کہ فیصلہ الٰہی یہ ہے کہ دنیا میں کوئی انسان ہمیشہ نہ رہے گا اگر آپ فوت ہونگے تو انہوں نے ہمیشہ رہنا ہے؟

۳۵: کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْکُمْ (اور ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہم تمہیں آزماتے ہیں) ابلاء کا معنی امتحان لینا ہے اس کو ابتلاء کا نام دیا۔ اگرچہ وہ عاملین کے اعمال کو جو آئندہ ہونے والے ہیں ان کے وجود سے قبل ہی جانتے ہیں کیونکہ وہ صورت اختبار میں سے ہے۔

بِالشَّرِّ (برائی سے) فقر و جسمانی تکلیف وَالْخَیْرِ (اور بھلائی سے) مالداری، نفع سے فِتْنَةً (آزمانا)

نحو: یہ نبلوکم کیلئے مصدر موکد ہے۔ اگرچہ غیر لفظ سے ہے۔

وَاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ (اور ہماری بارگاہ کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا) پس تمہیں بدلہ تمہاری طرف سے پائے جانے والے صبر، شکر کی مقدار سے ہوگا۔

قراءت: ابن ذکوان نے تَرجعون پڑھا ہے۔

۳۶: وَاِذَا رَاٰکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلَّا هُزُوًا (اور جب کافر لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو پس آپ کی ہنسی اڑاتے ہیں) اِلَّا هُزُوًا ان نافیہ ہے اور ھزوًا یہ یتخذونک کا مفعول ثانی ہے۔

شانِ نزول: آیت ۳۶: یہ آیت ابوجہل کے متعلق اتری۔ اس کا گزر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا تو ہنسنے لگا۔ اور کہنے لگا یہ نبی ہے بنی عبد المناف کا اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ (کیا یہ ہے جو تمہارے معبودوں کا تذکرہ برائی سے کرتا ہے) یذکر کا یہاں معنی عیب

لگاتا ہے۔

اٰلِهَتَكُمْ (تمہارے معبودوں کا) الذکر خیر و شر دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اور ذاکر سچا ہو تو ثناء و مدح بنے گی اور اگر وہ دشمن ہو تو پھر ذکر، مذمت کے معنی میں ہوگا۔ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ (اور وہ رحمان کے ذکر سے) اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور جس طرح اس کا ذکر وحدانیت کے لئے ضروری ہے اس سے هُمْ كٰفِرُوْنَ (یہ منکر ہیں) بالکل اس کو مانتے ہی نہیں۔ وہ اس بات کے زیادہ مناسب ہے کہ انکا مذاق اڑایا جائے۔ آپ تو حق پرست ہیں اور وہ باطل پرست ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے ذکر رحمان سے آپ پر اتارا جانے والا قرآن مراد ہے۔ اور ھم کافرون سے انکا قرآن سے ضد کی بنا پر انکار مراد ہے۔ اور یہ جملہ موضع حال میں ہے۔ یعنی وہ آپکا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ ان کی حالت قابلِ استہزاء و تمسخر ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے انکار والی حالت ہے۔

نَحْو: ھم کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ نمبر۲۔ مبتدا و خبر کے درمیان صلہ حائل ہو گیا اس لئے مبتدا کا اعادہ کر دیا گیا۔

خمیر میں جلد بازی:

۳۷: خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (انسان جلدی ہی کے خمیر کا بنا ہے) الانسان کی تفسیر جنس سے کی گئی۔

دوسرا قول: یہ نضر بن حارث کے متعلق اتری وہ عذاب کا جلدی مطالبہ کرتا تھا۔ العجل العجلة یہ دونوں مصدر ہیں اور اس کا معنی وقت سے کسی چیز کا مقدم ہونا۔ اور ظاہر یہی ہے کہ مراد جنس انسان ہے انسان میں عجلت رکھی گئی ہے۔ اور بے صبری اور جلدی کا ایسا مظاہرہ کرتا ہے گویا کہ اس کی پیدائش ہی مادۂ جلدی سے ہوئی ہے۔ محاورہ عرب میں جو کثرت سے سخاوت کرنے والا ہو اس کے متعلق کہتے ہیں: خلق من الکرم ۔ کہ یہ تو سخاوت سے بنا ہے۔ عجلت میں افراط پر اولاً انسان کی مذمت کی اور بتلایا کہ اس کی طبع میں پڑی ہے۔ پھر انسان کو منع کیا اور اس پر ڈانٹ پلائی گویا اس طرح فرمایا کہ انسان سے جلدی کرنا نئی بات نہیں وہ اس کی جبلت ہے اور طبیعت ثانیہ اور عادت مالوفہ ہے اور ان کے اجزاء میں رکھ کر جوڑی گئی ہے۔

دوسرا قول العجل حمیری زبان میں مٹی کو کہتے ہیں جیسا کہ انکا شاعر کہتا ہے۔

والنبع فی الصخرة الصَّمَّاء مَنْبَتُه ۔ والنَّخلُ تنبتُ بین الماء و العَجَلِ

نبع درخت کے اگنے کا مقام تو سخت پتھر ہیں اور کھجور پانی اور مٹی میں اگتی ہیں۔

فَائِدَة: اللہ تعالیٰ نے جلد بازی سے منع کیا حالانکہ یہ انسان کی فطرتی چیز ہے۔ جیسا کہ شھوت کو مٹانے کا حکم دیا جبکہ وہ اس کے ترکیبی اجزاء میں پائی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قمعِ شہوت اور ترکِ عجلت کی طاقت عنایت فرمائی ہے اس کا بے محل استعمال منع ہے۔

نَحْو: من عجل یہ حال ہے۔ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ (میں اپنی آیات دکھاؤں گا) آیات سے قہر و غضب والی نشانیاں فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ (پس تم مجھ سے وہ جلدی مت مانگو) ان کے لانے کیلئے۔

قراءت: یعقوب اور سہل نے یاء سے یستعجلون پڑھا۔ وصل میں عیاش نے اسی طرح پڑھا۔

۳۸: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (اور وہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ) عذاب کی آمد والا۔ نمبر۲۔ قیامت اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہا گیا کہ یہ ان کے عذاب کو جلدی مانگنے کی وجوہ میں سے ایک وجہ ہے۔

۳۹: لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ (اگر کافر جان لیتے اس وقت کو جب کہ وہ آگ کو نہ اپنے چہروں کی طرف سے) النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (روک سکیں گے اور نہ ہی پشت کی جانب سے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی) لَوْ کا جواب محذوف ہے اور حین یہ لیعلم کا مفعول بہ ہے۔ ای لو یعلمون الوقت الذی یتعجلونه بقولهم متی هذا الوعد الخ یعنی اگر ان کو اس وقت کا علم ہو جائے جس کو اپنے قول متی هذا الوعد سے جلد طلب کر رہے ہیں تو وہ ایسا وقت ہے کہ آگ ان کو ہر طرف آگے پیچھے سے گھیر لے گی اور اس کو روکنے کی ان کو طاقت نہ ہوگی اور اپنے نفسوں سے اس کو ہٹا سکیں گے اور کوئی مددگار نہ پائیں گے جو ان کی مدد کرے اس لئے کہ ان میں اس درجہ کا کفر، استہزاء اور استعجال پایا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت کے ان احوال کی جہالت نے ان کے لئے کفر و استہزاء کو معمولی بنا دیا ہے۔

۴۰: بَلْ تَاْتِيْهِمْ (بلکہ ان پر آپڑے گی) قیامت بَغْتَةً (اچانک) فَتَبْهَتُهُمْ (پس ان کو حیران کر دے گی۔) اس کو روک نہ سکیں گے بلکہ اچانک آکر ان پر غلبہ پالے گی۔ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا (وہ اس کو واپس لوٹانے کی طاقت نہ رکھیں گے) اس کے دفع کرنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔)

۴۱: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ (تحقیق آپ سے پہلے پیغمبروں سے استہزاء کیا جا چکا) فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ (پس اسی عذاب نے ان کو آن گھیرا) یعنی اس کا بدلہ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔)

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو ان کے استہزاء کے سلسلہ میں انبیاء علیہم السلام کا اسوہ پیش کر کے تسلی دی اور یہ بتلایا جو کچھ وہ آج کر رہے ہیں یہ ان کو آگھیرے گا۔ جیسا کہ انبیاء علیہ السلام کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ ہوا۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ

آپ فرما دیجئے وہ کون ہے جو رات میں اور دن میں رحمٰن سے تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ بلکہ وہ لوگ اپنے رب کی توحید سے

مُّعْرِضُوْنَ ۝۴۲ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۭ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ

اعراض کئے ہوئے ہیں۔ کیا ہمارے سوا ان کے لئے ایسے معبود ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہوں؟ وہ اپنی جانوں کی حفاظت نہیں

اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ۝۴۳ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَاۗءِ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى طَالَ

کر سکتے اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی شخص ان کا ساتھ دے سکتا ہے! بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر ایک

عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ اَفَهُمُ

عرصہ دراز گزر گیا۔ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹا رہے ہیں کیا وہ

الْغٰلِبُوْنَ ۝۴۴ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ڮ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاۗءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۝۴۵

غالب آنے والے ہیں؟ آپ فرما دیجئے بات یہی ہے کہ میں تمہیں وحی کے ذریعہ ڈراتا ہوں اور گونگے لوگ پکار کو نہیں سنتے جبکہ وہ ڈرائے جاتے ہیں'

وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۴۶

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے انہیں عذاب کا ایک جھونکا لگ جائے تو ضرور یوں کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی واقعی ہم ظالم تھے۔

دلائلِ قدرت:

۴۲: قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ (کہہ دیں کہ کون تمہاری کون حفاظت کرے گا) یکلؤ کا معنی حفاظت کرنا۔ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ (رات اور دن کو رحمان سے) یعنی رحمان کے عذاب سے بچانے کیلئے اگر وہ عذاب تمہارے پاس رات یا دن کو آن پہنچے۔ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ (بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرنے والے ہیں) یعنی وہ اس کی یاد سے منہ موڑنے والے ہیں اور اپنے دل میں اس کا خیال بھی نہیں کرتے چہ جائیکہ وہ اس کی پکڑ سے بچتے۔ یہاں تک کہ جب ان کو اس کی طرف سے حفاظت مل جائے گی تو وہ پہچانیں گے کہ محافظ کون ہے۔ تب وہ اس قابل ہونگے کہ ان سے اس کے متعلق سوال کیا جائے۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ان سے سوال کریں کہ محافظ کون؟ پھر وضاحت فرمائی کہ وہ جواب کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ وہ اس کی یاد سے ہی غافل اور معرض ہیں جو ان کی حفاظت کرنے والا ہے۔ پھر اگلی آیت میں اس بات سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔

جو اپنی مدد کی قدرت نہیں رکھتا وہ تمہاری مدد کیا کرے گا:

۴۳: اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا (کیا ان کے پاس ہمارے سوا ایسے معبود ہیں جو عذاب سے ان کی حفاظت کر لیتے ہوں) ام یہاں بل کے معنی میں ہے۔اس لئے فرمایا کہ ان کے ایسے معبود ہیں جو ان کو عذاب سے بچا سکیں ہماری حفاظت و رکاوٹ سے آگے گزر کر؟ پھر درمیان میں یہ جملہ مستانفہ لائے۔لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا یُصْحَبُوْنَ (وہ تو اپنی حفاظت کی بھی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہمارے مقابلے میں کوئی اور انکا ساتھ دے سکتا ہے) اس میں واضح فرما دیا جو اپنے نفس کی مدد و حفاظت پر قدرت نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اس کے ساتھ ویسے ہی نہیں تو وہ دوسرے کو کیسے روک سکتا اور اس کی مدد کو کیسے پہنچ سکتا ہے؟ پھر فرمایا:

طویل مہلت:

۴۴: بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰی طَالَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ (بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوب سامان دیا۔یہاں تک ان پر اسی حالت میں عرصہ دراز گزر گیا) جس حفاظت و نگہبانی میں وہ رہ رہے ہیں وہ ہماری ہی طرف سے ہے۔ورنہ ان کو ہلاک کرنے میں ہمارے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں جو ہلاکت سے ان کو بچا سکے۔ہم نے انہیں اور ان کے گزشتہ آباء کو عذاب سے اس لئے بچائے رکھا تاکہ دنیا کا وہ نفع اٹھالیں اور مہلت پوری کر لیں۔جیسا کہ دیگر کفار کو ہم نے دنیا کا نفع دیا اور مہلت دی اور یہ زمانہ طویل ہونے سے ان کے دلوں میں سختی پیدا ہوگئی پس وہ سمجھ بیٹھے کہ وہ اس مہلت پر ہمیشہ چھوٹے رہیں گے حالانکہ یہ جھوٹی امید ہے۔

اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کفر کی زمین کناروں کی طرف سے گھٹا رہے ہیں) ہم کفر کی زمین کو کم کر رہے ہیں۔اور اس کے اطراف کو مسلمانوں کے تسلط سے مٹا رہے ہیں۔اور اس زمین والوں پر اسلام والوں کو غالب کرتے جا رہے ہیں۔اور دارالاسلام میں بدل رہے ہیں۔

ناتی کالفظ لاکر اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں اس کو جاری رکھیں گے۔اور اسلامی لشکر مشرکین کی سرزمین میں غزوات کر کے غالب واپس لوٹے جس سے مشرکین پر حدود زمین تنگ ہوتی جا رہی تھی۔اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (کیا وہ پھر بھی غالب آ جائیں گے) کیا کفار مکہ کو غلبہ حاصل ہوگا؟ اس کے بعد کہ ہم نے ان کی سرزمین کفر کو اطراف سے کم کر دیا ہے؟ یعنی کبھی نہ ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب ہماری مدد سے غالب آئیں گے۔

۴۵: قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُکُمْ بِالْوَحْیِ (کہہ دیں میں تم کو وحی کے ذریعہ ڈرا رہا ہوں) میں قرآن کے ذریعہ تمہیں عذاب سے ڈرا رہا ہوں۔وَلَا یَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ (اور بہرے پکار کو نہیں سنتے)۔

قراءت: یاء مفتوح اور میم بھی مفتوح اور الصُّم مرفوع پڑھا گیا۔اور شامی اور علی نے لا تُسمع الصُّمَّ پڑھا ہے۔اس میں خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔

اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ (جبکہ ان کو ڈرایا جاتا ہے) خوف دلایا جاتا ہے۔الصّم کی الف لام عہد خارجی کا ہے۔اس سے موجودین

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ

اور قیامت کے دن ہم عدل والی میزان قائم کر دیں گے۔ سو کسی پر ذرا سا ظلم بھی نہ ہو گا اور اگر کوئی

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

مراد تھے۔ جن کو براہ راست ڈرایا گیا اور اصل اس طرح کلام ہے ولا یسمعون اذا ماینذرون پس ظاہر کو مضمر کی جگہ لائے کیونکہ ان کے بہرے پن اور کانوں کے بند کر لینے پر دلالت موجود ہے جب بھی ان کو ڈرایا جاتا ہے تو یہ اس سے کوئی تاثر ہی نہیں لیتے۔

۴۶: وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ (اگر ان کو ذرا سی لپٹ چھو جائے) یعنی معمولی دھکا اور مار مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ (تیرے رب کے عذاب کی)

نحو: یہ نفحة کی صفت ہے۔ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (وہ ضرور کہیں گے ہائے ہماری خرابی ہم ہی ظالم تھے) یعنی اگر ان کو اس عذاب کا ادنیٰ حصہ بھی آ کر کے چھو لے جس عذاب سے ان کو ڈرایا جا رہا ہے۔ تو ذلت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے نفسوں کے خلاف وہ ہلاکت وتباہی کو پکارنے لگیں گے اور اقرار کر لیں گے کہ انہوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا جب بہرا پن اختیار کیا اور اعراض کیا۔

فائدہ عجیبہ:

اس آیت میں انتہائی مبالغہ فرمایا گیا اس کی رمز اس طرح ہے کہ المسّ اور النفحة کا ذکر کیا۔ کیونکہ النفحة ادنیٰ لپٹ اور ذرا سی ضرب کو کہتے ہیں جو کہ قلت کی علامت ہے۔ اور تاء بھی وحدت کی لائی گئی۔ کہا جاتا ہے نفحة بعطیة اس کا چھینٹا۔ اور ایک مزید بات یہ بھی ہے کہ یہ وزن ایک بار پر دلالت کرتا ہے ایک یہ بھی ہے کہ تنوین تنکیر کی ہے۔

میزانِ عدل رکھنا:

۴۷: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ (اور ہم میزان عدل قائم کریں گے) الموازین جمع میزان ہے۔ ہر وہ آلہ جس سے کسی چیز کا وزن کیا جائے اور اس چیز کی کیست ومقدار معلوم کی جائے۔ بقول حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ وہ ایسا میزان ہے جس کے دو پلڑے ہیں۔ اور ایک لسان ہے اور جمع عظمتِ شان کی وجہ سے لائے جیسا کہ اس قول میں یاایہا الرسل میں ہے [المومنون: ۵۱] ایک قول کے مطابق وزن صحائف اعمال کا کیا جائے گا۔ الْقِسْطَ (انصاف) موازین کی صفت قسط سے کی گئی اور وہ عدل کو کہا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ بات مبالغہ کو ظاہر کرنے کیلئے ہے گویا وہ ترازو خود مجسمہ انصاف ہے۔ نمبر ۲۔ مضاف محذوف ہے۔ ای ذوات القسط انصاف والے ترازو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ والی چیز اور روشنی اور نصیحت کی چیز عطاء کی جو متقیوں کے لئے نصیحت تھی جو

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ

اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے خوفزدہ ہیں ' اور یہ ایک نصیحت ہے

مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۚ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾

مبارک ہے جو ہم نے نازل کی ہے سو کیا تم پھر بھی اس کے منکر ہو۔

لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (قیامت کے دن کی وجہ سے) اہل قیامت کیلئے یعنی لام اجلیہ ہے۔ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا (کسی نفس پر ذرا بھر ظلم نہ ہوگا) ذرا سا ظلم بھی نہ ہوگا۔ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ (اور اگر اس کا عمل رائی کے دانے کے برابر ہوگا) یعنی وہ چیز مقدار میں رائی کے دانہ کے برابر چھوٹی ہو۔

قراءت: مدنی نے مثقال کو رفع سے پڑھا ہے اور سورت لقمان میں بھی اس طرح پڑھا اور کان کو تامہ قرار دیا۔

نحو: من خردل (رائی کا) یہ حبة کی صفت ہے۔ اَتَيْنَا بِهَا (ہم اس کو لے آئیں گے) حاضر کردیں گے۔ یہاں ھا ضمیر مثقال کی طرف راجع ہے جو کہ مذکر ہے مگر ضمیر مونث ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے اس کا مضاف الیہ حبة مونث ہے۔ جیسا کہ عرب کا قول ہے۔ ذهبت بعض اصابعهم۔ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں) علم رکھنے والے اور حفاظت کرنے والے ہیں (کوئی شئی ہمارے علم و حفاظت سے نکل نہیں سکتی)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: کیونکہ جو آدمی کسی چیز کا حساب کرتا ہے اور وہ اس کا علم بھی رکھتا ہوتا ہے اور اس کے حفاظت میں بھی وہ چیز محفوظ ہوتی ہے۔

صفاتِ تورات:

۴۸: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا (اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو بھی ایک فیصلہ اور روشنی دی اور نصیحت)

ایک قول :

یہ ہے یہ تینوں صفات تورات ہی کی ہیں وہی حق و باطل کے مابین فرق کرنے والی اور روشنی کا مینار ہے جس سے روشنی لی جاتی ہے اور اس روشنی میں نجات کے راستہ تک پہنچا جاتا ہے۔ اور نصیحت یعنی شرف یا نصیحت و تنبیہ ہے۔ نمبر۲۔ اس میں ان تمام احکام کا تذکرہ ہے جس کی لوگوں کو ضرورت محتاجی ہے تاکہ وہ اپنے دونوں جہاں کی درستگی اس سے کرسکیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو اس سے پہلے صحیح راہ عطا کی اور ہم ان کو جانتے تھے' جبکہ انہوں نے اپنے باپ

وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں کیا ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے دادوں کو ان کی

لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾

عبادت کرتے ہوئے پایا ہے ابراہیم نے کہا کہ بلا شبہ تم اور تمہارے باپ دادے کھلی گمراہی میں ہیں!

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ

وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس کوئی حق بات لے کر آئے ہو یا دل لگی کرنے والوں میں سے ہو۔ ابراہیم نے کہا بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾

آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا! اور میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں

واؤ کو صفات کے مابین اس طرح داخل کیا گیا جیسا اس ارشاد میں و سیدًا و حصورًا و نبیا [آل عمران:۳۹] (یہ واؤ کے مطلق جمع ہونے کی دلیل بھی ہے: مترجم عرب کہتے ہیں مررت بزید الکریم والعالم والصالح ۔اور متقین کو کتاب سے خصوصی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی لئے خصوصیت سے انکا تذکرہ فرمادیا۔ لِّلْمُتَّقِيْنَ (متقین کیلئے)

۴۹: اَلَّذِيْنَ (وہ لوگ)

نحو: وصف ہونے کی وجہ سے الذین محل جر میں ہے۔ نمبر۲۔ مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۳۔ مرفوع ہے۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں) بِالْغَيْبِ (بن دیکھے) یہ حال ہے علیحدگی میں وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ (اور وہ قیامت کے اور اس کے احوال سے) مُشْفِقُوْنَ (خوف کھاتے ہیں)

قرآن خیر کثیر کا جامع:

۵۰: وَهٰذَا (اور یہ) یعنی قرآن ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ (مبارک تذکرہ ہے) کثیر بھلائیوں اور بھرپور نفع بخش اَنْزَلْنٰهُ (اس کو ہم نے محمد ﷺ پر اتارا ہے) اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (کیا پھر بھی تم اس کا انکار کرنے والے ہو) یہ استفہام توبیخی ہے۔ یعنی جب یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ خیر کثیر کا جامع ہے۔ تو تم پھر کیوں انکار کرتے ہو؟

ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم:

۵۱: وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ (ہم نے ابراہیم کو راستی فہم عطاء کی تھی) رشد وراہنمائی وہدایت مِنْ قَبْلُ (ان سے پہلے) موسیٰ وہارون سے نمبر۲۔ محمد ﷺ سے پہلے وَكُنَّا بِهٖ (اور ہم ان سے) ابراہیم یا اس کی رشد سے عٰلِمِيْنَ (خوب جاننے والے تھے) یعنی ہم نے جو کچھ دیا یہ جان کر دیا کہ وہ اس کے اہل ہیں۔

۵۲: اِذْ (جب) اذ کو آتینا سے متعلق کرنا درست ہے نمبر۲۔ رشدہ سے متعلق ہے۔

قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ (انہوں نے اپنے والد اور قوم کو کہا یہ کیا مورتیاں ہیں؟) تماثیل یہ بت تھے جن کو مختلف درندوں کی شکل دی گئی تھی۔ اسی طرح پرندوں اور انسانوں کی۔ ان کے معبودوں کی تحقیر ظاہر کرنے کیلئے آپ نے کلام تجاہل عارفانہ انداز سے اختیار کیا حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ وہ مورتیوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (وہ جن کی عبادت پر تم جمے ہوئے ہو) لھا کا لام اجلیہ ہے۔ تعدیہ کا نہیں ہے۔ ان کی عبادت کی خاطر اقامت اختیار کرنے والے ہو۔

۵۳: جب وہ اس پر دلیل دینے سے عاجز ہوگئے۔ تو قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ (تو کہنے لگے ہم نے تو اپنے آباء و اجداد کو ان کی پوجا کرتے پایا) پس ہم نے ان کی تقلید کی ہے۔

۵۴: قَالَ (کہا) ابراہیم علیہ السلام نے لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (یقیناً تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں پڑے ہو) آپ کا مقصد یہ تھا کہ تم پیروی کرنے والے اور جن کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہو ہر دو گمراہی کی لڑی میں دونوں پروئے ہوئے ہو۔ وہ ایسی گمراہی ہے جو کسی عاقل سے مخفی نہیں رہ سکتی۔ اور اس کی مزید تاکید کیلئے۔ انتم لائے تاکہ عطف صحیح ہو سکے۔ کیونکہ کسی ضمیر پر جب عطف کیا جائے تو وہ اس متتنع فعل کا بعض حصہ ہی بن جاتا ہے۔

یہ حقیقت یا تفریح:

۵۵: قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ (انہوں نے کہا کیا تم کوئی واقعی ہم سے بات کہہ رہے ہو) حق یہاں ہزل کے بالمقابل استعمال ہوا جس کا معنی واقعی ثبوت والی بات۔ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ (یا تم دل لگی کررہے ہو) اپنی بات کہنے میں تم حقیقت پسند ہو یا تفریحِ طبع کیلئے کہتے ہو۔ انہوں نے آپ کے انکار کو بہت اوپرا قرار دیا۔ اور اس کے ضلال وگمراہی قرار دینے کو بہت ہی بعید قرار دیا۔ پس اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان سے اعراض کیا اور ان کو بتلایا کہ میں نے واقعی بات کہی ہے اس میں تفریحِ طبع کا دخل نہیں۔ اپنے ارشاد سے شہنشاہ مطلق کی ربوبیت اور بتوں کی بے بسی کو واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

۵۶: قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ (ابراہیم نے کہا بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو نیست سے وجود بخشا ہے) یعنی تماثیل۔ پس خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت کیسے کی جا سکتی ہے مفسر علامؒ نے ھن کا مرجع تماثیل کو بنایا ہے جبکہ اقرب مرجع السمٰوٰت والارض موجود ہے۔ دیگر مفسرین نے یہی اختیار کیا ہے۔ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ (اور میں اس پر) مذکورہ توحید پر ایک شاہد ہوں۔ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (منجملہ شہداء میں سے)

وَتَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ۝۵۷ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا

اور اللہ کی قسم میں اس کے بعد ضرور ضرور تمہارے بتوں کے بارے میں کوئی تدبیر کروں گا جب تم پشت پھیر کر چلے جاؤ گے' سو انہوں نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا

اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ ۝۵۸ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ

سوائے ان کے ایک بڑے بت کے' شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں' وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ بے شک ایسا

لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۵۹ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ ۝۶۰

کرنے والا ظالموں میں سے ہے' کہنے لگے کہ ہم نے ایک نوجوان کو سنا تھا جو ان کا ذکر کر رہا تھا اس جوان کو ابراہیم کہا جاتا ہے'

قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْیُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ ۝۶۱ قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ

کہنے لگے اس جوان کو لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ گواہ ہو جائیں کہنے لگے اے ابراہیم کیا تم نے ہمارے معبودوں کے

هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۝۶۲ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا

ساتھ ایسا کیا ہے؟ ابراہیمؑ نے کہا بلکہ یہ حرکت ان کے اس بڑے نے کی ہے سو تم ان سے پوچھ لو اگر وہ

یَنْطِقُوْنَ ۝۶۳ فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۶۴ ثُمَّ نُكِسُوْا

بولتے ہیں پھر انہوں نے اپنے نفسوں کی طرف رجوع کیا پھر کہنے لگے کہ بلاشبہ تم ہی ظلم کرنے والے ہو پھر انہوں نے اپنے سروں کو

عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ ۝۶۵ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ

جھکایا بے شک اے ابراہیم تم کو معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں' ابراہیم نے کہا کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یَضُرُّكُمْ ۝۶۶ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ

چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ کچھ نفع دے سکے نہ نقصان پہنچا سکے' تف ہے تم پر اور ان پر جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۷ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

پوجتے ہو۔ کیا تم سمجھ نہیں رکھتے ہو؟ کہنے لگے اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں

فٰعِلِیْنَ ۝۶۸ قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ۝۶۹ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا

کچھ کرنا ہے' ہم نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا' اور ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنا چاہا

فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ۝۷۰

سو ہم نے انہیں ان میں سے کر دیا جو بہت ہی زیادہ ناکام ہوتے ہیں۔

۵۷: وَتَاللّٰهِ اور اللہ کی قسم! یہ اصل میں واللہ ہے۔ اور تاء میں تعجب کا معنی ہے گویا انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس تدبیر کی کامیابی پر تعجب کیا کیونکہ بتوں کو توڑنا آسان کام نہ تھا بلکہ ایک مشکل کام تھا کیونکہ بت پرستوں کو نمرود و ساری قوم کی حمایت حاصل تھی۔ نمرود خود بہت طاقتور بادشاہ تھا۔

لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ (میں تمہارے بتوں کی گت بناؤں گا) ضرور ان کو توڑ ڈالوں گا۔ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ (جب کہ تم ان سے منہ پھیر کر چلے جاؤ گے) اس کے بعد کہ تم ان کو چھوڑ کر اپنے تہوار اور میلے پر چلے جاؤ گے۔ یہ بات آپ نے قوم سے خفیہ کہی اس کو ایک آدمی نے سنا۔ پس آپ نے تعریض کرتے ہوئے اِنِّيْ سقيم [الصافات:۸۹] فرمایا کہ (عنقریب میں بیمار ہونے والا ہوں) یہ تعریض پیچھے رہنے کی غرض سے کی تھی۔ پھر آپ بیت الاصنام کی طرف لوٹے۔

بتوں کا حشر:

۵۸: فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا (پس ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا) ٹکڑے ٹکڑے یہ الجذ سے ہے وہ کاٹنے کو کہتے ہیں۔ جمع جذاذة جیسے زجاجة اور زجاج۔

قراءت: علی نے میم کے کسرہ سے پڑھا۔ یہ جمع جذیذ کی ہے جو کہ مجذوذ کے معنی میں ہے۔ جیسے خفیف اور خفاف۔

اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ (مگر بڑے بت کو) ان بتوں کیلئے نمبر۲ کفار کیلئے (هم ضمیر جمع مذکر لائے اس لئے کہ بت پرستوں کے خیال میں وہ ذی علم تھے) یعنی تمام کو کلہاڑے سے توڑ ڈالا مگر ان بتوں کے بڑے کو چھوڑ دیا اور کلہاڑا اس کی گردن میں لٹکا دیا۔ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ (شاید کہ وہ اس کی طرف) یعنی بڑے کی طرف يَرْجِعُوْنَ (رجوع کریں) پھر ان کے توڑنے والے کے متعلق پوچھ گچھ کریں۔ جس سے ان کے سامنے اس کا عجز ظاہر ہو جائے۔ نمبر۲۔ ہٗ کا مرجع ابراہیم علیہ السلام ہیں کہ وہ ابراہیم کی طرف رجوع کریں تاکہ وہ ان کے سامنے حجت پیش کریں۔ نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے کہ وہ اپنے آلھة کا عجز دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع کر سکیں۔

۵۹: قَالُوْا (انہوں نے کہا) یعنی کفار نے جبکہ وہ اپنی عید سے لوٹے اور یہ منظر دیکھا۔

مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (کس نے یہ حرکت ہمارے معبودوں کے ساتھ کی ہے۔ بلاشبہ وہ ظالموں میں سے ہے) یعنی جس نے یہ توڑنے کی حرکت کی ہے اس نے سخت ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ جو معبود ان کے ہاں حقیقۃً توقیر و تعظیم کے لائق ہیں۔ اس نے ان کی توہین کا ارتکاب کیا ہے۔

۶۰: قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ (انہوں نے کہا ہم نے ایک نوجوان کو ان بتوں کا برائی سے تذکرہ کرتے سنا تھا۔ اس نوجوان کو ابراہیم کہا جاتا ہے) یہ دونوں جملے فتی کی صفت ہیں۔ البتہ پہلا جملہ یذکرھم ہے جس کا معنی عیب جوئی کرنا ہے۔ اس کا سمع سے تعلق ضروری ہے کیونکہ تم اس طرح نہیں کہتے سمعت زیدًا اور پھر خاموش ہو جائیں جب تک کوئی ایسی چیز کا ذکر نہ ہو جو مسموع ہو۔ بخلاف دوسرے جملے کے اس کے لئے یہ لازم نہیں۔ ابراہیم یقال کا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ مراد اسم ہے مسمی نہیں یعنی وہ شخص جس کا یہ نام بولا جاتا ہے۔

۶۱: قَالُوْا (انہوں نے کہا) یعنی نمرود اور اس کی قوم کے دیگر سرداروں نے کہا فَاْتُوْا بِہٖ (پس تم اس کو لاؤ) ابراہیم کو حاضر کرو۔ عَلٰٓی اَعْیُنِ النَّاسِ (لوگوں کے سامنے) یہ محلاً حال ہے بمعنی معایناً و مشاھداً لوگوں کے سامنے اور منظر عام عوام پر۔ لَعَلَّھُمْ یَشْھَدُوْنَ (تا کہ وہ شہادت دیں) اس بات کی جو اس کے متعلق سنا جا رہا ہے۔ نمبر۲۔ جو اس نے کہا گویا انہوں نے بلا دلیل ان کو سزا دینا ناپسند کیا۔ نمبر۳۔ ہماری طرف سے ملنے والی سزا پر قوم کے لوگ حاضر ہوں۔

۶۲: جب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو لا حاضر کیا تو قَالُوْٓا ءَ اَنْتَ فَعَلْتَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَا یٰٓاِبْرٰھِیْمُ (انہوں نے کہا اے ابراہیم کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔)

۶۳: قَالَ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا) بَلْ فَعَلَہٗ (بلکہ اس کو کیا ہے)

قراءت: کسائی اس پر وقف کرتے ہیں ای فعلہ من فعلہ۔

نحو: اس میں فاعل محذوف ہے اور وہ جائز نہیں اور یہ جائز ہے کہ فعل کی اسناد اس فتٰی کی طرف کی جائے جو اس آیت میں ہے سمعنا فتًی یذکرھم نمبر۲۔ ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت کی جائے جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔ یٰٓا براھیم پھر کہا کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا (بڑا انکا یہ ہے) یہ مبتدا اور خبر ہے۔

اکثر کا قول: فعلہٗ پر وقف نہیں اور کبیرھم اس کا فاعل ہے اور ھذا اس کی صفت ہے یا بدل ہے اور فعل کی نسبت کبیرہم کی طرف کی گئی اور مقصود اپنی ذات کیلئے اس کو پختہ کرنا ہے۔ اور ثابت کرنا ہے۔ جیسا کہ تعریض میں یہ طریقہ ہے۔ اس سے مشرکین کو شرمندہ کرنا اور ان پر اتمامِ حجت کرنا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس بات میں غور کر لیں گے تو بڑے کی عاجزی ان کے سامنے کھل جائے گی اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ وہ معبود نہیں اور نہ اس میں معبود بننے کی صلاحیت ہے اور یہ اسی طرح ہے جس طرح تمہیں تمہارا دوست کہے (وقد کتبت کتابا بخط رشیق) حالانکہ تم نے اس کو واضح الفاظ میں خط لکھا ہو۔ أأنت کتبت ھذا؟ کیا تم نے یہ خط لکھا ہے؟ اور تمہارا دوست بالکل جاہل اور ان پڑھ ہو تو تم اس کے جواب میں کہو گے۔ بل کتبۃٗ انت! جناب یہ تو آپ نے ہی لکھا ہے۔ اس بات سے آپکا مقصد۔ اس خط کو اپنے لئے ثابت کرنا اور اس کے ساتھ استہزاء و مذاق دونوں ہی حاصل ہیں یہ خط کی اپنے سے نفی ہے۔ اور نہ اس امی کیلئے اس کا ثبوت ہے۔ بلکہ تم دونوں میں سے عاجز کیلئے اس کا اثبات ہو رہا ہے۔ اور معاملہ تم دونوں کے درمیان دائر ہے اس کے ساتھ بطور استہزاء کے اور دراصل خط پر قدرت رکھنے والے کیلئے اس کا اثبات بطور حقیقت گویا بت شکنی پر تعریض اقرار نما کی استہزاء کے طرز پر خود بت توڑنے کا اپنے لئے اقرار کیا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے جب آپ نے بتوں کو قطار در قطار دیکھا تو آپ کو بہت غصہ آیا اور بڑے پر غصہ بہت زیادہ تھا کیونکہ اس کی تعظیم وہ سب سے زیادہ کرتے تھے۔ اس لئے فعل کی نسبت بھی کبیر کی طرف کر دی گئی۔ کیونکہ جس طرح نسبتِ فعل خود فعل کرنے والے کی طرف ہوتی ہے۔ اسی طرح فعل کا اسناد اس کی طرف بھی کیا جاتا ہے جس پر فعل کا اثر ہو۔

اور یہ بھی درست ہے کہ اس بات کی حکایت ہو کہ جس کی طرف ان کے مذہب کا جواز لے جاتا تھا۔ اور جو انکا اعتقاد تھا گویا ان کو کہا ممکن ہے بڑے نے یہ کر دیا ہو کہ اس کی موجودگی میں ان کی پوجا ہوتی ہے اس نے غضبناک ہو کر سب کو توڑ ڈالا تا کہ اس کی

الوہیت میں شراکت نہ رہے۔ روایت میں وارد ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بڑے کو اس بات پر غصہ آیا ہے کہ اس کے ساتھ ان چھوٹوں کی بھی عبادت ہو جبکہ وہ بڑا موجود ہو پس اس نے ان کو توڑ دیا۔

نمبر۲۔ یہ ایسی شرط سے متعلق ہے جو نہ ہونے والی ہے اور وہ بتوں کا بولنا ہے پس اس صورت میں یہ مخبر بہ کی نفی ہے ای بل فعله كبيرهم ۔ ان كانوا ينطقون (بلکہ اس کو ان کے بڑے نے کیا ہے اگر یہ بولتے ہیں) اور فسئلوهم یہ جملہ معترضہ ہے۔ایک قول یہ ہے کبیر کہہ کر اپنی ذات کی تعریض کی ہے اور اپنی ذات کی اضافت اس لئے کی کیونکہ آپ وہاں موجود تھے۔

فَسْئَلُوْهُمْ (پس ان سے دریافت کرو) ان کی حالت کے متعلق اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (اگر وہ بولتے ہیں) اور تم ان کے عجز سے واقف ہو۔

۶۴: فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ (اس پر وہ اپنے دل میں سوچنے لگے) عقلوں کی طرف رجوع کیا اور دلوں میں سوچ و بچار کرنے لگے جبکہ آپ نے ان کی مخالفت شروع کی۔ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ (پھر آپس میں کہنے لگے حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو) حقیقت میں اس لئے کہ تم ان کی عبادت کرتے ہو جو بولتے بھی نہیں۔ وہ ظلم نہیں جس کو تم یہ کہہ کر ظالم قرار دے چکے۔ من فعل هذا بالهتنا انه لمن الظالمين [الانبیاء:۵۹] اس لئے کہ جو اپنے سر سے کلہاڑے کو نہیں ہٹا سکے وہ اپنے عابد کی تکالیف کا کیسے ازالہ کر سکتے؟

۶۵: ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ (پھر انہوں نے (شرمندگی سے) سر جھکا لیے۔)

علمائے مفسرین کا بیان: پہلے قول میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر حق کو جاری کر دیا۔ مگر پھر بدبختی ان پر طاری ہوگئی۔ یعنی اپنے بارے میں ظلم و ناحق ہونے کا اعتراف کر کے پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے۔

نکتہ: نكسته، قلبته فجعلت اسفله أعلاه یعنی اسے پلٹ دیا اوندھا کر دیا۔ اس کو سر کے بل کر دیا۔ یعنی جب اپنے نفوس میں غور و فکر کی تو درست سوچ نے ان کی راہنمائی کی اور ضمیر کی اصل آواز بلند ہوئی مگر پھر اس حالت سے پلٹ کرنا جائز جھگڑے اور ضد بازی پر اتر آئے اور کہنے لگے۔ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ (تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں) پھر تم ان کے متعلق سوال کا حکم کیسے دیتے ہو؟ یہ جملہ علمت کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بولنے سے ان کی عاجزی جب تمہیں معلوم ہو چکی تو پھر ہم ان سے کس طرح پوچھیں؟

۶۶: قَالَ (ابراہیم علیہ السلام نے ان کو حجت پیش کرتے ہوئے کہا) اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا (تو کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر تم ایسی چیز کی پوجا کرتے ہو جو تمہیں کچھ نہ نفع پہنچاتی ہیں) شيئًا یہ مصدر کی جگہ استعمال ہوا ہے ای نفعاً ما ذرا بھر نفع پہنچانا۔ وَّلَا يَضُرُّكُمْ (اور نہ نقصان دے سکتی ہیں) اگر تم ان کی عبادت نہ کرو۔

۶۷: اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (تف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو) اف کا کلمہ یہ کسی چیز سے ضجر و اکتاہٹ کو ظاہر کرنے کیلئے بولا جاتا ہے۔ آپ نے ان سے اکتاہٹ اس لئے ظاہر کی کیونکہ حق واضح ہو کر ان کا عذر منقطع ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود وہ باطل پر اڑے ہوئے تھے۔ پس آپ نے ان کو اُف کہا لکم میں لام متأفف بہ کو بیان کرنے کیلئے

ہے ای لکم ولالھتکم ھذا التافف کہ یہ تافیف تمہارے اور تمہارے معبودوں کیلئے ہے۔
قراءت: اُف مدنی وحفص نے پڑھا۔مکی وشامی نے اُفَّ بالفتحہ پڑھا اور دیگر قراء نے اُفِ بالکسر پڑھا ہے۔
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے) کہ جس میں یہ صفت پائی جائے وہ معبود نہیں ہوسکتا۔ جب حجت ان پر تمام ہو چکی اور وہ لاجواب ہو چکے تو کہنے لگے۔

قومی فیصلہ:

۶۸: قَالُوْا حَرِّقُوْهُ (کہنے لگے اس کو آگ سے جلادو) کیونکہ سزا دی جانے والی اشیاء میں سے یہ زیادہ ہولناک اور رسوا کن ہے۔ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ (اور تم اپنے معبودوں کی مدد کرو) اس سے انتقام لیکر اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (اگر تم کرنے والے ہو) تو کرو یعنی اگر تم اپنے معبودوں کی پوری مدد کرنا چاہتے ہو تو اس کے لئے سب سے زیادہ خوفناک سزا کا انتخاب کرو اور وہ جلا کر خاکستر کردینا ہے۔
ورنہ تم ان کی امداد میں کوتاہی کرنے والے شمار ہوگے۔ نمبرا۔ جس نے جلانے کا مشورہ دیا وہ نمرود تھا یا ایران کا ایک کردی جلانے کا مشورہ دینے والا تھا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ جب انہوں نے جلانے کا ارادہ کیا تو ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کر کے بند کر دیا اور کوتی شہر میں ایک وسیع احاطہ تعمیر کیا اور ایک ماہ تک مختلف قسم کی لکڑیاں جمع کیں پھر اس میں آگ بڑھکائی اس کی لپٹ سے فضا میں گزرنے والا پرندہ جل اٹھتا تھا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں جکڑ کر رکھا اور آگ میں پھینک دیا ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل کے کلمات تھے۔
جبرئیل امین نے حاضر ہو کر کہا کیا کوئی ضرورت ہے تو حاضر ہوں آپ نے فرمایا ضرورت تو ہے مگر تیرے پاس نہیں انہوں نے کہا اپنے رب تعالیٰ سے مانگ لو۔ تو جواب میں آپ نے فرمایا۔ حسبی من سؤالی علمہ بحالی میری حالت کا اس کو علم ہے وہ سوال کی طرف سے کفایت کرنے والا ہے۔ آگ کی وجہ سے وہ تمام بندھن جل گئے مگر آپ کے جسم اطہر کو ذرا بھر تپش کا نام بھی نہ پہنچا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ انہوں نے حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل سے نجات پائی۔

آگ کو حکم:

۶۹: قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا (اور ہم نے کہا اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی بخش ہوجا) ای ذات بردٍ و سلامٍ ٹھنڈک و سلامتی والی۔ پس اس میں مبالغہ کیا گیا گویا کہ آگ کی ذات ہی ٹھنڈک اور سلامتی تھی۔ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (ابراہیم علیہ السلام پر) مراد یہ تھی تو ٹھنڈی ہوجا پس ابراہیم تجھ سے سلامت رہیں گے۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ

اور ہم نے ابراہیم کو اور لوط کو اس سرزمین کی طرف نجات دے دی جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کے لئے برکت رکھ دی ہے' اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق

وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ

اور یعقوب پوتا عطا کیا' اور ہم نے ان سب کو صالحین بنا دیا اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور

اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ ۙۚ

ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نماز کی پابندی کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے۔

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ

اور ہم نے لوط کو حکم اور علم عطا کیا اور ہم نے انہیں اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے برے کام کیا کرتے تھے'

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِىْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۵

بلاشبہ وہ لوگ بد ذات تھے' بدکار تھے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کر دیا بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اگر یہ نہ کہا جاتا تو وہ اپنی ٹھنڈک سے ان کو ہلاک کر دیتی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آگ سے اس کی طبیعت احراق اور حرارت سلب کر لی اور اس کی روشنی باقی رکھی اور چمک باقی رہی جیسا کہ پہلے تھی اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

قوم کی ناکامی اور ابراہیم علیہ السلام کی کامیاب ہجرت:

۷۰: وَ اَرَادُوْا بِهٖ (اور انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بری تدبیر کی) جلانے کی كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (پس ہم نے ان کو ناکام کر دیا) اللہ تعالیٰ نے نمرود اور اس کی قوم پر مچھر بھیج دیئے جنہوں نے ان کے گوشت کھا لئے اور ان کے خون پیے اور مچھر نمرود کے دماغ میں داخل ہو گیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

۷۱: وَنَجَّيْنٰهُ (اور ہم نے اس کو نجات دی) یعنی ابراہیم علیہ السلام کو وَلُوْطًا (اور لوط کو) یہ ان کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے ہاران بھی عراق میں رہتے تھے۔ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ (اور ان کو اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے دنیا جہاں والوں کیلئے خیر و برکت رکھی تھی) اس سے مراد سرزمین شام اور اس سرزمین کی برکات نمبرا۔ انبیاء علیہم السلام کی کثرت جن کے دینی آثار دنیا میں پھیلے سرسبز اور زرخیز سرزمین ہے۔ جس میں غنی و فقیر کا گزر اوقات خوب ہے۔ دوسرا قول زمین میں جو بھی میٹھا پانی ہے۔ اس کی اصل صخرہ بیت المقدس سے پھوٹتی ہے۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ آپ تو فلسطین میں اترے اور لوط علاقہ سدوم وغیرہ میں رہے اور ان کے مابین ایک دن رات کا فاصلہ تھا۔ قول حضور علیہ السلام: عنقریب ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی۔ پس میرے ہاں پسندیدہ لوگ وہ ہیں جو ابراہیم علیہ السلام کے مقام ہجرت کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں۔ [ابوداؤد]

۷۲: وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً (ہم نے اس کو عطاء کیا اسحاق اور مزید یعقوب) بعض نے کہا نافلۃ مصدر ہے۔ جیسا کہ العافیۃ۔ اگرچہ فعل لفظوں میں موجود نہیں۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی و و هبناله هبة ہم نے دیا دینا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ پوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بیٹا مانگا اللہ تعالیٰ نے بیٹا اور یعقوب زائد عنایت فرمایا۔ جو محض فضل تھا۔

نحو: نافلۃ یہ یعقوب سے حال ہے۔ وَكُلًّا (تمام) یعنی ابراہیم، اسحاق، یعقوب۔

نحو: یہ جَعَلْنَا کا مفعول اول ہے اور دوسرا مفعول صالحین ہے۔ صٰلِحِيْنَ (نیک تھے) دین اور نبوت میں۔

۷۳: وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً (اور ہم نے ان کو دین میں مقتدی بنایا۔) يَّهْدُوْنَ (وہ راہنمائی کرتے ہیں) لوگوں کی بِاَمْرِنَا (ہمارے حکم سے) ہماری وحی کرنے سے وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ (اور ہم نے ان کے پاس حکم بھیجا نیک کام کرنے کا) اور خیرات تمام اعمال صالحہ ہیں جو انعال خیر میں شامل ہیں اور بھلائی کے کام بار بار کیے جائیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ (اور نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا) اور اصل میں یہ عبارت اقامة الصلوة ہے البتہ مضاف الیہ کو ھا کا بدل قرار دیا۔ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ (اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے) نہ کہ بتوں کی۔ پس تم اے گروہ عرب ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہو اس سلسلہ میں بھی ان کی اتباع کرو۔

۷۴: وَلُوْطًا (اور لوط علیہ السلام کو) یہ اس فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر اتیناه حکمًا کر رہا ہے۔ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (ہم نے ان کو حکمت وعلم عنایت فرمایا) حکم سے مراد حکمت ہے اور وہ ایسے فعل کو کہتے ہیں جس میں عمل ضروری ہو۔ نمبر۱۔ جھگڑے کا فیصلہ۔ نمبر۲۔ نبوت۔

عِلْمًا (اور علم) یعنی سمجھ وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ (اور ہم نے ان کو ایسی بستی سے نجات دی) القریۃ سے اہل قریہ مراد ہیں۔ اور مراد اس سے سدوم ہے۔ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ (جو کہ گندی حرکات کرتی تھی) لواطت، گندی ہوا زور سے چھوڑنا، گزرنے والوں کو کنکریاں مارنا وغیرہ۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ (بیشک وہ بڑے بدکار نافرمان لوگ تھے) یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والے تھے۔

۷۵: وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا (اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا) اہل رحمت میں نمبر۲۔ اہل جنت میں اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (بیشک وہ نیکوں میں سے تھے) ان کی بھلائی پر بدلہ عنایت فرمایا۔ جیسا کہ ان کی قوم کو ان کے بگاڑ کی سزا میں ہلاک کر دیا۔

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۶﴾

اور نوح کو یاد کیجئے جب اس نے اس سے پہلے پکارا' سو ہم نے ان کی دعا قبول کی' پھر ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو بڑی بے چینی سے نجات دی

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان سے نجات دینے کے لئے ہم نے نوح کی مدد کی' بلاشبہ وہ برے لوگ تھے سو ہم نے

اَجْمَعِیْنَ ﴿۷۷﴾ وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ

ان سب کو ڈبو دیا۔ اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جبکہ وہ کھیتی کے بارے میں فیصلہ دے رہے تھے جبکہ اس کو قوم کی بکریاں روند گئی تھیں'

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ؗ وَّ

اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے۔ سو ہم نے یہ فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا فرمایا' اور

سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ

ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا اور پرندوں کو جو تسبیح میں مشغول رہتے تھے اور ہم کرنے والے تھے' اور ہم نے داؤد کو

صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

زرہ بنانے کی صنعت سکھائی' تاکہ وہ تمہیں جنگ میں محفوظ رکھے۔ سو کیا تم شکر کرنے والے ہو

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ

اور سلیمان کے لئے تیزی سے چلنے والی ہوا مسخر کر دی جو ان کے حکم سے اس زمین کی طرف لے جاتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے

وَكُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ

اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں' اور بعض شیاطین ایسے تھے جو ان کے لئے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ

عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۲﴾ ۙ

دوسرے کام بھی کرتے تھے۔ اور ہم حفاظت کرنیوالے تھے۔

واقعہ نوح علیہ السلام:

۷۶: وَنُوْحًا (اور نوح کو) یہ اذکر فعل محذوف کا مفعول ہے۔ اِذْ نَادٰی (جب کہ اس نے پکارا) اپنی قوم کے متعلق ہلاکت کی

بددعا کی۔ مِنْ قَبْلُ (ان مذکورہ لوگوں سے پہلے) فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ (ہم نے ان کی دعا کو قبول کیا) فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ (پس ہم نے اس کو اور اس کے اہل کو نجات دی) ان کی اولاد میں سے جو ایمان والے تھے۔

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ (سخت غم سے) یعنی طوفان سے اور سرکش لوگوں کی تکذیب کی کڑھن سے۔

بُری قوم کی ہلاکت:

۷۷: وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (اور ہم نے اس کی مدد اس قوم کے خلاف کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا) نصرنا منه کا معنی ہم نے ان کی ایذاء سے اس کی حفاظت کی یعنی بچایا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ (پس ہم نے ان تمام کو ڈبو دیا بیشک وہ بری قوم تھی) یعنی ان کے بڑے چھوٹے، مرد وعورتیں تمام کو۔

تذکرۂ سلیمان اور داؤد کی ایک کھیتی کا فیصلہ:

۷۸: وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ (اور داؤد وسلیمان کا) انکا تذکرہ کرو۔ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ (جب کہ دونوں ایک کھیت کے متعلق مشورہ کرنے لگے) الحرث کھیتی کو کہتے ہیں یا انگور کی بیلیں۔

نَحْو: اذ یہ داؤد وسلیمان سے بدل ہے۔ اور يَحْكُمٰنِ کا ظرف ہے۔ نَفَشَتْ (چیر لینا) داخل ہونا۔ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ (اس میں قوم کی بکریاں) رات کو داخل ہوئیں اور کھیت کو اجاڑ دیا۔ النفش بغیر چرواہے کے بکریوں کا رات کو چرنا۔ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ (اور ہم ان کے فیصلے سے) ضمیر هم جمع ان دونوں اور فیصلہ کرانے والوں کو شامل فرما کر لائی گئی۔ شٰهِدِيْنَ (واقف تھے) وہ معاملہ ہمارے علم میں تھا۔ اور ہمارے سامنے تھا۔

۷۹: فَفَهَّمْنٰهَا (پس ہم نے سمجھا دیا) وہ فیصلہ یا فتویٰ سُلَيْمٰنَ (سلمان علیہ السلام کو)

دلیل: اس میں دلیل ہے کہ اس میں مصیب سلیمان علیہ السلام تھے۔

واقعہ: بکریوں نے ایک شخص کے کھیت کو رات کے وقت چرواہے کی عدم موجودگی میں چر کر برباد کر دیا۔ فریقین حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں فیصلہ لائے۔ آپ نے حکم دیا کہ بکریاں کھیت والوں کو دیدیں جائیں اس لئے کہ نقصان ان بکریوں کی قیمت کے برابر تھا۔

سلیمان علیہ السلام نے کہا جبکہ ان کی عمر صرف گیارہ برس تھی۔ اس کے علاوہ دوسری بات فریقین کیلئے زیادہ مناسب ہے۔ پس ان کو تاکید کی گئی کہ وہ ضروری فیصلہ کریں۔ تو انہوں نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ بکریاں سردست کھیتی والوں کے سپرد ہوں وہ ان کے دودھ سے نفع اٹھائیں اور ان کے بچوں اور اون کو اپنے استعمال میں لائیں اور کھیتی بکریوں کے مالکوں کے حوالہ کی جائے وہ اس کی حفاظت اور آبیاری کرتے رہیں تا آنکہ کھیتی اپنے جوبن کو پہنچ جائے۔ پھر دونوں ایک دوسرے کی طرف اپنی اپنی چیز لوٹا دیں۔ اس پر داؤد علیہ السلام نے فرمایا فیصلہ وہ اصوب ہے جو تم نے کیا اور اس کو نافذ فرما دیا۔ اور یہ ہر دو ہستیوں کا اجتہاد تھا۔ اور یہ اس شریعت میں درست تھا۔

شریعتِ محمدیہ:

ہماری شرع میں امام ابوحنیفہؒ اوران کے حامی علماء کے ہاں جانوروں کا اس قسم کا نقصان خواہ رات کو ہو یا دن کو اس پر ضمان نہیں ہے جبکہ چرواہا ساتھ نہ ہو۔

جب سائق و چرواہا ساتھ ہو قائد لے جارہا ہو تو ایسی صورت میں ضمان آئے گا۔ یہ عمداً نقصان کرنے میں شمار ہوگا۔

امام شافعیؒ کے نزدیک رات کو اس قسم میں ضمان لازم ہے۔ قول جصاص: انہوں نے ضمان کو لازم اس لئے قرار دیا کیونکہ انہوں نے ان کو کھلا چھوڑا تھا باڑہ میں بند نہ کیا تھا اب ضمان آپ ﷺ کے اس فرمان سے منسوخ ہے۔ العجماء جُبَارٌ۔ (احمد، بخاری، مسلم)

قول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ:

یہ فیصلہ صلح کی صورت میں تھا۔ اور داؤد علیہ السلام کا فعل وہ حکومتی فیصلہ تھا۔ اور صلح تو بہر حال بہتر ہے۔

وَكُلًّا (اور ہر ایک) داؤد و سلیمان میں سے اٰتَيْنَا حُكْمًا (اور ہر ایک کو ہم نے نبوت عنایت فرمائی) وَّ عِلْمًا (اور علم) حکم کے مناسب معرفت و پہچان وَّ سَخَّرْنَا (اور ہم نے تابع کر دیا) مطیع کر دیا۔ مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ (داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو وہ تسبیح کرتے تھے)۔

پہاڑوں اور پرند کی تسبیح:

نحو: یُسبحن یہ حال ہے اور مسبحات کے معنی میں ہے۔ نمبر۲۔ جملہ مستانفہ ہے گویا کہنے والا اس طرح کہہ رہا ہے کس طرح پہاڑوں کو ان کے تابع کیا؟ اور جواب فرمایا یسبحن۔ وَالطَّيْرَ (اور پرندوں کو) اس کا عطف الجبال پر ہے۔ نمبر۲۔ مفعول معہ ہے۔

سوال: پہاڑوں کو پرندوں پر مقدم کیونکر کیا گیا؟

جواب: کیونکہ ان کی تسبیح و تسخیر دونوں عجیب تر ہیں اور غریب تر ہے۔ اور معجزہ میں داخل ہے کیونکہ وہ جماد محض ہیں۔ روایت ہے جب داؤد علیہ السلام پہاڑوں کے پاس سے تسبیح کرتے ہوئے گزرتے تو پہاڑ تسبیح سے انکا جواب دیتے۔ دوسرا قول پہاڑ ان کے ساتھ چلتے جہاں جاتے وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ (اور یہ ہم ہی کرنے والے تھے) انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اس طرح کے معاملات اگرچہ یہ تمہارے ہاں عجیب ہیں۔

۸۰: وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ (اور ہم نے ان کو زرہ بنانے کی صنعت سکھائی جس میں تمہارا فائدہ تھا) یعنی لباس اور زرہیں بنانا۔ لبوس، لباس کو ہی کہتے ہیں مراد یہاں زرہیں ہیں۔ لِتُحْصِنَكُمْ (تاکہ وہ تمہیں ایک دوسرے کی زد سے محفوظ رکھے)

قراءت: شامی، حفص نے پڑھا ہے۔ بمعنی وہ صنعت تم کو محفوظ رکھے ابوبکر اور حماد نے نون سے پڑھا ہے تاکہ ہم تم کو محفوظ کریں یعنی اللہ تعالیٰ لنحصنکم دیگر قراء نے یاء سے پڑھا ہے وہ لباس یا اللہ عزوجل تمہیں محفوظ کریں۔ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ (تمہاری لڑائی

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾

اور ایوب کو یاد کیجئے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے آپ ارحم الراحمین ہیں

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی جو تکلیف تھی وہ دور کردی ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرما دیا اور ان کے ساتھ ان کے برابر

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

اور بھی دیا اپنی رحمت خاصہ کی وجہ سے اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے۔

سے) دشمن کی لڑائی سے فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ (کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو) یہ استفہام بمعنی امر ہے یعنی اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو۔

تسخیر ریح اور تسخیر شیاطین:

۸۱: وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ (اور سلیمان علیہ السلام کیلئے ریح کو) یعنی ہم نے ان کے لئے ریح کو مسخر کیا۔ عَاصِفَةً (تیز)۔

تَجْرِىْ : یہ حال ہے بہت تیز چلنا۔ دوسرے مقام پر اس کی صفت الرخاء سے کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ ہوا آپ کے اختیار سے چلتی تھی۔ کسی وقت تیز اور دوسرے وقت نرم۔ آندھی کی طرح نہ ہوتی تھی بلکہ نرم وخوشگوار۔

تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ (وہ سلیمان علیہ السلام کے حکم سے چلتی) ہٗ کی ضمیر سلیمان علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا (اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت دی ہے) برکت نہروں کی کثرت، درختوں اور پھلوں کی کثرت سے۔ اس سے مراد شام کی سرزمین ہے اور آپ کی رہائش شام کی سرزمین میں تھی دیگر اطراف سلطنت سے ہوا آپ کے تخت کو اٹھا کر وہاں پہنچاتی تھی۔

وَكُنَّا بِكُلِّ شَىْءٍ عٰلِمِيْنَ (اور ہم ہر چیز سے واقف تھے) ہر چیز کو ہمارا علم محیط ہے۔ اشیائے مختلفہ ہمارے تقاضائے علمی کے مطابق ہی چلتی ہیں۔

۸۲: وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ (اور کچھ شیاطین ایسے تھے) اور ہم نے بعض سرکش شیاطین کو آپ کے تابع کر دیا۔ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ (جو آپ کے لئے غوطہ لگاتے) سمندروں میں تاکہ ان میں سے آپ کے حکم کے مطابق موتی نکالیں اور دیگر جو اشیاء سمندر کی تہہ میں ہوتی ہیں ان کو نکال لائیں۔ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ (اور اس کے علاوہ دیگر کام بھی کرتے تھے) غوطہ خوری کے علاوہ جن کا تذکرہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ مثلاً قلعے، بے جان مورتیاں، محلات، بڑی بڑی دیگیں، اور لگن وغیرہ۔

وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ (اور ہم ہی ان کو سنبھالنے والے تھے) کہ وہ ان کے حکم سے ٹیڑھا پن اختیار کریں۔ نمبر ۲۔ اس حکم کو تبدیل کریں نمبر ۲۔ جس کام کیلئے ان کو مسخر کیا گیا اس میں ان کی طرف سے بگاڑ پایا جائے۔

واقعۂ ایوب علیہ السلام:

۸۳: وَاَیُّوْبَ (اورتم ایوب کا تذکرہ کرو) یہ اذ کو فعل محذوف کا مفعول ہے۔اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ اَنِّیْ (جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے) انہوں نے دعا کی کہ مجھے مَسَّنِیَ الضُّرُّ ۔(تکلیف نے چھولیا ہے۔)الضر :جان میں مرض کے اثرات الضرّ: چیز میں تکلیف کے اثرات (نقصان مال واولاد، بیماری وغیرہ) یاالضُر بمعنی کمزوری۔وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (اور آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔) سوال میں نرمی کا ایسا انداز اختیار کیا جس سے رحمت الٰہی کو جوش آئے اور رب تعالیٰ کی صفت غایت رحمت سے یاد کیا اور اپنا مطلوب الفاظ میں ذکر نہ کیا۔گویا اس طرح فرمایا آپ اس لائق ہیں کہ رحمت فرمائیں اور ایوب اس بات کا مستحق ہے کہ اس پر رحمت کا باب کھولدیا جائے پس آپ رحمت فرما دیجئے اور اس سے اس تکلیف کا ازالہ فرمادیں جس نے اس کو چھولیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول: آپ نے اپنے ضعف کی اس وقت خبر دی جب نماز کیلئے اٹھنے سے عاجز ہوئے۔مگر شکوہ نہیں کیا وہ کیونکر شکوہ کرسکتا ہے جس کے متعلق اعلان الٰہی تھا۔اِنَّ وجدنا ہ صابراً نعم العبد[ص:۴۴]

دوسرا قول انہوں نے شکوہ سرگوشی میں تلذذ کے طور پر کیا۔اس کی طرف سے تضرر کے اظہار کیلئے نہیں کیا۔اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت تو انتہائی قرب کی علامت ہے جیسا کہ اس کے متعلق شکوہ اور کسی اور سے شکایت انتہائی دوری کی علامت ہے۔

قبولیتِ دُعا:

۸۴: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ (پس ہم نے ان کی دعا کو قبول کیا) ہم نے ان کی نداء کا جواب دیا۔فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ (پس ہم نے جو کچھ رکھا تھا اس کو دور کردیا) یعنی اس پر انعام کرتے ہوئے ان کی تکلیف کو کھول دیا۔وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ (اور ہم نے ان کو ان کے بیوی بچے اور اتنے ہی اور بھی عطاء کر دیئے)

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ ایوب علیہ السلام رومی تھے۔آپ اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔آپ کے سات بیٹے اور سات بیٹیاں اور تین ہزار اونٹ، سات ہزار بکریاں، پانچ سو بیلوں کی جوڑیاں جن کے پیچھے پانچ غلام ہر غلام کی بیوی بیٹے اور کھجور کے باغات تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انکا امتحان لیا۔ان کے بیٹے اور مال مرگئے اور اور بدن پر اٹھارہ سال بیماری کا حملہ رہا یا تیرہ سال یا تین سال ایک دن ان کو ان کی بیوی نے کہا اگر تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تو اچھا ہوتا؟ آپ نے فرمایا خوشحالی کا زمانہ کتنا تھا اس نے کہا اسّی سال۔آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے حیاء آتی ہے۔کہ میں اس تکلیف کے متعلق اس سے دعا کروں جبکہ ابھی میری آزمائش خوشحالی کی مدت کے برابر بھی نہیں۔جب اللہ تعالیٰ نے ان سے تکلیف کو دور فرمایا تو ان کے بیٹوں کو بعینہٖ زندہ کر دیا اور اتنے بیٹے اور عنایت فرما دیئے۔

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا (اپنی رحمت کی وجہ سے) رحمۃ یہ مفعول لہ ہے۔وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ (اور عبادت گزاروں کو نصیحت کرنے کیلئے) یعنی ایوب پر رحمت کی خاطر اور دوسرے عابدین کی نصیحت کرنے کیلئے تاکہ وہ ان کی طرح صبر کریں اور انہی کی طرح

وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْکِفْلِ ط کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ۸۵ وَاَدْخَلْنٰھُمْ فِیْ

اور اسماعیل کو اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کرو' یہ سب صبر کرنے والوں میں سے تھے' اور ہم نے انہیں اپنی رحمت میں

رَحْمَتِنَا ط اِنَّھُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۸۶

داخل کرلیا بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے۔

ثواب پائیں۔

تذکرہ اسماعیل علیہ السلام و ادریس علیہ السلام:

۸۵: وَاِسْمٰعِیْلَ (اور اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام) وَاِدْرِیْسَ (اور ادریس بن شیث بن آدم علیہم السلام) وَذَا الْکِفْلِ (اور ذوالکفل) یہ تمام اُذکر کے مفعول ہیں کہ ان کا ذکر کرو۔ ذوالکفل یہ الیاس علیہ السلام ہیں۔ نمبر۲۔ زکریا۔ نمبر۳۔ یوشع بن نون۔ اور ان کا نام یہ اسلئے رکھا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب والے تھے۔ الکفل حصے اور نصیب کو کہتے ہیں کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ (تمام صبر کرنے والوں میں سے تھے) یہ جن کا تذکرہ ہوا یہ تمام صفتِ صبر سے متصف تھے۔

۸۶: وَاَدْخَلْنٰھُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا (اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا) رحمت سے نبوت مراد ہے یا آخرت کی نعمت اِنَّھُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (بیشک وہ نیکوں میں سے تھے) یعنی یہ وہ لوگ تھے جن کی صلاح و فلاح میں فساد کی ملاوٹ نہ تھی۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى

اور مچھلی والے کو یاد کرو جبکہ وہ غصہ ہو کر چل دیئے سو انہوں نے گمان کیا کہ ہم ان کے ساتھ تنگی والا معاملہ نہ کریں گے' سو انہوں نے اندھیروں میں

الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

یوں پکارا لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذٰلِكَ نُـْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں غم سے نجات دے دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔

مچھلی والا پیغمبر:

۸۷: وَذَا النُّوْنِ (اور تم تذکرہ کرو مچھلی والے پیغمبر کا) النون مچھلی کو کہتے ہیں۔ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اس لئے اسی کی طرف نسبت کردی۔ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا (جبکہ وہ انتہائی غصہ میں چلدیئے)

نحو : یہ حال ہے یعنی اپنی قوم کیلئے ناراض ہو کر۔ مطلب یہ کہ آپ نے ان سے جدا ہو کر ان کو ناراض کیا کیونکہ اس صورت میں ان پر عذاب اترنے کا خطرہ تھا۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ اپنی قوم سے تنگ آگئے کیونکہ آپ نے ان کو عرصہ دراز نصیحت کی مگر انہوں نے نصیحت پر کان نہ دھرا۔ بلکہ کفر پر قائم رہے۔ اس پر آپ غضبناک ہو گئے اور یہ خیال کیا کہ یہ جائز ہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ناراض ہو کر کیا ہے اور کفر اور کفار سے بغض کی بناء پر کیا ہے۔ ان پر لازم تھا کہ صبر کرتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کے اذن کا انتظار کرتے۔ اس پر وہ مچھلی کے پیٹ میں پہنچا کر ابتلاء میں ڈال دیئے گئے۔ فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (پس انہوں نے گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہ کریں گے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ایک دن وہ حضرت معاویہ رضی اللہ کے پاس گئے۔ اور کہا لقد ضربتنی امواج القرآن البارحة فغرقت فیها۔ گزشتہ رات مجھ تک قرآن کی امواج پہنچیں تو میں ان میں ڈوب گیا میں نے ان میں سے نکلنے کا راستہ تیرے علاوہ کوئی نہ پایا آپ نے کہا اے معاویہ وہ کیا ہے۔ چنانچہ معاویہ نے یہ آیت تلاوت کی اور کہا کیا اللہ تعالیٰ کا پیغمبر یہ گمان کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت نہیں ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تقدیر الٰہی ہے قدرت بندہ نہیں ہے۔

فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ (پس انہوں نے اندھیروں میں آواز دی) یعنی مچھلی کے پیٹ کی شدید ظلمت جیسا کہ فرمایا ذھب اللہ بنو رھم و ترکھم فی ظلمٰت [البقرہ:۱۷]

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾

اور زکریا کا تذکرہ کیجئے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے تنہا نہ چھوڑیئے اور آپ سب وارثوں سے بہتر وارث ہیں'

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں یحیٰی عطا کر دیا اور ان کی بیوی کو اولاد کے قابل بنا دیا بلاشبہ یہ لوگ نیک کاموں میں جلدی

فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِىْٓ

کرتے تھے اور ہمیں رغبت کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے پکارا کرتے تھے اور ہمارے سامنے خشوع سے رہتے تھے اور اس عورت کو یاد کیجئے

اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾

جس نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا سو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اسے اور اس کے بیٹے کو جہان والوں کے لئے نشانی بنا دیا۔

وقتِ مصیبت کی دعا:

نمبر۲۔ رات کا اندھیرا اور سمندر کا اندھیرا اور مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا۔ (اَنْ ای بانهٗ اَنْ اصل میں اَنَّ ہے اور ۂ ضمیر محذوف ہے) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ (یہ کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں مگر تو) الا یہ ای کے معنی میں ہو سکتا ای سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہوں کہ آپ کی اجازت سے پہلے اپنی قوم سے نکل آیا۔) حدیث میں ہے کہ جو مصیبت زدہ اس دعا کو پڑھے گا اس کی دعا قبول ہوگی۔ (ترمذی، نسائی) قول حسن رحمۃ اللہ علیہ ان کو اس لئے نجات ملی کہ انہوں نے اپنے متعلق زیادتی کا اقرار کر لیا۔

۸۸: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ (پھر ہم نے ان کی دعا کو قبولیت عنایت فرمائی اور ان کو غم سے نجات دی) لغزش وحشت اور وحدت کا غم۔ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ (اور ہم مؤمنین کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں) جب وہ دعا کرتے ہیں اور ہم سے فریاد کرتے ہیں۔

قراءت: شامی اور ابوبکر نے جیم اور نون کے ادغام سے پڑھا ہے اور یہ بعض قراء کا مسلک ہے کیونکہ نون کا جیم میں ادغام نہیں ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ نُجّی النجاءُ من المؤمنین یاء کو تخفیف کیلئے ساکن کر دیا۔ اور فعل کا اسناد مصدر کی طرف کر دیا اور مؤمنین کو النجاء مصدر کی وجہ سے نصب دیا۔ لیکن اس میں مصدر کو فاعل کے قائم مقام لایا گیا ہے جبکہ مفعول موجود ہے اور یہ جائز نہیں اور یاء کا سکون پایا گیا ہے۔ مگر یہ ضرورت کا تقاضا ہے اسلئے جائز ہوگیا۔

ایک اور قول یہ ہے:

اس کی اصل ننجی' تنجیه میں سے ہے۔ دو نون کے اجتماع سے دوسری نون کو حذف کر دیا جیسا کہ ایک تاء کو اس آیت

میں حذف کیا گیا ہے۔تنزل الملائکة ۔ [القدر : ٤]

زکریا علیہ السلام کا تذکرہ:

۸۹: وَزَكَرِيَّآ اِذْنَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَاتَذَرْنِىْ فَرْدًا (اور زکریا کو یاد کرو جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ ان کو بیٹا عنایت فرمائے جو انکا وارث ہو۔اور بغیر وارث کے ان کو اکیلا نہ چھوڑیں۔پھر اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالہ کرتے ہوئے کہا۔وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ (سب وارثوں سے بہتر وارث آپ ہی ہیں) یعنی اگر آپ وارث نہ عنایت فرمائیں گے تو تب بھی کوئی پرواہ نہیں اس لئے کہ آپ سب سے بہتر وارث ہیں۔اور ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔

۹۰: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى (پھر ہم نے ان کی دعا کو قبول کیا اور ان کو یحییٰ بیٹا عنایت فرمایا) وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ (اور ہم نے ان کی بیوی کو درست کردیا) بانجھ پن کے بعد ولادت کے قابل بنا دیا نمبر ۲۔خوبصورت بنا دیا وہ بدصورت تھیں۔اِنَّهُمْ (بیشک وہ) یہ انبیائے مذکورین۔

كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ (وہ بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنے والے تھے) ان کی دعائیں اس لئے جلد قبول ہوئیں کیونکہ وہ ابواب خیر کی طرف جلدی کرنیوالے تھے اور خیر کے حصول میں مسارعت کرنے والے تھے۔وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا (اور امید و خوف سے وہ ہمیں پکارتے تھے) رحمت کی طمع اور سزا کا خوف جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔يحذر الاخرة و يرجوا رحمة ربه [الزمر:۹]

نحو: رغبا و رھبا یہ دونوں مصدر ہیں اور موضع حال میں ہیں۔نمبر ۲۔دونوں مفعول لہ ہیں۔مطلب یہ ہے ہماری رغبت کیلئے اور ہمارے ڈر سے۔وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ (اور وہ ہمیں سے ڈرنے والے تھے) تواضع کرنے والے اور ہماری عظمت سے ڈرنے والے۔

تذکرۂ مریم علیہا السلام:

۹۱: وَالَّتِىْٓ (اور یاد کرو اس عورت کو) عبارت اس طرح ہے اذکر التی اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی) حلال و حرام ہر دو سے فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا (پھر ہم نے پھونکا اس کے اندر اپنی روح کو) ہم نے اس میں روح مسیح کو جاری کردیا۔نمبر ۲۔ہم نے جبرئیل کو حکم دیا انہوں نے مریم کے گریبان میں پھونک ماری۔پھر اس پھونک سے عیسیٰ کو مریم کے بطن میں پیدا کردیا۔اضافت روح کی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف کیلئے فرمائی ہے۔

وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو جہان والوں کیلئے نشانی بنا دیا) ایۃ یہ مفعول ثانی ہے۔یہاں جہان والوں کیلئے نشانی فرمایا یہ دونوں نشانیاں نہیں فرمایا۔جیسا کہ اس آیت میں ہے۔و جعلنا اللیل و النھار آیتین [الاسراء:۱۲] کیونکہ انکا مجموعی وجود قدرت کی ایک نشانی ہے اور وہ بغیر باپ ان کی پیدائش ہے۔

نمبر ۲۔تقدیر عبارت اس طرح تھی: و جعلناھا آیة و ابنھا کذلك کہ ہم نے مریم کو بھی نشانی بنایا اور اسی طرح ان کے بیٹے کو بھی پس آیۃ مفعول معطوف علیہ ہے۔اور اس کے لئے دلیل وہ قراءت ہے جس میں آیتین اس کو پڑھا گیا ہے۔

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ

بلاشبہ یہ تمہارا دین ہے جو ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم میری عبادت کرو اور اپنے دین میں اختلاف کر کے لوگ ٹکڑے ٹکڑے

بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾ ع ۶

ہو گئے سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے۔

۹۲: اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ (بیشک یہ تمہاری ملت ہے) الامۃ ملت کے معنی میں ہے۔ ھذہ کا مشار الیہ ملتِ اسلام ہے اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ملت ہے۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً (ایک ہی ملت ہے) یہ حال ہے یعنی ایک ہی ملت ہے جس میں دوسروں کا اشتراک نہیں۔ اور اس میں عامل وہ ہے جس پر اسم اشارہ دلالت کر رہا ہے۔ یعنی ملت اسلام ہی تمہاری وہ ملت ہے جس پر قائم رہنا تمہارے لئے ضروری ہے اور تم اس سے قطعاً انحراف اختیار نہ کرو اس بات کی طرف ایک ملت ہونا اور مختلف نہ ہونا اشارہ کر رہا ہے۔

وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ (اور میں تمہارا رب ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو) میں نے اپنے اختیار سے تمہاری تربیت کی پس شکریہ اور افتخار کے طور پر تم میری ہی عبادت کرو اور اس میں خطاب تمام لوگوں کیلئے ہے۔

۹۳: وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ (اور انہوں نے آپس میں اپنا کام ٹکڑے ٹکڑے کر دیا) اصل کلام اس طرح ہے تقطعتم تم نے ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ البتہ کلام کا رخ مخاطب سے غائب کی طرف پھیرا گیا جیسا کہ التفات کا طریقہ ہے مطلب یہ ہے انہوں نے اپنے دین کے معاملے کو اپنے مابین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ اور جماعتیں بن گئیں پھر ان کو ڈرایا کہ یہ فرقے مختلف ہیں۔

كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ (تمام ہماری طرف لوٹنے والے ہیں) پس ہم ان کو ان کے اعمال پر بدلہ دیں گے۔

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِہٖ وَاِنَّا لَہٗ کٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾

اور جو شخص نیک عمل کرے اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو سو اس کی محنت کی راہ کی ناقدری نہیں اور بلاشبہ ہم اسے لکھ لیتے ہیں۔

وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَآ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾

اور یہ بات ضروری ہے کہ ہم نے جس بستی کو ہلاک کیا وہ رجوع نہیں کریں گے

۹۴: فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ (جو شخص بھی نیکیاں کرے) ذرا بھر وَھُوَ مُؤْمِنٌ (اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو) جس پر ایمان لانا ضروری ہو۔ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِہٖ (اس کی کوشش کی ناقدری نہ کی جائے گی) یعنی اس کی کوشش مقبول و منظور ہے۔ کفران یہ محرومی ثواب میں ایک مثال ہے۔ جیسا کہ شکر عطاء میں ایک حالت ہے بلاغت میں اضافہ کیلئے جنس کی نفی کی گئی ہے۔ وَاِنَّا لَہٗ (اور بیشک ہم اس کے لئے) اس کوشش یعنی ہمارے حکم کی حفاظت و نگہبانی کو کَاتِبُوْنَ (لکھنے والے ہیں) اس کے صحیفہ عمل میں پس اس پر اس کو ثواب دیں گے۔

واپس لوٹنا ناممکن:

۹۵: وَحَرٰمٌ (اور ناممکن ہے)

قراءت: خلف اور حفص کے علاوہ کوفی قراء نے اس کو حِرْمٌ پڑھا ہے۔ اور یہ دونوں لغات ہیں جیسے وَحَلَالٌ اور یہ معنی کے لحاظ سے اس کی ضد میں۔ حرام سے یہاں مراد وہ جس کا وجود ممتنع ہو۔

عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَآ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (ان بستیوں کیلئے ان کو ہم نے فنا کر دیا کہ وہ دنیا میں لوٹ کر آئیں) مطلب یہ ہے یہ بات ہلاک کئے ہوئے کیلئے ناممکن ہے کہ وہ بعث کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف نہ لوٹے۔ نمبر۲۔ ناممکن ہے اس بستی کیلئے جس کو ہم نے تباہ کر دیا یعنی ہلاک کرنا مقرر کر دیا یا ہلاکت کا حکم کر دیا کہ وہ ان اعمال کی طرف لوٹ آئیں جن کا پہلی آیت میں عمل صالح اور مقبول کوشش کی صورت میں ذکر ہوا۔ وہ کفر سے اسلام کی طرف نہ لوٹیں گے۔

حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ

یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر اونچی جگہ سے جلدی جلدی چلے آئیں گے ' اور سچا وعدہ

الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا

قریب آ جائے گا تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کی آنکھیں اوپر کو اٹھی ہوئی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی ہم اس کی طرف سے

فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

بے خبر تھے بلکہ ہم ظلم کرنے والے تھے ' بلاشبہ تم اور جن کی اللہ کے سوا تم عبادت کرتے

دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا

تھے سب دوزخ کا ایندھن ہو تم اس میں داخل ہوگے اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو اس میں

وَرَدُوْهَاؕ وَكُلٌّ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّهُمْ فِیْهَا لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

کیوں داخل ہوتے اور سب کو اس میں ہمیشہ رہنا ہوگا دوزخ میں ان کی چیخ و پکار ہوگی اور وہ اس میں نہ سنیں گے۔

تذکرہ یاجوج ماجوج:

۹۶: حَتّٰٓی (یہاں تک کہ) حتی کے بعد کلام بطور حکایت لایا جاتا ہے۔ اور کلام محکی ہے اور جملہ شرط و جزاء بنے گا۔ میری مراد اس سے اِذَا اور جو اس کے مابعد آرہا ہے وہ ہے۔ فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ (جب یاجوج و ماجوج کو کھول دیا جائے گا۔) یعنی ان کے سامنے والی دیوار کو کھول دیا جائے گا۔ مضاف کو حذف کر دیا جیسا کہ مضاف کو قریہ میں حذف کیا جاتا ہے۔

قراءت: شامی نے فتّحت پڑھا ہے۔

یاجوج و ماجوج یہ جنس انسانی کے دو قبیلے ہیں کہا جاتا ہے کہ لوگوں کے کل دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے یاجوج ماجوج ہیں۔ وَهُمْ (اور وہ) یہ ضمیر ان لوگوں کی طرف راجع ہے جو محشر کی طرف چلائے جائیں گے۔ دوسرا قول یہ یاجوج و ماجوج کی طرف راجع ہے جبکہ سد کے کھل جانے پر وہ نکلیں گے۔ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ (بلند زمین میں) اونچی زمین یَّنْسِلُوْنَ (کھسکنے والے ہونگے) تیزی سے جانے والے ہونگے۔

قیامت اور اس کا منظر:

۹۷: وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ (اور سچا وعدہ قریب ہو جائے گا) الوعد سے قیامت مراد ہے۔

نحو: اور اذا کا جواب۔

فَاِذَا ھِیَ ہے یہ اذا مفاجات کیلئے ہے اور جزاء پر فاء کی جگہ آتا رہتا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں اذا ھم یقنطون [الروم:۳۶] جب فاء بھی آگیا تو جزاء کے شرط کے ساتھ متصل ہونے میں دونوں نے تعاون کیا پس مزید تاکید ہوگئی اگر اس طرح کہا جاتا: فھی شاخصۃ یا اذا ھی شاخصۃ تو تب بھی درست ہوتا۔ ھی یہ ضمیر مبہم ہے اس کی وضاحت الابصار کر رہا ہے۔

اور اس کی تفسیر شَاخِصَۃٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ہے۔ کہ کافروں کی آنکھیں اوپر کو اٹھی ہونگی۔ یعنی پلکیں اونچی ہونگی اور جس مصیبت میں گرفتار ہونگے ان کی وجہ سے پلک جھپک نہ سکیں گے۔ یٰوَیْلَنَا (وہ کہیں گے ہائے کاش) یہ محذوف سے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے یقولون یاویلنا وہ کہیں گے ہائے ہماری خرابی۔

نحو: یقولون یہ الذین کفروا سے حال ہے۔

قَدْ کُنَّا فِیْ غَفْلَۃٍ مِّنْ ھٰذَا (کہ ہم تو اس سے غفلت میں پڑے تھے) ھذا سے مراد یوم ہے۔ بَلْ کُنَّا ظٰلِمِیْنَ (بلکہ ہم ہی ظالم تھے) کیونکہ ہم نے عبادت کو اس کے مقام سے ہٹا کر دوسرے مقام پر رکھ دیا۔

۹۸: اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (بلاشبہ تم اور جس چیز کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو) یعنی اصنام اور ابلیس اور اس کے معاونین کیونکہ وہ ان کی طاعت میں بتوں کو پوجنے لگے اور ان کے پیچھے چل کر ان کی عبادت شروع کی۔ حَصَبُ (ایندھن)

قراءت: یہ حطب بھی پڑھا گیا ہے۔

جَھَنَّمَ اَنْتُمْ لَھَا وٰرِدُوْنَ (ہیں جہنم کا اور تم اس میں اترنے والے ہو)۔ اس میں داخل ہوگے۔

۹۹: لَوْکَانَ ھٰٓؤُلَآءِ اٰلِھَۃً (اگر یہ معبود ہوتے) جیسا کہ تمہارا خیال ہے۔ مَّا وَرَدُوْھَا (تو وہ جہنم میں نہ اترتے) داخل نہ ہوتے۔ وَکُلٌّ (اور تمام) یعنی عابد و معبود فِیْھَا (اس آگ میں) خٰلِدُوْنَ (ہمیشہ رہنے والے ہیں)۔

۱۰۰: لَھُمْ (ان کے لئے) یعنی کفار کیلئے فِیْھَا زَفِیْرٌ (اس میں کراہٹ ہوگی) رونا۔ شور مچانا۔ چیخنا۔ وَّھُمْ فِیْھَا لَا یَسْمَعُوْنَ (اور اس میں کوئی بات نہ سنیں گے) کوئی بات کیونکہ وہ بہرے ہو جائیں گے اور بات سننے میں انسیت کی ایک قسم ہے جو ان کو میسر نہ کی جائے گی۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا

بلاشبہ جن کے لئے پہلے ہی ہماری طرف سے بھلائی کا فیصلہ مقرر ہو چکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے وہ

يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ

اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے ان کو بڑی گھبراہٹ

الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿١٠٣﴾

رنجیدہ نہ کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ۚ وَعْدًا

وہ دن یاد رکھنے کے قابل ہے، جس روز ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمونوں کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے، ہم نے جس طرح پہلی بار مخلوق کی پیدائش کی ابتداء کی تھی

عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿١٠٤﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ

اسی طرح ہم اسے لوٹا دیں گے ہمارے ذمہ وعدہ ہے بلاشبہ ہم کرنے والے ہیں اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے ذکر کے بعد لکھ دیا ہے کہ بلاشبہ زمین کے وارث

يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ﴿١٠٦﴾

میرے نیک بندے ہوں گے بلاشبہ اس میں عبادت گزاروں کے لئے کافی مضمون ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر

اطاعت والے جہنم سے محفوظ:

۱۰۱: إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ (جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہو گی) الْحُسْنَىٰ جن میں مرتبہ والی خصلت و عادت۔ یہ احسن کی مؤنث ہے اور نمبرا۔ سعادت کو کہتے ہیں نمبر۲۔ ثواب کی بشارت نمبر۳۔ اطاعت کی توفیق۔

شانِ نزول: یہ آیت ابن الزبعری کے اس قول کے جواب میں اتری جو اس نے آنحضرت ﷺ کی تلاوت جو صنادید قریش کے سامنے کی گئی اس کو سنکر کہا انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم الی قوله خالدون ۔تو وہ کہنے لگا کیا یہود نے عزیر اور نصاریٰ نے مسیح اور بنو ملیح نے ملائکہ کی عبادت نہیں کی۔ اور ماتعبدون میں ما غیر ذوی العقول کیلئے آتا ہے۔ اس میں یہ عاقل شامل ہی نہیں مگر وہ معاندین تھے اس لئے ما کو عموم پر قرار دیکر اس میں شامل کر لیا۔ أُولَٰئِكَ (وہ یعنی عزیر و مسیح اور ملائکہ) عَنْهَا

(اس سے) یعنی جہنم سے مُبْعَدُوْنَ (دور رکھے جائیں گے)۔ کیونکہ انہوں نے نہ عبادت کا حکم دیا اور نہ اس کو پسند کرتے تھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان الذین سبقت لھم منا الحسنی سے مراد تمام مؤمن ہیں۔ اس لئے کہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ اور فرمایا میں ان لوگوں میں سے ہوں اور ابو بکر، عمر، عثمان طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمان، ان میں سے ہیں۔

قول جنید رحمۃ اللہ علیہ: شروع میں ہماری عنایت ان پر ہو چکی انتہاء میں ہماری ولایت ان پر ظاہر ہو جائے گی۔

۱۰۲: لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا (وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے) حسیس سے وہ آواز مراد ہے جو حس سے معلوم ہو اور جہنم کی بھڑک کی حرکت۔ یہ درحقیقت جہنم سے ان کو دور ہونے میں مبالغہ ظاہر کرنے کیلئے فرمایا یعنی وہ اس کے قریب بھی نہ ہونگے اس کی آواز ان کو سنائی دے اور اس کی لپٹوں کی آواز سنائی دے۔

وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ (اور وہ اپنی من پسند نعمتوں میں) خٰلِدُوْنَ (ہمیشہ رہیں گے) ہمیشہ ان کی اقامت ان نعمتوں میں ہوگی۔

۱۰۳: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (ان کو بڑی گھبراہٹ غمگین نہ بنائے گی) مراد نفخہ اخیرہ ہے۔ وَتَتَلَقّٰهُمُ (اور ان کو ملیں گے) انکا استقبال کریں گے۔ الْمَلٰٓئِكَةُ (فرشتے) جو جنت کے دروازوں پر ان کو مبارک بادیاں دیں گے اور کہیں گے۔ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ لیا گیا) یہ تمہارے اس ثواب کا وقت ہے جس کا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے دنیا میں وعدہ فرمایا۔

آسمان کا لپٹنا:

۱۰۴: يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ (وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے)

نحو: اس میں عامل لا یحزنھم ہے۔ نمبر۲۔ اس میں عامل وتتلقاھم ہے۔

قراءت: تُطْوَى السَّمَآءُ یزید نے پڑھا ہے۔ طی السماء سے مراد اس کے ستاروں کا مٹنا اور بے نور ہونا۔ نمبر۲۔ یہ نشر کی ضد ہے جس کا معنی پھیلانا ہے یعنی اس کے ستاروں کو جمع کر دیں گے اور لپیٹ لیں گے۔ یہ ساری بساط لپیٹ لی جائے گی۔ كَطَيِّ السِّجِلِّ (جیسے صحیفہ کو لپیٹتے ہیں) لِلْكُتُبِ (لکھنے کیلئے) حمزہ، علی، حفص نے اسی طرح پڑھا ہے۔ ای للمکتوبات (یعنی اس میں معانی کثیرہ وغیرہ لکھے جائیں)۔ یعنی معنی یہ ہے مکتوبات کیلئے جیسے کاغذ لپیٹا جاتا ہے۔ نمبر۲۔ للکتاب۔ ای کما یطوی الطومار الکتابۃ (جس طرح کاغذوں کو لکھنے کیلئے لپیٹتے ہیں)۔ نمبر۳۔ للکتب اس کے لئے جو اس میں لکھا جائے۔ کیونکہ کتاب کا اصل مصدر ہے۔ جیسا کہ البناء پھر اس کا اطلاق مکتوب پر آنے لگا۔

دوسرا قول :

السجل یہ ایک فرشتہ ہے جو بنی آدم کے صحیفے لپیٹتا ہے جبکہ وہ اس کی طرف اٹھا کر لائے جائیں اس کے حوالہ کئے جائیں۔
تیسرا قول یہ رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا۔ اس صورت میں الکتاب وہ کاغذ جس میں لکھا جائے الطی کی اضافت فاعل کی طرف کی گئی

ہے۔اور پہلی صورتوں میں اضافت مفعول کی طرف ہے۔ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ (جیسا ہم نے شروع میں ابتداء تخلیق کی تھی) اسی طرح آسانی سے ہم اس کو دوبارہ پیدا کریں گے۔

نحو: کما کا کاف فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔جس کی تفسیر نعیدہ کر رہا ہے۔اور ما موصولہ ہے۔ای نعید مثل الذی بدأ ناہ نعیدہ اور اول یہ بدانا کا ظرف ہے ای اول ماخلق اول جو پیدا کیا۔نمبر۲۔اس ضمیر موصول سے حال ہے جو لفظوں میں ساقط ہے۔اور معنی میں ثابت ہے۔

اول خلق سے اس کی ایجاد مراد ہے۔ای کما اوجدہ اوّلا یعیدہ ثانیا۔کہ جس طرح اول مرتبہ اس کو وجود دیا دوسری مرتبہ اسی طرح اعادہ کرے گا۔اس میں اعادہ کو ابداء سے تشبیہ دے کر سمجھایا کہ دونوں پر قدرت تو یکساں ہے پھر ایک کا اقرار دوسرے کا انکار چہ معنی دارد۔

خلق میں تنکیر اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں ھو اول رجل جآءَ نِیْ اس سے مراد اول الرجال ہوتی ہے لیکن واحد اور نکرہ لا کر ایک ایک آدمی کی تفصیل کا تم نے ارادہ کیا ہے پس اسی طرح یہاں معنی ہوگا۔اول خلق بمعنی اول الخلق یعنی اول الخلائق تخلیق میں سب سے پہلا۔خلق مصدر ہے۔اس کی جمع نہیں آتی۔

وعدا : یہ مصدر موکد ہے کیونکہ نعیدہ میں اعادہ کا وعدہ ہے۔عَلَيْنَا (ہمارے ذمہ ہے) یعنی ایسا وعدہ جو بہر صورت میں ہو کر رہے گا۔اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (بیشک ہم ہی کرنے والے ہیں) یہ سب یعنی اس وعدے کو سچ کر دکھائیں گے تم اس کی تیاری کرو اور صالح اعمال کو آگے بھیجو تاکہ ان خوفناک مقامات سے اپنے کو چھوڑ واسکو۔

جنت ایمان والوں کو:

۱۰۵: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ (تحقیق ہم نے زبور میں لکھ دیا)۔زبور داؤد علیہ السلام کی کتاب کا نام ہے۔مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ (ذکر کے بعد۔) ذکر سے یہاں تورات مراد ہے۔اَنَّ الْاَرْضَ (کہ زمین) اس سے مراد سرزمین شام ہے۔يَرِثُهَا عِبَادِيَ (اس کے وارث میرے بندے ہونگے۔)

قراءت: یاء کے سکون سے حمزہ نے پڑھا۔دیگر قراء نے یاء کے فتحہ سے پڑھا ہے۔الصّٰلِحُوْنَ (نیک) مراد امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام۔دوسرا قول الزبور کا معنی مزبور یعنی مکتوب لکھا ہوا۔انبیاء ﷺ پر اتاری جانے والی تمام کتب مراد ہیں۔الذکر سے ام الکتاب یعنی لوح محفوظ مراد ہے۔کیونکہ تمام کتب اسی سے لی گئی ہیں۔اس کی دلیل حمزہ، خلف کی قراءت الزُّبور زاء کے ضمہ سے ہے۔اس صورت میں الزبور کی جمع بمعنی مزبور ہے۔الارض سے ارض جنت مراد ہے۔

۱۰۶: اِنَّ فِيْ هٰذَا (بیشک اس میں) قرآن میں نمبر۲۔اس سورت میں جو اخبار، وعدے اور وعیدیں اور مواعظ مذکور ہوئیں ان تمام میں۔لَبَلٰغًا (البتہ پوری بات ہے) کفایت ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ بلاغ وہ ہے جس سے حاجت وضرورت پوری ہو جائے۔لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ (عبادت گزار قوم کیلئے) توحید پرست اور وہ امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ

آپ فرما دیجئے کہ میری طرف یہی وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو کیا تم بات ماننے والے ہو سو اگر

تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

وہ روگردانی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تمہیں خوب صاف طریقہ پر اطلاع دے چکا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ ہوا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ

بلاشبہ بات یہ ہے کہ اللہ زور کی کہی ہوئی بات کو جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہارے لئے امتحان ہو

لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ

اور ایک وقت تک فائدہ پہنچانا ہو رسول نے کہا کہ اے میرے رب حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیجئے اور ہمارا رب رحمٰن ہے جس سے ان باتوں کے مقابلہ میں مدد مانگی جاتی

عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ہے جو تم بیان کرتے ہو۔

ع ۷ | ۹ النصف

رسولِ رحمت:

۱۰۷: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً (اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر) قول علیہ السلام انما انا رحمة مهداة (ابن سعد۔ کنز العمال) میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرستادہ رحمت ہوں۔ لِّلْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں کیلئے) کیونکہ آپ اس چیز کو لیکر آئے ہیں اگر وہ اسکی اتباع کرلیں تو وہ سعادت مند ہو جائیں اور جس نے نہ مانا اس نے گویا اپنے آپ کو ضائع کر دیا اور اپنا رحمت والا حصہ رکھ دیا۔ دوسرا قول یہ ہے آپ ایمان والوں کیلئے دونوں جہان میں رحمت ہیں۔ اور کافروں کیلئے دنیا میں رحمت ہیں۔ کیونکہ آپ کی وجہ سے عذاب استیصال مؤخر ہے۔ اسی طرح مسخ اور خسف سے بچے ہوئے ہیں۔ ورحمة یہ مفعول لہ ہے یا حال ہے ای ذا رحمة۔

۱۰۸: قُلْ اِنَّمَا (کہہ دیں بیشک) انما حکم کو ایک چیز میں بند کرنے کیلئے آتا ہے۔ نمبر۲۔ کسی چیز کو ایک میں بند کرنے کیلئے آتا ہے۔ جیسے انما زید قائم اور انما یقول زیدٌ۔ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (میری طرف وحی کی جاتی ہے) یوحی کا فاعل اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ یوحیٰ الی وحدانیة اِلٰھی میرے معبود کی وحدانیت میری طرف وحی کی گئی ہے اور یہ بھی درست ہے کہ معنی اس طرح ہو۔ ان الذین یوحی الی۔ بیشک وہ جو میری طرف وحی کی گئی۔ اس صورت میں ما موصولہ ہے۔

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (پس کیا تم اطاعت کرنے والے ہو) یہ استفہام بمعنی امر ہے۔ ای اسلموا تم مسلمان ہو جاؤ۔

۱۰۹: فَاِنْ تَوَلَّوْا (اگر وہ منہ موڑ لیں) اسلام سے فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ (پس کہہ دیں کہ میں تمہیں صاف کہہ چکا) میں نے تمہیں جس بات کا حکم دیا وہ اچھی طرح بتلا دی۔ عَلٰى سَوَآءٍ (برابر اور ٹھیک طور پر) یہ حال ہے یعنی تم سب اعلان و اعلام میں برابر ہو ایک کی

دوسرے سے تخصیص نہیں ہے اور نہ ہی میں نے کی۔
دلیل: اس میں دلیل ہے کہ باطنیہ کا مذہب باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص ساتھیوں کو احکام شرع پوشیدہ سکھاتے اور دیواروں کو بھی کان ہوتے ہیں یا یہ کہ ہم اور تم اسی معاملہ میں برابر ہیں جو کچھ مجھے علم ملا اس سے واقف کر دیا کچھ چھپا کر نہیں رکھا۔
وَاِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ (اور مجھے معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا دور) یعنی مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر مطلع نہیں کیا۔لیکن میں جانتا ہوں کہ بہر صورت قیامت واقع ہوگی نمبر۲۔ مجھے معلوم نہیں کہ تم پر عذاب کب اترے گا۔ اگر تم ایمان نہ لائے۔
۱۱۰: اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہاری پکار کر کہی ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو بات تم دل میں چھپا کر رکھتے ہو۔اس کا بھی علم ہے) یعنی وہ ذات ہر چیز کا علم رکھنے والی ہے وہ اس کو بھی جانتا ہے۔ جو تم ظاہر کر کے اسلام پر طعنہ زنی کرتے ہو اور جس کو تم کینہ کی صورت میں اپنے دلوں میں چھپاتے ہو۔وہ اس پر خود تم سے بدلہ لینے والا ہے۔
۱۱۱: وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ (اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تاخیرِ عذاب تمہارے حق میں امتحان و آزمائش ہو) اور مجھے معلوم نہیں کہ شاید تم سے دنیا میں عذاب کی تاخیر میں تمہارے لئے امتحان ہوتا کہ وہ تمہارے اعمال کو دیکھے۔
وَمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ (اور تمہارے لئے ایک وقت تک فائدہ اٹھانا ہو) اور مدت تک فائدہ حاصل کرنا ہو۔تا کہ وہ تمہارے خلاف حجت و دلیل بن جائے۔

طلبِ فیصلہ:

۱۱۲: قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ (کہا رسول نے اے میرے رب تو حق کا فیصلہ فرما دے) ہمارے اور اہل مکہ کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ فرما دے۔ نمبر۲۔ جس کے وہ حقدار ہیں اس عذاب کو اتار کر فیصلہ فرما دے ان سے نرمی نہ فرما، ان پر سختی فرما۔ جیسا کہ آپ نے دعا میں فرمایا۔ اللھم اشد دو طأتك علی مضر۔ (رواہ البخاری، مسلم) اے اللہ قریش پر اپنے بندھن کو سخت کر دے۔
قراءت: حفص نے قال رب پڑھا۔قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکایت کے طور پر اور یزید نے رب احکم پڑھا ہے۔اور زید نے یعقوب سے ربی اَحْكَمُ پڑھا ہے۔
وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ (اور ہمارا رب رحمان ہے۔) وہ اپنی مخلوق پر مہربانی فرمانے والا ہے۔ الْمُسْتَعَانُ (وہ مددگار ہے) اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (اس پر جو تم بیان کرتے ہو) یعنی تمہاری جھوٹے غلط بیان کے برخلاف کہ کافروں کو فتح ہوگی۔
قراءت: ابن ذکوان نے یاء سے پڑھا ہے۔وہ حالات کو اس کے برخلاف بیان کرتے جس پر وہ چل رہے تھے۔ ان کی طمع و تمنا یہ تھی کہ شوکت و غلبہ ان کو حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گمانوں کی تردید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیں گے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائیں گے اور ایمان والوں کی نصرت و امداد کی جائے گی اور کافر ذلیل و رسوا ہونگے اور وہ اس کے خلاف مدد دینے پر قدرت رکھتا ہے جو کفار بیان کرتے ہیں۔

الحمدللہ ۲۹ انتیسویں شب رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ جمعرات اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے سورۂ انبیاء کا ترجمہ مکمل کرنے کی توفیق دی۔

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٍ وَسَبْعُوْنَ آيَةً وَعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ حج مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھتر ۷۸ آیات اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے

تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا

ہر دودھ پلانے والی اسے بھول جائے گی جسے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی'

وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ② وَ

اور اے مخاطب تو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ نشہ کی حالت میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے' لیکن اللہ کا عذاب سخت چیز ہے'

مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ③

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کا اتباع کرتے ہیں

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ④

جس کے بارے میں یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو بھی کوئی شخص اس سے دوستی کرے گا تو وہ اسے گمراہ کر دے گا اور اسے دہکتی ہوئی آگ کے راستہ پر ڈال دے گا۔

۱: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ (اے لوگو اپنے رب سے ڈرو! بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی ہولناک چیز ہے)۔

قیامت کی ہولناکی:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ (اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو!) اس میں اولادِ آدم کو تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر قیامت کا تذکرہ کر کے اس کے لازم ہونے کا سبب بیان کیا۔ اور ہولناک انداز سے اس کا تعارف کرایا پھر فرمایا اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ تاکہ وہ اس حالت کا معائنہ کریں اور اپنی عقلوں سے اس کو تصور میں لائیں تاکہ اپنی بقاء و دوام کے پیش نظر ان نفوس پر رحم کھائیں اور تقویٰ کا لباس پہن کر اس دن کی سختی سے بچ جائیں کیونکہ تقویٰ ہی ایسی چیز ہے جو اس دن کی سختی سے ان کو بچا سکتی

ہے۔

الزلزلة زور سے ہلنا اور جھنجوڑنا۔ زلزلہ کو الساعۃ کی طرف مضاف کیا۔ یہ اضافة المصدر الی الفاعل کی قسم ہے گویا قیامت ہی نے زمین کو ہلایا ہے۔ اس کو مجاز حکمی کہا جاتا ہے۔ نمبر۲۔ یہ اضافۃ المصدر الی الظرف کی قسم ہے کیونکہ وہ زلزلۃ قیامت میں پیش آئے گا جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ بل مکر اللیل والنھار [سبا:۳۳] اور اس کا وقت قیامت کے دن ہوگا۔ نمبر۲۔ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس آیت میں معتزلہ کیلئے کوئی دلیل نہیں کہ معدوم چیز کو شئی کہہ دیا یہ اس کا نام ہے جس کا وجود خالی ہے۔

۲: یَوْمَ تَرَوْنَهَا (جس روز تم اس کو دیکھو گے) ھا کی ضمیر زلزلہ کی طرف راجع ہے۔ نمبر۲۔ قیامت کی طرف راجع ہے۔ یوم ترونھا یہ تذھل کی وجہ سے منصوب ہے۔ تَذْهَلُ غافل ہونا۔ الذھول غفلت کو کہتے ہیں۔ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ (اور ہر دودھ پلانے والی عورت اس بچے سے غافل ہو جائے گی جس کو دودھ پلا رہی ہوگی) اس کے دودھ پلانے سے نمبر۲۔ اس بچے سے جس کو وہ دودھ پلاتی ہے۔

ایک قول:

یہ ہے یہاں مرضعہ اس لئے کہا تا کہ یہ دلالت ہو کہ جب یہ خوف طاری ہوگا اور اس وقت بچے نے پستان منہ میں بھی ڈالا ہوا ہوتب بھی وہ پستان اس کے منہ سے کھینچ لے گی۔ اس دہشت کی وجہ سے جو اس پر طاری ہوئی کیونکہ مرضعہ وہی کہلاتی ہے جس کا پستان بچہ منہ میں ڈالنے والا ہو۔ المرضعؔ وہ عورت جو دودھ پلانے کے لائق ہو۔ اگرچہ اسوقت وہ دودھ نہ پلانے والی ہو۔

وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا (اور ہر حاملہ اپنا حمل ساقط کر دیگی۔) ذات حمل اس سے مراد حاملہ ہے۔ حملھاؔ تکمیل سے پہلے لڑکا۔

قول حسن رحمہ اللہ دودھ پلانے والی اپنے بیٹے سے بلا دودھ چھڑائے غافل ہو جائے گی۔ وَتَرَى النَّاسَ (اور تم لوگوں کو دیکھو گے) اے دیکھنے والے سُکٰرٰی (نشہ میں) بطور مشابہت فرمایا جبکہ وہ تجلیات عظمت وسلطنت جبروت اور کبریائی کے نظارے دیکھیں گے یہاں تک کہ ہر نبی نفسی نفسی پکاریں گے۔

وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى (حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہونگے) حقیقت میں وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔) پس اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف نے ہی ان کی عقلوں کو اڑا دیا ہے۔ اور ان کو ایسے شخص کی حالت کی طرف لوٹا دیا ہے جس کی عقل نشہ سے جاتی رہی ہو۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ اور تم لوگوں کو خوف کی وجہ سے نشہ میں دیکھو گے حالانکہ انکا یہ نشہ شراب سے نہ ہوگا۔ قراءت: حمزہ و علی نے دونوں میں سکرٰی۔ امالہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ عطشٰی کی طرح ہے عطشان میں۔

شانِ نزول: روایت میں ہے کہ یہ دو روایات غزوۂ مصطلق بنو مصطلق کی رات کو اتریں۔ آپ ﷺ نے ان کو پڑھ کر سنایا اس رات سے بڑھ کر لوگوں کو روتا ہوا نہیں پایا۔ (الثعلبی کذا قال الحافظ)

بنو مصطلق :

۳: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑتے ہیں) فی اللہ کا مطلب اللہ تعالیٰ کے دین میں جھگڑنا ہے۔ بِغَيْرِ عِلْمٍ (بغیر علم کے)

نحو : یہ حال ہے۔

یہ نضر بن حارث کے متعلق اتری۔ وہ بڑا جھگڑالو تھا۔ وہ کہتا ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور قرآن مجید پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو بوسیدہ ہڈیاں زندہ کرنے کی قدرت نہیں۔ نمبر۲۔ یہ آیت عام ہے ہر خواہش پرست جو دین کا مخالف ہو وہ مراد ہے۔ وَّيَتَّبِعُ (اور وہ پیروی کرتا ہے) كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ (ہر سرکش شیطان کی) عاد ہر ایسا سرکش جو شر میں دوام واستمرار اختیار کرنے والا ہو۔ مَرِيْد پر وقف نہیں پڑھا جا سکتا کیونکہ مابعد اس کی صفت ہے۔

شیطان کے متعلق فیصلہ :

۴: كُتِبَ عَلَيْهِ (اللہ تعالیٰ نے شیطان کے متعلق لکھ دیا ہے) یعنی شیطان کے متعلق فیصلہ ہو چکا۔ اَنَّهٗ (معاملہ وشان یہ ہے۔) یہ كُتِبَ کا نائب فاعل ہے۔ مَنْ تَوَلَّاهُ (کہ جس نے اس سے دوستی اختیار کی) شیطان کی پیروی کی فَاَنَّهٗ (پس وہ اس کو) بیشک شیطان يُضِلُّهٗ (ضرور بھٹکا دے گا) سیدھے راستہ سے وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ (اور اس کی راہنمائی دوزخ کے عذاب کی طرف کرے گا) عذاب سعیر یعنی آگ۔ قول زجاجؒ فَاَنَّهٗ کی فاء عاطفہ ہے اور اَنَّ کو تاکید کیلئے دوبارہ لایا گیا ہے۔ مگر ابو علی نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا اگر مَنْ شرط کیلئے ہے تو فاء اس کی جزاء کیلئے آئی ہے اور اگر مَنْ کو الَّذِیْ کے معنی میں مانا جائے تو پھر فاء مبتدا کی خبر پر داخل ہوئی ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے فَالْاَمْرُ اَنَّهٗ يُضِلُّهٗ اور عطف اور تاکید پہلے کی تکمیل کے بعد آتے ہیں۔ مطلب یہ ہے شیطان کے متعلق لکھ دیا ہے اسی آدمی کا گمراہ کرنا جو اس سے دوستی اختیار کرے اور آگ کی طرف اس کی راہنمائی کرے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ

اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کی طرف سے شک میں ہو تو بلاشبہ ہم نے مٹی سے پھر

مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ

نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر بوٹی بنی ہوئی صورت سے اور جو صورت ابھی نہ بنی ہو اس سے تمہیں پیدا کیا تاکہ ہم تمہیں

لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ

بتائیں' اور ہم اپنی مشیت کے موافق مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر تمہیں اس حال میں نکالتے ہیں کہ تم بچہ کی صورت میں ہوتے ہو' پھر

لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ

تاکہ تم اپنی قوتوں کو پہنچ جاؤ' اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو اٹھا لئے جاتے ہیں اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو نکمی عمر کو پہنچ جاتے ہیں

لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا

تاکہ علم کے بعد کچھ بھی نہ جانیں' اور اے مخاطب تو زمین کو بھی سوکھی پڑی ہوئی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی

عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝۵ ذٰلِكَ

اتارتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور وہ بڑھ جاتی ہے اور ہر طرح کے خوشنما جوڑے اگا دیتی ہے یہ

بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶ وَّاَنَّ

اس وجہ سے کہ اللہ حق ہے اور وہ مردوں کو زندہ فرماتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ

السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝۷

قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں' اور بلاشبہ اللہ ان کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

منکرین بعث کے خلاف دلیل:

۵: پھر منکرین بعث پر حجت لازم کرتے ہوئے فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ (اے لوگو! اگر تم کو دوبارہ اٹھائے جانے کا شک ہے) یعنی اگر بعث بعد الموت کے متعلق تمہیں شک ہے تو تمہارے شک کا ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ تم اپنی ابتدائی خلقت پر نگاہ ڈالو۔ کہ ابتداء میں تم مٹی اور پانی تھے اور تمہارے بعث کے انکار کا سبب بھی یہی انسانی وجود کا مٹی اور پانی

بن جاتا ہے۔ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ (پس بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا) یعنی تمہارے آباء واجداد کو مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ (مٹی سے پھر) پیدا کیے گئے مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ (ایک بوند سے پھر خون کے جمے ہوئے لوتھڑے سے) جمے ہوئے خون کے ٹکڑے سے۔ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ (پھر بوٹی سے) چھوٹے گوشت کے ٹکڑے سے جو ایک دفعہ چبایا جا سکے۔ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ (مکمل و نامکمل) المخلقة درست و ملائم جو نقص وعیب سے پاک ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ مضغہ مختلف پیدا فرماتے ہیں۔ بعض مضغات ان میں کامل الخلقت اور عیوب سے مبرا ہوتے ہیں اور بعض ان میں سے اس کے برعکس ہوتے ہیں یہ فرق ہی انسانوں کی خلقت و بناوٹ، شکل وصورت، طول وقصر، تکمیل ونقص کا باعث ہے۔ بلاشبہ ہم نے تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک خلقت سے دوسری میں منتقل کیا۔ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ (تاکہ ہم تمہارے سامنے واضح کردیں) اس تدریج میں ہماری کمالِ قدرت اور کاملِ حکمت ہے۔ بیشک وہ ہستی جو انسانوں کو مٹی سے ابتدائی مرحلے میں پھر نطفہ سے دوسرے مرحلہ میں بناتی ہے حالانکہ پانی اور مٹی اور انسان میں کوئی مناسبت نہیں وہ اس بات پر قادر ہے کہ نطفہ کو علقہ اور علقہ کو مضغہ اور مضغہ کو ہڈیاں بنا دے۔ وہ اس بات پر قادر ہے کہ جس طرح پہلی مرتبہ بنایا اسی طرح اعادہ کردے۔ وَنُقِرُّ (اور ہم ٹھہراتے ہیں)

قرات، نحو: مفضل کے علاوہ تمام نے رفع سے پڑھا ہے۔ یہ وقف کے بعد جملہ مستانفہ ہے ای نحن نثبت فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ (ارحام میں جس طرح ہم چاہتے ہیں) اس کا ثبوت اور ٹھہراؤ کرتے ہیں اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک وقت مقررہ تک) ولادت کے وقت تک اور جس کو ٹھہرانا نہیں چاہتے اس کو رحم سے گرا دیتے ہیں۔ ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ (پھر تمہیں نکالتے ہیں) ارحام سے طِفْلًا (بچہ بنا کر)

نحو: یہ حال ہے اور اس سے مراد جنس ہے اسی لئے یہ جمع نہیں لایا گیا۔ نمبر۲۔ اس سے مراد یہ بھی لی جائے کہ ہم تم میں سے ہر ایک کو نکالتے ہیں طفل کی حالت میں۔ ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا (پھر تاکہ تم پہنچ جاؤ) پھر ہم تمہاری تربیت کرتے ہیں تاکہ تم پہنچ جاؤ۔ اَشُدَّكُمْ (اپنی جوانی کو) کمالِ عقل اور کمالِ قوت کو۔ قولِ مفسر: یہ جمع کے ان الفاظ میں سے ہے جن کا واحد مستعمل نہیں ہے۔

قول دیگر اشد، جمع شدت کی ہے جس طرح انعم جمع نعمت ہے فافہم وتدبر مترجم۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى (اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو وفات پا جاتے ہیں) بھرپور جوانی کے وقت یا اس سے قبل ہی یا اس کے بعد وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ (اور بعض تم میں سے بالکل ناکارہ عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں) ارذل کا معنی اخس ہے یعنی انتہائی پیری اور سن خرافت لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا (تاکہ وہ جان چکنے کے بعد پھر بالکل نادان ہو جاتا ہے) یعنی وہ نادان ہو جائے اس کے بعد کہ وہ اس کو جانتا تھا یا تاکہ وہ علمی استفادہ نہ کر سکے اور جو پہلے جانتا تھا اس کو بھی بھول جائے پھر بعث کی ایک اور دلیل پیش کی اور فرمایا وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً (اور تو دیکھتا ہے زمین خشک پڑی ہے) مردہ، خشک، فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ (پھر ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ اُبھرتی اور پھولتی ہے) اِهْتَزَّتْ کا معنی نبات سے حرکت میں آتی ہے۔ وَرَبَتْ (اور بڑھتی ہے) پھولتی ہے۔

قراءت: یزید نے پورے قرآن میں ربت کو ربات پڑھا ہے اور اس کا معنی بلند ہونا۔

وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ (اور وہ اگاتی ہے ہر قسم کی نباتات) زوج صنف کے معنی میں ہے۔ بَهِيْجٍ (خوشنما) خوبصورت

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝۸

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کسی ایسی کتاب کے جو روشنی دکھانے والی ہو اللہ کی ذات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں'

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ

یہ ایسا شخص ہے جو گردن کو موڑ کر چلا جاتا ہے تاکہ اللہ کے راستہ سے ہٹا کر لوگوں کو گمراہ کرے' اس کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ہم اسے قیامت کے دن جلنے کا

الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۹ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۱۰ ع ۸

عذاب چکھائیں گے' یہ اس وجہ سے ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا' اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

جس کو دیکھ کر دیکھنے والا خوش ہو۔

۶: ذٰلِكَ بِأَنَّ : یہ مبتدا ہے اس کی خبر بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ ہے (یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے) یہ تخلیق بنی آدم کا جو تذکرہ ہوا اور اسی طرح زمین کی آبادی اور اس سے حاصل ہونے والی قسما قسم کی حکمتیں ثابت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہیں یعنی انہی کا وجود حقیقی اور قائم رہنے والا ہے۔ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى (اور وہی مردوں کو زندہ کریں گے) جیسا کہ بنجر زمین کو آباد کر دیا۔ وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہی ہر چیز پر قادر ہے) قدرت والا ہے۔

۷: وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں (گونا گوں تغیرات قیامت کا پیش خیمہ ہیں) اور یہ بات قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا) یعنی وہ حکمت والا ہے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اس نے قیامت و بعث کا وعدہ کیا ہے پس ضروری ہے کہ جو وعدہ اس نے کیا اس کو پورا کرے۔

بعض مجادلین :

۸: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ (اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑا کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق ایسی صفات اس کی طرف منسوب کرتے ہیں جو اس کے مناسب نہیں۔ یہ ابو جہل کے متعلق اتری۔

۸۔ بِغَيْرِ عِلْمٍ (بغیر علم کے) علم سے بدیہی جو معرفت الٰہی تک پہنچائے۔ وَّلَا هُدًى (بغیر ہدایت و راہنمائی) اس سے استدلالی علم مراد ہے کیونکہ یہ معرفت کی طرف لے جانے والا ہے۔ وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ (اور بغیر روشن کتاب کے) اس سے مراد وحی ہے انسانی علوم انہی تین طریقوں پر حاصل ہوتا ہے۔

۹: ثَانِيَ عِطْفِهٖ (وہ اپنے پہلو کو موڑنے والا ہے) یہ حال ہے یعنی وہ اپنی گردن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے تکبر و بڑھائی کی وجہ سے موڑنے والا ہے۔

قراءت: حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ثانی عطفہ عین کے فتح سے پڑھا جائے گا۔ اى مانع تعطفه إلى غيره یعنی جو اس کو غیر کی طرف موڑنے والا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّعۡبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرۡفٍ‌ ۚ فَاِنۡ اَصَابَهٗ خَيۡرُ ۨاطۡمَاَنَّ بِهٖ‌ ۚ

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی عبادت اس طرح کرتے ہیں جیسے کوئی شخص کنارہ پر ہو پھر اگر اس کو کوئی بھلائی پہنچ گئی تو اس کی وجہ سے مطمئن ہو گیا

وَاِنۡ اَصَابَتۡهُ فِتۡنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجۡهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةَ‌ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

اور اگر کچھ آزمائش آ گئی تو اپنے چہرہ کے بل پلٹ گیا وہ دنیا اور آخرت کے اعتبار سے تباہ ہو گیا۔ یہ

الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۱﴾ يَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنۡفَعُهٗ‌ ؕ

کھلی ہوئی تباہی ہے یہ شخص اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتا ہے جو اسے نہ ضرر دے اور نہ نفع دے۔

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِيۡدُ‌ ۚ ﴿۱۲﴾ يَدۡعُوۡا لَمَنۡ ضَرُّهٗۤ اَقۡرَبُ مِنۡ نَّفۡعِهٖ‌ ؕ لَبِئۡسَ

یہ دور والی گمراہی ہے وہ اسے پکارتا ہے جس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے واقعی

الۡمَوۡلٰى وَلَبِئۡسَ الۡعَشِيۡرُ ﴿۱۳﴾

وہ برا دوست ہے اور برا رفیق ہے۔

لِیُضِلَّ (تا کہ وہ گمراہ کرے) یہ مجادلہ کی علت ہے۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے لِیَضِلَّ پڑھا ہے۔

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) اس کے دین سے لَهٗ فِی الدُّنْيَا خِزْیٌ (ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے) یوم بدر میں قتل ہونا۔ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ (اور ہم اس کو قیامت کے دن جلنے کا عذاب چکھائیں گے) ان کے لئے دونوں جہانوں یعنی دنیا و آخرت کا عذاب جمع کر دیں گے۔

۱۰: ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ (یہ تیرے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے) دونوں جہان میں عذاب کا باعث وہی کفر و تکذیب ہے جس کو وہ آگے کما کر روانہ کر چکا اور الید سے اس کی تعبیر اس لئے فرمائی کیونکہ ہاتھ ہی آلۂ الکسب ہے۔ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (اور بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بالکل ظلم کرنے والے نہیں) بغیر گناہ کسی کو نہ پکڑیں گے اور کسی کے گناہ کے بدلے دوسرے کو نہ پکڑیں گے۔ اس کا عطف بما پر ہے۔ ای وبِاَنَّ اللّٰه۔

الظلّام مبالغہ کا صیغہ لایا گیا کیونکہ اس کے ساتھ مکرر جمع کا لفظ عبید آ رہا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کی طرف سے قلیل ظلم بھی گناہ کی قباحت اور استغناء کے حاصل ہونے کے باوجود ہماری طرف کے ہونے والے ظلم کے مقابلے میں کثیر ہے۔

دین میں مضطرب لوگ:

۱۱: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ (اور بعض آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتے ہیں جیسے وہ کنارے پر

کھڑے ہیں) دین کے ایک کنارے پر نہ اس کے درمیان اور مرکز میں۔ یہ درحقیقت ایک مثال ہے کہ وہ اپنے دین کے متعلق قلق واضطراب کا شکار ہیں۔سکون واطمینان میسر نہیں۔

نحو: یہ حال ہے ای مضطربًا۔ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ (اگران کو کوئی بھلائی پہنچ گئی) جسمانی صحت اور معیشت میں وسعت اِطْمَاَنَّ (تو اس نے قرار پالیا) قرار پکڑا اور پرسکون ہوا۔بِهٖ (اس پر) اس بھلائی پر جو اس کو میسر ہوئی یا اس دین پر پس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگا۔وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ (اور اگر اس کو کوئی آزمائش مصیبت آ گئی) برائی اور جسمانی تکلیف، بدحالی اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ (تو منہ اٹھا کر کفر کی طرف چل دیتا ہے) اس کی جانب یعنی مرتد ہو کر کفر کی طرف لوٹ جاتا ہے جس طرح وہ شخص جو لشکر کے ایک جانب پڑا ہوا گر لشکر کامیابی وغنیمت حاصل کرے تو مطمئن اور ثابت قدم رہتا ہے ورنہ فرار اختیار کر کے اپنی راہ لیتا ہے۔

قول مفسرین رحمہم اللہ یہ بعض بدوؤں کے متعلق اتری جو مدینہ میں مہاجر بن کر آئے۔ان میں سے ایک کا جب بدن صحیح ہوتا اور اس کی گھوڑی شاندار بچھیرا جنتی اور اپنے گھر میں بھی بیٹا پیدا ہوتا اور مال وحیوانات میں اضافہ ہوتا تو کہتا میں نے تو اس دین میں برکت ہی برکت پائی ہے اور مطمئن ہوتا اور اگر معاملہ اس کے الٹ ہوتا تو دین سے منہ پھیر لیتا۔خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ (وہ دنیا وآخرت کھو بیٹھا) یہ حال ہے اور قد مقدرہ ہے اس کی دلیل روح اور زید کی قراءت ہے۔

خاسر الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ خسرؔ ان فی الدنیا سے قتل وغیرہ مراد ہے۔اور آخرت کا خسارہ خلود فی النار ہے۔ذٰلِكَ (یہ) دونوں جہان کا خسارہ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (وہ کھلا ہوا خسارہ ہے) ایسا ظاہر جو کسی پر مخفی نہ رہے گا۔

۱۲:يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے کی عبادت کرتا ہے) مراد بت۔وہ ارتداد کے بعد اس طرح کرتا ہے۔مَالَا يَضُرُّهٗ (جو اس کو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے) اگر وہ اس کی عبادت نہ کرے۔وَمَالَا يَنْفَعُهٗ (اور جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے) اگر اس کی عبادت بھی کرے۔ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ (یہ پرلے درجے کی گمراہی ہے) جو درستگی سے دور ہے۔

کافر جماد کا عابد:

۱۳:يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ (وہ پکارتا ہے اس کو جس کی عبادت کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ قریب الوقوع ہے)

اشکال: اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں اصنام سے نفع وضرر کی نفی فرمائی اور اس آیت میں دونوں چیزیں ثابت کیں؟

حل: اگر معنی صحیح طور پر سمجھ لیا جائے تو یہ وہم خود دور ہو جاتا ہے۔وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کی حماقت یہ بیان کی کہ وہ ایک جماد کی عبادت کرتا ہے جو ذرا بھر نفع ونقصان کا مالک نہیں۔حالانکہ کافر کا اعتقاد اس کے متعلق یہ ہے کہ وہ اس کا سفارشی بنے گا۔پھر فرمایا قیامت کے دن یہ کافر بڑے زوردار انداز سے کہہ اٹھے گا جبکہ وہ بتوں کا نقصان ملاحظہ کرے گا۔مگر شفاعت کا ذرا بھر اثر نہ دیکھے گا۔جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے کہ یہ بہت برا مددگار ساتھی ہے۔لَبِئْسَ الْمَوْلٰى (ایسا کارساز بھی بہت برا) مددگار وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ (اور بہت برا رفیق ہے۔)

یدعوؔ کا لفظ بار بار لایا گیا ہے گویا اسطرح فرمایا یدعو، یدعو من دون اللہ ما لا یضرہ وما لا ینفعہ پھر فرمایا المن

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ انہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں

الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي

گی بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے' جو شخص یہ خیال کرتا ہو کہ اللہ دنیا میں اور آخرت میں اپنے رسول ﷺ کی مدد

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ

نہ کرے گا تو اسے چاہئے کہ آسمان تک ایک رسی تان لے پھر کاٹ دے پھر دیکھ لے آیا اس کی تدبیر اس کے

كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

غیظ کی چیز کو ختم کر سکتی ہے اور ہم نے اسی طرح کھلی ہوئی آیات نازل کیں اور بلاشبہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

ضرہ اس کے معبود ہونے سے نفع کی نسبت قریب تر ہے۔ جب کہ وہ سفارشی ہو۔

۱۴: اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے جنت کے ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے) یہ وعدہ ان لوگوں کیلئے ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہر حال میں کرنے والے ہوں ان کی طرح نہ ہوں جو ایک کنارے پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہوں۔

کفار کا غصہ بے فائدہ ہے:

۱۵: مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (جو شخص یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی مدد دنیا و آخرت میں ہرگز نہ کریں گے) مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے رسول کا مددگار ہے آپ کے دشمنوں میں سے جو اس کے خلاف گمان رکھتا ہے۔ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ (پس اس کو چاہئے کہ وہ ایک رسّی تان لے) سبب کا معنی رسّی۔ اِلَى السَّمَآءِ (آسمان تک) گھر کی بلندی۔ ثُمَّ لْيَقْطَعْ (پھر وحی کا سلسلہ کاٹ دے) پھر وہ چاہئے کہ گلا گھونٹ لے۔ یہاں گلا گھونٹنے کو قطعاً فرمایا ہے کیونکہ گلا گھونٹنے والا اپنی سانس کے راستوں کو روک کر سانس کو کاٹ دیتا ہے۔

قراءت: بصری و شامی نے لام کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ (پھر غور کرے کہ کیا اس کی تدبیر اس کی ناگواری کی چیز کو) ما الذی کے معنی میں ہے ای الذی یغیظہٗ جو اس کے غصہ دلاتی ہے یا مصدر یہ ہے اب مایغیظ سے غصہ کرنا مراد اس طرح ہوگا کہ اس کو یہ تصور دل میں لانا چاہئے کہ اگر اس نے ایسا کیا تو کیا اس سے اللہ تعالیٰ کی نصرت ہٹ جائے گی جو اس کو غصہ دلا رہی ہے۔ ہرگز نہیں پھر

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہیں اور جو فرقہ صابئین ہے اور نصاریٰ ہیں اور جو مجوس ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے شرک

اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑰

کیا یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا بلاشبہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے'

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند

وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ

اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جن پر

الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ⑱ السجدة

عذاب کا استحقاق ہو چکا ہے' اور اللہ جسے ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں' بلاشبہ اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

اس غصے کا کیا فائدہ؟ اس کے فعل کو بطور استہزاء کیداً کہا کیونکہ اس نے یہ کید محسود کے ساتھ نہیں کیا بلکہ اپنی ذات سے کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے غصہ دلانے والی چیز کا وہ ازالہ کر سکے۔

۱۶: وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اور اسی طرح ہم نے اس کو اتارا ہے اس اتارنے کی طرح ہم نے سارا قرآن مجید اتارا ہے۔ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ (واضح آیات) وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ (اور بیشک اللہ اس کی راہنمائی کرتے ہیں جس کے متعلق ارادہ کرتے ہیں) یعنی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ان لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں جن کے متعلق وہ جانتے ہیں کہ یہ ایمان لائیں گے یا ایمان والوں کو ایمان پر ثابت قدم فرماتے ہیں۔ اور ان کی ہدایت میں اضافہ فرماتے ہیں اسی طرح ہم نے اس کو واضح اتارا ہے۔

حقیقی فیصلہ قیامت کو:

۱۷: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئِيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں یہودی اور صابی اور عیسائی، مجوسی اور مشرکین) ایک قول یہ ہے کہ ادیان پانچ ہیں۔ چار شیطان کیلئے اور ایک رحمان کیلئے۔ الصابئون یہ نصاریٰ کی ایک قسم ہے۔ پس چھ نہ بنے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (بیشک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے) احوال واماکن کے اعتبار سے ایک ہی سزا نہ دیں گے۔ اور نہ ان کو ایک جگہ جمع کریں گے۔

نحو: ان الذین امنوا کی خبر ان اللہ یفصل بینھم ہے جیسا کہتے ہیں ان زیداً ان اباہ قائم۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے) اس کو جاننے والا اور اس کی نگہبانی کرنے والا ہے۔ پس ہر شخص کو اپنے عقیدہ، قول، فعل پر غور کرنا چاہیے۔ یہ انتہائی بلیغ انداز میں وعید ہے۔

۱۸: اَلَمْ تَرَ (کیا آپ نہیں جانتے) کیا تم نہیں جانتے اے محمد ﷺ ایسا علم جو آنکھوں دیکھنے کی طرح ہے۔ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ (کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے سب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں)۔

ایک قول:

تمام اس کو سجدہ کرتے ہیں مگر ہمیں اس کی اطلاع نہیں جیسا کہ ان کی تسبیح کی اطلاع نہیں۔ ارشاد الٰہی ہے۔ وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لاتفقھون تسبیحھم [الاسراء:۴۴]

دوسرا قول:

غیر مکلّف میں انفعال کے اعتبار سے جو تبدیلیاں وارد ہوتی ہے اور اس کے حکموں کیلئے وہ مسخر ہیں جو کام ان کے ذمہ لگا دیا اسی کو سجود سے تعبیر کیا۔ مکلّف کے سجدہ کے ذریعہ اطاعت کرنے سے تشبیہ دیتے ہوئے کیونکہ مکلّف کیلئے سب سے بڑی عاجزی یہی ہے۔ وَكَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ (اور بہت سے لوگ) یعنی بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کو طاعت وعبادت کا سجدہ کرتے ہیں۔

نحو: یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور من الناس اس کی صفت ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور وہ مثابٌ ہے اس پر كَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ دلالت کرتا ہے۔

وَكَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ (اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہوگیا) یعنی ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ جن پر کفر کی وجہ سے عذاب ثابت ہو چکا اور سجدہ سے انکار کی وجہ سے عذاب لازم ہو چکا۔ وَمَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ (اور جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کردے) بدبختی کے ساتھ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ (پس اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں) خوش بختی کے ساتھ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ (بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں) اکرام واہانت وغیر ذٰلك۔

ردِ معتزلہ:

کہ اللہ تعالیٰ نے چیزوں کو چاہا مگر کیا نہیں۔ ان دونوں آیات کا ظاہر دلالت کر رہا ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ز فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ

یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا سو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے قطع کئے

مِّنْ نَّارٍ ط یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ﴿۱۹﴾ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ

جائیں گے ' ان کے سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا جس کی وجہ سے وہ سب گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا

وَالْجُلُوْدُ ط ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ

اور کھالیں بھی گل جائیں گی ان کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے جب کبھی گھٹن کی وجہ سے دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں

غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا ق وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۲۲﴾ ع

گے وہ اس میں واپس کر دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھو۔

کفار کا حال:

۱۹: هٰذٰنِ خَصْمٰنِ (یہ دونوں فریق ہیں) آپس میں جھگڑنے والے فریق ہیں۔ یہاں فریق کو خصم سے جو کہ صفت ہے تعبیر کر دیا۔ اخْتَصَمُوْا (انہوں نے اختلاف کیا) معنی کا لحاظ کر کے جمع کا صیغہ لایا گیا۔ اور هذان لفظ کا لحاظ کر کے تثنیہ لایا گیا۔ مراد اس سے مؤمن اور کافر دو فریق ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

یہ ضمیر مذکورہ پانچوں اہل ادیان اور مؤمنوں کی طرف لوٹتی ہے مؤمن ایک فریق ہیں اور باقی پانچوں ایک فریق ہیں فِیْ رَبِّهِمْ (اپنے رب کے متعلق) اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی صفات کے متعلق پھر ہر ایک کی جزاء ذکر کی۔ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا (پس وہ لوگ جو کافر ہیں) اللہ تعالیٰ نے ان الله یفصل بینهم یوم القیامة [الحج: ۱۷] میں جس فیصلے کا ذکر فرمایا اس کی تفصیل اسی آیت میں آ رہی ہے۔ وہ یہ ہے قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ (ان کے لیے آگ کے کرتے کاٹے جائیں گے) گویا اللہ تعالیٰ ان کے اجسام کی مقدار سے آگ ان کے لئے مقرر کر دیں گے۔ جو ان پر چھانے والی ہوگی جیسا کہ لباس کے کپڑوں کو جسم پر پورا فٹ ماپا جاتا اور کاٹا جاتا ہے۔ یہاں ماضی کا لفظ استعمال کیا گیا کیونکہ یہ بہر صورت ہو کر رہے گا۔ پس یہ ثابت شدہ حقیقت کی طرح ہے۔ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ (ان کے سروں پر انڈیلا جائے گا۔)

قراءت: بصری نے رؤسِهِم کو ها اور میم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ حمزہ، علی اور خلف نے ها اور میم کو ضمہ سے روسُهُم پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے ها کے کسرہ اور ضمہ میم سے پڑھا ہے۔ اَلْحَمِیْمُ (گرم پانی) قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ اگر اس میں سے نقطہ کے برابر پانی زمین کے پہاڑوں پر گر جائے تو وہ پگھل جائیں۔

۲۰: یُصْھَرُ (اس سے پگھل جائے گا) پگھلا دیا جائیگا۔ بِہٖ (اس گرم پانی کے ساتھ) مَا فِیْ بُطُوْنِھِمْ وَالْجُلُوْدُ (جو کچھ کہ ان کے پیٹوں اور چمڑوں میں ہوگا) یعنی وہ پانی ان کی انتڑیاں اور دیگر اندرونی اجزاء کو پگھلا ڈالے گا۔ جیسا کہ ان کے چمڑے پگھل جائیں گے۔ پس وہ پانی ظاہر اور اندرون مؤثر ہوگا۔

۲۱: وَلَھُمْ مَّقَامِعُ (اور ان کے لئے لوہے کے گرز ہتھوڑے ہونگے) خاص قسم کے کوڑے مِنْ حَدِیْدٍ (لوہے کے) جس سے ان کو ماریں گے۔

۲۲: کُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَا (جب بھی وہ دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے) ھا کی ضمیر نار کی طرف ہے۔ مِنْ غَمٍّ (غم کی بناء پر) یہ منھا سے بدل الاشتمال ہے حرف جار کا اعادہ کیا گیا ہے۔ نمبر۲۔ پہلا مِن ابتدائے غایت کیلئے ہے اور دوسرا مِن اجلیہ ہے مطلب یہ ہے جب بھی وہ آگ سے نکلنے کا ارادہ غم کی وجہ سے کریں گے جو غم کہ ان پر طاری ہوگا۔ تو بھی نکلنے نہ پائے ہونگے کہ اُعِیْدُوْا فِیْھَا (ان کو اس میں لوٹا دیا جائے گا) گرز مار کر۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ کہ جہنم سے ان کے خروج کا مطلب یہ ہے کہ آگ کی لپٹیں اٹھا کر انہیں اوپر کی طرف پھینکیں گی۔ جب وہ اس کی بلندی میں پہنچیں گے تو ان کو گرز رسید کئے جائیں گے جن سے ستر خریف وہ جہنم میں نیچے جا گریں گے۔ اور بڑی آگ کی طرف لوٹانا مراد ہے نہ کہ آگ سے مکمل طور انکا جدا ہونا اور پھر لوٹنا۔

وَذُوْقُوْا (اور تم چکھو) یعنی ان کو کہا جائے گا تم جلنے کا عذاب چکھو۔ عَذَابَ الْحَرِیْقِ (جلنے کا عذاب) پھیلی ہوئی آگ کا سخت عذاب جو شدید ہلاک کن ہے۔ پھر دوسرے فریق کا بدلہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے انہیں اللہ ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری

الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا

ہوں گی، انہیں اس میں ایسے کنگنوں کا زیور پہنایا جائے گا جو سونے اور موتیوں کے ہوں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم کا

حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾

ہوگا اور ان کو کلمہ طیبہ کی ہدایت دی گئی اور ان کو اس ذات کے راستے کی ہدایت دی گئی جو لائق حمد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي

بلاشبہ جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستہ سے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے سب

جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ

لوگوں کے لئے مقرر کیا ہے، اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا سب برابر ہیں اور جو کوئی شخص اس میں ظلم کے ساتھ کوئی بے دینی کا کام کرنے کا ارادہ کرے گا

نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾ ع

تو ہم اسے دردناک عذاب چکھادیں گے۔

ایمان والوں کا حال:

۲۳: إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ (جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے یقیناً اللہ تعالیٰ ان کو جنتوں میں داخل فرمائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور اس میں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے) اساورة یہ أسورة کی جمع ہے اور اُسورة یہ سوارٌ کی جمع ہے مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا (سونے اور موتیوں کے)

قراءت: مدنی عاصم نے و یوتون لؤلؤا اصل مان کر نصب پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے من ذھب پر عطف کی بناء پر مجرور پڑھا ہے۔ جبکہ ابوبکر وحماد نے پورے قرآن مجید میں ہمزۂ اول کو ترک کر کے پڑھا ہے۔ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ (اور ان کا لباس اس میں ریشم کا ہوگا)

۲۴: وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ (اور ان کی راہنمائی پاکیزہ بات کی طرف کی گئی اور مستحق حمد ذات کے راستہ پر چلنے کی ان کو توفیق مل گئی) ان لوگوں کی راہنمائی کلمہ توحید کی طرف کر دی گئی اور صراط الحمید یعنی اسلام کی

طرف کردی گئی یا آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی کی اوران کی زبان پر الحمدلله الذی صد قنا وعده جاری فرمادیا اور جنت کا راستہ ان کو دکھایا۔

الحمید اللہ تعالیٰ کی ذات جن کی تعریف ہر زبان پر ہے۔

۲۵: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (بیشک جو کافر ہوئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے (مسلمانوں کو) روکتے ہیں) اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔

نحو: کفروا کی ضمیر فاعلی سے ویصدون حال ہے جیسا کہا جاتا ہے فلان یحسن الی الفقراء اس سے مراداس کی طرف سے فقراء کے ساتھ حسن سلوک کا حال واستقبال میں پایا جانا ہے۔

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (اور مسجد حرام سے) وہ مسجد حرام اوراس میں داخلہ سے روکتے ہیں۔ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ (جس کو ہم نے تمام آدمیوں کیلئے مقرر کیا) اس میں شہری اور دیہاتی کے امتیاز کے بغیر داخلہ کی کھلی اجازت دی ہے۔

مراد مسجد حرام:

نمبر۱۔ مکہ مکرمہ مراد ہے۔ اس صورت میں اس آیت میں ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ مکہ کے مکانات کو فروخت نہیں کیا جاسکتا۔ نمبر۲۔ اس سے مراد بیت اللہ ہے تو پھر مطلب یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں کیلئے قبلہ ہے۔

سَوَآءَ (برابر ہے) قراءت: حفص نے نصب سے پڑھا ہے اور یہ جعلنا کا مفعول ثانی ہے۔ ای جعلناہ مستویا ہم نے اس کو برابر بنایا۔ الْعَاکِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ (اس میں رہنے والا ہو اور باہر سے آنے والا ہو) البادغیر مقیم کو کہتے ہیں۔

نحو: مکی نے البادی پڑھا ابو عمرو نے وصل میں اس کی موافقت کی اور دیگر قراء نے رفع میں ان کی موافقت کی اوراس کو خبر قرار دیا اوراس کا مبتدا مؤخر ہے ای العاکف فیه والبادی سواء۔ اور جملہ مفعول دوم ہے جعلنا کا اور للناس حال ہے۔

وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ (اور جو کوئی اس میں ارادہ کرے) یعنی مسجد حرام میں بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ (خلاف دین کام کا ظلم کے ساتھ) یہ دونوں احوال مترادفہ ہیں اور یرد کا مفعول قصداً متروک ہے تاکہ ہر چیز کو شامل ہو جائے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے من یرد فیه مراداً ماعادلاً من القصد ظالما۔ جو شخص اس میں کوئی بھی مقصد لیکر میانہ روی سے ہٹے گا وہ ظالم ہوگا۔ الالحاد میانہ روی سے پھر جانا۔ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ (ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے) آخرت میں۔

نحو: اِنَّ کی خبر محذوف ہے کیونکہ جواب شرط اس پر دلالت کر رہا ہے تقدیر کلام یہ ہے ان الذین کفروا ویصدون عن المسجد الحرام نذیقهم من عذاب الیم و کل من ارتکب فیه ذنبا فهو کذلك۔ بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے اور وہ جو مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں ہم ان کو دردناک عذاب چکھائیں گے اور ہر ایسے شخص کو بھی جو اس میں کسی گناہ کا مرتکب ہو۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ

اور جب ہم نے ابراہیمؑ کو بیت کی جگہ بتا دی کہ تم میرے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناؤ اور میرے گھر کو

لِلطَّآىِٕفِیْنَ وَ الْقَآىِٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ

طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا' اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو' وہ تمہارے پاس

رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ

پیدل چل کر اور دبلی اونٹنیوں پر آئیں گے' یہ اونٹنیاں دور دراز راستوں سے آئیں گی تاکہ لوگ اپنے منافع کے لئے حاضر

لَهُمْ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ

ہوں' اور ایام مقررہ میں ان چوپایوں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اللہ نے انہیں عطا

بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِیْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْیَقْضُوْا

فرمائے ہوں' تم ان میں سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ پھر اپنے میل کچیل کو

تَفَثَهُمْ وَ لْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ﴿۲۹﴾

دور کریں اور اپنی نذروں کو پوری کریں اور البیت العتیق کا طواف کریں۔

تذکرہ ابراہیم علیہ السلام اور شعائر اللہ کا تذکرہ:

۲۶: وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ (اور جب ہم نے ابراہیم کیلئے بیت اللہ کی جگہ متعین کردی) اس وقت کو یاد کروائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ ہم نے مقرر کردیا۔ لا براهیم مكان البیت (ابراہیم کیلئے بیت اللہ کی جگہ) لوٹنے کی جگہ جس طرف وہ تعمیر و عبادت کیلئے رجوع کرسکیں۔ بیت اللہ کو ایام طوفان میں آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا۔ وہ سرخ یاقوت کا بنا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کیلئے اس جگہ کی نشان دہی ایک ہوا بھیج کر کی جس نے گھر والی جگہ کو صاف کردیا جیسے جھاڑو دیکر صاف کرتے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے قدیم بنیادوں پر دیواروں کو اٹھایا۔

اَنْ یہ قول مقدر کی تفسیر کیلئے آیا ہے ای قائلین له۔ یہ کہتے ہوئے کہ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ (کہ تم میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو پاک کرو) ظاہری گندگیوں اور باطنی گندگیوں بتوں وغیرہ سے۔

قراءت: بَیْتِیَ مدنی حفص نے فتحۂ یاء سے پڑھا حمزہ کسائی، ابوعمرو، ابن عامر نے سکونِ یاء سے پڑھا ہے۔

لِلطَّآىِٕفِیْنَ (طواف کرنے والوں کیلئے) وَ الْقَآىِٕمِیْنَ (اوران کے لئے جو قیام کرنے والے ہیں) ور جو مکہ میں اقامت

اختیار کرنے والے ہیں۔ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ (اور رکوع سجدہ کرنے والوں کیلئے) جمع راکع اور ساجد کی ہے مراد نماز ادا کرنے والے۔

۲۷: وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ (اور تم لوگوں میں حج کا اعلان کردو) ان میں آواز لگاؤ۔ اَلْحج خاص مقصد کیلئے خاص قصد کرنا۔

روایت میں ہے آپ جبل ابوقبیس پر چڑھے اور اس طرح اعلان فرمایا اے لوگو! اپنے رب کے گھر کا حج کرو۔ تو جن کی قسمت میں حج مقدر تھا انہوں نے اصلاب وارحام سے لبیك اللھم لبیك کہہ کر جواب دیا۔

قول حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے کہ آپ حجۃ الوداع میں یہ اعلان فرمادیں مگر پہلا قول زیادہ ظاہر ہے اور جواب امر یہ آیت ہے۔ یَاْتُوْكَ رِجَالًا (تیرے پاس لوگ پیدل آئیں گے) رجال جمع راجل۔ پیدل۔ جیسا کہ قائم وقیام ہے۔ وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ (اور ہر کمزور ولاغر اونٹیوں پر) اس کا عطف رجالا پر ہے گویا اس طرح کہا رجالاً اور کبانًا۔ الضامر لاغر ودبلا اونٹ

مَسْئَلَۃ: رجال کو رکبان پر مقدم کر کے پیدل کی فضیلت ظاہر فرمائی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

یَّاْتِیْنَ (وہ آئیں گے) ضامر کی صفت ہے کیونکہ وہ معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔

قراءت: عبداللہ نے یاتون پڑھا اور اس کو الرجال اور الرکبان کی صفت قرار دیا۔ مِنْ کُلِّ فَجٍّ (ہر وادی سے) راستے سے عَمِیْقٍ (گہرے) دور۔ محمد بن یاسین کا قول: طواف میں مجھے ایک شیخ نے کہا۔ تم کہاں سے ہو؟ میں نے کہا خراسان سے اس نے سوال کیا تمہارے اور بیت اللہ کے مابین کتنا فاصلہ ہے میں نے کہا دو ماہ کا فاصلہ یا تین ماہ کا اس نے کہا تم تو پھر بیت اللہ کے پڑوسی ہو۔ میں نے کہا تم کہاں سے تشریف لائے ہو؟ اس نے کہا پانچ سال کی مسافت سے میں جب نکلا تو جوان تھا۔ اب ادھیڑ عمر ہو گیا تو پہنچا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم یہ خوب بندگی ہے اور سچی محبت کا نشان ہے اس پر وہ ہنس کر کہنے لگا۔

زر من ھویت وان شطتْ بك الدار — وحال من دونہ حُجب واستار

محبوب کی ملاقات کرو خواہ اس کا گھر دور ہو۔ اور اس کے راستہ میں رکاوٹیں اور پردے حائل ہوں۔

لایمنعنك بعدٌ عن زیارتہ — ان المحب لمن یھواہ زوّار

دوری تمہیں اس کی ملاقات سے رکاوٹ نہیں بننی چاہئے بیشک عاشق اپنے محبوب کی ملاقات کیا کرتا ہے۔

۲۸: لِّیَشْهَدُوْا (تاکہ وہ حاضر ہوں)

نَحو: لام یا تو اذّن کے متعلق ہے یا یاتوك کے مَنَافِعَ لَهُمْ (اپنے منافع کیلئے۔)

نَحو: منافع کو نکرہ لایا گیا کیونکہ مراد اس سے وہ منافع ہیں جو اس عبادت سے متعلق ہیں خواہ دینی ہوں یا دنیوی۔

منافع حج:

وہ صرف اسی میں پائے جاتے ہیں دیگر کسی عبادت میں موجود نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت ابتلائے نفس کیلئے مشروع ہے۔ مثلاً نماز، روزہ اور ابتلائے مال کیلئے مثلاً زکوۃ۔ اور حج ان ہردو کو شامل ہے۔ نمبر۲۔ اس کے ساتھ دیگر مشاق اور اھوال کو

برداشت کرنا، اسباب سے یکسو ہونا۔ دوست واحباب سے منقطع شہروں اور وطنوں سے دوری، اولاد سے الگ تھلگ، دوستوں سے انفصال، نمبر۳۔ اور اس میں اس کی روزمرہ زندگی کے سلسلہ میں تنبیہ ہے کہ جب انسان دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف سدھارے گا۔ تو یہ کیفیت ہوگی۔

نمبر۴۔ پس حاجی جب جنگل میں داخل ہوتا ہے تو اس کو اپنے زادِراہ پر ہی اکتفاء کرنا ہوتا ہے اور اس میں سے کھانے کیلئے استعمال کرتا ہے۔ نمبر۵۔ بالکل ٹھیک اسی طرح جب آدمی زندگی کے کنارے سے نکلے گا۔ اور بحروفات میں اس کی کشتی داخل ہوگی اس خلوت میں اس کے وہی چیز فائدہ دے گی جو اس نے معاد کے گزراوقات کیلئے تیار کی ہوگی۔ اور اس کو انس وہ اوراد ہی مہیا کریں گے جن سے وہ دل لگاتا تھا۔

نمبر۶۔ محرم کا غسل اور اس کی تیاری اور ان سلے کپڑے اور خوشبو میں بسنا۔ یہ آئینہ ہے کہ عنقریب اسے چارپائی پر رکھا جائیگا اور غسل تجہیز وتکفین کی جائے گی اور حنوط سے اس کو خوشبودار کیا جائے گا اور ان سلے کپڑے اس کو پہنا دیے جائیں گے۔ نمبر۷۔ پھر محرم تو آگے چل کر پراگندہ بال اور پراگندہ حال ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حشر کی گھڑی قبر سے حیران نکلے گا۔ نمبر۸۔ یہ عرفات میں حُجاج کا وقوف رغبت وخوف سے آس لگانا اور خوف وطمع سے سوال کرنا جبکہ یہاں مقبول ومخذول دو قسم ہوتے ہیں۔ یہ عرصات حشر کی حاضری کی طرح ہی تو ہے۔ جبکہ لا تکلم نفس الا باذنه فمنهم شقي وسعيد [ھود:۱۰۵] شقی وسعید کا مخلط اجتماع اور ہر ایک منہ پر گویا مہر لگی ہے۔

افاضہ عرفات:

نمبر۹۔ ادھر افاضہ عرفات جانب مزدلفہ پر نگاہ کرو۔ جبکہ سورج غروب ہو چکا ہے یہ قضاء کے فیصلہ کی خاطر چلنے کی طرح ہے۔ نمبر۱۰۔ اور منیٰ کا موقف یہ گناہ گاروں کیلئے تمنائے شفاعت للشافعین کی طرح ہے۔ نمبر۱۱۔ اور سر منڈوانا اور صاف ستھرا ہو جانا۔ رحمت وتخفیف کے ساتھ گناہوں کے بوجھ سے نکلنے والے کی طرح ہے۔ نمبر۱۲۔ اور بیت الحرام جس کے اندر داخل ہونے والے کیلئے فرمایا من دخله کان امنا [آل عمران:۹۷] وہ داخل ہونے والا دنیاوی ایذاؤں، قتال سے بچنے والا، دارالسلام جنت میں داخل ہونے والے کا نمونہ ہے۔ کہ اس میں داخل ہونے والا فناء وزوال سے ہمیشہ کیلئے بچ گیا۔ البتہ جنت نفس کی ناپسند چیزوں سے ڈھانپی گئی ہے۔ جس طرح کہ کعبۃ اللہ کو راستوں کے مالوف جنگلوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ وہ آدمی بہت خوب ہے جو جنگلوں کے خوفناک اور مہلک مقامات سے گزر کر ہانک پکار کے دن کی ملاقات کے شوق میں آگے بڑھ گیا۔

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ (اور وہ اللہ تعالیٰ کا نام لیں) ذبح کے وقت فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ (مقررہ ایام میں) عشرہ ذی الحجہ عندالامام الاعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آخری دن یوم نحر ہے اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور اکثر مفسرین بھی اسی طرف گئے ہیں۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ایام نحر مراد ہیں یہ قول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (وہ چوپائے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عنایت فرمائے ہیں) ان کو ذبح کرتے وقت یہ صاحبین رحمہم اللہ کے قول کی تاکید ہے۔ البھیمۃ جنگل وخشکی کے جانوروں میں چار پاؤں والا اس کی وضاحت انعام کے لفظ سے کر دی گئی کہ وہ اونٹ،

گائے، بھیڑ، بکری ہے۔ فَكُلُوْا مِنْهَا (پس تم ان میں سے کھاؤ) ان کے گوشت سے۔
مَسْئَلَه: یہاں امر اباحت کیلئے ہے نفلی ہدی میں سے کھانا درست ہے۔ اسی طرح متعہ اور قران کی ہدی میں سے بھی کیونکہ یہ فعلِ حج کا دم ہے۔ اس لئے قربانی کے مشابہہ ہے۔ باقی ہدایا جو دم جبر وغیرہ ہیں ان میں سے دم دینے والے کو کھانا جائز نہیں فقراء کو درست ہے۔ وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ (اور تم کھلاؤ تنگ دست کو) وہ شخص جس کو بدحالی پہنچے یعنی تنگدستی۔ الْفَقِيْرَ (محتاج) جس کو تنگی نے کمزور کر دیا ہو۔
۲۹: ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ (پھر وہ اپنی میل کچیل کو دور کریں) نمبر ا۔ اپنے اجسام سے میل کو دور کریں نفطویہ نحوی نے اسی طرح کہا دوسرا قول قضاء تفث، مونچھیں کاٹنے، ناخن اتارنے، بغل کے بال لینے، زیرناف صاف کرنے کو کہتے ہیں۔ التفث تو میل کو کہا جاتا ہے۔ اور یہاں مراد میل کے ازالہ کو پورا کرنا۔ ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول یہ ہے کہ قضاء و تفث تمام مناسک حج کی ادائیگی کو کہتے ہیں۔
وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (اور وہ اپنی نذر کو پورا کریں) یعنی حج کے واجبات۔ اور اہل عرب پر اس شخص کو جو اپنے فریضہ سے فارغ ہو کہتے ہیں وفی بنذرہ خواہ اس نے کوئی نذر نہ مانی ہو۔ نمبر ۲۔ یا نیکی کے وہ اعمال جن کی اعمال حج کے سلسلہ میں وہ نذر مان لیتے ہیں۔
قراءت: ابوبکر نے ولْیوفوا لام کے سکون اور تشدیدِ فاء کے ساتھ پڑھا۔ وَلْيَطَّوَّفُوْا (اور وہ طواف کریں) طواف سے طواف زیارت مراد ہے جو کہ حج کا رکن ہے اور اس کی ادائیگی سے تکمیل تحلل من الاحرام ہو جاتی ہے۔ لیقضوا، لیوفوا، لیطوفوا میں قراءت یہ ہے کہ ابن عامر اور ابو عمرو، ابن کثیر، نافع وغیرہ نے تینوں لامات مکسور پڑھی ہیں البتہ دیگر قراء نے تینوں ساکنہ پڑھی ہیں۔

بیت اللہ العتیق:

بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (پرانے گھر کا) عتیق قدیم کے معنی میں آتا ہے۔ کیونکہ فرمایا گیا ان اول بیت وضع للناس [آل عمران: ۹۶] آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی پھر تجدید تعمیر ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں کرائی گئی۔ نمبر ۲۔ عتیق کا معنی معزز۔ اسی سے عتاق الخیل جوان گھوڑوں کو بولتے ہیں جو شاندار عمدہ ہوں اور عتاق الرقیق ان غلاموں کو کہتے ہیں جو غلامی سے نکل کر حریت کی عزت پالیں۔ نمبر ۳۔ یہ غرق سے بچا رہا کیونکہ زمانہ طوفان میں اس کو اٹھالیا گیا۔ نمبر ۴۔ ظالموں کے ہاتھوں سے آزاد کیا ہوا ہے۔ کتنے ہی ظالم اس کو گرانے کیلئے چلے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی۔ نمبر ۵۔ حکمرانوں کے ہاتھوں سے آزاد ہے۔ کوئی اس کا مالک نہیں ہوا۔ یہ زمین والوں کیلئے طواف گاہ ہے جیسا کہ عرش اہل سماء کیلئے مطاف کی جگہ ہے۔
طالب صادق کو جب خوشی ابھارتی اور طلب کی کششیں اپنی طرف کھینچتی ہیں تو وہ زمینی مسافتوں کو مرحلوں میں طے کرتا اور خطرناک راستوں کو عبور کرتا ہوا چلا آتا ہے۔ جونہی وہ بیت اللہ کو آنکھوں کے سامنے پاتا ہے اس کا شوق ہدی خوان بن جاتا ہے اور استلام حجر سے بھی اس کے دل کو تسلی نہیں ملتی بلکہ وہ چاہتا ہے۔

چوں برسی کوئے دلبر ☆ بسپار جان مضطر

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ

یہ بات ہو چکی اور جو شخص اللہ کی حرمات کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے رب کے نزدیک اس کے لئے بہتر ہے اور تمہارے لئے چوپائے حلال

الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا

کئے گئے سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنا دیئے گئے ہیں' سو تم گندگی سے یعنی بتوں سے بچو' اور جھوٹی

قَوْلَ الزُّوْرِ ۝٣٠ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا

بات سے بچو' اس طرح سے کہ اللہ کی طرف جھکے ہوئے ہو اس کے ساتھ شرک کرنے والے نہ ہو اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ

خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝٣١ ذٰلِكَ ق

آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اسے ہوا نے اڑا کر کسی دور جگہ جا کر پھینک دیا۔ یہ بات ہو چکی'

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝٣٢ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى

اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے سو یہ دلوں کے تقویٰ کی بات ہے۔ تمہارے لئے ان میں ایک مقررہ وقت تک

اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝٣٣ ع ٨ ‏ ١١

منافع ہیں پھر ان کا پہنچنا ہے بیت عتیق تک۔

کہ مبادا بار دیگر ☆ حاصل نہ شود ایں تمنا

جان کو قابو میں نہ پا کر دیوانہ وار وہ اس کے گرد چکر لگاتا ہے۔ جیسا پیاسا پرندہ منڈلاتا ہے۔

طواف زیارت حج کے تین فرائض میں سے آخری فریضہ ہے۔

اوّل احرام:

یہ حقیقت میں معاہدۂ التزام ہے۔ اور اسلام کے کڑے کو مضبوطی سے تھامنے کا نام ہے۔ تاکہ حج کے ممنوعات کا ارتکاب کر کے اس کا انکار نہ کر بیٹھے اور اس کا عقد مفسدات و منافی کے ساتھ محض نام کا عقد نہ رہ جائے۔ جیسا کہ معاہدۂ اسلام کثرت گناہ سے ٹوٹتا نہیں۔ اور ایک توبہ سے ایک ہزار گناہ اُٹھ جاتے ہیں۔

دوسرا وقوف عرفات:

یہ در حقیقت گڑگڑانے اور رونے دھونے کا پہلا بہانہ ہے اور اپنے اعمال کے مراتب اور احوال کے مشاہدات پر بھروسہ سے سچی علیحدگی اور دست برداری اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہی پر بھروسہ کا نام ہے۔

تعظیم حرمات:

۳۰: ذٰلِكَ نحو: یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ای الامر ذلك یا تقدیرِ عبارت یہ ہے لیفعلوا ذلك۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ (جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی وقعت کرے گا) الحرمۃ جس کی بے عزتی کسی طور پر حلال نہ ہو۔ وہ تمام احکامِ حج وغیرہ جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا وہ تمام اسی درجہ میں ہیں۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ تمام احکام تکلیفیہ مراد لئے جائیں۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ فقط احکام حج مراد ہوں۔ایک قول یہ ہے حرمات اللہ سے بیت اللہ شریف، مزدلفہ، مشعر حرام، مکہ مکرمہ اور مسجد حرام مراد ہے۔

فَهُوَ (پس وہ) تعظیم خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (بہت بہتر ہے اس کے رب کے ہاں) اور تعظیم کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ ان کی رعایت لازم ہے۔اور ان کی حفاظت اور نگہبانی کرنا ضروری ہے۔ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ (تمہارے لئے چوپائے حلال کئے گئے) یعنی انکا کھانا اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ (مگر وہ جو تم پر پڑھا جائے گا) یہ آیتِ تحریم مراد ہے حرمت علیکم المیتۃ [المائدہ: ۳]

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمام چوپاؤں کو حلال کیا سوائے ان کے جن کے متعلق اس نے اپنی کتاب میں وضاحت کر دی۔ پس تم اس کے حدود کا لحاظ کرو۔اور اس کی حلال کردہ اشیاء میں سے کسی چیز کو حرام مت کرو۔جیسا کہ بعض لوگوں نے بحیرہ، سائبہ وغیرہ حرام رکھے تھے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان کو حلال مت کرو جیسا کہ بعض مردار اور موقوذہ وغیرہ کھا لیتے تھے۔ جب اپنی حرمات کی تعظیم پر آمادہ کیا تو اس کے مابعد بتوں کی گندگی سے پرہیز کرنے اور جھوٹ سے بچنے کی تعلیم دی۔ چنانچہ فرمایا: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (تم بتوں کی گندگی سے پرہیز کرو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو) کیونکہ یہ عظیم ترین حرمات میں سے ہے اور ان میں سب سے بڑھ کر ہے۔

نحو: من الاوثان یہ الرجس کا بیان ہے کیونکہ الرجس مبہم ہے اور اشیاء کو بھی شامل ہے گویا اس طرح فرمایا فاجتنبو الذی ھو الا و ثان۔ تم اس گندگی سے بچو جو کہ خود بت ہیں۔اوثان کو رِجس بطور تشبیہ کے کہا یعنی تمہارے طبائع میں پلیدی سے نفرت تو پائی جاتی ہے پس تم پر لازم ہے کہ تم ان سے بھی نفرت کرو (کیونکہ وہ باطنی پلیدی ہے جو ظاہری پلیدی سے بڑھ کر ہے)

فائدہ: یہاں شرک اور جھوٹ کو ایک صف میں رکھ کر پیش کیا۔اس سے کذب و بہتان مراد ہے یا جھوٹی گواہی۔اور یہ الزور کا لفظ زار یزور زورًا سے لیا گیا ہے جس کا معنی انحراف آتا ہے کیونکہ شرک بھی باب زور سے ہے کیونکہ مشرک کا خیال ہے کہ بت اس کی عبادت کا مستحق ہے اور یہ حق سے انحراف ہے۔

۳۱: حُنَفَآءَ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ کیلئے دین کو خالص رکھنے والے) مسلمان بن کر غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ (اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے نہ بنو)

نحو: یہ حنفاء کی طرح حال ہے۔

شرک ومشرک کی تشبیہ:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ (جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرلیا گویا وہ گر پڑا) خرّ کا معنی سقط آتا ہے مِنَ السَّمَآءِ (آسمان سے) زمین کی طرف فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ (پھر پرندے اس کی بوٹیاں نوچ لیتے ہیں) خطف جھپٹ لینے کو کہتے ہیں جلدی سے چھیننا۔

قراءت: مدنی نے تتخطفه پڑھا ہے۔

اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ (یا ہوا اس کو پھینک دے) گرادے الھویٰ السقوط گرنا۔ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (دور جگہ میں) سحیق بعید کے معنی میں آتا ہے۔ ایک قول یہ بھی درست ہے کہ یہ تشبیہ مرکب ہو اور یہ بھی درست ہے کہ تشبیہ متفرق ہو اگر تشبیہ مرکب مانیں تو تقدیر کلام اس طرح بنے گی۔ من اشرك بالله فقد اهلك نفسه اهلاكا ليس بعدهٗ بان صوّر حاله بصورة حال من خر من السماء فاختطفته الطير فتفرق قطعاً في حواصلها او عصفت به الريح حتّٰى هوت به في بعض المهالك البعيدة جس نے شرک کیا اس نے تو اپنے آپ کو بالکل ہلاک ہی کرڈالا۔ کہ جس کے بعد اب ساری صورت حال کو ایسے آدمی کی حالت سے تشبیہ دی جاسکتی ہے کہ جو آسمان سے گرا اسی گھڑی اس کو پرندوں نے اچک لیا پس وہ ان کے حواصل میں ٹکڑے ہو کر پہنچ گیا۔

تشبیہ مفرق:

مانیں تو ایمان کو بلندی میں آسمان سے تشبیہ دی اور شرک کرنے والے کو آسمان سے گرنے والے سے تشبیہ دی۔ ردی خواہشات کو مردار خور پرندوں سے۔ شیطان کو جو اس کو گمراہی میں ڈالتا ہے اس ہوا سے تشبیہ دی جو تیز چل کر ہر سامنے آنے والی چیز کو اٹھا کر ہلاک کن گہرے کھڈوں میں ڈال دے۔

۳۲: ذٰلِكَ ای الامر ذٰلك (معاملہ یہی ہے) وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ (کہ جو آدمی دین خداوندی کی ان یادگاروں کا پورا لحاظ کرتا ہے) تعظیم شعائر سے حج کے نشانات جیسے ہدایا وغیرہ مراد ہیں۔ ان کے متعلق کو خوب موٹا تازہ، بیش قیمت، خوبصورت خریدنے کا حکم دیا۔ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (پس یہ دلوں کے تقویٰ سے) یعنی شعائر کی تعظیم ان آدمیوں کے افعال میں سے ہے جو دلوں میں تقویٰ رکھتے ہیں تقدیر عبارت یہ ہے: فان تعظيمها من افعال ذوی تقوىٰ القلوب یہ تمام مضاف حذف کر کے فقط دلوں کا ذکر کردیا کیونکہ وہ تقویٰ کے مراکز ہیں۔

۳۳: لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ (اور تمہارے لیے ان میں منافع ہیں) مثلاً ضرورت کے وقت سواری، ضرورت کے وقت دودھ کا استعمال اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک مقررہ وقت تک) ذبح ہونے تک ثُمَّ مَحِلُّهَآ (پھر ان کا مقام ذبح) پھر ان کی قربانی کے واجب ہونے کا وقت ختم ہونے والا ہے۔ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (قدیم گھر کی طرف) اس سے مراد اس کا ذبح کرنا حدود حرم میں ہے جس کا حکم بیت اللہ والا ہے کیونکہ حرم تو بیت اللہ کے حریم ہی کو کہا جاتا ہے جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں بلغت البلد حالانکہ تم تو اس کی حدود میں پہنچے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ

اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کرنا مقرر کر دیا تاکہ وہ ان جانوروں پر جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں اللہ کا نام ذکر

الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ

کریں' سو تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اسی کے فرمانبردار بنو' اور جو لوگ عاجزی کرنے والے ہیں ان کو خوشخبری سنا دو جن کا یہ حال ہے

اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي

کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور وہ مصیبتوں پر صبر کرنے والے ہیں اور نمازیں قائم

الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

کرنے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

دوسرا قول الشعائر سے تمام مناسک حج مراد ہیں۔ اور ان کی تعظیم سے مراد ان کی تکمیل ہے۔ مگر مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اس مفہوم کا انکار کرتا ہے۔

ہم نے منسک بنایا:

۳۴: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ (اور ہر ایک امت کیلئے ایک جماعت مؤمنہ ہے جو تم سے پہلے ہوئے۔ جَعَلْنَا مَنْسَكًا (ہم نے ایک منسک بنایا)۔

قراءت: مَنسِکا جہاں بھی آئے وہاں سین کے کسرہ کے ساتھ آئے گا۔ معنی موضع ہوگا۔ علی وحمزہ نے اسی طرح پڑھا ہے۔ یعنی قربانی کی جگہ اور دیگر نے مصدر کیوجہ سے مفتوح پڑھا مَنْسَکًا خون بہانا۔ قربانی کو ذبح کرنا۔ لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ (تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام لیں) اور کسی کا نہ لیں۔ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (جو چوپائے اللہ تعالیٰ نے ان کو عنایت فرمائے ہیں) ذبح اور نحر کرنے کے وقت فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (پس تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے) ذبح کے وقت فقط اللہ تعالیٰ ہی کا نام لیا کرو۔ اس لئے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ ذبیحہ پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لینا شرط ذبح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کیلئے یہ مقرر فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کیلئے قربانی کریں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے تقریب کیلئے ذبح کریں اور اس میں علتِ ذبح قربانی کی اس کے نام لینے کو قرار دیا اللہ تعالیٰ کے نام کتنے مقدس ہیں۔ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا (اور اسی کی فرمانبرداری اختیار کرو) اس کا خاص ذکر کرو اور اس ذکر کو ملاوٹ سے بچا کر رکھو۔ شراکت کی ملاوٹ اس میں نہ ملاؤ۔

مخبت کون؟

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ (اور تم خشوع وخضوع برتنے والوں کو خوشخبری دے دو) اَلْمُخْبِتِيْنَ اللہ تعالیٰ کی یاد سے مطمئن نمبر۲۔ تواضع اور

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا

اور قربانی کے اونٹ اور گائیں جن کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے شعائر میں سے بنایا ہے تمہارے لئے ان میں خیر ہے سو تم ان پر

اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ

اللہ کا نام لو جب قطار میں کھڑے ہوں' سو وہ جب اپنی کروٹوں پر گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور جو صبر کیے ہوئے ہوا سے اور جو سوالی بن کر آ جائے

وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٣٦ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ

اس کو کھلاؤ' اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کیا ہے تاکہ تم شکر کرو۔ اللہ کو ہرگز نہیں پہنچتے

لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ

ان کے گوشت اور ان کے خون' لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے' اسی طرح اس نے ان کو تمہارے لئے مسخر کیا

لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٣٧ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ

تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور اچھے کام کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝٣٨ ع

بلاشبہ اللہ ایمان والوں سے رفع فرما دے گا بلاشبہ اللہ کسی بھی خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا۔

خشوع کرنے والے یہ الخبت سے نکلا ہے اچھی زرخیز زمین۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: وہ جو ظلم نہیں کرتے جب ان پر ظلم کیا جائے تو بدلہ نہیں لیتے۔ایک قول یہ ہے کہ اس کی تفسیر بعد والی آیت میں ہے۔

۳۵: الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (وہ لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ان کے دل نرم پڑ جاتے ہیں) ہیبت کی وجہ سے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ (اور وہ صبر کرنے والے ہیں ان تکالیف پر جو ان کو پہنچتی ہیں) مصائب و مشقتیں وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ (اور وہ نمازوں کو قائم کرنے والے ہیں) ان کے اوقات پر وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (اور جو رزق ہم نے دیا اس میں وہ خرچ کرتے ہیں) صدقہ کرتے ہیں۔

۳۶: وَالْبُدْنَ (اور قربانی کے جانور) یہ جمع بدنة کی ہے اس کو بڑی جسامت کی وجہ سے بدنہ کہتے ہیں شرع میں اونٹ اور گائے ہر دو کو شامل ہے۔

قراءت: رفع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔اور وہ اس ارشاد کی طرح ہے والقمر قدرنٰہ [یٰسٓ:۳۹]

جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے دین کے خاص نشانات میں سے بنایا ہے) اللہ تعالیٰ کی شریعت کے نشانات میں سے۔

نحو: اسم اللہ کی طرف اضافت اس کی تعظیم وتکریم کیلئے ہے اور یہ جعلنا کا مفعول ثانی ہے۔ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ (تمہارے لئے اس میں خیر ہے) دنیا میں فائدہ اور آخرت میں اجر فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا (پس تم ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو) ذبح ونحر کے وقت صَوَآفَّ (جبکہ وہ صف بستہ ہوں) ھاضمیر سے حال ہے ای قائمات قد صففن ایدیھن و ارجلھن اس حال میں کہ کھڑے کر کے صف میں ان کے اگلے اور پچھلے پاؤں باندھ دیئے گئے ہوں۔ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا (جب ان کے پہلو زمین پر گر پڑیں) وجوب الجنوب زمین پر گرنے کو کہتے ہیں۔ یہ وجب الحائط وجبة سے لیا گیا ہے جبکہ وہ گر جائے۔ جبکہ نحر کے بعد ان کے پہلو زمین پر آ رہیں اور حرکت ختم ہو جائے۔ فَكُلُوْا مِنْهَا (پس تم ان میں سے کھاؤ) اگر تم چاہو۔ وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ (اور قناعت کرنے والے سائل کو کھلاؤ) مراد سائل ہے یہ قنعت الیه جب کہ عاجزی کی جائے اور سوال کیا جائے۔ قنوعاً سوال کرنا۔ وَالْمُعْتَرَّ (اور سوال کرنے والے کو) جو اپنا آپ تمہارے سامنے ظاہر کرے اور سامنے تو آئے مگر سوال نہ کرے۔ ایک قول جو کچھ اس کے پاس ہو اس پر راضی وخوش ہو۔ اور جو بلا سوال مل جائے اس پر اکتفاء کرے یہ قَنِعت قَنْعًا وقناعةً سے ماخوذ ہے اور المعترّ جو سوال کیلئے دست درازی کرے۔

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ (اسی طرح ہم نے ان کو تمہارے قابو میں دے دیا) جیسا کہ ہم نے ان کے ذبح کا حکم دیا اسی طرح ان کو تمہارے قابو میں دیا۔ نمبر۲۔ یہ ذٰلك من يعظم [الحج:۳۰] کی طرح ہے پھر جملہ مستانفہ لائے اور فرمایا سَخَّرْنَا هَا لَكُمْ یعنی ان کے عظیم الجثہ اور طاقتور ہونے کے باوجود ان کو تمہارے تابع کر دیا ہے۔ تاکہ تمہیں ان کے ذبح پر قدرت حاصل ہو۔ لعلکم تَشْكُرُوْنَ (تاکہ تم شکریہ ادا کرو) تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے انعامات جو تم پر کیے گئے ہیں شکریہ ادا کرو۔

فلسفۂ قربانی:

۳۷: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (ہرگز اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا لیکن تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے) نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ گوشت وخون کو قبول نہیں کرتے بلکہ تقویٰ قبول کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ صدقہ کے گوشت اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو نہیں پہنچتے۔ اور نہ ہی ذبح کے ذریعہ بہائے ہوئے خون۔ مراد یہ ہے کہ گوشت وخون والے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو گوشت وخون سے راضی نہیں کر سکتے جب تک وہ نیت کی نگہبانی اور اخلاص اور تقویٰ کی دیگر شروط کا لحاظ نہ کریں۔

ایک قول یہ ہے جب اہل جاہلیت اونٹوں کو ذبح کرتے تو خون بیت اللہ کے گرد انڈیلتے اور خون اس کی دیواروں پر لگاتے۔ جب مسلمانوں نے حج کیا تو اس کا ارادہ کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ (اسی طرح ہم نے ان کو تمہارے قابو میں دے دیا) یعنی قربانی کے اونٹوں کو لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ (تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑھائی بیان کرو) ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ نمبر۲۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرو۔ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (جیسا اس نے تمہیں توفیق دی) اس کی طرح کشاں کشاں چلا دیا۔ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ (اور مخلصوں کو خوشخبری دے دو) ثواب کے ساتھ

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ ۳۹ الَّذِيْنَ

ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا' اور بلاشبہ اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے' یہ لوگ

اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

اپنے گھروں سے ناحق صرف یہ کہنے کی وجہ سے نکالے گئے کہ ہمارا رب اللہ ہے' اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بعض لوگوں کو

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا

بعض کے ذریعہ دفع فرماتا ہے تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے

اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۴۰ اَلَّذِيْنَ اِنْ

اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے گرا دیئے جاتے' اور یہ بات ضروری ہے کہ اللہ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے' بلاشبہ اللہ قوی ہے غلبہ والا ہے' یہ ایسے لوگ ہیں کہ

مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ

اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں تو نماز قائم کریں۔ اور زکوٰۃ ادا کریں' اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے

الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۴۱

روکیں' اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

اس کے احکام کی تعمیل کرنے والے۔

مدافعت کا وعدہ:

۳۸: اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہٹائے گا۔)

قراءت: مکی و بصری نے یَدْفَعُ پڑھا اور دیگر نے یدافع پڑھا۔ جس کا معنیٰ مدافعت میں مبالغہ کرے گا۔

عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (ایمان والوں سے) یعنی مسلمانوں سے کفار کی دغابازی کو اور اس کی مثل دوسری آیت ہے انا لننصر رسلنا والذين امنوا [غافر: ۵۱] پھر اس ارشاد میں اس کی تعلیل بیان فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ (بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتے ہر خائن سے) جو اللہ تعالیٰ کی امانت میں خیانت کرنے والا ہو۔ كَفُوْرٍ (ناشکر گزار) اللہ تعالیٰ کے انعامات کا کیونکہ وہ ان کے مخالف کو پسند نہیں کرتا اور وہ خائن کفار ہیں اور اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت برتنے والے اور اپنی امانات میں خیانت کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے منکر اور ناقدری کرنے والے ہیں۔

۳۹: اُذِنَ (ان لوگوں کو اجازت دے دی گئی)

قراءت: مدنی، بصری، عاصم کی قراءت میں اسی طرح پڑھا گیا ہے۔

لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ (ان لوگوں کو جس سے لڑائی کی جاتی ہے)۔

اجازتِ قتال اور اس کے اسباب:

قراءت: تاء کے فتحہ کے ساتھ مدنی، شامی، حفص نے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے ان کو لڑائی کی اجازت دے دی گئی۔ جس کی اجازت دی اس کو حذف کر دیا کیونکہ یقاتلون اس پر دلالت کر رہا ہے۔

بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا) ان کے مظلوم ہونے کی وجہ سے اور اس سے مراد اصحاب رسول ﷺ ہیں۔ مشرکین ان کو بڑی ایذائیں دیتے تھے۔ وہ رسول ﷺ کی خدمت میں مضروب، زخمی سر، مظلومیت کی فریاد کرتے ہوئے آتے۔ آپ ﷺ ان کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے صبر کرو۔

ابھی تک مجھے قتال کی اجازت نہیں ملی۔ یہاں تک کہ ہجرت کا حکم ہوا۔ پھر یہ آیت اتری۔ یہ سب سے پہلی آیت ہے جس میں قتال کی اجازت مرحمت فرمائی گئی اس سے قبل ستر سے زائد آیات میں ممانعت کی گئی تھی۔ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ (اور بے شک اللہ تعالیٰ کو ان کی مدد پر قدرت حاصل ہے) ایمان والوں کی مدد پر لَقَدِيْرٌ (البتہ قدرت والے ہیں) قادر مطلق ہیں۔ اس میں ایمان والوں کی نصرت و مدد کی بشارت دی گئی ہے اور یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ ان اللّٰہ یدافع عن الذین اٰمنوا [الحج: ۳۸]

۴۰: اَلَّذِيْنَ (وہ لوگ)

نحو: یہ محل جر میں للذین سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ اعنی کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۳۔ ھم مضمر کی وجہ سے مرفوع ہے۔

اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ (جن کو ان کے گھروں سے نکالا گیا) مکہ سے بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ (ناحق سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے) یعنی اور کوئی وجہ نہیں سوائے توحید کے جو کہ اس لائق ہے کہ ان کو پکا ٹھکانہ دیا جائے نہ کہ ان کو نکال باہر کیا جائے۔ اور دوسری آیت اسی کی مثل ہے۔ ھل تنقمون منا الا ان اٰمنا باللّٰہ [المائدہ: ۵۹]

نحو: ان یقولوا محلا مجرور ہے کیونکہ حق سے بدل ہے مطلب یہ ہے ان کو ان کی بات کی وجہ سے گھروں سے نکالا گیا ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ (اگر اللہ تعالیٰ بعض کو دفع نہ کرتا)

قراءت: مدنی و یعقوب نے دفاع پڑھا ہے۔

النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ (بعض سے تو گرا دیئے جاتے)

قراءت: حجازی قراء نے هُدِمَتْ کو تخفیفِ دال سے پڑھا ہے۔

صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ (درویشوں کی خانقاہیں اور گرجے اور یہود کے عبادت خانے اور مساجد) یعنی اگر تسلیطِ مسلمین کفار پر جہاد کے ذریعہ نہ کیا جاتا تو مشرکین مختلف ادیان والے اپنے اپنے زمانہ میں عبادت گاہوں پر غلبہ پا کر ان کو گرا دیتے اور نہ کسی نصرانی کا گرجا بچتا اور نہ ان کے درویشوں کے گنبد باقی رہتے اور نہ ہی یہود کے تکیہ خانے اور کنائس چھوڑے جاتے بلکہ سب کو زمین بوس کر کے مٹا دیا جاتا۔

الکنیسۃ کو صلاۃ کہا کیونکہ اس میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ اور نہ مسلمانوں کی مساجد قائم رہ سکتیں۔ نمبر۲۔ امت محمد ﷺ میں مشرکین کو مسلمانوں پر غلبہ ملے گا اور ان اہل کتاب پر بھی جو ان کی ذمہ داری میں ہیں۔ اور فریقین کے عبادت خانے گرائے جائیں گے۔ (یہ گویا پیشینگوئی ہے) غیر مساجد کو مساجد سے مقدم اس لئے کیا گیا کیونکہ انکا زمانہ مقدم تھا نمبر۲۔ انکا گرایا جانے کا زمانہ قریب تھا۔

یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا (ان میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے) مساجد میں نمبر۲۔ تمام میں اپنے اپنے زمانہ میں جبکہ صحیح تعلیمات ان کے ہاں تھیں (ورنہ اب تو اللہ تعالیٰ کے ذکر و نام کی کوئی چیز وہاں نہیں) وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ (ضرور اللہ تعالیٰ ان کی امداد کریں گے جو اس کی مدد کرتے ہیں) جو اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے فرمانبرداروں کی مدد کرنے والے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ (بیشک اللہ تعالیٰ طاقت ور ہیں) اپنے اولیاء کی مدد پر عَزِیْزٌ (زبردست ہیں) اپنے دشمنوں سے انتقام کے سلسلہ میں۔

مہاجرین کو اقتصادی خوشخبری:

۴۱: اَلَّذِیْنَ نحو: یہ من یَّنْصُرُهٗ سے بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ نمبر۲۔ للذین اُخْرِجُوْا کا تابع ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ (وہ کہ جب ہم ان کو زمین میں اقتدار عطاء کریں گے تو نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے) اس آیت میں سیرتِ مہاجرین کے متعلق خبر دی کہ عنقریب ہم ان کو اقتدار دیں گے تو ان سے یہ امور وقوع پذیر ہونگے۔ اور ان کے لئے دنیا کے خزانے کھول دیئے جائیں گے اور وہ دین کے امور کو کس کیفیت سے انجام دیں گے۔

خلفائے راشدین کی خلافت کی حقانیت کی یہ دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمکین فی الارض عنایت فرمائی اور انہوں نے دین کو سیرت عادلہ کے ساتھ نافذ کیا۔ قول حسن رحمۃ اللہ علیہ: اس سے مراد امت محمد ﷺ (پھر بھی صحابہ کرام جو مقدمۂ امت ہیں وہ اس کے اولین مصداق ہیں: مترجم) وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (اور تمام امور کا نتیجہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے) اس کے حکم کی طرف لوٹتا ہے اور اس کی تقدیر پر اختتام پذیر ہوتا ہے اولیاء کو غلبہ دینے اور ان کی بات کے بلند کرنے کی تاکید مزید ہے۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ

اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم' اور عاد' اور ثمود' اور ابراہیم کی قوم'

وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ

اور لوط کی قوم' اور مدین والے جھٹلا چکے ہیں' اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا سو میں نے کافروں کو مہلت دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا۔

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ فَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى

سو کیسا تھا میرا عذاب' سو کتنی ہی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کیا جو ظلم کرنے والی تھیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری

عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ

پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں ہیں جو بیکار ہیں' اور کتنے ہی محل ہیں جو مضبوط بنائے ہوئے تھے' کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تاکہ ان کے

قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ

ایسے دل ہوتے جن کے ذریعہ سمجھتے اور ایسے کان ہوتے جن کے ذریعہ سنتے سو بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں لیکن

تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ

دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں' اور وہ آپ سے جلد عذاب لانے کا تقاضا کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے

اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۭ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ

وعدہ کے خلاف نہ فرمائے گا' اور بلاشبہ آپ کے رب کے نزدیک ایک ایسا دن ہے جو تم لوگوں کے شمار کے مطابق ایک سال کے برابر ہوگا' اور کتنی ہی

ع ۶/ ۱۳ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَىَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾

بستیاں تھیں جن کو میں نے مہلت دی اس حال میں کہ ظلم کرنے والے تھے پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

۴۲: وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ (اور اگر وہ آپ کو جھٹلا دیں) اس میں آنحضرت ﷺ کو قریش مکہ کی مسلسل تکذیب پر تسلی دی یعنی آپ تکذیب میں اکیلے نہیں ہیں۔ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (پس جھٹلایا ان سے قبل) قریش مکہ سے قبل قَوْمُ نُوْحٍ (قوم نوح نے) نوح علیہ السلام کو وَّعَادٌ (قوم عاد نے) ہود علیہ السلام کو وَّثَمُوْدُ (اور قوم ثمود نے) صالح علیہ السلام کو۔

سابقہ اقوام کے حالات سے عبرت پکڑو:

۴۳: وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ (اور قوم ابراہیم علیہ السلام نے) ابراہیم علیہ السلام کو وَقَوْمُ لُوْطٍ (اور قوم لوط نے) لوط علیہ السلام کو

۴۴: وَّ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ (اور اصحاب مدین نے) شعیب علیہ السلام کو وَ کُذِّبَ مُوْسٰی (اور موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا گیا) ان کو فرعون اور قبطیوں نے جھٹلایا۔

سوال: یہاں قوم موسیٰ نہیں کہا؟

جواب: کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم بنی اسرائیل نے نہیں جھٹلایا قوم کے علاوہ دیگر قوم نے جھٹلایا۔ نمبر۲۔ گویا ہر قوم کی طرف سے تکذیب رسل کا ذکر کر کے فرمایا و کذب موسیٰ ایضًا مع وضوح ایاتہ واضح آیات کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا گیا۔ اور ان کے معجزات ظاہر ہو چکے مگر وہ جھٹلانے سے باز نہ رہے۔ پس اور کے متعلق کیا کہو گے؟ خود سوچ لو۔ فَاَمْلَیْتُ لِلْکٰفِرِیْنَ (پس میں نے کفار کو مہلت دی) ان کی سزا کو مؤخر کیا اور ان کو مہلت دی۔ ثُمَّ اَخَذْتُھُمْ (پھر میں نے ان کو پکڑا) ان کے کفر پر ان کو سزا دی فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ (پس میرا انکار کیا رہا۔) یعنی میرا انکار اور میری تبدیلی جبکہ میں نے انعامات کی جگہ عذاب اتارے اور دنیا کی زندگی میں ہلاکت دے دی اور آبادی کی جگہ بربادی بدل دی۔

قراءت: یعقوب نے وصل و وقف میں یاء کے ساتھ نکیری پڑھا ہے۔

۴۵: فَکَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا (بہت سی بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا)

قراءت: بصری نے اھلکتُھا پڑھا ہے۔

وَھِیَ ظَالِمَۃٌ (کیونکہ وہ ظالم تھیں)

نحو: یہ حال ہے یعنی ان بستیوں والے مشرک تھے۔ فَھِیَ خَاوِیَۃٌ (پس وہ گرنے والی ہیں) یہ خوی النجم سے بنا ہے جبکہ ستارہ گرے۔ عَلٰی عُرُوْشِھَا (اپنے چھتوں پر) یہ خاویۃ کے متعلق ہے مطلب یہ ہے وہ اپنی چھتوں پر گرنے والی ہیں۔ یعنی ان کی چھتیں زمین بوس ہوئیں پھر دیواریں گریں اور وہ چھتوں پر جا پڑیں۔

نحو: فھی خاویۃ اس کا کوئی محل اعراب نہیں کیونکہ اس کا عطف اھلکنا ھا پر ہے اور یہ ایسا فعل ہے جس کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا۔ یہ ترکیب اس وقت ہے جبکہ کَاَیِّنْ کو محلاً منصوب مانیں اور تقدیر عبارت یہ ہو۔ کثیرًا من القریٰ اھلکنا ھا۔ بہت سی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَۃٍ (اور بیکار کنوئیں) ڈول و رسّی نہ ڈالنے کی وجہ سے متروک ہو چکے اور ان کی مرمت وغیرہ ترک کر دی گئی۔ نمبر۲۔ ان میں پانی موجود اور آلات سقایہ بھی موجود ہیں مگر وہ معطل ہو چکے ان کو اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ ان کے آباد کار ہلاک ہو چکے۔ وَّقَصْرٍ مَّشِیْدٍ (اور مضبوط محلات) چونا گچ الشید چونے کو کہتے ہیں۔ نمبر۲۔ ان کی عمارات بلند ہوں۔ اس صورت میں یہ شاد البناء ای رفعہ اس نے عمارت کو بلند کیا سے لیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا اور کتنے کنوئیں بے کار کر دیے گئے اور کتنے مضبوط محلات ہیں جن کو ان کے باسیوں سے ہم نے خالی کروا لیا۔ یعنی ہم نے ہلاکت میں شہری و دیہاتی کسی کو نہ چھوڑا۔ محلات اپنے سکان سے خالی اور کنوئیں اپنے گھاٹ پر اترنے والوں سے فارغ۔

قول فیصل یہاں قصر و بئر سے عام مراد لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ کسی تخصیص کی چنداں حاجت نہیں۔

۴۶: اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ (کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں) اس میں سفر پر آمادہ کیا گیا تا کہ ان لوگوں کے بچھڑنے کے مقامات ملاحظہ ہوں جن کو کفر باللہ کی پاداش میں ہلاک کر دیا گیا اور یہ لوگ ان آثار کا مشاہدہ کر کے عبرت حاصل کریں۔ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا (پس ان کے دل ایسے ہوتے جن سے وہ ان امور کو سمجھتے یا ان کے کان ہوتے جن سے وہ سنتے) یعنی ان باتوں کو سمجھتے جن کو توحید وغیرہ میں سے سمجھنا ضروری ہے اور ان باتوں کو سنتے جن کا وحی میں سے سننا لازم ہے۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ (وہ آنکھوں کے اندھے نہیں بلکہ وہ دل کے نابینا ہیں جو ان کے سینوں میں ہیں)

نحو: فانھا میں ھا ضمیر قصہ ہے یا یہ ضمیر مبہم ہے جس کی تفسیر الابصار ہے۔ یعنی ماعمیت ابصارھم عن الابصار بل قلوبھم عن الاعتبار۔ ان کی صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں بلکہ ان کے دل عبادت سے خالی ہیں۔ ہر انسان کی چار آنکھیں ہیں۔ نمبرا۔ دو آنکھیں اس کے سر میں اور دو آنکھیں اس کے دل میں۔ جب وہ دل کی آنکھ سے دیکھتا اور سر والی آنکھ سے نہیں دیکھتا تو اس کو نقصان نہیں پہنچتا۔ اور اگر سر والی آنکھ سے دیکھتا اور دل والی آنکھ سے نہیں دیکھتا تو اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

صدور کا ذکر اس بات کی وضاحت کیلئے ہے کہ علم کا محل قلب ہے اور تا کہ یہ نہ کہا جائے کہ اس دل سے مراد اور کوئی عضو ہے جیسا کہتے ہیں القلب لبٌّ لکل شئی۔

۴۷: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ (وہ آپ سے اس عذاب کا نزول جلد مانگتے ہیں) استہزاء کے طور پر مؤخر عذاب کو جلدی طلب کرتے ہیں۔ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہ فرمائیں گے) گویا اس طرح فرمایا: لِمَ یستعجلونك به؟ وہ آپ سے کیونکر جلد آنے کا مطالبہ کرتے ہیں؟ گویا وہ اس عذاب کے فوت ہونے کے قائل نہیں اور یہ بات تو اس کے متعلق جائز ہو سکتی تھی جو میعاد کی خلاف ورزی کرنے والا ہو حالانکہ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی ہرگز خلاف ورزی نہ فرمائیں گے) اور وہ عذاب جس کا اس نے ان سے وعدہ فرما لیا وہ ضرور ان کو پہنچے گا خواہ کچھ وقت کے بعد ہی آ جائے۔

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (اور بیشک ایک دن تیرے رب کے ہاں ایک ہزار سال کی طرح ہے تمہاری گنتی کے مطابق)

قراءت: مکی، کوفی سوائے عاصم کے یعدّون پڑھتے ہیں۔ یعنی وہ عذاب کس طرح جلد طلب کرتے ہیں۔ جس ذات کے ہاں دن ایام عذاب میں سے تمہارے سالوں کی گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے کیونکہ تکالیف کے ایام طویل ہوا کرتے ہیں۔

۴۸: وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ (اور بہت سی بستیوں والوں کو میں نے مہلت دی اور وہ بے جا حرکات کرنے والے تھے) یعنی بہت سے بستیوں والے ایسے گزرے ہیں جو تمہاری طرح ظلم کرنے والے تھے میں نے ان کو ایک وقت تک مہلت دی۔ ثُمَّ اَخَذْتُهَا (پھر میں نے ان کو عذاب کے ساتھ پکڑا) وَاِلَىَّ الْمَصِيْرُ (اور میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے) یعنی لوٹنا

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۴۹ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تمہارے لئے واضح طور پر ڈرانے والا ہوں' سو جن لوگوں نے نیک عمل

الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۵۰ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ

کئے ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت والا رزق ہے' اور جن لوگوں نے عاجز کرنے کے لئے ہماری آیات کے بارے میں کوشش کی

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۵۱

یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

میری طرف ہی ہے مجھ سے کوئی چیز فوت نہ ہوگی۔

سوال: اس صورت میں وَكَاَيِّنْ واؤ کے ساتھ ذکر کیا جبکہ پہلی صورت میں فَكَاَيِّنْ فاء کے ساتھ ذکر کیا؟

جواب: کیونکہ پہلا کاین فکیف کان نکیر [الحج:۴۴] کا بدل تھا۔ اور یہ دوسرا پہلے دو جملوں کا حکم رکھتا ہے جن کا عطف واؤ سے کیا گیا ہے وہ جملے یہ ہیں ولن یخلف اللہ وعدہ اور ان یوماً عند ربك [الحج:۴۷] ہے۔

۴۹: قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (کہہ دیں! اے لوگو! بیشک میں تمہارے لیے کھلا ڈرانے والا ہوں) یہاں بشیر ونذیر نہیں فرمایا کیونکہ فریقین کا تذکرہ بعد میں آرہا ہے کیونکہ سیاق کلام مشرکین کی طرف ہے اور یا ایہا الناس کہہ کر انہی سے تخاطب ہے اور انہی کے متعلق کہا گیا افلم یسیروا اور استعجال کے ساتھ ان کے حالات بیان کیے۔ اور ایمان والوں کے تذکرے اور ان کے ثواب کو درمیان میں گھسا دیا تا کہ وہ برانگیختہ ہوں۔ نمبر۲۔ تقدیر عبارت اس طرح مان لیں۔ نذیر مبین و بشیر۔ پھر خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا۔

۵۰: فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ (پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے ان کے لئے بخشش ہے) گناہوں کی وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (اور عمدہ روزی) اچھی شاندار۔ پھر ڈرایا فرمایا۔

طعن کے لئے دوڑ دھوپ:

۵۱: وَالَّذِيْنَ سَعَوْا (اور وہ لوگ جو کوشش کرتے رہتے ہیں) سعی فی امر فلان: کسی معاملے میں دوڑ دھوپ کرنا تا کہ وہ اس معاملے کو بگاڑ دے جب کہ وہ اس کی کوشش سے بگڑتا ہو۔ فِيْۤ اٰيٰتِنَا (ہماری آیات کے متعلق) یعنی قرآن مجید کے متعلق مُعٰجِزِيْنَ (تا کہ وہ عاجز کردیں ہرادیں)۔

نحو: یہ حال ہے

قراءت: مکی، ابو عمرو نے معجزین پڑھا ہے۔ اور عاجزہ سے سبقت کرنا مراد ہے۔ گویا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو ساتھ ملنے سے عاجز کرنے کا طلبگار ہے۔ جب ایک ان میں سے آگے بڑھ جاتا ہے تو کہتے ہیں اعجزہ، عجزہ، مطلب یہ ہے کہ وہ اسے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ

اور آپ سے پہلے ہم نے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو جب اس نے پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں شبہ ڈال

اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

دیا پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ختم کر دیتا ہے پھر اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے' اور اللہ علیم ہے

حَكِيْمٌ ۝ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

حکیم ہے' تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ان لوگوں کے لئے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں مرض ہے

وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ

اور جن کے دل سخت ہیں' اور بلاشبہ ظلم کرنے والے دور کی مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں' اور تاکہ وہ لوگ زیادہ یقین کریں

اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ

جنہیں علم دیا گیا ہے کہ بے شک وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے' پھر ایمان پر زیادہ قائم ہو جائیں پھر ان کے دل اس کی طرف اور بھی جھک جائیں'

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ

اور بلاشبہ اللہ ایمان والوں کو صراط مستقیم کی ہدایت فرماتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ

مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝

برابر اس کی طرف سے شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان کے پاس اچانک قیامت آجائے یا ان کے پاس کسی ایسے دن کا عذاب آجائے جس میں کوئی خیر نہ ہو'

اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ

اس روز بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہوگی وہ ان کے درمیان فیصلے فرمائے گا سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ نعمت کے

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ع

باغوں میں ہوں گے' اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا سو ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

معانی میں طعن و تشنیع کی خاطر بگھاڑنے کیلئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں کہ کبھی تو سحر کہتے ہیں اور کبھی شعر اور بار دیگر اساطیر کا نام دھرتے ہیں اور اپنے خیال میں اس اندازہ کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ان کی توقعات یہ ہیں کہ اسلام کے سلسلہ میں ان کی تدابیر کامیاب ہونگی۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (یہ لوگ جہنمی ہیں) بھڑکتی آگ والے ہیں۔

تمنی قراءت کے معنی میں ہے:

۵۲: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ (اے محمد ﷺ ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول ایسا نہیں بھیجا) مِنْ ابتدائے غایت کیلئے ہے۔ مِنْ رسول میں مِنْ زائدہ ہے۔ جو تاکید نفی کیلئے بڑھا دیا گیا ہے۔ وَّلَا نَبِيٍّ (اور نہ کوئی نبی)

مَسْئَلَہ: یہ آیت رسول اور نبی کے معنی میں تغایر کی دلیل ہے۔ بخلاف ان حضرات کے جو ان کو ایک کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے انبیاء علیہم السلام کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ مائة الف و اربعة عشرون الفاً پھر سوال کیا گیا ان میں رسل کی تعداد کتنی ہے۔ آپ نے فرمایا ثلاث مائة وثلاثة عشر [رواہ ابن حبان: ۳۶۱۔ ابونعیم فی الحلیہ ۱/۱۶۶]

دونوں میں فرق یہ ہے کہ رسول وہ ہے جس نے معجزہ اور کتاب منزل کو جمع کر لیا ہو۔ نبی وہ ہے جس پر کتاب نہ اترے۔ اس کو پہلی شریعت کی طرف دعوت دینے کا حکم ہو۔ ایک اور قول یہ ہے رسول شرع کا واضع ہوتا ہے اور نبی دوسری شریعت کا حافظ و نگران ہوتا ہے۔

اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰىٓ (مگر جب اس نے پڑھا) تمنّٰی کا معنی قراءت حضرت حسان بن ثابت کے اس شعر میں ہے۔

تمنّٰی کتاب اللّٰہ اول لیلة ☆ تمنی داود الزبور علی رِسْلِ

وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو شروع رات میں اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہے جیسے داؤد زبور کی تلاوت کرتے تھے۔

اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ (تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں مداخلت کی) امنیتہ سے تلاوت مراد ہے مفسرین کرام نے کہا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو آواز دی تا کہ سورۃ النجم کی تلاوت ان کو سنائیں۔ جب آپ ومناة الثالثة الاخری پر پہنچے تو زبان پر جاری ہوا۔ تلك الغرانیق العلی۔ وان شفاعتھن لترتجی [1] مگر آپ کو معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ عصمت نے آلیا اور اس پر متنبہ کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو متنبہ کیا آپ کو اطلاع دی کہ یہ شیطان کی شرارت تھی۔ مگر یہ قول درست نہیں ہے اس لئے کہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو آپ نے جان بوجھ کر یہ کلام کیا ہو اور یہ ممکن نہیں کیونکہ یہ کفر ہے اور آپ کی بعثت بتوں کی مذمت کیلئے کی گئی نہ کہ ان کی تعریف کرنے والا بنا کر بھیجا۔ نمبر۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شیطان نے نبی اکرم ﷺ کی زبان پر جبراً جاری کر دیا ہو کہ آپ اس کو نہ روک سکے ہوں اور یہ بھی ناممکن ہے شیطان جبراً کسی بات کو دوسرے کی زبان پر بھی جاری نہیں کر سکتا۔ ارشاد الٰہی ہے۔ ان عبادی لیس لك علیهم سلطان [الاسراء:۶۵] تو آپ ﷺ کے حق میں بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔

نمبر۳۔ تیسری صورت آپ کی زبان پر بھول و غفلت سے جاری ہو گئی ہو مگر یہ بھی مردود ہے کیونکہ اس قسم کی غفلت و بھول تبلیغ وحی کے موقع پر آپ کے متعلق جائز نہیں ہے اگر اس کو جائز قرار دے دیا جائے تو آپ کی بات پر اعتماد باطل ہو جاتا ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق خود فرمایا لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه [فصلت:۴۲] اور فرمایا انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون [الحجر:۹]

جب یہ تمام وجوہ باطل ٹھہریں تو اب ایک صورت صرف باقی رہ گئی وہ یہ کہ آپ ﷺ کو مناۃ الثالثۃ الاخری کہہ کر خاموش ہو گئے تو شیطان نے یہ کلمات نبی اکرم ﷺ کی قراءت سے متصلا آواز ملا کر کہہ دیئے تو بعض کے خیال میں آیا کہ نبی اکرم ﷺ نے (نعوذ باللہ) یہ کلمات کہے ہیں۔ پس یہ القاء فی قراءۃ النبی ﷺ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں شیطان کلام کرتا تھا اور اس کا کلام لوگ سنتے تھے روایت میں وارد ہے کہ شیطان نے احد کے دن آواز دی۔ الا ان محمدا قد قتل ۔ اور اسی طرح بدر کے دن مشرکین کو سراقہ کی شکل میں تسلی دیتے ہوئے کہا۔ لا غالب لکم الیوم من الناس و انی جارٌ لکم [الانفال:۴۸]

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ (اللہ تعالیٰ شیطان کے شبہات کو نابود کر دیتا ہے) ختم کر دیتا اور بے کار کر دیتا ہے اور اطلاع دے دیتا ہے یہ شیطان کی شرارت اور وسوسہ ہے۔ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ (پھر آیات کو قائم رکھتا ہے) اور شیطان کی طرف سے اس میں اضافہ ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ علم والے) جو ان سے اپنے پیغمبر ﷺ پر وحی اتاری ہوتی ہے اور جو شیطان کا مقصود ہے۔ حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) اس حقیقت کو منکشف کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اور زائل کر کے ارادۂ شیطانی کو ناکام بنا دیتا ہے۔ پھر ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی آزمائش و امتحان ہے فرمایا۔

۵۳: لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً (تاکہ شیطان کے شبہات کو اللہ تعالیٰ آزمائش بنا دے) آزمائش و مصیبت لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (ان لوگوں کیلئے جن کے دلوں میں بیماری ہے) یعنی شک و نفاق ہے۔ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ (اور جن کے دل سخت ہیں) یعنی مشرک اور مکذب لوگ مراد ہیں۔ اس سے انکا شک اور ظلمت بڑھ جاتا ہے وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ (اور بلاشبہ ظالم) منافق و مشرک لوگ۔

نکتہ: یہ اصل میں انّھم تھا مگر ضمیر کی جگہ اسم ظاہر الظالمین لائے تاکہ ان کی ناحق کوشی کی صراحت ہو جائے اور ظالم ہونا پختہ ہو جائے لَفِيْ شِقَاقٍ (البتہ ضد میں ہیں) مخالفت بَعِيْدٍ (دور کی) جو حق سے بہت دور ہے۔

۵۴: وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (اور تاکہ علم والے جان لیں) جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین اور آیات کا علم ملا ہے۔ اَنَّهُ (کہ یہ) قرآن الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ (برحق ہے تیرے پروردگار کی طرف سے پس وہ اس قرآن پر یقین کریں) فَتُخْبِتَ (پس عاجزی کریں) مطمئن ہو جائیں۔ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (اس کے لئے ان کے دل اور بیشک اللہ ایمان والوں کی راہنمائی کرنے والے ہیں سیدھے راستے کی طرف) پس وہ دین میں متشابہ آیات کی تاویلات صحیحہ کرتے ہیں اور جو ان پر اشکال پیدا کرے۔ اس کا صحیح محل تلاش کرتے ہیں۔ جس کا تقاضہ محکمات کے اصول کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کو کوئی حیرت بھی نہیں آئی اور نہ ان کو کوئی اشتباہ پیش آیا ہے۔

کفار کی ضد بازی:

۵۵: وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ (اور کافر ہمیشہ شک میں پڑے رہیں گے) مِّنْهُ (اس کے متعلق) قرآن مجید کے متعلق یا صراط مستقیم کے متعلق حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً (یہاں تک کہ قیامت ان کے پاس اچانک آن پہنچے۔) اور اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ یا ان پر کسی بے برکت دن کا عذاب اتر پڑے) یعنی بدر کے دن ، وہ عقیم اس لحاظ سے کہ کافروں کو اس میں کوئی

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ قتل کیے گئے یا طبعی موت سے وفات پا گئے اللہ انہیں ضرور ضرور اچھا رزق عطا

حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ

فرمائے گا اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ خیر الرازقین ہے' وہ انہیں ضرور ضرور ایسی جگہ میں داخل فرمائے گا جس سے وہ خوش ہوں گے

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ

اور بلاشبہ اللہ خوب جاننے والا ہے' بہت حلم والا ہے' یہ بات یوں ہی ہوگی اور جو شخص اس قدر بدلہ لے' جس قدر اسے تکلیف پہنچائی گئی

ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾

پھر اس پر زیادتی کی جائے اللہ تعالیٰ ضرور ضرور اس کی مدد فرمائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور بخشنے والا ہے۔

کشادگی میسر نہیں ہوئی یا راحت نہیں پہنچی جیسا کہ الریح العقیم سے کوئی خیر فصلوں اور انسان کو نہیں ملتی۔ نمبر۳۔ عقیم کا معنی سخت دن تھا۔ اس میں رحمت نہ تھی۔ نمبر۴۔ معاملے کی شدت کی وجہ سے وہ دن بے مثل تھا۔ چونکہ ملائکہ بھی قتال میں شریک تھے۔ قول ضحاک رحمۃ اللہ علیہ: اس سے قیامت کا دن مراد ہے اور السَّاعة سے اس صورت میں مقدمات قیامت مراد لیے جائیں گے۔

۵۶: اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ (بادشاہی اس دن) یعنی یوم سے قیامت کا دن مراد ہے اور تنوین اس کی جملہ کے عوض ہے ای یوم یومنون اویوم تزول مریتھم اس دن یہ ایمان لائیں گے یا اس دن انکا شک دور ہوگا۔ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہوگا۔) اس میں کوئی بھی منازعت کرنے والا نہ ہوگا۔ (ظاہر بادشاہتیں بھی نہ ہونگی) يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (وہ ان کے مابین فیصلے کرے گا) پھر ان میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اس ارشاد میں ذکر فرمایا فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے وہ نعمتوں والی جنتوں میں ہونگے)

۵۷: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا ان کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔)

ربط: پھر اللہ تعالیٰ نے فریق اول میں سے ایک فریق کو اپنے فضل سے خاص کیا اور فرمایا۔

بلامثال پیدا کرنے والا بلا ملال دے گا:

۵۸: وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی) وہ اپنے اوطان سے جہاد کرنے کیلئے نکلے ہیں۔ ثُمَّ قُتِلُوْا (پھر وہ قتل کر دیے گئے) جہاد میں۔

قراءت: شامی نے قُتِّلُوْا پڑھا ہے۔ اَوْ مَاتُوْا (یا طبعی موت آ گئی) لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا (اللہ تعالیٰ ضرور ان کو رزق

حسن سے نوازیں گے) ایک قول یہ ہے رزق حسن وہ ہے جو کبھی بھی منقطع نہ ہو۔
وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی بہترین رزق عنایت فرمانے والے ہیں) کیونکہ وہ بلا مثال مخلوق کو ایجاد کرنے والے ہیں۔اور تمام کے رزق کی بلا ملال کفالت کرنے والے ہیں۔
۵۹: لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا (ضرور وہ ان کو ایسے مقام میں داخل فرمائے گا)
قراءت: مدنی نے مَدْخلاً پڑھا ہے اس سے مراد جنت ہے۔ يَّرْضَوْنَهٗ (جس کو وہ پسند کرتے ہیں) کیونکہ اس میں وہ چیزیں ہیں جو نفس کو پسند ہیں اور جن سے آنکھیں لذت اندوز ہوتی ہے۔وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ضرور جاننے والے ہیں) ان کے حالات کو جنہوں نے جہاد میں اپنا وقت پورا کیا اور وہ فوت ہونے والے جو آس لگائے بیٹھے تھے مگر زندگی نے وفاء نہ کی۔ حَلِيْمٌ (حوصلہ والے ہیں) اس کو بھی مہلت دیتے ہیں جو ان سے عناد کے ساتھ قتال کرتا ہے۔
شانِ نُزول: روایت میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے بعض اصحاب نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! یہ لوگ جو شہید ہو گئے ان کے متعلق تو ہم جانتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا خیر ملے گی۔اور ہم آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے ہیں جیسے وہ شریک ہوتے تھے۔اگر ہم مر جائیں تو ہمیں کیا ملے گا۔پس اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیات اتار دیں۔
۶۰: ذٰلِكَ ای الامر ذٰلك (معاملہ یہی ہے۔) اس کے بعد والا جملہ مستانفہ ہے۔وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ (جو شخص دشمن کو اسی قدر تکلیف پہنچائے جتنی اس کو دی گئی) ابتدائے جزاء کو عقوبت سے تعبیر کیا کیونکہ وہ عقوبت سے سبب کی نسبت سے ملی ہوئی ہے اور یہ اس کے نتیجے میں ہوا۔ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ (پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ضرور مدد دے گا) جس نے اتنی سزا دی جتنی زیادتی اس سے ہوئی۔ پھر اس کے بعد اس پر ظلم کیا گیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق بن گیا کہ اس کی مدد کرے۔
اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ (بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں) وہ گناہوں کے آثار کو بھی مٹا دیتے ہیں۔غَفُوْرٌ (بخشنے والے ہیں) کہ متنوع اقسام کے گناہ وعیوب چھپاتے ہیں۔
آیت کے سیاق کے مطابق دو آیات میں تقریب اس طرح ہو سکتی ہے کہ معاقب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو پر مقرر کیا گیا ہے اور اسی طرح عقوبت اس ارشاد کے ساتھ فمن عفا و اصلح فاجره على الله [الشوریٰ:۴۰]
وان تعفوا اقرب للتقوٰی [البقرہ:۲۳۷] پس ان باتوں نے اس میں کوئی اثر نہ کیا اور اس نے بدلہ لیا تو وہ افضلیت کا تارک ہوگا۔وہ دوسری مرتبہ میں اپنی نصرت کا ضامن ہے۔جبکہ اس نے عفو کو ترک کیا اور باغی سے انتقام لیا اور اس کے باوجود اس پر جو بہتر ہے اس کو یہ دونوں صفات ذکر کر کے تعریض کی جائے گی۔نمبر۲۔عفو و مغفرت کا تذکرہ دلالت کر رہا ہے کہ اس کو سزا پر قدرت ہے عفو کی صفت اسی کیلئے ثابت اور بیان کی جا سکتی ہے جو اس کے عکس پر قدرت رکھتا ہو۔جیسا محاورہ ہے: العفو عند القدرة]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَاَنَّ

یہ اس وجہ سے ہے کہ بلاشبہ اللہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور بلاشبہ اللہ

اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۶۱ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک اللہ حق ہے اور اس کے علاوہ جو دوسروں کو پکارتے ہیں وہ

هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ ۝۶۲ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ

باطل ہیں۔ اور اللہ برتر ہے بڑا ہے۔ اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝۶۳

پانی اتارا پھر زمین ہری بھری ہو گئی۔ بلاشبہ اللہ بہت مہربان ہے خبر رکھنے والا ہے۔

نمونہ ہائے قدرت:

۶۱: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ (اور یہ اللہ تعالیٰ کی مدد اس لئے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے اور دیکھنے والے ہیں) یعنی یہ مظلوم کی مدد اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں اور اس کی آیاتِ قدرت میں سے یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے یعنی اس میں اس کا اضافہ کر دیتا ہے۔ اور اس کا اس میں اضافہ نمبر۲۔ اس وجہ سے کہ وہ دن رات کا خالق ہے اور ان میں تصرف وہی کرنے والا ہے۔ آسمان و زمین کے مابین بندوں کے ہاتھوں سے جو خیر و شر انجام پاتا ہے وہ بھی اس سے مخفی نہیں اسی طرح انصاف و سرکشی بھی۔ اور بیشک وہ سمیع (سننے والا) ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں اس کو کسی بات کا سننا دوسرے کی بات سے مشغول نہیں کر سکتا خواہ ان میں آوازیں اور فنون و اقسام السنہ بھی مختلف کیوں نہ ہو۔ بصیر (وہ دیکھنے والے ہیں) ان تمام افعال کو جو وہ کرتے ہیں۔ راتوں میں کی جانے والی کوئی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی۔ خواہ یہ در پردہ اندھیرے کیوں نہ ہو۔

۶۲: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ (اور یہ نصرت اس سبب سے یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہیں اور جن چیزوں کی) مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ (اللہ تعالیٰ کے سوا یہ عبادت کرتے ہیں وہ بالکل باطل و بے حقیقت ہے اور اللہ تعالیٰ ہی عالیشان اور سب سے بڑا ہے۔)

قراءت: ابوبکر کے علاوہ عراقی قراء نے مایدعون پڑھا ہے۔ ذلک الوصف یہ وصف اس وجہ سے یقینی ہے کیونکہ اس نے رات دن کو پیدا کیا اور جو کچھ ان میں ہو رہا ہے اس کا وہ احاطہ کرنے والا ہے اور ان کے مابین مخلوق کے افعال و اقوال کا اسے ادراک ہے کیونکہ

لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۶۴﴾ ع ۸ ۷ ۱۵

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب اس کا ہے اور بلاشبہ اللہ غنی ہے تعریف کا مستحق ہے'

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِیْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لئے وہ سب کچھ مسخر فرمادیا جو زمین میں ہے' اور کشتی کو مسخر فرمادیا وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہے

وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ

اور وہ آسمان کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے' مگر یہ کہ اسی کا حکم ہو جائے۔ بلاشبہ اللہ لوگوں پر بہت مہربان ہے

رَّحِیْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَحْیَاكُمْ ۫ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

نہایت رحم فرمانے والا ہے' اور اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ فرمائے گا' بلاشبہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی الوہیت ثابت و حقیقی ہے اور جن کو لوگ آلھہ کے نام سے ذکر کرتے ہیں وہ تمام باطل ہیں اور شان کے اعتبار سے کوئی چیز اس سے اعلیٰ نہیں اور غلبہ کے اعتبار سے اس سے کوئی بڑا نہیں۔

۶۳: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ پانی اوپر سے اتارتا ہے) یعنی بارش کی صورت میں فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً (جس سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے) نباتات کے ذریعہ اس کے بعد کہ وہ سیاہ خشک تھی۔

لطیفہ نحویہ: تصبح صیغہ مضارع ہے۔ ماضی نہیں لایا گیا تا کہ معلوم ہو کہ بارش کا اثر زمانہ درزمانہ باقی رہتا ہے جیسا کہتے ہیں۔ انعم علی فلانٌ فاروحُ واغدو شاکرًا لهٗ میں صبح وشام اس کا شکر گزار رہونگا۔ اگر تم یوں کہتے فرحت، وغدوت، یہ مفہوم ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ البتہ تصبح کا لفظ مرفوع لایا گیا۔ استفہام کے جواب میں منصوب آنا چاہیے تھا وہ نہیں آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر منصوب لاتے تو مقصد باطل ہو جاتا ہے۔

وہ اس طرح کہ اس کا مطلب اخضرار کو ثابت کرنا ہے۔ اگر نصب لاتے تو اخضرار کی نفی ہو جاتی ہے جیسا تم اپنے دوست کو کہو۔ الم ترانی انعمت علیك فتشکرُ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے تم پر احسان کیا پس شکریہ ادا کرتے رہو۔ اور اگر تم تشکر نصب سے پڑھو تو تم نے اس کے شکریے کی نفی کی اور شکریہ نہ کرنے کی کوتاہی پر تم اس کا شکوہ کر رہے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے تم پر احسان کیا پس تم شکریہ کیوں ادا نہیں کرتے؟

اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ (بیشک اللہ تعالیٰ لطف والے ہیں) اس کا عمل یا فضل ہر چیز تک پہنچنے والا ہے۔ خَبِیْرٌ (مطلع ہیں) اپنی مخلوقات کے مصالح اور منافع سے۔ نمبر۲۔ اللطیف کا معنی دقیق تدابیر کے ساتھ خاص ہیں۔ اور الخبیر ہر قلیل وکثیر کا احاطہ کرنے والے ہیں۔

۶۴: لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے) ملکیت اور حاکمیت کے لحاظ سے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات سے بے نیاز ہے) آسمانوں اور زمین کے مابین سب کچھ فناء ہو جانے کے بعد اپنی کمالِ قدرت کے ساتھ وہ بے نیاز ہے۔ الْحَمِيْدُ وہ (مستحق ستائش ہے) آسمانوں اور زمین میں جو موجود ہیں ان سے قبل وہ اپنے انعامات کے سبب ذاتی طور پر محمود ہے۔ خواہ کوئی حمد کرنے والا ہو یا نہ ہو۔

قدرت کے مزید نمونے:

۶۵: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ (کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا جو کچھ کہ زمین میں ہے) خشکی میں چوپائے تمہاری سواریوں کیلئے مطیع کر دیے گئے۔ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ (اور سمندر میں کشتیاں اور جہاز اسی کے حکم سے چلتے ہیں) یعنی بعض سواریاں سمندر میں چلنے والی ہیں۔

نحو: الفلك کو منصوب پڑھا گیا ہے۔ اس کا عطف ما پر ہے اور تجری اس کا حال ہے تقدیر کلام یہ ہے سخرلکم الفلك فی حال جریها اور اس نے کشتیوں کو چلنے کی حالت میں مطیع کر دیا۔ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ (اور وہ آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے) یعنی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں اس سے کہ وہ زمین پر گرے۔ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (مگر اس کے اذن سے) اس کے حکم سے یا اس کی مشیت سے اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ (بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربان ہیں) کہ زمین کی تمام اشیاء اس کے کام میں لگا دیں۔ رَّحِيْمٌ (مہربان ہیں) آسمان کو روکنے میں تاکہ وہ زمین پر نہ گر پڑے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انعامات کو نام بنام شمار کیا تاکہ انسان انکا شکریہ ادا کریں اور اللہ تعالیٰ کو مختلف صفات سے یاد کریں۔

قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

اسم اعظم ان آٹھ آیات میں ہے جو ان کو پڑھے گا اس کی دعا یقیناً قبول ہوگی۔

۶۶: وَهُوَ الَّذِيْ اَحْيَاكُمْ (اور وہی تو ہے جس نے تمہیں زندگی عطا کی) تمہاری ماؤں کے رحموں میں ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ (پھر وہ تمہیں موت دے گا) جب تمہاری اجل مقررہ ختم ہو جائے گی۔ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (پھر وہ تمہیں زندہ کریں گے) تاکہ تمہارا بدلہ دے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ (بیشک انسان البتہ ناشکرا ہے) اس لئے کہ بے شمار قسم کی نعمتوں کا جو اس پر کی گئی ہیں شدت سے انکار کرنے والا ہے۔ اور بے شمار اقسام کے عذاب اس سے ہٹالئے وہ پھر مرغ کی ایک ٹانگ ہانک رہا ہے۔

نمبر۲۔ یہ نعمت پیدائش کو نہیں پہچان رہا جو کہ اس کا ابتدائی وجود ہے اور نہ یہ فناء کو جان رہا ہے جو کہ وعدہ مقررہ سے اس کو قریب کرنے والا ہے اور نہ یہ دوبارہ زندگی کو پہچان رہا جو مقصود تک پہنچانے والی ہے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى

ہم نے ہر امت کے لئے عبادت کے طریقے مقرر کیے ہیں جن کے مطابق وہ عبادت کرتے تھے سو اس امر میں وہ آپ سے جھگڑا نہ کریں اور آپ ان کو اپنے رب کی

رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

طرف بلاتے رہیں بلاشبہ آپ ہدایت پر ہیں جو سیدھا راستہ ہے اور اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو

تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾

خوب جانتا ہے' اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان ان چیزوں میں فیصلے فرما دے گا جن میں اختلافات کیا کرتے تھے'

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ

اے مخاطب کیا تجھے معلوم نہیں جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے بلاشبہ اللہ اس سب کو جانتا ہے سب کچھ کتاب میں لکھا ہے' بلاشبہ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾

یہ اللہ پر آسان ہے۔

ہر امت کی ایک شریعت:

٦٧: لِكُلِّ اُمَّةٍ (اور ہر امت کیلئے) اہل دین کیلئے جَعَلْنَا مَنْسَكًا (ہم نے عبادت کا ایک طریق مقرر فرمایا) اس کی وضاحت اسی سورت میں گزری ہے یہاں دوبارہ اس کو ان لوگوں کی تردید کرنے کیلئے لایا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ ذبح کرنا اللہ تعالیٰ نے شروع نہیں فرمایا حالانکہ یہ تو ہر اُمت کی شریعت میں ہے۔ هُمْ نَاسِكُوْهُ (جس کو وہ اختیار کرنے والے تھے) عمل کرنے والے تھے۔ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ (پس ہرگز وہ تم سے مجادلہ نہ کریں) مطلب یہ ہے۔ ان کی بات کی طرف مت دھیان دیں اور نہ ان کو موقعہ دیں کہ آپ سے مجادلہ کریں۔ فِي الْاَمْرِ (اس معاملے میں) ذبائح کا معاملہ مراد ہے یا دین کا معاملہ۔

شانِ نزول: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے مسلمانوں پر یہ کہہ کر طعنہ زنی کی کہ تم تو اپنا مارا کھاتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا مارا نہیں کھاتے؟ یعنی مردار وَادْعُ (اور تم دعوت دو) لوگوں کو اِلٰى رَبِّكَ (اپنے رب کی طرف) اپنے رب کی عبادت کی طرف اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ (بیشک آپ ہی ہدایت کے سیدھے راستہ پر ہیں) مضبوط راستے پر۔

نکتہ: یہاں لکل امۃ کے ساتھ واؤ نہیں لائے جبکہ پہلے ولکل امۃ واؤ لائی گئی ہے کیونکہ وہ ان آیات کے ساتھ آئی ہے جہاں احکام حج کا تذکرہ ہے اس لئے ان پر عطف مناسب ہے اور یہ آیت ایسے مقام پر واقع ہے جو عبادات کے احکام سے متعلق نہیں۔ اس لئے عطف کی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واؤ نہ لائی گئی۔

۶۸: وَاِنْ جٰدَلُوْكَ (اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں) ضد و تعنت کی بناء پر آپ سے جھگڑا کریں۔ جیسا کہ حمقاء کیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود کہ آپ ان سے کبھی تنازع کی صورت نہ پیدا فرماتے تو حکم دیا۔ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا بخوبی علم ہے) ان سے جھگڑا میں نہ پڑیں بلکہ یہ بات کہہ کر مدافعت کریں۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی بخوبی خبر ہے اور جو بدلہ اس پر تمہیں ملنے والا ہے اس سے بھی واقف ہیں پس وہ خود تمہیں بدلہ دیں گے یہ درحقیقت وعید اور انذار ہے لیکن نرم ورقیق انداز میں۔

مَسْئَلَہ: اس میں یہ ادب سکھایا کہ ضدی آدمی سے کس طرح نپٹنا چاہئے۔ سبحان من ادب نبیّہ باحسن الآداب۔

۶۹: اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (اللہ تعالیٰ تمہارے مابین ان باتوں میں قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے جن میں تم اختلاف کرتے تھے) اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤمنین اور کفار کو خطاب کیا کہ ثواب و عقاب کا فیصلہ حقیقی قیامت کے دن ہوگا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کو ان تکالیف پر تسلی دی گئی جو کفار کی طرف سے روز پیش آتی تھیں۔

۷۰: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو جو آسمان اور زمین میں ہے جانتے ہیں) یعنی کس طرح تمہارے اعمال اس سے مخفی رہ سکتے ہیں۔ علماء کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ آسمان و زمین میں جو چیز پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو پہلے ہی جانتے ہیں۔ اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک وہ) جو ان دونوں میں موجود ہے۔ فِيْ كِتٰبٍ (لوح محفوظ میں) مندرج ہے۔ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (بیشک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے) یعنی ان تمام کا جاننا اس پر گراں نہیں بلکہ آسان ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ

اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی' اور نہ ان کے پاس ان کی کوئی

عِلْمٌ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ

دلیل ہے' اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں' اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں جو خوب واضح ہیں تو اے مخاطب تو کافروں کے

فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ

چہروں میں ناگواری کو پہچان لے گا' قریب ہے کہ ان لوگوں پر حملہ کر بیٹھیں جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتے

اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ

ہیں' آپ فرما دیجئے کیا میں اس سے زیادہ ناگوار چیز نہ بتا دوں؟ وہ دوزخ ہے! جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ

كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ ع

فرمایا ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ع ۹ / ۸ / ۱۶

۷۱: یہاں سے کفار کی اس جہالت کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو عبادت کے حقدار ہی نہیں ہیں۔ فرمایا: وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا (اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جن کی معبودیت کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری)۔

قراءت: یُنْزِلْ مکی وبصری نے پڑھا ہے۔ سلطانا حجت و برہان کو کہتے ہیں۔

وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ (اور نہ ان کے پاس ان کی عبادت کے متعلق علم ہے) (یعنی عقلی دلیل نہیں ہے) یعنی عبادت میں نہ تو کسی آسمانی وحی کی دلیل سے استدلال کرنے والے ہیں اور نہ وہ کسی عقلی دلیل کو پیش کر سکتے ہیں۔ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ (اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں) اور نہ ہی ایسے ظلم کا ارتکاب کرنے والے لوگوں کا کوئی مددگار ہے جو ان کے مذہب کی تصویب و توثیق کرے۔

تلاوت پر کفار کا غصہ:

۷۲: وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ (اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں) یعنی قرآن مجید تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ (تو تم کفار کے چہروں پر انکار کو پہچانو گے) انکار جو ترش روئی اور کراہت سے پہچانا جاتا ہے۔ المنکر مصدر میمی ہے انکار کرنا۔ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ (قریب ہے کہ وہ حملہ آور ہو جائیں) یسطون پکڑ لیں۔ السطو: (کودنا اور پکڑنا)۔ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (ان لوگوں پر جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتے ہیں) یتلون کی ضمیر سے مراد نبی اکرم ﷺ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اے لوگو! ایک مثل بیان کی گئی ہے سو تم اسے دھیان سے سن لو' بلاشبہ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت

اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا

کرتے ہیں وہ ہرگز مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اس کے لئے وہ سب اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے

لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝۷۳ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ

تو اسے چھڑا نہیں سکتے' طالب بھی کمزور اور مطلوب بھی کمزور' لوگوں نے اللہ کی ایسی تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کی تعظیم کا

قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۷۴

حق ہے بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا ہے زبردست ہے۔

اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ (کہہ دیں کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ ناگوار بتلا دوں) تمہارے اس غصہ سے جو تمہیں تلاوت کرنے والوں پر آتا ہے۔ اور ان پر حملہ آور ہونے سے یا جو تمہیں کراہت پہنچی ہے اور ضجر وا کتاہٹ اس تلاوت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اَلنَّارُ (وہ آگ ہے) یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے گویا کہ کوئی اس طرح کہہ رہا ہے کہ وہ ناگوار ترین چیز کیا ہے؟ تو جواب آیا آگ یعنی وہ آگ ہے۔ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ فرمایا ہے) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے) یعنی آگ۔

معبودانِ باطلہ کی تحقیر:

۷۳: جب انکا دعویٰ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے شرکاء تو عجیب وغریب اور مشہور ہونے میں ضرب الامثال کی طرح مشہور ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ (اے لوگو! بیان کی جاتی ہے) واضح کی جاتی ہے۔ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ (ایک مثال تم اس کو غور سے سنو!) ہم یہ مثال بیان کرتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ (بیشک وہ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔)

قراءت: یعقوب اور سہل نے یَدعون پڑھا ہے۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے سوا) بطور معبود لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا (وہ ہرگز مکھی پیدا نہ کر سکیں گے)

نحو، صرف: نفی وتاکید مستقبل کیلئے لن استعمال ہوتا ہے اور اس کی مزید تاکید اس طرح بھی ہے کہ تخلیقِ ذباب ان سے ناممکن ہے۔ گویا کلام اس طرح ہے محال ان یخلقوا انکا مکھی پیدا کرنا ناممکن ہے۔

سوال: یہاں مکھی کی تخصیص کیوں کی گئی؟

جواب: ان کی توہین، تذلیل اور ضعف و کمزوری اور انتہائی گندگی ظاہر کرنے کیلئے لائے۔ جو ایسی حقیر ذلیل چیز پر قدرت نہیں رکھتے وہ بڑی اعلیٰ چیز کیا بنا سکیں گے پس وہ معبود بننے کے حقدار نہیں ذباب کو ذباب کہنے کی وجہ جب اس کی گندگی کی وجہ سے اس کو بھگایا جائے تو استکبار کرتے ہوئے یہ واپس لوٹ آتی ہے۔ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ (اگرچہ وہ تمام اس کے لئے جمع ہو جائیں) مکھی کو پیدا کرنے کیلئے۔ یہ جملہ محل نصب میں ہے کیونکہ حال ہے گویا تقدیر کلام یہ ہے مستحیل منهم ان یخلقوا الذباب مشروطًا علیهم اجتماعهم جمیعًا لخلقه و تعاونهم علیه ان سے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ مکھی کو پیدا کریں ان کے ذمہ شرط یہ ہے کہ وہ اس کی پیدائش کیلئے تمام جمع ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں تب بھی تعاون کے باوجود وہ پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ آیت قریش کی تجہیل کیلئے انتہائی بلیغ ہے جب انہوں نے الوہیت کو تصاویر و تماثیل کے ساتھ موصوف کیا جن کو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے قلیل ترین پر بھی قدرت نہیں اگرچہ وہ تمام جمع ہوں۔ (حالانکہ الوہیت کا تقاضہ یہ ہے کہ تمام مقدورات پر اقتدار و قبضہ اور ان کے متعلق تمام معلومات کا احاطہ ضروری ہے) اسی لئے فرمایا وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا (اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے)

نحو: شیًا یہ یسلبهم کا دوسرا مفعول ہے۔

لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ (وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے) یعنی یہ چھوٹی اور حقیر مخلوق اگر ان سے کوئی چیز اچک کر لے جائے اور وہ تمام اس کے لئے جمع ہوں تاکہ اس سے وہ چیز واپس چھڑوائیں تو اس پر ان کو قدرت نہ حاصل ہوگی۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: وہ اپنے بتوں پر زعفران ملتے اور ان کے سروں پر شہد جب مکھی اس سے لے جاتی تو وہ اس کے لینے سے تمام مل کر بھی عاجز تھے۔ ضَعُفَ الطَّالِبُ (کمزور ہے چاہنے والا) یعنی بت کیونکہ اس سے وہ مانگا جاتا ہے جو اس سے چھین لیا گیا۔ وَالْمَطْلُوْبُ (اور مطلوب) مکھی اس چیز کو طلب کرتی ہے جو اس نے چھینا ہے۔ یہ اس طرح فرمایا گویا کہ کمزوری میں وہ اور مکھی برابر ہیں۔ اور اگر تحقیق کی نگاہ ڈالی جائے تو طالب بہت ہی زیادہ کمزور ہے بلکہ کمزور ترین ہے۔ اس لئے کہ مکھی تو حیوان ہے۔ اور وہ جماد اور وہ مغلوب مکھی غالب ہے۔

عاجز و عزیز کا مقابل کیسے؟

۷۴: مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مرتبہ کا اندازہ ویسا نہیں کیا جیسا کرنا چاہیے) انہوں نے اس کو اس طرح نہیں پہچانا جیسا پہچاننا چاہیے تھا۔ وہ اس طرح کہ اس کمزور بت کو اس طرح شریک بنا ڈالا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (بیشک اللہ تعالیٰ البتہ زبردست قوت والے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ غالب اور قادر مطلق ہیں پھر کس طرح عاجز و مغلوب کو اس کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ نمبر۲۔ وہ اپنے اولیاء کی نصرت کی طاقت رکھتے ہیں۔ عزیز یعنی وہ زبردست ہیں ان کے دشمنوں سے انتقام لے سکتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾

اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو چن لیتا ہے اور آدمیوں میں سے بھی' بلاشبہ اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

وہ جانتا ہے کہ جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے' اور اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں۔ اے

اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾

ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور خیر کے کام کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ'

اصطفائے الٰہی:

۷۵: اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ (اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے) چناؤ کر لیتا ہے۔ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا (ملائکہ میں سے رسولوں کا) جیسے جبرئیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام۔ وَّ مِنَ النَّاسِ (اور انسانوں میں سے) رسول جیسے ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم الصلاۃ والسلام۔ یہ درحقیقت اس بات کی تردید ہے جس کا انہوں نے انکار کیا تھا کہ رسول انسانوں میں سے نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں یہ بھی بیان فرمایا کہ رسولوں کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر۱۔ فرشتے۔ نمبر۲۔ انسان

دوسرا قول یہ ہے کہ اسوقت نازل ہوئی جب کفار نے کہاء نزل علیه الذكر من بيننا [ص:۸] اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو سننے والے ہیں۔) بَصِيْرٌ (دیکھنے والے ہیں) اس کو جس کو اس نے اپنے پیغامات کے لیے منتخب کرنا ہے۔ یا رسولوں کے اقوال کو سننے والے ہیں۔ جس کو عقلیں قبول کرتی ہیں۔ بصیر وہ دیکھنے والے ہیں امتوں کے حالات کو قبولیت ورد کے سلسلہ میں۔

۷۶: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ (وہ جانتے ہیں اس کو جو ان کے سامنے ہے) یعنی گزر چکا وَمَا خَلْفَهُمْ (اور جو ان کے پیچھے ہے) جو ابھی نہیں آیا۔ یا نمبر۲۔ جو اعمال وہ حال میں کر رہے ہیں۔ اور جو مستقبل میں کریں گے۔ نمبر۳۔ ان کی دنیا کے معاملے کو اور انکی آخرت کے متعلق وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں) یعنی اس کی طرف تمام امور کا لوٹنا ہے اور وہ ذات جس میں یہ صفات پائی جائیں لا یسئل عما یفعل [الانبیاء:۲۳] اس سے اس بات کا سوال نہیں کیا جا سکتا جو وہ کرے۔ اس کے فیصلوں میں کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں اور اس کی تدابیر اور اختیار رسل پر کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی نے تَرْجِعُ پڑھا ہے۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ

اور اللہ کے بارے میں جہاد کروجیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے ' اس نے تمہیں چن لیا اور اس نے دین میں

فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬

تنگی نہیں رکھی ' اپنے باپ ابراہیم کی ملت کا اتباع کرو ' اس نے تمہارا نام مسلمین رکھا

مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى

اس سے پہلے اور اس قرآن میں ' تاکہ رسول تمہارے بارے میں گواہ بن جائے اور تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ

النَّاسِ ۖۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ

بن جاؤ ' سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو ' اور اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو وہ تمہارا مولیٰ ہے

فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾ ع ۱۰ / ۱۷

سو وہ خوب مولیٰ ہے اور خوب مددگار ہے۔

اصولِ کامیابی:

۷۷: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا (اے ایمان والو! تم رکوع کرو اور سجدہ کرو) اپنی نمازوں میں جب پہلے پہلے اسلام لائے تو وہ بلا رکوع وجود کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر ان کو حکم ہوا کہ رکوع وسجود کیا کریں۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ اعمال ایمان کا حصہ نہیں ہیں۔ اور یہ سجدہ نماز کا ہے۔ سجدۂ تلاوت نہیں ہے۔

وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ (اور تم اپنے رب کی عبادت کرو) تم اپنے رکوع وسجود سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا قصد کرو۔ نہ کہ بتوں کا وَافْعَلُوا الْخَيْرَ (اور بھلائی کے کام کرو) ایک قول یہ ہے جبکہ ذکر کو دیگر طاعات پر مقام ومرتبہ حاصل ہے تو اولاً ایمان والوں کو نماز کی طرف بلایا کہ نماز خالص ذکر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واقم الصلوة لذکری [طٰہٰ:۱۴] پھر نماز کے علاوہ عبادت کی طرف بلایا۔ مثلاً روزہ، حج وغیرہ۔ پھر تمام دیگر طاعات کی طرف دعوت دی۔ دوسرا قول یہ ہے اس سے مراد صلہ رحمی اور مکارم اخلاق ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو) نمبر۱۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ نمبر۲۔ تم یہ تمام اعمال کرو اس حالت میں کہ تم فلاح کی امید رکھنے والے ہو۔ یقین کر کے نہ بیٹھ جانے والے ہو۔ اور نہ تم اپنے اعمال پر بھروسہ کر کے بیٹھنے والے ہو۔

۷۸: وَجَاهِدُوْا (اور تم جہاد کرو) اس میں غزوہ کا حکم دیا۔ نمبر۲۔ نفس وخواہشات سے جہاد کرو اور یہ جہاد اکبر ہے۔ نمبر۳۔ سچی بات ظالم حکمران کے سامنے کرنا۔ فِي اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی خاطر) اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر اور اسی کے سبب سے۔ حَقَّ جِهَادِهٖ جیسا جہاد کا حق ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرا جائے محاورہ میں کہا جاتا

ہے ھو حق عالم و جدّ عالم ای عالم حقًا و جدًا (وہ زبردست عالم ہے) حق جہادہٖ اسی سے ہے قیاس کا تقاضا یہ تھا حق الجهاد فیه یاحق جهاد کم فیه۔ حقیقی جہاد تمہارا اس میں ہے۔ لیکن اضافت ادنیٰ ملامست کی وجہ سے کر دی جاتی ہے۔ اور اختصاص کی وجہ سے کر دی جاتی ہے۔ جبکہ جہاد اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کیلئے کیا جانا خاص تھا اور اس کی وجہ سے تھا تو اس کی اضافت اس کی طرف درست ہوئی اور ظروف کے اندر وسعت ہے جیسا کہتے ہیں ویوم شھدناه سُلیمًا و عامرًا۔ جس دن کہ ہم اس میں سلیم و عامر کے ساتھ حاضر ہوئے۔

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ (اسی نے تمہیں چنا ہے) تمہیں اپنے دین اور اس کی مدد و نصرت کیلئے چنا ہے۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (اور اس نے تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں مقرر کی) حرجٌ کا معنی تنگی۔ بلکہ اس نے تمام مکلفہ امور میں سہولیات فراہم کی ہیں۔ جیسے کہ طہارت، نماز، روزہ، حج، تیمم، ایماء، قصر، افطار جو سفر و مرض سے ہو۔ اور سواری نہ ہونے کی حالتوں وغیرہ میں آسانیاں ہیں۔

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ (یہ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے) تم اس کی اتباع کرو اپنے باپ کی ملت کی۔ نمبر۲۔ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر کلام یہ ہے اعنی بالدین ملة ابیکم۔ میرے دین سے مراد تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو باپ کہا اگرچہ وہ تمام امت کے باپ نہیں ہیں کیونکہ وہ رسول ﷺ کے جدامجد ہیں۔ اور آپ امت کے بمنزلہ باپ ہیں۔ کیونکہ امت رسول اولاد کے حکم میں ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انما انا لکم مثل الوالد (احمد، نسائی، ابن ماجہ) میں تمہارے لئے بمنزلہ والد ہوں۔

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا) یعنی اللہ تعالیٰ نے۔ اس کی دلیل ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے: الله سما کم۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) پہلی کتب میں وَفِيْ هٰذَا (اور اس میں) قرآن میں یعنی تمہیں تمام امتوں پر فضیلت دی اور تمہارا یہ معزز نام رکھا۔

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ (تاکہ رسول تم پر گواہ ہوں) کہ انہوں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (اور تم لوگوں پر گواہ بنو) رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو اپنی امتوں تک پہنچا دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ عظمت تمہارے ساتھ مخصوص کی ہے۔ اور تمہیں سب پر ترجیح دی ہے۔ تو فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (تو تم نماز کو اس کے فرائض کے ساتھ ادا کرو)۔ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (اور زکوۃ کو اس کی شرائط کے ساتھ ادا کرو)۔ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ (اور مضبوطی سے اللہ تعالیٰ کو تھام لو) یعنی اللہ تعالیٰ پر کامل یقین اور توکل کرو۔ نہ کہ نماز و زکوۃ پر۔ هُوَ مَوْلٰىكُمْ (وہی تمہارا کارساز ہے) تمہارا مالک ہے اور مددگار اور تمہارے معاملات کا والی ہے۔ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى (وہ خوب کارساز ہے) تمہارے گناہوں کے باوجود رزق کو بند نہیں کیا۔

فاء سلبیہ ہے جب اس کا کارساز ہونا ثابت ہوا تو بس وہی سب سے اعلیٰ کارساز ہے۔ وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (اور خوب مددگار ہے) یعنی مددگار وہی ہے کہ تمہاری اطاعت پر وہ اعانت فرمائے گا۔ اور وہ آدمی یقیناً کامیاب ہے جس کا وہ مولیٰ اور ناصر ہو۔

الحمد للہ آج بروز جمعۃ المبارک ۸ شوال ۱۴۲۳ھ بوقت نماز مغرب ترجمہ سورت حج تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مومنون مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو اٹھارہ آیات ہیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ

تحقیق ایمان والے کامیاب ہو گئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے

اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ

اعراض کرنے والے ہیں اور جو ادائیگی زکوٰۃ کا کام کرنے والے ہیں' اور جو اپنی شرم کی جگہوں کی حفاظت

حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶

کرنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے یا ان باندیوں کے جن کے وہ مالک ہوں۔ سو بلاشبہ وہ ان میں اپنی شرم کی جگہوں کو استعمال کرنے پر ملامت کئے ہوئے نہیں ہیں۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

سو جس نے اس کے علاوہ کچھ تلاش کیا تو وہ لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہیں' اور جو لوگ اپنی امانتوں اور عہدوں کی

رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ

رعایت کرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو میراث پانے والے ہیں۔ جو

يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱

فردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۱: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (تحقیق ایمان والے کامیاب ہو گئے)

۲: اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (تحقیق فلاح پائی ان مومنون نے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں)

ایمان والوں کی متوقع بشارت:

قَدْ اَفْلَحَ میں قد لمّا کی نقیض ہے۔ یہ متوقع کو ثابت کرتا ہے جبکہ لمّا اس کی نفی کرتا ہے مومن اس قسم کی بشارات کی توقع

رکھتے تھے۔ اس میں ان کے لئے کامیابی کے ثابت ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ اس لئے جس بات کی وہ توقع رکھتے تھے اسی کے ثبوت پر دلالت کے انداز سے خطاب کیا گیا۔ الفلاح مطلوب کو پالینا اور خطرات سے بچ جانا۔ یعنی انہوں نے اپنے مطالبے کو پالیا اور جن چیزوں سے وہ خائف تھے ان سے نجات پالی۔ الایمان لغت میں تصدیق کو کہتے ہیں اور المؤمن تصدیق کرنے والا۔

شرع میں ایمان:

ہر وہ شخص جو شہادتین کا زبان سے اس حالت میں اقرار کرلے کہ اس کا دل اس کی زبان سے موافقت کرنے والا ہو۔ وہ مؤمن کہلاتا ہے۔

قول رسول اللہ ﷺ: اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کر کے فرمایا بات کرو تو جنت نے کہا قد افلح المؤمنون تین مرتبہ کہا مجھے ہر بخیل دکھلاوے والے پر حرام کردیا گیا ہے [ابونعیم:۱۷] کیونکہ اس نے عبادات بدنیہ کو ریا کاری سے باطل کردیا اور عبادت مالیہ تو پہلے ہی اس کی موجود نہیں ہے۔

۲: الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ خاشعون کا معنی دل سے ڈرنے والے ہیں اور ان کے جوارح پر سکون ہیں۔ دوسرا قول خشوع فی الصلاۃ اور وہ یہ ہے کہ اپنی توجہ کو اس کے لئے جمع کرنا اور اس کے ماسوا سے اعراض کرنا اور نگاہ کا جائے نماز سے آگے نہ بڑھنا دائیں بائیں متوجہ نہ ہونا۔ نہ کپڑوں سے کھیلنا نہ کپڑا لٹکانا۔ نہ انگلیاں مٹکانا۔ اور نہ کنکریوں کو الٹنا پلٹنا وغیر ذلک۔ قول ابو الدرداء رضی اللہ عنہ: زبان کے اخلاص، مقام کی تعظیم اور کامل یقین اور مکمل یکسوئی کو خشوع کہا جاتا ہے۔ خشوع نگاہ و آواز میں تواضع اور خضوع اعضائے بدن میں سکون۔

اضافتِ صلاۃ:

نماز کی اضافت نمازیوں کی طرف کی گئی مصلی لہ کی طرف نہیں کی گئی۔ کیونکہ نمازی کو صرف اس سے فائدہ پہنچتا ہے اور وہ اس کا ذخیرہ اور زادِ سفر ہے باقی ذات باری تعالیٰ جس کے لیے نماز پڑھی جارہی ہے۔ وہ اس سے غنی و بے نیاز ہے۔

۳: وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (اور وہ لوگ جو لغو سے اعراض کرنے والے ہیں)

اللَّغْوِ ہر گری ہوئی بات جو بے کار ہونے کی مستحق ہو مثلاً جھوٹ، گالی، بکواس، مطلب یہ ہے ان کو ایسا وقار حاصل ہے جو ہزل سے ان کو مصروف کرنے والا ہے۔ پچھلی آیت میں ان کی صفت خشوع فی الصلاۃ کی ذکر کی تو اس آیت میں ان کی دوسری صفت لغویات سے اعراض کی ذکر کردی۔ تاکہ نفوس پر گراں گزرنے والی دو باتیں ان میں جمع ہوجائیں۔ نمبرا۔ فعل خشوع اور ترک لغو اور یہی دونوں چیزیں تکلیف کی عمارت کے بنیادی پتھر ہیں۔

۴: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ (اور وہ لوگ جو زکوٰۃ کو ادا کرنیوالے ہیں) فاعلون کا معنی ادا کرنے والے ہیں۔ فاعلون کے استعمال سے ان کی مداومت کو ثابت کیا۔ مؤدون کا لفظ یہ مداومت نہیں رکھتا۔

ایک قول الزکوٰۃ کا لفظ مشترک ہے اس کا اطلاق اعیان پر ہوتا ہے تو اس سے وہ مالی مقدار مراد لی جائے گی جسے زکوٰۃ دینے

والانصاب میں سے فقیر کے سپرد کرتا ہے اور اگر اس کا اطلاق معنی پر ہو تو پھر مراد اس سے تزکیہ کا فعل جو پاکیزگی والا انجام دیتا ہے۔

مفسر کی رائے:

یہاں یہی مراد ہے تزکیہ کرنے والوں کو فاعلین کہا کیونکہ فعل کا لفظ تمام افعال کو عام ہے جیسے الضرب ، القتل وغیرہ۔ تم کہو گے فعل الضرب والقتل والتزکیۃ۔

البتہ یہ بھی جائز ہے یہاں زکوٰۃ سے زکوٰۃ مال مراد لی جائے۔اس صورت میں مضاف کو مقدر مانا جائے گا۔اور وہ اداء کا لفظ ہوگا۔

نحو: لام کو مفعول کے مقدم ہونے کی وجہ سے اور اسم فاعل کے عمل کے ضعیف ہونے کی بناء پر لایا گیا ہے جیسے تم کہو گے ھذا ضارب لزید مگر اس طرح نہیں کہتے۔ ضَرَبَ لزید۔

۵: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں)

الفرج یہ مرد و عورت دونوں کے مستورہ اعضاء کو شامل ہے۔

۶: اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ (مگر اپنی بیویوں پر)

نحو: یہ موضع حال میں ہے ای الا والین علی ازواجھم اس حال میں کہ وہ ولایت رکھنے والے ہیں اپنی ازواج پر نمبر۲۔ ان پر نگہبان ہیں (قوامین کے معنی میں ہے) اس صورت میں یہ اس قول سے ماخوذ ہوگا۔ کانہ زیاد عمل البصرۃ ۔ ای والیا علیھا اس پر والی تھا۔

مطلب یہ ہے کہ وہ تمام احوال میں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔مگر تزوج کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے یا باندی بنانے کی صورت۔نمبر۳۔علی کا تعلق محذوف سے ہے۔جس پر غیر ملومین دلالت کر رہا ہے۔گویا اس طرح فرمایا۔یلامون الا علی ازواجھم یعنی یلامون علی کل مباشرۃ الا ما اطلق لھم فانھم غیر ملومین علیہ ۔وہ ہر مباشرہ پر ملامت کے قابل ہیں۔مگر وہ جس میں ان کو آزاد چھوڑا گیا وہ قابلِ ملامت نہیں۔

فرّاء کا قول علیٰ مِنْ کے معنی میں ہے یعنی وہ حفاظت کرنیوالے ہیں اپنی شرمگاہوں کی مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی باندیوں سے اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں) یعنی باندیاں۔یہاں مَن کی بجائے ما استعمال کیا گیا۔ حالانکہ وہ غیر ذوالعقول کیلئے ہے۔کیونکہ مملوک غیر عاقل کے قائم مقام ہے۔اسی لئے ان کو بہائم کی طرح فروخت کیا جاتا ہے۔ نیز عورتوں کو کم عقلی کی وجہ سے ما کے عموم میں داخل کیا گیا۔

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ (وہ ان کے متعلق قابلِ ملامت نہیں ہونگے) یعنی اگر وہ اپنی شرمگاہوں کو اپنی بیویوں اور باندیوں سے محفوظ کر کے نہ رکھیں تو وہ قابلِ ملامت نہ ہونگے۔

۷: فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ (پھر جس نے تلاش کیا اس کے علاوہ اور راستہ) قضائے شہوت کیلئے ان دو کے علاوہ اور راستہ ڈھونڈا۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (پس وہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں) عادون۔سرکشی میں کامل۔

مَسْئَلَۃ: اس میں متعہ اور استمناء بالکف کی حرمت ثابت ہو رہی ہے کیونکہ یہ دونوں بارادۂ قضائے شہوت کیلئے کیے جاتے ہیں۔

۸: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ (اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا)

قراءت: مکی اور سہل نے لا مانتهم پڑھا ہے۔

آیت میں مؤتمن علیہ شیٔ اور معاهد علیہ کو امانت سے تعبیر کیا جیسا دوسرے ارشاد میں فرمایا ان الله یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها [النساء:۵۸] ادائیگی تو عین کی ہوتی ہے معانی کی نہیں ہوتی۔ پس مراد اس سے وہ تمام امانتیں اور وعدے ہیں جو اللہ تعالیٰ یا مخلوق کی طرف سے کیے جائیں۔ رَاعُوْنَ (وہ حفاظت کرنے والے ہیں۔) الراعی وہ شخص جو کسی چیز کی حفاظت واصلاح کا ذمہ دار ہو۔ جیسا کہ چرواہا بکریوں کیلئے ہوتا ہے۔

۹: وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ (اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی محافظت کرنے والے ہیں) صَلَاتِهِمْ ابوبکر کے علاوہ کوفیین نے واحد پڑھا ہے۔ يُحَافِظُوْنَ (ان کے اوقات میں مداومت کرنے والے ہیں۔)

وجہ اعادۂ صلاۃ:

اہمیت کی وجہ سے نماز کو دوبارہ لایا گیا اور اول آیت میں خشوع صلاۃ کا ذکر تھا اور اس میں محافظت کا تذکرہ فرمایا۔ پہلی آیت میں صلاۃ کو واحد لائے تاکہ جنس صلاۃ میں خشوع کا لازم ہونا ظاہر ہو اور پچھلی آیت میں صلوات جمع لائے تاکہ انواع صلاۃ فرائض واجبات، سنن ونوافل تمام کی محافظت ثابت ہونے کا فائدہ حاصل ہو۔

۱۰: اُولٰٓئِكَ (وہ جو ان صفات کے جامع ہیں۔) هُمُ الْوٰرِثُوْنَ (وہی وارث ہیں) اس بات کے حقدار ہیں کہ ان کو وارث کہا جائے اور کوئی اس کا حقدار نہیں۔ پھر وارثین کی اس ارشاد سے ترجمانی فرمائی۔

۱۱: الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ (وہ لوگ جو کہ وارث ہونگے) کفار کی متروکات سے۔ حدیث میں ہے تم میں سے ہر ایک کے دو مکان ہیں ایک آگ میں مکان اور ایک جنت میں مکان۔ اگر مر کر جنت میں گیا تو اہل نار کو اس کا دوزخی مکان مل جائے گا۔ اور اگر مر کر دوزخ میں گیا تو اہل جنت اس کے مکان کے وارث ہونگے [رواہ ابن ماجہ، ابن مردویہ، بیہقی فی البعث] الْفِرْدَوْسَ (فردوس کے) وہ وسیع باغ ہے جس میں پھلوں کی تمام اقسام ہیں۔

قطرب کا قول یہ ہے:

یہ جنتوں میں سے اعلیٰ جنت ہے۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) الفردوس کے لفظ کی طرف ھا کی ضمیر تاویل جنت کی بناء پر لوٹائی گئی ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿۱۳﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا پھر ہم نے اسے ٹھہرنے کی جگہ میں نطفہ کی صورت میں رکھا

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا

پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا پھر ہم نے اس لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا پھر ہم نے ان ہڈیوں کو

الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ إِنَّكُم

گوشت پہنا دیا، پھر ہم نے اسکو دوسری طرح کی مخلوق بنا دیا،سو بابرکت ہے اللہ کی ذات جو سب صناعوں سے بہتر ہے، پھر بلاشبہ تم

بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ﴿۱۶﴾

اسکے بعد ضرور ہی مرجانے والے ہو، پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

تخلیق آدم علیہ السلام:

۱۲: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ (تحقیق ہم نے جنس انسان کو پیدا کیا) یعنی آدم علیہ السلام کو۔ مِن سُلَالَةٍ (خلاصہ سے)

نحو: مَن ابتدائیہ ہے۔ السلالۃ ۔خلاصہ نچوڑ، کیونکہ اس کو گدلے پن میں سے نکالا جاتا ہے۔ایک قول جس مٹی سے آدم علیہ السلام کو بنایا اسی کو سلالہ فرمایا کیونکہ وہ ہر مٹی کا جوہر تھا۔ مِّن طِينٍ (مٹی سے) من بیانیہ ہے۔ جیسا اس آیت میں من الاوثان [الحج:۳۰]

نسل کے مراحلِ تخلیق:

۱۳: ثُمَّ جَعَلْنَاهُ (پھر اس کو بنایا) یعنی اس کی نسل کو ۔

نحو: مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام بنا دیا کیونکہ آدم علیہ السلام کو نطفہ سے نہیں بنایا گیا۔وہ اسی طرح ہے جیسے فرمایا وبدأ خلق الانسان من طین ثم جعل نسله من سلالة من ماءٍ مھین [السجدہ:۷،۸]

ایک قول الانسان سے بنو آدم مراد ہیں اور السلالہ سے نطفہ اہل عرب نطفہ کو سلالۃ کہتے ہیں۔ای ولقد خلقنا الانسان میں من سلالة یعنی ایسے نطفہ سے جو مٹی سے نکالا اور بنا ہوا ہے اور وہ آدم علیہ السلام ہیں۔

نُطْفَةً (معمولی پانی) فِي قَرَارٍ (ایک قرارگاہ میں) یعنی رحم مَّكِينٍ (مضبوط۔)

۱۴: ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ (پھر ہم نے نطفہ کو بنایا۔)

نحو: یہاں خلق کو صیّر کے معنی میں لیا کیونکہ وہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔اور اصل میں خلق ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ عَلَقَةً (خون کا لوتھڑا)۔مطلب یہ ہے کہ ہم نے سفید نطفہ کو سرخ لوتھڑا بنایا۔

فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً (پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں) فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا (پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی)

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا (پھر ہم نے ہڈیوں کو گوشت پہنایا) ہڈیوں پر گوشت اُگا دیا۔ وہ ہڈیوں کا لباس سا بن گیا۔

قراءت: شامی اور ابوبکر نے العظم پڑھا ہے۔ زید نے یعقوب سے العظام اور ابوزید سے العظم واحد کو جمع کی جگہ لائے کیونکہ التباس کا خدشہ نہیں اور انسان بہت سی ہڈیوں والا ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ (پھر اس کو بنایا) اس میں ضمیر انسان کی طرف لوٹتی ہے۔ نمبر۲۔ المذکور کی طرف لوٹتی ہے۔ خَلْقًا اٰخَرَ (دوسری مخلوق) یعنی ایسی تخلیق جو پہلی کے خلاف تھی۔ اولاً جماد تھا پھر حیوان بنا دیا۔ اور حیوان ناطق سمیع و بصیر بنایا۔ حالانکہ پہلے وہ اس کے برعکس تھا۔

قولِ احناف:

اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں اگر کسی نے ایک انڈا غصب کیا وہ بارآور تھا اس سے چوزا نکل آیا۔ اس پر انڈے کی ضمان لازم ہے۔ چوزا واپس نہ کرے گا۔ کیونکہ وہ (خلق آخر) دوسری تخلیق ہے جو انڈے سے مختلف اور الگ ہے۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ (پس اللہ تعالیٰ بڑی شان والے ہیں) علم وقدرت میں اس کی شان بلند ہے۔

اَحْسَنُ :یہ خبر مبتدأ محذوف کی ہے۔ یا بدل ہے مگر صفت نہیں کیونکہ یہ نکرہ ہے خواہ مضاف ہے کیونکہ یہاں مضاف الیہ مِنْ کے عوض آیا ہے۔ الْخٰلِقِيْنَ (سب سے بہتر پیدا کرنے والے ہیں) خالقین۔ مقدرین کے معنی میں ہے یعنی وہ اندازہ کرنے والوں میں سب سے بہتر اندازہ کرنے والے ہیں۔ تو ممیز کا ذکر الخالقین کی دلالت کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

ایک قول:

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نبی اکرم ﷺ کا کاتب تھا۔ اس نے یہ جملہ آپ کے لکھوانے سے پہلے بولا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ اس پر عبداللہ کہنے لگا۔ اگر محمد نبی ہیں تو میں بھی نبی ہوں اور مجھ پر بھی وحی آتی ہے پھر وہ مرتد ہو کر مکہ چلا گیا پھر فتح مکہ کے روز مسلمان ہوا۔

دوسرا قول:

یہ حکایت جس کو سبیل الرشاد اور ثعلبی نے کلبی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ صحیح نہیں کیونکہ ارتداد کا واقعہ مدینہ کا ہے اور یہ سورۃ مکمل مکی ہے دوسرا کلبی مشہور دروغ گو راوی ہے۔ (فلیحذر) اور قول یہ ہے کہ یہ جملہ فاروق اعظم کی زبان سے نکلا (موافقات وحی میں سے ہے) یا معاذ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا ہے۔

۱۵: ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ (پھر تم اس کے بعد) اس کے بعد جو ہم نے تمہارا معاملہ ذکر کیا۔ لَمَيِّتُوْنَ (البتہ مرنے والے ہو) اپنی مدت عمر ختم ہونے پر۔

۱۶: ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ (پھر بیشک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے) جزاء کیلئے زندہ کئے جاؤ گے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے تمہارے اوپر سات طرائق پیدا کیے ہیں اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں ہیں۔ اور ہم نے آسمان سے

السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

خاص مقدار کے مطابق پانی اتارا پھر ہم نے اسے زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس کے معدوم کرنے پر قادر ہیں

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا

پھر ہم نے اس کے ذریعہ تمہارے لیے کھجور اور انگور کے باغ پیدا کیے ان میں تمہارے لیے بکثرت میوے ہیں اور ان میں سے

تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾

تم کھاتے ہو، اور ہم نے ایک درخت پیدا کیا جو طور سیناء سے تیل لیے ہوئے اگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے۔

آسمانی مہد کے تخلیقی نمونے:

۱۷: وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ (یقیناً ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنا دیئے) طرائق جمع طریقۃ کی ہے اور مراد اس سے آسمان ہیں کیونکہ وہ ملائکہ کے راستے ہیں اور ان کے آنے جانے کی جگہیں ہیں۔ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ (اور ہم مخلوق سے بے خبر نہ تھے) خلق سے السمٰوٰت مراد ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا: خلقنا ھا فوقھم۔ ہم نے ان کو اوپر بنایا اور ہم ان سے بے خبر اور ان کی حفاظت سے غافل نہیں۔

نمبر۲۔ الخلق سے لوگ مراد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان آسمانوں کو انسانوں کے اوپر اس لئے بنایا ہے تاکہ ان پر ارزاق و برکات کھول دیے جائیں اور اللہ تعالیٰ نہ ان سے بے خبر ہیں اور نہ ان کی مصالح سے غافل ہیں۔

۱۸: وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا) یعنی بارش بِقَدَرٍ (ایک مقدار سے) ایک اندازے سے تاکہ اس کے ساتھ مضرت سے محفوظ رہیں۔ اور منفعت کو پالیں یا اتنی مقدار سے جتنی ان کی ضروریات کے مطابق ہم نے جانی۔ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ (پس اس کو ہم نے زمین میں ٹھہرا دیا) جیسا دوسرے ارشاد میں فرمایا: فسلکه ینابیع فی الارض [الزمر:۲۱] ایک اور قول یہ ہے ہم نے اس کو زمین میں قائم رکھا زمین کا تمام پانی بارش ہی کا ہے۔ پھر ان سے شکریہ کا اس انداز سے مطالبہ کیا۔ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ (اور بیشک ہم اس کو معدوم کرنے پر قدرت رکھتے ہیں) یعنی جس طرح ہم اتارنے پر قادر ہیں اسی طرح لے جانے پر بھی قدرت رکھتے ہیں پس اس نعمت کو شکریے سے محفوظ کرو۔

۱۹: فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ (پس ہم نے تمہارے لئے اس سے پیدا کر دیا) یعنی پانی سے جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا (کھجور اور انگور کے باغات تمہارے فائدہ کے لئے ان میں) یعنی باغات میں فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ (بہت سے میوہ جات) کھجور انگور کے علاوہ

بھی ہیں۔ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (اورانہی میں سے تم کھاتے ہو) ان باغات یعنی ان کے پھلوں سے۔اور یہ بھی درست ہے کہ یہ اس قول سے ماخوذ ہو فلان یاکل من حرفة یحترفها و من صنعة یغتلّها یعنی اس کا وہ رزق ہے اور وہ ذریعہ ہے جس سے رزق کماتا ہے گویا اس طرح فرمایا کہ یہ باغات تمہارے ارزاق ومعیشت کے اسباب وذرائع ہیں انہی سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے اورانہی سے تم گزراوقات کرتے ہو۔

۲۰: وَشَجَرَةً (اور ہم نے ایک درخت پیدا کیا) اس کا عطف جنّاتٍ پر ہے اور وہ زیتون کا درخت ہے۔ تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ (جو طور سیناء میں پیدا ہوتا ہے)

نحو: طور سیناء اور طور سینین میں یا تو طور کی اضافت بقعہ کی طرف ہو جس کا نام سیناء اور سینون ہو یا نمبر۲۔ پہاڑ کا نام جو مضاف، مضاف الیہ سے مرکب ہو جیسے امرئ القیس۔ یہ فلسطین کا ایک پہاڑ ہے۔ اور سیناء ہر حال میں غیر منصرف ہے اس کا سین مکسور ہے۔ جیسا حجازی اور ابوعمرو نے سیناء پڑھا ہے اور دو وجہ تعریف اور عجمہ پائی جاتی ہیں۔ یا یہ سَيْنَاء جیسا دیگر قراء کی قراءت ہے کیونکہ الف تانیث ہے جیسے صَحْراء یہ دو سبب کے قائم مقام ہے۔

تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ (جو اگتا ہے تیل لیے ہوئے) زجاج کا قول: باء حال کیلئے لائے ای تنبت و معها الدهن گویا باء مع کے معنی میں ہے۔ وہ اس حال میں اگتا ہے کہ اس کے ساتھ تیل ہوتا ہے۔

قراءت: تُنْبِتُ مکی اور ابوعمرو نے پڑھا خواہ اس وجہ سے کہ اَنْبَتَ بمعنی نَبَتَ آیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں حتی اذا انبت البقل ای نبت البقل: سبزہ اُگا۔ یا اس کا مفعول محذوف ہے ای تنبت زیتونها و فیه الدهن۔ وہ اپنے زیتون کو اُگاتا ہے جس میں تیل ہوتا ہے۔

وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ (اور کھانے والوں کیلئے سالن) یعنی وہ اس میں روٹی ڈبو کر یا چرب کر کے کھاتے ہیں۔

قول مقاتل:

اللہ تعالیٰ نے اس میں سالن اور تیل رکھ دیا۔ الادام الزیتون کا اچار الدُّھن تیل۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ زمین پر پہلا درخت تھا جو طوفان کے بعد اُگا۔

وجہ تخصیص:

ان تین اقسام کو خاص اس لئے کیا کیونکہ یہ معزز اور افضل اور کثیر المنافع درخت ہے۔

چوپاؤں کا تذکرہ:

۲۱: وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ (اور بیشک تمہارے لئے چوپایوں میں) انعام جمع نعم کی ہے اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ (البتہ عبرت ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں۔)

قراءت: شامی، نافع، ابوبکر نے نَسْقِيكم پڑھا ہے۔ اور یہ سقی و اسقی کی طرح دو لغات ہیں۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ

اور بلاشبہ تمہارے لیے چوپایوں میں عبرت ہے، ہم تمہیں ان میں سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے، اور تمہارے لیے ان میں بہت منافع ہیں

وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور ان میں سے تم کھاتے ہو، اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر اٹھائے جاتے ہو۔

مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا (اس سے جو ان کے پیٹوں میں ہے) یعنی ہم ان کے پیٹوں سے تمہارے لئے خالص مزیدار دودھ نکالتے ہیں۔ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ (اور تمہارے لئے ان میں اور بہت فوائد ہیں) جو دودھ کے علاوہ ہیں۔ مثلاً اون، بال پشم، جن سے مختلف انسانی لباس بنتے ہیں۔ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو) یعنی ان کا گوشت۔

۲۲: وَعَلَيْهَا (اور ان پر) چوپایوں پر خشکی میں وَعَلَى الْفُلْكِ (اور کشتیوں پر) سمندروں میں تُحْمَلُوْنَ (لدے پھرتے ہو اپنے سفروں میں) اور اس میں اشارہ ہے کہ انعام سے مراد اونٹ ہے کیونکہ عادۃً انہی پر بوجھ لادا جاتا ہے اسی وجہ سے فلک کے ساتھ ملا کر ذکر کیا۔ کیونکہ اونٹوں کو بھی سفائن البر یعنی خشکی کے جہاز نام دیا جاتا ہے جیسا ذوالرمہ شاعر کا قول ہے۔ سفینة برّ تحت خدّی زمامُها۔ خشکی کی کشتی کہ جس کی نکیل میری رخسار کے نیچے ہے۔ سفینہ سے یہاں اپنی اونٹنی مراد لے رہا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے نوح کوان کی قوم کی طرف بھیجا سوانہوں نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کروا سکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم

تَتَّقُوْنَ ۝۲۳ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ

ڈرتے نہیں ہو، سو ان کی قوم کے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر اختیار کیا کہ یہ شخص تمہارے ہی جیسا آدمی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تم پر

يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝۲۴

فضیلت والا بن کر رہے اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتوں کو نازل فرما دیتا ہم نے تو یہ بات اپنے باپ دادوں میں نہیں سنی جو ہم سے پہلے تھے،

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ:

۲۳: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (اور تحقیق ہم نے نوح علیہ السلام کوان کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) یعنی اس کو وحدہٗ لاشریک مانو۔ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ (تمہارے لئے اور کوئی معبود) الٰہ معبود کے معنی میں ہے۔ غَيْرُهٗ اس کے سوا۔

تحقیق : یہ محلا مرفوع ہے اور لفظوں کے لحاظ سے مجرور ہے۔ اور جملہ مستانفہ ہے امر عبارت کی تعلیل کے طور پر لایا گیا ہے۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (پس کیا تم اس سے ڈرتے نہیں ہو) یعنی کیا تمہیں اس کے عذاب کا ڈر نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ جو کہ تمہارا رب ہے اور تمہارا خالق ہے جبکہ تم دوسروں کی عبادت کرتے ہو جو عبادت کا ذرا بھر استحقاق نہیں رکھتا۔

قوم کے بڑے:

۲۴: فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ (پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا) یعنی شرفاء و سرداروں نے عوام الناس کو کہا۔ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (یہ تم جیسا انسان ہے) جو کھاتا پیتا ہے۔ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ (تم پر برتری چاہتا ہے) یعنی تم پر بزرگی اور سرداری کرنا چاہتا ہے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے) کہ وہ اپنا رسول بھیجیں۔ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً (تو وہ ضرور فرشتے اُتارتا) مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا (ہم نے یہ بات نہیں سنی) بشر کو رسول بنا کر بھیجنے والی بات یا وہ بات جس کا یہ ہمیں حکم دیتا ہے جیسے توحید، سب معبودان باطلہ وغیرہ۔

نکتہ: مزاج انسانی ملاحظہ ہو۔ پتھر کو اٹھا کر الوہیت کا مرتبہ دے دیا۔ مگر بشر کے لئے نبوت کے قائل نہ ہوئے۔ فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (اپنے پہلے آباء و اجداد میں۔)

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا

اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے کہ اس کو جنون ہو گیا ہے سو تم کچھ وقت تک اس کا انتظار کر لو۔ نوح نے عرض کیا کہ اے میرے رب اس سبب سے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا

كَذَّبُونِ ﴿٢٦﴾ فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا

میری مدد فرمائیے سو ہم نے نوح کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے سامنے اور ہماری وحی سے کشتی بنا لو پھر جب ہمارا حکم پہنچے

وَفَارَ التَّنُّورُ فَاسْلُكْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ

اور تنور سے پانی پھوٹ نکلے تو ہر جوڑے سے دو عدد یعنی ایک ایک نر ایک ایک مادہ کشتی میں داخل کر دینا اور اپنے گھر والوں کو بھی سوائے اسکے جس پر

عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِذَا

ان میں سے پہلے بات طے ہو چکی ہے۔ اور ان لوگوں کے بارے میں مجھ سے خطاب نہ کرنا جنہوں نے ظلم کیا، بلاشبہ وہ غرق کیے جانے والے ہیں، سو جب

اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ

تم اور وہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں ٹھیک طرح کشتی میں بیٹھ جائیں تو یوں کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے

الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾ وَقُلْ رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُبَارَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

نجات دی، اور تم یوں دعا کرو کہ اے میرے رب مجھے برکت کا اتارنا اتاریو اور آپ اتارنے والوں میں سب سے بہتر ہیں، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں

وَإِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ ﴿٣٠﴾

اور بلاشبہ ہم ضرور آزمانے والے ہیں۔

۲۵: إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ (یہ صرف ایک ایسا آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے) جِنَّةٌ کا معنی جنون ہے فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ (پس اس کو برداشت کرو اور ایک وقت کا انتظار کرو) پس تم انتظار کرو اس کے متعلق ایک زمانہ تک صبر کرو یہاں تک کہ اس کا معاملہ کھل کر سامنے آ جائے۔ پھر اگر تو جنون سے افاقہ ہوا فبہا ورنہ اس کو قتل کر دینا۔

۲۶: قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ (کہا نوح علیہ السلام نے اے میرے رب چونکہ انہوں نے میری تکذیب کی ہے اس لئے تو ان سے میرا بدلہ لے) جب نوح علیہ السلام ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے انتقام کی دعا کی۔ مطلب یہ ہے میری تکذیب کرنے کی وجہ سے ان کو ہلاک کر دے۔ کیونکہ نوح علیہ السلام کی نصرت ان کے ہلاک کرنے سے ہی ہو سکتی تھی۔ یا نمبر۲۔ اُنصرنی یہ ما کذبون کا بدل ہے جیسے تم کہو۔ هذا بذاك ای بدل ذاك۔ اس طرح معنی یہ ہوگا اے میرے رب ان کی تکذیب کے غم کو ان پر غلبہ کی تسلی سے بدل دے۔

کشتی سامنے بنانے کا مطلب:

۲۷: فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ (پس ہم نے ان کی طرف وحی کی) یعنی ان کی دعا کو قبولیت بخشی اور ان کی طرف یہ وحی بھیجی۔ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا (تم ہمارے سامنے کشتی تیار کرو) تم اس کو اس حالت میں بناؤ کہ تمہیں اپنے متعلق اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا یقین ہو اور یہ بھی یقین ہو کہ تم اس کی نگاہ میں ہو یا ہماری حفاظت و نگرانی کا یقین اسقدر ہو گویا کہ تمہارے ساتھ ہمارے حفاظت کرنے والے ہیں جو اپنی آنکھوں سے تمہاری نگہبانی کر رہے ہیں تاکہ کوئی تمہارے معاملے میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالے اور نہ کوئی مفسد تمہارے کام کو برباد کر سکے اہل عرب کا محاورہ ہے علیه من الله عين كالئة اس پر اللہ تعالیٰ کی نگرانی ہے۔ وَوَحْيِنَا (اور ہماری وحی سے) ہمارے حکم اور ہماری اس تعلیم سے جو اس کے بنانے کے سلسلے میں ہم نے دی ہے۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ وہ کشتی پرندے کے سینے کی مثال سامنے رکھ کر بنائیں۔

فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا (پس جب ہمارا حکم آجائے) عذاب والا حکم وَفَارَ التَّنُّوْرُ (اور تنور نے جوش مارا) یعنی پانی روٹی کے تنور سے جوش مارنے لگے۔

کرشمہ قدرت: دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کا چشمہ آگ جلنے کے مقام سے نکال دیا۔ تاکہ عبرت و انذار کے لیے زیادہ فائدہ دے۔

تفسیری روایت میں ہے نوح علیہ السلام سے کہا گیا کہ جب تم تنور میں سے پانی نکلتا دیکھو تو ایمان والوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ جب تنور سے پانی اُبلا تو ان کی بیوی نے ہی آکر اطلاع دی یہ تنور آدم علیہ السلام کے زمانہ سے چلا آرہا تھا۔ یہ پتھروں کا بنا ہوا تھا۔ البتہ اس کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ وہ کہاں واقع تھا ایک قول یہ ہیکہ مسجد کوفہ والی جگہ پر واقع تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ شام میں تیسرا قول یہ ہے کہ ہند میں۔

فَاسْلُكْ فِيْهَا (پس اس میں داخل کر لینا) یعنی کشتی میں مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ (ہر قسم کے جانوروں کا ایک جوڑا) یعنی ایک نر ایک مادہ، مثلاً ایک اونٹ، ایک ناقہ، ایک گھوڑا ایک گھوڑی، اثْنَيْنِ (دو واحد مل کر) ایک اونٹ، اونٹنی، گھوڑی، گھوڑا۔ تفسیری روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھ بچہ جننے اور انڈے دینے والے جانور لئے۔

قراءت: من کلٍ کسرہ کے ساتھ ابن عامر، حمزہ، نافع وغیرہ کی قراءت ہے۔ جبکہ حفص نے من کلٍّ پڑھا ہے۔ یعنی ہر جماعت سے زوجین اثنین ایک جوڑا۔ اثْنَيْنِ یہ تاکید اور زیادہ وضاحت کے لئے لایا گیا ہے۔ وَاَهْلَكَ (اور اپنے اہل کو) عورتوں اور بچوں کو۔

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ۔ (مگر وہ جن کے متعلق پہلے ہی حکم نافذ ہو چکا ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی ہلاکت کے متعلق اور وہ ان کا بیٹا اور ایک بیوی تھی۔

یہاں علیٰ کا لفظ لایا گیا اس کے باوجود کہ نقصان دہ چیز کا پہلے ذکر ہو چکا۔ جیسا کہ لام کو لایا گیا باوجودیکہ نافع کا تذکرہ ہو چکا اس ارشاد میں ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين [الصافات: ۱۷۱] اور اسی طرح لها ما كسبت و عليها ما اكتسبت

[البقرہ:۲۸۶]وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (اور ظالموں کے متعلق ہم سے کلام نہ کرنا۔ بلاشبہ وہ غرق کئے جائیں گے) کافروں کے بچانے کا مجھ سے سوال نہ کرنا اس لئے کہ میں نے ان کو ڈبونا ہے۔

۲۸: فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَی الْفُلْكِ (جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ چکیں) جب تم اچھی طرح مطمئن ہو کر سوار ہو جاؤ۔ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (تو اس طرح کہو تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ظالم قوم سے ہمیں نجات دی) اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت اور ان سے نجات پر حمد وثناء کا حکم دیا۔ یہاں قولوا نہیں کہا گیا اگرچہ فاذا استویت انت ومن معك معنی کے لحاظ سے اذا ستویتم کے معنی جمع دے رہا ہے کیونکہ وہ ان کے پیغمبر ومقتدی ہیں۔ اور آپ کا قول انہی کا قول ہے اور مقتدی کا کہنا مقتدیوں کا کہنا ہے۔

مَنْبِیْنَمَلِہٖ: اس میں نبوت کی فضیلت کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔

کشتی:

۲۹: وَقُلْ (اور کہو) جب تم کشتی پر سوار ہو یا جب اس سے نکلو۔ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا (اے میرے رب تو مجھے اتارنا برکت کے ساتھ) مُنْزَلًا مصدر مانیں تو انزالًا کے معنی میں۔ نمبر۲۔ اترنے کی جگہ۔

وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (اور آپ سب سے بہتر اتارنے والے ہیں) کشتی کی برکت کا مطلب اس میں بیٹھ کر طوفان سے نجات پانا۔ نکلنے میں برکت کا مطلب نسل کا بڑھنا اور پے در پے مال و دولت کا حاصل ہونا ہے۔

۳۰: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بے شک اس میں) جو نوح علیہ السلام اور قوم نوح کے ساتھ کیا گیا۔ لَاٰیٰتٍ (البتہ نشانیاں ہیں) البتہ عبرتیں اور نصائح ہیں۔ وَّ اِنْ (اور بیشک) یہ مخففہ من المثقلہ ہے اور لام اس کو اور نافیہ کو جدا کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے اِنّ الشان والقصة شان اور قصہ یہ ہے۔ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ (ہم ضرور آزمانے والے تھے) قوم نوح کو سخت سزا اور بڑا عذاب دینے والے ہیں یا ان آیات سے اپنے بندوں کو آزمانے والے ہیں تاکہ ہم دیکھیں کہ کون عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا ولقد ترکنها اية فهل من مّدكر [القمر:۱۵]

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا

پھر ہم نے ان کے بعد دوسرا گروہ پیدا کیا پھر ہم نے ان میں سے رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

کرو اسکے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم نہیں ڈرتے ہو۔ اس رسول کی قوم کے چودھری جنہوں نے کفر اختیار کیا

وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یَاْكُلُ

اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا میں عیش کی زندگی دی تھی انہوں نے کہا یہ تو تمہارے جیسا ہی آدمی ہے اس میں سے یہ

مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ

کھاتا ہے جس سے تم کھاتے ہو اور اسی میں سے پیتا ہے جس سے تم پیتے ہو، اور اگر تم نے اپنے جیسے آدمی کی بات مان لی تو بلاشبہ تم

اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَیَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾

ضرور ہی نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے، کیا یہ شخص تمہیں یہ بتاتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم نکالے جاؤ گے

قوم عاد کو دعوت کا تذکرہ:

۳۱: ثُمَّ اَنْشَاْنَا (پھر ہم نے پیدا کئے) مِنْۢ بَعْدِهِمْ (ان کے بعد) قوم نوح کے بعد قَرْنًا اٰخَرِیْنَ (ایک اور قوم کو) وہ عاد ہے جو کہ ہود علیہ السلام کی قوم تھی جس کے لئے ہود علیہ السلام کا قول گواہی دیتا ہے واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح [الاعراف:۶۹] اور قصہ نوح کے بعد اعراف میں ہود کا قصہ لایا گیا اور اسی طرح سورت ہود اور شعراء میں۔

۳۲: فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ (پس انہیں بھیجے) ارسال کا لفظ الیٰ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے فی کے ساتھ متعدی نہیں ہوتا۔ مگر یہاں اور اس قول میں کذلك ارسلناك فی امة [الرعد:۳۰] اور وما ارسلنا فی قریة [الاعراف:۹۴] فی کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے لیکن امۃ اور قریہ کو ارسال کی جگہ اور ظرف قرار دیا جیسا رؤبہ کا قول ہے۔

ارسلت فیها مصعباً ذا اء قحام

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کلام عرب میں اس کا استعمال پہلے پایا جاتا ہے۔ باقی قرآن مجید کو دیکھ کر تمام نحو وصرف ایجاد ہوئی ہے۔ رَسُوْلًا (ایک رسول) ہود علیہ السلام مِّنْهُمْ (انہی میں سے) ان کی قوم میں سے اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں۔ پس کیا تم اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے) اَنْ یہ ارسلنا کی تفسیر کر رہا ہے ای قلنا لهم علی لسان الرسول اعبدوا الله ہم نے ان کو پیغمبر کی زبان سے کہا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

۳۳: وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ (ان کی قوم کے سرداروں نے کہا)

واؤ کو مقدم کرنے کی وجہ:

اعراف وہود میں قوم ہود کی بات بغیر واؤ ذکر کیا۔ کیونکہ وہ وہاں سائل کے سوال کو مقدر مان کر جواب میں لایا گیا قال فما قال قومہ؟ ان کی قوم نے کیا جواب دیا تو جواب دیا گیا انہوں نے یہ کہا۔ اور یہاں واؤ کے ساتھ لائے کیونکہ اس کا عطف اس پر ہے جو انہوں نے اسوقت کہا جب ان کو رسول نے کہا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اس حق اور باطل کے حصول میں جمع ہو گئے۔ اور نبی ﷺ کا جواب ان کے کلام سے متصل نہیں اور فاء سے بھی نہیں لائے۔ البتہ فاء کے ساتھ قصہ نوح علیہ السلام میں لائے۔ کیونکہ یہ ان کے اس قول کا جواب ہے جو اس کے متصل آرہا ہے۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (وہ لوگ جو کافر ہوئے) یہ الملأ کی صفت ہے یا لقومہ کی صفت ہے۔ وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ (اور انہوں نے آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا) یعنی اس میں پیش آنے والے حساب اور ثواب اور عقاب وغیرہ کا انکار کیا۔

نبی بھی تمہاری مثل بشر ہیں:

وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (اور ہم نے ان کو نعمتیں دیں دنیا کی زندگی میں) کثرت اموال واولاد مَاهٰذَآ (نہیں ہے یہ) نبی اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ (مگر یہ تم جیسا انسان ہے وہ کھاتا ہے وہی جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو) ای تشربون منه ۔منہ کو ماقبل کی دلالت سے حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کہاں سے نبوت کا دعویدار بن بیٹھا جبکہ وہ تم جیسا ہے؟

۳۴: وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ (اگر تم نے اپنے جیسے انسان کی اطاعت کی) ان باتوں میں جن کا وہ تمہیں حکم دیتا ہے اور جن سے تمہیں روکتا ہے۔ اِنَّكُمْ اِذًا (بیشک تم اس وقت) ان یہ جزاء شرط کے موقعہ میں ہے اور ان کا جواب جنہوں نے قوم میں سے یہ بات کہی تھی لخاسرون ہے۔ لَّخٰسِرُوْنَ (ضرور نقصان میں پڑنے والے ہو)۔ اس لئے کہ تم نے اپنے جیسے انسان کی اطاعت اختیار کر لی۔

کفار کی حمایت:

اپنے جیسے انسان کی اتباع کا انکار کیا اور اپنے سے عاجز تر چیزوں کی عبادت کرنے لگے۔

۳۵: اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ (کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے)

قراءت: نافع، حمزہ، علی، حفص نے میم کے کسرہ سے اور دیگر قراء نے مُتم ضمہ میم سے پڑھا ہے۔ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ (اور تم خاک اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو دوبارہ زندہ کر کے زمین سے نکالے جاؤ گے) سوال کیلئے اٹھائے جاؤ گے اور حساب، کتاب اور ثواب وعذاب ہوگا۔

نحو: انکم کو دو مرتبہ تاکید کیلئے لائے اور ظرف کے ساتھ دونوں کا فاصلہ بہت خوب ہے اور مخرجون اول کی خبر ہے۔ اور تقدیر کلام اس طرح ہے۔ ایعدکم انکم مخرجون اذامتم و کنتم ترابا و عظاما۔ أیعد کا استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہیں چاہیے یا سوال تقریری ہے یہ ضرور ایسا کہہ رہا ہے۔ یا مقولہ سابقہ کی علت ہے تم گھاٹا اسلئے پاؤ گے کہ یہ قیامت کا قائل ہے

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝۳۶ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا

دور ہے دور ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ یہ تو بس دنیا والی ہی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝۳۷ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ

اور ہم اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ یہ کچھ نہیں بس یہ صرف ایسا شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم اس پر ایمان لانے والے

بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۳۸ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝۳۹ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ۝۴۰

نہیں ہیں۔ اس پیغمبر نے عرض کیا کہ اے میرے رب آپ سبب سے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا میری مدد فرمائیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عنقریب یہ لوگ پشیمان ہونگے

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۱

سوان لوگوں کو سچے وعدہ کے موافق سخت چیخ نے پکڑ لیا، پھر ہم نے انہیں خس و خاشاک کر دیا۔ سو دوری ہے ظالم قوم کے لیے۔

دنیا کے عیش میں خلل ڈالنا چاہتا ہے۔

کفار کا استبعادِ قیامت:

۳۶: هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ (بہت ہی بعید ہے اور بہت بعید جو بات تم سے کہی جا رہی ہے)

قراءت: یزید نے هیهات تاء کے کسرہ اور تنوین سے پڑھا ہے اور کسائی نے ہاء پر وقف کیا جبکہ دیگر نے تاء پر وقف کیا۔

نحو: هیهات یہ اسم فعل ہے بعد کا معنی دیتا ہے اس کی فاعل مضمر ہے۔ ای بَعُدَ التصدیق یا بَعُدَ الوقوع۔ قیامت کی تصدیق بہت بعید ہے یا وقوع بہت بعید ہے۔ ماتوعدون سے عذاب مراد ہے۔ یا اس کا فاعل ماتوعدون ہے اور لما کی لام زائدہ ہے ای بعد ماتوعدون من البعث بہت دور ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یعنی بعث۔

۳۷: اِنْ هِيَ (نہیں ہے وہ)

نحو: هِيَ یہ ایک ایسی ضمیر ہے جس کا مقصد اس کے بعد آنے والی وضاحت کے بغیر معلوم نہیں ہوتا۔ اصل اس طرح کلام ہے ان الحیاۃ الا حیاتنا الدنیا۔ نہیں زندگی مگر فقط ہماری دنیا ہی زندگی۔ پھر ہِیَ ضمیر کو الحیاۃ کی جگہ لائے کیونکہ خبر اس پر دلالت کر رہی ہے اور اس کی وضاحت کر رہی ہے۔ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا (مگر ہماری دنیا ہی کی زندگی) اب معنی اس طرح ہے لا حیاۃ الاھذہ الحیاۃ التی نحن فیھا و دنت منّا کوئی زندگی نہیں مگر یہی زندگی جس کو ہم گزار رہے ہیں اور جو ہمارے قریب ہے۔

وجہ عجیبہ:

اس کی یہ ہے اِنْ نافیہ کو ہِیَ پر داخل کیا اور وہ ہِیَ الحیاۃ کے معنی میں ہے جو کہ جنس پر دلالت کر رہی ہے پس اس کی نفی کی اور لا کے وزن میں بن گیا جو نفی جنس کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

نَمُوْتُ وَنَحْيَا (ہم مرتے اور زندہ ہوتے ہیں) یعنی بعض پر موت آتی ہے اور بعض پیدا ہوتے ہیں ایک زمانہ والے سٹ جاتے ہیں تو دوسرے اہل زمانہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یا اس میں تقدیم و تاخیر ہے ای نحیا و نموت اور یہ ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (اور اٹھائے نہ جائیں گے) موت کے بعد۔

پیغمبر پر دروغ گوئی کا الزام:

٣٨: اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ نِافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (وہ ایک جھوٹا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر دروغ بندی کی ہے) یہ اپنے بارے میں نبوت کا جو دعویٰ کرتا ہے اس میں یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے والا ہے اور جو ہم سے بعث کا وعدہ کرتا ہے اس میں بھی جھوٹا ہے۔ وَّمَانَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ (اور ہم تو اس کی بات کا یقین کرنے والے نہیں) مؤمنین بمعنی مصدقین ہے تصدیق کرنے والے۔

٣٩: قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ (پیغمبر نے کہا اے میرے رب کافروں نے میری تکذیب کی ہے تو میری مدد فرما) اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور فرمایا۔

٤٠: قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کچھ ہی وقت کے بعد)

نحو: ما زائدہ ہے یا ما شئی کے معنی میں ہے یا ما زمنٍ کے معنی میں ہے اور قلیل یہ ما کا بدل ہے اور قسم کا جواب محذوف ہے۔ لَيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ (یہ لوگ ضرور پشیمان ہوں گے) جب یہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے جو عذاب ان پر اترے گا۔

چیخ کے ہلاکت:

٤١: فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ (ان کو چیخ نے آ پکڑا) یعنی جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری جس نے تمام کو تہس نہس کر دیا۔ بِالْحَقِّ (حق کے موافق) اللہ تعالیٰ کے عدل کے مطابق۔ محاورہ میں کہتے ہیں: فلان یقضی بالحق ای بالعدل فلاں عدل سے فیصلے کرتا ہے۔ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً (پس ہم نے ان کو خس و خاشاک کر دیا) ان کی ہلاکت و تباہی کو غثاء سے تعبیر فرمایا۔ الغثاء اس کوڑا کرکٹ کو کہا جاتا ہے جو سیلاب کی رو بہا کر لاتی ہے اور وہ پرانے پتے اور بوسیدہ ٹہنیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ فَبُعْدًا (پس دوری ہے) ہلاکت ہے محاورہ میں کہا۔ نحو: بَعِدَ وَبَعُدَ و بُعدًا ای ھلك یہ ایسے مصادر ہیں جو اپنے افعال سے منصوب ہوتے ہیں جن افعال کو ظاہر کرنا درست نہیں۔ لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (ظالم قوم کیلئے) یہ ان لوگوں کا بیان ہے جن کے متعلق بد دعا کی گئی۔ جیسا اس آیت میں ھیت لك ۔ [یوسف:٢٣]

نحو: بُعدًا مصدر قائم مقام اور للقوم الظالمین یہ قائم مقام فاعل ہے اور لام زائد ہے یا تاکید مصدر ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا

پھر ہم نے ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کیا کوئی امت اپنی اجل سے نہ آگے بڑھ سکتی تھی اور نہ وہ

يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا

لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے، پھر ہم نے یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجا جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا سو ہم بعض کو بعض کے

بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا

پیچھے وجود میں لاتے رہے اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا، سو اس قوم کے لیے دوری ہے جو ایمان نہیں لاتے، پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی

مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ لا اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ

ہارون کو اپنی آیات اور کھلی ہوئی دلیل کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا

سو ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ اونچے تھے، سو ان لوگوں نے کہا کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لائیں اور حال یہ ہے کہ ان کی قوم ہمارے زیر حکم

عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

ہے، سو ان دونوں کو انہوں نے جھٹلایا لہٰذا وہ ہلاک کیے جانے والے لوگوں میں شامل کر دیئے گئے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ

تاکہ وہ لوگ ہدایت پائیں، اور ہم نے ابن مریم اور انکی والدہ کو ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسے ٹیلہ پر ٹھکانہ دیا جو ٹھہرنے کی

قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ع ۳ | ۱۸

اور پانی جاری ہونے کی جگہ تھی۔

دیگر اقوام اور رسولوں کی آمد:

۴۲: ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ (پھر ہم نے اٹھایا ان کے بعد دوسرے زمانہ والوں کو) قوم صالح، قوم لوط، قوم شعیب وغیرہم۔

۴۳: مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ (نہیں سبقت کرتی کوئی امت)

نحو: من صلہ ہے ای ماتسبق امۃٌ۔
اَجَلَهَا (اپنے وقت مقررہ سے) وہ وقت جو اس کی ہلاکت کا مقرر ہے اور لکھا جا چکا ہے۔ وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ (اور نہ مقررہ میعاد سے پیچھے رہ سکتی ہے) اس سے وہ موخر نہیں ہو سکتی۔

۴۴: ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا (پھر ہم نے اپنے رسولوں کو مسلسل بھیجا) تَتْرَا یہ فعلیٰ کا وزن ہے۔ الف تانیث کی ہے جیسے سَكْرٰى کیونکہ رسل جماعت ہے اس لئے اس پر تنوین نہیں ہے کیونکہ غیر منصرف ہے۔

قرات: مکی اور ابو عمرو اور یزید نے تترًی تنوین سے پڑھا ہے۔ اس بناء پر کہ الف الحاقی ہے جیسے ارطیٰ میں ہے۔

نحو: دونوں قراءتوں میں نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے۔ ای متتابعًا واحدًا بعد واحدٍ اس میں کہ وہ پے در پے یکے بعد دیگرے آنے والے تھے۔ اس میں (تترا) تاء واؤ کے بدلہ میں آئی ہے یہ اصل میں وتری ہے جو وتر سے لیا گیا ہے جو فرد کو کہتے ہیں شفع کا بالمقابل ہے واؤ کو تاء سے بدل دیا جیسا کہ تراث میں ورث ہے۔ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ (جب بھی کسی امت کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا)

وجہِ اضافت:

رسول کا تعلق اور ملابست مرسل اور مرسل الیہ دونوں کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے دونوں کی طرف اضافت کی جا سکتی ہے اور یہ اضافت ملابست کی وجہ سے ہے۔

قاعدہ: رسول کے ساتھ ارسال کا ذکر ہو تو بھیجنے والے کی طرف نسبت ہوتی ہے۔ مثلاً ارسلنا رسلنا۔ اللہ کا رسول اور اگر رسول کے ساتھ آنے اور پہنچنے کا ذکر ہو جن کی طرف رسول بھیجا تو لوگوں کی طرف نسبت ہوگئی جیسے جاء امة رسولُھا قوم ثمود کا رسول۔

ہلاکت میں نمبر لگا دیا:

فَاَتْبَعْنَا (پس ہم نے بھی ہلاکت میں نمبر لگا دیا) احمقوں اور اہل زمانہ کا۔ بَعْضَهُمْ بَعْضًا (ایک کے بعد ایک کا) ہلاکت میں وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ (اور ہم نے ان کو کہانیاں بنا دیا) رات کو لوگ ان کے قصے سناتے ہیں اور ان سے تعجب کرتے ہیں۔

نحو: الاحادیث یہ حدیث کا اسم جمع ہے۔ اور اسی سے یہ استعمال ہے احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم، احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ احدوثة کی جمع بھی آتی ہے اور احدوثہ اس بات کو کہتے ہیں جس کو لوگ بطور دل تبھلانے کے بیان کریں اور تعجبًا ذکر کریں۔ اور یہاں یہی مراد ہے۔ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (پس ایمان نہ لانے والی قوم پر خدا کی مار)۔

نحو: یہ جملہ انشائیہ ہے یا خبریہ ہے لام زائدہ ہے۔

بعثتِ موسیٰ و ہارون علیہما السلام:

۴۵: ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ (پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو بھیجا)۔

نحو: ہارون یہ اخاہ سے بدل ہے۔

بِاٰیٰتِنَا (اپنی آیات دے کر) نو آیات معجزات مراد ہیں۔ وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (اور وہ دلائل) غالب آنے والے دلائل یا عصا۔

۴۶: اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِہٖ فَاسْتَکْبَرُوْا (فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف پس انہوں نے تکبر کیا) بڑائی کی وجہ سے ایمان کو قبول کرنے سے باز رہے۔ وَکَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ (اور وہ لوگ تھے ہی متکبر و مغرور)۔

۴۷: فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا (یہ کہنے لگے کیا ہم اپنے جیسے انسانوں پر ایمان لائیں)۔

نحو: البشر کا لفظ واحد اور جمع دونوں آتا ہے۔ اور مثل اور غیر کا لفظ تثنیہ اور جمع اور مذکر و مؤنث دونوں کی صفت بن سکتے ہیں۔

وَقَوْمُهُمَا (اور ان کی قوم) مراد بنی اسرائیل لَنَا عٰبِدُوْنَ (ہمارے خدمت گار ہیں) مطیع اور حکم بردار ہیں۔

اطلاق عرب: اہل عرب کے ہاں ہر وہ شخص جو کسی بادشاہ کا خدمت گزار و مطیع ہو اس کو عابد کہتے ہیں۔

۴۸: فَکَذَّبُوْهُمَا فَکَانُوْا مِنَ الْمُهْلَکِیْنَ (پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا نتیجتًا وہ ہلاک ہونے والے لوگوں میں سے ہو گئے) غرق سے ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

۴۹: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی (تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو دی) یعنی قوم موسیٰ علیہ السلام کو الْکِتٰبَ (کتاب) تورات لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ (تاکہ وہ ہدایت پائیں) اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں اور اس کے مواعظ سے نصیحت پکڑیں۔

مریم اور ابن مریم علیہما السلام کا تذکرہ اور ان کا ٹھکانہ:

۵۰: وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰیَةً (اور ہم نے ابن مریم اور ان کی ماں کو نشانی بنایا) جو ہماری قدرت تامہ پر دلالت کرنے والی ہے کہ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں کیونکہ وہ بلا نطفہ پیدا کئے گئے۔ اٰیَةً کا لفظ واحد لایا گیا کیونکہ اعجوبہ دونوں میں ایک ہی ہے۔ یا مراد یہ ہے وجعلنا ابن مریم اٰیةً و امہ اٰیةً اول کو حذف کر دیا کیونکہ ثانیہ کی دلالت اس پر موجود ہے۔ وَّاٰوَیْنٰهُمَآ (اور ہم نے ان کو پناہ دی) ان کو ٹھکانہ دیا اِلٰی رَبْوَةٍ (ایک بلند زمین پر)۔

قراءت: شامی و عاصم نے رَبوۃ پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے رُبوۃ پڑھا۔

ربوۃ بلند زمین، نمبر۱۔ وہ بیت المقدس ہے نمبر۲ دمشق نمبر۳۔ رملہ یا نمبر۴۔ مصر۔

ذَاتِ قَرَارٍ (قرار والی) ہموار زمین جس پر بسنے والے ٹھہر سکیں۔ نمبر۲۔ پانی اور پھلوں والی یعنی پھلوں کی وجہ سے لوگ وہاں ٹھہرتے ہیں۔ وَّمَعِیْنٍ (اور جاری چشمے) ایسا پانی جو سطح زمین پر چلنے والا ہو۔

صرف: یہ مفعول کا صیغہ ہے۔ یعنی جس کے جاری ہونے کا آنکھ ادراک کرے ظاہر ہونے کی وجہ سے۔ یہ عانَہ سے لیا گیا جبکہ آنکھ سے اس کا معائنہ کرے۔ نمبر۲۔ یہ فعیل کا وزن ہے کیونکہ یہ اپنے چلنے کی وجہ اور ظاہر ہونے کی بناء پر فائدہ پہنچانے والا ہے۔ اس لئے یہ الماعون سے ماخوذ ہوگا اور وہ منفعت کو کہتے ہیں۔ یا مَعَنَ سے ہے جس کا معنی جاری ہونا ہے اس صورت میں میم اصلیہ ہے اور یہ صحیح ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ؕ۵۱

اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو بلاشبہ میں ان کاموں کو جانتا ہوں جنہیں تم کرتے ہو،

وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۵۲ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ

اور بلاشبہ یہ تمہارا طریقہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرو سو ان لوگوں نے الگ الگ طریقہ اختیار کر کے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے

زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ۵۳ فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِیْنٍ ۵۴ اَیَحْسَبُوْنَ

ہو گئے ہر جماعت کے لوگ اس سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے سو آپ انہیں ایک وقت تک ان کی جہالت میں چھوڑ دیں کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں

اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ ۵۵ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۵۶

کہ ہم جو ان کو مال اور بیٹے دیئے جاتے ہیں ان کو فائدہ پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ وہ شعور نہیں رکھتے

ہر رسول کو خطاب:

۵۱: یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ (اے رسولو حلال چیزیں کھاؤ) یہ نداء اور خطاب دونوں اپنے ظاہر پر نہیں ہیں کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہائے نبوت مختلف ہیں۔ معنی اس کا یہ ہے کہ ہر رسول کو اس کے زمانہ میں یہ بات کہی گئی اور اس کی اس نے وصیت و نصیحت فرمائی تا کہ سامع معتقد ہو کہ یہ ایسا حکم ہے جس کی تمام انبیاء کو اطلاع دی گئی اور انہوں نے اس کی وصیت کی پس ایسی بات قبولیت کے خاص طور پر لائق و مناسب ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

نمبر۲۔ یا یہ حضرت محمد ﷺ کو خطاب ہے کیونکہ آپ اپنے زمانہ میں تمام کے قائم مقام ہیں اور قیامت تک نبوت آپ کی ہی ہے۔ اور آپ ہی غنائم کو استعمال میں لانے والے ہیں۔ جو پاکیزہ ترین مال ہے۔ یا نمبر۳۔ یا متصل آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ وہی مراد ہیں اور وہ والدہ کے سوت کاتنے کی کمائی پر گزارہ کرتے اور کسب ید یہ پاکیزہ روزی ہے۔ اور طیبات سے مراد ہے جو حلال ہو۔ اور امر تکلیف کیلئے ہے یعنی مکلّف ہونے کو ثابت کرتا ہے کہ حلال جو میسر ہو کھاؤ۔ نمبر۴۔ عمدہ اور لذیذ چیزوں کو طیبات سے مراد لیا جائے تو امر اباحت اور سہولت کیلئے ہے کہ رہبانیت میں مزید چیزیں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ بقدر ہمت مگر انہی میں مشغولی نہ ہو۔

وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا (اور تم نیک اعمال کرو) جو شریعت کے موافق ہوں۔ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ (بیشک میں تمہارے اعمال کو جانتا ہوں) پس تمہارے اعمال پر بدلہ دونگا۔

۵۲: وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ (بیشک یہ)۔

قراءت: کوفی قراء نے استیناف کی بناء پر اِنَّ پڑھا اور حجازی نے اَنَّ اور بصری ان کو بمعنی و لاَنَّ کے تسلیم کیا۔

یعنی فاتقون لان ھذہٖ یا ماقبل پر معطوف ہے ای بما تعملون علیمٌ و بأنّ ھذہ یا تقدیر اس طرح مانیں واعلموا ان ھذہٖ اُمَّتُکُمْ (تمہارا طریقہ) یعنی تمہاری ملت وشریعت جس پر تم قائم ہو۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً (ایک طریقہ ہے) وہ شریعت اسلام ہے۔ امۃً منصوب حال ہونے کی وجہ سے ہے مطلب یہ ہے کہ دین ایک ہے اور وہ اسلام ہے اور اس کی مثل دوسری آیت ہے ان الدین عند اللہ الاسلام [آل عمران: ۱۹] وَّ اَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ (اور میں تمہارا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرو) مجھ اکیلے سے۔ میرے حکم کی مخالفت میں میرے عذاب سے ڈرو۔

لوگوں کا کتابوں سے سلوک:

۵۳: فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ (پس لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کر لیا) تقطع بمعنی قطع ہے اپنے دین کے معاملے کو قطع کیا۔ زُبُرًا (ٹکڑے ٹکڑے) یہ زبور کی جمع ہے۔ مختلف کتابیں یعنی انہوں نے اپنے دین کو کئی دین بنا دیا۔ ایک قول وہ اپنے دین میں کئی فرقوں میں بٹ گئے ہر فرقہ ایک کتاب کو اٹھائے ہوئے ہے۔ قول حسن رحمۃ اللہ علیہ: اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مختلف ٹکڑوں میں کاٹ دیا اور اس کی تحریف کر ڈالی۔

قراءت: زُبَرا جمع زُبْرۃ پڑھا جاتا ہے ٹکڑا۔ کُلُّ حِزْبٍ (ہر گروہ) دین کو کاٹ کر جدا کرنے والوں میں سے ہر گروہ۔ بِمَا لَدَیْھِمْ (جو کچھ ان کے پاس ہے) یعنی کتاب اور دین یا خواہش ورائے۔ فَرِحُوْنَ (وہ اس پر خوش ہے) وہ خوش ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں۔

۵۴: فَذَرْھُمْ فِیْ غَمْرَتِھِمْ (ان کو آپ اسی جہالت میں چھوڑ دیں) غمرۃ جہالت وغفلت کو کہتے ہیں حَتّٰی حِیْنٍ (ایک وقت تک) یہاں تک کہ وہ قتل کئے جائیں یا موت ان کو دبوچ لے۔

۵۵،۵۶: اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ (کیا ان کا خیال یہ ہے کہ ہم ان کو جو مال واولاد دیتے جاتے ہیں) ما الذی کے معنی میں ہے اَنَّ کی خبر نسارع لھم فی الخیرات ہے۔ اور خبر سے اسم کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے ای نسارِعُ لھم بہٖ نُسَارِعُ لَھُمْ فِی الْخَیْرٰتِ مطلب یہ ہے کہ یہ امداد باوجود معاصی کے صرف استدراج ہے اور ان کا خیال یہ ہے کہ ان کو جلد از جلد امداد مل رہی ہے اور ان کی عمدہ کارکردگی پر ہم ان کو ثواب کا پیشگی بدلہ دے رہے ہیں۔

استدلالِ آیت:

معتزلہ کے عقیدہ کی تردید ہے کہ اصلح فی الدین اللہ پر لازم ہے اس آیت میں خبر دی کہ یہ بات ان کے لئے دینی اعتبار سے خیر نہیں اور نہ ہی اصلح۔ بلکہ اضر ہے۔ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ (بلکہ ان کو شعور نہیں) بَل یہ ایحسبون سے استدراک کر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ حیوانات کی طرح ہیں ان میں شعور نہیں جب تک کہ اس بات پر غور نہ کریں کہ یہ استدراج ہے یا بھلائی میں مسارعت ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ

بلاشبہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ

رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے اور جولوگ کچھ دیتے ہیں تواس حال میں دیتے ہیں

قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا

کہ ان کے دل اس بات سے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس لوٹنے والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں

سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

اوران کی طرف دوڑ رہے ہیں ہم کسی جان کو اسکی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتے اور ہمارے پاس کتاب ہے جو حق کے ساتھ بیان کردے گی اوران پر ظلم نہیں ہوگا۔

اولیاء کی صفات کا دوبارہ تذکرہ:

۵۷: پھر اپنے اولیاء کا وضاحت سے تذکرہ فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ (بیشک وہ لوگ جو اپنے رب کے ڈر سے ہیبت زدہ ہیں) خائف ہیں۔

۵۸: وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ (اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لانے والے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں پر۔ وہ ان کتابوں میں ایمان کے لحاظ سے تفریق کرنے والے نہیں ان لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور وہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہیں۔

۵۹: وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ (اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے نہیں) جیسا کہ مشرکینِ عرب کرتے تھے۔

۶۰: وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ دیتے ہیں جو دیتے ہیں) یعنی جو دینے والی چیزیں زکوٰۃ و صدقات وغیرہ دیتے ہیں۔

قراءت: یأتون ما اتوا قصر کے ساتھ پڑھا گیا اس صورت میں معنی یہ ہوگا۔ یفعلون مافعلوا وہ جو کرنا ہوتا ہے کرتے ہیں۔ وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (اس حال میں کہ ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں) اس بات سے خائف ہوتے ہیں کہ ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے کہیں یہ نامقبول نہ ہو۔ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ (بیشک وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں) جمہور کے نزدیک اس کی تقدیر عبارت یہ ہے لا نهم الى ربهم راجعون اور ان الذين کی خبر اولئك يسارعون فى الخيرات ہے۔

۶۱: اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ (وہی لوگ بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنیوالے ہیں) وہ طاعات کی رغبت رکھتے ہیں

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ۞۶۳

بلکہ ان کے دل اس دین کی طرف سے جہالت میں ہیں اور اسکے علاوہ اور بھی ان کے اعمال ہیں جنہیں وہ کرتے ہیں

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ۞۶۴ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ

یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب کے ساتھ پکڑلیں گے تو وہ چلائیں گے، آج مت چلاؤ، بلاشبہ آج ہماری طرف سے

مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۞۶۵ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ۞۶۶

تمہاری مدد نہیں کی جائے گی، تم پر میری آیات تلاوت کی جاتی تھیں سو تم تکبر کرتے ہوئے قرآن کو مشغلہ بناتے ہوئے بے ہودہ

اوران کو جلد انجام دیتے ہیں۔ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ (اور وہ ان کی طرف تیزی سے جانے والے ہیں) یعنی نیک کاموں کی وجہ سے جنتوں کی طرف تیزی سے رواں دواں ہیں۔ یا ان بھلائیوں کی وجہ سے وہ لوگ نیکی میں آگے بڑھ گئے۔

۶۲: وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اور کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کام کا حکم نہیں دیتے) وسعت کا معنی طاقت، مقدور، صالحین کی جو صفات مذکور ہوئیں یہ طاقت سے زائد نہیں۔ اسی طرح ہر وہ کام جس کا بندے کو مکلّف بنایا گیا وہ بھی بندوں کی طاقت کے دائرے میں ہیں۔ اس میں تردید اس گروہ کی ہے جو انسانی تکالیف کو تکلیف مالا یطاق قرار دیتے ہیں۔ وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ (ہمارے پاس ایک کتاب ہے) کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے یا اعمال نامہ مراد ہے۔

يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (جو ٹھیک ٹھیک بتادے گا اور کسی پر ذرا بھر ظلم نہ ہوگا) اس سے وہی پڑھیں گے جو صدق وعدل ہوگا۔ اس میں نہ کمی اور نہ اضافہ اور نہ ہی کسی کو زیادہ سزا دیکر ظلم کیا جائے گا۔ یا ثواب کا نقصان نہ ہوگا۔ یا ایسی تکلیف جس کی اس میں طاقت نہ ہو۔

کفار شکارِ غفلت:

۶۳: بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا (بلکہ ان کے دل اس دین کے متعلق شک میں پڑے ہیں) بلکہ کفار کے قلوب ایسی غفلت کا شکار ہیں جو ان کو اس چیز سے ڈھانپنے والی ہے۔ جس پر یہ ایمان والے قائم ہیں۔ وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ (اور ان کے اس کے علاوہ بھی اعمال ہیں) ان کے مخفی اعمال تو اس بات سے تجاوز کرنے والے ہیں جس سے مؤمن موصوف ہیں۔ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ (اور وہ ان کو کئے جارہے ہیں) اور اس پر قائم رہنے والے ہیں اور ان کو اسوقت تک چھوڑنے کیلئے تیار نہیں یہاں تک کہ ان کو عذاب آ پکڑے۔

۶۴: حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ (یہاں تک کہ جب ہم ان کے مالداروں کو پکڑیں گے) خوشحال لوگوں کو بِالْعَذَابِ (دنیا کے عذاب میں) اور وہ سات سال کا قحط ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی بددعا سے مسلط فرمایا یا بدر کے دن قتل ہونا۔ حتی ابتدائیہ اور جملہ شرطیہ ہے اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ (اسی وقت چیخنے لگیں گے) فریاد کرتے ہوئے چیخیں گے۔ الجؤار مدد کیلئے پکارنا۔ اس کے

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ

باتیں کرتے ہوئے لٹے پاؤں بھاگ جاتے تھے۔ کیا ان لوگوں نے اس کلام میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس ایسی چیز آئی ہے جو ان سے پہلے ان کے بڑوں کے

اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ

پاس نہیں آئی یا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا سو وہ اس کے منکر ہو رہے ہیں یا وہ یوں کہتے ہیں کہ اس کو دیوانگی ہے،

بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾

بلکہ یہ رسول ان کے پاس حق لیکر آیا ہے اور ان میں اکثر وہ ہیں جو حق کو مکروہ جانتے ہیں۔

جواب میں ان کو کہا جائے گا۔

۶۵: لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ (مت چیخو) چیخنا تمہارے لئے فائدہ مند نہیں۔ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ (بیشک ہماری طرف سے تمہاری مدد نہ کی جائیگی) ہماری جانب سے تمہیں کوئی نصرت یا اعانت نہ ملے گی۔

۶۶: قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ (میری آیات تم پر پڑھی جاتی تھیں) یعنی قرآن فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ (تم اپنی ایڑیوں کے بل مڑتے تھے) تم الٹے قدموں لوٹتے النکوص: الٹے پاؤں مڑنا۔ یہ سب سے بدترین چال ہے کیونکہ وہ اپنے پیچھے دیکھتا نہیں۔

۶۷: مُسْتَكْبِرِيْنَ (تکبر کرتے ہوئے) مسلمان پر بڑھائی ظاہر کرتے ہوئے۔

نحو: یہ تنکصون سے حال ہے۔

بِهٖ (بیت اللہ پر یا حرم پر۔) کفار یہ کہا کرتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں۔ اس لئے ہم پر کوئی غالب نہ آئے گا۔ یہ مفہوم اس قول کے مطابق ہے۔ جنہوں نے ضمیر کا مرجع بیت کو قرار دیکر استکبار بالبیت مراد لیا۔ نمبر۲۔ ہ کا مرجع آیات قرار دیا۔ انہوں نے آیات کو کتاب کے معنی میں لیا اور استکبار بالقرآن کا مطلب تکذیب ہے۔

نحو: مستکبرین میں ضمنا مکذبین کا معنی پایا جاتا ہے اسی لئے اس کے متعدی بنانے کیلئے کذب فعل والا حرف تعدیہ استعمال کر لیا گیا ہے۔

نمبر۳۔ یا سامرًا سے متعلق ہے ای تسمرون بذکر القرآن و بالطعن فیہ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ (مشغلہ بناتے ہوئے) وہ بیت اللہ کے گرد رات قصہ گوئی کرتے اور ان کی عمومی قصہ گوئی قرآن کے متعلق ہوتی وہ کبھی قصہ کہانی کہتے اور کبھی سحر و شعر کا نام دیتے۔ سامر کا لفظ حاضر کی طرح واحد و جمع پر اطلاق کیا جاتا ہے۔

قراءت: اس کو سمارًا بھی پڑھا گیا ہے۔

نمبر۴۔ یا تھجرون سے متعلق ہے اور یہ الھجر سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہذیان آتا ہے۔ (ہجر کا معنی کٹ جانا، کترا جانا،

بیہودہ بکواس کرنا آتا ہے)

قراءت: نافع نے تُهجِرون پڑھا ہے اس صورت میں یہ اهجر فی منطقه ای افحش اس نے اپنی گفتگو میں فحش طریق اختیار کیا۔

کفار کا انکار چہ معنی دارد وہ ذاتی غیرت کی وجہ سے نہیں مانتے:

۶۸: اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ (کیا انہوں نے کلام الٰہی میں غور نہیں کیا) کیا انہوں نے قرآن مجید میں غور نہیں کیا تا کہ ان کو علم ہوتا کہ وہ کھلا ہوا حق ہے پس وہ اس کی تصدیق کرتے اور اس کو سچا جانتے جو وہ لے کر آئے ہیں۔اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ (یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے بڑوں کے پاس نہیں آئی) اَم بل کے معنی میں ہے اور استفہام انکاری ہے مطلب اس طرح ہے بلکہ ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو ان کے اولین آباء کے پاس نہ آئی ہوئی ہو بلکہ وہی چیز آئی ہے پھر ان کا انکار اور اس کو اوپرا قرار دینا چہ معنی دارد۔

۶۹: اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ (یہ لوگ اپنے رسول کو نہیں پہچانتے) محمد الصادق الامین کو اور یہ ان کے وفورِ عقل اور صحتِ نسب اور حسنِ اخلاق سے واقف نہیں۔یعنی وہ ان صفات سے ان کو پہچانتے ہیں۔فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (پھر انہی کے منکر ہیں) کیا وجہ ہے سوائے ضد اور حسد کے اور تو کچھ نہیں۔

۷۰: اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ (یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول کو جنون ہے) جِنَّة کا معنی جنون ہے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ اس میں عقلی اعتبار سے سب سے بڑھ کر پختہ اور ذہنی لحاظ سے سب سے روشن ذہن والے ہیں۔بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ (بلکہ یہ رسول ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں) واضح حق، صراط مستقیم اور وہ چیز جو ان کی شہوات، خواہشات کے خلاف ہے اور وہ توحید اور اسلام ہے اب انہوں نے اس کا کوئی جواب اور دفاع موجود نہ پا کر اس کو مجنون کہنا شروع کر دیا۔

وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ (اور ان کی اکثریت حق سے نفرت کرنے والی ہے) مَسْئَلَۃ: اس میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ان میں سے قلیل تعداد حق کو ناپسند نہیں کرتی تھی بلکہ ایمان کو ذاتی غیرت اور اپنی قوم کی ناپسندیگی اور حقارت کی خاطر چھوڑنے والی تھی کہ قوم کے لوگ ان کو صابی کہہ کر طعن زنی کریں گے اور آباء و اجداد کے دین کو چھوڑنے کے طعنے ماریں گے جیسے خواجہ ابو طالب وغیرہ کہ ان کو دین سے عناد نہ تھا۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ

اور اگر حق ان کی خواہشوں کے تابع ہو جائے تو آسمان اور زمین اور جو ان کے اندر ہیں سب تباہ ہو جائے بلکہ ہم نے ان کے پاس ان کی

بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖۗ وَّهُوَ

نصیحت بھیجی ہے سو وہ اپنی نصیحت سے روگردانی کر رہے ہیں، کیا آپ ان سے کچھ آمدنی کا سوال کرتے ہیں سو آپ کے رب کی آمدنی بہتر ہے اور وہ

خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ الربع وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

سب دینے والوں سے بہتر ہے، اور بلاشبہ آپ انہیں صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں اور بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں

بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا

لاتے، وہ راستے سے ہٹے ہوئے ہیں اور اگر ہم ان پر مہربانی کریں اور وہ جس تکلیف میں ہیں اسے دور کر دیں تو وہ اپنی سرکشی میں بھٹکے

فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا

ہوئے اصرار کرتے رہیں گے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کیا سو وہ اپنے رب کے سامنے نہ

يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ ع ۴

جھکے اور نہ عاجزی اختیار کی یہاں تک کہ جب ہم ان پر سخت عذاب والا دروازہ کھول دیں گے، تو اچانک وہ اس میں حیرت زدہ ہو کر رہ جائیں گے۔

۷۱: وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ (اور اگر بالفرض دین ان کے خیالات کے تابع ہو جاتا) ابن جریج وغیرہ نے الحق سے یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات مراد لی ہے۔ اَهْوَآءَهُمْ سے مراد کئی الٰہ کا اعتقاد رکھنا ہے۔ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (تو آسمان و زمین تباہ ہو جاتے) جیسا کہ فرمایا: لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا [الانبیاء: ۲۲] وَمَنْ فِيْهِنَّ (اور جو کچھ ان میں ہے) عقلاء کو مَنْ کے ساتھ خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ غیر عقلاء ان کے تابع ہیں۔

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ (بلکہ ہم نے تو ان کے پاس ان کی نصیحت کی بات بھیجی) یعنی اس کتاب کو بھیجا ہے جو ان کے لئے نصیحت یا ان کے لئے باعثِ شرف ہے کیونکہ رسول ﷺ انہی میں سے ہیں اور قرآن انہی کی لغت میں سے ہے۔ یا وہی ذکر ہے جس کی یہ تمنا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے لو انّ عندنا ذكرًا من الاولين [الصافات: ۱۶۸]

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ (پس وہ لوگ اپنی نصیحت کی بات سے روگردانی کرنے والے ہیں) اپنے برے اختیار اور چناؤ کی وجہ سے۔

۷۲: اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ (یا تم ان سے کسی آمدنی کے خواستگار ہو تو آپ کے رب کی عطاء کردہ سب سے

بہتر ہے)۔
قراءت: حجازی، بصری، عاصم نے فَخَرَاجُ پڑھا ہے۔شامی نے خرجًا .... فَخَرْجُ پڑھا۔علی،حمزہ نے خَراجا......
فَخَرَاج پڑھا۔
خراج زمین کی زکوۃ جوامام کودی جاتی ہےاور ہر عامل کواس کی جواجرت اورانعام دیا جاتا ہےالخرج کا لفظ الخراج سے خاص ہے۔ جیسا کہتے ہیں خراج القریة ۔خرجَ الکُرد ۃلفظ کا اضافہ معنی میں اضافہ کوظاہر کرتا ہےاسی لئے پہلی قراءت سب سے اولیٰ ہے۔یعنی ام تسألهم علی هدایتك لهم قليلاًمن عطاء الخلق فالكثير من الخالق خيرٌ۔کیا آپ ان سے ہدایت پر مخلوق سے قلیل عطیہ مانگتے ہیں۔خالق کی طرف سے ملنے والا کثیراجرسب سے بہتر ہے۔(یہ استفہام بھی انکاری ہے کہ آپ ان سے کسی چیز کے خواستگارنہیں)وَّ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (اوروہ سب سے بہتر رزق دینے والے ہیں۔)
۷۳:وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (اور بیشک آپ توان کوسیدھے راستے کی طرف دعوت دینے والے ہیں)اور وہ دین اسلام ہےپس زیادہ مناسب ہے کہ وہ آپ کی بات کو مان لیں۔
۷۴:وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ (اور بیشک وہ لوگ جوآخرت پرایمان نہیں رکھتے وہ راستہ سے ہٹنے والے ہیں)وہ اس مذکورہ راستہ سے عدول کرنے والے ہیں۔اور حالانکہ وہ صراط مستقیم ہے۔

کفار کی ضد کا حال:

۷۵:وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ (اگرہم ان پر مہربانی کردیتے اوران کی تکلیف کودورکردیتے)جب اللہ تعالیٰ نے کفار کوقحط کے ساتھ پکڑا تو خون اوراون سے تیارشدہ کھانا ان کوکھانا پڑا ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اورعرض کیا کہ میں آپ کواللہ تعالیٰ کی قسم اوررحم کاواسطہ دیتا ہوں۔کیا تمہاراخیال نہیں کہ تم جہان والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہوآپ نے فرمایا کیوں نہیں اس نے کہا۔تم نے آباء کوتلوار سےقتل کیااوراولاد کوبھوک سے؟پس یہ آیت اتری(ذکرہ الواحدی فی اسباب النزول) مطلب یہ ہےاگراللہ تعالیٰ یہ تکلیف ان سے دورکردے الضُر سے وہ قحط مراد ہےجس نے ان کوآلیا تھااوروہ آپ کی رحمت سے ان کو پہنچا تھا اوروہ خوشحالی پالیں۔لَّلَجُّوْا (توضرورجمے رہیں۔)فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (اپنی سرکشی میں سرگرداں پھرتے رہیں گے)مترددرہیں گے۔یعنی تودوبارہ یہ تکبر،عداوتِ رسول ﷺ وعداوتِ مؤمنین کرنے لگیں گےاور یہ چاپلوسی وقتی ختم ہوجائے گی۔
۷۶:وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ (اورہم نے ان کوگرفتارِعذاب بھی کیاتب بھی انہوں نے اپنے رب کے سامنے نہ عاجزی اختیار کی نہ گڑگڑائے)اس سے اس بات پہ استشہاد پیش کیا کہ ہم نے اولاً ان کوتلواروں سے پکڑا۔اور بدر کے دن جوان کے صنادید کے ساتھ قتل وقید کی صورت میں پیش آیا۔مگراس سب کے باوجودان کی طرف سے رجوع اورتوبہ نہیں پائی گئی۔وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ (اورنہ وہ گڑگڑائے)یہ ان کی دوامی حالت کی تعبیر ہے کہ وہ تو ابھی تک سابقہ روش پر ہیں۔اسی لیے ماتضرعوا نہیں کہا بلکہ مضارع استعمال فرمایا گیا۔استکان یہ استفعل کے وزن پرکون مصدر سے بنایا گیا ہے۔ای انتقل من

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۷۸ وَهُوَ

اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تم کم شکر ادا کرتے ہو، اور وہی ہے

الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۷۹ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ

جس نے تمہیں زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے،

وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۸۰ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۸۱

اور اسی کے اختیار میں ہے رات دن کا یکے بعد دیگرے آنا جانا، سو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔ بلکہ انہوں نے وہ بات کہی جو ان سے پہلے لوگوں نے کہی۔

کون الی کون۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہوا جیسا کہ کہا جاتا ہے استحال اذا نتقل من حال الی حال وہ ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوا۔

۷۷: حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا (یہاں تک کہ جب ہم نے سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا)۔

قراءت: یزید نے فَتَّحْنَا پڑھا ہے۔

قحط سے پکڑ:

عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ عذاب شدید سے بھوک مراد ہے جو کہ قید وقتل سے سخت تر ہے۔ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ (تو اسی وقت وہ حیران مایوس ہوگئے) متحیر اور ہر خیر سے مایوس ہونے لگے اور ان میں سے سب سے سرکش اور متمرد شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوا اور رحم کی اپیل کی یا ہم نے ان کا امتحان ہر قسم کے امتحان قتل و بھوک سے لیا مگر ان میں نرمی اور زاری پیدا نہیں ہوئی اور وہ اس طرح رہیں گے یہاں تک کہ جب جہنم کی آگ سے ان کو عذاب دیا جائے گا تو تب مایوس ہونگے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا یوم تقوم الساعۃ یبلس المجرمون [الروم:۱۲]

انعامات سے یاددہانی:

۷۸: وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ (اور اللہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل پیدا کئے) تین حواس کا خصوصاً اس لئے ذکر کیا کہ عموماً انہی سے دینی اور دنیوی فوائد زیادہ تر متعلق ہیں دیگر حواس سے اتنے نہیں۔ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو) تم تھوڑا شکریہ ادا کرتے ہو۔ ما تاکید کیلئے زائد کیا گیا ہے اور حقا کے معنی میں ہے مطلب اس طرح ہوا تم نے ان انعامات کی عظمت نہیں پہچانی اور تم نے ان کو بے محل استعمال کیا۔ تم نے آنکھوں اور کانوں سے اللہ تعالیٰ کی آیات اور افعال کے سلسلہ میں کام نہیں لیا۔ اور نہ اپنے دلوں سے استدلال کیا۔ کہ تم منعم کو پہچان کر کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے۔

قَالُوٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا

انہوں نے کہا کیا ہم جب مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے کیا ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، اس بات کا ہم سے اور ہم سے پہلے

هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ

ہمارے باپ دادوں سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے یہ بات پرانے لوگوں سے نقل ہوتی آئی ہے، آپ فرما دیجئے کس کے لئے ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ

اگر تم جانتے ہو اس کے جواب میں وہ کہیں گے کہ اللہ ہی کے لئے، آپ فرمائیے پھر کیوں غور نہیں کرتے، آپ فرما دیجئے کہ ساتوں آسمانوں کا

السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْ

اور عرش عظیم کا رب کون ہے، وہ جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہے آپ فرما دیجئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ آپ فرمائیے کہ وہ کون ہے

بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾

جس کے قبضے میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو؟

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

وہ جواب دیں گے کہ یہ صفات اللہ ہی کی ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ پھر تم کہاں ہو جادو کئے ہوئے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے ان کے پاس حق بھیجا ہے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں۔

۷۹: وَهُوَ الَّذِىْ ذَرَاَكُمْ فِى الْاَرْضِ (اور وہ وہی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا) اور تناسل و توالد کے ذریعہ زمین میں پھیلا دیا۔ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (اور اسی کی بارگاہ میں تمہیں جمع کیا جائے گا) تم قیامت کے دن پراگندہ ہونے کے بعد تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔

۸۰: وَهُوَ الَّذِىْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (اور وہی ذات ہے جو زندگی اور موت دیتی ہے) وہ اجسام کو پیدا کر کے زندہ کرتا اور فناء کر کے موت دیتا ہے۔ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ (اور اسی کیلئے رات اور دن کا مختلف ہونا ہے) کہ ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا ہے۔ اور روشنی اور اندھیرے کے لحاظ سے ان کا مختلف ہونا۔ یا بڑھنے اور کم ہونے کے لحاظ سے ان کا مختلف ہونا اور یہ خاص اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے ان میں تصرف کا کسی اور کو اختیار نہیں اور نہ قدرت ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو) کہ تم اٹھائے جانے پر ہماری قدرت کو پہچانو۔ یا صنعت سے صانع پر استدلال کر سکو اور پھر ایمان لے آؤ۔

پرانی اَڑ پر قائم:

۸۱: بَلْ قَالُوْا (بلکہ انہوں نے کہا یعنی اہل مکہ نے) مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ (اس کی مثل کہتے ہیں جو اگلے کافروں نے کہی) الاولون سے مراد وہ کفار ہیں جو ان سے پہلے ہوئے۔ پھر وضاحت کی جو انہوں نے کہا فرمایا

۸۲: قَالُوْٓا ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (وہ کہتے ہیں کہ جب ہم مرجائیں گے اور خاک اور ہڈیاں بن کر رہ جائیں گے تو کیا زندہ کر کے ہم اٹھائے جائیں گے)

قراءت: مِتْنَا نافع، حمزہ، علی، حفص نے پڑھا ہے۔

۸۳: لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا (اس کا ہم سے اور ہمارے آباء واجداد سے وعدہ ہوا) ھٰذا کا مشار الیہ البعث ہے مِنْ قَبْلُ (اس سے قبل) محمد ﷺ کی آمد سے قبل اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں)۔

نحو: اساطیر جمع اسطار، اسطار جمع سطر، وہ کہانی جس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔ اور اسطورۃ کی جمع قرار دینا زیادہ مناسب ہے پھر اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا کہ مشرکین پر اتمام حجت کریں چنانچہ فرمایا۔

اعتراض ودلائل:

۸۴، ۸۵: قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (آپ ان سے کہہ دیں کہ زمین اور جو بھی زمین میں ہے یہ کس کے ہیں۔ اگر تم جانتے ہو) یہ لوگ عنقریب کہیں گے۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ (عنقریب یہ کہیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے) کیونکہ ان کو اس بات کا تو اقرار ہے کہ وہ خالق ہے۔ جب وہ اعتراف خالقیت کرلیں تو آپ فرمائیں۔

قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کہہ دیجئے کہ پھر تم کیوں غور نہیں کرتے) پھر تمہیں یہ جان لینا ہوگا کہ جس نے زمین کو پیدا کیا اور اس میں تمام اشیاء بنائیں وہ مخلوق کو دوبارہ لوٹانے کی قدرت رکھتا ہے اور وہ اس بات کے لائق ہے کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور اس کی مخلوق کو اس کی ربوبیت میں شریک نہ کیا جائے۔

قراءت: افلاتذکرون تخفیف کے ساتھ حمزہ، علی اور حفص نے پڑھا جبکہ دیگر قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔

۸۶، ۸۷: قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ (آپ ان سے یہ کہیں کہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے۔ وہ عنقریب کہیں گے اللہ تعالیٰ آپ فرمادیں پھر تم اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ڈرتے) پھر تم اس سے کیوں نہیں ڈرتے کیونکر دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ یا تم اس کی قدرت دوبارہ اٹھائے جانے کے سلسلہ میں کیوں نہیں مانتے حالانکہ تم ان تمام اشیاء کی تخلیق کے قائل ہو۔

۸۸: قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (کہہ دیں کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے) ملکوت، الملک ایک معنی میں ہیں۔ واؤ اور تاء مبالغہ کیلئے ہیں جو اس کی بادشاہت کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں دی جاسکتی۔ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ) عرب کا محاورہ ہے اجرت فلا نًا علی فلان جب اس سے بچانے کیلئے تم اس کی فریادرسی کرو اور اس کا دفاع کرو۔ مطلب یہ ہے وہ جس کی چاہتا ہے فریادرسی کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حفاظت کرتا ہے اور کوئی اس کے ضرر سے بچانے کیلئے اس کے خلاف پناہ نہیں دے سکتا۔

۸۹: سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ (وہ عنقریب کہیں گے اللہ ہی کی ہے کہہ دیں پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے) تُسحرون کا

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ

اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا قرار نہیں دیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا

وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

اور ہر ایک دوسرے پر چڑھائی کر لیتا، اللہ ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں پوشیدہ اور آشکارا ہر چیز کا جاننے والا ہے

فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع

سو وہ ان لوگوں کے شرک سے بالاتر ہے۔

معنی تخدعون ہے۔نمبر۱۔تخدعون عن الحق کا مطلب یہ ہے کہ کس فریب میں پڑ کر حق وہدایت سے روگرداں ہو رہے ہو۔نمبر۲۔تم پھر حق کو باطل کس طرح خیال کرتے ہو۔نمبر۳۔تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت کے متعلق کیوں دھوکہ میں مبتلا ہو۔دھوکہ باز شیطان اور خواہشات ہیں۔من اوّل کا جواب تو للہ سے درست ہے کیونکہ مَن کے ساتھ بھی لام آیا ہے۔اسی طرح دوسرے اور تیسرے مَن کا جواب اہل بصرہ کے علاوہ دیگر علماء کے ہاں درست ہے کیونکہ اس کا معنی جب تم کہو من رب ھذا؟ تو مطلب یہ ہے لمن ھذا؟ تو جواب میں لفلان کہا جائے گا۔جیسا شاعر کا قول

اذا قیل من رب المزالف بالقریٰ ورب الجیاد الجرد ؟ قیل لخالد۔

مطلب یہ ہے کہ مزالف کس کے ہیں؟ تو جواب ملا خالد کے ہیں۔

دوسرا قول:

جنہوں نے حذف سے پڑھا تو انہوں نے ظاہر پر رکھا۔کیونکہ جب اس طرح کہیں گے من رب ھذا؟ تو اس کے جواب میں کہتے ہیں فلان۔

۹۰: بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ (بلکہ ہم نے ان کو سچی بات پہنچائی ہے) کیونکہ اس کی طرف بیٹے کی نسبت ناممکن ہے اور شرک باطل ہے وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (اور بیشک وہ جھوٹے ہیں) اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا اور شریک تجویز کر لئے پھر ان کا جھوٹ اور کھول دیا فرمایا۔

اللہ اولاد سے پاک ہے:

۹۱: مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ (اللہ تعالیٰ نے کوئی بیٹا نہیں بنایا) کیونکہ وہ نوع وجنسیت سے پاک ہے اور آدمی کا بیٹا اس کی جنس سے ہوا کرتا ہے۔وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ (اور اس کے ساتھ کوئی شریک بھی نہیں) جو الوہیت میں اس کا ساجھی ہو۔اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ (ہر الٰہ اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتا) ہر معبود اپنی مخلوق لے کر منفرد ہو جاتا اور اپنی مخلوق

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّىْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِىْ فِى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

آپ یوں دعا کیجئے کہ اے میرے رب جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جا رہا ہے اگر وہ آپ مجھے دکھا دیں تو اے میرے رب مجھے ان ظالموں میں شامل نہ فرمایئے

وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ

اور بلاشبہ ان سے ہم جو وعدہ کر رہے ہیں ہمیں اس پر قدرت ہے کہ اسے آپ کو دکھا دیں، آپ اس طریقے پر ان کی بدمعاملگی کو دفع کیجئے جو بہت ہی اچھا طریقہ ہے،

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾

ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ بیان کرتے ہیں، اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے میرے رب میں شیطان کے وسوسوں سے آپ کی پناہ لیتا ہوں

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

اور اس بات سے آپ کی پناہ لیتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔

میں تصرف کرنے سے دوسرے کو روک کر خود مختار ہو جاتا ہے۔ تاکہ ہر ایک کی بادشاہی دوسرے سے ممتاز ہو۔

وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (اور وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتے) اور بعض دوسروں پر غالب آ جاتے۔ جیسا کہ تم دنیا کے حکمرانوں کو دیکھ رہے ہو کہ ہر ایک ملک دوسرے سے ممتاز اور الگ ہے اور وہ ایک دوسرے پر غلبہ کیلئے کوشاں ہیں۔ جب یہاں کوئی معمولی سا اثر بھی ممالک کے باہمی امتیاز اور ایک دوسرے پر غلبہ کیلئے دوڑ دھوپ کا آج تک پایا نہیں گیا تو یقین کر لو کہ وہ ایک ہی معبود ہے۔ جس کے قبضہ میں ہر چیز کی ملکیت ہے۔

اور یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ اذا تو اس کلام میں داخل ہوتا ہے جس میں جزاء اور جواب پایا جائے حالانکہ یہاں لذھب جزاء اور جواب ہے مگر اس سے قبل شرط موجود نہیں اور نہ ہی کسی سائل کا سوال موجود ہے۔ کیونکہ شرط محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے کہ ولو کان معه الهة اس پر ما کان معه من الٰہ دلالت کر رہا ہے۔ اور یہ درحقیقت حجت باز مشرکین کا جواب ہے۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (اللہ تعالیٰ پاک ہے ان سب باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں) مثلاً شریک اور اولاد وغیرہ۔

۹۲: عٰلِمِ (وہ جاننے والا ہے)

نَحْو: مجرور ہو تو یہ اللہ کی صفت ہے اور رفع کی صورت میں یہ ھو مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔

قراءت: جر حفص کی قراءت ہے اور مدنی اور کوفی قراء علاوہ حفص کے رفع پڑھتے ہیں۔

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (پوشیدہ اور ظاہر کا) مخفی اور اعلانیہ کا فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (وہ بلند و برتر ہے ان تمام سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں) بت وغیرہ۔

الموں کو عذاب دیتے وقت اپنے میں رکھنا:

۹۳: قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّىْ مَا يُوْعَدُوْنَ (کہہ دیں اے میرے رب اگر وہ عذاب تو مجھے دکھا دے جس کا ان کافروں سے وعدہ کیا

جاتا ہے۔) ما اور نون دونوں تاکید کیلئے ہیں۔ یعنی اگر ضروری ہے کہ تو ان سے وعدہ کیا جانے والا عذاب دنیا میں مجھے دکھائے یا آخرت میں۔

۹۴: رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (تو اے میرے رب مجھے ان ظالموں کے ساتھ شامل نہ کرنا) یعنی مجھے ان کا ہمراہی نہ بنانا اور ان کو دیئے جانے والا عذاب مجھے نہ دینا۔ قول حسنؒ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی ہے کہ آپ کی امت پر ناراضی کی سزا واقع ہوگی مگر یہ اطلاع نہیں دی کہ کب وہ عذاب اترے گا۔ پس اپنے پیغمبر ﷺ کو یہ دعا کرنے کا حکم فرمایا۔ نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ نبی معصوم ﷺ نے اپنے رب سے سوال کیا جس کے متعلق آپ کو معلوم ہوا کہ عنقریب وہ کرنے والے ہیں اور اس سے پناہ طلب کر رہے ہوں جس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ ایسا نہیں کریں گے یہ بطور اظہار عبودیت کے ہو۔ اور بطور تواضع ہو چنانچہ آپ ﷺ کا استغفار ایک ایک مجلس میں ستر ستر مرتبہ وہ اسی بناء پر تھا۔

نَحو: فاء یہ جوابِ شرط میں لائی گئی ہے۔ اور رب والا جملہ معترضہ ہے جو جزاء و شرط کے درمیان آیا ہے۔

۹۵: وَاِنَّا عَلٰۤی اَنْ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ (اور بیشک ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جس عذاب کا ان سے ہم وعدہ کر رہے ہیں وہ آپ کو دکھا دیں) کفار مکہ عذاب کا انکار کرتے اور اس کا مضحکہ اڑاتے تھے اس پر انہیں کہا گیا اللہ تعالیٰ اس وعدے کو پورا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اگر تم غور کرو۔ اس انکار کی کوئی وجہ نہیں؟ (کیونکہ دلائل قدرت تو شاہد ہیں)

درگزر و احسان سے کام لیں:

۹۶: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ (آپ ان کی برائی کا دفعیہ ایسی خصلت سے کر دیا کریں) هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ (جو کہ بہت ہی خوب ہو) یہ انداز بالحسنة السیئة کہنے کی بنسبت زیادہ بلیغ اور اوقع فی القلب ہے اس لئے کہ اس میں اسم تفضیل ہے۔ گویا اس طرح فرمایا ادفع بالحسنی السیئة مگر اس انسانی عبارت کی اس کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی زیادتیوں کے مقابلہ میں درگزر اور احسان سے حتی الامکان کام لیا جائے۔ قول ابن عباسؓ کہ احسن لا الہ الا اللہ ہے اور السیئہ شرک ہے یا سلام میں فحش انداز یا موعظہ کو غلط انداز سے کرنا۔ نمبر۲۔ یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔ نمبر۳۔ محکم آیت ہے۔ مدارات کا تو اس وقت تک حکم ہے جب تک اس سے دین میں نقصان نہ ہوتا ہو۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ (ہم بخوبی ان باتوں سے واقف ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں) شرکیات وغیرہ یا آپ کے متعلق طعن و تشنیع پس ہم ان کو خود سزا دیں گے۔

۹۷: وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ (اور کہہ دیں اے میرے رب میں شیاطین کے وساوس سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں) یعنی ان کے وساوس اور طعنہ زنیوں سے۔

الھمز چھونا، الھمزات یہ جمع ہے جو مرۃ اور ایک بار کا معنی دیتی ہے اور اس سے مھماز الرائض۔ سدھارنے والے کا کیلا۔ مطلب یہ ہے شیاطین لوگوں کو گناہ پر ابھارتے ہیں جس طرح سدھارنے والے جانوروں کو چال پر چلانے کیلئے ابھارتے ہیں۔

۹۸: وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ (اور اے میرے رب میں شیطان کے اپنے پاس حاضر ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں) نمبر۱۔ شیاطین کے چوکوں سے دعا ئیہ انداز میں پناہ مانگنے کا حکم دیا پہلے تو وساوس سے پناہ مانگی اور دوسری مرتبہ بالکل ان کے پاس بھٹکنے سے پناہ کا حکم دیا۔ (کیونکہ جب وہ پاس آئیں گے تو ضرور وسوسہ ڈالیں گے)۔ نمبر۲۔ یہ فقط تلاوتِ قرآن کے وقت حکم دیا

حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا

یہاں تک کہ جب ان کے پاس موت آپہنچے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس کیجئے تا کہ میں جس کو چھوڑ کر آیا ہوں اس میں

تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

نیک عمل کروں، ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ بات ہے جس کا وہ کہنے والا ہے اور ان کے آگے اٹھائے جانے کے دن تک برزخ ہے،

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ

سو جب صور پھونکا جائے گا تو اس روز ان میں باہمی رشتے نہ رہیں گے اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو پوچھیں گے، سو جس کے وزن بھاری

مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا

ہونگے تو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہوں گے اور جس کے وزن ہلکے ہوں گے تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کا نقصان

اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

کر لیا، ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، ان کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوئے ہوں گے،

گیا ہے جیسا دوسری آیات اذا قرأت القرآن فاستعذ بالله) نمبر۳۔فزع کے وقت۔

قیامت کے وقت حسرت وندامت کا کلمہ:

۹۹: حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ (یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آ کھڑی ہوتی ہے) نمبر۱۔ یہ یصفون سے متعلق ہے ای لا یزالون یشرکون الی وقت مجئی الموت کہ وہ شرک پر جمے رہیں یہاں تک کہ ان پر موت آئے۔ نمبر۲۔ وہ اس میں برے تذکرہ پر اس وقت تک قائم رہیں گے درمیان میں جملہ معترضہ ہے اور ان سے چشم پوشی کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ سے شیطان کے خلاف مدد مانگتا رہے تا کہ وہ کہیں ان کو خوابوں میں نہ اتار دے اور ان سے بدلہ لینے پر نہ ابھارے۔

قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ (کہتا ہے اے میرے رب تو مجھے دنیا میں واپس کر دے) یعنی واپس لوٹا دو مجھے دنیا کی طرف۔ ارجعوا جمع کا صیغہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے بطور تعظیم لایا گیا ہے جیسا کہ بادشاہوں سے تعظیمی الفاظ سے خطاب ہوتا ہے۔

۱۰۰: لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ (شاید کہ میں اعمال صالحہ کروں اس دنیا میں جس کو میں چھوڑ آیا ہوں) اس جگہ میں جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اور وہ دنیا ہے کیونکہ اس نے دنیا کو چھوڑا اور آخرت میں پہنچ گیا۔

قول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

اس نے اہل وعیال اور خاندان کی طرف لوٹنے کی تمنا نہیں کی بلکہ یہ تمنا کی جو دنیا میں برے کام ہوئے ان کا تدارک کرنے

کیلئے اسے لوٹادیا جائے۔ لَعَلِّی (شاید کہ میں) قراءت: لَعَلِّیْ یائے ساکنہ کے ساتھ کوفی، سہل، یعقوب نے پڑھا ہے۔ یاء کے فتحہ کے ساتھ نافع ابن کثیر، ابوعمرو نے پڑھا ہے یعنی لَعَلِّیَ۔ کَلَّا (ہرگز نہیں) رجوع کے مطالبہ کو مسترد کیا اور اس سے انکار کیا اور اس سے استبعاد کا اظہار کیا ہے کہ ایسا ہونا بہت بعید تر ہے۔

نَحو: یہ کلمۂ وعید ہے کبھی بمعنی حقا بھی آجاتا ہے۔

اِنَّھَا کَلِمَۃٌ (اس کی یہ بات ہی بات ہے) کلمہ سے مراد کلام کا ایک ایسا مجموعہ جو ایک دوسرے سے مربوط ہو اور وہ اس کا مقولہ ہے (رب ارجعون لعلی اعمل صالحًا فیما ترکت) هُوَ قَآئِلُهَا (جو وہ کہے جارہا ہے) اور کہتا جائے گا اس کو نہ چھوڑے گا اور نہ اس سے خاموشی اختیار کرے گا۔ کیونکہ حسرت وندامت کا اس پر غلبہ ہوگا۔ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ (اوران کے آگے) ھم کی ضمیر جماعت کی طرف ہے۔ بَرْزَخٌ (پردہ ہے) جوان کے اور دنیا کی طرف واپس لوٹنے کے درمیان حائل کردیا گیا ہے۔ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (اس دن تک جب کہ ان کو اٹھایا جائے گا) یہ مراد نہیں کہ وہ بعث سے واپس لوٹیں گے بلکہ یہ کلی طور پر نا امید ہے اس لئے کہ یہ بات پختہ طور پر ثابت ہے کہ بعث کے بعد تو آخرت ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

نفخ صور اور قیامت کا منظر:

۱۰۱: فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ (جب صور میں پھونک ماردی جائے گی) ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نفخہ ثانیہ یعنی نفخۂ بعث ہے یہی صحیح ہے فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ (پس ان کے درمیان باہمی رشتہ داریاں اس دن نہ رہیں گی)

قراءت: یومئذ یہ ادغام کے ساتھ ابوبکر نے پڑھا ہے۔ کیونکہ اجتماع مثلین ہے۔ اگرچہ یہ دو کلمے ہیں۔ مطلب یہ ہے ان کے درمیان انقطاع اسی وقت ہی واقع ہو جائے گا جبکہ ان کی دو جماعتیں نمبر ا۔ ثواب والے نمبر ۲۔ سزا والے ہو جائیں گی اور ان کے درمیان صرف نسبی تعلق سے ملاپ کی صورت رہ جائے گی جبکہ وہ یوم یفر المرءُ من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه [عبس: ۳۴،۳۶] وہ صرف اعمال کی بنیادی پر رہ جائے گی۔

وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ (وہ آپس میں ایک دوسرے سے سوال نہ کریں گے) یعنی رشتہ داری اور خاندان کا سوال نہ کریں گے جیسا کہ وہ دنیا میں سوال کرتے تھے کیونکہ ہر ایک اپنی حالت میں اس قدر مگن ہوگا کہ ساتھی کے متعلق پوچھنے سے بے نیاز ہوگا۔

ایک حل:

اس آیت میں لا یتساء لون آرہا ہے۔ اور دوسری آیت واقبل بعضھم علی بعض یتساء لون [الصافات: ۲۷] میں سوال کا تذکرہ موجود ہے۔ حقیقت میں ان کے مابین کوئی تناقض نہیں کیونکہ قیامت کے طویل دن میں بہت سے مواقع پیش آئیں گے۔ بعض مقامات پر خوف شدید ہونے کی وجہ سے باہمی سوال نہ کرسکیں گے۔ اور بعض مواقع میں افاقہ پاکر ایک دوسرے سے پوچھ لیں گے۔

۱۰۲: وَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ (پس جس کے میزان بھاری ہونگے) موازین جمع موزون کی ہے۔ اور یہ تولے جانے والے اعمال صالحہ ہونگے جن کی قدر ومنزلت اللہ تعالیٰ کے ہاں پائی جاتی ہے اور کافروں کے متعلق تو فرمایا فلا نقیم لھم یوم القیامة

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا

کیا تمہارے پاس میری آیتیں نہیں آئی جو تمہارے اوپر تلاوت کی جاتی تھیں پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے، وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہماری بدبختی ہم پر

شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾

غالب آ گئی اور ہم گمراہ لوگ تھے اور اے ہمارے رب ہمیں اس سے نکال دیجئے پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے،

قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ تم اسی میں راندے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو، بلاشبہ بات یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے ایک جماعت تھی، جو یوں دعا کرتے تھے

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا

کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو آپ ہمیں بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرمایئے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھکر رحم فرمانے والے ہیں، سو تم نے ان کو مذاق بنالیا

حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا

یہاں تک کہ انہوں نے تمہیں میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنستے تھے بلاشبہ آج میں نے انہیں ان کے صبر کرنے کی وجہ سے یہ بدلہ دیا

اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿١١١﴾

کہ وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

وزنا [الکہف:۱۰۵] فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پس وہی کامیاب ہونے والے ہیں)

خسارے والوں کا ذکر اور انکا اِعتراف:

۱۰۳: فَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (اور جن کے میزان ہلکے ہونگے) گناہوں کی وجہ سے۔ اس سے مراد کفار ہیں۔ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (پس یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفوس کو نقصان میں ڈالا) گھاٹے میں مبتلا کیا۔ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے۔)

نحو: یہ خسروا انفسھم سے بدل ہے اور بدل اور مبدل منہ کا کوئی محلِ اعراب نہیں ہے کیونکہ صلہ کا کوئی محل نہیں ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ دوسری خبر ہے اولئک کیلئے۔ نمبر۳۔ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔

۱۰۴: تَلْفَحُ (جھلسا دے گی) جلا دے گی۔ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (ان کے چہروں کو آگ اور وہ اس آگ میں بدشکل ہونگے) ترش رو ہونگے۔ پس انہیں کہا جائے گا۔

۱۰۵: اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ (کیا تم کو میری آیات پڑھ کر نہیں سنائی گئیں یعنی قرآن) دنیا میں فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ

(پھرتم ان کو جھوٹا قرار دیتے تھے) اور یہ گمان کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں۔
۱۰۶: قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا (وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر غالب آگئی) ہمیں گھیر لیا شِقْوَتُنَا (ہماری بدبختی نے)
قراءت: حمزہ وعلی نے شقاوتنا پڑھا ہے اور یہ دونوں مصدر ہیں۔ مطلب یہ ہے ہم اپنے برے اعمال سے بدبخت ہوگئے جو ہم نے کیے۔

اہلِ تاویل کا قول:

ہم پر غالب آگئی وہ بدبختی جو ہمارے لیے لکھی تھی۔ یہ درست نہیں ہے کیونکہ وہ لکھا جاتا ہے جو کہ بندہ کرتا اور جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ وہ اسی کا چناؤ کرے گا اور نہیں لکھا جاتا اس کے علاوہ کہ جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ اس کے اختیار کرے گا۔
پس بندہ مغلوب ومضطر فعل میں نہ ہوا۔
اہل جہنم یہ بات بطور معذرت کریں گے کیونکہ وہ جانتے ہونگے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں بڑی کوتاہی کی ہے پس اس موقعہ پر یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے قصور کے سلسلے میں اپنے نفوس کیلئے معافی طلب کریں اور اسی لئے بطور اعتراف کہیں گے۔
وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ (اور ہم راستہ کو گم کرنے والے لوگ تھے) حق وصواب سے گم گشتہ تھے۔
۱۰۷: رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا (اے ہمارے رب! تو ہمیں اس سے نکال دے) ھا کی ضمیر آگ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ فَاِنْ عُدْنَا (پس اگر ہم دوبارہ ایسا کریں) یعنی کفر کی طرف لوٹیں اور تکذیب اختیار کریں۔ فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (پس بیشک ہم ظالم وقصوروار ہونگے) ہم اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے ہونگے۔

آخری کلام:

۱۰۸: قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس میں راندے ہوئے پڑے رہو) ذلت ورسوائی کے ساتھ بالکل خاموشی اختیار کرو۔ وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (اور مجھ سے بات نہ کرو) اپنے سے عذاب کو دور کرنے کے سلسلہ میں اس لئے کہ عذاب نہ ہٹایا جائے گا اور نہ اس میں تخفیف ہوگی۔
ایک قول یہ ہے یہ آخری کلام ہوگی جو جہنمی کر پائیں گے پھر کلام نہ ہوگا ہینگنے کی زوردار اور ہلکی آوازیں فقط نکلیں گی۔ (لهم فيها زفير و شهيق)
قراءت: ان يحضرونی اور ارجعونی ولا تکلمونی وصل ووقف دونوں حالتوں میں یاء سے پڑھے گئے ہیں۔ البتہ یعقوب وغیرہ نے بغیر یاء کے پڑھا ہے۔

نیکوں سے تمسخر کا نتیجہ:

۱۰۹، ۱۱۰: اِنَّهٗ (بیشک معاملہ اور شان یہ ہے) یہ ضمیر شان ہے۔ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا (کہ میرے بندوں کی ایک جماعت تھی جو کہا کرتے تھے اے ہمارے رب ہم ایمان لائے

پس تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے پس تم نے انکا مذاق اڑایا)

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کہ تم برسوں کی گنتی کے اعتبار سے زمین میں کتنے دن رہے وہ کہیں گے کہ ایک یا ایک دن سے بھی کم رہے

فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

سو آپ گننے والوں سے سوال فرمالیجئے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ تم تھوڑی ہی مدت رہے اگر تم جانتے ہو،

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ

کہ کیا تم نے یہ خیال کیا کہ ہم نے تمہیں بطور عبث پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے۔ سو برتر ہے اللہ جو بادشاہ ہے

الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ

حق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے، اور جو کوئی شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے

لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ

جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے سو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، بلاشبہ بات یہ ہے کہ کافر لوگ کامیاب نہیں ہونگے، اور آپ یوں دعا کیجئے

رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

کہ اے میرے رب بخش دیجئے اور رحم فرمایئے بلاشبہ آپ رحم کرنے والوں میں سے سب سے بہتر رحم فرمانے والے ہیں۔

ركوع ۶

نحو: سِخْرِيًّا یہ مفعول ثانی ہے (باتوں میں مذاق اڑانا، استہزاء کرنا جب سین کے کسرہ سے ہو کذا قال الفراء)

قراءت: سُخْرِيًّا مدنی، حمزہ، علی نے پڑھا (کسی کو غلام بنانا اور تحقیر کرنا) دراصل یہ دونوں مصدر ہیں السحر اور السُخر۔ البتہ یائے نسبت لگ جانے سے معنی میں مبالغہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ ایک قول یہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ دوسرا قول خصوصاً اصحاب صفہ مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے تم نے ان کا مذاق اڑایا اور ان کے ساتھ تمسخر نے تمہیں ہر چیز سے بے خبر کر دیا۔ حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ (یہاں تک کہ اس بات نے تمہیں میری یاد بھلا دی) ایمان والوں کو ہنسی کے مشغلہ نے ذِكْرِیْ (میری یاد کو تم نے چھوڑ دیا۔)

مطلب یہ ہے کہ ان میں مشغولیت میری یاد کے بھلانے کا سبب بنی۔ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ (تم ان سے ہنسی کیا کرتے تھے)

۱۱۱: اِنِّىْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا (میں نے آج ان کو ان کے صبر کے باعث بدلہ دیا) ان کے صبر کے سبب۔ اَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (وہی ہیں کامیاب)

نحو: جائز ہے کہ یہ مفعول ثانی ہو۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی جزیتهم اليوم فوزهم میں نے ان کو کامیابی کا بدلہ دیا۔ کیونکہ

جزاء کالفظ دومفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا و جزٰھم بما صبروا جنة [الانسان:۱۲]
قراءت: اِنّھم کسرہ کے ساتھ حمزہ، علی نے پڑھا اور جملہ مستانفہ قرار دیا ہے ای انھم ھم الفائزون الا انتم بیشک وہ وہی کامیاب ہیں نہ کہ تم۔
۱۱۲: قٰلَ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) یا جو فرشتہ ان کے سوال و جواب پر مقرر کیا گیا ہوگا۔
قراءت: قُل مکی، حمزہ، علی نے پڑھا ہے مالک فرشتہ کو حکم ہوگا کہ ان سے سوال کرے۔ کَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ (تم زمین یعنی دنیا میں کتنا عرصہ ٹھہرے) عَدَدَ سِنِیْنَ (گنتی کے سال) یعنی تمہارے ٹھہرنے کے سالوں کی گنتی کتنی ہے۔
نحو: کم یہ لبثتم کی وجہ سے منصوب ہے اور عدد یہ تمیز ہے۔

دنیا کی قلیل مدت:

۱۱۳: قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ (انہوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا بعض حصہ ٹھہرے ہیں) انہوں نے دنیا کی اس مدت کو خلود کے مقابلہ میں قلیل قرار دیا اور اس لئے بھی کہ وہ عذاب میں مبتلا ہیں اور عذاب میں پڑا ہوا تکلیف کے دنوں کو طویل قرار دیتا ہے اور خوش بختی کے ایام کو قلیل قرار دیتا ہے۔ فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ (تم گنتی کرنے والوں سے دریافت کرو) عادین حساب کرنے والے یا وہ ملائکہ جو انسانوں کی عمروں اور اعمال کی گنتی پر مقرر ہیں۔
قراءت: مکی وعلی نے فَسَلْ بلا ہمزہ پڑھا ہے۔
۱۱۴: قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا (ارشاد ہوگا تم دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر تھوڑا تھوڑا۔ لَّوْ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (لیکن کیا خوب ہوتا ہے کہ تم سمجھتے ہوتے) دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کے قلیل ہونے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق فرمائی اور ان کی غفلت پر ان کو متنبہ کیا۔
قراءت: حمزہ وعلی نے قُلْ اِنْ پڑھا ہے۔

اپنے کو بیکار سمجھنا:

۱۱۵: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا (پس کیا تم نے یہ خیال کر لیا تھا کہ ہم نے تم کو محض بیکار پیدا کیا ہے)
نحو: عبثا یہ حال ہے اس حال میں کہ تم بیکار قرار دینے والے تھے۔ نمبر۲۔ مفعول لہ یعنی للعبث ہم نے تم کو بیکاری کیلئے پیدا کیا ہے۔ وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (اور تم ہمارے پاس لوٹا کر نہیں لائے جاؤ گے)
قرات: حمزہ وعلی ویعقوب نے تاء کے فتحہ اور جیم کے کسرہ سے پڑھا ہے اور اس صورت میں اس کا عطف انما خلقنا کم پر ہے یا عبثًا پر ہے۔ یعنی بیکاری کیلئے اور اس لئے تا کہ ہم تمہیں بغیر لوٹائے چھوڑ دیں گے؟ بلکہ ہم نے تمہیں مکلّف بنایا تا کہ پھر تکلیف کے مقام سے دارالجزاء کی طرف لوٹا کر محسن کو ثواب اور گناہ گار کو سزا دیں۔

وہ جس کی مملکت کو زوال نہیں:

۱۱۶: فَتَعٰلَی اللّٰہُ (پس بہت عالی شان ہے) اس سے کہ بے کار پیدا کرے۔ الْمَلِکُ الْحَقُّ (سچا بادشاہ) وہ ذات جس کو بادشاہی لائق ہے کیونکہ ہر چیز اسی نے بنائی اور اسی کی طرف لوٹ کر جائے گی۔ نمبر۲۔ وہ قائم رہنے والی ذات ہے کہ جس پر زوال

نہیں اور نہ اس کی مملکت کو زوال ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی بزرگی والے عرش کا مالک ہے) عرش کی صفت کرم سے فرمائی گئی ہے کیونکہ رحمت الٰہی اسی سے زمین پر اترتی ہے۔ نمبر۲۔ کیونکہ اس عرش کی نسبت اس ذات کی طرف ہے جو اکرم الاکرمین ہے۔

قراءت: شاذہ میں الکریم کو ضمہ سے پڑھا گیا ہے اور رب کی صفت بنائی ہے۔

باطل کی سرے سے دلیل ہی نہیں:

۱۱۷: وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ۔ (واللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرتا ہے کہ جس کے معبود ہونے پر کوئی دلیل بھی اس کے پاس نہیں)

برھان کا معنی حجت ہے لَهٗ بِهٖ یہ جملہ معترضہ ہے جو شرط و جزاء کے درمیان واقع ہے جیسا کہتے ہیں من احسن الی زید۔ لااحق بالا حسان منه فان الله مثیبه۔ جو زید پر احسان کرے پس اللہ تعالیٰ اس کو بدلہ دینے والے ہیں کیونکہ زید سے بڑھ کر احسان کا کوئی حقدار نہیں۔ نمبر۲۔ یہ صفت لازمہ ہے جس کو تاکید کیلئے لایا گیا ہے مثلاً فرمایا گیا یطیر بجنا حیه [الانعام:۳۸] پرندے نے تو اڑنا ہی پروں سے ہے جناحین کا ذکر تاکید کیلئے فرمایا گیا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ الٰھہ میں کوئی ایسا ہے جس کے لئے کوئی دلیل الوہیت ہو سکتی ہے (بلکہ دوسروں کی عبادت جب باطل ہے تو باطل کی سرے سے دلیل ہوتی ہی نہیں) فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ (پس بیشک اس کا حساب) یعنی اس کی جزاء اور یہ شرط کی جزاء ہے۔ عِنْدَ رَبِّهٖ (اپنے رب کے ہاں) یعنی پس وہ اس کو بہرصورت سزا دیگا۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ (بیشک کافروں کو کبھی کامیابی نہ ہوگی)

آغاز و انتہائے سورت:

سورت کے آغاز کو ایمان والوں کی فلاح سے شروع کیا قد افلح المؤمنون اور اس کا اختتام ایمان کی ضد کفر کو اختیار کرنے والوں کے انجام پر فرمایا۔ ابتداء و انتہاء میں کتنا فاصلہ ہے کہ ناکام ایمان نہ لانے والے ہیں پھر ہمیں مغفرت و رحمت کا سوال آخر میں سکھایا تاکہ انجام کفر سے بچیں اور بچا سکیں۔

انجام بد سے بچانے کے لئے رحمت و مغفرت کا سوال:

۱۱۸: وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (کہہ دیں اے میرے رب تو بخشش فرما اور رحم فرما اور تو ہی سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے) بخشش و رحمت طلب کرنے کے بعد پھر فرمایا آپ تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ہیں کیونکہ اس کی رحمت جب بندے کو پالے تو کسی دوسرے کی رحمت کی ضرورت نہیں رہتی اور دوسروں کی رحمت و مہربانی اس کی رحمت سے مستغنی نہیں کر سکتی۔ اللھم اغننی برحمتك یا أرحم الرحمین

الحمد لله حمدًا لاغناء عن رحمته سورۃ المؤمنون کا تفسیری ترجمہ آج نماز عشاء کے بعد بروز منگل ۱۴۲۳ھ ۱۳ شوال مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً وَتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ نور مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں چونسٹھ آیات اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ① اَلزَّانِيَةُ

یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل کی ہے اور ہم نے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار بنایا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو۔ زنا کرنے والی

وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ

عورت اور زنا کرنے والا مرد ان میں سے ہر ایک کو سو درے مارو اور اللہ کے دین میں ان دونوں کے بارے میں تمہیں

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا

رحمت نہ پکڑے اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور ان کی سزا کے وقت مومنین کی

طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②

ایک جماعت حاضر رہے۔

۱: سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۔ (یہ ایسی سورۃ ہے کہ جو ہم نے نازل کی ہے اور اس کو فرض کیا اور اس کے اندر کھلی آیات نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو)۔

سُوْرَةٌ نحو: یہ مبتدأ محذوف ھذہ کی خبر ہے۔

اَنْزَلْنٰهَا (ہم نے اس کو اتارا ہے) یہ سورۃ کی صفت ہے۔

قراءت: طلحہ کی قراءت میں سورۃ پڑھا گیا ہے اس صورت میں ترکیب زیدا ضربتہٗ کے انداز سے ہوگی اے انزل سورۃ انزلنھا نمبر۲۔اتل سورۃ ۔فعل محذوف کا مفعول بنے گی ۔السورۃ ایسا مجموعہ کلام جو کئی جملوں پر مشتمل ہو جس کی ابتداء بھی ہو اور اختتام بھی۔ یہ سور المدینۃ کے محاورہ سے اخذ کی گئی ہے۔ وَفَرَضْنٰهَا (اور اس کو فرض کر دیا) یعنی اس کے ان احکامات کو جن پر وہ سورۃ مشتمل ہے ہم نے فرض کر دیا۔ الفرض کا اصل معنی کاٹنا ہے اور ہم نے اس سورت کو احکام میں الگ الگ بیان کیا ہوا کر دیا۔

قراءت: مکی اور ابوعمرو نے فرّضنٰھا تشدید کے ساتھ پڑھا۔ ایجاب وتاکید میں اس سے اضافہ ہو جاتا ہے نمبر۲۔ کیونکہ اس میں

مختلف فرائض ہیں۔نمبر۳۔سلف اوران کے بعد جولوگ گزرے ہیں کیونکہ ان کی ذمہ داریاں زیادہ تھیں۔

وَاَنْزَلْنَا فِیْهَآ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ (اور ہم نے اس کے اندر کھلی آیات نازل کی ہیں) یعنی واضح دلائل لَّعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (تاکہ تم نصیحت قبول کرو) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

قراءت: حمزہ، علی وخلف وحفص نے تذکرون ذال کی تخفیف سے پڑھا ہے۔پھر اس کے احکامات کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا:

زانی کی سزا:

۲: اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ (زانی مرد، زانی عورت) ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہیں اور خبر محذوف ہے۔یعنی زانیہ اور زانی کے سلسلہ میں تم پر فرض ہے یعنی ان دونوں کو کوڑے لگانا۔نمبر۲۔خبر فاجلدوا ہے الف لام الذی کے معنی میں ہے جس میں شرط کا معنی متضمن ہے اس وجہ سے خبر پر فاء داخل کی گئی ہے تقدیر کلام یہ ہے وہ عورت جو زنا کرے اور وہ مرد جو زنا کا مرتکب ہو پس ان دونوں کو کوڑے لگاؤ۔اس کی مثال دوسرے ارشاد میں ہے والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم [النور:۴]

قراءت: عیسیٰ بن عمر نے نصب سے پڑھا ہے۔اس فعل کو مضمر مانا ہے۔جس کی ظاہر تفسیر کر رہا ہے اور یہ سورة انزلناها سے زیادہ بہتر ہے۔کیونکہ امر ہے۔

فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ (تم ان میں سے ہر ایک کو کوڑے مارو) الجلد بدن پر مارنا۔

مَسْئَلَہ: اس میں اشارہ ہے کہ کوڑا مارنے میں اتنا مبالغہ نہ کیا جائے گا۔کہ تکلیف گوشت تک پہنچے اور خطاب حکام کو کیا گیا ہے کیونکہ حد کی اقامت دین میں سے ہے اور اس کی ذمہ داری تمام لوگوں پر ہے اور تمام کا اجتماع ممکن نہیں پس امام ان کے قائم مقام ہوا اور یہ اس آزاد کا حکم ہے جو شادی شدہ نہ ہو کیونکہ شادی شدہ کی سزا تو سنگساری ہے۔

شرائطِ احصان:

رجم کیلئے یہ ہیں۔نمبر۱۔آزادی، نمبر۲۔عقل نمبر۳۔بلوغ نمبر۴۔اسلام۔نمبر۵۔صحیح نکاح سے شادی نمبر۶۔قربت۔

مَسْئَلَہ: یہ دلیل ہے کہ تغریب حد شرعی میں داخل نہیں اس لئے کہ فاء شرط کی جزاء پر داخل ہوتی ہے اور جزاء اس چیز کو کہتے ہیں جو کفایت کرنے والی ہو۔جس روایات میں تغریب کا تذکرہ ہے وہ آیت سے منسوخ ہے جیسا کہ حبس اور ایذاء اس قول میں منسوخ ہے فامسکوهن فی البیوت [النساء:۱۵] اور فاذوهما [النساء:۱۶] اس آیت کے ذریعہ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِهِمَا رَاْفَۃٌ (اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہیے) رأفۃ بمعنی رحمت ہے۔

قراءت: مکی کی قراءت میں رافتہ، راء کے فتحہ کے ساتھ ہے۔

ایک قول: ناپسند کو دفع کرنا رأفت کہلاتا ہے پسندیدہ چیز کا پہنچانا رحمت کہلاتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو پورا کرنے میں مسلمانوں کو پختگی سے کام لینا چاہیے اور اس کی حدود کے پورا کرنے میں نرمی ہرگز نہ برتنی چاہیے کہ جس سے حدود

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ

زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا

اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳

مشرک کے اور یہ مسلمانوں پر حرام کیا گیا ہے۔

معطل ہوں یا ضرب میں تخفیف کریں فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے دین میں) اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا اس کے حکم میں اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے) اس میں ابھارا گیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی خاطر غیرت کو برانگیختہ کیا گیا ہے۔

نحو: یہ شرط ہے اور اس کا جواب مضمر ہے۔ فاجلدوا و لاتعطّلوا الحسد،

سزا کے وقت لوگوں کی موجودگی:

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا (اور ان کی سزا کے وقت میں حاضر ہو) ان کو حد لگنے کے مقام پر موجود ہو۔ عذاب سے حد کو تعبیر کر کے بتلا دیا کہ وہ سزا ہے۔ طائفة (ایک گروہ، جماعت) ممکن ہے کہ وہ حلقہ بنالیں تاکہ وہ عبرت پکڑیں اور اس کو ڈانٹ پڑے۔ ان کی کم سے کم تعداد تین یا چار ہے۔ یہ طائفہ صفت غالبہ ہے گویا ایسی جماعت ہو جو کسی چیز کے گرد گھیرنے والی ہو۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: چار سے چالیس آدمی ہوں۔ من المؤمنين (اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرنے والوں میں سے۔)

شناعت میں اضافہ کے لئے قرین مشرک بنانا:

۳: اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّ الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ (زنا کرنے والا نکاح نہیں کرتا مگر زنا کرنے والی سے یا شرک کرنیوالی سے اور زانیہ سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک) یعنی وہ خبیث شخص جس کا کام زنا والا ہے وہ صالحہ عورتوں سے نکاح کی رغبت نہیں رکھتا وہ تو اپنے جیسی خبیثہ کی طرف ہی رغبت رکھتا ہے۔ یا مشرکہ کی طرف راغب ہے۔

الخبيثة یعنی زانیہ وغیرہ اسی طرح اپنے نکاح کیلئے نیک لوگوں کی طرف رغبت نہیں رکھتی وہ نکاح کی رغبت فساق وفجار اور مشرکین سے رکھتی ہے جو اسی طرز وطریق والے ہوتے ہیں۔

حاصل آیت یہ ہے زانیہ عورتوں کے ساتھ نکاح سے زہد اختیار کیا جائے۔ اس لئے کہ زنا قباحت وشناعت میں شرک کا معادل ہے اور ایمان اور پاکدامنی چولی دامن کا ساتھ رکھتے ہیں اس کی نظیر دوسرے ارشاد میں ہے۔ الخبيثات للخبيثين [النور:۲۶] ایک قول یہ ہے زانیہ عورت سے نکاح ابتدائے اسلام میں حرام تھا۔ پھر اس آیت سے منسوخ ہوا وانكحوا الايامٰى منكم [النور:۳۲] (یہ سعید بن مسیب کا قول ہے گویا اس آیت سے بے شوہر عورتوں سے بلا تخصیص نکاح کی اجازت ہوگئی)

قول دیگر یہ ہے نکاح سے وطی مراد ہے کیونکہ غیر زانی، زانیہ عورت کو گندا سمجھتا ہے اور اس کی خواہش نہیں رکھتا یہ بات تو صحیح

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی درے

جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ

مارو، اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور یہ لوگ فاسق ہیں مگر جو لوگ

تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵﴾

اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہے مگر یہ اس قول کی طرف پہنچانے والی ہے الزانی لا یزنی الابزانیۃ والزانیۃ لا یزنی بھا الازان کہ زانی تو زانیہ سے ہی زنا کرتا ہے اور زانیہ زانی کے ساتھ ہی زنا کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس نے کسی عورت سے زنا کیا ہو۔ پھر اس سے شادی کر لے تو فرمایا اس کی ابتداء تو زنا ہے اور انتہاء نکاح ہے۔ (کنز العمال) اول جملہ کا مطلب یہ ہے کہ زانی کی حالت یہ ہے کہ وہ پاکدامن عورتوں کی طرف رغبت نہیں رکھتا۔ لیکن زانیہ عورتوں کی طرف راغب ہے۔ دوسرے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ زانیہ عورت کی حالت تو یہ ہے کہ وہ پاکدامن مردوں کی طرف رغبت تو نہیں رکھتی لیکن زانیوں کی طرف رغبت رکھتی ہے۔ یہ دو معانی مختلف ہیں۔

نکتہ: الزانیہ کو الزانی سے پہلے لایا گیا۔ کیونکہ یہ آیت دونوں کی حرکت پر حد کیلئے اتری اور عورت ہی تو مادۂ جنابت ہے کیونکہ اگر وہ مرد کو طمع نہ دلاتی اور نہ بھڑکاتی اور اس کو اپنے اوپر قابو نہ دیتی تو وہ اس کی طمع نہ کر سکتا تھا اور نہ ہی اس پر قابو پا سکتا تھا۔ جب وہ اس میں اصل اور بنیاد ٹھہری تو تشنیع کیلئے اولاً اس کا تذکرہ کر دیا گیا۔ اور دوسری آیت تذکرۂ نکاح کیلئے لائی گئی ہے اور اس میں مرد اصل ہے۔ کیونکہ پیغام نکاح دینے والا وہی ہے۔ اور طلب کی ابتداء اسی کی طرف سے ہوئی۔

قراءت: لا ینکح نہی قرار دیکر جزم سے پڑھا گیا اور مرفوع پڑھنے میں بھی معنی نہی کا پایا جاتا ہے اور یہ زیادہ بلیغ وموکد ہے۔ ایک قول یہ ہیکہ یہ خبر محض بھی ہوسکتی ہے اس کا معنی یہ ہوگا ان کی عادت اسی طریقہ سے چلی آرہی ہے پس مؤمن کیلئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو اس عادت کے تحت داخل کرے اور وہ اس سے اپنے کو بچا کر رکھے۔

تحریم کا معنی:

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ (اور حرام کی گئی یہ ایمان والوں پر) یعنی زنا یا زانیہ سے ان کی کمائی کھانے کی غرض سے نکاح کرنا یا اس میں فساق سے مشابہت اور مواقع تہمت میں اپنے آپ کو پیش کرنا ہے اور اپنے متعلق بری بات کا سبب پیدا کرنا اور غیبت میں مبتلا کرنا، غلط مجالس کا اختیار کرنا بلکہ ارتکابِ گناہ کے کتنے ہی مواقع مہیا کرنا ہے؟ پھر زانیہ اور قحبہ خانے کی عورتوں سے نکاح تو مرکزِ گناہ کیونکر نہ ہو؟

تہمت لگانے والوں کا حکم:

۴: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ (اور وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں)
قراءت: علی نے مُحصِنَات پڑھا ہے۔
مطلب یہ ہے وہ زنا کی تہمت، آزاد، پاکدامن مسلمہ مکلفہ پر لگاتے ہیں۔ القذف تہمتِ زنا اور دیگر تہمتوں کیلئے بھی آتا ہے یہاں مراد زنا کی تہمت ہے کہ اس طرح کہے یا زانیۃ۔ نمبر ا۔ کیونکہ زانیہ عورتوں کے بعد پاکدامنہ عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ نمبر ۲۔ اس لئے بھی کہ چار گواہ اس کے لیے شرط نہیں اس ارشاد کی بناء پر ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ (پھر وہ چار گواہ نہ لائے) وہ چار گواہ نہیں لائے جو زنا کی گواہی دیں کیونکہ قذف بغیر زنا یہ ہے کہ کہے یا فاسق یا آکل الربا۔ اس میں دو گواہ کافی ہیں اور اس پر تعزیر ہوگی۔

شروط احصان القذف:

نمبر ا۔ حریت نمبر ۲۔ عقل۔ نمبر ۳۔ بلوغ نمبر ۴۔ اسلام، نمبر ۵۔ زنا سے پاک ہونا۔ محصن اور محصنہ وجوب حد قذف میں برابر ہیں۔
فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً (ان کو اسی کوڑے مارو) اگر (قاذف) تہمت لگانے والا آزاد ہو۔
نحو: ثمانین اسی طرح منصوب ہے جیسے مصدر منصوب ہوتے ہیں جیسا کہ مائۃ جلدۃ منصوب ہے اور جلدۃً تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔
وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا (اور تم ہرگز ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو) شہادت کا لفظ نکرہ تحت النفی ہے جو کہ ہر شہادت کو عام ہے۔ احناف کے نزدیک حد کی شہادت رد کر دی جائے گی اور اس کا تعلق استیفائے حد یا بعض حد سے ہے جیسا کہ معروف ہے۔
عند الشافعی رحمہ اللہ اس کی شہادت کا مسترد کرنا نفس قذف سے ہے۔ عندنا رمی کی سزا کوڑے ہیں اور شہادت کا رد کرنا مدت حیات تک ہوگا۔ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (اور یہ لوگ فاسق ہیں۔) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ شرط کی جزاء کی حدود میں داخل نہیں ہے جملہ شرطیہ کے اختتام پر گویا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تہمت لگانے والوں کی حکایت حال ذکر کی گئی اور اس کا فرمانا:
۵: اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ (مگر وہ لوگ جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی) تہمت سے وَ اَصْلَحُوْا (اور درستگی کر لی) اپنے حالات کی۔
نحو: یہ الفاسقون سے استثناء ہے اور اس پر یہ ارشاد دلالت کر رہا ہے۔
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پس بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) وہ گناہوں کو بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ عندنا مستثنیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ منصوب ہو کیونکہ وہ کلام موجب سے استثناء ہے۔ دوسرا قول جنہوں نے استثناء کو جملہ ثانیہ سے متعلق قرار دیا ان کے ہاں مجرور ہے اور ھم میں ھم سے بدل ہے۔ ربط: پہلے اجنبی عورتوں کے قذف کا ذکر تھا۔ اب ازواج کے قذف کا ذکر فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگائیں اور ان کے پاس ان کی اپنی جانوں کے علاوہ گواہ نہ ہوں تو یہ تہمت لگانے والا

اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ

اللہ کی قسم کھا کر چار مرتبہ یوں کہے کہ بلاشبہ وہ سچوں میں سے ہے، اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت

عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ

ہو اگر میں جھوٹا ہوں، اور عورت کی سزا اس طرح ٹل جائے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یوں

بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ﴿۸﴾ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ

کہے کہ بلاشبہ یہ جھوٹوں میں سے ہے، اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ سچوں میں

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ع

سے ہو، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ بلاشبہ اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے حکمت والا ہے تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے۔

بیوی پر تہمت کا حکم لعان:

۶: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ (اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں) یعنی اپنی بیویوں پر تہمت زنا لگاتے ہیں۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ (اور ان کے پاس گواہ بھی نہیں) اور ان کے پاس ان کی بات کی تصدیق کرنے والا کوئی نہیں جو گواہی دے۔ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ (مگر صرف اپنی ذات) یہ شہداء سے بدل ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ (تو ان میں سے ایک کی شہادت یہی ہے کہ وہ چار بار)۔

قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوفی قراء نے رفع پڑھا ہے۔ اس بناء پر کہ یہ شهادہ احدهم مبتدأ کی خبر ہے۔ دیگر قراء نے نصب پڑھا ہے کیونکہ یہ اس مصدر کے حکم میں ہے جو مصدر کی طرف مضاف ہو۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی فواجب شهادة احدهم اربع۔ چار مرتبہ اس کا شہادت دینا ضروری ہے۔ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قسم کھا کر کہے کہ بلاشبہ میں سچا ہوں) اس زنا کی تہمت میں جو میں نے لگائی ہے۔

۷: وَالْخَامِسَةُ (اور پانچویں مرتبہ اس طرح کہے) الخامسۃ کے مرفوع ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ تقدیر کلام اس طرح ہے والشهادة الخامسة۔ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو)

نحو: یہ مبتدأ اور خبر ہے

اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (اگر وہ جھوٹا ہو) اس الزام میں جو اس نے اس عورت پر لگایا ہے۔

۸: وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ (اوراس سے سزا کوروک دے گا) جس کواس سے روک دے گا۔ یدرأ کا فاعل ان تشهد الاية ہے۔ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ (وہ عورت گواہی دے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر کہ) اس کا خاوند لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ (پرلے درجہ کا جھوٹا ہے) اس الزام میں جوزنا کا اس نے میرے ذمہ لگایا ہے۔

۹: وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ (اور پانچویں مرتبہ وہ اس طرح کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو اگر ہو اس کا) خاوند۔ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (سچوں میں سے) اس بات میں جو اس نے زنا کی تہمت مجھ پر لگائی ہے۔

قراءت: الخامسة کو حفص نے اربع پر عطف کرتے ہوئے پڑھا اور اس کو منصوب قرار دیا جبکہ دیگر قراء نے ابتداء کی وجہ سے رفع دیا ہے اور اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ اس کی خبر ہے اور نافع نے اَنْ لَعْنَةَ اللّٰهِ اور اَنْ غَضِبَ اللّٰه کے اَنْ کو تخفیف کے ساتھ اور غَضِبَ کی ضاد کو کسرہ سے پڑھا اور یہ دونوں اَنْ مثقلہ کے حکم میں ہیں۔ اور اَنْ غَضَبُ اللّٰهِ سھل اور یعقوب نے پڑھا ہے۔

وجہِ تخصیص:

عورت والی جانب خاص طور پر غضب اللہ کا لفظ استعمال فرمایا حالانکہ قضیہ تو طرفین کا ایک ہی قسم سے ہے کیونکہ عورتیں اپنی کلام میں لعنت کثرت سے استعمال کرتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے بسا اوقات ہوسکتا ہے کہ زبان پر کثرت سے جاری ہونے کی وجہ سے اس موقعہ پر بے پرواہ ہو کر لعنت کا لفظ زبان پر کہہ گزریں اور معاملہ کی اہمیت ان کے سامنے نہ رہے بلکہ گر جائے تو عورتوں کی جانب غضب کا لفظ استعمال کر دیا تا کہ وہ قسم سے باز رہیں اور کسی شدید مجبوری پر ہی اٹھائیں۔

الاصل:

اصل بات یہ ہے کہ لعان ہمارے نزدیک گواہیاں ہیں جو قسم کے ساتھ مؤکد ہیں اور لعنت ان کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور مرد کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہیں اور عورت کے حق میں حد زنا کے قائم مقام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شہادت کہا ہے۔ جب خاوند نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور وہ دونوں اہل شہادت میں سے ہوں۔ تو لعان ان کے درمیان صحیح ہے اور جب دونوں نے لعان کر لی جیسا کہ "النہر" کتاب میں بیان کیا گیا تو اس وقت تک فرقت واقع نہ ہوگی جب تک قاضی ان کے مابین تفریق نہ کرے۔ عندزفر لعان سے ہی فرقت واقع ہو جائے گی۔ یہ فُرقت طلاق بائنہ ہے۔ عندابی یوسف، زفر، والشافعیؒ ابدی حرمت ہے۔

شانِ نزول: آیت لعان ھلال یا عویمر عجلانی کے متعلق اتری جبکہ اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کے پیٹ پر جس کا نام خولہ ہے شریک بن سحماء کو پایا عورت نے اس کی تکذیب کر دی آپ ﷺ نے ان پر لعان کو جاری فرمایا۔ (ابوداؤد)

۱۰: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ (اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا) عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ (تم پر اور اس کی رحمت) نعمتیں وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ (اور بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والے حکمت والے ہیں) لو لا کا جواب محذوف ہے ای لفضحکم ضرور تمہیں رسوا کر دیتا۔ نمبر۲۔ سزا جلد دیتا۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

بلاشبہ جو لوگ تہمت لے کر آئے یہ تم میں سے ایک جماعت ہے، تم اسے اپنے لئے شر نہ سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے،

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ

ان میں سے ہر شخص کے لئے گناہ کا وہ حصہ ہے جو اس نے کمایا، اور ان میں سے جس شخص نے بڑا حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب

عَظِيمٌ ﴿۱۱﴾ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا

ہے، جب تم نے اس کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ اچھا گمان کیوں نہ کیا اور یوں کیوں نہ کہا

هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿۱۲﴾ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ

کہ یہ صریح تہمت ہے، وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، سو جب وہ گواہ نہ لائے تو وہ

عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ

اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں، اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس بات میں تم لگے رہے اس کی

فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۴﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم

وجہ سے تم پر بڑا عذاب واقع ہو جاتا، جب تم اس بات کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے مونہوں سے

مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ

ایسی بات کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم نہیں ہے، اور تم اسے ہلکی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے، اور جب تم نے اس کو سنا

قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ

تو یوں کیوں نہ کہا کہ یہ بات اس لائق نہیں ہے کہ ہم اسے اپنے منہ سے نکالیں سبحان اللہ یہ بڑا بہتان ہے، اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے

أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

کہ پھر کبھی بھی تم ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو، اور اللہ تمہارے لئے احکام بیان فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا

حَكِيمٌ ﴿۱۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ

حکمت والا ہے۔ بلاشبہ جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا ہو ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک

أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ

عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۰﴾ ع

ہوتی اور یہ بات کہ اللہ بڑا مہربان ہے بڑی رحمت والا ہے تو تم بھی نہ بچتے۔

النصف ع ۱۰/۲ ۸

واقعۂ افک:

۱۱: اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ (بیشک جولوگ طوفان لائے وہ تمہاری ہی ایک جماعت ہے) افک انتہائی درجہ کا جھوٹ وافتراء۔ افک کی اصل الٹ دینا، موڑ دینا ہے کیونکہ یہ بات اپنی اصل سے پلٹی ہوئی ہے۔اور یہاں اس سے وہ بہتان مراد ہے جوحضرت عائشہؓ پر باندھا گیا حضرت عائشہؓ کی زبان سے سنیں۔ میں نے غزوہ بنومصطلق سے واپسی پر ایک ہار گم پایا۔ پس میں لشکر سے پیچھے رہ گئی اور جسامت کے ہلکا ہونے کی بناء پر ہودج باندھنے،اٹھانے والوں کومعلوم نہ ہوسکا۔ جب وہ کوچ کر چکے توصفوان بن معطل نے میرے لئے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور لے کر چل دیئے یہاں تک کہ قافلے کے اترنے کے بعد قافلے کے ساتھ ملا دیا۔پس میرے متعلق ہلاک ہوئے جو ہلاک ہوئے۔ میں تو ایک ماہ بیمار پڑ گئی۔ آپ ﷺ پوچھتے تیرا کیا حال ہے؟ مجھے آپ کی طرف سے شفقت کا وہ انداز نظر نہ آیا جو پہلے تھا۔ یہاں تک کہ میرے والد کی خالہ ام مسطح کا پاؤں ایک دن کسی چیز سے اٹک کر لڑکھڑا گیا۔توان کی زبان سے نکلا تعس مسطح میں نے ان کی اس بات کو غلط قرار دیا تو اس نے مجھے بہتان کی اطلاع دی۔ جب میں نے سنا تو میری بیماری میں اضافہ ہوگیا اور اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت لے لی۔ میرے آنسو تھمتے نہ تھے۔ آنکھوں میں نیند نہ آتی تھی۔ میرے ماں باپ کا خیال تھا کہ یہ آنسو میرے جگر کو پھاڑ ڈالیں گے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا البشری یا حمیراء اے حمیرا خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری براءت اتار دی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے نہ کہ آپ کی مہربانی سے۔ (رواہ احمد، البخاری، مسلم)

عُصْبَةٌ (ایک جماعت) جس کی تعداد دس سے چالیس تک ہو۔ اعصوصبوا کا معنی جمع ہونا آتا ہے وہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور زید بن رفاعہ حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش اور ان کے معاونین تھے۔ مِّنْكُمْ (تم میں سے) مسلمانوں کی جماعت میں سے ہیں۔ حالانکہ خاندانِ صدیق کا خیال یہ تھا کہ افک کفار کی طرف سے پیش آیا ہے ایمان والوں کا اس میں فعل نہیں۔ لَا تَحْسَبُوْهُ (تم نہ گمان کرو) اس افک کو شَرًّا لَّكُمْ (کہ وہ تمہارے لئے برا ہے) اللہ تعالیٰ کے ہاں بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ بلکہ وہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں اس پر ثواب ملے گا۔ اور اس بہتان سے براءت کیلئے اٹھارہ آیات اتاری ہیں۔ اس خطاب میں رسول اقدس ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور صفوان بن معطل اور وہ ایمان والے جن کو تکلیف پہنچی تھی۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ (ان میں سے ہر شخص کیلئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا) یعنی جماعت میں سے ہر شخص کی سزا اتنی ہی ہے جتنا اس نے گناہ میں حصہ لیا ہے۔ بعض صرف سن کر ہنس دیے اور بعض نے خاموشی اختیار کی اور بعض نے اس کے متعلق گفتگو بھی کی۔ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ (اور وہ شخص جس نے اس طوفان میں بڑا حصہ لیا) کبرہ معنی بڑا حصہ۔ مراد عبداللہ بن ابی ہے۔ مِنْهُمْ (اس گروہ میں سے) لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (اس کے لئے بڑا عذاب ہے) اس سے مراد جہنم ہے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ صفوان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج لے کر گزرے جبکہ عبداللہ بن ابی اپنی قوم کے گروہ میں بیٹھا تھا۔ تو اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا عائشہ ہیں اس نے کہا اللہ کی قسم نہ یہ اس سے بچی اور نہ وہ اس سے بچا۔

مقولۂ عمر رضی اللہ عنہ:

۱۲: پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں حصہ لینے والوں کو توبیخ کی۔ فرمایا لَوْلَآ (کیوں نہ ایسا ہوا۔) اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ (جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی) یعنی افک و بہتان ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ (تو مؤمن مردوں اور مؤمنہ عورتوں نے اپنے متعلق

نیک گمان کیوں نہیں کیا) یعنی ان لوگوں کے متعلق جو انہی میں سے تھے پس مسلمان ایک جان کی طرح ہیں اور یہ اس ارشادِ الٰہی کی طرح ہے ولا تلمزوا انفسکم [الحجرات:۱۱] خَیْرًا (یعنی پاکدامنی اور بھلائی) اور یہ اسی طرح ہے جو روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے عرض کیا میں قطعی طور پر اس کو منافقین کا کذب قرار دیتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مکھی سے آپ کی ظاہر جلد کو جب محفوظ رکھا ہوا ہے کیونکہ مکھی نجاسات پر بیٹھ کر اس سے لت پت ہو جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے اس ظاہر گندگی سے آپ کو بچایا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی عورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھیں جو اس قسم کے فحش کام میں لت پت ہو۔

بقول حضرت عثمانؓ، اللہ تعالیٰ نے آپکا سایہ زمین پر نہیں ڈالا تا کہ اس پر کوئی انسان قدم رکھے جب آپ کے سایہ پر قدم رکھنا ممکن نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی عزت کو کوئی پامال کرے۔ حضرت علیؓ جبرئیل نے آپ کو اطلاع دی کہ آپ کے نعلین میں گندگی اور جوتا اپنے پاؤں سے اتارنے کا حکم دیا۔ اس گندگی کی بناء پر جو اس سے چمٹ گئی تھی پھر وہ اس کو نکالنے کا کیوں حکم نہ دے گا۔ بالفرض والتقدیر اگر اس نے فواحش سے اپنے آپ کو ملوث کیا ہے؟ ابوایوب انصاریؓ نے اپنی بیوی کو کہا کیا تم دیکھ رہی ہو جو کچھ کہا جا رہا ہے تو انکی بیوی نے کہا اگر تو صفوان کی جگہ ہوتا تو حرم رسولؐ کے متعلق بدگمانی کرسکتا تھا؟ ابوایوب نے کہا نہیں۔ اس پر ام ایوب کہنے لگیں اگر میں عائشہ کی جگہ ہوتی تو میں بھی رسول اللہؐ کی خیانت نہ کرتی۔ عائشہ تو مجھ سے بہت بہتر ہے اور صفوان تجھ سے بہتر ہے۔

حسنِ ادب:

صیغہ خطاب سے غائب کی طرف پھیرا گیا۔ اور ضمیر کی بجائے ظاہر لائے اور اس طرح نہیں کہا ظننتم بانفسکم خیرًا وقلتم تا کہ بطریق التفات توبیخ میں مبالغہ ہو اور لفظ ایمان کی تصریح دلالت کرے کہ ایمان میں اشتراک اس بات کا متقاضی ہے کہ کوئی مؤمن و مؤمنہ دوسرے مؤمن و مؤمنہ کے متعلق کسی غائب اور طعنہ زن کی بات کا اعتبار نہ کرے۔ اور یہ بہترین تادیب ہے جس کا بہت کم لوگ لحاظ کرنے والے ور کم لوگ اس کی نگہبانی کرنے والے ہیں کاش تم بھی ایسا شخص پالیتے جو بات سنے اور خاموش رہے اور دوسروں میں اس کو پھیلائے۔ وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (اور وہ اس طرح کہے یہ کھلا ہوا افتراء ہے) یہ کھلا جھوٹ ہے اور ان دونوں کے مناسب نہیں۔

۱۳: لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ (اور وہ کیوں نہ لائے اس پر چار گواہ) اس تہمت پر اگر وہ سچے تھے۔ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ (پس جب وہ گواہ نہیں لائے) چار فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ (پس وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں) اس کی شریعت و حکم میں هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (وہ وہی جھوٹے ہیں) یعنی تہمت لگانے والے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سچے اور جھوٹے الزام میں چار گواہوں کی گواہی کو سچ و جھوٹ کے مابین فیصلہ کرنے والی قرار دیا۔ اور اس کے انتفاء کو الزام کی نفی قرار دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے پاس اپنی بات کی کوئی دلیل نہ تھی پس وہ جھوٹے تھے۔

۱۴: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (اگر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت تم پر نہ ہوتی تو جس حرکت میں تم پڑ گئے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا) لولا یہ شئی کے

امتناع کیلئے ہے دوسری چیز کے وجود کے سبب ۔بخلاف اس کے جو پہلے گزرا ہے مطلب یہ ہوا کہ اگر میں نے تم پر دنیا میں قسم قسم کی نعمتوں کو عنایت کرنے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا ۔جس میں سے ایک یہ ہے کہ ہم مجرمین کو مہلت دیتے ہیں تا کہ توبہ کی طرف لوٹ آئیں اور آخرت میں ہم عفو و مغفرت کر دیں ۔تو جس افک والی بات میں تم مبتلا ہو گئے تھے اس پر جلد عذاب تم پر نازل ہوتا ۔محاورۂ عرب ہے افاض فی الحدیث وفاض واندفع کسی بات میں گھس جانا۔

۱۵: اِذْ (یہ) مَسَّكُمْ کا ظرف ہے یا افضتم کا ظرف ہے تَلَقَّوْنَهٗ (نقل در نقل کرنا) ایک دوسرے سے لے کر نقل کرتے تھے کہا جاتا ہے تلقی القول وتلقنه وتلقفهٗ بات کو اچک کر نقل کرنا۔ بِاَلْسِنَتِكُمْ (اپنی زبانوں سے) یعنی تم ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے ۔کیا تمہیں عائشہ کی بات پہنچی ہے؟ یہاں تک کہ یہ بات پھیل گئی اور منتشر ہو گئی کوئی گھر اور مجلس ایسی نہ رہی جس میں یہ بات نہ اڑی ہو۔

وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ (اور تم اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا) اس کو افواہ سے مقید فرمایا حالانکہ بات تو ہوتی ہی منہ سے ہے کیونکہ معلوم چیز کا علم دل میں ہوتا ہے پھر زبان اس کی ترجمانی کرتی ہے اور یہ افک محض بات ہی ہے جو تمہارے مونہوں میں گھوم رہی ہے دل میں اس کا علم نہیں کہ جس کی ترجمانی زبانیں کر رہی ہوں۔

جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا یقولون بافواههم مالیس فی قلوبهم [آل عمران:۱۶۷]

وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ (اور تم اس کو گمان کر رہے تھے) یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کے نقل بات کے متعلق نقل کرنے کو تم گمان کر رہے تھے کہ هَيِّنًا (آسان ہے) چھوٹی بات ہے وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ (حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی بات ہے) بڑی ہے بعض لوگوں نے موت کے وقت گھبراہٹ ظاہر کی تو ان کو اس سلسلہ میں کہا گیا مجھے اس گناہ کا خطرہ ہے کہ جس کی مجھے پرواہ نہ تھی مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا ہے۔

۱۶: وَلَوْلَآ (اور کیوں نہ ایسا ہوا) اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا (جب تم نے یہ بہتان سنا تھا تو تم نے کہہ دیا ہوتا کہ ہمارے لئے یہ بات کہنی جائز نہیں)

نحو: لولا اور قلتم کے درمیان ظرف سے فاصلہ ہے کیونکہ ظروف کا معاملہ الگ ہی ہے کہ اشیاء کیلئے ان کی ذات کے قائم مقام آتے ہیں کیوں اشیاء انہی کے اندر پائی جاتی ہیں ۔اور یہ اشیاء سے الگ نہیں ہوتے اس لئے ظروف میں جو وسعت ہے وہ دوسروں میں نہیں۔

فائدہ تقدیم ظرف :

ان پر لازم تھا کہ جونہی انہوں نے افک کو سنا تھا اس کے متعلق گفتگو نہ کرنے کا فائدہ اٹھاتے ۔جب وقت کو ذکر کر دیا تو مزید اہمیت والی بات ہو گئی مطلب یہ ہوا جب تم نے افک کو سنا تو اس طرح کیوں نہ کہا کہ ہمارے لئے درست نہیں کہ ہم اس کے متعلق کلام بھی کریں ۔سُبْحٰنَكَ (پاک ہیں آپ) معاملے کی بڑھائی پر تعجب کیلئے لایا گیا ہے۔

تعجب فی التسبیح کا مطلب:

کہ اصل تو یہ ہے کہ کسی عجیب صنعت کو دیکھ کر اس پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے۔ پھر اس کا استعمال کثرت سے ہونے لگا یہاں تک کہ ہر عجیب کیلئے استعمال کرنے لگے۔ یا سبحانک اس لئے لایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے نبی کی بیوی فاجرہ ہو۔ البتہ یہ درست ہے کہ نبی کی بیوی کافرہ ہو جیسے نوح ولوط علیہما السلام کی بیوی تھی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ فاحشہ ہو کیونکہ پیغمبر کی بعثت ان کو دعوت الی الایمان کیلئے ہے پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایسی بات نہ ہو جو ان کو متنفر کرے۔ اور کفر نفرت دلانے والا نہیں۔ دیوثی و بے غیرتی ضرور متنفر کرنے والی ہے۔

هٰذَا بُهْتَانٌ (یہ بہتان ہے) یہ ایسا جھوٹ ہے جو سننے والے کو متحیر کر دیتا ہے۔ عَظِيْمٌ (بہت بڑا) جیسا کہ پہلے فرمایا ھذا افك مبین [النور:۱۲] یہ بھی درست ہے کہ ان دونوں کا مسلمانوں کو اس لئے حکم دیا ہوتا کہ براءت عائشہ میں مبالغہ ہو۔

۱۷: يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا (اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ ایسی حرکت دوبارہ پھر کبھی نہ کرنا) یہ فی ان تعودوا کے معنی میں ہے۔ لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اس جیسی تہمت والی بات یا اس جیسی بات کو سننا جب تک تمہاری زندگی ہو اور تم مکلّف رہو۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم مؤمن ہو) اس نصیحت حاصل کرنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے اور یہ یاد دلایا گیا کہ اس کا اعادہ نہ کرنا ضروری ہے۔ اور وہ سچا ایمان ہے جو کہ ہر برائی سے بچانے والا ہے۔

وعظ: خوف دلانے والی باز داشت نمبر۲۔ خیر کو رقت کے ساتھ یاد دلانا۔ (خلیل رحمہ اللہ)

۱۸: وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ (اور اللہ تعالیٰ آیات کو تمہارے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں) واضح دلالتیں شرائع کے احکامات اور عمدہ آداب وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے اعمال کو جاننے والے ہیں) یا ان کی پاکیزگی کی صداقت کا علم ہے اور براءت کی حکمت وہ جانتے ہیں۔

برائی کی اشاعت کرنے والوں کی سزا:

۱۹: اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (بیشک وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی ایمان والوں میں پھیل جائے) فاحشہ انتہائی قبیح کو کہا جاتا ہے۔ (زنا وغیرہ) مطلب یہ ہے کہ جو لوگ برائی کی اشاعت اور برائی کی محبت کی وجہ سے برائی کو پھیلاتے ہیں۔

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا (ان کے لئے دنیا میں دردناک عذاب ہے) دنیا میں ان پر حد جاری ہوگی۔ ابن ابی اور حسان اور مسطح کو حد لگائی گئی۔ وَالْاٰخِرَةِ (آخرت میں) آگ کے ساتھ۔ اس کا وعدہ کیا اگر توبہ کے بغیر مر گئے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں) تمہارے معاملات کے اندرون اور تمہارے دلوں کی مخفی باتیں۔ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اور تم نہیں جانتے) یعنی وہ جانتے ہیں کہ برائی کو پھیلانے کے ساتھ کس قدر ان کی محبت ہے اس کے مطابق وہ ان کو سزا دیں گے۔

۲۰: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ (اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے) تو وہ تمہیں جلد سزا دیتے اس نے جلد عذاب نہ دیکر بار دیگر احسان فرمایا ہے۔ اور جواب کو اس لئے حذف کر دیا تا کہ احسان میں مبالغہ ظاہر ہو اور توبیخ کا فائدہ بھی حاصل ہو۔ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ (اور اللہ تعالیٰ بڑا شفیق ہے) کہ جس پر تہمت لگی اس کی براءت واضح فرمائی اور ان کو اجر سے نوازا۔ رَّحِيْمٌ (رحم کرنیوالے ہیں) تہمت لگانے والا اگر توبہ کرے تو اس کی جنایت و گناہ کو بخشنے والے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

اے ایمان والو شیطان کے قدموں کا اتباع نہ کرو، اور جو شخص شیطان کے قدموں کے پیچھے چلتا ہے

فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰي مِنْكُمْ

سو وہ بے حیائی کے کاموں کا اور برائیوں کا حکم دیتا ہے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کبھی بھی

مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاْتَلِ

کوئی شخص پاک نہ ہوتا لیکن اللہ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے، اور جو لوگ تم میں سے

اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ

بڑے درجے والے اور وسعت والے ہیں وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ڀ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

مال نہ دینے کی قسم نہ کھالیں اور معاف کریں اور درگذر کریں، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے اللہ تمہیں بخش دے، اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي

بخشنے والا مہربان ہے، بلاشبہ جو لوگ بے خبر مومن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں دنیا اور آخرت میں ان پر

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ

لعنت کر دی گئی اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے، جس روز ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے

وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ

پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو یہ لوگ کیا کرتے تھے، اس دن اللہ ان کو پوری سزا دے دے گا جو ان کی واقعی سزا ہوگی اور وہ لوگ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ

هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ

حق ہے اور ظاہر فرمانے والا ہے۔ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لائق ہیں

ع ۳ / ۹ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰۗىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لائق ہیں، یہ لوگ اس سے بری ہیں جو تہمت لگانے والے کہتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت والا رزق ہے۔

۲۱: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ (اے ایمان والو شیطان کے قدم بقدم نہ چلو) خطوات سے قدموں کے نشانات اور وساوس شیطانی مراد ہیں ان کی اتباع یہ ہے کہ افک کی طرف کان لگائے اور زبان سے گفتگو کرے۔ وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ (اور جو شخص شیطان کے قدم بہ قدم چلے گا وہ تو ہمیشہ) ہٗ کا مرجع شیطان ہے یعنی شیطان یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (وہ فحشاء کا حکم دیتا ہے) فحشاء اس کو کہتے ہیں جو انتہائی قبیح ہو۔ وَالْمُنْكَرِ (اور منکر کا) جس کو نفوس ناپسند کریں اور اس سے نفرت کریں اور نامعقول قرار دیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا (اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو اس گناہ سے تم میں سے کبھی کوئی پاک نہ ہوتا) اگر خالص توبہ کا احسان نہ فرمایا ہوتا تو افک کے گناہ سے ابدالاباد تک کیلئے تم میں سے کوئی پاک نہ ہوسکتا۔ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ (لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے) وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کر کے ان کو پاک کرتا ہے جبکہ وہ مخلصانہ طور پر توبہ کریں۔ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ (اور اللہ تعالیٰ سننے والے ہیں) ان کی بات کو عَلِیْمٌ (جاننے والے ہیں) ان کے ضمائر و سرائر اور ان کے اخلاص کو۔

فضل کے مستحقین پر احسان میں کمی نہ کریں:

۲۲: وَلَا یَاْتَلِ (اور نہ قسم کھائیں) نمبر۱۔ ائتلی اذحلف یہ الألیّة سے باب افتعال ہے قسم کھانے کے معنی میں آتا ہے۔ نمبر۲۔ الالوٌ سے لیا جائے تو کمی نہ کریں معنی ہوگا۔ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ (تم میں سے دینی فضیلت والے) وَالسَّعَةِ (وسعت والے) مال میں اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (کہ نہ دیں گے قرابت والوں کو مساکین اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو) مطلب یہ ہے کہ وہ قسم نہ اٹھائیں کہ وہ مستحقین پر احسان نہ کریں گے۔

نمبر۲۔ ان پر احسان کرنے میں وہ کمی نہ کریں خواہ ان کے مابین رنجش ہو کسی ایسے جرم کی وجہ سے جو مساکین نے کیا ہو۔

مَسْئَلَہ: معلوم ہوا کہ مسکین بحیثیت مسکین قابل رحم ہے اگرچہ گناہ گار ہو۔

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا (اور ان کو معاف کر دیں اور ان سے درگزر کریں) عفو (پردہ پوشی) صفح (اعراض کرنا) مطلب یہ ہوا کہ جفاء سے تجاوز کریں اور عقوبت سے اعراض کریں اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے) پس تم وہی سلوک ان سے کرو اگرچہ ان کی غلطیاں زیادہ ہیں جو سلوک تم اپنے متعلق اپنے رب کی بارگاہ سے چاہتے ہو۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) اللہ تعالیٰ کے آداب سے ادب حاصل کرو۔ بخشش کرو اور رحم کرو۔

شانِ نزول: یہ آیت صدیق اکبرؓ کے متعلق اتری جب انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ مسطح پر کچھ بھی خرچ نہ کریں گے کیونکہ مسطح نے اس طوفان میں براہ راست حصہ لیا تھا۔ یہ مسطح ان کے بھانجے لگتے تھے مسکین تھے مہاجر بھی تھے اور غزوۂ بدر میں شرکت کر چکے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پڑھی تو وہ فوراً پکار اٹھے کیوں نہیں۔ میں پسند کرتا ہوں

کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔اور مسطح کا خرچہ جاری کردیا۔ بلکہ بعض روایت میں دوگنا کردیا۔

پاکدامن پر تہمت لگانے والے ملعون ہیں:

۲۳: اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ (بیشک جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں) محصنات سے پاکدامن مراد ہیں۔الْغٰفِلٰتِ (بےخبر)۔صحیح سالم سینہ والیاں۔ پاکیزہ دل ایسی کہ ان میں چالبازی اور فریب کا نام نہیں کیونکہ ان کو کسی بات کا تجربہ نہیں الْمُؤْمِنٰتِ (مؤمنہ) جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔قول ابن عباسؓ:اس سے مراد آپ کی ازواج مطہراتؓ ہیں۔ایک قول:اس سے مراد تمام مؤمنہ عورتیں ہیں۔

فَائِدَہ : کیونکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے۔سبب خاص کا لحاظ نہیں۔

ایک قول اس سے مراد اکیلی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔اب رہا یہ سوال کہ صیغہ جمع کا لایا گیا تو اس کا حل یہ ہے کہ جو شخص ازواج مطہراتؓ میں سے کسی ایک پر بھی تہمت زنی کرتا ہے وہ تمام پر تہمت لگاتا ہے۔لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (ان پر دنیا میں لعنت کی گئی اور آخرت میں بھی اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے)۔تہمت لگانے والوں کو ملعون قرار دیا اس دنیا میں اور آخرت دونوں جہانوں میں اور ان کو آخرت کے بہت بڑے عذاب سے ڈرایا اگر ان کی موت اسی حالت پر آ گئی۔

۲۴: يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ (جس روز کہ ان پر گواہی دیں گی) یوم کا عامل یعذبون ہے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے یاء سے پڑھا ہے۔

اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں جو کچھ وہ کرتے رہے) یعنی جو طوفان انہوں نے اٹھایا یا جو بہتان باندھا۔

۲۵: يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ (اس دن اللہ تعالیٰ ان کو ان کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا) یومئذ نصب کی صورت میں دین کی صفت ہے۔اور دین کا معنی جزاء یعنی عوض ہے اور الحق وہ واجب و لازم جس کے وہ مستحق ہیں۔

قراءت: مجاہد نے رفع کے ساتھ پڑھا اور لفظ اللہ کی صفت قرار دیا۔جیسا کہ قراءت میں یہ بھی جائز ہے کہ الحق کو اللہ کی صفت بنائیں اور مدح کی بناء پر منصوب پڑھیں۔وَيَعْلَمُوْنَ (اور وہ جان لیں گے) اس وقت اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ (کہ اللہ تعالیٰ ہی بات کو ٹھیک کھول دینے والے اور ٹھیک فیصلہ کرنے والے ہیں) شکوک کے ازالہ اور علم ضروری کے حصول کیلئے۔

معاملۂ افک:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی معصیت کے سلسلہ میں اتنی تغلیظ و شدت نہیں فرمائی جتنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ میں فرمائی کبھی اختصار، کبھی اشباع، کبھی تفصیل اور کبھی اجمال اور کبھی تاکید اور پھر بار بار بیان کی اور یہ بات اس معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر اختیار کی گئی۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: جس نے کوئی گناہ کیا پھر توبہ کی تو اس کی توبہ قبول کر لی گئی مگر وہ کہ جس نے عائشہ رضی اللہ عنہا

کے معاملہ میں حصہ لیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاملۂ افک کی عظمت میں اور مبالغہ کے پیش نظر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے چار کو چار گواہوں سے بریٔ کیا نمبرا۔ یوسف علیہ السلام کو عورت کے خاندان کے ایک گواہ سے بریٔ الذمہ قرار دیا۔ نمبر۲۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہود کے الزام سے اس پتھر کے ذریعہ بریٔ کیا جو آپ کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہو۔ نمبر۳۔ مریم صدیقہ علیہا السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں گویا کر کے بریٔ الذمہ ٹھہرایا۔

براءتِ عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن سے:

نمبر۴۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنی کتاب معجز نما کی ان آیات کو اتار کر بریٔ الذمہ قرار دیا۔ یہ آیت اپنے مبالغانہ انداز سے رہتی دنیا تک پڑھی جاتی رہیں گی۔ ذرا توجہ تو کرو! کس قدر واضح کیا اور ان کی براءت کو کس شان سے بیان کیا؟ اور یہ تمام باتیں اپنے رسول کے مرتبہ عالی کو ظاہر کرنے اور آپ کے اور آپ کے گھر والوں کے مقام کی نزاکت پر متنبہ کرنے کیلئے ہیں۔

۲۶: اَلْخَبِیْثٰتُ (خبیث باتیں) لِلْخَبِیْثِیْنَ (وہ خبیث مردوں اور عورتوں کیلئے ہیں) وَالْخَبِیْثُوْنَ (اور ان میں سے جو گندے ہیں وہ میلان رکھتے ہیں) لِلْخَبِیْثٰتِ (خبیث باتوں کی طرف) اور اسی طرح وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ (اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ انسانوں کے لئے اور پاکیزہ انسان پاکیزہ باتوں کیلئے ہیں وہ لوگ بریٔ الذمہ ہیں ان تمام باتوں سے جو وہ کہتے ہیں) ان کے متعلق اولٰئک کا مشار الیہ الطیبین ہے۔ اور وہ ان خبیث کلمات سے بریٔ الذمہ ہیں جو یہ خبیث لوگ کہتے ہیں اور یہ کلام بطور تمثیل کے عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بیان فرمائی ہے کہ جو الزام بازی ان کے متعلق کی گئی ہے وہ ان کی نزاہت و پاکیزگی والی حالت کے مناسب نہیں ہے۔

نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ اشارہ اہل بیت کی طرف ہو کہ وہ افک والوں کے اقوال سے بریٔ الذمہ ہیں۔ اور الخبیثات اور الطیبات سے وہ عورتیں مراد ہوں کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں سے شادی کرتی ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں سے شادی کرتے ہیں۔ اس طرح پاکیزگی والی عورتیں پاکیزہ مردوں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں سے شادی کرتے ہیں۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ (ان کے لئے بخشش ہے) نمبرا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر۲۔ یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (اور شاندار رزق ہے) جنت میں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مرض الموت میں داخل ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی سے ڈر رہی تھیں۔ تو ابن عباس کہنے لگے مت گھبراؤ تم نے تو مغفرت اور رزق پر ہی پہنچنا ہے اور یہ آیت تلاوت کی اس پر خوشی سے یہ تلاوت سن کر بیہوش ہوگئیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی نو فضیلتیں:

صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول: مجھے نو ایسی فضیلتیں میسر آئیں جو کسی زوجہ کو میسر نہ آئیں۔ نمبرا۔ جبرئیل امین میری تصویر لائے جب

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى

اے ایمان والو اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ انسیت حاصل نہ کرلو اور ان گھروں کے رہنے والوں کو سلام

اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۷ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا

نہ کرلو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کر لو۔ سو اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو اس وقت تک ان میں داخل نہ ہو

حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے سو اگر تم سے کہا جائے کہ واپس ہو جاؤ تو لوٹ جاؤ یہ تمہارے لئے خوب زیادہ پاکیزگی کی چیز ہے، جو کچھ تم کرتے ہو

تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۲۸ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ

اسے اللہ جاننے والا ہے۔ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جن میں کوئی رہتا نہیں ان میں تمہارے استعمال کرنے کی کوئی چیز ہو۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝۲۹

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

آپ کو میرے ساتھ نکاح کا حکم ہوا۔ نمبر۲۔ میرے علاوہ اور کسی کنواری عورت سے آپ نے شادی نہ کی۔ نمبر۳۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ کا سر میری گود میں تھا۔ نمبر۴۔ آپ کا مدفن میرا حجرہ بنا۔ نمبر۵۔ آپ ﷺ پر وحی کا نزول اس حالت میں بھی ہو جاتا کہ میں آپ کے ساتھ ایک لحاف میں ہوتی۔ نمبر۶۔ میری پاک دامنی کی صراحت آسمانوں سے نازل ہوگئی۔ نمبر۷۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کی صاحبزادی ہیں اور آپ کے دوست کی صاحبزادی ہیں۔ نمبر۸۔ میں طیب کے ہاں طیّبہ پیدا ہوئی۔ نمبر۹۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا۔

قول حسان رضی اللہ عنہ جو ان کے حق میں معذرت ظاہر کر رہا ہے۔

نمبر۱۔ وہ بڑی پاک دامن اور بڑی باوقار ہیں کسی شبہ کی بات سے متہم نہیں کی جا سکتیں ان کا پیٹ بے خبر بھولی عورتوں کے گوشت سے خالی رہتا ہے۔ (یعنی کسی کی غیبت نہیں کرتیں) نمبر۲۔ وہ ان کی زوجہ محترمہ ہیں جو لوگوں میں دین و منصب کے اعتبار سے سب سے بہتر ہیں۔ وہ ہدایت وعظمت اور فضیلتوں والے پیغمبر ہیں۔ نمبر۳۔ وہ لوی بن غالب کے قبیلہ کی چنی ہوئی عقل مند عورت ہیں جو سخی خاندان ہے۔ ان کی بزرگی زائل ہونیوالی نہیں۔ نمبر۴۔ وہ تہذیب والی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی طبعیت و عادات کو پاکیزہ بنایا ہے اور ان کو ہر عیب اور بری بات سے پاک رکھا ہے۔

گھروں میں داخلے کے احکامات:

۲۷: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ (اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے کے گھر میں داخل

نہ ہو) یعنی ان گھروں میں جن کے تم مالک نہیں ہو۔ اور نہ ان میں تمہاری رہائش ہو۔ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا (یہاں تک کہ تم ان سے اجازت نہ حاصل کرلو) ان سے اجازت طلب کرلو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو اسی طرح پڑھا۔ الاستیناس اصل میں اطلاع طلب کرنا، ظہور طلب کرنا۔ یہ آنس سے باب استفعال ہے۔ آنس الشی اس وقت کہتے ہیں جب کسی چیز کو ظاہراً کھلا ہوا دیکھے یہاں تک کہ تم معلوم کرلو کہ آیا تمہیں داخلہ کی اجازت ہے یا نہیں اور اس کا طریقہ زور سے سبحان اللہ کہنا یا اللہ اکبر کہنا یا الحمد للہ کہنا یا کھنکھارنا۔

وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا (اور تم گھر والوں کو سلام نہ کرلو) سلام یہ ہے کہ اس طرح کہے السلام علیکم۔ اُادخل کیا میں آجاؤں تین مرتبہ کہے (جیسا کہ ابوداؤد، ترمذی کی روایت میں ہے) اگر اجازت مل گئی فبہا ورنہ واپس لوٹ جائے۔ ایک قول یہ ہے اگر دونوں ملیں تو سلام پہلے کیا جائے ورنہ اجازت طلب کی جائے۔ ذٰلِکُمْ (وہ اجازت وسلام تمہارے لئے) خَیْرٌ لَّکُمْ (تمہارے لئے بہت بہتر ہے) جاہلیت کے سلام یا بلا اجازت داخلہ سے۔ زمانۂ جاہلیت میں اگر کوئی کسی کے گھر میں داخل ہو جاتا تو کہتا حییتم صباحًا وحییتم مساء پھر داخل ہو جاتا۔ بعض اوقات وہ اس آدمی کو اپنی عورت کے ساتھ ایک لحاف میں پالیتا۔ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (تاکہ تم نصیحت قبول کرو) یعنی تمہیں اس لئے کہا گیا تاکہ یاد رکھو اور نصیحت حاصل کرو۔ اور استیذ ان کے سلسلہ میں جو تمہیں حکم ملا ہے اس پر عمل پیرا ہو۔

۲۸: فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْھَآ (اگر تم ان میں نہ پاؤ) یعنی گھروں میں اَحَدًا (کسی کو) اجازت دینے والوں میں سے فَلَا تَدْخُلُوْھَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ (تو ان میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے) یہاں تک کہ تم اجازت دینے والے کو پالو۔ یا نمبر۲۔ اگر تم وہاں کسی کو نہ پاؤ اور تمہیں داخل ہونے کی ضرورت ہے تو اس میں داخل نہ ہو۔ جب تک گھر والوں کی طرف سے اجازت نہ مل جائے کیونکہ غیر کی ملک پر تصرف بلا اجازت درست نہیں ہے۔

وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا (اور اگر تمہیں لوٹنے کو کہا جائے) یعنی جب وہاں کچھ لوگ موجود ہوں اور وہ کہیں کہ واپس لوٹ جاؤ تو تم واپس آجاؤ۔ اور اذن عام کیلئے اصرار نہ کرو۔ اور پردے کی آسانی کیلئے بہانہ مت تلاش کرو اور دروازوں پر مت کھڑے ہو کیونکہ اس سے ناپسندیدگی جنم لیتی ہے جب اس بات سے منع کر دیا جو ناپسندیدگی پیدا کرتی ہو تو ہر ایسی بات سے باز رہنا ضروری ہو گیا جو اس کی طرف لے جانے والی ہو۔ مثلاً زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا اور گھر والے کو چیخ کر آواز دینا وغیرہ۔ ابوعبید کہتے ہیں کہ میں نے کسی عالم کا دروازہ آج تک کبھی نہیں کھٹکھٹایا۔ فَارْجِعُوْا ھُوَ اَزْکٰی لَکُمْ (اور تم لوٹ آؤ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے) یعنی لوٹ جانا زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے کیونکہ اس میں سینہ کی صفائی اور اشتباہ سے دوری ہے۔ نمبر۲۔ زیادہ نفع بخش اور بھلائی کو بڑھانے والا ہے۔ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا علم ہے) اس میں مخاطبین کیلئے وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال معلوم ہیں وہ ان پر پورا پورا بدلہ دینے والے ہیں۔

غیر رہائشی مکانات کا حکم:

۲۹: لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا (تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم داخل ہو) تمہارے داخل ہونے میں بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْکُوْنَۃٍ (ایسے گھروں میں جہاں کسی کی سکونت نہ ہو) اجازت داخلہ سے ان گھروں کو مستثنیٰ کر دیا گیا جن میں رہائش نہ ہو مثلاً ہوٹل، سرائیں، منڈیاں۔ فِیْھَا مَتَاعٌ لَّکُمْ (ان میں تمہارے لئے سامان نفع ہو)۔ اس میں فائدہ ہو مثلاً گرمی، سردی سے بچنے کا سامان، کجاوے اور ہتھیاروں اور ان کی خرید و فروخت کے مقامات۔ ایک قول ویران جنگل جو قضائے حاجت کیلئے استعمال ہوتے ہیں المتاع سے مراد بول و براز کیلئے جانا۔ یہ قول عطاء ہے۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَاتُبْدُوْنَ وَمَا تَکْتُمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو) اس میں ان مشکوک لوگوں کیلئے وعید ہے جو ویرانوں اور گھروں میں فساد کی غرض سے داخل ہوتے ہیں۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

آپ مومنین سے فرما دیجئے کہ اپنی آنکھوں کو پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کو محفوظ رکھیں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے ، بلاشبہ اللہ

خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۞۳۰ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو، اور مومن عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی آنکھوں کو پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کو محفوظ رکھیں

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا

اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے، اور اپنے دو پٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں، اور اپنی

يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ

زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپوں پر، یا اپنے شوہروں کے باپوں پر، یا اپنے بیٹوں پر، یا اپنے شوہروں کے

بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ

بیٹوں پر، یا اپنے بھائیوں پر، یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں پر، یا اپنی عورتوں پر یا اپنی مملوکہ

اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا

باندیوں پر، یا ایسے مردوں پر جو طفیلی بن کر رہ رہے ہیں جنہیں کوئی حاجت نہیں، یا ایسے لڑکوں پر جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے

عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا

واقف نہیں ہوئے، اور مومن عورتیں زور سے اپنے پاؤں نہ ماریں تا کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے، اور اے مومنو!

اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞۳۱

تم سب اللہ کے حضور میں توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ

غضِ بصر کا حکم:

۳۰: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (ایمان والوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں)۔

نحو: مِن یہاں تبعیضیہ ہے یہاں مراد نامحرم سے نگاہ کا نیچا رکھنا ہے اور اس پر اکتفائے نظر کرنا جن کو دیکھنا حلال ہے۔

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ (اور وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں)۔ زنا سے۔

نکتہ: یہاں مِن نہیں لایا گیا۔ کیونکہ زنا کی کسی طور پر بھی رخصت نہیں۔ البتہ بعض حالات مخصوصہ میں اجنبیہ کے چہرے پر نظر

درست ہے اسی طرح اس کے ہاتھوں اور قدمین کا بھی حکم ہے۔ایک روایت اور محارم کے سر، سینہ، پنڈلیاں اور عضوین پر ضرورت کے وقت نظر درست ہے۔ذٰلِكَ (یہ) یعنی نگاہ کا نیچا کرنا اور شرمگاہ کی حفاظت اَزْكٰى لَهُمْ (ان کے لئے زیادہ ستھرائی کی بات ہے) یعنی گناہ کی میل سے زیادہ صفائی و پاکیزگی کی بات ہے۔اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ ان کاموں کی خبر رکھتے ہیں جو وہ کرتے ہیں) اس میں ترغیب و ترہیب دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے احوال وافعال کی اطلاع ہے اور ان کی نگاہوں کی خیانت سے بھی واقف ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور [غافر:۱۹] پس ان کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ اس بات کو پہچانتے ہیں ہر حرکت و سکون میں محتاط رہیں اور تقویٰ کو سامنے رکھیں۔

غض بصر کا حکم عورتوں کو:

۳۱: وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں)۔عورتوں کو غضِ بصر کا حکم دیا گیا ہے عورت کو جائز نہیں کہ اجنبی مرد کے ناف سے لے کر گھٹنوں کے نچلے حصہ پر نگاہ ڈالے اور اگر دل کے اندر خواہش پیدا ہو تو سرے سے عورت اپنی نگاہ کو بند کر لے۔اور عورت اجنبی مرد کے اس جسمانی حصہ پر نگاہ ڈال سکتی ہے۔جتنے حصہ پر اجنبی مرد دوسرے مرد کے جسم پر ڈال سکتا ہے۔اجنبیوں سے نگاہ کا نیچا کر لینا ہی اولیٰ ہے۔تاکہ فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔آیت میں غضِ ابصار کو حفاظتِ فروج پر مقدم کیا کیونکہ نگاہ تو زنا کا قاصد ہے اور برائی کا مقدمۃ الجیش ہے۔محبت کا بیج بدنظری ہے۔

اظہارِ زینت کی ممانعت:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ (اور وہ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں) الزینۃ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو عورت تزین کیلئے استعمال کرتی ہے۔مثلاً زیورات، یا سرمہ یا خضاب وغیرہ۔مطلب یہ ہے کہ زینت کے مقامات کو عورتیں ظاہر نہ کریں اس لئے کہ بعینہٖ زینت کا اظہار اور وہ زیورات وغیرہ ہیں تو جائز ہے پس مراد اس سے مقامات زینت ہی ہیں۔نمبر۲۔ان زیورات کا اظہار جبکہ وہ اپنے مقامات پر سجے ہوں تاکہ وہ مقامات ظاہر ہوں نہ یہ کہ بعینہٖ زیورات ظاہر ہوں۔مقاماتِ زینت سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کلائیں، پنڈلیاں اور ان کے زیورات تاج، بالی، ہار، بازوبند، جڑاؤ پیٹ، کنگن، پازیب اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو) مگر وہ حصہ جس کے متعلق عادت وطبیعت ظاہر کرنے کی ہو۔اور وہ چہرہ، ہتھیلیاں، دونوں قدم۔ان کو چھپانے میں واضح تنگی ہے۔عورت کیلئے اس سے کوئی چارہ کار نہیں کہ اپنے ہاتھ سے کام کاج کرتی ہے اور چہرے کو کھولنا خصوصاً فیصلوں اور گواہیوں اور نکاح میں مجبوری ہے اور راستوں پر آنے جانے کیلئے قدموں کا ظاہر ہونا ضروری ہے خاص طور پر وہ عورتیں جو ان میں سے فقیر ومحتاج ہیں۔وَلْيَضْرِبْنَ (اور وہ ڈال لیں) اور وہ رکھ لیں اہل عرب کہتے ہیں ضربت بیدی علی الحائط۔جبکہ ہاتھ کو دیوار پر رکھا جائے۔بِخُمُرِهِنَّ (اپنی اوڑھنیاں) خمر جمع خمار کی ہے۔عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (اپنے گریبانوں پر) قراءت: مدنی، بصری، عاصم نے خمر جیم سے پڑھا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب کے رواج میں ان کے گریبان کھلے ہوتے تھے جس سے سینہ اور اس کے اردگرد کا حصہ نظر

آتا تھا۔ اور عورتیں اوڑھنیاں پچھلی جانب کو لٹکا دیتی تھیں جس سے سینہ کھلا رہ جاتا اسلام نے آکر ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اگلی جانب لٹکائیں تا کہ سینہ ڈھانپ جائے۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ (وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں)۔ یعنی مقاماتِ زینت جو کہ چھپے ہوئے ہوں۔ مثلاً سینہ پنڈلی، سر وغیرہ۔ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ (مگر اپنے خاندوں کیلئے) بعول جمع بعل کی ہے۔ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ (یا اپنے باپوں کیلئے) اس میں اجداد بھی داخل ہیں۔ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ (یا اپنے خاندوں کے باپ) اس لئے کہ وہ محارم بن چکے۔ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ (یا اپنے بیٹوں کیلئے) اس میں پوتے اور نواسے سب شامل ہیں۔

اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ (یا اپنے خاوندوں کے بیٹے) اس لئے کہ وہ بھی محارم بن چکے۔ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ (یا اپنے بھائیوں کیلئے یا اپنے بھتیجوں کیلئے یا اپنے بھانجوں کیلئے) اس میں ان کی اولاد در اولاد اور تمام محارم مثلاً چچا، ماموں وغیرہ دلالت النص سے شامل ہیں۔ اَوْ نِسَآئِهِنَّ (یا اپنی عورتوں کیلئے) یعنی آزاد عورتیں نساء کا لفظ مطلقاً حرائر پر بولا جاتا ہے۔ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ (یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہوں) یعنی باندیاں لیکن عورت کے غلام کیلئے جائز نہیں وہ اپنی مالکہ کے ان مواضع پر نظر ڈالے۔ خواہ وہ غلام خصی ہو یا عنین یا فحل۔

قول سعید بن مسیب سورۂ نور کی آیت سے دھوکا میں نہ پڑ جانا وہ لونڈیوں کے متعلق ہے غلاموں کے متعلق نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے غلام کیلئے اپنی آقا کے ان مقامات پر نظر ڈالنا درست قرار دیا ہے۔ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ (یا ان مردوں پر جو طفیلی کے طور پر رہتے ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو)

قراءت: شامی اور یزید اور ابوبکر نے استثناء کی وجہ سے نصب پڑھا ہے یا حال کی بناء پر منصوب قرار دیا اور دیگر قراء نے بدل کی وجہ سے جر پڑھا ہے یا وصفیت کی وجہ سے مجرور قرار دیا ہے۔ اولی الاربہ سے مراد جن کو عورتوں کی طرف حاجت نہ ہو۔

ایک قول :

یہ ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گھروں میں اس لئے رہتے ہیں تا کہ بچا کھچا کھانا کھائیں اور ان کو عورتوں کی طرف میلان نہیں رہا ہے۔ خواہ کم عقل ہونے کی وجہ سے عورتوں کے کسی معاملے کو نہیں جانتے یا نیک صالح بوڑھے ہیں یا نامرد یا خصی یا ہجڑے ہیں۔ ایک اثر یہ ہے کہ اس سے مراد مقطوع الذکر ہیں۔ مگر قول اول ہی درست ہے۔

نحو: من الرجال یہ حال ہے۔

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ (یا وہ بچے) الطفل جنس ہے بہتر یہ ہے کہ اس سے مراد جمع لی جائے۔ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ناواقف ہوں) ان کو شہوت نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کے بھید کی اطلاع نہ ہو۔ ظھر علی الشئی سے لیا گیا جبکہ وہ مطلع ہو۔ یا ابھی تک وطی پر قدرت کا زمانہ نہ آیا ہو۔ اس صورت میں یہ ظھر علی فلان سے ہوگا جبکہ اس پر قوت حاصل ہو جائے۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ (اور اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں کہ ان کا چھپا ہوا زیور معلوم ہو

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ

اور تم میں سے جو بے نکاح ہو اور تمہارے غلام اور باندیوں میں سے جو نیک ہو ان کا نکاح کر دیا کرو، اگر وہ تنگدست ہوں

يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۳۲

تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی فرما دے گا، اور اللہ وسعت والا ہے جاننے والا ہے۔

جائے) عورت چلتے ہوئے زمین پر پاؤں مارتی تا کہ اس کے پازیب کی آواز سنائی دے۔ اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ پازیب پہننے والی ہے۔ چنانچہ عورتوں کو اس بات سے روک دیا گیا کیونکہ زینت والی چیز کی آواز کا سننا خود اس کے ظاہر کرنے کی طرح ہے۔ اسی لئے زیورات کی آواز کو وسواس کہتے ہیں۔ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ (اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو)

قراءت: شامی نے یاء کی اتباع میں ہٗ کو بھی ضمہ سے پڑھا اور الف کو التقائے ساکنین کی وجہ سے گرایا ہے دیگر قراء نے فتحہ پڑھا ہے کیونکہ اس کے بعد اصل کے لحاظ سے الف ہے۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی تعمیل میں کوئی بندہ سہو و تقصیر سے پاک نہیں خواہ اس کے لئے وہ کتنی ہی کوشش کرے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو توبہ کا حکم فرمایا اور جب توبہ کرلیں تو کامیابی کی امید لگائیں کہا گیا ہے کہ سب سے زیادہ توبہ کی اس کو ضرورت ہے جس کے وہم میں یہ بات ہے کہ اس کو توبہ کی ضرورت نہیں۔

مَسْئَلَہ: آیت کے ظاہر سے معلوم ہو رہا ہے کہ گناہ ایمان کے منافی نہیں۔

رانڈوں کے نکاح کا حکم:

۳۲: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (اور تم نکاح کروا دینے میں سے رانڈوں کا) الایامی جمع ایم کی ہے۔ جس کی بیوی نہ ہو یا جس عورت کا خاوند نہ ہو۔ خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ یہ اصل میں ایائم تھا قلب سے ایامیٰ ہو گیا۔ وَالصّٰلِحِيْنَ (نیک و صالح) پسندیدہ یا مؤمن مطلب یہ ہے جو آزاد رانڈ ہو جائے یا جو عورت بیوہ ہو جائے اور اس میں بھلائی ہو۔ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے) یعنی تمہارے غلاموں میں سے اور تمہاری باندیوں میں سے۔ امر ندب و استحباب کیلئے ہے کیونکہ نکاح مستحب ہے۔

اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ (اگر وہ تنگدست ہونگے) مالی لحاظ سے يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے مستغنی کردے گا) کفایت و قناعت سے یا دو رزق جمع ہو جانے سے۔ حدیث میں ہے: ((التمسوا الرزق بالنکاح))۔ (دیلمی)

اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) غنی ہیں، وسعت والے ہیں مخلوق کا غناء اس کو عیب دار نہیں کرسکتا۔ عَلِیْمٌ (علم والے ہیں) یبسط الرزق لمن یشاء یقدر [الرعد: ۲۶]۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ

اور جو لوگ نکاح کی قدرت نہیں رکھتے انہیں چاہیے کہ وہ اپنے جذبات پر قابو رکھیں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے مالدار کر دے اور

يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ

تمہاری ملکیت میں جو لوگ ہیں ان میں سے جو مکاتب ہونے کی خواہش رکھتے ہوں انہیں مکاتب بنا دو اگر تم ان میں بہتری پاؤ۔ اور تم انہیں اللہ کے

مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ

مال میں سے دے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے، اور اپنی باندیوں کو زنا کرنے پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاکدامن رہنا چاہیں تاکہ تم کو دنیاوی زندگی کا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ

کوئی مال مل جائے۔ اور جو شخص ان پر زبردستی کرے تو اللہ انہیں مجبور کرنے کے بعد بخشنے والا ہے مہربان ہے، اور ہم نے تمہاری طرف

اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع ۸ / ۱۰

کھلے کھلے احکام نازل کئے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے تھے ان کی بعض حکایات اور متقیوں کے لئے نصیحت نازل کی ہیں۔

سوال: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں ورانڈوں کی شادی اولیاء کے ذمہ ہے۔ جیسا کہ غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح موالی کے ذمہ ہے؟

نکاح کی توفیق نہ ہو تو پاکدامنی کو تھامے رکھیں:

جواب: آدمی کو رانڈ پر ولایت اس کے اذن سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح عورت پر ولایت بھی اس کے اذن سے ہوگی کیونکہ ایم کا لفظ اس کو بھی شامل ہے۔ بالاتفاق بالغ مردوں کو اپنے نکاح کا اختیار ہے پس استدلال درست نہ رہا۔

۳۳: وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ (چاہیے کہ پاکدامنی اختیار کریں وہ لوگ) پاکدامنی کی خوب کوشش کریں گویا کہ مستعف خود عفاف و پاکدامنی کا طالب ہے۔ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا (جو نکاح نہیں پاتے) مہر کے ساتھ شادی کی وسعت نہیں رکھتے اور خرچہ کی طاقت نہیں رکھتے حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے بے نیاز کر دے گا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو مہر و نفقہ کی قدرت عنایت فرمائیں گے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔ [بخاری، مسلم، احمد] اے نوجوانو! جو تم میں سے وسعت رکھتا ہو وہ شادی کرے کیونکہ نکاح نگاہ و شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جو طاقت نہیں رکھتا وہ روزہ رکھے۔ روزہ اس کے لئے شہوت شکن ہو جائے گا۔

اوامر کی عجیب ترتیب:

ان ارشادات پر نگاہ ڈالو۔ کس طرح اوامر کو مرتب فرمایا گیا نمبر۱۔ اولاً ایسی چیز کا حکم دیا جو فتنے سے بچائے اور معصیت کے مواقع سے دور رکھے اور وہ نگاہ کا نیچا رکھنا ہے۔ پھر۲۔ پاکدامنی والا نکاح جو دین کیلئے ہو جو حرام سے بے نیاز کرنے والا ہے۔ نمبر۳۔ عزت نفس کے ذریعہ وہ نفس جو برائیوں کی طرف جھک پڑنے والا ہے تاکہ نفس شہوات کی طرف جھکاؤ نہ اختیار کرے جب تک کہ نکاح سے عاجز ہو یہاں تک کہ اس میں نکاح کی قدرت پیدا ہو جائے۔ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (تمہارے وہ مملوک اور باندیاں جو مکاتب بنائے جانے کی درخواست کریں) یعنی ایسے غلام جو تم سے مکاتبت کا مطالبہ کریں۔

نحو: الذین ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے یا ایسے فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس فعل کی تفسیر فکاتبو ھم کر رہا ہے۔ فَكَاتِبُوْهُمْ (تم ان کو مکاتب بنا لو) اس میں امر ندب کیلئے ہے۔ اور فاء اس لئے لائے کیونکہ امر میں شرط کا معنی متضمن ہے۔ الکتاب المکاتبة یہ عتاب اور معاتبہ کی طرح ہیں۔ مکاتبت یہ ہے کہ اپنے غلام کو کہے کاتبتك علی الف درھم اب اگر غلام نے ایک ہزار درہم ادا کر دیئے تو وہ آزاد ہے مطلب یہ ہے کہ میں نے تمہارے لیے اپنے نفس پر یہ چیز لکھ لی ہے کہ تمہیں آزاد کر دیا جائے اگر تم مال کو ادا کر دو اور تم نے اپنے اوپر یہ لکھ لیا ہے کہ تو مال کی ادائیگی میں پورا اترے گا۔

یا میں نے تم پر مال کو دینا لازم کیا اور تم نے مجھ پر آزادی کو لازم کیا۔ مال کی ادائیگی اسی وقت بھی درست ہے اور ایک مدت مقررہ کے بعد بھی اور قسط وار اور یک مشت مہر کی طرح کیوں کہ امر مطلق ہے۔ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا (اور اگر تم ان کے متعلق کوئی بھلائی جانو) خیر سے یہاں قدرت علی الکسب مراد ہے۔ یا امانت و دیانت اور امر کی ندبیت اس شرط سے متعلق ہے۔ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ (اور تم ان کو اس مال سے دو۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھا ہے) اس میں عامة المسلمین کو حکم دیا کہ وہ مکاتبین کی اعانت کریں اور ان کو زکوٰۃ کا حصہ دیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے وفی الرقاب [البقرہ:۱۷۷] قول شافعی رحمۃ اللہ علیہ: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بدل کتابت میں سے چوتھائی ختم کر دو اور یہ ہمارے نزدیک تو بطور ندب ہے۔ مگر صبیح نے اپنے آقا سے مکاتبت کا مطالبہ کیا تو ان کے آقا حویطب نے انکار کیا اس پر یہ آیت اتری۔

غلاموں کی اقسام:

غلاموں کی چار اقسام ہیں نمبر۱۔ غلام خدمت نمبر۲۔ غلام ماذون فی التجارۃ۔ نمبر۳۔ مکاتب، نمبر۴۔ بھاگنے والے غلام۔

اوّل کی مثال:

وہ ولی عزلت نشین ہے جس کو عزلت اس لئے ملی ہے۔ کہ اس نے خلوت کو ترجیح دی اور میل جول کو ترک کر دیا۔ دوسرا ولی العشرۃ ہے اس کو حضرت میں سرگوشی میسر ہے لوگوں سے اس کا میل ملاپ امتحان و تجربہ کیلئے ہے لوگوں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا اور ان کو غیرت کے ساتھ حکم دیتا ہے یہ اللہ کے رسول ﷺ کا خلیفہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے حق وصول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں ڈالی ہوئی بات سمجھتا ہے

اور خدا لگتی بات کہتا ہے۔ یہ دنیا تو اس کیلئے تجارت آخرت کا بازار ہے اور عقل اس کا حقیقی سامان ہے۔ غصہ میں دامن عدل کو وہ تھامنے والا ہے اور رضا مندی الٰہی اس کا میزان ہے۔ فقر و غناء میں میانہ روی اس کا طرۂ امتیاز ہے اور علم اس کی پناہ گاہ اور نجات کا مقام ہے۔ اور قرآن مجید اس کے آقا کا خط ہے جو اس کے لئے اجازت نامہ ہے۔ اگرچہ اپنے ظواہر سے لوگوں میں ملا جلا ہے۔ مگر اپنے سرائر کے اعتبار سے ان سے جدا ہے۔ اس نیک لوگوں کو اپنے حقوق اللہ تعالیٰ کے ساتھ باطن میں تعلق کی وجہ سے چھوڑ دیا پھر اللہ تعالیٰ کی خاطر جو لوگوں کے ظاہرا حقوق اس کے ذمہ بنتے تھے۔ ان کی ادائیگی کیلئے لوگوں سے میل جول اختیار کیا۔ بقول شاعر اس کا حال یہ ہے۔

وَمَا هُوَ مِنْهُمْ بِالْعَيْشِ فِيْهِمْ ☆ ولكن معدن الذّهب الرّغام

ظاہری زندگی گزرانے میں تو وہ ان میں سے رہ رہا ہے مگر حقیقت میں وہ ان میں سے نہیں۔ بلکہ وہ مٹی میں سونے کی کان کی طرح ہے۔ وہ اگرچہ وہی کھاتا ہے جو وہ کھاتے اور وہی پیتا ہے جو وہ پیتے ہیں اور انہیں کیا معلوم کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے وہ خیال کرتا ہے گویا آسمان و زمین اس کے حکم سے قائم رہنے والے ہیں گویا اس کے متعلق کہا گیا ہے۔ اگر تو لوگوں کی موافقت کرے اس حال میں کہ تو ان میں ہے۔ تو یہ اسی طرح ہے مشک بھی تو ہرن کے خون کا ایک حصہ ہی ہے۔ ولی عزلت کا حال تو زیادہ صفائی والا اور زیادہ شاندار ہے۔ مگر ولی عشرت کا حال تو زیادہ اعلیٰ و اوفی ہے رحمان کی بارگاہ احدیت میں اول کا مرتبہ دوسرے کے مقابلے میں ایسا ہے جیسا کہ بادشاہ کے درباری وزیر کا ہم نشین۔ رہے نبی کریم ﷺ تو وہ دونوں طرفوں کے اعتبار سے معزز ہیں۔ موتیوں اور سونے کے ٹکڑوں کا معدن ہیں۔ دونوں حالتوں کے جامع ہیں۔ دونوں میٹھے چشموں کا منبع ہیں۔ آپ کے احوال کا باطن ولی عزلت کیلئے ہدایت کا مینار ہے اور آپ کے ظاہرا اعمال ولی عشرت کیلئے سنگ میل ہیں۔

اور نمبر۳۔ تیسرا مجاہد، محاسبہ کرنے والا، عمل کرنے والا دن اور رات میں پانچ قسطوں سے اپنے مقاصد پورے کرنے والا ہے جیسا کہ مکاتب اپنی اقساط پوری کرتا ہے۔ دوسو میں پانچ کی قسط (زکاۃ مراد ہے) اور سال میں ایک مہینہ کی قسط (روزے) اور عمر میں ایک ملاقات، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اپنے رب کے ہاتھ ان اقساط مرتبہ پر بیچ ڈالا ہے۔ وہ اپنی گردن کو آزاد کرانے کی کوشش کرتا ہے غلامی کا پٹہ اس کی گردن سے نکل جائے اور وہ آزادی کے میدان اور وسعت کی طمع رکھتا ہے۔ تاکہ جنت کے باغ میں وہ چر سکے۔ اور اپنی تمنا کو وہ پاس کے اور اپنی مرضی اور خواہش کو پورا کرے۔ نمبر۴۔ بھاگنے والا غلام۔ یہ تو بہت زیادہ ہیں ان میں سے ایک ظالم قاضی اور عالم بے عمل و کھلاوے کی خاطر قراءت کرنے والا۔ اور قول و فعل میں تضاد والا واعظ اور اس کے اکثر اقوال فضولیات ہوتے ہیں اور ہر ایسے آدمی پر جن کو تیروں کے پیکان بھی فائدہ نہیں دیتے چہ جائیکہ چور، زانی، غاصب کو اس سے فائدہ ہو۔ انہی کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اس دن کی مدد ایسے لوگوں کے ساتھ بھی فرمادے گا جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ (رواہ احمد، طبرانی، مجمع الزوائد)

وقتی سبب بتا کر ڈانٹ پلائی:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ (اور نہ مجبور کرو اپنی لونڈیوں کو زنا پر) ابن ابی کی چھ لونڈیاں۔ معاذہ، مسیلہ،

امیمہ،عمرہ،اروی،قتیلہ بے حیائی کو ناپسند کرتی تھیں اس نے ان پر ٹیکس لگا رکھا تھا دو نے رسول ﷺ کی خدمت میں شکایت کی تو یہ آیت اتری۔ الفتی اور الفتاۃ کا لفظ غلام ولونڈی دونوں کے متعلق بولا جاتا ہے البغاء کا لفظ عورتوں کیلئے زنا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہ البغی کا مصدر ہے۔

اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا (اگر وہ پاکدامنی کا ارادہ کریں) زنا سے بچنے کا یہ شرط اس لئے لگائی گئی کیونکہ اکراہ ہوتا ہی تب ہے جبکہ انکا اپنا ارادہ پاکدامنی اختیار کرنے کا ہو۔زنا پر اپنی مرضی سے آمادہ کو مکرہ نہیں کہا جاتا ہے اور نہ ہی اس کو حکم دینا اکراہ کہلاتا ہے۔ نمبر۲۔یہ آیت ایک سبب کے پیش نظر اتری۔پس نہی بھی اسی سبب کو پیش نظر رکھ کر وارد ہوئی۔اس میں حقیقۃً ان آقاؤں کو توبیخ کی گئی ہے یعنی وہ ضعیف العقل ہو کر پاکدامنی اختیار کرنا چاہتی ہیں تم تو مکمل عقل والے ہو کر پاک دامنی اختیار کرنے کروانے کے زیادہ حقدار ہو۔

لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (تا کہ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہو) یعنی ان کو زنا پر مجبور کر کے تم ان کی کمائی حاصل کرنا چاہتے ہو۔اوران سے اولاد بھی چاہتے ہو۔وَ مَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور جس نے ان کو مجبور کیا پس اللہ تعالیٰ ان کو مجبور کرنے کے بعد بخشنے والے مہربان ہیں۔) اکراھھن ای اکراہ لھن اور مصحف ابن مسعود میں اسی طرح ہے۔حسن رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے لھن ہے اللہ کی قسم۔شاید کہ اکراہ اس کے علاوہ صورت میں ہو جس کو شریعت نے اکراہ کہا ہے اور وہ اکراہ تو وہی ہے جس سے ہلاکت کا خدشہ ہو پس وہ گناہ گار ٹھہری۔پس ہم ان کو بخشنے والے ہیں جبکہ وہ توبہ کریں۔

۳۴: وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ (تحقیق ہم نے تمہاری طرف واضح آیات اتاریں)۔

قراءت: حجازی اور بصری اور ابوبکر اور حماد نے مبیَّنات پڑھا ہے۔یاء کے فتحہ کے ساتھ۔آیات سے مراد وہ آیات ہیں جو اس سورۃ میں واضح کر دی گئی۔احکام وحدود کے معانی میں ان کو کھول دیا گیا۔

نَحو: یہ بھی درست ہے کہ مبیَّنًا ہو اور ظرف میں وسعت ہے۔

دیگر قراء نے کسرہ سے پڑھا ہے۔یعنی احکام وحدود ہی وضاحت شدہ ہیں اور فعل کو اس کا مجاز قرار دیا۔بین بمعنی تبین ہے۔ مثال مشہور ہے قدبین الصبح لذی عینین وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ (اور مثال ان لوگوں کی جو تم سے پہلے ہو گزرے) تمہارے ہم مثل۔یعنی عجیب واقعہ جیسا کہ یوسف و مریم علیہما السلام کا واقعہ یعنی قصہ عائشہ رضی اللہ عنہا وَمَوْعِظَةً (نصیحت) وہ امثال وآیات جن سے نصیحت کی گئی ہے جیسا کہ اس ارشاد میں و لاتاخذ کم بھما رافۃ فی دین اللہ [النور:۲] لولاذ سمعتموہ [النور:۱۲] ولولا اذسمعتموہ [النور:۱۶] یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدًا [النور:۱۷] لِّلْمُتَّقِيْنَ (متقین کیلئے) کیونکہ وہی اس سے فائدہ حاصل کرنیوالے ہیں اگرچہ نصیحت تو تمام کیلئے ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ

اللہ آسمانوں کا اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک

زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا

شیشہ کے قندیل میں ہے وہ قندیل ایسا ہے جیسے ایک چمکدار ستارہ ہو وہ چراغ بابرکت درخت سے روشن کیا جاتا ہو جو زیتون ہے یہ درخت

شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ

نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف، قریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے نور علیٰ نور ہے،

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾

اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے، اور لوگوں کے لئے اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

نورِ ایمان یا نورِ وجود:

۳۵: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) الله نور الاية کی نظیر بمع اس کے ارشاد مثل نورہ ویهدی الله لنورہ ۔تمہارا یہ قول ہے زید کرم وجود۔ پھر تم کہو ینعش الناس بکرمہ وجودہ زید تو نری سخاوت ہے لوگ اس کی سخاوت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہے ذو نور السّٰمٰوت نمبرا۔ آسمانوں کے نور والا ہے۔ اور آسمان وزمین کا نور حق ہے جس کو ظہور و بیان میں نور سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا الله ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور [البقرۃ:۲۵۷] یعنی باطل سے حق کی طرف نکال لاتے ہیں۔ آسمان وزمین کی طرف نور کی اضافت وسعت چمک اور روشنی کے پھیلنے کی وجہ سے ہے۔ یہاں تک کہ اس سے آسمان وزمین روشن ہیں۔ نمبر۲۔ اور یہ جائز ہے کہ اس سے مراد اھل السّٰمٰوت والارض مراد لئے جائیں کیونکہ وہ اس روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ (اور اس کے نور کی مثال) جو اپنی روشنی میں عجیب طرح کا ہے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: مثل نورہ اس کے نور کی مثال یعنی وہ نور جس سے مسلمان کو ہدایت بخشی ہے۔

قراءت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مثل نورہ فی قلب المؤمن کمشکاۃٍ اور ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت میں مثل نورہ المؤمن ہے۔

كَمِشْكٰوةٍ (ایک طاقچہ کی طرح ہے) طاقچہ جیسی حالت ہے اور وہ دیوار میں ایسا روشندان جو باہر کو نہ کھلے۔ فِيْهَا مِصْبَاحٌ (اس میں دیا ہو) بہت بڑا دیا چمکدار دیا۔ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ (دیا شیشے میں ہو) یعنی فی قندیل من زجاج۔ شیشے کے چراغ دان میں ہو۔

قراءت: شامی نے زاء کے کسرہ سے پڑھا ہے۔
اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (شیشے کا فانوس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک موتی جیسا تارا ہے) دری بمعنی روشن۔ یاء کی تشدید اور دال کی ضم سے پڑھا گیا اور در کی طرف نسبت کی گئی ہے اس کی روشنی کی صفائی اور زیادتی کی وجہ سے۔
قراءت: ابوبکر اور علی نے کسرہ اور ہمزہ سے پڑھا ہے۔ گویا کہ وہ اپنی روشنی سے اندھیرے کو بھگاتا ہے۔ اور ضمہ اور ہمزہ کے ساتھ ابوبکر و حمزہ نے پڑھا۔ انہوں نے آب و تاب میں روشن ستاروں میں سے ایک سے تشبیہ دی ہے مثلاً مشتری، زہرہ، وغیرہ۔
يُّوْقَدُ (روشن ہوتا ہے)
قراءت: تُوْقَدُ تخفیف کے ساتھ حمزہ، علی، ابوبکر نے پڑھا ہے۔ یعنی وہ چراغ (الزجاجۃ) اور یوقد تخفیف کے ساتھ شامی اور نافع، حفص نے پڑھا ہے۔ تَوَقَّدَ مکی اور بصری نے پڑھا ہے یعنی یہ دیا (المصباح) مِنْ شَجَرَةٍ (درخت سے) یعنی اس کے جلنے کی ابتداء زیتون کے درخت سے ہے یعنی اس کی بتی کو زیتون کے تیل سے سیراب کیا جاتا ہے۔ مُّبٰرَكَةٍ (مبارک سے) جو بہت زیادہ منفعت بخش یا اس لئے کہ وہ ایسی زمین میں اگتا ہے جس میں جہان والوں کیلئے برکت دی ہے۔ ایک قول یہ ہے اس میں برکت اس طرح دی کہ ستر پیغمبر مبعوث فرمائے جن میں ایک ابراہیم علیہ السلام ہیں۔
زَيْتُوْنَةٍ (یعنی زیتون کا) یہ شجرۃ سے بدل ہے اس کی صفت لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ہے (نہ مشرقی ہے اور نہ مغربی) اس کے اُگنے کا مقام شام ہے۔ یعنی نہ وہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں بلکہ دونوں کے وسط میں ہے اور ملک شام ہے اور بہترین و عمدہ زیتون شام کا ہے۔
ایک قول یہ ہے وہ ایسے مقام پر زیتون واقع ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت ہی اس پر شعاعیں نہیں پڑتی اور نہ ہی غروب کے وقت بلکہ صبح شام کے تمام اوقات میں اس پر شعاعیں پڑتی ہیں پس وہ درخت مشرقی بھی ہے اور مغربی بھی۔ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ (قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے) یعنی اس کا تیل وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ (اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے) اس میں تیل کی تعریف صفائی اور سفیدی میں فرمائی کہ وہ اپنی چمک کی وجہ سے بغیر آگ کے روشن ہوا چاہتا ہے۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ (وہ نور بالائے نور ہے) یعنی یہ نور جس کے ساتھ حق کو تشبیہ دی ہے یہ کئی گنا بڑھنے والا نور ہے۔ اور اس اضافہ میں طاقچہ، فانوس اور دیا اور زیتون کا تیل ایک دوسرے کے معاون بنے ہیں یہاں تک کہ ذرہ بھر کسر اس نور کے قوی ہونے میں باقی نہیں رہی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دیا جب ایک طاقچہ کی طرح تنگ مقام میں ہو تو اس کی روشنی مجتمع ہو جاتی ہے اور کھلے مقام پر دیا پڑا ہو تو روشنی پھیل کر مدہم پڑ جاتی ہے اور روشنی کے اضافہ میں سب سے بڑھ کر معاون چیز فانوس ہے اسی طرح زیتون کا صاف و شفاف تیل بھی روشنی میں معاون ہے۔

ایک محسوس مثال:

مثال ایک محسوس، جانی پہچانی، جسم دار چیز کی پیش کی گئی نہ کسی بلند اور مشاہدہ اور معاینہ میں نہ آنے والی چیز کی ابوتمام صاحب الحماسہ نے جب مامون الرشید کی مدح میں کہا۔ عمرو کا اقدام اور حاتم کی سخاوت، احنف کا حلم اور ایاس کی ذکاوت جناب میں جمع ہے۔ اس کو لوگوں نے کہا جن لوگوں سے تو نے خلیفہ کو تشبیہ دی ہے خلیفہ تو ان سے بڑھ کر ہیں تو اس نے فی البدیہ یہ کہا۔ کم

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾

ایسے گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے ایسے لوگ صبح شام اللہ کی پاکی بیان کرتے

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ

ہیں جنہیں اللہ کی یاد سے، اور نماز پڑھنے سے، اور زکوٰۃ دینے سے، سوداگری اور خرید و فروخت کرنا غفلت میں نہیں ڈالتا، وہ اس دن سے

يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ

ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی، تاکہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا اچھے سے اچھا بدلہ دے اور اپنے فضل سے انہیں

مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

اور بھی زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بلاحساب رزق دیتا ہے۔

مرتبہ لوگوں کے ساتھ خلیفہ کی مثال دینے پر تعجب مت کرو۔ سخاوت اور شجاعت کی منتشر مثالیں جو میں نے دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال ایک اقل چیز طاقچہ اور بتی سے دی ہے۔

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ (اللہ تعالیٰ اپنے نور کے ذریعہ جس کو چاہتا ہے ہدایت یاب کر دیتا ہے) اس چمکدار نور کی طرف مَنْ يَّشَآءُ (جس کی وہ چاہتا ہے) اپنے بندوں میں سے یعنی اللہ تعالیٰ حق کو پالینے کیلئے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے الہام فرماتا ہے۔ یا دلیل میں غور کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ (اور اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتا ہے) بات کو ان کے فہموں کے قریب تر کرنے کیلئے تاکہ وہ عبرت حاصل کر کے ایمان لائیں۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) وہ ہر چیز کو کھول کر بیان کرتے ہیں جس چیز کا انسانوں کے علم میں آنا ممکن ہو۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: مثل نوری نور الله الذی هدی به المؤمن میرے نور کی مثال اللہ تعالیٰ کا وہ نور جس سے مؤمن کی راہنمائی فرمائی۔

قراءت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ مثل نوره فیقلب المؤمن کمشکاة۔ وقرأ اُبیّ مثل نور المؤمن۔

فی بیوت کا تعلق مشکاۃ سے ہے:

۳۶: فِيْ بُيُوْتٍ (ایسے گھروں میں) یہ مشکوٰۃ سے متعلق ہے یعنی جیسا کہ طاقچہ جو کسی مسجد میں ہو۔ گویا اس طرح فرمایا مثل نورہٖ کماتری فی المسجد نور المشکاۃ التی من صفتها کیت و کیت اس کے نور کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ تم مسجد میں اس طاقچے کی روشنی دیکھتے ہو جو طاقچہ ان ان صفات سے متصف ہے۔ یا نمبر۲۔ توقد سے متعلق ہے ای توقد فی بیوت وہ دیا گھروں میں جلایا جاتا ہے۔

نمبر۳۔یسبح سے متعلق ہے ای یسبح له رجال فی بیوت اس کی تسبیح کچھ لوگ کرتے ہیں ایسے گھروں میں اور نمبرا۔فیھا کالفظ باردیگر لایا گیا ہے اس سے تاکید مقصود ہے۔مثلاً زید فی الدار جالس فیھا۔ نمبر۲۔محذوف سے متعلق ہے ای سَبِّحُوْا فی بیوت تم ایسے گھروں میں تسبیح کرو۔اَذِنَ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ نے حکم دیا) اَنْ تُرْفَعَ (کہ ان کو بنایا جائے۔) جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا:واذیرفع ابراھیم القواعد [البقرہ:۱۲۷] نمبر۲۔تعظیم کرنے کا حکم دیا اس صورت میں یہ الرفعۃ سے لیا جائے گا۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ:اللہ تعالیٰ نے تعمیر میں بلندی کا حکم نہیں دیا بلکہ تعظیم میں بلندی کا حکم دیا۔وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ (ان میں ذکر کیا جائے اس کے نام)اس میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔نمبر۲۔ہر ذکر کیلئے یہ عام ہے۔

صالحین کی صفات کا تذکرہ:

یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (صبح وشام ان مساجد میں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں) یعنی اس کے لئے اس میں صبح کے وقت نماز فجر اور شام کو ظہر،عصر اور مغرب وعشاء پڑھتے ہیں۔

نکتہ:غدوٌ کالفظ واحد لایا گیا کیونکہ اسوقت میں پڑھی جانے والی نماز ایک ہے اور اصال میں کئی نمازیں ہیں اور اصال جمع اُصُل کی ہے اور اُصُل جمع اصیل کی ہے اور پچھلے پہر کو کہا جاتا ہے۔

۳۷:رِجَالٌ (ایسے مرد) یہ یسبح کا فاعل ہے۔

قراءت:شامی،ابوبکر نے یُسَبَّحُ پڑھا ہے،اور اس کا اسناد تینوں ظروف میں سے کسی ایک کی طرف کیا جاتا ہے میری مراد لہ،فیھا بالغدو ہے اور رجال مرفوع ہے۔اس بناء پر جس پر یسبح دلالت کرتا ہے ای یسبح له۔لَّا تُلْهِیْهِمْ (ان کو غافل نہیں کرتی) تِجَارَةٌ (کوئی تجارت) حالت سفر میں وَّ لَا بَیْعٌ (اور خرید وفروخت) گھر موجودگی میں۔ایک قول التجارۃ اسم جنس ہے مطلقاً خریدنا مراد ہے خواہ کسی نوع کا ہو۔ایک اور قول بیع کو تجارت کے بعد خاص طور پر ذکر کیا حالانکہ تجارت میں یہ شامل ہے کیونکہ بیع شراء کی نسبت غفلت میں زیادہ مبتلا کرنیوالی ہے۔اس لئے کہ نفع بخش بیع میں نفع یقینی ہے اور شراء تو گمان نفع کا ہے۔

عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی یاد سے) خواہ دل کے ساتھ ہو خواہ زبان سے وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ (اور نماز کے قائم کرنے سے) نماز کی اقامت سے۔اقامۃ میں تاء اس الف کے عوض میں ہے جو تعلیل کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے یہ اصل میں اقواما تھا۔جب واؤ کو الف سے بدلا تو دو الف جمع ہوئے ایک التقائے ساکنین کی وجہ سے گرا دیا پس اقاما باقی رہا محذوف کے بدلے تاء کو لائے۔ جب مضاف کیا تو اضافت کو قائم مقام تاء کے لائے اور تاء کو ساقط کر دیا۔

وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوةِ (زکوۃ کی ادائیگی سے) ای عن ایتاء الزکاۃ مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی تجارت نہیں کہ جو ان کو غافل کردے جیسا اولیائے عزلت۔نمبر۲۔خرید وفروخت کے دوران بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہیں اور جب نماز کا وقت آجائے تو بوجھ محسوس کرنے کے بغیر فوراً کھڑے ہوجاتے ہیں جیسا کہ اولیائے عشرت ہیں۔

یَخَافُوْنَ یَوْمًا (وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں) یعنی قیامت کا دن۔

نحو:یہ تلھیھم کی ضمیر سے حال ہے یا نمبر۲۔رجال کی صفت ثانی ہے۔تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ (جس میں بہت سے دل اور

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُھُمْ کَسَرَابٍ بِقِیْعَۃٍ یَّحْسَبُہُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ط حَتّٰٓی اِذَا جَآءَہٗ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت ہو جسے پیاسا آدمی پانی سمجھ رہا ہو، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا

لَمْ یَجِدْہُ شَیْئًا وَّ وَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ فَوَفّٰہُ حِسَابَہٗ ط وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ اَوْ

تو اس کو کچھ بھی نہ پایا۔ اور اس نے وہاں اللہ کی قضاء کو پا لیا سو اللہ نے اس کا حساب پورا کر دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے یا

کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰہُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ سَحَابٌ ط ظُلُمٰتٌ م بَعْضُھَا

جیسے کسی گہرے سمندر کے اندرونی حصہ میں اندھیریاں ہوں جسے موج نے ڈھانک رکھا ہو اس کے اوپر ایک موج ہو اس کے اوپر بادل ہو، اندھیریاں ہیں ان میں سے بعض

فَوْقَ بَعْضٍ ط اِذَآ اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰھَا ط وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع

بعض کے اوپر ہیں۔ جب اپنے ہاتھ کو نکالے تو اسے نہ دیکھ پائے۔ اور جس کے لئے اللہ نور مقرر نہ فرمائے سو اس کے لئے کوئی نور نہیں۔

آنکھیں پلٹ جائیں گی) اس وجہ سے کہ دل حلق کو پہنچ جائیں گے۔ وَالْاَبْصَارُ (اور آنکھیں) پتھرانے کی وجہ سے یا نیلگوئی کے سبب نمبر۲۔ دل ایمان کی طرف پلٹ آئیں گے حالانکہ وہ پہلے کفر کرتے تھے۔ اور آنکھیں کھلے طور پر معائنہ کریں گی اس کے باوجود کہ وہ پہلے سرکشی کی وجہ سے انکاری ہونگی جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے فکشفنا عنك غطائك فبصرك الیوم حدید [ق:۲۲]

۳۸: لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ (تاکہ اللہ تعالیٰ ان کا بہترین بدلہ عنایت کرے اور اپنے فضل سے اس سے زائد بھی عنایت فرمائے) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے اور ڈرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ عنایت فرمائے یعنی تاکہ ان کو دوگنا ثواب سے بدلہ دے۔ ویزیدھم (اور اس میں اضافہ فرمائے) عمل پر مقررہ ثواب پر بطور فضل اضافہ فرمائے۔ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب رزق دیتے ہیں) یعنی جس کو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں ایسا ثواب دیتے ہیں جو دیگر مخلوق کے حساب میں داخل نہیں ہوتا یہ تو اللہ تعالیٰ کے نور سے ہدایت یافتہ کی صفات ہیں۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے گمراہی کو وطیرہ بنالیا انکا تذکرہ اگلی آیت میں فرمایا ہے۔

کفار کے اعمال کی دو مثالیں:

۳۹: وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُھُمْ کَسَرَابٍ (اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے اعمال سراب کی طرح ہیں) سراب دوپہر کے وقت چلچلاتی دھوپ میں چمکتی ہوئی ریت جو پانی کا سیلاب معلوم ہوتا ہے۔ بِقِیْعَۃٍ یہ قاع یا بقاع کی جمع ہے ہموار میدان جیسا کہ جیرۃ وجار۔ یَّحْسَبُہُ الظَّمْاٰنُ (گمان کرتا ہے اس کو پیاسا) مَآءً حَتّٰٓی اِذَا جَآءَہٗ (پانی یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے) یعنی وہ اس کی طرف آیا جس کو اس نے پانی خیال کیا۔ لَمْ یَجِدْہُ شَیْئًا (اس نے کچھ بھی نہ پایا) جیسا اس نے گمان کیا وَّ وَجَدَ اللّٰہَ (اور اس نے اللہ تعالیٰ کو پایا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے بدلے کو پایا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا یجد اللہ

غفورًا رحیمًا [النساء:۱۱۰] یعنی وہ اس کی مغفرت اور رحمت کو پائے گا۔ عِنْدَہٗ (اپنے پاس) ہٗ کا مرجع کافر ہے (کافر کے پاس) فَوَفّٰهُ حِسَابَهٗ (پس اس نے پورا پورا دے دیا اس کا حساب) اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے دیا۔

سوال: والذین کفروا میں جمع لائے اور یہاں ضمائر واحد ذکر کیں؟

جواب: ہر ہر کافر کا لحاظ کر کے ضمیر واحد لائے۔

وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ (اور اللہ جلد حساب لینے والے ہیں) کیونکہ اس کو شمار و حساب کی محتاجی نہیں اور ایک حساب اس کو دوسرے کے حساب سے مشغول نہیں کر سکتا۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کا حساب قریب ہے کیونکہ ہر آنے والا قریب ہے۔

حاصلِ آیت:

اس آیت میں اس شخص کے اعمال کو جو ایمان نہ رکھتا ہو اور نہ اعمال صالحہ میں طریق حق کی پیروی کرتا ہو مگر ان اعمال صالح پہ خوش گمانی رکھتا ہو کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کام دیں گے اور اس کے عذاب سے نجات کا باعث ہونگے پھر آخرت میں اس کی امید بھر نہ آئے بلکہ اس کے اندازے کے خلاف واقع ہو۔ سراب سے تشبیہ دی جس کو کافر میدانِ حشر میں دیکھے گا۔ اور قیامت کے دن کی پیاس اس پر چھا چکی ہوگی وہ اس کو پانی سمجھ کر اس کی طرف جائے گا۔ تو وہاں اپنی امید کو بار آور نہ پائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو وہاں پائے گا۔ جو اسے پکڑ کر جہنم کی طرف کھینچ کر لے جائیں گے۔ اور گرم پانی اور غساق پلائیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا گیا۔ عاملة ناصبة [الغاشیۃ:۳] دوسری آیت میں وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا [الکھف:۱۰۴]

ایک قول: یہ آیت عتبہ بن ربیعہ بن امیہ کے متعلق اتری۔ اس نے زمانۂ جاہلیت میں دین حق کی تلاش میں رہبانیت اختیار کر لی تھی جب اسلام آیا تو اس نے انکار کر دیا۔

۴۰: اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ (یا ان کے اعمال اندھیروں کی طرح ہیں جو سمندر میں ہوں) یہاں اَو کا لفظ اسی طرح ہے جیسا کہ: او کصیب [البقرۃ:۱۹] میں ہے۔ لُّجِّیٍّ (جو گہرا ہو) بہت زیادہ پانی والا گہرا۔ یہ اللُّج سے اسم منسوب ہے۔ لُجّ پانی کا وہ حصہ جہاں پانی زیادہ ہو۔ یَّغْشٰهُ (ڈھانپے اس کو) یعنی سمندر کو ڈھانپے یا اس شخص کو ڈھانپے اور اس پر غالب آ جائے اور اس پر چھا جائے۔ مَوْجٌ (موج) پانی کی اٹھنے والی لہر مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ (اس موج کے اوپر موج ہو) مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ (اور اس کے اوپر پانی ہو) اوپر والی موج پر بادل ہو ظُلُمٰتٌ (اندھیرے) یعنی یہ اندھیرے ہیں۔ نمبرا۔ بادل کا اندھیرا نمبر۲۔ موج کا اندھیرا نمبر۳۔ سمندر کا اندھیرا۔ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں) لہر کا اندھیرا سمندر کے اندھیرے پر اور لہر کا اندھیرا دوسری لہر پر اور پھر بادل کا اندھیرا موج پر چھایا ہوا ہے۔

اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ (جب وہ اپنا ہاتھ نکالتا ہے) وہ شخص جو سمندر میں گرنے والا ہے۔ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا (وہ اپنے ہاتھ کو دیکھنے کے قریب بھی نہیں) یہ نہ دیکھنے میں مبالغہ ظاہر کرنے کیلئے فرمایا مطلب یہ ہے کہ وہ دیکھنا تو در کنار دیکھنے کے قریب بھی نہیں۔

فائدہ: ان کے اعمال کو اولاً نفع کے حاصل نہ ہونے بلکہ نقصان دہ ہونے کو سراب سے تشبیہ دی۔ اس کو وہ شخص قطعاً کام نہ آئے گا جس نے اس کو دور سے دھوکا دیا اور نہ ہی وہ اس کی رسوائی و ناکامی کیلئے کافی ہوگا۔ اگرچہ دوسرے کو جس طرح سراب سے کوئی

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور پرندے جو پر پھیلائے ہوئے ہیں ہر ایک نے

عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

اپنی نماز اور تسبیح کو جان لیا ہے۔اور جن کاموں کو لوگ کرتے ہیں اللہ انہیں جانتا ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے ملک ہے آسمانوں کا اور زمین کا

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى

اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادل کو چلاتا ہے۔پھر بادلوں کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہہ بہ تہہ بنا دیتا ہے۔ پھر اے مخاطب

الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ

تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے۔اور بادل سے یعنی بادل کے بڑے بڑے ٹکڑوں میں سے جو پہاڑ کی طرح ہیں اولے برساتا ہے پھر ان کو جس پر

بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾

چاہتا ہے گرا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کو ہٹا دیتا ہے،قریب ہے کہ اس کی بجلی کی روشنی آنکھوں کو ختم کر دے۔

فائدہ نہ ہوا اس کو بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اس نے زبانیہ کو وہاں پالیا جو اس کو کھینچ کر آگ کی طرف لے جائیں گے۔ دوسری مرتبہ اس کے اعمال کو اندھیرے اور سیاہی میں تشبیہ دی۔ کیونکہ وہ اعمال باطل ہیں۔اور نور حق سے خالی ہونے کو ظلمات سے تشبیہ دی۔ ایسے اندھیرے جو تہ بہ تہ ہوں جیسے موج بحر کا اندھیرا۔ امواج وسحاب کے اندھیرے۔وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (اور جس کو اللہ تعالیٰ نے روشنی عنایت نہ فرمائی ہو اس کو روشنی نہیں مل سکتی) جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیں وہ ہدایت نہیں پا سکتا۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

حدیث میں ہے کہ: خلق الله الخلق فی ظلمة ثم رش عليهم من نوره فمن اصابه من ذلك النور اهتدى ومن اخطاه ضل۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا۔ پھر اپنا کچھ نور اس پر ڈال دیا پس جس پر اس نور کا کوئی چھینٹا پڑ گیا وہ ہدایت یاب ہو گیا۔اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا۔

۴۱: اَلَمْ تَرَ (کیا آپ نے نہیں دیکھا) کیا تمہیں معلوم نہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا علم جو معائنہ کی طرح یقینی ہو۔اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ (کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے بھی اس حال میں کہ وہ اپنے پر پھیلائے ہوتے ہوں)

نحو: الطَّيْرُ کا عطف مَن پر ہے۔اور صافات یہ الطیر سے حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ ہوا میں اپنے پر پھیلائے ہوں۔

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ (ان میں سے ہرایک اپنی دعا اور تسبیح سے واقف ہے) علم میں ضمیر کل کی طرف راجع ہے۔ یا اللہ کی طرف راجع ہے۔ اسی طرح صلاتہ اور تسبیحہ کی ضمیروں کے دونوں مرجع بن سکتے ہیں۔

الصلاۃ بمعنی دعا۔ اس میں کوئی بعید بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ پرندوں کو ان کی دعا و تسبیح الہام کرتا ہو جیسا کہ ان کو دیگر دقیق علوم الہام کرتا ہے جن کو عقلاء کی عقل بھی دریافت نہیں کر سکتی۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کو جاننے والے ہیں) اس کے علم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

۴۲: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے آسمان و زمین) کیونکہ وہ ان کا خالق ہے اور کسی چیز پر تملیک یہ مالکیت ہی کا اثر ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف تمام نے لوٹنا ہے۔)

۴۳: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا (کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو ہنکاتا ہے) وہ چلا کر بھیجتا ہے جہاں وہ ارادہ فرماتا ہے۔

نحو: سحابا یہ جمع سحابۃ کی ہے اس کی دلیل ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ (پھر ان کو جوڑتا ہے) ثم یولف بینہٗ میں ہٗ کی ضمیر کو لفظ کا لحاظ کر کے مذکر لایا گیا ہے یعنی ان کو ایک دوسرے سے ملا کر یکجا کرتا ہے۔ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا (پھر اس کو تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے) تہہ بہ تہہ ایک دوسرے کے اوپر فَتَرَى الْوَدْقَ (پھر تم بارش کو دیکھتے ہو) يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ (اس کے شگافوں سے نکلتی ہے) اس کے پھٹے ہوئے اور نکلنے کے مقامات سے۔ یہ خلل کی جمع ہے جیسے جبال جمع جبل کی ہے وَيُنَزِّلُ (اور وہ اتارتا ہے)۔

قراءت: يُنْزِلُ مکی و بصری نے پڑھا ہے۔

مِنَ السَّمَآءِ (آسمان سے)

نحو: من ابتدائے غایت کیلئے ہے۔ کیونکہ اتارنے کی ابتداء آسمان سے ہوتی ہے۔ مِنْ جِبَالٍ (پہاڑوں سے)

نحو: من تبعیضیہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو آسمان کے بعض پہاڑوں سے اتارتے ہیں۔

فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ (ان میں جو اولے ہیں) یہ من بیانیہ ہے۔ نمبر۲۔ اول دونوں من ابتدائیہ اور یہ من تبعیض کیلئے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ اولے اتارتا ہے آسمان سے پہاڑوں سے جو اس آسمان میں سے ہیں۔ اول صورت میں يُنَزِّلُ کا مفعول من جبالٍ ہے۔ یعنی بعض پہاڑ اور معنی یہ ہوگا بعض پہاڑ جن میں اولے ہیں آسمان میں اولوں کے پہاڑ قدرت کیلئے بعید و مشکل نہیں جیسے کہ زمین میں پتھر کے پہاڑ۔

نمبر۳۔ پہاڑوں کے تذکرہ سے کثرت مراد ہے جیسا کہا جاتا ہے فلان یملك جبا لاً من ذھب کہ فلاں کثیر دولت کا مالک ہے۔ یعنی آسمان سے کثرت سے اولے برساتا ہے۔ فَيُصِيْبُ بِهٖ (پس وہ اولے پہنچا دیتا ہے) یعنی وہ اولے مَنْ يَّشَآءُ (جس کو وہ چاہتا ہے) جس انسان اور اس کی کھیتی پر گرانا چاہتا ہے۔ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ (اور جس سے چاہتا ہے پھیر لیتا ہے) پس وہ اس پر نہیں گراتا۔ نمبر۲ جس کو چاہتا ہے وہ سزا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے اس سے اسکو سزا نہیں دیتا۔ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ (قریب ہے کہ اسکی بجلی کی چمک) سنا روشنی کو کہتے ہیں۔ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (آنکھوں کو جھپٹ لے) اچک لے اسکے ذریعہ۔

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِى الۡاَبۡصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ

اور اللہ رات اور دن کو بدلتا ہے اس میں ضرور عبرت ہے آنکھ والوں کے لئے۔ اور اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو

دَآبَّةٍ مِّنۡ مَّآءٍ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰى بَطۡنِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰى رِجۡلَيۡنِ ۚ

پانی سے پیدا فرمایا پھر ان میں بعض وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰٓى اَرۡبَعٍ ؕ يَخۡلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۴۵﴾

اور بعض وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قراءت: یزید نے یاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ بہ یُذۡهِب۔

۴۴: يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ (اللہ تعالیٰ دن اور رات کو الٹ پلٹ کرتا ہے) لمبائی اور چھوٹائی کے مختلف ہونے کے ساتھ پھیرتا ہے ایک دوسرے کے پیچھے آنا۔ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) بادلوں کے اس ملنے اور بارش اور سردی کے اتارنے، دن اور رات کے آنے جانے میں نشانیاں ہیں۔

لَعِبۡرَةً لِّاُولِى الۡاَبۡصَارِ (البتہ عبرت ہے آنکھوں والوں کے لیے) عقل مندوں کیلئے۔

آیات کا ربط:

ربوبیتِ باری تعالیٰ پر دلائل ذکر فرمائے۔ نمبر۱۔ آسمان وزمین میں ان کی تسبیح کا ذکر کیا۔ نمبر۲۔ جو ان کے مابین اڑنے والے ہیں ان کا تسبیح کرنا اور اس سے دعا کرنا مذکور ہوا۔ نمبر۳۔ بادلوں کو مسخر کرنا الی آخرہٖ یہ وجود باری تعالیٰ پر واضح دلائل ہیں اور غور وتدبیر کرنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ کی صفات کو واضح کرنے والے نشانات ہیں۔ پھر ایک اور دلیل اس انداز سے ذکر فرمائی۔

۴۵: وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ (اور اللہ ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا)

قراءت: حمزہ وعلی نے خالق کل پڑھا ہے۔

دابہ کی مراد:

دَآبَّةٍ (ہر حیوان کو جو زمین پر رینگتا ہے) مِّنۡ مَّآءٍ (پانی سے) نمبر۱۔ ایک خاص نوع کے پانی سے جو اس دابہ کے ساتھ خاص تھا۔ نمبر۲۔ ماء مخصوص یعنی نطفہ ہے۔ پھر نطفہ سے تخلیقات میں بعض کو کیڑے مکوڑے اور بعض کو چوپائے اور بعض کو انسان بنا دیا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا یسقیٰ بماءٍ واحدٍ ونفضل بعضھا علی بعض فی الاکل [الرعد:۴]

طریقِ استدلال:

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا کوئی خالق ومدبر ہے ورنہ ایک اصل سے یہ مختلف کیسے بن گئے۔

وجہ فرق: اس آیت میں ماء کو نکرہ لائے جبکہ دوسری آیت وجعلنا من الماء کل شیئ حیٍّ [الانبیاء: ۳۰] میں الماء معرفہ لایا گیا ہے؟

جواب: کیونکہ اس جگہ مقصود یہ تھا کہ حیوانات کی تمام اجناس کو جنس ماء سے پیدا فرمایا گیا ہے اور وہی ان کی اصل ہے اگرچہ ان کے درمیان بہت سے وسائط ہیں۔

قول بعض علماء:

نمبر۱۔ اولاً اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا فرمایا پھر اس سے آگ پیدا فرمائی اور ہوا اور مٹی۔ پھر نار سے جنات کو پیدا فرمایا۔ اور ریح سے ملائکہ اور مٹی سے آدم اور دیگر دوائب الارض کو پیدا فرمایا۔ جب دابہ کا لفظ ممیز اور غیر ممیز تمام کو شامل ہے پھر تمیز والوں کو غلبہ دیکر بقیہ پر وہی حکم لگا دیا۔ گویا تمام دواب تمیز والے ہیں اسی لئے فرمایا۔

پیٹ پر چلنے والے جاندار:

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ (پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں) جیسے سانپ، مچھلی، نمبر۱۔ اس میں پیٹ کے بل رینگنے کو استعارۃً مشی سے تعبیر فرمایا جیسا کہ امر مستمر میں کہا جاتا ہے قدمشی هذاالامر ۔ نمبر۲۔ بطریق مشاکلت فرمایا کیونکہ زاحف کو ماشی کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ (اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو دو ٹانگوں پر چلتے ہیں) مثلاً انسان، پرندے وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ (اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔) مثلاً بہائم ۔

ترتیب عجیب:

اولاً ان کو لائے جو قدرت میں زیادہ فائق ہیں۔ اور وہ وہی ہیں جو آلۂ مشی کے بغیر چلتے ہیں مثلاً ٹانگیں وغیرہ پھر دوسرے نمبر پر دو ٹانگوں پر چلنے والے پھر چار ٹانگوں پر چلنے والے۔ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں) جس طرح چاہتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے) کوئی چیز اس پر مشکل نہیں۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۴۶) وَيَقُوْلُوْنَ

واقعی بات یہ ہے کہ ہم نے ایسی آیات نازل کی ہیں جو بیان کرنے والی ہیں، اور اللہ جسے چاہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے، اور وہ لوگ کہتے ہیں

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ

کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور ہم فرماں بردار ہیں پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فریق روگردانی کر لیتا ہے، اور یہ لوگ

اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ (۴۷) وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

مؤمن نہیں ہے، اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دے تو ان میں کا ایک فریق

مُّعْرِضُوْنَ (۴۸) وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ (۴۹) ؕ اَفِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ

اسی وقت پہلو تہی کر لیتا ہے، اور اگر ان کا کوئی حق ہو تو اس کی طرف فرمانبردار بنے ہوئے چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں مرض ہے یا

ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۵۰) ع رکوع ۱۲ الربع

انہیں شک ہے یا انہیں اس بات کا خوف ہے کہ ان پر اللہ اور اس کا رسول ظلم کریں گے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ یہی لوگ ظالم ہیں۔

۴۶: لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ (تحقیق ہم نے واضح آیات نازل کی ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کی چاہتے ہیں راہنمائی فرماتے ہیں) اپنی مہربانی اور مشیت سے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سیدھے راستہ کی طرف) دین اسلام کی طرف جو کہ جنت کی طرف پہنچانے والا ہے۔ پس یہ آیات تو اس کی حجت ودلیل کو لازم کرنے کیلئے ہیں۔

تین گروہ:

۴۷: جب آیات کے اتارنے کا ذکر ہو چکا اب اس کے بعد لوگوں کے تین گروہوں میں بٹ جانے کا ذکر کیا۔ نمبرا۔ ایک جماعت نے ظاہراً ان آیات کی تصدیق اور باطناً تکذیب کی یہ منافق کہلائے دوسری جماعت نے ظاہر و باطن سے تصدیق کی یہ مخلصین کی جماعت ہے نمبر۳۔ تیسرا گروہ اس نے ظاہر و باطن میں تکذیب کی یہ کافر ہیں۔ اسی ترتیب سے تذکرہ آ رہا ہے ارشاد فرمایا۔ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ (وہ اپنی زبانوں سے آمنا باللہ وبالرسول کہتے ہیں۔) وَاَطَعْنَا (اور ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی) ثُمَّ يَتَوَلّٰى (پھر ایک جماعت اللہ تعالیٰ اس کے رسول کے حکم کو ماننے سے گریزاں ہے۔) فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ (اس اقرار کے بعد) امنا باللہ و بالرسول واطعنا۔ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ (حالانکہ وہ مؤمن نہیں ہیں) یعنی مخلص نہیں اس کہنے والوں کے قول امنا اطعنا کی طرف اشارہ ہے فقط اس فریق کی طرف اشارہ نہیں جو معرض ہے اس میں اس بات کی اطلاع دی گئی ہے کہ ان تمام کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ جس کا سبب ان کا غلط اعتقاد اور اعراض ہے۔ اگرچہ اعراض والی حرکت بعض سے سرزد ہوتی ہے مگر اعراض پر پورا طبقہ راضی اور خوش ہوتا ہے (اور رضاء بالکفر بھی کفر ہے۔)

۴۸: وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے) رسول اللہ ﷺ کی طرف۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہتے ہیں۔ اعجبنی زیدٌ و کرمہ مراد اس سے کرم زید ہے مجھے زید کی سخاوت پسند ہے۔ لِیَحْکُمَ (تاکہ وہ فیصلہ کریں۔) رسول ﷺ بَیْنَھُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مُّعْرِضُوْنَ (ان کے مابین تو اسی وقت ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی ہے) اچانک ایک گروہ اعراض کر جاتا ہے۔

شانِ نزول : یہ بشر منافق اور اس کے مخالف یہودی کے متعلق نازل ہوئی جبکہ دونوں کا ایک قطعۂ زمین پر جھگڑا ہوا۔ یہودی اس کو رسول ﷺ کی خدمت میں لے جانے کی کوشش کر رہا تھا اور منافق کعب بن اشرف یہودی کے پاس لے جانا چاہتا تھا۔ اور کہتا محمد (ﷺ) ہم پر ظلم کریں گے (نعوذ باللہ)

۴۹: وَاِنْ یَّکُنْ لَّھُمُ الْحَقُّ (اور اگر واقعی ان کا حق ہوتا) جب ان کا حق دوسرے پر لازم ہوتا۔ یَاْتُوْۤا اِلَیْہِ (تو رسول (ﷺ) کی طرف آتے۔) مُذْعِنِیْنَ (دوڑتے ہوئے)۔

نحو : یہ حال ہے۔ اور اطاعت میں جلدی کرتے ہوئے تاکہ اپنا حق طلب کریں اس لئے نہیں کہ آپ کے فیصلہ پر راضی ہوں۔
قول زجاجؒ: الاذعان تیزی جس میں طاعت ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ آپ تو خالص حق اور ترا عدل قائم فرمائیں گے۔ اس لئے آپ سے فیصلہ کرانے سے اعراض کرتے ہیں کیونکہ انہیں حق قبول کرنا پڑے گا۔ اور آپ ان کے مخالف کا حق ان سے چھین کر حقدار کے حوالے کریں گے۔ اور جب ان کا اپنا حق بنتا ہو اور مخالف ناحق پر ہو تو جلدی سے آپ کی طرف آتے ہیں۔ اور آپ کے فیصلہ میں سے ان کو اتنی بات پسند ہے کہ ان کا حق آپ ان کے مخالف سے لے کر انہیں دلائیں بس۔

اعراض کی تین وجوہ:

۵۰: اَفِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ یَخَافُوْنَ (کیا ان کے دلوں میں کوئی بیماری ہے یا وہ شک میں پڑ گئے ہیں) یا وہ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَرَسُوْلُہٗ (یہ اندیشہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی کرے گا) آپ کے فیصلہ سے اعراض کے معاملہ کو تقسیم کیا اور تین وجوہ بیان فرمائیے۔ نمبر۱۔ جبکہ فیصلہ ان کے خلاف جاتا ہو۔ کہ اولاً تو ان کے دل بیمار ہیں۔ ان میں منافقت بھری ہے۔ نمبر۲۔ یا آپ کے معاملۂ نبوت میں شک کرنے والے ہیں۔ نمبر۳۔ یا پھر آپ کی طرف سے حق تلفی کا خدشہ ہے۔ پھر اس تیسری صورت کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ بَلْ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں) یعنی ان کو یہ خطرہ نہیں کہ ان کی حق تلفی ہوگی کیونکہ وہ آپ کی حالت سے واقف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ظالم ہیں اور صاحب حق کا حق مار کر ظلم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کی مجلس میں یہ کرایا نہیں جا سکتا اسی وجہ سے آپ کے ہاں فیصلہ لے جانے سے کتراتے ہیں۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا دُعُوْا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَّقُوْلُوْا

جب مومنین کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو ان کا کہنا یہی ہوتا ہے

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۭ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵۱ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ

کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔اور یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔ اور جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے

وَيَتَّقْهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۵۲

اور اس کی نافرمانی سے بچے، سو یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔

۵۱: إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ (مسلمانوں کا قول) قول حسن رحمۃ اللہ علیہ: قولُ کا لفظ رفع سے پڑھا جائے گا۔ مگر نصب زیادہ قوی ہے کیونکہ دونوں اسموں میں سے پہلا تعریف میں دوسرے کی نسبت زیادہ مشغول ہونا چاہیے یہاں ان یقولوا جو کہ دوسرا اسم ہے وہ زیادہ مشغول ہے۔قول المومنین کی بجائے۔ إِذَا دُعُوْٓا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ (جبکہ ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف کسی فیصلہ کے لئے بلایا جاتا ہے) تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں۔

قراءت: یزید نے لِیُحکم پڑھا ہے تا کہ ان کا فیصلہ کیا جائے۔ بَيْنَهُمْ (ان کے مابین) اس فیصلہ کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اتارا ہے۔ أَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا (بس یہ ہوتا ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں) ہم نے آپ کا ارشاد سنا۔ وَأَطَعْنَا (اور آپ کا حکم مانا) وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (وہ وہی کامیاب ہیں)۔مفلح کا معنی فائز ہے۔

۵۲: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ (جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے) اپنے فرائض میں وَرَسُوْلَهٗ (اور اس کے رسول کی) ان کے طرق میں وَيَخْشَ اللّٰهَ (اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے) اپنے گزشتہ گناہوں کے سلسلہ میں وَيَتَّقْهِ (اور وہ تقویٰ اختیار کرے) زمان مستقبل میں۔ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (وہی کامیاب ہونے والے ہیں)

نکتہ: کسی بادشاہ نے پوچھا کہ قرآن مجید میں کافیہ آیت کونسی ہے تو جواباً ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائی گئی۔ واقع میں یہ آیت کامیابی کے تمام اسباب کو جمع کرنے والی ہے۔

قراءت: وَيَتَّقْهِ ہاء کے سکون سے پڑھنا ابو عمرو، ابوبکر نے بنسبت وقف درست قرار دیا ہے اور حفص نے قاف کے سکون، کسرۂ ہاء سے اور قاف اور ہاء کے کسرہ سے دوسروں نے پڑھا ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ

اور انہوں نے خوب مضبوطی کے ساتھ قسم کھائی کہ اگر آپ انہیں حکم دیں گے تو وہ ضرور نکل جائیں گے، آپ فرما دیجئے کہ قسم نہ کھاؤ فرماں برداری

مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ

پہچانی ہوئی ہے۔ بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ

سو اگر تم روگردانی کرو گے تو رسول کے ذمہ وہ ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا اور اگر تم نے ان کی فرماں برداری کی تو ہدایت پانے والے بن

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

جاؤ گے۔ اور رسول کے ذمہ صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔

منافقین کا طرزِ عمل:

۵۳: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ (وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں) منافقین نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پکی قسمیں اٹھائیں ان کو جھد اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے اپنی پوری کوشش ان میں صَرف کر دی۔ جهد يمينه کو جهد نفسه کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا۔ جبکہ وہ اس میں اپنی پوری وسعت و کوشش صرف کر دے اور یہ اسی وقت ہے جب وہ قسم میں مبالغہ کرے اور اس کی پختگی و تاکید میں انتہاء کر دے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: جس شخص نے اپنی قسم کے ساتھ باللّٰہ کہا اس نے اپنی قسم کو انتہائی مضبوط کر دیا۔ اور اصل کلام اس طرح ہے اقسم جهد اليمين ای اقسم يجهد اليمين جهدًا فعل کو حذف کر کے مصدر کو مقدم کر دیا اور اس کی جگہ رکھ کر مفعول کی طرف مضاف کر دیا۔ جیسا اس ارشاد میں ہے فضرب الرقاب [محمد:۴] اس منصوب کا حکم حال والا ہے گویا اس طرح کہا گیا جاهدين ايمانهم اس حال میں کہ وہ اپنی قسموں میں کوشش کرنے والے ہیں۔

لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ (اگر آپ ہمیں حکم دیں گے تو ہم ضرور نکل کھڑے ہونگے) یعنی اگر ہمیں محمد ﷺ غزوہ کی طرف نکلنے کا حکم دیں گے تو ہم ضرور جائیں گے یا اگر ہمیں ہمارے گھروں سے نکلنے کا حکم دیں گے تو ہم ضرور نکل جائیں گے۔ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا (آپ ان سے کہہ دیں تم قسمیں مت اٹھاؤ) جھوٹی قسمیں نہ اٹھاؤ کیونکہ وہ گناہ کبیرہ ہیں۔ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ (تمہاری فرمانبرداری معلوم ہے) اس جھوٹے ایمان سے کھلی خالص اطاعت زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے۔

نحو: یہ مبتدأ ہے اس کی خبر محذوف ہے نمبر۲۔ یہ خبر ہے اور اس کا مبتدأ محذوف ہے یعنی جو تم سے مطلوب ہے وہ معروف طاعت ہے جس میں کوئی اشتباہ نہ ہو اور نہ شک کیا جا سکے جیسا کہ مخلص مسلمانوں کی طاعت ہے وہ ایمان معتبر نہیں جس کی تم اپنے منہ سے

قسمیں اٹھاتے ہو۔حالانکہ تمہارے دل اس کے مخالف ہیں۔
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے) جو تمہارے ضمائر میں ہے اس کو بھی جانتے ہیں۔ اور تمہارے مخفی راز اس کے سامنے ہیں وہ تمہیں رسوا کرے گا۔اور تمہارے نفاق پر بدلہ دے گا۔

انکی طاعت سے اعراض پر آپ کا کچھ نقصان نہ ہوگا:

۵۴: قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (کہہ دیجئے! تم اللہ اور رسول کی طاعت کرو) التفات کی خاطر خطاب سے غائب کی طرف کلام کو موڑ دیا یہ ان کے روندنے کیلئے بلیغ انداز ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ (اگر تم منہ موڑلو تو رسول پر وہ لازم ہے جس کا بوجھ تم پر ڈالا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا بوجھ تم پر ڈالا گیا) مراد یہ ہے کہ اگر تم طاعت سے اعراض کرو گے تو ان کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا بلکہ تمہارا اپنا نقصان ہوگا۔ رسول کی ذمہ داری اتنی ہے جتنی اس پر ڈالی گئی اور ادائے رسالت کا ان کو مکلف بنایا گیا۔ جب انہوں نے پیغام کو پہنچا دیا تو وہ اپنی ذمہ داری سے نکل گیا۔ باقی تم پر ذمہ داری اس کی بات کو قبول کرنے اور یقین کرنے کی رہ گئی اگر تم نے وہ ادا نہ کی اور منہ موڑ لیا تو تم نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب کے حوالے کر دیا اور اس کے عذاب پر اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (اگر تم اس کی طاعت کرو گے تو راہ پا جاؤ گے) یعنی اگر تم نے اطاعت کی ان تمام باتوں کی جن کا وہ تمہیں حکم دیتے اور منع کرتے ہیں تو ہدایت کا حصہ تم نے پالیا۔ نفع و نقصان بہر صورت ہماری طرف لوٹنے والے ہیں۔

آپ کی ذمہ داری پہنچا دینا ہے:

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (اور رسول کے ذمہ تو فقط ان احکامات کا کھول کر پہنچا دینا ہے) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو ان احکام کا پہنچا دینا ہے تمہارے قبول کر لینے میں ان کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی تمہارے اعراض سے ان کو کوئی نقصان پہنچے گا۔ البلاغ کا معنی تبلیغ ہے۔ جیسا کہ الاداء بمعنی التادیہ آتا ہے۔ المبین ظاہر۔ یہ اس لئے کہا کیونکہ وہ احکام آیات و معجزات کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔

ربط: پھر مخلصین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا

اور تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں ضرور ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ

اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ

ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور اس نے ان کے لئے جس دین کو پسند فرمایا ہے اسے ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے خوف کے بعد

مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ

ضرور ضرور امن سے بدل دے گا وہ میری عبادت کرتے ہیں میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جو شخص اس کے بعد ناشکری

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۞ ۵۵ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا

کرے گا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔ اور نماز کو قائم کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور رسول کی فرماں برداری

الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۞ ۵۶ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ

کرو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے مخاطب ان کے بارے میں یہ ہرگز خیال نہ کر کہ روئے زمین میں عاجز کرنے والے ہیں،

وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞ ۵۷ ع

اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور البتہ وہ بری جگہ ہے۔

ع ۷ ۱۳

آیت تمکین فی الارض:

۵۵: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وعدہ فرمایا) اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے۔ منکم یہ بیان وضاحت کیلئے ایک قول یہ ہے اس سے مراد مہاجرین ہیں اور مِن تبعیض کیلئے ہے۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ (ضرور بضرور ان کو زمین میں خلافت عنایت فرمائیں گے) ارض سے ارضِ کفار مراد ہے ایک قول ارضِ مدینہ مراد ہے۔

صحیح قول: یہ ہے کہ یہ عام ہے اس لئے کہ علیہ السلام کا ارشاد ہے لید خلن هذا الدين على ما دخل عليه الليل۔ اس دین کو اللہ تعالیٰ وہاں تک داخل کرے گا۔ جہاں تک رات چھائی ہے۔ كَمَا اسْتَخْلَفَ جیسے اس نے خلیفہ بنایا۔

قراءت: ابوبکر نے اُستُخلف پڑھا ہے۔

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ (ان لوگوں کو جو ان سے پہلے ہوئے اور ضرور بضرور تمکین عنایت فرمائے گا اس دین کو جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اور ضرور بضرور بدل دے گا)۔

قراءت: لَیُبدِ لنَّھم کوتخفیف سے مکی اور ابوبکر نے پڑھا ہے۔

مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (ان کے خوف کو امن سے) اس میں نمبرا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو کفر پر غلبہ کا وعدہ فرمایا ہے اور ان کو زمین پر وارث اور خلفاء بنائے گا۔ وعدہ کیا ہے جس طرح کہ بنی اسرائیل کے ساتھ کیا جبکہ ان کو مصر و شام عنایت فرمائے اور وہاں پر قابض جبابرہ کو ہلاک کر دیا۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی وعدہ فرمایا کہ پسندیدہ دین کو تمکین عنایت فرمائے گا اور یہ دینِ اسلام ہی ہے۔ تمکین سے مضبوطی و پختگی مراد ہے۔ نمبر۳۔ ان کا قبیلہ ایمان لے آئے گا۔ اور موجودہ خوف کی حالت زائل ہو جائے گی۔ اور یہ اسی طرح ہوا کہ رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم دس سال تک مکہ میں خوف کی حالت میں اقامت پذیر رہے جب ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو صبح و شام ہتھیار بند رہتے یہاں تک کہ ان میں سے ایک کی زبان سے نکلا کیا ہم پر کوئی دن ایسا آئے گا کہ ہم ہتھیار رکھیں گے تو یہ آیت اتری اس پر علیہ السلام نے فرمایا تم پر زیادہ زمانہ نہ گزرے گا یہاں تک کہ تم میں ہر آدمی بڑے گروہوں میں احتباء کے ساتھ بیٹھے گا اور اس وقت اس کے ساتھ ذرا سا ہتھیار بھی نہ ہوگا۔ (ابن جریر فی تفسیرہ) اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جزیرۂ عرب پر غلبہ دیا اور اور انہوں نے مشرق و مغرب کے دور علاقے بھی فتح کر لیے قیصر و کسریٰ کے ممالک کو چیر کر پارہ پارہ کر دیا اور ان کے خزانوں کے مالک بنے اور دنیا میں غالب رہے۔

لیستخلفنھم میں قسم جولام اور نون سے متصل تھی اس کو حذف کر دیا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ وعدھم اللہ واقسم اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا اور قسم اٹھائی یستخلِفنّھم۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو وقوع کے لحاظ سے قسم کی جگہ لایا گیا اور لوازمات قسم کو ذکر کر دیا گویا کہ اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر فرمایا لیستخلفنّھم ۔

يَعْبُدُوْنَنِيْ (وہ میری عبادت کرتے ہونگے) اگر تم اس کو جملہ مستانفہ بنالو تو پھر اس کا کوئی محل اعراب نہیں گویا کلام اس طرح ہے مالھم یستخلفون و یؤمنون؟ پھر فرمایا یعبدوننی اگر اس کو تم وعدہ اللہ سے حال بناؤ یعنی وعد ھم اللہ فی حال عبادتھم کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ اس حالت میں فرمایا کہ وہ اس کی عبادت کرتے ہونگے اس صورت میں یہ محل نصب میں ہے۔ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہونگے)۔

نحو: یہ یعبدون کے فاعل سے حال ہے یعنی یعبد وننی موحدین وہ میری عبادت ایسی حالت میں کریں گے کہ توحید پرست ہونگے۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ حال پہلے حال سے بدل ہو۔

منکرینِ نعمتِ خلافت کو فاسق کہا:

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ (اور اس کے بعد جو لوگ کفر کریں گے) یعنی اس وعدہ کے بعد۔ یہاں مراد کفر سے کفرانِ نعمت ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا فکفرت بانعم اللہ [النحل:۱۱۲]

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (پس وہی لوگ فاسق ہیں) یعنی فسق میں کمال کو پہنچنے والے ہیں اس لئے کہ وہ اس عظیم الشان نعمت کے منکر ہیں اور اس نعمت کو حقیر قرار دینے کی جسارت کی۔ علماء کہتے ہیں کہ اس نعمت کی سب سے اول ناشکری کرنے والے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے اس کے بعد کہ وہ آپس میں بھائی بھائی تھے اور امت کے امن کو خوف سے بدلا۔

واضح استدلال:

یہ آیت واضح دلیل ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت برحق تھی کیونکہ جن ایمان والوں اور اعمال صالحہ والوں کے متعلق قسم اٹھائی گئی ہے وہ وہی ہیں۔

۵۶: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (اور تم نماز کو قائم کرو۔)

نحو: اس کا عطف اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول پر ہے۔اور فاصلہ خواہ زیادہ ہو اس سے عطف میں فرق نہیں پڑتا۔

وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (اور تم زکوۃ ادا کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو) جس کی طرف وہ بلاتے ہیں اطاعت رسول کو واجب ہونے کی بناء پر دوبارہ لایا گیا تاکہ مزید تاکید ہو جائے۔لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (تاکہ تم پر رحم ہو) تاکہ تم پر رحم کیا جائے اس لئے کہ یہ اعمال رحمت کو کھینچ کر لانے والے ہیں۔

ربط: اب ان کے بالمقابل کفار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

۵۷: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ (ہرگز کافر لوگ گمان نہ کریں کہ وہ زمین میں ہمیں تھکا دیں گے) وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر قابو نہ ہو۔

نحو: اس میں تاء خطاب کیلئے ہے جو نبی اکرم ﷺ کو کیا جا رہا ہے اور وہی فاعل ہے اور دو مفعول نمبر ا۔الذین کفروا اور نمبر ۲۔معجزین ہیں۔

قراءت: شامی اور حمزہ نے یاء سے پڑھا ہے۔فاعل نبی اکرم ﷺ ہی ہیں کیونکہ پہلے آپ کا تذکرہ ہوا اور الذین کفروا مفعول اول ہے جبکہ معجزین مفعول دوم ہے۔

وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ (اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے)

نحو: اس کا عطف لا تحسبن الذین کفروا معجزین پر ہے۔گویا کلام اس طرح ہے۔الذین کفروا لا یفوتون اللہ وما واھم النار۔کافر لوگ اللہ تعالیٰ سے بھاگ نہ سکیں گے اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے۔وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔) المصیر کا معنی مرجع ہے اور وہ آگ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ

اے ایمان والو جو تمہارے مملوک ہیں اور تم میں سے وہ لڑکے جو بلوغ کو نہیں پہنچے تین وقتوں میں

مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ

اجازت لیا کریں، نماز فجر سے پہلے، اور جس وقت تم دوپہر میں اپنے کپڑے اتار کر رکھتے ہو،

وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ

اور نماز عشاء کے بعد، یہ تین وقت تمہارے پردہ کے ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ تم پر اور ان پر کوئی گناہ

جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

نہیں ہے۔ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے ہیں، کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس، اللہ اسی طرح تمہارے لئے احکام بیان

الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا

فرماتا ہے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے، اور تمہارے لڑکے جب حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اجازت لیں جیسے

اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾

ان لوگوں نے اجازت لی جو ان سے پہلے ہیں، اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتا ہے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔

تین آیات کے درجات:

۵۸: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (اے ایمان والو! چاہیے کہ اجازت طلب کریں وہ لوگ جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ غلام یا غلام اور لونڈیاں اجازت لے کر گھر میں داخل ہوں۔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ (اور تمہارے وہ لڑکے جو ابھی جوانی کو نہیں پہنچے) آزاد لڑکوں میں سے جو بچے ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے۔

قراءت: حُلْمَ اس کو سکون لام کے ساتھ تخفیف کے طور پر پڑھا گیا ہے۔

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ (تین مرتبہ) دن اور رات میں اور وہ اوقات یہ ہیں۔ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ (فجر کی نماز سے قبل) کیونکہ یہ خوابگاہوں سے بیداری کا وقت ہوتا ہے۔ اس میں نیند کے کپڑے اتارے اور بیداری کا لباس پہنا جاتا ہے۔ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ (اور جبکہ تم دوپہر کے وقت اپنے کپڑے اتارتے ہو) اور وہ دوپہر کا وقت ہے موسم گرما میں یہ بھی قیلولہ کیلئے زائد کپڑے اتارنے کا وقت ہے۔ اور نیند کے کپڑے زیب تن کئے جاتے ہیں۔

وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ (عشاء کی نماز کے بعد) کیونکہ یہ وقت بھی بیداری کے کپڑے اتارنے اور خواب کے کپڑے پہننے کا ہوتا ہے۔ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ (یہ تین اوقات تمہارے لئے پردے کے ہیں) یعنی یہ اوقات ثلاثہ پردے کے ہیں۔

نحو: مبتدا اور مضاف کو حذف کر دیا ہے تقدیر کلام یہ ہے ھی ثلاث عورات ۔نصب کی صورت میں کوفی قراء نے پڑھا۔ مگر حفص نے مرفوع ہی پڑھا ہے۔ کوفی قراء نے ثلاث مرات سے بدل قرار دیا ہے ای اوقات ثلاث عورات ۔

ان اوقات میں سے ہر وقت کو عورۃ کے لفظ سے تعبیر فرمایا کیونکہ ان اوقات میں آدمی اپنے تستر کو کم کرتا اور اس میں رخنہ اور شگاف ڈالتا ہے۔ اور العورۃ کا معنی شگاف ہے اور اسی سے الاعور ہے جس کی آنکھ میں خلل ہو دوسرے مقام پر فرمایا ان بیوتنا عورۃ ۔

شانِ نزول: ایک انصاری غلام مدلج بن عمرو دوپہر کے وقت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے اور آپ کا کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت میں بلا اذن داخل ہونے سے منع فرما دیں۔ وہ غلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ربط: اگلی آیات میں ان تین اوقات کے علاوہ اوقات میں استیذ ان کی اجازت موقوف کی گئی۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ (ان تین اوقات کے علاوہ اوقات میں بغیر اجازت کے آنے میں تمہیں اور انہیں کوئی گناہ نہیں) یعنی نہ تو تم پر گناہ ہے اور نہ ہی ان مذکورین پر کوئی گناہ ہے کہ ان کے علاوہ اوقات میں اگر وہ بلا استیذ ان داخل ہو جایا کریں۔

عدم استیذ ان کی علت:

ربط: اب عدم استیذ ان کی علت واضح کی طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ (وہ تمہارے ہاں بار بار آنے والے ہیں) وہ گھریلو ضروریات میں بار بار آنے جانے والے ہیں۔ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (ایک دوسرے پر) یہ مبتدأ خبر ہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے بعضکم طائف علی بعض ۔طائف کو حذف کر دیا کیونکہ طوافون اس پر دلالت کر رہا ہے۔

نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ پورا جملہ ماقبل کا بدل ہو۔ نمبر ۳۔ جملہ مبینہ مؤکدہ بھی بن سکتا ہے تقدیر کلام اس طرح ہوگی ان بکم و بھم حاجة الی المخالطة والمداخلة یطوفون علیکم للخدمة وتطوفون علیھم للا ستخدام تمہیں اور انہیں میل جول اور آنے جانے کی بار بار ضرورت ہوگی۔ خدمت کیلئے اور تم ان سے خدمت لینے کیلئے بار بار آؤ جاؤ گے۔ پس اگر استیذ ان کو ہر وقت لازم کر دیا جائے تو اس سے تنگی پیدا ہوگی اور وہ نص کی وجہ سے شرعاً اٹھالی گئی ہے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ (اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہاری خاطر آیات کو کھول کر بیان فرماتے ہیں) جیسا کہ استیذ ان کا حکم کھول کر بیان کیا اسی طرح دیگر آیات کو وضاحت سے بیان فرماتے ہیں۔ جن میں تمہیں بیان کی ضرورت ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں) اپنے بندوں کی مصلحتوں کو حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) اس کی مراد کو بیان کرنے میں۔

حکم بلوغت:

۵۹: وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ (اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں) مراد احرار ہیں غلام مراد نہیں۔ الْحُلُمَ (بلوغت)

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ

اور جو عورتیں بیٹھ چکی ہیں جنہیں نکاح کرنے کی امید نہیں ہے سو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر

ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَةٍ ؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾

رکھ دیں بشرطیکہ زینت کا اظہار کرنے والی نہ ہوں، اور یہ بات کہ پرہیز کریں ان کے لئے بہتر ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

حلم بمعنی احتلام ہے یعنی بلوغت کو پالینا اور وہ بچے گھر میں داخل ہونا چاہیں۔ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا (پس چاہئے کہ وہ اجازت طلب کریں) تمام اوقات میں کَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جیسے ان لوگوں نے اجازت طلب کی جوان سے قبل ہوئے) یعنی وہ لوگ جوان سے قبل بالغ ہوئے اور وہ مرد ہیں نمبر۲۔ وہ لوگ مراد ہیں جن کا تذکرہ ہوا پہلے اس ارشاد میں ہے: یایها الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی اهلها [النور:۲۷]

تین اوقات کے علاوہ بچوں کا بلا اجازت داخلہ:

مطلب یہ ہے کہ بچوں کو بلا اجازت داخلے کی اجازت ہے سوائے ان تین اوقات کے ان میں ان کو بھی اجازت لے کر آنا ہوگا۔ جب وہ اس کے عادی ہو جائیں گے۔ پھر وہ بلوغت کی عمر کو پہنچیں گے یا احتلام کی علامت سے بالغ ہونگے۔ تو پھر ان سے بلا اذن داخل ہونے کی عادت چھوڑوانی ہوگی اور ان کو اس بات کا ذمہ دار بنایا جائے گا۔ کہ وہ بھی بڑوں کی طرح اجازت لے کر آیا کریں۔ حالانکہ لوگ اس بات سے غافل ہیں۔

قول ابن عباسؓ: تین آیات ہیں جن کا لوگوں نے زور سے انکار کر دیا ہے نمبر۱۔ تمام کا اجازت لینا نمبر۲۔ ان اکرمکم عند الله اتقاکم [الحجرات:۱۳] نمبر۳۔ اذا حضر القسمة [النساء:۸] سعید بن جبیر کا قول ہے کہ لوگ کہتے ہیں یہ منسوخ ہے اللہ کی قسم! یہ آیت منسوخ نہیں۔

کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ (اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ جانتے ہیں) لوگوں کی مصلحتیں حَکِیْمٌ (حکمت والے ہیں)۔ (ان احکامات میں جن کو کھول کر بیان کیا)

۶۰: وَالْقَوَاعِدُ (اور بڑی بوڑھی عورتیں) یہ قاعد کی جمع ہے۔ یہ عورت کی مخصوص صفات میں سے ہے جیسے طالق اور خالص۔ مراد یہ ہے وہ عورتیں جو اولاد اور حیض سے زیادتی عمر کی وجہ سے بیٹھ جائیں۔ مِنَ النِّسَآءِ (عورتوں میں سے)

نحو: یہ حال ہے۔

الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا (وہ عورتیں جو نکاح کی طمع نہ رکھتی ہوں)

نحو: یہ محل رفع میں القواعد مبتدأ کی صفت ہے اور خبر فلیس علیهن جناح ہے۔

فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ (پس ان پر کوئی گناہ نہیں)

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى

نہ تو نابینا آدمی کے لئے کوئی مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کے لئے کوئی مضائقہ ہے اور نہ مریض کے لئے کوئی مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے

اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ

کوئی مضائقہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے یا اپنے باپوں کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے،

اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے، یا اپنی خالاؤں کے

خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا

گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیوں کے تم مالک ہو، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے کھاؤ، تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ سب مل کر

جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ

کھاؤ یا الگ الگ، سو جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے

۸ ع ۱۴ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾

دعاء مانگنے کے طور پر، جو مبارک ہے پاکیزہ ہے، اللہ اسی طرح تمہیں اپنے احکام بتاتا ہے تا کہ تم سمجھ لو۔

نحو: الف لام کی وجہ سے مبتدأ میں شرط کا معنی پایا جاتا تھا اس لئے شرط پر فاء لائی گئی۔

اَنْ يَّضَعْنَ کہ وہ (اپنے زائد کپڑے) اتار دیں اس بات میں کہ وہ اپنے زائد کپڑے اتار دیں۔ ثِيَابَهُنَّ (اپنے کپڑے) یعنی ظاہری کپڑے جیسے اوپر اوڑھنے والا کپڑا۔ دوپٹے کے اوپر منہ پر ڈالنے والا جلباب۔ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ (وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کرنے والی ہوں) وہ زینت کو (غیر مردوں) کے سامنے ظاہر کرنے والی نہ ہو۔ الزینۃ سے مراد خفیہ چیزیں مثلاً بال، سینہ، پنڈلی، وغیرہ ان کے اتارنے سے تبرج مقصود نہ ہو۔ بلکہ کپڑوں کو ہلکا کرنا ہو۔

تبرج کی حقیقت:

جس کا چھپانا واجب ہو اس کے اظہار میں تکلف سے کام لینا۔ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ (اور اگر وہ اس سے اجتناب کریں) اگر وہ کپڑے اتارنے سے اجتناب کریں اور کپڑے پہنے رکھیں تو بہت بہتر ہے۔

نحو: وہ مبتداء ہے اور اس کی خبر خَيْرٌ لَّهُنَّ ہے۔

خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (تو ان کے لئے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کو سننے والے ہیں) جو وہ ظاہراً کہیں اور علیم یعنی (جاننے والے ہیں) ان کے مقصود کو۔

۶۱: لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ (اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی ہے اور نہ مریض پر کوئی تنگی ہے)۔

معذورین کا حکم:

قول سعید بن مسیب رحمہ اللہ ہے کہ مسلمان جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں نکلتے تو اپنی چابیاں نابیناؤں، مریضوں اور لنگڑوں اور اپنے اقارب کو دے جاتے اور ان کو اپنے گھروں سے کھانے پینے کی اجازت دے جاتے۔ مگر یہ لوگ اس بات میں تنگدلی محسوس کرتے کہ شاید انہوں نے دل سے اجازت نہ دی ہو۔ پس یہ آیت اتری اور ان کی رخصت کا ذکر فرمایا۔

بلاتکلف کھانے کے مقامات:

وَّلَا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ (اور نہ تمہارے اپنے نفسوں پر کوئی حرج ہے)۔ اَنْ تَاْکُلُوْا مِنْ بُیُوْتِکُمْ (کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ)۔ یعنی اپنے اولاد کے گھروں سے کیونکہ آدمی کی اولاد اس کا بعض حصہ ہوتا ہے اور اس کا حکم اپنی ذات کا حکم رکھتا ہے اسی لئے اولاد کا ذکر آیت میں نہیں کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((انت و مالك لا بيك)) (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ) یا اپنی ازواج کے گھروں سے کیونکہ زوجین ایک نفس کی طرح ہیں پس عورت کا گھر مرد کا اپنا گھر ہے۔

اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآئِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِکُمْ (یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا ماؤں کے گھروں سے یا بھائیوں کے گھروں سے یا بہنوں کے گھروں سے یا چچاؤں کے گھروں سے یا پھوپھیوں کے گھروں سے یا ماؤں کے گھروں سے یا خالاؤں کے گھروں سے۔) کیونکہ ان کی طرف سے دلالۃً اجازت ثابت ہوتی ہے۔ اَوْ مَا مَلَکْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ (یا جن کی کنجیوں کے تم مالک ہو۔) مفاتح جمع مفتح کی ہے جس سے کسی بند چیز کو کھولا جائے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: آدمی کا وکیل اور زمین کا نگران، چوپایوں کا نگران مراد ہے وہ اس کی حفاظت اور اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ایک قول: اس سے غلام کا گھر مراد ہے کیونکہ غلام کے پاس جو کچھ ہے وہ تمام آقا کا ہے۔

اَوْ صَدِیْقِکُمْ (یا دوستوں کے گھروں سے) بیوت اصدقائکم (اپنے دوستوں کے گھروں سے۔)

صدیق: ایک بھی ہوسکتا ہے اور کئی بھی ہوسکتے ہیں۔ صدیق وہ ہے جو تیری محبت میں سچا ہو اور تو اس کے ساتھ دوستی میں مخلص ہو۔ گزشتہ زمانہ میں لوگ اپنے دوستوں کے گھروں میں داخل ہو کر اس کی غیر موجودگی میں اس کی لونڈی سے روپوں کی تھیلی مانگتے اور اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لیتے۔ جب وہ واپس لوٹتا تو خوشی سے لونڈی کو آزاد کردیتا۔ مگر آج کل طبائع میں بخل کا غلبہ ہو چکا اس لئے بغیر اجازت کھانا جائز نہیں ہے۔

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا (تم پر کوئی گناہ نہیں مل کر کھانے میں) اکٹھا اَوْ اَشْتَاتًا (یا متفرق)۔ اشتات جمع شتٌ کی ہے۔

شانِ نزول: یہ بنی لیث بن عمرو کے متعلق نازل ہوئی وہ الگ کھانے کو گناہ قرار دیتے۔ بعض اوقات انتظار میں صبح سے شام ہو جاتی۔ اگر کوئی بھی نہ ملتا تو اتنا کھا لیتے جو ضرورت کو پورا کرتا۔ یا بعض انصار کے متعلق اتری۔ کہ جب ان کے ہاں کوئی مہمان آتا تو

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ

ایمان والے وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ رسول کے ساتھ کسی ایسے کام کیلئے جمع ہوتے ہیں جس کے لئے جمع کیا گیا

لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

تو اس وقت تک نہیں جاتے جب تک ان سے اجازت نہ لیں، بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت لیتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان

وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ

رکھتے ہیں، سو جب وہ آپ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جسے چاہیں اجازت دیدیں

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ

اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجئے بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے، تم اپنے درمیان رسول اللہ کے بلانے کو ایسا مت سمجھو

كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ

جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو بے شک اللہ ان کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ میں ہو کر کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ رسول کے

الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ ان پر کوئی مصیبت آپڑے یا انہیں کوئی درد ناک عذاب پہنچ جائے

وہ اپنے مہمان کے ساتھ مل کر کھاتے۔ یا کھانے پر اجتماع کو گناہ خیال کرتے تھے کیونکہ لوگوں کے طبائع کھانے میں مختلف ہیں۔ بعض کچھ لوگ زیادہ کھاتے ہیں دوسرے کم فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا (جب تم گھروں میں داخل ہو) یعنی ان مذکورہ گھروں میں کھانے کیلئے داخل ہو۔ فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (تو اپنوں کو سلام کرو) تم گھر والوں کو سلام کرنے میں پہل کرو۔ جو دین و قرابت کے لحاظ سے تمہیں میں سے ہیں۔ بیوتا سے خالی گھر مراد ہیں یا مساجد۔ تو تم اس طرح کہو السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔

تَحِيَّةً (بطور دعا) یہ سلموا کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ یہ تسلیما کے معنی میں ہے جیسے قعدت جلوسا۔ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) جو کہ اس کے حکم سے ثابت ہے اور اس کی طرف سے مقرر ہوا ہے۔ یا سلام اور دعا طلب سلامتی کا نام ہے اور جس کو سلام کیا گیا اس کے لئے زندگی کا پیغام ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے۔ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً (مبارک پاکیزہ) اس کی تعریف برکت اور طیب کے الفاظ سے کی۔ کیونکہ یہ تو ایک مؤمن کی دوسرے مؤمن کے حق میں دعا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے وہ اضافہ کا امیدوار ہے اور پاکیزہ رزق کا خواہش مند ہے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کھول کر تمہارے لئے احکامات کو بیان کرتے ہیں تا کہ تم سمجھو) تا کہ تم سمجھو اور عقل کرو۔

۶۲: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ (مؤمن حقیقت میں صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی اجتماعی کام میں ہوتے ہیں) جامع سے ایسا کام جس کے لئے لوگوں کو مجتمع کیا گیا مثلاً جہاد، لڑائی کی تجاویز و مشورہ، جمعہ و عیدین بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا جانے والا ہر اجتماع۔ لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ (وہ اس وقت تک وہاں سے نہیں جاتے جب تک اجازت نہیں لیتے) وہ اپنے لئے اجازت لیتے ہیں۔

عظیم جنایت:

مجلس رسول ﷺ سے بلا اذن چلے جانے کا سخت گناہ ہونا اس طرح بیان فرمایا کہ اولاً ایمان باللہ اور پھر ایمان بالرسول پھر تیسرے نمبر پر بلا اجازت نہ جانے کو ذکر کر کے پہلی دونوں باتوں کو اس کے لئے تشبیب قرار دیا۔ اور ان کے تذکرہ کو پھیلایا۔ اور اس کے ساتھ جملہ کو انما کلمۂ حصر کے ساتھ لائے اور المؤمنون کو مبتدأ لائے اور اسم موصول سے اس کی خبر ذکر کی جس کا صلہ ان دونوں قسموں کا احاطہ کرنے والا ہے۔ پھر تاکید و تشدید میں اضافہ کیلئے دوسرے اسلوب سے اسی کا اعادہ فرمایا۔

مجلس کے استیذان کے ساتھ جانا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اور اس کے ضمن میں ایک اور چیز کا اضافہ فرمایا۔ استیذان کو دونوں ایمانوں کیلئے مصداق کے طور پر ذکر کیا۔ اور منافقین کے حال پر تعریض فرمائی اور ان کا مخفی طور پر کھسک جانا ذکر کیا۔ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْکَ (جب وہ آپ سے اجازت طلب کریں) واپس لوٹنے کی لبعض شانھم (اپنے کسی کام کی غرض سے) فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْھُمْ (تو تم جس کو چاہو اجازت دو ان میں سے) اس میں آنحضرت ﷺ کی عظیم شان کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمُ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اور ان کیلئے استغفار کرو اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہیں) اجازت طلب کرنے والوں کے ساتھ استغفار کا تذکرہ بتلا رہا ہے کہ افضل تو یہی ہے کہ وہ اجازت نہ لیں۔

قول علماء یہ ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے علماء اور دین و علم میں مقدم لوگوں کے ساتھ اسی طرح کا سلوک رکھیں ان کے ساتھ معاونت کریں اور ان کی اجازت کے بغیر وہاں سے نہ جائیں۔ ایک قول یہ ہے یہ آیت خندق کے دن اتری۔ منافقین اپنے گھروں کو بلا اجازت لوٹ آتے تھے۔

۶۳: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو ایسا قرار نہ دو جیسا تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو) جب رسول اللہ ﷺ کو کسی اجتماعی معاملے کیلئے تمہاری ضرورت ہو اور وہ تمہیں بلائیں تو ان کے بلانے کو ایک دوسرے کے بعض امور کیلئے بلانے پر قیاس نہ کرو۔ اور بلا اذن مجمع سے لوٹنے کو اپنے مجمع کی طرح مت خیال کرو۔

آپ کا نام عظمۃً لو:

یا نمبر ۲۔ آپ ﷺ کا نام لے کر حضور علیہ السلام کو مت بلاؤ جیسا کہ تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ اس کا وہ نام لیتے ہو جو اس کے والدین نے رکھا ہو تم یا محمد (ﷺ) کہہ کر مت آواز دو۔ بلکہ یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ جیسے توقیر و عظمت کے الفاظ ہلکی با ادب

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ

خبردار بلاشبہ اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، بلاشبہ وہ جانتا ہے کہ تم کس حال پر ہو، اور جس دن وہ اس کی طرف

اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٤﴾ ع ٩/١٥

لوٹائے جائیں گے وہ اس دن کو بھی جانتا ہے۔ پھر وہ انہیں بتلا دے گا جو عمل انہوں نے کئے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

آواز سے استعمال کرو۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتے ہیں جو تھوڑے تھوڑے کر کے کھسک جاتے ہیں) تھوڑے تھوڑے کر کے نکل جاتے ہیں۔ مِنْكُمْ لِوَاذًا (تم میں سے مخفی طور پر)

نحو: یہ حال ہے ای ملاوذین اور اللوا ذو الملاوذة وہ اس کی پناہ لے اور یہ اس کی پناہ لے یعنی وہ جماعت سے خفیہ طور پر ایک دوسرے کی اوٹ میں کھسک جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے چھپ کر نو دو گیارہ ہوتے ہیں۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ (پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیے) یعنی وہ لوگ جو آپ کے حکم سے کتراتے ہیں مؤمنوں کر چھوڑ کر وہ منافق ہیں۔ محاورہ عرب یہ ہے خالفه الی الامر جب اس کی طرف جائے دوسروں سے کترا کر اور ان کو چھوڑ کر۔ اس ارشاد میں یہی معنی ہے۔ وما ارید ان اخالفكم الى ما انهاكم عنه۔ [ہود:۸۸]

خالفه عن الامر اس وقت بولتے ہیں جبکہ اس سے رک جائے دوسروں سے کترا کر۔

نحو: امرہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ یا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے اس کی اطاعت سے اور اس کے دین سے۔ اور یحذر کا مفعول ان تصيبهم فتنة ہے۔ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ (کہ ان پر کوئی آفت نہ آن پڑے) فتنہ کا معنی دنیا میں عذاب یا قتل یا زلزلہ اور خوف یا ظالم حکمران کا تسلط یا دل کی سختی جو معرفتِ رب سے رکاوٹ بن جائے۔ یا بطور استدراج وسعت دنیا۔ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (یا ان کو دردناک عذاب) (آخرت میں) پہنچے گا۔

دلالت آیت: امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

مالک عالم الغیب وہی ہے اس سے کسی کی جہالت کیسے چھپ سکتی ہے:

۶۴: اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (خبردار بیشک اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے) الا یہ حرف تنبیہ ہے اس لئے لایا گیا تا کہ وہ اس ذات کے حکم کی مخالفت نہ کریں۔ جو آسمان و زمین کا مالک ہے۔ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ (تم جس حالت پر ہو وہی اس کو جانتا ہے) یہاں قد کو لائے تا کہ تاکید کر دی جائے کہ جس منافقت اور دین کی مخالفت پر وہ چل رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں قطعی طور پر ہے۔ جب علم میں ہے تو انہیں پھر اس کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے۔

مطلب یہ ہے آسمان و زمین کی ہر چیز تخلیق میں اس کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور مالک بھی وہی ہے اور ان کو جاننا بھی وہی ہے

پس منافقین کی حالت اس سے چھپی ہوئی کس طرح رہ سکتی ہے خواہ وہ چھپنے کی کتنی کوشش کریں۔ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ (اور جس روز لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا کر لائے جائیں گے)

قراءت: يَرْجِعُوْنَ یعقوب نے یاء کے فتحہ اور جیم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوگا وہ اس دن کو بھی جانتا ہے جس دن وہ اس کی بارگاہ میں جزاء کیلئے لوٹیں گے وہ قیامت ہی کا دن ہے۔

خطاب وغیبت:

قد يعلم ما انتم عليه و يوم يرجعون اليه میں خطاب وغیبت کے صیغے یہ بھی جائز ہے کہ تمام منافقین کیلئے ہوں بطور التفات۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ما انتم علیہ عام ہو اور یرجعون منافقین کیلئے ہو۔ فَيُنَبِّئُهُمْ (پس وہ ان کو مطلع فرمائیں گے) قیامت کے دن بِمَا عَمِلُوْا (اس پر جو انہوں نے عمل کئے) جو بداعمالیاں انہوں نے چھپائیں وہ ان کو ان پر واقفی سزا دیں گے۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے)۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ النور منبر پر حج کے ایام میں پڑھی۔ اور اس کی ایسے انداز سے تفسیر فرمائی کہ اگر اہل روم اس کو سن لیتے تو وہ ضرور مسلمان ہو جاتے۔

الحمد لله حمدًا كما امر و الصلوة والسلام على رسوله افضل الخلق و البشر امابعد سورۃ النور کی تفسیر کا ترجمہ آج لیلۃ الجمعہ ۲۲ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ اختتام پذیر ہوا۔ الموافق ۲۷ دسمبر ۲۰۰۲ء

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اس میں ستتر آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ ١ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندہ پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ جہانوں کا ڈرانے والا ہو جائے، اللہ کی وہ ذات ہے جس کے لئے ملک ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ

آسمانوں کے اور زمین کے اور اس نے کسی کو اپنی اولاد قرار نہیں دیا، اور حکومت میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور اس نے ہر چیز کو پیدا

شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ٢ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ

کیا، پھر اس کا ٹھیک اندازہ مقرر فرمایا، اور لوگوں نے اس کے علاوہ معبود بنا لئے جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور حال یہ ہے کہ وہ پیدا کئے جاتے ہیں، اور وہ

يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً

اپنی جانوں کے لئے کسی ضرر اور کسی نفع کے مالک نہیں ہیں، اور نہ وہ کسی کی موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ حیات کا،

وَّلَا نُشُوْرًا ٣ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ

اور نہ کسی کو زندہ کر کے اٹھانے کا، اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے صرف ایک جھوٹ ہے جسے اپنے پاس سے بنا لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس

قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ٤ ۚ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا

بارے میں اس کی مدد کی ہے، سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کو لیکر آئے، اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ پرانے لوگوں کی باتیں ہیں جو منقول ہوتی چلی آئی ہیں جن کو اس نے لکھوا لیا ہے

فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ٥ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ

سو وہی صبح شام اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اس کو اس ذات نے نازل فرمایا ہے جو چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے آسمانوں میں ہوں

وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ٦ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ

یا زمین میں، بلاشبہ وہ بخشنے والا ہے مہربان ہے، اور ان لوگوں نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے

وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ ٧ اَوْ يُلْقٰٓى

اور بازاروں میں چلتا ہے، اس پر کیوں نہیں نازل ہوا ایک فرشتہ جو اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا، یا اس کی طرف کوئی

اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا

خزانہ ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس میں سے کھاتا، اور ظالموں نے کہا کہ تم ایسے ہی آدمی کا اتباع کرتے ہو جس پر

مَّسْحُوْرًا ٨ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ٩ ۧ

جادو کیا گیا ہے، آپ دیکھ لیجئے انہوں نے آپ کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کی ہیں، سو وہ گمراہ ہو گئے پھر وہ کوئی راہ نہیں پائیں گے۔

تبارک اور فرقان کا معنی:

۱: تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ (بڑی خیر والا ہے وہ جس نے قرآن کو اپنے بندے پر تھوڑا تھوڑا) عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (اتارا تاکہ وہ سارے جہانوں کیلئے ڈرانے والا ہو)۔ تبارک یہ البرکۃ سے تفاعل کے وزن پر ہے۔ اور البرکت خیر کثیر اور اس کے اضافہ کو کہتے ہیں۔ تبارک اللہ کا معنی اس کی بھلائی بڑھنے والی ہے اور کثیر ہونے والی ہے۔ نمبر۲۔ ہر چیز سے بڑھنے والی ہے اور ہر چیز سے اپنی صفات و افعال میں بلند ہے۔ یہ تعظیمی کلمہ ہے جو اللہ وحدہ لاشریک کیلئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس کی مجرد حَسِبَ باب سے آتی ہے (البتہ مزید کی گردان نہیں آتی کیونکہ یہ صفت باری کیلئے خاص ہے)

الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ (وہ جس نے قرآن مجید کو اتارا) الفرقان مصدر ہے جو دو چیزوں کے مابین جدائی کیلئے آتا ہے قرآن کو فرقان کہنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ قرآن حق و باطل میں جدائی ڈالتا ہے حلال و حرام کو الگ کرتا ہے نمبر۲۔ اسلئے کہ اکٹھا نازل نہیں ہوا۔ بلکہ اترنے میں جدا جدا اور تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ جیسا اس آیت میں مذکور ہے۔ وقرءانا فرقناہ لتقرأ علی الناس علی مکث و نزلنٰہ تنزیلا [الاسراء:۱۰۶]

عَلٰی عَبْدِهٖ (اپنے بندے پر) یعنی محمد ﷺ پر لِیَكُوْنَ (تاکہ ہو وہ) بندہ یا فرقان لِلْعٰلَمِیْنَ (جہان والوں کیلئے) جنات و انس کیلئے۔ رسالت کا عام ہونا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ نَذِیْرًا (ڈرانے والا) نذیر منذر کے معنی میں ہے یا نذیر بمعنی انذار ہے جیسا نکیر بمعنی انکار ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں یہی معنی ہے فکیف کان عذابی و نذر [القمر:۱۶]

۲: الَّذِیْ (وہ اللہ تعالیٰ)

نحو: نمبر۱۔ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔ نمبر۲۔ یہ الذی نزل کا بدل ہے۔ اور بدل مبدل منہ میں لیکون کا فاصلہ جائز ہے کیونکہ مبدل منہ کا صلہ نزل ہے اور لیکون اس کی علت ہے گویا مبدل منہ اسی سے مکمل ہوا۔ نمبر۳۔ یہ منصوب علی المدح ہے۔

ہر چیز کا ایک موجد:

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اسی کا اقتدار آسمانوں اور زمین میں ہے) خالص وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا (اور اس نے بیٹا نہیں بنایا) جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے عزیر اور مسیح علیہ السلام کے بارے میں خیال کیا۔ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ (اور نہ ہی حکومت میں اس کا کوئی حصہ دار ہے) جس طرح کہ ثنویہ اور مجوسیوں کا خیال ہے۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ (اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا) یعنی ہر چیز کو اس اکیلے نے ہی ایجاد کیا اس طرح نہیں جیسا کہ مجوسی اور ثنویہ کہتے ہیں کہ نور سے یزداں کو اور ظلمت سے اہرن کو پیدا کیا۔ اس آدمی کے لیے اس شبہ میں کوئی گنجائش نہیں جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شئی ہے اور نہ اس آدمی کیلئے جو یہ کہتا ہے قرآن مخلوق ہے کیونکہ فاعل اپنی تمام صفات کے ساتھ مفعول نہیں بن سکتا البتہ لفظ شئی کا بیان اس چیز کے لیے خاص ہے کہ جس کے لئے مخلوق ہونا صحیح ہے اور اس معنی کے لیے قرینہ خود آیت میں موجود ہے۔ وخلق یہ ہماری واضح دلیل ہے جس کو ہم معتزلہ کی تردید کے لیے پیش کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے۔ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا (پھر اس نے ہر چیز کا الگ الگ اندازہ رکھا)

اس کو ایسی چیزیں مہیا فرمائیں جو بغیر کسی رکاوٹ کے اس کے لیے مناسب اور درست تھیں۔ جس طرح کہ اس نے انسان کو اس شکل میں بنایا جس کو اس کے لیے اتارا۔ پھر اس کے لیے دین و دنیا کی وہ مصلحتیں اور ذمہ داریاں ایک اندازہ کے مطابق مقرر فرمائیں۔ نمبر۲۔ ایک مقررہ قلیل مدت کے لئے اس کے باقی رہنے کا اندازہ کیا۔

عاجز بندوں کو اس کی ذات پر ترجیح دی:

۳: وَاتَّخَذُوْا (اور انہوں نے بنالئے ہیں) اس میں ضمیر کفار کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ عالمین کے تحت وہ بھی شامل ہیں۔ نمبر۲۔ دلالت کی وجہ سے کیونکہ نذیر کا لفظ فرمایا گیا۔ پس منذر وہی ہیں یعنی ڈرائے ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ ضمیر کفار کی طرف لوٹ رہی ہے۔ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً (اس کے سوا اور معبود) یعنی اصنام لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ (وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں) یعنی ان لوگوں نے اس ذات کی عبادت پر جو اپنی الوہیت، بادشاہی اور تخلیق میں منفرد ہے اور تقدیر میں اس کا کوئی ساجھی نہیں ایسے عاجز بندوں کو ترجیح دی جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی قدرت تو کیا رکھتے وہ خود مخلوق ہیں۔ وَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا (وہ خود نہ اپنے ضرر پر قابو رکھتے ہیں اور نہ نفع پر) یعنی اپنے نفسوں سے ضرر کو دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ اپنے نفسوں کو نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ وَّ لَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا (وہ موت پر قابو نہیں رکھتے) یعنی کسی پر موت مسلط کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ وَّ لَا حَیٰوةً (اور نہ زندگی پر) یعنی نہ ابتداءً زندگی دینے پر وَّ لَا نُشُوْرًا (اور نہ اٹھانے پر) یعنی موت کے بعد اٹھانے پر اور یہاں بتوں کو عقلاء شمار کیا گیا کیونکہ ان کی عبادت کرنے والے ان کے متعلق یہی خیال کرتے تھے۔

کفار نے قرآن کو مفتری کہا:

۴: وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ (اور کافروں نے کہا نہیں ہے یہ) یعنی قرآن اِلَّآ اِفْكُ (مگر جھوٹ) افْتَرٰىهُ (جو اس نے گھڑ لیا ہے) یعنی اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے گھڑ لیا اور تراش لیا ہے۔ وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ (اور اس کام میں کچھ دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے) یعنی ہود نے یا عداس نے یا یسار نے یا ابوفکیہ رومی نے یہ بات نضر بن حارث نے کہی فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا (پس بلاشبہ انہوں نے بے جا بات کی اور جھوٹ کہا) یہ کفار کی تردید کے لئے اللہ کی طرف سے اطلاع دی گئی ہے۔ جاءُوا کی ضمیر کا مرجع کفار ہے اور جاء فعل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اسی صیغے سے متعدی ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ جار کو حذف کیا اور فعل کو ملا دیا یعنی جاء بظلم و جور ان کا ظلم یہ تھا کہ ایک عربی کے متعلق یہ کہنے لگے کہ وہ ایک عجمی رومی سے عربی کلام حاصل کرتا ہے جس کلام کی فصاحت نے تمام فصحائے عرب کو عاجز کر دیا اور زور سے اس لحاظ سے کہا کہ یہ محض آپ پر بہتان تھا حالانکہ آپ تو اس سے بالکل بریٔ الذمہ تھے۔

بے سند باتیں قرار دیا:

۵: وَ قَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی بے سند باتیں ہیں) یعنی پہلے لوگوں کی منقول شدہ باتیں یا

مکتوب شدہ باتیں ہیں۔ جیسے رستم اسفندیار وغیرہ (اساطیر) جمع اسطار یا اسطور جیسے احدوثہ۔ اکْتَتَبَهَا (جن کو اس نے اپنے لیے لکھ لیا ہے) فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا (اور وہ اس پر اس لکھی ہوئی کتاب میں سے صبح وشام پڑھی جاتی ہے۔) بکرۃ دن کے پہلے حصہ کو کہتے ہیں اور اصیل دن کے آخری حصہ کو۔ یہ محمد ﷺ ان پڑھے جانے والے واقعات کو یاد کر کے ہمیں سنا دیتے ہیں۔

اس کو کائنات کے راز دان نے اُتارا:

۶: قُلْ (کہہ دیں محمد ﷺ) اَنْزَلَهُ (اس کو اتارا ہے) یعنی قرآن کو الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اس ذات نے جو آسمان وزمین کی پوشیدہ باتیں جانتے ہیں) یعنی ہر وہ پوشیدہ سے پوشیدہ تر چیز جو آسمان وزمین میں پائی جاتی ہے یعنی قرآن مجید جب ایسی غیب کی اطلاعات پر مشتمل ہے جن کا عادۃً جان لینا بغیر تعلیم کے محمد ﷺ کے لیے محال ہے تو یہ اس بات کی خود دلیل بن گئی کہ قرآن علام الغیوب کی طرف سے ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (بلاشبہ وہ بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے) اسی لیے ان کو مہلت دے رہا ہے اور جلدی سزا نہیں دیتا۔ حالانکہ وہ انکارِ حق کی وجہ سے عذاب کے حقدار ہو چکے ہیں۔

رسالت پر اعتراض:

۷، ۸: وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ (اور انہوں نے کہا یہ کیسا رسول ہے) قرآن مجید میں ہاء کو لام سے الگ لکھا گیا ہے۔ قرآن مجید کا یہ رسم الخط سنت ہے اس کو تبدیل نہ کیا جائے گا کفار نے الرسول کا لفظ آپ ﷺ کے لئے بطور مذاق کے استعمال کیا گویا ان کی بات کا مطلب یہ تھا کہ اس اپنے آپ کو رسول کہنے والے کو کیا ہوا۔ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (وہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا ہے)

نحو: یہ حال ہے اور اس کا عامل ھذا ہے۔ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا (کیوں نہیں اس کے ساتھ فرشتہ بھیجا گیا کہ جو اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا)

اَوْ يُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا (یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈال دیا جاتا یا اس کا باغ ہوتا جس پر اپنا گزر اوقات کرتا) یعنی اگر اس کا رسول اللہ ہونا درست ہے تو پھر یہ ہماری طرح کھانا کیوں کھاتا ہے اور طلبِ معاش میں ہماری طرح بازاروں میں کیونکر آتا جاتا ہے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ پیغمبر فرشتہ ہونا چاہئے جو کھانے پینے اور معاش سے بے نیاز ہو۔ پھر انہوں نے اپنے اس موقف سے نیچے اتر کر کہا کہ چلو ہم نے مان لیا کہ وہ انسان ہو۔ مگر اس کے دعوائے نبوت کو ماننے کی شکل یہ ہے کہ ایک فرشتہ اس کی معیت میں ہو جو تخویف و انداز میں اس کا دست و بازو بنے۔ پھر اس سے نیچے اتر کر کہنے لگے چلو یہ نہیں تو کم از کم آسمان سے اس پر خزانہ اتارا جاتا جس کے ذریعہ اپنی پشت کو مضبوط کر کے کسب و معاش سے تو مستغنی ہو جاتا ہے اگر یہ بھی نہیں تو پھر کم سے کم ایک باغ کا مالک ہوتا جس سے خوشحال لوگوں کی طرح اپنا گزر اوقات کر لیتا یا ہم اس سے کھاتے اور فائدہ اٹھاتے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے ناکل پڑھا ہے۔

نحو: مضارع یلقی اور تکون کا انزل پر عطف بہت خوب ہے اگرچہ وہ ماضی ہے اور درمیان میں فیکونَ مضارع ہے اور اس پر فاء اس لئے کہ وہ لولا کے جواب میں آئی ہے اور یہ قراءۃ مشہورہ کے مطابق منصوب ہے لولا ھلا کے معنی میں ہے اور حکم استفہام

والا ہے۔

وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ (اور ظالموں نے کہا) ظالموں سے مراد خاص معینہ لوگ ہیں البتہ ضمیر کی جگہ ظاہر اسم لائے تا کہ ان کی بات کا ظالمانہ ہونا تحریر سے ثابت ہو جائے یہ لوگ کفار قریش ہی تھے۔اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (تم نہیں اتباع کرتے مگر ایک سحر کیے ہوئے آدمی کی) اس کو سحر کیا گیا جس سے جنون ہو گیا۔نمبر۲۔یہ سحر والا ہے اور وہ جنات کے اثر کو کہا جاتا ہے ان کی مراد یہ تھی کہ یہ انسان ہیں فرشتے نہیں۔

اجمالِ جواب:

۹: اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا (غور تو کرو کس طرح یہ بیان کرتے ہیں) ضرب کا معنی یہاں بیان کرنا ہے۔لَكَ الْاَمْثَالَ (تمہارے متعلق مثالیں) یعنی تمہارے متعلق یہ باتیں کہتے ہیں اور یہ بات تیرے بارے میں تجویز کی ہے یہ مفتری مسحور اور دوسروں سے لکھوالیتا ہے۔فَضَلُّوْا (پس وہ گمراہ ہوئے) حق کے راستہ سے فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا (پس وہ راستے کی طاقت نہیں رکھتے) پس وہ حق کی راہ ہی نہیں پاتے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

بابرکت ہے وہ ذات جو اگر چاہے تو آپ کے لئے اس سے بہتر نعمتیں عطا فرما دے یعنی ایسے باغ جن کے نیچے نہریں جاری

الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿١٠﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ

ہوں اور آپ کے لئے محل بنا دے، بلکہ ان لوگوں نے قیامت کو جھٹلایا اور جو شخص قیامت کو جھٹلائے ہم نے اس کے لئے

بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿١١﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ﴿١٢﴾ وَاِذَآ

دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے، جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کی غضبناک اور جوش وخروش والی آواز سنیں گے، اور جب

اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿١٣﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ

وہ اس میں ایسی حالت میں ڈالے جائیں گے کہ ان کے ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے تو وہاں ہلاکت کو پکاریں گے، آج ایک

ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿١٤﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ

ہلاکت کو مت پکارو اور بہت سی ہلاکتوں کو پکارو، آپ فرما دیجئے کہ یہ بہتر ہے یا ہمیشہ کی رہنے والی جنت بہتر ہے جس کا

وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿١٥﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ

متقیوں سے وعدہ کیا گیا جنت ان کے لئے بطور بدلہ عطا کی جائے گی اور ان کا ٹھکانہ ہوگی اور ان کے لئے اس میں وہ کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ

عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْــُٔــوْلًا ﴿١٦﴾

آپ کے رب کا وعدہ جس کا پورا کرنا اس نے اپنے ذمہ لے لیا ہے جس کی درخواست کرنی چاہیے۔

مال والے اعتراض کا جواب:

١٠: تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا (بڑی برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کہ اگر چاہے تو آپ کیلئے اس سے بہتر دنیا ہی میں نعمتیں عنایت فرمادے ایسے باغ جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہوں اور آپ کیلئے محلات تیار کر دے) مال کی وہ کثرت جس کو اللہ تعالیٰ اگر دنیا میں آپ کو دینا چاہے تو اس سے کہیں بہتر دے سکتا ہے جو انہوں نے کہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ کو عنایت فرمائے اسی طرح کے باغات و محلات جن کا وعدہ اس نے آپ سے فرمایا ہے۔

نحو: جنات یہ خیرا سے بدل ہے۔

قراءت: یجعلُ رفع کے ساتھ مکی، شامی اور ابوبکر نے پڑھا ہے کیونکہ شرط جب ماضی ہو تو جزاء میں مضارع پر جزم و رفع دونوں جائز ہیں۔

اصل قیامت کو جھٹلا دیا ہے:

۱۱: بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ (بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا) ان سے جو کچھ بیان کیا گیا یہ اس پر عطف ہے فرماتے ہیں بلکہ انہوں نے ان سب سے عجیب تر بات کہی ہے اور وہ قیامت کو جھٹلانے والی بات ہے۔

نمبر۲۔ یہ قریب سے متصل و منسلک ہو۔ گویا انہوں نے اس طرح کہا بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا اس لئے وہ اس جواب کی طرف کیسے توجہ دے سکتے ہیں؟ اور کس طرح وہ ان چیزوں کا جلد ملنا مان سکتے ہیں جن جیسی چیزوں کا وعدہ آخرت میں آپ سے کیا گیا جبکہ ان کو آخرت پر ایمان ہی نہیں۔ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا (اور ہم نے اس شخص کیلئے جس نے قیامت کو جھٹلایا بڑھکتی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے) ہم نے قیامت کے منکروں کیلئے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

مناظر قیامت:

۱۲: اِذَا رَاَتْهُمْ (جب وہ آگ ان کو دیکھے گی) یعنی ان کے سامنے ہوگی مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ (دور مقام سے) یعنی جب آگ ان سے اتنی دور رہ جائے گی جتنی دیکھنے والوں کو آنکھوں سے نظر آسکتی ہے۔ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا (تو وہ اس آگ کے غضبناک ہونے کی آواز اور غرغراہٹ سنیں گے) وہ اس کے جوش مارنے کو سنیں گے اور اس کو غضبناک اور غرانے والے کی آواز سے تشبیہ دی گئی ہے۔ نمبر۲۔ جب آگ کے نگران ان کو دیکھیں گے غضبناک ہونگے اور کفار پر غصہ سے غرائیں گے۔

۱۳: وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا (اور جب ان کو ڈالا جائے گا) آگ میں مَكَانًا ضَيِّقًا (تنگ مقام میں)

قراءت: مکی نے ضیقًا پڑھا ہے۔

الضیق دکھ، تنگی سمیت جیسا کہ الروح آرام بمعہ وسعت کو کہتے ہیں۔

نکتہ: اسی وجہ سے جنت کی تعریف اس طرح فرمائی کہ اس کی وسعت آسمان وزمین کے برابر ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: ان پر اس طرح تنگی ہوگی جیسے پوری نیزے میں مُّقَرَّنِيْنَ (گردن سے ہاتھ باندھ کر) وہ اس تنگی کے ساتھ ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہونگے۔ اور ان کے ہاتھوں کو زنجیروں کے ذریعہ ان کی گردنوں سے باندھ دیا جائے گا۔ نمبر۲۔ ہر کافر کے ساتھ اس کے شیطان کو ملا کر باندھ دیا جائے گا۔ اور ان کی ٹانگوں میں بیڑیاں ہونگی۔ دَعَوْا هُنَالِكَ (اس وقت ہلاکت کو پکاریں گے) ثُبُوْرًا ہلاکت یعنی اس طرح کہیں گے ہائے! ہلاکت اے ہلاکت آجا یہ تیرے آنے کی گھڑی ہے۔ ان کو جواب میں کہا جائے گا۔

۱۴: لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (تم ایک ہلاکت کو مت پکارو بلکہ یہ تو مجموعۂ ہلاکت ہے۔)

۱۵: قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ (کہہ دیں کہ کیا یہ بہت بہتر ہے) یعنی آگ کی صفت جو مذکور ہوئی یہ بہتر ہے۔ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (یا ہمیشگی کی وہ جنت جس کا وعدہ متقین سے کیا گیا۔)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ

اور یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع فرمائے گا اور ان کو بھی جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کیا تم نے میرے ان بندوں کو

عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ

گمراہ کیا یا وہ خود ہی گمراہ ہو گئے؟ وہ کہیں گے کہ آپ کی ذات پاک ہے ہمارے لئے یہ درست نہیں

لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى

ہے کہ ہم آپ کے علاوہ دوسروں کو اولیاء بنا لیں لیکن بات یہ ہے کہ آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو نعمتیں دیدیں یہاں تک کہ

نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًا ۢ بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ

وہ ذکر کو بھول گئے، اور وہ لوگ ہلاک ہونے والے تھے، سو انہوں نے تمہاری بات کو جھٹلا دیا سو تم کسی بھی طرح عذاب

صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾

دفع نہیں کر سکتے اور نہ کسی طرح کی مدد پا سکتے ہو اور تم میں سے جو شخص ظلم کرے گا ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔

نحو : یہاں موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے ای وعدھا۔

اندازِ توبیخ:

اذلك خیر کہا گیا حالانکہ آگ میں خیریت کا ہے کی۔ درحقیقت یہ کفار کو توبیخ ہے۔

كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً (یہ ان کے لئے جزاء) ثواب وَّ مَصِيْرًا اور لوٹنے کی جگہ ہوگی۔

نکتہ: یہاں کانت کہا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے اسی طرح ہیں گویا ہو چکے اس لئے کان ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا نمبر۲۔ ان کی پیدائش سے پہلے یہ لوح محفوظ میں لکھا گیا تھا۔

۱۶: لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ (جو کچھ وہ چاہیں گے ان کو وہ ملے گا) یعنی ما یشاء ونه مراد ہے جس چیز کی ان کو خواہش ہوگی خٰلِدِيْنَ (وہ ہمیشہ رہنے والے ہونگے)۔

نحو : یہ یشاؤون کی ضمیر سے حال ہے۔ اور کَانَ ضمیر میں مایشاؤون کی طرف لوٹ رہی ہے۔

عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا (اور یہ ایک وعدہ ہے جو اے پیغمبر آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل درخواست ہے) وعداً یہ موعود کے معنی میں اور مسئولاً کا معنی مطلوب نمبر۲۔ یا اس بات کا اہل و مستحق ہے کہ اسکی درخواست کی جائے۔ نمبر۳۔ یا اس وعدے کا سوال مسلمانوں اور ملائکہ نے اپنی دعاؤں میں کیا ہے۔ جیسا اس آیت میں ربنا و آتنا ما وعدتنا على رسلك [آل عمران:۱۹۴] ربنا اتنا فى الدنيا حسنة و فى الآخرة حسنة [البقرہ:۲۰۱] ربنا وادخلهم جنّات عدن التى وعدتهم [غافر:۸]

۱۷: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ (اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا) دوبارہ حشر کیلئے۔

قراءت: یاء کے ساتھ مکی، یزید، یعقوب، حفص نے پڑھا۔ نَحْشُرُهُمْ یہ قراءت جمہور قراء کی ہے ابن عامر، حمزہ، کسائی، نافع، عاصم، طلحہ، الحسن، شعبہ، خلف وغیرہم وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور ان کو جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے) اس سے وہ معبود مراد ہیں جو کہ ملائکہ، مسیح، عزیر کی قسم سے ہونگے۔ بقول کلبی، بت مراد ہیں ان کو اللہ تعالیٰ قوت گویائی دیں گے۔

ایک اور قول: یہ عام ہے مَا عقلاء اور غیر عقلاء تمام کو شامل ہے کیونکہ اس سے وصف مراد ہے گویا اس طرح فرمایا وَمَا يَعْبُدُوْنَ اے معبودیهم ان کے معبود۔ فَيَقُوْلُ (پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے)

یہ سوال تذلیل کیلئے ہوگا:

قراءت: شامی نے نفقول پڑھا ہے ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ (کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا)

نحو: ہولاء یہ عبادی سے بدل ہے مراد اس سے مشرکین ہیں۔ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ (یا وہ خود راستہ بھول گئے)۔

نحو: قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا ضل عن السبیل مگر یہاں جار کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا۔ جس طرح اس محاورہ میں، ھداہ الطریق حالانکہ اس کی اصل ھداہ الی الطریق ہے یا ھداہ للطریق۔ ضلّ یہ اَضلّ کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ تم نے ان کو گمراہی میں ڈالا۔ حق راستہ سے شبہات ڈال کر دور کر دیا۔ یا وہ خود گمراہ ہو گئے۔

یہاں اضللتم عبادی ھو لاءِ ام ضلوا السبیل نہیں فرمایا بلکہ اس کی بجائے انتم اور ھم دو ضمائر کا اضافہ فرمایا کیونکہ اصل سوال فعل اور وجود فعل کا نہیں کیونکہ فعل نہ ہوا ہوتا تو عتاب ہی متوجہ نہ ہوتا بلا شبہ یہ سوال تو اس سے ہو رہا ہے۔ جو اس سے منہ موڑ رہا ہے پس ضروری ہو گیا کہ اس کا تذکرہ ہو اور ساتھ ہی حرف استفہام لائے تا کہ اس کو معلوم ہو کہ اسی سے دریافت کیا جا رہا ہے رہا یہ کہ اس سوال کا کیا فائدہ ہے جبکہ مسؤل عنہ کو بخوبی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تا کہ وہی جواب دیں جو جواب انہوں نے دیا اس سے ان کی پوجا کرنے والوں کی تذلیل ہو اور ان کی حسرت میں اضافہ ہو۔

۱۸: قَالُوْا سُبْحٰنَكَ (وہ کہیں گے تو پاک ہے) ان کی طرف سے اس بات پر اظہار تعجب ہے کہ جو کچھ ان کے متعلق کہا گیا۔ نمبر۲۔ اس سے مقصود ان کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شریکوں سے منزہ اور پاک قرار دیں اور اس سے کہ کوئی پیغمبر یا فرشتہ اور کوئی مخلوق اس کی شریک بنے۔ پھر وہ کہنے لگے۔ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ (ہمارے لئے مناسب نہ تھا کہ ہم تیرے سواء دوسروں کا کارساز بنائیں) یعنی ہمارے لئے درست نہ تھا اور نہ ٹھیک بیٹھتا تھا کہ ہم تیرے سوا اور کو کارساز بنائیں پھر یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ ہم دوسروں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ ہمیں تیرے سوا کارساز ماننے لگ جائیں؟

نُتَّخَذَ یزید نے پڑھا۔ اتخذ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ مثلاً اتخذ ولیًا اور دونوں مفعول کی طرف جیسے اتخذ فلانا ولیًا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ام اتخذوا الھة من الارض [الانبیاء:۲۱] دوسرے مقام پر فرمایا: اتخذ اللہ ابراھیم خلیلاً [النساء:۱۲۵] پس پہلی قراءت میں یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے اور وہ من اولیاء ہے اصل یہ ہے ان نتخذ اولیاء مِنْ کا اضافہ نفی کے معنی کی تاکید کیلئے ہے۔ اور قراءت ثانیہ متعدی الی المفعولین کے لئے ہے۔ پہلا مفعول تو وہی ہے۔ جس کے لئے

فعل بنایا گیا۔اور مفعول ثانی من اولیاء ہے اور مِن تبعیضیہ ہے۔تقدیر عبارت اس طرح ہے ای لا نتخذ بعض اولیاء کیونکہ مِن مفعول ثانی میں نہیں آ سکتا بلکہ اول میں آتا ہے جیسا کہ تم کہو گے ما اتخذت من احد ولیًا مگر اس طرح نہیں کہہ سکتے مااتخذت احداً من ولیٍ۔

وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ (لیکن تو نے ان کو اور ان کے بڑوں کو خوشحالی دی) اموال و اولاد اور طوالتِ عمر اور عذاب سے حفاظت کے ذریعہ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ (یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھلا بیٹھے) یعنی! اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس پر ایمان اور قرآن و شرائع۔وَكَانُوْا اور وہ تھے) اللہ تعالیٰ کے ہاں۔قَوْمًۢا بُوْرًا (وہ لوگ خود ہی برباد ہوئے) یہ جمع بائر کی ہے۔جیسا کہ عائذ کی جمع عُوْذٌ ہے۔

غیبت سے تخاطب:

۱۹: پھر کفار سے مخاطب کر کے اور غیبت سے اعراض کرتے ہوئے کہا جائے گا۔فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ (انہوں نے تمہاری بات کو جھٹلا دیا) یہ مفاجاتی انداز کلام احتجاج والزام کیلئے بہت مناسب ہے اور خاصکر جبکہ التفات کو اس کے ساتھ ملا دیا اور قول کو حذف کر دیا اس کی نظیر اس آیت میں موجود ہے یااھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل الی قولہ فقد جاء کم بشیر و نذیر [المائدہ:۱۹] اور شاعر کا یہ قول

قالو اخرسان اقصیٰ ما یراد بنا ○ ثم القفول فقد جئنا خراسانا

''انہوں نے کہا ہمارا انتہائی مقصود تو خراسان ہے وہ دور ہے پھر واپس لوٹنا ہے۔لیجئے، خراسان تو آ گیا''۔

بِمَا تَقُوْلُوْنَ (جو کچھ تم کہتے تھے) تمہاری بات جو ان کے متعلق تم کرتے تھے کہ وہ معبود ہیں۔اس صورت میں باء اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں: بل کذبوا بالحق [ق:۵] اور جار، مجرور، ضمیر کا بدل ہیں گویا کہ اس طرح فرمایا گیا ہے۔فقد کذبوا بما تقولون یعنی تمہاری یہ بات جو تم کہتے تھے کہ یہ ہمارے معبود ہیں یا ہمیں گمراہ کرنے والے ہیں۔خود انہوں نے تکذیب کر دی۔

قراءت: قنبل نے یاء سے پڑھا اور اس کا معنی انہوں نے تمہاری تکذیب خود اپنے قول سے کر دی جو کہ سبحانك ما کان ینبغی لنا ان نتخذ من دونك من اولیاء [الفرقان:۱۸] اور باء اس صورت میں استعانت کیلئے جیسے کتبت بالقلم میں ہو۔

فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا (تم نہ عذاب لوٹانے کی طاقت رکھتے ہو نہ مدد کی) تمہارے معبود طاقت نہیں رکھتے کہ وہ تم سے عذاب کو پھیر دیں اور ہٹا دیں۔نمبر۲۔تمہاری مدد کریں۔

قراءت: حفص نے تاء سے پڑھا ہے۔مطلب یہ ہے اے کفار تم اپنے سے عذاب کو پھیرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی تم اپنی مدد کر سکتے ہو۔پھر علی العموم مکلفین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ (جو شخص تم میں سے ظلم کرے گا) یظلم، یشرك کے معنی میں ہے۔کیونکہ ظلم وضع الشئی فی غیر موضعہ کو کہتے ہیں اور جس نے مخلوق کو اس کے خالق کا شریک بنا ڈالا تو اس نے یقیناً ظلم کیا۔اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے ان الشرك لظلم عظیم [لقمان:۱۳]

نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا (ہم اس کو بڑا عذاب چکھائیں گے) اس کی تفسیر خلود فی النار سے کی گئی جو مشرک کے لائق ہے فاسق کے نہیں البتہ معتزلہ اور خوارج فاسق کے خلود فی النار کے قائل ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى

اور بات یہی ہے کہ آپ سے پہلے جو پیغمبر ہم نے بھیجے وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں

الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۷

چلتے تھے اور ہم نے تم میں بعض کو بعض کے لئے امتحان بنایا ہے کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب دیکھنے والا ہے

رسالت پر اعتراض کا جواب:

۲۰: وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ (اور ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر نہیں بھیجے مگر ایسے ہی کہ جو کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے)

نحو: ان اخیر میں لام کی وجہ سے اِنَّ مکسور ہے اور اِلَّا کے بعد والا جملہ موصوف محذوف کی صفت ہے مطلب یہ ہے وما ارسلنا قبلك احدًا من المرسلين آكلين و ماشين اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کسی کو رسولوں میں سے مگر کہ وہ کھانا کھانے والے پیدل چلنے والے تھے۔ اس کو حذف جار مجرور پر اکتفاء کی وجہ سے کیا ہے؟ یعنی من المرسلین اس کی مثال دوسرے مقام پر اس طرح ہے ومامنا الا له مقام معلوم [الصافات:۱۶۴] یعنی و ما منا احدٌ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر کہ اس کا ایک مقام معلوم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں کے خلاف احتجاج ہے کہ جو کہتے ہیں ماهذا الرسول ياكل الطعام و يمشى فى الاسواق اور اس میں پیغمبر ﷺ کیلئے تسلی کا پہلو بھی ہے۔

دلاسۂ رسول:

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً (اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنایا) ابتلاء، آزمائش بنایا ہے۔ اس میں حضور ﷺ کو دلاسہ دیا اس لئے کہ کفار آپ کو فقر کا طعنہ دیتے اور بازار میں چلنے کی طعنہ زنی کرتے تھے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مالداروں کو فقراء کیلئے آزمائش بنایا ہے جس کو وہ چاہتا ہے غنی بناتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے فقر دیتا ہے۔ اَتَصْبِرُوْنَ (کیا تم صبر کرو گے) اس آزمائش پر تاکہ اجر پاؤ۔ یا پھر صبر نہ کرو گے تو غم میں اضافہ ہوگا۔

حکایت: بعض صالحین اپنے تنگی گزران سے پریشان ہو کر اکتائے اور باہر نکلے۔ انہوں نے ایک غلام کو سواریوں اور پالکیوں میں دیکھا تو ان کے دل میں ایک خیال گزرا۔ اسی وقت انہوں نے کسی کو یہ آیت پڑھتے سنا تو کہنے لگے بلٰى نصبر ربنا۔ اے رب ہم ضرور صبر کریں گے۔

نمبر۲۔ ہم نے آپ کو ان کیلئے آزمائش بنایا ہے کیونکہ اگر آپ مالدار، باغات والے، خزانوں کے مالک ہوتے تو لوگ آپ کی اطاعت دنیا کی خاطر کرتے یا کم از کم دنیا سے ملاوٹ شدہ کرتے۔ ہم نے آپ کو تنگدست بھیجا تاکہ آپ کی اطاعت خالص ہماری رضامندیوں کیلئے ہو۔ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا (اور آپ کا رب سب کو خوب دیکھتا ہے) اس چیز کا صواب وہی جانتا ہے جس میں کسی کا ابتلاء ہے۔ نمبر۲۔ اس کا صواب جانتے ہیں جو صبر کرنے والا اور گھبراہٹ کا اظہار کرنے والا ہے۔ ترجمہ محل نظر ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ

اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے کہ ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہ نازل کئے گئے یا یہ کیوں نہ ہوا کہ ہم رب کو دیکھ لیتے، بلاشبہ

اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ

انہوں نے اپنے نفسوں کو بڑا سمجھا اور انہوں نے بڑی سرکشی اختیار کی، جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرمین کے لئے کوئی بشارت کی چیز

لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ

نہیں ہوگی، اور وہ کہیں گے ہٹاؤ اور بچاؤ، اور انہوں نے جو بھی عمل کئے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر فضاء میں نظر آنے والے مٹی کے باریک

هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾

ذرات بنا دیں گے، اس دن جنت والے بہتر ہوں گے ٹھہرنے کی جگہ کے اعتبار سے اور آرام کرنے کی جگہ کے اعتبار سے

ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے:

۲۱: وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا (اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے) لا یرجون کا معنی امید نہ رکھنا۔ لقاءنا ہماری ملاقات خیر کے ساتھ کیونکہ وہ کافر ہیں بعث پر ان کا ایمان نہیں ہے۔ نمبر۲۔ وہ ہمارے عذاب سے نہیں ڈرتے خواہ اس وجہ سے کہ جو شخص امیدوار ہو وہ اپنی امید کے متعلق خوف زدہ کی طرح مضطرب ہوتا ہے۔ نمبر۳۔ رجاء اہل تہامہ کی لغت میں خوف کے معنی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

لَوْلَا یہ ھلّا کے معنی میں ہے۔ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ (کیوں نہیں اتارے جاتے ہم پر فرشتے) بطور رسول انسانوں کی بجائے نمبر۲۔ نبوت کی صداقت پر گواہ اور دعویٰ رسالت پر شاہد بنا کر اَوْ نَرٰى رَبَّنَا (یا کیوں نہیں ہم دیکھتے اپنے رب کو) سامنے تاکہ وہ ہمیں خود ان کی رسالت کی اطلاع دے اور اس کی اتباع کا حکم دے لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں) حق کے متعلق ان کے ضمائر میں تکبر بھرا ہوا ہے اور وہ کفر و عناد ہے جو ان کے دلوں میں پایا جاتا ہے۔ وَعَتَوْ (وہ حد سے آگے نکل گئے) ظلم میں وہ حد سے تجاوز کر گزرے۔ عُتُوًّا كَبِيْرًا (بہت بڑا آگے نکلنا) العتو کی صفت کبیر کے لفظ سے فرما کر افراط میں ان کے مبالغہ کو ثابت کیا مطلب یہ ہے انہوں نے صرف اس بڑی بات پر جسارت ہی نہیں کی بلکہ وہ تو تکبر کی انتہاء اور سرکشی کی آخری حد کو پھاند چکے۔ لام قسم محذوف کے جواب میں آئی ہے۔

جب فرشتے سامنے آئیں گے تو وہ ان کے غم کا دن ہوگا:

۲۲: يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ (جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے) یعنی موت کے دن یا بعث کے دن۔

نحو: یوم اس فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس پر لَا بُشْرٰى دلالت کرتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے یوم یرون الملائکۃ

یمنعون البشرٰی۔ جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے وہ بشارت سے روک دیئے جائیں گے۔ لَا بُشْرٰی یَوْمَئِذٍ (اس دن کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی۔)

نحو: یہ یوم یرون کی تاکید ہے نمبر۲۔ اذکر مضمر ہے ای اذکر یوم یرون الملائکۃ پھر خبر دی لابشرٰی بالجنہ یومئذ (اس دن ان کو جنت کی خوشخبری نہ ہوگی) یہ یرون کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ مضاف الیہ مضاف میں عمل نہیں کرتا اور نہ یہ بشرٰی کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ وہ مصدر ہے۔ اور مصدر اپنے ماقبل پر عامل نہیں ہوتا اور دوسری وجہ یہ بھی ہے لا سے جس کی نفی آتی ہے وہ لا کے ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔

لِلْمُجْرِمِیْنَ (مجرمین کیلئے) ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو لائے نمبر۲۔ یہ عام ہے اپنے عموم کو شامل ہے۔ اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہوں کو کمانے والے ہیں مراد اس سے کافر ہیں کیونکہ مطلق اسماء سے مکمل افراد مراد ہوتے ہیں۔ وَیَقُوْلُوْنَ (اور وہ کہتے ہیں) یعنی ملائکہ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (پناہ ہے پناہ ہے) تم پر خوشخبری مکمل حرام ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے حق میں حرام کر دیا بلاشبہ بشارت ایمان والوں کیلئے ہوگی۔

نحو: الحجر یہ مصدر ہے اس میں کسرہ وفتحہ دونوں لغات ہیں۔ یہ حجرہٗ سے لیا گیا ہے جس کا معنی منع کرنا ہے۔ یہ ان مصادر میں سے ہے جو ایسے افعال کی وجہ سے منصوب ہیں جن افعال کا اظہار متروک ہے۔ محجوراً یہ حجر کے معنی کی تاکید کیلئے مصدر منصوب لایا گیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں موت مائت۔

بادشاہ کی مخالفت کی تمثیل:

۲۳: وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (اور ہم ان کے ان اعمال کی طرف جو وہ پہلے کر چکے تھے۔ متوجہ ہونگے پس ان کو بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے) یہ آیت ھباء کی صفت ہے۔ یہاں قدوم کا کوئی مطلب نہیں لیکن ان لوگوں کے احوال اور اعمال کو جو وہ کفر کی حالت میں بھی انجام دیتے رہے مثلاً صلہ رحمی، مظلوم کی اعانت، میزبانی وغیرہ کو اس آدمی کی حالت کے ساتھ بطور تمثیل وتشبیہ بیان کیا جس نے اپنے بادشاہ کی مخالفت کی اور اس کا نافرمان ہوگیا۔ پس بادشاہ نے اس کے حمایتوں اور اس کے ہاتھوں میں جتنا کچھ تھا سب کا قصد کر کے سب کچھ کو تہس نہس کر دیا اور ان میں سے کسی چیز کا نشان تک باقی نہ چھوڑا ہو۔

الھباء۔ سورج کی روشنی کے ساتھ روشندان میں اڑتے ذرات جو نظر آتے ہیں بکھرے غبار سے تشبیہ یہ استعارہ ہے کہ ان کے اعمال اس طرح ہوگئے کہ نہ وہ اجتماع کو قبول کرتے ہیں اور نہ انتفاع کو اگلی آیت میں اہل جنت کو اہل نار پر حاصل ہونے والی فضیلت کا ذکر فرمایا۔

۲۴: اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَئِذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا (جنتی اس دن قرارگاہ کے اعتبار سے بہت بہتر ہونگے) مستقراً یہ تمیز ہے المستقر سے مراد وہ مکان ہے جس میں وہ اکثر اوقات بیٹھیں اور باتیں کریں گے۔ وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا (ٹھکانہ کے اعتبار سے بہت اچھے ہونگے)۔ مقیلاً سے وہ ٹھکانہ جس کی طرف آرام لینے اور بیویوں سے تمتع کرنے کیلئے رجوع کرتا ہو۔ جنت میں نیند نہیں ہے۔ لیکن حوروں کے ساتھ آرام کے مقام کو بطور تشبیہ مقیل فرمایا روایات میں ہے کہ حساب سے آدھے دن میں فراغت پالیں گے اور

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۣالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ

اس وقت کو یاد کرو جب آسمان بادلوں سے پھٹ جائے گا اور بکثرت فرشتے نازل کئے جائیں گے، آج بادشاہت رحمٰن ہی کے لئے ہے،

وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ

اور یہ دن کافروں پر سخت ہو گا اور اس دن کو یاد کرو جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے کاٹے گا اور یوں کہے گا

يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾

کاش میں رسول کے ساتھ راستہ بنا لیتا، ہائے میری بربادی کاش میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا،

لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ

البتہ اس نے مجھے اس کے بعد ذکر سے ہٹا دیا جبکہ میرے پاس ذکر آ گیا تھا اور شیطان انسان کو بے یار و مددگار چھوڑنے والا ہے، اور رسول کا

الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ

کہنا ہوگا کہ اے رب میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر رکھا تھا، اور اسی طرح ہم نے مجرم لوگوں میں

نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

ہر نبی کے لئے دشمن بنائے ہیں اور ہدایت دینے اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے۔

اہل جنت جنت میں جا کر قیلولہ کریں گے اور اہل نار نار میں۔ احسن کا لفظ لا کر تہکم مقصود ہے۔

قیامت کا ایک منظر:

۲۵: وَيَوْمَ اس سے پہلے اذکر فعل محذوف ہے تَشَقَّقُ السَّمَاءُ (جس دن آسمان پھٹ جائے گا) تشقق اصل میں تتشقق ہے ایک تاء کو حذف کر دیا۔ کوفی اور ابو عمرو اور دیگر قراء نے اس کو شین میں ادغام کیا ہے۔ بِالْغَمَامِ (بادلوں کے ساتھ) جب آسمان کا پھٹنا بادلوں کے ظاہر ہونے کے ساتھ ہوگا تو بادلوں کو اس طرح قرار دیا گیا گویا کہ اس سے آسمان پھٹ جائے گا۔ جب تم کہو شق السنام بالشفرۃ وانشق بھا۔ اس نے کوہان کو تلوار سے چیر دیا وہ تلوار سے پھٹ گئی۔ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا (اور فرشتے اتارے جائیں گے اتارنا)۔

قراءت: نُنزل مکی نے پڑھا ہے۔ اس صورت میں تنزیلاً مصدر غیر لفظ فعل مانا جائے گا۔ مطلب یہ ہوگا کہ آسمان سے سفید بادل ظاہر ہوگا۔ جس سے آسمان پھٹ جائے گا۔ اور بادلوں میں سے فرشتے اتریں گے جن کے ہاتھوں میں انسانوں کے صحائف اعمال ہونگے۔

۲۶: اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ الْحَقُّ (بادشاہی اس دن رحمان ہی کی ہوگی) الملك مبتدا اور یومئذ اس کا ظرف اور الحق اس کی صفت ہے۔ الحق ثابت کو کہتے ہیں۔ کیونکہ تمام عارضی بادشاہتیں اس دن باقی نہ رہیں گی۔ فقط اس کی بادشاہی ہوگی۔ لِلرَّحْمٰنِ (رحمان کی) یہ اس کی خبر ہے وَكَانَ (ہوگا) وہ دن يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا (کافروں پر دشوار) عسیر کا معنی شدید ہے جیسے کہتے ہیں عَسُر علیه فهو عسیر وعَسِر (اس پر دشوار ہوا) اسی سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ مؤمنوں کیلئے آسان ہوگا۔ حدیث میں فرمایا قیامت کا دن مؤمن کیلئے فرضی نماز سے بھی زیادہ خفیف اور ہلکا ہوگا۔ (رواہ احمد وابویعلیٰ)

کفار کی حسرت وغیظ:

۲۷: وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ (اور جس روز ظالم اپنے دانتوں سے اپنے ہاتھ کاٹے گا) عض اليدين یہ حسرت وغیظ سے کنایہ ہے کیونکہ ہاتھ کاٹنا اس کا ردیف ہے پس بعد میں آنے والے کا ذکر کر کے اصل پر دلالت کر دی۔ اس سے کلام کا مرتبۂ فصاحت بھی انتہائی بلند ہوگیا اس کو سن کر سامع پر ایسا رعب طاری ہوتا ہے جو اصل کو سن کر نہیں ہوتا۔ الظالم نمبرا۔ میں الف لام عہدِ خارجی کا ہے اس سے ظاہر مراد عقبہ بن ابی معیط ہے۔ نمبر۲۔ الف لام جنس کا ہے اس صورت میں عقبہ اور اس جیسے دیگر کفار کو بھی شامل ہوگا۔

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ (کہے گا کاش میں پکڑ لیتا) دنیا میں مَعَ الرَّسُوْلِ (رسول کے ساتھ) حضرت محمد ﷺ الرسول سے مراد ہیں۔ سَبِيْلًا (راستہ) نجات کی راہ اور جنت کی راہ اور وہ ایمان ہے۔

۲۸: يٰوَيْلَتٰى (ہائے افسوس)۔

ظالم کا افسوس:

قراءت: یہ یاویلتی یاء کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اور وہ اصل ہے کیونکہ آدمی اپنی ہلاکت کو بلاتا ہے اور اس کو کہتا ہے اے میری ہلاکت آجا یہ تیرا زمانہ ہے البتہ یاء کو الف سے اسی طرح بدلا جیسا صحاری اور مداری میں۔ لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا (کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا) فلان کا لفظ علم سے کنایہ ہے اگر ظالم سے عقبہ بن ابی معیط مراد ہو جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ اس نے ایک دن ضیافت کا انتظام کیا اور رسول ﷺ کو بھی اس میں دعوت دی آپ نے اس کا کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا جب تک شہادتین کا اقرار نہ کرے گا میں تیرا کھانا نہ کھاؤں گا اس نے اسی طرح کر دیا اس کے دوست ابی بن خلف نے کہا میں تیرا چہرہ نہ دیکھوں گا۔ اور تو میرا چہرہ نہ دیکھ پائیگا۔ صرف ایک صورت ہے کہ کفر کی طرف لوٹ آ اور اسلام سے ارتداد اختیار کر لے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ وہ قیامت کو کہے گا کاش میں ابی بن خلف کو دوست نہ بناتا اس کے نام سے فلاں کہہ کر کنایہ کیا گیا اگرچہ مراد جنس ہے ہر وہ آدمی جو گمراہوں میں سے کسی کو دوست بنائے تو وہ اپنے خلیل کیلئے بہر صورت اسم علم ہوگا۔ پس اس سے کنایہ بن جائے گا۔

ایک قول: یہ شیطان سے کنایہ ہے۔

شیطان کی گمراہی:

۲۹: لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ (اس نے مجھے اللہ تعالیٰ کی یاد سے گمراہ کیا) الذکر سے ذکر اللہ مراد ہے۔ نمبر۲۔ قرآن مراد ہے۔ نمبر۳۔ ایمان مراد ہے۔

بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ (اس کے بعد کہ وہ میرے ہاں آچکا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَكَانَ الشَّیْطٰنُ (اور شیطان ہے) اس کا خلیل۔ اس کو شیطان اس لئے کہا کیونکہ اس نے اس کو اسی طرح گمراہ کیا جیسا شیطان گمراہ کرتا ہے۔ نمبر۲۔ ابلیس لعین مراد ہے کیونکہ اسی نے گمراہ کی دوستی پر اسے برانگیختہ کیا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت پر ابھارا۔ لِلْاِنْسَانِ (انسان کیلئے) جو اس کا مطیع بن جاتا ہے۔ خَذُوْلًا (یہ رسوا کرنے والا) یہ خذلان سے مبالغہ ہے۔ اس کی عادت یہ ہے کہ جو اس سے دوستی اختیار کرتا بالآخر گمراہ کر کے اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ نمبر۱۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی حکایت ہے۔ نمبر۲۔ ظالم کے کلام کی حکایت ہے۔

شکایتِ رسول:

۳۰: وَقَالَ الرَّسُوْلُ (اور کہیں گے رسول) صلی اللہ علیہ وسلم یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی (اے میرے رب میری قوم) قریش نے اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (اس قرآن کو متروک کر رکھا تھا) مہجور کا معنی متروک ہے اس کو چھوڑ دیا اور اس پر ایمان نہ لائے یہ ہجران سے لیا گیا ہے یہ اتخذوا کا دوسرا مفعول ہے اس میں شکایت کو بہت بڑا کر کے ظاہر کیا گیا اور قریش کو ڈرایا گیا کیونکہ انبیا علیہم السلام جب اقوام کا بارگاہ میں شکوہ کرتے ہیں تو ان کی مہلت تمام ہو کر عذاب ٹوٹ پڑتا ہے۔

۳۱: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ وَكَفٰی بِرَبِّكَ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا (اسی طرح ہم نے مشرکوں میں ہر پیغمبر کے دشمن بنا دیئے تھے۔ اور آپ کا رب آپ کو راستہ بتانے والا اور آپ کی مدد کرنے والا کافی ہے) یعنی اس طرح ہر پیغمبر کو اپنی قوم کو عداوت سے سابقہ پڑا اور آپ کے لئے آپ کا رب کافی ہے جو مغلوبیت کے راستہ کی طرف ان کو لے جا رہا ہے اور ان سے بدلہ لے گا اور آپ کی ان کے خلاف مدد فرمائے گا۔

نحو: عدو کا لفظ واحد و جمع دونوں ہوسکتا ہے۔ باء زائدہ ہے اے کفی ربك ھادیا ۔ ھادیا یہ تمیز ہے۔
هَادِیًا وَّنَصِیْرًا۔

مع وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚۛ کَذٰلِكَ ۚۛ

اور کافروں نے کہا کہ ان پر قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نازل نہ کر دیا گیا، ہم نے اسی طرح نازل کیا ہے،

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ

تا کہ اس کے ذریعہ ہم آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے، اور یہ لوگ آپ کے سامنے کیسا ہی عجیب سوال کریں ہم ضرور اس کا ٹھیک جواب خوب

وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا

وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو عطا کر دیں گے جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے یہ لوگ جگہ کے اعتبار سے بھی بدترین ہیں

ع ۱۴/۳ وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۳۴﴾

اور طریقہ میں بھی بہت گمراہ ہیں۔

قرآن اکٹھا کیوں نہ اُترا:

۳۲: وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (اور کافروں نے کہا) کافر سے یہاں قریش مکہ یا نمبر ۲۔ یہود مراد ہیں۔ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً (کیوں اس پر قرآن مجید اکٹھا ایک مرتبہ نہیں اتارا گیا) جملۃ واحدۃ بمعنی اکٹھا اور یہ حال ہے مطلب یہ ہے اس پر قرآن ایک مرتبہ ایک ہی وقت میں کیوں نہیں اتارا گیا جیسا کہ تورات، انجیل وزبور اتاری گئی اس کو متفرق کیوں اتارا جا رہا ہے۔ یہ فضول سوال ہے اور بے جا شک ہے کیونکہ اعجاز قرآنی اور دلائل قرآنی ایک مرتبہ اتارے جانے یا تھوڑا تھوڑا اتارے جانے سے اعجاز نمائی اور حجیت میں چنداں مختلف نہیں ہیں۔ نزّل یہاں انزل کے معنی میں ہے ورنہ یہ جملہ واحدہ کے خلاف پڑے گا۔

کفار کا یہ اعتراض بالکل بے حقیقت تھا کیونکہ ان کو ایک سورت لانے کا چیلنج دیا گیا تھا خواہ وہ قرآن کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی سورت ہو انہوں نے اس سے اپنے عجز کا اظہار کیا اور مخالفت اور لڑائی پر اتر آئے اور جوش کو صرف کیا حجت و دلیل کی طرف نہیں آئے۔

کَذٰلِكَ (اسی طرح) اس میں ان کو جواب دیا گیا یعنی قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے بیس سال میں اتارا۔ یا تیئس سال اور کذلک میں لولا انزل علیہ القرآن جملۃ کے مدلول کی طرف اشارہ کیا گیا کیونکہ اس کا معنی یہ ہے تم پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں اتارا گیا؟ تو جواب دیا اسی طرح پس اس کے فوائد کو تم بھی جان لو نمبر ا۔ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ (تاکہ اس سے تیرے دل کو مضبوط کر دیں۔ اس کے متفرق اتارنے سے آپ کے دل کو مضبوط کر دیں۔ نمبر ا۔ یہاں تک کہ تو اس کو یاد کرے اور محفوظ کرے کیونکہ جس کو تلقین کی جائے اس کا دل علم کی کسی چیز کو یاد کرنے کیلئے آہستہ آہستہ قوی و مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے اور ایک جزو کے بعد دوسرا جزو اپنانے کیلئے۔ اگر ایک مرتبہ ہی اس پر ڈالا جاتا ہے تو وہ اس کے یاد کر لینے سے عاجز آ جاتا ہے۔

نمبر۲۔آپ کے دل کو اکتاہٹ سے بچانے کیلئے متواتر قرآن کو پہنچایا اور جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کیونکہ محب کا دل محبوب کے خطوط و پیغامات مسلسل آنے سے پُرسکون ہوتا ہے۔وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا (اور ہم نے اس کو پڑھا الگ الگ) اس کا عطف اس فعل پر ہے جس کے متعلق کذلک ہے گویا اس طرح فرمایا کذلك فرقناه ورتلناه یعنی ہم نے ایک آیت کے بعد دوسری آیت سے اندازہ کیا۔وقفہ کے بعد وقفہ سے۔نمبر۲۔ہم نے اس کی قراءت میں ترتیل کا حکم دیا اور اس معنی کو دوسری آیت میں اس طرح بیان فرمایا ورتل القرآن ترتیلا۔[المزمل:۴] (یعنی اس کو ترتیل سے پڑھ اور ٹھہر ٹھہر کر) نمبر۳۔ہم نے اس کو خوب کھول کر بیان کیا اور الترتیل الگ الگ، صاف صاف ٹھہر کر پڑھنا۔

۳۳:وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ (وہ نہیں لاتے آپ کے پاس کوئی عجیب سوال) مثل سے یہاں عجیب سوال مراد جو وہ باطل سوالات کرتے رہتے تھے۔گویا باطل ہونے میں ایک مثال ہے۔اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ (مگر ہم آپ کو اس کا صحیح جواب عطاء کر دیتے ہیں) مگر ہم آپ کے پاس صحیح تردید جس سے بھاگنے کا راستہ نہ ہو لے آتے ہیں۔وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا (اور بہترین تشریح کے ساتھ) اور اس چیز کے ساتھ جو معنی میں زیادہ خوب ہو اور اس کے سوال کا جواب بھی ہو۔یہاں مفضل منہ کا لفظ حذف کر دیا گیا کیونکہ خود کلام میں اس حذف کی دلیل ہے جیسا کہ تم کہو: رأیت زیدًا وعمروا وکان عمرو احسن وجهًا اس میں دلیل ہے کہ تمہارا مقصود احسن و جهًا من زید ہے۔جب تفسیر خود کلام کی دلالت کو کھولنے والی ہے تو اس کو اس کے معنی کی جگہ رکھ دیا گیا۔چنانچہ کہتے ہیں تفسیر هذاالکلام کیت و کیت ۔جیسا کہا گیا ہے اس کا معنی کذا وکذا اولا یا تونك بحال و صفة عجیبة کیا وہ نہیں لاتے کسی حالت میں کوئی عجیب بات یہ کہتے ہوئے کیونکر قرآن اس پر اکٹھا نہیں اتارا گیا مگر ہم آپ کو ایسے حالات لاتے ہیں جن احوال کے آپ ہماری حکمت کے مطابق مستحق ہیں اور وہ حالات زیادہ واضح کرنے والے ہیں اس چیز کو جو آپ دیکر بھیجے گئے ہیں اور نبوت کی درستگی پر دلالت کرنے والے ہیں۔مقصد یہ ہے کہ قرآن کا تھوڑا اترنا اور ان کو یہ چیلنج دینا کہ بعض حصہ قرآن کا مقابلہ میں قرآن بنا کر لائیں مگر ایسا کرنے سے وہ عاجز ہیں تو پورے قرآن کے مقابلہ سے خود عاجز ہو گئے کیونکہ قرآن سارا معجزہ ہے۔

۳۴:اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ (وہ لوگ جن کو منہ کے بل جہنم کی طرف ہنکا کر لے جایا جائے گا وہ بدتر ہوں گے)

نحو:الذین مبتدأ اور اولٰئك مبتدأ ثانی اور شرٌّ خبر ہے اور اولئك مع شرٌّ الذین کی خبر ہے۔

مَّكَانًا (مقام کے اعتبار سے) مقام و مرتبہ یا رہائش و ٹھکانہ وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا (اور طریقہ میں بھی بہت گمراہ ہوں گے) یعنی راستہ کے لحاظ سے خطاء کرنے والے ہونگے یہ اسناد مجازی ہے مطلب یہ ہے کہ تمہیں ان سوالات پر یہ چیز آمادہ کرتی ہے کہ تم اسکے راستہ کو گمراہی قرار دیتے ہو اور اسکے مقام و مرتبہ کو حقیر قرار دیتے ہو۔اگر تم انصاف کی آنکھ سے دیکھتے اس حال میں کہ تمہیں جہنم پر منہ کے بل گھسیٹا جا رہا ہو۔تو تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہارا مقام انکے مقام سے بہت برا اور تمہارا راستہ گمراہی میں بہت بڑھا ہوا ہے۔

قرآن مجید میں اسی کا ذکر فرمایا۔قل هل انبئکم بشرٍ من ذلك مثوبة عند الله من لعنه الله وغضب علیه۔[المائدہ:۶۰]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۝٣٥ فَقُلْنَا اذْهَبَا اِلَى

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی کو وزیر بنا دیا، پھر ہم نے دونوں کو حکم دیا کہ اس قوم کی طرف

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۝٣٦ۭ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ

چلے جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، پھر ہم نے اس قوم کو بالکل ہی ہلاک کر دیا، اور ہم نے قوم نوح کو ہلاک کیا جبکہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا،

اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝٣٧ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟

ہم نے انہیں غرق کر دیا اور ان کو لوگوں کے لئے عبرت بنا دیا، اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے، اور ہم نے عاد اور ثمود کو

وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝٣٨ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا

اور اصحاب الرس کو اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو ہلاک کیا اور ان میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے امثال بیان کیں، اور ہر ایک کو ہم نے پوری طرح

تَتْبِيْرًا ۝٣٩ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا

ہلاک کر دیا، بلاشبہ یہ لوگ اس بستی پر گزرے ہیں جس پر بری بارش برسائی گئی کیا یہ اسے نہیں دیکھتے

يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ۝٤٠ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ

رہے، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ موت کے بعد اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے، اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کا مذاق ہی اڑاتے ہیں

اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝٤١ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا

کیا یہی شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے، اس نے تو ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر جمے ہوئے

عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝٤٢ اَرَءَيْتَ مَنِ

نہ رہتے، اور جس وقت یہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے اس بات کو جان لیں گے کہ کون شخص راہ سے ہٹا ہوا تھا، کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے

اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝٤٣ۙ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ

اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا، سو کیا آپ اس کے وکیل ہیں، آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر

يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝٤٤ۧ

سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، یہ لوگ محض چوپایوں کی طرح سے ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔

حشر کی تین قسمیں:

حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے قیامت کے دن لوگوں کا حشر تین قسم پر ہوگا۔ نمبرا۔ جانوروں پر سوار۔ نمبر۲۔ پیدل ۳۔ چہروں کے بل، عرض کیا گیا یارسول اللہ! وہ چہروں کے بل کیسے چلیں گے تو ارشاد فرمایا جس نے ان کو پاؤں سے چلایا وہی ان کو چہروں کے بل چلائے گا۔ [احمد، ترمذی]

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی فرعون کی طرف بعثت:

۳۵: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی) تورات جیسا کہ آپ کو قرآن دیا۔ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا (اور ہم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو مددگار بنادیا)۔

نحو: ہارون یہ اخاہ کا بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ وَزِيْرًا مددگار۔ لغت میں اس کو کہتے ہیں جس کی رائے کی طرف رجوع کیا جاتا ہو اور جس کی رائے باعث تحصین ہو یہ الوزر سے لیا گیا ہے جس کا معنی پناہ گاہ ہے اور وزارت نبوت کے منافی نہیں۔ ایک زمانہ میں انبیاء علیہم السلام کو بھیجا جاتا اور ان کو ایک دوسرے کی مدد کا حکم دیا جاتا۔

۳۶: فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (اور ہم نے کہہ دیا کہ تم دونوں اس قوم کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا ہے) مراد فرعون اور اس کی قوم ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ فذھبا الیھم و انذر افکذ بوھما۔ وہ ان کے پاس دونوں گئے اور ان کو ڈرایا مگر انہوں نے جھٹلا دیا۔

تکذیب کی وجہ سے فرعونیوں کو ہلاک کردیا:

فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا (پس ہم نے ان کو ملیا میٹ کر دیا) التدمیر کسی عجیب انداز سے ہلاک کرنا۔ قصہ کو مختصر فرمایا اس کا اول و آخر ذکر کر دیا۔ کیونکہ مقصودِ قصہ یہی ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ بعثِ رسل کے ذریعہ حجت تمام کر دی جائے اور تکذیب کی وجہ سے استحقاق عذاب ظاہر کر دیا جائے۔

قوم نوح اور دیگر ہلاک شدہ اقوام کی طرف اشارہ:

۳۷: وَقَوْمَ نُوْحٍ (اور قوم نوح کو) یعنی ہم نے قوم نوح کو ہلاک کر دیا۔ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ (جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا) یعنی نوح علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام کو یا ایک کی تکذیب تمام کی تکذیب ہے۔ اَغْرَقْنٰهُمْ (ہم نے ان کو ڈبو دیا) طوفان کے ذریعہ وَجَعَلْنٰهُمْ (اور ہم نے بنا دیا ان کو) یعنی ان کے غرق یا واقعہ کو لِلنَّاسِ اٰيَةً (لوگوں کیلئے نشانی) عبرت جس سے وہ عبرت حاصل کرتے ہیں۔ وَاَعْتَدْنَا (ہم نے تیار کر رکھا ہے) لِلظّٰلِمِيْنَ (ظالموں کیلئے) قوم نوح کیلئے اور اصل عبارت اس طرح ہے واعتدنا لھم مگر ان کا ظلم بیان کرنے کیلئے ظالمین کی بجائے ضمیر لائے۔ نمبر۲۔ یہ ہر اس آدمی کیلئے عام ہے جو شرک والا ظلم ڈھانے والا ہو اور اپنے عموم کی وجہ سے ان کو بھی شامل ہوگی۔ عَذَابًا اَلِيْمًا (دردناک عذاب) مراد آگ۔

۳۸: وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا (اور عاد و ثمود کو ہم نے ہلاک کر دیا۔)

قراءت: حمزہ، حفص نے قبیلہ کی تاویل سے بلا تنوین پڑھا۔ اور دیگر قراء نے ثمود تنوین سے پڑھا خاندان کی تاویل نمبر۳۔ یہ بڑے باپ کا نام ہے۔

وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ (کنوئیں والے) یہ قوم شعیب علیہ السلام ہے۔ وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ انہوں نے شعیب کو جھٹلایا ایک دن وہ کنوئیں کے گرد تھے۔ کنوئیں کی دیواریں گریں اور ان کو زمین میں گھروں سمیت دھنسا دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ الرس ایک بستی کا نام ہے انہوں نے اپنے پیغمبر کو قتل کر دیا جس کے نتیجہ میں سب کو ہلاک کر دیا گیا۔ اور ایک قول یہ ہے یہی اصحاب اخدود ہیں۔ الرس خندقوں کو کہا جاتا ہے۔ وَقُرُوْنًا (اور زمانہ والوں کو ہم نے ہلاک کیا)۔ بَیْنَ ذٰلِكَ (ان کے مابین) كَثِیْرًا (بہت) جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رسولوں کو بھیجا۔ انہوں نے جھٹلایا تو ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

۳۹: وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ (تمام کیلئے ہم نے مثالیں بیان کیں) یعنی پہلے لوگوں کے عجیب عجیب واقعات بیان کیے۔ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا (ہم نے تمام کو برباد کر دیا) ان کو بالکل ہلاک کر دیا۔

نحو: پہلا کلاً انذرنا کی وجہ سے محذوف یا حذرنا کی وجہ سے اور دوسرا کلًا تبرنا کی وجہ سے محذوف ہے وہ اس کے لئے فارغ ہے۔

۴۰: وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْیَةِ (اور تحقیق ان کا گزر اس بستی کی طرف سے ہوتا ہے۔)

نحو: اتوا کا فاعل اہل مکہ ہیں۔

القریہ سے مراد سدوم وغیرہ ہیں۔ یہ قوم لوط کا سب سے بڑا مرکزی شہر تھا۔ کل پانچ شہر تھے چار کو اللہ تعالیٰ نے اہل سمیت ہلاک کر دیا۔ اور ایک ان میں سے باقی رہ گیا۔

الَّتِیْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ (جن پر بری بارش کی گئی) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھر برسائے۔ قریش مکہ کا اکثر قافلوں میں گزر ان بستیوں کے پاس سے ہوتا تھا یہ شام کی شارع پر واقع ہوتے تھے۔ ان بستیوں کو پتھروں کی آسمانی بارش سے ہلاک کر دیا گیا۔

نحو: مطر السوء یہ مفعول ثانی ہے۔ اور اصل عبارت اس طرح ہے امطرت القریۃ مطراً نمبر۲۔ مصدر محذوف الزوائد ہے یعنی امطار السوء۔

اَفَلَمْ یَكُوْنُوْا یَرَوْنَهَا (کیا یہ اس بستی کو دیکھا نہیں کرتے) کیا انہوں نے شام کی طرف سفر میں آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ پھر ان کو سوچ کر ایمان لانا چاہیے تھا۔ بَلْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ نُشُوْرًا (بلکہ وہ دوبارہ اٹھنے کی امید نہیں رکھتے) بلکہ یہ لوگ تو بعث کے انکاری ہیں۔ یہ بعث سے نہ ڈرتے اور نہ ہی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ نمبر۲۔ ان کو اٹھنے کی امید نہیں جیسا کہ مؤمن امید کرتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کو اپنے اعمال کے ثواب کی طمع ہے۔

۴۱: وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ (اور جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کا مذاق بنا لیتے ہیں)

نحو : ان نافیہ ہے۔

استہزائے کفار:

اِلَّا هُزُوًا اتخذ هزوًا کا معنی استهزا بہٖ ہے اور اصل اتخذه موضع هزؤ یا مهزوء ا بہٖ آپ کو استہزاء کی جگہ بنا لیتے ہیں یا مسخرہ بنا لیتے ہیں۔ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا (کیا یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا ہے) قول کو مضمر قرار دیکر هذا کو بطور استہزاء تحقیر لائے۔ ای قائلین اهذا۔ وہ یہ کہتے ہیں کیا یہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا ہے اور محذوف حال ہے اور الذی کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے۔ ای بعثهٗ۔

۴۲: اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا (قریب تھا کہ ہم کو ہمارے معبودوں کی طرف سے بہکا لیتا۔ اگر ہم ان معبودوں پر جمے نہ رہتے)۔

نحو : ان مخففة من المثقلة ہے اور لام اس کی دلیل ہے۔ قریش کو دعوت دینے میں آپ ﷺ کیلئے کس قدر مشکلات تھیں اور ان کے سامنے معجزات کے پیش کرنے میں کتنا بڑا مجاہدہ تھا۔ کہ وہ اپنے خیال کے مطابق اپنا دین چھوڑنے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اگر وہ اس پر اصرار نہ کرتے اور اپنے معبودوں کی عبادت کو تھامے نہ رکھتے۔

وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ (وہ عنقریب جان لیں گے جب کہ وہ عذاب کو ملاحظہ کریں گے) اس میں کفارِ مکہ کیلئے وعید ہے اور یہ بھی دلالت ہے کہ اس کو ترک کرنے پر تیار نہیں خواہ مدتِ مہلت کتنی طویل کر دی جائے۔ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا (کہ راستہ کے اعتبار سے کون گمراہ ہے۔) یہ ان کا لیضلنا کے جواب کی طرح جملہ لایا گیا ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف انہوں نے ضلال کی نسبت کی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ دوسرے کو گمراہ وہ کرتا ہے جو خود گمراہ ہو۔

یہ خواہشات کے پجاری ہیں:

۴۳: اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (اے پیغمبر ﷺ) آپ نے اس شخص کی حالت دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے) یعنی جس نے کسی چیز کو چھوڑنے اور کرنے کیلئے خواہش کی اطاعت کی تو وہ اپنی خواہش کا پیرو ہے اور اس کو معبود بنانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو فرما رہے ہیں۔ اس شخص کو اپنی خواہش ہی معبود نظر آتی ہے آپ اس کو ہدایت کی طرف کس طرح دعوت دے سکتے ہیں۔ روایت میں ہے ایک آدمی اہل جاہلیت میں سے پتھر کو پوجتا تھا جب وہ کوئی خوبصورت پتھر دیکھتا تو پہلا چھوڑ کر دوسرا اٹھا لیتا اور اس کی پوجا شروع کر دیتا۔

قول حسن رحمہ اللہ علیہ: اس سے مراد ہر خواہش پرست ہے۔

اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا (تو کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو نگے) یعنی ایسے محافظ جو اتباع خواہشات سے اس کو بچا سکیں اور اپنی من پسند کی عبادت سے اس کو روک لیں۔ نمبر۲۔ کیا آپ کو اس بات پر مقرر کر دیا گیا کہ خواہشات سے موڑ کر اس کو ہدایت پر لگا دیں اس میں آپ ﷺ کو بتلایا کہ آپ کے ذمہ فقط تبلیغ ہے۔

۴۴: اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا (کیا آپ یہ خیال کرتے

ہیں کہ ان کی اکثریت (کلام اللہ) کو سنتے یا سمجھتے ہیں وہ نہیں ہیں مگر چوپایوں کی طرح بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ۔
نحو : یہ ام منقطعہ ہے اور اس کا معنی بَل ہے بلکہ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں گویا پہلے جو مذمت گزری یہ اس سے زیادہ سخت ہے یہاں تک کہ اس سے اضراب کر کے اس کی طرف رجوع کرنا پڑا۔

تفصیلِ اعراض:

وہ یہ ہے کہ ان کی عقلیں اور قوتِ سمع چھن چکی ہے۔ کیونکہ وہ حق کو سننے کی طرف ذرا کان نہیں دھرتے۔ اور نہ اس میں تدبر کیلئے عقل کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ تو ڈھوروں اور ڈنگروں کے مشابہہ ہیں جو غفلت وضلالت میں مثال ہیں ان پر شیطان ان کو ذلیل کرنے کیلئے سوار ہے جس وجہ سے انہوں نے استدلال کو بالکل ترک کر دیا۔ پھر یہ حیوانات سے گمراہی میں بڑھ کر ہیں کیونکہ چوپائے تو اپنے رب کے تسبیح خواں اور سجدہ کناں ہیں اور جو ان کو چارہ ڈالے اس کی بات مانتے ہیں اور محسن ومسئی کی پہچان رکھتے ہیں اور اپنے نفع کے طالب اور دینے والی چیز سے گریزاں ہیں اپنے گھاٹوں اور چراگاہوں کی طرف راستہ پانے والے ہیں۔
یہ اپنے پروردگار کی اطاعت نہیں کرتے۔ نہ اس کے احسانات کو شیطان کی برائیوں سے جدا کر پاتے حالانکہ شیطان تو ان کا دشمن ہے اور یہ ثواب کو جو سب سے بڑا نفع ہے چھوڑنے والے ہیں۔ یہ اس انجام سے لرزاں وترساں نہیں جو سب سے سخت نقصان اور ہلاکت کی جگہ ہے۔ اور حق کی طرف راہ نہیں پاتے حالانکہ وہ میٹھا اور خوشگوار چشمہ ہے۔
قول علماء: ملائکہ میں روح وعقل اور بہائم میں نفس وخواہش۔ اور آدمی میں تمام بطور ابتلاء وآزمائش اکٹھی کر دیں اگر انسان پر نفس وخواہش نے غلبہ پالیا تو چوپائے اس سے بڑھ گئے اور اس پر روح وعقل کا غلبہ ہو گیا۔ تو یہ معزز ملائکہ سے سبقت لے گیا۔
یہاں الاکثر کا لفظ استعمال فرمایا کیونکہ ان میں بعض وہ تھے جن کو صرف سرداری ہی اسلام کے راستہ سے رکاوٹ تھی اور یہ لا علاج مرض ہے اور اسلئے کہ ان میں وہ بھی تھے جو ایمان لے آئے۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ

اے مخاطب کیا تو نے اپنے رب کی طرف نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو کیسے پھیلایا ہے، اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ٹھہرا ہوا رکھتا، پھر ہم نے آفتاب کو اس پر

عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۝۴۵ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝۴۶ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا

علامت مقرر کیا، پھر ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا، اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس

وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝۴۷ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ

اور نیند کو آرام کی چیز بنایا، اور دن کو پھیل جانے کا وقت بنایا، اور وہ ایسا ہے جس نے اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں

يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۝۴۸ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ

بھیج دیں، اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا تاکہ ہم اس کے ذریعے مردہ زمین میں جان ڈال دیں، اور تاکہ یہ پانی ہم اپنی

مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۝۴۹ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى

مخلوق میں سے چوپایوں کو اور بہت سے انسانوں کو پلا دیں، اور ہم اسے ان کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، لیکن

اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝۵۰ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۝۵۱ ۖ فَلَا تُطِعِ

اکثر لوگ ناشکری کے بغیر نہیں رہتے، اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے، سو کافروں کی

الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝۵۲

بات نہ مانیے اور اس کے ذریعہ ان سے خوب بڑا مقابلہ کیجئے۔

سورج سے سایہ کی پہچان:

۴۵: اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ (کیا تم نے اپنے رب کی صنعت وقدرت کو نہیں دیکھا)۔ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (کہ کس طرح اس نے سایے کو دراز کیا) اسکو پھیلا کر زمین پر عام کر دیا اور یہ طلوع فجر سے طلوع شمس کے وقت تک ہے جمہور کا قول یہی ہے۔ کیونکہ یہ ایسا دراز سایہ ہے جس کے ساتھ سورج کی شعاعیں بالکل نہیں۔ اور نہ ہی اندھیرا ہے اور یہ اس طرح ہے جیسا جنت کے سایہ کے بارے میں فرمایا و ظل ممدود اور نہ اندھیرا ہوگا۔ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا (اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سایہ کو ٹھہرنے والا بنا دیتا) یعنی دائمی بنا دیتے جو کبھی زائل نہ ہوتا اور نہ اس کو سورج ختم کر سکتا۔ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا (پھر ہم نے سورج کو اس سایہ کی دلیل بنا دیا) دلیل کا مطلب یہ ہے کہ سورج سے سایہ کی پہچان ہوتی ہے اگر سورج نہ ہوتو سایہ کی پہچان نہ ہو اشیاء کی پہچان اضداد سے ہوتی ہے۔

۴۶: ثُمَّ قَبَضْنٰهُ (پھر ہم نے اس کو سمیٹ لیا) یعنی اس دراز سایے کو سمیٹ لیا۔ اِلَیْنَا (اپنی طرف سے) مراد جہاں ہم نے چاہا اس طرف قَبْضًا یَّسِیْرًا (تھوڑا تھوڑا کر کے) آسانی کے ساتھ اس میں تکلیف قطعاً نہ تھی۔ نمبر۲۔ آہستہ آہستہ یعنی ایک ایک جزو کر کے اس سورج کے ذریعہ جو اس پر آتی ہے۔

فَائِدَہ: یہاں ثُمّ امور کے مابین تفاضل کیلئے استعمال ہوا ہے گویا دوسرا پہلے سے بہت بڑا ہے اور تیسرا دوسرے سے بھی اعظم تر ہے فضیلت کے مراتب میں فرق کو وقت میں پیش آئندہ حوادث سے تشبیہ دی۔

نیند و بیداری موت و حیات کے مشابہ ہے:

۴۷: وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا (اور وہی رب تو ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس بنایا) ڈھانپنے والے اندھیرے کو لباس کی مانند قرار دیا۔ وَّ النَّوْمَ سُبَاتًا (اور نیند کو آرام) تمہارے ابدان کی راحت اور اعمال کو منقطع کرنے والی۔ السبت کا معنی کاٹنا ہے اور سونے والا قطع کیا ہوا ہے۔ کیونکہ اس کا عمل و حرکت منقطع ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ السبات: موت کو کہتے ہیں اور منقطع کیا ہوا مردہ ہے کیونکہ اس کی زندگی منقطع کر دی گئی جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا: وهو الذی یتوفکم باللیل [الانعام:۶۰] اور اس معنی کی تائید اس کے مقابلہ میں نشور کے تذکرہ سے بھی ہوتی ہے۔ وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا (اور دن کو اٹھنے کا وقت بنایا) النشور نیند سے بیدار جیسا کہ میت کو حشر کے دن اٹھایا جائے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ مخلوق دن میں معاش کیلئے اٹھتی ہے۔ آیت میں جہاں قدرتِ باری تعالیٰ پر دلالت موجود ہے اس میں مخلوق پر اظہارِ نعمت بھی ہے کیونکہ رات کے پردہ میں چھپ جانے پر دینی و دنیوی فوائد ہیں اور نیند و بیداری یہ موت و حیات کے ساتھ مشابہت رکھتی ہیں اور عبرت والے کیلئے باعثِ عبرت ہیں حضرت لقمان رحمہ اللہ نے بیٹے کو فرمایا کما تنام فتوقظ كذلك تموت فتنشر جیسے نیند سے جاگنا اسی طرح موت سے اٹھنا۔

۴۸: وَهُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ (اور وہ رب وہی تو ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے)

قراءت: مکی نے الریح مفرد پڑھا مراد جنس لی ہے۔

ماءِ طہور کا ذکر:

بُشْرًا (خوشخبری دینے والیاں) تخفیف کے ساتھ بشر جمع بشور بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ (اس کی رحمت سے پہلے) بارش سے پہلے کیونکہ وہ ریح ہے پھر بادل پھر بارش۔ یہ انتہائی عمدہ استعارہ ہے۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا) ماء سے بارش مراد ہے۔ طَهُوْرًا (بالکل پاک) یہ طہارت کا مبالغہ ہے اور صیغۂ صفت ہے جیسا کہتے ہیں ماءً طهورًا یعنی طاہر اور یہ اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے جس سے طہارت حاصل کی جاتی ہے ان تمام کو طہور کہتے ہیں مثلاً وضوء اور ایندھن کیونکہ اس سے وضوء کیا جاتا ہے اور ان سے آگ جلائی جاتی ہے اور طہور مصدر بمعنی تطہر ہے جیسے کہتے ہیں تطهرت طهورًا حسنا میں نے خوب طہارت حاصل کی اور یہی معنی اس ارشاد نبوی ﷺ کا ہے: لا صلوة الا بطهور (ترمذی) ای لا تقبل صلاة بغیر طهارة۔

قول ثعلبؒ ہے کہ طہور وہ ہے جو بذات خود طاہر ہو اور دوسرے کو پاک کرے امام شافعی رحمۃ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ اگر یہ طہارت میں مزید اضافے کو ظاہر کرنے کیلئے ہے تو یہ قول خوب ہے اس کی تائید اس ارشاد باری تعالیٰ میں ملتی ہے و ینزل علیکم من السماء ماء لیطھر کم بہٖ [الانفال:۱۱] ورنہ فعول کا تفعیل سے کوئی سروکار نہیں۔ باقی افعال متعدیہ کے مشتقات جو فعول کے وزن پر آتے ہیں۔ مثلاً قطوع اور منوع پر قیاس درست نہیں ہے کیونکہ فعول پر آنے کا مقصد تو مبالغہ ہے پس اگر فعل متعدی ہو تو مفعول متعدی ہوتا ہے اور اگر لازم ہو تو لازم۔

۴۹: لِّنُحۡیِۦَ بِهِ (تا کہ ہم بارش سے زندہ کریں) بَلۡدَةً مَّیۡتًا (مردہ شہر) میت کو مذکر اس لئے لائے بلد کا ارادہ کریں یا مکان مراد لیں۔ وَّ نُسۡقِیَهُۥ مِمَّا خَلَقۡنَاۤ أَنۡعَامًا وَّأَنَاسِیَّ كَثِیرًا (اور ہم وہ پانی اپنی مخلوق کو پہنچائیں چوپایوں اور بہت سے انسان کو) یعنی ہم انسانوں اور چوپایوں کو پانی پلائیں۔

نحو: مما خلقنا یہ انعامًا و اناسی سے حال ہے اور ای انعامًا و اناسی مما خلقنا اور سقیٰ و اسقی دونوں لغات ہیں۔

قراءت: مفضل اور برجمی نے ونسقیۂ پڑھا ہے: الاناسِی جمع إنسیّ علی القیاس جیسے کرسی و کراسی یا انسان کی جمع ہے اور یہ اصل میں اناسین ہے جیسا کہ سرحان اور سراحین نون کو یاء سے بدل دیا اور ادغام کر دیا۔

تقدیمِ ارض کی وجہ:

نکتہ: زمین کے احیاء کو انسانوں اور چوپایوں کو پانی پلانے سے مقدم کیا کیونکہ زمین کی زندگی ان کی زندگی کا سبب ہے پس جوان دونوں کی حیات کا سبب تھا اس کو مقدم کیا اور پانی پلانے کا بعد میں ذکر فرمایا پھر پانی پینے والے حیوانات میں چوپایوں کو خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ انسانی منافع عام طور پر چوپایوں سے متعلق ہیں گویا کہ چوپایوں کو پانی پلانے کا انعام ان کے پانی پینے کے سبب حاصل ہونے والے انعام کی طرح ہے اور انعام، اناسی کو نکرہ لا کر پھر کثرت کو ان کی صفت کے طور پر ذکر کیا۔ کیونکہ اکثر لوگ وادیوں اور نہروں کے قریب رہائش پذیر ہیں بارش کی سیرابی سے ایک گونہ مستغنی نہیں اور ان کے علاوہ لوگوں کی کثرت اس پانی پر زندگی گزارتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ بارش سے نازل فرماتے ہیں بلدۃ کا لفظ بھی نکرہ لایا گیا ہے کیونکہ اس سے مراد ان کے وہ بعض علاقے ہیں جو پانی کے مقامات سے دور واقع تھے۔ جب انسانوں کا پانی پینا من جملہ ان چیزوں میں سے تھا۔ جس کے لئے پانی کو اتارا گیا۔ اور انسانوں کے اکرام کیلئے پانی کی صفت طہور ذکر فرمائی۔

اشارہ: اور طہور کہہ کر یہ واضح کر دیا کہ انسانوں پر لازم ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی طہارت کو ترجیح دیں کیونکہ طہوریت زندوں کیلئے شرط ہے۔

بارش کو پھیرنے کا معنی:

۵۰: وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَٰهُ بَیۡنَهُمۡ لِیَذَّكَّرُوا۟ (اور ہم نے پانی کو انسانوں میں گھمایا اور پھرایا تا کہ لوگ غور کریں)

قراءت: لِیَذۡكُرُوا۟ حمزہ و علی نے پڑھا ان کی مراد یہ ہے کہ ہم نے یہ بات لوگوں کے درمیان قرآن اور تمام کتب منزلہ علی الرسل

میں پھیر پھیر کر بیان کی۔اور وہ بادل کا بننا اور بارش کا اترنا۔تاکہ لوگ سوچ و بچار کریں اور عبرت حاصل کریں اور اس پانی میں اللہ تعالیٰ کے انعام کا حق پہچان کر شکر یہ ادا کریں۔فَاَبٰۤی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا (مگر لوگوں کی اکثریت ناشکری کے بغیر نہ رہی) اکثریت نے کفرانِ نعمت کے علاوہ ہر بات سے انکار کر دیا۔اور نعمت کو جھٹلا دیا۔اور کثرت میں قلت کر دی۔

نمبر۲۔تصریف کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے بارش کو مختلف شہروں میں مختلف اوقات میں بانٹ دیا اور مختلف نوعیت کی بارش کی کہیں موسلا دھار اور کہیں ہلکی پھلکی بڑی بوندوں والی، چھوٹی بوندوں والی۔ مسلسل برسنے والی مگر لوگ ناشکری کر کے رہے اور یہ کہنے لگے فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسی۔اللہ تعالیٰ کی صنعت و رحمت کو بالکل یاد نہیں کرتے۔

قول ابن عباسؓ: کوئی سال دوسرے سال سے کم بارش والا نہیں ہوتا۔لیکن اللہ تعالیٰ اس کو جہاں چاہتے ہیں پھیر دیتے ہیں اور پھر یہ آیت پڑھی۔ایک روایت تفسیر یہ یہ ہے کہ فرشتے ہر سال کی مقدار مطر اور عدد مطر جانتے ہیں کیونکہ وہ پہلے سے مختلف نہیں لیکن علاقے مختلف ہو جاتے ہیں کسی سال کسی علاقہ میں اگلے سال دوسرے علاقہ میں یہاں سے بلدۃ کے نکرہ لانے کا جواب اور اسی طرح انعام واناسی کے نکرہ ذکر کرنے کا جواب نکلتا ہے۔

مَسْئَلَة: جس شخص نے بارش کی نسبت ستارے کی طرف کی اور بارش اور ستارے کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایسا ہونے سے انکار کیا وہ کافر ہوا اگر اس کا خیال یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ بارش کا خالق ہے اور ستارے کی طرف نسبت صرف بارش کی علامت اور بارش کی دلالت کے طور پر کی ہے تو پھر کافر نہ قرار دیا جائے گا۔

ہر بستی کی بجائے ساری کائنات میں ایک ہی منذر بھیج دیا:

۵۱،۵۲: وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا۔ فَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ (اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔ پس آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کریں) اگر ہم چاہتے تو تمام بستیوں کو ڈرسنانے کی ذمہ داری آپ سے کم کر کے ہر بستی میں ایک پیغمبر بھیج دیتے۔لیکن ہم نے چاہا کہ آپ کیلئے تمام رسولوں کے فضائل جمع کریں کافتہ للناس کی طرف آپ کو رسول بنائیں۔ہم نے آپ کو بھیجنے پر اکتفاء کیا اور آپ کو عظمت سے نوازا۔پس آپ اکیلے ان تمام کی طرح ہیں اسی وجہ سے خطاب میں صیغہ جمع کا لائے یاایھا الرسل [المؤمنون:۵۱] پھر شکر اور پختگی اور ثابت قدمی سے اس کا تقابل کیا آپ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیں جس کی طرف وہ آپ کو بلاتے ہیں کہ آپ ان کی موافقت اختیار کریں اور مداہنت اختیار کریں۔جس طرح میں نے تمام انبیاءؑ پر ترجیح دی پس میری رضامندی کو تمام خواہشات پر ترجیح دو اس سے آپ کو اور ایمان والوں کو برانگیختہ کرنا مقصود ہے۔

جامع مجاہدہ اور جامع رسول:

وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ (اور اس سے ان کا زور سے مقابلہ کرو) نمبر۱۔ ہٖ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور مراد اس کی مدد و توفیق کے ساتھ۔نمبر۲۔ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے یعنی قرآن کے دلائل سے ان کا مقابلہ کرو اور ان کے مقابلہ سے عاجزی پر ان کو جھنجھوڑو! جِهَادًا كَبِيْرًا (بڑا جہاد) اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بڑا مرتبہ ہے اس لئے کہ اس میں تکالیف شاقہ کا سامنا ہوگا۔ نمبر۳۔ بہٖ کی ضمیر کا مرجع وہ ہو جس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے ولو شئنا لبعثنا فی کل قریة نذیرا [الفرقان:۵۱] اس لئے کہ

وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ

اور وہ ایسا ہے جس نے دو دریاؤں کو ملایا جن میں یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا ہے، اور یہ شور ہے کڑوا ہے، ان کے درمیان میں

بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا

ایک حجاب بنا دیا۔ اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا فرمایا پھر اس کو خاندان والا اور

وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾

سسرال والا بنادیا اور تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔

آپ تمام شہروں کے نذیر ہیں اگر ہر بستی کی طرف الگ نذیر مبعوث ہوتا تو ہر نذیر کے ذمہ اپنی بستی والوں کے ساتھ مجاہدہ کی ضرورت تھی اب رسول ﷺ پر تمام مجاہدات جمع ہو گئے کیونکہ آپ کا جہاد و مجاہدہ سب سے بڑھ کر اور سب سے عظیم تر ہے۔ اسی لئے فرمایا: جاھدھم ان سے جہاد کرو کیونکہ تم ساری دنیا کے نذیر ہو اور ایسا جہاد کرو جو تمام مجاہدات کا جامع ہو۔

قدرت کا عجیب نظارہ:

۵۳: وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ (اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملایا) مرج کا معنی ملا ہوا اور پاس پاس چھوڑ دیا۔ یہ مرجت الدابة سے لیا گیا جبکہ اس کو چرنے کیلئے چھوڑا جائے۔ بحرین کثیر مقدار اور وسیع مقدار میں پانی کو کہتے ہیں۔ هٰذَا (یہ) ایک ان میں سے عَذْبٌ فُرَاتٌ (میٹھا پیاس بجھانے والا۔)

نحو: فرات یہ عذب کی صفت ہے۔ بہت ہی میٹھا یہاں تک کہ حلاوت کے قریب پہنچ جائے۔

وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (اور یہ نمکین کھاری ہے) اُجاج یہ ملح کی صفت ہے یعنی انتہائی نمکین۔ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا (اور ان کے درمیان پردہ بنا دیا) ان کے مابین حائل بنایا جو ان کو جدا کرتا ہے اور ملنے سے مانع ہے وہ ظاہر میں ملے ہیں مگر حقیقت میں جدا ہیں۔ وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (ایک مضبوط بندش کر دی) ایک ایسا پردہ ہے جو آنکھوں سے تو مخفی ہے مگر ان کو ایک دوسرے سے روکے ہوئے ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: حجابًا مستورًا۔ [الاسراء: ۴۵]

انسانوں کی دو قسمیں:

۵۴: وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ (اور اللہ وہی ہے جس نے پانی سے پیدا کیا) الماء سے یہاں نطفہ مراد ہے۔ بَشَرًا (انسان) فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا (پس اس کو نسب و دامادی والا بنایا) مراد یہ ہے کہ انسانوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ نمبر۱۔ نسب والے یعنی مذکر جن کی طرف نسبت کر کے کہا جاتا ہے فلان بن فلان اور فلانہ بنت فلان نمبر۲۔ دامادی والے یعنی مؤنث ان کی وجہ سے مصاہرت کی جاتی ہے جیسا کہ دوسرے مقام میں فرمایا فجعل منه الزوجین الذکر والانثٰی [القیامہ: ۳۹]

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى

اور اللہ کو چھوڑ کر یہ لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ کچھ نفع پہنچا سکیں اور نہ انہیں کچھ ضرر دے سکیں، اور کافر اپنے رب کا

رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ

مخالف ہے، اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا

اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ

ہاں جو شخص یہ چاہے کہ اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے، اور آپ اس ذات پر بھروسہ کیجئے جو زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی،

منزل ۸ — وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾ ۚ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور اس کی تسبیح و تحمید میں لگے رہئے اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ہونے کے لئے کافی ہے، جس نے آسمانوں کو

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ

اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا فرمایا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، وہ بڑا مہربان ہے سو اس کی شان کسی جاننے والے سے

خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا

دریافت کر لو، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہے کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو

تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ ۩ السجدۃ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا

سجدہ کرنے کا تو ہمیں حکم دیتا ہے، اور ان کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے، وہ ذات عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور ان میں ایک چراغ بنایا

وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ — النصف ۵ ع ۲۶ ۳

اور روشن کرنے والا چاند بنایا، اور وہ ایسا ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے آگے پیچھے آنے جانے والا بنایا اس شخص کے لئے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا (اور آپ کا رب بڑی قدرت والا ہے۔) کہ اس نے ایک ہی نطفہ سے دو قسم کے انسان بنا دیے۔ مذکر و مؤنث۔ ایک قول یہ ہے کہ نسبا کا معنی قرابت اور صہر بمعنی دامادی یعنی نکاح کا ذریعہ انساب بنا کر احسان فرمایا کیونکہ مواصلت اسی سے ہوتی ہے اور مصاہرت کا احسان کیا کیونکہ توالد و تناسل اسی سے ہوتا ہے۔

۵۵: وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ (وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کو پوجتے ہیں۔ جو ان کو فائدہ نہیں پہنچاتی) خواہ اس کی عبادت کریں۔ وَلَا يَضُرُّهُمْ (اور ان کو نقصان نہیں پہنچاتی ہیں) اگر ان کو چھوڑ دیں وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ (اور کافر

اپنے رب کے خلاف) اپنے رب کی معصیت و نافرمانی کر کے ظَہِیْرًا (مددگار ہے) ومظاہرہ کرنے والے اور یہ فعیل بمعنی مفاعل ہے نہ کہ عزیز کی طرح ۔الظہیر اور المظاھر یہ عوین اور معاون کی طرح ہے اور المظاہرۃ معاونت کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کافر بت کی عبادت کر کے شیطان کی اتباع کرتا ہے اور رحمان کی نافرمانی میں اس کا معاون بنتا ہے۔

۵۶: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا (اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر مبشر بنا کر) ایمان والوں کیلئے وَّ نَذِیْرًا (اور ڈرانے والا) کفار کیلئے۔

تبلیغ پر اجرت نہیں مانگتا:

۵۷: قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ (کہ دین میں تم سے اس پر نہیں مانگتا) تبلیغ رسالت پر مِنْ اَجْرٍ (کوئی اجرت) انعام اس کی مثل اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا (مگر جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف پہنچنے کا راستہ بنالے) مطلب یہ ہے مگر اس کا عمل جس نے چاہا۔

اجر کے استثناء کی مثال:

اجر کا استثناء اسی طرح ہے جیسا کہ کوئی تمہارا بڑا محسن ہو اور تمہارے لئے اس نے حصول میں تگ و دو بھی کی ہو۔ وہ کہے۔ ماطلب منك ثوابا علی ماسعیت الا ان تحفظ هذا المال و لا تضعہ' میں تم سے اپنی معاونت پر ثواب نہیں چاہتا مگر اتنی بات ضرور چاہتا ہوں کہ تو اس مال کی حفاظت کر اور اس کو ضائع مت کر۔ یہاں تمہارا حفاظتِ مال کا مطالبہ تمہارے اپنے نفس کیلئے ثواب کی قسم سے نہیں لیکن اس کو ثواب کی شکل میں پیش کیا ہے گویا وہ کہنا چاہتا ہے کہ تیرا اپنے مال کی حفاظت کرنا یہ میرے لئے بمنزلہ ثواب ہے اور میری اس پر رضامندی اس شخص کی طرح ہے جو ثواب پر راضی ہو۔ اور میری عمر کی قسم کہ آنحضرت ﷺ اپنے امت کے ساتھ اس مقام پر تھے۔ اتخاذھم الی اللہ سبیلا کا معنی ایمان وطاعت سے تقرب حاصل کرنا۔ نمبر۲۔ صدقہ ونفقہ سے قرب حاصل کرنا۔ ایک قول یہ ہے کہ مراد یہ ہے لیکن جو یہ چاہے کہ وہ مال خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ اختیار کرے اس کو ایسا ضرور کرنا چاہیے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ تقدیر کلام اس طرح ہے لا اسألکم علی ماادعو کم الیہ اجرًا الا اتخاذ المدعو سبیلاً الی ربہٖ بطاعتہ۔ فذلك اجری لان اللہ یا جرنی علیہ میں تمہیں جس چیز کی طرف دعوت دیتا ہوں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ جس کو دعوت دی گئی ہو وہ اطاعت سے اپنے رب کی طرف سے راستہ بنائے پس یہی میرا اجر ہے اسی پر میرا رب مجھے اجر دے گا۔

۵۸: وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ (اور اس ذات پر بھروسہ کرو جو زندہ ہے کبھی نہ مرے گا) جس پر موت نہیں اس کو کارساز بناؤ۔ وہ ان کے سپرد تمہیں نہیں کرے گا۔ جو ذلت کی موت مرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے اس پر اعتماد کرو اور ان کے شرور سے بچاؤ کیلئے اپنا معاملہ اس کے سپرد کرے اور ایسے زندہ پر بھروسہ نہ کرے جس پر موت آئے گی۔

نکتہ: بعض صالحین نے جب یہ آیت تلاوت کی تو کہنے لگے عقل مند کو مناسب نہیں کہ اس کے بعد بھی مخلوق پر اعتماد کرے التوکل ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ۔

وَسَبِّحْ (اور اس کی تسبیح بیان کر) اللہ تعالیٰ کو اس بات سے پاک قرار دے کہ اس پر توکل کرنے والا کسی غیر پر بھروسہ کرے گا۔ بِحَمْدِہٖ (اس کی حمد کے ساتھ) اس کی ایسی توفیق سے جو حمد کو لازم کرتی ہے۔ نمبر۲۔ کہو سبحان اللہ وبحمدہ نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک قرار دو۔ ایسی تعریف سے جو تم اس کی بیان کرو۔ وَکَفٰی بِہٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِہٖ خَبِیْرًا (اور وہ بندوں کے گناہوں سے پورے طور پر باخبر ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے گناہوں کی اطلاع ہونا کافی ہے۔ مطلب یہ ہے وہ ان کے حالات سے واقف ہے اور ان کے اعمال کا بدلہ دینے کیلئے کافی ہے۔

رحمٰن کی صفت کا تذکرہ:

۵۹: اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ (وہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین جو کچھ ہے چھ دن میں پیدا کر دیا) اتنی مدت کی مقدار کے مطابق کیونکہ یہ دن رات تو اس وقت نہ تھے۔

قول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ: پہلا دن ہفتہ اور آخری یوم جمعہ تھا۔ اور ان کو چھ دن میں بنایا۔ حالانکہ وہ تو ان کو ایک لحظہ میں پیدا کر سکتا ہے صرف مخلوق کو معاملات میں پختگی اور آہستگی کی تعلیم دینے کیلئے ایسا کیا گیا۔ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ (پھر عرش پر جا ٹھہرا) یعنی وہ رحمان ہے۔

نحو: الرحمٰن یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ ضمیر سے بدل ہے جو استوی میں پائی جاتی ہے۔ نمبر۳۔ الذی خلق مبتدأ اور الرحمان اس کی خبر۔ فَسْئَلْ (تم پوچھو)

قراءت: بلا ہمزہ مکی وعلی نے پڑھا۔

بِہٖ نحو: یہ اسئل کا صلہ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں سال سائل بعذاب واقع [المعارج:۱] جیسا کہ اس کا صلہ عن سے آتا ہے ارشاد الٰہی ہے ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم [التکاثر:۸] سأل بہٖ اسی طرح ہے جیسا تم کہو اھتم بہٖ و اشتغل بہٖ اور سأل منہ اس طرح ہے جیسا کہیں بحث عنہ و فتش عنہ۔

نمبر۲۔ یہ خبیرًا کا صلہ ہے اور خبیرًا اسئل کا مفعول ہے تقدیر کلام یہ ہے اَسأل عنہ رجلاً عارفا یخبرك برحمتہٖ اس کے متعلق کسی ایسے شخص سے دریافت کرو وہ تمہیں اس کی رحمت کی اطلاع دے گا۔ نمبر۲۔ فا سأل رجلًا خبیرًا بہٖ و برحمتہٖ۔ پس تم اس کے بارے میں اور اس کی رحمت کے بارے میں خبر رکھنے والے سے پوچھو۔

نمبر۳۔ الرحمان کا وصف جو صفات باری تعالیٰ میں سے ہے۔ یہ کتب متقدمہ میں مذکور نہ تھا۔ اور وہ اس کو جانتے بھی نہ تھے۔ اس لئے ان کو کہا گیا تم اس اسم کے متعلق اس سے دریافت کرو جو اہل کتاب میں سے ہو اور تمہیں اس کی خبر دے تاکہ ان کو معلوم ہو جو ان کو عجیب خیال کرتے ہیں۔ اسی لئے کفار مکہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہم تو رحمان یمامہ (مسیلمہ الکذاب نے اپنا لقب رکھا تھا) کو جانتے ہیں اور کسی رحمان کو نہیں جانتے۔ خَبِیْرًا (خبر رکھنے والا)۔

۶۰: وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے) جب محمد ﷺ مشرکین کو کہتے ہیں۔ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ (کہ تم رحمان کو سجدہ کرو) اللہ تعالیٰ کیلئے نماز پڑھو اور خضوع اختیار کرو۔ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ (وہ کہتے ہیں رحمان کون ہے؟) ہم تو رحمان کو نہیں جانتے

کہ اس کو سجدہ کریں یہ سوال مسمٰی یہ کے متعلق ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس نام سے نہ جانتے تھے۔ اسی لئے مجہول کے متعلق سوال ما سے کیا نمبر۲۔ رحمان کا معنی ہم نہیں جانتے کیونکہ ان کے کلام میں یہ مستعمل نہ تھا۔ جیسا کہ الرحیم، الراحم، الرحوم وغیرہ استعمال ہوتے تھے۔ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا (کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو تو ہمیں حکم دیتا ہے) اس ذات کو جس کو سجدہ کرنے کا ہمیں حکم دیتا ہے۔ نمبر۲۔ اس لئے کہ تو ہمیں اے محمد ﷺ ہمارے علم کے بغیر سجدہ کا حکم دیتا ہے۔

قراءت: علی وحمزہ نے یَاْمرنا پڑھا ہے۔

گویا کہ بعض نے بعض کو کہا انسجد لما یامرنا محمد یا ہمیں مسمٰی رحمان کا حکم دیتے ہیں۔ اور ہم تو پہنچانتے نہیں کہ وہ کیا ہے؟ وہ عناد پر اتر آئے کیونکہ اس کا مطلب اہل لغت کے ہاں ایسا رحمت والا کہ جس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں کیونکہ فعلان مبالغہ کے اوزان میں سے ہے تم کہتے ہو رجل عطشان جبکہ وہ انتہائی پیاسا ہو۔

وَ زَادَهُمْ (اور ان کی نفرت بڑھ جاتی ہے) رحمان کو سجدہ کرنے کے حکم سے نُفُوْرًا (ایمان سے دُوری)۔

آسمان میں برج بنائے:

۶۱: تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا (بڑی خیر والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمان میں برج بنائے) برج سے سبعہ سیارات کی منازل مراد ہیں۔ ہر ستارے کے دو ٹھکانے ہیں جن میں اس کی حالت مضبوط ہوتی ہے۔ اور سورج کا ایک گھر اور چاند کا ایک گھر اور حمل وعقرب مریخ کا مکان ہے۔ اور ثور ومیزان یہ زہرہ کے گھر ہیں۔ جوزاء اور سنبلہ یہ دونوں عطارد کا گھر ہیں۔ اور سرطان چاند کا گھر ہے۔ اور اسد سورج کا گھر ہیں۔ اور قوس وحوت یہ دونوں مشتری کے گھر ہیں اور جدی اور دلو یہ دونوں زحل کے گھر ہیں۔ ان بروج کی طبع کے لحاظ سے چار قسمیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک تین بروج کو پاتا ہے پس حمل، اسد، قوس تینوں ناری مثلث ہیں اور سرطان وعقرب، حوت مثلث مائیہ ہیں۔

بروج کی وجہ تسمیہ:

برج بلند محل کو کہا جاتا ہے ان کو بروج اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ان ستاروں کے لئے اسی طرح ہیں جیسا کہ ساکنین کیلئے مکان ہوتے ہیں۔ یہ لفظ البرج سے نکلا ہے جس کا معنی ظہور ہے۔ قول حسن، قتادہ ومجاہدؒ: البروج بڑے ستارے کو اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ زیادہ واضح وظاہر ہیں۔

وَّ جَعَلَ فِيْهَا (اور بنایا اس میں) یعنی آسمان میں۔ سِرٰجًا (دیا) یعنی سورج۔ اس کو سراج زیادہ روشنی کی وجہ سے کہا۔

قراءت: حمزہ وعلی نے سُرُجا پڑھا یعنی ستارے۔ وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا (روشن چاند) رات کو روشنی دینے والا۔

رات دن کا انعام:

۶۲: وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا) خلفۃ یہ فِعلۃ کا وزن ہے خلف سے لیا گیا جیسا رکبۃ، رکب سے۔ خِلفۃ اس حالت کو کہا جاتا ہے جس پر دن اور رات ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ مطلب یہ ہے جعلهما ذَوِیْ خلفۃ ایک دوسرے کے پیچھے اسکے چلے جانے پرآتا ہے۔ نمبر۲۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو عاجزی کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے بات کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں

سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ

کہ ہمارا سلام ہے۔ اور وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لئے اس طرح رات گزارتے ہیں کہ سجدوں میں اور قیام میں مشغول رہتے ہیں۔ اور وہ لوگ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب

عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا

ہم سے جہنم کا عذاب دور رکھئے بلاشبہ اس کا عذاب بالکل ہی تباہ کرنے والا ہے۔ بے شک وہ برا ٹھکانہ ہے

وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ

اور برا مقام ہے، اور جب وہ لوگ خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال

قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ

والا ہوتا ہے، اور وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی جان کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ

اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ، اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو وہ بڑی سزا سے ملاقات کرے گا اس کے لئے

لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا

قیامت کے دن عذاب بڑھتا چلا جائے گا اس میں اور وہ ذلیل ہو کر ہمیشہ رہے گا، سوائے اس کے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل

صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾

کئے سو یہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے

ایک دوسرے کا قائم مقام ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی عمل دن کا فوت ہو رات میں قضاء کر لیا اور رات کا فوت ہو تو دن میں قضاء کر لیا۔

لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا (جو سمجھنا یا شکر کرنا چاہتا ہو) ان کی تسخیر میں سوچے اور ان کے اختلاف میں غور کر کے ان کے مدبر کو پہچانے۔

قراءت: حمزہ، خلف نے یذکر پڑھا ہے یذکر اللہ یا بھولنے والا قضاء کرے۔

اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا (یا شکر گزاری کا ارادہ کرے) ان دونوں کے سلسلہ میں جو اس پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا اس پر شکریہ ادا کرے۔

رحمٰن کے بندوں کی صفات:

۶۳: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ (اور رحمان کے خاص بندے)

نحو : یہ مبتدا ہے اور الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ (وہ جو چلتے ہیں) یہ اس کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ اولئك یجزون اور الذین یمشون اور اس کا مابعد یہ صفت ہے۔ رحمان کی طرف اضافت تخصیص اور تفصیل کو ظاہر کرتی ہے۔ پہلے اپنے اعداء کا حال بیان کیا اور پھر اپنے اولیاء کا عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (زمین پر آہستگی سے) یہ حال یا مشی کی صفت ہے ای هیّنین یا هینًا۔ الهون نرمی ورفق کو کہتے ہیں یعنی سکون ووقار سے چلتے ہیں۔ وہ اپنے جوتے تکبرو بڑھائی کی وجہ سے نہیں چٹخاتے اسی لئے بعض علماء نے بازار میں سواری کو ممنوع قرار دیا ہے اور اس ارشاد کی وجہ سے بھی ویمشون فی الاسواق [الفرقان:۲۰]

عدم مشارکت:

وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ (اور جب ان سے جاہل لوگ مخاطب ہوتے ہیں) بیوقوف لوگ جو چیز ان میں ناپسند کرتے ہیں۔ قَالُوْا سَلٰمًا (وہ سلام کہتے ہیں) درست بات کہتے ہیں جس میں ایذاء وگناہ سے محفوظ رہ سکیں۔ نمبر۲۔ ہم تم سے بچتے ہوئے تمہیں چھوڑتے ہیں اور تم سے جہالت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ یہاں سلام کو تسلیم کی جگہ لایا گیا۔ ایک قول آیت قتال سے یہ منسوخ ہے اور اس کی ضرورت نہیں بیوقوفوں سے چشم پوشی مستحسن اور مشروع ہے اور مروت کے طور پر جائز ہے۔ یہ تو ان کے دن کا حال ہے پھر ان کی رات کا ذکر کیا۔

۶۴: وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (اور وہ لوگ رات کو اپنے رب کے سامنے سجدہ اور قیام کرتے ہیں) سُجَّدًا جمع ساجد کی ہے اور قیامًا جمع قائم کی ہے۔ البیتوتة سائے کے خلاف کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ رات کو وہ پالے خواہ سوئے یا نہ سوئے۔ قول علماءؒ: جس نے نماز میں تھوڑا سا قرآن رات کو پڑھا گویا اس نے ساری رات سجدہ وقیام میں گزار دی۔ ایک قول یہ مغرب کے بعد والی دو رکعتیں ہیں۔ اور عشاء کے بعد والی دو رکعتیں۔ مگر ظاہر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت احیائے لیل یا اکثر لیل کو بیان فرمایا۔

۶۵: وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری طرف سے عذاب جہنم (کا رخ) پھیر دے بلاشبہ جہنم کا عذاب بڑا سخت ہے)۔ غرامًا وہ ہلاکت جو لازم ہو جانے والی ہو۔ اسی سے الغریم کا لفظ ہے کیونکہ وہ اس کو لازم پکڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی احیائے لیل کی تعریف فرمائی کہ وہ سجدہ وقیام کی حالت میں رات گزار دیتے ہیں پھر ان کی دعا کا ذکر کیا گیا تا کہ وہ باوجود اتنی محنت وکوشش جو عبادت کے سلسلہ میں انجام دیتے ہیں پھر بھی خوف زدہ اور دعا میں خوب گڑگڑانے والے ہیں کہ اے اللہ ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔

جہنم بدترین قرارگاہ:

۶۶: اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا (وہ دوزخ بری قرارگاہ اور جائے قیام ہے۔)

نحو: ساءت کا حکم بئست ہے۔ اس میں ضمیر مبہم ہے جس کی تفسیر مستقراً کر رہا ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے ساء ت مستقرا و مقاما ہی ہے (وہ جہنم بہت بری قرارگاہ اور قیام گاہ ہے) اور یہی وہ ضمیر ہے جس نے جملہ کو انّ کے اسم سے جوڑ دیا ہے اور اس کی خبر بنا دیا ہے۔ نمبر۲۔ ساءت بمعنی احزنت ہے اور اس میں ضمیر ہے جو انّ کا اسم ہے اور مستقراً یہ حال یا تمیز ہے۔
قول آخر: اور یہ بھی صحیح ہے کہ دونوں تعلیلیں ایک دوسری میں داخل یا مترادف ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہو اور ان کے قول کی حکایت ہو۔

۶۷: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا (اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہوئے اسراف سے کام نہیں لیتے) خرچ میں حدود سے تجاوز نہیں کرتے۔ نمبر۲۔ وہ خوش عیشی کیلئے نہیں کھاتے اور ڈھینگ مارنے کیلئے نہیں پہنتے ہیں۔ قول ابن عباسؓ: وہ گناہوں پر خرچ نہیں کرتے

اسراف کی تعریف:

اسراف: حکم کے حدود سے تجاوز کو کہتے ہیں اور مقدار کے اندر تجاوز نہیں۔ ایک آدمی نے ایک دوسرے آدمی کو یہ کہتے سنا اسراف میں کوئی خیر نہیں تو اس نے کہا لا اسراف فی الخیر۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے کسی حق والے کا حق روکا اس نے بخل کیا اور جس نے کسی غیر مستحق کو دیا اس نے اسراف کیا۔

وَلَمْ يَقْتُرُوْا (اور وہ کنجوسی نہیں کرتے)

قراءت: کوفی نے ضمۂ تاء کے ساتھ پڑھا یہ مدنی وشامی نے ضمہ یاء اور کسرۂ تاء سے اور مکی وبصری نے فتحہ یاء اور کسرہ تاء سے پڑھا ہے۔ القتر الاقتار اور تقتیر یہ تضییق کو کہا جاتا ہے جو کہ اسراف کی نقیض ہے۔ وَكَانَ (اور ہے) ان کا انفاق بَيْنَ ذٰلِكَ (ان کے درمیان) یعنی اسراف واقتار کے مابین۔ قَوَامًا (اعتدال) ان کے دونوں کے درمیان معتدل۔ القوام۔ چیزوں کا درمیان۔ اور بین ذلك اور قواما یہ دونوں خبریں ہیں۔ ان کی تعریف اس میانہ روی سے کی جو غلو و تقصیر کے مابین ہے اسی طرح کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك [الاسراء:۲۹]

قوام جو عفو وقصیر کے مابین ہو:

نکتہ: عبدالملک بن مروان نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے خرچہ پوچھا جبکہ اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کیا تو انہوں نے کہا الحسنۃ بین السیئتین تو عبدالملک سمجھ گیا جو عمر بن عبدالعزیز کا اس آیت کے اشارے سے مقصود تھا۔ ایک قول یہ ہے وہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ کھانا خوش عیشی کیلئے نہ کھاتے اور نہ ہی لذت اندوزی کیلئے اور اپنے کپڑے خوبصورتی اور زینت کے لئے نہ پہنتے بلکہ بھوک دور کرنے اور ستر عورت کی غرض ہوتی اور گرمی وسردی کا دفاع مقصود ہوتا۔ قول عمر رضی اللہ عنہ: یہ اسراف ہے کہ من چاہی چیز ہر وقت کھائے۔

حق سے قتل پانچ قسم:

۶۸: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود کو نہیں پکارتے) یعنی شرک نہیں کرتے۔ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ (اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے) اس کے قتل کو حرام کیا ہے۔ اِلَّا بِالْحَقِّ (مگر حق کے ساتھ) قصاص یا رجم یا نمبر۳۔ ارتداد یا نمبر۴۔ شرک یا نمبر۵۔ زمین میں فساد برپا کرنے کے باعث

نحو: یہ قتل محذوف سے متعلق ہے یا لا یقتلون سے وَلَا يَزْنُوْنَ (وہ زنا نہیں کرتے) اللہ تعالیٰ نے ان کبار کی اپنے صالح بندوں سے نفی کی اس میں قریش پر تعریض ہے جن میں یہ رذائل پائے جاتے تھے۔ گویا اس طرح فرمایا وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں سے پاک کر دیا جن میں تم مبتلا ہو۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ (جو یہ مذکورہ کام کرتا ہے) يَلْقَ اَثَامًا (وہ گناہ کو ملے گا) یعنی گناہوں کی سزا پائے گا۔

۶۹: يُّضٰعَفْ (دوگنا کیا جائے گا) یہ یلق سے بدل ہے کیونکہ دونوں کا ایک معنی ہے۔ کیونکہ مضاعفۃ العذاب وہی گناہوں کا ملنا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں ہے

متی تأتنا تلمم بنا فی دیارنا ☆ تجد حطبا جزلاً ونارًا تأججًا

یہاں تُلْمِمْ مجزوم ہے کیونکہ یہ تاتنا کے معنی میں ہے۔ کیونکہ آنا وہی اترنا اور تشریف رکھنا ہے۔

قراءت: مکی ویزید، یعقوب نے يُضَعَّفْ پڑھا ہے۔ اور شامی نے يُضَعَّفُ۔ اور ابو بکر نے یضاعفُ پڑھا اور جملہ کو مستانفہ قرار دیا یا حال کی وجہ سے اس صورت میں يُضَاعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سے مراد ان کو آخرت میں مرورِ ایام پر عذاب پر عذاب دیا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے جب مشرک شرک کے ساتھ اور معاصی بھی کرتا ہو تو اس کو شرک پر عذاب ہوگا اور معاصی پر بھی اور عذاب کا تضاعف گناہوں کے بڑھنے کی وجہ سے ہے۔ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ (اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا)

قراءت: جن قراء نے یضاعف کا جزم پڑھا انہی نے اس کا جزم پڑھا اور جنہوں نے رفع پڑھا انہوں نے اس کا بھی رفع پڑھا ہے کیونکہ وہ معطوف علیہ ہے فِيْهٖ (اس عذاب میں)، قراءت: مکی حفص نے فِيْهِيْ اشباع سے پڑھا۔ البتہ حفص نے اشباع کو اسی کلمہ سے خاص کیا تاکہ مبالغہ فی الوعید ہو اہل عرب مبالغہ کے لئے مدکرتے ہیں اس کے باوجود کہ ہاء کنایہ میں اصل اشباع ہے۔

مُهَانًا (ذلیل کیا ہوا)۔

نحو: یہ حال ہے۔

تائبین کی صفات:

۷۰: اِلَّا مَنْ تَابَ (مگر وہ شخص جس نے توبہ کی) یہاں شرک سے توبہ مراد ہے یہ جنس سے استثناء ہے اور مقام نصب میں واقع ہے۔ وَاٰمَنَ (جو ایمان لایا) محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا (اور اس نے نیک عمل کیا) اپنے توبہ کرنے کے بعد فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (ان لوگوں کی سیئات کو اللہ تعالیٰ صفات سے بدل دیں گے) قبائح کے بعد محاسن کی توفیق دیں گے۔ نمبر۱۔ توبہ سے گناہوں کو مٹا دے گا۔ اور اس کی جگہ نیکیاں لکھ دے گا۔ الحسنات سے ایمان باللہ مراد ہے اس سے

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝۷۱ وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ

اور جو شخص توبہ کرے اور نیک کام کرے سو وہ اللہ کی طرف خاص طور پر رجوع ہوتا ہے، اور وہ لوگ ہیں جو جھوٹ کے کاموں میں حاضر نہیں ہوتے

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝۷۲ وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا

اور جب بیہودہ کاموں کے پاس کو گزرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ ہیں جب انہیں ان کے رب کی آیات کے ذریعہ سمجھایا جاتا ہے تو ان پر بہرے اور

وَّعُمْیَانًا ۝۷۳ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ

اندھے ہو کر نہیں گرتے، اور وہ لوگ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائیے،

وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ۝۷۴ اُولٰٓىِٕكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً

اور ہم کو متقیوں کا امام بنا دیجئے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ثابت قدم رہنے کی وجہ سے بالا خانے ملیں گے اور اس میں ان کو بقاء کی دعا اور سلام

وَّسَلٰمًا ۝۷۵ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝۷۶ قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّیْ

ملے گا۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ ٹھہرنے کی اچھی جگہ ہے اور اچھا مقام ہے، آپ فرما دیجئے کہ میرا رب پرواہ نہ کرتا

لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَكُوْنُ لِزَامًا ۝۷۷

اگر تمہارا پکارنا نہ ہوتا، سو تم نے جھٹلایا سو عنقریب وبال ہو کر رہے گا۔

یہ مراد نہیں کہ برائی بعینہٖ حسنہ بن جاتی ہے بلکہ گناہوں کو مٹا کر نیکیاں لکھنا ہے۔

قراءت: یُبْدِلُ تخفیف سے برجمی نے پڑھا۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) وہ سیئات کو مٹائیں گے۔ رَّحِیْمًا (وہ رحم کرنے والے ہیں۔) ان کو حسنات سے بدل دیں گے۔

۷۱: وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا (اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیے پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے رجوع کرنا) یعنی جس نے توبہ کی اور پھر توبہ پر مضبوطی سے عمل صالح کے ذریعہ قائم رہا پس وہ اس ثابت قدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والا ہے۔ ایسا رجوع کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ غلطیوں کو مٹانے والا اور ثواب کو مہیا کرنے والا ہے۔

۷۲: وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (اور وہ لوگ جو جھوٹ کی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے) الزور سے جھوٹ مراد ہے کذابوں کی مجالس سے ان کو نفرت ہے اور گناہوں میں ملوث لوگوں کی مجالس سے وہ ایک طرف رہتے ہیں ان کے قریب تک نہیں جاتے تاکہ شر اور شریروں سے بچیں اور باطل کا مشاہدہ بھی شرک کے مترادف ہے اس کا ارتکاب نہ ہو۔

مَسْئَلَہ: کسی ایسی چیز کو دیکھنا جس کی شریعت نے اجازت نہ دی ہو گناہ کرنے والوں کے ساتھ شرکت کی طرح ہے۔ کیونکہ

وہاں حاضری اور نظارہ یہ رضامندی کی دلیل ہے۔اور اس برائی میں اضافہ کا باعث ہے۔موعظہ عیسیٰ خطا کاروں کی مجالس سے بچو! نمبر۲۔لا یشھدون الزور کا معنی جھوٹی شہادت نہیں دیتے گویا مضاف محذوف ہے۔

قول قتادہؒ ہے کہ اس سے مراد باطل مجالس ہیں۔

قول ابن حنفیہؒ ہے کہ لہو وغناء میں وہ حاضر نہیں ہوتے وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ (اور جب وہ اچانک لغو مجالس کے پاس سے گزریں) لغو سے فحش مراد ہے اور ہر ایسی چیز جو مناسب نہ ہو اور پھینکنے کے لائق ہو۔مطلب یہ ہے جب ان کا گزر لغو والوں کے پاس سے ہوتا ہے اور لغو میں مشغول ہوتے ہیں تو مَرُّوْا كِرَامًا (تو وہ معززانہ گزر جاتے ہیں) ان سے اعراض کرتے ہیں اور اس میں اپنے نفوس کو ملوث کرنے سے بچاتے ہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنه [القصص:۵۵]

قول باقرؒ: جب وہ فروج کا ذکر کرتے ہیں تو کنایات سے کرتے ہیں۔

۷۳: وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ (اور وہ ایسے ہیں کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے) یعنی ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے نمبر۲۔قرآن کے مواعظ بیان کیے جاتے ہیں۔لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا (تو ان احکام پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے) اس میں خرور کی نفی نہیں بلکہ اس کا اثبات ہے اور بہرے اور اندھے پن کی نفی ہے گویا نفی فعل مراد نہیں بلکہ مرد کی حالت کی نفی مقصود ہے جیسے کہتے ہیں لا یلقانی زیدٌ مسلما اس میں ملاقات کی نفی نہیں بلکہ سلام کی نفی ہے۔مطلب یہ ہوا کہ جب ان کو نصیحت کی جائے تو اندھوں بہروں جیسی ان کی حالت نہیں ہوتی بلکہ وہ سجدہ میں روتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور یاد رکھنے والے کانوں سے سنتے اور نگران آنکھوں سے اوامر و نواہی پر نگاہ رکھتے ہیں نہ کہ منافقین اور ان جیسوں کی طرح اور اسکی دلیل اللہ کا قول ہے: ومن ھدینا واجتبینا اذا تتلی علیھم آیات الرحمان خروا سُجدا وبکیا [مریم:۵۸]

آنکھوں کی ٹھنڈک اولاد:

۷۴: وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا (اور وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں تو ہماری اولاد اور ازواج میں سے) من بیانیہ ہے گو اس طرح فرمایا ھب لنا قرة اعین۔پھر (قرة) کو واضح کر کے اس کی تفسیر کر دی گئی۔مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا اس کا مطلب یہ ہے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔قُرَّةَ اَعْيُنٍ (آنکھوں کی ٹھنڈک) یہ اسی طرح ہے جیسے محاورہ عرب میں کہتے ہیں۔رایت منك اسدً یعنی انت اسد تو شیر ہے۔

نمبر۲۔ابتداء کیلئے ہے اس صورت میں معنی یہ ہے ہم کو ان کی طرف سے اس میں وہ بات عنایت فرما جو ہماری آنکھوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بھلائی کی وجہ سے ٹھنڈا کر دے۔

قراءت: ذُرِيَّتنَا ابوعمرو اور حفص کے علاوہ کوفیوں نے پڑھا ہے۔اور مراد جنس لی گئی اور دیگر قراء نے ذریاتنا قرۃ اعین۔اعین کو نکرہ اس لئے لائے کیونکہ قرة نکرہ ہے کیونکہ مضاف کو نکرہ لانے کی ایک ہی شکل ہے مضاف الیہ کو نکرہ بنا دیا جائے گویا اس طرح فرمایا: ھب لنا منھم سرورًا ہمیں ان سے سرور عنایت فرما۔

یہاں اعین جمع قلت کا وزن لائے عیون نہیں لائے کیونکہ اس سے صرف متقین کی اعین مراد ہیں اور یہ آنکھیں دوسروں کی

نسبت قلیل ہیں۔ارشاد خداوندی ہے۔وقلیل من عبادی الشکور [سبا:۱۳]
نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ اعین کو نکرہ لانے میں بھی یہی وجہ بیان کی جا سکتی ہے کہ اس سے مخصوص آنکھیں مراد ہیں۔ اور وہ متقین کی آنکھیں ہیں۔مطلب یہ ہے انہوں نے بارگاہ الٰہی میں یہ سوال کیا کہ وہ ان کو بیویاں اور ایسے پیروکار جو اللہ تعالیٰ کی خاطر عمل کرنے والے ہوں اور اپنے مرتبے اور تقرب سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والے ہوں۔

دین میں مقتدا:

ایک قول یہ ہے مؤمن کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں کر سکتی جبکہ وہ اپنی اولاد و ازواج کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار دیکھتا ہے۔قول ابن عباسؓ:اس سے مراد بیٹا ہے جب اس کو دیکھے دین کی سمجھ کی باتیں لکھ رہا ہو۔وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (اور ہمیں متقین کا مقتدا بنا) متقدا بنا کہ دین میں لوگ ہماری پیروی کریں۔اماماً کا لفظ واحد لائے اور مراد جنس لی گئی کیونکہ مراد میں کوئی خطرہ التباس نہیں۔نمبر۲۔تقدیر کلام اس طرح ہے واجعل کل واحدٍ منا اماماً ہم میں سے ہر ایک کو مقتدا بنا۔ ایک قول یہ ہے آیت دلالت کرتی ہے کہ یہ ریاست وعہدہ دینی طلب سے لینا ضروری ہے اور اس کی طرف رغبت رکھنا بھی ضروری ہے۔

صلہ آخرت:

۷۵:اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ (ان لوگوں کو بدلے میں بالا خانے دیئے جائیں گے) غرفہ سے مراد غرفات ہے جنت کے بلند مقامات۔واحد لا کر جنس کی طرف اشارہ کر دیا اس کی دلیل یہ قول ہے وھم فی الغرفات اٰمنون [سبا:۳۷] بِمَا صَبَرُوْا (صبر کے باعث وسبب) طاعات پر جمے رہنے اور شہوات سے باز رہنے اور کفار کی ایذاؤں اور تکلیفوں اور فقر وغیرہ پر صبر کرنے کی وجہ سے۔وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا (اوران کو ملے گا اس جنت میں)
قراءت:یَلْقَون حفص کے علاوہ کوفی قراء نے پڑھا۔
تَحِیَّةً (بقاء کی دعا) آبادی کی دعا وَّسَلٰمًا (اور سلام) سلامتی کی دعا یعنی فرشتے ان کو دعا دیں گے اور تحفہ سلام پیش کریں گے۔نمبر۲۔جنتی ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور بقاء کی دعا دیں گے۔
۷۶:خٰلِدِیْنَ فِیْهَا (وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے) یہ حال ہے حَسُنَتْ (وہ بہت خوب ہے) وہ بالا خانہ بہت خوبصورت ہے۔ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا (قرارگاہ اقامت کی جگہ ہے) یہ ساءت مستقراً ومقاماً کے مقابلہ میں ہے [الفرقان:۲۶]۔

اگر تمہیں اسلام کی طرف دعوت دینا نہ ہوتا:

۷۷:قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّیْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ (آپ کہہ دیں میرے رب کو تمہاری ذرہ بھر پرواہ نہیں اگر تم عبادت نہ کرو گے) اس میں استفہام کا معنی خود پایا گیا۔اور یہ محل نصب میں ہے مطلب یہ ہے: ما یصنع لکم ربی میرے رب نے تمہیں کیا کرنا ہے اگر تمہارا اسلام کی دعوت دینا طے نہ ہو چکا ہوتا۔

نمبر۲۔ اگر تم اس کی عبادت نہ کرتے ہوتے یعنی اس نے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا جیسا کہ فرمایا و ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون [الذاریات:۵۶] تمہارا اعتبار تمہارے رب کے ہاں تمہاری عبادت ہی کی وجہ سے ہے۔
نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عذاب دیکر کیا کرنا ہے۔ اگر تم اس کے ساتھ دوسروں کو پکارنے والے نہ ہوتے یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ مایفعل اللہ بعذ ابکم ان شکرتم [النساء:۱۴۷] فَقَدْ كَذَّبْتُمْ (پس تم نے اے اہل مکہ میری رسالت کو جھٹلا دیا)۔
فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا (عنقریب لازم پکڑنے والا عذاب ہوگا)۔ نمبر۲۔ چمٹنے والا۔ اے ذا لزام یا ملازما لازم کے مصدر کو اسم فاعل کی جگہ لائے۔

قولِ ضحاک:

اس کو تمہارے بخش دینے کی کیا پرواہ ہے (اس کے خزانوں میں اس سے کچھ کمی نہیں آجاتی) اگر تم اس کے ساتھ دوسروں کو نہ پکارو۔

تمت ترجمۃ سورۃ الفرقان لیلۃ یوم الاثنین ۴ جنوری ۲۰۰۳ء الموافق ۳۰ شوال ۱۴۲۳ھ

سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَسَبْعٌ وَعِشْرُونَ اٰيَةً وَاَحَدَ عَشَرَ رُكُوعًا

سورۂ شعراء مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں دوسوستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا

طٰسٓمّٓ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں، کیا ایسا ہونے کو ہے کہ آپ اپنی جان کو اس وجہ سے ہلاک کر دیں کہ یہ لوگ ایمان

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ

نہیں لاتے۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کر دیں، پھر ان کی گردنیں اس

لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿۴﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ

نشانی کی وجہ سے جھک جائیں، اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے جو بھی کوئی نصیحت آجاتی ہے تو اس سے اعراض کرنے والے

مُعْرِضِيْنَ ﴿۵﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶﴾

بن جاتے ہیں، سو انہوں نے جھٹلا دیا سو آجائیں گی ان کے پاس اس چیز کی خبریں جس کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے،

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ

کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا اس میں ہم نے کتنی قسم کی اچھی اچھی بوٹیاں اگائی ہیں بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے،

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۹﴾ ع

اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں اور بلاشبہ آپ کا رب زبردست ہے رحمت والا ہے۔

طٰسٓمّٓ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ۔

طسم: یہ کھلی کتاب کی آیات ہیں آپ اپنی جان کھودیں گے۔ اس وجہ سے کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں جس سے ان کی گردنیں جھک جائیں اور کوئی جدید نصیحت ان کے پاس رحمان کی طرف سے نہیں اترتی مگر وہ اس سے روگردانی کرنے والے ہیں۔

۲،۱: طٰسٓمّٓ قراءت: طٰس، یٰس، حم امالہ سے پڑھیں گے کوفیوں کے ہاں مگر اعشیٰ، حفص، برجمی امالہ نہیں کرتے میم کے وقت نون کو

ظاہر کرتے ہیں یزید، حمزہ، اور ان کے علاوہ ادغام کرتے ہیں۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (یہ واضح کتاب کی آیات ہیں) جس کا اعجاز ظاہر ہے اور اس کا من عند اللہ ہونا صحیح ہے کتاب سے مراد سورۃ ہے۔ یا نمبر ۲۔ قرآن مجید۔ مطلب یہ ہے کہ اس مجموعہ کی آیات کتاب مبین کی آیات کے حروف مبسوطہ میں سے ہیں۔

ان کے ایمان لانے پر اپنے کو نہ کوسیں:

۳: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ (شاید آپ اپنی جان کھودیں گے) بخع کا معنی ہلاک کرنا ہے اور لعل شفقت کیلئے لایا گیا۔ نَّفْسَكَ (اپنی جان غم کی وجہ سے) یعنی آپ اپنے اوپر رحم کریں اس سے کہ اپنے کو اپنی قوم کے اسلام نہ لانے کی وجہ سے غم وحسرت میں ڈال کر ہلاک کریں۔ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (اس بناء پر کہ وہ ایمان نہیں لاتے) نمبر ۲۔ ان کے ایمان سے باز رہنے کی وجہ سے۔ نمبر ۳۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

۴: اِنْ نَّشَاْ (اگر ہم ان کا ایمان چاہیں) نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً (ہم ان پر آسمان سے کوئی ایسی نشانی اتار دیں) واضح دلالت فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ (پھر ان کی گردنیں ہو جائیں گی)۔

نحو: یہاں ظلت ماضی، بمعنی مضارع تظل ہے کیونکہ شرط جزاء میں اگر ماضی آ بھی جائے وہ بھی مستقبل کے معنی میں ہے۔ جیسے کہتے ہیں ان زرتنی اکرمتك ای اکرمك كذا قاله الزجاج۔

اعناقهم سے ان کے رؤساء اور پیش پیش لوگ مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ ان کی جماعتیں جیسا کہ کہتے ہیں جاء عنق من الناس یعنی ان میں سے ایک جماعت آئی۔ لَهَا خٰضِعِيْنَ (جھکنے والی) مطیع ۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ ہمارے اور بنو امیہ کے متعلق اتری۔ عنقریب ہم کو ان پر برتری حاصل ہوگی۔ اور ان کی گردنیں کچھ صعوبت کے بعد ذلیل ہو جائیں گی اور ان کو عزت کے بعد ذلت میسر ہوگی۔

ان کا اعراض بڑھ گیا عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا:

۵: وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ (اللہ تعالیٰ ان کی طرف جو وحی وعظ وتذکیر کیلئے اتارتے ہیں اس سے ان کا اعراض وکفر بھی نیا ہو جاتا ہے)۔

۶: فَقَدْ كَذَّبُوْا (پس یقیناً انہوں نے تکذیب کی) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ان باتوں میں جو آپ ان کے پاس لے کر آئے۔ فَسَيَاْتِيْهِمْ (پس عنقریب ان کے پاس آ جائیں گی) عنقریب وہ جان لیں گے۔ اَنْۢبٰٓؤُا (خبریں) مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (اس کی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے) ما سے مراد قرآن ہے۔ اس میں ان کے لئے وعید اور انداز ہے۔ عنقریب ان کو علم ہوگا جب ان کو اللہ تعالیٰ کا عذاب چھوئے گا۔ بدر کے دن اور قیامت کے دن کہ وہ کس چیز کا انکار کرتے تھے اور عنقریب ان کے سامنے وہ خبریں اور حالات آ جائیں گے جو ان پر مخفی تھے۔

وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰٓی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ ظالم قوم یعنی قوم فرعون کے پاس چلے جاؤ کیا یہ لوگ ڈرتے نہیں ہیں،

قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ

موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں، اور میرا سینہ تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی لہٰذا

اِلٰی هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَآ

ہارون کو بھی پیغمبر بنا دیجئے اور مجھ پر ان لوگوں کا جرم ہے لہٰذا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مجھے قتل کر ڈالیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا سو تم دونوں ہماری آیات لے کر جاؤ،

اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ

بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں سننے والے ہیں، سو تم فرعون کے پاس جاؤ اور یوں کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کے پیغمبر ہیں یہ کہ تو ہمارے ساتھ

مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ ﴿۱۸﴾

بنی اسرائیل کو بھیج دے فرعون نے کہا کہ کیا ہم نے تجھے اپنے پاس رکھ کر اس وقت نہیں پالا جب تو نومولود تھا، اور تو ہمارے اندر اپنی عمر کے برسہا برس رہا ہے

کمالِ قدرت:

۷: اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا (کیا انہوں نے زمین کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا کہ ہم نے کس قدر اگایا)

نحو: کم یہ انبتنا کی وجہ سے منصوب ہے۔

فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ (اس میں ہر طرح کا سبزہ) زوج کا معنی اقسام نبات كَرِیْمٍ (شاندار)، کثیر الفوائد جس سے انسان و حیوان ہر دو مستفید ہوتے ہیں جیسا کہ کریم شخص کا نفع ہر ایک کیلئے عام ہوتا ہے۔

فائدہ: کثرت و احاطہ کے دونوں کلمات کو جمع کر دیا۔ کل کا کلمہ نبات کے افراد پر تفصیل سے بطور احاطہ دلالت کرتا ہے اور کم کثرت اصناف کو محیط ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ قدرت پر متنبہ کیا ہے۔

۸،۹: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (بلاشبہ اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے) یعنی ان اوصاف کے ثابت کرنے میں قدرت الٰہی کی نشانی ہے کہ ان کا اگانے والا مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ان میں سے اکثریت کے دلوں پر مہریں لگ چکی ہیں۔ ان سے ایمان کی کوئی امید نہیں ہے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ (اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کا رب غالب ہے۔) کفار سے اپنے انتقام میں الرَّحِیْمُ (مہربان ہے) ان کے لئے جو ان میں سے ایمان لائیں۔ لآیۃ کا لفظ واحد لایا گیا حالانکہ ان کی کثرت کی خبر دی۔ کیونکہ ذلک سے انبتنا مصدر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ جنس پر دلالت کرتا ہے۔ نمبر۲۔ ان میں سے ہر نبات کے جوڑے میں کیا خوب نشانی ہے۔

۱۰،۱۱: وَاِذْ نَادٰی (اور اس وقت کو یاد کرو جب پکارا)

نحو : اذ یہ اذکر فعل محذوف کا مفعول ہے ای واذکر اذ نادٰی (پکارنا' بتلانا)۔ رَبُّكَ مُوْسٰٓی اَنِ ائْتِ (تیرے رب نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کہ تم جاؤ)۔

نحو : یہاں ان ای کے معنی میں ہے۔ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (ظالم قوم کے پاس) اپنے نفوس پر کفر کے سبب ظلم کرنے والے اور بنی اسرائیل پر غلام بنانے کی وجہ سے ظلم کرنے والے اور اسی طرح ان کے بچوں کو ظلم کے طور پر قتل کر کے ان پر ظلم کی دستاویز لکھ دی۔ قَوْمَ فِرْعَوْنَ القوم الظالمین کا عطف بیان ہے گویا قوم ظالمین کا معنی اور ترجمہ ہی قوم فرعون ہے اور گویا دو عبارتیں یکے بعد دیگرے ایک ہی بات کو ادا کر رہی ہیں۔ اَلَا یَتَّقُوْنَ (کیا وہ ہمارے غضب سے نہیں ڈرتے) یعنی ان کے ہاں زاجر بن کر جائیں۔ ان کے ڈرنے کا وقت قریب آ چکا۔

نحو : الا کا کلمہ یہ برانگیختہ کرنے کیلئے آتا ہے نمبر۲۔ یہ الظالمین کی ضمیر سے حال ہو یعنی وہ ظلم کرتے ہیں مگر اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کی سزا سے ذرا نہیں ڈرتے ہمزہ انکار کو حال پر داخل کر دیا گیا۔

خطرۂ تکذیب:

۱۲، ۱۳: قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب مجھے اندیشہ ہے) خوف مستقبل میں پیش آنے والے معاملے پر غم۔ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ (کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے) وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ (اور میرا سینہ تنگ ہوگا) ان کے مجھے جھٹلانے کی وجہ سے۔ یہ جملہ مستانفہ ہے نمبر۲۔ یا اخاف پر عطف ہے۔ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ (اور میری زبان نہیں چلے گی) اس پر کہ ان کے غلط کام دیکھ کر غیرت مجھ پر غالب آئے گی۔ اور میں ان کا جھگڑا سنوں گا تو میری زبان نہ چلے گی۔ نمبر۲۔ ان دونوں کو یعقوب نے نصب سے پڑھا اور اس کا عطف یکذبون پر ڈالا اس صورت میں خوف ان تینوں سے متعلق ہے۔ نمبر۳۔ اور اگر رفع مانیں تو اس صورت میں خوف تکذیب سے متعلق ہے۔ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ (پس ہارون کے پاس (وحی) بھیج دے) یعنی جبرئیل علیہ السلام کو ان کی طرف بھیج کر ان کو پیغمبر بنا۔ تاکہ پیغام رسالت میں وہ میری اعانت کریں۔ حضرت ہارون اس وقت مصر میں تھے جب موسیٰ علیہ السلام کو شام میں نبوت عنایت کی گئی۔ یہ التماس موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تعمیل حکم میں ٹال مٹول نہ تھی۔ بلکہ اپنے ساتھ ملانے اور تبلیغ رسالت میں معاونت کی غرض سے التماس کی۔ معاملے کو چلانے کیلئے معین کا مطالبہ عذر سے شروع کیا اور معاون کی طلب قبولیت کی تو کھلی دلیل نہ کہ ٹال مٹول کی۔

دعویٰ گناہ کو گناہ کہا:

۱۴: وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ (اور ان کا میرے اوپر ارتکابِ گناہ کا دعویٰ ہے) قبطی کے مکہ سے قتل ہو جانے کا۔ یہاں مضاف حذف کر دیا گیا۔ ای تبعة ذنب۔ نمبر۲۔ دعوی گناہ کو ذنب کہا جیسا کہ جزاء سیئہ کو سیئہ کہتے ہیں۔ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ (پس مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں) کہ وہ مجھے قصاصاً قتل کر دیں۔ یہ بھی بہانہ بازی نہیں بلکہ ایک متوقع مصیبت کو دفع کا مطالبہ ہے جس میں ابتلاء کا قوی اندیشہ ہے اور تبلیغ رسالت کے فریضہ کی ادائیگی سے قبل ہی قتل کر دیں یہ اس اندیشے کا اظہار ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے

حفاظت کا وعدہ فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام کو کلا جو کلمہ ردع ہے اس کے ذریعہ جواب دیکر دو قبولیتیں ایک جگہ جمع فرما دیں۔ فرمایا

تسلی باری تعالیٰ:

۱۵: قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا (فرمایا ہرگز نہیں تم دونوں جاؤ) کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی طرف سے پہنچنے والی مصیبت کا دفاع طلب کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ خوف کو ان سے ہٹا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنے بھائی کیلئے رسالت طلب کی تو جواب ملا اذھبا یعنی میں نے اس کو تیرے ساتھ ہی رسول بنا دیا پس تم دونوں ادائیگی فریضہ کیلئے جاؤ۔ فاذھبا کا عطف اس فعل پر ہے جس پر کلا دلالت کرتا ہے گویا اس طرح فرمایا اے موسیٰ تو اس قسم کے گمان سے باز رہو اور تم اور ہارون مل کر جاؤ۔ بِاٰيٰتِنَآ (ہماری آیات کے ساتھ) اور وہ ید بیضاء اور عصا وغیرہ ہیں۔ اِنَّا مَعَكُمْ (ہم معاونت و مدد سے تمہارے ساتھ ہیں)۔ اور جن کی طرف تم بھیجے گئے ہو علم وقدرت سے وہاں بھی موجود ہیں۔ مُّسْتَمِعُوْنَ نحو: یہ انّ کی خبر ہے اور معکم لغو ہے۔ (ہم تمہاری باتیں سننے والے ہیں) نمبر۲۔ یہ دونوں انّ کی خبریں ہیں۔ یعنی سننے والے ہیں۔

استعمالِ استماع:

اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ استماع تو صرف کان لگانے کیلئے آتا ہے کہا جاتا ہے استمع الی حدیثہ ای اصغی الیہ۔ مگر یہاں اس پر محمول کرنا درست نہیں۔ پس یہاں اس کا معنی سماع، سننا کیا جائے گا۔

گویا دونوں ایک رسول تھے:

۱۶: فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پس تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو ہم رب العالمین کے قاصد ہیں)

نکتہ: اس مقام پر رسول کا لفظ تثنیہ نہیں لائے جیسا کہ دوسرے مقام پر انا رسولا ربك ہے۔ کیونکہ الرسول بمعنی المرسل ہوتا ہے اور الرسالۃ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس آیت میں تثنیہ لانے کے بغیر چارہ کار نہ تھا کیونکہ الرسول بمعنی المرسل تھا۔ اور موجودہ آیت میں بمعنی الرسالۃ ہے پس اس کی صفت واحد، تثنیہ، جمع تینوں طرح درست ہے۔ نمبر۲۔ کیونکہ یہ دونوں ایک شریعت پر متحد و متفق تھے گویا دونوں ایک رسول تھے۔ نمبر۳۔ مراد یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک ہماری طرف سے ہے۔

۱۷: اَنْ اَرْسِلْ (کہ بھیج دو) یہ معنی ارسل ہے۔ کیونکہ رسول کے لفظ میں ارسال کا معنی پہلے پایا جاتا ہے اور اس میں قول کا معنی ہے۔ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو) مراد یہ ہے کہ ان کو فلسطین جانے کیلئے آزاد چھوڑ دو۔ اور یہ فلسطین ان کا مسکن تھا۔ پس دونوں اس کے دروازہ پر گئے مگر ایک سال تک ان کو اندر آنے کی اجازت نہ ملی یہاں تک کہ ایک دربان نے کہا یہاں ایک انسان ایسا ہے کہ جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ رب العالمین کا رسول ہے اس پر فرعون نے اندر آنے کی اجازت دی اور کہنے لگا اس کو اندر آنے دو۔ شاید اس سے ہنسی مذاق کر لیں۔ دونوں نے داخل ہو کر پیغام رسالت پہنچایا۔ اس وقت فرعون نے موسیٰ کو پہچان کر کہا۔

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِىْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ

اور تو نے وہ کام کیا جو تو نے کیا اور تو ناشکروں میں سے ہے، موسیٰ نے جواب دیا یہ فعل میں نے اس وقت کیا تھا جبکہ میں چوک جانے والوں

الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِىْ رَبِّىْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِىْ مِنَ

میں سے تھا، سو میں تمہارے یہاں سے فرار ہو گیا جب مجھے تمہاری طرف سے ڈر لگا سو میرے رب نے مجھے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھے پیغمبروں میں

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَىَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ

شامل فرما دیا، اور وہ جو تو مجھ پر اپنا احسان جتلا رہا ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا، فرعون نے کہا

وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾

کہ اور رب العالمین کون ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا کہ رب العالمین وہی ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو،

تربیت کا احسان:

۱۸۔ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا (کہنے لگا کیا ہم نے اس وقت اپنے گھروں میں تجھے نہیں پالا تھا کہ تو بچہ تھا) بطور اختصار یہاں یہ محذوف ہے فأتیا فرعون فقالا له ذلك۔ الولید بچہ کیونکہ اس کا زمانہ ولادت قریب ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تو چھوٹا نہ تھا پس ہم نے تیری تربیت کی۔ وَلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ (اور تو ہم میں اپنی عمر کے کئی سال ٹھہرا رہا) ایک قول یہ ہے تیس سال۔

۱۹: وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِىْ فَعَلْتَ (اور تو نے اپنا وہ کام دکھایا جو تو نے دکھایا) یعنی قبطی کو قتل کر دیا اس نے تعریض کے طور پر بات اس لئے کی کہ وہ بادشاہ تھا۔ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (اور تو کافروں میں سے ہے) یعنی میری نعمتوں کا منکر ہے کہ تو نے میرے ہی نان بائی کو قتل کر دیا۔ نمبر۲۔ تو ہمارے اس دین پر تھا جس کو تو اب کفر کا نام دے رہا ہے اور یہ بہتان ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اس نے باندھا۔ کیونکہ وہ معصوم پیغمبر ہیں آپ ان میں نبوت سے قبل خاموشی سے بچ بچا کر زندگی گزارتے رہے۔

جواب موسیٰ علیہ السلام:

۲۰: قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں نے وہ کام اس وقت کیا) ای اذ ذاك۔ وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ (جبکہ میں ناواقفوں میں سے تھا)۔ الضالین یعنی الجاهلین بانها تبلغ القتل اس کے قتل تک پہنچنے سے بے خبر تھا۔ الضال عن الشئی۔ پہچان کا ختم ہونا نمبر۲۔ بھولنے والے۔ اس صورت میں اس آیت کے معنی میں ہوگا۔ ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرى [البقرہ:۲۸۲] آپ نے اپنی ذات سے انت من الكافرين کے فرعونی الزام کو دفع کیا اور الکفرین کی جگہ الضالین کا لفظ لائے۔ اور اذا جواب بھی ہے اور جزاء بھی اور یہ کلام فرعون کا جواب اور اس کی جزاء بھی ہے کیونکہ فرعون کا قول وفعلت

فعلتك ہے۔جس کا معنی یہ ہے تم نے میرے احسان کا بدلہ اپنے اس قتل قبطی والے فعل سے دیا ہے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا۔نعم فعلتها مجازیاً لك ہاں میں نے تجھے بدلہ اور جزاء دیتے ہوئے یہ کیا اور یہ بات آپ نے برسبیل تسلیم فرمائی کیونکہ اس کا احسان تھا ہی اس انداز کا جس کا بدلہ اسی قسم کا دیا جاتا ہے۔

تمام وزرائے فرعون مشورۂ قتل میں شریک تھے:

۲۱: فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ (پس میں تم سے بھاگ گیا) مدین کی طرف لَمَّا خِفْتُكُمْ (جب مجھے تمہارے طرف سے ڈر لگا) کہ تم مجھے قتل کر دو گے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کو آل فرعون کے مؤمن نے کہا ان الملأ یأتمرون بك لیقتلوك فاخرج۔ [القصص:۲۰] فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا (میرے رب نے مجھے حکم عطاء فرمایا) حکم سے نبوت اور علوم نبوت مراد ہے اور مجھ سے بھول اور ناواقفیت کو دور فرمایا۔وَّ جَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور اس نے مجھے پیغمبروں سے بنایا) منجملہ رسولوں میں سے۔

۲۲: وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھ رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے) تربیت کا احسان جتلانے کی خبر کو دوبارہ اور اس کو جڑ سے کاٹ دیا اور اس کا نام نعمت ماننے سے انکار کر دیا۔پھر اس کا نعمت ہونا ظاہر کیا کہ تیرے انعام کی حقیقت بنی اسرائیل کی غلامی ہے کیونکہ اس کی غلامی اور ان کے بیٹوں کا ذبح کرنا ہی وہ سبب تھا جس سے موسیٰ علیہ السلام اس کے ہاں پہنچے اور ان کی پرورش کی اگر وہ ایسی حرکت نہ کرتا تو موسیٰ علیہ السلام کے والدین ان کی تربیت کرتے گویا فرعون نے موسیٰ پر احسان ان کی قوم کو غلام بنانے ماں کی گود سے نکالنے کے بدلہ میں کیا جبکہ یہ احسان ثابت ہو جائے۔

تعبیدھم کا مطلب تذلیل کرنا اور ان کو غلام بنانا ہے۔

فائدہ: ضمیر تمنھا اور عبدت میں واحد لائی گئی۔منکم اور خفتکم میں جمع ہے کیونکہ خوف وفرار دونوں فقط فرعون ہی سے نہ تھا بلکہ اس کے ہم مذہب وزراء جو قتل موسیٰ کا مشورہ دینے والے تھے وہ بھی اس میں شریک تھے اس کی دلیل یہ ارشاد ہے ان الملأ یأتمرون بك لیقتلوك [القصص:۲۰] باقی احسانِ پرورش تو صرف اسی کی طرف سے تھا اور تعبید بنی اسرائیل بھی اس کا شاہی آرڈر تھا۔تلک کا مشار الیہ اس کی مبہم و مخفی بدترین خصلت جو کہ بلا وضاحت معلوم نہ ہو سکتی تھی۔ان عبدت یہ مرفوع ہے اور تلک کا عطف بیان ہے ای تعبیدك بنی اسرائیل نعمة تمنها علی تیرا بنی اسرائیل کو غلام بنانا نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا ہے۔

فرعون کا سوال:

۲۳: قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (فرعون کہنے لگا رب العالمین کیا چیز ہے) یعنی تو اس بات کا دعوے دار ہے کہ تو رب العالمین کا رسول ہے تو اس کی تعریف کیا ہے؟ کیونکہ جب زید کی صفات کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں۔ما زید؟ اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ لمبا یا چھوٹا فقیہ یا طبیب صاحب کشاف نے یہ لکھا ہے۔

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ

فرعون اپنے آس پاس کے بیٹھنے والوں سے کہنے لگا کیا تم نہیں سنتے؟ موسیٰ نے کہا کہ وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے، فرعون نے کہا

اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا

بلاشبہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے، موسیٰ نے کہا کہ وہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ

بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ

ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے اگر تم سمجھتے ہو، فرعون نے کہا اگر تو نے میرے علاوہ کوئی معبود بنایا تو میں ضرور ضرور تجھے قیدیوں میں

الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ

شامل کر دوں گا، موسیٰ نے کہا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی واضح دلیل پیش کر دوں؟ فرعون نے کہا اگر تو سچوں میں سے

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ

ہے تو دلیل پیش کر دے، اس پر موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا سو وہ اچانک واضح طور پر اژدھا بن گیا اور اپنا ہاتھ نکالا سو وہ اچانک دیکھنے والوں کے لئے

لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ ع

سفید ہو گیا تھا۔

جواب موسیٰ علیہ السلام:

۲۴: قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سوال کے موافق جواب دیتے ہوئے فرمایا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (وہ آسمانوں اور زمین میں ان کے مابین سب کا رب ہے) یعنی دونوں جنسوں کے جو کچھ درمیان میں ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ (اگر تم یقین کرنے والے ہو) یعنی اگر تم دلائل سے اشیاء کو پہچانتے تو ان اشیاء کی تخلیق بطور دلیل کافی ہے۔ نمبر۲۔ اگر تم سے اس یقین کی امید ہے جس تک صحیح سوچ وفکر پہنچاتی ہے تو یہ جواب تمہارے حق میں نفع بخش ہوگا۔ ورنہ فائدہ نہ ہوگا۔ الایقان سے مراد استدلال سے حاصل ہونے والا علم اسی وجہ سے محاورہ میں یہ کہنا درست نہیں۔ اللّٰہ مُوْقِن۔

۲۵: قَالَ (فرعون نے کہا) لِمَنْ حَوْلَهٗۤ (ان کو جو اس کے اردگرد تھے) یعنی اس کی قوم کے سردار جن کی تعداد پانچ سو تھی جو کنگن پہنے ہوئے تھے یہ بادشاہوں کیلئے خاص تھی اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ (کیا تم سن رہے ہو!) اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کے جواب پر تعجب میں ڈالنا چاہ رہا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ آسمان وزمین کے قدیم ہونے کے قائل تھے اور ان کے متعلق کسی رب کے قائل نہ تھے اسی لئے موسیٰ علیہ السلام کو ضرورت پڑی کہ ان کے سامنے ایسا استدلال پیش کریں جس سے آسمان وزمین کا حدوث وفناء ان کو مشاہداتی

طور پر معلوم ہو جائے پس استدلال کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

۲۶: قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے) یعنی وہ تمہارا بھی خالق اور تمہارے آباء کا بھی خالق ہے اگر تم دوسروں سے دلیل اخذ نہیں کرتے تو اپنے اپنے نفوس سے استدلال پکڑو۔

فَائِدَة: موسیٰ علیہ السلام نے رب ابائکم فرمایا کیونکہ فرعون اپنے اہل عصر پر ربوبیت کا دعوے دار تھا پہلوں کے متعلق ربوبیت کا مدعی نہ تھا۔

فرعون کا سٹپٹانا:

۲۷: قَالَ (فرعون نے کہا) اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ (تمہاری طرف جو رسول بھیجا گیا ہے وہ بلاشبہ مجنون ہے) اس لئے کہ اس کا خیال یہ ہے میرے سوا اور بھی کوئی معبود موجود ہے۔ فرعون اپنے علاوہ کسی دوسرے کی الوہیت کا منکر تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی ایک اور دلیل:

۲۸: قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (موسیٰ نے کہا وہی مشرق و مغرب کا رب ہے اور ان کے درمیان جو کائنات ہے اس کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو) تو تم میرے قول سے استدلال کر کے اپنے رب کو پہچان لو گے۔ اور یہ اصل مقصودی ارشاد ہے۔ نمبر۲۔ پھر اس عام سے ان کے اور ان کے آباء و اجداد کے نفوس کو وضاحت کیلئے خاص کیا کیونکہ دیکھنے کو اپنا نفس سب سے قریب تر ہوتا ہے۔ اور وہ بھی جس سے وہ پیدا ہوا۔ اور وہ مشاہدات بھی قریب تر ہوتے جو ولادت سے وفات تک دیکھتا ہے۔ نمبر۳۔ پھر آپ نے مشرق و مغرب کی تخصیص فرمائی کیونکہ طلوع شمس ایک جانب اور غروب آسمان کے دوسری جانب ہوتا ہے اور سال کے مواسم میں ایک ٹھیک اندازے سے اور صحیح حساب سے ہوتا ہے اس لئے یہ ظاہر ترین استدلال ہے اسی ظہور عمومی کی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احیاء و اماتت سے نمرود بن کنعان کے سامنے اسی دلیل کی طرف رجوع فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ فرعون نے اپنے سوال کی حقیقت سمجھے بغیر ما سے سوال کر دیا مگر جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کا حقیقی جواب دیا تو اس کے دماغ میں یہ بات پیدا ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام تو جواب سے رکنے والے ہیں اس لئے کہ میں نے سوال ماہیت کا کیا اور وہ جواب ربوبیت اور آثار صنعت سے دے رہے ہیں۔ اسی لئے اس نے موسیٰ علیہ السلام کے جواب سے ان کو تعجب میں ڈالنے کیلئے کہا۔ الا تستمعون؟ پس موسیٰ علیہ السلام نے پہلے قول جیسا قول کیا۔ اس پر فرعون نے ان کو مجنون قرار دیا یہ سمجھ کر کہ موسیٰ اس کے جواب سے رخ موڑنے والے ہیں۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے تیسری بار پہلی کلام جیسا کلام دُہرا کر واضح کر دیا کہ فرد حقیقی کی معرفت و پہچان صفات سے ہی ہوتی ہے اور ماہیت کا سوال ناممکن ہے اور اس ارشاد میں اسی طرح اشارہ ہے ان کنتم تعقلون یعنی اگر تم میں عقل ہوگی تو تم جان لو گے کہ اس کی معرفت کا راستہ یہی ہے جب فرعون حیرت زدہ ہوا تو اسے آثار صنعت باری تعالیٰ کے آثار کو رد کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

فرعون کی دھمکی:

۲۹: قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ (اگر تو نے میرے سوا اور کسی کو الٰہ مانا) لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ (تو میں تجھے قید کر دونگا) یعنی میں تمہیں بھی ان لوگوں میں سے ایک بنا دونگا جن کا حال تم میری جیلوں میں جانتے ہو اس کی عادت یہ تھی کہ جس کے متعلق چاہتا پکڑ کر جیل ڈلوا دیتا۔ وہ جیلیں زمین میں دور تک لمبی لمبی سرنگیں تھیں جو خوب گہری ہوتی تھیں۔ ان میں جانے والا نہ کچھ دیکھ سکتا اور نہ سن سکتا تھا اور یہ صورت حال قتل سے کہیں بدتر تھی۔ اور اگر سجننک لا سجنك ہوتا تو یہ معانی ادا نہ ہو سکتے جو لاجعلنك من المسجونین سے ادا ہو رہے ہیں۔ اگرچہ وہ مختصر ہے۔

۳۰: قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ (موسیٰ نے کہا کیا تو مجھے (ایسی حالت میں بھی قید کر سکے گا) اگر میں تیرے پاس لے آؤں)۔

نحو: اس میں واؤ حالیہ ہے اور اس پر ہمزہ استفہام انکاری کا داخل کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کیا تو مجھے قید خانے میں اس حال میں بھی ڈال دیگا۔ اگرچہ میں تیرے پاس لے آؤں۔ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ (کوئی ایسی واضح چیز) یعنی معجزہ لے آؤں۔

۳۱: قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ (اس نے کہا تو اس کو پیش کر) جو تیری سچائی کو واضح کر دے اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (اگر تو سچا ہے) تیرے پاس دلیل ہے۔ نحو: جواب شرط مقدر ہے۔ جو کہ (فاحضرہ) ہے یعنی تو اس کو حاضر کر دے۔

ظہورِ معجزہ:

۳۲: فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ (پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی تو وہ یکدم کھلم کھلا اژدھا بن گئی) جس کا اژدھا ہونا ظاہر تھا۔ وہ ایسی چیز نہ تھی جو اژدھا کے مشابہ ہو جیسا کہ سحر و شعبدہ بازی سے اشیاء ہوا کرتی ہیں۔ تفسیری روایت میں ہے کہ اس کی بلندی آسمان میں ایک میل تھی پھر وہ نیچے اترا فرعون کی طرف متوجہ ہوا فرعون کہنے لگا اے موسیٰ تم جو چاہو مجھے حکم دو۔ اے موسیٰ میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں کہ اس کو پکڑو! موسیٰ علیہ السلام نے پکڑا تو وہ عصا بن گیا۔

۳۳: وَّ نَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ (اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ کھینچا تو وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں ضیاء پاش تھا دیکھنے والوں کیلئے) اس میں دلیل ہے کہ اس کی سفیدی ایسی تھی کہ اس کی طرف نگاہیں دیکھنے سے جم جاتیں کیونکہ وہ خلاف عادت تھا اور اس کی سفیدی نورانیت کی وجہ سے تھی۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ جب فرعون نے پہلی نشانی دیکھی تو کہنے لگا کیا اور کوئی نشانی بھی ہے؟ اس پر آپ نے اپنا دست اقدس نکالا اور فرعون کو کہا یہ کیا ہے اس نے کہا یہ تمہارا ہاتھ ہے پھر آپ نے اس کو اپنی بغل کے نیچے دبا کر نکالا تو اس میں اتنی شعاعیں نکل رہی تھیں جس سے آنکھیں چندھیانے لگیں اور افق کو روشنی نے بھر دیا۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ۝٣٤ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖۗ

قوم کے سردار جو فرعون کے آس پاس موجود تھے ان سے فرعون نے کہا کہ بلاشبہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم لوگوں کو تمہاری سرزمین سے نکال دے۔

فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝٣٥ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ ابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ۝٣٦ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ

سو بتاؤ تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ اس شخص کو اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور شہروں میں اپنے کارندوں کو بھیج دو جن کا یہ کام ہو کہ لوگوں کو جمع کریں تمہارے پاس ہر

سَحَّارٍ عَلِیْمٍ ۝٣٧ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝٣٨ وَّ قِیْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ

بڑے ماہر جادوگر کو لے آئیں سو ایک مقررہ دن کے خاص وقت پر جادوگر جمع کئے گئے اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع

مُّجْتَمِعُوْنَ ۝٣٩ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ۝٤٠ فَلَمَّا جَآءَ

ہونے والے ہو؟ شاید ہم جادوگروں کی راہ کو قبول کر لیں اگر وہ غالب ہو جائیں گے۔ جب جادوگر

السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ۝٤١ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ

آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم غالب ہو گئے تو کیا یقینی طور پر ہمیں کوئی بڑا انعام ملے گا؟ فرعون نے کہا ہاں اور اس میں شک نہیں کہ

اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۝٤٢ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝٤٣

اس صورت میں تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔ موسیٰ نے کہا کہ تم ڈال دو جو کچھ ڈالنے والے ہو۔

فرعون کی سیاسی چال:

۳۴: قَالَ (فرعون کہنے لگا) لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ (اپنے اردگرد کے سرداروں کو)

نحو: اس پر دو نصب ہیں لفظوں میں منصوب ہے اور اس کا عامل ظرف میں مقدر فعل ہے اور محلاً منصوب ہے کیونکہ یہ الملاء سے حال ہے۔ای کائنین حو له اور اس کا عامل قال ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ (بیشک یہ پڑھا لکھا جادوگر ہے) یہ جادو کو جاننے والا ہے پھر اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف برانگیختہ کیا۔ یہ کہتے ہوئے۔

۳۵: یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا (وہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے نکال باہر کرے) یہ منصوب ہے کیونکہ یہ مفعول بہ ہے یہ اس قول کی طرح ہے امرتك الخیر۔ تَاْمُرُوْنَ (تم مجھے حکم دیتے ہو) اس کے متعلق کیا مشورہ دیتے ہو قید کردوں یا نمبر ۲۔ قتل تامرون یہ المؤامرۃ سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی مشورہ ہے یا نمبر ۲۔ ایسا حکم جو نہی کی ضد ہو۔ جب فرعون دونوں نشانیاں دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اور اپنی الوہیت کا تذکرہ بھی بھول گیا اور اپنے کندھوں سے ربوبیت

کی چادر گرادی اور اس کے کندھے پر کپکپی طاری تھی اور ساتھیوں سے مشورے کرنے لگا گویا ان کو حاکم مان لیا حالانکہ اس کے خیال باطل میں وہ اس کے بندے اور غلام تھے اب یکا یک ان کو مامور مان کر ان کا حکم مان لیا۔

سرداروں کا فتویٰ:

۳۶: قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ (انہوں نے کہا اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دے دو) ان کے ہر معاملے کو ملتوی کر دو۔ اور فتنہ کے خطرہ کی وجہ سے ان کے قتل پر برانگیختہ مت کرو۔ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ (اور شہروں میں جمع کرنے والے مقرر کرو) پولیس کے اہل کار جو جادوگروں کو جمع کرلائیں انہوں نے فرعون کے قول ان ھذا لساحرٌ علیم کا اس قول سے معارضہ کیا۔

۳۷: یَاْتُوْکَ بِکُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ (وہ تیرے پاس بڑے بڑے پڑھے لکھے جادوگروں کو لے آئیں گے) کُلّ کا لفظ اور سحار مبالغہ کا صیغہ استعمال کیا تاکہ فرعون کے اضطراب میں کچھ کمی واقع ہو۔

۳۸: فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (چنانچہ جادوگروں کو مقررہ تاریخ کو معین وقت پر جمع کیا گیا) یوم معلوم یعنی یوم زینت اور میقات سے چاشت کا وقت کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے یہی وقت ان سے مقرر فرمایا تھا جیسا کہ اس ارشاد میں ہے موعدکم یوم الزینة وان یحشر الناس ضُحی [طٰہٰ:۵۹] میقات جس کو مقرر کر دی اور جس زمانہ کو حد بندی کر دی جائے یا جو جگہ طے کی جائے اور اسی سے مواقیت الاحرام ہیں۔

۳۹: وَّقِیْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ (اور لوگوں کو کہا گیا کہ تم بھی جمع ہو جاؤ گے) یعنی تم جمع ہو جاؤ ان کے اجتماع کے سلسلہ میں ان سے سستی کا گمان ہے اور مراد اس سے ان کا جلد جمع کرنا ہے۔

۴۰: لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ (تاکہ ہم جادوگروں کی راہ پر چلیں) ان کے دین کے سلسلہ میں اِنْ کَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ (اگر وہ غلبہ پانے والے ہوں) موسیٰ کو اس کے دین کے سلسلہ میں مغلوب کر دیں اس سے ان کی غرض ساحروں کی اتباع نہیں بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ وہ موسیٰ کی اتباع نہ کریں انہوں نے کنایہ کے انداز میں بات کی کہ جب وہ جادوگروں کے پیرو ہونگے تو کم از کم موسیٰ کی پیروی تو نہ کریں گے۔

جادوگر کے مقابلے میں:

۴۱: فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ کُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ (پس جب جادوگر آ گئے تو انہوں نے فرعون سے کہا اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہم کو کچھ اس کا بدلہ یقینی طور پر ملے گا)

۴۲: قَالَ نَعَمْ (فرعون نے کہا ہاں!)

قراءت: علی نے نَعِمْ پڑھا ہے اور یہ دونوں لغات ہیں۔

وَاِنَّکُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (اور بلاشبہ تم اس وقت شاہی مقرب بن جاؤ گے) یعنی فرعون نے کہا ہاں! تمہارے لئے میرے ہاں اجر ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ تم شاہی مقربین میں شامل ہو جاؤ گے میرے ہاں تمہارا مرتبہ و مقام ہوگا تم میرے درمیان میں سب سے پہلے داخل ہونے والوں میں اور سب سے آخر میں نکلنے والوں میں سے ہو گے۔ جب کہ وہ جادوگروں کا

فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى

سوان لوگوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں اور فرعون کی عزت کی قسم کھا کر بولے کہ بلاشبہ ہم ہی غالب ہوں گے۔ سو موسیٰ نے اپنا عصا

عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ

ڈالا۔ سو اچانک وہ ان لوگوں کے بنائے ہوئے دھندے کو نگلنے لگا پھر جادوگر سجدے میں ڈال دیئے گئے کہنے لگے ہم رب العالمین پر

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ

ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ فرعون نے کہا کیا تم اس پر اس سے پہلے ایمان لے آئے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ بے شک بات یہ ہے کہ یہ تم سب کا بڑا ہے

الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۥ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ

جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، سو یہ ضروری بات ہے کہ تم عنقریب جان لو گے میں ضرور ضرور تمہارے ہاتھوں کو اور پاؤں کو مخالف جانب سے

خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ اِنَّا

کاٹ دوں گا اور ضرور ضرور تمہیں سولی پر لٹکا دوں گا، انہوں نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں۔ بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ہم

نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾

امید کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو اس وجہ سے بخش دے گا کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

قول: ائن لنا لاجرًا جزاء شرط کے معنی میں ہوا جیسا کہ اس پر دلالت موجود ہے تو فرعون کا قول وانکم اذالمن المقربین اسی پر معطوف ہے اور اذا کو جواب جزاء کے تقاضے کے مطابق اس کے قائم مقام لایا گیا ہے۔

۴۳: قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ (موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا تم ڈالو جو تم نے ڈالنا ہے) جادو میں سے پس عنقریب تمہیں اس کا انجام نظر آ جائے گا۔

سحر کے اثرات:

۴۴: فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ (پس انہوں نے اپنی رسیاں ڈالیں) جو کہ ستر ہزار تھیں۔ وَعِصِيَّهُمْ (اور اپنی لاٹھیاں) جو کہ ستر ہزار تھیں۔ دوسرا قول ہر دو بہتر ہزار تھیں۔ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ (اور کہنے لگے فرعون کی عزت کی قسم بیشک ہم ہی غالب رہیں گے) انہوں نے فرعون کی عزت وقوت کی قسم کھائی۔ اور جاہلیت کا ایمان یہی تھا۔ باء قسمیہ ہے یا بطور تبرک فرعون کی عزت کا ذکر کیا۔

اژدھا سب کچھ نگل گیا:

۴۵: فَاَلْقٰی مُوْسٰی عَصَاہُ فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ (پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی تو وہ اسی وقت نگلنے والی تھی) تلقف کا معنی نگلنا ہے۔ مَایَاْفِکُوْنَ (جو چیزیں انہوں نے شعبدہ گری سے بنائیں) یعنی جن چیزوں کو وہ اپنے سحر کے بل بوتے پر انکی حقیقت و ظاہر سے پھیرتے تھے اور جھوٹی شعبدہ بازی کرتے تھے وہ اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کے متعلق تخیل پیدا کرتے کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔

۴۶: فَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ (جادوگر سجدہ میں ڈال دیے گئے) یہاں گرنے کو ڈالنے سے بطور مشاکلت تعبیر کیا گیا کیونکہ یہاں اس کو القاءات کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ سجدہ میں تیزی کی وجہ سے اس طرح ہو گئے گویا کہ ان کو سجدہ میں ڈال دیا گیا ہو۔

۴۷: قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (وہ کہنے لگے ہم رب العالمین پر ایمان لائے) قول عکرمہ رضی اللہ عنہ: صبح سویرے جادوگر تھے شام پڑنے سے پہلے ایمان والے شہداء بن گئے۔

۴۸: رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ (جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے) یہ رب العالمین کا عطف بیان ہے کیونکہ فرعون اپنے متعلق ربوبیت کا دعویدار تھا پس انہوں نے اس کو اس سے ایک طرف کر دیا۔

ایک قول یہ ہے فرعون نے جب ان سے سنا۔ امنا بر ب العالمین تو کہنے لگا تم نے مجھے ہی مراد لیا ہے؟ انہوں نے جواباً کہا: رب موسٰی وھارون۔

فرعون کی دھمکی اور ساحروں کا مومنانہ جواب:

۴۹: قَالَ اٰمَنْتُمْ لَہٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَکُمْ (فرعون نے کہا میری اجازت کے بغیر تم ایمان لے آئے ہو) اس پر اِنَّہٗ لَکَبِیْرُکُمُ الَّذِیْ عَلَّمَکُمُ السِّحْرَ (حقیقت مین وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا) تم نے ایک سازش پر موافقت کر لی ہے۔ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (تم عنقریب جان لوگے) اس فعل کی سزا جو تم نے کیا ہے پھر اس نے تصریح کرتے ہوئے کہا۔ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ (میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دونگا) اس مخالفت کی وجہ سے جو تم سے ظاہر ہوئی ہے۔ وَّلَاُصَلِّبَنَّکُمْ اَجْمَعِیْنَ (اور تم تمام کو میں سولی پر لٹکا دونگا) اس سے اس کا مقصود عام لوگوں کو ڈرانا تھا تاکہ ایمان لانے میں وہ ان کی اتباع نہ کرنے لگیں۔

۵۰: قَالُوْا لَا ضَیْرَ (انہوں نے کہا کوئی ضرر نہیں) اس میں ضیر ضرر کے معنی میں ہے۔ اور لا کی خبر محذوف ہے ای فی ذلک نمبر۲۔ ہم پر کوئی ضرر نہیں۔ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (بیشک ہم تو اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں)۔

۵۱: اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَآ اَنْ کُنَّآ (ہم کو تو یہی خواہش ہے کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اس وجہ سے کہ ہم) اس لئے کہ ہم اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ (سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں) اہل شہادت میں سے (جو اس میلہ میں موجود ہیں) نمبر۲۔ فرعون کی رعایا سے۔ نمبر۳: اہل مصر قبطیوں میں سے۔ ان کا مقصد یہ تھا۔ اس سلسلہ میں ہم پر کوئی نقصان نہیں بلکہ ہمیں تو بہت بڑا

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو ساتھ لے کر راتوں رات چلے جاؤ بلاشبہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا، پھر فرعون نے شہروں میں اہل کار

حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ

بھیج دیئے، بلاشبہ یہ تھوڑی سی جماعت ہے اور انہوں نے ہم کو غصہ دلایا ہے، اور بلاشبہ ہم سب

حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ط

خطرہ رکھنے والے ہیں، سو ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ جائے قیام سے نکال دیا، یہ بات اسی طرح سے ہے،

وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ

اور یہ چیزیں ہم نے بنی اسرائیل کو دے دیں سو سورج نکلنے کے وقت ان کے پیچھے جا پہنچے پھر جب دونوں جماعتوں نے آپس میں ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ

اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ

کے ساتھیوں نے کہا یہ یقینی بات ہے کہ ہم تو پکڑ لئے گئے، موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ مجھے ابھی راہ بتا دے گا، سو ہم نے

اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾

موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لاٹھی کو مارو، سو وہ پھٹ گیا ہر حصہ اتنا بڑا تھا جیسے بڑا پہاڑ

فائدہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر اس دین پر جمے رہنے کی بناء پر ہمیں ملے گا۔ نمبر۲۔ ہمیں اس کا کچھ نقصان نہیں جس سے تو ہمیں دھمکیاں دے رہا ہے۔ کیونکہ لازماً ہم نے اپنے رب کی بارگاہ میں اسبابِ موت میں سے کسی نہ کسی سبب کے ساتھ پلٹ کر جانا ہے اور قتل تو اس کے اسباب میں آسان اور قابل ترجیح ہے۔ نمبر۳۔ تیرا ہمیں قتل کر دینے سے ہمیں کوئی نقصان نہیں اگر تو قتل کر دے گا تو ہم اپنے رب کی بارگاہ میں اس شخص کی طرح پلٹ کر جائیں گے جو اس کے ہاں بخشش کی طمع رکھتا ہو اور اس کی رحمت کا امیدوار ہو اس لئے کہ ہمیں سبقت ایمان میسر آ گئی۔

بنی اسرائیل کو رات نکلنے کا حکم:

۵۲: وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو رات کو نکال کر لے جا)

قراءت: حجازی نے ہمزہ وصل سے پڑھا۔ ای اَنِ اَسْرِ۔

بِعِبَادِيْٓ (میرے بندوں کو) مراد بنی اسرائیل۔ ان کو اپنے بندے ہونے کی نسبت سے نوازا اس لئے کہ وہ خدا کے رسول پر ایمان لائے تھے۔ اسر کا معنی ان کو رات کو لے کر جاؤ۔ یہ حکم جادوگروں کے ایمان لانے کے عرصہ بعد ہوا۔ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ (تمہارا

پیچھا کیا جائے گا) فرعون اور اس کی قوم تمہارا پیچھا کریں گے رات کو چلنے کے حکم کی علت فرعون اور اس کے لشکر کے تعاقب کو قرار دیا مطلب یہ ہے کہ میں نے تمہارے اور ان کے معاملے کی تدبیر اس طرح بنائی ہے کہ تم آگے چلو گے اور یہ تمہارے تعاقب میں پیچھے آئیں گے اور سمندر کی جس راہ میں تم داخل ہو گے اسی میں وہ داخل ہونگے تو میں ان کو ہلاک کر دونگا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس رات ان کے ہر گھر میں ایک ایک بیٹا مر گیا وہ ان اموات کے معاملہ میں مشغول ہو گئے ادھر موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر نکل گئے۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے ہر چار گھروں کو ایک گھر میں جمع کرو پھر بکرے ذبح کر کے ان کے خون اپنے دروازوں پر لگا دو۔ میں فرشتوں کو حکم دونگا کہ اس دروازے میں داخل نہ ہوں جس پر خون کا نشان لگا ہوا اور انہی فرشتوں سے قبطیوں کے پلوٹھے بچے قتل کروا دونگا اور اپنے لئے جلدی سے تازی روٹی تیار کر کے ان کو راتوں رات لے چلو یہاں تک کہ سمندر تک پہنچو پھر اس کے متعلق میرا حکم اسی وقت اترے گا۔

فرعون کا شدید غم وغصہ:

۵۳: فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ (فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے بھیج دیے) تا کہ وہ لوگوں کو زبردستی اکٹھا کر دیں جب لوگ جمع ہو گئے تو فرعون کہنے لگا۔

۵۴: اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ (بیشک یہ تھوڑے سے آدمی ہیں) لشرذمہ چھوٹی جماعت۔ ان کو اسی نام سے ذکر کیا جو قلت کو ظاہر کرتا ہے پھر اس کی صفت قلیلون لائے اور اس کو جمع قلت لائے گویا اس کے ہر گروہ کو بہت کم تعداد میں ظاہر کرنا مقصود ہے۔ نمبر۲۔ قلت سے مراد ذلت ہے تعداد کی قلت مراد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ذلیل ہیں اس لئے ان کے غلبہ کی کوئی توقع ہی نہیں ہے اس نے قوم موسیٰ علیہ السلام کو قلیل قرار دیا حالانکہ ان کی تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی کیونکہ فرعونیوں کی تعداد ان کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی ان کی تعداد بقول ضحاک سات کروڑ تھی۔

۵۵: وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ (بلاشبہ وہ ہم کو غصہ دلا رہے ہیں) یعنی وہ ایسے افعال کر رہے ہیں جو غصہ دلانے والے ہیں اور ان کی وجہ سے ہمارے سینوں میں تنگی پیدا ہوئی ہے وہ ان کا ہمارے مصر سے خروج اور ہمارے زیورات کو اٹھا کر لے جانا اور ہمارے پلوٹھے بیٹوں کا قتل ہے۔

۵۶: وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ (اور بیشک ہم سب ایک مسلم جماعت ہیں)۔

قراءت: شامی وکوفی نے اسی طرح پڑھا اور دوسروں نے حذرون پڑھا ہے۔

الحذر محتاط، الحاذر، احتیاط میں تجدید کرنے والا۔

ایک قول یہ ہے ہتھیار میں مسلح، وہ اپنی ذاتی حفاظت کیلئے بطور احتیاط ایسا کرتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم بیدار مغز اور محتاط لوگ ہیں یہ چیز ہماری عادت ثانیہ ہے کہ ہم معاملات کو دیکھ بھال سے کرتے ہیں جب کوئی ہمارے خلاف خروج کرتا ہے تو جلدی سے ہم اس کا فساد مٹا دیتے ہیں یہ اعذار ہیں جو فرعون نے شہر والوں کو پیش کیا تا کہ وہ عاجزی اور کمزوری کا گمان نہ کریں۔

۵۷: فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ (اور ہم نے ان کو باغات سے نکال دیا) وَّعُيُوْنٍ (اور چشموں سے) جاری نہروں سے

۵۸: وَّ كُنُوْزٍ (اور خزانوں سے) اموال ظاہرہ جو سونے اور چاندی کی جنس سے تھے ان کو کنوز کہا کیونکہ ان کو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف نہ کرتے تھے۔ وَّ مَقَامٍ (اور مکان) كَرِيْمٍ (پر رونق عمدہ)۔ قول ابن عباسؓ: مقام سے منابر مراد ہیں۔

۵۹: كَذٰلِكَ (اور واقعہ یونہی ہوا) اس میں نصب کا احتمال ہے جب کہ اخرجنا کے ماتحت ہو ای خوجنا هم مثل ذلك الاخراج الذی وصفنا۔ نمبر۲۔ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہو تو مرفوع ہے ای الامر کذلك وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا) قول حسن رحمۃ اللہ علیہ: جب سمندر پار گزر گئے تو واپس لوٹے اور انہوں نے اپنے مکانات و اموال واپس لے لئے (مگر یہ محل نظر ہے بنی اسرائیل و شام و فلسطین کی حکومت ملنے کے بعد بطور اقتدار لوٹنا ممکن ہے ثابت ہو فافہم)

فرعون کا تعاقب:

۶۰: فَاَتْبَعُوْهُمْ (پس انہوں نے ان کو آلیا)۔ قراءت: فاتّبعوهم یزید نے پڑھا ہے۔ مُّشْرِقِيْنَ (طلوع شمس کے وقت)۔

نحو: یہ حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ طلوع شمس میں داخل ہو رہے تھے۔ یعنی قوم فرعون اور فرعون نے طلوع شمس کے وقت ان کو آلیا۔

۶۱: فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ (جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا) آمنا سامنا ہوا۔ اس طرح کہ ہر فریق دوسرے کو دیکھ سکتا تھا۔ اسرائیلی اور قبطی مراد ہیں۔ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ (تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا بیشک وہ تو ہم کو پکڑ لیں گے) قریب ہے کہ ہمارا دشمن ہمیں آملے اور ادھر ہمارے سامنے سمندر رہو۔

۶۲: قَالَ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) کیونکہ ان کو اپنے رب کے وعدہ پر پختہ یقین تھا۔ كَلَّا (ہرگز نہیں) اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی سے باز آؤ۔ وہ تمہیں ہرگز پکڑ نہ سکیں گے۔ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ (بیشک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ عنقریب راہنمائی فرمائے گا)۔

قراءت: حفص نے مَعِيَ پڑھا۔ یعقوب نے سیهدین بینی پڑھا ہے سیهدینِ کا مطلب سیهد ینی طریق النجاۃ من ادراکهم و اضرارهم وہ عنقریب ان کے پکڑنے اور تکلیف پہنچانے کے متعلق میری راہنمائی فرمائے گا۔

بنی اسرائیل کا لشکر سمندر کے درمیان:

۶۳: فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ (پس ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تم اپنی لاٹھی سمندر پر مارو) البحر سے بحر قلزم مراد ہے یہی وہ سمندر ہے جس میں لوگ یمن سے مصر کی طرف جاتے ہیں۔ نمبر۲۔ دریائے نیل۔ فَانْفَلَقَ (پس وہ پھٹ گیا) یعنی انہوں نے مارا تو وہ پھٹ گیا۔ اور اس میں بارہ راستے بن گئے اور قبائل بنی اسرائیل کی تعداد بھی اس قدر تھی۔ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ (ہر حصہ) ایک حصہ دوسرے سے جدا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ كَالطَّوْدِ (گویا کہ وہ ایک بڑا پہاڑ ہے) آسمان میں بلند ہونے والا پہاڑ الْعَظِيْمِ (بڑا)۔

وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا

اور ہم نے اس موقع پر دوسروں کو قریب کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے سب کو نجات دی، پھر ہم نے دوسروں کو

الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ

غرق کر دیا بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے، بلاشبہ آپ کا رب

لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۶۸﴾ ع ۱۷ ۸

زبردست ہے رحمت والا ہے۔

۶۴: وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ (اور ہم نے قریب کر دیا) اس جگہ کے (فرعونیوں کو) جہاں سے سمندر پھٹا۔ الْاٰخَرِیْنَ (پچھلوں کو) قوم فرعون یعنی ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے قریب کر دیا۔ نمبر۲۔ سمندر کے قریب کر دیا۔

۶۵: وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ (اور ہم نے موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں تمام کو نجات دی) یعنی ڈوبنے سے نجات دی۔

ہلاکتِ فرعون:

۶۶: ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ (پھر دوسروں کو ہم نے ڈبو دیا) فرعون اور قوم فرعون کو۔

فائدہ عظیمہ:

زندگیوں میں ستاروں کی تاثیر کے نظریہ کو یہ آیت باطل کر رہی ہے ان سب کے طوالع مختلف تھے مگر ہلاک میں سب اکٹھے ہوگئے۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام بنی اسرائیل اور آل فرعون کے درمیان آگئے وہ بنی اسرائیل کو تلقین فرما رہے تھے کہ اگلے کو جا ملو۔ اور قبطیوں کے سامنے روک کر فرماتے تم ٹھہرو تاکہ تمہارے پیچھے والے ساتھ مل جائیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام سمندر کے کنارہ پر پہنچ گئے۔ تو یوشع علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا آپ کو کہاں کا حکم ملا ہے؟ یہ سمندر تمہارے سامنے ہے۔ اور آل فرعون پیچھے دبائے چلے آ رہے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہاں کا حکم ہوا یوشع پانی میں گھس گئے اور موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری پھر وہ داخل ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت فرمایا: یا من کان قبل کل شیٔ والمکوّن لکل شئی ۔والکائن بعد کل شئی اے وہ ذات جو ہر چیز سے پہلے ہے اور ہر چیز کو بنانے والی ہے اور ہر چیز کے بعد ہمیشہ رہے گی۔

۶۷: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بے شک اس میں) جو ہم نے موسیٰ اور فرعون کے ساتھ کیا لَاٰیَةً (ضرور نشانی ہے) عجیب عبرت ہے جس کا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ (اور ان کی اکثریت نہ تھی ڈوبنے والوں کی) مُّؤْمِنِیْنَ (ایمان لانیوالی) علماء کا بیان ہے

وقف لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۞۶۹ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۞۷۰ قَالُوْا نَعْبُدُ

اور آپ ان کے سامنے ابراہیم کا قصہ بیان کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور قوم سے کہا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم بتوں کی

اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۞۷۱ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۞۷۲ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ

عبادت کرتے ہیں اور ان کے پاس جمے رہتے ہیں ابراہیم نے کہا کیا یہ تمہاری بات سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو یا یہ تمہیں نفع دیتے ہیں

اَوْ يَضُرُّوْنَ ۞۷۳ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۞۷۴ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا

یا ضرر دیتے ہیں؟ وہ لوگ کہنے لگے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے، ابراہیم نے کہا کیا تم نے ان کو دیکھا کہ

كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۞۷۵ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۞۷۶ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ

تم اور تمہارے باپ دادے جن چیزوں کی عبادت کرتے ہو سو بے شک وہ میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین

الْعٰلَمِيْنَ ۞۷۷ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۞۷۸ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۞۷۹

کے جس نے مجھے پیدا کیا سو وہ مجھے ہدایت دیتا ہے اور مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے

کہ قبطیوں میں سے صرف آسیہ، حزقیل مؤمن آل فرعون اور مریم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر یوسفی کی نشان دہی کی یہ ایمان لائے۔

۶۸: اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور بلاشبہ آپ کا رب البتہ زبردست ہے) اپنے دشمنوں سے انتقام و بدلہ لینے میں الرَّحِيْمُ (مہربان ہے) اپنی فرمانبرداری پر انعامات کرنے میں۔

ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ:

۶۹: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ (آپ ان پر پڑھیں) یعنی قریش مکہ پر نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم علیہ السلام کے حالات۔

قوم اور والد کے ساتھ پیش آنے والے حالات:

۷۰: اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ (جبکہ انہوں نے اپنے والد اور قوم کو فرمایا) قوم ابراہیم یا قوم والد مَا تَعْبُدُوْنَ (تم کس چیز کی پوجا کرتے ہو) لیکن یہ سوال ان سے اس بناء پر کیا کہ ان کو بتلایا جائے کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو یہ مستحق عبادت نہیں ہیں۔

۷۱: قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا (وہ کہنے لگے ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں) ماتعبدون کا جواب اصناما ہے جیسا کہ اس آیت میں العفو جواب ہے ماذا ینفقون کا۔ آیت یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو [البقرہ:۲۱۹] اسی طرح دوسری آیت میں ماذا قال کے جواب میں الحق ہے ماذا قال ربکم قالوا الحق [سبا:۲۳]

کیونکہ یہ سوال معبود کے متعلق تھا عبادت کے متعلق نہ تھا۔ انہوں نے جواب میں فخر کے طور پر نعبد کا اضافہ کر دیا اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کی عبادت پر مباہات کے طور پر نعبد لائے اور اس پر بطور عطف۔ فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ (پس ہم ان کی عبادت پر دن گزراتے ہیں) ہم ان کی عبادت سارا دن کرتے ہیں۔ انہوں نے فنظل کہا کیونکہ وہ ان کی عبادت دن کے وقت کرتے تھے نہ کہ رات کو نمبر ۲۔ اس کا معنی دوام و ہمیشگی ہے۔

۷۲: قَالَ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا) هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ (کیا وہ سنتے ہیں) کیا وہ تمہاری دعائیں سنتے ہیں مضاف محذوف ہے کیونکہ اِذْ تَدْعُوْنَ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

۷۳: اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ (یا وہ تمہیں فائدہ دیتے ہیں) اگر تم ان کی عبادت کرتے ہو اَوْ يَضُرُّوْنَ (یا وہ تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں) اگر تم ان کی عبادت چھوڑ دو۔

۷۴: قَالُوْا بَلْ (انہوں نے کہا بلکہ) بل اضراب کیلئے ہے کہ وہ نہ سنتے ہیں اور نہ نفع پہنچاتے اور نہ نقصان دیتے ہیں اور نہ ہم ان میں سے کسی غرض کی بناء پر ان کی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (ہم نے اپنے آباء کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا) پس ہم ان کی تقلید کرتے ہیں۔

۷۵، ۷۶: قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا تم نے دیکھا کہ تم خود اور تمہارے اگلے باپ دادا کس چیز کو پوجتے ہیں) اقدمون کا معنی پہلے ہے۔

۷۷: فَاِنَّهُمْ (پس بیشک وہ) یعنی اصنام عَدُوٌّ لِّيْٓ (میرے دشمن ہیں) عدو اور صدیق یہ دونوں لفظ واحد و جمع کیلئے مستعمل ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر تم پوجا کرو تو قیامت کے دن وہ میرے دشمن ہونگے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا سیکفرون بعبادتهم ویکونون علیهم ضدًا [مریم:۸۲]

قول فراء: یہ کلام مقلوب کی قسم ہے مطلب اس طرح ہے: فانی عدولهم (کہ میں ان کا دشمن ہوں) حالانکہ آپ کے قول میں عدوّ لی ہے عدولکم نہیں۔ ان کی زیادہ خیر خواہی کرتے ہوئے قبولیت حق کی دعوت دی ہے اگر آپ فانهم عدولکم فرماتے تو کلام سے یہ مقصد پورا نہ ہوتا۔

اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (مگر رب العالمین)۔

نحو: یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ وہ اعداء کے تحت داخل ہی نہیں کہ الا سے خارج کیا جائے گویا اس طرح فرمایا لکن رب العالمین لیکن رب العالمین میرا دوست ہے۔

۷۸: الَّذِيْ خَلَقَنِيْ (وہ جس نے مجھے پیدا کیا) ٹھہرنے کی مقررہ جگہ میں رکھ کر فَهُوَ يَهْدِيْنِ (پس وہی میری راہنمائی کرنے والے ہیں) دنیاوی راستوں اور مصالح دین کی جانب یهدینی کو صیغہ مستقبل سے لایا گیا ہے حالانکہ عنایت تو پہلے گزر چکی کیونکہ یهدینی اہم و افضل اور کامل و اکمل کا احتمال رکھتا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا اپنی خدمت کے اسباب کیلئے پس وہی میری راہنمائی آداب خدمت کی طرف فرمائیں گے۔

۷۹: وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ (اور وہ ذات جو مجھے کھلاتی ہے) یہاں اطعام کی نسبت انعامات کے والی کی طرف کی گئی ہے۔ کیونکہ

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۝۸۰ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ۝۸۱ وَالَّذِي أَطْمَعُ

اور جب بیمار ہو جاؤں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے اور جو مجھے موت دے گا پھر زندہ فرمائے گا اور جس سے میں امید رکھتا ہوں

أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ۝۸۲ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ۝۸۳

کہ قیامت کے دن میرا قصور معاف فرما دے گا، اے میرے رب مجھے حکم عطا فرمایئے اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرمایئے،

وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ۝۸۴ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ۝۸۵

اور بعد میں آنے والے لوگوں میں اچھائی کے ساتھ میرا ذکر باقی رکھئے، اور مجھے جنت النعیم کے وارثوں میں بنا دیجئے

وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ۝۸۶ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۝۸۷ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ

اور میرے باپ کی مغفرت فرمایئے بلاشبہ وہ گمراہوں میں سے ہے، اور مجھے اس دن رسوا نہ کیجئے گا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے جس دن نہ کوئی

مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝۸۸ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝۸۹

مال نفع دے گا اور نہ بیٹے، سوائے اس شخص کے جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کے پاس آئے۔

اسباب کی طرف جھک پڑنا یہ چوپایوں کی عادت ہے۔ وَيَسْقِينِ (اور وہ مجھے شفاء بخشنے والے ہیں) قول ابن عطاءؒ: وہ ذات جو کھانا کھلا کر زندہ رکھتی ہے اور مشروبات پلا کر سیرابی بخشتی ہے۔

۸۰: وَإِذَا مَرِضْتُ (اور جب میں بیمار ہوتا ہوں) ابرہیم علیہ السلام نے یہاں اس طرح نہیں فرمایا: امرضنی۔ کیونکہ زبانی تذکرہ سے یہاں شکر مقصود ہے اسی لئے اس کی طرف اس چیز کی نسبت نہیں کی جو ضیر ونقصان کی متقاضی تھی (یہ کمال ادب ہے)۔ قول ابن عطاءؒ: جب میں مخلوق کو دیکھ کر بیمار ہوتا ہوں تو مشاہدہ حق سے مجھے وہ شفاء دیتا ہے۔ فَهُوَ يَشْفِينِ (وہ شفاء بخشتا ہے!)

قول جعفر صادقؒ: جب میں رؤیت افعال سے بیمار پڑ جاتا ہوں تو وہ افضال کے احسان سے اس کا ازالہ فرما دیتا ہے۔

تعبیر کی خوبصورتی:

۸۱: وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ (اور وہ ذات جو مجھے موت دے گی پھر وہ مجھے زندہ کرے گی) یہاں اذامت نہیں فرمایا کیونکہ موت ابتلاء کی قید اور دار الفناء سے نکلنے اور بقاء کے باغ میں وعدہ لقاء کیلئے داخلے کا نام ہے۔

ثم اور فاء کا فرق:

یہاں ثم لایا گیا کیونکہ فناء کے عرصہ پر احیاء ہے گزشتہ آیات میں شفاء اور ہدایت پر فاء کو داخل کیا کیونکہ مخلوق کو باری باری حاصل ہوتی ہیں دونوں ساتھ ساتھ میسر نہیں ہوتی۔

۸۲: وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ (اور وہ ذات جس سے میں طمع رکھتا ہوں) موالی سے غلاموں کی طمع تو افضال ہی ہوتا ہے سوال سے ان کا استحقاق مقصود نہیں ہوتا۔ اَنْ یَّغْفِرَلِیْ خَطِیْٓئَتِیْ (کہ وہ میری لغزش کو بخش دیں گے) ایک قول یہ ہے کہ اس خطاء سے اِنِّی سقیم [الصافات:۸۹] بل فعلہ کبیر ھم [الانبیاء:۶۳] ھذا ربی [الانعام :۷۷] اور بازغ بادشاہ مصر کو سارہ کے متعلق فرمایا ھی اختی یہ تمام جائز تعریضات ہیں یہ خطایا نہیں کہ جن سے استغفار کی ضرورت ہو باقی انبیاء ﷺ کا استغفار تو رب کی بارگاہ میں تواضع و انکساری ہے اور امت کو طلب مغفرت کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ یَوْمَ الدِّیْنِ (قیامت کے دن) جو کہ جزاء کا دن ہے۔

دعائے ابراہیم علیہ السلام:

۸۳: رَبِّ هَبْ لِیْ حُکْمًا (اے میرے رب مجھے حکم عطاء فرما) حکم سے حکمت مراد ہے یا نمبر۲۔ لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا۔ نمبر۳ نبوت کیونکہ نبی علیہ السلام حکمت والے اور لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (اور تو مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے) صالحین سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرما کر اعلان کر دیا: وانہ فی الآخرۃ لمن الصالحین [البقرۃ:۱۳۰]

۸۴: وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ (اور میرا تذکرہ اخیر آنے والے لوگوں میں کر دے) یعنی اچھی تعریف اور آنے والی اُمتوں میں اچھا تذکرہ۔ پس یہ دعا قبول کر لی گئی تمام ادیان والے ان سے دوستی رکھتے اور ان کی تعریف کرتے ہیں۔

نکتہ: یہاں قول کی بجائے لسان کو لایا گیا کیونکہ قول زبان ہی سے ادا ہوتا ہے۔

۸۵: وَاجْعَلْنِیْ مِنْ (تو مجھے بنا دے)

نحو: یہ وارثًا محذوف کے متعلق ہے ای وارثا من ورثۃ جنۃ النعیم۔

وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ (نعمتوں والی جنت) یعنی اس میں باقی رہنے والے لوگوں میں سے ہے۔

۸۶: وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ (اور میرے والد کو بخش دے) اس کو اسلام نصیب کر کے اہل جنت میں سے بنا دے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کے وقت اس سے جدائی اختیار کی تو اس وقت یہ وعدہ فرمایا ساستغفر لك ربی اِنَّهٗ کَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ (بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے) ضال سے مراد کافر ہے۔

۸۷: وَلَا تُخْزِنِیْ (اور مجھے رسوا نہ کرنا) الاخزاء یہ یخزی سے لیا گیا ہے جس کا معنی ذلت ہے نمبر۲۔ الخزایۃ سے ہے اور وہ حیاء کو کہتے ہیں۔ یہ استغفار کی طرح ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ (جس دن ان کو اٹھایا جائے گا) یبعثون کی ضمیر عباد کی طرف ہے کیونکہ وہ خود سمجھ آ رہے ہیں۔ نمبر۲۔ ضالین کی طرف راجع ہے اور یہ سارا استغفار والد کیلئے قرار دیا جائے مطلب اس طرح ہوگا و لا تخزنی یوم یبعث الضالون و ابی فیھم اور تو مجھے رسوا نہ کرنا جس دن گمراہوں کو اٹھایا جائے گا اس حال میں کہ میرا والد ان میں ہوگا۔

۸۸: یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ (جس دن مال کام نہ آئے گا)

نحو: یہ یوم اول سے بدل ہے۔

وَ لَا بَنُوْنَ (اور نہ بیٹے) کسی ایک کو بھی۔

قلبِ سلیم:

۸۹: اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سالم دل کے ساتھ آیا) سلیم سے مراد کفر و نفاق سے بچا ہوا دل۔ کافر و منافق کا دل بیمار ہوتا ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فی قلوبھم مرض [البقرۃ:۱۰] مطلب یہ ہے۔ کہ مال کو جب نیکی کے مقامات پر صرف کیا جائے اور اولاد بھی صالح ہو تو اس کو اس سے فائدہ پہنچے گا اور ان کی وجہ سے وہ سلیم القلب ہوگا۔ نمبر۲۔ مال اور اولاد کو غناء کے معنی میں قرار دیا گویا اس طرح فرمایا یوم لا ینفع غنی الاغنی من اتی اللہ بقلب سلیم اس دن کسی کو غناء کام نہ دے گا مگر اس کا غناء جو صحیح سالم دل لے کر آیا کیونکہ دینی غناء سلامتی قلب سے ہی میسر آتا ہے جیسا کہ غناء ظاہری مال و اولاد سے ملتا ہے۔

آیت میں مَنْ کو ینفع کا مفعول قرار دیا گیا ای لا ینفع مال و لا بنون الا رجلا سلم قلبه مع ماله حیث انفقه فی طاعة الله و مع نبیه حیث ارشدهم الی الدین وعلمهم الشرائع ۔ نہ مال کام آئے گا۔ اور نہ اولاد مگر وہ آدمی جس کا دین بمع مال بچا ہوا ہو۔ وہ اس طرح کہ اس نے مال کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کیا اور اولاد کو دین کی طرف راہنمائی کی اور ان کو شرائع کا علم سکھایا۔ اس صورت میں یہ بھی جائز ہے الا من اتی اللہ بقلب سلیم من فتنة المال مگر جو شخص فتنہ مال و اولاد سے بچا ہوا دل لے کر آیا۔ اللہ تعالیٰ جو کہ جلیل القدر ذات ہے اس نے خلیل کے استثناء کی بطور اکرام تعویب فرمائی بلکہ ان کے وصف کے طور پر ذکر فرمایا۔ وَ اِنَّ من شیعتهٖ لابراهیم اذجاء ربه بقلب سلیم [الصافات:۸۳،۸۴]۔

حسنِ ترتیب:

ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کے ساتھ کس عمدہ ترتیب سے کلام فرمایا۔ نمبر۱۔ اولاً ان سے سوال کیا کہ وہ کس چیز کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ سوال ان سے اقرار کروانے کیلئے فرمایا بطور استفہام نہیں فرمایا۔

نمبر۲۔ پھر ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہو کر ان کی حیثیت کو اس طرح باطل قرار دیا کہ وہ نقصان و نفع نہیں دے سکتے اور نہ ہی فریادوں کو سنتے ہیں۔ نمبر۳۔ پھر ان کی آبائی تقلید کا ابطال کیا یہ دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی پھر مسئلہ کی صورت اپنی ذات کی طرف نسبت کر کے سمجھائی ان کی طرف نسبت نہیں کی یہاں تک کہ اس گفتگو سے یادالٰہی کی طرف متوجہ ہو کر اس کی عظمت بیان فرمائی اور اس کے انعامات ولادت سے وفات تک ذکر کئے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت کے امید یافتہ انعامات کا تذکرہ کر دیا۔ پھر بارگاہ الٰہی میں مخلصانہ دعائیں اور اس کی بارگاہ میں کامل رجوع کرنے والوں کی طرح گڑگڑاتے پھر اس کو تذکرہ قیامت اور اللہ تعالیٰ کے ثواب و عقاب کے ساتھ ملایا اور مشرکین کے اس انجام کا ذکر کر دیا جس کی طرف ان کو اس دن دھکیلا جائے گا۔ وہاں جس قدر ان کو شرمندگی و ندامت پیش آئے گی جو اس گمراہی کی بناء پر ہوگی جس پر آج وہ قائم ہیں وہ ندامت کی وجہ سے دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا ظاہر کریں گے تاکہ وہ ایمان و طاعت اختیار کریں۔ (مگر اے بسا آرزو کہ خاک شد)

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿٩١﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا

اور متقیوں کے لئے جنت قریب کر دی جائے گی اور گمراہوں کے لئے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی، اور ان سے کہا جائے گا کہ اللہ کو

كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوْا

چھوڑ کر تم جن کی عبادت کیا کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں، پھر وہ لوگ اور گمراہ لوگ اور ابلیس کے لشکر سب اس میں اوندھے

فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾

منہ ڈال دیئے جائیں گے، وہ لوگ دوزخ میں ہوتے ہوئے آپس میں جھگڑیں گے

متقین کا انجام:

۹۰: وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (جنت کو متقین کے قریب کر دیا جائے گا) اُزْلفت کا معنی قریب کیا جانا۔ جملہ کا عطف جملہ پر ڈالا گیا ای تزلف من موقف السعداء فینظرون الیھا۔ موقف سعداء اور جنت میں قرب پیدا کر دیا جائے گا پس وہ جنت کی طرف دیکھ لیں گے۔

غاوین کا تذکرہ:

۹۱: وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ (اور جہنم کو ظاہر کر دیا جائے گا) یعنی وہ اس قدر ظاہر کر دی جائے گی یہاں تک کہ یوں محسوس ہوگا کہ اس کی لپٹ ان کو آ چھوئے گی۔ الْغٰوِيْنَ (گمراہوں کیلئے) کفار کیلئے۔

۹۲: وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ (اور ان سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن کی پوجا کرتے تھے۔ وہ کہاں ہیں کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا وہ خود محفوظ ہو سکتے ہیں) ان کو شرک پر توبیخ کرتے ہوئے کہا جائے گا این الھتکم ؟ تمہارے معبود کہاں ہیں کیا وہ مدد کر کے تمہیں نفع پہنچائیں گے؟ یا کیا اپنے آپ کو اپنے غلبہ سے فائدہ پہنچا سکیں گے؟ کیونکہ وہ اور ان کے معبود آگ کا ایندھن بنیں گے۔

۹۴: فَكُبْكِبُوْا (پس ان کو اوندھے منہ) اوندھے منہ یا ایک دوسرے پر ان کو پھینکا جائے گا۔ فِيْهَا (جہنم میں) هُمْ یعنی (معبود) وَالْغَاوٗنَ (اور گمراہ) اور جن کی پوجا ان لوگوں نے کی اُن کے لئے جہنم ظاہر کی جائے گی۔ الکبکبۃ: بار بار اوندھا کرنا۔ لفظ کب کو دوبارہ لانا یہ معنی میں تکریر کی علامت ہے گویا جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ان کو بار بار اوندھا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے پیندے میں جا رکے گا۔ نعوذ باللہ منھا۔

۹۵: وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ (اور شیطان کے تمام لشکروں کو) جنود سے مراد شیاطین ہیں نمبر۲۔ نافرمان جن و انسان جنہوں نے اس کی اتباع کی۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا

اللہ کی قسم اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم صریح گمراہی میں تھے جبکہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر مانتے تھے اور ہمیں گمراہ نہیں کیا مگر

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ

مجرموں نے، سو ہمارے لئے نہ سفارش کرنے والے ہیں اور نہ کوئی مخلص دوست ہے، سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو پھر واپس ہونا نصیب ہو جاتا، سو ہم

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ

اہل ایمان میں سے ہو جاتے، بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور بلاشبہ آپ کا رب

لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ ع

ع ۳۶ ۹

عزت والا ہے رحم والا ہے۔

۹۶: قَالُوْا وَهُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ (اور کہنے لگے اس حال میں کہ وہ دوزخ کے اندر جھگڑ رہے ہونگے) یہ بھی عقلاً جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اصنام کو بولنے کی قوت دیں تاکہ باہمی بات چیت اور گالم گلوچ صحیح ثابت ہو۔ اور یہ بھی درست ہے کہ گالم گلوچ شیاطین اور گناہ گار مجرمون کے مابین ہو۔

اعترافِ جرم:

۹۷، ۹۸: تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ (اللہ تعالیٰ کی قسم بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے جب کہ ہم تمہیں برابر قرار دیتے تھے) نسوّیکم کا معنی بتوں کا برابر قرار دینا۔ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (رب العالمین کے ساتھ) عبادت میں۔

۹۹: وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ (اور ہمیں مجرمین نے گمراہ کیا) یعنی ان کے وہ رؤساء جنہوں نے ان کو گمراہ کیا۔ نمبر۲۔ ابلیس اور اس کا لشکر اور جنہوں نے شرک کی بنیاد ڈالی۔

۱۰۰: فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ (پس ہمارے لئے آج کوئی شفاعت کرنے والا نہیں) جیسا کہ مؤمنوں کیلئے انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور اولیاء شفاعت کریں گے۔

۱۰۱: وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ (نہ کوئی گہرا دوست) جیسا کہ ہم دوست آج دیکھ رہے ہیں کیونکہ آخرت میں ایمان والوں کی دوستی ہوگی اہل جہنم میں باہمی عداوت ہوگی جیسا اس ارشاد میں ہے: الاخلّاء یومئذ بعضهم لبعض عدوٌّ الا المتقین [الزخرف: ۶۷] نمبر۲۔ ہمارے لئے کوئی سفارشی نہیں اور نہ گہرا دوست ہے ان شفعاء میں سے جن کو ہم دوست و سفارشی خیال کرتے تھے کیونکہ مشرکین کا اپنے اصنام کے متعلق اعتقاد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ سفارشی بنیں گے اور ان کی دوستیاں شیاطین الانس سے تھی۔ الحمیم یہ الاحتمام سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی اہتمام ہے حمیم اس شخص کو کہتے ہیں جو اس چیز کو اہمیت دے جس کو تم دیتے

ہو۔ نمبر۲۔ الحامۃ سے لیا گیا ہے جس کا معنی خاصہ آتا ہے اور وہ خاص دوست کو کہتے ہیں۔
نکتہ: الشافعین جمع شافع کی ہے اس کو جمع لائے جبکہ صدیق کو واحد لایا گیا ہے کیونکہ عادۃً شفعاء زیادہ ہوتے ہیں باقی سچے دوست جو تمہارے غم وہم کو اہم سمجھے بہت قلیل ہیں۔ اسی لئے واحد لائے۔

حکیم کا قول

صدیق اسم تو ہے مگر اس کا مقصود مفقود ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ صدیق سے جنس مراد لے کر جمع مراد لے لیں۔
۱۰۲: فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً (پس کاش ہم کو ایک بار واپسی لوٹنا میسر آ جاتا) کرہ سے مراد دنیا کی طرف لوٹنا ہے۔ فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (پس ہم ضرور مؤمنین میں سے ہو جاتے)
نحو: لو کا جواب محذوف ہے اور وہ لفعلنا کیت و کیت ہے۔ نمبر۲۔ لو ایسے مقام پر تمنی کیلئے ہے گویا اس طرح کہا گیا ہے فلیت لنا کرۃً کاش ہمارے لئے لوٹنا ہو کیونکہ لو اور لیت قریب المعنی ہیں۔
۱۰۳: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) جو اطلاعات مذکور ہوئیں۔ لَاٰيَةً (ضرور نشانی ہے) عبرت حاصل کرنے والے کیلئے عبرت ہے۔ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک جماعت ایمان لائی۔
۱۰۴: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور بیشک آپ کا رب البتہ زبردست) وہ ابراہیم کی تکذیب کرنے والوں سے بذریعہ جہنم انتقام لے گا۔ الرَّحِيْمُ (نہایت مہربان ہے) ہر سلامتی والے دل رکھنے والے کو جنت کے سپرد کرنے والے ہیں۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ
نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے، بلاشبہ میں تمہارے لئے
رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ
امانت والا پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور میں اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا ثواب تو بس
إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾ قَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ
رب العالمین کے ذمہ ہے، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو، ان لوگوں نے جواب دیا کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں حالانکہ تیرے پیچھے
الْأَرْذَلُونَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٢﴾ إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي
رذیل ترین لوگ لگے ہوئے ہیں، نوح نے کہا کہ مجھے ان کے کاموں کے جاننے کی کیا ضرورت ہے ان سے حساب لینا تو میرے رب ہی کا کام ہے
لَوْ تَشْعُرُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٤﴾ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوا لَئِنْ
کاش تم سمجھ رکھتے، اور میں ایمان والوں کو دور کرنے والا نہیں ہوں میں تو بس واضح طور پر ڈرانے والا ہوں، ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے نوح اگر
لَمْ تَنْتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿١١٧﴾
تو باز نہ آیا تو تُو ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جنہیں سنگسار کر دیا جاتا ہے، نوح نے عرض کیا کہ اے میرے رب بلاشبہ میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا

النصف

تذکرہ نوح علیہ السلام:

۱۰۵: كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ الْمُرْسَلِينَ (قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا) القوم کا لفظ مؤنث و مذکر آتا ہے۔ ایک قول یہ ہے نوح علیہ السلام کی ولادت زمانِ آدم علیہ السلام میں ہوئی۔ المرسلین کو جمع لائے اور مراد نوح علیہ السلام لئے۔ اس کی مثال اس طرح ہے فلان یرکب الدواب و یلبس البرود حالانکہ اس کے پاس ایک چوپایہ اور ایک مخلط چادر ہے۔

نمبر۲۔ وہ سرے سے بعثتِ رسل کے قائل ہی نہ تھے۔ اسی لئے جمع لائے نمبر۳۔ جس نے ان میں سے ایک کی تکذیب کی اس نے تمام کی تکذیب کی کیونکہ تمام رسول لوگوں کو تمام رسولوں پر ایمان لانے کی طرف بلاتے ہیں اور اسی طرح اس تمام پر جو اس سورت میں ہے۔

۱۰۶: اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ (جب ان کو ان کے بھائی نے کہا) نسبی بھائی مراد ہے نہ کہ دینی۔ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (نوح علیہ السلام نے کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے) جو لوگوں کا خالق ہے تاکہ تم بتوں کی عبادت ترک کر دو۔

۱۰۷: اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (بیشک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں) نوح علیہ السلام ان میں اسی طرح امانت دار

معروف تھے جیسے حضرت محمد ﷺ قریش میں۔
۱۰۸: فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ (تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو) جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں اور جس حق کی طرف تمہیں دعوت دیتا ہوں۔
۱۰۹: وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ (اور میں اس پر تم سے نہیں مانگتا) اس امر تبلیغ پر مِنْ اَجْرٍ (کوئی مزدوری) اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (میرا ثواب تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔)
قراءت: اَجْرِیَ مدنی، شامی، ابو عمرو، حفص نے نصب سے پڑھا ہے۔ اسی طرح میں اس کو چاہتا ہوں۔
۱۱۰: فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو) اس کو دوبارہ لائے تاکہ ان کے دلوں میں بات بیٹھ جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان میں سے ہر ایک ایک علت سے متعلق ہے۔

علتِ اوّل:

نوح علیہ السلام کا ان کے مابین امانت سے معروف ہونا۔

علتِ دوم:

ان سے طمع کے الزام کو مٹانا۔

گویا اس طرح فرمایا کہ جب تم میری رسالت و امانت کو پہچان چکے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اذا عرفتم رسالتی و امانتی فاتقوا اللّٰہ پھر جب تم بدلے سے میرا بریٔ الذمہ ہونا معلوم کر چکے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اذا عرفتم احترازی من الاجر فاتقوا اللّٰہ۔
۱۱۱: قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَکَ وَاتَّبَعَکَ (کہنے لگے کیا ایسی صورت میں ہم تم پر ایمان لاسکتے ہیں۔ جبکہ تمہاری اتباع کرتے ہیں)۔
نحو: واؤ حالیہ ہے۔ اور اس کے بعد قد مضمر ہے۔ اس کی دلیل قراءت یعقوب میں واتباعک جمع تابع جیسے شاہد و اشہاد موجود ہے یا تبع بطل و ابطال کی طرح ہے۔ الْاَرْذَلُوْنَ (رذیل)۔ کمینے، الرذالۃ: کمینگی، خسات، انہوں نے ان کو رذیل اس لئے کہا کیونکہ نسب اعلیٰ نہ تھے اور دنیا کا مال بھی ان کے پاس قلیل تھا۔

ایک قول یہ ہے:

وہ کم درجہ پیشے والے تھے حالانکہ صناعت میں دیانت ہو تو کوئی عیب نہیں اصل غنی تو غنائے دین ہے اور اصل نسب بھی نسبت تقویٰ ہے۔ مؤمن کو رذیل کہنا جائز نہیں خواہ وہ لوگوں میں فقیر ترین ہو اور نسب میں انتہائی کم درجہ ہو انبیاء علیہم السلام کے متبعین اولاً ایسے ہی لوگ ہوتے رہے ہیں۔
۱۱۲: قَالَ وَمَا عِلْمِیْ (نوح علیہ السلام نے کہا مجھے کیا معلوم وہ کس غرض سے میری بات مانتے ہیں) ما بمعنی ای شئی ہے میری کیا غرض ہے ان کے متعلق۔ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (جو کچھ وہ کرتے ہیں) یعنی صناعات سے غرض نہیں۔ میں تو ان سے ایمان

فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ

سو آپ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دے دیجئے، سو ہم نے نوح کو اور اس کے ساتھیوں کو جو

فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ

بھری ہوئی کشتی میں تھے نجات دیدی، پھر ہم نے اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا، بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں

ع ۶ / ۱۸ / ۱۰

اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾

اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور بلاشبہ تیرا رب عزیز ہے رحیم ہے۔

کا طالب ہوں۔

۱۱۳: کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی ایمانی رذالت کے باوجود ان ایمان والوں پر طعنہ زنی کی اور کہنے لگے کہ جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں جو ایمان یہ ظاہر کر رہے ہیں وہ ان کے دلوں میں پایا نہیں جاتا۔ اس پر نوح علیہ السلام نے فرمایا میرے ذمہ تو صرف ظاہر پر اعتبار کرنا ہے۔ بواطن و سرائر کی تفتیش میری ذمہ داری نہیں۔ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ان کی حساب فہمی کے اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہیں اگر تم کو شعور ہوتا) اللہ تعالیٰ ان سے اس چیز کا حساب لیں گے جو ان کے قلوب میں ہے۔

مؤمنوں کو نکالنے کا مطالبہ:

۱۱۴: وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور میں ایمان والوں کو اپنے پاس سے نکالنے والا نہیں ہوں) میرے یہ لائق نہیں کہ میں تمہارے ایمان کی طمع میں تمہاری مرضیات پر چلتے ہوئے ان کو اپنے ہاں سے نکال دوں۔

۱۱۵: اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (میں تو کھلا ڈرانے والا ہوں) میرے ذمہ یہی ہے کہ میں صحیح دلیل سے تمہیں ڈراؤں۔ ایسی دلیل جس سے حق و باطل کا فرق واضح ہو جائے پھر تم جانو اور تمہارا کام۔

۱۱۶: قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ (کہنے لگے اے نوح اگر تو باز نہ آیا) اس بات سے جو تو کہہ رہا ہے۔ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (تو ضرور بضرور تمہیں سنگسار کر دیا جائے گا) مرجوم اس کو کہا جاتا ہے جس کو پتھر مار مار کر قتل کر دیں۔

۱۱۷: قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ (کہا نوح علیہ السلام نے اے میرے رب بیشک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا) یہ اخبار تکذیب نہیں کیونکہ نوح علیہ السلام جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہیں۔ وہ ہر چیز کو جانتے ہیں۔ لیکن انہوں نے ارادہ کیا کہ میری قوم نے تیری وحی و رسالت میں میری تکذیب کی ہے۔

طلب فیصلہ:

۱۱۸: فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا (پس ان کے درمیان اور میرے درمیان فیصلہ فرما دیں) میرے اور ان کے درمیان معاملہ کو طے کر دیں۔ الفتاحۃ (فیصلہ کرنا) الفتاح (حاکم) کیونکہ وہ بند کو کھولتا ہے جیسا کہ اس کو فیصل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ فیصلے چکاتا

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝١٢٣ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝١٢٤ اِنِّيْ لَكُمْ

قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے بلاشبہ میں تمہارے لئے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝١٢٥ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝١٢٦ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ

امانت والا پیغمبر ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور میں اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا ثواب تو بس

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٢٧ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝١٢٨ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ

رب العالمین کے ذمہ ہے، کیا تم ہر اونچے مقام پر کھیل کے طور پر یادگار بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو

لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝١٢٩ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝١٣٠ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝١٣١

شاید تم ہمیشہ رہو گے، اور جب تم پکڑتے ہو تو بڑے جابر بن کر گرفت کرتے ہو، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو،

وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝١٣٢ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۝١٣٣ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝١٣٤

اور اس ذات سے ڈرو جس نے ان چیزوں کے ذریعہ تمہاری امداد فرمائی جنہیں تم جانتے ہو اس نے چوپائے اور بیٹے اور باغات اور چشموں کے ذریعہ تمہاری مدد فرمائی،

ہے۔ وَّ نَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور مجھے اور میرے ساتھ والے مؤمنوں کو نجات عنایت فرما) ان کے اعمال پر اترنے والے عذاب سے۔

قراءت: حفص نے مَعِيَ پڑھا ہے۔

۱۱۹: فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ (پس ہم نے ان کو اور ان کے ساتھ جو کشتی میں تھے۔ نجات دی) الفلك (کشتی) اس کی جمع فُلْكٌ آتی ہے۔ واحد قُفْلٌ ہے اور جمع بروزن اُسْدٌ ہے۔ الْمَشْحُوْنِ (بھری ہوئی)۔ اس سے شحنة البلد جو اس کو پورے طور پر بھر دے۔ کہتے ہیں۔

غرقابی قوم نوح علیہ السلام:

۱۲۰: ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ (پھر ہم نے ڈبو دیا اس کے بعد) (نوحؑ اور ان کے ساتھ جو ایمان لانے والے تھے ان کو بچا کر باقیوں کو ڈبو دیا) الْبٰقِيْنَ (باقی لوگ) ان کی قوم سے۔

۱۲۱، ۱۲۲: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (بلاشبہ اس میں نشانی ہے اور ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی۔ اور بیشک آپ کا رب البتہ زبردست نہایت مہربان ہے) العزیز (جو آدمی انکار کرے اور کفر پر اصرار کرے ان سے سخت انتقام لینے والا)۔ الرحیم (ایمان کا اقرار کرنے والے موحدین کی مدد کر کے ان پر انعامات کرنے والے ہیں)۔

قوم عاد کا تذکرہ:

۱۲۳: کَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِیْنَ (قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلا دیا) عاؔد قبیلہ کا نام ہے اصل میں قبیلہ کے بڑے آدمی کا نام ہے۔
ہود نے کہا تم کو ڈر نہیں ہے بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

حضرت ہود علیہ السلام کی تقریر:

۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶: اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ (جب ان کو ان کے نسبی بھائی نے کہا) هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ (رسول امین کی تکذیب کے سلسلہ میں) وَاَطِیْعُوْنِ (اور تم میری بات مانو!)
۱۲۷، ۱۲۸: وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ (اور میں اس پر تم سے مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کیا تم ہر بلند مقام پر عمارت کھڑی کر دیتے ہو) رِیْعٌ بلند مقام۔ اٰیَةً منارہ، حمام، نمبر۲۔ ایسی عمارت جو بلندی میں بطور نشانی کے استعمال ہو۔ وہ ہر گزرنے والے کا مذاق اڑاتے۔ تَعْبَثُوْنَ (کھیل و تفریح کے طور پر)۔
۱۲۹: وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ (اور تم کارخانے بناتے ہو) پانی لینے کے مقامات نمبر۲۔ بلند محلات نمبر۳۔ مضبوط قلعے لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ (شاید کہ تم نے ہمیشہ رہنا ہے) تم دنیا میں ہمیشہ رہنے کی امید رکھتے ہو۔
۱۳۰: وَاِذَا بَطَشْتُمْ (جب تم کسی پر دارو گیر کرتے ہو) سزا کیلئے ان کو پکڑتے ہو۔ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ (تو جابر بن کر دارو گیر کرتے ہو) تلوار سے قتل یا کوڑوں سے پٹوانا۔ الجبار (جو قتل کروائے اور غصہ کی حالت میں ضرب لگائے)۔
۱۳۱: فَاتَّقُوا اللّٰهَ (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) پکڑ کے موقعہ میں وَاَطِیْعُوْنِ (اور میری بات مانو) جس کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔
۱۳۲: وَاتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تم کو وہ نعمتیں بطور امداد عطاء فرمائیں)۔ پھر انعامات ان پر گنائے گئے۔ اور کہا
۱۳۳: اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِیْنَ (اس نے امداد کے طور پر چوپائے اور اولاد عنایت کی) بنین وانعام کو ایک صف میں رکھا کیونکہ وہ اپنے بچوں کو جانوروں کی حفاظت اور دیکھ بھال کیلئے مقرر کرتے ہیں۔

اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳۵﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ

بیشک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں، وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک تو دونوں باتیں برابر ہیں تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والوں

مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ

میں سے نہ ہو، اس کے سوا کوئی بات نہیں ہے کہ یہ پہلے لوگوں کی عادت ہے اور ہم عذاب میں مبتلا ہونے والے نہیں، سو ان لوگوں نے ہود کو جھٹلایا

فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

سو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور بے شک آپ کا رب

الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۴۰﴾ ع ۷ ۸ ۱۱

عزیز ہے رحیم ہے۔

۱۳۴، ۱۳۵: وَجَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (اور باغات اور چشمے مجھے تمہارے متعلق بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے) اگر تم نے میری نافرمانی کی۔

قوم کا جواب:

۱۳۶: قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ (کہنے لگے ہمارے حق میں برابر ہے۔ کہ آیا تم وعظ کرو یا نہ وعظ کہو!) ہم تیرے کلام کو قبول نہیں کرتے اور تیری دعوت نہیں مانتے خواہ وعظ کر یا خاموش رہو یہاں ام لم تعظ نہیں کہا تا کہ آیات کے اواخر ایک جیسے ہو جائیں۔

تعمیر و تخریب تو پہلے سے چلتی رہی ہے:

۱۳۷، ۱۳۸: اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ (یہ تو پہلے لوگوں کی عادت ہی ہے) یعنی ہم جس زندگی میں رہ رہے ہیں۔ اس میں موت وحیات و تعمیر و تخریب یہ آباء اولین کی عادت چلی آ رہی ہے۔ نمبر۲۔ جس پر ہم ہیں یہ دین اباء اولین ہے۔ اِلَّا خَلْقُ الْاَوَّلِیْنَ یہ مکی بصری، یزید و علی نے پڑھا یہ جو کچھ تو لایا ہے یہ پہلے لوگوں کی گھڑنت ہے۔ اور دعویٰ نبوت کرنے والوں کا کذب ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے اساطیر الاولین [الانعام: ۲۵] نمبر۲۔ ہماری پیدائش پہلے لوگوں کی پیدائش کی طرح ہے ہم مرتے اور زندہ رہتے ہیں۔ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ (اور ہمیں عذاب نہ دیا جائے گا۔) دنیا میں اور بعث و حساب کا تو وجود ہی نہیں ہے۔

تکذیب اور اس کا نتیجہ:

۱۳۹: فَكَذَّبُوْهُ (پس انہوں نے ہود کو جھٹلا دیا) فَاَهْلَكْنٰهُمْ (پس ہم نے ان کو ہلاک کر دیا) تیز و تند ہوا کے ذریعہ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

قوم ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا، جبکہ ان کے بھائی صالح نے ان سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے، بلاشبہ میں تمہارے لئے اللہ کا رسول ہوں

اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى

امانت دار ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور میں تم سے اس پر کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا اجر تو بس رب العالمین کے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِىْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ

ذمہ ہے، یہاں جو کچھ ہے کیا تمہیں اسی میں امن وامان کے ساتھ چھوڑے رکھا جائے گا باغچوں میں اور چشموں میں اور کھیتیوں میں

وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾

اور کھجوروں میں جن کے گچھے گوندھے ہوئے ہیں اور تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بنا لیتے ہو اتراتے ہوئے، سو تم اللہ سے ڈرو میری فرماں برداری کرو،

لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (بیشک اس میں البتہ نشان قدرت ہے اور ان میں سے اکثریت ایمان نہ لانے والی تھی)

قوم ثمود کا تذکرہ:

۱۴۰ تا ۱۴۶: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۔ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ۔

صالح علیہ السلام کی تقریر:

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ۔ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ وَ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَتُتْرَكُوْنَ (اور بیشک آپ کا رب زبردست نہایت مہربان ہے قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا جب ان کو ان کے بھائی صالح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو اور میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا میرا اجر بس رب العالمین کے ذمہ ہے کیا تمہیں چھوڑا جائے گا)۔ یہ استفہام انکاری ہے کہ ان کو ان نعمتوں میں ہمیشہ چھوڑا نہ جائے گا کہ ان میں رہیں۔ فِىْ مَا هٰهُنَآ (یعنی اس مقام پر نعمتیں موجود ہیں)۔ اٰمِنِيْنَ (عذاب سے مامون) اور زوال وموت سے محفوظ۔ پھر اس کی وضاحت فرمائی۔

۱۴۷: فِىْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ (باغات اور چشموں میں) یہ بھی اجمال ہے پھر تفصیل ہے۔

۱۴۸: وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ (اور کھیتیاں اور کھجوریں) نخل کا عطف جنات پر ہے حالانکہ باغات میں ہی کھجوریں ہوتی ہیں تاکہ کھجور کی تمام درختوں پر برتری ثابت ہو جائے۔ طَلْعُهَا (ان کے گابھے، گچھے) یہ کھجور سے تلوار کے پھل کی طرح نکلنے والا حصہ هَضِيْمٌ (گوندھے ہوئے ہیں) نرم پکے ہوئے گویا اس طرح فرمایا کھجوریں کہ جن کا پھل پک چکا۔

۱۴۹: وَتَنْحِتُوْنَ (اور تم تراشتے ہو) سوراخ کر کے بناتے ہو مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ (پہاڑوں سے اتراتے ہوئے مکانات

وَلَا تُطِيعُوٓا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٥١﴾ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوٓا

اور ان لوگوں کی بات نہ مانو جو حد سے آگے بڑھ جانے والے ہیں جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے، انہوں نے جواب دیا

إِنَّمَآ أَنتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٥٣﴾ مَآ أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَأْتِ بِـَٔايَةٍ إِن كُنتَ مِنَ الصَّـٰدِقِينَ ﴿١٥٤﴾

کہ بس تو ان لوگوں میں سے ہے جن پر جادو کر دیا گیا ہو، تو ہمارے ہی جیسا ایک آدمی ہے سو تو کوئی نشانی لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے،

قَالَ هَـٰذِهِۦ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ فَيَأْخُذَكُمْ

صالح علیہ السلام نے کہا کہ یہ اونٹنی ہے پانی پینے کے لئے ایک دن اس کی باری ہے اور ایک مقررہ دن میں پینے کی تمہاری باری ہے، اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ مت لگانا ورنہ تمہیں

عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَـٰدِمِينَ ﴿١٥٧﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا، سو ان لوگوں نے اس اونٹنی کو کاٹ ڈالا پھر پشیمان ہوئے سو انہیں عذاب نے پکڑ لیا۔ بلاشبہ اس میں بڑی عبرت

لَءَايَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾ ع ۸ ۱۹ ۱۲

ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور بے شک آپ کا رب عزیز ہے رحیم ہے۔

بناتے ہو)۔

قراءت: شامی، کوفی نے فارھین پڑھا اور مہارت معنی کیا اور اس کو حال قرار دیا۔ دیگر قراء نے فَرِھِیْن پڑھا۔ اتراتے ہوئے الفراھۃ (چالاکی، سمجھداری)۔

۱۵۰، ۱۵۱: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو)۔ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ (اور حدود سے نکل جانے والوں کا کہنا مت مانو) المسرفینؔ سے کفار مراد ہیں۔ یا نمبر۲۔ وہ نو آدمی مراد ہیں۔ جنہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تھی۔ امر کو مجاز حکمی کے طور پر مطاع قرار دیا۔ اور مراد اس سے امر ہے یہ انبت الربیع البقل کی طرح ہے۔

۱۵۲: اَلَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ (وہ لوگ جو زمین میں فساد کیا کرتے ہیں) ظلم و کفر اختیار کر کے وَلَا يُصْلِحُوْنَ (وہ اصلاح نہیں کرتے) ایمان و عدل کے ذریعہ مطلب یہ ہے ان کا فساد قطعی ہے اس کے ساتھ صلاح کا نشان تک نہیں جیسا کہ مفسرین کا حال کچھ صلاح کے ساتھ ملا جلا ہوتا۔

قوم کا جواب:

۱۵۳: قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ (کہنے لگے بیشک تمہیں تو جادو کر دیا گیا) السحر (جو سحر کی وجہ سے مغلوب العقل ہو جائے)۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ السَّحر سے ہے یعنی بہلایا ہوا ہے اور کھاتا پیتا انسان ہے فرشتہ نہیں (قول ابن عباسؓ)۔

۱۵۴: مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (تو تو ہم جیسا انسان ہے پس تو ایک نشانی لے کر آ اگر تو سچا

ہے) اپنے دعویٰ رسالت و نبوت میں۔

۱۵۵: قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ (اس نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے اس کے لئے پانی کا حصہ مقرر ہے) شرب سے مراد پانی کا حصہ ہے کہ وہ اس کے پانی پینے میں مزاحم نہ بنیں۔ وَّ لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (اور تمہارے لئے مقررہ دن کا پینا ہے) وہ مزاحمت نہ کرے گی۔

روایت میں ہے انہوں نے کہا ہم تو دس ماہ کی گابھن اونٹنی چاہتے ہیں جو اس چٹان سے نکلے اور ایک نر بچہ جنے صالح علیہ السلام سوچ و بچار کرنے لگے جبرئیل علیہ السلام نے کہا دو رکعت نماز ادا کرو اور اپنے رب سے اونٹنی کے متعلق سوال کرو انہوں نے اسی طرح کیا اونٹنی نکلی اور اپنے جیسا قوی ہیکل بچہ جنا۔ جس پہاڑ سے اونٹنی نکلی تھی نکلنے کا مقام ستر ہاتھ تھا۔ جب اونٹنی کے پانی پینے کا دن ہوتا تو یہ تمام پانی پی جاتی جب ان کے جانوروں کی باری ہوتی بالکل پانی نہ بچتی۔

اونٹنی کو حکومت دو:

مَسْئَلَہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باری مقرر کرنا جائز ہے۔ کیونکہ لها شرب ولكم شرب يوم معلوم یہ باری ہی کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۵۶: وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ (اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا) مار پٹائی یا کونچیں کاٹنا یا اور اسی قسم کی ایذاء فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (ورنہ تم کو یوم عظیم کا عذاب آ پکڑے گا) عظیم اس لئے کہا کیونکہ اس میں عذاب اترا۔ عذاب کی صفت لانے کی بجائے زیادہ بلیغ یہ ہے کہ یوم کی صفت لائی جائے اس لئے کہ جب وقت اس کی وجہ سے سخت و مشکل ہو جائے گا تو اس کا واقع ہونا عذاب کے بڑے ہونے سے بڑھ کر ہوگا۔

حکم کی خلاف ورزی:

۱۵۷: فَعَقَرُوْهَا (پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں) قدار کونچیں کاٹنے والا تھا لیکن وہ تمام اس پر راضی تھے اس لئے ان کی طرف نسبت کر دی گئی۔

روایت میں ہے کہ اس کی کونچیں کاٹنے والے نے کہا میں اس کی کونچیں اس وقت کاٹوں گا جب تم اس پر راضی ہو گے چنانچہ وہ پردہ نشین عورتوں کے پاس جا کر پوچھتے کیا تم اس پر راضی ہو؟ وہ کہتی جی ہاں اسی طرح بچوں سے بھی رضا مندی لی گئی۔ فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ (وہ پشیمان ہوئے) اس کی کونچیں کاٹنے پر۔ کیونکہ ان کو نزول عذاب کا خطرہ محسوس ہوا یہ شرمندگی توبہ کی بناء پر نہ تھی۔ نمبر۲۔ یہ اس وقت شرمندہ ہوئے جب شرمندگی کوئی کام نہ دے سکتی تھی اور یہ عذاب کو آنکھوں سے دیکھنے کا وقت ہے۔ نمبر۳۔ وہ شرمندہ ہوئے کہ انہوں نے اس کے بچے کو کیوں چھوڑ دیا۔

سزا کا تسلط:

۱۵۸: فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ (پس ان کو عذاب نے آ پکڑا) جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ

لوط کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان کے بھائی لوط نے ان سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے، میں بلاشبہ تمہارے لئے

رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ

اللہ کا رسول ہوں امانت دار ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور میں تم سے اس پر کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا اجر تو بس

إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ

رب العالمین کے ذمہ ہے، کیا تمام دنیا جہاں والوں میں سے مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور تمہارے رب نے جو تمہارے لئے

رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ

بیبیاں پیدا فرمائیں ہیں ان کو چھوڑتے ہو، بلکہ تم حد سے آگے بڑھ جانے والے لوگ ہو، ان لوگوں نے کہا کہ اے لوط اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور نکال دیئے جانے والے

الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾

لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے، لوط نے کہا کہ میں تمہارے کام سے بغض رکھنے والوں میں سے ہوں، اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں سے نجات دیجئے

مُّؤْمِنِيْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی)

۱۵۹: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (بیشک آپ کا رب ہی غالب اور بڑا مہربان ہے)۔

قوم لوط کا تذکرہ:

۱۶۰: كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ (قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا)۔

۱۶۱: اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (جب ان کو ان کے بھائی لوط نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے ہو)۔

۱۶۲: اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں)۔

۱۶۳: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو)۔

۱۶۴: وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اور میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ تو فقط رب العالمین کے ذمہ ہے)۔

۱۶۵: اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ (کیا تم تمام جہاں والوں میں سے مردوں سے بدفعلی کرتے ہو)۔ العالمین سے یہاں مراد لوگ ہیں یعنی کیا تم مردوں سے فعل بد کرتے ہو حالانکہ عورتیں کثرت سے موجود ہیں۔ نمبر۲۔ کیا تم ہی صرف لوگوں میں سے ایسے ہو جو مردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔ یہ بے حیائی تمہاری خصوصیت ہے۔ اس صورت میں العالمین سے مراد ہر وہ حیوان جو نکاح کرتا ہے وہ مراد ہے۔

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا

سو ہم نے لوط کو اور اس کے تمام گھر والوں کو نجات دیدی سوائے ایک بڑھیا کے، وہ باقی رہ جانے والوں میں سے تھی، پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا اور

عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾

ہم نے ان پر خاص قسم کی بارش برسادی سو کیا ہی بری بارش تھی جو ان لوگوں پر برسائی گئی جن کو ڈرایا گیا۔ بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾ ع

اور بے شک آپ کا رب عزیز ہے رحیم ہے۔

۱۶۶: وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ (اور ان کو چھوڑتے ہو جو تمہارے رب نے تمہارے لئے بیویاں بنائی ہیں)۔

نحو: مِن ماخلق کی وضاحت کر رہا ہے۔

نمبر۲۔ مِنْ تبعیضیہ ہے مراد عورتوں کا عضو مباح ہے اور اپنی عورتوں سے بھی لواطت کرتے تھے۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ لواطت بیوی سے بھی حرام ہے۔ اور اسی طرح مملوکہ لونڈیوں سے بھی۔ جنہوں نے اس سلسلہ میں اجازت دی ہے انہوں نے بہت بڑے گناہ و غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ (بلکہ تم تو حد سے نکل جانے والے لوگ ہو)۔ العادی جو اپنے ظلم میں تعدی کرنے والے ہو اور اس میں حد سے تجاوز کرنیوالا ہو یعنی بلکہ تم لوگ تو اس بات کے مستحق ہو کہ تمہاری صفت عدوان سے کی جائے۔ اس لئے کہ تم اس قسم کی بدترین حرکت کر رہے ہو۔

قوم کا جواب:

۱۶۷: قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ (کہنے لگے اگر تو اے لوط باز نہ آیا) ہمارے اوپر تنقید کرنے اور ہمارے فعل کی مذمت کرنے سے۔ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ (تو تمہیں نکال باہر کیا جائے گا) تمہیں ان لوگوں میں سے کر دیں گے جن کو ہم نے جلاوطن کر دیا اور اپنے درمیان سے نکال دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس کو نکالتے تو وہ انتہائی بدحالی کی حالت میں نکالتے تھے۔

ان کی حرکت پر شدید نفرت:

۱۶۸: قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ (اس نے کہا بیشک میں تمہارے عمل کا سخت دشمن ہوں)۔ القالین کہنا قال کہنے سے زیادہ بلیغ ہے۔ جیسا کہتے ہیں فلان من العلماء یہ فلان عالم سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس میں تم گواہی دے رہے ہو کہ وہ تمام علم میں حصہ دار ہیں۔ القلی شدید بغض کو کہا جاتا ہے۔ جو دل و جگر بھون ڈالے۔

مَسْئَلَہ: اس میں لواطت کا عظیم گناہ ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ آپ کا بغض دین ہی کی وجہ سے تھا۔

۱۶۹: رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ (اے میرے رب مجھے اور میرے اہل کو ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں۔ نجات عنایت

فرما)۔ان کے اعمال کی سزا سے۔
۱۷۰: فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ (پس ہم نے اس کو اوران کے تمام اہل کو نجات دی) اھل سے مراد یہاں ان کی اولاد بیٹیاں اور ان کے پیروکار مؤمن مراد ہیں۔
۱۷۱: اِلَّا عَجُوْزًا (مگر ایک بڑھیا) وہ لوط علیہ السلام کی بیوی تھی۔ وہ اس فعل پر راضی تھی اور معصیت پر رضامندی اختیار کرنے والا گناہ گار کے حکم میں ہے۔
ازالہ: پس اہل میں سے کافرہ کا استثناء جبکہ باقی تمام مؤمن تھے اس بناء پر درست ہے کیونکہ اہل کے لفظ میں وہ شریک تھی اگرچہ ایمان میں شریک حال نہ تھی۔ فِي الْغٰبِرِيْنَ (پیچھے رہنے والوں میں سے) یہ عجوزًا کی صفت ہے یعنی وہ عذاب سے نہ بچ سکی۔ الغابر لغت میں باقی کو کہا جاتا ہے۔
گویا کہ کہا گیا الاعجوزا غابرہ مگر ایک بڑھیا پیچھے رہنے والی تھی ای مقدرًا غبورھا۔ اس کا پیچھے رہنا طے ہو چکا تھا۔ اس لئے کہ باقی رہنا ان کی نجات کے وقت اس کی صفت وحالت نہ تھی۔ (بلکہ وہ ہلاک ہو چکی تھی)

قوم کی ہلاکت:

۱۷۲: ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ (پھر ہم نے پچھلوں کو تہس نہس کر دیا)۔ یہاں تدمیر سے مراد ان کا پلٹ دیا جانا ہے۔
۱۷۳: وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا (اور ہم نے ان پر بارش کی بارش کرنا)۔
قولِ قتادہ رحمہ اللہ: قوم کے منتشر لوگوں پر آسمانوں سے پتھر برسائے اور ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ فقط پلٹ دینے پر راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ اس کے بعد ان پر پتھروں کی بارش کی۔ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ (کیا بری بارش تھی جو ان لوگوں پر برسی جن کو عذاب سے ڈرایا گیا تھا)۔
نحو: ساء کا فاعل مطر المنذرین ہے۔ اور مخصوص بالذم محذوف ہے اور وہ مطرھم ہے المنذرین سے معینہ لوگ مراد نہیں بلکہ جنس کفار مراد ہیں۔
۱۷۴: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے اور ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی)۔
۱۷۵: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (اور بیشک آپ کا رب البتہ زبردست نہایت مہربان ہے)۔

كَذَّبَ أَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ إِنِّيْ

ایکہ والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے شعیب نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے، بے شک میں

لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَا أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ

تمہارے لئے رسول امین ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور تم سے اس پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا میرا

أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا

ثواب تو بس رب العالمین ہی کے ذمہ ہے، تم پورا ناپا کرو، اور نقصان میں ڈالنے والے مت بنو، اور

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ

ٹھیک طرح سے وزن کیا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دیا کرو، اور زمین میں فساد کرنے والے

مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ

نہ بنو، اور اس ذات سے ڈرو جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات کو پیدا فرمایا، ان لوگوں نے کہا کہ بات یہی ہے کہ تو ان لوگوں میں سے ہو جن پر

الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾

جادو کر دیا گیا ہو، اور تو ہمارے ہی جیسا ایک آدمی ہے اور بے شک ہم تجھے جھوٹوں ہی میں سے خیال کرتے ہیں،

قوم شعیب علیہ السلام:

۱۷۶: كَذَّبَ أَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (اصحاب ایکہ نے جھٹلایا) الایکۃ یہ ہمزہ اور جر کے ساتھ درختوں کی گھنی جھاڑی۔

قول خلیل رحمۃ اللہ علیہ:

لَـْٔيكَةَ وحجازی وشامی قراء نے اسی طرح پڑھا ہے اور سورہ صٓ میں اسی طرح ہے اس صورت میں یہ ایک شہر کا نام ہے ایک قول یہ ہے اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین ایک ہیں۔ جب وادیاں ان پر تنگ ہو گئیں تو گھنے جنگل میں انہوں نے ڈیرے ڈال لیے۔

قولِ فیصل:

مگر صحیح قول یہ ہے کہ یہ اصحاب مدین سے الگ لوگ ہیں۔ باہر جنگل میں ایک نامی درختوں کے جھنڈ میں مقیم تھے اور ان کے اکثر درخت گوگل کے تھے۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ یہاں اَخوھم شعیب نہیں کہا کیونکہ ان سے آپ کا نسبی رشتہ نہ تھا۔ آپ نسبا

اہل مدین میں سے تھے حدیث میں فرمایا گیا شعیب اہل مدین کے بھائی ان کی طرف مبعوث ہوئے اور اصحابِ اَیکہ کیلئے المرسلین کا لفظ ذکر فرمایا۔

۱۷۷: اِذْقَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (جبکہ ان کو شعیب علیہ السلام نے کہا کیا تم (اللہ کے عذاب سے) نہیں ڈرتے)۔

وعظ شعیب علیہ السلام:

۱۷۸: اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں)۔

۱۷۹: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو)۔

۱۸۰: وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے)۔

خیانت کا مرض:

۱۸۱: اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ (تم ماپ پورا دو اور کمی نہ کرو)۔ اوفوا یہاں تمام کے معنی میں ہے المخسرین کا مطلب یہ ہے لوگوں کے حقوق میں کمی نہ کرو۔ ماپ پورا کر کے دینے کا حکم ہے کمی ممنوع ہے اور ان کو دینے کے متعلق خاموشی اختیار فرمائی گئی۔

مَسْئَلَۃ: زائد سے خاموشی یہ اس کے مستحسن ہونے کی دلیل ہے اگر نہ کرے تو گناہ نہ ہوگا۔

۱۸۲: وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ (تم صحیح ترازو سے تول کر دیا کرو)۔

قراءت: قِسطاس قاف کے کسرہ سے کوفی قراء سوائے ابوبکر کے پڑھتے ہیں اس کا معنی میزان ہے۔ نمبر۲۔ اور اگر یہ القسط سے لیا جائے تو وہ عدل کو کہتے ہیں۔ عین کلمہ دوبارہ لایا گیا پس اس کا وزن فعلاس بنے گا۔ ورنہ یہ رباعی ہے۔ نمبر۳۔ وزن' کنذا۔

۱۸۳: وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ (اور لوگوں کو ان کی چیز کم نہ کیا کرو)۔ کہا جاتا ہے بخسته حقه جب وہ اس کا حق کم کر دے۔ اَشْيَآءَهُمْ (ان کی اشیاء) دراہم دنانیر کی اطراف کاٹ لینا۔ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (اور زمین میں فساد مچاتے مت پھرو) ان اشیاء کے بگاڑ میں مبالغہ مت کرو اور اس کی مثال ڈاکہ زنی، لوٹ مار، کھیتوں کو نقصان پہنچانے، ان کا یہ معمول تھا۔ اسی لئے ان کو اس سے روکا گیا کہا جاتا ہے عثا فی الارض جب کہ وہ اس میں بگاڑ پیدا کرے عَثِيَ میں ایک لغت یہ بھی ہے۔

۱۸۴: وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ (اور اس ذات سے ڈرو۔ جس نے تم کو پیدا کیا اور تم سے پہلی مخلوق کو) الجبلہ کا عطف کم پر ہے۔ ای اتقوا الذی خلقکم و خلق الجبلۃ تم اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلی مخلوق کو پیدا کیا۔ الْاَوَّلِيْنَ پہلی یعنی گزشتہ۔

۱۸۵: قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ (کہنے لگے تمہیں تو جادو کر دیا گیا ہے)۔

۱۸۶: وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (اور تُو تو ہم جیسا انسان ہے)

نکتہ: یہاں واؤ کو داخل اس لئے کیا تا کہ دو معنے دے اور وہ دونوں ان کے ہاں رسالت کے منافی تھے۔ نمبر۱۔ التسحیر۔ نمبر۲۔

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

سو اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے، شعیب نے کہا کہ تم جو کام کرتے ہو انہیں میرا رب خوب جانتا ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ

سو ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا لہٰذا ان لوگوں کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا، بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا، بلاشبہ اس میں

ع ۱۶ ۱۴
ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾

بڑی عبرت ہے، اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں، اور بے شک آپ کا رب عزیز ہے رحیم ہے۔

البشریت۔قصہ ثمود علیہ السلام میں ایک کو چھوڑنا اس وجہ سے ہے تاکہ ایک معنی کا فائدہ دے اور وہ ان کا جادوزدہ ہونا ہے پھر ان جیسا انسان ہونے کا اقرار کیا۔ وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ (اور ہم بلاشبہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں) یہ ان مخففہ من المشقلہ ہے اور ان نافیہ اور اس کے مابین فرق کیلئے لام کو یہاں داخل کیا گیا ہے۔ اور یہ دونوں فعل ظن پر بھی الگ الگ داخل ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے دونوں میں سے دوسرے مفعول پر بھی کیونکہ دونوں میں اصل یہ ہے کہ وہ مبتدأ و خبر سے جدا ہو جائیں جیسے کہتے ہیں۔ ان زیدًا لمنطلق جب کان اور ظننت دونوں مبتدأ اور خبر کی جنس سے تھے۔ اس لئے دونوں موقعوں پر ان لایا جاتا ہے ان کان زیدٌ لمنطلقا اور ان ظننتہٗ لمنطلقا۔

۱۸۷: فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا (پس تو ہم پر ایک بادل کا ٹکڑا گرا دے)

قراءت: کسْفًا یہ حمزہ، کسائی، ابن کثیر، دیگر تمام قراء کی قرات ہے جبکہ حفص نے کِسَفًا پڑھا ہے اور یہ دونوں کِسْفَۃٍ کی جمعیں ہیں اور وہ ٹکڑے کو کہتے ہیں کَسَفَہٗ کا معنی قَطَعَہٗ ہے۔ مِّنَ السَّمَآءِ (آسمان سے) یعنی بادل نمبر۲۔ سائبان اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اگر تو سچوں میں سے ہے) اگر تو نبوت کا دعویٰ کرنے میں سچا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دے یعنی آسمان کا ٹکڑا بطور سزا و عذاب گرا دے۔

۱۸۸: قَالَ رَبِّيْٓ (اس نے کہا اے میرے رب)

قراءت: حجازی نے رَبِّیَ پڑھا ہے اور دیگر قراء اور ابو عمرو نے رَبِّیْ سکون سے پڑھا ہے۔

اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو)۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا علم ہے اور جس سے تم عذاب کے مستحق بنتے ہو۔ اگر آسمان کا ٹکڑا گرا کر وہ تمہیں عذاب دینا چاہے اور اگر وہ اور کوئی سزا دینا چاہے تو وہ اس کی مرضی اور اس کے حکم پر موقوف ہے۔

یوم ظلہ کا عذاب:

۱۸۹: فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ (پس انہوں نے جھٹلا دیا اس لئے یوم ظلہ کے عذاب نے ان کو آ پکڑا) ظُلَّۃ وہ ایک

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ

اور بلاشبہ یہ رب العالمین کا اتارا ہوا ہے اس کو آپ کے قلب پر امانت دار فرشتہ لیکر نازل ہوا، تا کہ آپ واضح طور پر ڈرانے والوں میں سے

الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً

ہو جائیں، واضح عربی زبان میں ہے، اور بلاشبہ اس کا ذکر پہلی امتوں کی کتابوں میں ہے، کیاان لوگوں کے لئے یہ بات دلیل نہیں ہے

اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ

کہ اسے علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں اور اگر ہم اس کو کسی عجمی پر نازل کرتے پھر وہ اس کو ان کے سامنے پڑھ کر سنا دیتا

مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٩﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى

تب بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہ تھے ہم نے اسی طرح اس ایمان نہ لانے کو مجرمین کے دلوں میں ڈال رکھا ہے یہ لوگ اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک

يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ

کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں، سو وہ ان کے پاس اچانک آ جائے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی، پھر کہیں گے کیا ہمیں مہلت

مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿٢٠٥﴾

مل سکتی ہے، کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کو جلدی چاہتے ہیں اے مخاطب ذرا یہ بتا کہ اگر ہم انہیں چند سال عیش میں رہنے دیں

بادل تھا جس نے ہوا کی بندش کے بعد ان پر سایہ کر لیا ان کو سات روز تک گرمی کی حرارت سے عذاب دیا گیا چنانچہ وہ گرمی سے پناہ لینے کیلئے اس بادل کے نیچے پناہ گزیں ہوئے۔ اس پر آگ برسنے لگی جس سے تمام جل گئے اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (بلاشبہ وہ بڑے دن کا عذاب تھا)۔

۱۹۰: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (بلاشبہ اس میں البتہ نشانی ہے اور ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی)

سورت ایک بلیغ وعظ:

۱۹۱: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (اور بیشک آپ کا رب البتہ زبردست نہایت مہربان ہے)۔ اس سورت کے ہر واقعہ کے اول اور آخر میں کچھ مضامین بار بار دہرائے گئے ہیں تا کہ ان کا مقصد دلوں میں خوب بیٹھ جائے۔ تا کہ یہ سورت ایک بلیغ وعظ اور زجر کا کام دے۔ کیونکہ ہر واقعہ اس طرح ہے جیسا کہ نئے سرے سے نازل ہوا ہو اور اس میں اسی طرح عبرتیں ہیں جیسے دوسرے واقعات میں۔ اسی لئے مناسب تھا کہ ہر واقعہ کا اختتام وابتداء ایک انداز سے ہونا چاہیے۔

۱۹۲: وَاِنَّهٗ (اور بیشک وہ) یعنی قرآن لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (وہ البتہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے) اس کی طرف

سے اتارا گیا ہے۔

۱۹۳: نَزَلَ بِهِ (اس کو لے کر اُترا) الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ (روح الامین) یعنی جبرئیل علیہ السلام۔

نحو: فعل نزل ہے اس کا فاعل الروح الامین ہے۔ الامین اس لئے کہ وہ وحی کا امین ہے جس میں زندگی ہے۔

قراءت: حجازی، ابوعمرو، زید، حفص وغیرہ نے تخفیف سے پڑھا اور دیگر قراء نے تشدید سے اور الروح کا نصب پڑھا اور فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی جعل الله الروح نازلا به۔ اللہ تعالیٰ نے روح کو مقرر کیا اس حال میں کہ وہ اس کو لے کر اترنے والا ہے باء دونوں قراءتوں میں تعدیہ کیلئے ہے۔

۱۹۴: عَلٰى قَلۡبِكَ (آپ کے دل پر) یعنی آپ کے حافظہ اور فہم پر اور اس کو آپ کے دل میں اس طرح پختہ کر دیا جو بالکل نہ بولنے پائے جیسا کہ ارشاد فرمایا سنقرئك فلا تنسٰی [الاعلیٰ:۶] لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ (تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں)۔

عربی زبان میں اتارنے کا بیان:

۱۹۵: بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ (عربی زبان میں) لغت قریش و جرهم میں مُّبِيۡنٍ (واضح) اس میں ایسی وضاحت ہے کہ عام لوگوں کی زبان میں جو نقائص ہیں یہ ان سے پاک ہے۔

نحو: باء نمبر ا۔ یہ منذرین سے متعلق ہے تقدیر کلام یہ ہے لتکون من الذین انذر وابھذا اللسان اور وہ ہود، صالح، شعیب واسماعیل علیہم السلام ہیں۔ نمبر ۲۔ نزل سے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے نزل بلسان عربی لتنذربه لانه لونزله بلسان اعجمی لتجافوا عنه اصلاً ولقاموا مانصنع بما لا نفهمه فیتعذر الانذار به اس کو عربی زبان میں اتارا تا کہ آپ سکے ذریعہ ڈرائیں کیونکہ اگر اس کو عجمی زبان میں اتارتے تو یہ اس سے بالکل دوری اختیار کرتے اور ضرور کہتے ہم اس کو کیا کریں جس کو ہم سمجھتے ہی نہیں پس انذار نا ممکن ہو جاتا۔

نکتہ: وجہ ثانی کہ اس کا اتارا جانا عربی زبان میں ہے جو آپ کی قوم اور آپ کی مادری زبان ہے اس کو آپ کے دل پر اتارا گیا ہے کیونکہ تم اس کو سمجھتے ہو اور اپنی قوم کو سمجھا سکتے ہو۔ اگر عجمی زبان میں ہوتا تو آپ کے کانوں پر اتارا جاتا نہ کہ دل پر اس حالت میں آپ حروف کی گھنٹیاں تو سنتے مگر ان کے معانی نہ سمجھتے۔ اور نہ محفوظ کرتے بسا اوقات آدمی کئی لغات کو جانتا ہے جب اس سے مادری زبان میں گفتگو کی جائے اس وقت اس کا دل فوراً معانی کلام کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اگر اور زبان میں بات کی جائے تو اس کی نگاہ اولاً الفاظ کی طرف منتقل ہوتی ہے اور پھر معانی کی طرف خواہ اس کی کتنی مہارت رکھتا ہو۔ یہی معنی ہے کہ قرآن آپ کے دل پر اترا ہے کیونکہ وہ عربی زبان میں ہے۔

۱۹۶: وَاِنَّهٗ (اور بیشک وہ) قرآن لَفِيۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِيۡنَ (البتہ پہلے صحیفوں میں ہے) یعنی اس کا تذکرہ تمام آسمانی صحائف میں ہے۔ ایک قول یہ ہے اس کے معانی ان صحائف میں پائے جاتے ہیں

استدلالِ مفسر:

اس میں دلیل ہے کہ قرآن کا غیر عربی میں ترجمہ کیا ہوا بھی قرآن ہے اس کو غیر عربی زبان (فارسی وغیرہ) میں جوازِ قراءت کا ثبوت قرار دیا ہے (مگر یہ قول مرجوح ہے انظر شروح الہدایہ)

۱۹۷: اَوَلَمْ یَکُنْ لَّھُمْ اٰیَۃً (کیا ان کے لئے دلیل کافی نہیں)

نحو وقراءت:

شامی نے تکن پڑھا ہے۔ آیت کان کا اسم اور ان یعلمہ کان کی خبر ہے۔ ای القرآن موجود ذکرہ فی التوراۃ اس قرآن کو وہ جانتے ہیں کیونکہ اس کا تذکرہ تورات میں موجود ہے۔ نمبر۲۔ ایک قول تکن میں ضمیر قصہ ہے اور آیۃ خبر مقدم ان یعلمہ مبتدأ اور یہ جملہ کان کی خبر ہے۔

نمبر۳۔ قول آخر کان تامہ ہے اور آیۃ فاعل ہے اور ان یعلمہ آیۃ سے بدل ہے یا مبتدأ محذوف ہے یعنی: اَوَ لم تحصل لھم آیۃ کیا تم کو ان کی کوئی نشانی نہیں ملی اور دیگر قراء کے نزدیک یکن مذکر ہے اور آیۃ منصوب ہے اس طرح کہ یہ اس کی خبر ہے اور اَنْ یَّعْلَمَہٗ اس کا اسم ہے تقدیر کلام یہ ہے: او لم یکن لھم علم علماء بنی اسرائیل ایۃ کیا نہیں ہے ان کے لئے علمائے بنی اسرائیل کا علم ایک نشانی۔

عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ علمائے بنی اسرائیل جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا۔ واذا یتلی علیھم قالوا امنّا بہٖ اِنَّہُ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین [القصص:۵۳]

رسم خط: مصحف میں علمٰٓؤُا واؤ ماقبل الف سے لکھا گیا ہے۔

عجمی واعجمی کا فرق:

۱۹۸: وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰی بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ (اور اگر ہم اس کو اتارتے بعض عجمیوں پر) اعجمین یہ اعجم کی جمع ہے اور وہ غیر فصیح کو کہا جاتا ہے اسی طرح عجمی بھی البتہ اضافت یاء کی وجہ سے تاکید زائد ہے۔ جب کوئی اہل عرب سے ان کی زبان کے علاوہ دیگر زبان میں بات کرتا تو وہ اس کی بات نہ سمجھتے اور اس کو کہتے اعجم واعجمی اس کو ایسے شخص سے تشبیہ دیتے جو نہ فصیح ہو اور نہ کھول کر وضاحت کر سکتا ہو۔ واعجمی جو غیر عربی ہو خواہ وہ فصیح ہو یا غیر فصیح۔

قراءت حسن رحمۃ اللہ علیہ: الاعجمیین ایک قول یہ بھی ہے الاعجمین تخفیف کے ساتھ الاعجمیین تشدید کے ساتھ اسی طرح ہے جیسا کہ الا شعرون والاشعریُّوْن یائے نسبت کو حذف کر دیا اور اسی طرح نہ مانیں تو یہ جمع سالم نہیں بن سکتا کیونکہ اس کی مؤنث عجماء ہے۔

عجمی پر اتارنے میں نہ مانتے:

۱۹۹: فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ (پس وہ ان پر پڑھتا تو وہ اس پر ایمان لانے والے نہ تھے) مطلب یہ ہے ہم نے قرآن مجید ایک فصیح عربی زبان والے پر فصیح زبان میں اتارا انہوں نے اس کو سمجھ تو لیا اور اس کی فصاحت کو بھی پہچان لیا اور اس کا معجز ہونا بھی ظاہر کیا گیا اور اس کے ساتھ علمائے اہل کتاب کا متفقہ بیان کہ اس کے اتارے جانے کی بشارت تورات میں موجود ہے بھی ملا دیا۔ اور قرآن ان کے مقاصد اور قصص کو شامل ہے۔

اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے قریش کے خیالات کے مطابق اساطیر الاولین نہیں۔ مگر قریش ایمان نہ لائے اور اس کا نام کبھی شعر رکھا اور کبھی اس کو سحر قرار دیا اور کہنے لگے یہ محمد ﷺ خود گھڑ کر لاتے ہیں۔ اور اگر ہم اس کو کسی عجمی پر اتار دیتے جو عربی خوب طرح نہ جانتا چہ جائیکہ اس جیسا کلام بنا سکے۔ اور وہ بھی ان کے سامنے معجزانہ طور پر اس کو پڑھتا تو پھر بھی یہ اس کا انکار کر دیتے جیسا کہ اب کر رہے ہیں۔ یہ اپنے انکار کیلئے کوئی عذر لنگ تلاش کر لیتے اور اس کو سحر قرار دیتے۔

۲۰۰: كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ (اسی طرح ہم نے اس کو داخل کر دیا) یعنی تکذیب کو داخل کر دیا یا کفر کو یہ ما کانوا بہ مؤمنین کا مدلول ہے۔ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ (مجرمین کے قلوب میں) المجرمین سے مراد وہ کفار ہیں جن کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ وہ کفر ہی اختیار کریں گے اور ان کی طرف سے اصرار کفر ہی ظاہر ہوگا۔ مطلب یہ ہے مثل هذا السلك سلكناه في قلوبهم وقررنا فيها فكيف ما فعل بهم و على اى وجه دبر امرهم فلا سبيل الى ان يتغيروا عمّا هم عليه من الكفربه والتكذيب له اس داخل کرنے کی طرح ہم نے تکذیب کو ان کے دلوں میں داخل کر دیا۔ اور دلوں میں پختہ کر دیا ان کے ساتھ جو کچھ بھی کیا جائے اور جو تدبیر ان کو سمجھانے کی اختیار کی جائے۔ وہ اپنی بات سے بدلنے والے نہیں وہ کفر و تکذیب پر برقرار رہیں گے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ ولو نزلنا عليك كتاباً في قرطاس فلمسوه بايديهم لقال الذين كفروا ان هذا الا سحر مبين [الانعام: ۷]

مَسْئَلَہ: یہ آیت معتزلہ کے خلاف ہماری دلیل ہے کہ افعال خیر و شر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

قریش انکار پر قائم رہیں گے:

۲۰۱: لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (وہ قرآن پر ایمان نہ لائیں گے) سلكناه في قلوب المجرمين کے بعد لا یؤمنون بہ کو لا کر گویا وضاحت کر دی اور ماقبل کا خلاصہ بیان کر دیا کیونکہ یہ آیات آپ کی ثابت قدمی کیلئے اتاری گئیں کیونکہ آپ کی تکذیب کی گئی اور انکار کیا گیا تو آخر میں اسی بات کو پختہ کرنے کیلئے یہ کلام لائے کہ وہ تکذیب کو ترک نہ کریں گے اور انکار کی شدت پر قائم رہیں گے جب تک کہ وعید کو دیکھ نہ لیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ جملہ حال بن جائے تقدیر ہوگی سلكناه فيها غير مؤمن به ہم نے اس تکذیب کو ان کے دلوں میں چلا دیا اس حال میں کہ وہ اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ (یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں) اس سے مراد معاینۂ عذاب ہے جو ان کو موت کے وقت پیش آئے گا۔ اس وقت

ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۲۰۶ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۲۰۷ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ

پھر جس کا ان سے وعدہ ہے وہ ان کے سر پر آ پڑے تو ان کا وہ عیش ان کو کیا فائدہ دے سکتا ہے، اور ہم نے جتنی بھی بستیاں ہلاک

قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۲۰۸ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۲۰۹ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۲۱۰

کی ہیں ان سب میں نصیحت کے طور پر ڈرانے والے تھے، اور ہم ظلم کرنے والے نہیں ہیں، اور اس قرآن کو شیاطین لیکر نہیں اترے

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۲۱۱ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۲۱۲

اور نہ وہ طاقت رکھتے ہیں، بلاشبہ وہ سننے سے روک دیئے گئے ہیں۔

ایمان پاس ہوگا جو نفع بخش نہ ہوگا۔

۲۰۲: فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً (پس وہ عذاب ان پر اچانک آ جائے گا)۔ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور ان کو اس کی آمد کا شعور بھی نہ ہوگا)۔

۲۰۳: فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ (اس وقت وہ کہہ اٹھیں گے کاش ہمیں مہلت دے دی جائے)۔

نحو: فیقولوا اور فیاتیهم دونوں کا عطف یرَوا پر ہے۔ منظرون کا مطلب یہ ہے کہ پلک جھپک کیلئے مہلت کے طالب ہونگے مگر ان کی بات مانی نہ جائے گی۔

۲۰۴: اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ (کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں) اس میں ان کو توبیخ ہے اور ان کی بات کا انکار کیا گیا ہے جو انہوں نے کہی۔ فَاَمْطِرْ علینا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب الیم ۔ [الانفال: ۳۲] اور اسی طرح دیگر آیات۔

بڑا غافل ٬ یحییٰ بن معاذ کا قول:

لوگوں میں سب سے بڑا غافل وہ ہے جو اپنی زندگی پر مغرور ہے اور اپنی مالوفات سے اس کو سکون ملتا اور اپنے مراد پالینے سے لذت میسر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

۲۰۵: اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ (بھلا دیکھو تو! ہم ان کو برسہا برس تک مزے اڑانے دیں)۔ ایک قول یہ ہے یہ مدت دنیا کے سال ہیں۔

۲۰۶: ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ (پھر ان کے پاس وہ آ چکا جس کا ان سے وعدہ کیا جا چکا) یعنی عذاب۔

عذاب آنے پر طویل عمر کا فائدہ نہ ہوگا:

۲۰۷: مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ (ان کا یہ نفع اٹھانا ان کو کچھ بھی فائدہ نہ دے گا) ما کانوا یمتعون به فی تلك السنین جن چیزوں سے وہ ان سالوں میں تمتع کرتے رہے۔ مطلب یہ ہے وہ جلدی عذاب تو اس وجہ سے مانگتے ہیں کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ عذاب واقع نہ ہوگا اور نہ ان کو پہنچے گا اور وہ طویل عمریں سلامتی وامن سے گزارتے رہیں گے اس پر اللہ تعالیٰ نے

فرمایا۔افبعذا بنا یستعجلون (کیا وہ ہمارے عذاب کے جلد پہنچنے کے خواستگار ہیں)استہزاء وتمسخر کے طور پر اور لمبی امیدوں پر بھروسہ کرتے ہوئے پھر بطور فرض وتسلیم فرمایا اگر مان بھی لیں کہ معاملہ ان کے اعتقاد کے مطابق بھی ہو اور وہ طویل عمر پالیں اور متاع دنیا سے خوب تمتع حاصل بھی کرلیں۔پھر اگر ان کو وعید آن پہنچے تو پھر ان کی گزری طویل عمریں اور خوشحال زندگی کیا فائدہ پہنچا سکے گی۔

قول میمون بن مہران: ان کی ملاقات حسن سے طواف کے دوران ہوئی اور ان کے دل میں اُن کی ملاقات کی تمنا بھی تھی۔تو میمون نے کہا مجھے نصیحت فرمادیں حسن رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی۔اس پر میمون نے کہا تو نے بڑا بلیغ وعظ کیا ہے۔عمر بن عبدالعزیزؒ سے منقول ہے کہ جب فیصلہ کیلئے بیٹھتے تو اس آیت کو تلاوت فرماتے۔

۲۰۸: وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ (اور جتنی بستیاں ہم نے ہلاک کیں ان میں ڈرانے والے آئے) منذر سے رسل مراد ہیں جو ان کو ڈراتے رہے۔

نحو: یہاں الا کے بعد والے جملہ پر واؤ داخل نہیں ہوئی جیسا کہ اس ارشاد میں ہے وما اھلکنا من قریۃ اِلَّا وَلَهَا کتاب معلوم [الحجر:۴] کیونکہ اصل واؤ کا نہ ہونا ہے اسلئے کہ جملہ قریۃ کی صفت ہے جب بھی واؤ لگاتے ہیں تو وہ صفت وموصوف کے اتصال کی تاکید کیلئے لائی جاتی ہے۔

۲۰۹: ذِكْرٰى (نصیحت کیلئے)۔

چھ تراکیب:

نحو: یہ منصوب ہے اور تذکرہ کے معنی میں ہے کیونکہ انذار اور ذکر قریب قریب ہیں۔گویا اس طرح فرمایا مذکرون تذکرۃ وہ یاددلانے والے ہیں یاددلانا۔

نمبر۲۔منذرون کی ضمیر سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے ینذرونھم ذوی تذکرۃ۔ان کو نصیحت والے ڈراتے رہے۔

نمبر۳۔اس کا مفعول لہٗ ہے یعنی ینذرون لاجل التّذکرۃ والموعظۃ وہ تذکرہ اور موعظہ کیلئے ڈراتے رہے۔

نمبر۴۔مرفوع ہے مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای ھذہ ذکری اور جملہ معترضہ ہے۔

نمبر۵۔یہ صفت ہے بمعنی منذرون ذوو ذکری۔ڈرانے والے نصیحت والے۔

نمبر۶۔ذکریٰ یہ اھلکنا کے متعلق ہے اس کا مفعول لہ ہے مطلب یہ ہے (وما اھلکنا من اھل قریۃ ظالمین الا بعد ما الزمنا ھم الحجۃ بارسال المنذرین الیھم لیکون اھلاکھم تذکرۃ وعبرۃ لغیرھم فلا یعصوا مثل عصیانھم) اور ہم نے کسی بستی والوں کو ظلماً ہلاک نہیں کیا مگر اسی وقت جبکہ ان کی طرف ہم نے منذرین کو بھیج کر حجت تمام کر دی تاکہ ان کی ہلاکت دوسروں کیلئے نصیحت وعبرت بن جائے اور وہ ان کی طرح نافرمانی نہ کریں۔وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (اور ہم ظلم کرنے والے نہ تھے) کہ غیر ظالم قوم کو ہلاک کرتے۔

۲۱۰: جب مشرکین نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ شیاطین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآن لاتے ہیں تو یہ آیت اتری۔وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۲۱۳ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ

سو آپ اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہ پکاریئے ورنہ سزا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو

الْاَقْرَبِيْنَ ۲۱۴ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۲۱۵ فَاِنْ عَصَوْكَ

ڈرایئے، اور ان لوگوں کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آیئے جو اہل ایمان آپ کا اتباع کرنے والے ہیں، سو اگر یہ لوگ آپ کی نافرمانی کریں

فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۲۱۶ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۲۱۷ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ

تو آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ میں تمہارے اعمال سے بری ہوں، اور آپ عزت والے رحم والے پر توکل کیجئے جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے

تَقُوْمُ ۲۱۸ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۲۱۹ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۲۲۰

ہیں اور سجدہ کرنے والوں میں اٹھتے بیٹھتے ہیں، بلاشبہ وہ سننے والا جاننے والا ہے

(اور اس قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اترتے)۔

۲۱۱: وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (اور شیاطین کو ایسا کرنا جائز بھی نہیں اور وہ اس کی طاقت بھی نہیں رکھتے) اور ان کو یہ میسر بھی نہیں اور نہ وہ اس کی قدرت رکھتے ہیں۔

۲۱۲: اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ (بیشک ان کو سننے سے) اس کے چرانے سے لَمَعْزُوْلُوْنَ (شہابوں کے ذریعہ روک دیا گیا)۔

۲۱۳: فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ (پس تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارو۔ کہیں تم بھی ان لوگوں میں ہو جاؤ جن کو عذاب دیا جائے گا۔) بطریق تعریض دوسروں کو تہدید کی گئی اور آپ ﷺ کو اور زیادہ اخلاص کی تحریک کی گئی ہے۔

اقرب کو خاص کرنے کی وجہ:

۲۱۴: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اور آپ اپنے قریب ترین کنبہ والوں کو ڈرائیں۔) قریبی خاندان کو خاص کیا تاکہ آپ سے اس تہمت کی نفی کر دی جائے عموماً انسان اپنے قرابت والوں کے متعلق چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ نمبر۲۔ تاکہ رشتہ داروں کو معلوم ہو کہ نجات آپ کی اتباع و پیروی میں ہے قرابت میں نہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے صفا پر چڑھ کر اپنے اقرباء کو آواز دی! یا بنی عبد المطلب یا بنی ھاشم یا بنی عبد مناف۔ اے پیغمبر کے چچا عباس، اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑانے کے کچھ کام نہ آؤں گا۔ (احمد، مسلم، ترمذی، نسائی)

تواضع کی مثال:

۲۱۵: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ (اور تو جھکا اپنے بازو کو) تواضع اختیار کرو اور نرم گوشہ اختیار کرو۔ اس کی اصل یہ ہے کہ پرندہ اترنا چاہتا

ہے تو بازو کو بند کر کے جھکا لیتا ہے اور جب اڑنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے پروں کو بلند کرتا ہے تو خفضِ جناح کو اترنے کے وقت تواضع کی مثال کے طور پر پیش کیا گیا اور نرم پہلو کیلئے لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (ان کے لئے جو تیرے پیروکار مؤمن ہیں) تمہارے خاندان میں سے ہوں یا غیر۔

۲۱۶: فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (پھر اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہہ دیں میں تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہوں) مطلب یہ ہے تم اپنی قوم کو ڈراؤ۔ اگر وہ تمہاری اتباع اور اطاعت اختیار کرلیں تو ان کے لئے اپنے بازو کو جھکا دو۔ اور اگر وہ نافرمانی کریں اور اتباع نہ کریں تو ان سے بیزاری کا اظہار کریں اور ان کے اعمال شرکیہ سے بھی۔

۲۱۷: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ (اور زبردست اور نہایت رحم والی ذات پر بھروسہ کریں) جو اپنی عزت و جلال سے تمہارے دشمنوں کو مقہور اور اپنی رحمت سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ اور تیرے تمام نافرمانوں کے نشر کیلئے بھی وہ کافی ہے۔

توکل:

التوکل آدمی اپنا معاملہ اس کے سپرد کرے جس کو ان کے معاملہ پر اقتدار حاصل ہو۔ اور اس کے نفع و نقصان پر قدرت رکھتا ہو۔ علماء کا قول: متوکل وہ ہے اگر اس کو سخت معاملہ پیش آئے تو وہ اس کو دور کرنے کیلئے اس چیز کو استعمال نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی ہو۔

قول جنیدؒ: توکل یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو جاؤ اور اس کے ماسوا سے مکمل اعراض کرلو۔ دونوں جہان میں تمہاری ضرورت اسی کی بارگاہ سے متعلق ہو۔

قراءت: فتوکل۔ مدنی اور شامی نے پڑھا اور فقل پر اس کا عطف کیا یا فلا تدع پر عطف ہے۔

۲۱۸: الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ (جو تمہیں دیکھتا ہے جس وقت آپ کھڑے ہوتے ہیں) تہجد ادا کرتے ہوئے۔

خصوصی رحمتیں:

۲۱۹: وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ (اور نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست و برخاست کو بھی دیکھتا ہے) تقلبك سے قبل یری محذوف ہے) الساجدین سے نمازی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول پر رحمتوں کا اندازہ تو کرو کہ رات کے دوران جو کچھ آپ کرتے ہیں تاکہ ان کے جانے بغیر ان کے احوال آپ کو معلوم ہوں اور ان کی عبادت کا علم ہو سکے اور آخرت کیلئے ان کے اعمال معلوم ہو سکیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اس وقت بھی تمہیں دیکھتے ہیں جب تم لوگوں کو جماعت کرانے کھڑے ہوتے ہو اور تقلب فی الساجدینؔ کا مطلب: اپنے قیام و رکوع اور سجود و قعود سے امامت کے دوران ان میں تصرف و تبدیلی۔

قولِ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ:

کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے سوال کیا کہ کیا جماعت کی نماز کا ذکر قرآن مجید میں ہے آپ نے فرمایا مجھے مستحضر نہیں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں۔ وہ ہر جھوٹے بدکردار پر اترتے ہیں، جو کان لگا کر سنتے ہیں

وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ

اور اکثر ان میں جھوٹ بولنے والے ہیں۔ اور شاعروں کے پیچھے گمراہ لوگ چلا کرتے ہیں، اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں

يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

حیران پھرا کرتے ہیں اور وہ لوگ وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے

وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ

اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا، اور مظلوم ہونے کے بعد انہوں نے بدلہ لیا، اور جن لوگوں نے ظلم کیا وہ عنقریب جان لیں گے

مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

کہ وہ کیسی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔

عبادت کی مشقت آسان کر دی:

۲۲۰: اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ (بیشک وہ ہر بات کو سننے والا) جو تم کہتے ہو الْعَلِيْمُ (اور ہر بات کو جاننے والا ہے) جس کی تم نیت کرتے ہو اور جس پر عمل کرتے ہو۔ اس میں عبادات کی مشقتیں آپ پر آسان کر دی۔ وہ اس طرح کہ آپ کو خبر دی کہ آپ ہماری نگاہ میں ہیں۔ اب اس پر کیا مشقت ہوگی جو یہ جانتا ہو کہ میرا مولا مجھے دیکھ رہا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ کہا جائے بعینی **مايتحمل لمتحملون من اجلى** میری خاطر جو برداشت کرنے والے برداشت کرتے ہیں وہ میری نگاہ میں ہے۔

۲۲۱: مشرکین کی بات کے جواب میں اتری کہ شیاطین محمد ﷺ پر القاء کرتے ہیں۔ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ (کیا میں تمہیں بتلاؤں) کیا اے مشرکو! میں تمہیں بتلاؤں۔ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ (کہ شیاطین کس شخص پر اترتے ہیں) پھر خبردار کرتے ہوئے فرمایا۔

۲۲۲: تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ (وہ ہر کذاب پر اترتے ہیں)۔ اَثِيْمٍ (گناہ گار پر) گناہوں کے مرتکب اور وہ کاہن، متنبی جیسے سطیح مسیلمہ وغیرہ۔ اور حضرت محمد ﷺ تو کذابین کی تردید و مذمت کرتے ہیں پس ان پر شیاطین کے نزول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۲۳: يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ (وہ ان کی طرف کانوں کو لگاتے ہیں) وہ شیاطین ہیں۔ شیاطین رجم سے قبل ملأ اعلیٰ کی طرف کان لگاتے اور ان کی بعض باتوں کو اچک لیتے ہیں جس سے ان کو غیب کی کسی بات کی ان کو اطلاع ہو جاتی۔ پھر وہ اپنے دوست شیاطین کے کانوں میں ڈال دیتے۔

نحو: یلقون یہ حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے تنزل ملقین السمع نمبر ۲۔ کل افاک کی یہ صفت ہے کیونکہ یہ جمع کے معنی میں

ہے پس یہ محل جر میں ہوگا۔ نمبر۳۔ جملہ مستانفہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں گویا اس طرح فرمایا لم تنزل علی الافاکین؟ یہ افاکین پر نہیں اترا۔ پھر کہا گیا وہ ایسا ایسا کرتے ہیں۔ وَاَکْثَرُهُمْ کٰذِبُوْنَ (ان کی اکثریت جھوٹ بولتی ہے) اس میں جو کہ ان کی طرف خفیہ اشارہ کرتے ہیں کیونکہ ان کو وہ بات سناتے ہیں جو انہوں نے سنی نہیں ہوتی (اس لئے اس کا جو چاہتے ہیں مطلب بنا لیتے ہیں)۔

ایک قول یہ ہے وہ اپنے اولیاء کے کانوں میں وہ بات ڈالتے ہیں جو کہ انہوں نے ملائکہ سے سنی ہوتی ہے۔ ایک اور قول افتراء پرداز اور جھوٹے شیاطین کی طرف کانوں کو لگاتے ہیں۔ اور ان کے شیطانی اشارے وصول کرتے ہیں۔

قولِ دیگر:

شیاطین سے سنی ہوئی بات لوگوں کے کانوں میں ڈالتے ہیں اور افتراء پرداز جھوٹے ہیں وہ شیاطین کے ذمہ وہ جھوٹی باتیں لگاتے ہیں جو شیاطین نے ان کو نہیں کہی ہوتیں۔

الافاک جو کثرت سے بہتان بازی کرے مگر یہ بات اس پر دلالت نہیں کرتی کہ وہ افک کے علاوہ بات کرتے ہی نہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ افتراء پرداز بہت سچ بولتے ہیں ان باتوں میں جو جنات سے وہ نقل کرتے ہیں اور ان کی اکثریت جنات پر افتراء باندھنے والی ہوتی ہے۔

قول حسنؒ: تمام متفری ہیں۔

جدا بیان کی حکمت:

لتنزیل رب العالمین اور وما تنزلت به الشاطین اور هل انبئکم علی من تنزل الشاطین ان کو الگ الگ ذکر کیا حالانکہ یہ ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں کیونکہ جب ان کے درمیان ایسی آیات سے فاصلہ کر دیا جو ان کے ساتھ مضمون میں نہیں ملتیں پھر بار بار ان کی طرف رجوع کیا تو اس سے یہ بات خود ثابت ہوئی کہ ان آیات کی طرف خصوصی توجہ ہے اس کی مثال اس طرح ہے کہ جب تم کوئی بات بیان کرو اور تمہارے دل میں کسی چیز کا خصوصی اہتمام ہو تو تم اس کا بار بار تذکرہ کرو گے اور اس بات کی طرف لوٹنا بالکل ترک نہ کرو گے۔

شعراء کے پیروکار گمراہ:

۲۲۴: یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو شعر کہتے اور ادھر اپنی زبان سے یہ بڑ مارتے ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جیسے محمد ﷺ کہتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کے پیرو گمراہ قسم کے لوگ تھے جو ان کے اشعار سنتے۔ وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (شعراء کی اتباع تو بے راہ لوگ چلتے ہیں)۔

نحو: الشعراء مبتداء اور یتبعهم الغاون اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شعراء کی اتباع ان کے باطل ان کے کذب پر کلام، اور اعراض کو پھاڑنے، انسانوں کی عیب جوئی کرنے، اور ان کی تعریف کرنے جو تعریف کے مستحق نہیں اور ہجو گوئی میں بے راہ رو

لوگ کرتے ہیں سفہاء اور خود پرست اس کو خوب قرار دیتے ہیں۔ نمبر۲۔ شیاطین اس کو پسند کرتے ہیں نمبر۳۔ مشرکین اس کو پسند کرتے ہیں۔

قولِ زجاج: جب کوئی شاعر مدح یا مذمت ناممکن چیز کی کرے اور اس کو لوگ پسند کر کے اس کی اتباع کریں تو وہ غاوٗن میں شامل ہیں۔

قراءت: یَتْبَعُهُم نافع نے پڑھا ہے۔

۲۲۵: اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ (کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ ہر وادی میں) کلام کی وادی مراد ہے۔ یَّهِیْمُوْنَ (سرگرداں پھرتے ہیں)۔

نحو: یہ اَنَّ کی خبر ہے وہ کذب کے ہر فن میں فرماتے اور بات بناتے ہیں۔ نمبر۲۔ ہر لغو و باطل میں گھسے پھرتے ہیں۔ الھائم جو بلا مقصد جدھر منہ آئے چل دے۔ یہ درحقیقت تمثیل ہے کہ وہ کلام کی ہر گھاٹی میں جاتے ہیں اور لوگوں میں سے سب سے بڑے بزدل کو عنترہ (جاہلیت کے زمانہ کا مشہور بہادر ہے) سے بڑا بہادر اور ابخل الناس کو حاتم سے بڑا سخی قرار دیتے ہیں۔

۲۲۶: فرزدق کا قول ہے سلیمان بن عبدالملک نے میرا یہ شعر سنا ۔

فَبِتْنَ بجانبیَّ مُصرَّعاتٍ ☆ وبِتُّ اَفُضُّ اغلاقَ الختامِ

تو سلیمان نے کہا تم پر حد لازم آتی ہے فرزدق کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے حد مجھ سے یہ فرما کر ہٹالی۔ اور آیت پڑھی وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ (اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے کذب اور وعدہ خلافی کو ذکر فرمایا۔

۲۲۷: پھر مؤمن صالح شعراء کو مستثنیٰ فرمایا۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمالِ صالحہ کے) جیسے عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت، کعب بن زہیر، کعب بن مالکؓ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے ہیں) یعنی ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن ان پر شعر سے زیادہ غالب ہے۔ اور جب کبھی وہ کوئی شعر کہتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ثناء اور حکمت و موعظمت، زہد، ادب اور مدح رسول ﷺ اور مدح صحابہ وصلحائے امت پر کہتے ہیں اور اسی طرح کے اور موضوعات جن پر کلام گناہ نہیں ہے۔

قولِ ابوزید:

ذکر کثیر گنتی اور تعداد کے شمار کرنے سے نہیں جبکہ اس کے ساتھ غفلت ہو بلکہ حضور قلب سے میسر آتا ہے۔

وَّانْتَصَرُوْا (اور انہوں نے انتقام لیا) اور کفار کی ہجو کی مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا (اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا) ان کی ھجو کہی گئی۔ یعنی انہوں نے ہجائے رسول ﷺ اور ہجائے مسلمین کی تردید و جواب میں ہجو کہی۔ اور ہجو کا وہ آدمی سب سے زیادہ مستحق ہے جو رسول اللہ ﷺ کی تکذیب بھی کرے اور آپ کی ہجو بھی کرے۔

قول کعب بن مالکؓ کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ان کی ہجو کرو۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان

ہے وہ ہجو کفار کیلئے تیر اندازی سے زیادہ گراں ہے (عبدالرازق وابن سعد) آپ حسان رضی اللہ کو فرماتے قل و روح القدس معک تم کفار کے متعلق اشعار کہو اور روح القدس تمہارے ساتھ معاون ہیں۔

اختتام سورت:

سورت کا اختتام اس انداز سے فرمایا جو تدبر کرنے والوں کے جگر کو کھائے جا رہا ہے اور وہ یہ ارشاد ہے۔ وَسَيَعْلَمُ (اور عنقریب جان لیں گے) اس میں انتہائی بلیغ وعید فرمائی گئی ہے۔ اور یہ ارشاد الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا (وہ لوگ جو ظالم ہیں) اور ظلموا کو مطلقاً لائے اور یہ ارشاد ہے۔ اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (کہ ان کو کیسی جگہ لوٹ کر جانا ہے) یہاں ابہام کے انداز میں عظیم ہولناکی کا اظہار ہے۔ عمل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اپنا جانشین بنایا تو یہ آیت لکھی اور سلف صالحین اس کو بطور وعظ ایک دوسرے کو سناتے۔

قول ابن عطاء: عنقریب ہم میں سے اعراض کرنے والا جان لے گا کہ کونسی چیز ہم سے رہ گئی ہے۔

ای یہ ینقلبون کا مصدر ہونے کی حیثیت سے منصوب ہے یہ سیعلم کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ اسمائے استفہام ماقبل پر عمل نہیں کر سکتے تقدیر اس طرح ہے ینقلبون ای انقلاب وہ پلٹیں گے کونسا پلٹنا۔ واللہ اعلم

تمت ترجمة سورة الشعراء ليلة الجمعة ۴ ذو القعدہ ۱۴۲۳ھ ۱۷ جنوری ۲۰۰۳ء الحمد للہ اولاً و اخراً

سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ نمل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ ۝۱ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ ۝۲

طٰسٓ یہ آیات ہیں قرآن کی، اور واضح طور پر بیان کرنے والی کتاب کی، اور روشنی ہیں اہل ایمان کے لئے

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۳ اِنَّ

جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، بلاشبہ

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے اعمال کو مزین کر دیا۔ سو یہ لوگ بھٹکتے پھرتے ہیں، یہ وہ

الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۵ وَاِنَّكَ

لوگ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے، اور یہ لوگ آخرت میں بہت زیادہ خسارے میں ہوں گے، اور بالیقین آپ کو

لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝۶

حکمت والے علم والے کی طرف سے قرآن دیا جا رہا ہے۔

الثلاثة

۱: طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (طٰس۔ یہ قرآن اور کتاب مبین کی آیات ہیں۔ وہ ایمان والوں کیلئے ہدایت وبشارت ہے)۔

کتاب مبین ای آیات کتاب مبین۔ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔ تِلْكَ سے سورت کی آیات کی طرف اشارہ ہے اور کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔

مبین کا معنی:

مبین کا معنی نمبرا۔ ابانت وظہور ہے اور اس کے ظہور کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ ہونے والا اس میں ظاہر کر دیا گیا اس میں دیکھنے والوں کے لئے قرآن کی آیات واضح ہیں۔

نمبر۲۔ کتاب مبین سے قرآن مجید مراد ہے اور اس کے ابانت کا مطلب یہ ہے کہ جو حکمتیں اور علوم اس میں بیان کیے گئے یہ ان کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ اس صورت میں عطف صفۃ علی الصفۃ الاخری کی قسم سے ہوگا۔ مثلاً هذا فعل السخی و الجواد۔

وجہ تنکیر:

کتاب کو نکرہ تفخیم شان کے لئے لایا گیا ہے۔

ایک قول:

یہاں کتاب کو نکرہ اور سورۃ الحجر میں معرفہ لائے۔ اور یہاں قرآن کو معرفہ اور وہاں نکرہ لایا گیا۔ کیونکہ القرآن اور الکتاب دونوں اسم علم ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منزل شدہ وحی متلو کو کہتے ہیں اور اس کے وصف ہیں اس لئے کہ وہ کتاب پڑھی اور لکھی جاتی ہے۔ پس اس حیثیت سے بطور علم معرفہ لائے اور اس حیثیت سے کہ یہ اسی کی صفتیں ہیں تو صفت کا لحاظ کر کے نکرہ لائے۔

۲: هُدًى وَّبُشْرٰى (وہ ہدایت و بشارت ہے)۔ آیات سے حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہیں۔ مطلب یہ ہوا یہ آیات راہنمائی کرنے والی اور بشارت دینے والی ہیں۔ ان میں عامل وہی ہے جو تلک کا عامل ہے۔ یعنی نمبرا۔ اشارہ کا معنی۔ نمبر۲۔ مجرور ہے اس طور پر کہ یہ کتاب سے بدل ہے۔ نمبر۳۔ کتاب کی صفت ہونے کی بناء پر مجرور ہے۔ نمبر۴۔ مرفوع ہیں ان کا مبتدأ محذوف ہے هدًی و بشری۔ نمبر۵۔ آیات کا بدل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ نمبر۶۔ تلک کی دوسری خبر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے تلك آیات وهادية من الضلالة و مبشرة بالجنة۔ وہ آیات ہیں اور وہ گمراہی سے ہدایت بخشنے والی اور جنت کی خوشخبری والی ہیں۔

ایک قول:

هدی لجميع الخلق و بشرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ خاصة۔ یہ تمام مخلوق کے لئے ہدایت اور مؤمن کے لئے خصوصاً خوشخبری دینے والی ہیں۔

تکرارِ ضمیر کا فائدہ:

۳: اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (جو نماز قائم کرتے ہیں) اس کے فرائض وسنن پر مداومت اختیار کرنے والے ہیں۔ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (اور وہ زکوۃ ادا کرتے ہیں) اپنے اموال کی زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (اور وہی آخرت پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں)۔ یہ نمبرا۔ الذین کے صلات میں سے صلہ ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے پہلے صلہ پورا ہو جائے اور یہ نمبر۲۔ جملہ معترضہ ہو۔ گویا اس طرح فرمایا۔ هؤلاء الذين يؤمنون ويعملون الصالحات من اقامة الصلاة وايتاء الزكاة هم الموقنون بالآخرة۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ کئے جیسے اقامت صلوۃ اور ایتائے زکوۃ کرتے رہے وہ آخرت پر یقین رکھنے والے ہیں اور اس پر دلالت موجود ہے۔ جملہ اسمیہ لایا گیا اور اس میں ھم مبتدأ کو تکرار کے ساتھ

لائے۔ یہاں تک کہ اس کا معنی اس طرح بن گیا۔ اگر آخرت پر کسی کو یقین ہے تو وہ یہی لوگ ہیں جو ایمان و عمل صالح کو جمع کرنے والے ہیں۔ کیونکہ انجام کا خوف ان کو مشقتیں اٹھانے کیلئے آمادہ کرتا ہے۔

۴: اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ (بیشک وہ لوگ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ان کے اعمال کو مزین کر دیا)۔ ان میں شہوت پیدا کر کے یہاں تک کہ وہ اس کو اچھا سمجھنے لگے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔ افمن زین له سوء عمله فراٰه حسنا [فاطر:۸]

فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ (پس وہ سرگرداں و حیران ہیں) اپنی گمراہی میں متردد ہیں۔ جیسا کہ راستہ سے گم گشتہ شخص کا حال ہوتا ہے۔

۵: اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ: (یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے)۔ قتل و قید کا جو بدر کے دن پیش آ گیا۔ اس لئے کہ ان کے اعمال برے تھے۔

وَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ (اور یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہیں)۔ وہ خسارے میں تمام لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ ایمان لے آتے تو تمام امتوں پر گواہ بنتے۔ پس ان کو یہ نقصان بھی ہوا اور نقصانِ نجات اور نقصانِ ثواب اللہ تو اس سے زائد ہے۔

تمہیدی آیت:

۶: وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ (اور بیشک آپ کو قرآن دیا جا رہا ہے)۔ تا کہ آپ اس کو لیں اور حاصل کریں۔ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ (حکمت والی علم والی ذات کی طرف سے) کتنے بڑے علیم اور کتنے بڑے حکیم کی طرف سے۔ اور یہ معنی ان دونوں کے نکرہ لانے سے ہے۔ یہ آیت بعد والے واقعات کے لئے بطور تمہید لائی گئی ہے اور ان میں جو اللہ تعالیٰ کی لطیف حکمتیں اور علمی نکات ہیں ان کے لئے ابتدائیہ ہے۔

إِذْ قَالَ مُوسٰى لِأَهْلِهٖٓ إِنِّيٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۖ سَاٰتِيكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ اٰتِيكُمْ بِشِهَابٍ

جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ بلاشبہ مجھے آگ نظر آئی ہے میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لاتا ہوں، یا تمہارے پاس آگ کا ایک شعلہ کسی

قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ⑦ فَلَمَّا جَآءَهَا نُودِيَ أَنْۢ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا

لکڑی میں جلتا ہوا لاتا ہوں تا کہ تم تاپ لو۔ سو جب وہ وہاں آئے تو آواز دی گئی کہ وہ شخص مبارک ہے جو آگ میں ہے اور وہ بھی مبارک ہیں جو اس کے اردگرد ہیں،

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ⑧ يٰمُوسٰىٓ إِنَّهٗٓ أَنَا اللّٰهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑨ وَأَلْقِ عَصَاكَ ۚ

اور اللہ پاک ہے جو رب العالمین ہے۔ اے موسیٰ بے شک بات یہ ہے کہ میں اللہ ہوں عزیز ہوں حکیم ہوں، اور تم اپنی لاٹھی کو ڈالدو،

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يٰمُوسٰى لَا تَخَفْ إِنِّي

سو جب اس لاٹھی کو دیکھا کہ وہ اس طرح حرکت کر رہی ہے جیسے سانپ ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر لوٹے اور مڑ کر بھی پیچھے نہ دیکھا، اے موسیٰ تم نہ ڈرو، بلاشبہ

لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ⑩ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوٓءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ

میرے حضور میں پیغمبر نہیں ڈرتے، مگر جس نے ظلم کیا پھر اس نے گناہ کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا تو میں مغفرت کرنے والا ہوں

رَّحِيمٌ ⑪ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوٓءٍ ۖ فِي تِسْعِ اٰيٰتٍ

رحمت والا ہوں، اور اے موسیٰ تم اپنا ہاتھ گریبان میں داخل کرو وہ بلا کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا۔ یہ دونوں چیزیں ان نو معجزات میں سے ہیں

إِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فٰسِقِينَ ⑫ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً

جنہیں لیکر تمہیں فرعون کی طرف جانا ہے بلاشبہ وہ لوگ نافرمان ہیں۔ سو جب ان کے پاس ہمارے معجزات پہنچے جو واضح تھے

قَالُوا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ⑬ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۚ

تو کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔ اور انہوں نے ظلم اور تکبر کی راہ سے ان کا انکار کیا حالانکہ ان کے نفسوں نے یقین کر لیا تھا،

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ⑭

سو دیکھو فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا،

واقعہ موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر واپسی:

۷: إِذْ قَالَ مُوسٰى لِأَهْلِهٖ (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو کہا)۔ اذ۔ اذکر کی وجہ سے منصوب ہے گویا اس طرح فرمایا لو! اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمت وعلم کے آثار سے یہ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اَهْله سے ان کی زوجہ محترمہ

مراد ہیں اوران کے ساتھ جو مدین سے مصر واپسی میں ان کے ساتھ تھے۔ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ (بیشک میں نے آگ دیکھی ہے۔ میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر ضرور لاؤنگا)۔ جو راستہ کے حالات سے متعلق ہو کیونکہ آپ راستہ بھول گئے تھے۔

اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ (یا تمہارے پاس کوئی بھڑکتی آگ کا شعلہ لے کرآؤں گا)۔ قراءت: کوفی قراء نے شہاب کو تنوین سے پڑھا ہے۔ شہاب روشن شعلے کو کہتے ہیں۔ قبس۔ چنگاری۔ قبس یہ بدل ہے یا صفت ہے۔ دیگر قراء نے بشہاب قبس۔ اضافت سے پڑھا ہے۔ کیونکہ شہاب کی دو قسمیں ہیں قبس اور غیر قبس۔

ایک نکتہ:

یہاں ساتیکم اور القصص۔ ۲۹ میں لعلی اتیکم ہے ان دونوں میں کوئی منافات نہیں۔ ایک سے رجاء اور دوسرے سے تیقن ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ جب امید پختہ ہو جائے تو یوں کہا جاتا ہے۔ سافعل کذا و سیکون کذا۔ اگر چہ اس میں ناکامی کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ سین تسویف لا کر آپ نے اپنے اہل سے آگ لانے کا وعدہ فرمایا' خواہ اس میں آہستگی ہو یا فاصلہ زیادہ ہو۔

لفظ اَوْ کا فائدہ:

اَوْ اس لئے لائے کہ یہ ظاہر ہو کہ اگر وہ اپنی کامل ضرورت نہ پا سکے تو کم از کم ایک سے محروم نہ ہونگے۔ خواہ راستہ کی راہ نمائی خواہ آگ کی چنگاری اور ان کو معلوم نہ تھا کہ اس آگ پر تو ان کی دو حاجتیں مکمل پوری ہو جائیں گی۔ وہ دنیا کی عزت اور آخرت کا شرف۔

مَسْئَلَه: ان دونوں سورتوں میں ایک قصہ کو مختلف الفاظ سے لانا اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث بالمعنی نقل کرنا بھی درست ہے۔ اسی طرح فارسی میں نماز کا جواز (یہ مرجوح قول ہے) اور نکاح اور تزویج کے الفاظ کے بغیر جواز نکاح۔

لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ (تاکہ تم تاپ لو)۔ آگ سے اس سردی کو دور کرلو جو تمہیں پہنچ چکی ہے۔ تصطلون میں طاء یہ تائے افتعل کے بدلہ میں صاد کی وجہ سے آئی ہے۔

نری برکت:

۸: فَلَمَّا جَآءَهَا (پس جب وہ آگ کے پاس پہنچے)۔ ھا سے مراد وہ آگ ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تھی۔ نُوْدِیَ (موسیٰ کو آواز دی گئی)۔ اَنْۢ بُوْرِكَ (کہ اس پر برکت ہے)۔ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا (جو آگ میں ہیں اور اسکے ارد گرد ہیں)

نَحْو: ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ نودی موسٰی بانه بورك۔ موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی گئی اس لئے کہ ان کو برکت دی گئی۔ اس میں ضمیر شان کی ہے۔ اور یہ ضمیر بلا عوض بھی لانی درست ہے۔ اگر چہ زمخشری اس کو نہیں مانتے دلیل یہ ہے کہ بورك دعا ہے۔ دعا کے احکام دیگر نحوی قوانین سے بہت مختلف ہیں۔ نمبر ۲۔ اَن مفسرہ ہے کیونکہ نداء میں قول کا معنی پایا جاتا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے قیل له بورك ای قدس یاجعل البركة والخیر فی من فی النار ومن حولها ای بورك من فی

مکان النار وھم الملائکۃ ومن حول مکان لھا ای موسٰی ان کو کہا گیا۔ بورک یعنی مقدس بنا دیا گیا۔ یا برکت وخیران میں رکھ دی گئی جو آگ میں اور جو اس کے اردگرد ہیں یعنی جو آگ کی جگہ میں ہیں ان کو برکت دی گئی اور وہ ملائکہ ہیں اور ان کو برکت دی گئی جو آگ کی جگہ کے گرد ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام اس لئے کہ اس جگہ میں ایک دینی معاملہ پیش آیا اور وہ موسیٰ سے اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا ہے۔ اور ان کا نبوت ملنا اور معجزات کا ظاہر ہونا۔

وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ پاک ہے جو رب العالمین ہیں)۔ یہ بھی اس نداء میں سے ہے۔ اس میں ذات باری تعالیٰ نے اپنے کو تشبہ وغیرہ جو اس کی ذات کے لائق نہیں ہے منزہ قرار دیا۔ تا کہ درخت' آگ' نداء سے کوئی تشبہ و حول نہ نکال سکے۔

۹: یٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (اے موسیٰ حقیقت یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں جو غالب اور حکمت والا ہے) انہ میں ضمیر شان ہے۔ اَنَا اللّٰهُ۔ مبتدا و خبر ہیں۔ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۔ یہ دونوں خبر کی صفات ہیں یا ضمیر اس طرف لوٹتی ہے جس پر ماقبل کی دلالت ہے یعنی اَن مکلمك انا اور اللہ یہ انا کا بیان ہے۔ العزیز الحکیم۔ اور یہ مبین کی صفات ہیں۔ یہ ان معجزات کی تمہید ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر کیے جانے والے تھے۔

۱۰: وَ اَلْقِ عَصَاكَ (اور تم اپنی لاٹھی پھینک دو)۔ تا کہ تمہیں اپنی نبوت کا معجزہ معلوم ہو اور تو اس سے مانوس ہو جائے۔ اس کا عطف بورك پر ہے۔ کیونکہ معنی اس طرح ہے۔ نودی ان بورك من فی النار و ان الق عصاك۔ یہ دونوں نودی کی تفسیر ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کو کہا گیا برکت دی گئی اس کو جو آگ میں ہے اور ان کو کہا گیا۔ تم اپنی لاٹھی ڈال دو۔ اس پر دلالت کے لئے سورۃ قصص کی یہ آیت و ان الق عصاك القصص۔ ۳۱۔ جو کہ ان یا موسٰی انی انا اللہ کے بعد حرف تفسیر کو دوبارہ لا کر ذکر کی گئی۔

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ (جب اس کو حرکت کرتے دیکھا)۔ تھتز : یہ رآھا کی ھا سے حال ہے۔ كَاَنَّهَا جَآنٌّ۔ (گویا وہ ہلکا پھلکا سانپ ہے)۔ چھوٹا سانپ۔ تھتز : تھتز کی ضمیر سے حال ہے۔ وَّلّٰى (موسیٰ علیہ السلام مڑے)۔ مُدْبِرًا (اس سے پیٹھ پھیر کر) اور اس کو پشت کی جانب خوف کی وجہ سے کر دیا کہ کہیں وہ حملہ آور نہ ہو۔ وَّلَمْ یُعَقِّبْ (اور متوجہ بھی نہ ہوئے)۔ یا نہ لوٹے اہل عرب کہتے ہیں قد عقب فلان۔ جبکہ وہ لوٹ کر لڑنا شروع کر دے۔ اس کے بعد کہ وہ پیٹھ پھیر کر جا چکا تھا۔ پس ان کو آواز دی گئی۔

یٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ (اے موسیٰ ڈرو نہیں میرے ہاں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے)۔ میرے مخاطبت کے وقت پیغمبر میری بارگاہ میں ڈرا نہیں کرتے۔ یا نمبر۲۔ میرے ہاں پیغمبر دوسروں سے ڈرا نہیں کرتے۔ موسیٰ علیہ السلام کو جو خوف پیدا ہوا وہ طبعی تھا اور ممانعت خوف عقلی کی ہے۔

۱۱: اِلَّا مَنْ ظَلَمَ (مگر وہ جس سے قصور ہوا) لیکن جس نے قصور کیا دوسروں میں سے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام ظلم نہیں کرتے۔ نمبر۲۔ لیکن جس نے قصور کیا ان میں سے۔ مرسلین میں سے جس سے لغزش ہو گئی۔ جو اس کے مرتبہ عالی کے مناسب نہ تھی۔ اگر چہ

وہ فی نفسہ درست ہو۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام سے جلد بازی اور یونس ' سلیمان ' داؤد علیہم السلام سے جلدی ہوئی۔ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا (پھر اس نے اس کو اچھائی سے بدل لیا) یعنی توبہ کر لی۔ بَعْدَ سُوْٓءٍ (لغزش کے بعد)۔ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پس بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں)۔ اس کی توبہ کو قبول کرتا اور لغزش کو بخش دیتا اور اس پر رحم کرتا ہوں اور اس کی امید کو پورا کر دیتا ہوں۔ گویا یہ موسیٰ علیہ السلام کے قول پر تعریض ہے جبکہ قبطی ان کے مکہ سے مر گیا ہے۔

جیسا دوسری جگہ فرمایا: رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی فغفرلہ۔ القصص ۔۱۶۔

۱۲: وَاَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ (اپنے ہاتھ کو اپنی قمیص کے اندر داخل کرو)۔ اور اس کو نکالو۔ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ (وہ سفید ہو کر نکلے گا)۔ اس کی چمک نور آفتاب پر غالب آ جائے گی۔ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ (بغیر کسی خرابی کے)۔ برص وغیرہ کی۔

نحو: بیضاء اور مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ دونوں حال ہیں۔ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ (نو معجزات میں ہیں)۔ نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور فی کا تعلق محذوف کے ساتھ۔ ای اذھب فی تسع آیات۔ نمبر۲۔ والق عصاك وادخل یدك فی جملة تسع آیات۔ القائے عصا اور ید بیضاء دونوں من جملہ ۹ آیات سے ہیں۔

اِلٰی فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ (فرعون اور اس کی قوم کی طرف)۔ الی کا تعلق مرسلاً محذوف سے ہے ای مرسلاً الی فرعون الایة۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ (بلاشبہ وہ فاسق قوم تھی)۔ فاسق کا معنی یہاں کفر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلنا ہے۔

واضح آیات:

۱۳: فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا (جب ان کے پاس ہماری آیات آ چکیں)۔ آیات سے معجزات مراد ہیں۔ مُبْصِرَةً (کھلم کھلا)۔ یہ حال ہے۔ یعنی ظاہر و واضح ۔ نمبر۱۔ آیات کے لئے یہاں ابصار کا لفظ لائے۔ حالانکہ حقیقت میں آیات تو غور و فکر کرنے والوں کے لئے ہیں۔ کیونکہ نظر و فکر میں وہ آیات ان سے ملابست رکھنے والی ہیں۔

نمبر۲۔ ان آیات کو اس طرح قرار دیا گیا گویا وہ دیکھی جاتی ہیں پس ان سے راہ مل جاتی ہے۔ کیونکہ اندھا راہ پانے پر قدرت نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ دوسرے کی راہنمائی کرے۔ عرب کا یہ قول اسی قسم میں سے ہے۔ کلمۃ عوراء۔ کیونکہ اچھی بات راہنمائی کرتی ہے اور بری گمراہ کرتی ہے۔ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (وہ کہنے لگے یہ کھلا جادو ہے)۔ مبین کا مطلب یہ ہے غور کرنے والے کے لئے ظاہر ہے۔ آیت میں المبصرۃ اور المبین میں مقابلہ کیا گیا ہے۔

۱۴: وَجَحَدُوْا بِهَا (انہوں نے ان آیات کا انکار کر دیا)۔ ایک قول: یہ ہے کہ جحود تو جاحد کے علم سے ہوتا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ جحود انکار کو کہتے ہیں۔ اور بعض اوقات اشیاء کا انکار اس سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہوتا ہے اور کبھی پہچان کے بعد ضد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (کذا فی شرح التاویلات) الدیوان کتاب میں مذکور ہے۔ کہا جاتا ہے جحد حقهٗ وبحقهٖ ایک ہی معنی میں ہیں۔ وَاسْتَیْقَنَتْهَآ (اور یقین کر چکے تھے)۔ واو حالیہ ہے۔ اور اس کے بعد قد مضمر ہے۔ استیقان ایقان سے زیادہ بلیغ ہے۔ اَنْفُسُهُمْ (انکے دل) یعنی زبانوں سے تو انہوں نے انکار کیا مگر انکے ضمیر و دل ان آیات پر یقین کر چکے تھے۔ ظُلْمًا (ظلم کے طور پر)۔ نحو: یہ جحدوا کی ضمیر سے حال ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات پر دل سے یقین کر لے مگر

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ

اور البتہ تحقیق ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا، اور ان دونوں نے کہا کہ اللہ کے لئے سب تعریف ہے جس نے ہمیں اپنے مومن بندوں میں سے

مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ

بہت سوں پر فضیلت دی ہے، اور سلیمان، داؤد کے وارث ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی

الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَىْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ

سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے، بلاشبہ یہ کھلا ہوا فضل ہے۔ اور سلیمان کے لئے ان کے لشکر جمع

جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٧﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ

کئے گئے جو جنات میں سے اور انسانوں میں سے اور پرندوں میں سے تھے، پھر انہیں روکا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں آئے

قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ

تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے رہنے کی جگہوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں کچل کے رکھ دیں

وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِىْۤ اَنْ اَشْكُرَ

اور انہیں خبر بھی نہ ہو، سو وہ چیونٹی کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور عرض کیا کہ اے میرے رب آپ مجھے اسی پر رکھئے کہ میں آپ کی نعمت کا

نِعْمَتَكَ الَّتِىْۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِىْ

شکر ادا کرتا رہوں جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جس سے آپ راضی ہوں، اور آپ مجھے اپنی رحمت سے

بِرَحْمَتِكَ فِىْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩﴾

اپنے نیک بندوں میں داخل رکھئے۔

انسان ان کو سحر قرار دیکر انکار کردے۔ وَّعُلُوًّا (اور تکبر کی بنا پر)۔ ایمان سے اپنے کو بلند قرار دیتے ہوئے تکبر اختیار کیا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (تم دیکھو تباہ کاروں کا انجام کیا ہوا)۔ دنیا میں غرق اور آخرت میں حرق۔

١٥: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا (اور ہم نے داؤد و سلیمان علیہما السلام کو یقیناً علم دیا)۔ یہاں آتینا اعطینا کے معنی میں ہے یعنی عطا کیا۔ علماً۔ نمبر۱۔ کچھ علم۔ نمبر۲۔ شاندار علم۔ اس سے مراد بہر صورت علم دین اور فیصلہ ہائے نبوت ہیں۔

وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ (دونوں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں

جس نے اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر ہمیں فضیلت دی)۔اور یہ آیت ہماری دلیل ہے معتزلہ کے خلاف اصلح للعباد کو چھوڑ نے ہیں۔یہاں محذوف ہے تا کہ واؤ کا عطف صحیح ہو جائے۔اگر محذوف نہ مانیں تو پھر فاء آنی چاہیے۔جیسا کہ اس قول میں اعطیتہ فشکر۔آیت میں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ آتینا هما علمًا فعملا به وعلماه وعرفا حق النعمة فيه وقالا الحمد لله الاية۔

ہم نے ان دونوں کو علم دیا پس انہوں نے عمل کیا اور اس کو سکھایا اور اللہ تعالیٰ کا حق اس میں جانا اور کہا الحمد للہ۔الخ۔کثیر سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جن کو علم نہیں ملا۔نمبر۲۔وہ لوگ مراد ہیں جن کو علم تو ملا مگر ان جیسا نہیں ملا اور اس میں یہ بات ہے کہ ان کو بہت سے لوگوں پر فضیلت دی گئی اور بہت سوں کو ان پر فضیلت دی۔

مَسْئَلَہ: یہ آیت دلیل ہے کہ علم بڑے مرتبہ والی چیز ہے اور علم والے مقدم و معتزز ہیں اور نعمت علم عظیم الشان انعام ہے اور جس کو یہ میسر ہو اس کو بہت سے بندوں پر فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف و منزلت میں اسی قرب کی وجہ سے ان کو ورثة الانبياء قرار دیا ہے۔کیونکہ انبیاء علیہم السلام جو پیغام دیکر بھیجے گئے یہ اس کو قائم رکھنے والے ہیں۔

اعترافِ نعمت:

مسئلہ نمبر۱: اس عظیم نعمت کا تقاضا ہے کہ وہ اس ملنے والے علم پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں اور عالم کے ذہن میں یہ بات ہو کہ اگر اس کو بہت سے بندوں پر فضیلت حاصل ہے تو اس پر بھی دوسروں کو فضیلت حاصل ہے۔فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول اس سلسلہ میں کتنا شاندار ہے۔

كل الناس افقه من عمر۔

۱۶: وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے)۔دوسرے بیٹوں کی بجائے ان کو نبوت و بادشاہت ملی۔داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے۔

قولِ علماء :

ان کو صرف والد کی طرح نبوت ملی تو گویا کہ یہ ان کے وارث بنے۔ورنہ نبوت وراثت میں نہیں ملتی۔

وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (سلیمان نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی)۔اس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ذکر کر کے مشہور کیا۔اور اس نعمت کے مرتبہ کا اعتراف کیا اور معجزہ کے تذکرہ سے لوگوں کو اس کی تصدیق کی طرف بلایا۔یہ معجزہ پرندوں کی بولی ہے۔المنطق۔ہر وہ آواز جو مفرد یا مرکب مفید و غیر مفید نکالی جائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی اسی طرح سمجھتے جیسے پرندے ایک دوسرے کی سمجھتے ہیں۔

نمونۂ گفتگو:

لطیفہ: روایت تفسیریہ میں ہے کہ نمبر۱۔فاختہ بولی تو آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے۔کاش یہ مخلوق پیدا نہ کی جاتی۔نمبر۲۔مور نے آواز

دی۔تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے۔جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔نمبر۳۔ہدہد نے آواز نکالی تو آپ نے فرمایا۔یہ کہتا ہے۔اے گناہ گار گناہوں کی معافی مانگو۔نمبر۴۔ابابیل بولی آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے۔بھلائی بھیجو اس کو پالو گے۔نمبر۵۔کبوتری چیخی۔آپ نے فرمایا یہ کہتی سبحان ربی الاعلیٰ اس کے آسمان بھر کر اور زمین بھر کر حقدار ہیں۔نمبر۶۔قمری بولی تو آپ نے فرمایا۔یہ کہتی سبحان ربی الاعلیٰ۔نمبر۷۔چیل چیخی تو آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے۔ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔نمبر۸۔کونج بول اٹھی تو آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے۔جو خاموش رہا وہ بچ گیا۔نمبر۹۔مرغ نے اذان دی تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے۔اے غافلو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔نمبر۱۰۔گدھ چیخا تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے اے ابن آدم تو زندہ رہ لے جتنا رہنا ہے تیرا انجام موت ہے۔نمبر:۱۱عقاب بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے۔لوگوں سے دوری میں مایوسی ہے۔نمبر:۱۲مینڈک ٹرایا تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے پاکیزگی والا میرا رب سبحان ہے۔

وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (اور ہمیں سب کچھ دیا گیا)۔اس سے مراد ان چیزوں کی کثرت بیان کرنا ہے جوان کو عنایت کی گئیں۔جیسا کہتے ہیں۔فلان یعلم کل شئی۔اوراس کی مثل یہ ارشاد ہے۔واوتیت من کل شئی۔النمل۔۲۳

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ (بیشک یہ البتہ کھلا ہوا فضل ہے)۔یہ بات بطور شکر کہی۔جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا سید ولد آدم ولا فخر۔(رواہ الحاکم) یعنی میں یہ قول بطور شکر کہتا ہوں۔بطور فخر نہیں کہتا۔علمنا و اوتینا یہ نون واحد ہی کا ہے جو مطاوعت کے طور پر لایا گیا۔آپ نے اپنے شاہانہ انداز میں اپنے اہل طاعت و رعایا کی حالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے۔اس میں تکبر کا کوئی دخل نہیں۔

(مجہول کے صیغے لا کر اشارہ کر دیا۔دینے والے اور سکھانے والے کا کمال ہے۔مترجم)

لشکر سلیمان علیہ السلام:

۱۷۔وَحُشِرَ (اور جمع کیے گئے)۔لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ (سلیمان کے لشکر جن میں جن وانس و پرند شامل تھے)۔روایت تفسیر یہ میں ہے۔آپ کا معسکر و چھاونی ۱۰۰×۱۰۰ فرسخ تھا۔ان میں ۲۵ فرسخ جنات کے لئے' ۲۵ انسانوں اور ۲۵ پرندوں کے لئے تھے۔جبکہ پچیس وحشی جانوروں کے لئے تھے۔اور آپ کے لکڑی پر بنے ہوئے شیشے کے ایک ہزار مکانات تھے۔ان میں تین سو آپ کے حرم اور سات سو لونڈیاں تھیں۔اور جنات نے آپ کے لئے سونے اور ابریشم کا قالین ایک مربع فرسخ میں تیار کیا۔آپ کا منبر درمیان میں رکھا جاتا۔یہ منبر سونے چاندی کا بنا تھا۔جب آپ تشریف فرما ہوتے۔تو چھ ہزار کرسیاں سونے چاندی کی آپ کے اردگرد رکھی جاتیں۔انبیاء سنہری کرسیوں پر اور علماء فضی کرسیوں پر بیٹھتے تھے۔اور ان کے گرد لوگوں کا مجمع ہوتا اور لوگوں کے گرد شیاطین و جنات بیٹھتے۔اور پرندے اپنے پروں سے ان پر سایہ کرتے۔تاکہ دھوپ نہ لگے۔آپ تیز ہوا کو اس کے اٹھانے کا حکم دیتے اور نرم ہوا کو اس کے چلانے کا ارشاد فرماتے۔جب آسمانوں و زمین کے مابین آپ چلے جا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔میں نے تمہاری مملکت میں اضافہ کر دیا۔کوئی چیز جو کلام کرے گی۔اللہ تعالیٰ اس کو بذریعہ ہوا تمہارے پاس ڈال دے گا۔

حکایت میں ہے کہ: آپ کا گزر کسانوں کے پاس سے ہوا تو وہ کہنے لگے آل داؤد کو بہت بڑی مملکت ملی ہے۔ ہوا نے یہ بات آپ کے کانوں میں پہنچائی۔ آپ تخت سے اتر کر کسانوں کی طرف چل دیئے۔ اور فرمایا میں تمہارے پاس چل کر آیا تا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز نہ مانگ لو جس کی طاقت نہ ہو۔ پھر فرمایا۔ آل داؤد کو جو سلطنت ملی ہے۔ ایک بار اللہ تعالیٰ کی تسبیح جن کو اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اس سے افضل ہے۔

فَهُمْ يُوزَعُونَ (ان کو روکا جاتا تھا)۔ ان کے پہلوں کو پچھلوں کے ساتھ ملانے کے لئے روکا جاتا تھا۔ پس وہ مجتمع ہو کر چلتے اور یہ لشکر کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے۔

الوزع۔ وزع روکنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ مایزع السلطان اکثر مما یزع القرآن۔ جتنا بادشاہ لوگوں سے برائی روکتا ہے وہ اس سے زیادہ ہے جتنا لوگ قرآن سے رکتے ہیں۔

آیت ۱۸: حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ (یہاں تک کہ ان کا گزر ایک چیونٹیوں کی وادی سے ہوا)۔ یہ شام کی وادی ہے جہاں چیونٹیاں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اتی کا فعل علی سے متعدی کیا گیا ہے کیونکہ آپ کا گزر تو تخت پر ہوا تھا۔ اسی لئے استعلاء کا حرف لایا گیا۔

چیونٹی کا واقعہ:

قَالَتْ نَمْلَةٌ (ایک چیونٹی نے کہا)۔ یہ لنگڑی تھی جس کا نام طاخیہ تھا یا منذرہ تھا۔ قول قتادہ! وہ کوفہ میں داخل ہوئے تو ہر طرف سے لوگ ان کو لپٹ گئے۔ قتادہ نے کہا۔ جو چاہو سوال کرو۔ ابوحنیفہ نے جو جوان تھے سوال کیا کہ سلیمان کی چیونٹی مذکر تھی یا مؤنث۔ وہ لاجواب ہو گئے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ مؤنث تھی۔ ان سے پوچھا گیا تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا۔ تو انہوں نے کہا۔ اس ارشاد الٰہی سے۔ قالت نملة۔ اگر مذکر ہوتی تو کہا جاتا قال نملة۔ اور اس کی وجہ یہ ہے نملة کا لفظ حمامة کی طرح ہے۔ جس کا اطلاق مذکر و مؤنث ہر دو پر ہوتا ہے ان کے درمیان علامت سے فرق کیا جاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں حمامة ذکر حمامة انثٰی۔ نملة کا لفظ بھی اسی طرح ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ (اے چیونٹیوں تم اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ)۔ یہاں ادخلن نہیں کہا کیونکہ جب چیونٹی کو قائلہ قرار دیا۔ اور چیونٹیوں کو مخاطبین بنایا تو عقلاء کی طرح ان کا خطاب بھی قرار دیا گیا۔ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ (تمہیں نہ مٹا دیں)۔ توڑ دیں۔ الحطم۔ توڑنا یہ نہی جملہ مستانفہ ہے۔ یہ ظاہر میں سلیمان علیہ السلام کو روندنے سے روکا ہے۔ مگر حقیقت میں ان کو رکنے اور باہر نکلنے کی ممانعت کی جا رہی ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ لا ارینك ھٰھنا۔ یعنی تو اس جگہ مت آ۔ ایک قول یہ ہے۔ یہ جواب امر ہے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ نون تاکید اس کا انکار کر رہی ہے۔ کیونکہ یہ ضرورت شعر میں سے ہے۔ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ (سلیمان اور اس کا لشکر)۔ ایک قول یہ ہے۔ اس نے کہنا چاہا لا یحطمنکم جنود سلیمان۔ مگر اس سے زیادہ بلیغ جملہ وہ لائی۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور ان کو معلوم نہیں)۔ کہ تم یہاں رہتی ہو یعنی اگر وہ جان لیں تو ایسا نہ کریں۔ اس نے معذرت کے طور پر سلیمان اور ان کے لشکر کے عدل کی تعریف کی۔ سلیمان علیہ السلام نے اس کا یہ قول تین میل دور سے سن لیا۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِينَ ﴿٢٠﴾ لَأُعَذِّبَنَّهُ

اور سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی تو کہا کیا بات ہے جو میں ہد ہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں، کیا وہ کہیں غائب ہے؟ میں اسے ضرور ضرور سخت سزا دوں

عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَاذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ

گا یا ضرور ضرور اسے ذبح کر دوں گا، یا یہ بات ہو کہ وہ میرے سامنے کوئی صریح دلیل لیکر آئے۔ پھر تھوڑی ہی دیر گزری تھی

فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴿٢٢﴾ إِنِّي وَجَدتُّ

کہ ہد ہد نے کہا کہ میں ایسی چیز کی خبر لایا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں اور آپ کے پاس ملک سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں بے شک میں نے ایک عورت کو

امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾

پایا جو ان پر بادشاہت کرتی ہے اور اسے ہر چیز دیدی گئی ہے، اور اس کے لئے ایک بڑا تخت ہے،

١٩: فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا (اس کی بات پر آپ نے تبسم کیا ہنستے ہوئے)۔ اس کی احتیاط پر تعجب کرتے ہوئے اور اپنی مصلحت کو صحیح جانچ لینے اور چیونٹیوں کو نصیحت کرنے پر متعجب ہوئے۔ نمبر۲۔ ظہور عدل پر خوشی کا اظہار کیا۔ ضاحکا۔ یہ تاکیدی حال ہے کیونکہ تبسم ضحک کے معنی میں ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کا اکثر ضحک تبسم ہی ہوتا ہے۔ زجاج نے اسی طرح کہا ہے۔

دعائے سلیمانی:

وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ (اور کہا اے میرے رب تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکریہ ادا کروں جو آپ نے مجھ پر فرمائی ہیں)۔ او زعنی کا معنی مجھے الہام فرما۔ اور حقیقت میں اس کا معنی یہ ہے۔ تو مجھے ہر چیز سے روک دے سوائے اپنی نعمتوں پر شکریہ کے۔ انعمت علی سے نبوت' بادشاہت' علم مراد ہے۔ وَعَلَى وَالِدَيَّ (اور میرے والدین پر) کیونکہ والدین پر انعام اولاد پر احسان ہے۔ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ (اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جو تجھے پسند ہوں)۔ اپنی بقیہ زندگی میں۔ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ (اور تو مجھے اپنی رحمت سے داخل فرما۔) یعنی جنت میں داخل فرما۔ بِرَحْمَتِكَ کا لفظ لاکر بتلایا کہ محض اپنی رحمت سے نہ کہ میرے عمل صالح سے۔ اسلئے کہ کوئی رحمت الٰہی کے بغیر جنت میں نہیں جاسکتا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ (اپنے نیک بندوں میں)۔ اپنے انبیاء مرسلین کے زمرہ میں۔ نمبر۲۔ اپنے صالح بندوں میں۔

روایت تفسیر یہ ہے کہ چیونٹی نے لشکروں کی آواز محسوس کی۔ اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ لشکر ہوا میں ہیں۔ سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو رکنے کا حکم دیا۔ تاکہ وہ خوف زدہ نہ ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مکانات میں داخل ہوگئیں۔ پھر آپ نے یہ دعا کی۔

واقعۂ ہد ہد:

آیت ٢٠: وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ (اور آپ نے پرندوں کو طلب کیا)۔ پس فرمایا۔ مجھے ہد ہد دکھائی نہیں دیتا۔ قراءت: مَالِیَ مَکی'

علیؒ، عاصم نے نصب سے پڑھا جبکہ دیگر قراء نے سکون یاء سے پڑھا ہے۔ التفقد اس چیز کو ڈھونڈنا جو تم سے غائب ہو۔ لَآ اَرَی الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ (میں ہدہد کو نہیں دیکھتا یا وہ غائب ہونے والوں میں سے ہے)۔ ام۔ یہاں بل کے معنی میں ہے۔ آپ نے پرندوں کا معاینہ کیا تو ہدہد کو نہ پایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ مجھے کیوں نظر نہیں آرہا۔ مطلب یہ ہے۔ وہ اس لئے نظر نہیں آرہا کہ کسی روک نے اس کو چھپا ڈالا۔ نمبر۲۔ یا کوئی دوسری صورت ہے۔ پھر آپ کو واضح ہو گیا کہ وہ واقعی غائب ہے۔ پس اس بات سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا بلکہ وہ تو غائب ہے۔ بیان کیا گیا کہ جب سلیمانؑ نے حج کیا۔ تو آپ یمن کی طرف سے نکلے۔ آپ کا گزر صنعاء کے زمانہ زوال میں ہوا۔ آپ صنعاء میں اتر کر نماز ادا فرمانے لگے۔ مگر انہوں نے پانی نہ پایا۔ ہدہد آپ کا کنواں انجینئر تھا۔ وہ پانی زمین کے نیچے دیکھ پاتا ہے۔ جیسا کہ شیشے میں پانی نظر آتا ہے۔ شیاطین کھود کر جلد پانی نکال لیتے۔ آپ نے اسی لئے اسکو تلاش فرمایا۔

ایک تذکرہ:

ایک تذکرہ یہ بھی ہے کہ سلیمانؑ کے سر پر سورج کی ایک لپٹ پہنچی آپ نے دیکھا تو ہدہد کی جگہ خالی تھی۔ آپ نے پرندوں کے راہنما کو بلایا اور وہ گدھ تھا۔ اس سے پوچھا تو اس نے کہا مجھے علم نہیں۔ پھر پرندوں کے سردار کو کہا اور وہ شاہین ہے کہ اس کو میرے پاس لے آؤ وہ اڑا اور نگاہ ڈالی تو ہدہد آرہا تھا۔ پس اس نے اس کو پکڑنے کا قصد کیا تو ہدہد نے اس کو اللہ تعالیٰ کی قسم دی جس کی وجہ سے باز اس سے باز رہا۔ جب سلیمان علیہ السلام کے قریب آیا تو اپنی دم جھکالی۔ اور دونوں بازوؤں کو زمین پر کھینچنے اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے پیغمبر: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کھڑے ہونے کو یاد کر۔ اس پر سلیمان علیہ السلام کانپ گئے اور اس کو معاف کر دیا۔

۲۱: لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا (میں اس کو عذاب دونگا)۔ اس کے بال و پر نوچ ڈالے جائیں گے اور اس کو دھوپ میں ڈال دیا جائے گا۔ نمبر۲۔ اس کے اور اس کے مالوفات کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ اس کو اپنے ہمجولیوں کا خادم بنا دیا جائے گا اور سربراہی اس سے چھین لی جائے گی۔ نمبر۳۔ اس کے مخالفین کے ساتھ جیل میں ڈال دیا جائے گا۔

بعض کا قول ہے۔ اضیق السجون معاشرۃ الاضداد۔ سب سے تنگ قیدی جو مخالفین کے نرغہ میں رہے۔

نمبر۴۔ پنجرے میں ڈال دیا جائے گا۔ نمبر۵۔ چیونٹیوں کے سامنے اس کو ڈال دیا جائے گا تا کہ وہ اس کو کھالیں۔

مَسْئَلَۃٌ: سلیمان علیہ السلام کو جائز تھا کہ وہ مصلحت کی بناء پر ہدہد کو سزا دیں۔ جیسا کہ کھانے کی غرض سے پرندوں کو کھانا جائز ہے۔ اسی طرح دیگر منافع حاصل کرنے کے لئے بھی ذبح جائز ہے۔ جب پرندے ان کے لئے مسخر کیے گئے تھے تو سیاست و تادیب کے لئے ان کو سزا دینا درست تھا ورنہ تسخیر ہی کامل نہ ہوتی۔

اَوْ لَاَذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّىْ (یا میں ضرور اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ ضرور میرے پاس لے آئے)۔

لیاتینی کی نون ثقیلہ ہے تا کہ اس میں اور لاعذبنه میں مشاکلت پیدا ہو جائے۔ اور ایک نون کو تخفیف کیلئے حذف کیا گیا ہے۔

قراءت: مکی نے دونوں سے لیاتیننی پڑھا۔ اول نون تاکید اور دوسری نون عماد ہے۔

بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (واضح دلیل کے ساتھ)۔اپنی غیر موجودگی کی ایسی دلیل جس میں اس کا عذر ظاہر ہو۔

ایک اشکال:

آپؑ نے تین باتوں میں سے ایک پر قسم اٹھائی۔پہلی دو تو آپ نے کیں اور اس میں بات کی گنجائش نہیں مگر تیسری تو ہدہد نے کی اور یہی قابل اشکال ہے۔کیونکہ ان کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ وہ دلیل پیش کردے گا اور آپ نے یہاں تک فرمادیا۔لیأتینی بسلطان؟

جواب: ان کے کلام کا معنی یہ ہے کہ ان میں سے ایک کام ضرور ہوگا۔یعنی اگر دلیل لے آئے گا تو سزا نہ ہوگی۔نہ ذبح اور اگر وہ نہ ہوئی تو پھر ان میں سے ایک ہوگی۔عقلاً تو اس میں کوئی دعویٰ نہیں۔

آیت ۲۲: فَمَكَثَ (پس ٹھہرا)۔ہدہد سلیمان علیہ السلام کی پڑتال کے بعد۔قراءت: عاصم' سہل' یعقوب کے علاوہ دیگر قراء نے کاف کا ضمہ پڑھا ہے۔غَیْرَ بَعِیْدٍ (تھوڑی دیر)۔یعنی مکثا غیر طویل۔زیادہ طویل ٹھہراؤ نہ تھا۔نمبر۲۔غیر زمان بعید۔دور زمانہ نہ تھا جیسا کہ کہتے :عن قریب۔

اس کے ٹھہرنے کو مدت قلیلہ سے بیان کیا کیونکہ خوف سلیمانی اس کے اسراع کی دلالت ہے۔جب وہ لوٹ کر آیا آپ نے زمانہ غیبوبت کی تفصیل دریافت کی۔فَقَالَ اَحَطْتُّ (میں نے آپ کی اطراف سے کچھ معلومات کیں)۔بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ (جو آپ کو نہیں)۔اس نے سلیمان علیہ السلام سے ان کے علم کی آزمائش کے لئے یہ بات کی باوجودیکہ سلیمان علیہ السلام کو نبوت کی فضیلت اور بیشمار علوم دیئے گئے تھے۔

مَسْئَلَہ: اس میں روافض کے اس قول کی تردید ہے کہ امام پر کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی اور اسکے زمانہ میں اس سے بڑا علم والا کوئی نہیں ہوتا۔

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ (اور میں ملک سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں)۔قراءت: ابوعمرو نے سبأ کو غیر منصرف پڑھا۔اور اس کو قبیلہ کا نام قرار دیا یا شہر کا نام۔اور دیگر قراء نے تنوین سے پڑھا ہے اور اس کو خاندان کا نام یا باپ کا نام بتلایا ہے۔

النبأ۔عظیم الشان خبر۔یہ الفاظ من سبأ بنبأ۔خوبصورت ترین کلام ہے۔اس کو بدیع کہا جاتا ہے۔یہ لفظ بھی عجیب و خوبصورت ہے۔اور معنی کے لحاظ سے بھی۔نمبر۱۔توجہ فرمائیں بنبأ کی بجائے بخبر ہوتا تو معنی صحیح ہوتا۔مگر نبأ تو اس کے بالمقابل اصح ہے اور وصف حالی میں اس کے مناسب ہے۔

۲۳: اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً (میں نے پائی ایک ایسی عورت جو سبا پر حکمرانی کرتی ہے)۔

بلقیس کا سلسلۂ نسب:

وہ بلقیس بنت سراحیل ہے۔اسکا والد یمن کا بادشاہ تھا۔اسکے چالیس آباء بادشاہ ہوئے۔اسکا اپنا کوئی بیٹا نہ تھا۔فقط یہی بیٹی تھی۔یہ بادشاہت پر قابض ہوگئی۔یہ اور اس کی قوم مجوسی' سورج کے پجاری تھے۔تَمْلِكُهُمْ (ان کی حکمران ہے)۔سبأ کی طرف تملکھم کی ضمیر بتاویل قوم ہے یا اہل المدینہ کی تاویل میں ہے۔وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ (اور اس کو سب کچھ دیا گیا ہے)۔

نَحْو: اوتیت حال ہے۔اور قد مقدرہ ہے۔من کل شئی سے وہ اسباب دنیا مراد ہیں جو اسکے حال کے ساتھ مناسبت رکھتے تھے۔

وَلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ (اس کا تخت بہت بڑا ہے)۔عرش بمعنی تخت اور عظیم بڑا کے معنی میں ہیں۔

ایک قول : یہ اسی ہاتھ مربع تھا۔ اور اسی ہاتھ اونچا تھا۔ یہ سونے چاندی سے بنا تھا۔ قسم قسم کے جواہرات اس پر جڑاؤ کیے گئے تھے۔ اس کے پائے سرخ و سبز یاقوت اور موتی اور زمرد کے بنے ہوئے تھے۔ اور اس پر سات کمرے تھے ہر کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے اس کی حالت کو سلیمان کی حالت کے مقابلہ میں چھوٹا قرار دیا اور اس کے تخت کو بہت بڑا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام سے مصلحت کی بناء پر مخفی رکھا۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام کی جائے رہائش یعقوب علیہ السلام پر مخفی رکھی۔

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ

میں نے اسے اور اس کی قوم کو اس حالت پر پایا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کر دیا ہے سو اس نے انہیں راہ سے

السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۲۴ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ

ہٹا دیا لہٰذا وہ ہدایت نہیں پاتے، وہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو

وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۲۵ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ

نکالتا ہے اور وہ ان چیزوں کو جانتا ہے جنہیں تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو، اللہ ہے جس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا

السجدۃ ۸۵ الْعَظِيْمِ ۲۶ السجدة قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۲۷ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا

رب ہے، سلیمان نے کہا ہم عنقریب دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے، میرا یہ خط لیجا

فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ۲۸ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ

اور اسے ان کے پاس ڈالدے پھر ہٹ جانا، پھر دیکھنا کہ وہ کیا بات چیت کرتے ہیں، کہنے لگی کہ اے دربار والو میرے پاس ایک خط ڈالا

ع ۱۷ / ۲ / ۱۷ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ۲۹ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۳۰ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ

گیا ہے جو عزت والا خط ہے بے شک وہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ ہے کہ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن ہے رحیم ہے تم لوگ میرے مقابلہ میں بڑائی نہ جتاؤ

وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۳۱ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا

اور میرے پاس فرماں بردار ہو کر آجاؤ کہنے لگی اے دربار والو! تم میرے معاملہ میں مجھے مشورہ دو میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی

حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ۳۲ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ

جب تک کہ تم میرے پاس موجود نہ ہو، وہ کہنے لگے کہ ہم طاقت والے ہیں اور سخت لڑائی والے ہیں اور تمہیں اختیار ہے

فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ۳۳ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا

سو تم دیکھ لو کیا حکم کرتی ہو۔ کہنے لگی کہ بلاشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب کر دیتے ہیں،

وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۳۴ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ

اور جو اس کے رہنے والے باعزت ہوتے ہیں انہیں ذلیل بنا دیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے، اور میں ان کی طرف ایک ہدیہ بھیجتی ہوں

فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ۳۵ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۡ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ

پھر دیکھتی ہوں کہ بھیجے ہوئے لوگ کیا جواب لیکر واپس ہوتے ہیں۔ سو جب وہ قاصد سلیمان کے پاس پہنچا تو سلیمان نے کہا کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو سو اللہ نے جو کچھ

اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ۳۶ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ

مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ تم اپنے ہدیہ پر خوش ہوتے ہو، تو ان لوگوں کے پاس لوٹ جا ہم ان پر ایسے لشکر بھیجتے ہیں

لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۳۷

کہ وہ لوگ ان کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم انہیں وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے۔

ہدایت سے عاری قوم:

۲۴: وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ (میں نے اس کو اور اس کی قوم کو سورج کے سامنے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سجدہ کرتے دیکھا اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے سامنے مزین کر کے ان کو راہ سے روک دیا)۔ السبیل سے راستۂ توحید مراد ہے۔ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ (پس وہ ہدایت نہیں پاتے) راہ حق کی طرف۔ اور ہدہد سے یہ بعید نہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا راستہ پالیا۔ اور سجدہ کا وجوب اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اور سورج کے لئے سجدہ کی حرمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی گئی ہو جیسا کہ کئی دیگر پرندوں کو ایسی لطیف معرفتیں اس کی طرف سے الہام کی جاتی ہیں۔ جن کے متعلق بڑے عقلاء کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔

۲۵: اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ (کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے)۔ نحو: نمبر۱۔ الاتشدید کے ساتھ۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فصدھم عن السبیل لئلا یسجدوا۔ اَنْ کے ساتھ حرف جار کو حذف کر کے نون کو لام میں ادغام کر دیا گیا۔ نمبر۲۔ لا زائدہ بھی ہوسکتا ہے۔ اور معنی یہ ہو فھم لا یھتدون ان یسجدوا۔ وہ سجدہ کی طرف راہ نہیں پاتے۔ نمبر۳۔ آلَا کو یزید وعلی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ الا یا ھؤلاء اسجدوا۔ پس الاحرف تنبیہ اور یا حرف نداء ہے اور اس کا منادی محذوف ہے۔ اور اس صورت میں فھم لا یھتدون پر وقف ہوگا۔ اور جنہوں نے تشدید سے پڑھا۔ جیسا پہلی دو صورتوں میں ہے۔ انہوں نے العرش العظیم پر وقف کیا۔ اور تخفیف والوں نے فھم لا یھتدون پر وقف کیا پھر ابتداء الا اسجدوا سے کی۔ سجدہ تلاوت ان دونوں قراءتوں میں واجب ہے۔ بخلاف زجاج کے وہ کہتے ہیں تشدید کے صورت میں سجدہ لازم نہیں۔ نمبر۱۔ کیونکہ سجدہ کے مقامات پر یا تو سجدہ کا حکم دیا جاتا ہے۔ نمبر۲۔ یا پھر سجدہ کرنے والے کی مدح وتعریف کی جاتی ہے۔ نمبر۳۔ چھوڑنے والے کی مذمت کی جاتی ہے۔ اور دونوں میں سے ایک قراءت امر ہے اور دوسری چھوڑنے والے کے لئے مذمت ہے۔

الَّذِیْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ (اس اللہ تعالیٰ کے لئے جو پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے)۔ الخبأ مصدر ہے۔ اسم مفعول کو مصدر سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں وزمین میں)۔ بقول قتادہ: آسمان کی مخفی چیز سے بارش اور زمین کی مخفی چیز سے نباتات مراد ہیں۔ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (اور وہ جانتا ہے ان باتوں کو جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو)۔ قراءت: ان دونوں میں تاء علی اور حفص کی قراءت ہے۔ جبکہ حمزہ' نافع' ابوعمرو وغیرہ نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

۲۶: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے)۔ ہدہد نے بطور تعظیم کے عرش الٰہی کی عظیم کے ساتھ صفت ذکر کی۔ اس عظیم سے مراد آسمان وزمین اور تمام مخلوقات کے مقابلہ میں عظیم ہونا مراد ہے۔ جبکہ ملکہ بلقیس کے تخت کی بھی عظیم کے ساتھ صفت بیان کی مگر وہاں عظیم سے مراد اس کے ہم جنس بادشاہوں کے تختوں کے مقابلہ میں بڑا ہونا مراد ہے۔ یہاں تک ہدہد کا کلام ہے۔

۲۷: جب وہ اپنی گفتگو سے فارغ ہوا تو قَالَ (سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو فرمایا)۔ سَنَنْظُرُ (عنقریب ہم دیکھیں گے) یہ نظر بمعنی تامل کے لئے یعنی ہم غور کریں گے۔ اَصَدَقْتَ (کیا تم سچے ہو)۔ اس خبر میں جو تم نے دی ہے۔ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (یا تم

جھوٹوں میں سے ہو)۔ یہ کلام ام کذبت کی بنسبت زیادہ فصیح ہے۔ نمبر۱۔ کیونکہ جب وہ جھوٹوں کی فہرست میں شامل ہوجائے گا تو لامحالہ اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہوجائے گا اور جب وہ جھوٹا ہوگا تو جو وہ اطلاع دے گا اس پر جھوٹے ہونے کا احتمال ہوگا اور وہ قابل اعتماد شمار نہیں ہوگا۔

خطِ سلیمانی:

پھر سلیمان علیہ السلام نے اس انداز سے خط لکھامن عبداللّٰہ سلیمان بن داوُد الی بلقیس ملکة سبا بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم السلام علی من اتبع الھدیٰ امابعد فلا تعلوا علی واتونی مسلمین اور کستوری سے اس کو بند کر کے اس پر اپنی مہر لگائی اور ہدہد کو کہا۔

۲۸: اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ (میرا یہ خط لے جاؤ اور اس کو ڈال دو)۔

قراءت: القه۔ ہاء کے سکون کے ساتھ بطور تخفیف ابوعمرو٬ عاصم اور حمزہ نے پڑھا اختلاس کسرہ کے ساتھ تاکہ یائے محذوفہ پر دلالت کرے یزید قالون اور یعقوب نے پڑھا ہے فَاَلْقِهِیْ یاء کے اثبات کے ساتھ دیگر قراء نے نمبر۱۔ (فالقهی) پڑھا ہے۔ اِلَیْهِمْ (یعنی بلقیس اور قوم بلقیس کی طرف)۔ یہاں بھی ضمیر مذکر اور جمع کی لائی کیونکہ ہدہد نے اپنے قول میں اسی طرح ذکر کیا وجدتها وقومها یسجدون للشمس۔ [النمل:۲۴] اسی لئے خط میں خطاب کی بنیاد جمع کے لفظ کے ساتھ لائی گئی۔ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ (پھر الگ ہوجاؤ تم ان سے)۔ کسی ایسے مقام میں جو بالکل قریب ہو کہ تم ان کو دیکھ سکو اور وہ تمہیں نہ دیکھ پائیں۔ تاکہ تم ان باتوں کو سن سکو جو وہ کہیں۔ فَانْظُرْ مَا ذَا یَرْجِعُوْنَ (پس دیکھو وہ کیا جواب دیتے ہیں)۔

ہدہد کی پیغام رسانی:

۲۹: ہدہد نے وہ خط لے کر اپنی چونچ میں سنبھالا اور ایک روشن دان سے اس کے پاس داخل ہوا اور خط کو اس کے سینے پر ڈال دیا جبکہ وہ سو رہی تھی اور روشن دان میں جا چھپا۔ وہ اچانک بیدار ہوئی یا وہ ہدہد پہنچا۔ جبکہ لشکر اس ملکہ کے اطراف میں موجود تھے وہ کچھ دیر ست یا پھر خط اس کی گود میں ڈال دیا اور وہ پڑھی لکھی تھی جب اس نے مہر کو دیکھا تو اپنی قوم کو کہنے لگی یہ خط جھکا دینے والا اور ڈرا دینے والا ہے۔ قَالَتْ (تو کہنے لگی)۔ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ (اے سردارو! بے شک میری طرف ایک معزز خط ڈالا گیا ہے)۔

کتاب کریم کا مضمون:

قراءت: انی کو مدنی نے یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اس خط کو کریم کہا گیا اس کے مضمون کی خوبی کی وجہ سے یا مہر کی وجہ سے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کرامة الكتب ختمه۔ خط کی عظمت اس کی مہر میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جس نے کوئی خط لکھا اور اس نے مہر نہ لگائی تو اس نے اس کی توہین کی یا خط کو کریم اس لئے کہا کہ وہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع ہونے والا تھا یا اس لئے کہ وہ ایک معزز بادشاہ کا خط تھا۔

۳۰: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (کہ یہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور اس کا مضمون بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے شروع ہوتا ہے)۔ یہ درحقیقت جو خط اس کی طرف پہنچا تھا اس کی وضاحت ہے گویا کہ جب اس نے یہ کہا انی القی الی کتب کریم۔ تو اسے کہا گیا کہ وہ خط کس کی طرف سے ہے اور اس کا کیا مضمون ہے تو وہ کہنے لگی انه من سلیمان و انه کیت و کیت۔ یعنی وہ ایسے ہے۔

۳۱: اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ (کہ تم بڑے مت بنو اور تکبر مت کرو)۔ جس طرح کہ بادشاہ کیا کرتے ہیں۔ ان یہاں مفسرہ ہے جیسا کہ اس قول میں وانطلق الملا منهم ان امشوا سورۂ ص آیت نمبر ۶۔ یعنی ای امشوا۔ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ (اور تم میرے پاس فرمانبردار ہو کر آ جاؤ) اور اطاعت گذاروں کے معنی میں ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے خطوط ایجاز و اختصار کا نمونہ ہوتے ہیں۔

۳۲: قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ (اس نے کہا اے سردارو! میرے معاملہ میں مجھے مشورہ دو)۔ یعنی اب پیش آنے والے معاملہ میں مشورہ دو۔

ملکہ کی مشاورت:

الفتوٰی: حادثے کے جواب کو کہا جاتا ہے۔ یہ الفتاء فی السن سے بطور استعارہ مشتق کیا گیا ہے اور یہاں فتوی سے مراد اپنی رائے سے مشورہ دینا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے تا کہ ان سے مشورہ لے کہ ان کے دل خوشی سے اس کی طرف مائل ہو جائیں اور وہ بھی اس کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جائیں۔ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا (اور میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی)۔ قاطعة کا یہاں معنی فاصلة ہے یا حکم دے ڈالنا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ (جب تک کہ تم میرے پاس موجود نہ ہو)۔ قراءت۔ نون کے کسرہ کے ساتھ فتحہ پڑھنا اس میں لحن ہے کیونکہ نون مفتوح رفع کے مقام پر ہوتی ہے اور یہ مقام نصب ہے۔ یہ اصل میں تَشْهَدُوْنَنِیْ ہے۔ پہلی نون کو نصب کی وجہ سے حذف کیا اور یاء کو اس لئے حذف کیا کہ کسرہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ یعقوب نے وصل و وقف میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

معنی آیت کا یہ ہے کہ: یہاں تک کہ تم میرے پاس موجود نہ ہو یا مجھے مشورہ نہ دے دو اور اس بات کی درستی پر گواہ نہ بن جاؤ۔ مطلب یہ تھا میں تمہاری موجودگی کے بغیر کسی معاملے کو طے نہیں کرتی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کو مشورہ دینے والوں کی تعداد تین سو تیرہ آدمی تھے۔ جن میں سے ہر ایک دس ہزار پر نگران تھا۔

مشورۂ جنگ:

۳۳: قَالُوْا (انہوں نے اس کے جواب میں کہا)۔ نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ (ہم بڑے طاقتور اور سخت جنگجو ہیں)۔ قوۃ سے ان کی مراد آلات اور اجسام کی قوت تھی۔ اور بأس سے مراد لڑائی کے وقت آزمائش اور شدت شجاعت تھی۔ وَالْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ (اب اختیار تیرے ہاتھ میں ہے آپ خود ہی غور کر لیں۔ جو آپ حکم دیں)۔ یعنی حکم تمہارے سپرد ہے ہم تمہاری اطاعت کرنے والے ہیں۔ پس تم ہمیں حکم دو ہم اس کو مانیں گے تیری مخالفت ہرگز نہیں کریں گے گویا ان سب نے لڑائی کا مشورہ دیا۔ نمبر ۲۔ یا ان کی مراد یہ تھی کہ ہم جنگجو ہیں ہم مشورہ دینے والوں کی اولاد نہیں تو خود ذی رائے

اور ذی تدبیر ہے اس لئے تو غور کر لے تو کیا رائے دینا چاہتی ہے ہم تیری رائے کی اتباع کریں گے۔ جب ملکہ بلقیس نے ان کا میلان لڑائی کی طرف پایا تو وہ مصالحت کی طرف مائل ہوئی اور جواب کو ترتیب دیا۔ اس سے پہلے جو بات انہوں نے ذکر کی اس کو فضول قرار دیا اور ان کی غلطی اس میں یہ کہتے ہوئے واضح کی۔

مزاجِ شاہان:

۳۴: قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً (کہنے لگی کہ بادشاہ کسی بستی میں جب داخل ہوتے ہیں) یہاں داخلے سے زبردستی غلبے سے داخل ہونا مراد ہے۔ اَفْسَدُوْهَا (وہ اس کو اجاڑ دیتے ہیں)۔ وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً (اور وہاں کے معزز باشندوں کو ذلیل کر دیتے ہیں یعنی معززین کو ذلیل کرتے ہیں اور شرفاء کی توہین کرتے ہیں اور ان کو قتل و قید میں ڈالتے ہیں۔ پس اس نے لڑائی کے برے نتیجے کو ذکر کرتے ہوئے کہا۔ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (اور وہ اسی طرح کیا کرتے ہیں) اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ ان کی دوامی عادت ہے کہ جس میں تبدیلی نہیں۔ کیونکہ وہ پرانے بادشاہوں کے گھروں میں پلی تھی اور اس کے بارے میں بہت کچھ سنا اور دیکھا تھا اسی لئے اس نے اس خطرے کا احساس ان کو دلایا۔ پھر اس نے اپنی درست رائے کے مطابق ہدیے کا تذکرہ کیا۔ ایک اور قول: یہ اللہ کی طرف سے اس کے قول کی تصدیق ہے۔ ارشاد مفسر: اس زمین میں ایک فساد پیدا کرنے والے نے اس آیت سے استدلال کیا حالانکہ جس نے کسی حرام کو جائز کیا اس نے کفر کیا۔ اگر اس نے قرآن کو بطور تحریف کے دلیل بنایا ہے تو اس نے دو کفروں کو جمع کیا۔ نمبرا۔ تحریف قرآن نمبر۲۔ اباحت حرام۔

ملکہ کی عاقلانہ رائے:

۳۵: وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ (میں ان کو ایک ہدیہ بھیجوں گی) یعنی قاصدوں کو ہدیہ دیکر بھیجوں گی۔ فَنٰظِرَةٌ (پھر دیکھوں گی)۔ پس انتظار کروں گی۔ نحو: اصل میں بما ہے کیونکہ حرف جر کے ساتھ ما استفہامیہ آئے تو الف حذف کر دیا جاتا ہے۔ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ (قاصد کیا جواب لے کر آتا ہے)۔ ان ہدیوں کی قبولیت کا یا واپس لوٹانے کا۔ کیونکہ وہ بادشاہوں کی عادت اور ہدایا کے اچھے مواقع سے واقف تھی۔ پس اگر وہ بادشاہ ہوگا تو ان کو قبول کر لے گا اور اگر وہ پیغمبر ہوا تو ان کو رد کر دے گا اور ہم سے سوائے اتباع دین کے کسی چیز پر راضی نہ ہوگا۔ اس نے ہدایا میں پانچ سو غلام جن کو لڑکیوں کا لباس اور زیورات پہنا کر ایسے گھوڑوں پر سوار کیا جو ریشم سے ڈھپے ہوئے تھے اور ان گھوڑوں کی لگامیں اور کاٹھیاں سونے اور جواہرات سے مزین تھیں اور پانچ لڑکیاں جو لڑکوں کے لباس میں گھوڑیوں پر سوار تھیں۔ اور ایک ہزار سونے‘ چاندی کی اینٹیں اور موتی اور یاقوت کا جڑاؤ کیا ہوا تاج اور ایک ڈبیہ جس میں ایک نایاب موتی اور ایک ٹیڑھا کیا ہوا پوتھ رکھ کر بند کر دیا اور قاصد بھیجے اور ان کا نگران منذر بن عمرو کو بنایا۔ اس کی دلیل اس ارشاد میں ہے بِمَ يرجع المرسلون۔ اور اس نے ایک خط لکھا جس میں سارے ہدایا کی تفصیل تھی اور یہ کہا گیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو لونڈیوں اور غلاموں میں امتیاز کر دیجئے اور یہ بھی اطلاع کر دیجئے کہ ڈبیہ میں کیا ہے اور موتی کے درمیان میں درست سوراخ کر دیا جائے اور پوتھ کے اندر دھاگہ ڈال دیا جائے پھر اس نے منذر کو یہ حکم دیا کہ اگر وہ تمہیں غضب ناک نگاہوں سے دیکھے تو سمجھ لینا کہ وہ بادشاہ ہے۔ ہرگز اس سے خوف زدہ نہ ہونا اور اگر تم ان کو ہشاش بشاش نرمی والا پاؤ تو وہ پیغمبر ہیں۔

ہدہد کی آ گاہی کی صورت:

ہدہد حاضر ہوا اور سلیمان علیہ السلام کو اس ساری صورت حال سے آ گاہ کیا۔ سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا۔ کہ وہ سونے چاندی کی اینٹیں تیار کریں۔ اور سامنے کے میدان میں جس کی لمبائی سات فرسخ ہو اس کا فرش لگا دیں اور اس میدان کے اردگرد دیوار بھی سونے چاندی کی اینٹوں کی کھینچ دیں پھر آپ نے حکم دیا کہ سمندر اور خشکی کے بہترین جانوروں کو اس میدان کے دائیں اور بائیں ان عمارتوں پر باندھ دیا جائے اور جنات کی اولاد کو حکم دیا کہ وہ اس میدان کے دائیں اور بائیں بیٹھ جائیں پھر آپ اپنے تخت پر تشریف فرما ہوئے تو تخت کے دونوں اطراف میں کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ شیاطین صفیں باندھے کئی فرسخ تک اور اسی طرح انسان صفیں باندھے کئی فرسخ تک اور وحشی جانور درندے اور پرندے اور کیڑے مکوڑے سب صف بستہ تھے۔ جب انہوں نے جانوروں کو سونے چاندی کی اینٹوں پر گوبر کرتے دیکھا تو ان کو اپنے ہدایا حقیر معلوم ہوئے۔ اس لئے ان کو وہیں پھینک دیا اور بڑھتے ہوئے سلیمان علیہ السلام کے جب سامنے آ کھڑے ہوئے تو آپ نے ان سب کو ہنس مکھ چہرے سے دیکھا۔ انہوں نے ملکہ کا خط حاضر خدمت کیا آپ نے فرمایا موتی کہاں ہے پھر دیمک کو حکم دیا۔ تو اس نے ایک بال پکڑ کر اس موتی میں سوراخ کر دیا اور ایک سفید کیڑے نے اپنے منہ میں دھاگہ لے کر اس پوتھ میں دھاگہ ڈال دیا پھر آپ نے پانی منگوایا۔ رنڈیاں پانی کو پہلے ایک ہاتھ میں پکڑتی پھر دوسرے پر رکھتیں اور پھر اس کو اپنے منہ پر ڈالتیں اور لڑکے اس کو جونہی پکڑتے اپنے چہرے پر ڈال لیتے ان کے درمیان بھی امتیاز کر دیا پھر سارے ہدایا کو واپس کر دیا پھر منذر کو کہا جاؤ واپس لوٹ جاؤ۔

جوابِ سلیمان علیہ السلام تم دنیا پر اترانے والے ہو:

۳۶: فَلَمَّا جَآءَ (جب اس کا قاصد منذر بن عمرو آیا)۔ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ (سلیمان علیہ السلام کے پاس تو آپ نے فرمایا کیا تم مال سے میری مدد کر رہے ہو)۔ قراءت۔ تمدوننی اس میں دونون اور وصل ووقف میں یاء کا اثبات مکی اور سہل نے کیا ہے مدنی اور ابوعمرو نے وصل میں ان کی موافقت کی۔ اتمدونی حمزہ اور یعقوب نے دونوں حالتوں میں پڑھا ہے جبکہ دیگر تمام قراء نے وقف اور وصل دونوں حالتوں میں بغیر یاء کے پڑھا ہے اور اس میں قاصدوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ فَمَآ اٰتٰىنِ اللّٰهُ (جو کچھ اللہ نے مجھے دیا ہے)۔ یعنی نبوت بادشاہی اور نعمت۔ قراءت: ییَ کے فتحہ کے ساتھ مدنی ابوعمرو نے اور حفص نے پڑھا ہے۔ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ (وہ اس سے بہت بہتر ہے جو اس نے تم کو دیا ہے)۔ یعنی دنیا کی ٹھاٹھ باٹھ کی چیزیں۔ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ (بلکہ تم تو اپنے ہدیے پر اتراتے ہو)۔ الھدیۃ۔ ہدیہ میں پیش کی جانے والی چیز جیسے عطیہ ہدیہ میں دی جانے والی چیز۔ ہدیے کی اضافت ہدیہ دینے والی اور جس کو ہدیہ دیا جائے دونوں کی طرف درست ہے جیسے کہتے ہیں ھذہ ھدیۃ فلان۔ اس سے مراد وہ چیز ہے جو اس نے ہدیہ میں دی۔ یا یوں کہتے ہیں اھدیت الیہ مجھے یہ ہدیہ دیا گیا۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے بہت ہی اعلیٰ ہے جو تمہارے پاس ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ دین دیا کہ جس میں اعلیٰ نصیب اور وسیع مالداری ہے اور اس نے مجھے وہ دنیا دی ہے کہ جس پر اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کس طرح میرا ہمسر مجھے مالی امداد دے سکتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ ظاہری دنیا ہی کو جانتے ہو۔ اسی لئے جو تمہیں زادِ راہ یا ہدیہ دیا جائے

اس پر اترانے لگتے ہو۔ کیونکہ تمہاری ہمت اسی حد تک پہنچنے والی ہے مگر میری حالت تمہاری حالت سے مختلف ہے میں تمہاری کسی چیز پر خوش نہیں ہوسکتا سوائے ایمان کے اور اسی بات پر خوش ہوسکتا ہوں کہ تم مجوسیت کو چھوڑ دو۔

لغوی نکتہ:

اتمدنی بمال وانا اغنی منك اور اسی طرح اس کو فاء یا واو کے ساتھ لانے میں فرق یہ ہے۔ کہ جب واؤ سے لاؤ گے تو مخاطبین میری مالداری سے واقف ہیں اور اس کے باوجود وہ مجھے مالی امداد دے رہے ہیں۔ اور اگر فاء کے ساتھ لائیں تو مخاطب میری مالداری کو نہیں جانتا پس میں اس کو اس وقت اطلاع دے رہا ہوں کہ مجھے تمہاری معاونت کی ضرورت نہیں۔ گویا میں اس کو اس طرح کہہ رہا ہوں۔ انکر علیك مافعلت فانی غنی عنه۔ جو معاملہ تم نے کیا ہے میں اس کو عجیب سمجھتا ہوں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

پس فما اتانی اللّٰہ میں فاء اسی بات کو ظاہر کر رہی ہے۔ بل کو لا کر آپ نے ان کی بات سے اعراض اختیار کیا۔ اس کی وجہ یہ ہیکہ جب آپ نے ان کی امداد کو انوکھا قرار دیا اور اپنے انکار کی علت بیان کی۔ اس سے اعراض کرتے ہوئے آپ نے اس سبب کو بیان کر دیا جو اس کا باعث بنا تھا اور وہ یہی تھا کہ وہ خوشی و ناراضی کے ہدیہ والے سبب سے واقفیت رکھتے ہیں۔ جو کہ محض دنیا ہے۔ وہ اس کے سوا اور کسی سبب سے واقفیت ہی نہیں رکھتے۔

یعنی ان کی نگاہ فقط دنیا تک ہے جو کہ کوتاہ نگاہی کی علامت ہے۔

۳۷: اِرْجِعْ (تو لوٹ جا)۔ یہ قاصد کو خطاب ہے۔ یا ہدہد کو فرمایا۔ اگر دوسرے خط کا احتمال تسلیم کیا جائے۔ اِلَیْهِمْ (ان کی طرف) بلقیس اور اس کی قوم کی طرف۔ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا (ہم ایسا لشکر لے کر ان پر جا پہنچیں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں)۔ القبل کی حقیقت مقابلہ و مقاومت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان کے مقابلہ پر قادر نہ ہونگے۔ وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَا اور (ہم ان کو ضرور سبا سے نکال باہر کریں گے) اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (بے عزت کر کے اور وہ ذلیل ہونگے)۔ الذل عزت، ملک کا چلا جانا۔ الصغار۔ قید و غلامی میں مبتلا ہونا۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ

سلیمان نے کہا کہ اے دربار والو کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ اس کا تخت اس سے پہلے میرے پاس لیکر آ جائے کہ وہ میرے پاس فرماں بردار ہو کر آئیں ، جنات میں سے

مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾

ایک دیو نے کہا کہ میں اسے اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنے مقام سے کھڑے ہوں اور بلاشبہ میں اس پر قدرت رکھتا ہوں امانت دار ہوں،

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ

اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ کی آنکھ جھپکے،

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ

سو جب اسے اپنے پاس دھرا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ میرے رب کا ایک فضل ہے تا کہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں

اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ

یا ناشکری، اور جو شخص شکر کرتا ہے اپنی ہی جان کے لئے شکر کرتا ہے، اور جو شخص ناشکری کرے اس میں شک نہیں کہ میرا رب غنی ہے

كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾

کریم ہے، سلیمان نے کہا کہ اس کے لئے اس کے تخت کو بدل دو تا کہ ہم دیکھیں کہ وہ ہدایت پاتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہو جاتی ہے جو ہدایت نہیں پاتے

۳۸: جب ملکہ کی طرف اس کے قاصد اپنے ہدایا لے کر واپس آئے اور انہوں نے واقعات بیان کیے۔ تو بلقیس نے کہا وہ نبی ہیں ہمیں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ پھر اس نے اپنے تخت کو سات کمروں میں بند کر کے ان کے دروازے بند کر دیئے اور اس پر پہرہ دار مقرر کیے۔ جو حفاظت کریں اور سلیمان علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ میں خدمت میں حاضر ہو رہی ہوں تا کہ آپ کی دعوت پر غور کروں۔ اور بارہ ہزار سرداروں کی سربراہی میں روانہ ہوئی ہر سردار کے ماتحت بھی ہزاروں لوگ تھے۔ جب سلیمان علیہ السلام سے اس کا فاصلہ ایک فرسخ رہ گیا تو آپ نے فرمایا۔

اظہارِ معجزہ:

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ (آپ نے فرمایا: اے سردارو! تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لے آئے گا۔ اس سے قبل کہ وہ فرمانبردار بن کر آئے)۔ نمبر۱۔ آپ نے یہ چاہا کہ اس کو وہ عجائبات دکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے تھے۔ تا کہ نبوت سلیمان علیہ السلام کے لئے وہ شاہد کا کام دیں۔ اگر بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا کچھ علم تھا۔ نمبر۲۔ آپ نے اس تخت کو اس کے اسلام لانے سے قبل لینا چاہا کیونکہ اسلام لانے کے بعد

اس کے مال کا لینا آپ کے لئے جائز نہ تھا۔ مگر یہ قول تحقیق کے خلاف اور غلط ہے۔ نمبر۳۔ آپ نے اس کی عقل کا امتحان لینا چاہا۔ کہ آیا اس کو پہچانتی ہے یا نہیں اسی لئے اس کے جزاؤ میں تبدیلی کرادی۔

۳۹: قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ (جنات میں سے ایک خبیث دیو نے کہا)۔ عفریت۔ خبیث سرکش کو کہتے ہیں۔ اس کا نام ذکوان تھا۔ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ (میں اس کو تمہارے پاس لاسکتا ہوں) قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ (اس سے قبل کہ آپ اپنی مجلس فیصلہ وقضاء سے اٹھیں) وَاِنِّيْ عَلَيْهِ (اور میں اس کو لانے پر) اٹھانے پر۔ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ (طاقتور امانت دار ہوں) میں اس کو اسی طرح لے آؤں گا۔ اس سے کوئی چیز کم نہ کروں گا۔ اور نہ تبدیل کروں گا۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔

کرامت آصف خیار:

۴۰: قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ (کہا اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا)۔ نمبر۱۔ وہ فرشتہ جو تقدیر کی کتاب لئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عفریت کی اس بات پر انا اتیك به قبل ان تقوم الایة۔ اس فرشتہ کو بھیجا۔ نمبر۲۔ جبرئیل علیہ السلام اور کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ نمبر۳۔ خضر علیہ السلام۔ نمبر۴۔ آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ جو سلیمان علیہ السلام کے کاتب وحی تھے اور سب سے صحیح ترین قول یہی ہے اور جمہور کا یہی قول ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے تھے۔ جس سے جب دعا کی جائے تو فوراً قبول ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے یاحی یا قیوم یا ذالجلال و الاکرام۔ یا الٰهنا و اله کل شئ الهًا واحدًا۔ لا اله الا انت۔

ایک قول یہ ہے:

وہ الہامِ الٰہی سے غیب کے مقامات اجراء کو جان لیتے۔ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ (میں اس کو تیرے پاس لے آؤں گا)۔ بِهٖ سے تخت مراد ہے۔ اتیك۔ دونوں مقام پر فعل بھی بن سکتا ہے۔ نمبر۲۔ اسم فاعل بھی بن سکتا ہے۔

قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ (اس سے قبل کہ تیری نگاہ تیری طرف لوٹ کر آئے)۔ تم اپنی نگاہ کوئی چیز دیکھنے کے لئے متوجہ کرو۔ اس کو اپنے طرف لوٹانے سے قبل تخت کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ مروی ہے کہ آصف نے سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا۔ آپ اپنی آنکھوں کو حد نگاہ تک دراز کریں۔ آپ نے اپنی دونوں آنکھوں کو سامنے متوجہ کیا پھر آپ نے دائیں جانب دیکھا ادھر آصف نے دعا کی تو تخت زمین کے نیچے سے حکم الٰہی کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کے سامنے نگاہ لوٹانے سے پہلے مجلس میں ظاہر ہوگیا۔ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ (جب اس تخت کو سامنے رکھا دیکھا)۔ بلا اضطراب سامنے جما ہوا۔ قَالَ هٰذَا (تو سلیمان علیہ السلام نے کہا)۔ یعنی میرے مقصد کا حاصل ہو جانا ہے اور وہ تخت بلقیس کا لانا ہے۔ جو پلک جھپک میں حاصل ہوگیا۔ مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ (یہ میرے رب کا فضل ہے)۔ جو مجھ پر ہے اور اس کا بلا استحقاق کے احسان مجھ پر ہے۔ بلکہ یہ فضل تو عوض سے بھی خالی ہے اور غرض سے مبرا ہے۔ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ (تا کہ وہ میری جانچ کرے کہ میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں)۔ یبلو کا معنی امتحان لینا ہے۔

شکر کا فائدہ:

نمبرا۔اشکر سے انعام کا شکریہ مراد ہے۔اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ (یا ناشکری کرتا ہوں اور جو شکر کرے گا وہ اپنے فائدہ کے لئے شکر کرے گا)۔کیونکہ وہ اس شکریہ کے ذریعے اپنے فرض کی ذمہ داری اپنے سے اتار رہا ہے اور ناشکری کے نشان سے نفس کو بچاتا ہے اور شکریہ سے مزید کو حاصل کرنے والا اور نعمت کو باقی رکھنے والا ہے۔شکریہ موجود نعمت کا بندھن اور مفقود نعمت کو شکار کرتا ہے۔

بعض کا مقولہ ہے:

کفرانِ نعمت ہلاکت ہے۔بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وحشی جانور کی رسّی ڈھیلی کردینے سے وہ اپنے مرکز پر واپس لوٹ آئے منتشر نعمتوں کو شکر سے پاس بلا اور اپنے عمدہ پڑوس سے سابقہ کو قائم رکھ اور یہ خوب سمجھ لو! کہ اللہ تعالیٰ کی ستاری کا لٹکا ہوا پردہ اٹھ جائے گا اگر تم اس کی عظمت کا خیال نہ کرو گے۔یعنی اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کرو گے۔

وَمَنْ كَفَرَ (جس نے ناشکری اختیار کی)۔نعمتوں کا شکریہ ترک کر کے۔فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ (پس میرا رب بے نیاز ہے)۔شکریے سے كَرِيْمٌ (کرم کرنے والا ہے) اور جو اس کی نعمتوں کی ناشکری ہے اس پر اپنی نعمتوں سے کرم کرنے والا ہے۔

واسطی کا قول ہے:

ہمارا شکریہ تو اپنے لئے ہوتا ہے اور اس کی طرف سے ملنے والی نعمت بھی ہمیں ہی پہنچتی ہے اور اس کا احسان و فضل ہم پر سایہ افگن ہے۔

۴۱: قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا (آپ نے فرمایا اس کا تخت تبدیل کر دو)۔یعنی اس کے مقدم کو موخر اور اعلیٰ کو اسفل کر دو۔نَنْظُرْ (ہم دیکھیں)۔ نحو : جزم کی صورت میں یہ جواب ہے۔اَتَهْتَدِيْٓ (کیا اس کو صحیح پتہ چلتا ہے)۔اپنے تخت کی پہچان کرنے میں موقعہ سوال پر درست جواب دینے میں۔اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ (یا اس کا شمار انہی لوگوں میں ہے جو ایسی باتوں کا پتہ نہیں لگا سکتے)۔

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا

سو جب وہ آ گئی تو اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے کہنے لگی گویا یہ تو وہی ہے،اور ہمیں اس سے

الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

پہلے علم دیدیا گیا تھا اور ہم فرماں بردار ہو چکے ہیں، اور سلیمان نے اسے اس سے روک دیا جو وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتی تھی

اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٤٣﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً

بلاشبہ وہ کافر قوم میں سے تھی، اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جا سو جب اس نے اسے دیکھا تو خیال کیا کہ یہ گہرا پانی ہے

وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ۬ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ

اور اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں سلیمان نے کہا بلاشبہ یہ ایسا ایک محل ہے جسے شیشوں سے جوڑ کر بنایا گیا ہے وہ کہنے لگی کہ اے میرے پروردگار بلاشبہ میں

ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٤﴾ ع ٣ ۱۸

نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں نے سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرماں برداری قبول کر لی،

۴۲: فَلَمَّا جَآءَتْ (پس جب بلقیس آئی)۔ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ (اس کو کہا گیا۔ تیرا تخت اسی طرح کا ہے)۔ نحو: ھا حرف تنبیہ ہے اور کاف تشبیہ کے لئے ذا اسم اشارہ ہے۔

عجیب سوال و جواب:

آپ نے اھکذا عرشک فرمایا۔ اھذا عرشک۔ امثل ھذا عرشک نہیں فرمایا۔ تاکہ تلقین نہ بنے۔

قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ (اس نے کہا۔ گویا یہ وہی ہے) اس نے بہترین جواب دیا اور اس نے ھو ھو یا لیس بہ نہیں کہا۔ یہی اس کی عقل مندی کی علامت تھی۔ کہ ایسی بات کہی جس میں دونوں باتوں کا احتمال تھا۔ یا جب انہوں نے اھکذا عرشک کہہ کر اس پر معاملے کو مشتبہ کیا تو اس نے بھی اپنے قول كَاَنَّهٗ هُوَ سے ان پر بات کو مشتبہ کر دیا۔ باوجودیکہ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ اسی کا تخت ہے۔

ملکہ کا اعتراف:

وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا (اور ہمیں تو اس نشانی سے قبل ہی علم ہو گیا تھا)۔ یہ کلام بلقیس ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ کی صحت نبوت کا علم گذشتہ معجزات سے ہو چکا تھا۔ تخت منگوانے والے معجزہ کے ظہور سے پہلے یا اس حالت سے پہلے۔ وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ (اور ہم آپ کے فرمانبردار ہیں)۔ اور آپ کے حکم کو ماننے والے ہیں۔ نمبر۲۔ یا یہ سلیمان علیہ السلام اور آپ کے

سرداروں کا کلام ہے اور اس کا عطف و اوتینا العلم پر ہے۔ یعنی ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ذات وصفات اور اس کی طرف سے آنے والی وحی پر اس کے علم سے پہلے ہی علم ہے۔ نمبر۳۔ ہمیں اس کا مسلمان ہونا معلوم ہو چکا تھا اور اس کی آمد سے قبل اس کا مسلمان ہو کر آنا معلوم ہو چکا تھا اور ہم اس کو وحدہ لاشریک ماننے والے اور اس کے سامنے جھکنے والے ہیں۔

اسے کس چیز نے روکا:

۴۳: وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور سلیمان علیہ السلام نے اس کو ان معبودوں کی عبادت سے روک دیا جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتی تھی)۔ یہ سلیمان علیہ السلام کے کلام سے متصل ہے۔ یعنی سلیمان علیہ السلام نے اس کو روک دیا اس علم کی بنیاد پر جو ہم نے ان کو سکھایا تھا۔ یا اسلام کی طرف پیش قدمی کرنے نے اس کو سورج کی پوجا اور کفار کے مابین نشوونما سے روک دیا۔ پھر کفار کے درمیان اس کا پرورش پانا واضح فرمایا۔ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ۔ یا یہ ابتدائی کلام ہے۔ اسی قال اللہ تعالیٰ و صدها قبل ذلك عما دخلت فيه ضلالها عن سواء السبيل۔ نمبر۳۔ صدها اللّٰہ۔ نمبر۴۔ صدها سليمان عما كانت تعبد۔ حرف جار کے حذف کو مقدر مان کر اور فعل کو ملا کر۔

۴۴۔ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ (اس کو کہا گیا تو محل میں داخل ہو)۔ الصرح۔ محل نمبر۲۔ گھر کا صحن۔ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً (جب اس کو دیکھا تو اس کو موجیں مارنے والا پانی گمان کیا)۔ لُجة۔ (بڑا پانی)۔ وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا (اور اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا)۔ قراءت: مکی نے ساقیھا ہمزہ سے پڑھا ہے۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اس کی آمد سے قبل حکم دیا کہ اس کے راستے پر سفید شیشے کا محل بنایا جائے اور اس کے نیچے پانی جاری کر دیا اور اس پانی میں مچھلیاں چھوڑ دیں اور اس کے درمیان میں اپنا تخت بچھا کر بیٹھ گئے اور پرندے اور جنات وانس آپ کے ساتھ رک گئے۔ یہ فعل آپ نے اپنے معاملے کی عظمت کو بٹھانے اور نبوت کی سچائی ثابت کرنے کیلئے کیا۔

ایک قول یہ ہے:

جنات اس سے شادی کرنا ناپسند کرتے تھے اپنے اسرار و رموز اس کے پاس رکھتے کیونکہ یہ جنیة کی بیٹی تھی۔

ایک قول یہ ہے:

ان کو خطرہ تھا کہ اس کا ایسا لڑکا پیدا نہ ہو جو جن وانس کی فطانت کا جامع ہو۔ وہ سلیمان کی بادشاہت سے نکل کر اس سے تخت بادشاہت میں نہ پھنس جائیں۔ وہ سلیمان علیہ السلام کو کہنے لگے اس کی عقل میں خرابی ہے اور اس کی پنڈلیوں پر بہت بال ہیں اور اس کے پاؤں گدھے کے کھروں کی طرح ہیں۔ آپ نے تخت کو تبدیل کر کے اس کی عقل کا امتحان لیا اور محل بنایا تا کہ پنڈلیوں اور پاؤں کا پتہ چل سکے۔ جب اس نے پانی سمجھ کر اس میں گھسنا چاہا تو اس کی پنڈلیاں اور پاؤں لوگوں میں خوبصورت ترین تھے۔ مگر ان پر بال تھے آپ نے اپنی نگاہ مبارک پھیر لی۔ پھر فرمایا۔ قَالَ (آپ نے اس کو فرمایا)۔ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ (بیشک یہ محل ہے بنا ہوا)۔ ملائم برابر اور امرد کا لفظ بے بال لڑکا اسی سے ہے۔ مِّنْ قَوَارِيْرَ (شیشے کا)۔ سلیمان علیہ السلام نے اس سے شادی کرنا چاہی

مگر اس کے بالوں کو ناپسند کیا۔ شیاطین نے نورہ تیار کیا جس سے بال جاتے رہے۔ پس سلیمان علیہ السلام نے اس سے نکاح کر لیا اور اس سے محبت کی اور اس کو اس کے ملک پر برقرار رکھا۔ مہینہ میں ایک مرتبہ اس کے ہاں جاتے اور تین روز قیام فرماتے۔ اس سے اولاد بھی پیدا ہوئی۔ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ (اس نے کہا اے میرے رب بیشک میں نے اپنے اوپر ظلم کیا)۔ سورج کی عبادت میں مصروف رہ کر۔ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اور سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لائی)۔

قولِ محققین:

کہ اس بات کا قطعاً احتمال بھی جائز نہیں کہ سلیمان علیہ السلام اس کی پنڈلیاں دیکھنے کے لئے یہ حیلہ کریں جبکہ وہ اجنبیہ تھی۔ حاشا وکلا۔ اس لئے اس جیسی باتیں درست نہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ

اور بلاشبہ ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو سو اچانک ان میں دو جماعتیں ہو گئیں

يَخْتَصِمُوْنَ ۝٤٥ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا

جو آپس میں جھگڑا کر رہے تھے، صالح نے کہا کہ اے میری قوم تم اچھی بات سے پہلے بری حالت کی کیوں جلدی کرتے ہو؟ تم کیوں

تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝٤٦ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ

اللہ سے مغفرت طلب نہیں کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے، وہ کہنے لگے کہ تم اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہم بدشگونی لے رہے ہیں، صالح نے کہا

طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ۝٤٧ وَكَانَ فِى الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ

کہ تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو عذاب میں مبتلا ہونے والے ہو، اور ان کے شہر میں نو اشخاص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے

فِى الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝٤٨ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ

اور اصلاح نہیں کرتے تھے، وہ کہنے لگے کہ تم سب مل کر اس بات پر اللہ کی قسم کھالو کہ ہم صالح کو اور اس کے گھر والوں کو راتوں رات ایسی حالت میں قتل کر دیں ☆

مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝٤٩ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا

کہ ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر حاضر نہیں تھے اور بلاشبہ ہم سچ کہہ رہے ہیں، اور انہوں نے خاص قسم کا مکر کیا اور ہم نے اس حال میں خاص تدبیر کی اور انہیں

يَشْعُرُوْنَ ۝٥٠ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٥١

پتہ بھی نہیں چلا، سو دیکھ لیجئے مکر کا کیا انجام ہوا؟ بلاشبہ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو سب کو ہلاک کر دیا،

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝٥٢ وَاَنْجَيْنَا

سو یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے ظلم کی وجہ سے خالی پڑے ہیں بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو جانتے ہیں، اور ہم نے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝٥٣

ان لوگوں کو نجات دیدی جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔

☆ ہے کہ انہیں اس کا دھیان بھی نہیں ہوگا پھر ضرور ضرور ہم اس کے ولی سے کہہ دیں گے

قوم ثمود کا ذکر:

٤٥: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا (تحقیق ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا)۔ اخاھم۔ نسبی بھائی۔

نحو: صالحًا یہ اخاھم سے بدل ہے۔ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ (کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو)۔
قراءت: اَنِ کی نون کو وصل میں کسرہ سے عاصمؒ حمزہؒ بصری قراء نے پڑھا اور دیگر قراء نے نون کو ضمہ سے باء کی اتباع میں پڑھا ہے۔ معنی یہ ہے تم اللہ کو وحدہ لاشریک مانو۔ فَاِذَا یہ مفاجات کیلئے ہے۔ ھُمْ فَرِیْقٰنِ یَخْتَصِمُوْنَ (اچانک دو فریق جھگڑنے لگے)۔ ھم مبتدا فریقان خبر ہے۔ یختصمون یہ صفت ہے اور یہی اذا میں عامل ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اچانک قوم صالح کے دو گروہ مؤمن و کافر بن کر جھگڑنے لگے۔ ہر فریق کہتا تھا کہ حق میرے ساتھ ہے۔ اس کی وضاحت اس آیت اعراف ۷۵۔۷۶ میں موجود ہے۔ قال الملأ الذین استکبروا من قومه للذین استضعفوا لمن اٰمن منھم اتعلمون ان صالحًا مرسل من ربه قالوا انا بما ارسل به مؤمنون۔ ۷۵ قال الذین استکبروا انا بالذی اٰمنتم به [کافرون ۷۶]۔ اور کافر کہنے لگے۔ یصالح آئتنا بما تعدنا ان کنت من المرسلین۔ [الاعراف۔۷۷]

۴۶: قَالَ یٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّئَةِ (کہا! اے میری قوم تم برائی کو کیوں جلدی مانگتے ہو)۔ السیئة سے وہ عذاب مراد ہے جس کو ان سے نہ ماننے کی صورت میں وعدہ کیا جاتا تھا۔ قَبْلَ الْحَسَنَةِ (اچھائی سے پہلے)۔ توبہ سے قبل۔ لَوْ لَا (کیوں نہیں)۔ تَسْتَغْفِرُوْنَ (تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے)۔ کفر سے توبہ کر کے اور ایمان لا کر کیوں معافی نہیں مانگتے اس سے قبل کہ عذاب نازل ہو۔ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (تاکہ تم پر رحم کیا جائے)۔ تمہیں قبولیت عنایت فرما کر۔

۴۷: قَالُوا اطَّیَّرْنَا بِکَ (ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں)۔ کیونکہ ان کی بعثت کے وقت تکذیب کی وجہ سے ان پر قحط مسلط کر دیا گیا تھا۔ کفار نے آپ کی آمد کی طرف اس کی نسبت کی اور اطَّیَّرْنَا اصل میں تطیرنا ہے۔ اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔ تاء کو طاء میں ادغام کر کے سکون طاء کو پڑھنے کے لئے الف کا اضافہ کر دیا۔ وَبِمَنْ مَّعَکَ (اور ان سے جو تیرے ساتھ ہیں)۔ ایمان لانے والے۔ قَالَ طٰٓئِرُکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ (کہا تمہاری نحوست اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے)۔ یعنی وہ سبب جس سے تمہارے لئے خیر و شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ وہ اسی نے بنایا اور اسی کی ہی تقسیم ہے۔ نمبر۲۔ تمہارا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا ہوا ہے۔ پھر جو کچھ اترا بطور سزا اور آزمائش وہ اسی کی طرف سے اترا اور اس آیت میں یہی مذکور ہے۔ و کل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقه [الاسراء۔۱۳]۔

تطائر کی اصل:

اہل جاہلیت کے ہاں یہ تھی۔ جب مسافر کسی پرندے کے پاس سے گزرتا اور اس کو وہ ڈانٹ پلاتا۔ پرندہ ڈر کر اگر اس کے دائیں طرف سے گزر جاتا تو وہ اس کو متبرک قرار دیتے اور اگر وہ بائیں طرف گزرتا تو وہ اس سے بدشگونی لیتا۔ جب خیر و شر کی نسبت انہوں نے طائر کی طرف کی تو استعارۃً اللہ تعالیٰ کی تدبیر و تقسیم کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ نمبر۲۔ تمہاری قسمت بندے کے عمل سے ہے۔ وہ بندہ جو کہ رحمت و عذاب میں اصل سبب ہے۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ (بلکہ تم آزمائی ہوئی قوم ہو)۔ تمہارا امتحان لیا گیا ہے۔ نمبر۲۔ تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں عذاب دیا جا رہا ہے۔

ثمود کے مفسد:

۴۸: وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ (اور شہر میں)۔ شہر سے ثمود کا شہر مراد ہے۔ جس کا نام الحجر تھا۔ تِسْعَةُ رَهْطٍ (نو اشخاص تھے) نحو: یہ جمع ہے جس کا واحد نہیں۔ اسی لئے یہ تسعة کی تمیز کے طور پر استعمال ہو گیا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا گیا۔ تسعة انفس۔ کیونکہ تین سے دس تک کی تمیز جمع مجرور آتی ہے۔

قول ابن درید رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا سربراہ قدار بن سالف تھا یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹنے میں دوڑ دھوپ کی تھی۔ یہ سب بڑے لوگوں کی اولاد تھے۔

يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ (وہ زمین میں فساد مچاتے درستی نہ کرتے تھے)۔ یعنی ان کا کام خالص بگاڑ پھیلانا تھا جس میں اصلاح کا ذرہ بھی نہ ہو۔ جیسا کہ بعض مفسدین سے کبھی کبھی صلاح و درستی بھی دیکھنے میں آتی ہے۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ:

لوگوں کے عیب نکالتے اور ستر پوشی نہ کرتے۔

آیت ۴۹: قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ (انہوں نے کہا سب مل کر آپس میں قسمیں اٹھاؤ)۔ نحو: نمبرا۔ یہ تقاسموا خبر ہے جو محل حال میں واقع ہے۔ اور قد مضمر ہے۔ ای قالوا متقاسمين باللّٰه۔ نمبر۲۔ یہ امر ہے۔ یعنی انہوں نے ایک دوسرے کو قسم کا کہا اور حکم دیا۔ تقاسموا کا معنی تحالفوا۔ باہمی حلف ہے۔ لَنُبَيِّتَنَّهٗ (ہم اس پر شب خون ماریں گے)۔ راتوں رات اس کو ضرور قتل کر دیں گے۔ وَاَهْلَهٗ (اور اس کے اہل کو)۔ اولاد و پیروکاروں کو ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ (پھر ہم اس کے اولیاء کو کہیں گے)۔ خون کے وارث۔ قراءت: حمزہ و علی کی قراءت میں لتبيتنه تائے اولیٰ اور تائے ثانیہ کے ضمہ سے۔ لتقولُن تاء اور ضمہ لام کے ساتھ آیا ہے۔ ماشهدنا، (ہم تو موجود ہی نہ تھے) مهلك اهله (اس کے اہل کے ہلاک ہونے کی جگہ میں) قراءت، حفص نے مهلك پڑھا اور ابوبکر، حماد، مفضل نے مَهْلَكَ پڑھا اور اصل هلك قرار دیا۔ اول کا معنی موضع ہلاکت اور دوسرا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہلاکت ہے۔ دیگر قراء نے مُهْلَكَ پڑھا اور اهلك کو اصل قرار دیا۔ نمبرا۔ اس کا معنی اہلاک (ہلاک کرنا) نمبر۲۔ مکان اہلاک۔ ہلاک کرنے کی جگہ۔ حاصل معنی نمبرا۔ یہ ہے ہم نے اس کے اہل و عیال پر کوئی تعرض ہی نہیں کیا۔ پس ہم ان پر کیسے تعرض کر سکتے ہیں۔ نمبر۲۔ ہم تو اس کی ہلاکت کے ٹھکانے پر موجود نہ تھے۔ ہم اس کی ہلاکت کے کیونکر ذمہ دار بنیں۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں) اس بات میں جو ہم نے کی ہے۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور اس تدبیر کی ان کو خبر بھی نہ تھی)۔ مکر هم سے ان کی وہ تدبیر جو انہوں نے صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کے متعلق شبخون مارنے کی بنائی تھی۔ مکر اللّٰه سے مراد ان کا اس طور پر ہلاک کر دینا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

آیت میں: بطور استعارہ تدبیر کو ما کر کے مکر سے تشبیہ دی ہے۔

صالح علیہ السلام کے خلاف سازشِ قتل:

روایت میں ہے کہ گھاٹی میں صالح علیہ السلام کی مسجد تھی جس میں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے وہ کہنے لگے کہ صالح کا خیال یہ ہے کہ وہ ہم سے تین دن میں فارغ ہو جائے گا۔ ہم کیوں نہ اس سے اور اس کے اہل سے تین دن سے پہلے فارغ ہو جائیں۔ چنانچہ نو آدمی گھاٹی کی طرف نکل کر گئے۔ اور آپس میں کہنے لگے اگر وہ نماز ادا کرنے آئے گا تو ہم اس کو قتل کر دیں گے۔ پھر اس کے اہل پر حملہ آور ہو کر ان کو قتل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پتھر مسلسل بارش سے ان کی جانب بھیج دیا۔ وہ جلدی بھاگے تو پتھر اوپر سے آ کر ان پر گھاٹی میں فٹ ہو گیا۔ ان کی قوم کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گئے اور نہ ان کو معلوم ہوا کہ ان کی قوم کا کیا حشر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کو اسی جگہ سزا دے دی اور صالح علیہ السلام کو اور تمام ایمان والوں کو بچا لیا۔

قوم کی ہلاکت:

۵۱: فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ (غور کرو ان کی تدبیر کا انجام کیا ہوا بیشک ہم نے تمام کو تہس نہس کر دیا)۔
قراءت: کوفی و سہل نے انّا کو فتحہ سے پڑھا اور دیگر قراء نے اِنّا پڑھا اور جملہ مستانفہ قرار دیا۔
نحو: جنہوں نے فتحہ دیا انہوں نے اس کو۔ نمبرا۔ العاقبۃ کا بدل مان کر مرفوع قرار دیا۔ نمبر۲۔ مبتدأ محذوف کی خبر مان لیا۔ تقدیر کلام یہ ہوئی وھی تدمیرھم اور جنہوں نے نصب دیا۔ انہوں نے لانّا لام کو محذوف مانا۔ نمبر۲۔ یا اس کو کان کی خبر قرار دیا۔ تقدیر کلام کان عاقبة مکرھم الدمار وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ (اور ان کی ساری قوم کو)۔ چیخ کے ذریعہ
آیت ۵۲: فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً (پس یہ ان کے مکانات گر پڑے ہیں)۔ منہدم گر پڑے ہیں۔ خاوية یہ خوی النجم سے بنا ہے۔ جب کہ وہ گرے۔ نمبر۲۔ خالی پڑے ہیں۔ جبکہ الخواء سے لیا جائے۔
نحو: یہ حال ہے۔ جس پر تلك کا مدلول عامل ہے۔
بِمَا ظَلَمُوْا (ان کے ظلم کی وجہ سے)۔ ان کے ظلم کے باعث۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں)۔ جو کچھ ثمود کے ساتھ ہوا۔ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (جاننے والی قوم کے لئے نشانی ہے)۔ ہماری قدرت کی پس وہ اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔
۵۳: وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو (صالح علیہ السلام پر) ایمان لائے)۔ وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (اور وہ تقویٰ والے تھے)۔ وہ اس کے اوامر کو ترک کرنے سے بچنے والے تھے۔ ان کی تعداد چار ہزار تھی جنہوں نے صالح علیہ السلام کے ساتھ عذاب سے نجات پائی۔

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ

اور ہم نے لوط کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کے کام کرتے ہو حالانکہ تم سمجھ بوجھ رکھتے ہو، کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت پوری کرنے کے لئے

الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ‌ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تَجۡهَلُوۡنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ

مردوں کے پاس آتے ہو، بلکہ بات یہ ہے کہ تم جہالت کے کام کر رہے ہو، سو ان کی قوم کا جواب

قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَخۡرِجُوۡۤا اٰلَ لُوۡطٍ مِّنۡ قَرۡيَتِكُمۡ‌ ۚ اِنَّهُمۡ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوۡنَ ﴿۵۶﴾

یہی تھا کہ آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو بے شک بات یہ ہے کہ یہ لوگ پاک باز بنتے ہیں،

فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ قَدَّرۡنٰهَا مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ

سو ہم نے لوط کو اور اس کے گھر والوں کو نجات دیدی سوائے اس کی بیوی کے کہ ہم نے اسے ان لوگوں میں تجویز کر رکھا تھا جو عذاب میں رہ جانے والے تھے، اور ہم نے ان پر خاص

مَّطَرًا‌ ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ ﴿۵۸﴾ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ

قسم کی بارش برسا دی سو ان لوگوں کی بری بارش تھی جو ڈرائے گئے۔ آپ کہہ دیجئے کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور سلام ہو اللہ کے ان بندوں پر جنہیں

اصۡطَفٰى‌ ؕ آٰللّٰهُ خَيۡرٌ اَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۵۹﴾

اس نے چن لیا، کیا اللہ بہتر ہے یا وہ لوگ جنہیں وہ شریک بناتے ہیں؟

مجالس میں بے حیائی:

۵۴: وَلُوْطًا اِذْ قَالَ (اور لوط علیہ السلام کا تذکرہ کرو جب انہوں نے کہا)۔ لوطا۔ اذکر کی وجہ سے منصوب ہے اور اذ یہ لوطًا سے بدل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے اذ کر وقت قول لوط۔ (لوط کے قول کے وقت کو یاد کرو۔) لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ (اپنی قوم سے کیا تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو)۔ لواطت فاحشہ مراد ہے۔ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (حالانکہ تم سمجھدار ہو)۔ تم جانتے ہو کہ وہ بے حیائی ہے تو کیوں اس کا ارتکاب کرتے ہو۔ تبصرون سے نمبر۱۔ بصر قلب مراد ہے۔ نمبر۲۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے۔ کیونکہ مجالس میں اعلانیہ اس کا ارتکاب کرتے ایک دوسرے سے چھپانے کے لئے پردہ نہ کرتے تھے۔ اس وجہ سے کہ وہ اس معصیت میں شدید منہمک تھے۔ اور مذاق و مخول کے طور پر کرتے تھے۔ نمبر۳۔ تم اپنے سے قبل مجرموں کے آثار دیکھتے ہو۔ اور جو کچھ ان پر اترا وہ بھی تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ پھر اگلی آیات میں صراحۃً فرمایا۔

۵۵: اَئِنَّكُمْ (کیا تم ہی)۔ قراءت: شامی، کوفی نے دو ہمزہ سے پڑھا۔ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ (کیا تم مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو)۔ شهوة ای لشهوة۔ شہوت پوری کرنے کے لئے۔ مِنْ دُوْنِ النِّسَآءِ (عورتوں کو چھوڑ کر)۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد

کے لئے بنایا ہے۔ مرد کو مرد کے لئے نہیں بنایا۔ اور نہ مؤنث کو مؤنث کے لئے بنایا گیا ہے۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت سے ٹکراتی ہے۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (بلکہ تم جاہل لوگ ہو)۔ نمبرا۔ جاہلوں جیسے کام کرتے ہو اس لئے کہ اس کا بے حیائی ہونا تمہیں بخوبی معلوم ہے۔ نمبر۲۔ جہل سے مراد حماقت اور وہ مخول جس پر وہ قائم تھے۔ اس جملہ میں خطاب و غائب دونوں جمع ہوگئے اور دوسری آیت بل انتم قوم تفتنون۔ [النمل:۴۷] میں دونوں مخاطب ہیں۔ اس آیت میں خطاب کو غائب پر غلبہ دے دیا کیونکہ وہ قوت میں بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ اصل کلام تو دو موجود آدمیوں میں ہوتی ہے۔

۵۶: فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (پس قوم کا جواب یہی تھا کہ کہنے لگے۔ آل لوط کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو بیشک یہ لوگ پاک بنتے ہیں)۔ آل لوط سے یہاں لوط علیہ السلام اور ان کے پیروکار مراد ہیں۔ نحو: کان کی خبر جواب ہے اور ان قالوا اس کا اسم ہے۔ یتطھرون۔ وہ گندگیوں سے بڑے بچتے ہیں۔ وہ اس گندے عمل کو اوپرا قرار دیتے ہیں اور ہمیں ان کے انکار و تنقید سے بغض اور چڑ ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ استہزائی کلام ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ انك لانت الحليم الرشيد۔ [ہود۔۸۷]

۵۷: فَاَنْجَيْنٰهُ (ہم نے ان کو نجات دی)۔ قوم پر واقع ہونے والے عذاب سے بچالیا۔ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (اور اس کے اہل کو مگر ان کی بیوی ہم نے تجویز کر رکھا تھا اس کے لئے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہے)۔ قراءت: حماد وابوبکر کے علاوہ باقی نے قدرنا تشدید سے پڑھا ہے۔ ای قدرنا کونہا۔ ہم نے مقدر کیا اس کا ہونا۔ الغابرین۔ عذاب میں باقی رہنے والے۔

۵۸: وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا (اور ہم نے ان پر بارش کی بارش کرنا)۔ پتھروں کی بارش جن پر اس کا نام لکھا تھا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ (ڈرائے ہوؤں کی بارش بہت بری تھی)۔ منذرین سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے انذار کو قبول نہ کیا۔

۵۹: قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (آپ کہہ دیں الحمد للہ اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جو چنے ہوئے ہیں)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حمد و ستائش کا اولاً حکم فرمایا۔ پھر چنے ہوئے بندوں پر سلام کا حکم دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی توحید و وحدانیت پر بعد میں آنے والی دلالت کے لئے بطور تمہید حکم فرمایا۔

اس میں ہر اچھا عمل کرتے ہوئے ان دونوں سے تبرک حاصل کرنا چاہیے۔ اور دونوں کے وجود مرتبہ سے خوب پختگی حاصل کرے۔ نمبر۲۔ یہ لوط علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ وہ اپنی قوم کی ہلاکت پر یہ دعا کیا کریں۔ کہ اے اللہ کفار کی ہلاکت اور پسندیدہ بندوں کے محفوظ رہنے پر تیرا شکر ہے اور اس ہلاکت سے ہمیں بچایا اور گناہوں سے معصوم بنایا۔ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں)۔ قراءت: بصری، عاصم نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

جن کو انہوں نے شریک ٹھہرایا ہے ان میں اس وقت کوئی خیر نہیں یہاں تک کہ ان کے اور اس ذات کے درمیان موازنہ نہ کیا جائے جو کہ ہر چیز کا خالق ہے۔ یہ درحقیقت ان کو الزام دیا جارہا ہے اور ان کی حماقت و سبک سری کا اظہار ہے اور اس کی وجہ یہ تھی

کہ انہوں نے بتوں کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر ترجیح دی ہے۔اور کوئی عقل مند کسی چیز کو دوسری پر ترجیح دیتا ہے۔تو اس کے لئے کوئی نہ کوئی داعیہ ضرور ہوتا ہے مثلاً اس میں خیر و بھلائی کی کثرت ہے اور منافع زیادہ ہیں۔اس میں ان کو کہا جارہا ہے۔تم جانتے ہو کہ جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے بالمقابل ترجیح دی ہے ان میں خیر کا شائبہ بھی نہیں۔اور انہوں نے ترجیح بھی زیادتی خیر کی وجہ سے نہیں دی ہے۔ بلکہ ہوائے نفسانی اور لغو محض ہے۔کفار کو خطأ مفرط پر متنبہ کرنا' حیران کن جہالت پر خبردار کرنا ہے۔تا کہ وہ معلوم کرلیں کہ ترجیح کے لئے خیر کا زائد ہونا ضروری ہے۔

اور وہ ان کے معبودوں میں مفقود ہے۔

عمل نبوت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت پڑھتے تو آخر میں فرماتے: بل اللّٰہ خیر وابقٰی واجل واکرم۔

(اخرجه الثعلبی)

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ

کیا وہ ذات جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ رونق والے

حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ

باغیچے لگائے، تم یہ نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے درختوں کو اگاؤ، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ

قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿٦٠﴾ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا

اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں، کیا جس ذات نے زمین کو ٹھہرا ہوا بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے لئے

رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾

پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان آڑ بنا دی کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے،

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ

کیا وہ جو بے چین آدمی کی دعا کو سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور بدحالی کو دور فرماتا ہے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بناتا ہے

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ

کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ تم بہت کم دھیان دیتے ہو، کیا وہ جو تمہیں خشکی میں اور دریا کے اندھیروں میں راہ

الْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ

بتاتا ہے اور جو ہواؤں کو بھیجتا ہے جو اس کی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں کیا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟

تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ

اللہ اس سے برتر ہے جو وہ شرک کرتے ہیں، کیا وہ جو مخلوق کو اول بار پیدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا فرمائے گا اور جو تمہیں آسمان سے اور زمین سے

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾

رزق دیتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو،

۶۰: اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ: یہاں سے اللہ تعالیٰ نے وہ خیرات و منافع ذکر فرمائے جو کہ اس کی رحمت و فضل کے آثار ہیں۔ چنانچہ فرمایا: امن خلق السموت والارض۔ (کیا وہ ذات بہتر ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا)۔

فرق: امّا یشرکون کے ام اور امن خلق السموت کے ام میں یہ ہے۔ اما یشرکون کا ام متصلہ ہے۔ اس لئے معنی یہ ہے۔

ان میں کون زیادہ بہتر ہے۔اور یہ ام منقطعہ ہے جو کہ بل کے معنی میں ہے۔اور ہمزہ سابقہ استفہام سے اعراض کے لئے ہے۔ کیونکہ یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر خیر کا مبدأ ہے۔دوسرے معبودوں میں خیر کا نشان بھی نہیں۔پھر استفہام کی صورت میں دونوں میں برابری کرنا اور سوال میں موازنہ کرنا کسی طرح زیبا نہیں اسی لئے سابق استفہام سے اعراض کیا اس صورت میں یہ استفہام تقریری برائے تاکید ہے۔کہ جس نے آسمان بنائے وہی بہتر ہے۔

وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً (اور اس نے اتارا تمہارے لئے آسمان سے پانی)۔ماء سے مراد بارش ہے۔فَاَنْۢبَتْنَا (پس ہم نے اُگائے)۔کلام کا رخ غیبت سے متکلم کی طرف کر دیا۔نمبرا۔تاکہ اس بات کی تاکید کر دی جائے کہ یہ فعل اس کی ذات سے مختص ہے۔نمبر۲۔اور مختلف قسم کے باغات' جن کے رنگ' ذائقے' پرکشش شکلیں ایک ہی پانی سے پیدا کرنے پر صرف ایک وحدہ لاشریک ذات کو قدرت حاصل ہے۔بِهٖ (اس پانی کے ذریعہ) حَدَآئِقَ (باغات' باغیچے) الحدیقة (دیوار سے گھرا ہوا باغ)۔ یہ احداق سے بنا ہے وہ احاطہ کو کہا جاتا ہے۔ذَاتَ یہاں ذوات کی بجائے ذات لایا گیا۔کیونکہ معنی بہت سے حدائق ہے۔جیسا کہتے ہیں۔النساء ذهبت۔بَهْجَةٍ (پُر رونق)۔حسین۔کیونکہ دیکھنے والا ان سے سرور حاصل کرتا ہے۔پھر خصوصیت کی طرف اس ارشاد سے اشارہ کیا۔مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا (تمہارے لئے ان کے درختوں کا اگانا ممکن نہیں تھا)۔کینونت کا معنی یہاں انبغاء ہے۔مراد یہ ہے کہ ایسا کرنا غیروں کے لئے محال ہے۔ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معبود ہے)۔ کیا اس کے ساتھ اور کوئی ملایا جائے اور اس کا شریک بنایا جائے۔بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ (بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کو اس کے برابر قرار دیتے ہیں)۔یا اللہ تعالیٰ کے حق توحید سے اعراض کرتے ہیں۔بل هم کے الفاظ خطاب کے بعد ان کی رائے کی غلطی کے اظہار کے لئے بہت بلیغ ہیں۔

۶۱:اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ (یا وہ ذات جس نے زمین کو بنایا)۔اس کا مابعد ام من خلق سے بدل ہے۔اور اس کا حکم وہی ہے کہ ام منقطعہ اور استفہام تقریری ہے۔قَرَارًا (قرار گاہ)۔زمین کو بچھایا اور اس کو قرار کے لئے درست کر دیا۔وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ (اور اس کے درمیان بنائے)۔ خلالها ظرف ہے۔یعنی اس کے وسط میں۔اَنْهٰرًا (نہریں)۔ نحو: یہ اول مفعول ہے اور دوسرا خلالها ہے۔اور بین البحرین بھی اسی کی مثل ہے۔وَّجَعَلَ لَهَا (اور اس کے لئے بنائے)۔ھا کا مرجع الارض ہے۔رَوَاسِيَ (پہاڑ) جو کہ حرکت سے اس کو روکنے والے تھے۔وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ (اور بنائے دو سمندروں کے درمیان)۔بحرین سے میٹھا اور نمکین مراد ہے۔حَاجِزًا (مل جانے سے روک)۔ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معبود ہے بلکہ ان کی اکثریت بے علم ہے)۔وہ توحید کو جانتے ہیں پس نہیں مانیں گے۔

۶۲:اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (یا کون ہے ایسا کہ جب کوئی بے قرار اس کو پکارتا ہے تو وہ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے)۔ اضطرار۔یہ ضرورت سے افتعال کا باب ہے۔اضطرار ایسی حالت کو کہتے ہیں جو پناہ کی طرف مجبور کر دے۔کہا جاتا ہے۔اضطره الی کذا۔فاعل و مفعول دونوں صیغے مضطر ہیں۔مضطر۔اس شخص کو کہتے ہیں جس کو مرض یا فقر یا حوادث زمانہ نے پناہ کی طرف اور گڑگڑانے پر مجبور کر دیا ہو۔یا گناہ گار جب استغفار کرے یا مظلوم جب پکارے یا وہ آدمی جو اپنے ہاتھ اٹھائے اور اپنے پاس

سوائے توحید کے کوئی نیکی نہ پائے اوراس کواس مصیبت سے خطرہ ہو۔وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (اوروہ مصیبت کودور کرتا ہے)۔السوء سے تکلیف جسمانی یا ظلم مراد ہے۔وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ (اور تمہیں زمین کا وارث بنایا)۔یعنی زمین میں وارث بنایا۔ اس توارث سے اس میں رہائش اور صدیوں سے اس میں تصرف کرنا یا خلافت سے تسلط بادشاہی مراد ہے۔ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے۔مگر تم لوگ بہت کم یادر کھتے ہو)۔

قراءت:ابوعمرو نے یذ کرون پڑھا اور حمزہ علی وحفص نے تخفیف سے پڑھا۔

ما زائدہ ہے۔ای تذکرون تذکرًا قلیلاً۔(تم یادکرتے ہو بہت کم یادکرنا)۔

۶۳:اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ (یا وہ ذات جوتمہاری راہنمائی کرتا ہے)۔ستاروں کے ساتھ راہنمائی ۔فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (سمندر اور خشکی کے اندھیروں میں)۔رات کو اور دن کے وقت زمین میں علامات کے ذریعہ۔وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ (اور جو ہوائیں بھیجتا ہے)۔

قراءت:مکی علی حمزہ نے الریح پڑھا ہے۔

بُشْرًا (خوشخبری کے طور پر)۔یہ بشارت سے ہے۔یہ سورۂ اعراف ۵۷ آیت میں گزرا ہے۔بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ (بارش سے پہلے)۔ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے)اللہ تعالیٰ ان شریکوں سے بلند تو ہیں جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں۔

۶۴:اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ (یا وہ (بہتر ہے) جس نے مخلوق کی ابتداء کی)۔وہ مخلوق کو نئے سرے سے پیدا کرنے والا ہے۔ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (پھر وہی اعادہ کرے گا)۔یہاں ثم یعیدہ کہا گیا حالانکہ وہ تو اعادہ کے سرے سے انکاری تھے۔جواب یہ ہے کہ اعادۂ خلق ناممکن نہیں نقلی دلائل سے اعادہ کا واجب ہونا ثابت ہے۔نقلی دلائل کے واجب الیقین ہونے پر معجزات کی تائید کافی ہے۔پس عذر کے لئے گنجائش ذرہ بھر بھی نہیں۔وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ (آسمان سے کون تمہیں روزی دیتا ہے) رزق آسمان سے بارش مراد ہے۔وَالْاَرْضِ (اور زمین سے)۔ای من الارض یعنی زمین سے نباتات۔ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے۔کہہ دیں تم اپنی دلیل پیش کرو)۔اپنے شرک کی دلیل۔اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو)۔اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریکوں کے دعویٰ میں سچے ہو۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

آپ فرما دیجئے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں جو بھی چیزیں موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی غیب کو نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے، اور یہ لوگ علم نہیں رکھتے

اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫

کہ کب زندہ کئے جائیں گے، بلکہ بات یہ ہے کہ آخرت کے بارے میں ان کا علم نیست و نابود ہو گیا، بلکہ یہ لوگ اس کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں،

بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

بلکہ یہ اس کی طرف سے اندھے ہیں،

۶۵: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (آپ کہہ دیں آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے کوئی غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں جانتا)۔ نحو: مَنْ يَعْلَم کا فاعل ہے۔ الغیب مفعول ہے۔ اللّٰہ یہ مَن سے بدل ہے۔ الغیب۔ ھو مالم یقسم علیہ دلیل اطلع علیہ مخلوق۔ وہ جس کے ثبوت پر کوئی دلیل قائم نہ ہوا اور نہ اس کی اطلاع مخلوق کو ہو۔ مطلب یہ ہے۔ لا یعلم احدٌ الغیب الا اللّٰہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب کو نہیں جانتا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے۔ کہ وہ ان میں سے ہو جو آسمان و زمین میں ہیں۔ لیکن بنی تمیم کی لغت کے مطابق آیا ہے۔ کہ مستثنیٰ منقطع کو متصل کی جگہ لاتے ہیں اور مستثنیٰ منقطع میں نصب و بدل کو جائز قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ متصل میں ہوتا ہے اور وہ بولتے ہیں۔ مالی الدار احدٌ الاحمار۔

فرمان عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

جس کا یہ گمان ہو کہ وہ کل کی بات جانتا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللّٰہ۔

ایک قول یہ ہے:

یہ آیت ان مشرکین کے متعلق اتری جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا وقت دریافت کیا۔
وَمَا يَشْعُرُوْنَ (اور وہ نہیں جانتے)۔ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ کہ (ان کو کب اٹھایا جائے گا)۔

۶۶: بَلِ ادّٰرَكَ (بلکہ پورا ہو گیا)۔ قراءت: اَدرَك مکی، بصری، یزید و مفضل نے پڑھا ہے۔ اس کا معنی پورا ہوا اور مکمل ہو لیا ہے اس صورت میں ادرکت الفاکھۃ سے لیا گیا ہے یعنی پک کر تیار ہو گیا۔ اعشیٰ نے بل ادرك بروزن افتعل پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے بل ادارك پڑھا جس کا معنی استحکم اور اس کی اصل تدارک ہے۔ تاء کو دال میں ادغام کیا گیا اور الف وصل کو بڑھا دیا تا کہ پڑھ سکیں۔ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ (ان کا علم آخرت کے متعلق)۔ آخرت اور اس کے متعلقہ چیزوں کے متعلق۔ مطلب یہ ہے کہ

قیامت کے وقوع پر مستحکم و مضبوط دلائل قائم ہو چکے اور ان کے سامنے آ چکے اور ان کی پہچان بھی ان کو میسر آ چکی ہے مگر ان کا حال یہ ہے کہ یہ اس سے جہالت کا اظہار کرتے اور اس میں شک کرنے والے ہیں اور اس کا تذکرہ اس ارشاد میں فرمایا۔ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ (بلکہ وہ اس کے متعلق شک میں مبتلا ہیں بلکہ وہ اس کے متعلق اندھے ہو چکے ہیں) تین مرتبہ بل لا کر اضراب و اعراض ان کے احوال کے مطابق علی سبیل الترقی اور ان کے جہل کو اور زیادہ پختہ کرنے کے لئے ہے اولاً فرمایا۔ نمبرا۔ کہ ان کو بعث کے وقت کا شعور نہیں۔ نمبر۲۔ پھر فرمایا وہ نہیں جانتے کہ قیامت قائم ہونے والی ہے۔ نمبر۳۔ پھر فرمایا وہ شک وریب میں ٹامک ٹویاں مارنے والے ہیں۔ مگر اس کو زائل نہیں کرتے حالانکہ ازالہ ان کی طاقت میں ہے۔ پھر جو اس سے بدتر حالت (عمیٰ) اندھا پن اس کو ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت کو ان کے اندھے پن کا مبدأ و منشأ قرار دیا۔ اسی لئے تو عن کی بجائے من سے متعدی بنایا۔ کیونکہ تدبر و تفکر سے باز رہنے کا اصل سبب جزاء و انجام کا انکار ہے۔ اس آیت کے مضمون میں کفار کو ملامت کی گئی جس کی وجہ ماقبل کا مضمون ہے۔ کفار کو منکرین بعث قرار دیا گیا باوجودیکہ علم کے اسباب مضبوط اور دلائل سے اس کی پہچان پختہ ہو چکی۔ اور وہ مضمون اللہ تعالیٰ کا علم غیب کے ساتھ مختص ہونا ہے۔ اور بندوں کو کچھ علم نہ ہونا۔ جب یہ بیان کر دیا کہ بندے غیب کو نہیں جانتے تو ان کی عاجزی کا اظہار ہے اور ان کے قصور علم کا بیان ہے۔ تو اس کے ساتھ ملا کر یہ بات کہہ دی گئی کہ ان کا عجز تو اس سے بہت ہی بڑھ کر ہے۔ وہ اس طرح کہ وہ قطعی طور پر ہونے والی چیز کو جس کا واقع ہونا یقینی ہے اور وہی ان کے اعمال کی جزاء کا وقت ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ آئے گی نہیں۔ حالانکہ اس کے واقعہ ہونے کی پہچان کے پختہ اسباب ان کے ہاں موجود ہیں۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ ان کے علم کا استحکام ' کامل بطور استہزاء کے ہو جیسا کہ سب سے بڑے جاہل کو کہیں ما اعلمك۔ تو کتنا بڑا علامہ ہے اور اس تہکم کی وجہ ان کا قیامت کے متعلق شک اور اس کے اثبات سے اندھا پن اختیار کرنا ہے۔ جس کے لئے عمل کی شارع موجود ہے۔ اس کی بجائے وہ اس کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہیں جس کو جان لینے کا کوئی راستہ نہیں۔ نمبر۳۔ اور ادرك انتہاء اور فناء کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے یہ ادرکت الثمرة سے ہو۔ پھل فناء ہوا۔ کیونکہ اس کی وہ غایت ہے جس پر وہ معدوم کر دی جائے گی۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اذّارك علمهم۔ اے اضمحل علمهم في الاخرة آخرت کے متعلق ان کا علم مضمحل ہو چکا اور تدارک یہ تدارك بنو فلان سے ماخوذ ہے جبکہ وہ پے در پے ہلاک ہوں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ

اور کافروں نے کہا کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادے تو کیا ہم ضرور نکالے جائیں گے، بلاشبہ

وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾

بات یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے اس کا وعدہ کیا گیا ہے یہ پرانے لوگوں کی نقل کی ہوئی باتیں ہیں،

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ

آپ فرما دیجئے تم زمین میں چلو پھرو سو دیکھ لو مجرموں کا کیا انجام ہوا اور آپ ان پر

عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

رنج نہ کیجئے اور یہ جو مکر کرتے ہیں اس کی وجہ سے تنگ دل نہ ہو جائیے، اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ

اگر تم سچے ہو، آپ فرما دیجئے کہ تم جس عذاب کی جلدی مچا رہے ہو عنقریب اس کا بعض حصہ تم سے

تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

آ ہی لگا ہے اور بلاشبہ آپ کا رب لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ

يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا

شکر نہیں کرتے اور بلاشبہ آپ کا رب ان باتوں کو ضرور جانتا ہے جنہیں ان کے سینے چھپاتے ہیں اور یہ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، اور

مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾

آسمان اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں ہے جو کتاب مبین میں نہ ہو

٦٧: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ (اور کافروں نے کہا۔ جب ہم خاک ہو گئے اور ہمارے باپ دادا بھی تو کیا ہم برآمد کیے جائیں گے)۔ اپنی قبور سے زندہ کر کے؟

قراءت: عاصمؒ حمزہ و خلف کی قراءت میں اذا اور ان میں حرف دوبارہ تکریر سے آیا ہے۔ یہ درحقیقت انکار کے بعد انکار ہے۔ شدید انکار کے بعد شدید انکار۔ اور یہ ان کے کفر کے مؤکد اور شدید ہونے کی دلیل ہے۔

نحو: اذا کا عامل وہ ہے جس پر لمخرجون دلالت کرتا ہے اسے نخرج۔ کیونکہ اسم فاعل اور مفعول ہمزۂ استفہام کے بعد

ہیں ۔نمبر۲۔اسم فاعل ومفعول اِنّ کے بعد ہیں ۔نمبر۳۔لام ابتداء کے بعد ہے۔ان تینوں صورتوں میں جب الگ ہونے کی حالت میں اسم فاعل ومفعول ماقبل میں عمل نہیں کرتے ۔تو پھر کیسے جب جمع ہو گئے تو عمل کریں گے ۔اس لئے نخوج نکالنا پڑا۔
اِنا کی ضمیر کفار اور ان کے آباء کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ مثنی ہونے میں وہ اور ان کے آباء سب شامل ہیں لیکن حکایت کو غائب پر غلبہ دیا اور آباؤنا کا عطف کُنّا کی ضمیر پر ہے۔کیونکہ مفعول تاکید کے قائم مقام آیا ہے۔
۶۸:لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا (بلاشبہ ہم سے اس کا وعدہ کیا گیا)۔یعنی بعث بعد الموت کا۔نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ (اور ہمارے آباء و اجداد سے اس سے پہلے) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل۔
نکتہ:اس آیت میں نحن و آباؤنا پر ھذا کو مقدم کیا گیا۔جبکہ سورۃ المؤمنون میں نحن و اباؤنا کو ھذا پر مقدم کیا گیا۔جواب یہ ہے کہ یہاں مقصود بعث بعد الموت کا تذکرہ ہے اس لئے ہذا اشارہ قریب کو مقدم لائے اور اس جگہ مبعوث کا تذکرہ مقصود ہے اس لئے نحن و اباؤنا کو مقدم کیا۔اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (یہ تو گزرے لوگوں کی جھوٹی داستانیں ہیں)۔اور جھوٹے قصے اور بناوٹی باتیں ہیں۔
۶۹:قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ (آپ کہہ دیں کہ ملک میں چل پھر کر دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیا ہوا؟)عاقبۃ آخری معاملہ۔

لطیف نکتہ:

اس آیت میں مجرمین کا لفظ لا کر جرم کو ذکر کر کے مسلمانوں کو لطیف اشارہ کر دیا کہ جرائم کو چھوڑ دو۔جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا:فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوّھا۔[الشمس۔۱۴]۔ممّا خطیئاتھم اغرقوا وادخلوا نارا [نوح۔۲۵]
۷۰:وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ (آپ ان پر غم مت کریں)۔اس بناء پر کہ وہ آپ کی اتباع نہیں کر رہے اور نہ ہی بچنے اور سلامت رہنے کے لئے مسلمان ہو رہے ہیں۔وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ (اور نہ تنگدل ہوں)۔مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ (ان کے مکر اور اپنے خلاف سازشوں سے)۔ بیشک اللہ تعالیٰ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرنے والے ہیں۔عرب کہتے ہیں۔ضَاق الشی ضیقا۔یہ دیگر قراء کی قراءت ہے جبکہ ابن کثیر کی قراءت کسرہ کے ساتھ ہے (ضِيْقٍ)
۷۱:وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (اور وہ یہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہوگا)۔الوعد سے وعدہ عذاب مراد ہے۔اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ عذاب جھٹلانے والے کو پہنچے گا۔
آیت ۷۲:قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ (آپ کہہ دیں کہ جس عذاب کے جلد پہنچنے کے تم خواستگار ہو)۔الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ہوسکتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آلگا ہو)۔کفار نے عذاب موعود کو جلد طلب کیا تو انہیں یہ جواب دیا گیا۔ہوسکتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے ہو اور وہ بدر کے دن کا عذاب مراد ہے۔ یہاں لام تاکید کے لئے اسی طرح لائی گئی ہے جیسا کہ باء اس آیت میں تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔[البقرہ۔۱۹۵]
نمبر۲۔فعل متعدی کے معنی کو متضمن ہے۔جیسے کہتے ہیں دنالکم وازف لکم۔ پہلا فعل مجرد ہونے کے باوجود دوسرے

متعلق فعل کے معنی کو متضمن ہے۔اب ردف لکم کا معنی تبعکم ولحقکم۔(تمہارے پیچھے اور تمہیں ملنے والا ہے)۔

قاعدہ: عسیٰ لعل اور سوف شاہی وعدوں اور وعیدوں میں اس معاملے کی سچائی اور حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔پس اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس مقام پر اسی قسم میں سے ہے۔

۷۳: وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ (اور بیشک آپ کا رب افضال والا ہے)۔عَلَى النَّاسِ (لوگوں پر) کہ جلد عذاب نہیں بھیجتا۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ (لیکن ان کی اکثریت شکر گزار نہیں ہے)۔یعنی ان کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی نعمت کا حق نہیں پہچانتی اور نہ ہی شکر ادا کرنے والی ہے۔بلکہ جہالت سے عذاب میں جلد بازی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

آیت ۷۴: وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ (اور بیشک آپ کا رب اس چیز کو جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں) ۔وَمَا يُعْلِنُوْنَ (اور جو ظاہر کرتے ہیں)۔تکن۔کا معنی چھپانا ہے۔یعلنون سے مراد زبان سے جس کا وہ اظہار کرتے ہیں۔مقصد یہ ہے کہ ان سے عذاب کی تاخیر کچھ اس بناء پر نہیں ہے۔کہ ہم پر ان کا کوئی حال مخفی ہے۔لیکن اس کا ایک وقت مقرر ہے۔نمبر۲۔اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کفار عداوتِ رسول چھپاتے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں یعنی عداوت رسول اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو استحقاق کے مطابق سزا دے گا۔

قراءت: تکن پڑھا گیا ہے۔کہا جاتا ہے کننت الشیٔ واکننتۂ جبکہ تم اس کو چھپاؤ اور مخفی رکھو۔

۷۵: وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِىْ (اور آسمان و زمین میں کوئی مخفی چیز ایسی نہیں کہ جو لوح)۔كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (محفوظ میں موجود نہ ہو)۔غائبۃ۔اس چیز کو کہا جو غائب ہوتی اور چھپتی ہے اور خافیہ بھی اسی کو کہتے ہیں۔ان دونوں کے آخر میں عاقبت اور عافیت کی طرح تاء آئے گی۔اس کے نظائر الرمیۃ والذبیحۃ والنطیحۃ ہیں۔یہ اسماء ہیں صفات نہیں ہیں۔

نمبر۲۔یہ بھی جائز ہے کہ وہ دونوں صفت ہوں۔اور ان کی تاء مبالغہ کے لئے ہے۔جیسے کہ الراویۃ میں ہے گویا اس طرح فرمایا۔وما من شیٔ شدید الغیبوبۃ الا وقد علمہ اللّٰہ واحاطہ بہٖ واتبعہٗ فی اللوح المحفوظ۔کہ جو چیز بہت زیادہ چھپنے والی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور اس کا احاطہ کرنے والے ہیں۔اور لوح محفوظ میں اس کا اندراج کرنے والے ہیں۔المبین (ظاہر ہے)۔اس کے لئے جو اس کو دیکھتے ہیں یعنی فرشتے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِيْهِ

بلاشبہ یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان چیزوں کو بیان کرتا ہے جن چیزوں میں وہ

يَخْتَلِفُوْنَ ۷۶ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۷۷ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِیْ

جھگڑ رہے ہیں، اور بلاشبہ یہ قرآن مومنین کے لئے ہدایت ہے اور رحمت ہے، بے شک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے

بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۷۸ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ

فیصلے فرمائے گا اور وہ عزیز ہے، علیم ہے، سو آپ اللہ پر بھروسہ کیجئے بلاشبہ آپ

عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ۷۹

صریح حق پر ہیں،

۷۶: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ (بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل پر وہ واقعات اکثر بیان کرتا ہے)۔ کھول کر بیان کرتا ہے۔ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں)۔ انہوں نے مسیح علیہ السلام کے متعلق اختلاف کیا۔ اور اس میں کئی گروہ بن گئے۔ ان کے مابین بہت سی اشیاء میں اختلاف ہوا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگے۔ قرآن مجید نے اتر کر اس چیز کی وضاحت کر دی جس کو انہوں نے اختلاف کا نشانہ بنایا تھا۔ اگر وہ انصاف سے کام لیں۔ اور اس کو اختیار کر لیں۔ اور اسلام لے آئیں۔ بنی اسرائیل سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔

۷۷: وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (اور بیشک یہ قرآن ایمان والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے)۔ ان لوگوں کے لئے باعث رحمت ہے جو بنی اسرائیل میں سے بالکل انصاف کرنے والے اور ایمان لانے والے ہیں یعنی بنی اسرائیل میں سے۔ نمبر۲۔ ان میں سے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں میں سے۔

۷۸: اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِیْ بَيْنَهُمْ (بیشک آپ کا رب ان کے مابین فیصلہ فرمائے گا)۔ مؤمنوں اور کافروں کے درمیان۔ بِحُكْمِهٖ (اپنے حکم یعنی عدل سے) کیونکہ وہ فیصلہ ہی عدل سے فرماتے ہیں۔ پس یہاں محکوم بہ (فیصلہ) کو حکم فرمایا۔ نمبر۲۔ اپنی حکمت سے فیصلہ فرماتے ہیں اور اس پر بِحِكَمِهٖ کی قراءت دلالت کرتی ہے۔ حکم جمع حکمت کی ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ (وہ زبردست ہے)۔ اس کی تقدیر کو واپس نہیں کیا جا سکتا۔ الْعَلِيْمُ (وہ ان کو جانتا ہے) کہ کن کے حق میں فیصلہ دینا ہے اور کن کے خلاف دینا ہے۔ نمبر۲۔ وہ العزیز ہے یعنی باطل پرستوں سے انتقام لینے میں العلیم حق پرستوں اور باطل پرستوں کے درمیان فیصلہ کرنے کو جانتے ہیں۔

۷۹: فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (پس تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو)۔ اس میں آپ ﷺ کو توکل علی اللہ کا حکم دیا گیا۔ اور اعدائے دین کی پرواہ نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ (بیشک آپ صریح حق پر ہیں)۔ یہ التوکل کی علت بیان فرمائی۔ اس

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝۸۰ وَمَآ

بلاشبہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ آپ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں، اور

اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا

نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر راستہ دکھا سکتے ہیں' آپ تو انہیں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں

فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۸۱

سو وہ فرمانبردار ہیں،

لئے کہ آپ صریح حق پر ہیں۔ وہ صریح حق وہ دین ہے۔ جس سے شک کبھی متعلق ہو نہیں سکتا۔

نکتہ: اس میں وضاحت کر دی۔ کہ حق پرست کو اللہ تعالیٰ پر کامل وثوق واعتماد اور اس کی مدد پر یقین ہونا چاہیے۔

آیت ۸۰: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (آپ یقیناً مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ ہی بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں)۔

۸۱: وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ (اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے سیدھا راستہ دکھا سکتے ہیں)۔ جب کفار مکہ جو سنتے اس کو یاد نہ رکھتے اور نہ سنتے اور نہ اس سے نفع اٹھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مردوں سے مشابہت دی حالانکہ وہ ظاہر میں زیادہ صحیح الحواس تھے اور ان بہروں سے تشبیہ دی جن کو پکارا جائے تو نہ سنتے ہوں اور ان اندھوں سے جو راستہ گم کر دیں۔ کوئی شخص اس بات کی قدرت نہیں رکھتا کہ ان سے یہ چیزیں ہٹا کر ان کو راستہ دیکھنے والا اور راستہ پر چلنے والا بنا دے مگر اللہ جل شانہٗ (اور اسی کی طرف سے ہدایت ان کو ملتی نہیں کیونکہ انہوں نے گمراہی کو جان بوجھ کر اختیار کیا ہے) پھر بہرے کی حالت کو یہ کہہ کر اور مؤکد کیا گیا ہے اذا ولوا مدبرین کیونکہ بہرا جب آواز دینے والے سے دور ہو اور اس کی طرف پشت کرنے والا بھی ہو تو وہ داعی کی آواز کے ادراک سے بالکل ہی محروم رہے گا۔

قراءت: ولا تسمع الصُّم مکی نے یہاں پڑھا اور سورۂ روم میں بھی اسی طرح اور وما انت تهدى العمىَ یہاں پڑھا اور الروم میں بھی اسی طرح حمزہ نے پڑھا۔ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا (آپ تو صرف انہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں۔ جو ہماری آیات کا یقین رکھتے ہیں)۔ آپ کا سنانا فائدہ نہ دے گا مگر صرف ان لوگوں کو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ اس کی آیات پر ایمان لائیں گے یعنی ان آیات کی تصدیق کریں گے۔ فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (اور وہ فرمانبردار ہیں) پھر وہ جانتے بھی ہیں اپنے قول میں مخلص ہیں جیسا اس ارشاد میں ہے: بلٰى من اسلم وجهه لله وهو محسن۔ [البقرہ۔۱۱۲]

اس کو صحیح سالم اور خالص اللہ کے لئے قرار دیا۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ

اور جب ان پر وعدہ پورا ہونے والا ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالدیں گے جو ان سے باتیں کرے گا کہ

النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾

لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں لاتے تھے۔

۸۲: وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ (جب ان پر قول واقع ہو جائے گا)۔ یہاں قول کے مقصد اور نتیجہ کو قول سے تعبیر فرمایا۔ اور وہ عذاب اور قیامِ ساعت کا وعدہ ہے۔ وقوعہ۔ کا معنی حصول ہے اور مراد قرب اور اس کی نشانیوں کا ظہور ہے اور وہ وقت جبکہ توبہ فائدہ مند نہ ہوگی۔ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (ہم ان کے لئے زمین سے ایک چوپایہ نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا)۔ یہ وہی ہے جس کو حدیث میں جساسہ سے تعبیر کیا گیا۔ اس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی' اس کو پکڑنے والا پکڑ نہ سکے گا اور بھاگنے والا اس سے فرار اختیار نہ کر سکے گا۔ اس کی چار ٹانگیں ہونگی۔

داڑھی' دو پیر' اور اس کا سر بیل جیسا' آنکھیں خنزیر جیسی' کان ہاتھی جیسے' سینگ بارہ سینگھے جیسے' گردن شتر مرغ کی طرح' سینہ شیر کی مانند' رنگت چیتے جیسی' کوکھیں بلی نما' دم مینڈھے کی طرح' پاؤں اونٹ جیسے اور اس کے دو جوڑوں کے مابین دس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ وہ صفا سے نکل کر عربی زبان میں بات کرے گا اور کہے گا۔ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ (لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے)۔ یعنی میرے نکلنے پر۔ کیونکہ اس کا نکلنا بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اور وہ یہ کہے گا: الا لعنة اللّٰه علی الظالمین۔

نمبر۲۔ ان سے تمام ادیان کے باطل ہونے اور فقط دین اسلام کے برحق ہونے کی بات کرے گا۔ نمبر۳۔ اور یہ بات کرے گا کہ یہ شخص مؤمن اور یہ کافر ہے۔

قراءت: اَنَّ کوفی و سہل نے مفتوح پڑھا اور جار کو حذف کر دیا۔ یعنی تکلمھم بأن۔ دیگر قراء نے کسرہ دیا کیونکہ کلام قول کے معنی میں ہے اور قول کے بعد اِنّ آتا ہے۔ یا قول مضمر ہے۔ یعنی تقول الدابة ذلك۔ اب آیات سے آیات ربنا مراد ہونگی۔ یا نمبر۲۔ اس وقت یہ اللہ تعالیٰ کے قول کی حکایت ہے۔ پھر قیامت کا تذکرہ فرمایا۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک جماعت ان لوگوں میں سے جمع کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے پھر ان کی جماعت بندی کر دی جائے گی۔

حَتّٰى إِذَا جَاءُوْ قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنْتُمْ

یہاں تک وہ جب حاضر ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا حالانکہ تم ان کو اپنے احاطہ علمی میں بھی نہ لائے، بلکہ تم اور کیا کیا

تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ أَلَمْ

کام کرتے تھے، اور ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر وعدہ پورا ہو چکا ہے سو وہ بات نہ کریں گے کیا

يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو بنایا کہ وہ اس میں آرام کریں اور ہم نے دن کو بنایا جس میں دیکھیں بھالیں بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔

۸۳: وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا (اور اس دن کو یاد کرو جب ہم ہر امت میں سے ان لوگوں کا ایک گروہ جمع کریں گے)۔
نحو: من تبعیض کے لئے ہے۔ای اذکر یوم نجمع من کل امة من الامم زمرة۔اس دن کو یاد کرو جب ہم ہر امت میں سے ایک گروہ جمع کریں گے۔ مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا (جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے رہے)۔ نحو: مَن تبیین کے لئے ہے۔آیات سے وہ آیات مراد ہیں جو ہمارے انبیاء علیہم السلام پر اتاری گئیں۔فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (پھر ان کو روکا جائے گا)۔اول کو روکیں گے تاکہ پچھلے ان کے ساتھ جمع ہو سکیں۔پھر ان کو موضع حساب کی طرف لے جائیں گے۔اس تعبیر سے مقصود کثرت تعداد کو بیان کرنا ہے اور الفوج سے بھی بہت بڑی جماعت مراد ہے۔
۸۴: حَتّٰى إِذَا جَاءُوْ (یہاں تک کہ جب وہ آ جائیں گے)۔موقف حساب وسوال میں جمع ہو جائیں گے۔قَالَ (تو اللہ تعالیٰ ان کو بطور تہدید فرمائیں گے)۔ أَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا (کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا یا بلا سوچے سمجھے سرسری رائے سے تکذیب کر دی اور اس کی حقیقت کے معلوم ہونے کے بغیر) کہ یہ واقعہ میں سچی حقیقت ہے یا جھوٹی بات۔أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (یا پھر تم کیا عمل کرتے رہے)۔جبکہ تم نے ان میں غور ہی نہیں کیا۔تمہیں بے کار تو نہیں بنایا گیا)۔
۸۵: وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ (اور ان پر بات انکے ظلم کرنے کی وجہ سے واقع ہو جائے گی۔اسلئے وہ کوئی بات نہ کر سکیں گے)۔اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کا جو ظلم انہوں نے ڈھایا تھا اسکی وجہ سے موعودہ عذاب انکو ڈھانپ لے گا اور وہ ان کو معذرت و بات چیت سے مشغول کر دے گا جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔ھذا یوم لا ینطقون۔[المرسلات۔۳۵]

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا

اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں سب گھبرا جائیں گے سوائے اس کے

مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً

جسے اللہ چاہے، اور سب اس کے حضور میں عاجزی کے ساتھ حاضر ہو جائیں گے۔ اور تو پہاڑوں کو ایسی حالت میں دیکھ رہا ہے جس میں تجھ کو خیال ہوتا ہے کہ یہ یوں ہی جمے ہوئے رہیں گے

وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا

حالانکہ وہ بادلوں کی طرح گزریں گے یہ اللہ کی کاری گری ہے جس نے ہر چیز کو ٹھیک طرح بنایا ہے بلاشبہ وہ ان کاموں سے باخبر ہے

تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾

جو تم کرتے ہو، جو شخص نیکی لیکر آئے گا اسے اس سے بہتر ملے گا اور ایسے لوگ اس دن گھبراہٹ سے پرامن ہوں گے

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾

اور جو شخص برائی لیکر آئے گا تو وہ لوگ اوندھے منہ کر کے دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے تمہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔

۸۶: اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ (کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں)۔ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (اور دن بنایا جس میں دیکھیں)۔ نحو: مبصرًا یہ حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کو دن کے لئے بنایا اور دن آنکھوں والوں کے لئے ہے۔ معنی کے اعتبار سے تقابل کی رعایت کی گئی کیونکہ مبصرا کا معنی یہ ہے تاکہ وہ معاش میں آنے جانے کے راستے دیکھ لیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (بیشک اس میں البتہ ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں)۔ جو تصدیق کر کے ان سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

اس میں دلیل ہے کہ اٹھایا جانا درست ہے۔ کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیا انہیں معلوم نہیں کہ ہم نے رات اور دن کو بنایا ہے معاش کے دنیا میں برقرار رہنے کا ذریعہ تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو بیکار نہیں بنایا بلکہ آزمائش کے لئے ہے پس ثواب وعذاب کا ہونا یقینی وضروری ہے۔ جب یہ ثواب وعذاب اس دنیا میں پیش نہیں آتے تو ایک اور گھر ثواب وعقاب کے لئے ہونا ضروری ہے۔

۸۷: وَيَوْمَ (اور اس دن کو یاد کرو)۔ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ (جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی)۔ الصور جمع صورۃ کی ہے یا سینگ کو کہتے ہیں۔ صور پھونکنے والے اسرافیل علیہ السلام ہونگے۔ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (پس گھبرا جائیں گے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہیں)۔ اس سے نفخہ اولیٰ والا فزع مراد ہے جب سب بے ہوش ہو جائیں گے۔

نکتہ: فزع ماضی لائے یفزع مضارع ذکر نہیں کیا۔ تاکہ فزع کا قطعی ویقینی وقوع ثابت کر دیا جائے۔ کہ وہ بہرصورت آئے

گی۔ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ (مگر جن کو چاہے اللہ تعالیٰ) مگر جن کے دل کو اللہ تعالیٰ ملائکہ میں سے مضبوط کر دیں گے۔ قولِ علماء۔ نمبر۱۔ وہ جبرائیل میکائیل اسرافیل ملک الموت علیہم السلام مراد ہیں۔ نمبر۲۔ شہداء کی ارواح مراد ہیں۔ نمبر۳۔ حوریں اور آگ کا داروغہ اور حملۃ العرش۔ نمبر۴۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان میں سے موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ ان کو ایک مرتبہ بے ہوشی ہو چکی ہے۔ اور اسی طرح اس آیت میں ہے: و نفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الامن شاء اللہ۔ [الزمر۔ ۶۸]

وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ (اور سب کے سب اس کے سامنے دبے جھکے رہیں گے)۔ قراءت: حمزہ، حفص، خلف نے اَتَوْهُ پڑھا ہے دیگر قراء نے آتُوْہ پڑھا ہے۔ اور اس کی اصل آتیوہ ہے۔

نحو: داخرین یہ حال ہے۔ ای صاغرین ذلیل و عاجز ہو کر۔ الاتیان کا مطلب موقف میں حاضری ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع اور اس کے حکم کی اطاعت۔

۸۸: وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا (اور تم پہاڑوں کو دیکھو گے۔ تم خیال کرو گے کہ وہ) نحو: تحسبھا۔ ضمیر مخاطب سے حال ہے۔ قراءت: تَحْسَبُهَا۔ شامی، حمزہ، یزید، عاصم نے فتحۂ سین سے پڑھا۔ جبکہ دیگر قراء نے کسرہ سین سے تَحْسِبُهَا پڑھا ہے۔ جَامِدَةً (اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں) کھڑے اور حرکت سے رکے ہوئے ہیں۔ یہ جمد فی مکانہ سے بنا ہے۔ جبکہ وہ اپنی جگہ سے نہ ٹلے۔ وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں) نحو: ھی تمر یہ تحسبہ کی ضمیر منصوب سے حال ہے۔

مرّ السحاب ای مرًّا مثل مرّ السحاب۔ بادلوں جیسا چلنا۔ مطلب یہ ہے۔ جب تم نفخہ کے وقت پہاڑوں کو دیکھو تو تم ان کو اپنی جگہ جما ہوا محسوس کرو گے۔ کیونکہ وہ بڑی جسامت والے ہیں۔ مگر واقعہ میں وہ جمے ہوئے نہیں بلکہ بادل کی طرح تیزی سے چلے جا رہے ہونگے۔ جبکہ ہوا ان کو دھکیل رہی ہو۔ بڑے اجسام جب حرکت کرتے ہیں تو ان کی حرکت معلوم نہیں ہوتی۔ جیسے نابغہ ذبیانی نے جیش کی تعریف میں کہا۔ بأرْعَنَ مثل الطَّودِ و تَحْسَبُ انّھم۔ وقوفٌ لِحاجٍ والرِّکابُ تَھَمْلَجُ۔ صُنْعَ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے)۔ نحو: یہ مصدر ہے اس کا عامل وہی ہے جس پر تمر دلالت کر رہا ہے کیونکہ ان کا بادلوں کی طرح چلنا یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہے صنع اللّٰہ ذلک صنعًا۔ (اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا بنانا)۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام اللہ ذکر کیا کیونکہ پہلے کلام میں مذکور نہیں۔ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ (جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا)۔ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ (وہ تمہارے اعمال سے خبردار ہیں)۔ قراءت: یفعلون مکی اور بصری نے سوائے سہل اور یحییٰ کے پڑھا اور ابوبکر نے پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے تاء سے پڑھا۔ وہ جو کچھ بندے کرتے ہیں۔ ان اعمال سے واقف ہے۔ پس وہ ان کو اس کے مطابق بدلہ دیں گے۔

پھر اس کا خلاصہ ذکر فرمایا۔

۸۹: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ (جو شخص نیکی لایا)۔ حسنة سے جمہور نے لا الہ الا اللہ کا سچا اقرار مراد لیا ہے۔ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا (اس

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ٘ وَّاُمِرْتُ

مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت دی ہے اور ہر چیز اس کی ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں، اور یہ کہ

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ

قرآن کی تلاوت کروں، سو جو شخص ہدایت اختیار کرتا ہے سو وہ اپنے ہی لیے راہ ہدایت پر آتا ہے

وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ

اور جو شخص گمراہی پر رہے آپ فرمادیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والوں سے ہوں، اور آپ یوں کہیے کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے وہ عنقریب اپنی نشانیاں دکھادے گا

فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۱۱/۲

سو تم ان کو پہچان لو گے اور آپ کا رب ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم لوگ کرتے ہو۔

کے لئے اس سے بہت بہتر ملے گا) یعنی اس کو اس عمل حسنہ کی جانب سے اس سے بہتر بدلہ حاصل ہوگا۔ وہ جنت ہے اس صورت میں خیر افضل کے معنی میں نہ آئے گی۔ نحو: منہا یہ موضع رفع میں خیر کی صفت ہے۔ وھم من فزع (اور وہ گھبراہٹ سے)۔
قراءت: کوفی من فزعٍ شدید جو بہت ہی زیادہ ہو۔ نمبرا۔ اور وہ آگ کا خوف ہے۔ نمبر۲۔ یا ہر قسم کا خوف خواہ معمولی ہو۔ باقی قراء نے بلا تنوین پڑھا ہے۔ یَوْمَئِذٍ کوفی' مدنی نے میم کے فتحہ سے جبکہ دیگر نے کسرۂ میم سے یوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ اٰمِنُوْنَ (وہ امن میں ہونگے)۔ اَمِن کا لفظ حرف جار کے ساتھ بھی متعدی ہوتا ہے اور اس کے بغیر بھی۔ جیسا کہ اس آیت میں افامنوا مکر اللّٰہ [الاعراف:۹۹]

۹۰: وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ (اور جو کوئی برائی لایا)۔ السّیئۃ سے شرک مراد ہے۔ فَكُبَّتْ (پس ان کو اوندھے کیا جائے گا)۔ القیت (ڈالے جائیں گے) وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ (ان کے چہرے آگ میں)۔ کہا جاتا ہے کببت الرجل ای القیتہ علی وجھہ۔ (میں نے اسے چہرے کے بل گرادیا)۔

آیت میں تمام جسم کو وجہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سر اور گردن سے تعبیر کرتے ہیں۔ ای القوا فی النار۔ ان کو رلانے کے لئے اوندھا کر دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا۔ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تمہیں نہیں بدلہ دیا جارہا مگر اتنا ہی جو کچھ تم کرتے تھے)۔ یعنی دنیا میں رہتے ہوئے۔ مثلاً شرک اور دیگر معاصی۔

۹۱: اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ (مجھے حکم ملا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں)۔ البلدۃ سے مکہ مراد ہے۔ الَّذِیْ حَرَّمَهَا (جس کو اس نے حرمت والا بنایا)۔ امن والا حرم محترم بنایا۔ اس میں پناہ لینے والا محفوظ رہتا ہے۔ اسکے کانٹے کو کاٹا نہ جائیگا اور نہ اسکی گھاس کو اکھاڑا جائیگا اور اسکے شکار کو بھگایا نہ جائے گا۔ وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ (اور چیز اسی ہی کی ہے)۔ اس شہر سمیت وہ دنیا وآخرت کا مالک ہے۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں اسکی فرمانبرداری کروں)۔

۹۲: وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ (اور یہ حکم ملا کہ میں قرآن کی تلاوت کروں)۔ اتلو اکو اگر تلاوت مصدر سے بنائیں تو قرآن کی تلاوت کروں اور اگر اس کو التلوّ سے لیا جائے جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ واتبع ما یوحی الیك من ربك۔ (الاحزاب)۔۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا کہ آپ کہیں امرت ان اخص اللہ وحدهٗ بالعبادۃ مجھے حکم ملا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کو عبادت کے ساتھ خاص کروں۔ اور قریش کی طرح اس کا شریک نہ بناؤں۔

اور میں ہو جاؤں اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں میں سے اور ہو جاؤں ان میں سے جو ملت اسلام پر جمنے والے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت کروں تاکہ حلال و حرام کا امتیاز کر سکوں۔ جن کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔

نکتہ: مکہ کو تمام شہروں میں خاص کیا اور اپنے اسم مبارک کی طرف اضافت فرمائی۔ کیونکہ مکہ مکرمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب اور زیادہ مرتبے والا ہے اور اس کی طرف اس قول سے اشارہ فرمایا۔ هذه البلدة۔ یہ ہذہ اسم اشارہ مکہ کی تعظیم کے لئے لایا گیا۔ اور اشارہ قریب اس بات پر دلالت کرنے کے لئے کہ یہ اس کے پیغمبر کا وطن و مولد اور مھبط وحی ہے اور اپنی ذات کی صفات کو الذی حرمھا سے تعبیر فرمایا۔ کیونکہ یہ خصوصی وصف مکہ مکرمہ کو ہی حاصل ہے۔ اور ہر چیز اس کی ربوبیت اور ملکوتیت کے ماتحت اسی طرح داخل ہے جیسا تابع اپنے متبوع کے ماتحت ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی ربوبیت میں داخل ہیں۔ فَمَنِ اهْتَدٰى (جو سیدھے راستہ پر چلے گا)۔ خاص میری پیروی کرتے ہوئے ان باتوں میں جو میں بتلاتا ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور شرکاء کی نفی اور ملت حنیفیہ میں داخل ہونا اور میرے اوپر اترنے والی وحی میں میری اتباع کرنا۔ فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ (وہ سیدھے راستہ پر اپنے لئے چلے گا)۔ اس کی ہدایت کا فائدہ اسی کی طرف لوٹنے والا ہے نہ کہ میری طرف۔ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (اور جو شخص گمراہ ہوا تو آپ اس کو فرما دیں بیشک میں تو ڈرانے والوں میں سے ہوں)۔ جو شخص گمراہ ہوا اور اس نے میری اتباع اختیار نہ کی اس کا مجھ پر الزام نہیں اس لئے کہ میں تو ڈر سنانے والا رسول ہوں۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: وما علی الرسول الا البلاغ المبین۔[النور۔۵۴]

۹۳: وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ (اور کہہ دیں (الحمد للہ) تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں عنقریب فَتَعْرِفُوْنَهَا وہ اپنی آیات دکھلائیں گے اس وقت تم ان کو پہچان لو گے)۔ پھر آپ کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت نبوت پر شکریہ ادا کریں جس کے برابر کوئی نعمت نہیں اور یہ بھی حکم دیا کہ اپنے دشمن کو دھمکائیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو آخرت میں اپنی آیات دکھائیں گے اس وقت ان کو یقین آ جائے گا۔

ایک قول یہ ہے:

کہ اس سے مراد چاند کا پھٹنا' دھواں کا ظاہر ہونا۔ اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جو سزائیں ان پر اتریں۔

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو)۔ قراءت: تعملون کو تاء کے ساتھ مدنی شامی اور حفص' یعقوب نے پڑھا ہے۔ اس صورت میں اہل مکہ کو خطاب ہے۔ اور دیگر قراء نے یاء سے پڑھا ہے۔ یعنی ہر وہ عمل جو وہ کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں۔ غفلت و سہو و نسیان سے اس کی ذات وراء الوراء ہے۔

الحمد للہ آج ۲۰ ذیقعد لیلۃ الجمعہ ۱۴۲۳ھ بعد نماز عشاء ترجمہ سورۂ نمل مکمل ہوا۔ ذلك من فضل اللہ علیّ

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سُورۂ قصص مکی ہے اور اسکی اٹھاسی آیات اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ

طٰسٓمّٓ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کی بعض خبریں حق کے ساتھ سناتے

بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۳ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا

ہیں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔ بلاشبہ فرعون زمین میں چڑھ گیا تھا۔ اور اس نے زمین والوں کی کئی قسمیں بنا رکھی تھیں۔

يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ

ان میں ایک جماعت کو کمزور کر رکھا تھا۔ انکے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور انکی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بلاشبہ وہ فساد

الْمُفْسِدِيْنَ ۝۴ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ

کرنیوالوں میں سے تھا۔ اور ہم نے چاہا کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور کیا ہوا ہے ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنادیں اور انہیں

اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ

وارث بنا دیں اور زمین میں انہیں حکومت دیدیں۔ اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو

وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝۶

ان مستضعفین کی جانب سے وہ واقعہ دکھلائیں جس سے وہ اپنا بچاؤ کرتے تھے۔

۱: طٰسٓمّٓ اللہ تعالیٰ ہی اس کی مراد کو جانتے ہیں۔

۲: تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (یہ کتاب مبین کی آیات ہیں)۔ کہا جاتا ہے۔ بان الشیٔ و ابان۔ دونوں کا ایک معنی ظاہر ہونا۔ اور کہا جاتا ہے ابنته فابان۔ یہ لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ یعنی اس کی خیر و برکت ظاہر ہے۔ نمبر۲۔ یہ حلال و حرام کو ظاہر کرنے والی اور وعدہ و وعید اور اخلاص و توحید کو ظاہر کرنے والی ہے۔

۳: نَتْلُوْا عَلَيْكَ (ہم تم پر پڑھتے ہیں)۔ یہاں نتلوا نقرأ علیك کے معنی میں ہے۔ یعنی ہمارے حکم سے جبرئیل پڑھیں گے۔

نتلوا کا مفعول مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰی وَ فِرْعَوْنَ ہے۔یعنی ہم تم پر ان کے بعض حالات پڑھیں گے۔(موسیٰ وفرعون کی کچھ خبر) من تبعیضیہ ہے۔بِالْحَقِّ (حق کے ساتھ) ای محقین۔پختگی کرنے والے ہیں۔

نحو : یہ حال ہے۔

لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (ایمان والے لوگوں کے لئے)۔جن کے متعلق ہمارے علم میں یہ بات سبقت کر چکی کہ وہ ایمان لائیں گے۔ کیونکہ تلاوت الٰہی ان ہی کو فائدہ دے گی نہ کہ دوسروں کو۔

۴:اِنَّ فِرْعَوْنَ (بیشک فرعون)۔ نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے مجمل کی تفسیر کی طرح ہے۔گویا کوئی اس طرح کہہ رہا ہے۔ان کی خبر کس طرح ہوگی۔تو فرمایا بیشک فرعون نے تکبر کیا۔عَلَا (سرکشی کی) اور ظلم میں انتہاء کو پہنچ گیا۔نمبر۲۔تکبر کیا اور اپنے آپ پر فخر کرنے لگا۔اور اپنی غلامی کو بھول گیا۔فِی الْاَرْضِ (زمین میں) یعنی سرزمین مصر میں۔وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا (اور اس کے رہنے والوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا)۔ایک گروہ اس کے ارادوں میں اس کا ساتھ دینے والا اور اطاعت کرنے والا تھا۔ان میں سے کسی کو اختیار نہ تھا کہ وہ اس کی گردن کو خلاف ارادہ موڑ دے۔نمبر۲۔مختلف گروہوں میں بانٹ دیا۔ایک گروہ پر مہربانی کرتا اور دوسرے کی تذلیل۔قبطی گروہ کو عزت دی اور گروہِ اسرائیل کو ذلت میں ڈال دیا۔یَسْتَضْعِفُ طَآىِٕفَةً مِّنْهُمْ (ان میں سے ایک گروہ کو اس نے کمزور کر رکھا تھا)۔طائفہ سے مراد بنو اسرائیل ہیں۔یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ یَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ (وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑتا)۔ان کی بیٹیوں کو خدمت کے لئے زندہ چھوڑتا۔

وجہ ذبح اطفال:

ایک قبطی کاہن نے فرعون کو کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا۔جس کے ہاتھ تیرا ملک برباد ہوگا۔اس میں فرعون کی حماقت ٹپکتی ہے۔اس لئے کہ اگر کاہن نے سچ کہا تو اس کو قتل سے فائدہ نہ ہوگا اور اگر اس نے جھوٹ بولا تو قتل کا کیا مقصد؟

نحو : یستضعف یہ جعل کی ضمیر سے حال ہے۔نمبر۲۔شیعًا کی صفت ہے۔نمبر۳۔جملہ مستانفہ ہے اور اور یذبح یہ یستضعف کا بدل ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (بلاشبہ وہ مفسدین میں سے تھا)۔

مسئلہ :اس میں دلیل ہے کہ ظلماً قتل یہ مفسدین کا فعل ہے۔کاہن نے سچ کہا یا جھوٹ اس کے تحت قتل فضول حرکت ہے۔

۵:وَ نُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ (اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم احسان کریں)۔ہم فضل و مہربانی کریں۔

یہ آیت مسئلہ اصلح میں دلیل ہے۔

نحو : یہ جملہ ان فرعون علا فی الارض پر معطوف ہے۔کیونکہ نبأ موسیٰ و فرعون کی تفسیر ہونے میں یہ اس کی نظیر ہے۔اور اس کا بیان ہے۔نمبر۲۔یستضعف سے حال ہے۔یعنی فرعون نے ان کو کمزور بنا رکھا تھا اور ہم ان پر احسان کرنا چاہتے تھے۔ اور ارادۂ الٰہی تو بہر صورت واقع ہونے والا ہے۔پس اس جملہ کو ان کے استضعاف کے ساتھ بطور مقارنت ذکر کیا۔

عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً (ان لوگوں پر جن کو زمین میں کمزور کر دیا گیا تھا اور ہم ان کو پیشوا بنائیں)۔نمبر ۱۔ایسے قائد جن کی خیر میں اقتداء کی جاتی ہے۔نمبر ۲۔بھلائی کے داعی۔نمبر ۳۔والی اور بادشاہ۔

وَنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ (اور ہم ان کو وارث بنائیں)۔یعنی فرعون اور اس کی قوم کے ملک و اسباب کا ان کو وارث بنائیں۔

۶: وَنُمَكِّنَ (اور ہم ان کو حکومت دیں)۔مکن له کا معنی اس کے لئے ایسی جگہ بنا دینا جس پر وہ بیٹھ سکے۔نمبر ۲۔یا سو سکے اور تمکین فی الارض کا مطلب ارض مصر و شام کو اس طرح کر دینا کہ وہاں ان کو کوئی روک ٹوک نہ ہو اور ان کو تسلط دے دیا جائے اور ان کا حکم چلے۔لَهُمْ فِي الْاَرْضِ (زمین میں)۔ارض سے شام و مصر مراد ہے۔وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا (اور فرعون ٗ ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ بات دکھا دی)۔قراءت: نُرِی۔نون کا ضمہ اور فرعون اور مابعد کا نصب۔نمبر ۲۔یاء کے ساتھ یُرِی اور فرعون اور مابعد پر رفع علی و حمزہ نے پڑھا ہے۔تقدیر کلام یہ ہے۔یرون منهم ماحذروه من ذهاب ملکهم وهلاکهم علی ید مولود منهم۔انہوں نے ان سے وہ دیکھ لیا جس کا خطرہ تھا یعنی ملک کا ہاتھ سے نکلنا اور انہی میں سے ایک بچے کے ہاتھ ان کا ہلاک ہونا۔نمبر ۳۔یَرِی نصب کی صورت میں اس کا ماقبل منصوب پر عطف ہے جیسا کہ نون کی قراءت ہے۔نمبر ۴۔جملہ مستانفہ ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔مِنْهُمْ سے مراد بنی اسرائیل۔نَحْوٌ: نری کے متعلق ہے۔یحذرون کے متعلق نہیں ہے۔کیونکہ صلہ موصول سے مقدم نہیں آ سکتا۔مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ (وہ باتیں جن سے وہ ڈرتے اور اندیشہ کرتے تھے)۔الحذر نقصان سے بچنا۔

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا

اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کے دل میں ڈالا کہ تم اس کو دودھ پلاؤ۔ پھر جب تمہیں اسکی جان کا خطرہ ہو تو اسے سمندر میں ڈال دینا اور

تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷ فَالْتَقَطَهٗۤ

نہ ڈرنا نہ غم کرنا۔ بلا شبہ ہم اُسے تیری طرف واپس کردیں گے، اور اسے پیغمبروں میں سے بنا دیں گے۔ سواسے آلِ فرعون نے

اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا

اُٹھا لیا تاکہ انکے لئے دشمن بن جائے اور غم کا باعث بنے۔ بلاشبہ فرعون اور ہامان اور اس کا لشکر

كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝۸ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ

خطا کرنے والوں میں سے تھے اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو،

عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ

کچھ بعید نہیں کہ یہ ہمیں نفع پہنچادے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں۔ اور ان کو خبر نہ تھی، اور موسیٰ کی ماں کا دل

مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِىْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ

بیقرار ہو گیا قریب تھا کہ وہ اس کا حال ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تاکہ وہ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ

یقین کرنیوالوں میں سے رہے اور موسیٰ کی والدہ نے اسکی بہن سے کہا کہ تو اُسکے پیچھے چلی جا۔ سو اس نے اسے دُور سے دیکھ لیا اور انہیں

لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۱ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى

خبر بھی نہ ہوئی اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں پر بندش کر رکھی تھی۔ سو موسیٰ کی بہن بولی کیا میں تمہیں ایسے گھرانے کا

اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝۱۲ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا

پتہ بتادوں جو تمہارے لئے اس کی پرورش کریں اور وہ اسکے خیرخواہ بھی ہوں سو ہم نے موسیٰ کو اس کی والدہ کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں

وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳ ع

اور غمگین نہ ہو اور تاکہ وہ اس بات کو جان لے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

۷: وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں بات ڈال دی)۔ وحی سے ۔ نمبرا۔ الہام سے۔ نمبر۲۔ خواب سے۔ نمبر۳۔ فرشتے کی اطلاع سے جیسا کہ مریم کیلئے ہوا۔ اس سے وحی رسالت مراد نہیں پس وہ رسول نہ تھیں۔

اَنْ اَرْضِعِیْهِ (تم دودھ پلاؤ)۔ نحو: یہ اَن۔ ای کے معنی میں ہے۔ نمبر۲۔ ان مصدریہ ہے۔ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ (پس جب تمہیں اس کے متعلق خطرہ ہو) قتل کا اس طرح کہ پڑوسی اس کی آواز سن کر چغلی لگا دیں۔ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ (پس اس کو دریا میں ڈال دو)۔ الیمّ سے نیل مصر مراد ہے۔ وَلَا تَخَافِیْ (اور تم نہ ڈرنا)۔ ڈوب جانے اور ضائع ہونے سے۔ وَلَا تَحْزَنِیْ (اور نہ غم کرنا)۔ اس کی جدائی کا۔ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ (بیشک ہم اس کو تیرے ہاں لوٹانے والے ہیں)۔ ایک لطیف انداز سے تاکہ تو اس کی پرورش کرے۔ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (اور اس کو رسولوں میں سے بنانے والے ہیں)۔

دو اہم باتیں:

اس آیت میں دو امر ہیں۔ اور دو نہی ہیں۔ اور دو خبریں اور دو بشارتیں ہیں۔ خوف وحزن میں فرق یہ ہے۔ خوف ایسا غم جو انسان کو کسی متوقع معاملے میں لاحق ہو۔

الحزن۔ ایسا غم جو واقعہ پیش آنے کے بعد لاحق ہو اور وہ موسیٰ کی جدائی اور اس کے متعلق خطرات ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں سے منع کر دیا۔

بشارتیں:

موسیٰ علیہ السلام کو واپس لوٹائے جانے کی بشارت۔ نمبر۲۔ رسالت ملنے کی بشارت۔

ایک روایت ہے:

کہ موسیٰ کی تلاش میں فرعون نے نوے ہزار بچے ذبح کر ڈالے۔

روایت میں ہے:

جب موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو ایک دائی کو بلایا یہ انہی عورتوں میں سے تھی جن کو فرعون نے بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کے لئے مقرر کیا تھا۔ وہ والدۂ موسیٰ کی سہیلی تھی۔ دائی نے معالجہ شروع کیا جب موسیٰ پیدا ہو گئے تو دائی کو ایک نور نے ڈرا دیا جو موسیٰ کی پیشانی سے نکل رہا تھا۔ موسیٰ کی محبت اس دائی کے دل میں سما گئی۔ کہنے لگی میں تیرے بچے کو قتل کرنے آئی تھی اور فرعون کو اطلاع پہنچانے آئی تھی لیکن مجھے تیرے بیٹے سے محبت ہو گئی ہے۔ جو میں نے کہیں نہیں دیکھی پس تو اس کی حفاظت کر۔ ادھر دائی نکلی تو فرعون کے جاسوس آ گئے۔ موسیٰ کی والدہ نے موسیٰ کو کپڑے میں لپیٹ کر جلتے تنور میں رکھ دیا۔ ڈر اور خوف سے اس کی عقل اس طرح اڑ گئی کہ اسے معلوم نہ ہوا۔ کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ جاسوسوں نے اندر گھس کر تلاشی لی تو کچھ بھی نہ ملا۔ وہ اپنے منہ نکل گئے۔ موسیٰ کی والدہ کو یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں نے موسیٰ کو کہاں رکھ دیا۔ اتنی دیر میں تنور سے رونے کی آواز سنی۔ تو اس کی طرف

چل دی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے آگ کو برد وسلام بنا دیا۔ جب فرعون نے بچوں کی تلاش میں تیزی پیدا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے دریا میں ڈالنے کا حکم فرمایا۔ تین ماہ دودھ پلانے کے بعد ان کو دریائے نیل میں ڈال دیا۔

۸: فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ (فرعون کے لوگوں نے موسیٰ کو اٹھالیا) لے لیا۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

فرعون اصطخر کا رہنے والا فارسی تھا۔

لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا (تا کہ وہ ان کا دشمن بن جائے)۔ یعنی تا کہ معاملہ یہاں تک پہنچے۔ یہ مراد نہیں کہ انہوں نے اس مقصد کی خاطر اٹھایا۔ جیسا کہتے ہیں۔ للموت ماتلد الوالدة۔ ماں موت کے لئے جنتی ہے۔ حالانکہ ماں نے تو موت کے لئے نہیں جنا لیکن انجام تو موت ہی ہے۔

زجاج: نے اسی طرح کہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس لام کو لام عاقبت وصیرورت کے نام سے موسوم کیا ہے۔

صاحبِ کشاف رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

یہ لام کَیْ ہے جو تعلیل کا معنی دیتی ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ جئتک لتکرمنی۔ میں تیرے پاس آیا تا کہ تو میرا اکرام کرے۔ مگر اس میں تعلیل کا معنی بطور مجاز وارد کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب ان کے اٹھانے کا یہ نتیجہ نکلا تو اس فعل کو داعی کے اس فعل سے تشبیہ دی۔ وہ داعی کہ فاعل اپنا فعل اس کی خاطر کر لے۔ اور وہ اکرام ہے جو کہ تشریف آوری کا ہی نتیجہ ہے۔ وَحَزَنًا (اور غم کا باعث)۔ علی وحمزہ نے حُزْنًا پڑھا ہے۔ دیگر نے حَزَنًا۔ یہ دونوں لغات ہیں۔ اس کی نظیر العُدْم اور العَدَم ہے۔ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ (بیشک فرعون، ہامان اور ان کا لشکر غلطی کرنے والے تھے)۔ خاطئین تخفیف کے ساتھ ابوجعفر نے پڑھا۔ ای کانوا مذنبین وہ گناہ گار تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی۔ کہ میرا رب ان کا دشمن تھا۔ اور وہ بھی جو ان کے سامنے ہلاک ہونے کا سبب بنے۔ نمبر ۲۔ وہ ہر چیز میں خطا کرنے والے تھے۔ اپنے دشمن کی تربیت کرنا یہ ان کی کوئی پہلی غلطی نہ تھی۔

۹: وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ (فرعون کی بیوی نے کہا یہ میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے)۔

روایت میں ہے۔ کہ جب انہوں نے صندوق اٹھالیا۔ تو اس کو کھولنے کی کوشش کی مگر نہ کھلا۔ پھر توڑنا چاہا اس سے بھی عاجز رہے۔ آسیہ قریب ہوئیں تو انہوں نے صندوق کے درمیان میں نور دیکھا۔ پس اس نے کھولنے کی کوشش کی تو صندوق کھل گیا۔ اچانک بچے کو دیکھا جس کی جبین نور سے ٹمٹما رہی تھی۔ ان سب کو دیکھتے ہی اس سے محبت ہوگئی۔ فرعون کی ایک بیٹی برص زدہ تھی۔ اس نے اس بچے کے چہرے پر نگاہ ڈالی تو اس کا برص جاتا رہا۔ فرعون کی قوم کے بعض گمراہ لوگوں نے کہا یہی وہ بچہ ہے جس سے آپ کو

خطرہ تھا ہمیں اس کے قتل کی اجازت دیں۔فرعون نے ارادہ کرلیا مگر آسیہ نے کہا قرت عین لی ولك۔ یہ میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔فرعون نے کہا تیرے لئے نہ کہ میرے لئے۔حدیث الفتون جس کی تخریج نسائی نے کی ہے۔یہ ہے اگر وہ کہتا جیسا آسیہ نے کہا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتے جیسا اس کو ملی۔اور یہ بطور فرض کے فرمایا۔اگر اس کے دل پر سخت دلی کی مہر نہ لگی ہوتی تو وہ اسی طرح کہتا جیسا کہ اس نے کہا اور وہ اسلام لے آتا جیسا وہ اسلام لائی۔

نَحو :هو مبتدا محذوف ہے اور قُرة اس کی خبر ہے۔اور لی ولك یہ دونوں قرة کی صفتیں ہیں۔

لَا تَقْتُلُوْهُ (اس کو قتل مت کرو)۔اس کو بادشاہوں کی طرح عزت سے خطاب کیا۔نمبر۲۔گمراہوں کو مخاطب کر کے اس نے عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَآ کہا۔اس لئے کہ اس میں برکات چھپی ہیں۔نفع کی دلالتیں موجود ہیں اور وہ چہرے پر نورانیت اور برص اء لڑکی کا درست ہونا ہے۔اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (یا اس کو بیٹا بنالیں)۔یا اس کو متبنیٰ بنالیں یہ بادشاہوں کا متبنیٰ بننے کے قابل ہے۔وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور ان کو احساس بھی نہ تھا)۔

نَحو :نمبر۱۔آل فرعون ذوالحال اور یہ اس کا حال ہے۔تقدیر کلام یہ ہے۔فالتقطه آل فرعون ليكون لهم عدوا وحزنا وقالت امرأة فرعون كذا وهم لا يشعرون انهم على خطأ عظيم فى التقاطه ورجاء النفع منه و تبنّيه۔نمبر۲۔ اِنّ فرعون یہ جملہ معترضہ ہے۔جو کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہے۔اور ان کے خطا کے مفہوم کی تاکید ہے۔اس کلام کا نظم معانی و بیان والوں کے ہاں کتنا ہی خوب ہے۔

۱۰: وَاَصْبَحَ یہ صار کے معنی میں ہے۔(ہوگیا)۔فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا۔(موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل خالی)۔جب اس کو فرعون کے ہاتھ میں پڑنے کی اطلاع ملی تو شدید گھبراہٹ سے ان کو کچھ سوجھ نہ رہی۔(اکثر مفسرین نے فرمایا کہ ان کا دل موسیٰ کی محبت کے علاوہ ہر چیز سے خالی ہوگیا)(مترجم) اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ (قریب تھا کہ وہ اس کو ظاہر کر دیتی)۔ نَحو :ہٖ کی ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔مراد اس کا معاملہ اور واقعہ کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

جب اس نے صندوق کے ساتھ امواج نیل کو کھیلتے دیکھا تو قریب تھا کہ وہ چیخ کر یہ کہہ ڈالے یابناہ!(قول مقاتل)

قولِ دیگر:

جب فرعون کے صندوق پکڑ لینے کی اطلاع ملی تو اس کو اس میں قطعاً شک نہ رہا کہ وہ اس کو قتل کرڈالے گا تو قریب تھا کہ وہ شفقةً کہہ ڈالے۔وابناہٗ۔ نَحو :اِن یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ اى انها كادت۔لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا (اگر ہم اس کے دل کو نہ تھامتے)۔الربط على القلب: الہامِ صبر سے دل کو تقویت دینا۔لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے)۔یعنی ہمارے وعدے کو سچا جاننے والوں میں سے بن جائے۔اور وہ وعدہ انا راد وہ اليك ہے۔

لولا کا جواب محذوف ہے۔ای لَاَبۡدَتۡهُ۔ضرور ظاہر کر دیتی۔نمبر۲۔اس کا دل غم سے خالی ہوگیا جب اس نے سنا کہ فرعون نے اس کو متبنّٰی بنالیا ہے۔قریب تھا کہ خوشی میں ظاہر کر بیٹھیں کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔کیونکہ اس خبر کو سن کر اس کو اپنے اوپر خوشی سے اختیار نہ رہا اگر ہم اس کے دل کو مطمئن نہ کرتے اور دل کے اضطراب کو پرسکون نہ بناتے جس کی وجہ سے انتہائی خوشی پیش آئی تھی۔ تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پر پختہ یقین کرنے والے لوگوں میں سے ہو جائے نہ کہ فرعون کے متبنّٰی بنانے پر۔

یوسف بن حسین نے کہا: موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دو باتیں کہی گئیں۔اور دونوں باتوں سے منع کیا گیا اور دو بشارتیں دی گئیں۔مگر اس کو ان سے فائدہ نہ ہوا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کر کے ان کے دل کو مضبوط نہ کر دیا۔

۱۱: وَقَالَتۡ لِاُخۡتِهٖ (اور اس نے موسیٰ کی بہن سے کہا)۔اخت کا نام مریم تھا۔قُصِّيۡهِ (اس کے پیچھے پیچھے چلی جاؤ)۔تو اس کے پیچھے چلی جا تا کہ تو اس کے حالات معلوم کر سکے۔فَبَصُرَتۡ بِهٖ (پس اس نے دور سے دیکھا)۔عَنۡ جُنُبٍ جنب یہاں دور کے معنی میں ہے۔ بجنب: یہ بہ کی ضمیر سے حال ہے۔یا بصرت کی ضمیر سے۔وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ (اور ان کو خبر تک نہ تھی)۔کہ یہ اس کی بہن ہے۔

۱۲: وَحَرَّمۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَرَاضِعَ (اور ہم نے روک دیا موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں کو)۔حرمنا۔ممانعت کے معنی میں ہے۔تحریم شرعی مراد نہیں یعنی ہم نے ان کو روک دیا کہ وہ اپنی ماں کے پستان کے علاوہ دوسرا پستان قبول کرلے۔وہ کسی مرضعہ کا پستان قبول نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے ہاں یہ بات اہمیت پکڑ گئی۔

المراضع جمع مرضع۔دودھ پلانے والی عورت۔نمبر۲۔مرضع کی جمع ہے یعنی موضع الرضاع یعنی پستان۔نمبر۳۔دودھ پلانا۔

مِنۡ قَبۡلُ (مریم کے اس کے پیچھے جانے سے پہلے)۔نمبر۲۔والدہ کی طرف لوٹانے سے پہلے۔فَقَالَتۡ (اس نے کہا)۔موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا جب کہ وہ مراضع کے درمیان فرعونی محل میں داخل ہوگئی اور موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ پستان قبول نہیں کر رہا۔ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ (کیا میں تمہیں بتلاؤں)۔تمہاری راہنمائی کروں۔عَلٰۤى اَهۡلِ بَيۡتٍ يَّكۡفُلُوۡنَهٗ (ایسے گھر والوں کے متعلق جو اس کی کفالت کریں گے)۔ہٗ کی ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔لَكُمۡ وَهُمۡ لَهٗ نٰصِحُوۡنَ (جو تمہارے لئے اس کی خیر خواہی کرتے رہیں)۔النصح۔فساد و بگاڑ کی ملاوٹ سے عمل کا اخلاص۔

روایت میں ہے:

کہ جب مریم نے کہا وھم له ناصحون۔تو ہامان نے کہا۔یہ اس بچے کو پہچانتی ہے۔اور اس کے گھر والوں کو پہچانتی ہے۔اس کو پکڑ لو تا کہ اس لڑکے کے متعلق اطلاع دے۔لڑکی کہنے لگی میری مراد یہ ہے کہ وہ بادشاہ کے خیر خواہ ہیں۔پس وہ اپنی والدہ کی طرف ان کے حکم سے گئی اور والدہ کو لے کر آ گئی۔اس وقت بچہ فرعون کے ہاتھوں میں تھا وہ اس کو شفقت سے بہلا رہا تھا۔اور بچہ دودھ کے لئے رو رہا تھا۔جونہی اس کی خوشبو محسوس کی تو بچہ مانوس ہوگیا۔اور اس کے پستان سے چمٹ گیا فرعون نے دایہ کو کہا۔تو

اس کی کیا لگتی ہے؟ اس نے ہر عورت کے پستان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر تیرے دودھ کو۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا میں ایک پاکیزہ ہوا والی عورت ہوں۔ دودھ بھی پاکیزہ رکھتی ہوں ہر بچہ مجھے قبول کر لیتا ہے۔ اس نے بچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے سپرد کر دیا اور اس کا وظیفہ جاری کر دیا۔ وہ اس کو لے کر اپنے گھر آ پہنچیں۔ اللہ تعالیٰ نے واپسی لوٹانے والا وعدہ پورا فرمایا۔ اس وقت والدۂ موسیٰ علیہ السلام کو یہ پختہ یقین ہو گیا۔ کہ وہ عنقریب پیغمبر ہوں گے۔ اور اس ارشاد میں یہی فرمایا۔

۱۳: فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا (پس ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ماں کی طرف لوٹایا تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو)۔ اس کے ساتھ ٹھہرنے سے۔ وَلَا تَحْزَنَ (اور وہ اس کی جدائی سے غم زدہ نہ ہو)۔ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (اور تا کہ وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے)۔ یعنی تا کہ اس کو مشاہدہ سے علم ہو جائے جیسا اطلاع سے علم ہوا۔

نحو: ولا تحزن کا عطف تَقَرَّ پر ہے اور ان کی ماں کے لئے وہ دینار حلال ہو گیا جس کو وہ ہر روز لیتی تھیں جیسا کہ سدی نے فرمایا کیونکہ وہ حربی کا مال تھا نہ یہ کہ وہ ان کے دودھ پلانے کی اجرت تھی۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی)۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے تحت داخل ہے۔ یعنی اور تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی کہ وہ سچا ہے پس وہ شک کرنے لگتے ہیں۔ یہ ارشاد اس پر تعریض کے مشابہ ہے جو گھبراہٹ اس پر طاری ہوئی جب اس نے موسیٰ کی خبر سنی۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

اور جب موسیٰ اپنی بھری جوانی کو پہنچے اور پوری طرح درست ہو گئے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور اچھا کام کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۟

اور وہ ایسے وقت میں شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے لوگ غافل تھے سو اس میں دو مردوں کو پایا جو آپس لڑ رہے تھے،

هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ

ایک ان کی جماعت میں سے تھا اور ایک دشمن کی جماعت میں سے تھا۔ سو جو شخص ان کی جماعت میں سے تھا اس نے ان سے اس شخص کے مقابلہ میں مدد طلب کی

مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۟ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ

جوان کے دشمنوں میں سے تھا۔ سو موسیٰ نے اس کو گھونسا ماردیا۔ سو اس کا کام تمام کردیا۔ موسیٰ نے کہا یہ شیطانی حرکت ہے بلاشبہ وہ دشمن ہے

مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

گمراہ کرنیوالا ہے واضح طور پر۔ موسیٰ نے کہا اے میرے رب بلاشبہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ سو آپ میری مغفرت فرما دیجئے۔ سو اللہ نے ان کو بخش دیا۔ بلاشبہ وہ بخشنے والا ہے

الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

مہربان ہے۔ موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب اس سبب سے کہ آپ نے مجھ پر انعام فرمایا سو میں ہرگز بھی مجرمین کی مدد کرنیوالا نہیں بنوں گا۔

۱۴: وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ (جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا)۔ موسیٰ علیہ السلام طاقت کی انتہاء کو پہنچے اور تکمیل قوت عقلیہ ہو چکی۔ اشُدٌّ۔ جمع شدۃ کی ہے جیسا نِعْمَةٌ و اَنْعُمٌ۔ عند سیبویہ۔ وَاسْتَوٰۤى (اور درست ہو گئے)۔ اعتدال کو پہنچ گئے اور ان کا عقلی استحکام ہو چکا۔ یہ چالیس سال کی عمر ہے۔ روایت کیا جاتا ہے کہ ہر پیغمبر کو چالیس سال کی انتہاء پر پیغمبر بنایا گیا۔

اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا (اور ہم نے ان کو حکم و علم عنایت فرمایا)۔ حکم سے نبوت اور علم سے سمجھ یا مصالح دارین کا علم عنایت فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (اور ہم اخلاص برتنے والوں کو اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں)۔ جیسا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ہم مؤمنین کے ساتھ کرتے ہیں۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت کو احسان پر بدلہ قرار دیا۔ کیونکہ یہ دونوں جنت کا ذریعہ ہیں۔ جو کہ محسنین کی جزاء ہے۔

العالم الحکیم سے وہ شخص مراد ہے جو اپنے علم پر عمل کرلے۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے ولبئس ماشروا بہٖ انفسھم

لو کانوا یعلمون۔البقرہ۔۱۰۲۔علم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ان کو جاہل قرار دیا گیا۔

۱۵: وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ وہ (مصر کے) شہر میں داخل ہوئے۔عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا (جبکہ شہر والے بے خبر تھے)۔ نحو: یہ فاعل سے حال ہے۔یعنی چھپ کر مغرب وعشاء کے درمیان یا قیلولہ کے وقت جبکہ نصف النہار کا وقت تھا۔**ایک قول یہ ہے۔** جب آپ جوان ہوئے اور عقل پختہ ہوئی تو حق کی بات کہنے لگے اور غلط باتوں پر نکیر کرنے لگے۔فرعونیوں نے ان کو ڈرایا۔پس آپ شہر میں مخفی طور پر داخل ہوئے۔فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ (پس اس میں دو آدمی پائے جو باہم لڑ رہے تھے ایک ان کے گروہ کا تھا)۔ان میں سے تھا جو بنی اسرائیل میں سے دین میں آپ کے ساتھ چلنے والے تھے۔**ایک قول:** یہ سامری تھا۔

وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ (اور یہ اس کے دشمن میں سے) ان کے مخالفین اقباط میں سے۔اس کا نام فاتون تھا۔ان کے متعلق ھذا' ھذا کہا گیا اگرچہ وہ غائب تھے۔یہ علی سبیل الحکایت ہے۔یعنی جب کوئی دیکھنے والا دیکھے تو کہے گا یہ اس کے گروہ میں سے ہے اور یہ اس کے دشمن گروہ سے۔فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى (اس شخص نے جو موسیٰ علیہ السلام کے گروہ میں سے تھے مدد طلب کی اس کے خلاف جو آپ کے دشمنوں میں سے تھا)۔پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مکہ مارا یا تھپڑ مارا۔استغاثہ۔مدد طلب کرنے کو کہتے ہیں۔فَقَضٰى عَلَيْهِ (اس کا کام تمام ہو گیا)۔وہ مر گیا۔قَالَ هٰذَا (اس نے کہا) یہ۔ہذا سے بلا قصد ہونے والے قتل کی طرف اشارہ کیا۔مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ (یہ شیطانی عمل ہے)۔قتل کافر کو شیطان کا عمل قرار دیا اور اس کو اپنے نفس کے لئے ظلم قرار دیا اور اس سے استغفار کیا۔کیونکہ آپ ان میں مستأمن تھے اور کافر حربی کا قتل جائز نہیں۔نمبر۲۔اجازتِ قتل سے پہلے آپ نے اس کو قتل کر دیا۔

قولِ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ:

امر کے بغیر کسی پیغمبر کو قتل کرنا جائز نہیں۔اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ (وہ کھلا غلطی میں ڈالنے والا دشمن ہے)۔اس کی دشمنی ظاہر و باہر ہے۔

۱۶: قَالَ رَبِّ (موسیٰ نے کہا اے میرے رب)۔اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ (بے شک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا) ایسے فعل سے جو قتل پر منتج ہوا۔فَاغْفِرْ لِيْ (پس تو میری لغزش معاف فرما۔) فَغَفَرَ لَهٗ (پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا)۔اس کی لغزش کو۔اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ (بیشک وہ بخشنے والا ہے)۔لغزشوں کا ازالہ کر کے۔الرَّحِيْمُ (رحیم ہے) شرمندگی کا ازالہ فرما کر۔

۱۷: قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا (کہا اے میرے رب اس لئے کہ آپ نے مجھ پر انعام فرمایا میں ہرگز پشت پناہ نہ بنوں گا)۔ظھیر۔معاون۔لِّلْمُجْرِمِيْنَ (مجرمین کے لئے)۔کفار کے لئے بما انعمت علی۔یہ قسم ہے۔اس کا جواب محذوف ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے۔میں تیرے انعام مغفرت کی قسم اٹھاتا ہوں میں توبہ کرتا ہوں پس میں ہرگز کافروں کا پشت پناہ نہ ہوں گا۔نمبر۲۔طلب مہربانی ہے۔گویا اس طرح فرمایا۔اے میرے رب تو میری حفاظت فرما اس مغفرت والے

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَہٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُہٗ قَالَ لَہٗ مُوْسٰی

پھر اگلے دن شہر میں موسیٰ کو صبح ہوئی خوف کی حالت میں کہ اچانک وہی شخص جس نے کل گزشتہ میں ان سے مدد طلب کی تھی پھر ان سے مدد طلب کر رہا ہے موسیٰ نے کہا

اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ

بلا شبہ تو تو صریح گمراہ ہے پھر جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو پکڑیں جو اُن دونوں کا دشمن تھا تو وہ اسرائیلی شخص بول اُٹھا کہ

یٰمُوْسٰٓی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ

اے موسیٰ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے قتل کردو جیسا کہ کل تم نے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ بس تم یہی چاہتے ہو کہ زمین میں اپنا زور

جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا

بٹھلاتے رہو اور اصلاح کرنیوالوں میں سے نہیں ہونا چاہتے اور ایک شخص شہر کے دور والے کنارے سے

الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی قَالَ یٰمُوْسٰٓی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ

دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا کہ اے موسیٰ بلاشبہ بات یہ ہے کہ اہل دربار آپ کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں۔ لہٰذا آپ نکل جایئے بلاشبہ میں

مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾

آپ کی بھلائی چاہنے والوں میں سے ہوں سو وہاں سے ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے نکل گئے۔ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے ظالم قوم سے نجات دیجئے۔

انعام کے حق سے جو آپ نے مجھ پر فرمایا۔ اگر آپ نے میری حفاظت فرمائی تو میں ہرگز مجرموں کا معاون نہ بنوں گا۔ مجرمین کی پشت پناہی سے مراد فرعون کے ساتھ رہنا اور تمام کے ساتھ انتظام کرنا اور اس کی جماعت میں اضافہ کرنا۔ اس طرح کہ اس کے سواروں کے ساتھ اس طرح سوار ہوتے جیسے بیٹا والد کے ساتھ ہوتا ہے۔

۱۸: فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا (آپ نے شہر میں خوف کی حالت میں صبح کی)۔ اپنے متعلق قتل قبطی کے سلسلہ میں خوف زدہ تھے کہ ان کو پکڑ لیا جائے۔ یَتَرَقَّبُ (انتظار کرتے)۔ نحو: یہ حال ہے۔ ناپسند چیز کی توقع کرتے اور وہ اندیشہ انتقام تھا۔ یا نمبر ۲۔ اطلاع قتل نمبر ۳۔ جو کچھ اس کے بارے میں کہا جا رہا تھا۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے نفس کے متعلق خطرہ تھا اپنے رب کی مدد کے منتظر تھے۔

مسئلہ: اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے ڈرنے میں حرج نہیں۔ بخلاف ان لوگوں کے جو اس کو درست قرار نہیں دیتے۔ فَاِذَا الَّذِی (اچانک وہ شخص جس نے)۔ نحو: اذا مفاجات کے لئے ہے اور اس کا مابعد مبتدا ہے۔ اِسْتَنْصَرَہٗ

(موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی تھی)۔ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ۔ (کل گزشتہ وہی ان کو چیخ کر پکار رہا تھا)۔ ان سے فریاد طلب کر رہا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اسی سابقہ اسرائیلی نے دوسرے قبطی کے خلاف مدد کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی۔ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى (موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی کو فرمایا)۔ اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ (تو بلاشبہ کھلا ہوا ٹیڑھا چلنے والا ہے)۔ ہدایت سے ہٹا ہوا ہے جس کی گمراہی واضح ہے۔ تو نے کل گزشتہ ایک آدمی سے لڑائی مول لی۔ تیری وجہ سے جس کو میں نے قتل کر دیا۔ عقل و سمجھ والا تو ایسی مصیبت اپنے اوپر ڈالتا ہی نہیں اور نہ اس پر جو اس کی امداد کرے۔

آیت ١٩: فَلَمَّا اَنْ اَرَادَ (جب موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا)۔ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ (اس قبطی کی طرف ہاتھ بڑھائیں)۔ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا (جو دونوں کا دشمن تھا)۔ یعنی موسیٰ و اسرائیلی کا کیونکہ وہ ان کے دین پر نہ تھا۔ اور قبطی بنی اسرائیل کے دشمن تھے۔ قَالَ (اس اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا)۔ اس کو وہم و خیال ہوا کہ موسیٰ مجھے پکڑنے لگے ہیں نہ کہ قبطی کو اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو انك لغوی مبين فرمایا تھا۔ يٰمُوْسٰى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا (اے موسیٰ کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے جیسا کہ تو نے ایک جان کو قتل کیا) نفس سے قبطی مراد ہے۔ بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا (کل گزشتہ تو نہیں چاہتا مگر زور بٹھانا)۔ اِن نافیہ ہے۔ جبارًا۔ (شدت غضب سے قتل کرنے والا)۔ فِي الْاَرْضِ ارض سے مصر مراد ہے۔ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ (اور تو صلح کرانے والوں میں سے بننا نہیں چاہتا)۔ غصہ کو دبا کر۔ کل والے قبطی کا قتل تو لوگوں میں معروف تھا۔ لیکن قاتل معلوم نہ تھا۔ جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بات ظاہر کر دی۔ تو قبطی کو معلوم ہو گیا کہ کل کا قاتل موسیٰ علیہ السلام ہے۔ اس نے جا کر فرعون کو اطلاع دی۔ پس انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا۔

٢٠: وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ (اور ایک آدمی شہر کے آخری کنارے سے آیا)۔ یہ آل فرعون کا مؤمن ہی تھا۔ یہ فرعون کا چچا زاد تھا۔ يَسْعٰى (دوڑتا ہوا)۔ نحو: یہ رجل کی صفت ہے۔ نمبر ٢۔ رجل سے حال ہے کیونکہ اس کی صفت من اقصی المدینۃ سے کی گئی ہے۔ قَالَ يٰمُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ (کہا اے موسیٰ بلاشبہ سردار تمہارے متعلق مشورہ کر رہے ہیں تا کہ تمہیں قتل کر دیں)۔ وہ ایک دوسرے کو تیرے قتل کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ نمبر ٢۔ وہ تیرے متعلق باہمی مشورہ کر رہے ہیں۔

الائتمار۔ (مشورہ کرنا)۔ کہا جاتا ہے الرجلان يتأمران و يأتمران۔ وہ دو مشورہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کسی چیز کا حکم دیتا ہے۔ یا کسی کام کا اشارہ کرتا ہے۔ فَاخْرُجْ (تو اس شہر سے نکل)۔ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ (بیشک میں تیرا خیر خواہ ہوں)۔ نحو: لک یہ بیان ہے۔ یہ ناصحین کا صلہ نہیں ہے کیونکہ صلہ موصول سے پہلے نہیں آ سکتا۔ گویا عبارت اس طرح ہے۔ انی من الناصحين پھر وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ لك تمہارا جیسا محاورہ میں کہتے ہیں۔ سقیًا لك و مرحبًا لك۔

٢١: فَخَرَجَ (پس موسیٰ علیہ السلام نکلے)۔ مِنْهَا (اس شہر سے) خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ (ڈرتے ڈرتے ٹوہ لگاتے) کہ راستے میں کوئی تعرض کرنے والا نہ ہو یا کہیں ان کو قتل کرنے والا نہ آ ملے۔ اللہ کی مدد کی امید کرتے اور دشمنوں سے ڈرتے ہوئے نکل پڑے۔
قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (کہا اے میرے رب تو مجھے ظالم قوم سے نجات عنایت فرما)۔ یعنی قوم فرعون سے۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿٢٢﴾ وَلَمَّا وَرَدَ

اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف توجہ کی تو یوں کہا کہ اُمید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا راستہ چلا دے گا۔ اور جب مدین کے پانی پر

مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۬ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ

پہنچے تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو پانی پلا رہے تھے اور وہاں دو عورتوں کو دیکھا

تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۫ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ

جو اُن لوگوں سے روک رہی تھیں موسیٰ نے پوچھا تم دونوں کا کیا حال ہے؟ وہ دونوں کہنے لگیں کہ ہم اسوقت تک پانی نہیں پلاتے جب تک کہ چرواہے واپس نہ لے جائیں اور ہمارے والد

كَبِيْرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ

بہت بوڑھے ہیں، سو موسیٰ نے ان کے لئے پانی پلا دیا، پھر سایہ کی طرف ہٹ گئے، پھر یوں کہا کہ اے میرے رب آپ جو کچھ خیر میرے لئے نازل فرمائیں میں

فَقِيْرٌ ﴿٢٤﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ

اس کا محتاج ہوں، سو ان دو عورتوں میں سے ایک عورت موسیٰ کے پاس آئی جو چلتے ہوئے شرما رہی تھی اس نے کہا کہ بلاشبہ میرے والد تم کو بُلا رہے ہیں تاکہ تمہیں

اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ڣ نَجَوْتَ مِنَ

اس کا صلہ دیں جو تم نے ہمارے لئے پانی پلایا، پس جب موسیٰ انکے پاس آئے اور انکو واقعات سنائے تو اُنہوں نے کہا کہ خوف نہ کرو تم ظالم قوم سے

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ

نجات پا گئے ہو، ان دونوں عورتوں میں سے ایک کہنے لگی کہ ابا جی آپ اس شخص کو مزدوری پر رکھ لیجئے بیشک جس کسی کو آپ مزدوری پر رکھیں ان میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قوی ہو

الْاَمِيْنُ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓي اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ

امانت دار ہو، شیخ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم سے اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کا نکاح کردوں اس شرط پر کہ تم میرے پاس آٹھ سال نوکری کے طور پر

حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ

عمل کرو۔ سو اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے ہوگا اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تم پر مشقت ڈالوں، انشاء اللہ تم مجھے

اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ

صالحین میں سے پاؤ گے موسیٰ نے کہا یہ معاملہ ہے میرے اور آپ کے درمیان، میں دونوں مدتوں میں سے جونسی مدت پوری کردوں تو مجھ پر کوئی

عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٢٨﴾ ع

زیادتی نہ ہوگی اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ اسپر وکیل ہے۔

ع ٣ / ٦

۲۲: وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ (جب وہ مدین کی جانب چل دیئے)۔ تلقاء۔ (جانب)۔ التوجہ۔ (کسی چیز کی طرف پورے متوجہ ہونا)۔ مدین۔ یہ شعیب علیہ السلام کا شہر ہے۔ اس کا نام مدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا۔ یہ علاقہ سلطنتِ فرعون میں نہ تھا۔ اس کا مصر سے آٹھ دن رات کا پیدل سفر تھا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

موسیٰ علیہ السلام نکلے مگر ان کو راستہ کا علم نہیں تھا۔ فقط اپنے رب پر حسن ظن تھا۔ قَالَ عَسٰى رَبِّىْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (کہا امید ہے کہ میرا رب میری راہنمائی سیدھے راستہ کی طرف فرمادے گا)۔ سواء: وسط اور بڑے راستہ کو کہا جاتا ہے پس ایک فرشتہ آیا اور ان کو مدین لے گیا۔

۲۳: وَلَمَّا وَرَدَ (جب آپ پہنچے)۔ مَآءَ مَدْيَنَ (مدین کے پانی پر)۔ جس سے لوگ جانوروں کو پلاتے تھے۔ یہ کنواں تھا۔ وَجَدَ عَلَيْهِ (اس کنوئیں کے ایک جانب پایا)۔ اُمَّةً (بڑی جماعت کو) مِّنَ النَّاسِ (مختلف انسانوں کی)۔ يَسْقُوْنَ (وہ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے)۔ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ (اور آپ نے پایا ان سے نچلی جانب)۔ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ (دو عورتیں وہ روکنے والی تھیں اپنی بکریوں کو پانی سے)۔ کیونکہ پانی پر ان سے قوی تر لوگ قابض تھے۔ وہ پلانے کی طاقت نہ رکھتی تھیں۔ نمبر۲۔ یا اس لئے کہ ان کی بکریاں دوسروں میں نہ مل جائیں۔ الذود دور کرنا۔ ہانکنا۔ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا (آپ نے فرمایا تمہارا کیا معاملہ ہے)۔ یہ حقیقت میں اس طرح ہے ما مخطوبکما؟ تمہارا ان بکریوں کو روکے رکھنے کا کیا مقصد ہے؟ آپ نے مخطوب کو خطب سے تعبیر فرمایا۔ قَالَتَا لَا نَسْقِىْ (دونوں نے کہا ہم اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلاتی ہیں)۔ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ (یہاں تک کہ چرواہے لوٹا لے جائیں اپنے مویشیوں کو)۔

قراءت: يَصْدُرُ۔ شامی، یزید، ابو عمرو کی قراءت میں ہے۔ معنی یہ ہے: لوٹ جائیں۔ الرعاء جمع راع کی ہے۔ جیسا قائم کی جمع قیام ہے۔ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ (اور ہمارا والد بہت بوڑھا ہے)۔ اور بکریوں کو پانی پلانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ کبیر سے مراد وہ اپنی حالت میں بڑا ہے یا عمر میں بڑا ہے۔ بکریوں کو چرانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پانی پلانے کی ذمہ داری سنبھالنے کا عذر واضح کر دیا۔

۲۴: فَسَقٰى لَهُمَا (پس آپ نے ان کو پلا دیا)۔ ان کی بکریوں کو ان کی خاطر نیکی میں رغبت کرتے ہوئے اور مظلوم کی مدد کرتے ہوئے پانی پلا دیا۔

روایت میں ہے:

آپ نے لوگوں کو کنوئیں سے ہٹایا۔ اور ان سے ڈول لیا۔ انہوں نے ڈول دے دیا۔ اور کہنے لگے اس سے پانی پلاؤ۔ اس ڈول کو چالیس آدمی کھینچتے تھے۔ آپ نے اس ڈول سے پانی نکالا۔ اور اس کو حوض میں ڈال کر برکت کی دعا فرمائی۔

ترکِ مفعول:

یسقون اور تذودان اور لا نسقی اور فسقٰی میں مفعول کو ترک کر دیا گیا۔ کیونکہ اصل مقصد فعل ہے۔ مفعول نہیں۔ ذرا غور تو کریں۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان پر رحم آیا۔ کیونکہ وہ بکریوں کو روکے کھڑی تھیں۔ اور لوگ پلا رہے تھے اور ان پر رحم نہ کھا رہے تھے۔ کیونکہ ان کی روکی ہوئی بکریاں ہوں گی اور پانی والے اونٹ۔ اسی طرح لا نسقی اور فسقٰی میں مقصود سقی ہے۔ پلانے والا نہیں اور ان کے جواب کی مطابقت کی وجہ موسیٰ علیہ السلام کا سوال تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے روکنے کا سبب دریافت کیا۔ تو دونوں نے عرض کیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہم عورتیں ہیں۔ جو کہ کمزور اور ضعیف ہیں۔ مردوں سے مزاحمت کی طاقت نہیں۔ اور اختلاط سے حیاء مانع ہے۔ اس لئے ہمارے حق میں ان کی فراغت تک تاخیر کرنا ضروری ہو گیا۔

شعیب علیہ السلام کا عمل:

شعیب علیہ السلام کا اپنی بیٹیوں کے حق میں جانوروں کے چرانے اور پانی پلانے کا کام سپرد کرنا فی نفسہٖ جائز ہے۔ دین اس کا انکار نہیں کرتا۔ البتہ مروت اور لوگوں کی عادات اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔ عرب کے حالات اس میں اہل عجم سے مختلف ہیں۔ شہری لوگوں کا راستہ اس میں دیہاتیوں سے جدا جدا ہے۔ خصوصاً جبکہ ضرورت ہو جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو۔ ثُمَّ تَوَلّٰٓی اِلَی الظِّلِّ (پھر وہ سایہ کی طرف لوٹ گئے)۔ کیکر کے درخت کا سایہ۔

مَسْئَلَۃٌ: دنیا میں استراحت کا جواز اس سے نکلتا ہے۔ اگرچہ شدت پسند صوفیوں کا مذہب اس کے خلاف ہے۔ جب آزمائش طویل ہو جائے تو مولیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرنا نقص نہیں۔

فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ (کہا اے میرے رب جو کچھ آپ نعمت مجھے بھیج دیں بیشک میں اس کا)۔ خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔ موٹی ہو یا چھوٹی۔ فَقِیْرٌ (محتاج ہوں)۔ فقیر لام سے متعدی بنایا گیا۔ کیونکہ یہ سائل وطالب کے معنی کو متضمن ہے۔

ایک قول یہ ہے:

انہوں نے سات روز سے کھانا چکھا تک نہیں تھا۔ آپ کی پشت سے پیٹ جا لگا تھا۔

ایک احتمال:

یہ ہے کہ یہ مراد لی جائے انّی فقیر من الدنیا لاجل ما انزلت الی من خیر الدارین وھو النجاۃ میں دنیا میں محتاج ہوں اس لئے کہ آپ نے میری طرف دونوں جہان کی خیر یعنی نجات اتاری ہے۔ کیونکہ فرعون کے پاس رہتے ہوئے دولت و بادشاہت والے تھے۔ یہ بات آپ نے اللہ تعالیٰ کے روشن عدل پر خوش ہو کر شکریہ میں کہی۔ قول ابن عطاءؒ: عبودیت کی نگاہ سے ربوبیت کو دیکھا اسی لئے محتاجی کی زبان سے بات کی اس لئے کہ اپنے اندروں انوار پائے۔

۲۵: فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ (پس ان میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی جو شرمائی

ہوئی تھی)۔ یَدۡعُوۡكَ لِیَجۡزِیَكَ اَجۡرَ مَا سَقَیۡتَ لَنَا (چلتی تھی اور کہنے لگی کہ میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تا کہ آپ کو اس کا صلہ دیں جو آپ نے ہماری خاطر پانی پلایا ہے)۔ نَحو: علی استحیاءٍ یہ حال ہے تمشی کی ضمیر سے ای مستحیۃً۔

یہ آیت اس عورت کے کمال ایمان کی دلیل ہے اور عفت وحیا کی گواہی ہے۔ کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو مہمانی کی دعوت دے رہی تھی آیا وہ یہ نہ جانتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس کو قبول کریں گے یا کہ نہیں۔ پس وہ ان کے پاس حیاء کے ساتھ اپنے کرتے کی آستین کو اوڑھنی بنائے ہوئے حاضر ہوئی۔

نَحو: ماسقیت میں ما مصدریہ ہے۔ ای جزاء سقیك۔ روایت میں ہے کہ جب وہ لوگوں سے پہلے اپنے والد کی طرف لوٹ کر گئیں اور ان کی بکریاں دودھ سے بھری تھیں۔ والد نے ان سے سوال کیا۔ آج تم جلد کیوں لوٹ آئیں۔ دونوں نے جواب دیا۔ ہم نے آج ایک نیک آدمی پایا جس نے ہم پر رحم کھا کر ہماری بکریوں کو پانی پلا دیا۔ والد نے ان میں سے ایک سے کہا تم جا کر اس آدمی کو بلا لاؤ۔ وہ آئیں۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے چلے۔ ہوا نے کپڑے کو اس کے جسم سے چمٹا دیا جس سے اس کے جسم کے کچھ حصہ کی کیفیت ظاہری ہوئی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا۔ تم میرے پیچھے چلو اور راستہ بتلاتی جاؤ۔ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیۡهِ الۡقَصَصَ (جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچ گئے اور اپنے واقعہ کو بیان کیا)۔ اپنا واقعہ اور فرعون کے ساتھ گزرنے والے حالات۔ القصص مصدر ہے۔ مقصوص کو قصہ کہا۔ قَالَ (اس نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا)۔ لَا تَخَفۡ نَجَوۡتَ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ (تم ڈرو نہیں ظالم قوم سے تم نے نجات پالی ہے)۔ کیونکہ اس سرزمین میں فرعون کی حکومت نہیں۔

مسائل: نمبر۱۔ اس میں دلیل ہے کہ خبر واحد پر عمل جائز ہے۔ اگرچہ خبر دینے والا غلام وعورت ہی کیوں نہ ہو۔ نمبر۲۔ اس احتیاط و پاکبازی کے ساتھ اجنبیہ کے ساتھ چلنا درست ہے۔ نمبر۳۔ نیکی واحسان پر اجر ومزدوری لینے میں بعض نے ضرورت کے وقت جواز نقل کیا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت ضرورت تھی۔ نمبر۴۔ اس کے باوجود مروی ہے کہ جب اس عورت نے کہا۔ لیجزیك تو آپ نے ناپسند کیا۔ مگر اس کی بات کو قبول کر لیا تا کہ اس کا مقصد آمد فوت نہ ہو۔ کیونکہ ایک عورت تھی۔ جب شعیب علیہ السلام نے کھانا رکھا تو آپ نے ہاتھ ہٹا لیا۔ شعیب علیہ السلام نے دریافت کیا۔ کیا تمہیں بھوک نہیں؟ آپ نے کہا کیوں نہیں! لیکن مجھے خطرہ ہے کہ یہ پانی پلانے کا بدلہ نہ بن جائے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب دیا۔ ہم لوگ اپنے دین کو دنیا کے بدلے فروخت نہیں کرتے اور نہ ہی نیکی پر قیمت وصول کرتے ہیں۔ یہ کھانے کی خدمت تو ہماری ہر آنے والے مہمان کے ساتھ ہے۔

۲۶: قَالَتۡ اِحۡدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡهُ (ان میں سے ایک نے کہا اے ابا جی! اس کو اجیر بنا لیں)۔ اس کو بکریاں چرانے والا مزدور بنا لیں۔ اِنَّ خَیۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِیُّ الۡاَمِیۡنُ (ان میں سے بہتر جس کو آپ مزدور بنائیں جو امانت دار اور طاقتور ہو)۔ شعیب علیہ السلام نے کہا تمہیں اس کی امانت وقوت کا کیسے علم ہوا۔ اس نے ڈول والا واقعہ ذکر کر دیا اور پیچھے چلنے کا حکم دینے والے واقعہ کا۔

نکتہ: استأجرت ماضی کے لفظ سے لائے۔ تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ اس کی امانت وقوت دونوں قطعی چیزیں ہیں۔ اور لڑکی کا مقولہ ان خیر من استاجرت القوی الامین۔ یہ جامع کلام ہے۔ اس میں اس نے بتلا دیا کہ جب اس ذمہ دار میں یہ دو خصلتیں جمع ہو جائیں۔ تو آپ کا دل خدشات سے خالی ہو جائے گا اور مقصود بھی حاصل ہو جائے گا۔

ایک قول:

القوی سے قوی فی الدین مراد ہے۔ الامین۔ امین ہمسائیگی میں۔ اس مثل کے قائم مقام کلام نے اس قسم کی باتوں سے بے نیاز کر دیا۔ استأجرہ لقوتہ وامانتہٖ۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

لوگوں میں فراست والے تین آدمی گزرے ہیں۔ نمبر ۱۔ شعیب علیہ السلام کی لڑکی جس نے یہ کہا۔ نمبر ۲۔ یوسف علیہ السلام کا صاحب جس نے عسی ان ینفعنا (یوسف۔۲۱) کہا۔ نمبر ۳۔ ابوبکر صدیق جنہوں نے عمر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بنایا۔

۲۷: قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ (شعیب علیہ السلام نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میں ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے کر دوں)۔ اُنکحک کا معنی شادی کرنا ہے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ان کے علاوہ بیٹیاں بھی تھیں۔ یہ ان کی طرف سے وعدہ ہے۔ یہ عقدِ نکاح نہیں تھا۔ اگر عقد ہوتا تو اس طرح کہتے ہیں۔ قد انکحتک عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ (اس شرط پر کہ تو آٹھ سال میری ملازمت کر لے)۔ تاجر یہ اجرتہ سے ماخوذ ہے جب کسی کے ہاں مزدوری کی جائے۔ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ (آٹھ سال)۔ یہ تأجر کا ظرف ہے۔ الحجۃ۔ سال کو کہتے ہیں اس کی جمع حجج ہے۔

مَسْئَلَۃٌ: بکریاں چرانے پر شادی بالا جماع جائز ہے۔ کیونکہ یہ شادی کو قائم کرنے والے معاملات کی قسم سے ہے۔ اس لئے اس پر اعتراض نہیں۔ بخلاف تزوج علی الخدمۃ کے۔ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا (اگر تم نے پورے دس سال کام کیا)۔ فَمِنْ عِنْدِكَ (تو یہ تیری جانب سے ہے)۔ یعنی یہ تیری مہربانی ہے۔ تم پر لازم نہیں یا اس کی تکمیل تیری طرف سے ہے۔ میں اس میں تم پر کوئی حتمی بات لازم نہیں کرتا۔ لیکن اگر تم کر دو تو یہ تمہاری طرف سے مہربانی اور تبرع شمار ہوگا۔ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ (اور میں تم پر مشقت ڈالنا نہیں چاہتا)۔ کہ دونوں مدتوں میں سے کامل ترین مدت ضرور تم پوری کرو۔ اشق علیہ کی حقیقت یہ ہے شققت علیہ وشق علیہ الامر۔ جبکہ وہ معاملہ گراں گزرے اور تمہارا گمان دو حصوں میں بٹ جائے۔ کبھی تم کہو کہ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور کبھی کہے میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (عنقریب تم مجھے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا نیکوں میں سے پاؤ گے)۔ جو حسن معاملہ سے پیش آتے ہیں۔

شرطِ وعدہ:

ان شاء اللہ کے ساتھ اپنے وعدے کو مشروط کیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق و معونت پر اعتماد اور بھروسہ ثابت ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو کوئی کام ہو سکتا ہے اور اگر نہ چاہے تو نہیں ہو سکتا۔

۲۸: قَالَ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا)۔ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ (یہ میرے اور تیرے درمیان ہے)۔ نحو: ذلک مبتدأ اور بینی و بینك خبر ہے۔ مراد یہ ہے جو تم نے کہا اور مجھ سے معاہدہ کیا اور اس پر شرائط مقرر کیں۔ وہ ہمارے درمیان طے ہو گیا۔ ہم میں سے کوئی اس سے نہ نکلے۔ نہ ہی میں ان شرائط کی خلاف ورزی کروں اور نہ آپ اپنی مقرر کردہ شرائط سے پھریں پھر کہا۔ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ (دونوں میں سے جو مدت میں پوری کردوں)۔ ان دونوں مدتوں میں سے۔ آٹھ ہوں یا دس۔

نحو: قضیت کی وجہ سے ای منصوب ہے اور ما تاکید کے لئے زائد ہے۔ کیونکہ ای مبہم ہے۔ یہ ما شرط کا معنی دے رہا ہے اور اس کا جواب فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ہے۔ یعنی اس پر اضافہ کرنے میں مجھ پر تعدی نہ کی جائے گی۔

قول مبرد رحمۃ اللہ علیہ:

موسیٰ ؑ نے معلوم کر لیا کہ تکمیل میں اگرچہ مجھ پر زیادتی نہ ہو گی۔ لیکن انہوں نے دونوں مدتوں کو جمع کر دیا تاکہ قلیل مدت وفا میں طے شدہ سمجھی جائے۔ اور جس طرح دس سال کی کامل مدت پر اضافہ ادھر سے عدوان بنتا تھا اسی طرح اقل مدت میں اور قلت کا مطالبہ تعدی تھی۔ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ (اور اللہ تعالیٰ اس پر جو ہم کہتے ہیں نگہبان ہیں)۔ وکیل کو وکل الیہ الامر جن کو معاملہ سپرد کیا جائے سے لیا گیا۔ اور علیٰ سے یہاں اس کو متعدی لایا گیا۔ کیونکہ یہاں یہ گواہ اور نگران کے معنی میں آیا ہے۔

روایت میں ہے کہ شعیب علیہ السلام کے پاس انبیاء علیہم السلام کی ایک لاٹھی چلتی آ رہی تھی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو رات کے وقت کہا اس کمرے میں داخل ہو کر ان لاٹھیوں میں سے ایک لے لو۔ آپ نے وہ لاٹھی لے لی جس کو لے کر آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تھے۔ اور انبیاء علیہم السلام اس کے وارث چلے آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ شعیب علیہ السلام تک پہنچی۔ موسیٰ علیہ السلام جو لاٹھی اٹھا کر لائے شعیب علیہ السلام نے اس کو چھوا تو باوجود نابینا ہونے کے وہ پہچان گئے۔ آپ نے فرمایا اور کوئی لاؤ۔ اسی طرح سات مرتبہ ہوا۔ یہی لاٹھی سات مرتبہ ان کے ہاتھ میں آئی۔ پس شعیب علیہ السلام نے جان لیا کہ اس کو عظیم الشان مرتبہ ملنے والا ہے۔ جب صبح ہوئی تو شعیب علیہ السلام نے کہا۔ جب تم چلتے چلتے چوراہے پر پہنچو تو دائیں جانب کے گھاس کو مت چراؤ اگرچہ وہاں گھاس زیادہ ہے مگر وہاں سانپ ہے جس سے میں تمہارے اور بکریوں کے متعلق خطرہ محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے بکریوں کو لیا۔ مگر ان کو دائیں جانب سے نہ روک سکے۔ ان کے پیچھے چلتے گئے۔ اچانک اس جگہ عمدہ گھاس اور کھیت تھے جن جیسے کہیں نظر نہ پڑتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام سو گئے۔ تو سانپ کی آواز سنائی دی۔ لاٹھی نے اس سانپ کا مقابلہ کر کے اس کو ہلاک کر دیا۔ اور خون آلود موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آ گئی۔ جب موسیٰ علیہ السلام لکڑی کو خون سے آلودہ اور آواز کو بند پایا تو راحت محسوس کی۔ جب شعیب علیہ السلام کی طرف لوٹے تو بکریوں کے پیٹ بھرے تھے اور ان کے پستانوں سے دودھ اتر رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کی اطلاع دی وہ بڑے خوش ہوئے ان کو معلوم ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور لاٹھی کو ایک عجیب شان حاصل ہے۔ پھر فرمایا۔ میں نے اپنی بکریوں کے بچوں میں سے جو ابلق پیدا ہو وہ دے دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب میں اشارہ ہوا کہ اپنی لاٹھی کو بکریوں کے پانی پینے کی جگہ میں مارو انہوں نے ایسا کر دیا۔ جس بکری نے وہ پانی پیا اس نے ابلق بچہ جنا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی شرط کو پورا کر دیا۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ

پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کردی اور اپنے اہل کو لیکر روانہ ہوئے تو طور کی جانب سے آگ کو محسوس کیا۔ اپنے اہل سے کہا

امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ

کہ تم ٹھہر جاؤ بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ امید ہے کہ میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر لے آؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں تاکہ تم

تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ

تاپ لو۔ سو جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو اس میدان کی داہنی جانب سے اس مبارک مقام میں ایک

مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ

درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ بے شک میں اللہ ہوں رب العالمین ہوں اور یہ کہ تم اپنی لاٹھی کو ڈالدو

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ قف

سو جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اسطرح حرکت کر رہی ہے کہ گویا وہ سانپ ہے تو پشت پھیر کر پلٹ گئے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اے موسیٰ آگے آؤ اور مت ڈرو

اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ

بیشک تم امن والوں میں سے ہو، اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کرو وہ بغیر کسی مرض کے سفید ہو کر

سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى

نکلے گا، اور اپنے ہاتھ کو بوجہ خوف کے اپنے بازو سے ملا لو۔ سو تمہارے رب کی طرف سے یہ دو دلیلیں ہیں۔ فرعون

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ

اور اسکے سرداروں کی طرف، بلاشبہ وہ نافرمان لوگ ہیں موسیٰ نے کہا اے رب بیشک میں نے ان میں سے ایک جان کو قتل

نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ

کر دیا تھا سو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں اور میرے بھائی ہارون زبان کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ فصیح ہیں سو آپ انکو

مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ ۫ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ

میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج دیجئے وہ میری تصدیق کریں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں۔ فرمایا ہم عنقریب تمہارا بازو تمہارے بھائی کے ذریعہ

بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا

مضبوط کر دیں گے تم دونوں کو ایک خاص شوکت عطا کریں گے۔ جس سے وہ لوگ تم دونوں تک نہ پہنچ سکیں گے تم دونوں ہمارے معجزے لیکر جاؤ تم دونوں

وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور جو شخص تمہارا اتباع کریگا، غالب رہو گے۔

۲۹: فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ (جب موسیٰ علیہ السلام نے مدت کو پورا کیا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ نے مدت کامل ترین پوری کی اور شادی ان دونوں میں سے چھوٹی سے کی۔ (یہ ہیثمی کی روایت ہے) مگر یہ گزشتہ روایت کے خلاف ہے۔ وَسَارَ بِاَهْلِهٖ (آپ اپنے گھر والوں کو لے کر چلے)۔ اہل سے مراد بیوی کو مصر کی طرف لے کر چلے۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

جب آپ نے مشقت کا زمانہ پورا کرلیا تو قرب کا زمانہ قریب آن لگا۔ انوار نبوت ظاہر ہونے لگے۔ اپنے گھر والوں کو لے کر مصر روانہ ہوئے تاکہ بیوی بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں میں شریک حال ہو۔ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ (طور کی جانب آگ کو دیکھا۔ آپ نے اپنے گھر والوں کو کہا تم ٹھہرو میں آگ دیکھ رہا ہوں شاید وہاں سے کوئی خبر لاؤں)۔ راستہ کے متعلق کیونکہ آپ راستہ بھول گئے تھے۔ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ٥ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ (یا آگ کی جلتی لکڑی تاکہ تم تاپ سکو۔ جب موسیٰ علیہ السلام آگ)۔ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ (پر پہنچے تو برکت والی وادی کے دائیں کنارے سے آواز دی گئی)۔ موسیٰ علیہ السلام کی نسبت دایاں۔ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ (مبارک بقعہ میں)۔ اس مقام میں شرف کلام بخشنے کے سبب۔ مِنَ الشَّجَرَةِ (درخت سے)۔ یہ درخت عناب یا عوسج کا تھا۔ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى (کہ اے موسیٰ)۔ نحو: یہ ان مفسرہ ہے یا مخففہ من المثقلہ ہے۔ اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (بلاشبہ میں ہی رب العالمین ہوں)۔

قول جعفر رحمۃ اللہ علیہ:

انہوں نے آگ دیکھی جس نے ان کی انوار کی طرف راہنمائی کی اس لئے کہ انہوں نے نور کو نار کی شکل میں دیکھا۔ جب وہ اس کے قریب پہنچے تو ان کو انوار قدسیہ نے گھیرے میں لے لیا۔ اور موانست کی چادریں ان پر ڈال دی گئیں۔ انتہائی لطیف انداز سے ان کو خطاب کیا گیا۔ اور ان سے بہترین جواب دلایا گیا۔ پس اس طرح وہ اعلیٰ مرتبہ والے متکلم بن گئے۔ جو انہوں نے مانگا وہ مل گیا۔ خوف سے ان کو مطمئن کردیا۔

قراءت: الجذوة۔ تینوں لغات سے پڑھا گیا ہے۔ عاصم نے فتحہ اور حمزہ و خلف نے ضمہ اور دیگر قراء نے کسرہ پڑھا ہے۔ اس موٹی لکڑی کو کہتے ہیں جس کے سرے پر خواہ آگ ہو یا نہ ہو۔

پہلا من اور دوسرا ابتدائے غایت کے لئے ہے۔ یعنی درخت کی جانب وادی کے کنارے سے ان کو آواز آئی۔ من الشجرۃ۔ یہ من شاطئ الواد کا بدل الاشتمال ہے۔ کیونکہ درخت وادی کے کنارے پر اُگا ہوا تھا۔

۳۱: وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ (اور یہ کہ تم اپنی لاٹھی ڈال دو)۔ اور ان کو آواز دی گئی کہ اپنی لاٹھی ڈال دو انہوں نے ڈال دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو سانپ سے بدل دیا۔ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ (جب موسیٰ علیہ السلام نے حرکت کرتے دیکھا)۔ تھتز کا معنی حرکت کرنا۔

كَاَنَّهَا جَآنٌّ (گویا کہ وہ سانپ ہے)۔ دوڑنے میں چھوٹا سانپ اور جسامت میں بڑا سانپ۔ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ (پشت پھیر کر بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا)۔ لم یعقب کا معنی نہ لوٹے۔ پس ان کو کہا گیا۔ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ (اے موسیٰ متوجہ ہو اور ڈرو نہیں بیشک تو امن والوں میں سے ہے)۔ یعنی تو اس سے امن میں ہے کہ سانپ کی طرف سے تجھے کوئی ناپسندیدہ چیز پیش آئے۔

۳۲: اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ (تم اپنا ہاتھ داخل کرو اپنے قمیص کے گریبان میں وہ سفید ہو کر نکلے گا کہ سورج کی طرح اس کی شعاعیں ہوں گی)۔ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ (بغیر کسی بیماری کے)۔ سوء سے مراد برص۔ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ (اور خوف دور کرنے کے لئے تم اپنا بازو اپنی طرف ملا لینا)۔ قراءت: الرھب۔ حجازی و بصری قراء نے دونوں فتحوں کے ساتھ پڑھا اور حفص نے الرَّھب پڑھا۔ دیگر قراء نے الرُّھب پڑھا ہے۔ تمام کا معنی خوف ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ تم اپنا ہاتھ اپنے سینے کے ساتھ لگاؤ اس سے تمہارا خوف جاتا رہے گا۔ جو خوف سانپ کی وجہ سے ہوا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ہر ڈرو الا جب اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لے تو اس کا خوف زائل ہو جاتا ہے۔

ایک قول :

ضمِ جناح کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے لاٹھی کو سانپ بنا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام گھبرائے اور اس کو ہاتھ سے دور کیا۔ جیسا کہ کسی چیز سے خوف زدہ اس کو ہٹاتا ہے۔ انہیں کہا گیا۔ تمہارا ہاتھ سے اس کو دور کرنے میں دشمنوں کے ہاں کمزوری خیال کی جائے گی۔ پس تم جب لاٹھی کو ڈال چکو اور یہ سانپ بن جائے۔ تو اپنا ہاتھ اپنے بازو کے نیچے دباؤ بجائے اس کے کہ سانپ کو اس سے ہٹاؤ۔ پھر اس کو نکالو تو سفید ہو کر نکلے گا تاکہ تجھے اس سے بیک وقت دو چیزیں حاصل ہوں۔ نمبر۱۔ جو چیز تمہاری کمزوری شمار ہو سکتی ہے اس سے بچت رہے گی اور ید بیضاء والا دوسرا معجزہ بھی ظاہر ہو جائے گا۔ الجَنَاحَ سے مراد ید ہے۔ کیونکہ انسانی ہاتھ پرندے کے دو پروں کی طرح ہیں۔ جب دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں بازو کے نیچے داخل کر دیا تو گویا اس نے اپنا بازو اس سے ملا دیا۔

نمبر۲۔ ضم جناحه الیه سے مراد مضبوطی اور عصا کے سانپ بننے کے وقت ضبطِ نفس ہے۔ تاکہ آپ مضطرب نہ ہوں اور نہ ڈریں۔ استعارۃً پرندے کے فعل سے تعبیر کیا۔ کیونکہ جب اسے خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ اپنے پروں کو پھیلاتا اور ڈھیلا کرتا ہے ورنہ اس کے پَر تو ہر وقت اس کے ساتھ ملے ہوتے ہیں اور وہ پابرکاب ہوتا ہے۔

مِنَ الرَّهْبِ کا مطلب خوف کی وجہ سے۔ یعنی جب تمہیں سانپ دیکھ کر خوف پہنچے تو اپنے بازو کو اپنے ساتھ ملا لو۔ ضمِ جناح کا جو حکم ان کو دیا گیا تھا اس کے لئے سبب و علت رہب کو قرار دیا گیا۔ اب وَاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ کا معنی اور اسلك يدك

فی جیبك کا معنی ایک ہو جائے گا۔لیکن دو عبارتوں سے تعبیر اغراض کے مختلف ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے کی گئی ہے۔کیونکہ ایک کی غرض ہاتھ کا سفید ہو کر نکلنا ہے۔اور دوسرے میں غرض خوف کو ختم کرنا اور ہلکا کرنا ہے۔اور اضمم یدك الی جناح کا معنی سورۂ طٰہٰ میں یہ ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں کے نیچے داخل کرلو۔

قراءت: فَذٰنِكَ یہ ذاك کا تثنیہ ہے تخفیف سے پڑھا گیا۔مکی ٗابو عمرو نے تشدید سے پڑھا۔اس صورت میں ذلک کا تثنیہ ہے۔ایک نون دونوں میں سے لام محذوفہ کے بدلہ میں ہے۔اوراس سے مراد ید بیضاء اور عصا ہے۔بُرْهَانٰنِ (یہ دو دلیلیں ہیں) یہ دو روشن دلیلیں ہیں حجت کو برہان روشن ہونے کی بناء پر کہا۔جیسے کہتے ہیں۔سفید عورت کو بَرْهَرَهَۃٌ۔مِنْ رَّبِّكَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِہٖ (تیرے رب کی طرف سے فرعون اوراس کے سرداروں کی طرف بھیجا)۔یہ دونشانات دیکر اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ (بلاشبہ وہ فاسق قوم تھے)۔فاسق سے کافر مراد ہے۔

۳۳: قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْھُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ (کہا اے میرے رب! بیشک میں نے ان میں سے ایک جان کو قتل کیا۔) اَنْ یَّقْتُلُوْنِ (پس مجھے خطرہ ہے کہ وہ اس کی وجہ سے مجھے قتل کردیں گے)۔قراءت: یعقوب نے یاء سے پڑھا ہے۔

۳۴: وَاَخِیْ ھٰرُوْنُ ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْہُ مَعِیَ رِدْءًا (اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح ہے اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دیجئے)۔قراءت: حفص نے مَعِیَ پڑھا ہے۔رِدْءًا مددگار ٗمعاون ٗکہا جاتا ہے ردأتہٗ ای اعنتہٗ: میں نے اس کی مدد کی۔قراءت: بلا ہمزہ مدنی نے پڑھا ہے۔یُصَدِّقُنِیْٓ (جو میری تصدیق کرے گا)۔قراءت: عاصم وحمزہ نے یصدقنی رداءً کی صفت قرار دیا۔ای مصدقالی۔ضمہ سے پڑھا۔اور دیگر قراء نے جزم یُصَدِّقْنِی پڑھا اور اَرْسِلْہُ کا جواب قرار دیا۔

تصدیق کا مفہوم:

جھگڑے اور مناظرے کے مقامات میں ثبوت دعوی میں مزید وضاحت کی اگر ضرورت پیش آئے تو وضاحت کر کے دعویٰ کو مبرہن کر دے۔یہ مطلب نہیں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی تقریر پر کہے صدقت۔اس کی دلیل موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد ھو افصح منی لسانا فارسلہ معی سے ہو رہی ہے۔فصاحت کا زائد ہونا بیان پختگی اور وضاحت کے لئے کام دے گا۔صدقت کہنے کے لئے نہیں۔کیونکہ صدقت کہنے میں تو سحبان وائل خطیب عرب اور باقل جیسا عاجز الکلام دونوں برابر ہیں۔اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ (مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے)۔

قراءت: یعقوب نے دونوں حالتوں میں یکذبون پڑھا ہے۔

۳۵: قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ (فرمایا: ہم عنقریب تیرا بازو تیرے بھائی کے ساتھ مضبوط کردیں گے)۔اس کے ذریعہ تمہیں قوت دیں گے کیونکہ ہاتھ بازو کی مضبوطی سے مضبوط ہوتا ہے۔کیونکہ ہاتھ کی طاقت وہی ہے اور تمام میں قوت ہاتھ کی مضبوطی کے باوجود معاملات کے تجربہ سے آتی ہے۔وَنَجْعَلُ لَکُمَا سُلْطٰنًا (اور ہم تمہارے لئے غلبہ مقرر کردیں گے) سلطان غلبہ ٗتسلط اور دشمنوں کے دلوں میں رعب کو کہا جاتا ہے۔فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْکُمَا بِاٰیٰتِنَآ (پس وہ تم تک پہنچ نہ سکیں گے)۔بایتنا یہ

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا

پھر جب ان کے پاس موسیٰ ہماری واضح آیات کے ساتھ آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو محض ایک جادو ہے جو افتراء کیا گیا ہے اور ہم نے یہ بات

بِهٰذَا فِىْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۶ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّىْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ

اپنے پہلے باپ دادوں میں نہیں سنی اور موسیٰ نے کہا کہ میرا رب اس شخص کو خوب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت

عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۳۷ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

لے کر آیا، اور اسے بھی خوب جانتا ہے جس کا دار آخرت میں اچھا انجام ہوگا۔ بلاشبہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوتے، اور فرعون نے کہا

يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ

کہ اے میرے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے علاوہ کوئی معبود نہیں جانتا سوائے ہامان تو میرے لئے مٹی پر آگ جلا دے

فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۳۸

سو میرے لئے ایک محل بنا دے تاکہ میں موسیٰ کے معبود کو دیکھوں، اور بلا شبہ میں اسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں

یصلون کے متعلق ہے۔ای لا یصلون الیکما بسبب آیاتنا۔نمبرا۔وہ ہماری آیات ومعجزات کے سبب تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔بات پوری ہوئی۔نمبر۲۔تجعل کے متعلق کریں ای نسلطکما بایاتنا ہم اپنی آیات سے تمہیں مسلط کریں گے۔

نمبر۳۔محذوف کے متعلق ہے۔ای اذهبا بآیاتنا تم دونوں ہماری آیات کے ساتھ جاؤ۔

نمبر۴۔اس کو الغالبون کا بیان بنایا جائے نہ کہ صلہ۔

نمبر۵۔باء کو قسم کے لئے قرار دیں لا یصلون جواب قسم مقدم ہے۔ہمیں اپنی آیات کی قسم ہے یہ تم تک نہ پہنچ سکیں گے۔

اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ (تم دونوں اور جو تمہارے پیروکار ہیں غلبہ پانے والے ہونگے)۔

۳۶: فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا (جب موسیٰ ان کے پاس ہماری واضح آیات لے کر آئے تو وہ کہنے لگے) یہ تو۔مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى (من گھڑت جادو ہے)۔بینات کا معنی واضح۔سحر مفتری کا مطلب یہ کہ وہ سحر پہلے تو خود کرتا ہے۔پھر اس کو جھوٹ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔نمبر۲۔وہ ایسا جادو ہے جو تمام انواع سحر کی طرح افتراء کے ساتھ موصوف ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا معجزہ نہیں ہے۔وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِىْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (اور ہم نے یہ اپنے پہلے آباء واجداد میں سنا تک نہیں)۔

نحو: فی آبائنا یہ حال ہے اور ھذا کی وجہ سے منصوب ہے۔ای کائنا فی زمانهم۔مطلب یہ ہے ہمیں تو نہیں بتلایا گیا کہ

بیان کے زمانہ میں پایا جاتا ہو۔

۳۷: وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ میرا رب ان کو خوب جانتا ہے۔ جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا اور کس کے لئے آخرت کا انجام ہے بیشک وہ کافروں کو کامیابی نہیں دیتا)۔ مطلب یہ ہے کہ میرا رب تم سے بڑھ کر واقف ہے۔ کہ کس کو اس نے عظیم فلاح کا اہل بنا کر نبوت سے سرفراز فرمانا اور ہدایت سے نوازتا ہے اور اس نے حسن عاقبت کا وعدہ کرلیا۔ یعنی میں موسیٰ اگر بقول تمہارے میں ساحر و مفتری ہوتا تو وہ مجھے نبوت کے اہل قرار نہ دیتے کیونکہ وہ بے نیاز اور حکمت والے ہیں جھوٹوں کو نبوت نہیں دیتے اور نہ ہی ساحرین نبوت کے لائق ہیں۔ بلکہ یہ تو ظالم ہیں اور ظالم اس کے ہاں کامیابی کا اہل ہی نہیں۔

عاقبة الدار کا مطلب حسن انجام ہے جیسا اس ارشاد میں فرمایا۔ اولئک لهم عقبى الدار جنات عدن۔ [الرعد۔۲۲۔۲۳۔]

دار سے مراد دنیا ہے اور اس کے انجام کا مطلب یہ ہے کہ خاتمہ رحمت و رضوان سے ہو اور فرشتے مغفرت و بشارت سے ملیں۔ قال موسٰی۔ مکی نے بغیر واؤ پڑھا۔ یہ زیادہ بہتر ہے۔ نمبرا۔ کیونکہ موقعہ سوال و بحث ہے۔ جب ان لوگوں نے بڑی آیات کو سحر قرار دے کر ٹھکرا دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے جواباً یہ فرمایا۔ اس لئے واؤ کی حاجت نہیں۔

نمبر۲۔ ان لوگوں نے یہ بات کہی کہ سحر مفتریٰ ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ دیکھنے والا دونوں باتوں میں فرق کرسکتا ہے اور ایک کی خرابی جانچ لے گا اور دوسرے کی درستی۔

قراءت: رَبِّيَ اعلم حجازی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے اور حمزہ وعلی نے ومن یکون پڑھا ہے۔

۳۸: وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (فرعون نے کہا اے سردارو! مجھے اپنے سوا تمہارا کوئی معبود معلوم نہیں)۔ نمبرا۔ فرعون کا مقصد اپنے علاوہ کسی اور معبود کے متعلق علم کی نفی سے اس کے وجود کی نفی تھی۔ نمبر۲۔ یہ اپنے ظاہر پر ہے۔ کہ میرے علم میں اپنے سوا معبود نا معلوم ہے۔ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ (اے ہامان تم میرے لئے مٹی پر آگ جلاؤ) پکی اینٹیں تیار کراؤ۔ اس نے یہ اس بناء نہیں کہا کہ پہلے اس سے کسی نے اینٹ بنائی نہ تھی۔ درحقیقت وہ اس کو اس تعبیر سے صنعت سکھا رہا تھا اور یہ جباروں کی گفتگو کے مناسب و مشابہ ہے۔ کیونکہ ہامان کو دوران مجلس نام لے کر یا ہامان کہہ کر آواز دینا اور اینٹیں پکانے کا کہنا یہ تکبر و بڑھائی کی علامت ہے۔ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا (تم میرے لئے ایک محل بناؤ)۔ صرح بلند محل کو کہتے ہیں۔ لَعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ (تا کہ میں جھانکوں)۔ اطلع یہ چڑھنے کے معنی میں ہے الطلوع والاطلاع۔ دونوں کا معنی چڑھنا ہے۔ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى (موسیٰ کے معبود کو)۔ اس نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی مکان میں ہے جیسا کہ وہ مکان میں ہے۔ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ (اور بیشک میں اس کو گمان کرتا ہوں)۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو۔ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (جھوٹوں میں سے)۔ اپنے دعویٰ میں کہ اس کا ایک معبود ہے اور اسی نے اسے رسول بنا کر بھیجا۔ اس ذلیل نے ایک دوسری کے الٹ بات کہی۔ ایک طرف کہا: ماعلمت لکم من الٰہٍ

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا

سو اس نے اور اسکے لشکروں نے زمین میں نا حق تکبر کیا اور انھوں نے خیال کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں

يُرْجَعُوْنَ ۝۳۹ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

لوٹیں گے سو ہم نے اسے اور اسکے لشکروں کو پکڑ لیا سو انہیں سمندر میں پھینک دیا۔ سو اے مخاطب دیکھ لے ظالموں کا کیسا

الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۰ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

انجام ہوا۔ اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا جو آگ کی طرف دعوت دیتے رہے اور قیامت کے دن انکی

لَا يُنْصَرُوْنَ ۝۴۱ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

مدد نہ کی جائے گی اور ہم نے اس دنیا میں انکے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن

هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝۴۲ ع

قباحت والوں میں سے ہونگے

غیری۔ دوسری طرف ہامان کے سامنے اپنی حاجت پیش کی اور موسیٰ کے لئے ایک الٰہ کو ثابت کیا اور پھر کہا کہ اس کو اس کے جھوٹ پر یقین نہیں۔ گویا کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے حفاظت کے لئے اس نے یہ تلبیس کا جال پھیلایا۔ اور کہا۔

لعلّی اطلع الی الٰه موسیٰ روایت میں ہے کہ ہامان نے پچاس ہزار معمار جمع کیے۔ اور ایک محل تعمیر کیا۔ اس کی بلندی کسی ایک مخلوق تک بھی نہیں پہنچ سکی۔ جبرئیل علیہ السلام نے محل پر پَر مارا اور اس کے تین ٹکڑے کر دیے۔ ایک ٹکڑا فرعونی لشکر پر جا گرا جس سے ایک لاکھ فرعونی مر گئے اور ایک ٹکڑا سمندر میں جا گرا اور ایک ٹکڑا مغرب میں جا گرا جس سے اس کا سارا عملہ ہلاک ہو گیا۔

۳۹: وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ (اس نے اور اس کے لشکر نے تکبر کیا)۔ اپنے آپ کو بڑا جانا۔ فِى الْاَرْضِ (سرزمین مصر میں) بِغَيْرِ الْحَقِّ (ناحق) اس لئے کہ سچی بڑھائی اللہ تعالیٰ کے لائق ہے۔ حقیقی متکبر وہی ہے۔ یعنی شانِ کبریائی میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے: ((الكبرياء ردائی والعظمة ازاری فمن نازعنی واحدًا منهما القيته فی النار)) (احمد، مسلم، ابوداؤد) یعنی عظمت و کبریائی میرا ہی لباس ہے جو شخص بھی اس لباس کو کھینچ کر پہننا چاہے گا میں اس کو آگ میں پھینک دونگا۔ تمام متکبر برابر ہیں ان کا استکبار ناحق ہی ہے۔

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ (اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری طرف لوٹائے نہ جائیں گے)۔

قراءت: یَرجِعُوْنَ۔ نافع، حمزہ، علی، خلف، یعقوب نے پڑھا ہے۔

۴۰: فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ (ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا)۔ یہ جلال والی کلام ہے۔ جو اس کی عظمت شان کو ظاہر کرتی ہے۔ ان کی تعداد کو قلیل تعداد سے تشبیہ دی اگر چہ وہ جم غفیر تھا ان کنکریوں سے جن کو ایک ہی مٹھی میں پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا جائے۔ فَانْظُرْ (پس دیکھیں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ (ظالموں کا انجام کیسے ہوا)۔ اور آپ اپنی قوم کو ڈرائیں بلاشبہ آپ کو ان کے مقابلہ میں غلبہ دیا جائے گا۔

۴۱: وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ (اور ہم نے ان کو گمراہوں کا پیشوا بنایا جو آگ کی طرف دعوت دینے والے تھے)۔ الی النار سے اہل دوزخ والے کام۔

قول ابن عطاء:

ان کے دل سے توفیق اور انوار تحقیق چھین لئے۔ وہ اپنے نفوس کے اندھیروں میں پڑے سیدھے راستے کی طرف راہ پانے والے نہیں ہیں۔ اس میں دلالت ہے کہ افعال عباد کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ (اور قیامت کے دن ان کی امداد نہ کی جائے گی)۔ عذاب سے بچنے کیلئے۔

۴۲: وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً (اور ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگا دی) رحمت سے دوری اور بعد میں ہم نے لازم کر دیا۔

ایک قول یہ ہے:

ان کے بعد جو لوگوں کی لعنت ان کو پہنچتی ہے۔ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ (قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہونگے)۔ رحمت سے دور ہانکے ہوئے۔ نمبر۲۔ یا ہلاک کیے ہوئے۔ نمبر۳۔ چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کی نیل گونی سے بدصورت۔ نَحو: یوم یہ مقبوحین کا ظرف ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى

اور اس کے بعد ہم نے اگلی امتوں کو ہلاک کردیا تھا ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ

جو لوگوں کے لئے بصیرتوں کا ذریعہ تھی اور سراپا ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ اور آپ مغربی

بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ

جانب میں نہیں تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو احکام دیئے اور آپ مشاہدہ کرنیوالے نہ تھے اور لیکن ہم نے

اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا

بہت سی جماعتوں کو پیدا کیا پھر ان پر دراز زمانہ گزر گیا۔ اور آپ اہل مدین میں مقیم نہ تھے ، آپ ان پر ہماری

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا

آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور لیکن ہم ہی رسول بنانے والے ہیں۔ اور آپ طور کی جانب نہ تھے جب ہم نے آواز دی۔

وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور لیکن آپ کے رب کی طرف سے آپ پر رحمت ہوئی تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

۴۳: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى (اور ہم نے موسیٰ کو تورات دی اس کے بعد کہ ہم نے پہلے زمانہ والوں کو ہلاک کیا)۔ پہلے زمانہ والوں سے قوم نوح' ہود' صالح' لوط علیہم السلام مراد ہیں۔

بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ (لوگوں کے لئے بصیرتیں بنا کر)۔ یہ کتاب سے حال ہے۔ بصیرۃ۔ دل کا وہ نور جس سے ہدایت و سعادت نظر آتی ہے۔ جیسا کہ بصر آنکھ کی اس روشنی کو کہتے ہیں جس سے نظر آتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ ہم نے دلوں کو روشن کرنے کے لئے تورات دی۔ کیونکہ وہ قوم اندھی تھی بصیرت نہیں رکھتی تھی اور نہ ہی حق و باطل کو پہچانتی تھی۔ وَهُدًى (اور رہنمائی)۔ کیونکہ وہ گمراہی میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والے تھے۔ وَّرَحْمَةً (اور رحمت)۔ ان کے لئے جو اس کی اتباع کرے۔ کیونکہ جب وہ اس پر عمل کریں گے تو رحمت پانے کے حق دار ہو جائیں گے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (تاکہ وہ اس سے نصیحت حاصل کریں)۔

۴۴: وَمَا كُنْتَ (اور نہیں تھے آپ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ (پہاڑ کی مغربی جانب)۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے جو مغربی جانب واقع تھی اور وہ وہی جگہ ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وقت مقرر کیا گیا۔ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ

(جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو احکام دیئے) یعنی اس سے کلام کی جیسا کہ دوسری آیت میں ہے وقربناہ نجیّا۔ [سورۃ مریم آیت نمبر ۵۲]

وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ (اور نہ آپ ان لوگوں میں تھے جو موجود تھے) وحی کے لئے تا کہ آپ بطور مشاہدہ کے موسیٰ علیہ السلام کے اس معاملے کو جو اس موقعہ پر پیش آیا۔مشاہدہ کرنے والوں میں سے ہوتے۔

۴۵: وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا (لیکن ہم نے پیدا کیا)۔موسیٰ علیہ السلام کے بعد۔قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ (بہت ساری نسلیں پھر ان پر زمانہ دراز گزرا) یعنی ان کی عمریں لمبی ہوئیں اور نبوت کا انقطاع رہا اور خبریں قریب تھا کہ بالکل چھپ جائیں علوم مٹ گئے اور ان میں بہت ساری تحریفات ہوئیں ہم نے ان خبروں کی تجدید کے لئے انبیاء بھیجے اور جو تحریفات واقع ہو چکی تھیں ان کی وضاحت کی۔انبیاء کے حالات کا علم ہم نے دیا۔اور قصہ موسیٰ علیہ السلام گویا کہ اس طرح فرمایا گیا۔نہ آپ موسیٰ علیہ السلام کا مشاہدہ کرنے والے تھے اور نہ ہی ان واقعات کا جوان پر گزرے۔لیکن ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور یہ سارے واقعات بتلائے اس آیت میں وحی کا سبب انقطاع کے زمانے کی طوالت قرار دیا گیا۔اور اس سے سبب پر اختصار کے ساتھ خود روشنی پڑ گئی۔ بس یہ لکنا کا استدراک بعد والے دونوں استدراکوں کی طرح ہے۔وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ (اور آپ اہل مدین میں مقیم نہیں تھے)۔اہل مدین سے شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے مراد ہیں۔تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (کہ ہماری آیات ان کو پڑھ پڑھ کے سنا رہے ہوں)۔یعنی آپ وہاں کے حالات جان کر ان آیات کو پڑھ رہے ہوں۔ان آیات سے مراد وہ ہیں جن میں شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ مذکور ہے۔ نحو: تتلوا یہ موضع نصب میں کنت کی خبر ثانی ہے یا ثاویًا کی ضمیر سے حال ہے۔وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ (بلکہ ہم ہی بھیجنے والے ہیں)۔لیکن ہم نے آپ کو بھیجا اور آپ کو ان واقعات کی اطلاع دی اور آپ کو ان کا علم دیا۔

۴۶: وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا (اور آپ طور کی جانب موجود نہ تھے جب کہ ہم نے موسیٰ کو پکارا)۔کہ اس کتاب کو مضبوطی سے تھام لو۔وَلٰكِنْ (لیکن)۔ہم نے آپ کو علم دیا اور آپ کو رسول بنایا۔رَحْمَةً (رحمت کی وجہ سے)۔مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ (تیرے رب کی طرف سے تا کہ تم اس قوم کو ڈراؤ۔جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا)۔اس فترت کے زمانہ میں جو آپ اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان گذرا۔اور اس کی مقدار پانچ سو پچاس سال ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (تا کہ وہ نصیحت کو قبول کریں)۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا

اور ہم رسول نہ بھیجتے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ انکے اعمال کی وجہ سے ان پر مصیبت آجاتی تو یہ کہنے لگتے

رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا

کہ اے ہمارے رب ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم آپکی آیتوں کا اتباع کر لیتے اور ایمان لانے والوں میں سے ہو جاتے سو جب

جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ

ہماری طرف سے ان کے پاس حق آگیا تو کہنے لگے کہ اس شخص کو ایسی کتاب کیوں نہ ملی جیسی موسیٰ کو ملی تھی کیا اس سے پہلے لوگوں نے

يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ

اس چیز کے ساتھ کفر نہیں کیا جو موسیٰ کو دی گئی کہنے لگے یہ دونوں جادوگر ہیں۔ دونوں نے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ کیا ہے۔ اور کہنے لگے کہ ہم تم دونوں میں سے

كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ

کسی کو نہیں مانتے آپ فرما دیجئے کوئی کتاب لے آؤ جو اللہ کی طرف سے ہو جو ہدایت کرنے میں ان دونوں سے بہتر ہو اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ

سچے ہو۔ سو وہ اگر آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ جان لیجئے کہ وہ اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر کون

ع ۸ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾

گمراہ ہوگا۔ جو اللہ کی طرف سے ملنے والی ہدایت کے بغیر اپنی نفسانی خواہشوں کا اتباع کرتا ہو۔ بلاشبہ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

۴۷: وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان پر کوئی عذاب آ پڑے گا)۔ یہاں مصیبت سے عذاب اور سزا مراد ہے اور بما قدمت ایدیھم سے کفر و ظلم۔

نکتہ: اکثر اعمال میں ہاتھ چلتے ہیں۔ اس لئے اعمال کی نسبت ایدی کی طرف کردی اگرچہ کچھ اعمال کا تعلق دل سے بھی ہے گویا اکثر کو اقل پر غلبہ دیکر ایدی کا ذکر کردیا۔ فَيَقُوْلُوْا (پس وہ کہیں گے)۔ عذاب کے وقت۔ رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اے رب ہمارے تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم تیری آیات کی اتباع کرتے اور مؤمنوں میں سے ہو جائے)۔ نحو: پہلا لولا امتناعیہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے اور دوسرا لولا تحضیض کے لئے ہے اور پہلی فاء عاطفہ ہے اور دوسری لولا کے جواب میں آئی ہے۔ کیونکہ وہ امر کے حکم میں ہے۔ کیونکہ امر کی حقیقت فعل پر

آمادہ کرتا ہے اور تحضیض بھی یہی ہے اور فاء جواب امر ہی میں آتی ہے اب مطلب یہ ہوگا اگر وہ یہ کہنے والے نہ ہوتے جبکہ ان کو عذاب دیا جاتا ان کی بداعمالیوں یعنی شرک و معاصی کی وجہ سے هلا ارسلت الینا رسولا۔ آپ نے کیوں نہ ہماری طرف رسول بھیجا تا کہ وہ اس بات سے ہمارے خلاف حجت پیش کرتے۔ اسی لئے ہم نے ان کی طرف رسول بھیجا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ رسول کا موقعہ نہ رہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا لئلا یکون للناس علی اللّٰہ حجۃ بعد الرسل [النساء آیت:١٦٥]

سوال: یہ معنی کس طرح درست ہے جبکہ ارسال رسل کے لئے سبب عذاب کو قرار دیا گیا ہے نہ کہ قول کو کیونکہ لولا امتناعیہ اسی پر داخل ہے قول پر نہیں؟

جواب: قول ہی تو اصل میں مقصود ہے کہ وہ ارسال رسل کا سبب بن سکے۔ لیکن سزا جب قول کی وجہ سے ہوئی تو گویا قول کا وجود خود سزا کے وجود سے ثابت ہوگیا۔ اسی لئے سزا کو گویا سبب ارسال کے طور پر ذکر کر کے اس پر لولا کو داخل کر دیا گیا۔ اور قول کو اس پر عطف کر کے فاء سببیہ اس پر داخل کر دیا۔ قول کے ساتھ اس کا معنی اس طرح بنے گا۔ ولولا قولهم هذا اذا اصابتهم مصيبة لما ارسلنا۔ (یعنی مصیبت پہنچنے کے وقت اگر ان کا یہ کہنا نہ ہوتا تو ہم رسول نہ بھیجتے)۔

٤٨: فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا (جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر آ گیا)۔ حق سے مراد قرآن یا رسول جس کی تصدیق کتاب معجزے سے کی گئی ہے۔ قَالُوْا (وہ کہنے لگے)۔ یعنی کفار کہ لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی (ان کو کیوں نہ دی گئی اسی کی مانند جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی)۔ یعنی ایک ہی دفعہ اترنے والی کتاب۔ اَوَلَمْ یَکْفُرُوْا (کیا انہوں نے انکار نہیں کیا)۔ یعنی انکے ابنائے جنس جن کے مذہب سے انکا مذہب ہے اور جن کے عناد سے ان کا عناد ہے اور مراد وہ کافر ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ بِمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ (جو موسیٰ علیہ السلام کو اس سے پہلے دیا گیا تھا)۔ یعنی اس قرآن سے پہلے۔ قَالُوْا (انہوں نے کہا) موسیٰ اور ہارون کے بارے میں۔ سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا (یہ دو جادوگر ہیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں)۔

قراءت: سِحْرانِ۔ یہ کوفی قراء کی قراءت ہے یعنی جادو والے۔ یا ان دونوں کو جادو کے ساتھ مبالغۃً موصوف قرار دیا گیا۔ ابن عامر، ابن کثیر اور نافع نے ساحران پڑھا ہے۔

وَقَالُوْٓا اِنَّا بِکُلٍّ کٰفِرُوْنَ (اور وہ کہنے لگے ہم تو ان میں سے ہر ایک کے منکر ہیں)۔

ایک قول یہ ہے:

اہل مکہ نے جس طرح قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ انہوں نے موسیٰ اور تورات کا بھی انکار کیا ہے کہتے ہیں موسیٰ اور محمد یہ دو جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ نمبر٢۔ تورات و قرآن یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کر رہے ہیں۔ یہ اس موقعہ کی بات ہے۔ جب کفار مکہ نے ایک وفد یہود کے ہاں روانہ کیا۔ تا کہ ان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کریں۔ یہود نے ان کو اطلاع دی کہ یہ بات ان کی کتاب میں موجود ہے۔ وہ وفد قریش کے پاس یہود کی بات لے کر واپس ہوا تو قریش مکہ نے اس پر یہ گلفشانی کی کہ یہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار و معاون ہیں۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

اور ہم نے اس کلام کو ان لوگوں کے لئے مسلسل بھیجا تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں ، جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی

مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ

ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب انکے سامنے اسکی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بلاشبہ یہ حق ہے ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا

بیشک ہم پہلے ہی سے فرماں بردار تھے ، یہ وہ لوگ ہیں جن کو صبر کرنے کی وجہ سے دہرا ثواب دیا جائے گا

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ

اور یہ لوگ بھلائی کے ذریعہ برائی کو دفع کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب لغویات سنتے ہیں

اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي

تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ، ہم تم کو سلام کرتے ہیں ہم جاہلوں سے

الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾

بات کرنا نہیں چاہتے۔

۴۹: قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ (کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی کتاب پیش کردو جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو)۔ جو موسیٰ علیہ السلام پر اتری اور جو مجھ پر نازل ہوئی۔ اَتَّبِعْهُ (تاکہ میں اس پر چلوں)۔ نحو: یہ فاتوا کا جواب ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ وہ دونوں جادو ہیں۔

۵۰: فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ (پھر اگر وہ آپ کی بات کو پورا کر سکیں تو سمجھ لیں کہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشات کے پیرو ہیں)۔ پھر اگر وہ زیادہ ہدایت والی کتاب لانے کے مطالبے کو پورا نہ کر سکیں تو تم سمجھ لو کہ ان پر الزام پورا ہو گیا اور ان کے پاس کوئی دلیل سوائے اتباع خواہشات کے باقی نہیں۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اپنی نفسانی خواہشات پر چلنے والا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس ہو)۔ یعنی اس سے بڑا کوئی گمراہ نہیں جس نے دین کے سلسلہ میں اپنی خواہشات کی اتباع کی۔ نحو: بغیر هدًی۔ یہ حال ہے۔ یعنی وہ مطیع ہو نہ کہ خواہشات کا پیرو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کی راہنمائی کرنے والے نہیں)۔

آیت ۵۱: وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (تحقیق ہم نے کلام کو مسلسل ان پر اتارا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں)۔ التوصیل۔ (بہت زیادہ ملنا اور بار بار ملنا)۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید پے در پے اور مسلسل اترا ہے۔ اس میں وعدہ، وعید، قصص وعبر اور مواعظ موجود ہیں تا کہ وہ نصیحت حاصل کر کے کامیاب ہوں۔

۵۲: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ (وہ لوگ جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی)۔ ہٗ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے۔ هُمْ بِهٖ (وہ اس قرآن پر)۔ يُؤْمِنُوْنَ (ایمان لانے والے ہیں)۔ نحو: ھم بہ۔ یہ الذین کی خبر ہے۔ یہ آیت اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے ان کے متعلق اتری۔

۵۳: وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے)۔ قَالُوْا اٰمَنَّا بِهٖ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَا اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ (وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے بیشک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے ہم تو اس سے پہلے ہی فرمانبرداری کرنے والے ہیں)۔ قبلہ۔ یعنی قرآن مجید کے نزول سے پہلے۔ مسلمین کا مطلب دین اسلام پر تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین رکھتے تھے۔ انہ۔ یہ ایمان کی علت ہے۔ کیونکہ اس کا حق ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور قرآن اس لائق ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ انا کنا۔ یہ امنا کا بیان ہے۔ کیونکہ قریبی زمانے یا دور زمانے کا ایمان ہر دو کا احتمال ہے۔ پس انہوں نے خبر دی کہ ان کا ایمان قدیم اور پرانا ہے۔

۵۴: اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا (ان لوگوں کو ان کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا اس سبب سے کہ انہوں نے صبر کیا)۔ اس سبب کہ وہ ایمان بالتورات اور ایمان بالقرآن پر جمے رہے۔ نمبر۲۔ قرآن کے نزول سے پہلے وہ قرآن پر جو ایمان لائے تھے اس کے نزول کے بعد وہ اس پر جمے رہے۔ نمبر۳۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے مشرکین و یہود کی ایذاؤں پر صبر کیا۔ وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (اور وہ بھلائی سے برائی کو دفع کرتے ہیں)۔ طاعت کے ذریعہ معصیت کو دور کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ حلم و حوصلے کے ذریعہ ایذاء برداشت کرتے ہیں۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (اور جو روزی ہم نے دی اس میں سے خرچ کرتے ہیں)۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

۵۵: وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ (اور جب وہ لغویات سنتے ہیں)۔ لغو: باطل، مشرکین کی طرف سے گالم گلوچ۔ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا (تو وہ اس سے اعراض کرتے اور کہتے ہیں)۔ ان لوگوں کو جو لغو گو ہیں۔ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے تم کو سلام ہو)۔ ہماری طرف سے تم مطمئن رہو کہ ہم تمہاری لغویات کا مقابلہ اسی طرح کی لغویات سے نہیں کر سکتے۔ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ (اور نہ ہم جاہلوں کو چاہتے ہیں) یعنی جاہلوں سے میل جول اور ان کی صحبت نہیں چاہیے۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ

بلا شبہ جسے آپ چاہیں ہدایت پر نہیں لا سکتے اور لیکن اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانیوالوں کو

بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝۵۶

خوب جانتا ہے۔

۵۶ : اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ (بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے) جس کو آپ پسند کریں۔ آپ اس بات کی قدرت نہیں رکھتے کہ جس کو اپنی قوم اور دیگر لوگوں میں چاہیں اسلام میں داخل کردیں۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے)۔ جس میں چاہے ہدایت دینے کا فعل پیدا کردے۔ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ (وہ ہدایت والوں کو خوب جانتے ہیں)۔ جو ہدایت کو پسند کرے اور اس کو قبول کرے اور دلائل و آیات سے نصیحت حاصل کرے۔

زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

نے فرمایا کہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ یہ ابوطالب کے متعلق اتریں اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے اپنی موت کے وقت کہا۔ یا معشر بنی ہاشم۔ صدقوا محمدًا تفلحوا۔ اے ہاشمیو تم محمد کی تصدیق کرو تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا عمّ! تأمرھم بالنصیحۃ لانفسھم وتدعھا لنفسك! اے چچا' تم ان کو نصیحت کرتے ہو اور اپنے آپ کو چھوڑتے ہو! تو خواجہ ابوطالب نے کہا۔ اے بھتیجے تو کیا چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو لا الہ الا اللہ کہہ دے۔ تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرے متعلق گواہی دے سکوں۔ اس نے کہا اے بھتیجے۔ میں جانتا ہوں کہ تو سچا ہے لیکن میں ناپسند کرتا ہوں کہ یہ کہا جائے۔ کہ موت کے وقت اس نے بزدلی اختیار کی۔

ردِ معتزلہ:

یہ آیت معتزلہ کے اس قول کی تردید کرتی ہے کہ ہدایت صرف بیان کو کہتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے بہت سے لوگوں کی راہنمائی فرمائی مگر وہ اپنے غلط انتخاب کی وجہ سے ایمان نہ لائے۔ پس اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بیان کے بعد وہ چیز ہے جس کو ہدایت کہتے ہیں اور وہ ہدایت کا پیدا کرنا اور اس کے لئے توفیق و قدرت کا عطاء کرنا ہے اور آیت میں اسی کی نفی ہے۔

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا

اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کا اتباع کرنے لگیں تو ہم اپنی زمین سے اُچک لئے جائیں گے، کیا ہم نے انہیں امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی

يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

جہاں ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں جو ہمارے پاس سے کھانے کے لئے دیئے جاتے ہیں، اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ

اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کردیں جو اپنے سامان عیش پر اترانے والی تھیں، سو یہ ان کے گھر ہیں جن میں انکے بعد سکونت اختیار نہیں

بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى

کی گئی مگر تھوڑی سی اور بالآخر ہم ہی مالک ہیں اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں

حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا

جبتک کہ انکی مرکزی بستی میں رسول نہ بھیج دے جوان پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہو اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں

وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ

الّا یہ کہ انکے رہنے والے ظالم ہوں، اور تمہیں جو بھی کوئی چیز دی گئی ہے۔ سو وہ دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور زینت ہے۔

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے سو وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔

۵۷: وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا (اور انہوں نے کہا اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت پر چلیں گے تو ہم زمین سے اچک لیے جائیں گے۔ کیا ہم نے ان کو امن و امان والے حرم میں جگہ نہیں دی) قریش نے کہا ہم جانتے ہیں کہ تو حق پر ہے۔لیکن ہمیں خطرہ یہ ہے کہ لوگ تمہاری اتباع کریں اور عرب کی مخالفت مول لیں تو وہ ہمیں اس زمین سے نکال باہر کریں گے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی دلیل کا جواب پتھر سے دیا کہ ہم نے اس حرم میں ان کو ٹھکانہ دیا جس کا امن بیت اللہ پر موقوف ہے اور وہاں کے باسیوں کا امن بیت اللہ کی حرمت کی وجہ سے ہے۔ ہر طرف سے پھل وہاں کھینچے چلے آتے ہیں جبکہ وہ حالت کفر میں ہیں۔

پھر یہ کیسے درست ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو لوگوں کے اچکنے کے لئے چھوڑ دے اور ان کے امن کو بھی چھین لے جب وہ

حرمت بیت اللہ کے ساتھ حرمت اسلام کو جمع کر لیں۔امن کی نسبت اہل حرم کی طرف حقیقی ہے اور حرم کی طرف مجازی۔
یُجْبٰٓی اِلَیْہِ (کھینچے چلے آتے ہیں)۔قراءت:مدنی' یعقوب وسہل نے تُجبٰی پڑھا ہے۔جمع کیے اور لائے جاتے ہیں۔
ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ (ہر قسم کے پھل)۔کل سے مراد کثرت ہے۔جیسا کہ اس آیت میں واوتیت من کل شئی۔[النمل۔۲۳]
رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا (ہماری طرف سے بطور رزق)۔رزقًا یہ مصدر ہے۔کیونکہ یجبٰی الیہ کا معنی یرزق ہے۔نمبر۲۔یہ مفعول له ہے۔نمبر۳۔حال ہے ثمرات سے جبکہ اس کو بمعنی مرزوق کے لیا جائے۔تاکہ اس کو اضافت سے خاص کیا جائے۔جیسا کہ نکرہ متخصصہ بالصفۃ کو منصوب کیا جاتا ہے۔وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی)۔یہ من لدنا کے متعلق ہے۔یعنی ان میں سے بہت کم تعداد ایسی ہے جو کہ اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے رزق ہے۔ان کی اکثریت جاہلوں کی ہے۔جو اس کو جانتے ہی نہیں۔اگر ان کو علم ہو جاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو خوف و امن کو بھی اسی کی طرف سے سمجھتے اور ایمان لانے پر اچک لیے جانے کا خطرہ ظاہر نہ کرتے۔
۵۸: وَکَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ 'بَطِرَتْ مَعِیْشَتَھَا (بہت سی ایسی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنے اسباب معیشت پر اتراتے تھے)۔اس میں اہل مکہ کے لئے تخویف ہے۔کہ اس قوم کے برے انجام سے بچو جن کی حالت اللہ تعالیٰ کے انعامات کے سلسلہ میں انہی جیسی تھی۔پھر انہوں نے نعمتوں کا شکر یہ ادا نہ کیا بلکہ نعمتوں کا مقابلہ تکبر سے کیا جس کے نتیجے میں ان کو ہلاک کر دیا گیا۔
اھلکنا کی وجہ سے کم منصوب ہے۔معیشتھا منصوب ہے اس لئے کہ حرف جر حذف کر دیا گیا ہے ای فی معیشتھا۔
البطر۔مالداری میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت نہ کرنا۔
فَتِلْکَ مَسٰکِنُھُمْ (پس یہ ان کے مکانات ہیں)۔ان کے مکانات کے بقیہ آثار جن کو سفروں میں آتے جاتے وہ دیکھتے ہیں۔جیسا قوم ثمود' قوم شعیب' وغیرہم کے علاقے۔لَمْ تُسْکَنْ مِّنْ 'بَعْدِھِمْ اِلَّا قَلِیْلًا (ان کے بعد ان کے گھروں میں آبادی نہیں ہوئی مگر بہت قلیل)۔رہائش یعنی وہاں مسافر' راستے سے گزرنے والا ایک دن یا ایک گھڑی ٹھہر جاتا ہے۔
نحو: لم تسکن یہ حال ہے۔اور اس میں عامل اسم اشارہ ہے۔
وَکُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ (اور ہم ہی وارث ہوئے)۔ان مکانات کے جو ان کی رہائش کے تھے۔یعنی ان میں ہمارے سوا کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔
۵۹: وَمَا کَانَ رَبُّکَ مُھْلِکَ الْقُرٰی (اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں)۔ہر زمانہ میں حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْٓ اُمِّھَا رَسُوْلًا (جب تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دے)۔
قراءت: اِمِّھَا۔میں ہمزہ کو کسرہ دیکر حمزہ' علی نے پڑھا ہے۔یعنی اس بستی میں جو اس کی جڑ و بنیاد ہے۔یعنی اس کے اصل اور اعلیٰ حصہ میں ایک رسول بھیج دیا تاکہ حجت لازم ہو جائے اور معذرت منقطع ہو۔نمبر۲۔اللہ تعالیٰ کے حکم اور سابقہ قضاء میں یہ بات نہ تھی کہ زمین میں وہ کسی بستی کو ہلاک کرے یہاں تک کہ ام القریٰ یعنی مکہ میں رسول بھیجے کیونکہ زمین کو وہیں سے پھیلایا گیا۔رسول

سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ یَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (جو ان پر ہماری آیات پڑھے)۔ آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ (اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر اس وقت جبکہ وہاں کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوں)۔ یعنی ہم نے ان کو انتقاماً ہلاک نہیں کیا۔ جب تک کہ وہاں کے رہنے والے اپنے ظلم کی وجہ سے عذاب کے مستحق نہیں بن گئے۔ ظلم سے مراد عناد اور کفر پر اصرار اور عذر نہ ہونے کے باوجود مکابرہ ہے۔

۶۰: وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا سامان) اور اس کی وَزِيْنَتُهَا (زینت ہے)۔ یعنی تمہارے پاس جتنے اسباب دنیا پائے جاتے ہیں۔ یہ صرف چند دن نفع اٹھانے اور زینت کرنے کے لئے ہے۔ اور وہ چند ایام اس فناء ہونے والی زندگی کی مدت ہے۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ (اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے)۔ وہ اس کا ثواب ہے۔ خَيْرٌ (وہ بہت بہتر ہے)۔ وہ ذاتی لحاظ سے اس سے بہت بہتر ہے۔ وَّاَبْقٰى (اور وہ باقی رہنے والا ہے)۔ کیونکہ وہ دائمی ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو) کہ باقی فانی سے بہتر ہے۔

قراءت: ابو عمرو نے یاء اور تاء دونوں میں اختیار دیا ہے۔ اور باقی قراء نے تاء ہی کو پڑھا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا اور اس کے رہنے والوں کی تین اقسام کر دیں۔ نمبر ۱۔ مؤمن۔ نمبر ۲۔ منافق۔ نمبر ۳۔ کافر۔ پس مؤمن تو آخرت کا زادِ راہ لیتا ہے اور کافر خوب عیش اڑاتا ہے اور منافق زیب و زینت کرتا ہے۔ پھر اس آیت کو دوبارہ لائے۔

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ

سو جس شخص سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو پھر وہ اسے پانے والا ہو کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیا والی زندگی کا سامان دیدیا پھر

هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ

وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے لایا جائے گا۔ اور جس دن وہ انہیں پکارے گا سو فرمائے گا کہ میرے وہ شرکا، کہاں ہیں جن کے بارے میں

كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ

تم گمان کرتے تھے، جن لوگوں پر اللہ کا فرمودہ ثابت ہو چکا ہو گا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا

اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۡ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا

ہم نے انکو ویسا ہی بہکایا جیسا کہ ہم خود بہکے تھے ہم آپ کے حضور ان سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ اور کہا جائے گا کہ اپنے

شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

شرکاء کو بلالو، سو وہ انکو بلائیں گے پھر وہ انکی پکار کا جواب نہ دیں گے اور عذاب کو دیکھ لیں گے۔ اے کاش وہ ہدایت پانے ہوئے

يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾

ہوتے، اور جس دن انہیں آواز دے گا سو فرمائے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا

۶۱: اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا (کیا وہ شخص جس سے ہم نے پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے)۔ یعنی جنت۔ کیونکہ اس سے زیادہ خوبصورت کوئی شئی نہیں اس لئے کہ وہ دائمی ہے۔ اسی لئے جنت کو الحسنٰی فرمایا گیا۔ فَهُوَ لَاقِيْهِ (پس وہ اس کو پانے والا ہے)۔ دیکھے گا' پالے گا' اس تک پہنچ جائے گا۔ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کو دنیوی فوائد سے نوازا ہو۔ پھر قیامت کے دن وہ ان لوگوں میں سے ہو جن کو پکڑ کر حاضر کیا جائے گا) ان لوگوں میں سے جن کو آگ پر حاضر کیا جائے گا اور دوسرے موقع پر فرمایا۔ فکذبوہ فانھم لمحضرون ﴿الصافات۔ ۱۲۷﴾

شانِ نزول: نمبر۱۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو جہل لعین کے متعلق اتری۔

نمبر۲۔ علی و حمزہ اور ابو جہل کے سلسلہ میں۔

نمبر۳۔ ہر مؤمن و کافر کے متعلق۔

فائے اوّل کا معنی یہ ہے۔ جب دنیا کی زندگی اور عقبیٰ کی نعمتوں کا فرق ذکر کیا تو اس کے بعد افمن وعدناہ لائے۔ مطلب یہ ہوا کہ اتنے بڑے واضح فرق کے بعد جو دنیا کے پرستاروں اور حق پرستوں میں پایا جاتا ہے۔ پھر کوئی شخص دونوں کو برابر قرار دے

سکتا ہے۔

فائے دوم سببیہ ہے۔ کیونکہ موعود کا ملنا یہ وعدے کا مسبب ہے۔ ثم تراخی کے لئے لائے کیونکہ احضار کی حالت تمتیع کی حالت نفع اندوزی سے متاخر ہے۔

قراءت: علی نے ثم ھو پڑھا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے عَضُدٌ عَضْدٌ ضمیر منفصل کو متصل کے مشابہ قرار دیا۔

۶۲: وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ (اور اس دن کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ ان کو پکار کر فرمائے گا)۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پکارنا کفار کو ندائے توبیخ ہوگی۔

نحو: نمبرا۔ اس کا عطف یوم القیامۃ پر ہے۔ نمبر۲۔ اذکر محذوف سے منصوب ہے۔

فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِ یَ (پس فرمائیں گے میرے وہ شریک کہاں ہیں)۔ جن کو تم اپنے گمان کے مطابق میرا شریک قرار دیتے تھے۔ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (جن کو تم خیال کرتے تھے)۔

نحو: تزعمون کے دونوں مفعول محذوف ہیں۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ کنتم تزعمونھم شرکائی۔ اور ظننت کے باب میں دونوں مفعولوں کا حذف تو جائز ہے۔ مگر ایک پر اکتفاء جائز نہیں۔

۶۳: قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ (اور وہ لوگ کہیں گے جن پر اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہو چکی ہوگی)۔ نمبرا۔ شیاطین نمبر۲۔ کافروں کے لیڈر۔ حق علیھم القول کا مطلب یہ ہے کہ قول کا مقتضیٰ ان پر لازم ہو جائے گا اور وہ اس ارشاد میں ہے۔

لأملان جھنم من الجنۃ والناس اجمعین[السجدہ۔۱۳]

رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا (اے ہمارے رب یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکا دیا تھا)۔ یعنی ان کو شرک کی طرف بلایا۔ اور گمراہی کو ان کے لئے مزین کیا۔

نحو: الذین اغوینا ۔ یہ مبتدأ ہے۔ موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے اور اس کی خبر اَغْوَيْنٰهُمْ ہے۔ كَمَا غَوَيْنَا کاف مصدر محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اغویناھم فغووا غیًّا مثل ماغوینا۔ ان کا مقصد یہ ہوگا کہ ہم نے بھی اپنے اختیار سے ان کو گمراہ کیا اور یہ اپنے اختیار سے گمراہ ہوئے کیونکہ ہمارا اغواء تو وسوسہ اندازی اور تسویل کی حد تک تھا پس ان کی اور ہماری گمراہی میں کوئی تفاوت نہیں ہے اور اگر ہماری تزیین وتسویل دعوت کی صورت میں تھی تو دوسری طرف اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی تو ایمان کی دعوت موجود تھی جس میں عقلی دلائل اور نقلی دلائل اور کتب منزلہ سب کچھ موجود تھیں اور یہ بالکل شیطان لعین کے اس اقرار کی طرح ہے۔ جو سورہ ابراہیم آیت ۲۲ میں گزرا۔

وقال الشیطان لما قضی الامر ان اللّٰہ وعدکم وعدالحق الی قولہ ولوموا انفسکم۔

تَبَرَّاْنَاۤ اِلَيْكَ (ہم ان سے تیری بارگاہ میں بیزاری کا اظہار کرتے ہیں)۔ اس سے اور اس کفر سے جس کو انہوں نے اختیار کیا۔

مَا كَانُوْۤا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ (وہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے) بلکہ اپنی خواہشات کے پیرو اور اپنی شہوات کے اطاعت گزار تھے۔

نحو: یہ دونوں جملے حرف عطف سے خالی ہیں کیونکہ یہ جملہ اولیٰ کے معنی کو پختہ کرنے کے لئے لائے گئے ہیں۔

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ

سواس دن انکی خبریں گم ہو جائیں گی پھر وہ آپس میں پوچھ پاچھ نہ کریں گے سو جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا

وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾

اور نیک عمل کئے سو اُمید ہے کہ یہ لوگ فلاح پانیوالوں میں سے ہوں گے۔

۶۴: وَقِيْلَ (مشرکین کو کہا جائے گا)۔ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ (تم اپنے شرکاء کو پکارو!) اپنے اصنام کو پکارو تا کہ وہ تمہیں عذاب سے چھوڑائیں۔ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ (پس وہ ان کو پکاریں گے مگر وہ جواب نہ دیں گے)۔ لم یستجیبوا بمعنی لم یجیبوا ہے۔ وَرَاَوُا الْعَذَابَ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ (اور وہ عذاب کو دیکھیں گے اگر وہ ہدایت یاب ہو چکے ہوتے)۔ لو کا جواب محذوف ہے۔ ای لما راوا العذاب۔ (اگر وہ ہدایت یافتہ ہوتے تو آج عذاب کو سامنے نہ دیکھتے)۔

۶۵: وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ (اور اس دن کو یاد کرو جس دن ان کافروں سے پکار کر پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا)۔ وہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے۔ اولا اللہ تعالیٰ نے شرکاء بنانے پر توبیخ کی پھر شیاطین کا مقولہ نقل کیا۔ یا کفر کے مقتدر سرداروں کا مقولہ ان کی توبیخ کے وقت نقل کیا۔ کیونکہ جب ان کو معبودانِ باطلہ کی عبادت پر توبیخ کی جائے گی تو یہ معذرت پیش کریں گے کہ شیاطین نے ان کو اغواء کیا ہے۔ پھر ان کو معبودان باطلہ کے اغواء کرنے پر شماتت کے انداز میں بات فرمائی۔ اور ان کی نصرت سے عاجزی کا تذکرہ کیا۔ پھر ارسالِ رسل اور وضاحت علل واسباب کا احتجاج ان کے خلاف پیش کیا جائے گا۔ جس سے وہ لاجواب ہو جائیں۔

۶۶: فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ (ان پر خبریں اس دن گم ہو جائیں گی)۔ الانباء سے دلائل۔ نمبر۲۔ اطلاعات مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

ان پر جواب مخفی ہو جائے گا۔ وہ نہ جانیں گے کہ کیا جواب دیں اس لئے کہ ان کے پاس جواب ہوگا ہی نہیں۔

فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ (پس وہ آپس میں ایک دوسرے سے کچھ پوچھ نہ سکیں گے) نہ دلیل اور نہ عذر کوئی چیز بھی پوچھ نہ سکیں گے۔ اس امید سے کہ اس کے پاس شاید عذر، حجت مل جائے۔ کیونکہ وہ تمام جواب کے سلسلہ میں عاجزی میں برابر ہونگے۔

۶۷: فَاَمَّا مَنْ تَابَ (پھر وہ شخص جس نے توبہ کرلی)۔ شرک سے۔ وَاٰمَنَ (اور وہ ایمان لے آیا)۔ اپنے رب پر اور جو کچھ اس کی طرف سے آیا۔ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ (اور نیک عمل کیے تو امید ہے کہ وہ فلاح پانے والے لوگوں میں سے ہوگا)۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب ہوگا۔

نکتہ: عسٰی کا لفظ معززین کی طرف سے ثبوت ووقوع کے لئے ہوتا ہے۔ اس میں ایمان والوں کے اسلام لانے پر عظیم

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا

اور آپ کا رب جسے چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ ان لوگوں کو چن لینے کا کوئی حق نہیں ہے، اللہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو یہ لوگ

يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ

شرک کرتے ہیں اور آپ کا رب جانتا ہے جسے انکے سینے چھپاتے ہیں اور جسے یہ لوگ ظاہر کرتے ہیں اور اللہ وہی ہے اس کے سوا

اِلَّا هُوَ ۗ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ قُلْ

کوئی معبود نہیں اسی کے لئے سب تعریف ہے۔ دنیا میں اور آخرت میں، اور اسی کے لئے حکم ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے آپ فرما دیجئے

اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

تم بتاؤ اگر اللہ قیامت کے دن تک تمہارے اوپر ہمیشہ کے لئے رات ہی کو موجود رکھے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے

يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۗ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ

جو تمہارے پاس روشنی کو لے آئے، تو کیا تم نہیں سنتے؟ اور آپ فرما دیجئے کہ تم یہ بتاؤ کہ اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ کے لئے تم پر دن ہی کو

سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۗ اَفَلَا

موجود رکھے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہارے لئے رات کو لے آئے۔ اس میں تم آرام کرتے ہو۔ کیا

تُبْصِرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا

تم نہیں دیکھتے؟ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے دن کو اور رات کو بنایا تا کہ تم اس میں آرام کرو اور تا کہ تم اس کا

مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾

فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔

بشارت دی گئی ہے اور کافروں کو ایمان کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

۶۸: یہ لولا نزل هذا القرآن علی رجلٍ من القریتین عظیم (الزخرف:۳۱) جو ولید بن مغیرہ نے کہا تھا۔ رجل سے اپنی ذات یا ابو مسعود ثقفی مراد لے رہا تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ (اور آپ کا رب جس چیز کو وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے)۔

مَسْئَلَۃ: اس میں دلالت ہے کہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

قراءت: ویختارُ پر وقف ہے۔ یعنی اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور آپ کا رب جو چاہتا ہے چنتا ہے۔ تقدیر کلام: وربك یخلق مایشاء وربك یختار مایشاءُ۔

مَاكَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ (ان کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے)۔ یعنی ان کو کچھ بھی اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کو اختیار کریں۔ اور اس کو ہی ان پر اختیار حاصل ہے۔

عاطف ماکان لھم الخِیَرَۃ میں داخل نہیں کیونکہ وہ ویختار کا بیان ہے۔ کیونکہ آیت کا معنی یہ ہے۔

ان الخِیرۃ للّٰہ۔ (کہ اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے)۔ وہ اپنے افعال میں حکمت کی جوانب سے خوب واقف ہے۔ فلیس لاحدٍ من خلقہٖ ان یختار علیہ۔ اس کی مخلوق میں سے کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلاف کسی چیز کو اختیار کرے۔

اہم تنبیہ:

جنہوں نے ویختار میں وصل کیا ہے اور یہ معنی لیا۔ ویختار الذی لھم فیہ الخیرۃ۔ اور وہ اس کو چنتا ہے جس میں ان کو اختیار ہے۔ اس نے حق سے بعید بات کہی۔ بلکہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ ما تو مخلوق کے اختیار کی نفی کے لئے لایا گیا ہے۔

ایک اور غلطی کی تردید:

جنہوں نے اس کا معنی یہ کیا ویختار للعباد ماھو خیر لھم و اصلح۔ اور وہ بندوں کے لئے وہ چنتا ہے جو کہ ان کے لئے بہت بہتر اور اصلح ہوتا ہے۔ یہ معتزلہ کے قول کی ترجمانی ہے الخیرۃ کا لفظ یہ التخییر سے لیا گیا ہے۔ یہ مصدر کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور المتخیر کے معنی میں بھی آیا ہے۔ جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے۔ محمد خیرۃ اللّٰہ من خلقہٖ۔ یہاں مفعول ہی کا معنی ہے۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (اللہ تعالیٰ پاک اور بلند و برتر ہیں ان تمام شرکاء سے جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں)۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے بری ہے۔ وہ اس سے منزہ اور پاک ہے کہ کسی کو اس کے خلاف چناؤ کا اختیار حاصل ہو۔

۶۹: وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ (اور آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں)۔ تکن کا معنی چھپانا ہے۔ اور سینوں میں وہ چھپانے والی بات عداوت اور حسدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

وَمَا يُعْلِنُوْنَ (اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں)۔ ان کے متعلق طعنہ زنیاں کہ ان کے علاوہ نبوت کے لئے اور کسی کو منتخب کیوں نہ کیا۔

۷۰: وَهُوَ اللّٰهُ (اور وہی اللہ تعالیٰ) الوہیت میں خاص اور سب پر قابل ترجیح ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی عبادت کے

لائق نہیں)۔ یہ ماقبل کی تقریر ہے۔جیسا کہتے ہیں۔ الکعبة القبلة لا قبلة الاھی۔ یہ پچھلا جملہ تاکید وتقریر ہے۔ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاَرْضِ (اور اسی ہی کیلئے تعریف ہے دنیا میں) وَالْاٰخِرَۃِ (اور آخرت میں) اور وہ دوسرے مقام پر اس طرح مذکور ہے۔

الحمدللّٰہ الذی اذھب عنا الحزن۔[فاطر۔۳۴]

ایک اور مقام پر فرمایا۔ الحمدللّٰہ الذی صدقنا وعدہ۔ [الزمر۔۷۴]

ایک مقام پر ارشاد ہوا۔ وقیل الحمدللّٰہ رب العالمین۔[الزمر۔۷۵]

مَسْئَلَہ: جنت میں حمد وثناء بطور لذت کے ہوگی بطور امر تکلیفی کے نہ ہوگی۔ (جیسا کہ دنیا میں امر تکلیفی ہے)۔

وَلَهُ الْحُكْمُ (اور فیصلہ اسی ہی کے لئے ہے)۔ بندوں کے مابین فیصلہ کرنا۔ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور اسی ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے)۔ دوبارہ اٹھا کر کے۔

قراءت: یعقوب نے تَرْجِعُون پڑھا ہے۔

۷۱: قُلْ اَرَءَیْتُمْ (کہہ دیں ذرا دیکھو تو سہی)۔

قراءت: علی نے حذف ہمزہ سے پڑھا ہے۔ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (اگر اللہ قیامت کے دن تک مسلسل رات ہی رات بنا دے)۔ تو اللہ تعالیٰ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ (کے سوا کوئی معبود ہے۔ جو تمہارے لئے روشنی لے آئے گا کیا تم نہیں سنتے)۔

نَحْو: سرمَدًا یہ جعل کا مفعول ثانی ہے۔ معنی دائمًا۔ ہمیشہ ہے یہ لفظ اسرد سے ماخوذ ہے۔ اور اس کا معنی مسلسل ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ الا شھر الحرم ثلاثة سرد و واحد فرد۔ یہ صیغہ مبالغہ ہے اور میم زائد ہے۔ اس کا وزن فَعْمَلٌ ہے۔ من الہ الایۃ کا مطلب یہ ہے کہ مجھے بتلاؤ ذرا کون اس کی قدرت رکھتا ہے۔

۷۲: قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ (آپ کہہ دیجئے! بلا دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ قیامت تک دن ہی دن کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ایسا معبود ہے۔ جو تم پر رات لے آئے جس میں تم آرام کر سکو)۔

نکتہ: آیت میں نہار (دن) کے ساتھ یہ نہیں فرمایا بنھار تنصرفون فیه (ایسا دن لائے جس میں کام کاج کر سکو) جیسا کہ پچھلی آیت میں لیل کے ساتھ فرمایا بلیل تسکنون فیه۔ بلکہ اس کی بجائے سورج کی روشنی کا ذکر فرما دیا۔ کیونکہ سورج کی روشنی سے بے شمار منافع حیات متعلق ہیں صرف معاش اکیلا نہیں اور اس کے بالمقابل اندھیرا ایسا نہیں کہ جس سے اتنے کثیر منافع متعلق ہوں۔ اس لئے اہم ترین فائدہ کا ذکر فرما دیا اور یہی وجہ ہے کہ ضیاء کے ساتھ لفظ افلا تسمعون ملایا ہے۔ کیونکہ کان جس چیز کا ادراک کر لیتے ہیں جیسے تذکرۂ منافع اور بیانِ فوائد آنکھ ان کے ادراک کی قوت نہیں رکھتی۔ اور رات کے ساتھ افلا تبصرون کو ملا کر لائے۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (کیا تم لوگ نہیں دیکھتے) کیونکہ تیرے علاوہ اندھیرے کا وہ فائدہ دیکھتے ہیں جس کو تو

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا

اور جس دن وہ ان سے فرمائے گا کہ میرے شرکاء کہاں ہیں جنہیں تم شریک سمجھتے تھے۔ اور ہم ہر اُمت میں سے

مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ

ایک ایک گواہ نکال کر لائیں گے۔ پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل پیش کرو۔ سو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ سچی بات اللہ ہی کی ہے اور وہ جو کچھ

عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۷۵﴾

جھوٹی باتیں گھڑا کرتے تھے۔ وہ سب گم ہو جائیں گی۔

بھی سکون وغیرہ کی صورت میں دیکھتا ہے۔

۷۳: وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (اور اللہ تعالیٰ کی اپنی رحمت سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے۔ تاکہ تم آرام پاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرو) تقدیر کلام اس طرح ہے: لتسکنوا فی اللیل ولتبتغوا من فضل اللّٰہ فی النھار۔ (تاکہ تم رات کو سکون کرو اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو دن میں تلاش کرو)۔ پس یہ لف ونشر مرتب کی قسم میں سے ہوگا۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور تاکہ تم اس کا شکریہ ادا کرو)۔ اللہ تعالیٰ کا شکریہ اس کی نعمتوں پر۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

اِس کا یہ معنی بھی درست ہے۔ لتسکنوا فیھما و لتبتغوا من فضل اللّٰہ فیھما۔ (تاکہ تم ان دونوں میں آرام کرسکو اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی روزی دونوں میں تلاش کرسکو)۔

زجاج رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول آج کل کے زمانہ کی ترجمانی کر رہا ہے۔ (مترجم) دن رات کمانا جائز ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دن رات کا زمانہ و وقت بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اس کا فضل (رزق) اس وقت میں تلاش کرو۔

۷۴: وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ (اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ ان کو نداء دے کر فرمائے گا)۔ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (کہاں ہیں میرے وہ شرکاء جن کو تم (سفارشی) خیال کرتے تھے۔ شریک بنانے پر۔ بار دیگر توبیخ کی گئی تاکہ یہ اعلان کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو شرک سے بڑھ کر کوئی چیز دعوت دینے والی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں میں سب سے زیادہ توحید داخل کرنے والی ہے۔

۷۵: وَنَزَعْنَا (اور ہم نکال کر لائیں گے)۔ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا (ہر امت میں سے ایک گواہ) یعنی ان کا پیغمبر کیونکہ انبیاء علیہم

السلام اپنی اپنی امتوں پر گواہ ہیں۔ جو کہ ان کے متعلق ان اعتقادات کی گواہی دیں گے جن پر وہ تھے۔ فَقُلْنَا (پھر ہم امتوں کو کہیں گے)۔ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ (تم اپنی دلیل پیش کرو)۔ اس شرک پر جس پر تم قائم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر۔ فَعَلِمُوْا (پس اس وقت وہ جان لیں گے)۔ اَنَّ الْحَقَّ (کہ توحید) لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ (اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے اور ان سے گم ہو جائیں گی) اور ان سے وہ تمام معبود اس طرح غائب ہو جائیں گے جس طرح کوئی ضائع ہونے والی چیز غائب ہوتی ہے۔ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (وہ باتیں جو وہ گھڑا کرتے تھے)۔ یعنی غیر اللہ کی الوہیت اور ان کے لئے زبردستی شفاعت۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا

بلا شبہ قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا سو وہ انکے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا اور ہم نے اسے خزانوں میں سے اس قدر

إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوأُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ

دیا تھا کہ اسکی چابیاں ایسی جماعت کو گراں بار کردیتی تھیں جو قوت والے لوگ تھے جبکہ اسکی قوم نے اس سے کہا کہ تو مت اترا بلاشبہ

اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ

اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا، اور اللہ نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس میں دار آخرت کی جستجو کرتا رہ اور دنیا میں سے

نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي

اپنا حصہ فراموش مت کر اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اسی طرح تو بھی احسان کر، اور زمین میں فساد کو

الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ

تلاش مت کر، بے شک اللہ فساد کرنیوالوں کو پسند نہیں فرماتا، وہ کہنے لگا کہ مجھے جو کچھ دیا گیا ہے یہ تو صرف میرے علم کی

عِندِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ

وجہ سے ہے جو میرے پاس ہے، کیا اس نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ نے اس سے پہلے کتنی ہی جماعتوں کو ہلاک کر دیا جو قوت میں اس سے زیادہ

قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٧٨﴾ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي

سخت تھیں۔ اور اس سے زیادہ جتھہ والی تھیں۔ اور مجرموں سے انکے گناہوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا۔ سو وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی ٹھاٹھ باٹھ میں

زِينَتِهِ ۖ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ

نکلا، جو لوگ دنیا والی زندگی کے طالب تھے وہ کہنے لگے کاش ہمارے لئے بھی ایسا ہی مال ہوتا جیسا قارون کو دیا گیا ہے

إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ

بلاشبہ وہ بڑے نصیب والا ہے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا، انہوں نے کہا تمہارے لئے ہلاکت ہے اللہ کا ثواب اس شخص کے لئے بہتر ہے

آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ

جو ایمان لایا اور نیک عمل کئے اور یہ بات انہی کے دلوں میں ڈالی جاتی ہے جو صبر کرنیوالے ہوں، سو ہم نے قارون کو اور اسکے گھر کو زمین میں دھنسا دیا،

فَمَا كَانَ لَهُ مِن فِئَةٍ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنتَصِرِينَ ﴿٨١﴾

سو کوئی بھی جماعت نہ تھی جو اسکی مدد کر کے اللہ سے بچا لیتی اور وہ خود بھی اپنی مدد کرنے والا نہ تھا

۷۶:اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى (بیشک قارون قوم موسیٰ میں سے تھا)۔

نحو : قارون یہ غیر منصرف ہے۔ کیونکہ عجمہ و معرفہ دو سبب موجود ہیں اگر اس کو فاعولا کے وزن پر مانیں تو یہ منصرف ہوگا۔ پھر یہ قرنت الشیء سے ماخوذ ہوگا۔

یہ اسرائیلی الاصل تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا ابن عم تھا۔ سلسلہ نسب قارون بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب اور موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ موسیٰ بن عمران بن قاہث اس کو خوبصورتی کی وجہ سے المنور کہا جاتا تھا۔ یہ بنی اسرائیل میں تورات کا بڑا قاری تھا۔ لیکن سامری کی طرح منافق تھا۔ فَبَغٰى عَلَيْهِمْ (پھر یہ قوم پر تکبر کرنے لگا)۔ یعنی یہ البغی سے نکلا ہے۔ جس کا معنی ظلم ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس کو فرعون نے بنی اسرائیل پر حکمران بنایا یہ ان پر ظلم کرتا۔ نمبر۲۔ یہ البغی بمعنی تکبر سے ہے۔ اس نے بنی اسرائیل پر کثرتِ مال واولاد کی وجہ سے تکبر کیا۔ نمبر۳۔ دوسروں سے ایک بالشت کپڑے بڑھائے (اور بطور تکبر ان کو لٹکا کر اور کھینچ کر چلتا تھا) بغوی، وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ (اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی چابیاں)۔

ما۔ الذی کے معنی میں آیاتنا کی وجہ سے منصوب ہے اور اِنّ اور اس کا اسم وخبر مل کر الذی کا صلہ بنتے ہیں اسی لئے انّ مکسور ہے۔ اور المفاتح جمع مِفْتَح کی ہے میم کے کسرہ کے ساتھ ہے جس کا معنی چابیاں۔ نمبر۲۔ مَفْتح فتحہ کے ساتھ جس کا معنی خزانہ ہے اور زیادہ درست بات یہ ہے کہ چابیاں مراد ہیں۔

لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ (بھاری کر دیتی تھی ایک جماعت کو) جماعت کو بوجھل کر دیتیں۔ العصبۃ بڑی جماعت وہ اپنے خزانوں کی چابیاں ستر خچروں پر لادتا تھا۔ باء تعدیہ کے لئے ہے جیسے کہتے ہیں ناء بہٖ الحمل اس کو بوجھ نے جھکا دیا۔ اس کے ہر خزانہ کی ایک چابی تھی۔ اور ہر چابی ایک انگشت کے برابر چمڑے کی بنی ہوئی تھی۔ اُولِی الْقُوَّةِ (طاقتور و مضبوط)۔ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ (جب اس کو اس کی قوم نے کہا)۔ قوم سے یہاں مؤمن مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

یہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

نحو :اذ تنوء کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔

لَا تَفْرَحْ (کثرت مال پر تکبر مت کرو)۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ ولا تفرحوا بما اتاکم [الحدید۔۲۳] دنیا پر وہ شخص اتراتا ہے۔ جو دنیا پر راضی اور مطمئن ہو۔ باقی وہ شخص جس کا دل آخرت کی طرف لگا ہو اور وہ جانتا ہو کہ عنقریب اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ دنیا پر بالکل نہیں اتراتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ مال پر تکبر کرنے اور

اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتے)۔

۷۷: وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ نے جو تجھے دیا ہے اس میں عالم آخرت کو تلاش کر)۔ یعنی جو غنی اور ثروت تمہیں دی ہے۔ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ (آخرت والے گھر کو)۔ اس طرح کہ تم فقراء پر خیرت کرو اور صلہ رحمی کرو اور مقامات خیر میں اس کو صرف کرو۔ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا (اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت) ہرگز نہ بھولو)۔ وہ یہ ہے کہ بقدر کفایت اس میں سے لو جو تمہارے لئے بہتری والا ہو۔

ایک قول یہ ہے:

اپنی دنیا کے ذریعہ آخرت کو طلب کرو۔ پس یہی دنیا میں سے آخرت کا حصہ ہے۔

وَاَحْسِنْ (اور احسان کرو)۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (جیسا اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے) یہ انعامات دیکر وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ (اور زمین میں فساد مت مچا ظلم وتکبر کے ذریعہ) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے)۔

۷۸: قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ (اس نے کہا مجھے جو کچھ ملا ہے۔ وہ مجھے میرے علم کی وجہ سے ملا ہے)۔ ۂ سے مراد مال ہے۔ علی علمٍ عندی کہہ کر اس نے اپنے علم کو سبب قرار دیکر استحقاقِ مال کا دعویٰ کیا ہے۔ جو علم تورات ایسے لوگوں سے زیادہ ملا ہوا تھا۔ نمبر۲۔ تجارت وزراعت سے کمائی کے طرق۔

نحو: عندی یہ علمٍ کی صفت ہے۔

قول سہل رحمۃ اللہ علیہ:

کوئی ایسا شخص نہیں کہ جس نے اپنی طرف دیکھا ہو (تکبر کیا ہو) اور پھر وہ کامیاب ہوا ہو۔ خوش نصیب وہ ہے۔ جس نے اپنے افعال واقوال سے اپنی نگاہ کو پھیر لیا اور اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے احسانات کو اپنے تمام افعال واقوال دیکھنے کا دروازہ کھول لیا اور بدنصیب وہ ہے جس کے افعال، اقوال، احوال اس کی اپنی نگاہ میں مزین نظر آئیں۔ پھر وہ ان پر فخر کرنے لگا۔ اور ان کے بارے دعویٰ کیا کہ یہ اس کے اپنے ذاتی کمال والے افعال واقوال ہیں۔ ایک دن اس کی بدبختی اس کو ہلاک کردے گی۔ جیسا کہ قارون کو دھنسا دیا گیا جب اس نے اپنی ذات کے لئے فضیلتوں کا دعویٰ کیا۔

اَوَلَمْ يَعْلَمْ (کیا قارون کو معلوم نہیں)۔ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً (کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے زمانے والے ہلاک کردیئے جو اس سے طاقت میں بڑھ کر تھے)۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے علم کو ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قد اھلك من قبله من القرون ہلاک کردیا ان سے پہلے زمانہ والوں کو جو کہ اس سے زیادہ طاقتور اور زیادہ مالدار تھے۔ کیونکہ وہ تورات میں پڑھ چکا تھا۔ گویا اس کو اس طرح کہا گیا۔ اَوَلم یعلم فی جملة ماعنده من العلم هذا

حتی لایغتر بکثرۃ مالہ وقوتہ۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ جو کچھ اس کے پاس علم ہے یہ اس تمام علم میں سے ہے۔ تاکہ وہ اپنے مال کی کثرت وقوت پر دھوکا میں مبتلا نہ ہوتا۔ نمبر۲۔ یا اس میں اس کے علم کی نفی ہے۔ کیونکہ جب اس نے یہ کہہ دیا۔ او تیتہ علی علم عندی۔ تو اسے کہا گیا کہ کیا اس کے پاس اس علم کی مثل ہے جس کا اس نے دعویٰ کیا ہے اور جس کی وجہ سے اس نے ہر نعمت کو اپنے لئے لازم سمجھ لیا ہے۔ اس کو اس نفع بخش کا علم نہ ہوا کہ جس سے اپنے آپ کو ہالکین کے نتائج سے بچالے۔

وَّاَكْثَرُ جَمْعًا (اور جماعت وجتھہ کے اعتبار سے بڑھ کر تھے) مال میں۔ نمبر۲۔ جماعت وتعداد میں۔ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ (اور مجرموں سے ان کے گناہوں سے متعلق (تحقیق ومعلومات کے لئے) نہ پوچھا جائے گا)۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق جانتے ہیں۔ بلکہ وہ تو بلا حساب دوزخ کا ایندھن ہونگے۔ نمبر۲۔ بغیر سوال ہی مجرم گناہوں کا اعتراف کر لیں گے۔ نمبر۳۔ وہ نشانات سے پہچان لیے جائیں گے اس لئے پوچھنے کی حاجت نہ ہوگی۔ نمبر۴۔ ان سے معلومات کی غرض سے تو پوچھا نہ جائے گا البتہ توبیخ کے لئے سوال ہوگا۔ نمبر۵۔ گزشتہ لوگوں کے گناہوں کے بارے میں ان سے سوال نہ ہوگا۔ اس امت کے مجرمین سے۔

۷۹: فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ (وہ اپنی قوم کے سامنے بن سنور کر نکلا)۔ زرد اور سرخ کپڑے پہن کر۔

ایک قول یہ ہے:

وہ ہفتہ کے دن سفید خچر پر سوار ارغوانی لباس جس پر سنہری سورج بنے ہوئے تھے پہن کر نکلا۔ اس کے ساتھ چار ہزار آدمی اسی کے لباس زیب تن کیے ہوئے نکلے۔

ایک قول:

ان پر اور ان کے گھوڑوں پر سرخ پاکھریں تھیں اور اس کے دائیں جانب تین سو غلام اور بائیں طرف تین سو لونڈیاں جن کی رنگت سفید اور زیورات وریشم میں سجی ہوئیں۔

نحو: فی زینتہ یہ فاعل سے حال ہے ای خرج متزینًا۔

قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (ان لوگوں نے کہا جو دنیا کی زندگی کو چاہنے والے تھے)۔

ایک قول:

یہ مسلمان تھے۔ انہوں نے یہ تمنا خوشحالی کی طرف عام انسانوں کی طرح رغبت رکھتے ہوئے کی تھی۔

اور ایک قول:

یہ کافر تھے۔ يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِىَ قَارُوْنُ (اے کاش آج ہمارے لئے اسی طرح ہوتا جس طرح قارون کو ملا ہے)۔ یہ بطور رشک کے کہا۔ الغابط۔ جو نعمت والے کی نعمت کو دیکھ کر اسی جیسی نعمت کی اپنے متعلق تمنا کرلے مگر اس کی نعمت کے زوال کی

خواہش دل میں پیدا نہ کرے۔جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

الحاسد۔جو نعمت والے کی نعمت دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا کرے۔اس کی مثال دوسری آیت میں ہے۔ولا تتمنوا مافضل اللہ بہٖ بعضکم علی بعض[النساء۔۳۲]

فرمانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم:

کیا غبطہ نقصان دیتا ہے؟ فرمایا نہیں مگر اتنا جتنا کانٹے جھاڑی کو۔ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (بیشک وہ بڑا نصیب ور ہے)۔ الحظ۔نصیب، بخت ودولت کو کہتے ہیں۔

۸۰: وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (اور کہا ان لوگوں نے جن کو علم ملا)۔ثواب، عقاب اور فنائے دنیا اور بقائے عقبیٰ کے متعلق انہوں نے قارون پر رشک کرنے والوں سے کہا۔وَيْلَكُمْ (تم پر افسوس ہے)۔اس کلمہ کی اصل ویلك ہے۔یہ ہلاکت کی بددعا ہے۔ پھر ڈانٹ ودرع کے لئے استعمال ہونے لگا۔اور ایسی چیز پر آمادہ کرنے کے لئے جو ناپسند ہو۔

نحو: یہ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ای الزمکم اللہ ویلکم کذا فی التبیان فی اعراب القرآن۔

ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقّٰهَآ (اللہ تعالیٰ کا بدلہ بہت بہتر ہے اس شخص کے لئے جو ایمان لایا اور اس نے نیک اعمال کیے اور یہ انہی کو دیا جائے گا)۔لا یلقٰی کا معنی اس کلمہ ثواب اللہ خیر کی تلقین دین پر ثابت قدم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ (مگر صبر کرنے والے) مگر وہ لوگ جو طاعات پر جمے رہنے والے اور شہوات سے باز رہنے والے اور اسی طرح دنیا کی زینت سے دور رہنے والے اور جو قلیل ان کی قسمت میں ہے اس پر صبر کرنے والے ہیں۔

۸۱: فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ (پس ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسایا)۔قارون موسیٰ علیہ السلام کو ہر وقت ایذاء پہنچاتا تھا۔موسیٰ علیہ السلام اس قرابت نسبی کی وجہ سے مدارات فرماتے۔یہاں تک کہ زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا۔پس اس نے موسیٰ علیہ السلام سے ایک ہزار دینار پر ایک دینار اور ہر ہزار درہم پر ایک درہم کی ادائیگی کا اقرار کر کے صلح کر لی۔جب اس سے حساب نکالا تو اس کی مقدار بہت بڑھ گئی۔اس کا نفس بخل پر آمادہ ہوا۔اس نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام تو تمہارا مال لینا چاہتا ہے۔انہوں نے کہا تم ہمارے بڑے ہو جو حکم دو۔ہم وہ تسلیم کریں گے۔

اس نے کہا ہم فلاں فاحشہ عورت کو معاوضہ دیتے ہیں۔تاکہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر اپنے ساتھ زنا کی تہمت لگائے۔بنی اسرائیل نے اس بات میں شرکت سے انکار کر دیا۔مگر اس نے اس عورت کو۔نمبر۱۔ایک ہزار دینار پر آمادہ کر لیا۔نمبر۲۔سونے کا ایک تھال۔نمبر۳۔جس طرح اور جتنا وہ مانگے۔جب عید کا دن آیا۔موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر بنی اسرائیل کو وعظ فرمانے لگے۔ جو چوری کرے ہم اس کا ہاتھ کاٹ دیں گے۔جو افتراء باندھے ہم اس کو کوڑے لگائیں گے۔جو زنا کرے اور وہ غیر شادی شدہ ہو۔ہم اس کو کوڑے لگائیں گے اور اگر شادی شدہ ہو تو اس کو سنگسار کریں گے۔

قارون نے کھڑے ہو کر کہا۔اگرچہ آپ ہی کیوں نہ ہو؟ آپ نے فرمایا خواہ میں ہی ہوں۔اس نے کہا۔بنی اسرائیل کا

خیال ہے کہ تم نے فلاں عورت سے (نعوذ باللہ) بے حیائی کی ہے۔ وہ عورت سامنے بلائی گئی۔ آپ نے اس کو اس ذات باری تعالیٰ کی قسم دی جس نے سمندر کو پھاڑ اور تورات کو نازل فرمایا کہ تم سچ سچ کہو۔ وہ عورت بولی۔ قارون نے تم پر تہمت لگانے کے بدلے میرے لئے اتنا انعام مقرر کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے۔ اور عرض کیا یارب۔ اگر میں آپ کا رسول ہوں۔ تو آپ اس پر اس انتقام میں غضب نازل فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ تم زمین کو حکم دو وہ تمہاری تعمیل کرے گی۔ آپ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف اسی طرح بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف جو اس کا ساتھی ہے وہ اپنی جگہ رک جائے اور جو میرے ساتھ ہے۔ وہ اس سے علیحدگی اختیار کرلے۔ تمام مجمع سوائے دو آدمیوں کے اس سے الگ ہو گیا۔ پھر آپ نے زمین کو حکم دیا۔ ان کو پکڑ لو۔ ان کو زمین سے ایڑیوں تک پکڑ لیا۔ پھر آپ نے فرمایا اس کو پکڑ لو۔ زمین نے کمر تک ان کو دھنسا دیا۔ پھر فرمایا پکڑو۔ زمین نے گردن تک ان کو دھنسا دیا۔ قارون اور اس کے ساتھی موسیٰ علیہ السلام سے گڑگڑا کر کہتے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ اور رحم کا واسطہ دیتے۔ موسیٰ علیہ السلام شدت غضب کی وجہ سے ان کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے۔ پھر کہا۔ ان کو پکڑ لے۔ زمین نے ان کو دبوچ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ اس نے تم سے کئی مرتبہ فریاد کی مگر تو نے رحم نہ کیا۔ میری عزت کی قسم! اگر وہ مجھ سے ایک مرتبہ رحمت طلب کرتا تو میں اس پر رحم کردیتا۔

بعض بنی اسرائیل نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس لئے ہلاک کیا تا کہ اس کے مال پر قبضہ کرلے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس کے گھر اور خزانوں کو زمین میں دھنسا دیا۔

فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ (پس نہیں تھی کوئی جماعت اس کے لئے)۔ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (جو اس کی مدد کرے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لئے)۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ (اور نہ وہ ہوا بدلہ لینے والوں میں سے) جو موسیٰ علیہ السلام سے انتقام لیتے۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روکنے میں مدد کرتے۔

عرب کہتے ہیں: نصره من عدوه فانتصر ای منعه منه فامتنع اس کو اس سے روکا پس وہ رک گیا۔

وَاَصۡبَحَ الَّذِيۡنَ تَمَنَّوۡا مَكَانَهٗ بِالۡاَمۡسِ يَقُوۡلُوۡنَ وَيۡكَاَنَّ اللّٰهَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ

اور کل گزشتہ جو لوگ آرزو کر رہے تھے کہ ہم بھی اس جیسے ہو جاتے صبح ہونے پر کہنے لگے کہ ارے ! بات یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا رزق

يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ‌ ۚ لَوۡلَاۤ اَنۡ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنَا لَخَسَفَ بِنَا‌ ؕ وَيۡكَاَنَّهٗ

اپنے بندوں میں سے جسے چاہے زیادہ دیدے اور جس پر چاہے رزق تنگ کر دے اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ ارے !

لَا يُفۡلِحُ الۡكٰفِرُوۡنَ ۝۸۲

بات یہ ہے کہ کافر لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔

۸۲: وَاَصۡبَحَ الَّذِيۡنَ تَمَنَّوۡا مَكَانَهٗ (اور ہو گئے وہ لوگ جو تمنا کرتے تھے اس کے مرتبہ کی)۔ اصبح یہاں صار کے معنی میں ہے اور مکانہ سے مراد دنیا میں اس کا مقام و مرتبہ بِالۡاَمۡسِ (کل گزشتہ)۔ یہ تمنوا کا ظرف ہے۔ اس سے مراد کل گزشتہ نہیں بلکہ قریب وقت سے کنایہ ہے۔ يَقُوۡلُوۡنَ وَيۡكَاَنَّ اللّٰهَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ (اور کہنے لگے ارے ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کی روزی فراخ کرنا چاہتا ہے اپنے) وَيَقۡدِرُ (بندوں میں سے وہ فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی نپی تلی کرنا چاہتا ہے نپی تلی کر دیتا ہے)۔

نحو: وَیۡ علمائے بصرہ کے ہاں کَاَنَّ سے جدا ہے۔

سیبویہ کا قول:

وَیۡ یہ کلمہ خطأ پر تنبیہ اور شرمندگی دلانے کے لئے آتا ہے۔ اس کو شرمندہ آدمی اظہار شرمندگی کے لئے لاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قوم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کہ ہم نے یالیت لنا مثل ما اوتی قارون والی تمنا غلط کی اور شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے۔ لَوۡلَاۤ اَنۡ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنَا (اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ فرماتے)۔ اس تمنا کو پھیر کر جو ہم نے کل گزشتہ کی تھی تو لَخَسَفَ بِنَا (تو وہ ہمیں بھی دھنسا دیتا)۔

قراءت: خَسَفَ۔ دونوں فتحہ کے ساتھ حفص' یعقوب و سہل نے پڑھا اور لَخُسِفَ۔ یہ حمزہ' نسائی' ابو عمرو ابن کثیر کی قراءت ہے۔ اس میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ وَيۡكَاَنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الۡكٰفِرُوۡنَ (ارے کیا تم نہیں جانتے کہ کافر فلاح نہیں پاتے)۔ پھر کہنے لگے۔ ایسا لگتا ہے کہ کافر کامیاب نہیں ہوتے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا

یہ آخرت کا گھر ہم اسے ان لوگوں کے لئے خاص کر دیں گے جو زمین میں بلندی اور فساد کا ارادہ نہیں

فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ

کرتے، اور اچھا نتیجہ متقیوں کے لئے ہے، جو شخص نیکی لے کر آئے گا سو اس کے لئے اس سے بہتر بدلہ ملے گا۔ اور جو شخص

بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَى الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

بدی لیکر آئے گا سو جن لوگوں نے برے عمل کئے انہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ لوگ کیا کرتے تھے۔

۸۳: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ (یہ آخرت والا گھر ہم ان لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں بڑے بننے کے خواہاں نہیں ہوتے)۔

نحو: تلك یہ دار آخرت کی تعظیم کے لئے اشارہ بعید استعمال فرمایا گیا۔ مطلب یہ ہے۔ تلك التی سمعت بذکرھا و بلغك وصفھا۔ وہ وہی تو ہے جس کا تذکرہ تم نے سنا اور اس کی تعریف معلوم ہوئی۔ یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر نجعلھا ہے۔ اور الدار یہ مشار الیہ صفت ہے۔

عُلُوًّا سے مراد بغاوت وسرکشی یہ ابن جبیر کا قول ہے۔ نمبر۲۔ یا ضحاکؒ نے ظلم سے تفسیر کی۔

وَلَا فَسَادًا (اور نہ فساد)۔ فساد سے معاصی پر عمل نمبر۲۔ قتل انفس نمبر۳۔ غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلانا۔

نکتہ: آیت میں آخرت والے وعدے کو علو وفساد کے ترک سے معلق نہیں کیا بلکہ ان کے ارادہ کے ترک سے معلق فرمایا اور ان کی طرف میلان کے ترک سے متعلق کیا گیا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا۔ [ہود۔ ۱۱۳]

پس حاصل یہ ہوا کہ عُلو کی وعید کون اور جھکاؤ سے متعلق ہے۔

فرمانِ علی رضی اللہ عنہ:

آدمی کو کبھی پسند آتا ہے کہ اس کے جوتے کا تسمہ دوسرے ساتھی سے عمدہ ہو تو وہ بھی اس میں داخل ہو جائے گا۔

فرمانِ فضیل رحمۃ اللہ علیہ:

نے اس آیت کو پڑھا پھر کہنے لگے۔ تمنائیں یہاں دم توڑ گئیں۔

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ:

موت کے وقت اس کو اپنی زبان پر دھراتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی روح قبض ہوگئی۔

بعض علماء کا قول یہ ہے:

اس کا مطلب یہ ہے کہ فرعون اور قارون کی پیروی سے نفرت اختیار کی جائے اور اس ارشاد کو تھامے رہے۔ ان فرعون علا فی الارض القصص۔۴۔ ولا تبغ الفساد فی الارض۔ القصص۔۷۷۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (اور اچھا انجام متقین کا ہے)۔

۸۴: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا (جوشخص قیامت کے دن نیکی لائے گا۔ اس کو نیکی کی مقدار سے بہت زیادہ اچھا ملے گا)۔ یہ آیت سورۃ النمل ۸۹ میں گزر چکی۔

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ (اور جوشخص برائی لایا ایسے لوگوں کو جو برے کام کرتے ہیں اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا)۔ ولا یجزی کا معنی فلا یجزون ہے۔ پس الذین عملوا السیئات ظاہر نائب فاعل کو ضمیر کی جگہ لائے۔ تاکہ برے اعمال کی اسناد ان کی طرف دوبارہ کر کے ان کی بدحالی اور تذلیل خوب ظاہر ہو اور سننے والوں کے دلوں میں برائی کی نفرت بڑھادی جائے۔ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (جتنا وہ کرتے تھے۔ مگر اسی کی مثل جو وہ کرتے رہے)۔

فضل اللہ العظیم:

اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ملاحظہ فرمائیں کہ برائی و گناہ کی سزا تو اس کی مثل سے دی اور نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا اور اس سے بڑھا کر سات سو گنا کر دیا۔ (اللهم متعنا بفضلك العظيم آمين)

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ

بلا شبہ جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ واپس پہنچا دے گا۔ آپ فرمادیجئے کہ میرا رب اس شخص کو

مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤی

خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جانتا ہے جو کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔ اور آپ کو اسکی امید نہ تھی کہ آپکو

اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾

کتاب دی جائے گی مگر محض آپکے رب کی رحمت سے۔ سو آپ ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہوجایئے۔

وَلَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ

اور ہرگز یہ لوگ آپ کو اللہ کی آیات سے روک نہ دیں اسکے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل ہو چکی ہے۔ اور آپ اپنے رب کی طرف بلاتے رہئے

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟

اور ہرگز مشرکین میں سے نہ ہوجایئے اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں

كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

اسکی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ اسی کی حکومت ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۸۵: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ (بیشک وہ ذات جس نے تم پر قرآن کو فرض کیا ہے)۔اس کی تلاوت کو تم پر لازم کر دیا۔ اوراس کی تبلیغ اور عمل کو ضروری کر دیا۔ لَرَآدُّكَ (وہ ضرور آپ کو لوٹانے والا ہے)۔موت کے بعد اِلٰی مَعَادٍ (لوٹنے کی جگہ کی طرف)۔کیا خوب وہ لوٹنے کی جگہ ہے جو اور کسی فرد بشر کو آپ کے علاوہ حاصل نہیں۔اسی تفخیم کو ظاہر کرنے کے لئے نکرہ لائے۔ نمبر۲۔ مکہ مراد ہے۔آپ کا فتح کے دن لوٹنا کیونکہ اس دن لوٹنا ایک خاص شان وعظمت کے ساتھ ہوگا مکہ والے مغلوب و مقہور ہو جائیں گے اور اسلام اور اہل اسلام کی عزت ظاہر ہوگی۔ شرک اور اہل شرک ذلیل ہو جائیں گے۔

یہ سورت اگرچہ مکیہ ہے۔مگر یہ آیت جحفہ کے مقام پر اتری جو مکہ و مدینہ کے درمیان میں واقع ہے۔اس وقت آپ کے قلب اطہر میں مکہ مکرمہ کا شوق موجزن تھا۔جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معاد (مکہ) کا وعدہ فرمالیا تو فرمایا۔

قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی (آپ کہہ دیں میرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا ہے)۔یعنی من سے مراد آپ کی ذات گرامی ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کو معاد میں کتنا بڑا ثواب ہے۔ وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے)۔مراد اس سے مشرکین مکہ ہیں۔اور جو ان کو شرک کے نتیجہ میں آخرت میں سزا ملے گی۔

نحو: مَنْ محل نصب میں ہے اس کا فعل یعلم مضمر ہے۔

۸۶: وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْا اَنْ يُّلْقٰى (اور آپ کو تو کوئی امید بھی نہ تھی کہ آپ کو دی جائے گی)۔ یلقی کا معنی وحی کرنا۔ اِلَيْكَ الْكِتٰبُ (کتاب یعنی قرآن مجید) اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (مگر یہ تو محض آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے ہوا)۔ یہ اس معنی پر محمول ہے کہ آپ کی طرف قرآن کی وحی آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ نمبر۲۔ الا کو لکن کے معنی میں لیا جائے۔ جو کہ استدراک کے لئے آتا ہے۔ یعنی لیکن تیرے رب کی رحمت کی وجہ سے آپ پر وحی کی گئی۔ لیکن تیرے رب کی رحمت کے لئے آپ پر وحی قرآن کی گئی ہے۔

فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ (پس تم ہرگز کافروں کے مددگار و پشت پناہ مت بننا) ان کے دین میں ان کے مددگار ہرگز نہ بنیں۔

۸۷: وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ (اور وہ ہرگز نہ روکیں آپ کو اللہ کی آیات (پڑھنے یا عمل کرنے) سے) مراد اس سے جمع ہے یعنی یہ لوگ ہرگز آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات پر عمل سے نہ روکیں۔ آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔

بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ (بعد اس کے کہ وہ آپ کی طرف اتاری جا چکی ہیں) یعنی قرآن کے نزول کے بعد اور اذ کی طرف اسمائے زمان کی اضافت کی جاتی ہے مثلاً حینئذ' یومئذ۔

وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ (اور اپنے رب کی طرف بلاتے رہئے) یعنی اس کی توحید اور عبادت کی دعوت دیتے رہئے۔

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اور مشرکین میں سے نہ ہو جائیے)

۸۸: وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (اور اللہ کے ساتھ کسی معبود کو مت پکاریئے)۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ خطاب بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد اس سے ہر وہ شخص ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو اختیار کر لیا ہے نیز گناہوں سے معصوم ہونا اس کا متقاضی نہیں کہ گناہوں سے روکا نہ جائے اور لفظ اٰخر پر وقف ضروری ہے کیونکہ ملا کر پڑھنے کی صورت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا جملہ الٰہا اٰخر کی صفت بن جائے گا جس کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔

كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (اور اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاکت پذیر ہے)۔ وجه سے اس کی ذات مراد ہے۔ وجہ سے تعبیر کی گئی ہے۔

قولِ مجاہد رحمہ اللہ:

الا وجهه سے مراد علماء کا علم ہے۔ جب اس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود ہو۔ لَهُ الْحُكْمُ (اسی کے لئے حکم دینا خاص ہے)۔ یعنی اس کا حکم مخلوق میں جاری ہے۔ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور تم اسی ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے)۔

قراءت: یعقوب نے تَرْجِعُوْنَ پڑھا ہے۔

سُوۡرَةُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ تِسۡعٌ وَّسِتُّوۡنَ اٰیَۃً وَّسَبۡعُ رُکُوۡعَاتٍ

سورۃ العنکبوت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں انہتر آیات اور سات رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ① اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ② وَلَقَدۡ

الٓمّٓ ○ کیا لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ وہ اتنا کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ اور بلا شبہ

فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَلَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ③

ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا ہے سو اللہ ضرور ضرور ان لوگوں کو جان لے گا جو سچے ہیں اور ضرور ضرور جھوٹوں کو بھی جان لے گا۔

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ اَنۡ یَّسۡبِقُوۡنَا ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ④

جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے چھوٹ کر کہیں بھاگ جائیں گے، برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

۱،۲: الٓمّٓ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ۔ الم (کیا لوگوں نے خیال کر لیا ہے کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے۔ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی)۔

الحسبان۔ باہمی متناقض چیزوں میں سے ایک کا دوسرے کے مقابلہ میں قوت پکڑنا جیسا کہ ظن میں ہوتا ہے۔ الشك۔ دو متناقضین میں دونوں کے مابین ٹھہرنا۔ العلم۔ دو میں سے ایک کے متعلق قطعیت پیدا ہونا۔ ان دونوں کا اطلاق معانی مفردات پر نہیں آتا بلکہ مضامین جمل پر ہوتا ہے۔ اگر تم اس طرح کہو۔ حسبت زیدًا و ظننت الفرس۔ تو اس سے کچھ حاصل نہیں جب تک کہ تم اس طرح نہ کہو۔ حسبت زیدًا عالمًا و ظننت الفرس جوادًا۔ کیونکہ زید عالم اور الفرس جواد یہ دونوں مضمون جملہ پر دلالت کرتے ہیں۔ جب تو ایسا مضمون جملہ جو تمہارے ہاں ثابت ہو بطور ظن کے خبر دینا چاہو تو جملے کے دو حصوں پر حسبان کو داخل کر دو گے تو تمہاری غرض حاصل ہو جائے گی۔

اس موقعہ پر حسبان کا تقاضا کرنے والا مضمون جملہ ان یترکوا اَن یقولوا آمنا وھم لا یفتنون ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ احسبوا ترکھم غیر مفتونین لقولھم آمنا۔ (انہوں نے اپنے آپ کو بے امتحانی سمجھ لیا آمنا کہنے کی وجہ سے)۔ پس حسب کے دونوں مفعولوں میں سے اول کو ترک کر دیا ہے۔ اور آمنا خبر ہے۔ بلا آزمائش ہونے کو ترک کہا گیا کیونکہ یہ ترک وہ ہے جو تصییر کے معنی میں آتا ہے۔ جیسا کہ عنترہ کا قول ہے۔ فترکتہ جزر السباع

یَنْشُئُہٗ۔

ذرا غور تو کرو کہ حسبان کے لانے سے قبل تم اس طرح کہہ سکتے ہو۔ تر کھم غیر مفتونین لقولھم امنا۔ (ان کو بلا آزمائش چھوڑ دیا ان کے صرف آمنا کہنے پر)۔ اس میں لام سے قبل حاصل و مستقر مقدر ہوگا۔ یہ استفہام توبیخ کے لئے ہے۔ الفتنۃ سے مراد سخت تکالیف جیسے وطن سے جدائی' دشمنوں سے جہاد' تمام مشکل طاعات' ترک شہوات' فقر' قحط' انفس واموال میں قسم قسم کے مصائب' کفار کا ان کی ایذاءدہی اور ان کے خلاف سازشوں پر جمنا وغیرہ مراد ہیں۔

روایت ہے:

کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کے متعلق نازل ہوئی جو مشرکین کی ایذاؤں پر گھبرا گئے یا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے متعلق اتری ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر تکالیف دی جاتی تھیں۔

۳: وَلَقَدْ فَتَنَّا (ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا)۔ امتحان لیا۔ یہ اَحسب سے متصل ہے۔ نمبر۲۔ لا یفتنون سے متصل ہے۔ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (وہ لوگ جو ان سے قبل ہوئے)۔ مختلف قسم کی آزمائشوں کے ذریعہ ان کو آزمایا ان میں سے بعض کے سروں پر آرا رکھ کر دو حصوں میں چیر دیا گیا۔ مگر یہ بات بھی اس کو دین سے ہٹا نہ سکی۔ اور بعض کو لوہے کی کنگھیوں سے چھیدا گیا مگر یہ چیز ان کو دین سے نہ پھیر سکی۔ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ (پس اللہ تعالیٰ امتحان سے ضرور ظاہر کرے گا)۔ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا (ایمان میں سچے لوگوں کو) وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ (اور ضرور بضرور ایمان میں جھوٹے لوگوں کو ظاہر کر کے رہے گا)۔

علم باری تعالیٰ:

کا مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے موجود کو اس کے وجود کے وقت اور وجود سے قبل بھی جانتے ہیں۔ کہ وہ ایجاد فرمائیں گے بالفعل ظاہر فرمائیں گے یعنی سچے اور جھوٹے کو بالفعل جدا کر دیں گے۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

بندے کا صدق و کذب تنگدستی اور خوشحالی میں جانا جاتا ہے۔ جو خوشحالی میں شکر کرے اور ایام مصیبت میں صبر کرے۔ وہ سچا ہے۔ اور جو خوشحالی کے ایام میں تکبر و خودستائی میں مبتلا ہوا اور مصیبت میں جزع وفزع کی وہ جھوٹا ہے۔

۴: اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ (کیا بدکاریاں کرنے والوں نے گمان کر لیا)۔ السیئات سے شرک و گناہ مراد ہیں۔ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا (کہ وہ ہم سے سبقت کر جائیں گے)۔ وہ ہم سے نکل جائیں گے۔ یعنی سزا ان کو بہر صورت ملے گی۔

نحو: ان کا صلہ مسند اور مسند الیہ کو شامل ہونے کی وجہ سے دو مفعولوں کے قائم مقام ہو گیا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے: ام حسبتم ان تدخلوا الجنة [البقرہ۔۲۱۴]

نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ حَسِبَ میں قدّر کا معنی متضمن ہو۔ اور ام منقطعہ ہو اور اس میں اضراب کا معنی پایا جائے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۵ وَمَنْ

جوشخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے سو بلا شبہ اللہ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔ جو شخص

جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

مجاہدہ کرتا ہے سو وہ اپنے لیے ہی محنت کرتا ہے، بلاشبہ اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے، جو لوگ ایمان لائے اور

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِىْ كَانُوْا

نیک عمل کیے ضرور ضرور ہم ان کی برائیوں کا کفارہ کردیں گے اور ضرور ہم انہیں ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ

يَعْمَلُوْنَ ۝۷

دیں گے۔

اس طرح کہ یہ گمان تو پہلے گمان سے بھی زیادہ باطل تر ہے۔ کیونکہ وہ تو صرف یہ فرض کیا گیا کہ ایمان لانے پر اس کا امتحان نہ لیا جائے گا اور یہ گمان کر بیٹھا ہے کہ اس کی سیئات پر اس کو سزا نہ ملے گی۔

بعض کا قول:

یہ ہے کہ اول تو ایمان والوں کے متعلق ہے کہ مؤمنوں نے عدم آزمائش کا گمان کیا۔ اور دوسرا گمان کافروں سے متعلق ہے۔

سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (وہ بہت برا فیصلہ کرتے ہیں)۔ ما موضع رفع میں ہے۔ معنی یہ ہے ساء الحکم حکمھم۔ ان کا فیصلہ بدترین فیصلہ ہے۔

ما موضع نصب میں ہے۔ معنی یہ ہے ساء حکما یحکمون۔ بہت برا ہے فیصلہ کے لحاظ سے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔

مخصوص بالذم محذوف ہے ای بئس حکما یحکمونہ حکمھم ھذا۔ ان کا یہ حکم جو وہ کر رہے ہیں بہت برا حکم ہے۔

۵: مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ (جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہو)۔ نمبر۱۔ یعنی اس کے ثواب کی امید رکھتا ہو۔ نمبر۲۔ اس کے محاسبہ سے ڈرتا ہو۔ رجاء میں امید وخوف دونوں کا احتمال ہے۔ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ (پس بیشک اللہ تعالیٰ کا معین وقت ضرور آنے والا ہے)۔ اجل اللہ سے مراد وہ وقت جو ثواب وعقاب کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔ لَاٰتٍ (لامحالہ آنے والا ہے)۔ پس اس کو چاہیے کہ وہ اعمال صالحہ اختیار کرے جو اس کی امید کو سچا کر دکھائیں اور اس کی تمنا پوری ہو جائے۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ (اور وہی ہر بات کو سننے والا ہے)۔ جو اس کے بندے کہتے ہیں۔ الْعَلِيْمُ (جاننے والا ہے) جو اس کے بندے کر رہے ہیں۔ اس کے علم سے کوئی چیز نکل جانے والی نہیں۔

وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ حُسۡنًا ؕ وَاِنۡ جَاهَدٰكَ لِتُشۡرِكَ بِىۡ مَا

اور ہم نے انسان کو تاکیدی حکم دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرے اور اگر وہ تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہرا

لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا ؕ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ

جس کی دلیل تیرے پاس نہیں ہے سو تو ان کی فرمانبرداری نہ کرنا۔ میری طرف تم لوگوں کو واپس ہونا ہے سو میں تمہیں ان کاموں سے باخبر کردوں گا جو تم

تَعۡمَلُوۡنَ ۸ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدۡخِلَنَّهُمۡ فِى الصّٰلِحِيۡنَ ۹

کیا کرتے تھے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے سو ہم ان کو ضرور ضرور نیک بندوں میں داخل کردیں گے۔

قول زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

من شرطیہ ہے ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور فان اجل اللّٰہ جوابِ شرط ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ ان کان زید فی الدار فقد صدق الوعد۔ اگر زید گھر میں ہے تو اس نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔

٦: وَمَنۡ جَاهَدَ (جس نے اپنے نفس سے جہاد کیا)۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر نفس کو مضبوطی سے روک کر۔ نمبر٢۔ وساوس کو دور کر کے شیطان سے جہاد کیا۔ نمبر٣۔ کفار سے جہاد کیا۔ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ (پس بے شک وہ اپنے نفس کیلئے جہاد کرے گا) کیونکہ اس کا فائدہ اسے ہی ملے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ (اللہ تعالیٰ تو جہاں والوں میں سب سے بے نیاز ہیں) ان کی اطاعت اور مجاہدات کی اسے ضرورت نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی یہ بندوں پر محض رحمت ہیں۔

٧: وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے)۔ ہم ضرور بضرور ان کی سیئات کو مٹا دیں گے۔ ایمان وتوبہ کی برکت سے شرک ومعاصی کو مٹا دیا جائے گا۔ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَحۡسَنَ الَّذِىۡ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (اور ضرور بضرور ہم ان کو بہترین بدلہ ان اعمال کا دیں گے جو وہ کرتے تھے)۔ یعنی اسلام میں کیے جانے والے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے۔

٨: وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ حُسۡنًا (اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کی نصیحت کی) وصّی اس نے حکم دیا۔ امر کا معنی اور استعمال بھی اسی معنی میں ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ وصیت زیدًا بان یفعل خیرا۔ جیسا کہ کہتے ہیں امرت زیدًا بان یّفعل خیرًا۔ اس ارشاد میں بھی یہی معنی ہے۔ ووصی بھا ابراھیم بنیه۔ [البقرہ۔١٣٢] ہم نے ان کو کلمۂ توحید کی وصیت کی اور اس کا حکم دیا۔

باقی اس مقولہ کا مطلب وصیت زیدا بعمر و۔ میں نے اس کو وصیت کی کہ عمرو کا خیال ودھیان رکھے اور اس کی نگرانی کرے وغیرہ اور اسی طرح کا معنی اس ارشاد میں ہے۔ ووصینا الانسان بوالدیه حسنا اور ہم نے اس کو وصیت کی کہ وہ اپنے والدین

کو بھلائی پہنچائے۔

نمبر۲۔ ہم نے اس کو وصیت کی کہ وہ اپنے والدین کو حسن و بھلائی کا والی بنائے۔ یعنی خوبی والے فعل کا والی بنائے یا وہ فعل جو اپنی ذات کے لحاظ سے خوب تر ہو اس لئے کہ اس میں خوبی بہت پائی گئی تو گویا وہ فعل مجسمہ حسن بن گیا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ و قولوا للناس حسنا۔ [البقرہ ۸۳] لوگوں کو وہ بات کہو جو ذات کے اعتبار سے بہت خوب ہو۔

نمبر۳۔ یہ بھی جائز ہے حسناً کو اس کلام کے قبیلہ سے قرار دیں زیداً۔ ای اضرب زیداً۔ جبکہ تم اس کو ضرب کے لئے تیاری کرتے ہوئے پاؤ تو کہو۔ زیداً۔

پس حُسنا کا نصب اَوْلِهِمَا فعل مضمر کی وجہ سے ہے۔ ای اعطهما یاافعل بهما حسنا۔ کیونکہ وصیت اس پر دلالت کر رہی ہے۔ اور اس کا مابعد اس کے مطابق ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا ہے۔ قلنا اولهما معروفا ولا تطعهما فی الشرك اذا حملاك علیه اور ہم نے کہا تو ان کو بھلائی کا والی بنا اور شرک میں ان کی اطاعت نہ کر جبکہ وہ تمہیں اس پر آمادہ کریں۔ اس تفسیر کے مطابق اگر بوالدیه پر وقف کریں اور حسناً کو ابتدائی کلام قرار دیں تو یہ وقف خوب ہے۔ اور اگر تفسیر اول مراد لیں تو قال کو مضمر ماننا ضروری ہے۔ ای وقلنا۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ (اور اگر وہ تمہیں مجبور کریں) اے انسان۔ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (تا کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تمہیں علم نہیں)۔ یعنی اس کی الوہیت کا تمہیں علم نہیں۔ مقصود نفی علم سے نفی معلوم ہے۔ گویا کہ کلام اس طرح ہے لتشرك بی شیئا لایصح ان یکون الهًا۔ تا کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا الٰہ ہونا درست نہیں۔

فَلَا تُطِعْهُمَا (تو ان کی بات مت مان)۔ اس سلسلہ میں کیونکہ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ (تم نے میرے ہاں لوٹ کر آنا ہے)۔ تمام کا مرجع خواہ وہ ایمان لایا یا شرک کیا۔ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (میں تمہیں مطلع کروں گا ان اعمال کے متعلق جو تم کرتے رہے)۔ پھر ان پر صحیح صحیح بدلہ دونگا یہاں مرجع اور وعید دونوں کو ذکر کر کے شرک میں ان کی متابعت سے ڈرانا مقصود ہے اور دین میں استقامت پر آمادہ کیا گیا ہے۔

روایت میں ہے:

کہ سعد بن ابی وقاصؓ جب مسلمان ہو گئے تو ان کی والدہ نے نذر مانی کہ وہ اس وقت تک نہ کھائے گی اور نہ پیئے گی جب تک سعد دین اسلام کو نہ چھوڑیں گے۔ سعد نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر کے استفتاء کیا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اور وہ آیت جو لقمان۔ ۱۴۔ اور وہ آیت جو احقاف ۱۵ میں ہے۔

۹: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ہم ضرور بضرور انہیں صالحین میں داخل فرمائیں گے)۔ منجملہ صالحین میں۔ الصلاح مؤمنین کی کامل ترین صفت ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا مطلوب ہے۔ سلیمان علیہ السلام کی دعا میں ہے و ادخلنی برحمتك فی عبادك الصالحین [النمل۔۱۹]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ

اور بعض لوگ وہ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، پھر جب انہیں اللہ کے بارے میں تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذاء رسانی کو

كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ

اللہ کے عذاب کی طرح بنالیتے ہیں۔ اور اگر ان کے پاس آپ کے رب کی طرف سے مدد آ جائے تو ضرور ضرور کہیں گے کہ ہم تمہارے ساتھی تھے، کیا اللہ

بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ

جہان والوں کے سینوں کی باتوں کو خوب اچھی طرح جاننے والا نہیں ہے؟ اور البتہ اللہ ایمان والوں کو ضرور جان لے گا اور ضرور ضرور منافقوں کو

الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

جان لے گا۔

دعائے یوسف علیہ السلام میں ہے۔ توفنی مسلمًا و الحقنی بالصالحین [یوسف۔۱۰۱]

نمبر۲۔ فی الصالحین سے صالحین کے داخل ہونے کی جگہ جنت مراد ہے۔

شانِ نزول: یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی۔

۱۰: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے)۔ فِي اللّٰهِ (جب ان کو اللہ کی راہ میں دکھ پہنچتا ہے)۔ اس سے مراد منافقین ہیں یعنی جب ان کو کفار کی طرف سے ایذاء پہنچتی ہے۔

جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ (وہ آدمیوں کی طرف سے ملنے والی تکلیف کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح قرار دیتا ہے)۔ یعنی اس تکلیف پر اسی طرح جزع فزع کا اظہار کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب پر کیا جاتا ہے۔ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ (اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کیلئے کوئی مدد آ جائے تو وہ ضرور کہنے لگتا ہے ہم بھی تو تمہارے ساتھ تھے)۔ جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کر کے ان کو مال غنیمت عنایت فرماتا ہے تو وہ معترض ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں بلاشبہ ہم تمہارے ساتھ تھے یعنی تمہارے دین میں تمہارے پیچھے لگنے والے اور تمہاری طرح اس پر ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ اس لئے ہمیں اس غنیمت میں سے حصہ دو۔ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کو جہاں والوں کے سینوں کی باتوں کا علم نہیں)۔ یعنی اللہ تعالیٰ تو اچھی طرح جانتے ہیں۔ جو کچھ جہان والوں کے سینوں میں ہے اور اسی میں سے ان لوگوں کے سینوں کا نفاق بھی ہے۔ اور مؤمنوں کے دلوں کا اخلاص بھی ہے۔

پھر اگلی آیت میں ایمان والوں سے وعدہ اور منافقین کو دھمکی دی۔

۱۱: وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ (اور ضرور بضرور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ظاہر کریں گے) اور الْمُنٰفِقِيْنَ (منافقین کو

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ

اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا کہ تم ہمارے راستہ کا اتباع کر لو اور تمہارے گناہوں کو ہم اٹھائیں گے حالانکہ وہ

بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا

ان گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں ہیں، بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں۔ اور وہ لوگ ضرور ضرور اپنے بوجھوں کو اٹھائیں گے، اور اپنے بوجھوں کے ساتھ

مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔـلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑬ ع ١٣/١٤

دوسروں کے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور قیامت کے دن ضرور ضرور ان باتوں کا سوال کیا جائے گا جو دنیا میں جھوٹ بناتے ہیں۔

بھی ظاہر کریں گے)۔ان کا حال بخوبی ظاہر ہو جائے گا۔ان دونوں کی حالت اس کے سامنے ظاہر ہے۔جو ان دونوں کو بدلہ دینے کا اختیار رکھتا ہے۔

۱۲: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا (اور کافروں نے مؤمنوں کو کہا ہماری راہ پر چلو)۔تو ہم تمہارے جرائم وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ (ضرور اپنے اوپر اٹھالیں گے)۔کفار نے مسلمانوں کو اپنے کفریہ راستے پر چلنے کا امر کیا اور اپنے بارے میں ان کے گناہوں کی ذمہ داری قبول کرنیکا حکم دیا۔امر کا عطف امر پر کیا گیا۔مقصد کفار کا یہ تھا کہ یہ دونوں امر حاصل ہونے چاہئیں۔نمبرا۔ہمارے راستے کی پیروی۔نمبر۲۔تمہاری خطاؤں کو اپنے سر لینا۔حاصل یہ ہوا کہ اگر تم ہمارے راستہ کی اتباع کرو گے تو تب ہم تمہارے گناہوں کو اٹھالیں گے۔کفار قریش یہی کہتے تھے۔جو شخص ان میں سے اسلام قبول کرتا۔ہم اور تم اٹھائے نہیں جائیں گے اگر اٹھائے بھی گئے تو ہم تمہارے گناہ اپنے سر لے لیں گے۔

وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (اور وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی نہ اٹھائیں گے۔ واقع میں وہ جھوٹے ہیں)۔کیونکہ وہ بات زبانوں سے تو کہہ رہے ہیں مگر ان کے اپنے دل اس کو نہیں مانتے یہ ان جھوٹوں کی طرح ہیں جو کسی چیز کو شمار کرتے ہیں مگر ان کے دل میں نیت اس کے خلاف ہوتی ہے۔

۱۳: وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ (اور یہ لوگ اپنے بوجھ اٹھائیں گے)۔اپنے نفسوں کا بوجھ اٹھائیں گے۔یعنی وہ بوجھ جو ان کے گناہوں کے سبب ہونگے۔وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ (اور اپنے اعمال کے بوجھ کے ساتھ کچھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے)۔وہ اور بوجھ اٹھائیں گے جو ان کا ہوگا جن کی گمراہی کا یہ سبب بنے۔جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ليحملوا اوزارهم كاملة يوم القيامة ومن اوزار الذين يضلونهم بغير علم۔[النمل۔۲۵] یہ وہ بوجھ نہیں جن کی وہ مسلمانوں کو ضمانت دیتے تھے۔

وَلَيُسْـَٔـلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (اور ضرور ان سے قیامت کے دن ان کی افتراء پردازیوں کی باز پرس ہو گی۔جو جھوٹ اور باطل باتیں گھڑتے تھے)۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا فَاَخَذَهُمُ

اور بلا شبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، سو وہ ان میں پچاس کم ہزار سال رہے سو ان لوگوں کو

الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾

طوفان نے پکڑ لیا اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے تھے۔ پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دے دی اور اس واقعہ کو ہم نے تمام جہان والوں کیلئے عبرت بنا دیا۔

۱۴: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ (اور ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا)۔ پس وہ ان میں اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا (ساڑھے نوسو سال ٹھہرے)۔ ہدایت دینے میں مشغول رہے۔

نوح علیہ السلام:

کی عمر مبارک ایک ہزار پچاس سال تھی۔ چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی۔ اور اپنی قوم کو دعوت دینے میں نوسو پچاس سال صرف فرمائے۔ طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے۔

وہب رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

یہ ہے کہ ان کی عمر چودہ سو سال تھی ان کو ملک الموت نے کہا۔ اے انبیاء علیہم السلام میں سب سے زیادہ عمر والے! تم نے دنیا کو کیسا پایا۔ آپ نے فرمایا۔ جیسے ایک مکان ہو جس کے دو دروازے ہوں ایک میں سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جائے۔ آپ نے نوسو پچاس نہیں کہا۔ اگر اس طرح فرماتے تو اس عدد کا اطلاق اکثر پر ہوتا۔ اور یہ وہم کو زائل کرنے کے لئے فرمایا۔ گویا اس طرح فرمایا۔ نوسو پچاس سال پورے پورے مگر یہ انداز بیان مختصر اور لفظوں کے اعتبار سے لذیذ تر ہے اور فائدہ سے پر ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ نوح علیہ السلام کے ابتلاء کو بیان کرنے کے لئے آیا ہے۔ جو امت کی طرف سے پیش آیا اور طویل صبر والی زندگی گزاری۔ اس میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے۔ ایک ہزار کا ذکر تفخیم شان کے لئے ہے۔ اور غرض کو زیادہ واضح کرنے والا ہے۔ اولاً سنة کو تمیز کے ساتھ لایا گیا پھر عامًا کو بطور تمیز لائے۔ کیونکہ ایک ہی لفظ کا تکرار قاعدۂ بلاغت کے خلاف ہے۔ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ (ان کو طوفان نے آ پکڑا)۔ طوفان وہ پانی جو چکر لگائے اور کثرت و غلبہ سے راستہ کو گھیر لے۔ نمبر۲۔ رات کا اندھیرا۔ نمبر۳۔ اسی طرح کی چیزیں۔ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ (اس حال میں کہ وہ اپنے نفوس پر کفر کے سبب ظلم کرنے والے تھے)۔

۱۵: فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ (پس ہم نے ان کو اور کشتی والوں کو نجات دی)۔ ہٗ کی ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اصحاب کی تعداد اٹھتر نفوس پر مشتمل تھی۔ آدھے مرد اور نصف عورتیں تھیں۔ ان میں نوح علیہ السلام کے بیٹے سام، حام، یافث۔ اور ان کی عورتیں۔ وَجَعَلْنٰهَا (اور ہم نے کشتی کو بنا دیا) یا واقعہ کو یا حادثہ غرق کو اٰيَةً (عبرت و نصیحت) لِّلْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں کے

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اور ہم نے ابراہیم کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا

جانتے ہو۔ اللہ کو چھوڑ کر تم بتوں ہی کی عبادت کرتے ہو اور جھوٹی باتیں تراشتے ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ

بے شک جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو یہ تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ کے پاس رزق تلاش

الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ

کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو، تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو

كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾

تم سے پہلی امتیں جھٹلا چکی ہیں، اور رسول کے ذمہ واضح طور پر پیغام پہنچانے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

لئے) وہ اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

۱۶: وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (اور ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنایا۔ یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو)۔

نحو: ابراہیم اذکر محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اذ قال یہ اس کا بدل الاشتمال ہے۔ کیونکہ اوقات ان تمام چیزوں پر مشتمل ہوتے ہیں جو ان میں ہوتی ہیں۔ نمبر۲۔ اس کا عطف نوحًا پر ہے ای وارسلنا ابراهيم اور اذ یہ ارسلنا کا ظرف ہے۔ یعنی ارسلناه حين بلغ من السنّ يا بلغ من العلم مبلغًا صلح فيه لان يعظ قومهٗ ويأمرهم بالعباده والتقوى۔

اور ہم نے اس وقت ان کو بھیجا جب ان کی عمر نبوت کی عمر تک پہنچ چکی۔ یا علم میں ایک مقام تک پہنچ چکے اور لوگوں کو نصیحت کرنے اور عبادت وتقویٰ کا حکم دینے کے لائق ہو گئے۔

قراءت: ابراہیم نخعی اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ نے و ابراهيم رفع کے ساتھ اس معنی کی بناء پر پڑھا۔ ومن المرسلين ابراهيم۔

وَاتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ (اور اس سے تقویٰ اختیار کرو۔ یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے)۔ کفر سے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم جانتے ہو) اگر تم میں وہ ہے جو تمہارے لئے بہت بہتر ہے اس کے مقابلہ میں جو کہ تمہارے لئے بہت بری ہے۔

۱۷: اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا (بیشک تم اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی عبادت کرتے ہو)۔ وَتَخْلُقُوْنَ (تم جھوٹ بولتے

ہو یا جھوٹ گھڑتے ہو)۔

قراءت: ابوحنیفہ اور سلمی رحمہما اللہ نے تُخَلِّقُوْنَ پڑھا ہے۔ یہ خلق سے لیا گیا۔ جس کے معنی: التکثیر فی الخلق یعنی جس کی خلق میں کثرت ہو۔

اِفُكًا (جھوٹ)۔ قراءت: یہ اَفِكًا پڑھا گیا ہے۔ یہ مصدر ہے جیسے کذب ولعب۔ الافک یہ کذب ولعب کی طرح مخفف ہے۔ اختلاف الافك۔ بتوں کو معبود قرار دینا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا (بیشک وہ جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے ہو وہ تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں)۔ وہ تمہیں رزق کی ایک چیز کا ذرہ بھی نہیں دے سکتے۔ فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ (پس تم اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق تلاش کرو)۔ یعنی تمام رزق۔ اس لئے کہ وہی اکیلا رزاق ہے اس کے سوا اور کوئی رزق نہیں دے سکتا۔ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (تم اسی ہی کی عبادت کرو اور اسی ہی کا شکریہ ادا کرو اسی ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے)۔ اس کی عبادت کر کے اس کی لقاء کی تیاری کرو اور اس کی نعمتوں پر شکریہ ادا کرو۔

قراءت: یعقوب نے تَرْجِعُوْنَ پڑھا ہے۔

۱۸: وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ (اور اگر تم میری تکذیب کرو تو تم سے پہلے بہت سی امتیں تکذیب کر چکیں)۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (اور رسول پر تو کھول کر بیان کرنا ہے)۔ اگر تم میری تکذیب کرو گے تکذیب کے ساتھ تم مجھے کچھ نقصان نہ پہنچاؤ گے اس لئے کہ مجھ سے پہلے رسولوں کو ان کی قوموں نے جھٹلایا اور ان کا کوئی نقصان نہ کر سکے۔ بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا جبکہ تکذیب کی وجہ سے ان پر عذاب اترا۔ باقی رسول کا فریضہ تو پورا ہو چکا اس لئے کہ انہوں نے کھول کر پیغام پہنچا دیا جس سے شک جاتا رہا اور وہ ان کی آیات و معجزات سمیت آنا تھا۔ مطلب یہ ہے اگر تم میری تکذیب کرتے ہو تو میرے لئے تمام انبیاء میں اسوہ حسنہ موجود ہے۔ جب ان کی تکذیب کی گئی اور رسول کے ذمہ تو بات کو پہنچانا ہے۔ ان کے ذمہ یہ نہیں کہ ان کی تصدیق کی جائے اور تکذیب نہ کی جائے۔

دو احتمال نمبر ۱: یہ آیت اور اس کے بعد والی آیات فما کان جواب قومه تک احتمال رکھتی ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو خطاب ہو۔ اور الامم سے مراد قوم شیث علیہ السلام اور ادریس، نوح وغیرہم انبیاء علیہم السلام کی قومیں مراد ہونگی۔

نمبر ۲۔ یہ بھی احتمال ہے کہ جملہ معترضہ کے طور پر یہ آیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور قریش کی حالت کے متعلق ہوں۔ اور اول و آخر ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہو۔

سوال: اب اس پر ایک سوال ابھرتا ہے۔ کہ جملہ معترضہ کا ان کے ساتھ اتصال ضروری ہے۔ جن کے درمیان بطور اعتراض واقع ہو۔ اس طرح نہیں کہا جا سکتا۔ مکۃ وزید قائم خیر بلاد اللہ؟

جواب: جی ہاں یہ بات درست ہے! اس کی تشریح اس طرح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ آپ کی تسلی و دلاسہ کے لئے لایا گیا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا فرمایا ہے، پھر وہ اسے دوسری بار پیدا فرمائے گا، بلاشبہ یہ اللہ پر

يَسِيْرٌ ۞١٩ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ

آسان ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ زمین میں چلو پھرو سو دیکھو اللہ نے پہلی بار کس طرح مخلوق کو پیدا فرمایا پھر دوسری مرتبہ بھی

يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞٢٠ يُعَذِّبُ مَنْ

اللہ پیدا فرما دے گا بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عذاب

يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ۞٢١ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ

دیتا ہے اور جس پر چاہے گا رحم فرمائے گا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور تم زمین پر کسی کو عاجز کرنے والے نہیں ہو

وَلَا فِى السَّمَآءِ ز وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۞٢٢ ع وَالَّذِيْنَ

اور نہ آسمان میں، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی کارساز اور مددگار نہیں، اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِىْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

اللہ تعالیٰ کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا یہ لوگ میری رحمت سے ناامید ہوں گے اور ان کیلئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞٢٣

دردناک عذاب ہے۔

کہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام بھی اپنی قوم کی طرف سے شرک اور عبادت اصنام کے ابتلاء میں ڈالے گئے اس دوران جملہ معترضہ لائے۔ **وان تكذبوا** ۔ (اگر تم جھٹلاؤ) ۔ اے گروہ قریش! اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہو تو ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے جھٹلایا۔ اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا۔ کیونکہ **فقد كذب امم من قبلكم** کا ارشاد ضروری ہے کہ امت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہو۔ اور یہ متصل جملہ معترضہ کی طرح ہے۔ پھر بقیہ آیات جو اس کے بعد آرہی ہیں وہ اس کے توابع میں سے ہیں۔ کیونکہ وہ توحید اور دلائل توحید اور انہدام شرک اور شرک کی بنیادوں کی تدمیر اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و سلطنت کی تعریف اور اللہ تعالیٰ کی دلیل و برہان کی خوب وضاحت کر رہی ہیں۔

١٩: **اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ** (کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو کس طرح پہلی بار پیدا کرتا ہے)۔

قراءت: حفص کے علاوہ دیگر کوفی قراء نے تَرَوْا پڑھا ہے۔ اولم یروا کا مطلب یہ ہے انہوں نے یہ بات دیکھی اور جانی

ہے۔

ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا)۔اس کا عطف یبدیٔ پر نہیں۔اور نہ ہی اس پر رؤیت واقع ہونے والی ہے۔بلکہ اس کا عطف اولم یروا کیف یبدیٔ الخلق پر ہے۔اور یبدیٔ موت کے بعد اعادہ کے وقوع کی خبر ہے۔جیسا کہ اس آیت میں کیف بدأ الخلق ثم اللّٰہ ینشیٔ النشأۃ الاخرۃ (العنکبوت: ۲۰) نظر بدء پر ہے انشاء پر نہیں۔

اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ اعادہ) عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (اللہ تعالیٰ پر آسان ہے)۔

۲۰:قُلْ (کہہ دیجئے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اگر یہ کلام ابراہیم علیہ السلام کا بقیہ ہو تو تقدیر عبارت یہ ہوگی۔اوحینا الیہ ان قل سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ (تم زمین میں چلو پھرو پس دیکھو کس طرح اس نے مخلوق کی ابتداء کی)۔ان کی کثرت تعداد اور کثرت احوال کے باوجود تاکہ تم فطرت الٰہی کو مشاہداتی رنگ میں دیکھ سکو۔بدأ اور ابدأ دونوں کا ایک معنی ہے۔ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ (پھر اللہ تعالیٰ دوسری نشأت میں اٹھائے گا)۔اس سے مراد بعث ہے۔

قراءت: ابوعمرو اور مکی نے جہاں بھی آئے نشأۃ کو مد کے ساتھ پڑھا ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نشأتین دو ہیں۔اور ان میں سے ہر ایک ابتداء اور اختراع اور عدم سے وجود دینا ہے۔البتہ آخرت والی انشاء پہلی انشاء کی مثل ہے۔اور پہلی انشاء اس طرح کی نہیں۔

قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ اس طرح کہا جائے۔کیف بدأ اللّٰہ الخلق ثم ینشیٔ النشأۃ الاخرۃ۔کیونکہ ان کے ساتھ گفتگو اعادہ کے سلسلہ میں تھی۔جب ابداء میں یہ بات پختہ کردی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔تو ان کے خلاف اس طرح حجت پیش کی کہ اعادہ بھی اسی طرح انشاء ہے جیسا کہ ابداء جب اللہ ابداء سے عاجز نہ رہا تو لازمی ماننا پڑے گا کہ وہ اعادہ سے بھی عاجز نہیں۔ گویا اس طرح فرمایا۔ثم ذاک الذی انشاء النشأۃ الاولی ھو الذی ینشئ النشاء الاخرۃ۔پھر وہ وہی ہے جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا وہی دوسری مرتبہ اٹھا کھڑا کرے گا۔اس معنی پر متنبہ کرنے کے لئے اس نے اپنا نام ظاہر کیا اور اس کو مبتدأ بنایا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے)۔

۲۱:يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے)۔رسوائی و ذلت کے ساتھ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ (اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے)۔ہدایت عنایت فرما کر۔نمبر۲۔جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے حرص میں مبتلا کر کے اور رحم کرتا ہے قناعت عنایت فرما کر۔نمبر۳۔عذاب دیتا ہے بد اخلاقی کے ذریعہ اور رحم کرتا ہے حسن اخلاق میسر فرما کر۔نمبر۴۔عذاب دیتا ہے یعنی اللہ سے وہ اعراض اختیار کرتا ہے۔اور رحم کرتا ہے اس کی طرف توجہ فرما کر۔نمبر۵۔بدعات کی پیروی کے ساتھ عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے اور متابعتِ سنت سے رحم فرماتا ہے۔

وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ (اور تم اسی طرف پلٹے جاؤ گے)۔لوٹائے جاؤ گے اور واپس کیے جاؤ گے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ

سو ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اس کو قتل کر ڈالو یا جلا ڈالو، سو اللہ نے ان کو آگ سے نجات

النَّارِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۲۴ وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

دے دی، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں ۔ اور ابراہیم نے کہا کہ تم نے جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود

اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ

بنا لیا ہے یہ تمہاری آپس کی دوستی کی وجہ سے ہے جو دنیا والی زندگی میں ہے، پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کے

بِبَعْضٍ وَّ یَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝۲۵

مخالف ہو گے اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کریں گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور تمہاری مدد کرنے والے بالکل نہ ہوں گے،

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَ قَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۲۶

سو لوط نے ابراہیم کی تصدیق کی اور ابراہیم نے کہا کہ بلا شبہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، بلاشبہ وہ عزیز ہے حکیم ہے ۔

وقف لازم

۲۲: وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ (اور تم اپنے رب کو عاجز بنا دینے والے نہیں)۔ یعنی اگر تم اس کے حکم وقضاء سے بھاگنا چاہو تو اس کی گرفت سے نکل نہیں سکتے ہو۔ فِی الْاَرْضِ (زمین کی وسعتوں میں) وَلَا فِی السَّمَآءِ (اور نہ ہی آسمان میں) جو زمین سے وسیع تر ہے اور اس سے زیادہ پھیلاؤ والا ہے اگر تم اس میں ہوتے۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ (اور تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست نہیں جو تمہارے امور کا ذمہ دار ہو)۔ وَّلَا نَصِیْرٍ (اور نہ مددگار) جو تمہیں میرے عذاب سے بچا سکے۔

۲۳: وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا)۔ آیات سے مراد وحدانیت کے دلائل اور کتب الٰہیہ اور معجزات اُولٰٓئِكَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ (وہ میری رحمت سے ناامید ہو گئے)۔ رحمت سے جنت مراد ہے۔ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے)۔

۲۴: فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ (ان کی قوم کا جواب یہ تھا) کہ قوم ابراہیم علیہ السلام کا اس وقت یہ جواب تھا جب آپ نے ان کو ایمان کی طرف دعوت دی۔ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ (کہ کہنے لگے اس کو قتل کر دو یا اس کو جلا دو)۔ نمبرا۔ وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے۔ یا نمبر۲۔ ان میں سے ایک نے کہا اور باقی اس پر خوش تھے۔ تو وہ تمام ہی کہنے والوں کے حکم میں ہو گئے۔ سب نے ان کو جلانے پر اتفاق کیا۔ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ (پس اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ سے بچا لیا)۔ جبکہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں)۔ جو کچھ کہ انہوں نے کہا اور ہم نے کیا۔ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ

(ایمان والوں کے لئے نشانیاں تھیں)۔
روایت میں ہے: کہ اس دن کوئی کافر آگ سے فائدہ نہ اٹھا سکا جس دن ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔ کیونکہ اس کی حرارت جا چکی تھی۔
۲۵: وَقَالَ (اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا)۔ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ (بیشک تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس کے دنیوی تعلقات کی وجہ) فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا سے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے۔ قراءت: حمزہ وحفص نے مودة بينكم پڑھا اور مدنی، شامی، حماد، یحییٰ، خلف نے مودةً بينكم مکی، بصری، علی نے مودةُ بينكم پڑھا اور شمونی، برجمی نے مودةٌ بينكم پڑھا ہے۔
نحو: نصب کی دو وجہیں ہیں۔ نمبرا۔ تعلیل یعنی تا کہ تم آپس میں محبت کرو اور ان کی عبادت پر اجتماع و اتفاق کی وجہ سے آپس میں مواصلت پیدا کرو۔ جیسا کہ لوگ ایک مذہب پر متفق ہوتے ہیں تو یہی ان کی باہمی محبت کا سبب بن جاتا ہے۔
نمبر۲۔ مفعول دوم بنے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے اتخذ الٰهه هواه۔ (الفرقان: ۴۳) ما کافہ ہے۔ مطلب یہ ہے۔ تم نے بتوں کو اپنے مابین محبت کا سبب ٹھہرایا ہے۔ اس صورت میں مضاف محذوف ہے ای سبب المودة۔ نمبر۳۔ اتخذتموها مودةً بينكم یعنی مودودة بينكم تم نے ان کو اپنا محبوب بنایا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ ومن الناس من يتخذ من دون اللّٰه اندادًا يحبونهم كحب اللّٰه۔ [البقرہ آیت۔۱۶۵]
رفع میں دو صورتیں: نمبرا۔ اِنّ کی خبر ہے اور ما موصولہ۔
نمبر۲۔ مبتدأ محذوف هي کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بلاشبہ یہ بت تمہارے مابین محبوب ہیں یا سببِ مودت ہیں۔ جنہوں نے المودة کو مضاف کیا تو انہوں نے بينكم کو اسم تسلیم کیا نہ کہ ظرف۔ جیسا کہ اس ارشاد میں شهادة بينكم۔ [المائدہ۔۱۰۶]
اور جنہوں نے تنوین دی اور بينكم کو منصوب مانا تو انہوں نے اسے ظرف قرار دیا۔
ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ (پھر قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کا انکار کریں گے)۔ اصنام اپنے عابدین سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (اور ایک دوسرے کو لعنت کریں گے)۔ قیامت کے دن ان کے مابین تلاعن ہوگا اور پیروکار اپنے لیڈروں کو لعنت کریں گے اور وہ ان کو۔ وَّمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (اور تمہارے لئے اس جگہ کوئی مددگار نہ ہوگا)۔
۲۶: فَاٰمَنَ لَهٗ (پس لوط علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی)۔ لُوْطٌ لوط علیہ السلام یہ ابراہیم علیہ السلام کے بھانجے ہیں۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ابراہیم کی تصدیق کی جبکہ وہ آگ سے صحیح سالم باہر آ گئے۔ وَقَالَ (اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا)۔ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ (بیشک میں اپنے رب کے حکم پر ہجرت کرنے والا ہوں)۔ مقام کوثیٰ سے جو سواد کوفہ میں واقع تھا۔ حران کی جانب۔ پھر وہاں سے فلسطین کی سرزمین میں۔ یہ شام کا جنگلی علاقہ ہے۔ اسی لئے کہا گیا کہ نبی (ﷺ) نے ایک ہجرت کی مگر

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِىْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ

اورہم نے ابراہیم کو اسحق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے ان کی ذریت (اولاد) میں نبوت اور کتاب کو قائم رکھا

وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے ان کو دنیا میں اس کا اجر دیا، اور بلاشبہ وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے۔

ابراہیم علیہ السلام نے دو ہجرتیں فرمائیں۔ ہجرت میں حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ ساتھ تھیں ۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کی پہلے سے بیوی تھیں۔ الٰی ربی کا مطلب یہ ہے الی حیث امرنی ربی بالھجرۃ الیه۔ جس جگہ کی طرف میرے رب نے مجھے ہجرت کا حکم فرمایا۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ (بلاشبہ وہ زبردست ہے) مجھے میرے دشمنوں سے بچائے گا۔ الْحَكِيْمُ (حکمت والا ہے) وہ مجھے وہی حکم فرمائے گا جس میں میرے لئے خیر ہوگی۔

۲۷: وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ (اور ہم نے ان کو اسحاق بیٹا عنایت کیا)۔ وَيَعْقُوْبَ (اور یعقوب پوتا)۔ اور اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ معروف ہونے کی وجہ سے نہیں کیا۔ وَجَعَلْنَا فِىْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ (اور ہم نے ذریت ابراہیم علیہ السلام میں نبوت کو قائم کر دیا) ابراہیم انبیاء علیہم السلام کیلئے درخت کی مانند ہیں۔ وَالْكِتٰبَ (اور کتابیں)۔ مراد جنس کتاب ہے۔ تورات انجیل و زبور اور فرقان۔ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ (اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کا اجر ثنائے حسن کی صورت میں دیا)۔ اور اختتام زمانہ تک ان پر رحمت اور اہل ملل میں مودت ڈال۔ نمبر۲۔ ان کی قبر کے پاس ضیافت کا باقی رہنا جو اور کسی کی قبر کے پاس نہیں۔ فِى الدُّنْيَا (دنیا میں)۔

مَسْئَلَة: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بدلہ دنیا میں بھی عنایت فرما دیتے ہیں۔

وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (اور بیشک وہ آخرت میں نیکوں میں سے ہونگے)۔ اہل جنت میں سے ہونگے یہ حسن بصری کا قول ہے۔

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ

اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ تم بے حیائی کا کام کرتے ہو تم سے پہلے اس کام کو دنیا جہان والوں

اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ وَتَقۡطَعُوۡنَ السَّبِيۡلَ ۙ وَ

میں سے کسی نے نہیں کیا، کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو اور راہزنی کرتے ہو

تَاۡتُوۡنَ فِىۡ نَادِيۡكُمُ الۡمُنۡكَرَ ‌ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا ائۡتِنَا بِعَذَابِ

اور اپنی مجلسوں میں برا کام کرتے ہو، سو ان کی قوم کا جواب یہی تھا کہ تو اللہ کا عذاب

اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِىۡ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۳۰﴾

لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے۔ لوط نے عرض کیا کہ اے میرے رب فساد کرنیوالے لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد فرمایئے۔

وَلَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ بِالۡبُشۡرٰى ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا مُهۡلِكُوۡۤا اَهۡلِ هٰذِهِ

اور جب ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر ابراہیم کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ بلاشبہ ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے

الۡقَرۡيَةِ‌ ۚ اِنَّ اَهۡلَهَا كَانُوۡا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۳۱﴾ ‌ۚ ۖ قَالَ اِنَّ فِيۡهَا لُوۡطًا‌ ؕ قَالُوۡا نَحۡنُ

ہیں بلاشبہ اس بستی کے لوگ ظالم ہیں۔ ابراہیم نے کہا یہ یقینی بات ہے کہ اس بستی میں لوط بھی ہے انہوں نے کہا کہ ہم جانتے ہیں

اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِيۡهَا‌ ۖ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ‌ۖ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۳۲﴾ ع ۱۸

کہ اس بستی میں کون ہے۔ اور ہم لوط کو اور اس کے گھر والوں کو ضرور ضرور نجات دے دیں گے سوائے اس کی بیوی کے، وہ رہ جانے والوں میں سے ہے۔

۲۸: وَلُوۡطًا یہ اذکر فعل محذوف کا مفعول ہے۔ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ (جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا۔ تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو)۔ الفاحشۃ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور وہ لواطت کا فعل تھا۔ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ (نہیں سبقت کی اس کی طرف جہان میں سے کسی نے تم سے پہلے) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس فعل کے فاحشہ ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ گویا کہنے والا اس طرح کہہ رہا ہے۔ کہ وہ بے حیائی کا ارتکاب کیوں کرتے تھے؟ تو جواب دیا گیا۔ کہ ان سے قبل یہ حرکت کسی نے بھی نہ کی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ قوم لوط سے قبل کوئی نر کسی نر سے جفتی نہ کرتا تھا۔

۲۹: اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ وَتَقۡطَعُوۡنَ السَّبِيۡلَ (کیا تم مردوں سے بدکاری کرتے ہو اور راہزنی کرتے ہو)۔ قتل اور مال لوٹ کر جیسا کہ ڈاکو کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

وہ چلتے راستوں پر لوگوں کو پکڑ کر بدفعلی کرتے تھے۔

وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ (اورتم اپنی مجالس میں بری حرکات کرتے ہو)۔مجلس کو نادی اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ مجلس والے اس میں موجود رہیں۔المنکر سے مراد آواز کے ساتھ ریاح خارج کرنا۔جماع کرنا۔گالی گلوچ کرنا۔فحش مذاق کرنا۔کنکریاں مارنا۔علک چباتے۔انگلیاں چٹکاتے۔لوگوں کے درمیان مسواک۔

فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (قوم کے پاس ان کی بات کا کوئی جواب نہ تھا سوائے اس بات کے کہ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آ اگر تو سچا ہے)۔جو تو ہمارے ساتھ نزول عذاب کا وعدہ کرتا ہے۔

قراءت: اِنّکم کو اَئِنَّکُمْ شامی، حفص نے پڑھا ہے۔اور مصحف عثمانی میں یہی موجود ہے۔اور ہر ایک ان میں سے دو ہمزہ کے ساتھ کوفی قراء نے سوائے حفص کے پڑھا ہے۔اور ابوعمرو نے آئِنَّکُمْ ہمزہ ممدودہ جس کے بعد یاء مکسورہ ہے پڑھا ہے۔اور مکی نے اَیِنّکم اور نافع نے بھی پڑھا ہے مگر قالون نے نہیں اور اسی طرح سہل و یعقوب نے تو پڑھا مگر زید نے نہیں۔

۳۰: قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ (کہا اے میرے رب تو میری انزال عذاب میں مدد فرما)۔عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ (اس مفسد قوم کے خلاف) جو کہ لوگوں کو معاصی و فواحش پر برانگیختہ کر کے فساد کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔

۳۱: وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی (جب ہمارے قاصد ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لائے)۔ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق کی خوشخبری اور پوتے یعقوب کی بشارت دینے آئے۔قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِکُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ (انہوں نے کہا بلاشبہ ہم ان بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں)۔

نحو: مهلکوا کی اضافت سے تعریف کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔کیونکہ یہ مضارع کے معنی میں ہے۔القریۃ سے مراد سدوم ہے۔جس کے بارے میں کہا گیا۔اَجْوَرُ مِنْ قَاضِیِ سدوم۔ (سدوم کے قاضی سے بڑھ کر ظالم)۔ہذہ القریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے قریبی علاقہ میں یہ بستیاں تھیں۔

اِنَّ اَهْلَهَا کَانُوْا ظٰلِمِیْنَ (بلاشبہ وہاں کے رہنے والے ظالمین تھے)۔یعنی ظلم ان سے لگاتار چلتا آ رہا تھا۔اور ظلم تو کفر ہی تھا اور دیگر قسم قسم کے معاصی۔

۳۲: قَالَ (ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) وہاں تو اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا (لوط بھی رہتا ہے)۔کیا تم ان کو اسی حالت میں ہلاک کر دو گے کہ وہاں تو لوط ہے جو کہ ظلم سے پاک اور بری ہے۔قَالُوْا (ملائکہ نے کہا)۔نَحْنُ اَعْلَمُ (ہم آپ سے زیادہ واقف ہیں)۔بِمَنْ فِیْهَا لَنُنَجِّیَنَّهٗ (ان سے جو اس بستی میں ہیں ہم ضرور اس کو نجات دیں گے)۔قراءت: لَنُنَجِیَنّہٗ یعقوب و کوفی نے سوائے عاصم کے پڑھا ہے۔

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ (اور اس کے اہل کو مگر ان کی بیوی وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی)۔جو عذاب

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا

اور جب ہمارے فرستادے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کی وجہ سے رنجیدہ ہوئے اور تنگ دل ہوئے، اور قاصدوں نے کہا

لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ قف اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ

کہ آپ ڈریئے نہیں اور رنج نہ کیجئے، بلاشبہ ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دینے والے ہیں سوائے آپ کی بیوی کے وہ رہ جانے والوں

الْغٰبِرِيْنَ ۳۳ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا

میں سے ہے۔ بلاشبہ ہم اس بستی والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کے

كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۳۴ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۳۵

کام کرتے ہیں۔ اور البتہ تحقیق ہم نے اس بستی کے بعض نشان چھوڑ دیئے ہیں۔ جو ظاہر ہیں ان لوگوں کیلئے جو سمجھتے ہیں

میں گرفتار ہونے والے ہونگے۔ پھر ملائکہ کے لوط علیہ السلام کے پاس جانے کی خبر آئندہ دی جارہی ہے، جبکہ وہ ابراہیم علیہ السلام سے رخصت لے کر چل دیئے۔

۳۳: وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ (جب ہمارے قاصد لوط کے پاس پہنچے تو لوط کو ان کی وجہ سے دکھ ہوا)۔ ان کا آنا ناپسند ہوا۔ ان یہ ایسا صلہ ہے جو دو فعلوں کے وجود کو پختہ کرتا ہے کہ جن میں سے ایک دوسرے پر مرتب ہوتا ہے۔ گویا کہ وہ دونوں فعل ایک ہی جزء زمانہ میں پائے گئے ہیں۔ گویا عبارت اس طرح تھی کما احس بمجینهم فاجاته المساء ة من غير ريث خيفة عليهم من قومه ان يتناولوهم بالفجور۔ جونہی ان کی آمد کو آپ نے محسوس کیا تو بغیر انتظار کے ناپسندیدگی ان کے ہاں آ گئی۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ ان کی قوم ان کو اپنے فجور کا نشانہ نہ بنائیں۔

قراءت: سيء بهم باشمام كسرة السين الضمة کے ساتھ مدنی، شامی، علی نے پڑھا ہے۔

وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا (اور ان کا دل تنگ ہوا)۔ ان کی حالت اور ان کے معاملہ میں اپنی تدبیر کے سبب ان کا دل تنگ ہوا یعنی طاقت عاجز ہوئی۔ محاورہ عرب میں ضيق الذرع والذراع اس جملہ کو فقد طاقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ رحب الذراع۔ جبکہ طاقت والا ہو۔ اور اس میں اصل یہ ہے کہ جب آدمی کا بازو طویل ہو جاتا ہے۔ تو وہ چیز اس کے ذریعہ پکڑ سکتا ہے جو چھوٹے بازو والا پکڑ نہیں سکتا۔ اور اس کو عاجزی اور قدرت میں بطور مثال بیان کیا جاتا ہے۔

نحو: یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ (اور انہوں نے کہا۔ مت ڈرو اور نہ غم کرو بیشک ہم تمہیں نجات دینے والے ہیں)۔

قراءت: حفص کے علاوہ کوفی اور مکی قراء نے مُنْجُوْكَ تخفیف سے پڑھا ہے۔

وَاَهْلَكَ (اور اپنے اہل کو)۔ لکَ محل جر میں ہے۔ اهلك فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای ننجی اهلك۔

اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (مگر تیری بیوی کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی)۔

۳۴: اِنَّا مُنْزِلُوْنَ (بیشک ہم اتارنے والے ہیں)۔

قراءت: منزّلون تشدید کے ساتھ شامی نے پڑھا ہے۔

عَلٰى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا (ان بستی والوں پر عذاب)۔ مِنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (آسمان سے اس سبب سے کہ وہ فسق کرتے تھے)۔ یعنی ان کے فسق کے سبب اور ان کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکل جانے کی وجہ سے۔

۳۵: وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَا (اور ہم نے چھوڑ دیے ان بستیوں سے)۔ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً (کھلے نشانات)۔ وہ ان کے برباد شدہ مکانات کے کھنڈرات ہیں۔

<u>ایک قول یہ ہے:</u>

سطح زمین پر سیاہ پانی۔

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (عقل والوں کے لئے)۔ نحو: لقومٍ یہ ترکنا کے متعلق ہے۔ نمبر۲۔ بینة کے متعلق ہے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ

اور ہم نے مدین والوں کے پاس ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، سو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی

الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

توقع رکھو، اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔ سو ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا لہٰذا انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا

فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ

اور وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے منہ گرے ہوئے رہ گئے۔ اور ہم نے عاد اور ثمود کو ہلاک کیا اور حال یہ ہے کہ تمہیں ان کے رہنے کی جگہوں سے ان کا حال معلوم ہو چکا ہے

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾

اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے اچھا کر کے دکھایا سو اس نے انہیں راستہ سے روک دیا، اور وہ صاحب بصیرت تھے۔

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى

اور ہم نے قارون کو اور فرعون کو اور ہامان کو ہلاک کیا، اور یہ واقعہ ہے کہ موسیٰ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے سو انہوں نے اپنے کو بڑا

الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ

سمجھا اور وہ آگے بڑھنے والے نہ تھے۔ سو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی وجہ سے پکڑ لیا۔ سو بعض پر ہم نے سخت ہوا بھیج

حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ

دی اور بعض کو چیخ نے پکڑ لیا اور بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو

مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

غرق کر دیا۔ اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم فرماتا اور لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

۳۶: وَاِلٰى مَدْيَنَ (اور مدین کی طرف)۔ اور ہم نے مدین کی طرف بھیجا۔ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ (ان کے بھائی شعیب علیہ السلام پس انہوں نے کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی امید رکھو)۔ اور ایسے افعال کرو جس پر آخرت میں ثواب کے امیدوار بن سکو۔ نمبر۲۔ اس سے ڈرو۔ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (اور زمین میں فساد مچاتے مت پھرو)۔ فساد کا قصد کرتے ہوئے۔

۳۷: فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (پس انہوں نے اس کو جھٹلا دیا)۔ آخر ان کو سخت زلزلہ نے پکڑ لیا۔ الرجفة: سخت زلزلہ۔

نمبر۲۔ جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری۔ جس سے ان کے دل کانپ اٹھے۔ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ (انہوں نے اپنے گھروں میں صبح کی)۔ اپنے شہر اور سرزمین میں۔ نمبر۲۔ گھروں میں۔ دار کو واحد لائے کیونکہ اس میں کوئی التباس واشتباہ نہ تھا۔ جٰثِمِیْنَ (زانو کے بل بیٹھے ہوئے مر گئے)۔

۳۸: وَعَادًا (اور عاد کو ہلاک کیا)۔ یہ اھلکنا مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ فاخذتهم الرجفة اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ اہلاک کے ہم معنی ہے۔ وَثَمُوْدَا (اور ثمود کو)۔ قراءت: حمزہ، حفص اور سہل اور یعقوب نے پڑھا ہے۔

وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ (اور تمہارے لئے واضح ہو رہا ہے)۔ اس سے جو ان کا ہلاک کرنا بیان کیا۔ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ (ان کے مقامات سے) سکونت کی جانب سے۔ جب کہ تم گزرتے ہوئے ان پر نگاہ ڈالو۔ اہل مکہ اپنے سفروں میں آتے جاتے ان کو دیکھتے تھے۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ (اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے مزین کر دیئے)۔ اعمال سے کفر و معاصی مراد ہیں۔ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ (پس اس نے ان کو راہ سے روک دیا تھا)۔ وہ راستہ جس پر چلنے کا ان کو حکم دیا گیا۔ وہ ایمان باللہ والرسل ہے۔ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ (اور وہ ہوشیار تھے)۔ عقل اور غور و فکر کی قدرت اور حق کو باطل سے الگ کرنے کی قوت رکھتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔

۳۹: وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ (اور قارون فرعون اور ہامان کو) ہم نے ہلاک کر دیا۔ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ (تحقیق ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام دلائل لے کر آئے۔ پس انہوں نے زمین) وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ (میں تکبر کیا اور وہ ہم سے آگے بڑھنے والے نہ تھے) کہ گرفت سے نکل جاتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم عذاب نے ان کو آ لیا پس وہ بھاگ نہ سکے۔

۴۰: فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ (پس تم ہر ایک کو ہم نے ان کے گناہوں کے بدلے پکڑ لیا)۔ مَسْئَلَہ: اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جنہوں نے بلا گناہ عذاب کو جائز قرار دیا۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا (ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر ہم نے پتھر برسانے والی ہوا بھیجی)۔ حاصب اس تیز ہوا کو کہتے ہیں جس میں کنکریاں ہوں۔ اس سے مراد قوم لوط ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ (اور ان میں سے بعض کو چیخ نے آ پکڑا)۔ یہ اصحاب مدین اور قوم ثمود ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ (اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا)۔ یعنی قارون۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا (اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن کو ہم نے ڈبو دیا)۔ یعنی قوم نوح علیہ السلام اور فرعون علیہ اللعنۃ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ (اور اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرنے والے نہ تھے) کہ بغیر گناہ کے ان کو وہ سزا دے دیتے۔ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (اور لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے)۔ کفر و سرکشی کے سبب۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر کارساز بنا رکھے ہیں ان کی مکڑی جیسی مثال ہے کہ اس نے گھر

بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ

بنایا اور بلاشبہ سب گھروں میں کمزور تر گھر مکڑی کا ہے اگر وہ جان لیتے تو ایسا نہ کرتے۔ بلاشبہ اللہ

يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ

جانتا ہے جس کسی کو بھی وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ زبردست ہے۔ حکمت والا ہے۔ اور ہم یہ

الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ

مثالیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، ان کو بس علم والے ہی سمجھتے ہیں۔ اللہ نے پیدا فرمایا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾

آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ، بلاشبہ اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

وقف لازم

ع ۴

۴۱: مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ (اور حالت ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے) یعنی معبود۔ مثال اس کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو ضعف اور سوء اختیار میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا (مکڑی جیسی مثال ہے۔ جس نے گھر بنایا)۔ یعنی اس میں جو وہ اپنے لئے گھر بناتی ہے۔ یہ گھر گرمی و سردی کو دور نہیں کرسکتا اور نہ اس سے ان چیزوں سے بچا جا سکتا ہے۔ جن چیزوں سے دوسرے گھروں کے ذریعہ بچا جاتا ہے۔ پس اسی طرح بت ان کو دنیا و آخرت میں فائدہ نہیں دے سکتے۔

نحو: حاتم نے اتخذت کو حال قرار دیا ہے۔

وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ (اور بے شک گھروں میں سب سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے)۔ کوئی گھر اس کے گھر سے زیادہ کمزور نہیں۔ قول علی رضی اللہ عنہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اپنے گھروں کو مکڑی کے جالے سے پاک رکھو اس کا چھوڑنا فقر لاتا ہے۔ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (کاش کہ وہ جانتے ہوتے)۔ یہ ان کی مثال ہے۔ ان کے دین کا معاملہ کمزوری کی اس انتہاء کو پہنچنے والا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ آیت کا مطلب اس طرح ہے اس مشرک کی مثال جو بت کی پوجا کرتا ہے۔ اس مؤمن کے مقابلہ میں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ مکڑی جیسی ہے جو اپنا گھر بناتی ہے۔ اس آدمی کے بالمقابل جو اپنا گھر اینٹ اور چونے سے بناتا ہے۔ نمبر۲۔ پتھروں سے کھود کر بناتا ہے۔ جیسا کہ تم ایک ایک گھر کا گھروں میں استقراء کرو تو سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہے۔ اسی طرح اگر تم سوچ و بچار کرو اور ایک ایک دین کا تقابلی مطالعہ کرو تو بتوں کی عبادت سب سے کمزور ترین نکلے گی۔

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (کاش کہ وہ جان لیتے)۔

قول زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

ایک جماعت کے ساتھ ہے۔ کہ تقدیر آیت یہ ہے: مثل الذین اتخذوا من دون اللّٰہ اولیاء لو کانو یعلمون کمثل العنکبوت۔ (مثال ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کارساز بنالئے کاش کہ وہ جان لیں مکڑی جیسی مثال ہے)۔

آیت ۴۲: اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ جن کو وہ پکارتے ہیں)۔ قراءت: بصری و عاصم نے سوائے اعشٰی و برجمی کے یاء سے پڑھا ہے۔

نحو: ما الذی کے معنی میں ہے۔ اور یہ یعلم کا مفعول ہے۔ اور یدعون کا مفعول مضمر ہے۔ ای یدعونہ یعنی وہ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ (اس کے سوا یعنی کوئی چیز بھی ہے)۔

نحو: مِن یہ بیانیہ ہے۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (وہ زبردست حکمتوں والے ہیں)۔ وہ ایسا غالب ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ایسی حکمتوں والا ہے کہ جلد سزا نہیں دیتا۔

اس میں ان کی جہالت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس طرح کہ انہوں نے جماد کی عبادت کی جس کو کچھ علم نہیں اور نہ ہی قدرت ہے۔ اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والے زبردست کی عبادت کو چھوڑ دیا۔ الحکیم اس کو کہتے ہیں جو بلا حکمت و تدبیر کوئی کام نہ کرے۔

۴۳: وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ (یہ مثالیں)۔ نَضْرِبُهَا (ہم ان کو بیان کرتے ہیں)۔ لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کرتے ہیں۔

نحو: تلك الامثال مبتدا اور نضربها اس کی خبر ہے۔

لِلنَّاسِ (لوگوں کے لئے)۔ قریش کے سفہاء و جہلاء کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب تو مکھی اور مچھر کی مثال بیان کرتا ہے۔ وہ ان مثالوں سے ہنستے۔ اسی لئے فرمایا۔ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (اور ان کو وہ سمجھتے ہیں جو سمجھ والے ہیں)۔ ان مثالوں اور

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو سمجھ والے سمجھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ان کی صحت وخوبی کو جانتے اور اس کے فوائد سے سمجھ بوجھ والے واقف ہیں۔ کیونکہ امثال اور تشبیہات وہ تو مخفی معانی کی طرف جانے والے راستے ہیں۔ تا کہ وہ ظاہر ہو جائیں اور ان کا تصور فہموں میں آ جائے جس طرح یہ مثال مشرک وموحد کی حالت کو جدا کر رہی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔اور فرمایا: عالم وہ ہے۔جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ پائی ہو اور اس کی اطاعت پر چلا اور اس کی ناراضگی سے پرہیز کیا۔ **ذکرہ الجوزی فی الموضوعات۔**

مَسْئَلَہ: یہ آیت بتلا رہی ہے کہ علم عقل سے افضل ہے۔

آیت ۴۴: خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا)۔حق کے لئے یعنی ان کو باطل نہیں بنایا بلکہ اس میں حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ زمین اس کے بندوں کا مسکن بنے اور عبرت والوں کے لئے عبرت ہو۔اور اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی دلیل ہو۔ کیا تم اس ارشاد کو نہیں دیکھتے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک اس میں البتہ ایمان والوں کے لئے نشانی ہے)۔ایمان والوں کو خاص اس لئے کیا گیا کیونکہ وہی اس سے فائدہ اٹھانے والے ہیں۔

(اختتام جلد دوم)

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ط اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ اس کی تلاوت فرمایئے اور نماز قائم کیجئے بلاشبہ نماز بے حیائی سے اور برے کاموں سے

وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

روکتی ہے اور البتہ اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔

۴۵: اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (پڑھیے اس کو جو آپ کی طرف کتاب وحی کے ذریعہ بھیجی گئی ہے)۔ تا کہ اس کے کلام کی تلاوت سے اس کا قرب حاصل ہو۔ اور تا کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے تمہیں واقفیت حاصل ہو۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ (اور تم نماز قائم کرو)۔ اقامت صلاۃ پر مداومت اختیار کرو۔

نماز برائی سے روک:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ (بلاشبہ نماز بے حیائی سے روکتی ہے)۔ الفحشاء۔ (زنا جیسے برے کام)۔ وَالْمُنْكَرِ (اور بری باتیں)۔ جن کو عقل و شرع بُرا قرار دے۔

ایک قول:

جو نماز کی نگہبانی کرنے والا ہو ایک نہ ایک دن وہ اسے اپنی طرف کھینچ لے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ کہ فلاں شخص دن کو نماز پڑھتا ہے اور رات کو چوری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی نماز اس سے اس کو روک دے گی۔ (رواہ احمد، ابن حبان)۔ روایت میں ہے کہ ایک انصاری آپ کے ساتھ نمازیں پڑھتا اور ہر بُرا کام بھی کر گزرتا۔ آپ کو اس کی حالت ذکر کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان صلاته سیمنعها۔ زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ اس نے توبہ کر لی۔

قول ابن عوف:

ان الصلاۃ تنھٰی کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب تم نماز میں مشغول ہو تو تم نیکی و طاعت میں ہوتے ہو۔ اس وقت نماز نے تمہیں بے حیائی اور برائی سے روک دیا ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

جس کی نماز اس کو بے حیائی اور منکرات سے خبردار نہیں کرتی اس کی نماز نماز ہی نہیں۔ وہ اس پر وبال ہے۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (اور البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑا ہے)۔ یعنی نماز دیگر طاعات سے بہت بڑھ کر ہے۔ یہاں

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا

اور اہل کتاب سے بحث مت کرو مگر ایسے طریقہ پر جو اچھا طریقہ ہو مگر وہ لوگ جو ان میں سے بے انصاف ہیں۔ اور یوں کہو

اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۴۶

کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل ہوا اور اس پر جو تمہاری طرف نازل ہوا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

ولذکر اللّٰہ فرمایا۔ تاکہ بیان علت سے وہ مستقل ہو جائے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ الصلاۃ اکبر لانھا ذکر اللّٰہ۔ (نماز بہت بڑی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا ذکر ہے)۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ولذکر اللّٰہ ایاکم برحمتہ اکبر (البتہ اللہ تعالیٰ کا تمہیں اپنی رحمت کے ساتھ یاد کرنا بہت بڑا ہے) اس سے کہ تم اپنی اطاعت وعبادت سے اس کو یاد کرو۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

اللہ تعالیٰ کا تمہیں ذکر کرنا تمہارے اس کا ذکر کرنے سے بہت بڑا ہے۔ نمبرا۔ کیونکہ ان کا یاد کرنا بلاسبب ہے اور تمہارا ذکر اسباب وتمناؤں سے ملا ہوا ہے۔ نمبر۲۔ اور اس سے بھی کہ اس کا ذکر فناء نہ ہونے والا اور تمہارا ذکر باقی نہ رہنے والا ہے۔

قول سلمان رحمۃ اللہ علیہ:

اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر چیز سے بڑا اور افضل ہے۔

قول علیہ السلام:

کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سے سب سے بہتر اعمال کی خبر نہ دے دوں۔ اور وہ نہ بتلا دوں جو تمہارے بادشاہ کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ اور درجات کے اعتبار سے بلندتر ہے۔ اور سونا چاندی صرف کرنے سے بہتر اور دشمن کا مقابلہ کر کے ان کی گردنیں مارنے اور اپنی گردنیں کٹانے سے اعلیٰ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا وہ کیا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (رواہ ابن الشاہین۔ کنز العمال)

نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس سے بڑھ کر ہے کہ جس کو تمہارے فہم اور عقلیں سما سکیں۔ نمبر۳۔ ذکر اللہ اس سے بڑھ کر ہے کہ دوسرے کو فحشاء ومنکر سے روکو۔ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو)۔ یعنی خیر وطاعت پس وہ اس پر بہترین ثواب عنایت فرمانے والے ہیں۔

۴۶: وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (اور اہل کتاب سے مباحثہ نہ کرو۔ مگر اس طریقہ سے جو بہت خوب ہو)۔ مگر اس انداز سے جو خوب تر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ درشتی کا مقابلہ نرمی اور غضب کا غصہ پی جانے سے کیا جائے جیسا کہ فرمایا دوسرے مقام پر ادفع بالتی ھی احسن [المؤمنون۔۹۶]

ظلموا کی مراد:

اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ (مگر وہ لوگ جو ان میں سے ظلم کرنے والے ہیں)۔ انہوں نے عناد اور زیادتی میں حد کر دی اور خیر خواہانہ بات کو قبول نہ کیا۔ اور نرمی ان میں اثر کرتی نظر نہیں آتی۔ ان کے ساتھ سختی کرو۔

ایک قول یہ ہے:

مگر وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں دی ہیں۔

نمبر۲۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا اور شریک تجویز کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سخاوت سے بندھے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے ذمی ہو کر یہ حرکت کی ہے اور شرط ذمہ کو نہیں نبھایا۔ اور جزیہ کو روک لیا۔ ان لوگوں سے جدال بالسیف ہے۔

مَسْئَلَہ: آیت دلالت کر رہی ہے کہ کفار کے ساتھ دین میں مناظرہ جائز ہے اور علم کلام کا حصول بھی جائز ہے جس سے مناظرہ کیا جا سکتا ہے۔

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (اور کہہ دو ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو ہماری طرف اتاری گئی۔ اور تمہاری طرف اتاری گئی اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کی فرمانبرداری اختیار کرنے والے ہیں)۔ اور اس جنس سے ہیں جو احسن طریقہ سے مجادلہ کرنے والے ہیں۔

قول علیہ السلام:

اہل کتاب جو تمہیں بیان کریں اس کی تصدیق و تکذیب نہ کرو بلکہ اس طرح کہو ہم تو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے ہیں۔ اس طرح اگر ان کی بات باطل ہوگی تو تم نے اس میں ان کی تصدیق نہ کی اور اگر سچی ہوئی تو تم نے ان کی تکذیب نہ کی۔ (رواہ احمد ۴/۱۳۶، ابوداؤد ۳۶۴۴)

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ

اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی سوجن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور

هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ㊼ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ

ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان لے آتے ہیں، اور کافر لوگ ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب

قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ㊽ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ

نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل شک میں پڑ جاتے۔ بلکہ یہ قرآن بذات خود بہت سے واضح دلائل کا مجموعہ ہے

فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ㊾ وَقَالُوْا لَوْلَآ

ان لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا، اور ہماری آیتوں کا انکار بے انصاف لوگ ہی کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اس پر

اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ㊿

اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں، آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں اللہ کے اختیار میں ہیں، اور میں تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ

کیا یہ بات انہیں کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ان پر پڑھی جاتی ہے، بلاشبہ اس میں رحمت ہے اور

ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع

نصیحت ہے ایمان لانے والوں کے لیے۔

قرآن تمام کتب کا مصدق ہے:

۴۷: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح)۔ یعنی اس اتارنے کی طرح۔ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ (ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری)۔ یعنی ہم نے اس کو تمام کتب سماویہ کی مصدق بنا کر بھیجا۔ نمبر۲۔ جیسا ہم نے کتاب ان انبیاء علیہم السلام پر اتاری جو آپ سے پہلے ہوئے اسی طرح تمہاری طرف ہم نے قرآن مجید کو اتارا۔ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (پس وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس پر ایمان لانے والے ہیں)۔

وہ عبداللہ بن سلام اور جوان کے ساتھ ایمان لائے۔ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ (اور ان میں سے)۔ اہل مکہ میں سے۔ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ (ایسے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں)۔ یا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کتاب ملی اور من

ھؤلاء سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو اہل کتاب تھے وہ مراد ہیں۔

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ (اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے) ان آیات کے ظاہر ہونے اور ان سے شبہ کے زائل ہونے کے باوجود اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ (مگر کافر) جو کفر میں اصرار و ضد کرنے والے ہیں جیسا کعب بن اشرف اور اسی طرح کے لوگ۔

آپ نے کوئی کتاب نہیں پڑھی:

۴۸: وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ (اور آپ اس سے پہلے پڑھتے نہ تھے کوئی کتاب)۔ یعنی اس قرآن مجید سے پہلے۔ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ (اور نہ آپ اپنے دائیں ہاتھ سے اس کتاب کو لکھتے تھے)۔ آیت میں یمین کو خاص کر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے عموماً دائیں ہاتھ سے ہی لکھا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ آپ نے کوئی سی کتاب بھی نہیں پڑھی اور نہ آپ لکھتے تھے۔ اِذًا (اس وقت) اگر اس میں سے کوئی چیز ہوئی۔ کتاب کا پڑھنا اور لکھنا۔ لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (ضرور باطل پرست شک میں پڑ جاتے)۔ یہاں باطل پرستوں سے اہل کتاب مراد ہیں کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم آپ کی تعریف امی یعنی جو نہ لکھے اور نہ پڑھے اور نہ اس میں یہ دونوں پائی جاتی ہوں اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔

نمبر ۲۔ اس وقت ضرور مشرکین مکہ شک کرتے۔ اور کہتے۔ شاید کہ اس نے علم سیکھ لیا ہو یا اپنے ہاتھ سے کہیں سے لکھ لیا ہو۔ آیت میں کفار کو مبطلون کہا کیونکہ وہ آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔

قول مجاہد و شعبی رحمۃ اللہ علیہما:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی۔ یہاں تک کہ آپ نے لکھا اور پڑھا ہے۔ (ممکن ہے بطور معجزہ ہو۔ مگر یہ قول ظاہر نصوص کے خلاف ہے۔ مترجم)

۴۹: بَلْ هُوَ (بلکہ وہ) یعنی قرآن۔ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (واضح آیات ہیں جو ان لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو علم دیا گیا)۔ حفاظ و علماء کے سینوں میں ہیں اور یہ دونوں قرآن کی خصوصیات ہیں۔ نمبرا۔ آیات کا اعجاز واضح ہے۔ نمبر ۲۔ سینوں میں محفوظ ہیں۔ بخلاف دیگر کتب کے کہ وہ معجزات نہ تھیں اور مصاحف سے ہی پڑھی جاتی تھیں۔ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ (اور ہماری واضح آیات کا انکار نہیں کرتے)۔ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (مگر ظالم)۔ جو ظلم میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔

۵۰: وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (اور انہوں نے کہا کیوں نہیں اس پر اتاری گئی اس کے رب کی طرف سے آیات)۔

قراءت: مکی اور حفص کے علاوہ کوفی قراء نے اٰیۃ پڑھا۔ انہوں نے مطلب یہ لیا کہ اس پر کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی جیسا کہ اونٹنی، عصا، مائدۂ عیسوی وغیرہ۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ (کہہ دیں بیشک آیات تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں)۔ ان میں سے جو چاہتا ہے۔ اتار دیتا

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ

آپ فرما دیجئے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ بس ہے ۔ وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں، اور جو لوگ

اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ

باطل پر ایمان لائے اور اللہ کے منکر ہو گئے یہی لوگ نقصان والے ہیں۔ اور وہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں

وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور اگر مقررہ اجل نہ ہوتی تو ضرور ان کے پاس عذاب آجاتا اور البتہ ان پر اچانک عذاب آپہنچے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

ہے۔ میں ان میں سے کسی کا ذرہ بھر اختیار نہیں رکھتا۔ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (بلاشبہ میں کھلا ڈرانے والا ہوں)۔ آپ کو انذار اور جو آیات دی گئیں ان کا مکلف و ذمہ دار بنایا گیا۔ مجھے کہنے کا اختیار نہیں۔ کہ اے اللہ تو مجھ پر فلاں نشانی کی بجائے فلاں نشانی اتار دے۔ باوجودیکہ میں جانتا ہوں کہ آیات سے اصل مقصد تو راہنمائی ہے۔ اور تمام آیات ایک آیت ہی کا حکم رکھتی ہیں۔

ایک کافی نشانی:

۵۱: اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (کیا ان کے لئے کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب کو اتار دیا جو ان پر) يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (پڑھی جاتی ہے)۔ مطلب یہ ہے کیا ان کے لئے یہ ایک نشانی کافی نہیں جو تمام آیات سے ان کو بے نیاز کرنے والی ہے۔ اگر وہ صحیح طور پر حق کے طالب ہیں اور ضد بازی کرنے والے نہیں ہیں تو یہ قرآن جس کی تلاوت ہر زمانہ اور ہر جگہ میں قائم ہے۔ یہ ان کے ساتھ ہر وقت ثابت رہنے والی نشانی ہے اور اس کو زوال نہیں جیسا کہ تمام نشانیاں اپنے زمانہ کے بعد زائل ہوگئیں۔

نمبر۲۔ اس آیت کا ہر جگہ میں ہونا بجائے کسی خاص جگہ کے اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں)۔ اس جیسی نشانی کی موجودگی میں جو کہ ہر مکان و زمان میں ابد الاباد تک موجود ہے۔ لَرَحْمَةً (البتہ رحمت ہے) یعنی عظیم الشان نعمت ہے۔ وَذِكْرٰى (اور تذکرہ ہے)۔ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (ایمان والے لوگوں کے لئے)۔ ضدی لوگوں کے لئے نہیں۔

۵۲: قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا (کہہ دیجئے۔ کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کے لئے اللہ کافی ہے)۔ میرے دعویٰ رسالت کی سچائی کی گواہی اور مجھ پر قرآن مجید کے اتارنے اور تمہارے جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس سب کو جانتا ہے)۔ اس کو میرے اور تمہارے معاملے کی اطلاع ہے۔ وہ میری حقانیت اور تمہاری باطل پرستی کو جاننے والا ہے۔

باطل پر ایمان لانے والے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ (اور وہ لوگ جو باطل پر ایمان لانے والے ہیں)۔ باطل سے مراد یہودیت۔ نمبر۲۔ شرک۔ نمبر۳۔

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۗ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۵۴ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ

یہ لوگ آپ سے جلدی عذاب آنے کا تقاضا کر رہے ہیں، اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے جس دن ان کے اوپر سے

الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۵۵

اور پاؤں کے نیچے سے ان پر عذاب چھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ چکھ لو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

ابلیس لعین۔ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے ہیں) یعنی اس کی آیات کا انکار کرنے والے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (وہی نقصان اٹھانے والے ہیں)۔ وہ اپنے اس سودے میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ایمان بیچ کر کفر خریدا ہے۔ مگر یہاں کلام کو انصاف کے انداز سے لائے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وانا او ایاکم لعلیٰ هُدی او فی ضلال مبین۔ [سبا۔۲۴]

روایت میں ہے:

کہ کعب بن اشرف اور اس کے ساتھی کہنے لگے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری نبوت کی گواہی دینے والا کون ہے؟ تو اس پر یہ آیت اتری۔

۵۳: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ (کہ تم سے جلد عذاب مانگتے ہیں)۔ اس طرح کہتے ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ فامطر علینا حجارة من السماء۔ [الانفال۔۳۲]

اجل مقررہ کیا ہے؟

وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى (اور اگر وقت مقررہ نہ ہوتا)۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ نمبر۲۔ یوم بدر۔ نمبر۳۔ موت کے اوقات۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ وقت مقررہ نہ ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے طے فرما دیا ہے۔ اور ان کے عذاب دینے کے لئے لوح محفوظ میں مقرر کر دیا ہے۔ اور حکمت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اس کو ایک مقررہ مدت تک مؤخر کر دیا جائے۔ لَجَآءَهُمُ الْعَذَابُ (تو ان پر جلد آ جاتا)۔ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ (اور ضرور ان پر عذاب اترے گا)۔ اس مقررہ وقت میں بَغْتَةً (اچانک) وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور ان کو اس کے آنے کے وقت کا علم بھی نہ ہوگا)۔

۵۴: يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ (وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور بلاشبہ جہنم کافروں کا احاطہ کرنے والی ہے)۔ یعنی عنقریب ان تمام کو گھیرے میں لے لے گی۔

۵۵: يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (جس دن ان کو عذاب اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا)۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے من فوقهم ظلل من النار ومن تحتهم ظلل۔ [الزمر۔۱۶]

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ

اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو بلا شبہ میری زمین کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو، ہر نفس موت کو چکھنے

الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

والا ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم انہیں ضرور ضرور جنت کے بالا خانوں میں

مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ

ٹھکانہ دیں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اچھا اجر ہے

الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا

عمل کرنے والوں کا جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور کتنے ہی چوپائے ہیں جو

تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾

اپنا رزق نہیں اٹھاتے اللہ انہیں اور تمہیں رزق دیتا ہے، اور وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔

(ان کے اوپر آگ کے سائبان اور ان کے نیچے بھی سائبان ہوں گے)۔

قراءت: الکافرین پر وقف نہیں ہے۔ کیونکہ یوم احاطة النار کا ظرف ہے۔ اور یقول یاء کے ساتھ ہے۔ کوفی اور نافع نے اس طرح پڑھا ہے۔ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تم چکھو جو کچھ تم عمل کرتے تھے) یعنی اپنے اعمال کی جزاء۔

۵۶: يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ (اے میرے بندو! جو کہ ایمان لاتے ہو۔ بیشک میری زمین وسیع ہے)۔

قراءت: بصری اور عاصم کے علاوہ کوفی علماء نے یعبادی کو سکون یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اَرْضِيَ کو یاء کے فتحہ کے ساتھ شامی نے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے۔

مَسْئَلَة: جب بھی کسی مسلمان کو کسی شہر میں رہتے ہوئے عبادت ممکن نہ ہو۔ اور وہاں وہ اپنے دین پر نہ چل سکتا ہو۔ اس کو وہاں سے ایسے شہر میں چلے جانا چاہیے جہاں وہ صحت وسلامتی قلب کے ساتھ عبادت کر سکے۔ اور دین پر قائم رہ سکے اور زیادہ عبادت انجام دے سکے۔ اس میں مختلف علاقوں کا مختلف حکم ہے۔

علماء کا قول:

ہم نے نفس کو دبانے میں سب سے زیادہ مددگار، دل جمعی کا باعث، قناعت پر آمادہ کرنے والا، شیطان کو بھگانے والا۔ اور فتنوں سے حفاظت کرنے والا اور دینی معاملے کو جوڑنے والا مقام مکہ سے زیادہ کوئی نہیں پایا اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے۔

قولِ سہل رحمۃ اللہ علیہ:

جب کسی سرزمین میں سرعام گناہوں اور بدعات کی کثرت ہو۔ وہاں سے اطاعت والی زمین میں چلے جاؤ۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

جو اپنے دین کی حفاظت کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا، اگرچہ وہ دوسری زمین سے ایک بالشت کے فاصلہ پر ہو۔ اس نے اپنے لئے جنت کو واجب کرلیا۔ (ثعلبی مرسلاً عن حسن)

فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ (پس تم میری ہی عبادت کرو)۔ قراءت: یعقوب نے یاء سے پڑھا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ فایای فاعبدوا فاعبدونیْ۔ فاعبدون فاء کے ساتھ آیا ہے۔ کیونکہ یہ شرط محذوف کا جواب ہے۔ کیونکہ معنی یہ ہے۔ ان ارضی واسعة فان لم تخلصوا العبادة لی فی ارض فاخلصوها فی غیرھا۔ پھر شرط کو حذف کر دیا۔ اور اس کے حذف کے عوض مفعول کو مقدم کر دیا۔ تقدیم مفعول میں مزید فائدہ یہ حاصل ہوا کہ اختصاص واخلاص کا معنی بھی پیدا ہو گیا۔ پھر اگلی آیت میں مہاجرین کو آمادہ کیا گیا۔

۵۷: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے)۔ یعنی موت کی کڑواہٹ اور اس کی تکلیف پائے گا جیسا کہ کوئی چکھنے والا اس چیز کا ذائقہ پاتا ہے۔ کیونکہ جب مہاجر کو موت کا یقین ہے تو وطن سے علیحدگی اس پر آسان ہوگی۔ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ (پھر تم ہماری بارگاہ میں لوٹائے جاؤ گے)۔ موت کے بعد تاکہ ثواب وعقاب پاسکو۔

قراءت: یحییٰ نے یرجعون اور یعقوب نے ترجعون پڑھا ہے۔

۵۸: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ہم ضرور) مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا (ان کو جنت کے بالاخانوں میں ٹھکانہ دیں گے)۔ ہم ان کو جنت میں لے جا اُتاریں گے۔

قراءت: علالی نے لنثوینهم۔ کوفی قراء نے عاصم کے علاوہ پڑھا ہے یہ الثواء سے ہے۔ اور معنی: اقامت کے لئے کسی جگہ اترنا۔ ثوٰی کا لفظ غیر متعدی ہے جب اس کو ہمزہ سے متعدی بناتے ہیں تو ایک مفعول سے تجاوز نہیں کرتا اور ضمیر مؤمنین اور غرف کی طرف تعدیہ کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس کو لننزلنهم کی جگہ اس کو لائیں یا لنثوینّهم یا جار حذف کیا اور ایصال فعل کے لئے غیر ظرف مؤقت کو ظرف مبہم کے مشابہ بنانے کے لئے۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ (ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے کام کرنے والوں کا اجر بہت خوب ہے)۔ العاملین پر وقف کیا جائے گا۔ کیونکہ الذین صبروا یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔

۵۹: الَّذِیْنَ صَبَرُوْا: (وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا)۔ یہ مبتدأ محذوف ھم کی خبر ہے۔ یعنی وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے وطن کو چھوڑنے پر صبر کیا اور مشرکین کی طرف سے ملنے والی ایذاؤں اور تکالیف پر جمے رہے اور طاعات پر ثابت قدم اور معاصی سے بے

تعلق رہے۔

قراءت: وصل زیادہ عمدہ ہے۔تا کہ الذین یہ عالمین کی صفت بن جائے۔

وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (اور وہ اپنے رب ہی پر توکل کرنے والے ہیں)۔ان تمام حالات میں انہوں نے صرف اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔

شانِ نزول آیت نمبر: ۶۰:

۶۰: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بعض مسلمانوں کو جو مکہ میں اسلام لائے ہجرت کا حکم دیا تو انہوں نے فقر وضیاع کا عذر پیش کیا۔پس یہ آیت اتری: (وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ) کتنے ہی جانور ایسے ہیں جو اپنی روزی اپنے ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے۔یعنی بہت سے چوپائے ہیں۔قراءت: مکی نے کاین کو مد اور ہمزہ سے پڑھا ہے۔الدابۃ۔ ہر وہ جاندار جو زمین پر چلے خواہ اس میں عقل ہو نہ ہو۔

ہر جاندار اپنا رزق ساتھ لئے پھرتا ہے:

لَا تَحْمِلُ رِزْقَھَا (جو کہ اپنا رزق ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے)۔یعنی وہ اٹھانے میں کمزوری کی وجہ سے اپنا رزق ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے۔ اَللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَاِیَّاکُمْ (اللہ تعالیٰ اس کو رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی)۔یعنی ان کمزور جانوروں کو اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتے ہیں اور اے طاقت والو! تمہیں بھی وہی رزق دیتا ہے اور اگرچہ تم اپنے ارزاق کو اٹھانے اور کمانے کی طاقت رکھتے ہو۔اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے مقدر میں نہ کرے اور تمہارے لئے اسبابِ رزق مہیا نہ فرمائے تو تم جانوروں سے بھی عاجز تر ہو۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ:

لا تحمل رزقھا کا معنی یہ ہے۔وہ اپنے پاس اس کا ذخیرہ نہیں کرسکتا۔وہ صبح اٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رزق عنایت فرماتے ہیں۔

تین ذخیرہ کرنے والے (ایک قول یہ ہے):

کوئی حیوان سوائے ابن آدم اور چوہے اور چیونٹی کے خوراک کا ذخیرہ نہیں کرتا۔ وَھُوَ السَّمِیْعُ (وہی تمہاری ہر بات کو سننے والے ہیں) کہ ہمیں تو فقر ضیاع کا خدشہ ہے۔الْعَلِیْمُ (وہ جاننے والا ہے) اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کیا تو ضرور ضرور جواب دیں گے

اللّٰهُ ۚ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ

کہ اللہ نے، سو وہ پھر کہاں الٹے جارہے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کردیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کردیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا

بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر زمین کی

بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا

موت کے بعد پانی کے ذریعہ اس کو زندہ کیا تو وہ ضرور ضرور جواب دیں گے کہ اللہ نے، آپ فرما دیجئے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ بلکہ ان میں اکثر لوگ

يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع ۶

نہیں سمجھتے۔

دلائل قدرت:

۶۱: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور اگر تم ان سے سوال کرو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا)۔ یعنی اگر آپ ان مشرکین سے آسمانوں اور زمین کے خالق کے بارے میں دریافت کریں۔ کہ باوجود یہ دونوں اپنی وسعت و بڑائی کے کس نے بنائے ہیں۔ اور وہ کون ہے جس نے سورج و چاند کو کام میں لگا دیا؟ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (وہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ پھر وہ کہاں پھرے جارہے ہیں)۔ ان تمام باتوں کا اقرار کرنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی توحید سے کس طرح پھر رہے ہیں۔

وہ بندوں کے صلاح وفساد کے اسباب سے واقف ہے:

۶۲: اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ (اللہ تعالیٰ رزق کو کھولتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔ جس کے لئے وہ چاہتا ہے)۔ من يشاء کی بجائے ضمیر کو لاتے۔ کیونکہ من يشاء مبہم وغیر معین ہے۔ اور ضمیر بھی اس کی طرح مبہم ہے۔ قدر الرزق وقترہٗ بمعنی اذا ضیقہٗ یعنی رزق کا اس نے اندازہ کیا اور اس کو تنگ کر دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں)۔ وہ بندوں کے لئے جو اصلاح وفساد کا باعث ہے اس کو جاننے والے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا: ان من عبادی الحدیث دیلمی فی مسند الفردوس کہ میرے بعض بندے

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ

اور یہ دنیا والی زندگی نہیں ہے مگر لہو ولعب، اور بلاشبہ آخرت والا گھر ہی زندگی ہے، کاش

كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾

لوگ جانتے ہوتے۔

ایسے ہیں۔ان کا ایمان مالداری سے درست رہ سکتا ہے۔اگر میں ان کو فقیر کردوں تو ان کا دین بگڑ جائے۔اور میرے بعض بندے ایسے ہیں۔جن کا ایمان فقر سے ہی درست رہ سکتا ہے اگر میں ان کو غنی بنادوں تو ان کا ایمان بگڑ جائے۔

اعتراضِ دلیل:

۶۳: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (اور اگر آپ ان سے سوال کریں کس نے آسمان سے پانی اتارا پس اس سے زمین کو اس کے مر جانے کے بعد زندہ کردیا وہ ضرور کہیں گے۔اللہ تعالیٰ) یعنی وہ اس کا اقرار کرنے والے ہیں۔

اقرارِ توحید نفی شرک میں ہے:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (کہہ دیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں)۔کہ اس نے زمین کو زندہ کرنے کے لئے پانی اتارا۔یا نمبر۲۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔اس طرح کہ میں بھی ان میں سے ہوں جو انہی باتوں کا اقرار اسی طرح کرنے والے ہیں جس طرح وہ ہیں۔پھر اس کا فائدہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنے میں ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے شریکوں کی نفی میں ہے۔میرا یہ اقرار مشرکین کے اقرار کی طرح معطل و بے کار اقرار نہیں۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (بلکہ ان کی اکثریت سمجھتی ہی نہیں)۔وہ اپنی عقول سے ان آیات میں غور ہی نہیں کرتے جو ہم ان کو دکھاتے ہیں اور جو دلائل ہم ان کے لئے قائم کرتے ہیں۔نمبر۲۔وہ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ تم اپنے الحمدللہ کے قول سے کیا ارادہ کرتے ہو۔

حقارتِ دُنیا:

۶۴: وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ (اور یہ دنیا کی زندگی تو کھیل تماشا ہے)۔یعنی دنیا اہل دنیا کے لئے اپنے سرعتِ زوال اور انسانوں کے دنیا میں مر جانے سے اسی طرح ہے جیسے کہ بچے تھوڑی دیر کھیلتے ہیں اور پھر منتشر ہو جاتے ہیں اس میں دنیا کی تحقیر اور ان کے معاملے کا معمولی ہونا ظاہر کیا گیا ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ اس کی تحقیر بیان نہ فرمائیں جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے برابر وزن نہیں رکھتی۔واللھو! جس سے انسان تھوڑی دیر تلذذ حاصل کرے اور وہ چیز اس کو کچھ دیر غافل کر دے پھر وہ ختم ہو جائے۔ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (اور بیشک آخرت والا گھر البتہ وہی حقیقی زندگی ہے)۔یعنی ایسی

فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى

سو جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خوب خالص اعتقاد کر کے اللہ کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف نجات دے

الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ ۝۶۵ لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ۚۙ وَ لِیَتَمَتَّعُوْا ۥ فَسَوْفَ

دیتا ہے تو اچانک شرک کرنے لگتے ہیں تا کہ ان چیزوں کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دی ہیں اور تا کہ مزے اڑائیں، سو وہ عنقریب

یَعْلَمُوْنَ ۝۶۶ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ

جان لیں گے، کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنائی ہے اور ان کے گردوپیش کے لوگ اچک لئے جاتے ہیں،

اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ ۝۶۷ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا۔ جو اللہ پر جھوٹ

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ۝۶۸

باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آجائے، کیا دوزخ کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے،

ع ۷ وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝۶۹

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں تکلیفیں اٹھائیں ضرور ہم انہیں اپنی راہیں بتائیں گے اور بلاشبہ اللہ اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

زندگی جس میں موت نہیں بلکہ دوام ہے۔ گویا کہ وہ ذاتی اعتبار سے زندگی ہے۔ الحیوان - یہ حَیَّ کا مصدر ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ تھا حییان۔ پھر یائے ثانیہ کو واؤ سے بدل دیا۔ اور اس طرح نہیں کہا۔ لھی الحیاۃ۔

نکتہ: کیونکہ فَعَلان کے وزن میں حرکت واضطراب کا معنی پایا جاتا ہے اور حیات حرکت اور موت سکون کا نام ہے پس اس کو ایسے وزن پر لایا گیا جو حرکت کے معنی پر دلالت کرتا تھا تاکہ حیات کے معنی میں مبالغہ ظاہر کیا جا سکے۔ الحیوان پر وقف کریں گے۔ کیونکہ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ لو کانوا یعلمون حقیقة الدارین لما اختاروا اللھو الفانی اختار والفانی علی الحیوان الباقی۔ اگر یہ لوگ جانتے ہوتے کہ دونوں جہاں کی حقیقت کیا ہے تو یہ فانی جہاں کو باقی رہنے والی زندگی پر ترجیح کبھی نہ دیتے۔ اگر وصل کریں تو اس صورت میں یہ الحیوان کا وصف بن جائے گا۔ جو ان کے علم کی شرط سے معلق ہوگا حالانکہ اس طرح نہیں۔ فافہم وتدبر۔

۶۵: فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ (اور جب وہ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں)۔ یہ اس محذوف سے متصل ہے۔ جس پر ان کے بیان کردہ حالات اور معاملات دلالت کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ ان کے متعلق جیسا کہ بتلایا گیا کہ وہ مشرک اور معاند ہیں۔ پھر

جب وہ کشتیوں پر سفر کرتے ہیں۔ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (وہ اللہ تعالیٰ کو خالص مخلص ہو کر پکارتے ہیں)۔ان کی حالت اس مؤمن شخص جیسی ہو جاتی ہے۔جو خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا ہو اس طرح کہ وہ غیر اللہ کا مطلقاً تذکرہ بھی نہیں کرتے اور نہ اس کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارتے ہیں۔ فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ (پس جب اللہ تعالیٰ ان کو خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے)۔اور وہ امن میں ہو جاتے ہیں۔ اِذَا ھُمْ یُشْرِکُوْنَ (اسی وقت وہ شرک کرنے لگتے ہیں) یعنی وہ حالت شرک کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

۶۶: لِیَکْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ (ہم نے جو نعمت ان کو دی ہے وہ اس کا انکار کرتے رہیں)۔جو نعمت بھی ہم نے ان کو دی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ لام کَیْ ہے اور اسی طرح لِیَتَمَتَّعُوْا میں بھی لام کَیْ مانا گیا ہے۔جنہوں نے کسرہ سے پڑھا ہے۔ای لکی یکفروا تاکہ وہ ناشکری کریں۔و کَیْ یتمتعوا (تاکہ وہ نفع اٹھائیں)۔مطلب یہ ہوگا۔وہ اپنے شرک کی طرف لوٹنے والے ہیں تاکہ شرک کی طرف لوٹ کر وہ نعمت نجات کی ناشکری کر دیں اور اس سے ان کا مقصد دنیا سے نفع اٹھانا۔اور تلذذ حاصل کرنا ہے اور کوئی غرض نہیں۔اس کے بالمقابل حقیقی مخلص مؤمن اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جب ان کو کنارے پر نجات میسر آتی ہے۔وہ نعمت نجات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔اس صورت میں یشرکون پر وقف نہ ہوگا۔

دوسرا قول:

جنہوں نے اس کو لام امر قرار دیا ہے۔قراءت ابن کثیر' حمزہ و علی میں یہی ہے۔وَلْیَتَمَتَّعُوْا میں لام ساکن ہے۔اور یہ امر تہدیدی ہے۔جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔فمن شاء فلیؤمن و من شاء فَلْیکفر۔[الکھف ۲۹]

اس کی تحقیقات اصول فقہ میں ملاحظہ ہوں۔

فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ (عنقریب ان کو علم ہو جائے گا)۔جبکہ ان کی بری تدبیر ان کی تباہی کا باعث بنے گی۔

۶۷: اَوَلَمْ یَرَوْا (کیا ان اہل مکہ نے نہیں دیکھا)۔اَنَّا جَعَلْنَا (ہم نے ان کے شہر کو بنایا)۔ حَرَمًا (محفوظ و ممنوع) اٰمِنًا (امن والا) کہ اس میں داخل ہونے والے محفوظ و مامون ہیں۔ وَیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِھِمْ (اور لوگ ان کے اطراف سے اُچک لیے جاتے ہیں)۔وہ قتل و قید سے مال چھین لیتے ہیں۔اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ (کیا وہ باطل پر یقین رکھتے ہیں) یعنی شیطان و اصنام پر۔ وَبِنِعْمَۃِ اللّٰہِ یَکْفُرُوْنَ (اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں)۔نعمت سے مراد اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مفتری کی سزا جہنم:

۶۸: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ (اور وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے)۔کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی

شریک ہے۔ اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ (یا اس نے حق کو جھٹلایا)۔یعنی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا۔اور قرآن مجید کو جھٹلایا۔ لَمَّا جَآءَهٗ (جبکہ وہ اس کے پاس آ چکا)۔جب سنا تو بلا سوچے سمجھے تکذیب کر دی۔اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ (کیا جہنم کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے)۔

نحو: یہ استفہام تقریری ہے کہ وہ جہنم میں ٹھکانہ پائیں گے۔کیونکہ ہمزہ انکاری جب نفی پر داخل کر دیا جائے۔تو ایجاب بن جاتا ہے۔مطلب یہ ہوگا۔خبردار وہ جہنم میں ٹھہریں گے۔وہ اس جیسی تکذیب اللہ تعالیٰ کے سلسلہ میں کر چکے ہیں اور اس جیسی تکذیب انہوں نے حق کے سلسلہ میں بھی کی ہے۔نمبر۲۔کیا یہ بات ان کے ہاں درست نہیں ہے۔کہ بلاشبہ جہنم منکرین کا ٹھکانہ ہے۔جبکہ انہوں نے اس جیسی جرأت کی ہے۔

قراءت: یہاں المثوی کا ذکر لنبوئنهم کی بجائے قراءت ثاء کی تائید کر رہا ہے۔

علم کی کوشش والوں کو عمل کی راہ بتلائیں گے:

۶۹: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا (اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی)۔یہاں المجاهدة کو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے۔اس کو مفعول سے مقید نہیں کیا گیا۔تاکہ ہر قسم کا مجاہدہ اس میں داخل ہو جائے خواہ وہ مجاہدہ نفس سے ہو یا شیطان یا اعدائے دین سے ہو۔ فِيْنَا (ہم میں)۔ ہمارے بارے میں۔ہماری خاطر اور خالص ہماری رضامندی کے لئے۔ لَنَهْدِيَنَّهُمْ (ہم ضرور ان کی راہنمائی کریں گے)۔

اقوالِ بزرگان

قولِ ابوعمرو:

سبیل خیر کی طرف ان کی راہنمائی میں ہم اضافہ کر دیں گے۔اور توفیق شامل حال کر دیں گے۔

قولِ دارانی:

والذین جاهدوا۔(جو انہوں نے جان لیا) ہم اس میں اس کی طرف ان کی راہنمائی کر دیں گے جس کو وہ نہیں جانتے۔

ایک قول یہ ہے:

جس نے علم پر عمل کیا۔وہ جو نہیں جانتا اس کی بھی راہنمائی کر دی جائے گی۔

ایک اور قول:

جو ہم اپنی جہالت پاتے ہیں۔ان چیزوں سے متعلق جو ہم نہیں جانتے وہ علم میں ہماری اپنی کوتاہی کی وجہ سے ہے۔

قولِ فضیل رحمۃ اللہ علیہ:

وہ لوگ جو طلب علم میں مجاہدہ کرنے والے ہیں۔

لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ (یعنی ہم ضرور ان کی راہنمائی کریں گے)۔یعنی عمل کی راہ بتلادیں گے۔

قولِ عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

انہوں نے ہماری رضامندیوں کی کوشش کی۔تو ہم ضرور ان کی راہنمائی محل رضاء تک پہنچنے میں کریں گے۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

تم ہماری اطاعت میں کوشش کرو۔ہم ضرور تمہیں ثواب کے راستوں پر چلادیں گے۔

قولِ جنید رحمۃ اللہ علیہ:

توبہ میں کوشش کرو ہم ضرور اخلاص کے راستوں کی راہنمائی کردیں گے یا تم ہماری خدمت میں مجاہدہ کرو ہم ضرور اپنی مناجات کے راستے ان پر کھول دیتے ہیں اور ہم اپنے سے انس کی راہ کی طرف ان کی راہنمائی کردیتے ہیں۔

تم ہماری طلب میں ہماری رضا تلاش کرنے کی کوشش کرو۔تو ہم اپنے تک پہنچنے کے راستوں کی طرف راہنمائی کردیں گے۔وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ (اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہیں)۔نصرت ومعونت کے ساتھ دنیا میں اور ثواب ومغفرت کے ساتھ آخرت میں۔

آج شب ۲:۳۰ بجے سورۃ العنکبوت کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا والحمد للہ علی ذلک ۵/فروری ۲۰۰۳ء ۴ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ اللیلۃ الاربعاء

سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ روم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ساٹھ آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ③

الٓمّٓ ○ روم والے زمین کے قریب والے حصے میں مغلوب ہوگئے، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال میں غالب ہوجائیں گے۔

فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۗ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ

اللہ تعالیٰ ہی کے لیے اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور ایمان والے اس دن

الْمُؤْمِنُوْنَ ④ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑤

خوش ہوں گے اللہ کی مدد کی وجہ سے وہ مدد فرماتا ہے جس کی چاہے اور وہ زبردست ہے رحمت والا ہے،

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑥ يَعْلَمُوْنَ

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، یہ لوگ دنیا والی زندگی کے

ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦

ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔

غلبۂ روم کی عظیم پیشگوئی:

۱،۲،۳،۴: الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۔ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ (قریب ترین زمین میں رومی مغلوب ہوگئے)۔ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ۔ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ (اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔ چند سال میں) الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ (یعنی فارس نے روم پر غلبہ پالیا)۔ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ (یعنی عرب کے قریب ترین علاقہ میں) الارض میں الف لام عہد کا ہے اور مراد اس سے سرزمین عرب ہے مطلب یہ ہے کہ رومی سرزمین کے قریبی علاقہ شام میں مغلوب ہوگئے ہیں نمبر۲۔ ارض سے رومیوں کی زمین مراد ہو۔ اس صورت میں الف لام مضاف الیہ کے قائم مقام ہوگا یعنی ان کا وہ علاقہ جو دشمن کے قریب تر ہے۔ ھم کی ضمیر الروم کی طرف راجع ہے۔ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ (وہ مغلوب ہونے کے بعد)۔

قراءت: الغَلْبُ ، الغَلَبُ لام کے سکون کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ دونوں مصدر ہیں جن کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔سَیَغْلِبُوْنَ (وہ فارس پر غلبہ پائیں گے)اس پر وقف نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ فی بضع سنین کا تعلق اس کے ساتھ ثابت ہو۔ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ بضع کا لفظ تین سے دس تک بولا جاتا ہے۔

ایک قول:

روم وفارس کی جنگ اذرعات وبصریٰ کے درمیان پیش آئی جس میں فارس کو روم پر برتری حاصل ہوگئی۔ فارس کا حکمران کسریٰ پرویز تھا۔ یہ اطلاعات مکہ پہنچیں۔ رسول اللہ اور مؤمنوں پر یہ بات گراں گزری کیونکہ اہل فارس مجوسی تھے جن کی کوئی کتاب نہ تھی اور رومی اہل کتاب تھے مشرکین نے اس پر خوشیاں منائیں اور مسلمانوں پر آوازیں کستے ہوئے کہنے لگے تم اور نصرانی اہل کتاب ہو اور ہم اور فارسی اَن پڑھ ہیں۔ ہمارے دوست تمہارے دوستوں پر غالب آ گئے۔ ہم بھی تم پر یونہی غالب رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کفار کو کہا اللہ تعالیٰ کی قسم ضرور رومی چند سالوں میں فارسیوں پر غالب آئیں گے۔ ابی بن خلف نے یہ بات سنکر کہا تم جھوٹ بولتے ہو ابوبکر صدیق نے اس سے تین سال کی شرط پر دس اونٹیاں طے کر لیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کو اس بات کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا بضع کی بعید ترین مدت مقرر کرلو اور انعام میں بھی اضافہ کرو۔ چنانچہ نو سال کی مدت پر ایک سو اونٹنیاں طے پا گئیں۔ ابی بن خلف تو بدر میں آنحضرت ﷺ کے زخم سے مر گیا۔

حدیبیہ یا بدر کے دن رومیوں کو فارسیوں پر غلبہ حاصل ہوا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مقررہ شرط کے مطابق ابی بن خلف کی اولاد سے شرط کا معاوضہ وصول کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو صدقہ کر دینے کا حکم فرمایا۔ [ترمذی] یہ آیت آنحضرت ﷺ کی نبوت پر واضح دلیل ہے اور قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ یہ علم غیب کی اطلاعات ہیں۔ یہ موقعہ وہ تھا جب کہ قمار حرام نہ ہوا تھا۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

اور مذہب امام ابی حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ یہ ہے کہ دارالحرب میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان عقود فاسدہ درست ہیں انہوں نے اسی واقعہ سے دلیل اخذ کی ہے۔

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ (پہلے پیچھے اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے) یعنی ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد یا جب وہ غالب ہوتے اور جب مغلوب ہوتے ہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا ان کے غالب ہونے سے پہلے (وہ ان کے مغلوب ہونے کا وقت) اور ان کے مغلوب ہونے کے بعد (وہ ان کے غالب ہونے کا وقت) یعنی ان کا پہلے مغلوب اور پھر غالب ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم و تقدیر سے ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا وتلك الايام نداولها بين الناس [آل عمران:۱۴۰] وَيَوْمَئِذٍ (اور اس دن) اور جس دن

روم کو فارس پر غلبہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ غلبے کی صورت میں پورا ہوگا۔ یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ (مؤمن خوش ہونگے)

۵: بِنَصْرِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی مدد سے) اوراس کے اہل کتاب کو غیر اہل کتاب پر غلبہ دینے اور کفار مکہ جو آج کتاب والوں کی ناکامی پر خوش ہو رہے ہیں ان کو ناکامی کا غصہ دلانے سے۔

ایک قول:

یہ ہے: اللہ تعالیٰ کی نصرت یہ ہے کہ ایمان والوں کی زبانی مشرکین مکہ کو پہنچائی گئی غلبہ روم کی خبر کو سچا کر کے دکھا دیا۔ ب یفرح سے متصل ہے اسی لئے اللہ پر وقف ہوگا نہ کہ المؤمنون بنصر اللہ پر۔ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِیْزُ (وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ زبردست ہے) وہ اپنے دشمنوں پر غالب ہے۔ الرَّحِیْمُ (رحمت والا ہے) اور اپنے دوستوں پر مہربان ہے۔

۶: وَعْدَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ کیا ہے) یہ مصدر مؤکد ہے کیونکہ وھم من بعد غلبھم سیغلبون وعد من اللہ للمؤمنین یعنی یہ آیت اللہ کے مؤمنین سے وعدہ پر دلالت کر رہی ہے۔ پس وعد اللہ یہ بمنزلہ وعداللہ المؤمنین وعدًا کے ہے۔

لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (اللہ تعالیٰ اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) عہد سے مراد روم کو فارس پر غلبہ دینا ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن لوگوں کی اکثریت جانتی نہیں) اس بات کو۔

۷: یَعْلَمُوْنَ (وہ جانتے ہیں)

نحو: یہ لایعلمون کا بدل ہے۔

مَسْئَلَۃ: اس میں اس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ کہ ایسا علم جو محض جہل ہو اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اور جو علم دنیا سے آگے نہ بڑھے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (دنیا کی زندگی کے ظاہر کو)

فَائِدَہ: دنیا کا ایک ظاہر ہے اور ایک اس کا باطن ہے دنیا کا ظاہر وہی جو جہلاء کی نگاہوں میں ہے یعنی اس کی زیبائش پر مرے جانا اور اس کا باطن یہ ہے کہ آخرت کی گزرگاہ ہے یہاں سے آخرت کیلئے اعمال صالحہ کا زادِ راہ لیا جاتا ہے۔ آیت میں ظاہر کے لفظ کو نکرہ لا کر اشارہ کر دیا کہ یہ لوگ دنیا کے من جملہ مظاہر میں سے ایک مظہر کو صرف جانتے ہیں۔ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ (اور وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں)

نحو: دوسرا ھم مبتدا اور غافلون اس کی خبر ہے۔ اور یہ مکمل جملہ پہلے ھم کی خبر ہے۔

فَائِدَہ: اس میں وضاحت فرمائی کہ وہ غفلت کا اس قدر شکار ہیں گویا غفلت کا مرکز اور اس کی جائے قرار ہیں۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ

کیا انہوں نے اپنے نفسوں میں غور نہیں کیا، اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا نہیں فرمایا

اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۸

مگر حق کے ساتھ اور ایک معینہ مدت تک، اور بلا شبہ بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے، سو دیکھ لیتے کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے،

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ

وہ لوگ قوت کے اعتبار سے ان سے بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے زمین کو بویا جوتا اور اس سے زیادہ آباد کی جتنا ان لوگوں نے آباد کیا ہے،

جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے، سو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا، اور لیکن وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ ۹ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗأٰٓى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

کرتے تھے پھر جن لوگوں نے برے کام کیے ان لوگوں کا برا انجام ہوا، اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا

وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۱۰ ع

اور وہ ان کا مذاق بناتے تھے۔

دل کی حکمتوں پر غور:

۸: اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (کیا وہ اپنے نفسوں کے متعلق نہیں سوچتے) نمبر۱۔ اس کے ظرف ہونے کا احتمال ہے گویا اس طرح کہا گیا: اولم یثبتوا التفکر فی انفسھم یعنی کیا وہ اپنے نفوس میں تفکر کو قائم نہیں کرتے وہ دل جو کہ فکر سے فارغ ہیں حالانکہ تفکر کا تو مقام ہی دل ہے لیکن اس میں سوچنے والوں کی حالت کی مزید تصویر کشی فرمائی گئی جیسا کہتے ہیں اعتقده فی قلبك میں تمہارے دل میں اس کا اعتقاد کرتا ہوں حالانکہ اعتقاد کا تو محل ہی دل ہے۔

نمبر۲۔ تفکر کا صلہ ہے جیسا کہتے ہیں تفکر فی الامر واجال فیه فکره۔ اس نے معاملے کو سوچا اور اپنی فکر اس میں دوڑائی۔ اس کے مطابق آیت کا معنی یہ ہے۔ کیا انہوں نے اپنے ان دلوں میں سوچا نہیں جو دل ان کے اس مخلوق سے قریب تر ہیں اور وہ

ان کے احوال کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے پس ان کو چاہیئے کہ جو ظاہری و باطنی عجیب و غریب حکمتیں اس دل میں ودیعت کر رکھی ہیں ان پر غور کریں۔ اس لئے کہ وہ تدبیر پر دلالت کرنے والی ہیں بے توجہی ان سے مناسب نہیں اور ضروری ہے کہ اس کی انتہاء ایک ایسے وقت پر ہو جس میں احسان کا بدلہ احسان سے دیا جائے۔ اور برائی کا بدلہ اسی جیسا ملے تاکہ اس وقت تمام مخلوق کو معلوم ہو جائے کہ تمام مخلوق کا معاملہ محض حکمت و تدبیر سے چل رہا ہے اور اس کا ایک آخری وقت ہونا چاہیے۔ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ (اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور ان کی درمیانی کائنات کو برحق ہی پیدا کیا ہے) یہ قول محذوف کا متعلق ہے اس کا معنی یہ ہے اولم یتفکروا فیقولوا ھذا القول کیا وہ سوچتے نہیں کہ وہ یہ بات کہتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ سوچتے نہیں اگر وہ سوچتے تو جان لیتے کیونکہ کلام میں اس کی دلیل موجود ہے۔

حکمت بالغہ بنایا:

اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى (مگر حق کے ساتھ اور ایک وقت مقررہ کے ساتھ) یعنی ان کو باطل اور عبث نہیں بلکہ حکمت بالغہ کے ساتھ بنایا ہے اور ان کو ہمیشہ باقی رہنے کیلئے بھی نہیں بنایا۔ بلاشبہ ان کو حق کے ساتھ حکمت سے پُر بنایا اور ایک مقررہ اندازہ سے پیدا کیا اس کا اختتام ضروری ہے۔ اور اسی کا نام قیام قیامت اور وقت حساب اور ثواب و عقاب کی گھڑی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو غور سے دیکھو افحسبتم انما خلقناکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے کس طرح ان کے بغیر لوٹانے کے یونہی چھوڑ دینے کو عبث فرمایا؟

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ (اور بلاشبہ بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات) لقاء سے بعث و جزاء مراد ہے۔ لکافرون (کے انکاری ہیں) ضد سے نہیں مانتے۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے رب کی ملاقات سے انکاری ہیں۔

۹: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ (کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے کس طرح ان لوگوں) عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (کا انجام ہوا جو ان سے پہلے ہوئے) یہ استفہام تقریری ہے کہ وہ شہروں میں چلے پھرے ہیں اور انہوں نے عاد و ثمود وغیرہ سرکش اقوام کے تباہ شدہ مقامات دیکھے ہیں۔ پھر ان اقوام کی تھوڑی حالت ذکر فرمائی كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً (وہ ان سے طاقت میں زیادہ تھے)۔ وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ (انہوں نے زمین کو آباد کیا) زمین میں کھیتی باڑی کی۔ وَعَمَرُوْهَآ (اور اس کو آباد کیا) ان تباہ ہونے والوں نے اَكْثَرَ (ان سے زیادہ)

نحو: یہ مصدر محذوف کی صفت ہے مما عمروھا کا ما مصدریہ ہے۔

مِمَّا عَمَرُوْهَا (اہل مکہ کے تعمیر کرنے سے) وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (اور ان کے رسول ان کے پاس دلائل

لائے) یہاں وقف کیا جائے گا کیونکہ حذف ہے تقدیر کلام یہ ہے فلم یؤمنوا فاھلکوا ان کے رسول ان کے پاس دلائل لاتے پس وہ ایمان نہ لائے تو ہلاک کردیے گئے۔

فَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَظْلِمَھُمْ (اللہ تعالیٰ ایسے تو نہیں کہ ان پر ظلم کریں) ان کی ہلاکت ظلماً نہ تھی۔ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ (لیکن وہ اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے تھے) اس طرح کہ وہی اعمال کرنے لگے جو ان کی ہلاکت کا باعث بنے۔

۱۰: ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَآءُ وا السُّوْٓاٰی (پھر ان لوگوں کا انجام جنہوں نے بدی کی تھی بہت برا ہوا)۔

قراءت: عاقبۃ کو شامی و کوفی قراء نے منصوب پڑھا ہے۔

السُّوآی یہ اسوأ کی تانیث ہے اور اس کا معنی قبیح ترین جیسا کہ حسنیٰ احسن کی تانیث ہے۔

نحو: کان کا اسم ہونے کی وجہ سے یہ مرفوع ہے۔ یہ ان کے نزدیک ہے جنہوں نے عاقبۃ کو خبر کی وجہ سے نصب دیا ہے۔ نمبر۲۔ جنہوں نے عاقبۃ کا رفع پڑھا انہوں نے اس کو محلاً منصوب قرار دیا ہے۔ معنی یہ ہے دنیا میں ان کا نتیجہ تباہی ہوا پھر ان کا انجام بہت ہی برا ہے۔ یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر الذین اساؤا کو لائے۔ مطلب اس طرح ہے وہ سزا جو کہ بدترین سزا آخرت میں دی جانے والی ہے وہ وہی آگ ہے جو کفار کیلئے تیار کی گئی۔ اَنْ کَذَّبُوْا (اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا)

نحو: اس سے پہلے لام تعلیلیہ ہے۔ لان نمبر۲۔ بان سببیہ ہے۔ اس صورت میں اساؤا کا معنی کفروا ہوگا۔

بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَکَانُوْا بِھَا یَسْتَھْزِءُوْنَ (اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور وہ ان معجزات کا مذاق اڑانے والے تھے) یعنی پھر کفار کا انجام آگ ہوگا اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ

اللہ مخلوق کو ابتداءً پیدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا فرمائے گا، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرمین نا امید ہو کر

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ

رہ جائیں گے اور ان کے شرکاء میں سے کوئی بھی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور وہ اپنے شرکاء کے

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

منکر ہوں گے، اور جس دن قیامت قائم ہوگی، اس دن لوگ متفرق حالتوں میں ہوں گے۔ سو جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

نیک عمل کیے وہ باغ میں مسرور ہوں گے، اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو اور

بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ

آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، سو یہ لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے، سو تم اللہ کی تسبیح بیان کرو

حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

شام کے وقت اور صبح کے وقت۔ اور اسی کے لیے سب تعریف ہے آسمانوں میں اور زمین میں

عَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

اور دن کے پچھلے اوقات میں اور دوپہر کے وقت اس کی تسبیح بیان کرو۔ وہ جاندار کو بے جان سے باہر لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے

الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع ۲

نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندگی بخشتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔

۱۱: اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ (اللہ تعالیٰ ہی نے مخلوق کو اول مرتبہ پیدا کیا) ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (پھر وہی ان کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کریں گے)۔ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (پھر اسی ہی کی طرف تمہاری واپسی ہوگی)

قراءت: ابوعمرو اور سہل نے یرجعون یاء سے پڑھا ہے۔

۱۲: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ (اور جب قیامت قائم ہوگی نا امید ہوں گے) مایوس وحیران ہونگے عرب کہتے ہیں ناظرتہ فابلس جبکہ بول نہ سکے اور دلیل پیش کرنے سے مایوس ہو جائے۔ الْمُجْرِمُوْنَ (مجرم) یعنی مشرکین۔

۱۳: وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآءِهِمْ (اور ان کے شرکاء میں سے کوئی بھی نہ ہوگا) ان میں سے جن کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کی ہوگی اور ان کو سفارشی فرض کیا۔ شُفَعٰٓؤُا (سفارشی) کتابت قرآن میں یہ لفظ الف سے قبل واؤ سے ہی لکھا جائے گا۔ جیسا کہ علمؤا بنی اسرائیل لکھا جاتا ہے۔ السوآی کا لفظ بھی یاء سے قبل الف کے ساتھ اس ہمزہ کو قائم رکھتے ہوئے اس حرف کی صورت میں جس سے اس کی حرکت ہے۔

وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ (وہ اپنے شرکاء کے انکاری ہو جائیں گے) نمبر۱۔ وہ اپنے شرکاء کا شدت وقوت سے انکار کر دیں گے۔ نمبر۲۔ دنیا میں وہ ان شرکاء کی وجہ سے کافر بنے۔

۱۴: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ (اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن وہ سب منتشر ہو جائیں گے)

نحو: یتفرقون کی ضمیر کا مرجع مؤمن و کافر سب ہیں۔ اسلئے کہ مابعد اس پر دلالت کر رہا ہے۔

مؤمن کا اکرام ہوگا:

۱۵: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ (پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے وہ باغات) فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ (میں مزے لے رہے ہونگے) روضۃ باغ کو کہتے ہیں اس کو نکرہ لائے کیونکہ اس کا معاملہ مبہم ہے اور تنوین تفخیم شان کیلئے ہے یحبرون اتنا خوش ہونا جس سے چہرہ ٹمٹمانے لگے اور خوشی کا اثر چہرے پر نظر آئے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کیونکہ خوشی کی وجوہ بہت ہیں۔ نمبر۱۔ ان کا اکرام کیا جائے گا۔ نمبر۲۔ زیور پہنائے جانا۔ نمبر۳۔ جنت میں سریلی آواز کا سننا۔

۱۶: وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ (اور پھر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا) لقائ الآخرۃ سے بعث بعد الموت مراد ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ (وہ لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے) اقامت پذیر ہونگے اور اس سے غائب نہ ہونگے اور نہ ان سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

وما هم بخارجين منها [المائدہ:۳۷]

پانچوں نمازیں:

۱۷: جب وعدے اور وعید کا ذکر کیا تو اس کے بعد ایسی چیز ذکر کی جو وعدے تک پہنچانے والی اور وعید سے محفوظ کرنے والی تھی۔ پس فرمایا۔ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ (پس تم اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرو) اس سے مراد ظاہری تسبیح ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو عیب سے پاک قرار دینا ہے اور ان اوقات میں ان کی خیر سے تعریف کرنا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ظاہری نعمتوں کی تجدید ہوتی ہے۔ نمبر۲۔ نماز مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کیا پانچ نمازیں قرآن سے ثابت ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں اور یہ آیت تلاوت فرمائی یہ مصدر ہونے کی بناء پر منصوب ہے مطلب یہ ہے اس چیز سے پاک قرار دو جو اس کی ذات کے مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر نماز پڑھو۔ حِيْنَ تُمْسُوْنَ (جب تم شام کرتے ہو) اس میں نماز مغرب وعشاء آگئیں۔ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ

(جب تم صبح کرتے ہو) اس میں نماز فجر آ ئی۔

۱۸: وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اسی ہی کیلئے تعریف آسمانوں اور زمین میں ہے) یہ جملہ معترضہ ہے سمجھدار لوگ جو آسمان وزمین میں ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا چاہیے۔

نحو: فی السمٰوت یہ الحمد سے حال ہے۔

وَعَشِيًّا (اور پچھلے پہر)۔اس میں صلاۃ العصر آ گئی۔

نحو: اس کا عطف حین تمسون پر ہے۔وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ (اور جب تم دوپہر کرتے ہو) اس میں صلاۃ الظهر آ گئی۔عرب کا محاورہ ہے۔ اظهر ای دخل فی وقت الظهر۔ وہ وقت ظہر میں داخل ہوا۔اکثر مفسرین کا قول یہ ہے پانچوں نمازیں مکہ میں فرض ہوئیں۔

۱۹: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ (وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے) پرندہ انڈے سے یا انسان نطفہ سے یا مؤمن سے کافر۔وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (اور میت کو زندہ سے نکالتا ہے) انڈہ پرندے سے یا انسان سے نطفہ یا مؤمن سے کافر۔

قراءت: المیتُ میں اَلْمیْت دونوں مقام پر کی وشامی،ابوعمرو،ابوبکر،حماد نے تخفیف سے پڑھا ہے۔اوردیگر نے تشدید سے۔

وَيُحْيِ الْاَرْضَ (اوروہ زمین کو زندہ کرتا ہے)۔نباتات کے ذریعہ اس کے مرجانے کے بعد بَعْدَ مَوْتِهَا (مردہ ہونے کے بعد) زمین کے مرجانے سے خشک ہونا مراد ہے۔وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (اور اسی طرح تمہیں نکالا جائے گا)۔

قراءت: حمزہ،علی،خلف نے تَخرُجُوْن پڑھا ہے۔یعنی اس نکالنے کی طرح تم اپنی قبور سے نکلو گے۔

ان آیات کا عظیم ثواب:

کذلک کی کاف محل نصب ہے اور تخرجون اس کا عامل ہے مطلب یہ ہے ابداء اور اعادہ اس کی قدرت میں برابر ہیں۔جو کہ مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ سے نکالنے پر قدرت رکھتا ہے۔روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے سبحان اللہ حین تمسون۔ تین مرتبہ اور سورۂ صافات کی آخری آیات ہر فرض نماز کے بعد پڑھیں آسمان کے ستاروں کے عدد کی مناسبت سے اور بارش کے قطرات کی گنتی کے مطابق اور اسی طرح درختوں کے پتے اور ریت کے ذرات کے مطابق نیکیاں ملیں گی۔اور جب وہ مرجائے گا تو ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں اس کی قبر میں حاصل ہونگی اور انہی سے رسول ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا جس نے صبح کے اوقات میں سبحان اللہ حین تمسون و حین تصبحون سے الی قولہ و کذلک تخرجون پڑھا۔اس کو وہ سب کچھ مل جائے گا جو اس سے اس دن میں رہ گیا اور جس نے شام کے وقت پڑھ لیا،اس نے رات میں فوت شدہ وظیفہ کا ثواب پالیا۔[رواہ ابوداؤد:۵۰۷۶]

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝۲۰ وَمِنْ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا پھر اچانک تم آدمی بن کر پھیلے ہوئے پھرتے ہو۔ اور اس کی

اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ

قدرت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کے پاس آرام کرو اور تمہارے درمیان

مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ

محبت اور ہمدردی پیدا فرمادی۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر کرتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں کا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

پیدا فرمانا اور تمہاری بولیوں اور رنگتوں کا مختلف ہونا ہے۔ بلاشبہ اس میں جاننے والوں کے لیے

لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝۲۲ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ

نشانیاں ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا سونا ہے رات میں اور دن میں اور تمہارا تلاش کرنا ہے اس کے فضل کو۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝۲۳ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا

بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر ہوتا ہے

وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور امید بھی اور وہ آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اس کے ذریعہ زمین کو زندہ فرمادیتا ہے اس کی موت کے بعد، بلاشبہ اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۲۴ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ

ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر

اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝۲۵ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

جب وہ تم کو پکار کر زمین سے بلائے گا تو تم اسی وقت نکل پڑو گے۔ اور اس کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین

وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝۲۶ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ

میں ہے سب اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ اور وہی ہے جو مخلوق کو پیدا فرماتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور وہ اس پر زیادہ آسان

عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۷ ع رکوع ۸

ہے اور اسی کیلئے شان اعلیٰ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور وہ عزت والا ہے حکمت والا ہے۔

دلائل قدرت، انسانی تخلیق:

۲۰: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ (اور اس کی ربوبیت اور قدرت کی علامات میں سے ہے)۔ اَنْ خَلَقَكُمْ (تمہارا پیدا کرنا ہے)۔ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ (مٹی سے پھر کچھ مدت کے بعد تم آدمی بن کر) کم سے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد مراد ہے۔ تَنْتَشِرُوْنَ (تم پھیلے پھرتے ہو) تم ان چیزوں میں تصرف کرتے ہو جن میں تمہارا سامانِ معیشت ہے۔

نحو: اذا مفاجات کیلئے ہے تقدیر کلام اس طرح ہے ثم فاجاتم وقت کونکم بشرا منتشرین فی الارض پھر اچانک تمہارے بشر بن جانے پر تم زمین میں پھیلے پھرتے ہو۔

ازواج کا پیدا کرنا:

۲۱: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا (اور اس کے نشانہائے قدرت میں سے یہ ہے کہ تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تمہیں ان کے پاس آرام ملے) یعنی حواء کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا اور ان کے بعد عورتوں کو مردوں کی صلب سے پیدا فرمایا۔ یہ من ابتدائیہ ہے یا تمہاری ہم شکل اور ہم جنس کسی اور جنس سے نہیں اس صورت میں من بیانیہ ہے کیونکہ دونوں ایک جنس ہوں تو الفت و سکون ہوتا ہے۔ اور دو مختلف جنسیں ہوں تو نفرت۔ عرب کہتے ہیں سکن الیه ای مال الیه۔ وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (اور تمہارے مابین دوستی اور مہربانی بنا دی) ازواجی تعلق سے باہمی محبت و رحمت پیدا کر دیا۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

المودة یہ جماع سے کنایہ ہے۔ اور رحمت سے مراد اولاد ہے۔ ایک قول یہ ہے مودت کا لفظ جوان کے لئے استعمال ہوا اور رحمت کا لفظ بوڑھی کیلئے۔ اور ایک قول یہ ہے مودت و رحمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور تفرک شیطان کی طرف سے یعنی بغض جو میاں بیوی کے درمیان ہو۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (اس میں البتہ نشانیاں ہیں سوچ و بچار والی قوم کیلئے) پس وہ جانتے ہیں کہ دنیا کا قیام و بقاء تناسل کے سبب سے ہے۔

تخلیق ارض و سماء، اختلافِ رنگ:

۲۲: وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اس کی نشانیوں میں سے آسمان و زمین کی پیدائش) وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ (اور تمہاری بولیوں کا مختلف ہونا ہے) نمبر۱: السنہ سے مراد لغات کا مختلف ہونا، نمبر۲۔ بولنے کے طریقوں اور آوازوں کی کیفیتوں کا مختلف ہونا۔ وَاَلْوَانِكُمْ (اور تمہارے رنگوں کا) سیاہ، سفید وغیرہ۔ اور اسی اختلاف سے تعارف و پہچان پیدا ہوئی ورنہ اگر انسان باہمی ہم شکل اور ایک طرح کے ہوتے تو التباس اور تجاہل پیدا ہوتا اور مصلحتیں معطل ہو کر رہ جاتیں۔ اس میں واضح علامت قدرت ہے۔ ایک باپ اور ماں سے پیدا ہوئے اور ان کی کثرت تعداد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا مگر تمام میں باہمی فرق پایا جاتا

ہے۔اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (بلاشبہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں جاننے والوں کیلئے)عالمین یہ عالِمٌ کی جمع ہے۔
قراءت: حفص نے عالِمِین کسرہ سے عالم کی جمع اور کسرہ کیلئے یہ آیت شاہ ہے وَمَا یعقلھا الا العالمون [العنکبوت:۴۳]

رات کی نیند:

۲۳:وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ اوراس کے نشانہائے قدرت میں سے تمہارا یہ رات کو سونا) وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ (اور دن کو اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرنا) نمبرا۔ یہ لف و نشر مرتب ہے ومن آیاته منامکم وابتغاؤکم من فضله بالّیل والنهار۔ البتہ اول دونوں ساتھیوں میں اور پچھلے دونوں ساتھیوں میں فاصلہ کیا گیا۔نمبر۲۔تمہارا دونوں زمانوں میں نیند کرنا اور دونوں میں رزق طلب کرنا۔

مسلکِ جمہور:

اول زیادہ بہتر ہے کیونکہ قرآن مجید میں بار بار استعمال ہوا ہے اور سب سے درست معنی وہ ہے جس کو قرآن بیان کرے۔
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ (بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں سننے والی قوم کیلئے) یسمعون سے مراد تدبر کے ساتھ یاد رکھنے والے کانوں سے سننا مراد ہے۔

بادل کا پانی اُتارنا:

۲۴:وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ (اوراس کے نشانہائے قدرت میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے)۔
نحو: یُریکم میں دو صورتیں ہیں۔نمبرا۔اَنْ کو مضمر مان لیں جیسا کہ قراءت ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے۔(تمہارا بجلی دیکھنا) نمبر۲۔فعل کو مصدر کی جگہ لیا گیا۔اس مثال کی تشریح اسی طرح کی جاتی ہے تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ۔ ای ان تسمع او سماعك خَوْفًا (ڈر کی بناء پر) کڑک سے یا سیلاب سے ڈر کر وَّ طَمَعًا (اور طمع میں) بارش کی۔نمبر۲۔خطرہ مسافر کیلئے اور طمع مقیم کیلئے ہے۔
نحو: یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام قرار دیا ای ارادۃ خوف وارادۃ طمع۔نمبر۲۔نصب حال ہونے کی بناء پر ہے۔ای خائفین و طامعین اس حال میں کہ وہ خوف کرنے والے اور طمع کرنے والے ہوتے ہیں۔
وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ (اور وہ آسمان سے اتارتا ہے)۔قراءت: مکی و بصری علماء نے تخفیف سے ینزِلُ پڑھا ہے۔مَآءً (پانی) یعنی بارش فَیُحْیِ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (پس وہ اس کے ساتھ زمین کے بنجر ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کرتا ہے بیشک اس میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں) یعقلون سے مراد عقلوں سے سوچ بچار کرتے ہیں۔

آسمان وزمین کا قیام:

۲۵: وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ (اور ان کی نشانیوں میں سے کھڑا ہونا) بغیر ستونوں کے قائم رہنا۔ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ (آسمان اور زمین کا اسی کے حکم سے ہے) اس کے قائم کرنے نمبر۲۔ اس کی تدبیر وحکمت سے ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ (پھر جب وہ تمہیں بلائے گا) اُٹھنے کیلئے۔

دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ (بلانا یکدم تو تم زمین سے نکل کھڑے ہوگے) اپنی قبور سے۔

یہ جملہ بھی مفرد کے موقع پر معنوی اعتبار سے یریکم کی طرف واقع ہے۔ گویا اس طرح فرمایا ومن آیاته قیام السمٰوٰت والارض واستمساکها بغیر عمدٍ ثم خروج الموتٰی من القبور اذا دعاهم دعوة واحدة یاهل القبور اخرجوا۔ اور اس کے نشاناتِ قدرت میں آسمان وزمین کا قائم رکھنا اور بغیر ستون کے ان کا ٹھہرانا پھر قبروں سے مردوں کا نکلنا جب کہ ان کو ایک ہی آواز یاهل القبور اخرجوا سے دی جائے گی۔ مقصد یہ ہے کہ بلاتوقف یہ بات پائی جائے گی ثم کے ذریعے اس کو قیام السمٰوٰت والارض پر عطف کیا تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ معاملہ بہت بڑا ہوگا اور اس چیز پر اللہ تعالیٰ کو مکمل قدرت حاصل ہے کہ وہ اس طرح فرمائیں اے قبروں والو! اٹھو! تو ایک فرد بھی اولین واخرین میں نہ رہے گا مگر کہ وہ کھڑا ہو چکا ہو گا۔ جیسا کہ فرمایا ثم نفخ فیه اخری فاذاهم قیام ینظرون [الزمر:۶۸]

نحو: پہلا اذا شرط کا معنی دے رہا ہے۔ اور دوسرا مفاجات کیلئے ہے اور یہ جواب شرط میں آنے والی فاء کے قائم مقام ہوتا ہے۔ من الارض یہ فعل کے متعلق ہے مصدر سے نہیں اور اس محاورہ دعوته من مکان کذا میں مکانك مراد ہو یا مکان صاحبك ہو۔

تمام اس کے غلام:

۲۶: وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (اور اسی ہی کے لئے ہے جو آسمان وزمین ہیں اور تمام اس کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں) وہ اس کے مطیع ہیں کیونکہ اس کے افعال کا وجود ان میں پایا جاتا ہے ان سے رک نہیں سکتا یا اس کی غلامی کا اقرار کرنے والے ہیں۔

اعادۂ خلق اس کے لئے بہت آسان ہے:

۲۷: وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ (اور وہ وہی ذات ہے جس نے مخلوق کی ابتداء کی پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا) وہ ان کو پیدا کرتا ہے پھر ان کو دوبارہ اٹھانے کیلئے زندہ کرے گا۔ وَهُوَ (اور وہ) بعث اَهْوَنُ (زیادہ آسان ہے)۔ عَلَیْهِ یہ عندکم کے معنی میں ہے کیونکہ اعادہ تمہارے ہاں نئے سرے سے پیدا کرنے کی نسبت آسان ہے، پھر تم اعادہ کا کیوں انکار کرتے ہو۔

نکتہ: هوا هون علیه میں صلہ کو مؤخر کیا اور هو علیّ هیّن [مریم:۹] میں مقدم کیا۔ کیونکہ وہاں مریم میں تخصیص مقصود ہے گویا اختصاص کا کوئی مقصد نہیں اس لئے مؤخر کر دیا۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ

اللہ نے تمہارے لیے ایک مثال بیان فرمائی جو تمہارے نفسوں کے اندر سے ہے جن کے تم مالک ہو کیا ان میں سے کوئی اس مال میں شریک ہے

فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ

جو ہم نے تمہیں دیا کہ وہ اور تم اس میں برابر ہو تم ان سے اسی طرح ڈرتے ہو جیسا اپنے نفسوں سے ڈرتے ہو، ہم اسی طرح

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ

آیات کو بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے ظلم کیا وہ بغیر علم کے اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں،

فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

سو جسے اللہ گمراہ کردے اسے کون ہدایت دے گا اور کوئی بھی ان کے لیے مددگار نہ ہوگا۔

قولِ ابوعبیدہ وزجاج وقتادہ رحمہم اللہ:

اھون یہاں ھین کے معنی میں ہے اور اس کا استعمال ذات باری تعالیٰ کیلئے کیا جاتا ہے۔ یہاں اھون بمعنی کان ذلك علی اللہ یسیرًا کے ہے۔ جیسا کہ اللہ اکبر بمعنی کبیر ہے۔

اعادہ اگرچہ اپنی ذات کے اعتبار سے بہت بڑا ہے مگر انشاء کے مقابلہ میں آسان تر ہے۔ نمبر۲۔ وہ مخلوق کے مقابلہ میں پیدا کرنے سے آسان تر ہے کیونکہ ایک ہی آواز سے ان کا کھڑے ہو جانا یہ نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ سے تکمیل تخلیق تک مقابلہ میں آسان تر ہے۔

سب سے بلند ترین وصف وحدانیت:

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اسی کی شان اعلیٰ ہے آسمانوں اور زمین میں) یعنی ایسی اعلیٰ صفت و تعریف جو اس کے سوا اور دوسرے کیلئے نہیں اور وہ اس کے ساتھ مشہور ہے اور اسی سے اس کی آسمان و زمین میں مخلوقات کی زبان پر تعریف کی جاتی ہے۔ اور دلائل کی زبان سے بھی ثناء بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ ممکنات کی ہر چیز کے انشاء و اعادہ پر پوری قدرت رکھتا ہے اس سے کسی طور پر عاجز نہیں اور وَهُوَ الْعَزِيْزُ کی صفت اس پر دلالت کرتی ہے عزیز کا معنی جو ہر مقدور پر زبردست غالب ہو۔ الْحَكِيْمُ (وہ حکمت والے ہیں) اس کا ہر فعل حکمت و علم کے مطابق چل رہا ہے۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

المثل الا علی سے مراد کمثلہ شیء وھوا لسمیع البصیر [الشوری:۱۱] ہے۔ قول مجاہد رحمہ اللہ: اس سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے اور اس کا معنی یہ ہے سب سے بلند ترین وصف وحدانیت اسی ہی کیلئے ہے اور اگلی آیت اس کی تائید کرتی ہے۔

۲۸: ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (اللہ تعالیٰ ایک مضمون تمہارے ہی حالات میں سے بیان کرتے ہیں) یہ مثال ان لوگوں کے لئے بیان فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کا شریک تجویز کرتے ہیں۔

نحو: مِن یہ ابتدائیہ ہے گویا اس طرح فرمایا۔ اس نے ایک مثال لی اور وہ تمہارے سب سے قریب چیز یعنی تمہارے نفوس سے لی ہے۔ هَلْ لَّكُمْ (کیا تمہارے لیے ہے) اے آزاد لوگو! مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (ان میں سے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں) یعنی تمہارے غلاموں میں سے۔

نحو: مِن تبعیضیہ ہے۔

مِّنْ شُرَكَآءَ (کوئی شریک)

نحو: مِن تاکیدِ استفہام کیلئے لایا گیا ہے جو کہ نفی کے قائم مقام ہے اس کا معنی یہ ہے کیا تم اپنے نفوس کیلئے پسند کرتے ہو۔ (حالانکہ تمہارے غلام تمہاری طرح انسان ہیں اور غلاموں کی طرح غلام ہیں) کہ وہ تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہوں۔ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ (اس روزی میں جو ہم نے تمہیں دی) یعنی اموال وغیرہ۔ فَاَنْتُمْ (پس تم) اے آزاد اور مملوک لوگو! فِيْهِ (اس رزق میں) سَوَآءٌ (برابر ہو) آزاد غلام کے فرق کے بغیر تمہارے غلام تمہارے اموال میں تمہاری طرح کار مختار ہوں۔ تَخَافُوْنَهُمْ (تمہیں ان کا خطرہ لگا رہتا ہو)۔

نحو: یہ سواء کی ضمیر فاعلی سے حال ہے یعنی اے سادات! تمہیں اپنے غلاموں کا خطرہ اپنے اموال و جائیداد کے متعلق لگا رہتا ہو کہ تم ان کی اجازت کے بغیر اس میں کوئی حکم نافذ نہ کرتے ہو کہ کہیں وہ تمہیں روک ٹوک کریں۔

كَخِيْفَتِكُمْ (جیسا کہ تم اندیشہ کرتے ہو) اَنْفُسَكُمْ (اپنے لوگوں کا) جیسا تم آزاد لوگ ایک دوسرے سے مشترک چیز میں اندیشہ کرتے ہو۔ پس جب تم اپنے نفوس کے متعلق یہ بات پسند نہیں کرتے تو پھر کیونکر یہ چیز تم رب الارباب اور مالک الاحرار والعبید کے لئے پسند کرتے ہو۔ کہ اس کے بعض غلاموں کو اس کا شریک بناؤ۔

كَذٰلِكَ (اسی طرح) کاف یہاں محل نصب میں واقع ہے یعنی اس تفصیل کی طرح۔ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ (ہم آیات کی تفصیل کرتے ہیں) یعنی وضاحت کرتے ہیں کیونکہ تمثیل معانی کو کھولتی اور واضح کرتی ہے۔ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (عقل مند لوگوں کیلئے) جو امثلہ میں غور کرتے ہیں۔

۲۹: جب انہوں نے اس سے اثر نہ لیا تو ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا (بلکہ ظالموں نے اتباع کی) ظلموا یعنی شرک کر کے اپنے اوپر ظلم کیا۔ جیسا ان الشرك لظلم عظيم [لقمان:۱۳] میں ہے۔

اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ (اپنی خواہشات کی بغیر علم کے) ای اتبعوا اهواء هم جاهلين جہالت کا ارتکاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنی خواہشات کی اتباع کی۔

فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ (جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے) اضل الله ای اضلهٗ

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا

آپ ایک طرف ہو کر اسی دین کی طرف اپنا رخ رکھئے ، اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کیجئے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے، اللہ کی

تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ③٠

تخلیق میں تبدیلی نہیں ہے، یہ دین قیم ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے،

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ③١

اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس کی فطرت کا اتباع کرو اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ③٢

جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف گروہ ہو گئے ہر گروہ اس چیز پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

اللہ ضمیر مفعولی حذف ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (اور ان کیلئے کوئی مددگار نہ ہوگا) جو عذاب کے سلسلہ میں ان کی مدد کر سکے۔

دین پر استقامت اختیار کرو:

۳۰: فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ (پس آپ اپنا رخ سیدھا دین کی طرف کر لیں) اپنے چہرے کو بالکل اسی ہی کی طرف کر لیں، دائیں، بائیں متوجہ نہ ہوں۔ یہ درحقیقت دین کی طرف پوری توجہ، اس پر استقامت، اور اس کے اسباب کا اہتمام کرنے کی تمثیل ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز کا اہتمام کرتا ہے وہ اپنی نگاہ کو اس پر مرکوز کر لیتا ہے اور اپنی نظر اس کی طرف درست کرتا اور چہرے کو سیدھا کر لیتا ہے۔ حَنِيْفًا (یکسو ہو کر)

نحو: یہ مأمور اور دین سے حال ہے۔

توحید اور دین اسلام کے قابل پیدا کیا' اسے مت بدلو:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا: (اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لازم پکڑ لو جس فطرت پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا) یہاں فعل محذوف ہے یہ الزموا ہے اور اصل عبارت ہے: الزموا فطرة اللّٰہ۔ تم اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لازم پکڑو۔ الفطرة خلقت کو کہتے ہیں اس کی تائید کیلئے آیت کا اگلا حصہ دیکھیں۔ لا تبدیل لخلق اللّٰہ (اللہ تعالیٰ کی اس خلقت کو مت بدلو!) مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو توحید اور دین اسلام کے قابل پیدا فرمایا نہ کہ اس سے دور ہونے والے اور اس کا انکار کرنے والے بنو۔ کیونکہ دین پر چلنا یہ عقل کے عین مطابق اور صحیح نظر و فکر کے ہم قرین ہے اس کو چھوڑ کر اس سے اعلیٰ کا انتخاب کر ہی نہیں سکتے جس نے اس راہ کو گم کیا وہ شیاطین انس و جن کے اغواء کا ہی نتیجہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد اسی بات کی ترجمانی کر رہا ہے: تمام

بندوں کو میں نے حنیف پیدا کیا ان کو دین کے سلسلہ میں شیاطین نے آگھیرا اور ان کو حکم دیا کہ میرے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرائیں [مسلم:۲۸۶۵] اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے والدین اس کو یہودی اور نصرانی بنا دیتے ہیں۔

قول زجاج رحمہ اللہ: اس کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایمان ہی کی حالت میں پیدا کیا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی صلب سے چیونٹیوں جیسی صورت میں نکالا اور ان کو اپنے اوپر گواہ بنایا کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے پس فطرۃ اللہ کا معنی دین اللہ ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ لاتبدیل لخلق اللہ کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کی اس فطرت کو تبدیل و متغیر کرنا مناسب نہیں۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

اس کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کے دین کو مت بدلو۔ اس کی دلیل آیت کا مابعد والا حصہ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ہے۔ (یہ مضبوط دین ہے) یعنی مستقیم دین ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ۔ (لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں اس حقیقت کو)۔

۳۱: مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ (اسی ہی کی طرف تم رجوع کرو)

نحو: یہ نمبر ۱۔ یہ الزموا کی ضمیر سے حال ہے۔ اور اتقوا اور اقیموا اور لا تکونوا یہ تمام اس مضمر پر معطوف ہیں۔ نمبر ۲۔ اقم وجھلک سے حال ہے۔ کیونکہ آپ کو حکم یہ امت ہی کو حکم ہے گویا اس طرح فرمایا فاقیموا وجوھکم منیبین الیہ تم اپنے چہروں کو درست کرو اس کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے نمبر ۳۔ یا تقدیر عبادت یہ ہے کہ کُوْنوا منیبین الیہ تم اس کی طرف رجوع کرنے والے بنو اس کی دلیل ولا تکونوا ہے۔

وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (اور اس سے ڈرو اور نماز کی پابندی کرو) یعنی اس کے اوقات میں ادا کرو۔ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اور تم ان شرک کرنے والوں میں سے مت بنو) جو غیروں کو اس کی عبادت میں حصہ دار بنانے والے ہیں۔

۳۲: مِنَ الَّذِيْنَ (جنہوں نے)

نحو: یہ المشرکین سے بدل ہے حرف جر کو دوبارہ لایا گیا ہے۔

فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ (اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا)۔ اور اختلاف خواہشات کی وجہ سے اس کو کئی دین بنا ڈالا۔

قراءت: حمزہ و علی نے فارقوا پڑھا یہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے اسی طرح معنی یہ ہے انہوں نے دین اسلام کو چھوڑ دیا۔ وَكَانُوْا شِيَعًا (اور وہ بہت سے گروہ بن گئے) شیعہ کا معنی گروہ ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے مقتداء کے پیچھے چل رہا ہے۔ جس نے اس کو گمراہ کیا۔ كُلُّ حِزْبٍ (ان میں سے ہر گروہ)۔ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (جو اس کے پاس ہے اس پر مگن ہے) اپنے مذہب پر خوش و خرم ہے اس کے باطل کو حق جانتا ہے۔

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ

اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی طرف رجوع ہو کر پھر جب اللہ انہیں اپنی رحمت کا

رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا

کچھ مزہ چکھا دیتا ہے تو اچانک ان میں سے بعض لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں تا کہ وہ اس کے منکر ہو جائیں جو ہم نے انہیں دیا ہے، سو مزے اڑالو،

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾

عنقریب جان لو گے، کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے، سو وہ ان سے اس کے بارے میں بات کر رہی ہے جو وہ شرک کرتے ہیں

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا کچھ مزہ چکھاتے ہیں تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر ان کے اعمال بد کی وجہ سے انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے

اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

تو اچانک وہ ناامید ہو جاتے ہیں۔

کیا شرک کی دلیل ہے:

۳۳: وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ (اور جب لوگوں کو کوئی دکھ چھو لیتا ہے) ضُر سے جسمانی کمزوری نمبر۲۔ مرض نمبر۳۔ قحط نمبر۴۔ اسی طرح کی دیگر چیزیں مراد ہیں۔ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً (وہ پکارتے ہیں اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کر کے پھر جب وہ اپنی طرف سے کسی قدر رحمت کا مزہ ان کو چکھاتا ہے)۔ رحمت سے یہاں مراد اس شدت وسختی سے چھٹکارا ہے۔ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ (اسی وقت ہی ایک جماعت ان میں سے اپنے رب کا شریک بنانے لگ جاتی ہے)۔ عبادت میں شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ یعنی خلاصی دلانے میں دوسروں کو حصہ دار ماننے لگ جاتے ہیں۔

۳۴: لِيَكْفُرُوْا (تا کہ وہ ناشکری کریں)۔

نحو: یہ لام کئی ہے۔ نمبر۲۔ یہ لام امر ہے جو وعید کیلئے لائی گئی ہے۔

بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ (جو کچھ نعمتیں ہم نے ان کو دیں)۔ فَتَمَتَّعُوْا (پس تم مزے اڑالو) اپنے کفر کے سبب تھوڑی دیر دنیا میں۔ یہ امر وعید کیلئے لایا گیا ہے۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (تم عنقریب اپنے اس نفع اٹھانے کا وبال جان لو گے)۔

۳۵: اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا (کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے) سلطانا کا معنی حجت و دلیل ہے۔ فَهُوَ يَتَكَلَّمُ (وہ ان سے کہہ رہی ہے۔) یہاں تکلّم مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہتے ہیں کتابه ناطق بكذا وهذا مما نطق به

القرآن۔ یعنی شہادت و گواہی گویا تقدیر کلام اس طرح ہے فھو یشھد بشر کھم وبصحتہٖ وہ گواہی دیتا ہے ان کے شرک اور اس کی درستی کی۔

بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ (جس کے سبب سے وہ شرک کر رہے ہیں) مَا مصدریہ ہے ان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے سبب نمبر۲۔ ما موصولہ ہے اور ضمیر بہٖ کی اس کی طرف لوٹتی ہے تقدیر کلام اس طرح ہوا فھو یتکلم بالا مر الذی بسببہٖ یشرکون۔ وہ اس امر کا کلام کرتا ہے جس وجہ سے وہ شرک کرتے ہیں۔ ایک اور تفسیر: یا ہم نے ان پر دلیل والا یعنی فرشتہ اتارا کہ جس کے پاس دلیل ہے۔ پس وہ فرشتہ اس دلیل کو بیان کرتا ہے جس کے سبب سے وہ شرک کرتے ہیں۔

تنگ دستی و بدحالی گناہوں سے ہے:

۳۶: وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً (اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں) رحمت سے یہاں بارش والی نعمت مراد ہے۔ نمبر۲۔ خوشحالی مراد ہے۔ نمبر۳۔ صحت جسمانی مراد ہے۔ فَرِحُوْا بِهَا (وہ اس کی وجہ سے اتراتے ہیں) فرح کا یہاں معنی اترانا، تکبر کرنا ہے۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ (اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے) سیئۃ سے خشک سالی، نمبر۲۔ تنگدستی، نمبر۳۔ بیماری کی مصیبت مراد ہے۔ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (ان کے کرتوت کے سبب) یعنی ان کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے۔ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ (اسی وقت ہی وہ آس توڑ بیٹھتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ اذا یہ مفاجات کیلئے بطور جواب شرط لایا گیا ہے یہ فاء کی جگہ لایا گیا کیونکہ تعقیب میں دو ہم قرین ہیں۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ رزق پھیلا دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں

يُؤْمِنُونَ ۝٣٧ فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ

جو ایمان لاتے ہیں، سو اے مخاطب تو رشتہ دار کو اس کا حق دے دے اور مسکین کو اور مسافر کو یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے

يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝٣٨ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي

جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں، اور جو بڑھنے والی چیز تم دو گے تاکہ وہ

أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ

لوگوں کے مالوں میں شامل ہو کر بڑھ جائے، سو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھے گی اور جو بھی زکوٰۃ تم دو گے جس کے ذریعہ اللہ کی رضا چاہتے ہو

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ۝٣٩ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ

سو یہ وہ لوگ ہیں جو بڑھانے والے ہیں۔ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا۔ پھر تمہیں رزق دیا۔ پھر تمہیں موت دے گا۔ پھر

يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝٤٠ ع ۴

تمہیں زندہ فرمائے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے؟ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے اور برتر ہے۔

۳۷: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کا رزق فراخ کرنا چاہتے ہیں فراخ کر دیتے ہیں اور جس کی روزی تنگ کرنا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اس میں مؤمنوں کیلئے نشانیاں ہیں) استفہام انکاری ہے اس میں ان پر انکار کیا گیا کہ وہ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رزق کو کھولنے اور تنگ کرنے والے ہیں پھر یہ کیوں کر اس کی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ کی طرف گناہوں سے توبہ کر کے کیوں نہیں آتے وہ گناہ جن کی نحوست کی وجہ سے یہ سزا ملی ہے تاکہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف لوٹ آئے۔

افعالِ لازمہ کا تذکرہ:

۳۸: اور جب یہ ذکر کر دیا گیا کہ تنگدستی اور بدحالی ان کے گناہوں کی وجہ سے آئی ہے اس کے بعد اس چیز کا ذکر کیا کہ کن افعال کو کرنا لازم اور کن سے دست کش ہونا ضروری ہے چنانچہ فرمایا۔ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (تم اپنے قرابت والے کو اس کا حق) صلہ رحمی اور حسن سلوک میں سے دو۔ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (اور مسکین اور مسافر کو) ان کا حق صدقہ جو ان کے لئے مقرر کیا

گیا ہے وہ دو۔

مسئلہ: محارم پر خرچ کرنا واجب وفرض ہے جیسا کہ مذہب احناف رحمہم اللہ ہے۔

ذٰلِكَ (یہ) یعنی ان کے حقوق کی ادائیگی خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ (بہت بہتر ہے ان لوگوں کے حق میں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتے ہیں) وجہ اللہ سے ذات حق تعالیٰ مراد ہے مطلب یہ ہے وہ اپنی اس بھلائی سے خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کو راضی کرنے والے ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور وہی کامیاب ہیں)۔

سود مال کو گھٹاتا اور زکوٰۃ بڑھاتی ہے:

۳۹: وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ (اور وہ چیز جو تم اس لئے دو گے تا کہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر وہ بڑھ جائے) مراد یہ ہے کہ جو مال تو سود کھانے کیلئے لگاؤ گے تا کہ لوگوں کے مال میں وہ نشوونما پائے اور بڑھ جائے۔ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا) اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ نشوونما نہیں پاتا۔ اور نہ ہی اس میں برکت ڈالی جاتی ہے۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد وہ اضافہ ونمو ہے جو حلال ہے اب مطلب اس طرح ہوا جو ہدیہ تم اس غرض سے دیتے ہو کہ اضافہ کے ساتھ تمہیں واپس دیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا کیونکہ اس سے رضائے الٰہی مقصود ہی نہیں۔ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ (اور جو تم زکوٰۃ دو گے) زکوٰۃ سے یہاں مطلق صدقہ مراد ہے۔ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ (اس سے تم اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے والے ہو) خلاصۃً اس سے رضاءِ الٰہی مطلوب ہو۔ اور کسی بدلہ کی چاہت نہ ہو اور نہ سودخوری اور ریاکاری کی غرض ہو۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (پس وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑھانے والے ہیں) نیکیوں میں کئی گنا اضافہ پانے والے ہونگے۔ المضعف کے لفظ کی نظیر المقوی اور الموسر ہے جو کہ ذی القوۃ وذی الیسار کو کہا جاتا ہے۔

قراءت: اتیتم من ربًا بغیر مد کے مکی نے پڑھا یعنی سود دے کر جو ملاوٹ اور کھوٹ تم نے کی لتربوا مدنی نے پڑھا ہے یعنی تا کہ اضافہ کیا جائے ان کے مالوں میں۔

نکتہ: اولئک ھم المضعفون میں شاندار التفات ہے کیونکہ یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے گویا اس طرح فرمایا جس نے یہ کیا تو اس کا راستہ مخاطبین والا راستہ ہے اور المضعفون کا معنی المضعفون بہ ہے (وہ اس کو بڑھانے والے ہیں) کیونکہ اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔ جو ما موصولہ کی طرف لوٹے۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

پس اولئک ھم المضعفون کی تقدیر کلام فاھلھا ھم المضعفون ہے۔ مطلب یہ ہے وہی لوگ ہیں جن کو بڑھا کر ثواب دیا جائے گا اور نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا۔

۴۰: پھر انکے معبودان مجوزہ کی عاجزی کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا)۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ

ظاہر ہو گیا فساد خشکی میں اور دریا میں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا

الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

مزہ چکھادے۔ تاکہ وہ لوگ باز آجائیں، آپ فرما دیجئے زمین میں چلو، دیکھو ان لوگوں کا

عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ

کیا انجام ہوا جو تم سے پہلے تھے، ان میں سے اکثر مشرک تھے۔ سواے مخاطب تو اپنا رخ دین قیم کی طرف

الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ

رکھ اس دن کے آنے سے پہلے جس کیلئے اللہ کی طرف سے ہٹنا نہ ہو گا اس دن لوگ جدا جدا ہوجائیں گے۔ جو شخص

كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ لِيَجْزِيَ

کفر اختیار کرے گا تو اس کا کفر اسی پر پڑے گا اور جو شخص نیک کام کرے گا سو ایسے لوگ اپنی ہی جانوں کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ تاکہ اللہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے، جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، بلاشبہ وہ کفر اختیار کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

نحو: یہ مبتدا و خبر ہے۔

رزق، موت، زندگی اللہ کے پاس ہے:

ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا)۔ یعنی وہ تخلیق کرنے، روزی دینے اور موت و زندگی دینے کے ساتھ خاص ہے۔ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ (کیا تمہارے فرضی شریکوں میں سے) یعنی وہ اصنام جن کے متعلق تمہارا گمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ مَنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ (کون ایسا ہے جو اس میں سے کوئی کام کرنے کی طاقت رکھتا ہو) یعنی پیدا کرنا، رزق دینا، موت و زندگی بخشنا وغیرہ۔ مِنْ شَيْءٍ (ذرا سی) یعنی ان افعال میں سے ذرہ بھر۔ کفار کی طرف سے کوئی جواب نہ دیا گیا تو بطور استبعاد فرمایا۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (وہ پاک ہے اور ان کی شرک آفرینیوں سے بلند و بالا ہے) مِنْ پہلا، دوسرا اور تیسرا ہر ایک ان میں سے مستقل طور پر ان کے معبودان باطلہ کی عاجزی اور ان کی پوجا کرنے والوں کی جہالت کی تاکید در تاکید ظاہر کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔

فساد سے مراد:

۴۱: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (خشکی اور سمندر میں فساد پھیل رہا ہے) الفساد سے نمبر ۱۔ قحط نمبر ۲۔ بارشوں کی قلت نمبر ۳۔ کھیتوں پر ہواؤں کا چلنا۔ نمبر ۴۔ تجارتوں میں نقصان نمبر ۵۔ انسانوں اور چوپایوں میں کثرتِ اموات نمبر ۶۔ کثرتِ غرق نمبر ۷۔ ہر چیز سے برکت کا مٹ جانا مراد ہے۔ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (لوگوں کی بداعمالیوں کے سبب) وہ بداعمالیاں شرک اور دیگر کبائر ہیں جیسا کہ فرمایا وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم [الشوری: ۳۰] لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا (تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے بعض اعمال کا بدلہ چکھائے) مطلب یہ ہے تاکہ ان کو دنیا میں ان کے بعض اعمال کا وبال چکھا دیا جائے اس سے قبل کہ آخرت میں ان کو تمام اعمالِ بد کی سزا ملے۔

قراءت: لنذیقهم نون کے ساتھ قنبل نے پڑھا ہے۔

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (شاید کہ وہ توبہ کرلیں) ان معاصی سے جن میں وہ مبتلا ہیں۔ پھر گناہوں کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور سزا کا سبب حقیقی ہونے کی تاکید کیلئے اگلی آیت میں فرمایا۔

۴۲: قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ (آپ کہہ دیجئے! زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ تم سے پہلے لوگوں) عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ (کا انجام کیا ہوا ان میں سے اکثر مشرک تھے) اس آیت میں زمین میں گھوم پھر کر ہلاک ہونے والی امم کے حالات دیکھنے کا حکم فرمایا تاکہ گناہوں کے باعث ان کا جو برا انجام ہوا اس کو وہ دیکھیں اور اس پر غور و فکر کریں)۔

۴۳: فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ (پس آپ اپنا چہرہ دین قیم کی طرف کرلیں) القیم ایسی کامل استقامت جس میں کوئی ٹیڑھ نہ ہو۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ (اس سے قبل کہ ایسا دن آئے جس کو لوٹانا ممکن نہیں) مَرَدّ یہ مصدر بمعنی الرد (لوٹانا) کے آیا ہے۔ مِنَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے)۔

نحو: یہ یأتی کے متعلق ہے مطلب یہ ہے اس سے قبل کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا دن آئے جس کو کوئی لوٹا نہ سکے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا فلا یستطیعون ردها [الانبیاء: ۴۰] نمبر ۲۔ مرد کے متعلق ہے اس کا معنی یہ ہے وہ اس کو لانے کے بعد واپس نہ فرمائے گا اور خود وہ لوٹنے کا نہیں۔ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ (اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں گے)۔

۴۴: ربط: پھر اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کی طرف اشارہ کیا۔

اللہ کی بے نیازی کافر کو کفر کی سزا اور نیک عمل کا بدلہ جنت ہوگا:

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ (جو کفر کر رہا ہے اسی پر اس کا کفر پڑے گا) یعنی کفر کا وبال واقع ہوگا۔ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ (اور جو نیک عمل کر رہے ہیں وہ اپنے ہی لئے سامان کر رہے ہیں) یعنی وہ اپنے نفوس کیلئے اسے درست کر رہے

ہیں اپنے نفس کیلئے وہ آدمی درست کرتا ہے جو بستر بچھاتا ہے تاکہ نیند کو خراب کرنے والی کوئی چیز ابھار وغیرہ اس کی خوابگاہ میں باقی نہ رہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے جنت ان کے لئے تیار فرما رہے ہیں۔

نکتہ: اس میں جنت درست کرنے کی نسبت ایمان والوں کی طرف فرمائی اور دونوں مقام پر جار مجرور فعلیہ کفرہ اور فلانفسھم کو مقدم کیا تاکہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ کفر کا نقصان خود اس کافر پر ہی پلٹ کر پڑنے والا ہے۔ اور ایمان و اعمال صالحہ کا فائدہ بھی اسی مؤمن کو ملے گا اس سے ہرگز تجاوز نہ کرے گا۔

دلیل قدرت:

۴۵: لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو جزاء عنایت فرمائے گا)۔

نحو: لیجزی یہ یمھدون کے متعلق ہے اور اس کی تعلیل وتکریر ہے یہاں ضمیر کی بجائے امنوا وعملوا صریح لائے تاکہ اس بات کو پختہ طور پر ثابت کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب فقط اور فقط مؤمن ہے۔ مِنْ فَضْلِهٖ (اپنے فضل سے) یعنی اپنی خاص عطاء سے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (اور بیشک وہ کافروں کو پسند نہیں فرماتے)۔ اس میں سابقہ مضمون کو مزید پختہ کیا گیا ہے پہلی تقریر مثبت انداز میں تھی اور یہ منفی اور عکس کے انداز میں ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو خوشخبری دیتی ہیں تاکہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے

بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

جاری ہوں اور تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو، اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو

رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ

ان کی قوم کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لے لیا جنہوں نے جرم کیے،

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ

اور اہل ایمان کو غالب کرنا ہمارے ذمہ ہے، اللہ وہی ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو جو اٹھاتی ہیں

سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ

بادل کو، پھر وہ اس کو آسمان میں پھیلا دیتی ہیں جیسے اللہ چاہے اور وہ بادل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پھر اے مخاطب تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے اندر سے

مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

نکلتی ہے پھر وہ اس مینہ کو اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے پھر وہ خوشی کرنے لگتے ہیں۔

۴۶: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ (اور اس کی قدرت کی آیات میں سے) یہ ہے اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ (ہواؤں کا بھیجنا) الریاح سے جنوبی، شمالی اور صبا کی ہوائیں مراد ہیں یہ رحمت کی ہوائیں ہیں۔ باقی دبور (مغربی ہوا) یہ عذاب کی ہوا ہے آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی میں اسی کا تذکرہ ہے اللھم اجعلھا ریاحا ولا تجعلھا ریحًا۔ (ریح سے یہاں دبور مراد ہے) [ابو یعلی ۲۴۵۶، الطبرانی] ہواؤں کے فوائد شمار کرتے ہوئے فرمایا۔ مُبَشِّرٰتٍ (خوشخبریاں دیتی ہوئی) ان کو بھیجا بارش کی خوشخبری سنانے کیلئے وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ (اور اس لئے کہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے) رحمت کا چکھانا یہ ہے: بارش کے اترنے، سبزہ کے حاصل ہونے اور ہواؤں کے چلنے سے راحت میسر آنا، زمین کا پاک وصاف ہونا وغیرہ۔

نحو: ولیذیقکم کا عطف مبشرات پر اسی معنی میں ہے گویا فرمایا لیبشر کم ولیذیقکم تاکہ وہ تمہیں خوشخبری دے اور تمہیں چکھائے۔

وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ (اور تاکہ کشتیاں چلیں) جب کہ وہ سمندر میں چلیں۔ بِاَمْرِهٖ (اس کے حکم سے) یعنی اس کی تدبیر یا تکوین سے جیسا کہ فرمایا: انما امرہ اذا اراد شیئا الایۃ [یٰسین: ۸۲] وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو)

ابتغائے فضل سے مراد سمندر کے راستہ سے کی جانے والی تجارت ہے۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور تا کہ تم شکر گزار رہو) تا کہ تم اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرو۔

تسلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

۴۷: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى (اور تحقیق آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر انکی اقوام کی طرف) قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (بھیج چکے اور وہ پیغمبران کے پاس واضح نشانیاں لائے) پس بعض لوگ ان پیغمبروں پر ایمان لائے اور بعض نے انکار کیا اس پر آیت اضمار دلالت کر رہا ہے۔ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا (پس ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا) اجرموا کا معنی کفروا ہے انتقام سے مراد دنیا میں ہلاکت کا شکار ہونا ہے۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور مؤمنوں کی مدد ہم پر لازم ہے) یعنی مؤمنوں کی مدد ہم پر لازم تھی ان کو ہم نے رسل کے ساتھ ہی نجات دی۔

قراءت: کبھی حقًا پر وقف کیا جاتا ہے اب معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انتقام برحق ہے اس طرح علینا نصر المؤمنین یہ جملہ ابتدائیہ بنے گا۔ مگر عدم وقف زیادہ صحیح اور تکلف سے بری ہے۔

دلیل قدرت' بادل سے بارش نکالنا:

۴۸: اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ (اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے)۔

قراءت: مکی نے الریح پڑھا ہے۔

فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ (پس وہ بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں۔ پھر وہ بادلوں کو پھیلاتی ہیں) ہٗ کی ضمیر سحاب کی طرف ہے۔ فِي السَّمَآءِ (آسمان میں) آسمان کی جانب وطرف جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وفرعها فى السماء (یعنی آسمان کی جانب) [ابراہیم: ۲۴] كَيْفَ يَشَآءُ (جس طرح وہ چاہتا ہے) شمال کی جانب یا جنوب یا پچھم یا پورب کی طرف۔ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا (اور وہ اس کے ٹکڑے کر دیتا ہے) کِسَف جمع کسفۃ کی ہے۔ معنی ہیں ٹکڑا۔ مطلب یہ ہے کہ اولاً بادلوں کو پھیلاتا ہے اور کبھی وہ آسمان کی سطح کو اختیار کر لیتے ہیں اور کبھی ان کو متفرق ٹکڑوں کی صورت میں بغیر پھیلائے چھوڑ دیتے ہیں۔

قراءت: كِسْفًا سین کے سکون سے یزید اور ابن ذکوان نے پڑھا ہے۔

فَتَرَى الْوَدْقَ (پس بارش کو دیکھتے ہو) الودق: بارش يَخْرُجُ (نکلتی ہے) دونوں ہی صورتوں میں مِنْ خِلٰلِهٖ (اس کے درمیان سے) فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ (پھر وہ اس بارش کو پہنچاتا ہے)۔ ہٗ کی ضمیر الودق کی طرف لوٹتی ہے۔ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (جن کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے) جن کی زمینوں اور علاقے کو سیراب کرنا چاہتا ہے۔ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ (اسی وقت وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں) یستبشرون یفرحون کے معنی میں ہے۔

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ۝۴۹ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ

اگرچہ وہ اس سے پہلے کہ ان پر پانی اتارا جائے نا امید ہو گئے تھے۔ سو دیکھو تو اللہ کی رحمت کے

رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ

آثار کو وہ کیسے زندہ فرماتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد۔ بلاشبہ وہی مردوں کو زندہ فرمانے والا ہے اور وہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۵۰ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ۝۵۱

ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر ہم ان پر دوسری قسم کی ہوا چلا دیں پھر یہ اپنی کھیتی کو ایسی حالت میں دیکھیں کہ وہ پیلی پڑ گئی ہو، سو یہ ناشکری کرنے لگیں گے۔

۴۹: وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ (اور یقیناً وہ بارش کے اتارے جانے سے پہلے) مِّنْ قَبْلِهٖ (بارش سے پہلے)

نحو: تاکید کیلئے دوبارہ لائے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے فکان عاقبتھما انھما فی النار خالدین فیھا [الحشر:۱۷] (ھما ثانی اول ھما کی تاکید ہے)

نکتہ: اس آیت میں تاکید کا معنی یہ ہے کہ ان پر بارش اترے ہوئے زمانہ بیت گیا۔ جس سے ان کی ناامیدی پختہ ہوگئی پس ان کی خوشی بھی ان کے غم کی طرح بہت زیادہ حد سے نکلی ہوئی تھی۔ لَمُبْلِسِيْنَ (البتہ مایوس ہونے والے تھے)۔

اعادہ مقدورات میں ابتداء کی طرح ہے:

۵۰: فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ (تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ملاحظہ کرو۔ کس طرح وہ) يُحْيِ الْاَرْضَ (زمین کو زندہ کرتا ہے)۔

قراءات: اٰثٰرِ ای، کوفی قراء نے پڑھا سوائے ابوبکر کوفی کے اور دیگر قراء نے اَثَرِ پڑھا ہے۔ رحمت سے یہاں بارش مراد ہے۔ احیائے ارض سے نبات اور انواع واقسام کے اثمار سے زمین کا آباد ہونا ہے۔

بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ (اس کے مرجانے کے بعد بیشک وہی) یعنی اللہ تعالیٰ ذلک کا مشارالیہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى (ضرور مردوں کو زندہ فرمائے گا)۔ یعنی بیشک وہ قادر مطلق جس نے زمین کو مردہ و بنجر ہونے کے بعد آباد کر دیا وہی تو لوگوں کو ان کی موت کے بعد زندہ فرمائے گا۔

نکتہ: یہاں بنجر زمین کی آبادی کو مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے کیلئے بطور استدلال کے ذکر فرمایا ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) وہ اپنی مقدورات کی ہر چیز پر قادر مطلق ہیں اور مردوں کو زندہ کرنا یہ منجملہ مقدورات میں سے ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا ابتداءً پیدا کرنا جب مقدورات (ممکنات) میں سے ہے تو اعادہ خود مقدورات وممکنات میں شامل ہوا۔

۵۱: وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا (اور اگر ہم ان پر پچھم کی ہوا بھیج دیں)۔ فَرَاَوْهُ (پس وہ اس کو دیکھیں) ہٗ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اثر ہے۔ کیونکہ رحمت سے بارش اور اس کے اثر سے نبات مراد ہے۔

قراءت: بعض قراء نے اس کو جمع سے پڑھا انہوں نے ضمیر کو اس کے معنی کی طرف لوٹایا ہے کیونکہ آثار رحمت کا معنی نباتات ہے اور نباتات کا لفظ قلیل وکثیر ہر دو کیلئے مستعمل ہے کیونکہ یہ مصدر ہے جس کو اُگنے والی چیز کیلئے بطور نام استعمال کر لیا ہے۔ مُصْفَرًّا (زرد)۔ اس کے سبز ہونے کے بعد۔

ایک قول:

یہ منصوب ہے کیونکہ یہ زردی حادث اور نئی پیدا ہونے والی ہے۔ قول دیگر: پس وہ بادلوں کو زرد دیکھیں۔ زرد بادل سے بارش نہیں برستی۔

مایوس وناشکرے بھی بن گئے:

نحو: ولئن میں لام سم کی تمہید کیلئے ہے جس کو حرف شرط پر داخل کیا اور قسم وشرط دونوں کے جواب کے قائم مقام ہے۔ لَّظَلُّوْا (تو وہ ہو جائیں گے) اس کا معنی لیظلّنّ (ضرور وہ ہو جائیں گے) مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ (اس کے بعد انکار کرنے والے) یعنی اس کے زرد ہو جانے کے بعد نمبر۲۔ خوش ہو جانے کے بعد۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کی مذمت فرمائی ہے کہ جب بارش روک لی جاتی ہے تو مایوسی کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اپنی ٹھوڑیاں اپنے سینوں پر ناامیدی سے مارتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو سیراب کرتے اور بارش عنایت کر دیتے ہیں تو وہ بڑے خوش ہوتے ہیں۔ جب عذاب کی ہوا ان کے کھیتوں پر بھیج کر ان کو زرد کر دیتے ہیں تو وہ چیختے اور شور مچاتے اور اس کی نعمتوں کا انکار کر دیتے ہیں۔ وہ ان تمام احوال میں قابل مذمت حالت میں ہیں۔ ان پر لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے اور اس کے فضل پر اعتقاد واعتماد جماتے مگر وہ مایوس ہو گئے اور انہیں چاہیے تھا کہ وہ اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے اور اس کی حمد وثناء کرتے مگر وہ اترانے لگے اور تکبر اختیار کیا۔ ان پر حق بنتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی مصیبت پر صبر کرتے مگر انہوں نے کفر اختیار کر لیا۔

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ

سو آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پشت پھیر کر چل دیں اور آپ

بِهٰدِ الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾

اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہٹا کر ہدایت نہیں دے سکتے، آپ اسی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لائے سو وہ ماننے والے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ضعف کی حالت میں پیدا فرمایا پھر ضعف کے بعد قوت پیدا کردی پھر قوت کے بعد

مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

ضعف اور بڑھاپا پیدا فرمادیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے وہ خوب جاننے والا ہے بڑی قدرت والا ہے۔

ان پر ایمان کی طمع ترک کردیں:

۵۲: فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (پس بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے)۔ الموتٰی یعنی مردہ دل نمبر۲۔ یہ مردوں کے حکم میں ہیں پس آپ ان سے طمع مت کریں کہ یہ آپ کی بات قبول کرلیں گے۔ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ (اور نہ آپ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں)۔

قراءت: مکی نے ولا یَسمَع الصمُّ پڑھا ہے۔

اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جارہے ہوں)

سوال: بہرہ تو اقبال وادبار دونوں حالتوں میں نہیں سنتا پھر ولوا مدبرین کی تخصیص کا کیا معنی ہے؟

جواب: بہرہ چہرے کی طرف سے متوجہ ہو تو رمز واشارہ سے سمجھ جائے گا۔ مگر جب وہ پیٹھ پھیر کر جارہا ہو تو نہ سنے گا اور نہ ہی اشارہ کو سمجھے گا۔

۵۳: وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْىِ (اور نہ آپ اندھوں کو راستہ دکھا سکتے ہیں)۔ العمی سے دلوں کے اندھے مراد ہیں۔

قراءت: حمزہ نے وما انت تهدی العُمْیَ پڑھا ہے۔

عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ (ان کی گمراہی سے) آپ کے لئے ممکن نہیں کہ آپ اندھے کی راہنمائی اپنے اشارہ سے اس راستہ کی طرف کردیں جس کو وہ بھول چکا ہے۔ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (نہیں سنا سکتے مگر اسی کو جو ہماری آیات پر ایمان لانے والے ہیں پس وہی اطاعت کرنے والے ہیں) اِنْ یہاں ما کے معنی میں ہے۔ مسلمون کا معنی وہ اطاعت

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا

اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرمین قسم کھائیں گے کہ ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے وہ اسی طرح سے دنیا میں الٹے چلائے

يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ

جاتے تھے، اور جن کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے کہ بلا شبہ اللہ کے نوشتہ میں بعث کے دن تک

اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۫ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ

ٹھہرے ہو، سو یہ بعث کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے، سو اس دن

لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

ظالموں کو ان کی معذرت نفع نہ دے گی اور نہ انہیں اس کا موقع دیا جائے گا۔

اختیار کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتلانے کی وجہ سے۔

ناتوانی سے جوانی دی:

۵۴: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہیں ناتوانی کی حالت میں بنایا) ضعف سے مراد نطفہ سے بنانا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا من ماءٍ مهين [المرسلات: ۲۰] ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً (پھر اس نے ناتوانی کے بعد توانائی عطاء فرمائی) قوت سے حالت جوانی اور کامل بلوغ مراد ہے۔ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً (پھر اس نے توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنا دیا)۔ شیبۃ سے انتہائی بڑھاپا مراد ہے اور يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ (وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے) ضعف و ناتوانی (بچپن) توانائی، شباب و جوانی اور بڑھاپا۔ وَهُوَ الْعَلِيْمُ (وہی ان کے احوال کو جاننے والے) الْقَدِيْرُ (بڑی قدرت والا ہے) اور ان کی تبدیلی پر کامل قدرت والے ہیں۔

مَسْئَلَة: احوال کا یہ عظیم ردوبدل علیم وقدیر صانع کی عظیم الشان قدرت کی دلیل ہے۔

قراءت: ضعف ہر تینوں مقامات پر ضَ کا فتحہ عاصم اور حمزہ نے پڑھا اور ضاد کا ضمہ دیگر تمام قراء نے پڑھا جبکہ حفص فتحہ وضمہ دونوں کو پڑھتے ہیں۔ درحقیقت یہ دونوں لغات ہیں۔ ضمہ والی قراءت قوی تر ہے اس لئے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے مِنْ ضَعْفٍ پڑھا تو آپ نے مجھے من ضُعْفٍ پڑھایا۔

قیامت کو ساعت کہنے کی وجہ

۵۵: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ (اور جس دن قیامت قائم ہوگی)۔ الساعۃ سے قیامت مراد ہے اس کے نام کی وجہ یہ ہے کیونکہ ساعات

دنیا کے آخری ساعت میں پیش آئے گی۔ نمبر۲۔ کیونکہ وہ اچانک واقع ہوگی جیسا کہتے ہیں۔ فی ساعۃ اس کے جواب میں بولتے ہیں جو جلد بازی کا طالب ہو اور یہ قیامت کا نام بن گیا جیسا کہ الثریا کو نجم کہتے ہیں۔ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ (اور مجرمین قسمیں اٹھائیں گے) المجرمون سے کافر مراد ہیں کہ کافر قسمیں اٹھائیں گے یہاں وقف نہ کریں گے۔

قلت وقت:

کیونکہ مَا لَبِثُوْا (وہ نہیں ٹھہرے) قبور میں یا دنیا میں غَیْرَ سَاعَۃٍ (سوائے ایک گھڑی کے) یہ جواب قسم ہے۔

نمبر① وہ قبور میں رہنے کی مدت کو قلیل ترین قرار دیں گے۔

نمبر② دنیا میں قیام کی مدت کو تھوڑا کہیں گے اس کا سبب قیامت کا ڈر اور قیامت کی سختیوں میں لمبی دیر تک انتظار کرنا۔

نمبر③ وہ بھول کر تھوڑی مدت بیان کریں گے۔

نمبر④ جھوٹ بولیں گے۔

کَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ (اسی طرح وہ الٹا چلا کرتے تھے) اس پھر جانے کی طرح وہ دنیا میں سچائی سے جھوٹ کی طرف پھر جانے والے تھے اور یہ کہا کرتے تھے ماھی الاحیاتنا الدنیا و ما نحن بمبعوثین کہ ہماری یہی دنیا ہی کی زندگی ہے۔ اور ہمیں اٹھایا نہ جائے گا۔

علم کی مراد:

۵۶: وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ (اور وہ لوگ جن کو علم اور ایمان دیا گیا)۔ اوتو االعلم سے مراد نمبر۱۔ ملائکہ نمبر۲۔ انبیاء علیہم السلام اور مؤمن لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ (تم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں رہے) کتاب سے مراد نمبر۱۔ وہ علم الٰہی جو لوح محفوظ میں درج ہے۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور تقدیر اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ (قیامت کے دن تک) انہوں نے اس بات کی تردید کی جو کفار قسمیں اٹھا کر کہا کرتے تھے اور ان کو حقیقت سے مطلع کیا پھر قیامت کے انکار پر کفار کو جو وہ خبردار کر رہے تھے اس کے ساتھ ملا کر اس کو پیش کیا۔ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (پس یہ قیامت کا دن ہے مگر تم جانتے نہ تھے) دنیا میں کہ وہ برحق ہے کیونکہ تلاشِ حق میں تم کوتاہی کرنے والے تھے اور اس کی اتباع سے گریزاں تھے۔

نحو: فاء یہ جواب شرط میں لائی گئی ہے سیاق کلام اس پر دلالت کر رہا ہے تقدیر کلام یہ ہے ان کنتم منکرین البعث فھذا یوم البعث الذی انکر تموہٗ اگر تم بعث کے انکاری ہو پس یہی تو بعث کا دن ہے جس کا م انکار کیا کرتے تھے۔

۵۷: فَیَوْمَئِذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (پس اس دن ظالموں کو فائدہ نہ دے گی)۔

قراءت: کوفی قراء نے لا ینفع یاء سے پڑھا ہے۔ ظلموا کا معنی کفروا ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ مَعْذِرَتُهُمْ (ان کی

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے عمدہ مضامین بیان کر دیے ہیں اور اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے کر آئیں

لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۞۵۸ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى

تب بھی وہ لوگ جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم لوگ صرف باطل والے ہو۔ جو لوگ نہیں جانتے ان کے دلوں پر اللہ

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞۵۹ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ

یوں ہی مہر کر دیتا ہے۔ سو آپ صبر کیجئے بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ یقین نہیں کرتے وہ لوگ

الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۞۶۰ ع

آپ کو بے برداشت نہ بنا دیں۔

ع ۶ / ۹

معذرت) یعنی عذر وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (اور نہ ان کو تدارک کا موقعہ دیا جائے گا) یعنی ان کو یہ نہ کہا جائے گا لوتوبہ کر کے اپنے رب کو راضی کرلو۔ جیسے کہتے ہیں۔ استعتبنی فلان فاعتبتہٗ ای استرضانی فارضیتہٗ اس نے مجھے منایا پس میں مان گیا۔

ضد میں لوگوں کا حال:

۵۸: وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (اور ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر طرح کے عمدہ مضمون بیان کئے ہیں)۔ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا (اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی لے کر آئیں تو کافر لوگ ضرور کہیں گے) مُبْطِلُوْنَ (تم محض غلط کہتے ہو)۔ یعنی ہم نے ہر حالت بیان کر دی جو کہ گویا اپنی غرابت میں ایک مثال ہے۔ اور ہم نے ہر عجیب شان والا واقعہ ان کے سامنے بیان کر دیا جیسا کہ قیامت کے دن اٹھائے جانے والوں کی حالت اور ان کا قصہ اور جو کچھ وہ کہیں گے اور جو کچھ ان سے کہا جائے گا اور قعات ہونگے جو وہ کہیں اور ان کو جو کہا جائے گا اور یہ قابل سماعت ہوگا۔ لیکن دلوں کی سختی کے باعث جب بھی آپ ان کے سامنے قرآن مجید کی کوئی آیت پیش کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں تو ہمارے پاس جھوٹ و باطل لایا ہے۔

۵۹: كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں)۔ لَا يَعْلَمُوْنَ (جو نہیں جانتے) یعنی اس مہر کرنے کی طرح (الطبع: مہر) اللہ تعالیٰ جہلاء کے دلوں پر مہر کرتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ گمراہی کو پسند کریں۔ گے یہاں تک کہ انہوں نے حق پرستوں کو باطل والا قرار دیا حالانکہ وہ بذات خود اس گمراہی کی صفت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

تسلی رسول ﷺ :

۶۰: فَاصْبِرْ (سو آپ صبر کیجئے) پس آپ ان کی ایذاء پر صبر کریں یا ان کی عداوت و دشمنی پر صبر کریں۔اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ (بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ) جو اس نے تیرے دشمنوں کے خلاف تیری مدد کے متعلق کر رکھا ہے اور اسلام کو ہر دین پر غلبہ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے یقیناً سچا ہے حَقٌّ (برحق ہے) اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔اور پورا کرنا لازمی ہے۔وَّ لَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ (اور ہرگز آپ کو وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے خفت پر آمادہ نہ کردیں) یعنی نمبرا۔یہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے آپ کو ہلکے پن اور بددعا میں عجلت پر آمادہ نہ کردیں۔

نمبر۲۔اپنے اقوال و افعال سے گھبراہٹ میں ڈال کر آپ کو خفت اور قلق و اضطراب پر آمادہ نہ کردیں۔اس لئے کہ یہ گمراہ اور شک کرنے والے ہیں۔ان کی طرف سے یہ حرکت نئی نہیں۔

قراءت: لَا يَسْتَخِفَنْكَ نون کے سکون سے یعقوب نے پڑھا ہے۔

واللہ الموفق للصواب

آج مورخہ ۱۷ فروری بروز سوموار ۱۵ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ سورۃ الروم کا تفسیری ترجمہ تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ لقمان مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چونتیس (۳۴) آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ ② هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ ③ الَّذِيْنَ

الٓمٓ ○ یہ قرآن حکیم کی آیات ہیں جو اچھے کام کرنے والوں کے لیے ہدایت ہے اور رحمت ہے، جو

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۗ ④ اُولٰٓئِكَ عَلٰى

نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، یہ لوگ اپنے

هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤

رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

۱،۲: الٓمّٓ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ۔ (الم یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں)۔ الحکیم کا معنی حکمت والی نمبر۲۔ الحکیم صفت باری تعالیٰ ہے اور اس کو یہاں بطور اسناد مجازی کتاب کی صفت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

۳: هُدًى وَّرَحْمَةً (جو کہ ہدایت ورحمت ہے)

نحو: یہ دونوں حال ہیں اور ان میں تلک اسم اشارہ کا معنی عامل ہے۔

قراءت: حمزہ نے ان کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ تلک مبتدأ اور آیات الکتاب اس کی خبر ہے اور ھدی دوسری خبر ہے۔ نمبر۲۔ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای ھو۔ نمبر۳۔ ھی ھدی ورحمة لِّلْمُحْسِنِيْنَ جو اگلے ارشاد میں مذکورہ نیکیوں کے حامل ہیں۔ الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم بالآخرہ ھم یوقنون۔

ایمان والوں کی صفات:

۴: الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر وہی یقین کرنے والے ہیں) اس کی نظیر اوس کا قول ہے۔

الا لمعیّ الذی یظنّ بك الظنّ ☆ کان قد رای وقد سمعا

اس میں الألمعیّ کی صفات بیان کی گئیں ہیں۔ نمبر۲۔ احسان ان لوگوں کیلئے ہے جو ان تمام اعمال کو انجام دینے والے ہیں۔ جو

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

اور بعض ایسے لوگ ہیں جو ان باتوں کو خریدتے ہیں جو کھیل کی باتیں ہیں تا کہ بغیر علم کے اللہ کے راستے سے ہٹا ئیں

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۞ ۶ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى

اور اللہ کی راہ کا مذاق بنائیں، ان لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے، اور جب ایسے شخص پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو

مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞ ۷ اِنَّ

تکبر کرتے ہوئے پیٹھ پھیر دیتا ہے گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، سو آپ اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے، بلاشبہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۞ ۸ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کیلئے نعمتوں والے باغ ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ نے سچا وعدہ

حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ ۹

فرمایا ہے اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

اچھے ہوں پھر ان میں سے خاص طور پر ان تینوں کو بوجہ افضلیت ذکر دیا۔

۵: اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى (وہ ہدایت پر ہیں۔) اولٰئک مبتدأ اور علی ھدًی خبر ہے۔ مِّنْ رَّبِّهِمْ (اپنے رب کی ہدایت پر ہیں) یہ ھدًی کی صفت ہے۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور وہی کامیاب ہیں۔)

نحو: اس کا بھی ماقبل پر عطف ہے۔

اسلام سے غافل کرنے والی سزا:

۶: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو لوگوں کو غافل کرنے والی باتیں خریدتے ہیں)۔

شانِ نزول: یہ نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی وہ فارس کے بادشاہوں کے حالات خرید کر لے جاتا اور لوگوں کو کہتا محمد تمہیں عاد و ثمود کے بعض واقعات سناتا ہے میں تمہیں فارسی بادشاہوں کے قصے سناؤں گا۔ کئی لوگ اس کی باتوں میں آ کر قرآن مجید سننا چھوڑ دیتے۔ اللھو ہر وہ باطل جو لایعنی ہو اور خیر سے غافل کر دے۔ لہو الحدیث جیسے رات کو بیان کی جانے والی حکایات جن کی کوئی اصل و حقیقت نہیں اور گانا بجانا۔

ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہم قسم اٹھا کر کہتے کہ اس سے گانا بجانا مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ گانا دل کو بگاڑ دیتا ہے مال کو ختم کرتا ہے اور رب کی ناراضی ہے۔

ارشادِ نبوت ﷺ ہے جو آدمی گانے سے اپنی آواز بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دو شیطان مقرر کر دیتے ہیں جن میں سے ایک ایک کندھے پر اور دوسرا دوسرے کندھے پر رقص کرتے اور ناچتے ہیں یہاں تک کہ یہ شخص خاموش ہو جائے۔ مجمع الزوائد (۱۱۹/۸) الاشتراء یہ شراء کے معنی میں ہے جیسا کہ نضر بن حارث کے متعلق مذکور ہوا۔ یا نمبر۲۔ اشتروا الکفر بالایمان [آل عمران: ۱۷۷] میں جس طرح استبدال اور اس کے مقابلہ میں اس کو اختیار کرنے کا معنی ہے۔ یہی معنی یہاں ہے یعنی وہ باطل بات کو حق بات کے مقابلہ میں اختیار کرتا ہے۔

فائدۂ اضافت:

الحدیث کی طرف لھو کی اضافت بیانیہ ہے اور مِن کے معنی میں ہے کیونکہ لھو باتوں سے بھی ہوتا ہے اور باتوں کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی ہوتا ہے۔ تو الحدیث لا کر وضاحت کر دی اور یہاں الحدیث سے مراد الحدیث المنکر ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما یاکل البھیمة الحشیش [کشف الخفاء: ۴۵۳/۱] نمبر۳۔ مِن تبعیضیہ ہے گویا کلام اس طرح ہے ومن الناس من یشتری بعض الحدیث الذی ھو اللھو منہ بعض لوگ ایسے ہیں جو بعض باتوں کو جو کہ ان میں سے گانا ہے خریدتے ہیں۔ لِیُضِلَّ (تاکہ وہ گمراہ کرے) تاکہ وہ لوگوں کو اسلام میں داخلہ اور قرآن سننے سے ہٹائے اور روکے۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے لَیَضِلَّ پڑھا۔ اب معنی یہ ہے تاکہ وہ اپنی سابقہ گمراہی پر قائم رہے اور اس میں اضافہ کرے۔

عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) یعنی دین اسلام اور قرآن سے بِغَیْرِ عِلْمٍ (بے سمجھے بوجھے) یعنی وہ اس سے بے خبر ہے کہ اس پر کیا بوجھ اور سزا ہوگی۔ وَّیَتَّخِذَ ھَا (اور اس کو بنالے) ھا کی ضمیر سبیل کی طرف راجع ہے اس راستے کا مذاق اڑاتا ہے قراءت: کوفی قراء نے سوائے ابوبکر کے نصب سے پڑھا ہے اور اس کا عطف لیضل پر مانا ہے اور جنہوں نے یتخذُھا رفع سے پڑھا انہوں نے اس کا عطف یشتری پر کیا۔ ھُزُوًا (مذاق)

قراءت: یہ حفص کی قراءت ہے حمزہ نے سکون زای اور ہمزہ سے پڑھا۔ دیگر قراء نے ضم زاء اور ہمزہ سے پڑھا ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ذلت والا عذاب ہے) مھین جو ان لو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔

مَن یہ مبہم ہے اس لئے واحد و جمع دونوں پر اطلاق آ سکتا ہے یعنی نضر اور اس جیسے دیگر۔

تدبر سے اعراض:

۷: وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَكْبِرًا (اور جب اس کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ غرور سے پشت پھیر لیتا ہے۔) تکبر کرتے ہوئے تدبیر سے اعراض کرتا ہے اور قرآن کی طرف کان لگانے سے اپنے کو بلند قرار دیتا ہے۔ كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا (گویا اس نے سنا ہی نہیں) اس کی حالت اس شخص کے مشابہ ہے جس نے بات نہ سنی ہو۔

نحو: یہ مستکبرا سے حال ہے یہ اصل میں کانّہ ہے یہ ضمیر شان ہے اس کو حذف کر دیا گیا۔
كَاَنَّ فِىْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا (گویا اس کے کانوں میں بوجھ ہے) وقر ثقل کو کہتے ہیں۔

نحو: یہ لم یسمعھا سے حال ہے

قراءت: نافع نے اُذْنیہ ذال کو سکون سے پڑھا ہے۔

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (پس تم اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو)۔

۸: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ (بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اعمالِ صالحہ کیے ان کے لئے نعمتوں والے باغات ہیں)۔

نحو: اس پر وقف نہیں کیونکہ خالدین فیھا یہ لھم کی ضمیر سے حال ہے۔

دلائل قدرت:

۹: خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں) وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا (اللہ تعالیٰ نے یہ سچا وعدہ کرلیا)

نحو: یہ دونوں مصدر مؤکد ہیں اول تو اپنے فعل کی تاکید کیلئے ہے اور دوسرا اپنے علاوہ دوسرے کی تاکید کیلئے۔ اس لئے کہ لھم جنات النعیم ، وعدھم اللہ جنات النعیم کے معنی میں ہے۔ پس وعد کے معنی کی تاکید وعد سے کردی اور حقا ثبات کے معنی پر دلالت کرتا ہے پس اس کے ذریعہ وعد کے معنی کی تاکید کی گئی ہے اور ان دونوں کا مؤکد لَهُمْ جنات النعیم ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ زبردست ہے) ایسا زبردست کہ اس پر کوئی شی غالب نہیں آسکتی۔ وہ اپنے دشمنوں کو دردناک عذاب سے ذلیل کرے گا۔ الْحَكِيْمُ (وہ حکمت والا ہے) ان افعال میں جو وہ کرتا ہے پس وہ اپنے دوستوں کو باقی رہنے والی نعمتوں سے ثواب عنایت فرمائے گا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَبَثَّ

اللہ نے آسمانوں کو بلاستون پیدا فرمایا تم اسے دیکھ رہے ہو اور زمین میں پہاڑ ڈال دیئے کہ وہ تم کو لے کر ڈانواں ڈول نہ ہو اور اس میں

فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۰﴾

ہر طرح کے جانور پھیلا دیئے، اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا سو ہم نے زمین میں ہر قسم کے اچھے پھل اگادیئے۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ

یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں سو تم مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا جو اس کے علاوہ ہیں؟ بلکہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۱﴾ ع ۱۰

کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔

۱۰: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (اس نے آسمانوں کو بلاستونوں کے پیدا کیا تم دیکھ رہے ہو) عمدٍ جمع عماد ہے۔ ترونہا کی ضمیر آسمانوں کی طرف لوٹتی ہے یہ ان کے بغیر ستون ہونے پر ان کی رویت سے استشہاد پیش کیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں انابلا سیف ولا رمح ترانی تو دیکھ تو رہا ہے کہ میں بغیر تلوار اور نیزے کے ہوں۔ نمبرا۔ اس کا کوئی محل اعراب نہیں کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر۲۔ یہ محل جر میں عمد کی صفت ہو ای بغیر عمد مرئیۃ مطلب یہ ہوا کہ اس کے ستون نظر نہیں آتے اور وہ ان کو اپنی قدرت سے روکتا ہے۔ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ (اور اس نے زمین میں پہاڑ ڈال دیے) جمے رہنے والے پہاڑ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ (کہ کہیں وہ تمہیں لے کر ڈانواں ڈول نہ ہو جائے)۔ تاکہ وہ تمہاری وجہ سے مضطرب نہ ہو جائے۔ وَبَثَّ (اور اس نے پھیلا دیے) فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ (اس میں ہر قسم کے جانور اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پس اس سے اُگا دیے ہر طرح کے عمدہ اقسام) زوج یہاں صنف وقسم کے معنی میں ہے کریم (خوبصورت، عمدہ)۔

اصنام کی عبادت کی وجہ؟

۱۱: هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے) ھذا سے ماقبل مذکورہ مخلوقات کی طرف اشارہ ہے۔ خلق اللہ کا معنی مخلوق ہے۔ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (پس تم مجھے دکھاؤ جو اس کے سوا ہیں انہوں نے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں) من دونہ سے ان کے آلہہ مراد ہیں۔ ان کو لاجواب کیا گیا کہ یہ تمام بڑی بڑی اشیاء تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ پس تم مجھے دکھلاؤ کہ انہوں نے کیا چیز پیدا کی ہے جس کی وجہ سے تم پر ان کی عبادت لازم ہوگئی۔ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (بلکہ ظالم لوگ صریح گمراہی

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ

اور بلاشبہ ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کر' اور جو شخص شکر ادا کرے سو وہ اپنے ہی بھلے کے لیے شکر ادا کرتا ہے،

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ

اور جو شخص ناشکری کرے تو اس میں شک نہیں کہ اللہ بے نیاز حمد کا مستحق ہے اور جب لقمان نے نصیحت کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ

بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا

شرک نہ کرنا، بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کردی، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف برداشت کرتے ہوئے

عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾

اسے پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو سال میں ہے، یہ کہ تو میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے،

میں مبتلا ہیں) اس میں ان کے لاجواب کرنے سے اعراض کرتے ہوئے ان کے ورطہ گمراہی میں ڈوبنے کا ذکر کیا کہ وہ ایسی گمراہی میں پڑے ہیں جس سے بڑھ کر کوئی گمراہی نہیں ہے۔

حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کے نصائح:

۱۲: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ (اور ہم نے لقمان کو دانشمندی عطاء فرمائی)۔ یہ لقمان رحمۃ اللہ علیہ بن باعوراء ہیں۔ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے نمبر۲۔ یا خالہ زاد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آزر کی اولاد سے تھے انہوں نے ایک ہزار سال عمر پائی حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ اوران سے علم حاصل کیا یہ بعثت داؤد علیہ السلام سے قبل فتویٰ دیتے تھے۔ جب وہ مبعوث ہوئے تو فتویٰ چھوڑ دیا۔ ان سے کہا گیا کہ تم نے فتویٰ کیوں چھوڑا اورانہوں نے جواب دیا۔ میں کیوں اکتفاء نہ کروں (وحی پر) جب میری کفایت کردی گئی [داؤد علیہ السلام پر وحی بھیج کر]۔

ایک قول یہ ہے یہ درزیوں کا کام کرتے تھے ایک اور قول یہ ہے کہ یہ بڑھئی تھے قول دیگر میں ان کو چرواہا بتلایا گیا۔ ایک قول میں ان کو بنی اسرائیل کا قاضی بتلایا گیا۔ عکرمہ وشعبی رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ پیغمبر تھے۔ جمہور علماء رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ دانشمند تھے۔ پیغمبر نہ تھے ایک قول یہ ہے ان کو نبوت وحکمت میں اختیار ملا تھا۔ انہوں نے حکمت کو اختیار کیا۔ حکمت بات کی تہہ میں پہنچنا اور صحیح عمل کرنا۔ قول دیگر: انہوں نے ایک ہزار پیغمبروں کی شاگردی کی اور ایک ہزار پیغمبران کے ساتھ رہے۔ (قول جمہور) کے علاوہ بقیہ تمام اقوال اسرائیلی معلوم ہوتے ہیں (فافہم) اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ (کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو) ان مفسرہ ہے معنی یہ ہے اشکر للہ کیونکہ ایتائے حکمت یہ قول کے معنی میں ہے۔

تنبیہ : اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا کہ اصل حکمت اور حقیقی ان پر عمل پیرا ہونا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا شکر یہی حکمت و علم ہے اس لئے کہ ابتدائے حکمت کی تفسیر شکریہ پر برانگیختہ کر کے فرمائی۔

ایک قول یہ ہے کہ آدمی اس وقت دانشمند ہوتا ہے جب وہ اپنے قول، فعل، معاشرت، دوستی میں عقل مند ہو۔ سری سقطی رحمہ اللہ کا قول شکریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے معاملے میں اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ جنید رحمہ اللہ: کیا تم اس کی نعمتوں (کے عنایت کرنے) میں اس کا کوئی شریک دیکھتے ہو۔ ایک قول یہ ہے یہی تو شکریہ سے عاجزی کا اقرار ہے۔

خلاصۃ الکلام : دل کا شکریہ معرفت اور زبان کا شکریہ حمد، ارکان کا شکریہ طاعت اور ان میں ہر ایک میں اپنی عاجزی کو پیش نظر رکھنا تمام کے مقبول ہونے کی دلیل ہے۔

وَمَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ (جو شخص شکر کرے گا۔ وہ اپنے ذاتی فائدہ کیلئے شکر کرے گا) کیونکہ اس کا نفع لوٹ کر اسی کو ملے گا۔ پھر وہ اور کا طالب ہوگا۔ وَمَنْ كَفَرَ (اور جو شخص ناشکری کرے گا) نعمتوں کی فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ (تو اللہ تعالیٰ بے نیاز) کسی کے شکریہ کے محتاج نہیں۔ حَمِیْدٌ (خوبیوں والے ہیں) وہ حمد کے حقیقی حقدار ہیں اگرچہ ان کی کوئی بھی حمد نہ کرے۔

۱۳: وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ (اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا)۔

نحو : اذ یہ اذکر فعل محذوف کے متعلق ہے۔ ابنہ بیٹے کا نام انعم یا اشکم تھا۔

وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ (اور وہ اس کو نصیحت فرما رہے تھے اے بیٹے!)

قراءت: یا بنی یہ مکی کی قراءت ہے یَابُنَیَّ یہ حفص کی قراءت ہے۔ تمام قرآن میں یہ لفظ فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

شرک سے گریز کرو:

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا بیشک شرک کرنا بڑا بھاری گناہ ہے) کیونکہ یہ اس کے درمیان جو ہر نعمت کا حقیقی مالک ہے اور اس کے درمیان جو کسی ایک نعمت کا بھی مالک نہیں برابری کرنا ہے۔

ماں باپ کی خدمت کرو:

۱۴: وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ (اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق تاکید کی ہے)۔ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ (اس کی ماں نے ضعف پر ضعف برداشت کر کے اس کو اٹھایا) اس کو اٹھایا اس حال میں کہ وہ کمزوری در کمزوری اٹھا رہی تھی یعنی اس کی کمزوری روبترقی تھی اور بڑھ رہی تھی۔ جوں جوں حمل بڑھتا ہے اور بچہ بڑا ہوجاتا ہے تو بوجھ اور ثقل زیادہ ہوجاتا ہے۔ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ (اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے) دو سالوں کی تکمیل پر اس کا دودھ چھوڑا دیا جاتا ہے۔ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ (تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کیا کر) یہ وصینا کی تفسیر ہے۔ یعنی ہم نے اسے اپنے اور والدین کے شکریہ کی تاکید فرمائی ہے۔ اور حملته امه وهنا علی وهن وفصاله فی عامین یہ جملہ معترضہ ہے جو مفسر اور تفسیر کے درمیان میں

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا

اور اگر تیرے ماں باپ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کی فرمانبرداری نہ کرنا، اور ان کے ساتھ دنیا میں

فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ

خوبی کے ساتھ رہنا، اور جو شخص میری طرف متوجہ ہو اس کا اتباع کرنا پھر تم سب کو میری طرف لوٹنا ہے سو میں تمہیں ان اعمال سے باخبر کردوں گا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

جو تم کیا کرتے تھے

حائل ہے۔ کیونکہ جب والدین کے سلسلہ میں تاکید فرمائی گئی تو ماں جو اولاد کی خاطر تکالیف برداشت کرتی اور اس کے حمل کے دوران جن مشقتوں کا اسے سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس طویل مدتِ رضاعت اور پھر دودھ چھڑانے میں جو پریشانیاں اس کو پیش آتی تھیں ان کو ذکر کر دیا۔ تاکہ انفرادی طور پر اس کے عظیم حق کو یاد رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں والدین کی مداخلت جائز نہیں:

قول ابن عیینہؒ: جس نے پانچوں نمازیں پڑھیں اس نے گویا اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور جس نے والدین کے لئے پانچوں نمازوں کے بعد دعا کی اس نے ان کا گویا حق شکریہ ادا کر دیا۔ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ (تم نے میرے پاس لوٹ کر آنا ہے)۔ تمہارا انجام میرے پاس اور تمہارا حساب میرے ذمہ ہے۔

۱۵: وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ (اور اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک) بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنائے جس کی تیرے پاس دلیل نہ ہو) نفی علم سے نفی شریک مراد ہے یعنی تو میرے ساتھ اس چیز کو مت شریک ٹھہرا جس کی کچھ حقیقت نہیں۔ مراد اس سے اصنام ہیں۔ فَلَا تُطِعْهُمَا (تو تو ان کا کہنا نہ مان) شرک کے سلسلہ میں وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا (اور ان کے ساتھ رہ دنیا میں خوبی کے ساتھ) معروف یہ مصدر محذوف کی صفت ہے ای صاحبهما صحابا معروفا۔ اس کے معنی میں خوبی اور خوبصورت اخلاق اور حلم و حوصلہ اور برّ و صلہ رحمی سب کچھ ہی داخل ہے۔ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (اور تو چل اس شخص کے راستہ پر جو میری طرف رجوع کرنے والا ہو)۔ مطلب یہ ہے ایمان والوں کے راستہ کو اختیار کرو اور والدین جو مشرک ہوں ان کے راستہ پر نہ چل اگرچہ تمہیں ان کے ساتھ دنیاوی اعتبار سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ ابن عطاء نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تو اس کی دوستی اختیار کر جس پر میری خدمت کے انوار ہوں۔ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ (پھر تم نے میرے پاس لوٹنا ہے) یعنی تمہارا اور ان کا مرجع میری بارگاہ ہی ہے۔ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پھر میں تم کو جتلاؤں گا وہ اعمال جو تم کرتے تھے)۔ پس تمہارے ایمان پر بدلہ دوں گا۔ اور ان کے کفر پر ان کو سزا دوں گا۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ

اے میرے بیٹے! بے شک بات یہ ہے کہ اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں ہو

اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ

یا زمین میں ہو اللہ اس کو حاضر کر دے گا، بلاشبہ وہ لطیف ہے خبیر ہے۔ اے بیٹے! نماز قائم کر

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ

اور بھلائی کا حکم کراور برائی سے منع کر اور تجھے جو تکلیف پہنچ جائے اس پر صبر کر بلاشبہ یہ ہمت کے

عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ

کاموں میں سے ہے۔ اور تو لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل، بلاشبہ

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ

تکبر کرنے والے کو اللہ پسند نہیں فرماتا، اور تو اپنی چال میں درمیانہ طریقہ اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ ع۸

بلاشبہ سب سے زیادہ مکروہ آواز گدھوں کی آواز ہے۔

ان دونوں آیات سے بطور استطراد وصیت لقمان کی تاکید وتائید ہورہی ہے جوانہوں نے امتناع شرک کے سلسلہ میں فرمائی وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے انسان کواس کے والدین کے سلسلہ میں تاکید کی اور یہ بھی حکم دیا کہ شرک کے سلسلہ میں تم ان کی بات نہ ماننا خواہ وہ اس کے لیے کتنی کوشش کریں۔ کیونکہ شرک قبیح ترین چیز ہے۔

نصائح لقمان، حقوق اللہ اور حقوقِ عباد:

۱۶: يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے برابر ہو)۔

قراءت: مثقال کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے اور حبہ کی طرف اضافت کی وجہ سے مثقال مؤنث ہے اسلئے فعل مؤنث لایا گیا ہے انھا کی ضمیر قصہ ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔ كما شرقت صدر القناة من الدم۔ (جس طرح نیزے کا سینہ خون سے چمکتا ہے)۔ اور کان تامہ ہوگا۔ باقی تمام قراء نے نصب سے پڑھا ہے اور ضمیر کا مرجع وہ ہیئت ہے خواہ اچھی ہو یا بری مطلب یہ ہے اگر چہ وہ چیز چھوٹائی میں رائی کے دانے کی طرح ہو۔

فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ (پھر کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمانوں کے اندر ہو) وَفِي الْاَرْضِ (یا وہ زمین کے اندر ہو) مطلب یہ ہے کہ اپنی چھوٹائی کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی مخفی مقام پر اور محفوظ ترین جگہ میں واقعہ ہو۔ جیسے پتھر کا جوف و باطن یا عالم علوی میں جس جگہ ہو۔ یا عالم سفلی کے ظلمات میں پڑی ہو۔

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے اس سے مراد وہ چٹان ہے جس پر زمین قائم ہے اور وہی سجین ہے جس میں کفار کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔ اور وہ زمین میں نہیں۔ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ اسے لے ہی آئے گا) قیامت کے دن اور اس کے کرنے والے سے اس کا محاسبہ کیا جائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ باریک بین باخبر ہیں)۔ اس کا علم ہر مخفی سے مخفی تر کو پہنچنے والا ہے اور اس کی حقیقت سے باخبر ہے یا نمبر۲۔ اس کے نکالنے میں باریک بین ہے۔ اور اس کے مستقر و مقام سے باخبر ہے

۱۷: يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ (بیٹا! نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں) بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى (کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر) جو مَآ اَصَابَكَ (مصیبت آئے اس پر صبر کیا کر)۔ ما اصابک سے مراد جو اللہ تعالیٰ کی طرف معروف کی دعوت دیتے ہوئے اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے تکلیف آئے۔ نمبر۲۔ یا جو مشقتیں تجھے پہنچیں کیونکہ وہ بندے کو عطیے کا حقدار بنا دیتی ہیں۔

اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ) جو نصائح میں نے تمہیں کی ہیں۔ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (ہمت کے کاموں میں سے ہے) یعنی ان کاموں میں سے ہیں جن کو اللہ نے قطعی طور پر واجب و لازم کر دیا یعنی ان کا قطعی حکم دے دیا۔ عزم بمعنی معزومات ہے گویا مفعول کو مصدر سے تعبیر کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ قطعیات و فرائض میں سے ہے۔

مَسْئَلَہ: اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ عبادات و طاعات تمام امم میں مامور بھا تھیں۔

۱۸: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ (اور تو لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر) یعنی تکبر کی وجہ سے ان سے اعراض و بے رخی اختیار نہ کر۔ قراءت: ابو عمرو اور نافع، حمزہ، علی نے تُصَاعِر پڑھا ہے اور اس کا معنی تصعر ہی کا ہے۔ الصعر اس بیماری کو کہتے ہیں جو اونٹ کو لگتی ہے تو اس سے اس کی گردن مڑ جاتی ہے حاصل یہ ہوا تواضع کے ساتھ اپنے چہرے سے لوگوں کی طرف متوجہ ہو ان سے اپنے چہرہ کی جانب اور پیشانی کو مت موڑ جیسا کہ متکبرین کیا کرتے ہیں۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا (اور زمین پر اکڑ کر مت چل)۔ یعنی نمبر۱۔ مت چل زمین پر کہ تو اتراتا ہوا اترانا۔ نمبر۲۔ مرحاً مصدر ہے جو کہ حال واقع ہے نہ چل اس حال میں کہ تو اترا رہا ہو۔ نمبر۳۔ لاتمش لاجل المرح۔ اکڑنے کیلئے مت چل۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے) مختال متکبر کو کہتے ہیں فخور جو بڑائی کیلئے اپنے مناقب گنائے۔

چال میں میانہ روی:

۱۹: وَاقْصِدْ (اعتدال اختیار کر) القصد بلندی و پستی کے درمیان میانہ روی۔ فِيْ مَشْيِكَ (اپنی رفتار میں) اعتدال اختیار کرو تا کہ

وہ رفتار دونوں کے درمیان ہو۔ نہ تو رینگ کر چلو جیسے بے جان چلتے ہیں اور نہ لپک کر چلو جیسے چھچھورے کرتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا رفتار کی تیزی مؤمن کے وقار کو زائل کر دیتی ہے۔ (ابونعیم فی الحلیہ ۲۹۰/۱۰)

قولِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاویل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو فرمایا کان اذا مشی اسرع ۔اس کا مطلب! یہ وہ تیزی ہے جو رینگنے والے کی چال سے بڑھ کر ہو۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہود کے لپک کر چلنے اور عیسائیوں کی طرح رینگنے سے منع کیا جاتا۔ اور اس کے درمیان چلنے کا حکم دیا جاتا۔ ایک قول یہ ہے تم تواضع کرتے ہوئے اپنے قدموں کی جگہ پر نظر رکھو۔ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (اور تو اپنی آواز کو پست کر) اپنی آواز کو ہلکا کر اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ (بیشک سب سے بری آواز آوازوں میں سے) سب سے زیادہ وحشت ناک لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ (البتہ گدھے کی آواز ہے) کیونکہ اس کی ابتداء زفیر اور انتہاء شہیق ہے جیسا کہ جہنم والوں کی آواز ہوگی۔

قولِ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ:

ہر جانور کی چیخ تسبیح ہے سوائے گدھے کے۔ وہ شیطان کو دیکھ کر ہنکنار رہتا ہے اسی لئے اس آواز کو منکر فرمایا۔

مَسْئَلَۃٌ: آواز بلند کرنے والوں کو گدھے سے تشبیہ دی اور ان کی آواز کو گدھے کی آواز سے تشبیہ دے کر اشارہ کر دیا۔ کہ آواز کا بلند کرنا انتہائی مکروہ ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلکی و پست آواز والا شخص پسند تھا۔ اور زور دار آواز والے کو ناپسند کرتے تھے۔

نَحْو: گدھے کی آواز کو واحد ذکر کیا جمع نہیں لائے۔ کیونکہ ہر جنس میں سے ہر ایک آواز کا ذکر کرنا مراد نہیں کہ جمع لانے کی ضرورت ہو بلکہ یہاں مقصود یہ ہے۔ کہ ہر جنس حیوان کی ایک آواز ہے اور ان اجناس میں سے بدترین آواز اس جنس کی ہے اسلئے اس کا واحد لانا ضروری تھا۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ نے تمہارے لیے وہ سب کچھ مسخر فرما دیا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں

ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا

بھرپور انڈیل دی ہیں، اور لوگوں میں بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب کے اللہ کے بارے میں

كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا

جھگڑتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی تو کہتے ہیں کہ بلکہ ہم تو اس چیز کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ

اپنے باپ دادوں کو پایا ہے کیا باپ دادوں کا اتباع کریں گے اگرچہ ان کے باپ دادوں کو شیطان عذاب دوزخ کی طرف بلا رہا ہو۔ اور جو شخص اپنی ذات کو

وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ

اللہ کا فرمانبردار بنا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو اس نے مضبوط کڑے کو اچھی طرح سے پکڑ لیا اور اللہ ہی کی طرف

عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ

سب کاموں کا انجام ہے۔ اور جو کوئی شخص کفر اختیار کرے تو اس کا کفر آپ کو رنجیدہ نہ کرے، ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے سو ہم انہیں وہ عمل بتا دیں گے جو انہوں نے کئے،

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

بلاشبہ اللہ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں۔ ہم انہیں چند روز عیش دیں گے پھر انہیں سخت عذاب کی طرف مجبور کریں گے۔

دلائل قدرت:

۲۰: اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ (کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمان کی چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے) یعنی سورج، چاند، ستارے، بادل وغیرہ مراد ہیں۔ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اور جو کچھ زمین میں ہے) وہ بھی یعنی سمندر، دریا، کانیں، چوپائے وغیرہ۔ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ (اور اس نے پوری کر رکھی ہیں تم پر) نِعَمَهٗ (اپنی نعمتیں)

قراءت: نِعَمَهٗ، مدنی، ابوعمرو، سہل، حفص نے عین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا۔ نِعْمَةً دیگر قراء نے سکونِ عین سے پڑھا ہے۔

تعریفِ نعمت:

ہر وہ فائدہ جس سے احسان کا ارادہ کیا جائے۔

ظَاهِرَةً (ظاہری) جومشاہدہ میں آنے والی ہیں۔وَّ بَاطِنَةً (اور باطنی) جودلیل سے معلوم ہوتی ہیں۔ایک اور قول ہے کہ نمبرا۔ظاہری نعمتیں، آنکھ،کان،زبان،تمام اعضاء ظاہرہ،نمبر۲۔باطنی نعمتیں،دل،عقل،فہم،اور جواس کے مشابہ ہیں۔

دُعائے موسیٰ علیہ السلام:

میں یہ کلمات ہیں:الھی ! دلّنی علی اخفیٰ نعمتك علی عبادك اے اللہ مجھے اپنے بندوں پر مخفی ترین نعمت کے بارے میں بتلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اخفی نعمتی علیھم النفس میری سب مخفی سے نعمت بندوں پر وہ جان ہے۔

قولِ دیگر:

شرائع کی تخفیف ذرائع،وسائل کا بڑھانا، پیدا کرنا،اخلاق وعطایا کا پانا،مصائب کا دور کرنا اور پھیر دینا مخلوق کا مقبول ہونا، رب کی رضامندی۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ظاہری نعمتیں! تخلیق کو درست بنانا۔باطنی نعمتیں! عیوب کو چھپانا۔وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ (اور بعض آدمی ایسے ہیں جو بغیر واقفیت اور)وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ (بغیر دلیل اور بغیر کسی روشن کتاب کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں)۔

شانِ نزول: یہ نضر بن حارث کے متعلق اتری۔سورۂ حج میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲۱:وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو)قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی اتباع کریں گے)۔اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى (جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے۔کیا اگر شیطان ان کو عذاب)عَذَابِ السَّعِيْرِ (دوزخ کی طرف)بلاتا ہو تب بھی (یہ ان کی اتباع کریں گے)اگر شیطان ان کو عذابِ نار کی طرف دعوت دیتا رہا ہو۔

مضبوط کھونٹے والا:

۲۲:وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ (جو شخص اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے)۔

نحو: یہاں اسلم کو الی کے ذریعے متعدی بنایا گیا ہے جبکہ بل من اسلم وجھه لله [البقرہ:۱۱۲] میں لام سے متعدی بنایا گیا ہے۔لام کے ساتھ اس کا معنی یہ ہے اس نے اپنی ذات اور نفس اس طرح کر دیا کہ وہ سالم یعنی خالص ہے اللہ تعالیٰ کیلئے۔

الی کے ساتھ اس کا معنی یہ ہے اس نے سپرد کر دیا اپنے نفس کو اس طرح کہ جیسے سامان کسی شخص کے سپرد کیا جاتا ہے مراد اس سے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی بارگاہ میں سپردگی ہے۔

وَهُوَ مُحْسِنٌ (اس حال میں کہ مخلص ہو)ان کاموں میں جو کرے فَقَدِ اسْتَمْسَكَ (پس اس نے تھام لیا)اور وہ چمٹ

گیا استمساک، یہ تمسک اور تعلق کے معنی میں ہے۔
بِالْعُرْوَةِ (مضبوط رے کو) العروۃ: وہ کھونٹا جس سے کسی چیز کو لٹکایا جائے۔ الْوُثْقٰى (مضبوط) یہ اوثق کی مؤنث ہے اس آیت میں متوکل کی حالت کو اس آدمی کی حالت سے مثال دی گئی جو بلند چوٹی سے نیچے لٹکنا چاہتا ہے۔ اس نے احتیاط کرتے ہوئے مضبوط رسی والے کھونٹے کو تھام لیا جو انقطاع سے محفوظ و مامون ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (اور تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پہنچے گا۔) یعنی اس ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں پس وہ ان پر بدلہ دیگا۔
۲۳: وَمَنْ كَفَرَ (اور جس نے کفر کیا) اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد نہ کیا۔ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ (اس کا کفر آپ کو غم میں مبتلا نہ کرے)۔
قراءت: نافع نے يُحْزِنك پڑھا ہے۔ حزن واحزن جو کفر اختیار کرتا ہے اس کا کفر آپ کو غمزدہ نہ کرے۔
اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا (ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے پس ہم ان کو بتلا دیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے) پس ہم ان کو ان کے اعمال پر سزا دیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بیشک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو جاننے والے ہیں) بلاشبہ اللہ کو اپنے بندوں کے سینوں کی باتوں کا علم ہے پس اس کے مطابق ان سے سلوک کرے گا۔
۲۴: نُمَتِّعُهُمْ (ہم ان کو عیش دیئے ہوئے ہیں) ایک مدت تک قَلِيْلًا (تھوڑی) دنیا میں ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ (پھر ہم ان کو مجبور کریں گے) کشاں کشاں لے جائیں گے۔ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ (ایک سخت عذاب کی طرف) عذاب کے لازم اور لاحق ہونے کو مضطر و مجبور کے اضطراء سے تشبیہ دی ہے۔ الغلظ کا لفظ جو سخت اجسام کیلئے آتا ہے۔ عذاب کی شدت ظاہر کرنے کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ اصل مقصود یہاں عذاب پانے والے پر بوجھ و شدت ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا فرمایا تو وہ ضرور ضرور یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے پیدا فرمایا! آپ فرما دیجئے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے بلکہ

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿٢٦﴾

ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے، اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے، بلا شبہ وہ بے نیاز ہے سب خوبیوں والا ہے

وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ

اور زمین میں جتنے بھی درخت ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے بعد سات سمندر اس میں اور شامل

اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٧﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا

ہو جائیں تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے، بلا شبہ اللہ عزیز ہے حکیم ہے تمہارا پیدا کرنا اور موت کے بعد اٹھانا مگر

كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٢٨﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ

ایک ہی جان کی طرح بلا شبہ اللہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔ اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو

وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِىْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ

رات میں، اور اس نے چاند اور سورج کو مسخر فرمایا، ہر ایک اپنے وقت مقررہ تک چلتا ہے، اور

اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ

بلا شبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو، یہ اس وجہ سے ہے کہ بلا شبہ اللہ حق ہے اور بلا شبہ یہ لوگ اس کے علاوہ جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں

الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ ﴿٣٠﴾ ع ١٢

وہ باطل ہیں اور بلاشبہ اللہ عالی شان ہے اور بڑا ہے۔

٢٥: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ (اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کس نے آسمان وزمین) وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (کو پیدا کیا تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے اللہ تعالیٰ نے) آپ کہہ دیجئے الحمد للہ یہ الزام بطور اقرار ہے کہ وہ ذات جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا وہی اللہ وحدہ لاشریک ہے اسی ہی کیلئے حمد وشکر واجب ہے۔ اور لازم ہے کہ اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔ پھر فرمایا۔

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (بلکہ ان کی اکثریت جانتی نہیں) کہ یہ بھی ان پر لازم ہے۔ اور جب ان کو خبردار کیا جاتا ہے تو خبردار نہیں ہوتے۔

۲۶: لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ) هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (وہی بے نیاز خوبیوں والا ہے) الغنی یعنی تعریف کرنے والوں کی حمد سے بے نیاز۔ الحمید حمد کا حقدار ہے۔ خواہ وہ اس کی تعریف نہ بھی کریں۔

۲۷: مشرکین نے کہا یہ وحی عنقریب ختم ہو جائے گی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ختم نہیں ہوسکتا۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ (اور اگر جتنے درخت زمین میں ہیں قلمیں بن جائیں)۔ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ (اور یہ سمندر اور اس کے ساتھ سات اور سمندر شامل ہو جائیں)۔ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں)۔

قراءت: ابوعمرو اور یعقوب نے البَحَر کو فتحہ سے پڑھا ہے۔ ان کے اسم پر عطف کیا ہے۔ اور وہ ما ہے اور بقیہ قراء جنہوں نے رفع پڑھا ہے نمبرا۔ انہوں نے اَنّ کے محل اور معمول پر عطف کیا ہے تقدیر کلام اس طرح ہوئی ولو ثبت کون الاشجار اقلاما وثبت البحر ممدودًا بسبعة ابحر۔ اگر درختوں کی قلمیں بن جائیں اور موجودہ سمندر سات سمندروں کے ساتھ مل جائیں۔ نمبر۲۔ رفع کی دوسری وجہ یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور واؤ حالیہ ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا ولوان الاشجار قلام فی حال کون البحر ممدودًا اگر درخت اقلام ہوں اس حال میں کہ سمندروں کے ساتھ اور سمندر ملائے ہوئے ہوں۔ یَمُدُّہٗ کو یُمِدُّہٗ بھی پڑھا گیا ہے۔

نکتہ: کلام کا تقاضا یہ تھا کہ اس طرح کہا جاتا ولو ان الشجر اقلام والبحر مداد۔ لیکن مداد کے ذکر کی ضرورت کو یمد نے پورا کر دیا کیونکہ اہل عرب کہتے ہیں مد الدواة و امدّھا گویا بحر اعظم کو بمنزلہ دوات قرار دیا۔ اور سات بھرے سمندروں کو سیاہی قرار دیا کہ وہ اپنی سیاہی اس دوات میں پلٹتے رہیں ذرا انقطاع واقع نہ ہو۔

آیت کا معنی یہ ہے اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور موجودہ سمندر جن کے ساتھ سات اور سمندر مل کر سیاہی بن جائیں اور وہ قلمیں اس سیاہی سے اللہ تعالیٰ کے کلمات کو لکھنا شروع کریں اور لکھتی رہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہونگے قلم اور سیاہی ختم ہو جائے گی جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا قل لو کان البحر مدادًا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی [الکہف:۱۰۹]

سوال: والبحر یمدہ۔ رفع کی ایک صورت میں حال واقع ہے۔ لیکن اس میں کوئی ضمیر نہیں پائی جاتی جو ذوالحال کی طرف راجع ہو؟

جواب: یہ اس محاورہ کی طرح ہے جئت والجیش مصطف اور اس طرح کے دوسرے حال جو ظروف کی طرح مستعمل ہوتے ہیں۔

ایک نحوی نکتہ:

شجرہ کو واحد ذکر کیا گیا کیونکہ شجر کی تفصیل اور ایک ایک درخت کر کے پڑتال مراد ہے۔ یہاں تک کہ کوئی جنس شجر اور کوئی

درخت باقی نہ رہ جائے کہ جس کی اقلام نہ بنائی گئی ہوں۔ اسی طرح یہاں کلمات جمع قلت کو کَلِم پر ترجیح دی حالانکہ وہ جمع کثرت ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے اس کے کلمات سمندروں کے ساتھ لکھے جانے سے جب ختم ہونے والے نہیں تو کلام سے کیسے ختم ہو سکتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی۔ حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) اس کے علم وحکمت سے کوئی چیز نکل نہیں سکتی۔ پس اس کے کلمات وحکم ختم نہ ہونگے نہ ہوسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو ایک شان، دوسری شان سے غافل نہیں کرتی:

۲۸: مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (تمہارا پیدا کرنا اور اٹھایا جانا ایک جان کی طرح ہے) ای الّا کخلق نفس واحدة خلق کا لفظ حذف کردیا گیا کیونکہ وہ معلوم ومعروف ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے قلیل وکثیر کا فرق نہیں اس کو ایک شان دوسری شان سے غافل نہیں کرسکتی۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ (بیشک اللہ ہر بات کو سننے والے ہیں) جو مشرکین کہہ رہے ہیں کہ بعث بعد الموت نہیں ہے۔ بَصِيْرٌ (اور ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں) جو اعمال وہ کرتے ہیں پس وہ ان کا بدلہ انہیں دیں گے۔

۲۹: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ (اے مخاطب کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کردیتا ہے) رات کی ظلمت کو ضوءِ نہار میں داخل کردیتا ہے جبکہ رات آتی ہے۔ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور دن کو رات میں داخل کردیتا ہے اور اس نے شمس وقمر کو کام میں لگا دیا) بندوں کے منافع کیلئے۔ كُلٌّ (سورج وچاند میں سے ہر ایک) يَّجْرِىْ (اپنے مدار میں چل رہا ہے) اور اس کو طے کررہا ہے۔ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک مدت مقررہ کیلئے) قیامت کے دن تک یا وقت معلوم تک جیسے سورج سال بھر کیلئے اور چاند ہر مہینہ کے آخر تک وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اور بیشک اللہ تعالیٰ جو تم اعمال کرتے ہو ان سے مطلع ہیں)۔

قراءت: تعلمون کو یاء کے ساتھ عیاش نے پڑھا ہے۔

ایک نکتہ:

دن رات کا آنا جانا اور ان میں اضافہ اور کمی اور سوج وچاند کا اپنے اپنے مداروں میں گھومنا ایک اندازے اور حساب کی نشاندہی کررہے ہیں۔ اور اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ اپنی مخلوق کے تمام اعمال کا احاطہ کرنے والے ہیں اور یہی چیز اس کی عظیم قدرت اور کمال حکمت کا ثبوت اور اعلیٰ دلیل ہے۔

اللہ عزوجل ہستی میں کامل ہے:

۳۰: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ (اور یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے) وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ (اور جن چیزوں کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں)۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ کشتی اللہ کی نعمت کے ساتھ سمندر میں چلتی ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی نشانیوں میں سے دکھلائے، بلاشبہ اس میں ہر ایسے شخص کے لیے

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ

نشانیاں ہیں جو خوب صبر کرنے والا خوب شکر کرنے والا ہو اور جب انہیں موج ڈھانپ لیتی ہے جو سائبانوں کی طرح ہوتی ہے تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں،

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے بعض لوگ راہِ اعتدال پر چلتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا ہر وہی شخص انکار کرتا ہے جو عہد کا بہت جھوٹا بہت ناشکرا ہو۔

قراءت: یدعون یاء کے ساتھ سوائے ابوبکر کے باقی عراقی قراء نے پڑھا ہے۔

الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ (وہ باطل ہے اور بیشک اللہ وہی عالی شان و بڑا ہے)۔ یعنی یہ صفت جواس کی بیان کی گئی ہے یہ اس کی قدرت کے عجائبات اور اس کی ایسی حکمت میں سے ہے جس سے زندہ لوگ جن کو کچھ قدرت وعلم بھی حاصل ہے۔ وہ بھی عاجز ہیں تو وہ جماد بت جن کو یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں ان کو کیونکر قدرت حاصل ہوسکتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ الوہیت برحق اسی ہی کی ذات کیلئے ثابت ہے اور اس کے علاوہ سب کی الوہیت باطل ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بلند و عالی شان اور بڑی دبدبے والی ہے۔

۳۱: اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ (کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کشتیاں سمندر میں) اللہ تعالیٰ کے بِنِعْمَتِ اللّٰهِ (فضل سے چلتی ہے۔)

قراءت: الفُلْكَ کو الفُلُك بھی پڑھا گیا ہے۔

ایک کلیہ:

اس کے لئے قانون یہ ہے کہ ہر وہ لفظ کہ جو فُعْلٌ کے وزن پر ہو اس کے عین پر ضمہ جائز ہے جیسا کہ فُعْلٌ کو فُعُلٌ پڑھنا جائز ہے۔ نعمت اللہ کا معنی احسان ورحمت ہے یا ہوا کی نعمت سے تعبیر کیا کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ (تا کہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے) سمندر میں اپنی قدرت کے عجائبات دکھائے جب تم سمندر میں سفر کرو۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بلاشبہ اس میں ہر ایسے شخص کیلئے جو صابر) اس کی طرف سے آنے والے ابتلاء پر شَكُوْرٍ (شاکر کیلئے نشانیاں ہیں) جو اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے والا ہے۔ یہ دونوں مؤمن کی صفات ہیں، ایمان کے دو حصے ہیں نمبر۱۔ نصف شکر نمبر۲۔ نصف صبر۔ گویا اس طرح فرمایا: ان فی ذلك لا یات لكل مؤمن کہ اس میں ہر مؤمن کیلئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اوراس دن سے ڈرو جس دن باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ

مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ

کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کچھ بھی بدلہ دینے والا ہو گا۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، سو تمہیں دنیاوالی زندگی ہرگز دھوکے میں

الدُّنْيَا ٠ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۳۳

نہ ڈال دے، اور ہرگز تمہیں اللہ کا نام لے کر بڑا دھوکہ باز دھوکہ میں نہ ڈالے۔

مصیبت میں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں:

۳۲: وَاِذَا غَشِيَهُمْ (اور جب ان کو گھیر لیتی ہیں) یعنی کفار کو مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ (سائبانوں کی طرح امواج) موج بلند ہو کر جب لوٹتی ہے تو سائبان کی طرح بن جاتی ہے۔ الظلل یہ ظلۃ کی جمع ہے۔ ہر وہ چیز جو تمہیں سایہ دے خواہ پہاڑ ہو یا بادل اور شئی دیگر۔ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ (وہ اللہ تعالیٰ کو خالص اعتقاد کر کے پکارتے ہیں پھر جب ان کو نجات) اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے پس ان میں سے بعض اعتدال پر رہتے ہیں) مقتصد کا معنی ایمان واخلاص پر باقی رہنے والے ہیں جو ایمان پہلے ظاہر ہوا تھا اور وہ کفر کی طرف نہیں لوٹتے۔ نمبر۲ کفر وظلم میں زیادہ نہیں بڑھتے بلکہ درمیانے درجہ میں رہتے ہیں اور کچھ ڈانٹ ڈپٹ قبول کرتے ہیں کفر میں غلو اختیار نہیں کرتے۔ نمبر۳۔ اخلاص میں میانہ رو ہیں وہ اخلاص جو سمندر میں ان سے ظاہر ہوا مطلب یہ ہے اخلاص وقتی ہے جو خوف کے موقعہ پر پیدا ہوا یہ کسی میں بھی باقی نہیں رہتا۔ اور ایسے میانہ رو بھی نادرو نایاب ہیں۔ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ (اور ہماری آیات کا انکار فقط وہ لوگ کرتے ہیں) یعنی آیات کی حقیقت کا انکار اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ (جو بدعہد وغدار ہوتے ہیں)۔ الختر (بدترین غداری)۔ كَفُوْرٍ (ناشکرے ہیں) اپنے رب تعالیٰ کے۔

۳۳: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ (اے لوگو اپنے رب سے ڈرو!) وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا) اس کی طرف سے کوئی حق ادا نہ کر سکے گا۔ اصل کلام یہ ہے لا یجزی فیہ مگر فیہ کو حذف کر دیا گیا۔ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا (اور نہ بیٹا اپنے باپ کی طرف سے ذرا بھر مطالبہ ادا کر سکے گا)۔

ایک نکتہ:

یہ جملہ تاکید کے ایسے طریقہ پر وارد ہوا ہے کہ معطوف علیہ اس طرح نہیں کیونکہ جملہ اسمیہ جملہ فعلیہ کی نسبت زیادہ تاکید والا ہے۔ اور اس میں مزید ھُو کا ملانا اور مولود کا لانا اس کو اور مؤکد بنا رہے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں خطاب ایمان والوں کو فرمایا

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ

بلا شبہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے، اور وہ بارش کو نازل فرماتا ہے، اور وہ جانتا ہے جو ماؤں کے ارحام میں ہے،

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ ۖ

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کرے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ اسے کس زمین میں موت آئے گی،

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ㉞

بلا شبہ اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے۔

اوران کے بڑوں کو حالانکہ مسلمانوں کے آباء واجداد کی اموات کفر میں آئیں (سوائے اقل قلیل کے) پس اس میں مسلمانوں کی اس طمع کو مٹانا مقصود ہے کہ وہ اپنے اباء کفار کی کچھ سفارش قیامت کے دن کر سکیں گے المولود میں تاکید کا معنی اس طرح ہے کہ ان میں سے ایک بچہ اپنے قریب ترین والد کیلئے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا اگر سفارش کرے گا تو وہ بھی قبول نہ ہوگی چہ جائے کہ آباء واجداد مقدمین کیلئے۔

الولد کا اطلاق:

الولد کا اطلاق بیٹے اور پوتے دونوں پر ہوتا ہے بخلاف مولود یہ صرف اس پر بولا جاتا ہے جو تیرا اپنا صلبی بیٹا ہو پوتے پر اطلاق نہیں ہوتا۔ (کذافی الکشاف) إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ) بعث وحساب وجزاء۔ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (برحق ہے پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکا میں مبتلا نہ کردے) اپنی زینت کے باعث اس کی نعمتیں قریب مگر لذات فانیہ ہیں۔ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور نہ تمہیں دھوکہ میں ڈال دے اللہ کے متعلق دھوکہ باز)۔ نمبر۱۔ شیطان نمبر۲ دنیا نمبر۳۔ امید۔

مفاتیح الغیب:

۳۴: إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (بیشک اللہ تعالیٰ ہی کو قیامت کی خبر ہے)۔ یعنی قیامت کے وقوع کا وقت وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ (اور وہی بارش برساتا ہے)۔

قراءت: يُنَزِّلُ تشدید سے شامی، مدنی، عاصم نے پڑھا ہے۔ اور اس کا عطف اس پر ہے۔ جس کا تقاضا فعل کا ظرف کر رہا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے ان اللہ یثبت عندہ علم الساعة و ینزل ۔ الغیث (بارش و بادل) اپنے ظہور میں بغیر تقدیم و تاخیر کے وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ (اور وہ جانتا ہے جو کچھ ارحام میں ہے) آیا مذکر ہے یا مؤنث، کامل یا ناقص وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ (اور کوئی نفس نہیں جانتا) خواہ نیک ہو یا بد ما ذا تتکسب غَدًا (وہ کل کیا کمائے گا)۔ خیر یا شر۔ بسا اوقات وہ ارادہ خیر رکھتا ہے

مگر برائی کر گزرتا ہے اور بسا اوقات برائی کا ارادہ کرنے والا ہوتا ہے مگر بھلا کام کر لیتا ہے۔ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا)۔

یعنی کہاں اس کی موت واقع ہوگی بعض اوقات وہ ایک مقام پر مقیم ہوتا ہے اور اپنے خیمے گاڑے ہوتا ہے زبان سے نعرہ بلند کرتا ہے میں یہاں سے نہ جاؤں گا۔ تقدیر کے فیصلے اس کو اس مکان پر لا ڈالتے ہیں جہاں اس کے متعلق طے ہوتا ہے حالانکہ اس کے کسی گوشۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں ہوتی۔

روایت تفسیر یہ ہے:

کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس موت کا فرشتہ گزرا۔ وہ آپ کے پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک کو غور سے دیکھنے لگا آدمی نے اسی دم کہا یہ کون ہے؟ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ملک الموت ہے اس نے کہ اس طرح معلوم ہوتا ہے۔ یہ مجھے چاہ رہا ہے اور سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہوا کو حکم دیں وہ مجھے ہندوستان میں ڈال دے آپ نے اس کی بات مان لی۔ پھر ملک الموت سلیمان علیہ السلام سے عرض پیرا ہوا۔ میں اس کی طرف تعجب سے دیکھ رہا تھا کیونکہ مجھے حکم ملا تھا کہ میں اس کی روح ہندوستان میں قبض کروں مگر وہ آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے علم موت تو اپنے لئے مقرر فرمایا۔ اور درایت بندوں کو عنایت فرمائی کیونکہ درایت میں ہی حیلہ اور چالاکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی نفس موت کو نہیں جانتا اگرچہ وہ حیلہ کام میں لائے جو اس کے لئے مخصوص ہے۔ اور انسان کیلئے اس کی کمائی اور انجام سے بڑھ کر کوئی چیز خاص نہیں۔ پس جب انسان ان دونوں چیزوں کو معلوم نہیں کر سکتا۔ تو ان کے علاوہ چیزیں تو بہت دور ہیں کہ ان کو جان سکے۔

ایک نجومی کا عمل:

نجومی جو بادل و بارش اور موت کے اوقات کی خبریں دیتے ہیں تو محض قیاس ہے اور ستاروں کے ذریعہ ہے وہ دلیل سے ادراک نہیں کرتے۔ ان کا یہ قیاس غیب نہ بن سکے گا۔ کیونکہ وہ محض گمان و تخمینہ ہے علم نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مفاتح غیب پانچ ہیں۔ اور آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ [بخاری: ۴۶۹۷ احمد ۲/۲۴، ۵۲، ۵۸] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس نے ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک کے علم کا دعویٰ کیا اس نے جھوٹ بولا۔

منصور عباسی کا خواب:

منصور نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ شکل ہے۔ منصور نے اس سے پوچھا میری عمر کتنی باقی ہے اس فرشتے نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا تعبیر کرنے والوں نے اس کی تعبیر پانچ سال سے کر دی۔ بعض نے پانچ ماہ اور بعض نے پانچ ایام سے کر دی۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اس میں پانچ انگلیوں سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ پانچ علوم اللہ تعالیٰ کے

سوا کوئی نہیں جانتا۔اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ غیوبات کو جاننے والے ہیں)۔خَبِيْرٌ (وہ باخبر ہے)۔جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا۔

قولِ زہری رحمہ اللہ:

سورۃ لقمان کی اکثر قراءت کیا کرو کیونکہ اس میں عجائبات ہیں۔

الحمدللہ سورۃ لقمان کا تفسیری ترجمہ آج بروز بدھ ۱۷ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ ۱۹ فروری ۲۰۰۳ء قبل الظہر اختتام پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ السجدہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ② اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ

الٓمّٓ○ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں، رب العالمین کی طرف سے ہے، کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے جھوٹ بنالیا ہے،

بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ لوگ

يَهْتَدُوْنَ ③ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

ہدایت پر آجائیں۔ اللہ وہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا فرمایا

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④

پھر عرش پر مستوی ہوا تمہارے لئے اس کے سوا نہ کوئی ولی ہے نہ کوئی سفارشی، کیا تم نہیں سمجھتے؟

۲،۱: الٓمّٓ۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ (الم! یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کچھ شبہ نہیں)۔ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یہ رب العالمین کی طرف سے ہے)

الٓمّٓ نحو: نمبرا۔ اگر اس کو سورت کا نام مانا جائے تو یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر تنزیل الکتاب ہے۔ نمبر۲۔ اگر اس کو حروف مقطعات سے شمار کریں تو پھر تنزیل الکتاب مبتدأ محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگی۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ : نحو: نمبرا۔ یہ مبتدأ اور اس کی خبر لا ریب فیہ ہے۔

لَا رَيْبَ فِيْهِ نحو: مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع اور اس کی خبر من رب العالمین ہے اور لا ریب فیہ جملہ معترضہ ہے اور اس کی ضمیر مضمون جملہ کی طرف راجع ہے گویا کلام اس طرح ہے لا ریب فی ذلک ای فی کونہ منزلاً من رب العالمین۔ اس میں شبہ نہیں یعنی اس کے رب العالمین کی طرف سے منزل ہونے میں شبہ نہیں کیونکہ وہ انسانوں کو عاجز و درماندہ کرنے والا ہے۔ اور ایسی شئی شبہ سے بعید تر ہے۔ پھر اس سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ

وہ آسمان سے لیکر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے، پھر ہر امر اس کے حضور میں ایک ایسے دن میں پہنچ جائے گا جس کی مقدار

اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۵

تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال ہوگی۔

جب یہ اللہ کا اتارا ہوا ہے تو اس کو مفتری کہنے کی کوئی وجہ نہیں:

۳: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ (کیا وہ کہتے ہیں کہ اس کو پیغمبر نے گھڑ لیا ہے) یعنی محمد ﷺ اس کو بنا کر لائے ہیں۔ کیونکہ اَم منقطعہ ہے جو کہ بل کے معنی میں ہے ہمزہ انکار و تعجب کیلئے ہے کلام اس طرح ہے بل ایقولون افتراہ (بلکہ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو بنا لیا ہے) اس لئے کہ قرآن تین آیات جو اس کی مثل ہوں کے چیلنج سے ان کے بلغاء کو عاجز کر چکا (پھر کس منہ سے اس کو من گھڑت کہتے ہیں) بَلْ هُوَ الْحَقُّ (بلکہ یہ سچی کتاب ہے) پھر ان کے انکار سے اعراض کرتے ہوئے اثبات کی طرف رخ پھیر دیا کہ بیشک وہ برحق ہے۔ مِنْ رَّبِّكَ (آپ کے رب کی جانب سے ہے) اس کو محمد ﷺ نے خود نہیں بنایا۔ جیسا کہ کفار مکہ محض ضد اور جہالت کی وجہ سے کہتے تھے۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا (تا کہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں) قوم سے اہل عرب مراد ہیں۔ مَآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ (جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا)۔

نحو: ماء نافیہ ہے اور جملہ قوماً کی صفت حالت نصبی میں واقع ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ (تا کہ وہ لوگ راہ پر آ جائیں) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امید کی بناء پر لعل لایا گیا جیسا کہ موسیٰ و ہارون کی طرف سے امید پر ان کے لئے استعمال ہوا۔ لعلہ یتذکر [طٰہٰ: ٤٤]

خالق و مدبر وہی ہے:

۴: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین) وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (اور جو کچھ ان کے مابین ہے چھ دن کے عرصہ میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا) پھر عرش پر استیلاء کیا اس کے احداث کے سبب۔ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ (تمہارے لئے اس کے سوا) اللہ تعالیٰ کے سوا مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ (کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہیں) یعنی جب تم اس کی رضامندی سے تجاوز کر جاؤ تو اپنے لئے اس کو مددگار نہ پاؤ جو تمہاری امداد کرے۔ اور نہ کوئی سفارشی پاؤ گے جو تمہاری سفارش کرے۔ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جانے والے مواعظ سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

۵: يُدَبِّرُ الْاَمْرَ (وہ معاملات کی تدبیر کرتا ہے) دنیا کے معاملات کی مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ (آسمان سے زمین تک) یہاں

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝۶ الَّذِىْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَىْءٍ خَلَقَهٗ

وہی پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے زبردست ہے رحمت والا ہے اس نے جو چیز بنائی خوب بنائی،

وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝۷ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝۸

اور انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی، پھر اس کی نسل کو ذلیل پانی سے نکالی ہوئی چیز بنایا،

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ؕ

پھر اس کو ٹھیک طرح بنا دیا،اور اس میں اپنی روح پھونک دی،اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے۔

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِى الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ

تم کم شکر ادا کرتے ہو اورانہوں نے کہا کیا یہ واقعی بات ہے کہ جب مٹی میں رَل مِل جائیں گے تو نئے طور پر پیدا ہوں گے،

بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔ آپ فرمادیجئے ملک الموت تمہاری جانوں کو قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر ہے

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱ ع ۱۱/۱۴

پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تک کہ قیامت آجائے ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ (پھر یہ سب امر اسی کی بارگاہ میں پہنچ جائے گا) وہ سارے امور اس کی بارگاہ میں پہنچیں گے تا کہ وہ ان کے مابین فیصلہ فرمائے۔ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ (ایک ایسے دن میں جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے) وہ قیامت کا دن ہے۔ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (تمہاری گنتی کے موافق) دنیا کے دنوں کے موافق ۔

تردید فرقہ باطلہ :

فرقہ مشبہ کیلئے الیہ کے لفظ سے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں ہے وہ اس سے جہت ثابت کرتے ہیں حالانکہ اس سے الی حیث یرضاہ۔ (اس کی رضا کا مقام) یا الی امرہ۔ (اس کے حکم کی طرف) مراد ہے جیسا کہ ان آیات میں ان کے لئے الی سے استدلال کا موقعہ نہیں۔ نمبرا۔ انی ذاهب الی ربی [الصافات:۹۹] نمبر۲۔ انی مهاجر الی ربی [العنکبوت:۲۶] نمبر۳۔ و من یخرج من بیته مهاجرًا الی الله [النساء:۱۰۰]

وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے:

۶: ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (وہی ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر باتوں کا) یعنی وہ ان تمام چیزوں کو جو مخلوق سے پوشیدہ یا مخلوق کے مشاہدہ میں ہے جاننے والا ہے۔ الْعَزِيْزُ (وہ زبردست ہے) اس کا حکم و تدبیر ہر چیز پر غالب ہے۔ الرَّحِيْمُ (وہ مہربان ہے) اس کی نرمی اور آسانیاں انتہاء کو پہنچنے والی ہیں۔

قراءت: ایک قول یہ ہے کہ اس پر وقف نہیں کیونکہ الذی جملہ اس کی صفت ہے۔

اس کی دلیل:

۷: الَّذِیْٓ (وہ جس نے) یہ ماقبل کی صفت ہے۔ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ (ہر شیٔ کو خوبصورت بنایا) اس کو خوب بنایا کیونکہ ہر چیز کو تقاضۂ حکمت سے مرتب فرمایا گیا ہے۔ خَلَقَهٗ قراءت: کوفی، نافع، سہل نے صفت قرار دیا ای کل شی خلقه فقد احسن۔ ہر چیز جو اس نے پیدا کی خوب بنایا۔ دیگر قراء نے خَلْقَهٗ بدل قرار دیا۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ احسن خَلْقَ کل شیء ہر چیز کی پیدائش کو خوب بنایا۔ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ (اور انسان کی تخلیق کی ابتداء مٹی سے کی) الانسان الف لام عہد کا ہے اور مراد آدمؑ ہیں۔

۸: ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ (پھر اس کی نسل کو بنایا) اس کی اولاد کو۔ مِنْ سُلٰلَةٍ (خلاصہ اختلاط سے) یعنی نطفہ مِّنْ مَّآءٍ (یعنی پانی سے) مراد منی ہے۔

نحو: یہ سلالہ سے بدل ہے۔ مَّهِیْنٍ (بے قدر سے) کمزور وحقیر۔

دوسری دلیل:

۹: ثُمَّ سَوّٰىهُ (پھر اس کے اعضاء درست کیے) جیسا کہ فرمایا فی احسن تقویم [التین: ۴] وَنَفَخَ (اور اس نے پھونکی) داخل کی۔ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (اس میں اپنی روح)

نحو: اس میں اضافت تخصیص کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا ونفخ فیه من الشی الذی اختص هو به و بعلمه اس نے اس میں ایسی شیٔ پھونک دی جس کے وہ خاص ہے۔ اپنے علم کے ساتھ خاص ہے۔

تیسری دلیل:

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ (اور اس نے کان، آنکھیں اور دل بنا دیے) تا کہ تم سن، دیکھ اور سمجھ سکو۔ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (بہت کم شکریہ تم لوگ ادا کرتے ہو) تم شکر کم کرتے ہو۔

۱۰: وَقَالُوْٓا (اور لوگ کہتے ہیں) یہ کہنے والا ابی بن خلف تھا کیونکہ اس کی یہ بات سب کو پسند تھی اس لئے سب کی طرف اسناد ونسبت کر دی۔ ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ (کیا جب ہم زمین میں نیست و نابود ہو گئے) یعنی مٹی ہو گئے اور زمین کی مٹی سے اس طرح

رل مل گئے اس سے امتیاز نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ پانی اور دودھ مل جاتے ہیں۔ نمبر۲۔ زمین میں دفن ہو کر غائب ہو گئے۔
قراءت: علی نے ضَلِلْنَا لام کے کسرہ سے پڑھا ہے کہا جاتا ہے ضَلَّ یَضِلُّ ۔ ضَلَّ یَضَلُّ۔
نحو: اذا ظرف اأذا ضللنا میں منصوب ہوگا اس پر أانا لفی خلق جدید دلالت کرتا ہے۔
أَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (کیا ہم نئی پیدائش میں آئیں گے) اور وہ دوبارہ اٹھنا ہے۔ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ (بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں) ضد سے انکار کرنے والے ہیں۔ جب ان کے انکار بعث بعد الموت کو ذکر کیا تو اس سے بلیغ تر کی طرف اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ آخرت میں جو کچھ بھی ہونے والا ہے اس سب کے منکر ہیں فقط بعث ہی کے منکر نہیں۔
۱۱: قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ (کہہ دیجئے تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر متعین) ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے) تم کو موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے وہ قبض کرے گا تمہاری ارواح کو قبض کر کے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اس کے بعد حساب و کتاب کیلئے تم اٹھائے جاؤ گے۔ لقاء اللہ کا یہ معنی ہے۔

منکرین آخرت کو فہمائش:

التوفی: روح کو پورا پورا لینا تم سب کی ارواح کو قبض کیا جائے گا۔ اہل عرب کہتے ہیں یوفیت حقی من فلان۔ جبکہ پورا پورا بغیر کسی نقصان کے لے لیا جائے۔
قول مجاہد رحمہ اللہ ہے کہ ملک الموت کیلئے زمین سمیٹ دی جاتی اور ایک پلیٹ کی طرح کر دی جاتی ہے وہ جہاں سے چاہتا ہے روح لے لیتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ملک الموت ارواح کو آواز دیتا ہے تو وہ اس کو جواب دیتی ہیں پھر اپنے ساتھیوں کو حکم دیتا ہے وہ اس کو قبض کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اس سب کا حکم دینے والے ہیں۔ وہی مخلوقات کے افعال کا خالق ہے یہ اس آیت اور دوسری آیات توفتہ رسلنا [الانعام:۶۱] میں اور الله یتوفی الانفس حین موتھا [الزمر:۴۲] میں موافقت کی ایک صورت ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا

اور اے مخاطب اگر تو اس موقع کو دیکھے جبکہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے تو عجیب منظر دیکھے گا۔ یہ لوگ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا سو ہم کو

نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ

واپس بھیج ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہمیں یقین آ گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے اور لیکن میری طرف سے یہ بات

الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۳ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ

طے ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے بھر دوں گا جو اس میں اکٹھے ہوں گے۔ سو تم آج کے دن کی ملاقات کو

لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴

بھول جانے کی وجہ سے چکھ لو۔ بلاشبہ ہم نے تمہیں بھلا دیا اور تم جو اعمال کیا کرتے تھے ان کی وجہ سے ہمیشگی والا عذاب چکھ لو۔

۱۲: وَلَوْ تَرٰٓی (اور اگر آپ دیکھیں) یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے نمبر۲۔ ہر ایک کو خطاب ہے۔

نحو: لو امتناعیہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے ای لرایت امرًا عظیمًا ۔

مجرمین کا حال:

اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ (جبکہ یہ مجرم لوگ) وہی لوگ ہیں جنہوں نے أاذا ضللنا فی الارض [السجدہ:۱۰] کے الفاظ کہے تھے۔لو اور اذ دونوں ماضی کیلئے آتے ہیں اور یہ جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو منتظر ہے وہ بھی موجود ہی کی طرح ہے۔ تری اور جن کو یہ شامل ہے ان کے لئے مقدر ماننے کی ضرورت نہیں گویا اس طرح فرمایا گیا ولو تکون منك الرؤية اور اِذ اس کا ظرف ہے۔

نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ (وہ اپنے سروں کو جھکانے والے ہونگے) ذلت، حیاء، اور شرمندگی کی وجہ سے۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اپنے رب کے ہاں) اپنے رب کے ہاں حساب دیتے وقت۔ اس پر وقف جائز ہے کیونکہ حذف کا حق ہے کیونکہ تقدیر کلام یقولون رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا (اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا) تیرا وعدہ اور وعید سچی ہے۔ وَسَمِعْنَا (اور ہم نے سن لیا) تیری طرف سے تیرے رسولوں کی تصدیق یا ہم اندھے اور بہرے تھے پس ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ فَارْجِعْنَا (تو ہمیں واپس لوٹا دے) دنیا کی طرف نَعْمَلْ صَالِحًا (ہم نیک عمل کریں گے) ایمان واطاعت اختیار کریں گے۔ اِنَّا مُوْقِنُوْنَ (بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں) بعث بعد الموت اور حساب پر۔

۱۳: وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ (اگر ہمیں منظور ہوتا تو ہم ہر نفس کو) دنیا میں هُدٰىهَا (اس کا راستہ عطاء فرماتے) یعنی اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو وہ مہربانی جو ہمارے پاس ہے وہ دے دیتے جس کو اگر وہ اختیار کر لیتے تو ہدایت پا جاتے لیکن ہم نے ان کو وہ

مہربانی عنایت نہ کی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ کفر کو اختیار کریں گے اور وہ اس کو ترجیح دیں گے۔

ردِ معتزلہ:

کیونکہ معتزلہ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ہر نفس کو وہ چیز دے جس سے وہ ہدایت پائے اور اس نے دے بھی دی لیکن اس نے ہدایت نہ پائی۔ معتزلہ نے اس آیت کی تاویل مشیت جبر سے کی ہے اور یہ فاسد تاویل ہے جیسا کہ دلائل سے معلوم ہو چکا۔ وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ (لیکن یہ بات ثابت ہو چکی کہ میں جہنم کو جنات اور انسان دونوں) وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (سے بھروں گا۔) لیکن یہ بات میری طرف سے لازم ہو چکی اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ وہ ایسے اعمال کریں گے جو ان پر جہنم کو واجب کر دیں گے۔ اور وہ اسی طرح ہوا جیسا اس کے علم میں تھا کہ وہ ردّ و تکذیب کو پسند کریں گے۔

نکتہ تخصیص:

جن و انس کی تخصیص سے اشارہ کر دیا کہ ملائکہ اس قسم کے اعمال سے معصوم ہیں جو جہنم کو واجب کرنے والے ہیں۔

۱۴: فَذُوْقُوْا (پس تم چکھو) عذاب کو بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ (اس وجہ سے کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا) اس وجہ سے کہ تم نے ملاقات کے اعمال کو ترک کر دیا۔ یَوْمِکُمْ هٰذَا (وہ عمل ایمان ہے جس کو بھلایا)۔ اِنَّا نَسِیْنٰکُمْ (بیشک ہم نے تمہیں بھلا دیا) یعنی بھلائے ہوئے کی طرح عذاب میں چھوڑ دیا۔ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ (تم ہمیشہ کا عذاب چکھو) دائمی عذاب جو منقطع نہ ہوگا۔ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (اپنے اعمال کی وجہ سے) وہ کفر اور دیگر معاصی ہیں۔

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

ہماری آیات پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں جس کے ساتھ حمد بھی ہوتی ہے

وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۞ السجدة ۱۵ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا

اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو لیٹنے کی جگہوں سے جدا ہوتے ہیں، وہ ڈرتے ہوئے

وَّطَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞ ۱۶ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ

اور امید باندھتے ہوئے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سو کسی شخص کو اس کا علم نہیں ہے جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا

أَعْيُنٍ ج جَزَاءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ ۱۷ أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ط لَا يَسْتَوٗنَ ۞ ۱۸

سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے یہ ان اعمال کا بدلہ ہوگا جو دنیا میں کیا کرتے تھے سو جو شخص مومن ہو کیا وہ فاسق کی طرح ہو سکتا ہے؟ برابر نہیں ہیں

أَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَأْوٰى ز نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوْا

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لئے باغ ہوں گے ٹھہرنے کی جگہوں میں یہ بطور مہمانی ان اعمال کے بدلہ ہوں گے جو دنیا میں

يَعْمَلُوْنَ ۞ ۱۹ وَأَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَأْوٰىهُمُ النَّارُ ط كُلَّمَا أَرَادُوْا أَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا

کیا کرتے تھے۔ اور جن لوگوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جب بھی اس میں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے

أُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۞ ۲۰

اسی میں واپس لوٹا دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

ایمان والوں کی صفات:

۱۵: إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا (تو ہماری آیات پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جائیں) یعنی ان آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے خَرُّوْا سُجَّدًا (وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع اور خشوع سے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اسلام کی نعمت عنایت ہونے پر شکریہ میں سجدہ کرتے ہیں۔ وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں) تسبیح اللہ تعالیٰ کو ان باتوں سے جو اس کی ذات کے لائق نہیں پاک قرار دیتے ہیں۔ حمد اس کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں۔ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (اور وہ تکبر نہیں کرتے) ایمان لانے اور سجدہ کرنے سے تکبر نہیں کرتے۔

۱۶: تَتَجَافٰى (اور علیحدہ رہتے ہیں) دور اور الگ رہتے ہیں جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (ان کے پہلو خواب گاہوں سے) مضاجع

بستر اور سونے کے مقامات۔

سہل رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ایک جماعت کو اس نے ایک عطیہ دیا اور وہ یہ ہے کہ ان کو اپنے سے مناجات کی اجازت دی اور ان کو اپنے وسیلہ میں سے قرار دیا۔ پھر اس پر ان کی تعریف و مدح کی اور فرمایا تتجافی جنوبھم عن المضاجع ۔ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ (وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں) اپنے رب کی عبادت کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔

خَوْفًا وَّطَمَعًا (امید و خوف سے) یہ مفعول لہ ہے مطلب یہ ہے لاجل خوفھم من سخطه و طمعھم فی رحمته وھم المتھجدون اس کی ناراضی کے خوف اور اس کی رحمت کی طمع میں اس حال میں کہ وہ تہجد گزار ہوتے ہیں۔

قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

اس کی تفسیر میں فرمایا بندے کا رات کو قیام کرنا۔ [رواہ احمد ۵/۲۳۲،۲۴۲] ابن عطاء کہتے ہیں ان کے پہلو غفلت کے بستر کی بجائے قربت کے قالین کے خواہشمند ہیں یعنی رات کو نماز پڑھتے ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کا قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نماز مغرب عشاء اخیرہ تک پڑھتے رہتے۔ انہی کے بارے میں یہ آیت اتری۔ (ابن مردویہ) ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو عشاء کی نماز پڑھ کر سوتے ہیں اس سے پہلے نہیں سوتے۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (اور جو ہم نے رزق دیا وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صَرف کرتے ہیں۔

مخفی عمل کا مخفی بدلہ:

۱۷: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ (پس کسی شخص کو معلوم نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے لئے خزانہ غیب میں موجود ہے) ما یہ الذی کے معنی میں ہے ای الذی۔

قراءت: اُخْفِي حکایت نفس کے طور پر حمزہ، یعقوب نے پڑھا ہے۔

مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (آنکھوں کی ٹھنڈک) کوئی نہیں جانتا کہ ان کیلئے کیا عظمت کی چیزیں ہیں۔ جَزَآءً (بدلہ کے طور پر)

نحو: یہ جوزوا مصدر کا مفعول ہے۔

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان اعمال کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے)

حسن رحمہ اللہ کا قول:

جو لوگ دنیا میں اعمال سب سے چھپا کر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وہ چھپا رکھا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور نہ کسی کان نے سنا۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ اس سے مراد رات کی نماز ہے۔ تاکہ بدلہ اس کے موافق ہو (وہ بھی مخفی وہ بھی مخفی)

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۱﴾

اور ضرور ضرور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے قریب والا عذاب چکھا دیں گے تاکہ وہ باز آجائیں ،

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جسے اس کے رب کی آیات یاد دلائی جائیں پھر وہ ان سے اعراض کرے، بلاشبہ ہم مجرمین سے

ع ۱۱ ۲ / ۱۵

مُنْتَقِمُونَ ﴿۲۲﴾

بدلہ لینے والے ہیں۔

کافر و مؤمن میں فرق:

۱۸: نکتہ: پھر بیان کیا کہ جو نور ایمان و طاعت کے ساتھ ہے وہ اس کے برابر نہیں جو کفر و عصیان کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہے فرمایا: أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا (تو جو شخص مؤمن ہو گیا وہ اس شخص جیسا ہو جائے گا جو کافر ہے) فاسق یہاں کافر کے معنی میں ہے کیونکہ دونوں مَن پر محمول ہیں اور ایمان کا مقابل کفر ہوتا ہے۔ لَا يَسْتَوُونَ (وہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے) معنوی اعتبار سے اس کی دلیل اگلے ارشاد میں ہے۔

مؤمن کا بدلہ:

۱۹: أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ (جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے پس ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانہ) الْمَأْوَىٰ (جنتیں ہیں) جنت الماویٰ یہ جنت کی ایک قسم ہے جہاں ارواحِ شہداء قیام پذیر ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے۔ یہ عرش کی دائیں جانب ہے۔ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (ان کے اعمال کے بدلہ میں بطور مہمانی) یہ عطیہ ان کے اعمال کے بدلہ میں ہوگا۔ النزل اول تو یہ مہمان کو پیش کیا جانے والا عطیہ تھا پھر اس کا استعمال عام عطیہ کیلئے ہونے لگا۔

کافر کا بدلہ:

۲۰: وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ (اور جو لوگ کافر ہوئے پس ان کا ٹھکانہ آگ ہے) ماویٰ کا معنی پناہ گاہ اور اترنے کی جگہ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ (وہ لوگ جب اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے پھر اس میں دھکیل دیے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا) ان کو جہنم کے داروغہ کہیں گے۔ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ (تم دوزخ کا وہ عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے)۔

مسئلہ: یہ دلیل ہے کہ یہاں فاسق سے مراد کافر ہے کیونکہ تکذیب ایمان کے بالمقابل ہے۔

۲۱: وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى (اور ضرور ہم ان کو قریب کا عذاب چکھائیں گے) دنیا میں قید کا عذاب اور وہ سات سال کا قحط جوان پر مسلط کیا گیا دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ (بڑے عذاب سے پہلے) بڑے عذاب سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ ہم ان کو عذاب آخرت تک پہنچنے سے پہلے چکھائیں گے۔

دارانی کا قول:

عذابِ ادنیٰ سے رسوائی و ذلت مراد ہے اور عذابِ اکبر سے ہمیشہ کی آگ۔

ایک قول:

عذاب ادنیٰ سے عذابِ قبر مراد ہے۔

لَعَلَّهُمْ (شاید کہ وہ) جن کو قریبی عذاب دیا گیا ہے۔ يَرْجِعُوْنَ (باز آئیں) کفر سے توبہ کریں۔

اعراضِ حق عقل سلیم سے بعید تر ہے:

۲۲: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ (اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جس کو یاد دلائی جائیں) نصیحت کی جائے بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ (اس کے رب کی آیات) یعنی قرآن مجید کے ذریعہ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا (پھر وہ ان سے اعراض کرے) ان سے منہ موڑے اور ان میں تدبر نہ کرے۔

نحو: ثم استبعاد کیلئے آتا ہے۔ ایسی آیات جو اس قدر واضح، روشن اور سیدھے راستہ کی طرف راہنما اور سعادت عظمیٰ سے نوازنے والی ہوں ان سے نصیحت کرنے کے بعد جو آدمی اور اعراض کرے گا اس کا اعراض عقل سلیم سے بہت دور ہے۔ جیسا کہ تم اپنے دوست کو کہو۔ تو نے ایسی فرصت پائی مگر پھر اس سے فائدہ نہ اٹھایا؟ درحقیقت یہ بات اس کے فرصت کو غنیمت نہ جاننے سے استبعاد کا اظہار کرتے ہوئے تم نے کہی۔ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ (بلاشبہ ہم مجرمین سے انتقام لینے والے ہیں)

فائدہ: یہاں منہ نہیں فرمایا کیونکہ جب اس کو اظلم الظالمین قرار دیا پھر عام مجرمین کو اپنے انتقام سے ڈرایا اس سے بڑے ظالم کو انتقام کا بڑا حصہ پانے کا ثبوت خود مل گیا۔ اگر صراحت کی بجائے ضمیر لائی جاتی تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوسکتا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے اور ہم نے ان کو

هُدًى لِّبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝۲۳ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا

بنی اسرائیل کے لیے موجب ہدایت بنایا تھا۔ اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے جبکہ انہوں نے

صَبَرُوْا ۣ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝۲۴ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

صبر کیا ،اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان

الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۲۵

ان چیزوں میں فیصلے فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

کتاب کا ملنا:

۲۳: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی) یعنی تورات فَلَا تَكُنْ فِىْ مِرْيَةٍ (پس آپ شک نہ کیجئے) مریۃ کا معنی شک آتا ہے۔ مِّنْ لِّقَآئِهٖ (ان کے ملنے میں) موسیٰ علیہ السلام کے کتاب ملنے سے نمبر۲۔ لیلۃ المعراج میں موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات نمبر۳۔ قیامت کے دن کی ملاقات نمبر۴۔ آخرت میں موسیٰ علیہ السلام کی رب تعالیٰ سے ملاقات اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات۔ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ (ہم نے اس کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنایا تھا)۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام پر اتاری جانے والی کتاب کو ان کی قوم کیلئے ہدایت بنایا۔

۲۴: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً (اور ہم نے ان میں بہت سے پیشوا بنا دیے) قراءت: ائمة دونوں ہمزہ کے ساتھ کوفی وشامی نے پڑھا ہے۔ يَّهْدُوْنَ (وہ ہدایت کیا کرتے تھے) لوگوں کو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے دین وشریعت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ بِاَمْرِنَا (ہمارے حکم سے) جو خاص انہی کو دیا جبکہ انہوں نے حق اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر اختیار کیا یا معاصی سے اعراض پر جمے رہے۔ لَمَّا صَبَرُوْا (جبکہ انہوں نے ثابت قدمی اختیار کی)

قراءت: لِمَا صبروا یہ حمزہ وعلی کی قرات ہے۔ دنیا سے بچے رہنے کی وجہ سے۔

مَسْئَلَۃٌ: اس سے ثبوت ملتا ہے۔ کہ جو صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی امامت عنایت فرماتے ہیں۔ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے) وہ ایسا یقینی علم رکھتے تھے جس میں شک کی ذرہ بھر ملاوٹ نہ تھی۔

۲۵: اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (بیشک آپ کا رب وہی ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا) نمبرا۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ

کیاان لوگوں کواس چیز نے ہدایت نہیں دی کہ ان سے پہلے ہم کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں، یہ لوگ ان کے رہنے کی جگہوں میں چلتے پھرتے ہیں، بلاشبہ

فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ ؕ اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَی الْاَرْضِ

اس میں نشانیاں ہیں، کیا یہ لوگ نہیں سنتے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم سوکھی زمین کی طرف پانی کو روانہ

الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

کرتے ہیں پھر اس کے ذریعہ کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے مویشی اور خود یہ لوگ کھاتے ہیں،کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے۔

انبیاء علیہم السلام اوران کی امتوں کے درمیان نمبر۲۔ مؤمنوں اور مشرکوں کے درمیان ۔فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ (ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے) پس وہاں حق پرست اور باطل پرست ظاہر ہو جائے گا۔

۲۶:اَوَلَمْ (کیانہیں)۔

نحو : واؤ عاطفہ ہے اور معطوف علیہ منوی جو معطوف کی جنس سے ہواس پر عطف کیلئے لائی گئی ہے۔تقدیر کلام یہ ہے الم یدع۔ یهد ای یبین (یعنی واضح ہوا)

نحو : اس کا فاعل اللہ ہے اس کی دلیل زید کی قراءت ہے جو بروایت یعقوب نَهْدِ ہے۔

لَهُمْ (ان کو) اہل مکہ کیلئے۔ كَمْ (کتنے)

نحو : یہ یهد کا فاعل بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ کم استفہام کیلئے ہے اور اس میں ماقبل قطعاً عمل نہیں کرتا۔کم محلاً یہاں منصوب ہے۔ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ (ہلاک کر چکے ان سے پہلے امتیں) جیساعاد،ثمود،قوم لوط۔

یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ (یہ ان کے رہنے کے مقامات میں آتے جاتے ہیں)۔یعنی اہل مکہ اپنی تجارت کے اسفار میں ان کے بلاد ودیار سے گزرتے تھے۔اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ (بیشک اس میں صاف نشانیاں ہیں کیاوہ لوگ سنتے نہیں ان نصائح کو تاکہ ان سے وہ نصیحت حاصل کرتے۔

۲۷:اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ (کیاوہ نہیں نظر کرتے اس بات پر کہ ہم پانی پہنچاتے ہیں) ہم بارش اور دریا جاری کرتے ہیں۔اِلَی الْاَرْضِ الْجُرُزِ (خشک زمین کی طرف) یعنی وہ زمین جس کی نبات منقطع ہو چکی ہو یعنی کاٹ لی گئی ہو نمبر۱۔یا تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے نمبر۲۔یا اس لئے کہ اس کو چروالیا گیا۔

جرز:اس زمین کو ہرگز نہیں کہتے جو فصل نہ اُگائے اس کی دلیل یہ قول ہے فنخرج به زرعًا الاية فَنُخْرِجُ بِهٖ (پھر ہم اس سے نکالتے ہیں) ہٖ سے مراد پانی ہے۔زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ (کھیتی جس سے کھاتے ہیں) ہٗ سے مراد کھیتی اَنْعَامُهُمْ (ان کے

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۲۸ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ فتح کب ہو گی اگر تم سچے ہو ۔ آپ فرما دیجئے کہ فتح کے دن کافروں کو

يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۲۹ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

انکا ایمان نہ نفع دے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ سو آپ ان سے اعراض کیجئے

وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ۳۰ ع

اور انتظار کیجئے بے شک وہ منتظر ہیں۔

چوپائے) بھوسہ وَاَنْفُسُهُمْ (اور وہ بذات خود) اس غلہ سے اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ (کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں)۔اپنی آنکھوں سے تاکہ وہ مردوں کے زندہ کرنے پر استدلال کر لیتے۔

فیصلے کے منتظر:

۲۸: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ (اور وہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ فیصلہ) کامیابی ،نمبر۲۔حکومت سے فیصلہ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ربنا افتح بيننا [الاعراف:۸۹] مسلمان کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عنقریب مشرکین پر فتح دیں گے۔نمبر۳۔ ہمارے اور ان کے مابین فیصلہ فرما دیں گے جب مشرکین یہ سنتے تو کہتے متی هذا الفتح۔ یہ کہہ کر طعنہ زنی کرتے کہ کس وقت وہ فیصلہ ہوگا! اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ وہ ہو کر رہے گا۔

فیصلے کا دن:

۲۹: قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ (کہہ دیجئے فیصلہ کا دن) یہاں قیامت کا دن مراد ہے۔وہی حقیقت میں مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے مابین فیصلہ کا دن ہوگا۔اور اس دن مسلمانوں کو کافروں پر مکمل کامیابی ملے گی۔نمبر۲۔ یوم بدر۔نمبر۳۔ فتح مکہ کا دن۔ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (کافروں کو ان کا ایمان فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی)۔

ایک سوال:

یہ کلام ان کے سوال کا بظاہر درست جواب نہیں بنتا؟

حل:

جواب میں ان کی جو غرض معروف تھی۔اس کا لحاظ کر کے جواب دیا گیا ہے۔لیکن ان کے سوال کی غرض فیصلہ کا وقت تھا۔اور وہ

بطور استہزاء وتکذیب کے اس کو جلد مانگ رہے تھے۔اس لئے ان کو کہا گیا کہ تم عذاب جلدی مت مانگو۔اور اس کا مذاق نہ اڑاؤ۔پس گویا کہ میں اور تم اس دن کو پا چکے اور تم ایمان لائے مگر تمہارے ایمان نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔اور عذاب کی آمد میں تم نے مہلت مانگی وہ بھی نہ ملی۔جنہوں نے اس کی تفسیر فتح مکہ سے کی ہے یا یوم بدر سے کی ہے۔ان کے نزدیک اس سے مراد مقتولین بدر و فتح ہیں۔کیونکہ حالت قتل میں ایمان کا فائدہ نہیں۔جیسا کہ فرعون کا غرق کے وقت ایمان معتبر نہ ہوا۔

۳۰: فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَانۡتَظِرۡ (پس آپ ان سے اعراض کریں۔اور انتظار کریں) ان پر کامیابی اور ان کی ہلاکت کا۔اِنَّهُمۡ مُّنۡتَظِرُوۡنَ (بیشک وہ بھی منتظر ہیں) تم پر غلبہ اور تمہاری ہلاکت و بربادی کے۔

سورت کی فضیلت:

آنحضرت ﷺ سونے سے قبل الم تنزیل اور تبارك الذی تلاوت فرماتے۔اور فرمایا جس نے الم تنزیل اپنے گھر میں پڑھی وہاں تین دن تک شیطان داخل نہیں ہوسکتا۔(قال الحافظ لم اجدہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ: سورۃ الم تنزیل یہ سورت مانعہ ہے جو عذاب قبر سے روکتی ہے۔رسول اللہ ﷺ اس سورت کو اکثر فجر کی نماز میں پڑھتے۔(احمد، ترمذی عن جابر)

الحمدللہ ۸ اذوالحجہ جمعرات کی رات بعد از نماز عشاء ترجمہ تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ احزاب مدنی ہے اس میں تہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ ماننے، بلاشبہ اللہ علیم ہے

حَكِيْمًا ۙ ① وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ ②

حکیم ہے، اور آپ اس کا اتباع کیجئے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کیا جاتا ہے، بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو،

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③

اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور وہ کافی ہے اور کارساز ہے۔

۱: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ (اے نبی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور کافروں) وَالْمُنٰفِقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (اور منافقوں کا کہنا نہ مانیے بیشک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے)۔

قول ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا مطلب:

حضرت ابی نے زر کو کہا سورۂ احزاب کی آیات تمہارے شمار میں کتنی ہیں انہوں نے جواب میں کہا۔ ۷۳ آیات حضرت کعب نے کہا اس ذات کی قسم جس کے نام کی قسم ابی اٹھاتا ہے یہ سورہ بقرہ کے برابر تھی یا اس سے بھی زیادہ لمبی ہم نے اس میں آیت رجم پڑھی۔ الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة نكالا من الله والله عزيز حكيم۔ حضرت ابی کی مراد یہ ہے کہ یہ سورت من جملہ قرآن کے اس حصہ میں سے جو منسوخ ہوا۔

نشاندہی:

باقی وہ جو حکایت بیان کی جاتی ہے کہ یہ اضافہ ایک صحیفہ میں تھا جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پڑا تھا اس کو بکری نے کھالیا یہ حکایت ملحدین اور رافضیوں کی تصنیفات سے ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے ہماری طرف سے خبر دینے والے، ہمارے اسرار کے امین ہمارے خطابات ہمارے بندوں تک پہنچانے والے۔

قراءت: نافع نے لنبیء ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے یہاں انداز خطاب لقب سے ہے نام سے نہیں جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو یا آدم، یاموسیٰ کہا گیا۔ آپ کی تشریف اور فضیلت کو ظاہر فرمانے کے لئے کیا گیا ہے البتہ دوسری آیت محمد رسول اللہ ﷺ [الفتح: ۲۹] اور بعض دیگر آیات میں نام کی تصریح یہ تعلیم دینے کیلئے ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہے۔

کفار اور منافقین کی باتیں نہ مانیں:

اتَّقِ اللّٰهَ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) تقوی پر ثابت قدم رہو اور ہمیشگی اختیار کرو اور اس میں اضافہ کرو کیونکہ یہ ایسا باب ہے جس کی انتہاء کو پایا نہیں جاسکتا۔ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ (کسی بھی چیز میں کفار و منافقین کی مساعدت و مدد نہ فرمائیں) اور ان سے بچتے رہو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور مؤمنوں کے دشمن ہیں۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ ابوسفیان، عکرمہ بن ابوجہل، ابوالاعور سلمی احد لڑائی کے بعد مدینہ آئے۔ اور عبداللہ بن ابی کے ہاں مہمان رہے نبی اکرم ﷺ نے ان کو امان دیا کہ وہ آپ سے گفتگو کرسکیں۔ انہوں نے آپ سے کہا۔ ہمارے معبودوں کا تذکرہ چھوڑ دو۔ اور کہو کہ وہ سفارشی ہیں اور نفع ونقصان دے سکتے ہیں۔ منافقین نے ان کی اس بات میں مدد کی مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو یہ آیت اتری۔ **اتق الله فی نقض العهد و لا تطع الكافرين من اهل مكة و المنافقين من اهل المدينة فيما طلبوا۔** وعدہ خلافی میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو اور کفار مکہ کا اور منافقین مدینہ کی بات نہ مانیں جو کچھ انہوں نے کہی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں) ان کے اعمال کی خیانت کو حَكِيْمًا اور ان کے ساتھ حکم قتال کی تاخیر میں حکمت والا ہے۔

۲: وَّ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (اور اتباع کریں اس حکم کی جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے وحی کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے) تقویٰ پر ثابت قدمی اور کفار و منافقین کی عدم اطاعت میں۔ اِنَّ اللّٰهَ (بیشک اللہ تعالیٰ) وہ ذات ہے جو آپ کی طرف وحی بھیجتا ہے۔ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (وہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے) وہ ان کے اور تمہارے اعمال سے پہلے سے باخبر ہے۔

ایک قول یہ ہے:

تعملونَ کو جمع لائے کیونکہ اتبع سے مراد آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔

قراءت: ابوعمرو نے یاء سے **یعملون** پڑھا ہے مطلب یہ ہوگا منافقین اور کفار تمہارے خلاف جو مکر و تدابیر کر رہے ہیں۔

۳: وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو) اپنا معاملہ اس کے سپرد کرو اور اس کی تدبیر کے حوالے کردو۔

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہے) محافظ ہے ہر معاملہ اسی کے حوالہ ہے۔

قول زجاج رحمہ اللہ:

یہ الفاظ اگرچہ خبر کے ہیں مگر ان کا معنی انشاء کا ہے ای **اکتف بالله و کیلا** محفوظ ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ پر اکتفاء کرو۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ

اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں

مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

نہیں بنایا، اور جو تمہارے منہ بولے بیٹے ہیں ان کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا، یہ تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے، اور اللہ

يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ

حق بات فرماتا ہے اور راستہ دکھاتا ہے، تم انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو، یہ اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے،

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

سو اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں، اور جو کچھ تم سے خطا ہو جائے اس کے بارے میں تم پر

فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

کوئی گناہ نہیں اور لیکن جس کا تمہارے دل قصداً ارادہ کر لیں، اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

جیسے دل ایک ہے اسی طرح ایک عورت آدمی کی یا ماں ہوگی یا بیوی:

۴: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ وَمَا جَعَلَ (اور اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیویوں) اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ وَمَا جَعَلَ (کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنا دیا اور تمہارے منہ بولے) اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ (بیٹوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنا دیا) یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک سینے میں دو دل جمع نہیں کیے اور نہ ہی کسی عورت میں زوجیت اور امومت اور نہ بنوّت اور دعویٰ ابنیت کو جمع کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک انسان کے دو دل نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ حالت دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ ایک سے ایسے افعال کریگا۔ جیسے دوسرے لوگ اپنے دلوں سے کرتے ہیں تو ایک دل فضول و بے کار ہو اس کی ضرورت نہ ہوئی اور یا پھر وہ دوسرے دل سے لوگوں کے دلوں کے الٹ کریگا۔ تو اس سے اس کا دو متضاد صفات سے موصوف ہونا لازم آئے گا۔ کہ وہ ارادہ کرنے والا بھی ہے اور مجبور بھی' جاننے والا اور گمان کرنے والا بھی اور یقین کرنے والا اور شک میں پڑا ہوا بھی۔ پس ثابت ہوا کہ ایک ہی دل سینے میں ہے اور ایک ہی ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی عورت یا تو کسی شخص کی ماں ہوگی یا بیوی۔ کیونکہ ماں مخدومہ ہے اور بیوی خادمہ ہے اور ان دونوں کے درمیان منافات ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی کسی کا منہ بولا بیٹا ہو اور حقیقی بیٹا ہو کیونکہ بنوت نسبت میں

داخل کرنے والی ہے اور منہ بولا بیٹا ہونا صرف نام سے ملانے والا ہے اس کے سوا کچھ نہیں تا کہ ایک شئی میں اصلیت اور غیر اصلیت جمع نہ ہو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مثال:

درحقیقت یہ مثال ہے جو زید بن حارثہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے یہ بنوکلب قبیلہ سے تھے بچپن میں قید ہوئے حکم بن حزام نے اپنی پھوپھی خدیجہ کیلئے ان کو خرید لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدیجہ کا نکاح ہو گیا تو خدیجہ نے زید آپ کو ہبہ کر دیا۔ زید کے والد اور چچا تلاش کے بعد مکہ پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مطالبہ کیا آپ نے زید کو اختیار دیا تو زید نے والد و چچا کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا۔ آپ نے ان کو آزاد کر کے بیٹا بنالیا۔ چنانچہ لوگ زید بن محمد کہنے لگے۔ جب جوان ہوئے تو اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے نکاح کر دیا۔ مگر نباہ نہ ہوئی زید نے طلاق دے دی۔ آپ نے بحکم الٰہی زینب بنت جحش سے نکاح کر لیا۔ تو منافقین نے پروپیگنڈا کیا کہ محمد نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ حالانکہ یہ دوسروں کو اس سے روکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

ایک قول یہ ہے منافقین کہتے تھے کہ محمد کے دو دل ہیں ایک دل تمہارے ساتھ ایک اپنے اصحاب کے ساتھ۔ قول دیگر ابو معمر عربوں میں بڑے حافظہ والا مشہور تھا اس کو لوگ ذو القلبین کا لقب دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے قول کی تردید فرمائی اور اس کو ظہار اور تبنی میں بطور مثال بیان فرمایا۔

تاکیدات: نمبر۱۔ رجل میں تنوین تنکیر نمبر۲۔ قلبین پر مِنْ استغراقیہ داخل کرنا۔ نمبر۳۔ جوف کا لفظ خاص کر لانا۔ یہ تمام تاکیدات ہیں۔

قراءت: اللّٰئی ہمزہ کے بعد یاء جہاں بھی آئے کوفی اور شامی اسی طرح پڑھتے ہیں مگر نافع اللاء پڑھتے ہیں ان کے ساتھ یعقوب وسہل بھی شامل ہیں۔ یہ التی کی جمع ہے۔ تُظَاهِرون عاصم نے ظَاهَرَ سے پڑھا جبکہ کوئی شخص اپنی بیوی کو انت علیّ کظھر امی کہے تو یہ ظہار کہلاتا ہے۔

تَظَاهَرُونَ علی، حمزہ اور خلف نے پڑھا ہے۔ تَظّاهَرون۔ شامی ظاء کی تشدید کے ساتھ اظّاهر بمعنی تظاهر سے لیا اور پڑھا تَظَّهَّرُوْن دیگر قراء نے پڑھا۔ اظّهّر بمعنی تظھّر سے لیا ہے۔

نَحو: تظاهرونَ کو مِن سے متعدی بنایا گیا۔ کیونکہ یہ بعد کے معنی کو متضمن ہے اس لئے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ طلاق شمار ہوتی تھی اس کی دوسری نظیر آلی من امراته ہے۔ کیونکہ ایلاء میں بھی بعد کا معنی پایا جاتا ہے اسی لئے مِن سے متعدی بنایا گیا ہے۔ ورنہ اصل میں ایلاء تو قسم کے معنی میں آتا ہے۔ اور حَلَفَ اور اَقْسَم کا یہ حکم نہیں ہے۔

الدّعیّ یہ فعیل بمعنی مفعول ہے اور لڑکا جس کی نسبت کسی آدمی یا خاندان کی طرف کی جائے۔

نَحو: اس کی جمع یہاں ادعیاء شاذ اور خلافِ قیاس ہے۔ کیونکہ جو فعیل بمعنی فاعل ہو اس کی جمع اس وزن پر آتی ہے مثلاً تقی جمع

اتقیاء شقی جمع اشقیاء مگر رمیؔ اور سمیؔ کی جمع اس وزن پر نہیں آتی اور نہ بنا سکتے ہیں اگرچہ لفظی مناسبت موجود ہے۔

ظہار یا متبنّٰی محض منہ کی بات ہے:

ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاهِکُمْ (یہ تمہارے منہ سے صرف کہنے کی بات ہے) یعنی تمہارا اپنی بیوی کو کہنا کہ یہ میری ماں ہے اور متبنّٰی کو بیٹا کہنا یہ نری منہ کی بات ہے جس کی تہہ میں حقیقت نہیں کیونکہ بیٹا ولادت سے بنتا ہے اسی طرح ماں وہ جس نے پیٹ سے جنا ہو۔ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ (اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتے ہیں) یعنی وہ بات جس کا ظاہر و باطن حق ہو۔ وَ هُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ (اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے) حق کا راستہ پھر حق و ہدایت جو راہ حق کی طرف جانے والا تھا بتلایا چنانچہ فرمایا۔

۵: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچائی والی بات ہے) اقسط کا معنی عدل والی۔ وضاحت فرما دی کہ ان کی نسبت ان کے باپوں کی طرف عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ ایک قول یہ ہے زمانہ جاہلیت میں جب کسی کو کسی شخص کی بہادری پسند آتی تو اس کو اپنے ساتھ شامل کرتا اور اپنی مذکر اولاد جیسا اس کا میراث میں حصہ مقرر کر دیتا وہ اسی کی طرف منسوب ہوتا کہا جاتا یہ فلاں بن فلاں ہے۔

کمالِ فصاحت:

کتنا فصیح کلام ہے کہ انشائی اور طلبی جملوں کو ملایا پھر خبریہ جملہ سے ان کا فاصلہ کیا پھر ان کے ساتھ ملایا پھر جملہ اسمیہ کو اس سے الگ کیا اور ان کے درمیان وصل کیا۔ پھر درمیان میں انشائی جملہ لے آئے۔ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَآءَهُمْ (اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو) یعنی تمہیں ان کے سلسلہ نسب کے باپ معلوم نہیں جن کی طرف تم ان کی نسبت کر دو تو

فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْکُمْ (وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں) پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور دینی دوست ہیں۔ پس یا اخی، یا مولا کہہ کر آواز دو۔ اس سے اخوت دینی اور ولایت مذہبی مراد ہے۔

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ (اس سے تم پر کچھ گناہ نہیں جو بھول چوک سے ہو جائے) ممانعت کے آنے سے قبل جو تم نے بھول کر کہہ دیا اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں۔ وَلٰکِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُکُمْ (لیکن وہ جو تم دل کے ارادہ سے کرو) لیکن گناہ اس میں ہے جو تم ممانعت کے بعد جان بوجھ کر کرو۔ نمبر ۲۔ اس وقت کوئی گناہ نہیں جب تم دوسرے کے لڑکے کو۔ اے بیٹے! بطور خطاء اور سبقت لسانی کے کہو۔ لیکن جب تم جان بوجھ کر کہو گے تو گناہ ہوگا۔

نحو: مایہ موضع جر میں پہلے ما پر معطوف ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ عفوعن الخطأ مراد لی عفوعن العمد مراد نہ ہو جیسا عموم کا تقاضا ہے پھر اپنے عموم کے لحاظ سے خطاءً بیٹا بنانا یا عمداً بیٹا بنانا دونوں کو شامل ہے۔ جب لے پالک پایا جائے اگر وہ مجہول النسب ہے اور عمر میں چھوٹا ہے۔ تو اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر وہ غلام ہے تو لے پالک بنانے سے آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر وہ عمر میں اس سے بڑا ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر وہ معروف النسب ہے تو متبنّٰی

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ

مومنین سے نبی ﷺ کا تعلق اس سے زیادہ ہے جو ان کا اپنے نفسوں سے ہے اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، اور رشتہ دار

بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ

اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھنے والے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین مہاجرین کے مگر یہ کہ

تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝٦

تم اپنے دوستوں سے کچھ اچھا سلوک کرنا چاہو یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

بنانے سے نسب ثابت نہ ہوگا۔ مگر وہ آزاد ہو جائے گا۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) خطاء پر تم سے مواخذہ نہ فرمائیں گے اور عمد پر توبہ کو قبول فرمائیں گے۔

نبی کا حق جان سے زیادہ:

۶: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (نبی زیادہ حقدار ہیں ایمان والوں کیلئے ان کی جانوں سے بڑھ کر) یعنی دین و دنیا کے تمام معاملات میں زیادہ حقدار ہیں اور آپ کا حکم ایمان والوں پر ان کے اپنے نفس کے حکم سے زیادہ نافذ ہونے والا ہے پس مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفوس کو آپ کے حکم پر قربان کر دیں۔ اور آپ کی ذات پر قربان کر دیں نمبر۲۔ آپ زیادہ مہربان ہیں ایمان والوں پر ان کی جانوں سے بڑھ کر اور زیادہ نرمی کرنے والے اور زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں جیسا کہ فرمایا بالمؤمنین رء وف رحیم [التوبہ:۱۲۸]

قراءتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسهم وهو ابٌ لهم قول مجاہد رحمہ اللہ: ہر پیغمبر اپنی امت کا باپ ہے اسی لئے مؤمن بھائی بھائی ہوئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ ان کے روحانی باپ ہیں۔

مائیں حرمت و تعظیم میں ہیں:

وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) نکاح کی حرمت اور تعظیم کے لازم ہونے میں۔ وہ امت کیلئے ان دو کے علاوہ بقیہ باتوں مثلاً وراثت وغیرہ میں اجنبیات عورتوں کی طرح ہیں اسی لئے یہ تحریم ان کی بیٹیوں کی طرف سبقت کرنے والی نہیں۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ (اور رشتہ دار) قرابت والے۔ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ (وہ ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں) سلسلۂ میراث میں۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى

اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم

ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۷ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ

سے، اور ہم نے ان سے پختہ عہد لے لیا تاکہ اللہ سچوں سے انکی سچائی کے بارے میں سوال فرمائے

١٧ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۸

اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار فرمایا ہے۔

ابتدائے اسلام:

مسلمان ابتدائے اسلام میں دین وہجرت کی بنیاد پر وارث بنتے تھے۔ قرابت داری بنیاد نہ تھی۔ پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور میراث کو قرابت کے حق سے متعلق کر دیا گیا۔

فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی کتاب میں) ان کے حکم وتقدیر میں نمبر۲۔ لوح محفوظ میں نمبر۳۔ اس میں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ (بنسبت دوسرے مؤمنین ومہاجرین کے) یہ اولی الارحام کا بیان بھی بن سکتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا ان میں سے جو قریبی رشتہ دار ہیں وہ اجانب کی نسبت وراثت کے زیادہ حقدار ہیں۔ یہ مِن بیانیہ کے لحاظ سے معنی ہے۔ نمبر۲۔ مِن ابتدائیہ بھی ہوسکتا ہے مطلب یہ ہوگا رشتہ دار حق قرابت میں میراث کے زیادہ مستحق ہیں ایمان والوں سے یعنی انصار سے ولایت فی الدین کے باعث اور مہاجرین سے حق ہجرت کے سبب۔ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا (مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے اچھا سلوک کرنا چاہو) یہاں استثناء خلاف جنس سے ہے یعنی لیکن تمہارا اپنے اولیاء کے ساتھ بھلا سلوک کرنا جائز ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے جس کیلئے پسند کرو وصیت کر سکتے ہو۔ (جو ثلث مال سے کم ہو) پس یہ مال وصیت کے لحاظ سے ان کو ملے گا۔ نہ کہ میراث سے۔

نحو: تفعلوا کو الیٰ کے ساتھ متعدی بنایا گیا ہے کیونکہ وہ تُسدوا کے معنی میں ہے۔ الاولیاء سے مراد دینی ولایت والے یعنی مؤمن اور مہاجر۔ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے) یہ توارث بالارحام لوح محفوظ میں مندرج ہے۔

۷: وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ (جب ہم نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ عہد لیا) یعنی اس وقت کو یاد کرو (اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے) جب ہم نے انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت کا عہد لیا اور دین قیم کی طرف دعوت دینے کا وعدہ لیا۔ وَمِنْكَ (اور آپ سے) خصوصاً۔

نکتۂ تقدیم:

رسول اللہ ﷺ کو نوح اور بعد والے انبیاء علیہم السلام پر مقدم کیا کیونکہ یہ عطف بیان فضیلت کیلئے ہے اس لئے کہ یہ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور سارے صاحب شریعت ہیں۔ جبکہ حضرت محمد ﷺ ان سب سے افضل تھے اسی لئے آپ کو مقدم کر دیا۔ اگر ایسا ملحوظ نہ ہوتا تو جن کا زمانہ مقدم ہے ان کو مقدم کیا جاتا۔

وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ بن مریم سے بھی ہم نے ان سب سے خوب پختہ عہد لیا) وصف کو ملانے کی غرض سے میثاق کا دوبارہ ذکر کر دیا اور بتلا دیا کہ ہم نے ایسا ضرور کیا ہے۔

۸: لِيَسْئَلَ (تا کہ اللہ تعالیٰ تحقیقات کرے) الصّٰدِقِيْنَ (سچوں سے) یعنی انبیاء علیہم السلام سے عَنْ صِدْقِهِمْ (ان کی سچائی کے متعلق) جو انہوں نے کہا اپنی اقوام کو نمبر ۲۔ تا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرنے والوں سے پوچھے۔ کیوں کہ جس نے صادق کو صدقت کہا وہ اپنی بات میں سچا ہے۔ نمبر ۳۔ تا کہ انبیاء علیہم السلام سے پوچھے کہ ان کی امتوں نے ان کو کیا جواب دیا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے: یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم [المائدہ:۱۰۹] وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ (اور اس نے تیار کر رکھا ہے کافروں کیلئے) جو رسولوں کا انکار کرنے والے ہیں۔ عَذَابًا اَلِيْمًا (دردناک عذاب)۔

نحو: اس کا عطف اخذنا پر ہے کیونکہ معنی اس طرح ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو پختہ طور پر حکم دیا کہ وہ اس کے دین کی طرف دعوت دیں تا کہ ایمان لانے والوں کو ثواب سے نوازا جائے اور انکار کرنے والوں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یا جس پر لیسأل الصادقین دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا: پس اس نے ایمان والوں کو ثواب دیا اور کافروں کے لئے عذاب تیار کیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا

اے ایمان والو! اللہ کی نعمت جو تمہیں ملی ہے اسے یاد کرو جبکہ تمہارے پاس لشکر آگئے، سو ہم نے ان پر ہوا بھیج دی

وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۹ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ

اور لشکر بھیج دیے جنہیں تم نے نہیں دیکھا، اور اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو، جبکہ وہ لوگ تمہارے اوپر سے آچڑھے

مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ

اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی، اور جبکہ آنکھیں پھٹی رہ گئیں اور دل گلوں کو پہنچ گئے، اور تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے

بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۱۰ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۱۱

گمان کر رہے تھے، اس موقعہ پر مؤمنین کی جانچ کی گئی اور انہیں سختی کے ساتھ جھنجھوڑ دیا گیا۔

غزوۂ احزاب کے حالات:

۹: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو) یعنی وہ انعام جو اللہ تعالیٰ نے احزاب کے دن فرمایا۔ جس کو یوم خندق بھی کہا جاتا ہے۔ یہ احد کے ایک سال بعد پیش آیا۔ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ (جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے) تمام گروہ جس میں قریش، غطفان، قریظہ، بنی نضیر سب شامل تھے۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا (پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی) بادِصبا نبی علیہ السلام نے فرمایا نصرت بالصبا واهلكت عاد بالدبور۔

[رواہ احمد ۱/۲۲۸ و ۳۲۴ والبخاری ۴۱۰۵ و مسلم ۹۰۰]

فرشتوں کے لشکر:

وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (اور ایسی فوج جو تم کو نظر نہ آتی تھی) وہ فرشتے تھے جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اللہ تعالیٰ نے صبا باردہ کو انتہائی سرد رات میں ان پر مسلط کر دیا۔ جس نے ان کو کپکپا کر رکھ دیا اور ان کے چہرے خاک آلود ہو گئے۔ اور فرشتوں کو حکم دیا گیا انہوں نے خیموں کی رسیاں توڑ کر خیموں کو اکھاڑ پھینکا۔ آگ بجھ گئی ہانڈیاں الٹ گئیں۔ اور گھوڑے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے۔ ان کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا۔ ملائکہ نے ان کے لشکر کے گرد نعرہ تکبیر بلند کیا وہ بغیر لڑائی کے شکست کھا گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آمد کی خبر سن کر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے خندق کھودی تھی۔ پھر تیاری کے ساتھ تین ہزار مسلمانوں کو لے کر خندق کے اس طرف خیمے لگا دیے کفار اور آپ کے لشکر کے درمیان خندق حائل تھی بچوں اور عورتوں کو گڑھوں میں محفوظ کر دیا گیا خوف شدید ہو گیا۔ قریش دس ہزار احابیش اور بنی کنانہ اور اہل تہامہ کے ساتھ ابوسفیان کی قیادت میں نکلے اور غطفانیوں کی

تعداد ایک ہزار تھی جن کی قیادت عیینہ بن حصن فزاری کے پاس تھی ان کے ساتھ اہل نجد میں سے جو ان کے پیرو تھے وہ بھی شامل تھے ادھر عامر بن طفیل ہوازن کا لشکر لے کر آملا۔ یہود بنو قریظہ اور بنو نضیر نے بھی ان کی معاونت کی (اس طرح اس لشکر کی تعداد چودہ سے ۲۴ ہزار تک بتلائی جاتی ہے) ایک ماہ تک دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے کوئی لڑائی نہ تھی بس کبھی کبھی تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مدد نازل فرمائی۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو) اے مسلمانو! تمہارے اعمال کو خندق کے ذریعہ حفاظت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت پر ثابت قدم رہنے کو۔ بَصِيْرًا (دیکھتے تھے) قراءت: ابو عمرو نے یاء کے ساتھ یعملون پڑھا ہے معنی یہ ہے کفار جو بغاوت کر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی روشنی کو بجھانے کیلئے کوشاں تھے۔ وہ دیکھنے والے تھے۔

لشکرِ کفار:

۱۰: اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ (جب وہ لوگ تم پر آ چڑھے) (مدینہ) کی بالائی جانب سے۔

نحو: اذ جاء و کم یہ اذ جاء تکم سے بدل ہے۔ من فوقکم سے وادی کی بالائی جانب جو کہ مشرقی تھی اور اس طرف سے بنو غطفان حملہ آور تھے۔

وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی) وادی کی نچلی جانب جو کہ مغربی جانب تھی اس طرف سے قریش حملہ آور تھے۔ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ (اور جبکہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں) حیرانی کی وجہ سے اپنے دیکھنے کے انداز و طریق سے پھر گئیں تھیں۔ نمبر۲۔ ہر چیز سے مڑ چکی تھیں۔ وہ سوائے اپنے دشمن کے اور کسی کی طرف دیکھتی ہی نہ تھیں کیونکہ گھبراہٹ و خوف شدید تھا۔ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ (اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے) الحنجرۃ حلقوم کا انتہائی حصہ، حلقوم کی وہ رگ جس سے کھانا اور پانی اندر جاتا ہے۔ علماء کا قول ہے کہ خوف کی وجہ سے پھیپھڑے پھول جاتے ہیں اور پھیپھڑوں کے پھول جانے کی وجہ سے دل اوپر کو حلق کی طرف اٹھنے لگتا ہے۔ ایک قول یہ ہے: اضطراب قلب کیلئے یہ ایک مثال ہے خواہ حقیقۃً حلق کو نہ پہنچے۔ روایت میں ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا دل حنجرہ تک پہنچے ہوتے ہیں کیا کوئی ایسا کلمہ ہے جو ہم کہیں آپ نے فرمایا اس طرح کہو: اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا [رواہ احمد: ۲/۲۵] ابوداؤد ۵۰۷۴، ابن ماجہ ۳۸۷۱، ادب المفرد: ۱۲۰۰]

کمزور دل منافقین کا حال:

وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا (اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے) یہ ایمان والوں کو خطاب ہے ان میں کچھ انتہائی مضبوط دل اور ثابت الاقدام تھے بعض کمزور دل، کچھ منافق۔ اول گروہ نے گمان کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے پس اس میں پھسل جانے سے ڈرے۔ اور آزمائش کو اٹھانے میں کوئی کمزوری نہ واقع ہو جائے۔ پچھلوں نے وہ گمان کیا جو ان کے متعلق بیان کیا گیا۔

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

اور جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکہ کا

اِلَّا غُرُوْرًا ⑫ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ

وعدہ کر رکھا ہے۔ اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ اے یثرب والو تمہارے لیے ٹھہرنے کا موقعہ نہیں ہے لہٰذا تم واپس ہو جاؤ،

وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ

اور ان میں سے ایک فریق نبی سے اجازت طلب کر رہا تھا یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے یہ لوگ

يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ⑬ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ

صرف بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اگر مدینہ کے اطراف سے کوئی لشکر ان پر گھس جائے پھر ان سے فتنہ کا سوال کیا جائے

لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ⑭ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا

تو یہ ضرور فتنے کو منظور کر لیں گے اور گھروں میں نہیں ٹھہریں گے مگر بس ذرا سی دیر۔ اور اس سے پہلے انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ ہم

يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ⑮

پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ سے جو عہد کیا اس کی باز پرس ہو گی۔

قراءت: ابوعمرو اور حمزہ نے الظنونا کو بغیر الف پڑھا ہے خواہ حالت وقف ہو یا وصل اور یہ قیاس ہے مگر مدنی، شامی، ابوبکر نے دونوں میں الف پڑھا۔ وصل کو وقف کے مقام پر جاری کرتے ہوئے اور مکی، علی وحفص نے وقف میں الف پڑھا اور اسی کی مثل الرسولا [الاحزاب:٦٦] اور السبیلا [الاحزاب:٦٧] اور فاصلہ میں اس کا اضافہ کیا جیسا کہ شاعر نے قافیہ میں بڑھایا ہے قول شاعر۔

اقلی اللوم عاذل والعتابا

اور یہ تمام حروف مصحف امام میں الف کے ساتھ ہیں۔

۱۱: هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ (اس موقع پر ایمان والوں کا امتحان لیا گیا) ایمان پر ثابت قدم رہنے کا امتحان لیا گیا۔ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (اور ان کو سخت جھنجھوڑا گیا) خوف کے باعث ان کو خوب ہلایا گیا۔

۱۲: وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ (اور جب منافقین کہہ رہے تھے) اسکا پہلے اذ پر عطف ہے۔ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے) ایک قول یہ ہے یہ منافقین کا ہی وصف ہے۔ جو واؤ کے ساتھ اس طرح لایا گیا جیسا اس قول میں۔

الی الملکِ القرم وابن الھُمام ☆ و لیثِ الکتیبۃ فی المزدحم

الملك القرم اور ابن الھمام سے ایک ہی شخص مراد ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو دین میں کوئی سمجھ بوجھ نہ تھی۔ منافقین ان کو شبہات ڈال کر اپنی طرف مائل کرتے۔ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا (ہم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے محض دھوکا ہی کا وعدہ کر رکھا ہے) تفسیری روایت میں ہے کہ معتب بن قشیر نے جب مختلف گروہوں کو دیکھا تو کہنے لگا محمد تو ہمیں فارس، روم کی فتح کے وعدے کرتا ہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ خوف کی وجہ سے قضائے حاجت کیلئے نکل نہیں سکتے یہ وعدہ کیا ہے محض دھوکا ہے۔

۱۳: وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ (اور جب کہ ان میں سے ایک گروہ نے کہا) یہ منافقین میں سے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی تھے۔ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ (اے یثرب کے لوگو!) یہ مدینہ منورہ کا پرانا نام ہے۔ لَا مُقَامَ لَكُمْ (تمہارے لئے ٹھہرنے کا موقعہ نہیں)

قراءت: مُقَامَ ضم میم کے ساتھ حفص نے پڑھا۔ اور مَقام ابن کثیر نافع، ابوعمرو، حمزہ، کسائی نے پڑھا معنی یہ ہے تمہارے لئے یہاں ٹھہرنا نہیں ہے۔ اور نہ کوئی جگہ ہے کہ جس میں تم کھڑے بھی ہو سکو۔ نمبر۲۔ یا اقامت پذیر ہو سکو۔ فَارْجِعُوْا (پس لوٹ چلو) کفر کی طرف نمبر۲۔ لشکر رسول اللہ ﷺ سے ہٹ کر مدینہ کی طرف۔ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ (اور ان میں سے ایک گروہ نبی اکرم ﷺ سے اجازت طلب کرتا تھا) یہ بنوحارثہ قبیلہ کے لوگ تھے۔

منافقین کی بہانہ بازی:

يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ (وہ کہتے تھے ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں) ای ذات عورة غیر محفوظ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا (حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں وہ صرف بھاگنا ہی چاہتے ہیں) العورۃ خلل۔ عورۃ سے مراد ذات العورۃ ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے کہتے ہیں عور المکان عَوَرًا جبکہ اس میں کوئی خلل ظاہر ہو جس سے دشمن اور چور کا خطرہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عورۃ یہ عَوِرۃ کی تخفیف ہو۔ انہوں نے عذر پیش کیا کہ ان کے مکانات دشمنوں اور چوروں کی زد میں ہیں کیونکہ وہ قلعہ بند نہیں ہیں انہوں نے اس لئے اجازت طلب کی تاکہ وہ ان کی حفاظت کریں اور ان کی حفاظت کا انتظام ہونے کے بعد وہ واپس لوٹ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات غلط قرار دی کہ ان کو اس بات کا خطرہ نہیں۔ بلکہ وہ تو لڑائی سے بھاگنا چاہتے ہیں۔

۱۴: وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ (اور اگر ان پر گھس آئے) یعنی مدینہ میں نمبر۲۔ ان کے گھروں میں یہ اس محاورہ سے لیا گیا ہے۔ دخلت علی فلان دارہ۔ مِّنْ اَقْطَارِهَا (اس کی اطراف سے) مدینہ کی جوانب سے نمبر۲۔ اگر یہ اجتماعی لشکر جن سے بھاگنے کی یہ تدابیر کر رہے ہیں۔ اگر یہ لشکر اجتماعیہ ان کے مدینہ میں داخل ہو جائیں جن سے ڈر کر یہ بھاگ رہے ہیں۔ نمبر۳۔ ان کے گھروں میں تمام اطراف سے داخل ہو جائیں اور ان کے اہل و اموال پر لوٹ مار کا بازار گرم کر دیں۔ ثُمَّ سُئِلُوا (پھر ان سے درخواست کی جائے) ایسی گھبراہٹ میں الْفِتْنَةَ (فساد کی) فساد سے مراد ارتداد اور کفر کی طرف لوٹ جانا اور مسلمانوں سے لڑائی کرنا۔ لَاٰتَوْهَا (تو یہ اس کو منظور کر لیں گے) ضرور ارتکاب کریں گے۔

قراءت: حجازی نے بلامد پڑھا ہے اس کا معنی اس کو کر گزریں گے اس کی پناہ لیں گے۔

وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَا (اور نہیں ٹھہریں گے ان گھروں میں) س کے قبول کرنے میں۔ اِلَّا یَسِیْرًا (مگر بہت معمولی) صرف اتنی دیر کہ ان سے سوال ہو اور یہ اس کو فوراً قبول کر لیں۔ نمبر ۲۔ اپنے ارتداد کے بعد یہ مدینہ میں زیادہ دیر نہ ٹھہریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیں گے مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں کے غیر محفوظ ہونے کو ایک بہانہ کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں تا کہ اس بہانہ سے وہ نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کی مدد سے دست کش ہو جائیں اور ان گروہوں کے مقابلہ سے علیحدہ ہو جائیں جن کے رعب سے ان کے دل بھرے ہوئے ہیں۔ اور یہ کفار کے گروہ ان کے علاقہ اور سرزمین پر اچانک لوٹ مچا دیں اور ان کے سامنے کفر پیش کر کے کہیں کہ اب ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو جلدی سے ان کی بات قبول کر لیں گے اور اس میں ذرا توقف نہ کریں گے اور یہ حرکت صرف حبِّ کفر اور اسلام سے ناراضی کے باعث ان سے سرزد ہوگی۔

منافقین کا وعدہ:

۱۵: وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ (حالانکہ یہی لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے) بنو حارثہ قبیلہ کے لوگ غزوہ خندق سے قبل) یا اس لشکر احزاب کو دیکھنے سے پہلے کہ وہ شکست کھا کر نہ بھاگیں گے۔ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا (اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا جاتا ہے اس کی باز پرس ہوگی) وہ عہد مطلوب و مقصود ہے تا کہ اس کو پورا کیا جائے۔

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑯ قُلْ مَنْ

آپ فرما دیجئے اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگو گے تو یہ بھاگنا تمہیں نفع نہ دے گا اور اس وقت بس تھوڑے ہی دن جیو گے۔ آپ فرما دیجئے کہ

ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے گا اگر وہ تمہارے بارے میں کسی بری حالت کا ارادہ فرمائے یا تم پر فضل فرمائے اور اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایت کرنے والا

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ⑰ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَاۗىِٕلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا

یا مددگار نہ پائیں گے، بلاشبہ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو رکاوٹ ڈالتے ہیں اور جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ اور یہ

يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑱ۙ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ښ فَاِذَا جَاۗءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ

لوگ لڑائی میں کم آتے ہیں۔ یہ لوگ تمہارے بارے میں بخیل بنے ہوئے ہیں پھر جب خوف پیش آجاتا ہے تو آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ آپ کی طرف

اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ

تک رہے ہیں ان کی آنکھیں اس طرح چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کے وقت بے ہوشی طاری ہو رہی ہو، پھر جب خوف چلا جاتا ہے تو تم کو

بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ

تیز زبانوں سے طعنے دیتے ہیں، مال کے حریص بنے ہوئے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے، سو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے اور یہ

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ⑲ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ

اللہ کے لیے آسان ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جماعتیں واپس نہیں گئیں اور اگر جماعتیں آجائیں تو یہ لوگ اس بار آرزو کریں گے کہ کاش ہم دیہاتوں میں

بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَاۗىِٕكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ⑳ ع ٢ ١٨

ہوتے تمہاری خبریں دریافت کر لیا کرتے، اور اگر وہ تمہارے اندر موجود ہوں تو وہ لڑائی نہ لڑیں گے مگر ذرا سی۔

١٦: قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ (اور کہہ دیجئے تم کو بھاگنا ہرگز فائدہ مند نہ ہوگا اگر تم موت) اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس حالت میں تم فائدہ نہ اٹھاؤ گے مگر تھوڑے دنوں) مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری موت کا وقت آچکا تو میدان سے بھاگنا تمہیں فائدہ نہ دے گا۔ اور اگر موت کا وقت ابھی نہیں آیا اور تم بھاگے تو تم دنیا میں رہنے کا ذرا سا فائدہ اٹھا لو گے اور وہ دنیا میں رہنا ہی مدتِ حیات ہے جو کہ معمولی ہے۔

نکتہ: کسی مروانی سے منقول ہے کہ اس کا گزر ایسی دیوار کے پاس سے ہوا جو گرا چاہتی تھی اس نے تیزی سے قدم اٹھایا دیکھنے

والے نے یہ آیت تلاوت کردی۔ تو اس نے جواب دیا وہی قلیل تو ہم ڈھونڈ رہے ہیں۔

١٧: قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (فرمادیجئے وہ کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکے گا) من اللہ سے مراد وہ عذاب جس کے اتارنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمالیا ہے۔ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا (اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے) تمہارے نفوس کے سلسلہ میں قتل ہو یا اور کوئی صورت۔ اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً یا (وہ کون ہے جو اس کے فضل کو روک سکے) اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے۔ رحمة سے مراد عافیت وسلامتی کے ساتھ طویل عمر۔ مطلب یہ ہے کون اللہ تعالیٰ کو روک سکتا ہے رحم کرنے سے اگر وہ تم پر رحم کرنا چاہے؟ یہ روکنے کا معنی اس لئے کیا کیونکہ یعصمکم میں منع کا معنی پایا جاتا ہے۔ وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا (اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار) نصیر بمعنی ناصر (مددگار) ہے۔

دوسروں کو نصرتِ رسول سے روکنے والے:

١٨: قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جانتے ہیں جو مانع بنتے ہیں) یعنی جو دوسروں کو نصرتِ رسول اللہ ﷺ سے روکتے ہیں۔ وہ منافقین تھے۔ وَالْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ (اور اپنے نسبی یا وطنی بھائیوں کو کہتے ہیں) کھلے طور پر اپنے مسلمان بھائیوں سے کہتے ہیں) هَلُمَّ اِلَیْنَا (تم ہمارے پاس آجاؤ) تم اپنے کو ہمارے قریب کردو اور محمد ﷺ کو چھوڑ دو۔

لغت: یہ اہل حجاز کی لغت ہے ان کے ہاں اس میں واحد وجماعت برابر ہے۔ مگر بنو تمیم کہتے ہیں هلم یا رجلُ، هلموا یا رجال، یہ ایک صوت ہے جو فعل متعدی کے نام کے طور پر استعمال ہوتی ہے جیسے احضر وقرب۔ وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا (اور وہ لڑائی میں بہت کم ہی آتے ہیں)۔

خوف کے وقت منافقین کا حال:

١٩: اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ (تمہارے حق میں بخیلی لیے ہوئے ہیں)۔ یہ جمع شحیح کی ہے اس کا معنی بخیل ہے یا تو ن کی ضمیر سے حال ہے تقدیر کلام اس طرح ہے یا تو ن الحرب بخلاء علیکم بالظفر والغنیمة وہ لڑائی میں اس حال میں شامل ہوتے ہیں کہ تمہارے متعلق کامیابی اور غنیمت کے سلسلہ میں بخل کرنے والے ہیں۔ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ (پس جب خوف پیش آتا ہے) خواہ دشمن کی جانب سے ہو یا رسول اللہ کی جانب سے ہو۔ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ (تم ان کو دیکھتے ہو کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگے ہیں) اس حالت میں تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ (کہ ان کی آنکھیں چکرائی جاتی ہیں)۔ دائیں، بائیں (وہ اپنی آنکھوں سے یوں دائیں بائیں دیکھتے ہیں) كَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ (جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو) جیسے ڈر کر گھبرا کر پناہ کی غرض سے موت کی غشی میں مبتلا انسان دیکھتا ہے۔ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ (پھر جب وہ خوف دور ہو جاتا ہے) وہ خوف جب دور ہو جاتا ہے اور وہ امن میں ہو جاتے ہیں۔ اور غنائم جمع کر لیے جاتے ہیں۔ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ (تو تم کو تیز تیز زبانوں سے طعنے دیتے ہیں) وہ تم سے سخت انداز سے تخاطب کرتے ہیں اور کلام سے ایذاء پہنچاتے ہیں کہا جاتا ہے خطیب

مسلق یعنی فصیح خطیب، ورجل مسلاق یعنی کلام میں مبالغہ کرنے والا آدمی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ہمیں زیادہ حصہ دو ہم نے تمہاری حفاظت کی ہے اور تمہارے ساتھ ہو کر لڑائی بھی کی ہے۔ ہمارے وجود کی وجہ سے تو تمہیں دشمن پر غلبہ ملا ہے۔ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ (مال پر حریص ہیں) یعنی وہ تم سے اس انداز سے خطاب کرتے ہیں کہ مال اور غنیمت کے متعلق حریص ہیں (کہ زیادہ سے زیادہ مل جائے)

نحو: اشحةً یہ سلقوکم کے فاعل سے حال ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا (یہ لوگ ایمان نہیں لائے) حقیقت میں بلکہ صرف زبانی مؤمن ہیں۔ فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ (پس اس نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا) ان کے اعمال ظاہرہ کو اندر کفر چھپانے کی وجہ سے باطل کر دیا۔ وَكَانَ ذٰلِكَ (اور یہ ان کے اعمال کا ضیاع) عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالکل آسان اور معمولی ہے)۔

منافقین کی چاہت:

۲۰: يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا (ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ لشکر نہیں گئے) وہ اپنی بزدلی کی وجہ سے خیال کرتے تھے کہ کفار کے لشکر شکست کھا کر نہیں لوٹے حالانکہ وہ لوٹ چکے ہیں۔ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ (اور اگر وہ گروہ دوبارہ آ جائیں) دوسری مرتبہ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِى الْاَعْرَابِ (یہ یہی چاہتے ہیں کہ کاش ہم دیہاتیوں میں باہر صحراء میں جا رہیں) البادون جمع البادی کی ہے بمعنی دیہاتی۔ مطلب یہ ہے کہ منافق اپنی بزدلی کی وجہ سے تمنا کرتے ہیں کہ وہ مدینہ سے باہر جنگل میں ہوتے اور دیہاتیوں کے درمیان رہائش پذیر ہوتے تاکہ وہ محفوظ رہ سکتے اور اس قتال سے جس میں مسلمان مبتلا ہیں الگ تھلگ رہتے۔

يَسْاَلُوْنَ (مدینہ سے آنے والوں سے) پوچھتے عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ (تمہاری خبریں اور حالات اور جو تم پر گزری)۔ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ (اور اگر وہ تمہارے اندر شامل رہتے) اور مدینہ واپس نہ لوٹتے۔ اور لڑائی ہو جاتی تو مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا (وہ تھوڑا سا لڑتے) وہ بھی شہرت و دکھلاوے کی غرض سے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ

تمہارے لیے یعنی اس شخص کے لیے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔ اور جب ایمان والوں نے جماعتوں کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ ہے وہ جس کا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿٢٢﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

وعدہ فرمایا، اور اللہ نے اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور ان کے ایمان اور فرمانبرداری میں ترقی ہی ہو گی۔ اہل ایمان میں

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ

بعض ایسے ہیں جنہوں نے اپنا وہ عہد سچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا سو ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کر لی اور بعض وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں

وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ

اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی۔ تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقین کو عذاب دے اگر

شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ

چاہے، یا ان کی توبہ قبول فرمائے بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ اور کافروں کو اللہ نے ان کے غصہ کے ساتھ واپس لوٹا دیا

لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾

انہوں نے کوئی خیر نہ پائی اور قتال کی جانب سے مومنین کے لیے اللہ خود ہی کافی ہو گیا اور اللہ قوت والا ہے عزت والا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مقتداء ہیں:

۲۱: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ (تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں اُسوۂ حسنہ ہے) اسوۃ یہ جہاں بھی ہو ضمہ کے ساتھ آئے گا عاصم کے نزدیک اس کا معنی قدوہ (نمونہ) آتا ہے۔ جس کو نمونہ بنایا جائے جس کو مقتدیٰ مانا جائے جیسا کہتے ہیں فی البیضة عشرون مناحدید یعنی خود میں بیس سیر لوہا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مقتداء ہیں۔ تمہیں ان کی اقتداء مناسب ہے۔ نمبر۲۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں تمہارے لئے خصائل حمیدہ موجود ہیں جو تمہارے لئے واجب العمل ہیں مثلاً آپ کا بذات خود قتال کرنا (شدائد پر صبر کرنا وغیرہ) لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو) یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت سے ڈرتا ہو۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کے ثواب کا امیدوار

ہو۔اور آخرت کی نعمتوں کا چاہنے والا ہو۔

نحو: لمن یہ لکم سے بدل ہے مگر یہ کمزور قول ہے کیونکہ ضمیر مخاطب سے بدل آنہیں سکتا۔نمبر۲۔لمن یہ حسنۃ کے متعلق ہے ای اسوۃ حسنۃ کائنۃ لمن کان یرجوا اللہ۔ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ کو وہ بہت یاد کرے) خوف ورجاء اور خوشحالی، تنگدستی میں۔

۲۲: وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ (جب مؤمنوں نے ان لشکروں کو دیکھا) اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان کے قدم اکھاڑ دے گا۔ بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں اور اسی سے مدد کے طالب ہوں اسی سے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا گیا: ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الی قولہ قریب۔[البقرۃ:۲۱۴] جب لشکر آ گئے وہ مضطرب ہوئے اور سخت مرعوب ہوئے۔ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (کہنے لگے یہ وہی ہے جس کی ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خبر دی تھی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سچ فرمایا) اور انہیں یقین ہو گیا کہ جنت و نصرت الٰہی دونوں ان کے لئے لازم کر دی گئیں ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ لشکر تمہاری اس ماہ کے آخری نو دس راتوں میں پہنچنے والے ہیں جب اصحاب نے لشکروں کو دیکھا کہ وہ اس میعاد میں پہنچ گے ہیں تو انہوں نے یہ کہا (قال الحافظ، لم اجدہ) ھذا کا مشار الیہ بلاء و مصیبت اور آزمائش ہے۔ وَمَا زَادَهُمْ (اس میں جو کچھ انہوں نے لشکروں کا اجتماع دیکھا) اور ان کی آمد سے اور اس سے ترقی ہوئی۔ اِلَّآ اِيْمَانًا (ان کے ایمان میں) جو اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر تھا۔ وَّتَسْلِيْمًا (اور اطاعت میں) اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور اس کی تقدیر پر۔

نذر پوری کرنے والے:

۲۳: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (ان مؤمنوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اس میں سچے اترے) اس بات میں جس میں انہوں نے اس سے عہد کیا تھا) حرف جار کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ اس مشہور مثال میں صدقنی سن بَکرِہٖ ای صدقنی عن سن بکرہٖ اور فعل کو اس کے ساتھ ملا دیا۔ بعض صحابہ کرامؓ نے قسم کھائی تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر قتال کا موقعہ ملے تو ثابت قدم رہیں گے اور اس وقت تک قتال کریں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں گے ان کے نام یہ تھے عثمان بن عفان، طلحہ، سعد بن زید، حمزہ و مصعب وغیرہم۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ (پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے) یعنی شہادت پالی جیسے حمزہ، مصعب رضی اللہ عنہما۔

قضائے نحب:

یہ موت کی تعبیر ہے کیونکہ ہر زندہ مرنے والا ہے کیونکہ وہ محدث ہے اس کے ذمہ جو نذر لازم تھی اس سے کنایہ کیا گیا ہے جب وہ مر گیا تو اس نے گویا اپنا حصہ پورا کر دیا یعنی نذر کو۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (اور ان میں سے کچھ منتظر ہیں) یعنی موت کے جیسے عثمان و طلحہ رضی اللہ عنہما وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (اور انہوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا) اس عہد کو نہیں بدلا۔ نہ تو شہید کیے جانے کو اور نہ انتظار شہادت کو۔ اس میں ان لوگوں پر تعریض کی جنہوں نے عہد کو بدل دیا تھا اور جو دلوں کے بیمار تھے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ولقد کانوا عاھدوا اللّٰہ من قبل لا یولون الا دبار [الاحزاب:۱۵]

۲۴: لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ (تاکہ اللہ تعالیٰ سچے مسلمانوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے) صدق سے مراد وعدہ وفا ہے۔ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ (اور منافقوں کو چاہے سزا دے) جبکہ وہ توبہ نہ کریں۔ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ (یا ان کو توبہ کی توفیق دے) اگر وہ توبہ کریں۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) قبولیت توبہ کے ذریعہ رَّحِيْمًا (رحم کرنے والے ہیں) غلطی معاف کر کے۔

نکتہ: یہاں منافقین کو اس طرح ذکر فرمایا گویا کہ انہوں نے برے انجام کا قصد کیا اور تبدیل عہد کر کے اس کا ارادہ کیا جیسا کہ سچے لوگوں نے وفاء عہد سے سچے انجام کا قصد کیا۔ کیونکہ ہر دو فریق سے ثواب و عقاب میں سے ایک انجام کو ہر صورت پہنچنا ہے گویا دونوں طلب میں برابر اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش میں بھی یکساں ہیں۔

کفار کی شکست:

۲۵: وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو واپس کر دیا) کافروں سے یہاں لشکر مراد ہے۔ بِغَيْظِهِمْ (ان کے غصہ سمیت)۔

نحو: یہ حال ہے ای مغیظین جیسا کہ اس ارشاد میں تنبت بالدھن [المؤمنون:۲۰] میں ہے۔

لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا (ان کو کچھ بھی کامیابی نہ ملی) خیر سے یہاں غلبہ مراد ہے۔ یعنی مسلمانوں پر غلبہ نہ پا سکے۔ اس کو ان کے زعم کے مطابق خیر فرمایا۔

نحو: یہ حال ہے ای غیر ظافرین اس حال میں کہ وہ کامیاب ہونے والے نہ تھے۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (اور اللہ تعالیٰ مؤمنین کیلئے لڑائی میں کافی ہو گیا) ہوا اور ملائکہ کے ذریعہ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے بڑے زبردست ہیں) قدرت و غلبہ والے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان کی مدد کی اللہ نے ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب

الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ

ڈال دیا۔تم ایک جماعت کو قتل کرنے لگے اور ایک جماعت کو قید کرنے لگے، اور تمہیں ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا

وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ ع ۷ ۱۹

اور ایسی زمین کا مالک بنادیا جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

غزوۂ بنو قریظہ :

۲۶: وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ (اور اتار دیا ان لوگوں کو جنہوں نے ان کی مدد کی تھی) ان لشکروں کی معاونت کی۔ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (اہل کتاب میں سے) یہودِ بنی قریظہ مراد ہیں۔ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ (ان کے قلعوں سے) الصیصۃ کی جمع ہے بمعنی گڑھی، قلعہ، مکانِ حفاظت۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس رات جس میں لشکر شکست کھا کر بھاگے اس کی صبح تشریف لائے۔ مسلمان مدینہ منورہ لوٹے۔ اور اپنے ہتھیار رکھ دیے جبرئیل علیہ السلام اپنے الحیزوم گھوڑے پر سوار تھے ان کے گھوڑے کی کاٹھی اور چہرے پر غبار تھا۔ آپ نے فرمایا جبرئیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا قریش کا پیچھا کرنے کی وجہ سے یہ غبار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھوڑے کی پیشانی اور زمین سے غبار پونچھنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! فرشتوں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ میں انہی کی طرف جا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح کھنکھٹا دیا ہے جیسے خود چٹان پر کھنکھٹاتے ہیں۔ وہ تمہارے لئے لقمہ ہیں۔ لوگوں میں اعلان کر دیں جو حکم ماننے والا فرمانبردار ہے وہ بنی قریظہ میں عصر کی نماز ادا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس راتیں ان کا محاصرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے حکم پر اتر آؤ! انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر فرمایا سعد بن معاذ کے حکم پر اتر آؤ! وہ اس پر رضامند ہو گئے حضرت سعد بن معاذ نے کہا میں ان کے متعلق فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مقاتلین کو قتل کر دیا جائے اور ان کی اولاد و نساء کو قیدی بنا لیا جائے۔ پھر ان کو اترنے کیلئے کہا گیا۔ مدینہ کے بازار میں ان کے لئے ایک خندق کھودی گئی جس میں ان کی گردنیں مار دیں گئیں۔ ان کی تعداد ۸۰۰ سے ۹۰۰ کے درمیان تھی۔ ایک قول: چھ سو مقاتل تھے اور سات سو قیدی تھے۔ (سیرت ابن ہشام ۲۲۴/۳) وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ (اور ان کے دلوں پر رعب طاری کر دیا) الرعب سے مراد خوف ہے۔

قراءت: الرُّعُبَ شامی و علی نے عین کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرمادیجئے کہ اگر تم دنیا والی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ

اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ

میں تمہیں فائدہ پہنچادوں اور تمہیں خوبی کے ساتھ چھوڑ دوں۔ اور اگر تم اللہ کو اور اس کے رسول کو چاہتی ہو اور

الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ

دار آخرت کو تو بلاشبہ اللہ نے ان عورتوں کے لیے جو تم میں اچھے کام کرنے والی ہوں بڑا اجر تیار فرمایا ہے۔ اے نبی کی

النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ

بیویو! تم میں سے جو بیوی بے ہودگی کرے گی اس کو دوہرا عذاب دیا جانے گا

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔

فَرِيْقًا (ایک فریق کو) تَقْتُلُوْنَ (تم قتل کرتے تھے) تقتلون کی وجہ سے فریقًا منصوب ہے۔ یہ مقتولین لڑنے والے مرد تھے۔ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا (اور ایک گروہ کو قید کرتے تھے) یہ عورتیں اور بچے تھے۔

امتنانِ فتح:

۲۷: وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ (اور تمہیں ان کی زمینوں، گھروں اور مالوں کا وارث بنا دیا) اموال سے مراد نقدی، مویشی اور اثاثہ تھا۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی زمین صرف مہاجرین کو عنایت فرمائی اور انصار کو فرمایا تم اپنے گھروں میں ہو (واقدی) وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا (اور ایسی زمین کا جس پر تم نے قدم بھی نہ رکھا) لڑائی کی غرض سے اور وہ سرزمین نمبر۱۔ مکہ نمبر۲۔ یا فارس و روم نمبر۳۔ یا خیبر یا نمبر۴۔ ہر وہ زمین جو قیامت تک مسلمان فتح کریں گے مراد ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) قدیر بمعنی قادر ہے۔

طلبِ خوشی کا جواب

۲۸: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا (اے نبی ﷺ آپ اپنی بیویوں سے فرمادیں۔ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو) یعنی خوشحالی اور کثرتِ اموال فَتَعَالَيْنَ (تو آؤ)۔ یہ اصل میں تعال ہے۔ جو کسی بلند جگہ میں ہو اس کو نچلی جگہ والا بلانے کے لئے کہتا ہے پھر اس کا استعمال عام ہو کر اونچی، نیچی تمام جگہوں کیلئے ہونے لگا تعالین کا

معنی اپنے ارادہ اور اختیار سے ایک امر کا چناؤ کرلو۔ اس سے مراد جگہ سے اٹھ کر جانا نہیں ہے۔ جیسا کہ اس قول میں ہے قام یُهَدِّدُنِیْ (وہ مجھے دھمکانے لگا)۔ اُمَتِّعْکُنَّ (میں تمہیں کچھ متاع دے دوں) متعۂ طلاق مراد ہے۔ اور یہ متعۂ طلاق ہر مطلقہ کیلئے مستحب ہے۔ سوائے اس عورت کے جو طلاق سے قبل اپنا حق تفویض کر دے۔

یہ آیت تخییر ہے:

وَاُسَرِّحْکُنَّ (اور تمہیں رخصت کر دوں) طلاق دے کر رخصت کرنا مراد ہے۔ سَرَاحًا جَمِیْلًا (اچھی طرح رخصت کرنا) دنیا کی جو چیز کپڑے، خرچہ میں اضافہ وتبدیلی اس میں کمی نہ کی جائے گی۔ آپ ﷺ اس بات سے غمزدہ ہوئے۔ پس یہ آیت تخییر نازل ہوئی۔ پس آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتداء کی یہ آپ کی سب سے زیادہ محبوب بیوی تھیں۔ ان پر جب آپ نے آیت تخییر پڑھی تو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو پسند کیا۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے غم کا بادل چھٹ کر چاند کی چمک آ گئی۔ پھر تمام ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کر لیا۔ جیسے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا۔

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا میں تمہیں ایک بات کہنے والا ہوں۔ تم اپنے والدین کے مشورہ کے بغیر اس کا جواب دینے میں جلدی نہ کرنا۔ پھر ان کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیات پڑھیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیات سننے کے بعد کہا کیا اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں۔ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت والے گھر کو پسند کرتی ہوں۔ [رواہ البخاری: ۴۷۸۵، مسلم ۱۴۷۵]۔

تخییر کا حکم:

طلاق کے سلسلہ میں تخییر کا حکم یہ ہے کہ جب اس نے اپنی بیوی کو کہا اختاری بیوی نے کہا اخترت نفسی۔ ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر اس نے اپنے خاوند کو اختیار کیا تو اس کو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور اگر اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

۲۹: وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ (اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول اور آخرت والے گھر کو چاہتی ہو)۔ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (پس اللہ تعالیٰ نے نیک کرداروں کیلئے تم میں سے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے)۔

معصیت کی قباحت کا بڑھنا' زیادتی فضل کو ظاہر کرتا ہے:

۳۰: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَةٍ (اے ازواج نبی اکرم ﷺ جو تم میں سے کھلی ہوئی بے ہودگی کرے گی)۔ فاحشۃ (انتہائی قبیح برائی)۔ مُّبَیِّنَةٍ (جس کا فحش ظاہر ہو) یہ بَیَّنَ بمعنی تبیّن ہے۔

قراءت: مکی، ابوبکر نے فتحہ یا مُّبَیَّنَةٍ پڑھا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس سے مراد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور حکم عدولی کرنا مراد ہے۔قول دیگر زنا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کواس سے معصوم رکھنے والے ہیں۔یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ (اس کو دوہری سزادی جائے گی)
قراءت: مکی وشامی نے یُضَعِّفْ لہا العذاب پڑھا ہے۔جبکہ ابو عمرو، زید، یعقوب نے یُضَعَّف پڑھا ہے۔

ضِعْفَيْنِ (دوگنا) دوسری عورتوں کے مقابلہ میں دوگنی سزا کیونکہ جو دوسری عورتوں کیلئے قبیح ہے تو وہ ان کے لئے اقبح ہے۔معصیت کی قباحت کا بڑھنا یہ زیادتی فضل کو ظاہر کرتا ہے۔کسی اور عورت کو ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی فضیلت حاصل نہیں۔اسی وجہ سے تو عالم عاصی جاہل عاصی کی نسبت زیادہ قابل مذمت ہے۔کیونکہ عالم کی معصیت قبیح تر ہے۔اوراسی لئے غلاموں کے مقابلہ میں احرار کی حد زیادہ ہے اور کافر کو رجم نہ کیا جائے گا۔وَكَانَ ذٰلِكَ (اور یہ ان پر سزا کا دوگنا ہو جانا)۔
عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (اللہ تعالیٰ کو یہ بات آسان ہے) آسان معمولی۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا

اور تم میں سے جو عورت اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی ہم اس کا ثواب دوہرا دیں گے اور ہم نے اس کے لیے

لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا

رزق کریم تیار کیا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو،

تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ

تو نرمی سے بات نہ کرو کہ ایسا شخص لالچ نہ کرنے لگے جس کے دل میں مرض ہو، اور مناسب طریقہ پر بات کرو۔ اور تم اپنے گھروں میں

بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ

ٹھہری رہو اور قدیم جہالت کے دستور کے موافق نہ پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو

وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ

اور اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرو، اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو تم سے گندگی کو

الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ

دور فرما دے اور تم کو اچھی طرح پاک کر دے۔ اور گھروں میں جو تلاوت کی جاتی ہیں ان آیات کو

اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ ع

اور حکمت کو یاد کرو، بلاشبہ اللہ مہربان ہے باخبر ہے۔

اطاعت گزار کو دوگنا بدلہ:

۳۱: وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (اور جو کوئی تم میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرے گی) القنوت۔ اطاعت کو کہتے ہیں۔ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ (اور نیک عمل کرے گی ہم اس کو اس کا اجر دو مرتبہ دیں گے) دوسروں کے مقابلے میں دوگنا ثواب۔ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا (اور ہم نے اس کے لئے عزت والی روزی تیار کر رکھی ہے)

قراءت: حمزہ، علی نے دونوں میں یاء پڑھی ہے۔ رزق کریم سے مراد عظیم الشان رزق ہے اور وہ جنت ہے۔

کوئی جماعتِ نساء تمہارے برابر نہیں:

۳۲: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (اے نبی ﷺ کی ازواج تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو) یعنی تم عورتوں کی جماعتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو۔ جب عورتوں کی تمام جماعتوں کی ایک جماعت کر کے پڑتال کی جائے تو کوئی ایک جماعت بھی تمہاری فضیلت میں برابری کرنے والی نہ ملے گی۔ اَحَدٌ اصل میں وَحَدٌ ہے اور وہ ایک کو کہتے ہیں پھر نفی عام کیلئے اس کو وضع کیا گیا اس میں مذکر و مؤنث اور واحد اور اس کے ماوراء کو برابر قرار دیا گیا۔

اِنِ اتَّقَیْتُنَّ (اگر تم تقویٰ اختیار کرو) اگر تم تقوی کا ارادہ کرو۔ نمبر۲۔ اگر تم متقی ہو۔ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ (تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو) یعنی جب تم مردوں سے پردے میں بات کرو تو بولنے میں نرم اور چبا چبا کر باتیں مت کرو جیسے امید دلانے والی عورتیں کلام کرتی ہیں۔ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ (ایسے شخص کو طمع اور خیال ہونے لگتا ہے۔ جس کے دل میں خرابی ہے)۔

نحو: فیطمعَ کو نصب کی صورت میں نہی کا جواب بتائیں گے۔ مرض سے شک اور فجور مراد ہے۔

وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (اور تم قاعدہ کے موافق بات کہو)۔ اچھی بات ہو باوجودیکہ انداز درشت ہو۔

۳۳: وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی (اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔ اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو)۔

قراءت: مدنی اور عاصم سوائے ہبیرہ کے قَرْنَ پڑھتے ہیں۔

صرف: یہ اصل میں اِقْرَرْنَ تھا ایک راء کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا۔ اور اس کا فتحہ ماقبل کو دے دیا۔ یا یہ قار یقار سے ہے جس کا معنی جمع ہونا آتا ہے۔ دیگر تمام قراء نے قِرن پڑھا اور اس کو وقر وقارًا سے یا قر یقرّ سے قرار دیا پہلی راء کو تکرار کی وجہ سے حذف کر دیا ای اقررن قرارًا اور کسرہ قاف کو دے دیا۔

قراءت: فی بُیُوتکن میں باء کا ضمہ بصری، مدنی، حفص نے پڑھا ہے۔ جاہلیت اولی سے قدیم جاہلیت اور التبرج سے مراد چلنے میں نزاکت و نخرہ یا اظہار زینت۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ لا تبرجن تبرجًا مثل تبرج النساء فی الجاھلیة الاولی۔ قدیم زمانہ جاہلیت میں جیسے عورتیں اظہار زینت کر کے نکلتیں تھیں تم اس طرح زینت کر کے مت نکلو۔

جاہلیتِ اولیٰ:

اس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے نمبر۲۔ آدم و نوح علیہما السلام کا درمیانی زمانہ، نمبر۳۔ زمن داؤد و سلیمان علیہما السلام۔

جاہلیت اُخریٰ:

عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان والا زمانہ نمبر۲۔ جاہلیت اولیٰ سے اسلام سے قبل کفر کا زمانہ اور جاہلیت اخریٰ اسلام میں فسق وفجور والی جاہلیت۔

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہا مانو) نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے ہوئے امر کا الگ الگ صیغہ استعمال فرمایا پھر دیگر تمام طاعات کیلئے ایک ہی صیغہ امر استعمال فرمایا۔ اس سے ان دونوں کی تمام احکام پر عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ جو ان پر مواظبت اختیار کرنے والا ہے۔ یہ دونوں اس کو دوسرے احکام کی تعمیل کی طرف کھینچ لے جانے والی ہیں۔

ترغیب اور گناہوں سے نفرت دلانے کا انداز:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ (اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو! تم سے آلودگی کو دور رکھے) الرجس سے الاثم یعنی گناہ مراد ہے۔

نحو: اھل البیت یہ نداء کی وجہ سے منصوب ہے یا مدح کی بناء پر منصوب ہے۔

دلیل:

اس میں دلیل ہے کہ آپ کی ازواج آپ کے اہل بیت سے ہیں۔ عنکم کی ضمیر مذکر لائے۔ کیونکہ اس سے آپ کی آل کے مرد وعورتیں دونوں مراد ہیں۔ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (اور وہ تمہیں پاک صاف رکھے۔) گناہوں کی نجاست سے۔ اس سے واضح ہوا کہ آپ نے ازواج کو بعض باتوں کا حکم دیا اور بعض سے روکا۔ اور ان کو نصیحت کی تاکہ اہل بیت رسول ﷺ گناہوں کا ارتکاب نہ کریں اور تقویٰ کے ذریعہ اس سے اپنے کو بچائیں۔ گناہوں کیلئے بطور استعارہ الرجس کا لفظ استعمال کیا اور تقویٰ کیلئے تطہیر کا کیونکہ قباحت کے مقامات پر ارتکاب کرنے والے کا اپنے کو پیش کرنا اس کو اسی طرح ملوث کر دیتا ہے جیسا کہ گندگیوں سے اس کا بدن پلید ہو جاتا ہے۔ باقی رہے نیکیوں کے مقامات تو ان پر آپ کو پیش کرنے سے پاک کپڑے کی طرح انسان پاک رہتا ہے۔ اس میں عقلمندوں کو گناہوں سے نفرت دلائی اور اوامر کی ترغیب دی ہے۔

۳۴: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (اور تم یاد رکھو ان آیات الٰہیہ اور علم کی باتوں کو جن کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے) آیات سے مراد قرآن اور حکمت سے سنت مراد ہے۔ یا حکمت سے معانی قرآن کی وضاحت۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا (بیشک اللہ تعالیٰ راز داں ہے) وہ اشیاء کی گہرائیوں کو جاننے والا ہے۔ خَبِيْرًا (خبردار ہے) اشیاء کے حقائق سے واقف ہے مطلب یہ ہے وہ تمہارے افعال و اقوال اور احوال کو جاننے والا ہے۔ امر و نہی کی مخالفت سے بچتی رہو اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کرو۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ

بلا شبہ مسلم مرد اور مسلم عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ

اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں

وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ

اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے

فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ

مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان کے لیے اللہ نے

لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

۳۵: شانِ نزول: نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے متعلق یہ فضائل والی آیات اتریں تو امت کی عورتوں نے کہا ہمارے متعلق تو فضیلت کی کوئی آیت نہیں اتری۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امت کی عورتوں کے فضائل:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ (بیشک مسلمان مرد و عورتیں) المسلم جو لڑائی کے بعد صلح میں داخل ہو۔ ایسے مطیع کو کہتے ہیں جو سرکشی نہ کرے۔ نمبر۲۔ اپنا آپ جو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ اور اسی پر بھروسہ کرنے والا ہو۔ جیسا اس آیت میں ہے: من اسلم وجهه لله۔

وَالْمُؤْمِنِيْنَ (اور مومن) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والے اور وہ باتیں جن کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔

وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقٰنِتِيْنَ (اور مومنہ عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد) جو طاعت پر قائم رہنے والے ہیں۔ وَالْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ (اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور سچ بولنے والے مرد) منہیات میں اور اقوال و اعمال میں سچ۔ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ (اور سچ بولنے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں) طاعات پر جمے رہنے والے اور سیئات سے گریزاں۔ وَالْخٰشِعِيْنَ (اور خشوع اختیار کرنے والے مرد) الخاشع وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کیلئے دل اور جوارح سے تواضع کرنے والا ہو۔ یا خائفین مراد ہے۔ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ (اور خشوع کرنے والی عورتیں اور

خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں) خواہ صدقہ فرضی ہو یا نفلی وَالصَّآىِٕمِیْنَ وَالصّٰٓىِٕمٰتِ (اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں) فرضی ہو یا نفلی ایک قول یہ ہے کہ جس نے ایک ہفتہ میں ایک درہم صدقہ کیا وہ متصدقین میں شمار ہو جائے گا اور جس نے ہر ماہ ایام بیض کے روزے رکھے وہ الصائمین میں شمار ہوگا۔ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ (اور وہ مرد جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔ ان مقامات سے جو حلال نہیں۔ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا (اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنے والے مرد) تسبیح وتحمید اور تکبیر وتہلیل اور قراءت قرآن مجید، علم میں مشغولیت کے ذریعہ۔ علم میں مشغولیت یہ بھی ذکر ہے۔

عطف کے فرق کا لطیفہ:

مطلب یہاں یہی ہے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والیاں۔ مگر الذاکرات کو ماقبل کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔ اور مؤنثات کے مذکروں پر عطف اور جوڑے کے جوڑے پر عطف میں فرق یہ ہے کہ اول دوسرے قول کی نظیر ہے ثیبات و ابکارًا۔ [التحریم:۵] یہ دونوں مختلف جنسیں ہیں مگر حکم ایک ہے اس لئے ان کے درمیان حرف عطف لانے کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ مگر دوسرا وہ عطف الصفۃ علی الصفۃ بحرف الجمع کے قبیل سے ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مردان صفات کو اپنے اندر جمع کرنے والے اور جو عورتیں اپنے میں یہ صفات جمع کرنے والیاں ہیں۔ وَّ الذّٰكِرٰتِ (اور بہت یاد کرنے والی عورتیں)۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے) جو ان کی طاعات پر ان کو ملے گا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے اس کی گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو انہیں اپنے کام میں اختیار

مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝۳۶ وَاِذْ تَقُوْلُ

باقی رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اللہ کی نافرمانی کرے سو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔ اور جب آپ اس شخص سے فرما رہے

لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ

تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے انعام کیا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رو کے رکھو اور اللہ سے ڈر، اور آپ اپنے

فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا قَضٰى

دل میں اس چیز کو چھپا رہے تھے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانے والا تھا، اور آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے اور آپ کو یہ سزاوار ہے کہ اللہ سے ڈریں، پھر جب زید اس سے

زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ

اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس عورت کا آپ سے نکاح کر دیا تا کہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے

اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا

جب وہ ان سے حاجت پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم پورا ہونے ہی والا تھا۔ نبی پر اس بارے میں کوئی تنگی نہیں ہے جو اللہ نے

فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۝۳۸

ان کے لیے مقرر فرما دیا، جو لوگ اس سے پہلے گذرے ہیں ان کے بارے میں اللہ نے یہی معمول رکھا ہے، اور اللہ کا حکم مقرر کیا ہوا ہے

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۳۹

جو اللہ کے پیغاموں کو پہنچاتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے، حساب لینے والا۔

۳۶: شانِ نزول: رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ کے نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش کو بھیجا۔ ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے انکار کیا تو یہ نازل ہوئی۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ (کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کے لئے گنجائش نہیں) یعنی کسی مومن و مومنہ کیلئے درست نہیں۔ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا (جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں) کاموں میں سے کسی کام کا۔ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (کہ ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار رہے) کہ وہ اس معاملہ میں جس بات کا چاہیں چناؤ کریں بلکہ ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی رائے کو رسول ﷺ کی رائے کے تابع بنا

دیں اور اپنے اختیار کو آپ کے اختیار کے ماتحت کر دیں۔ ان دونوں نے یہ سن کر کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم راضی ہیں۔ پھر زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید سے کر دیا۔ اور زید کی طرف سے ان کی طرف مہر روانہ کر دیا گیا۔

وجہ ضمیر:

لھم میں ضمیر جمع لائی گئی حالانکہ ضمیر مفرد کی آنی چاہیے۔ کیونکہ مذکورین نفی کے تحت وارد ہوئے۔ پس حکم ہر مؤمن و مؤمنہ کے لئے عام ہو گیا پھر معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ضمیر جمع لائی گئی لفظ ظاہر کا اعتبار نہ رہا۔

قراءت: یکون یاء کے ساتھ کوفی نے پڑھا ہے اور تکون تاء کی قراءت ابن کثیر، نافع، ابن عامر، ابو جعفر وغیرہ دیگر قراء کی ہے۔

الخیرۃ: وہ چیز جس کو چنا اور پسند کیا جائے۔

مَسْئَلَۃٌ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ امر وجوب کیلئے آتا ہے۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا) معصیت دو قسم کی ہے اگر یہ عصیان قبولیت سے انکار اور حکم کو مسترد کرنے والا ہے تو یہ کفر و ضلال ہے اور اگر فعلی عصیان ہے مگر حکم کو قبول کر لیا اور حکم لازم ہونے کا اعتقاد ہے۔ تو یہ فسق و فجور اور گناہ کبیرہ ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ:

۳۷: وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (اور جب آپ فرما رہے تھے اس کو جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا) اسلام کی توفیق دی جو سب سے اعلیٰ نعمت ہے۔ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (اور آپ نے انعام کیا) اس کو آزاد فرما کر متبنّٰی بنالیا۔ گویا وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے انعامات میں کروٹ بدلنے والا ہے مراد اس سے زید بن حارثہ ہیں۔ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے) زوج سے مراد یہاں زینب بنت جحش ہیں۔ اور واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زید سے نکاح کے بعد ان کو دیکھا تو اچھی معلوم ہوئیں آپ نے فرمایا سبحان اللہ مقلب القلوب اس سے قبل آپ کے دل کا میلان قطعاً نہ تھا زینب رضی اللہ عنہا نے یہ تسبیح سنی اور زید سے اس کا تذکرہ کیا۔ زید سمجھ گئے۔ (یہ کلام مفسر مرحوم نے معلوم نہیں کہاں سے نقل کیا۔ یہ منصب نبوت کے خلاف اور باطل ہے۔ آپ کو ان کے نکاح سے کوئی چیز مانع نہ تھی زید کے ساتھ نکاح آپ نے خود کیا تھا) اللہ تعالیٰ نے زید کے دل میں زینب سے نفرت اور اعراض ڈال دیا۔ زید رضی اللہ عنہ نے ایک دن حاضر خدمت ہو کر کہا میں اپنی بیوی کو چھوڑنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ کیا اس کے کسی معاملے میں شک معلوم ہوا؟ انہوں نے عرض کیا نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اس سے سوائے خیر کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ مگر وہ اپنے شرافت نسبی کی وجہ سے مجھ پر بڑائی ظاہر کرتی ہے اور مجھے ایذاء پہنچاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا تو اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں برقرار رکھ۔ وَاتَّقِ اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈر) نمبر ۱۔ اور اس کو طلاق نہ دے یہ نہی تنزیہی ہے کیونکہ اولیٰ بات یہ تھی کہ وہ طلاق نہ دیں۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تکبر و بڑائی کی طرف نسبت کر کے اس

کی مذمت نہ کرو اور خاوند کو ایذاء دینے والی بات اس کے ذمہ مت لگا۔ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ (اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا) یعنی اپنے دل میں ان کے ساتھ نکاح کی بات اگر زید طلاق دے دیں۔ اور یہی وہ بات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا۔

ایک قول:

یہ ہے آپ کے دل میں اس کی طرف میلان اور زید سے ان کی جدائی کی پسندیدگی یہ وہ بات تھی کہ جس کو آپ دل میں چھپائے تھے۔ (اس دوسرے قول بلا دلیل کے متعلق عرض یہ ہے کہ تخفی فی نفسک سے اگر محبت و میلان مراد ہے تو ماالله مبد یه کے وعدہ کا ایفاء کہاں اور کس آیت میں ہے۔ حالانکہ آیت تو صاف زوجنکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہی آپ قلب اطہر میں چھپائے ہوئے تھے۔ کہ اگر زید نے طلاق دے دی تو مجھے زینب سے نکاح کرنا پڑے گا۔ اس کے بغیر زینب اور اس کے بھائیوں کی اشک شوئی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ طبعًا کراہت کے باوجود اطاعت رسول کی خاطر انہوں نے نکاح کر دیا تھا۔ (مترجم انظر البیان)

نحو : وتخفی فی نفسك میں واؤ حالیہ ہے۔

وَتَخْشَى النَّاسَ (اور آپ لوگوں سے اندیشہ کرتے تھے) یعنی لوگوں کی اس بات سے کہ اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ (جو جاہلیت عرب میں حقیقی بہو کی طرح ناجائز سمجھا جاتا تھا) وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ (اور ڈرنا تو آپ کو اللہ تعالیٰ ہی سے زیادہ سزاوار ہے)

نحو : واؤ حالیہ ہے مطلب یہ ہے امسك علیك زوجك مخفیافی نفسك ارادة الاّ یمسکها وتخفی خاشیا قالة الناس و تخشی الناس حقیقًا فی ذلك بان تخشی الله (یہ مفسر رحمہ اللہ کا قول محتاج دلیل ہے) مترجم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ وحی میں سے کوئی چیز چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے (جب اس کو بھی نہیں چھپایا تو کسی چیز کو نہیں چھپایا) فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا (پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا) الوطر حاجت و ضرورت جب کوئی شخص کسی چیز سے متعلق اپنی مقصودی ضرورت کو پالے تو اس وقت کہتے ہیں قضی منه وطرہٗ مطلب یہ ہے کہ جب زینب کے متعلق زید کی کوئی ضرورت نہ رہی اور زید رضی اللہ عنہ کی ہمت نے جواب دے دیا۔ اور اس کو طلاق دے دی اور زینب رضی اللہ عنہا کی عدت ختم ہوگئی۔ زَوَّجْنٰكَهَا (ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا) روایت تفسیر یہ میں ہے کہ جب ان کی عدت مکمل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا مجھے تم پر سب سے بڑھ کر اعتماد ہے زینب رضی اللہ عنہا کو میری طرف سے پیغام نکاح دو۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں چل دیا اور میں نے آواز دے کر کہا: یا زینب أبشری! رسول اللہ ﷺ تمہیں نکاح کا پیغام دیتے ہیں۔ زینب اس پر خوش ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا اور اس سے شب باشی فرمائی۔ اور جو ولیمہ ان کے نکاح پر کیا وہ اور کسی بیوی کے نکاح پر نہیں کیا۔ آپ نے ایک بکری ذبح فرمائی اور لوگوں کو روٹی و گوشت کھلایا یہاںتک کہ آدھا دن گزر گیا۔ (ابو یعلی بغیر سند)

لِكَیْ لَایَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ (تا کہ مؤمنوں سے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ ہو) اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا (رہے جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں) ایک قول یہ ہے کہ قضائے وطر حاجت کا پا نا لینا اور مراد کو پہنچنا۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کا حکم) جس کے متعلق وہ چاہتے ہیں کہ وجود میں آئے۔ مَفْعُوْلًا (ہونے والا تھا) ہر صورت میں پورا ہونے والا تھا۔ اور یہ مثال ہے اس کی جو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ زینب کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ہو کر رہے گا۔

حلال کے استعمال میں پیغمبر ﷺ کو کیا قباحت:

۳۸: مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ (اور نبی اکرم ﷺ پر کوئی الزام نہیں اس بات میں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کر دی) فرض اللہ سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا اور اس کا حکم دیا اور وہ زید رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح تھا۔ نمبر۲۔ جو عورتوں کی تعداد آپ کے لئے مقرر کر دی تھی۔

سُنَّةَ اللّٰهِ (اللہ عز و جل کا طریقہ) اور اللہ تعالیٰ نے یہی معمول بنا رکھا ہے) سنۃ یہ اسم ہے جس کو مصدر کی جگہ رکھا گیا ہے جیسے کہتے ہیں: تربًا و جندلًا۔ یہ ما کان علی النبی من حرج کی تاکید ہے۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے سن اللہ ذلك سنة فی الانبیاء الماضین اللہ تعالیٰ نے انبیائے ماضین میں یہی طریقہ مقرر فرما رکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مباح کام کے کر گزرنے میں ان پر کوئی پابندی نہیں اور نکاح وغیرہ میں ان پر وسعت کی گئی۔ کہ ان کے حرم میں آزاد اور باندیاں دونوں ہی تھیں۔ داؤد علیہ السلام کی ایک سو بیویاں اور تین سو باندیاں تھیں اور سلیمان علیہ السلام کی تین سو آزاد عورتیں چھ سو باندیاں تھیں۔ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ (ان کے حق میں جو پہلے گزرے) وہ انبیاء علیہم السلام جو آپ سے قبل گزرے۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ کا حکم تجویز کردہ ہوتا ہے) فیصلہ شدہ، قطعی طے شدہ۔

قراءت و نحو:

اس پر اس صورت میں وقف نہ کیا جائے گا جبکہ الذین یبلغون کو اول الذین سے بدل بنایا جائے۔ اور اگر تم اس کو محل رفع میں قرار دو۔ تو اس پر وقف کریں گے اور الذین یبلغون سے کلام ابتدائی ہو۔

۳۹: الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ (یہ سب لوگ ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچایا کرتے تھے)

نحو: اول الذین سے بدل ہے نمبر۲۔ محل رفع میں کلام ابتدائی نمبر۳۔ مدح کی وجہ سے منصوب ای ھم الذین یبلغون نمبر۴۔ اعنی الذین یبلغون۔

وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ

تمہارے مردوں میں سے محمد ﷺ کسی کے باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ کے رسول ہیں نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ

اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

ع ۵ ۲

ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

تھے) اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کا وصف یہ بیان کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے ہیں۔ یہ تصریح کے بعد تعریض ہے و تخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ) اب اس آیت کے پیش نظر تخشی الناس کا معنی لیا جائے گا جو آپ کے مناسب ہوگا فافہم وتدبر) وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہے) ہر مقام خوف کیلئے کافی ہے نمبر۲۔ صغیرہ اور کبیرہ پر محاسبہ کرنے والا ہے۔ وہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا:

۴۰: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں) حقیقتاً تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں کہ جس کی بنیاد پر آپ کے اور اس بیٹے کے درمیان حرمت مصاہرت نکاح ثابت ہوسکے۔ الرجال سے بالغ اولاد مراد ہے اور حسن وحسین تو اس وقت بالغ نہ تھے (یہ تو نواسے ہیں جو حکماً اولاد میں شامل ہوتے ہیں) طاہر وطیب وقاسم، ابراہیم رضی اللہ عنہم بچپن میں فوت ہوگئے۔

وَلٰكِنْ (لیکن وہ ہیں) رَّسُوْلَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) ہر رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے ان باتوں کے لحاظ سے جو ان کی توقیر وتعظیم کو امت میں لازم کرنے والی ہوں اور اسی طرح جو باتیں مشقت ونصیحت کو امت کے حق میں لازم کرنے والی ہوں۔ تمام احکام میں نہیں جو کہ ابناء وآباء کے درمیان ثابت ہوتے ہیں۔

اور زید تمہارے مردوں میں سے ایک ہیں وہ آپ کی حقیقی اولاد نہیں ہے۔ اس کا حکم تمہاری طرح ہے اور بیٹا بنالینا اس سے اختصاص وتقرب حاصل ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (اور سب نبیوں کے لئے خاتم ہیں)

قراءت: خاتَم تاء کے فتحہ سے عاصم نے پڑھا ہے اس کا معنی طابع یعنی ان سے آخر۔ مطلب یہ ہے آپ ﷺ کے بعد کوئی پیغمبر بنایا نہ جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام تو ان میں سے ہیں جن کو نبوت پہلے دی جاچکی اور جب وہ اتریں گے تو شریعت محمد ﷺ پر عامل ہونگے گویا کہ وہ آپ کی امت کے ایک فرد ہیں۔ دیگر قراء نے تاء کے کسرہ کے ساتھ بمعنی طابع ہے ختم کرنے والے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے۔ ولکن نبیاً ختم النبیین۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں)۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو خوب کثرت کے ساتھ۔ اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔ وہی ہے

الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ

جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تا کہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔اور وہ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾

ایمان والوں پر رحم فرمانے والا ہے۔ جس دن یہ لوگ اس سے ملاقات کریں گے ان کا تحیہ سلام ہوگا اور اس نے ان کے لیے اجر کریم تیار فرمایا ہے۔

۴۱: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو) قسم قسم کی ثناء کثرت کے ساتھ کرو۔

۴۲: وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً (اور اس کی تسبیح کرو صبح) بُكرة دن کے ابتدائی حصہ کو کہتے ہیں۔ وَّاَصِيْلًا (اور دن کے آخر میں)

کثرت ذکر کا حکم، وجہ تخصیص:

ان دو اوقات کو ذکر کیلئے خاص کیا کیونکہ دن رات کے فرشتے ان دو اوقات میں جمع ہوتے ہیں۔

قول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

سبحوا کا معنی یہ ہے کہ تم سبحان اللہ، والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھو۔

دونوں فعل اذکروا اور سبحوا اوقات بکرہ اور اصیل کی طرف متوجہ ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ صم و صل یوم الجمعۃ اور تسبیح یہ منجملہ اذکار میں سے ہے تمام اقسام ذکر میں سے ان دو انواع کو خاص کرنا اسی طرح ہے جیسا کہ جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کو تمام فرشتوں میں سے خاص کرنا۔ تا کہ تمام اذکار پر ان کی فضیلت ظاہر ہو جائے کیونکہ اس کا معنی اس کی ذات کو ایسی صفات سے پاک قرار دینا جو اس کی ذات کے لائق نہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ذکر اور کثرت ذکر سے مراد کثرت طاعات و عبادات ہوں۔ کیونکہ وہ بھی منجملہ ذکر میں سے ہے پھر اس میں سے تسبیح کو (بکرہ) صبح کیلئے خاص کیا وہ صلوٰۃ الفجر ہے اور اصیلًا کو خاص کیا یہ نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء ہیں یا صلوٰۃ فجر اور مغرب وعشاء مراد ہیں۔

صلوٰۃ کا مطلب:

۴۳: هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ (وہ وہی ذات ہے جو کہ تم پر رحمتیں بھیجتی ہے اور اس کے فرشتے) مصلی کی جب یہ حالت ہے کہ وہ اپنے رکوع اور سجدہ میں متوجہ ہوا ہے۔ تو دوسرے پر شفقت ونرمی کے ساتھ متوجہ ہونے والے کیلئے بطور استعارہ

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

اے نبی بے شک ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا

وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ﴿۴۷﴾ وَ لَا

اور روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے، اور آپ مومنین کو خوشخبری سنا دیجئے کہ بلا شبہ اللہ کی طرف سے ان پر بڑا فضل ہے اور آپ

تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ

کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانئے اور ان کی ایذاء کو چھوڑیئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور اللہ کافی

وَكِیْلًا ﴿۴۸﴾

کارساز ہے۔

استعمال ہونے لگا۔ جیسا کہ مریض کی عیادت کرنے والا مریض پر شفقت میں اور عورت اپنے بیٹے پر شفقت کرتی ہے پھر اس کا استعمال کثرت سے رحمت و مہربانی میں ہونے لگا اور اسی معنی میں عرب کا یہ قول ہے: صلی اللہ علیك یعنی تم پر رحم فرمائے اور مہربانی فرمائے۔

صلاۃِ ملائکہ:

سے مراد ملائکہ کا یہ قول ہے: اللهم صل علی المؤمنین کیونکہ وہ مستجاب الدعوات ہیں اس لئے ان کو اس طرح قرار دیا گیا گویا کہ وہ رحمت و مہربانی کرنے والے ہیں مطلب یہ ہے وہی ذات ہے جو تم پر رحم فرماتا اور مہربانی کرتا ہے اس طرح کہ وہ تمہیں خیر کی طرف بلاتا ہے اور تمہیں کثرتِ ذکر کا حکم دیتا ہے۔ اور وافر مقدار میں صلاۃ وطاعت کا حکم دیتا ہے۔

لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے) معصیت کے اندھیروں سے نورِ اطاعت کی طرف وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا (اور وہ مؤمنوں پر زیادہ مہربان ہے)۔

مَسْئَلَہ: آیت کا یہ حصہ دلیل ہے کہ صلاۃ سے مراد رحمت ہے روایت میں ہے کہ جب آیت: ان الله و ملائكته يصلون على النبي [الاحزاب:۵۶] نازل ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے جس شرف کے ساتھ بھی آپ کو خاص کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حصہ دار اور شریک ضرور بنایا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی۔

۴۴: تَحِیَّتُهُمْ (ان کا سلام) یہ اضافت مصدر الی المفعول کی قسم میں سے ہے۔ ای تحیة الله لكم۔ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ (جس دن وہ اس کو ملیں گے) اس کو دیکھیں گے۔ سَلٰمٌ (اللہ تعالیٰ السلام علیکم فرمائیں گے) وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا (اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اجر کریم تیار کر رکھا ہے) اجر کریم یعنی جنت۔

پیغمبر ﷺ کے اوصافِ خمسہ:

۴۵: یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا (اے نبی (ﷺ) ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا کہ آپ شاہد ہونگے)ان پر جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے اور ان کی تصدیق وتکذیب پر یعنی آپ کا قول ان کے متعلق خواہ حق میں ہو یا خلاف قبول کیا جائے گا۔ جیسا کہ شاہد عادل کا قول فیصلہ میں قبول کیا جائے گا۔

نحو: یہ حال مقدرہ ہے جیسا تم کہو مررت برجل معه صقر صائدا به غدا ای مقدرًا به الصيد غدًا۔ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جس کے پاس باز ہے۔ اس حال میں کہ وہ اس سے صبح شکار کرنے والا ہے یعنی اسکے مقدر کیا گیا ہے شکار کو کل وَّ مُبَشِّرًا (اور خوشخبری دینے والے ہیں) ایمان والوں کو جنت کی۔ وَّ نَذِیۡرًا (اور وہ کافروں کو آگ سے ڈرانے والے ہیں)۔

۴۶: وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ (اور دعوت دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے)اس کے امر سے یا اس کے میسر کر دینے سے۔

نحو: تمام حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

وَسِرَاجًا مُّنِیۡرًا (اور روشن چراغ ہیں) آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ظلمات شرک کو روشن کر دیا گمراہوں کو ہدایت ملی جیسا کہ رات کے اندھیرے روشن سورج سے روشن ہو جاتے ہیں۔ اور روشنی سے راستہ پایا جاتا ہے۔

قول جمہور کہ سراج منیر سے مراد قرآن مجید ہے۔ اسکے مطابق تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ ذا سراج منیر اور سراج منیر کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ منیر کی صفت سراج کیلئے لائی گئی کیونکہ جب دیئے کی بتی چھوٹی ہو جاتی اور تیل کم ہو جاتا ہے تو وہ روشنی نہیں دیتا۔ نمبر۲۔ شاہدًا کا معنی ہماری وحدانیت کی گواہی دینے والا مبشرًا (ہماری رحمت کی خوشخبری دینے والا)۔ و۔ نذیرا (ہمارے عذاب سے ڈرانے والا) و داعیا الی اللہ (ہماری عبادت کی طرف دعوت دینے والا)۔ و سراجًا اور ہمارے وجود کی ظاہر دلیل)

۴۷: وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ بِاَنَّ لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ فَضۡلًا كَبِیۡرًا (اور مؤمنین کو خوشخبری دے دیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے۔) فضل کبیر سے بڑا ثواب مراد ہے۔

۴۸: وَلَا تُطِعِ الۡكٰفِرِیۡنَ وَالۡمُنٰفِقِیۡنَ (اور آپ کافروں اور منافقوں کی اتباع مت کیجئے) اس سے مراد اس حالت پر برانگیختہ کرنا اور دوام وثبات پیدا کرنا ہے جس میں آپ تھے۔ وَدَعۡ اَذٰىهُمۡ (اور ان کی طرف سے جو ایذاء پہنچے اس سے صرف نظر فرمائیں) اذیٰ بمعنی ایذاء ہے۔

نحو: اور نمبر۱۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی اضافت فاعل کی طرف ہو ای اجعل ایذائهم ایاك فی جانب ان کی ایذاء کو ایک طرف رکھ اور اس کی کوئی پرواہ مت کرو اور نہ ان کی ایذاء سے ڈرو۔ نمبر۲۔ اضافت مفعول کی طرف ہو۔ ای دع ایذاءك اِیّاهم مكافاة لهم۔ آپ ان کو بطور بدلہ ایذاء دینے کو رہنے دیجئے۔ وَتَوَكَّلۡ عَلَی اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے) وہ ان کے لئے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَكَحۡتُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر تم انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو

فَمَا لَـكُمۡ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ عِدَّةٍ تَعۡتَدُّوۡنَهَا‌ ۚ فَمَتِّعُوۡهُنَّ وَسَرِّحُوۡهُنَّ سَرَاحًا

تو تمہاری ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو تم ان کو کچھ متاع دے دو اور انہیں خوبی کے ساتھ

جَمِيۡلًا ﴿۴۹﴾

چھوڑ دو۔

کافی ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا (اور اللہ تعالیٰ کی کارسازی کافی ہے) اس کی سپرداری کفایت کرنے والی ہے۔

ایک قول:

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پانچ اوصاف بیان فرمائے اور ان میں سے ایک کا مقابلہ ایک مناسب خطاب سے فرمایا مثلاً نمبر ۱۔ شاہد کا مقابلہ وبشر المؤمنین سے کیونکہ آپ ﷺ امت پر شاہد ہونگے اور امت تمام امتوں پر شاہد ہوگی۔ اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے نمبر ۲۔ المبشر کا مقابلہ کفار و منافقین سے اعراض کرنے کے ساتھ کروایا کیونکہ جب ان سے اعراض کریں گے تو ایمان والوں کی طرف پورے طور پر متوجہ ہونگے اور بشارت کیلئے یہ بات مناسب ہے۔ نمبر ۳۔ النذیر کا مقابلہ دع اذاھم سے کیا کیونکہ جب وہ حاضر میں ان کی ایذاء کو چھوڑ دیں گے حالانکہ ایذاء کی جلدی سزا تو ضروری ہے۔ یا بدیر سزا۔ اور کفار کو مستقبل میں ملنے والی اس سزا سے ڈرایا گیا۔ نمبر ۴۔ اور داعی الی اللہ کا تقابل تیسیر کے قول توکل علی اللہ کے ساتھ کیا۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کر لیتا ہے اس پر ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ نمبر ۵۔ سراج منیر کا تقابل اللہ تعالیٰ کی وکالت پر اکتفاء سے کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کی دلیل کو تمام مخلوق پر روشن کر دیں تو وہ اس لائق ہے کہ تمام مخلوق کو چھوڑ کر اسی پر اکتفاء کیا جائے۔

وجوبِ عدت:

۴۹: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَكَحۡتُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ (اے ایمان والو! جب تم مومنہ عورتوں سے نکاح کرو) یعنی جب تم شادی کرو۔ نکاح کا لفظ اصل میں وطی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور عقد کو بھی نکاح اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وطی تک پہنچنے کا ذریعہ اور واسطہ ہے جیسا کہ شراب کو اثم کہتے ہیں کیونکہ وہ شراب اس گناہ کا سبب ہے جیسا کہ راجز کے اس قول میں:

اسنمة الا بال فی سحابه

شاعر نے پانی کا نام اسنمة الا بال رکھا کیونکہ وہ اونٹوں کے موٹا ہونے کا سبب اور ان کی سناموں کی بلندی کا سبب ہے۔

النکاح:

نکاح کا لفظ قرآن مجید میں عقد کے معنی میں ہی وارد ہوا ہے۔ کیونکہ وطی کے معنی میں تو یہ باب تصریح میں سے ہو جائے گا۔ حالانکہ آدابِ قرآن کا تقاضا اس کا (یعنی وطی ء) کنایہ، الملامسة ، المماسة، القربان، التغشی اور الاتیان ہے۔

وجہ تخصیص:

مؤمنات کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اشارہ کر دیا کہ مؤمن کو مؤمنہ سے نکاح کرنا چاہیے۔ اگرچہ کتابیات جواز نکاح میں مؤمنات کے برابر ہیں۔

ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ (پھر تم ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو) اور خلوت صحیحہ مس کی طرح ہے۔ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا (تو تمہاری ان کے اوپر کوئی عدت نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو)

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ عورتوں پر مردوں کیلئے عدت واجب ہے اور تعتدونہا کا معنی اس کی گنتی کو پورا کرنے والے ہو۔

صرف:

یہ عد سے باب افتعال ہے فَمَتِّعُوْهُنَّ (پس ان کو کچھ متاع دیدو)۔

متعہ:

اُس عورت کے لئے لازم ہے جس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اور اس کا مہر بھی مقرر نہ ہو دوسری عورتوں کے لئے نہیں۔

وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (اور ان کو خوبی کے ساتھ رخصت کر دو)۔ یعنی ان کو تکلیف دینے کیلئے نہ روکو۔ اور ان کو اپنے گھروں سے فارغ کر دو۔ کیونکہ تمہاری طرف سے ان پر کچھ بھی عدت نہیں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ

اے نبی! ہم نے آپ کے لیے یہ بیویاں حلال کردیں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں اور وہ عورتیں بھی حلال کیں جو آپ کی مملوکہ

يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ

ہیں ان اموال میں سے جو اللہ نے آپ کو مال غنیمت میں سے دلوائے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموؤں کی بیٹیاں

وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ؗ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا

اور خالاؤں کی بیٹیاں جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور وہ عورتیں حلال کیں جو بغیر عوض کے اپنی جان نبی کو بخش

لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ

دیں اگر پیغمبر ان سے نکاح کرنا چاہیں، یہ آپ کے لیے مخصوص ہے نہ کہ مؤمنین کے لیے،

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ

ہم نے جان لیا جو کچھ ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور باندیوں کے بارے میں احکام مقرر کیے تا کہ آپ پر کوئی

عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۰

تنگی نہ ہو اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

نہم شرط' تابید نکاح ہے:

۵۰: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ (اے نبی مکرم (ﷺ) ہم نے آپ کیلئے آپ کی یہ بیویاں جن کے مہر) اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ (آپ دے چکے ہیں حلال کی ہیں) اجور کا معنی مہر ہے۔ کیونکہ مہر بضع کا بدلہ ہے۔ (اتیت اجورھن کی قید احترازی نہیں۔ واقعی ہے کیونکہ آپ جلد ادا فرماتے تھے)

کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

لفظ اجارہ سے نکاح اسی لئے جائز ہے کیونکہ مہر کو اجور فرمایا۔

جواب کرخی رحمۃ اللہ علیہ:

نکاح کی شرط تابید ہے اور اجارہ کی شرط تاقیت ہے اور دونوں میں منافات ہے اور ایتاءَ ھا کا معنی اعطاء ھا عاجلاً ان کو جلد ادا کرنا یا اس کو مقرر کرنا اور عقد میں اس کا نام لینا ہے۔ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ (اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری

مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنیمت میں دلوادی ہیں) وہ صفیہ، جویریہ ہیں ان دونوں کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا۔

وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ (اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموؤں کی بیٹیاں اور خالہ)۔ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ (کی بیٹیاں وہ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی) مَعَ کا لفظ یہاں مقارنت کیلئے نہیں بلکہ فقط وجودِ ہجرت کو ثابت کرنے کیلئے ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ص و اسلمت مع سلیمان [النمل:۴۴]

امّ ہانی بنت ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے پیغام نکاح بھیجا میں نے معذرت پیش کی۔ آپ نے میرے عذر کو قبول فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری پس آپ کے لئے یہ (نکاح کرنا) حلال نہ قرار دیا گیا کیونکہ میں نے ہجرت نہ کی تھی۔ [ترمذی:۳۲۱۴]

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ (اور اس مؤمنہ عورت کو جو بلاعوض اپنے کو پیغمبر کو دیدے) اور آپ کے لئے حلال کر دیا ہم نے اس عورت کو جو اپنے نفس کو آپ کے ہبہ کر دے اور یہ عورت مہر طلب نہ کرے اگر ایسا اتفاق ہو۔ اسی لئے امراۃ مؤمنہ نکرہ لایا گیا۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ مستقبل کے حکم کو بیان کیا ہے۔ حالانکہ کوئی عورت ہبہ والی آپ کے ہاں نہ تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ نفس کو ہبہ کرنے والی عورت آپ کے ہاں میمونہ بنت الحارث یا زینب بنت خزیمہ یا اُمّ شریک بنت جابر یا خولہ بنت حکیم تھیں۔

قراءت: حسن رحمہ اللہ نے اَنْ وھبت پڑھا اور ان کو تعلیلیہ قرار دیا۔ اور لام کو محذوف مانا لان وھبت۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بغیر ان کے پڑھا۔ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا (اگر پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں) اور اس کی طرف نکاح کی رغبت رکھتے ہوں۔

ایک قول یہ ہے نکح اور استنکح کا ایک معنی ہے دوسری شرط پہلی شرط کے لئے قید ہے حلال ہونے کی شرط یہ ٹھہرائی گئی ہے وہ عورت اپنا آپ آپ کو ہبہ کر دے اور ہبہ میں نکاح کی طلب کا ارادہ خود موجود ہے گویا اس طرح فرمایا احللناھا لك ان وھبت لك نفسھا وانت ترید ان تستنکحھا او ارادته ھی: قبول الھبة وما به تتم۔ ہم نے آپ کے لیے حلال کر دیا اگر وہ اپنا آپ آپ کو ہبہ کر دے اور آپ اس سے نکاح کرنا چاہتے ہوں۔ اور آپ کا ارادہ ہی قبول ہے جس سے وہ نکاح ہبہ تکمیل پذیر ہوگا۔

مَسْئَلَۃٌ: اس میں دلیل ہے کہ لفظ ہبہ سے نکاح جائز ہے کیونکہ رسول ﷺ اور آپ کی امت احکام میں برابر ہیں سوائے ان احکام کے جن کو دلیل آپ کے لئے خاص ثابت کر دے۔ خَالِصَةً (یہ مخصوص ہے آپ کے لئے) بلامہر نکاح۔

نَحْو: یہ وھبت کی ضمیر سے حال ہے نمبر۲۔ مصدر مؤکد ہے تقدیر کلام یہ ہوگی خلص لك احلال ما احللنالك خالصة تمہارے لئے مخصوص کر دیا گیا اس چیز کا حلال کرنا جو کہ ہم نے آپ کیلئے حلال کیا خصوصاً اور مصادر فاعلة کے وزن پر کثرت سے آتے ہیں۔ مثلاً العاقبة، الکاذبة۔ لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ (نہ کہ دوسرے مؤمنین کیلئے) دوسروں کیلئے مہر واجب ہے خواہ اس

تُرۡجِي مَن تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـٔۡوِيٓ إِلَيۡكَ مَن تَشَآءُۖ وَمَنِ ٱبۡتَغَيۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا

آپ ان میں سے جسے چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جسے چاہیں اپنے نزدیک ٹھکانہ دیں اور جسے آپ دور کریں اسے طلب کریں تو

جُنَاحَ عَلَيۡكَۚ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَن تَقَرَّ أَعۡيُنُهُنَّ وَلَا يَحۡزَنَّ وَيَرۡضَيۡنَ بِمَآ ءَاتَيۡتَهُنَّ

اس بارے میں آپ پر کوئی گناہ نہیں یہ اس بات سے قریب تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور جو کچھ آپ ان کو دیں وہ سب اس پر

كُلُّهُنَّۚ وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمۡۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ﴿٥١﴾

راضی رہیں اور اللہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ جاننے والا ہے علم والا ہے۔

وقت مذکور ہو یا اس کی نفی کر دی گئی ہو۔

حکمتیں:

اولاً خطابی انداز تھا پھر اس کلام کو غیبت کی طرف موڑ دیا ان اراد النبی میں پھر خطاب کی طرف کلام کو لوٹایا تا کہ اعلان کر دیا جائے کہ یہ اختصاص نبوت کی وجہ سے بطور تکریم فرمایا گیا ہے۔ اور اس کو بار بار عظمت شان کیلئے ذکر کیا۔

قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيٓ أَزۡوَٰجِهِمۡ (ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیبیوں) یعنی جو مہر ہم نے آپ کی امت پر ان کی زوجات کے سلسلہ میں واجب کیے ہیں۔ نمبر ۲۔ جو ہم نے ان کی ازواج کے سلسلہ میں حقوق لازم کیے ہیں۔ وَمَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُهُمۡ (اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کیے ہیں) ملکیت کے طور پر ان کو خرید لینے کی بناء پر لِكَيۡلَا يَكُونَ عَلَيۡكَ حَرَجٌ (تا کہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو) حرج کا معنی تنگی ہے یہ آیت کا حصہ خالصةً لك من دون المؤمنين سے متصل ہے۔ اور قد علمنا ما فرضنا عليهم في ازواجهم وما ملكت ايمانهم یہ جملہ معترضہ ہے۔ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔ وہ اپنے بندوں پر وسعت فرمانے والے ہیں۔

۵۱: تُرۡجِي (اور اپنے سے دور رکھیں)

قراءت: بلا ہمزہ مدنی، حمزہ، علی، خلف، حفص نے پڑھا اور دیگر قراء نے ہمزہ سے پڑھا۔ ترجی کا معنی مؤخر کرنا، دور رکھنا ہے۔

اصل مقصد کو جامع تقسیم:

مَن تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـٔۡوِيٓ إِلَيۡكَ مَن تَشَآءُ (جن کو آپ چاہیں ان میں سے اور نزدیک رکھیں ان میں جس کو آپ چاہیں) تُـٔۡوِي کا معنی ملانا، نزدیک کرنا ہے۔ یعنی جس سے چاہیں اپنی خوابگاہ کو الگ فرمائیں اور جس سے چاہیں مضاجعت فرمائیں یا جس کو چاہیں طلاق دیں اور جس کو چاہیں روک رکھیں یا جن کے لئے چاہیں باری کی تقسیم فرمائیں اور جن کے لئے چاہیں نہ فرمائیں یا امت کی عورتوں سے جس سے چاہیں نکاح کر لیں اور جن سے چاہیں تزوج چھوڑ دیں۔ یہ تقسیم ایسی ہے جو کہ

اصل مقصد کو جامع ہے۔ کیونکہ یا تو وہ طلاق دیں گے اور یا وہ روک کر رکھیں گے جب نکاح میں باقی رکھیں گے تو اس سے مضاجعت فرمائیں گے یا نہ فرمائیں گے اور باری تقسیم کریں گے یا نہ کریں گے۔ جب طلاق دے دی اور علیحدگی اختیار فرمائی تو پھر اس معزولہ کو بالکل چھوڑ دیں گے اس کو بالکل نہ چاہیں گے یا اس کو چاہیں گے۔

روایت میں ہے کہ آپ نے ان میں سے جویریہ، سودہ، صفیہ اور میمونہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہن کو مؤخر اور دور کیا۔ آپ ان کے لئے باری کو جب چاہتے اور جس طرح چاہتے تقسیم فرماتے۔ اور جن عورتوں کو اپنے قریب کیا وہ عائشہ، حفصہ، ام سلمہ اور زینب رضی اللہ عنہن تھیں۔ پانچ کو دور کیا اور چار کو نزدیک کیا (ابن ابی شیبہ مرسلاً) آپ اختیار اور آزادی کے باوجود ان کے مابین برابری فرماتے۔ سوائے سودہ کے انہوں نے اپنی رات عائشہ رضی اللہ عنہا کیلئے ہبہ کر دی۔ اور عرض گزار ہوئیں۔ آپ مجھے طلاق نہ دیں تا کہ قیامت کے دن آپ کی ازواج میں سے اٹھائی جاؤں۔

تقسیم کا معاملہ آپ کی مشیت کے سپرد کیا:

وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ (اور جن کو آپ طلب کریں ان میں سے جن کو آپ نے دور رکھا تھا۔ آپ پر کوئی گناہ نہیں) یعنی جن کو آپ اپنے بستر کی طرف بلائیں ان ازواج میں سے جن کو دور رکھا تھا۔ تو آپ پر اس سلسلہ میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ اگر پہلے آپ نے روک دیا تو اب اس کو لوٹا نہیں سکتے بلکہ آپ کو اختیار ہے۔

نحو: مَن ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور فلا جناح اس کی خبر ہے۔

ذٰلِكَ (یہ) یعنی آپ کی مشیت کے سپرد کرنا۔ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ (اس بات سے قریب تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ آزردہ خاطر نہ ہونگیں)۔ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ (اور جو کچھ بھی آپ ان کو دیں گے اس پر سب کی سب راضی رہیں گی) یعنی یہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلت حزن اور تمام کی رضامندی کیلئے قریب تر بات ہے۔ کیونکہ جب ان کو معلوم ہو گیا یہ تفویض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے تو ان کے نفوس مطمئن رہیں گے اور تغایر ختم ہو کر رضا حاصل ہو گی اور ان کی آنکھوں میں اس سے ٹھنڈک حاصل ہو گی۔

نحو: كُلُّهُنَّ یہ رفع کے ساتھ یرضین کے نون کی تاکید ہے۔

قراءت: اس طرح بھی پڑھا گیا ویرضین کلّھن بما اتیتھن کلھن کو مقدم کر کے اور ایک شاذ قراءت میں كُلَّهُنَّ نصب کے ساتھ ہے۔ اس صورت میں آتیتھن کی تاکید ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اس کو جو تمہارے دلوں میں ہے) اس میں ان کے لئے وعید ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم و تدبیر پر راضی نہ ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی تفویض پسند نہ کرتی ہوں۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے ہیں) جو سینوں میں چھپا ہے۔ حَلِيْمًا (بردبار ہیں) جلدی سے سزا نہیں دیتے۔ اسی سے ڈرنا اور اسکی سزا سے بچنا ہے۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ

اس کے بعد آپ کے لیے عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ یہ بات حلال ہے کہ آپ ان بیویوں کے بدلہ دوسری بیویوں سے نکاح کریں اگرچہ آپ کو

حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۝۵۲

ان کا حسن بھلا معلوم ہو مگر جو آپ کی مملوکہ ہو اور اللہ ہر چیز کا نگران ہے۔

موجودہ کے علاوہ حلال نہیں :

۵۲: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ (حلال نہیں آپ کے لئے عورتیں)۔

نحو، قراءت: ابوعمرو، یعقوب نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور ان کے علاوہ دیگر قراء نے مذکر صیغہ پڑھا ہے۔ کیونکہ تانیث جمع غیر حقیقی ہے اور جب بلا فصل قال نسوۃ [یوسف: ۳۰] میں جائز ہے تو فاصلہ کی موجودگی میں بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ مِنْۢ بَعْدُ (ان کے علاوہ) ان نو کے علاوہ کیونکہ ۹ ازواج یہ آپ کے لئے اسی طرح نصاب تھا جیسا امت کیلئے چار نصاب ہے۔ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ (اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان ازواج کی جگہ دوسری بیبیاں کر لیں) ان کو طلاق دے کر۔ مطلب یہ ہے کہ نہ تو آپ ان ازواج تمام کی جگہ اور بیبیاں تبدیل کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان میں سے بعض کی جگہ بعض بیبیاں تبدیل کر سکتے ہیں یہ ان کے اعزاز اور پیغمبر ﷺ کو اختیار کرنے اور راضی ہو جانے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ عظمت عنایت فرمائی رسول ﷺ نے انہی پر اکتفاء فرمایا وہ نو یہ ہیں جن کو چھوڑ کر آپ نے وفات پائی۔ عائشہ نمبر ۱۔ حفصہ نمبر ۲۔ ام حبیبہ نمبر ۳۔ سودہ نمبر ۴۔ ام سلمہ نمبر ۵۔ صفیہ نمبر ۶۔ میمونہ نمبر ۷۔ زینب بنت جحش نمبر ۸۔ جویریہ نمبر ۹ رضوان اللہ علیہن اجمعین۔ من ازواج میں مِنْ تاکید نفی کیلئے آیا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جنس ازواج کی تحریم کا احاطہ کرنے والا ہے۔ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ (اگرچہ ان کا حسن آپ کو اچھا معلوم ہو)

نحو: تبدل کی ضمیر فاعلی سے یہ موضع حال میں ہے اور تبدل اصل میں تتبدّل یہ من ازواج جو کہ مفعول ہے اس سے موضع حال میں نہیں ہے کیونکہ وہ تنکیر میں مشغول ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے مفروضا اعجابك بهن۔ (بالفرض آپ کو ان کا حسن بھلا لگتا ہو)۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اسماء بنت عمیس بیوہ جعفر بن ابی طالب ہیں۔ یہ ان میں سے تھیں جن کا حسن بھلا معلوم ہوا۔

قول عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما: رسول اللہ ﷺ کیلئے وفات سے قبل تحریم کو اٹھا لیا تھا اور جن عورتوں سے چاہیں نکاح کی اجازت دے دی گئی تھی۔ مطلب ہوا کہ آیت منسوخ ہے۔ اس کا نسخ یا تو پھر سنت سے ماننا پڑے گا۔ یا اس آیت: انا احللنا لك ازواجك سے۔ باقی ترتیب نزولی ترتیب مصحف کے مطابق نہیں ہے۔ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ (مگر جو آپ کی مملوکہ ہو) مملوکات کو ان محرمات سے مستثنیٰ کر دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے

غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا

منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور

مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ

باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو، اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں

وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ

اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے میں لحاظ نہیں فرماتا، اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے

حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ

مانگا کرو، یہ بات تمہارے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو یہ جائز نہیں ہے کہ رسول کو کلفت پہنچاؤ

وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۵۳

اور نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، بیشک تمہاری یہ بات خدا کے نزدیک بڑی بھاری ہو گی۔

اِنْ تُبْدُوْا شَـيْـــــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۵۴

اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا اسے پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

نحو: ما محل رفع میں النساء سے بدل ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا نگران ہے) محافظ ہے۔ اس کی حدود سے تجاوز کرنے سے ڈرایا گیا ہے۔

آپ کے گھروں میں داخلہ کے وقت اذن کا حکم:

۵۳: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ (اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو)۔ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ (مگر جس وقت تم کو کھانے کیلئے اجازت دی جائے۔ ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو)۔

نحو: ان یوذن لکم یہ موضع حال میں ہے تقدیر کلام یہ ہے لا تدخلوا الا ماذونا لکم۔ تم مت داخل ہو مگر اس حال میں

کہ تمہیں اجازت دی گئی ہو۔ یا ظرف کے معنی میں ہو۔ تقدیر کلام یہ ہے وقت ان یوذن لکم ۔ اور غیر ناظرین یہ لا تدخلوا سے حال ہے۔ اور استثناء حال اور وقت دونوں ہی سے واقع ہوا ہے۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے لاتدخلوا بیوت النبی الاوقت الاذن و لا تدخلوھا الا غیر ناظرین ای غیر منتظرین تم پیغمبر کے گھروں میں مت داخل ہو مگر اجازت کے وقت، اور ان گھروں میں نہ داخل ہو مگر یہ کہ تم انتظار کرنے والے نہ ہو۔ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے کھانے کے وقت کا انتظار کرتے۔ پس داخل ہوتے اور کھانے کو پانے کے انتظار میں بیٹھ رہتے۔ مطلب یہ ہے کہ اے کھانے کے وقت کا انتظار کرنے والو! تم گھروں میں داخل نہ ہو مگر اس وقت جبکہ کھانے کیلئے تمہیں اجازت دی جائے اس کے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو۔

عرب کہتے ہیں انی الطعام کھانا تیار ہونا' کہا جاتا ہے: انی الطعام انی جیسے کہتے ہیں: قلاہ قلی۔ ایک قول یہ ہے اناہ کا معنی اس کا وقت یعنی تم کھانے کے وقت کو دیکھنے والے نہ ہو۔ اور اس کے کھانے کی گھڑی کو دیکھنے والے نہ ہو۔ روایت میں ہے نبی اکرم ﷺ نے زینب بنت جحش کے نکاح پر کھجور، ستو اور گوشت سے ولیمہ کیا اور انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بلا کر لائے۔ پس لوگ ایک دوسرے کے بعد گروہ در گروہ گھر میں داخل ہو کر کھاتے اور نکلتے رہے یہاں تک کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے دعوت دی ہے یہاں تک کہ اب میں کوئی شخص نہیں پاتا جس کو دعوت دوں۔ آپ نے فرمایا۔ کھانا اٹھالو۔ تمام لوگ منتشر ہوگئے۔ تین آدمی وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے اور انہوں نے طویل مجلس کی۔ آپ اٹھے تاکہ وہ بھی اٹھ کر چلے جائیں۔ آپ نے اپنے حجرات کا چکر لگایا اور ازواج کو سلام فرمایا۔ ان تمام نے سلام کا جواب دیا اور دعائیں دیں۔ پھر لوٹ کر تشریف لائے تو وہ بیٹھے ابھی باتوں میں مشغول تھے آپ بڑے حیادار تھے۔ آپ واپس مڑے۔ اب جب انہوں نے آپ کو واپس لوٹتے دیکھا تو وہ نکل کر چل دیئے۔ پس آپ گھر لوٹ آئے تو یہ آیت اتری۔

داخلہ دعوت کے آداب:

وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا (جب جب تمہیں بلایا جائے تو جایا کرو۔ پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو)۔ فانتشروا کا معنی وہاں سے جدا ہو جایا کرو۔ وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ (اور باتوں میں دل لگا کر مت بیٹھے رہا کرو)۔

نحو: یہ مجرور ہے۔ اور اس کا عطف ناظرین پر ہے۔ نمبر۳۔ منصوب ہے تقدیر کلام یہ ہے و لا تدخلوھا مستانسین۔

ادب: زیادہ دیر بیٹھے رہنے اور ایک دوسرے کی بات میں دل لگا کر بات سننے کی غرض سے بیٹھنے کی ممانعت کر دی۔

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ (اس سے پیغمبر کو ناگواری ہوتی ہے پس وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں) تمہیں نکالنے سے وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ (اور اللہ تعالیٰ صاف صاف باتیں کہنے سے لحاظ نہیں کرتے)۔ تمہارا اس وقت نکالنا درست ہے مناسب نہیں کہ اس میں لحاظ کیا جائے۔ جب حیاء کسی کو بعض افعال سے مانع بن جائے تو اس وقت کہا جاتا ہے لا

یستحی من الحق یعنی وہ اس سے باز نہیں رہتے اور نہ اس کو اس طرح چھوڑ دیتے ہیں جیسے حیاء والا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ ست لوگوں کو ادب سکھایا گیا ہے۔قول عائشہ رضی اللہ عنہا: ست لوگوں کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو برداشت نہیں فرمایا اور فرمادیا۔ فاذا طعمتم فانتشروا۔ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ (اور جب ان سے کوئی چیز مانگو) ھُنَّ کی ضمیر ازواج پیغمبر ﷺ کی طرف راجع ہے کیونکہ پیچھے بیوت النبی ﷺ کا تذکرہ چل رہا ہے۔ اور ان بیوت میں آپ کی ازواج ہی تھیں۔

مَتَاعًا (کوئی چیز عاریۃً مانگو) یا ضرورۃً مانگو۔ فَسْـَٔلُوْهُنَّ (ان سے وہ چیز مانگو)۔ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے) شیطانی خیالات سے فتنوں کے پیش آنے سے۔ اس آیت کے نزول سے قبل عورتیں مردوں کے سامنے آجاتیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پسند کرتے کہ ان کو پردے میں ہونا چاہیے اور وہ چاہتے تھے کہ اس کے متعلق وحی نازل ہو۔ عرض کر دیا۔ یارسول اللہ! اچھے اور برے سب لوگ آپ کے ہاں آتے ہیں۔ اگر آپ امہات المؤمنین کو حکم فرماتے کہ وہ پردہ کرلیا کریں؟ پس یہ آیت نازل ہوئی (بخاری ۴۷۹۰) اور یہ بھی مذکور ہے کہ بعض نے یہ کہا کہ ہمیں روک دیا گیا کہ ہم اپنی چچازاد بہنوں سے پردے کے علاوہ بات کریں اگر محمد ﷺ فوت ہو گئے تو میں فلاں عورت سے شادی کرلوں گا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔

ایذاء کی ممانعت:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا (تمہارے لئے جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ) اور اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا (یہ بھی جائز نہیں کہ تم آپ کی ازواج سے آپ کے بعد کبھی بھی نکاح کرو)۔ یعنی رسول ﷺ کو دکھ دینا تمہارے لئے جائز نہیں۔ اور نہ آپ کی موت کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح جائز ہے۔ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا یہ (اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بھاری بات ہے) یعنی بہت بڑا گناہ۔

۵۴: اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا (اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے) نبی اکرم ﷺ کی ایذاء میں سے یا ان سے نکاح کرو گے۔ اَوْ تُخْفُوْهُ (یا اپنے دلوں میں اس کو چھپاؤ گے)۔ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (پس اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں)۔ پس وہ اس پر تمہیں سزا دے گا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي اٰبَآئِهِنَّ وَلَا اَبْنَآئِهِنَّ وَلَا اِخْوَانِهِنَّ وَلَا اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ

ان بیویوں پر گناہ نہیں ہے اپنے باپوں کے بارے میں اور اپنے بیٹوں کے بارے میں اور اپنے بھائیوں کے بارے میں اور اپنے بھتیجوں کے بارے میں

وَلَا اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ

اور اپنے بھانجوں کے بارے میں اور اپنی عورتوں کے بارے میں اور اپنی لونڈیوں کے بارے میں، اور اللہ سے ڈرتی رہو،

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر ہے۔

اقارب کے احکام:

۵۵ : شانِ نزول: آیت حجاب نازل ہوئی تو باپوں، بیٹوں اور اقارب نے کہا یارسول اللہ ﷺ کیا ہم بھی ان سے پردے کے پیچھے سے بات کریں پس یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ (پیغمبر (ﷺ) کی بیویوں پر اپنے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے) وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ (اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے) نسائھن سے مؤمنہ عورتیں مراد ہیں۔

وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ (اور نہ اپنی لونڈیوں کے) یعنی ان پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ ان سے پردہ نہ کریں آیت میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ بمنزلہ والدین ہیں۔ اور اَبٌ کا اطلاق چچا پر آیا ہے۔ ارشاد فرمایا: والٰہ اباء ك ابراهيم و اسماعيل و اسحاق [البقرۃ:۱۳۳] اسماعیل یعقوب علیہم السلام کے چچا ہیں۔ اور غلام جمہور کے نزدیک اجنبی شمار ہوتے ہیں۔ پھر کلام کو غیبت سے خطاب کی طرف منتقل کر دیا۔ اور اس انتقال میں بڑی فضیلت ہے گویا اس طرح کہا گیا ہے واتقین الله فيما امرتن به من الاحتجاب وانزل فيه الوحي من الاستتار واحتطن فيه اور تم اس حکم حجاب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جس استتار کی وحی اتر چکی اس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پوری احتیاط کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر شی پر گواہ ہے۔) جاننے والا ہے۔ ابن عطاء کہتے ہیں۔ الشهيد: جو دل کے خطرات اور وساوس کو اسی طرح جانے جیسا اعضاء کی حرکات کو جاننا اور قرار دیتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ

بلا شبہ جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا

عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ

عذاب تیار فرمایا ہے، اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر گناہ کیے ایذاء پہنچاتے ہیں وہ لوگ

احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ ع

بہتان اور صریح گناہ کا بار اٹھاتے ہیں۔

ع ۷

درود و سلام کا حکم:

۵۶: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ (اے ایمان والو تم بھی آپ ﷺ پر رحمت بھیجا کرو) یعنی تم اس طرح کہو: اللھم صل علی محمد یاصلی اللہ علی محمد وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (اور خوب سلام بھیجا کرو) یعنی اس طرح کہا کرو: اللھم سلم علی محمد یا آپ کے حکم کی اطاعت کرو خوب اطاعت کرنا۔ آنحضرت ﷺ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ جب بھی کسی مسلمان کے ہاں میرا تذکرہ ہوتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھتا ہے تو دونوں فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور اللہ تعالیٰ اور ملائکہ ان دونوں فرشتوں کو کہتے ہیں آمین اور جس مسلمان بندے کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو فرشتے کہتے ہیں لا غفر اللہ لک اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف سے ان فرشتوں کے جواب میں آمین کہی جاتی ہے (مجمع الزوائد ۷/۹۳) قول کرخی رحمہ اللہ: یہ ایک مرتبہ واجب ہے۔ قول طحاوی رحمہ اللہ: جب بھی آپ کا نام لیا جائے اس وقت واجب ہے اور احتیاط اسی قول میں ہے اور جمہور کا یہ قول ہے۔ اگر دوسرے کیلئے صلاۃ کا لفظ بولا جائے گا تو تابع کی حیثیت سے آئے گا۔ جیسا کہیں صلی اللہ علی النبی و آلہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ باقی جب اہل بیت میں سے کسی کیلئے الگ طور پر صلاۃ کا لفظ لایا جائے گا۔ تو یہ مکروہ ہے اور رافضیوں کی نشانات میں سے ہے۔

کفر کرنا ایذائے رسول ہے:

۵۷: إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں) یوذون اللہ ورسولہ

سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا ہے اور اسم الٰہی تشریف کیلئے ہے۔ نمبر ۲۔ اللہ اور رسول کی ایذاء یہ مجازاً تعبیر ہے ایسے افعال کی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو پسند نہ ہوں۔ مثلاً کفر اور انکار نبوت وغیرہ۔ دونوں کے متعلق مجاز قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حقیقی ایذاء مانی جائے تو حقیقت و مجاز کا اجتماع ایک لفظ کے ماتحت لازم آئے گا اور یہ درست نہیں اس لئے مجاز ہی مراد لیا۔

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے) اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دونوں جہانوں میں دور کر دیا ہے۔ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے) آخرت میں۔

ایمان والوں کو ایذاء کی ممانعت:

۵۸: وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (اور وہ لوگ جو ایمان والے مردوں اور مؤمنات کو) بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا (بغیر اس کے کہ وہ کچھ کرتے ایذاء پہنچاتے ہیں)

نکتہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ایذاء کو بلا قید ذکر کیا تو مؤمنوں اور مؤمنات کی ایذاء کو مقید فرمایا کیونکہ وہ تو ہمیشہ ناحق ہوتی ہے اور یہ کبھی حق سے ہوتی ہے جیسے حدود و تعزیرات میں اور کبھی ناحق اس لئے مقید کرنے کی ضرورت پڑی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ان منافقین کے متعلق اتری جو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایذاء دیتے تھے اور ان کو وہ کلمات سنا کر کرتے تھے۔ قول دیگر یہ ہے ان زانیوں کے متعلق اتری جو عورتوں کا پیچھا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ عورتیں بھی اس بات کو ناپسند کرتیں تھیں۔ قول فضیل رحمہ اللہ: جب کسی کتے جیسے جانور کو ایذاء دینا حلال نہیں اسی طرح ناحق خنزیر کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں تو مؤمنین و مؤمنات کو ایذاء پہنچانا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ فَقَدِ احْتَمَلُوْا (وہ بار اٹھاتے ہیں) اٹھاتے ہیں۔ بُهْتَانًا (بہتان بڑا) وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا (اور کھلا گناہ) یعنی ظاہر گناہ۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

اے نبی اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی چادریں نیچی

جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۵۹﴾

کر لیا کریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي

منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو مدینہ میں افواہیں اڑایا کرتے

الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿۶۰﴾ مَلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا

ہیں اگر یہ لوگ باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے، پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پائیں گے جو پھٹکارے ہوئے ہوں گے جہاں

ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۖ

ملیں گے پکڑ دھکڑ ہوگی اور قتل کئے جائیں گے۔ جو لوگ پہلے گزرے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا یہی دستور رکھا ہے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿۶۲﴾

اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں ردوبدل نہ پائیں گے۔

پردے کا حکم:

۵۹: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ (اے پیغمبر (ﷺ) اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے) وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ (اور مؤمنوں کی بیویوں سے بھی کہہ دیں کہ نیچی کر لیا کریں اور اپنے اوپر) جَلَابِيبِهِنَّ (تھوڑی سی اپنی چادریں) الجلباب وہ کپڑا جس سے تمام جسم کو لپیٹا جائے جیسے بڑی چادر۔

قول مبرد رحمہ اللہ :

يدنين عليهن من جلا بيبهن کا معنی یہ ہے اپنے اوپر چادر کو ڈھیلا کر کے لٹکالیں اور اس سے اپنے چہروں اور کندھے کو ڈھانپ لیں۔ عرب کہتے ہیں جبکہ کپڑا عورت کے چہرے سے ہٹ جائے۔ أَدْنِي ثوبك على وجهك اپنے چہرے پر کپڑا ڈال لو۔ من تبعیضیہ ہے یعنی اپنی بڑی چادر کا بعض حصہ لٹکائے اور بچا ہوا چہرے پر ڈال لے اور پردہ بنالے تاکہ لونڈیوں سے اس کا امتیاز ہو سکے۔ یا وہ چادر اوڑھ لیں جو ان کی چادریں ہیں مطلب یہ ہے وہ صرف دوپٹہ اور اوڑھنی پہنے نہ ہوں جیسا کہ لونڈیوں کا

لباس ہوتا ہے، عورت کیلئے تو اپنے گھر میں دو یا زیادہ اوڑھنیاں ہیں۔ اور اس کا باعث یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں عورتوں کی عادات جاہلیت کے مطابق تھیں۔ کام کاج والے کپڑے پہننے والی ہوتیں۔ عورت اوڑھنی اور ڈوپٹے میں نکلتی اس کے اور لونڈیوں کے مابین کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا۔ کچھ نوجوان لونڈیوں کے راستہ میں رکاوٹ بنتے جبکہ وہ رات کو کھجوروں اور گھرے کھڈوں میں قضائے حاجت کے لئے نکلتیں اور بسا اوقات آزاد عورتوں کو لونڈیاں سمجھ کر انکا سامنا کرتے۔ پس آزاد عورتوں کو لونڈیوں سے لباس میں فرق کرنے کا حکم دیا گیا کہ وہ بڑی چادریں لیں اور اپنے چہروں اور سروں کو ڈھانپ کر نکلیں تاکہ ان کے متعلق کوئی طمع باز طمع نہ کرے اور آیت کے اگلے حصہ میں اسی کا تذکرہ فرمایا۔ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (اس سے جلد پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی) مطلب یہ ہے بہتر یہ ہے کہ ان کی پہچان ہو جائے پس وہ ان کا راستہ نہ روکیں۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے) اس کوجوان کی طرف سے کوتاہی ہو چکی۔ رَّحِيْمًا (مہربان ہیں) کہ ان کو مکارم اخلاق کی تعلیم دی۔

۶۰: لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ (اگر باز نہ آئے منافقین اور وہ لوگ) فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (جن کے دلوں میں بیماری ہے) فجور وفسق کی بیماری اس سے مراد زانی لوگ ہیں۔ دوسرے مقام پر یہی لفظ اس معنی میں ارشاد فرمایا فیطمع الذی فی قلبه مرض۔ [الاحزاب: ۳۲]

وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ (اور مدینہ میں افواہیں اڑانے والے) وہ کچھ لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے غزوات وسرایا کے متعلق غلط خبریں پھیلاتے تھے اور کہتے ان کو شکست ہوئی اور قتل کر دیئے گئے اور ان پر ایسا ایسا واقعہ گزرا وغیرہ۔ اس سے ان کا مقصد مؤمنوں کے دلوں کو توڑنا تھا عرب کہتے ہیں ارجف بکذا جبکہ وہ اس کے متعلق غیر حقیقی خبر دے کیونکہ وہ خبر ہلا دینے والی اور پاؤں اکھاڑ دینے والی غیر ثابت شدہ ہوتی ہے۔ یہ الرجفۃ سے لفظ بنا ہے اور وہ زلزلہ کو کہتے ہیں۔

لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ (ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے) ان پر مسلط کر دیں گے یا ان کے ساتھ قتال کا حکم دیں گے۔ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ پھر (وہ آپ کے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے) اور جلاوطنی ان کے حق میں سب سے بڑی مصیبت تھی تو اس کو بطور عطف لائے اور عطف ثم سے کیا کیونکہ معطوف علیہ سے اس کا حال بہت دور ہے۔

اِلَّا قَلِيْلًا (مگر بہت تھوڑا) زمانہ مطلب یہ ہے لئن لم ینته المنافقون عن عداوتهم وكيد هم والفسقة عن فجورهم والمرجفون عما يؤلفون من اخبار السوء لنأمرنك بان تفعل بهم الافعال التي تسوؤ هم ثم بان تضطر هم الى طلب اخلاء عن المدينه والى الا يساكنوك فيها الا زمانا قليلا ريثما يرتحلون۔ اگر منافقین اپنی عداوت اور کید سے باز نہ آئے اور فساق اپنے فجور سے باز نہ آئے اور افواہیں پھیلانے والے جو بری اطلاعات سے الفت رکھتے ہیں اگر وہ باز نہ آئے۔ تو ضرور ہم آپ کو حکم دیں گے کہ آپ ان کے ساتھ وہ سلوک کریں جوان کو برا لگے وہ اس طرح کہ آپ ان کو مجبور کر کے مدینہ سے نکال دیں اور یہ بھی کہ وہ آپ کے ساتھ مدینہ میں بہت کم رہ سکیں گے جلد کوچ کر جائیں گے۔ اس

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور آپ کو اس کی کیا خبر

لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۞۶۳ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۞۶۴ خٰلِدِيْنَ

عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی زمانہ میں واقع ہو جائے۔ بے شک اللہ نے لعنت کردی ہے کافروں پر اور ان کے لیے دہکنے والی آگ تیار کی ہے۔ وہ اس میں

فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۞۶۵ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ

ہمیشہ رہیں گے، وہ کوئی یارومددگار نہ پائیں گے۔جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے

يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۞۶۶ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا

یوں کہیں گے اے کاش کہ ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔اور وہ یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب بلاشبہ ہم نے اپنے سرداروں کی

وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۞۶۷ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۞۶۸ ع ۵

اور اپنے بڑوں کی فرمانبرداری کی سو انہوں نے ہمیں راستہ سے گمراہ کر دیا، اے ہمارے رب انہیں عذاب کا دوہرا حصہ دیجئے اور ان پر لعنت کر دیجئے بڑی لعنت۔

کو اللہ تعالیٰ نے اغراء سے بطور مجاز تعبیر فرمایا۔ اغراء برانگیختہ کرنے کو کہتے ہیں۔

۶۱: مَّلْعُوْنِيْنَ (وہ بھی پھٹکارے ہوئے)

نحو: یہ شتم کی وجہ سے منصوب اے ادم ملعونین نمبر۲۔ حال کی وجہ سے تقدیر کلام یہ ہے لا یجاورونك الا ملعونین پس حرف استثناء ظرف و حال دونوں پر اکٹھا داخل ہوا ہے جیسا کہ پہلے گزرا یا در ہے کہ یہ اخذوا کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ کلمہ شرط کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا (جہاں ملیں گے) وہ پائے جائیں گے۔ اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا (پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جائے گی) قتّلوا کی تشدید کثرت کو ظاہر کرتی ہے۔

۶۲: سُنَّةَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں یہ طریقہ رکھا) یہ مصدر مؤکد ہے ای سن اللہ فی الذین ینافقون الانبیاء ان یقتلوا اینما وجدوا۔ اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ان لوگوں کے متعلق رہا ہے جو انبیاء علیہم السلام سے منافقت اختیار کرتے رہے ہیں کہ جہاں وہ پائے جائیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنة اللہ تبدیلاً۔ (جو پہلے ہو گزرے ہیں اور تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے دستور میں ردوبدل نہ پاؤ گے) مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے طریقے نہیں بدلتے۔ بلکہ تمام امتوں میں ایک ہی طرح جاری رکھتے ہیں۔

بطورِ استہزاء وقت قیامت کا سوال:

۶۳: یَسْئَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ (آپ سے لوگ قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں)۔ مشرکین رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے وقت کو دریافت کرتے اور جلد آنے کا بطورِ استہزاء مطالبہ کرتے اور یہودی بطور امتحان سوال کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تورات اور ہر کتاب میں عمومی بتلایا ہے پس اپنے رسول کو حکم فرمایا کہ ان کو جواباً فرمائیں کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس ہی رکھا ہے۔ پھر اپنے رسول ﷺ کے سامنے واضح فرمایا کہ قیامت قریب الوقوع ہے اس سے جلد مطالبہ کرنے والوں کو دھمکا دیا اور امتحان کرنے والوں کو خاموش کر دیا۔ فرمایا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُدْرِیْکَ (کہہ دیجئے بیشک اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور آپ کو اس کی) لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا۔ (کیا خبر کہ عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی واقع ہو جائے) قریب والی چیز ہے یا ساعۃ زمانہ کے معنی میں ہو۔ شاید کہ اس کا زمانہ قریب ہو۔

۶۴، ۶۵: اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْکٰفِرِیْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے) سَعِیْرًا۔ (اور انکے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے) سعیراً (وہ آگ جو سخت بھڑکنے والی ہو)۔ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا (وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) اس میں جہمیہ فرقہ کے اس خیال کی تردید ہے کہ جنت و نار فنا ہو جائیں گے۔

نحو: سعیراً یہاں وقف نہیں ہے کیونکہ خالدین لھم کی ضمیر سے حال ہے۔

لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا (وہ نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار) ایسا مددگار جو ان کو عذاب سے روک سکے۔

۶۶: یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ (جس روز ان کے چہروں کو آگ میں الٹ پلٹ کیا جائے گا) اطراف میں پھیرا اور گھمایا جائے گا۔ جیسا کہ گوشت کے قطعات کو تم ہانڈی میں جوش کے وقت پلٹتے دیکھتے ہو۔

وجہ خصوصیت:

چہروں کو مخصوص کیا گیا۔ کیونکہ چہرے جسم میں معزز ترین عضو ہے۔ یا نمبر۲۔ وجہ بول کر سارا جسم مراد ہے۔ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوئی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی) پس اس عذاب سے چھوٹ جاتے یہ اس وقت کی تمنا ہے جب تمنا بے فائدہ ہوگی۔

کفار کی چیخ و پکار:

۶۷: وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا (اور وہ یوں کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا کہا مانا)

قراءت: شامی، سہل و یعقوب نے ساداتنا پڑھا ہے۔ جو جمع الجمع ہے اور مراد اس سے کفار کے وہ سردار ہیں جنہوں نے دوسروں کو کفر کی تلقین کی اور ان کے لئے کفر کی تزیین کی وَکُبَرَآءَنَا (اور اپنے بڑوں کی) زیادہ عمر والے یا اپنے علماء کی فاضلونا السبیلا (پس انہوں نے ہمیں راستہ سے گمراہ کیا تھا) عرب کہتے ہیں ضل السبیل و اضله اياه اور الف کا اضافہ تو آواز کی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی سو اللہ نے انہیں اس بات سے بری کر دیا جو ان لوگوں نے

قَالُوا ۚ وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا ﴿٦٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا

کہی تھی، اور موسیٰ اللہ کے نزدیک باوجاہت تھے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک

قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ

بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال کو صحیح بنا دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور جو شخص اللہ کی

وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾

اوراس کے رسول کی فرمانبرداری کرے سو وہ کامیاب ہوگیا بڑی کامیابی کے ساتھ۔

خاطر ہے۔آیات کے فاصلے اس طرح ہیں جیسے کہ اشعار کے قافیے ہوتے ہیں۔اوراس کا فائدہ وقف اور دلالت ہے کہ کلام میں انقطاع ہوگیا ہے اور بعد والا جملہ مستانفہ ہے۔

۶۸: رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ (اے ہمارے رب ان کو دوگنا عذاب دیجئے) گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کا۔ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا (اوران پر بڑی لعنت کیجئے)

قراءت: کبیرا کو عاصم نے پڑھا ہے۔تا کہ سخت لعنت اور بڑی لعنت پر دلالت ہو اور دیگر قراء نے تاء پڑھی تاء کہ لعنتوں کی گنتی زیادہ ہو۔

۶۹: یہ آیت زید اور زینب رضی اللہ عنہما کے متعلق اتری۔اور جو کچھ اس میں بعض لوگوں کی باتیں سنیں گئیں۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى (اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام) فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا (کوایذاء دی پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بری کر دیا جو انہوں نے کہا)

نحو: ما مصدریہ ہے یا موصولہ ہے جو بھی ہو براءت سے مراد بات کا مضمون اوراس کا مواد ہے۔اوروہ غیب والا معاملہ ہے اور ایذاء موسیٰ علیہ السلام سے مراد وہ رنڈی کی حکایت ہے جس کا قارون نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے متعلق زنا کا الزام لگائے۔یا موسیٰ پر یہ الزام کہ انہوں نے ہارون کو قتل کردیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کردیا۔انہوں نے زندہ ہو کر اطلاع دی کہ موسیٰ اس الزام سے بریٔ الذمہ ہیں۔جیسا کہ آپ نے اس ارشاد سے اپنی براءت کی خبر دی۔ماكان محمد ابا احدٍ من رجالكم [الاحزاب:۴۰] وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وقار والے تھے) وجیھا کا معنی مرتبہ والے مقام والے اور مستجاب الدعوات۔

قراءت: ابن مسعودؓ اور اعمش نے پڑھا و کان عبدًا للّٰہ وجیھًا۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا

بلاشبہ ہم نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے امانت پیش کی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا

وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿۷۲﴾ لِيُعَذِّبَ

اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا، بے شک وہ ظلوم ہے جہول ہے تا کہ اللہ

اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى

منافقوں کو اور منافقات کو اور مشرکوں کو اور مشرکات کو سزا دے اور مومنین اور مومنات پر

الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۷۳﴾ ع ۵ ۶

توجہ فرمائے اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

درست بات کا حکم:

۷۰: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو)۔ سدیدًا (سچی اور درست بات) نمبر۲۔ حق جس سے مقصود ہو۔ السداد: حق کا قصد کرنا اور عدل والا قول۔ مطلب یہ ہے لوگوں کو اس بات سے منع کرنا مقصود ہے۔ جس میں وہ مصروف تھے۔ قصہ زینب رضی اللہ عنہا۔ جس میں میانہ روی اور عدل سے گری باتیں کی جا رہی تھیں۔ اور اس بات پر برانگیختہ کرنا ہے۔ کہ ہر موقعہ پر عدل والی بات کہیں کیونکہ حفاظت لسان ضروری ہے اور درست بات ہر خیر کی جڑ ہے۔

قراءت: سدیدًا یہاں پر وقف نہیں کیونکہ جواب امر یصلح لکم اعمالکم ہے۔

۷۱: يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو قبول کرے گا) تمہاری طاعات کو قبول کرے گا۔ نمبر۲۔ تمہیں صالح اعمال کی توفیق بخشے گا۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا) مٹا دے گا مطلب یہ ہے اپنی زبانوں کی حفاظت اور باتوں کی میانہ روی میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں مقصود یعنی قبولیت حسنات مہیا فرما دیں گے اور اس پر ثواب دیں گے اور تمہارے گناہوں کی بخشش فرما دیں گے سب گناہوں کو مٹا دیں گے۔ یہ آیت پچھلی آیت کے مضمون کو ثابت کرنے والی ہے اس کی بنیاد اس بات پر تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔ اور اس آیت کی بنیاد امر پر ہے کہ زبان کی محافظت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تا کہ ان پر یکے بعد دیگرے نہی و امر کا حکم آ جائے۔ نہی کے بعد موسیٰ کا واقعہ لائے جس میں وعید سنا دی گئی اور امر کے بعد بلیغ وعدہ کر دیا گیا۔ جس سے ایذاء سے پھرنے کا مقصد پختہ اور مضبوط ہو گیا اور اس کے ترک کا داعیہ پیدا ہوا جب بڑی کامیابی کو اطاعت سے معلق فرمایا تو اسکے آخر میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ پس وہ بہت بڑی کامیابی پا گیا) تو اسکے بعد یہ ارشاد لائے۔

امانت کی وضاحت:

۷۲: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بے شک ہم نے امانت آسمانوں اور زمین)۔ وَالْجِبَالِ (اور پہاڑوں پر پیش کی) امانت سے مراد اطاعت اللہ ہے۔ اور حمل امانت سے مراد خیانت ہے عرب کہتے ہیں فلان حامل الا مانة ومحتمل لها ای لا یؤدیها الی صاحبها حتی تزول عن ذمته یعنی وہ اس کو ادا نہیں کرتا کہ مالک کو پہنچ کر اس کے ذمہ سے اتر جائے۔ اس لئے کہ امانت گویا کہ مؤتمن پر سوار ہوتی ہے اور وہ اس کی سواری ہوتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے رکبتة الدیون، ولی علیه حق، وہ اس کو ادا کر دے تو وہ اس پر سوار نہیں رہتی اور نہ وہ حامل کہلا سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ اجسام عظام یعنی آسمان، زمین، پہاڑ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پورے طور پر مطیع ہیں۔ اور وہی ہے جو جمادات سے کام لینا جانتا ہے اور وہ اس کی ذات کیلئے اس کے لائق تعریف کرتے ہیں اور اس کے لئے وہ اطاعت انجام دیتے ہیں جو اطاعت ان کے لائق ہے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ سے کوئی ایجاد وتکوین ممتنع نہیں اس نے مختلف حالتوں اور قسم قسم کی اشکال کو ٹھیک ٹھیک بنا دیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ ثم استوی الی السماء وهی دخان فقال لها وللارض ائتیا طوعا او کرها قالتا اتینا طائعین [فصلت:۱۱] اور اس نے خبر دی کہ سورج، چاند، نجوم، جبال، اشجار ودواب اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ اور بعض پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ لیکن حضرت انسان کی حالت وہ نہیں جو اس کی ہونی چاہیئے اور جو اطاعت شعاری اور فرمانبرداری اس کے مناسب ہے۔ وہ اس نے اختیار نہیں کی۔ یہ حیوان عاقل ہے اور اس کو مکلف بنایا گیا۔ اس کی حالت ان جمادات جیسی ان چیزوں میں نہیں جو ان سے بھی درست طور پر ہو رہی ہیں اور جو اطاعت ان کے مناسب ہے اور جس سے وہ باز نہیں رہ سکتے۔ اور یہی معنی فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا ہے (انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا) مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس میں خیانت اور عدم ادائیگی سے انکار کر دیا۔ (حاصل یہ ہے کہ عرض سے فطری صلاحیت اور انکار سے لیاقت وصلاحیت کا فقدان اور اٹھانے سے مراد قابلیت واستعداد ہے (مترجم) وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا (اور اس سے ڈر گئے) اس میں خیانت سے ڈر گئے۔ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (اور انسان نے اس کو اٹھا لیا) یعنی اس میں خیانت کی اور اس نے انکار کر دیا مگر اس بات سے وہ اس کو اٹھائے گا اور اس کو ادا نہ کرے گا۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا (بیشک وہ ظالم ہے) کیونکہ وہ امانت کی ادائیگی کو چھوڑنے والا ہے۔ جَهُوْلًا (جاہل ہے) کیونکہ وہ سعید بنانے والی چیز کو بھلانے والا ہے۔ حالانکہ اس کو اس پر قدرت حاصل ہے اور وہ قدرت اس کی ادائیگی ہی ہے۔ قول زجاج رحمہ اللہ: کافر ومنافق نے امانت کو اٹھایا۔ یعنی خیانت کی اور اطاعت نہ کی اور جس نے اطاعت اختیار کی جیسے انبیاء علیہم السلام اور مؤمن ان کو ظلوم جہول نہ کہا جائیگا۔

ایک قول ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے انسان کا مکلف بنایا جانا یہ اس کی انتہائی عظمت ہے اس لئے کہ یہی چیز مخلوقات الٰہی میں سے جو بڑے اجرام واجسام اور زیادہ قوت والے ہیں ان پر پیش کی گئی تو انہوں نے یہ ذمہ داری اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے۔ انسان نے اپنے ضعف وکمزوری کے باوجود اس کو اٹھا لیا۔ بیشک یہ ظلوم وجہول ہے۔ اس حیثیت سے کہ اس نے

امانت تو اُٹھالی پھراس کو پورا نہیں کیا۔ ضامن تو بن گیا پھراپنی ضمانت میں خیانت کی۔ کلام عرب میں ایسے انداز کلام کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ اور قرآن مجید اسلوب عرب کے مطابق آیا ہے۔ مثلاً عرب کا قول ہے لوقیل للشحم این تذھب؟ قال اسوّی العوج۔ اگر چربی کو کہیں تو کہاں جائے گی۔ تو وہ ضرور یہ جواب دیتی میں ٹیڑھ کو درست کرونگی۔

۷۳: لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ (تا کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات) وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ (اور مشرکین اور مشرکات کو عذاب دے)۔

نحو: لیعذب کی لام تعلیلیہ ہے کیونکہ یہ تعذیب اس تادیب کی طرح ہے جو اس قول میں ہے ضربته للتأدیب۔ اس صورت میں

قراءت: جھولاً پر وقف نہ کریں گے۔

قراءت: اعمش نے وَيَتُوْبُ اللّٰهُ پڑھا ہے۔ تا کہ حامل کے فعل پر یہ علت قاصرہ بنے اور جملہ ابتدائیہ ہوگا وَيَتُوْبُ اللّٰهُ اور مشہور معنی یہ ہے کہ انجام یہ ہوا کہ اللہ حامل امانت (خائن) کو عذاب دے گا۔ اور دوسروں پر رجوع فرمائے گا جو حامل امانت (خائن) نہیں کیونکہ جب وفا کرنے والے پر توجہ کی جائیگی تو چھوڑنے والے پر یہ عذاب کی قسم بن جائے گی۔ نمبر۲۔ لام عاقبت کا ہے یعنی انسان نے اس کو اٹھایا۔ اس میں حکم دیا گیا کہ بدبختوں کو سزا دی جائے گی۔ اور سعداء کی توبہ قبول کی جائے گی۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ غفور) ہیں توبہ کرنے والے کیلئے رَّحِيْمًا (رحیم ہے) اپنے مؤمن بندوں کیلئے۔

الحمد لله المنعم المتعال الذی لم یزل و لا یزال کے فضل سے آج بروز جمعرات ۲۵ ذوالحجہ ۱۴۲۳ اقبل از مغرب ترجمہ سورۂ احزاب مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ سَبَا مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ سبا مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چون آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہے جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے اور اسی کے لیے حمد ہے دنیا میں اور آخرت میں ،

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

اور وہ حکیم ہے باخبر ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ اس میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے

مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ② وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

نازل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔اور وہ رحیم ہے اور غفور ہے۔ اور کافروں نے کہا

لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ

کہ ہمارے پاس قیامت نہیں آئے گی۔ آپ فرما دیجئے ،ہاں میرے رب کی قسم وہ تم پر ضرور آئے گی،میرا رب عالم الغیب ہے ،اس سے ذرہ کے برابر بھی

مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ

کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں غائب نہیں ہے اور نہ کوئی اس سے چھوٹی چیز ہے نہ بڑی چیز

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ③ ۙ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

مگر کتاب مبین میں موجود ہے۔ تاکہ وہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے

مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

مغفرت ہے اور رزق کریم ہے ۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں عاجز کرنے کی کوشش کی ان لوگوں کے لیے

عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑤ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

سختی والا دردناک عذاب ہے۔ اور جن کو علم دیا گیا وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا

مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑥

گیا ہے وہ حق ہے اور عزیز حمید کے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

ہر قسم کے تمام محامد کا حقدار:

۱: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (تمام ترحمد اسی اللہ تعالیٰ کے لائق ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور) وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ (جو کچھ زمین میں ہے اور اسی کی حمد آخرت میں سزاوار ہے اور وہ حکمت والا خبردار ہے)۔ اَلْحَمْدُ اگر الف لام عہد کا لیا جائے تو اس سے مراد وہ ہے جس سے اس کی تعریف کی جائے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے محمود ہے نمبر۲۔ اور اگر الف لام استغراق کا مانیں تو وہ تمام محامد ظاہریہ، باطنیہ، سریہ، جہریہ کا حقدار ہے۔ للّٰہ لام تملیک کا ہے کیونکہ تمام حمد کرنے والوں کا وہ خالق ہے پس تعریف کا مالک جس کی ملکیت میں ہو وہی حمد کا اہل و حقدار ہے۔ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (وہ ذات کہ اس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) خلقت، ملک وغلبہ کے لحاظ سے پس وہی اس لائق ہے کہ سر وجہر میں اسی ہی کی حمد کی جائے۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں بھی حمد اسی ہی کیلئے ہوگی) جیسا کہ دنیا میں اس کے لئے ہے۔ اس لئے کہ نعمتیں ہر دو جہان میں مولیٰ کی طرف سے ہیں۔ البتہ حمد یہاں واجب ہے کیونکہ دنیا تکلیف کا گھر ہے۔ وہاں ایسا نہیں یعنی حمد واجب نہیں کیونکہ وہ دارالتکلیف نہیں۔ اہل جنت نعمتوں پر خوش ہو کر حمد کریں گے اور جو بڑا اجر اُن کو ملا اس سے لذت اندوز ہوتے ہوئے حمد کریں گے۔ (قالوا الحمدلله الذی هدانا لهذا الایة) جیسا کہ اس قول میں مذکور ہے الحمد لله الذی صدقنا وعده [الزمر:۷۴] الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن [فاطر:۳۴]

وَهُوَ الْحَكِیْمُ (وہ حکمت والا ہے)۔ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اس کی تدبیر کرنے والا ہے۔ الْخَبِیْرُ (وہ خبردار ہے) اس کے ضمیر کی باتوں سے جو بھی قیامت تک اس کی تعریف کرے یا اس سے اعراض کرے۔

۲: یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ (وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے)۔ یعلم یہ جملہ مستانفہ ہے۔ مایلج کا معنی جو داخل ہوتی ہے۔ مراد اموات اور دفائن ہیں۔ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا (اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے) یعنی نبات، اور معادن سے نکلنے والے جواہرات وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ (اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے)۔ یعنی بارش سے قسم قسم کی برکات۔ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا (اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے) اس کی طرف چڑھنے والی چیزیں یعنی ملائکہ اور دعائیں۔ وَهُوَ الرَّحِیْمُ (اور وہ رحیم ہے) ان چیزوں کو نازل کرتا ہے جن کی ان کو ضرورت ہے۔ الْغَفُوْرُ (وہ غفور ہے) ان چیزوں کا جن کی وہ اس کی مخالفت میں جرأت کرتے ہیں۔

علم قیامت عقوباتِ باری تعالیٰ ہے:

۳: وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (اور کافر کہتے ہیں) جو کہ منکرین بعث ہیں لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ (ہم پر قیامت نہ آئے گی) اٹھنے کی نفی اور قیامت کی آمد کا انکار کرتا ہے۔

قُلْ بَلٰی (آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں) یعنی قیامت ضرور آئے گی۔

نحو: نفی کے بعد اثبات کیلئے بلٰی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی اس کی آمد کے سوا کوئی بات نہیں۔

وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّکُمْ (قسم ہے مجھے پروردگار کی وہ ضرور آئے گی) اس میں بلٰی کے ایجاب کو دوبارہ تاکید سے لوٹایا۔ اور ایسی چیز لائے جو تاکید میں بہت بڑھ کر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانا ہے۔ اور اس تاکید میں مزید اضافہ اس طرح کر دیا کہ مقسم بہ کا وصف ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ عٰلِمِ الْغَیْبِ (جو عالم الغیب ہے) کیونکہ مقسم بہ کی عظمت مقسم علیہ کی حالت کی قوت اور شدتِ ثبات اور استقامت کو ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ وہ اس امر پر بمنزلہ استشہاد کے ہوتا ہے اور جتنا مستشہد بہ مرتبہ میں بلند ہوتا ہے۔ اتنی ہی شہادت زیادہ مضبوط و مؤکد ہوتی ہے اور مستشہد علیہ زیادہ ثابت و پختہ ہو جاتا ہے۔

قیامت کا قیام غیوبات مشہورہ سے ہے۔ اس کو خفیہ میں داخل فرمایا۔ وصف ایسا لائے جس سے علم غیب کی طرف علم کو سپرد کیا جائے یہ زیادہ بہتر وانسب ہے۔ یعنی چونکہ امور غیبیہ میں سے ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی شہادت ہی ثبوت کیلئے کافی ہے)۔

قراءت: عالمُ الغیب مدنی اور شامی نے پڑھا ہے ھو عالم الغیب اور حمزہ علی نے عَلاّم الغیب پڑھا اور مبالغہ کا صیغہ لائے۔

لَا یَعْزُبُ عَنْهُ (اس سے غائب نہیں) قراءت: زاء کو علی نے مکسور پڑھا۔ کہا جاتا ہے عزب یعزِب اذا غاب جبکہ وہ غائب اور دور ہو جائے مِثْقَالُ ذَرَّةٍ (ایک ذرہ کی مقدار) سب سے چھوٹی چیونٹی کی مقدار فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَ لَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ (آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ چھوٹی چیز اس سے) یعنی ذرہ کی مقدار سے وَلَآ اَکْبَرُ (اور نہ کوئی چیز بڑی) یعنی مقدارِ ذرہ سے (اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (مگر کہ وہ کتاب مبین میں ہے) کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔

نحو: ولا اصغر ولا اکبر کو رفع کے ساتھ پڑھیں گے جبکہ مثقال ذرة پر عطف کریں گے اور الا لکن کے معنی میں آئے گا یا ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔ اور فی کتاب یہ خبر کی وجہ سے مرفوع ہوگی۔

نیکوں کو بدلہ بروں کو سزا:

۴: لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (تاکہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے)۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ (ایسے لوگوں کیلئے مغفرت) ان چیزوں کی جو مدارج ایمان میں ان سے کوتاہیاں ہوئیں۔ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ (اور عزت کی روزی ہے) اس لئے کہ انہوں نے احسان کے فوائد کو حاصل کرنے کیلئے ثابت قدمی دکھائی۔

نحو: یہ لتاتینکم کے متعلق ہے اور اس کی تعلیل ہے۔

۵: وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْٓ اٰیٰتِنَا (اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کے متعلق کوشش کی تھی) یعنی قرآن کی تردید میں خوب محنت کی۔ مُعٰجِزِیْنَ (ہرانے اور عاجز کرنے کیلئے) سبقت کی اس گمان سے کہ وہ ہم سے نکل جائیں گے۔

قراءت: مُعَجِّزِیْنَ مکی اور ابوعمرو نے پڑھا) یعنی اس کی اتباع اور اس میں غور کرنے سے لوگوں کو روکنے والے تھے۔ یا اللہ تعالیٰ

کی نسبت عاجزی ودرماندگی کی طرف کرنے والے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ (ایسے لوگوں کیلئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا)۔

قراءت: مکی نے الیمٍ کو الیمٌ پڑھا۔عذابٌ کی صفت بنایا۔یعنی عذابوں میں سے دردناک عذاب ان کو دیا جائے گا۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

(سخت عذاب) دیگر قراء نے رجز کی صفت قرار دے کر اس کو مجرور پڑھا ہے۔

۶: وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (اور جانتے ہیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا) یَرٰی ۔ یہ یعلم جاننے کے معنی دے رہا ہے۔

نحو: یہ موضع رفع میں جملہ مستانفہ ہے۔ اوتو االعلم سے مراد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروکار یا نمبر۲۔ علمائے اہل کتاب جنہوں نے اسلام قبول کیا جیسے عبداللہ بن سلام اور کعب احبار وغیرہم ۔ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (جو آپ کے رب کی طرف سے بھیجا گیا) یعنی قرآن مجید هُوَ الْحَقَّ (وہ حق ہے) یعنی سچ ہے ۔

نحو: ھُوَ یہ ضمیر فصل ہے اور الحق یہ مفعول ثانی ہے۔ نمبر۲۔ موضع نصب میں لیجزی پر معطوف ہے ای لیعلم اوتوا العلم عند مجئی الساعة انه الحق علمًا لا یزاد علیه فی الایقان تاکہ قیامت کی آمد پر علم والے جان لیں کہ علمی اعتبار بر حق ہے اس علم سے ان کے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔

وَيَهْدِيْٓ (اور وہ راستہ بتلاتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ راستہ بتلاتا ہے۔ نمبر۲۔ قرآن راستہ بتلاتا ہے۔ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (عزیز حمید کے راستہ کی طرف) وہ راستہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔

وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا هَلۡ نَدُلُّکُمۡ عَلٰی رَجُلٍ یُّنَبِّئُکُمۡ اِذَا مُزِّقۡتُمۡ کُلَّ

اور کافروں نے کہا کیا ہم تمہیں ایسا شخص نہ بتا دیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم پوری طرح ریزہ ریزہ

مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّکُمۡ لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۚ﴿۷﴾ اَفۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَمۡ بِهٖ جِنَّۃٌ ؕ

ہو جاؤ گے تو تم ضرور ایک نئی پیدائش میں آ جاؤ گے ۔ کیا اس شخص نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے،

بَلِ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ فِی الۡعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الۡبَعِیۡدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمۡ یَرَوۡا

بلکہ بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب میں دور کی گمراہی میں ہیں۔ کیا انہوں نے اسے نہیں دیکھا

اِلٰی مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ

جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے یعنی آسمان اور زمین ، اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں

اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَیۡهِمۡ کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ ﴿۹﴾ ع ۱ ۹ ۷

دھنسا دیں یا ہم ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں، بلا شبہ اس میں متوجہ ہونے والے ہر بندہ کیلئے نشانی ضرور ہے۔

بعث سے کفار کا تجاہل عارفانہ:

۷: وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا (اور کافر کہتے ہیں) قریش کے زعماء نے ایک دوسرے کو کہا۔ هَلۡ نَدُلُّکُمۡ عَلٰی رَجُلٍ (کیا ہم تمہیں ایک ایسا آدمی بتلائیں) اس سے وہ حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی مراد لیتے تھے۔

وجہ تنکیر:

یہ آپ کا تذکرہ نکرہ کے ساتھ کیا حالانکہ آپ ان میں معروف و مشہور تھے۔ اور بعث کے متعلق آپ کی باتیں ان میں شائع و ذائع تھیں۔ درحقیقت آپ ﷺ اور بعث سے تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے یہ بات کہی اس سے ان کا مقصد آپ کی تحقیر اور قیامت کا بعید از عقل ہونا ثابت کرنا تھا۔ یُّنَبِّئُکُمۡ اِذَا مُزِّقۡتُمۡ کُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّکُمۡ لَفِیۡ (جو تم کو خبر دیتا ہے۔ کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم ضرور) خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ (ایک نئی پیدائش میں آ ؤ گے) وہ تمہیں عجیب عجیب باتیں بتلاتا ہے۔ کہ تم اٹھائے جاؤ گے۔ اور ریزہ ریزہ اور مٹی میں مل جانے کے بعد تم نئی پیدائش میں اٹھائے جاؤ گے تمہارے اجسام کنگھی سے مکمل طور پر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ کل ممزق وہ تمہیں یعنی اجزاء کو مکمل منتشر کر دے گا۔ یہاں ممزق مصدر بمعنی تمزیق ہے اور اذا میں عامل وہ ہے جس پر انکم لفی خلق جدید دلالت کر رہا ہے۔ ای تبعثون ۔ الجدید یہ فعیل بمعنی فاعل ہے یہ بصریین کی رائے ہے۔ کہا جاتا ہے جد فھو جدید جیسے قلّ فھو قلیلٌ اِنَّکُمۡ اِنَّ کا فتحہ نہیں پڑھ سکتے کیونکہ اس کی خبر پر لام ہے۔

۸: اِفۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا (معلوم نہیں اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھا ہے۔) کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھنے والا ہے۔ اس میں سے جو اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

نحو: ہمزہ استفہام کا ہے اور ہمزہ وصل ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

اَمۡ بِهٖ جِنَّةٌ (یا اس کو کسی طرح کا جنون ہو گیا) وہ جنون اس کو یہ توہمات ڈال کر اس کی زبان پر لاتا ہے۔ بَلِ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ فِی الۡعَذَابِ (بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب) وَالضَّلٰلِ الۡبَعِیۡدِ (اور دور کی گمراہی میں ہیں)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ مفتری ہیں اور نہ مجنون وہ اس قسم کی چیزوں سے بری الذمہ ہیں بلکہ یہ قیامت کے منکرین آگ کے عذاب میں مبتلا ہونگے اور حق سے دور ہٹ کر بے خبری میں گمراہی کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔ اور یہ سب سے بڑا جنون ہے جس کا وہ خود شکار ہیں۔

نکتہ: ان کے عذاب میں پڑنے کو گمراہی میں پڑنا قرار دیا گیا گویا یہ دونوں ایک وقت میں پیش آنے والے ہیں۔ کیونکہ ضلال کے لوازم میں وقوع عذاب ہے تو ان کو ہم قرین بنا دیا گیا اور ضلال کی صفت بعید لائی گئی ہے۔ یہ اسناد مجازی کی قسم ہے کیونکہ اصل تو بعید ضال کی صفت ہے اس لئے کہ وہی سیدھے راستہ سے دور ہٹتا ہے۔ (مگر مجسمۂ ضلالت ہونے کی وجہ سے اس کو ضلال کہہ کر اس کی صفت بنا دی)۔

یہ تکذیب کر کے کیسے بچیں گے جب کہ آسمان وزمین اس کے گھیرے میں ہے:

۹: اَفَلَمۡ یَرَوۡا اِلٰی مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ (کیا انہوں نے آسمان وزمین کی طرف نظر نہیں کی جو ان کے آگے اور پیچھے موجود ہیں اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں) اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَیۡهِمۡ کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ (یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں)۔

قراءت: نخسف بھم علی نے ادغام سے پڑھا ہے۔ کیونکہ فاء اور باء میں تقارب پایا جاتا ہے۔ بعض نے اس کو اس لئے ضعیف کہا کیونکہ فاء کی آواز باء سے زائد ہے۔ نشأ نخسف اور نسقط ان تینوں کو یاء سے عاصم کے علاوہ کوئی قراء پڑھتے ہیں کیونکہ ارشاد افتری علی اللہ کذبا غائب کے صیغہ سے ہے۔ کِسَفًا یہ حفص کی قراءت ہے اور سین کا سکون دیگر قراء نافع' ابن کثیر' ابو عمرو وغیرہ کی قراءت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کیا وہ اندھے ہیں کہ آسمان وزمین کو نہیں دیکھتے حالانکہ یہ دونوں تو جہاں ہوں۔ جس طرف چلیں۔ ان کے آگے پیچھے ان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ ان کی اطراف سے ان کو نکلنے کی بساط نہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکومت سے باہر نہیں جا سکتے۔ وہ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اگر زمین میں دھنسا دے۔ نمبر۲۔ ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا تکذیب آیات اور تکذیب رسول اور تکذیب قرآن کی وجہ سے آگرے جیسا کہ قارون کے ساتھ ہوا اور اصحاب ایکہ کے ساتھ کیا گیا۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ (بے

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی، اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور پرندوں کو بھی یہی حکم دیا، اور ہم نے ان کے لیے

الْحَدِیْدَ ۙ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا

لوہے کو نرم کر دیا کہ تم پوری زرہیں بناؤ اور جوڑنے میں اندازہ رکھو، اور تم سب نیک کام کیا کرو، بلاشبہ میں ان

تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱﴾ وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا

کاموں کو دیکھ رہا ہوں جنہیں تم کرتے ہو۔ اور ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کیا، اس کا صبح کا چلنا ایک ماہ کی مسافت تھا اور اس کا شام کا چلنا ایک ماہ کی مسافت تھا، اور ہم نے

لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ یَّزِغْ

ان کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا، اور جنات میں بعض وہ تھے جو ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے، اور ان میں سے جو

مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۱۲﴾ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ

شخص ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے دوزخ کا عذاب چکھائیں گے جنات ان کے لیے ان کی فرمائش کے مطابق بڑی بڑی

مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ

عمارتیں اور مجسمے اور حوضوں کے برابر بڑے بڑے لگن اور ایسی دیگیں بناتے تھے جو ایک ہی جگہ جمی رہیں، اے داؤد کے خاندان والو تم شکر کا کام کرو

وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

اور میرے بندوں میں شکر گذار کم ہوتے ہیں۔

شک اس میں) آسمان و زمین میں غور و تدبر کرنے اور جس قدرت الٰہی پر دونوں دلالت کرتے ہیں۔ اس میں لَاٰیَةً (البتہ نشانی ہے) یعنی ضرور راہنمائی ہے۔ لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ (ہر اس بندے کیلئے جو متوجہ ہونے والا ہو) اپنے دل سے اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا، اس کی اطاعت کرنے والا ہو۔ اس لئے کہ منیب بندہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں اس پر غور کرنے سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کو بعث بعد الموت کی قدرت کاملہ اور اپنے منکرین کو سزا دینے کی پوری طاقت ہے۔

واقعہ داؤد اور تسبیح جبال و پرند:

۱۰: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا یٰجِبَالُ (اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی۔ اے پہاڑو!)

نحو: نمبر۱۔ یٰجِبَالُ یہ فَضْلًا سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ اٰتَیْنَا سے بدل ہے۔ مگر اس صورت میں قولنا یاجبال سے پہلے مقدر ماننا پڑے

گا۔ نمبر۲۔ قلنا یا جبال قدر ماننا پڑے گا۔ اَوِّبِیْ مَعَهٗ (تم بار بار داؤد کے ساتھ تسبیح کرو) یہ لفظ التاویب سے ہے۔ای رجّعی معه التسبیح تم اس کے ساتھ تسبیح کو دوہراؤ۔

تسبیح جبال کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایسی تسبیح پیدا کر دیتے جو ان سے اسی طرح سنائی دیتی جیسی تسبیح کرنے والے سے سنتے ہیں۔ یہ معجزہ داؤدی ہے۔ وَالطَّیْرَ (اور پرندوں کو بھی حکم دیا)

نحو: اس کا محل جبال پر عطف ہے۔

قراءت: زید نے جبال پر عطف کر کے والطیرُ پڑھا ہے۔

بلاغتِ کلام:

اس نظم میں کمالِ فخامت پائی جاتی ہے۔ پہاڑوں کو بمنزلہ عقلاء قرار دیا گیا جو حکم کرنے پر اطاعت کرتے ہیں۔ اور جب ان کو بلاؤ تو جواب دیتے ہیں۔ اس سے ظاہر فرمایا کہ حیوان ہو یا جماد وہ مشیت الٰہی کا منقاد و مطیع ہے اگر یہ کلام اس طرح ہوتا آتینا داؤدمنا فضلاً تاویب الجبال معه والطیر۔ تو اس میں وہ فخامت شان نہ ہوتی جو اب ہے۔ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ (اور ہم نے اس کے لئے لوہے کو نرم کر دیا)۔ یعنی لوہے کو ان کے لئے مٹی اور گوندھے ہوئے آٹے کی طرح کر دیا کہ اپنے ہاتھ سے جس طرح چاہتے بغیر آگ میں تپائے اور ہتھوڑے کے استعمال کے اس کو موڑ لیتے اور جو چاہتے بنا لیتے۔

ایک قول:

یہ ہے کیونکہ ان کو بہت قوت عنایت فرمائی تھی تو لوہا ان کے ہاتھ میں نرم ہو گیا۔

زرہوں کی بناوٹ:

۱۱: اَنِ اعْمَلْ (کہ تم بناؤ)

نحو: یہاں اَنْ ای کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہوا امرنا ہ ان اعمل ہم نے ان کو حکم دیا کہ تم بناؤ۔

سٰبِغٰتٍ (پوری زرہیں) پوری وسیع زرہیں۔ یہ لفظ السبوغ سے ہے۔ وہ سب سے پہلے زرہوں کو بنانے والے تھے۔ وہ ایک زرہ چار ہزار میں فروخت کرتے۔ اس میں سے اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے اور فقراء کو صدقہ کر دیتے۔

ایک قول:

یہ ہے آپ بھیس بدل کر نکلتے اور لوگوں سے اپنے متعلق پوچھ گچھ کرتے اور فرماتے داؤد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے وہ اچھی تعریف کرتے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ انسانی شکل میں بھیجا۔ اس کی آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اپنی عادت مالوفہ کے مطابق اس سے سوال کیا تو اس نے کہا وہ بندہ تو بہت خوب ہے۔ اگر ایک بات نہ ہوتی۔ وہ یہ ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کا خرچہ بیت المال سے کرتا ہے۔ اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میرے لئے ایسا ذریعہ پیدا فرما دیا جائے جس کی بناء پر میں

بیت المال سے مستغنی ہو جاؤں۔اللہ تعالیٰ نے زرہوں کی صنعت آپ کو تعلیم فرمائی۔

وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ (اور جوڑنے میں اندازہ کرو)۔کیلیں نہ تو اس قدر پتلی بناؤ کہ وہ پھٹ جائیں اور نہ اس قدر موٹی کہ کڑیاں ٹوٹ جائیں۔السرد زرہیں بنا۔وَاعْمَلُوْا (اور تم عمل کرو) اس میں ضمیر داؤد اور ان کے اہل کی طرف لوٹتی ہے۔صَالِحًا (نیک) ایسے خالص جو قبولیت کے لائق ہوں۔اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (میں تمہارے سب کے اعمال دیکھ رہا ہوں) پس میں اس پر تمہیں بدلہ دونگا۔

ہوا کا تابع کرنا:

۱۲: وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ (اور سلیمان کیلئے ہم نے ہوا کو مسخر کیا) سلیمان علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے صبا کو مسخر کیا۔

نحو: ابوبکر، حماد، فضل نے الریحُ کو مرفوع پڑھا ہے۔تقدیر کلام یہ ہوگا: لسلیمان الریح مسخرۃٌ ۔ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ (اس کا صبح چلنا مہینہ بھر کی مسافت تھی اور اس کا شام چلنا مہینہ بھر کی مسافت تھی) صبح کے وقت تھوڑی دیر میں وہ مہینہ بھر کی مسافت طے کر لیتی اور شام کو چلنا بھی اسی طرح تھا۔آپ صبح دمشق سے چل کر اصطخر فارس میں قیلولہ فرماتے ان کے مابین ایک ماہ کی مسافت ہے اور شام کو اصطخر سے روانہ ہو کر کابل میں رات گزارتے۔ان کے مابین تیز شہسوار کیلئے ایک ماہ کی مسافت ہے۔ایک ول یہ ہے آپ صبح ری میں اور شام سمرقند میں گزارتے۔

تانبے کا چشمہ اُبلنا:

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ (اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا) یعنی تانبے کی کان، القطر، تانبا اور وہ دھات ہے لیکن مہینے میں تین دن بہتا جیسا کہ پانی بہتا ہے۔سلیمان علیہ السلام سے قبل یہ پگھلتا نہ تھا۔اس کا نام عین القطر اس وجہ سے رکھ دیا کہ بالآخر پگھل کر بہنے لگتا ہے۔گویا انجام کے لحاظ سے نام رکھ دیا۔وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ (اور جنات میں سے بعضے کام کرتے) مَنْ یہ موضع نصب میں واقع ہے ای وسخرنا له من الجن من یعمل ۔ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ (ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے) اس کے امر سے وَمَنْ یَّزِغْ (اور جو سرتابی کرے گا) یعنی عدول کرے گا۔مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا (ان میں سے ہمارے حکم سے) یعنی جو حکم ہم نے ان کو اطاعت سلیمان علیہ السلام کا دے رکھا ہے۔نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ (ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے) عذاب سعیر سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک فرشتہ رہتا تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہوتا ہے۔جو جن سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سرتابی کرتا وہ فرشتہ اس کو کوڑا مار کر جلا ڈالتا۔

مصنوعات:

۱۳: یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ (وہ جنات ان کے لئے جو وہ چاہتے بناتے یعنی بڑی بڑی عمارات) محاریب یعنی مساجد نمبر۲۔مساکن وَتَمَاثِیْلَ (اور مورتیاں) پرندوں و درندوں کی تصاویر، روایت تفسیر یہ ہے: انہوں نے آپ کے تخت کے

نیچے دو شیر اور اوپر دو گدھ بنائے۔ جب آپ تخت پر چڑھنا چاہتے تو شیر اپنے دونوں باز و دراز کر دیتے اور جب آپ تشریف فرما ہو جاتے تو گدھ اپنے سروں سے سایہ کر لیتے۔ اس زمانہ میں تصویر مباح تھی۔ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ (اور حوض جیسے لگن) جفان جمع جفنة اور جوب جمع جابیہ۔ بڑا حوض۔

ایک قول:

ایک پیالے پر ایک ہزار آدمی بیٹھ کر کھا سکتے تھے۔

قراءت: مکی اور یعقوب اور سہل نے وقف و وصل میں کالجوابی پڑھا ہے۔ ابو عمرو نے وصل میں ان کی موافقت کی ہے۔ باقی قراء نے کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے بغیر یاء کے پڑھا ہے۔

وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ (اور ایک جگہ جمی رہنے والی دیگیں) جو اپنے چولہوں پر جمی رہتیں ان سے اتاری نہ جا سکتی تھیں کیونکہ وہ جسامت میں بہت بڑی ہوتی تھیں۔ ایک قول یہ ہے یہ یمن میں باقی ہیں۔ اور ہم نے ان کو حکم دیا۔ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا (اے آل داؤد شکریہ ادا کرو) ملک والوں پر رحم کرو۔ اور اپنے رب سے عافیت مانگو۔

فضیل کا قول:

شکرًا مفعول لہ ہے نمبر ۲۔ حال ہے اس حال میں کہ وہ شکر کرنے والے تھے۔ نمبر ۳۔ مفعول مطلق ہے ای شکرًا کیونکہ اعملوا میں اشکروا کا معنی پایا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ منعم کے لئے عمل کرنا اس کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ نمبر ۴۔ مفعول بہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے انا سخرنا لکم الجن یعملون لکم ماشئتم فاعملوا انتم شکرا بیشک ہم نے تمہارے لئے جنات کو مطیع کیا تمہارے لئے وہ کام کریں گے جو تمہیں پسند ہیں پس تم شکریہ ادا کرو۔

قول جنید رحمۃ اللہ علیہ:

معبود کے سامنے اپنی پوری کوشش صرف کرنا یہی شکر ہے۔ وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہیں)

قراءت: حمزہ نے عِبَادِیْ کو سکونِ یاء سے پڑھا جبکہ دیگر قراء نے فتحہ یاء سے پڑھا ہے۔

ادائیگی شکر:

الشکور ادائیگی شکر میں بڑھنے والا اور اس میں اپنی پوری قوت کو صرف کرنے والا ہو۔ اس طرح کہ اس کا دل، زبان، اعضاء تمام کے تمام اعتقاد اور اعتراف اور کوشش کے لحاظ سے اس میں مشغول ہوں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

الشکور وہ ہے جو اپنے تمام احوال میں شاکر ہو۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ

پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو ان کو سلیمان کی موت کا پتہ نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے جو ان کے عصا کو

مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا

کھا رہا تھا، سو جب وہ گر پڑے تو جنات کو پتہ چلا کہ اگر جن غیب کا جانتے ہوتے تو ذلیل کرنے والے عذاب میں

فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ ۱۴

نہ ٹھہرے رہتے۔

ایک قول :

یہ ہے جو شکر پر شکر کرے وہ شکور ہے۔

قولِ دیگر:

جو شکر سے اپنی عاجزی کا معترف ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے اپنی رات اور دن کی گھڑیاں اپنے گھر والوں میں تقسیم کر رکھی تھیں۔ کوئی گھڑی چوبیس گھنٹہ میں ایسی نہ تھی جب کوئی نہ کوئی گھر میں سے بارگاہ خداوندی میں نماز میں مصروف نہ ہو (سبحان اللہ)۔

موتِ سلیمانی:

۱۴: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ (پھر جب ہم نے سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم جاری کر دیا)۔ ہٗ کی ضمیر کا مرجع سلیمان علیہ السلام ہیں مَا دَلَّهُمْ (تو کسی نے ان کی موت کا پتہ نہ بتایا) جنات کو نمبر ۲۔ آل داؤد علیہ السلام کو عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ (مگر گھن کے کیڑے نے) دیمک اس چھوٹے سے جانور کو سرفۃ کہتے ہیں اور الارض یہ اس کیڑے کا فعل ہے کہ یہ لکڑی کو کھا کر مٹی بنا دیتی ہے اسی لئے اس کی طرف اضافت کی گئی کہا جاتا ہے ارضت الخشبة ارضًا جبکہ اس کو دیمک چاٹ جائے۔ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ (کہ وہ سلیمان کا عصا کھاتا تھا) المنساۃ، عصا، لاٹھی اس کو منسأ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ینسا بھا ای یطرد سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے: اس سے ہانکا اور ہٹایا جاتا ہے۔

قراءت: مِنْسَاته، مدنی ابو عمرو نے بلا ہمزہ پڑھا ہے۔

جنات کی بے خبری:

فَلَمَّا خَرَّ (جب وہ گر پڑے) سلیمان علیہ السلام گر پڑے۔ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ (تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی)۔ جنات کو

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ

واقعی بات ہے قوم سبا کے لیے ان کے ٹھہرنے کی جگہ میں بڑی نشانی تھی، داہنی بائیں دونوں طرف باغوں کی قطاریں تھیں، کھاؤ اپنے رب کے

رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝۱۵ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا

رزق سے اور اس کا شکر ادا کرو، عمدہ شہر ہے اور رب بخشنے والا ہے۔ سو انہوں نے روگردانی کی لہٰذا ہم نے

عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ

ان پر بند کا سیلاب بھیج دیا اور ہم نے ان کے باغوں کے بدلہ میں دو ایسے باغ دے دیئے جن میں بدمزہ پھل اور جھاؤ کے درخت تھے

وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ۝۱۶ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝۱۷

اور کچھ تھوڑے سے بیری کے درخت تھے، ہم نے انہیں یہ سزا ان کے کفر کی وجہ سے دی اور ہم ناشکروں ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔

واضح طور پر معلوم ہوگیا اسکے بعد کہ ان کے عوام و ضعفاء پر معاملہ ملتبس تھا۔ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا (اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو وہ نہ رہتے) سلیمان علیہ السلام کی موت کے بعد فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ (ذلیل کرنے والے عذاب میں)۔

روایت میں ہے کہ داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد کو موسیٰ علیہ السلام کے خیمہ کی جگہ رکھا۔ مگر وہ تکمیل سے قبل ہی وفات پا گئے اور سلیمان علیہ السلام کو تعمیر کی وصیت فرمائی آپ نے جنات کو اس کی تکمیل کا حکم دیا۔ جب آپ کی عمر کا ایک سال رہ گیا تو آپ نے بارگاہ رب العالمین میں سوال کیا کہ ان کی موت کو ان پر معمہ بنا دے یہاں تک کہ یہ فارغ ہوں۔ تاکہ جنات کا دعویٰ غیب دانی بھی باطل ہو جائے۔ سلیمان علیہ السلام کی عمر ترپن سال تھی جب آپ نے تخت سنبھالا اس وقت تیرہ سال عمر تھی چالیس سال حکومت کی۔ بیت المقدس کی تعمیر اس وقت شروع کی جب حکومت کا پانچواں سال تھا۔

روایت میں ہے کہ افریدون نے آپ کے تخت پر بیٹھنے کی کوشش کی جب وہ قریب ہوا تو دونوں شیروں نے پنجہ مار کر اس کی پنڈلی توڑ ڈالی اس کے بعد کسی کو تخت کے قریب پھٹکنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔

قوم سبا کا حال:

۱۵: لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ (سبا کیلئے ان کے وطن میں نشانیاں موجود تھیں)۔

نحو: سبا اگر خاندان کا نام مان لیں تو منصرف ہے اور قبیلہ کا نام ہو تو غیر منصرف ہے۔ ابوعمرو اسی کے قائل ہیں۔

قراءت: حمزہ و حفص نے مَسْكَنِهِمْ پڑھا مَسْكِنِهِمْ علی اور خلف نے پڑھا۔ رہائش کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد ان کا وہ شہر ہے جو علاقہ یمن میں واقع تھا اور اس میں رہتے تھے نمبر۲۔ ان میں سے ہر ہر شخص کی رہائش مراد ہے۔ دیگر تمام قراء نے مساکنہم پڑھا ہے۔ اٰیَةٌ (نشانیاں) جَنَّتٰنِ (دو باغ)۔

نحو: اٰیَةٌ یہ کان کا اسم ہے اور جنتان اس کا بدل ہے۔ نمبر۲۔ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ الایة جنتان۔

آیت ہونے کا مطلب:

یہ کہ جب سبا کے باشندوں نے اللہ تعالیٰ کے شکر سے منہ موڑ لیا تو ہم نے ان سے نعمتوں کو چھین لیا تا کہ عبرت حاصل کریں اور نصیحت پذیر ہوں۔ اور کفر کی طرف لوٹ کر نہ جائیں اور نہ ہی نعمتوں کی ناقدری کریں۔ نمبر۲۔ ان دونوں کو ایسی علامت بنا دیا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت واحسان پر دلالت کرنے والی اور اس کے شکریے کو لازم کرنے والی تھی۔

عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ (دائیں اور بائیں) مراد بہت سارے باغات ہیں جو شہر کے دائیں اور بائیں جانب واقع تھے اور دونوں طرف کے باغات قریب قریب ہونے اور ملے جلے ہونے میں اس طرح تھے گویا کہ وہ ایک ہی باغ ہے جیسا کہ عموماً آباد علاقوں کے باغ ہوا کرتے ہیں۔ یا نمبر۲۔ ہر آدمی کے دو باغات اس کی اپنی رہائش گاہ کے دائیں اور بائیں جانب واقع تھے۔ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ (تم اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو) یہ اس قول کی حکایت ہے جو انبیاء علیہم السلام نے ان کو فرمایا۔ یا نمبر۲۔ قول کی زبان سے ان کو یہ بات کہی یا وہ اس بات کے حقدار تھے کہ ان کو یوں کہا جائے۔ جب ان کو اس بات کا حکم دیا گیا تو اس کے بعد یہ ارشاد باری تعالیٰ لایا گیا۔ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ (عمدہ شہر اور بخشنے والا پروردگار) یعنی یہ تمہارا وہ شہر ہے۔ جس میں اس نے تمہیں رزق دیا۔ یہ پاکیزہ شہر ہے۔ اور تمہارا رب وہ ذات ہے جس نے تمہیں رزق دیا اور تم سے شکریے کا مطالبہ بھی اس بخشنے والے رب نے کیا۔ جو شکر گزار کو بخشنے والا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قوم سبا صنعاء سے تین فرسخ کے فاصلے پر رہائش پذیر تھی۔ یہ انتہائی شاداب علاقہ تھا ایک عورت اپنے سر پر ٹوکری لئے اپنے ہاتھ سے کام کاج کرتی چلی جاتی اور ان درختوں کے نیچے چلتی رہتی۔ اس کی وہ ٹوکری گرنے والے پھلوں سے بھر جاتی۔ وہ ایسی ستھری سرزمین تھی۔ کہ جہاں مچھر، مکھی، چیچڑی، بچھو اور سانپ کا نام نہیں تھا۔ جو جوؤں والا مسافر وہاں سے گزرتا تو اس کے عمدہ ہوا کے اثر سے جوئیں مر جاتیں۔

اعراض کا نتیجہ:

۱۶: فَاَعْرَضُوْا (انہوں نے سرتابی کی) یعنی انبیاء علیہم السلام کی دعوت سے منہ موڑ لیا اور ان کو جھٹلایا اور کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت نہیں جانتے جو اس نے ہم پر کی ہو۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ (ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا) سیل عرم سے مراد سخت بارش یا عرم وادی کا نام ہے۔ یا اس سے مراد وہ چوہا ہے جس نے اس بند کے نیچے سوراخ کیا۔ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر چوہوں کو مسلط کر دیا جس نے بند کے نچلی جانب سوراخ کر کے ان کو ڈبو دیا۔ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ (اور ہم نے ان دو باغوں کے بدلے میں دو اور باغ دے دیئے) جنتی سے مراد جن کا اوپر ذکر ہوا۔ جَنَّتَيْنِ (دو باغ) بدلے میں دیئے جانے والے درختوں کو جنتین کے ساتھ محض مشاکلت کے لئے تعبیر کیا گیا۔ اور کلام کی مناسبت کے لئے ایسا کیا گیا ہے

جیسا کہ اس ارشاد میں ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا [الشوری:۴۰]

ذَوَاتَیْ اُکُلٍ خَمْطٍ (جو بدمزہ پھل والے تھے) خمط وہ پھل جو بدمزہ ہو۔

قراءت: اکل کو ثقل اور تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا یہ نافع اور مکی کی قراءت ہے۔ الخمط پیلو کا درخت یا ہر کانٹے دار وَّاَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ (اور جھاؤ اور قدرے قلیل بیری) الاثل جھاؤ کے مشابہ درخت ہے اس سے کچھ بڑا ہوتا ہے اور اس کی لکڑی عمدہ ہوتی ہے۔

قراءت: جن قراء نے اکل کو تنوین کے ساتھ پڑھا ان کے نزدیک اس کی اصل یہ ہے ذواتی اکلٍ خمطٍ پس مضاف کو حذف کر دیا گیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام لے آئے۔ یہ ابو عمرو کے علاوہ دوسرے قراء کا قول ہے۔ نمبر۲۔ اکل کی صفت خمط کے ساتھ لائی گئی گویا اس طرح کہا گیا ذواتی اکل بشع۔ ابو عمرو کے ہاں وجہ یہ ہے کہ اکل خمط کا معنی پیلو ہے گویا عبارت یوں ہے ذواتی بَرِیْرٍ اور الاثل اور سدر دونوں کا عطف اکل پر ہے خبط پر نہیں۔ کیونکہ جھاؤ کا کوئی پھل نہیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

سدر کے ساتھ قلیل کا لفظ لایا گیا کیونکہ وہ ان سے بہتر ہے جو ان کو بدلے میں دی گئیں۔ اس لئے کہ یہ عموماً باغات میں ہوتی ہے۔

۱۷: ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا (ان کو یہ سزا ہم نے ناسپاسی کی وجہ سے دی) یعنی ان کو یہ سزا ان کی ناشکری کی دی۔

نحو: ذلک دوسرا مفعول ہے۔ جو مقدم لایا گیا۔

وَهَلْ نُجٰزِیْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ (اور ایسی سزا بڑے ناشکرے کو دیا کرتے ہیں)۔

قراءت: کوفی قراء ابوبکر کے علاوہ نے یہ پڑھا۔ دیگر قراء نے ھل یُجَازٰی الا الکفور پڑھا۔ مطلب یہ ہوا اس جیسی سزا اس کو دی جاتی ہے جو نعمت کی ناشکری کرے اور بالکل قدر نہ کرے۔ نمبر۲: یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے کو یہ سزا دی جاتی ہے۔ نمبر۳: یا یجازی بمعنی یعاقب ہے کیونکہ جزاء کا لفظ اگرچہ عام ہے اور معاقبت اور ثواب ہر دو معنی میں آتا ہے۔ لیکن یہاں خاص مراد ہے اور وہ سزا وہ عذاب ہے۔ قول ضحاک رحمہ اللہ: یہ قوم اس زمانہ فترت میں تھی جو حضرت عیسیٰ و محمد ﷺ کے درمیان تھا۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا

اور ہم نے ان کے درمیان اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے اور ہم نے ان کے درمیان ان کے چلنے کا

السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا

ایک خاص انداز رکھا تھا، ان میں راتوں کو چلو اور دن میں چلو امن وامان کے ساتھ۔ سو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب دوری کر دیجئے ہمارے سفروں کے درمیان،

وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، سو ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا اور انہیں پوری طرح تتر بتر کر دیا بیشک اس میں

لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا

ہر صابر و شاکر کے لیے بڑی عبرتیں ہیں اور یہ بات واقعی ہے کہ ان کے بارے میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پالیا سو سب اسکے اتباع میں لگ گئے سوائے

فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُؤْمِنُ

مومنین کی تھوڑی سی جماعت کے اور ابلیس کا ان لوگوں پر کوئی زور نہ تھا بجز اس کے اور کسی وجہ سے نہیں کہ ہم یہ جان لیں کہ آخرت پر ایمان لانے والا

بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿۲۱﴾ ع ۲ ۱۴ ۸

کون ہے جو ان لوگوں سے علیحدہ ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں اور آپ کا رب ہر چیز پر نگران ہے۔

قوم سبا کی آبادیاں:

۱۸: وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ (اور ہم نے آباد کر دیے) قوم سبا کے درمیان۔ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا (اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی) وہاں کے رہنے والوں کو نعمتوں اور پانیوں میں وسعت عنایت کر کے۔ ان بستیوں سے مراد شام کی بستیاں ہیں۔

قُرًى ظَاهِرَةً (گاؤں جو نظر آتے تھے) جو متصل تھے جن کو ایک دوسرے سے دیکھا جا سکتا تھا اس لئے کہ بہت قریب تھے دیکھنے والوں کو نظر آتے تھے۔ اور راستہ چلنے والوں کو بھی نظر آتے تھے۔ ان راستوں سے کچھ دور نہ تھے کہ ان پر مخفی رہیں۔ ان بستیوں کی تعداد چار ہزار سات سو تھی۔ سبا سے شام تک گاؤں متصل تھے۔

وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ (ہم نے ان کے درمیان چلنے کا ایک خاص اندازہ کیا) ہم نے یہ بستیاں ایک مقررہ مقدار پر مقرر کیں۔ مسافر ایک بستی میں اگر قیلولہ کرتا تو شام کو دوسری بستی میں یہاں تک کہ وہ اس طرح سفر کرتے شام کو پہنچ جاتے۔ سِيرُوا فِيهَا (تم ان میں چلو) یعنی ہم نے انہیں کہا تم چلو! حالانکہ وہاں کوئی کہنا نہیں تھا۔ لیکن جب ان کو چلنے کا پورا اختیار حاصل تھا اور

اس کے تمام اسباب میسر تھے تو گویا ان کو چلنے کا کہہ دیا تھا۔ لَیَالِیَ وَاَیَّامًا اٰمِنِیْنَ (رات اور دن امن و اطمینان سے) یعنی ان بستیوں میں خواہ تم رات کو چلو۔ خواہ دن کو چلو امن کی وجہ سے رات دن کا فرق نہیں یا نمبر۲۔ ان میں امن سے چلو نہ دشمن کا خطرہ نہ بھوک کا ڈر اور نہ پیاس کا احساس خواہ سفر کتنے ہی دنوں تک دراز ہو جائے۔

نعمت پر اترانا:

۱۹: فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا (پس وہ کہنے لگے اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی کردے) کہنے لگے کاش! فاصلہ دور ہوتا تا کہ ہم اپنی تیز رفتار اونٹنیوں پر سفر کرتے اور تجارات میں خوب نفع کماتے اور اسباب و دواب پر فخر کرتے نعمت سے اترانے لگے اور عافیت سے اکتا گئے مشقت و تھکاوٹ کو طلب کیا۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے بَعِّدْ پڑھا ہے۔

وَظَلَمُوْا (اور انہوں نے ظلم کیا) یہ بات کہہ کر اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ (اپنے اوپر پس ہم نے ان کو افسانہ بنا دیا) جو لوگ بیان کرتے ہیں اور ان کے حالات سن کر تعجب کرتے ہیں۔ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ (اور ہم نے ان کو بالکل تتر بتر کر دیا) ان کو مکمل طور پر منتشر کر دیا لوگ اس کو ضرب الامثال کے طور پر بیان کرتے ہیں کہتے ہیں سبا کا زور ٹوٹ گیا۔ ان کے انعامات جاتے رہے وہ شام کے غسانیوں اور یثرب کے انصاریوں اور تہامہ کے جزامیوں اور عمان کے ازدیوں کے ساتھ مل گئے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بیشک اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ہر صابر کیلئے) جو معاصی سے رکنے والا ہو۔ شَكُوْرٍ (شاکر کیلئے) یعنی نعمتوں کا قدر دان ہو یا ہر مؤمن کے لئے کیونکہ ایمان کے دو حصے ہیں نمبرا۔ نصف شکر۔ نمبر۲۔ نصف صبر۔

شیطان کی وسوسہ اندازی کا جادو:

۲۰: وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ (واقعی ابلیس نے اپنا گمان ان لوگوں کے متعلق صحیح پایا) صدق کو تشدید کے ساتھ کوفی نے پڑھا ہے یعنی ان پر اپنا گمان ثابت کر دیا۔ نمبر۲۔ اپنے گمان کے متعلق سچا پایا۔ صَدَقَ تخفیف کے ساتھ دیگر قراء نے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا اس نے اپنے گمان میں سچ کہا فَاتَّبَعُوْهُ (پس انہوں نے اس کی اتباع)۔

نحو: علیهم اور اتبعوہ کی ضمیر اہل سبا کی طرف یا بنی آدم کی طرف لوٹتی ہے۔ اور شیطان نے اپنے بقول مؤمنوں کی تعداد تھوڑی بتلائی۔ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (مگر ایک جماعت ایمان والوں کی) جماعت اس لئے کہا کیونکہ کفار کے مقابلہ میں ان کی تعداد قلیل ہے۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے ولا تجد اکثرھم شاکرین اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیگا۔

[الاعراف:۱۷]

۲۱: وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَیْهِمْ (حالانکہ ابلیس کا ان پر کچھ زور نہیں) جن کے متعلق اس کا گمان درست ثابت ہوا۔ مِّنْ سُلْطٰنٍ سلطان تسلط کو کہتے ہیں اور وسوسہ اندازی سے ان پر غلبہ پانے کو۔ اِلَّا لِنَعْلَمَ (مگر ہم نے معلوم کرنا ہے) اس چیز کو موجود کر کے

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ

آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے سوا تم نے جنہیں معبود سمجھ رکھا ہے انہیں پکارو، وہ ایک ذرہ کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں

وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنْفَعُ

نہ زمینوں میں، اور ان دونوں میں ان کا کچھ ساجھا نہیں، اور ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار نہیں۔ اور اس کے پاس سفارش کام نہیں

الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ

دے سکتی سوائے اس کے جس کے لیے اجازت دی ہو، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے

قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾

کیا فرمایا جواب میں کہتے ہیں کہ حق ہی فرمایا اور وہ برتر ہے بڑا ہے۔

جس کو ہم معدوم ہونے کی حالت میں پہلے سے جانتے ہیں تغیر معلوم پر ہے نہ کہ علم پر مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ (جو کہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ان لوگوں میں سے جو کہ آخرت کے متعلق شک میں پڑے ہیں) وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ (اور آپ کا رب ہر شئی پر نگہبان ہے) محافظ ہے فعیل اور مفاعل ایک دوسرے کے معنی دیتے ہیں۔

تمہارے معبود پکارنے کے لائق ہی نہیں:

۲۲: قُلِ (کہہ دیجئے) آپ اپنی قوم کے مشرکین کو کہہ دیں۔ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (تم ان کو پکارو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود سمجھ رہے ہو) یعنی تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود گمان کیا۔ اس میں مفعول اول وہ ضمیر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے۔ اور وہ ضمیر یہاں اسی طرح محذوف ہے جیسا کہ اس ارشاد میں أهذا الذی بعث الله [الفرقان:۴۱] یہ حذف بطور استخفاف ہے۔ اس لئے کہ موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر طویل ہو گیا اور دوسرا مفعول آلهة ہے اس کو حذف کیا گیا کیونکہ وہ موصوف ہے اور اس کی صفت من دون الله ہے۔ اور موصوف کا حذف جائز ہے اور صفت کو اس کے قائم مقام لا سکتے ہیں۔ جبکہ موصوف کلام سے سمجھ آ رہا ہو۔ پس زعم کے دونوں مفعولوں کو دو مختلف سببوں سے حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم ان کو پکارو جن کی تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی ہے۔ خواہ وہ اصنام ہوں یا ملائکہ ہوں اور تم نے اللہ تعالیٰ کا نام ان کو دے دیا۔ اور تم پیش آئندہ معاملات میں ان کی پناہ ڈھونڈتے ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ڈھونڈتے ہو۔ اور ان سے دعا کی قبولیت کے خواستگار ہو جیسا کہ تم ان سے اپنی استجابت کے منتظر ہو پھر ان کے جواب میں فرمایا۔ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (وہ ذرہ بھر اختیار نہیں رکھتے) نہ خیر کا اور نہ شر کا نہ نفع میں سے اور نہ ہی نقصان میں سے۔ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ

(نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ہی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے) اور نہ ان کی ان دونوں کی تخلیق میں کچھ شرکت ہے اور نہ ملکیت میں وَّ مَالَهٗ (اور نہ اللہ تعالیٰ کیلئے) مِنْهُمْ (ان معبودوں میں سے) مِّنْ ظَهِیْرٍ (کوئی مددگار ہے) کوئی معین ہے جو اس کی مخلوق کی تدبیر وانتظام میں معاون ہو۔ مراد یہ ہے کہ جب وہ عاجزی کی اس حالت میں ہیں تو پھر یہ کس طرح درست ہے کہ ان کو اسی طرح پکارا جائے جیسا اس کو پکارا جاتا ہے۔ اور ان کی طرف اسی طرح آس لگائی جائے جیسے اس کی بارگاہ میں آس لگائی جاتی ہے۔

ماذونِ شفاعت والوں کا حال:

۲۳: وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ (اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کسی کیلئے کام نہیں آتی) مگر اَذِنَ لَهٗ (اس کے لئے جس کے لئے وہ اجازت دے دے) یعنی اللہ تعالیٰ اجازت دے دے کہ فلاں شفیع شفاعت کرسکتا ہے۔ لَہٗ یہ لام اجلیہ ہے جیسا کہتے ہیں اُذن لزیدٍ لعمروٍ زید کو عمرو کے حق میں اجازت دے دی گئی ای لاجل عمرو۔ یہ کفار کے قول ھولاء شفعاؤنا عند اللّٰہ [یونس:۱۸] کی تردید ہے۔

قراءت: اُذِن لہ کوفی قراء نے عاصم کے علاوہ پڑھا: حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ (یہاں تک کہ ان کے دلوں سے جب گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے) جیسا شفاعت کرنے والے اور مشفوع لہ کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے۔ اس کلام سے جس سے اذنِ شفاعت ملتا ہے۔

قراءت: وَفَزَّعَ شامی نے پڑھا۔ ای اللّٰہ تعالٰی اور التفزیع ازالۃ اور الفزع کو کہا جاتا ہے۔

حتّٰی (یہاں تک کہ) یہ غایت ہے اس اذن کیلئے جو مفہوم ہو رہا ہے۔ کہ وہاں اذن کا کچھ انتظار کرنا ہوگا۔ اور ٹھہرنا پڑے گا۔ شفاعت وشفعاء سے گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کہ آیا ان کو اجازت ملتی ہے یا نہیں؟ گویا کلام اس طرح ہے یتربصون ویتوقعون ملیًّا فزعین حتی غدا فزع عن قلوبھم (وہ انتظار کریں گے اور گھبراہٹ سے تھوڑی دیر توقع کریں گے یہاں تک کہ ان کے دلوں سے جب گھبراہٹ دور کی جائے گی) قَالُوْا (تو وہ کہیں گے) ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا (تمہارے رب نے کیا کہا وہ کہیں گے) اس نے فرمائی الْحَقَّ (حق بات) اور وہ شفاعت کی اجازت ہے اس کے لئے جس کیلئے اس نے پسند فرمایا۔ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ (وہ عالیشان سب سے بڑا ہے)۔ یعنی بلندیوں والا۔ کبریائی والا ہے۔ کسی فرشتے اور پیغمبر کو جرأت نہ ہوگی کہ اس دن بلا اجازت کلام کرسکے اور اس کی مرضی کے بغیر شفاعت کرسکے۔

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِیَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى

آپ فرما دیجئے کہ کون تمہیں رزق دیتا ہے آسمانوں سے اور زمین سے ، آپ فرما دیجئے کہ اللہ اور بے شک ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں

اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ یَجْمَعُ

یا صریح گمراہی میں ہیں۔ آپ فرما دیجئے ہم نے جو جرم کئے تم سے ان کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے ان کاموں کے بارے میں سوال نہ ہوگا جو تم کرتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ

بَیْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ

ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا۔ پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمائے گا اور وہ بڑا فیصلہ فرمانے والا ہے۔ خوب جاننے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے مجھے دکھا دو وہ لوگ

بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

جنہیں تم نے شریک بنا کر اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے، ہرگز نہیں بلکہ وہ اللہ ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا

بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

مگر سارے انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

بارِ دیگر:

۲۴: قُلْ (کہہ دیجئے) اس میں آپ کو حکم دیا کہ بار دیگر انہیں فرما دیں۔ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کہ کون تم کو آسمان وزمین سے روزی دیتا ہے)۔

کفار کی گمراہی پر تعریض:

قُلِ اللّٰهُ (آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ) پھر آپ کو حکم دیا کہ جواب اور اقرار بھی ان کی طرف سے خود اس طرح دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دیتا ہے اور یہ اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے کہ اس بات کا اعتراف واقرار وہ اپنے دلوں سے کرنے والے ہیں۔ ہاں بسا اوقات اس کو زبان پر نہ لائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے منہ سے اللہ تعالیٰ کی رزاقیت کو مان لیا تو ان کو لازماً یہ کہا جائے گا پھر تم اس کی عبادت کیوں نہیں کرتے جو تمہیں رزق دیتا ہے اور ان کو اس کی ذات پر ترجیح دیتے ہو جو رزق کی قدرت نہیں رکھتے۔ پھر آپ کو حکم دیا گیا کہ ان کو یہ الزام دینے اور لاجواب کرنے کے بعد اگر وہ زبانی اقرار سے آگے نہیں بڑھے مگر اس بات سے قاصر نہ رہیں گے کہ وَاِنَّاۤ اَوْ اِیَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (میں یا تم ضرور ہدایت پر یا صریح گمراہی میں ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ موحدین و مشرکین ہر دو فریق میں سے ہر ایک ضرور دو باتیں ہدایت و گمراہی میں سے ایک پر ہے یہ اس منصف کا کلام ہے جس نے اپنے ہر دوست و مخالف کو مخاطب کر کے کہہ دیا کہ تمہارے دوست نے تو تم میں سے ہر ایک کے ساتھ

انصاف کیا ہے۔اس موقعہ پر جو بات کہنی تھی اس کے کہنے کے بعد اس بات پر مخفی دلالت ضرور موجود ہے کہ فریقین میں سے کون ہدایت اور کون کھلی گمراہی میں ہے لیکن تعریض نے مجادل و مقابل کو اصل مقصد تک پہنچا دیا اور اس کی مثال وہ ہے جو جھوٹے کو دی جاتی ہے: ان احدنا لکاذب کہ ہم میں سے ایک تو جھوٹا ہے۔

انداز میں فرق:

ہدایت پر علیٰ کا لفظ اور ضلال پر فی لایا گیا کیونکہ ہدایت یافتہ گویا عمدہ گھوڑے پر سوار اس کو جدھر چاہتا ہے چوپٹ دوڑاتا ہے۔اور گمراہ گو اندھیرے کے سمندر میں ڈبکیاں کھا رہا ہے وہ نہیں جانتا کہ کدھر جائے۔

۲۵: قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (آپ فرما دیجئے تم سے ہمارے گناہوں کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے گناہوں کی باز پرس نہ ہوگی) یہ بات پہلی سے بڑھ کر مخاطب کو انصاف کی طرف دعوت دے رہی ہے وہ اس طرح کہ جرائم کی اسناد مخاطبین کی طرف کی گئی (حالانکہ آپ اس پر مامور و مشکور ہیں) اور تعملون میں عمل کی نسبت مخاطبین کی طرف کی گئی۔(تقاضائے تہذیب و خیر خواہی یہی ہے) حالانکہ ان کو اس سے روکا اور منع کیا گیا ہے۔

۲۶: قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا (کہہ دیجئے کہ ہمارا رب ہم سب کو جمع کریگا) قیامت کے دن ثُمَّ یَفْتَحُ (پھر وہ فیصلہ فرمائے گا)۔ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ (ہمارے مابین حق کے ساتھ) بلا ظلم و میلان کے وَهُوَ الْفَتَّاحُ (اور وہی بڑا فیصلہ فرمانے والا ہے) یعنی حاکم الْعَلِیْمُ (وہ جاننے والا ہے) اپنے فیصلے کو۔

۲۷: قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ (کہہ دیجئے! تم مجھے وہ تو دکھلاؤ جن کو تم نے ملا رکھا ہے) یعنی تم نے ان کو ملا دیا ہے۔بِہٖ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) شُرَكَآءَ (شریک بنا کر) اس کے ساتھ عبادت میں اور ارونی کا معنی یہ ہے ان کا خیال یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی غلطی دکھلائے اور شریک ٹھہرانے کی اس حالت پر مطلع کرے۔ كَلَّا (ہرگز نہیں) یہ کلا ردع اور تنبیہ کیلئے ہے کہ تم اس بات سے باز آؤ اور اپنی گمراہی پر متنبہ ہو جاؤ۔بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ (بلکہ وہی ہے اللہ تعالیٰ زبردست غالب) اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔

نحو: ھو یہ ضمیر شان ہے۔الْحَكِیْمُ (وہ اپنی تدبیر میں حکمت والا ہے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے پیغمبر بنائے گئے ہیں:

۲۸: وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجا)۔ کافة للناس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس طرح بھیجا جو بھیجنا ان کے لئے عام ہے اور ان کا احاطہ کرنے والا ہے کیونکہ جب وہ ارسال تمام کو شامل ہے تو پھر اس سے کوئی باہر رہ نہیں سکتا۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو، آپ فرما دیجئے کہ تمہارے لیے ایک خاص دن کا وعدہ ہے اس سے نہ ایک ساعت پیچھے

عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۞

ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

لغت میں کافۃ کا معنی احاطہ ہے مطلب یہ ہوگا ہم نے آپ کو اس طرح بھیجا کہ آپ لوگوں کیلئے انذار وابلاغ کو جمع فرمانے والے ہیں۔ ک ضمیر سے یہ حال ہے اور تاء مبالغہ کی ہے جیسا کہ راویۃ اور علامۃ میں ہے۔ بَشِيْرًا (خوشخبری سنانے والے) اللہ تعالیٰ کے فضل کی جو اقرار کرے۔ وَّ نَذِيْرًا (اور ڈرانے والے) عدل سے جو اصرار کرے۔ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے) پس ان کو ان کی جہالت و ناسمجھی آپ کی مخالفت پر آمادہ کرتی ہے۔

وعدۂ قیامت کے سوال کا جواب:

۲۹: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا) الوعد سے مراد قیامت جس کی طرف اس قول میں اشارہ فرمایا: (قل يجمع بيننا ربنا) [سبا: ۲۶] اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو)۔

۳۰: قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ (کہہ دیجئے تمہارے لئے ایک خاص دن کا وعدہ ہے۔)

نحو: میعاد یہ الوعد کا ظرف زمان یا مکان ہے یہاں ظرف زمان ہے۔ اس پر وہ قراءت دلالت کرتی ہے جس نے میعادٌ یومٌ پڑھا۔ پس یوم اس کا بدل ہے۔ اور اضافت بیانیہ ہے جیسا کہتے ہیں بعیر سانیة۔

لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ (کہ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو) مطلب یہ ہے تمہارے لئے اس سے پیچھے ہٹنا مہلت طلب کر کے بھی ممکن نہیں اور نہ جلدی مچا کر اس کو آگے بڑھا سکتے ہو۔

وجہ انطباق:

ان کے سوال پر یہ جواب اس طرح منطبق ہوتا ہے کہ انہوں نے قیامت کے بارے میں سوال کیا۔ حالانکہ وہ قیامت کے منکر تھے۔ انہوں نے یہ سوال طلب ہدایت کی خاطر نہ کیا تھا بلکہ محض ضد بازی کی وجہ سے کیا تھا۔ اسی لئے جواب بھی تہدید اور دھمکی کے انداز میں دیا گیا جو کہ ان کے انکار و تعنت کے سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب بنتا تھا۔ کہ وہ ایسے دن کے منتظر بیٹھے ہیں۔ جو اچانک ان کو آ لے گا۔ اس سے ذرا آگے سرکنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ

اور کافروں نے کہا کہ ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلے جو کتابیں تھیں ان پر ایمان نہ لائیں گے اور اگر

تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨالْقَوْلَ ۚ

آپ اس وقت کی حالت دیکھ لیں جبکہ یہ ظالم لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے، ہر ایک دوسرے پر بات کو ڈال رہا ہوگا،

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ

نیچے درجہ والے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوتے، بڑے لوگ

الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ

چھوٹے درجے کے لوگوں سے کہیں گے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روک دیا تھا اس کے بعد کہ تمہارے پاس ہدایت آئی،

بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

بلکہ بات یہ ہے کہ تم مجرم تھے، اور نیچے درجہ والے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے تھے بلکہ رات دن تمہاری مکاری نے روکا تھا

اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ

جبکہ تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ شرک کریں اور اس کے لیے شریک قرار دیں اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ندامت کو چھپالیں گے،

وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے، انہیں صرف انہیں کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے

کفار نے قرآن کو واقعی ماننے سے انکار کیا تو قرآن نے ایک موقف محشر کی خبر دی:

۳۱: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور کافر کہتے ہیں) ابوجہل اور اس کے پیروکار۔ لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ (نہ تو اس قرآن پر ہم ایمان لائیں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر) بین یدیہ قرآن مجید سے پہلے اترنے والی کتابیں۔ یا قیامت اور جنت و دوزخ۔ مطلب یہ ہے انہوں نے قرآن کو اللہ تعالیٰ کی واقعی کتاب ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جو قرآن مجید جزاء کے لئے دوبارہ اٹھائے جانے کی بات کہتا ہے اس کو واقعی ماننے سے انکار کر دیا۔ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ (اگر آپ اس وقت کی حالت دیکھیں جب یہ ظالم کھڑے کیے جائیں گے) روکے جائیں گے عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ (اپنے ربّ کے سامنے لوٹاتے ہونگے) اپنے رب کے سامنے ڈالتے ہونگے۔ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨالْقَوْلَ (ایک دوسرے پر بات کو) جھگڑے اور

جدال میں۔اس آیت میں ان کے آخرت میں ہونے والے انجام اور نتیجے کی خبر دی گئی۔پس رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کو فرمایا۔اگر تم آخرت میں ان کے موقف کو دیکھو جبکہ وہ طرح طرح سے جواب وسوال میں کھینچا تانی کر رہے ہونگے تو تم تعجب میں پڑ جاؤ۔تو جواب کو حذف کر دیا گیا۔یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا (ادنیٰ درجہ کے لوگ کہیں گے) پیروکار لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا (بڑے لوگوں کو) روساء، لیڈروں کو لَوْلَآ اَنْتُمْ لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ (اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے) اگر تم ہمیں کفر کی طرف نہ بلاتے تو ہم اللہ اور اس کے رسول پر یقین کرنے والے ہوتے۔

۳۲: قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰکُمْ عَنِ الْھُدٰی (یہ بڑے لوگ ان ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو کہیں گے کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روکا تھا)

نحو : نحن اسم ضمیر پر ہمزۂ استفہام انکاری لایا گیا۔کیونکہ رؤساء کا مقصد اس بات سے انکار کرنا ہے کہ انہوں نے ان کو حق و ہدایت سے روکا ہے اور اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ انہوں نے خود اپنے آپ کو ہدایت سے روکا اور اپنے اختیار سے گمراہی لی ہے۔ بَعْدَ اِذْ جَآءَ کُمْ (اس کے بعد کہ وہ تمہیں پہنچ چکی تھی)

نحو : اذ کو جاء کی طرف اضافت کے ساتھ لائے۔اگرچہ اذ اور اذا ایسے ظروف میں سے ہے جن کو ظرفیت لازم ہے کیونکہ زمان میں جو وسعت ہے وہ دوسروں میں نہیں اسلئے اس کی طرف زمان کی اضافت کر دی۔بَلْ کُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ (بلکہ تم ہی قصور وار ہو) اپنے اختیار سے کفر اختیار کیا اور ہدایت پر گمراہی کو ترجیح دی ہماری بات اور تزیین سے تم نے ہرگز کفر اختیار نہیں کیا۔

کمزوروں کا جواب:

۳۳: وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا (اور یہ کمزور لوگ اپنے ان رؤساء سے کہیں گے)۔

سوال : یہاں حرف عطف وقال الذین استضعفوا میں لائے۔جبکہ قال الذین استکبروا میں نہیں لایا؟

جواب : الذین استضعفوا پہلے ان کے کلام میں گزر چکا اس کا جواب حرف عاطف کو حذف کر کے جملہ مستانفہ کے طریقہ سے لائے۔پھر مستضعفین کا دوسرا کلام ذکر کیا۔تو ان کے اولا کلام پر عطف کر دیا۔

بَلْ مَکْرُ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ (بلکہ تمہاری رات دن کی تدابیر نے روکا) بلکہ تم ہمارے ذریعہ دن رات تدابیر اختیار کرتے تھے۔ظرف کو وسعت دے کر مفعول کی جگہ لائے اور مکر کی اضافت اس کی طرف کر دی۔نمبر۲۔ان کے دن رات کو مکر کرنے والے قرار دیا۔یہ بطور اسناد مجازی کیا یعنی دن رات مکر کرنا یہ کہ لمبی دیر تک تم نے سلامتی سے دن رات گزارے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا تم حق پر ہو۔اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّکْفُرَ بِاللّٰہِ وَنَجْعَلَ لَہٗٓ اَنْدَادًا (جب کہ تم ہمیں فرمائش کرتے رہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لئے شریک قرار دیں) انداد کا معنی مشابہ۔مطلب یہ ہے جب متکبرین نے اپنے اس قول سے کمزوروں کی بات کا انکار کیا انحن صددناکم کہ ہم تمہارے کفر کا سبب نہیں ہیں اور یہ کہہ کر بل کنتم مجرمین ثابت کیا کہ کفر تم نے اپنے اختیار وکسب سے حاصل کیا۔پیروکاروں نے ان کی بات کو دوبارہ تردید کرتے ہوئے کہا بل مکر

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَ قَالُوْا

اور کسی بستی میں ہم نے کوئی ڈرانے والانہیں بھیجا مگر ہوا یہ کہ ان کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ بلاشبہ تم جو کچھ لے کر بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے ، اور انہوں نے کہا کہ

نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿٣٥﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ

ہمارے اموال و اولاد تم سے زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب ہونے والا نہیں ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ میرا رب جس کے لیے چاہے

لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ

روزی کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اور تمہارے اموال اور اولاد ایسے نہیں ہیں

تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ

جو تمہیں ہمارا مقرب بنا دیں مگر ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، سو ان لوگوں کے لیے ان کے اعمال کی وجہ سے ایسا صلہ ہے جو بڑھا چڑھا کر

بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ

دیا جائے گا اور وہ بالاخانوں میں امن وچین سے ہوں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے بارے میں ہرانے کی کوشش کرتے ہیں

اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ

یہ وہ لوگ ہیں جو عذاب میں حاضر کیے جائیں گے ، آپ فرما دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے روزی کو فراخ

عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿٣٩﴾

کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے اور جو بھی کوئی چیز تم خرچ کرو گے سو وہ اس کے بعد اس کا عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

الیل والنہار ۔ گویا ان کے اضراب کو اپنے اضراب سے باطل قرار دیا۔ گویا کہ اس طرح کہا جرم ہماری طرف سے نہ تھا۔ بلکہ جرم کی آمد تمہارے مکر کی وجہ سے تھی جو دن رات ہم پر چلتا رہا اور تم نے ہمیں شرک اور اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے پر آمادہ کیا۔ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ (وہ لوگ شرمندگی کو پوشیدہ رکھیں گے) چھپائیں گے یا نمبر۲۔ ظاہر کریں گے۔ یہ اسروا کا لفظ اضداد میں سے ہے اور وہ اپنے اس قول میں ظالم ہیں۔ اذ الظالمون موقوفون [سبا:٣١] بڑے لوگ ان کی گمراہی پر شرمندہ ہونگے اور ان کے اضلال پر نادم ہونگے اور ادنیٰ لوگ ان کی گمراہی پر نادم ہونگے اور اس بات پر کہ انہوں نے گمراہوں کی پیروی کی۔ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ (جبکہ عذاب کو دیکھیں گے) جہنم کو وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْٓ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے) یعنی ان کی گردنوں میں جس کی وجہ سے وہ اغلال کے مستحق ہوئے اس پر دلالت کی بناء پر صراحۃً فرمایا۔ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (ان کو ایسا ہی بدلہ دیا گیا جیسا وہ کرتے تھے) دنیا کی زندگی میں۔

تسلیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

۳۴: وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ (اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرسنانے والا نہیں بھیجا) نذیر سے یہاں پیغمبر مراد ہے۔ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ (مگر کہ وہاں کے خوشحال طبقہ نے یہی کہا) مترف سے عیش پرست اور روٴ ساء مراد ہیں۔ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم دے کر بھیجے گئے)۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔ کیونکہ آپ کو اپنی قوم کی طرف سے تکذیب قرآن اور کفر بالقرآن کا سامنا تھا۔ بتلایا کہ کسی قوم کی طرف جب بھی کوئی نذیر آیا تو ان کو وہاں کے لوگوں نے وہی کہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ رہے ہیں کفار مکہ کثرتِ اموال واولاد پر فخر کرنے لگے جیسا کہ فرمایا:

۳۵: وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ (اور انہوں نے یہ بھی کہا ہم مال واولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم کو) بِمُعَذَّبِیْنَ (کبھی عذاب نہ ہوگا) ان کی مراد یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے معزز ہیں اس لئے وہ ان کو عذاب نہ دے گا۔ اس کی دلیل وہ اپنی دنیا کے حالات کو پیش کرتے تھے ان کے گمان میں یہ بات تھی کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت والے نہ ہوتے تو ان کو رزق نہ ملتا اور اگر موٴمن حقیر نہ ہوتے تو رزق سے محروم نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کو باطل قرار دیا کہ رزق تو فضل الٰہی ہے اس کو جس طرح چاہتا ہے وہ تقسیم کرتا ہے بسا اوقات نافرمان پر وسعت کر دیتا اور مطیع پر تنگی کرتا ہے اور بعض اوقات اس کا الٹ ہوتا ہے اور بعض اوقات دونوں ہی پر وسعت کرتا ہے اور دونوں پر تنگ بھی کر دیتا ہے اس پر ثواب کے معاملے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

۳۶: قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ (کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے) وَیَقْدِرُ (اور جس کو چاہتا ہے کم کر دیتا ہے)۔ قَدْرُ الرزق کا معنی تنگ کرنا جیسا کہ فرمایا ومن قُدر علیه رزقه [الطلاق:۷] وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ واقف نہیں) اس بات سے۔

۳۷: وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ (تمہارے اموال واولاد ایسی چیز نہیں) تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی (جو تم کو درجہ میں ہمارے مقرب بنا دے) نہ تمہارے سارے اموال اور نہ تمہاری ساری اولادیں ایسی ہیں جو کہ تمہیں مقرب بنا دیں۔

نحو: یہاں جماعۃ اموال واولاد معنی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں جمع مکسر کے صیغے دونوں ہیں اور جمع تکسیر میں عقلاء وغیر عقلاء تانیث وتذکیر میں برابر ہوتے ہیں۔ جماعۃ اگرچہ موٴنث ہے مگر اس سے کچھ فرق نہ پڑیگا۔ الزلفٰی والزلفة یہ القربی اور القربة کی طرح ہے۔ زُلفٰی محلًا منصوب ہے ای تقربکم قربةً جیسا کہ اس ارشاد میں والله انبتکم نباتًا [نوح:۱۷]

اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (مگر جو شخص ایمان لایا اور نیک عمل کیے)

نحو: کُمْ جو کہ تقربکم میں ہے اس سے استثناء ہے یعنی مال کسی کو مقرب نہیں بنا سکتا مگر موٴمن صالح کو جو کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرتا ہے اور اولاد کسی کو مقرب نہیں بنا سکتی مگر اس شخص کو جس نے اولاد کو خیر وبھلائی سکھائی اور ان کو دین میں سمجھدار بنا دیا اور صلاح وطاعت ان میں راسخ کر دی۔

قول ابن عیسیٰ رحمہ اللہ:

اِلَّا لکن کے معنی میں ہے اور من شرطیہ ہے اس کا جواب اولئك هم جزاء الضعف ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا (پس ایسے لوگوں کیلئے دوگنا بدلہ ان کے عمل کا ہے)۔

نحو: جزاء الضعف میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف کر دی گئی ہے۔ اس کی اصل اس طرح ہے فاولئك لهم ان يجازوا الضعف ثم جزاء الضعف ثم جزاء الضعف۔ پس وہ لوگ جن کے لئے یہ ہے ان کو دوگنا بدلہ دیا جائے پھر دوگنا بدلہ پھر دوگنا بدلہ۔

جزاء الضعف کا مطلب:

یہ ہے کہ ان کی ایک نیکی کو دس تک بڑھا دیا جائے گا۔

قراءت: یعقوب نے جزاء الضعفُ پڑھا علی نے فاولئك لهم الضعف جزاء بما عملوا یعنی ان کے اعمال کے سبب۔

وَ هُمْ فِي الْغُرُفٰتِ (اور وہ بالا خانوں میں) جنت کے مکانات کے بالا خانے ۔

قراءت: حمزہ نے في الغرفة پڑھا ہے۔

اٰمِنُوْنَ (چین سے ہونگے) ہر خوفناک و مشغول کر دینے والی سے۔

۳۸: وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا (اور وہ لوگ جو ہماری آیات کے متعلق کوشش کر رہے ہیں) ان کو باطل کرنے میں مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ (تھکانے کیلئے وہ عذاب میں) مُحْضَرُوْنَ (حاضر کیے جائیں گے)۔

۳۹: قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ (آپ فرما دیجئے بیشک میرا رب رزق فراخ کر دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگی سے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو چیز تم خرچ کرو گے پس وہ اس کا بدلہ دیگا) يبسط کا معنی وسعت دینا ما انفقتم میں ما شرطیہ ہے۔ اور موضع نصب میں واقع ہے۔ من شيئ میں من بیانیہ ہے۔ يخلفه کا معنی عوض دینا ہے اس کے سوا کوئی عوض دینے والا نہیں خواہ وہ جلد مال سے دے یا ایک وقت مقررہ پر ثواب سے دے۔

نحو: جواب شرط هو خير الرازقين ہے۔

وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے) الرازقين (کا معنی کھانا کھلانے والا) کیونکہ جو بھی رزق اس کے علاوہ بادشاہ یا آقا یا کوئی اور پہنچاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا رزق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں جاری فرمایا ہے رزق کا خالق وہی ہے اور ان اسباب کا بھی خالق ہے جن سے مخلوق رزق کا فائدہ اٹھاتی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا الحمد لله الذي

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٤٠﴾

اور جس دن اللہ ان سب کو جمع فرمائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ

فرشتے عرض کریں گے کہ آپ پاک ہیں، آپ ہمارے ولی ہیں ان سے ہمارا کچھ تعلق نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے اکثر ان پر

بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ

ایمان لائے ہوئے تھے۔ سو آج تم میں سے بعض بعض کے لیے کسی نفع یا ضرر کا مالک نہیں، اور ہم ظالموں سے

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِذَا تُتْلٰى

کہیں گے کہ دوزخ کا عذاب چکھ لو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اور جب ان پر ہماری واضح

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ

آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص تو یہی چاہتا ہے کہ تم لوگوں کو ان چیزوں سے روک دے جن کی تمہارے

يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ

باپ دادے عبادت کیا کرتے تھے، اور انہوں نے کہا کہ یہ محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے، اور کافروں نے حق کے بارے میں کہا

لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا

جب ان کے پاس آگیا کہ یہ محض ایک جادو ہے کھلا ہوا۔ اور ہم نے انہیں کتابیں نہیں دی تھیں جن کو وہ پڑھتے پڑھاتے ہوں،

وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا

اور ہم نے آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا۔ اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے تکذیب کی، اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا تھا یہ لوگ اس کے دسویں

مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٥﴾ ع ٩

حصہ کو بھی نہیں پہنچے، سو انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا، سو کیسا ہوا میرا عذاب؟

اَوْجدنی وجعلنی ممن یشتھی ، فکم من مشتھٍ لا یجدو واجد لا یشتھی۔ تمام تعریفیں اس ذات کے لائق ہیں جس نے مجھے وجود دیا اور ان لوگوں میں سے بنا دیا جو چاہنے والے ہیں۔ کتنے ہی چاہنے والے ہیں جو کچھ نہیں پاتے اور کتنے پانے والے ہیں۔ جو چاہنے والے نہیں۔

محشر کا ایک منظر:

۴۰: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ (اور جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع فرمائے گا پھر فرمائے گا) لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (فرشتوں کو کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے)۔

قراءت: یحشر اور یعبدون کو یاء سے حفص' یعقوب نے پڑھا ہے۔ نافع' ابن کثیر' ابوعمرو نے تاء سے پڑھا ہے۔ اس میں فرشتوں کو خطاب کر کے کفار کو خبردار کیا گیا یہ مثل مشہورہ کے مطابق لایا گیا ایاك اعنی واسمعی یا جارۃ یہ مثال اس کے لئے بیان کی جاتی ہے جو مخاطب اور کو کرے اور مراد دوسرے کو سنانا ہو جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ءَ انت قلت للناس اتخذونی الآیۃ [المائدہ:۱۱۶] اس میں خطاب عیسیٰ علیہ السلام کو ہے مگر غیر اللہ کی پوجا کرنے والے سب کو سنانا مقصود ہے۔

غیر اللہ کی عبادت پر رضامندی سے براءت:

۴۱: قَالُوْا (وہ عرض کریں گے) یعنی فرشتے سُبْحٰنَكَ آپ (پاک ہیں) آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کے ساتھ اور کی عبادت کی جائے۔ اَنْتَ وَلِيُّنَا (ہمارا تو آپ سے تعلق ہے) الموالات یہ معادات کے خلاف ہے یہ ولی کے لفظ سے مفاعلہ اور وہ قرب کو کہا جاتا ہے اور ولی کا اطلاق موالی (غلام) اور موالی (سردار) دونوں پر ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے تیری ہی ذات سے ہم موالات کرتے ہیں۔ مِنْ دُوْنِهِمْ (نہ کہ ان سے) اس لئے کہ ہمارے اور ان کے مابین کچھ موالات نہیں۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی موالات کو ثابت کر کے اور کفار کی معادات ظاہر کر کے واضح کیا کہ وہ غیر اللہ کی عبادت پر رضامندی سے بری الذمہ ہیں۔ کیونکہ وہ اس طرح حالت رکھتا ہو اس کی حالت اس کے منافی ہے۔ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ (بلکہ وہ جنات کی عبادت کرتے تھے) جن سے مراد شیاطین ہیں۔ عبادت کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت میں شیاطین کی اطاعت کی۔ نمبر۲۔ یا وہ جنات بتوں کے پیٹ میں گھس جاتے جب لوگ بتوں کی عبادت میں مصروف ہوتے۔ پس بتوں کی عبادت کے ساتھ ان کی بھی عبادت کی جاتی۔ نمبر۳۔ یا شیاطین نے لوگوں کو جنات کی ایسی اشکال بنا کر پیش کیں جن کے متعلق یہ تصور دیا کہ یہ فرشتوں کی صورتیں ہیں۔ پس تم ان کی پوجا کرو۔ اَكْثَرُهُمْ (ان کی اکثریت) مراد انسانوں کی اکثریت یا کفار کی اکثریت بِهِمْ (ان پر) یعنی جنات پر مُّؤْمِنُوْنَ (اعتقاد جمانے والے تھے)۔

۴۲: فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا (پس آج کے دن تم میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا) کیونکہ اختیار تمام تر اللہ تعالیٰ وحدہ ہی کے لئے ہے۔ اس میں کوئی کسی کیلئے ذرہ بھر منفعت و ذرہ بھر نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اس لئے کہ یہ ثواب وعقاب کی جگہ ہے اور ثواب دینے اور سزا دینے والا وہ خود ہے۔ پس اس جہان کی حالت دنیا کی حالت سے بہت مختلف ہے۔ کیونکہ دنیا دار التکلیف ہے۔ اور لوگوں کو دنیا میں آزادانہ طور پر ایک دوسرے سے نفع اٹھانے اور پہنچانے اور نقصان دینے اور دلانے کا پورا اختیار حاصل ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ ہی ضار و نافع ہونگے۔ پھر ظالمین

کا انجام اس قول سے ذکر کر دیا۔ ونقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (ہم ظالموں کو کہیں گے) ظالم ان کو اس لئے کہا کہ انہوں نے عبادت کو غیر محل میں رکھ دیا۔

نحو: اس کا عطف لا یملك پر ہے۔

ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیْ کُنْتُمْ بِهَا تُکَذِّبُوْنَ (تم آگ کے اس عذاب کو چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے) یعنی دنیا میں۔

قرآن کو سحر کہنے والے شرک کے مدعی کس طرح بن بیٹھے:

۴۳: وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا (جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں) یعنی جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے۔ بَیِّنٰتٍ (جو صاف صاف ہیں) واضح ہیں۔ قَالُوْا (وہ کہتے ہیں) یعنی مشرکین مَا هٰذَا (نہیں ہے یہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیْدُ اَنْ یَّصُدَّکُمْ عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُکُمْ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْکٌ مُّفْتَرًی وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (مگر یہ ایک ایسا شخص ہے جو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں ان چیزوں سے باز رکھے جن کی عبادت تمہارے بڑے کرتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ محض تراشا ہوا جھوٹ ہے اور کافر کہتے ہیں) هذا کا مشار الیہ قرآن ہے اور وہ کہتے ہیں قرآن سے عدول یہ ان کے بڑے انکار اور سخت غصے کی علامت ہے۔ لِلْحَقِّ (حق کو) یعنی قرآن مجید کو یا تمام امر نبوت کو لَمَّا جَآءَهُمْ (جبکہ وہ ان کے پاس پہنچا) اور وہ اس کی مثال لانے سے عاجز آ گئے۔ اِنْ هٰذَآ (بیشک یہ) یعنی حق اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (نہیں ہے مگر صریح جادو) انہوں نے پہلے قطعی طور پر کہا کہ یہ جادو ہے پھر قطعیت کے ساتھ کہا کہ صریح جادو ہے ہر عاقل غور کرے تو اس کو جادو نام دے گا۔

۴۴: وَمَآ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ کُتُبٍ یَّدْرُسُوْنَهَا (اور ہم نے ان کو کتابیں نہیں دی تھیں کہ وہ ان کو پڑھتے پڑھاتے ہوں) یعنی ہم نے مشرکین مکہ کو کتابیں نہ دی تھیں کہ جن کو وہ پڑھتے پڑھاتے ہوں۔ جن میں شرک کے صحیح ہونے پر دلیل موجود ہو۔ وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِیْرٍ (اور ہم نے آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا تھا) اور نہ ہی ہم نے ان کی طرف کسی کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا جو ان کو عقاب وسزا سے ڈرائے اگر وہ شرک نہ کریں مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کی طرف کوئی پیغمبر نہیں بھیجا جس نے ان کو شرک کی دعوت دی ہو اور ترک شرک پر عذاب سے ڈرایا ہو پھر یہ شرک کے مدعی کیسے بن بیٹھے۔

۴۵: پھر ان کی تکذیب پر ان کو ڈرایا فرمایا: وَکَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے تکذیب کی تھی) یعنی ان سے پہلی جو امتیں اور زمانے گزرے انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی جیسا انہوں نے کی ہے۔ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَیْنٰهُمْ (اور وہ تو اس سامان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا) یعنی اہل مکہ تو عمروں کی طوالت، قوتِ اجسام اور کثرتِ اموال میں گزشتہ امتوں کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے۔ فَکَذَّبُوْا رُسُلِیْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ (پس انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا پس کیسا ہوا میرا عذاب۔) ان سے پہلے تکذیب کرنے والوں کو پھر ان کو ایسے عذاب سے محتاط ہونا چاہیے۔ رُسُلِیْ۔ وصل وقف دونوں حالتوں میں یعقوب نے یاء سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے جب انہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلا دیا تو میرا انکار ان پر تباہی واستیصال لایا۔ اور جن چیزوں کو وہ سہارا قرار دیتے تھے وہ ان کو فائدہ مند نہ ہوئیں۔ پھر ان کا کیا

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا

آپ فرما دیجئے کہ میں تمہیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ تم اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک پھر تم سوچو تمہارے

بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝٤٦

ساتھی کو کوئی دیوانگی نہیں ہے وہ تو ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں ڈرانے والا ہے۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

آپ فرما دیجئے کہ میں نے جو کچھ تم سے معاوضہ کا سوال کیا ہو سو وہ تمہارے لیے ہی ہے میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے، اور وہ ہر چیز پر

شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝٤٧ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝٤٨ قُلْ جَآءَ

اطلاع رکھنے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ بے شک میرا رب حق کو غالب کر دیتا ہے وہ پوری طرح غیبوں کا جاننے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ حق

الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ۝٤٩ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى

آ گیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر

نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ۝٥٠

پڑے گی اور اگر میں ہدایت پر رہوں تو اسی وحی کی بدولت جو اللہ میرے پاس بھیج رہا ہے، بے شک وہ سننے والا ہے قریب ہے۔

معاملہ ہے خود سوچ لیں؟

نکتہ: فرمایا فکذبوا رسلی حالانکہ اس سے قبل یہی مضمون و کذب الذین من قبلھم میں آچکا اس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ جواب یہ ہے کہ جب و کذب الذین من قبلھم اور فعل الذین من قبلھم کا معنی تکذیب ہے اور انہوں نے اس کا ارتکاب کیا ہے تو تکذیب رسل کو مسبب عنہ قرار دیا اور اس کی مثال یہ قول ہے اقدم فلان علی الکفر فکفر بمحمد ﷺ۔

قومی غیرت کو ایک طرف رکھ کر سوچو تو حق ضرور مل جائے گا:

۴۶: قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ (آپ کہہ دیجئے میں تمہیں صرف ایک بات سمجھاتا ہوں) ایک بات کی اور اس کی تفسیر اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ سے کی۔ (کہ تم اللہ تعالیٰ کیلئے کھڑے ہو جاؤ)۔

نحو: یہ اس کا عطف بیان ہے۔ یہ بدل ہے ان دونوں صورتوں میں یہ محل جر میں ہے۔ نمبر۲۔ یہ محل رفع میں ہے۔ اس کی تقدیر عبارت یہ ہوگی ھی ان تقوموا۔ نمبر۳۔ اعنی کو مقدر مان کر نصب پڑھیں۔ نمبر۱۔ قیام سے مراد یہاں مجلس رسول ﷺ سے اٹھ جانا اور آپ کے پاس سے منتشر ہونا ہے۔ نمبر۲۔ قیام سے مراد اس کا قصد کرنا ہے اس سے ہٹ جانا اور اٹھ جانا مراد نہیں۔ اب مطلب

یہ ہے میں ایک بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہوں اگر تم اس کو اختیار کرلوتو حق کو پالو گے۔اور کفر سے چھوٹ جاؤ گے۔وہ یہی ہے کہ تم خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔نہ عصبیت وقومی غیرت کی خاطر بلکہ طلب حق کے لئے۔

مَثْنٰی (دو،دو) وَفُرَادٰی (اور ایک،ایک) ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا (پھر تم سوچو) حضرت محمد ﷺ اور جو چیز وہ لے کر آئے ہیں ان کے متعلق پھر دو سوچنے والے وہ سوچ کر ان میں سے ہر ایک اپنی فکر وسوچ دوسرے کے سامنے پیش کرے گا۔وہ دونوں اس میں سچائی اور انصاف کی نگاہ سے دیکھیں گے یہ صحیح نظر ان کو حق تک لے آئے گی۔بالکل اسی طرح ایک فرد اپنے دل میں غور کرے گا۔اور عدل وانصاف سے کام لے گا اور اپنی فکر کو عقل پر پیش کرے گا تو وہ بھی حق کو ضرور پالے گا۔

باقی دو اور ایک الگ ہونے کا مطلب یہ ہے اجتماع واکٹھ سے دلوں میں تشویش پیدا ہوتی ہے۔اور بصیرت اندھی ہو کر دیکھنے سے روک دیتی ہے انصاف پر کم نگاہ پڑتی ہے جھکاؤ زیادہ ہوتا ہے اور تعصب کا شور جوش زن ہوتا ہے۔اور فقط وہ بات سنی جاتی ہے جو اپنے مذہب کیلئے مددگار ہو۔

نحو: اور تتفکروا کا عطف تقوموا پر ہے۔

مَا بِصَاحِبِكُمْ (اور تمہارے ساتھی کو نہیں ہے) یعنی محمد ﷺ کو مِّنْ جِنَّةٍ (ذرہ بھر جنون) مطلب یہ ہے کہ پھر سوچو جس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ساتھی کو جنون نہیں۔اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ (وہ فقط تمہیں ایک آنے والے سخت عذاب سے ڈرانے والا ہے) بین یدی کا معنی سامنے آگے،عذاب شدید سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔یہ اس ارشاد نبوی ﷺ کی طرح ہے بعثت بین یدی الساعة [احمد ۱/۳۱،مسلم ۸۶۷،نسائی ۳/۱۸۸،ابن ماجہ ۴۵]

۴۷: پھر واضح فرمایا کہ میں اس انذار پر تم سے مزدوری کا طالب نہیں ہوں۔قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ (کہہ دیجئے اگر میں نے تم سے کچھ معاوضہ مانگا ہو) اپنے اس انذار اور تبلیغ رسالت پر فَهُوَ لَكُمْ (تو وہ تمہارا ہی رہا) یہ شرط کی جزاء ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ای شئی سالتکم من اجر (میں نے اس پر مزدوری میں کونسی چیز تم سے مانگی ہے)۔یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ما یفتح اللّٰہ للناس من رحمۃ [فاطر:۲] مطلب سرے سے مزدوری کے مطالبے کی نفی ہے۔جیسے کہتے ہیں:مالی فی ھذا فھو لک ای لیس لی فیہ شئ اس میں میرے لئے کچھ نہیں اِنْ اَجْرِيَ (میرا معاوضہ تو)

قراءت: مدنی،شامی،حفص،ابوعمرو نے نصب یاء کے ساتھ پڑھا اور باقی قراء نے سکون یاء سے پڑھا ہے۔

اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (بس اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے۔اور وہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے) پس وہ جانتا ہے کہ میں تمہیں نصیحت کرنے اور دعوت دینے پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔میں تو اسی سے اجر لوں گا۔

حق سے باطل کو پاش پاش کر دیا جائے گا:

۴۸: قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ (آپ کہہ دیجئے میرا رب حق کو غالب کرتا ہے) وحی کے ذریعہ۔القذف کا معنی تیر کو متوجہ کرنا اور اعتماد سے قصد کرنا۔ڈالنے کے معنی میں بطور استعارہ استعمال کیا جاتا ہے۔اور اس ارشاد میں یہی معنی ہے۔وقذف فی

قلوبهم الرعب [الاحزاب:۲۶] اسی طرح اس ارشاد میں۔ ان اقذفيه في التابوت [طٰہٰ:۳۹] یقذف بالحق کا مطلب وحی کا القاء کرنا اور بھیجنا ہے۔ یا حق کو باطل پر پھینک کر پاش پاش اور تتر بتر کر دیتا ہے۔ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (وہ علام الغیوب ہے) یہ یقذف کی ضمیر سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ مبتدأ محذوف ھو کی خبر ہے۔

۴۹: قُلْ جَآءَ الْحَقُّ (کہہ دیجئے حق آ گیا) حق سے اسلام اور قرآن مراد ہے وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ (اور باطل کرنے دھرنے کا نہ رہا)۔ یعنی باطل زائل ہو گیا اور تباہ و برباد ہوا کیونکہ ابداء و اعادہ یہ اللہ تعالیٰ کی جو حی و قیوم ہے اس کی صفات سے ہے۔ پس ان کا عدم یہ ہلاکت کی تعبیر ہے حاصل یہ ہوا حق آیا اور باطل بھاگ گیا جیسا کہ اس ارشاد میں ہے: جاء الحق وزهق الباطل [الاسراء:۸۱]

قولِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کعبہ کے گرد بت تھے۔ آپ ان کو نبع درخت کی چھڑی سے ان کو چوک دیتے اور فرماتے جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا‘ جاء الحق وما يبدئ الباطل ومايعيد۔

[بخاری۔ ۲۴۷۸ مسلم۔ ۱۷۸۱، احمد۔ ۱/۳۷۷]

ایک قول:

الباطل سے بت مراد ہیں۔

قولِ دیگر:

ابلیس کیونکہ وہ باطل والا ہے یا وہ تباہ ہونے والا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ شیطان کو شیطان اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ شاط بمعنی ھلک سے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ شیطان اور بت نہ کسی چیز کو پیدا کرتے ہیں اور نہ دوبارہ اٹھائیں گے نئے سرے سے پیدا کرنے والا اور اٹھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

فائدہ خالص توحید الٰہی سے ہے:

۵۰: جب کفار نے کہا تو اپنے آباء کا دین چھوڑ کر گمراہ ہو گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ (کہہ دیجئے اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر ہے) یعنی اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو وہ میری طرف سے ہے اور اس کا وبال بھی مجھ پر ہے۔ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْ اِلَيَّ رَبِّيْ (اور اگر میں راہ پر ہوں تو یہ اس وحی کے سبب ہے جو میرے رب نے مجھ پر کی ہے) اس لئے یہ وحی کے ذریعہ اس میں میری راہنمائی کر دی گئی ہے۔

تقابل کے قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا وان اهتديت فانما اهتدى لها جیسا کہ اس آیت میں فرمایا: فمن اهتدى فلنفسه ومن ضلّ فانما يضل عليها [الزمر:۴۱] لیکن ان دونوں میں معنوی تقابل پایا جاتا ہے۔ کیونکہ نفس پر جو بوجھ اور

وَلَوۡ تَرٰۤى اِذۡ فَزِعُوۡا فَلَا فَوۡتَ وَاُخِذُوۡا مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ ۝۵۱ وَّقَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ

اور اگر اس وقت کو آپ دیکھیں جب یہ لوگ گھبرا جائیں گے پھر چھوٹنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور قریب ہی جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے اور اتنی دور جگہ سے

التَّنَاوُشُ مِنۡ مَّكَانٍۢ بَعِيۡدٍ ۝۵۲ وَّقَدۡ كَفَرُوۡا بِهٖ مِنۡ قَبۡلُ ۚ وَيَقۡذِفُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ

ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے اس کا انکار کر چکے ہیں، اور دور ہی دور سے بے تحقیق باتیں

مِنۡ مَّكَانٍۢ بَعِيۡدٍ ۝۵۳ وَحِيۡلَ بَيۡنَهُمۡ وَبَيۡنَ مَا يَشۡتَهُوۡنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشۡيَاعِهِمۡ مِّنۡ

پھینکا کرتے ہیں اور ان کے اور ان کی آرزوؤں کے درمیان آڑ کر دی جائے گی جیسا کہ ان سے پہلے ان کے ہم مشربوں کے ساتھ

قَبۡلُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا فِىۡ شَكٍّ مُّرِيۡبٍ ۝۵۴

کیا گیا، بلاشبہ وہ تردد میں ڈالنے والے شک میں تھے۔

جو اس کے لئے نقصان دہ ہے۔ وہ نفس کی وجہ اور اسی کے سبب سے ہے کیونکہ نفس کا طبعی میلان برائی کی طرف ہے۔ اور جس چیز میں نفس کو فائدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی اور اس کی توفیق سے ہے۔ اور یہ حکم ہر ایک مکلف کے لئے ہے۔ اس نے اپنے رسول کو حکم فرمایا اس کا اسناد وہ اپنی ذات کی طرف کرے کیونکہ جب رسول اپنے عظیم الشان مرتبے اور راستے کی درستگی کے باوجود اس کے تحت داخل ہو گیا تو غیر رسول بدرجہ اولیٰ اس کے تحت داخل ہے۔ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ بیشک وہ سب کچھ سنتا ہے) اس کو جو میں تمہیں کہتا ہوں۔ قَرِيۡبٌ (بہت نزدیک ہے) میرے اور تمہارے وہ مجھے بھی بدلہ دے گا اور تمہیں بھی بدلہ دے گا۔

۵۱: وَلَوۡ تَرٰۤى (اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں)۔ اس کا جواب محذوف ہے۔ ای رأیت امرًا عظیمًا وحالا ھائلۃً تو ضرور تم بڑا معاملہ اور خوفناک حالت دیکھو گے۔ اِذۡ فَزِعُوۡا (جبکہ وہ گھبراتے پھریں گے) جب اٹھیں گے یا موت کے وقت یا بدر کے دن فَلَا فَوۡتَ (پھر نکلنے بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی) کوئی بھاگنے کا راستہ نہیں یا نہ وہ اللہ تعالیٰ سے آگے نکل سکیں گے اور نہ پیچھے بھاگ سکیں گے۔ وَاُخِذُوۡا (اور پکڑ لیے جائیں گے) اُخذوا کا عطف فزعوا پر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے فزعوا واخذوا فلا فوت لھم پھر وہ گھبرائیں گے اور پکڑ لیے جائیں گے پس نکل کر نہ بھاگ سکیں گے۔ نمبر۲۔ لا فوت پر عطف ہے۔ معنی اس طرح ہوگا۔ اذفزعوا فلم یفوتوا واخذو امن مکان قریب۔ جب وہ گھبرائے تو بھاگ نہ سکے اور قریب جگہ سے پکڑ لیے گئے۔ مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ (قریب جگہ سے) جو موقف میں آگ سے قریب ہے جبکہ وہ اٹھیں گے یا وہ جگہ قریب ہے زمین کی سطح سے زمین کے پیٹ کی طرف جبکہ ان پر موت آئے گی یا وہ جگہ قریب ہے صحرائے بدر سے قلیب بدر کی طرف جبکہ وہ قتل ہوئے)

ع ۱۲

طلب ناممکن کی تمثیل:

۵۲: وَّقَالُوْا (اور وہ کہیں گے) جب عذاب کو آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اٰمَنَّا بِهٖ (ہم اس پر ایمان لے آئے) یعنی محمد ﷺ پرہ کی ضمیر کا مرجع آپ ہیں کیونکہ اس آیت میں تذکرہ گزرا۔ مابصاحبکم من جنة [سبا:۴۶] یاہٗ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ (اور کیونکر ان کے ہاتھ آنا ممکن ہے اتنی دور جگہ سے)۔ التناوش (لینا، پکڑنا) مطلب یہ ہے کہ وہ توبہ کو کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان سے دور جا چکی۔ مقصد یہ ہے کہ توبہ تو دنیا میں ان سے قبول کی جاتی تھی اور دنیا ختم ہوئی اور آخرت سے دور ہو چکی۔

ایک قول:

یہ تمثیل ناممکن کی طلب کیلئے ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کا ایمان اسوقت اسی طرح فائدہ دے جیسا کہ مؤمنین کے ایمان نے ان کو دنیا میں فائدہ دیا۔ ان کی حالت کو اس آدمی کی حالت کے مماثل قرار دیا جو یہ چاہتا ہے کہ دور فاصلہ سے ہاتھ کے ساتھ کوئی چیز پکڑے۔ جیسا کہ دوسرا آدمی اپنے گریبان کی ہتھیلی سے لیتا ہے۔

قراءت: ابوعمرو اور حفص کے علاوہ کوفی قراء نے التناؤش کو ہمزہ سے پڑھا ہے واؤ کو ہمزہ کر دیا کیونکہ وہ واؤ جو مضموم ہو اس کا ضمہ لازم ہے اگر تم چاہو تو اس کو ہمزہ سے بدل لو۔ اور اگر چاہو تو اسی طرح رہنے دو جیسا کہتے ہیں اَدْوُرٌ وتقادم ہمزہ پڑھیں اور ادؤرٌ اور تقاءم پڑھیں تب بھی درست ہے۔ ثعلب رحمہ اللہ کا قول: التناؤش جو ہمزہ سے ہے۔ اس کا معنی دور سے لینا، پکڑنا اور بلا ہمزہ قریب سے لینا، پکڑنا۔

غیب کے متعلق بلا تحقیق باتیں:

۵۳: وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ (حالانکہ پہلے سے یہ لوگ اس حق کا انکار کرتے رہے) من قبل العذاب: عذاب سے پہلے یا دنیا میں وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ (اور بے تحقیق باتیں کہتے تھے) اس کا عطف قد کفروا پر ہے۔ حال ماضی کی حکایت ہے۔ مطلب یہ ہے وہ غیب کے متعلق باتیں کرتے یا اس شئی کے متعلق بات کرتے جو غائب ہے کہا کرتے تھے نہ بعث بعد الموت ہے اور نہ حساب ہے۔ یا کہا کرتے کہ محمد ﷺ شاعر، ساحر، کذاب ہے اور یہ تکلم بالغیب ہے اور مخفی بات کے متعلق نکالی گئی بات ہے کیونکہ انہوں نے آج تک آپ سے سحر، شعر اور نہ ہی کذب کا مشاہدہ کیا۔ اور اب وہ یہ پوشیدہ کر رہے ہیں جو آپ کی حالت سے بہت ہی بعید ہے۔ اس لئے کہ جو قرآن آپ لے کر آئے ہیں۔ وہ سحر و شعر سے سب سے زیادہ دور ہے۔ اور آپ کی عادات سے سب سے دور بات کذب ہے جیسا کہ وہ تجربہ کر چکے کہ زندگی کے کسی معاملہ میں کبھی آپ نے جھوٹ نہیں بولا آپ ان میں الصادق معروف ہیں۔

قراءت: وَيُقْذَفُوْنَ ابوعمرو سے مجہول پسندیدہ پڑھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ ان کے شیاطین ان کے پاس لاتے ہیں۔ اور

القاء کرتے ہیں۔ نمبرا۔ اگر تم چاہو تو اس کو و قالوا آمنا به سے معلق کردو۔ اس طرح کہ ان کی مثال دی گئی ہے کہ وہ ایسی چیز کے حاصل کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ آخرت میں آمنا کہہ کر جس سے دنیا میں انہوں نے علیحدگی اختیار کی۔ مگر یہ معنی بعید ہے۔

نمبر۲۔ اور یہ جائز ہے کہ آمنا به کی ضمیر بین یدی عذاب شدید [سبا:۴۶] میں جس عذاب کا ذکر ہے اس کی طرف ہو جیسا کفار کہا کرتے تھے۔ وما نحن بمعذبین کہ ہمیں عذاب نہ ہوگا اگر بات اسی طرح ہوئی جیسے اے مسلمانو تم ثواب، عقاب، قیامت کا قیام بتلاتے ہو، کیونکہ ہم عذاب دیے جانے سے بالاتر ہیں۔ اس بات کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ آخرت کو بھی دنیا پر قیاس کرتے تھے۔ پس یہی ان کا قذف بالغیب تھا۔ اور یہ غیبی بات ہے جو بعید انداز سے کہی جارہی تھی۔ کیونکہ دارالجزاء کا دارِ دنیا پر قیاس ہی سرے سے غلط ہے۔

مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ۔ (ایک دور جگہ سے)

ان کی تمناؤں پر پانی پھر جائے گا:

۵۴: وَحِيْلَ (اور روک ڈال دی گئی)۔ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ (ان میں اور ان کی تمناؤں میں) ایمان کا نفع اس دن اور اس کے ذریعہ آگ سے چھٹکارا اور جنت کی کامیابی۔ یا نمبر۲ دنیا کی طرف واپسی جیسا کہ ان کے متعلق اس قول میں مذکور ہے۔ فارجعنا نعمل صالحًا [السجدہ:۱۲] یقینی وقوع کی بناء پر یہ افعال ماضیہ لائے گئے ہیں۔ اگرچہ مراد استقبال ہے اور وہ افعال یہ ہیں: فزعوا، اخذوا وحیل۔

كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ (جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کے ساتھ یہی کیا جائے گا۔ جو ان سے پہلے ہوئے تھے)۔ اشیاع سے مراد وہ کفار جو ان کے مشابہ تھے۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ (بیشک وہ سب شک میں تھے) رسالت و بعث کے معاملے میں مُّرِيْبٍ (جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا) مریب کا معنی تردد میں ڈالنے والا یہ اراہہ سے لیا گیا ہے۔ جبکہ وہ شک و تردد میں ڈالے۔ اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جن کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شک کی وجہ سے عذاب نہ دیں گے۔

الحمدللہ آج جمعرات کی رات ۳ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ سورۂ سبا کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

اللّٰهم وفقنی لتكميله بفضلك

سُوْرَۃُ فَاطِرٍ مَّکِّیَّۃٌ وَّہِیَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّخَمْسُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ فاطر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیات اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے، وہ فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دو دو

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ① مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ

اور تین تین اور چار چار بازو ہیں وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو بھی کوئی رحمت

لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَہَا ۚ وَمَا یُمْسِکْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ ؕ وَہُوَ

اللہ انسانوں کے لیے کھول دے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں، اور جس کو وہ بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں، اور وہ

الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ② یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ ؕ ہَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ

غالب ہے حکیم ہے اے لوگو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے

یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۫ۖ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ③ وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ

جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق عطا فرماتا ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، سو تم کہاں الٹے جا رہے ہو۔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں

فَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ ؕ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّ

تو آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں، اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹائے جائیں گے۔ اے لوگو! بلاشبہ

وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا ٝ وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ ⑤ اِنَّ الشَّیْطٰنَ

اللہ کا وعدہ حق ہے سو تمہیں ہرگز دنیا والی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور تمہیں اللہ کا نام لے کر دھوکہ باز ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے، بلاشبہ شیطان

لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ⑥ ؕ اَلَّذِیْنَ

تمہارا دشمن ہے سو تم اسے اپنا دشمن سمجھتے رہو، وہ اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔ جن لوگوں نے

کَفَرُوْا لَہُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۬ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ⑦ ع ۱ ۷ ۱۳

کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر کبیر ہے۔

فرشتوں میں ہر تخلیقی اضافہ وہی کرنے والا ہے:

۱: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ (تمام تر حمد اللہ تعالیٰ کے لائق ہے جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جو فرشتوں) رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ (کو پیغام رساں بنانے والا ہے۔ جن کے دو دو، تین تین اور چار چار پر دار بازو ہیں۔ وہ) فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (پیدائش میں جو چاہے زیادہ کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے تعلیم و تعظیم کیلئے اپنی ذات کی حمد فرمائی ہے)۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ (آسمانوں کی ابتداء کرنے والا) اور انوکھا بنانے والا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

میں فاطر کا معنی نہ جانتا تھا یہاں تک کہ دو دیہاتی میرے پاس ایک کنوئیں کا جھگڑا لے کر آئے ان میں سے پہلا کہنے لگا۔ انا فطرتھا ای ابتدأتھا میں نے اس کی ابتداء کی۔ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا (اور زمین کو وہ فرشتوں کو اپنے بندوں کی طرف قاصد بنانے والا ہے)۔ اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ (پروں والے) اولی یہ ذو کی اسم جمع ہے اور

نحو: یہ رسلاً سے بدل ہے یا صفت ہے اجنحۃ یہ جناح کی جمع ہے۔

مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یہ اجنحۃ کی صفات ہیں یہ منصرف نہیں کیونکہ ان میں عدل دوبار آیا ہے۔ یہ اعداد سے عدول کر کے دوسرے صیغوں میں چلے گئے جیسا عمر کا لفظ عامر سے بنا ہے۔ تکریر سے غیر تکریر کی طرف۔ دوسرا قول عدل اور وصف دو سبب ہیں اور اسی پر اعتماد ہے معنی یہ ہے ملائکہ میں بعض جماعتوں کے دو دو پر ہیں۔ ہر ایک کے دو دو پر ہیں۔ اور کچھ فرشتوں کے تین تین پر ہیں شاید کہ تیسرا پشت کے درمیان میں ہو۔ جو دوسرے دو پروں کا معاون ہو۔ اور بعض فرشتوں کی جماعتیں چار چار پر رکھتی ہیں۔ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ (وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدائش میں اضافہ کرتا ہے)۔ یعنی پروں وغیرہ کی پیدائش میں اضافہ کرتا ہے۔ مَا يَشَآءُ (جتنا وہ چاہتا ہے) ایک قول یہ ہے چہرے کے حسن میں اضافہ اور آواز کی خوبصورتی میں اضافہ، بالوں کی خوبصورتی میں اضافہ چہرے کے خدوخال کی خوبصورتی اور آنکھوں کی ملاحت میں اضافہ مراد ہے۔ آیت مطلق ہے۔ اس میں ہر تخلیقی اضافہ شامل ہے خواہ وہ جسم کی قدوقامت کی طوالت اور اعتدال کی صورت میں ہو یا رائے کی عمدگی اور زبان کی طلاقت اور مؤمنوں کے دل میں محبت کی شکل میں ہو اور وہ تمام چیزیں جو اس کے مشابہ ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے) قدیر بمعنی قادر ہے۔

۲: مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ (اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کیلئے کھول دے) رحمۃ کے لفظ کو نکرہ لا کر اشاعت وابہام یعنی ہر قسم رحمت کو شامل کیا گویا اس طرح فرمایا جونسی رحمت ہو خواہ رزق، بارش یا صحت یا اور کچھ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا (اس کا کوئی بند

کرنے والانہیں) کسی کو اس کے روکنے اور بند کرنے کی طاقت نہیں۔ یفتح کا لفظ اطلاق وارسال کے معنی کیلئے بطور مجاز استعمال فرمایا۔ مراد عطاء کرنا ہے اس کے بالمقابل ما یمسك کا لفظ جوروکنے اور بند کرنے کے معنی میں۔ استعمال کیا گیا۔ وَمَا يُمْسِكْ (اور جو وہ بند کردے)۔ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ (اس کو کوئی جاری کرنے والانہیں) یعنی بندش وروک کو دور کرنے والا مِنْ بَعْدِهٖ (اس کے بعد) یعنی اس کے بند کردینے کے بعد۔

نحو: رحمت کی طرف لوٹائی جانے والی ضمیر معنی کا لحاظ کر کے مؤنث لائے پھر دوسری ضمیر لفظ کا لحاظ کر کے مذکر لائی گئی کیونکہ اس میں تانیث نہیں اس لئے کہ اول کی تفسیر رحمت سے کی گئی پس تفسیر کے بعد ضمیر کا لانا مناسب ہے۔ اور دوسرے کی تفسیر نہیں کی گئی پس اصل تذکیر پر اس کو چھوڑ دیا گیا۔

رحمت کا ہاتھ اُمت پر:

معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا دست دراز رہتا ہے جب تک ان کے خیار اشرار کی موافقت نہ کریں۔ اوران کے نیک ان کے فساق وفجار کی تعظیم نہ کرنے لگیں اوران کے قراء ان کے امراء کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں معاونت نہ کریں۔ جب وہ یہ افعال کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ اپنا رحمت کا ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

[ذکرہ الغزالی فی الاحیاء ۲/۱۵۰]

وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ زبردست ہے) وہ غالب اور ارسال وامساک پر قدرت رکھنے والا ہے۔ الْحَكِيْمُ (حکمت والا ہے) اسی چیز کو روکتا اور کھولتا ہے جس کے روکنے اور کھولنے کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔

سب سے بڑی نعمت منعم کا ایک ہونا ہے:

۳: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا (اے لوگو! تم یاد کرو) زبان ودل سے نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کو جو اس نے تم پر کیے) وہ انعامات زمین کا بچھونے کی طرح بچھادینا اور آسمان کا بلاستون بلند کرنا اور قرب الٰہی پانے اور اس کے راستوں کی طرف بلانے کیلئے رسولوں کو بھیج دینا اور مخلوق میں اضافہ فرما کر رزق کے دروازوں کا کھولنا ہیں۔ پھر نعمتوں کے آخر میں خبردار کیا کہ سب سے بڑی نعمت تو منعم کا ایک ہونا ہے۔ فرمایا هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (کیا اللہ تعالیٰ کے سواء اور کوئی خالق ہے)۔

نحو: نمبر۱۔ غیرُ رفع کے ساتھ یہ محلاً صفت ہے کیونکہ خالق مبتدأ ہے اس کی خبر لکم محذوف ہے تقدیر کلام ہے: خالق لکم نمبر۲۔ غیرِ یہ جر کے ساتھ علی اور حمزہ نے پڑھا اور لفظاً صفت قرار دیا۔ يَرْزُقُكُمْ (جو تمہیں رزق دے) نمبر۱۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر۲۔ خالق کی صفت ہے۔ مِّنَ السَّمَآءِ (آسمان سے) بارش کے ذریعہ وَالْاَرْضِ (اور زمین سے) قسم قسم کی نبات کے ذریعہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں)۔

نحو: یہ جملہ الگ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (پھر تم کدھر اُلٹے جارہے ہو) کس وجہ سے تم توحید سے شرک کی طرف جارہے ہو۔

تسلی رسول ﷺ:

۴: وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ (اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں) اس سے اطلاع دی گئی کہ قریش مکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو بدترین انداز سے مسترد کررہے اوران کا انکار کررہے ہیں۔ اوراپنے رسول ﷺ کو تسلی دی کہ آپ کیلئے پہلے انبیاء علیہم السلام میں نمونہ موجود ہے اسی لیے رسل کا لفظ نکرہ لایا گیا۔یعنی کثیر تعداد رسول اور بہت سی آیات اور نذر والے اور طویل عمروں والے اور صبروعزم بالجزم کے مالک۔ کیونکہ اس سے آنحضرت ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے۔

تقدیر کلام اس طرح ہے وان یکذبوك فتاس بتکذیب الرسل من قبلك (اگر وہ آپ کو جھٹلارہے ہیں تو آپ اپنے سے پہلے رسولوں کی تکذیب کو پیش نظر فرمائیں) کیونکہ جزاء شرط کے بعد لائی جاتی ہے اور اگر اس کو ظاہر پر رکھا جائے تو جزاء پہلے آئے گی۔اسی لئے فقد کذبت رسل من قبلك کو فَتَأَسَّ کی جگہ لایا گیا۔سبب پر اکتفاء کیا مسبب کی ضرورت نہ سمجھی گئی یعنی تکذیب کو ذکر کیا جو کہ سبب ہے اور تاس مسبب کو ترک کیا گیا۔وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (اور تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے پیش کیے جائینگے) یہ کلام وعداور وعید دونوں پر مشتمل ہے کہ سارے معاملات اس کے حکم کی طرف لوٹنے والے ہیں۔اور وہ جھٹلانے والے اور جھٹلائے ہوئے کی مجازات کا مالک ہے۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی، خلف، یعقوب، سہل نے تاء کے فتحہ سے تَرْجِعُ پڑھا ہے۔

۵: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ (اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ) جو بعث و جزاء سے متعلق ہے۔حَقٌّ (ضرور سچا ہے) پورا ہوکررہے گا۔فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (پس دنیوی زندگی تم کو دھوکا میں ڈالے نہ رکھے) پس دنیا تمہیں فریب خوردہ نہ بنا دے اور نہ دنیا سے تمتع اور اس کے منافع سے لذت اندوزی تمہیں آخرت کی طلب وسعی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ ہے اس کی طلب سے غافل کردے۔وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور ایسا نہ ہو کہ تمہیں دھوکہ باز شیطان اللہ تعالیٰ سے دھوکہ میں ڈال دے) الغرور شیطان، وہ تمہیں جھوٹی تمنائیں دلاتا اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو تمہاری عبادت سے بے نیاز ہے اور تمہیں سزا دینے سے بھی بے نیاز ہے (اس لئے عبادت کی ضرورت نہیں اور معاصی سے کوئی فرق نہیں پڑتا)۔

شیطان سے دشمن والا معاملہ کرو نہ کہ دوست والا:

۶،۷: اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ (شیطان بیشک تمہارا دشمن ہے) اس کی دشمنی کھلی ہوئی ہے اس نے تمہارے باپ کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے بعد بھی تم اس سے ایسا معاملہ کررہے ہو جیسا اس شخص سے کیا جاتا ہے جس کے حالات سے بے خبری ہو۔فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا (پس تم اسکو دشمن سمجھتے رہو) اپنے عقائد وافعال کے سلسلہ میں اور تمہاری طرف سے ظاہر وباطن میں اسکے ساتھ ایسا سلوک ہونا

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ

سو کیا جس شخص کے لیے اس کا عمل بدا چھا کر کے دیا گیا ہو سو اس نے اس کو اچھا سمجھا ہو سو بے شک اللہ گمراہ فرماتا ہے جس کو چاہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو

يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۸ وَاللّٰهُ

چاہتا ہے، سو ان پر حسرتیں کرنے کی وجہ سے آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ بلا شبہ جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ خوب جانتا ہے اور اللہ

الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ

وہ ہے جس نے ہواؤں کو بھیج دیا جو اٹھاتی ہیں بادل کو پھر ہم نے اسے ایسے قطعۂ زمین کی طرف ہانک دیا جو خشک تھا پھر ہم نے اس کے ذریعہ زمین کو

مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۹

زندہ کردیا اسی طرح جی اٹھنا ہوگا۔

چاہیے جو اس کی دشمنی پر دلالت کرنے والا ہو۔ پھر آیت کے اگلے حصہ میں اس کے پوشیدہ معاملے کا خلاصہ بیان کر دیا اور اس آدمی کی خطا کاری ذکر کر دی جو اس کی پیروی کرتا ہے کیونکہ شیطان کی اصل غرض اپنے پیروکاروں کے متعلق یہی ہے کہ ان کو ہلاکت کے گھاٹ پر لا اتارے۔ فرمایا: اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (وہ اپنے گروہ کو محض اسلئے بلاتا ہے کہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔ جو لوگ کافر ہو گئے۔ ان کے لئے سخت عذاب ہے)۔ یعنی جس شخص نے شیطان کی بات کو دعوت کے وقت قبول کر لیا اس کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ وہ اس کا لشکری بن گیا یعنی اس کا متبع ہو گیا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے) اور شیطان کی بات کو قبول نہ کیا اور نہ ہی اس کے گروہ سے بنے بلکہ اس کی دشمنی اختیار کی۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ (ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے)۔ کیونکہ انہوں نے بہت بڑا اجہاد کیا۔

شیطان کی تزیین میں آنے والے پر افسوس نہ کرو:

۸: جب دونوں فریق کا تذکرہ ہو چکا تو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا (کیا وہ شخص جس کو اس کا عمل بد اچھا کر کے دکھلایا گیا پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا) شیطان کی تزیین کے سبب، کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کیلئے اس نے اعمال کو مزین نہ کیا ہو۔ پس گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں۔ پھر فرمایا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ (پس اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو ان پر) حَسَرٰتٍ (افسوس کر کے آپ کی جان نہ جاتی رہے)۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ!

افمن زین له سوء عمله کا معنی ہے کیا وہ شخص جس کا عمل بد اس کے لئے مزین کیا گیا ہو اس پر افسوس کرتے آپ کی جان چلی جائے گی۔ پس جواب کو حذف کردیا اس لئے کہ فلا تذهب نفسك میں اس پر دلالت موجود ہے۔ نمبر۲۔ یا کیا آیا وہ شخص جس کے عمل کو اس کے لئے مزین کیا گیا ہو وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہو۔ اس کو حذف کردیا۔ کیونکہ فان الله یضل من یشاء ویهدی من یشاء میں اس پر دلالت موجود ہے۔

قراءت: یزید نے فلا تُذْهِب نفسك پڑھا ای لا تهلكها اس کو ہلاک مت کرو۔ حسراتٍ یہ مفعول لہ ہے یعنی فلا تهلك نفسك للحسرات (پس اپنے نفس کو افسوس کی بناء پر ہلاک نہ کرو)۔ اور علیہم یہ تذھب کا صلہ ہے۔ جیسا تم کہو هلك علیه حبًا و مات علیه حزنا۔ مگر یہ جائز نہیں کہ اس کو حسرات کے متعلق کیا جائے کیونکہ مصدر کا صلہ اس پر مقدم نہیں ہوتا۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام کاموں کی خبر ہے)۔

دلائلِ قدرت:

۹: وَاللّٰہُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ (اور اللہ تعالیٰ ایسا ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے)

قراءت: مکی اور حمزہ، علی نے الرِّیْح پڑھا ہے۔

فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ (پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم ان بادلوں کو ایک خشک قطعہ زمین کی طرف ہانک کرلے جاتے ہیں۔)

قراءت: مدنی، حمزہ، علی، حفص نے میتٍ کو تشدید سے پڑھا۔ دیگر قراء نے تخفیف کے ساتھ ادا کیا۔

فَاَحْیَیْنَا بِهٖ (پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے زمین کو زندہ کردیا) بارش کے ذریعہ کیونکہ ضمناً اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (اس کے مرجانے کے بعد) یعنی اس کے سبب سے۔ یہاں تثیر لایا گیا تاکہ اس حال کی حکایت کی جائے جس میں ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔ اور یہ قدرت ربانی پر دلالت کرنے والی صورت کے استحضار کیلئے ہے اور اہل عرب اس فعل کے ساتھ اسی طرح انوکھے پن کا معاملہ کرتے ہیں جس میں کوئی امتیازی قسم اور خصوصیت پائی جائے۔

اور اسی طرح بادلوں کو مردہ زمین کی طرف چلانا اور زمین کے مردہ ہوجانے کے بعد اس کو زندہ کردینا ہے۔ اس لئے کہ ظاہر و باہر یہ دلائل قدرت سے ہے۔ اس لئے فسقنا اور احیینا فرمایا۔ غائب کا لفظ نہیں بولا گیا تاکہ ایسا لفظ لایا جائے جو اختصاص میں زیادہ دخل رکھتا ہو اور اس پر زیادہ دلالت کرنے والا ہو۔ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ (اسی طرح دوبارہ اٹھنا ہے) کاف محل رفع میں ہے یعنی مردہ زمین کو زندہ کرنے کی طرح مردوں کو اٹھانا ہے۔ ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کو ایسے پانی سے زندہ فرمائیں گے جو پانی عرش کے نیچے سے بھیجا جائے گا اس سے مخلوق کے اجسام اگیں گے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۚ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے ، اچھے کلمات اس کی طرف پہنچتے ہیں اور نیک عمل

الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۚ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۚ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ

انہیں بلند کردیتا ہے، اور جو لوگ بری تدبیریں کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کی تدبیر

هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۚ وَمَا تَحْمِلُ

برباد ہوگی۔ اور اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر نطفہ سے پھر اس نے تمہیں جوڑے جوڑے بنایا، اور جس کسی

مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۚ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ

عورت کو حمل رہ جاتا ہے اور کوئی عورت جنتی ہے تو یہ سب اس کے علم میں ہوتا ہے، اور جس کسی عمر والے کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور جس کی عمر کم کردی جاتی ہے وہ سب

كِتٰبٍ ۚ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾

کتاب میں ہے، بلاشبہ یہ اللہ پر آسان ہے۔

عزت اللہ کے پاس ہے وہ بری تدابیر سے نہیں ملتی:

۱۰: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا (جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو تمام تر عزت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے) یعنی عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ خواہ دنیا کی عزت ہو یا آخرت کی۔ کافر بتوں سے عزت حاصل کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا واتخذوا من دون اللہ الھۃ لیکونوا لھم عزا [مریم:۸۱]

منافقین کفار مشرکین کے ذریعہ اپنی عزت بناتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعًا [النساء:۱۳۹] پس اس سے یہ واضح ہوا کہ حقیقی عزت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے فلیطلبھا عند اللہ پس للہ العزۃ جمیعًا کو اس کی جگہ لائے اس کی ضرورت نہ رہی کیونکہ اس پر دلالت موجود ہے اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ چیز اسی سے طلب کی جاتی ہے جو اس کا مالک وصاحب ہو۔ اس کی مثال عرب کا یہ قول ہے من اراد النصیحۃ فھی عند الابرار۔ اس کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ نصیحت انہی کے ہاں سے طلب کرے البتہ اس پر دلالت کرنے والی چیز کو اس کے قائم مقام لایا گیا۔ حدیث میں وارد ہے۔ ان ربکم یقول کل یوم ، انا العزیز ، فمن اراد عز الدارین فلیطع العزیز [ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات:۱/۱۲۱] پھر بتلایا کہ جس چیز سے عزت حاصل ہوسکتی ہے وہ ایمان اور عمل صالح ہے فرمایا: اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (اسی تک اچھا کلام پہنچتا ہے)۔ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (اور اچھا کام

اس (اچھے کلام) کو پہنچا دیتا ہے۔ الیہ سے مراد قبولیت ورضامندی کا مقام اور ہر وہ چیز جس کی صفت قبولیت لائیں۔ اس کی تعریف رفعت وصعود سے کی جاتی ہے اور اس جگہ کی طرف کی جاتی ہے جہاں اسی ہی کا حکم نافذ ہو۔

الکلم الطیب ،کلمات توحید مراد ہیں یعنی لا الٰہ الا اللّٰہ جس کے واحد اور جمع میں صرف تاء کا فرق ہو اس میں تذکر و تانیث برابر ہیں۔ العمل الصالح خالص عبادت۔ مطلب یہ ہے کہ والعمل الصالح یرفعه الکلم الطیب۔ عمل صالح کو کلمات طیبہ بلند کرتے ہیں۔ پس بلند کرنے والے کلمات ہیں اور بلند ہونے والے عمل ہیں۔ کیونکہ عمل فقط موحد ہی کا مقبول ہے۔ ایک قول یہ ہے بلند کرنے والے اللہ ہیں۔ اور بلند ہونے والا عمل ہے۔ یعنی العمل الصالح یرفعه اللّٰه ۔ اس میں اشارہ ہے کہ عمل کا دارومدار بلند ہونے پر ہے اور کلمات طیبہ بذات خود بلند ہوتے ہیں۔

ایک اور قول یہ ہے عمل صالح عامل کو بلند کرتے اور اس کو مشرف باد کرنے والے ہیں۔ یعنی جو آدمی عزت چاہتا ہے پس اسے چاہیے کہ اعمال صالحہ کرے اس لئے کہ اعمال صالحہ ہی بندے کو بلند کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ (اور وہ لوگ جو بری بری تدبیریں کر رہے ہیں) السیئات مصدر محذوف کی صفت ہے۔ ای المکرات السیئات کیونکہ مکر ایسا فعل ہے جو متعدی نہیں اس طرح نہیں کہا جا سکتا۔ مکر فلان عمله۔ یہاں اس سے مراد قریش کی وہ تدابیر ہیں جن کے لئے وہ دارالندوۃ میں جمع ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذیمکربك الذین کفروا لیثبتوك [الانفال:۳۰] لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (ان کو سخت عذاب ہوگا) آخرت میں وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ (اور ان کا یہ مکر) هُوَ يَبُوْرُ (نیست ونابود ہو جائے گا)۔

نحو : اولئك مبتدا ھو ضمیر فصل اور یبور خبر ہے۔ ای ومکر اولئك الذین مکروا ھو خاصة یبور۔ ان لوگوں کا مکر جنہوں نے مکر کیا وہی خاص کر نیست ونابود ہوگا۔ یبور کا معنی فاسد وباطل ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر جب ان کو مکہ سے نکالا اور ان کو قتل کیا اور قلیب بدر میں گاڑ دیا ان کے سارے مکر ان کے خلاف اور ان میں جمع کر دیئے اور اللہ تعالیٰ کی یہ بات ان میں صادق ہوئی۔ ویمکرون ویمکر اللّٰه واللّٰه خیر الماکرین [الانفال:۳۰] اور یہ ارشاد ولا یحیق المکر السَّیِّیُٔ الا باهله ۔ [فاطر:۴۳]

اللہ تعالیٰ خالق ہے اور عمر کا کم زیادہ ہونا اسی کے اختیار میں ہے:

۱۱: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں پیدا کیا) یعنی تمہارے باپ کو مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ (مٹی سے پھر) تمہیں پیدا کیا مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا (نطفہ سے پھر تمہیں جوڑے جوڑے بنایا) ازواجًا کا معنی اصناف ہے یا مذکر ومؤنث وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ (اور کسی عورت کو حمل نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے) بعلمه یہ موضع حال میں ہے ای الا معلومة له مگر کہ اس کو معلوم ہے۔ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ (اور نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے)۔ یعنی وما یعمر من احد نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے۔ اس کو معمر کہا کیونکہ وہ اس کی طرف جانے والا ہے۔ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ

كِتٰبٍ (اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے۔مگر یہ سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے) کتاب سے لوح محفوظ یا صحیفۂ انسانی مراد ہے۔

قراءت: زید نے ولا یُنْقُصُ پڑھا ہے۔

سوال: انسان یا تو طویل العمر ہوگا یا قصیر العمر پھر یا تو اس پر عمر ملنا پے در پے ہوگا۔اور اس کے خلاف محال ہے تو پھر وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہٖ کیسے درست ہوا؟

جواب: اس کلام میں گنجائش چھوڑی گئی۔اس کی تاویل کے سلسلہ میں سامعین کے فہم پر اعتبار کیا گیا اور ان کی عقلوں پر بھروسہ کیا گیا کہ وہ اس کا درست معنی عقلوں سے معلوم کرلیں گے اور یہ کہ ان پر عمر میں طول وقصر کا محال ہونا ملتبس نہ ہوگا۔اور لوگوں کی کلام کا مدار اسی پر ہے۔لوگ کہتے ہیں۔نمبرا۔اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ثواب یا سزا نہیں دیتے مگر یہ برحق ہے۔نمبر۲۔آیت کی تاویل یہ ہے وہ صحیفہ میں لکھتے ہیں کہ اس کی عمر اتنے اتنے سال ہے پھر اس کے نیچے لکھتے ہیں ایک دن چلا گیا یہ دو دن چلے گئے یہاں تک کہ وہ عمر انتہاء کو پہنچتی ہے۔اس کی عمر کا کم ہونا ہے (یہ سعید بن جبیر کا قول ہے) قتادہ سے مروی ہے کہ المعمر جس نے اپنی عمر کے ساٹھ سال پائے۔المنقوص عمر سے مراد جو ساٹھ سال سے پہلے مرجائے۔اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ سب) شمار کرنا یا زیادت ونقصانِ عمر عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (اللہ تعالیٰ پر آسان ہے)۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۖ

اور دو سمندر برابر نہیں، یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا آسان ہے اس کا پینا اور یہ شور ہے کڑوا،

وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ

اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو، اور نکالتے ہو زیور جسے تم پہنتے ہو، اور اے مخاطب تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ پانی کو پھاڑتی ہوئی

مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ

چلی جاتی ہیں تا کہ تم اس کے فضل سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو

النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

رات میں، اور اس نے سورج کو اور چاند کو مسخر فرمایا، ہر ایک مقررہ وقت کے لیے چلتا ہے، یہ اللہ

رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿١٣﴾ اِنْ

رب ہے تمہارا، اسی کے لیے ملک ہے، اور اس کے سوا جن لوگوں کو پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر

تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

تم ان کو پکارو تو تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمہاری بات نہ مانیں گے اور قیامت کے دن

يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿١٤﴾

وہ تمہارے شرک سے منکر ہو جائیں گے اور خبر رکھنے والے کے برابر تجھے کوئی نہیں بتا سکتا۔

قدرت کا ایک اور نمونہ:

۱۲: وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ هٰذَا (اور دونوں دریا برابر نہیں) ہذا یہاں احدھما کے معنی میں ہے ان دونوں میں سے ایک عَذْبٌ فُرَاتٌ (ایک تو میٹھا) نہایت شیریں ایک قول یہ ہے وہ جو پیاس کو بجھا دے۔ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ (خوشگوار اس کا پینا) مٹھاس کی وجہ سے حلق سے جلد نیچے اترنے والا، اسی لئے اس کا پینا اچھا ہے۔ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (اور ایک شور تلخ ہے) نہایت نمکین ایک قول یہ ہے جو اپنی نمکینی سے جلا ڈالے۔ وَمِنْ كُلٍّ (ان میں ہر ایک سے) تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا (تم تازہ گوشت کھاتے ہو وہ مچھلی ہے)۔ وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا (اور اس سے زیور نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو) اس زیور سے مراد مونگے اور موتی ہیں۔ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ (اور تو کشتیوں کو ہر ایک میں دیکھتا ہے)۔ مَوَاخِرَ (پانی کو پھاڑتی ہیں) چلنے سے پانی کو پھاڑتی

ہیں کہا جاتا ہے خوت السفینة الماء ای سقتۂ مواخر جمع ماخر کی ہے۔ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (تا کہ تم اس کی روزی ڈھونڈو) فضله ای من فضل الله آیت میں اگرچہ اس کا ذکر نہیں آیا مگر پہلے اس کا ذکر آیا ہے۔ اگر پہلے تذکرہ نہ بھی ہوتا تو پھر بھی اشکال نہیں تھا کیونکہ معنی میں اس کے لئے دلالت موجود ہے۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور تا کہ تم شکر گزار ہو) اللہ تعالیٰ کے اس کے انعامات پر جو اس نے محض اپنے فضل سے دے رکھے ہیں۔ سمندروں کا شیریں اور کھاری ہونا یہ مؤمن و کافر کی مثالیں ہیں۔ پھر بطور استطراد دونوں سمندروں کی صفات اور جو انعامات و عطیات ان کی وجہ سے عنایت فرمائے ان کا ذکر کر دیا۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ غیر استطرادی طور پر ذکر کیا ہو اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ دونوں جنسوں (مؤمن و کافر) کو دو سمندروں سے تشبیہ دی پھر کڑوے سمندر کو کافر پر فضیلت دیتے ہوئے فرمایا۔ کڑوا سمندر تو میٹھے کے ساتھ بعض اہم فوائد میں شریک ہے۔ مثلاً مچھلی، موتی، جہازوں کا چلنا مگر کافر بالکل نفع سے خالی ہے۔ اس صورت میں یہ آیت اس کے مشابہ ہے: **ثم قست قلوبکم من بعد ذلك فهي كالحجارة او اشد قسوة** پھر فرمایا۔ **وان من الحجارة لما يتفجر منه الا نهار و ان منها لما يشقق فيخرج منه الماء وان منها لما يهبط من خشية الله** [البقرہ:۷۴]

مظاہرِ قدرت' دن رات کا آنا جانا:

۱۳: يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ (وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے)۔ ایک کی کچھ گھڑیاں دوسرے میں داخل کر دیتا ہے یہاں تک کہ ان میں سے بڑھنے والا پندرہ گھنٹہ سے بڑھ جاتا ہے اور کم ہونے والا نو گھنٹے وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے) اس نے صورت میں سب سے زیادہ روشن کو سب سے زیادہ بدسیرت کے تابع کر دیا۔ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى (ہر ایک ان میں ایک وقت مقررہ تک چلتے رہیں گے) یعنی قیامت کے دن ان کی چال منقطع ہو جائے گی۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ (یہی اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے)۔

نحو: ذلكم مبتدأ الله ربكم له الملك یہ اخبار مترادفہ ہیں۔ نمبر۲۔ الله ربكم یہ ان کی خبر ہے۔ له الملك۔ یہ جملہ ابتدائیہ ہے جو قرآن میں واقعہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو) یعنی وہ بت جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو۔

قراءت: قتیبہ نے يَدْعُوْن پڑھا ہے۔

جن کو معبود قرار دیا گیا وہ قیامت کے دن کا انکار کریں گے:

مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ (وہ کھجور کی گٹھلی کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے) قطمیر وہ چھلکا جو گٹھلی پر لپٹا ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ

اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ غنی ہے تعریف کا مستحق ہے۔ اگر

يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا

وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور نئی مخلوق پیدا فرما دے۔ اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔ اور

تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی بوجھ والا اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا تو اس میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا

وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ

اگرچہ قرابت دار ہی ہو، آپ صرف انہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

اور انہوں نے نماز قائم کی، اور جو شخص پاکیزہ بنا تو وہ اپنی جان کے لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۱۴: اِنْ تَدْعُوْهُمْ (اگر تم ان کو پکارو بھی) یعنی بتوں کو لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ (وہ تمہاری پکار کو سنیں گے نہیں)۔ کیونکہ وہ جماد ہیں۔ وَلَوْ سَمِعُوْا (اور اگر وہ سن لیں) بالفرض مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ (تو وہ تمہارا کہنا نہ مانیں گے) کیونکہ وہ اس الوہیت کے دعویدار نہیں جس کے تم ان کے متعلق دعویدار ہو۔ اور وہ اس سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ (اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے) تمہارے شریک ٹھہرانے اور ان کی عبادت کرنے کا اور کہیں گے ما کنتم ایانا تعبدون [یونس:۲۸] وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ (اور تمہیں خبر رکھنے والے کی طرح کوئی نہیں بتلائے گا) یعنی دھوکے کے اسباب پر مر مٹنے والے! تمہیں اور کوئی اس طرح نہ بتلائے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاملات کی مخفی حقیقتوں کی خبر دی ہے۔

اور اس کی حقیقت اس طرح ہے: ولا یخبرک بالأ مر مخبر هو مثل خبیر عالم به۔ اور اے مخاطب تجھے کوئی خبر دینے والا اس امر کی خبر نہ دے گا۔ جو خبر دینے والا اس کی طرح ہو جو کہ اس کا پورے طور پر علم رکھنے والا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس معاملے سے خبر رکھنے والا وہ اکیلا ہی ہے جو کہ تجھے حقیقت کی خبر دے سکتا ہے دوسرے مخبرین نہیں۔ مطلب یہ ہوا میں نے بتوں کے متعلق تمہیں خبر دی ہے یہ برحق ہے کیونکہ جو خبر میں نے دی میں اس کی اچھی طرح خبر رکھنے والا ہوں۔ (محض اٹکل کی بات نہیں کہہ رہا)

وہ ایسا غنی جو اغنیاء کو دینے والا ہے:

۱۵: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ (اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہو)۔

قولِ ذوالنون رحمہ اللہ:

مخلوق ہر سانس اور قدم اور ہر لحظہ اس کی محتاج ہے اور کیسے نہ ہو؟ اس لئے کہ ان کا وجود اسی کے وجود دینے سے اور ان کی بقاء اسی سے ہے۔ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (اور اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز ہیں) تمام اشیاء سے۔

الْحَمِيْدُ: (خوبیوں والے ہیں) ہر زبان کی مدح خواں ہے۔

انسانوں کو تحقیر کیلئے فقراء نہیں فرمایا۔ بلکہ انسان کے استغناء پر تعریض کی گئی ہے اسی لئے تو اپنا وصف الغنی لائے غنی وہ ذات ہے جو اغنیاء کو کھانا کھلائے اور الْحَمِيْدُ۔ کا ذکر کیا۔ تاکہ یہ دلالت ہو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں اور اپنی بے نیازی سے مخلوق کو نفع پہنچانے والے ہیں۔ وہ ایسے سخی ہیں جو کہ ان پر انعام فرمانے والے ہیں۔ کیونکہ غنی اپنے غناء سے فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ وہ غنی سخی وانعام کرنے والا نہ ہو۔ جب وہ سخاوت کرے گا اور انعام فرمائے گا۔ تو انعام یافتہ اس کی تعریف کریں گے۔

قولِ سہل رحمہ اللہ :

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اپنے لئے غناء کی صفت اختیار فرمائی اور مخلوق کیلئے فقر کی۔ جس نے غناء کا دعویٰ کیا اس کو اللہ تعالیٰ سے حجاب میں کر دیا جاتا ہے اور جس نے اپنے فقر کو ظاہر کیا اس کا فقر اس کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے گا۔ پس بندے کو مناسب یہ ہے کہ پوشیدہ طور پر اسی ہی کی بارگاہ میں محتاجی کا اظہار کرے اور غیر سے کٹ کر اسی کا ہو رہے۔ تاکہ اس کی عبادت اخلاص والی بنے۔

عبودیت وغناء:

العبودیت : کی حقیقت تذلل وخضوع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے سوال نہ کرنا یہ اس کی علامت ہے۔

قولِ واسطی:

ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے استغناء طلب کرے وہ محتاج نہ ہوگا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ سے عزت پائی وہ ذلیل نہ ہوگا۔

قول الحسین رحمۃ اللہ علیہ:

بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جتنی محتاجی ظاہر کرنے والا ہوگا اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ سے غناء پانے والا ہوگا۔ جوں جوں اس کی طرف محتاجی بڑھتی جائے گی غناء ترقی کرتا جائے گا۔

قولِ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ:

کہ فقر بندے کیلئے غناء سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ فقر میں عاجزی ہے اور غناء میں کبر ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف تواضع وعاجزی سے رجوع کرنا کثرت اعمال کے ذریعہ رجوع کرنے سے بہتر ہے۔

اولیاء کی صفات ثلاثہ: نمبرا۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین نمبر۲۔ ہر چیز میں اسی ہی کی طرف احتیاجگی نمبر۳۔ اور ہر چیز میں اسی ہی کی طرف رجوع۔

قولِ شبلی رحمۃ اللہ علیہ:

فقر مصائب کو کھینچ لاتا ہے اور اس کی تمام آزمائش عزت ہے۔

۱۶، ۱۷: اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ (اگر وہ چاہے تم کو فناء کر دے) تم سب کو عدم میں پہنچا دے۔ ان کا غناء قدم میں تمہاری وجہ سے نہیں بلکہ ذاتی ہے۔ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (اور نئی مخلوق کو لے آئے) وہ تمہاری حمد کے بغیر بھی حمید ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ (اور یہ) پیدائش وافناء عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (اللہ تعالیٰ پر مشکل نہیں) ممتنع نہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

وہ تمہارے بعد ایسے لوگ پیدا کر دے جو اس کی عبادت کرنے والے ہوں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنے والے نہ ہوں۔

ہر ایک اپنا ذمہ دار ہوگا:

۱۸: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا) کوئی گناہ گار نفس کسی دوسرے نفس کا گناہ اپنے اوپر نہ اٹھائے گا۔

الوزر اور الوقر دونوں لفظ ایک ہیں۔ کہتے ہیں وزر الشیء جبکہ وہ اس کو اٹھائے الوازرۃ یہ نفس کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر نفس قیامت کے دن اپنا بوجھ ہی اٹھائے گا۔ جو ان گناہوں کا ہوگا جن کا اس نے ارتکاب کیا۔ کوئی دوسرا نفس اس کے گناہوں کے بدلے میں پکڑا نہ جائے گا۔ جیسا کہ دنیا کے جابرہ دوست کو دوست اور پڑوسی کو دوسرے پڑوسی کے بدلے پکڑتے ہیں۔

یہاں وازرۃ فرمایا گیا۔ ولاتزر نہیں فرمایا کیونکہ مطلب آیت کا ہے کہ گناہوں سے بوجھل نفوس میں جس کو بھی تم دیکھو گے وہ اپنا بوجھ اپنے اوپر لادنے والا ہوگا نہ کہ دوسرے کا۔ ارشاد فرمایا **و لیحملن اثقالھم و اثقالا مع اثقالھم** [العنکبوت: ۱۳] یہ آیت گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے۔ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا بوجھ اپنے بوجھوں کے ساتھ اٹھانے والے ہونگے اور یہ ان کے اپنے ہی بوجھ ہیں اس میں ذرہ بھر بھی دوسرے کے بوجھ شامل نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کس طرح اس قول میں تکذیب فرمائی۔ **اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایاکم** [العنکبوت: ۱۲] فرمایا **وماھم بحاملین من خطایاھم من شیء**۔

وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا (اور اگر کوئی بوجھ لدا ہوا کسی کو بوجھ اٹھانے کیلئے بلائے گا) مثقلۃ سے نفس مثقلہ مراد ہے جو

گناہوں سے بوجھل ہوگا کسی دوسرے کو بوجھ اٹھانے کی طرف بلائے گا۔ الی حملھا سے اپنے بوجھ کی طرف جو کہ گناہوں کا ہوگا تاکہ وہ اس سے کچھ بوجھ اٹھائے۔ لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّلَوْ كَانَ (تب بھی اس میں سے کچھ بوجھ بھی اٹھایا نہ جائے گا۔ اگرچہ وہ شخص قرابتدار ہی ہو) یعنی جس کو ملایا گیا اور یہ ان تدع سے سمجھ آ رہا ہے۔ ذَا قُرْبٰى قرابتدار جیسے باپ، بیٹا، بھائی۔

فرق:

ولا تزر وازرۃ وزر اُخری اور وان تدع مثقلۃ الی حملها لایحمل منه شیء میں یہ ہے کہ اول آیت اللہ تعالیٰ کے اپنے فیصلوں میں عدل کو بتلا رہی ہے اور یہ بتلا رہی ہے کہ بغیر گناہ کے کسی سے مواخذہ نہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ جو آدمی فریادرس اس دن طلب کرے گا اس کی کوئی فریادرسی کرنے والا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ایسا نفس جس کو بوجھ نے نڈھال کر رکھا ہو وہ اگر اپنے بوجھ میں تخفیف کیلئے بلائے گا۔ تو کوئی اس کی بات کو قبول نہ کرے گا۔ اور نہ اس کی فریادرسی کرے گا۔ خواہ جس کو اس نے مدد کی دعوت دی ہے اس کا قریب ترین رشتہ دار ہو۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (بیشک آپ ان لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) تمہارے انذار سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔

بِالْغَیْبِ (بن دیکھے) یہ فاعل سے حال ہے نمبر ۲۔ مفعول سے حال ہے ای یخشون ربھم غائبین عن عذابه یا یخشون عذابه غائبا عنھم وہ اپنے رب تعالیٰ سے اس حال میں ڈرنے والے ہیں کہ اس کا عذاب ان کے سامنے نہیں یا وہ اس کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں اس حال میں کہ وہ عذاب ان سے غائب ہے۔ ایک اور قول یہ ہے وہ اپنے رب سے خوشحالی میں ڈرتے ہیں۔ اس طرح کہ کسی دوسرے کو اس کی اطلاع بھی نہیں۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ (اور وہ نماز کو اس کے اوقات میں قائم کرنے والے ہیں)۔ وَمَنْ تَزَكّٰى (اور جس شخص نے پاکیزگی اختیار کی) طاعات کر کے اپنے کو پاک کیا اور گناہوں کو چھوڑ کر پاک ہوئے۔ فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ (وہ اپنے نفس کیلئے پاکیزگی اختیار کرنے والا ہے) یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو ان کی خشیت کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ اور اقامت صلوٰۃ کی تاکید ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلق تزکیہ سے ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے) لوٹنے کی جگہ ہے اس میں مشرکین کو ثواب کا وعدہ کیا جا رہا ہے بشرطیکہ وہ ایمان قبول کر لیں۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿١٩﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿٢٠﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا

اور نابینا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیریاں اور روشنی برابر ہے۔ اور نہ سایہ اور

الْحَرُوْرُ ﴿٢١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

دھوپ برابر ہیں اور نہ زندہ اور مردہ برابر ہیں۔ بلا شبہ اللہ جسے چاہتا ہے سنوا دیتا ہے،

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿٢٢﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿٢٣﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ

اور آپ ان لوگوں کو سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔ بے شک ہم نے آپ کو

بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿٢٤﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ

حق کے ساتھ بھیجا ہے بشیر اور نذیر بنا کر، اور کوئی بھی امت ایسی نہیں ہے جس میں ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں

فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَ

تو ان سے پہلے جو لوگ تھے وہ بھی جھٹلا چکے ہیں، ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلے ہوئے معجزات اور صحیفے اور روشن

بِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٢٦﴾ ع ۳ / ۱۵

کتابیں لے کر آئے۔ پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے کفر کیا سو میرا عذاب کیسا ہوا۔

مؤمن و کافر برابر نہیں جیسے اندھیر اور روشنی، سایہ و دھوپ برابر نہیں:

۱۹: وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ (اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں) یہ مؤمن و کافر کی مثال ہے۔ نمبر۲۔ عالم و جاہل کی مثال ہے۔

۲۰: وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ (اور نہ اندھیرے یعنی کفر اور نہ روشنی یعنی ایمان)۔

۲۱: وَ لَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ (اور نہ سایہ اور نہ دھوپ) حق اور باطل نمبر۲۔ جنت و دوزخ۔ الحرور گرم ہوا کو کہتے ہیں جیسے لُو۔ البتہ لُو دن کو ہوتی ہے۔ اور الحرور یہ دن، رات ہوتی ہے، یہ فراء سے منقول ہے۔

کفار کو مردوں کی طرح مسموعات سے فائدہ نہیں:

۲۲: وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ (اور برابر نہیں زندہ اور نہ مردہ) یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو اسلام میں داخل ہوئے اور وہ لوگ جو اس میں داخل نہ ہوئے۔ اور لا کا اضافہ نفی کے معنی کی تاکید کیلئے ہے۔ اور ان واوات کے درمیان فرق یہ ہے کہ بعض تو طاق کو طاق کے ساتھ اور بعض جفت سے جفت تک کیلئے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي

الْقُبُوْرِ (بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا سکتا ہے اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں)۔ یعنی وہ جانتا ہے کہ کون اسلام میں داخل ہوگا۔ اور کون نہیں داخل ہوگا۔ پس جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت دیتا ہے باقی آپ پر ان کا معاملہ مخفی ہے اسی لئے آپ ان لوگوں کے اسلام پر بھی حرص کرنے والے ہیں۔ جو اسلام سے علیحدگی اختیار کرنے والے اور ہٹنے والے ہیں۔ اس میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی کہ جس طرح وہ اپنے مسموعات سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اسی طرح یہ بھی۔

۲۳: اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ (آپ تو صرف ڈر سنانے والے ہیں) یعنی آپ کے ذمہ صرف یہ ہے کہ آپ پہنچا دیں اور ڈرائیں خواہ جس کو ڈر سنایا گیا۔ ان میں سے ہو جو سن کر نفع حاصل کرتا ہے۔ خواہ ان میں سے ہو جو نفع حاصل نہیں کرتا بلکہ اصرار علی الکفر کرنے والا ہے۔ آپ پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔

۲۴: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ (ہم ہی نے آپ کو حق دے کر بھیجا) بالحق: یہ دونوں میں سے ایک سے حال ہے۔ ای محقا یا محقین۔ نمبر۲۔ مصدر کی صفت ہے ای ارسالا مصحوبا بالحق۔ ایسا بھیجنا جو حق سے ملا ہوا ہے۔ بَشِيْرًا (خوشخبری سنانے والے ہیں) وعدوں کے ساتھ وَّ نَذِيْرًا (اور ڈر سنانے والے ہیں) وعید کے ذریعہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ (اور کوئی امت ایسی نہیں) جو امت بھی آپ کی امت سے پہلے ہوئی۔ الامہ کثیر جماعت کو کہتے ہیں۔ جیسا اس ارشاد میں ہے وجد علیہ امة من الناس [القصص:۲۳] امت ہر زمانہ والوں کو کہا جاتا ہے یہاں اہل زمانہ ہی مراد ہیں۔ انذار کے آثار حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان موجود تھے۔ وہ زمانے کسی نذیر سے خالی نہیں رہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کے انذار کے اثرات مٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا۔ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (مگر کہ ان میں ایک ڈرانے والا گزرا) خلا گزرنے کے معنی میں ہے ڈرانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو سرکشی کی بدمزگی اور ناشکری کے بدترین انجام سے ڈرائیں۔

نکتہ: آیت کے شروع میں بشیر ونذیر دونوں کا ذکر کیا مگر انتہاء پر نذیر کے ذکر پر اکتفا کیا کیونکہ نذارت وبشارت اضداد ہیں ایک کا تذکرہ دوسرے کے تذکرہ پر دلالت کرتا ہے۔

۲۵: وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا)۔ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ (ان کے رسول ان کے پاس لائے)

نحو: یہ حال ہے اور قد مضمر ہے۔

بِالْبَيِّنٰتِ (دلائل) معجزات وَبِالزُّبُرِ (اور صحیفے) وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ (اور روشن کتابیں) یعنی تورات، انجیل، زبور۔ جب یہ اشیاء جنس انبیاء علیہم السلام میں پائی گئیں۔ اسی لئے لانے کی نسبت مطلقاً تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف کر دی۔ اگرچہ بعض چیزیں ان تمام میں پائی جاتی تھیں۔ اور وہ واضح دلائل ہیں اور بعض بعض انبیاء علیہم السلام میں تھیں اور وہ زبر اور کتابیں تھیں اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔

۲۶: ثُمَّ اَخَذْتُ (پھر میں نے پکڑ لیا) سزا دی الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (کافروں کو قسم قسم کی سزاؤں سے) فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ (پھر میرا عذاب کیسا رہا)۔ میرا انکار اور میرا سزا دینا ان کو کیسا رہا۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۚ

اے مخاطب کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ پھل نکالے جن کے رنگ مختلف ہیں۔

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾

اور پہاڑوں کے مختلف حصے ہیں سفید ہیں اور سرخ ہیں، ان کے رنگ مختلف ہیں، اور ان میں گہرے سیاہ رنگ والے بھی ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ ۗ إِنَّمَا

اور انسانوں میں اور چوپایوں میں اور جانوروں میں ایسے ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں، اسی طرح اللہ سے

يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ

وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ غلبہ والا ہے بخشنے والا ہے۔ بلا شبہ جو لوگ

يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا

اللہ کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور انہوں نے نماز کو قائم کیا اور ہم نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کیا چپکے سے

وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم

اور ظاہری طور پر یہ لوگ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی ہلاک نہ ہوگی۔ تاکہ ان کا رب انہیں پورا اجر عطا فرمادے اور اپنے فضل سے

مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ

اور زیادہ دے۔ بلا شبہ وہ خوب بخشنے والا ہے بہت قدردان ہے۔ اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے بالکل حق ہے

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ

جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، بلا شبہ اللہ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا ہے خوب دیکھنے والا ہے۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو

الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَ

کتاب کا وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا سو ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں، اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو درمیانہ درجہ والے ہیں

مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿٣٢﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو باذن اللہ بھلائی کے کاموں میں آگے بڑھنے والے ہیں، یہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔ وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں

يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٣٣﴾

جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے اس میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی زیور کے طور پر پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔

قدرت کے نمونے:

۲۷: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ (کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے ذریعہ ہم نے نکالا) ہٖ کی ضمیر ماء کی طرف راجع ہے۔ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا (پھل مختلف رنگت کے) الوان سے اجناس مراد ہیں جیسے انار، سیب، انجیر، انگور وغیرہ جن کی تعداد گنی نہیں جا سکتی۔ نمبر۲۔ الوان سے ہیئت مراد ہے۔ جیسے سرخی، زردی، سبزی وغیرہ۔ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ (اور پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں) جدد جمع جُدَّة کی ہے جیسے مدد جمع مُدَّة کی ہے راستہ کے معنی میں۔ مختلف رنگ کے راستے۔ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ (سفید اور سرخ ان کی رنگتیں مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ) غرابیب جمع غربیب یہ اسود کی تاکید ہے عرب کے لوگ کہتے ہیں۔ اسود غربیب وہ جو انتہائی سیاہ ہو اور سخت سیاہ ہو غراب کا لفظ اسی سے ہے۔

قاعدہ یہ تھا کہ تاکید کو مؤکد کے بعد لاتے جیسا کہتے ہیں۔ اصفر فاقع، مگر مؤکد کو پہلے مضمر لائے اور بعد والے کو اس کی تاکید بنایا۔ اور ایسا تاکید مزید کیلئے کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک ہی معنی پر دو طریقوں سے اظہار و اضمار سے یکساں دلالت کرتا ہے۔ مضاف کو محذوف ماننا ضروری ہے۔ ومن الجبال میں ای من الجبال ذو جدد بیض و حمر و سود، تاکہ وہ اس قول کی طرف لوٹ آئے۔ ومن الجبال مختلف الوانه جیسا کہ فرمایا ثمرات مختلفا الوانها [فاطر:۲۷]

۲۸: وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ (اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں۔ کہ انکی رنگتیں مختلف ہیں۔) یعنی ان میں سے بعض مختلف رنگت کے ہیں۔ كَذٰلِكَ (اسی طرح) جیسے پھل، پہاڑ مختلف ہیں۔

نکتہ: جب پہلے الم تر ان الله انزل من السماء ماء کہا اور آیات الٰہیہ کو شمار کیا اور اس کی قدرت کے نشانات گنائے اور اس کی کاریگری کے نمونے بتلائے اور جو مختلف قسم کی اجناس بنائیں۔ اور جن چیزوں سے اس کی ذات وصفات پر استدلال کیا جا سکتا تھا ان کو گنوا چکے تو اس کے بعد فرمایا:

ایک چیز پر بس نہیں:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں) اس کو جاننے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو صفات سے پہچانا اور اس کی تعظیم کی اور جس کا علم اس کے متعلق زیادہ ہوا اس کا خوف اس سے بڑھ گیا اور جس کا علم اس کے متعلق کم ہے وہ مطمئن ہوا بیٹھا ہے حدیث میں فرمایا تم میں سب سے زیادہ علم والے وہ سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں:

نکتہ: اسم باری تعالیٰ کو مقدم اور العلماء کے لفظ کو مؤخر کر کے یہ اعلان کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے بندوں میں سے وہ علماء ہیں نہ کہ غیر۔ اگر اس کا عکس ہوتا تو پھر معنی اس طرح بنتا کہ وہ نہیں ڈرتے مگر اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ اس ارشاد گرامی میں ہے۔ ولا یخشون احدًا الا اللّٰہ [الاحزاب:۳۹] حالانکہ اس آیت کا مفہوم اور ہے اور اس کا اور ہے اس آیت میں یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں۔ اور احزاب والی آیت میں فرمایا کہ جس ذات سے ڈرا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

قراءت: ابوحنیفہ، عمر بن عبدالعزیز، ابن سیرین رحمہم اللہ نے اس طرح پڑھا: انما یخشی اللّٰہُ من عبادہ العلماءَ۔

اس قراءت میں خشیت استعارہ ہے مطلب یہ ہے انما یعظم اللّٰہ من عبادہ العلماء اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے علماء کو عظمت دیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست بخشنے والے ہیں) اس آیت میں خشیت کے وجوب کی علت ذکر فرمائی۔ کیونکہ اس کی دلالت نافرمانوں کو سزا دینے اور مغلوب کرنے اور اہل اطاعت کو ثواب دینے اور ان سے درگزر کرنے کی ہے۔ اور معاقب اور مثیب کا حق یہ ہے کہ وہ اس سے ڈریں۔

۲۹: اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ (جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں) تلاوت پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً (اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں) یعنی نفلی صدقات کو چھپا کر اور فرضی صدقات سرعام کرتے ہیں۔ یعنی عمل کی حلاوت سے ہٹ کر فقط اس کی تلاوت پر قناعت نہیں کرتے۔ یَرْجُوْنَ تِجَارَۃً (وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں) تجارت سے مراد اطاعت کے بدلہ میں ثواب طلب کرنا۔

نحو: یرجونَ یہ انّ کی خبر ہے۔ لَّنْ تَبُوْرَ (جو کبھی ماند نہ ہوگی) ہرگز کساد بازاری کا شکار نہ ہوگی یعنی ایسی تجارت جس میں خسارہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ چلے گی۔

وفائے اجر سے وعدۂ لقاء مراد ہے:

۳۰: لِیُوَفِّیَھُمْ (تاکہ وہ ان کو پورا پورا دے) یہ لن تبور کے متعلق ہے۔ ای لیوفیھم بنفاقھا عندہ (تاکہ وہ ان کو اپنے ہاں رائج کر کے پورا پورا بدلہ دے) اُجُوْرَھُمْ (ان کا بدلہ) یعنی ان کے اعمال کا ثواب وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ (اور اپنے فضل سے ان کو اور دے) ان کی قبور کو وسیع کر دے۔ نمبر۲۔ ان کا سفارشی بنا دے جنہوں نے ان پر احسان کیا۔ نمبر۳۔ ان کی نیکیوں کو دوگنا کر دے نمبر۴۔ اپنی لقاء کا وعدہ پورا فرما دے۔ یرجونَ یہ موضع حال میں ہے یعنی وہ امیدوار ہیں اور لام یتلون اور مابعد سے متعلق ہے یعنی انہوں نے یہ تمام کام تلاوت، اقامت صلوٰۃ اور انفاق اس غرض کیلئے کیے۔ اور اِنَّ کی خبر انہٗ غفور

شکور ہے۔اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے)۔یعنی ان کو بخشنے والا ہے۔ان کے اعمال کی قدر دانی کرنے والا ہے۔یعنی قلیل عمل پر کثیر اجر عنایت فرمانے والے ہیں۔

۳۱: وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس بطور وحی بھیجی ہے) الکتاب سے قرآن مراد ہے۔

نحو: مِنَ بیانیہ ہے۔

هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا (وہ بالکل ٹھیک ہے) یہ حال مؤکدہ ہے کیونکہ حق اس تصدیق سے ہرگز جدا ہونے والا نہیں۔لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے) بین یدیہ سے گزشتہ کتابیں مراد ہیں۔اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا ہے خوب دیکھنے والا ہے) پس آپ کو جانتا اور آپ کے احوال کو خوب دیکھنے والا ہے۔اس نے آپ کو اہل دیکھ کر آپ کی طرف اس جیسی معجز کتاب اتاری جو کہ تمام کتب سے سبقت کرنے والی ہے۔

وارثین قرآن کے درجات:

۳۲: ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ (پھر ہم نے یہ کتاب ان لوگوں کے ہاتھوں پہنچائی) قرآن مجید آپ کی طرف بذریعہ وحی نازل فرمایا پھر ہم نے اس کے پہنچانے کا فیصلہ کیا ان بندوں کو۔الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا) اور وہ آپ کی امت سے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم اور جو ان کے بعد ان کے پیروکار قیامت تک ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام امتوں پر چنا اور ان کو امت وسط بنایا تا کہ وہ لوگوں پر گواہ ہوں اور ان کو افضل الانبیاء علیہم السلام کی طرف نسبت کا شرف عنایت فرمادیا۔

نکتہ: پھر اس امت کے مراتب بالترتیب بیان فرمائے۔فرمایا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ (پھر بعض تو ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر و امیدوار ہیں۔وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (اور بعض ان میں متوسط درجہ کے ہیں) وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اچھے برے عمل ملا دیے ہیں۔وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ (اور بعض ان میں بھلائی میں ترقی کرنے والے ہیں) یہ تاویل قرآن مجید کے موافق ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔نمبرا۔والسابقون الاولون من المھاجرین [التوبہ:۱۰۰] اور اس کے بعد فرمایا نمبر۲۔واٰخرون اعترفوا بذنوبھم [التوبہ:۱۰۲] اور پھر فرمایا واٰخرون مرجون لامر اللّٰہ۔(التوبہ:۱۰۶) حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے اس آیت کو منبر پر تلاوت فرمایا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ہم میں جو سبقت کرنے والے ہیں وہ تو آگے بڑھ جانے والے ہیں۔اور ہم میں جو مقتصد ہیں وہ نجات پانے والے ہیں۔اور ہم میں جو ظالم ہیں۔وہ بخش دیئے جائیں گے (رواہ ابن مردویہ رواہ العقیلی فی الضعفاء الکبیر ۳/۴۴۳) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سابق تو جنت میں بلا حساب جائیں گے اور متوسط کا معمولی حساب لیا جائے گا یہاں تک کہ وہ گمان کرنے لگے گا کہ وہ ہرگز نہ بچ سکے گا۔پھر اس کو رحمت پالے گی اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

(رواہ احمد ۵/۱۹۸۔مجمع الزوائد ۷/۹۵)

اثرِ ابن عباس رضی اللہ عنہما: السابق سے مخلص اور المقتصد دکھاوا کرنے والا۔ اور الظالم سے نعمتوں کی ناشکری بلا اصرار کرنے والا۔ کیونکہ تینوں کے جنت میں داخلے کا حکم ہے۔

قول السلف رحمۃ اللہ علیہم:

ربیع بن انسؒ نے کہا الظالم کبائر کا مرتکب۔ المقتصد صغیرہ گناہ کرنے والا۔ نمبر۳۔ السابق ان تمام سے گریز کرنے والا۔

قول حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ:

نمبر۱۔ الظالم جس کی سیئات زیادہ ہو جائیں نمبر۲۔ السابق جس کی حسنات بڑھ جائیں۔ نمبر۳۔ المقتصد جس کی حسنات و سیئات برابر ہوں۔

ابو یوسفؒ سے اس آیت کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ یہ تینوں مؤمنوں کی اقسام ہیں۔ کفار کے حالات تو اس کے بعد والذین کفروا لھم نار جھنم [فاطر:۳۶] میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ باقی تینوں طبقات ان بندوں میں سے ہیں۔ جن کو بندوں میں سے چنا گیا ہے۔ اسی لئے فرمایا فمنھم ومنھم و منھم تمام ضمائر الذین اصطفینا من عبادنا کی طرف لوٹنے والی ہیں۔ اور یہ اہل ایمان ہیں اور جمہور کا مسلک یہی ہے۔ البتہ الظالم کو مقدم اس لئے کیا گیا تا کہ بتلا دیا جائے کہ ان کی تعداد زیادہ ہے پھر مقتصدین کی تعداد ان کے مقابلہ میں قلیل ہے اور السابقون تو قلیل میں سے اقل ہیں۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

ظالم کو مقدم اس لئے فرمایا تا کہ وہ اس کے فضل سے مایوس نہ ہوں ایک قول یہ ہے اس کو مقدم یہ بتلانے کیلئے کیا گیا کہ اس کا گناہ اس کو اس کے رب تعالیٰ سے دور نہیں کر سکتا۔

قولِ دیگر:

یہ ہے کیونکہ سب سے پہلی حالت معصیت پھر توبہ پھر استقامت ہے۔

قول سہل رحمۃ اللہ علیہ:

السابق سے عالم المقتصد سے متعلم اور الظالم سے جاہل مراد ہے۔ اور یہ بھی کہا: سابق وہ ہے جو معاد میں مصروف ہو اور مقتصد وہ جو معاش و معاد میں لگا ہو اور ظالم وہ ہے جو معاد کو چھوڑ کر معاش میں مصروف ہو۔ ایک قول یہ ہے الظالم۔ جو غفلت و عادت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

المقتصد وہ ہے جو رغبت و رہبت کے ساتھ ان کی عبادت کرے۔ السابق جو ان کی عبادت ہیبت و استحقاق سے کرے۔

ایک قول:

یہ ہے الظالم جو دنیا خواہ حلال ہو یا حرام سب لے لے۔ المقتصد جو محنت کرے اور حلال ذریعہ سے حاصل کرے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ ۳۴ الَّذِیْٓ

اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہم سے غم کو دور فرما دیا، بلاشبہ ہمارا رب بڑا بخشنے والا ہے خوب قدر دان ہے۔ جس نے

اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ۳۵

ہمیں اپنے فضل سے رہنے کی جگہ میں نازل فرما دیا، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکن پہنچے گی۔

السابق جو دنیا سے بالکل اعراض کرے۔ ایک قول یہ ہے الظالم طالب دنیا المقتصد طالب آخرت السابق مولیٰ کا طالب ہو۔

بِاِذْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یا اس کے علم سے یا اس کی توفیق سے ذٰلِكَ (یہ) یعنی کتاب کا وارث بنانا۔ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (بڑا فضل ہے)

جنات اور اس میں کلمات تشکر:

۳۳: جَنّٰتُ عَدْنٍ (ہمیشہ کے باغات)

نحو: یہ ذلك کی دوسری خبر ہے یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ یا یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر یدخلونها ہے۔ يَدْخُلُوْنَهَا (وہ اس میں داخل ہونگے) یعنی تینوں جماعتیں۔

قراءت: ابوعمرو نے یُدخلونها پڑھا ہے۔

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا (اور ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے) اساور جمع اسورة اور وہ سِوَارٌ کی جمع ہے۔ من ذهب کا مطلب من ذهب مرصع باللؤ لؤ سونے کے جو موتیوں سے مزین ہونگے۔

قراءت: لؤلؤا نصب اور ہمزہ کے ساتھ نافع، حفص نے پڑھا۔ من اساور کے محل پر اس کا عطف کیا گیا۔ تقدیر کلام یہ ہے يحلون اساورولؤلؤا۔ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ (اور ان کا لباس اس میں ریشم ہوگا) کیونکہ اس میں لذت و زینت ہے۔

۳۴: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ (اور وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ جس نے ہم سے غم کو دور کیا) الحزن سے آگ کا خوف یا موت کا خوف یا دنیا کے غموم مراد ہیں۔ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ (بیشک ہمارا رب بڑا بخشنے والا) وہ جنایات کو بخش دے گا خواہ کتنی کثرت سے ہوں۔ شَكُوْرٌ (قدر دان ہے) طاعات کو خواہ قلیل ہوں قبول کر لیتا ہے۔

۳۵: الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ (جس نے ہمیں ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا) یعنی ایسا قیام جس سے ہم جدا نہ ہونگے اور نہ زائل ہونگے عرب کہتے ہیں۔ اقمت اقامة و مقامًا و مقامةً یہ سب مصدر ہیں۔ مِنْ فَضْلِهٖ (اپنے فضل سے) محض عطاء اور افضال سے اس میں ہمارے استحقاق کو ذرا دخل نہیں۔ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ (اس میں نہ ہمیں کوئی کلفت چھوئے گی) نصب تھکاوٹ و مشقت کو کہتے ہیں۔ وَّ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ (اور نہ ہمیں اس میں خستگی چھوئے گی) تھکاوٹ سے عاجزی اور ڈھیلا پن

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝۳۷

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ وہ مر ہی جائیں اور نہ ان سے اس کا عذاب ہلکا کیا جائے گا، ہر کافر کو ہم ایسے ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ دوزخ میں چلائیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں دوزخ سے نکال لیجیے ہم ان اعمال کے علاوہ دوسرے عمل کریں گے جو کیا کرتے تھے، کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ شخص سمجھ سکتا تھا جو سمجھنا چاہتا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا تھا، سو تم چکھ لو، سو ظالموں کے لیے کوئی بھی مددگار نہیں۔

لُغوب کہلاتا ہے۔

قراءت: ابوعبدالرحمان سلمی نے لَغُوْب لام کے فتحہ سے پڑھا۔ وہ ایسی چیز کو کہتے ہیں جس سے آدمی مغلوب ہو یعنی ہمیں ایسے عمل کا مکلف نہ بنایا جائے گا۔ جس سے ہم مغلوب ہو جائیں۔

آخرت میں کفار کی بیکار تمنائیں:

۳۶: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى (اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے) نہ تو ان کی عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا (قضاء آئے گی کہ وہ مرجائیں)

نحو: فیموتوا یہ نفی کا جواب ہے اور ان کے مضمر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ لا یقضی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے متعلق موت ثانیہ کا فیصلہ نہ کیا جائے گا کہ موت آ کر ان کو کچھ استراحت میسر ہو۔

وَ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا (اور نہ ان سے دوزخ کا عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا) یعنی جہنم کی آگ کا عذاب كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس جزاء کی طرح نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ (ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں)

قراءت: ابوعمرو نے يُجْزٰى كلُّ پڑھا ہے۔

۳۷: وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا (اور وہ لوگ اس میں چلائیں گے) یصطرخون یہ الصراخ سے باب افتعال ہے۔ الصراخ پورے زور وقوت سے چیخنا۔ یہاں فریاد کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ فریاد کرنے والا فریاد کیلئے اپنی آواز بلند کرتا ہے۔ رَبَّنَآ (اے ہمارے رب) یعنی وہ پکاریں گے اے ہمارے رب اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ (ہم کو نکال لیجیے ہم

اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے) یعنی تو ہمیں آگ سے نکال کر دنیا کی طرف واپس کر دے۔ ہم کفر کے بدلے ایمان لائیں گے اور معصیت کے بعد اطاعت اختیار کریں گے پس ان کو دنیا کی عمر کے برابر وقت گزر جانے پر جواب ملے گا۔ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ (کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا)

نحو : ما نکرہ موصوفہ ہے ای تعمیراً یتذکر فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ (ایسی عمر دینا کہ وہ سمجھ سکتا ہے جو سمجھنا چاہے)۔ یہ ہر ایسی عمر کو شامل ہے جس میں مکلف اپنی حالت کی درستی کر سکتا ہو خواہ وہ تھوڑی ہی ہو البتہ طویل عمر میں توبیخ و تنبیہ زیادہ ہے۔ پھر اس کے متعلق کئی اقوال ہیں۔ ایک قول وہ اٹھارہ سال ہیں۔ دوسرا قول چالیس سال تیسرا قول ساٹھ سال وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ (اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا) النذیر سے رسول ﷺ مراد ہیں نمبر ۲۔ بڑھاپا۔

نحو : یہ اولم نعمر کم کے معنی پر عطف ہے کیونکہ لفظ استخبار انشاء والا ہے۔ اور اس کا معنی اخبار ہے۔ گویا اس طرح فرمایا قد عمر نا کم وجاء کم النذیر ہم نے تمہیں عمر دی اور تمہارے پاس نذیر بھی آیا۔ فَذُوْقُوْا (پس تم چکھو) عذاب فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ (پس ظالموں کا کوئی) مِنْ نَّصِيْرٍ (مددگار نہیں ہے) نصیر ناصر کے معنی میں ہے ایسا مددگار جو ان کی اعانت کرے۔

إِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۳۸ هُوَ

بلا شبہ اللہ آسمانوں کے اور زمین کے غیب کا جاننے والا ہے، بلا شبہ وہ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ وہی ہے

الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۭ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ

جس نے تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کے بعد آباد فرمایا، سو جو شخص کفر اختیار کرے اس کا کفر اسی پر ہے، اور کافروں کے لیے

كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۳۹ قُلْ

ان کا کفر ان کے رب کے نزدیک ناراضگی ہی کو بڑھاتا ہے، اور کافروں کے لیے ان کا کفر صرف خسارہ ہی میں اضافہ کرتا ہے۔ آپ فرما دیجئے

اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ

کہ تم جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہو ان کا حال بتاؤ، مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ

الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰي بَيِّنَتٍ

پیدا کیا، کیا آسمانوں میں ان کا کوئی ساجھا ہے، کیا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل پر قائم

مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۴۰ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ

ہوں، بلکہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ ایک دوسرے کو صرف دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ آسمانوں کو

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ڬ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ

اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں اور اگر وہ ٹل جائیں تو اس کے سوا ان دونوں کو کوئی بھی تھامنے

مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۴۱

والا نہیں، بلاشبہ وہ حلیم ہے غفور ہے۔

جو سینوں کی باتیں جانے وہ سفینوں کی کیوں نہ جانے:

۳۸: اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا) غیب سے مراد وہ ہے جو تم سے آسمان اور زمین میں پوشیدہ ہے۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بلاشبہ وہ سینہ کی باتوں کا جاننے والا ہے) یہ تعلیل کی طرح ہے کیونکہ جب وہ سینوں کی باتوں کا علم رکھتا ہے حالانکہ وہ بہت ہی مخفی ہیں تو وہ تمام جہان کی ہر پوشیدہ چیز سے

واقف ہے۔ ذات الصدور سے مراد دلوں کی چھپی باتیں۔ یہ ذو کی مؤنث ہے۔ اس کی مثال ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں ہے۔ ذو بطن خارجۃ جاریۃ (رواہ مالک فی مؤطا ۲/۵۲۷) یعنی جو اس کے پیٹ میں حمل ہے کیونکہ حمل پیٹ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح سینہ اور دل کی مضمرات وہ سینوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ذو کا لفظ ساتھ کے معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے۔

زمین میں منافع شکر گزاری کے لئے ہے ناشکری اس کی ناراضی کا سبب ہے:

۳۹: هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ فِی الْاَرْضِ (وہی ایسا ہے کہ جس نے تم کو زمین میں آباد کیا) بعد میں آنے والے کو خلیفہ کہا جاتا ہے اور اس کی جمع خلائف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے تمہیں اپنی زمین میں نائب بنایا۔ اس میں تصرف کی چابیوں کا تمہیں مالک بنایا۔ اور جو کچھ زمین میں ہے اس پر تمہیں غلبہ دیا اور زمین کے منافع تمہارے لیے مباح کر دیے تاکہ تو حید و طاعت سے اس کے شکر گزار بنو۔

فَمَنْ كَفَرَ (جو شخص کفر کرے گا) تم میں سے اور اس جیسی عمدہ نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کرے گا۔ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ (اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا) اس کے کفر کا وبال اسی پر لوٹنے والا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا مبغوض ہے اور آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ (اور کافروں کیلئے ان کا کفر) ان کے پروردگار کے نزدیک كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا (ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوگا) مقت شدید بغض و ناراضی کو کہتے ہیں۔ وَ لَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا (اور کافروں کے لئے ان کا کفر خسارہ ہی بڑھنے کا باعث ہوگا) ہلاکت و ذلت۔

جب خلقت میں ان کا حصہ نہیں تو عبادت میں کیسے شریک ہوگئے:

۴۰: قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ (آپ کہیے تم اپنے مقرر کردہ شرکاء کا حال تو بتلاؤ) تمہارے وہ مجوزہ معبود جن کو تم نے عبادت میں حصہ دار بنا رکھا ہے۔ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا (جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو یعنی مجھے یہ بتلاؤ کہ انہوں) خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ (نے زمین کا کونسا جزو بنایا ہے)

نحو: ارایتم سے یہ بدل ہے۔ کیونکہ ارایتم کا معنی یہ ہے تم مجھے بتلاؤ۔ گویا اس طرح فرمایا گیا اخبرونی عن هؤلاء الشرکاء و عما استحقوا به الشرکة اروني ای جزء من اجزاء الارض استبدوا بخلقه دون الله تم مجھے ان شرکاء کے متعلق خبر دو اور کیونکر یہ عبادت میں شرکت کے مستحق بن گئے۔ تم مجھے بتلاؤ انہوں نے زمین کا کونسا جز داپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے بغیر بنایا ہو۔

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ (یا آسمانوں میں ان کی شراکت وحصہ داری ہے) یا ان کو آسمانوں کی تخلیق میں شرکت حاصل ہے۔ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْهُ (یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل پر قائم ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس کتاب ہے جو یہ کہتی ہے کہ وہ اس کے شریک ہیں۔ پس وہ اس کتاب کی وجہ سے حجت و دلیل پر

ہیں۔

قراءت: علی، ابن عامر، نافع، ابوبکر نے بینات پڑھا ہے۔

بَلْ اِنْ یَّعِدُ (بلکہ نہیں وعدہ کرتے) اِنْ بمعنی ما ہے۔ الظّٰلِمُوْنَ (ظالم) بَعْضُھُمْ بَعْضًا (ایک دوسرے سے) اول بعض سے سردار اور دوسرے بعض سے پیرو مراد ہیں۔ اِلَّا غُرُوْرًا (مگر محض دھوکے کا) اور وہ ان کا مشہور قول ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ [یونس:۱۸] ہے۔

آسمان کو اللہ ہی تھامنے والا ہے:

۴۱: اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے اَنْ تَزُوْلَا (کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ دیں) ان کو زائل ہونے سے روکنے والا ہے، کیونکہ امساک روکنے کو کہتے ہیں۔ وَلَئِنْ زَالَتَآ (اور اگر وہ بالفرض موجودہ حالت کو چھوڑ دیں) اِنْ اَمْسَکَھُمَا (نہیں ان کو تھام سکتا)۔ مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ (کوئی ایک اللہ تعالیٰ کے سواء) اس کے تھامنے کے بعد۔

نحو: پہلا مِنْ تاکید نفی کیلئے ہے اور دوسرا مِن ابتدائیہ ہے۔

اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا (بیشک وہ حلیم غفور ہے) وہ سزا دینے میں جلدی کرنے والا نہیں اسلئے ان دونوں کو تھامے ہوئے ہے ورنہ شرک کے کلمہ کی وجہ سے اس قابل تھے کہ گر پڑتے جیسا کہ فرمایا: تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ و تنشق الارض [مریم:۹۰]

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ

اور ان لوگوں نے مضبوطی کے ساتھ اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آجائے تو دوسری امتوں کے مقابلہ میں ہر ایک سے زیادہ

اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ ۴۲ اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ

ہدایت پانے والے ہوں گے پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آگیا تو ان کی نفرت زیادہ ہو گئی زمین میں تکبر کرنے اور بری تدبیریں

وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۗ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۗ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا

اختیار کرنے کی وجہ سے، اور بری تدبیر کا وبال اسی پر ہے جو یہ کام کرے، سو کیا وہ پرانے لوگوں کے دستور کا انتظار

سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ

کر رہے ہیں، سو آپ ہرگز اللہ کے دستور میں تبدیلی نہ پائیں گے اور آپ ہرگز اللہ کے دستور میں منتقل ہونا نہ

تَحْوِيْلًا ۴۳

پائیں گے۔

آنے سے پہلے مانتے تھے اب ضد سے منکر ہو گئے:

۴۲: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ (اور ان کفار نے بڑی زوردار قسم کھائی تھی) جَهْدَ یہ نمبرا۔ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای اقسامًا بلیغًا نمبر۲۔ حال کی وجہ سے منصوب ہے ای جاهدین فی ایمانهم وہ اپنی قسموں میں زور لگانے والے ہیں۔

لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ (کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو وہ ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت) اِحْدَى الْاُمَمِ (قبول کرنے والے ہوں)۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے قریش کو یہ اطلاع ملی کہ اہل کتاب نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تو وہ کہنے لگے یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ ان کے پاس ان کے رسول آئے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ہمارے پاس رسول آئے تو ہم ضرور بضرور ان میں سے ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہونگے۔ من احدی الامم سے مراد یہ ہے کہ اس امت سے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ امتوں میں سے ایک ہے۔ اور ہدایت میں اس کو دوسروں پر درجہ اور استقامت میں مرتبہ حاصل ہے۔ جیسا کہ کسی بڑی مصیبت کیلئے کہتے ہیں۔ هی احدی الدواهی وہ بڑی مصیبت ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ (جب ان کے پاس نذیر آئے) پس جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوگئی۔ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (تو

بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی) یعنی رسول اللہ ﷺ کی آمد نے ان کی حق سے دوری میں اضافہ کر دیا۔ یہ اسناد مجازی ہے۔

۴۳: اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ (دنیا میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے) وَمَكْرَ السَّيِّئِ (اور بری تدبیروں کی وجہ سے)

نحو: استکبارًا اور مکر السیّ یہ دونوں مفعول لہ ہیں۔ معنی یہ ہوگا: وما زادھم الا نفورًا للاستکبار ومکر السیّ۔ (ان کی نفرت میں اضافہ ہوا اپنے کو بڑا سمجھنے اور بری تدبیروں کی وجہ سے) نمبر۲۔ حال ہیں۔ یعنی وہ اپنے کو بڑا سمجھنے والے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف تدابیر کرنے والے ہیں۔ ومکر السیئ کی اصل وانْ مکروا السیئ ہے یعنی المکر السّیّئُ پھر یہ ومکرًا السّیّئُ ہوا پھر ومکر السیئ بن گیا۔ اس کی دلیل یہ ارشاد ہے ولا یحیق المکْر السیئُ ہے۔

برائی کا وبال ہونے پر:

وَلَا يَحِيقُ (اور نہیں گھیرتا) یہ احاطہ اور اترنے کے معنی میں ہے۔ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ بری تدبیر (مگر بری تدبیر کرنے والوں کو) مشرکین کو بدر کے دن ان تدابیر نے آگھیرا۔ مثال مشہور ہے: من حفر لا خیہ جُبا وقع فیہ منکبًا چاہ کن راچاہ درپیش۔ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ (پس کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے)۔ سنة الاولین وہ عذاب کا ان لوگوں پر اتارنا ہے۔ جنہوں نے سابقہ امتوں میں سے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا۔ مطلب یہ ہے آپ کی تکذیب کے بعد یہ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان پر اسی قسم کا عذاب ٹوٹ پڑے جیسا رسولوں کو جھٹلانے والے پہلے لوگوں پر آن پڑا۔ اس آیت میں عذاب کیلئے ان کے استقبال کو ان کی طرف سے انتظار قرار دیا۔ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ (پس آپ اللہ تعالیٰ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے)۔ (اور آپ اللہ تعالیٰ) لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (کے دستور کو منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے) اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ رسل کو جھٹلانے والے لوگوں کو سزا دیتے ہیں۔ اس طریقے کو اللہ تعالیٰ خود بدلنے والے نہیں ہیں۔ اور نہ ہی اس کے اوقات سے پھیرنے والے ہیں۔ یہ بہر حال ہو کر رہے گا۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کیا وہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تا کہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھے

وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ

اور وہ ان سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے، اور آسمانوں میں اور زمین میں اللہ کو کوئی چیز عاجز

وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا

نہیں کر سکتی، بلاشبہ وہ جاننے والا ہے قدرت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے ان کا مواخذہ

كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ

فرمائے تو زمین کی پشت پر کسی ایک چلنے پھرنے والے کو بھی نہ چھوڑے، اور لیکن وہ ایک میعاد مقررہ تک مہلت دے

ع ۸ ۔ ۱۷ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾

رہا ہے، سو جب ان کی مقرر میعاد آ جائے گی تو اللہ اپنے بندوں کا دیکھنے والا ہے۔

زمین میں سفر کیا مگر عبرت نہیں ہوئی:

۴۴: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا (کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تا کہ یہ دیکھتے بھالتے) کہ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ان کا انجام کیا ہوا)۔ اس آیت میں شام کے اسفار اور یمن و عراق کے سفروں میں امم ماضیہ کے آثار بالیہ اور علامات ہلاکت و دمار جو ان کے مشاہدات میں آتے تھے۔ اس سے استشہاد پیش کیا۔ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ (حالانکہ وہ ان سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے) ھم سے مراد اہل مکہ ہیں۔

قُوَّةً سے اقتدار مراد ہے۔ مگر قوت کے باوجود وہ عذاب الٰہی سے فرار اختیار نہ کر سکے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ (اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی چھوٹ نہیں سکتا) یعجز کا معنی سبقت کرنا اور پیچھے چھوڑ جانا۔ مِنْ شَيْءٍ (کوئی چیز) جو بھی ہو۔ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا (نہ آسمان میں اور نہ زمین میں وہ بڑا علم والا ہے) ان کو جانتا ہے۔ قَدِيْرًا (بڑی قدرت والا ہے) ان پر قادر ہے۔

فوری پکڑ پر کوئی متنفس نہ بچتا:

۴۵: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا (اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب دارو گیر فرمانے لگتا) بما کسبوا کا معنی ان معاصی پر جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔ مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا (تو روئے زمین پر نہ چھوڑتا) ھا کی ضمیر زمین کی طرف

راجع ہے کیونکہ الارض کا تذکرہ اس ارشاد میں موجود ہے۔لیعجزہ من شیء فی السموٰت ولا فی الارض مِنْ دَآبَّۃٍ (کوئی متنفس) کوئی جان دار جو زمین پر چلنے والا ہو وَّ لٰکِنْ یُّؤَخِّرُھُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین تک مہلت دے رہا ہے)۔اجل مسمّی سے مراد قیامت کا دن ہے۔فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ (پس جب ان کی وہ میعاد آ جائے گی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں) بَصِیْرًا (کو آپ دیکھ لے گا)۔یعنی ان کے معاملہ کی حقیقت اس پر مخفی اور نہ ہی ان کے متعلق فیصلہ کی حکمت اس سے چھپی ہوئی ہے۔

الحمد للہ اولاً و آخراً آج مورخہ ۷ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ بعد نماز عشاء سورۂ فاطر کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ یٰسین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تراسی آیات اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰسٓ ① وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ② اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ③ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ④

یٰسین قسم ہے قرآن حکیم کی۔ بلا شبہ آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔ سیدھے راستے پر ہیں۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ⑤ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑥ لَقَدْ

یہ قرآن اسی ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو زبردست ہے رحم والا ہے۔ تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادوں کو نہیں ڈرایا گیا سو وہ غافل ہیں۔ البتہ

حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑦ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا

یہ بات واقعی ہے کہ ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔ بلا شبہ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں

فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ

سو وہ اوپر ہی کو رہ گئے ہیں۔ اور ہم نے ان کے آگے آڑ بنا دی اور

مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ⑨ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ

ان کے پیچھے آڑ بنا دی سو ہم نے ان کو گھیر لیا لہٰذا وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اور ان کے حق میں بات برابر ہے آپ انہیں ڈرائیں

اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑩ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ

یا نہ ڈرائیں ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ اسی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کا اتباع کرے اور بن دیکھے رحمٰن سے

بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ⑪ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ

ڈرے، سو آپ اسے مغفرت کی اور اجر عظیم کی خوشخبری سنا دیجئے۔ بے شک ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ان لوگوں نے جو آگے بھیجا

مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ⑫ ع

اسے اور ان کے نشانوں کو لکھ لیتے ہیں، اور ہر چیز کو ہم نے ایک واضح کتاب میں پوری طرح لکھ دیا۔

یٰسٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ۔ (یٰسٓ قرآن پرحکمت کی قسم ہے)۔
اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (کہ بیشک آپ من جملہ رسولوں میں سے ہیں۔سیدھے راستہ پر ہیں)۔یس۔
قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: اے انسان۔ یہ بنو طے کی لغت ہے۔

قول ابن حنفیہ رحمہ اللہ:

یا محمد ﷺ حدیث میں فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مجھے سات ناموں سے پکارا ہے محمد، احمد، طہٰ، یٰس، المزمل، المدثر، عبد اللہ (کنز العمال: ۳۲۱۶۹)۔ایک قول یہ ہے اے سردار۔
قراءت: علی، حماد، حمزہ، خلف، حماد، یحییٰ نے اس میں امالہ پڑھا ہے۔
۲: وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ والقرآن قسم ہے الحکیم۔(حکمت والا)۔نمبر۲۔یہ حکمت کی منہ بولتی دلیل ہے۔نمبر۳۔یہ حکیم کا کلام ہے۔پس متکلم کی صفت سے اس کو موصوف کیا گیا۔
۳: اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (بیشک آپ من جملہ پیغمبروں میں سے ہیں)۔یہ جواب قسم ہے اس میں کفار کے اس مقولہ کی تردید ہے جس کو دوسرے مقام پر ذکر فرمایا۔لست مرسلاً۔ [الرعد:۴۳]
۴: عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سیدھے راستے پر ہیں) نمبر۱۔خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔نمبر۲۔مرسلین کا صلہ ہے۔ای الذین ارسلوا علی صراط مستقیم۔جن کو بھیجا گیا وہ سیدھے راستہ یعنی اسلام پر ہیں۔
۵: تَنْزِيْلَ (نازل کیا ہوا ہے)۔
قراءت: شامی، کوفی سوائے ابوبکر کے اور علی نے لام کا نصب پڑھا ہے۔اقرأ تنزیل۔نمبر۲۔یہ مصدر منصوب ہے ای نزل تنزیل۔ دیگر قراء نے رفع سے پڑھا ہے۔اس صورت میں یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ای ھو تنزیل اور مصدر بمعنی مفعول ہے۔الْعَزِيْزِ (زبردست) وہ اپنی نظم کتاب کی فصاحت کے سبب سرکشوں کے اوہام پر غلبہ والا ہے۔الرَّحِيْمِ (مہربان کی طرف سے ہے) اپنے خطاب کے معنی کی لطافت سے ہدایت والوں کے فہموں کو کھینچنے والا ہے۔
۶: لِتُنْذِرَ قَوْمًا (تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں)
نحو: لتنذر کا لام المرسلین کے معنی کے ساتھ متصل ہے۔تقدیر کلام یہ ہے اُرسلت لتنذر قوما۔(تمہیں بھیجا گیا تاکہ تم ایسی قوم کو ڈراؤ) مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ (نہیں ڈرائے گئے جن کے آباء واجداد)
نحو: جمہور کے نزدیک یہ ما نافیہ ہے۔اس صورت میں قوماً کی صفت ہے۔تقدیر کلام یہ ہے قوما غیر منذر اباؤ ھم اس کی دلیل اس ارشاد میں ہے۔لتنذر قومًا اتٰھُمْ من نذیر من قبلك [السجدہ:۳] دوسری جگہ فرمایا وما ارسلنا الیھم قبلك من نذیر [سبا:۴۴] نمبر۲۔ما موصولہ ہے مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر کلام یہ ہے العذاب الذی اُنْذِرَہ اباء ھم۔ وہ عذاب جس سے ان کے آباء کو ڈرایا گیا۔یہ اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں انا انذر نا کم عذابا قریبًا [النبا:۴۰] نمبر۳۔ما

مصدر یہ ہے تقدیر کلام یہ ہے لتنذر قوماً اِنْذَارَ اباء هم ای مثل انذار اباء هم تا کہ تم قوم کو ان کے آباء کے ڈرانے کی طرح ڈراؤ۔ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ (پس اسی لئے بے خبر ہیں) اگر ما کو نافیہ مانیں تو اس وقت اس کا تعلق نفی سے ہوگا۔ تقدیر کلام یہ ہوگی۔ لم ینذروا فهم غافلون۔ وہ ڈرائے نہیں گئے۔ اس لئے وہ غافل ہیں۔ نمبر۲۔ یہ انك لمن المرسلین سے متعلق ہے اور اصل عبارت ہے: انك لمن المرسلین لتنذر فهم غافلون بیشک تم رسولوں میں سے ہو تا کہ تم ڈراؤ اس لئے کہ وہ غافل ہیں۔ جیسا تم کہو ارسلتك الی فلان لتنذره فانه غافل او فهو غافل۔

۷: لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِ هِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے پس یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے) القول سے یہ مراد ہے لأملان جهنم من الجنة والناس اجمعين [السجدہ:۱۳] یعنی یہ قول ان سے متعلق ہو جائے گا اور ان پر ثابت ولازم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ ان میں سے ہونگے جن کا کفر پر مرنا معلوم ہو چکا۔

کفر پر پختگی کی تمثیل:

۸: پھر ان کی کفر پر پختگی کو تمثیل سے سمجھایا۔ کہ کفر سے ان کے لوٹنے کی کوئی راہ نہیں۔ ان کو اس طرح قرار دیا گویا کہ وہ ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے گلے میں طوق پڑے ہوئے ہوں جس سے ان کے سر اچکے ہوں۔ اِدھر اُدھر سر نہ پھیر سکتے ہوں۔ اسی طرح لوگ بھی حق کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اور نہ اپنی گردنیں حق کی طرف موڑتے ہیں اور نہ اس کے لئے اپنے سروں کو جھکاتے ہیں۔

اور یہ لوگ ان لوگوں کی طرح ہیں جو دو دیواروں کے درمیان پھنس جائیں نہ سامنے دیکھیں اور نہ پیچھے اسی طرح یہ عدم تأمل اور عدم تبصر میں اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وفکر سے بتکلف اندھا پن اختیار کرنے میں ان لوگوں کی طرح ہیں۔ فرمایا۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ (ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک ہیں) اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ (جس سے ان کے سر اوپر کو اُچک گئے ہیں) مطلب یہ ہے کہ طوق ٹھوڑیوں تک پہنچنے والے اور ان سے چمٹے ہوئے ہیں۔ مقمحون ان کے سر اوپر کو اٹھے ہیں۔ عرب کہتے ہیں قمح البعير فهو قامح جبکہ اس کو سر اٹھائے دیکھا جائے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ گردن میں ڈالے جانے والے طوق کے دونوں سرے ٹھوڑی کے نیچے ملتے ہیں ایک حلقے کا کیل جو دوسرے کنڈے میں پڑتا ہے وہ ٹھوڑی تک بلند ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا سر نیچے کو جھک نہیں سکتا ہمیشہ اوپر اٹھا رہتا ہے۔

۹: وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا۔ (اور ہم نے ایک آڑ ان کے پیچھے اور ایک ان کے سامنے کر دی)

قراءت: سَدًّا حمزہ، علی، حفص نے سین کے فتحہ سے پڑھا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ جو لوگوں نے روک بنائی ہو اس کے لئے سین مفتوح ہوگی اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بنائی مثلاً پہاڑ وغیرہ

وہ سُدًّا ضمہ سے آتا ہے۔ فَاَغْشَیْنٰھُمْ (جس سے ہم نے ان کو ڈھانک دیا) یعنی ان کی آنکھوں کو ڈھانپ دیا یعنی ہم نے ان کو ڈھانپ کران پر پردہ ڈال دیا۔ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (پس وہ دیکھ نہیں سکتے) حق وہدایت کو۔

ابوجہل کی بدترین حرکت:

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت بنومخزوم کے متعلق اتری۔ اس لئے کہ ابوجہل نے قسم اٹھائی کہ اگر وہ محمد کو (ﷺ) نماز پڑھتا دیکھ لے گا۔ تو پتھر سے ان کا سر کچل دے گا۔ پھر وہ آیا جبکہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک پتھر بھی تھا تا کہ آپ کے سر پر مار کر کچل دے۔ جب اس نے ہاتھ اٹھائے تا کہ وہ پتھر آپ کی طرف پھینکے تو پتھر اس کے ہاتھ سے چمٹ گیا اور چمٹا رہا یہاں تک کہ بڑی مشکل سے اس کو اس کے ہاتھ سے جدا کیا پس وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گیا اور ان کو واقعہ کی اطلاع دی۔ دوسرے مخزومی نے کہا یہ پتھر مجھے دو۔ میں اس سے اس کو قتل کرونگا۔ وہ پتھر لے کر ادھر بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اندھا کر دیا۔

۱۰: وَسَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ (اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہے)۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ (یہ ایمان نہ لائیں گے) یعنی ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔ مطلب یہ ہے۔ جو گمراہی کے اس درجہ کو پہنچا ہو۔ اس کے لئے ڈرانا نفع بخش نہیں۔

ایک عبرتناک حکایت:

میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے اللہ قدری فرقہ کے غیلان نامی آدمی کو یہ آیت پڑھ کر سنائی تو وہ کہنے لگا۔ یہ آیت تو گویا اب تک میری نگاہ سے گزری نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آج سے میں قدریہ فرقہ کے عقائد سے تائب ہوتا ہوں۔ عمر بن عبدالعزیز نے دعا کی اے اللہ اگر اس نے سچ کہا ہے تو اس کی توبہ قبول فرمالے۔ اگر اس نے جھوٹ بولا تو اس پر ایسے شخص کو مسلط کر دے جو رحم نہ کرنے والا ہو چنانچہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس کو پکڑ کر (اس کی اس باطل پرستی پر) اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر باب دمشق پر سولی دے دی۔

۱۱: اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ (بس آپ تو ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے) یعنی آپ کے انذار سے قرآن کے پیروکاروں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ (اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے) اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا حالانکہ اس کو دیکھا نہیں۔ فَبَشِّرْہُ بِمَغْفِرَۃٍ (پس آپ اس کو خوشخبری سنا دیں مغفرت کی) مغفرت گناہوں کی معافی کو کہتے ہیں۔ وَّ اَجْرٍ کَرِیْمٍ (اور عمدہ عوض) یعنی جنت کی۔

ان کے اگلے پچھلے اعمال کو لکھ لیتے ہیں:

۱۲: اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی (بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے) ان کی موت کے بعد ان کو اٹھا کھڑا کریں گے نمبر۲۔ شرک سے ایمان کی طرف نکالیں گے۔ وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا (اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال جن کو وہ آگے بھیجتے جاتے ہیں) جو اعمال

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۳ اِذْ اَرْسَلْنَآ

اور آپ ان کے سامنے بستی والوں کا قصہ بیان کیجئے جبکہ ان کے پاس رسول آئے جبکہ ہم نے

اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝۱۴

ان کے پاس دو پیامبروں کو بھیجا سو انہوں نے انہیں جھٹلا دیا پھر ہم نے تیسرے رسول کے ذریعہ ان کو تقویت دے دی، ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا

ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری ہی طرح کے آدمی ہو اور رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم تو جھوٹ ہی

تَكْذِبُوْنَ ۝۱۵ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۝۱۶ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

بول رہے ہو۔ انہوں نے کہا بلا شبہ یہ بات واقعی ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں اور ہماری ذمہ داری صرف یہی ہے کہ کھول کر

الْمُبِيْنُ ۝۱۷ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا

بات پہنچا دیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں ضرور ضرور دردناک

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۸ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝۱۹

تکلیف پہنچے گی۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا اس بات کو تم نے نحوست سمجھ لیا کہ تم کو نصیحت کی گئی بلکہ بات یہ ہے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہو۔

صالحہ وغیرہا انہوں نے آگے بھیجے۔ وَاٰثَارَهُمْ (اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں) جو کسی اچھے عمل کا اثر انہوں نے باقی چھوڑا۔ جیسے کسی کو علم سکھایا یا کتاب تصنیف کر دی یا سرائے بنائی یا مسجد تعمیر کرا دی، جہاد کیلئے گھوڑا وقف کر دیا۔ یا برے کام پیچھے چھوڑے جیسے ظالم کوئی ٹیکس لگا دے۔ اسی طرح اچھا طریقہ ایجاد کیا یا برے طریقے کی طرح ڈالی۔ دوسرے مقام میں اس طرح فرمایا۔ ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخر [القیامۃ:۱۳] یعنی جو اس نے اپنے اعمال آگے بھیجے اور جو آثار پیچھے چھوڑے۔ ایک قول یہ ہے یہ جمع اور جماعت کے لئے چلنے والے قدم ہیں۔ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ (اور ہم نے ہر چیز کو ضبط کر دیا تھا) ہم نے اس کو شمار کیا اور واضح کر دیا۔ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (ایک واضح کتاب میں) امام مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ کیونکہ وہی کتاب کی اصل ہے۔

بستی والوں واقعہ:

۱۳: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ (اور ان لوگوں کے سامنے ایک قصہ) یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت کا بیان کر

دیں) اضرب کا معنی مثل لھم ہے ان کے سامنے بیان کریں۔ اہل عرب کہتے ہیں عندی من ھذا الضرب کذا ای من ھذا المثل اور کہتے ہیں: ھٰذہ الاشیاء علٰی ضرب واحد ای علٰی مثال واحد مطلب یہ ہوا ان کے سامنے ایک مثال بیان کریں۔ مثال ایسی بستی والوں کی۔ القریۃ سے مراد انطاکیہ ہے۔ یعنی ان کو بستی والوں کا عجیب واقعہ سنائیں۔ دوسرا مثل اول کا بیان ہے۔

اِذْ جَآءَھَا : یہ اصحاب القریۃ سے بدل ہے۔ جَآءَ ھَا الْمُرْسَلُوْنَ (جبکہ اس بستی میں کئی رسول آئے) المرسلون سے مراد عیسٰی علیہ السلام کے قاصد ہیں۔ جن کو مبلغ بنا کر ان بت پرستوں کے پاس بھیجا۔

حبیب نجار کا واقعہ:

۱۴: اِذْ (جبکہ) جَآءَھَا : یہ اذ پہلے اذ کا بدل ہے۔ اَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمُ (ہم نے ان کے پاس بھیجا) عیسٰی علیہ السلام نے ہمارے حکم سے ان کی طرف بھیجا۔ اثْنَیْنِ (دو) صادق اور صدوق کو۔ جب دونوں شہر کے قریب پہنچے۔ تو انہوں نے ایک بوڑھے مرد کو اپنی چند بکریاں چراتے ہوئے پایا۔ یہ بوڑھا وہی حبیب النجار تھا۔ اس بوڑھے نے ان سے ان کے احوال دریافت کئے تو دونوں نے کہا ہم عیسٰی علیہ السلام کے نمائندے ہیں۔ ہم تمہیں عبادت اوثان سے عبادت رحمان کی طرف بلاتے ہیں۔ اس نے سوال کیا کہ تمہارے پاس کوئی صداقت کا نشان ہے انہوں نے کہا ہم مریض کو شفا اور مادر زاد اندھے کو بینا اور مبروص کو درست کرتے ہیں۔

اس چرواہے کا بیٹا کئی سال سے بیمار تھا۔ دونوں نے اس پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ بھلا چنگا اٹھ کھڑا ہوا۔ حبیب نے دولت ایمان کو سمیٹ لیا۔ یہ اطلاع پورے شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ ان کے ہاتھ سے بہت سے لوگ شفایاب ہوئے۔ شدہ شدہ اطلاع بادشاہ کو ملی تو اس نے دونوں کو بلا بھیجا اور کہنے لگا کیا ہمارے معبودوں کے علاوہ ہمارا کوئی اور معبود بھی ہے؟ دونوں نے کہا جی ہاں! وہ جس نے تمہیں اور تمہارے معبودوں کو وجود بخشا!

بادشاہ نے کہا میں تمہارے معاملہ میں غور کرتا ہوں پھر لوگوں کو ان کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے انہیں مارا۔ اور بعض کہتے ہیں قید میں ڈال دیا۔ پھر عیسٰی علیہ السلام نے شمعون کو روانہ فرمایا۔ وہ ایک ناواقف صورت میں داخل ہوا اور بادشاہ کے مصاحبین کے ساتھ اس طرح رہنے لگا کہ وہ اس سے مانوس ہو گئے اور انہوں نے اس کے حالات بادشاہ کو بتلائے بادشاہ اس سے بڑا مانوس ہوا۔ ایک دن شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے دو آدمیوں کو قید کر رکھا ہے۔ کیا تم نے ان کی بات سنی ہے؟ بادشاہ نے کہا نہیں۔ بادشاہ نے ان دونوں کو جیل سے بلایا۔ ان سے شمعون نے سوال کیا! تم کس کے قاصد اور پیامبر ہو۔

دونوں کا جواب یہ تھا ہمیں اس اللہ تعالیٰ نے بھیجا جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر زندہ کو رزق سے نوازا۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ شمعون نے دوسرا سوال کیا تم اس اللہ تعالیٰ کی مختصر انداز میں صفات بیان کرو!۔ دونوں کا جواب تھا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ فرماتا ہے اس کا فیصلہ فرماتا ہے۔ شمعون کا تیسرا سوال تھا۔ تمہارے پاس کیا نشان حق ہے؟ دونوں نے جواب دیا۔ جو بادشاہ کی تمنا ہو؟ بادشاہ نے ایک مادر زاد اندھا لڑکا بلایا۔ دونوں نے دعا کی وہ درست آنکھوں والا ہو گیا۔ شمعون نے بادشاہ کو

خطاب کرتے ہوئے کہا تم اپنے معبود کو کہو کہ وہ بھی اسی طرح کر دے۔ پھر تم اور تمہارا معبود جیت گئے؟ بادشاہ نے جواب میں کہا کہ میرا کوئی راز تجھ سے پوشیدہ نہیں حقیقت یہ ہے کہ ہمارا معبود نہ دیکھتا ہے، نہ سنتا اور نہ نفع کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان کا مالک۔

پھر بادشاہ نے کہا اگر تمہارا معبود مردہ کو زندہ کر دے تو ہم اس پر ایمان لے آئیں گے۔ انہوں نے سات روز پہلے وفات پا جانے والا لڑکا منگوایا۔ وہ ان کی دعا سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں شرک پر مرنے کی وجہ سے آگ کی سات وادیوں میں داخل ہوا۔ اس لئے میں تمہیں اس شرک کے متعلق ڈرا رہا ہوں جس میں تم مبتلا ہو پس تم ایمان لاؤ۔ اور کہنے لگا آسمان کے دروازے کھلے تو میں نے ایک خوبصورت نوجوان دیکھا جو ان تین آدمیوں کے متعلق سفارش کر رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا وہ تین کون ہیں؟ اس نے کہا ایک شمعون اور دو یہ؟ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا۔ جب شمعون نے دیکھا کہ اس کی بات کا بادشاہ پر اثر ہو گیا تو اس کو نصیحت کی جس کے نتیجہ میں وہ ایمان لے آیا اور کچھ لوگ ایمان لائے جو ایمان نہ لائے ان پر جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری جس سے وہ تمام ہلاک ہو گئے۔

فَكَذَّبُوْهُمَا (پس ان لوگوں نے ان دونوں کو جھوٹا بتلایا) بستی والوں نے دونوں رسولوں کو جھٹلایا۔ فَعَزَّزْنَا (پھر تائید کی ہم نے) ہم نے دونوں کو مضبوط کیا۔

قراءت: ابوبکر نے فعزَزنا پڑھا۔ ازعزّہ یعزّہٗ۔ غالب آنا۔ پس ہم نے ان کو غالب و فائق کیا۔ بِثَالِثٍ (تیسرے سے) اور وہ شمعون تھا۔ مفعول بہ کا ذکر چھوڑ دیا۔ کیونکہ مقصود معززبہ کا تذکرہ ہے اور وہ شمعون ہے۔ اس نے کیا ہی لطیف تدبیر کی جس سے حق کو عزت ملی اور باطل رفو چکر ہوا۔ جب کلام سے ایک غرض ثابت ہو رہی تھی۔ اسی لئے سیاق کلام اس کی طرف متوجہ کر دیا گویا اس کے ماسوا کو چھوڑ دیا گیا۔ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ (ان تینوں نے کہا ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں) تینوں نے بستی والوں کو کہا۔

۱۵: قَالُوْا (بستی والوں نے کہا): مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (تم تو ہماری طرح معمولی آدمی ہو)

سوال: بشرٌ کا لفظ یہاں مرفوع ہے۔ اور ماھذا بشرًا [یوسف:۳۱] میں منصوب ہے کیوں؟

جواب: کیونکہ یہاں الا کی وجہ سے ماشبہ بلیس نہ رہا کہ اس کا عمل ہوتا۔ اور سورۂ یوسف میں اس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ (اور رب رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی) شَیٔ سے مراد وحی ہے۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (تم نرا جھوٹ بولتے ہو) یعنی تم جھوٹے ہی تو ہو۔

۱۶: قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ (ان رسولوں نے کہا ہمارا پروردگار علیم ہے۔ کہ بیشک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں) اول مرسلون کو لام سے مؤکد نہیں کیا۔ دوسرے کو لام سے مؤکد کیا۔ کیونکہ اول ابتدائے اخبار ہے۔ اور دوسرا انکار کا جواب ہے۔

اس لئے زیادہ تاکید کی ضرورت پڑی۔ ربنا یعلم یہ تاکید کے لحاظ سے قسم کے قائم مقام ہے اسی طرح۔ شھد اللہ ، علم اللہ کا قول بھی ۔

۱۷: وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا تھا) یعنی ظاہر تبلیغ جو مشاہداتی دلیل سے اس کی صحت کو ثابت کردے۔

جہال کا طرزِ عمل:

۱۸: قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ (وہ لوگ کہنے لگے ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں) ہم تم سے بدشگونی لیتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ان کے دین کو برا خیال کیا اور ان کے نفوس اس سے نفرت کرنے لگے۔ جہلاء کی عادت ہی یہ ہے کہ ہر ایسی چیز کی تمنا کرتے ہیں۔ جس کی طرف جھکاؤ اختیار کرتے ہیں اور جس کو ان کے طبائع قبول کرتے ہیں۔ اور جس چیز سے نفرت ہو اس کو وہ منحوس قرار دیتے ہیں اور ناپسند کرتے ہیں۔ پھر اگر ان کو کوئی مصیبت یا نعمت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اس کی نحوست اور اُس کی برکت سے حاصل ہوئی۔

ایک قول:

یہ ہے ان سے بارش بند کر دی گئی پس انہوں نے یہ کہا: لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا (اگر تم اپنی بات سے باز نہ آؤ گے) لَنَرْجُمَنَّكُمْ (ضرور ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے) ضرور ہم تمہیں قتل کر دیں گے یا ضرور تمہیں یہاں سے ہانک دیں گے یا تمہیں گالی گلوچ کریں گے۔ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی) ضرور تمہیں جلنے کا عذاب جھیلنا پڑے گا اور وہ سخت ترین عذاب ہے۔

۱۹: قَالُوْا طَآئِرُكُمْ (ان رسولوں نے کہا تمہاری نحوست) یعنی تمہاری نحوست کا سبب مَّعَكُمْ (تمہارے ساتھ ہے) اور وہ کفر ہے۔ اَئِنْ (کیا اگر)

قراءت: ہمزہ استفہام اور حرف شرط کے ساتھ کوفی اور شامی نے پڑھا ہے۔

ذُكِّرْتُمْ (تمہیں نصیحت کی جائے) وعظ کیا جائے اور اسلام کی طرف بلایا جائے۔ جواب شرط مضمر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ تطیر تم ۔

قراءت: ایِن اور نافع کو ہمزہ ممدودہ جس کے بعد یائے مکسورہ ہو ابوعمرو نے پڑھا ہے۔ اور ہمزہ مقصورہ اَین جس کے بعد یائے مکسورہ ہو مکی نے پڑھا ذکرتم کو تخفیف کے ساتھ یزید نے پڑھا ہے۔

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (بلکہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو)۔ نافرمانی میں حد سے آگے گزرنے والے ہو۔ اس وجہ سے تمہارے پاس نحوست آئی ہے۔ نہ کہ رسولوں کی طرف سے اور ان کے نصیحت کر دینے کی وجہ سے۔ نمبر۲۔ بلکہ تم اپنی گمراہی اور

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٠﴾

اور ایک شخص اس شہر کے دور والے مقام سے دوڑتا ہوا آیا اس نے کہا کہ اے میری قوم ان فرستادہ آدمیوں کا اتباع کرو۔

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢١﴾

ایسے لوگوں کی راہ چلو جو تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتے اور وہ خود راہ ہدایت پر ہیں۔

راستہ سے بھٹکنے میں حد سے بڑھے ہوئے ہو۔ وہ اس طرح کہ ان ہستیوں کو نحوست کا سبب قرار دیتے ہو۔ جو کہ تبرک کے قابل و لائق ہیں۔

حبیب نجار کا وعظ:

۲۰: وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى (اور ایک شخص شہر کے اور کسی مقام سے دوڑتا ہوا آیا)۔ یہ حبیب نجار تھا۔ یہ پہاڑ کے ایک غار میں مقیم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا۔ جب اس کو رسولوں کی آمد کی خبر ملی اور اس نے اپنے دین کا اظہار کیا۔ پھر کہنے لگا۔ کیا تم جو کچھ لائے ہو اس پر اجر طلب کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: نہیں! قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ کہا اے میری قوم تم رسولوں کی بات مانو۔)

۲۱: اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (ان کی بات مانو! جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر ہیں)۔ اجر سے مراد تبلیغ پر مزدوری، ھُم سے مراد رسل ہیں۔ انہوں نے سوال کیا۔ کیا تو بھی انہی کے دین پر ہے۔ تو اس نے کہا:

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۲۲ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً

اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں اس کے سوا ایسے معبود مان لوں

اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْــٴًـا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ۲۳ اِنِّیْۤ اِذًا

کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے ذرا بھی کام نہ دے اور نہ وہ مجھے بچاسکیں، اگر میں

لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۲۴ اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۲۵ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ یٰلَیْتَ

ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جاپڑونگا بیشک میں تمہارے رب پر ایمان لاچکا سو تم میری بات سنو۔ اس سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہوجا، وہ کہنے لگا کہ کاش

قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۲۶ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ۲۷ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى

میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت بندوں میں شامل فرمادیا۔ اور ہم نے اس کے بعد اس کی

قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ ۲۸ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً

قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نازل نہیں کیا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔ نہیں تھی مگر ایک چیخ

فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ۲۹ یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۳۰

سو وہ بجھ کر رہ گئے۔ افسوس ہے بندوں کے حال پر، جب ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے ضرور اس کا مذاق بنایا۔

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۳۱ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک کر چکے ہیں بے شک وہ ان کی طرف واپس نہیں ہوں گے۔ اور یہ سب مجتمع طور پر

جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ۳۲

ہمارے پاس ضرور حاضر ہوں گے۔

۲۲: وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ (اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں عبادت نہ کروں اس کی جس نے مجھ کو پیدا کیا)۔ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے)۔

قراءت: حمزہ نے ومالی پڑھا ہے۔

۲۳: ءَاَتَّخِذُ قراءت: کوفی نے دونوں ہمزہ سے پڑھا ہے۔ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً (کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں) یعنی اصنام کو اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ (اگر رب رحمان مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے

تو نہ معبودوں) شَیْئًا وَّ لَا یُنْقِذُوْنِ (کی سفارش کچھ میرے کام آسکے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں) کسی بھی تکلیف سے ۔

قراءت: ولا ینقذونی، فَاسْمَعُوْنِ [یٰسین: ۲۵] دوحالوں میں یعقوب نے پڑھا ہے۔

۲۴: اِنِّیْٓ اِذًا (اور بیشک میں) جبکہ میں نے بنالیا۔ لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (اس وقت ضرور کھلی گمراہی میں جا پڑا)۔

۲۵: جب اس نے اپنی قوم کو نصیحت کی تو وہ اس کو پتھر مارنے لگے پس وہ رسولوں کی طرف قتل سے قبل چل دیا۔ اور ان کو مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ (میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا پس تم میری بات سن لو) تم میری اس ایمانی بات کو سن لو تا کہ تم میرے متعلق کل آخرت میں گواہی دو۔ جب وہ قتل کر دیا گیا تو

۲۶، ۲۷: قِیْلَ (اس کو ارشاد ہوا)۔ ادْخُلِ الْجَنَّةَ (کہ جا جنت میں داخل ہو) اس کی قبر سوق انطا کیہ میں ہے۔

انداز کلام: یہاں قیل لہ نہیں کہا گیا بلکہ صرف قیل کہا گیا ہے کیونکہ کلام مقولہ کو بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے مقول لہ کے لئے نہیں لایا گیا اگرچہ وہ معلوم و معروف ہے۔ اس میں دلالت پائی جاتی ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے۔

قول الحسن رحمۃ اللہ علیہ:

ہے کہ جب قوم نے اس کو قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا وہ جنت میں ہے۔ وہ آسمانوں وزمین کی فناء کے وقت موت کا شکار ہوگا۔ (مگر یہ قول محل نظر اور محتاج دلیل ہے) جب وہ جنت میں داخل ہوا اور اس کی نعمتوں کو دیکھا تو کہنے لگا۔ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ (کہنے لگا کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا) بما غفرلی ربی ای بمغفرة ربی لی میرے رب کے مجھے بخش دینے کے سبب یا بالذی غفرلی اس ذات کو جس نے مجھے بخش دیا۔ اول صورت میں ما مصدر یہ اور دوسری میں موصولہ ہے۔ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ (اور مجھے عزت داروں میں شامل کر دیا) جن کو جنت کا اعزاز ملا۔

قوم نجار کی ہلاکت:

۲۸: وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ (اور ہم نے نہیں اتارا اس کی قوم پر اس کے بعد) ما نافیہ ہے قوم سے حبیب نجار کی قوم مراد ہے۔ بعدہ سے مراد اس کے قتل یا رفع کے بعد۔ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ (آسمان سے کوئی لشکر) ان کو سزا دینے کیلئے وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ (اور نہ ہم اتارنے والے تھے) نہ ہی ہماری حکمت کے لحاظ سے یہ درست تھا کہ حبیب نجار کی قوم کو ہلاک کرنے کیلئے آسمان سے لشکر اتاریں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی ہلاکت کا سلسلہ بعض وجوہ کی بناء پر مقتضائے حکمت جاری کر رکھا ہے۔ اور دوسری بعض کی بناء پر نہیں۔

۲۹: اِنْ كَانَتْ (نہیں تھی) وہ پکڑ یا سزا اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً (پس مگر آواز) جبرئیل علیہ السلام نے ایک چیخ ماری۔ فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ (پس اسی لمحہ وہ بجھ کر رہ گئے) مر گئے جیسا کہ آگ یکبار بجھتی ہے۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کی چیخ کو ان

کے لئے کافی کر دیا۔ آسمان سے ان کی ہلاکت کیلئے لشکر نہیں اتارا جیسا کہ بدر کے دن اور خندق کے روز آسمانوں سے فرشتے اتارے۔

قابل حسرت لوگ:

۳۰: یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ (افسوس بندوں کے حال پر کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں) اِلَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (آیا کہ جس کی ہنسی انہوں نے نہ اُڑائی ہو) الحسرۃ انتہائی شرمندگی کو کہتے ہیں۔ یہ نداء ہے جو ان کی حالت پر اظہار افسوس کیلئے لائی گئی ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا: تعالی یا حسرة ، فهذه من احوالك التی حقك ان تحضری فیها وهی حال استهزائهم بالرسل ۔ اے افسوس تو آ۔ یہ حالت ان احوال میں سے ہے جس میں تجھے حاضر ہونے کا حق ہے۔ وہ حالت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ استہزاء والی ہے۔ مطلب یہ ہے وہ اس بات کے حقدار ہیں۔ کہ حسرت کرنے والے ان پر اظہار حسرت کریں اور افسوس کرنے والے افسوس کا اظہار کریں۔ یا وہ ملائکہ اور مؤمنین دونوں کی طرف سے قابل حسرت ہیں۔

۳۱: اَلَمْ يَرَوْا (کیا ان کو معلوم نہیں) كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ (کہ ان سے پہلے بہت سے اہل زمانہ کو ہم ہلاک کر چکے)

نحو: کم یہ اہلکنا کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور یروا کم میں عمل کے سلسلہ میں معلق ہے کیونکہ کم سے پہلے آنے والا عامل اس پر عمل نہیں کرتا خواہ کم استفہامیہ ہو یا خبریہ کیونکہ اس کی اصل استفہام ہے البتہ اس کا معنی جملہ میں نافذ ہے اور اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (کہ وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آتے)

نحو: یہ کم اہلکنا سے معنًا بدل ہے لفظاً نہیں تقدیر کلام اس طرح ہے الم یروا کثرة اهلاکنا القرون من قبلهم کونهم انهم غیر راجعین الیهم کیا ان کو معلوم نہیں کثرت سے اہل زمانہ کو ان سے پہلے ہلاک کرنا اور اُن کا ان کی طرف واپس نہ آنا۔

قدرت کی نشانی، احیائے موتی کی دلیل:

۳۲: وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (اور ان میں کوئی ایسا نہیں جو مجتمع طور پر ہماری طرف حاضر نہ کیا جائے)

قراءت: لَمَّا کو تشدید کے ساتھ شامی، عاصم، حمزہ نے پڑھا اور الا کے معنی میں لیا۔ اور اِن نافیہ ہے۔ دیگر قراء نے لَمَا کو تخفیف کے ساتھ پڑھا اس طور پر کہ ما تاکید کا صلہ ہے اور ان کو مخففه من المثقلہ ہے اور لما کی لام اس کے جواب میں ہے اور ما تاکید کیلئے لایا گیا۔ اور کلٌ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سب کو اٹھایا اور جمع کیا جائے گا۔ اور حساب کیلئے حاضر کیا جائے گا۔ یا عذاب کیلئے جمع کیا جائے گا۔ یہاں کلٌ کے متعلق جمیع کے لفظ سے خبر دی کیونکہ کُلًّا کا لفظ احاطہ کیلئے آتا ہے۔ جمیع بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے۔ اور اس کا معنی اجتماع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محشر تمام کو جمع کرے گا۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۳۳ وَجَعَلْنَا

اور ان لوگوں کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے سو وہ اس میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں

فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۳۴ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ

کھجوروں کے اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کر دیئے۔ تاکہ وہ اس کے پھلوں سے کھائیں

وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۳۵ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

اور اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، سو کیا وہ شکر ادا نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں سے

الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۳۶

ہر قسم کی چیزیں پیدا فرمائیں اور ان لوگوں کی جانوں سے اور ان چیزوں میں سے جنہیں یہ لوگ نہیں جانتے۔

۳۳: وَاٰيَةٌ لَّهُمُ (اور ایک نشانی ان کے لئے) اور ایک نشانی اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کریں گے مردہ زمین کو آباد کر دیتا ہے۔ اٰیۃ مبتدأ اور لھم خبر ہے۔ نمبر۲۔ اٰیۃ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو اور لھم اس کی صفت ہے اور الارض المیتۃ اس کی خبر ہے۔ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ (مردہ زمین) خشک زمین۔

قراءت: مدنی نے المیتۃ کو تشدید سے پڑھا ہے۔ اَحْيَيْنٰهَا (ہم نے اس کو زندہ کیا) بارش سے۔

نحو: نمبر۱۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ جو کہ زمین کے مردہ ہونے کا نشانی ہونا بیان کرنے کیلئے لایا گیا اور اسی طرح نسلخ بھی مستانفہ ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ نسلخ کو الیل اور احیینٰھا کو الارض کی صفت قرار دیں۔ کیونکہ یہاں مراد جنس لیل اور جنس ارض ہے۔ کوئی معین ارض و لیل مراد نہیں۔ اس لئے افعال کو ان کی صفت بنانے میں نکرات جیسا سلوک کیا گیا ہے۔ فعل کے اس قسم کے معارف کی صفت بننے میں اشکال نہ رہا۔ اس کی مثال کلام عرب میں موجود ہے۔ وَلَقَدْ اَمُرّ علی اللئیم یسبّنی اللئیم کی صفت یسبّنی ہے۔ وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا (اور ہم نے اس میں سے غلے نکالے) یہاں جنس (حبا) غلہ مراد ہے۔ فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ (پس ان میں سے لوگ کھاتے ہیں)۔

وجہ تقدیم:

منہ ظرف کو مقدم کر کے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ غلہ ہی وہ چیز ہے جس سے گزران زندگی کا بڑا حصہ متعلق ہے اور اسی کے استعمال سے انسانی جسم کی اصلاح و درستی ہے جب یہ کم ہو جائے تو قحط پڑ جائے اور نقصان واقع ہو اور جب نایاب ہو تو ہلاکت سر آ سوار ہو اور مصائب اتر پڑیں۔

۳۴: وَجَعَلْنَا فِيهَا (اور ہم نے اس میں لگائے) یعنی زمین میں جَنّٰتٍ (باغات) مِّنْ نَّخِيلٍ وَّ اَعْنَابٍ (کھجوروں اور انگوروں کے) وَّ فَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُوْنِ (اور ہم نے اس میں چشمے جاری کردیئے) اخفش کے نزدیک مِن زائدہ ہے اور دوسروں کے نزدیک مفعول محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ماینتفعون بہ ۔

۳۵: لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ (تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پھل کھائیں) ثمرہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ای لیاکلوا مما خلقهُ الله من الثمر۔

قراءت: من ثُمُرِهٖ حمزہ،علی نے پڑھا ہے۔

وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ (اوراس میں سے جس کو ان کے ہاتھوں نے لگایا) یعنی اوراس میں سے جو ان کے ہاتھوں نے بونا، سیراب کرنا پیوند کرنا وغیرہ اعمال کیے یہاں تک کہ پھل اپنی میعاد کو پہنچا۔مطلب یہ ہے کہ پھل فی نفسہ اللہ تعالیٰ نے بنایا اور پیدا کیا اس میں بنی آدم کی محنت کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔اس کی اصل مِن ثمرنا ہے جیسا پچھلی آیت میں جعلنا، فجرنا کے صیغے دلالت کرتے ہیں۔پھر بطریق التفات متکلم سے کلام کو غیبت کی طرف پھیر دیا گیا۔نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ ضمیر کا مرجع النخیل ہو اور اعناب کی طرف بلا ضمیر لوٹائے چھوڑ دیں لیکن یہ تو معلوم ہے کہ اس کا نخیل والا حکم ہے کیونکہ اکل ثمرہ کی وجہ سے یہ اس سے معلق ہے۔نمبر۳۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ مراد ثمر مذکور ہو۔اور وہ جنات ہیں۔جیسا کہ رؤبہ شاعر کا قول ہے۔فیها خطوط من بیاض و بُلَق۔ کانهٗ فی الجلد تولیع البهق اس سے سوال کیا گیا تو اس نے کہا میری مراد کانَّ ذلك ہے۔حفص کے علاوہ کوفی قراء نے مَا عَمِلَتْ پڑھا اور اہل کوفہ کے تمام مصاحف میں اسی طرح ہے اور مصاحف اہل حرمین اور بصرہ،شام میں ضمیر کے ساتھ ما عَمِلَتْهُ ہے۔ایک قول یہ ہے ما نافیہ ہے اس طرح کہ پھل کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور لوگوں کے ہاتھوں نے اس کو نہیں بنایا اور نہ ہی لوگوں کو اس پر قدرت حاصل ہے۔اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (پھر وہ شکر کیوں ادا نہیں کرتے) سستی کرتے ہوئے اس میں شکر ادا کرنے پر آمادہ کیا گیا۔

تمام اصناف کو وہی پیدا کرنے والا ہے:

۳۶: سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ (پاک ہے وہ ذات جس نے تمام مقابل اقسام پیدا کیں) ازواج کا معنی اصناف ہے۔ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ (ان میں سے جن کو زمین اگاتی ہے) جیسے کھجوریں،درخت،کھیتیاں اور پھل وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ (اور ان آدمیوں سے بھی) اولاد مذکر و مؤنث وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ (اور ان چیزوں میں سے جن کو لوگ نہیں جانتے) اور بعض اصناف ایسی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مطلع نہیں فرمایا۔اور نہ ان کی پہچان تک انسان پہنچے ہیں۔وادیوں اور سمندروں میں بہت سی ایسی اشیاء ہیں جن کو لوگ جانتے ہی نہیں۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ

اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں سو وہ اچانک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں، اور سورج اپنے ٹھکانے کی

لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ

طرف چلتا ہے، یہ اس کا مقرر کیا ہوا ہے کہ جو زبردست ہے علم والا ہے۔ اور اس نے چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی ٹہنی کی طرح

الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ

رہ جاتا ہے، نہ تو سورج کی مجال ہے کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ کر پہلے آسکتی ہے اور سب

فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔

رات کی نشانی:

۳۷: وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ (اور ایک نشانی ان کے لئے رات ہے کہ ہم اس پر سے دن کو اتار لیتے ہیں) ہم اس میں سے دن کو اس طرح نکال لیتے ہیں کہ دن کی روشنی میں سے کوئی چیز بھی اس کے ساتھ باقی نہیں رہتی، نمبر۲۔ اس سے روشنی کو ہم اس طرح کھینچ لیتے ہیں جیسے سفید قمیص کھینچی جاتی ہے پس نفس زمانہ اسی طرح ننگا ہو جاتا ہے جیسا سیاہ حبشی کیونکہ آسمان و زمین کے مابین سیاہ فضا ہے اس کے بعض حصے نے سورج کی روشنی اسی طرح پہن لی جیسا کہ اندھیرے گھر میں دیا روشن کر دیا جائے۔ جب دیا غائب ہو تو پھر گھر پہلے کی طرح اندھیر ہو جاتا ہے۔ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ (پس یکایک وہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں) یعنی اندھیرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔

سورج کا مقصد:

۳۸: وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ (اور سورج چلتا رہتا ہے) اور ان کے لئے سورج کا چلنا نشانی ہے۔ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (اپنے ٹھکانے کی طرف) اپنی اس حد کی طرف پہنچتا ہے، نمبر ا۔ سورج کو مسافر کے مستقر سے تشبیہ دی جبکہ وہ اپنا فاصلہ طے کرے۔ نمبر۲۔ اپنی حد کیلئے جیسا کہ ہر روز اپنی آنکھوں سے اس کا چلنا دیکھتے ہیں اور وہ مستقر مغرب ہے۔ نمبر۳۔ اپنے معاملے کی انتہاء کیلئے دنیا کے اختتام تک۔ ذٰلِكَ (یہ) اس اندازے سے چلنا اور دقیق حساب تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ (اندازہ باندھا ہوا ہے اس کا جو زبردست) اپنی قدرت کے ساتھ ہر مقدور پر غالب ہے۔ الْعَلِيْمِ (علم والا ہے) ہر معلوم کا۔

منازلِ قمر:

۳۹: وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ (اور چاند کیلئے منازل مقرر کیں)

نحو : قراءت القمر: اس فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر قدرنا کر رہا ہے۔ مکی، نافع، ابوعمرو، سہل نے اس کو مرفوع پڑھا اور مبتدأ قرار دیا اور قدرنا کو خبر بنایا یا اٰیة لھم کو مبتدأ اور القمر خبر یا عکس مان کر مرفوع پڑھا گیا۔ مَنَازِلَ (منزلیں) وہ اٹھائیس منزلیں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک منزل میں ہر رات کو چاند اترتا ہے نہ اس کو عبور کرتا ہے اور نہ اس سے پیچھے رہتا ہے ابتدائی رات سے لے کر برابر انداز سے اٹھائیسویں منزل تک چلتا رہتا ہے۔ پھر دو راتیں چھپ جاتا ہے۔ جبکہ مہینہ کامل ہو اور اگر مہینہ ناقص ہو تو ایک رات چھپتا ہے۔ قدرنا ہ منازل میں مضاف کا حذف ماننا ضروری ہے۔ کیونکہ نفس قمر کے لیے تقدیر منازل کا کوئی معنی نہیں۔ کلام اس طرح ہوگا۔ نمبرا۔ قدرنا نورہ یزید و ینقص یا قدرنا مسیرۂ منازل۔ پس یہ ظرف ہوگا۔ جب چاند اپنی آخری منازل میں پہنچتا ہے تو باریک اور کمان کی طرح ہو جاتا ہے۔ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ (یہاں تک کے وہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی) کھجور کی شاخ جب خشک اور ٹیڑھی ہو جائے العرجون بروزن فعلون ہے۔ یہ انعراج بمعنی انعطاف ہے۔ الْقَدِیْمِ (پرانی) جب یہ شاخ پرانی ہوتی ہے۔ تو زرد پڑ جاتی اور کبڑی ہو جاتی ہے۔ پس چاند کے ساتھ اس کی مشابہت تین ...ح سے ہے۔

وہ ایک دوسرے کو پکڑ نہ سکیں گے:

۴۰: لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ (نہ آفتاب کی مجال ہے) نہ سورج کو جائز درست و مناسب ہے۔ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ (کہ چاند کو جا پکڑے) پس اس کے ساتھ ایک وقت میں جمع ہو جائے اور اس کی سلطنت میں مداخلت کر کے اس کے نور کو مٹا دے کیونکہ ہر دو سیاروں کو اپنے اپنے دائرے میں غلبہ ہے۔ سورج کو دن پر غلبہ اور چاند کا غلبہ رات پر ہے۔ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ (نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے) رات دن سے سبقت نہیں کر سکتی یعنی رات کی نشانی دن کی نشانی سے سبقت نہیں کر سکتی۔ یہ دونوں روشن سیارے اس ترتیب پر رہیں گے یہاں تک کہ قیامت آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ سورج و چاند کو جمع کر دیں گے اور سورج مغرب سے طلوع کریں گے۔ وَكُلٌّ اس کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے ای و کلّھم اور ضمیر شموس و اقمار کی طرف راجع ہے۔ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ (ہر ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں) یعنی چل رہے ہیں۔

وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ

اور ان لوگوں کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ہم نے ان کے لیے کشتی جیسی چیزیں

مَا یَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً

پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں سو ان کی کوئی بھی فریاد رسی کرنے والا نہ ہو اور نہ انہیں چھٹکارا دیا جائے۔ مگر یہ کہ ہماری

مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ

مہربانی ہو جائے اور ایک وقت مقررہ تک فائدہ دینا منظور ہو۔ اور جب ان سے کہا جائے گا کہ تم اس سے ڈرو جو تمہارے آگے ہے اور جو پیچھے ہے تا کہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا

رحم کیا جائے۔ اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے جو نشانی بھی ان کے پاس آتی ہے اس کی طرف سے اعراض کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اور جب

قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ

ان سے کہا جاتا ہے کہ اس میں سے خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے تو کافر لوگ اہل ایمان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ ان لوگوں کو کھلائیں جنہیں

یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۷﴾

اللہ چاہے تو کھلا دے، بات یہی ہے کہ تم کھلی ہوئی گمراہی میں ہو۔

۴۱: وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ (اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو سوار کیا)۔

قراءت: ذریاتھم مدنی وشامی نے پڑھا ہے۔

فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (بھری کشتی میں) مشحون بھری ہوئی ذریت سے مراد اولاد ہے۔ اور جن کا اٹھانا ان کو مقصود ہو۔ وہ ان کو خشکی و سمندر کی تجارتوں کیلئے بھیجتے تھے۔ نمبر۲۔ آباء مراد ہیں کیونکہ یہ اضداد میں سے ہے اس صورت میں فلک سے مراد سفینہ نوح علیہ السلام۔

ایک قول:

یہ ہے کہ اس کا معنی اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو اس میں سوار کر دیا یعنی ان کے پہلے آباء و اجداد کو اس میں سوار کر دیا جبکہ وہ اور ان کی اولادیں اپنے باپوں کی اصلاب میں تھیں۔ یہ بات تذکرۂ احسان میں زیادہ بلیغ ہے۔

تمام جدید سواریاں:

۴۲: وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ (اور ہم نے ان کے لئے کشتی جیسی اور چیزیں پیدا کردیں) ہٗ کی ضمیر کشتی کی طرف راجع ہے۔ مَا يَرْكَبُوْنَ (جن پر یہ سواری کرتے ہیں) جیسے اونٹ جو کہ سفائن صحراء کہلاتے ہیں۔ (اب تو بیشمار قسم کی جدید سواریاں اسی قرآنی اشارے کا مصداق ہیں)

۴۳: وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ (اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کردیں) سمندر میں فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ (پھر نہ تو ان کا کوئی فریادرس ہو) صریخ کا معنی فریاد کو پہنچنے والا۔ یا صریخ مصدری معنی میں ہے فریادرسی۔ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ (اور نہ یہ نجات پا سکیں گے) نجات دیے جائیں۔

۴۴: اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ (مگر یہ ہماری ہی مہربانی ہے۔ اور ان کو ایک وقت معین تک فائدہ دینا ہے) ای لا ینقذون الا لرحمة منا۔ یعنی رحمت کی وجہ سے ان کو بچایا جارہا ہے اور اس لئے بھی تا کہ وقت مقررہ تک دنیا کے ساز و سامان سے فائدہ اٹھائیں۔

نحو: رحمة اور متاعًا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

اگلے پچھلے گناہوں سے ڈرو:

۴۵: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے)۔ وَمَا خَلْفَكُمْ (اور جو تمہارے پیچھے ہے) یعنی جو گناہ کر کے آگے روانہ کر چکے اور جو ابھی کر رہے ہو۔ یا ان وقائع سے ڈرو جن میں تم سے پہلی اقوام تکذیب انبیاء کے نتیجہ میں مبتلا ہوئیں۔ اور اس سے ڈرو جو تمہارے پیچھے قیامت والی گھڑی تیار کھڑی ہے۔ یا نمبر۳۔ دنیا کی آزمائش اور عقوبت آخرت سے ڈرو۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (تا کہ تم پر رحم کیا جائے) تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار بن سکو۔

نحو: اذا کا جواب مضمر ہے تقدیر جواب یہ ہے اَعْرَضُوْا۔ اس کا حذف جائز ہے کیونکہ ما تاتیھم الایة اس پر دلالت کر رہی ہے۔

۴۶: وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا (اور ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی آیت ان کے رب کی آیات میں سے نہیں آئی) عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ (جس سے یہ سرتابی نہ کرتے ہوں)۔

نحو: پہلا مِنْ تاکید نفی کیلئے ہے۔ اور دوسرا تبعیض کیلئے ہے۔ یعنی ان کی عادات ثانیہ ہے کہ ہر موعظت و نصیحت کے وقت اعراض کرتے ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۸ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو۔ وہ لوگ بس ایک سخت آواز کے انتظار میں ہیں

تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝۴۹ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۵۰

جو ان کو پکڑ لے اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں۔ سو نہ تو وہ کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے۔

وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝۵۱ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ

اور صور پھونکا جائے گا سو وہ سب یکا یک قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری

بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۲ اِنْ كَانَتْ

کم بختی ہمیں کس نے ہماری لیٹنے کی جگہ سے اٹھا دیا، یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ فرمایا اور پیغمبروں نے سچی خبر دی۔ بس وہ

اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝۵۳ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا

ایک چیخ ہو گی سو وہ سب ہمارے پاس حاضر کر دیئے جائیں گے۔ سو اس دن کسی جان پر ذرا سا بھی ظلم نہ

وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۵۴

ہوگا اور تمہیں صرف انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

یہ پیدائشی فقیر ہیں، ہم ان کو کیوں دیں؟

۴۷: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے) اور جب مشرکین مکہ کو کہا جاتا ہے۔ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ (تم اس میں سے خرچ کرو۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دے رکھا ہے) فقراء پر صدقہ کرو۔ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ (کافر مسلمانوں کو کہتے ہیں۔ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانا دیں جن کو اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو کھانے کو دیدے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

مکہ میں کچھ زندیق لوگ تھے جب ان کو مساکین پر خرچ کرنے کیلئے کہا جاتا تو کہتے لا واللہ۔ نہیں اللہ کی قسم! کیا اللہ تعالیٰ ان کو فقیر بنائیں اور ہم ان کو کھانا کھلائیں؟ (یہ ہرگز نہ ہوگا) اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (تم صریح غلطی میں ہو) یہ مقولہ الٰہی ہے یا مؤمنین کے قول کی حکایت ہے۔ یا نمبر ۳۔ ایمان والوں کو کافر جو جواب دیتے تھے یہ بھی ان میں سے ایک جواب ہے۔

۴۸: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (وہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ) الوعد سے وعدۂ بعث بعد الموت اور قیامت مراد ہے۔ اِنْ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم اپنی بات میں سچے ہو)۔اس میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کیا گیا۔

قیامت تو اسرافیل کی ایک صیحہ ہے:

۴۹: مَا يَنْظُرُوْنَ (نہیں وہ منتظر) اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً (مگر ایک زور کی آواز کے) اس سے نفخۂ اولیٰ مراد ہے۔ تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ (جو ان کو آ پکڑے گی اور وہ سب باہم لڑ جھگڑ رہے ہونگے)۔

قراءت: حمزہ نے سکونِ خاء وتخفیف صاد سے يَخْصِمُوْنَ پڑھا اور خصمه سے قرار دیا۔ جبکہ وہ خصومت میں غلبہ پالے۔ باقی قراء نے تشدید صاد سے پڑھا ہے۔ ای یختصمون تاء کو صاد میں مدغم کر دیا مگر مکی نے خاء کا فتحہ پڑھا تاء مدغمہ کی حرکت کو نقل کر کے خاء کو دیا۔ اور مدنی نے سکونِ خاء اور یاء اور خاء کے کسرہ سے پڑھا۔ یحییٰ نے یاء کو خاء کی اتباع میں کسرہ دیا اور دیگر قراء نے یاء کا فتحہ اور خاء کا کسرہ پڑھا۔ مطلب یہ ہے وہ قیامت ان کو آن پکڑے گی۔ جبکہ وہ معاملات میں باہمی جھگڑ رہے ہونگے۔

قیامت آنے پر ذرا فرصت نہ ملے گی:

۵۰: فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً (پس ان کو وصیت کرنے کی فرصت نہ ہوگی) اپنے معاملات میں سے کسی کے سلسلہ میں وصیت کرنے کی بھی ان کو طاقت نہ رہے گی۔ وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ (اور نہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر جا سکیں گے)۔ نہ ہی اپنے مکانات کی طرف واپس لوٹنے کی قدرت رہے گی بلکہ جہاں آواز کو سن پائیں گے وہیں موت سے ڈھیر ہو جائیں گے۔

۵۱: وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ (اور صور میں پھونک ماردی جائے گی) یہ نفخہ ثانیہ ہے۔ الصور۔ قرن کو کہتے ہیں۔ یا نمبر ۲۔ جمع صورۃ ہے۔ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (پس وہ یکایک قبروں سے اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے)۔ اجداث جمع جدث وقبر کو کہتے ہیں۔ يَنْسِلُوْن۔ (تیزی سے دوڑیں گے۔)

قراءت: ينسِلُوْن۔ سین کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا ہے۔

بے وقت بعث کا اقرار:

۵۲: قَالُوْا (وہ کہیں گے) یعنی کفار يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا (ہائے ہماری کم بختی ہم کو کس نے اٹھا دیا) بعثنا بمعنی اَنْشَرَنَا ہے۔ مِنْ مَّرْقَدِنَا (ہماری قبروں سے) یعنی خواب گاہوں سے۔

قراءت: حفص کے نزدیک یہاں وقف لازم ہے۔

قولِ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ:

کفار کو نیند کا ایک جھٹکا محسوس ہوگا جس میں نیند کا ذائقہ پائیں گے۔ اسی وقت اچانک آواز دی جائے گی۔ اے اہل قبور! وہ جواب دیں گے ہم کو کس نے زندہ کر کے اٹھا دیا؟ (وہ اپنے خیال کی تغلیط کر کے کہیں گے یہ نیند نہیں بلکہ انبیاء والی سچی قیامت ہے)۔

اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ الۡيَوۡمَ فِىۡ شُغُلٍ فٰكِهُوۡنَ ۝۵۵ هُمۡ وَاَزۡوَاجُهُمۡ فِىۡ ظِلٰلٍ عَلَى

بلا شبہ آج جنت والے اپنے مشغلوں میں خوش ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں ہوں گے مسہریوں پر

الۡاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوۡنَ ۝۵۶ لَهُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمۡ مَّا يَدَّعُوۡنَ ۝۵۷ سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ

تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ اس میں ان کے لیے میوے ہوں گے اور جو کچھ طلب کریں گے انہیں وہ ملے گا۔ مہربان رب کی طرف سے

رَّحِيۡمٍ ۝۵۸

ان پر سلام ہوگا۔

هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ وَصَدَقَ الۡمُرۡسَلُوۡنَ (یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے) نمبرا۔ یہ ملائکہ کا کلام ہے۔ یا متقین کا کلام ہے یا کافروں کا کلام ہے۔ ان کو اس وقت رسولوں کا سنا ہوا یاد آئے گا۔ بذات خود یہ جواب دیں گے اپنے آپ کو مخاطب کررہے ہونگے۔ یا ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہیں گے۔ یا ما مصدر یہ ہے اور اس کا معنی اس طرح ہے۔ یہ رحمان کا وعدہ ہے۔ اور رسولوں کی سچائی ہے۔ گویا موعود ومصدق کو وعد اور صدق سے تعبیر کیا۔ نمبر۳۔ ما موصولہ مانیں تو تقدیر کلام یہ ہوگی هذا الذی وعده الرحمٰن والذی صدقه المرسلون ای والذی صدق فيه المرسلون یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا اور وہ جس میں رسولوں نے سچ کہا۔

۵۳: اِنۡ كَانَتۡ (وہ بس) نفخہ اخیرہ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ (ایک زور کی آواز ہوگی جس سے یکا یک سب جمع ہو کر ہمارے پاس حاضر کر دیے جائیں گے) حساب وکتاب کیلئے۔

۵۴: پھر وہ ذکر کیا جو اس دن ان کو کہا جائے گا۔ فَالۡيَوۡمَ لَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَيۡـًٔا وَّلَا تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ (پھر اس دن کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا۔ اور تم کو بس انہی کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے)۔

جنتیوں کے کچھ احوال:

۵۵: اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ الۡيَوۡمَ فِىۡ شُغُلٍ فٰكِهُوۡنَ (اہل جنت بیشک اس روز اپنے مشغلوں میں خوش دل ہونگے)

قراءت: شُغُل کو کوفی، شامی نے دوضموں سے پڑھا۔ اور مکی نے شُغۡل ضمہ اور سکون سے پڑھا نافع وابوعمرو نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ مطلب یہ ہے کیا خوب مشغولیت میں اور ایسی مشغولیت جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اور وہ ضیافت ملک الجبار یا جنت کی سروں کا سننا، یا نہروں کے کنارے درختوں کے نیچے حوروں سے ہم خوابی۔

نحو: فاکھون یہ خبر ثانی ہے۔ یزید نے فَكِهُوۡن پڑھا۔ الفاكه والفكه خوش عیشی کی چیز جس سے تلذذ حاصل کیا جائے۔ اسی سے الفكاهة خوش گپی ہے کیونکہ اس سے بھی تلذذ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح الفاكهة فروٹ سے بھی لذت اندوزی کی جاتی ہے۔

نمبر:۲

۵۶:هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ (وہ اوران کی بیویاں سایوں میں)۔

نحو: هم مبتدأاور ازواجهم اس کا معطوف ہے۔في ظلال یہ حال ہے۔ظلال جمع ظِلّ کی ہے۔ایسی جگہ جہاں دھوپ نہ پڑے۔جیسا ذئب وذئاب یا جمع ظلة کی ہے جیسے برمة و برام۔اس کی دلیل حمزہ،علی کی قراءت ظُلَلٌ جمع ظلة ہے۔ظلہ دھوپ سے جو چیز سایہ دے مثلاً خیمہ،قنات عَلَى الْاَرَآئِكِ جمع اريكة پردہ دار مسہری یا بستر پردہ میں مُتَّكِئُوْنَ (مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے)

نحو: یہ خبر ہے۔یافی ضلال خبر ہےاورعلي الارائك جملہ مستانفہ ہے۔

نمبر:۳

۵۷:لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ (ان کے لئے وہاں میوے ہونگے اور جو کچھ مانگیں گےان کو ملے گا)۔

نحو وصرف: يدعون یہ باب افتعال از دعاء ہے جو اہل جنت مانگیں وہ ان کے پاس آ جائے گا۔یا جو وہ تمنا کریں گے اہل عرب کہتے ہیں۔ادّع عَلَيّ ماشئت اى تمنه علي ۔جوتمنا کرو۔فراء نحوی کہتے ہیں: یہ الدعوی سے ہے وہ اس چیز سے نہ مانگیں گے جس کے حقدار نہ ہونگے۔

نمبر:۴

۵۸:سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام دیا جائے گا) سلام یہ ما یدعون سے بدل ہے گویا اس طرح ان کوفرمایا سلام يقال لهم سلام ان کو کہا جائے گا۔مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ ملائکہ کے واسطہ سے ان کو سلام فرمائے گا۔ نمبر۲۔بغیر واسطہ کے ان کی عظمت کے لئے اللہ تعالیٰ سلام فرمائیں گے۔یہ اہل جنت کی منتہی تمنا ہے اوران کے لئے اس سے روک نہ ہوگی۔قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ فرشتے ان کے پاس رب العالمین کی طرف سے تحفۂ سلام لے کر حاضر ہونگے۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ

اور اے مجرمو! آج علیحدہ ہو جاؤ۔ اے بنی آدم کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت مت کرنا،

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ

بلاشبہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے اور میری عبادت کرنا، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ شیطان نے

مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾

تم میں سے کثیر مخلوق کو گمراہ کر دیا، کیا تم سمجھ نہیں رکھتے تھے۔ یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ

آج تم اس میں داخل ہو جاؤ اپنے کفر کی وجہ سے، آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ کلام کریں گے

وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا

اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کو مٹا دیتے سو وہ راستے کی طرف

الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا

دوڑتے پھرتے سوان کو کہاں نظر آتا۔ اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان کی جگہ پر مسخ کر دیتے اس طرح پر کہ وہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے جس کی وجہ سے یہ نہ آگے چل سکتے

وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾

اور نہ پیچھے کو لوٹ سکتے، اور ہم جس کو زیادہ عمر دے دیتے ہیں اسے طبعی حالت پر لوٹا دیتے ہیں، کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے

کافر و مومن کی علیحدگی:

٥٩: وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ)۔ مجرمو! مؤمنین سے الگ ہو جاؤ۔ یہ اس وقت ہوگا۔ جب میدانِ محشر میں مؤمنوں کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

قولِ ضحاک:

ہر کافر کا جہنم میں ایک گھر ہوگا جس میں وہ رہے گا۔ نہ وہ کسی کو ہمیشہ کیلئے دیکھ پائے گا اور نہ اس کو کوئی دیکھے گا۔ قیامت کے دن کفار کو کہا جائے گا۔

٦٠: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ (اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم) اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) العهد وصیت، عرب کہتے ہیں۔ عهد اليه اذا وصاه، اللہ تعالیٰ کے عہد سے مراد جو دلائل عقلیہ پیدا کئے اور دلائل نقلیہ کتابوں میں اتارے عبادة الشیطان وسوسہ اندازی اور تزین میں شیطان کی طاعت۔

۶۱: وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ (اور یہ کہ میری عبادت کرنا) مجھے وحدۂ لاشریک ماننا اور میری اطاعت کرنا۔ ھٰذا اس سے اس عہد کی طرف اشارہ ہے جو شیطان کی نافرمانی اور طاعت رحمانی کیلئے لیا گیا۔ صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (یہ سیدھا راستہ ہے) یہ راستہ جواپنی استقامت میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے اور کوئی راستہ اس سے زیادہ مضبوط نہیں۔

۶۲: وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا (وہ تم میں ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا)۔ جبلاً جیم کے کسرہ اور باء مکسورہ اور تشدید کے ساتھ مدنی، عاصم، سہل نے پڑھا۔ نمبر۲۔ جبلاً تخفیف سے شامی اور ابوعمرو نے پڑھا۔ نمبر۳۔ جُبُلًّا جیم اور باء کے ضمہ اور لام کی تشدید سے یعقوب نے پڑھا۔ نمبر۴۔ جُبُلًا ضمہ جیم وتخفیف لام کے ساتھ دیگر قراء نے پڑھا۔ یہ تمام لغات ہیں معنی تمام کا مخلوق ہے۔

اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (پس کیا تم نہیں سمجھتے تھے) یہ استفہام توبیخ کیلئے ہے کہ تم نے عقل سے کیوں کام نہیں لیا۔

۶۳: هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) ای توعدون بها،

۶۴: اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (آج اپنے کفر کے بدلے اس میں داخل ہو جاؤ) یعنی اپنے کفر اور جہنم کے انکار کے باعث اس میں داخل ہو جاؤ۔

کافر کا گواہی ماننے سے انکار:

۶۵: اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ (آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے) یعنی ان کو گفتگو سے روک دیں گے۔ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا (اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے) كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (جو کچھ یہ لوگ کرتے تھے)

مروی ہے کہ کافر انکار کریں گے اور جھگڑا کرنے لگیں گے (بلکہ قرآن مجید میں فرمایا وہ کہیں گے: والله ربنا ماکنا مشرکین) ان کے خلاف ان کے پڑوسی اور گھریلو رشتہ دار، خاندان کے لوگ گواہی دیں گے۔ وہ قسم اٹھائیں گے کہ انہوں نے بالکل شرک نہیں کیا۔ اس وقت ان کو کلام سے روک دیا جائے گا۔ اور ہاتھ، پاؤں کو بولنے کا حکم ہوگا۔ ارشاد نبوت ﷺ ہے کہ بندہ کہے گا آج میں اپنے متعلق کسی کی گواہی نہ مانوں گا سوائے اس گواہ کے جو میرے اپنے نفس سے ہو۔ پس اس کے منہ پر مہر لگا دی جائیگی اور اس کے ارکانِ جسم کو کہا جائے گا بات کرو۔ وہ اعضاء اس کے اعمال بول کر بیان کریں گے۔ پھر کلام کے بعد اس کو تخلیہ میں چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ اپنے اعضاء کو مخاطب کر کے کہے گا۔ تمہارا ستیاناس ہو۔ میں تمہاری طرفداری کیلئے تو جھگڑ رہا تھا۔

[مسلم، ۲۹۶۹]

درت سے ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کر سکتے ہیں:

۶۶: وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ (اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کر دیتے) ضرور ہم ان کو اندھا کر دیتے اور ان کی بصارت لے جاتے۔ الطمس آنکھوں کا شگاف پاٹ کر پپوٹہ کا نشان مٹا دینا۔ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ (پھر یہ راستے کی طرف دوڑتے پھرتے)۔

نحو: جار کو حذف کر کے فعل کو ملا دیا۔ ای استبقوا الی الصراط فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ (پھر ان کو کہاں نظر آتا) انی یہاں کیف کے معنی میں ہے۔ پھر اس وقت وہ کیسے دیکھتے جبکہ ہم ان کی آنکھیں مٹا چکے؟

پتھر بنانے کی قدرت:

۶۷: وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ (اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں بدل ڈالتے) بندر و سور یا پتھر بنا دیتے۔ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ (ان کی جگہ پر باقی رکھتے ہوئے)

قراءت: ابوبکر وحماد نے مکاناتھم پڑھا۔ المکانۃ والمکان ایک ہیں جیسے المقامۃ والمقام۔ مطلب یہ ہے جن گھروں میں گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کے اندر ہی ہم ان کی شکلیں مسخ کر دیتے فَمَا اسْتَطَاعُوْا (نہ طاقت رکھتے) یعنی آنے جانے کی قدرت نہ رہتی یا مُضِيًّا (آگے چلنے کی) وَّلَا يَرْجِعُوْنَ (نہ پیچھے لوٹ جانے کی)۔

جوانی سے بڑھاپے کی قدرت ہے تو اٹھانے کی قدرت کیوں نہیں؟

۶۸: وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ (جس کی ہم زیادہ عمر کر دیتے ہیں اس کو الٹا کر دیتے ہیں)۔

قراءت: عاصم وحمزہ نے نُنَكِّسْهُ پڑھا ہے۔ التنکیس۔ چیز کو الٹا کرنا۔ باقی قراء نے ننکسہ فی الخلق سے لیا یعنی اس میں اس کو پلٹ دیتے ہیں۔ یعنی جس کی عمر کو ہم طویل کرتے ہیں۔ اس کے اعضاء کو پلٹ دیتے ہیں۔ پس طاقت کی جگہ ضعف و کمزوری آ جاتی ہے۔ جوانی کی بجائے بڑھاپا آ جاتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ ہم نے شروع میں کمزور جسم والا پیدا کیا اور عقل و علم بنائے پھر ان کو بڑھنے والا بنایا۔ یہاں تک کہ یہ جوانی کو پہنچا اور اپنے میں کمال پایا اور اپنے حقوق و فرائض کو سمجھنے اور جاننے والا بن گیا۔ پھر جب عمر کی انتہاء کو پہنچا تو پھر اس کو پلٹ دیا۔ فِي الْخَلْقِ (طبعی حالت میں) ہم نے اس کو کم ہونے والا بنا دیا۔ یہاں تک کہ یہ ایسی حالت کی طرف لوٹ گیا جو کمزوری جسم میں بچے کی حالت کے مشابہ تھی۔ اسی طرح عقل کی قلت اور علم سے فارغ جیسا کہ تیر کو پلٹ کر اس کے بلند حصہ کو نچلا حصہ بنا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا [النحل: ۷۰]

اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ (کیا یہ لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے) کہ جو ذات ان کو جوانی سے بڑھاپے میں منتقل کرنے کی قدرت رکھتی ہے۔ اور ضعف سے قوت کی طرف لے جانے کی قدرت ہے۔ اور تیز عقل سے سٹھیانے تک لے جا سکتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ قدرت رکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں مٹا دیں اور ان کے گھروں میں مسخ کر دیں۔ اور موت کے بعد ان کو اٹھا کھڑا کریں۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ۙ۶۹ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۰

اور ہم نے ان کو شعر نہیں سکھایا اور نہ شعران کے لائق ہے،وہ تو بس ایک نصیحت ہے اور قرآن مبین ہے۔ تا کہ وہ اسے ڈرائے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔

قراءت: مدنی، یعقوب، سہل نے تعقلونَ تاء سے پڑھا ہے۔

سخت الزام کا جواب:

۶۹: مشرکین مکہ آپ کو شاعر کہتے۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ (اور ہم نے اس کو شاعری کا علم نہیں دیا) یعنی ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کو شعراء کے قول نہیں سکھائے یا ہم نے ان کو تعلیم قرآن کے سبب شعر کا علم نہیں دیا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید شعر و شاعری نہیں۔ وہ تو کلام موزوں اور مقفی ہے جو معنی پر دلالت کرتا ہے۔ مگر نہ وزن نہ قافیہ۔ پس اس کے اور شعر کے درمیان کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی جبکہ تم حقیقت کی نگاہ سے دیکھو۔ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ (اور نہ آپ کے شایان شان ہے) نہ آپ کے لئے درست ہے اور نہ آپ کے شایان شان ہے اور نہ مناسب۔ اور اگر طلب کریں تو بتکلف بھی اس کو پا نہیں سکتے مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کو ایسا بنایا ہے کہ اگر آپ شعر بنانے کا ارادہ کریں تو نہیں بنا سکتے اور نہ زور کے ساتھ آواز کو بلند کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کو امی بنایا آپ خط کی طرف راہنمائی نہیں پا سکتے۔ تا کہ حجت زیادہ پختہ اور شبہ بالکل مٹنے والا ہو۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: غزوہ حنین کے موقعہ پر آپ کا یہ قول ہے

انا النبی لا کذب ☆ انا ابن عبد المطلب

اور یہ قول ہے

هل انت الا اصبعٌ دميت ☆ و فی سبیل الله ما لقیت

جواب: یہ آپ کے اس کلام کی جنس سے ہے جو سلیقہ سے بغیر صنعت و تکلف کے فرمائے یہ بلا قصد او، بلا التفات موزوں ہو گیا۔ جیسا کہ لوگوں کے خطبات و رسائل و محاورات میں بلا تکلف کئی جملے موزوں ہو جاتے ہیں۔ ان کو کوئی بھی نہ شعر کہتا ہے کیونکہ اس جملے کے کہنے والے کو وزن مقصود نہیں ہوتا۔ اور ادھر شعر میں تو وزن ضروری ہے۔ صرف: آپ علیہ السلام نے لَقِیت کی تاء کو سکون سے پڑھا اور مطلب کی باء کو کسرہ دیا اور کذب کی باء کا فتحہ پڑھا۔ قرآن کے جنس شعر سے ہونے کی نفی کرتے ہوئے۔ فرمایا اِنْ هُوَ (یعنی سکھایا ہوا) اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ (نہیں وہ مگر نصیحت اور قرآن واضح) وہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہے جس

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے لیے ان چیزوں میں سے جو ہمارے ہاتھوں نے پیدا کیں مویشی پیدا کیے ہیں سو وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کا فرمانبردار

فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

بنادیا ہے سو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ان کی سواریاں ہیں اور بعض ایسے ہیں جنہیں وہ کھاتے ہیں۔ اور ان مویشیوں میں ان کے لیے منافع ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں سو کیا یہ شکر ادا نہیں کرتے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ

اور انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا لیے ہیں اس امید پر کہ ان کی مدد کردی جائے گی۔ وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ ان کے لیے ایک

جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾

فریق ہو جائیں گے جو حاضر کردیئے جائیں گے۔ سو آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ نہ کریں بلاشبہ ہم جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

وقف لازم

سے جن وانس کو وعظ کیا جاتا ہے۔ وہ قرآن ایک آسمانی کتاب ہے جو محرابوں میں پڑھی جاتی ہے اور عبادت خانوں میں تلاوت کی جاتی ہے اور اس کی تلاوت پر عمل سے دونوں جہان کی کامیابی میسر آتی ہے۔ اس کے اور شعر کے درمیان کتنا بڑا فاصلہ ہے۔ شعر تو شیاطین کے وساوس کا ملغوبہ ہے۔

۷۰: لِیُنْذِرَ (تاکہ وہ ڈرائے) قرآن یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

قراءت: مدنی، شامی، سہل، یعقوب نے لِتُنْذِرَ پڑھا ہے۔

مَنْ كَانَ حَیًّا (ایسے شخص کو جو زندہ ہو) سوچ و بچار کرنے والا، عقل مند، کیونکہ غافل تو مردے کی طرح ہے۔ یا اس کا دل زندہ ہو۔ وَّ یَحِقَّ الْقَوْلُ (اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے) اور عذاب والی بات لازم ہو جائے۔ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ (کافروں پر) وہ لوگ جو تامل نہیں کرتے وہ مردوں کے حکم میں ہیں۔

چوپاؤں کو ان کے لئے بنایا:

۷۱: اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ (کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے لئے اپنی ہاتھ کی پیدا) اَیْدِیْنَآ اَنْعَامًا (کردہ چیزوں میں سے مویشی پیدا کیے) یعنی جن کے ایجاد کے ہم خود ہی ذمہ دار ہیں۔ ہمارے سوا اور کسی کو اس پر قدرت نہیں۔ فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ (پھر یہ لوگ ان کے مالک بنے بیٹھے ہیں) یعنی ہم نے ان کو ان کی خاطر بنایا پس مالک حقیقی تو ہم ہی ہیں۔ یہ صرف ان میں تصرف کرنے والے ہیں۔ جیسے مالک تصرف کرتے ہیں۔ ان سے نفع اٹھانا ان کے ساتھ خاص کیا۔ یا مالکوں کا معنی یہ ان پر غالب اور کنٹرول کرنے والے ہیں۔

۷۲: وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ (ہم نے ان مویشیوں کو ان کا تابع بنا دیا) ہم نے ان کا مطیع کر دیا ورنہ کس کو ان پر قابو میسر آتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تسخیر و تذلیل نہ ہوتی۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے سوار پر لازم کیا کہ وہ اس نعمت کا شکر گزار ہو اور اپنے اس قول سے تسبیح خواں ہو۔ سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنالہ مقرنین [الزخرف:۱۳]

فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ (پس ان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں) رکوب جس پر سواری کی جائے۔ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ (ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں) ہم نے ان کو انسانوں کا مطیع بنایا تاکہ ان کی پشت پر سواری کریں اور ان کا گوشت کھائیں۔

۷۳: وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ (اور ان لوگوں کے ان میں اور بھی منافع ہیں) ان کے چمڑوں اور اون سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ وَمَشَارِبُ (اور پینے کی چیزیں) دودھ۔ یہ مشرب کی جمع ہے اور وہ پینے کی جگہ اور گھاٹ کو کہتے ہیں۔ یا مصدر میمی مانیں تو پینا اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (پس کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے؟) ان مویشیوں کے انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ کیوں نہیں ادا کرتے۔

۷۴: وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً (اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں) لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ (اس امید پر کہ ان کو مدد ملے) یعنی شاید کے ان کے بت کسی معاملے کے پیش آ جانے پر ان کی مدد کریں۔

۷۵: لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (وہ طاقت نہیں رکھتے) یعنی ان کے معبود نَصْرَهُمْ (ان کی مدد کی) اپنے عبادت کرنے والوں کی وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (اور وہ ان لوگوں کے حق میں ایک فریق بن جائیں گے) یعنی کفار اصنام کیلئے مددگار و معاون ہیں۔ اور ان کی خدمت کرتے ہیں۔ اور ان سے نقصان دہ اشیاء کو دور کرتے ہیں یا انہوں نے بت اس لئے بنا رکھے ہیں تاکہ وہ بت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی مدد کریں ان کی شفاعت کریں حالانکہ معاملہ اس کے الٹ ہے جو انہوں نے اپنے خیال میں تجویز کر رکھا ہے۔ اس طرح کہ وہ قیامت کے دن ان کے لئے تیار کیا ہوا لشکر ہے۔ ان کو انہیں عذاب دینے کے لئے لایا جائے گا۔ اور ان پر جلنے والی آگ کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۷۶: فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ (تو ان کی باتیں آپ کے لئے آزردگی کا باعث نہ بنیں)۔

قراءت: نافع نے يُحْزِنْكَ، حزنہ و احزنہ سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ بنے گا۔ آپ ان کی تکذیب و ایذاء اور جفاء و ظلم کو کوئی اہمیت نہ دیں۔ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ (بلاشبہ ہم سب جانتے ہیں جو یہ دل میں رکھتے ہیں) یعنی ان کی عداوت وَمَا يُعْلِنُوْنَ (اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں)۔ اور ہم ان کو اس پر سزا دینے والے ہیں۔ پس آپ کو چاہیے کہ ان کی اس وعید سے تسلی حاصل کریں اور ان کی صورت حال کا استحضار فرمائیں تاکہ غم و رنج کا ازالہ ہو۔

تردید قول:

جس نے یہ خیال جمایا ہے کہ جس نے انّا نعلم فتحہ سے پڑھ دیا اس کی نماز فاسد ہوگئی اور اگر اس کے معنی کا اعتقاد کر لیا تو

اس نے کفر کیا۔ یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ اس کو لام تعلیل کے حذف پر محمول کرنا ممکن ہے۔ اور یہ قرآن مجید میں بہت ہے۔ اور اشعار میں کثرت سے موجود ہے اور ہر کلام میں پایا جاتا ہے۔ اور تلبیہ رسول اللہ ﷺ میں اسی طرح پایا جاتا ہے۔ انّ الحمد والنعمة لك ۔ [رواہ البخاری والمسلم: ۱۵۴۹، ۱۱۸۴]

ائمہ رحمہم اللہ میں سے امام ابوحنیفہؒ نے کسرہ اور امام شافعیؒ نے فتحہ پڑھا اور دونوں کا کلام تعلیل ہے۔ اگر تم کہو اگر مفتوح کو قولهم سے بدل بنائیں گویا اس طرح کہا گیا فلا یحزنك انا نعلم مایسرون وما یعلنون تو اس کا غلط ہونا ظاہر ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ معنی تو مکسورہ کے ہوتے ہوئے بھی قائم ہے جبکہ تم اس کو قول کا مفعول بناؤ۔ پس یہ واضح ہو گیا۔ کہ حزن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے عالم ہونے کے ساتھ ہے اور اس کا عدم تعلق کا دارومدار انّ کے مکسور و مفتوح ہونے سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا دارومدار تمہارے مقدر ماننے پر ہے۔ پس تم فرق کرو گے اگر تم انّ کو فتحہ سے پڑھو گے تو تعلیل کا معنی مقدر مانو گے۔ بدل کا معنی مقدر نہ مانو گے۔ جیسا کہ تم فرق کرو گے جبکہ انّ کو کسرہ سے پڑھو گے۔ تو تعلیل کا معنی مقدر مانو گے۔ مفعولیت کا معنی مقدر نہیں مان سکتے۔

پھر اگر تم کسرہ یا فتحہ کی تقدیر مانو اور اس سے بقول قائل اتنی بڑی مصیبت آن پڑتی ہو کہ اس سے کفر لازم آجاتا ہے حالانکہ اس میں صرف رسول اللہ ﷺ کو ان پر غم کرنے کی ممانعت کی گئی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کفار کی ظاہری و باطنی حالت کو جاننے والے ہیں۔ اور آپ کے حزن کی نہی آپ کے حزن کا اثبات نہیں بنتا۔ جیسا کہ اس قول میں ہے۔ فلا تکونن ظهیرًا للکافرین [القصص: ۸۶] اور ولا تکونن من المشرکین [الانعام: ۱۴] اسی طرح فلاتدع مع الله الهًا آخر [القصص: ۸۸] (میں نہی نہ کرنے سے شرک وغیرہ کا اثبات لازم آتا ہے۔ پس دونوں میں بڑا فرق ہے فافہم)

اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ

کیا انسان کو اس کا علم نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا سو اچانک وہ علانیہ طور پر جھگڑالو ہو گیا۔ اور ہمارے بارے میں مثل بیان کرنے لگا

نَسِىَ خَلۡقَهٗ ؕ قَالَ مَنۡ يُّحۡىِ الۡعِظَامَ وَهِىَ رَمِيۡمٌ ﴿۷۸﴾ قُلۡ يُحۡيِيۡهَا الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ

اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اس نے کہا کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔ آپ فرما دیجئے کہ انہیں وہی زندہ فرمائے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا فرمایا

وَهُوَ بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِيۡمُ ۙ ﴿۷۹﴾ الَّذِىۡ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنۡتُمۡ مِّنۡهُ

اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ جس نے تمہارے لئے ہرے درخت سے آگ پیدا کی سو اچانک تم اس میں سے

تُوۡقِدُوۡنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيۡسَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ ؕ

جلاتے ہو جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کے جیسے پیدا فرما دے،

بَلٰى وَهُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيۡـئًا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبۡحٰنَ

ہاں وہ قادر ہے اور وہ بڑا پیدا کرنے والا ہے خوب جاننے والا ہے۔ اس کا معمول یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمائے تو یوں فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے۔ سو

الَّذِىۡ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۳﴾

پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۷۷: یہ آیت ابی بن خلف کے متعلق نازل ہوئی۔ جبکہ اس نے ایک پرانی ہڈی لی اور آپ ﷺ کے سامنے اپنے ہاتھ سے اس کو ریزہ ریزہ کر کے کہنے لگا۔ اے محمد ﷺ کیا تمہارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو ریزہ ریزہ ہونے کے بعد زندہ کر دے گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جی ہاں اور تمہیں اٹھائے گا۔ اور جہنم میں داخل فرمائے گا۔ [واحدی اسباب النزول: ۲۴۶]

اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ (کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا) جو مرد کی پیشاب والی نالی سے نکلتا ہے۔ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ (پس وہ اعلانیہ اعتراض کرنے لگا) مبین اس نے جھگڑا کھلے طور پر کیا یعنی وہ اپنے اصل کی ذلت اور حقارت پر قائم ہے کہ اپنے رب سے جھگڑا پر اتر آیا اور اس کی مردوں کو زندہ کرنے والی قدرت کا انکار کر دیا کہ ریزہ ریزہ ہونے کے بعد ہڈیاں کیونکر زندہ ہو سکتی ہیں۔ پھر اس کا جھگڑا اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت میں ہے جو اس پر سب سے زیادہ لازم اور ملصق ہے کہ یہ خود مردہ سے پیدا شدہ ہے۔ اور یہ اپنے مرنے کے بعد اس کے اٹھائے جانے کا انکار کر رہا ہے۔ اور یہ مکابرہ کی انتہاء ہے۔ (کہ اپنے اوپر گزرنے والی اتنی بڑی بداہت کا انکار کرنے لگا) (مترجم)

۷۸: وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا (اور یہ ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کرتا ہے) ہڈیوں کا ریزہ ریزہ ہونا۔ وَّ نَسِىَ خَلۡقَهٗ (اور

اپنی پیدائش کو بھول گیا) جو کہ منی سے ہوتی ہے۔اور وہ ہڈیوں کے زندہ کرنے سے زیادہ غریب ہے۔

نحو: خَلْقَهٗ مصدر کو مفعول کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ای خلقناہ ایاہ (ہم نے اس کو پیدا کیا ہے۔)

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (اور کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہوگئی کون زندہ کردے گا؟) رمیم پرانی ہڈیوں کو کہتے ہیں یہ نام ہے وصف نہیں جیسا کہ الرّمۃ اور الرفات وغیرہ ہیں۔اسی لئے یہاں مؤنث نہیں لائے حالانکہ یہ مؤنث کی خبر بن رہی ہے۔

ایک استدلال' ایک قول:

جو ہڈیوں میں زندگی کو ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں مردار کی ہڈیاں اس لیے نجس ہیں کیونکہ موت ان میں مؤثر تھی زندگی کے ان میں اترنے سے پہلے۔اس قول پر استدلال اسی آیت سے کیا گیا ہے۔

قولِ احناف رحمہم اللہ:

ہمارے ہاں ہڈیاں طاہر ہیں۔اسی طرح بال اور پٹھے بھی پاک ہیں کیونکہ حیات ان میں مؤثر نہیں۔پس موت بھی مؤثر نہیں (مگر یہ قول درست نہیں اس طرح کہنا زیادہ مناسب ہے کہ سبب نجاست دم مسفوح ہے اور ان میں دم مسفوح نہیں اسلئے نجس نہیں۔کذا قال العلماء) آیت میں احیائے عظام سے مراد اسی حالت میں لوٹانا ہے جیسا کہ زندہ حساس بدن میں تروتازہ تھیں۔

۷۹: قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَا (آپ جواب میں کہہ دیجئے۔کہ ان کو وہ زندہ کریگا۔جس نے اول بار ان کو پیدا کیا ہے) انشاء ھا کا معنی ان کو پیدا کیا ہے۔اَوَّلَ مَرَّةٍ (پہلی مرتبہ) یعنی ابتداء وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے) خَلْق۔ مخلوق کے معنی میں ہے۔علیم اللہ تعالیٰ پر اس کے اجزاء مخفی نہیں اور نہ مخفی ہو سکتے ہیں۔خواہ خشکی و سمندر میں منتشر ہو جائیں۔وہ ان کو جمع کر کے اسی طرح لوٹا دے گا۔

۸۰: الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا (وہ ایسا ہے کہ ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے)۔ فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ (پھر تم اس سے آگ سلگا لیتے ہو) توقدون کا معنی سلگانا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کے عجائبات کے ذکر کرتے ہوئے فرمایا سبز درخت سے آگ کا سلگانا جبکہ آگ اور پانی میں تضاد ہے۔اور پانی سے آگ بجھتی ہے۔وہ چقماق ہے جس سے جنگلی لوگ آگ جلاتے ہیں۔اور اکثر تو مرخ وعفار نامی درختوں اور اسی طرح کے دیگر درختوں کی ٹہنیوں کو رگڑ کر سلگاتے ہیں۔ان کی امثلہ میں مشہور۔[کتاب الامثال:۲۰۲] فی کل شجرنار واستمجد المرخ و العفار، ویسے تو ہر درخت میں آگ ہے مگر مرخ وعفار میں تو کثرت سے پائی جاتی ہے۔ان دونوں درختوں کی تازہ مسواک جیسی ٹہنیاں کاٹ لیں اور مرخ (نر درخت) عفار (مؤنث درخت) پر رگڑ دیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ اس سے سلگنے لگتی ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ہر درخت میں آگ ہے صرف عفار کے درخت میں نہیں۔ کیونکہ کپڑوں کیلئے اس کو پیسا جاتا ہے۔ پس جوذات درخت میں آگ اور پانی جمع کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ انسان میں موت وحیات کے درمیان سزا دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ دو اضداد میں سے ایک کے اجزاء کو دوسرے پر باری باری جاری کر دینا یہ عقل کے لحاظ سے اس سے بہت آسان ہے کہ بلا ترتیب ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ الاخضر لفظ کی بناء پر ہے اور معنی کا لحاظ کر کے الخضراء پڑھا گیا ہے۔ پھر بیان فرمایا کہ جوذات آسمان وزمین کی اتنے عظیم الشان ہونے کے باوجود پیدا کر سکتی ہے وہ انسانوں کی تخلیق پر بدرجہ اولیٰ قادر ہیں۔

آسمانوں کے خالق پر انسان کا اعادہ کیا مشکل؟

۸۱: اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے ہیں کیا وہ) بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ (اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو پیدا کر دے) مثل کا مطلب آسمان وزمین کے مقابلہ میں ان جیسے چھوٹے ہیں یا مثل کا مطلب جیسے پہلے تھے اسی طرح ان کو لوٹا دے۔ کیونکہ لوٹانا ابتداء کی طرح ہے۔ کیا ایسا نہیں بَلٰی (کیوں نہیں) یعنی آپ فرما دیں کیوں نہیں وہ اس پر قادر ہے۔ وَهُوَ الْخَلّٰقُ (وہ بیشمار مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے)۔ الْعَلِیْمُ (وہ بے شمار معلومات والا ہے)۔

۸۲: اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ (بیشک اس کی شان یہ ہے) اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ (جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا) اس کے ہونے کا ارادہ فرما لیتے ہیں۔ فَیَكُوْنُ (پس وہ ہو جاتی ہے) وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی اس چیز کو وجود میں لامحالہ آنا ہی ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ مکونات اس کی تخلیق وتکوین سے ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں تعبیر ایجاد کے لفظ کن سے فرمائی گئی ہے۔ بغیر اس کے کہ اس کی طرف سے یہ کاف، نون ہوں۔ درحقیقت یہ سرعت ایجاد کو سمجھانے کی تعبیر ہے گویا وہ فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ تم پر کن کا قول ثقیل نہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ پر ابتدائے خلق واعادہ ثقیل ومشکل نہیں۔

قراءت: فیکون شامی اور علی نے یقول پر عطف کر کے پڑھا۔ اور رفع کی وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ مبتدأ وخبر ہے۔ کیونکہ اس کی تقدیر عبارت یہ ہے فھو فیکون اور اس کا عطف اس کے مثل جملہ پر ہو سکتا ہے اور وہ امرہ ان یقول له کن ہے۔

۸۳: فَسُبْحٰنَ (تو اس کی ذات پاک ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کا اس سے منزہ ہونا بیان کیا گیا جو مشرکین بیان کرتے تھے اور ان کے مقولہ پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ (جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا پورا اختیار ہے) یعنی وہ ہر چیز کا بادشاہ ہے۔

نکتہ: مَلَك میں واؤ اور تاء کا اضافہ کر کے ملکوت کا لفظ لایا گیا اس سے مقصود مبالغہ ہے۔ مطلب یہ ہے وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے)۔ تم موت کے بعد لوٹائے جاؤ گے اس سے پیچھے رہ نہیں سکتے۔

قراءت: یعقوب نے تَرْجِعُوْنَ پڑھا ہے۔

فضائل:

① رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کا ایک دل ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے۔ جس نے اللہ کی رضا مندی کی خاطر یٰسین پڑھی اللہ تعالیٰ اس کو بخش دینگے اور اس کو اتنا اجر دینگے جتنا اس نے بائیس (۲۲) مرتبہ قرآن پڑھا۔

(راوہ الترمذی ۲۸۸۷)

② رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی حاجت کے لئے یٰسین پڑھی اس کی ضرورت پوری کر دی جاتی ہے۔ (الدارمی)

③ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اس کو اس حال میں پڑھا کہ وہ بھوکا تھا۔ اللہ اس کو سیر کر دینگے اگر وہ پیاسا تھا اللہ اس کو سیراب کر دینگے۔ اگر وہ ننگا تھا۔ تو اللہ اس کو لباس پہنا دینگے اگر وہ خوفزدہ تھا اللہ اس کو امن میں کر دینگے اگر وہ گھبراہٹ میں تھا اللہ اس کو مانوس کر دینگے اور اگر وہ فقیر تھا اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دینگے اگر وہ جیل میں تھا اللہ تعالیٰ اس کو نکلوا دینگے اگر وہ قیدی تھا تو اس کو آزاد کروا دینگے اگر وہ راستہ گم کرنے والا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو راستہ دکھا دینگے اگر وہ مقروض ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے قرضے کو اپنے خزانوں سے ادا فرما دینگے۔ اس سورت کا نام المدفعہ اور القاضیہ ہے۔ کیونکہ یہ برائی کو دفع کرتی اور اس کی ہر حاجت کو پورا کرتی ہے۔ واللہ اعلم

سورۂ یٰسین کا تفسیری ترجمہ آج مورخہ ۱۲ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ بعد نماز عشاء تکمیل پذیر ہوا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

سُوْرَۃُ الصّٰٓفّٰتِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّاثْنَانِ وَّثَمَانُوْنَ اٰیَۃً وَّخَمْسُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ صافات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو بیاسی (۱۸۲) آیات اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝۱ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝۲ فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا ۝۳ اِنَّ اِلٰـھَکُمْ لَوَاحِدٌ ۝۴

قسم ہے صف بنا کر کھڑے ہونے والے فرشتوں کی، پھر ان فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں، پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ بلاشبہ تمہارا معبود ایک ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا

جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اور رب ہے مشارق کا۔ بلاشبہ ہم نے قریب والے آسمان کو زینت دی ہے

بِزِیْنَۃِ نِ الْکَوَاکِبِ ۝۶ وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝۷ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ

خاص زینت یعنی ستاروں کے ذریعہ۔ اور حفاظت کی ہے ہر سرکش شیطان سے۔ یہ لوگ عالم بالا کی طرف کان نہیں

الْاَعْلٰی وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ ۝۸ دُحُوْرًا وَّلَھُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝۹ اِلَّا مَنْ خَطِفَ

لگا سکتے اور وہ ہر جانب سے مار کر دھکے دیئے جاتے ہیں اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ سوائے اس شیطان کے جو اچک کر

الْخَطْفَۃَ فَاَتْبَعَہٗ شِھَابٌ ثَاقِبٌ ۝۱۰

لے بھاگے تو اس کے پیچھے ایک شعلہ دہکتا ہوا لگ لیتا ہے۔

چار اقسام اور ان کی قسمیں:

۱،۲،۳: وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا۔ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا (اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھے کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی جو روکنے والے ہیں روکنا) فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا (پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں) اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی مختلف جماعتوں کی قسم اٹھائی۔ نمبر۲۔ یا ان کے نفوس کی کہ نماز میں صف بستہ ہیں پھر بادلوں کو چلانے کیلئے ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے ہیں اور الہام خیر کے ذریعہ معاصی سے روکنے والے ہیں۔ پھر کتب منزلہ میں سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ یہ ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور مجاہد کا قول ہے۔

نمبر۳۔ ان علمائے عاملین کے نفوس کی قسم کھائی گئی جو تہجد میں اپنے قدم جمانے والے اور اسی طرح دیگر نمازوں میں۔ پھر جو

مواعظ ونصائح سے ڈانٹ ڈپٹ کر کے معاصی سے روکنے والے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت ، شرائع واحکامات کو پڑھانے والے ہیں۔ نمبر۴۔ غازیوں کی جانوں کی قسم اٹھائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صف باندھ کر جہاد میں مصروف ہیں۔ اور جہادی گھوڑوں کو تیز دست چلانے کیلئے ڈانٹنے والے ہیں۔ اور اس حالت میں بھی ذکر الٰہی میں مصروف ومشغول رہتے ہیں۔

نحو : صفا، زجرا دونوں مصدر مؤکد ہیں۔ اور فاء ترتیب تفاضل فی الصفات کو ظاہر کرتی ہے۔ فضیلت کو صف بستگی پھر زجر پھر تلاوت سے مقید کیا گیا یا اس کا عکس پہلے تلاوت پھر زجر پھر صف بندی۔

۴: إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ (کہ تمہارا معبود ایک ہے)

نحو : یہ جواب قسم ہے یا ایک قول کے مطابق یہ کفار کے قول أَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ إِلٰهًا وَّاحِدًا [ص:۵] کا جواب ہے۔

۵: رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے)

نحو : یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے یا مبتدأ محذوف ھو کی خبر ہے۔

مطالع الشمس :

وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ (اور جو ان کے مابین ہے اور پروردگار ہے طلوع کرنے کے مواقع کا) مشارق سے سورج کے مطالع مراد ہیں۔ اور وہ تین سو ساٹھ ہیں۔ اور اسی طرح مغارب بھی۔ ہر روز سورج ایک مطلع سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایک مغرب میں ڈوب جاتا ہے۔ دو دن ایک مطلع سے نہ طلوع کرتا اور نہ ہی دو دن ایک مغرب میں غروب ہوتا ہے۔

سوال : قرآن مجید میں رب المشرقین و رب المغربین فرمایا گیا۔

حل : وہ سردی وگرمی کے دو مشرق ومغرب مراد ہیں۔ اور جہاں رب المشرق والمغرب آیا تو وہاں مطلقاً جہت مراد ہے۔ پس مشرق ایک جہت اور مغرب دوسری جہت ہے۔ (فلا اشکال)

۶: إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا (بیشک ہم ہی نے رونق دی اس طرف والے آسمان کو) الدنیا سے مراد جو تم سے قریب تر ہے۔ یہ ادنیٰ کی مؤنث ہے۔ بِزِيْنَةِ ن الْكَوَاكِبِ (عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ)

قراءت : حمزہ اور حفص نے زینۃ سے اس کو بدل قرار دیا۔ تقدیر عبارت یہ ہوئی۔ انا زینا السماء الدنیا بالکواکب بزینۃ الکواکب ہم نے آسمان دنیا کو کواکب سے یعنی آرائش کواکب سے زینت دی۔ ابوبکر نے محل زینۃ سے بدل مان کر پڑھا یا اعنی کو مضمر مانا یا مصدر منون کو مفعول میں عامل قرار دیا بزینۃ الکواکب دیگر قراء نے مصدر کو فاعل کی طرف مضاف مانا۔ تقدیر کلام یہ بتائی بان زانتھا الکواکب اور اس کی اصل بزینۃ ٍالکواکب یا اضافت المفعول تسلیم کر کے اصل اس طرح نکالی بان زان اللّٰہ الکواکب و حسّنھا لانھا انما زینت السماء لحسنھا فی انفسھا اور اس کی اصل بزینۃ ٍالکواکب قراءت ابوبکر کی بناء پر۔

۷: وَحِفْظًا (اور حفاظت بھی کی ہے) اس کو معنی پر محمول کیا ہے۔ معنی یہ ہے۔ انا خلقنا الکواکب زینۃ للسماء وحفظا من

الشیاطین (بیشک ہم نے ستاروں کو آسمان کیلئے زینت اور شیاطین سے حفاظت کا ذریعہ بنایا) جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ولقد زیّنا السماء الدنیا بمصابیح وجعلنٰھا رجومًا للشیاطین [الملک:۵] یا نمبر۲۔ فعل معلل مقدر ہے گویا اس طرح کہا گیا و حفظا من کل شیطان زینا ھا بالکواکب اور ہر شیطان سے حفاظت کیلئے ہم نے اس کو ستاروں سے زینت دی ہے۔ یا اس کا معنی اس طرح لیں۔ حفظنا ھا حفظا (ہم نے اس کی حفاظت کی حفاظت کرنا۔) مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ (ہر شریر شیطان سے) مارد جو اطاعت سے نکلنے والا ہو۔

۸: لَا یَسَّمَّعُوْنَ (وہ شیاطین کان نہیں لگا سکتے)

نحو: اس میں ضمیر ہر شیطان کی طرف ہے اور کیونکہ وہ شیاطین کے معنی میں ہے۔

قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوئی قراء نے یسمعون صرف میم کو مشدد پڑھا ہے۔ اور اس کی اصل یتسمّعون ہے۔ التسمع سماع کا پیچھا کرنا۔ کہا جاتا ہے تسمع فسمع۔ مناسب یہ ہے کہ کلام منقطع ابتدائی بنے۔ چوری سننے کیلئے کان لگانے والوں کی حالت کی پڑتال کرتے ہوئے اور اس بات کے پیش نظر کہ وہ ملائکہ کے کلام کو سننے یا زبردستی اس پر کان لگانے کی قدرت نہیں رکھتے۔

ایک قول یہ ہے اس کی اصل یہ ہے لئلا یسمعوا لام کو حذف کر دیا جیسا کہ اس قول میں حذف کیا جئتك ان تکرمنی پس ألا یسمعوا باقی رہ گیا۔ پھر اَنْ کو حذف کر دیا اور اس کے عمل کو ضائع کر دیا۔ جیسا اس ارشاد میں ہے۔ الا اَیُّھا الزَّاجِری اَحْضُرُ الوغٰی۔

مگر اس قول میں ظلم و زیادتی ہے قرآن مجید کو اس قسم کی امثال سے محفوظ کرنا ضروری ہے۔ دونوں حذف انفرادی طور پر قابل رد نہیں۔ لیکن ان دونوں حذف کا اجتماع قابل انکار ہے۔ اور سمعت فلانا یتحدث اور سمعت الیه یتحدث و سمعت حدیثه اور سمعت الی حدیثه میں فرق یہ ہے کہ متعدی بنفسہ ادراک کا فائدہ دیتا ہے۔ اور متعدی بالی اصغاء مع الادراک کے لئے مفید ہے۔ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی (عالم بالا کی طرف) یعنی عالم ملائکہ کیونکہ وہ آسمانوں کے ساکنین ہیں۔ اور جن وانس یہ ملاء الاسفل ہیں۔ کیونکہ یہ سکانِ ارض ہیں۔ وَیُقْذَفُوْنَ (وہ دھکے دیئے جاتے ہیں مار کر) یعنی ان پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں۔ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ (ہر طرف سے) آسمان کی تمام جوانب و اطراف سے جس طرف سے بھی بات چرانے کیلئے اوپر چڑھیں۔

دُنیا میں شہاب سے آخرت میں عذاب سے:

۹: دُحُوْرًا نحو: یہ مفعول لہ ہے۔ ای یقذفون للدحور (دھتکارنے کیلئے) ان پر شہاب پھینکے جاتے یا یہ حال ہے۔ اس حال میں کہ وہ دھتکارے ہوئے ہیں۔ یا یہ مفعول مطلق معناً مان لیں۔ کیونکہ قذف و طرد قریب المعنی ہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا یدحرون دحورًا۔ یا یقذفون قذفا وَّلَھُمْ عَذَابٌ وَّ اصِبٌ (اور ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا) واصب دائم کے معنی میں ہے یہ وصوب سے بنا ہے کہ یہ دنیا میں شہابوں سے سنگسار کیے جاتے ہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عذاب دائمی

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ

سو آپ ان سے دریافت کریجئے کیا وہ پیدائش کے اعتبار سے زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی دوسری چیزیں، بے شک انہیں ہم نے چپکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں

وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوْٓا

اور وہ لوگ تمسخر کرتے ہیں۔ اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت کو نہیں سمجھتے۔ اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا

کہ یہ کھلے ہوئے جادو کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے۔ کیا ہمارے

الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ

پرانے باپ دادے بھی۔ آپ فرما دیجئے ہاں اور تم ذلیل ہو گے۔ بس وہ ایک للکار ہو گی سو یکایک وہ سب کھڑے

يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ

دیکھ رہے ہوں گے۔ اور یوں کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی یہ تو روز جزا ہے۔ یہ فیصلہ کا دن ہے جس کو تم

تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

جھٹلایا کرتے تھے۔

ع ۵

کی خاص قسم تیار کر رکھی ہے جو ان سے منقطع نہ ہو گی۔

۱۰: اِلَّا مَنْ (مگر جو شیطان) من محل رفع میں لایسمعون کی واؤ سے بدل ہے مطلب یہ ہے لایسمع الشیاطین الا شیطان الذی (وہ شیاطین نہیں سن پاتے مگر وہ شیطان جو) خَطِفَ الْخَطْفَةَ (کچھ خبر لے بھاگے) یعنی چھین لے کچھ چھیننا یعنی فرشتوں کی کلام میں سے جلدی سے کچھ لے لے۔ فَاَتْبَعَهٗ (اس کا پیچھا کرتا ہے) آملتا ہے۔ شِهَابٌ (ایک رجم والا ستارہ) ثَاقِبٌ (روشن)۔

مشکل کی ایجاد مشکل نہیں تو آسان تر کی کیسے مشکل ہو؟

۱۱: فَاسْتَفْتِهِمْ (پس ان سے آپ پوچھئے) کفارِ مکہ سے استفسار کرو۔ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا (کیا یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ مضبوط ہیں) خلقت میں مضبوط تر ہیں۔ عرب کا قول ہے شدید الخلق و فی خلقه شدة یا اصعب خلقا و اشقهٗ اس معنی میں کہ اس میں ان کے انکارِ بعث کی تردید کی گئی ہے۔ اور وہ ذات جس کو اتنی بڑی مخلوقات بنانا آسان ہے۔ اور ان کی ایجاد میں اسے کوئی

مشکل پیش نہ آئی تو انسان کی پیدائش تو اس پر آسان تر ہے۔ اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا (یا ہماری پیدا کردہ یہ چیزیں) اس سے مراد مخلوقات میں سے جن کا تذکرہ ہوا مثلاً ملائکہ، آسمان وزمین اور جو ان کے مابین ہے۔

مَنْ کا لفظ عقلاء کو غیروں پر غلبہ دے کر ذکر کر دیا۔ اور اس پر ان قراء کی قراءت دلالت کرتی ہے۔ جنہوں نے ام من عددنا تخفیف وتشدید کے ساتھ پڑھا۔ اِنَّا خَلَقْنٰھُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّا زِبٍ (ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے) لازب چپکنے کے معنی دیتا ہے یا لازم کرنا۔ اور یہاں اس کو اس طرح پڑھا گیا ہے۔ یہ ان قراء کے خلاف شہادت ہے کہ یہ ضعیف ہے کیونکہ جو چیز مٹی سے بنائی جاتی ہے۔ اس کی صفت صلابت وقوت سے نہیں لائی جاتی۔ یا یہ ان کے خلاف حجت ہے کہ طین لازب وہی مٹی ہے جس سے ان کو پیدا کیا گیا۔ پھر مٹی سے پیدا ہونے پر ان کو کیوں تعجب ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں ء اذا کنا ترابًا [الرعد: ۵] اس معنی کی تائید اس کے بعد انکار بعث کے تذکرہ کا آنا بھی ہے۔

۱۲: بَلْ عَجِبْتَ (بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں) کہ یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔ وَیَسْخَرُوْنَ (اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں) آپ سے اور آپ کے اس تعجب کرنے سے یا آپ کو ان کے انکار بعث پر تعجب ہے۔ اور وہ معاملۂ بعث کا تمسخر اڑاتے ہیں۔

قراءت: حمزہ، علی نے بل عجبتُ پڑھا ہے۔ میں نے اس کو بہت بڑا سمجھا ہے۔ العجب جب کسی چیز کو بڑا سمجھا جائے گا۔ تو اس وقت جو گھبراہٹ پیش آتی ہے اللہ تعالیٰ کے حق میں خالص بڑا قرار دینے کے معنی میں لیا گیا ہے کیونکہ گھبراہٹ کا اطلاق اس پر نہیں کیا جا سکتا یا اس کا معنی یہ ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے بلکہ مجھے تعجب ہے۔

۱۳: وَاِذَا ذُکِّرُوْا لَا یَذْکُرُوْنَ (اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے یہ سمجھتے نہیں) ان کی عادت یہ ہے کہ جب ان کو کسی چیز کی نصیحت کی جاتی ہے اس سے یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

۱۴: وَاِذَا رَاَوْا اٰیَۃً (اور جب یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں) آیت سے مراد معجزۂ انشقاقِ قمر وغیرہ۔ یَّسْتَسْخِرُوْنَ (تو اس کی وہ ہنسی اڑاتے ہیں) وہ ایک دوسرے کو تمسخر کیلئے بلاتے ہیں۔ یا تمسخر میں مبالغہ کرتے ہیں۔

۱۵: وَقَالُوْا اِنْ ھٰذَآ (اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو) اِن نافیہ ہے۔ ای ماھذا۔ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (صریح جادو ہے) مبین کا معنی ظاہر۔

کفار کا قیامت پر استبعاد:

۱۶: ءَ اِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم زندہ کیے جائیں گے)

نحو: ءَ اذا یہ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کیا جب ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

۱۷: اَوَ اٰبَآؤُنَا (کیا ہمارے اگلے باپ دادا)

نحو: یہ ان اور اس کے اسم پر معطوف ہے۔ نمبر۲۔ مبعوثون کی ضمیر پر عطف ہے۔ معنی یہ ہے کیا ہمارے آباء بھی اٹھائے جائیں گے۔ زیادتی استبعاد کیلئے وہ مراد لیتے تھے کہ وہ قدیم ترین ہیں۔ پس ان کا اٹھایا جانا زیادہ بعید اور باطل ترین ہے۔

قراءت: أو آباؤنا۔ سکونِ واؤ کے ساتھ مدنی، شامی نے پڑھا ہے۔ یعنی انکار میں مبالغہ کیلئے کہنے لگے کیا ہم میں سے ایک

اٹھایا جائے گا۔ الْاَوَّلُوْنَ (اگلے) پہلے۔

۱۸: قُلْ نَعَمْ (آپ کہہ دیجئے کہ ہاں) تم اٹھائے جاؤ گے۔

قراءت: علی نے نَعِمْ پڑھا اور یہ دونوں لغات ہیں۔ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ (اور تم ذلیل بھی ہو گے)

ان کو جواب دیا وہ ایک مددگار ہے:

۱۹: فَاِنَّمَا یہ شرط مقدر کا جواب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے اذا کان کذلك فما ھِیَ (پس وہ تو بس) زَجْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ (ایک للکار ہوگی) ھی یہ شئی کی طرف نہیں لوٹتی بلکہ یہ مبہم ہے۔ اس کو اس کی خبر واضح کرنے والی ہے۔ اور یہ بھی درست ہے انما البعثة زجرة واحدة۔ (بیشک بعثت تو ایک ڈانٹ ہے)۔ اور وہ نفحہ ثانیہ ہے۔ الزجرۃ چیخ۔ جیسا کہتے ہیں۔ زجر الراعی الابل او الغنم۔ جبکہ وہ ان کو آواز دے کر بلائے۔ فَاِذَا ھُمْ (پس اسی وقت وہ) زندہ دیکھنے والے ہونگے۔ یَنْظُرُوْنَ (وہ دیکھنے والے ہونگے) اپنے برے اعمال کو یا وہ اترنے والے عذاب کے منتظر ہونگے۔

۲۰: وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا (اور وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی) الویل۔ یہ ایسا کلمہ ہے جس کو کہنے والا بوقت ہلاکت کہتا ہے۔ ھٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ (یہ تو وہی روز جزاء ہے) یعنی وہی دن ہے جس میں ہمیں بدلہ دیا جائے گا۔ یعنی ہمارے اعمال کی جزاء دی جائے گی۔

۲۱: ھٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ (یہ فیصلہ کا دن ہے) قضاء کا دن۔ اور گمراہی و ہدایت کے درمیان فرق کا دن ہے۔ الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ (جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے)

تین قول:

نمبر۱۔ پھر اس میں احتمال ہے کہ ھذا یوم الدین سے احشروا تک کفار کا کلام ہو۔ جو ایک دوسرے کو وہ کریں گے۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ملائکہ کی گفتگو ہو جو ان سے کریں گے۔ نمبر۳۔ اور یا ویلنا ھذا یوم الدین یہ کفار کا کلام ہو اور ھذا یوم الفصل یہ ملائکہ کا کلام ہو جو ان کے جواب میں کہا گیا ہو۔

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ

ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو جمع کر لو اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے ، پھر انہیں

اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ

دوزخ کا راستہ دکھا دو۔ اور انہیں ٹھہراؤ بیشک ان سے سوال کیا جائے گا۔ کیا بات ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ

هُمُ الْیَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْۤا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ

وہ آج سب کے سب ہارمانے ہوئے ہوں گے۔ اور ان میں سے بعض بعض کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ کہیں گے کہ بے شک تم ہمارے پاس

تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْیَمِیْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ

بڑے زور دار طریقے سے آیا کرتے تھے متبوعین کہیں گے بلکہ بات یہ ہے کہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔ اور تم پر ہمارا کوئی زور نہیں تھا

بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَیْنَا قَوْلُ رَبِّنَاۤ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَیْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا

بلکہ بات یہ ہے کہ تم سرکشی کرنے والے تھے۔ سو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی، بلاشبہ ہم سب چکھنے والے ہیں۔ سو بلاشبہ ہم نے تمہیں بہکایا بے شک ہم

غٰوِیْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ یَوْمَئِذٍ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۴﴾

خود بھی گمراہ تھے۔ سو بلاشبہ وہ لوگ آج کے دن عذاب میں شریک ہوں گے۔ بلاشبہ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَیَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْۤا

یقینی بات ہے کہ ان کا حال یہ تھا کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو تکبر کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا ایک ایسے شخص کی وجہ سے

اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾

اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں جو شاعر ہے دیوانہ ہے۔

حشر اور سوالات:

۲۲، ۲۳: اُحْشُرُوْا (جمع کرلو) یہ ملائکہ کو خطاب ہے۔ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (ظالموں کو) ظالم سے کافر مراد ہیں۔ وَاَزْوَاجَهُمْ (اور ان کے ہم مشربوں کو) ان کے مماثل لوگوں کو۔ نمبر۲۔ شیاطین ساتھیوں کو نمبر۳۔ ان کی کافرہ عورتوں کو۔

نحو: یہاں واؤ بمعنی مع ہے۔ اور بعض نے کہا عطف کیلئے ہے۔ اور ظلموا کی ضمیر پر عطف کرتے ہوئے اس کو رفع سے پڑھا گیا۔ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے) یعنی بت فَاهْدُوْهُمْ (پھر ان کو

بتلادو)۔راہنمائی کردو۔

قول اصمعی رحمہ اللہ کہتے ہیں ہدیتہ فی الدین ھدًی۔اوراگر ھدیتہ فی الطریق کہیں توھدایۃ لائیں گے۔اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ (دوزخ کے راستہ کی طرف) آگ کی راہ۔

۲۴: وَقِفُوْهُمْ (اوران کوٹھہراؤ)ان کوروک لو۔اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (ان سے پوچھا جائے گا)ان کے اقوال وافعال کے متعلق۔

۲۵: مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ (اب تم کو کیا ہوا ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے) یعنی ایک دوسرے کی معاونت نہیں کرتے۔ یہ درحقیقت تناصر سے عاجزی پر توبیخ ہے۔اس کے بعد کہ وہ دنیا میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ یہ ابوجہل کا جواب ہے۔ جو اس نے بدر کے دن کہا۔ نحن جمیعٌ منتصر [القمر:۴۴] حال کی وجہ سے موضع نصب میں واقع ہے۔ ای مالکم غیر متناصرین۔ تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اس حال میں ہو کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کررہے۔

۲۶: بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ (بلکہ وہ آج فرمانبرداری کا اظہار کرنے والے ہونگے) مطیع ہونگے نمبر۲۔ایک دوسرے کی اطاعت کرنے والے ہونگے۔اور عاجزی کی وجہ سے اطاعت کریں گے۔پس ہر ایک مددگار نہ ہوگا بلکہ مطیع ہوگا۔

۲۷: وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونگے) تابع متبوع کی طرف یَّتَسَآءَلُوْنَ (وہ سوال جواب کریں گے) باہمی جھگڑیں گے۔

۲۸: قَالُوْٓا (وہ کہیں گے) پیروکار اپنے سرداروں کو اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ (تم ہم پر بڑے زور سے آتے تھے) یعنی قوت اور غلبہ کے ساتھ۔ کیونکہ دایاں ہاتھ قوت سے موصوف کیا جاتا ہے اور اسی سے پکڑا جاتا ہے۔مطلب یہ ہے تم ہمیں گمراہی پر آمادہ کرتے اور زبردستی مجبور کرتے تھے۔

سرداروں کا جواب:

۲۹: قَالُوْا (وہ کہیں گے) سردار بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (بلکہ تم خود ایمان نہیں لائے تھے) یعنی تم نے خود ایمان سے انکار کیا۔ اور قدرت کے باوجود اس سے اعراض کیا۔کفر کو اختیار کیا جو پسند کر کے نہ کہ مجبوری سے۔

۳۰: وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ (اور ہمیں تم پر کوئی زور نہ تھا) ایسا تسلط نہ تھا کہ جس سے ہم تم سے اختیار چھین لیتے اور اختیار تم سے لے لیتے۔بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ (بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے)۔تو اپنے اختیار سے سرکشی کرنے والے تھے۔

۳۱: فَحَقَّ عَلَيْنَا (پس ہم سب ہی پر ثابت ہو چکی) ہم سب پر لازم ہوگئی۔قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ (ہمارے رب کی بات کہ ہم سب نے مزا چکھنا ہے) یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے کہ ہم لامحالہ اس کے عذاب کو چکھنے والے ہیں۔کیونکہ وہ ہمارے حال سے واقف ہے اور اگر وعید کی اس طرح حکایت کی جاتی جیسا کہ وہ ہوتی ہے تو پھر اس طرح کہا جاتا انکم لذائقون مگر اس انداز کو چھوڑ کر متکلم کے لفظ کی طرف عدول کیا گیا کیونکہ وہ اپنے نفوس کی طرف سے یہ بات کرنے والے ہونگے۔اس کی مثال محاورۂ عرب میں اس طرح ہے۔فقدزعمت ھوازنُ قَلَّ مالی۔ اگر اس کے قول کی حکایت کرتا تو شاعر اس طرح کہتا۔قل

مالك۔

۳۲: فَاَغْوَیْنٰکُمْ (تو ہم نے تم کو بہکایا) تمہیں گمراہی کی طرف دعوت دی۔ اِنَّا کُنَّا غٰوِیْنَ (ہم خود بھی گمراہ تھے) پس ہم نے تمہارے گمراہ کرنے کا ارادہ کیا تا کہ ہمارے جیسے ہو جاؤ۔

دونوں کو یکساں عذاب:

۳۳: فَاِنَّھُمْ (تو وہ سب کے سب) پیروکار اور سردار تمام۔ یَوْمَئِذٍ (اس دن) قیامت کے دن فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِکُوْنَ (عذاب میں شریک رہیں گے) جیسا کہ گمراہی میں شریک مشترک تھے۔

۳۴: اِنَّا کَذٰلِکَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ (ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں) مجرمین سے مشرکین مراد ہیں۔ اِنَّا (بلاشبہ) اس جیسا فعل ہم ہر مجرم سے کرتے ہیں۔

۳۵: اِنَّھُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ (وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو تکبر کیا کرتے تھے) بلاشبہ یہ کلمۂ توحید سن کر تکبر کرتے اور شرک کے علاوہ ہر چیز کا انکار کرتے تھے۔

۳۶: وَیَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا (اور وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم)

قراءت: أئنا کو دو ہمزہ کے ساتھ شامی و کوفی نے پڑھا۔

لَتَارِکُوْٓا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کیلئے چھوڑ دینگے) شاعر مجنون کہہ کر مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیتے تھے۔

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳۷ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝۳۸ وَمَا

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ سچ لے کر آیا اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کی۔ بلا شبہ تم دردناک عذاب کو چکھنے والے ہو۔ اور تمہیں

تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۹ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۴۰ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ

انہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ ہاں جو اللہ کے مخلص بندے ہیں ان کا حال دوسرا ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے رزق معلوم

مَّعْلُوْمٌ ۝۴۱ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝۴۲ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۴۳ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝۴۴

یعنی میوے ہیں۔ اور وہ نعمت کے باغوں میں باعزت رہیں گے۔ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝۴۵ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝۴۶ لَا فِيْهَا غَوْلٌ

ان کے پاس شراب کا ایسا جام لایا جائے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا ہوا ہوگا۔ وہ شراب سفید ہوگی پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اس سے دردِ سر ہوگا

وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝۴۷ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝۴۸ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ

اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔ اور ان کے پاس بڑی بڑی آنکھوں والی بیویاں ہوں گی جن کی نظریں نیچی ہوں گی گویا کہ وہ بیضے ہیں

مَّكْنُوْنٌ ۝۴۹

جو چھپے ہوئے رکھے ہیں۔

۳۷: بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ (بلکہ وہ ان کے پاس ایک سچا دین لائے) اس میں مشرکین کی تردید ہے۔ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں) جیسا کہ فرمایا مصدقا لما بین یدیه [آل عمران:۳]

۳۹،۳۸: اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ۔ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تم سب کو دردناک عذاب چکھنا پڑے گا۔ اور تم کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے) بغیر کسی اضافے کے۔

۴۰: اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (ہاں مگر جو اللہ کے خاص کیے ہوئے بندے ہیں) یعنی لیکن اللہ کے بندے۔

نحو: گویا الا بمعنی لکن استثناء منقطع ہے۔

قراءت: کوفی اور مدنی نے لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

تمام رزق فواکہ ہوگا:

۴۲،۴۱: اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ۔ فَوَاكِهُ (ان کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال معلوم ہے یعنی میوے) رزق معلوم کی

تفسیر فواکہ سے کی گئی ہے فاکھہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بطور لذت استعمال کی جائے نہ کہ حفاظت صحت کے لئے بطور خوراک کھائی جائے ۔مطلب یہ ہے کہ ان کا تمام رزق وہ فواکہ ہی ہوگا۔ کیونکہ خوراک کے ساتھ حفاظت صحت کی ان کو ضرورت نہ ہوگی اس وجہ سے کہ ان کے جسم مضبوط ہمیشگی کے لیے پیدا کئے گئے ہونگے ۔ پس جو کچھ بھی وہ کھائیں گے وہ لذت کے لیے ہی ہوگا۔ اور یہ بھی درست ہے کہ رزق معلوم سے مراد بعض خصوصیتوں کا حامل رزق ان کو دیا جائے ۔ مثلاً ذائقے اور خوشبو کی عمدگی اور لذت اور حسن منظر وغیرہ۔

ایک قول یہ ہے:

کہ ان کا وقت معلوم ہوگا۔ جیسا اس ارشاد میں ہے ولھم رزقھم فیھابکرۃ وعشیًا [مریم:۶۲] اور نفس کو اسی میں زیادہ سکون ملتا ہے۔ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ (اور وہ لوگ بڑی عزت سے ہونگے) یعنی ان کی عزت کی جائیگی ۔

۴۳: فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (آرام کے باغوں میں) جائز ہے کہ یہ ظرف بنے اور یہ بھی درست ہے کہ حال ہو اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ یہ دوسری خبر ہو اور اسی طرح عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ بھی۔

۴۴: عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (تختوں کے اوپر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے) تقابل زیادہ مانوس کرنے والا اور خوشی کی تکمیل کرنے والا ہے

۴۵: يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ (اور ان کے پاس جام شراب لایا جائے گا۔) قراءت: کاس بغیر ہمزہ کے ابو عمرو' ابو جعفر اور سوسی نے پڑھا ہے۔ اور حمزہ نے وقف کی حالت میں اس طرح پڑھا اور دیگر قراء نے ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے کاس شیشے کا گلاس اور شراب کو بھی کاس کہا جاتا ہے۔ بقول اخفش کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کاس کا لفظ شراب ہی کے معنی میں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی یہ تفسیر ہے۔ مِّنْ مَّعِيْنٍ (بہتی ہوئی شراب سے) یعنی ایسی شراب سے جو بہنے والی ہوگی یا ایسی نہر سے جو سطح زمین پر ظاہر میں آنکھوں کے سامنے جاری ہونے والی ہو۔ اس میں شراب کی وہی صفت ذکر کی گئی جو پانی کی بیان کی جاتی ہے کیونکہ وہ جنت میں نہروں کے اندر پانی کی طرح بہنے والی ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانھٰر من خمر [محمد:۱۵]

۴۶: بَيْضَآءَ (سفید) یہ جام کی صفت ہے لَذَّةٍ (لذت) لذت سے اس کی تعریف کی گئی گویا وہ بعینہٖ لذت ہے یا ذات لذت لِّلشّٰرِبِيْنَ (پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی)

شرابِ جنت فتورِ عقل سے خالی:

۴۷: لَا فِيْهَا غَوْلٌ (نہ اس میں درد سر ہوگا) یعنی دنیا کی شراب کی طرح اس سے عقل میں فتور نہ آئے گا۔ غول کا لفظ ہلاک کرنے اور بگاڑنے کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (نہ اس سے ان کو نشہ چڑھے گا) یہ نزف الشارب سے لیا گیا ہے جبکہ اس کی عقل چلی جائے۔ نشے والے کو نزیف اور منزوف یعنی مسلوب العقل کہا جاتا ہے۔

قراءت: ینزفون علی اور حمزہ نے اسی طرح پڑھا ہے۔ یعنی ان کو نشہ نہیں چڑھے گا۔ یا ان کی شراب نشہ نہیں لائے گی اس صورت

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۞ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّىْ كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ ۞

سو ان میں سے بعض بعض پر متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ ان میں سے ایک کہے گا کہ بلا شبہ میرا ایک ساتھی تھا۔

يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۞ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۞

وہ کہتا تھا کہ تو تصدیق کرنے والوں میں ہے۔ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں اپنے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا۔

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ۞ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِىْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۞ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ

وہ کہے گا کیا تم جھانک کر اسے دیکھنا چاہتے ہو۔ سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو جہنم کے بیچ میں دیکھ لے گا۔ کہے گا کہ اللہ کی قسم قریب تھا کہ تو

كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۞ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّىْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۞ اَفَمَا نَحْنُ

مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔ اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی ان لوگوں میں ہوتا جو حاضر کئے گئے ہیں۔ کیا بات ہے نا کہ ہم

بِمَيِّتِيْنَ ۞ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۞ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ

پہلی بار مر چکنے کے بعد نہیں مریں گے اور ہم کو عذاب نہ ہو گا۔ بلا شبہ یہ بڑی

الْعَظِيْمُ ۞ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۞

کامیابی ہے۔ اسی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیئے۔

میں یہ انزف الشارب سے لیا گیا ہے۔ جبکہ اس کی عقل چلی جائے یا اس کی شراب چلی جائے۔

۴۸: وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (اوران کے پاس نیچی نگاہ والی ہونگی) یعنی ان کی نگاہیں اپنے خاوندوں پر اکتفاء کرنے والی ہونگی غیر کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں گی۔ عِيْنٌ (بڑی بڑی آنکھ والی) یہ عیناء کی جمع ہے یعنی وسیع آنکھ والی۔

۴۹: كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ (گویا کہ وہ انڈے ہیں چھپے ہوئے) یہاں مکنون بمعنی محفوظ ہے ان کو شتر مرغ کے انڈے سے تشبیہ دی گئی جو چٹان میں چھپا ہوا ہو اور اہل عرب عورتوں کو اسی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور عورتوں کو بیضات الخدور کہتے ہیں۔

اہل جہنم سے اہل جنت کی گفتگو:

۵۰: فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (پس وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے)۔ بعض سے مراد یہاں اہل جنت ہیں اور اس کا عطف یطاف علیھم پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ شراب پئیں گے اور پینے والوں کی عادت کے مطابق باہمی گفتگو کریں گے۔ شاعر کا قول ہے۔ وَمَابَقِيَتْ مِنَ اللَّذَّاتِ اِلَّا ☆ اَحَادِيْثُ الْكِرَامِ عَلَى الْمُدَامِ۔

صرف یہی لذت باقی رہ گئی کہ محفل شراب میں شرفاء سے باتیں چلتی ہیں۔ اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر دنیا میں ان کے حق یا خلاف جو باتیں پیش آئیں ان کا تذکرہ کریں گے۔ مگر یہاں ماضی کے صیغہ سے ذکر کیا گیا جیسا کہ قرآنی اخبار کا انداز ہے۔

۵۱،۵۲: قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ (ان میں ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ملاقاتی تھا) یَّقُوْلُ اَئِنَّكَ (وہ کہا کرتا تھا کیا تو)

قراءت: شامی، کوفی نے دو ہمزہ سے پڑھا ہے۔ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ (تصدیق کرنے والوں میں سے ہے) قیامت کے دن کی۔

۵۳: ءَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا (کیا جب ہم مر جائیں گے ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا) لَمَدِیْنُوْنَ (ہم جزاء دیے جائیں گے) مدینون کا معنی بدلہ دیے جائیں گے۔ یہ لفظ دین سے بناء ہے۔ وہ جزاء کو کہتے ہیں۔

۵۴: قَالَ (وہ کہے گا) وہ کہنے والا هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ (کیا تم جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو) آگ کی جانب تا کہ میں تمہیں تمہارا وہ ملاقاتی دکھلاؤں۔

ایک قول یہ ہے:

جنت میں ایک روشن دان ہے۔ جس سے اہل جنت اہل نار کو دیکھیں گے۔ یا اللہ تعالیٰ اہل جنت کو فرمائیں گے۔ کیا تم آگ کو جھانکنا چاہتے ہو تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہارا مکان اہل نار سے کتنا دور ہے۔

۵۵: فَاطَّلَعَ (پس وہ شخص جھانکے گا) وہ مسلمان فَرَاٰهُ (پس وہ اس کو دیکھ لے گا) اپنے ملاقاتی و ساتھی کو فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ (جہنم کے وسط میں) درمیانِ جہنم میں۔

۵۶: قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ (کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! تو تو مجھے تباہ کرنے کا تھا) اِنْ یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ یہ کاد پر داخل ہے۔ جیسا کان پر داخل ہوتا ہے۔ لام کا جواب میں آنا یہ اِنْ نافیہ اور اس میں فرق ڈالنے والا ہے۔ الارداء: ہلاک کرنا)۔

نحو: یعقوب نے دونوں حالتوں میں یاء سے پڑھا۔

۵۷: وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ (اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا) اس سے مراد عصمت اور توفیق الٰہی ہے جس کی بناء پر اسلام کی رسی کو تھامے رکھا۔ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ (تو میں بھی پکڑے ہوئے لوگوں میں سے ہوتا) ان لوگوں میں سے ہوتا جن کو عذاب پر حاضر کیا جائے گا۔ جیسا کہ تجھے اور تجھ جیسے اور لوگوں کو حاضر کیا گیا۔

جنتی کا حال:

۵۸،۵۹: اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی (کیا ہم سوائے پہلی مرتبہ مرنے کے اب نہیں مریں گے) وَمَا نَحْنُ

بِمُعَذَّبِیْنَ (اور نہ ہم کو عذاب ہو گا)۔ فاء عاطفہ ہے۔ اور عطف محذوف پر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ أنحن مُخلدون منعمون فما نحن بمیتین ولا معذبین۔ (کیا ہم ہمیشہ نعمتوں میں رہیں گے ہم نہ مریں گے اور نہ عذاب دیے جائیں گے)۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ایمان والوں کا حال ہے وہ یہ کہ پہلی موت صرف ان پر آئے گی۔ مگر کفار کی حالت اس سے مختلف ہو گی اس لئے کہ وہ تو ہر گھڑی میں موت کے متمنی ہونگے۔

قولِ حکیم:

موت سے زیادہ بری کیا چیز ہے؟ اس نے کہا وہ چیز جس میں موت کی تمنا کی جائے۔ یہ بات مؤمن تحدیث نعمت کے طور پر کرے گا۔ جبکہ اس کا ساتھی سن رہا ہوگا۔ اس کی غرض اس کو توبیخ کرنا ہوگا۔ اور تا کہ اس کے دکھ میں اضافہ ہو۔ موتتنا یہ مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور استثناء متصل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے لانموت الامرة یا مستثنیٰ منقطع ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے لکن الموتة الاولٰی قد کانت فی الدنیا۔ (لیکن پہلی موت دنیا میں تھی)۔ پھر اپنے اس ساتھی کو خبردار کرنے کیلئے کہے گا۔

۶۰: اِنَّ هٰذَا (بیشک یہ) وہ معاملہ جس میں ہم ہیں)۔ لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (البتہ بڑی کامیابی ہے) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا۔

۶۱: لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ (ایسی ہی کامیابی کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے)

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ

کیا ضیافت کے اعتبار سے یہ بہتر ہے یا زقوم کا درخت۔ بے شک ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لیے فتنہ بنایا ہے۔ بلا شبہ وہ ایک درخت ہے

تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ

جو دوزخ کی گہرائی میں سے نکلتا ہے۔ اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپوں کے پھن ہوں۔ سو اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ بالضرور اس میں سے

مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ

کھائیں گے سو اس سے اپنے پیٹوں کو بھرلیں گے۔ پھر بلا شبہ ان کے لیے اس درخت کے اوپر سے کھولتا ہوا گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔ پھر بلا شبہ

مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ

ان کا لوٹنا دوزخ کی طرف ہوگا۔ بے شک انہوں نے باپ دادوں کو گمراہی کی حالت میں پایا۔ پھر ان کے نقش قدم پر تیزی کے ساتھ

يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ

چلتے رہے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ ان سے پہلے اگلے لوگوں میں سے اکثر گمراہ ہو چکے ہیں۔ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان میں ڈرانے والے

مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾ ع ۲

بھیجے ہیں۔ سو دیکھ لیجئے جن کو ڈرایا گیا ان کا کیا انجام ہوا۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔

ایک قول:

یہ ہے یہ اسی مؤمن کا کلام ہے۔

۶۲: اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا (بھلا یہ دعوت و مہربانی بہتر ہے) نزلًا یہ تمیز ہے یعنی جنت کی نعمتیں اور جو اس میں مشروبات و مطعومات کی لذات وافرہ ہیں یہ بہترین مہربانی ہے۔

اہل نار کی خوراک اور اس کی تفصیل:

اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ (یا زقوم کا درخت) وہ بہتر مہربانی ہے؟ النزل مہمان کیلئے جو مکان پر رزق وغیرہ پیش کیا جائے۔ الزقوم تہامہ میں پیدا ہونے والا ایک کڑوا درخت (تھور)

۶۳: اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ (ہم نے اس درخت کو ظالموں کیلئے موجب امتحان بنایا ہے) آخرت میں ان کے لئے مشقت وعذاب کا باعث ہوگا۔ نمبر۲۔ دنیا میں ابتلاء کا باعث اور وہ اس طرح کہ انہوں نے کہا کہ آگ میں درخت کیسے ممکن ہے جبکہ آگ تو

درختوں کو جلاتی ہے اسلئے کفار نے اس کا انکار کر دیا۔

۶۴: اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ (یہ درخت ہے۔ جو جہنم کی قعر سے نکلتا ہے)

ایک قول:

اس کی جڑ تو قعرِ جہنم میں ہے اور اس کی شاخیں جہنم کے مختلف طبقات میں پہنچنے والی ہیں۔

۶۵: طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ (اس کے پھل ایسے جیسے سانپ کے پھن) طلع گابھہ کھجور کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کو زقوم کے درخت پر ظاہر ہونے والے بوجھ کیلئے بطور استعارہ لایا گیا ہے۔ اور اس پھل کو رؤسِ شیاطین سے تشبیہ دے کر اس سے انتہائی نفرت و کراہت منظر ظاہر کرنا مقصود ہے کیونکہ شیطان لوگوں کے طبائع میں بہت ہی قبیح و بدصورت ہے کیونکہ خیال میں وہ مجسمۂ شر ہے۔

ایک قول:

یہ ہے الشیطان۔ ایک معروف سانپ ہے جو انتہائی بدصورت اور خوفناک ہوتا ہے۔

۶۶: فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا (تو وہ لوگ اس میں سے کھائیں گے) یا اس کے پھل سے کھائیں گے۔ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (اور اسی سے پیٹ بھریں گے)

سخت بھوک کے غالب آنے کی وجہ سے وہ اسی سے پیٹ بھریں گے۔

۶۷: ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا (پھر ان کو اس پر) کھانے کے بعد لَشَوْبًا (ملا کر دیا جائے گا) مِّنْ حَمِيْمٍ (گرم پانی) شدید گرم پانی جو ان کے چہروں کو جھلسا اور انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔ جیسا کہ اہل جنت کے مشروب کے متعلق فرمایا۔ ومزاجه من تسنيم [المطففین : ۲۷] مطلب یہ ہے کہ وہ زقوم کے درخت سے پیٹ بھریں گے اور وہ ایسا گرم ہوگا کہ ان کے پیٹوں کو اندر سے جلا دے گا اور شدید پیاس لگے گی۔ اس پیاس سے جب خوب سزا مل جائے گی تو پھر شدید گرم مشروب پلایا جائے گا۔ اور وہ مشروب گرم پانی کے ساتھ ملا ہوا ہوگا۔

۶۸: ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ (پھر ٹھکانہ ان کا دوزخ ہی کی طرف ہوگا) یعنی ان کے مقامات اور مکانات سے جو جہنم میں ہونگے اور وہ مقامات درکاتِ جہنم ہیں۔ زقوم کے درخت کی طرف لے جایا جائے گا۔ وہ اس سے کھاتے جائیں گے یہاں تک کہ اکتا جائیں گے۔ پھر ان کو گرم پانی پلا کر واپس طبقات دوزخ میں کر دیا جائے گا۔

ثم تراخی کیلئے آتا ہے۔ تراخی کا معنی اس میں ظاہر ہے۔

۶۹، ۷۰: اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ۔ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ (انہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا تھا۔ پھر یہ بھی ان ہی کے قدم بہ قدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے)۔ اس میں ان کے ان مصائب میں مبتلا ہونے کا سبب دین میں اپنے آباء و

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾

اور یہ بات واقعی ہے کہ نوح نے ہمیں پکارا سو ہم کیا ہی خوب ہیں فریاد سننے والے۔ اور ہم نے نوح کو اور اس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات دی۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ

اور ہم نے اس کی ذریت کو باقی رہنے دیا۔ اور ہم نے ان کے لیے بعد کے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی۔ کہ نوح پر سلام ہے

فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾

جہانوں میں۔ بلا شبہ ہم مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلا شبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں ہیں۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو غرق کردیا۔

اجداد کی اتباع اور گمراہی میں ان کا پیچھا کرنا اور دلیل کو ترک کرنا بتلایا گیا ہے۔ الاھراع بہت تیزی کرنا گویا ان کو پیچھے سے دھکیلا جا رہا ہو۔

۷۱: وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ (اور ان سے پہلے بھی گمراہ ہو چکے ہیں) قبلھم سے مراد قریش سے پہلے اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ (اگلے لوگوں میں اکثر) گزشتہ زمانہ میں گزرنے والے لوگ جنہوں نے غور وفکر کو چھوڑ کر محض گمراہ آباء کی تقلید کی۔

۷۲: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (ہم نے ان میں ڈرسنانے والے بھیجے تھے)۔ وہ انبیاء علیہم السلام تھے۔ جنہوں نے ان کو انجام سے ڈرایا۔

۷۳: فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ (پس دیکھ لو ان لوگوں کا کیا انجام ہوا) ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا وہ تمام ہلاک کر دیے گئے۔

۷۴: اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے) مگر وہ لوگ جو ان میں سے ایمان لائے اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کر دیا یا اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دین کیلئے خالص کر لیا۔

قراءت: لام کے فتحہ و کسرہ کی قراءت ہے۔

منذرین کا گزشتہ زمانوں میں بھیجا جانا:

۷۵: جب منذرین کا گزشتہ زمانوں میں بھیجا جانا اور ان کا بدترین انجام ذکر کیا تو اس کے بعد نوح علیہ السلام اور ان کی اس دعا کا ذکر کیا جو انہوں نے قوم سے مایوس ہونے کے بعد فرمائی۔

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ:

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ (اورنوح نے ہم کو پکارا) اس نے ہمیں پکارا تا کہ ہم غرق سے ان کو نجات دیں۔

ایک قول:

یہ ہے اس سے ان کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ انی مغلوب فانتصر [القمر:١٠]

فَلَنِعْمَ الْمُجِیْبُوْنَ (پس ہم خوب فریاد سننے والے ہیں) نعم پر جو لام داخل ہے۔ یہ قسم محذوف کا جواب ہونے کی وجہ سے ہے۔ مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ولقد نادانا نوح فواللّٰہ لنعم المجیبون نحن، جمع عظمت و کبریائی کو ظاہر کرنے کیلئے لائے۔ مطلب یہ ہے ہم نے اس کو بہت خوب جواب دیا۔ اور اس کے دشمنوں پر اس کو غلبہ دیا۔ اور اس کے دشمنوں سے خوب انتقام لیا۔

۷۶: وَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ (اور ہم نے ان کو اور ان کے پیروکاروں کو نجات دی) اہل سے مراد ایمان والے اور ان کی اولاد مراد ہے۔

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ (بڑے بھاری غم سے) اس سے مراد غرق ہونے کا غم ہے۔

۷۷: وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِیْنَ (اور ہم نے باقی ہی ان کی اولاد کو رہنے دیا) ان کے علاوہ تمام فناء ہوگئے۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

تمام لوگ اس وقت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے۔ نمبر١۔ سام، یہ عرب، فارس، روم کا جد امجد ہے۔ نمبر٢۔ حام یہ مشرق سے مغرب تک حبشیوں کا باپ ہے۔ نمبر٣۔ یافث یہ ترک اور یاجوج ماجوج کا باپ ہے۔

۷۸: وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ (اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں بات رہنے دی) آخرین سے مراد یہ پچھلی امتیں اور وہ بات یہ ہے۔ سلام علی نوح فی العالمین۔

انجام نوح علیہ السلام:

۷۹: سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ (سلام ہو نوح علیہ السلام پر) یعنی وہ امتیں ان کو سلام بھیجتی اور ان کے لئے دعا گو ہیں۔ یہ کلام حکایۃً نقل کی ہے جیسا کہتے ہیں۔ قراءت: سورۃ انزلنا ھا۔ میں نے ایک ایسی سورت پڑھی جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ فِی الْعٰلَمِیْنَ (دونوں جہاں میں) یہ سلام ان تمام میں قائم چلا آ رہا ہے۔ ان میں سے کوئی زمانہ خالی نہیں۔ گویا اس طرح فرمایا۔ ثبت اللہ التسلیم علی نوح و ادامہ فی الملائکۃ والثقلین یسلمون علیہ عن آخرھم۔ اللہ تعالیٰ نے سلام کو نوح علیہ السلام کے لئے قائم کر دیا اور اس کو ہمیشہ رکھا فرشتوں اور جن وانس میں وہ تمام ان پر سلام بھیجتے ہیں۔

۸۰: اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں) اپنے مجازات اور بدلے کے اس شاندار انعام کو

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝۸۳ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝۸۴ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور بلاشبہ نوح کا اتباع کرنے والوں میں ابراہیم بھی تھے۔ جب وہ اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر آئے۔ جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے

وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۝۸۵ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝۸۶ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ

اور اپنی قوم سے کہا تم لوگ کس چیز کی عبادت کرتے ہو۔ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ موٹ کے معبودوں کو چاہتے ہو۔ سو رب العالمین کے بارے میں

الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۷ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝۸۸ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝۸۹ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝۹۰

تمہارا کیا خیال ہے۔ پھر ایک نظر اٹھا کر ستاروں کو دیکھا۔ اور کہہ دیا کہ بیشک میں بیمار ہوں۔ سو وہ لوگ ان سے پشت پھیر کر چلے گئے۔

فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝۹۱ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝۹۲ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ

سو وہ ان کے بتوں کی طرف متوجہ ہوئے سو کہا کیا تم کھاتے نہیں ہو۔ تم کو کیا ہوا تم بولتے نہیں۔ پھر ان پر قوت کے ساتھ متوجہ ہو کر

ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ۝۹۳ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝۹۴ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝۹۵ وَاللّٰهُ

مارنے لگے۔ سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے کہا کیا تم اس چیز کی پوجا کرتے ہو جسے خود تراشتے ہو۔ حالانکہ اللہ نے

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۶ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ۝۹۷ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا

تمہیں پیدا فرمایا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنہیں تم بناتے ہو۔ کہنے لگے کہ اس کے لیے ایک مکان بناؤ پھر اسے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ سو انہوں نے ان کے ساتھ برا برتاؤ

فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۝۹۸

کرنے کا ارادہ کیا سو ہم نے ان لوگوں کو نیچا دیکھنے والا بنا دیا۔

آپ کے محسن ہونے سے معلل قرار دیا۔

قوم حشر:

۸۱: اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے) پھر احسان کی علت ایمان کو قرار دیا۔ تاکہ ایمان کا عظیم الشان مرتبہ تمہارے سامنے واضح کر دیں اور صفات مدح و تعظیم میں یہ کم سے کم ہے۔

۸۲: ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ڈبو دیا) یعنی کفار کو۔

ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام میں ۲۶۴۰ سال کا فاصلہ:

۸۳: وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ (اور نوح کے طریقہ والوں میں ابراہیم بھی تھے) ہٖ کی ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔

یعنی ان میں سے جنہوں نے اصول دین میں نوح علیہ السلام کی مشایعت کی یا اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے تھامنے اور تکذیب پر صبر وضبط میں ان کے طریقہ پر چلنے والے ابراہیم تھے۔ ان کے اور نوح علیہ السلام کے درمیان ۲۶۴۰ سال کا عرصہ ہے۔ اور درمیانے عرصہ میں صرف ہود اور صالح علیہما السلام دو پیغمبر ہوئے۔

۸۴: اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (جبکہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے)۔

نحو : اذ کا تعلق لفظ شیعۃ میں مشایعت کے معنی کے ساتھ ہے۔ یعنی بیشک ان میں سے جنہوں نے اس کے دین میں ان کی مشایعت کی اور اس کو تقویت دی جبکہ وہ اپنے رب کی طرف شرک سے صاف دل سے متوجہ ہوئے۔ یا دلوں کی بیماریوں سے صحیح سالم نمبر۲۔ ابراہیم سے متعلق ہے۔ نمبر۳۔ محذوف سے متعلق ہے اور وہ اذکر ہے۔ اور المجیء لقلبه ربه کا مطلب یہ ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے اپنے دل کو خالص کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے جان لیا تو المجیء کو اس جان لینے کیلئے بطور مثال بیان کیا۔

ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے ساتھ قصہ:

۸۵،۸۶: اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ۔ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ (جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور قوم سے فرمایا تم کس چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا چاہتے ہو)

نحو : افکا یہ مفعول لہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ اتریدون آلهة من دون الله افکا (کیا تم ارادہ کرتے ہو اللہ کے سوا معبودوں کا افتراء کرتے ہوئے) مفعول بہ کو فعل پر بطور عنایت کے مقدم کیا اور مفعول لہ کو مفعول بہ پر مقدم کر دیا۔ کیونکہ سب سے اہم بات آپ کے ہاں یہی تھی کہ آپ ان کا مقابلہ اس طور پر کریں کہ وہ اپنے شرک میں افتراء و باطل پر ہیں۔

نمبر۲۔ افکاً مفعول بہ ہے یعنی اتریدون افکا کیا تم بہتان کا ارادہ رکھتے ہو۔ پھر افک کی تفسیر آلهةً من دون الله سے فرمائی۔ اس طور پر کہ یہ اپنی ذات کے اعتبار سے افک ہی ہے۔ نمبر۳۔ یہ حال ہے یعنی کیا تم ارادہ کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا معبودوں کا اس حال میں کہ تم افتراء پرداز ہو۔

۸۷: فَمَا ظَنُّكُمْ (تو تمہارا کیا خیال ہے) کیا ہے تمہارا گمان بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (رب العالمین کے متعلق) حالانکہ تم دوسروں کی اسے چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔ ما مرفوع ہے مبتدا ہونے کی وجہ سے اور ظنکم اس کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ تمہارا اس کے متعلق کیا گمان ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ اور تمہیں کس طرح سزا دیں گے۔ حالانکہ تم نے اس کے سوا اوروں کی پوجا کی۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ حقیقی منعم اللہ تعالیٰ ہے۔ پس وہی عبادت کا حقدار تھا۔

ستاروں پر نگاہ ڈالنا:

۸۸: فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ (پس ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا) آپ نے ستاروں کو دیکھا اس حالت

میں کہ آپ اپنی نگاہ آسمان پر ڈالنے والے تھے۔ اپنے دل میں سوچ بچار کر رہے تھے کہ وہ کس طرح تدبیر و حیلہ کریں یا ان کو دکھایا کہ وہ ستاروں کو دیکھ رہے ہیں کیونکہ کفار کا عقیدہ ستاروں کے متعلق تھا۔ پس آپ نے ان کے وہم میں یہ بات ڈالی کہ وہ اس نشانی سے استدلال کر رہے ہیں کہ وہ عنقریب بیمار ہو جائیں گے۔

۸۹: فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ (پس آپ نے فرمایا میں بیمار ہونے کو ہوں) عنقریب بیمار ہو جائیں گے۔ یہ مرض طاعون تھا۔ اس علاقہ میں عام بیماری یہی تھی۔ وہ اس کے متعدی ہونے سے خوفزدہ تھے۔ تاکہ وہ اس سے بھاگ سکیں۔ چنانچہ وہ عید کیلئے چلے گئے۔ اور آپ کو بیت الاصنام میں چھوڑ کر چلے گئے جبکہ آپ کے ساتھ کوئی اور نہ تھا۔ پس آپ نے بتوں کے ساتھ جو حشر کرنا تھا، کیا۔ لوگوں نے کہا کہ علم نجوم برحق تھا پھر اس کی پہچان کیلئے سیکھنا منسوخ کر دیا گیا۔ کذب حرام ہے۔ مگر تعریض کرنا جائز ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جو فرمایا یہ تعریض ہے یعنی میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں۔ یا جس کی گردن میں موت لٹکی ہو وہ بیمار ہی ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں۔ کفی بالسلامة داء۔ اور اچانک آدمی مرجائے تو کہتے ہیں۔ وہ مر گیا حالانکہ وہ صحیح تھا۔ تو ایک اعرابی کہنے لگا۔ کیا وہ آدمی صحیح ہو سکتا ہے جس کی گردن میں موت ہو۔ یا مراد ابراہیم علیہ السلام کی یہ تھی کہ تمہارے کفر کی وجہ سے میرا نفس بیمار ہے۔ (میں ہر وقت اس پر کڑھتا ہوں) جیسا کہا جاتا ہے۔ انا مریض القلب کذا۔

۹۰: فَتَوَلَّوْا (پس انہوں نے اس سے اعراض کیا) عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ (پیٹھ پھیرتے ہوئے)

۹۱: فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ (پس آپ ان کے معبودوں کی طرف مخفی طور پر مائل ہوئے) فَقَالَ (پس بطور استہزاء فرمایا) اَلَا تَاْكُلُوْنَ (تم کھاتے کیوں نہیں) اور کھانے ان کے ہاں پڑے تھے۔

بتوں کا خاتمہ:

۹۲: مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ (تم بولتے کیوں نہیں) واؤ جمع سالم کی لائے کیونکہ آپ نے بمنزلہ عقلاء ان کو مخاطب فرمایا۔

۹۳: فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا (مخفی طور پر ان کی طرف متوجہ ہوئے گویا اس طرح کہا کہ آپ نے ان کو مارا مارنا) کیونکہ فراغ علیھم بمعنی ضربھم ہے۔ یا راغ علیھم ان کی طرف خفیہ گئے اس حال میں کہ آپ ان پر وار کر رہے تھے۔ بِالْيَمِيْنِ (دائیں ہاتھ سے) زوردار قوی ضرب سے کیونکہ یمین دونوں ہاتھوں میں قوی تر اور مضبوط تر ہے۔ یا قوت و متانت سے یا اس حلف کے سبب جو آپ نے اٹھایا تھا۔ جو اس قول میں مذکور ہے۔ تا اللّٰہ لا کیدن اصنامکم [الانبیاء:۵۷]

بت پرستوں کی کارروائی:

۹۴: فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ (پس وہ لوگ اس کے پاس آئے) یعنی ابراہیم علیہ السلام کے پاس يَزِفُّوْنَ (دوڑتے ہوئے) تیزی کے ساتھ یہ الزفیف سے نکلا ہے اور وہ تیزی کو کہتے ہیں۔

قراءت: حمزہ نے یُزِفون پڑھا اس کو اَزَف سے لیا۔ جبکہ وہ تیزی میں داخل ہو۔ مصدر ازفاف ہے۔ گویا معلوم ہوتا ہے کہ

بعض نے توڑتے دیکھا تھا اور دوسروں نے نہ دیکھا تھا۔ جنہوں نے دیکھا تھا وہ جلدی سے آپ کی طرف متوجہ ہوئے پھر جنہوں نے توڑتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ وہ بھی پہنچ گئے اور کہنے لگے ہمارے ان معبودوں کے ساتھ کس نے یہ حرکت کی ہے۔ من فعل هذا بالهتنا انه لمن الظالمين [الانبیاء:۵۹] دوسروں نے تعریض کے انداز سے اس طرح جواب دیا۔ سمعنا فتی یذکر هم یقال له ابراهیم [الانبیاء: ۶۰] پھر سب مل کر کہنے لگے ہم تو ان کی عبادت کرتے ہیں اور تو ان کو توڑتا ہے؟ آپؑ نے ان کو جواباً فرمایا۔

۹۵: قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ (کیا تم ان کی پوجا کرتے ہو جن کو خود تراشتے ہو) خود اپنے ہاتھوں سے۔

۹۶: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (حالانکہ تمہیں اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے) اور اس نے پیدا کیا جو تم بت وغیرہ بناتے ہو؟ نمبر۲۔ ما مصدریہ ہے اس نے تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ یہ آیت خلق افعال پر ہماری دلیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے خالق اور تمہارے اعمال کے خالق ہیں پھر تم اس کے سوا اوروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟

آگ میں ڈالنے کا فیصلہ:

۹۷: قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ (وہ لوگ کہنے لگے ابراہیم علیہ السلام کیلئے تیار کرو) لام اجلیہ ہے۔ بُنْيَانًا (ایک آتش خانہ) پتھروں سے جس کی طوالت تیس ہاتھ اور عرض بیس ہاتھ ہو۔ فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ (پھر اس کو اس دہکتی آگ میں ڈال دو) الجحیم سے سخت آگ مراد ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ہر وہ آگ جو ایک دوسری کے اوپر جلائی جائے وہ جحیم ہے۔

۹۸: فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا (پس انہوں نے آپ کے ساتھ برائی کرنا چاہا) کید سے آگ میں ڈالنا مراد ہے۔ فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ (پس ہم ہی نے ان کو نیچا کر دیا) ہم نے ان کو ڈالنے کے وقت مغلوب کر دیا۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝۹۹ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝۱۰۰

اور ابراہیم نے کہا کہ بلا شبہ میں اپنے رب کی طرف جانیوالا ہوں وہ عنقریب مجھے راہ بتا دے گا۔ اے میرے رب مجھے نیک فرزند عطا فرما۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ۝۱۰۱ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ

سو ہم نے انہیں حلم والے لڑکے کی بشارت دی۔ سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے کہا کہ اے میرے چھوٹے سے بیٹے بیشک میں خواب میں دیکھتا ہوں

اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ٞ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

کہ تجھے ذبح کرتا ہوں سو تو غور کر لے تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا کہ اے ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کیجئے انشاء اللہ آپ مجھے صابروں میں

مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝۱۰۲ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ۝۱۰۳ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۝۱۰۴ لا

پائیں گے۔ سو جب دونوں نے حکم کو مان لیا اور ابراہیم نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا۔ اور ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝۱۰۵ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ

تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم بلا شبہ مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلا شبہ یہ کھلا ہوا

الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۝۱۰۶ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝۱۰۷ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝۱۰۸ ۖ

امتحان ہے۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دے دیا۔ اور بعد کے آنے والوں میں ان کے لیے یہ بات رہنے دی

سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ۝۱۰۹ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝۱۱۰ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۱۱۱

کہ سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم اسی طرح مخلصین کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

۹۹: پھر ابراہیم علیہ السلام آگ سے نکلے۔ وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ (ابراہیم کہنے لگے میں تو اپنے رب کی طرف جاتا ہوں) یعنی ایسی جگہ جہاں جانے کا اس نے حکم دیا۔ سَیَهْدِیْنِ (وہ مجھکو پہنچا ہی دے گا) وہ میری راہنمائی فرمائیں گے۔ جس میں میرے دین کی بھلائی ہے۔ وہ میری حفاظت کرے گا اور مجھے توفیق عنایت فرمائے گا۔ قراءت: سَیَهْدِیْنِیْ دونوں مقام پر یعقوب نے پڑھا ہے۔

بیٹے کے لیے دُعا:

۱۰۰: رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (اے میرے رب مجھکو ایک نیک فرزند دے) صالحین میں سے ایک مراد اس سے بیٹا ہے۔ کیونکہ لفظ ہبہ کو ولد پر غلبہ دیا گیا۔

قبولیتِ دُعا:

۱۰۱: فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (پس ہم نے ان کو حکیم المزاج فرزند عنایت کیا)۔ بشارت تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ نمبرا۔ اولاد مذکر غلام ہوگا۔ نمبر۲۔ وہ بلوغت کی عمر پائے گا۔ کیونکہ صبی کی صفت حُلُم کے لفظ سے نہیں کی جاسکتی۔ نمبر۳۔ حوصلہ مند ہوگا۔ اور اس سے بڑا حوصلہ کیا ہوگا کہ جب اس کا والد اس پر ذبح کا معاملہ پیش کرتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے۔ ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصابرین [الصافات:۱۰۲] پھر اس کے لئے کامل اطاعت گزاری کا اظہار کیا۔

بیٹا ہاتھ بٹانے کے قابل ہوا تو ذبح کا حکم ہوا:

۱۰۲: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ (جب وہ لڑکا اس کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا) وہ اس عمر کو پہنچا کہ والد محترم کے ساتھ ان کے کاموں میں ہاتھ بٹا سکے۔ معہ کا لفظ بلغ سے متعلق نہیں۔ کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے۔ کہ حد سعی کو وہ دونوں اکٹھے پہنچے ہوں۔ نہ کہ سعی کے ساتھ اس لئے کہ مصدر کا صلہ اس سے مقدم نہیں ہوتا۔ پس اب یہ ضرورت باقی رہی کہ وہ بیان بن جائے۔ گویا جب یہ کہا فلما بلغ السعی ای الحد الذی یقدر فیہ علی السعی۔ جب وہ دوڑنے کی عمر کو پہنچ گئے یعنی اس حد کو پالیا جس میں دوڑنے کی طاقت رکھتا ہے۔ کہا گیا کس کے ساتھ؟ تو فرمایا اپنے والد کے ساتھ۔ اس وقت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی۔ قَالَ يٰبُنَيَّ (کہا اے میرے بیٹے) حفص کی یہ قراءت ہے۔ دیگر قراء نے یاء کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ (میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں) دونوں میں یاء مفتوح ہے۔ حجازی اور ابوعمرو کے ہاں یہ ہے۔ ان کو خواب میں کہا گیا تم اپنا بیٹا ذبح کر ڈالو۔ اور انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیداری کی وحی۔

اسمائے ایام:

کلام میں رأیت نہیں فرمایا کیونکہ انہوں نے بار بار دیکھا۔ پس کہا گیا ہے کہ آٹھویں کی رات انہوں نے دیکھا کہ ایک قائل ان کو کہہ رہا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم کرتا ہے۔ کہ تم اس بیٹے کو ذبح کرو۔ جب صبح ہوئی تو صبح سے دوپہر تک اس میں غور وفکر کیا۔ کیا یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے اسی وجہ سے اس کا نام یوم الترویہ رکھا گیا۔ جب شام ہوئی تو پھر ایسا ہی خواب نظر آیا۔ پس انہوں نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام یوم عرفہ پڑا۔ پھر تیسری رات بھی ایسا ہی خواب نظر آیا۔ پس آپ نے ذبح کا پختہ ارادہ فرمایا۔ اسی لئے اس دن کا نام یوم النحر ہے۔

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى (پس تم سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے) یہ رائی بطریق مشورہ سے ہے رویت العین سے نہیں۔ اور ان سے مشورہ ان کی رائے کی طرف رجوع کیلئے نہیں کیا بلکہ ان کے جزع یا صبر کو معلوم کرنے کیلئے۔

قراءت: علی، حمزہ نے تُرِی پڑھا ہے یعنی تو کیا بتاتا اور کیا ظاہر کرتا ہے اپنی رائے میں سے۔

اطاعتِ پسر:

قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (کہا ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کیجئے) یعنی ماتؤ مر بہ اور قراءت میں بہٖ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ (انشاءاللہ تعالیٰ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے) ذبح پر صبر کرنے والا۔ ایک روایت میں ہے: کہ ذبیح نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا ابا جان یہ میری پیشانی کے بال پکڑیں اور میرے کندھوں کے مابین بیٹھ جائیں۔ تاکہ جب چھری مجھ پر چلے تو آپ کو ایذاء نہ پہنچے۔ اور ایسی حالت میں مجھے ذبح نہ کریں کہ آپ کی نگاہ میرے چہرے پر ہو۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کے دل میں رحم آجائے۔ میرا چہرہ زمین کی طرف کرلیں۔ ایک روایت یہ ہے مجھے سجدہ کی حالت میں ذبح کردیں میری والدہ کو سلام کہہ دیں اور اگر پسند کریں تو میری قمیص والدہ کی طرف واپس کردیں۔ تاکہ ان کو صدمہ سہنے میں سہولت ہو۔ (یہ اسرائیلیات ہی کی قسم سے ہیں) (مترجم)

۱۰۳: فَلَمَّآ اَسْلَمَا (غرض جب دونوں نے تسلیم کرلیا)۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرلی اور اس کے سامنے جھک گئے۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

اس نے اپنے بیٹے کو سپرد کیا اور بیٹے نے اپنے نفس کو وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ (اور باپ نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا) اس کو لٹایا پیشانی کی جانب اور چاقو اسماعیل کے حلق پر رکھ کر چلایا۔ تو چاقو نہ چلا پھر چاقو اس کی گدی پر رکھ کر چلایا تو چاقو پلٹ گیا۔ اور آواز دی گئی۔ اے ابراہیم! تم نے خواب سچا کردیا۔ روایت میں ہے کہ یہ مقام منیٰ میں صخرہ کے پاس تھا۔

نحو: لمّا کا جواب محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے فلما اسلما وتله للجبين۔

آزمائش میں کامیابی:

۱۰۴، ۱۰۵: وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا (اور ہم نے اس کو آواز دی اے ابراہیم تم نے خواب کو سچا کردیا) یعنی تم نے سچا کر دکھایا جو ہم نے تمہیں خواب میں حکم دیا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کے حوالہ کردو۔ ہوا جو کچھ ہوا۔ حال خود اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور بیان میں لایا نہیں جاسکتا کہ ان کو کس قدر خوشی ہوئی۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتنی تعریفیں کیں اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ انعام فرمایا کہ بہت بڑی مصیبت کو اترنے کے بعد دفع فرمایا نمبر۲۔ یا جواب قبلنا منه ہے اور ناديناه اس پر معطوف ہے۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (ہم اسی طرح مخلصین کو صلہ دیا کرتے ہیں) اس میں ان کو جس بات کا عادی بنایا گیا تھا کہ تکلیف کے بعد کشادگی آتی ہے۔ اس کی علت بتلائی۔

۱۰۶: اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ (حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان) وہ کھلا امتحان جس میں مخلصین دوسروں سے الگ ہوتے ہیں۔ یا واضح مشقت۔

عظیم فدیہ:

۱۰۷: وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ (اور ہم نے اس کے عوض میں دیا ایک ذبیحہ) ذِبح جس کو ذبح کیا جاتا ہے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: وہ وہی دنبہ تھا جس کو قابیل نے قربت الٰہی کیلئے پیش کیا تھا۔ وہ جنت میں چرتا رہا یہاں تک کہ اسماعیل کے فدیہ میں دیا گیا۔ دوسری روایات میں ہے کہ اگر یہ ذبح ان سے مکمل ہو جاتا تو یہ سنت وطریقہ بن جاتا۔ اور لوگ اپنے بیٹوں کو ذبح کرتے۔ عَظِيْمٍ (بہت بڑا) بڑے جسم والا۔ فربہ۔ قربانیوں میں یہی سنت ہے۔ روایت میں ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام سے چھوٹ کر بھاگ گیا۔ اور جمرہ کے پاس پہنچا۔ تو آپ نے اس کو سات کنکریاں ماریں۔ یہاں تک کہ اس کو پکڑ لیا گیا۔ رمی میں یہ سنت قائم ہوگئی۔

ایک روایت ہے :

کہ جب آپ نے اس کو ذبح کیا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر ، ذبیح علیہ السلام نے کہا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اس پر ابراہیم علیہ السلام نے کہا اللہ اکبر وللہ الحمد ۔ پس یہ سنت باقی رہی۔

استدلالِ ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

امام صاحب نے اسی آیت سے استدلال فرمایا جو آدمی اپنے بیٹے کے ذبح کی نذر مان لے۔ وہ ایک بکری ذبح کر لے۔

قولِ اظہر:

ذبیح اسماعیل ہیں اور یہ قول ابوبکر، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت کا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ انا ابن الذبیحین [مستدرک حاکم ۲/۵۵۴] ایک تو آپ کے جد امجد اسماعیل اور دوسرے آپ کے والد عبداللہ ہیں۔ اور اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ عبدالمطلب نے نذر مانی کہ اگر ان کے بیٹوں کی تعداد دس تک پہنچ گئی تو سب سے آخری لڑکے کو بطور تقرب میں ذبح کرونگا۔ عبداللہ ان کے آخری لڑکے تھے۔ عبدالمطلب نے ایک سو اونٹوں کا فدیہ دیا۔ اس دنبے کے دو سینگ کعبہ میں لٹکتے رہے تا آنکہ زمانہ حجاج وابن الزبیر میں بیت اللہ کے پردوں میں آگ لگ جانے کی وجہ سے وہ جل گئے۔ اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعمرو بن العلاء سے سوال کیا ذبیح کون ہے اس نے کہا اے اصمعی تمہاری عقل کہاں گئی؟ اسحاق کب مکہ میں تھے؟ مکہ میں تو اسماعیل ہی تھے اور انہی نے اپنے والد کے ساتھ مل کر بیت اللہ بنایا اور منحر بھی مکہ میں ہے۔ اور علی، ابن مسعود، عباس اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ وہ اسحاق ہیں۔ اور اس پر یعقوب علیہ السلام کا خط یوسف علیہ السلام کے نام دلالت کرتا ہے۔ من یعقوب اسرائیل اللہ بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراھیم خلیل اللہ۔ (مگر تحریفات یہود کے ہوتے ہوئے یہ خط کیسے مسلم دلیل بن سکتا ہے۔ پھر اس میں اسرائیل اللہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ اگر اسراء بمعنی بندہ اور ئیل اللہ کے معنی میں ہے تو اسرائیل اللہ کا کیا مطلب ہے۔ اسی طرح اسحاق کے بعد ذبیح اللہ بڑھا دینا ان کے دائیں ہاتھ کا

کھیل ہے)۔

نکتہ:

آیت میں وفدینٰہ فرمایا اگر فدیہ دینے والے ابراہیم علیہ السلام ہیں تو اللہ تعالیٰ مفتدی منہ ہوئے کیونکہ ذبح کا حکم اسی نے دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہی فدیہ کیلئے دنبہ ابراہیم کو دیا۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ عمل پہلو پر لٹانا، اور حلق پر چھری کا پھیرنا۔ ذبح کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اگر حکم ذبح میں ہے تو پھر فدیہ کا کیا معنی ہے۔ حالانکہ فدیہ کی حقیقت بدل دے کر ذبح سے چھوٹ جانا ہے؟ اور اگر ذبح ہی نہ تھا تو پھر قد صدقت الروٗیا کا کیا مطلب ہے۔ وہ خواب کو سچا کرنے والے تو تب بنتے جبکہ اصل یا بدل کی صورت میں ان سے ذبح پیش آتا۔ حالانکہ ایسا نہیں؟

حل اشکال:

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی حتی الامکان کوشش کر دی اور وہ کر دیا جو ذبح کرنے والا کیا کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے چھری کو چلنے سے روک دیا۔ اور یہ چیز فعل ابراہیمی میں رکاوٹ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے دنبہ عنایت فرمایا تاکہ اس کا ذبح کرنا اس حقیقی ذبیحہ نفس اسماعیل کا قائم مقام بن سکے۔ اور بدل ہو۔ اور یہ نسخ حکم نہیں۔ جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ بلکہ یہ حکم کا ثبات و قیام ہے۔ البتہ وہ محل جس کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔ اس پر حکم بطور فدیہ کے نہیں اترا نہ کہ نسخ۔ اور یہ آزمائش تھی تاکہ امر کا حکم آخری حالت میں قائم ہو جائے۔ وہ اس طرح کہ ان سے بیٹے کے حق میں یہ چاہا گیا کہ اس کی قربانی پر صبر کریں۔ اور حکم کے لحاظ سے ان کو یہ قربانی کا حکم تھا۔ اور فدیہ دے کر ان کو عزت بخشی گئی۔ ذبح کی مشقت و تکلیف کے باعث اور صبر و مجاہدہ سے آزمائش کی مکاشفہ کی حالت کے لحاظ سے۔ امر سے جب مراد پختہ طور پر ثابت ہو چکی تو نسخ کا حکم ہوا۔ اس سے پہلے نہیں۔ قرآن مجید میں اس کو فداء فرمایا گیا نسخ نہیں۔

۱۰۸، ۱۰۹: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (اور پچھلے لوگوں میں ان کی بات رہنے دی) اس پر وقف نہیں۔ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (سلام ہو ابراہیم پر) کیونکہ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ۔ وَ ترکنا کا مفعول ہے۔

۱۱۰: كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں)۔ یہاں کلام میں اِنَّا استعمال نہیں فرمایا۔ جیسا کہ دوسرے مقامات پر ہے۔ کیونکہ اس واقعہ میں پہلے کہا جا چکا۔ اس لئے دوسری مرتبہ ذکر کرنے کی بجائے اس پر اکتفاء کیا گیا۔

۱۱۱: اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے)

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰۤى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ

اور ہم نے انہیں اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی ہوں گے صالحین میں سے ہوں گے۔ اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحاق پر برکت دی، اور

ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾

ان کی نسل میں سے اچھے لوگ بھی ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو صریحاً اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔

۱۱۲: وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا (ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت دی)

نحو: نبیا یہ اسحاق سے حال مقدرہ ہے۔ مضاف کا محذوف ماننا ضروری ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ وبشرناہ بوجود اسحاق نبیًا۔ ای بان یوجد مقدرۃ نبوتہ۔ ان کی نبوت کا مقدر ہونا پایا جائے۔ پس حال میں وجود عامل ہے۔ فعل بشارت عامل نہیں۔

مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (کہ نبی اور نیک بختوں میں سے ہونگے)

نحو: یہ دوسرا حال ہے۔ اور یہ بطور ثناء لایا گیا ہے۔ کیونکہ ہر پیغمبر کا صالحین میں سے ہونا ضروری ہے۔

ابراہیم اور اسحٰق علیہما السلام پر برکات کا نزول:

۱۱۳: وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰۤى اِسْحٰقَ (اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل کیں) ہم نے ان پر زمین و دنیا کی برکات کا فیضان فرمایا۔ ایک قول یہ ہے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں برکت عنایت فرمائی اور اسحاق علیہ السلام پر برکت یہ تھی کہ ان کی اولاد میں ایک ہزار پیغمبر پیدا فرمائے۔ جن میں اول یعقوب اور آخری عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ (ان کی اولاد میں بعضے اچھے بھی تھے) محسن یہاں مؤمن کے معنی میں ہے۔ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ (اور بعض ایسے ہیں جو اپنا نقصان کرنے والے ہیں) ظالم بمعنی کافر۔ مُبِیْنٌ (ظاہر) یامحسن الی الناس۔ لوگوں پر احسان کرنے والے اور حدود شرع سے تجاوز کر کے اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے ہیں۔

مدارِ خیر و شر:

اس میں خبردار کیا کہ اچھائی اور برائی کا دارومدار رنگ و نسل اور عنصر پر نہیں۔ اور ان کی نسل میں کیا جانے والا ظلم و نافرمانی ان کے حق میں نقص و عیب کا باعث نہیں۔ نیک کی اولاد فاجر اور فاجر کی اولاد نیک ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ چیز عناصر اور طبائع کے معاملے کو مٹانے اور ختم کرنے والی ہے۔ ان کے بعد کیا جانے والا ظلم و زیادتی ان کے حق میں کسی قسم کے نقص و عیب کا باعث نہیں۔ اور ہر انسان کو اس کے اپنے برے فعل پر عیب لگایا جاتا ہے۔ اور جن افعال کا ارتکاب اس کے ہاتھوں نے کیا ان پر سزا دی جائے گی۔ اس پر نہیں جو اس کی اصل و فرع میں پایا جائے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّیْنٰھُمَا وَقَوْمَھُمَا مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۱۵﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا۔ اور ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑی بے چینی سے نجات دی۔

وَنَصَرْنٰھُمْ فَکَانُوْا ھُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَیْنٰھُمَا الْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَھَدَیْنٰھُمَا

اور ہم نے ان کی مدد کی سو وہ ہی غالب ہونے والے تھے۔ اور ہم نے انہیں واضح طور پر بیان کرنے والی کتاب دی۔ اور ہم نے انہیں

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَکْنَا عَلَیْھِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰی

صراط مستقیم کی ہدایت کی۔ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں ان دونوں کے بارے میں یہ بات چھوڑ دی کہ سلام ہو

مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّھُمَا مِنْ عِبَادِنَا

موسیٰ پر اور ہارون پر۔ بلا شبہ ہم اسی طرح مخلصین کو صلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں

الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۲﴾

میں سے تھے۔

موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا تذکرہ:

۱۱۴: وَلَقَدْ مَنَنَّا (اور ہم نے احسان کیا) یعنی انعام کیا عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ (موسیٰ و ہارون پر) ان کو نبوت سے نواز کر۔

۱۱۵: وَنَجَّیْنٰھُمَا وَقَوْمَھُمَا (اور ہم نے ان دونوں اور ان کی قوم کو نجات دی) قوم سے بنی اسرائیل مراد ہیں۔ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ (بڑے غم سے) نمبرا۔ غرق سے نمبر۲۔ فرعونی تسلط اور اس کے حواریوں کے ظلم و ستم سے۔

۱۱۶: وَنَصَرْنٰھُمْ (اور ہم نے ان کی مدد کی) یعنی موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کی۔ فَکَانُوْا ھُمُ الْغٰلِبِیْنَ (پس یہی لوگ غالب آئے) فرعون اور قوم فرعون پر۔

۱۱۷: وَاٰتَیْنٰھُمَا الْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ (اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی) تورات مراد ہے۔ جو اپنے بیان میں بلیغ پیرایہ رکھتی تھی۔

۱۱۸: وَھَدَیْنٰھُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستہ پر قائم رکھا) اہل اسلام کا راستہ۔ اور وہ انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین [الفاتحہ:۷]۔

۱۱۹: وَتَرَکْنَا عَلَیْھِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ (اور ہم نے ان دونوں کیلئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی)

۱۲۰: سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ (کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو)

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ

اور بلا شبہ الیاس پیغمبروں میں سے ہیں جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے کیا بعل کی

بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

عبادت کرتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑے ہوئے ہو۔ جو اللہ ہے جو تمہارا رب ہے اور تمہارے باپ دادوں کا رب ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

سو ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا لہٰذا وہ ضرور حاضر کیے جائیں گے۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے، اور بعد میں آنے والوں میں

فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

ان کے بارے میں یہ بات چھوڑ دی کہ سلام ہو الیاس پر۔ بلا شبہ ہم مخلصین کو ایسے ہی صلہ دیا کرتے ہیں

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

۱۳۱: اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں)۔

۱۳۲: اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے)۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ:

۱۲۳: وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور بیشک الیاس پیغمبروں میں سے تھے) ان کا سلسلہ نسب یہ ہے الیاس بن یاسین۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام ہیں۔

قراءت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے الیاس کی جگہ ادریس پڑھا ہے۔

۱۲۴: اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ (جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے)۔ کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔

۱۲۵: اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا (کیا تم بعل کو پوجتے ہو) بعل یہ سونے کا بنایا ہوا بت تھا۔ اس کی لمبائی بیس ہاتھ تھی۔ اس کے چار چہرے تھے۔ وہ اس کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ اور اس کی تعظیم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اس کے خدام کی تعداد چار سو تھی۔ اور ان سادھوؤں کو لوگ بعل کے رسول کہتے تھے۔ جس مقام پر یہ بت پایا جاتا تھا۔ وہ بک کے نام سے معروف تھا۔ پس دونوں ناموں کو جوڑ کر بعلبک بنا لیا گیا۔ یہ شام کا شہر ہے۔

ایک قول:

یہ ہے الیاس علیہ السلام کی ڈیوٹی جنگلوں اور بیابانوں کی لگی ہے جیسا کہ خضر کی سمندروں پر لگی ہے۔

قولِ حسن بصری رحمہ اللہ:

الیاس وخضر علیہما السلام دونوں فوت ہو چکے۔ہم اس طرح نہ کہیں گے جیسا لوگ کہتے ہیں۔کہ وہ دونوں زندہ ہیں۔

وَتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ (اور تم اس کو چھوڑ بیٹھے ہو جو سب سے بہتر بنانے والا ہے) تم نے اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ دیا جو سب سے زیادہ قدرت والے ہیں۔

۱۲۶: اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے آباءواجداد کا رب ہے)

قراءت: اللہ اور رب کو نصب تمام عراقی قراء نے دیا سوائے ابوبکر اور ابوعمرو کے۔ احسن سے اس کو بدل قرار دیا۔اور دیگر قراء نے ابتداء کیوجہ سے مرفوع پڑھا ہے۔

۱۲۷،۱۲۸: فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ (پس ان لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا اس لئے وہ لوگ پکڑے جائیں گے) آگ میں اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (مگر جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تھے) ان کی قوم میں سے۔

۱۲۹: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (اور الیاس کیلئے پچھلے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی)

۱۳۰: سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ (کہ الیاس پر سلام ہو) یعنی الیاس اور ان کی مؤمن قوم پر۔الیاسین اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ الخبیبون یعنی ابوخبیب عبداللہ بن الزبیر اور ان کے پیروکار۔

قراءت: شامی، نافع نے آل یاسین پڑھا کیونکہ یاسین حضرت الیاس کے والد کا نام ہے۔اسی لئے آل کی اضافت ان کی طرف کر دی۔

۱۳۱: اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں)

۱۳۲: اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے)

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى

اور بلاشبہ لوط پیغمبروں میں سے ہیں۔ جبکہ ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی۔ سوائے بوڑھی عورت کے

الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ

جو باقی رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اور بلاشبہ تم ان پر ضرور گذرتے ہو صبح کے وقت اور رات کو،

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

سو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔

ع ۴۵ ۸

تذکرہ لوط علیہ السلام:

۱۳۳: وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (بیشک لوط بھی پیغمبروں میں سے تھے)

۱۳۴: اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ (جبکہ ہم نے اس کو اوران کے سب متعلقین کو نجات دی)

۱۳۵: اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ (مگر بڑھیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے رہ گئی) الغابرین باقی رہنے والوں میں سے (جو عذاب میں گرفتار کیے گئے)

۱۳۶: ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ (پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا)

۱۳۷: وَاِنَّكُمْ (اور تم تو) اے اہل مکہ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ (ان پر گزرتے ہو صبح) وقت صبح میں۔

۱۳۸: وَبِالَّيْلِ (اور رات کو)

قراءت: اس پر وقف مطلق ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا پھر بھی تم عقل نہیں کرتے) یعنی دن رات شام کے تجارتی اسفار میں تم ان کے مکانات کے پاس سے گزرتے ہو۔ کیا پھر بھی تم اپنی عقلوں سے کام لے کر عبرت حاصل نہیں کرتے ہو۔ یونس ولوط علیہما السلام کا واقعہ اس طرح ختم نہیں فرمایا جیسا کہ ان سے قبل کے واقعات کو ختم کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں پر سورت کے آخر میں سلام بھیجا اس لئے ہر ایک پر انفرادی سلام کی بجائے اس اجتماعی سلام پر اکتفاء کیا گیا۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ

اور بلا شبہ یونس پیغمبروں میں سے ہیں جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر چلے گئے سو قرعہ ڈالا

فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ

سو وہ ہار جانے والوں میں سے ہو گئے۔ سو مچھلی نے ان کا لقمہ بنا لیا اس حال میں کہ وہ صاحب ملامت ہو گئے۔ سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے

الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ

نہ ہوتے تو ضرور مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک ٹھہرے رہتے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ سو ہم نے انہیں ایک میدان میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ

سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ

سقیم تھے۔ اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت اگا دیا۔ اور ہم نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ

اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾

آدمیوں کی طرف بھیجا تھا۔ سو وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا۔

تذکرۂ یونس علیہ السلام اور قوم سے ان کا نکل جانا:

۱۳۹: وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور بیشک یونس بھی پیغمبروں میں سے تھے)

۱۴۰: اِذْ اَبَقَ (جبکہ وہ بھاگ کر پہنچے) الاباق ایسی جگہ بھاگنا جہاں ڈھونڈا نہ جا سکے۔ قوم میں بلا اذن نکلنے کو مجازاً ھرب سے تعبیر کیا گیا۔ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (بھری ہوئی کشتی کے پاس) المشحون بھری ہوئی۔

یونس علیہ السلام سے ان کی قوم کو عذاب دینے کا وعدہ کیا گیا جب عذاب میں تاخیر ہوئی تو ان سے مخفی طور پر نکل کھڑے ہوئے اور سمندر کی راہ لی۔ اور کشتی میں سوار ہوئے۔ وہ رک گئی۔ کشتی والے کہنے لگے یہاں آقا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے۔ کشتی رانوں کا خیال تھا کہ جب کشتی میں کوئی آقا سے بھاگا ہوا غلام سوار ہو جائے تو کشتی رک جاتی ہے۔ پھر انہوں نے قرعہ اندازی کی۔ قرعہ یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ آپ نے فرمایا میں ہی بھاگا ہوا ہوں۔ خود اپنے کو سمندر کے پانی کے حوالہ کر دیا۔ اس کو اگلی آیت میں بیان فرمایا۔

۱۴۱: فَسَاهَمَ (پس وہ بھی شریک قرعہ ہوئے) انہوں نے ایک مرتبہ قرعہ ڈالا۔ نمبر۲۔ تیروں سے تین مرتبہ قرعہ ڈالا۔ المساھمۃ قرعہ کے طور پر تیر ڈالنا۔ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (پس یہی مقام کامیابی سے ہارے ہوئے ٹھہرے) المدحض قرعہ میں ہارا ہوا مغلوب۔

مچھلی کا نگلنا اور پھر اُگلنا:

۱۴۲: فَالْتَقَمَہُ الْحُوْتُ وَھُوَ مُلِیْمٌ (پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور یہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے) ملیم ملامت میں داخل ہونے والا۔

۱۴۳: فَلَوْلَآ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ (پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے) مسبح تسبیح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے۔ نمبر۲۔ یا تسبیح کے یہ کلمات کہنے والے لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین [الانبیاء:۸۷] نمبر۳۔ اس سے پہلے نماز پڑھنے والوں میں سے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

تسبیح کا لفظ قرآن میں جہاں وارد ہے اس سے صلوٰۃ مراد ہے۔ مقولہ: جب کوئی آدمی لغزش کھا جائے تو عمل صالح ہی اس کو اٹھاتا اور بلند کرتا ہے۔

۱۴۴: لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے) ظاہر معنی یہ ہے کہ بعث تک اس کے پیٹ میں زندہ رہتے۔ قولِ قتادہ: مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قیامت تک قبر بن جاتا آپ مچھلی کے پیٹ میں تین دن رہے یا سات یوم یا چالیس ایام رہے۔ قولِ شعبی رحمہ اللہ: چاشت کے وقت مچھلی نے نگلا اور پچھلے پہر اُگلا۔

۱۴۵: فَنَبَذْنٰہُ بِالْعَرَآءِ (پس ہم نے ان کو میدان میں ڈال دیا) پس ہم نے ان کو اس خالی جگہ میں ڈالا جس میں کوئی درخت نہ تھا اور نہ عمارت۔ وَھُوَ سَقِیْمٌ (اور وہ اس وقت مضمحل تھے) مچھلی کے نگلنے سے جو تکلیف ان کو پہنچی تھی اس سے بیمار تھے۔ روایت میں ہے کہ ان کا بدن مبارک بچے کی طرح نرم پڑ چکا تھا جبکہ وہ پیدا ہو۔

۱۴۶: وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْہِ شَجَرَۃً (اور ہم نے ان پر ایک درخت بھی اگا دیا تھا) ان کے جسم کو سایہ دینے کیلئے وہ درخت اگایا جیسا کہ انسان پر خیمہ تن دیا جائے۔ مِّنْ یَّقْطِیْنٍ (بیلدار) جمہور کا قول ہے کہ یہ کدو ہے۔ اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ مکھیاں اس پر جمع نہیں ہوتیں اور تمام درختوں اور بیلوں سب سے جلد اگتا ہے اور جلد پھلتا اور بلند ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ کدو کو پسند فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں! یہ میرے بھائی یونس کا درخت ہے۔ (قال ابن حجر لم اجدہ)

۱۴۷: وَاَرْسَلْنٰہُ اِلٰی مِائَۃِ اَلْفٍ (اور ہم نے ان کو ایک لاکھ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنایا) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی طرف لقمہ بنائے جانے سے پہلے مبعوث ہوئے۔

نحو: قد مضمر ہے۔

اَوْیَزِیْدُوْنَ (یا اس سے زیادہ) جب دیکھنے والا دیکھے تو اس کی نگاہ میں زیادہ نظر آئیں اور وہ کہے یہ ایک لاکھ ہیں بلکہ اس سے زیادہ۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

سو آپ ان سے دریافت فرمائیے کیا آپ کے رب کے لیے بیٹیاں اور ان کے لیے بیٹے ہیں؟ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اس حال میں کہ وہ

شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

حاضر تھے؟ خبردار وہ اپنی سخن تراشی سے یوں کہتے ہیں کہ اللہ صاحب اولاد ہے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں،

اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ

کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں کے مقابلہ میں چن لیا۔ تمہیں کیا ہوا، کیسا حکم لگاتے ہو، کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ کیا

لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ

تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟ سو لے آؤ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو، اور انہوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان

الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

رشتہ داری قرار دے دی، حالانکہ جنات کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر کیے جائیں گے۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾

مگر وہ جو اللہ کے خاص بندے ہیں۔

قول الزجاج:

بہت سے علماء نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے بل یزیدون بلکہ یہ تو اس سے زائد ہیں۔ گویا او بل کے معنی میں ہے۔ فراء ابوعبیدہ کا یہی قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا۔

۱۴۸: فَاٰمَنُوْا (پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے) ان پر اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات پر فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک زندگی دی) حین سے انتہائے اجل تک کا وقت مراد ہے۔

قریش مکہ کی طرف التفات:

۱۴۹: فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ (پس ان لوگوں سے پوچھیے کہ کیا تیرے رب کیلئے بیٹیاں) وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ (اور ان کیلئے بیٹے) سورت کی ابتداء میں اسی جیسی آیت پر اس کا عطف ہے۔ آیت یہ ہے فاستفتھم اھم اشد خلقا [الصافات: ۱۱] اگرچہ معطوفات کے مابین فاصلہ بہت ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا کہ پہلے قریش سے بعث بعد الموت کے

انکار کا باعث دریافت کریں۔ پھر کلام کو ملا کر چلاتے رہے پھر حکم فرمایا کہ آپ قریش سے بھونڈی تقسیم جوانہوں نے تجویز کر رکھی ہے اس کی وجہ دریافت کریں۔ بقول ان کے لڑکیاں اللہ تعالیٰ کیلئے اور مذکر اولاد اپنے لئے۔ قریش کہتے تھے الملائکۃ بنات اللّٰہ۔ حالانکہ ان کو بنات سے اس قدر نفرت تھی کہ وہ ان کو زندہ درگور کر دیتے اور ان کا تذکرہ بھی اپنی شان کے لائق نہ سمجھتے۔

۱۵۰: اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ (ہاں ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ دیکھ رہے تھے) شاہد بمعنی حاضر موجود ہے۔ آیت میں ان کے علم کو مشاہدہ کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ ان سے استہزاء اور ان کی انتہائی جاہلیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ جس طرح یہ بات ان کے مشاہدہ میں نہیں آئی اسی طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ان کے دلوں میں پیدا کرنے سے بھی معلوم نہیں کیا اور نہ ہی مخبر صادق نے ان کو اطلاع دی۔ اور نہ استدلال و نظر سے دریافت ہوا۔ (پھر ان کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ مؤنث ہیں)۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ یہ انتہائی جہالت کی بناء پر اپنے دلوں کو اطمینان دلانے کیلئے یہ کہتے ہیں گویا انہوں نے ان کی تخلیق کا مشاہدہ کر لیا ہو۔

۱۵۱: اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ (خوب سن لو! وہ تو اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں)

۱۵۲: وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں) اپنی اس بات میں۔

۱۵۳: اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ (کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں زیادہ پسند کیں)

نحو: ہمزۂ استفہام مفتوح ہے۔ یہ استفہام توبیخی ہے اور ہمزہ وصل کو ہمزہ استفہام پر استغناء کرتے ہوئے حذف کر دیا۔

۱۵۴: مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (تم کو کیا ہو گیا تم کیا حکم لگاتے ہو) یہ فاسد حکم۔

۱۵۵: اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم سوچ سے کام نہیں لیتے ہو)

قراءت: حمزہ، علی، حفص نے تخفیف سے پڑھا۔

۱۵۶: اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ (ہاں کیا تمہارے پاس واضح دلیل ہے) ایسی دلیل جو تم پر آسمان سے اتری ہو جس میں یہ بتلایا گیا ہو کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

۱۵۷: فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ (پس اپنی وہ کتاب پیش کرو) جو تم پر اس سلسلہ میں اتری ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اپنے اس دعویٰ میں۔

جنات کے متعلق غلط بیانی:

۱۵۸: وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ (اور اللہ تعالیٰ اور) وَبَيْنَ الْجِنَّةِ (جنات میں قرار دی) الجنۃ سے مراد فرشتے ہیں۔ ان کے چھپنے کی وجہ سے ان کو جن کہہ دیا۔ نَسَبًا (رشتہ داری) اور وہ ان کا خیال مزعومہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنات سے شادی کی۔ (معاذ اللہ) جس سے ملائکہ پیدا ہوئے۔ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ (اور فرشتوں کو معلوم ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾

سو بلا شبہ تم اور تمہارے معبود اللہ تعالیٰ سے کسی کو نہیں پھیر سکتے مگر اسی کو جو دوزخ میں داخل ہونے والا ہے۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا مقام معلوم نہ ہو۔ اور بلاشبہ ہم صف بستہ کھڑے ہونے والے ہیں۔ اور بلاشبہ ہم تسبیح میں مشغول ہونے والے ہیں۔

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ یہ لوگ یوں کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت ہوتی ان نصیحتوں میں سے جو پہلے لوگوں کے پاس تھیں تو ہم ضرور اللہ کے خاص بندے ہوتے۔

فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

سو ان لوگوں نے اس کا انکار کیا لہٰذا عنقریب جان لیں گے۔

جنہوں نے یہ بات کہی ہے) لَمُحْضَرُوْنَ (وہ ضرور گرفتار ہونگے) آگ میں۔

۱۵۹: سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اولاد اور بیوی سے پاک قرار دیا۔

۱۶۰: اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (مگر جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں)۔

نحو: یہ محضرین سے مستثنیٰ منقطع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مخلصین آگ سے نجات پانے والے ہیں۔ سبحان اللہ یہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ یصفون کی واؤ سے مستثنیٰ ہو یعنی یصفه هولاء بذلك ولكن المخلصين براء من ان يصفوه به یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کے متعلق اس قسم کی بات کہتے ہیں مگر مخلص لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی باتیں کہنے سے بریٔ الذمہ ہیں۔

۱۶۱، ۱۶۲: فَاِنَّكُمْ (پس تم) اہل مکہ وَمَا تَعْبُدُوْنَ (اور جن کی تم عبادت کرتے ہو) اور تمہارے معبود مَآ اَنْتُمْ (نہیں ہو تم) اور وہ سب مل کر عَلَيْهِ (اللہ تعالیٰ سے) بِفٰتِنِيْنَ (پھیر سکتے) فاتنین۔ گمراہ کرنے والے۔

۱۶۳: اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ (مگر اسی کو جو جہنم رسید ہونے والا ہے)۔ صال یہ لام مکسورہ کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم کسی کو گمراہی پر نہیں ڈال سکتے۔ مگر وہ لوگ ہی گمراہی کا شکار ہونگے جن کے متعلق علم الٰہی میں بداعمالیوں سے جہنمی ہونا لکھا جا چکا۔ عرب کہتے ہیں۔ فتن فلان علی فلان امراته جیسا تم کہو افسدها عليه۔ اس نے اس عورت کو اس کے متعلق بگاڑ کر رکھ دیا۔ قول حسن رحمہ اللہ: تم جو کہ ایسی بات کہنے والے ہو اور جن بتوں کو تم پوجتے ہو تم بتوں کی عبادت پر کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے ہو مگر جس کے متعلق یہ طے ہو چکا ہو کہ اس نے جہنم ہی میں داخل ہونا ہے۔ ایک قول یہ ہے تم گمراہ نہیں کر سکتے مگر اس کو جس کے بارے میں

پہلے گمراہی لازم ہو چکی۔

نحو: مانافیہ ہے۔اور مَن موضع نصب میں فاتنین کی وجہ سے منصوب ہے۔

قراءت: حسن نے صالُ الجحیم پڑھا اور وجہ یہ بتلائی کہ صیغہ جمع تھا نون کو بوجہ اضافت حذف کر دیا۔اور واؤ کا حذف التقائے ساکنین کی وجہ سے ہو گیا اور وہ ساکنین واؤ اور لام ہیں۔ مَن یہ لفظ کے لحاظ سے واحد ہے۔مگر معنیٰ جمع ہے۔ھو لفظ کا لحاظ کر کے لایا گیا اور الصالون معنی کی وجہ سے لائے۔

۱۶۴: وَمَا مِنَّآ (اورنہیں ہے ہم میں سے کوئی ایک) ہر ایک ہم میں سے اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (مگر کہ اس کا درجہ معین ہے) عبادت میں وہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

نحو: یہ موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام لائے۔

۱۶۵: وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ (اور ہم صف بستہ کھڑے ہیں) ہم اپنے اقدام کی نماز میں صف بندی کرتے ہیں یا ہم عرش الٰہی کے گرد مومنوں کے لئے دعا کرنے کی خاطر صف بندی کرنے والے ہیں۔

۱۶۶: وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ (اور ہم پاکی بیان کرنے میں لگے ہوئے ہیں) المسبحون کا معنی اس کو عیبوں سے پاک قرار دینے والے ہیں یا نماز ادا کرنے والے ہیں۔

صحیح بات یہ ہے:

یہ آیت اور اس کا ماقبل سبحان اللّٰہ عما یصفون یہ ملائکہ کا کلام ہوتا کہ یہ ولقد علمت الجنة میں ملائکہ کے تذکرہ سے متصل ہو جائے۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے ولقد علم الملائكة وشهدوا ان المشركين مفترون عليهم فی مناسبة رب العزة وقالوا سبحان اللّٰه فنزهوه عن ذلك واستثنوا عباد الله المخلصين وبرؤوهم منه وقالوا للكفرة والهتكم لا تقدرون ان تفتنوا على اللّٰه احدًامن خلقه و تضلوه الامن كان من اهل النار و كيف نكون مناسبين لرب العزة ومانحن الا عبيد اذلاء بين يديه لكل منامقام معلوم من الطاعة لا يستطيع ان يزل عنه ظفرا خشوعا لعظمته و نحن الصافون اقدامنا لعبادته مسبحين ممجدين كما يجب على العباد لربهم ملائکہ نے جان لیا اور گواہی دی کہ مشرکین ان کو رب العزت کے ساتھ جوڑنے میں مفتری ہیں اور انہوں نے سبحان اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو عیبوں سے منزہ قرار دیا اور مخلص بندوں کو اسی بات سے مستثنیٰ اور بریٔ الذمہ قرار دیا۔اور کافروں کو کہنے لگے کہ تم اللہ کے متعلق اس کی مخلوق میں سے کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے ہو مگر اسی کو جو سیدھا جہنم کا ایندھن بننے والا ہو۔ہم رب تعالیٰ کے ساتھ رشتہ داری سے کیسے متعلق ہو سکتے ہیں۔جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کے عاجز ترین بندے ہیں۔اور اطاعت میں ہم میں سے ہر ایک کا مرتبہ متعین ہے اس کی عظمت کی وجہ سے اس مرتبہ سے ادھر ادھر سرک نہیں سکتے۔ بلکہ ہم اس کی عبادت کیلئے اپنے قدموں کو قطار میں سیدھے کرنے والے ہیں۔اور اسی کی تسبیح و تحمید کرنے والے ہیں۔جیسا کہ بندوں پر ان کے رب کی طرف سے لازم ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧١﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ﴿١٧٢﴾ وَإِنَّ

اور ہمارا قول اپنے بندوں یعنی پیغمبروں کے لیے پہلے ہی سے طے شدہ ہے، کہ بیشک انہیں کی مدد کی جانے گی اور بیشک

جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿١٧٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٤﴾ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ

ہمارا لشکر ضرور غالب ہو گا۔ سو آپ مختصر زمانہ تک ان سے اعراض فرمائیے اور ان کو دیکھتے رہیے سوعنقریب

يُبْصِرُونَ ﴿١٧٥﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٧٦﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ

وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کیا وہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچارہے ہیں۔ سو جب وہ ان کے میدان میں نازل ہو جائے گا تو ان لوگوں کی صبح

الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٧﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٨﴾ وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٩﴾

بری ہوگی جن کو ڈرایا جا چکا تھا۔ اور تھوڑے زمانہ تک آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو دیکھتے رہیے سوعنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ قول رسول اللہ ﷺ قرار دیا جائے مطلب یہ ہوگا کہ ہر مسلمان کا قیامت کے روز ایک متعین مرتبہ ہوگا۔ جو اس کے عمل کی مقدار سے ملے گا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا: عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودًا [الاسراء:۷۹] پھر ان کے اعمال کا ذکر کیا کہ وہ نماز میں صف بستہ ہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والے اور اس کو عیب والی باتوں سے منزہ اور پاک قرار دینے والے ہیں۔

۱۶۷: وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ (اور یہ لوگ کہا کرتے تھے) مشرکین قریش آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کہا کرتے تھے۔

۱۶۸: لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ (اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت پہلے لوگوں کی آتی (کتابوں کے طور پر آتی) یعنی کوئی کتاب ان کتابوں میں سے جو پہلے لوگوں کے پاس آئیں جیسے تورات وانجیل۔

۱۶۹: لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ (تو ہم اس کے خاص بندے ہوتے) ہم اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ عبادت کرتے اور جیسے انہوں نے تکذیب کی اس طرح ہم تکذیب نہ کرتے اور ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں کی اس طرح مخالفت نہ کرتے جس طرح انہوں نے مخالفت کی۔ مگر اب ان کے پاس تمام ذکروں کا سردار آیا اور کتابوں میں معجز کتاب دی۔ یہ اس کی تکذیب پر اتر آئے۔

۱۷۰: فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (پھر یہ لوگ اس کا انکار کرنے لگے پس ان کو معلوم ہوا جاتا ہے) اپنی تکذیب کا انجام کیا ہونے والا ہے اور کیا انتقام ان سے لیا جائے گا۔

آیت ۱۶۷ میں اِنْ مخففہ من المثقلہ ہے اور لام اس کو ظاہر کر رہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی بات کو انتہائی تاکید اور شد ومد سے کہا کرتے تھے ان کی پہلی اور پچھلی بات میں کتنا بڑا فرق ہے۔

۱۷۱: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ (ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کیلئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا

ہے) کلمہ سے مراد یہ ارشاد ہے۔

۱۷۲: اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ (کہ بیشک وہی غالب کیے جائیں گے)

ایمان والوں کو بالآخر دنیا میں اور آخرت میں یقینی غلبہ ملے گا:

۱۷۳: وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے) اس کو کلمہ کہا حالانکہ یہ تو کلمات ہیں۔ کیونکہ جب ایک معنی میں پروئے ہوئے ہیں تو یہ کلمہ مفردہ ہی کے حکم میں ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ ان کو ان کے دشمنوں پر غلبہ دیا جائے گا۔ جہاں دشمن سے جھگڑا اور لڑائی پیش آئے۔ یہ تو دنیا میں غلبہ کا وعدہ ہے۔ اسی طرح آخرت میں بھی غلبہ کا وعدہ ہے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

کوئی پیغمبر لڑائی میں مغلوب نہیں ہوا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اگر ان کی مدد اور غلبہ دنیا میں نہ ہوا تو آخرت میں ضرور ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ ان کے معاملے میں بنیادی قانون یہی ہے۔ اور عمومی طور پر ان کو کامیابی اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر ان بار بار کی فتوح میں تھوڑا سا ابتلاء و مشقت کہیں پیش آ جائے تو اس کا اعتبار نہیں کیونکہ اعتبار غالب حالت کا ہے۔

۱۷۴: فَتَوَلَّ عَنْهُمْ (پس ان کا خیال نہ کیجئے) ان سے اعراض کریں۔ حَتّٰى حِيْنٍ (تھوڑے زمانہ تک) معمولی مدت تک اور وہ ان کی مہلت کا زمانہ ہے۔ یا بدر کے دن تک یا فتح مکہ تک۔

۱۷۵: وَّ اَبْصِرْهُمْ (اور ان کو دیکھتے رہو) یعنی دیکھو جو ان کو اس دن پہنچے گا۔ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ (پس عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے) اس کو۔ یہ سوف وعید کے لئے ہے تبعید کیلئے نہیں یا ان کی طرف دیکھیں جب ان کو عذاب دیا جائے گا۔ پس وہ دیکھ لیں گے جس کو وہ اوپر اقرار دیتے ہیں۔ یا ان کو بتلایا کہ عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔

۱۷۶: اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ (کیا وہ ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں) اس کا وقت آنے سے پہلے۔

۱۷۷: فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ (پس وہ ان کے رُو در رُو نازل ہوگا) ساحتہم ان کے صحن میں۔ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (وہ دن ان لوگوں کا جن کو ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا) ان کی صبح۔ المنذرین میں لام مبہم ہے اس چیز کے سلسلہ میں جس سے ان کو ڈرایا گیا کیونکہ ساء اور بئس اس کو پورا کر رہے ہیں۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کا مکہ میں اترنا ہے اور یہ ان پر اترنے والے عذاب ہی کی طرح ہے۔ اس لئے کہ ان کو ڈرایا گیا مگر انہوں نے انکار کیا۔ ایک ایسے لشکر کے ساتھ جس کے اچانک حملہ سے قوم کو بعض ناصحین نے ڈرایا مگر قوم کے لوگوں نے ان کے انذار کی طرف توجہ نہ دی۔ یہاں تک کہ وہ لشکر ان کے صحنوں میں اتر پڑا اور ان پر حملہ آور ہو گیا۔ ان کے لوٹ ڈالنے والوں کی عادت صبح کے وقت حملہ کی ہوا کرتی تھی۔ پس وہ لوٹ کو صباح ہی کہتے تھے۔ خواہ

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

آپ کا رب جو رب العزت ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ہو پیغمبروں پر۔ اور سب تعریف ہے اللہ کے لیے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

جو رب العالمین ہے۔

وہ آخری وقت میں کیوں نہ ہو۔

۱۷۸: وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ (اور آپ تھوڑے زمانہ تک ان کا خیال نہ کیجئے)

۱۷۹: وَّ اَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ (اور دیکھتے رہیے پس عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے)۔ یہ دوبارہ لائے تا کہ تسلی در تسلی ہو اور میعاد پر واقع ہونے کی تاکید پہ تاکید ہو جائے اور اس میں ایک فائدہ اور ہے دونوں فعلوں کو مفعول سے مقید نہیں کیا۔ (نمبر۱۔ یبصر ، نمبر۲، یبصرون) کہ وہ مسرت و غم کی لاتعداد انواع کو دیکھے گا اور وہ بھی دیکھیں گے۔ گویا کثرت انواع کی طرف اشارہ کیلئے مفعول سے فعلوں کو آزاد چھوڑا گیا۔ ایک قول یہ ہے ایک سے دنیا کا عذاب مراد ہے۔ اور دوسرے سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔

تمام عزتیں اسی ہی کے ساتھ خاص ہیں:

۱۸۰: سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ (آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے)۔ عزت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی کیونکہ تمام عزتیں اسی ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا ذو العزۃ۔ (وہ عزت والا ہے) جیسا کہتے ہیں صاحب صدق۔ سچائی کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس طرح کہا جائے کسی کو جو عزت حاصل ہے۔ وہی اس کا مالک و رب ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ و تعز من تشاء [آل عمران: ۲۶] عَمَّا يَصِفُوْنَ (پاک ہے ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں) یعنی بیٹا' بیوی' شریک وغیرہ۔

۱۸۱: وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ (اور سلام ہو پیغمبروں پر) سلام میں تمام رسل کو شامل فرمایا اگرچہ خاص طور پر بعض انبیاء علیہم السلام کے متعلق سورت میں آچکا۔ کیونکہ ہر ایک کا تذکرہ سلام کے ساتھ کرنے میں تطویل تھی۔ اسی لئے بطور اختصار تمام کو شامل کر دیا گیا۔

۱۸۲: وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اور تمام تر خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے) وہ دشمنوں کی ہلاکت اور نصرت انبیاء علیہم السلام کی قدرت رکھتا ہے۔

خلاصہ سورت:

یہ سورت مشرکین کے ان اقوال کو بیان کر رہی ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کہتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف وہ وہ باتیں

منسوب کرتے تھے جن سے اس کی ذات منزہ و پاک ہے۔اور رسولوں کو جو کفار کی طرف سے تکالیف پہنچائی گئیں ان کو بھی ذکر کردیا۔اور رسولوں کے متعلق نصرت الٰہی کی عادت مستمرہ اور فتح مندی اور کامیابی کو ذکر کیا۔اور اختتام سورت پر اللہ تعالیٰ کو ان باتوں سے منزہ و پاک قرار دیا جو مشرکین اس کی ذات کے متعلق کہا کرتے تھے۔اور رسولوں پر خصوصی سلام اور رب العالمین کی حمد کا ذکر فرمایا اس پر جو اس نے حسن عاقبت میسر فرمایا ان کے لئے اصل مقصود اس سے ایمان والوں کو تعلیم دی کہ وہ یہ کلمات کہا کریں اور کوئی لمحہ ان کا اس سے خالی نہ ہو اور کتاب کریم میں جو فرامین جاری فرمائے گئے ہیں ان سے کبھی غفلت نہ برتیں۔

فرمانِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

جو یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن اس کو پورا پورا ماپ اجر کا میسر ہو۔وہ اپنی ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے اس سورت کے آخری کلمات کہہ لیا کرے سبحان ربك ربّ العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين ۔

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ص مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ① بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ② كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ

ص قسم ہے قرآن کی جو نصیحت والا ہے، بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا تعصب میں اور مخالفت میں ہیں، ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی

قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ③ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ

امتوں کو ہلاک کر دیا سو انہوں نے پکارا اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا، اور ان لوگوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ انہیں میں سے ایک ڈرانے والا آگیا،

وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ④ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا

اور کافروں نے کہا کہ یہ شخص جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے، کیا اس نے سارے معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا۔ بیشک یہ تو بڑی

لَشَيْءٌ عُجَابٌ ⑤ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا

عجیب بات ہے، اور انکے بڑے لوگ یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ بلاشبہ یہ ایک بات ہے جس میں کوئی

لَشَيْءٌ يُّرَادُ ⑥ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ⑦ ءَاُنْزِلَ

مقصد ہے ہم نے یہ بات گزشتہ مذہب میں نہیں سنی بس یہ تو گھڑی ہوئی بات ہے، کیا ہمارے درمیان سے

عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ⑧

اسی شخص پر کلام نازل ہوا، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ میری وحی کی جہ سے شک میں ہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۔ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ (ص۔ قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پر ہے۔ بلکہ یہ کفار تعصب اور مخالفت میں ہیں)

۱: صٓ نمبرا۔ حروف مجم میں سے اس حرف کا تذکرہ بطور تحدی اور اعجاز پر متنبہ کرنے کیلئے فرمایا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد قسم کا ذکر کیا جس کا جواب محذوف ہے۔ کیونکہ تحدی اس جواب پر دلالت کر رہی ہے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے والقرآن ذی الذکر ای ذی الشرف انه لکلام معجز۔ مرتبے والے قرآن کی قسم بیشک وہ معجز کلام ہے۔

نمبر۲۔ص یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہو۔اس طرح کہ وہ سورت کا نام ہو۔گویا تقدیر کلام اس طرح سے ہو۔ھذہ ص ای ھذہ السورۃ التی اعجزت العرب والقرآن ذی الذکر ۔یہ ص نام والی سورت ہے جس نے عرب کو عاجز کر کے رکھ دیا اور نصیحت والے قرآن کی قسم۔یہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو ھذا حاتم واللہ ۔تمہاری مراد اس سے یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی قسم سخاوت میں مشہور ہے۔اور اسی طرح جب اس سے قسم اٹھائی جائے تو گویا اس طرح کہو گے اَقْسَمْتُ بِصٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ۔ اِنَّهٗ لَمُعْجِزٌ میں قسم اٹھاتا ہوں۔ص کی اور قرآن نصیحت والے کی بیشک وہ قرآن معجز ہے۔پھر فرمایا۔

۲:بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ (اس پر یقین کرنے سے تکبر کر رہے ہیں اور اعتراف حق سے بڑائی اختیار کرنے والے ہیں) وَّشِقَاقٍ (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے ہیں)

فائدہ تنکیر:

عزۃ اور شقاق کی تنوین تنکیر یہ ظاہر کر رہی ہے۔کہ ان کا تعصب اور مخالفت واکڑ انتہائی درجہ کی ہیں۔

قراءت:فی غِرَّةٍ پڑھا گیا ہے یعنی اس چیز سے غفلت میں مبتلا ہیں جس میں غور وفکر اور اتباع حق ان پر لازم ہے۔

۳:كَمْ اَهْلَكْنَا (بہت سی امتوں کو ہم ہلاک کر چکے) تعصب واکڑ والے لوگوں کیلئے وعید ہے۔مِنْ قَبْلِهِمْ (ان سے قبل) یعنی آپ کی قوم سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ (امتیں) فَنَادَوْا (انہوں نے ہائے پکار کی) پس انہوں نے پکارا اور اس وقت فریاد کی جب انہوں نے عذاب دیکھا۔وَّ لَاتَ (حالانکہ تھا) یہ لامشبہ بلیس ہے اس پر تائے تانیث کا اضافہ کیا گیا ہے۔جیسا کہ رب اور ثم پر تاکید کیلئے اضافہ کیا جاتا ہے اور اس سے اس کا حکم بھی بدل گیا۔اس صورت میں یہ صرف احیان پر داخل ہوتا ہے۔اور اس کا ایک ہی مقتضی ظاہر ہوتا ہے خواہ اسم ہو یا خبر۔دونوں پر اس کا ظہور ممتنع ہو جاتا ہے۔یہ خلیل وسیبویہ کا مذہب ہے،اخفش نحوی کہتے ہیں۔یہ لانفی جنس ہے اور تاء اس میں زائد ہے۔اور احیان کی نفی کے ساتھ خاص ہے۔حِیْنَ مَنَاصٍ (رہائی کا وقت) اور اسی لا کی وجہ سے منصوب ہے۔گویا یوں کہا گیا ولا حین مناص لھم اور خلیل وسیبویہ کے نزدیک نصب کی وجہ لامشبہ بلیس ہے۔ ولا ت الحین حین مناص ای لیس الحین حین مناص وہ وقت رہائی کا نہ تھا۔

کفار کا تعجب:

۴:وَ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ (اور انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس آگیا) عجب کا صلہ من محذوف ہے۔کہ آمد سے تعجب کیا۔مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ (ڈرانے والا انہی میں سے) رسول انہی میں سے یعنی انہوں نے اس بات کو بعید قرار دیا کہ کوئی بشر پیغمبر بن جائے۔وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ (اور کافر کہنے لگے کہ یہ شخص ساحر کذاب ہے)

توحید پر تعجب مگر شرک پر نہیں:

۵:اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا (کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا) واقعی لَشَیْءٌ عُجَابٌ (یہ

بہت ہی عجیب بات ہے) یہاں وقالوا کالفظ استعمال نہیں فرمایا تا کہ ان پر غضب کا اظہار ہو اور اس بات پر دلالت ہو کہ اس بات کی جسارت وہ کافر ہی کرسکتا ہے جو کفر میں انتہاء کو پہنچا ہو۔اور گمراہی میں خوب مشغول ہو۔اس لئے کہ اس سے بڑا کفر اور کیا ہوگا کہ جسے اللہ تعالیٰ سچا بنا کر بھیجے یہ اس کو کاذب وساحر کہیں اور توحید جیسے واضح اور کھلے ہوئے حق پر تعجب کا اظہار کریں اور شرک پر ان کو ذرا تعجب نہ ہو۔حالانکہ وہ محض باطل ہے۔

سردارانِ قریش کا وفد:

روایت میں ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مسلمان بڑے خوش ہوئے اور قریش پر یہ بات بجلی بن کر گری چنانچہ سردارانِ قریش کے پچیس سردار جمع ہوئے اور ابو طالب کے پاس جادھمکے اور کہنے لگے تم ہمارے بزرگ ہو اور یہ بیوقوف جو کچھ کررہے ہیں وہ تمہاری نظروں سے اوجھل نہیں۔یہ مسلمانوں کو بیوقوف کہتے تھے۔ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں۔تا کہ تم ہی ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ کردو۔ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کو بلوا بھیجا۔اور کہا اے بھتیجے! یہ تمہاری قوم تم سے ایک مطالبہ کررہی ہے۔تم مکمل طور پر اپنی قوم پر حملہ آور مت ہو جاؤ۔آپ ﷺ نے فرمایا وہ مجھ سے کیا مطالبہ کرنا چاہتے ہیں۔سردارانِ قریش: ہمیں اور ہمارے معبودوں کو چھوڑ دو۔ہم تمہیں اور تمہارے معبود کو چھوڑ دیں گے کچھ نہ کہیں گے۔آپ ﷺ نے کہا تم میری ایک بات مان لو جس سے تم پورے عرب پر غلبہ پالو گے۔بلکہ عجم بھی تمہارے پیچھے چلیں گے۔سردارانِ قریش نے کہا ہاں ہاں ایسی تو دس باتیں ماننے کیلئے ہم تیار، ہم مانیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم لا الٰہ الا اللہ کہہ دو۔سردارانِ قریش فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اجعل الالھۃ الٰھًا واحدًا۔ کیا اس نے کردیا ایک معبود! ان ھذا لشیء عجاب [رواہ احمد ۱/۳۶۲، ترمذی ۳۲۳۲، الحاکم ۲/۴۳۲، ابن حبان ۶۶۸۶]۔عجاب تعجب میں انتہاء کو پہنچا ہوا۔

ایک قول:

عجیب وہ جس کی کوئی مثال ہو۔عجاب۔جس کی عجیب ہونے میں کوئی مثال نہ ہو۔

قریش کا ردِ عمل:

۶: وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا (ان کفار کے سردار یہ کہتے ہوئے چل دیے کہ چلو) ابو طالب کی مجلس سے سردارانِ قریش یہ کہتے ہوئے چل دیئے اس کے بعد کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو لاجواب کردیا اور کھرا کھرا جواب دیا۔وہ ایک دوسرے کو کہتے جارہے چلو۔چلو۔اَن یہاں ای کے معنی میں ہے کیونکہ بات چیت کی مجلس سے جانے والے لازماً باہمی بات کریں گے اور محفل میں پیش آنے والے معاملہ کو دہرائیں گے۔پس ان کا جانا اس قول کے معنی کو متضمن ہے۔وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ (اور اپنے معبودوں پر قائم رہو یہ کوئی مطلب کی بات ہے)۔واصبروا سے مراد بتوں کی عبادت پر قائم رہنا۔ھذا

اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَحۡمَةِ رَبِّكَ الۡعَزِيۡزِ الۡوَهَّابِ ۚ ﴿۹﴾ اَمۡ لَهُمۡ مُّلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں جو غالب ہے بخشش فرمانے والا ہے۔ کیا ان کے لئے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ انکے درمیان ہے

وَمَا بَيۡنَهُمَا ۚ فَلۡيَرۡتَقُوۡا فِى الۡاَسۡبَابِ ﴿۱۰﴾ جُنۡدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهۡزُوۡمٌ مِّنَ الۡاَحۡزَابِ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتۡ

ان کا اختیار حاصل ہے۔ سو چاہیے کہ سیڑھیاں لگا کر چڑھ جائیں۔ اس مقام پر لوگوں کی ایک بھیڑ ہے جو شکست خوردہ جماعتوں میں سے ہے ان سے پہلے قوم نوح نے

قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّعَادٌ وَّفِرۡعَوۡنُ ذُو الۡاَوۡتَادِ ﴿۱۲﴾ وَثَمُوۡدُ وَقَوۡمُ لُوۡطٍ وَّاَصۡحٰبُ لۡـَٔيۡكَةِ ؕ

اور عاد نے اور فرعون نے جو میخوں والا تھا اور ثمود نے اور لوط کی قوم نے اور ایکہ والوں نے جھٹلایا۔

اُولٰٓئِكَ الۡاَحۡزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنۡ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ ع

وہ گروہ یہی لوگ تھے یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا، سو میرا عذاب واقع ہوگیا۔

کا مشارٌ الیہ امر اسلام ہے۔ لشیٔ یراد یعنی جس کا اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتے ہوں اور اس کے ہو جانے کا فیصلہ کرتے ہوں پس اس کے لئے لوٹنا نہیں اس میں سوائے صبر کے اور کوئی چیز ہمیں کام نہ دے گی۔ یا یہ معاملہ حوادثِ زمانہ میں سے ہے جو ہم پر آن پڑا ہم اس سے الگ نہیں رہ سکتے۔

۷: مَاسَمِعۡنَا بِهٰذَا (ہم نے تو یہ بات نہیں سنی) یعنی توحید فِى الۡمِلَّةِ الۡاٰخِرَةِ (پچھلے مذہب میں) ملت عیسیٰ علیہ السلام میں جو کہ آخری ملت ہے کیونکہ نصاریٰ تثلیث کے قائل ہیں۔ وحدانیت کے قائل نہیں۔ یا ملت قریش جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا۔ اِنۡ هٰذَآ اِلَّا اخۡتِلَاقٌ (نہیں ہے یہ مگر ایک گھڑت ہے) یہ کذب ہے جس کو محمد ﷺ نے (نعوذ باللہ) اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔

۸: ءَ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ (کیا اس شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا) الذکر سے قرآن مراد ہے۔ مِنۡۢ بَيۡنِنَا (ہم سب میں سے) انہوں نے اشراف کے ہوتے ہوئے آپ کا اس شرف سے مختص ہو جانا عجیب خیال کیا۔ اور حسد کی وجہ سے آپ پر کتاب اترنے کو انوکھا قرار دیا۔

حسد: بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ مِّنۡ ذِكۡرِىۡ (بلکہ یہ لوگ تو میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں) ذکری سے قرآن مجید مراد ہے۔ بَلۡ لَّمَّا يَذُوۡقُوۡا عَذَابِ (بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزا چکھا نہیں) بلکہ ابھی تک انہوں نے میرا عذاب چکھا نہیں جب چکھ لیں گے۔ تو ان سے شک زائل ہو جائے گا۔ اور حسد کی دیوار گر جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اسی وقت تصدیق کریں گے جب ان کو آ کر عذاب گھیرے گا پھر مانیں گے مگر فائدہ نہ دارد۔

۹: اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَحۡمَةِ رَبِّكَ الۡعَزِيۡزِ الۡوَهَّابِ (کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں) یعنی وہ خزائن رحمت کے مالک نہیں تاکہ وہ جس کو چاہیں بانٹ دیں۔ یا ان کو خرچ کر ڈالیں جن پر پسند کریں اور بعض سرداروں کو

نبوت کیلئے منتخب کریں اور اس سے محمد (ﷺ) سے اونچے ہو جائیں بلاشبہ جو رحمت اور اس کے خزائن کا مالک ہے وہ غالب اور اپنی مخلوق پر زبردست ہے۔ الوہاب بہت عطاء کرنے والا۔ اور مواقع پر عطایا پہنچانے والا وہ عطاء جس کو اپنی حکمت کے تقاضوں سے تقسیم کرتا ہے۔ پھر اسی معنی پر ترشیح کرتے ہوئے فرمایا۔

۱۰: اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (کیا ان کو آسمان و زمین اور جو ان کے مابین ہے۔ اس کا اختیار حاصل ہے) کہ جس کی بناء پر امور ربانیہ میں کلام بازی پر اتر آئے اور ان تدابیر الٰہیہ کے متعلق جو رب العزت والکبریاء کے ساتھ خاص ہیں۔ بات کرنے لگے پھر ان کو خوب شرمایا اور فرمایا! اگر وہ تدبیر خلائق اور تقسیم رحمت میں تصرف پر مختار بن گئے ہیں تو فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ (تو ان کو چاہیئے کہ سیڑھیاں لگا کر چڑھ جائیں) اور ان راستوں پر چلیں جو آسمان تک پہنچنے والے ہیں۔ تاکہ جہان کے معاملات کی تدبیر کریں۔ اور اللہ کی ملکوت کا معاملہ چلائیں اور اپنے من پسند پر وحی اتار لائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے نصرت کا وعدہ فرمایا۔

کفارِ قریش کو شکست ہوگی:

۱۱: جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ (ان لوگوں کی یونہی بھیڑ ہے اس مقام پر) جندٌ مبتدأ اور ما موصولہ یہ نکرہ مبتدأ کی تقویت کیلئے لایا گیا۔ اس کی خبر مهزوم ہے اور من الاحزاب یہ جندٌ یا مهزوم کے متعلق ہے۔ هنالك سے بدر اور اس میں کفار کی قتل گاہوں کی طرف اشارہ ہے یا اس طرف اشارہ ہے جس بڑے کام میں انہوں نے اپنے کو ڈال رکھا تھا۔ عرب کا محاورہ ہے کہ جو آدمی کسی ایسے کام میں پڑے جس کی اہلیت نہ ہو تو کہتے ہیں۔ لست هنالك تو اس کام کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح یہاں فرمایا: ما هنالك مَهْزُوْمٌ (شکست دیئے جائیں گے)۔ مِّنَ الْاَحْزَابِ (من جملہ گروہوں میں سے)

مراد یہ ہے یہ ایک گروہ کفار ہے جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جتھہ بندی کرنے والوں میں سے ہے یہ عنقریب شکست کھائیں گے۔ آپ ان کی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ اور نہ غم زدہ ہوں اس پر جس کے لئے یہ گروہ بندی کر رہے ہیں۔

۱۲: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (ان سے پہلے جھٹلایا) اہل مکہ سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ (قوم نوح نے) نوح علیہ السلام کو وَّ عَادٌ (اور عاد نے) ہود علیہ السلام کو وَّ فِرْعَوْنُ (اور فرعون نے) موسیٰ علیہ السلام کو ذُو الْاَوْتَادِ (میخوں والا)

ایک قول:

کہ اس کے ہاں کیلیں اور رسیاں تھیں جن سے اس کے سامنے کھیلتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جس کو وہ سزا دیتا اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں ٹانگوں میں کیل ٹھونک دیتا۔

ثمود و فرعون کی تکذیب اور اس کا نتیجہ:

۱۳: وَثَمُوْدُ (اور قوم ثمود نے) صالح علیہ السلام کو وَقَوْمُ لُوْطٍ (اور قوم لوط نے) لوط علیہ السلام کو وَّ اَصْحٰبُ الْـَٔيْكَةِ (اور بن

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝۱۵ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ

اور یہ لوگ بس ایک زور دار چیخ کے انتظار میں ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہو گی اور ان لوگوں نے کہا کہ اے رب ہمارا حصہ

لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۶

حساب کے دن سے پہلے ہمیں دے دیجئے۔

والوں نے) شعیب علیہ السلام کو اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ (وہ گروہ یہی لوگ ہیں) اس اشارہ کا مقصد یہ ہے کہ اعلان کر دیا جائے۔ وہ گروہ جن میں سے ان کو شکست خوردہ قرار دیا گیا ہے وہ انہی میں سے ہیں اور وہ ایسے ہی لوگ تھے جن سے تکذیب پائی گئی۔

۱۴: اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ (ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تھا) اولاً ان کی تکذیب کا تذکرہ جملہ خبریہ سے کیا اور اس میں ابہام باقی رکھا اس طرح کہ مکذب کو واضح کر دیا۔ اور جن کی تکذیب کی گئی یعنی رسل ان کو بیان کر دیا۔ اور یہ ذکر فرمایا کہ ان گروہوں میں سے ہر ایک نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ اس لئے کہ ایک کی تکذیب وہ سب کی تکذیب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغام دعوت سب کی ایک ہے۔

تکذیب کو دوبارہ لائے، ابہام کے بعد اس کی وضاحت کی، اور شروع میں جملہ لا کر بار بار لانے میں اس کی تنویع کی طرف اشارہ کر دیا۔ پھر جملہ استثنائیہ سے دوبارہ لائے اور استثنائیہ کو جس انداز سے لائے۔ اس میں کئی قسم کا مبالغہ کر دیا۔ تاکہ ان کا سخت سزاؤں کا مستحق ہونا خوب ثابت ہو جائے۔ پھر مزید فرما دیا۔ فَحَقَّ عِقَابِ (پس میرا عذاب واقع ہو گیا) پھر اس سے یہ لازم ہو گیا کہ میں سزادوں جیسے سزا دینی چاہیے۔

قراءت: یعقوب نے دونوں حالتوں میں عقابی پڑھا ہے۔ اسی طرح عذابی۔

۱۵: وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ (نہیں یہ انتظار کر رہے) یعنی ھؤلاء کا مشار الیہ اہل مکہ ہیں۔ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً (مگر ایک زور کی چیخ کا) نفخہ اولیٰ مراد ہے اور وہ بڑی گھبراہٹ کا دن ہے۔ مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ (جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہو گی)

قراءت: حمزہ اور علی نے ضمہ سے پڑھا فُوَاق یعنی وہ ایک سانس کی مقدار بھی نہ رکے گی۔ فُوَاق دراصل دودھ دوہنے والے کے پہلی مرتبہ تھنوں سے دودھ نکالنے اور دوسری مرتبہ نکالنے کا درمیانی وقفہ۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس کا وقت آ جائے گا تو اتنے وقت کی مقدار بھی توقف و تاخر نہ ہو گا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس کیلئے لوٹنا اور لوٹانا نہیں ہے۔ یہ افاق المریض سے ماخوذ ہے۔ جبکہ وہ صحت کی طرف لوٹ آئے۔ اور فواق الناقہ وہ وقفہ جس میں دودھ اپنے تھنوں میں واپس لوٹ آئے۔ مراد یہ ہے کہ بس وہ تو ایک پھونک ہے۔ نہ دوسرا سانس اور نہ سانس کا لوٹانا۔

اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاذْکُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا

یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور ہمارے بندہ داؤد کو یاد کیجئے جو قوت والے تھے۔ بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے، بیشک ہم نے

سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ کُلٌّ

ان کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا وہ تسبیح میں مشغول ہوتے تھے شام کو اور اشراق کے وقت، اور پرندوں کو مسخر کر دیا جو جمع کئے ہوئے تھے سب

لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْکَهٗ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِکْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾

اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے، اور ہم نے ان کے ملک کو مضبوط کر دیا اور انہیں حکمت دیدی اور فصل خطاب دیدیا۔

استہزائے کفار:

۱۶: وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا (اور یہ لوگ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہم کو پہلے دے دے) جنت والا حصہ۔ کیوں کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مؤمنین کے ساتھ وعدۂ جنت کو ذکر کیا تو کفار بطور استہزاء کہنے لگے۔ ہمیں تو ہمارا حصہ اس میں سے جلدی دے دو یا بقول تمہارے اگر ہم عذاب کے حقدار ہیں تو عذاب والا حصہ جلدی ملا دو۔ جیسا دوسرے موقعہ پر فرمایا ویستعجلونك بالعذاب [الحج:۴۷] القط کسی چیز کا حصہ۔ کیونکہ وہ اسی کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ یہ قطہ سے ہے جبکہ اس کو کاٹا جائے۔ اس لئے انعامی دستاویز کو قط کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ کاغذ کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ (قیامت کے دن سے پہلے)

تلقین صبر:

۱۷: اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ (آپ ان کے اقوال پر صبر کیجئے) جو آپ کے متعلق کہہ رہے ہیں اور اپنی حد تک جس صبر کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں اس سے مت پیچھے ہٹیں اور ان کی طرف سے پیش آئندہ تکلیف کو برداشت کریں۔ وَاذْکُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ (اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے) اور ان کا اکرام بارگاہ الٰہی میں اور وہ معمولی لغزش جو پیش آئی جس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عتاب ہوا۔ ذَا الْاَیْدِ (وہ بڑی قوت والے تھے)۔ دین میں بڑے مضبوط۔ اِنَّهٗ اَوَّابٌ (وہ بہت رجوع کرنے والے تھے) یعنی رضائے الٰہی کی طرف بہت رجوع کرنے والے۔ یہ ذا الاید کی علت ہے۔

روایت ہے:

داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے اور یہ سخت ترین روزہ ہے۔ اور نصف رات قیام فرماتے۔

۱۸: اِنَّا سَخَّرْنَا (بیشک ہم نے حکم کر رکھا تھا) مطیع کر دیا تھا۔ الْجِبَالَ مَعَهٗ (پہاڑوں کو ان کے ساتھ)

ایک قول:

یہ ہے کہ ان کی تسخیر یہ تھی کہ وہ ان کے ساتھ ساتھ چلتے۔ جب وہ ان کو چلانے کا ارادہ فرماتے۔ جہاں کا ارادہ فرماتے۔ یُسَبِّحْنَ (وہ تسبیح کریں) ۔

نحو: یہ مضارع حال واقع ہے مسبحات کے معنی میں ہے مسبحات کی بجائے مضارع اس لئے لایا گیا تا کہ پہاڑوں سے اس تسبیح کے یکے بعد دیگرے اور ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں کرنے پر دلالت ہو۔ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ (صبح و شام) یعنی دن کے دونوں اطراف میں العشی عصر سے رات تک کا وقت اور اشراق وقت طلوع اور اشراق وقت طلوع سے چاشت تک کا وقت باقی شروق طلوع کو کہا جاتا ہے جیسا کہتے ہیں: شرقت الشمس ولما تشرق ۔ سورج طلوع تو ہو گیا مگر ابھی خوب روشنی نہیں ہوتی۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: مجھے صلاۃ ضحیٰ کا پتہ اس آیت سے چلا۔

داوٗد علیہ السلام اور پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح:

۱۹: وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً (اور پرندوں کو جو کہ جمع ہو جاتے تھے) یعنی ہم نے پرندوں کو ان کا مطیع کر دیا جو ہر طرف سے جمع ہو جاتے تھے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما جب داوٗد علیہ السلام تسبیح کرتے تو پہاڑ تسبیح سے ان کا جواب دیتے اور پرندے پر باندھ کر آ جاتے اور تسبیح کرتے پس ان کے جمع ہونے کا یہی معنی ہے۔

كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ (سب ان کی وجہ سے مشغول ذکر رہتے) ہر ایک خواہ پہاڑ ہوں یا پرندے وہ داوٗد علیہ السلام کی تسبیح کی وجہ سے تسبیح خواں تھے۔ کیونکہ وہ ان کی تسبیح کی وجہ سے تسبیح کرتے تھے۔ آیت میں اوّاب کا لفظ لایا گیا۔ مُسَبِّحٌ نہیں فرمایا کیونکہ اوّاب توبہ کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ جس کی عادت کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور اس کی رضامندیوں کا ڈھونڈنا ہو۔ اور دائمی طور پر اس کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہے۔ ایک قول یہ ہے ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی ہر ایک خواہ وہ داوٗد اور پہاڑ و پرند ہوں اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرنے والا اور اس کو بار بار لوٹانے والا ہے۔

مضبوط سلطنت' فیصلہ کن خطاب:

۲۰: وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ (اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا) ان کے ملک کو مضبوط کر دیا۔ ایک قول یہ ہے آپ کے قلعہ کے گرد تینتیس ہزار آدمی بطور حفاظت مقرر تھے۔ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ (اور ہم نے ان کو حکمت) حکمت سے مراد زبور اور شریعت کا علم ایک قول ہے کہ ہر موافق حق کلمہ حکمت کہلاتا ہے۔ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطاء فرمائی) فیصلہ کرنے کا علم اور جھگڑا طے کرنے کی اہلیت اور حق و باطل میں جدائی کرنے والا علم دیا۔ الفصل دو چیزوں میں امتیاز کو کہا جاتا ہے کلام بین کو فصل بمعنی مفصول کہا جاتا ہے جیسا کضرب الا میر ای مضروب الامیر۔

فَصْلَ الْخِطَابِ: ایسا واضح کلام جس سے مخاطب پر بات کھل جائے اور ذرا التباس نہ رہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ فصل

وقف لازم

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ

اور کیا آپ کے پاس جھگڑا کرنیوالوں کی خبر پہنچی ہے جبکہ وہ دیوار پھاند کر محراب میں آ گئے جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ انکے آنے سے گھبرا گئے

قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ

انہوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں ہم دونوں معاملہ ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے سو آپ حق کے ساتھ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے

وَاهْدِنَا اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ

اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجئے بیشک یہ میرا بھائی ہے اسکے پاس ننانویں دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک

وَّاحِدَةٌ ۣ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ

دنبی ہے سو یہ کہتا ہے کہ وہ مجھے دیدے اور بات چیت میں مجھے دباتا ہے، داؤد نے کہا کہ بلاشبہ اس نے تجھ پر ظلم کیا کہ تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں

اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ملانے کا سوال کیا اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا

اور نیک عمل کئے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں، اور داؤد نے خیال کیا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا ہے سو انہوں نے اپنے رب سے استغفار کیا اور سجدہ میں گر پڑے

وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ السجدة فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

السجدة ۱۰

اور رجوع ہوئے، سو ہم نے وہ ان کو معاف کر دیا اور بلاشبہ انکے لئے ہمارے پاس نزدیکی ہے اور اچھا انجام ہے۔

کو فاصل اسم فاعل کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ صوم بمعنی صائم اور الزور بمعنی زائر آتا ہے۔ اس صورت میں فصل الخطاب کا معنی وہ فیصلہ کن خطاب جو صحیح و فاسد اور حق و باطل میں جدائی کر دے۔ اس سے آپ کا وہ کلام مراد ہے جو فیصلوں اور جھگڑوں اور تدابیر مملکت اور مشوروں کی صورت میں آپ نے فرمایا۔ قول علیؓ: وہ مدعی پر دلیل سے حکم لگانا اور یمین سے مدعیٰ علیہ کے متعلق فیصلہ کرنا۔ یہ حق و باطل میں فاصلہ کرنا ہے۔ (یعنی مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے۔ اگر گواہ نہ ہو تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی)۔

قولِ شعبی رحمہ اللہ:

کہ فصل الخطاب سے اما بعد کا لفظ مراد ہے کہ حمد و ثنا اور اپنے کلام میں فاصلہ کرتا ہے اور داؤد علیہ السلام نے سب سے پہلے کہا گویا غرض کلام اور حمد و ثناء میں فاصلہ کرنے والا ہے۔

عبادت گاہ میں دو فریق کا داخلہ:

۲۱: وَھَلْ اَتٰکَ نَبَؤُا الْخَصْمِ (اور کیا آپ کو اہل مقدمہ کی خبر بھی پہنچی ہے) یہ بظاہر استفہام ہے اور اس کا مقصد عجیب خبر پر دلالت کرنا ہے۔ الخصم : الخصماء یہ واحد و جمع دونوں پر بولے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ اصل میں مصدر ہے تم کہو گے خصمہ خصمًا۔ اذ یہ محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے وھل اتاك نبأ تحاکم الخصم یا بالخصم کیونکہ اس میں فعل کا معنی ہے۔ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (جبکہ وہ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آئے) اس کی دیوار پر چڑھ کر آپ کی طرف اتر آئے۔ السور بلند دیوار المحراب کمرہ، بالا خانہ، یا عبادت گاہ یا برآمدۂ مسجد۔

۲۲: اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْھُمْ (جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گئے)

نحو: اذ یہ پہلے اذ سے بدل ہے۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس دو فرشتے انسانی شکلوں میں بھیجے پس انہوں نے ان کے پاس آنا چاہا۔ تو داؤد کو عبادت کے دن میں پایا۔ پہرہ داروں نے ان کو روک لیا۔ وہ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر ان کے سامنے بے خبری کی حالت میں جا کھڑے ہوئے۔ اس دم آپ ان سے گھبرائے۔ کیونکہ وہ دونوں یوم الفصل کے علاوہ داخل ہوئے تھے۔ اور اوپر سے ان کے پاس اتر آئے۔ جبکہ یہ دن عبادت خانہ میں علیحدگی کا تھا اور پہرہ دار داخلہ کیلئے کسی کو چھوڑنے والے نہ تھے۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ (وہ کہنے لگے ڈرو نہیں ہم تو اہل معاملہ ہیں)

نحو: یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای نحن خصمان، بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ (ہم نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے) بغی کا معنی حد سے گزرنا، ظلم کرنا۔ فَاحْکُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ (آپ ہمارے مابین انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے) لا تشطط یہ الشطط سے لیا گیا اس کا معنی حد سے تجاوز کرنا اور حق کی حدود کو پھاندنا۔ پس معنی یہ ہے حق سے تجاوز مت کریں۔ وَاھْدِنَآ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ (اور ہم کو سیدھی راہ بتلا دیجئے) ہماری راہنمائی میانے اور روشن راستے کی طرف کریں۔ مراد اس سے بعینہٖ حق اور خالص راستہ۔

روایت ہے: داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے اور دوسرے مسلمان کی خاطر اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لیتے اور دوسرا اپنی مرضی سے اس کے ساتھ شادی کر لیتا۔ ہمدردی میں ان کے مابین یہ بات چلی ہوئی تھی۔ انصار مدینہ بھی مہاجرین کے ساتھ اس قسم کی ہمدردی کا اظہار کرنے والے تھے۔ اتفاقاً داؤد علیہ السلام کی نگاہ اوریا کی بیوی پر پڑی۔ پسند آنے کی صورت میں اوریا کو طلاق کا حکم دیا۔ اوریا نے جواب دینے کی بجائے اس کو قبول کر لیا۔ آپ نے اس سے شادی کر لی۔ یہ سلیمان علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کو اپنے عظیم مرتبہ اور کثیر تعداد میں عورتوں کے ہوتے ہوئے مناسب نہ تھا کہ ایسے آدمی سے اس کی بیوی کو علیحدہ کروائیں جس کی ایک ہی بیوی تھی۔ بلکہ آپ کو اپنی تمنا پر کنٹرول کرنا چاہیے تھا۔ اور نفس کو دبانا چاہیے تھا۔ اور اس امتحان پر صبر کرنا تھا۔

ایک قول یہ ہے:

اوریا نے اس عورت کی طرف پیغام نکاح بھیجا۔ پھر داؤد علیہ السلام نے پیغام نکاح بھیج دیا۔ عورت کے گھر والوں نے آپ کو ترجیح دی۔ پس لغزش یہ تھی کہ آپ نے اپنے ایک مؤمن بھائی کے پیغام پر پیغام دیا تھا حالانکہ آپ کی بہت سی بیویاں موجود تھیں۔

ایک بے اصل بات کی تردید:

یہ بات جو بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے اوریا کو بار بار غزوۂ بلقاء میں بھیجا تا کہ وہ قتل ہو جائے اور آپ اس کی بیوی سے شادی کر لیں۔ یہ بات تو عام مسلمانوں کے اصلاح کرنے والے افراد کو بھی درست نہیں تو ایک جلیل القدر پیغمبر کی عظمت کے کیونکر لائق و مناسب ہے (نعوذ باللہ منہ)۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

جو تمہیں داؤد علیہ السلام کے متعلق وہ بات بیان کرے۔ جس کو قصہ گو لوگ بیان کرتے ہیں میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا۔ یہ انبیاء علیہم السلام پر بہتان کی سزا ہے۔ (عام لوگوں پر بہتان کے اسی کوڑے اور انبیاء علیہم السلام پر بہتان کے دوگنا) ایک روایت میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے یہ بات بیان کی گئی۔ آپ کے پاس اہل حق میں سے ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس نے بیان کرنے والے کی تکذیب کی اور کہا اگر واقعہ اتنا ہی ہے۔ جتنا قرآن مجید میں ہے تو اس کے خلاف اور کہیں سے تلاش کرنا مناسب نہیں۔ اور اس کے علاوہ اور قصہ بیان کرنا تو اس سے بھی زیادہ بڑھ کر گناہ ہے۔ اور اگر بقول تیرے قصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ستاری فرماتے ہوئے بیان نہیں فرمایا تو تجھے اس کا ظاہر کرنا جائز نہیں اس پر عمر کہنے لگے اس کلام کا سننا مجھے پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ (کیونکہ انہوں نے اس قصہ کی حقیقت کھول دی جس سے نبوت کا دامن پاک ہو گیا)

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

وہ مثال جس کو ان کے واقعہ کے لئے بیان فرمایا گیا وہ صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی طلب یہ تھی کہ وہ آپ کی خاطر بیوی کو چھوڑ دے۔ فقط۔ اور بات بھی تمثیل کے طریقہ اور تعریض کے انداز سے ذکر کی گئی صراحت نہیں گئی کیونکہ توبیخ کیلئے تمثیل و تعریض کا طریقہ زیادہ مؤثر اور دل میں جمنے والا ہے۔ اور صراحت کے ترک میں حسن ادب کی زیادت رعایت ہے۔

نعجہ کا واقعہ:

۲۳: اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ (یہ شخص میرا بھائی ہے)

نحو: اخی یہ هذا کا بدل یا خبر ہے۔ کیونکہ مراد اخوت دین یا اخوت الفت و صداقت یا اخوت شراکت و خلاطت مراد ہے جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا ان کثیرًا من الخلطاء [ص:۲۴]

لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ (اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے)۔

قراءت: یہ حفص کی قراءت ہے وَلِیْ یہ نافع ابن کثیر، حمزہ کی قراءت ہے۔

النعجة یہ مراۃ سے کنایہ ہے اور جب یہ مسئلہ کی تصویر ہے۔ اور بطور فرض یہ ذکر کیا گیا تو ملائکہ کیلئے اپنے نفسوں کے بارے میں فرض کرنا ممتنع نہیں۔ جیسا تم کہو۔ لی اربعون شاةً ولك اربعون فخلطنا ها وما لكما من الاربعين اربعة ولا ربعها۔

فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا (وہ کہتا ہے وہ بھی مجھے دے دو) مجھے اس کا مالک بنادو۔ اور حقیقت اس کی اس طرح ہے اجعلنی اکفلها کما اکفل ماتحت یدی۔ مجھے اس کا بھی اسی طرح کفیل بنادو جیسا میں ان کا کفیل ہوں جو میرے ماتحت ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اجعلها کفلی: اس کو میرے حصہ میں کردے۔

وَعَزَّنِيْ (اور مجھے دباتا ہے) اور مجھ پر غالب ہے عرب کہتے ہیں عزہ یعزہ وہ غالب آیا۔ فِي الْخِطَابِ (بات چیت میں) جھگڑے میں، وہ دلیل پیش کرنے میں مجھ سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ اور الخطاب سے مراد حجت ومجادلہ والا خطاب ہے۔ یا میں نے عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ اور اس نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا وہ پیغام نکاح میں مجھ پر غالب آ گیا۔ اور اس عورت مخطوبہ سے نکاح کرلیا۔

وجہ تمثیل:

یہ ہے کہ اوریا کے واقعہ کو داؤد کے ساتھ جو پیش آیا بطور تمثیل ذکر کیا۔ کہ جیسے ایک آدمی جس کے پاس ایک بکری ہو۔ اور اس کے شراکت دار کے پاس ننانوے بکریاں ہوں۔ اور اس کا شراکت دار پوری سو ملکیت میں کرنا چاہتا ہو اور اپنے شراکت دار کی ایک بکری پر طمع کی نظر رکھے اور اس کی ملک سے اس بکری کے نکل جانے کی طمع رکھتا ہو۔ اور اس سے حریص کی طرح حجت بازی کرے۔ تاکہ اس کا مقصد پورا ہو۔ یہ بات آپ کے پاس فیصلہ کروانے کے انداز میں تھی۔ آپ نے ان کو اس ارشاد سے فیصلہ دیا۔

۲۴: قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ (داؤد علیہ السلام نے کہا یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے۔ تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے) تاکہ وہ اپنے حکم سے رکاوٹ بنے۔ یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ اس میں شریک کے فعل کا سخت انکار و مذمت ہے۔

نحو: السوال یہ مصدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ اور یہ اضافت کے معنی کو متضمن ہے اسی لئے اس کی طرف متعدی کیا گیا۔ گویا تقدیر کلام یہ ہے باضافة نعجتك الی نعاجه علی وجه السوال والطلب۔ وہ طلب وسوال کے

انداز سے اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری دنبی کا اضافہ چاہتا ہے۔اس میں دوسرے کو ظالم قرار دیا گیا اس کے بعد کہ اس کے شریک نے خود اعتراف کرلیا۔لیکن یہ قرآن میں بیان نہیں کیا گیا۔کیونکہ خود سمجھ آ رہا ہے۔

ایک روایت:

روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں اس سے لینا چاہتا ہوں۔اور اپنی بکریوں کی تعداد سو پوری کرنا چاہتا ہوں۔داؤد علیہ السلام نے فرمایا اگر تو نے اس کا قصد کیا تو ہم تیرے ناک اور پیشانی پر ماریں گے۔اس نے کہا اے داؤد تم اس بات کے زیادہ مستحق ہو کہ تمہیں یہ مارے جائیں۔تم نے ایسا کیا پھر داؤد علیہ السلام نے دیکھا۔تو کوئی نظر نہ آیا پس اس کو پہچان لیا جو سلسلہ پیش آیا۔وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ (اور بے شک اکثر شرکاء)یعنی اکثر ساتھی اور شرکاء لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا (ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں۔مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں)الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوٗدُ (اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور داؤد کو خیال آیا)

نحو: مستثنیٰ منصوب ہے۔اور وہ جنس سے ہے اور مستثنیٰ بعضھم ہے قلیل ماھم میں ما مبہم ہے جو ابہام ہی کیلئے لایا گیا ہے ھم مبتدأ اور قلیل خبر مقدم ہے۔

ظن یہاں علم اور ایقن کے معنی میں ہے۔اور بطور استعارہ ظن کا لفظ ان کی جگہ لایا گیا کیونکہ ظن غالب یقین کے قریب ہے۔اَنَّمَا فَتَنّٰهُ (کہ ہم نے اس کو آزمایا)فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ (پس انہوں نے اپنے رب سے توبہ کی) اپنی لغزش کی وَخَرَّ رَاكِعًا (اور سجدہ میں گر پڑے)یعنی اپنے ماتھے کے بل بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو گئے۔

مسئلہ: اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رکوع سجدہ کے قائم مقام ہے جبکہ وہ اس میں نیت کرلے۔کیونکہ مقصود صرف وہ حالت ہے۔اس کی تلاوت کے وقت تواضع کو ظاہر کرسکے۔نماز کے اندر رکوع یہ کام دے جاتا ہے۔غیر صلوٰۃ کا رکوع یہ کام نہیں دیتا۔(اسی لئے اس سے سجدۂ تلاوت غیر صلوٰۃ میں ادا نہیں ہوتا) وَّاَنَابَ (اور رجوع کیا توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے۔روایت میں ہے انہوں نے سجدہ میں چالیس دن رات گزارے صرف فرضی نمازوں کے لئے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے۔یا اتنا جتنا کرنا ضروری تھا۔ان کے آنسو نہ رکتے تھے یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی۔اور جب پانی پیتے تو اس کے دو حصے آنکھوں سے گرنے والے آنسو ہوتے۔

۲۵: فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ (پس ہم نے ان کو وہ معاف کردیا)یعنی ان کی لغزش وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى (اور ہمارے یہاں ان کے لئے قرب) زلفٰی قربت کو کہتے ہیں۔وَحُسْنَ مَاٰبٍ (اور نیک انجامی ہے)لوٹنے کی جگہ یعنی جنت۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

اے داؤد بیشک ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا۔ سو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور خواہش کی

الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ

پیروی مت کرنا کہ وہ آپ کو اللہ کے راستہ سے بہکا دے گی۔ بلاشبہ جو لوگ اللہ کے راستہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے

عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝۲۶

۲ ع ۱۱ ۱۲

سخت عذاب ہے اس سبب سے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔

۲۶: يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ (اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا) ہم نے زمین میں ملک پر حکمران بنایا۔ یا ہم نے آپ کو ان انبیاء علیہم السلام کا خلیفہ بنایا جو حق پر قائم رہنے والے تھے۔

مَسْئَلَة: اس میں دلیل ہے کہ ان کی حالت توبہ کے بعد اسی طرح باقی رہی اس میں تغیر نہ آیا۔

عدل کے فیصلے کا حکم:

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (تم لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے رہنا) اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ اس لئے کہ تم خلیفہ ہو۔ یا بالحق کا معنی بالعدل ہے یعنی انصاف سے۔ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى (اور خواہش نفسانی کی پیروی مت کرنا) اپنے فیصلوں میں خواہش نفس فَيُضِلَّكَ (وہ بھٹکا دے گی) یعنی خواہش نفس عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے) سَبِيْلِ اللّٰهِ (بھٹکتے ہیں) سبیل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ (ان کے لئے سخت عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے) ان کے یوم حساب و عذاب کو بھلا دینے کے سبب۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے بلا حکمت پیدا نہیں کیا، یہ گمان ہے ان لوگوں کا جنہوں نے کفر کیا، سو ان لوگوں کے لئے

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝۲۷ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ

ہلاکت ہے یعنی دوزخ کا داخلہ ہے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے کیا ہم انہیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو زمین میں فساد

فِي الْاَرْضِ ۖ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝۲۸ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا

کرنے والے ہیں، کیا ہم متقیوں کو فاجروں کی طرح کر دیں گے، یہ کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے مبارک ہے تاکہ یہ لوگ

اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۲۹

اسکی آیات میں غور کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

۲۷: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا (اور ہم نے آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے نہیں پیدا کیا) مابین سے مراد جو مخلوق ان کے درمیان ہے۔ بَاطِلًا (خالی از حکمت) فضول تخلیق جس میں کوئی اہم حکمت نہ ہو یا بیکار کھیل تماشے کیلئے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا وما خلقنا السماء والارض وما بينهما لاعبين [الانبیاء:۱۶] تقدیر کلام یہ ہے۔ ذوی باطل یا عبثا پھر باطل کو اس کے قائم مقام لائے ای ما خلقناهما وما بينهما للعبث واللعب ولكن للحق المتين یعنی ہم نے دونوں کو اور جو ان کے مابین ہے کھیل کود کیلئے نہیں بنایا۔ لیکن مضبوط حق کیلئے بنایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم نے انسانوں کو پیدا کر کے ان میں عقل رکھی اور سنجیدگی اور وقار دیا۔ اس کے اسباب وعلل کی وضاحت کی پھر مکلّف بنا کر بے شمار منافع پر نفوس کو پیش کر دیا۔ اور ان نفوس کیلئے اعمال کے مطابق جزاء اور انجام بنایا ذٰلِكَ (یہ) اس سے باطل تخلیق والی بات کی طرف اشارہ ہے۔ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں) الظن کا معنی مظنون ہے یعنی کہ اس کی تخلیق عبث ہے بتقاضائے حکمت نہیں یہ کافروں کا خیال ہے۔

نکتہ: اس آیت میں ان کو ظانین قرار دیا کہ ان کی تخلیق عبث ہے حکمت کی بناء پر نہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کو آسمان وزمین اور جو ان کے مابین ہے اس کا خالق مانتے تھے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ ولئن سالتهم من خلق السموٰت والارض ليقولن الله [لقمان۔۲۵]

کیونکہ جب وہ بعث، حساب، ثواب وعقاب کے منکر ہیں اور اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ہر چیز کی تخلیق عبث وباطل ہے۔ ان کو اس طرح قرار دیا گیا گویا کہ وہ اس کا گمان کرتے اور زبانوں سے کہتے ہیں کیونکہ بدلہ ہی وہ چیز ہے جس کی طرف تخلیق کائنات

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۳۰ۭ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ

اور ہم نے داؤد کو سلیمان بخشش کردیا وہ اچھا بندہ تھا بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنے والا تھا جب پیش کیے گئے اس پر شام کے وقت ایسے گھوڑے جو سامنے کے ایک پاؤں پر کھڑے ہونے والے

الْجِيَادُ ۝۳۱ۙ فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝۳۲ وقفة

تھے عمدہ گھوڑے تھے سو انہوں نے کہا کہ میں نے مال کی محبت کو ترجیح دی اپنے رب کے ذکر کو چھوڑ کر یہاں تک کہ پردے میں چھپ گئے

رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝۳۳

انہیں مجھ پر واپس کرو سو شروع کردیا انکی پنڈلیوں اور گردنوں کا چھونا۔

میں حکمت لے جاتی ہے پس جو جزاء کا منکر ہوا تو وہ گویا تخلیق عالم کی حکمت ہی کا منکر ہو گیا۔ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ (پس کافروں کیلئے بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ)۔

۲۸: اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (ہاں تو کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے) كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ (ان کے برابر کردیں گے جو دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔ یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کردیں گے) ام منقطعہ ہے۔ اور استفہام انکاری ہے۔ مراد یہ ہے اگر جزاء باطل ہو جیسا کہ کفار کہتے ہیں تو نیک و بد کے احوال برابر ہوئے اور متقین اور فاجر میں فرق نہ ہوا اور جو ان کے مابین برابری کرتا ہے وہ عقل مند نہیں بلکہ عقل سے پیدل اور بے وقوف ہے۔

۲۹: كِتٰبٌ (یہ کتاب ہے) اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ (جس کو ہم نے تیری طرف اُتارا) یعنی قرآن مجید مُبٰرَكٌ (بابرکت ہے) یہ دوسری صفت ہے۔ لِيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ (تاکہ وہ اس کی آیات پر غور کریں) اس کی اصل لیتدبروا ہے اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔ اور اس کا معنی تاکہ وہ اس میں سوچ و بچار کریں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی اطلاع پائیں اور اس پر عمل کریں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

اس قرآن کو غلاموں اور بچوں نے پڑھا۔ جن کو اسکے مطالب کا علم نہیں اور اسکے حروف کو یاد کیا اور اس کی حدود کو ضائع کیا۔

قراءت: یزید نے لتدبّروا خطاب کا صیغہ ایک تاء کو حذف کر کے پڑھا ہے۔ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں) تاکہ عقلاء قرآن سے نصیحت پکڑلیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پر گھوڑوں کا پیش کیا جانا:

۳۰: وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ (اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا بہت اچھے بندے تھے) یعنی سلیمان۔ ایک قول

یہ ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام ہیں۔ اور یہ درست نہیں مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ (بہت رجوع کرنے والے تھے) ممدوح ہونے کی علت اواب بتلائی یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔

۳۱: اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ (جبکہ پیش کیے گئے ان کے روبرو) سلیمان علیہ السلام کے سامنے بِالْعَشِيِّ (شام کے وقت) ظہر کے بعد الصّٰفِنٰتُ (اصیل) تین پاؤں پر کھڑے ہونے والے گھوڑے اور چوتھا صرف کھر کا کنارہ لگاتے ہیں۔ الْجِيَادُ (عمدہ گھوڑے) جمع جواد کی ہے، تیز رفتار، کیونکہ وہ گھوڑ دوڑ میں عمدہ ہوتے ہیں۔ ان کو صفون کہا کیونکہ یہ صفت عربی گھوڑوں میں ہوتی ہے۔ دوغلے گھوڑوں میں نہیں ہوتی۔

ایک قول یہ ہے:

ان کو صافن اور جیاد کہا تا کہ وہ دونوں وصفوں کے جامع بن جائیں رکنے اور دوڑنے والے۔ یعنی جب کھڑے ہوتے ہیں تو اپنے مواقف پر ساکن و مطمئن ہوتے ہیں اور جب دوڑتے ہیں تو وہ اپنی دوڑ میں تیز اور خفیف ہوتے ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے کہ الجیاد، لمبی گردنوں والے۔ یہ الجید سے بنا ہے۔

روایت میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اہل دمشق اور نصیبین سے جہاد کیا۔ جس میں ایک ہزار گھوڑے ملے۔ ایک قول یہ ہے کہ باپ کی طرف سے وراثت میں ملے اور آپ کے والد نے وہ عمالقہ سے حاصل کیے۔ ایک قول یہ بھی ہے سمندر سے گھوڑے نکلے جن کے پر بھی تھے۔ ایک دن آپ ظہر کی نماز پڑھ کر اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ اور ان کا معائنہ کرنے لگے۔ معائنہ میں مصروف رہے۔ تا آنکہ سورج غروب ہو گیا اور عصر کی نماز سے غفلت ہو گئی۔ اور یہ فرض تھی۔ آپ غمزدہ ہوئے کیونکہ وہ فوت ہو گئی تھی۔ ان کو واپس منگوایا اور قرب الٰہی حاصل کرنے کیلئے ان تمام کو ذبح کر ڈالا صرف سو رہ گئے۔ آجکل جو لوگوں کے پاس گھوڑے ہیں یہ انہی کی نسل سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے جب ان کو ذبح کر ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر ہوا عنایت فرمائی جو ان کے حکم سے چلتی تھی۔

۳۲: فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ (تو کہنے لگے کہ میں اس مال کی محبت میں اپنے رب کی یاد) ذِكْرِ رَبِّيْ (سے غافل ہو گیا) یعنی میں نے گھوڑوں کی محبت کو رب کی یاد پر ترجیح دی۔ یہ زجاج کا قول ہے۔ پس اَحْبَبْتُ کا معنی 'اثرت' ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فاستحبوا العمی علی الهدی [فصلت: ۱۷]۔ عن یہ علیٰ کے معنی میں ہے گھوڑے کو خیر فرمایا۔ گویا وہ مجسمہ خیر ہے کیونکہ خیر اس سے متعلق ہے۔ جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ الخیل معقود بنواصیها الخیر الی یوم القیامة۔ [بخاری، ۲۸۴۹، المسلم ۱۸۷۱]

ابوعلی کا قول ہے کہ احببت کا معنی جلست ہے یہ احباب البعیر اونٹ بٹھانا سے ماخوذ ہے۔

نحو: حب الخیر۔ یہ مفعول لہ ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔

حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (یہاں تک کہ سورج پردہ میں چھپ گیا) توارت سے سورج کا چھپنا مراد ہے۔ الحجاب سے

پردہ میں چھپنا۔تو ارت کی ضمیر کا مرجع سورج اس لئے ہے کہ پہلے شی کا ذکر گزرا ہے۔مضمر کیلئے پہلے ذکر ضروری ہے یا ذکر کی دیل ضروری ہے۔نمبر۲۔یا ضمیر صافنات کی طرف راجع ہے یعنی وہ رات کے پردے یعنی اندھیرے میں چھپ گیا۔

گھوڑوں کا واپس لوٹا کر ذبح کرنا:

۳۳: رُدُّوْهَا عَلَیَّ (ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے پاس لاؤ) ملائکہ کو کہا سورج کو واپس لاؤ تا کہ میں عصر کی نماز ادا کر لوں پس سورج لوٹا دیا گیا۔ اور آپ نے عصر کی نماز ادا کی۔ یا عمدہ گھوڑوں کو میری طرف واپس کر دو۔ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ (پس انہوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا) پس چھونے لگے چھونا یعنی تلوار سے ان کی پنڈلیوں کو چھونے لگے۔سوق یہ جمع ساق کی ہے جیسادار اور دور اوراعناق کو چھونے لگے۔یعنی کاٹنے لگے۔کیونکہ گھوڑے نماز عصر کیلئے رکاوٹ بنے تھے۔تم کہو گے مسح عِلَاوَتَهٗ جبکہ وہ اس کی گردن اڑا دے۔اور مسح المسفر الکتاب جب کہ وہ اپنی تلوار سے اس کے اطراف کو کاٹ ڈالے۔

ایک قول یہ ہے:

نمبرا۔یہ کفارۂ صلوٰۃ کیلئے کیا۔نمبر۲۔سورج لوٹانے کے شکریہ میں کیا۔ان کی شریعت میں گھوڑا ماکولات میں سے تھا۔پس تلف کرنا نہ پایا گیا۔ایک قول یہ ہے آپ نے ہاتھ سے ان کی گردنوں اور پنڈلیوں کو بطور استحسان اور پسندیدگی کے چھوا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِىْ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا اور ہم نے انکی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا پھر انہوں نے رجوع کیا عرض کیا اے میرے رب میری مغفرت فرما

وَهَبْ لِىْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِىْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ

اور مجھے ایسا ملک عطا کیجئے جو میرے بعد کسی دوسرے کو میسر نہ ہو، بلاشبہ آپ بڑے دینے والے ہیں۔ سو ہم نے ان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا

تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَّاٰخَرِيْنَ

جو ان کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی جہاں ان کو جانا ہوتا تھا اور ان کے لئے شیاطین مسخر کر دیے ہر بنانے والا اور غوطہ لگانے والا اور ان کے علاوہ بھی

مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَاِنَّ لَهٗ

جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ یہ ہماری بخشش ہے۔ سو آپ احسان کریں یا روک لیں کوئی حساب نہیں، اور بلاشبہ ان کے لیے

عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾ ع ۳ ۱۴

ہمارے پاس نزدیکی ہے اور اچھا انجام ہے۔

سلیمان علیہ السلام کا امتحان:

۳۴: وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ (ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا) وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ (اور ان کے تخت پر لا ڈالا) کرسی سے تخت مراد ہے۔ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ (ایک دھڑ پھر انہوں نے رجوع کیا) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔

ایک قول:

سلیمان علیہ السلام کی آزمائش بیس سال حکومت کرنے کے بعد کی گئی۔ اور اس آزمائش کے بیس سال بعد آپ نے حکومت کی۔ ان کی آزمائش یہ تھی کہ ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ شیاطین نے کہا اگر یہ زندہ رہا تو ہم مسخر ہونے سے چھوٹ نہیں سکتے۔ اس کا راستہ یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیں یا اس کو پاگل بنا دیں۔ سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہو گیا۔ آپ اس کو بادل میں دودھ پلواتے تاکہ شیاطین کی طرف سے نقصان نہ پہنچے۔ ایک دن انہوں نے بچے کو اپنے تخت پر مردہ پایا۔ پس آپ اپنی اس لغزش پر متنبہ ہوئے کہ اس میں اگر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے تو اچھا تھا۔

روایت بخاری:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ آج رات میں اپنی ستر ازواج کے ہاں جاؤں گا۔ ہر ایک ان

میں سے ایک شہسوار رومجاہد فی سبیل اللہ جنے گی۔ ان شاء اللہ نہ کہا۔ آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے کسی عورت کو حمل نہ ہوا سوائے ایک بیوی کے اس کے ہاں بھی ادھورا دھڑ جنا گیا۔ اسی کو لا کر کرسی پر ڈال دیا گیا اور آپ کی گود میں رکھ دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر آپ انشاء اللہ فرما دیتے تو تمام مجاہد و شہسوار پیدا ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔ [رواہ البخاری:۳۴۲۴]

تبصرہ بر تذکرہ:

جو انگوٹھی اور شیطان کی بات لوگ بیان کرتے اور سلیمان علیہ السلام کے گھر میں بت کی پوجا کا تذکرہ کرتے ہیں وہ اباطیل یہود میں سے ہے۔

۳۵: قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا (کہا اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہت دے) ملک کا عطیہ طلب کرنے سے پہلے استغفار لائے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا طریقہ چلا آرہا ہے کہ وہ سوال سے پہلے استغفار کرتے ہیں۔ لَّا یَنْۢبَغِیْ (جو میسر نہ ہو) جو نہ ہو لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ (کسی کو میرے بعد) میرے سوا۔

قراءت: مدنی اور ابو عمرو نے بَعْدِیَ پڑھا ہے۔ آپ نے اس انداز کی سلطنت مانگی تاکہ وہ معجزہ ہو تاکہ کسی کو اس پر حسد نہ ہو۔ آپ سے پہلے ہوا و شیاطین کسی کیلئے مسخر نہ ہوئے تھے۔ جب آپ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو ان کے لئے مسخر فرمادیا۔ اور بطور معجزہ اور خرق عادت کے طور پر دیا گیا۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آپ بڑے دینے والے ہیں)

تسخیر ریح:

۳۶: فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ (پس ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا)

قراءت: ابو جعفر نے الریاح پڑھا ہے۔

تَجْرِیْ (وہ چلتی)

نحو: یہ الریح سے حال ہے۔

بِاَمْرِهٖ (ان کے حکم سے) سلیمان علیہ السلام کے حکم سے رُخَآءً (نرمی کے ساتھ) نرم و پاکیزہ جو شدید نہ ہو۔

نحو: یہ تجری کی ضمیر سے حال ہے۔

حَیْثُ (جہاں)

نحو: یہ تجری کا ظرف ہے۔

اَصَابَ (وہ چاہتے) قصد و ارادہ کرتے۔ عرب کہتے ہیں۔ اصاب الصواب و اخطأ الصواب۔ اس نے صحیح بات کا قصد کیا اور اس نے غلط بات کا قصد کیا۔

۳۷: وَالشَّیٰطِیْنَ (اور شیاطین کو)

نحو: اس کا عطف الریح پر ہے ای سخرنا له الشیاطین کُلَّ بَنَّآءٍ (تعمیر کرنے والوں کو) یہ شیاطین سے بدل ہے شیاطین آپ کے لئے بڑی عمارات بناتے تھے۔ وَّ غَوَّاصٍ (اور غوطہ لگانے والوں کو بھی) یعنی موتی نکالنے کیلئے وہ سمندر میں غوطہ لگاتے۔ سلیمان علیہ السلام پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے سمندر سے موتی نکالے۔ مطلب یہ ہے ہم نے تعمیر کرنے والے اور غوطہ لگانے والے شیاطین کو ان کا مطیع کر دیا تھا۔

بیڑی بند شیطان:

۳۸: وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ (اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے)

نحو: آخرین کا عطف کل بناء پر ہے اور یہ حکم بدل میں داخل ہے۔ آپ سرکش شیاطین کو ایک دوسرے کے ساتھ قیود و سلاسل میں سزا کیلئے جمع کر دیتے تا کہ وہ شر و فساد نہ برپا کریں۔ الصفد بیڑی اور عطاء کو کہتے ہیں کیونکہ وہ منعم علیہ کو منعم کے ساتھ جوڑتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں ہے۔ من برّك فقد اسرك ومن جفاك فقد اطلقك ۔ جس نے تجھ پر احسان کیا اس نے تجھے قیدی بنا لیا اور جس نے درشتی اختیار کی اس نے تجھے آزاد کر دیا۔

رزق پر عدم داد گیر کا وعدہ:

۳۹: هٰذَا (یہ) جو تمہیں بادشاہی، مال، وسعت رزق عنایت کی ہے۔ عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ (عطیہ ہے اس کو دو) اس میں سے جو چاہو جتنا چاہو دو یہ فامنن اَلْمَنُّ سے بنا ہے۔ وہ عطاء کو کہتے ہیں اَوْ اَمْسِكْ (یا نہ دو) یعنی عطاء سے رک جاؤ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب دیتے تو اجر ملتا اور اگر روک لیتے تو گناہ گار نہ تھے بخلاف دیگر لوگوں کے۔ بِغَیْرِ حِسَابٍ (تم سے کچھ داروگیر نہیں) یہ عطاؤنا کے متعلق ہے بعض نے کہا یہ اس سے حال ہے یعنی یہ ہمارا کثیر مقدار میں عطیہ ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا یا نمبر۲۔ یہ تسخیر ہمارا عطیہ ہے۔ شیاطین میں سے جن کو تم چاہو احسان کر کے چھوڑ دو اور جن کو چاہو اپنے ہاں زنجیروں میں جکڑے رکھو اس سلسلہ میں آپ سے پوچھ گچھ نہ ہوگی۔

۴۰: وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ (اور ان کے لئے ہمارے ہاں قرب اور نیک انجامی ہے)

نحو: لزلفی یہ انّ کا اسم ہے اور لہ خبر ہے اور عند میں خبر عامل ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿٤١﴾ اُرْكُضْ

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بیشک مجھے شیطان نے دکھ اور آزار پہنچایا ہے۔ اپنا پاؤں

بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

مارو یہ غسل کرنے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا، اور ہم نے انکو انکا کنبہ اور ان کے ساتھ انکے برابر عطا کئے

رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا

ہماری رحمت خاصہ کے سبب سے اور عقل والوں کی یادگار کے لئے، اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا نے لو پھر اس سے ماردو اور قسم

تَحْنَثْ ۗ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿٤٤﴾

نہ توڑو، بلاشبہ ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندہ تھے وہ، بیشک وہ بہت رجوع ہونے والے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر:

۴۱: وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ (اور آپ ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجئے)

نحو: ایوب یہ عبدنا سے بدل یا عطف بیان ہے اور اذ اس سے بدل الاشتمال ہے۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ (جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا) نادی دعاہ کے معنی میں ہے۔ اَنِّىْ مَسَّنِىَ (کہ مجھے پہنچایا ہے) یہ بانی مسنی ہے اور یہ ان کے کلام کی حکایت ہے جس کے سبب سے انہوں نے پکارا۔ اگر حکایت کلام نہ ہوتی تو اس طرح ہوتا۔ بانہ مسّہٗ کیونکہ وہ غائب ہے غائب کا صیغہ چاہیے تھا۔ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ (شیطان نے رنج اور دکھ)

قراءت: عام قراء نے تو صاد کا جزم پڑھا۔ یزید نے بنُصُبٍ صاد کو ضمہ دیا۔ اور یعقوب نے نَصَب اور نُصْب جیسا کہ رُشد اور رَشَدٌ اور ہبیرہ نے اصل مصدر کی صورت میں نَصْب پڑھا ہے۔ معنی سب کا ایک ہے تکلیف ومشقت کو کہتے ہیں۔ وَّعَذَابٍ (دکھ) نمبرا۔ ان کی مراد اس سے بیماری ہے اور جو اس بیماری میں قسم قسم کی دردیں پیش آتی تھیں۔ نمبر۲۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد وہ وسوسہ ہے جو ان کے اس مرض کو بڑھا کر پیش کرتا اور ان کو کراہت وگھبراہٹ پر آمادہ کرتا۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی کہ اللہ تعالیٰ اس آزمائش کو ہٹا کر ان کی کفایت فرمائیں نمبر۳۔ یا اس کے دفاع کی توفیق اور صبر جمیل سے اس کو لوٹانے کی ہمت دے۔

روایت میں ہے ان کی عیادت کو تین شخص آتے تھے۔ ایک ان میں سے مرتد ہو گیا اس سے جب پوچھا گیا تو القائے شیطانی سے وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ انبیاء اور صالحین کو ابتلاء میں نہیں ڈالتا۔ اور اس نے ذکر کیا کہ ایوب کی آزمائش کا سبب یہ ہے کہ اس نے

ایک بکری ذبح کی اور اس کو کھالیا حالانکہ ان کا ہمسایہ بھوکا تھا۔ ۲ نمبر۔ یا ایوب نے کوئی منکر فعل دیکھ کر اس پر خاموشی اختیار کی جس کی وجہ سے ابتلاء آئی۔ نمبر ۳۔ یا اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات کو بلند کرنے کیلئے بلالغزش سابقہ ان کو ابتلاء میں ڈالا ہے۔

ایڑی سے چشمہ اُبلنے لگا:

۴۲: اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ (اپنا پاؤں مارو) یہ اس کی حکایت ہے جو ایوب علیہ السلام کو جواب دیا گیا یعنی ہم نے ان کی طرف جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ارکض بر جلك تم اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ یہ جابیہ شام کا علاقہ تھا۔ آپ نے پاؤں مارا تو چشمہ ابل پڑا۔ پس ان کو کہا گیا۔ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ (یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا) یعنی یہ وہ پانی ہے جس سے تو غسل کرے گا اور پیئے گا اور تیرا ظاہر و باطن سب درست وصحت یاب ہو جائے گا۔

ایک قول:

دو چشمے جاری ہوئے ایک سے غسل کیا اور دوسرے سے پانی نوش فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے اندر باہر سے بیماری کا اثر جاتا رہا ہے۔

۴۳: وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ (اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عنایت فرمایا اور ان کے برابر اور بھی) **ایک قول**: اللہ تعالیٰ نے انہی کو زندہ کر دیا اور اتنے اور بھی دے دیئے۔ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ (اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کے یادگار رہنے کے سبب سے) دونوں کیلئے۔ مفعول ہے ای الھبۃ کانت للرحمۃ لہ و لتذکیر اولی الالباب (یہ ہبہ ان پر رحمت کیلئے اور عقلاء کو یاد دلانے کیلئے تھا) کیونکہ جب وہ سنیں گے کہ ہم نے صبر کی وجہ سے ان پر انعام فرمایا تو تکالیف پر صبر کرنے میں ان کو اس سے رغبت حاصل ہوگی۔

بیوی کے متعلق حلف سے نکلنے کا طریقہ:

۴۴: وَخُذْ (اور تم لو) اس کا ارکض پر عطف ہے۔ بِيَدِكَ ضِغْثًا (اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا) ضِغْثًا گھاس کے تنکوں کا ایک گٹھا یا ریحان کا مٹھا یا اور کسی چیز کا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ (پس اس سے مارلو اور قسم نہ توڑو!) انہوں نے ایام مرض میں حلف اٹھالیا تھا کہ اپنی بیوی کو ایک سو کوڑے لگائیں گے اگر ان کو صحت یابی میسر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم سے حلال ہونے کا ایسا راستہ بتلایا جو ان کے اور ان کی بیوی کیلئے سہل ترین تھا۔ اس لئے کہ اس نے آپ کی ایام مرض میں بہت خوب خدمت کی تھی اور یہ رخصت باقی ہے۔ واجب یہ ہے کہ مضروب کو سو میں سے ہر ایک پہنچے۔ قسم کا باعث یہ ہوا کہ ایک دن کسی کام کے دوران ان سے واپسی میں سستی ہوگئی جس سے آپ کا دل تنگ ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے دو برتن جو آپ سے متعلق تھے جب آپ اٹھے تو وہ دو روٹیوں کے بدلے فروخت کر دیے۔ اِنَّا وَجَدْنٰهُ (بیشک ہم نے اس کو پایا) یعنی اس کو جانا صَابِرًا (صابر) مصائب پر۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ

اور یاد کیجئے ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے، بیشک ہم نے

اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾

انہیں ایک خاص بات کیساتھ مخصوص کیا تھا جو آخرت کی یاد ہے اور بلاشبہ یہ بندے ہمارے نزدیک انتخاب کردہ اچھے لوگوں میں سے ہیں

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ

اور یاد کیجئے اسماعیل کو اور الیسع کو اور ذوالکفل کو، اور یہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے، یہ ایک نصیحت ہے، اور بلاشبہ

لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا

پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانہ ہے، ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے لئے دروازے کھلے ہوں گے، وہ ان میں تکیہ لگائے ہوں گے،

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾

وہ وہاں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں طلب کریں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی ہم عمر بیویاں ہونگی

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

یہ وہ ہے جس کا تم سے روزِحساب آنے پر وعدہ کیا جاتا تھا بلاشبہ یہ ہمارا رزق ہے جس کو ختم ہونا ہی نہیں۔

سوال: انہوں نے اپنی تکلیف کا شکوہ تو کیا اور رحمت الٰہی طلب کی۔

جواب: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکوہ جزع میں آتا ہی نہیں

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا قال انما اشکوا بثی و حزنی الی اللّٰہ [یوسف:۸۶] اس کے ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے شفاء طلب کرتے تاکہ آپ کی قوم فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں کہیں شیطان ان کے دل میں یہ وسوسہ اندازی کرنے لگ جائے کہ اگر یہ نبی ہوتے تو ان پر ایسا ابتلاء نہ آتا اور طلب شفاء سے طاعت پر قوت حاصل کرنا بھی مقصود تھا۔ کیونکہ بیماری کے اثر سے دل اور زبان کے علاوہ سارا جسم نڈھال ہو چکا تھا۔ نِعْمَ الْعَبْدُ (اچھے بندے تھے) ایوب علیہ السلام اِنَّهٗ اَوَّابٌ (بیشک وہ بہت رجوع کرتے تھے)

آخرت سے غافل بے بصیرت ہے:

۴۵: وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ (اور ہمارے بندوں کا ذکر کرو)

قراءت: عبدنا مکی نے پڑھا ہے۔

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ (ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا)

نحو : جنہوں نے جمع پڑھا انہوں نے ابراہیم اور مابعد کو عبادنا کا عطف بیان قرار دیا اور جنہوں نے واحد پڑھا انہوں نے صرف ابراہیم کو عطف بیان مان کر پھر ان کی اولاد کو عبدنا پر عطف بنالیا۔

وجہ: اکثر اعمال کی انجام دہی ہاتھوں سے ہوتی ہے تو ان کو تغلیباً ذکر کر دیا۔ ہر عمل کے متعلق کہا جاتا ہے **هذا مما عملت ایدیهم** خواہ ایسا کام ہو جس میں براہ راست ہاتھ کا دخل نہ ہو۔ یا کام کرنے والے مجذوم ہوں کہ ان کے بالکل ہاتھ نہ ہوں۔ اور اس ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ (یعنی وہ اعمال وفکر والے تھے)

بے بصیرت:

گویا جو لوگ آخرت کے اعمال اختیار نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور دینی فکر سے خالی ہیں وہ اپاہج لوگ ہیں جو کہ اپنے اعضاء سے کام کرنے سے عاجز ہوتے ہیں اور مسلوب العقل ہیں جن میں بصیرت کا نشان نہیں یا اس میں ان لوگوں پر تعریض کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر کام کرنے والے نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے دین میں بصیرت حاصل کرنے والے ہیں اور مجاہدہ اور غور و فکر چھوڑنے پر ان کو توبیخ کی گئی حالانکہ ان دونوں باتوں پر قدرت حاصل تھی۔

انبیاء علیہم السلام یادِ آخرت کے لئے مخصوص:

۴۶: اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ (ہم نے ان کو مخصوص کیا تھا) ہم نے ان کو اپنے لیے خاص کر لیا۔ بِخَالِصَةٍ (ایک خاص بات سے) ایک خاص خصلت کے ساتھ جس میں ملاوٹ نہ تھی۔ ذِكْرَى الدَّارِ (وہ یادِ آخرت کی ہے)

نحو : نمبرا۔ ذکری یہ محل نصب میں ہے۔ یا محل رفع میں ہے اعنی محذوف مانیں تو نصبی حالت اور ھی مقدر ہو تو رفعی ہے۔ نمبر۳۔ خالصة سے بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ مطلب یہ ہوا ہم نے ان کو یادِ آخرت کے ساتھ مخصوص کر دیا یعنی ہم نے اس طرح خالص بنایا کہ وہ لوگوں کو آخرت یاد دلانے والے ہیں اور دنیا سے بے رغبتی دلانے والے ہیں۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا طرز عمل ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے وہ آخرت کا کثرت سے تذکرہ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھتے اور دنیا کا تذکرہ بھول جاتے ہیں۔

قراءت: مدنی نے **بخالصة ذکری** پڑھا ہے اور یہ **اضافة الشئی الی ما بینه** کے قبیل سے ہے یعنی کسی ایسی شئی کی طرف اضافت کرنا جو اس کو بیان کردے کیونکہ خالص ذکر اور غیر ذکر کئی چیزیں ہو سکتی ہیں۔ ذکری مصدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے **بان خلص ذکری الدار** ایک قول یہ ہے: خالصہ یہ خلوص کے معنی میں ہے۔ اور اس کی اضافت فاعل کی طرف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح بنے گی **بان خلصت لهم ذکری الدار علی انهم لایشوبون**

ذکری الدار بھم آخر انما ھمھم ذکری الدار لاغیر ۔ یہ کہ ان کا آخرت کا تذکرہ خالص ہے اس طرح کہ وہ آخرت کے تذکرہ کے ساتھ اور کسی فکر کو نہیں ملاتے ان کا ایک غم اور فکر ہے وہ آخرت کی یاد ہے نہ کہ اور کچھ۔

ایک قول:

ذکری الدار سے دنیا میں اچھی تعریف ہے اور یہ بات ہے جس کے ساتھ ان کو خالص کر لیا گیا اوروں کا تذکرہ اس طرح نہیں کیا جاتا جیسا ان کا کیا جاتا ہے اسی معنی کی تقویت اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ وجعلنا لھم لسان صدق علیا [مریم:۵۰]

۴۷: وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ (اور بیشک وہ ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں) (المصطفین اپنے ہم جنسوں میں مختار و منتخب الاخیار جمع خیر یا خَیّر جیسا کہ اموات جمع میت اور مَیّت۔

۴۸: وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ (اور تذکرہ کریں اسماعیل اور یسع علیہما السلام کا) الف لام جو کہ حرف تعریف ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ یسع پر داخل کیا گیا ہے۔ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ (اور ذوالکفل کا بھی یہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے)

نحو: کُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای کُلّھُم۔

متقین کو ملنے والی جنت کی تفاصیل:

۴۹: هٰذَا ذِكْرٌ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ (یہ ایک نصیحت کا مضمون تو ہو چکا اور پرہیزگاروں کیلئے اچھا ٹھکانہ ہے) ھذا سے مراد مرتبہ اور اچھا تذکرہ جس سے ان کو یاد کیا جاتا رہے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عمدہ لوٹنے کی جگہ ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اچھائی سے انکا تذکرہ جاری رہے گا اور آخرت میں وہ رب جلیل کی مغفرت کو پائیں گے۔

ربط: پھر اس لوٹنے کے مقام کی خوبی و حسن کو ذکر فرمایا۔

۵۰: جَنّٰتِ عَدْنٍ (ہمیشہ رہنے کے باغات)

نحو: یہ حسن مآب سے بدل ہے۔

مُّفَتَّحَةً (اس حال میں کہ کھلے ہونگے) نحو: یہ جنات سے حال ہے کیونکہ وہ عدن کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے۔ عدن علم ہے اور اس کا عامل فعل کا وہ معنی ہے جو للمتقین میں عمل کر رہا ہے۔ لَّهُمُ الْاَبْوَابُ (ان کے لئے دروازے)

نحو: ابواب مفتحۃ کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور ضمیر عائد محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے مفتحۃ لھم الابواب منھا۔ ضمیر اس میں اسی طرح حذف کی جیسا اس ارشاد میں حذف کی ہے فان الجحیم ھی الماوٰی [النازعات ۳۹] ای لھم۔ نمبر۲۔ یا تقدیر کلام اس طرح مانیں ابوابھا مگر اول وجہ عمدہ ہے۔ نمبر۳۔ یا مفتحۃ کی ضمیر سے بدل ہے اور وہ ضمیر جنات ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ مفتحۃ ھی الابواب اور جنات کا بدل الاشتمال ہے۔

۵۱: مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ (وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے وہ وہاں بہت سے میوے) كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ (اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے)

هٰذَا ؕ وَ اِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ

اس بات کو سمجھ لو، اور بلاشبہ سرکشوں کے لئے برا ٹھکانا ہے جہنم ہے جس میں وہ داخل ہوں گے سو وہ برا بچھونا ہے، یہ

فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ

عذاب ہے سو تم اس کو چکھ لو، حمیم ہے اور غساق ہے، اور اس کے سوا اسی طرح کی انواع عذاب ہیں یہ جماعت ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہو رہی ہے

لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ

جن کے لئے کوئی مرحبا نہیں ہے بیشک یہ لوگ دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں، وہ کہیں گے بلکہ تم ایسے ہو کہ تمہارے لئے مرحبا نہیں ہے تم نے اس کو ہمارے لئے

لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾

آگے بڑھایا سو یہ بری جگہ ہے ٹھہرنے کی، وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب جس نے اس کو ہمارے آگے کیا اسے دوزخ میں دوگنا عذاب بڑھا دیجئے،

وَ قَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا

اور وہ کہیں گے کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم اشرار یعنی برے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے کیا ہم نے ان کا مذاق بنا رکھا تھا

اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع ۱۳ ۲۴

یا انکے دیکھنے سے آنکھیں چکرا رہی ہیں؟ بلاشبہ یہ حق ہے دوزخ والوں کا جھگڑنا۔

نحو: متکئین یہ لھم کی ضمیر سے حال ہے۔ اور اس کا عامل مفتحۃ ہے۔ فاکھۃ کے بعد کثیرۃ کی صفت یہ شراب کی بھی صفت ہے عطف اس کا متقاضی ہے پہلے پر اکتفاء کر کے دوسرے سے حذف کر دی گئی ہے۔

۵۲: وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی) ان کی نگاہیں اپنے خاوندوں تک محدود رہیں گی۔ اَتْرَابٌ (ہم عمر) دونوں کی عمریں یکساں ہونگیں کیونکہ ہم عمروں میں محبت زیادہ قائم رہنے والی ہوتی ہے۔ گویا ہم عمروں کو اتراب کہہ دیا کیونکہ ان کو مٹی نے ایک ہی مرتبہ چھوا۔

۵۳: هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِیَوْمِ الْحِسَابِ (یہ وہ ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے)

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے یوعدون یاء سے پڑھا ہے۔ یوم حساب سے مراد جس دن ہر نفس کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا۔

۵۴: اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ (بیشک یہ ہماری عطاء ہے اس کا کہیں ختم ہونا ہی نہیں) نفاد انقطاع کو کہتے ہیں۔

نحو: یہ جملہ الرزق سے حال ہے اور اس کا عامل اسم اشارہ ہے۔

۵۵: هٰذَا (یہ بات ہو چکی) یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر کلام الا مر ھذا یا ھذا کما ذکر۔ وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ

(اور سرکشوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے)

مجرمین کے ٹھکانہ جہنم اور اس کی تفاصیل:

۵۶: جَهَنَّمَ (دوزخ) یہ بدل ہے یَصْلَوْنَهَا (وہ اس میں داخل ہونگے) فَبِئْسَ الْمِهَادُ (وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) سونے والا جو کپڑا سونے کیلئے نیچے بچھاتا ہے آگ کو اس بچھونے سے تشبیہ دی ہے۔

۵۷: هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ (یہ لوگ پس اس کو چکھیں یہ کھولتا ہوا پانی ہے) یعنی یہ گرم کھولتا پانی ہے پس اس کو چکھیں۔

نحو : هذا مبتدأ اور حمیمٌ اس کی خبر ہے اور غساق یہ خبر پر معطوف ہے فلیذوقوہ یہ جملہ معترضہ ہے۔ نمبر۲۔ العذاب مبتدأ هذا اس کی خبر ہے۔ فلیذوقوہ جملہ معترضہ ہے پھر هو مبتدأ محذوف اور حمیم و غساق اس کی خبر ہے۔

قراءت: حمزہ، علی، حفص نے غسّاق کو تشدید سے پڑھا ہے۔

اور تخفیف سے بھی ہے۔ غسّاق وہ کچ لہو جو جہنم والوں کے زخموں سے بہے گا۔ کہا جاتا ہے غَسَقَتِ العین آنکھ بہہ پڑی۔

ایک قول :

الحمیم وہ گرم پانی جو اپنی حرارت سے جلائے۔ الغسّاق وہ ٹھنڈا پانی جو ٹھنڈک سے جما دے۔

۵۸: وَّاٰخَرُ (اور دوسری) یعنی دوسرا عذاب یا چکھائی گئی دوسری چیز مِنْ شَكْلِهٖٓ (اسی قسم کی) مذکور عذاب جیسی ۔

قراءت: بصری قراء نے اُخَرُ پڑھا۔ یعنی مَذُوقات اُخَرُ من شکل هذا المذوق فی الشدة و الفظاعة ۔ دوسری چکھنے کی چیزیں جو ذلت و سختی میں اس کی طرح ہونگی۔ اَزْوَاجٌ (طرح طرح کی چیزیں) یہ آخر کی صفت ہے کیونکہ جائز ہے۔ کہ اس کی اقسام ہوں۔

جہنمیوں کی باہمی چپقلش:

۵۹: هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ (یہ ایک جماعت) اور آئی جو تمہارے ساتھ گھس رہی ہے) یہ اکٹھی جماعت ہے جو تمہارے ساتھ دوزخ میں گھسنا چاہتی ہے یعنی تمہارے ساتھ ہی دوزخ میں داخل ہو رہی ہے۔ الاقتحام کسی چیز میں زبردستی داخل ہونا۔ القحمہ سختی کو کہتے ہیں۔ یہ سرکش سرداروں کو باہمی کلام ہے۔ فوج سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ گمراہی میں گھس گئے پس وہ ان کے ساتھ عذاب میں گرفتار ہونگے۔ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ (ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار!) یہ اپنے پیروکاروں کے متعلق بددعا ہے تم دعا کیلئے کہو گے مرحبًا ای اتیت رحبًا من البلاد لا ضیقًا (تو کھلی جگہ میں آیا نہ کہ تنگی میں) یا رحبت بلادك رحبًا۔ پھر اس پر لا داخل کیا گیا اور بددعا کیلئے لایا گیا ہے۔

نحو : بهم میں ان لوگوں کا بیان ہے جن کے متعلق بددعا کی گئی ہے۔

اِنَّھُمْ صَالُوا النَّارِ (یہ بھی دوزخ میں ہی آ رہے ہیں) داخل ہو رہے ہیں۔ اس میں ان کے جلد بددعا دینے کی علت بیان کی گئی ہے۔ ایک قول یہ ہے هذا فوج مقتحم یہ جہنم کے داروغہ کا کلام ہے۔ جو وہ روسائے کفار کو ان کے پیروکاروں کے سلسلہ میں کریں گے۔ اور لا مرحبًا بهم انهم صالوا النار ۔ یہ رؤساء کا کلام ہے۔ **ایک قول** یہ ہے یہ تمام جہنم کے داروغہ فرشتوں کا کلام ہے۔

۶۰: قَالُوْا (وہ کہیں گے) وہ پیروکار بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًام بِكُمْ (بلکہ تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو) یعنی جو بددعا ہمیں دے رہے ہو وہ تمہارے لائق ہے اور پھر اس کی علت بتلائی اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا (بلکہ تمہیں تو یہ ہمارے سامنے لائے) ہٗ کی ضمیر عذاب کی طرف راجع ہے یا ان کے داخلے کی طرف لوٹتی ہے یعنی تم نے ہمیں اس کی طرف بلایا پس ہم نے تمہاری اتباع میں کفر اختیار کیا۔ فَبِئْسَ الْقَرَارُ (پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) یعنی آگ۔

۶۱: قَالُوْا (وہ کہیں گے) پیروکار رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا (اے ہمارے رب جو شخص اس کو ہمارے آگے لایا اس کو دوگنا عذاب دیجیو) ضعف بمعنی مضاعف ہے بڑھا کر دیا جائے۔ فِی النَّارِ (دوزخ میں) بڑھائی والا عذاب جیسا دوسرے ارشاد میں فرمایا ربنا هٰؤلاء اضلونا فاٰتهم عذابا ضعفا [الاعراف:۳۸] ضعف اسی طرح کا اور بڑھاتا۔

جہنم والوں کا جنت والوں کے متعلق باہمی سوال:

۶۲: وَقَالُوْا (وہ کہیں گے) کفار کے سرداروں کی طرف ضمیر لوٹتی ہے۔ مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا (کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے) كُنَّا نَعُدُّهُمْ (ہم ان کو شمار کرتے تھے) دنیا میں مِّنَ الْاَشْرَارِ (برے لوگوں میں سے) رذیل جن میں کوئی خیر نہ پائی جائے اور نہ شرافت ۔

۶۳: اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا (کیا ہم نے ان کا مذاق اڑا رکھا تھا)

قراءت: یہ قراءت ابو عمرو، حمزہ، کسائی کی ہے اور خبر کے انداز سے عراقی قراء نے سوائے عاصم کے پڑھا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ رجالاً کی صفت ہے یہ کنا نعدهم من الاشرار کی طرح ہے دیگر تمام قراء نے ہمزہ استفہام سے پڑھا ہے اس طرح تمسخر کا اپنے نفوس کے متعلق انکار ہے۔ مدنی، حمزہ، علی، خلف، مفصل نے سُخْرِيًّا پڑھا ہے۔

اَمْ زَاغَتْ (یا چکرا رہی ہیں) عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ (ان سے آنکھیں) یہ مالنا سے متصل ہے۔ مطلب یہ ہے مالنا لا نراهم فی النار کانهم لیسوا فیها ؟ بل ازاغت عنهم ابصارنا فلانراهم وهم فیها؟ ہمیں کیا ہوا کہ ہم ان کو آگ میں دیکھ نہیں رہے گویا آگ میں نہیں ہیں؟ بلکہ ہماری آنکھیں ان سے پھر گئیں جس کی بناء پر ہم ان کو دیکھ نہیں رہے اگر وہ اس میں ہیں؟ انہوں نے اپنے معاملے کو دو باتوں میں منحصر کیا کہ آیا وہ اہل جنت سے ہیں یا اہل دوزخ سے ہر دو حالتوں میں ان کی جگہ ہمیں نظر نہیں آ رہی۔

۶۴: اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ بات) جو ہم نے ان کی طرف سے بیان کی ہے۔ لَحَقٌّ (بالکل سچی بات ہے) یہ سچائی ہر صورت پوری

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۚ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

آپ فرما دیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو واحد ہے قہار ہے وہ آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے اندر ہے ان سب کا رب ہے، عزیز ہے، غفار ہے، آپ فرما دیجئے کہ یہ بڑی خبر ہے تم اس سے

مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى

اعراض کیے ہوئے ہو، مجھے ملأ اعلیٰ کا کچھ علم نہیں ہے جبکہ وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں، میری طرف تو صرف

اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾

یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

ہو کر رہے گی وہ ضرور کلام کریں گے پھر بتلایا کہ وہ کیا بات سچی ہے فرمایا۔ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ (جہنمیوں کا باہمی لڑنا جھگڑنا) جب اللہ تعالیٰ نے ان کے باہمی لے دے اور گفتگو کو اس بات سے تشبیہ دی جو دو باہمی جھگڑے والوں میں ہوتی ہے۔ تو اس کو تخاصم سے تعبیر فرما دیا۔ کیونکہ سرداروں کا قول لا مرحبا بھم اور ان کے معتقدین کا قول بل انتم لا مرحبا بکم یہ خصومت و جھگڑے ہی کی قسم میں سے ہے۔ اس وجہ سے ان کی ساری گفتگو کو تخاصم کہہ دیا۔ کیونکہ ان کی باتوں میں مخاصمت پائی جاتی ہے۔

۶۵: قُلْ (کہہ دیں) اے محمد ﷺ ان مشرکین مکہ کو۔ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ (کہ میں تو ڈرانے والا ہوں) میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈر سنانے والا اور ان کے عذاب سے ڈرانے والا رسول ہوں۔ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ (اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں) اور میں تمہیں کہتا ہوں کہ توحید باری تعالیٰ یہی دین حق ہے اور تمہارا یہی اعتقاد ہونا چاہیے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو الْوَاحِدُ (اکیلا ہے) بلا شریک و شرکت غیر۔ الْقَهَّارُ (غالب) ہر شئی پر۔

۶۶: رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (وہ پروردگار آسمان و زمین کا ہے اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں) تمام جہاں میں بادشاہی و ربوبیت اسی ہی کیلئے ہے۔ الْعَزِيْزُ (زبردست) وہ ذات جب وہ سزا دے تو مغلوب نہیں ہوتا۔ الْغَفَّارُ (بخشش کرنے والا ہے) جو گناہوں سے اس کی پناہ میں آئے۔

توحید کا عظیم الشان مضمون:

۶۷: قُلْ هُوَ (آپ کہہ دیجئے یہ) یعنی جو میں نے اپنے رسول منذر ہونے کی خبر دی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ایک عظیم الشان مضمون ہے) شدید ترین غافل ہی اس سے اعراض کر سکتا ہے۔ پھر تمہارا حال یہ ہے۔

۶۸: اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ (کہ اس سے تم بے پروائی اختیار کرنے والے ہو) غافل ہونے والے ہو۔
۶۹: مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (مجھے عالم بالا کی کچھ بھی خبر نہ تھی جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے) اس سے آپ کی نبوت کے صحیح ہونے پر استدلال کیا گیا کہ آپ ملأ اعلیٰ کی باہمی گفتگو کی اطلاع دے رہے ہیں۔ جس کا آپ کو پہلے بالکل علم نہ تھا۔ پھر اسکو جان لیا اور جاننے کیلئے وہ طریقہ اختیار نہیں کیا جو لوگ اختیار کرتے ہیں کہ جس کو نہیں جانتے اس کو اس علم کے جاننے والوں سے اخذ کرتے اور لیتے ہیں اور کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جب یہاں ان میں سے کوئی ذریعہ ثابت نہیں تو ثابت ہوا کہ وحی سے ہی معلوم ہوئی ہے۔
۷۰: اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (میرے پاس وحی صرف اس سبب سے آتی ہے کہ میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں) یعنی اس لئے کہ میں کھلا ڈرانے والا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے پاس وحی ڈر سنانے کے لئے ہوتی ہے۔
نحو: لام کو حذف کر دیا گیا اور فعل کو اس تک پہنچا کر منصوب ہوا اور یہ بھی درست ہے کہ اس معنی کے لحاظ سے یہ مرفوع ہو مایوحی الی الا هذا وهو أن انذروا بلغ ولا افرّط فی ذلك یعنی مجھے صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں ڈراؤں اور بلا کم وکاست پہنچا دوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ میرے ذمہ نہیں۔
قراءت: اِنَّمَآ کو مکسور یزید نے حکایۃً پڑھا ہے۔ یعنی الا هذا القول وهو ان اقول لکم انما انا نذیر مبین ولا ادعی شیئا آخر، مگر یہ قول کہ میں تمہیں کہوں انما انا نذیر مبین اس کے علاوہ اور کسی چیز کا دعویٰ نہ کروں۔ ایک قول یہ ہے النبأ العظیم سے مراد قصص آدم علیہ السلام اور بغیر کسی سے سننے کے ان کی اطلاع دینا۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: النبأ العظیم سے قرآن مجید مراد ہے۔ قول حسن رحمہ اللہ قیامت کا دن مراد ہے۔ اور ملأ اعلیٰ سے اصحاب القصہ۔ یعنی ملائکہ، آدم، ابلیس مراد ہیں کیونکہ وہ آسمان میں تھے اور گفتگو ان کے مابین ہوئی۔
اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے) یہ محذوف سے متعلق ہے اس کا معنی یہ ہے ما کان لی من علم بکلام الملأ الا علی وقت اختصامهم مجھے کوئی علم نہ تھا۔ ملأ اعلیٰ کی گفتگو کا جب کہ وہ آپس میں مصروف گفتگو تھے۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ

جب کہ آپکے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بیشک میں کیچڑ سے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں، سو جب میں اسے پوری طرح بنادوں اور اس میں اپنی روح

مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلَٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُوْنَ ﴿٧٣﴾ إِلَّآ إِبْلِيْسَ

پھونک دوں تو اسکے لئے سجدہ میں گر پڑنا، سو سارے فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا

اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يٰٓإِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ

اسنے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھے اس بات سے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے

بِيَدَىَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿٧٥﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِىْ

اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا کیا تو نے تکبر کیا یا یہ کہ تو بڑے درجے والوں میں سے ہے ابلیس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں مجھے آپ نے

مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿٧٧﴾ وَّإِنَّ

آگ سے اور اسے کیچڑ سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو تو یہاں سے نکل جا کیونکہ بلاشبہ تو مردود ہے اور قیامت کے

عَلَيْكَ لَعْنَتِىْٓ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٧٨﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِىْٓ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿٧٩﴾

دن تک تجھ پر میری لعنت ہے ابلیس نے کہا اے میرے رب مجھے اس دن تک مہلت دیجئے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔

تخلیق آدم علیہ السلام کی فرشتوں کو اطلاع:

۷۱: اِذْ قَالَ رَبُّكَ (جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا)۔

نحو: اذ قال یہ اذ یختصمون سے بدل ہے۔ آدم علیہ السلام کی شان میں فرشتے کی زبان پر فرمایا۔

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ (کہ میں گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں) اور فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفة قالو ا اتجعل فیها من یفسد فیها [البقرة:۳۰]

۷۲: فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ (پس جب میں اس کو پورا بنا چکوں) جب میں اس کی خلقت کی تکمیل کردوں اور درست کردوں۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (اور اس میں اپنی طرف سے جان ڈالدوں) وہ جس کو میں نے بنایا۔ روح کی اضافت تخصیص کیلئے ہے جیسے بیت الله، ناقة الله۔ مطلب یہ ہے اس کو زندہ کردوں اور حسن والا بنادوں اور جاندار کردوں۔ فَقَعُوْا (پس تم سب گر جانا) یہ وقع یقع سے امر ہے یعنی سقطوا علی الارض معنی سجدہ کرو۔ لَهٗ سٰجِدِيْنَ (اس کے روبرو سجدہ میں) ایک قول یہ ہے۔ یہ

جھکنا تھا جو کہ تواضع پر دلالت کرتا ہے ایک قول یہ سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کو تھا یا سجدہ سلام و تعظیم تھا۔

فرشتوں کا سجدہ اور ابلیس کا انکار:

۷۳: فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (پس سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا) کل احاطہ کیلئے ہے اور اجمعون اجتماع کیلئے کہ مل کر کیا۔ پس اس سے نتیجہ نکلا کہ انہوں نے ملکر ایک ہی وقت میں تمام نے سجدہ کیا کوئی پیچھے نہ رہا۔

۷۴: اِلَّآ اِبْلِيْسَ اِسْتَكْبَرَ (مگر ابلیس نے تکبر کیا) سجدہ کرنے سے بڑائی ظاہر کی وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (اور کافروں میں سے ہوگیا) حکم کے انکار کی وجہ سے کافروں میں سے ہوگیا۔

۷۵: قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ (فرمایا اے ابلیس کونسی چیز تجھ کو سجدہ کرنے سے مانع بنی) تمہیں کس چیز نے سجدہ سے روکا۔ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا) یعنی بلا واسطہ کے میرے حکم کو مانتے ہوئے اور میرے خطاب کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے۔

نادر تحقیق:

یہ بات گزری ہے کہ دو ہاتھوں والا اعمال کو چونکہ براہ راست ہاتھوں سے انجام دیتا ہے۔ اس لئے تمام اعمال پر ہاتھوں کا عمل اس قدر غالب آیا کہ تمام اعمال کی تعبیر یدین سے کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اعمال قلبیہ کیلئے بھی کہتے ہیں هو ما عملت يداك بلکہ جس آدمی کے ہاتھ بالکل نہ ہوں اس کو بھی کہتے ہیں۔ يداك اَوكتا وفوك نفخ یہاں تک کہ اس قول هذا مِمَّا عَمِلْتَهُ وهذا مما عَمِلَتْهُ يداك۔ میں کوئی فرق نہیں رہا۔ اور اس ارشاد کا مطلب یہی ہے مما عملت ایدینا [یٰسین: ۷۱] اور لما خلقتُ بیدی۔

اَسْتَكْبَرْتَ (کیا تو غرور میں آگیا) یہ استفہام انکاری ہے۔ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ (یا تو بڑے درجہ والوں میں سے ہے) جن پر تو بلند ہوا اور فوقیت لے گیا۔ ایک قول کیا تو نے اب تکبر کیا یا ہمیشہ سے متکبرین میں سے چلا آرہا ہے۔

بڑائی کا دعویٰ:

۷۶: قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ (کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور) مِنْ طِيْنٍ (اس کو خاک سے پیدا کیا) یعنی اگر وہ آگ سے پیدا ہوا ہوتا تو ضرور اس کو بھی سجدہ نہ کرتا۔ اس لئے کہ وہ میری طرح کی مخلوق ہے پس میں اس کو کیسے سجدہ کر سکتا ہوں جو مجھ سے کم درجہ ہے؟ کیونکہ وہ مٹی سے بنا ہے اور آگ مٹی پر غالب ہے اور اس کو کھا جاتی ہے۔

نحو: دوسرا جملہ پہلے کیلئے اسی طرح لایا گیا جیسے عطف بیان اپنے معطوف علیہ کیلئے ہوتا ہے۔ اور دوسرا جملہ خلقتنی من نار ہے۔

۷۷: قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس سے نکل) ھاسے مراد جنت۔ نمبر۲۔ یا آسمان۔ نمبر۳۔ اس خلقت سے جس

میں تو تھا کیونکہ وہ اپنی خلقت پر فخر کرنے لگا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی خلقت کو بدل دیا۔ سفید رنگت سے سیاہ ہو گیا خوبصورت سے بدصورت اور نورانی سے ظلمانی بن گیا۔ فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ (بیشک تو مردود ہے) دھتکارا ہوا ہے۔ ابلیس نے مٹی سے پیدا ہونے والی چیز کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور پھسل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا انہوں نے تعمیل میں ذرا توقف نہ کیا اللہ تعالیٰ کے خطاب اور حکم کی عظمت کے پیش نظر شیطان حکم الٰہی کو چھوڑ کر ملعون اور مردود ہو گیا۔

۷۸: وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْٓ (اور بیشک تجھ پر میری لعنت ہے)

قراءت: مدنی نے لَعْنَتِیَ پڑھا۔ لعنت ہر خیر سے دوری کو کہا جاتا ہے۔

اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (قیامت کے دن تک) یوم جزاء تک اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس کی لعنت کا یوم جزاء کو خاتمہ ہو جائے گا۔ اور پھر وہ منقطع ہو جائے گی۔ کیونکہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں تو صرف اس پر لعنت ہے اور جب قیامت کا دن آ جائے گا۔ تو لعنت کے ساتھ عذاب بھی مل جائے گا۔ اور لعنت کا اکیلا ہونا ختم ہو جائے گا۔ نمبر۲۔ جب زمانہ رحمت میں اس پر لعنت ہو رہی ہے تو جب رحمت کا وقت ہی نہیں تو اس پر کیونکر رحمت ہو گی اور لعنت منقطع بھی کیسے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا فاذّن مؤذن بینھم ان لعنۃ اللّٰہ علی الظالمین [الاعراف:۴۴]

۷۹: قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ (کہنے لگا اے میرے رب تو مجھے مہلت دے) انظر بمعنی امھل ہے۔ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک)

قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِکَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک وقت معلوم کے دن تک تجھے مہلت دی گئی۔ ابلیس نے کہا سو تیری عزت کی قسم

لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ

میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا سوائے آپ کے ان بندوں کے جو منتخب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سچ کہتا ہوں اور سچ ہی

اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنْکَ وَمِمَّنْ تَبِعَکَ مِنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۵﴾

کہا کرتا ہوں۔ میں جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے ضرور بھردوں گا جو تیرے پیچھے چلیں گے۔

قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ

آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں، یہ تو صرف جہان والوں کے لئے

لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَہٗ بَعْدَ حِیْنٍ ﴿۸۸﴾ ع ۵ ۱۴

ایک نصیحت ہے اور کچھ عرصہ کے بعد تم اس کا حال ضرور جان لوگے۔

۸۰: قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ (فرمایا بیشک تجھے مہلت دے دی گئی)

۸۱: اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (معین وقت کی تاریخ تک تجھے مہلت دے دی) الوقت المعلوم سے مراد وہ وقت جس میں نفخہ اولیٰ ہوگا۔ اور نفخہ کا وقت اس دن کے اجزاء میں سے ہے۔ المعلوم کا معنی بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معلوم و معین ہے۔ نہ متقدم ہوگا اور نہ متاخر۔

۸۲: قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ (کہنے لگا تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کروں گا) شیطان نے عزت الٰہی کی قسم کھائی! عزت سے سلطنت اور غلبہ الٰہی مراد ہے۔

۸۳: اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کیے ہوئے ہیں)

قراءت: مُخْلِصِیْنَ مکی، بصری و شامی قراء نے لام کا کسرہ پڑھا۔

۸۴: قَالَ فَالْحَقُّ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں سچ کہتا ہوں)

نحو: الحقُّ رفع کے ساتھ علی کے علاوہ دیگر کوفی قراء نے پڑھا ہے۔ اور ابتداء کی وجہ سے مرفوع مانا ہے۔ ای الحقُّ قسمی یا خبر کی بناء پر مرفوع ہے۔ ای انا الحقُّ۔ نمبر۲۔ دیگر قراء نے نصب سے پڑھا ہے اس لئے کہ یہ مقسم بہ ہے جیسا کہ اس طرح کہا جاتا ہے اللّٰہَ افعلن کذا۔ یعنی باء کو حذف کر دیا تو منصوب پڑھا گیا۔ اور اس کا جواب قسم لأ ملان ہے۔ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ (اور

میں سچ ہی کہا کرتا ہوں)

نحو: مقسم بہ اور مقسم علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ اور اقول کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا معنی یہ ہے ولا اقول الا الحق میں حق ہی کہتا ہوں۔ الحق سے مراد اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک مراد ہے۔ جو اس آیت میں آیا ہے بان اللّٰہ ھو الحق [الحج:۶۲] نمبر۲۔ الحق یہ باطل کی ضد ہے اس کی قسم سے حق کی شان بڑھانا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان:

۸۵: لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ (میں ضرور جہنم بھر دونگا تجھ سے) منک سے مراد تیری جنس سے اور مراد شیاطین ہیں۔ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ سے مراد اولادِ آدم ہے (ان میں سے جو تیرا ساتھ دے گا) اَجْمَعِيْنَ (تمام) یعنی جہنم میں تابع اور متبوع تمام ہونگے یہ کہہ کر بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔

۸۶: قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ (کہہ دیجئے میں اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا) علیہ کی ضمیر قرآن مجید یا وحی کی طرف راجع ہے۔ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں) ان لوگوں میں سے جو بناوٹ کرتے اور ایسے کاموں کیلئے تزیین کرتے ہیں جن کے وہ اہل نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی تم میرے بارے میں جانتے ہو کہ میں نے کبھی تکلف و تصنع کیا ہو۔ اور نہ ہی کسی ایسے کام کا دعویٰ کرتے پایا ہو جو میرے پاس نہ ہو یہاں تک کہ میں نبوت کی نسبت کروں اور قرآن بنا لاؤں۔

۸۷: اِنْ هُوَ (نہیں ہے وہ) قرآن مجید اِلَّا ذِكْرٌ (مگر نصیحت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے لِّلْعٰلَمِيْنَ (تمام جہان والوں کیلئے) جن وانس کیلئے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی تاکہ میں اس کو پہنچا دوں۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

متکلف کی تین علامات ہیں۔ نمبر۱۔ اپنے سے بڑے کے ساتھ منازعت و جھگڑا کرتا ہے۔ نمبر۲۔ وہ کہتا ہے جو وہ جانتا نہیں۔ نمبر۳۔ وہ دیتا ہے جو وہ پاتا نہیں (الثعلبی)

۸۸: وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ (اور تھوڑے دنوں بعد تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا) ہٗ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف لوٹ رہی ہے اور جو اس میں وعدے اور وعید اور بعث و نشور کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بعد حین سے مراد ہے موت کے بعد کا وقت یا یوم بدر یا قیامت کا دن۔

ربطِ اوّل و آخر:

ابتدائے سورت ذکر سے کی گئی اور اختتام سورت بھی ذکر پر فرمائی۔

الحمد للہ تمت ترجمۃ سورۃ ص لیلۃ الخمیس بعد نصف الیل بعونہ و فضلہ ومنّہ۔

سُورَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ آيَةً وَثَمَانِي رُكُوعَاتٍ

سورۃ الزمر مکہ میں نازل ہوئی اس کی پچھتر آیات اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝١ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ کی طرف سے جو غلبہ والا ہے۔ حکمت والا ہے۔ بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی سو آپ اللہ کی عبادت کیجئے

مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝٢ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ

وقف لازم

اس طرح سے کہ اسی کے لئے دین خالص ہو، خبردار اللہ ہی کے لئے دین خالص ہے اور جن لوگوں نے اس کے علاوہ شرکاء بنا لئے

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ

وہ کہتے ہیں کہ ہم انکی عبادت صرف اسی لئے کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کا زیادہ مقرب بنا دیں۔ جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف

يَخْتَلِفُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝٣ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا

کرتے ہیں بلاشبہ اللہ انکے درمیان فیصلہ فرما دیگا بلاشبہ اللہ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو کافر ہو، اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو اولاد بنائے

لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝٤

تو جسے چاہتا اپنی مخلوق میں سے منتخب فرما لیتا، وہ پاک ہے وہ اللہ ہے، تنہا ہے زبردست ہے

۱: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے کی طرف سے)۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔

نحو: مبتدأ تنزیل الکتاب اور خبر من اللہ ہے۔

مِنَ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہے یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے اور جار و مجرور تنزیل کا صلہ ہے۔ نمبر ۳۔ غیر صلہ ہے بلکہ دوسری خبر ہے۔ یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے جس کی تقدیر کلام یہ ہے هذا تنزيل الكتاب هذا من الله یہ کتاب کا اترنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ الْعَزِيْزِ (وہ زبردست ہے) اپنی سلطنت میں الْحَكِيْمِ (حکمت والا ہے) اپنی تدبیر میں۔

۲: اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے) یہ تکرار نہیں کیونکہ پہلا تو

کتاب کیلئے بطور عنوان ہے اور دوسرا اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے کہ کتاب میں کیا ہے۔ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (پس آپ خالص اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں)۔

نحو: مخلصًا یہ حال ہے۔ اور الدین یہ مخلصًا کی وجہ سے منصوب ہے۔ اندرونی صفائی کے ساتھ دین کو شرک وریا کاری سے خالص کرنے والے بنو۔

قراءت: الدینُ کو رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس کے مرفوع ہونے کا حق یہ ہے کہ مخلصًا پڑھیں۔

۳: اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (سنو! عبادت جو خالص ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے) یعنی اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس کا طاعت کے ساتھ خاص کرنا ضروری ہے جس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تمام غیوبات واسرار پر کامل اطلاع ہے۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

الدین الخالص سے لا الٰہ اِلاَّ اللّٰہ کی شہادت مراد ہے۔ قول حسن رحمہ اللہ: اسلام مراد ہے۔

جھگڑے والوں میں فیصلہ:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں) اولیاء کا معنی یہاں معبود ہے یہ مبتدا اس کی خبر محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے والذین عبدوا الاصنام یقولون۔ بتوں کے پجاری کہتے ہیں۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں) زُلفٰی مصدر ہے جس کا معنی تقرب ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ ان کے مابین فیصلہ کریں گے) یعنی مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے) ایک قول یہ ہے جب مسلمان انہیں کہتے کہ آسمان وزمین کو کس نے بنایا؟ وہ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے۔ جب مسلمان ان کو کہتے تم ان بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ وہ کہنے لگے مانعبد هم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفی مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان جھگڑا کرنے والے فریقوں میں فیصلہ فرمائیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتے جو جھوٹا کافر ہو) یعنی اس کی راہنمائی نہیں فرماتے جس کے متعلق اس کے علم میں ہو کہ وہ کفر ہی کو اختیار کرے گا۔ راہنمائی کا مطلب ہدایت کی توفیق عنایت کرنا اور کفر اختیار کر لینے پر اس کی اعانت نہیں فرماتے بلکہ اس کو رسوا کرتے ہیں۔ کذب سے مراد ان کا قول کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اسی لئے ان کے خلاف اس انداز سے حجت پیش فرمائی۔

۴: لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى (اگر اللہ تعالیٰ اپنے لئے اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ضرور اپنی مخلوق میں) مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ (سے جس کو چاہتا منتخب فرماتا) یعنی اگر تمہارے خیال کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹا بنانا جائز ہوتا تو پھر وہ اپنی مرضی سے جس مخلوق کو چاہتا منتخب کرتا تمہارے انتخاب ومشورہ کی ضرورت نہ تھی۔ سُبْحٰنَهٗ (وہ پاک ہے) اس نے اپنی ذات کو اس سے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ وَسَخَّرَ

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا اور رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ۵ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

مسخر فرمایا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک جاری ہے، خبردار وہ زبردست ہے بڑا بخشنے والا ہے، اس نے تمہیں ایک جان سے

وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ؕ یَخْلُقُکُمْ فِیْ

پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا، اور تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ قسم کے جوڑے بنائے، وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَهُ الْمُلْکُ ؕ

پیدا فرماتا ہے ایک پیدائش دوسری پیدائش کے بعد ہوتی ہے۔ تین اندھیریوں میں۔ یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے اسی کے لئے ملک ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ ۶

اس کے سوا کوئی معبود نہیں سو تم کہاں پھرے جارہے ہو۔

منزہ اور پاک قرار دیا کہ اولیاء و اولاد میں سے کوئی بھی اس کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا۔ اس پر آیت کا اگلا حصہ دلالت کر رہا ہے۔ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (وہ اللہ اکیلا زبردست ہے) یعنی وہ اکیلا ہے اور گنتی کے ملانے سے پاک اور اولاد و جزئیت سے بلند و بالا ہے ہر چیز پر زبردست و غالب ہے اور ان کے معبود تو چیزوں میں سے ہیں پھر وہ کس طرح اس کے شریک و سہیم ہوسکتے ہیں۔

آسمان وزمین کی تخلیق اور سورج کی تسخیر ایک وحدہ لاشریک کا قبضہ ظاہر کرتی ہے:

۵: پھر آسمان وزمین کی تخلیق اور دن رات کی تکویر اور سورج و چاند کی تسخیر اور ان کا ایک وقت مقررہ کیلئے چلنا اور ایک نفس آدم سے تمام زمین میں انسانوں کو بسا دینا اور ان کے لئے چوپاؤں کو پیدا کرنا اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ سب کام ایک وحدہ لاشریک کے قبضہ میں ہیں۔ جو سب پر غالب و زبردست ہے چنانچہ فرمایا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ (اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا فرمایا وہ رات کو دن اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے) التکویر موڑنا، لپیٹنا۔ کہا جاتا ہے کار العمامة علی رأسه و کوّرها اس نے پگڑی کو سر پر لپیٹا معنی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو غائب کر دیتا ہے جبکہ وہ اس پر طاری ہوتا ہے۔ اس کے غائب کرنے کو ایسی شئی سے تشبیہ دی جو ظاہر ہو اور اس پر کوئی ایسی چیز لپیٹ دیں جو اس کو آنکھوں سے غائب کر دے۔ یا ایک ان میں سے دوسرے پر پے در پے حملہ آور ہوتا ہے پس اس کو پگڑی کے پے در پے بلوں سے تشبیہ دی گئی۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى (اور سورج اور چاند کواس نے کام میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک ان میں سے ایک وقت مقررہ تک چلتا رہے گا) یعنی قیامت کے دن تک اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ (یا درکھو کہ وہ زبردست ہے) وہ غالب اور قادر ہے ان لوگوں کو سزا دے سکتا ہے جو سورج و چاند کی تسخیر کو معتبر نہیں مانتے اور ان کی تسخیر پر ان کا ایمان نہیں۔ الْغَفَّارُ (وہ بخشنے والا ہے) جو سوچ و بچار کرے اور عبرت حاصل کر کے ان کے مدبّر پر ایمان لائے۔

۶: خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (اس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا) یعنی آدم علیہ السلام سے ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (پھر اسی سے اسکا جوڑا بنایا) یعنی حواء کو اس کی سب سے چھوٹی پسلی سے۔ ایک قول یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پشت سے چیونٹیوں کی مثل نکالا۔ پھر اس کے بعد حواء کو پیدا کیا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ (اور تمہارے لیے اس نے اتارے چوپایوں میں سے) یعنی بنا دیئے۔ یہ حسن بصریؒ کا قول ہے یا ان کو آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی جنت میں بنایا پھر ان کو اتارا کیونکہ چوپائے نباتات سے زندہ رہ سکتے ہیں اور نباتات پانی ہی سے باقی رہ سکتی ہیں اور پانی کو آسمان سے اتارا تو گویا ان کو بھی اتارا ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ (آٹھ جوڑے) یعنی مذکر و مؤنث چار قسموں میں سے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، جیسا کہ سورۂ انعام کے اندر اس کو بیان کیا گیا ہے۔ الزوج کا لفظ اس واحد پر بولا جاتا ہے جس کے ساتھ اور بھی ہو۔ جب وہ منفرد ہو جائے تو وہ فرد اور وتر کہلاتا ہے۔

تخلیق انسانی کے مراحل:

يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ (وہ تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے) نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر تکمیل تخلیق فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ (تین تاریکیوں میں) پیٹ کی تاریکی، پھر رحم اور جھلی کی تاریکی یا پشت کی تاریکی اور پیٹ اور رحم کی تاریکی ذٰلِكُمُ (جس کے یہ کام ہیں وہی) اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ (اللہ تمہارا رب ہے اسی کی بادشاہی اسی کی سلطنت ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں پھر تم کہاں پھرے جارہے ہو) یعنی پھر کس طرح تم کو اس کی عبادت سے غیر کی عبادت کی طرف پھیرا جاتا ہے پھر اس نے بیان فرمایا کہ وہ سب سے بے نیاز ہے فرمایا۔

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ

اگر تم کفر کرو سو بلاشبہ اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اس کو

لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

تمہارے لئے پسند فرماتا ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹ جانا ہے، سو وہ تمہیں تمہارے سب

تَعْمَلُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۷

اعمال جتادے گا بلاشبہ وہ سینوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

۷: إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ (اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا حاجتمند نہیں) یعنی تمہارے ایمان کا۔ تم اس کے محتاج ہو کیونکہ کفر میں تمہارا نقصان اور ایمان میں تمہارا فائدہ ہے۔

وہ بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا:

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ (وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا) کیونکہ کفر پر اللہ راضی نہیں اگر چہ کفر اور ایمان سب اس کے ارادہ سے ہے۔ وَإِنْ تَشْكُرُوا (اور اگر تم شکر کرو گے) پس ایمان لے آؤ گے يَرْضَهُ لَكُمْ (تو اس کو وہ تمہارے لیے پسند کرتا ہے) یعنی تمہارے لیے شکر کو پسند کرتا ہے۔ کیونکہ وہ تمہاری کامیابی کا سبب ہے پس وہ اس پر تمہیں جنت بطور ثواب دے گا۔

قراءت: مکی اور علی نے یرضہ ہاء کے ضمہ اور اشباہ کے ساتھ پڑھا ہے اور نافع' ہشام اور عاصم تمام نے سوائے یحییٰ اور حماد کے ہا کے ضمہ اور بغیر اشباہ کے پڑھا ہے اور دیگر قراء نے ہاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى (اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) یعنی کسی کو دوسرے کے گناہ کے بدلے نہ پکڑا جائے گا۔ ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ (پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہوگا) ربکم سے پہلے جزاء کا لفظ محذوف ہے یعنی اپنے رب کی جزاء کی طرف تم نے لوٹنا ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (پس وہ تم کو تمہارے سب اعمال جتلا دے گا) پس تمہارے اعمال کی تمہیں خبر دے گا۔ اور اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (بلاشبہ وہ دلوں تک کی باتوں کو جانتا ہے) یعنی دلوں کی مخفی باتوں کو۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا

اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے اس کی طرف متوجہ ہو کر، پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس

كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ

بات کو بھول جاتا ہے جس کے لئے پہلے پکارا تھا۔ اور اللہ کے لئے شریک تجویز کرنے لگتا ہے، تاکہ اسکی راہ سے گمراہ کرے، آپ فرما دیجئے کہ تو

بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ

اپنے کفر کے ذریعہ تھوڑا سا نفع حاصل کرلے، بلاشبہ تو دوزخ والوں میں سے ہے، کیا وہ شخص جو رات کے اوقات میں عبادت میں لگا ہوا ہوتا ہے حالت سجدہ میں اور

قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ

حالت قیام میں آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے، آپ فرما دیجئے کیا وہ لوگ برابر ہیں جو جاننے والے ہیں

ع ۱ ۹ ۱۵ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑨ ع

اور جو جاننے والے نہیں ہیں، عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

کافر کا طرزِ عمل:

۸: وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ (اور آدمی کو جب پہنچتی ہے) انسان سے یہاں ہر کافر یا ابوجہل مراد ہے۔ ضُرٌّ (آزمائش و تکلیف) اور مس کا لفظ اعراض کے لیے بطور مجاز بولا گیا۔ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ (تو اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع کر کے پکارنے لگتا ہے) دعا سے اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اس کے غیر سے دعا نہیں کرتا۔ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ (پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو عطاء فرماتا ہے)۔ نِعْمَةً مِّنْهُ (اپنی طرف سے نعمت) ہ کی ضمیر اللہ عزوجل کی طرف لوٹتی ہے۔ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ (تو جس کے لیے پہلے سے پکار رہا ہے اس کو بھول جاتا ہے) یعنی اپنے اس رب کو بھول جاتا ہے جس کے سامنے وہ گڑگڑا رہا تھا۔

نحو: یہاں مَا مَنْ کے معنی میں ہے جیسے اس آیت میں وما خلق الذکر والانثی [سورۃ اللیل:۳] یا اس نقصان کو بھول جاتا ہے جس کے دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو پکار رہا تھا وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا (اور اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے لگتا ہے) انداد کا معنی امثال ہے۔ لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ (جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے) سبیل سے یہاں اسلام مراد ہے۔ قراءت، مکی ابوعمرو یعقوب نے لِيَضِلَّ یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

قُلْ تَمَتَّعْ (کہہ دے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہار لوٹ لو) تمتع میں امر تہدید کے لیے آیا ہے۔ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا (اپنے کفر کے تھوڑے دنوں) یعنی دنیا میں اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ (تو دوزخیوں میں سے ہونے والا ہے) یعنی اصحب النار بمعنی اہل النار ہے۔

مؤمن کوخوف اور اُمید کے درمیان رہنا ضروری ہے:

۹: اَمَّنْ (آیا وہ شخص)۔

قراءت: مکی، نافع اور حمزہ نے تخفیف کے ساتھ پڑھا اور ہمزہ استفہام کو مَن پر داخل تسلیم کیا دیگر قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا اور اَم کو مَنْ پر داخل کیا۔

نحو: من مبتدأ ہے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے :

اَمن هُوَ قَانِتٌ کغیرہ یعنی امن هو مطیع کمن هو عاصٍ (وہ عبادت کرنے والا ہے) القُنُت کا معنی اللہ تعالیٰ کا مطیع۔ دلالت کلام کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا (کمن هو عاصٍ) کیونکہ کافر کا تذکرہ پہلے گزرا اور اس کے بعد بھی یہ ارشاد موجود ہے۔ قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ انَآءَ الَّیْلِ (رات کے اوقات میں) سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَۃَ (اس حال میں کہ وہ سجدے اور قیام میں ہوتا ہے آخرت سے ڈرتا ہے)

نحو: ساجد اور قائم دونوں قنتٌ کی ضمیر سے حال ہیں۔ یحذر الاخرۃ سے مراد یحذر عذاب الأخرۃ ہے۔ وَیَرْجُوْا رَحْمَۃَ رَبِّہٖ (اور وہ اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے) رحمت سے یہاں جنت مراد ہے۔

آیت یہ دلالت کر رہی ہے کہ مؤمن کا خوف اور امید کے درمیان رہنا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ رب کی رحمت کا امیدوار ہو نہ کہ اپنے عمل کا اور اپنے عمل کی کوتاہی پر اس کے عذاب سے خوف زدہ ہو پھر رجاء جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو امن بنتی ہے اور خوف جب حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو ناامیدی آجاتی ہے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا فلا یامن مکر اللّٰہ الا القوم الخسرون [الاعراف:۹۹] اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ انہ لا یایئسُ من روح اللّٰہ الا القوم الکفرون [یوسف:۸۷] پس ضروری ہے کہ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ط (آپ کہہ دیجئے کیا علم والے اور جہالت والے برابر ہوتے ہیں) یعنی جو جانتے اور عمل کرتے ہیں گویا یہاں عمل نہ کرنے والے کو غیر عالم قرار دیا۔ اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی تذلیل ہے۔ جو علوم کو جمع کرتے ہیں پھر اس میں عاجزی اختیار نہیں کرتے اور اس میں طرح طرح کے فنون حاصل کرتے ہیں۔ پھر دنیا پر فریفتہ ہیں وہ اللہ کے ہاں جاہل ہیں اس لیے کہ اس آیت میں قانتین کو علماء قرار دیا گیا ہے۔ یا مراد اس سے تشبیہ دینا ہے کہ جس طرح عالم و جاہل برابر نہیں اسی طرح مطیع اور نافرمان برابر نہیں۔ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (بے شک وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل ہیں) الالباب جمع لُبّ کی ہے یعنی عقل والے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی نصیحت سے عقل والے ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو، یہی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھے کام کئے انکے لئے اچھا بدلہ ہے

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ

اور اللہ کی زمین فراخ ہے، صبر کرنیوالوں کو ان کا پورا اجر بغیر کے حساب دیا جائے گا، آپ فرما دیجئے

اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ لا وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾

کہ بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اسطرح اللہ کی عبادت کرو کہ عبادت اسی کے لئے خالص ہو، اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں،

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ لا

آپ فرما دیجئے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں آپ فرما دیجئے کہ بیشک میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اسطرح سے کہ میری عبادت اسی کے لئے خالص ہے

۱۰: قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ (کہہ دیجئے اے میرے ایمان والے بندو! تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو) اس کے اوامر کو بجالاؤ اور نواہی سے گریز کرو۔

قراءت: اکثر قراء کے ہاں یٰعِبَادِ بغیر یاء پڑھا گیا ہے۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ (ان لوگوں کیلئے جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے) یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ نحو: فی احسنوا کے متعلق ہے حسنة کے ساتھ متعلق نہیں یعنی آیت یہ ہے کہ جو اس دنیا میں اچھائی کرتے ہیں ان کے لئے آخرت میں بھلائی ہے آخرت کی بھلائی کا مطلب جنت ہے یعنی ان کو ایسی نیکی ملے گی جس کا بیان نہیں ہوسکتا۔

سدی کا قول:

یہ حسنة سے متعلق ہے پھر حسنة کی تفسیر اس نے صحت و عافیت سے کی ہے۔

نیکی میں کوتاہی والے کے ہاں کوئی عذر نہیں:

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ (اور اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے) جو لوگ نیکی میں کوتاہی کرنے والے ہیں ان کے ہاں کوئی عذر نہیں یہاں تک کہ اگر وہ یہ سبب بتائیں کہ وہ اپنے وطن میں نیکی کی زیادہ قدرت نہیں پاتے ہیں۔ تو انہیں بتلا دیا گیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے اور ملک بے شمار ہیں۔ دوسرے ملکوں میں چلے جاؤ۔ اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی سیرتوں کی اتباع کرو کہ انہوں نے دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کی تاکہ نیکی میں اضافہ ہو اور اطاعت در اطاعت ان کو میسر آئے۔

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ (مستقل رہنے والوں کو پورا ملے گا) جنہوں نے ترکِ وطن، انقطاعِ خاندان اور دیگر گھبرا دینے والی پریشانیاں برداشت کرلیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مصائب برداشت کیے اور نیکی کی ترویج کیلئے دکھ اٹھائے۔ ان کو ملے گا۔ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (ان کا اجر بے شمار) قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: حساب کرنے والے کا حساب اس کی طرف راہ نہیں پاسکتا اور نہ اس کو جانا جاسکتا ہے۔

نحو: یہ اجر سے حال ہے۔ اس حال میں کہ وہ پورا دیا ہوا ہے۔

۱۱: قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ (کہہ دیجئے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں) ای بان اعبد اللہ باء محذوف ہے۔ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (کہ عبادت کو اسی کے لیے خالص رکھوں) مجھے دین کے اخلاص کا حکم ہوا ہے۔

اخلاص دین میں سبقت کا سبب ہے:

۱۲: وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ (اور مجھے یہ حکم ہوا کہ سب مسلمانوں میں اول میں ہوں)۔ مجھے یہ اس لئے حکم ہوا کہ میں مسلمانوں میں سب سے پہلا فرمانبردار بنوں یعنی ان میں دین کے لحاظ سے سب سے آگے اور دنیا و آخرت میں سب سے بڑھنے والا۔ معنی یہ ہے کہ اخلاص دین میں سبقت کا سبب ہے جو جتنا زیادہ اخلاص برتنے والا ہے وہ سابق ہے۔ پس پہلی بات یہ ہے کہ عبادت بمعہ اخلاص کا حکم ہوا۔ دوسری بات سبقت کا حکم دیا۔ جب دونوں ایک ہیں تو عطف کیسے درست۔ ان کی جہت کے اختلاف نے ان کو الگ الگ کر دیا جس سے ان کا عطف ایک دوسرے پر جائز ہے۔

۱۳: قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں) یہ بات آپ اس کو فرما دیں جو آباء واجداد کے دین کی طرف لوٹنے کی آپ کو دعوت دے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار قریش نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا کہ تم اپنے والد اور دادا اور اپنی قوم کے سرداروں کو نہیں دیکھتے کہ وہ لات وغیرہ کی پوجا کرتے تھے پس یہ آیت ان کی تردید میں اتاری گئی۔

۱۴: قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ (آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت کو اسی کیلئے خالص رکھتا ہوں) یہ آیت خبر دے رہی ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کو عبادت کے ساتھ خاص کرنے والے تھے۔ دوسروں کو چھوڑ کر۔ بہتر قول یہ ہے کہ اس میں اس بات کی اطلاع ہے کہ آپ کو عبادت و اخلاص کا حکم دیا گیا۔ پس کلام اولاً تو نفس فعل اور اس کے اثبات کو ظاہر کر رہا ہے۔ اور ثانیاً کلام اس کے متعلق ہے جن کی وجہ سے یہ فعل کیا جائے۔ اسی لیے اس پر اگلی آیت کو مرتب فرمایا گیا۔

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ

سوائے چھوڑ کر تم جس کی چاہو عبادت کرو، آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ نقصان میں پڑنے والے وہی لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنے جانوں سے اور اپنے اہل وعیال سے

الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ

خسارہ میں پڑ گئے۔خبردار یہ صریح خسارہ ہے، ان کے لئے ان کے اوپر سے آگ کے شعلے ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی

ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ

شعلے ہوں گے، یہ وہ بات ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو سو تم مجھ سے ڈرو، اور جن لوگوں نے اس بات سے پرہیز کیا

اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰی ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ

کہ شیطان کی عبادت کریں اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے ان کے لئے خوشخبری ہے، سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں

فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ

پھر اسکی اچھی سے اچھی باتوں کا اتباع کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی وہ لوگ ہیں جو عقل والے ہیں، سو جس شخص کے بارے میں

عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ

عذاب کی بات طے ہو چکی ہے کیا آپ اسے چھڑا لیں گے جو دوزخ میں ہے، لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرے انکے لئے بالا خانے بنے ہوئے

مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ

ہیں انکے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔یہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، اللہ وعدہ خلاف نہیں فرماتا، کیا تو نے نہیں دیکھا

اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ

کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر اسکو زمین کی سوتوں میں داخل کر دیا پھر اس کے ذریعہ کھیتیاں نکالتا ہے جن کی قسمیں مختلف ہیں

ع ۲ ۱۲ ۱۶ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾

پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے۔سو تو اسے دیکھتا ہے پیلے رنگ کی حالت میں پھر وہ اسے چورا چورا بنا دیتا ہے، بلاشبہ اس میں عقل والوں کیلئے نصیحت ہے۔

۱۵: فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ (پس اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز کو چاہے اس کی تم عبادت کرو) فاعبدوا کا یہ امر تہدید کیلئے ہے۔

درجات کی بجائے درکات والے اصل خسارہ میں:

شانِ نزول: آپ کو کہا گیا اگر تم اپنے آباء کے دین کی مخالفت کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ (کہہ دیجئے پورے خسارہ اٹھانے والے وہی لوگ ہیں) مکمل خسارے اور اس کے تمام اسباب دو وجوہ کو اپنے اندر جمع کرنے والے۔ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (جو اپنی جانوں سے) ان کو آگ میں ہلاک کرنے کے سبب وَاَهْلِیْهِمْ (اور اپنے متعلقین سے خسارہ میں پڑے) یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (قیامت کے دن) کیونکہ انہوں نے ان کو گمراہ کیا پس وہ بھی آگ میں پہنچ گئے۔ اور ان کے نقصان کو اگلے حصہ آیت میں شدید ترین خسارہ قرار دیا گیا فرمایا اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ (سنو! کہ صریح خسارہ یہ ہے)

تاکیدات:

نمبر۱۔ جملہ کی ابتداء حرف تنبیہ سے فرمائی۔ نمبر۲۔ مبتدأ اور خبر کے درمیان فاصلہ لایا گیا۔ نمبر۳۔ الخسران کو معرفہ لائے۔ نمبر۴۔ معرفہ کی المبین صفت لائے۔ نمبر۵۔ جملہ اسمیہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے جنت کے بدلے آگ لے لی ہے۔ اور اپنے درجات کو درکات سے بدل ڈالا ہے۔

پہلے آگ سے پھر اپنی ذات سے ڈرایا:

۱۶: لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ (ان کے لئے ان کے اوپر سے محیط شعلے ہونگے) ظلل: آگ کے طبقات کو فرمایا۔ مِّنَ النَّارِ (آگ کے) وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ (اور آگ کے محیط شعلے ان کے نیچے سے بھی ہونگے) ظلل یہاں بھی اطباق کے معنی میں ہے اور یہ دوسروں کیلئے ظلل ہونگے حاصل یہ ہے کہ آگ ان کو ہر طرف سے محیط ہوگی۔ ذٰلِكَ (یہ وہی ہے) جو عذاب بیان کیا گیا یا وہ اطباق یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ (جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے) تا کہ وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی منہیات سے پرہیز کریں۔ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ (اے میرے بندو! مجھ سے ڈرو) اور اپنے آپ کو ان مقامات پر مت لے جاؤ۔ جو میری ناراضگی کو لازم کرنے والے ہیں۔ اوّلاً اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آگ سے ڈرایا پھر اپنی ذات سے ڈرایا۔

شیطان سے بچنے والے خوشخبری کے حقدار ہیں:

۱۷: وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ (اور وہ لوگ جو شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں) الطاغوت سے شیاطین مراد ہیں۔ یہ الطغیان سے فعلوت کا وزن ہے۔ جو مبالغہ کیلئے ملکوت اور رحموت کی طرح استعمال ہوا۔ البتہ اس میں لام کو عین سے بدل کر قلب کیا ہے۔ اس کا اطلاق شیطان پر ہوتا ہے۔ یا شیاطین پر کیونکہ الطاغوت مصدر ہے۔ اور اس میں کئی مبالغات ہیں۔ نمبر۱۔ مصدر سے نام رکھ دیا گیا گویا شیطان بعینہٖ سرکشی ہے نمبر۲۔ یہ وزن مبالغہ کا ہے الرحموت رحمت واسعہ کو کہتے ہیں اور الملکوت وسیع ملک کو۔ نمبر۳۔ قلب بھی اختصاص کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ یہ شیطان کے علاوہ کسی پر بھی بولا نہیں جاتا۔ یہاں جمع مراد ہے۔ اور ایک قراءت میں

الطواغیت بھی آیا ہے۔ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا یہ طاغوت سے بدل الاشتمال ہے۔ ای عبادتہا اس کی عبادت سے۔ وَاَنَابُوْٓا (اور وہ متوجہ ہوتے ہیں) اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى (اللہ تعالیٰ کی طرف وہ خوشخبری سنانے کے مستحق ہیں) البشریٰ سے بشارت ثواب مراد ہے۔ فرشتے حضور موت کے وقت ان کو خوشخبریاں دیتے ہیں اور جب حشر میں اٹھائے جائیں گے تو خوشخبری سنائیں گے۔
فَبَشِّرْ عِبَادِ (پس آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیں)

اعمالِ دین کو نقد و تبصرہ کی نگاہ سے دیکھ کر احسن کو لینے والے ہیں:

۱۸: اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ (جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں اور پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں) یہ وہی لوگ ہیں جو پرہیزگار اور منیب ہیں مقصود یہ ہے کہ پرہیزگاری اور انابت کے ساتھ ساتھ وہ اس صفت سے بھی متصف ہوں۔ یہاں ظاہر کو ضمیر کی جگہ لایا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ دین کے اعمال کو نقد و تبصرہ کی نگاہ سے دیکھنے والے اور اس میں سے حسن و احسن اور فاضل و افضل کا فرق کرنے والے ہوں۔ جب ان کے سامنے دو معاملے پیش آئیں۔ ان میں سے ایک واجب اور دوسرا مستحب ہو تو وہ واجب کو اختیار کرنے والے ہوں۔ اسی طرح مباح و ندب میں تقابل کے وقت ندب کو اختیار کرنے والے ہیں۔ گویا اس بات کی ان کو حرص لگی ہو کہ بارگاہ الٰہی میں کونسا امر قریب تر ہے۔ اور کس کا ثواب بڑھا ہوا ہے۔ نمبر۲۔ وہ قرآن اور غیر قرآن کو سنکر پھر قرآن کی اتباع کرتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے اوامر کو سن کر پھر ان میں سے احسن کی پیروی کرنے والے ہوں مثلاً قصاص اور عفو میں سے عفو اختیار کرنے والے ہیں۔ نمبر۳۔ لوگوں کے ساتھ باتیں سنتے ہیں جن میں اچھائیاں اور برائیاں ہوتی ہیں۔ وہ اچھی باتوں کو آگے لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور ان کے علاوہ سے بچتے ہیں۔
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور یہی ہیں جو اہل عقل و خرد ہیں) یعنی اپنی عقول سے نفع اٹھانے والے ہیں۔
۱۹: اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ (بھلا جس شخص پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی۔ تو کیا آپ ایسے شخص کو جو کہ دوزخ میں ہے چھڑا سکتے ہیں) اصل کلام اس طرح ہے امن حق علیہ کلمۃ العذاب فانت تنقذہ حق بمعنی وجب ہے۔
تحقیق: یہ جملہ شرطیہ ہے جس پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہوا اور فاء جزائیہ ہے۔ پھر اس پر وہ فاء داخل ہوئی جو اس کی ابتداء میں محذوف پر عطف کیلئے لائی گئی۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ ءَ اَنتَ مالك امرهم ؟ فمن حق علیه العذاب فانت تنقذه؟ ہمزہ ثانیہ وہی پہلا ہی ہمزہ ہے جو انکار کے معنی کی تاکید کیلئے دوبارہ لایا گیا۔ اور من فی النار کو مضمر کی جگہ لائے ای تنقذہٗ حاصل یہ ہوا کہ اس کے مطابق آیت ایک ہی جملہ ہے۔ نمبر۲۔ اسکا معنی یہ ہوا افمن حق علیه كلمة العذاب ینجو منه فانت تنقذهٗ؟ مطلب یہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اس کو آگ سے بچانے کی کوئی قدرت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات سبقت کر چکی کہ وہ اہل نار میں سے ہے۔

حقیقت میں بالا خانے ملیں گے:

۲۰: لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ (لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ان کے لئے بالا خانے ہیں جن کے اوپراور بالا خانے ہونگے) جنات کے مکانات بلند ہونگے۔اوران کے اوپر مکانات ہونگے جوان سے بھی بلند تر ہونگے یعنی کفار کیلئے اگر آگ کے طبقات ہونگے تو متقین کے لئے بالا خانے ہونگے۔ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (جو بنے بنائے تیار ہیں ان کے نیچے نہریں چل رہی ہیں) یعنی ان منازل کے نیچے وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ (یہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ وعدہ میں خلاف نہیں کرتا)

نحو: وَعْدَ یہ مصدر مؤکد ہے کیونکہ هم غرف کا معنی وعدهم الله غرفًا ہے۔

پانی اتارنے' کھیتی نکالنے میں عقل والوں کے لئے عبرت:

۲۱: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (کیا تم نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا ہے) الماء سے مراد بارش ہے۔

ایک قول:

تمام زمین کے پانی بھی آسمان سے ہیں پہلے صخرہ پر اترتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کو تقسیم کر دیتے ہیں۔فَسَلَكَهٗ (پس اس کو داخل کردیا) يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ (زمین کے چشموں میں) ینابیع چشموں اور پانی کے چلنے کے راستے اور گزرگاہیں۔جیسا کہ جسم میں رگیں۔

نحو: ینابیع یہ حال کی وجہ سے منصوب ہے یا ظرفیت کی بناء پر منصوب ہے۔في الارض یہ ینابیع کی صفت ہے۔

ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ (پھر اس کے ذریعے سے وہ پیدا کرتا ہے) ہٗ کی ضمیر سے پانی مراد ہے۔زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ (کھیتیاں جن کے رنگ مختلف (ہیں) الوان سے ہیئت وشکل مراد ہے جیسے سبز، سرخ، زرد، سفید یا اقسام مراد ہیں۔گندم، جو، تل وغیرہ۔ثُمَّ يَهِيْجُ (پھر وہ کھیتی بالکل خشک ہو جاتی ہے) فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا (پس اس کو تم زرد دیکھتے ہو) تروتازگی اور خوبصورتی کے بعد ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا (پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے) حطام ریزہ ریزہ ٹکڑے جو نبات ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ہو جائے وہ حطام کہلاتی ہے۔اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) پانی اتارنے اور کھیتی نکالنے، پیدا کرنے میں لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ (اہل عقل کیلئے بڑی عبرت ہے) یادداشت اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ اس کا ایک صانع نہایت حکیم ہے اور یہ سب کچھ بڑے اندازے اور بڑی تدبیر سے ہو رہا ہے۔نہ کہ اہمال وتعطیل سے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ

سو اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا سو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔ سو ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل ذکر اللہ کی جانب سے

مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا

سخت ہیں، یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔ اللہ نے بڑا اچھا کلام نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے جس کی باتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔

مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ

جو بار بار دہرائی جاتی ہیں، اس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر انکے بدن اور دل نرم ہو کر

اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا

اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے اسکے ذریعہ وہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ جسے گمراہ کرے

لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَقِیْلَ لِلظّٰلِمِیْنَ

اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ کیا جو شخص قیامت کے دن اپنے چہرہ کو برے عذاب سے بچائے گا، اور ظالموں سے کہا جائے گا

ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾

کہ جو کچھ تم کمائی کرتے تھے اسے چکھ لو۔ ان لوگوں سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے جھٹلایا سو ان کے پاس اس طور سے عذاب آیا کہ انہیں اس کا خیال بھی نہ تھا۔

۲۲: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ (پس جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے کھول دیا) شرح کو وسیع کر دیا لِلْاِسْلَامِ پس اس نے ہدایت پائی۔

فرمانِ رسول اللہ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ سے شرح صدر کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا جب نور دل میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ سینہ کھل جاتا اور وسیع ہو جاتا ہے آپ سے سوال کیا گیا۔ کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے؟ فرمایا ہاں! ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع اور غرور کی طرف سے بے رغبتی اور موت کی آمد سے قبل موت کی تیاری [تفسیر ابن کثیر ۲/۱۸۱]

فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے) نور کا معنی وضاحت و بصیرت۔ معنی یہ ہے افمن شرح اللہ صدرہ کیا وہ آدمی جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا پس وہ ہدایت پا گیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے۔ جس کے دل پر مہر لگ چکی اور اس کا دل سخت ہو گیا؟ اس کو حذف کر دیا کیونکہ ارشاد الٰہی فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ (پس بڑی خرابی ہے ان لوگوں کیلئے کہ

جن کے دل متاثر نہیں ہوتے) اس پر دلالت کر رہا ہے۔ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے ذکر سے) یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کو چھوڑ دینے کی وجہ سے یا اللہ تعالیٰ کے ذکر کی وجہ سے یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے ہاں کیا جائے۔ یا اللہ تعالیٰ کی آیات سے ان کے دلوں کی قساوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے۔ فزادتھم رجسا الی رجسھم [التوبہ:۱۲۵] اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (وہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں) ظاہری گمراہی میں مبتلا ہیں۔

سب سے عمدہ بات قرآن سن کر انہیں خشیت آتی ہے:

۲۳: اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ (اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے) اللہ کے لفظ سے ابتداء کر کے نزل کو اس پر مرتب فرمانے میں احسن الحدیث کی تفخیم شان مقصود ہے۔

نحو: كِتٰبًا یہ احسن الحدیث سے بدل ہے یا اس سے حال ہے۔

مُّتَشَابِهًا (یہ ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہیں) جو صدق و بیان میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ اسی طرح وعظ، حکمت اور اعجاز وغیر ذلک میں باہم ملتی جلتی ہیں۔ مَّثَانِيَ (بار بار دہرائی گئی ہیں) جمع مثنیٰ اسکا معنی بار بار لوٹائی اور دہرائی گئی اس کے واقعات، اخبار، احکام، اوامر، نواہی وعدے اور وعید اور مواعظ بار بار دہرائے گئے ہیں۔

نحو: یہ کتاب کی صفت ہے۔ متشابہ کا بیان ہے کیونکہ قصص مکررہ وغیرہ وہ متشابہ ہی ہوتے ہیں۔

ایک قول:

کیونکہ اس کی بار بار تلاوت کے باوجود اس سے اکتاتے نہیں۔ واحد کی صفت جمع لائی جاسکتی ہے کیونکہ کتاب مکمل طور پر تفاصیل والا جملہ ہے اور شئی کی تفاصیل وہی اسکا مجموعہ ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں القرآن اسباع و سور و آیات ؟ اسی طرح تم کہتے ہو اقاصیص و احکام و مواعظ مکررات، کہ قصص واحکام و مواعظ بار بار لائے گئے ہیں۔

نمبر ۲۔ یہ متشابہا کی تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جیسا تم کہو: رأیت رجلاً حسناً شمائل۔ معنی یہ ہے وہ بار بار دھرائے جانے کی بناء پر متشابہ ہیں۔ تَقْشَعِرُّ (ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں) مضطرب ہو جاتے اور حرکت میں آجاتے ہیں، مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (اس سے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں) کہا جاتا ہے اقشعر الجلد اذا تقبض تقبضاً شدیدا جب کہ وہ سخت گھٹے۔ مطلب یہ ہے جب وہ قرآن مجید سنتے ہیں۔ اور آیات وعید ان کے کانوں میں پڑتے ہیں تو ان پر خشیت طاری ہو جاتی ہے جس سے ان کے بدن کانپ اٹھتے ہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی مؤمن کے رونگٹے کھڑے ہوں۔ تو اس سے اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ جس طرح خشک درخت سے پتے گرتے ہیں۔

(الھیثمی فی مجمع الزوائد ۱۰/ ۳۱۰)

ذکراللہ پر اکتفاء:

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (پھران کے بدن اوردل نرم ہوکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں) یعنی جب رحمت کی آیات ذکر کی جاتی ہیں تو ان کے بدن اور دل نرم پڑ جاتے ہیں اور ان پر جوخوف وکپکپی طاری تھی وہ زائل ہوجاتی ہے۔الیٰ کے ساتھ اس کو متعدی کیا گیا کیونکہ آلی کے ساتھ متعدی ہونے والے فعل کے معنی کو متضمن ہے گویا اس طرح کہا گیا اطمانت الی ذکر اللّٰہ لینۃ غیر منقبضۃ گھٹنے کے بغیر نرمی کے ساتھ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف مطمئن ہیں۔آیت میں ذکر اللہ پر اکتفاء کیا گیا۔رحمت کا تذکرہ نہیں کیا گیا کیونکہ اس کی رحمت غضب پر سبقت کرنے والی ہے۔اور یہ بھی وجہ ہے کہ جب اس کو یاد کیا جائے تو وہ اپنی رحمت اس بندے کو پہنچاتا ہے اور اس وقت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رؤفیت اور رحمیت ہی کا غلبہ ہوتا ہے۔اولاً صرف جلود کا ذکر کیا پھر دوسری بار قلوب کو بھی شامل کیا کیونکہ خشیت کا محل دل ہیں۔پس ان کا ذکر کر دینا یہ قلوب کا ذکر کرنا تھا۔ذٰلِكَ (اس سے) کتاب کی طرف اشارہ کیا اور وہ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت دیتا ہے) اپنے بندوں میں سے اور اس سے وہی بندے مراد ہیں جن کے متعلق اس کے علم میں ہے کہ وہ ہدایت کو اختیار کریں گے۔وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کرتا ہے) اس میں ضلالت کو پیدا فرما دیتا ہے۔فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (پس اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں) حق کی راہ کی طرف۔

ظالموں کا قیامت کے دن حال:

۲۴: اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (بھلا وہ شخص جو اپنے منہ کو قیامت کے دن سخت عذاب کی سپر بنائے گا) اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو عذاب سے مامون ومحفوظ ہے؟ یہاں خبر کو اسی طرح حذف کر دیا جیسا کہ اس کے نظائر میں خبر حذف کی جاتی ہے۔سوء العذاب سے شدت مراد ہے اسکا معنی یہ ہے انسان کو جب کوئی خوفناک چیز سامنے آتی ہے۔تو اپنے آپ کو بچانے کیلئے ہاتھ آگے کرتا ہے اور چاہتا یہ ہے کہ اس طرح اسکا چہرہ بچ جائے۔کیونکہ وہ انسان کے ہاں معزز ترین اعضاء میں سے ہے۔اور جس شخص کو آگ میں ڈالا جائے گا۔اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر آگ میں پھینکا جائے گا۔پس اس لئے صرف یہی موقعہ ہوگا کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھال کے طور پر استعمال کرے۔وہ چہرہ جس کو مقامات خوف میں ہاتھوں وغیرہ سے بچایا جاتا تھا اور اس کی حفاظت کی جاتی تھی۔ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ (اور ظالموں کو حکم ہوگا) یعنی جہنم کے داروغہ ان کو کہیں گے۔ذُوْقُوْا (تم مزہ چکھو) یعنی وبال مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (جو کچھ تم کیا کرتے تھے) یہ مصدر کے معنی میں ہے اپنی کمائی کا وبال چکھ لو۔

۲۵: كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (ان لوگوں نے جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے ہوچکے) ھم کا مرجع قریش مکہ ہیں۔فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (پس ان پر عذاب ایسے طور پر آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا) ایسی جہت سے آیا جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی اور نہ ان کو خیال گزرا کہ کبھی شر اس طرف سے بھی آجائے گا۔اس دوران کہ وہ مطمئن تھے کہ اچانک ان کے امن کے مقام

وقف لازم

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْیَ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ

سو اللہ نے انہیں دنیا والی زندگی میں رسوائی چکھا دی اور البتہ آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے اگر

كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ

وہ جانتے ہوتے، اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کر دیئے ہیں تا کہ یہ لوگ

یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

نصیحت حاصل کریں، وہ قرآن ہے، عربی ہے جس میں کوئی کجی نہیں تاکہ یہ لوگ ڈریں، اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے

رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ

کہ ایک شخص ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں آپس میں ضد اضدی ہے اور ایک وہ شخص ہے جو ایک ہی آدمی کے لئے سالم ہے کیا یہ دونوں حالت کے اعتبار سے برابر ہیں؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے بلکہ ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے، بلاشبہ آپ مرنے والے ہیں اور بلاشبہ یہ لوگ بھی مرنیوالے ہیں، پھر یقینی بات ہے کہ قیامت کے دن

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾ ع ١٧

تم اپنے رب کے پاس پیش ہو کر مدعی اور مدعٰی علیہ ہو گے۔

میں ہی عذاب نے ان کو آ گھیرا۔

٢٦: فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْیَ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی دنیوی زندگی میں عذاب کا مزہ چکھایا) الخزی سے ذلت، رسوائی مثلاً مسخ، زمین میں دھنسنا، قتل وجلا وطن ہونا وغیرہ اسی قسم کے اللہ تعالیٰ کے عذاب۔ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ (اور البتہ آخرت کا عذاب اور بھی بڑا ہے) دنیا کے عذاب کے مقابلہ میں لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (کاش یہ لوگ سمجھ جاتے) تو ضرور ایمان قبول کر لیتے۔

٢٧: وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ (اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے واسطے ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تا کہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں) تذکر نصیحت پانے کو کہتے ہیں۔

٢٨: قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا (جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے) یہ حال مؤکدہ ہے جیسے کہتے ہیں جاء نی زید رجلا صالحًا و انسانًا عاقلا۔ اس میں رجلاً اور انسانًا کو بطور تاکید لائے ہیں۔ یا نمبر۲۔ منصوب علی المدح ہے۔ غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ (جس میں ذرا ٹیڑھ نہیں) وہ مستقیم اور تناقص واختلاف سے پاک ہے۔

نکتہ: آیت میں مستقیم نہیں فرمایا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں کبھی ٹیڑھ ہوا ہی نہیں۔

ایک قول:

یہ ہے العوج سے شک مراد ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (تا کہ یہ لوگ ڈریں) اور کفر سے بچ جائیں۔

مشترک غلام اور منفرد آقا کا غلام میں فرق:

۲۹: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم اختلاف ہے) متشاکسون کا معنی باہمی منازعت اور اختلاف رکھنے والے وَرَجُلًا سَلَمًا (اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا ہے) سلما یہ مصدر ہے باب سلِمَ معنی ذا سلامة سلامتی والا لِّرَجُلٍ (یعنی جو شرکت سے بچا ہوا)

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے سالما پڑھا ہے۔ خالص اسی ہی کا ہو۔

هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا (کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہے) مثلاً کا معنی حالت ہے یہ تمیز ہے۔ معنی یہ ہے کیا ان دونوں کی حالت وکیفیت برابر ہے۔ تمیز مفرد لائی گئی کیونکہ وہ جنس کو بیان کر رہی ہے۔

قراءت: ایک قراءت میں مثلین ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں)۔ وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (بلکہ ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں) پس وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک قرار دیتے ہیں۔ اس آیت میں کافر اور اس کی معبودیت کو اس غلام کے ساتھ تشبیہ دی جس کے بہت سے اختلاف و تنازع کرنے والے مالک ہوں۔ جن میں سے ہر ایک اس بات کا مدعی ہو کہ وہ اسکا غلام ہے۔ پس وہ آپس میں کھینچا تانی اور مختلف پُرمشقت کاموں کے لئے باہمی لے دے کرنے والے ہوں۔ اور وہ حیران ہو اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کون ان میں سے اس کی خدمت سے راضی ہوگا اور اپنی ذاتی ضروریات میں وہ کس پر انحصار کرے اور کس سے اپنا خرچہ مانگے اور کس سے نرمی کا سوال کرے پس ایسی حالت میں اس کی فکر منتشر، دل گھبرانے والا ہوگا۔ اور مؤمن کی مثال ایک ایسے غلام سے دی ہے جس کا ایک ہی آقا ہو۔ اس کی فکر ایک اور دل مجتمع ہوگا۔

موت سب پر ہے تو کسی کے انتظار موت سے اس میں فرق نہیں:

۳۰: اِنَّكَ مَيِّتٌ (آپ کو بھی مرنا ہے) یعنی عنقریب آپ پر موت آئے گی۔ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (اور ان کو بھی مرنا ہے) مَیْتٌ تخفیف سے وہ جس پر موت اترے۔

قولِ خلیل:

ابو عمرو نے یہ شعر پڑھا

وتسألنی تفسیر مَيْتٌ وَمَيِّتٍ ☆ فدونك وقد فسرت ان كنت تعقل

فمن كان ذا روحٍ فذلك مَيِّتٌ ☆ وما المَيْتُ الامن الى القبر يُحمل

جس پر موت آئندہ طاری ہوگی وہ میت ہے اور جو مر چکا اور اس کو قبر کی طرف لے جایا جا رہا ہو۔ وہ مَیْتٌ ہے۔ کفار قریش رسول اللہ ﷺ کے متعلق موت کے منتظر تھے۔ پس اس میں خبر دی گئی کہ موت تو ان کو بھی آئے گی۔ پھر کسی کے انتظار موت کا کیا فائدہ۔ اور فانی کا فانی کی موت پر خوش ہونا چہ معنی دارد۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی موت کی خبر دی ہے۔ اور تمہارے نفوس کے بھی مرنے کی خبر دی۔ یعنی آپ اور وہ سب موتی کے شمار میں ہو۔ کیونکہ جو ہونے والا ہے اس کو ہو چکا شمار کرنا چاہیے۔

ایک دوسرے کے خلاف دلیل پیش کریں گے:

۳۱: ثُمَّ اِنَّكُمْ (پھر تم) یعنی تم اور وہ۔ اصل کلام انك وایاھم تھا پھر ضمیر مخاطب کو غیب پر غلبہ دیا۔ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ (قیامت کے دن تم اپنے مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے) پھر آپ ان کے خلاف دلیل پیش کریں گے کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا اور انہوں نے جھٹلا دیا۔ اور آپ نے دعوت دینے میں خوب کوشش کی مگر انہوں نے عناد کے سمندر میں غوطے لگائے۔ وہ معذرت پیش کریں گے مگر اسکا فائدہ نہ ہوگا۔

پیروکار کہیں گے! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی بات مانی سرداروں کا جواب! ہمیں شیاطین نے اغواء کیا اور ہمارے آباء واجداد کو بھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہمارا جھگڑا کیا ہوگا۔ حالانکہ ہم تو بھائی بھائی ہیں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو کہنے لگے یہ ہماری خصومت ہے۔ ابو العالیہ کا قول یہ ہے کہ یہ اہل قبلہ کے متعلق اتری۔ اور یہ ان مظالم اور خونوں کے متعلق ہے جو مسلمانوں کے باہمی ہیں۔ مگر بہتر قول پہلا ہے۔ اس کی تائید اگلی آیت میں فرمائی۔

فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدۡقِ اِذۡ جَآءَهٗ ؕ اَلَيۡسَ فِىۡ

سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور سچ کو جھٹلایا جبکہ وہ اس کے پاس آیا۔ کیا دوزخ میں

جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ۝۳۲ وَالَّذِىۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ

کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے، اور جو شخص سچ کو لیکر آیا اور سچ کی تصدیق کی یہ وہ لوگ ہیں

الۡمُتَّقُوۡنَ ۝۳۳ لَهُمۡ مَّا يَشَآءُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝۳۴

جو متقی ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہی ہے جو وہ چاہیں یہ بدلہ ہے اچھے کام کرنے والوں کا

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ اَسۡوَاَ الَّذِىۡ عَمِلُوۡا وَيَجۡزِيَهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ الَّذِىۡ

تاکہ اللہ ان کے برے کاموں کا کفارہ کر دے اور انہیں ان اعمال کا اچھے سے اچھا اجر دے جو وہ

كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝۳۵

کیا کرتے تھے۔

متخاصمین:

۳۲: فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ (اس شخص سے بڑھ کر بے انصاف کون ہوگا) اور والذی جاء بالصدق وصدق به [الزمر:۳۳] یہ درحقیقت ان لوگوں کی وضاحت وتفسیر ہے جن کے مابین یہ خصومت پیش آئے گی۔ ممن کذب علی الله (جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے) اللہ تعالیٰ کا شریک بنا کر یا بیٹے کی نسبت اس کی طرف کر کے۔

وَكَذَّبَ بِالصِّدۡقِ (اور سچی بات کو جھٹلائے) وہ معاملہ جو بعینہٖ سچائی ہے۔ اور وہ وہی ہے جس کو محمد ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں۔ اِذۡ جَآءَهٗ (جبکہ وہ اس کے پاس پہنچے) پس اس نے سنکر بلا توقف تکذیب کر دی اس نے اہل انصاف کی طرح حق و باطل میں تمیز کیلئے اہتمام رویہ سے کام نہیں لیا۔ اَلَيۡسَ فِىۡ جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡكٰفِرِيۡنَ (کیا جہنم ایسے کافروں کا ٹھکانہ نہ ہوگا) ان لوگوں کا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بولا اور سچ کی تکذیب کر دی۔ للکافرین کی لام ان کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے۔

۳۳: وَالَّذِىۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ (اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور اس کو سچ جانا) رسول اللہ ﷺ سچ لے کر آنے والے ہیں اور اس پر ایمان لائے۔ اس سے آپ کی ذات گرامی اور وہ سب مراد ہیں جنہوں نے آپ کی اتباع کی۔ جیسا کہ اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام خود اور آپ کی قوم مراد ہے۔ ولقد آتینا موسٰی الکتاب لعلهم یهتدون [المؤمنون:۴۹] اسی لیے

فرمایا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں)

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ والذی جاء بالصدق سے محمد ﷺ مراد ہیں اور الذی صدق بہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ جاء بالصدق تو محمد ﷺ ہیں اور صدق بہ مؤمن ہیں اور ہر دو صحیح ہے علمائے مفسرین نے اسی طرح فرمایا۔ عربی اسلوب کے لحاظ سے اقرب بات یہ ہے کہ جاء اور صدق کا فاعل ایک ہو۔ کیونکہ تغایر سے الذی کو مضمر ماننا پڑے گا۔ حالانکہ اسکا ذکر پہلے موجود نہیں اور یہ بعید ہے۔

محسنین کا بدلہ:

۳۴: لَھُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ (ان کے لئے ہے جو کچھ وہ چاہیں گے ان کے رب کے ہاں سب کچھ ہے یہ صلہ ہے نیک کاروں کا)

۳۵: لِیُکَفِّرَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے برے عملوں کو دور کر دے۔ اور ان کے نیک کاموں کے عوض ان کو ان کا ثواب دے) آیت میں اسوأ اور احسن کی اضافت۔ یہ اضافۃ الشی الی ماھو بعضہٗ من غیر تفضیل کے قبیل سے ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ الاشج اعدل بنی مروان۔ اشج بنو مروان سے ہیں۔ اب ان کا عدل بنی مروان میں سے کسی کو تفضیل دینے کے بغیر ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے، اور وہ آپ کو ان سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے علاوہ ہیں، اور اللہ جسے گمراہ کر دے

فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ

اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور جسے اللہ ہدایت دیدے سو اس کا کوئی گمراہ کرنیوالا نہیں، کیا اللہ عزت والا

ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ

بدلہ لینے والا نہیں ہے، اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو تو ضرور یوں کہیں گے

اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ

کہ اللہ نے پیدا کیا آپ فرما دیجئے کہ تم ہی بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی ضرر پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کیا

هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ

یہ اسکی پہنچائی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اگر وہ مجھے رحمت سے نوازنے کا ارادہ فرمائے تو کیا یہ اسکی رحمت کو روک سکتے ہیں، آپ فرما دیجئے

حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ

کہ کافی ہے مجھے اللہ! اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اے میری قوم تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو،

اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ

بیشک میں عمل کر رہا ہوں، سو تم عنقریب جان لوگے کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اس کو ذلیل کر دے گا اور اس پر ایسا عذاب نازل ہوتا

عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى

ہے جو ٹھہر کر رہ جائے، بے شک ہم نے لوگوں کے لئے حق کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی ہے سو جو ہدایت پر آ جائے

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع

یہ اسکی اپنی جان کے لئے ہے اور جو شخص گمراہی اختیار کرے سو وہ اپنی جان کو ضرر پہنچانے کے لئے گمراہی کو اختیار کرتا ہے، اور آپ ان پر مسلط بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

ع ۴ / ۱

مان لو ورنہ انتقام الٰہی تمہارا منتظر ہے:

۳۶: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں) ہمزۂ استفہام انکاری کو حرف نفی پر داخل کیا گیا۔ جس

سے کفایت کا اثبات اور پختگی ہو گئی۔ عَبدہ سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔
قراءت: حمزہ، علی نے عبادہ پڑھا ہے۔ اس صورت میں انبیاء اور مؤمنین مراد ہونگے۔ یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ انّا کفیناك المستھزئین [الحجر:۹۵]
وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (اور یہ آپ کو ڈراتے ہیں ان سے جو اس کے سوا ہیں) یعنی ان بتوں سے جن کو انہوں نے اس کے سوا معبود تجویز کر رکھا ہے۔ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا ہمارے معبود تمہیں نقصان پہنچائیں گے اور مخبوط الحواس کر دیں گے کیونکہ تم ان کے عیب نکالتے ہو۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں)۔
۳۷: وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ (اور جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں) اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ (کیا اللہ تعالیٰ زبردست انتقام والے نہیں) العزیز غالب ومحافظ۔ ذی انتقام وہ اپنے اعداء سے انتقام لے گا۔ اس میں قریش کو ڈرایا گیا اور ایمان والوں سے وعدہ کیا گیا کہ وہ قریش سے انتقام لے گا اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ عنایت فرمائے گا۔ پھر ان کو بتلایا کہ بتوں کی عبادت کے باوجود وہ اس بات کے اقراری ہیں کہ خالق ارض وسماء اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے فرمایا۔

بتوں کے حملہ سے تو اللہ بچائے گا مگر اللہ تعالیٰ کی اتاری تکلیف سے تمہیں کون بچائے گا:

۳۸: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان وزمین کو کس نے بنایا) لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (تو یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کہہ دیجئے بھلا! پھر یہ بتلاؤ کہ) اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ (اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کو تم پوجتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے)
قراءت: حمزہ کے علاوہ باقی قراء نے ارادنیَ یاء کے فتحہ سے پڑھا۔ الضُّرّ سے مرض یا فقر یا اسکے علاوہ کوئی تکلیف مراد ہے۔
هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ (کیا یہ اسکی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں) یعنی اس تکلیف کی شدت کو مجھ سے ہٹا سکتے ہیں۔ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ (یا اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی عنایت کرنا چاہے) رحمت سے صحت یا مالداری اسی طرح کی اور چیزیں مراد ہیں۔
هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ (کیا یہ معبود اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں) کاشفاتٌ ضرہٗ اور ممسکاتٌ رحمته کو بصری نے تنوین کے ساتھ اصل کی بنیاد پر پڑھا ہے۔ مسئلہ کو بطور فرض کے اپنی ذات کے سلسلہ میں ذکر فرمایا کیونکہ کفار آپ کو بتوں کے مجنون بنا دینے اور حملہ آور ہونے سے ڈراتے تھے۔ پس آپ کو حکم دیا گیا کہ پہلے ان کے سامنے باردیگر فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا تمام جہان کا خالق ہے۔ پھر اس بات کے پختہ کرنے کے بعد فرمائیں کہ اگر جہان کا خالق جس کا تم بھی اقرار کر چکے اگر وہ کچھ تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے۔ کیا تم اس کے خلاف کرنے کی قدرت رکھتے ہو؟ جب ان کو لاجواب کر دیا تو فرمایا اعلان کر دو۔ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (میرے لئے اللہ کافی ہے) بتوں کے چڑھ دوڑنے سے بچائے گا۔ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (اور توکل کرنے والے اسی ہی پر توکل کرتے ہیں) روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے سوال کیا تو وہ خاموش ہو گئے۔ پس یہ

آیت اتری: قل حسبی اللہ ۔ کا شفات اور ممسکات۔ یہ دونوں صیغے مؤنث کے استعمال کیے گئے اور اس سے قبل یخوفونک بالذین من دونہ ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ مؤنثات ہیں جیسے لات، العزیٰ اور منات اس میں ان کو ان کی معبودیت کے اعتقاد پر شرمندہ کیا گیا ہے۔ (کہ تمہیں شرم آنی چاہیے کہ تم عورتوں کے پجاری ہو)

میرا معاملہ تو روبترقی ہے مگر تمہاری رسوائی کا وقت آ پہنچا:

۳۹: قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ (کہہ دیجئے اے میری قوم! تم اپنی حالت پر عمل کیے جاؤ) اپنی اس حالت پر جس پر تم ہو اور وہ عداوت جس پر جتنی قدرت تمہیں حاصل ہے۔ المکانۃ یہاں مکان وجگہ کے معنی میں ہے پھر یہ ذات سے معنی کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ھنا، حیث جو کہ مکان کیلئے ہیں بطور استعارہ زمانے کیلئے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اِنِّیْ عَامِلٌ (میں بھی عمل کر رہا ہوں) اپنی جگہ۔ پر علی مکانتی کو بطور اختصار حذف کر دیا کیونکہ اس طرح وعید کا مفہوم زیادہ قوی بنتا ہے اور اس سے یہ بھی اعلان کرنا مقصود ہے کہ میری حالت ہر روز روبترقی ہے کیونکہ میرا معین ومددگار اللہ تعالیٰ ہے۔ آیت کا اگلا حصہ اس کی تائید کر رہا ہے۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (پس اب جلد تمہیں معلوم ہوا چاہتا ہے)

۴۰: مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ (اور وہ کون شخص ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا چاہتا ہے) عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (جو اس کو رسوا کر دیگا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا) کس طرح اس میں ان کو اپنے ان پر غلبہ وسربلندی پالینے سے ڈرایا گیا جو غلبہ دنیا وآخرت میں میسر ہوگا۔ کیونکہ جب ان پر ذلت ورسوائی اور عذاب اترے گا۔ تو وہ آپ ﷺ کے ان پر غلبے کی آمد ہوگی اور وہ غلبہ اس حیثیت سے ہوگا کہ اللہ العزیز اپنے اولیاء کی نصرت سے ان کو غالب کر دیں گے اور ان کے دشمنوں کو ذلیل ورسوا کر دیں گے۔ یخزیہ یہ عذاب کی صفت ہے جیسا کہ مقیم یعنی ایسا عذاب جو اس کو رسوا کرنے والا ہوگا اور وہ بدر کے دن پیش آیا اور عذاب دائم سے عذاب نار مراد ہے۔

قراءت: ابوبکر وحماد نے مکانا تکم پڑھا ہے۔

کتاب دی تا کہ دواعی حق مضبوط ہوں اور دواعی معصیت کی حوصلہ شکنی ہو:

۴۱: اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (ہم نے آپ پر یہ کتاب اتاری) الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ لِلنَّاسِ (لوگوں کیلئے) لام اجلیہ ہے یعنی کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے تا کہ وہ اس سے بشارت وانذار کا کام لے سکیں اور اطاعت اختیار کرنے کے دواعی مضبوط ہوں اور دواعی معصیت کی حوصلہ شکنی ہو۔ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ (جو حق کو لیے ہوئے ہے پس جو شخص راہ راست پر آئے گا۔ تو اپنے نفع کے واسطے) پس جس شخص نے ہدایت کو اختیار کر لیا اس نے اپنے نفس کو فائدہ پہنچایا۔ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا (اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اسکا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا) جس نے گمراہی کو چن لیا اس نے اپنے نفس کو نقصان میں ڈالا۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (اور آپ ان پر مسلط نہیں کیے گئے) الوکیل یعنی محافظ ونگہبان۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ

اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو انکی موت کے وقت، اور ان جانوں کو بھی جنکی موت نہیں آئی انکے سوتے وقت، پھر اسے

الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

روک لیتا ہے جس کے بارے میں موت کا فیصلہ فرما دیا اور دوسری کو اجل مقرر تک چھوڑ دیتا ہے، بلاشبہ اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۲ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا

نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں۔ کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا سفارش کرنے والے تجویز کر رکھے ہیں۔آپ فرما دیجئے اگرچہ وہ

لَا يَمْلِكُوْنَ شَـيْـــًٔـا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴۳ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ

کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں؟ آپ فرما دیجئے کہ سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔اللہ ہی کے لئے ہے ملک

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۴۴ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ

آسمانوں کا اور زمین کا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض

قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ

ہو جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اچانک

يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝۴۵

وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

ربط : اگلی آیت میں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ حفیظ وقدیر ہیں۔

قبض نوم اور موت :

۴۲: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا (اللہ تعالیٰ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت) ھا کی ضمیر الانفس کی طرف راجع ہے۔نمبرا۔ جملے اسی ترتیب سے جیسا کہ ہیں توفی سے اماتت انفس مراد ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ انفس جس چیز کے ساتھ زندہ، حساس اور مدرک ہیں وہ چیز چھین لی جائے۔نمبر۲۔ وَالَّتِيْ سے پہلے یتوفی کا فعل محذوف مانا جائے۔تقدیر کلام اس طرح قرار دیا جائے یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ای یتوفا ھا حین تنام اور اللہ تعالیٰ جانوں پر پورا قبضہ کر لیتا ہے۔جو جانیں مرتی نہیں اپنی نیند میں یعنی ان پر پورا قبضہ کر لیتا ہے خواب میں سونے والوں کو موتی کے ساتھ مشابہت حاصل ہے

اس طرح کہ وہ نہ تمیز کر سکتے ہیں اور نہ تصرف کر سکتے ہیں جیسا کہ مردے تصرف و تمیز نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی بات کو ذکر فرمایا و هو الذی یتوفا کم باللیل [الانعام:٦٠]

فَيُمْسِكُ (پس وہ ان جانوں کو روک لیتا ہے) الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ (جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے) جن کے متعلق موت حقیقی کا فیصلہ فرما چکا ہے۔ اس وقت ان کو زندگی کی صورت میں نہیں لوٹاتا وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى (اور باقی جانوں کو رہا کر دیتا ہے) جو کہ سونے والا ہوتا ہے۔ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک معین وقت تک کیلئے) جو اس کی موت کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔

ایک قول:

یتوفی الانفس کا معنی ان کو پورا پورا لیتا اور قبض کر لیتا ہے یہ وہی نفوس ہیں جن کے ساتھ حیات و حرکت ہوتی ہے اور ان نفوس کو قبض کر لیتا ہے جو اپنی نیند میں نہیں مرے۔ اس نفس سے مراد نفس تمیز ہے۔ کہا گیا ہے کہ نیند میں جس نفس کو قبض کیا جاتا ہے وہ یہی تمیز والا نفس ہے اور نفس حیات نہیں کیونکہ نفس حیات کے زائل ہونے سے سانس زائل ہو جاتا ہے حالانکہ سونے والا سانس لیتا ہے۔

دو نفس:

ہر انسان کے دو نفس ہیں نمبر ا۔ نفس حیات اور یہ وہی ہے جو موت کے وقت جدا ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ نفس تمیز یہ وہی ہے جو نیند کے وقت جدا ہوتا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ ابن آدم میں نفس و روح دو چیزیں ہیں ان کے مابین ایک شعاعی تعلق ہے جو شعاع شمس کی طرح ہے پس نفس وہی ہے جس سے عقل و تمیز حاصل ہوتی ہے۔ اور روح وہ ہے جس سے سانس اور حرکت ہے جب انسان سو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نفس کو قبض کر لیتے ہیں اس کی روح کو قبض نہیں کرتے۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

نیند کے وقت روح نکل جاتی ہے اور اس کی شعاع جسم میں باقی رہتی ہے اسی سے وہ خواب دیکھتا ہے۔ جونہی نیند سے بیدار ہوتا ہے روح اس کے جسم کی طرف ایک پل سے بھی پہلے لوٹ آتی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی قول ہے سونے والے کی روح جو آسمان میں دیکھتی ہے وہ سچا خواب ہے (یعنی عالم مثال میں روح عالم مثال کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے) اور جو وہ بدن کی طرف چھوڑنے کے وقت دیکھتی ہے۔ جبکہ شیاطین اس کو القاء کرتے ہیں وہ خواب جھوٹے ہوتے ہیں۔

قولِ سعید بن جبیر رحمہ اللہ:

زندوں اور مردوں کی ارواح نیند میں آپس میں ملتی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ آپس میں متعارف ہوتی ہیں۔ پھر جن کے متعلق موت کا فیصلہ ہوتا ہے وہ وہیں رہ جاتی ہیں اور دوسری کو ان کے اجساد کی طرف مدتِ زندگی پورے ہونے تک بھیج دیا جاتا ہے۔ روایت کیا گیا ہے مؤمنوں کی ارواح نیند کے وقت آسمان کی طرف عروج کرتی ہیں۔ جو ان میں سے پاک روح ہوتی ہے اس کو سجدہ کی اجازت مل جاتی ہے۔ اور جو پاک نہیں ہوتی اس کو اس کی اجازت نہیں ملتی۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) انفس کے قبض کرنے میں خواہ بصورت موت ہوں یا بصورتِ نوم اور ان کے روک لینے اور ایک وقت تک چھوڑ دینے میں لَاٰیٰتٍ (اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کی نشانیاں ہیں) لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو سوچنے کے عادی ہیں) وہ اپنی سوچ وفکر کو اس میں لگاتے اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

۴۳: اَمِ اتَّخَذُوْا (ہاں! کیا ان لوگوں نے قرار دے رکھا ہے)۔

نحو: ام یہ بل کے معنی میں ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے سواء) اس کی اجازت کے بغیر شُفَعَآءَ (سفارشی) جبکہ وہ کہتے ہیں ھؤلاء شفعاؤنا عند اللّٰہ۔ حالانکہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں کوئی سفارش نہ کر سکے گا۔ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَعْقِلُوْنَ (کہہ دیجئے اگرچہ وہ کچھ بھی قدرت اور عقل نہ رکھتے ہوں) معنی یہ ہے کیا پھر بھی وہ سفارش کریں گے جبکہ وہ کسی ایک چیز کے بھی مالک نہ ہوں اور نہ ان میں عقل ہو۔

۴۴: قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا (کہہ دیجئے سفارش تو تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے)

نحو: جمیعًا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (تمام آسمانوں وزمین کی سلطنت اسی ہی کی ہے) یہ للہ الشفاعۃ کو اور پختہ کرنے کیلئے لایا گیا۔ کیونکہ جب بادشاہی ہر چیز پر اسی ہی کی ہے۔ اور شفاعت بھی ملک میں سے ہے۔ تو شفاعت کا مالک وہی ہوا۔ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے) یہ ماقبل سے متصل ہے مطلب یہ ہوا۔ آسمان وزمین کا مالک آج کے دن وہی ہے۔ پھر تم قیامت کے دن اسی کی بارگاہ میں لوٹائے جاؤ گے۔ پس اس دن بادشاہی اسی ہی کیلئے ہوگی جو دنیا وآخرت کا مالک ہے۔

لا الٰہ الا اللہ پر گھٹن:

۴۵: وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ (جب فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے) یہاں معنی کا مدار وحدہٗ پر ہے۔ مطلب یہ ہے جب فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ان کے معبودوں کا ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔ اشْمَاَزَّتْ (منقبض ہوتے ہیں) نفرت کرتے اور گھٹتے ہیں قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ (ان لوگوں کے دل جو آخرت کا یقین

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ

آپ یوں کہیئے کہ اے اللہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا فرمانے والے غیب اور شہادت کے جاننے والے آپ اپنے بندوں کے درمیان

بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي

فیصلہ فرمائیں گے ان باتوں کے بارے میں جن میں اختلاف کرتے ہیں، اور جن لوگوں نے ظلم کیا اگر ان کے لئے

الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اس جیسا اور ہو تو قیامت کے دن عذاب کی بدحالی کی وجہ سے وہ اس سب کو جان کے بدلہ میں دیدیں گے

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا

اور ان کے لئے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہو جائے گا جو ان کے گمان میں نہ تھا، اور انہوں نے جو عمل کئے تھے ان کے برے نتیجے ان کے لئے ظاہر ہو جائیں گے

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤٨﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ

اور انہیں وہ چیز گھیر لے گی جس کا وہ مذاق بناتے تھے سو جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے

ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ

پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمت دے دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھے ہنر کی وجہ سے ملا ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ امتحان ہے

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے، یہ کلمہ ان سے پہلے لوگوں نے کہا سو جو کچھ کمائی کرتے تھے اس نے انہیں کچھ بھی

يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ

فائدہ نہ دیا، سو انہوں نے جو برے اعمال کئے تھے ان کا بدلہ انہیں پہنچ گیا، اور ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا عنقریب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

پہنچ جائے گا اور وہ عاجز کرنے والے نہیں ہیں، کیا انہوں نے نہیں جانا کہ اللہ رزق پھیلا دیتا ہے

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ ع ۱۱ / ۲

جس کے لئے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کیلئے چاہے، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر آتا ہے) اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے معبودوں کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے۔ یا ذکر نہ کیا جائے۔ اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ (تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں) کیونکہ وہ ان پر مفتون ہیں یا جب ان سے کہا جاتا ہے۔ لا الٰہ اِلّا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، تو بھاگ کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ اس میں ان کے معبودوں کی نفی ہے۔

نکتہ: آیت میں استبشار (خوش ہونا) اور اشمئزاز (منقبض ہونا) کو ایک دوسرے کے بالمقابل ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے سلسلہ میں انتہاء ہے۔ پس استبشار۔ اس خوشی کو کہتے ہیں جس سے اسکا دل سرور وخوشی سے اس قدر پر ہو کہ خوشی اس کے چہرہ کی رونق بن رہی ہو۔ اور خوشی سے چہرہ تمتمار ہا ہو۔ اور اشمئزاز اس گھٹن کو کہتے ہیں جس سے اسکا دل غم وغیظ سے اس قدر پر ہو کہ وہ انقباض اس کے چہرے کے بلوں میں نمایاں ہو رہا ہو۔ [کذا قال البیضاوی]

نحو: اذا ذکر میں عامل وہی ہے جو اذا مفاجاتیہ میں عامل ہوا کرتا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ وقت ذکر الذین من دونہ فاجؤوا وقت الاستبشار۔ اس کے سوا اوروں کے تذکرہ کے وقت اچانک وہ نہایت خوش ہو جاتے ہیں۔

بارگاہِ الٰہی میں مشرکین کے خلاف محاکمہ:

۴۶: قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کہہ دیجئے کہ اے اللہ آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے) ای یا فاطر یہ وصف نہیں جیسا مبرد وفراء کہتے ہیں۔ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ (ظاہر وباطن کے جاننے والے) پوشیدہ وراعلانیہ کو جاننے والے۔ اَنْتَ تَحْکُمُ (آپ ہی فیصلہ فرمائیں گے) بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْ مَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ (اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمائیں گے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے) ہدایت اور گمراہی میں سے۔ ایک قول یہ ہے یہ پیغمبر ﷺ کی طرف سے مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محاکمہ ہے۔

قولِ ربیع بن المسیب:

یہ آیت ان آیات میں سے ہے جس کے پڑھنے کے وقت کی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔

ربیع بن خثیم یہ بہت کم گفتگو کیا کرتا تھا۔ اس کو قتل حسین رضی اللہ عنہ کی خبر دی گئی۔ لوگ کہنے لگے اب یہ بات کرے گا مگر اس نے آہ کہی اور کہنے لگے کیا انہوں نے ایسا کر دیا ہے؟ اور یہ آیت پڑھی ایک روایت میں یہ ہے کہ ربیع نے سن کر کہا۔ وہ قتل ہو گئے جن کو حضور ﷺ گود میں بٹھاتے اور ان کے منہ پر اپنا منہ رکھتے تھے۔

۴۷: وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ (اور اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں) مِثْلَہٗ مَعَہٗ لَا فْتَدَوْا بِہٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب) وَبَدَا لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مَا لَمْ یَکُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ (سے چھوٹ جانے کیلئے ان کو دینے لگیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا) مثلہ کی ہٗ ضمیر ما کی طرف لوٹتی ہے۔ سوء العذاب سے شدتِ عذاب مراد

ہے۔بدالھم ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اسکا وہ عذاب سامنے آئے گا۔جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔اور نہ ان کے نفوس میں کبھی بات آئی تھی۔ایک قول یہ ہے۔انہوں نے ایسے اعمال کیے جن کو وہ نیکیاں سمجھ کر کرتے رہے مگر وہ سیئات نکلیں۔

قولِ سفیان ثوری رحمہ اللہ:

انہوں نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا ریاء کاروں کیلئے ہلاکت ہو ریاء کار تباہ ہوں۔ان کے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔محمد بن منکدر رحمہ اللہ موت کے وقت گھبرائے تو ان کو کہا گیا۔کیوں گھبراتے ہو۔تو کہنے لگے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک آیت سے خطرہ محسوس کرتا ہوں پھر یہ آیت پڑھی اور کہنے لگے مجھے ڈر ہے کہ میں جس عمل کا گمان بھی نہیں کرتا وہ کہیں قیامت کے دن ظاہر نہ ہو جائے۔

۴۸: وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا (اور ان کے تمام برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے) یعنی ان کے ان اعمال کی برائی جو وہ کیا کرتے تھے یا ان کی کمائی کی برائیاں جبکہ ان کے نامہائے اعمال پیش ہونگے وہ ان پر پہلے مخفی تھے یا ان برائیوں کی سزا ظاہر کر دی جائے گی۔وَحَاقَ بِهِمْ (اور وہ ان کو آ کر گھیرے گی) اور ان پر اتر پڑے گی اور ان کا احاطہ کرے گی۔مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے) ان کے تمسخر کے بدلہ میں۔

۴۹: فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ (پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔تو ہم کو پکارتا ہے اور جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطاء فرما دیتے ہیں۔) خوّل کا معنی ہم اس کو بطور فضل دے دیتے ہیں۔کہا جاتا ہے خولنی یعنی جبکہ وہ بغیر بدلے کے تمہیں دے دے۔نِعْمَةً مِّنَّا اس پر وقف نہیں کیا جائے گا۔کیونکہ اذا کا جواب ہے:قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ (تو کہتا ہے یہ تو مجھے تدبیر سے ملی ہے) یعنی میرے علم سے کہ میں اس کے ملنے کا استحقاق و فضیلت رکھتا تھا یا میرے ذرائع آمدنی کی وساطت سے جیسا کہ قارون نے کہا علی علم عندی۔[القصص:۷۸]

یہاں اوتیتہٗ میں ضمیر لائے جبکہ ضمیر مذکر اور مرجع مؤنث ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نعمت کے معنی کے پیشِ نظر ضمیر لائے کیونکہ نعمة منا کچھ نعمت اور نعمت کی ایک قسم مراد ہے۔پس ضمیر لانا درست ہو گیا۔نمبر۲۔ایک قول یہ ہے ما انما میں موصولہ ہے کافہ نہیں ہے اور ضمیر اس ما کی طرف راجع ہے ای ان الذی اوتیتہٗ علی علم بیشک وہ چیز جو میں دیا گیا ہوں وہ علم کی بناء پر ہے۔بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ (بلکہ وہ ایک آزمائش ہے) اس میں اس کی بات کا انکار ہے گویا اس طرح فرمایا ہم نے تجھے نعمت اس بناء پر نہیں دی جو تو کہہ رہا ہے۔بلکہ آزمائش و امتحان کیلئے دی ہے۔اس میں تیرا امتحان اور ابتلاء ہے کہ آیا تو شکر کرتا ہے یا ناشکری؟

نحو: جب خبر مؤنث تھی یعنی فتنة تو اس کے لئے مبتدأ بھی ھی مؤنث لایا گیا ہے۔

قراءت: یہ ایک قراءت میں انما اوتیتہ کے مطابق ھو فتنة بھی پڑھا گیا ہے۔

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں) کہ یہ فتنہ و آزمائش ہے۔

فرق واؤ' فاء:

اس آیت میں عطف فاء کے ذریعہ لائے اور اسی طرح کی آیت شروع سورت میں گزری اس میں واؤ سے عطف کیا گیا ہے۔ یہ آیت اذا ذکر اللّٰہ وحدہ اشمازت کے جواب میں آرہی ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ انھم یشمئزون عن ذکر اللّٰہ ویستبشرون بذکر الالٰھۃ فاذا مس احدھم ضرد عامن اشمازّ عن ذکرہٖ دون من استبشر بذکرہٖ وہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ سن کر منقبض ہوتے ہیں اور الہہ کے تذکرہ سے وہ خوش ہوتے ہیں۔ پس جب ان میں سے کسی کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس کو پکارتا ہے جس کے تذکرہ سے منقبض ہوا تھا۔ ان کو نہیں پکارتا جن کی یاد سے خوش ہوا تھا۔ اور درمیان والی آیات تمام اعتراضی جملے ہیں۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ جملہ تو تب لایا جاتا ہے۔ جبکہ وہ جملے جن کے درمیان یہ حائل ہوتا کیدات سے مؤکد ہوں؟

جواب: یہ ہے کہ اعتراض والے جملوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حکم سے دعا کا حکم دیا۔ اور قول یہ ہے انت تحکم بین عبادك۔ پھر اس کے بعد بہت بڑی سخت وعید کا ذکر کیا۔ اور ان کے اشمئز از اور استبشار اور شدائد میں معبودوں کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع پر انکار کی تاکید کی گئی ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا قل یارب لا یحکم بینی وبین ھؤلاء الذین یجترؤن علیك مثل ھذہ الجرأۃ الا انت کہہ دیں اے میرے رب میرے اور ایسے لوگوں کے درمیان جو آپ کے متعلق اس قسم کی جرأت کرنے والے ہیں تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔

اور ولو ان للذین ظلموا کا ارشاد ان کو بھی شامل ہے۔ اور انہی کی طرح کے دیگر ظالموں کو بھی شامل ہے۔ اگر اس کو عام قرار دیا جائے یا اگر وہ مراد ہوں تو پھر خاص ہو جائے گا گویا کلام اس طرح ہوگی۔ ولو ان لھؤلاء الظالمین مافی الارض جمیعًا ومثلہ معہ لا فتدوا حین اُحکم علیھم بسوء العذاب۔ اگر ان ظالموں کے لئے ساری زمین کے خزانے ہوں اور ان کی مانند اور بھی ہو تو یہ ضرور فدیہ میں دے ڈالیں۔ جبکہ ان کے متعلق سخت عذاب کا فیصلہ کیا جائے گا۔

آیت اول کیونکہ مسبب نہیں بن رہی۔ وہ تو ایک جملہ کی طرح ہے جو دوسرے مناسب جملہ کے ساتھ لایا جاتا ہے۔ اس لئے واؤ کے ساتھ عطف کر دیا گیا جیسے کہتے ہیں قام زیدٌ وقعد عمرو۔ اور اس آیت کی سببیت کی وضاحت اس طرح ہے تم کہو: زیدٌ مؤمن باللّٰہ فاذا مسہ ضر التجأ الیہ پس اسکا سبب ہونا تو ظاہر ہے۔ پھر اس طرح کہیں زیدٌ کافر باللّٰہ فاذا مسہ ضر التجاء الیہ پس فاء کا اس جگہ لانا اسی قبیل سے ہے گویا کہ کافر جب ضرر میں اس طرح التجاء کرتا ہے جیسا مؤمن التجاء کرتا ہے تو التجاء کے سبب بنانے کیلئے اس کے کفر کو ایمان کے مقام پر قرار دیا گیا۔

۵۰: قَدْ قَالَهَا (یہ بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی) وہ بات یہی ہے انما اوتیتہٗ علی علم [الزمر:۴۹] الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی قارون اور اس کے حواری جب کہ اس نے کہا انما اوتیتہ علی علم عندی اور اس کے حواری اس پر راضی اور خوش تھے۔ گویا کہ انہوں نے بھی کہی تھی۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

آپ فرما دیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ بلاشبہ اللہ

يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵۳ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا

تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا، بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے نہایت رحم والا ہے، اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کے فرماں بردار

لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝۵۴ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ

بن جاؤ اس سے پہلے کہ تمہارے پاس عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے، اور تم اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۵۵

حکموں پر چلو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ پڑے اور تم کو خیال بھی نہ ہو۔

مراد وہ لوگ ہوں جو ان سے پہلے گزرے انہوں نے بھی اسی طرح کے کلمات کہے۔

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پس ان کی کارروائی ان کے کچھ کام نہ آئی) مَا یکسبون سے متاع دنیا اور جو اموال اس سے جمع کرتے تھے۔

۵۱: فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا (پھر ان کی تمام بداعمالیاں ان پر آ پڑیں) ان کے برے اعمال کرنے کی سزا یا نمبر ۲۔ جزاء سیئہ کو سیئہ سے ملے ہوئے ہونے کی وجہ سے کہہ دیا جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا وجزاء سيئة سيئة مثلها [الشوریٰ: ۴۰] وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (اور ان میں بھی جو ظالم ہیں) ظالم سے کافر مراد ہیں۔ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سے مشرکین قریش کی طرف اشارہ ہے۔ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا (ان کی بداعمالیاں ابھی پڑنے والی ہیں) ان کو اسی طرح کا عذاب و سزا پہنچے گا جیسا ان کو ملا چنانچہ بدر میں صنادید قریش مارے گئے۔ رزق کی تنگی آ گئی سات سال کے قحط میں مبتلا ہوئے۔ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (اور یہ ہرا نہیں سکتے) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نکلنے والے نہیں پھر ان پر وسعت کر دی گئی سات سال بارشیں کی گئیں پھر ان کو کہا گیا۔

۵۲: اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ (کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے)۔ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی تنگی بھی کر دیتا ہے) تنگی رزق کر دیتا ہے۔

ایک قول:

وہ خوراک کی مقدار میں کر دیتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں) کیونکہ کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا قابض و باسط نہیں۔

یہ آیت دُنیا اور مافیہا سے بڑھ کر ہے:

۵۳: قُلْ (کہہ دیجئے) اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ (اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں) گناہوں میں اسراف وغلو اختیار کر کے اپنے اوپر زیادتیاں کر لی ہیں۔ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا) لاتقنطوا کا معنی مایوس نہ ہو۔

قراءت: علی، بصری نے لا تَقْنِطُوا نون کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ الذنوب سے شرک کے علاوہ گناہ مراد ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی قراءت میں یغفر الذنوب جمیعًا ولا یبالی ہے اور مبالات کی نفی کی نظیر خوف کی نفی ہے جو اس آیت میں پائی جاتی ہے۔ ولا یخاف عُقْبٰھَا [الشمس:۱۵] ایک قول یہ ہے کہ یہ وحشی بن حرب، قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری۔ ارشاد رسالت ﷺ ہے یہ آیت دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے ان سب سے بڑھ کر ہے۔

اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ (بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے) وہ بڑے بڑے گناہوں کو چھپا دیتا ہے۔ الرَّحِیْمُ (بڑی رحمت کرنے والا ہے) شدید دکھوں کو کھول دیتا ہے۔

۵۴: وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ (اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو) یعنی توبہ کرو وَاَسْلِمُوْا لَہٗ (اور اس کی فرماں برداری کرو) اس کی خاطر مخلصانہ عمل کرو۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَاتُنْصَرُوْنَ (اس سے قبل کہ تم پر عذاب واقع ہونے لگے پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی) اگر تم نزول عذاب سے قبل توبہ نہ کرو گے۔

۵۵: وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ (اور تم اپنے رب کے پاس آتے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو) یہ آیت اس آیت کی طرح ہے الذین یستمعون القول فیتّبعون احسنہٗ [الزمر:۱۸] اور ارشاد الٰہی مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَۃً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (اس سے قبل کہ تم پر اچانک عذاب آپڑے اور تم کو خیال بھی نہ ہو) یعنی تم اچانک پکڑ لیے جاؤ اور تم حالت غفلت میں ہو گویا تمہارا حال یہ ہے کہ تم شدتِ غفلت میں کسی چیز کا خطرہ محسوس نہیں کرتے ہو۔

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ

کبھی کوئی جان یوں کہنے لگے کہ ہائے میری حسرت اس چیز پر جو میں نے اللہ کے بارے میں تقصیر کی، اور بے شک بات یہ ہے کہ میں مذاق

السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ

بنانے والوں میں سے تھا، اور کوئی شخص یوں نہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں متقیوں میں سے ہوتا یا کوئی جان یوں کہنے لگے

حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ

جبکہ وہ عذاب کو دیکھے کہ اگر میری واپسی ہو جاتی تو میں نیک کام کرنے والوں میں سے ہو جاتا، ہاں بات یہ ہے کہ تیرے پاس

اٰيٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى

میری آیتیں آئیں تو نے انھیں جھٹلا دیا اور تو نے تکبر اختیار کیا اور تو کافروں میں سے تھا، اور اے مخاطب تو قیامت کے دن دیکھے گا

الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا انکے چہرے سیاہ ہوں گے کیا دوزخ میں تکبر والوں کا ٹھکانہ

لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ

نہیں ہے اور اللہ تقویٰ والوں کو انکی کامیابی کے ساتھ نجات دے گا انہیں تکلیف نہ پہنچے گی

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۫ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ

اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اللہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اور وہ ہر چیز میں تصرف کرنے والا ہے، اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع

کنجیاں ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا یہ لوگ تباہ ہونے والے ہیں۔

قیامت کے دن حکم الٰہی میں کوتاہی کا اعتراف:

۵۶: اَنْ تَقُوْلَ (کبھی کوئی شخص کہنے لگے) یہ اصل میں لئلا تقول ہے۔ نَفْسٌ نفس کو یہاں نکرہ لائے۔ کیونکہ اس سے مراد تمام نہیں بلکہ بعض ہیں اور وہ نفوس کافرہ ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے وہ چنے ہوئے لوگ مراد ہوں۔ جو کفر پر شدید مصر ہوتے ہیں۔ یا بڑے عذاب کیلئے ان کو چن لیا گیا اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے کثرت مراد لی جائے۔ یٰحَسْرَتٰی (کہ افسوس میری

اس کوتاہی پر) یائے متکلم کو الف سے بدل دیا۔
قراءت: یہ یاحسرتی اصل کی بنیاد پر پڑھا گیا ہے اور یا حسرتایَ بھی پڑھا گیا اس میں یاء کے عوض میں لائی جانے والی الف اور خود یاء کو جمع کر دیا گیا ہے۔
عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ (جو میں نے کی) فرط کوتاہی کرنا۔ ما مصدر یہ ہے اس کی مثال سورۂ توبہ میں موجود ہے۔ بما رحبت [التوبہ:۲۵] فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) نمبر ا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم میں یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یا اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں۔ قول ابن مسعود رضی اللہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حروف میں ''فی ذکر اللّٰہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد میں'' الجنب جانب وطرف۔ کہتے ہیں: انا فی جنب فلانٍ و جانبہ و ناحیتہ وفلان لین الجانب والجنب۔ پھر کہتے ہیں۔ فرط فی جنبہ و فی جانبہ اس سے انکا مقصد اس کے حق میں کوتاہی مراد ہوتا ہے۔ اور یہ درحقیقت کنایہ ہے کیونکہ جب تم نے امر کو آدمی اور اس کے مقام کی جگہ ثابت کر دیا تو گویا تم نے اس آدمی کو اس میں ثابت کر دیا اور اس ارشاد نبوی کا یہی مطلب ہے کہ شرک خفی یہ ہے کہ آدمی کسی کے مرتبہ کی وجہ سے نماز پڑھے۔ [رواہ احمد:۴/۱۸۱] اب مکان الرجل سے مراد لا جل الرجل ہے اس آدمی کی خاطر۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

اس کا معنی یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کوتاہی کی ہے اور وہ طریق توحید باری تعالیٰ اور نبوت محمد ﷺ کا اقرار ہے۔ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ (اور میں تو تمسخر ہی کرتا رہا) ساخر کا معنی استہزاء کرنے والا۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ضائع کرنے پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اطاعت کرنے والوں سے تمسخر پر اتر آیا۔
نحو: ان کنت حال کی وجہ سے محل نصب میں ہے گویا اس طرح فرمایا فرّطت و انا ساخر ای فرطت فی حال سخریتی۔ میں نے اپنے تمسخر کی حالت میں زیادتی کی ہے۔
۵۷: اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ (یا کوئی یوں کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت کرتا) یعنی ہدایت دیتا لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا) ان لوگوں میں سے ہوتا جو شرک سے بچتے ہیں۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا قول:

یہ کافر معتزلہ کی بنسبت اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو زیادہ جاننے والا ہے اور اسی طرح وہ کفار بھی ان سے زیادہ ہدایت الٰہی سے آگاہ ہیں جنہوں نے اپنے متبعین کو یہ کہا: لو ھدانا اللّٰہ لھدینا کم وہ یہ کہیں گے اگر ہمیں اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق دیتے اور ہدایت عنایت فرماتے تو ہم تمہیں بھی اس کی طرف دعوت دیتے اور بلاتے۔ لیکن اس نے ہم سے ضلالت وغوایت کا اختیار کرنا جانا

پس ہمیں ذلیل کر دیا اور ہمیں توفیق نہ دی۔اس کے برخلاف قول معتزلہ یہ ہے بلکہ ان کو ہدایت دی اور توفیق بھی عنایت فرمائی لیکن انہوں نے ہدایت نہ پائی۔حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مہربانی وعنایت ہے جس پر وہ مہربانی ہوگئی وہ ہدایت پا گیا اور اسی مہربانی کا نام توفیق وعصمت ہے اور جس کو توفیق میسر نہ ہوئی وہ گمراہ ہوا اور پھسل گیا۔اس کا عذاب کو پسند کرنا اور حق کو ضائع کرنا اس کے بعد کہ اس کو اس کے حصول پر پوری قدرت دی گئی اسی بناء پر ہے۔

۵۸: اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ (یا کوئی عذاب دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ کاش) لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً (کہ میں واپس لوٹ جاؤں) کرۃ کا معنی دنیا کی طرف لوٹنا۔فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ (پھر میں نیک بندوں میں سے ہو جاؤں) المحسنین یہاں موحدین کے معنی میں ہے۔

سابقہ تمناؤں کی تردید:

۵۹: بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (ہاں بیشک تیرے پاس میری آیات پہنچی تھیں۔پس تو نے ان کو جھٹلا دیا۔اور تو نے تکبر کیا اور کافروں میں شامل رہا) بلٰی اس میں کافروں کی بات کی تردید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جارہی ہے۔گویا وہ فرمارہے ہیں بلٰی قد جاء تك آياتي و بينت لك الهداية من الغواية وسبيل الحق من الباطل و مكّنتك من اختيار الهداية على الغواية و اختيار الحق على الباطل ۔ ولكن تركت ذلك وضيعتهٗ واستكبرت عن قبوله واثرت الضلالة على الهدٰى واشتغلت بضد ما امرت به فانما جاء التضييع من قبلك فلاعذرلك ۔ہاں تیرے پاس میری آیات پہنچیں اور ہدایت وغوایت کو تیرے سامنے کھول دیا گیا اور حق کو باطل سے ممتاز کر دیا گیا اور ہدایت کو گمراہی کے مقابلے میں اختیار کرنے پر تجھے میں نے قدرت دی اور حق کو باطل کے مقابلے میں چناؤ کرنے کا موقعہ دیا لیکن تو نے حق کو چھوڑ دیا اور ضائع کر دیا قبول حق سے بڑائی اختیار کر لی اور گمراہی کو ہدایت کے بالمقابل ترجیح دی اور میرے مامورات کے مخالف تو مشغول رہا۔پس حق کو ضائع کرنے کا معاملہ تیری جانب سے پیش آیا۔اس لئے تیرا کوئی عذر قابل قبول نہیں۔اور بلٰی یہ تقدیری نفی کا جواب ہے کیونکہ لو ان الله هداني کا معنی یہ ہے ماھُدیت (مجھے ہدایت نہ دی گئی) جواب کو اس کے ساتھ نہیں ملایا کیونکہ نفس کے اقوال کی حکایت اس کی ترتیب کے مطابق ضروری ہے پھر جواب ان کے دوران اقتضاء جواب کے مطابق دیا۔

۶۰: وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ (اور قیامت کے دن آپ دیکھیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا تھا) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان کیں جو اس کے لائق نہیں کہ اس کا شریک اور بیٹا بنا دیا۔اور حقیقی صفات کی نفی کرتے رہے۔ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ (ان کے چہرے سیاہ ہونگے) وجوههم مبتداء اور مسودة خبر ہے اور یہ جملہ محل نصب میں حال ہے جبکہ تریٰ کو رؤیت بصر سے لیا جائے۔نمبر۲۔اور اگر رؤیت سے رؤیت قلب مراد ہو تو پھر یہ جملہ محل نصب میں مفعول ثانی بنے گا۔اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى (کیا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے) لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ (ان متکبرین کا) اس میں استکبرت کے قول کی طرف اشارہ ہے۔

اور مثوی یعنی مکان و ٹھکانہ۔

ایمان والوں کی کامیابی:

۶۱: وَيُنَجِّى اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ نجات دے گا) چھٹکارا وَيُنْجِي بھی پڑھا گیا۔ الَّذِينَ اتَّقَوْا (ان لوگوں کو جو بچتے تھے) یعنی شرک سے بِمَفَازَتِهِمْ (کامیابی کے ساتھ) فلاح کے ساتھ۔ کہا جاتا ہے فاز بکذا جبکہ وہ اپنی مراد کو پالے اور اس کو پانے میں کامیاب ہو جائے۔ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْءُ (ان کو تکلیف نہ پہنچے گی) یہ مفازة کی تفسیر ہے۔ السوء سے آگ مراد ہے۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے) گویا اس طرح کہا گیا کہ ان کی کامیابی کیا ہے؟ تو جواب دیا گیا کہ ان کو تکلیف چھو تک نہ سکے گی۔ یعنی ان کی نجات ان سے نفی سوء وحزن سے ہوگی مطلب یہ ہوا ان کے ابدان کو ایذاء مس نہ کرے گی اور نہ ان کے دلوں کو غم چھو سکے گا۔ یا باء کو سببیہ مان لیں۔ ان کے نجات پانے کے سبب جیسا کہ اس ارشاد میں وارد ہے۔ فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب [آل عمران] کہ کسی سبب سے وہ اس سے چھوٹنے والے ہیں کیونکہ نجات سب سے بڑی کامیابی ہے اور ان کی نجات کا سبب عمل صالح ہے۔ اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر اس طرح فرمائی المفازة بالاعمال الحسنة (کامیابی اعمال حسنہ کے ذریعہ ہوتی ہے) نمبر۲۔ اور یہ بھی جائز ہے بسبب فلا حهم ان کی فلاح کے سبب کیونکہ عمل صالح یہ فلاح کا سبب ہے۔ اور فلاح دخول جنت ہے۔ نمبر۳۔ اور یہ بھی درست ہے کہ عمل صالح ہی کو بذات خود مفازہ کہہ دیا جائے کیونکہ عمل صالح کامیابی کا سبب ہے۔ لا یمسهم کا کوئی محل اعراب نہیں جبکہ تفسیر اول تسلیم کریں اس صورت میں یہ جملہ مستانفہ ہے اور دوسری تفسیر کی صورت میں یہ محل نصب میں حال واقع ہے۔

قراءت: حفص کے علاوہ کوفی قراء نے بمفازاتهم پڑھا ہے۔

۶۲: اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا) اس میں فرقہ معتزلہ اور مجوسیہ پر رد کیا گیا۔ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے) وکیل بمعنی حافظ ہے۔

ہر چیز کا خالق ونگہبان وہی:

۶۳: لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی) یعنی وہ انکے معاملے کا مالک اور انکا محافظ ہے یہ باب کنایہ میں سے ہے۔ کیونکہ خزانوں کے محافظ اور خزانوں کے معاملات کی تدبیر کرنے والا ہی خزانوں کی چابیوں کا مالک ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں فلان القيت اليه مقاليد الملك میں نے فلاں کو ملک کی چابیاں سپرد کر دیں۔ المقالید جمع مقلید اس کا معنی چابیاں۔ ایک قول یہ ہے کہ لفظاً اس کا واحد مستعمل نہیں۔ یہ لفظ اصلاً فارسی ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے) یہ ينجي الله الذين اتقوا سے متصل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ متقین کو ان کی کامیابی کے سبب نجات دیں گے اور جو لوگ کافر ہیں وہ خسارہ میں

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۞ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ

آپ فرما دیجئے کہ اے جاہلو! کیا میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کروں؟ اور یہ واقعی بات ہے کہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے

وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ

جو رسول تھے انکی طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ اے مخاطب اگر تو نے شرک کیا تو تیرا عمل حبط ہو جائے گا اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے

الْخٰسِرِيْنَ ۞ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۞

ہو جائے گا بلکہ اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جا

رہیں گے۔ اور ان کے مابین جملہ معترضہ لائے کہ وہ ہر چیز کا خالق اور نگہبان ہے۔ اس پر اعمال مکلفین کا کوئی عمل مخفی نہیں اور جن اعمال پر ان کو بدلہ دیا جائے گا (وہ بھی اس کے سامنے ہیں) یا اس آیت کا تعلق قریب سے ہے کہ ہر شئی آسمان و زمین کی ... کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے دروازے کا کھولنے والا ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے معاملہ اس طرح تسلیم نہ کیا وہ لوگ کفر و انکار کرنے والے ہیں وہی نقصان اٹھائیں گے۔

ایک روایت ہے:

کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے له مقاليد السمٰوٰت و الارض کی تفسیر دریافت کی۔ آپ نے فرمایا اے عثمان! تم سے پہلے اس کے متعلق کسی نے سوال نہیں کیا! اس کی تفسیر لا اله الاّ الله ، الله اكبر سبحان الله وبحمده واستغفر الله ولا حول ولا قوة الا بالله هو ا لاوّل والآخر والظاهر والباطن بيده الخيريحيي و يميت وهو علٰى كل شئى قدير۔ [رواہ البیہقی فی الاسماء والصفات ۱/۴۱] اور اس تفسیر کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کیلئے یہ کلمات ہیں ان سے اس کی وحدانیت ظاہر ہوتی ہے اور بزرگی بیان کی جاتی ہے یہ آسمانوں و زمین کی خیر و بھلائی کی کنجیاں ہیں۔ متقین میں جس نے یہ کلمات زبان سے کہے وہ اس خیر کو پالے گا۔ اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والے ہیں اور اس کی توحید و تمجید کے کلمات نہیں مانتے وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

۶۴: قُلْ (کہہ دیجئے) اس کو جو آپ کو اپنے آباء کے دین کی طرف بلائے۔ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ (کیا پھر بھی تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو)

قراءت: مکی نے تامرونی شامی نے اصل پر تامرونَنِیْ پڑھا ہے۔ مدنی نے تا مرونیَ۔

نحو: اور افغیر، اعبد کی وجہ سے منصوب ہے اور تامرونی جملہ معترضہ ہے اور اس کا معنی افغير الله اعبد بامركم بعد هذا البيان۔ اس بیان کے بعد میں کیا تمہارے حکم و فرمائش سے غیر اللہ کی عبادت کروں۔ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ (اے جاہلو) اللہ تعالیٰ

کی واحدنیت سے۔

۶۵: وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ (اور آپ کی طرف بھی اور وہ پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوگزرے ہیں) وحی بھیجی جاچکی یعنی انبیاء علیہم السلام کی طرف۔

کلام علی سبیل الفرض:

لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (کہ اے عام مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا کام غارت ہو جائے گا۔ اور تو خسارہ میں پڑے گا) اور بلاشبہ فرمایا لئن اشرکت علی التوحید۔ صیغہ مخاطب مفرد کا استعمال کیا۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام تو بہت بڑی جماعت ہے۔ کیونکہ اس کا معنی اس طرح ہے اوحی الیك لئن اشرکت لیحبطن عملك والی الذین من قبلك مثله آپ کی طرف وحی کی گئی اگر بالفرض تم نے شریک ٹھہرایا ضرور بضرور تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ اور ان لوگوں کی طرف بھی جو آپ سے پہلے ہوئے اس کی مثل وحی کی گئی لَئِن کی لام قسم محذوف کی تمہید کیلئے لائی گئی ہے۔ اور دوسری لام جواب قسم کیلئے ہے۔ اور یہ لیحبطن کا جواب دو جوابوں کے قائم مقام ہے۔ میرا مطلب دو جوابوں سے قسم و شرط کا جواب ہے۔ یہ کلام صحیح ہے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے، کیونکہ اس میں صیغہ خطاب نبی اکرم ﷺ کیلئے لایا گیا ہے۔ اور مراد اس سے آپ کا غیر ہے۔ اور یہ بھی وجہ ہے کہ یہ کلام علی سبیل الفرض ہے اور محالات کو فرض کرنا درست ہے۔ ایک قول یہ ہے اگر سِرّ میں میرے سوا اور کی طرف جھانکا تو وہ سِرّ جو میرے اور تمہارے مابین ہے وہ ختم ہو جائے گا۔

۶۶: بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ (بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنا) اس میں کفار کی طرف سے ملنے والی دعوت کہ ہمارے آلہہ کی تم پوجا کرو۔ اس کی تردید ہے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ تم مت عبادت کرو جن کی عبادت کی وہ فرمائش کرتے ہیں۔ بلکہ اگر تم عبادت کرو تو اللہ تعالیٰ ہی کی کرو۔ پس شرط کو حذف کر دیا اور اس کے بدلے میں مفعول کو مقدم کر دیا۔ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ (اور شکرگزار رہنا) ان انعامات پر جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرمائیں کہ آپ کو سیّد ولد آدم بنایا۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ

اور ان لوگوں نے اللہ کی عظمت نہیں کی جیسی عظمت کرنا لازم تھا حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اسکی مٹھی میں ہو گی اور تمام آسمان

مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۶۷ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ

اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو لوگ شرک کرتے ہیں، اور صور میں پھونکا جائے گا

فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى

تو جو بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہوں گے سب بے کار ہو جائیں گے مگر جنہیں اللہ چاہے پھر اس میں دوبارہ پھونکا جائے گا

فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝۶۸ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْۗءَ

تو اچانک وہ سب کھڑے ہوئے دیکھتے ہوں گے، اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور اعمال نامے رکھ دیے جائیں گے اور پیغمبروں کو اور

بِالنَّـبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۶۹ وَوُفِّيَتْ كُلُّ

گواہوں کو لایا جائے گا، اور لوگوں کے سامنے حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائیگا ہر جان کو اس کے اعمال کا

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۰ ع

پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ ان کاموں کو خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

عظمت وقدرت کا اظہار:

۶۷: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (اوران لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہیے) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حق پورا نہیں کیا۔ جبکہ آپ کو دعوت دے رہے ہیں کہ غیر اللہ کی عبادت کرو۔ جب سب سے بڑی ذات کو انسان صحیح پہچانتے اور اس کی عظمت کا حق جانتے ہوئے نہ قدر کرے تو کہا جاتا ہے ماقدروا اللّٰہ حق قدرہٖ۔ پھر اس کی عظمت وجلال کے متعلق بطریق تخییل خبردار کیا۔ فرمایا۔ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ (حالانکہ ساری زمین اسی کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہونگے اس کے داہنے ہاتھ میں) اس کلام سے مراد اللہ تعالیٰ کی جلالت وعظمت کو ظاہر کرنا ہے اور اس سے اس قبضہ اور یمین جہت نہ حقیقتاً مراد ہے اور نہ مجازاً۔

الارض سے مراد ساتوں زمینیں ہیں۔ اس کی شہادت جمیعًا کے لفظ سے ہوتی ہے اور اسی طرح والسمٰوٰت سے۔ کیونکہ موقعہ بھی عظمت کو ظاہر کرنے کا ہے اس لئے مبالغہ کو مقتضی ہے۔

نحو : الارض مبتداء قبضتہٗ یہ اس کی خبر ہے جمیعاً حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر کلام اس طرح ہے والارض ذا کانت مجتمعۃ قبضتہٗ یوم القیامۃ۔ اور زمین اس حالت میں کہ وہ ساری کی ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی۔

القَبْضَۃُ ایک مرتبہ میں لینا القُبْضَۃ ایک مٹھی میں جتنی مقدار آئے کہا جاتا ہے اعطنی قبضۃ من کذا اس سے تمہارا مقصود وہ مقدار ہے جو ایک مرتبہ مٹھی میں آ جائے۔ اور یہ مصدر بول کر اس چیز کا نام بنا دیا۔ اگر دونوں معنوں کا احتمال ہے۔ معنی یہ ہے تمام زمینیں اس کی مٹھی میں ہونگی۔ یعنی اس کے قبضہ والی ہیں جن کو وہ اپنی قبضہ میں لے سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمینیں باوجود اپنی وسعت اور پھیلائی کے وہ اس کی ایک مٹھی کی مقدار بنے گی۔ گویا کہ وہ ان کو ایک کف کے قبضہ میں لے لے گا جیسا کہ کہتے ہیں الجزورۃ اُکلۃ لقمان ای وہ اس کے لقموں میں سے ایک لقمہ ہی کی مقدار کو بمشکل پورا کرے گا۔ اور جب القبضہ کے معنی میں لیں تو وہ ظاہر ہے کیونکہ اس صورت میں معنی اس طرح ہوگا کہ تمام زمینیں اتنی مقدار ہیں جن کو ایک ہتھیلی میں لے لے گا۔

المطویاتٌ یہ الطیّ سے لیا گیا ہے جو نشر کی ضد ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ یوم نطوی السماء کطیّ السجل للکتب [الانبیاء: ۱۰۴] سجلات کو لپیٹنے والا عموماً دائیں ہاتھ سے لپیٹتا ہے۔ **ایک قول** قبضہ سے ملک مراد ہے بغیر اس کے کہ کوئی مدافعت ومنازعت کرنے والا ہو اور بیمینہ سے قدرت مراد ہے۔

ایک قول:

یہ ہے مطویات بیمینہ اس کی قسم سے فنا ہو جائیں گے کیونکہ اس نے ان کے فناء کی قسم اٹھا رکھی ہے۔

سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (وہ پاک ہے اور بلند ہے ان کے شرک سے) کتنی بعید بات ہے کہ جس کی یہ عظمت و قدرت ہو اس کی طرف شرکاء کی نسبت کی جائے۔

نفخۂ صعق کا منظر:

۶۸: وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ (اور صور میں پھونک ماری جائے گی۔ پس تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے۔ مگر جس کو خدا چاہے) صعق یہ موت کے معنی میں ہے۔ من شاء اللّٰہ سے مراد جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت علیہم السلام مراد ہیں۔ ایک قول حملۃ العرش مراد ہیں۔

ایک قول:

رضوان جنت رضوان، حور، مالک اور زبانیہ دوزخ مراد ہیں۔ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی (پھر اس میں پھونک ماری جائے گی) اُخری یہ محل رفع میں ہے کیونکہ کلام اس طرح ہے و نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ ثم نفخ فیہ نفخۃ اخری صور میں ایک مرتبہ پھونک ماری جائے گی پھر اس میں دوسری مرتبہ پھونک ماری جائے گی اس کو حذف اس لئے کر دیا کیونکہ اُخری کا لفظ

دلالت کیلئے کافی ہے۔اور غیر مقام پر ذکر کرنے کی وجہ سے وہ خود معلوم میں آ گیا۔

فَاِذَاھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ (تو دفعۃً سب کے سب دیکھنے لگ جائیں گے) اپنی آنکھوں کو چاروں طرف دوڑائیں گے جیسا کوئی مبہوت اچانک مصیبت آ جانے کی وجہ سے کرتا ہے یا ان میں اللہ تعالیٰ کا حکم دیکھیں گے۔

مَسْئَلَہ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نفخات دو ہیں۔اول نفخۂ موت اور دوسرا نفخۂ بعث۔قول جمہور یہ ہے کہ نفخات تین ہیں۔نمبرا۔ نفخۂ فزع جیسا کہ فرمایا۔ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السمٰوٰت الایۃ [النمل:۸۷] نمبر۲۔دوسرا موت اور تیسرا البعث کیلئے۔

زمین اس کے عدل سے مزین ہو جائے گی:

۶۹: وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا (اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی) اشرقت کا معنی اضاءت (روشن ہونا) نور سے مراد عدل الٰہی ہے جس کو بطریق استعارہ نور فرمایا گیا ہے جیسا کہ ملک عادل کو کہتے ہیں اشرقت الآفاق بعدلك و اضاء ت الدنیا بقسطك کہ تیرے انصاف سے دنیا روشن ہے۔جیسا کہ کہا جاتا ہے۔اظلمت البلاد بجور فلان۔ فلاں کے ظلم سے ملک اندھیر ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الظلم ظلمات یوم القیامۃ ۔ (رواہ البخاری ۲۴۴۷' مسلم ۲۵۷۹)

رہا زمین کی طرف اضافت کا سوال تو اس کی وجہ یہ ہے زمین کو اپنے عدل سے مزین فرماتا ہے اور زمین میں اپنے انصاف کے میزان قائم کرتا ہے۔اور زمین والوں کے مابین وہ حق سے فیصلے فرماتا ہے۔زمین کے وہ حصے جہاں انصاف ہوتا ہے۔وہ سب سے زیادہ زینت والے اور سب سے زیادہ آباد ہیں۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا قول:

یہ بھی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت کوئی نور پیدا فرمادے جو موقف کو منور فرمادے۔اور نور کی اضافت رب کی طرف پھر بیت اللہ اور ناقۃ اللہ کی طرح بنے گی۔

وَوُضِعَ الْکِتٰبُ (اور نامۂ عمل رکھ دیا جائیگا) یعنی صحائف اعمال رکھ دیے جائینگے۔لیکن یہاں اسم جنس پر اکتفاء کیا گیا اور الکتاب فرمادیا۔یا لوح محفوظ مراد ہے۔وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ (اور پیغمبروں کو حاضر کیا جائے گا) تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے تبلیغ رسالت کے متعلق سوال فرمائے ان زمانوں کے متعلق جن جن میں ان کی بعثت ہوئی۔وَالشُّھَدَآءِ (اور گواہ) حفاظتی فرشتے۔

ایک قول:

ہر زمانہ کے ابرار وہ اہل زمانہ کے متعلق گواہی دیں گے۔وَقُضِیَ بَیْنَھُمْ (اور ان کے مابین فیصلہ کیا جائے گا) ھم سے بندے مراد ہیں۔بِالْحَقِّ (ٹھیک ٹھیک) انصاف کے ساتھ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا)

مَسْئَلَہ: آیت کا اختتام ظلم کی نفی سے فرمایا جیسا کہ اس کی ابتداء اثباتِ عدل سے فرمائی تھی۔

۷۰: وَوُفِّیَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ (اور ہر شخص کو اسکے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا) ماعملت سے جزائے عمل مراد ہے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَ

اور کافر لوگ گروہ گروہ بنا کر دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے

قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ

اور ان سے دوزخ کے محافظ کہیں گے کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم ہی میں سے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات سناتے تھے

وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ

اور تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے، وہ کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے لیکن عذاب کا کلمہ کافروں پر ثابت

عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۷۱﴾ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى

ہو کر رہا، کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں تم ہمیشہ رہو گے، سو برا ٹھکانہ ہے تکبر

الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۷۲﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا

کرنیوالوں کا، اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرے انہیں جنت کی طرف گروہ گروہ بنا کر روانہ کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب جنت کے قریب پہنچ جائیں گے

وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا

اس حال میں کہ اسکے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہوں گے اور ان سے جنت کے محافظ کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم خوشی کے ساتھ رہو، سو تم اس میں ہمیشہ

خَالِدِينَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ

رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف ہے اللہ کے لئے جس نے ہم سے سچا وعدہ کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا، ہم جنت میں جہاں

الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ

چاہیں قیام کریں، سو اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرداگرد حلقہ بنائے ہوئے ہیں

الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۷۵﴾ ع ۸

وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں گے، اور بندوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ سب تعریف ہے اللہ کے لئے جو رب العالمین ہے

وَھُوَ اَعْلَمُ بِمَا یَفْعَلُوْنَ (وہ سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے) بغیر لکھے اور بغیر گواہ کے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت وھم لا یظلمون کی تفسیر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگا۔ ووُفّیت کل نفس ما عملت من خیر و شر لا یزاد فی شر ولا ینقص من خیر کہ ہر نفس کو جو اس نے عمل کیا خواہ خیر ہے یا شر اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ نہ شر میں اضافہ ہوگا اور نہ خیر میں کمی کی جائے گی۔

کفار کا چلایا جانا:

۷۱: وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا (اور کافر جہنم کی طرف گروہ گروہ کر کے ہانکے جائیں گے) زبردستی ان کو چلایا جائے گا جیسا کہ قیدیوں سے کیا جاتا ہے اور بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے والوں سے کیا جاتا ہے۔ جب کہ ان کو قید میں ڈالا جانا ہو۔ یا قتل کرنا ہو۔

زُمَرًا ۔ نحو: یہ حال ہے۔ یعنی ایک دوسرے کے پیچھے متفرق جماعتوں کی صورت میں۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا (یہاں تک کہ جب وہ دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے)

قراءت: کوفی نے فُتِحَتْ میں دونوں میں تخفیف پڑھی ہے۔

ابوابِ جہنم سات ہیں:

ابوابِ جہنم سات ہیں۔ وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا (ان کو جہنم کے محافظ کہیں گے) خزنہ سے جہنم کے حفاظتی فرشتے مراد ہیں۔ وہ فرشتے جہنمیوں کو عذاب دینے پر مقرر ہیں۔ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ (کیا تمہارے پاس تم ہی لوگوں میں سے پیغمبر نہ آئے تھے) منکم سے مراد اولادِ آدم میں سے۔

يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا (جو تم کو تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے) یوم سے وقت مراد ہے۔ اور اس سے دخولِ نار کا وقت ہے قیامت کا دن مراد نہیں ہے۔ قَالُوا بَلَىٰ (کافر کہیں گے ہاں) وہ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے ہم پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھیں۔ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ (لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر پورا ہو کر رہا) لیکن ہم پر اللہ تعالیٰ کی آیات لازم آگئیں وہ یہ ہے: لأملأن جهنم [السجدہ:۱۳] ہماری بداعمالیوں کے باعث جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قوما ضالین [المومنون:۱۰۶] اس میں انہوں نے اس عمل کا ذکر کیا جو عذاب کو لازم کرنے والا تھا اور وہ کفر و گمراہی ہے۔

۷۲: قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا (کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو ہمیشہ اس میں رہا کرو)

نحو: یہ حال مقدرہ ہے یعنی ان کے لئے خلود کو مقدر کر دیا گیا۔

فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ (پس تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے) اس میں لام جنس کا ہے۔ کیونکہ مثوی المتکبرین یہ بئس کا فاعل ہے۔ اور بئس کا فاعل معرف باللام ہوا کرتا ہے یا معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ اور مخصوص بالذم محذوف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ فبئس مثوی المتکبرین جهنم۔ متکبرین کا ٹھکانہ جہنم بہت ہی برا ہے۔

سواریوں کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا:

۷۳: وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (اور جولوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کو گروہ گروہ جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا) اس سے مراد ان کی سواریوں کا جنت کی طرف روانہ ہونا ہے۔ کیونکہ ان کو عزت و رضا کے مقام کی طرف سوار کر کے لے جایا جائے گا۔ جیسا کہ ان کے ساتھ کیا جاتا ہے جن کا اکرام کیا جاتا ہے اور جن کو بادشاہوں کی خدمت میں پہنچنے میں مشرف باد کیا جاتا ہے۔

حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا (یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے) یہ آمد وہی ہے جس کو بعد والے جملے بیان کر رہے ہیں۔ وہ محکیہ جملے اگرچہ شرطیہ ہیں۔ مگر ان کی جزاء کو حذف کیا گیا ہے اور بلاشبہ ان کو حذف اس لئے کیا گیا کہ وہ اہل جنت کے ثواب کے سلسلہ میں ہیں اور ان کا حذف دلالت کر رہا ہے کہ یہ ایسی چیز ہے جس کا احاطہ وصف بیان سے نہیں کیا جا سکتا۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

اس کی تقدیر کلام یہ ہے: حتی اذا جاء وھا و فتحت ابوابھا و قال لھم خزنتھا سلام علیکم طبتم فادخلو ھا خالدین دخلوھا۔ پس دخلوھا کو حذف کر دیا کیونکہ کلام میں اس پر دلالت موجود ہے۔

وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہونگے اور وہاں کے محافظ ان سے کہیں گے السلام علیکم تم مزے میں رہو پس اس میں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہو جاؤ) ایک جماعت نے کہا یہ اس طرح حتی اذا جاء وھا جاء وھا پس ان کے نزدیک جاء وھا محذوف ہے۔ معنی یہ ہوگا یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے ان کی آمد دروازوں کے کھلنے کے ساتھ واقع ہوگی۔ ایک قول یہ ہے جہنم کے دروازے اس وقت کھولے جائیں گے۔ جبکہ اہل جہنم اس میں داخل ہوں اور جنت کے دروازے وہ پہلے کھولے جائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنات عدن مفتحۃ لھم الا بواب [ص: ۵۰]

نکتۂ واؤ:

اسی لئے یہاں واؤ کے ساتھ لائے گویا کلام اس طرح ہے۔ حتی اذا جاء وھا وقد فتحت لھم ابوابھا یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازوں کو کھلا پائیں گے۔ طبتم تم پاک رہو گناہوں کی میل کچیل سے اور غلطیوں کی گندگی سے صاف کر دیئے گئے۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

ہے کہ کنتم طیبین فی الدنیا و لم تکونوا خبیثین تم دنیا میں پاک تھے۔ یعنی تم خباثتوں والے نہ تھے۔ قول ابن

عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ طاب لکم المقام تمہارے لیے یہ ٹھہرنا مزے کا ہوگا۔

جنت دار الطیبین :

دخول جنت کو پاکیزگی اور طہارت کا مسبب قرار دیا گیا ہے کیونکہ جنت دار الطیبین ہے اور پاکیزہ لوگوں کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر میل سے پاک کر دیا ہوگا۔ اور گندگی سے ستھرا کر دیا ہوگا۔ پس جنت میں تو جو اس کے مناسب و موافق ہوگا وہی داخل ہوگا اور ان صفات سے موصوف ہوگا جو اہل جنت کی ہیں۔

۷۴: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ (اور وہ کہیں گے تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا) یعنی وہ وعدہ پورا فرما دیا جو آخرت کی نعمتوں کے متعلق فرمایا تھا۔ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ (اور ہم کو اس سرزمین کا وارث بنایا) الارض سے جنت کی زمین مراد ہے اور ان کو اس کا وارث بنایا جائے گا یعنی مالک بنایا جائے گا۔ اور اسکا بادشاہ بنایا جائے گا۔ اور جیسا چاہیں گے اسی طرح ان کو آزادانہ تصرف کی اس میں اجازت ہوگی۔ جیسا کہ وارث کو اپنی جائیداد میں تصرف اور پورا پورا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ نَتَبَوَّاُ (ہم قیام کریں) یہ حال ہے۔

مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ (جنت میں ہم جہاں چاہیں) یعنی ہر جنتی کیلئے اتنی وسیع جنت ہوگی جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور حاجت سے بہت ہی زائد ہوگی پس وہ اپنی جنت میں جہاں چاہے گا ٹھکانہ اور مقام بنائے گا۔ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (غرض عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے) جو دنیا میں عمل کرتے رہے۔ اجر سے مراد جنت ہے۔

فرشتے عرش کے گرد صف اندھے ہونگے اور حق کا فیصلہ کر دیا جائے گا:

۷۵: وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ (اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ حلقہ باندھے ہونگے)

نحو: حافین یہ الملائکہ سے حال ہے۔

مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (عرش کے گردا گرد) یعنی اس کے گرد نظریں جمائے ہونگے۔ مِنْ یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے یعنی ان کے حلقہ باندھنے کی ابتداء عرش کے گردا گرد سے شروع ہو کر وہاں تک ہوگی جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ يُسَبِّحُوْنَ (وہ تسبیح کرنے والے ہونگے)

نحو: یہ حافین کی ضمیر سے حال ہے۔

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اپنے رب کی تحمید کے ساتھ) یعنی وہ کہہ رہے ہونگے۔ سبحان اللّٰہ ، والحمد للّٰہ ، ولا الٰہ الا اللّٰہ ، واللّٰہ اکبر ، یا کہیں گے سبوحٌ قدوس رب الملائکۃ والروح۔ یہ کہنا بطور تلذذ ہوگا بطور تعبد نہ ہوگا کیونکہ جہانِ تکلیف چلا گیا۔ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (اور تمام بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا) انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے درمیان نمبر۲۔ اہل جنت اور اہل نار کے درمیان بِالْحَقِّ (ٹھیک ٹھیک) عدل وانصاف کے ساتھ۔ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اور کہا

جائے گا کہ ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں۔ جو تمام عالم کا پروردگار ہے) یہ اہل جنت کہیں گے بطور شکر یہ جبکہ وہ جنت میں داخل ہو چکیں گے۔ اور ان کے متعلق وعدہائے الٰہی پورے ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: و اخر دعوٰھم ان الحمد للّٰہ رب العالمین [یونس:۱۰] حدیث میں وارد ہے جس کو امام احمد رحمہ اللہ نے اور ترمذی و حاکم نے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سورۃ بنی اسرائیل اور الزمر پڑھتے تھے۔ (رواہ احمد ۶/ ۶۸، ۱۲۲، ۱۸۹، ترمذی ۳۴۰۲)

الحمد للہ سورۃ الزمر کا تفسیری ترجمہ آج بعد نماز عشاء منگل کی رات بوقت ۹ بجے ۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مومن مکی ہے اس میں پچاسی آیات ہیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے سب کچھ جاننے والا ہے گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے

شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾

سخت سزا دینے والا ہے۔ قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ حوامیم سبعہ مکیہ ہیں:

حٰمٓ: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ (حم۔ یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست ہے۔ ہر چیز کا جاننے والا۔ گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔ سخت سزا دینے والا ہے۔ قدرت والا ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے پاس جانا ہے)

۱: حٰمٓ: اس کا مابعد امالہ سے حمزہ، علی، خلف، یحییٰ، حماد رحمہم اللہ نے پڑھا ہے۔ اور مدنی نے فتحہ و کسرہ کے مابین پڑھا۔ جبکہ دیگر قراء نے تفخیم سے پڑھا ہے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔

۲: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ اس کتاب کا اتارا جانا۔ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ وہ اپنے دبدبے کی وجہ سے اس بات سے محفوظ ہے کہ کوئی اس کے بارے میں بات کرے کوئی الزام لگانے والا۔ الْعَلِيْمِ وہ اس کو جاننے والا ہے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اور تکذیب کی اس میں مشرکین کو ڈرایا گیا ہے اور ایمان والوں کیلئے خوشخبری ہے۔

۳: غَافِرِ الذَّنْۢبِ (وہ گناہ کا بخشنے والا ہے) گناہ گاروں کے تمام گناہ بخشنے والا ہے۔ وَقَابِلِ التَّوْبِ (اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے) رجوع کرنے والوں کی توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ شَدِيْدِ الْعِقَابِ (سخت سزا دینے والا ہے) ان کو جو مخالفت کرنے والے ہیں۔ ذِي الطَّوْلِ (قدرت والا ہے) مغفرت والوں پر فضل برسانے والا ہے یا ہر ایک سے بے پرواہ ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا تو مؤمنوں کیلئے جنہوں نے لا الٰہ الا اللّٰہ کہا شدید العقاب ان کے حق میں جنہوں نے لا اللّٰہ الا اللّٰہ کو قبول نہیں کیا۔ اور التوب، الثوب، الاوب یہ تینوں الفاظ ہم معنی ہیں ان سب کا معنی رجوع ہے اور الطّول کا معنی غناء و فضل آتا ہے۔

سوال: جب یہ صفات ایک ہی ذات کی ہیں تو پھر تعریف و تنکیر میں مختلف کیوں ہیں۔

جواب: غافر الذنب اور قابل التوب یہ دنوں معرفہ ہیں کیونکہ ان سے حدوث فعل مراد نہیں۔ یہاں تک کہ یہ تقدیر انفصال میں ہو گئے پس ان کی اضافت غیر حقیقی بنی۔ مقصد اس سے دوام وثبوت ہے۔ باقی رہا شدید العقاب اس کی تقدیر عبارت یہ ہے شدید عقابه۔ پس نکرہ ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ بدل ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ جب یہ نکرہ ان معارف کے درمیان آ گیا تو اس سے یہ اعلان ہو گیا کہ یہ سارے بدل ہیں۔ وصف نہیں اور واؤ کو و قابل التوب میں داخل کرنا ایک نکتہ کی وجہ سے ہے۔

نکتہ: یہ ہے کہ مذنب وتائب کیلئے دو رحمتوں کو جمع کر دیا گیا ہے کہ یا تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ اور طاعات میں سے ایک طاعت لکھی جائے گی۔ یا پھر گناہ مٹا دیے جائیں گے گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں گویا اس طرح فرمایا وہ مغفرت وقبولیت کو جامع کرنے والا ہے۔

روایت میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام کے ایک بہادر کے متعلق جانچ پڑتال کی تو آپ کو بتلایا گیا کہ وہ تو مسلسل شراب میں مبتلا ہو گیا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب کو بلایا اور فرمایا اس کے نام اس طرح خط لکھو!

من عمر الى فلان

سلام علیک

میں تیرے سامنے اس اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بسم اللّٰہ الر حمان الرحیم۔ حم۔ الی قولہ الیہ المصیر تک لکھوایا۔ اور خط پر مہر لگا کر فرمایا اس کو اس کے ایسے وقت میں حوالے کرو جب کہ وہ نشے وغیرہ سے بالکل خالی ہو۔ پھر آپ نے اپنے قریب تمام حضرات سے فرمایا۔ اس کیلئے توبہ کی دعا کرو۔ جب اس آدمی کے پاس خط پہنچا تو وہ اس کو پڑھنے لگا۔ اور کہتا جارہا تھا۔ میرے اللہ نے مجھ سے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اپنے عقاب سے ڈرایا ہے۔ پھر ان الفاظ کو دھراتا رہا یہاں تک کہ اس پر گریہ طاری ہو گیا پھر توبہ کی اور اس کی توبہ خوب رہی، پختہ رہی۔

جب عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی تو فرمایا اسی طرح کیا کرو۔ جبکہ تم اپنے کسی بھائی کو پھسلتا ہوا دیکھو اس کو درست راستہ بتلاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے توبہ کی دعا بھی کرو اور اس کے خلاف شیاطین مغوبین کے معاون مت بنو۔ ابونعیم فی الحلیہ ۴/۹۷۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی) یہ ذی الطول کی طرح صفت ہے اور جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے۔ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (اسی کے پاس جانا ہے) المصیر۔ مرجع کو کہتے ہیں۔

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝۴

اللہ کی آیات میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہی لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ سو آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے ان کا شہروں میں چلنا پھرنا،

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور ان کے بعد دوسری جماعتوں نے جھٹلایا اور ہر امت نے ارادہ کیا

بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ قف

کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں اور باطل کے ذریعہ جھگڑا کریں تا کہ اس کے ذریعہ حق کو باطل کر دیں، سو میں نے ان کو پکڑ لیا ۔

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝۵ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ

سو کیسا تھا میرا عذاب، اور اسی طرح آپکے رب کا قول کافروں پر ثابت ہو چکا کہ وہ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۝۶

دوزخ والے ہیں۔

وقف لازم — وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۴: مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اللہ تعالیٰ کی آیات میں وہی لوگ جھگڑا کرتے ہیں جو منکر ہیں)۔

دو جدال (باطل و حق):

جدالِ باطل:

ان آیات میں تکذیب وانکار کے ساتھ مخاصمہ کیا جاتا ہے۔ اور اگلی آیت اس پر دلالت کر رہی ہے۔ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ [غافر: ۵] یہ جھگڑا وجدال ناجائز ہے۔

جدالِ حق:

باقی وہ مجادلہ جو اس کے ملتبس مقامات کی وضاحت اور مشکلات کے حل اور معانی کے استنباط اور ان آیات کے متعلق ٹیڑھا پن اختیار کرنے کو درست کرنے کیلئے کیا جائے وہ تو افضل ترین جہاد ہے۔

فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ (ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو اشتباہ میں نہ ڈالے) جو کہ وہ نفع بخش تجارات اور فائدہ مند کاروبار کے ساتھ ایک سے دوسرے شہر آتے جاتے اور صحت وسلامتی سے لوٹتے ہیں۔ ان کا انجام کار عذاب ہے۔

پھر یہ بیان کیا کہ کس طرح ہوگا پس جتلا دیا کہ سابقہ مکذب امتوں کا حال دیکھ لو۔

نمونۂ جدال:

۵: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ (ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا) نوح علیہ السلام کو۔ وَّ الْاَحْزَابُ (اور دوسرے گروہوں نے) جنہوں نے رسولوں کی مخالفت میں جتھہ بندی اختیار کی اور ان کو دکھ پہنچائے وہ عاد، ثمود، قوم لوط، وغیرہ ہیں۔ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (ان کے بعد) قوم نوح علیہ السلام کے بعد وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ (اور ہر امت نے ارادہ کیا) ان امتوں میں سے جو قوم نوح اور احزاب ہیں۔ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ (اپنے رسول کے متعلق کہ اس کو گرفتار کر لیں) کہ اس کو پکڑ کر قتل کر دیں۔ الاخیذ قیدی وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ (اور انہوں نے ناحق جھگڑے پیدا کیے) باطل سے کفر مراد ہے۔ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ (تاکہ وہ اس سے حق کو مٹا دیں) تاکہ ایمان کو باطل کر دیں۔ فَاَخَذْتُهُمْ (پس میں نے ان کو پکڑ لیا) تاء اور ذال مدغم نہیں ہوئے جیسا مکی و حفص کی قراءت ہے مطلب یہ ہے کہ انہوں نے پیغمبر کو پکڑنا چاہا۔ میں نے ان کے ارادہ اخذ پر سزا مقرر کر دی کہ ان کو پکڑ لیا اور سزا دے ڈالی۔ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (پس میری طرف سے کیسی سزا ہوئی)۔

قراءت: یعقوب نے عِقَابِیْ پڑھا ہے مطلب یہ ہے کہ تم ان کے علاقوں میں سے اپنے سفروں میں گزرتے اور اس کا معائنہ کرتے ہو اس تقریر میں تعجب کا معنی ہے کہ بڑی تعجب کی بات ہے معائنہ کے باوجود وہ عبرت نہیں پکڑتے۔

۶: وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا (اور اسی طرح تمام کافروں پر آپ کے رب کا یہ قول ثابت ہو چکا)

قراءت: مدنی و شامی نے کلمات ربك پڑھا ہے۔ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (کہ وہ لوگ دوزخی ہونگے) یہ محل رفع میں کلمة ربك سے بدل ہے۔ یعنی جیسے وہ لوگ قطعاً دوزخی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی دوزخی یقیناً ہیں۔ مطلب یہ ہے جس طرح ان کو استیصال والے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ اسی طرح ان کو عذاب نار کے ساتھ آخرت میں ہلاک کیا جائے گا۔

یا محل نصب میں ہے اور لام تعلیل محذوف ہے اور ایصال فعل و الذین کفروا سے قریش مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جیسا ان امتوں کی ہلاکت لازم ہوئی اسی طرح ان کی ہلاکت بھی لازم ہے کیونکہ دونوں کی ایک ہی علت ہے کہ وہ آگ والے ہیں۔ النّار کے لفظ پر وقف لازم ہے کیونکہ اگر وصل کریں تو یہ عبارت اس طرح بن جائے۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اسکے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ

اور ان لوگوں کے لئے استغفار کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب آپکی رحمت اور آپ کا علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو بخش دیجئے

لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۷ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ

جنہوں نے توبہ کی اور آپ کے راستے کا اتباع کیا اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے، اے ہمارے رب اور انہیں ہمیشہ رہنے کی

جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ

بہشتوں میں داخل فرمائیے جن کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور اسکے آباء ؤ ازواج اور ذریتوں میں جو صالح ہوئے ان کو بھی داخل فرمائیے

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۸ۙ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ

بلاشبہ آپ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں اور انکو تکلیفوں سے بچائیے اور اس دن جسے آپ نے تکلیفوں سے بچا لیا

فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ ع

سو آپ نے اس پر رحم فرما دیا اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

حملۃ العرش کی دُعا:

۷: اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ (جو فرشتے کہ عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں) یعنی حملۃ العرش اور عرش کے گرداگرد فرشتے حالانکہ وہ کروبی ہیں جو کہ فرشتوں کے سردار ہیں۔ یہ اس صورت وصل میں اصحاب نار کی صفت بن جائے گی اور اس کا فساد و غلط ہونا ظاہر و باہر ہے اس لئے وقف اَلنَّار پر لازم ہے۔

روایت میں ہے کہ حملۃ العرش کے پاؤں سب سے نچلی زمین پر ہیں۔ اور ان کے سر عرش کو پہنچنے والے ہیں وہ خشوع اختیار کرنے والے ہیں کہ اپنی نگاہ اوپر کو نہیں اٹھاتے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دے رکھا ہے صبح و شام کو وہ حملۃ العرش کو سلام کریں کیونکہ وہ تمام ملائکہ سے افضل ہیں۔

ایک قول یہ ہے عرش کے گرد ستر ہزار صفوف فرشتوں کی قیام میں ہیں۔ اور وہ تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے عرش کا طواف کرتے ہیں۔ پھر ان کے پیچھے ستر ہزار صفوف ملائکہ کی قیام میں ہیں۔ وہ بھی تہلیل و تکبیر میں مصروف ہیں۔ اور ان کے پیچھے ایک لاکھ

صفوف ایسی ہیں جنہوں نے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا ہے اور ہر ایک وہ تسبیح زبان سے کر رہا ہے جو اس سے دوسرا نہیں کر رہا۔

یُسَبِّحُوْنَ (وہ تسبیح کرتے ہیں) یہ مبتدأ کی خبر ہے اور مبتدا الذین یحملون العرش ہے۔ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اپنے رب کی حمد کے ساتھ) اس کی حمد کے ساتھ یا باء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ ہے۔ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (اور اس پر ایمان رکھتے ہیں) اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں ایمان کا شرف و مرتبہ اور اس کی فضیلت بتلائی اور ایمان کی ترغیب دی گئی۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی صفت صلاح کو ذکر کیا جائے۔ (حالانکہ حملۃ العرش اور حول العرش فرشتے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرنے والے اور ایمان لانے والے ہیں) یہ ایسے ہی ہے جیسے اعمال خیر کو اس ارشاد کے بعد لایا گیا ہے ثم کان من الذین امنوا۔ [البلد:۱۷] حالانکہ وہ تمام صفات ایمان کے بعد آئیں مگر ایمان کو لا کر اس کی اہمیت و عظمت ظاہر فرمائی۔ اس سے ایمان کی فضیلت ظاہر ہوگئی اور تناسب کی رعایت بھی و یؤمنون به و یستغفرون میں فرما دی گئی۔ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اور وہ ایمان والوں کے لیے استغفار کیا کرتے ہیں) گویا اس طرح فرمایا و یومنون به و یستغفرون لمن فی مثل حالهم وہ اس پر ایمان لاتے اور ان لوگوں کیلئے استغفار کرتے ہیں جو حالت میں انہی جیسے ہیں۔

مَسْئَلَۃٌ: اس میں دلیل ہے کہ جب وہ ایمان میں مشترک ہیں تو ضروری ہے کہ وہ نصیحت و خیر خواہی اور شفقت کا ایک دوسرے سے اظہار کریں۔ اگرچہ ان کی اجناس اور مقامات و مساکن کتنے ہی بعید ہوں۔ رَبَّنَا (اے ہمارے پروردگار) یہ محذوف سے حال ہے۔ وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا (آپ کی رحمت و علم ہر چیز کو شامل ہے) پس رحمت اور علم وہ ایسی چیزیں ہیں۔ جو ہر چیز کو معنی کے اعتبار سے شامل ہیں۔ اصل کلام اس طرح ہے وسع کل شیء رحمتك و علمك لیکن کلام کو اصل سے پھیرا گیا کیونکہ فعل کا استناد یہاں خود صاحب رحمت و علم کی طرف ہے۔ اور دونوں یہاں منصوب لائے گئے۔ کیونکہ تمیز واقع ہیں اور اس طرح لانے سے صفت علم و رحمت میں مبالغہ ظاہر کرنا بھی مقصود ہے۔

دعائے اوّل:

فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا (پس آپ ان لوگوں کو بخش دیں جنہوں نے توبہ کر لی ہے) یعنی ان لوگوں کو جن کے متعلق آپ جانتے ہیں کہ وہ توبہ کر چکے تاکہ رحمت و علم کے ذکر کے مناسب ہو جائیں۔ وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ (اور انہوں نے تیرے راستہ کی اتباع کی) یعنی وہی ہدایت والی راہ جس کی طرف آپ نے ان کو بلایا۔

دوسری دعا:

وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ (اور انہیں جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے)۔

تیسری دعا:

۸: رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ (اے ہمارے پروردگار ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِن مَّقْتِكُمْ أَنفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ

بلاشبہ جنہوں نے کفر کیا ان کو پکارا جائے گا کہ یہ بات واقعی ہے کہ اللہ کا جو تم سے بغض ہے وہ اس بغض سے بہت بڑا ہے جو تمہیں خود اپنی جانوں سے ہے تم ایمان

إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ﴿١٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ

کی طرف بلائے جاتے تھے تو کفر اختیار کرتے تھے۔ وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار زندگی دی۔

فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ ﴿١١﴾ ذَٰلِكُم بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ

سو ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا تو کیا نکلنے کی کوئی راہ ہے، یہ اس وجہ سے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا

وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِن يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿١٢﴾

تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اسکے ساتھ کسی کو شریک بنایا جاتا تھا تو اسے مان لیتے تھے۔ سو فیصلہ اللہ ہی کے لئے ہے جو بلند ہے بڑا ہے۔

ان سے وعدہ کیا ہے داخل فرما دیجئے) وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ (اور جو لائق ہوں ان کے ماں باپ میں سے) مَنْ یہ موضع نصب میں واقع ہے۔ کیونکہ اس کا عطف ادخلھم کے ھم پر ہے۔ یا وعدتھم کے ھم پر ہے اور معنی یہ ہوگا تو نے ان سے وعدہ کیا اور ان سے وعدہ کیا جو نیک ہوئے ان کے ماں باپ میں سے۔ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (اور ان کی بیویوں اور اولاد میں سے جو لائق ہوں ان کو بھی داخل کر بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں) یعنی ایسے بادشاہ ہیں جو کسی سے مغلوب نہیں ہوتا اور آپ اپنی ملک و عظمت کے باوجود کوئی کام حکمت سے خالی نہیں کرتے۔ اور تیری حکمت کا تقاضا ہے کہ آپ اپنے وعدہ کو پورا فرما دیجئے۔

چوتھی دعا:

۹: وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ (اور آپ ان کو تکالیف سے بچایئے) السیئات سے جزائے سیئات مراد ہے جو عذاب نار ہے۔ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ (اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچائیں گے تو اس پر آپ نے مہربانی فرمائی اور یہ) ذلک کا مشار الیہ دفع عذاب ہے یعنی یہ دفع عذاب هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (وہی بڑی کامیابی ہے)

کافر کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہمیں تم سے نفرت ہے:

۱۰: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ (بیشک جو لوگ کافر ہوئے ان کو پکارا جائے گا) قیامت کے دن جبکہ وہ آگ میں داخل ہونگے اور اپنے نفسوں پر ناراضگی کا اظہار کریں گے تو آگ کے داروغہ ان کو آواز دے کر کہیں گے۔ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ (اللہ تعالیٰ کو تم سے زیادہ نفرت ہے اس کی بنسبت جتنی تمہیں اپنے نفسوں سے نفرت ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کو تم سے

تمہارے نفسوں کی نسبت زیادہ نفرت ہے پس النفس کا ذکر ایک مرتبہ کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ المقت: شدید بغض ونفرت۔ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ (جبکہ تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا) یہ پہلے مقت سے متعلق ہے زمخشری نے اسی طرح کہا معنی اس طرح بنے گا کہ ان کو قیامت کے دن کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے برائی اور کفر کی طرف مائل ہونے والے نفسوں سے نفرت فرماتے تھے۔ جبکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمہیں ایمان کی طرف دعوت دیتے اور تم اس کو قبول کرنے سے انکار کرتے اور کفر کو اس پر ترجیح دیتے۔ اس سے کہیں بڑھ کر جتنا آج تم اپنے نفسوں سے نفرت کا اظہار کر رہے ہو اس حالت میں کہ تم آگ میں پڑے ہو۔ ہم نے تمہیں آگ میں تمہاری خواہش پرستی کی بناء پر ڈالا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس کا معنی یہ ہے اب اللہ تعالیٰ کا تم سے نفرت کرنا اس سے بڑھ کر جتنا تم ایک دوسرے سے نفرت کر رہے ہو۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا ثم یوم القیامة یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضًا [العنکبوت:۲۵] اور اذ تدعون یہ جملہ تعلیلیہ ہے۔

صاحب جامع العلوم کا قول:

اذ اس فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ جس پر لمقت اللّٰہ دلالت کر رہا ہے یعنی یمقتهم الله حین دعوا الی الایمان فکفروا۔ اللہ تعالیٰ ان سے نفرت فرماتے ہیں جب سے ان کو ایمان کی طرف دعوت دی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اذ مقت اول کی وجہ سے منصوب نہیں ہے۔ کیونکہ لمقت اللّٰہ مبتداء ہے اور یہ مصدر ہے۔ اور اس کی خبر اکبر من مقتکم ہے۔ پس یہ اذ تدعونَ میں عامل نہیں کیونکہ جب مصدر کی خبر آ جائے تو پھر کسی چیز کا اس سے متعلق کرنا جائز نہیں جو اس کا صلہ ہو سکے۔ کیونکہ اس کی خبر کا آ جانا یہ اس کے تمام ہونے کی علامت ہے۔ اور اس کا متعلق مان لینا اس کے نقص کی نشانی ہے۔ اسی طرح دوسرے مقت سے بھی متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ زمانے مختلف ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفوس سے داخلہ نار کے بعد کی حالانکہ ایمان کی دعوت تو دنیا میں دی گئی۔ تو دنیا و عقبیٰ کا زمانہ مختلف ہوا۔ فَتَكْفُرُوْنَ (پس تم کفر کرتے تھے) کفر پر اصرار کرتے تھے۔

آگ والوں کا قول جو کہ مایوس کن ہے:

۱۱: قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ (وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمیں دوبارہ مردہ رکھا اور دوبارہ زندگی دی) یعنی دو موتیں اور دو زندگیاں۔ یا دو موتیں اور دو حیاتیں۔ دو موتوں سے مراد ان کا پہلی مرتبہ ان کی مردہ و بے جان اشیاء سے پیدا کرنا اور ان کو اجل مقررہ کے پورے ہونے پر موت دینا ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ بے جان اشیاء سے پیدائش کو اماتت کہا جاتا ہے جیسا کہ یہ درست ہے کہ کہا جائے۔ سبحان من صغر جسم البعوضة وکبر جسم الفیل اس جگہ بڑے سے چھوٹے کی طرف منتقل ہونا نہیں پایا جاتا ہے۔ اور نہ چھوٹے سے بڑے کی طرف اور اس کا سبب یہ ہے کہ چھوٹا اور بڑا

دونوں کا اطلاق ایک مصنوعہ چیز پر ہوسکتا ہے۔ جب صانع نے دو جائز میں سے ایک پر کر دیا تو گویا صانع نے اس کو دوسرے جائز کی طرف پھیر دیا۔ پس اس کا اس حالت سے پھیر دینا اس سے منتقل کرنے کی طرح ہے۔

الاحیائتین سے۔ پہلی مرتبہ کی پیدائش اور پھر احیائے بعث مراد ہے اور یہ ارشاد اس پر دلالت کر رہا ہے و کنتم اموا تا فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم [البقرۃ:۲۸]

ایک قول:

ہے کہ پہلی موت دنیا میں اور دوسری موت سوال کیلئے قبر میں زندہ کرنے کے بعد اور احیائے اول قبر میں موت کے سوال کیلئے زندہ کرنا اور دوسری بعث کے لئے احیاء۔ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا (پس ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں) جب انہوں نے دوبارہ موت اور دوبارہ احیاء کو اپنے اوپر طاری و جاری دیکھ لیا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کو اعادہ پر قدرت حاصل ہے جیسا کہ وہ انشاء پر قادر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اپنے ان گناہوں کا اعتراف کر لیا جن کا ارتکاب انہوں نے کیا تھا جیسے انکار بعث اور جو اس کے پیچھے گناہ کیے تھے۔ فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ (تو کیا نکلنے کی کوئی صورت ہے) یعنی آگ سے نکلنے کی مطلب یہ ہے کہ جلدی سے نکلنے کی کوئی قسم ہو یا آہستگی سے چھٹکارا پانے کا کوئی راہ ہوتا کہ ہم چھوٹ جائیں۔ مِّنْ سَبِیْلٍ (کبھی کوئی صورت) یا بالکل مایوسی ہے کہ نہ تو نکلنا اور نہ اس کے لئے کوئی صورت۔ یہ گفتگو ایسے لوگوں کی ہے جن پر مایوسی کے بادل چھا چکے ہونگے اور یہ بات وہ حیرانی کی وجہ سے کہیں گے۔ اسی لئے جواب اس کے مطابق لایا گیا جو اگلی آیت میں ہے۔

سرمدی عذاب کا فیصلہ تمہارے کفر کی وجہ سے ہوا:

۱۲: ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ (وجہ اس کی یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا تھا۔ تو تم انکار کیا کرتے تھے) وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا (اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے) یہ وہ چیز ہے جس میں تم مبتلا تھے۔ تمہارے لیے اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں اس وجہ سے کہ تم نے توحید کا انکار کیا اور شرک پر تمہارا ایمان تھا۔ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ (پس یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے) کہ اس نے ہی تمہارے لئے سرمدی عذاب کا فیصلہ فرمایا۔ الْعَلِیِّ (بلند و برتر ہے) شان اس کی پس اس کے فیصلوں کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ الْكَبِیْرِ (عظمت والے ہیں) ان کی سلطنت عظیم ہے پس اس کی سزا کی کوئی حد بندی نہیں۔

ایک قول:

خارجی حروریہ فرقہ نے اسی آیت سے اپنا قول لا حکم الا للّٰہ لیا۔ قتادہ کہتے ہیں جب اہل حروراء نے خروج کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ کون لوگ ہیں۔ انہیں بتلایا گیا کہ یہ تحکیم کا نعرہ لگانے والے ہیں۔ یعنی یہ لوگ کہتے ہیں لا حکم الا للّٰہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلمہ تو صحیح ہے مگر اس سے مراد غلط لے لی گئی ہے۔ (اس سے ان کا میری تکفیر کرنا غلط ہے)۔

هُوَالَّذِیْ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ وَیُنَزِّلُ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا یَتَذَکَّرُ اِلَّا مَنْ

وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے رزق اتارتا ہے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر وہی لوگ

یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ

جو رجوع کرتے ہیں سو تم اللہ کو پکارو، دین کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔ وہ رفیع الدرجات ہے۔

ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾

عرش والا ہے۔ وہ اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے

یَوْمَ ھُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْھُمْ شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰہِ

جس دن وہ لوگ ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ پر ان میں سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہ ہوگی، آج کس کے لئے ملک ہے، اللہ

الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا کَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ

واحد قہار کے لئے ہے، آج کے دن ہر جان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا آج کے دن ظلم نہیں ہے بیشک اللہ

سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

جلد حساب لینے والا ہے۔

۱۳: ھُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ (وہی ذات ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے) مثلاً ہوائیں، بادل، گرجیں، بجلیاں، کڑکیں، وغیرہ۔ وَیُنَزِّلُ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ (اور وہ تمہارے لئے آسمان سے اتارتا ہے)

قراءت: ینزل تخفیف کے ساتھ مکی، بصری نے پڑھا ہے۔ رِزْقًا (رزق) بارش کیونکہ وہ سبب رزق ہے۔ وَمَا یَتَذَکَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ (اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے) آیات اللہ سے عبرت اور نصیحت وہ حاصل کرتا ہے جو شرک سے توبہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ پس جو شخص ضدی ہے وہ نہ نصیحت حاصل کرتا ہے اور نہ یاد کرتا ہے۔

ربط: پھر رجوع کرنے والوں کو فرمایا۔

۱۴: فَادْعُوا اللّٰہَ (پس تم اللہ تعالیٰ کو پکارو) پس اسی کی عبادت کرو۔ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (اس کا خالص اعتقاد کر کے) شرک سے خالص کرنا مراد ہے۔ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ (اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو) اگرچہ تمہارے وہ دشمن تم پر یہ عیب لگائیں جو تمہارے دین پر نہیں ہیں۔

بندوں کے درجات کو بلند کرنے والا اور جس نے عرش کو بنا کر فرشتوں کے طواف کا مقام بنایا:

۱۵: رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ (وہ رفیع الدرجات ہے۔ وہ عرش کا مالک ہے) يُلْقِي الرُّوْحَ (وہ وحی بھیجتا ہے)

نحو: نمبرا۔ ھُوَ کی تین خبریں ہیں اور یہ الذی یریکم پر مرتب ہوتا ہے۔ یا نمبر۲۔ مبتداء محذوف کی خبریں ہیں۔ رفیع الدرجات کا معنی نمبرا۔ وہ آسمانوں میں سے بعض کو بعض پر بلند کرنے والا ہے۔ نمبر۲۔ وہ اپنے بندوں کے درجات کو مرتبہ دے کر بلند کرتا ہے۔ نمبر۳۔ جنت میں بندوں کے درجات کو بلند کرے گا۔ ذوالعرش وہ اپنے اس عرش کا مالک ہے جو آسمان سے اوپر ہے۔ اس کو پیدا کر کے فرشتوں کے طواف کا مقام بنا دیا۔ اور اس کی تخلیق عظمت باری تعالیٰ کو بھی ظاہر کرنے والی ہے۔ اور اس کی مملکت میں اس کی بے نیازی کو بھی ظاہر کرنے والی ہے۔ الروح سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ نمبر۲۔ وہ وحی جس سے دل زندہ کیے جاتے ہیں۔ مِنْ اَمْرِهٖ (اپنے حکم سے) من یہاں اجلیہ ہے، اپنے حکم کیلئے یا اپنے حکم کے سبب۔ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ (جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے تا کہ وہ ڈرائے) تا کہ اللہ تعالیٰ ڈرائے یا جس پر وحی بھیجی جا رہی ہے وہ ڈرائے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعقوب کی قراءت اس پر دلالت کرتی ہے۔

قراءت: لتنذر یعقوب نے پڑھا ہے۔

يَوْمَ التَّلَاقِ (اجتماع کے دن سے) قیامت کے دن۔ یہ نام اس کا اس لئے ہے کہ اس دن اہل سماء اہل ارض سے ملاقات کریں گے اور اسی طرح اولین و آخرین کی ملاقات ہوگی۔

قراءت: مکی اور یعقوب نے التلاقی پڑھا ہے۔

قیامت میں ہر چیز سامنے ہوگی:

۱۶: يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ (جس دن سب لوگ سامنے آموجود ہونگے) بارز کا معنی ظاہر ہے۔ ان کو کوئی چیز نہ چھپائے گی۔ نہ پہاڑ نہ ٹیلہ نہ عمارت۔ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ (ان کی کوئی بات اللہ تعالیٰ سے مخفی نہ رہے گی) شئی سے مراد یہاں اعمال و احوال ہیں۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آج کے روز کس کی حکومت ہوگی) یہ بات اللہ تعالیٰ اس وقت فرمائیں گے جبکہ کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا۔ بذات خود جواب عنایت فرمائیں گے۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (بس اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی جو یکتا غالب ہے) یعنی وہ ذات جس نے موت سے مخلوق کو مغلوب کیا۔

نحو: الیوم منصوب ہے۔ لمن کا مدلول اس پر عامل ہے۔ ای لمن ثبت الملک فی ھذا الیوم۔ آج کے دن بادشاہی کس کے لیے ثابت ہے۔ ایک قول یہ ہے ایک منادی آواز دے گا کہے گا۔ لمن الملک الیوم۔ اہل محشر اس کو جواب دیں گے۔ للّٰہ الواحد القھار۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ

اور آپ ان کو قریب آنے والی مصیبت کے دن سے ڈرایئے جس وقت قلوب گلوں کے پاس ہوں گے گھٹن میں پڑے ہوئے ہوں گے، ظالموں کے لئے

مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾

نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنیوالا ہوگا جسکی بات مانی جائے' وہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو اور ان چیزوں کو جنھیں سینے پوشیدہ رکھتے ہیں،

وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَىْءٍ ؕ

اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور اللہ کے سوا جنھیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے،

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۱

بلاشبہ اللہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔

ہر خیر و شر کا بدلہ دیا جائے گا:

۱۷: اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کچھ ظلم نہ ہوگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) جب یہ بات پختہ ہو چکی کہ بادشاہی اس دن اکیلے اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ تو اب اس کے نتائج گنوائے۔ نمبر۱۔ ہر نفس کو جو عمل خیر و شر میں سے اس نے کیا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ نمبر۲۔ ظلم اس کی طرف سے بالکل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ظلام للعبید نہیں ہے۔ نمبر۳۔ حساب میں دیر نہ لگے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایک کا حساب دوسرے سے مشغول نہیں کر سکتا۔ پس وہ تمام مخلوق کا حساب ایک ہی وقت میں لے لیں گے۔ اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والے ہیں۔

۱۸: وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ (اور آپ ان کو قریب آنے والی مصیبت کے دن سے ڈرائیں) یوم الأزفة سے قیامت کا دن مراد ہے۔

وجہ تسمیہ:

قیامت کو یوم الأزفة اس کے قرب کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

قیامت کے دن دِل خوف سے بے چین ہوں گے:

اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ (جبکہ دل منہ کو آجائیں گے) الحناجر کا معنی گلے۔ دل اچھل کر اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور ان

کے گلے میں پھنس جائیں گے نہ تو وہ باہر نکلیں گے کہ وہ مرجائیں اور نہ اپنے مقام کی طرف لوٹیں گے کہ وہ سانس لے سکیں اور ان کو چین نصیب ہو۔ کَاظِمِیْنَ (غم وخوف سے بے چین بھرے ہونگے) وہ ان کے گلے میں اٹکنے والے ہونگے۔ یہ کظم القربة سے لیا گیا ہے۔ جبکہ اس کا منہ باندھ دیا جائے اور یہ دلوں کے لئے ناممکن ہے۔اس لئے اس سے مراد اصحاب قلوب ہونگے۔ الکاظم کو جمع لایا گیا۔ یہ جمع سالم ہے کیونکہ ان قلوب کا یہ فعل عقلاء والا ہے۔اس لئے جمع سالم کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

مَا لِلظّٰلِمِیْنَ (اور ظالموں کیلئے نہ ہوگا) ظالم سے یہاں کافر مراد ہیں۔مِنْ حَمِیْمٍ (کوئی محب مشفق) وَّ لَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ (اور نہ سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا جائے) یعنی جو سفارش کرے یہ مجاز ہے کیونکہ اطاعت تو اس کی ہوتی ہے۔ جو تم سے سربلند اور بڑا ہو۔ مراد اس سے اطاعت وشفاعت کی نفی ہے جیسا کہ اس قول میں

ولا تری الضب بها ینجحر

شاعر کی یہاں مراد ضب اور اس کے بل بنانے کی نفی ہے۔ اگرچہ آیت کے الفاظ میں طاعت کی نفی کا احتمال ہے شفاعت کی نفی کا نہیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

اللہ کی قسم ان کا قیامت کے دن قطعی طور پر کوئی سفارشی نہ ہوگا۔

سینہ کی باتیں اُس سے مخفی نہیں:

۱۹: یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ (وہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے) خائنة یہ مصدر ہے خیانت کے معنی میں ہے جیسا کہ عافیت بمعنی معافات ہے۔ مراد اس سے غیر محرم کی طرف نظر چرا کر دیکھنا۔ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ (اور ان کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں) اور جن کو سینے امانت یا خیانت میں سے چھپاتے ہیں۔ چوری چھپے اجنبی عورت کو شہوت سے دیکھنا پھر اس کے جمال کے متعلق دل میں خیال لانا۔ اور اس کو معلوم نہیں اپنے اس نظر وفکر میں کہ میں کس کے سامنے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس تمام کو جانتے ہیں۔ یعلم خائنة الاعین یہ ھو کی خبروں میں سے ہے۔ جو اس قول میں ہے ھو الذی یریکم ایاتہ [غافر:۱۳] جیسے یلقی الروح۔ [غافر:۱۵] لیکن یلقی الروح کی تعلیل لینذر یوم التلاق سے فرمائی۔ پھر بطور استطراد یوم التلاق کے احوال۔ ولا شفیع یطاع تک بیان کئے۔ اس لئے یہ اپنے ہم مثلوں سے دور ہوگیا۔

۲۰: وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ (اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردے گا) یعنی وہ ذات جس کی یہ صفات ہیں وہ انصاف سے ہی فیصلہ فرمائے گا۔ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ (اور جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے) ان کے معبود کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اس میں ان کو شرمایا گیا۔ کیونکہ جس کی قدرت کے ساتھ صفت بیان نہیں کی جاسکتی اس کے متعلق یقضی کا صیغہ اس کے لئے بولا ہی نہیں جاسکتا۔ اس لئے کہ دوسرے مقام پر فرمادیا۔ یعلم

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ

کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تا کہ دیکھ لیتے ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے

قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

تھے، وہ قوت کے اعتبار سے ان سے زیادہ سخت تھے اور زمین میں نشانوں کے اعتبار سے بھی بڑھ کر تھے، سو اللہ نے انکے گناہوں کی وجہ سے انکی

بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝٢١ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ

گرفت فرما لی اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہ تھا، یہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی ہوئی دلیلیں

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِىٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٢٢

لے کر آئے سو انہوں نے کفر کیا پھر اللہ نے ان کو پکڑ لیا، بیشک وہ قوی ہے سخت عذاب والا ہے۔

خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور [غافر:۱۹] اور اس میں ان کو وعید سنائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو اور ان کے اعمال کو دیکھنے والے ہیں۔ اور ان اعمال پر ان کو وہ سزا دیں گے۔ اور اس میں ان مشرکین پر تعریض ہے کہ جن کو تم معبود مانتے ہو وہ نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (بلاشبہ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے)

۲۱: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ (کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان کا کیا انجام ہوا) یعنی جنہوں نے ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا ان کا انجام کار کیا ہوا)۔ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً (وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے)۔

نحو: هم ضمیر فصل ہے اور حق تو یہ ہے کہ یہ دو معرفوں کے درمیان لائی جائے۔ البتہ یہاں اشد منهم یہ معرفہ کے مشابہ ہو گیا کیونکہ اس پر الف لام داخل نہیں ہو سکتا۔ پس اس کے قائم مقام شمار کر لیا۔

قراءت: شامی نے منکم پڑھا۔ دیگر نے منہم۔

وَّ اٰثَارًا فِى الْاَرْضِ (اور ان نشانوں میں جو زمین پر چھوڑ گئے) قلعے، محلات وغیرہ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ (اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں کے بدلہ میں پکڑا) ان کے گناہوں کے سبب ان کو سزا دی۔ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ (ان کو کوئی اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ ہوا) یعنی کوئی چیز ایسی نہ تھی۔ جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے۔

۲۲: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ (یہ اس سبب سے ہوا کہ) یہ پکڑ اس سبب سے ہوئی کہ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ اِنَّهٗ قَوِىٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے پھر انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مواخذہ فرمایا بیشک وہ بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے) قوی، ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ شدید العقاب کا مطلب جب

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ فرعون اور ہامان

وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا

اور قارون کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے۔ سو جب انکے پاس ہمارے پاس سے حق لے کر آیا تو کہنے لگے

اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ وَاسْتَحْیُوْا نِسَآءَھُمْ ۭ وَمَا کَیْدُ الْکٰفِرِیْنَ

کہ جو لوگ اسکے ساتھ ایمان لائے انکے بیٹوں کو قتل کر دو اور انکی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو اور کافروں کی تدبیر محض

اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّہٗ ۚ اِنِّیْٓ

بے اثر رہی۔ اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو پکارے بلاشبہ میں

اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَکُمْ اَوْ اَنْ یُّظْھِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓی

ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دے یا زمین میں فساد پھیلا دے۔ اور موسیٰ نے کہا

اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِّنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

بلاشبہ میں اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی ہر متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتا۔

وہ سزا دیتا ہے تو سخت دیتا ہے۔

۲۳: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا (ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات کے ساتھ) تسع آیات مراد ہیں۔ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (اور کھلی دلیل کے ساتھ) ظاہر دلیل۔

۲۴: اِلٰی فِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا (فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا پس انہوں نے کہا) سٰحِرٌ کَذَّابٌ (وہ جھوٹا جادوگر ہے) انہوں نے واضح دلیل کو سحر و کذب سے تعبیر کیا۔

قانونِ قتل سے اللہ کا فیصلہ نہ روک سکا:

۲۵: فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْحَقِّ (پس جب وہ ان لوگوں کے پاس دین حق لے کر آئے) الحق سے نبوت مراد ہے۔ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ (ہماری طرف سے تو ان لوگوں نے کہا جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو) ان پر اس قتل کے حکم کا اعادہ کرو جو پہلے جاری کیا گیا تھا۔ وَاسْتَحْیُوْا نِسَآءَھُمْ (اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو)

خدمت کیلئے وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (اوران کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی) ضلالؔ ضائع ہے انہوں نے اس سے پہلے قتل کا قانون جاری کیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اس کو غالب کر کے رہا جس سے ان کو خطرہ تھا۔ پس یہ قتل دوم بھی کام نہ آئے گا۔

فرعون بچوں کے قتل سے باز آ چکا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو اس نے محسوس کیا کہ جس چیز کو اس نے روکنا چاہا وہ تو واقع ہوا چاہتی ہے تو اس نے بنی اسرائیل پر دوبارہ غضبناک ہو کر یہ ظالمانہ قانون جاری کر دیا۔ اس خیال کے پیش نظر کہ وہ لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام سے روک کر غلبۂ موسیٰ علیہ السلام نہ ہونے دے گا۔ مگر اس نے نہ جانا کہ دونوں مرتبہ اس کا مکر وفریب ضائع جائے گا۔

فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے سے جلد ہلاکت کے خطرہ کی وجہ سے باز رہا:

۲۶: وَقَالَ فِرْعَوْنُ (اور فرعون نے کہا) اپنے سرداروں کو ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى (مجھ کو چھوڑ دو کہ موسیٰ کو میں قتل کر ڈالوں) جب فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کا ارادہ کرتا تو سردار اس کو یہ کہہ کر منع کرتے یہ وہ نہیں جس سے تجھے خطرہ ہے یہ اس سے کم درجہ ہے یہ تو ایک ساحر ہے۔ جب تو اس کو قتل کرے گا تو لوگوں کے دلوں میں شبہ پیدا کر دے گا۔ لوگوں کو یقین ہو جائے گا۔ کہ تو اس کا دلیل سے مقابلہ کرنے سے عاجز آ چکا ہے۔

اس سے یہ بات کھل کر معلوم ہوتی ہے کہ فرعون کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نبی برحق ہیں۔ اور اس کے سامنے آنے والے نشانات یہ سحر نہیں۔ مگر وہ دغاباز، بہت زیادہ خون بہانے والے اور معمولی چیزوں پر قتل کرنے والے شخص کا مزاج رکھتا تھا۔ پھر وہ اس کے متعلق قتل سے کیوں چوکتا جس کے متعلق وہ محسوس کر چکا تھا کہ وہ اس کی سلطنت کو برباد کرے گا لیکن اس کو خطرہ یہ تھا کہ اگر اس نے قتل کا اقدام کیا تو وہ جلد تر ہلاک کر دیا جائے گا۔ اور اس کا یہ قول ولیدع ربّہٗ اس شدید خوف کے احساس کو خوب ظاہر کرتا ہے۔ اور ایک طرف اپنے بارے میں ربوبیت کا دعوے دار تھا۔ اور دوسری طرف اس کا قول ذرونی اقتل موسٰی کہنا درحقیقت یہ اپنی قوم کو بلیک میل کرنے کیلئے ہے اور اس بات کا وہم دلانے کیلئے ہے کہ وہ روک رہے ہیں میں تو ابھی اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ حالانکہ واقعۃً اس کو دلی گھبراہٹ روکے ہوئی تھی۔ اِنِّيْٓ اَخَافُ (مجھے ڈر ہے) اگر میں اس کو قتل نہ کروں تو اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ (کہ وہ تمہارا دین بدل ڈالے) وہ اس آبائی دین کو بدل دے جس پر تم چلے آ رہے ہو۔ وہ فرعون اور دیگر اصنام کی پوجا کرتے تھے۔ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ (یا وہ پھیلا دے) یعنی موسیٰ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ (ملک میں کوئی خرابی) يُظْهِرُ الفساد یاء کا ضمہ اور دال کا فتحہ پڑھا ہے۔ مدنی، بصری، حفص کا یہ مسلک ہے۔ اور دیگر قراء نے یاء کا فتحہ اور دال کا رفع پڑھا ہے۔ مگر پہلا قول اولیٰ ہے۔ کیونکہ و يُبَدِّلَ کے موافق ہے۔ الفساد فی الارض کا مطلب باہمی لڑائی' ایک دوسرے کو برانگیختہ کرتا جس سے امن تہہ و بالا ہو اور کھیتیاں اور تجارتیں اور ذرائع آمدنی معطل ہو کر رہ جائیں۔ اور لوگ قتل وضیاع سے ہلاک ہو جائیں۔ گویا وہ انہیں باور کرا رہا تھا۔ کہ مجھے خطرہ یہ ہے کہ وہ اپنے دین کی طرف دعوت دے کر تمہارے دین سے تمہیں برگشتہ کر دے یا اس کی وجہ سے جو فتنے

پیدا ہونے کا خدشہ ہے اس سے تمہاری دنیا تباہ ہو جائے گی۔ اہل کوفہ کے علاوہ دیگر قراء نے وان پڑھا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے مجھے تمہارے دین و دنیا دونوں کے بیک وقت تباہ ہونے کا خدشہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے قتل کی دھمکی سن کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی:

۲۷: وَقَالَ مُوْسٰى (اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا) جب انہوں نے فرعون کی وہ بات جو اس نے اپنی قوم کو قتل موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں کہی سن پائی تو کہا۔ اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ (میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر ایسے خرد ماغ سے جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتا) آیت میں ربکم کا لفظ ان کو اس بات پر ابھارنے کیلئے ہے کہ وہ اس کی اقتداء اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کی اسی طرح پناہ مانگیں جس طرح میں نے پناہ مانگی ہے۔ اور اس پر توکل کرتے ہوئے اس کو مضبوطی سے تھام لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے من کل متکبر فرمایا تا کہ آپ کا استعاذہ فرعون اور دیگر تمام جبارین کو شامل ہو جائے اور آپ کی بات بطریق تعریض ہو جو تصریح کی نسبت زیادہ مؤثر ہے۔ تکبر سے یہاں قبول حق سے بوجہ تکبر انکار کرنا مراد ہے اور یہ استکبار کی قبیح ترین شکل ہے اور اختیار کرنے والے کی کمینگی کو خوب ثابت کرنے والی ہے اور اس کے شدید ظلم کو ظاہر کرنے والی ہے۔

اور کہا لا یؤمن بیوم الحساب کیونکہ جب کسی انسان میں ظلم، جزاء کا انکار، انجام کی عدم پرواہ ہی جیسی برائیاں جمع ہو جائیں تو اس میں سنگ دلی، اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سلسلہ میں جرأت و دلیری کے اسباب مکمل ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ کوئی گناہ کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

قراءت: عذت، لذت یہ دونوں ایک جیسے ہیں۔ عُتُّ ادغام کے ساتھ ابوعمرو، حمزہ، علی نے پڑھا ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا

اور آل فرعون میں سے ایک مومن نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو

اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا

جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں لے کر آیا ہے، اور اگر وہ جھوٹا ہوگا

فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوگا تو تمہیں بعض وہ مصائب پہنچ جائیں گے جن کی وہ بطور پیش گوئی خبر دے رہا ہے، بلاشبہ اللہ

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝۲۸ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي

ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا ہو بہت جھوٹا ہو۔ اے میری قوم آج زمین میں تمہاری حکومت ہے تم غلبہ پانے

الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ

ہوئے ہو سو اگر اللہ کا عذاب ہم تک آپہنچا تو ہمیں اس سے بچانے کے لئے کون مدد کرے گا؟ فرعون نے کہا میں تو تمہیں وہی رائے

اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝۲۹

دوں گا جسے میں خود ٹھیک سمجھ رہا ہوں اور میں تمہیں وہی راہ بتاؤں گا جو ہدایت کا راستہ ہے۔

مؤمن آلِ فرعون کی تقریر:

۲۸: وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ (اور ایک مومن شخص نے جو فرعون کے خاندان میں سے تھا اور اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا تھا کہا) ایک قول یہ ہے کہ یہ قبطی تھا اور فرعون کا چچازاد بھائی تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر پوشیدہ طور پر ایمان لے آیا۔

نحو: من اٰل فرعون یہ رجل کی صفت ہے۔

ایک قول:

یہ اسرائیلی تھا۔ اس صورت میں من آل فرعون یہ یکتم کا صلہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے یکتم ایمانہ من آل فرعون وہ آل فرعون سے ایمان کو چھپاتا تھا۔ اس کا نام سمعان تھا یا حبیب یا خربیل یا حزبیل مگر قول اول ظاہر سیاق کے زیادہ مناسب ہے۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ (کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے) ان یقول لام مقدر ہے یہ دراصل اس کی طرف سے ان کے فعل پر شدید نکیر ہے۔ گویا اس نے اس طرح کہا۔ کیا تم بدترین حرکت کا ارتکاب کرتے ہو جو ایک

محترم جان کا قتل کر دینا ہے۔ حالانکہ تمہارے پاس اس کے قتل کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ کلمہ حق کہتا ہے کہ رَبِّیَ اللّٰہُ (میرا رب اللہ ہے) حالانکہ وہ تمہارا بھی رب ہے فقط اسی کا رب نہیں۔

وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ (حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلائل لے کر آیا) قد جاء کم یہ جملہ حالیہ ہے۔ یعنی اس نے اپنی بات کو درست کرنے کیلئے ایک دلیل بھی پیش نہیں کی بلکہ جس ذات کی طرف ربوبیت کی نسبت کی جاتی ہے اس کی طرف سے دلائل پیش کیے ہیں۔ اور اس کے اعتراف تک ان کو مہلت دی گئی ہے۔ وَاِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْهِ کَذِبُهٗ وَاِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ (اگر وہ جھوٹا ہی ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو وہ جو کچھ پیشین گوئی کررہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر پڑیگا) اس نے بطریق تقسیم ان کے سامنے دلیل پیش کی کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ سچا ہے یا جھوٹا اگر وہ جھوٹا ہے تو پھر اس کا وبال اس پر پڑے گا اور اس سے آگے نہ بڑھے گا اور اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب کا وہ وعدہ کررہا ہے وہ تمہیں آن پہنچے گا۔ اس نے یہ نہیں کہا کلّ الذی یعدکم کہ وہ سارا عذاب تم پر اتر پڑے گا۔ اس کے باوجود کہ یہ سچے نبی کی طرف سے کیا جانے والا وعدہ ہے۔ یہ بات ان کی مدارات اور طریق انصاف پر چلتے ہوئے کہی۔ اس نے وہ بات کہی جو ان کے ذہنوں کو زیادہ اپیل کرنے والی تھی۔ اور اس میں تمام عذاب کے مل جانے کی نفی بھی نہ تھی۔ گویا اس طرح فرمایا کہ اس کی سچائی میں کم سے کم بات جو کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس عذاب کا کچھ حصہ تم پر ضرور طاری ہوگا جس کا وہ تم سے وعدہ کررہا ہے اور وہ جلد ملنے والا عذاب ہے۔ اور اس میں تمہاری ہلاکت ہے۔ اس نے ان سے دنیا و آخرت کے عذاب کا وعدہ کیا تھا۔ اسی لئے تو کاذب کو صادق پر مقدم کیا۔ اور بعض کی تفسیر کل سے کرنا درست نہیں ہے۔

اگر وہ مسرف ہے تو خود ہلاک ہوگا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ (اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو حد سے گزرنے والا ہو) مسرف حد سے تجاوز کرنے والا۔ کَذَّابٌ (بہت جھوٹ بولنے والا) اپنے دعوؤں میں یہ باب مجاملہ میں سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ حد سے بڑھنے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کر دیں گے اور ہلاک کر دیں گے پس تمہاری جان اس سے چھوٹ جائے گی یا اگر وہ مسرف و کذاب ہوتا تو اس کو نبوت نہ ملتی اور دلائل سے اس کی پشت پناہی نہ کی جاتی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے وہم دلایا کہ وہ مُسْرِف سے موسیٰ مراد لے رہا ہے حالانکہ وہ فرعون مراد لے رہا تھا۔

۲۹: یٰقَوْمِ لَکُمُ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ (اے میرے بھائیو! آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو) ظاہرین کا معنی غلبہ پانے والے۔ لکم کے کم سے حال ہے۔ فِی الْاَرْضِ (زمین میں) ارضِ مصر فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا (اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ہماری مدد کون کریگا اگر وہ ہم پر آن پڑی) مطلب یہ ہے کہ تمہیں ملک مصر میسر ہے اور لوگوں پر تم صاحب اقتدار ہو۔ اور وہ تمہارے مطیع بنے ہیں۔ پس اپنا معاملہ مت بگاڑو۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سامنا مت کرو۔ اگر وہ آ گیا تو تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور نہ کوئی اس سے تمہیں بچا سکتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۳۰ مِثْلَ

اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا کہ اے میری قوم میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر سابقہ جماعتوں جیسا دن نہ آپڑے جیسا کہ

دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا

قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا، اور اللہ بندوں پر کسی طرح بھی ظلم کا ارادہ نہیں

لِّلْعِبَادِ ۳۱ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۳۲ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ

فرماتا، اور اے میری قوم بلاشبہ میں تمہارے بارے میں يَوْمَ التَّنَادِ کا اندیشہ رکھتا ہوں جس دن تم پشت پھیر کر

مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۳۳

واپس لوٹو گے تمہارے لئے اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہ ہوگا، اور اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں۔

اگرچہ تم صاحب اقتدار ہو مگر اللہ کے عذاب کا سامنا نہیں کر سکتے:

رجل مؤمن نے ینصرنا اور جاءنا کے صیغے جمع والے استعمال کیے۔ کیونکہ اس کی قرابت داری ان میں پائی جاتی تھی۔ اور تا کہ ان کو یہ جتلائے کہ جو ان کو خیر خواہی کی باتیں کر رہا ہے وہ بھی ان کا حصہ دار اور شریک کار ہے۔ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى (فرعون نے کہا میں تو تم کو وہی رائے دونگا جو خود سمجھ رہا ہوں) یعنی میں تم کو وہی رائے دیتا ہوں اس کو قتل کر دو۔ اس سے زیادہ میرے نزدیک کوئی رائے نہیں ہے۔ اور یہ بات جو تمہیں کہی جارہی ہے یہ درست نہیں ہے۔

وَمَآ اَهْدِيْكُمْ (اور میں تم کو بتلاتا ہوں) اس رائے کے ذریعہ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ (عین طریق مصلحت) یعنی صلاح و درستگی کا راستہ یا میں تمہیں وہ بتلا رہا ہوں جس کو میں درست جانتا ہوں۔ اور میں اپنی رائے چھپا کر نہیں رکھ رہا اور نہ ہی اپنے پاس محفوظ کر رہا ہوں کہ تمہیں اس کے الٹ بتاؤں۔ مطلب یہ تھا کہ میری زبان و دل دونوں اس بات میں موافق ہیں۔ حالانکہ یہ اس نے کھلا جھوٹ بولا وہ اپنے دل میں موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے شدید خوف محسوس کر رہا تھا۔ لیکن وہ بناوٹ کے طور پر بہادری ظاہر کر رہا تھا۔ اگر وہ علامت سے ظاہر نہ کرتا تو یہ معلوم نہ ہوسکتا۔ اس نے معاملہ فقط اشارہ پر نہ چھوڑا۔

۳۰: وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ (اور اس مؤمن نے کہا اے میرے دوستو! مجھ کو تمہارے متعلق اور امتوں جیسے برے دن کا اندیشہ ہے) یعنی ان جیسے دن جن میں ان پر عذاب اترے۔

نکتہ: جب اس نے احزاب کی طرف نسبت کی تو پھر اس کی وضاحت کی۔

۳۱: مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (جیسا قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا

تھا) اس میں یہ بات چھپائی نہیں گئی کہ ان میں سے ہر گروہ کیلئے تباہی و ہلاکت کا دن تھا۔ بلکہ جمع میں سے ایک پر اکتفاء کیا گیا۔ اور ان لوگوں کی عادات عمل میں انہی جیسی ہیں جیسے کفر، تکذیب، اور دیگر معاصی۔

اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا:

نحو: اور چونکہ ان کی عادت انہی جیسی تھی پس حذف مضاف ضروری ہوا۔ یعنی مثل جزاء دأبھم۔ ان کی جزاء ان کے عمل کی جزاء جیسی ہوگی۔ اور مثل کا لفظ دو مرتبہ منصوب لائے۔ کیونکہ یہ مثل اول کیلئے عطف بیان ہے۔ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ (اور اللہ تعالیٰ تو بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتے کہ بغیر گناہ کے ان کو سزا دے دیں یا اس عذاب میں اس مقدار سے اضافہ فرما دیں جس کے وہ مستحق ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ان کو تہس نہس کرنا عدل ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے اس کے حقدار ہیں۔ اور یہ جملہ اس جملہ سے زیادہ بلیغ ہے جو سورۂ فصلت میں ہے۔ وما ربك بظلام للعبید [فصلت:۴۶] اس طرح کہ ظلمًا کو نکرہ لا کر ارادۂ ظلم کی نفی فرمائی اور جو کسی بھی ارادۂ ظلم سے دور ہوا جو بندوں کیلئے ہو سکتا ہے تو وہ ظلم سے ابعد بعید ہوگا۔

ردِ معتزلہ:

معتزلہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کے کے متعلق ارادہ نہیں فرماتے کہ وہ ظلم کریں مگر یہ تفسیر حقیقت سے بہت دور ہے۔ کیونکہ اہل لغت کہتے ہیں۔ جب کوئی آدمی دوسرے کو کہے۔ لا ارید ظلما لك۔ تو اس کا معنی لا ارید ان اظلمك کہ میں آپ پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا کیا جاتا ہے۔ پس ان کا معنی غلط ہوا۔

ربط: اس آیت میں عذاب دنیا سے ڈرایا گیا۔ پھر اگلی آیت میں عذاب آخرت سے ڈرایا گیا ہے۔

کثرتِ نداء کا دن قیامت ہے:

۳۲: وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ (اور اے میری قوم مجھے تمہارے متعلق اس دن کا اندیشہ ہے جس میں کثرت سے ندائیں ہونگی) یوم التناد سے قیامت کا دن مراد ہے۔

قراءت: التَّنادِ مکی، یعقوب نے دونوں حالوں میں پڑھا ہے۔ اور اصل میں اثباتِ یاء کے ساتھ آتا ہے مگر اس کا حذف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ کسرہ یاء کی دلالت کیلئے کافی ہے اور ان آیات کے آخر میں آگے پیچھے دال آ رہی ہے اور یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں ذکر فرمایا: ونادی اصحاب الجنة اصحاب النار [الاعراف:۴۴] اور ونادی اصحاب الاعراف [الاعراف:۴۸]

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِىْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ

اور یہ بات واقعی ہے کہ یوسف تمہارے پاس اس سے پہلے واضح معجزات لے کر آئے سو وہ جو کچھ تمہارے پاس لائے تم اس میں برابر شک کرتے رہے۔

حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ

یہاں تک کہ جب انکی وفات ہوگئی تو تم نے کہا کہ اللہ انکے بعد کسی رسول کو مبعوث نہ فرمائے گا۔ اللہ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے اس شخص کو

هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۝۳۴ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ

جو حد سے بڑھ جانے والا ہو شک میں پڑنے والا ہو جو اللہ کی آیات میں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑے بازی کرتے ہیں

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ

اللہ کے نزدیک اور اہل ایمان کے نزدیک یہ بڑے بغض کی چیز ہے اسی طرح اللہ مہر لگا دیتا ہے ہر متکبر جبار کے

مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝۳۵

دل پر۔

ایک قول یہ ہے:

کہ اس سے وہ نداء مراد ہے جو اس طرح دی جائے گی۔ اے محشر والو سن لو! فلاں شخص ایسا خوش نصیب ہوا کہ کبھی بدبخت نہ ہوگا۔ خبردار فلاں ایسا شقی ہوا کہ اس کے بعد کبھی سعادت مند نہ ہوگا۔

۳۳: يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ (جس روز پیٹھ پھیر کر لوٹو گے) موقف حساب سے آگ کی طرف لوٹ رہے ہونگے۔ مَالَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہوگا) یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مِنْ عَاصِمٍ (کوئی بچانے والا) روکنے اور دفع کرنے والا۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہ ہوگا) هَادٍ بمعنی سیدھے راہ پر لگانے والا۔

یوسف علیہ السلام سے کون مراد ہے؟

۳۴: وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ (اور تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف دلائل لے کر آ چکے ہیں) وہ یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں۔ ایک قول یہ ہے وہ یوسف بن ابراہیم بن یوسف بن یعقوب ہیں۔ یہ بیس سال ان میں نبوت پا کر زندہ رہے۔ ایک قول یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ والا فرعون وہی یوسف علیہ السلام، کے زمانہ کا فرعون ہے ان کے

زمانہ تک وہ زندہ رہا۔

ایک قول:

وہ اور فرعون ہے۔ اس میں ان کو توبیخ کی گئی کہ موسیٰ علیہ السلام سے قبل یوسف علیہ السلام آئے اور معجزات لے کر آئے۔

فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ (تم ان امور میں شک میں پڑے رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے) پس تم ان باتوں میں شک کرتے رہے اور شک کا ازالہ نہ ہو سکا۔ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا (یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم لوگ کہنے لگے اب اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کو رسول بنا کر نہ بھیجے گا) یہ بات تم نے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل و حجت کے گھڑ لی یعنی تم اپنے کفر پر برقرار رہے اور یہ یقین کیے رکھا کہ دوبارہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حجت کی تجدید نہ ہوگی۔ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ (اسی طرح اللہ تعالیٰ آپے سے باہر ہونے والے شبہات میں گرفتار رہنے والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتا ہے) یعنی اس اضلال میں مبتلا رکھتا ہے جو کہ شبہات کا شکار، اپنے دین کے متعلق شک میں پڑا ہو۔

۳۵: الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ (جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا نکالتے ہیں) یہ من هو مسرف سے بدل ہے۔ اور اس کا بدل بننا درست ہے اگرچہ وہ مفرد اور یہ جمع ہے کیونکہ ایک مسرف مراد نہیں بلکہ ہر مسرف مراد ہے۔ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی آیات میں) یعنی ان کے باطل قرار دینے اور دور کرنے میں بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ (بغیر کسی دلیل کے) اَتٰىهُمْ كَبُرَ مَقْتًا (جو ان کے پاس موجود ہو۔ بڑی نفرت) یعنی غصہ کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔ کبر کا فاعل من هو مسرف کی ضمیر ہے۔ وہ لفظاً واحد ہے مگر معناً جمع ہے پس بدل معنی کے لحاظ سے لایا گیا۔ اور ضمیر میں لفظ کا لحاظ رکھا گیا اور واحد لائے اور الذین کا مرفوع ہونا بھی درست ہے۔ مگر اس صورت میں مضاف کا حذف ماننا پڑتا ہے۔ جس کی طرف کبر کی ضمیر لوٹتی ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ جدال الذين يجادلون كبر مقتاً ان لوگوں کا جدال جو جدال کرتے ہیں بہت زیادہ ہے نفرت میں عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (اللہ تعالیٰ کو بھی اور ایمان والوں کو بھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے دل پر مہر کر دیتا ہے)

قراءت: قَلْبٍ کو تنوین کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے۔

نکتہ: قلب کی صفت یہاں تکبر و تجبر لائی گئی کیونکہ دل اس کا منبع ہے جیسا تم کہو سَمِعَتِ الاذنُ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے۔ فانه اٰثم قلبه [البقرة:۲۸۳] اگرچہ گناہ گار تمام جسم ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ

اور فرعون نے کہا کہ اے ہامان میرے لئے ایک محل بنا دے ہو سکتا ہے کہ میں راستوں میں پہنچ جاؤں یعنی آسمان کے راستوں تک

فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ

میری رسائی ہو جائے پھر میں موسیٰ کے معبود کا پتہ چلاؤں، اور بے شک میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔ اور اسی طرح فرعون کے لئے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا

وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝ ع

اور وہ راستہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر ہلاکت ہی میں لے جانے والی تھی۔

فرعون کی ملمع سازی:

۳۶: وَقَالَ فِرْعَوْنُ (اور فرعون نے کہا) اپنی قوم کے ساتھ ملمع سازی کرتے ہوئے یا ان کی جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے۔ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا (اے ہامان ایک بلند عمارت بناؤ) صرح محل کے معنی میں آتا ہے۔ الصرح ایسی عمارت جو دیکھنے والے پر مخفی نہ رہے اگرچہ دور ہو جیسے کہا جاتا ہے صَرِحَ الشئ، اذا ظهر۔ لَعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ (شاید میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں)

قراءت: لَعَلِّيَ یہ یاء کے فتحہ کے ساتھ حجازی، شامی، ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ پھر اس کو تفخیم شان کیلئے بدل دیا اور اس غرض سے بدلا کہ اس سے مقصود امر عظیم ہے۔

۳۷: اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ (آسمانوں پر جانے کی راہیں) اسباب راستہ اور باب اور جو چیز اس تک پہنچانے کے لیے استعمال ہو ہر وہ چیز جو کسی چیز تک پہنچائے اس کو سبب کہا جاتا ہے مثلاً رسی وغیرہ فَاَطَّلِعَ (پھر دیکھوں بھالوں)

قراءت: حفص نے نصب سے پڑھا ہے۔ ترجی کا جواب قرار دیا اور ترجی کو تمنی کے مشابہ مانا۔ دیگر قراء نے رفع پڑھا اور ابلغ پر عطف کیا۔ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى (موسیٰ کے معبود کو) معنی یہ ہے پس میں اس کو دیکھوں وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا (اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں) ہٗ کی ضمیر موسیٰ کی طرف لوٹتی ہے کاذب سے اس بات میں جھوٹا کہنا مراد ہے کہ وہ کہتا ہے میرے سوا اور بھی کوئی معبود ہے۔

وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) اس تزیین اور رک جانے کی طرح۔ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ (فرعون کی بدکرداریاں اس کو مستحسن معلوم ہوتی تھیں اور راستہ سے رک گیا) السبیل سے سیدھا راستہ مراد ہے۔ صَدَّ فتحہ صاد سے کوفی اور یعقوب کے علاوہ نے پڑھا ہے۔ یعنی اس نے دوسروں کو روکا یا اس نے اپنے آپ کو مکمل طور پر روکا۔ المزین یہ شیطان ہے جو اپنے وساوس سے سبز باغ دکھاتا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا وزين لهم الشيطان اعمالهم فصدهم عن

وَقَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ۳۸ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ

اور جو شخص ایمان لایا اس نے کہا کہ اے میری قوم میرا اتباع کرو میں تمہیں ہدایت والا رستہ بتاؤں گا ۔ اے میری قوم یہ دنیا والی زندگی

الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ۫ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ۳۹ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا

تھوڑے سے نفع کی زندگی ہے اور بلاشبہ آخرت ہی رہنے کی جگہ ہے، جس نے کوئی بھی برائی کی تو اس کا بدلہ صرف

یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ

اسی قدر دیا جائے گا اور جس نے نیک عمل کیا مرد ہو یا عورت اور حال یہ ہو کہ وہ مومن ہو

فَاُولٰٓىِٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ۴۰ وَ یٰقَوْمِ

تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا، اور اے میری قوم

مَا لِیْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَى النَّارِ ۴۱ تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ

کیا بات ہے میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو، تم مجھے اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں

وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ۫ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ۴۲

اور اس چیز کو اس کا شریک بناؤں جس کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، اور میں تمہیں عزیز غفار کی طرف بلاتا ہوں،

السبیل [النمل:۲۴] یا اللہ تعالیٰ نے مزین کر دیا جیسا اس ارشاد میں ہے زینا لھم اعمالھم فھم یعمھون [النمل:۴] وَمَا كَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ (اور فرعون کی تدبیر غارت ہی گئی) تباب یہ خسارے اور ہلاکت کا معنی دیتا ہے۔

۳۸: وَقَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ (اور اس مومن نے کہا اے بھائیو! تم میری راہ پر چلو)

قراءت: مکی و یعقوب نے دونوں حالتوں میں اتبعونی پڑھا ہے۔

اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ (میں تم کو ٹھیک راستہ بتلاتا ہوں) الرشاد کا لفظ یہ الغی کا عکس ہے اس میں تعریض کی گئی ہے جو کہ تصریح کے مشابہ ہے کہ فرعون اور قوم فرعون گمراہی کے راستہ پر چل رہا ہے۔ اولاً مجمل مختصر بیان کیا پھر وضاحت کی۔ دنیا کی مذمت اور اس کی بے حیثیتی بیان کرتے ہوئے کہا۔

۳۹: یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ (اے میرے بھائیو! یہ دنیا کی زندگی محض سامان ہے) حقیر سامان ہے اس کو ہمیشگی کی چیز سمجھ لینا یہ شرکی جڑ اور فتنوں کا منبع ہے اور آخرت کی عظمت بیان کی اور واضح کیا کہ اصلی وطن اور جائے قرار وہی ہے۔ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ (ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے)

ربط: پھر اعمال حسنہ اور سیئہ کا ذکر کر کے ہر ایک کا انجام بیان کر دیا تا کہ نقصان دہ سے بچا جائے اور فائدہ مند کو مضبوطی سے تھاما جائے۔

۴۰: مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو تو برابر سرابر ہی بدلہ ملتا ہے۔اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مؤمن ہو ایسے لوگ جنت میں جاویں گے۔ وہاں بے حساب ان کو رزق ملے گا)

قراءت: يُدْخَلُوْنَ مکی، بصری، ابوبکر اور یزید نے پڑھا ہے۔

دونوں دعوتوں کا موازنہ:

۴۱: ربط: پھر دونوں دعوتوں کا باہمی موازنہ پیش کیا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا انجام جنت ہے اور تم غیر اللہ کی طرف دعوت دیتے ہو جس کا انجام آگ ہے۔ وَيٰقَوْمِ مَالِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ (اے میرے بھائیو! یہ کیا بات ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں یعنی جنت کی طرف)

قراءت: مَالِيَ فتحہ یاء کے ساتھ حجازی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے۔

وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ (اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو)

جب معبود ہونے کی دلیل نہیں تو اسے معبود ماننا درست نہیں:

۴۲: تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ (تم مجھ کو اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کروں) یہ پہلے تدعوننی سے بدل ہے عرب کہتے ہیں: دعاه الى كذا و دعاه له۔ دونوں کا معنی ایک ہے جیسا کہا جاتا ہے۔ هَداه الى الطريق و هداه له۔ دونوں صلے الی اور لام استعمال ہوتے ہیں۔ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیز کو اس کا ساجھی بناؤں جس کی میرے پاس کوئی بھی دلیل نہیں) یعنی اس کی ربوبیت کی۔ اگرچہ یہاں نفی علم کی کی ہے مگر اس سے نفی معلوم کی گئی ہے۔ گویا اس طرح کہا اور میں اس کے ساتھ اس کو شریک بناؤں جو معبود نہیں اور جو معبود نہیں یہ کیسے صحیح ہے کہ اس کو معبود کے طور پر جانا جائے؟ یعنی جب اس کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں تو پھر اس کا معبود ماننا ہی صحیح نہیں۔ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ (اور میں تم کو اللہ تعالیٰ زبردست خطائیں بخش دینے والے کی طرف بلاتا ہوں) وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں۔ نداء کو دوبارہ لانا تنبیہ میں اضافہ کی خاطر ہے اور غفلت کا ازالہ مطلوب ہے اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ قبطی اس کی قوم تھی اور وہ آل فرعون کا فرد تھا۔

واؤ کا نکتہ:

ندائے ثالث میں واؤ لائی گئی جبکہ ندائے دوم میں نہیں آئی کیونکہ ندائے ثانی ایسی کلام پر داخل ہے جو بیان مجمل اور تفسیر مبہم

لَاجَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ

یقینی بات ہے کہ تم مجھے جس چیز کی دعوت دیتے ہو اسکی دعوت نہ دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں، اور بلاشبہ ہمارا لوٹنا

اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ

اللہ کی طرف ہے اور بلاشبہ جو لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہیں وہ دوزخ والے ہیں سو تم یاد کرو گے جو میں تم سے کہتا ہوں،

وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ

اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے، سو اللہ نے اس شخص کو ان لوگوں کی تدبیروں کی مضرتوں سے

مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا

بچا لیا اور آل فرعون پر برا عذاب نازل ہوا، صبح و شام یہ لوگ آگ کے سامنے

غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو

کیلئے ہے تیسری نداء ایسی نہیں اس لئے اس پر واؤ لائے۔

تمہاری دعوت کا بطلان ثابت شدہ ہے:

۴۳: لَاجَرَمَ (یقینی بات ہے) علمائے بصرہ کے نزدیک لا اس بات کی تردید کیلئے لایا گیا جس کی طرف اس کی قوم نے اس کو دعوت دی تھی۔ جرم، فعل ہے جو حق کے معنی میں ہے اور اَنَّ بمع ما کے اپنے متعلقات سمیت اس کا فاعل ہے مطلب یہ ہے حق و وجب بطلان دعوتہ تمہاری دعوت کا باطل ہونا ثابت شدہ اور یقینی ہے۔ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ (کہ تم جس کی طرف مجھے بلاتے ہو وہ نہ تو دنیا ہی میں پکارے جانے کے لائق ہے اور نہ ہی آخرت میں) مطلب یہ ہے کہ جن کی طرف مجھے تم بلاتے ہو انہوں نے کبھی اپنی ذات کی عبادت کیلئے دعوت نہیں دی اس لئے کہ معبود برحق کا حق یہ ہے کہ وہ بندوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلائے۔ اور جن کی طرف تم دعوت دیتے ہو اور ان کی عبادت کی طرف بلاتے ہو۔ وہ خود تو اس کی طرف دعوت نہیں دیتا اور نہ وہ ربوبیت کا دعوے دار ہے (پس تمہارا اس کی عبادت کی دعوت دینا باطل ہے) نمبر۲۔ اس کی دعوت کو دنیا و آخرت میں قبولیت حاصل نہیں۔ نمبر۳۔ جن کی طرف تم بلاتے ہو ان کے لئے تو دعوت مستجابہ نہیں اور جس دعوت میں منفعت و استجابت نہ ہو وہ دعوت ایسی ہے گویا وہ دعوت ہی نہیں۔ نمبر۴۔ یا استجابت کو دعوت کہہ دیا۔ جیسا کہ جزائے فعل کو خود جزاء کہہ دیتے ہیں کما تدین تدان۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ (اور ہم سب نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور بیشک دائرہ سے نکلنے والے)
مَرَدَّ کا معنی رجوع ہے المسرفین سے مشرکین مراد ہیں۔ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (وہ سب دوزخی ہیں)
۴۴: فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ (پس آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے) یعنی میری نصیحت کو یاد کرو گے جب عذاب نازل ہوگا۔ وَاُفَوِّضُ (اور میں سپرد کرتا ہو) اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے)
قراءت: اَمْرِیَ یہ فتحہ یاء کے ساتھ مدنی اور ابوعمرو نے پڑھا اس نے یہ اس لئے کہا کیونکہ انہوں نے اسے ڈرایا دھمکایا تھا۔ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ (اللہ تعالیٰ سب بندوں کا نگران ہے) ان کے اعمال انجام سمیت دیکھ رہا ہے۔

اس کے متعلق تمام فرعونی منصوبے ناکام ہوئے:

۴۵: فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا (پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی مضر تدابیر سے محفوظ رکھا) ان کے منصوبوں کی وجہ سے پہنچنے والی تکالیف اور قسم قسم کے عذاب جو اس شخص کو دیئے جاتے جو ان کی مخالفت کرتا تھا۔

ایک قول:

وہ ان سے نکل کر پہاڑ کی طرف رخ کر گیا۔ فرعون نے ایک ہزار فوجی اس کی تلاش میں روانہ کیے۔ جن میں بعض کو درندوں نے پھاڑ کھایا اور جو واپس لوٹے ان کو ناکامی مہم کی وجہ سے فرعون نے سولی پر لٹکا دیا۔ وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ (اور فرعونیوں پر موذی عذاب نازل ہوا) حاقَ کا معنی اترنا ہے۔

فرعونیوں کو آگ سے جلایا جا رہا ہے:

۴۶: اَلنَّارُ (آگ)۔
نحو: یہ سوء العذاب سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ وہ سوء عذاب کیا ہے تو جواب دیا ھو النار کہ وہ آگ ہے یا یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر یعرضون علیھا ہے۔ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا (کے سامنے وہ لوگ لائے جاتے ہیں) عرضِ نار کا مطلب آگ سے جلانا ہے جیسا کہ محاورہ ہے: عرض الامام الاساری علی السیف جبکہ وہ ان کو تلوار سے قتل کرے۔ غُدُوًّا وَّعَشِيًّا (صبح وشام) یعنی ان دو اوقات میں ان کو عذاب دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ درمیانی وقت میں خواہ ان کو اور جنس کا عذاب دیا جائے یا بالکل نہ دیا جائے۔ نمبر۲۔ غدوًّا و عشیًّا کی تعبیر سے دوام وہمیشگی بھی مراد لینا درست ہے۔ اور یہ عذاب دنیا میں ہے۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ (اور جس روز قیامت قائم ہوگی) تو جہنم کے داروغہ فرشتوں کو حکم دیا جائے گا) اَدْخِلُوْٓا (تم داخل کرو)
قراءت: مدنی ،حمزہ ،علیؒ حفص اور خلف نے اس کو الادخال باب افعال سے مانا ہے جبکہ دیگر قراء اُدْخُلوا مجرد باب نصر سے مانتے ہیں۔ مطلب یہ ہے ان کو خود کہا جائے گا تم داخل ہو جاؤ اے آل فرعون الایة۔ اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (فرعونیوں

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ کافر لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے سو جو لوگ کمزور تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے بیشک تم تمہارے

تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿٤٧﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا

تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو؟ جو لوگ بڑے تھے وہ کہیں گے

اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ

کہ بیشک ہم سب دوزخ میں ہیں بیشک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا، اور جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ دوزخ کے داروغاؤں سے

جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ

کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو وہ ہم سے ایک دن عذاب کا کچھ حصہ ہلکا کر دے، وہ جواب دیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلے ہوئے دلائل

ع ۵ ۱۳ ۱۰ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾

لیکر نہیں آئے تھے وہ لوگ کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے اس پر داروغہائے دوزخ جواب دیں گے کہ پھر تو تم ہی دعا کر لو اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے۔

کو نہایت سخت عذاب میں) یعنی عذاب جہنم۔

مَسْئَلَه: یہ آیت عذاب قبر کی دلیل ہے۔

جہنم میں پہنچ کر رؤساء اور خدام کا جدول:

۴۷: وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ (اور جبکہ کفار ایک دوسرے سے جھگڑیں گے) اذ اذکر محذوف کے متعلق ہے۔ ان کے جھگڑے کے وقت کو یاد کرو۔ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا (دوزخ میں تو ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے) الذین استکبروا سے رؤساء ولیڈر مراد ہیں۔ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا (کہ ہم تمہارے تابع تھے) تبعًا جمع ہے تابع کی جیسے خدم جمع خادم کی ہے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ (کیا تم ہم سے ہٹا سکتے ہو) دفع کر سکتے ہو عَنَّا نَصِيْبًا (کوئی حصہ) مِّنَ النَّارِ (آگ کا)

۴۸: قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ (وہ بڑے لوگ کہیں گے ہم سب بھی دوزخ میں ہیں) کلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای کلنا ہم میں سے ہر ایک اس میں ہے کوئی ایک دوسرے سے عذاب کو ہٹا نہیں سکتا۔ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ (اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا) ان کے مابین فیصلہ کر دیا جائے گا کہ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں داخل کر دیا جائے گا۔

۴۹: وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ (اور جتنے لوگ دوزخ میں ہونگے وہ جہنم کے موکل فرشتوں سے کہیں گے) خزنۃ

سے مراد جہنم کے منتظم جو آگ کا عذاب دینے پر مقرر ہیں۔ جہنّم کا لفظ صراحۃً لائے حالانکہ ضمیر لوٹ سکتی تھی تا کہ جہنم کا ذکر کر کے مزید خوف وڈر پیدا کیا جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جہنم جو گہرائی میں جلنے والی آگ ہے اس کو کہا گیا ہو جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں۔ بئر جهنّام۔ یعنی گہرا کنواں۔ اس میں سرکش و بڑے باغی ڈالے جائیں گے۔ شاید ملائکہ موکلین عذاب وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے دعا کا جواب جلدی دے دیں اس لئے جہنمی ان کو کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو۔ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ (تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی دن تو عذاب ہم سے ہلکا کر دے) یومًا سے مراد دنیا کے دن کی مقدار۔

۵۰: قَالُوْٓا (وہ کہیں گے) وہ نگران فرشتے طویل مدت کے بعد توبیخ کے طور پر کہیں گے۔ اَوَلَمْ تَكُ (کیا تمہارے پاس) کیا تمہارا قصہ اس طرح نہیں۔ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ (تمہارے رسول نہیں آتے رہے تھے) یہ القصہ کی تفسیر ہے۔ بِالْبَيِّنٰتِ (دلائل کے ساتھ) معجزات کے ساتھ قَالُوْا (وہ کہیں گے) یعنی کفار بَلٰى قَالُوْا (ہاں) نگران فرشتے بطور تحکم کہیں گے۔ فَادْعُوْا (تو پھر تم دعا کرلو) تمہاری دعا قبول نہ کی جائے گی۔ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے) ضلال بمعنی باطل ہے بیکار یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ نگران فرشتوں کا قول ہو۔

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾

بلاشبہ ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا والی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے

يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾

جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کام نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برے گھر میں رہنا ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا، یہ کتاب ہدایت

ذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ

اور نصیحت تھی عقل والوں کے لئے، سو آپ صبر کیجئے بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور اپنے گناہ کے لئے استغفار کیجئے

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي

اور صبح و شام اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جو حمد کے ساتھ ہو بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات کے بارے میں

آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم

جھگڑا کرتے ہیں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو ان کے سینوں میں تکبر ہی ہے وہ کبھی بھی اس تک پہنچنے والے

بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٥٦﴾

نہیں ہیں، سو آپ اللہ سے پناہ طلب کیجئے بلاشبہ وہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔

دارین میں غلبہ ایمان والوں کا ہے:

۵۱: إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ (ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز بھی جس میں کہ گواہی دینے والے کھڑے ہونگے) یعنی دنیا و آخرت میں مدد کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں غلبہ دیں گے ان کے مخالفین پر حجت و فتح کے ساتھ اور اگر کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور امتحان کبھی مغلوب ہوگئے پھر بھی عافیت انہی کیلئے ہے اور ان کے اعداء میں سے ایسے لوگ میسر فرمادیں گے خواہ کچھ وقت بعد ہو۔

نحو: یوم یہ منصوب ہے جار و مجرور کے موضع میں شمار کرنے کی وجہ سے جیسے کہتے ہیں جئتك فی امس والیوم ۔ الاشھاد جمع

شاہد کی ہے جیسا کہ صاحب کی جمع اصحاب۔ اس سے مراد انبیاء اور حفاظتی فرشتے ہیں انبیاء علیہم السلام کافروں پر ان کی تکذیب کی وجہ سے گواہی دیں گے اور حفاظتی فرشتے اعمال بنی آدم کی شہادت دیں گے۔

قراءت: تقوم، ہشام نے پڑھا جیسا رازی نے نقل کیا۔

۵۲: يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ (جس دن کہ ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی)

نحو: یہ یوم یقوم سے بدل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے لا یقبل عذرھم و لا ینفع ان کا عذر قبول نہ ہوگا۔

قراءت: کوفی اور نافع نے لا ینفع پڑھا ہے۔

وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ (اور ان کے لئے لعنت ہوگی) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (اور ان کے لئے اس عالم میں خرابی ہوگی) سوء الدار سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔

ہدیٰ میں تمام دینی اشیاء شامل ہیں:

۵۳: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى (اور ہم موسیٰ کو ہدایت نامہ دے چکے ہیں) الھدیٰ اس سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جو دین کے سلسلہ میں ان کو دی گئیں مثلاً معجزات، تورات، احکامات، وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ (اور ہم نے وہ کتاب بنی اسرائیل کو پہنچائی تھی) الکتاب سے تورات، انجیل اور زبور مراد ہے۔ کیونکہ الکتاب جنس ہے۔

۵۴: هُدًى وَّ ذِكْرٰى (کہ وہ ہدایت اور نصیحت تھی) حق کی گواہی اور نصیحت کے اعتبار سے۔

نحو: یہ دونوں مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں یا حال ہیں۔

لِاُولِي الْاَلْبَابِ (اہل عقل کیلئے)

تلقین صبر:

۵۵: فَاصْبِرْ (پس آپ صبر کیجئے) ان امور پر جو آپ کی قوم کی طرف سے آپ کو پیش آتے ہیں۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے) جو آپ کی نصرت اور اعلائے کلمہ کے بارے میں کیا گیا بالکل سچا ہے۔ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ (اور اپنے گناہ کی معافی مانگیے) یعنی اپنی امت کے گناہوں کی معافی مانگیے۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیے شام اور صبح) یعنی اپنے رب کی عبادت پر مداومت اختیار فرمائیں اور اس کی ثناء کیجئے۔ ایک قول یہ ہے اس سے عصر و فجر کی نمازیں مراد ہیں۔ ایک اور قول کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کہتے رہیے۔

حسد و بغض کی وجہ سے نبوت کے خود خواہاں ہیں:

۵۶: اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ (جو لوگ بلا کسی سند کے جو ان کے پاس موجود ہو اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا نکالتے ہیں)

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

البتہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑی بات ہے لیکن اکثر لوگ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

نہیں جانتے اور برابر نہیں نابینا اور دیکھنے والا، اور وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ اِنَّ السَّاعَةَ

اور نیک عمل کئے برے لوگوں کے برابر نہیں ہیں، لوگ کم نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ بلاشبہ قیامت

لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

ضرور آنے والی ہے اور لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔

نحو، قراءت: اس پر وقف نہیں کیونکہ اِنَّ کی خبران فی صدورھم ہے۔

اِنْ فِیْ صُدُوْرِھِمْ اِلَّا کِبْرٌ (ان کے دلوں میں نری بڑائی ہے) بڑائی سے مراد آگے بڑھنے، سرداری کا ارادہ اور یہ خیال کہ کوئی اس سے اوپر نہ ہو۔ اسی لئے تو وہ آپ سے دشمنی کرنے والے ہیں۔ اور آپ کے معجزات کو مسترد کرنے والے ہیں کہ کہیں آپ ان سے بڑھ نہ جائیں۔ اور ان کو آپ کی ماتحتی ماننی پڑے اور آپ کے امر و نہی کا پابند ہونا پڑے کیونکہ ہر بادشاہت و سرداری نبوت کے ماتحت ہوتی ہے۔ یا نمبر۲۔ حسد و بغض کی وجہ سے خواہاں ہیں کہ نبوت انہیں مل جائے۔ اور اس پر یہ ارشاد دلالت کرتا ہے لو کان خیرًا ما سبقو نا الیه [الاحقاف:۱۱] یا نمبر۳۔ مجادلہ کے ذریعہ معجزات کا دفاع کرنا چاہتے ہیں۔

مَّا ھُمْ بِبَالِغِیْهِ (وہ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں) وہ بڑائی اور اس کے مقتضٰی کو پہنچ نہیں سکتے اور وہ نبوت اور سربراہی کا ارادہ یا آیات و معجزات کو دفع کرنا اور روک دینا۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (پس آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیے) جو آپ سے حسد کرتے اور عداوت رکھتے ہیں ان کے فریب سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیے۔ اِنَّهٗ ھُوَ السَّمِیْعُ (بیشک وہی ہے ہر بات کو سننے والا) جو آپ کہتے اور وہ کہتے ہیں۔ الْبَصِیْرُ (اور سب کچھ دیکھنے والا ہے) جو آپ عمل کرتے اور وہ کرتے ہیں پس وہ آپ کا ان کے خلاف مددگار اور ان کے شر سے بچانے والا ہے۔

جب آسمان و زمین کی تخلیق مسلم ہے تو انسان کو دوبارہ اٹھانا کیسے ناممکن ہے:

۵۷: لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ (یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا آدمیوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے) جب ان کا مجادلہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں انکار بعث پر مشتمل تھا اور مجادلہ کی جڑ و بنیاد یہی مسئلہ انکار بعث تھا۔ تو

ان کے سامنے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے حجت پیش کی گئی۔ کیونکہ ان کو ان کی تخلیق کا اقرار تھا۔ پس جو ان کے اتنے بڑے ہونے کے باوجود ان کو پیدا کرسکتا ہے تو اتنے چھوٹے سے انسان کو بنانے پر بدرجہ اولیٰ وہ قدرت رکھتا ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر آدمی نہیں سمجھتے) کیونکہ وہ غور نہیں کرتے اور ان پر غفلت کا غلبہ ہو چکا ہے۔

۵۸: وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ (اور آنکھوں والا اور اندھا برابر نہیں ہوتے اور) اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ قَلِيْلًا (وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور بدکار باہم برابر) مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ (نہیں ہوتے۔ تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو) تتذکرون کا معنی نصیحت پکڑنا۔

قراءت: دونوں تاء کے ساتھ کوفی قراء نے پڑھا اور باقی قراء نے یاء اور تاء سے پڑھا (تتذکرون، یتذکرون) قلیلًا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ تذکرًا قلیلًا یتذکرون۔ وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں حاصل کرنا تھوڑا۔ لا المسیئ کا لا زائد ہے۔ ما صلہ زائدہ ہے۔

۵۹: اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا (قیامت تو ضرور ہی آکر رہے گی اس میں کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں) قیامت کی آمد ضروری ہے اور اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں کیونکہ جزاء تو یقینی ہے تاکہ مخلوق کی پیدائش صرف فناء کے لئے نہ ماننی پڑے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ (مگر اکثر لوگ نہیں مانتے) اس کی تصدیق نہیں کرتے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ

اور تمہارے رب نے فرمایا کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں

سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۟ؑ (۶۰) اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ

عنقریب بحالت ذلت جہنم میں داخل ہوں گے۔ اللہ وہی ہے جس نے رات کو پیدا فرمایا تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو ایسی چیز بنائی

وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (۶۱)

جس میں دیکھتے بھالتے ہیں ، بلاشبہ اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے،

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (۶۲)

یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں سو تم کہاں الٹ کر جا رہے ہو،

كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (۶۳) اَللّٰهُ الَّذِيْ

اسی طرح الٹے چلائے جاتے ہیں وہ لوگ جو ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں، اللہ وہ ہے جس

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ

نے زمین کو تمہارے لئے ٹھہری ہوئی چیز بنا دیا اور آسمان کو چھت بنا دیا اور تمہاری صورتیں بنائیں سو تمہاری اچھی صورتیں بنا دیں اور تمہیں

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۶۴)

پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے۔ سو بابرکت ہے اللہ جو رب العٰلمین ہے

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

وہ زندہ ہے کوئی معبود نہیں اسکے سوا تم اسے پکارو اس طرح سے کہ خالص اسکی فرمانبرداری کرنے والے ہو۔ سب تعریف ہے اللہ کے لئے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۶۵)

جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

ادعوا کا معنی اعبدوا ہے:

۶۰: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ (اور تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو) ادعوا بمعنی اعبدوا ہے اَسْتَجِبْ لَكُمْ

میں تمہاری درخواستوں کو قبول کرونگا) تم کو ثواب دونگا۔ الدعاء کا لفظ عبادت کے معنی میں قرآن مجید میں بہت استعمال ہوا ہے قرآن مجید کی یہ آیت اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ (اور جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الدعاء هو العبادة اور پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی [رواہ احمد ۴/ ۲۶۷، ابوداؤد ۱۴۷۹، الترمذی ۳۲۴۷، ابن ماجہ ۳۸۲۸]۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے تم مجھے وحدہ لا شریك مانو میں تمہارے گناہ بخش دونگا۔ یہ تفسیر دعا کی ہے جو عبادت کے معنی میں ہے پھر اس عبادت کی جو توحید کے ساتھ کی جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ استجب کا معنی مجھ سے سوال کرو میں تمہیں دونگا۔ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ (وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے)

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے سَیُدْخَلُوْن پڑھا ہے۔ داخرین کا معنی ذلیل ہو کر۔

دن رات کا تقابل:

۶۱: اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے رات بنائی تمہارے لئے تا کہ تم اس میں آرام کرو اور اسی نے دن کو روشن بنایا)

نکتہ: نہار کی طرف مبصر کی نسبت یہ اسناد مجازی ہے ای مبصرًا فیه (تا کہ اس میں دیکھا جائے) کیونکہ آنکھیں تو فی الحقیقت اہل نہار کی ہوتی ہیں۔ اللیل کو مفعول لہ اور النہار کو حال سے ملا کر ذکر کیا۔ وہ دونوں نہ تو دو حال بنے اور نہ ان دونوں کے لئے مفعول بنے اس میں دونوں کے تقابل کی رعایت کی۔ کیونکہ دونوں معنوی اعتبار سے ایک دوسرے کے متقابل ہیں کیونکہ ہر ایک دوسرے کی جگہ پوری کرتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس طرح کہا جاتا۔ لتبصروا فیه۔ اسناد مجازی والی فصاحت چلی جاتی اور اگر ساکنًا کہا جاتا تو حقیقت مجاز سے ممتاز نہ ہوسکتی۔ لیکن رات کی صفت حقیقی سکون ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں لیلٌ ساج و ساکن لا ریحٌ۔

ایسا فضل کہ کوئی فضل اس کا مقابل نہ ہو:

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ (بیشک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا ہی فضل ہے) یہاں لمفضل نہیں فرمایا اور نہ متفضل فرمایا کیونکہ مقصود فضل کا نکرہ لانا تھا۔ تا کہ فضل ایسا ہو کہ کوئی فضل اس کے مقابل نہ ہو اور یہ فائدہ اضافت سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ (لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے) یہاں ولکن اکثرهم نہیں فرمایا بلکہ الناس کا لفظ دوبارہ لائے۔ تا کہ لوگوں کا تذکرہ متکرر نہ ہو۔ کیونکہ اس تکرار میں کفرانِ نعمت کی تخصیص ان کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ وہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے منکر اور اس کے ناشکرے ہیں۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ان الانسان لکفورٌ [الحج: ۶۶] اور اس ارشاد میں ان الانسان لظلوم کفار [ابراہیم: ۳۴] (الناس معرفہ ہے اور تکرارِ معرفہ سے ایک ہی مراد ہوتا ہے جو پہلے میں مذکور ہوتا ہے)۔ (مترجم)

۶۲ : ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ (یہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے) جس نے تمہارے لئے رات دن بنائے ۔ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی اور لائق عبادت نہیں) یہ مبتداء کی مترادف خبریں ہیں۔ مطلب یہ ہے وہ ان صفات کا جامع ہے الوہیت ربوبیت، خلق کل شئی اور وحدانیت فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ (پس تم لوگ کہاں الٹے چلے جارہے ہو) انی کیف کے معنی میں ہے۔ کس طرح اور کس وجہ سے تم اس کی عبادت سے بتوں کی عبادت کی طرف پھرتے ہو؟

۶۳ : كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (اسی طرح وہ لوگ بھی الٹا چلا کرتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے) ہر وہ جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور ان میں غور وفکر نہ کی۔ اور حق کی طلب نہ کی اور الٹے پھرے جیسے وہ الٹے پھرے۔

انسان سب حیوانات سے زیادہ خوبصورت ہے:

۶۴ : اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا (اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا) قرار بمعنی مستقر ہے۔ وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً (اور آسمان کو چھت) تمہارے اوپر چھت وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (اور تمہارا نقشہ بنایا پس عمدہ نقشہ بنایا) ایک قول اللہ تعالیٰ نے کوئی حیوان انسان سے زیادہ خوبصورت نہیں بنایا۔ ایک قول کہ ان کو بہائم کی طرح اوندھے سر والے پیدا نہیں کیا۔ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں) طیبات سے لذیذ اشیاء مراد ہیں۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (یہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے پس بڑا عالیشان ہے۔ اللہ تعالیٰ جو سارے جہان کا پروردگار ہے)

۶۵ : هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ (وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ پس اس کو پکارو) اس کی عبادت کرو۔ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (خالص اعتقاد کر کے) اطاعت کو شرک وریاء سے خالص کرنے والے ہو۔ یہ کہتے ہوئے الحمد للّٰہ رب العالمین (تمام خوبیاں اسی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہاں کا پروردگار ہے) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جس نے لا الہ الا اللّٰہ کہا پس وہ اس کے بعد : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (تمام تعریف ہے اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے) کہہ لے۔

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ

آپ فرما دیجئے بلاشبہ میں اس سے منع کیا گیا ہوں کہ انکی عبادت کروں جن کی اللہ کو چھوڑ کر تم عبادت کرتے ہو جبکہ میرے رب کی

الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ؗ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۶۶ هُوَ الَّذِیْ

طرف سے میرے پاس واضح نشانیاں آ چکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العلمین ہی کا فرمانبردار ہوں اللہ وہ ہے

خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا

جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا پھر تمہیں اس حالت میں نکالتا ہے کہ تم بچے ہوتے ہو پھر تا کہ تم اپنی طاقت کو

اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى

پہنچ جاؤ پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں سے بعض کو اس سے پہلے اٹھا لیتا ہے اور تا کہ تم اجل مسمّی کو پہنچ جاؤ

وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۶۷ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ

اور تا کہ تم سمجھ حاصل کرو، اللہ وہی ہے جو زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے پھر جب وہ کسی حکم کا فیصلہ فرماتا ہے تو یہی فرما دیتا ہے

لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۶۸ ع ۷/۸/۱۲

کہ ہو جا لہٰذا وہ ہو جاتا ہے۔

عبادتِ اوثان کے مطالبہ کے جواب میں یہ آیت اُتری:

۶۶: جب کفار نے آپ سے عبادت اوثان کا مطالبہ کیا تو یہ آیت اتری قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ (آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس بات سے ممانعت کر دی گئی ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کو تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی نشانیاں آ چکیں)۔ البینات سے قرآن مجید مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے عقل و وحی مراد ہے۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ (اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں گردن جھکا لوں) اسلم کا معنی استقامت اختیار کرنا ہے۔ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (رب العالمین کے سامنے)

۶۷: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ (وہی ہے جس نے تم کو بنایا) یعنی تمہاری اصل کو مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا (مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر تم کو بچہ کر کے نکالتا ہے) یہاں طفلا فرما کر ایک پر اکتفاء کیا کیونکہ مراد بیان جنس ہے۔ ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ (پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو)

نحو : یہ محذوف سے متعلق ہے تقدیر کلام یہ ہے ثم یبقیکم لتبلغوا ۔ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا (پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ) تقدیر کلام اس طرح ہے ثم یبقیکم لتکونوا شیوخًا۔

قراءت: شِيُوْخًا ۔ شین کے کسرہ کے ساتھ مکی، حمزہ، علی، حماد، یحییٰ، اعشیٰ نے پڑھا ہے۔

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ (اور کوئی تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے) یعنی جوانی تک پہنچنے سے پہلے یا بڑھاپے سے قبل وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى (اور تا کہ تم سب ایک وقت مقرر تک پہنچ جاؤ) اس کا معنی یہ ہے: فعل ذلك لتبلغوا اجلاً مسمیً (وہ ایسا کرتا ہے تا کہ تم ایک مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ) اور وہ وقت موت ہے یا قیامت کا دن ہے۔ وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (اور تا کہ تم لوگ سمجھو) کہ اس میں کیا کیا عبرتیں اور دلائل ہیں۔

۶۸: هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا پورا کرنا چاہتا ہے۔ سو بس اس کی نسبت فرما دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے) وہ اس کو جلد بنا دیتا ہے بغیر کسی کلفت و مشقت کے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

اے مخاطب کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں کہاں الٹے پھرے جا رہے ہیں وہ لوگ جنہوں نے

بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ

اس کتاب کو جھٹلایا اور اس چیز کو جھٹلایا جس کو ہم نے رسولوں کے واسطے سے بھیجا سو عنقریب وہ لوگ جان لیں گے جبکہ انکی گردنوں میں

اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی وہ گھیسٹے جائیں گے گرم پانی میں پھر ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا

ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ

پھر ان سے کہا جائے گا کہ وہ معبود غیر اللہ کہاں گئے جنہیں تم شریک بناتے تھے وہ جواب دیں گے کہ وہ تو ہم سے غائب ہو گئے بلکہ ہم تو

نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْــًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اس سے پہلے کسی چیز کی عبادت کرتے ہی نہ تھے اللہ تعالیٰ اسطرح کافروں کو گمراہ فرماتا ہے یہ اس وجہ سے کہ تم زمین میں

تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ

ناحق اتراتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم اکڑ تکبر کرتے تھے، داخل ہوجاؤ جہنم کے دروازوں

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

میں اس میں ہمیشہ رہو گے۔سو برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا، سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ حق

حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾

ہے سواگر ہم آپ کو اس میں سے بعض چیزیں دکھادیں جس کے بارے میں ہم نے انہیں پہلے سے بتا دیا ہے یا ہم آپ کو وفات دے دیں تو ہماری ہی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

جدال کا تین مرتبہ تذکرہ:

۶۹: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ (کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑے نکالتے ہیں۔کہاں پھرے چلے جارہے ہیں) اس سورت میں جدال کا تین مقام پر ذکر فرمایا گیا ہے۔پس درست ہے کہ اس کو تین اقوام میں مان لیا جائے۔نمبر۲۔تین الگ الگ اصناف میں تسلیم کیا جائے۔نمبر۳۔ایک ہی قسم مراد ہے اور بقیہ مقامات

پر تاکید کیلئے لائے۔

۷۰: الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِالْکِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا (جن لوگوں نے اس کتاب کو جھٹلایا اور اس چیز کو بھی جو ہم نے اپنے پیغمبر کو دے کر بھیجا تھا) الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے اور مآ ارسلنا بہٖ سے کتب سابقہ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ (پس ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے)

قطعی ہونے کی بناء پر مستقبل کو ماضی سے ذکر کیا:

۷۱: اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ (جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہونگے) اذ ظرف زمان ماضی کیلئے آتا ہے مگر یہاں مراد مستقبل ہے دلیل یہ قول فسوف یعلمون ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اخبار مستقبلہ علم الٰہی میں قطعی ہیں۔ اس لئے تعبیر ماضی سے کی گئی۔ اور جو پایا گیا اس سے تعبیر کردی گئی معنی یہ ہے کہ مستقبل میں ایسا ہوگا۔ وَالسَّلٰسِلُ (اور زنجیریں)

نحو: اس کا عطف اغلال پر ہے۔ اور ان کی خبر فی اعناقھم ہے معنی اس طرح ہوگا جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہونگی۔ یُسْحَبُوْنَ (ان کو گھسیٹا جائے گا)

۷۲: فِی الْحَمِیْمِ (گرم پانی میں) ای یجرون فی الماء الحار۔ (ان کو گرم پانی میں کھینچا جائے گا)۔ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ (پھر ان کو آگ میں جھونک دیا جائے گا) یسجرونَ سجر التنور سے بنا ہے۔ جبکہ اس کو ایندھن سے بھر دیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آگ میں ہونگے اور وہ ان کے چاروں طرف چھائی ہوگی اور ان کو آگ سے جلایا جائے گا اس حال میں کہ ان کے پیٹ آگ سے بھرے ہونگے۔

۷۳، ۷۴: ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ (پھر ان کو کہا جائے گا) یعنی ان کو جہنم کے نگران فرشتے کہیں گے۔ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (وہ غیر اللہ کہاں گئے جن کو تم اللہ تعالیٰ کے شریک بناتے تھے) وہ اصنام جن کی تم عبادت کرتے تھے۔ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا (وہ کہیں گے وہ تو سب ہم سے غائب ہوگئے) ہماری آنکھوں سے غائب ہوگئے۔ نہ ہم ان کو دیکھتے ہیں اور نہ ان سے نفع اٹھاتے ہیں۔

غیر اللہ کی عبادت کو وہ بیکار قرار دیں گے:

بَلْ لَّمْ نَکُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْئًا (بلکہ ہم تو اس سے قبل کسی کو بھی نہیں پوجتے تھے) یعنی ہمارے سامنے کھل گئی کہ وہ کچھ بھی نہ تھے اور ان کی جو ہم عبادت کرتے تھے وہ کچھ بھی نہ تھی۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں حسبت ان فلانا شیٔ فاذا ھو لیس بشئی (جبکہ تم اس کو آزماؤ اور اس کے اندر کوئی بھلائی نہ پاؤ)۔ کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْکٰفِرِیْنَ (اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے) جیسے ان کے معبود ان سے گم ہوگئے ان کو ان کے معبودوں سے گم کر دے گا۔ یہاں تک کہ اگر وہ اپنے الٰہ کو ڈھونڈیں یا ان کے الٰہ ان کو ڈھونڈیں تو ان کا باہمی آمنا سامنا نہ ہو سکے گا یا جس طرح ان مجادلین کو گمراہ کر دیا۔ تمام

کافروں کواسی طرح کردے گا۔وہ کافرجن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ گمراہی کودین پرترجیح دیں گے۔

۷۵: ذٰلِكُمْ (یہ) عذاب جوتم پر نازل ہوا۔بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ (اس کے بدلہ میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے۔اوراس کے بدلہ میں ہے کہ تم اتراتے تھے) بما کی باء سببیہ ہے اس سبب سے کہ تم ناحق خوش ہوتے اور اتراتے تھے۔اوروہ ناحق اترانا شرک ہی ہے۔اور بتوں کی پوجا بھی حرام ہے۔پس ان کوکہا جائے گا۔

۷۶: اُدْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ (تم جہنم کے دروازوں میں گھسو) جہنم کے ساتھ تقسیم شدہ دروازے ہیں۔جیسے ارشادفرمایا لها سبعة ابواب لكل باب منهم جزء مقسوم [الحجر:۴۴] خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے) ان کے لئے خلود کومقدر کردیا جائے گا۔فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (پس متکبرین کا براٹھکانہ ہے) جوحق سے تکبر کرنے والے تھے ان کے لئے جہنم ہے۔

وہ ہمارے ہاں حاضر ہیں:

۷۷: فَاصْبِرْ (پس آپ صبر کیجئے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ (بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ) ہلاکت کفار کے سلسلہ میں حَقٌّ (سچا ہے) بہرصورت ہونے والا ہے۔فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ (پھراس میں سے تھوڑا سا اگر دکھلاویں) یہ اصل میں فان نُرِيَكَ ہے اور ما اس پر زائدہ ہے تاکہ معنی شرط میں تاکید ہوجائے۔اسی لئے نون تاکید بھی فعل کے ساتھ برائے تاکید لگادیا گیا۔جیسا تم نہیں کہتے ہو۔ان تکرمنی اکرمك لیکن اما تکرمنی اکرمك کہتے ہیں۔بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ (جو ہم وعدہ کررہے ہیں یا ہم وفات دیدیں پس ہمارے ہی پاس ان کوآنا ہوگا) یہ جزاء نتوفینّك کے متعلق ہے۔اور نرینّك کی جزاء محذوف ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے۔فامّا نرینّك بعض الذی نعدهم من العذاب۔اوروہ عذاب یوم بدر میں ان کاقتل ہونا تھا۔پس وہ یا اگر ہم وفات دیں یوم بدر سے قبل پس وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے بروز قیامت پھر ہم ان سے خوب انتقام لے لیں گے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم نے آپ سے بیان کر دیا اور ان میں بعض ایسے ہیں

نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ

جن کا تذکرہ ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا، اور کسی رسول کو یہ قدرت نہیں کہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے اذن سے، پھر جب اللہ کا

اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع

حکم آجائے گا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور اس وقت باطل والے خسارہ میں رہ جائیں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے مویشی بنائے تا کہ تم ان میں سے بعض پر سوار ہو اور ان میں سے بعض کو کھاتے ہو، اور تمہارے لئے

فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ

ان میں منافع ہیں، اور تا کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنی حاجت پر پہنچو جو تمہارے سینوں میں ہے اور ان پر اور کشتیوں پر

تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي

لدے ہوئے پھرتے ہو، اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے سو اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے، کیا وہ لوگ زمین میں

الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ

نہیں چلے پھرے سو وہ دیکھ لیتے کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے، وہ ان سے زیادہ تھے اور

وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

ان سے قوت میں بھی سخت تھے اور زمین میں بھی انکی نشانیاں بہت ہیں سو انکی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی

رسول تو پہلے بھی آئے مگر معجزہ ظاہر کرنا ان کے اختیار میں نہ تھا:

۷۸: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ (اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے) ان کی امتوں کی طرف مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (جن میں سے بعض تو وہ ہیں جن کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کر دیئے اور بعض وہ ہیں جن کا واقعہ ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا)

ایک قول:

یہ ہے اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار پیغمبر بھیجے جن میں چار ہزار بنی اسرائیل میں سے اور چار ہزار دیگر تمام انسانوں میں سے۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسود کو پیغمبر بنایا پس وہ ان میں سے ہے جس کا واقعہ قرآن میں بیان نہیں کیا۔ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (اور کسی رسول سے یہ نہ ہو سکا کہ کوئی معجزہ بغیر اذن الٰہی کے وہ ظاہر کر سکے) یہ اس بات کا جواب ہے۔ جو عناداً آئے روز آیات کا مطالبہ کرتے رہتے مطلب یہ ہے کہ ہم نے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے کسی کے بس میں نہ تھا کہ وہ کوئی نشانی بغیر اذن الٰہی کے پیش کر سکے۔ پھر میرے لئے یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں وہ نشانی لے آؤں جو تم مجھ سے طلب کرتے ہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو اور وہ اس کے پیش کرنے کا حکم نہ کر دے۔ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ (پھر جس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا) یعنی قیامت کے دن۔ یہ کفار کو وعید ہے اور ان کے آیات کے مطالبہ کے بعد ان کی تردید ہے۔ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ (ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہو جاوے گا اور اس وقت اہل باطل خسارہ میں رہ جائیں گے) المبطلون سے وہ معاندین مراد ہیں جو آیات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے۔

مختلف انعامات کا تذکرہ:

۷۹: اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ (اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے بنائے) پیدا کر دیے لَكُمُ الْاَنْعَامَ (تمہارے لیے مواشی) اونٹ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (تا کہ ان میں سے بعض پر تم سواری کرو اور بعض کو ان میں سے کھاتے بھی ہو) تقدیر کلام اس طرح ہے لتر کبوا بعضھا و تا کلوا بعضھا۔ تا کہ ان میں سے بعض پر سواری کرو اور بعض کو کھاؤ۔

۸۰: وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ (اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فوائد ہیں) یعنی دودھ اور اون وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ (اور تا کہ تم ان پر اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے ای لتبلغوا علیھا ما تحتاجون الیہ من الامور۔ تا کہ ان پر سواری کر کے تم اپنی ضروریات کو پورا کر سکو۔ وَعَلَيْهَا (اور ان چوپاؤں پر) وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ (اور کشتیوں پر تم لدے لدے پھرتے ہو) یعنی صرف چوپاؤں پر فقط سواری نہیں کرتے۔ بلکہ ان پر اور کشتیوں پر خشکی اور سمندر میں سفر کرتے ہو۔

۸۱: وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ (اور تم کو اور بھی نشانیاں دکھلاتا رہتا ہے پس تم اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے) کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔

نحو: ایّ یہ تنکرون کی وجہ سے منصوب ہے اور مشہور لغت میں بھی وارد ہے۔ باقی ایّۃ آیات اللہ یہ قلیل الاستعمال ہے۔ کیونکہ مذکر و مؤنث میں فرق ۃ کے ذریعہ اسماء میں ہے صفات میں نہیں۔ باقی رہے حمار، حمارۃ وغیرہ قلیل الاستعمال ہیں اور ایّ میں تو

فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَرِحُوۡا بِمَا عِنۡدَهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا

سو جب انکے پاس ہمارے رسول دلیلیں لے کر آئے تو جو علم انکے پاس تھا اسکی وجہ سے بڑے اترائے اور ان پر وہ عذاب نازل ہو گیا جس کا

بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗ وَكَفَرۡنَا بِمَا كُنَّا

مذاق بنایا کرتے تھے، سو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اللہ پر جو تنہا ہے، اور ہم جن چیزوں کو اللہ کا شریک بناتے تھے

بِهٖ مُشۡرِكِیۡنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمۡ یَكُ یَنۡفَعُهُمۡ اِیۡمَانُهُمۡ لَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ

ان کے منکر ہیں۔ سو ان کے ایمان نے انکو کچھ نفع نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا، اللہ کی سنت ہے

الَّتِیۡ قَدۡ خَلَتۡ فِیۡ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ ع ۹ ۱۴

جو اس کے بندوں میں گزر چکی ہے اور اس موقع پر کفر کرنے والے خسارہ میں رہ گئے۔

ابہام کی وجہ سے یہ اور بھی غریب تر اور انوکھی بات ہے۔

۸۲: اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا كَیۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَانُوۡۤا اَكۡثَرَ مِنۡهُمۡ (کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ان کا انجام کیسا ہوا۔ وہ ان سے زیادہ تھے) تعداد کے لحاظ سے وَاَشَدَّ قُوَّةً (اور قوت میں بڑھ کر) تاثب کے اعتبار سے وَّاٰثَارًا فِی الۡاَرۡضِ (اور نشانوں میں جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں) مثلاً محلات، کارخانے فَمَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا یَكۡسِبُوۡنَ (پس ان کی کمائی ان کے کچھ بھی کام نہ آئی)

نحو: مَاۤ اَغۡنٰی کا ما نافیہ ہے۔

کفار نے علم الٰہی کی بجائے علم دنیا کو ہی نفع بخش خیال کیا:

۸۳: فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَرِحُوۡا بِمَا عِنۡدَهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ (غرض جب ان کے پیغمبران کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے علم پر بڑے نازاں ہوئے جو ان کو حاصل تھا) اس سے مراد امور دنیا کے متعلق ان کی معلومات اور اس کی تدابیر سے واقفیت ہے۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: یعلمون ظاهرًا من الحیاة الدنیا وهم عن الأخرة هم غافلون [الروم: ۷] جب ان کے ہاں انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام دینی علوم لائے وہ ان کے علم کے لحاظ سے بہت بعید چیز تھی کیونکہ وہ دنیا کے انکار پر آمادہ کرتے ہیں اور شہوات ولذات سے روکتے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں نے ان کی طرف التفات وتوجہ نہ کی اور ان علوم دینیہ کو حقیر قرار دیا اور ان کا استہزاء کیا۔ اور اعتقاد یہ رکھا کہ ان کا علم دنیا ہی سب سے زیادہ نفع بخش اور فائدہ مند ہے۔ اس لئے اس پر اترانے لگے۔ نمبر ۲۔ یا ان کے پاس فلاسفہ اور دہریت والا علم تھا۔ پس جب وہ وحی کو سنتے تو اس کو مسترد کر دیتے اور علم انبیاء کو

حقیر قرار دیتے۔

سقراط کی بات:

سقراط کے متعلق ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق سنا! اس کو کہا گیا اگر تم ہجرت کر کے ان کی خدمت میں جاتے تو بہت خوب ہوتا اس نے کہا ہم مہذب لوگ ہیں۔ پس ہمیں کسی ایسے راہنما کی ضرورت نہیں جو ہمیں تہذیب سکھائے۔ نمبر۲۔ مراد یہ ہے کہ وہ رسولوں کے پاس جو علم تھا اس پر مسخری کرتے ہوئے ہنسے اور اس کا مذاق اڑایا۔ گویا اس طرح کہا انہوں نے دلائل سے استہزاء کیا اور جو ان کے پاس علم وحی آیا اس کا مذاق اڑایا۔ اور اس پر ارشاد الٰہی دلالت کر رہا ہے۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (اور ان پر وہ عذاب آپڑا جس کے ساتھ وہ تمسخر کرتے تھے)۔

یا نمبر۳۔ رسولوں کا خوش ہونا مراد ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے جب ان کی جہالت اور حق کے متعلق استہزاء کو دیکھا اور ان کی بدانجامی سامنے آئی اور جو عذاب ان کو جہالت پر پہنچنے والا تھا اس کو جانا تو اس علم پر جو ان کو دیا گیا تھا۔ اس پر خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکریہ ادا کیا اور کفار کو ان کی جہالت واستہزاء کی سزا نے آگھیرا۔

۸۴: فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا) باْسنا سے شدتِ عذاب مراد ہے۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ (تو کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ جو واحد ہے اس پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں سے ہم منکر ہوئے جن کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے)

عذاب دیکھ کر ایمان لائے مگر وہ بیکار ثابت ہوا:

۸۵: فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (پس ان کو ان کا ایمان لانا فائدہ مند نہ ہوا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا) یعنی اس وقت ایمان لانا درست اور ٹھیک نہیں تھا۔ سُنَّتَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی معمول مقرر کیا ہے) یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی طرح ہے اور اس طرح کے مصادر مؤکدہ یہ فائدہ دیتے ہیں۔ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ (جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آتا ہے) نزولِ عذاب کے وقت کا ایمان غیر مفید ہے اور مکذبین رسل پر عذاب آکر رہتا ہے۔ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (اور اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے) هُنَالِكَ یہ ظرف مکان کیلئے آتا ہے۔ مگر یہاں زمان کیلئے استعارۃً استعمال ہوا ہے اور کافر تو ہر گھڑی خسارہ پانے والے ہیں لیکن جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ان کا خسارہ خود ان کے سامنے واضح ہو جائے گا۔

فوائد: ان آیات میں پے در پے فاء لائے گے ہیں۔ نمبر۱۔ فما اغنیٰ عنهم کی فا کانوا اکثر منهم کے لئے بطور نتیجہ لائی گئی ہے۔ نمبر۲۔ اور فلما جاء تهم کی فا یہ فما اغنی عنهم کیلئے بطور تفسیر و بیان کے ہے جیسے کہتے ہیں۔ رزق زید المال فمنع المعروف فلم یحسن الی الفقراء زید کو مال کیا ملا وہ بھلائی سے رک گیا پس وہ فقراء پر احسان و سخاوت نہیں کرتا۔ اور فلما

راؤا بأسنا یہ فلما جاء تھم کے تابع ہے گویا اس طرح کہا: فکفروا فلما راؤا باسنا امنوا۔ پس انہوں نے انکار کیا پھر جب ہمارے عذاب کو دیکھا تو ایمان لائے اوراسی طرح فلم یك ینفعھم یہ ان کے ایمان کے تابع ہے جب کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھ لیا۔ واللہ اعلم

الحمدللہ سورۂ غافر کا تفسیری ترجمہ نماز عشاء سے قبل آج ۳ صفر المظفر سوموار کی شب تکمیل پذیر ہوا۔

انا طالب المغفرۃ من الغافر ۱۴۲۳ھ۔۲۔۳

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ حٰمٓ السجدۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اکیس چون آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۞۱ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞۲ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ

حٰمٓ یہ کلام ہے نازل کیا گیا ہے رحمٰن رحیم کی طرف سے یہ کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل طریقہ پر بیان کی گئی ہیں یعنی یہ قرآن ہے جو عربی ہے ان لوگوں کے لئے

يَّعْلَمُوْنَ ۞۳ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۞۴ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا

جو جانتے ہیں، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، سو ان میں سے اکثر لوگوں نے اعراض کیا سو وہ لوگ نہیں سنتے۔ اور انہوں نے کہا جس چیز کی طرف ہمیں

فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ

بلاتے ہیں اس کے بارے میں ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے، اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے، سو تم کام کیے جاؤ

اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۞۵

بیشک ہم کام کرنے والے ہیں۔

۱: حٰمٓ۔ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ (حم۔ یہ کلام رحمان رحیم کی طرف سے اتارا) الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ (جاتا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیات صاف صاف) قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (بیان کی گئی ہیں۔ یعنی ایسا قرآن ہے جو عربی ہے ایسے لوگوں کیلئے ہے جو دانشمند ہیں)

۱، ۲: حٰمٓ اگر اس کو سورت کا نام قرار دیں تو مبتدأ ہے۔ اور تنزیل اس کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ اور اگر اس کو حروف مقطعات میں شمار کرو تو پھر تَنْزِيْلٌ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے اور کتاب یہ تَنْزِيْلٌ کا بدل ہے یا خبر بعد خبر ہے۔ یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ یا تَنْزِيْلٌ مبتدأ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اس کی صفت اور کتاب اس کی خبر ہے۔

تفصیل کا معنی:

۳: كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ الگ الگ کی گئی ہیں اور تفاصیل مختلف معانی میں دی گئی ہے جیسے احکام، امثال، مواعظ، وعدہ، وعید وغیرہ ذلک۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا اختصاص و مدح کی بناء پر یہ منصوب ہیں۔ ای ارید بھذا الکتاب المفصل قرآنا من صفته

کیت و کیت۔ میری مراد اس کتاب مفصل سے قرآن ہے جس کی صفت یہ یہ ہے۔ نمبر۲۔ حال کی بناء پر منصوب ہے۔ ای فُصِّلت آیاته فی حال کونه قرآنا عربیاً اس کی آیات مفصل ہیں۔ اس حال میں کہ وہ قرآن عربی ہے۔ لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ یعنی تم قوم عرب کیلئے وہ ان آیات مفصلہ کو جو ان کی طرف اتاری گئیں ان کی زبان عربی سے ان آیات کی تفصیل کر دی گئی ہے۔

نحو : لقوم یہ تنزیل سے متعلق ہے۔ یاتنزیل من اللّٰہ لا جلهم یافصلت ایاتهٗ لهم نمبرا۔ یہ جاننے والی قوم کیلئے اتارا گیا۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی خاطر اتارا گیا۔ نمبر۳۔ اس کی آیات کی تفصیل ان کی خاطر کی گئی۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ ماقبل اور مابعد کی طرح صفت ہو۔ تقدیر کلام اس طرح ہے: قرانا عربیا کا ئنا لقوم عرب ، قرآن عربی واقع ہونے والا ہے قوم عرب کیلئے۔

۴: بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا (بشارت دینے والا ہے اور ڈرانے والا ہے)

نحو : یہ دونوں قرآن کی صفات ہیں۔

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ (پس اکثر لوگوں نے روگردانی کی پھر وہ سنتے ہی نہیں) یعنی آپ کی بات کو قبول ہی نہیں کرتے۔ عرب کہتے ہیں۔ تشفعت الی فلان فلم یسمع قولی ولقد سمعه ولکنه لما لم یقبله ولم یعمل بمقتضاه۔ میں نے فلاں کے ہاں سفارش کی پس اس نے میری بات نہیں سنی حالانکہ اس نے بات تو سنی ہوتی ہے لیکن قبول نہیں کی ہوتی اور نہ ہی اس کے مقتضیٰ پر عمل کیا ہوتا ہے۔ پس گویا اس نے سنا ہی نہیں۔

انکارِ کفار کی تمثیل :

۵: وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ (اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں) اکنہ جمع کنان کی ہے: پردے۔ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ (جس بات کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں) یعنی توحید وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ (اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے) حجاب کا معنی پردہ۔ دراصل قبول حق سے ان کے دلوں کے انکار کی یہ تمثیل ہے اور اعتقاد حق کے انکار کو اس تمثیل سے ظاہر کیا گیا گویا ان کے دل پردے اور غلاف سے ڈھنپے ہوئے جو کہ نفوذ حق سے رکاوٹ بن گئے ہیں اور ان کے کان سننے سے انکاری ہیں۔ گویا کہ وہ حق سے بہرے ہو چکے ہیں۔ اور حق و باطل کے راستوں میں کیونکہ بہت بڑا فاصلہ ہے گویا ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک روکنے والے پردہ اور پہاڑ سے زیادہ محفوظ رکاوٹ پڑی ہوئی ہے۔ یا اسی طرح کی روکیں پس اس وجہ سے نہ ملاقات ہے اور نہ ایک دوسرے کو دیکھنا پایا جاتا ہے۔ فَاعْمَلْ (پس آپ اپنا کام کئے جایئے) اپنے دین کے مطابق چلتے رہیے۔ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ (ہم اپنا کام کر رہے ہیں) ہم اپنے دین پر عمل کرنے والے ہیں۔ یا تو ہمارے معاملے کو ختم کرنے کیلئے کوشش کرلو۔ ہم تیرے سلسلہ کو ختم کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ

آپ فرما دیجئے میں تو تمہارے ہی جیسا بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے لہٰذا تم ٹھیک طریقہ پر اسکی طرف متوجہ ہو جاؤ

وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦﴾ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

اور اس سے استغفار کرو، اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو شرک کرنے والے ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے

كٰفِرُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٨﴾ ع ۱۵/۸/۱

منکر ہیں، بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔

فائدہ مِن:

مِن کے اضافہ کا فائدہ یہ ہے کہ حجاب کی ابتداء ہم سے اور ابتداء تم سے ہے۔ اور درمیان والی مسافت پردے سے گھری ہوئی ہے جس میں کوئی خالی جگہ نہیں۔ اگر اسکے بغیر لایا جاتا تو کلام کا معنی اس طرح ہوتا کہ ایک پردہ دو جہتوں کے درمیان میں پڑنے والا ہے۔

بشر ہونے کی حالت میں وحی کی بناء پر میری نبوت درست ہے:

۶: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (آپ فرما دیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے) یہ کفار کے قول قلوبنا فی اکنة کا جواب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ان کو فرمایا میں فرشتہ نہیں ہوں۔ میں تو تمہارے جیسا انسان ہوں اور میری طرف وحی ہوتی ہے تم پر نہیں۔ بشر ہونے کی حالت میں وحی ہونے کی بناء پر میری نبوت صحیح ہے۔ جب میری نبوت درست ہے تو تم پر میری اتباع ان تمام باتوں میں لازم ہے جو میری طرف وحی کی جاتی ہیں۔ وہ بات یہ ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ (پس اسی کی طرف سیدھ باندھ لو) توحید واخلاصِ عبادت کے ذریعے اس کی طرف متوجہ ہو۔ دائیں بائیں مت جاؤ۔ اور نہ ہی ان کی طرف توجہ دو جو شیطان تمہارے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے کہ دوسروں کو شفعاء اور کارساز بنالو۔ وَاسْتَغْفِرُوْهُ (اور اس سے معافی مانگو) شرک سے وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ (اور ایسے مشرکین کیلئے بڑی خرابی ہے)

زکوٰۃ کو کفر کے ساتھ جمع کرنے کی وجہ:

۷: الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (جو زکوٰۃ نہیں دیتے) ان کا وجوبِ زکوٰۃ پر ایمان نہیں اور نہ ہی اس کو ادا کرتے ہیں یا وہ افعال نہیں کرتے جس سے وہ پاک ہو جائیں اور وہ فعل ایمان ہے۔ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ (اور وہ آخرت کے منکر ہیں) یعنی بعث وثواب اور عقاب کے هُمْ كٰفِرُوْنَ (اور وہ آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں)

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ

آپ فرما دیجئے کیا تم ایسی ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اور تم اسکے لئے شریک تجویز کرتے ہو،

ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۹ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ

وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ بنا دیئے جو اس کے اوپر موجود ہیں اور اس نے زمین میں برکت دی، اور اس نے زمین میں اسکی

اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۱۰ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ

غذائیں مقرر کر دیں چار دن میں، یہ پورے ہیں پوچھنے والوں کے لئے، پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی اس حال میں کہ وہ

دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۱۱

دھواں تھا سو اس نے آسمان اور زمین سے فرمایا تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہیں،

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ

سو اس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب حکم بھیج دیا، اور ہم نے قریب والے آسمان کو ستاروں سے

الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۱۲

زینت دے دی اور حفاظت کی چیز بنا دی یہ تقدیر ہے عزیز کی علیم کی۔

یہاں کفر کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ کو کفر بالآخرت کے ساتھ جمع کر دیا کیونکہ انسان کی محبوب ترین چیز اس کا مال ہے اور یہ مال انسانی روح کا ہم جولی ہے جب مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہے تو یہی اس کی استقامت کی پختہ دلیل ہوتی ہے اور اس کے صدق نیت کو ظاہر کرتی اور خالص فرمانبرداری کو نمایاں کرتی ہے مؤلفۃ القلوب کو دنیا کی چسک نے دامن اسلام میں پرو دیا۔ اس مال سے ان کی عصبیت محبت میں اور اندرونی کینہ خلوص نیت میں بدل گیا بنو حنیفہ نے زکوٰۃ روک کر ارتداد کی راہ اختیار کر لی۔ غرضیکہ اس آیت میں ایمان والوں کو ادائیگی زکوٰۃ پر آمادہ کیا گیا اور عدم ادائیگی سے سخت ڈرایا گیا ہے۔

غیر منقطع اجر:

۸: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں) ممنون منقطع کو کہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو اپاہج، بیمار، انتہائی بوڑھے ہیں کہ جب وہ عجز کی عمر تک پہنچ جائیں تو ان کے صحت و جوانی میں کیے جانے والے اعمال کا بدلہ اسی طرح لکھا جاتا ہے۔ (احادیث میں یہ مضمون کثرت سے وارد ہے۔ مترجم)

نمونہ ہائے قدرت، نہ آسمان وزمین کی تخلیق:

۹: قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ (کہہ دیجئے کیا تم ایسے اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دوروز میں پیدا کر دیا) یومین سے اتوار اور سوموار مراد ہیں۔ مخلوق کو حوصلہ و ترتیب کی تعلیم دینے کیلئے اور اگر ان کو ایک لحظہ میں پیدا کرنا چاہتا تو کر سکتا ہے۔ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا (اور تم اس کے شریک بناتے ہو) شریک اور مشابہ ذٰلِكَ (یہ) جس نے ماسبق مخلوق بنائی رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (سارے جہاں کا رب ہے) تمام موجودات کا خالق ہے اور انکا مالک و مربی ہے۔

پہاڑوں کو گاڑ دیا:

۱۰: وَجَعَلَ فِيْهَا (اور اس نے زمین میں بنا دیئے) رَوَاسِيَ (قائم رہنے والے پہاڑ) مِنْ فَوْقِهَا (اس کے اوپر) اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو زمین کے اوپر گاڑا تا کہ پہاڑوں کے منافع طلب گاروں کے لئے ظاہر ہوں اور تا کہ یہ بھی انسان دیکھ لے کہ یہ پہاڑ بوجھ پر بوجھ ہے اور ہر ایک ان میں سے ایک ایسی ذات کا محتاج ہے جو ان کو تھامے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ ہے۔ وَبٰرَكَ فِيْهَا (اور فائدے کی چیزیں رکھ دیں) یعنی پانی، کھیتی اور درخت و ثمر سے برکت دی۔ وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا (اور اس میں اس کی غذائیں تجویز کر دیں) اقوات سے مراد اہل زمین کے رزق اور جن چیزوں پر ان کی معیشت اور درستی کا دارومدار ہے۔

تقسیم اقوات......قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

ابن مسعودؓ نے وقسم فیھا اقواتھا پڑھا ہے۔

فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ (چار دنوں میں) دونوں کے تتمہ کے طور پر عرب کہتے ہیں سرت من البصرة الی بغداد فی عشرة والی الکوفة فی خمسة عشر مطلب یہ ہوتا ہے یہ پندرہ دن کا تتمہ ہے گویا کل پندرہ ہوئے اور یہ فرض کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر اس کو تسلیم نہ کریں اور ظاہر پر جاری کریں تو یہ آٹھ دن بن جائیں گے کیونکہ پہلے فرمایا خلق الارض فی یومین پھر فرمایا: وقدر فیھا اقواتھا فی اربعة ایام پھر فرمایا فقضٰھن سبع سمٰوٰتٍ فی یومین۔ پس یہ فی ستة ایام کے مخالف ہو جائے گا۔ اور حدیث جس کو مسند احمد ۲/ ۳۲۷ اور مسلم ۲۷۸۹ نے نقل کیا ہے ان اللّٰہ تعالیٰ خلق الارض یوم الاحد والاثنین و خلق الجبال یوم الثلثاء و خلق یوم الاربعاء الشجر والماء والعمران و الخراب و ذلك اربعة ایام و خلق یوم الخمیس السماء وخلق یوم الجمعة النجوم والشمس والقمر والملائکة و خلق آدم علیه السلام فی آخر ساعة من یوم الجمعة۔

ایک قول یہ ہے یہ وہ گھڑی ہے جس میں قیامت قائم ہوگی۔ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ (پوچھنے والوں کیلئے یہ پورے ہیں)

قراءت: یعقوب نے ایام کی صفت قرار دے کر سواءٍ پڑھا۔ یعنی پورے چار دنوں میں۔ یزید نے سواءٌ پڑھا ای ھی سواء وہ برابر ہیں۔ دیگر قراء نے سواء کو نصب کے ساتھ استوت کا مصدر پڑھا ہے۔ ای استواءً یا حال کی بناء پر منصوب پڑھا ہے۔

للسائلین نمبر ا۔ یہ قدر کے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ اس نے طالبین محتاجین کیلئے اقوات کو مقدر کر دیا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک قوت کو طلب کرتا ہے اور مانگتا ہے یا نمبر ۲۔ محذوف کے متعلق ہے گویا اس طرح فرمایا یہ شمار وگنتی اس شخص کیلئے ہے جو یہ سوال کرے کہ زمین کتنے عرصہ میں بنی اور اس میں جو کچھ ہے وہ کتنے دنوں میں تیار ہوا۔

تخلیق سماء:

۱۱: ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ (پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ دھواں سا تھا۔ پس اس نے زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آ ؤ یا زبردستی سے دونوں نے عرض کیا ہم خوشی سے حاضر ہیں) یہ اللہ تعالیٰ کے آسمان کو بنانے اور جیسا چاہا اس طرح ایجاد کرنے کو مجاز کے اندازے سے بیان فرمایا جیسا محاورہ عرب ہے۔ فعل فلان کذا ثم استوی الی عمل کذا۔ اس سے انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس نے اول کو مکمل کیا اور دوسرے کی ابتداء کی۔

نکتہ نمبر ا: اس آیت سے یہ بات سمجھ آ رہی ہے کہ آسمان کی تخلیق زمین کی تخلیق کے بعد ہے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔ اور انہی کا قول ہے کہ اول اللہ تعالیٰ نے ایک جوہر پیدا فرمایا جس کا طول وعرض ایک لاکھ سال کی مسافت کے برابر تھا۔ پھر اس کی طرف رعب کی نگاہ سے دیکھا تو وہ پگھل گیا اور حرکت بے قراری میں آ گیا پھر اس میں سے کچھ دھواں اڑا جب اس پر آگ کو مسلط کیا۔ پس وہ بلند ہوا اور جمع ہو کر پانی پر جھاگ سا بن گیا۔ اس جھاگ سے زمین اور دھوئیں سے آسمان بن گیا۔

نکتہ نمبر ۲: آسمان وزمین کو اتیان کا حکم دینے اور ان دونوں کے امتثال کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو بنانے کا ارادہ فرمایا۔ دونوں نے اس میں ذرا رکاوٹ نہ ڈالی اور وہ اسی طرح پائے گئے جیسے ارادہ فرمایا تھا۔ وہ دونوں اس سلسلہ میں مطیع خادم کی طرح تھے جبکہ اس کو کسی قابل اطاعت بات کے کرنے کا حکم ملے۔

نکتہ نمبر ۳: آیت میں آسمان کے ساتھ زمین کو بھی امر اتیان میں ذکر کیا گیا حالانکہ زمین تو دو دن آسمانوں سے پہلے بنی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وجود ارض کی پیدائش تو پہلے ہی ہے البتہ زمین کو بچھایا نہیں گیا تھا۔ آسمان کی پیدائش وتکمیل کے بعد زمین کو بچھایا گیا ہے جیسا کہ فرمایا والارض بعد ذلک دحٰها [النازعات:۳۰] حاصل مطلب یہ ہے کہ تم دونوں اسی طرح آ ؤ جیسا مناسب شکل وصف کے ساتھ تمہارا آنا ہے اے زمین تم بچھ کر اپنے رہنے والوں کیلئے قرار اور بچھونا بن جاؤ اور اے آسمان تم جھک کر ان کیلئے چھت بن جاؤ۔ الاتیان کا معنی اصول ووقوع ہے جیسا تم کہو گے اتی عمله مرضیا اس نے اپنا کام خوش اسلوبی سے کر دیا۔

تاثیر قدرت:

طوعا او کرھا سے آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تاثیر کو بیان کرنا ہے اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ قدرت کی تاثیر سے ان کا بچے رہنا ناممکن ہے جیسا کہ تم اپنے ماتحت کو کہو۔ لتفعلن هذا شئت او ابیت ولتفعلنه طوعا او کرھا کہ تمہیں چاروناچار یہ ضرور کرنا پڑے گا۔

نحو: یہ دونوں حال کی وجہ سے منصوب ہیں۔اس وقت یہ دونوں طائعین کے معنی میں یامکرھتین کے معنی میں ہونگے۔
نکتہ: یہاں لفظ کالحاظ کر کے طایعتین نہیں کہا اور نہ ہی معنی کالحاظ کر کے طائعات کہا کیونکہ وہ دونوں سموات اور ارضون تھے (جمع مؤنث سالم اور جمع مذکر سالم) کیونکہ جب ان کو مخاطب اور مجیب بنایا گیا تو اس کالحاظ کر کے طوعا اور کرھا ان کی صفت ذکر کی گئی۔ایک قول یہ ہے طائعین یہ طائعات کی جگہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں سجدین کا لفظ سورۂ یوسف آیت نمبر ۴۔

سات آسمان بنائے:

۱۲: فَقَضٰهُنَّ (پس ان کو بنادیا) ان کی تخلیق کو پختہ کیا جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔وعلیھما مسرودتان قضاھما اس میں قضی پختہ کرنے کے معنی میں ہے۔ان دونوں پر دو زر ہیں ہیں پختہ کی ہوئی۔
نحو: ھنّ ضمیر آسمان کی طرف راجع ہے کیونکہ سماء جنس ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ضمیر مبہم ہو اور اس کی تفسیر سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ہو دونوں حالتوں میں منصوب ہے مگر نصب کی وجہ اول صورت میں حال بنتا ہے اور دوسری صورت میں تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔
فِیْ یَوْمَیْنِ (دو دنوں میں) جمعرات اور جمعہ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا (اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم بھیج دیا) امرھا سے مراد جو حکم اس میں چلانا مناسب تھا۔اور اس کا ملائکہ اور آگ وغیرہ کی تخلیق کی تدبیر فرمانا ہے۔وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا (اور ہم نے آسمانِ دنیا کو مزین کیا) الدنیا سے مراد زمین کے قریب والا بِمَصَابِیْحَ (ستاروں سے) وَحِفْظًا (اور اس کی حفاظت کی) اور آسمانِ دنیا کی کواکب کے ذریعہ استرقاقِ شیاطین سے حفاظت کی۔ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ (یہ تجویز ہے زبردست واقف الکل کی) جو غالب ہے مغلوب نہیں۔الْعَلِیْمِ (امور کے مواقع سے واقف ہے)

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿۱۳﴾ إِذْ جَاءَتْهُمُ

پھر اگر وہ اعراض کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تمہیں ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی آفت عاد و ثمود پر آئی جبکہ ان کے پاس

الرُّسُلُ مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا

ان کے آگے سے اور پیچھے سے رسول آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا

لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿۱۴﴾ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ

تو فرشتے نازل فرما دیتا سو بلاشبہ ہم اس چیز کے منکر ہیں جو تم دے کر بھیجے گئے ہو، پھر وہ لوگ جو عاد والے تھے انہوں نے زمین میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ

ناحق تکبر کیا کہنے لگے کہ قوت میں ہم سے زیادہ کون ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس ذات نے انہیں پیدا فرمایا وہ قوت میں

مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۱۵﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ

ان سے زیادہ ہے اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے، سو ہم نے انکے اوپر منحوس دنوں میں تیز ہوا

نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ

بھیج دی تاکہ ہم انہیں دنیا والی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھا دیں، اور یہ بات واقعی ہے کہ آخرت کا عذاب اس سے بڑھ کر رسوائی والا ہے

وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ﴿۱۶﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمْ

اور انکی مدد نہ کی جائے گی، اور وہ لوگ جو قوم ثمود والے تھے سو ہم نے انہیں ہدایت دی تو انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھے پن کو پسند کیا سو انہیں عذاب کی

صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا

آفت نے پکڑ لیا جو سراپا ذلت تھا انکی بدکرداریوں کی وجہ سے، اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو ایمان لائے اور ڈرا

يَتَّقُونَ ﴿۱۸﴾

کرتے تھے۔

۱۳: فَإِنْ أَعْرَضُوا (پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) یعنی اس وضاحت کے بعد ایمان سے اعراض کریں۔ فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ (تو آپ کہہ دیجئے میں تم کو ڈراتا ہوں) صٰعِقَةً (ایسی آفت سے) سخت واقع ہونے والا عذاب گویا کہ وہ صاعقہ ہے۔ صاعقہ وہ گرج جس کے ساتھ آگ ہو۔ مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (جیسی آفت عاد و ثمود پر آئی تھی)

۱۴: اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ (جب ان کے پاس ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی رسول آئے) یعنی ہر طرف سے آئے اور انہوں نے ان کے ایمان کے سلسلہ میں ہر حیلہ اختیار کیا۔ مگر ان کی طرف سے اعراض ہی نظر آیا۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

انبیاء علیہم السلام نے ان کو پہلی امتوں میں پیش آنے والے واقعات اور عذاب آخرت سے ڈرایا۔

نحو: ان بمعنی ای ہے۔ یا مخففہ من المثقلہ ہے اس کی اصل بانّہ ہے۔ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ قَالُوْا (کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے تم اور کسی کو مت پوجو۔ انہوں نے جواب دیا) یعنی قوم نے لَوْ شَآءَ رَبُّنَا (اگر ہمارے پروردگار کو منظور ہوتا) کہ وہ رسول بھیجے۔

نحو: شاء کا مفعول محذوف ہے۔

کیونکہ تم فرشتے نہیں پس ہم ایمان نہیں لاتے:

لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (تو فرشتوں کو بھیجتا۔ پس ہم اس سے بھی منکر ہیں جس کو دے کر تم بھیجے گئے ہو) اس کا معنی یہ ہے پس جبکہ تم بشر ہو اور ملائکہ نہیں ہو۔ تو ہم تم پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اس پر جو حق تم دے کر بھیجے گئے ہو۔ بما ارسلتم بہٖ یہ اقرار رسالت نہیں۔ بلکہ یہ کلام رسولوں کے کلام پر بطور تمسخر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرعون نے کہا تھا ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون [الشعراء: ۲۷] اور یہ ہود و صالح اور تمام انبیاء علیہم السلام کو ان کے زمانہ والے کفار نے جن کو ایمان کی دعوت دی گئی تھی یہ جواب دیا۔

نمائندۂ قریش عتبہ بن ربیعہ:

روایت میں ہے کہ قریش نے عتبہ بن ربیعہ کو روانہ کیا تا کہ وہ حضور علیہ السلام سے بات کرے یہ ان میں عمدہ بات کرنے والا تھا۔ وہ اس وقت آپ کو ملا جب آپ حطیم میں تشریف فرما تھے۔ اس کے ہر سوال کا آپ ﷺ نے جواب دیا۔ پھر آپ نے ان کے سامنے سورۂ فصلت کی آیات مثل صاعقة عاد و ثمود تک تلاوت فرمائیں تو عتبہ نے قرآن سن کر آپ کو رحم کا واسطہ دیا۔ اور آپ کے منہ پر خوف زدہ ہو کر ہاتھ رکھ لیا کہ کہیں اس پر ابھی عذاب کا کوڑا نہ برس پڑے۔ عتبہ نے واپس آ کر قریش کو کہا میں سحر، شعر سب کو جانتا ہوں۔ اللہ کی قسم وہ نہ سحر ہے نہ شعر۔ قریش نے کہا تو بھی صابی ہو گیا۔ کیا تو نے اس کی کوئی بات سمجھی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اور نہ ہی مجھے اس کے جواب کی کوئی صورت نظر آئی۔ پس عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کہنے لگے یہ کیفیت اس لئے طاری ہوئی تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ کلام رب العالمین ہے۔

ربط: پھر عاد و ثمود پر صاعقۂ آسمانی کی وضاحت کی۔

عاد کا قوت پر گھمنڈ:

۱۵: فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (پھر وہ جو عاد کے لوگ تھے۔ وہ دنیا میں ناحق تکبر کرنے لگے) انہوں نے ایسی چیزوں سے اپنی بڑائی دوسروں پر جتلائی جس کے وہ حقدار نہ تھے۔ اور طاقت اور جسامت اور حکومت پر بلا استحقاق زبردستی قابض ہو گئے۔ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً (اور کہا وہ کون ہے جو طاقت میں ہم سے زیادہ ہے) ان کے اجسام بڑے بڑے اور ڈیل ڈول بڑے تھے۔ ان کی قوت یہاں تک پہنچی تھی کہ آدمی پہاڑ سے چٹان اکھاڑ لیتا۔ اَوَلَمْ يَرَوْا (کیا ان کو یہ نظر نہ آیا) کیا ان کو اس طرح کا علم نہ ہوا جو آنکھوں دیکھے کی طرح ہو۔ اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً (کہ جس اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے) ان سے زیادہ قدرت والا ہے۔ کیونکہ اس کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔ اور ان لوگوں کو بعض چیزوں پر اس کے طاقت دینے سے قابو ملا ہے۔ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے) اس کا فاستکبروا پر عطف ہے۔ یعنی وہ جانتے تھے کہ وہ حق ہے لیکن انہوں نے اس کا انکار کر دیا جیسا وہ شخص جس کے پاس امانت رکھی جائے امانت کا انکار کرتا ہے۔

بادِ صرصر سے ہلاکت:

۱۶: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا (پس ہم نے ان پر ایک ہوائے تند بھیجی) تیز آندھی جس سے صرصراہٹ کی آواز تھی۔ یا ٹھنڈی ہوا جو اپنی سردی کی شدت سے ہر چیز کو جلاتی تھی۔ الصرّ ٹھنڈک' پالا۔ اسی کو رباعی پر لے جایا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ پچھم ہے۔ فِيْ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ (ایسے دنوں میں جو منحوس تھے) ان کے لئے منحوس تھے۔

قراءت: مکی، بصری، نافع نے نَحْسَاتٍ پڑھا ہے۔ یہ نَحِسَ نَحَسًا سعد سعدًا کی نقیض و عکس ہے اور ھو نَحِسٌ کہا جاتا ہے۔ البتہ نَحْسٌ یا نَحِسٌ کو تخفیف سے پڑھتے ہیں یا یہ مستقل فعلٌ کے وزن پر صفت کا صیغہ ہے یا مصدر کو صفت کے معنی میں استعمال کر لیا یہ آخر شوال میں بدھ سے اگلے بدھ تک تھے۔ جتنی اقوام کو عذاب دیا گیا وہ بدھ ہی کا دن تھا۔

لِنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (تاکہ ہم ان کو اس دنیوی زندگی میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھائیں) عذاب کی نسبت خزیٌ کی طرف کی گئی ہے۔ اور الخزی، ذلت کو کہتے ہیں اور یہاں عذاب کی صفت کے طور پر لائے ہیں۔ گویا اس طرح کہا عذاب خزیٌ جیسا کہ تم برے کام کو کہتے ہو فعل السوء مراد اس سے الفعل السیئ ہوتا ہے اس پر آیت کا اگلا حصہ دلالت کر رہا ہے۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى (اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے) یہ اسناد مجازی ہے اور عذاب کی صفت الخزی لانا یہ ان کی صفت الخزی بیان کرنے سے زیادہ بلیغ ہے۔ تمہارے ان دو اقوال میں بڑا فاصلہ ہے ھو شاعر نمبر ۲۔ ولہ شعر شاعر۔ وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ (اور ان کو مدد نہ پہنچے گی) ان بتوں کی طرف سے جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اسی امید پر کہ وہ ان کی امداد کریں گے۔

ثمود کا اندھا پن:

۱۷: وَاَمَّا ثَمُوْدُ (اور وہ جو ثمود تھے)

نحو: ثمودُ کو مرفوع پڑھنا ابتداء کی وجہ سے زیادہ فصیح ہے اس لئے کہ یہ حرف ابتداء کے بعد واقع ہے۔ فَهَدَيْنٰهُمْ (سو ہم نے انہیں ہدایت دی) اور خبر فهدیناهم ہے اور منصوب پڑھنے کی صورت میں فعل مضمر ہے جس کی تفسیر فهدینا هم کر رہا ہے۔ معنی یہ ہوا ہم نے ہدایت ان کے سامنے کھول کر بیان کر دی۔ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى (پس انہوں نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا) کفر کو ایمان پر ترجیح دی۔ فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ (پس ان کو عذاب کی آفت نے پکڑ لیا) صاعقہ عذاب کی بڑی مصیبت۔ الْهُوْنِ (سراپا ذلت) ذلت کو عذاب کی صفت بطور مبالغہ قرار دیا گیا یا عذاب کو ذلت سے بدل دیا۔ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے) اور وہ کسب ان کا شرک اور معاصی تھے۔

شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ کا قول (معنی ہدایت کی وضاحت):

ہدایت مذکور کا معنی ممکن ہے کہ یہاں تبیین وضاحت ہو جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد اہتداء کا ان میں پیدا کرنا ہو۔ پس وہ اس کی بناء پر مہتدین ہوئے پھر انہوں نے اس کے بعد کفر کیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہدایت کی اضافت جب خالق کی طرف کی جائے تو وہ توفیق بیان کے معنی میں آتی ہے۔ اور اسی طرح فعل اہتداء کے پیدا کرنے کے معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ رہی ہدایت کی نسبت جب مخلوق کی طرف ہو تو وہ صرف بیان کے معنی میں ہی ہوتی ہے اور کوئی معنی نہیں ہوتا۔

صاحب کشاف رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اگر تم کہو کیا تمہارے قول هَدَيْتُهٗ کا یہ معنی نہیں۔ ای حصّلت فيه الهدٰى ؟ میں نے اس کو ہدایت کی طرف پھیر دیا۔ اور اس کی دلیل تمہارا یہ قول ہے هديته فاهتدٰى اس کا معنی مقصد و مراد کا حصول ہے جیسا کہ تم نے کہا ردعته فارتدع میں نے اس کو ہٹایا وہ ہٹ گیا۔ پھر اس کا استعمال فقط دلالت میں کیسے کر لیا گیا؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ اس دلالت کی وجہ سے کہ ان کو اختیار و قدرت دی اور اس کے اسباب کو واضح کر دیا اور ان کے لئے کوئی عذر نہ چھوڑا گویا مقصد کو لازم کرنے والے اسباب مہیا کرنے کی وجہ سے ہدایت بذاتہ ان کو مہیا کر دی۔ اس کے تقاضے پورے کرنے کے بعد گویا ہدایت خود دے دی۔

نکتہ: اس نے اس بات کو خواہ مخواہ لمبا کھینچا۔ کیونکہ اس کو یہ موقعہ نہ مل سکا کہ اس آیت کی تفسیر خلق اہتداء سے کرے۔ کیونکہ وہ اس کے اپنے مذہب اعتزال کے مخالف ہے۔

۱۸: وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور ہم نے انکو نجات دی جو ایمان لائے) جنہوں نے ہدایت کو گمراہی کے مقابلے میں چن لیا ہم نے انکو اس صاعقہ سے بچا لیا۔ وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (اور وہ ڈرتے تھے) اس بات سے کہ وہ اندھے پن کو ہدایت کے مقابلے میں منتخب کریں۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ

اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے پھر وہ روکے جائیں گے یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس آ جائیں گے تو ان کے

عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ

کان اور آنکھیں اور کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے

شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۚ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ

ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ ہمیں اللہ نے بولنے والا بنا دیا جس نے ہر چیز کو بولنے والا بنایا ہے اور اس نے تمہیں پہلی بار پیدا

مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ

فرمایا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور تم اس وجہ سے پوشیدہ نہیں ہوتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری

اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گے اور لیکن تم نے یہ خیال کیا تھا کہ اللہ بہت سے ان اعمال کو نہیں جانتا جنہیں تم کرتے ہو۔

تذکرہ حشر:

۱۹: وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ (جس دن اللہ تعالیٰ کے دشمن آگ کی طرف جمع کر کے لائے جائیں گے) اعداء اللہ سے کفار مراد ہیں جو اولین و آخرین میں سے ہونگے۔

قراءت: نافع اور یعقوب نے نَحْشُرُ پڑھا ہے۔

فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (پھر وہ روکے جائینگے) ان کے اول شخص کو پچھلے کی آمد تک روک لیا جائے گا۔ دراصل اس تعبیر سے ان کی کثرت تعداد بیان کرنا مقصود ہے۔ یہ اصل میں وزعته ای کففته سے ہے یعنی میں نے اس کو روکا سے لیا گیا۔

اعضاء کی شہادت:

۲۰: حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا (یہاں تک کہ وہ جب اس کے قریب آ جائیں گے) اس کے بالکل سامنے پہنچ جائیں گے۔

مَا یہ زائدہ ہے جو تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ آگ کی طرف ان کی آمد لازماً ان کی شہادت کے وقت میں ہوگی اس سے خالی ہونے کا مطلب ہی نہیں۔ شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (تو ان کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گی) جلود کھالوں کی مس بالحرام کے متعلق گواہی مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ

شرمگاہوں سے کنایہ ہے۔

۲۱: وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا (اور وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف میں کیوں گواہی دی) ان کی مخالفت گواہی سے معاملہ ان پر بھاری ہو جائے گا۔ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ (وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اس نے گویائی دی جس نے ہر چیز کو گویائی دی) ہر چیز یعنی حیوانات میں سے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بولنا کوئی عجیب نہیں اس لئے کہ اس کو ہر چیز کے گویائی دینے کی قدرت ہے۔ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور اس نے تم کو اول مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اور اسی کے پاس پھر لائے جاؤ گے) یعنی وہ تمہارے پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر جس طرح قدرت رکھتا ہے اسی طرح تمہارے اعادے اور اپنی بارگاہ میں جزاء کیلئے لوٹانے پر قدرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی:

۲۲: وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ (اور تم اس بات سے تو اپنے کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں) تم دیواروں سے پردہ کرتے یعنی پردے ڈالتے جب فواحش کا ارتکاب کرتے اور تمہارا یہ چھپنا اس ڈر سے نہ تھا کہ تمہارے اعضاء تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ کیونکہ تمہیں اپنے خلاف ان کی شہادت کا علم نہ تھا۔ بلکہ تم تو زور سے بعث بعد الموت کے بھی انکاری تھے۔ اور جزاء کے بالکل قائل ہی نہ تھے۔ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (لیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں رکھتے) تم نے ان سے اس وجہ سے پردے ڈالے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال سے واقف ہی نہیں اور وہ وہی مخفی اعمال ہیں۔

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ

اور تمہارا یہ گمان جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا اس نے تمہیں ہلاک کر دیا، سو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے، سو اگر

يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا

صبر کریں تو آگ ٹھکانہ ہے ان کے لئے، اور اگر راضی کرنا چاہیں تو ان کی درخواست قبول نہیں کی جائے گی، اور ہم نے ان کے لئے

لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ

ساتھیوں کو مسلط کر دیا سو انہوں نے انکے لئے ان چیزوں کو مزین کر دیا جو انکے آگے اور پیچھے ہیں اور ان پر بات ثابت ہو گئی

۳ ع ۷ ۱۷ فِىْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

ان جماعتوں میں شامل ہو کر جو ان سے پہلے جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکی ہیں بیشک وہ خسارہ والے ہیں۔

۲۳: وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ (اور تمہارے اس گمان نے جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا تھا تم کو برباد کر دیا) یہی تو وہ گمان ہے جس نے تمہیں ہلاک کیا۔

نحو: نمبرا۔ ذٰلکم مبتدأ اور ظَنُّكُمْ اس کی خبر ہے۔ الذی ظننتم یہ خبر کی صفت ہے۔ اردٰکم دوسری خبر ہے۔ نمبر۲ ظنکم یہ ذٰلکم کا بدل ہے اور مبتدأ ہوا اور اردٰکم خبر ہے۔ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (پھر تم خسارہ میں پڑ گئے)

صبر وعذر سب بے فائدہ:

۲۴: فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (پس اگر یہ لوگ صبر کریں تب بھی دوزخ ان کا ٹھکانہ ہے) یعنی اگر یہ صبر کریں تو وہ ذرہ بھر سود مند نہیں۔ اس کی وجہ سے وہ آگ کی قرارگاہ سے آزادی نہیں پا سکتے۔ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ (اور اگر وہ عذر پیش کرنا چاہیں گے تو بھی مقبول نہ ہوگا) اگر وہ رضا طلب کریں تو ان سے رضا قبول نہ کی جائے گی۔ یا نمبر۲۔ اور اگر وہ طلب رضامندی کا موقعہ چاہیں گے۔ تو وہ بھی ان کو میسر نہ کیا جائے اور ان کی بات اس سلسلہ میں قبول نہ کی جائے گی۔

مکہ والے بھی عذاب کے مستحق ہو چکے:

۲۵: وَقَيَّضْنَا لَهُمْ (اور ہم نے ان کے لئے مقرر کر دیئے) مشرکین مکہ کیلئے مقرر کر دیئے۔ عرب کہتے ہیں ھذان ثوبان قیضان ای مثلان۔ یہ دونوں کپڑے مماثل ہیں۔ المقایضۃ معاوضہ کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے ہم نے ان پر مسلط کر دیے۔ قُرَنَآءَ (ساتھ دینے والے) شیاطین میں سے دوست۔ قرناء جمع قرین کی ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانًا فھو لہ قرین (زخرف۔۳۶) فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (پس انہوں نے ان

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝۲۶

اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو مت سنو اور اسکے درمیان شور مچایا کرو، شاید تم غالب رہو،

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا

سو جن لوگوں نے کفر کیا ہم انہیں ضرور ضرور سخت عذاب چکھا دیں گے اور ضرور ضرور انہیں برے کاموں کی سزا دیں گے جنہیں وہ

يَعْمَلُوْنَ ۝۲۷ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ

کیا کرتے تھے۔ یہ سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی جو آگ ہے، ان کے لئے اس میں ہمیشہ کا رہنا ہے اس بات کے بدلہ میں

بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝۲۸ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ

کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار جنات میں سے اور انسانوں میں سے

اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝۲۹

جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم کو انہیں دکھا دیجئے ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے کر لیں تا کہ یہ دونوں گروہ خوب زیادہ ذلیلوں میں سے ہو جائیں،

کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں مستحسن کر رکھے تھے) بین ایدیھم سے وہ اعمال جو پہلے کر چکے اور ماخلفھم سے جن کا وہ عزم رکھتے ہیں۔ یا نمبر۲۔ مابین ایدیھم سے دنیا کے امور اور اتباع شہوات اور ماخلفھم سے امر آخرت مراد ہے اور یہ کہ نہ بعث ہے اور نہ حساب وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ (اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا قول پورا ہو کر رہا) وہ عذاب والی بات ہے۔ فِيْٓ اُمَمٍ (ان لوگوں کے ساتھ) ان من جملہ امتوں میں۔ نحو: علیھم کی ضمیر سے یہ حال ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے حق علیھم القول کا ئنین فی جملة امم ان پر بات پوری ہوگئی اس حال میں کہ وہ بھی ان امتوں سے ہو جانے والے تھے۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ (جو ان سے پہلے ہو گزریں)

نحو: ھم سے مراد اہل مکہ ہیں۔

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ (جنات وانس میں سے بیشک وہ خسارہ میں رہے) اس میں ان کے استحقاقِ عذاب کی علت بیان فرمائی۔

نحو: اور ضمیر ان کے اور امم کیلئے ہے۔

۲۶: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ (اور کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو) جب یہ پڑھا جا رہا ہو وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (اور اس کے دوران شور مچا دیا کرو۔ شاید تم ہی غالب رہو) اور اس کا مقابلہ ایسے کلام سے کرو جو سمجھ نہ آنے

والا ہو۔ تا کہ تم ان کو تشویش میں ڈال سکو اور ان کی قراءت پر تم غالب آ ؤ۔ اللغو فضول کلام جس کے اندر کچھ نہ ہو۔
۲۷: فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا (پس ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے) یہ بھی درست ہے کہ الذین کفروا سے خاص کر یہ شورشی لوگ جو لغو کا حکم دینے والے تھے مراد ہوں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ عام کفار مراد ہوں۔ تا کہ اس کے تحت یہ موجودین بھی آ جائیں۔ وَّ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اور ان کو ان کے برے کاموں کی سزا دیں گے) یعنی ضرور بضرور ہم ان کے بدترین اعمال پر عظیم ترین سزا دیں گے وہ سب سے بدترین عمل کفر ہے۔
۲۸: ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ (یہ سزا ہے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی) ذلک کا مشار الیہ اسوء ہے اور تقدیر کلام لا زماً اس طرح ہوگی (اسوأ جزاء الذی کا نوایعملون ۔ بدترین بدلہ ان برے عملوں کا جو وہ کرتے تھے) تا کہ ذلک کا اشارہ درست ہو سکے۔ النَّارُ (آگ)
نحو: یہ جزاء کا عطف بیان ہے۔ نمبر۲۔ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔

کفار کا دار الخلد:

لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ (اور ان کے لئے وہاں ہمیشگی کا مقام ہوگا) یعنی آگ جو کہ بنفس نفیس دار الخلد ہے۔ جیسے تم کہو لك في هذه الدار دار السرور۔ وانت تعني الدار بعينها ۔ (تیرے لئے یہ گھر دار السرور ہے تمہاری مراد اس سے بعینہٖ وہی گھر ہے۔ جس کو تم دار السرور کہہ رہے ہو)۔ جَزَآءً (اس بات کے بدلہ میں) ان کو اس سے بدلہ دیا جائے گا بدلہ دیا جانا۔ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (کہ وہ ہماری ہی آیت کا انکار کرتے تھے)

مطالبہ کفار:

۲۹: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا (اور وہ کفار کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دکھلا دیجئے)
قراءت: اَرْنَا سکون راء کے ساتھ کیونکہ کسرہ ثقیل ہے جیسا فَخِذٌ میں فَخْذٌ پڑھتے ہیں مکی، شامی ابوبکر نے پڑھا اور اختلاسِ حرکت سے ابوعمرو نے پڑھا ہے۔
الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا (وہ جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا) دونوں شیطان جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (جن و انس میں سے) کیونکہ شیطان کی دو قسمیں ہیں۔ نمبرا۔ جنی نمبر۲۔ انسی اللہ تعالیٰ نے فرمایا و کذلك جعلنا لكل نبی عدوًا شیاطين الانس والجن [الانعام:۱۱۲] نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ (ہم ان کو پاؤں کے نیچے مل ڈالیں تا کہ وہ خوب ذلیل ہوں) آگ میں ہمارے گمراہ کرنے کی سزا میں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا

بلاشبہ جن لوگوں نے یوں کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے ان پر فرشتے نازل ہوں گے کہ تم خوف نہ کرو

وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ

اور رنج نہ کرو اور خوش ہو جاؤ جنت کی خبر سے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم دنیا والی زندگی میں تمہارے رفیق ہیں

الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿٣١﴾

اور آخرت میں بھی، اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جسکی تمہارے نفسوں کو خواہش ہوگی اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو گے،

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿٣٢﴾ ع ۱۸

یہ مہمانی کے طور پر ہے غفور رحیم کی طرف سے۔

استقامت والے:

۳۰: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ (جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے) توحید باری تعالیٰ کا بول بول دیا ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (پھر مستقیم رہے) پھر اس اقرار اور اس کے تقاضوں پر پورے اترے۔

قولِ ابوبکر رضی اللہ عنہ:

انہوں نے فعلاً استقامت اختیار کی جس طرح زبان سے استقامت اختیار کی اور پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا انہوں نے کوئی گناہ نہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے معاملے کو سخت ترین حالت پر محمول کیا انہوں نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا انہوں نے شرک نہ کیا اور عبادتِ اوثان کی طرف لوٹ کر نہ گئے۔

قولِ عمر رضی اللہ عنہ:

وہ لومڑی کی طرح ادھر ادھر نہیں پھرے یعنی منافقت اختیار نہیں کی۔

قولِ عثمان رضی اللہ عنہ:

انہوں نے مخلصانہ اعمال کیے۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

انہوں نے فرائض کی انجام دہی کی۔

قولِ فضیل رحمہ اللہ:

دنیا میں زہد اختیار کیا۔اور آخرت کی طرف راغب رہے۔

ایک قول:

یہ ہے کہ استقامت اقرار کے بعد اقرار کو کہتے ہیں نہ کہ اقرار کے بعد فرار کو تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (ان پر فرشتے اتریں گے) موت کے وقت اَلَّا تَخَافُوْا (کہ تم اندیشہ نہ کرو) اَنْ یہ ای کے معنی میں ہے یا مخففہ من المثقلہ ہے۔اوراس کی اصل اس طرح بانّہٗ لا تخافوا۔ ہٗ ضمیر شان ہے ای لا تخافوا ماتقدمون علیہ ۔جس طرف تم جارہے اس کے متعلق اندیشہ مت کرو۔ وَلَا تَحْزَنُوْا (اور رنج نہ کرو) اس کو جو تم پیچھے چھوڑ آئے ہو۔الخوف وہ غم جو ناپسند چیز کی توقع میں پیش آئے۔الحزن: نفع بخش چیز کے فوت ہونے پر جو غم وارد ہو یا نقصان دہ چیز کے سامنے آنے سے جو طاری ہو۔مطلب آیت کا یہ ہوگا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ہر غم سے امان لکھ دی پس تم اس کو ہرگز نہ چکھو گے۔وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (اور تم جنت پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا)۔

قولِ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ:

ان پر فرشتوں کا نزول اس وقت ہوتا ہے۔جب ان کی ارواح ان کے ابدان سے جدا ہوتی ہیں۔لا تخافوا یعنی ایمان کے سلب ہونے کا خطرہ نہ لاؤ۔ولا تحزنوا جو گناہ ہوگئے ان پر غمزدہ نہ ہو۔ابشروا ۔جنت میں داخلے کی تمہیں خوشخبری ہو۔ التی کنتم توعدون جس کا تم سے گزشتہ زمانوں میں وعدہ کیا گیا۔

۳۱: نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ (ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے) جس طرح کہ شیاطین نافرمانوں کے دوست ہیں اسی طرح ملائکہ متقین کے دوست ہیں۔اوران کے رفیق دونوں جہانوں میں ہونگے۔وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ (اور تمہارے لئے اس میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے) نعمتوں میں سے وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے) تدعون تمنا کرنے کے معنی میں ہے۔

۳۲: نُزُلًا (یہ بطور مہمانی کے ہوگا) وہ مہمان کا توشہ ہے۔

نحو: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ذوالحال ضمیر ھا محذوف ہے۔یا ما سے حال ہے۔مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (غفور رحیم کی طرف سے) یہ اس کی صفت ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾

اور اس سے اچھی کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کئے اور یوں کہا کہ بلاشبہ میں مسلمین میں سے ہوں،

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ

اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوتی آپ ایسے برتاؤ کے ساتھ دفع کیجئے جو اچھا طریقہ ہو، پھر یکایک ایسا ہوگا کہ

وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا یُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰىهَآ اِلَّا

جس شخص کو آپ سے دشمنی تھی گویا کہ وہ خاص دوست ہے اور اس بات کا صرف انہیں لوگوں کو القا کیا جاتا ہے جو صبر والے ہیں اور اس بات کا القا اسی شخص کو ہوتا ہے

ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

جو بڑے نصیب والا ہو، اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ لیجئے، بیشک وہ

السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۶﴾

سننے والا جاننے والا ہے۔

داعی کی بات سب سے اعلیٰ:

۳۳: وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ (اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے۔ جو خدا کی طرف بلائے) وہ داعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جس کی طرف دعوت دی وہ توحید ہے۔ وَعَمِلَ صَالِحًا (اور وہ نیک عمل کرے) صالح سے خالص اعمال مراد ہیں۔ وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں) آپ اسلام پر فخر کرنے والے ہیں اور اس کا اعتقاد رکھنے والے ہیں۔ اور آپ کے صحابہ کرامؓ یا مؤذن یا تمام ہدایت والے اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے۔

نیکی' بدی برابر نہیں:

۳۴: وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ آپ نیک برتاؤ سے ٹال دیا کریں) نیکی اور بدی دونوں ذات کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ جب اچھائیاں سامنے ہوں تو اس حسنہ کو اختیار کریں جو دوسری کے مقابلہ میں بہتر ہو۔ پھر اس سے اس برائی کو ہٹائیں جو آپ پر آپ کے دشمنوں کی طرف سے آئے۔ جیسا کہ اگر کوئی آدمی آپ کے ساتھ زیادتی کرے۔ تو اچھائی یہی ہے کہ اس کو معاف کردیں۔ یہ اس کی برائی کی جگہ احسان کرنا ہے۔ جیسے تمہاری کوئی مذمت کرے تو تم اس کی تعریف کردو۔ یا وہ تمہارے لڑکے کو قتل کردے۔ اور تم اس کے لڑکے کا فدیہ دے کر دشمن کے ہاتھ

سے چھڑوا دو۔

فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (یکا یک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی ولی دوست ہوتا ہے) جب تم ایسا کرو گے تو تمہارا سخت ماہر دشمن گہرے مخلص دوست میں بدل جائے گا۔ پھر فرمایا

۳۵: وَمَا یُلَقّٰهَآ (اور یہ بات انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے) برائی کے مقابلہ میں احسان والی خصلت نصیب نہیں ہوتی۔ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا (مگر ان لوگوں کو جو بڑے مستقل مزاج ہیں) یعنی اہل صبر وَ مَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ (اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے۔ جو بڑا صاحب نصیب ہے) بہت نیکی والا آدمی جس کو خیر کا بہت بڑا حصہ ملا ہو۔ یہاں فادفع بالتی ھی احسن نہیں فرمایا کیونکہ یہ کلام اس کہنے والے کے قول کی طرح ہے جو یہ کہے میں کیا کروں؟ تو جواب دیا ادفع بالتی ھی احسن۔ یعنی فاء نہیں لائی گئی۔

ایک قول:

لا تاکید کیلئے زائدہ ہے مطلب یہ ہے حسنہ اور سیئہ برابر نہیں ہیں۔ اس تفسیر کے مطابق قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جائے: ادفع بالتی ھی حسنة۔ مگر یہاں اس کی جگہ التی ھی احسن لایا گیا تا کہ حسنہ کے ساتھ بدلہ چکانے میں زیادہ بلیغ ہو کیونکہ جس نے اعلیٰ اچھائی سے سیئہ کا جواب دیا تو وہ کم درجہ کی برائی کا جواب بڑی آسانی اور خوش اسلوبی سے دے لے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

بالتی ھی احسن سے مراد غصہ کرنے پر صبر کرنا اور ارتکاب جہالت کے وقت حوصلہ دکھانا اور زیادتی کے وقت معاف کرنا ہے اور الحظ کی تفسیر انہوں نے ثواب سے فرمائی ہے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

بڑا نصیب تو جنت ہی ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ ابو سفیان بن حرب کے متعلق اتری جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ایذاء پہنچانے والا دشمن تھا۔ پھر مخلص دوست و حمایتی بن گیا۔

نزغ شیطان:

۳۶: وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ (اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے وسوسہ آنے لگے) النزغ یہ نخس کے مشابہ ہے شیطان انسان کے دل میں وساوس ڈالتا ہے۔ گویا کہ وہ شیطان کی چوک سے ہے وہ اس کو نامناسب کاموں پر ابھارتا ہے۔ آیت میں نزغ کو نازغ قرار دیا۔ جیسا کہتے ہیں: جدّ جدّہٗ اس نے پوری کوشش کی یا مراد اما ینزغنك نازغ کو کچوکا لگانے والا آپ کو کچوکا لگائے۔ شیطان کی صفت مصدر سے بیان کی یا اسکی تزیین کو بیان کیا۔ مطلب یہ ہے اگر شیطان نے آپ کو پھیر دیا اس نصیحت

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا

اور اللہ کی نشانیوں میں سے رات ہے اور دن ہے اور چاند ہے اور سورج ہے مت سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو، اور سجدہ کرو

لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝۳۷ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ

اللہ کو جس نے ان کو پیدا فرمایا اگر تم اسکی عبادت کرتے ہو۔ سو اگر وہ تکبر کریں تو جو تیرے رب کے مقرب ہیں

يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ۝۳۸ ۩ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ

وہ رات دن اسکی پاکی بیان کرتے ہیں اور اکتاتے نہیں ہیں، اور اسکی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تو زمین کو دبی ہوئی حالت میں

خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ

دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی نازل کردیتے ہیں تو وہ ابھر آتی ہے اور بڑھتی ہے بلاشبہ جس نے اس کو زندہ فرمایا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔

اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹

بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے

سے جو آپ کو ادفع بالتی ھی احسن کی صورت میں دی گئی ہے تو فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (تو اللہ تعالیٰ سے اس کے شر سے پناہ مانگیں) اور اپنے حلم پر جمے رہیں اور ان کی بات نہ مانیں اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ (وہی آپ کے استفادہ کو سننے والا اور) الْعَلِيْمُ (نزغ شیطانی کو جاننے والا ہے)

۳۷: وَمِنْ اٰيٰتِهِ (اوراس کی نشانیوں میں سے) جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہیں۔ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ (دن اور رات ہے) یہ معلوم اندازہ کے ساتھ ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں اور مقررہ مقدار کے مطابق باری باری آنے میں وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (اور سورج اور چاند ہے) ایک مقررہ سیر پر چلنے میں یہ دونوں خاص ہیں۔ اور ان کا نور بھی مقرر ہے۔ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ (تم لوگ نہ سورج کو اور نہ چاند کو سجدہ کرو) یہ دونوں مخلوق ہیں اگرچہ ان کے منافع بے شمار ہیں۔ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (اور اس اللہ کو سجدہ کیا کرو جس نے ان کو پیدا کیا) خلقھن کی ضمیر آیات کی طرف ہے۔ یا لیل ونہار اور شمس وقمر کی طرف ہے۔ کیونکہ غیر عاقل جماعت کا حکم مؤنث والا ہے۔ یا وہ مؤنث ہے جیسا کہتے ہیں۔ الا قلام بریتھا و بریتھن ۔شاید ان میں کچھ لوگ سورج چاند کو سجدہ کرتے تھے۔ جس طرح صابئین کرتے ہیں۔ کہ کواکب کی بھی عبادت کرتے تھے۔ اور ان کا خیال یہ ہے کہ ان کا مقصود چاند و سورج کو سجدہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے۔ پس ان کو اس واسطہ سے روک دیا گیا۔ اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سجدہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی مقصود سمجھیں۔ اگر وہ اس کی

عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرنے والا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا نہیں۔

۳۸: فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ (پس اگر وہ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں) ملائکہ مراد ہیں۔ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْــٴَـمُوْنَ (وہ شب و روز اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور وہ اکتاتے نہیں ہیں) لایسئمون کا معنی اکتانا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں اور اس کے احکام کی تعمیل نہ کریں اور واسطہ کے بغیر اس کو ماننے سے انکاری ہوں تو ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ عابد و ساجد بالاخلاص کو معدوم نہیں فرماتے۔ اس کے مقرب بندے ایسے بھی ہیں جو دن رات شریکوں سے اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ عند ربك یہ قرب کی تعبیر ہے اور مرتبہ اور عظمت کی تعبیر ہے۔ ہمارے نزدیک سجدہ تلاوت کا مقام لا یسأمون ہے۔ اور شافعی رحمہ اللہ کے ہاں تعبدون ہے۔ اور پہلا قول زیادہ احتیاط والا ہے۔

قدرت وتصرف کی نشانی:

۳۹: وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً (اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تو زمین کو دیکھتا ہے۔ دبی دبائی ہے) خاشعۃ کا معنی غبار والی خشک۔ خشوع اصل میں تذلل اور عاجزی کو کہتے ہیں۔ یہاں بطور استعارہ اس زمین کیلئے استعمال ہوا جو بغیر نبات اور بغیر پانی کے ہو فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ (پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں) الماء سے بارش مراد ہے۔ اهْتَزَّتْ (تو وہ ابھرتی ہے) نباتات کے ساتھ حرکت میں آتی ہے۔ وَرَبَتْ (اور پھولتی ہے) پھولتی پھٹتی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (جس نے اس زمین کو زندہ کر دیا۔ وہی مردوں کو زندہ کرے گا۔ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے) پس وہ بعث پر لازماً قدرت والا ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۗ أَفَمَنْ يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ

بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی اختیار کرتے ہیں وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں، کیا جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا

مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ۙ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ

وہ شخص جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا تم کرلو جو چاہو بیشک وہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے، بیشک جن لوگوں نے

كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ

ذکر کے ساتھ کفر کیا جب وہ انکے پاس آ گیا اور بیشک حال یہ ہے کہ وہ کتاب عزیز ہے اس کے پاس باطل نہیں آتا آگے سے

وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ

اور نہ پیچھے سے، وہ اتاری ہوئی ہے حکمت والے کی طرف سے جو ستودہ اوصاف ہے، آپ سے نہیں کہا جاتا مگر وہی جو آپ سے پہلے رسولوں کے لئے

قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا

کہا گیا بلاشبہ آپ کا رب مغفرت والا ہے اور دردناک عذاب والا ہے، اور اگر ہم اسکو قرآن عجمی بنا دیتے تو یہ لوگ کہتے

لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَ

کہ اس کی آیات کو کیوں واضح طریقہ پر بیان نہیں کیا گیا، یہ کیا بات ہے کہ رسول عربی ہے اور کتاب عجمی ہے، آپ فرما دیجئے کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت ہے

شِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ

اور شفاء ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ ان پر گمراہی کا سبب بنا ہوا ہے یہ وہ لوگ ہیں

يُنَادَوْنَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٤٤﴾ ع ۵ ۱۴ ۱۹

جنہیں دور سے پکارا جاتا ہے۔

حق سے منحرف:

۴۰: إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا (بلاشبہ جو لوگ ہماری آیات میں کجروی اختیار کرتے ہیں) وہ ہمارے دلائل سے منہ موڑ کر حق سے روگردانی اختیار کرتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں الحد الحافر و لحد جبکہ وہ استقامت سے جھک جائے اور ایک جانب کو کھودے۔ یہ لفظ یہاں بطور استعارہ قرآن مجید کی آیات کی صحیح و درست تاویل سے انحراف کرنے کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔

قراءت: حمزہ نے یَلْحَد پڑھا ہے۔

لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا (وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں) اس میں ان کی تحریف پر وعید وڈراوا سنایا گیا ہے۔ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ (پس بتلاؤ جو شخص آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن وامان کے ساتھ آئے) یہ کافر ومؤمن کی تمثیل پیش کی گئی ہے۔ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ (تم جو جی چاہے کرلو) یہ انتہائی تہدید اور وعید میں مبالغہ ہے۔ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے) پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

۴۱: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ (جو لوگ قرآن مجید کا جبکہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں) الذکر سے قرآن مجید مراد ہے کیونکہ انہوں نے اپنے کفر کی وجہ سے قرآن مجید کے متعلق طعن وتشنیع کی اور اس کی تاویل میں تحریف سے کام لیا۔ لَمَّا جَآءَ ھُمْ (جب وہ ان کے پاس پہنچا)

نحو: اِن کی خبر محذوف ہے ای یعذبون یاھالکون یااولئک ینادون من مکان بعید اور درمیان میں جملے معترضہ ہیں۔

وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ (اور بیشک وہ بڑی باوقعت کتاب ہے) محفوظ ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔

قرآن منافقین سے بری:

۴۲: لَّا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ (اس میں غیر واقعی بات نہیں آسکتی) باطل سے تبدیلی یا تناقض مراد ہے۔ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ (نہ اس کے آگے کی طرف سے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے) یعنی کسی بھی وجہ سے تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ (یہ اللہ تعالیٰ جو حکیم وحمید ہیں ان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے) حمید وہ ذات ہے جو حمد کی مستحق ہو۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

۴۳: مَا یُقَالُ لَکَ (اور آپ کو وہی باتیں کہی جاتی ہیں) جو کہ آپ کو آپ کی قوم کے کافر لوگ کہتے ہیں۔ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ (جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی ہیں) اسی طرح کی باتیں ہیں جو رسولوں کو ان کی کافر اقوام نے ایذاء دینے کیلئے کہیں اور آسمانوں سے نازل شدہ کتابوں پر طعن وتشنیع کی۔ اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ (بیشک آپ کا رب بڑی مغفرت والا ہے) اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرنے والا ہے۔ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ (اور دردناک سزا دینے والا ہے) انبیاء علیہم السلام کے دشمنوں کو اور یہ بھی درست ہے کہ اس طرح مطلب لیا جائے آپ کو اللہ تعالیٰ اسی طرح فرماتے ہیں جیسا آپ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا اور اس مقولہ سے یہ ارشاد مراد ہے۔ ان ربك لذو مغفرۃ و ذو عقاب الیم۔

کفار کے قرآن پر اعتراض کا جواب:

۴۴: وَلَوْ جَعَلْنٰہُ (اور اگر ہم اس کو بناتے) اس ذکر کو قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا (عجمی قرآن) یعنی اس کی لغت عجمی ہوتی اس وقت ضد کی وجہ سے اس طرح کہتے ہیں کہ یہ قرآن عجمی لغت میں کیوں نہ اترا۔ تو جواب دیا گیا۔ اگر اسی طرح ہوتا جیسا تم تجویز کرتے ہو۔

لَقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ (تو یوں کہتے اس کی آیات صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں) فصلت کا معنی بینت ہے یعنی بیان کی گئیں عربی زبان میں تاکہ ہم اس کو سمجھ لیتے اور یہ بات ضد کے طور پر کہتے۔ ءَ اَعْجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ (یہ کیا بات ہے کہ عجمی کتاب اور عربی رسول)

قراءت: کوفی قراء نے حفص کے علاوہ دو ہمزہ سے پڑھا۔ ایک ہمزہ انکار یعنی لا نکروا وقالوا أقرآن اعجمی و رسول عربی تاکہ وہ انکار کریں اور کہیں کیا قرآن عجمی اور رسول عربی ہے یا جن کی طرف رسول بھیجا گیا وہ عربی اور قرآن عجمی۔ باقی قراء نے ایک ہمزہ ممدودہ استفہامیہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ الاعجمی جو غیر فصیح ہو اس کا کلام سمجھ نہ آتا ہو خواہ وہ عجمی ہو یا عربی۔ العجمی جو عجم کا رہنے والا ہو۔ خواہ وہ فصیح ہو یا غیر فصیح۔

مطلب یہ ہے کہ آیات جس طریقہ پر بھی اتاری جائیں وہ ضد کی وجہ سے اعتراض کرتے کیونکہ ان میں طلب حق تو ہے نہیں۔ بس خواہشات پرستی میں مبتلا ہیں۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ اگر قرآن مجید کو عجمی زبان میں اتارا جاتا تو بھی قرآن ہوتا۔ پس اس صورت میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی یہ دلیل بن جائے گی کہ اگر فارسی میں قراءت کر لی تو نماز جائز ہوگی۔ (مگر اس قول کی نسبت خود قابل دلیل ہے انظر شروح الهداية)

قُلْ هُوَ (آپ کہہ دیجئے کہ وہ) یعنی قرآن لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی (ایمان والوں کیلئے راہنما ہے) حق کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔ وَّ شِفَآءٌ (اور شفاء ہے) اس شک کیلئے جو سینوں میں ہے اس لئے کہ شک مرض ہے۔ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ (اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے)۔ یہ موضع جر میں واقع ہے کیونکہ اس کا عطف للذین امنوا پر ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے هو للذين امنوا هدى و شفاء وهو للذين لا يؤمنون في اذانهم وقر۔ وقرٌ بہرہ پن۔ البتہ اس میں ایک بات ہے کہ اس میں دو عاملوں پر عطف ہے۔ اور اخفش نحوی کے ہاں وہ جائز ہے۔ نمبر ۲۔ رفعی حالت ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ والذين لا يؤمنون هو في اذانهم وقرٌ مبتدأ محذوف ہے یا في اذانهم منه وقرٌ۔ وقرٌ مبتداء مؤخر ہے۔ وَّهُوَ (اور وہ) یعنی قرآن عَلَیْهِمْ عَمًی (ان کے حق میں اندھا پن ہے) یعنی اندھیرا اور شبہات ہیں۔ اُولٰٓئِكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ (یہ لوگ کسی دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں) یعنی قرآن کو قبول نہ کرنے اور اس سے فائدہ نہ اٹھانے کی بناء پر گویا ان کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت کسی دور جگہ سے دی جا رہی ہے۔ اور یہ فاصلہ کی دوری کی وجہ سے سن نہیں پاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کو قیامت کے دن دور جگہ سے پکارا جائے گا۔ اور ان کے قبیح ترین نام لے کر بلایا جائے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپکے رب کی طرف سے طے

رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝٤٥ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

ہو چکی ہے تو انکے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ یہ لوگ اسکی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں، جس نے نیک عمل کیا

فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝٤٦

سو وہ اس کی جان کے لئے ہے اور جس نے برا عمل کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے، اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

تورات میں اختلاف کیا گیا:

۴۵: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ (اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی۔ پس اس میں بھی اختلاف ہو گیا) بعض نے کہا وہ برحق ہے۔ اور بعض نے کہا وہ باطل ہے۔ جیسا کہ تمہاری قوم اس کتاب کے متعلق اختلاف کر رہی ہے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ (اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے مقرر ہو چکی ہے) کہ ان سے عذاب کو مؤخر کر دیا گیا۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو اس کا فیصلہ ہو چکا ہوتا) تو ان کا ضرور استیصال کر دیا جاتا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ کلمہ سابقہ سے قیامت والا وعدہ مراد ہے۔ اور تمام جھگڑوں کا حقیقی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو دنیا میں ہی ان کا فیصلہ کیا جا چکا ہوتا۔ وَاِنَّهُمْ (اور بیشک وہ) کفار لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ (اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے) مریب شک میں ڈالنے والا۔

۴۶: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ (جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کیلئے) اس کے نفس کو اس کا فائدہ ہوگا۔ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا (اور جو شخص برا عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑیگا) اس کے نفس کو اس کا ضرر پہنچے گا۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں) کہ غیر مجرم کو عذاب دے۔

اِلَیۡهِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ

اسی کی طرف قیامت کا علم حوالہ کیا جاتا ہے، اور جو پھل اپنے خولوں سے نکلتے ہیں اور جو کوئی عورت حاملہ

اُنۡثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَیَوۡمَ یُنَادِیۡهِمۡ اَیۡنَ شُرَكَآءِیۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا

ہوتی ہے اور جو بچہ جنتی ہے یہ سب اسکے علم میں ہے، اور جس دن وہ پکارے گا کہاں ہیں میرے شرکاء وہ کہیں گے کہ ہم اعلان کے ساتھ آپ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم میں سے

مِنۡ شَهِیۡدٍ ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَظَنُّوۡا مَا لَهُمۡ مِّنۡ مَّحِیۡصٍ ﴿۴۸﴾

کوئی دعویدار نہیں ہے، اور اس سے پہلے وہ جن کو پکارا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جائیں گے اور یہ لوگ یقین کرلیں گے کہ ان کے چھوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

قیامِ قیامت کا علم اللہ عزوجل ہی کو ہے:

۴۷: اِلَیۡهِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ (اور قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جا سکتا ہے) قیامت کے قیام کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ مسئول پر لازم ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوا کہے۔ اللّٰه یعلم ذلك۔ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ (اور کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں نکلتا)

قراءت: مدنی، شامی، حفص نے ثمرات اور دیگر قراء نے بغیر الف پڑھا ہے۔

مِّنۡ اَكۡمَامِهَا (اپنے خولوں سے) جمع کُمّ کی ہے معنی خول جس میں پھل ہوتا ہے اس سے قبل کہ وہ پھٹے۔ وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰی (اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے) یعنی اس کا حمل وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ (اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے) یعنی جو چیز بھی نئی پیدا ہوتی ہے خواہ وہ کوئی نیا پھل نکلے اور کسی حاملہ کے پیٹ میں حمل ٹھہرے اور کوئی حاملہ اپنے پیٹ سے بچہ جنم دے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ ایام حمل کی گنتی اور ساعات اور تمام احوال، ناقص، کامل، مذکر، مؤنث، خوبصورت، قبیح وغیرہ سب سے واقف و مطلع ہے۔ وَیَوۡمَ یُنَادِیۡهِمۡ اَیۡنَ شُرَكَآءِیۡ (اور جس روز اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا۔ کہ میرے شریک کہاں ہیں) اس میں اللہ تعالیٰ نے شرکاءی فرما کر شرکاء کی اضافت اپنی طرف فرمائی دراصل مخاطبین کے زعم و خیال کے مطابق اور اس کی وضاحت خود دوسرے ارشاد میں اسی طرح موجود ہے۔ این شرکاءی الذین زعمتم اس میں ان کو خبردار کیا گیا اور شرمندہ کیا گیا ہے۔ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰكَ (وہ کہیں گے ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں) آپ کو بتلا دیا۔ ایک قول یہ ہے آپ کو خبر دے دی اور یہ معنی زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو پہلے سے ہی جاننے والے ہیں۔ اور جاننے والے کو بتلانا یہ محال ہے البتہ عالم کو کسی چیز کی اطلاع دینا تاکہ جو چیز اس کے علم میں ہے وہ پختہ ہو جائے۔ ورنہ معنی یہ ہے۔ آپ ہمارے دلوں کو اب جانتے ہیں ہم وہ باطل اور غلط گواہی نہیں دیتے۔ کیونکہ جب ان کے نفوس سے یہ بات معلوم ہوئی تو گویا انہوں نے اس کو بتلائی۔ مَا مِنَّا مِنۡ شَهِیۡدٍ (ہم میں سے کوئی بھی مدعی نہیں ہے) ہم سے کوئی بھی نہیں جو یہ گواہی دے کہ تیرا کوئی شریک ہے۔ ہم میں سے ہر ایک آپ کو وحدہ

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۖ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ

انسان خیر کی دعا کرنے سے نہیں اکتا تا، اور اگر اسے تکلیف پہنچ جائے تو پوری طرح نا امید ہو جاتا ہے۔ اور تکلیف پہنچ جانے کے

رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ

بعد اگر ہم اسے اپنی رحمت چکھا دیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ چاہیے اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے،

وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا

اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا تو میرے لئے اس کے پاس بہتری ہوگی، سو جن لوگوں نے کفر کیا ہم ضرور ضرور ان کے اعمال سے

عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ

انہیں باخبر کر دیں گے اور ہم انہیں ضرور سخت عذاب چکھا دیں گے، اور جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے

وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾

اور ایک جانب کو دور چلا جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچ جاتی ہے تو بھی چوڑی دعا والا ہو جاتا ہے۔

لاشریك ماننے والا ہے۔ یا ہم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو ان کے شرکاء کو دیکھ سکے۔ کیونکہ وہ ان سے گم ہو گئے ہونگے اور ان کے الٰہ ان سے گم ہو گئے ہونگے اس توبیخ کی گھڑی میں وہ ان کو دیکھ نہ سکیں گے۔ ایک قول یہ ہے یہ کلام شرکاء کا ہے ہم میں سے کوئی بھی نہیں جو اس بات کو مانے جو انہوں نے ہماری طرف نسبت کی ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکت حاصل ہے۔

۴۸: وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ (اور سب غائب ہو جائیں گے جن کو یہ لوگ پہلے سے پوجا کرتے تھے) یدعون کا معنی عبادت کرنا۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) دنیا کی زندگی میں وَظَنُّوْا (اور وہ یقین کرلیں گے) مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ (کہ ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں) محیص بھاگ کر پناہ لینے کا ٹھکانہ۔

انسان مال ونعمت میں ترقی کا خواہاں ہے:

۴۹: لَا يَسْـَٔمُ (جی نہیں بھرتا) اکتاتا نہیں الْاِنْسَانُ (انسان کا) انسان سے کافر مراد ہے۔ اس کی دلیل اس ارشاد میں ہے۔ وما اظن الساعة قائمة [الکہف:۳۶] مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ (ترقی کی خواہش سے) مال اور نعمت میں وسعت مانگتے ہوئے اس کا دل نہیں بھرتا۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ من دعائہ الخیر۔ فاعل کو حذف کر کے مفعول کی طرف اس کی اضافت کر دی اس کے خیر کو مانگنے سے۔ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ (اور اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے) الشر سے مراد فقر فَيَـُٔوْسٌ (وہ نا اُمید ہو جاتا ہے) بھلائی سے قَنُوْطٌ (ہراساں ہو جاتا ہے) رحمت سے مایوس۔ اس میں دو طریق سے مبالغہ ہے۔ نمبرا۔ فعول کے وزن پر لائے جو مبالغہ

کا وزن ہے نمبر۲۔ اور دو مرتبہ لائے۔ القنوط نا امیدی کا اثر ظاہر ہونا جس سے وہ مضمحل اور منکسر ہو کر رہ جائے یعنی ایسی حالت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے امیدیں منقطع کر بیٹھے اور یہ کافر کی حالت و کیفیت ہے اس کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے۔ انہٗ لایایئس من روح اللّٰہ الا القوم الکافرون[یوسف:۸۷]

انسان کی کم عقلی اور سرکشی کی سزا:

۵۰: وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ (اور اگر ہم اس سے کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی۔ اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہیے تھا) جب ہم صحت دے کر مرض کے بعد کشادگی کرتے ہیں یا تنگدستی کے بعد وسعت دیتے ہیں تو کہتا ہے ھذا لی کہ یہ میرا حق ہے جو مجھے ملا ہے کیونکہ میرے پاس جو خیر ہے اس کی وجہ سے میں نے اس کو اپنے لئے واجب کر لیا۔ اور اسی طرح میرے جو اعمال صالحہ اور فضیلتیں ہیں ان کی وجہ سے میں اس کا حقدار ہوا۔ یا یہ تو میرا ہی رہے گا کبھی مجھ سے زائل نہ ہوگا۔ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً (اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت آنے والی ہے) یعنی میرے گمان میں وہ واقع ہونے والی ہی نہیں ہے۔ وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْ (اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا) جیسا کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ (تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتر ہی ہے) اللہ تعالیٰ کے ہاں لَلْحُسْنٰى (بہتری ہی ہے) للحسنٰی سے جنت مراد ہے۔ نمبر۲۔ اچھی حالت جیسے عظمت و نعمت۔ درحقیقت اس نے قیامت کے معاملہ کو دنیا پر قیاس کیا فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا (تو ہم ان منکروں کو ان کے سب کردار ضرور بتلا دیں گے) ہم ان کے ان اعمال کی حقیقت کی اطلاع ضرور ان کو دیں گے وہ اعمال جو ان کو عذاب میں ڈالنے والے ہیں۔ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ (اور ان کو سخت عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے) غلیظ شدید و سخت جو ان سے منقطع نہ ہو۔

سرکشی کی دوسری قسم:

۵۱: وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ (اور جب ہم آدمی کو نعمت عطاء کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے) یہ انسان کی سرکشی کی دوسری قسم ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو نعمت عنایت فرماتے ہیں تو وہ نعمت اس کو مغرور کر دیتی ہے۔ وہ منعم کو بھول جاتا ہے اور اس کے شکریہ سے اعراض کر لیتا ہے۔ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ (اور کروٹ پھیر لیتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے دوری اختیار کرتا اور اس کے پکارنے سے پہلو تہی کرتا ہے یا وہ اپنے آپ سے نکل کر تکبر کرنے لگتا ہے۔ اور بڑا بنتا ہے۔ حقیقت اس کی یہ ہے کہ اس کے پہلو کو اس انسان کی جگہ رکھا گیا ہے کیونکہ آدمی کا مکان اور اس کی جہت اس کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے۔ جیسا کہ کاتب کہا کرتے ہیں کتبت الی جھتہ والی جانبہ العزیز۔ مراد اس سے اپنی ذات ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ونابنفسہ اور اس نے اپنے آپ کو دور کیا۔ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ (اور جب اس کو پہنچتا ہے شر) نقصان اپنے پاس سے۔ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ (تو وہ خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ

آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر تم نے اس کا انکار کیا تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو دور کی

شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ

مخالفت میں پڑ گیا ہم عنقریب انہیں آفاق میں اور انکے نفسوں میں نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے

اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ

کہ بلاشبہ وہ حق ہے، کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے، خبردار وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کی طرف سے

مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

شک میں ہیں خبردار اس میں شک نہیں کہ وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

عریض کا معنی بہت زیادہ، یعنی ہمیشہ دعاؤں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور گڑ گڑاتا ہے اور زاری کرتا ہے اور کثرت و دوام دعاء کو بتلانے کیلئے بطور استعارہ عریض کو استعمال فرمایا گیا ہے حالانکہ یہ جسم والی اشیاء کی صفت ہوتی ہے جیسا کہ شدت عذاب کیلئے غلیظ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس ارشاد اور دوسرے ارشاد فیئوس قنوط میں کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ فیئوس الگ لوگوں کے متعلق ہے اور دوسرا الگ لوگوں سے متعلق ہے۔ یا خشکی میں ناامیدی اور سمندر میں لمبی لمبی دعائیں۔ یا دل سے ناامید اور زبان سے دعا گو یا بت سے ناامید اور اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا۔

۵۲: قُلْ اَرَءَيْتُمْ (کہہ دیں کہ مجھے بتلاؤ) خبر دو اِنْ كَانَ (کہ اگر وہ) یعنی قرآن مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ (اللہ کی طرف سے پھر تم انکار کرو) مَنْ اَضَلُّ (تو ایسے شخص سے بڑھ کر کون غلطی پر ہوگا۔ یعنی تم سے بڑھ کر) البتہ قول مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ اس کی جگہ لایا گیا تا کہ ان کے حال کو واضح کر دیا جائے اور ان کی حالت ظاہر ہو جائے۔

قرآن کی حقانیت واضح ہو جائے گی:

۵۳: سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ (عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں گرد و نواح میں بھی دکھائیں گے) کہ شرقاً اور غرباً ممالک فتح ہو گئے ہیں۔ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (اور خود ان کے اپنے نفسوں میں) مکہ کی فتح حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (یہاں تک کہ ان کے سامنے واضح ہو جائے گا کہ وہ برحق ہے) یعنی قرآن مجید یا اسلام اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ (کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں)

نحو: بربک رفع کے مقام میں فاعل ہے اور مفعول محذوف ہے۔

اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے) یہ بربک کا بدل ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ اولم یکفھم ان

ربك على كل شئ شهيد ۔ کیا ان کو یہ بات کافی نہ ہوئی کہ تیرا رب ہر چیز پر گواہ ہے۔ مطلب یہ ہے یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو گرد ونواح میں ظاہر کر دے گا اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی وہ ان آیات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور مشاہدہ کریں گے پس اس وقت ان کے سامنے یہ بات کھل جائے گی کہ قرآن مجید عالم الغیب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ وہ عالم الغیب جو کہ ہر چیز پر شاہد اور حاضر و ناظر ہے۔

۵۴: اَلَآ اِنَّھُمْ فِیْ مِرْیَةٍ (خبردار وہ لوگ شک میں پڑے ہیں) مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (اپنے رب کی بارگاہ میں جانے کی طرف سے یاد رکھو وہ ہر چیز کو احاطہ میں لیے ہوئے ہے) وہ اشیاء کے اجمال وتفاصیل اور ظواہر وبواطن کو جاننے والا ہے۔ اس پر کوئی چیز چھپنے والی نہیں ہے پس وہ ان کے کفر پر ان کو سزا دے گا۔ اور اس پر بھی سزا دے گا کہ وہ اس کی ملاقات کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔

الحمدللہ سورۃ فصلت کا تفسیری ترجمہ لیلۃ الخمیس بعد نماز عشاء کو تکمیل پذیر ہوا ۔ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

اللھم ان ذنبی احاطنی فا حطنی برحمتك الواسعة

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الشوریٰ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسمیں ترپن (۵۳) آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۝١ عٓسٓقٓ ۝٢ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٣

حٰم ۝ عسق ۝ اسی طرح وحی بھیجتا ہے آپ کی طرف اور انکی طرف جو آپ سے پہلے تھے اللہ جو عزیز ہے حکیم ہے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝٤ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ

اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ برتر ہے بڑا ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اوپر سے پھٹ

مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ

پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور اہل زمین کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں،

اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٥ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ

خبردار! اللہ ہی مغفرت کرنے والا رحمت کرنے والا ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز تجویز کر رکھے ہیں وہ اللہ کی نگاہ

عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝٦ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ

میں ہیں آپ انکے ذمہ دار نہیں اور اسیطرح ہم نے آپکی طرف قرآن عربی کی وحی بھیجی تاکہ آپ ام القریٰ

اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ

اور اسکے آس پاس کے رہنے والوں کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں۔ ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق

فِي السَّعِيْرِ ۝٧ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ

دوزخ میں، اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا، اور وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں

رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝٨ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ

داخل فرماتا ہے اور ظالموں کیلئے کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار، کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں

فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٩ ع ۱/۲

سو اللہ ہی کارساز ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ ○ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى (حم۔عسق۔اسی طرح آپ پر اور جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں) الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (ان پر اللہ تعالیٰ جوزبردست حکمت والا ہے۔وحی بھیجتا رہا ہے)۔

۱،۲: حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ حم کو عسق سے الگ کر کے لکھا گیا ہے۔ کھیعص کو اکٹھا لکھا گیا۔کیونکہ حم، عسق دو آیات ہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ حروف مقطعات تمام جدا لکھے جاتے ہیں ان کے ساتھ ملانے کیلئے اس طرح لکھا۔

تمام کتابوں میں بار بار یہ مضمون اُتارے:

۳: كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ (اس وحی کی طرح یا اس کتاب کی طرح جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اور ان رسولوں کی طرف جو آپ سے قبل ہوئے۔ اللّٰهُ یعنی اس سورت میں جو مضامین اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بذریعہ وحی بھیجے ہیں۔اس جیسے مضامین اللہ تعالیٰ نے دوسری سورتوں میں آپ کی طرف وحی کیے ہیں اور ان لوگوں پر جو آپ سے پہلے ہوئے یعنی ان کے رسولوں کی طرف۔مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان معانی کو بار بار تمام آسمانی کتابوں میں اتارا کیونکہ اس میں بندوں کے لیے شدید تنبیہ اور بڑی مہربانی ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جو پیغمبر صاحب کتاب ہوئے ان سب پر حم، عسق کو اتارا۔

قراءت: مکی نے يُوْحٰى ح کو مفتوح پڑھا اور لفظ اللہ کو مرفوع اس قراءت کے مطابق جس پر يُوْحٰى دلالت کر رہا ہے۔گویا کہنے والا کہہ رہا ہے۔کہ وحی کرنے والا کون؟ تو جواب دیا گیا۔اللّٰهُ الْعَزِيْزُ (وہ اپنے زور سے غالب ہیں) الْحَكِيْمُ (اپنے قول و فعل میں درستی پر قائم ہیں)

۴: لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اس کا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے) مُلک ومِلک کے لحاظ سے۔وَهُوَ الْعَلِيُّ (اور وہ برتر ہے) الْعَظِيْمُ (عظیم الشان ہے)

اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اولاد قبیح ترین کلمہ ہے:

۵: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ (کچھ بعید نہیں کہ آسمان)

قراءت: نافع اور علی نے يَكاد پڑھا ہے۔

يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ (اوپر سے پھٹ جائیں)

قراءت: بصری اور ابو بکر نے ینفطرن پڑھا ہے۔اس کا معنی یہ ہے قریب ہے کہ آسمان اللہ تعالیٰ کی عظمت و بلند شان کی وجہ سے پھٹ پڑیں۔اور اس پر العلی العظیم کے بعد اسکا لے آنا دلالت کر رہا ہے۔

ایک قول:

اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنے کے قبیح ترین قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں جیسا دوسرے مقام پر فرمایا تکاد السموت یتفطرن منه [مریم:۹۰]

من فوقھن کا مطلب یہ ہے پھٹنے کی ابتداء آسمانوں کی بالائی جانب سے شروع ہو۔ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا یتفطرن من تحتھن یعنی وہ جانب جس سے کلمۂ کفر آیا۔ کیونکہ جو لوگ یہ کلمہ کہنے والے ہیں وہ آسمانوں کے نیچے ہیں۔ مگر اس میں مبالغہ کر کے اس کو اوپر والی جانب سے اثر انداز ہونے والا قرار دیا گویا اس طرح کہا گیا یکدن ینفطرن من الجھة التی فوقھن۔ دع الجھة التی تحتھن قریب ہے کہ وہ اس بالائی جانب سے پھٹ پڑیں نیچے والی جانب کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ من فوقھن سے من فوق الارض مراد ہے۔ پس کنایہ زمین کی طرف راجع ہے کیونکہ ارض اسم جنس بمعنی ارضین ہے۔ اور ایک قول یہ ہے ملائکہ کے ہجوم کی وجہ سے پھٹنے کے قریب ہیں۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے آسمان چرچر کرتا ہے اور اس کو ایسا کرنے کا حق ہے کیونکہ اس میں ایک قدم کے برابر ایسی جگہ نہیں جس پر کوئی فرشتہ قیام، رکوع یا سجدہ کی حالت میں نہ ہو۔ [احمد ۵/۱۷۳، والترمذی ۲۳۱۲، ابن ماجہ ۴۱۹۰] وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھ کر خشوع وخضوع سے۔ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ (اور اہل زمین کیلئے معافی مانگتے ہیں) اہل زمین میں سے ایمان والوں کیلئے۔

فرشتوں کا استغفار:

جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا: و یستغفرون للذین امنوا [غافر:۷] ان پر اللہ تعالیٰ کے دبدبے سے ڈر کی بناء پر یا اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریك قرار دیتے اور ان صفات سے اس کو پاک قرار دیتے ہیں جو اس کی ذات کے مناسب ولائق نہیں۔ وہ اپنے اوپر کی جانے والی مہربانیوں کی بناء پر ثناء خوان ہیں۔ اور اہل زمین کا اللہ تعالیٰ کی ناراضگیوں میں مشغول ہونا دیکھ کر متعجب ہوتے ہیں۔ اور زمین پر تمام ایمان والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ یا رب العالمین کی بارگاہ سے طلب گار ہیں کہ وہ اہل ارض سے حلم کا معاملہ فرمائے اور ان کو جلد سزا نہ دے۔ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہی معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے) ان پر۔

۶: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے) اس کے شریک اور حصہ دار بنا رکھے ہیں۔ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ بھال رہا ہے) ان کے اموال و اعمال پر نگہبان ہے۔ ان میں سے کوئی چیز اس کے علم سے رہ جانے والی نہیں۔ پس وہ ان کو ان اعمال پر سزا دے گا۔ وَمَآ اَنْتَ (اور نہیں ہے آپ کو) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (ان پر اختیار) نہ ان پر نگران اور نہ ہی آپ کو ان کا معاملہ سونپا گیا آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔

امّ القریٰ کا نام:

۷: وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (اوراسی طرح ہم نے وحی کی آپ کی طرف) اس سے گزشتہ آیت کے معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پرنگہبان ہیں آپ نہیں بلکہ آپ منذر ہیں کیونکہ اس معنی کو قرآن میں بار بار دہرایا گیا ہے۔

نحو: كذلك کا کاف یہ اوحینا کا مفعول بہ ہے۔

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (قرآن عربی زبان میں)

نحو: یہ مفعول بہ سے حال ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ اوحينا اليك وهو قرآن عربي مبين ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور وہ قرآن عربی مبین ہے۔

لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى (تا کہ آپ مکہ والوں کو ڈرائیں) ام القریٰ یہ مکہ کا نام ہے کیونکہ زمین اس کے نیچے سے پھیلائی گئی یا اس لئے کہ وہ زمین کے حصوں میں سب سے اعلیٰ ہے اور مراد اہل ام القریٰ یعنی مکہ والے ہیں۔ وَمَنْ حَوْلَهَا (اور جو اس کے آس پاس عرب ہیں) وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ (اوران کو جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں) یوم الجمع سے قیامت کا دن مراد ہے کیونکہ مخلوق اس میں اکٹھی ہوگی۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ (جس میں ذرا شک نہیں) یہ جملہ معترضہ ہے۔ اس کا محل اعراب نہیں۔ عرب کہتے ہیں انذرته كذا و انذرته بكذا۔

نحو: اور کبھی لتنذر ام القریٰ کو مفعول اول کی طرف متعدی کیا گیا ہے۔ اور تنذر يوم الجمع کو مفعول ثانی کی طرف۔ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا) ان میں سے ایک گروہ جنت میں اور ان میں کا ایک گروہ دوزخ میں جائے گا۔

نحو: ضمیر دونوں مجموعوں کی طرف راجع ہے کیونکہ معنی یہ ہے: يوم جمع للخلائق۔ مخلوق کو جمع کرنے کا دن۔ اضافت لامی ہے۔

۸: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا) یعنی تمام مؤمن ہوتے وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ (مگر وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے) اسلام کی سعادت سے جس کو چاہتا ہے فیض یاب کر دیتا ہے۔ وَالظّٰلِمُوْنَ (اور ظالموں کا) یعنی کافروں کا مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ (کوئی حامی نہیں) یعنی شفاعت کرنے والا وَّلَا نَصِيْرٍ (اور نہ مددگار) مدافعت کرنے والا۔

حقیقی کارساز اللہ تعالیٰ ہے:

۹: اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ (کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کارساز قرار دے رکھے ہیں پس اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے)

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ

اور جس کسی چیز میں تم اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے، وہ اللہ میرا رب ہے میں نے اسی پر

تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۱۰﴾ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ

بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں، وہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے اس نے تمہارے نفسوں

اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ

میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں میں سے جوڑے بنائے وہ تمہیں مادر رحم میں پیدا فرماتا ہے، اس جیسی کوئی چیز بھی نہیں ہے اور وہ

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

سننے والا دیکھنے والا ہے، اسی کے اختیار میں ہیں آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں وہ رزق بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہے

وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

اور کم کر دیتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

نحو: فاءفالله کی شرط مقدر کا جواب ہے۔ گویا اس کے سواہر ایک کی کارسازی سے انکار کے بعد فرمایا کہ اگر وہ حقیقی کارساز کے طالب ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی وہی حقیقی کارساز ہے۔ اور ضروری ہے کہ اسی کی دوستی اختیار کی جائے کوئی اور کارساز اس کے سواہے ہی نہیں۔ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے) پس وہی اس لائق ہے کہ اس کو کارساز بنایا جائے۔ نہ کہ وہ جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔

مختلف فیہ امر کا فیصلہ اللہ کے سپرد:

۱۰: وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ (اور جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو) یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو مومنین کیلئے بطور حکایت نقل کیا۔ کہ اے مسلمانو! جس بات میں کفار تمہاری مخالفت کریں تم اور وہ امور دین میں سے کسی امر کے سلسلہ میں اختلاف کرو۔ فَحُكْمُهٗ (اس کا فیصلہ) اس مختلف فیہ امر کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اِلَى اللّٰهِ (اللہ کے سپرد ہے) وہی اس میں حق پرستوں کو ثواب دینے والے اور باطل پرستوں کو سزا دینے والے ہیں۔ ذٰلِكُمُ (یہ) اللہ تمہارے مابین فیصلہ فرمانے والا ہے۔ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ (میرا رب ہے میں اسی پر توکل رکھتا ہوں) اس میں اعدائے دین کے مکروفریب کی تردید ہے۔ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (اور اس کی طرف میں رجوع کرتا ہوں) ان کے شر کی کفایت کیلئے میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

ایک قول:

جو تمہارے مابین علوم کا اختلاف واقع ہو جو تمہارے دائرۂ اختیار میں نہ ہو۔ اور اس کے جاننے کا کوئی راستہ بھی نہ ہو تو اس کے متعلق کہو۔ اللّٰہ اعلم جیسا کہ روح کی معرفت وغیرہ مسائل۔

۱۱: فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے) نحو: ذٰلکم کی خبر ہونے کی وجہ سے یہ مرفوع ہے یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے) تمہارے لئے تمہاری جنس میں سے لوگ پیدا کر دیئے۔ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا (اور مواشی کے جوڑے بنائے) اور چوپایوں کیلئے بھی انہی کی جنس میں سے جوڑے بنائے۔ يَذْرَؤُكُمْ (وہ تمہاری نسل چلاتا ہے) تمہیں بڑھاتا ہے۔ کہا جاتا ہے ذرأ اللّٰہ الخلق اللّٰہ تعالیٰ نے مخلوق کو بڑھایا۔ پھیلایا۔ فِيْهِ (اس تدبیر سے) وہ یہ ہے کہ انسانوں اور چوپایوں کے جوڑے بنا کر افزائش نسل کا ذریعہ بنا دیا۔

لطیفہ: یہاں لفظ فیہ کو منتخب کیا گیا۔ بہ نہیں لائے کیونکہ اس تدبیر کو آبادکاری اور کثرت کیلئے منبع اور معدن قرار دیا گیا۔ نمبر۲۔ یذرؤکم کی ضمیر مخاطبین اور انعام کی طرف راجع ہے اس میں عقلاء کو غیر عاقل پر تغلیب دی گئی ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (کوئی چیز اس کی مثل نہیں) ایک قول یہ ہے کلمہ تشبیہ کو مماثلت کی نفی میں تاکید کرنے کیلئے دوبارہ لایا گیا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے لیس مثلہ شیء۔

مقصود مثلیت کی نفی:

مثل کا لفظ زائد ہے تقدیر کلام اس طرح ہے لیس کھو شیء جیسا کہ اس آیت میں فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ [البقرۃ: ۱۳۷] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مقصود مثلیت کی نفی ہے جب کاف یا مثل کو زائد نہ مانیں گے تو اسی سے اثبات مثل لازم آئے گی۔

ایک قول:

اور ہے کہ مراد اس کی ذات جیسی کوئی شئی نہیں کیونکہ وہ کہا کرتے تھے۔ مثلك لا يبخل ۔ اس سے ان کا مقصد اس کی ذات سے بخل کی نفی کرنا ہوتا تھا۔ پس کنایہ کے راستہ کو اختیار کر کے وہ اس میں مبالغہ پیدا کرتے کیونکہ جب وہ اس کی ایسے شخص سے نفی کرتے جو اس کے قائم مقام ہو تو وہ اس سے بالکل نفی کرتے۔ پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ باب الکنایات میں سے ہے تو ان اقوال میں فرق نہ رہا۔ لیس کاللّٰہ شیء اور لیس کمثلہ شیء البتہ کنایہ کا فائدہ تو اپنا ہے ہی گویا یہ دونوں عبارتیں ایک معنی کو ادا کر رہی ہیں اور وہ معنی اللّٰہ تعالیٰ کی ذات سے مماثل کی نفی ہے۔ اور اسی طرح بل یداہ مبسوطتان ۔ [المائدۃ: ۶۴] اس کا معنی یہ ہے بلکہ وہ سخی ہے بغیر ہاتھ اور بسط کے تصور کے کیونکہ یہ جود کی تعبیر ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو اس کے متعلق استعمال کرتے ہیں

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ

اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مشروع فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو وصیت فرمائی اور جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کے ذریعے بھیجا اور ہم نے جس کی وصیت کی

اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى

ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو کہ تم دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو! مشرکین کو

الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ

وہ بات گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں، اور اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو شخص رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف

يُّنِيْبُ ۝ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا

ہدایت دے دیتا ہے، اور یہ لوگ متفرق نہیں ہوئے مگر ضدا ضدی میں اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، اور اگر آپ کے

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا

رب کی طرف سے وقت معین تک ایک بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بلاشبہ ان کے بعد جنہیں کتاب

الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝

دی گئی وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے۔

جس کے ہاتھ نہیں۔ پس اسی طرح اس کا استعمال ان کے لئے بھی ہے جن کی مثل ہے اور ان کے لئے جس کی کوئی مثل نہیں۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ (اور وہ ہر بات کو سننے والا) تمام مسموعات بغیر کان کے سننے والا ہے۔ الْبَصِيْرُ (دیکھنے والا ہے) تمام مرئیات کا بغیر آنکھ کی پتلی کے گویا ان دونوں کو ذکر کیا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس کی کوئی صفت نہیں جیسا کہ اس کی کوئی مثل نہیں۔

۱۲: لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اس کے اختیار میں ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں) یہ سورۃ الزمر میں گزر چکی ہے۔ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ (وہ جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور کم کر دیتا ہے) بقدر تنگ کر دیتا ہے۔ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے)

۱۳: شَرَعَ (اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا) لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى (تم لوگوں کیلئے وہی دین جس کا اس نے حکم دیا تھا نوح کو اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا) یعنی تمہارے لئے دین میں مقرر کیا دین نوح اور دین محمد اور ان انبیاء علیہم السلام کا دین جو ان کے درمیان ہوئے۔ پھر دین کی اس مشترک قدر کی تفسیر ذکر کی جو ان انبیاء علیہم السلام کے درمیان رہا ہے فرمایا:

دین کی مشترک قدریں:

اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ (کہ تم اس دین کو قائم رکھنا) مراد اس سے دین اسلام کو قائم کرنا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت اور ایمان برسل اللہ اور اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور یوم جزاء پر ایمان و دیگر تمام ضروریات دین جن کے قائم کرنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے کا نام ہے اس سے مراد احکامات نہیں کیونکہ وہ مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لکل جعلنا منکم شرعة و منها جًا [المائدہ:۴۸]

نحو نمبر ا: ان اقیموا محل نصب میں شرع کے مفعول اور اس کے دونوں معطوف علیہ کا بدل ہے۔ نمبر ۲۔ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے گویا اس طرح کہا گیا وہ مشروع کیا ہے؟ تو جواب دیا وہ اقامت دین ہے۔

وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا) دین میں اختلاف نہ کرنا۔ قول علی رضی اللہ عنہ تفرقہ مت ڈالو۔ جماعت رحمت ہے اور تفرقہ عذاب ہے۔ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ (مشرکین کو وہ بات بڑی بھاری ہے) ان پر گراں گزرتی ہے اور شاق گزرتی ہے۔ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ (جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور توحید کی اقامت اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ (اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے) جمع کرتا اور کھینچ لیتا ہے۔ اِلَيْهِ (اپنی طرف) دین کی طرف اپنی توفیق اور تسدید کے ساتھ۔ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (جس کو چاہتا ہے اور جو شخص رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دے دیتا ہے) یعنی اس کی اطاعت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

۱۴: وَمَا تَفَرَّقُوْٓا (اور وہ متفرق نہیں ہوئے) انبیاء علیہم السلام کے بعد اہل کتاب اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ (مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا) مگر اس بات کے جان لینے کے بعد کہ تفرقہ بازی گمراہی ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے جس کے متعلق انبیاء علیہم السلام کی زبان پر بار بار وعیدیں اتر چکیں ہیں۔ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ (آپس کی ضداضدی کی وجہ سے) حسد اور ریاست طلبی اور بلا استحقاقِ حق جتانے کی وجہ سے۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف ایک وقت معین تک ایک بات پہلے طے نہ پا چکی ہوتی) اور وہ یہ ہے بل الساعة موعدهم [القمر:۴۶] لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا) تو وہ اس عظیم بہتان کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہوتے۔ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے) اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو زمانہ نبوت ﷺ میں پائے جاتے تھے۔ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ (وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے ہیں) اپنی کتاب کے متعلق شک میں پڑے ہیں۔ اور اس پر ہی ان کا سچا ایمان نہیں ہے۔ مُرِيْبٍ (جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے) ان کو شک میں داخل کرنے والا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے کہ اہل کتاب نے اختلاف نہیں ڈالا مگر اس وقت جب ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا صحیح علم آچکا جیسا کہ

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ

سو آپ اسی کی طرف بلائیے اور جیسا آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہیے، اور انکی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے، اور آپ فرمائیے کہ اللہ نے جو کتابیں نازل فرمائیں

اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا

میں ان پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل رکھوں، اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے ہمارے لئے ہمارے اعمال

وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی حجت بازی نہیں اللہ ہمیں اور تمہیں جمع فرمائے گا۔ اور اسی کی طرف جانا ہے،

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اس کے بعد کہ اس کی دعوت کو مان لیا گیا ہے انکی حجت انکے رب کے نزدیک باطل ہے

وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

اور ان پر غضب اور انکے لئے سخت عذاب ہے اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو اور میزان کو

وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا

نازل فرمایا اور آپکو کیا پتہ ہے عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو، جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ اس کے

يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ

جلدی آنے کا تقاضا کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے وہ اس سے ڈرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ وہ حق ہے، خبردار اس میں

الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِى السَّاعَةِ لَفِىْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ

شک نہیں کہ جو لوگ قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اللہ بندوں پر مہربان ہے وہ رزق دیتا ہے

ع ۲ ۱۰ ۳ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِىُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾

جسے چاہے، اور وہ قوی ہے عزیز ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا وما تفرق الذين اوتوا الكتاب الا من بعد ما جاء تهم البينة [البینۃ:۴]

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے) اس سے مراد مشرکین ہیں جن کو اہل تورات وانجیل کے بعد قرآن مجید ملا۔

۱۵: فَلِذٰلِكَ فَادْعُ (پس آپ اسی طرف بلاتے جائیں) لذلك لام اجلیہ ہے اس تفرق کی بناء پر اور اس بناء پر جو کہ پیش آیا کہ کفر مختلف گروہوں میں بٹا ہوا ہے۔ آپ ان کو اتفاق والفت کی طرف ملت حنفیہ کے مطابق دعوت دیتے رہیں۔ وَاسْتَقِمْ (اور مستقیم رہیں) اس پر اور اس کی طرف دعوت دینے پر كَمَآ اُمِرْتَ (جس طرح آپ کو حکم ہوا) جیسا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (اور ان کی خواہشات پر نہ چلیں) جو کہ مختلف اور باطل ہیں۔ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ (اور کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں) یعنی وہ کتابیں جن کے متعلق پختہ یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ یعنی تمام کتب منزلہ پر ان کا ایمان ہے کیونکہ تفرقہ بازوں کا بعض پر ایمان تھا اور بعض سے انکار تھا جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض اِلی قولہ...... اولئك هم الکافرون حقًا [النساء: ۱۵۰، ۱۵۱]

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں) جبکہ تم اپنا جھگڑا چکانے کیلئے میرے ہاں فیصلہ لاؤ۔ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ (اور اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا پروردگار ہے) یعنی ہم تمام اس کے غلام و بندے ہیں۔

ہمارے اور تمہارے درمیان دلیل بازی نہیں:

لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ (ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال) یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا لکم دینکم ولی دین۔ [الکافرون: ۶] اور یہ بھی درست ہے کہ اس کا معنی یہ لیا جائے ہم سے تمہارے اعمال کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔ اور تم سے ہمارے اعمال کا نہ ہوگا۔ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں) کوئی جھگڑا نہیں کیونکہ حق ظاہر ہو چکا اور تم پر حجت پوری ہو چکی۔ اسلئے اب تبادلۂ حجت کی ضرورت نہیں۔ حاصل مطلب یہ ہے ہم اور تمہارے درمیان دلیل و حجت بازی نہیں کیونکہ دونوں فریق اس سے اپنی دلیل لاتے ہیں کہ یہ اس کی دلیل ہے دوسرا کہتا ہے یہ اس کی دلیل ہے۔ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا (اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا) قیامت کے دن وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) فیصلوں کیلئے وہاں واپسی ہے۔ پس ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ ہمارے لئے تم سے انتقام لے گا۔

مخاصمتِ یہود و نصاریٰ:

۱۶: وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِى اللّٰهِ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑے نکالتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے متعلق مخاصمت کرتے ہیں۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ (اس کے بعد کہ اس کو مان لیا گیا ہے) لوگوں نے قبول کر لیا اور وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کو دین جاہلیت کی طرف واپس کر دیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے ود کثیر من اهل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارًا [البقرۃ: ۱۰۹]

یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو کہا کرتے تھے۔ ہماری کتابیں تمہاری کتاب سے پہلے کی ہیں۔ اور ہمارا پیغمبر تمہارے پیغمبر سے پہلے ہوا ہے پس ہم تم سے بہتر ہیں۔ اور حق کے زیادہ حقدار ہیں۔ ایک قول یہ ہے اس کے بعد کہ آپ ﷺ کی دعا کفار کے حق

میں قبول ہو چکی۔ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ (ان کی دلیل باطل ہے) ان کی دلیل کو حجت کے نام سے ذکر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بقول ان کے وہ حجت تھی۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ (ان کے رب کے ہاں اور ان پر غضب ہے) ان کے کفر کی وجہ سے وَّ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (اور ان کے لئے سخت عذاب ہے) جو آخرت میں پیش آئے گا۔

حق و میزان اللہ تعالیٰ نے اتارے ہیں:

۱۷: اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ (اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے کتاب کو اتارا) الکتاب سے جنس کتاب مراد ہے۔ بِالْحَقِّ (حق کے ساتھ) سچائی کے ساتھ یعنی اس حال میں کہ وہ حق سے ملنے والی ہے۔ وَالْمِيْزَانَ (اور انصاف کو نازل فرمایا) عدل اور برابری کو اور انزالِ عدل کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ نے عدل کو اپنی کتب منزلہ میں نازل فرمایا۔ ایک قول یہ ہے وہ بعینہٖ میزان ہے۔ اس کو نوح علیہ السلام کے زمانہ میں اتارا گیا۔ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ (اور آپ کو کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو) شاید قیامت تمہارے قریب ہو۔ اور تمہیں پتہ بھی نہ ہو۔ مراد یہ ہے قیامت کی آمد اور الساعۃ کا معنی تاویلاً بعث ہے۔ قیامت کے قرب اور انزال کتاب اور میزان میں وجہ مناسبت یہ ہے کہ قیامت حساب کا دن ہے اور میزان کا قائم کرنا بھی انصاف کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عدل و برابری اور شرائع و احکامات پر عمل کا حکم دیا۔ پس تم کتاب اور عدل پر عمل پیرا رہو اس سے قبل کہ اچانک تمہارے حساب و کتاب اور وزن اعمال کا دن آن پہنچے۔

قیامت کی حقانیت پر صحیح قول کی گمراہی:

۱۸: يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا (جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے وہ اس کا تقاضا کرتے ہیں) وہ بھی بطور استہزاء وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا (اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں) قیامت کے ہول و ڈر سے لرزاں و ترساں ہیں۔ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ (اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے) ہر صورت میں آنے والی ہے۔ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ (یاد رکھو کہ جو لوگ قیامت کے بارہ میں جھگڑتے ہیں) الممارات اونٹنی کے تھنوں کو زور سے دبانا۔ کیونکہ ہر فریق دوسرے فریق کو اپنی بات سے دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ لَفِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ (وہ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں) حق سے دور کیونکہ قیامت کا لانا قدرت باری تعالیٰ کیلئے کوئی بعید بات نہیں۔ کتاب و سنت قیامت کے وقوع پر دلالت کرتے ہیں اور عقول صحیحہ اس بات پر گواہ ہیں کہ ایک بدلے کا دن لازماً ایسا ہونا چاہیے جس میں حقداروں کو حق ملے۔

رزق مصلحت سے:

۱۹: اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ (اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے) وہ بڑے لطیف انداز سے اپنے بندوں کو منافع پہنچاتا اور بلاؤں کو ان سے ہٹاتا ہے۔ یا ان پر بڑا مہربان ہے اس کی مہربانی تمام کو پہنچنے والی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ اس کا علم غوامض سے بھی لطیف تر ہے۔اور اس کا حلم جرائم سے وسیع تر ہے۔یا وہ مناقب کو پھیلاتا اور گناہوں کو چھپاتا ہے۔ یا وہ اس کو معاف کرنے والا ہے جو لغزشوں کا مرتکب ہے۔یا وہ بندے کو کفایت سے بڑھ کر دیتا ہے اور طاقت سے کم تر طاعت کا ذمہ دار بناتا ہے۔قولِ جنید رحمہ اللہ ہے اولیاء پر لطف و کرم کیا تو ان میں پہچان آ گئی اگر وہ اپنے اعداء پر بھی نگاہ لطف ڈال دیتا وہ اس کا کبھی انکار نہ کرتے۔یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ (وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے) وہ جس کا رزق چاہتا ہے وسیع کر دیتا ہے جب وہ اس کی مصلحت اس میں دیکھتا ہے۔

ارشادِ نبوت:

میرے کچھ مؤمن بندے ایسے ہیں۔جن کا ایمان مالداری سے ہی درست رہ سکتا ہے۔اگر میں ان کو فقیر بنا دوں تو وہ فقر ان کے ایمان کو خراب کر دے۔(رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس۔۸۰۹۸) وَهُوَ الْقَوِیُّ (اور وہ قوت والا ہے) ہر چیز پر غالب زبردست قدرت والا۔الْعَزِیْزُ (وہ زبردست ہے) ایسا محفوظ کہ مغلوب نہیں ہو سکتا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیں گے اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا

حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۲۰

ارادہ کرتا ہے ہم اس میں سے اسے دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لئے کوئی بھی حصہ نہیں۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ

کیا ان کے لئے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین میں وہ چیزیں مشروع کر دی ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی، اگر فیصلہ کی بات

الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۲۱ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ

طے شدہ نہ ہوتی تو انکے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ ظالموں کے لئے درد ناک عذاب ہے، آپ ظالموں کو دیکھیں گے

مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ڈر رہے ہوں گے حالانکہ وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے

فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ

وہ جنتوں کے باغیچوں میں ہوں گے وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے انکے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا یہ بڑا

الْكَبِيْرُ ۲۲ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ

فضل ہے۔ یہ وہی ہے جس کی بشارت اللہ اپنے بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ آپ فرما دیجئے کہ میں

اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ

اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا بجز رشتہ داری کی محبت کے، اور جو کوئی شخص کوئی نیکی کریگا ہم اس کے لئے اسمیں زیادہ خوبی کر دیں گے

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۲۳ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ

اور بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے قدر دان ہے کہ کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے سو اگر اللہ چاہے آپ کے دل پر

عَلٰي قَلْبِكَ ۭ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۲۴

مہر لگا دے، اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعہ ثابت کرتا ہے، بلاشبہ وہ سینوں کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔

دو طلبگار:

۲۰: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ (جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو) وہ عمل جس سے عمل کرنے والا فائدہ کا خواہشمند ہے۔ اس کو مجازاً حرث سے تعبیر کیا۔ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ (ہم اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے) اس کے عمل میں توفیق شامل فرما کر یا اس کی نیکیوں کو دوگنا کر دیں گے یا اس سے دنیا و آخرت پائے گا۔ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا (اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو) یعنی جس کا عمل دنیا کیلئے ہوا اور آخرت پر ایمان نہ لایا۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا (تو ہم اس کو کچھ دنیا دے دیں گے) منھا یعنی کچھ اس دنیا میں سے۔ کیونکہ مِنْ تبعیض کیلئے ہے اور اس سے مراد اس کا وہ رزق ہے جو اس کے لئے مقدر کیا گیا وہ نہیں جس کا وہ ارادہ رکھتا اور خواہش مند ہے۔ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں) آخرت میں قطعاً اس کا حصہ نہیں ہے۔

ایک نکتہ:

آخرت کے عوامل میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس کو رزق مقسوم پہنچے گا۔ کیونکہ عمل کی پاکیزگی اور انجام کی کامیابی اس کو میسر ہونے والی ہے۔ اس کے بالمقابل یہ انتہائی حقیر چیز ہے۔ (جو اس مؤمن بندے کے مرتبہ کے مناسب نہیں)

۲۱: اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا (کیا ان کے کچھ شریک ہیں) ایک قول یہ ہے کہ یہ ام منقطعہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے بل ألهم شركاء (بلکہ کیا ان کے کچھ شریک ہیں)۔ اور ایک قول یہ ہے یہ ام الف استفہام کا معادل آیا ہے۔ کلام میں اضمار ہے تقدیر کلام اس طرح ہے أيقبلون ماشرع الله في الدين (کیا وہ قبول کرتے ہیں اس دین کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کیا) یا ان کے معبود ہیں۔ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت نہیں دی) یعنی انہوں نے اس کا حکم نہیں دیا۔ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ (اور اگر فیصلہ کن بات نہ ہوتی) جلدی سزا کے متعلق جو تقدیر کا فیصلہ ہو چکا یا اگر یہ وعدہ نہ ہوتا کہ فیصلے قیامت کے روز ہونگے۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو ان کے مابین فیصلہ ہو چکا ہوتا) کفار و مؤمنین کے مابین یا ان کو جلد سزا مل جاتی۔ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہوگا) اگرچہ مشرکین سے عذاب دنیا میں تو مؤخر کر دیا گیا ہے مگر آخرت میں ان کو شدید قسم کا عذاب ہوگا۔

ظالمین اور صالحین کا انجام:

۲۲: تَرَى الظّٰلِمِيْنَ (آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے) آخرت میں مشرکین کو مُشْفِقِيْنَ (وہ ڈر رہے ہونگے) مِمَّا كَسَبُوْا (اپنے اعمال سے) یعنی اپنے کفر کی سزا سے وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ (اور وہ ان پر پڑ کر رہے گا) وہ عذاب ان پر بہر صورت نازل ہوگا۔ خواہ وہ ڈریں یا نہ ڈریں۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ بہشتوں کے باغوں میں ہونگے) گویا مؤمن کی جنت کا عمدہ ترین حصہ اور سب سے زیادہ نزہت والا حصہ روضہ ہوگا۔ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اور وہ جس چیز کو چاہیں ان کو ان کے رب کے پاس ملے گی)

نحو: عِندَ یہ ظرف یشاؤون کی وجہ سے منصوب ہے۔

ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (یہی بڑا انعام ہے) قلیل عمل پر۔

۲۳: ذٰلِكَ (یہی ہے) مشارالیہ فضل کبیر ہے۔ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهٗ (جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے رہا ہے)

قراءت: مکی، ابوعمرو، حمزہ، علی نے یَبْشُر پڑھا ہے۔

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے) یعنی اس کی بشارت دیتا ہے۔ یہ جار کو حذف کر دیا جیسا کہ اس ارشاد میں واختار موسٰی قومه سبعین [الاعراف:۱۵۵] پھر وہ ضمیر بھی حذف کر دی جو اسم موصول کی طرف لوٹنے والی تھی۔ جیسا کہ اس ارشاد میں أھذا الذی بعث اللّٰہ رسولا [الفرقان:۴۱] ای بعثه ۔

مشرکین کے قول کی تردید:

مشرکین نے جب یہ واویلا کیا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ رسالت کا دعویٰ کر کے کچھ مال کمائے؟ تو یہ آیت اتری۔

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ (آپ اس طرح کہہ دیں کہ میں تم سے اور کچھ نہیں مانگتا) تبلیغ پر اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی (مگر صرف رشتہ داری کی محبت) جائز ہے کہ مستثنیٰ متصل ہو یعنی میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم میرے اہل قرابت سے محبت کرو۔ اور یہ بھی درست ہے کہ مستثنیٰ منقطع ہو۔ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں چاہتا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ تم محبت کرو میرے ان قرابت داروں سے جو کہ تمہارے بھی قرابت دار ہیں اور ان کو ایذاء مت دو۔

آیت میں الا مودة القربٰی یا المودة للقربٰی نہیں فرمایا کیونکہ ان کو مودت کا مکان اور مودت کا ٹھکانہ قرار دیا گیا۔ جیسا کہتے ہیں لی فی آل فلان مودة ولی فیھم حب شدید اس کا مقصد یہ ہے میں ان سے محبت کرتا ہوں اور وہ میری محبت کا مقام و مکان ہیں۔ فی مودة کا صلہ نہیں جیسا کہ لام جب تم کہو: الا المودة للقربٰی تو یہ جار مجرور محذوف کے متعلق ہوگا۔ جیسا ظرف متعلق ہوتا ہے اس جملہ میں المال فی الکیس تقدیر کلام یہ ہوگی الا المودة ثابتة فی القربٰی ومتمکنة فیھا۔ مگر وہ مودت ثابت و متمکن ہونے والی ہے قرابتداروں میں۔ القربٰی یہ زلفیٰ کی طرح مصدر ہے۔ اسی طرح بشرٰی اس کا معنی قرابت ہے۔ اور مراد فی اھل القربٰی ہے یعنی قرابت والوں میں روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ سے دریافت کیا گیا یارسول اللہ! یہ آپ کے اہل قرابت کون ہیں جن کی مودت ہم پر لازم ہے۔ تو فرمایا علیؓ اور فاطمہؓ اور ان کے دونوں بیٹے۔ (یہ روایت ابن مردویہ نے نقل کی ہے مگر اس کی سند ناقابل اعتبار ہے اس لئے کہ اس میں حسین اشعری راوی کذاب شیعہ ہے)

ایک قول:

یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مجھ سے محبت کرو اس لئے کہ میری قرابت تم میں پائی جاتی ہے اور تم مجھے ایذاء نہ دو اور نہ میرے خلاف لوگوں کو بھڑکاؤ۔ اس لئے کہ بطون قریش میں کوئی بطن ایسا نہیں تھا جس میں آپ کی قرابت نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ

القربیٰ سے التقرب الی اللّٰہ مراد ہے مطلب یہ ہوگا تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرو اور اپنے اطاعت اور عمل صالح کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کرنے میں۔ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَۃً (جو شخص کوئی نیکی کریگا) وہ طاعت انجام دیتا ہے۔ سری سقطی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حسنہ سے مراد آل رسول اللہ ﷺ کی مودت ہے یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی اور ان کی رشتہ داری ان میں تھی۔ مگر ظاہر کلام متقاضی ہے کہ عام مراد ہو خواہ کوئی بھی حسنہ ہو البتہ مودت کو یہ اولین درجہ میں شامل ہوگی کیونکہ مودت قربیٰ کے بعد اس کا تذکرہ ہے۔ نَّزِدْ لَہٗ فِیْھَا حُسْنًا (ہم اس میں اور خوبی زیادہ کریں گے) یعنی اس کو کئی گنا بڑھادیں گے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے: من ذاالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ [البقرہ:۲۴۵]

قراءت: حُسْنٰی بھی پڑھا گیا اس صورت میں یہ بُشریٰ کی طرح مصدر ہے اور ضمیر الحسنہ یا الجنت کی طرف راجع ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے) اس کو اپنی وسعت سے جو گناہ گار ہے۔ شَکُوْرٌ (بڑا قدردان ہے) اپنے فضل سے جو اس کی اطاعت کرے۔ ایک قول یہ ہے وہ توبہ کو قبول کرنے والا اور برداشت کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں الشکور ہے جس کا مطلب ہے طاعت پر اعتماد کرنے والا اور اس کا پورا ثواب دینے والا اور عنایت کرنے میں فضل کرنے والا۔

تسلی رسول ﷺ :

۲۴: اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا (کیا یہ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ و بہتان باندھ رکھا ہے) ام منقطعہ ہے ہمزہ توبیخ کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا: ایتمالکون ان ینسبوا مثلہ الی الا فتراء ثم الی الافتراء علی اللہ الذی ھو اعظم الفری وافحشھا؟ کیا وہ قابو نہیں رکھتے کہ اس جیسی شخصیت کی طرف افتراء کی نسبت کریں پھر اس اللہ تعالیٰ پر افتراء کا الزام جو سب سے بڑا اور سب سے قبیح بہتان ہے۔ فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ (پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مُہر لگا دے)

قولِ مجاہد رحمہ اللہ:

یختم کا معنی یربط ہے۔ آپ کے دل پر صبر کا بند لگا دے اور ان تکالیف کے سلسلہ میں جو وہ پہنچاتے ہیں۔ اور ان کے اس قول پر کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے۔ یہ اس لئے فرمایا تا کہ ان کی تکذیب پر آپ کو تکلیف نہ ہو۔ وَیَمْحُ اللّٰہُ الْبَاطِلَ (اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹایا کرتا ہے)۔ باطل سے شرک مراد ہے یہ کلام ابتدائی ہے یختم پر اس کا عطف نہیں ہے کیونکہ محو باطل شرط سے معلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ مطلق وعدہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اللہ کو تکرار سے لایا گیا ہے۔ وَ یُحِقُّ (اور ثابت کرتا ہے) یہ مرفوع ہے اور واؤ اس طرح ساقط ہے جیسا اس آیت میں ویدع الانسان بالشر دعاءہ بالخیر [الاسراء:۱۱] اور آیت وسندع الزبانیۃ [العلق:۱۸] اس کے باوجود کہ یہ مصحف نافع میں قائم ہے۔ وَ یُحِقُّ الْحَقَّ (اور وہ اسلام کو غالب کریگا۔ اور اسکو مضبوط کردے گا)۔ بِکَلِمٰتِہٖ (اپنے احکام سے) اپنے پیغمبر ﷺ کی زبان پر جو کتاب اس نے اتاری اس کے ذریعہ اور اللہ

وَهُوَالَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور وہ ایسا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور برائیوں کو معاف فرماتا ہے، اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو،

وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وہ انکی دعا قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے ان کے اعمال میں اضافہ فرماتا ہے، اور جو کافر ہیں ان کے لئے

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ

سخت عذاب ہے، اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے روزی فراخ کر دے تو وہ زمین میں بغاوت کرنے لگیں اور لیکن وہ نازل فرماتا ہے،

بِقَدَرٍ مَّا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ

ایک اندازہ کے ساتھ جو وہ چاہتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے، اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد

مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾

بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے، اور وہ ولی ہے مستحق حمد ہے۔

تعالیٰ نے ایسا کر دیا۔ ان کے باطل کو مٹا دیا اور اسلام کو غالب کر دیا۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے) یعنی وہ اس کو بھی جانتا ہے جو تمہارے اور ان کے دلوں میں ہے پس وہ معاملے کو اس کے مطابق جاری فرمائے گا۔

۲۵: وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ (اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے) عرب کہتے ہیں قبلت منه الشیٔ جبکہ وہ اس سے لے اور سب سے پہلے لے۔ کہتے ہیں: قبلته عنه یعنی میں نے اس سے اعراض کیا اور جدائی اختیار کی۔ التوبۃ برائی اور خلل واجب سے ان پر اظہار ندامت کرتے ہوئے لوٹنا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا، اور اگر کسی بندے کا حق ہو تو اس کے طریقے پر پڑتال میں بھی کوئی حرج نہیں۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

التوبہ کا لفظ چھ معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

﴿۱﴾ فرائض کے ضائع کرنے پر پشیمانی۔

﴿۲﴾ فرائض کو دوبارہ ادا کرنا۔

﴿۳﴾ حقوق لوٹا کر دے دینا۔

﴿۴﴾ جس طرح نفس کو گناہوں میں گھلایا ہو اسی طرح نفس کو طاعت میں پگھلانا۔

۵ جس طرح پہلے نفس کو گناہوں کی لذت چکھائی ہو اسی طرح نفس کو طاعت کی تلخی چکھانا۔

۶ جیسے پہلے ہنستا رہا تھا۔اسی طرح اب رونا۔

قول سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ:

گناہوں کے چھوڑنے کا سچا ارادہ، علام الغیوب کی طرف دل سے رجوع کرنا۔

دیگر کا قول یہ ہے:

جب گناہ کا تذکرہ ہو تو اس کی حلاوت کا کوئی اثر دل میں نہ ہو۔

قولِ سہل رحمۃ اللہ علیہ:

مذموم حالات سے محمود حالات کی طرف منتقل ہونا۔

قولِ جنید رحمۃ اللہ علیہ:

غیر اللہ سے اعراض کرے۔ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ (اور تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے) سیّئات سے مراد شرک سے کم گناہ وہ جس کو چاہتا ہے بلا توبہ معاف کر دیتا ہے۔ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (اور وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو)

قراءت: ابوبکر کے علاوہ تاء کے ساتھ یعنی توبہ اور معصیت میں سے۔ اس پر وقف نہیں اس پر عطف کی وجہ اور اتصال معنی کی وجہ سے۔

۲۶: وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُ هُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ (اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور ان کو اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے) یعنی جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی دعاؤں کو قبول کرتا اور جو وہ طلب کریں وہ ان کو عنایت فرماتا ہے اور ان کے مطلوب سے ان کو بڑھا کر دیتا ہے۔ استجاب اور اجاب کا ایک ہی معنی ہے ایسے مواقع پر سین فعل کی تاکید کیلئے لائی جاتی ہے جیسے تم کہو تعظم و استعظم۔ تقدیر کلام یہ ہے و یجیب اللّٰہ الذین امنوا (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی دعاؤں کو قبول کرے گا)۔

ایک قول:

یہ ہے کہ و یستجیب للذین اور قبول کرتا ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے لام کو حذف کر دیا۔ اور ان پر اس طرح احسان فرمایا کہ جب وہ توبہ کریں تو وہ ان کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان کی سیئات سے درگزر کرتا ہے۔ اور جب وہ دعا کرتے ہیں تو قبول کرتا ہے اور ان کے سوال سے زیادہ دیتا ہے۔

قولِ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ:

ابراہیم بن ادہم سے کسی نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس نے تم کو طاعت کی طرف بلایا تم نے اس کی دعوت قبول نہیں کی۔ وَالْکٰفِرُوْنَ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ (اور کافروں کیلئے سخت عذاب ہے) آخرت میں۔

مالداری سرکشی کا سبب ہے:

۲۷: وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ (اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کیلئے روزی فراخ کر دیتا) یعنی اگر تمام کو مالدار بنا دیتا لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ (تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے) بَغَوا یہ بغی سے ہے جس کا معنی ظلم ہے یعنی ایک دوسرے پر سرکشی کرتا کیونکہ مالداری تکبر اور سرکشی میں ڈال دیتی ہے۔ اس میں عبرت کیلئے فرعون کا حال کافی ہے۔ یا بغی بمعنی تکبر سے ہے ضرور زمین میں بڑائی کرتے وَلٰکِنْ یُّنَزِّلُ (لیکن وہ اتارتا ہے)

قراءت: مکی، ابوعمرو نے یُنْزِلُ تخفیف سے پڑھا ہے۔ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ (اندازہ سے جتنا چاہتا ہے) عرب کہتے ہیں قدرہ قَدْرًا وقَدَرًا اندازہ کرنا۔ اِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ (وہ اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے) وہ بندوں کے احوال سے واقف ہے اس لئے بتقاضائے حکمت ان کے لئے اندازہ کرتا ہے پھر فقیر و غنی بناتا ہے۔ اور رزق روکتا اور عطاء کرتا تنگ کرتا اور کھولتا ہے اور اگر وہ تمام کو مالدار بنا دے تو وہ سرکش ہو جائیں اور سب کو فقیر محتاج بنا دے تو ہلاک ہو جائیں۔ باقی بعض سرکشوں پر وسعت رزق ہے اور بعض سرکش تنگ دست ہیں مگر وہ قلیل ہیں۔ فقر کی حالت میں سرکشی بنسبت مالداری کی حالت میں سرکشی سے کم ہے۔ مالداروں کی اغلب اکثریت نافرمان ہے۔

مایوسی کے بعد بارش:

۲۸: وَھُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ (اور وہ ایسا ہے جو بارش نازل کرتا ہے)۔

قراءت: یُنَزِّل کو مدنی، شامی و عاصم نے پڑھا۔

مِنْۢ بَعْدِ مَاقَنَطُوْا (اس کے بعد کہ وہ مایوس ہو جاتے ہیں)

قراءت: قَنِطُوا پڑھا گیا ہے۔

وَیَنْشُرُ رَحْمَتَہٗ (وہ اپنی رحمت پھیلاتا ہے) رحمت سے مراد بارش کی برکات اور منافع اور اس سے جو سرسبزی حاصل ہوتی ہے۔

مقولۂ فاروقی رضی اللہ عنہ:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا۔ قحط زیادہ ہوگیا ہے اور لوگ مایوس ہوگئے تو آپ نے فرمایا اب بارش ملے گی انہوں نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا یا انہوں نے ہر شئی میں اللہ تعالیٰ کی جو رحمت ہے اس کا ارادہ کیا۔ وَهُوَ الْوَلِيُّ (اور وہ کارساز ہے) جو کہ اپنے بندوں کا احسانات کے ساتھ ذمہ دار ہے۔ الْحَمِيدُ (وہ قابل تعریف ہے) اس پر اس کی تعریف کی جاتی ہے اہل طاعت اس کی تعریف کرتے ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى

اور اسکی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا، اور ان جانوروں کا پیدا فرمانا جو اس نے ان دونوں میں پھیلا دیئے ہیں، اور وہ ان کے جمع

جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ

کرنے پر جب چاہے قادر ہے، اور تمہیں جو بھی کوئی مصیبت پہنچ جائے سو وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے

يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور وہ بہت کچھ معاف فرما دیتا ہے اور تم زمین میں عاجز بنانے والے نہیں ہو، اور تمہارے لئے اللہ کے سوا

مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ

کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے، اور اس کی نشانیوں میں سے کشتیاں ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح ہیں، اگر وہ چاہے تو ہوا کو

الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾

روک دے، سو یہ کشتیاں سمندر کی پشت پر رکی ہوئی رہ جائیں، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لئے

اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِنَا ؕ

یا وہ ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاک فرما دے، اور بہت سوں کو معاف کر دے اور وہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں

مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾

ان کے لئے کوئی بھی بچنے کی جگہ نہیں ہے۔

چلنے والے جاندار آسمان وزمین میں:

۲۹: وَمِنْ اٰيٰتِهٖ (من جملہ اور اس کی نشانیوں میں سے) یعنی علامات قدرت میں سے خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمان و زمین کا پیدا کرنا ہے) ان کے اتنے بڑے ہونے کے باوجود۔ وَمَا بَثَّ (اور وہ جاندار جو اس نے پھیلا دیے) ما جائز ہے کہ مرفوع ہو اور مجرور ہو مضاف پر محمول کر کے یا مضاف الیہ پر فِيْهِمَا (آسمانوں اور زمین میں) مِنْ دَآبَّةٍ دواب تو صرف زمین کے اندر ہیں مگر کسی چیز کو مجموعہ کی طرف منسوب کرنا جائز ہے اگرچہ وہ بعض سے متعلق ہو۔ جیسا کہا جاتا ہے بنو تمیم فیھم شاعر مجید انما ھو فخذ من افخاذ ھم ۔ بنو تمیم میں شاعر وہ ایک قبیلہ ہے ان کے قبائل میں سے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان [الرحمان:۲۲] حالانکہ موتی نمکین سمندر سے نکلتے ہیں۔ البتہ یہ بھی کوئی بعید بات نہیں

کہ وہ آسمانوں میں ایسے جاندار پیدا کردے جو انسانوں کی طرح زمین پر چلتے ہوں یا فرشتے اڑنے کے ساتھ چلتے ہوں۔ پس آہستہ چال جو انسانوں کی ہے ان کی تعریف بیان کی گئی۔ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ (اور ان کو جمع کرنے پر) قیامت کے دن اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ (جب وہ چاہے قدرت رکھتا ہے)

نحو: اذا ماضی اور مضارع دونوں پر داخل ہوتا ہے ارشاد الٰہی ہے۔ والیل اذا یغشٰی [الیل:۱]

۳۰: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ (اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے) غم، دکھ، ناپسند بات فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ (وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے ہے) یعنی وہ اس گناہ کے باعث ہے جو تم نے کیے ہیں تاکہ سزا دی جائے۔

قراءت: مدنی، شامی اور علی نے بما کسبت پڑھا ہے۔

نحو: مَا مبتدا اور بما کسبت اس کی خبر بغیر اس کے کہ اس میں شرط کا معنی پایا جائے اور جنہوں نے فاء کو قائم رکھا انہوں نے شرط کے معنی کو خبر میں متضمن تسلیم کیا ہے۔

اہل تناسخ کا استدلال: اگر بچوں کی اس حالت سے قبل اور کسی شکل میں حالت نہ ہوتی تو ان کو تکالیف نہ آتیں۔

جواب: آیت اپنے سیاق وسباق سے بتلا رہی ہے کہ یہ مکلفین سے متعلق ہے اور سیاق ملاحظہ ہو ویعفو عن کثیر وہ بہت سے گناہوں کو ان گناہوں میں سے معاف فرماتے ہیں۔ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ (اور وہ بہت سے تو درگزر کردیتا ہے) پس وہ ان پر سزا نہیں دیتے یا بہت سے لوگوں کے گناہ معاف کردیتے ہیں ان کو جلد سزا نہیں دیتے۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

جو شخص نہیں جانتا کہ جو مصائب وفتن اس کو پیش آرہے ہیں یہ اپنے کیے ہوئے اعمال کے باعث ہیں اور جو اس کے آقا نے اس کو معاف کردیئے ہیں وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہیں وہ شخص اپنے رب کے احسانات کی زیادہ قدر نہیں کرتا۔

قولِ محمد بن حامد رحمۃ اللہ علیہ:

بندہ تو ہر گھڑی گناہ کرنے والا ہے۔ طاعات میں اس کی جنایات معاصی کی جنایات سے بڑھ کر ہیں کیونکہ معصیت والی جنایت تو ایک اعتبار سے ہے اور طاعات والا گناہ کئی اعتبار سے گناہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قسم قسم کے مصائب کے ذریعہ جنایات سے پاک کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن اس کا بوجھ ہلکا ہو اگر اللہ تعالیٰ کی معافیاں اور رحمتیں نہ ہوں تو یہ پہلے قدم پر ہی ہلاک ہو جائے۔

قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

قرآن مجید میں ایمان والوں کیلئے یہ آیت سب سے زیادہ امید بندھانے والی ہے۔ کیونکہ کریم جب ایک مرتبہ سزا دے دیتا ہے تو دوسری مرتبہ سزا نہیں دیتا اور جب معاف کرتا ہے تو پھر دوبارہ ان پر باز پرس نہیں کرتا۔

۳۱: وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ (اور تم زمین میں ہرا نہیں سکتے) یعنی جن مصائب کا تمہارے لئے فیصلہ کردیا گیا ان سے

بچ نہیں سکتے۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے) جو کہ اس وقت عذاب دور کر دے جب وہ تم پر اتر پڑے۔

۳۲: وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ (اور اس کی من جملہ نشانیوں میں سے جہاز ہیں) الجوار جمع جاریہ کی ہے بمعنی کشتیاں۔

قراءت: مکی، سہل، یعقوب نے ہر دو حالتوں میں الجواری پڑھا ہے۔ مدنی، ابو عمرو نے وصل میں ان کی موافقت کی ہے۔ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ (سمندر میں جیسے پہاڑ)

صابر و شاکر:

۳۳: اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ (اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے)

قراءت: مدنی نے الریاح پڑھا ہے۔ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ (وہ کھڑے کے کھڑے رہ جائیں) کھڑے رہیں نہ چل سکیں۔ عَلٰى ظَهْرِهٖ (اس کی سطح پر) سمندر کی سطح پر اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بیشک اس میں نشانات ہیں ہر صابر) جو مصائب پر صبر کرتا ہے۔ شَكُوْرٍ (شاکر کیلئے) نعمتوں کا قدردان ہے یعنی ہر مخلص ایمان والے کیلئے۔ ایمان کے دو حصے ہیں نمبرا۔ آدھا صبر ۲۔ آدھا شکر یا طاعتوں پر جم جانے والا اور نعمتوں کی قدردانی کرنے والا۔

۳۴: اَوْ يُوْبِقْهُنَّ (یا ان کو ہلاک کر دے) یہ یسکن پر معطوف ہے۔ معنی یہ ہے اگر چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے پس وہ رک جائیں یا ان کو تیز چلا دے جس سے وہ غرق ہو جائیں بِمَا كَسَبُوْا (ان کے کمائے ہوئے گناہوں کے باعث) وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ (اور وہ بہت سے آدمیوں سے درگزر کر جاتا ہے) بہت سے گناہوں سے درگزر کر کے ان پر سزا نہیں دیتا۔ اس آیت میں عفو و درگزر کو ایباق کے حکم میں داخل کیا گیا اس لئے کہ وہ تو اس کا پختہ ارادہ کر چکا ہے کیونکہ معنی یہ ہے یا اگر وہ چاہے تو کچھ لوگوں کو ہلاک کر دے اور کچھ لوگوں کو بطریق عفو نجات دے دے۔

۳۵: وَّيَعْلَمَ (اور معلوم ہو جائے) یہ منصوب ہے اس کا عطف جملہ تعلیلیہ پر ہے جو کہ محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے لینتقم عنهم ويعلم، الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا (ان لوگوں کو جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں) ان آیات کو باطل کرنے اور دور کرنے کیلئے۔

قراءت: مدنی اور شامی نے ویعلمُ بطور جملہ مستانفہ پڑھا ہے۔

مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ (کہ ان کے لئے کوئی بچاؤ نہیں) عذاب سے بچ جانے کی جگہ۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ

اور تم کو جو بھی چیز دی گئی ہے سو وہ دنیا والی زندگی کا سامان ہے، اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لئے

اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ

جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ

اور جب انہیں غصہ آجائے تو معاف کر دیتے ہیں اور جنہوں نے اپنے رب کے حکم کو مانا اور نماز قائم کی

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ

اور ان کے کام آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کو ظلم

الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

پہنچ جاتا ہے تو وہ بدلہ لے لیتے ہیں۔

۳۶: فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ (پس جو کچھ تم کو ملا ہوا ہے وہ صرف دنیوی زندگی کے استعمال کیلئے ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے) یعنی ثواب خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ پائیدار ہے وہ ان لوگوں کیلئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر وہ توکل کرتے ہیں)

نحو: ما پہلا شرط کے معنی کو متضمن ہے اسی لئے اس کے جواب میں فاء آئی ہے اور دوسرا ما شرط کا معنی نہیں رکھتا اسی لئے اس کے جواب میں فاء نہیں یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی جب انہوں نے اپنا سارا مال راہ خدا میں صرف کر دیا اور بعض لوگوں نے ان کو ملامت کی۔

۳۷: وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ (اور وہ لوگ جو پرہیز کرتے ہیں)

نحو: اس کا عطف الذین اٰمنوا پر ہے اور اسی طرح اس کا مابعد كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ (بڑے گناہوں سے) یعنی بڑے گناہ جو اس جنس سے ہیں۔

قراءت: علی، حمزہ نے کبیر الاثم پڑھا ہے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کبیر الاثم سے شرک مراد ہے۔

وَالْفَوَاحِشَ (اور بے حیائی کی باتوں سے) ایک قول یہ ہے جس کی قباحت زیادہ ہو وہ فاحشہ ہے جیسے زنا وَاِذَا مَا غَضِبُوْا (اور جب ان کو غصہ آتا ہے) اپنے کسی دنیاوی معاملے میں هُمْ يَغْفِرُوْنَ (وہ معاف کر دیتے ہیں) وہ غصہ کی حالت

میں معاف کرنے کی خصوصیت رکھتے ہیں۔
فائدہ : آیت میں ھُمْ اور پھر اس کو بطور مبتدا لانا۔ اور یغفرون کی اسناد خصوصاً اس کی طرف کرنا۔ اسی خصوصیت کے اظہار کیلئے ہے۔ وھم ینتصرون میں یہی نکتہ پیش نظر رکھیں۔

انصارِ مدینہ کی طاعت شعاری:

۳۸: وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ (اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا) یہ آیت انصار مدینہ کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی طرف بلایا اور طاعت کی دعوت دی تو انہوں نے اس کو قبول کرلیا۔ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کا حکم مان لیا۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ (اور وہ نماز کے پابند ہیں) وہ پانچوں نمازیں ادا کرنے والے ہیں۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ (اور انکا ہر کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے) ای ذو شوری۔ وہ کسی رائے میں انفرادیت اختیار نہیں کرتے جب تک اس پر اتفاق نہ کرلیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

جس قوم نے مشورہ سے کام لیا وہ سب سے بہتر کام کی طرف ہدایت پا گئے۔ الشوریٰ یہ الفتیا کی طرح مصدر ہے جو کہ التشاور کے معنی میں ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں) وہ صدقہ کرتے ہیں۔

بغی پر انتقام:

۳۹: وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ (اور ان لوگوں پر جب ظلم واقع ہوتا ہے) هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ (وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں) وہ اس ظالم سے انتقام لیتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بدلہ اس کا مقرر فرمایا ہے۔ اس پر وہ اکتفاء کرتے ہیں۔ اس سے تجاوز نہیں کرتے۔ وہ اپنے آپ کو اس میں ملوث کرنے کو تیار نہ تھے مگر فساق نے ان پر جرأت کی تو وہ بدلہ پر آمادہ ہوئے۔

ایک نکتہ:

یہاں ان کی بدلہ لینے پر تعریف کی گئی ہے کیونکہ جس نے بدلہ لیا اور حق لیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حد سے تجاوز نہ کیا اگر وہ ولی دم تھا تو اس نے قتل میں اسراف نہ کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے اور ہر مطیع قابل تعریف ہے ھُمْ ینفقون کے تحت لکھے ہوئے کا دوبارہ مطالعہ کرلیں۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ

اور برائی کا بدلہ برائی ہے اسی جیسی سو جو شخص معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، بلاشبہ وہ

لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ

ظالموں کو پسند نہیں فرماتا، اور البتہ جو شخص مظلوم ہو جانے کے بعد بدلہ لے لے سو یہ ایسے لوگ ہیں جن پر کوئی

سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى

الزام نہیں، الزام اُنہی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور دنیا میں ناحق

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ

سرکشی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے درد ناک عذاب ہے، اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا بلاشبہ

ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ع

یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

بدلہ کی حدود:

۴۰: پھر بدلہ کی حد کو بیان فرمایا وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے) پہلا لفظ سیئہ تو اپنے حقیقی معنی میں ہے اور دوسرا حقیقی معنی میں نہیں۔ بلکہ جزاء سیئہ کو سیئہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ نمبر۲۔ کیونکہ وہ برائی و زیادتی کرتا ہے اور اس شخص پر جس پر وہ اترتی ہے اس لئے اس کو سیئہ کہہ دیا اور اس وجہ سے بھی کہ اگر پہلی زیادتی نہ ہوتی تو دوسری سیئہ بنتی اس صورت میں وہ ایذاء دینا شمار ہوتا۔ وہ غیر کی وجہ سے حسنہ بنی ہے تو اصل کا لحاظ کر کے اس کو سیئہ کہہ دیا۔ نمبر۳۔ دوسری کو سیئہ کا نام اس لئے دیا گیا کہ عفو اولیٰ (وان تعفوا اقرب للتقوی) مطلب یہ ہے جب زیادتی کی جائے تو ضروری ہے کہ اس کا سامنا اتنی ہی زیادتی سے کیا جائے البتہ حد سے تجاوز نہ ہو۔

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ (پھر جو شخص معاف کر دے اور اصلاح کرے) اس کے اور اس کے مخالف کے درمیان عفو و چشم پوشی سے کام لے۔ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (پس اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے) مبہم وعدہ ہے بڑائی اور شان میں ناقابل قیاس ہے۔ (سبحان اللہ) اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا) جو ظلم سے ابتداء کرتے ہیں یا جو لوگ بدلہ میں حد سے آگے گزر جاتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا قیامت کے دن ایک منادی آواز دے گا۔ جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو وہ کھڑا ہو جائے پس اس وقت صرف معاف کرنے والا کھڑا ہوگا۔ (رواہ العقیلی فی الضعفاء ۳/۳۴۷)

۴۱: وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ (اور جو اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے) اس نے ظلم کیے جانے کے بعد اپنا حق لیا۔

نحو : یہاں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ (تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں) اولئك کا اشارہ مَن کے معنی کی طرف مشیر ہے نہ کہ لفظ کی طرف بدلہ لینے والے پر کوئی الزام نہیں اور نہ ہی معاتب ومعایب پر کیوں کہ ان سے اس کا بدلہ چکا لیا گیا ہے۔

۴۲: اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ (الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں) ظلم کرنے میں ابتداء کرتے ہیں۔ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ (اور دنیا میں سرکشی کرتے ہیں) تکبر و بڑائی کرتے اور فساد مچاتے ہیں۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ناحق ان کے لئے دردناک عذاب ہے) سبیل کی تفسیر حجت اور پیچھا کرنا۔

۴۳: وَلَمَنْ صَبَرَ (اور جو شخص صبر کرے) ظلم وایذاء پر وَغَفَرَ (اور بخش دے) بدلہ نہ لے۔ اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ) یعنی صبر اور اس سے درگزر کرنا لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے) یعنی ایسے امور میں سے ہیں جن کی طرف بڑھنا چاہیے۔ یا یہ ایسے امور میں سے ہے جن کے لئے مناسب ہے کہ عقل مند ان کو اپنے اوپر لازم کرے اور اس کے چھوڑنے کی رخصت اختیار نہ کرے۔ یہاں منہ ضمیر کو حذف کیا گیا ہے کیونکہ وہ درمیان کلام سے سمجھ آ رہی ہے جیسا کہ عرب اس قول میں قرینہ کی وجہ سے حذف کرتے ہیں۔ السمن منوان بدرهم۔

قولِ ابوسعید القرشی رحمۃ اللہ علیہ:

بیداری کی علامت یہ ہے کہ مکارہ پر صبر کرے۔ جس نے کسی ناپسند بات پر صبر کیا اور جزع کا اظہار نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو رضا کی حالت میسر فرمائیں گے اور یہ رضا والا حال سب سے اعلیٰ ہے۔ اور جس نے مصائب پر جزع فزع کی اور شکوہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے نفس کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ پھر اس کا شکوہ کسی کام نہیں آتا۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا

اور اللہ جس کو گمراہ کرے اس کے لئے اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو اے مخاطب تو انہیں

الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ

اس حال میں دیکھے گا کہ یوں کہہ رہے ہوں گے کیا واپس کیے جانے کا کوئی راستہ ہے؟ اور تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ وہ دوزخ پر پیش کیے جا رہے ہوں گے ذلت کی وجہ سے

مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ

جھکے ہوئے چھپی ہوئی نظر سے دیکھتے ہوں گے، اور ایمان والے کہیں گے بلاشبہ پورے خسارے میں پڑ جانے والے

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ

وہ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے گھر والوں سے قیامت کے دن خسارہ میں پڑ گئے، خبردار بے شک نہیں کہ ظالم لوگ دائمی عذاب میں

مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

رہیں گے، اور ان کے لئے اللہ کے سوا مددگار نہ ہوں گے جو ان کی مدد کریں اللہ کو چھوڑ کر، اور جسے اللہ گمراہ کرے

فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾ۭ

اسکے لئے کوئی راستہ ہی نہیں۔

۴۴: وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ وَّ لِیٍّ مِّنْۢ بَعْدِہٖ (اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی کارساز نہیں) کوئی اس کو ہدایت دینے کی طاقت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ کے اضلال کے بعد اور کوئی اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہیں سکتا۔ وَتَرَی الظّٰلِمِیْنَ (اور تم ظالموں کو دیکھو گے) قیامت کے دن لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ (جبکہ وہ عذاب کو سامنے دیکھیں گے) جب عذاب سامنے نظر آ جائے گا۔ اس بات کے قطعی واقع ہونے کی وجہ سے ماضی کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ یَقُوْلُوْنَ ہَلْ اِلٰی مَرَدٍّ مِّنْ سَبِیْلٍ (اور وہ کہیں گے لوٹنے کی کوئی راہ ہے) وہ اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے کہ ان کو ایمان لانے کیلئے دنیا میں واپس لوٹا دے۔

۴۵: وَتَرٰھُمْ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْہَا (اور آپ ان کو اس حالت میں دیکھیں گے کہ ان کو آگ کے سامنے لایا جائے گا)۔ ھا کی ضمیر نار کی طرف راجع ہے اس لئے کہ عذاب اس پر دلالت کر رہا ہے۔ خٰشِعِیْنَ مِنَ الذُّلِّ (وہ ذلت کی وجہ سے جھکنے والے ہونگے) ذلت کے حاصل ہونے کی وجہ سے بتکلف چھوٹے بنیں گے اور اپنے کو بتکلف حقیر بنائیں گے۔ یَنْظُرُوْنَ (وہ آگ کی طرف دیکھیں گے) مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ (سست نگاہ سے) آنکھیں چرا کر ذرا سی نظر سے دیکھیں گے جیسا کہ قتل گاہ میں موجود شخص تلوار کو دیکھتا ہے۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ

تم اپنے رب کا حکم مانو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں اللہ کی طرف سے واپس کرنا نہ ہوگا، تمہارے لئے اس دن پناہ لینے کی

يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ (۴۷) فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ

جگہ نہ ہوگی اور نہ کوئی نکیر کرنے والا ہوگا پس اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا آپ کے ذمہ

اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

صرف پہنچانا ہے، اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت چکھا دیتے ہیں تو اس پر خوش ہوتا ہے اور اگر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ (۴۸) لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

کوئی مصیبت پہنچ جائے تو بلاشبہ انسان ناشکری کرنے لگتا ہے، اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں کا اور زمین کا ملک

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ (۴۹) اَوْ يُزَوِّجُهُمْ

وہ پیدا فرماتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہے بیٹے دیتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں جنسوں کو

ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ (۵۰)

جمع کر دیتا ہے، اور جسے چاہے بانجھ بنا دیتا ہے بلاشبہ وہ جاننے والا ہے اور قدرت والا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اور ایمان والے کہیں گے کہ مکمل خسارہ والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارہ میں مبتلا ہوئے) یوم کا لفظ خَسِرُوْا کے متعلق ہے اور ایمان والوں کا قول دنیا میں واقع ہونے والا ہے یا قال کے متعلق ہے یعنی یقولون یوم القیامة اذا رأوهم علی تلك الصفة وہ کہیں گے قیامت کے دن جب ان کو اس حالت میں دیکھیں گے۔ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ (خبردار! بیشک ظالم لوگ عذاب دائمی میں رہیں گے) مقیم کا معنی دائمی ۔

۴۶: وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ (اور ان کے کوئی مددگار نہ ہونگے جو ان کی مدد کریں گے) مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ سے الگ) اس کے عذاب سے بچانے کیلئے مدد کریں۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ (اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں) نجات کی طرف ۔

قیامت سے پہلے اس کی بات مان لو:

۴۷: اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ (تم اپنے رب کا حکم مان لو) اس کو قبول کر لو جس کی طرف اس نے تمہیں بلایا ہے۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ

یَوْمٌ (اس سے پہلے کہ ایسا دن آن پہنچے) یوم سے پہلے قیامت کا دن مراد ہے۔ لَّا مَرَدَّلَهٗ مِنَ اللّٰهِ (جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا) مِنْ یہ لامرد سے متصل ہے ای لایردہ اللہ بعد ماحکم بہ اللہ تعالیٰ اس کا حکم کرنے کے بعد واپس نہیں لوٹائے گا۔ نمبر۲۔ یاتی سے تعلق ہے ای من قبل ان یاتی من اللہ یوم لا یقدر احدٌ علی ردّہٖ۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا دن آ جائے کہ جس دن کوئی شخص اس کے لوٹانے کی طاقت نہ رکھتا ہوگا۔ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَىٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ (نہ تم کو اس روز کوئی پناہ ملے گی اور نہ تمہارے بارہ میں کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا) یعنی تمہیں کوئی عذاب سے چھوڑانے والا نہ ہوگا۔ اور نہ ہی تمہیں طاقت ہے کہ تم کسی بھی چیز کا انکار کرو جس کا تم نے پہلے ارتکاب کیا ہے وہ تمہارے صحائف اعمال میں درج کر دیا گیا۔ النکیر : انکار۔

۴۸: فَاِنْ اَعْرَضُوْا (پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) ایمان سے فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا (تو ہم نے آپ کو ان پر نگران کر کے نہیں بھیجا) حفیظ ، نگران کو کہتے ہیں۔ اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ (آپ کے ذمہ پیغام رسالت کو ان تک پہنچا دینا ہے) اور وہ آپ نے کر دیا۔ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ (اور ہم جب آدمی کو کچھ اپنی عنایت کا مزہ چکھاتے ہیں) الانسان بول کر جمع مراد ہے۔ مِنَّا رَحْمَةً یعنی نعمت ، وسعت ، امن ، صحت فَرِحَ بِهَا (وہ خوش ہو جاتا ہے) اترانے لگتا ہے۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ (اور اگر ان کو مصیبت آ پڑتی ہے مثلاً مرض ، تنگدستی وغیرہ اور انہی کی قسم سے۔ فرح کے لفظ کو واحد لایا گیا لفظ کا لحاظ کر کے اور اِنْ تُصِبْهُمْ میں ضمیر جمع لائے۔ معنی کے لحاظ سے۔ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ (بسبب ان کے گناہوں کے جو انہوں نے آگے بھیجے)

انسان نہایت ناشکرا ہے :

فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ (پس بلا شبہ انسان ناشکرا ہے) یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لائے اس طرح نہیں کہا فانہ کفورٌ تاکہ یہ بات لکھی جائے کہ یہ جنس کفران نعمت کے ساتھ موصوف ہے جیسا کہ فرمایا ان الانسان لظلوم کفار۔ بیشک انسان ظالم ہے ناشکرا ہے [ابراہیم:۳۴] الکفور بہت شدید کفر کرنے والا۔ مطلب یہ ہے کہ مصائب کو تو یاد رکھتا ہے مگر نعمتوں کو بھلا دیتا ہے اور ان کو حقیر قرار دیتا ہے۔ ایک قول یہ ہے اس سے کفران نعمت مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کفر باللہ ہے۔

قدرتِ باری تعالیٰ :

۴۹: لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی) یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا (وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے) وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ (اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطاء فرماتا ہے)۔

۵۰: اَوْ یُزَوِّجُهُمْ (یا ان کو جمع کر کے دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی) ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا (مذکر اور مؤنث اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے)

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا

اور کسی بشر کے لئے یہ موقعہ نہیں ہے کہ وہ اللہ سے بات کرے ہاں وحی کے ذریعہ یا پردہ کے پیچھے سے یا اس طرح بات ہو سکتی ہے کہ اللہ کسی رسول کو بھیج دے

فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ

پھر وہ رسول اسکی اجازت سے اسکی مشیت کے مطابق وحی پہنچادے، بے شک وہ برتر ہے حکمت والا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے قرآن کی

اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ

وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان؟ اور لیکن ہم نے اسے نور بنا دیا ہے اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں

مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ

میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور بلاشبہ آپ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں جو اللہ کا راستہ ہے

ع ۵ ۱۰ ۶ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع

جس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، خبردار اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں۔

جب انسان کو رحمت چکھانے کا تذکرہ فرمایا گیا۔ اور انسان کو اس کی ضد کے پہنچ جانے کا تذکرہ ہو چکا تو اس کے بعد توحید کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ مطلق ہیں۔ وہی نعمتیں اور قسمتیں تقسیم کرتا ہے جس طرح وہ ارادہ فرماتا ہے اور اپنے بندوں کو جو چاہتا ہے اولاد نصیب کر دیتا ہے بعض کو صرف بیٹیاں اور بعض کو صرف بیٹے اور بعض کو دونوں قسمیں اور بعض کو بے اولاد رکھتا ہے۔ (یہ سارے اس کی قدرت کے کرشمے ہیں) العقیم جو اولاد جننے کے قابل نہ ہو۔ رجل عقیم وہ مرد جو اولاد کے لائق نہ ہو۔ یہاں مؤنثات کو مذکروں پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ سیاق کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں نہ وہ کچھ جو انسان چاہے پس ان بیٹیوں کا تذکرہ کہ جن کو انسان نہیں چاہتا کہ پیدا ہوں۔ تو ان کا تذکرہ زیادہ اہم تھا۔ اس لئے مقدم کر دیا اور تاکہ وہ جنس قریب ہو جس کو ذکر کرنا عرب کے لوگ مصیبت سمجھتے تھے۔ بلاء کا ذکر بلاء کے قریب ہو جائے۔ جب مذکروں کو مؤخر کیا حالانکہ وہ مقدم کرنے کے لائق ہیں۔ تو ان کی تاخیر ذکری کا تدارک ان کی تعریف سے فرما دیا۔ کیونکہ معرفہ لانے میں تشہیر اور شان کو بڑھانا ہے۔ پھر ہر دو جنس کو تقدیم و تاخیر کا حق دیا جاتا رہا۔ اور یہ بتلا دیا کہ عورتوں کا پہلے ذکر کرنا ان کے تقدیم مرتبہ کی علامت نہیں بلکہ اور وجہ سے ہے پس فرمایا ذکرانا و اناثا۔ انبیاء علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی۔ اس لئے کہ لوط علیہ السلام کو فقط بیٹیاں دیں اور شعیب کو بھی اور ابراہیم علیہ السلام کو فقط بیٹے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیں۔ یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو بے اولاد رکھا۔ (مگر عیسیٰ علیہ السلام تو آخری زمانہ میں اتریں گے ان کے ہاں اولاد ہوگی جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے۔ مترجم) اِنَّهٗ عَلِيْمٌ (بیشک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے) قَدِيْرٌ (وہ ہر چیز پر قادر ہے)

طرقِ وحی کی تفصیل:

۵۱: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ (اور کسی بشر کی یہ شان نہیں) کسی بھی انسان کیلئے یہ درست نہیں۔اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا (کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے) الہام کے طور پر جیسا کہ مروی ہے نفث فی روعی کہ دل میں یہ بات ڈالی گئی [رواہ احمد: ۵۰/۳] یا نیند میں خواب کے ذریعہ جیسا کہ نبی علیہ السلام کا قول ہے۔رؤیا الانبیاء وحی ۔[رواہ البخاری:۸۵۹] وہ جیسے ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کا حکم خواب میں ملا۔اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ (یا حجاب کے باہر سے) یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے کلام براہ راست سنتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے سنا بغیر اس کے کہ کوئی سامع کلام کرنے والے کو دیکھے اور اس حجاب سے مراد حجاب اللہ نہیں ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے وہ لفظ استعمال کرنے جائز نہیں جو اجسام کیلئے جائز ہیں۔مثلاً حجاب وغیرہ۔لیکن اس سے مراد یہ ہے سامع کو دنیا میں نظر آنے سے وہ محجوب ہے۔اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا (یا کسی رسول کو بھیجے) یعنی فرشتے کو بھیجے فَيُوْحِيَ (پس وہ پیغام پہنچا دیتا ہے)۔وہ فرشتہ اس کی طرف پیغام پہنچا دیتا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے۔وحیاً جیسا کہ رسولوں پر ملائکہ کے واسطہ سے وحی کی گئی۔اویرسل رسولاً یعنی نبی کو بھیجے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی اقوام سے ان کی زبانوں کے مطابق کلام کیا گیا۔وحیاً اور ان یرسل یہ دونوں مصدر ہیں اور یہ حال بن رہے ہیں۔کیونکہ ان یرسل ارسالا کے معنی میں ہے اور من وارء حجاب یہ ظرف ہے جو حال کی جگہ آیا ہے۔جیسا کہ اس ارشاد میں وعلی جنوبھم [آل عمران:۱۹۱] تقدیر کلام اس طرح ہے اور صحیح نہیں کہ وہ کسی سے کلام کرے مگر یہ کہ وہ وحی کرنے والے ہوں یامسمعًا من وارء حجاب پردے کے پیچھے سے سنانے والے ہوں۔یا مرسل بھیج کر پہنچانے والے ہوں۔نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ معنی اس طرح کرلیں کسی انسان کے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کریں مگر اس طرح کہ وحی کی جائے یا وہ پردے کے پیچھے سے سنتا ہے یا وہ کوئی قاصد بھیجتا ہے خلیل نحوی نے اس کو اختیار کیا ہے اور اویرسل رسولا فیوحی رفع کے ساتھ نافع نے پڑھا تقدیر عبارت:اوھو یرسل رسولا فیوحی (وہ رسول بھیجتا ہے پس وہ ان کے ذریعہ وحی کرتا ہے) نافع اور علی نے مرفوع پڑھا ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے او ھو یرسل فیوحی (یا وہ کوئی رسول بھیج کر پس وہ وحی کرے)۔بِاِذْنِهٖ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) مَا يَشَآءُ (جو وہ چاہے) وحی سے اِنَّهٗ عَلِيٌّ (بیشک وہ غالب ہے) اسے روکا نہیں جا سکتا۔حَكِيْمٌ (وہ اپنے اقوال وافعال میں درستی والا ہے) پس اس کے افعال واقوال میں معارضہ نہیں۔

۵۲: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) یعنی جیسا ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کی طرف وحی بھیجی یا جیسا کہ ہم نے آپ کو بیان کر دیا۔اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (ہم نے آپ کی طرف وحی کی) وحی کرنا اسی طرح ہوتا ہے۔رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (یعنی اپنا حکم بھیجا) مراد یہ ہے کہ جو آپ کی طرف بھیجی گئی کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے اپنے دین میں زندہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ جسم روح سے زندہ ہو جاتا ہے۔مَا

كُنْتَ تَدْرِیْ (آپ کو نہ یہ خبر تھی) نَحْو: الیك کے کاف سے یہ حال ہے۔ مَا الْكِتٰبُ (کتاب کیا چیز ہے) وَلَا الْاِیْمَانُ (اور نہ ایمان کیا چیز ہے) یعنی اس کے احکامات، اور نہ ایمان بالکتاب کیونکہ جب وہ یہ نہیں جانتے کہ کتاب نازل ہوگی تو وہ اس کتاب کے جاننے والے نہ بنے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ ایمان کئی چیزوں کو شامل ہے۔ بعض کی طرف راہ تو عقل ہے اور بعض کی طرف راہ کان ہیں۔ پس یہاں وہ مراد ہیں جن کا تعلق سمع سے ہے نہ کہ عقل سے اور وہ آپ کو علم نہ تھا یہاں تک کہ وحی سے اس کو حاصل کر لیا۔ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ (لیکن ہم نے اس کو بنا دیا) یعنی کتاب کو نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ایک نور جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کر رہے ہیں) تھدی دعوت دینے کے معنی میں ہے اور۔

قراءت: ایک قراءت میں تھدی بہ بھی پڑھا گیا ہے۔ صراط مستقیم سے اسلام مراد ہے۔

۵۳: صِرَاطِ اللّٰهِ (یعنی اس اللہ تعالیٰ کے راستہ کی) ۔

نَحْو: یہ بدل ہے۔ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (کہ اس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) ملکیت وملوکیت کے لحاظ سے اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ (خبردار سب امور اسی ہی کی طرف لوٹیں گے) اس میں جہنم کی وعید اور جنت کا وعدہ ہے۔

الحمدللہ سورۃ الشوریٰ کا تفسیری ترجمہ یوم السبت بوقت ایک بجے اختتام پذیر ہوا۔

اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ صفر المظفر ۹، ۲، ۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ زخرف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں نواسی ۸۹ آیات اور سات ۷ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۞ ۱ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ ۲ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ ۳ وَاِنَّهٗ

حٰمٓ: ○ قسم ہے واضح کتاب کی بلاشبہ ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا ہے تا کہ تم سمجھو، اور بلاشبہ وہ

فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۞ ۴ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ مع

ام الکتاب میں ہمارے پاس ہے بلند ہے حکمت والا ہے، کیا ہم نصیحت کو تم سے اس وجہ سے ہٹا لیں گے کہ تم

قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۞ ۵ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۞ ۶ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ

حد سے بڑھ جانے والے ہو، اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے، اور ان کے پاس جو بھی کوئی

نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞ ۷ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ

نبی آتا تھا اس کا مذاق بناتے تھے، پھر ہم نے ان میں سے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو زور آوری میں خوب بڑھ کر تھے اور پہلے لوگوں کی

الْاَوَّلِيْنَ ۞ ۸

یہ حالت گزر چکی ہے۔

حٰمٓ ○ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ اِنَّا جَعَلْنٰهُ ○ (حم قسم ہے اس کتاب واضح کی۔ ہم نے اس کو)
قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (عربی زبان کا قرآن بنایا ہے۔ تا کہ تم سمجھ لو)
وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ (اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے مرتبہ والی اور پر حکمت کتاب ہے)

آیت ۱: حٰمٓ (۲) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین کی قسم کھائی ہے اور کتاب مبین سے قرآن مجید مراد ہے۔

آیت ۳: اِنَّا جَعَلْنٰهُ یہاں جعل صیر کے معنی میں ہے۔ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا یہ جواب قسم ہے۔ یہ بڑی خوبصورت اور شاندار قسم ہے کیونکہ قسم اور مقسم علیہ میں مناسبت پائی جاتی ہے۔ المبین نمبر ۱۔ ان کے لئے واضح ہے جن پر اتاری گئی۔ کیونکہ یہ کتاب ان کی لغت و اسلوب کے مطابق ہے۔ نمبر ۲۔ یا مدبرین کے لئے واضح ہے۔ نمبر ۳۔ یا اس کتاب نے ہدایت کی راہ کو گمراہی سے بالکل

الگ کر دیا دین کے سلسلہ میں جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ سب واضح کر دیں۔ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (تا کہ تم اسکے معانی کو سمجھو)۔

صفاتِ قرآن:

آیت ۴: وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا (قرآن مجید لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے)۔اس کی دلیل یہ آیت ہے۔بل هو قرآن مجید فی لو ح محفوظ۔البروج۔۲۱۔۲۲۔لوح محفوظ کو ام الکتاب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام کتابوں کی اصل ہے۔تمام کتابیں اسی میں مندرج اور اسی سے نقل کی جاتی اور نسخ کی جاتی ہیں۔

قراءت: ام الکتاب۔الف کے کسرہ سے علی وحمزہ نے پڑھا ہے۔

لَعَلِيٌّ نمبرا۔وہ بلاغت کے اعلیٰ ترین درجہ میں ہے۔یا کتابوں میں وہ رفیع الشان ہے۔کیونکہ ان تمام کتابوں کے مابین یہ معجز ہے۔ حَكِيْمٌ (کامل حکمت والی ہے)۔

یہ حد پھاندنے والے ہیں ہم قرآن کو آپ سے نہ ہٹائیں گے:

آیت ۵: اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا (کیا ہم اس نصیحت کو تم سے ہٹا لیں گے) نصیحت کو دور کر دیں گے اور ہٹا لیں گے۔مجاز کے طور پر یہ عرب کے قول :ضرب الغرائب عن الحوض۔(اس نے حوض سے دوسروں کے اونٹوں کو ہٹا دیا)۔ سے لیا گیا ہے۔ نحو: فاء عاطفہ ہے۔اور عطف فعل محذوف پر ہے۔ انهملكم فنضرب عنكم الذكر۔اس میں انکار اس بات سے ہے کہ جب وہ آپ پر پہلے کتاب اتار چکا تو اس کا الٹ نہیں ہوسکتا۔اور قرآن مجید کو قرآن عربی اس لئے بنایا تا کہ وہ اس کو سمجھ سکیں۔اور اس کے مطابق عمل پیرا ہوں۔صَفْحًا (دور کرنا۔ہٹانا) یہ مصدر ہے۔صفح عنه جبکہ وہ اعراض کرے۔ یہ مفعول لہ ہے۔معنی اس طرح ہے کیا ہم قرآن مجید کا اتارنا تم سے ہٹا لیں گے اور حجت کا اس سے لازم کرنا تم سے اعراض کرتے ہوئے دور کر دیں گے؟ نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ یہ مفعول و مطلق علی غیر لفظہ بن جائے کیونکہ اہل عرب کہتے ہیں ضربت عنه یعنی میں نے اس سے اعراض کیا اس کو چھوڑ دیا۔فراء رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اَنْ كُنْتُمْ (کیونکہ تم حد سے گزرنے والے ہو) ان كنتم یہ لان كنتم کے معنی میں ہے۔قراءت: مدنی، حمزہ وعلی نے اِن كنتم پڑھا ہے۔اور یہ اس شرط میں سے ہے جو دلالت کرنے والے کی طرف سے ثابت ہونے والے امر کی صحت پر ثبوت امر کی خاطر صادر ہوتی ہے۔جیسا کہ تم مزدور کو کہو۔ ان كنت علمت لك فوفني حقي۔اگر میں تیرے متعلق جانتا ہوں تو تو میرا حق پورا پورا ادا کر۔حالانکہ وہ اس کو جانتا ہے۔مگر پھر شرط کے انداز میں بات کہی ہے اور مزدور بھی اس کا حق پورا ہی دے کیونکہ اس کو مزدوری پر اسی لئے لگایا کہ کام پورا کرے۔قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ (کہ تم حد سے گزرنے والے ہو) جہالت میں افراط کرنے والے ہو۔گمراہی کی حد کو پھاندنے والے ہو۔

آیت ۶: وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ (اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں) آپ سے پہلے لوگ

گزرے ہم نے ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے۔

آیت ۷: وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (اوران لوگوں کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو) یہ زمانہ ماضیہ مستمرہ کی حکایت حال ہے۔یعنی وہ اسی بات پر تھے۔اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اس سلسلہ میں کہ آپ کی قوم کا آپ سے استہزاءنئی بات نہیں۔

وعدۂ نصرت اور وعید:

آیت ۸: فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا (پھر ہم نے ان لوگوں کو جوان سے زیادہ طاقت ور تھے ہلاک کر ڈالا) بطشًا یہ تمیز ہے۔ اور ھم کی ضمیر مسرفین کی طرف راجع ہے۔کیونکہ خطاب کو ان سے پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا ان کے متعلق اطلاع دے رہے ہیں۔ وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ (اور پہلے لوگوں کی یہ حالت ہو چکی ہے) ان کے واقعات قرآن مجید میں کئی مرتبہ گزر چکے ہیں اور ان کی عجیب حالت اسی قابل ہے کہ بطور مثل مشہور ہو۔

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وعدہ (نصرت) اور ان کو وعید (عذاب) ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝۹

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ انہیں عزیز علیم نے پیدا فرمایا

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰

جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنا دیا اور تمہارے لئے اس نے راستے بنا دیئے تا کہ تم ہدایت پاؤ

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝۱۱

اور جس نے ایک انداز سے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے،

وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝۱۲

اور جس نے تمام اقسام کو پیدا فرمایا اور تمہارے لئے کشتیاں اور جانوروں میں سے وہ چیزیں پیدا فرمائیں جن پر تم سوار ہوتے ہو

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا

تا کہ تم انکی پشتوں پر بیٹھ جاؤ پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس پر بیٹھ جاؤ اور تم یوں کہو

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝۱۳ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا

پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر فرمادیا اور ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف

لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝۱۴

لوٹ کر جانے والے ہیں۔

آیت ۹: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ (اور اگر آپ ان سے پوچھیں) یعنی مشرکین سے۔ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ (کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور ہی کہیں گے کہ ان کو زبردست جاننے والے نے پیدا کیا ہے)

آیت ۱۰: الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا) قراءت: کوفی نے مھدًا اور دیگر نے مھادا پڑھا ہے۔ معنی ہر دو کا جائے قرار ہے۔ وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا (اور اس نے تمہارے لئے رستے بنا دیئے) سبلاً۔ راستے۔ لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (تا کہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو) تا کہ تم اپنے سفروں میں ان کے لئے راستۂ منزل معلوم کرو۔

آیت ۱۱: وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۢ بِقَدَرٍ (اور وہ جس نے آسمان سے پانی ایک اندازہ سے برسایا) اتنی مقدار جس سے انسان صحیح سالم رہ سکیں اور ملکوں کو جتنی ضرورت ہو وہ پوری ہو جائے۔ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا (پھر اس سے ہم نے خشک زمین کو

زندہ کیا) انشرنا۔ زندہ کرنے کے معنی میں ہے۔ غائب سے مخاطب کی طرف عدول کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ یہ خطاب سے مراد کو پالیں۔ قراءت: یزید نے میتاً کو میّتاً پڑھا ہے۔ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (اسی طرح تم نکالے جاؤ گے) اپنی قبور سے زندہ کر کے۔

قراءت: حمزہ، علی نے تَخْرُجون پڑھا۔ العلیم پر وقف نہیں۔ کیونکہ الذی اس کی صفت ہے۔ ابوحاتم نے اس پر وقف کیا۔ تقدیر کلام یہ ہے هو الذی۔ کیونکہ یہ اوصاف کفار کا مقولہ نہیں۔ کیونکہ وہ قبور سے نکلنے کے منکر ہیں۔ تو وہ کیسے کہتے کذلك تخرجون۔ بلکہ یہ آیت تو انکار بعث کرنے والوں کے خلاف حجت ہے۔

آیت ۱۲: وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ (اور جس نے تمام اقسام بنائیں) الازواج۔ اصناف کے معنی میں ہے۔ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ (اور تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے۔ جن پر تم سوار ہوتے ہو) یعنی تم ان پر سوار ہوتے ہو۔ صرف کہا جاتا ہے۔ رکبوا فی الفلك و رکبوا الانعام۔ بلاواسطہ متعدی ہونا غالب آیا۔ کیونکہ وہ زیادہ قوی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ترکبونہ۔

آیت ۱۳: لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ (تاکہ تم ان کی پشت پر جم کر بیٹھو) ان کی پشت پر جن پر تم سواری کرتے ہو اور وہ کشتیاں اور چوپائے ہیں۔ ثُمَّ تَذْكُرُوْا (پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو) اپنے دلوں میں نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا (جب ان پر بیٹھ چکو اور اس طرح کہو اپنی زبانوں سے) سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا (اس کی ذات پاک ہے جس نے ان کو ہمارے قابو میں دے دیا) اس سواری کو ہمارا مطیع بنایا۔ وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ (ہم تو ایسے نہ تھے کہ جو ان کو قابو میں کر لیتے) مقرنین طاقت رکھنے والے۔ عرب کہتے ہیں۔ اقرن الشیئ اذا اطاقہٗ۔ اقرن کی حقیقت اس کو اپنا قرین پانا۔ کیونکہ سخت و طاقتور کمزور کا قرین نہیں ہوتا۔ ساتھی اس کو بنایا جاتا ہے جو سرکش نہ ہو قابو میں آجائے۔

آیت ۱۴: وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے) منقلبون۔ لوٹنے والے ہیں۔ ایک قول: وہ دنیا میں سوار ہوتے وقت اس کو اپنی آخری سواری خیال کرتے ہیں اور وہ آخری سواری جنازہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وارد ہے کہ جب آپ رکاب میں قدم مبارک رکھتے تو بسم اللہ پڑھتے۔ جب سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تو الحمد للّٰہ علی کل حال سبحان الذی سخرلنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون پڑھتے اور تین مرتبہ اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اور لا الہ الا اللّٰہ تین مرتبہ پڑھتے۔ رواہ ابوداؤد ۲۶۰۲۔ [الترمذی ۳۴۴۶]

علماء نے کہا جب کشتی پر سواری کرے تو کہے: بسم اللّٰہ مجریها و مرسٰها ان ربی لغفور رحیم۔ [ہود۔ ۴۱]

ایک واقعہ:

کچھ لوگ سفر کے لئے سوار ہوئے اور انہوں نے پڑھا سبحان الذی سخرلنا الایۃ۔ ان میں ایک شخص ایسا تھا جس کی اونٹنی کمزوری کی وجہ سے حرکت نہ کرتی تھی۔ اس کے منہ سے نکلا انی مقرن لھذہ۔ میں تو اس کا مطیع ہوں۔ اونٹنی کود پڑی اور یہ

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ

اور ان لوگوں نے اللہ کے لئے اسکے بندوں میں سے جز ٹھہرا دیا، بلاشبہ انسان واضح طور پر ناشکرا ہے۔ کیا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے

بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُم بِالْبَنِينَ ﴿١٦﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَٰنِ مَثَلًا

بیٹیاں پسند کیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا اور جب ان میں سے کسی ایک کو اسکی بشارت دی جاتی ہے جسے اس نے بطور مثال رحمان کے لئے تجویز کیا ہے

ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿١٧﴾ أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ

تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل میں گھٹتا ہے، کیا جو زیور میں نشوونما پائے اور وہ مباحثہ میں واضح بیان

مُبِينٍ ﴿١٨﴾ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ

نہ دے سکے، اور ان لوگوں نے فرشتوں کو عورتیں قرار دے دیا جو اللہ کے بندے ہیں، کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے،

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿١٩﴾

ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور ان سے باز پرس ہوگی۔

شخص اس سے نیچے جا گرا اور گردن ٹوٹ گئی۔ اس کے استہزاء اور ناشکری کا یہ نتیجہ نکلا۔ مناسب یہ ہے کہ عقل مند تفریح و تلذذ کی بجائے عبرت کی نگاہ رکھتے ہوئے سوار ہو اور یہ غور کرے کہ وہ بہر حال مرنے والا اور اپنے رب کی طرف لوٹنے والا ہے۔ تقدیر سے اس کو مفر نہیں۔

آیت ۱۵: وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا (اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اللہ تعالیٰ کا جزو قرار دیا) یہ ولئن سالتھم سے متصل ہے۔ یعنی ولئن سالتھم عن خالق السمٰوٰت والارض لیعترفن بہ وقد جعلوا لہ مع ذلک الاعتراف من عبادہ جزءًا۔ اگر آپ ان سے آسمان و زمین کے بنانے والے کے متعلق سوال کریں تو وہ ضرور اس کا اعتراف کریں گے حالانکہ انہوں نے اس اعتراف کے باوجود اس کے بندوں میں سے جزو قرار دے لئے ہیں۔ یعنی وہ کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ انہوں نے ان فرشتوں کو اس کا جزو بعض حصہ بنایا جیسا کہ لڑکا والد کا جزو ہوتا ہے۔

قراءت: جُزُوًا ابوبکر وحماد نے پڑھا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ (بیشک انسان صریح ناشکرا ہے) نعمتوں کے انکار کی وجہ سے اس کا انکار کھلا ہوا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے کی نسبت کفر ہے اور تمام ناشکری کی جڑ کفر ہے۔

جہالتِ کفار:

آیت ۱۶: اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخۡلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصۡفٰکُمۡ بِالۡبَنِیۡنَ (کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا) ام بل کے معنی میں ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ اور اس سے ان کی جہالت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اور ان کی حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ اس لئے کہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے حقیر کو چن لیا اور ان کے لئے اعلیٰ۔

آیت ۱۷: وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمۡ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحۡمٰنِ مَثَلًا (حالانکہ جب تم میں سے کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی جس کو اس نے رب رحمان کا نمونہ بنا رکھا ہے) اس جنس کی بشارت دی جاتی ہے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی مثل قرار دیتا ہے۔ مثلاً بمعنی مشابہ۔ کیونکہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کا جزء بنا دیا تو گویا اس کی جنس بنا دیا اور اس کا مماثل بنا دیا۔ کیونکہ لڑکا والد کی جنس سے ہوتا ہے۔ ظَلَّ وَجۡھُهٗ مُسۡوَدًّا وَّھُوَ کَظِیۡمٌ (تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے)۔ انہوں نے اس جنس ملائکہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی۔ حالانکہ ان کی حالت یہ ہے۔ کہ جب ان میں سے کسی ایک کو کہا جاتا ہے۔ تیرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔ تو وہ غم زدہ ہو جاتا ہے اور اس کے چہرے کی غصہ سے ہوائیاں اڑ جاتی ہیں اور وہ افسردہ اور دکھ سے بھرا ہوتا ہے۔ الظلول کا معنی ہو جاتا ہے۔

آیت ۱۸: اَوَ مَنۡ یُّنَشَّؤُا فِی الۡحِلۡیَۃِ وَھُوَ فِی الۡخِصَامِ غَیۡرُ مُبِیۡنٍ (کیا جو آرائش میں نشوونما پائے اور وہ مباحثہ میں قوت بیانیہ نہ رکھتی ہو) یعنی کیا رحمان کے لئے ایسی اولاد ثابت کرتے ہو جس میں یہ صفت مذمومہ پائی جاتی ہو۔ اور وہ صفت اس کا آرائش و زینت میں پرورش پانا ہے۔ جب اس کو مخالف کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر مقابلے کا موقعہ آئے اور مردوں سے دوبدو گفتگو کا موقعہ ہو تو وہ اپنی بات کو پورے طور پر بیان نہیں کر سکتی۔ اس کے پاس طاقت بیان نہیں اور نہ وہ کوئی دلیل پیش کر سکتی ہے اور اس کی وجہ عقل کی کمزوری ہے۔

قولِ مقاتل رحمہ اللہ:

عورت جب بھی گفتگو کرتی ہے تو اس کی دلیل اپنے خلاف نکلتی ہے۔

آیت میں زیب و زینت کو محل مذمت میں استعمال کیا گیا۔ پس آدمی کو چاہیے کہ وہ خوش عیشی سے گریزاں رہے۔ اور لباس تقویٰ کو زینت بنائے۔

اور من محلاً منصوب ہے اور معنی یہ ہے۔ او جعلوا من ینشؤا فی الحلیۃ یعنی البنات للّٰہ عز و جل۔ کیا انہوں نے قرار دیا ان کو جو زیور میں پلتی ہیں۔ بیٹیاں اللہ تعالیٰ کے لئے۔

قراءت: یُنۡشَأُ حمزہ، علی، حفص نے پڑھا یعنی تربیت کی جائے۔

ایک کفر میں تین کفر:

انہوں نے ایک کفر میں تین کفر جمع کر دیے۔ نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لڑکے کی نسبت کی۔ نمبر۲۔ اور دونوں میں سے خسیس قسم کو اس کے لئے مقرر کیا اور نمبر۳۔ اس کو ملائکہ مکرمین میں سے قرار دیا جس سے ان کی توہین کی۔

آیت ۱۹: وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ رحمان کے بندے ہیں۔ عورت قرار دے رکھا ہے) یعنی انہوں نے ان کا نام تجویز کیا اور کہا کہ وہ عورتیں ہیں۔ قراءت: مکی، مدنی و شامی نے عند الرحمان پڑھا۔ یعنی عندیت سے مرتبہ و مقام مراد ہے نہ کہ منزل و مکان والی۔ اور العباد جمع عبد کی ہے۔ اور یہ جھگڑالو لوگوں کے خلاف مضبوط دلیل ہے۔ اس لئے کہ غلامی اور خود رائی میں تضاد ہے۔ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ (کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے) یہ ان سے تہکم کیا گیا ہے۔ یعنی وہ یہ بات ایسے ہی کہہ رہے ہیں۔ ان کی بات میں کوئی علمی وزن نہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے جاننے کی طرف مجبور نہیں کیا۔ اور نہ کسی استدلال سے انہوں نے اس کو معلوم کیا ہے۔ اور نہ ہی اسے کسی ایسی خبر سے معلوم کیا ہے جو علم کو لازم کر دے۔ اور نہ ہی انہوں نے ان کی تخلیق کا مشاہدہ کیا ہے کہ یہ اپنے مشاہدے کی بنیاد پر خبر دے رہے ہیں۔ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ (ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے) جو انہوں نے ملائکہ کے متعلق ان کے مؤنث ہونے کے بارے میں کیا ہے۔ وَيُسْئَلُوْنَ (اور ان سے باز پرس کی جائے گی) اس کے متعلق یہ وعید ہے۔

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا

اور ان لوگوں نے کہا کہ اگر رحمان چاہتا تو ہم غیر اللہ کی عبادت نہ کرتے، انہیں اس بات کی کچھ بھی تحقیق نہیں وہ محض اٹکل سے

يَخْرُصُوْنَ ۟ؕ ۲۰ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۲۱ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا

بات کرتے ہیں، کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کتاب دی ہے جس سے وہ دلیل پکڑتے ہیں؟ بلکہ انہوں نے یوں کہا کہ ہم

وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۲۲ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا

نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انکے طریقوں کے مطابق راہ یاب ہیں اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جس کسی بستی میں

مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى

کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے یوں کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر

اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۲۳ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ

پایا ہے اور ہم ان کے طریقوں کا اقتداء کرنے والے ہیں، ان کے پیغمبر نے کہا کیا اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بڑھ کر ہدایت والی چیز لایا ہوں جس پر تم نے

عَلَیْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۲۴ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَیْفَ

اپنے باپ دادوں کو پایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس چیز کو دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں، سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ سو دیکھ لیجئے

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ۲۵ ع

جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

کافروں کی بات جھوٹ ہے:

آیت ۲۰: وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ (اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے) یعنی ملائکہ کی۔ اس آیت کے ظاہر سے معتزلہ نے استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر سے کفر نہیں چاہا۔ ایمان چاہا۔ اس لئے کہ کفار نے دعویٰ یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کفر چاہا ہے اور ان سے عبادتِ اصنام کو چھڑوانا نہ چاہا۔ اس لئے تو انہوں نے کہا لو شاء الرحمان ماعبدناهم۔ اگر وہ ہم سے چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت چھوڑ دیں تو ہمیں ان کی عبادت سے منع کر دیتا لیکن اس نے بتوں کی عبادت ہم سے چاہی اس لئے ہمیں روکا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول و اعتقاد کی تردید میں فرمایا۔ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ (ان کو اس کی کچھ تحقیق نہیں) مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (وہ محض بے تحقیق بات کررہے ہیں) یعنی جھوٹ بولتے ہیں۔

آیت کا معنی:

انہوں نے مشیت سے رضا مراد لی اور کہا کہ اگر اس بات پر وہ راضی نہ ہوتا تو ہمیں جلد سزا دے دیتا یا ہمیں زبردستی ان کی عبادت سے روک دیا جاتا اور مجبور کر کے لوٹا دیا جاتا۔ جب اس نے ایسا نہ کیا تو گویا وہ اس پر راضی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد سے تردید فرمائی مالھم بذالك من علمٍ الایة یا انہوں نے یہ قول استہزاءً کہا۔ اعتقاد و وقار سے نہیں کہا پس اللہ تعالیٰ نے اس میں ان کی تکذیب فرمائی۔ اور ان کو جاہل قرار دیا اس طور پر کہ انہوں نے اعتقاداً نہیں کہی۔ جیسا کہ ان کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ انطعم من لویشاء اللّٰه اطعمهٗ [یٰس: ۴۷] اصل میں اتنی بات تو درست ہے مگر جب اس کو بطور استہزاء کہا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب فرمائی۔ ان انتم الافی ضلالٍ مبین [یٰس: ۴۷] اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قالوا نشهد انك لرسول اللّٰه [المنافقون: ۱] پھر فرمایا: واللّٰه یشهد ان المنافقین لکاذبون [المنافقون: ۱] کیونکہ انہوں نے اعتقاد سے یہ بات نہ کہی تھی۔ اسی طرح اس آیت میں مشیت کو انہوں نے اپنے لئے اس بات میں حجت بنایا جو وہ اپنے اختیار سے کرتے تھے۔ اور گمان یہ کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی بھی فعل پر سزا نہیں دینگے جو انہوں نے اس کی مشیت سے کئے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو اس میں بریٔ الذمہ قرار دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا۔

آیت ۲۱: اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ (کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے) ۂ یعنی قرآن سے پہلے یا ان کی اس بات سے پہلے فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ (پس وہ اس سے استدلال کرنے والے ہیں) اس پر عمل کرنے والے اور اسی کے حکم کو پکڑنے والے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ أشهدوا خلقهم ام اتیناهم کتابا فیه ان الملائكة اناث۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے۔ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ ملائکہ عورتیں ہیں۔

کفار کے پاس کوئی دلیل نہیں:

آیت ۲۲: بَلْ قَالُوْٓا (بلکہ انہوں نے کہا) بلکہ ان کے پاس کوئی قابل استدلال دلیل نہیں ہے جس سے وہ دلیل لے سکیں نہ تو ظاہر کے اعتبار سے اور نہ ہی عقلی لحاظ سے اور نہ سمعی اعتبار سے بس ان کی تو ایک ہی بات ہے۔ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ (کہ ہم نے تو اپنے آباء و اجداد کو ایک طریقہ پر پایا ہے) امة۔ دین کے معنی میں ہے۔ پس ہم نے ان کی تقلید کی ہے۔ یہ امّ سے ہے۔ جس کا معنی قصد ہے۔ پس اُمة اس طریقے کو کہا جاتا ہے جس کی اقتداء کی جائے۔ جس کا قصد کیا جائے۔ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ (اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے راستہ چل رہے ہیں) علی اٰثارهم یہ مهتدون کا صلہ ہو کر خبر ہے۔ نمبر۲۔ دونوں خبریں ہیں۔

تقلیدِ آباء پرانی بیماری ہے:

آیت ۲۳: وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ (اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا) نذیر سے پیغمبر مراد ہیں۔ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ (مگر کہ وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا) مترف سے مالدار مراد ہیں اور وہ وہی لوگ ہیں جن کو مال تکبر میں مبتلا کر دے۔ وہ شہوات وملاھی ہی کو پسند کریں اور دین کی مشقتوں اور تکالیف کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہی کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں)

اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی اور اس بات کی وضاحت ہے۔ کہ تقلید آباء بڑی پرانی بیماری ہے۔

آیت ۲۴: قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ (ان کے پیغمبروں نے کہا کہ کیا اگر چہ میں اس سے اچھا مقصود پر پہنچا دینے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں۔ کہ جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہو) قراءت: شامی اور حفص نے قال پڑھا اور اس کا فاعل النذیر کی ضمیر ہے۔ دیگر قراء نے قل پڑھا۔ کہ پیغمبر منذر کو کہا گیا کہہ دیجئے۔ و جدتم علیه اباء کم کا مطلب یہ ہے۔ کیا تم پھر بھی اپنے آباء کی اتباع کرو گے اگر چہ میں تمہارے پاس اس سے زیادہ ہدایت والا دین لے آؤں جس پر تمہارے آباء تھے۔ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (وہ کہنے لگے ہم تو اس کو مانتے ہی نہیں جس کو تم دے کر بھیجے گئے ہو) یعنی دین آباء پر ہم تو قائم رہیں گے خواہ تم اس سے کتنا زیادہ ہدایت یافتہ دین لے کر آ جاؤ۔

آیت ۲۵: فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (پس ہم نے ان سے انتقام لیا) پس ہم نے ان کو وہ سزا دی جس کے وہ اصرار علی الکفر کی وجہ سے مستحق ہو چکے تھے۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (پس دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا) ۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنکی تم عبادت کرتے ہو سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا فرمایا

فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مجھے ہدایت دیتا ہے، اور اس نے اپنے بعد میں آنے والی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ چھوڑ دیا تا کہ وہ باز آئیں' بلکہ

مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ

میں نے انہیں اور انکے باپ دادوں کو سامان دے دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور رسول مبین آ گیا، اور جب ان کے پاس

الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے اور بے شک ہم اس کے منکر ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم اور والد:

آیت ۲۶: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ (اور جب کہ ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا) نحو: اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے۔ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ (میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو) نحو: براء یہ مصدر ہے۔ اس میں واحد و تثنیہ و جمع برابر ہیں۔ اسی طرح تذکیر و تانیث بھی۔ جیسا تم کہو۔ رجلٌ عدلٌ وامراۃ عدلٌ وقوم عدلٌ اور اس کا معنی ذو عدل وذات عدل لیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بریءٌ کے معنی میں ہے۔

آیت ۲۷: اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ (مگر ہاں جس نے مجھے پیدا کیا) نحو: یہ استثناء منقطع ہے۔ گویا اس طرح فرمایا لکن الذی فطرنی۔ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ (پھر وہی میری راہنمائی کرتا ہے) یعنی ہدایت پر ثابت قدمی بخشتا ہے۔

آیت ۲۸: وَجَعَلَهَا (اور وہ اس کو کر گئے) ابراہیم علیہ السلام نے کلمہ توحید جو زبان سے نکالا تھا کہ انني براء مما تعبدون الا الذی فطرني۔ اس کو کر دیا۔ كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ (باقی رہنے والی بات اپنی اولاد میں) یعنی ہمیشہ سے ان کی اولاد میں ایسے لوگ چلے آ رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتے رہے ہیں اور اس کی توحید کی طرف بلاتے رہے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (تا کہ لوگ باز آتے رہیں) شاید کہ جو ان میں سے شرک کرنے والے ہیں۔ ان کی دعاؤں سے جو توحید پر ہیں واپس لوٹ آئیں۔ ترجی ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہے۔

ان کو مہلت ملی تو انہوں نے انکار کیا:

آیت ۲۹: بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ (بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا ہے) ھؤلاء سے مراد

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝٣١ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ

اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کو

رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ

تقسیم کرتے ہیں۔ ہم نے انکے درمیان دنیا والی زندگی میں انکی معیشت تقسیم کر رکھی ہے، اور ہم نے بعض کو بعض پر

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا

درجات کے اعتبار سے فوقیت دی ہے تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لیتا رہے، اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ

يَجْمَعُوْنَ ۝٣٢ وَلَوْلَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ

جمع کرتے ہیں، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ پر ہو جائیں گے تو ہم ان لوگوں کے لئے جو رحمان کے ساتھ

بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝٣٣ وَلِبُيُوْتِهِمْ

کفر کرتے ہیں انکے گھروں کی چھتوں کو چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں اور گھروں کے لئے

اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝٣٤ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ

دروازے بھی اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں اور سونے کے بھی، اور یہ سب کچھ صرف دنیا والی زندگی کا

الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝٣٥ ع

سامان ہے۔ اور آپ کے رب کے پاس آخرت متقیوں کے لئے بہتر ہے۔

اہل مکہ میں سے وہ لوگ جو ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے آئے۔ متعت۔ کا مطلب عمر میں درازی اور مال میں اضافہ۔ پس وہ مہلت کی وجہ سے دھوکے میں پڑ گئے اور خوش عیشی اور اتباع شہوات اور کلمۂ توحید سے اعراض کر کے اطاعت شیطان میں مبتلا ہو گئے۔ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ (یہاں تک کہ حق ان کے پاس آ چکا) حق سے قرآن مراد ہے۔ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (اور واضح رسول) یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو واضح معجزات نبوت لے کر آئے۔

آیت ۳۰: وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ (اور جب ان کے پاس حق آ پہنچا) الحق سے قرآن مراد ہے۔ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ (تو کہنے لگے۔ کہ یہ جادو ہے ہم اس کو نہیں مانتے)۔

نبوت کے لئے کفار کا تحکمانہ فیصلہ:

آیت ۳۱: وَقَالُوْا (اور کہنے لگے) باطل استدلال اور ضد بازی کرتے ہوئے۔ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ (کہ یہ قرآن کیوں نہیں نازل کیا گیا) اس میں آپ کی تحقیر کرنا ان کی غرض ہے۔ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ (کسی بڑے آدمی پر ان دو بستیوں میں سے) یعنی ان دو بستیوں میں کسی بستی کے بڑے مالدار آدمی پر جیسا کہ فرمایا۔ یخرج منھما اللؤلؤ۔ [الرحمٰن۔۲۲] ان دونوں میں سے کسی ایک سے۔ القریتان سے مکہ و طائف اور عظیم مکہ سے ولید بن المغیرہ اور عظیم طائف سے عروہ بن مسعود ثقفی مراد لیا۔ ان کے نزدیک عظیم وہ تھا جو مال و جاہ والا ہو۔ انہوں نے اس بات کو نہیں پہچانا کہ عظیم وہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم ہو۔

کفار کے جاہلانہ فیصلے کا انکار:

آیت ۳۲: اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ (کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں) رحمت سے نبوت مراد ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ جس سے ان کے نبوت کے لئے چناؤ کے تحکمانہ فیصلے پر تعجب و جہالت کا مستقل طور پر انکار مقصود ہے۔ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ (ہم نے ان کی روزی ان میں تقسیم کر رکھی ہے) معیشت۔ سے مراد رزق جس پر ان کا گزارہ ہو۔ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (دنیوی زندگی میں) ہم نے کم درجہ چیز رزق کی تقسیم بھی ان کے ذمہ نہیں کی پھر نبوت کی تقسیم ان کے ذمہ کیسے ہو سکتی ہے۔ نمبر۲۔ جس رزق میں ایک دوسرے پر برتری حاصل ہے۔ اسی طرح نبوت کے لئے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت و بلندی دے رکھی ہے) بعض کو طاقتور، مالدار اور آقا اور دوسروں کو کمزور، فقراء اور خدام بنایا۔ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا (تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیتے رہیں) تاکہ اپنی ضروریات میں دوسروں کو استعمال کریں اور اپنی محنتوں میں اس سے مدد لیں اور اپنے کام کاج میں ان کو مطیع بنائیں۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ اور اپنے منافع پا لیں۔ ایک مال سے اور دوسرا مزدوری سے۔ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ (اور آپ کے رب کی رحمت) یعنی نبوت یا دین اللہ اور جو اس کے نتیجہ میں آخرت کی کامیابی ملے گی۔ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ (وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے رہتے ہیں) جو ساز و سامان دنیا میں یہ لوگ جمع کر رہے ہیں اس سے وہ بہت ہی بہتر ہے۔

دُنیا کی قلت و حقارت پر دلالت:

آیت ۳۳: زلط: جب دنیا کو حقیر و قلیل قرار دیا تو اس کی تاکید کے لئے ایسی چیزیں لائے جو اس کی قلت و حقارت کو پختہ کر دیں۔ وَلَوْلَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے) اگر ان کے کفر پر جمع ہونے اور مل جانے کا خطرہ نہ ہوتا۔ لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ (تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ ہم ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی جن

پر چڑھا کرتے) ہم کر دیتے کیونکہ دنیا ہمارے ہاں حقیر ہے۔
آیت ۳۴: وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ (اور ان کے گھروں کے کواڑ بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں)
آیت ۳۵: وَزُخْرُفًا (اور سونے کے بھی) یعنی ہم کفار کو ایسی چھتیں اور سیڑھیاں دروازے تمام کے تمام چاندی کے مہیا کر دیتے اور ان کے لئے زینت دے دیتے یعنی ہر چیز کی زینت۔ الزخرف۔ سونا اور زینت۔ یہ بھی درست ہے کہ اصل اس طرح ہو۔ چھتیں چاندی اور سونے کی کچھ حصہ چاندی اور کچھ حصہ سونے کا۔
نحو : زخرفا یہ من فضۃ کے محل پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ لبیوتھم یہ لمن یکفر کا بدل الاشتمال ہے۔
قراءت : سقفًا جنس قرار دے کر مکی ٔ ابو عمرو ٔ یزید نے پڑھا ہے المعارج جمع معرج کی ہے۔ بلندی پر چڑھنے والا زینہ۔ علیها یظهرون۔ ای علی المعارج یظهرون السطوح۔ سیڑھیوں سے چھتوں پر چڑھتے۔ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (یہ سب کچھ بھی نہیں صرف دنیاوی زندگی کی کامرانی ہے) اِن نافیہ اور لمّا بمعنی الاّ۔

یہ فقط سامانِ دنیا ہے:

یعنی وما کل ذلك الامتاع الحیاۃ الدنیا۔ اس طرح بھی پڑھا گیا اور لمَا عاصم اور حمزہ کے علاوہ دوسروں نے پڑھا۔ اس طور پر کہ لام ان مخففہ کو نافیہ سے جدا کرنے والی ہے اور ما صلہ ہے۔ ای ان کل ذلك لمتاع الحیاۃ الدنیا۔ بیشک یہ سب البتہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ وَالْاٰخِرَةُ (آخرت) یعنی ثوابِ آخرت عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ (تیرے رب کے ہاں متقین کے لئے ہے) متقی جو شرک سے بچتے ہیں۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ

اور جو شخص رحمن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور بلاشبہ وہ ان کو راستہ سے

عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ

روکتے ہیں، اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں، یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ اے کاش میرے

وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ

اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب والی دوری ہوتی سو تو برا ساتھی تھا، اور جب تم نے ظلم کیا تو آج تمہیں یہ بات ہرگز نفع نہ دے گی کہ تم

فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ

عذاب میں شریک ہو، کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے یا اندھوں کو ہدایت دے دیں گے اور ان لوگوں کو جو صریح

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ

گمراہی میں ہیں، سو اگر ہم آپ کو لے جائیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا ہم آپ کو وہ چیز دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے

فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِىْٓ اُوْحِىَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ

سو بلاشبہ ہم ان پر قدرت رکھنے والے ہیں، سو آپ کی طرف جو وحی کی گئی ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہیے، بلاشبہ آپ صراط مستقیم

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ

پر ہیں، اور بلاشبہ یہ قرآن شرف ہے آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے، اور عنقریب تم سے سوال کیا جائے گا اور اپنے رسولوں میں سے

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع ۱۰

جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے ان سے دریافت کر لیجئے کیا ہم نے رحمن کے سوا دوسرے معبود تجویز کئے ہیں جن کی عبادت کی جائے؟

بتکلف اندھے پر شیطان کا تسلط:

آیت ۳۶: وَمَنْ يَّعْشُ (جو اندھا بن جائے) قراءت: یہ من یَعْشَ بھی پڑھا گیا ہے۔ ہر دو میں فرق یہ ہے کہ جب نگاہ میں نقصان پہنچے تو کہا جاتا ہے۔ عشی یعشٰی۔ اور جب کوئی اندھوں کی طرح دیکھے اور نگاہ میں نقص نہ ہو تو کہا جاتا ہے۔ عشا یعشو۔ اب فتحہ والی قراءت کا معنی یہ ہے جو اندھا ہوا رحمان کی نصیحت سے۔ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ (رحمان کی نصیحت سے) یعنی

قرآن۔ یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ صم بکم عمی۔ [البقرۃ۔۱۸]
اور ضمہ والی قراءت کا معنی جو اللہ تعالیٰ کی نصیحت سے بتکلف اندھا بنا یعنی یہ جانتے ہوئے کہ وہ برحق ہے اور وہ اس سے بتکلف جہالت کا اقرار کر رہا ہے۔ جیسا فرمایا۔ وجحدوا بھا و استیقنتھا انفسھم۔ [النمل۔۱۴]
نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پس وہ اس کے ساتھ رہتا ہے) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ ہم اس کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں۔ وہ دنیا و آخرت میں اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو ذکر رحمان پر مداومت کرتا ہے۔ شیطان اس کا ساتھی نہیں بنتا۔
آیت ۳۷: وَاِنَّهُمْ (اور وہ شیاطین ان انسانوں کو روکتے ہیں) لَيَصُدُّوْنَهُمْ (وہ ان کو روکتے رہتے ہیں) وہ ان اندھا بننے والوں کو روکتے رہتے ہیں۔ عَنِ السَّبِيْلِ (راستہ سے) یعنی راہِ ہدایت سے وَيَحْسَبُوْنَ (اور یہ اندھا پن والے خیال کرتے ہیں) اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (کہ وہ راہ پر ہیں)
نحو: ھم ضمیر جو مَنْ کی طرف راجع ہے اور وہ ضمیر جو شیطان کی طرف راجع ہے وہ جمع لائی گئی ہے۔ کیونکہ مَنْ اندھا پن والے کی مبہم جنس کے لئے ہے۔ اور اس کے لئے اس جنس کا مبہم شیطان مقرر ہے۔ پس ان کی طرف مجموعہ کا لحاظ کر کے ضمیر جمع لانی جائز ہے۔

اندھے پن کا وبال:

آیت ۳۸: حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا (یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آوے گا) یعنی وہ اندھے پن والا۔ ابوبکر کے علاوہ عراقی نے واحد پڑھا اور دیگر نے جاء انا۔ (اور اندھے پن والا اور اس کا ساتھی)۔ تثنیہ پڑھا۔ قَالَ (تو کہے گا)، اپنے شیطان کو يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ (کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا) المشرقین سے مراد مشرق و مغرب ہے ایک کو تغلیب دے کر کہہ دیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ العمران و القمران۔ اور مراد مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کا فاصلہ ہے۔ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ (کہ تو برا ساتھی تھا)

عذاب میں اشتراک کا فائدہ نہ ہوگا:

آیت ۳۹: وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ (جبکہ تم کفر کر چکے تھے تو آج یہ بات کام نہ آئے گی) اس لئے کہ تمہارا ظلم ثابت ہو چکا۔ ظلم سے کفر مراد ہے اور وہ ظاہر ہو چکا اور تمہیں اور نہ کسی اور کو تمہارے ظالم ہونے میں شبہ نہیں رہا۔
نحو: اذ یہ الیوم سے بدل ہے۔
اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ (کہ تم سب عذاب میں شریک ہو) انکم محل رفع میں واقع ہے فاعلیت کی وجہ سے۔ یعنی تمہیں عذاب میں تمہارا اشتراک ہرگز فائدہ نہ دے گا۔ یا عذاب میں مشترک ہونا فائدہ مند نہ ہوگا۔ جیسا کہ دنیا میں عمومی ابتلاء

سے دل میں خوشی حاصل ہوتی ہے۔(مرگ انبوہ جشنے دارد) خنساء کا قول ہے۔

① اگر میرے اردگرد اپنے بھائیوں پر رونے والوں کی کثرت نہ ہوتی تو میں اپنے آپ کو قتل کر ڈالتی۔

② اگرچہ ان کا رونا میرے بھائی جیسے پر نہیں لیکن نفس کو تسلی پیروی سے دی جاتی ہے۔

لیکن ان جہنم والوں کا اشتراکِ عذاب ان کی تسلی کا باعث نہ ہوگا۔اور نہ ہی ان کو اس سے راحت حاصل ہوگی کیونکہ جس عذاب میں وہ مبتلا ہونگے وہ بہت بڑا ہے۔

ایک قول:

اس کا فاعل مضمر ہے معنی اس طرح ہوگا۔ یہ تمنا ہرگز تمہارے کام نہ آئے گی۔ یا یہ معذرت اس بناء پر کہ تم عذاب میں شریک ہونے والے ہو۔کیونکہ اس کے سبب میں تم شریک ہو اور وہ کفر ہے۔اور اس معنی کی تائید ان قراء کی قراءت کرتی ہے جنہوں نے اِنکم ہمزہ کے کسرہ سے پڑھا۔

یہ کفر پر مریں گے:

آیت ۴۰: اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ (کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں) یعنی وہ لوگ جن کی عقلوں کے کان غائب ہو چکے۔اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ (یا تم اندھوں کو راہ پر لا سکتے ہو) یعنی وہ جن کی بصارت نہیں رہی۔وَمَنْ كَانَ فِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (اور وہ جو کھلی گمراہی میں ہیں) اور وہ لوگ جن کے متعلق علم الٰہی میں کفر پر موت لکھی ہے۔

ہم ان سے انتقام لیں گے:

آیت ۴۱: فَاِمَّا۔ ما کو ان پر تاکید شرط کے لئے لائے۔اسی طرح نذھبن میں نون ثقیلہ بھی اس غرض کے لئے ہے۔نَذْهَبَنَّ بِكَ (ان کے خلاف تمہاری مدد سے پہلے آپ کو وفات دے دیں) اور اس سے مؤمنوں کے دلوں کو ٹھنڈک حاصل ہو۔فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ (بیشک ہم ان سے انتقام لینے والے ہیں) آخرت کا سخت انتقام لیں گے۔

آیت ۴۲: اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ (یا اگر ان سے ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے۔وہ آپ کو دکھلا دیں) آپ کی وفات سے قبل یعنی بدر کا دن۔فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ (ہمیں ان پر قدرت حاصل ہے)

نَظم : کفر و گمراہی پر ان کی سخت روی افانت تسمع الصم سے ذکر کی پھر دنیا و آخرت کے عذاب سے ان کو ڈرایا۔فاما نذھبن بك الایتین۔

قرآن صراطِ مستقیم ہے آپ اس پر عمل پیرا رہیں:

آیت ۴۳: فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْ اُوْحِیَ اِلَيْكَ (آپ اس قرآن پر قائم رہیں جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے)

استمسک یہ تمسک کے معنی میں ہے اور وحی سے قرآن مراد ہے۔ مضبوطی سے تھامنا اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (بیشک آپ سیدھے راستے پر ہیں) صراط مستقیم سے مراد وہ دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ہے۔

آیت ۴۴: وَاِنَّهٗ (اور وہ قرآن) وہ جو آپ کی طرف وحی سے بھیجا گیا۔ لَذِكْرٌ لَّكَ (وہ آپ کے لئے بڑے شرف کی چیز ہے) وَلِقَوْمِكَ (اور آپ کی قوم کے لئے) اور آپ کی امت کے لئے۔ وَسَوْفَ تُسْــَٔلُوْنَ (اور عنقریب تم سب سے پوچھا جائے گا) قیامت کے دن اس قرآن کے متعلق کہ کیا تم نے اس کا حق ادا کیا اور کس قدر اس کی عظمت مانی اور اس عظیم نعمت پر کتنا شکر یہ ادا کیا۔

ادیانِ وملل کی پڑتال ظاہر کرتی ہے کہ بت پرست باطل پر ہیں:

آیت ۴۵: وَسْــَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے۔ پوچھ لیں کہ کیا ہم نے رب رحمان کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے) اس مقام پر رسل سے سوال مقصود نہیں ہے اور نہ ہی حقیقی سوال مراد ہے۔ بلکہ یہ ان کے ادیان وملل میں جانچ پڑتال سے مجاز ہے۔ کیا کسی بھی ملت و دین آسمانی میں کبھی بتوں کی عبادت کی اجازت ملی؟ اور ہر ایسے متلاشی کو کتاب اللہ میں نظر کرنا کفایت کر جائے گا۔ کیونکہ قرآن پہلی کتابوں کا مصدق ہے اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ ویعبدون من دون اللّٰہ مالم ینزل بہٖ سلطانًا۔ [الحج۔۷۱]

یہ آیت فی نفسہ اس بات کی دلیل کے لئے کافی ہے کسی اور کی حاجت ہی نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے لیلۃ المعراج میں تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا۔ آپ نے ان کی امامت کروائی۔ آپ سے کہا گیا۔ ان سے سوال کریں۔ پس آپ نے اس بات میں نہ شک کیا اور نہ ان سے سوال کیا۔

ایک قول یہ بھی ہے:

اس کا معنی یہ ہے۔ ان انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے پوچھ لیں۔ جن کی طرف ہم نے نبوت ورسالت کا پیغام دیا۔ اور وہ اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) ہیں۔ وہ رسولوں کی کتابوں سے اس کی اطلاع دیں گے جب ان سے پوچھ لیا تو گویا انبیاء سے پوچھ لیا۔ اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ یہ بات پختہ طور پر ثابت ہے کہ اہل اَوثان باطل پر ہیں۔

قراءت: وَسَلْ بلا ہمزہ مکی وعلی نے پڑھا ہے۔ رُسْلِنَا۔ ابو عمرو نے پڑھا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو فرعون اور اسکی قوم کے بڑے لوگوں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا، لہٰذا موسیٰ نے کہا بیشک میں رب العلمین کا رسول ہوں،

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ

سو جب وہ انکے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو یکا یک وہ ان نشانیوں پر ہنسنے لگے، اور ہم انہیں جو بھی کوئی نشانی دیتے تھے وہ دوسری نشانی سے

مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ

بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب کے ساتھ پکڑا تا کہ وہ باز آ جائیں اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ

تو ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے عہد کیا ہے بلاشبہ ہم ہدایت پانے والے بن جائیں گے، سو جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا دیا

اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ

تو یکا یک وہ عہد کو توڑ رہے ہیں اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرا دی، اس نے کہا کہ اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کا ملک نہیں ہے؟

وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ

اور یہ نہریں جاری ہیں میرے نیچے، کیا تم نہیں دیکھتے، بلکہ میں اس شخص سے بہتر ہوں جو ذلت

مَهِیْنٌ ۙ۬ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ

والا ہے، اور وہ واضح طور پر بات بھی نہیں کر سکتا، سو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے، یا اس کے سامنے فرشتے آ جاتے

مُقْتَرِنِیْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا

لگا تار جماعتیں بنا کر، سو اس نے اپنی قوم کو مغلوب کر لیا سو انہوں نے اسکی اطاعت کی، بلاشبہ وہ لوگ فاسقین تھے، سو جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا

انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ ع ۵ / ۱۱

تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا پھر ہم نے انہیں آئندہ آنیوالوں کے لئے سلف اور نمونہ بنا دیا۔

آیت ۴۶: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قول سے تسلی دی۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اور ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا تھا۔ پس انہوں نے فرمایا میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں) انہوں نے اس پیغام پر جواب دیا اس پر ارشاد باری تعالیٰ جو اگلی آیت میں ہے دلالت

کر رہا ہے۔

کفار کی ریت:

آیت ۴۷: فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ (جب وہ ان کے پاس ہماری آیات لے کر آئے) اس سے مراد ان کا وہ مطالبہ ہے جو اپنے دعویٰ پر دلیل لانے اور نشانی ظاہر کرنے کے متعلق فرعونیوں کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ (تو وہ یکا یک ان پر ہنسنے لگے) مذاق اڑانے لگے اور استہزاء کرتے ہوئے اس کا نام سحر دھر دیا۔ اذا۔ مفاجات کے لئے ہے اور یہ فلما کا جواب ہے۔ کیونکہ مفاجات کا فعل اس کے ساتھ مقدر ہے اور وہ اذا کے محل میں نصب کا عمل کر رہا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ فلما جاء هم بآياتنا فاجرأوا وقت ضحكهم۔

ہر نشانی بڑی ہے مگر یہ باز آنے والے نہیں:

آیت ۴۸: وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا (اور ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی) اختها سے مراد پہلی نشانی کی ہم مثل جو عادت کو توڑنے کے لئے ظاہر کی جاتی۔ الفاظ کا انداز یہ ظاہر کر رہا ہے کہ بعد والی نشانی پہلی سے بڑھ کر ہوئی حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ مراد اس کلام سے ہے۔ کہ یہ تمام نشانیاں ہی بڑی ہیں۔ ان میں ذرہ بھر فرق نہیں۔ عام محاورہ میں اسی طرح کہا جاتا ہے۔ هما اخوان كل واحد منهما اكرم من الآخر۔ وہ دونوں بھائی ہیں ہر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ (اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا) اور وہی جو اس آیت میں ہے۔ ولقد اخذنا آل فرعون بالسنين ونقص من الثمرات۔[الاعراف۔ ۱۳۰]۔ فارسلنا عليهم الطوفان......[الاعراف۔ ۱۳۳]

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (تا کہ وہ باز آجائیں) کفر سے ایمان کی طرف۔

آیت ۴۹: وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ (اور انہوں نے کہا اے جادوگر) وہ عالم کو جادوگر کہتے تھے۔ کیونکہ وہ علم سحر کو بڑا معزز خیال کرتے تھے۔ قراءت: يآيها الساحر کو هاء کے ضمہ اور بلا الف شامی نے پڑھا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مفتوحہ تھا الف سے قبل واقع ہونے کی وجہ سے۔ جب الف التقائے ساکنین سے گر گیا تو اس کی حرکت ماقبل کے تابع ہو گئی۔ اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ (آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر دیجئے۔ جس کا اس نے آپ سے وعدہ کر رکھا ہے) بما عهد عندك کا مطلب یہ ہے۔ اس عہد کے مطابق جو اس نے نبوت والا آپ سے لے رکھا ہے۔ یا جو آپ سے عذاب دور کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اس شخص کے متعلق جو ہدایت پائے۔ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ (بیشک ہم راہ پر آجائیں گے) ایمان لے آئیں گے۔

آیت ۵۰: فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا دیا اسی وقت انہوں نے وعدہ توڑ دیا) قسموں کے ساتھ پختہ کیا وعدہ وہ توڑ دیتے ہیں اس کو پورا نہیں کرتے۔

فرعون کی منادی:

آیت ۵۱: وَنَادٰی فِرْعَوْنُ (فرعون نے منادی کرائی) اس نے بذات خود قبطی قوم کے رؤساء کو بلایا یا اس سے منادی کرنے والے کو کہا۔ پس اس نے آواز دی۔ جیسا کہتے ہیں۔ قطع الامیر اللص۔ جب کہ وہ اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے۔ فِیْ قَوْمِهٖ (اپنی قوم میں)۔ یعنی ان کو اپنی نداء کا موقعہ ومحل بنایا۔ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ (کہا اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں) یعنی نیل کی نہریں۔ ان میں سے چار بڑی نہریں تھیں۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ (میرے نیچے بہہ رہی ہیں) میرے محل کے نیچے سے۔ ایک قول: میرے سامنے میرے باغات میں۔

نحو: واؤ عاطفہ ہے ملك مصر پر عطف ہے اور تجری الانهار سے حال ہے۔ یا واؤ حالیہ اور اسم اشارہ مبتدأ اور الانهار یہ اسم اشارہ کی صفت ہے۔ اور تجری مبتدأ کی خبر ہے۔

لطیفہ: نمبرا۔ ہارون الرشید نے جب اس آیت کو پڑھا تو کہنے لگا۔ کہ میں مصر کی حکومت اپنے سب سے حقیر غلام کو دونگا۔ خصیب نامی غلام جو اس کے وضوء کا نگران تھا۔ اس کو مصر کی حکمرانی دے دی۔

نمبر۲۔ عبداللہ بن طاہر کو مصر کی حکومت ملی۔ تو وہ روانہ ہو کر اس کے اسقدر قریب پہنچ گئے۔ کہ اس کے مکانات نظر آنے لگے۔ تو کہنے لگے یہی وہ بستی ہے جس پر فخر کرتے ہوئے فرعون نے کہا تھا۔ الیس لی ملك مصر الأیة اللہ تعالیٰ کی قسم یہ بہت ہی معمولی اور حقیر ہے۔ میں اس میں داخل ہونا ہی نہیں چاہتا اور وہیں سے اپنے گھوڑے کی لگام پھیر لی۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (کیا تم دیکھتے نہیں ہو) میری قوت اور موسیٰ کی کمزوری کو اور میری مالداری اور اس کا فقر۔

میں اس حقیر سے بہتر ہوں:

آیت ۵۲: اَمْ اَنَا خَیْرٌ (بلکہ میں افضل ہوں) ام منقطعہ بل کے معنی میں ہے۔ گویا اس طرح کہا۔ اثبت عندکم واستقر یہ تمہارے ہاں ثابت اور پختہ ہو چکا کہ میں بہت بہتر ہوں اور یہ میرا حال ہے؟

مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ (اس شخص سے جو کم قدر ہے) مهین۔ کمزور، حقیر۔ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ (اور وہ قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا) اس لئے کہ اس کے کلام میں عجمیت ہے۔

آیت ۵۳: فَلَوْلَا یہ هلاّ کے معنی میں ہے۔ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ (کیوں نہیں ڈالے گئے اس کو سونے کے کنگن) قراءت: حفص، یعقوب وسہل نے اسورۃٌ پڑھا۔ یہ سوار کی جمع ہے۔ دیگر قراء نے اساورۃ پڑھا جو کہ جمع اسوار کی ہے اساویر کی یاء کو حذف کر کے آخر میں تاء لائے۔ معنی کنگن ہی ہے۔ مِّنْ ذَهَبٍ (سونے کے) القائے اسورہ بول کر القائے مفاتیح مراد لی گئی ہیں۔ ان کے ہاں رواج یہ تھا کہ جب وہ کسی شخص کو سردار بناتے تو اس کو کنگن پہناتے اور اس کے گلے میں سونے کا طوق ڈالتے۔ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ (یا فرشتے اس کے ساتھ پے درپے کیوں نہیں آتے) مقترنین۔ ساتھ مل کر چلنا۔ ایک دوسرے

کے ساتھ مل کر چلیں تا کہ وہ ایک دوسرے کے مدد و معاون ہوں۔

فرعون نے قوم کو ذلیل بنایا:

آیت ۵۴: فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ (غرض اس نے اپنی قوم کو مغلوب کر دیا) زبان سے ان کو مضطرب کر دیا اور ان کو ہلکا اور ذلیل قرار دیا۔ اس کی بات ان میں اثر کر گئی۔

ایک قول یہ ہے:

کہ ان کو جلد اس نے اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا۔

فَاَطَاعُوْهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (وہ لوگ اس کے کہنے میں آ گئے وہ لوگ شرارت سے بھرے ہوئے تھے) وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے نکلنے والے تھے۔

انتقام الٰہی پچھلوں کے لئے نمونہ:

آیت ۵۵: فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ (جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا) آسف یہ اسف اسفًا سے نقل ہو کر آیا ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی کا غصہ زیادہ تیز ہو جائے۔ معنی یہ ہے انہوں نے گناہوں میں افراط سے کام لیا اور اپنے کو جلد عذاب کا حقدار اور اس بات کا مستحق بنا دیا کہ ہم ان کے متعلق حلم سے کام نہ لیں۔

آیت ۵۶: فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا (ہم نے ان کو خاص قسم کے متقدمین میں سے بنا دیا) سلف یہ سالف کی جمع ہے۔ جیسے خادم جمع ہے خدم کی۔

قراءت: سُلُفًا حمزہ، علی نے یہ پڑھا اور سلیف کی جمع قرار دیا۔ یعنی ایک جماعت جو گزر چکی۔ وَّمَثَلًا (اور عجیب شان والی بات) اور مثل کی طرح چلنے والی بات جس سے مثالیں بیان کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے۔ تمہاری حالت تو قوم فرعون کی حالت جیسی ہے۔

لِّلْاٰخِرِيْنَ (آئندہ آنے والوں کے لئے نمونہ بنا دیا) ان کے لئے جو ان کے بعد آئیں گے۔ اس کا معنی یہ ہے۔ ہم نے ان کو پچھلے کفار کے لئے نمونہ بنا دیا۔ جو ان جیسے عذاب اور سزا کے استحقاق کے لئے انہی کے نقش پا پر چلتے ہیں۔ اور ان کو ایک مشہور مثال بنا دیا جس کو لوگ بیان کرتے ہیں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ۝۵۷ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ

اور جب انکے سامنے ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو اچانک آپکی قوم کے لوگ اس کی وجہ سے چیخ رہے ہیں، اور انہوں نے کہا کیا ہمارے معبود بہتر

اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝۵۸ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ

ہیں یا وہ۔ ان لوگوں نے یہ بات جو آپ سے بیان کی ہے صرف جھگڑنے کے طور پر ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں، وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا بندہ

اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝۵۹ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ

جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لئے ایک نمونہ بنا دیا، اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تم سے فرشتے پیدا

مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۝۶۰ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ

کر دیتے جو یکے بعد دیگرے رہا کرتے اور بیشک وہ قیامت کے علم کا ذریعہ ہیں سو تم لوگ اس میں شک نہ کرو اور میرا اتباع کرو

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۶۱ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۶۲

یہ سیدھا راستہ ہے، اور شیطان تمہیں ہرگز نہ روک دے بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے،

عیسیٰ علیہ السلام کی مثال:

آیت ۵۷: وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا (جب ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جهنم۔[الانبیاء۔۹۸] تلاوت فرمائی تو۔

قریش غصے کے مارے لال پیلے ہوگئے۔ ابن الزبعری کہنے لگا اے محمدؐ! کیا یہ بات خاص ہمارے لئے اور ہمارے معبودوں کے لئے ہے۔ یا تمام امتوں کے لئے آپ نے فرمایا۔ یہ تمہارے لئے اور تمہارے معبودوں اور تمام امتوں کے لئے ہے۔ اس پر وہ کہنے لگا۔ کیا تمہارا یہ اعتقاد نہیں عیسیٰ بن مریم نبی ہیں۔ اور تم عیسیٰ اور اس کی امت کی تعریف کرتے ہو۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ نصاریٰ تو عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور عزیر اور ملائکہ کو پوجا جاتا ہے۔ اگر یہ سب آگ میں جائیں گے۔ تو ہم راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے معبودان کے ساتھ ساتھ رہیں۔ اس کی یہ باتیں سن کر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ تو قریش بڑے خوش ہوئے خوب ہنسی اڑائی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ان الذین سبقت لهم منا الحسنىٰ...... (الانبیاء۔۱۰۱)

ابن زبعری کا جھگڑا:

پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ الثعلبی والبغوی) مطلب یہ ہے۔ جب ابن زبعری نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اپنے

معبودوں کے لئے بطور مثال بیان کیا اور عبادت نصاریٰ کو دلیل بنا کر آپ سے مجادلہ کرنے لگا۔ اِذَا قَوْمُكَ (تو اچانک آپ کی قوم کے لوگ) یعنی قریش مِنْهُ (اس مثال سے) يَصِدُّوْنَ (چلانے لگے) ابن زبعری کی بات پر جب آپ کی خاموشی دیکھی تو خوشی سے مچلنے لگے اور ٹھٹھہ سے ہنسنے لگے۔

قراءت: یصُدّون مدنی' علی' شامی' اعشی نے پڑھا اور اس کو الصدود سے لیا ہے۔ یعنی اس مثال کی وجہ سے وہ حق سے رکتے اور اعراض کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

یہ الصدید سے ہے۔ جس کا معنی غل غپاڑا کرنا ہے۔ اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ جیسا یَعْكِفُ' یَعْكُفُ ۔

آیت ۵۸: وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ (اور کہنے لگے کیا ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا وہ) ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے معبود تیرے ہاں عیسیٰ سے اچھے نہیں ہیں۔ تو جب عیسیٰ سے اچھے نہیں ہیں۔ تو جب عیسیٰ جہنم کا ایندھن ہے۔ تو پھر ہمارے معبودوں کا مسئلہ معمولی ہے۔ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ (انہوں نے یہ مثال آپ سے بیان نہیں کی) اِلَّا جَدَلًا (مگر صرف اس لئے تا کہ وہ مجادلہ کر کے غلبہ پائیں) ان کا مقصد حق و باطل میں امتیاز و فرق کرنا نہیں ہے۔ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ (بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہی ہیں) خصم اور لد کا معنی سخت جھگڑالو۔ قریش کا مزاج شدید جھگڑے والا تھا۔ اور یہ اس سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ ارشاد الٰہی انکم و ما تعبدون سے مراد بت تھے۔ کیونکہ ما کا استعمال غیر عقلاء کے لئے ہوتا ہے۔ مگر ابن زبعری نے جب دیکھا کہ کلام اللہ کے لفظوں میں عموم کی گنجائش ہے۔ تو باوجود مراد کو جانتے ہوئے اس نے دھوکا سے حیلہ بازی کرتے ہوئے لفظ کو شمول کی طرف موڑ لیا۔ کہ اس سے تو تمام غیر اللہ جن کو بطور معبود مانا گیا ہے وہ سب مراد ہیں اور یہ فقط جھگڑا بازی اور غلبہ پانے کی غرض اور مکابرہ کی خاطر کیا اور اس میں وہ بے حیائی پر اتر آیا مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وقار پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا۔

آیت ۵۹: اِنْ هُوَ (اور وہ عیسیٰ تو محض) اِلَّا عَبْدٌ (ایک بندے ہیں) دوسرے بندوں کی طرح اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ (جن پر ہم نے فضل کیا تھا) کہ نبوت عنایت فرمائی وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لئے ایک عمدہ نمونہ بنایا) یعنی ایک عجیب عبرت جیسا کہ مشہور مثال ہوتی ہے۔

آیت ۶۰: وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ (اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے زمین میں) تمہاری بجائے زمین پر۔ زجاج احمد کا قول یہی ہے۔

قول صاحب جامع العلوم:

جعلنا منکم ای جعلنا بدلکم تمہارے بدلے اور مِن بدل کے معنی میں ہے۔

یَخْلُفُوْنَ (وہ یکے بعد دیگرے رہتے) وہ تمہارے بعد زمین پر رہتے یا وہ ایک دوسرے کے بعد رہتے۔

ایک قول یہ ہے:

اگر ہم چاہتے تو عجائبات پر چونکہ ہم قادر ہیں۔ تو ہم تمہیں میں سے اے مردو! فرشتے پیدا کر دیتے۔ جو زمین میں تمہارے نائب بنتے جیسا کہ تمہاری اولاد تمہاری نائب بنتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو صرف عورت سے غیر مرد کے پیدا فرما دیا۔ تا کہ تم ہماری قدرت ظاہرہ و باہرہ کا اعتراف کرو اور تا کہ تمہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ملائکہ اجسام ہیں جو اجسام سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اور ذات باری تعالیٰ قدیم ہے وہ جسمیت سے پاک ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت:

آیت ۶۱: وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ (اور وہ قیامت کے یقین کا ذریعہ ہے) عیسیٰ علیہ السلام وہ ہیں کہ جن سے قیامت کی آمد کا ثبوت ملتا ہے۔ قراءت: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَعَلَمٌ۔ عین کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ اور اس کا معنی علامت ہے۔ مطلب یہ ہے نزول عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک علامت ہے۔

فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا (تو تم لوگ اس میں شک مت کرو) تم اس بارے میں شک مت کرو۔ المریۃ سے لیا گیا اس کا معنی شک ہے۔ وَاتَّبِعُوْنِ (اور تم لوگ میرا اتباع کرو)

قراءت: سہل و یعقوب نے دونوں میں یاء سے پڑھا ہے۔ یعنی میری ہدایت و شریعت کی اتباع کرو یا میرے رسول کی اتباع کرو۔ یا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔ کہ وہ یہ فرما دیں۔ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (یہ سیدھا راستہ ہے) جس کی طرف وہ تمہیں دعوت دے رہا ہے۔

آیت ۶۲: وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ (اور تم کو شیطان روکنے نہ پائے) قیامت پر ایمان لانے یا اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (بیشک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے) اس کی عداوت ظاہر ہے کہ اس نے تمہارے باپ کو جنت سے نکلوایا۔ اور ان سے نور کا لباس اتروا دیا۔

وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ

اور جب عیسیٰ واضح معجزات لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور تا کہ میں تمہارے لئے بعض وہ

الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ

باتیں بیان کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو بلاشبہ اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے،

فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ

سو تم اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے، سو جماعتوں نے آپس میں اپنے درمیان اختلاف کرلیا۔ سو جن لوگوں نے

لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ

ظلم کیا ان کے لئے ہلاکت ہے اس دن کے عذاب سے جو درد ناک ہوگا، یہ لوگ بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ

تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

ان کے پاس اچانک آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ اس دن دوست آپس میں بعض بعض کے دشمن ہوں گے

اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ ع ۱۱/۱۲

سوائے متقین کے

آیت ۶۳: وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ (اور جب عیسیٰ معجزے لے کر آئے) بینات سے مراد یہاں معجزات یا انجیل کی آیات اور واضح احکامات قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ (کہا میں تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں) حکمت سے مراد انجیل اور احکامات وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ (تا کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے وہ بیان کردوں) وہ دینی معاملہ نہ کہ امر دنیا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو)

آیت ۶۴: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (بے شک اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے) یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا تکملہ ہے۔

آیت ۶۵: فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ (پس مختلف گروہوں نے باہم اختلاف ڈال لیا) اس سے وہ گروہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بنے وہ مراد ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ یعقوبیہ۔ نسطوریہ۔ ملکانیہ۔ شمعونیہ۔ مِنْۢ بَيْنِهِمْ (نصاریٰ کے مابین) فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (پس ظالموں کے لئے خرابی ہے) اس طرح کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہ بات کہی جس نے ان کا انکار کر دیا۔ مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ (ایک پُر درد دن کے عذاب سے) اور وہ قیامت کا دن ہے۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا

اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم رنجیدہ ہو گے، جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ

مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ

فرمانبردار تھے تم اور تمہاری بیویاں جنت میں خوشی خوشی داخل ہو جاؤ۔ ان پر سونے کی رکابیاں

مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ

اور آبخورے لائے جائیں گے اور اس میں وہ چیزیں ہونگی جنہیں نفس چاہتے ہوں گے اور جن سے آنکھیں لذت پائیں گی اور تم

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا

اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اور یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہارے اعمال کے بدلہ میں ہے جو تم کرتے تھے، تمہارے لئے اس میں

فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾

بہت میوے ہیں ان میں سے تم کھا رہے ہو۔

آیت ۶۶: هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ (وہ لوگ قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں) ھم کی ضمیر کا مرجع قوم عیسیٰ علیہ السلام یا کفار اَنْ تَاْتِيَهُمْ (کہ وہ قیامت ان پر آ پڑے) نحو: یہ الساعہ سے بدل ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ هل ينظرون الا اتيان الساعة۔ وہ صرف قیامت کی آمد کے منتظر بیٹھے ہیں۔ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اچانک اور ان کو خبر بھی نہ ہو) یعنی وہ اپنے امور دنیا میں مشغولیت کی وجہ سے غافل ہوں اور قیامت آ جائے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی میں ہے۔ تاخذهم وهم يخصمون۔

[یٰسین. ۴۹]

مؤمنین کے علاوہ پر دوستی منقطع:

آیت ۶۷: اَلْاَخِلَّآءُ یہ جمع خلیل کی ہے۔ يَوْمَئِذٍ (قیامت کے دن) بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (تمام دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہونگے سوائے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے) المتقین سے مؤمنین مراد ہیں۔ نحو: يومئذ کا نصب یہ عدوٌّ کی وجہ سے ہے۔ تقدیر کلام تنقطع في ذلك اليوم كل خلة بين المتخالين في غير ذات الله۔ اس دن تمام دوستیاں جو دوستوں کے مابین ہونگی وہ سب منقطع ہو جائینگی وہ دوستیاں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ اور کسی غرض سے ہونگی۔ اور غصے اور ناراضگی میں بدل جائیں گی۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی خاطر دوستی کرنے والوں کی دوستی باقی رہے گی۔ یہ باقی رہنے والی دوستی ہے۔

آیت ۶۸: یٰعِبَادِ (اے میرے بندو!) قراءت: وصل ووقف دونوں صورتوں میں یاء کے ساتھ مدنی' شامی' ابوعمرو نے پڑھا ہے اور ابوبکر نے یاء کے فتحہ کے ساتھ جبکہ دیگر تمام قراء نے یاء کو حذف کر کے پڑھا ہے۔

لَاخَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (نہ تم پر خوف ہوگا آج کے دن اور نہ تم غمگین ہوگے) یہ حکایۃً اس بات کو بیان فرمایا جو اس دن اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والوں اور متقین کے لئے کہی جائے گی۔

آیت ۶۹: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا (یعنی وہ بندے جو ہماری آیات پر ایمان لائے تھے) نحو: الذین یہ محلاً منصوب ہے۔ کیونکہ عبادی کی صفت ہے۔ اور وہ منادی مضاف ہے جو منصوب ہوا کرتا ہے۔

امنوا بآیاتنا کا مطلب ہماری آیات میں تصدیق کی۔ وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (اور وہ فرمانبردار تھے) یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والے تھے۔

جنت کے نظارے:

آیت ۷۰: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ (تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ) ازواج سے مراد وہ بیویاں جو دنیا میں تھیں۔ تُحْبَرُوْنَ (تمہیں خوش کیا جائے گا) تمہیں ایسا خوش کیا جائے گا۔ جس سرور کا اثر تمہارے چہروں پر ظاہر ہوگا۔

آیت ۷۱: يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ (اور ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لائے جائیں گے) صحاف جمع صحیفہ۔ چوڑا پیالہ۔ من ذھب کہہ کر بتلایا کہ وہ سونے کے بھی ہونگے۔ الکوب۔ وہ پیالہ جس کے ساتھ دستہ نہ ہو۔ وَفِيْهَا (اور اس جنت میں) مَاتَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ (وہ چیزیں ملیں گی۔ جن کو جی چاہے گا جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی) قراءت: مدنی' شامی' حفص نے تشتھیہ کو اثبات ھاء سے پڑھا ہے۔ اور یہ ضمیر موصول کی طرف راجع ہے اور دیگر قراء نے اس کو حذف کیا کیونکہ فعل' فاعل ومفعول کے سلسلہ میں موصول کے متعلق وسعت ہے۔ تلذ الاعین کہہ کر نعمتوں کی اقسام کو محصور کیا۔ کہ وہ دو قسم کی ہونگی۔ نمبرا۔ دل چاہی نمبر۲۔ آنکھوں کی ٹھنڈک۔ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے)

آیت ۷۲: وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنا دیئے گئے اپنے اعمال کے بدلے) نحو: تلک وہ جنت جس کا ذکر ہوا۔ اس کی طرف اشارہ ہے اور یہ مبتدأ ہے۔ الجنۃ خبر ہے اور الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا یہ جنت کی صفت ہے۔ نمبر۲۔ التی اورثتموھا یہ صفت ہے۔ اور بما کنتم تعملون یہ خبر ہے اور باء یہ محذوف سے متعلق ہے۔ ای حاصلۃ یا کائنۃ جیسا کہ خبر واقع ہونے والے ظروف میں ہوتا ہے۔ اور پہلی صورت میں اس کا تعلق اورثتموھا فعل سے ہے۔

فائدہ: جنت کو میراث سے تشبیہ دی یہ بھی اس طرح باقی رہنے والی ہے جیسا کہ میراث ورثہ کے لئے باقی رہتی ہے۔

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝۷۴ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ

بلاشبہ مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا، اور وہ اسی میں

مُبْلِسُوْنَ ۝۷۵ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ۝۷۶ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ

ناامید ہوکر پڑے رہیں گے، اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک

لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝۷۷ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ

تمہارا پروردگار ہمارا کام تمام کر دے، وہ جواب دیں گے کہ بیشک تم اسی میں رہو گے، بلاشبہ ہم تمہارے پاس حق لائے اور لیکن

اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝۷۸ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۝۷۹ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا

تم میں سے اکثر حق سے نفرت کرنے والے ہیں کیا انہوں نے کوئی مضبوط تدبیر کر لی ہے، سو ہم مضبوط تدبیر اختیار کرنے والے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم

لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ۝۸۰

نہیں سنتے ان کی چپکی باتوں کو اور ان کے خفیہ مشوروں کو، ہاں ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرستادے) انکے پاس لکھتے ہیں۔

آیت ۷۳: لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ (اور تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے تم کھا رہے ہو) من بعض کو بیان کرنے کے لئے ہے۔ تم ان میں سے بعض کو کھاؤ گے۔ اور اس کے پیچھے باقی درخت پر رہیں گے۔ وہ درخت جنت کے پھلوں سے ہمیشہ مزین رہے گا۔ حدیث میں ہے۔ کہ جنت کے جس درخت کا پھل توڑا جائے گا۔ اس کی جگہ فوراً دوسرا لگ جائے گا۔ [البزار۔۳۵۳۰]

کفار و مجرمین کی سزا:

آیت ۷۴: اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (بیشک مجرم عذاب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے)

نحو: خالدون یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔

آیت ۷۵: لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ (وہ ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا)

نحو: یہ تیسری خبر ہے۔ یعنی وہ عذاب ان سے کم نہ کیا جائے گا اور نہ اس میں تخفیف ہوگی۔ وَهُمْ فِيْهِ (اور وہ اسی میں) عذاب میں۔ مُبْلِسُوْنَ (مایوس پڑے رہیں گے) وہ کشادگی سے مایوس اور حیران ہونگے۔

آیت ۷۶: وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ (اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا) ان کو عذاب دے کر۔ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ (لیکن وہ خود ہی ظالم تھے)

نحو: ہم یہ ضمیر فصل ہے۔

آیت ۷۷: وَنَادَوْا یٰمٰلِكُ (اور وہ آواز دیں گے اے مالک) یہ آواز اس وقت دیں گے جب عذاب کی کمی سے مایوس ہو جائیں گے۔ تو کہیں گے اے مالک یہ خازن جہنم ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ان سے کسی نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ نے یا مال پڑھا ہے۔ تو عبداللہ فرمانے لگے انہوں نے اہل نار کو ترخیم سے مشغول نہیں کر دیا۔ یعنی انہوں نے ترخیم ہی کی ہے۔

لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ (کہ تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کر دے) ہمیں موت دے دے۔ یہ قضی علیہ سے لیا گیا۔ جس کا معنی موت دینا ہے جیسا اس آیت میں ہے فوکزہ موسٰی فقضٰی علیہ [القصص: ۱۵]

مطلب یہ ہے کہ اپنے رب سے کہو کہ ہم پر موت طاری کر دے۔ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ (وہ کہے گا تم ہمیشہ اس حال میں رہو گے) عذاب میں مبتلا رہو گے۔ موت اور کمی کے ساتھ تم چھوٹ نہیں سکتے۔

آیت ۷۸: لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ (ہم نے سچا دین تمہارے پاس پہنچایا) حق سے کلام اللہ مراد ہے۔

نحو: قال میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو۔ اس لئے کہ جب انہوں نے مالک سے موت کا سوال کرنے کو کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا۔

ایک قول یہ ہے:

یہ کلام مالک کے ساتھ متصل ہے۔ اور مراد جئنا کم سے الملائکہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قاصد وہی ہیں اور وہ بھی من جملہ فرشتوں میں سے ایک ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ (لیکن تمہاری اکثریت سچے دین سے نفرت کرتی تھی) اور تم اس کو قبول نہ کرتے تھے اور اس سے بھاگتے تھے کیونکہ آرام باطل کی سنگت میں اور تھکاوٹ و تکلیف حق کی معیت میں ہے۔

کفار کی منصوبہ بندیاں:

آیت ۷۹: اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا (ہاں تو کیا انہوں نے کوئی انتظام درست کیا ہے) کیا مشرکین مکہ نے اپنی تدابیر سے کسی بات کا فیصلہ کیا ہے۔ جو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کرتے رہتے ہیں۔ فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ (پس ہم نے بھی ایک انتظام درست کیا ہے) اپنی تدابیر (معاونت حق کی) جیسے انہوں نے تدابیر کی ہیں۔

آیت ۸۰: وہ مناوی کر کے دارالندوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آئے روز فیصلے کرتے پس یہ آیت اتری۔ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ (کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں کو نہیں سنتے) سِرّھم سے ان کے دلوں میں آنے والی باتیں مراد ہیں۔ وَنَجْوٰىهُمْ (اور ان کے مشورے) جو اپنی باتیں طے کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے چھپاتے ہیں۔ بَلٰی

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ

آپ فرما دیجئے کہ اگر رحمٰن کے لئے اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوں، آسمانوں اور زمین کا رب جو عرش کا بھی

وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا

رب ہے وہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں سو آپ ان کو چھوڑ یئے باتوں میں لگیں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ اس دن سے

يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ

ملاقات کرلیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، اور اللہ وہ ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے اور وہ

الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۴﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ

حکمت والا ہے، اور علم والا ہے اور بابرکت ہے وہ ذات جس کے لئے ملک ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ انکے درمیان ہے

وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ

اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی طرف لوٹ کر جاؤ گے، اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کا

دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ

اختیار نہیں رکھتے ہاں جنہوں نے حق کی گواہی دی اور وہ جانتے ہیں، اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ انہیں

خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا

کس نے پیدا کیا یہی کہیں گے کہ انہیں اللہ نے پیدا کیا، سو یہ لوگ کدھر الٹے جارہے ہیں، اور اسے رسول کی اس بات کی خبر ہے کہ اے میرے رب بلاشبہ یہ لوگ

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

ایمان نہیں لاتے سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور کہہ دیجئے کہ میرا اسلام ہے سو وہ عنقریب جان لیں گے

(کیوں نہیں) ہم ان کو سنتے اور ان پر اطلاع رکھتے ہیں۔ وَرُسُلُنَا (اور ہمارے فرشتے) کراماً کاتبین۔ لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ (ان کے پاس ہیں وہ بھی لکھتے ہیں) ان کے پاس ہی وہ ان باتوں کو لکھتے ہیں۔

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

جس نے لوگوں سے اپنے گناہ کو چھپا کر کیا اور اس کو اس کے سامنے ظاہر کر دیا جس پر کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ تو گویا اس نے دیکھنے والوں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے ہلکا قرار دیا۔ اور یہ منافقت کی نشانیوں میں سے ہے۔

آیت ۸۱: قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ (آپ کہیے۔ اگر رب رحمان کے اولاد ہو) اور یہ بات دلیل صحیح سے ثابت ہو جائے۔ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں) میں سب سے پہلا ہونگا جو اس لڑکے کی تعظیم کروں گا اور تم سے بڑھ کر اس کی اطاعت کروں گا۔ اور اس کی فرمانبرداری بجالاؤں گا جیسا کہ آدمی بادشاہ کے بیٹے کی تعظیم اس کے باپ کی وجہ سے کرتا ہے یہ کلام بطریق فرض لایا گیا ہے۔ اس سے مراد ولد کی نفی ہے اور وہ اس طرح کہ عبادت کو لڑکا ہونے سے معلق کیا گیا اور یہ لڑکا ہونا تو اس کی ذات کے لئے ذاتی اعتبار سے بھی محال ہے۔ پس جو محال سے معلق ہے وہ بھی محال ہے۔ اس کی مثال سعید بن جبیر کا یہ قول ہے جو انہوں نے حجاج کو فرمایا۔ جب اس نے کہا۔ واللّٰہ لا بدلنّك بالدنیا نارًا تلظی۔ میں تمہاری دنیا کو بڑھکتی آگ بنادوں گا۔ تو سعید کہنے لگا۔ لو عرفت ان ذلك الیك ما عبدت الٰھًا غیرك۔ اگر میں جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو میں پھر تیرے سوا اور کسی کو معبود نہ مانتا۔

ایک قول یہ ہے:

ان کان للرحمٰن ولدٌ فی زعمکم۔ کہ اگر تمہارے خیال کے مطابق رحمان کا کوئی لڑکا ہے تو میں سب سے پہلا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے والا اور تمہارے قول کی تکذیب کرنے والا ہوں۔ جو کہ تم ولد کی نسبت اس کی ذات کی طرف کرنے والے ہو۔

ایک قول یہ ہے:

اگر تمہارے خیال میں رحمان کا بیٹا ہے۔ تو میں سب سے پہلا اس بات کا انکاری ہوں کہ اس کا بیٹا ہو۔ عابدین۔ یہ عبد یَعْبَدُ سے ہوگا۔ جبکہ وہ اس سے سخت نفرت کرنے والا ہو۔ اسم فاعل عبد و عابدٌ آتا ہے۔

قراءت: ایک قراءت میں العبدین ہے۔

ایک قول اور بھی ہے:

کہ اِنْ نافیہ ہے۔ یعنی رحمان کا کوئی بیٹا نہیں میں سب سے پہلا شخص ہوں جو اس بات کو کہنے والا ہوں ان میں سے جو یہ کہتے ہیں اور اس کی عبادت اور اس کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں۔

ایک روایت ہے:

کہ نضر بن حارث قریشی نے کہا کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اس پر نضر کہنے لگا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تو میری تصدیق کر دی۔ ولید نے اس کو کہا۔ اس نے تمہاری تصدیق نہیں کی۔ بلکہ یہ کہا ما کان للرحمان ولد فانا اول الموحدین من اھل مکة ان لا ولد له۔ کہ رحمان کا کوئی بیٹا نہیں۔ پس میں اہل مکہ میں سے پہلا موحد ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی

بیٹا نہیں۔

(اگر یہ روایت درست ہو تو یہ مکالمہ بڑا لذیذ ہے)

قراءت: وُلْد۔ حمزہ' علی نے پڑھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات کو بیٹا بنانے سے منزہ اور پاک قرار دیا اور فرمایا۔

آیت ۸۲: سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (آسمان اور زمین کا مالک جو کہ عرش کا بھی مالک ہے۔ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں) یعنی وہ آسمانوں اور زمین اور عرش کا رب ہے۔ وہ نہ جسم ہے۔ کیونکہ اگر وہ جسم ہوتا تو اس کے بنانے پر قدرت نہ ہوتی۔ اور جب جسم نہیں تو اس کی اولاد نہیں کیونکہ پیدائش و تولد یہ جسم کی صفات میں سے ہے۔

آیت ۸۳: فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا (تو آپ ان کو اس شغل میں چھوڑ دیجئے) ان کی باطل پرستی میں۔ وَیَلْعَبُوْا (اور تفریح میں) دنیا کی مشغولیت میں حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ (یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) یوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ محض جہالت' دنیا پرستی اور تفریح کا نتیجہ ہے۔

اللہ ہی زمین و آسمان میں قابل عبادت ہے:

آیت ۸۴: وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ (اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت ہے) اللہ تعالیٰ کا اسم الٰہ یہ وصف کا معنی لئے ہوئے ہے۔ اس لئے ظرف کو فی السماء اور فی الارض میں اس کے ساتھ معلق کیا ہے۔ جیسا کہ تم کہو هو حاتم فی الطی و حاتم فی تغلب۔ اس میں جواد کا معنی متضمن ہے جس کی وجہ سے وہ ہر دو قبیلوں میں معروف ہے۔ گویا تم نے اس طرح کہا هو جواد فی طیّ و جواد فی تغلب۔ کہ وہ قبیلہ طے میں بھی سخی اور قبیلہ تغلب میں بھی سخی ہے۔ اسی طرح یہاں وہ آسمان کا بھی الٰہ اور زمین میں بھی قابل عبادت وہی ہے۔

قراءت: وهو الذی فی السماء اللّٰه وفی الارض اللّٰه۔ اور اس کی مثال وہ ارشاد ہے۔ وهو اللّٰه فی السمٰوٰت وفی الارض [الانعام: ۳] گویا معبود ہونے کا معنی صفت میں متضمن ہے۔ اور موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر طوالت کلام کی وجہ سے حذف کر دی گئی ہے۔ جیسا کہتے ہیں ما انا بالذی قائل لك شیئاً۔ میں ایسا نہیں کہ تمہیں کچھ کہوں۔

تقدیر کلام:

اس طرح ہے۔ وهوا لذی هو فی السماء الٰه۔ وہ وہی ذات ہے جو کہ آسمان میں معبود ہے۔

نحو: الٰهٌ یہ مرفوع ہے۔ کیونکہ مبتدأ مضمر کی خبر ہے۔ اور الٰهٌ یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع نہیں ہے۔ اور فی السماء۔ یہ خبر ہے۔ کیونکہ اس صورت میں صلہ ضمیر عائد سے خالی ہے جو موصول کی طرف لوٹے۔

وَهُوَ الْحَكِیْمُ (وہ اپنے اقوال و افعال میں حکمت والا ہے) الْعَلِیْمُ (وہ جو کچھ ہوا اور جو ہونے والا ہے تمام کا علم رکھتا ہے)

آیت ۸۵: وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (اور وہ ذات بڑی عالی شان ہے۔ جس کے لئے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو ان کے درمیان میں ہے۔ ان کی سلطنت ثابت ہے۔ اور اس کو قیامت کی خبر ہے) یعنی اس کے قائم ہونے کی خبر ہے۔ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے) قراءت: مکی حمزہ علی نے یُرجعون پڑھا ہے۔

شفاعت کا اختیار مسلمانوں کو:

آیت ۸۶: وَلَا یَمْلِكُ (اور اختیار نہ رکھیں گے) یعنی ان کے معبود الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ (جن کو یہ پکارتے ہیں) یعنی جن کو پکارتے ہیں۔ مِنْ دُوْنِهِ (اس کے سوا) یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا الشَّفَاعَةَ (سفارش کے) جیسا کہ ان کا خیال ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہونگے۔ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ (مگر جس نے حق کا اقرار کیا تھا) یعنی لیکن جس نے حق کا اقرار کلمۂ توحید کے ساتھ کیا۔ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ (اور وہ تصدیق بھی کیا کرتے تھے) کہ اللہ تعالیٰ ان کا سچا رب ہے اور اس کا دلوں سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہونگے جن کو شفاعت کا اختیار دیا جائے گا۔

نحو: یہ استثناء منقطع ہے یا متصل ہے۔ کیونکہ جملہ الذین یدعون من دون اللّٰہ میں ملائکہ بھی ہیں۔

آیت ۸۷: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ (اور اگر آپ ان سے پوچھیں) یعنی مشرکین مکہ سے۔ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو پیدا کیا ہے) بتوں اور ملائکہ نے نہیں۔ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ (پھر یہ لوگ کدھر الٹے چلے جا رہے ہیں)

نحو: یہاں انّی کیف کے معنی میں ہے۔ یا من این۔ پھر کیوں یہ توحید سے پھرتے ہیں جبکہ یہ اقرار بھی کرتے ہیں؟

عظمت و شانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم:

آیت ۸۸: وَقِیْلِهٖ (اور اس کو رسول کے اس کہنے کی بھی خبر ہے)

قراءت: عاصم، حمزہ نے جر سے پڑھا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے وعندہ علم الساعة و علم قیله۔ اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے اور اس کے پاس اس قول کی خبر ہے۔

یٰرَبِّ (اے میرے رب!) قیلهٖ کی ہٖ ضمیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ آپ کا تذکرہ پہلے ہوا۔ اس ارشاد میں۔ قل ان کان للرحمان ولد فانا اول العابدین۔ [الزخرف۔۸۱]

باقی قراء نے نصب سے پڑھا ہے۔ اور اس کو الساعة کے محل پر معطوف کیا ہے۔ ای یعلم الساعة یعلم قیله۔ ای قیل محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم یارب وہ قیامت کو جانتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو جانتا ہے۔

القیل۔ القول، القال المقال یہ تمام ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔

نمبر۲۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ حرف قسم کو مضمر مانکر جر اور نصب مان لیا جائے۔ اور حرف کو حذف کر دیا گیا ہے اور جواب قسم ان

ھؤلاء قوم لا یؤمنون ہے۔
اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ قَوۡمٌ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ (کہ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے) گویا آپ نے بات فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اٹھائی اور قول یا رب ان ھؤلاء قوم لا یؤمنون۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی بات کی قسم اٹھانا یہ آپ کی عظمت و بلندی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ اور آپ کی دعا و التجاء کی قبولیت کو ظاہر کرتا ہے۔

آپ کو تسلی اور کفار کو وعید:

آیت ۸۹: فَاصۡفَحۡ عَنۡھُمۡ (تو آپ ان سے بے رخ رہیے) ان کی دعوت سے اعراض فرمائیں۔ کیونکہ ان کے ایمان کی امید نہیں۔ اور ان کو چھوڑیں اور ان کے حال پر رہنے دیں۔ وَقُلۡ (اور ان کو کہہ دیں) سَلٰمٌ (کہ میں تم کو سلام کرتا ہوں) یہ سلام متارکت ہے۔ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ (پس ان کو بھی معلوم ہو جائے گا) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کو وعید ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے۔
قراءت: مدنی، شامی نے تعلمون پڑھا ہے۔

الحمد للہ بعونہ تتم الصالحات ترجمہ و تفسیر سورۃ الزخرف کا مکمل ہوا آج جمعہ ۱۸ اپریل ۲۰۰۳ء

سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الدخان مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انسٹھ ۵۹ آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ ﴿۲﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ مع ۱۲

حٰمٓ، قسم ہے کتاب مبین کی بلاشبہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا ہے، بلاشبہ ہم ڈرانے والے ہیں،

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۵﴾ رَحْمَةً

اس رات میں ہر امر حکیم کا فیصلہ کیا جاتا ہے جو ہماری طرف سے بطور حکم کے صادر ہوتا ہے، بلاشبہ ہم بھیجنے والے ہیں آپ کے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ وقف لازم

رحمت کے طور پر، بلاشبہ وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے، وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے

اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾

اگر تم یقین کرنے والے ہو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے وہ تمہارا اور تم سے پہلے جو تمہارے باپ دادے گزر گئے ان کا رب ہے

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾

بلکہ وہ لوگ شک میں پڑے ہوئے کھیل رہے ہیں۔

حٰمٓ ○ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۔

(حم۔قسم ہے اس واضح کتاب کی۔ کہ ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے۔ ہم آگاہ کرنے والے تھے)

آیت ۱: حٰمٓ ○ (۲) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یعنی قرآن مجید۔ نحو: واؤ قسمیہ ہے اگر حٰم کو حروف مقطعات میں سے بناؤ۔ یا سورت کا نام قرار دیں تو خبر ہے اور اس کا مبتداء محذوف ہے اور واؤ عاطفہ ہے۔ جب حٰم کو مقسم بہ بنائیں اور جواب قسم انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ ہے۔

آیت ۳: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ لیلۂ مبارک سے لیلۃ القدر کی رات مراد ہے۔ یا پندرہ شعبان کی رات مراد ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس کے اور لیلۃ القدر کے درمیان چالیس راتیں ہیں۔

قول جمہور:

اس سے لیلۃ القدر مراد ہے۔ اس لئے کہ دوسری آیت میں فرمایا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ (القدر)۔ ا۔ اور دوسرا یہ ارشاد شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ [البقرۃ۔۱۸۵]

اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہے۔ پھر علماء نے فرمایا۔ مکمل قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف لیلۃ القدر کی رات میں اتارا گیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام ضرورت کے وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر اترتے تھے۔

ایک قول یہ ہے:

ابتدائے نزول لیلۃ القدر میں ہوا۔ المبارکہ کا معنی خیر کثیر اور اس لئے بھی کہ اس میں خیر و برکت اترتی ہے۔ اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز نہ بھی ہوتی تب بھی اس کی برکت کے لئے نزول قرآن ہی کافی ہے۔ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ (ہم ہی آگاہ کرنے والے تھے)

قرآن خود امر حکیم سے ہے:

آیت ۴: فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ (اسی رات میں ہر حکمت والا معاملہ طے کیا جاتا ہے) یہ اکٹھے دو جملے مستانفے ہیں۔ جن سے جواب قسم کی تفسیر کی گئی ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ ہم نے اس کو اتارا کیونکہ ہماری شان انذار اور عقاب سے خبردار کرنا ہے۔ اور ہمارا قرآن مجید کو خصوصاً اس رات میں اتارنا کیونکہ انزال قرآن امور حکیمہ میں سے ہے۔ اور یہ رات ہر امر حکیمی کو جدا کرنے والی ہے اور یفرق کا معنی جدا کرنا اور لکھنا ہے۔ کل امر۔ سے بندوں کے ارزاق' ان کی مدت عمر اور اس رات سے لے کر آئندہ رات پیش آنے والے معاملات مراد ہیں۔ حکیم۔ حکمت والے۔ اس طرح کئے جاتے ہیں جن کا حکمت تقاضا کرتی ہے۔ امور کو حکیم کہنا یہ اسناد مجازی ہے۔ کیونکہ یہ تو دراصل صاحب امر کی صفت ہے۔ مجازاً امر کو بھی حکیم کہہ دیا۔

آیت ۵: اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا (ہمارے پاس سے حکم ہوکر) امراً یہ منصوب بوجہ اختصاص ہے۔ ہر امر کو بڑا عظیم الشان قرار دیا کیونکہ وہ حکیم کی صفت رکھتا ہے۔ پھر اس کی عظمت و شان کو یہ کہہ کر چار چاند لگا دیئے کہ فرمایا یہ امر تو ہمارے پاس سے صادر ہونے والا ہے۔ جیسا ہمارا علم اور تدبیر اس کا تقاضا کرتی ہے۔ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ (ہم ہی آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے) نَحْو: یہ انا کنا منذرین [الدخان:۳] سے بدل ہے۔ رحمۃ من ربك اس کا مفعول لہ ہے۔

آیت ۶: رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے ہوتی ہے) نمبر ا۔ اس کو مفعول لہ بنائیں تو معنی اس

طرح ہوگا۔ ہم نے قرآن مجید اتارا ہے۔ کیونکہ ہماری شان یہ ہے کہ رسولوں کو کتابیں دے کر اپنے بندوں کی طرف بھیجتے ہیں۔ ان بندوں پر رحمت کرنے کے لئے۔ نمبر۲۔ امرًا من عندنا کی یہ علت ہے۔ اور رحمةً مفعول بہ ہے۔

ایک نکتہ:

رحمت کی صفت ارسال کے ساتھ لائی گئی ہے۔ جیسا کہ اس کی صفت اس ارشاد میں بھی اسی طرح ہے۔ وما یمسك فلا مرسل له من بعدہٖ۔[فاطر: ۲] اصل عبارت اس طرح ہے۔ انا کنا مرسلین رحمةً منا۔ پس منّا ضمیر کی بجائے من ربك کولایا گیا تاکہ بتلا دیا جائے ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ مربوبین پر رحمت کی جائے۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ (بیشک وہی سننے والا) ان کے اقوال کا الْعَلِيْمُ (جاننے والا) ان کے احوال کا۔

اگر دل سے اللہ کو خالق مانتے ہو تو محمد ﷺ کو اس کا رسول مان لو:

آیت ۷: رَبِّ قراءت ونحو: یہ من ربک سے بدل ہے۔ کوفی نے اس کو مکسور پڑھا ہے اور دیگر قراء نے رفع سے پڑھا ہے ای هو ربُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ (جو کہ مالک ہے آسمان وزمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اس کا بھی اگر تم یقین لانا چاہو) اور شرط کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اقرار تھا کہ آسمانوں اور زمین کا ایک رب اور خالق ہے۔ پس ان کو کہا گیا۔ کہ ارسال رسل اور انزال کتب یہ رب العالمین کی محض رحمت ہے۔ پھر فرمایا بلاشبہ یہ رب ہی تو ہر بات کو سننے اور جاننے والا ہے۔ جس کے تم خود اقراری ہو اور یہ مانتے ہو کہ وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ان کے مابین کا بھی رب ہے۔ اگر تمہارا یہ اقرار علم اور یقین کی بنیاد پر ہے۔ جیسا تم کہتے ہو۔ ان هذا انعام زید الذی تسامع الناس بکرمه۔ اگر تمہیں اس کے متعلق بات پہنچی ہو۔ اور اس کا واقعہ بیان کیا گیا ہو۔ اگر یہ چوپائے اس زید کے ہیں جس کے متعلق لوگ سخاوت کی باتیں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ جانور اسی سے متعلق ہیں تو سنی جانے والی بات بالکل درست ہے۔ ان اظہار شک کے لئے نہیں ہے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو آسمان وزمین کا خالق دل سے کہتے ہو تو دل سے اس کو مانو اور یقین کرو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

آیت ۸: لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ رَبُّكُمْ (اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں) وہی جان ڈالتا ہے اور جان نکالتا ہے۔ وہ تمہارا بھی پروردگار ہے۔ یعنی وہ تمہارا بھی پروردگار ہے۔ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے) اس پر عطف کیا۔ پھر اگلی آیت میں ان کے دعویٰ یقین کی تردید کی۔

آیت ۹: بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ (بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں) ان کا اقرار علم و یقین کی بنیاد نہیں رکھتا بلکہ کھیل اور استہزاء کا ملغوبہ ہے۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ۖ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾

سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جس دن آسمان کی طرف دیکھنے والے کو واضح طور پر دھواں نظر آئے گا، وہ لوگوں پر چھا جائے گا، یہ دردناک عذاب ہے

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ

اے ہمارے رب ہم سے عذاب کو دور کر دیجئے، بلاشبہ ہم ایمان لے آئیں گے، کہاں ہے انکو نصیحت حالانکہ ان کے پاس رسول

مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا

مبین آ گیا، پھر اس سے انہوں نے اعراض کیا اور کہنے لگے کہ یہ شخص سکھایا ہوا دیوانہ ہے، بلاشبہ ہم عذاب کو تھوڑے وقت کے لئے ہٹا دیں گے،

اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾

بیشک تم لوٹنے والے ہو، جس روز ہم بڑی پکڑ کریں گے، بلاشبہ ہم انتقام لینے والے ہیں۔

قیامت کے قریب والا دھواں:

آیت ۱۰: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (پس آپ اس دن کا انتظار کریں کہ آسمان کی طرف نظر آنے والا دھواں پیدا ہو) فارتقب کا معنی پس آپ انتظار کریں۔ نحو: فارتقب کا مفعول یوم تاتی ہے۔

قیامت سے پہلے آسمان کی طرف سے ایک دھواں چھا جائے گا۔ وہ کفار کے کانوں میں گھس کر اس طرح کر دے گا کہ ہر ایک کا سر بکری کے بھونے ہوئے سر کی طرح ہوگا۔ مؤمن کو اس سے صرف زکام پیش آئے گا اور پوری زمین پر یہ حال ہوگا۔ جیسا کہ وہ ایک گھر ہے جس میں آگ جلائی گئی ہے اور دھواں اٹھ رہا ہے گھر کی دیواروں میں کوئی روشن دان دھواں خارج کرنے والا نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

جب قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تنگ کیا آپ نے دعا فرمائی۔ اللهم اشدد وطأتك على مضر و اجعلها عليهم سنين كسني يوسف۔ اے اللہ قریش پر اپنے بندھن کو سخت کر دے اور یوسف کے قحط والے سالوں کی طرح قحط کے سال مسلط فرما۔ قریش کو کافی مشقتیں آئیں۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ مردار اور خون اور اونٹ کی اون کا بنا ہوا کھانا کھانے پر مجبور ہو گئے۔ آدمی آسمان کی طرف نگاہ دوڑاتا تو دھواں چھایا ہوا نظر آتا۔ اور آدمی بات کرتا دھوئیں سے نظر نہ آتا تھا۔ (رواہ احمد ۴۴۱/۱ والبخاری ۴۸۲۴ ومسلم ۲۷۹۸)۔ مبینٌ جس کا حال ظاہر ہو۔ اور اس کے دھواں ہونے میں کوئی شک نہ کرے گا۔

آیت ۱۱: يَغْشَى النَّاسَ (وہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا) ان کو ہر طرف سے آ گھیرے گا۔ اور لباس کی طرح ڈھانپ لے گا۔ یہ محلا

مجرور ہے اور دخان کی صفت ہے۔ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ (یہ دردناک عذاب ہے)

آیت ۱۲: رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ (اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کو دور کر دے۔ ہم ضرور ایمان لے آئیں گے) یعنی اگر عذاب ہم سے ہٹالیا جائے تو ابھی ہم ایمان لے آئیں گے۔

نحو: یہ فعل مضمر کی وجہ سے محلاً منصوب ہے اور وہ یقولون ہے۔ اور پھر یقولون خود حال ہونے کی وجہ سے منصوب المحل ہے۔ ای قائلین ذلك۔

آیت ۱۳: اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى (ان کو کب نصیحت ہوتی ہے) یہ کیسے وعظ و نصیحت کو قبول کریں گے اور عذاب کے کھل جانے پر وعدہ وفائی کیا کریں گے۔ وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (حالانکہ ان کے پاس ظاہر شان کا پیغمبر آیا)

کفار کا اُلٹا الزام یہ مجنون ہے:

آیت ۱۴: ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ (پھر بھی یہ لوگ اس سے منہ پھیرے رہے اور کہتے رہے سکھایا ہوا دیوانہ ہے) یعنی حالانکہ اس کے پاس سے عظیم تر نشان آ چکا۔ اور اس کو نصیحت پالینے میں دھوئیں کے کھل جانے کی بنسبت زیادہ دخل ہے اور وہ واضح معجزات ہیں جو آیات بینات کی صورت میں ان کے سامنے ظاہر ہوئے۔ مگر انہوں نے نصیحت قبول نہ کی بلکہ اس سے منہ موڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگایا کہ عداس نامی غلام نے اس کو سکھا دیا اور آپ کی نسبت جنون کی طرف کی۔

آیت ۱۵: اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا (ہم کچھ وقت کے لئے عذاب کو ان سے ہٹا دیں گے) قلیلاً سے پہلے موصوف زماناً محذوف ہے یا کشفاً قلیلاً۔

اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ (بیشک تم اپنی اسی حالت پر آ جاؤ گے) اسی کفر کی طرف جس میں تم پہلے مبتلا تھے یا عذاب کی طرف لوٹنے والے ہو۔

آیت ۱۶: يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى (جس روز ہم بڑی سخت پکڑ کریں گے) اس سے مراد قیامت کا دن یا یوم بدر کا دن ہے۔ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ (ہم بدلہ لیں گے) اس دن ہم ان سے بدلہ لیں گے۔ نحو: اذکر کی وجہ سے یوم منصوب ہے۔ یا انا منتقمون جس پر دلالت کر رہا ہے۔ ای ننتقم۔ منتقمون نہیں۔ کیونکہ انا کا مابعد ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿۱۷﴾ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا اور انکے پاس رسول کریم آیا کہ تم اللہ کے بندوں کو میرے حوالہ کردو

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۸﴾ وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿۱۹﴾ وَإِنِّي

بلاشبہ میں تمہارے لئے رسول امین ہوں، اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو بلاشبہ میں تمہارے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں اور بلاشبہ میں

عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ ﴿۲۰﴾ وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ

اپنے رب سے اور تمہارے رب سے اس بات کی پناہ لیتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کردو، اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے علیحدہ رہو، پھر موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ

هَؤُلَاءِ قَوْمٌ مُجْرِمُونَ ﴿۲۲﴾ فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ

یہ لوگ مجرم قوم ہیں، سو تم میرے بندوں کو رات کو لے کر روانہ ہو جاؤ، بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ اور سمندر کو سکون کی حالت میں

رَهْوًا إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُغْرَقُونَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۲۵﴾ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ

چھوڑ دینا، بلاشبہ یہ لشکر غرق کر دیا جانے والا ہے، ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور اچھے مکانات

كَرِيمٍ ﴿۲۶﴾ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ﴿۲۷﴾ كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ﴿۲۸﴾

اور عیش کے سامان چھوڑ دیئے جن میں وہ خوشی کی حالت میں رہا کرتے تھے، اور ہم نے ان چیزوں کا دوسرے لوگوں کو وارث بنا دیا

تذکرہ موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۷: وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ (ہم نے ان سے پہلے آزمایا) ان مشرکین سے یعنی ان کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کیا جو مختبر مختبر کے ساتھ کرتا ہے۔ تاکہ ان کا باطن سامنے آجائے۔ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ (قوم فرعون کو اور ان کے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے) جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے اور اس کے مؤمن بندوں پر مہربانی کرنے والے یا ذاتی اعتبار سے کریم' حسب ونسب والے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوم کے سرداراور شرفاء کو ہی نبوت سے نوازا ہے۔

آیت ۱۸: اَنْ اَدُّوْا اِلَیَّ (کہ میرے حوالے کردو) نحو: یہ ان مفسرہ ہے۔ کیونکہ رسول کی آمد ان کی طرف جن کی طرف ان کی بعثت ہوتی ہے اس میں قول کا معنی خود پایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ پیغمبران کے ہاں مبشر' نذیر اور داعی الی اللہ بن کر آتے ہیں۔ یا نمبر۲۔ ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے۔ وجاء هم بان الشان والحديث ادوا ای سلموا الی۔ اور وہ رسول ان کے پاس آئے اس لئے کہ شان اور بات یہ ہے تم میرے سپرد کردو۔

عِبَادَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے بندوں کو) اور مراد بنواسرائیل ہیں۔عرب کہتے ہیں ادوهم الی وارسلوهم معی جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔فارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبهم۔[طہ۔۴۷] یہ مفعول بہ ہے۔اور یہ بھی درست ہے کہ یہ منادی ہو۔ ای ادوا الی یا عباداللّٰہ۔اے اللہ کے بندو مجھے ادا کرو جو میرا حق تم پر لازم ہے۔کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔اور میری دعوت کو قبول کر کے میری راہ پر چلو۔اور اس کی تعلیل اس قول سے فرمائی۔اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ (میں تمہاری طرف فرستادہ ہوں) اپنی رسالت کے متعلق امانتدار ہوں مجھ پر بددیانتی کی تہمت نہیں۔

آیت۱۹: وَ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ (اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ سے سرکشی مت کرو) یہ ان ادوا کی طرح دوصورتیں رکھتا ہے۔نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کی وحی کی توہین کر کے تکبر مت کرو۔نمبر۲۔اور پیغمبر رب العالمین کے ماننے میں تکبر سے مت کام لو۔

اِنِّیْ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل پیش کرتا ہوں) واضح دلیل جو میری نبوت کو ثابت کرے۔

قتل کی دھمکی پر استعاذۂ رب:

آیت۲۰: وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ (میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں کہ تم لوگ مجھے پتھروں سے قتل کرو) قراءت: عُذت کو عت ادغام کے ساتھ ابوعمرو،حمزہ اور علی نے پڑھا۔ترجمون کا معنی مجھے رجم سے قتل کرو۔اس کا مطلب یہ ہے۔کہ انہوں نے اپنے رب کی پناہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے پکڑی ان کے تمام فریبوں سے۔اس میں پیغمبران کی رجم وقتل کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہیں۔

آیت۲۱: وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ (اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ رہو) اگر تم میرے اوپر ایمان نہیں لاتے تو میرے اور ایمان نہ لانے والوں کے درمیان پھر کوئی دوستی نہیں۔پس تم مجھ سے دور ہو جاؤ یا تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو نہ میری موافقت کرو اور نہ مخالفت اور اپنے شر وایذاء سے میرا سامنا مت کرو۔پس ایسے شخص کا سنگسار کرنا نہیں جو تمہیں فلاح و بھلائی کی طرف بلاتا ہو۔

قراءت: فاعتزلونی۔دونوں حالتوں میں یعقوب نے پڑھا ہے۔

آیت۲۲: فَدَعَا رَبَّهٗۤ (تب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی) اپنی قوم کی شکایت کرتے ہوئے۔ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ (بیشک یہ سخت مجرم لوگ ہیں) ان یہ اصل میں بان ہے۔یعنی انہوں نے اپنے رب سے اس طرح دعا کی ھؤلاء قوم مجرمون۔

ایک قول یہ ہے:

ان کی دعا اس طرح تھی۔اللھم عجل لھم مایستحقونہ باجرامھم۔

ایک اور قول ہے:

دعا کا مصداق یہ قول ہے۔ ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمين۔ [یونس۔۸۵]

قراءت: اِن هؤلاء کسرہ سے بھی پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں قول ظاہر ہوگا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی فدعا ربه فقال ان هؤلاء۔

بنی اسرائیل کا خروج اور فرعون کا تعاقب:

آیت ۲۳: فَاَسْرِ (تم راتوں رات میرے بندوں کو لے جاؤ) یہ اسری سے ہے۔ قراءت: فاسر۔ وصل کی صورت میں حجازی نے پڑھا۔ اور سری سے لیا ہے۔ اور فاء کے بعد قول مضمر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ فقال اسر۔ بِعِبَادِیْ (اے میرے بندو!) مراد بنی اسرائیل ہیں۔ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ (رات کو بیشک تمہارا تعاقب ہوگا) یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی کہ تم آگے اور فرعون اور اس کا لشکر تمہارے تعاقب میں نکلیں۔ پھر آگے جانے والوں کو اللہ تعالیٰ بچا لے اور پیچھا کرنے والوں کو ہلاک کر دے۔

آیت ۲۴: وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا (اور تم سمندر کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا) رھوًا ساکن۔ موسیٰ علیہ السلام نے سمندر عبور کر کے بعد میں سمندر پر لاٹھی مارنا چاہی تا کہ وہ راستہ فرعونیوں پر بند ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ سمندر کو اس کی اسی حالت میں برقرار رہنے دیں۔ راستے خشک' پانی ان کے کناروں پر دیواروں کی شکل میں موجود رہے۔ اس کو لاٹھی نہ ماریں اور اس میں کوئی چیز نہ بدلیں تا کہ قبطی لوگ اس میں داخل ہو جائیں جب وہ اس میں پورے طور پر پہنچ جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان پر بند کر دیں گے۔

ایک قول:

الرھو۔ وسیع میدان۔ یعنی اس کو کھلا ہوا رہنے دیں۔ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ (بیشک ان کا تمام لشکر ڈبو دیا جائے گا) اس کے بعد کہ تم سمندر سے نکل جاؤ گے۔

قراءت: اَنَّهُمْ فتحہ سے بھی پڑھا گیا۔ اس صورت میں لام محذوف ہے۔

دیارِ فراعنہ:

آیت ۲۵: كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور چشمے)

آیت ۲۶: وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ (اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات) مقام۔ سے خوبصورت مکانات ایک قول: منبر۔

آیت ۲۷: وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ (اور آرام کے سامان چھوڑ دیئے جن میں وہ خوش رہا کرتے تھے) خوش عیشی اختیار کرنے والے تھے۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

سو نہ ان پر آسمان رویا نہ زمین، اور ان کو مہلت نہیں دی گئی، اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے

مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ

والے عذاب سے نجات دی جو فرعون کی طرف سے تھا، بیشک وہ بڑا سرکش اور حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا، اور یہ بات واقعی ہے

اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰۗــؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾

کہ ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں انعام تھا واضح طور پر۔

آیت ۲۸: كَذٰلِكَ (اسی طرح ہوا) معاملہ اسی طرح ہے۔ نحو: کاف رفع کے مقام پر مبتداء مضمر کی خبر ہے۔ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا وارث بنا دیا) جو قرابت' دین' دوستی کے اعتبار سے نہ ہونے کے برابر تھے اور وہ بنی اسرائیل تھے۔

آیت ۲۹: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ (پس نہ تو ان پر آسمان وزمین کو رونا آیا) کیونکہ وہ کفر پر مرے اور مؤمن جب مرتا ہے تو اس پر آسمان وزمین روتے ہیں۔ مؤمن پر اس کے نماز پڑھنے کی جگہ روتی ہے۔ اور آسمان کا وہ مقام ہوتا ہے جہاں سے اس کے اعمال چڑھتے ہیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

اہل السماء والارض یہاں مضاف محذوف ہے یعنی اہل آسمان واہل زمین روتے ہیں۔

وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ (اور نہ ان کو مہلت دی گئی) ان کو دوسرے وقت تک مہلت نہ دی گئی اور نہ چھوڑا گیا۔

آیت ۳۰: وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ (اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی) عذاب مہین سے مراد غلامی وعورتوں سے خدمتگاری اور قتل اولاد۔

آیت ۳۱: مِنْ فِرْعَوْنَ (فرعون سے) نحو: یہ العذاب المھین سے بدل ہے۔ جار کو دوبارلوٹایا گیا۔ گویا فرعون بذات خود ایک ذلت والا عذاب تھا۔ کیونکہ وہ ان کو سزا دینے میں حد سے نکلا ہوا تھا۔ اور توہین کی انتہاء کو پہنچا تھا۔ نمبر۲۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ ای ذلک من فرعون۔ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ (واقعی وہ سرکش اور حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا) عالیا: متکبر کو کہتے ہیں۔ نحو: کان کی اول خبر عالیا اور من المسرفین دوسری خبر ہے۔ ای کان متکبرًا مسرفًا۔

آیت ۳۲: وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ (اور ہم نے ان کو فوقیت دی) یعنی بنی اسرائیل کو عَلٰي عِلْمٍ (علم کی رو سے) ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ ای عالمین بمکان الخیرۃ وبانھم احقاء ان یختاروا۔ چناؤ کے مقام کو جانتے ہوئے اور اس لئے کہ وہ چناؤ کے

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۝۳۴ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝۳۵ فَاْتُوْا

بلاشبہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ بس یہی ہماری پہلی موت ہے اور ہم دوبارہ زندہ کیے جانے والے نہیں ہیں، سو تم

بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۶ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو، کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے،

اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۳۷ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

ہم نے انہیں ہلاک کردیا بلاشبہ وہ مجرم تھے، اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس طور پر پیدا نہیں کیا کہ ہم فعل عبث

لٰعِبِيْنَ ۝۳۸ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ اِنَّ يَوْمَ

کرنے والے ہوں ہم نے ان کو پیدا نہیں کیا مگر حق کے ساتھ، اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے، بلاشبہ فیصلہ کا

الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۴۰ ۙ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝۴۱

دن ان سب کا وقت مقرر ہے جس دن کوئی تعلق رکھنے والا کسی تعلق رکھنے والے کو کچھ بھی نفع نہ دے سکے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی

۲ ع ۱۳/۱۵ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۴۲

مگر جس پر اللہ رحم فرمائے بیشک وہ عزیز ہے رحیم ہے

حقدار تھے۔ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں پر) ان کے زمانہ کے جتنے لوگ تھے۔

آیت ۳۳: وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ (اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں) مثلاً سمندر کا پھٹنا' بادلوں کا سائبانوں کی طرح سایہ کرنا من وسلویٰ کا نزول وغیر ذلك۔ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ (جن میں صریح انعام تھا) بلاء مبین ظاہری نعمت یا ظاہر اختبار وامتحان تا کہ ان کی عملی حالت کو جانچا جا سکے۔

آیت ۳۴: اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ (بیشک یہ لوگ) کفار قریش لَيَقُوْلُوْنَ (کہتے ہیں)

آیت ۳۵: اِنْ هِيَ (کہ بس یہی) ہماری موت تو اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى (ہماری پہلی موت ہے) **ایک اشکال:** بات تو حیات ثانیہ کی ہے نہ کہ موت کی تو اس طرح کیوں نہ کہہ دیا گیا۔ ان هي الاحياتنا الاولى نیز موت کے ساتھ اولیٰ کی قید کا کیا مطلب ہے۔ گویا اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ ان سے دوسری موت کا وعدہ کیا گیا جس کا انہوں نے انکار کر کے پہلی کو ثابت کیا۔

جواب نمبر ۱۔ ان کو یہ کہا گیا ہے۔ کہ تم ایسی موت مرو گے جس کے بعد ایک زندگی آئے گی جیسا کہ تمہاری ایک موت گزری جس کے بعد زندگی ملی۔ اور یہ اس آیت میں مذکور ہے۔ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم۔ [البقرۃ۔ ۲۸] اس پر کفار

کہنے لگے ان ھی الا موتتنا الاولٰی مراد ان کی یہ تھی ۔کہ پہلی موت ہی ایسی تھی کہ جس کی حالت یہ تھی کہ اس کے بعد زندگی آئے اور وہ ہو چکی (یہ موت ایسی نہیں کہ جس کے بعد زندگی آئے) اس کے مطابق اس آیت اور اس آیت کا مفہوم ایک ہو جاتا ہے۔ الاحیاتنا الدنیا۔[الجاثیہ۔۲۴] نمبر۲۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اس بات کا انکار ہو۔ جو اس ارشاد میں ہے۔ ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین۔[غافر۔۱۱]

وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ (اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہونگے) اٹھائے نہ جائیں گے۔عرب کہتے ہیں۔ انشر اللّٰہ الموتٰی ونشرھم اذا بعثھم۔جبکہ وہ ان کو اٹھائے گا۔

جھوٹا بہانہ:

آیت ۳۶: فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ (پس تم ہمارے باپ داروں کو لا موجود کرو) یہ کفار کا خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو ہے جو ان کو اٹھائے جانے کا وعدہ کرتے تھے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو جلدی سے اپنے رب سے سوال کر کے ہمارے آباء کو زندہ کر دو۔تا کہ یہ تمہارے وعدۂ قیامت اور دوبارہ اٹھائے جانے کی حقانیت پر دلیل بن جائے۔

آیت ۳۷: اَهُمْ خَيْرٌ (یہ لوگ زیادہ بڑے ہوتے ہیں) طاقت وحفاظت میں اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ (یا قوم تبع) یہ تبع حمیری ہے۔یہ خود مؤمن تھا اور اس کی قوم کافر تھی۔ایک قول یہ ہے: یہ پیغمبر تھا۔حدیث میں وارد ہے ما ادری اکان تبع نبیا او غیر نبی۔ مجھے معلوم نہیں آیا تبع نبی تھا یا غیر نبی (اخرجہ الثعلبی۔ کذا قال ابن حجر رحمہ اللّٰہ)۔ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہوئے) نَحو: یہ قوم تبع پر عطف کی وجہ سے حالت رفعی میں ہے۔ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا وہ نافرمان تھے) وہ کافر اور منکرین بعث تھے۔

آیت ۳۸: وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا (اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے اس کو اسطور پر نہیں بنایا) بینھما سے جو ان دونوں جنسوں کے درمیان ہے۔ لٰعِبِيْنَ (کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں) نَحو: یہ حال ہے۔اگر بعث وحساب اور ثواب وعذاب نہ ہو تو مخلوق کی پیدائش فناء کے لئے ماننی پڑے جس کے گھاٹ مخلوق اتر رہی ہے۔ پس یہ فعل عبث ٹھہرے گا۔(جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے)

آیت ۳۹: مَا خَلَقْنٰهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ (ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے) حق کا معنی مقصد ہے جو کہ عبث کی ضد ہے۔
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے) کہ انسان اس خاطر پیدا کیا گیا ہے۔

آیت ۴۰: اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ (بیشک فیصلہ کا دن) باطل پرست اور حق پرور کے درمیان وہ قیامت ہی کا دن ہے۔مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (ان سب کا وقت مقرر ہے) ان تمام کے وعدہ کا وقت ہے۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ کَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْیِ

بلاشبہ زقوم کا درخت گنہگار کا کھانا ہوگا جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، وہ پیٹوں میں ایسا کھولے گا جیسے گرم پانی

الْحَمِیْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ

کھولتا ہے اس کو پکڑو پھر اسے گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ، پھر اس کے سر پر گرم پانی کے عذاب سے

الْحَمِیْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ڈال دو، تو چکھ لے بیشک تو معزز مکرم ہے۔ یہ وہی عذاب ہے جس کے بارے میں تم شک کیا کرتے تھے۔

آیت ۴۱: یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی (جس دن کوئی تعلق والا دوسرے تعلق والے کے کام نہ آئے گا) مولی یہاں ولی کے معنی میں ہے کوئی دوستی و تعلق والا کسی کے بھی کام نہ آئے گا۔ شَیْئًا (ذرا بھر) ذرا بھر کام آنا یعنی بہت معمولی سا۔ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ (اور نہ ان کی مدد کی جائے گی) نحو: هم کی ضمیر موالی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ کیونکہ وہ کثیر کے معنی میں ہے۔ اس لئے کہ لفظ میں ابہام ہے۔ اور ہر تعلق کو شامل ہے۔

آیت ۴۲: اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ (ہاں مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے) نحو: یہ محل رفع ہے۔ ینصرون کی ضمیر واؤ سے بدل ہے۔ یعنی عذاب سے نہ بچے گا مگر وہ جس پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہوا۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ (بے شک وہ زبردست ہے) اپنے دشمنوں پر غالب ہے۔ الرَّحِیْمُ (مہربان ہے) اپنے اولیاء پر۔

آیت ۴۳: اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (بیشک زقوم کا درخت) وہ دنیا کے درخت کی صورت میں ہے مگر وہ آگ میں پیدا ہونے والا درخت ہے۔ اور زقوم اس کا پھل ہے۔ اور ہر ثقیل کھانے کو عرب زقوم کہتے ہیں۔

آیت ۴۴: طَعَامُ الْاَثِیْمِ (بڑے مجرم کا کھانا ہوگا) الیم۔ بہت جرم کرنے والا گناہ گار۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ:

سے روایت ہے کہ وہ ایک شخص کو پڑھا رہے تھے۔ طعام الاثیم اور وہ طعام الیتیم پڑھ رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ طعام الفاجر کہو۔ اے میاں! اسی روایت کو لے کر استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ کلمہ کی جگہ کلمہ کو بدلنا جائز ہے۔ جبکہ معنی وہی ہو۔ اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فارسی میں قراءت کا جواز مانا ہے۔ بشرطیکہ قاری تمام معانی کو ان کے کمال پر ادا کرنے والا ہو بغیر اس کے کہ اس میں سے کوئی چیز کم ہو۔

علماء نے فرمایا:

یہ شرط اس بات کی شہادت ہے کہ اجازت ہے تو سب زبانوں کے لئے اجازت ہے۔ کیونکہ کلام عرب۔ اور خاص طور پر قرآن مجید جو کہ اپنی فصاحت و بلاغت' غرابت نظم' اسلوب کلام میں ایسے لطیف و دقیق معانی سمیٹے ہوئے ہے۔ جن کی ادائیگی سے فارسی تو کیا ہر زبان قاصر ہے۔ (جب شرط نہ پائی گئی تو مشروط مفقود ہوا) باقی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا رجوع اس قول سے مروی ہے۔ اور یہی قابل اعتماد ہے۔ (پس کسی دوسری زبان میں قراءت والا مسئلہ بنیاد کے ختم ہونے کی وجہ سے کالعدم ہو گیا)

آیت ۴۵: كَالْمُهْلِ (جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہو گا) مھل۔ زیتون کے تیل کی میل کو کہا جاتا ہے۔ نحو: کاف مرفوع ہے اور یہ دوسری خبر ہے۔ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ (وہ پیٹ میں کھولتا ہے) قراءت: مکی حفص نے یاء سے پڑھا اور مراد طعام ہو گا اور دیگر قراء نافع' ابن عامر نے تغلی پڑھا اور الشجرہ مراد لیا۔

آیت ۴۶: كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ (جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے) الحمیم۔ سخت گرم پانی۔ اس کا معنی ہے: غلیاً کغلی الحمیم۔ اس کا کھولنا گرم پانی کے کھولنے جیسا ہو گا۔ نحو: کاف منصوب المحل ہے۔

پھر جہنم کے داروغہ فرشتوں کو کہا جائے گا۔

آیت ۴۷: خُذُوْهُ (اس کو پکڑو) اس گناہگار کو فَاعْتِلُوْهُ (پھر اس کو گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ) اس کو زبردستی دھکے دے کر سختی سے چلاؤ۔

قراءت: مکی' نافع' شامی' سہل و یعقوب نے فاعتُلوہ پڑھا ہے۔

اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (جہنم کے وسط تک) اس کے درمیان اور بڑے حصہ میں۔

آیت ۴۸: ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ (پھر اس کے سر کے اوپر تکلیف دینے والا گرم پانی چھوڑ دو) بہایا جانے والا گرم کھولتا ہوا پانی نہ کہ اس کا عذاب۔ البتہ جب گرم پانی اس پر ڈالا جائے گا تو گویا اس پر عذاب اور اس کی شدت ڈال دی گئی۔ صب العذاب یہ استعارہ ہے۔

آیت ۴۹: ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (لے چکھ! تو بڑا معزز و مکرم ہے) یہ بطور استہزاء اور تہکم کے کہا جائے گا۔ انک سے قبل لام تعلیلیہ محذوف ہے۔ ای لانک۔ کیونکہ تو بلند ہے۔

آیت ۵۰: اِنَّ هٰذَا (یہ وہی چیز ہے) عذاب یا یہ معاملہ وہی ہے۔ مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ (جس میں تم شک کیا کرتے تھے) تمترون کا معنی تم شک کرتے تھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ

بلاشبہ متقی لوگ امن والی جگہ میں ہونگے، باغوں اور چشموں میں ہوں گے، وہ سندس، اور استبرق کا

وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ

لباس پہنے ہوں گے، آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، یہ بات اسی طرح سے ہے، اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے وہ لوگ اس میں اطمینان سے

فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ

ہر قسم کے میوے منگائیں گے پہلی موت جو انہیں دنیا میں آچکی تھی اس کے سوا موت کو نہ چکھیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ کے

عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ

عذاب سے بچالے گا جو آپ کے رب کی طرف سے فضل ہوگا یہ بڑی کامیابی ہے۔ سو بات یہی ہے کہ ہم نے اس

بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾

قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا تا کہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں سو آپ انتظار کیجئے، بلاشبہ وہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

متقین کا ٹھکانہ:

آیت ۵۱: إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ (بیشک متقی امن کی جگہ میں ہوں گے) مقام۔ فتحہ کے ساتھ ہو تو معنی کھڑے ہونے کی جگہ۔ اور مراد مکان اور یہ ان خاص الفاظ میں سے ہے جو اپنے عمومی معنی میں مستعمل ہوئے۔ مُقام ضمہ میم ہو تو معنی ہوگا اقامت کی جگہ۔

قراءت: مدنی و شامی نے ضمہ میم سے پڑھا ہے۔

أَمِينٍ یہ امن الرجل امانۃ فھو امین سے لیا گیا ہے۔ یہ خائن کی ضد ہے۔ مکان کو امین بطور استعارہ کہا گیا ہے۔ گویا خوف والا مقام اس طرح ہے کہ اپنے ساتھی کو تکالیف پہنچا کر اس کی خیانت کرتا ہے۔

آیت ۵۲: فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ (وہ باغات اور چشموں میں ہونگے) نحو: یہ مقام امین سے بدل ہے۔

آیت ۵۳: يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ (وہ لباس پہنیں گے باریک ریشم) سندس: باریک ریشم۔ وَإِسْتَبْرَقٍ (دبیز موٹا ریشم)

معرب: یہ لفظ استبر سے معرب ہے۔ جب کوئی لفظ معرب ہو جائے تو پھر عجمی نہیں رہتا۔ کیونکہ تعریب کا معنی ہی یہ ہے کہ اس کو تصرف کر کے عربی بنا لیا جائے۔ صحیح رخ سے تبدیلی اور اعراب وجوہ پر اس کا جاری ہونا قرآن عربی بنائے جانے کے لائق ہے۔

مُّتَقَابِلِينَ (آمنے سامنے بیٹھے ہونگے) اپنی مجالس میں۔ یہ کمال انس ہے۔

آیت ۵۴: كَذٰلِكَ (یہ بات اسی طرح ہے) کاف مرفوع ہے۔ ای الامر کذلك۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔
وَزَوَّجْنٰهُمْ (ہم بیاہ کر دینگے) جوڑا بنادیں گے۔ اسی لئے باء سے متعدی کیا گیا ہے۔ بحور : (گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے) حور جمع حوراء کی ہے۔ وہ آنکھ کی انتہاء سیاہی اور انتہائی سفیدی والی کو کہتے ہیں۔ عِيْنٍ جمع عیناء کی ہے بمعنی وسیع اور بڑی آنکھ والی۔

آیت ۵۵: يَدْعُوْنَ فِيْهَا (وہ منگاتے ہونگے) جنت میں طلب کریں گے۔ بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ (ہر قسم کے میوے اطمینان سے) وہ میوے زوال وانقطاع اور کثرت کی وجہ سے ضرر کے پیدا ہونے سے محفوظ ہونگے۔

دوزخیوں کا حال:

آیت ۵۶: لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا (وہ نہ چکھیں گے وہاں) یعنی جنت میں الْمَوْتَ (موت کو) قطعی طور پر اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى (مگر وہی موت جو دنیا میں آچکی) یعنی سوائے اس موت کے جو دنیا میں چکھ چکے۔ ایک قول یہ ہے: الا یہ لکن کے معنی میں ہے۔ لیکن پہلی موت اس کو دنیا میں چکھ چکے۔ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچالے گا)
آیت ۵۷: فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ (یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا) فضلاً۔ یہ مفعول لہ ہے۔ نمبر۲۔ ماقبل کا مصدر مؤکد ہے۔ کیونکہ وو قاھم عذاب الجحیم۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہی ہے۔ کیونکہ بندہ کا اللہ تعالیٰ پر کوئی استحقاق نہیں ہے۔

داخلۂ جنت:

ذٰلِكَ (یہ) عذاب کا پھر جانا اور جنت میں داخلہ مل جانا۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یہی بڑی کامیابی ہے)
آیت ۵۸: فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ (پس ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے) ہٗ سے مراد کتاب ہے۔ اور اس کا تذکرہ ابتدائے سورت میں ہوا ہے۔ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (تاکہ یہ نصیحت قبول کریں) یتذکرون۔ نصیحت قبول کرنے کے معنی میں ہے۔

بڑی کامیابی:

آیت ۵۹: فَارْتَقِبْ (پس آپ منتظر رہیے) آپ ان پر اترنے والے عذاب کے منتظر رہیں۔ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ (یہ لوگ بھی منتظر ہیں) یہ ان دنیوی حوادث کے منتظر ہیں جو آپ پر اتریں گے۔

الحمدللہ اولاً وآخراً سورۃ الدخان کا تفسیری ترجمہ قبل از نماز عشاء ۲۰ اپریل بروز اتوار ۲۰۰۳ء مکمل ہوا

سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الجاثیہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ۳۷ آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ② اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ

حٰم، اُتارنا ہے کتاب کا اللہ کی طرف سے جو عزیز ہے حکیم ہے، بلا شبہ آسمانوں میں اور زمین میں نشانیاں ہیں

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ③ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ④ وَاخْتِلَافِ

مومنین کے لیے، اور تمہارے پیدا کرنے میں اور جو چوپائے اللہ تعالیٰ پھیلاتا ہے انکے پیدا کرنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں، اور رات اور دن کے

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ

آگے پیچھے آنے میں اور جو رزق اللہ نے آسمان سے اتارا ہے پھر اس کے ذریعہ زمین کو اسکی موت کے بعد

مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ⑤ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ

زندہ فرما دیا اور ہواؤں کے پھیرنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر حق کے

بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ⑥

ساتھ تلاوت کرتے ہیں، سو یہ لوگ اللہ کے اور اسکی آیات کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

(حم۔ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے)

اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔

(آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے لئے بہت سے دلائل ہیں)

آیت ۱: حٰمٓ نحو: اگر اس کو سورت کا نام قرار دو تو پھر یہ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ یہ خبر ہے۔ من اللہ یہ تنزیل کا صلہ ہے۔ نمبر۲۔ اگر یہ حروف مقطعات سے شمار ہو۔ تو پھر تنزیل الکتاب مبتدأ اور ظرف خبر ہے۔ الْعَزِيْزِ (وہ زبردست ہے) اپنے انتقام میں الْحَكِيْمِ (حکمت والا ہے)۔ اپنی تدبیر میں۔

آیت۳: اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ (آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل کثیرہ موجود ہیں) اور نمبر۲۔ یہ معنی بھی درست ہے۔ بلاشبہ آسمان وزمین کی پیدائش میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اس کی دلیل اگلی آیت وفی خلقکم ہے۔ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (مؤمنین کیلئے)

آیت۴: وَفِیْ خَلْقِکُمْ (اور تمہاری پیدائش میں) وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ (اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جن کو پھیلا رکھا ہے)

نحو: اس کا عطف خلق جو مضاف ہے اس پر ہے۔ کیونکہ مضاف الیہ ضمیر مجرور متصل ہے اس پر عطف قبیح ہے۔

اٰیٰتٌ (دلائل ہیں) قراءت: حمزہ، علی نے نصب سے پڑھا ہے باقی قراء نے رفع سے۔ جیسے تم کہو ان زیدًا فی الدار وعمروًا فی السوق یا عمرٌو فی السوق۔ اسم پر عطف کی صورت میں منصوب ہے اور مبتدأ ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہے۔ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ (ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں)

آیاتِ قدرت:

آیت۵: وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ (اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اور اس رزق میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا) رزق سے مراد بارش ہے اور رزق بوجہ سبب رزق ہونے کے کہا گیا ہے۔ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ (اور اس سے زمین کو تروتازہ کر دیا۔ اس کے خشک ہو جانے کے بعد اور ہواؤں کے بدلنے میں) قراءت: حمزہ وعلی نے الریح پڑھا ہے۔ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (عقل والوں کے لئے دلائل ہیں)

قراءت ونحو:

آیات کو علی وحمزہ نے حالت نصب سے پڑھا اور دیگر قراء نے رفع سے۔ یہ دو عاملوں کا عطف ہے اس میں رفع ونصب برابر ہیں۔ دو عامل نمبر۱۔ اِنّ اور فی ہیں۔ واؤ ان دونوں کی جگہ لائے پس واختلاف اللیل والنھار میں جر کا عمل کیا اور آیات میں نصب کا اور جب تم رفع دو تو پھر دو عامل ابتداء اور فی ہیں۔ واؤ آیات میں رفع کا عمل کرے گا اور اختلاف میں جر دے گا۔ یہ اخفش کا مذہب ہے۔ کیونکہ وہ عاملین کے عطف کو جائز قرار دیتے ہیں۔ باقی سیبویہ وہ اس کے سرے سے انکاری ہیں۔ پس آیت ان کے ہاں فی کو مضمر ماننے کے ساتھ ہوگی۔ اور جو بات اس کی تحسین کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ان دو آیتوں میں فی کا تذکرہ موجود ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ وفی اختلاف اللیل والنھار۔

نمبر۲۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ آیات کو خصوصاً منصوب مان لیں اور مجرور کو ماقبل پر معطوف مان کر کلام کو ختم کر دیں یا آیات جو پہلی مرتبہ استعمال ہوا ہے اس کی تکریر تاکید کے طور پر منصوب مان لیں۔ گویا اس طرح کہا گیا آیات آیاتٍ۔ اور رفع کی صورت

میں ھِیَ کو مضمر مانیں گے۔

فائدہ مہمہ :

ایمان کو ایقان سے پہلے اور پھر درمیان میں لانے اور آخر میں ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ انصاف پسند بندے جب آسمانوں اور زمین پر صحیح نگاہ ڈالتے ہیں تو وہ یقین کر لیتے ہیں کہ یہ کسی کا بنایا ہوا ہے اور اس کا صانع اور بنانے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ پس وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتے ہیں۔ پھر جب اپنے نفوس کی تخلیق کو دیکھتے ہیں اور اس میں آئے روز کے تغیرات دیکھتے ہیں اور زمین میں جو ظاہری اشیاء ہیں ان کی تخلیق پر نگاہ ڈالتے ہیں کہ اس میں قسم قسم کے حیوانات ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ اور ان کو یقین ہو جاتا ہے پھر جب تمام حوادث پر ان کی نگاہ پڑتی ہے۔ جو ہر وقت نئے سے نئے پیش آرہے ہیں۔ مثلاً دن رات کا آنا جانا۔ بارشوں کا اترنا' زمین کا بنجر ہونے کے بعد دوبارہ درست ہو جانا' ہواؤں کا مختلف اطراف و کیفیات جنوب' شمال' قبول' دبور سے چلنا وغیرہ تو سمجھ جاتے ہیں اور ان کا علم اس کے متعلق پختہ ہو کر یقین خالص بن جاتا ہے۔

آیت ۶: تِلْكَ (یہ) اس سے آیات سابقہ متقدمہ کی طرف اشارہ کیا ہے ای تلك الایات۔ (آیات) اٰيٰتُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں) نَتْلُوْهَا (ہم ان کو پڑھ کر سناتے ہیں) یہ محل حال میں ہے۔ ای متلوۃ۔ اس حال میں کہ پڑھی جانے والی ہیں۔ عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (آپ کو صحیح طور پر) اور عامل پر تلک کا اشارہ والا معنی دلالت کر رہا ہے۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ (تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد اور کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے) بعد اللہ کا معنی بعد آیات اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بعد یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں اعجبنی زیدٌ و کرمہ۔ اس سے ان کا مقصد اعجبنی کرم زید۔ مجھے زید کی سخاوت نے تعجب میں ڈال دیا ہے۔ قراءت: حجازی، ابوعمرو، سہل اور حفص نے یؤمنون یاء سے پڑھا دیگر قراء نے تاء سے پڑھا اور تقدیر عبارت یہ قرار دی۔ قل یا محمد۔ الٰی آخر تومنون۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (٧) يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ

بڑی خرابی ہے ہر جھوٹے کے لئے جو نافرمان ہے اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جو اسکے روبرو پڑھی جاتی ہیں پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اصرار کرتا ہے گویا

لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (٨) وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا ۨاتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ

کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں سو ایسے شخص کو آپ دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے، اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی کو جان لیتا ہے تو ان کا مذاق بناتا ہے ان لوگوں

لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (٩) مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا

کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے، ان کے آگے دوزخ ہے انہوں نے دنیا میں جو کچھ کمایا اور اللہ کے سوا

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (١٠) هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

انہوں نے جو کارساز بنائے ان میں سے انہیں کوئی بھی کچھ نفع نہیں دے گا، اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے یہ ایک بڑی ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ (١١) ع ۱۱/۱۷

آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے لئے عذاب ہے سختی والا دردناک۔

آیت ۷: وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (بڑی خرابی ہوگی ہر ایسے شخص کے لئے جو جھوٹا ہو نافرمان ہو) افاک۔ کذاب۔ اثیم۔ جو پے در پے گناہ کرنے والا ہو۔

آیت ۸: يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتا ہے) نحو: یہ موضع جر میں صفت ہے۔ تُتْلٰى عَلَيْهِ (جبکہ وہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں)۔ یہ آیات اللہ سے حال ہے۔ ثُمَّ يُصِرُّ (پھر بھی وہ تکبر کرتا ہے) اپنے کفر کی طرف متوجہ اور قائم رہتا ہے۔ مُسْتَكْبِرًا (آیات حقہ پر ایمان لانے اور یقین کرنے سے تکبر کرتا ہے) ان آیات میں عیب نکالتا اور اپنے ہاں جو کچھ ہے اس کو بہت کچھ خیال کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ نضر بن حارث کے متعلق اتریں وہ عجم سے قصے خرید کر لاتا اور اس میں لوگوں کو مصروف کر کے قرآن سننے سے رکاوٹ بنتا۔ آیات اپنے عموم میں تمام اعدائے دین کو شامل ہیں۔

نکتہ ثم:

ثم یہاں لا کر اس طرف اشارہ کیا گیا کہ گمراہی پر اصرار اور ایمان سے تکبر کی راہ اختیار کرنا قرآن جیسی معجز کتاب کے بعد تو

بہت ہی بعید ہے۔ صحیح عقل اس کے خلاف فیصلہ دے گی۔

کَاَنْ میں تخفیف ہے اصل کانہٗ ہے۔ لَمْ یَسْمَعْهَا (جیسے ان کو سنا ہی نہیں) ھا کی ضمیر ضمیر شان ہے اور یہ جملہ حال کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ یصر مثل غیر السامع۔

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (پس اس کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے) یعنی اس کو ایسی خبر دے دو جس کا اثر اس کی ظاہری پیشانی پر نظر آئے۔

کفار کا قرآن سے استہزاء:

آیت ۹: وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا (اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے) جب اس کو ہماری آیات میں سے کوئی چیز پہنچتی ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ یہ ان آیات میں سے ہے۔ اِتَّخَذَهَا (تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے) وہ ان آیات کو بناتا ہے۔ هُزُوًا (مذاق)۔

ایک نکتہ:

یہاں اتخذہٗ نہیں فرمایا۔ تاکہ یہ بتلا دیا جائے کہ جب وہ کلام کا کوئی سا حصہ پاتا ہے تو اس کو تمام آیات سے مذاق سوجھتی ہے اور تمام قرآن کا مذاق اڑاتا ہے۔ صرف قرآن کے اسی حصے کے استہزاء پر اکتفاء نہیں کرتا۔

نمبر۲۔ ضمیر ھا کا مرجع شیٔ بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ آیت کے معنی میں ہے۔ جیسا ابوالعتاہیہ نے کہا۔

نفسی بشیٔ من الدنیا معلقة۔ اللّٰہ و القائم المهدی یکفیها۔

شیٔ سے مراد یہاں مہدی کی محبوبہ لونڈیوں میں سے عتبہ نامی لونڈی مراد ہے اسی لئے ضمیر مؤنث کی ھا اس کی طرف لوٹائی گئی ہے۔ ابوالعتاہیہ اس کے عشق میں مبتلا تھا۔

اُولٰٓئِكَ سے ہر جھوٹے مفتری کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ وہ تمام افتراء پردازوں کو شامل ہے۔ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (ان کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے)

آیت ۱۰: مِنْ وَّرَآئِهِمْ (ان کے آگے) الوراء: ہر اس جہت کو کہتے ہیں جو آدمی کو چھپائے خواہ آگے ہو یا پیچھے۔ جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا (جہنم ہے اور نہ تو ان کو وہ چیزیں ذرا کام آئیں گی جو وہ کما کر گئے تھے) ما کسبوا سے اموال مراد ہیں۔

شَيْئًا (ذرا بھر) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لئے ذرا بھر وَلَا مَا اتَّخَذُوْا (اور نہ وہ جن کو انہوں نے بنایا تھا)

نحو: مَا۔ دونوں میں مصدریہ ہے۔ یا موصولہ ہے۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (کارساز اللہ تعالیٰ کے سوا) یعنی بت۔ اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے جہنم میں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ

اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کے فضل سے تلاش کرو اور تا کہ تم

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

شکر کرو اور جو چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں ان سب کو اپنی طرف سے تمہارے لئے مسخر بنا دیا، بلاشبہ اس میں

لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ

نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں۔ آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے ایام

اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ

کی امید نہیں رکھتے تا کہ اللہ ہر قوم کو اسکی جزا دے جو وہ کماتے ہیں، جو شخص نیک کام کرے سو وہ اسی کی جان کے لئے ہے اور جو

اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؗ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

شخص کوئی برا کام کرے اس کا وبال اسی کے نفس پر ہے، پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

آیت ۱۱: هٰذَا هُدًى (یہ قرآن مکمل ہدایت ہے) ھذا کا مشارالیہ قرآن ہے۔ اس پر یہ آیت دلالت کر رہی ہے۔ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ (اور جو لوگ اپنے رب کی آیات کو نہیں مانتے) آیاتِ رب تو قرآن مجید ہے۔ یعنی یہ قرآن ہدایت میں کامل ہے۔ جیسا کہتے ہیں زیدٌ رجل ای کامل فی الرجولیة۔ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ (ان کے لئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا) رجز سخت ترین عذاب کو کہتے ہیں۔

قراءت: الیمٌ کو رفع کے ساتھ مکی' یعقوب وحفص نے پڑھا ہے۔ یہ عذاب کی صفت ہے اور دیگر قراء نے رجزٍ کی صفت قرار دے کر مجرور پڑھا ہے۔

تسخیرِ بحر کی نشانی:

آیت ۱۲: اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا اپنے حکم سے تا کہ اس میں کشتیاں چلیں) بامرہ کا معنی باذنہ ہے۔ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (تا کہ تم اس کی روزی تلاش کرو)۔ تجارت کے ذریعہ یا غوطہ خوری کر کے لولو اور مرجان نکالو۔ اور تازہ گوشت مچھلی کی صورت میں اس سے نکالو وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تا کہ تم شکر ادا کرو)

تمام کائنات کی تسخیر:

آیت ۱۳: وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (اور جتنی چیزیں آسمانوں میں جتنی چیزیں زمین میں ہیں۔ان سب کو اپنی طرف سے مسخر کیا) نحو : جمیعًا یہ مافی السمٰوٰت کی تاکید ہے اور سخر کا مفعول ہے۔دوسرا قول یہ ہے۔یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔مِنْهُ نحو : یہ حال ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے۔سخر ھذہ الاشیاء کائنة منه وحاصلة من عنده۔ان اشیاء کو مسخر کیا اس حال میں کہ وہ اس کی طرف سے ہونے والی اور اس کے ہاں سے وجود میں آنے والی ہیں۔یا مصدر محذوف کی صفت ہے ای تسخیرًا منه۔اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (بیشک ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں)

آیت ۱۴: قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا (آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے۔کہ ان لوگوں سے درگزر کریں) یعنی ان کو کہہ دیں تم درگزر کرو وہ درگزر کریں گے۔قال کا مقولہ حذف کر دیا۔کیونکہ جواب اس پر دلالت کر رہا تھا۔یغفروا کا معنی معاف اور درگزر کرنا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ لام مضمرہ کی وجہ سے مجزوم ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے۔لیغفروا۔پس اس صورت میں یہ امر ہے اور جملہ مستانفہ ہے۔اور امر پر دلالت کی وجہ سے حذف لام جائز ہے۔

لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ (جو اللہ تعالیٰ کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے) وہ توقع نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ کے ان معاملات کی جو وہ اپنے دشمنوں سے فرماتا ہے۔اہل عرب ایام العرب وقائع عرب کو بولتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

وہ ان اوقات میں تامل نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ثواب دینے کے لئے مقرر فرمائے ان میں ان سے کامیابی کا وعدہ فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری:

جب ان کو بنی غفار کے ایک مشرک نے گالیاں دیں۔آپ نے اس کی مرمت کا ارادہ کیا۔لِيَجْزِيَ (تا کہ اللہ تعالیٰ بدلہ دے) یہ امر بالمغفرت کی علت بیان فرمائی گئی ہے۔یعنی ان کو حکم ملا کہ وہ بخش دیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو پورا بدلہ مغفرت کی صورت میں قیامت کے دن عنایت فرمائے۔قَوْمًا (ایک قوم کو) اس کو نکرہ مدح کی وجہ سے لائے۔گویا اس طرح فرمایا۔لیجزی ایما قوم وقومًا مخصوصین بصبرھم علی اذی اعدائھم۔تا کہ وہ جس قوم کو چاہے بدلہ دے خصوصًا وہ لوگ جو دشمن کی

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی اور حکم عطا کیا اور نبوت دی، اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور جہانوں

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ

پر فضیلت دی، اور ہم نے دین کے بارے میں انہیں کھلی کھلی دلیلیں عطا کیں، سو انہوں نے آپس میں اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے

الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ

پاس علم آگیا آپس کی ضدا ضدی کی وجہ سے، بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان امور میں انکے درمیان فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ آپس میں

يَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۷

اختلاف کرتے تھے

ایذاؤں پر صبر کرنے والے تھے۔ قراءت: شامی، حمزہ، علی نے لنجزی پڑھا ہے۔ یزید نے لیُجزی قومًا پڑھا۔ ای لیجزی الخیر قومًا۔ تاکہ ان لوگوں کو خیر کا بدلہ دیا جائے۔ خیر کے لفظ کو مضمر مانا گیا کیونکہ کلام اس پر دلالت کررہا ہے جیسا کہ الشمس کا لفظ مضمر ہے اس آیت میں حتی توارت بالحجاب۔ [ص ۳۲]

کیونکہ ارشاد اذ عرض علیه بالعشی۔ [ص۔۳۱] سورج کے غروب ہونے کی دلیل ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح نہیں ہے لیجزی الجزاء قومًا۔ کیونکہ مصدر فاعل کا قائم مقام نہیں ہوتا۔ اور معک صحیح مفعول ہے۔ مفعول ثانی کا فاعل کی جگہ رکھنا جائز ہے۔ جیسا تم کہتے ہو جزاك الله خيرًا۔ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ان کے عمل کا صلہ دے) احسان کے ساتھ اپنی طرف سے۔

آیت ۱۵: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا (جو شخص نیک کام کرتا ہے وہ اپنے ذاتی نفع کے لئے کرتا ہے اور جو شخص برا کام کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے)۔ نیک کام والے کو اپنا ثواب ملے گا اور برے کام والے کو اپنا عذاب ہوگا۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (پھر تم اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹائے جاؤ گے) الی ربکم سے اپنے رب کی جزاء کی طرف آیت ۱۶: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ (ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی) الکتاب سے تورات مراد ہے۔ وَالْحُكْمَ (اور حکم) حکمت اور فقہ یا لوگوں کے مابین فیصلے چکانا کیونکہ بادشاہت انہی میں تھی۔ وَالنُّبُوَّةَ (پیغمبری دی) نبوت کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کیونکہ بنی اسرائیل میں کثرت سے انبیاء علیہم السلام ہوئے۔ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (اور ہم نے ان کو نفیس نفیس چیزیں کھانے کو دی) جو حلال رزق اللہ تعالیٰ ان کو میسر فرماتے تھے۔ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (اور ہم نے ان کو دنیا جہان والوں پر فضیلت دی) جو ان کے زمانہ میں لوگ تھے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞۱۸

پھر ہم نے آپ کو ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اس کا اتباع کیجئے اور ان لوگوں کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے جو نہیں جانتے،

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ

بلاشبہ وہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کو کچھ نفع نہیں دے سکتے، اور بیشک ظلم کرنیوالے ایک دوسرے کے دوست ہیں،

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۞۱۹ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۞۲۰

اور اللہ متقیوں کا دوست ہے۔ یہ قرآن لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

جن لوگوں نے برے کام کیے کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے

سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۞۲۱ ع وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

کہ ان کا مرنا اور جینا برابر ہو جائے، یہ برا فیصلہ کرتے ہیں، اور اللہ نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ

ع ۲
۱۸

وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۞۲۲

اور تاکہ ہر جان کو اس کے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے اور ان لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے علم نبوت اختلاف کے ازالہ کے لئے اتارا' انہوں نے حد سے انکار کر دیا:

آیت ۱۷: وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ (اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں واضح دلیلیں دیں) بینات سے آیات اور معجزات مراد ہیں۔ مِّنَ الْاَمْرِ (یعنی دین کے معاملہ میں) فَمَا اخْتَلَفُوْٓا (پس انہوں نے اختلاف نہیں کیا) ان کے مابین دین میں اختلاف واقع نہ ہوا۔ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ (مگر علم آ جانے کے بعد آپس کی ضد کی وجہ سے) یعنی اس وقت اختلاف ڈالا جب اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز اتاری جو مخالفت کو زائل کرنے والی تھی۔ اور وہ علم نبوت ہے۔ انہوں نے اختلاف کو حسد و عداوت کی بناء پر قائم کیا اور رکھا۔ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (بیشک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا) فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (جن باتوں میں یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے) ایک قول: اس سے مراد وہ اختلاف ہے جو ان کے درمیان طلب ریاست میں اوامر و نواہی کے سلسلہ میں محض حسد کی وجہ سے پیدا ہوا۔ جہالت کی بناء پر نہیں تھا کہ جس میں انسان کسی قدر معذور شمار ہوتا ہے۔

دین قریش اہواء کا مجموعہ ہے:

آیت ۱۸: ثُمَّ جَعَلْنٰكَ (پھر ہم نے آپ کو کر دیا)۔ اہل کتاب کے اختلاف کے بعد عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ (دین کے ایک خاص طریقہ پر) فَاتَّبِعْهَا (پس آپ اسی طریقہ پر چلتے جائیے) آپ اپنی اس شریعت کی اتباع کرتے رہیں جو دلائل وشواہد سے ثابت شدہ ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (اوران جہلاء کی خواہشات پر مت چلیں) جہال کی خواہشات پر مت چلیں اس لئے کہ ان کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور دین قریش بدعات واہواء پر ہی مشتمل تھا یہ اس مطالبے کا جواب ہے جو روٴسائے قریش کی طرف سے سامنے آیا اور بار بار سامنے آیا کہ اپنے آباؤ اجداد کے دین پر لوٹ آئیں۔

آیت ۱۹: اِنَّهُمْ (بیشک یہ کافر لوگ) لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ (اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ذرہ بھر آپ کے کام نہیں آ سکتے۔ اور ظالم ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کا دوست ہے) متقین ہی اللہ تعالیٰ سے موالات کرنے والے ہیں۔ دونوں موالاتوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔

آیت ۲۰: هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ (یہ قرآن عام لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا ذریعہ ہے) ھذا کا مشارالیہ قرآن ہے۔ بصائر: یعنی اس میں دین وشریعت کے جو نشانات بتلائے گئے وہ دلوں میں بصیرت کی جگہ ہیں جیسا کہ ان کو روح وحیات قلوب بنایا گیا ہے۔

وَهُدًى (اور ہدایت ہے گمراہی سے) وَّرَحْمَةٌ (اور رحمت ہے عذاب سے) لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (یقین لانے والوں کے لئے) جو ایمان لائے اور بعث بعد الموت پر یقین کیا۔

گنہگار اور نیک برابر نہیں:

آیت ۲۱: اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ (کیا یہ خیال کرتے ہیں جو) ام منقطعہ ہے اور ہمزہ کا معنی انکار گمان ہے۔ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ (برے برے کام کرتے ہیں) کفر ومعاصی کماتے ہیں۔ اجترح سے ہی جوارح ہے۔ وفلان جارحة اهله۔ یعنی اس کا کام کرنے والا ہے۔ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ (کہ ہم ان کو رکھیں گے) بنا دیں گے۔ نحو: یہ جعل متعدی الی المفعولین ہے۔ پہلا مفعول ضمیر اور دوسرا کاف ہے جو کہ کالذین میں ہے كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (برابر ان لوگوں کے جنہوں نے ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کیے) نحو: اور جملہ سواء محیاھم ومماتھم یہ کاف کا بدل ہے۔ کیونکہ جملہ مفعول ثانی ہے۔ اور حکم مفرد میں ہے۔ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ (سب کا جینا مرنا برابر ہو جائے) قراءت: علی، حمزہ وحفص نے نصب سے سواءً پڑھا ہے۔ فجعلھم کی ضمیر سے حال قرار دیا ہے۔ اور محیاھم ومماتھم سواء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اعمش نے ومماتھم نصب سے پڑھا ہے اور محیاھم ومماتھم کو ظرف قرار دیا جیسا مقدم الحاج۔ مطلب یہ ہوگا سواء فی محیاھم وفی مماتھم۔ اپنی زندگی اور اپنی موت میں برابر ہوں۔

معنی آیت کا یہ ہے۔ گناہگار اور نیک زندگی میں برابر نہیں اور موت میں برابر نہیں۔ کیونکہ زندگی میں ان کے حالات مختلف ہیں۔ اس لئے کہ یہ نیک لوگ زندگی میں طاعات پر قائم رہے اور کافر برائیوں کا ارتکاب کرتے رہے اور موت میں بھی برابر نہیں کیونکہ ایمان والوں کو رحمت و کرامت کی بشارت ملی اور کفار کو رحمت سے مایوسی اور ندامت سامنے آئی۔

ایک قول یہ ہے:

اس میں اس بات سے انکار ہے کہ موت میں وہ برابر ہوں۔ جیسا کہ زندگی میں رزق و صحت میں برابر تھے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ :

سے روایت ہے کہ ایک دن وہ مقام کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر تلاوت پہنچی تو رونے لگے اور صبح تک اسی کو دہراتے رہے۔

فضیل رحمہ اللہ:

وہ تلاوت میں جب اس آیت تک پہنچے تو دہرانے لگے۔ اور کہنے لگے۔ اے فضیل کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو کونسے فریق میں سے ہے؟

سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ (یہ برا حکم لگاتے ہیں) یہ بہت برا فیصلہ کر رہے ہیں۔ جبکہ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ وہ ایمان والوں کی طرح ہونگے۔ اس لئے کہ جو موافقت کے قالین پر بٹھایا ہوا ہو وہ اس جیسا نہیں جو مقام مخالفت میں بٹھایا گیا ہو۔ بلکہ ہم ان میں فرق کریں گے۔ اور اہل ایمان کو بلند کریں گے اور کفار کو رسوا کریں گے۔

آیت ۲۲: وَخَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (اور اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا) تا کہ یہ اس کی قدرت پر دلالت کریں۔ وَلِتُجْزٰی (اور تا کہ بدلہ دیا جائے) اس کا عطف اس معلل محذوف پر ہے۔ کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (ہر نفس کو اس کے کیے ہوئے عمل کا اور ان پر ذرا ظلم نہ کیا جائے گا)

أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اسکے کانوں پر اور دل پر

جَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾ وَقَالُوا مَا هِيَ

مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، سو کون ہے جو اللہ کے بعد اس شخص کو ہدایت دے گا، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، اور ان لوگوں نے کہا کہ نہیں ہے یہ

إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ

مگر ہماری دنیا والی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہماری ہلاک نہیں کریگا مگر زمانہ، اور انہیں اس کا کچھ بھی

عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٢٤﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا

علم نہیں، یہ لوگ صرف گمان کرتے ہیں، اور جب ان کے اوپر ہماری کھلی کھلی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کی حجت اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ

أَنْ قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ

ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو، آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں زندگی بخشتا ہے پھر موت دیتا ہے

ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ ع ۳ ۱۹

پھر تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

آیت ۲۳: أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ (کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا الٰہ اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے) یعنی وہ خواہش نفس کا مطیع ہے۔ جس طرف خواہش اس کو لے جاتی ہے۔ گویا وہ خواہش کی اسی طرح عبادت کرتا ہے جیسا معبود کی عبادت کرتے ہیں۔ وَ أَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ (اور اللہ تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا) اس نے خود ضلال کو اختیار کیا یا ضلال کا فعل اس میں پیدا فرما دیا۔ علی علم اس کے باوجود کہ اس کو اس کا علم ہے۔ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ (اور اس کے کان پر مہر لگا دی) وہ وعظ و نصیحت کو قبول نہیں کرتا۔ وَقَلْبِهِ (اور دل پر) وہ حق کا معتقد نہیں ہوتا۔ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً (اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے) وہ عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ قراءت: حمزہ و علی نے غشوۃ پڑھا ہے۔ فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ (پس ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کے بعد کون ہدایت دے گا) یعنی اللہ تعالیٰ کے اس کو گمراہ کر دینے کے بعد أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے) قراءت: حمزہ و علی، حفص نے تذکرون کو تخفیف سے پڑھا اور دیگر قراء نے تشدید سے۔

شر وخیر:

شر کی اصل اتباع خواہشات ہے اور مخالفت خواہشات میں مکمل خیر ہے۔کسی نے خوب کہا

اذا طلبتك النفس يوما بشهوة ☆ وكان اليها لِلخلاف طريق

فدعها وخالف ماهويت فانما ☆ هواك عدو والخلاف صديق

نمبرا۔ جب تم سے کسی دن تمہارا نفس کسی نفسانی خواہش کا طالب ہو اور اس خواہش کی مخالفت کا تمہارے پاس راستہ بھی ہو۔
نمبر۲۔تو اس خواہش کو چھوڑ دے اور خواہش کی مخالفت کر کیونکہ خواہش تیرا دشمن اور اس کی مخالفت تیرا دوست ہے۔

آیت ۲۴: وَقَالُوْا مَاهِيَ (اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ سوائے اس حیات کے) یعنی کوئی زندگی نہیں کیونکہ ان سے موت کے بعد والی زندگی کا وعدہ کیا گیا۔ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا (جو ہماری دنیا کی زندگی ہے۔اور کوئی حیات نہیں) جس میں ہم ہیں اور اس کو گزار رہے ہیں۔ نَمُوْتُ وَنَحْيَا (ہم مرتے اور جیتے ہیں) نمبرا۔ہم مرتے ہیں اور ہماری اولادیں پیدا ہوتی ہیں۔یا نمبر۲۔بعض مرتے اور بعض زندہ رہتے ہیں۔نمبر۳۔یا ہم نطفہ کی شکل میں مردہ تھے اور اس کے بعد پیدا ہوئے۔نمبر۴۔یا ہمیں دونوں باتیں پیش آتی ہیں موت وزندگی۔مقصد ان کا یہ تھا کہ حیات تو یہ دنیا کی زندگی ہے اور موت اسکے بعد ہے۔اسکے بعد کوئی زندگی نام کی چیز نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ اہل تناسخ کا مقولہ ہے۔کہ آدمی مرجاتا ہے۔پھر اس کی روح مختلف مردہ چیزوں میں ڈال دی جاتی ہے وہ اس سے زندہ ہو جاتی ہیں۔

کفار کا قول: زمانہ موت دیتا ہے:

وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ (اور ہم کو زمانہ سے موت آتی ہے) ان کا خیال یہ تھا کہ دن رات کی آمد و جامد یہ موت میں مؤثر ہے۔وہ موت کے فرشتہ اور قبض ارواح باذن اللہ کے قائل نہ تھے۔وہ ہر پیش آنے والے حادثہ کو دھر وزمانہ کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے۔ان کے اشعار میں کثرت سے زمانے کا شکوہ پایا جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا۔ لاتسبوا الدهر۔زمانہ کو گالیاں نہ دو بیشک زمانہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔(بخاری ۴۸۲۶/۱۸۱، مسلم ۲۲۴۶) یعنی حوادث اللہ تعالیٰ لاتے ہیں زمانہ نہیں۔ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (ان لوگوں کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں) وہ یہ بات کسی علم ویقین کی بنیاد پر نہیں کہتے بلکہ محض ظن وتخمین کا شاخسانہ ہے)۔

آیت ۲۵: وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا (اور جس وقت ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں) آیات سے قرآن مراد ہے وہ آیات جن میں بعث بعد الموت کا تذکرہ ہے۔ بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ (کھلی کھلی تو انکا جواب یہی ہوتا ہے) ان کی بات کو حجت فرمایا اگرچہ وہ واقعہ میں حجت نہ تھی۔کیونکہ ان کے خیال میں تو حجت تھی گویا بقول انکے انکی دلیل اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ (کہ

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى

اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا، اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل والے خسارہ میں پڑ جائیں گے۔ اور اے مخاطب تو

كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

ہر امت کو دیکھے گا کہ وہ گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی، ہر امت اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے،

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا

یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے بارے میں حق کے ساتھ بولتی ہے، بیشک ہم لکھوا لیتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے سو جو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا یہ کھلی ہوئی

الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ

کامیابی ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا کیا تمہارے پاس میری آیات نہیں آئیں جو تم پر پڑھی جاتی تھیں؟ سو تم نے تکبر کیا اور تم

قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ

مجرم قوم تھے، اور جب کہا گیا کہ بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم نے کہا

مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾

ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے ہم تو بس یوں ہی خیال کرتے ہیں اور ہم یقین کرنے والے نہیں ہیں

ہمارے باپ دادوں کو سامنے لے آؤ) یعنی انکو زندہ کرو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اپنے بعث بعد الموت کے دعوی میں۔

نحو: کان کا اسم ان قالوا ہے اور حجتھم اس کی خبر ہے۔ معنی یہ ہے۔ انکی حجت آجا کر یہ بات ہے کہ ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ۔

قراءت: ایک قراءت میں حجتُھم رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں یہ اسم کان ہے اور ان قالوا خبر ہے۔

آیت ۲۶: قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ (کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے) دنیا کی زندگی میں۔ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ (پھر وہ تم کو موت دے گا) جبکہ تمہاری عمروں کا اختتام ہوگا۔ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (پھر وہ قیامت کے دن میں تم کو جمع کرے گا) تم سب کو قیامت کے دن اٹھائے گا۔ اور جو ذات اس پر قادر ہے۔ وہ تمہارے آباء کو بھی لانے کی قدرت رکھتی ہے اگر ضرورت ہو۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ (اس میں شبہ نہیں) جمع ہونے میں وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے) کہ اللہ تعالیٰ کو بعث پر قدرت ہے۔ کیونکہ وہ دلائل پر غور و فکر سے منہ موڑنے والے ہیں۔

آیت ۲۷: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے)

نحو : یخسر ۔ یہ قوم پر نصب دے رہا ہے اور یومئذٍ یہ یوم تقوم کا بدل ہے۔

قیامت کے دن زانو کے بل گرنا:

آیت ۲۸: وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً (اور آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ زانو کے بل گر پڑیں گے) جاثیہ: زانو کے بل بیٹھنا۔ کہا جاتا ہے۔ جثا فلان یجثو۔ جبکہ وہ زانو کے بل بیٹھے۔ ایک قول یہ ہے: اس کا معنی اکٹھے ہونے والی ہے۔

نحو : کلُ اُمۃ۔ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔

قراءت: کل کو کل امۃ کا بدل مان کر یعقوب نے نصب پڑھا ہے۔ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا (ہر فرقہ اپنے نامۂ عمل کی طرف بلایا جائے گا) کتاب سے اعمال کے صحائف مراد ہیں۔ اسم جنس پر اکتفاء کیا گیا۔ پھر ان کو کہا جائے گا۔ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (آج تم کو تمہارے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا) جو دنیا میں کیے ہیں۔

اعمالنامے کا پیش ہونا

آیت ۲۹: هٰذَا كِتٰبُنَا (یہ ہمارا دفتر ہے) کتاب کی نسبت اپنی طرف ملابست کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ ان کے اعمال اس میں درج ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت اس لئے ہے کہ وہ مالک ہے۔ فرشتوں کو اسی نے حکم دیا کہ وہ اس کے بندوں کے اعمال اس میں درج کریں۔ يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ (جو تمہارے مقابلے میں بول رہا ہے) جو تم نے عمل کیے ان کی گواہی دے رہا ہے۔ بِالْحَقِّ (ٹھیک ٹھیک) بلاکم و کاست۔ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (ہم تمہارے اعمال کو لکھواتے جاتے تھے) تمہارے اعمال ملائکہ سے لکھواتے تھے۔

ایک قول یہ ہے:

نسخت اور استنسخت دونوں ایک معنی میں ہیں۔ یہ کتاب سے نقل کرنے سے نہیں بلکہ اس کا معنی رجسٹر میں لکھنا‘ درج کرنا ہے۔

آیت ۳۰: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ (پس جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کیے تھے۔ تو ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا) رحمت سے جنت مراد ہے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ (اور یہ صریح کامیابی ہے)

آیت ۳۱: وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور وہ لوگ جو کافر تھے) پس ان کو کہا جائے گا۔ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ (کیا میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں) مطلب یہ ہے۔ کیا تمہارے پاس میرے رسول نہیں آئے۔ پس میری

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۳ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا

اور جو عمل انہوں نے کیے تھے انکے برے نتیجے ظاہر ہو گئے اور جس چیز کا وہ مذاق بنایا کرتے تھے وہ ان پر نازل ہو گئی اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھولتے ہیں جیسا کہ

نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۳۴ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ

تم آج کے دن کی ملاقات کو بھول گئے، اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارے لئے کوئی مددگار نہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے

اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ

اللہ کی آیات کو مذاق کی چیز بنا لیا اور دنیا والی زندگی نے تمہیں دھوکہ دیا، سو آج وہ اس میں سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ان سے

يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝۳۵ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۶

یوں کہا جائے گا کہ راضی کر لو، سو اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے سارے جہانوں کا،

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳۷ ع ۱۱

اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

آیات تم پر نہیں پڑھی جاتی تھیں۔ تو معطوف علیہ کو حذف کر دیا۔ تقدیر عبارت یہ ہے: ألم یاتکم رسلی فلم تکن آیاتی تتلی علیکم۔

فَاسْتَكْبَرْتُمْ (پس تم نے ان پر ایمان لانے سے تکبر کیا تھا) وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (اور تم بڑے مجرم لوگ تھے) یعنی کافر۔

آیت ۳۲: وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے) جو جزاء کے متعلق فرمایا۔

نحو: ان اور اس کے اسم کے محل پر عطف کی صورت میں مرفوع ہے۔ قراءت: حمزہ نے الساعة پڑھا ہے۔ اور اس کو وعداللہ۔ پر عطف کیا ہے۔ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ (اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے۔ تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے) وہ کہتے قیامت کیا چیز ہے۔ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا (محض ایک خیال تھا) اس کا اصل اس طرح ہے۔ نظن ظنا اور اس کا معنی صرف گمان کا ثابت کرنا ہے۔ پھر حرف نفی اور استثناء کو داخل کیا گیا۔ تاکہ اثباتِ ظن کا فائدہ نفی ماسوا کے ساتھ دے۔ اور ماسوی الظن کی نفی کا اضافہ تاکید کے لئے کیا گیا ہے۔ وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ (اور ہم کو یقین نہیں)

آیت ۳۳: وَبَدَا لَهُمْ (اور ان کو ظاہر ہو جائیں گے) یعنی ان کفار کے سامنے ظاہر ہو جائیں گے۔ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا (تمام برے اعمال) ان کے اعمال کی قباحتیں یا ان کے برے اعمال کی سزائیں۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ و جزاء سیئة سیئة مثلها۔

[الشوریٰ۔۴۰]

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (اور وہ ان کو آ گھیرے گا جس کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے) ان کے استہزاء کی سزا ان پر اتر پڑے گی۔

عذاب میں پڑے چھوڑ دیا جائے گا:

آیت ۳۴: وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا (اور کہا جائے گا۔ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں یا تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا) ننساکم ہم تمہیں عذاب میں چھوڑ دیں گے۔ جیسا تم نے اس دن کی ملاقات کا وعدہ چھوڑے رکھا اور اس کا حاصل اطاعت ہے۔ لقاء کی اضافت یوم کی طرف اس طرح ہے جیسا مکر کی اضافت لیل ونہار کی طرف اس آیت میں آئی ہے۔ بل مکر اللیل والنھار [سبا۔۳۳] یعنی تم نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو بھلا دیا اپنے اس دن میں اور اس کی جزاء کے ملنے کو بھلا دیا۔ وَمَاْوٰكُمُ النَّارُ (تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے) تمہاری منزل وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (اور کوئی تمہارا مددگار نہیں)

آیت ۳۵: ذٰلِكُمْ (یہ) اس وجہ سے ہے یعنی عذاب بِاَنَّكُمُ (اس سبب سے کہ تم) اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ پس آج یہ لوگ نہ تو دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا تدارک طلب کیا جائے گا) یعنی ان سے یہ نہ طلب کیا جائے گا کہ وہ اپنے رب سے معافی مانگیں یعنی اس کو راضی کریں۔

آیت ۳۶: فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پس تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جو آسمانوں کا پروردگار اور زمین کا پروردگار ہے تمام عالم کا) اس اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرو جو کہ تمہارا رب اور ہر چیز کا رب ہے خواہ وہ آسمانوں وزمین کی چیز ہو یا اور جہانوں کی۔ پس ایسی ربوبیت عامہ حمد وثناء کو ہر مربوب پر لازم کرتی ہے۔

تمام حمد و بڑائی کے لائق وہی ہے:

آیت ۳۷: وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اسی کے لئے بڑائی ہے۔ آسمان وزمین میں) اس کی بڑائی بیان کرو اس کی کبریائی کے آثار ظاہر وباہر ہیں اور اس کی عظمت آسمانوں اور زمین میں۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہی زبردست ہے) اپنے انتقام میں۔ الْحَكِيْمُ (حکمت والا ہے) اپنے احکام میں۔

الحمدللہ سورۃ الجاثیہ کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔ ۲۲۔۴۔۲۰۰۳

سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً وَّاَرْبَعُ رُکُوْعَاتٍ

سورۃ الاحقاف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسمیں پینتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ① تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ② مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

حٰمٓ یہ کتاب ہے اتاری ہوئی اللہ کی طرف سے جو عزیز ہے حکیم ہے، ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو

وَمَا بَیْنَہُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ③

مگر حق کے ساتھ اور ایک میعاد معین کے ساتھ، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ اس چیز سے اعراض کیے ہوئے ہیں جس سے ڈرائے گئے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

آپ فرما دیجئے کہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو انکے بارے میں بتاؤ مجھے دکھادو انہوں نے زمین کے اجزاء میں سے کیا پیدا کیا؟

اَمْ لَہُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ہٰذَآ اَوْ اَثٰرَۃٍ مِّنْ

کیا انکے لئے آسمانوں میں کوئی ساجھا ہے؟ لے آؤ میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے ہو یا کوئی ایسا علم لے آؤ جو منقول ہو کر

عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ④ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا

آیا ہو، اگر تم سچے ہو، اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کے سوا اسے پکارتا ہو جو

یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَہُمْ عَنْ دُعَآئِہِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤ وَاِذَا حُشِرَ

قیامت کے دن تک اس کا جواب نہ دے اور وہ انکے پکارنے سے غافل ہیں، اور جب لوگوں کو

النَّاسُ کَانُوْا لَہُمْ اَعْدَآءً وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِہِمْ کٰفِرِیْنَ ⑥ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِمْ

جمع کیا جائے گا تو وہ انکے دشمن ہو جائیں گے اور انکی عبادت سے منکر ہوں گے اور جب ان پر واضح

اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَہُمْ ۙ ہٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ؕ ⑦

آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ حق کے بارے میں کہتے ہیں جب انکے پاس آگیا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے

حٰمٓ o تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ o مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ o

حٰمٓ۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ ہم نے آسمان وزمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں حکمت کے ساتھ اور ایک میعادِ معین کے لئے پیدا کیا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ اس سے بے رخی کرتے ہیں۔

آیت ۱: حٰمٓ (۲) تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (۳) مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ (حٰمٓ ۔ یہ کتاب ہے اتاری ہوئی اللہ کی طرف سے جو عزیز ہے حکیم ہے ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو مگر حق کے ساتھ اور ایک میعادِ معین کے لئے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ اس چیز سے اعراض کئے ہوئے ہیں جس سے ڈرائے گئے) حکمت کے ساتھ ملا ہوا۔ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک مقرر مدت) جس پر منتہی ہونگے وہ قیامت کا دن ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا (اس دن کی ہولناکی جس سے ان کو ڈرایا جارہا ہے)۔ جس تک ہر مخلوق کی انتہاء ہے۔ مُعْرِضُوْنَ (اعراض کرنے والے ہیں) یعنی اس پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی اس کی تیاری کا کچھ اہتمام کرتے ہیں۔

غیر اللہ کی عبادت کا درست ہونا کسی ایک آسمانی کتاب سے ثابت کردو:

اور یہ بھی درست ہے کہ ما مصدر یہ ہو۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ عن انذارھم ذالک الیوم۔ اس دن کے ڈراوے سے۔

آیت ۴: قُلْ اَرَءَيْتُمْ (آپ کہیے کہ یہ تو بتلاؤ) مجھے خبر دو! مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (جن چیزوں کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو) جن بتوں کی تم پوجا کرتے ہو۔ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ (مجھے یہ دکھلاؤ انہوں نے کونسی زمین پیدا کی) اگر وہ معبود ہیں تو انہوں نے زمین میں جو چیزیں ہیں ان میں سے کونسی چیز پیدا کی ہے۔ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ (یا ان کا آسمانوں میں ساجھا اور حصہ داری ہے) کیا آسمانوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شراکت ہے؟ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ (میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے کی ہو لاؤ) یعنی اس کتاب قرآن مجید سے پہلے کی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب توحید کا بول بلند کرنے اور شرک کا ابطال کرنے والی ہے اور جتنی کتابیں اللہ تعالیٰ کی اس سے پہلے اتریں وہ بھی اسی طرح توحید کا بول بولنے والی ہیں۔ کوئی ایک نازل شدہ کتاب ایسی پیش کرو جو غیر اللہ کی عبادت کی درستی کو ثابت کردے۔ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ (یا کوئی اور مضمون منقول لاؤ) اولین کے علوم میں سے نقل شدہ صحیح حصہ جو تمہارے پاس باقی رہ گیا ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بتوں کی عبادت کا حکم دیا ہے۔

سب سے بڑا گمراہ بت پرست:

آیت ۵: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (اور

اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کا کہنا نہ مانے اور ان کو ان کے پکارنے کی بھی خبر نہ ہو) الی یوم القیامۃ سے ہمیشہ مراد ہے۔

آیت ۶: وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً (جب سب آدمی جمع کیے جائیں تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے) بت اپنے عابدوں کے وَّكَانُوْا (اور وہ) یعنی بت بِعِبَادَتِهِمْ (اپنے عابدوں کی عبادت سے) كٰفِرِيْنَ (انکار کر دیں گے) وہ کہیں گے ہم نے ان کو اپنی عبادت کی طرف نہیں بلایا۔

فائدہ: من اضل میں استفہام کا معنی یہ ہے۔ اس بات سے انکار ہے کہ بت کی عبادت کرنے والوں سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے سمیع' مجیب' قادر مطلق ہستی کو چھوڑ کر ان کو پکارا جو خود جماد لا یعقل ہیں اور کسی کی بات کو قبول کرنے کی قدرت بھی ان میں پائی نہیں جاتی۔ خواہ پوری دنیا کی عمر سے قیامت تک پکارتے رہیں اور قیامت برپا ہو جائے گی اور تمام لوگ جمع ہو جائیں گے تو وہ ان کے دشمن بن جائیں گے اور ان کے مخالف ہونگے۔ پس یہ عابدین دونوں جہاں میں نقصان و گھاٹے میں رہیں گے۔

آخرت کا نقصان' عابد و معبود میں دشمنی:

دنیا میں ان کی فریاد قبول کر کے دوستی نہ دکھائی اور آخرت میں دشمنی ظاہر کی۔ اور ان کی عبادت کا سرے سے انکار کر دیا۔ جب ان کی طرف اولی العلم کی طرف اسناد کی جانے والی چیز کا اسناد کیا تو من اور هم کے صیغے لائے اور بطور تہکم ان کے لئے ترک استجابت وغفلت کو ثابت کیا۔ تاکہ ان کی اور عابدین کی تذلیل ہو۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ ان تدعوهم لا يسمعوا دعاء کم ولو سمعوا ما استجابوا لکم ويوم القيامة يكفرون بشر ککم۔ [فاطر۔۱۴]

آیت ۷: وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ (اور جب ان پر ہماری کھلی کھلی آیات پڑھی جاتی ہیں) بیّنات جمع بینة کی ہے اور وہ دلیل و شاہد دونوں کے لئے بولتے ہیں۔ یا واضح و کھلی آیات۔ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ (تو منکر لوگ اس سچی بات کی نسبت کہتے ہیں) حق سے مراد آیات اور الذین کفروا سے وہ مخاطبین جن پر پڑھا جا رہا تھا۔

نکتہ: دونوں ضمیروں کی جگہ اسم ظاہر لانے کا فائدہ یہ ہے۔ کہ ان کا کفر پختہ اور ظاہر ہو جائے اور آیات کا حق ہونا ثابت ہو۔ لَمَّا جَآءَهُمْ (جبکہ وہ اس کے پاس پہنچتی ہیں) آنے کے وقت ہی فی البدیہہ انکار کر دیا۔ اور فکر کو دوڑانے کے پہلے ہی مرحلے میں انکاری ہو گئے۔ اور بار دیگر نظر ثانی کی زحمت گوارا نہیں کی۔ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (یہ کھلا جادو ہے) باطل ہونے میں اس کا معاملہ واضح ہے کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا، آپ فرما دیجئے کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا تو تم مجھے اللہ سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے،

هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ

وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم رہتے ہو، وہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے، وہ

الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٨﴾ قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا

بڑی مغفرت والا ہے اور بڑی رحمت والا ہے، آپ فرما دیجئے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ

بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن كَانَ

کیا کیا جائے گا، میں صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، اور میں صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں، آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر یہ

مِنْ عِندِ اللَّهِ وَكَفَرْتُم بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ

قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کے منکر ہو گئے اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آئے

وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠﴾ ع ۱

اور تم تکبر کرو، بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

آیت ۸: أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ (کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اپنی طرف سے بنالیا ہے) آیات کو کفار سحر کہتے تھے۔ اس کے تذکرے سے اعراض کرتے ہوئے۔ ان کی اس بات کو ذکر کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود بنالیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ موٹ نسبت کر دی ہے۔ ضمیر حق کی طرف راجع ہے اس لئے مذکر ہے اور مراد آیات ہیں۔ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا (کہہ دیجئے اگر میں نے اس کو گھڑ لیا ہے تو پھر تم مجھے اللہ تعالیٰ سے ذرا بھر بچا نہیں سکتے) یعنی بالفرض اگر میں نے افتراء کیا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ جلد افتراء کی سزا دیں گے۔ تم مجھ پر اس جلد آنے والی سزا کو روک نہ سکو گے۔ اور اس کے عذاب وعقاب میں سے کسی چیز کے دور کرنے کی تم میں طاقت نہ ہوگی۔ پھر کیونکر میں گھڑ سکتا ہوں اور اپنے آپ کو عذاب الٰہی کے سامنے پیش کر سکتا ہوں؟

هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ (وہ خوب جانتا ہے جو باتیں تم قرآن میں بنا رہے ہو) یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی میں رد وقدح اور طعن وتشنیع کرتے اور کبھی ان کو سحر اور دوسری مرتبہ مفتریٰ کہتے ہو۔ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ (وہ میرے اور تمہارے درمیان میں گواہ کافی ہے) وہ میری سچائی کی گواہی دیتا اور اس کا حکم پہنچا دینے کا گواہ ہے جبکہ تمہارے متعلق انکار وضد بازی کی

گواہی دے رہا ہے۔

ایک نکتہ:

علم وشہادت کے تذکرہ سے مقصود کفار کو جزاء کی وعید سنانا ہے۔

وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (وہ بڑی مغفرت والا اور بڑی رحمت والا ہے) اگر تم کفر سے توبہ کر کے ایمان لاؤ تو اس کی طرف سے مغفرت ورحمت کا وعدہ ہے۔

آیت ۹: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (کہہ دیں میں کوئی انوکھا رسول نہیں) بدعا یہ بدیع کے معنی میں ہے جیسا خف بمعنی خفیف آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں کوئی پہلا رسول نہیں کہ تم میری نبوت کو انوکھا قرار دے رہے ہو۔

وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ (اور مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا) یعنی میرے اور تمہارے ساتھ زمانۂ مستقبل میں کیا کرنے والے ہیں۔

قولِ کلبی رحمۃ اللہ علیہ:

کفار ومشرکین کی ایذاؤں سے تنگ آ کر آپ کے اصحاب نے آپ سے عرض کیا۔ ہم اس حالت میں کب تک رہیں گے؟ تو فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔ آیا مکہ کو چھوڑوں گا یا کسی ایسی زمین کی طرف نکلنے کا مجھے حکم ہوگا خواب میں جو مجھے دکھائی گئی ہے وہ جگہ کثرت سے کھجور کے درختوں والی ہے۔

(ذکرہ الواحدی فی اسباب النزول)

نحو: نمبر۱۔ مایفعل کا ما موصولہ ومنصوبہ ہوسکتا ہے۔ اور استفہامیہ مرفوعہ ہے۔ نمبر۲۔ اور لا بکم میں لا کو داخل کیا گیا ہے۔ باوجودیکہ یُفعل مثبت ہے منفی نہیں ہے۔ تاکہ ما ادری کی نفی ما اور جو اس کے حیز میں واقع ہے سب کو شامل ہو جائے۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓى اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (میں صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس وحی کے ذریعہ آتا ہے اور میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں)

آیت ۱۰: قُلْ اَرَءَیْتُمْ (آپ کہہ دیجئے) تم مجھ کو یہ بتلاؤ۔ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ گواہی دے کر ایمان لے آئے)

شاہد سے مراد:

یہ شاہد بنی اسرائیل عبداللہ بن سلام ہیں جمہور کا یہی مسلک ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ کہ یہ آیت مدنی ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن سلام کا زمانہ اسلام مدینہ منورہ کا ہے۔

روایتِ بخاری:

روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔تو آپ کے چہرے کو دیکھتے ہی پہچان گئے۔کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔پھر عرض کیا میں آپ سے تین سوال کرنا چاہتا ہوں۔جن کا جواب پیغمبر ہی دے سکتا ہے۔نمبرا۔قیامت کی پہلی نشانی کیا ہوگی۔نمبر۲۔اہل جنت کا پہلا کھانا کیا ہوگا۔نمبر۳۔کیا وجہ ہے کہ لڑکا یا والد پر ہوتا ہے یا والدہ پر۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔نمبرا۔قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف دھکیل لے جائے گی۔نمبر۲۔اہل جنت کا اولین کھانا مچھلی کے کباب ہونگے۔نمبر۳۔لڑکے کی ماں باپ سے مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ اگر آدمی کا پانی پہل کر جائے تو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اگر عورت کا پانی سبقت کر جائے تو وہ اپنی طرف لے جاتا ہے۔یہ سن کر عبداللہ کہنے لگے۔میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں۔[بخاری۔۳۳۲۹۔احمد۳/۱۰۸۔ابن حبان۔۷۱۶۱]

عَلٰى مِثْلِهٖ (اس جیسی کتاب پر) ۂ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔جو اس کی مثل ہو معنی میں اور نمبرا: اس سے مراد وہ مضامین جو تورات کے قرآن کے مطابق ہیں۔مثلاً توحید' وعدہ' وعید وغیرہ۔نمبرا۔اور یہ بھی درست ہے کہ معنی اس طرح لیا جائے۔اگر بالفرض یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تم اس کے انکاری ہو اور ایک گواہی دینے والے نے اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی گواہی دی ہو اور وہ شاہد ایمان لے آیا اور تم نے ایمان سے بڑائی اختیار کی۔تو کیا تم پھر ظالم نہیں ہو؟

فَاٰمَنَ (تم ایمان لے آئے) وَاسْتَكْبَرْتُمْ (اور تم نے تکبر کیا) ایمان سے۔جواب شرط محذوف ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے ان کان القرآن من عنداللّٰہ و کفرتم بہٖ ألستم ظالمین؟ اور محذوف پر دلالت کے لئے آیت کا حصہ کافی ہے۔اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا)

نحو: نمبرا۔واؤ اول عاطفہ ہے۔اور کفرتم کا عطف فعل شرط پر ہے۔اسی طرح۔نمبر۲۔واستکبرتم کی واؤ عاطفہ ہے۔اور اس کا عطف شہد شاھد پر ہے۔نمبر۳۔باقی وشہد کی واؤ۔اس پورے جملے کا عطف کان من عنداللّٰہ و کفرتم بہٖ کے جملہ پر ہے۔

قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہوگیا اور تم انکاری ہو تو تم سب سے بڑے ظالم ہو:

معنی اس طرح ہے۔کہہ دیجئے۔مجھے تم بتلاؤ! اگر قرآن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا اور تمہارا اس کے ساتھ انکار کرنا دونوں اکٹھے ہو جائیں اور بنی اسرائیل کے بڑے علم والے کی شہادت بھی اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے پر جمع ہو جائے پھر اس کا ایمان تمہارے قرآن سے استکبار اور اس پر ایمان سے استکبار کے باوجود ثابت ہو جائے تو کیا تم لوگوں میں سب سے بڑھ کر گمراہ اور ظالم نہ ٹھہرو گے؟

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا

اور کافروں نے ایمان والوں کے بارے میں یوں کہا کہ اگر یہ ایمان لانا کوئی اچھی بات ہوتی تو یہ لوگ ہم سے آگے کیوں بڑھ جاتے ۔ اور جب قرآن کے ذریعہ انہوں نے ہدایت

بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝۱۱ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا

نہ پائی تو یوں کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے، اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے جو پیشوا تھی اور رحمت تھی ، اور یہ

كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۲ اِنَّ

کتاب ہے جو تصدیق کرنے والی ہے عربی زبان میں ہے، تا کہ ظالموں کو ڈرائے ، اور خوشخبری ہے اچھے کام کرنے والوں کے لئے۔ بلاشبہ

الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۳ اُولٰۗىِٕكَ

جن لوگوں نے یوں کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے تو ان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ یہ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۴

جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، ان کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے۔

آیت ۱۱: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور کافرلوگ ایمان والوں کو یوں کہتے ہیں) ایمان والوں کے لئے ۔ یہ کفار مکہ کا کلام ہے ۔ وہ کہنے لگے ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عام پیروکم درجہ لوگ ہیں ۔ ان کی مراد فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً عمار، صہیب، ابن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔

لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ (اگر یہ قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کرتے) یعنی اگر محمد ﷺ جو چیز لائے ہیں خیر ہوتی تو یہ لوگ ہم سے پہلے اس کو قبول نہ کرتے ۔ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ (اور جب ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی) نحو : اذ میں عامل محذوف ہے ۔ کلام اس پر دلالت کر رہا ہے ۔ تقدیر کلام اس طرح ہے ۔ اذ لم یھتدوا بہ ظھر عنادھم ۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ (تو یہی کہیں گے کہ یہ تو پرانا جھوٹ ہے) یہ مسبب عنہ ہے ۔ اور افلک قدیم کا معنی پرانا جھوٹ ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ۔ اساطیر الاولین ۔ [الانعام ۔ ۲۵]

آیت ۱۲: وَمِنْ قَبْلِهٖ (اور اس سے پہلے) یعنی قرآن مجید سے كِتٰبُ مُوْسٰٓى (موسیٰ کی کتاب ہے) تورات ۔ نحو : یہ مبتدا اور من قبلہ ظرف مقدم خبر ہے اور اس کی وجہ سے اماماً منصوب بوجہ حال ہے جیسا کہتے ہیں فی الدار زیدٌ قائمًا ۔ اِمَامًا (نمونہ) دین و شریعت میں جس کی اقتداء کی جائے جیسا امام کی کی جاتی ہے ۔ وَّرَحْمَةً (اور رحمت ہے) ان کے لئے جو اس پر ایمان لائے اور اس پر عمل کیا ۔ وَهٰذَا (یہ) یعنی قرآن كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ (ایک کتاب ہے جو اس کو سچا کرتی ہے) یعنی

وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا ؕ وَحَمۡلُهٗ

اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کی ماں نے اسے مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور مشقت کے ساتھ اس کو جنا، اور اس کا حمل میں رہنا

وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِىۡۤ

اور دودھ چھڑانا تیس ماہ کی مدت میں ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ گیا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے اس بات پر قائم رکھئے

اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰٮهُ

کہ میں آپ کی نعمت کا شکر ادا کروں جس کا آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمایا ہے، اور اس بات پر بھی مجھے قائم رکھئے کہ میں نیک عمل کروں جس سے آپ راضی ہوں،

وَاَصۡلِحۡ لِىۡ فِىۡ ذُرِّيَّتِىۡ ؕ اِنِّىۡ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاِنِّىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۱۵﴾

اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا فرما دیجئے! بیشک میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں، اور بلاشبہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں

کتاب موسیٰ کو یا ان تمام کتابوں کو جو اس سے پہلے گزریں۔ لِّسَانًا عَرَبِيًّا (عربی زبان میں) مصدق میں کتاب کی طرف جو ضمیر ہے اس سے یہ حال ہے اور اس میں عامل مصدق ہے یا کتاب عامل ہے کیونکہ وہ صفت کی وجہ سے خاص ہے اور اس میں ھذا اشارہ کا معنی عامل ہے۔ نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ مصدق سے ان کو مفعول بنائیں۔ تقدیر کلام اس طرح ہے یصدق ذالسان عربی وھو الرسول۔ (وہ عربی زبان والے رسول کی مصدق ہے) لِّيُنۡذِرَ (تاکہ وہ ڈرائے) وہ کتاب۔ قراءت: حجازی و شامی نے لِتنذر پڑھا ہے۔ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا (ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا) ظلم سے یہاں کفر مراد ہے۔ وَبُشۡرٰى لِلۡمُحۡسِنِيۡنَ (اور نیک لوگوں کو بشارت دینے کیلئے)

نحو: بشری یہ محل نصب میں ینذر کے محل پر معطوف ہے۔ کیونکہ یہ مفعول لہ ہے۔ محسنین فرمانبردار مؤمن مراد ہیں۔

آیت ۱۳: اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا (جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر مستقیم رہے) اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسکے نبی کی شریعت پر۔ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ (ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں) قیامت کے دن وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے) موت کے وقت۔

آیت ۱۴: اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا (یہ لوگ اہل جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے) نحو: یہ اصحاب جنت سے حال ہے۔ اور اس میں اشارہ کا معنی عامل ہے۔ جس پر اولئک دلالت کر رہا ہے۔ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (ان کاموں کے بدلے جو وہ کرتے تھے) نحو: جزاء یہ مصدر ہے۔ اس فعل کا جس پر کلام دلالت کر رہا ہے۔ ای جوزوا جزاءً

والدین کے ساتھ احسان کا حکم:

آیت ۱۵: وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسٰنًا (اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا) قراءت: کوفی نے اسی

طرح پڑھا۔ مطلب یہ ہے ہم نے اس کو حکم دیا کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرے احسان کرنا۔ دیگر قراء نے حُسناً پڑھا یعنی ہم نے اس کو والدین کے ساتھ حسن والی بات کا حکم دیا۔ یا بامرٍ ذی حسن۔ یہ بوالدیه سے بدل کی جگہ میں ہے اور وہ بدل اشتمال ہے۔

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا (اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ جنا) قراءت: حجازی اور ابوعمرو نے کَرھًا پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں جو مشقت کے معنی میں آتی ہیں یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای ذات کرہٍ یا نمبر۲۔ مصدر کی یہ صفت ہے۔ ای حملاً ذا کرہٍ۔

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ (اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھڑانا) یعنی مدتِ حمل و فطام (دودھ چھڑانا) ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (تیس ماہ ہے)

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے۔ کیونکہ مدت رضاعت جب دوسری آیت کے مطابق حولین کاملین (البقرہ۔۲۳۳) ہے تو باقی حمل کے لئے چھ ماہ بچے۔ امام ابویوسف و محمد رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے مراد ہاتھوں پر اٹھانا ہے۔

قراءت: یعقوب نے فصله پڑھا ہے۔ الفصل اور الفصال کے الفاظ الفطم اور الفطام کی طرح ہیں۔ معنی و بناوٹ ہر دو لحاظ سے۔

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ (یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے) اَشُد کا لفظ جمع ہے اس کا واحد اس کے لفظ سے نہیں آتا۔

قولِ سیبویہ:

اس کا واحد شِدَّۃٌ ہے۔ بلوغ الاشد۔ ادھیڑ عمر۔ اس عمر کو پورا کرنا جس میں عمر، عقل مکمل ہو جاتی ہے اور یہ تیس سے زیادہ اور چالیس تک کا زمانہ ہے۔

قولِ قتادہ:

۳۳ تینتیس سال اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جوانی کا پہلا حصہ ہے اور منتہی چالیس سال ہے۔

جوانی اور چالیس سال کی عمر زندگی کا کامل حصہ ہے:

وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ (اور وہ چالیس سال کو پہنچتا ہے۔ تو کہتا ہے اے میرے پروردگار تو مجھ کو اس پر مداومت عنایت فرما کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کروں۔ جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عنایت فرمائی ہیں) اوزعنی کا معنی مجھے الہام فرما۔ شکر نعمت سے مراد نعمت توحید و اسلام ہے۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّـَٔاتِهِمْ فِىٓ أَصْحَٰبِ الْجَنَّةِ ۖ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اچھے کاموں کو ہم قبول کریں گے اور انکے گناہوں سے درگزر کردیں گے۔ جنت والوں میں شامل کرتے ہوئے

وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِى كَانُوا يُوعَدُونَ ۞۱۶ وَالَّذِى قَالَ لِوَٰلِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَآ أَتَعِدَانِنِىٓ أَنْ

سچے وعدہ کی وجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اف ہے تمہارے لئے کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ

أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِن قَبْلِى وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ ءَامِنْ إِنَّ

میں نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے امتیں گزر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کر رہے ہیں کہ ارے تیرا ناس ہو ایمان لے آ، بے شبہ

وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَٰذَآ إِلَّآ أَسَٰطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۞۱۷ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ

اللہ کا وعدہ سچ ہے۔اس پر وہ کہتا ہے کہ یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں

الْقَوْلُ فِىٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَٰسِرِينَ ۞۱۸ وَلِكُلٍّ

اللہ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکے ہیں، بلاشبہ یہ لوگ خسارہ والے ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے

دَرَجَٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۖ وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَٰلَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۞۱۹

انکے اعمال کی وجہ سے درجات ہیں، اور تاکہ اللہ ان کے اعمال کی پوری جزا دیدے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

مَسْئَلَہ: اپنے اور والدین پر نعمت کے شکریے کو جمع کیا کیونکہ دونوں پر کی جانے والی نعمت خود اس پر نعمت ہے۔

وَأَنْ أَعْمَلَ صَٰلِحًا تَرْضَٰهُ (اور میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں) **ایک قول:** اس سے مراد پانچوں نمازیں ہیں۔ وَأَصْلِحْ لِى فِى ذُرِّيَّتِىٓ (اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا فرما) یعنی میری اولاد میں بھلائی کا موقعہ اور مقام پیدا فرما۔ إِنِّى تُبْتُ إِلَيْكَ (میں آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں) ہر گناہ سے وَإِنِّى مِنَ الْمُسْلِمِينَ (اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں) یعنی اخلاص برتنے والوں میں سے۔

آیت ۱۶: أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّـَٔاتِهِمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے نیک کاموں کو قبول کریں گے اور انکے گناہوں سے درگزر کردیں گے) **قراءت:** حمزہ، علی اور حفص کی قراءت میں نتقبل و نتجاوز ہے اور دیگر قراء نے یُتقبل اور یُتجاوز، احسنُ پڑھا ہے۔ فِىٓ أَصْحَٰبِ الْجَنَّةِ (یہ اہل جنت میں سے ہونگے) یہ اس طرح ہے جیسا کہتے ہیں اکرمنی الامیر فی ناس من اصحابہ۔ مراد یہ ہے اس نے ان میں سے جن لوگوں کا اکرام کیا مجھے ان لوگوں میں سے شمار کیا۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے محلاً منسوب ہے۔ معنی یہ ہوگا وہ جنت والوں میں ہونگے۔ اور ان میں ان کا شمار ہوگا۔

وَعْدَ الصِّدْقِ (اس وعدۂ صادقہ کی وجہ سے)۔ نحو: یہ مصدر مؤکد ہے کیونکہ یتقبل اور یتجاوز یہ اللہ تعالیٰ کی طرف تجاوز وقبولیت کے وعدے ہیں۔

ایک قول:

یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ابوقحافہ اور ان کی والدہ ام الخیر اور اولاد کے متعلق اتری۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا کی قبولیت ان میں ظاہر ہوئی وہ جب ایمان لائے تو ۳۸ اڑتیس سال کی عمر تھی اور ان کے لئے چالیس سال کی عمر میں دعا کی۔ صحابہ کرام میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو خود اسلام لایا اور اس کے والدین اور بیٹے اور بیٹیاں تمام مسلمان صحابی بنے یہ اعزاز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل رہا۔ الَّذِیْ کَانُوْا یُوْعَدُوْنَ (جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا) دنیا کی زندگی میں۔

آیت ۱۷: وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ (اور جس نے اپنے والدین سے کہا) نحو: یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر اولئک الذین حق علیھم القول ہے۔ اور مراد اس سے ان کی جنس ہے جنہوں نے یہ بات کہی۔ اس قول کی قائل جنس ہے اس لئے خبر جمع آئی ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

یہ اس کافر کے متعلق ہے جو ماں باپ کا نافرمان موت کے بعد اٹھائے جانے کی تکذیب کرنے والا ہو۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے متعلق اتری۔ ان کے اسلام لانے سے قبل۔ مگر اس بات کے باطل ہونے کے لئے حضرت معاویہ کا خط دلیل ہے جو مروان کی طرف لکھا تھا کہ لوگوں کو یزید کی بیعت کا حکم دو۔ تو اس پر عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کیا تم اس سے ہرقلیت لاؤ گے۔ کیا تم اپنے بیٹوں کے لئے بیعت لینے لگے ہو۔ اس پر مروان نے کہا۔ اے لوگو! یہ تو وہ شخص ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ والذی قال لوالدیه اف لکما۔ اس بات کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو وہ اس پر ناراض ہوئیں اور فرمانے لگیں۔ اللہ کی قسم وہ اس کے متعلق نہیں ہے۔ اگر میں چاہوں تو میں اس کا نام لے سکتی ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ پر لعنت کی جب کہ تو اس کی پشت میں تھا۔ پھر تو اس کا حصہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی۔

(رواہ النسائی فی السنن الکبریٰ ۱۱۴۹۱)

اُفٍّ لَّکُمَآ (تم پر افسوس ہے) قراءت: یہ مدنی، حفص کی قراءت ہے۔ مکی اور شامی نے اُفَّ پڑھا ہے اور دیگر قراء نے اُفِ پڑھا ہے۔ یہ ایک آواز ہے جب یہ نکالی جاتی ہے اس سے ضجر کرنا ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ جب کوئی حَسِّ کہے تو معلوم ہوتا ہے وہ دکھی ہے اور لکما کی لام یہ بیان کے لئے ہے۔ کہ تافیف تم دونوں کے ساتھ خاص ہے اور کوئی اس سے متعلق نہیں۔ اَتَعِدٰنِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ (کیا تم یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا) بعث بعد الموت سے میں اٹھوں گا اور زمین سے نکالا جاؤں گا۔ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ (حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزریں) اور ان میں سے کوئی نہیں اٹھا۔ وَھُمَا (اور وہ دونوں

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِىْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا

اور جس دن کافروں کو آگ پر پیش کیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا کہ تم نے اپنی لذتوں کو اپنی دنیا والی زندگی میں ختم کر لیا

وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ

اور ان سے نفع حاصل کرلیا سو آج تمہیں سزا کے طور پر ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس سبب سے کہ تم زمین میں

فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۲۰

ناحق تکبر کرتے تھے اور اس سبب سے تم نافرمانی کرتے تھے۔

والدین) يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ (اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے ہیں) وہ کہنے لگے ہم تیرے اس قول کے متعلق اللہ تعالیٰ سے فریاد کے طالب ہیں۔ اس میں در حقیقت اس کے قول کو بہت سخت قرار دیا گیا۔ وہ دونوں کہہ رہے تھے۔ وَيْلَكَ (تیرا ناس ہو) یہ دعا ہلاکت حقیقت میں نہیں بلکہ اس ایمان پر برانگیختہ کرنا اور ابھارنا مقصود ہے۔ اٰمِنْ (تو ایمان لے آ) بعث بعد الموت پر اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (اللہ تعالیٰ کا بعث والا وعدہ سچا ہے) فَيَقُوْلُ (پس وہ انہیں کہنے لگا) مَا هٰذَاۤ (بس یہ تمہاری) اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (بے سند باتیں ہیں)۔

آیت ۱۸: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ (اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول پورا ہو کر رہا) وہ قول لاملأن جھنم ہے۔ [اعراف۔۱۸] فِىْۤ اُمَمٍ (ان لوگوں کے ساتھ) یعنی من جملہ ان جماعتوں میں قَدْ خَلَتْ (جو ہو گزریں) مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ (ان سے پہلے جن وانس میں سے کہ وہ نقصان اٹھانے والے تھے)

آیت ۱۹: وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کی وجہ سے الگ الگ درجے ملیں گے) کل سے دونوں جنس ابرار واشرار مراد ہیں اور درجات سے منازل ومراتب۔ نحو: مِن بیانیہ ہے یعنی بدلہ ماعملوا جو عمل خیر وشر میں سے کیا۔ من اجلیہ ہے۔ ان کے عملوں کی وجہ سے درجات ہونگے۔

ایک قول:

درجات۔ جنت کے تو درجات ہیں۔ اور آگ کے درکات ہیں۔ تغلیباً درجات کہہ دیا۔

وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ (تا کہ وہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے) قراءت: مکی، بصری، عاصم نے یاء سے پڑھا ہے۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (اور ان پر ظلم نہ ہوگا) تا کہ وہ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور ان کے حقوق میں کمی نہ کرے۔ اس نے ان کی جزاء ان کے اعمال کے مطابق اندازہ کر رکھی ہے۔ پس ثواب کو درجات کی صورت اور سزا کو درکات کی حالت دے دی۔ لام محذوف سے متعلق ہے۔

کفار کی آگ پر پیشی سزا کے لئے:

آیت ۲۰: وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ (اور جس روز کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے) ان کو آگ پر پیش کرنا تعذیب وسزا کے لئے ہوگا۔ عرب کہتے ہیں۔ عرض بنو فلان علی السیف۔ فلان قتل کردیے گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ عرض النار کا قول اس سے لیا گیا جیسے کہتے ہیں۔ عرضت الناقة علی الحوض اس سے مقصد حوض کو اس کے سامنے کرنا مراد ہوتا ہے۔ پس ان کو پلٹا جائے گا۔ اَذْهَبْتُمْ (کیا تم حاصل کر چکے) ان کو کہا جائے گا کیا تم حاصل کر چکے۔ یہ ناصب ظرف ہے۔

طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا (لذت کی چیزیں اپنی دنیا کی زندگی میں) یعنی جو تمہارے لئے طیبات میں سے حصہ لکھا گیا تھا۔ وہ تم نے دنیا ہی میں پالیا اور اس کو ضائع کر دیا اس کو لے لیا۔ اب حصہ پورا کر لینے کے بعد کوئی چیز باقی رہتی ہی نہیں جو تمہیں ملے۔

قولِ عمر رضی اللہ عنہ:

اگر میں چاہوں تو میں تم سے زیادہ بہتر کھاؤں اور تم سے خوبصورت پہنوں۔ لیکن میں تو اپنی آخرت کے لئے اپنے طیبات باقی چھوڑ رہا ہوں۔

وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا (اور تم نے ان طیبات سے خوب فائدہ اٹھایا) فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ (آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا) الهون کا معنی ذلت ہے اور ایک قراءت میں بھی ایسا پڑھا گیا ہے۔ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ (اس وجہ سے کہ تم ناحق تکبر کیا کرتے تھے) تستکبرون بمعنی تتکبرون ہے۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ (اور اس وجہ سے کہ تم نے نافرمانیاں کیں) تمہارے تکبر وفسق کی وجہ سے۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ

اور قوم عاد کے بھائی کا ذکر کیجئے جبکہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا اور حال یہ ہے کہ ان سے پہلے اور پیچھے ڈرانے والے

وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾

گزر چکے ہیں یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو بے شک میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾

وہ لوگ کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے، سو جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو وہ لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ علم اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمہیں وہ بات پہنچاتا ہوں جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں اور لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم جہالت کی باتیں کرتے ہو۔

قوم عاد کا تذکرہ:

آیت ۲۱: وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ (اور تم قوم عاد کے بھائی کا ذکر کرو) اخاعاد سے ہود علیہ السلام مراد ہیں۔ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ (جبکہ انہوں نے اپنی قوم کو ریت کے مستطیل گول ٹیلوں کے پاس ڈرایا) احقاف یہ جمع حقف کی ہے بمعنی ریت کا طویل کچھ ٹیڑھا ٹیلہ۔ یہ احقوقف الشیٔ سے لیا گیا ہے۔ جبکہ وہ ٹیڑھی ہو جائے۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ احقاف عمان ومہرہ کے درمیان وادی کا نام ہے۔

وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ (اور ڈرانے والے ہوگزرے) النذر جمع نذیر کی ہے جو بمعنی منذر ہے۔ یا النذر بمعنی انذار یعنی ڈرانا ہے۔ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ (ان سے پہلے اور ان سے پیچھے) یہ جملہ معترضہ وقد خلت النذر من بين يديه ومن خلفه جو انذر قومه اور الاتعبدوا کے مابین آیا ہے۔ بین یدیہ سے ہود سے پہلے اور خلفہ سے مراد ہود کے بعد۔

شرک کی سزا:

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (کہ تم عبادت نہ کرو مگر اللہ تعالیٰ ہی کی۔ مجھ کو تمہارے متعلق بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے) مطلب یہ ہے۔ قوم ہود کو جو ہود علیہ السلام کا انذار ہوا وہ تم ذکر کرو اور شرک کا انجام اور بڑا عذاب جو ان کو پیش آیا ان سے پہلے اور بعد بھی رسولوں نے اسی طرح امتوں کو ڈرایا۔

آیت۲۲: قَالُوْٓا (قوم ہود کے لوگ کہنے لگے) اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا (کیا تو اس لئے ہمارے پاس آیا ہے تا کہ تو ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو) تافکنا ای تصرفنا پس الافك پھیرنے کو کہتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں افکه عن رایه۔ عَنْ اٰلِهَتِنَا (ہمارے معبودوں سے) یعنی ان کی عبادت سے۔ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ (تو ہمارے پاس لے آ جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے) کہ شرک پر ایسا عذاب ہوگا۔ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اگر تو سچا ہے) اپنے اس وعدے میں۔

آیت۲۳: قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ (انہوں نے فرمایا۔ بیشک علم پورا تو) کہ عذاب کس وقت آئے گا۔ عِنْدَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے) مجھے اس وقت کا کچھ علم نہیں۔ جس میں تمہیں عذاب ہوگا۔ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ (مجھ کو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے وہ تم کو پہنچائے دیتا ہوں) قراءت: ابوعمرو نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ وہ جو کہ میری شان ہے۔ کہ میں تمہیں وہ پیغام پہنچاؤں۔ جو انذار و تخویف میں سے مجھے دے کر بھیجا گیا ہے۔ وَلٰكِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ (لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نری جہالت کی باتیں کر رہے ہو) یعنی تم جاہل ہو اور جانتے نہیں ہو۔ کہ رسول تو منذر بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ وہ ایجاد کرنے والے اور ان چیزوں کا سوال کرنے والے نہیں ہوتے جس کی ان کو اجازت نہ ہو۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ

سو جب انہوں نے بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کے سامنے آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا، بلکہ یہ

مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٤﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا

وہی چیز ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے، ہوا ہے جس میں درد ناک عذاب ہے، وہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کر دے گی۔

فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ

سو وہ اس حال میں ہو گئے کہ انکے گھروں کے سوا کوئی دکھائی نہ دیتا تھا، ہم ایسے ہی مجرم قوم کو سزا دیا کرتے ہیں، اور ہم نے

مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً

انہیں ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کو سننے کی قوت دی اور آنکھیں بھی اور دل بھی۔

فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا

سو نہیں فائدہ نہ دیا ان کے کانوں نے اور ان کی آنکھوں نے اور انکے دلوں نے کچھ بھی، اس لئے کہ وہ

يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ

اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انہیں اسی چیز نے آگھیرا جس کا وہ مذاق کرتے تھے، اور یہ بات واقعی ہے

اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٧﴾

کہ ہم نے ان بستیوں کو ہلاک کر دیا جو تمہارے آس پاس تھیں اور ہم نے بار بار اپنی نشانیاں بیان کر دیں تاکہ وہ باز آجائیں

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ

سو اللہ کے سوا ان لوگوں کی انہوں نے کیوں مدد نہیں کی جنہیں انہوں نے تقریب حاصل کرنے کے لئے معبود بنا رکھا تھا بلکہ وہ لوگ ان سے غائب ہو گئے،

وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٨﴾

اور یہ ان کی تراشی ہوئی بات ہے اور وہ بات ہے جس کو وہ جھوٹ بناتے ہیں۔

آیت ۲۴: فَلَمَّا رَاَوْهُ (جب انہوں نے دیکھا اس بادل کو) اس کی ضمیر ماتعدنا کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یا وہ ضمیر مبہم ہے جس کو عارضًا سے واضح کیا گیا ہے۔ عَارِضًا یہ تمیز یا حال ہے۔ العارض اس بادل کو کہتے ہیں۔ جو سامنے والے افق سماء پر ظاہر ہو۔

مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا (اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا) روایت میں ہے کہ بارش ان کے ہاں عرصہ سے نہ ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنی وادیوں کی جانب آتا ہوا بادل دیکھا تو کہنے لگے۔ یہ بادل ہم پر بارش لائے گا اور خوشی سے یہ بات کھل کر کہی۔

لطیفۂ اضافت:

مستقبل اور ممطر کی اضافت مجازی اضافت ہے۔ معرفہ بنانے والی نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ دونوں مضاف تو معرفوں کی طرف ہیں مگر صفت نکرہ عارض کی بن رہے ہیں۔

بَلْ هُوَ (نہیں نہیں بلکہ وہی) یعنی ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ بلکہ وہ اور اس پر وہ قراءت بھی دلالت کرتی ہیں جنہوں نے قال هود بل هو پڑھا ہے۔ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ (ہے جس کو تم جلدی مچاتے تھے) یعنی عذاب پھر تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے)

آیت ۲۵: تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ (جو ہر چیز کو ہلاک کر دے گی) وہ عاد کے لوگوں اور کثیر مالوں کو تہس نہس کر دے گی۔ کثرت کو کل کے لفظ سے تعبیر کیا۔ بِاَمْرِ رَبِّهَا (اپنے رب کے حکم سے) جو ریح کا رب ہے۔ فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ (چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ سوائے ان کے مکانات کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا)۔ قراءت: عاصم وحمزہ وخلف میں ہے ای لا یری شیٔ الامساکنهم کہ ان کے مکانات کے سوا اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ دیگر قراء نے مجہول و غائب کی بجائے لاتری الاّ مساکنهم پڑھا۔ اس میں خطاب کا صیغہ ہر دیکھنے والا کو مخاطب کر کے لایا گیا۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ (ہم مجرموں کو یونہی سزا دیا کرتے ہیں) یعنی اس جیسی ہم سزا دیتے ہیں جو ان جیسے جرم کا مرتکب ہو۔ اس میں مشرکین مکہ کو ڈرایا گیا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ہود علیہ السلام اور مؤمن ایک مقام میں جمع ہو گئے۔ ان کو تیز ہوا لگ رہی تھی۔ جو نفوس کو سکون پہنچا رہی تھی۔ اور وہ قوم عاد کو آسمان و زمین کے مابین گھما گھما کر پٹخ رہی تھی اور پتھروں سے ان کے سروں کو کچل رہی تھی۔

آیت ۲۶: وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ (ہم نے ان لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی) نحو: اِن نافیہ ہے۔ ان باتوں میں ماامکنا کم ہم نے تم کو قدرت نہیں دی۔ البتہ

ان کا مزہ:

اِنْ لفظ کے اعتبار سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اور ما کو جمع کرنے میں بے مزہ تکرار واقع ہو جاتا ہے۔ ذرا غور کرو کہ مهما اصل میں ما ما ہے۔ اس بدمزگی کی وجہ سے الف کو ھا سے بدل ڈالا مهما بنالیا۔ نمبر۲۔ ان کو وصلیہ زائدہ بنائیں اور اس کا مطلب ہوگا۔ اس لئے کہ ہم نے ان کو قدرت دی ان چیزوں میں جن میں تم کو قدرت دے رکھی ہے۔ مگر سب سے درست وجہ ان

کو نافیہ بنانا ہے۔اس لئے کہ ارشادالٰہی ہے۔ ھم احسن اثاثا ورء یا۔[مریم۔۷۴]اس میں ان کی طاقت وسامان کی کثرت کا ذکر ہے۔اسی طرح آیت کانوا اکثرھم منھم واشد قوۃ وأثاراً۔[غافر۔۸۲] نحو : ما الذی کے معنی میں ہے۔یا نکرہ موصوفہ ہے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً (اورہم نے ان کو کان، آنکھیں اوردل دیئے تھے)یعنی آلاتِ ادراک وفہم فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ (مگران کوان کے کان، آنکھیں اوردل ذرا بھر کام نہ آئے)من شئ من الاغناء۔فائدہ میں سے ذرا بھرفائدہ قلیل ترین فائدہ مراد ہے۔ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ (اس لئے کہ وہ لوگ آیات الٰہیہ کاانکارکرتے تھے)

نحوی نکتہ:

اذ۔یہ فما اغنٰی کی وجہ سے منصوب ہے۔یہ تعلیل کے قائم مقام آیا ہے۔کیونکہ تعلیل وظرف کا کام تعلیل میں برابر ہے۔جیسا اس قول میں ملاحظہ ہو۔ضربته لاساء ته۔ضربتهٗ اذا ساء۔کیونکہ تم نے اس کو بے ادبی کے وقت مارا تو تم نے اس کو اس لئے مارا کہ اس نے بے ادبی کی۔البتہ اذ،حیث یہ دونوں تمام ظروف پراس سلسلہ میں استعمال میں غالب آ گئے ہیں۔

وَحَاقَ بِهِمْ (اوراسی نے ان کو آ گھیرا)اوروہ ان پراترپڑا۔ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ (جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے)انکے استہزاء کی سزا کے طور پر۔اس میں کفار مکہ کو تہدید ہے۔پھراگلی آیت میں مزید تہدید کی گئی ہے۔

آیت ۲۷: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ (اورہم نے تمہارے آس پاس کی اوراور بستیاں بھی ہلاک کی ہیں)کم سے مراد اہل مکہ ہیں۔ مِّنَ الْقُرٰى (جیسے قوم ثمود کی بستیاں جو مقام حجر میں واقع تھیں)قوم لوط کے شہر، القری بول کر اہل القری مراد ہیں۔اسی لئے فرمایا۔ وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ (اورہم نے بار بار اپنی نشانیاں بتلادی تھیں کہ وہ باز آجائیں)ہم نے ان پر قسم قسم کی عبرتیں اوردلائل بار بار بیان کردیئے تاکہ وہ سرکشی سے لوٹ کر ایمان کی طرف آجائیں مگر وہ نہ لوٹے۔

ان کے معبودوں کی سفارش کہاں گئی:

آیت ۲۸: فَلَوْلَا (پس کیوں نہ) نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً (ان کی مدد کی جن جن چیزوں کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اپنا معبود بنا رکھا ہے)القربان سے وہ چیز مراد ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔یعنی ان کو ایسا سفارشی قرار دیا جوان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں۔جبکہ وہ کہا کرتے تھے۔ھؤلاء شفعاؤنا عند اللّٰہ۔

نحو :اتخذ کا ایک مفعول الذین محذوف کی طرف لوٹنے والا ہے۔تقدیر عبارت اس طرح ہے۔اتخذوھم اوردوسرا مفعول الھۃ ہے اورقربانا حال ہے۔ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ (بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے)وہ ان کی مدد سے غائب رہے۔ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ (اوروہ ان کی تراشی ہوئی اورگھڑی ہوئی بات ہے)ذٰلک کا اشارہ الھہ کے ان کی مدد نہ کرنے کی طرف ہے۔اور مدد سے غائب رہنے کی طرف ہے۔یعنی یہ ان کا مدد نہ کرنا اور مدد سے غائب رہنا۔یہ اثر ونحوست ان کے اس افتراء کی ہے کہ انہوں نے ان کو معبود بنا رکھا ہے اوران کے شرک اوراللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھنے کا نتیجہ ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا

اور جب ہم نے آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو پھیر دیا جو قرآن سننے لگے، سو جب یہ لوگ قرآن کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے

اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا

کہ چپ رہو، پھر جب قرآن پڑھا جاچکا تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بنکر چلے گئے، کہنے لگے اے ہماری قوم بیشک ہم نے ایک کتاب

كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ

سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، وہ حق کی طرف اور سیدھے راستہ کی طرف ہدایت

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ

دینے والی ہے۔ اے ہماری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اسپر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور تمہیں سخت

مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ

عذاب سے بچادے گا، اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں عاجز کرنے والا نہیں ہے اور اس کے لئے اللہ کے سوا

لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ

کوئی ولی نہ ہو گا، یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں، کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمانوں کو اور

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ

زمین کو پیدا کیا وہ ان کو پیدا کرنے سے نہیں تھکا وہ اسپر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے، ہاں اسے ضرور قدرت ہے، بیشک وہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ

ہر چیز پر قادر ہے، اور جس روز کافر لوگ آگ پر پیش کئے جائیں گے کہ کیا یہ حق نہیں ہے؟

قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾

کہیں گے کہ قسم ہے ہمارے رب کی یہ ضرور امر واقعی ہے! ارشاد ہوگا تو چکھلو عذاب اس سبب سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

جنات کی آمد اور ایمان قبول کرنا:

آیت ۲۹: وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا (جب کہ ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے) ہم نے ان کو مائل کیا اور

آپ کی جانب متوجہ کیا۔ النفر دس سے کم تعداد پر بولا جاتا ہے۔ مِّنَ الْجِنِّ (جنات کی ایک جماعت) یہ نصیبین مقام کے جنات تھے۔ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ (جو قرآن سننے لگے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ (جب وہ لوگ قرآن کے پاس آپہنچے) ہٗ کی ضمیر قرآن مجید یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ آپ سے اتنے فاصلہ پر پہنچے کہ وہاں سے قرآن سن سکتے تھے۔ قَالُوْٓا (وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے) اَنْصِتُوْا (خاموشی سے سنو)

روایت: میں ہے کہ جنات خبریں چرانے کے لئے آسمان کی طرف پرواز کرتے جب آسمان کی حفاظت کر دی گئی اور ان کو شہاب پڑنے لگے۔ تو کہنے لگے۔ یہ بات کسی خاص حادثہ کا نتیجہ ہے۔ سات جنات کا ٹولہ یا نو سرداران نصیبین یا نینوی جن میں ایک کا نام زوبعہ تھا۔ ادھر ادھر چلتے پھرتے رہے یہاں تک کہ وہ تہامہ میں پہنچے پھر ان کا گزر وادی نخلہ سے ہوا۔ وہاں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا جبکہ آپ رات کے دوران نماز ادا فرما رہے تھے یا نماز فجر میں مصروف تھے۔ انہوں نے آپ کی قراءت کو غور سے سنا۔

قولِ سعید بن جبیر:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو جنات کے سامنے پڑھا اور نہ ان کو دیکھا۔ بلکہ آپ تو نماز میں تلاوت فرما رہے تھے۔ اُدھر سے جنات کا گزر ہوا۔ تو ان کو قرآن سننے کی توفیق مل گئی۔ آپ کو اس کی خبر بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے قرآن سننے کی آپ کو خبر دی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کو انذار کرنے کا حکم دیا اور ان کو پڑھ کر سنانے کا حکم ہوا۔ تو ان میں ایک گروہ آپ کی طرف پھر کر آیا۔ پس آپ نے فرمایا۔ مجھے حکم ملا ہے کہ آج رات میں جنات کے سامنے قرآن پڑھوں پس کون میرے ساتھ چلے گا۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ دہرائی۔ تمام نے سر جھکا لیے صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں لیلۃ الجن میں صرف حاضر تھا میرے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ ہم چلتے گئے یہاں تک کہ ہم مکہ کی بالائی جانب شعب حجون میں پہنچ گئے۔ آپ نے میرے لئے ایک خط کھینچ دیا۔ اور فرمایا۔ تم اس سے مت نکلنا جب تک میں واپس نہ آؤں۔ پھر قرآن کو شروع فرمایا۔ میں نے سخت شور و شغب سنا۔ (واپس آ کر مجھے فرمایا کیا تم نے کچھ دیکھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ کالے سیاہ مرد۔ آپ نے فرمایا۔ وہ نصیبین مقام کے جنات تھے۔ یہ بارہ ہزار کی تعداد میں آئے تھے۔ اور جو سورت ان پر پڑھی وہ اقرء باسم ربك تھی۔ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لم اجده بتمامه فی سیاق و احلیہ حاشیہ کشاف)

فَلَمَّا قُضِيَ (پھر جب قرآن پڑھا جا چکا) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قراءت سے فارغ ہو چکے۔ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے لئے واپس آ گئے) تا کہ وہ ان کو ڈرائیں۔

آیت ۳۰: قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى (وہ کہنے لگے اے ہمارے بھائیو! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں۔ جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی) انہوں نے من بعد موسٰی کہا۔ کیوں کہ وہ پہلے یہودیت پر تھے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جنات نے عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کی اطلاع نہ پائی تھی۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے) يَهْدِیْٓ اِلَى الْحَقِّ (حق کی طرف راہنمائی کرتی ہے) الحق سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سیدھے راستہ کی طرف)

آیت ۳۱: يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ (اے ہماری قوم اللہ تعالیٰ کے داعی کی بات کو قبول کرو) داعی سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا)

قولِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

جنات کو کوئی ثواب نہیں مگر صرف جہنم سے آزادی۔ اور دلیل یہ آیت ہے۔

قول امام مالک، ابن ابی لیلیٰ، ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ:

ان کو ثواب و عقاب دونوں ہونگے۔

قولِ ضحاک:

وہ جنت میں داخل ہونگے اور اس میں سے کھائیں پئیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لم یطمثھن انس قبلھم ولا جانٌّ۔ [الرحمان۔۵۶]

آیت ۳۲: وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِى الْاَرْضِ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا۔ وہ زمین میں ہرا نہیں سکتا) یعنی اس کو عذاب سے نجات پانے کے لئے بھاگنے کی جگہ نہ ملے گی۔ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی حامی بھی نہ ہوگا۔ ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں)

آیت ۳۳: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ (کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا) یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ وما مسنا من لغوب۔ [ق۔۳۸] عرب عییت بالامر اس وقت بولتے ہیں۔ جب اس کی کوئی صورت نظر نہ آئے۔ بِقٰدِرٍ (وہ اس پر قدرت رکھتا ہے) نحو: یہ محل رفع میں خبر انّ ہے۔ اس پر قراءت عبداللہ بن مسعود قادرٌ دلالت کرتی ہے۔ اور باء کو اس پر داخل کیا گیا

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ

سو آپ صبر کیجئے جیسے ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا۔ اور ان لوگوں کے لئے جلدی نہ کیجئے جس دن یہ لوگ وعدہ کی

مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ

چیز کو دیکھیں گے تو گویا صرف دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔ یہ پہنچا دینا ہے سو ہلاک نہیں ہوں گے مگر نافرمانی

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

کرنیوالے ہی۔

کیونکہ ابتدائے آیت نفی پر مشتمل ہے۔اس طرح کہ اَنْ اور ما اس کے حیز میں ہیں۔

قول الزجاج:

اگر تم اس طرح کہو : ماظننت ان زیدًا بقائم تو یہ جائز ہے۔گویا یہ اس طرح کہا گیا ہے۔الیس اللّٰہ بقادرٍ۔کیا تم کو نہیں دیکھ رہے ہے کہ وہ آرہا ہے۔وہ اس ہر چیز بعث وغیرہ پر قدرت کو پختہ کررہا ہے۔وہ ان کی رؤیت کے لئے نہیں لایا گیا۔ بلٰی

عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى (کہ مردوں کو زندہ کردے۔کیوں نہیں) یہ نفی کے جواب میں کلام لائی گئی۔ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے)

آیت ۳۴: وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ (اور جس روز کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے)۔انہیں کہا جائے گا۔ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ (کیا یہ دوزخ امر حقیقت نہیں ہے) ظرف کا ناصب قول کا لفظ مضمر ہے۔اور ھذا کا مشار الیہ عذاب ہے۔ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم! ضرور امر واقعی ہے۔ارشاد ہوگا۔تو اپنے کفر کے بدلے میں اس کا عذاب چکھو) کیونکہ تم دنیا میں کفر کرتے تھے۔

صبر وثبات کا حکم جلد بازی کی ممانعت:

آیت ۳۵: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ (تو آپ صبر کریں جیسا اور ہمت والے) مِنَ الرُّسُلِ (رسولوں نے صبر کیا تھا) اولوا العزم کا معنی کوشش صبر وثبات والے۔ نحو : نمبرا۔من الرسل کا من تبعیضیہ ہے۔اس سے مراد اولوالعزم ہیں۔ جن کا تذکرہ احزاب کی اس آیت میں ہے۔و اذا اخذنا من النبیین میثاقھم ومنك ومن نوح وابراھیم وموسی وعیسی ابن مریم۔[الاحزاب:۷]

اور یونس علیہ السلام ان میں سے نہیں کیونکہ ان کے لئے فرمایا۔لا تکن کصاحب الحوت۔[القلم۔۴۸] اسی آدم علیہ

السلام بھی اس لئے کہ ارشاد الٰہی ہے ولم نجد له عزمًا [طہ۔۱۱۵]
نمبر۲۔ یامِن بیانیہ ہوتو اولوالعزم یہ صفت تمام رسل کی بنے گی۔ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ (اور ان لوگوں کے لئے جلدی نہ کیجئے) کفار قریش کے لئے جلد عذاب نہ مانگیں۔ یعنی جلد عذاب ملنے کی دعا نہ کریں۔ پس وہ عذاب ضرور اترے گا۔ خواہ کچھ دیر سے۔ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ (جس روز یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے۔ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو گویا یہ لوگ دن بھر میں ایک گھڑی رہے ہیں) یہ اس وقت دنیا میں قیام کی مدت کو بہت قلیل قرار دیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو دن کی ایک گھڑی خیال کریں گے۔ بَلٰغٌ (یہ پہنچا دینا ہے) یہ پوری بات ہے۔ یعنی یہ وعظ جو تمہیں کیا گیا یہ کافی وعظ ہے۔ یا یہ رسول کی طرف سے پہنچا دینا ہو چکا ہے۔ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ (پس وہی برباد ہونگے جو نافرمانی کریں گے) عذاب سے ہلاکت مراد ہے۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہرگز ہلاک نہ کیا جائے گا مگر ان لوگوں کو جو نافرمان ہیں یعنی شرک کرنے والے اور نصیحت سے نکلنے والے اور اس کے موجب پر عمل سے نکلنے والے ہیں۔

الحمدللہ قبل العشاء لیلۃ الجمعہ ۲۴ اپریل ۲۰۰۳ء ترجمہ تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جس میں اڑتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا اللہ نے انکے اعمال کو ضائع فرما دیا ، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ

عمل کئے اور جو کچھ محمد پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے اور وہ انکے رب کی طرف سے امر واقعی ہے اللہ ان کے

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ

گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور انکے حال کو درست فرما دے گا، یہ اس وجہ سے کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا،

وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ

اور بے شک جو لوگ ایمان لائے انہوں نے حق کا اتباع کیا جو ان کے رب کی طرف سے ہے، اسی طرح اللہ لوگوں کے لئے ان کے احوال

اَمْثَالَهُمْ ﴿۳﴾

بیان فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکا)

اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو بے کار کر دیا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے)

وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ

(اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے)

رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ

(اور وہ ان کے رب کے پاس سے امر واقعی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا)

آیت ۱: اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یعنی انہوں نے اعراض کیا اور دخول اسلام سے باز رہے۔ نمبر۲۔ دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکا۔

قول الجوہری:

صد عنہ یصد صدودًا۔ کا معنی اعراض کرنا۔اور صدہ عن الامر صدًا کا معنی منع کرنا اور اس سے پھیر دینا آتا ہے۔ کفارِ قریش بدر کے دن کھانا کھلانے والے تھے۔یا کفروا سے اہل کتاب مراد ہیں۔نمبر۳۔ ہر کافر مراد ہے۔جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والا ہو۔ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو باطل وحبط کر دیا اور اس کی حقیقت اس طرح ہے۔کہ ان کے اعمال کو گم شدہ اور ضائع قرار دے دیا۔ان میں قبولیت وثواب نہیں۔جیسا کہ گم شدہ اونٹ بے فائدہ ہوتا ہے۔اعمال سے مراد وہ اعمال جو حالت کفر میں وہ صلہ رحمی' اطعام مسافرین' عمارۃِ مسجد حرام' یا وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تدابیر اختیار کیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں۔

اٰمَنُوْا کی مراد:

آیت ۲: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔اس سے قریش کے کچھ لوگ مراد ہیں۔نمبر۲۔ انصار کے کچھ حضرات۔نمبر۳۔ اہل کتاب کے کچھ افراد۔نمبر۴۔ عام ہے۔ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ مانزل سے قرآن مجید مراد ہے۔

پھر جملہ معترضہ لا کر اس کی تاکید کر دی اور وہ جملہ یہ ارشاد ہے۔

وَھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ یعنی قرآن ایک قول یہ ہے: کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی حق ہے۔اس لئے کہ وہ منسوخ نہ ہوگا۔وہ دیگر تمام ادیان کا ناسخ ہے۔ کَفَّرَ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ (اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا) کفر سے رجوع اور توبہ کر لینے کی وجہ سے ان کے کفر ومعاصی کو ایمان وعمل صالح کی چادر سے ڈھانپ دیا جائے گا۔ وَاَصْلَحَ بَالَھُمْ (اور ان کی حالت درست رکھے گا) دین کے معاملات میں توفیق کے ذریعہ ان کی حالت کو درست رکھا جائے گا۔اور اپنی نصرت وتائید سے ان کو دنیا پر غلبہ دے گا۔

مؤمنوں اور کافروں کے عمل کی مثال:

آیت ۳: ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّھِمْ (یہ اس وجہ سے ہے کہ کافر تو غلط راستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح راستہ پر چلے جو ان کے رب کی طرف سے ہے) نحو: ذلک مبتدا اور مابعد اس کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ذلک الامر یہ بات یعنی ایک فریق کے اعمال بیکار کیے اور دوسرے فریق کی سیئات کو مٹا دیا گیا اور

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ

سو جب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے تو انکی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم اچھی طرح سے انکی خون ریزی کر دو تو خوب مضبوط باندھ دو

فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛۚ ذٰلِكَ ؕۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ

پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دو یا انکی جانوں کا بدلہ لے کر چھوڑ دو جب تک کہ لڑائی اپنے ہتھیاروں کو نہ رکھدے، یہ اسی طرح ہے، اور اگر اللہ چاہے تو ان سے

مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ

انتقام لے لے، اور لیکن تا کہ تم میں بعض کا بعض کے ذریعہ امتحان فرمائے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے سو اللہ ہرگز ان کے اعمال

اَعْمَالَهُمْ ④ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ⑤ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ⑥

ضائع نہ فرمائے گا، وہ انہیں عنقریب مقصود تک پہنچا دے گا۔ اور ان کا حال درست فرما دے گا اور انہیں جنت میں داخل فرما دے گا جس کی انہیں پہچان کرا دے گا

اصلاح و درستی اس لئے کی گئی کہ ایک فریق نے شیطان کی اتباع اختیار کی اور دوسرے نے قرآن کی اتباع کی۔ كَذٰلِكَ (اس بیان کرنے کی طرح) يَضْرِبُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ کھول کر بیان کرتے ہیں) لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ (لوگوں کے لئے ان کے حالات) ھم کی ضمیر الناس کی طرف راجع ہے۔ نمبر۲۔ دو فریق جن کا اوپر ذکر ہوا مطلب یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مؤمنوں اور کافروں کے حالات بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اتباع باطل کو کافروں کے عمل کی مثال کے طور پر ذکر فرمایا اور اتباع حق کو مؤمنوں کے عمل کی مثال کے طور پر ذکر فرمایا۔ نمبر۳۔ اضلال کو کفار کی ناکامی بیان کرنے کے لئے مثال بنایا اور ابرار کی کامیابی کے لئے تکفیر سیئات کو نمونہ بنایا۔

قتال میں کفار کو خوب قتل کرو:

آیت ۴: فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (پس جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو) اللقاء لڑائی کو کہتے ہیں۔ فَضَرْبَ الرِّقَابِ (تو ان کی گردنیں مارو) اصل اس طرح ہے۔ فاضربوا الرقاب ضربًا۔ پس تم گردنوں کو مارو مارنا۔ فعل کو حذف کر دیا اور مصدر کو شروع میں لائے۔ پس وہ اس کے قائم مقام ہوگیا۔ اور اس کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔ تاکید کے ساتھ ساتھ اس میں اختیار بھی ملحوظ ہے۔ اس لئے کہ تم مصدر کا تذکرہ کرتے ہو اور وہ اس نصب والی حالت کے ساتھ ساتھ فعل پر دلالت کرتا ہے۔ ضرب الرقاب۔ یہ قتل کی تعبیر ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ قتل ہی کیا جائے دوسرے اعضاء نہ کاٹے جائیں۔ اور تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ قتل انسانی عموماً گردن مارنے سے ہوتا ہے۔ اس لئے یہ تعبیر قتل کے طور پر استعمال ہوا۔ خواہ گردن کے علاوہ کسی دوسرے عضو پر کافر کو مارا جائے۔ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ (یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو) خوب قتل کر چکو۔ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ (تو

خوب مضبوط باندھ لو) پس ان کو قید کر لو۔ الوثاق یہ واؤ کے فتحہ و کسرہ دونوں سے مستعمل ہے۔اس رسی وغیرہ کو کہتے ہیں جس سے قیدی کو باندھا جائے۔مطلب یہ ہے کہ ان کے بندھن خوب مضبوط باندھو تا کہ وہ کھسک نہ جائیں۔ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ (پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دو) ان کے قید کر لینے کے بعد وَاِمَّا فِدَآءً (یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا)

نحو: منًّا اور فداءً یہ دو مضمر فعلوں کی وجہ سے منصوب ہیں تقدیر کلام یہ ہے اما تمنون منا و تفدون فداء۔مطلب یہ ہے کہ کفار کو قید کرنے کے بعد تمہیں ان پر احسان کر کے چھوڑ دینا اور فدیہ لے کر چھوڑنے کا اختیار ہے۔

عندالاحناف:

اساریٰ مشرکین کا حکم قتل یا غلام بنانا ہے۔ یہ فداء و مَنّ کا حکم اس آیت سے منسوخ ہے فاقتلوا المشرکین۔ [التوبہ۔۵] کیونکہ سورۂ براءت آخر میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے۔

قولِ مجاہد رحمہ اللہ:

آج کل من وفداء نہیں۔اب اسلام قبول کرنا یا ضرب الرقاب ہے۔

نمبر۲۔من کا مطلب قتل نہ کرنا بلکہ غلام بنالینا۔نمبر۳۔ان پر احسان کرنا یہ ہے کہ جزیہ قبول کرنے کے لئے ان کو موقعہ دیا جائے گا۔

اور الفداء کا معنی قیدیوں سے تبادلہ ہے۔امام طحاوی رحمہ اللہ نے امام صاحب کا یہ مسلک نقل کیا۔اور صاحبین کا قول بھی یہی ہے۔مگر آپ کی طرف منسوب مشہور قول اول ہے کہ مال وغیر مال کسی چیز سے فدیہ نہ ہوگا۔تا کہ وہ دوبارہ اسلام کے خلاف نبرد آزمانہ ہوں۔

عندالشافعی رحمہ اللہ:

امام المسلمین کو اختیار ہے کہ چار میں سے کسی ایک کو بموقعہ اختیار کرے۔نمبر۱۔قتل۔نمبر۲۔غلام بنانا۔نمبر۳۔فداء با ساریٰ المسلمین۔نمبر۴۔احسان سے چھوڑنا۔

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں) اوزار: بوجھ آلات ضرور یہ تلوار وغیرہ۔ایک قول: اوزار سے گناہ مراد ہیں مطلب یہ ہوا یہاں تک کہ اہل حرب حرب کو چھوڑ دیں۔ وہ اپنا شرک چھوڑ کر اسلام لے آئیں۔نمبر۲۔ یہاں تک کہ وہ ضرب وحرب سے لاتعلق نہ ہو جائیں۔ یہاں تک کہ وہ خالی نہ رہیں اس سے کہ ان کا تعلق ضرب وحرب یا من وفداء سے ہو۔پس دونوں متعلقوں کے ساتھ شافعی رحمہ اللہ کے ہاں معنی یہ ہے وہ اس بات پر ہمیشہ رہیں گے کہ وہ مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے والے نہ بنیں اور اس کی شکل یہی ہے کہ ان کی شوکت ختم ہو جائے۔

ایک قول :

یہ حکم ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے۔

عندابی حنیفہ رحمہ اللہ:

جب ضرب وشد سے معلق کریں تو معنی یہ ہوگا۔ کہ ان سے قتال کیا جائے گا اور قید کیا جائے گا یہاں تک کہ جنس حرب بند ہو جائے۔ اور یہ اس وقت ہے جبکہ مشرکین کی شوکت ٹوٹ جائے۔

اور جب من وفداء سے معلق کریں تو مطلب اس طرح ہے ان پر احسان کیا جائے گا کہ وہ فدیہ ادا کریں یہاں تک کہ غزوۂ بدر ختم ہو۔ البتہ جو تاویل من وفداء کی ہم ذکر کر چکے وہ تاویل کی جائے۔

انتقام کفار کی صورتیں:

ذٰلِكَ (یہ) یعنی معاملہ اس طرح ہے یہ مبتدأ اور خبر ہے۔ یا یہ محل نصب میں افعلوا فعل محذوف کا مفعول ہے۔ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ضرور ان سے انتقام لیتا) لڑائی کے بغیر بعض اسباب ہلاکت کے ساتھ ان سے انتقام لے لیتا۔ جیسے دھنسانے، زلزلے یا ایسی ہی کسی اور صورت سے۔ وَلٰكِنْ (لیکن) اس نے تمہیں قتال کا حکم دیا۔ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ (تا کہ وہ تم میں ایک دوسرے کا امتحان کر لے) یعنی مؤمنین کا کفار کے ذریعہ امتحان لے تا کہ مخلص الگ ہوں اور کفار کو مؤمنوں کے ذریعہ مٹائے۔ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں)

قراءت: بصری وحفص نے اسی طرح پڑھا جبکہ دیگر قراء نے قاتلوا پڑھا۔ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کریگا)

آیت ۵: سَيَهْدِيْهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کو مقصود تک پہنچائے گا) جنت کے راستہ کی طرف یا منکر نکیر کے درست جواب میں وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ (اور ان کی حالت درست رکھے گا) ان کے خصماء کو راضی کر دے گا اور ان کے اعمال کو قبول کرے گا۔

اللہ کے دین کی مدد:

آیت ۶: وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ (اور ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ جس کی ان کو پہچان کرائے گا)

قول مجاہد رحمہ اللہ :

ان کو ان کی رہائش گاہوں کا اس طرح تعارف کرائے گا کہ کسی سے وہ پوچھنے کے محتاج نہ ہونگے۔ نمبر۲۔ ان کو عرف نامی خوشبو سے خوشبو والا بنائے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۞ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا

فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۞ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ

سو ان کے لئے ہلاکت ہے اور اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کو مکروہ جانا جو اللہ نے نازل فرمائی سو اس نے ان کے اعمال کو

اَعْمَالَهُمْ ۞ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ

اکارت کر دیا۔ کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے سو انہوں نے نہیں دیکھا کیسا ہوا ان کا انجام جو ان سے

قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؗ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۞ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ

پہلے تھے اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور کافروں کے لئے اسی قسم کی چیزیں ہیں، یہ اس وجہ سے کہ اللہ ایمان والوں کا

اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۞ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ع ۸

مولیٰ ہے اور بے شک کافروں کے لئے کوئی بھی مولیٰ نہیں، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ انہیں ایسے باغوں

جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ

میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح

الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۞ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِىَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِىْۤ

چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہے، اور بہت سی بستیاں تھیں جنکے رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا یہ بستیاں آپکی بستی سے زیادہ سخت تھیں

اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۞ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ

جنہوں نے آپ کو نکال دیا، ان بستیوں کا کوئی مددگار نہ ہوا جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں

زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ۞

جن کی بدعملی ان کو اچھی چیز بتائی گئی اور جو نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں۔

آیت ۷: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ (اے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے) اللہ تعالیٰ کی مدد کا مطلب اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی مدد۔ يَنْصُرْكُمْ (وہ تمہاری مدد کرے گا) تمہارے دشمنوں کے خلاف اور تمہیں فتح دے گا۔

وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (اور تمہارے قدم جمادے گا) لڑائی کے مواقع پر یا اسلام کی راہ پر۔

آیت ۸: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور جو لوگ کافر ہیں) نَحْو : یہ ابتداء کی وجہ سے موضع رفع میں ہے۔ اور خبر فَتَعْسًا لَّهُمْ (ان کے لئے تباہی ہے) وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (اور اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا) اس کا عطف اسی فعل پر ہے جس نے تعسًا کو نصب دیا ہے کیونکہ معنی اس طرح ہے۔ پس فرمایا ان کے لئے ہلاکت ہے۔ التعس۔ ٹھوکر کھانا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

دنیا میں اس سے مراد قتل اور آخرت میں آگ میں گرنا۔

آیت ۹: ذٰلِكَ (یہ) یعنی گمراہی و تباہی بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (اس سبب سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا) ما انزل اللّٰه سے قرآن مراد ہے۔ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا)

آیت ۱۰: اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ (کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں) یعنی آپ کی امت کے کافر فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (اور انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کیسی تباہی ڈالی) کہ ان کو استیصال والا عذاب بھیج کر ہلاک کر دیا۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ (اور ان کافروں کے لئے بھی) مشرکین قریش کے لیے اَمْثَالُهَا (اس جیسے معاملات ہونے کو ہیں) ان ہلاک شدہ لوگوں کی مثل کیونکہ تہس نہس کرنا اس پر دلالت کر رہا ہے۔

کارسازی کی جہتیں:

آیت ۱۱: ذٰلِكَ (یہ) یعنی مؤمنوں کی مدد اور کفار کی بدانجامی بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کارساز ہے) کارساز و مددگار وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ (اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں) ان کا کوئی مددگار نہیں اللہ تعالیٰ موجد ہونے کی وجہ سے بندے کا کارساز ہے۔ اس کو بندے میں تصرف کا پورا اختیار ہے۔ اور مدد کا مالک ہے پس موجد و متصرف ہونے کی جہت سے تو وہ مؤمنوں اور کافروں کا کارساز ہے اور جہت نصرت کے لحاظ سے صرف مؤمنوں کا خاص طور پر کارساز ہے۔

ایمان والوں اور کفار کے انجام کا تقابل:

آیت ۱۲: اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں) اور دنیا کی زندگی کے سامان سے چند دنوں نفع اٹھا رہے ہیں۔ وَيَاْكُلُوْنَ (اور وہ اس طرح کھاتے ہیں) جو بلا سوچ و فکر انجام محض غفلت سے ہے۔ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ (جیسے چوپائے کھاتے ہیں) اپنی چراگاہوں

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں ایسے پانی کی ہیں جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں

مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ

دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا، اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی ، اور بہت سی نہریں

عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ

شہد کی ہیں جو بالکل صاف ہوگا۔ اور انکے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی، کیا ایسے لوگ ان جیسے ہوسکتے ہیں

هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی انکو پلایا جائے گا۔ سو وہ ان کی انتڑیوں کے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

اور علف زاروں میں بغیر اس بات کو سوچے و سمجھے کہ ان کو اس کے بعد نحر و ذبح ہونا ہوگا۔ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے) منزل و مقام ہے۔

آیت ۱۳: وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ (اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں) کم من قریة یہ کثرت کو بیان کرنے کیلئے ہے۔ قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں اسی لئے فرمایا : اَهْلَكْنٰهُمْ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ (ہم نے ان کو ہلاک کر دیا جو قوت میں اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں۔ جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کیا) مطلب یہ ہے بہت سی بستیاں تیری قوم سے جنہوں نے آپ کو نکالا زیادہ طاقتور تھیں۔ اخرجتك کا مطلب آپ کے مکہ سے نکلنے کا سبب بنے۔ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ (ہم نے ان کو ہلاک کر دیا ان کا کوئی مددگار نہ ہوا) ان کے لئے کوئی ایسا نہ ہوا جو ان سے عذاب کو روک لیتا اور ان کی مدد کرتا۔

آیت ۱۴: اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (تو جو لوگ اپنے رب کے واضح راستہ پر ہوں) کیا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت و برہان پر ہو۔ اور وہ برہان قرآن معجزہ اور دیگر معجزات رسول ہے۔ مَنْ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ (کیا وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے۔ جس کی بدعملی اس کو مستحسن معلوم ہو) اس سے مراد اہل مکہ ہیں جن کے لئے شیطان نے ان کے شرک اور اللہ اور اس کے رسول کی عداوت کو مزین کر دیا تھا۔ سوء عمله کی ضمیر واحد مَن کے لفظ کا لحاظ کر کے لائے اور وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ کی ضمائر جمع من کے معنی کا لحاظ کر کے لائے۔

جنت کا حال:

آیت ۱۵: مَثَلُ الْجَنَّةِ (جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے) الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (اس کی کیفیت یعنی عجیب شان یہ

ہے کہ) متقی سے مراد شرک سے بچنے والا ہے۔ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ (اس جنت میں نہریں تو ایسے پانی کی ہیں) نحو: نمبرا۔ یہ صلہ کے حکم میں داخل ہے اور اس کے لئے تکریر کی مانند ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے تم کہتے ہو التی فیھا انھار۔ یہ کہنا صحیح ہے۔ اسی طرح بلا صلہ اس کے معاعد لانا یہی حکم رکھتا ہے۔ نمبر۲۔ یا یہ حال ہے مستقرۃ فیھا انھار۔ اس حال میں کہ نہریں اس میں قرار پکڑنے والی ہیں۔ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ (ایسے پانی کی جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا) نہ رنگ بدلے نہ بو نہ ذائقہ۔ عرب کہتے ہیں اسن الماء۔ جبکہ اس کا ذائقہ اور بُو بدلے۔

قراءت: مکی نے اَسِنٍ پڑھا۔

وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ (اور بہت سی نہریں دودھ کی جن کا ذائقہ نہ تبدیل ہو) جیسا کہ دُنیا کے دودھ کھٹے ہو جاتے ہیں۔

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (اور بہت سی نہریں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں) لذۃ یہ لَذٌّ کی مؤنث ہے اور وہ لذیذ کو کہتے ہیں۔ للشاربین بڑھا کر بتلایا کہ وہ خالص لذت ہی ہے۔ اس شراب میں نہ خمار نہ سرگرانی، نہ عقل کا اڑنا اور نہ ہی شراب دنیا کی شراب والی کوئی خرابی۔ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (اور بہت سی نہریں شہد کی جو بالکل صاف ہوگا) وہ شہد مکھی کے پیٹ سے نکل کر آنے والا نہ ہوگا کہ اس میں موم کی ملاوٹ ہو اور اسی طرح کی دیگر ملاوٹیں نہ ہونگی۔ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہونگے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی)

نحو: مثل مبتدأ اور اس کی خبر کمن ھو خالدٌ ...... ہے۔

كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِى النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا (کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو دیا جائے گا) حمیمًا انتہائی گرم۔ فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (پس وہ ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا) تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ أمثل الجنة كمثل جزاء من هو خالد فى النار؟ یہ کلام اثبات کی صورت میں ہے۔ اور اس کا معنی نفی ہے۔ کیونکہ یہ ایسے کلام کے حکم پر مشتمل ہے جو صرف انکار پر مشتمل ہو اور اس کی جگہ میں داخل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے افمن كان على بينة من ربه كمن زين له سوء عمله [محمد۔۱۴]

حرفِ انکار کے حذف کا فائدہ:

یہ ہے کہ اس شخص کے مجادلہ اور مکابرہ کی تصویر کھینچی گئی جو دلیل حق کے پیرو اور خواہش پرست میں برابری پر اصرار کرنے والا ہے وہ گویا اس شخص کی طرح ہے جو جاری نہروں والی جنت اور گرم پانیوں والی جہنم میں برابری کا مدعی ہو۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں

مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ۱۶

کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۱۷ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ

اور جو لوگ صحیح راہ پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو انکے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے سو یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں

اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ۱۸

کہ وہ اس پر دفعتہً آپڑے، سو اسکی علامتیں تو آ چکی ہیں سو جب قیامت انکے سامنے آکھڑی ہوئی اس وقت انکو سمجھنا کہاں میسر ہوگا؟

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَاللّٰهُ

تو آپ اس کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے اور کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور سب عورتوں کیلئے بھی اور اللہ

يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۱۹ ع

تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے

آیت ۱۶: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ (اور بعض آدمی ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب) عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا (وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں۔ تو دوسرے اہل علم سے کہتے ہیں۔ کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی) یہ منافقین تھے جو مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر آپ کا کلام تو سنتے مگر اس کی طرف پوری توجہ نہ کرتے تھے۔ اور سستی کرتے ہوئے اس کی کوئی پرواہ نہ کرتے۔ جب آپ کی مجلس سے نکل جاتے تو اہل علم صحابہ سے مل کر کہتے۔ کہ آپ نے اس وقت کیا فرمایا۔ اور یہ بات بطور استہزاء کہتے تھے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے۔ اور یہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں)

آیت ۱۷: وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا (اور وہ لوگ جو ہدایت پر ہیں) ایمان لا کر اور قرآن مجید سن کر۔ زَادَهُمْ (اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیا) هُدًى (ان کی ہدایت کو)۔ علم و بصیرت یا شرح صدر کو۔ وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ (اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے) تقویٰ پر ان کی اعانت فرمائی یا ان کو ان کے تقویٰ کا بدلہ دیا یا ان کے سامنے تقویٰ کی حقیقت کھول دی جس سے تقویٰ پر ان کا چلنا آسان

ہو گیا۔

آیت ۱۸: فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ (پس یہ لوگ تو قیامت کے منتظر ہیں) وہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اَنْ تَاْتِيَهُمْ (کہ وہ ان کے اوپر آ پڑے) یہ مصدر معنی اتیان میں ہے۔ یہ ساعت سے بدل الاشتمال ہے۔ بَغْتَةً (اچانک)

علاماتِ قیامت:

فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا (پس اس کی علامات تو آ چکی ہیں) شرط علامت کو کہتے ہیں اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہے۔ اور اسی طرح چاند کا پھٹنا' دھوئیں کا ظہور۔

ایک قول یہ بھی ہے:

قطع رحمی' شرفاء کی کمی' کمینوں کی بھیڑ۔

فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰهُمْ (پس جب قیامت ان کے سامنے آ کھڑی ہو گی تو اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر آئے گا)۔

قولِ اخفش:

تقدیر عبارت یہ ہے۔ فانی لهم ذكرا هم اذا جاء تهم۔ ان کے یاد آنے کا فائدہ کیا ہو گا جبکہ وہ ان کے پاس آن پہنچے گی۔

علم وحدانیت پر قائم رہیں:

آیت ۱۹: فَاعْلَمْ اَنَّهٗ (تو آپ اس کا یقین رکھیے تحقیق شان یہ ہے) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے بھی) معنی یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا جو علم آپ کو دیا گیا اس پر قائم رہیں اور تواضع پر ثابت قدمی دکھائیں اور استغفار کے ساتھ اپنے ذنب اور جو آپ کے دین پر ہوں ان کے ذنوب کو مٹاتے رہیے۔

شرح التاویلات:

جائز ہے کہ آپ کا ذنب ہو اس لئے استغفار کا حکم دیا گیا لیکن ہم نہیں جانتے سوائے اس بات کے کہ انبیاء کا ذنب ترک افضل ہے۔ نہ کہ کسی قبیح کا ارتکاب اور ہمارے گناہ تو قبائح کے ارتکاب سے ہیں خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔

فاء کا فائدہ:

ان آیات میں فاؤں کا آنا اس لئے ہے کہ عطف جملہ علی الجملہ ہو جن کے مابین اتصال ہے۔

اللہ تمہاری تمام حالتوں سے واقف ہے:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے کی خبر رکھتا ہے) تمہارے معیشت اور تجارت کے سلسلے میں ادھر ادھر جانے کو جانتا ہے۔ وَمَثْوٰكُمْ (اور تمہارے رہنے سہنے کو) اپنے مکانات میں جہاں تم ٹھہرتے ہو۔ نمبر۲۔ یا زندگی میں مختلف حالتوں میں پلٹنا (بچپن سے بڑھاپا) اور مثوکم سے قبور میں رہائش پذیر ہونا۔

نمبر۳۔ اعمال کرنے میں تگ ودو کرنا (یہ تقلب فی الاعمال ہے) اور مثواکم سے جنت یا دوزخ میں قیام۔ اور ایسی ذات اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس سے تقویٰ اختیار کیا جائے اور اس سے مغفرت مانگی جائے۔

سفیان بن عیینہ کا قول:

سفیان سے کسی نے علم کی فضیلت دریافت کی تو کہنے لگے۔ کیا تم نے ارشاد الٰہی نہیں سنا۔ فاعلم انه لا الٰه الا اللّٰه واستغفر لذنبك۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علم کے بعد عمل کا حکم دیا۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا

اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہ نازل ہوئی سو جس وقت کوئی محکم سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں

الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ

جہاد کا ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی

مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝۲۰ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ

بے ہوشی طاری ہوگئی ہو، سو عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے۔ ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے، پھر جب مضبوطی کے ساتھ حکم آ گیا تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچا عہد کرتے

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝۲۱ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا

تو ان کیلئے بہت ہی بہتر ہوتا۔ سو اگر تم والی بن جاؤ تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ دنیا میں فساد مچاؤ اور آپس میں

اَرْحَامَكُمْ ۝۲۲ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝۲۳ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ

قطع رحمی کر دو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ سو کیا یہ لوگ

الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰي قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝۲۴

قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر ان کے قفل ہیں۔

آیت ۲۰: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ (اور جو ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہ نازل ہوئی) جس میں جہاد کا ذکر ہوتا۔ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ (پس جس وقت کوئی سورت اتاری جاتی ہے۔ جو جہاد کو بیان کرتی ہے۔ مُّحْكَمَةٌ (صاف صاف) واضح جس میں کسی اور وجہ کا احتمال نہیں بلکہ صرف جہاد کا وجوب ظاہر ہوتا ہے۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ!

ہر سورت جس میں جہاد کا ذکر ہے وہ سورۂ محکمہ ہے اس لئے کہ اس پر نسخ وارد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے نزول سے پہلے جو صلح اور ملاپ کا حکم دیا گیا تھا وہ سب حکم جہاد سے منسوخ ہونے والا ہے حکم جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

منافقین کی آنکھیں بزدلی سے پتھرانے والی ہیں:

وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ (اور اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے) جہاد کا حکم دیا جاتا ہے۔ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں) مرضٌ سے منافقت مراد ہے۔ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ

اکتاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ (کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں۔ جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو) ان کی آنکھیں بزدلی اور گھبراہٹ سے پتھرائیں گی جیسا سکرات موت کا مبتلا ہوتا ہے۔ فَاَوْلٰی لَهُمْ (پس عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے) یہ وعید ہے۔ اس کا معنی یہ ہے ان کے لئے ہلاکت ہو۔ یہ الوَلْی سے اسم تفضیل ہے۔ اور ولی قریب کو کہتے ہیں اس میں ان کو بددعا دی گئی کہ ان کی بدبختی ان کے سر پر کھڑی ہے۔

آیت ۲۱: طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ (ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے) نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ طاعة و قول معروف خیرٌ لهم۔ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ (پھر جب سارا کام تیار ہی ہو جاتا ہے) جب معاملہ حقیقت بن کر سامنے آجاتا ہے اور لڑائی ان پر لازم ہو جاتی ہے۔ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ (تو اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے سچے رہتے) ایمان اور اطاعت میں۔ لَكَانَ (تو یہ بچ) خَیْرًا لَّهُمْ (ان کے لئے بہت بہتر رہتا) جہاد سے نفرت کی بنسبت۔

آیت ۲۲: پھر انداز غائب سے خطاب کی طرف پھیر دیا تاکہ اس سے توبیخ و ترہیب ہو۔ فرمایا فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ (پس اگر تم کنارہ کش رہو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچا دو۔ اور آپس میں قطع قرابت کرو) شاید کہ اگر تم دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سنت سے منہ موڑ لو تو تم اسی جاہلیت کی طرف لوٹ جاؤ گے جس میں لوٹ مار اور زمین میں فساد پھیلانا اور قطع ارحام جبکہ اپنے ہی بعض اقارب سے لڑ پڑو اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی طرف لوٹو گے۔

نحو : ان تفسدوا یہ عسٰی کی خبر ہے۔ اور شرط اسم وخبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے فهل عسیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم، ان تولیتم۔

آیت ۲۳: اُولٰٓئِكَ (یہ) اس میں مذکورہ بالا لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ (وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے) لعنت۔ رحمت سے ان کو دور کر دیا ہے۔ فَاَصَمَّهُمْ (پھر ان کو بہرا کر دیا) نصیحت کو غور سے سننے سے۔ وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ (اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا) کہ ہدایت کا راستہ دیکھیں۔

کفار کے قلوب پر قفل لگ چکے:

آیت ۲۴: اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے) تاکہ یہ اس کے مواعظ و نصائح اور زواجر کو پہچانتے۔ اس میں نافرمانوں کے لئے وعید ہے تاکہ وہ معاصی کی طرف جسارت سے باز رہیں۔ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں) ام۔ یہ بل کے معنی میں ہے اور ہمزہ تقریری ہے۔ ان کے بارے میں یہ ثابت کرنے کے لئے لائے کہ ان کے دل مقفل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان تک نہیں پہنچتا۔ قلوب نکرہ لائے کیونکہ مراد یہ ہے۔ ایسے سخت دلوں پر جن کا معاملہ مبہم ہے۔ مراد بعض دل ہیں۔ اور وہ قلوب منافقین ہیں۔ اقفال کی اضافت ونسبت قلوب کی طرف کی گئی ہے کیونکہ اس سے وہ قفل مراد ہیں جو دلوں کے ساتھ خاص ہیں اور وہ کفر کے قفل ہیں جو بند ہو چکے وہ کھلتے نہیں جیسا رین ختم اور طبع ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ

بے شک جو لوگ پشت پھیر کر پلٹ گئے اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت ظاہر ہوگئی تھی شیطان نے ان کے سامنے

لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ

مزین کردیا اور انہیں تا خیر والی باتیں سمجھادیں، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے اللہ کے نازل کیے ہوئے فرمان کو ناپسند کیا کہ ہم بعض کاموں میں تمہاری

الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

اطاعت کریں گے، اور اللہ ان کے خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے، سو ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جانوں کو قبض کرتے ہوئے انکے چہروں اور ان کی

وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع ۷

پشتوں پر مار رہے ہوں گے یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کا اتباع کیا جس نے اللہ کو ناراض کیا اور انہوں نے اللہ کی رضا کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کردیا۔

آیت ۲۵: اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى (جو لوگ پشت پھیر کر ہٹ گئے۔ بعد اس کے کہ سیدھا راستہ ان کو صاف معلوم ہو گیا)۔ یعنی منافقین حق کے واضح ہو جانے کے باوجود خفیہ طور پر کفر کی طرف پھر گئے۔

الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ (شیطان نے ان کو چکمہ دیا اور ان کو دور کی امید دلائی) سوّل۔ زین اور املی۔ امیدیں اور لمبی تمنائیں کرنا۔

قراءت: ابوعمرو نے و اُمْلِيَ پڑھا ہے یعنی ان کو مہلت دی گئی اور ان کی عمر دراز کی گئی۔

آیت ۲۶: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ (یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام ناپسند کرتے تھے۔ یہ کہا) منافقین نے یہود کو جا کر کہا۔ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ (بعض باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے) مثلاً یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور ان کی معاونت سے گریز۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے) اسرار۔ یہ اسرّ کا مصدر ہے۔

قراءت: حمزہ، علی، حفص نے اسی طرح پڑھا۔ دیگر قراء نے اَسْرَارَهُمْ جمع سِرٌّ پڑھا ہے۔

آیت ۲۷: فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (پس ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہونگے) یعنی وہ اس وقت کیا کریں گے؟ ان کا کیا حیلہ ہوگا؟ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ (اور ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے جاتے ہونگے)

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ

کیا ان لوگوں نے خیال کیا ہے جن کو دلوں میں مرض ہے کہ اللہ انکے کینوں کو نہ نکالے گا، اور اگر ہم چاہتے

لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

تو آپ کو انہیں دکھا دیتے، سو آپ انہیں ان کی نشانی سے پہچان لیتے اور آپ انہیں ضرور بالضرور بات کرنے کے ڈھنگ سے پہچان لیں گے، اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے،

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

اور بلاشبہ ہم ضرور تم کو آزمائیں گے تا کہ ہم تم میں سے مجاہدین کو اور صبر کرنیوالوں کو جان لیں اور تا کہ ہم تمہارے اعمال کو جانچ لیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جو شخص معصیت پر مرتا ہے تو فرشتے اس کے چہرے اور پشت پر مارتے ہیں۔

آیت ۲۸: ذٰلِكَ (یہ) اس سے توفی موصوف کی طرف اشارہ ہے۔ بِاَنَّهُمْ باءِ سببیہ ہے۔ (اس وجہ سے کہ انہوں نے) اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ (اس چیز کی اتباع کی جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو لازم کرنے والی تھی) یعنی کفار کی معاونت۔ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ (اور اسکی رضامندی سے نفرت کی) یعنی ایمان والوں کی امداد و معاونت۔ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (اسلئے اللہ تعالیٰ نے انکے اعمال کو کالعدم کر دیا)

آیت ۲۹: اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ (جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے۔ کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کے دلوں کی عداوتوں کو ظاہر نہ کریں گے) اضغان: کینے۔ مطلب یہ ہے منافقین نے یہ گمان کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بغض و عداوت کو مؤمنین کے سامنے ظاہر نہ کریں گے۔

آیت ۳۰: وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ (اگر ہم چاہتے تو ہم آپ کو ان کا پورا پتہ بتا دیتے) ہم ان کے بارے میں آپ کی راہنمائی کر دیتے اور آپ کو ان کی پہچان کرا دیتے۔ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ (پس آپ ان کو ان کے حلیہ سے پہچان لیتے) سیما: علامت۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کی ایسی علامت ذکر کرتے جس سے وہ معلوم ہو جاتے۔

قولِ انس رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس آیت کے بعد کوئی منافق مخفی نہ رہا۔ آپ ان کو ان کی علامات سے پہچانتے تھے۔

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ (آپ ان کو طرز کلام سے ضرور پہچان لیں گے) کلام کے اندر خوبصورت انداز و طرز سے۔ کیونکہ وہ اپنے دلوں کے اندر کی بات کو چھپانے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔

جب اس آیت کو پڑھتے تو رو دیتے اور کہتے : اللھم لا تبلنا۔ اے اللہ تو ہمیں نہ آزما اگر تو نے ہمیں آزمایا تو تو نے ہمیں رسوا کر دیا اور ہماری عزتوں پر پڑے پردوں کو چاک کر دیا اور ہمیں سزا میں ڈال دیا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد

تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

کہ انکے لئے ہدایت ظاہر ہوگئی یہ لوگ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور وہ عنقریب ان کے اعمال کو اکارت کر دے گا، اے ایمان

آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا

والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو، بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا

سے روکا پھر وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو ہرگز اللہ ان کی مغفرت نہ فرمائے گا، سو تم سست نہ بنو اور صلح کی طرف

إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾

مت بلاؤ اور تم غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔

اور فلعرفتھم کی لام یہ لو کے جواب میں آئی ہے۔ جیسا کہ لا رینکھم میں ہے معطوف میں دوبارہ لائے۔ البتہ ولتعرفنّھم کی لام یہ قسم محذوف کے جواب میں نون ثقیلہ کے ساتھ مل کر آرہی ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے) پس وہ اعمال میں سے خیر و شر کو الگ کرتا اور کرتا رہے گا۔

آزمائش برائے ظہور:

آیت ۳۱: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ (اور ضرور تمہاری آزمائش کریں گے) قتال کے ذریعہ تمہارے سامنے ظاہر کرنے کے لئے نہ کہ تمہارے متعلق معلومات لینے کیلئے (کیونکہ ہم تو علام الغیوب ہیں) نمبر۲۔ ہم تم سے ایسا معاملہ کریں گے۔ جیسا امتحان لینے والا معاملہ کرتا ہے تا کہ اظہارِ عدل میں بلیغ تر ہو۔ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ (تا کہ ہم ان لوگوں کو معلوم کر لیں جو تم میں سے جہاد کرنے والے اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں) یعنی جہاد پر ثابت قدم یعنی اس کا ہونا جان لیں جس کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ وہ عنقریب پیش آئے گا۔ وَنَبْلُوَا أَخْبَارَكُمْ (اور تمہاری حالتوں کی جانچ کر لیں) اخبار سے مراد یہاں مخفی حالات ہیں۔

قراءت: ابو بکر نے لیبلونکم حتی یعلم اور یبلو پڑھا ہے۔

آپ کو پہچاننے کے باوجود کفار کی معاونت کی:

آیت۳۲: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ (بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی) اور اس سے دشمنی اختیار کی یعنی بدر کے دن کھانا کھلانے والے تھے۔ اور یہ گزر چکا ہے۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى (اس کے بعد کہ ان کو رستہ نظر آ چکا تھا) اس کے بعد کہ ان کے سامنے آپ کی حقانیت ظاہر ہو گئی تھی اور آپ کا رسول اللہ ہونا پہچان چکے تھے۔ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹا دے گا) جو اعمال انہوں نے مخالفتِ رسول میں کیے۔ ان کو اس طرح مٹایا جائے گا کہ اس سے ان کی اغراض پوری نہ ہو سکیں گی۔

آیت۳۳: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل مت کرو) منافقت یا ریاکاری سے۔

آیت۳۴: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (بیشک جو لوگ کافر ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکا پھر وہ کافر ہی رہ کر مر گئے پس اللہ تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے گا)

ایک قول :

قلیب بدر والے لوگ مراد ہیں۔ اور ظاہر آیت عموم کو چاہتی ہے۔

آیت ۳۵: فَلَا تَهِنُوْا (اور تم ہمت مت ہارو!) اور تم کمزوری مت دکھاؤ اور دشمن کے سامنے جھکو مت۔ وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ (اور صلح کی طرف مت بلاؤ)

قراءت: حمزہ، ابوبکر، ابوعمرو نے السِّلْم پڑھا اور دونوں کا معنی مسالمت ہے مطلب یہ ہے کہ کفار کو صلح کی دعوت مت دو۔

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (اور تم ہی غالب ہو گے) ضرور غالب ہو گے۔ تدعوا۔ یہ مجزوم ہے کیونکہ حکم نہی میں داخل ہے۔ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں) مدد سے یعنی وہ تمہارا حامی و ناصر ہے۔ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ (وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا) یعنی تمہارے اعمال کا بدلہ کم نہ کرے گا۔

إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۚ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْئَلْكُمْ

دنیاوالی زندگی بس لہوولعب ہے اور اگر تم ایمان پر جمے رہے اور تم نے تقویٰ اختیار کیا تو وہ تمہیں تمہارے اجور عطا فرمادے گا اور وہ تم سے تمہارے مال طلب نہ

أَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾ إِنْ يَسْئَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هٰأَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ

فرمائے گا اگر وہ تم سے مال طلب کرے پھر انتہا درجہ تک طلب فرمائے تو تم بخل کرنے لگو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی ناگواری کو ظاہر فرما دے گا، خبردار تمہیں اللہ کی راہ میں

لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ ۚ

خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے سو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ اپنی جان کی طرف سے بخل کرتا ہے

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُونُوا

اور اللہ غنی ہے تم محتاج ہو، اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تمہارے بدلہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے

أَمْثَالَكُمْ ﴿٣٨﴾ ع

نہ ہوں گے۔

آیت ۳۶: إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ (اور یہ دنیوی زندگی تو محض ایک لہو ولعب ہے) بہت قلیل مدت میں منقطع ہو جاتی ہے۔ وَإِنْ تُؤْمِنُوا (اور اگر تم ایمان لاؤ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر۔ وَتَتَّقُوا (اور تقویٰ اختیار کرو) یعنی شرک سے بچو۔ يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ (تو تم کو تمہارا اجر عطا کریگا) تمہارے ایمان وتقویٰ کا اجر۔ وَلَا يَسْئَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ (وہ تم سے تمہارے مال طلب نہیں کریگا) وہ تمام مال کا مطالبہ نہ کرے گا۔ بلکہ چالیسواں حصہ ہوگا۔ لا یسئل کا فاعل اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قولِ سفیان بن عیینہ:

بہت میں سے تھوڑا سا (غیضًا من فیض)

آیت ۳۷: إِنْ يَسْئَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ (اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے پھر انتہاء درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے) وہ تم کو مشقت میں ڈال دے اور سارے مال کو طلب کرے۔ الاحفاء: کسی چیز میں مبالغہ اور اس کی غایت تک پہنچنا۔ عرب کہتے ہیں۔ احفاہ فی المسالۃ۔ جبکہ اصرار کا کوئی رخ نہ چھوڑے اور احفی شاربہ۔ جبکہ وہ ان کو جڑ سے منڈوائے۔ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ (تو تم بخل کرنے لگو اور وہ نکال دے) یعنی اللہ تعالیٰ یا بخل۔ أَضْغَانَكُمْ (تمہاری ناگواری کو) جب کہ تم اس دینے سے رک جاؤ۔ یا وہ تم سے تمام مال کا سوال کرے کیونکہ مال کا مطالبہ کرنے کے وقت عداوت وکینہ ظاہر ہوتا ہے۔

آیت ۳۸: هٰٓاَنْتُمْ هاء تنبیہ کے لئے ہے۔ هٰٓؤُلَآءِ یہ موصول الذین کے معنی میں ہے۔اس کا صلہ تُدْعَوْنَ ہے یعنی ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو بلایا جاتا ہے۔یعنی تم ہی وہ لوگ ہو جن کو بلایا جاتا ہے۔ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو) اس سے مراد غزوہ یا زکوۃ کے سلسلہ میں خرچ کرنا ہے۔گویا اس طرح کہا گیا۔ الدلیل علی انه لو احفاکم لبخلتم و کرهتم العطاء اس بات کی دلیل کہ اگر وہ تمام کے خرچ کا حکم دیتا تو تم بخل کرتے اور عطاء کو ناپسند کرتے۔تمہیں صرف چالیسواں حصہ دینے کا کہا گیا۔ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ (بعض تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں) یَبْخَلُ۔یہ ضمہ کے ساتھ ہے کیونکہ یہ مَنْ شرطیہ نہیں ہے۔یعنی بعض لوگ تم میں سے بخل کریں گے۔ وَمَنْ یَّبْخَلْ (جو شخص بخل کرتا ہے) صدقہ اور ادائے فریضہ میں فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ (تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے) یعنی وہ داعیہ نفس سے بخل کرنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو بخل کا حکم دینے والے نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

یبخل علی نفسه کہا جاتا ہے بخلت علیه و عنه۔

اللہ بے نیاز تم حاجت مند ہو:

وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (اور اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو) وہ اس بات کا حکم نہیں دیتے کیوں اس کی ضرورت ہے اور خود ذات باری تعالیٰ تو حاجات سے بے نیاز ہے لیکن تمہیں مال کی حاجت اور ثواب کی بھی حاجت۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا (اور اگر تم روگردانی کرو گے) اے اہل عرب اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے اعراض کرو گے اور اس کی راہ میں خرچ سے منہ موڑو گے۔اس کا عطف ان تؤمنوا و تتقوا پر ہے۔

یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ (اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا) وہ ایسی قوم پیدا کرے گا جو تم سے بہتر اور زیادہ مطیع ہوگی اور وہ اہل فارس ہیں۔

قوم کی مراد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قوم کے بارے میں سوال کیا گیا۔اس وقت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔آپ نے ان کے ران پر ہاتھ مار کر فرمایا۔یہ اور اس کی قوم۔مجھے اس ذات کی قسم ہے۔جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر ایمان ثریا کے پاس بلند ہو جائے تو فارس کے کچھ لوگ اس کو لے لیں گے۔(رواہ احمد ۲/۴۱۷۔بخاری ۴۸۹۸ مسلم ۲۵۴۶)

ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (پھر وہ تم جیسے نہ ہونگے) پھر وہ اطاعت میں تم جیسے نہ ہونگے بلکہ وہ تم سے زیادہ اطاعت کرنے والے ہونگے۔

الحمد للہ کہ سورۂ محمد کا تفسیری ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا

سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّ اَرْبَعُ رُکُوْعَاتٍ

سورۃ الفتح مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ۲۹ آیات اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۝۱ لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ

بے شک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح دی تاکہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت

نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۝۲ وَّیَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا ۝۳ ھُوَ

پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر چلائے اور اللہ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو زبردست ہو، اللہ

الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ

وہی ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ

اِیْمَانِھِمْ ؕ وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۝۴

ہو جائے، اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔

فتح مبین کی خوشخبری:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا

(بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی)

لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔

(تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی فروگذاشتیں معاف فرمادے)

آیت ۱: اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا الفتح۔ کسی شہر پر زبردستی کامیابی نمبر ۲۔ لڑائی کے ساتھ صلح۔ نمبر ۳۔ صلح بغیر لڑائی کیونکہ وہ بند ہوتی ہے جب تک کامیابی نہ پائی جائے جب کامیابی پالی تو گویا اس نے اس کو کھول لیا۔

پھر ایک قول یہ ہے:

کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔

شانِ نزول: یہ سورت اس وقت اتری جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے حدیبیہ والے سال مدینہ منورہ کی طرف لوٹ رہے تھے۔آپ سے فتح کا وعدہ کیا گیا اور اس میں لفظ ماضی کا لایا گیا کیونکہ وہ اپنے یقینی وقوع میں ہو چکی ہوئی بات کی طرح تھی۔ اس سے خبر دینے والے کی عظمت و شان ٹپک رہی ہے۔کہ زمانہ کی لگام کے قبضۂ قدرت میں ٹھیک اسی طرح ہے جیسا ماضی کی زنجیر اس کے ہاتھ میں ہے۔

ایک قول :

اس سے فتح حدیبیہ مراد ہے۔اس میں شدید لڑائی تو پیش نہ آئی البتہ باہمی تھوڑا بہت تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ضرور ہوا۔ مسلمانوں نے تیراندازی سے کفار کو واپس گھروں کی طرف لوٹا دیا۔کفار نے صلح کا مطالبہ پیش کیا۔پس یہ کھلی فتح تھی۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

حدیبیہ کے موقعہ پر ایک عظیم معجزہ ظاہر ہوا۔حدیبیہ کے کنوئیں کا تمام پانی ختم ہو گیا۔ایک قطرہ تک باقی نہ رہا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کر کے اس کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ پانی کے سوتے پھوٹ پڑے اور تمام لشکر سیراب ہو گیا۔

ایک قول:

اس سے فتح خیبر مراد ہے۔ایک اور قول ہے: کہ فتح کا لفظ الفتاحة سے لیا گیا جس کا معنی فیصلہ کرنا ہے۔اب آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ہم نے آپ کے لئے اہل مکہ کے خلاف واضح فیصلہ دیا۔کہ تم اور تمہارے اصحاب مکہ میں آئندہ سال داخل ہوتا کہ تم بیت اللہ کا طواف کرو۔

جہاد سببِ مغفرت:

آیت ۲: لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ فتح سبب مغفرت نہیں ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے۔ انا فتحنالك فتحا مبينا فاستغفر ليغفر لك الله۔اور اس کی مثل یہ آیت ہے اذا جاء نصر اللّٰه و الفتح الى قوله و استغفره۔[النصر۔ا تا ۳]

نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہو۔اس حیثیت سے کہ یہ دشمن کے خلاف جہاد ہے تو یہ سبب مغفرت ہے۔

اتمامِ نعمت (ایک قول):

فتح سبب مغفرت نہیں بلکہ اتمام نعمت اور زبردست نصرت کی تکمیل کے لئے تھی۔لیکن جب ان نعمتوں کو شمار کیا تو ان نعمتوں کے ساتھ ملایا جو کہ ان سے بھی عظیم ترین نعمتیں تھیں۔گویا اس طرح فرمایا۔ہم نے فتح مکہ کو آپ کے لئے آسان کر دیا۔یا اسی طرح کی نعمتیں تاکہ آپ کے لئے دارین کی عزتیں جمع کر دیں اور آجل و عاجل کے اغراض جمع کر دیں۔

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے) مراد وہ تمام جو آپ سے

ہو چکیں۔ یاما تقدم سے واقعہ ماریہ قبطیہ اور ما تأخر زید کی بیوی والا واقعہ مراد ہو۔ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ (اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کر دے) آپ کے دین کو غلبہ دے کر اور آپ کے ہاتھوں شہروں کو فتح کرا کر۔ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (اور آپ کو سیدھے راستہ پر لے چلے) پسندیدہ دین پر آپ کو ثابت قدمی عنایت فرمائے۔

آیت ۳: وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو) طاقتور محفوظ کہ کبھی بھی اس کے بعد عاجزی و جھکاؤ نہ ہو۔

صلح کے سبب سکون اتارا:

آیت ۴: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ (وہی اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو) السکینہ کا لفظ سکون مصدر سے اسی طرح ہے جیسا البھتان سے البھیتۃ ہے مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں صلح کے سبب سکون و اطمینان اتارا۔ تاکہ ان کا یقین مزید بڑھ جائے۔

ایک قول یہ ہے:

السکینۃ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین و اعتماد اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم کا نام ہے۔ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (اور زمین کا سب لشکر اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے)

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا

تاکہ اللہ مومن مردوں اور عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے تاکہ

وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝۵ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِينَ

ان کے گناہوں کا کفارہ فرما دے۔ اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے، اور تاکہ اللہ منافق مردوں اور

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ

منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں برا گمان رکھنے والے ہیں، ان میں برائی کی

دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيرًا ۝۶

مصیبت پڑنے والی ہے، اور اللہ ان پر غصہ ہوا اور ان پر لعنت کر دی اور ان کیلئے جہنم تیار کر دی اور وہ برا ٹھکانہ ہے،

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝۷

اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ عزیز ہے حکیم ہے۔

آیت۵: لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيمًا (تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی جس میں وہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ اور تاکہ ان کے گناہوں کو دور کر دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے)

حکمت کے تقاضے:

آیت۶: وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِينَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكٰتِ (اور تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے) یعنی اللہ تعالیٰ کے ہیں آسمان وزمین کے تمام لشکر۔ ان کو ایک دوسرے پر اپنے علم وحکمت کے تقاضے کے مطابق جب چاہتے ہیں مسلط کر دیتے ہیں اور اس کے تقاضہائے حکمت میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ایمان والوں کے دلوں میں سکون پیدا کیا اور ان سے فتوح کا وعدہ فرمایا اور یہ وعدہ صرف اس لئے فرمایا تاکہ مؤمن اللہ تعالیٰ کے انعام کو معلوم کر کے شکر گذار ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس پر ثواب سے نوازیں اور کفار ومنافقین کو اس سے ناراض ہونے اور ناپسند کرنے کی بنا پر سزا دے۔ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ (جو کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق برے برے گمان رکھتے ہیں) السوء کسی چیز کا ردی پن اور بگاڑ۔ عرب کہتے ہیں۔ فعلُ سوءٍ۔ بگڑا ہوا قابل نفرت فعل۔ یہاں مراد ان کا یہ گمان کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنوں کی مدد نہ فرمائے گا اور نہ ہی ان کو کامیاب وکامران بنا کر مکہ لوٹائے گا۔ کہ وہ مکہ

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ

بلا شبہ ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو،

وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ

اور اس کی تعظیم کرو اور صبح شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ بلا شبہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ أَوْفٰى بِمَا

اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، سو جو شخص عہد توڑ دے گا اس کا توڑنا اسی کی جان پر ہوگا، اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے

عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٠﴾ ع

جو اس نے اللہ سے کیا ہے سو وہ اسے بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

زبردستی اور غلبہ سے فتح کرنے والے ہونگے۔ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ (ان پر برا وقت پڑنے والا ہے)

قراءت: مکی اور ابوعمرو کے ہاں السُّوْءِ ہے یعنی جو وہ ایمان والوں کے متعلق گمان کرنے والے اور انتظار کرنے والے ہیں۔ وہ انہی کو گھیرنے والا اور ان پر گھومنے والا ہے۔ السُّوْءُ کا معنی ہلاکت وتباہی ہے۔ دیگر قراء نے السَّوْءِ فتحہ سے پڑھا یعنی وہ دائرہ جس کی وہ مذمت کرتے ہیں اور اس پر ناراض ہیں۔ السَّوء السُّوء دونوں لفظ الکَرہ الکُرہ اور الضَّعف و الضُّعف کی طرح ہیں۔ البتہ مفتوح کا استعمال غالب ہے اس کی طرف اس چیز کی اضافت کر کے استعمال کرتے ہیں۔ جس کی مذمت ہر چیز میں مقصود ہو۔ اور باقی السُّوء یہ شر کے قائم مقام استعمال ہوتا ہے۔ جو کہ خیر کی ضد ہے۔ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوگا اور ان کو رحمت سے دور کر دے گا اور ان کے لئے اس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے) برے ٹھکانے سے جہنم مراد ہے۔

آیت ۷: وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (اور آسمان وزمین کا سب لشکر اللہ تعالیٰ ہی کا ہے) پس وہ ان لوگوں کے مکر و فریب کو دور کرے گا جو اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں سے مکر وفریب کر رہے ہیں۔ جس قدر وہ چاہے گا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست) غالب ہیں ان کی پکڑ کو لوٹایا نہیں جا سکتا۔ حَكِيْمًا (حکمت والا ہے) اپنی تدابیر و انتظامات میں۔

آیت ۸: إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (ہم نے آپ کو گواہی دینے والا) قیامت کے دن اپنی امت پر گواہی دیں گے۔ نحو: شاھدًا یہ حال مقدرہ ہے۔ وَّمُبَشِّرًا (اور بشارت دینے والا) ایمان والوں کو جنت کی۔ وَّنَذِيْرًا (اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے) آگ سے کافروں کو ڈرانے والا۔

آیت ۹: لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (تا کہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو خطاب ہے۔ وَتُعَزِّرُوْهُ (اور اس کی مدد کرو) نصرت سے ان کو قوت پہنچاؤ۔ وَتُوَقِّرُوْهُ (اور اس کی تعظیم کرو) وَتُسَبِّحُوْهُ (اور اس کی تسبیح میں لگے رہو) نحو: یہ التسبیح سے ماخوذ ہے۔ یا السبحة سے ہے۔ اور ضمائر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والی ہیں۔ اور اللہ کی تعزیر سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی معاونت ہے۔

ضمیر کا مرجع:

جن لوگوں نے ضمائر کو مختلف قرار دیا انہوں نے پہلی دو ضمیریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائیں ہیں انہوں نے بہت بعید بات کہی ہے۔

قراءت: مکی، ابوعمرو نے لیؤمنوا پڑھا ہے۔ اور ضمیر لوگوں کی طرف لوٹائی اور آخری تینوں الفاظ بھی انہوں نے یاء کے ساتھ پڑھے ہیں۔ بُكْرَةً (صبح سویرے) مراد صلاۃ الفجر ہے۔ وَّاَصِيْلًا (شام) چاروں نمازیں مراد ہیں۔

بیعتِ رضوان کا تذکرہ:

آیت ۱۰: اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ (جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں) بیعت سے یہاں بیعت رضوان مراد ہے۔ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں) جب فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں۔ تو بطریقہ تخییل اس کو اور مؤکد کرتے ہوئے فرمایا۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) مراد یہ ہے کہ وہ دستِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ بیعت کیلئے بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں پر بلند ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہاتھ ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کی ذات جوارح اور صفاتِ اجسام سے پاک ہیں۔ معنی یہ ہے۔ اس بات کو خوب پختہ کرنا مقصود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عقد و معاہدہ باندھنے کی طرح ہے۔ ان کے مابین کوئی تفاوت و فرق نہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ۔ [النساء۔۸۰] نحو: انما یبایعون اللّٰہ۔ یہ انّ کی خبر ہے۔

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ (پھر جو شخص عہد توڑے گا۔ پس اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا) جس نے عہد توڑا اور بیعت کو پورا نہ کیا۔ تو اس کے توڑنے کا نقصان وضرر اسی پر پڑے گا۔

قولِ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما:

ہم نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت موت پر کی اور اس بات پر کہ ہم میدان سے نہ بھاگیں گے۔ اس بیعت کو جد بن قیس منافق نے توڑ دیا۔ وہ اپنے اونٹ کی بغل میں چھپ گیا اور صحابہ کے ساتھ نہ چلا۔ اس کا بعض حصہ مسلم ۱۸۵۶ الترمذی۔ ۱۵۹۱ میں پایا جاتا ہے۔

وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ (اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا) عرب کہتے ہیں وفیت

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ

عنقریب دیہات کے وہ لوگ جو پیچھے ڈال دیے گئے آپ سے کہیں گے کہ ہمارے مالوں نے اور اہل وعیال نے ہمیں مشغول کر دیا سو آپ ہمارے لئے استغفار کیجئے،

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا

وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، آپ فرما دیجئے سو وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچانے کے لئے کسی بھی چیز کا اختیار رکھتا ہو

اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۱ بَلْ

اگر وہ تمہیں کوئی نقصان یا نفع پہنچانا چاہے، بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی سب خبر ہے، بلکہ

ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ

بات یہ ہے کہ تمہارا خیال تھا کہ رسول اور مومنین کبھی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں مزین

قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ۝۱۲ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

کر دی گئی، اور تم نے برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ ہو، اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے

فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝۱۳ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ

تو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھا ہے، اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا، وہ بخش دے جسے

يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۴

چاہے، اور عذاب دے جسے چاہے، اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

بالعهد واوفيت به پورا کرنا اور اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے۔ اوفُوا بالعقود۔[المائدہ:۱] والموفون بعهدهم۔[البقرہ:
۱۷۷] قراءت: حفص نے اسی طرح پڑھا ہے۔ فَسَيُؤْتِيْهِ (تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو دے گا)
قراءت: حجازی وشامی نے نون سے پڑھا ہے۔ اَجْرًا عَظِيْمًا (بڑا اَجر) وہ جنت ہے۔

پیچھے رہنے والے دیہاتی قبائل کا معاملہ:

آیت ۱۱: سَيَقُوْلُ لَكَ (عنقریب آپ سے کہیں گے) جب آپ حدیبیہ سے لوٹ کر جائیں گے۔ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (جو دیہاتی آپ سے پیچھے رہ گئے) حدیبیہ سے پیچھے رہنے والے دیہاتی ان قبائل سے تھے۔ غفار، مزینہ، جہینہ، اسلم، اشجع، الدیل وغیرہ اور اس کا سبب یہ ہوا۔ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الحدیبیہ عمرہ کی غرض سے مکہ جانے کا عزم فرمایا۔ تو آپ نے

مدینہ کے اردگرد دیہاتی اور اہل بادیہ سے ساتھ چلنے کو کہا تا کہ قریش کی طرف سے اگر لڑائی پیش آئے یا وہ آپ کو بیت اللہ سے رکاوٹ بیدا کریں تو یہ معاونت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھ لیا اور ہدایا اپنے سامنے چلائے تا کہ یہ معلوم ہو کہ آپ کی غرض لڑائی کی نہیں۔ مگر اس وقت بہت سے اعراب نے بوجھ محسوس کیا۔ اور کہنے لگے۔ آپ ایسی قوم کی طرف جا رہے ہیں جنہوں نے آپ سے مدینہ کی دہلیز پر جنگ کی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔ پس یہ ان سے لڑیں گے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ یہ ہلاک ہو جائیں گے واپس بچ کر مدینہ نہ لوٹیں گے۔ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا (ہمارے اموال وعیال نے ہمیں فرصت نہ لینے دی) اھلون یہ جمع اہل کی ہے۔ انہوں نے اہل وعیال اور اموال میں مشغولیت کو علت کے طور پر ذکر کیا۔ کہ ان کی نگرانی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ فَاسْتَغْفِرْ لَنَا (پس آپ ہمارے لئے معافی کی دعا کیجئے) تا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ آپ سے پیچھے رہنا معاف فرما دے۔ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ (یہ لوگ اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں۔ جو ان کے دل میں نہیں ہیں) اس میں ان کے عذر کی تکذیب کی گئی۔ اور پیچھے رہنے کا اصل یہ سبب نہیں جو وہ بیان کر رہے ہیں۔ بلکہ اصل سبب تو اللہ تعالیٰ کے متعلق شک اور منافقت ہے۔ اور استغفار کا طلب کرنا بھی حقیقت سے تعلق نہیں رکھتا۔ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا (آپ کہہ دیجئے۔ پس وہ کون ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو) اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قضاء سے تمہیں کون بچائے گا۔ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا (اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان) جو نقصان تمہیں قتل یا شکست کا پیش آئے۔

قراءت: حمزہ، علی نے ضُرًّا پڑھا ہے۔

اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا (یا کوئی نفع پہنچانا چاہے) نفع سے مراد غنیمت و کامیابی ہے۔ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہیں)

ان کے گمان کا پردہ چاک:

آیت ۱۲: بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِىْ قُلُوْبِكُمْ (بلکہ تم نے یہ سمجھا کہ رسول اور مؤمنین اپنے گھروں میں کبھی لوٹ کر نہ آویں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوتی تھی) یعنی شیطان نے دلوں میں مزین کیا۔ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ (اور تم نے برے برے گمان کیے) کہ کفر غالب آ جائے گا اور فساد ظاہر ہو گا۔ وَكُنْتُمْ قَوْمًا ۢ بُوْرًا (اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو گئے) بور جمع بائر کی ہے۔ جیسا عائذ وعوذ۔ یہ بار الشئ سے لیا گیا جس کا معنی ہلاک ہونا اور بگڑ تا آتا ہے۔ اور تم لوگ خراب دل' بگڑے نفس اور بری نیتوں والے ہو۔ کوئی بھلائی و خیر کا نشان بھی تم میں نہیں۔

نمبر۲۔ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہلاک ہونے والے اور اس کے عذاب اور ناراضگی کا شکار ہونے والے ہو۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ

جب تم اموال غنیمت لینے کے لئے چلو گے تو وہ لوگ کہیں گے جو پیچھے ڈال دیئے گئے کہ ہمیں چھوڑ دو کہ تمہارے پیچھے چلیں۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ

وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں، آپ فرما دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے پیچھے نہ چلو، اللہ نے پہلے سے یہی فرمایا ہے،

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٥﴾

سو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ نہیں سمجھتے مگر تھوڑا سا۔

ایمان باللہ اور ایمان بالرسل نہ ہو تو کافر:

آیت ۱۳: وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا پس ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے) یہاں کافرین فرما دیا۔ ضمیر کے بجائے اسم ظاہر لایا گیا۔ تاکہ یہ کھول دیا جائے کہ جس کا ان دو چیزوں پر ایمان نہیں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول وہ کافر ہے۔ سَعِيْرًا کو نکرہ لائے کیونکہ وہ مخصوص آگ ہے جیسا کہ اس آیت میں نکرہ ہے۔ نارًا تلظّٰی۔ [اللیل۔۱۴]

آیت ۱۴: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور تمام آسمان و زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے) ان کو ایک قادر حکیم کی طرح چلا رہے ہیں۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (وہ جس کو چاہے سزا دے اور جس کو چاہے بخش دے) وہ عذاب و مغفرت اپنی مشیت و حکمت سے کرتے ہیں۔ مغفرت ایمان والوں کی اور عذاب کفار کو۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے) اس کی رحمت اس کے غضب سے سبقت کرنے والی ہے۔

اہل حدیبیہ کے ساتھ غنائم کا عوض رہنے کا وعدہ:

آیت ۱۵: سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ (عنقریب پیچھے رہنے والے کہیں گے) وہ لوگ جو حدیبیہ میں ساتھ نہ گئے تھے۔ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ (جب تم غنیمتیں لینے چلو گے) مغانم سے غنائم خیبر مراد ہیں۔ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ (ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں وہ لوگ یوں چاہتے ہیں۔ کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں)

قراءت: حمزہ علی نے كَلِمَ اللّٰه پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو تبدیل کردیں جو اس نے اہل حدیبیہ کے ساتھ فرمایا۔ اور وہ وعدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو مکہ کے غنائم کا عوض عنایت فرمائیں گے اور وہ خیبر کے غنائم ہونگے۔ جب وہ ان کو چھوڑ کر لوٹیں گے اور ان میں سے کوئی چیز نہ پائیں گے۔ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا (آپ کہہ دیجئے تم ہرگز ہمارے

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ

آپ ان دیہاتیوں سے فرما دیجئے جو پیچھے ڈال دیئے گئے تھے کہ تمہیں ایک ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت قوت والے ہوں گے تم ان سے قتال کرو گے

اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ

یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، سو اگر تم فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہیں اچھا عوض عطا فرمائے گا اور اگر تم نے روگردانی کی جیسا اس سے پہلے روگردانی

قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ

کر چکے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ نابینا پر کوئی گناہ نہیں، اور لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں

وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ

اور بیمار پر کوئی گناہ نہیں، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے وہ اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ ع

نیچے نہریں جاری ہوں گی ، اور جو شخص روگردانی کرے وہ اسے دردناک عذاب دے گا۔

ساتھ نہیں چل سکتے) یعنی خیبر کی جانب۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی گئی وہ تمہارے ساتھ نہ ہونگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بات بدلی نہیں جاسکتی۔ كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ (اللہ تعالیٰ نے پہلے سے اسی طرح فرمادیا ہے) مدینہ کی طرف اہل حدیبیہ کی واپسی اور خیبر کی غنیمت کے وہ مستحق ہونگے جو حدیبیہ میں شریک ہوئے نہ اور کوئی۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا۔ (تو وہ لوگ کہیں گے تم ہم سے حسد کرتے ہو)۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہیں دیا بلکہ تم ہم پر حسد کرتے ہو۔ کہ کہیں ہم مال غنیمت میں تمہارے ساتھ شریک نہ ہو جائیں۔ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ (بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے نہیں سمجھتے) اِلَّا قَلِيْلًا (مگر بہت معمولی) یعنی فقط بات کی حد تک۔

دو بل:

اول بل اس بات کی تردید کے لئے لائے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نہ جائیں اور ان کے حسد کو ثابت کیا گیا ہے۔ دوسرے بل میں ان کے اس بیان کی تردید جو وہ مسلمانوں کو حسد کی طرف منسوب کرتے تھے اور ان کا اس سے بڑا وصف جہالت اور قلت فہم بیان کیا گیا۔

بنوحنیفہ یا اہل فارس:

آیت ۱۶: قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے) جو حدیبیہ سے پیچھے رہ گئے۔ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ (عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہونگے) یعنی بنوحنیفہ جو مسیلمہ کی قوم تھی اور مرتدین جن سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا۔ کیونکہ مشرکین عرب اور مرتدین سے دو میں سے ایک بات ہی قبول کی جاتی تھی اسلام یا تلوار۔

ایک قول یہ بھی ہے:

یہ اہل فارس ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان قبائل کو ان سے لڑنے کے لئے بلایا۔

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ (یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع ہو جائیں) یعنی دو میں سے ایک بات ہو۔ نمبر۱۔ مقاتلہ۔ نمبر۲۔ اسلام۔ یسلمون۔ کا معنی اس تاویل کے مطابق مطیع ہونا ہوگا۔ کیونکہ اہل فارس مجوس تھے ان سے جزیہ بھی قبول کیا گیا۔

درست استنباط:

اس آیت میں شیخین کی خلافت کی حقانیت پر دلالت واضحہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بلانے والے کی اطاعت اختیار کرنے پر فان تطیعوا سے بدلے کا وعدہ فرمایا ہے۔ فَاِنْ تُطِيْعُوْا (اگر تم اطاعت کرو گے) اس کی جو تمہیں اس قتال کی طرف بلائے گا۔ يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا (تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک عوض عنایت فرمائے گا) پس اس سے لازم آیا کہ وہ داعی ایسا ہوگا جس کی اطاعت فرض ہے۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ (اور اگر تم اس وقت بھی روگردانی کرو گے جیسا اس سے قبل روگردانی کر چکے ہو) حدیبیہ کے موقعہ پر يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا) آخرت میں۔

آیت ۱۷: لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ (نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے) اس میں غزوہ سے پیچھے رہنے والے معذورین حقیقیہ کو مستثنیٰ فرمایا گیا۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا) جہاد وغیرہ دیگر امور میں۔ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ (اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور جو شخص روگردانی کرے گا) طاعت سے منہ موڑے گا۔ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا (اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا)

قراءت: مدنی اور شامی نے ندخلہ اور نعذبہ پڑھا ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ

بالتحقیق اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جبکہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے سو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو معلوم تھا

فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۱۸ وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ

اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اطمینان نازل فرما دیا اور ان کو لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں، اور

اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۱۹ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ

اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لو گے، سو سر دست تم کو یہ دے دی ہے

وَكَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَهْدِیَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۲۰

اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے ، اور تاکہ یہ اہل ایمان کے لئے نمونہ ہو جائے ،اور تاکہ تم کو ایک سیدھی راہ پر ڈال دے

وَّاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ۲۱

اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۔

آیت بیعتِ رضوان:

آیت ۱۸: لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا۔ جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے) اسی آیت کی وجہ سے اس بیعت کا نام بیعت رضوان رکھا گیا۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں نزول فرما ہوئے تو آپ نے خواس بن امیہ الخزاعی کو اہل مکہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اس پر حملہ کا ارادہ کیا۔ تو احابیش اس میں رکاوٹ بن گئے۔ جب وہ واپس لوٹے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ ان کو قاصد بنا کر بھیجیں۔ آپ نے عرض کیا مجھے ان کی طرف سے خطرہ ہے کیونکہ ان کے ساتھ میری دشمنی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ پھر آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے ان کو اطلاع دی آپ لڑائی کی غرض سے نہیں آئے۔ بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے آپ پر دباؤ ڈالا اور اپنے ہاں بند کر لیا۔ افواہ گرم ہو گئی کہ ان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ ہم اس وقت تک یہاں سے نہ ٹلیں گے جب تک ان لوگوں سے بدلہ نہ لے لیں۔ اور آپ نے لوگوں کو بیعت کی طرف بلایا کہ وہ قریش سے بدلہ لیں گے اور فرار اختیار نہ کریں گے۔

تَحْتَ الشَّجَرَةِ (درخت کے نیچے) یہ کیکر کا درخت تھا اور بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو تھی۔ فَعَلِمَ مَا فِیْ

قُلُوْبِهِمْ (ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا) اخلاص اور جس پر بیعت کی تھی اس کو دل کی گہرائیوں سے کرنے والے ہیں۔ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا) دلوں کی درستی کی وجہ سے دلوں میں امن و اطمینان پیدا کر دیا۔ وَاَثَابَهُمْ (اور ان کو دے دی) بدلہ دیا۔ فَتْحًا قَرِيْبًا (قریبی فتح) وہ فتح خیبر ہے جو مکہ سے واپسی کے فوراً بعد عنایت فرمائی۔

آیت ۱۹: وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا (اور اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے) یہ غنائم خیبر ہیں۔ سرزمین خیبر کھیتیوں اور اموال والی زمین ہے۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست) وہ حفاظتوں والا ہے کہ اس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا۔ حَكِيْمًا (بڑا حکمت والا ہے) جس میں وہ فیصلہ کرتا ہے اس کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا۔

آیت ۲۰: وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا (اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لو گے) وہ غنائم انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی پائیں اور آپ کے بعد قیامت تک پائیں گے۔ فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (پس سر دست تم کو یہ دے دی ہیں) المغانم جمع مغنم اس سے خیبر کے غنائم مراد ہیں۔ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ (اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے) یعنی اہل خیبر اور ان کے حلفاء بنو اسد و بنو غطفان وغیرہ جبکہ وہ ان کی مدد کے لئے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس سے وہ واپس لوٹ گئے۔

ایک قول یہ ہے:

اہل مکہ کے ہاتھ صلح کی وجہ سے روک دیئے۔

وَلِتَكُوْنَ (تاکہ یہ روکنا ہو جائے) اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (ایمان والوں کے لئے ایک نمونہ) اور عبرت ناک نشان جس سے وہ پہچان لیں کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک مقام ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ ہی خود ان کی نصرت کا ضامن اور ان پر فتح دینے والا ہے اور اسی نے یہ کیا ہے۔ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (اور تاکہ تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے) تمہاری بصیرت و یقین میں اضافہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر اعتماد کو اور زیادہ کر دے۔

دیگر غنائم:

آیت ۲۱: وَّاُخْرٰى (اور ایک اور فتح) اس کا عطف ھذہ پر ہے ای فجعل لکم ھذہ المغانم و مغانم اخری و ھی مغانم ھوازن فی غزوۃ حنین۔ پس اس نے یہ غنائم تمہیں جلد دے دیں اور دوسری غنائم جو ہوازن کی غنائم ہیں جو غزوۂ حنین میں میسر آئیں۔ لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا (جو تمہارے قابو میں نہیں آئی) کیونکہ اس میں بڑا حملہ تھا۔ قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا (اللہ تعالیٰ اس کو احاطہ میں لیے ہوئے ہیں) یعنی اس پر قدرت رکھنے اور غلبہ پانے والے ہیں اور تمہیں ان پر غلبہ دینے والے ہیں۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (۲۲)

اور اگر کافر لوگ تم سے جنگ کرتے تو پشت پھیر لیتے پھر نہ کوئی کارساز پاتے اور نہ کوئی مددگار۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (۲۳)

یہ پہلے سے اللہ کا دستور رہا ہے اور اے مخاطب تو اس کے دستور میں تبدیلی نہ پائے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ

اور اللہ وہ ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے مکہ میں ہوتے ہوئے روک دیا اس کے بعد کہ تمہیں ان پر

عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا (۲۴)

قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

نحو : نمبرا۔ اُخریٰ میں نصب بھی جائز ہے۔ اور فعل مضمر ماننا ہوگا جس کی تفسیر قد احاط اللّٰہ بھا کر رہا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ و قضی اللّٰہ اخرٰی قد احاط اللّٰہ بھا (اور اللہ نے دوسری کا فیصلہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ احاطہ کرنے والے ہیں۔ لم تقدروا علیھا یہ اُخریٰ کی صفت ہے۔

نمبر۲۔ اور رفع ابتداء کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ اس کی صفت لم تقدروا سے آرہی ہے اور قد احاط اللّٰہ بھا یہ مبتدأ کی خبر ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں) قدیر بمعنی قادر ہے۔

آیت ۲۲: وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور اگر کافر تم سے لڑتے) اہل مکہ اور وہ صلح پر آمادہ نہ ہوتے یا اہل خیبر کے حلیف قبائل۔ لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ (تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے) مغلوب ہوتے اور شکست کھا جاتے۔ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا (پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا) جو ان کے معاملے کا ذمہ دار بنتا۔ وَّلَا نَصِيْرًا (اور نہ مددگار) جو ان کی مدد کرتا۔

آیت ۲۳: سُنَّةَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے یہی دستور کر رکھا ہے)

نحو : یہ مصدر مؤکد کی جگہ ہے۔ ای سن اللّٰہ غلبۃ انبیاء ہ سنۃ اور وہ اس آیت میں مذکور ہے لا غلبن انا ورسلی۔ [المجادلہ۔۲۱]

الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (جو پہلے سے چلا آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دستور میں آپ ردو بدل نہ پائیں گے) تبدیل تغیر کے معنی میں ہے۔

قریش مکہ کی شرارت:

آیت ۲۴: وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ (اور وہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے) اہل مکہ کے ہاتھ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ (اور تمہارے ہاتھ ان سے) اہل مکہ سے یعنی اس نے تمہارے اور ان کے مابین روک پیدا کردی اس کے بعد کہ تمہیں ان پر کامیابی اور غلبہ عنایت فرمایا اور یہی فتح کا دن ہے۔

استدلالِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

کہ مکہ قوت سے فتح ہوا نہ کہ صلح سے۔

ایک قول:

یہ غزوۂ حدیبیہ میں پیش آیا اس لئے کہ روایت میں ہے کہ عکرمہ بن ابی جہل پانچ سو سواروں کے ساتھ نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھیجا جنہوں نے اس کو شکست دے کر مکہ کے اندر گھسنے پر مجبور کردیا۔ (اخرجہ الطبرانی)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اللہ نے مسلمانوں کو ان پر غلبہ دیا یہاں تک کہ ان کو مسلمانوں نے پتھر مار مار کر گھروں میں داخل کردیا۔ بِبَطْنِ مَكَّةَ (عین مکہ میں) مکہ مکرمہ میں یا حدیبیہ میں کیونکہ اس کا بعض حصہ حرم کی طرف منسوب ہے۔ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ (اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا) تمہیں ان پر تسلط وقدرت دے دی۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا (اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا) قراءت: ابوعمرو نے یاء سے یعملون پڑھا ہے۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو روک دیا جو رکا ہوارہ گیا اس کے موقع میں پہنچنے سے

مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ

روکا، اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو

مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

بے خبری میں ضرر پہنچ جاتا تو سب قصہ طے کر دیا جاتا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے۔ یہ مسلمان مرد و عورت جدا ہو جاتے تو ہم ان کو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ

درد ناک عذاب دیتے جو اہل مکہ میں سے کافر تھے۔ جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی

حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ

جاہلیت کی تھی سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کی بات پر

كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ ع

جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

آیت ۲۵: هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو) الھدی وہ جانور جو بطور ہدی کعبہ کی طرف بھیجا جائے۔

نحو: اس پر نصب اس لئے ہے کہ صدوکم کے کم پر اس کا عطف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ صدوکم و صدوا الھدی۔

مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ (جو رکا ہوا رہ گیا کہ وہ پہنچے) معکوفا کا معنی رکا ہوا پہنچنے سے۔ نحو: یہ معکوفا حال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر اونٹ چلائے تھے۔ مَحِلَّهٗ (اپنے موقع پر) اپنی اس جگہ جہاں اس کا نحر کرنا حلال ہے یعنی واجب ہے۔

مسئلہ: یہ دلیل ہے کہ محصر کے دم احصار کا محل حرم ہے۔ اور مراد محل مقررہ منیٰ ہے۔

قتال کے روکنے میں حکمت:

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ (اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں) مکہ میں لَّمْ

تَعْلَمُوْهُمْ (جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی) یہ مردوں اور عورتوں تمام کی صفت ہے۔ اَنْ تَطَئُوْهُمْ (ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا)
نحو: یہ رجال ونساء سے بدل الاشتمال ہے۔ یاتعلموھم کی ضمیر ھم سے بدل ہے۔ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ
(پس تمہیں بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا) گناہ اور سختی۔ مَعَرَّۃ یہ مَفْعَلَۃ کا وزن ہے۔ یہ عَرَّۃٌ سے ہے بمعنی عَرَاہ جب کسی کو وہ چیز
پیش آجائے جو وہ ناپسند کرتا ہو۔ اور وہ اس پر گراں ہو۔ یہاں کفارہ مراد ہے جبکہ اس نے خطاء قتل کیا ہو اور مشرکین کا برا قول: انہوں
نے بلا امتیاز اپنے اہل دین سے بھی وہی کیا جو ہمارے ساتھ کیا تھا اور گناہ جبکہ وہ قصر کردے۔ بِغَيْرِ عِلْمٍ یہ ان تطئوھم سے متعلق
ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ ان تطئوھم غیر عالمین بھم۔ ان کو روند ڈالو اس حال میں کہ تمہیں ان کا علم نہ ہو۔ الوطأ۔ جاپڑنا اور
ہلاک کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ مکہ میں کچھ مسلمان ایسے تھے جو مشرکین کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے۔ مجبوراً ایمان کو چھپانے والے
تھے۔

ایک قول یہ ہے۔ اگر یہ کراہت نہ ہوتی کہ تم کچھ مؤمن لوگوں کو ہلاک کر ڈالتے مشرکین کے درمیان اس حال میں کہ تم ان کو
نہ جاننے والے تھے پس ان کی ہلاکت سے تمہیں تکلیف ومشقت پہنچتی۔ اسی لئے اس نے تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا۔
اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (تاکہ اللہ تعالیٰ داخل کرے اپنی رحمت میں جس کو چاہے) یہ اس کے
لئے علت ہے جس پر آیت دلالت کر رہی ہے اور جس کیلئے آیت لائی گئی ہے۔ یعنی اہل مکہ سے ہاتھوں کا روکنا اور ان کے ساتھ
قتال سے روکنا اس وجہ سے تھا کہ مکہ میں ان کے درمیان خفیہ ایمان والے تھے گویا یہ اس طرح فرمایا۔ کان الکف ومنع
التعذیب لیدخل اللّٰہ فی رحمتہ ای فی توفیقہ بزیادۃ الخیر والطاعۃ مؤمنیھم یا لیدخل فی الاسلام من
رغب فیہ من مشرکیھم۔ یہ روکنا اور سزا سے منع کرنا اس لئے تھا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت یعنی توفیق میں اضافہ خیر وطاعت
کے لئے ان کے مؤمنین کو داخل فرمائے یا اللہ تعالیٰ مشرکین میں سے اسلام کی طرف رغبت کرنے والوں کو داخل فرمائے۔ لَوْ
تَزَيَّلُوْا (اور اگر یہ ٹل گئے ہوتے) اگر وہ متفرق ہو جاتے اور کافر مسلمان سے ممتاز ہو چکے ہوتے۔ لو لا کا جواب محذوف ہے۔
لو کا جواب اس سے بے نیاز کرنے والا ہے۔

نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ لو تزیلوا یہ لولا رجال مؤمنون کے لئے تکریر کی طرح ہو۔ کیونکہ دونوں کا معنی آ جا کر
ایک بنتا ہے اور لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہ جواب لولا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے: ولولا ان تطئوا رجالاً مؤمنین و
نساء مؤمنات ولو کانوا متمیزین لعذبناھم بالسیف۔ اگر تمہارا مؤمن مردوں اور عورتوں کو روندنا اور اگر وہ کفار سے
الگ ہو جاتے تو ہم مشرکین کو تلوار سے سزا دیتے۔ مِنْهُمْ (اہل مکہ سے) عَذَابًا اَلِيْمًا (دردناک عذاب)

آیت ۲۶: اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (جبکہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں) اس کا عامل لعذبنا ہے اور تقدیر کلام اس طرح
ہے۔ لعذبناھم فی ذلک الوقت یااذکر عامل ہے۔ کفروا سے قریش مکہ مراد ہیں۔

مسلمانوں کے لوٹ جانے پر کفار کا اصرار:

فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ (عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا) کافروں کی حمیت سے مراد جاہلی غیرت۔ سکینۃ المؤمنین سے وقار مراد ہے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں اترے تو قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ اور اس کے ساتھ وفد میں حویطب بن عبدالعزیٰ، مکرز بن حفص شامل تھے انہوں نے یہ پیش کیا کہ آپ اس سال لوٹ جائیں اور آئندہ سال لوٹ کر آئیں۔ قریش مکہ کو تین دن کے لئے خالی کر دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات منظور فرمائی اور انہوں نے اپنے درمیان ایک معاہدہ تحریر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تم لکھو۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ وفد قریش نے کہا ہم اس کو نہیں جانتے۔ بلکہ تم لکھو باسمک اللھم۔ پھر فرمایا لکھو۔ ھذا ما صالح علیه رسول اللہ ﷺ اھل مکۃ۔ وفد قریش نے کہا۔ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول جانتے تو بیت اللہ سے آپ کو نہ روکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو یہ چاہتے ہیں لکھو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ مسلمانوں نے اس سے گھٹن محسوس کی اور اسکے مسترد کرنے کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر سکینہ نازل فرمائی پس وہ وقار و حوصلے میں آ گئے۔ (بخاری ۲۷۳۲، بیہقی ۱۰۵/۴)

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی (اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا)

قولِ جمہور:

یہ ہے کہ یہ کلمۂ شہادت ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔

فائدۂ اضافت:

تقویٰ کی طرف اضافت اس لئے ہے کہ یہ تقویٰ کا سبب ہے اور اس کی اساس و بنیاد ہے۔

ایک قول:

تقدیر کلام اس طرح ہے کلمۃ اھل التقوٰی۔ اہل تقویٰ والی بات پر۔

وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا (اور وہ مؤمن اس کے دوسروں سے زیادہ حقدار تھے) وَاَهْلَهَا (اور وہ اس کے اہل تھے) اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا اہل بنا دیا تھا۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے) پس وہ معاملات کو مصلحتوں کے مطابق چلاتا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

بیشک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو واقع کے مطابق ہے، انشاء اللہ تم ضرور ضرور مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ

اٰمِنِیْنَ ۙ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا

داخل ہوگے اپنے سروں کو مونڈنے والے ہوگے اور اپنے بالوں کو کتروانے والے ہوگے تمہیں کوئی خوف نہیں ہوگا، سو اللہ نے جان لیا جو تم نے نہیں جانا،

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى

سو اس سے پہلے عنقریب ہی ایک فتح نصیب فرمادی، اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت

وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾ ؕ

اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے، اور اللہ کافی گواہ ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں، آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ وہ کبھی رکوع میں ہیں کبھی سجدہ میں ہیں

یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ

وہ اللہ کے فضل اور رضا مندی کو تلاش کرتے ہیں، ان کی شان یہ ہے کہ ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان ہیں، ان کی یہ

مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ

مثال توریت میں ہے، اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیت ہو اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اسے قوی کیا پھر وہ کھیتی موٹی ہوگئی

فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ

پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی جو کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی، تاکہ اللہ ان کے ذریعے کافروں کے دلوں کو جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾ ع

ایمان لائے اور نیک عمل کئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

آیت ۲۷: لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا (بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا ہے) یعنی ان کو ان کے خواب میں سچا کردیا اور ان کو خلاف واقعہ نہیں دکھایا۔ اللہ تعالیٰ کذب سے وراء الوراء ہیں۔ اسی لئے جار کو حذف کر کے فعل کو ملا

معانقۃ ۱۵ ع ۱۴/۴

دیا۔جیسا کہ اس آیت میں صدقوا ماعاھدوا اللّٰہ علیہ [الاحزاب۔۲۳]

خواب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم :

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی طرف نکلنے سے پہلے دیکھا گویا کہ آپ اپنے اصحاب سمیت امن وسلامتی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور انہوں نے حلق وقصر کیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا۔وہ بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ اسی سال داخل ہونے والے ہیں۔ اور کہنے لگے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب سچا ہے۔جب یہ معاملہ اگلے سال پر پڑ گیا۔تو عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کہنے لگی ہم نے نہ تو حلق کیا اور نہ ہی قصر اور نہ ہم نے مسجد حرام دیکھی۔پس یہ آیت نازل ہوئی۔[الدرالمنثور۔۷/۵۳۸]

بِالْحَقِّ (جو واقع کے مطابق ہے) نمبرا۔یہ صدق کے متعلق ہے۔انہوں نے جو دیکھا وہ حاصل اور سچ کے ساتھ ملے ہونے میں برحق ہے۔یعنی حکمت بالغہ پر مبنی ہے اور یہ اس لئے کہ اس میں ابتلاء اور مخلص مؤمن اور منافق کے درمیان امتیاز ہے۔

نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ بالحق میں باء قسم کے لئے ہو پھر حق سے مراد یا تو وہ ہے جو باطل کی نقیض ہے۔یا حق سے مراد اللہ تعالیٰ کا نام مبارک ہے اور جواب قسم لَتَدْ خلن المسجد الحرام ہے۔اور اول صورت میں قسم محذوف کا جواب ہے۔

مسجد حرام میں داخلہ اور حلق وقصر :

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ (تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے) ان شاء اللّٰہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت ہے۔یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو فرمایا اور ان کے سامنے بیان کیا۔یا اپنے بندوں کی تعلیم کے لئے فرمایا کہ وہ اس طرح کہیں اپنے وعدوں میں اللہ تعالیٰ کے ادب کو اختیار کریں اور اس طریقے کو اپنائیں۔اٰمِنِیْنَ (امن وامان کے ساتھ) نحو : یہ حال ہے اور شرط جملہ معترضہ ہے۔مُحَلِّقِیْنَ (کہ کوئی تم میں سر منڈواتا ہوگا) نحو : یہ آمنین کی ضمیر سے حال ہے۔رُءُوْسَکُمْ حلق تمام سر کے بال منڈوانے کو کہتے ہیں۔وَمُقَصِّرِیْنَ (اور کوئی بال کترا تا ہوگا) قصر بعض بال لینا۔لَاتَخَافُوْنَ (کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا) نحو : یہ حال مؤکدہ ہے۔فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا (پس اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں) فتح مکہ کے آئندہ سال تک مؤخر کرنے کی حکمت فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ (پھر اس نے لگے ہاتھ ایک فتح دے دی) فتح مکہ کے علاوہ۔فَتْحًا قَرِیْبًا (قریبی فتح) اور وہ فتح خیبر ہے۔تاکہ اس سے ایمان والوں کے دلوں کو راحت حاصل ہو اس فتح موعود کی آمد تک۔

آیت ۲۸: ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی (اور وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے۔کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت) ہدایت سے یہاں توحید مراد ہے۔وَ دِیْنِ الْحَقِّ (اور سچا دین دے کر بھیجا) اس سے دین اسلام مراد ہے۔لِیُظْھِرَہٗ (تاکہ وہ اس کو غالب کرے) بلند کرے۔تفوق عنایت کرے۔عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ (تمام دینوں پر) الف لام جنس کا ہے۔جنس ادیان پر۔اس سے

ادیان مشرکین اور اہل کتاب مراد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ سچا کر دیا۔ کوئی دین ایسا نہیں جس کو اسلام جتنا عزت و غلبہ ملا ہو۔

ایک قول یہ ہے:

یہ نزول مسیح علیہ السلام کے وقت ہوگا جبکہ سطح زمین پر کوئی کافر نہ رہے گا۔

ایک قول یہ بھی ہے:

یہ دلائل ونشانات سے غلبہ ہے۔ (جو آج بھی حاصل ہے)

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے) اس بات پر کہ جو اس نے وعدہ کیا وہ ہو کر رہے گا۔

قول حسن رحمہ اللہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق گواہی دی کہ میں اپنے اس دین کو غلبہ دوں گا۔ تقدیر کلام اس طرح ہے کفاہ اللہ شهيدًا۔ نحو: شَهِيْدًا : یہ تمیز ہے یا حال ہے۔

آیت ۲۹: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ (محمد اللہ کے رسول ہیں) نحو: نمبر۱۔ یہ مبتدأ کی خبر ہے اور وہ ھو ہے۔ کیونکہ پہلے ھو الذی ارسل رسولہ گزر چکا۔ نمبر۲۔ مبتدأ ہے اس کی خبر رسول اللہ ہے۔

عظمتِ مقتداء ومقتدیان باصفا:

قراءت: نصر نے اس پر وقف کیا ہے۔ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ (اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں) یعنی آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم

نحو: نمبر۱۔ یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر اشداء علی الکفار ہے۔ نمبر۲۔ محمد مبتدأ اور رسول اللہ عطف بیان ہے اور والذین معہ پر مبتدأ کا معطوف ہے۔ یہ سارا مبتدأ بن گیا۔ اشداء یہ تمام کی خبر ہے۔

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں) اشداء کا معنی سخت ہے۔ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (اور آپس میں مہربان ہیں) باہمی مہربانی کرنے والے۔ نحو: یہ دوسری خبر ہے۔ اور ان میں دونوں صفات شدت ورحمت کی پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین۔ [المائدہ۔۵۴] کفار پر ان کی شدت اس مقام تک پہنچنے والی تھی کہ وہ ان کے کپڑوں کو ان سے بچاتے کہ ان کے ساتھ نہ لگ جائیں اور اپنے ابدان کو ان کے ابدان کے ساتھ چھونے سے بچاتے تھے اور رحم کا حال یہ تھا۔ کہ جو مؤمن دوسرے کو دیکھتا وہ اس سے مصافحہ اور معانقہ کرتا تھا۔ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا (اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا رکوع کی حالت میں) سُجَّدًا (اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے) يَّبْتَغُوْنَ (وہ جستجو میں لگے رہتے ہیں) یہ حال ہے۔ جیسا کہ رکعًا اور سجدًا اسی طرح فضلاً من اللہ و رضوانا۔ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس

کی رضامندی کی) سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (اوران کے آثاران کے چہروں پر بوجہ تاثیر سجدہ کے نمایاں ہیں)یعنی وہ تاثیر جوسجود کے اثر سے نمایاں ہوتی ہے۔قولِ عطاء رحمہ اللہ: ان کے چہرے رات کوطویل نماز پڑھنے کی وجہ سے روشن ہیں۔اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔من کثرت صلاته باللیل حسن و جهه بالنهار۔(ابن ماجہ۔۱۳۳۳) جس کی رات کونماز کثرت سے ہوگی دن کواس کا چہرہ روشن ہوگا۔ذٰلِكَ (جس کا ذکر ہوا) مَثَلُهُمْ (ان کی صفت و حالت ہے) فِي التَّوْرٰةِ (تورات میں) قراءت : اس پر وقف ہے۔وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ (اوران کی صفت ہے انجیل میں) یہ مبتدأ ہے اس کی خبر کزرع ہے۔ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ (جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی) کونپل۔عرب کہتے ہیں اشطأ الزرع۔جب وہ اپنی سوئی نکالے۔ فَاٰزَرَهٗ (پھراس نے اس کومضبوط کردیا) قراءت: شامی نے فَاَزَرَہ پڑھا ہے۔ فَاسْتَغْلَظَ (پھر وہ کھیتی اورموٹی ہوئی) وہ نرمی سے سختی تک پہنچی۔ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ (پھر وہ اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی) اپنی پوری پر سیدھی ہوگئی۔سُوق جمع ساق کی ہے۔ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (وہ کسانوں کوبھلی معلوم ہونے لگی) کہ وہ اس کی قوت پر متعجب ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

انجیل میں لکھا ہے کہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے۔وہ کھیتی کی طرح اگیں گے وہ بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

قولِ عکرمہ رحمہ اللہ:

اس نے اپنی سوئی نکالی ابوبکر کے ساتھ پس اس کوقوت دی عمر کے ذریعہ اورموٹی ہوگئی عثمان کے ذریعہ اوراپنی پنڈلی پر کھڑی ہوئی علی کے ذریعہ رضی اللہ عنہم۔یہ ایک مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے اسلام اوراس کی ترقی کے سلسلہ میں بیان فرمایا ہے۔یہاں تک کہ وہ قوی ومستحکم ہوگیا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے کھڑے ہوئے۔پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے آپ کوقوت دی۔جیسا کہ کھیتی کی اولین طاقت کہ جواس کھیتی کواطراف سے پیدا ہوکر گھیر لیتی ہے۔اس کومضبوط کرتی ہے یہاں تک کہ کسان کوخوبصورت نظر آتی ہے۔لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (تا کہ ان سے کافروں کے دلوں کوجلادے) کھیتی کی تشبیہ جس نشوونما اورقوت میں اضافے پر دلالت کرتی ہے۔یہ اس کی تعلیل ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اس کو وعدالله الذين کا معلل قرار دیا جائے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جوکہ ایمان لائے ہیں اورنیک کام کررہے ہیں مغفرت اوراجرعظیم کا وعدہ کررکھا ہے)اس کی تعلیل اس لئے بن سکتی ہے۔کیونکہ جب کفار سنیں گے۔کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی عزت کے ساتھ آخرت کے ان انعامات کا وعدہ کررکھا ہے تو وہ اس سے جلیں گے۔

مِن جوکہ منهم میں ہے یہ بیانیہ ہے۔جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔[الحج: ۳۰] ای

فاجتنبوا الرجس الذی ھو الاوثان۔عرب کہتے ہیں انفق من الدراھم ای اجعل نفقتك ھذا الجنس۔اس جنس کو اپنا خرچہ بناؤ۔(ھم کا مرجع وہی ہے جوبھم میں ھم کا ہے۔)

ردِقولِ روافض:

یہ آیت روافض کے اس قول کی تردید کررہی ہے۔کہ وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت وہ سب کافر ہوگئے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ مغفرت اوراجر عظیم کا وعدہ اسی صورت میں درست ہوسکتا ہے جبکہ وہ اس پر ثابت قدم رہے ہوں۔جس پر وہ آپ کی زندگی میں وعدہ کے وقت قائم تھے۔

اے اللہ صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے اور قیامت میں ان کے ساتھ حشر فرما آمین ثم آمین۔

الحمدللہ سورۃ الفتح کی آیات کا تفسیری ترجمہ آج قبل العشاء ۲۹ اپریل ۲۰۰۳ء تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ حجرات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اے ایمان والو تم اللہ اور رسول سے پہلے سبقت مت کرو، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

سننے والا جاننے والا ہے، اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا

اور نہ نبی سے اس طرح اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم بعض بعض سے اونچی آواز سے بات کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی

تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

نہ ہو، بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں

امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ

جن کے دلوں کو اللہ نے تقوی کیلئے خاص کر دیا ہے، ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے، بیشک جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو

مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ

پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ انکی طرف نکل آتے

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

تو ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

(اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو)

آیت ۱: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا قدمہ واقدمہ یہ حشو وہمزہ کے ثقل ہونے کی وجہ سے قدمہ سے منقول ہیں جبکہ وہ آگے بڑھے سبقت کر لے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔ یقدم قومہ۔ [ھود: ۹۸] مفعول کو یہاں حذف کیا گیا۔ تاکہ قول و فعل جس میں سبقت کی جاتی ہے۔ ان سب کو شامل ہو اور یہ بھی درست ہے کہ مفعول کا قصد نہ کیا جائے۔ اور نفس تقدم کی طرف متوجہ ہو۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ وھو الذی یحیی و یمیت۔ [المؤمنون۔ ۸۰]

نمبر۲۔ یا یہ قدم بمعنی تقدم سے لیا جائے۔ جیسا کہ وجہ بمعنی توجہ آتا ہے اور اسی سے مقدمۃ الجیش ہے۔ ایک ایسی جماعت جس کو لشکر سے آگے بھیجا جائے۔ اس کی تاکید قراءتِ یعقوب ۔۔ ہوتی ہے۔

قراءت: لا تقدَّموا تتقدموا کی ایک تاء کو حذف کر کے یعقوب نے پڑھا۔

تعظیم رسول کا حکم:

بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ عرب کہتے ہیں جلست بین یدی فلان۔ جبکہ تم یمین وشمال کو چھوڑ کر اس کے قریب بیٹھو۔ دونوں جہتوں کو یدین سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ وہ دونوں ہاتھوں کی سمتوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان اطراف سے قرب کے باوجود توسعاً ایسا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ کسی چیز کو مجاورت کی وجہ سے کسی اور نام سے پکار لیتے ہیں۔ اس عبارت میں مجاز کی قسم تمثیل پائی جاتی ہے اور اس میں ایک عظیم الشان فائدہ ہے۔

فائدہ جلیلہ:

یہ اس شناعت اور برائی کی تصویر ہے جو اس صورت میں پائی جاتی ہے۔ جبکہ وہ کتاب وسنت کی امثلہ کی اتباع کی بجائے امور منہیہ میں سے کسی امر کا ارتکاب کرے۔

نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ تمہارے اس قول کی طرح ہو۔ سرّنی زید و حُسنُ حالہ۔ یعنی سرنی حسن حال زید۔ اسی طرح یہاں معنی بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔ اس اسلوب کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اختصاص اور قوی تر ہو جاتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ مرتبہ ومقام ہے۔ اسی لئے اس انداز کو اختیار کیا گیا۔ اس میں اس ناراضگی والی بات کی تمہید ہے جو ان سے ہوئی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے ان کی آواز بلند ہوئی۔ کیونکہ جس ہستی کا یہ مرتبہ اور عظمت ہو اور ایسی خصوصیت عنایت فرمائی ہو اور ان کے ادب کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ ان کے سامنے آواز پست رکھی جائے اور ان کے ساتھ انتہائی تادب وتعظیم سے پیش آئیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

بعض لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دن نماز عید سے قبل جانور ذبح کر ڈالے۔ پس یہ آیت اتری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قربانی کے اعادہ کا حکم فرمایا۔ (رواہ عبد الرزاق)

قولِ عائشہ رضی اللہ عنہا:

اس میں یوم شک کے روزے سے منع کیا گیا ہے اسی سلسلہ میں یہ آیت اتری ہے۔ (ذکرہ دارقطنی)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) اگر اس سے ڈرو گے تو تقویٰ تمہیں مناہی کے ارتکاب سے محفوظ کر دے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ (بیشک اللہ سننے والے ہیں) ان سب باتوں کو جو تم کہتے ہو۔ عَلِيْمٌ (اور جاننے والے ہیں) جو تم کرتے ہو۔ اور ایسی سمیع وبصیر وعلیم ہستی کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

آیت ۲: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اے ایمان والو) اس نداء کو دوبارہ تاکید کیلئے لائے تاکہ ہر خطاب جدید کے وقت اپنی بصیرت کی تجدید کر لیں اور غور وفکر سے بالکل غفلت نہ برتیں۔

آواز کو آپ کی مجلس میں پست رکھیں:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو) یعنی جب آپ گفتگو فرما رہے ہوں اور تم بھی گفتگو کرو تو تم اپنی آواز کو بلندی میں اس حد تک نہ پہنچاؤ۔ جس حد تک آپ پہنچانے والے ہوں۔ اپنی آواز اس طرح ہلکی رکھو کہ آپ کا کلام تمہارے کلام سے بلند تر نظر آئے۔ اور آپ کا جہر تمہارے جہر پر نمایاں ہو یہاں تک کہ آپ کا مقام اس سے چمکنے والا ہو۔ آپ کی سابقیت واضح تر ہو۔ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (اور نہ ان سے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو) جب تم آپ سے اس حالت میں گفتگو کرو کہ آپ خاموشی اختیار فرمانے والے ہوں تو آواز کو بلند کرنے کی جو ممانعت کی گئی ہے۔ اس سے مت پھرو بلکہ وہ ملحوظ خاطر رہے اور مزید یہ کہ جہر میں اس مقام پر بھی نہ پہنچو جو تم باہمی ایک دوسرے کے ساتھ استعمال کرتے ہو۔ اور ایسا مت کرو کہ جان بوجھ کر آپ سے ایسا نرم اور سرگوشی کے قریب کلام کرو جس سے دوبارہ سوال کر کے جہر میں اضافہ ہو۔

یا آپ کو یا محمد اور یا احمد نام لے کر مت آواز دو۔ بلکہ آپ سے نبوت کے لقب سے اور وقار و تعظیم سے خطاب کرو۔

جب یہ آیت نازل ہوئی ابوبکرؓ وعمرؓ آپ سے اس طرح کلام فرماتے جیسے کوئی صاحب راز سے کلام کرتا ہے۔

(رواہ البخاری: ۴۸۴۵)

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری۔ ان کو اونچا سنتا تھا۔ اور ان کی آواز بھی زوردار تھی۔ کلام کرتے وقت وہ اپنی آواز کو بلند کرتے۔ بسا اوقات وہ آپ سے بات کرتے ہوتے تو ان کی آواز سے آپ کو تکلیف پہنچتی۔

کجھر کی کاف تشبیہ محل نصب میں واقع ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے **لا تجھروا لہ جھرًا مثل جھر بعضکم لبعضٍ**۔

مخصوص جہر کی ممانعت:

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ مطلقاً جہر سے نہیں روکا گیا کہ کسی صورت میں ان کو سوائے آہستہ کلام کے اجازت ہی نہ ہو۔ بلکہ مخصوص جہر کی ممانعت کی گئی ہے۔ میری مراد یہ ہے۔ کہ ایسا جہر جو اس انداز کا ہو جس کی ان کے ہاں باہمی گفتگو میں عادت تھی اور وہ جہر عظمت نبوت' شان ذات نبوت کے لحاظ کے بغیر ہو۔

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ (کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں) نحو : یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور نہی کے معنی سے متعلق ہے۔ معنی اس طرح ہے انتھوا عما نهيتم عنه لحبوط اعمالكم اى بخشية حبوطها۔ تم باز رہو اس سے جس سے تمہیں اعمال کے حبط ہونے کے خطرہ کے پیش نظر روکا گیا ہے۔ حبوط کا مضاف محذوف مانا گیا ہے۔ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (اور تم کو خبر بھی نہ ہو)

آیت ۳: اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں) نحو : اِن کا اسم رسول اللہ پر مکمل ہوا۔ اولئك الذين الخ یہ ان کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی آوازوں کو آپ کی تعظیم کیلئے پست رکھتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى (یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خاص کر دیا ہے) نحو : اولئك مبتدأ اور الذين یہ جملہ اس کی خبر ہے۔ الذين کا صلہ للتقویٰ تک پورا ہوا۔ یہ اپنے مبتدأ سے مل کر خبر انَّ بن گئی۔ امتحن کا معنی تقویٰ کیلئے خالص کرنا۔ عرب کہتے ہیں امتحن الذهب وفتنه۔ جبکہ پگھلایا جائے اور اس سے میل کو نکال دیا جائے اور صاف کر دیا جائے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے دل کے ساتھ مختبر کا سا معاملہ کیا گیا تو اس کو خالص پایا گیا۔

قولِ عمر رضی اللہ عنہ:

امتحن کا معنی شہوات کا اس سے دور کرنا۔ الامتحان یہ باب افتعال ہے۔ محنه: زبردست آزمائش' تھکا دینے والی پرکھ۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (ان لوگوں کیلئے بخشش اور عظیم اجر ہے) یہ دوسرا جملہ ہے۔ یہ شیخین رضی اللہ عنہما کے متعلق اتری کیونکہ وہ دونوں آواز کو ہلکا کرنے والے تھے۔

آیت کے لطائف:

آواز پست کرنے والوں کو ان مؤکدہ کا اسم بنایا اور اس کی خبر ایسے مبتدأ و خبر سے لائے جو دونوں معرفہ ہیں۔ مبتدأ اسم اشارہ اولئك ہے۔ ان کے عمل کی جزاء جس جملہ میں ذکر کی اس کو دوبارہ لوٹایا۔ اور جزاء کو نکرہ مبہمہ لائے۔ اس معاملے سے معلوم ہوتا ہے کہ آواز پست کرنے پر انتہائی راضی ہیں اور ایسے لوگ کمال کے انتہائی درجہ پر فائز المرام ہیں اور آواز بلند کرنے والوں پر تعریض کر دی کہ اس کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہے۔

وفد بنو تمیم کی نادانی:

آیت ۴: اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ (بیشک جو لوگ حجروں کے باہر آپ کو پکارتے ہیں) یہ آیت وفد بنو تمیم کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ خدمت نبوی میں دوپہر کے وقت پہنچے جبکہ آپ آرام فرما تھے۔ ان میں اقرع بن حابس' عیینہ بن حصن بھی تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرات کے باہر سے آوازیں دیں اور کہنے لگے۔ اے محمد! آپ باہر نکل کر آئیں! ہماری مدح زینت اور ہماری مذمت عیب دار بنا دیتی ہے۔ پس آپ بیدار ہو کر باہر تشریف لائے۔ (ابن اسحاق فی السیرۃ)

الوراء: ہر وہ جانب جو تم سے کسی شخص کو اس کے سایے کے ساتھ چھپالے خواہ وہ آگے ہو یا پیچھے۔ من۔ یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے۔ کہ آواز اس مقام سے شروع ہوئی اور دی گئی۔ الحجرۃ۔ زمین کا ایسا ٹکڑا جس کو چاروں طرف دیوار کھینچ کر روکا گیا ہو۔ یہ فُعلۃ کا وزن بمعنی مفعولہ استعمال ہوتا ہے جیسے قُبضۃ بمعنی مقبوض۔ اس کی جمع حُجُرات دو ضموں سے ہے۔ یزید نے حَجُرات پڑھا ہے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجرات مراد ہیں۔ ہر زوجہ محترمہ کے لئے ایک حجرہ تھا۔ ان کے آواز دینے کا واقعہ ان تمام حجرات کے پیچھے سے تھا شاید وہ آپ کی تلاش میں تمام حجرات پر پھیل گئے تھے۔ یا انہوں نے آپ کو اس حجرہ کے پیچھے سے آواز دی جس میں آپ آرام فرما رہے تھے۔ مگر آپ کی عظمت شان کے لئے جمع کا صیغہ لایا گیا۔ اگرچہ اس کا ارتکاب تو بعض نے کیا مگر نسبت ان تمام کی طرف کر دی گئی۔ اور چونکہ تمام وفد کی صورت میں تھے اور باقی بھی اس پر راضی تھے اس لئے گویا تمام نے یہ فعل کیا۔

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (ان میں سے اکثروں کو عقل نہیں ہے) نمبر ۱۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں وہ بھی ہوں جن کو مستثنیٰ کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد نفی عام ہو۔ کیونکہ قلت نفی کے موقع پر ہی شمار کی جاتی ہے۔

لطائفِ آیت:

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عظمت و شان کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ نمبر ۱۔ چیخ کر آواز دینے والوں کے لئے بیوقوفی و جہالت لکھ دی۔ نمبر ۲۔ آپ کے قیلولہ اور مقام خلوت کو کنایۃً حجرات سے تعبیر فرمایا۔ نمبر ۳۔ الف لام سے معرفہ ذکر کیا۔ اضافت سے نہیں۔ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو اول سورت سے اس آیت تک اسی طرح الف لام سے معارف کو ذکر کیا۔ دیکھو اللہ اور رسول کی طرف جن امور کی نسبت ہے وہ دوسرے امور پر بلا تقیید مقدم ہیں۔ پھر اس نہی کے بعد تقدیم کی جنس جیسے رفع صوت اور جہر کو پہلے لائے۔ گویا پہلا دوسرے کیلئے تمہید کی مانند ہے۔ پھر آواز آہستہ کرنے والوں کی تعریف فرمائی تاکہ اس سے یہ ظاہر ہو کہ اللہ کی بارگاہ میں اس کی بڑی قدر ہے۔ پھر اس کے بعد وہ لائے جو کہ اس سے بھی زیادہ ناپسندیدگی میں بڑھ کر ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں آرام فرمانے کی صورت میں دیوار کے پیچھے سے چیخ چیخ کر آواز دینا۔ چیخ چیخ کر اس طرح آواز دینا جیسا کہ عام آدمی کو آواز دی جاتی ہے۔ یہ اس ترتیب سے اس لئے لائے تاکہ اس بدترین جسارت پر متنبہ کر دیا جائے۔ کیونکہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا

اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ تم نادانی کی وجہ سے کسی قوم کو ضرر پہنچادو، پھر اپنے

عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶

کئے پر نادم ہونا پڑے۔

جن کے مرتبے کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر بلند کیا ہو تو ان کے متعلق یہ جسارت انتہائی سخت ترین جسارت ہے۔

صبر کا مفہوم:

آیت ۵: وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا (اور اگر یہ لوگ صبر کرتے) یعنی اگر ان کا صبر قائم رہتا۔ یہ محل رفع میں فاعلیت کی بناء پر واقع ہے۔ الصبر : نفس کی خواہش کو روک کر رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم۔ [الکہف:۲۸] اور عرب کا قول صبر عن كذا۔ اس سے نفس کو جو کہ مفعول ہے حذف کیا گیا ہے۔ مشہور محاورہ ہے۔ الصبر مرّ لا يتجرّعه الاحرّ۔ صبر تلخ است مگر بر شیریں دارد۔ حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ (یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس باہر آ جاتے) لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو ان کے لئے بہتر تھا) اس سے یہ فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر آپ باہر تشریف لاتے اور آپ کا نکلنا ان کی طرف اور ان کی خاطر نہ ہوتا تو پھر بھی لازم تھا کہ وہ اس وقت تک صبر کرتے یہاں تک کہ ان کو علم ہو جاتا کہ آپ کا نکلنا ان کی طرف ہے۔ تو صبر ان کے لئے دینی لحاظ سے بہتر ہوا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے) اللہ تعالیٰ بہت وسیع مغفرت و رحمت والا ہے۔ ان لوگوں سے بھی وہ اپنی رحمت کو ہرگز تنگ نہ کریں گے اگر یہ توبہ و انابت سے کام لیں گے۔

ولید بن عقبہ کی بدگمانی:

آیت ۶: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا (اے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اچھی طرح تحقیق کرو) اس بات پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ ولید بن عقبہ کے متعلق نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بنو مصطلق کی طرف صدقہ کی وصولیابی کیلئے عامل مقرر فرمایا۔ ان کے اور بنو مصطلق کے درمیان زمانہ جاہلیت میں چپقلش تھی۔ پس جب وہ ان کے گھروں کے قریب پہنچا تو وہ ان کا استقبال کرنے نکلے۔ اس نے گمان کیا کہ وہ اس سے لڑنے نکلے ہیں۔ وہاں سے واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹ کر کہہ دیا۔ وہ تو مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ سے انکار کر دیا ہے۔ پس آپ نے خالد بن ولید کو تحقیق حال کیلئے بھیجا تو ان کو نماز پڑھتے پایا۔ بنو مصطلق نے ان کو اپنے تمام اموال صدقات سپرد کر دیئے جنہیں لے کر وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آیت میں فاسق اور نبأ دونوں کو نکرہ لا کر عام کرنا مقصود ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ جونسا فاسق اور جو خبر لائے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

اور تم جان لو کہ بیشک تمہارے اندر اللہ کے رسول موجود ہیں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ ان میں تمہاری بات مان لیں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ، اور لیکن اللہ نے

حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ

ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے قلوب میں مزین کر دیا اور کفر اور فسوق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک مکروہ بنا دیا ہے،

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸

یہ لوگ ہدایت والے ہیں اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت کی وجہ سے، اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

فَتَبَيَّنُوْا : (تو خوب تحقیق کر لیا کرو) پس اس میں توقف کرو اور معاملے کی وضاحت اور حقیقت کا انکشاف تلاش کرو۔ فاسق کی بات پر اعتماد مت کرو کیونکہ جو فسق سے نہیں بچتا وہ کذب سے کیونکر محفوظ ہوگا جو اسی کی قسم ہے۔

دلالتِ آیت :

اِس آیت میں دلالت پائی جاتی ہے کہ ایک عادل کی خبر قبول کر لی جائے گی کیونکہ اگر ہم اس کی خبر پر بھی توقف کریں گے تو ہم فاسق و عادل کو برابر ٹھہرانے والے بن جائیں گے اور یہاں فاسق کی تخصیص بلا فائدہ ہو جائے گی۔ الفسوق: کسی چیز سے نکلنا۔ عرب کہتے ہیں: فسقت الوطبة عن قشرها۔ اس کا مقلوب فقست البيضة۔ جبکہ تم انڈے کو توڑ کر اس کے اندرون کو نکال لو۔ اور اس کا مقلوب۔ قفست الشئ۔ جب کہ تم غضب کے ذریعہ کسی چیز کو اس کے مالک کے ہاتھ سے نکال لو۔ پھر یہ لفظ کبائر کے ارتکاب کے ساتھ میانہ روی سے نکلنے کے لئے استعمال ہونے لگا۔

قراءت: علی، حمزہ نے فتثبتوا پڑھا ہے۔ التثبت اور التبیین یہ دونوں لفظ قریب قریب ہیں۔ دونوں پختگی، وضاحت اور پہچان طلب کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا (کبھی کسی قوم کو ضرر نہ پہنچا دو) بِجَهَالَةٍ (نادانی سے) بجہلو: یہ حال ہے۔ اس حال میں کہ تمہیں حقیقت حال وواقعہ کا علم نہ ہو۔ فَتُصْبِحُوْا یہ تصیر کے معنی میں ہے۔ عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ (پھر اپنے کیے پر پچھتانا پڑے) الندم: یہ غم کی ایک قسم ہے۔ کہ آدمی اپنے کیے پر پشیمان ہو۔ اور تمنا کرے کہ وہ کام اس سے سرزد نہ ہوتا۔ یہ ایسا غم ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے۔

بنو مصطلق اور ولید کے واقعہ میں مبالغہ نہ کرنے والوں کی تعریف:

آیت ۷: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ (اور تم جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ ہیں) پس ان سے جھوٹ مت کہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو اطلاع دے دیں گے پھر جھوٹے کا پردہ چاک ہو جائے گا۔ نمبر۲۔ ان کی طرف رجوع کرو اور ان کی رائے طلب کرو۔ پھر جملہ

مستانفہ لائے اور فرمایا۔ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ (بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے) تو تم مشقت و ہلاکت میں پڑ جاؤ۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض مسلمانوں نے واقعۂ بنو مصطلق کے مبتلا ہونے اور ولید کے قول کو مزین کر کے پیش کیا اور بعض اس سے بچنے والے تھے اور ایسی جسارت کو ان کے تقویٰ کے خلاف خیال کرتے تھے۔ یہی وہ لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کیا اور فرمایا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ (لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی)

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ وہی لوگ ہیں الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقوٰی میں جن کا ذکر فرمایا۔

جب کہ حبب اللّٰہ والی صفت اس حالت سے مغایرت رکھتی تھی جس کا تذکرہ اس سے پہلے ہے تو لکن بطور استدراک کے لایا گیا وہ موقعہ استدارک یہ ہے کہ نفی واثبات دونوں کے لحاظ سے یہ ماقبل کے مخالف ہے۔

وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ (اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا۔ اور نفرت دے دی کفر) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو چھپانا اور تکبر سے ان کا انکار کرنا۔ وَالْفُسُوْقَ (اور فسق) ایمان کی راہ سے کبائر کے ارتکاب کے ساتھ نکلنا۔ وَالْعِصْيَانَ (اور عصیان سے) عصیان: شارع نے جس بات کا حکم دیا اس کی اطاعت چھوڑنا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ (ایسے لوگ راہ راست پر ہیں۔) یعنی یہ لوگ جن کو مستثنیٰ کیا گیا وہی راہ راست پر ہیں۔ انہوں نے حق کی راہ کو پالیا ہے اور استقامت سے ادھر ادھر مائل نہیں ہوتے۔ الرشد براہ حق پر پختگی سے قائم رہنا۔ یہ الرشادۃ سے لیا گیا جس کا معنی چٹان آتا ہے۔

آیت ۸: فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً (اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے) فضل و نعمت۔ افضال و انعام کے معنی میں ہیں۔ نحو: یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ حبب و کرہ للفضل و النعمۃ اس افضال و انعام کے لئے ایمان محبوب بنایا اور کفر و فسق و عصیان کو مبغوض بنایا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے) ایمان والوں کے حالات اور ان کے باہمی تفاضل و امتیاز کو جانتا ہے۔ حَكِيْمٌ (حکمت والا ہے) جبکہ وہ افاضل پر اپنی توفیق سے فضل و انعام کرتا ہے۔

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کرنے لگیں تو ان کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ

اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ

دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، سو اگر

فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۹

وہ رجوع کرے تو ان دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو، اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ۱۰ ع

رحم کیا جائے۔

اوس وخزرج کی باہمی لے دے:

آیت ۹: وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس رکے جس میں بعض انصار بھی تھے۔ آپ ﷺ گدھے پر سوار تھے۔ گدھے نے پیشاب کیا تو عبداللہ بن ابی اپنی ناک بند کر کے کہنے لگا۔ اپنے گدھے کو جانے دو اس کی بدبو نے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے۔ اس پر عبداللہ بن رواحہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کا پیشاب تیری کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان کے درمیان بات لمبی ہوگئی۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کو سخت سست اور گچیاں بھرنے کی پہنچ گئی۔ دونوں کے حمایتی آئے اور وہ اوس وخزرج تھے۔ ان کی باہمی لاٹھی ڈنڈوں سے لے دے ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ مکوں اور گھونسوں اور جوتوں اور کھجور کی چھڑیوں سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دوبارہ لوٹے اور ان کے مابین صلح کرائی۔ اور یہ آیت اتری۔

(رواہ البخاری۔ ۲۶۹۱۔ مسلم ۱۷۹۹)

فوائد لفظ:

اقتتلوا کو معنی کا لحاظ کرتے جمع لائے۔ کیونکہ الطائفتین قوم وناس کے معنی میں ہے اور فاصلحوا بینھما میں ضمیر تثنیہ لفظ

کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔

فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى (پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے) البغی: ظلم وزیادتی اور صلح سے انکار۔ فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ (تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے) تفیئ : رجوع کرنا لوٹنا۔ سائے کو بھی فیئ اور غنیمت کو بھی فیئ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ غروب آفتاب کے بعد سایہ اصل کی طرف لوٹ آتا ہے اور کفار کا جو مال مسلمانوں کی طرف لوٹ آئے وہ مال فیئ ہے۔

باغی گروہ سے لڑنے کا حکم:

الفئة الباغية کا حکم یہ ہے کہ جب تک وہ لڑیں ان سے قتال کیا جائے۔ جب وہ رک جائیں اور لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیں تو ان سے ہاتھ روک لیا جائے۔ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (یعنی صلح کی جو بات کتاب اللہ میں مذکور ہے) اور بغض کو زائل کرنے کا جو حکم ہے۔ فَاِنْ فَآءَتْ (پھر اگر رجوع ہو جائے) یعنی بغاوت سے امر اللہ کی طرف فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا (تو ان کے مابین اصلاح کرو اور انصاف کا خیال رکھو) اقسطوا کا معنی عدل کرو۔ بطور عموم قسط کا لفظ استعمال کر کے انصاف کا حکم دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے اصلاح ذات البین کا حکم دیا جا چکا۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ انصاف والوں کو پسند کرتے ہیں) مقسط :عادل کو کہتے ہیں۔ القُسط ظلم کو اور القِسط العدل کو کہتے ہیں۔ اقسط یہ اسم تفضیل ہے۔ اس کی ہمزہ سلب کیلئے ہے۔ ای از ال القُسط اس نے ظلم کو زائل کیا۔ (اور انصاف ازالہ ظلم ہی کو کہتے ہیں)

مسلمانوں میں باہمی مخاصمت کی تاکید:

آیت ۱۰: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ (مسلمان تو سب بھائی ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو) یہ آیت اس اصلاح کی ذمہ داری کے مضمون کو پختہ کرنے کے لئے لائے۔ کہ اگر ان کے مابین مخالفت پھوٹ پڑے تو درستگی کرو۔ اور اس آیت میں وضاحت فرمائی کہ ایمان نے مسلمانوں کے اندر ایک قریبی تعلق اور چمٹی رہنے والی مناسبت پیدا کر دی ہے۔ اگر بھائی فضیلت نہ دیں تو اس میں کمی نہ آئے گی۔ پھر یہ عامہ مستمرہ ہے کہ جب دو بھائیوں میں ایسی چیز پھوٹ پڑے تو سب پر لازم ہے کہ اس کے دور کرنے کے لئے اٹھیں اور صلح سے اس کو ختم کریں پھر دینی بھائی تو اس کے زیادہ حقدار ہیں۔

قراءت: یعقوب نے اخوتکم پڑھا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے) یعنی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو تقویٰ تمہیں الفت ومیل ملاپ پر آمادہ کرے گا۔ تمہارے ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی مطلوبہ رحمت تمہیں حاصل ہو جائے گی۔

مَسْئَلَة: یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ بغاوت ایمان کو زائل نہیں کرتی۔ کیونکہ بغاوت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو مؤمن قرار دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ

اے ایمان والو نہ تو مرد، مردوں کی ہنسی اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں

مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا

عورتوں کی ہنسی اڑائیں، ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ اپنی جانوں کو عیب لگاؤ، اور نہ ایک دوسرے کو

بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

برے لقب سے یاد کرو، اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور جو شخص توبہ نہ کرے یہ لوگ

الظّٰلِمُوْنَ ⑪ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

ظلم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بلا شبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں

وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ

اور تجسس نہ کرو، اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت

مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

کھائے سو تم اس کو برا سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے۔ اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا

مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۭ

کیا ہے اور تمہارے مختلف خاندان اور قبیلے بنادیے تاکہ آپس میں شناخت کر سکو بیشک تم میں سے سب سے بڑا عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ⑬

بیشک اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے۔

تمسخر کی ممانعت:

آیت ۱۱: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ (اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں) قوم سے خاص کر مرد مراد ہیں کیونکہ وہ عورتوں کے امور کے ذمہ دار

ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الرجال قوامون علی [النساء:۳۴] قوامون اصل میں قائم کی جمع ہے جیسا صوم جمع صائم کی ہے اور زور جمع زائر کی ہے۔ اور قوم سے مردوں کا مراد ہونا ظاہر ہے کیونکہ اگر عورتیں اس میں داخل ہوتیں۔ تو لا نساء نہ فرمایا جاتا۔ اور زہیر شاعر نے اپنے قول میں اس کو پیش کیا ہے۔

وما ادری ولست اخال ادری۔ أقوم آل حصن ام نساء؟ باقی قوم فرعون اور قوم عاد کا لفظ جو قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ وہاں مذکر و مؤنث ہر دو مراد ہیں۔ قوم کا لفظ فریقین کو شامل کرنے والا نہیں۔ لیکن مذکر کا قصد کر کے اناث کو چھوڑ دیا کیونکہ وہ مردوں کے تابع ہیں۔

قوم اور نساء کے لفظ دونوں نکرہ لائے گئے اس میں دو معنی کا احتمال ہے۔ نمبرا۔ بعض مؤمنین و مؤمنات ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں۔ فائدہ کے عام ہونے اور ہر جماعت کے لئے تمسخر کو ممنوع قرار دیا۔ یہاں رجل من رجل اور لا امرأة من امرأة مفرد استعمال نہیں کیا گیا۔ یہ بتلانے کیلئے کہ بہت سے آدمی اور بہت سی عورتیں اس فعل کا اقدام کرتی ہیں۔ اور اسی طرح بہت سی عورتیں اس کو کرنے والی ہیں۔ اور اس حالت کی برائی کو ظاہر کیا۔ اور عسٰی ان یکونوا خیرًا منھم جملہ مستانفہ ہے۔ اور یہ جملہ نہی کی علت دریافت کرنے والے کے جواب کی جگہ لایا گیا ہے۔ ورنہ تو اس کا حق یہ تھا کہ فاء کے ذریعہ یہ ماقبل سے ملا ہوا ہوتا۔ معنی یہ ہے کہ ہر ایک کو یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ جس کا مذاق اڑایا گیا وہ بسا اوقات تمسخر اڑانے والے سے بہت بہتر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ لوگوں کو تو صرف ظواہر کا علم ہے۔ دلوں کے رازوں سے وہ واقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جس چیز کا وزن ہے۔ وہ خلوصِ قلب ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ کوئی اس شخص کے ساتھ استہزاء کی جرأت نہ کرے۔ جس کو اس کی آنکھ حقیر قرار دیتی ہے۔ اس لئے کہ اس کو پراگندہ حالت میں دیکھا یا بدن میں عیب والا پایا یا گفتگو طرار نہ پایا۔ شاید کہ وہ ضمیر کے لحاظ سے مخلص ترین اور دل کے اعتبار سے پاکیزہ تر ہو جو کہ اس حالت کا عکس ہے جس میں اس کو دیکھا۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی اس کو حقیر قرار دے کر یہ اپنے اوپر ظلم کرے گا۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

مصیبت کا دارو مدار بات پر ہے۔ اگر تو کتے سے کہے کہ میں تم سے تمسخر کروں گا تو مجھے خطرہ ہوگا کہ بدل کر کتا نہ بنا دیا جاؤں۔ (رواہ ابن ابی شیبہ)

طعنہ زنی کی ممانعت:

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (اور نہ طعنہ دو ایک دوسرے کو) اپنے اہل دین کو طعنہ زنی نہ کرو۔ اللمز : طعنہ مارنا اور زبان استعمال کرنا۔ قراءت: تُلْمُزوا یعقوب ؒ سہل نے پڑھا ہے۔ مؤمن ایک جان کی طرح ہیں۔ جب ایک مؤمن نے دوسرے کا عیب نکالا تو گویا اپنا عیب نکالا۔ ایک قول یہ ہے: اس کا معنی اس طرح ہے۔ ایسا کام نہ کرو جس سے طعنہ زنی کی جائے۔ کیونکہ

جس نے طعنہ زنی والا کام کیا گویا اس نے اپنے پر خود طعنہ زنی کی۔ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو) تنابز بالالقاب کا معنی القاب سے یاد کرنا۔ النبز: برا لقب اور التلقیب بوہ لقب ممنوع ہے جس سے ملقب بہ کو ناپسندیدگی ہو اور اس سے اس کی مذمت و قدح نکلتی ہو۔ جس لقب کو وہ پسند کرے اس میں کوئی حرج نہیں۔

روایت میں ہے کہ بنو تمیم کے کچھ لوگوں نے بلال وخباب، عمار وصہیب رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑایا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

روایت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ میں زینب بنت خزیمہ سے مذاق کیا کرتی تھی ان کا قد چھوٹا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ام سلمہ کو چھوٹے قد کی عار دلائی۔

(ترمذی۔۳۸۹۴۔احمد۳/۱۳۵۔نسائی ۳۳ فی عشرۃ النساء)

ایک روایت ہے کہ یہ ثابت بن قیس کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کو اونچا سنتا تھا۔ صحابہ کرام ان کے لئے مجلس رسول میں گنجائش کر دیتے تا کہ بات کو سن سکیں۔ ایک دن وہ آئے اور زبان سے کہہ رہے تھے۔ کھل جاؤ کھل جاؤ۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے۔ اور ایک آدمی کو کہا۔ ذرا ہٹ جاؤ۔ اس نے ایسا نہ کیا تو ثابت کہنے لگے یہ کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں ہوں۔ تو ثابت نے کہا تو تو فلانی عورت کا بیٹا ہے۔ اس سے مراد اس کی ماں تھی۔ جس کی وجہ سے جاہلیت میں اس کو عار دلاتے تھے۔ وہ آدمی شرمندہ ہوا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ تو ثابت نے سن کر کہا میں آئندہ کبھی کسی پر نسب سے فخر نہ کرونگا۔ (ثعلبی بغیر سند)

بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ (ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے) الاسم یہاں تذکرہ کے معنی میں ہے۔ عرب کا قول ہے۔ طار اسمہ فی الناس بالکرم یا باللؤم لوگوں میں اس کا نام سخاوت یا ملامت میں مشہور ہوا۔ اس کی حقیقت اس کا تذکرہ جو لوگوں میں بلند و بالا ہوا۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ بئس الذکر المرتفع للمؤمنین بسبب ارتکاب ھذہ الجرائر ان یذکروا بالفسق۔ ایمان والوں کے لئے ایسا تذکرہ بلند ہونا بہت ہی برا ہے جو ان جرائم کی وجہ سے ہو کہ ان کا تذکرہ فسق سے کیا جائے۔

بعد الایمان کہہ کر بتلایا کہ ایمان اور فسق کا جمع کرنا جو ایمان کیلئے خطرہ ہے بہت ہی برا ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ بئس الشان بعدالکبرۃ الصبوۃ۔ عشق اور بڑھاپے کو جمع کرنا بڑا خطرناک ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ان کے ہاں جو یہود میں سے مسلمان ہوتا تو اس کو اس طرح برا کہتے یا یہودی یا فاسق وغیرہ پس اس بات کی ممانعت کر دی گئی۔ اور انہیں کہا گیا۔ کہ آدمی کے مسلمان ہونے کے بعد اس کا تذکرہ یہودیت و فسق کے الفاظ سے کرنا یہ بدترین تذکرہ ہے۔

بدگمانی سے گریز کا حکم:

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ (جو باز نہ آویں گے) اس سے جس سے اس کو روکا گیا ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (وہ ظلم کرنے والے

ہیں) مَن کے لفظ کا لحاظ اور معنی کا لحاظ کر کے واحد وجمع صیغے وارد ہوئے ہیں۔

آیت ۱۲: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ (اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو) عرب کہتے ہیں جنبه الشر: جبکہ وہ اس سے دور رہے۔ اور حقیقت میں اس کا معنی اس کو ایک جانب کر دیا۔ پس اس کو دو مفعول کی طرف متعدی کیا جاوے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا۔ واجنبنی وبنی ان نعبدالاصنام [ابراھیم: ۳۵] اور اس کا مطاوع اجتنب الشر ہے پس ایک مفعول کم ہو گیا۔

آیت میں ہر گمان سے نہیں بلکہ بعض گمانوں سے اجتناب کا حکم دیا اور اس بعض کو پھر کثرت سے موصوف کیا۔ کیا تم نے اس ارشاد پر غور نہیں کیا جو آگے آتا ہے۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں)

قولِ زجاج:

جو گمان گناہ ہے وہ اہل خیر کے متعلق بدگمان ہونا ہے۔ باقی اہل فسق کے متعلق تو ہمارا گمان اسی طرح ہے جیسا ان کے ظاہر حال سے نمایاں ہیں۔

نمبر۲۔ آیت کا معنی اس طرح ہے۔ اجتنبوا اجتنابًا کثیرا۔ تم بچو بہت بچنا۔ نمبر۳۔ کثیر گمانوں سے احتراز کرو تاکہ بعض سے بچ جاؤ۔ الاثم: وہ گناہ جس کا مرتکب سزا کا حقدار ہو۔ اسی لئے ان کی سزاؤں کو اثام کہا جاتا ہے۔ اس سے نکالٌ اور عَذَابٌ کی طرح فَعَالٌ کا وزن ہے۔ وَّلَا تَجَسَّسُوْا (اور سراغ مت لگایا کرو) مسلمانوں کے عیوب اور مستور کا پیچھا مت کرو۔ عرب کہتے ہیں: تجسس الامر: جبکہ اس کو خوب تلاش کرے اور ڈھونڈ لے۔ یہ تفعُّل کا وزن الجس مصدر سے ہے۔

قولِ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ:

ظاہر کو اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ نے مستور کیا اس کو چھوڑ دو۔

قولِ سہل رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے بندوں کے جو عیوب اللہ تعالیٰ نے چھپا دیئے تم ان کی تلاش کے پیچھے مت پڑو۔

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا (اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے) الغیبة: غیر موجودگی میں عیب سے کسی کا تذکرہ کرنا۔ یہ الاغتیاب مصدر سے ہے جیسا الغیلة: اغتیال سے ہے۔ حدیث میں فرمایا تم اپنے بھائی کا ایسی صفت سے تذکرہ کرو جو وہ ناپسند کرتا ہو۔ اگر وہ اس میں پائی جاتی ہو تو غیبت ورنہ بہتان ہے۔ (احمد ۲/۳۸۴۔ مسلم ۲۵۸۹۔ ابوداؤد ۴۸۷۴۔ ترمذی ۱۹۳۴)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

الغیبة: ہمیشہ لوگوں کو کاٹنا (ادام کلاب الناس)

اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا (کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے)

قراءت: مدنی نے میّتاً پڑھا ہے۔اس آیت میں تمثیل کے انداز میں غیبت کرنے والے کی انتہائی بری تصویر کھینچی گئی ہے۔

بلاغی مبالغات:

اس آیت میں کئی مبالغات ہیں۔نمبرا۔استفہام تقریری نمبر۲۔انتہائی ناپسند چیز کو محبت سے متصل کیا۔نمبر۳۔احدکم کی طرف فعل کا اسناد کیا گیا ہے اور اس سے یہ بتلایا کہ افراد میں سے کسی بھی فرد کیلئے یہ مناسب نہیں۔نمبر۴۔غیبت کی تمثیل میں صرف انسانی گوشت کھانے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ انسان کو بھائی قرار دیا۔نمبر۵۔بھائی کے گوشت پر اکتفاء کیا جاتا تو کافی تھا مگر یہاں اس کو مردہ قرار دے کر اس کا گوشت کھانے کا ذکر کیا۔

قول قتادہ رحمہ اللہ:

اگر کیڑے پڑا مردار تم پاؤ تو اس میں سے کھانا تم جیسے ناپسند کرتے ہو اسی طرح زندہ بھائی کے گوشت کو بھی ناپسند کرو۔

نحو: میتاً یہ لحم سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔یا اخیہ سے جب یہ بات پختہ طور پر ثابت کر دی گئی کہ کوئی شخص بھی مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتا تو اس کے بعد فرمایا فَكَرِهْتُمُوْهُ (اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو) یعنی اس کے متعلق ناپسندیدگی جب تمہارے ہاں ثابت ہو چکی اور صحیح عقل کا فیصلہ اسی طرح ہے۔تو استقامت دین کے ساتھ ساتھ یہ کراہت بھی پختہ طور پر تمہارے ہاں ثابت ہو جانی چاہیے۔جو کہ اس کی مثل ہے یعنی جیسے غیبت۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے) التواب: جو قبولیت توبہ میں انتہاء کو پہنچنے والا ہو۔معنی یہ ہے جس چیز سے بچنے کا حکم دیا اس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔اور جو غلطی پائی جائے اس پر شرمندہ ہو۔پس اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمائیں گے۔اور متقی توبہ کرنے والوں کے ثواب کا تم پر انعام فرمائے گا۔

غیبت کا اثر:

روایت میں ہے کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ دو صحابہ کی خدمت کرتے تھے ان کے لئے کھانا درست کرتے ایک دن وہ نیند کی وجہ سے یہ کام انجام نہ دے سکے۔پھر ان دونوں نے سلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سالن کے لئے بھیجا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے نگران تھے۔انہوں نے کہا میرے پاس تو کچھ نہیں۔سلمان نے ان دونوں کو آکر اطلاع دی۔تو دونوں کہنے لگے۔اگر ہم اس کو بخی کنوئیں کی طرف بھیجتے تو اس کا پانی بھی خشک ہو جاتا۔پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دونوں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔میں تمہارے مونہوں میں گوشت کی سرخی پاتا ہوں۔ان دونوں نے کہا۔ہم نے تو گوشت کھایا ہی نہیں۔آپ نے فرمایا۔تم دونوں نے اس کی غیبت کی ہے۔جس نے کسی مسلمان کی غیبت

کی اس نے گویا اس کا گوشت کھلایا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (ثعلبی بغیر سند)

ایک قول:

مخلوق کی غیبت وہ حق سے غیبت کی بناء پر ہوتی ہے۔

آیت ۱۳: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى (اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے) مذکر سے آدم اور انثیٰ سے حواء مراد ہیں۔ نمبر۲۔ ہر ایک تم میں سے ایک ماں باپ سے ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک ایک دوسرے کی طرح ڈول ڈالتے ہیں پھر تفاخر وتفاضل فی النسب تو کوئی معنی نہیں رکھتا۔

شعب وقبیلہ کا فرق:

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ (اور تمہارے مختلف قومیں اور خاندان بنائے) الشعب : عرب جن طبقات پر منقسم ہیں ان میں سے طبقہ اولیٰ۔ وہ کل یہ ہیں۔ نمبر۱۔ الشعب۔ نمبر۲۔ القبیلۃ۔ نمبر۳۔ العمارۃ۔ نمبر۴۔ البطن۔ نمبر۵۔ الفخذ۔ نمبر۶۔ الفصیلۃ۔

شعب میں کئی قبائل جمع ہوتے ہیں جبکہ قبیلہ کئی عمائر کو جمع کرنے والا ہے۔ اور العمارۃ بطون کو جامع ہے۔ اور بطن بہت سے افخاذ کو جمع کرتا ہے۔ اور الفخذ بہت سے فصائل کو سمیٹنے والا ہوتا ہے۔ مثلاً خزیمہ شعب اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے۔ اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور العباس فصیلہ ہے۔ ان کو شعوب اس لئے کہا گیا کیونکہ قبائل اس میں سے پھوٹ نکلے۔

لِتَعَارَفُوْا (تا کہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو) تمہیں قبائل وشعوب پر مرتب کیا تا کہ ایک دوسرے کا نسب جان سکو۔ پس وہ اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف نسبت نہ کرے۔ اس لئے نہیں بنائے کہ تم آباء واجداد پر فخر کرنے لگو۔ اور نسبوں میں فضیلت گننے لگ جاؤ۔ پھر اس خصلت کو ذکر کیا جس کی وجہ سے انسان دوسروں سے فضیلت والا بنتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف ومرتبہ پاتا ہے۔ پس فرمایا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) حدیث میں فرمایا گیا۔ جس کو یہ بات بھاتی ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا معزز بن جائے پس وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ (بیہقی۔ ابویعلیٰ۔ حاکم۔ طبرانی)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

دنیا کی عزت مالداری اور آخرت کی عزت تقویٰ ہے۔

روایت میں آیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن طواف کعبہ فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرمائی۔ پھر فرمایا۔ الحمد للّٰہ الذی الی آخر الخطبۃ۔ تمام تعریفیں اس ذات کے لائق ہیں۔ جس نے تم سے جاہلیت کی نخوت کو دور کر دیا اور اس کے تکبر کو ختم کر دیا۔ اے لوگو! لوگ دو ہی قسم کے ہیں۔ نمبر۱۔ مؤمن متقی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والا ہے۔ نمبر۲۔ فاجر بدبخت جو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مقام نہیں رکھتا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ (رواہ احمد ۲/ ۳۶۱۔ ابوداؤد۔ ۵۱۱۶۔ الترمذی۔ ۳۹۵۰)

یزید بن شجرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مدینہ کے بازار سے ہوا۔ پس آپ نے ایک سیاہ غلام دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا۔ جو

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ

دیہات کے رہنے والوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ۔ آپ فرما دیجئے تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم ظاہری فرمانبردار ہو گئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں

فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

داخل نہیں ہوا، اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کمی نہیں کرے گا، بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ

غفور ہے رحیم ہے ۔ ایمان والے وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر، پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور

جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ

انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا ، یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں، آپ فرما دیجئے

اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ

کیا تم اللہ کو اپنا دین بتا رہے ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے، اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ

ہر چیز کا جاننے والا ہے، وہ آپ پر احسان دھرتے ہیں کہ اسلام لے آئے آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر احسان نہ دھرو،

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

بلکہ اللہ تم پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دے دی اگر تم سچے ہو ، بیشک اللہ آسمان

غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع ۸ ۱۴

اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔

شخص مجھے خریدنا چاہے تو اس کی شرط ہے۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پانچ نمازیں پڑھوں گا۔ کسی نے اس کو خرید لیا۔ پھر وہ بیمار پڑ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ پھر وہ بیمار ہو کر وفات پا گیا۔ آپ تشریف لائے اور اس کی تدفین میں شرکت فرمائی۔ صحابہ کرام نے اس سلسلہ میں کوئی بات کہی تو یہ آیت اتری۔ (ذکرہ الواحدی فی اسباب النزول۔ صفحہ ۲۶۵)

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ (اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے) دلوں کے تقویٰ اور شرافت کو۔ خَبِيْرٌ (پورا خبردار ہے) نفوس کی ہمتیں اپنے دعووں میں کس قدر پورا اترنے والی ہیں۔

ایمان لانا کسی پر احسان نہیں:

آیت ۱۴: قَالَتِ الْاَعْرَابُ (یہ گنوار کہتے ہیں) بعض بدو مراد ہیں۔ کیونکہ من الاعراب من یؤمن باللّٰہ والیوم الآخر اس کی تخصیص کرتا ہے۔ اس سے مراد بنواسد کے بدو ہیں۔ جب وہ مدینہ آئے۔ اس وقت قحط کے حالات تھے۔ انہوں نے ایمان کا اظہار کیا۔ مقصد ان کا صدقہ تھا اور آپ پر اپنے ایمان کا احسان جتلا رہے تھے۔ اٰمَنَّا (ہم ظاہر و باطن سے ایمان لائے ہیں)۔ قُلْ (ان سے کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لَّمْ تُؤْمِنُوْا (تم ایمان تو نہیں لائے) تم نے دلوں سے تصدیق نہیں کی۔ وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (لیکن یوں کہو ہم مطیع ہو گئے) پس ایمان تصدیق قلبی ہے۔ اسلام: اسلام میں داخل ہونے اور مسلمانوں کی لڑائی سے بچنے کیلئے شہادتین کا اظہار ضروری ہے۔ اس ارشاد خداوندی کو دیکھو۔ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا)

ایمان کی تعریف:

پس یہ اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ فقط زبانی اقرار بلا موافقت قلب اسلام کہلائے گا اور جس میں دل زبان کے موافق ہو جائے وہ ایمان ہے اور یہ معنی لغت کے لحاظ سے ہے۔

شرعی معنی ایمان:

ایمان و اسلام ایک چیز ہے۔ لمّا۔ یہ صرف توقع ہے۔ آیت دلالت کر رہی ہے کہ ان میں سے بعض لوگ بعد میں ایمان لائے۔

آیت میں کرامیہ فرقہ کے عقیدہ کی تردید ہے۔ کہ ایمان دل سے ہوتا ہی نہیں بلکہ زبان سے ہی ہوتا ہے۔

سوال: نظم کلام کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اس طرح کہا جائے قل لا تقولوا آمنا ولکن قولوا اسلمنا یا اس طرح عبارت ہو۔ قل لم تؤمنوا ولکن اسلمتم۔

جواب: قرآن مجید کے نظم سے اولین فائدہ یہ ہے کہ ان کے دعویٰ کی تکذیب کی گئی اور فرمایا قل لم تؤمنوا۔ حسن ادب کے تقاضے سے یہ نہیں فرمایا۔ کذبتم۔ کہ صراحت ہو جاتی۔ بلکہ لم تؤمنوا کو اس کی جگہ لایا گیا جو کہ ان کے اس دعویٰ کی نفی ہے جس کو وہ ثابت کرتے تھے۔ پس لم تؤمنوا نے اس بات سے مستغنی کر دیا۔ کہ اس طرح کہا جاتا کہ لا تقولوا امنا۔ کیونکہ یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ ان کو ایسے لفظ سے مخاطب کیا جائے جس سے مقصود ایمان کا لفظ بولنے کی ممانعت نکلتی ہو۔ اور اس طرح بھی نہیں کہا ولکن اسلمتم تاکہ اس سے دعویٰ اور زعم پیدا ہو جیسا کہ ان کا قول آمنا تھا۔ اسی طرح اگر کہا جاتا۔ ولکن اسلمتم تو اسلام اور شمار ان کے قول سے ہوتا۔ حالانکہ وہ کسی شمار میں نہیں۔ باقی لما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ یہ تکرار بھی نہیں کیونکہ لم تؤمنوا تو ان کے دعویٰ کی تکذیب کیلئے لائے ہیں اور لما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ جس بات کے کہنے کا ان کو حکم تھا اس کی توقیت اس میں بیان کی گئی ہے۔ گویا ان کو اس طرح کہہ دیا گیا۔ ولکن قولوا اسلمنا۔ اس کے وقت کی توقیت جس کے

کہنے کا ان کو حکم ہے۔ گویا ان کو کہا گیا۔ ولکن قولوا اسلمنا۔ جب کہ تمہارے دلوں کی موافقت تمہاری زبانوں کے ساتھ ثابت نہیں ہو سکی۔ کیونکہ یہ کلام قولوا کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ (اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہنا مان لو اور نفاق کو خیر باد کہہ دو) لَا یَلِتْكُمْ (وہ کمی نہ کرے گا) قراءت : بصری نے یالتکم پڑھا ہے۔ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْـًٔا (ذرا سی بھی تمہارے اعمال میں سے) وہ تمہاری نیکیوں کے ثواب میں ذرہ بھر کم نہ کرے گا۔ ألت یالت و الات یلیت و لات یلیت کا ایک معنی ہے۔ اور وہ کم کرنا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) گناہوں کو ستاری سے۔ رَّحِیْمٌ (مہربان ہیں) عیوب سے توبہ کرنے کی طرف ہدایت کر دی۔

آیت ۱۵: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا (پورے مؤمن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا) ارتاب یہ رابہ کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ جبکہ کسی کو تہمت کے ساتھ شک میں ڈالا جائے۔ مطلب یہ ہے وہ ایمان لائے۔ پھر ان کے دلوں میں ایمانیات کے متعلق شک پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ جس بات کی انہوں نے تصدیق کی اس میں ان پر تہمت والزام ہے۔

ایمان اور اس کی تروتازگی:

① اس لئے کہ یقین اور ریب کا زوال یہ ایمان کا نچوڑ ہیں۔ تو ایمان کو مقدم کرنے کے بعد پھر الگ اس کو ذکر کیا تا کہ ایمان میں اس کا مرتبہ معلوم ہو جائے۔

② ثم جو تراخی کیلئے ہے اس کے ساتھ ایمان پر اس کا عطف کیا۔ اس سے یہ بتلانا مقصود ہے۔ کہ بعد والے طویل زمانوں میں اس کے ایمان میں اسی طرح کی تروتازگی برقرار ہے۔

وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (پھر اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں محنت اٹھائی)

نمبر۱۔ یہ بھی درست ہے کہ مجاہد میں محارب دشمن یا شیطان یا خواہشات مراد ہوں۔

نمبر۲۔ جاہد کو جھد سے مبالغہ قرار دیا جائے اور مجاہدہ بالنفس اور مجاہدہ بالغزو مراد لیا جائے اور تمام عبادات اس میں شامل ہوں اور مجاہدہ بالمال مراد ہو جیسا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوہ عسرہ میں کیا۔ اور زکوٰۃ کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے اور اعمال بروخیر میں تمامی اس میں داخل ہوں۔

اور المؤمنون مبتدا کی خبر اولئك هم الصادقون ہے۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (یہ لوگ سچے ہیں) یعنی ان لوگوں نے اپنے قول آمنا میں سچ بولا اور جھوٹ نہیں بولا جیسا کہ بنو اسد کے گنواروں نے کیا۔ نمبر۲۔ وہ وہی لوگ ہیں جن کا ایمان سچا پکا ایمان ہے۔ اور الذین آمنوا یہ ان کی صفت ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں۔ کہ وہ مخلص ہیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت ۱۶: قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰہَ بِدِیْنِكُمْ (کہہ دیجئے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو) کیا تم اس کو اطلاع دیتے ہو کہ

تمہارے دل تصدیق کرنے والے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اللہ تعالیٰ کو تو سب آسمان اور سب زمین کی چیزوں کی خبر ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے) نفاق و اخلاص وغیرہ جو کچھ بھی تمہارے دلوں میں ہے۔

ایمان اللہ کا احسان ہے نہ کہ لانے والے کا:

آیت ۱۷: يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا (یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا احسان آپ پر رکھتے ہیں) اَن سے پہلے باءِ سببیہ محذوف ہے وہ اپنے اسلام کے سبب آپ پر احسان جتلاتے ہیں۔ المن: شکر کی تعریض کرتے ہوئے اور اس سے روکتے ہوئے احسانات کا تذکرہ کرنا۔ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ (آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت رکھو! بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے۔ اَنْ هَدٰكُمْ (کہ اس نے تم کو ہدایت دی) ان سے پہلے باء محذوف ہے۔ اس سبب سے کہ اس نے تم کو ہدایت دی یا لام محذوف ہے اس لئے کہ اس نے تم کو ہدایت دی۔ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (ایمان کی بشرطیکہ تم سچے ہو) اگر تمہارا گمان درست ہے اور تمہارا دعویٰ سچا ہے۔ ورنہ تم صرف گمان کرتے اور محض دعویٰ رکھتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی مخالفت کو جاننے والے ہیں۔ اور جواب شرط محذوف ہے۔ کیونکہ ماقبل کی دلالت اس پر موجود ہے تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ ان کنتم صادقین فی ادعائکم الایمان فللّٰہ المنۃ علیکم۔ اگر تم اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے۔ قراءت: اِنْ ھداکم بھی پڑھا گیا ہے۔

آیت ۱۸: اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی سب مخفی باتوں کو جانتا ہے اور تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے) قراءت: مکی نے یعملون پڑھا ہے۔ اس میں وضاحت فرما دی کہ وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر پوشیدہ سے پوشیدہ تر چیز جو جہاں میں پائی جاتی ہے۔ اس سے واقف ہیں اور وہ ہر عمل کو دیکھتا ہے۔ جو تم اپنے سر و علانیہ میں کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ پس اس پر تمہارے ضمائر کی بات کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

الحمد للہ آج لیلۃ الجمعہ ۲۷ صفر المظفر ۱۴۲۴ بعد نصف اللیلہ یہ تفسیری ترجمہ سورۃ الحجرات مکمل ہوا۔

سُوْرَۃُ قٓ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّثَلٰثُ رُکُوْعَاتٍ

سورۃ ق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۱ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَھُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ فَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ

قٓ قسم ہے قرآن مجید کی، بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آگیا، سو کافر لوگ کہنے لگے

ھٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ۲ ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ۳ قَدْ عَلِمْنَا مَا

کہ یہ عجیب بات ہے، جب ہم مرگئے اور مٹی ہوگئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے، یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے، ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو

تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْھُمْ ۚ وَعِنْدَنَا کِتٰبٌ حَفِیْظٌ ۴ بَلْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ

زمین کم کرتی ہے اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے، بلکہ سچی بات کو جبکہ وہ ان کو پہنچی ہے جھٹلاتے ہیں

فَھُمْ فِیْٓ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ ۵ اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَھُمْ کَیْفَ بَنَیْنٰھَا وَزَیَّنّٰھَا

غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں، کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور اس کو آراستہ کیا

وَمَا لَھَا مِنْ فُرُوْجٍ ۶ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰھَا وَاَلْقَیْنَا فِیْھَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْھَا مِنْ

اور اس میں کوئی رخنہ نہیں، اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوشنما

کُلِّ زَوْجٍۢ بَھِیْجٍ ۷ تَبْصِرَۃً وَّذِکْرٰی لِکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۸ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَکًا

چیزیں اگائیں، جو ذریعہ ہے دانائی کا اور نصیحت کا ہر رجوع ہونے والے بندہ کے لئے، اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا

فَاَنْۢبَتْنَا بِہٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ ۹ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّھَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ۱۰ رِّزْقًا

پھر اس سے بہت سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ اور لمبے لمبے کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہوتے ہیں، بندوں کو رزق

لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْیَیْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا ۚ کَذٰلِکَ الْخُرُوْجُ ۱۱

دینے کے لئے، اور ہم نے اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح نکلنا ہوگا۔

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ

(قٓ۔قسم ہے قرآن مجید کی۔ بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا۔پس کافر کہنے لگے کہ یہ عجیب بات ہے)

آیت ا: قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ س کے متعلق کلام اسی طرح ہے جو ہم صٓ والقرآن ذی الذکر بل الذین کفروا۔[ص-ا] میں کر آئے ہیں۔کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں کا اسلوب ایک جیسا ہے۔البتہ مختلف لفظ المجید کی تفسیر کئے دیتے ہیں۔المجید دیگر کتب پر مجد و شرف والا۔اور جو شخص اس کے معانی کا علم حاصل کر کے پھر اس کی مراد پر عمل کرتا ہے۔وہ لوگوں کے ہاں اور بارگاہ الٰہی میں شرف و عزت والا ہو جاتا ہے۔بل عجبوا۔یہ تعجب کرنے والے کفار مکہ ہیں۔

سب سے زیادہ خطرناک چیز سے ڈرانے والے پر تعجب:

اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ منذر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اس میں ان کے اس تعجب کا انکار ہے جو انہوں نے ایسی چیز پر کیا جو تعجب انگیز نہیں اور وہ یہی بات ہے کہ انہی میں سے ایک شخص کو ان کی طرف منذر بنا کر بھیجا گیا۔جس کی عدالت و امانت کے وہ خود شاہد ہیں۔تو جو ایسا امین ہو وہ اپنی قوم کا خیر خواہ نہیں ہو گا۔تو اور کون ہو گا۔وہ اس بات سے خائف ہے کہ کہیں میری قوم کو کوئی خطرناک چیز نہ آ لے۔جب اس کو یہ معلوم ہے کہ خطرہ ان کے سر پر منڈلا رہا ہے تو اس کو لازم ہے کہ وہ ان کو ڈرائے۔پھر وہ ایسے خطرے سے ان کو متنبہ کیوں نہ کرے جو سب سے زیادہ ڈرانے کی چیز ہے؟

کفار کے تعجب پر انکار کیا گیا۔جو تعجب ان کو بعث بعد الموت پر ہے۔حالانکہ وہ جانتے اور مانتے ہیں کہ قدرت الٰہی آسمان و زمین اور ان کے مابین سب کچھ پر اور ہر چیز کے اختراع پر اب بھی اسی طرح ہے جیسا کہ نشأۃ اولیٰ جس کے وہ قائل ہیں۔اس وقت تھی بلکہ اقرار جزاء پر مزید عقلی شہادت بھی پائی جاتی ہے۔ پھر دونوں انکاروں میں سے ایک پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا۔ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ آیت نمبر ۳: ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا (جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے) اس میں اس بات پر تعجب کیا گیا کہ بعث بعد الموت سے ان کا تعجب خود استبعاد میں پہلے داخل ہے اور اس کا مستحق ہے کہ اس کا انکار کیا جائے۔

لطائفِ آیت:

آیت میں ضمیر کی بجائے الکافرون کا لفظ صراحت کے ساتھ لا کر اس بات کی گواہی دینا مقصود ہے کہ اپنی اس بات میں انہوں نے اپنے آپ کو کفر عظیم کے آمنے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ هٰذَا کا مشار الیہ الرجع ہے۔اور اذا مضمر فعل کی وجہ سے منصوب ہے۔معنی یہ ہو گا: کیا جب ہم مر جائیں گے اور بوسیدہ ہو جائیں گے کیا ہم لوٹائے جائیں گے؟

قراءت: مِتْنَا نافع، حمزہ، علی، حفص نے اسی طرح پڑھا۔

ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ (یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے) نمبرا۔ انتہائی انوکھی اور بعید ہے جیسا کہتے ہیں۔ ھذا قول بعید۔ یعنی وہم وعادت سے بعید ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الرجع بمعنی الرجوع ہو یعنی یہ لوٹایا جانا۔ اس صورت میں یہ جواب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے انکار بعث کے استبعاد کا دیا گیا۔ اس وقت تو ابا پر وقف خوب ہے۔ اس صورت میں ظرف کا ناصب بعث ہے جس پر منذر اور منذر بہ دلالت کرتے ہیں۔

جب اجزائے موت معلوم ہو تو اس کو لوٹانے پر کیوں قدرت نہیں:

آیت ۴: قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ (ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں۔ جن کو مٹی کم کرتی ہے) اس میں ان کے دوبارہ لوٹانے کو بعید خیال کرنے کی تردید ہے۔ کیونکہ جس ذات کا علم اس قدر لطیف ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ مردوں کے اجسام میں سے زمین کیا کچھ کم کرتی اور ان کے گوشت، پوست اور ہڈیوں کو کھاتی ہے۔ وہ ان مردوں کو اسی طرح زندہ کر کے لوٹانے کی بھی قدرت رکھتے ہیں جیسا وہ پہلے تھے۔ وَ عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ (اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے) شیاطین کی دست برد اور تغیر سے محفوظ ہے اور وہ لوح محفوظ ہے۔ نمبر۲۔ حفیظ بمعنی حافظ ہے وہ کتاب اس کی حفاظت کرنے والی ہے جو اس میں لکھ دیا گیا۔ اور درج کر دیا گیا۔

انہوں نے نبوت کا انکار کر دیا:

آیت ۵: بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ (بلکہ سچی بات کو جب ان کے پاس پہنچتی ہے جھٹلاتے ہیں) یہ بل اضرابیہ کے بعد پھر دوسرا بل لائے تا کہ یہ بتلا دیا جائے کہ انہوں نے تعجب سے بھی زیادہ حیرت انگیز حرکت کی ہے کہ ایسی نبوت جو معجزات سے بلا غور و فکر سمجھ آتی ہے اس کا انکار کر دیا۔ حالانکہ وہ واضح حق ہے۔ فَهُمْ فِيْۤ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ (غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں) مریج مضطرب کے معنی میں آتا ہے۔ عرب کہتے ہیں مرج الخاتم فی اصبعه۔ جبکہ وہ کھلی ہونے کی وجہ سے انگلی میں چلتی پھرے۔ اسی بناء پر تو کبھی کہتے ہیں شاعر، کبھی ساحر اور کبھی کاہن۔ وہ ایک بات پر قائم نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

الحق سے قرآن مجید مراد ہے۔ ایک اور قول: کہ بعث بعد الموت کے متعلق جو خبریں دی گئیں وہ حق سے مراد ہیں۔

بیانِ قدرت کا ایک انداز:

آیت ۶: پھر بعث بعد الموت پر اپنی قدرت کو بیان فرمایا۔ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْۤا (کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا) جب انہوں نے بعث کا انکار کیا۔ اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ (اپنے اوپر کی طرف آسمان کو) جہان کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار کو كَيْفَ بَنَيْنٰهَا (ہم نے اس کو کیسا بنایا) بلا ستون بلند کیا۔ وَ زَيَّنّٰهَا (اور اس کو نیرات سے آراستہ کیا) وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (اور اس

میں کوئی رخنہ تک نہیں) چرنے اور پھٹنے سے یعنی وہ عیوب سے صحیح سالم ہے۔ نہ دراڑ نہ چیر نہ خرابی۔

آیت ۷: وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا (اور زمین کو ہم نے پھیلایا) وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ (اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا) قائم رہنے والے پہاڑ اگر نہ ہوتے تو زمین جھک جاتی۔ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ (اور اس میں ہر قسم کی چیزیں اگائیں) بَهِيْجٍ (خوش نما) جن سے سرور حاصل کیا جاتا ہے ان کے حسن کی وجہ سے۔

آیت ۸: تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى (جو ذریعہ دانائی اور بینائی ہے) تا کہ ہم اس کے ذریعہ بصارت دیں اور ہم نصیحت کریں ہر ایک کو۔ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ (ہر رجوع ہونے والے بندے کیلئے) جو اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا اور اس کی مخلوقات کے عجائبات میں سوچ و بچار کرنے والا ہو۔

تیسرا انداز:

آیت ۹: وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا (اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا) مبارک یعنی بے شمار منافع والا۔ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ (پھر اس سے بہت سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ) یعنی کھیتی کا غلہ جس کی شان کا تقاضا ہے کہ اس کو کاٹا جائے۔ مثلاً گندم جو وغیرہ

چوتھا انداز:

آیت ۱۰: وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ (اور لمبی لمبی کھجور کے درخت) آسمان میں بلند۔ لَّهَا طَلْعٌ (اس کے گچھے) طلع: کھجور کے پھل میں سے جو نمودار ہو۔ نَّضِيْدٌ (تہ بہ تہ ہوتے ہیں) ایک دوسرے پر گچھے اور گندھے ہوتے ہیں۔ پھلوں کے بہت دور تہ بہ تہ ہونے کی وجہ سے یا پھلوں کی کثرت کی بناء پر جن کو نضید کہا گیا۔

آیت ۱۱: رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ (بندوں کو رزق دینے کے لئے) ہم نے ان کو اگایا رزق کے طور پر۔ انبات رزق کے معنی میں ہے اس سے رزقاً اس کا مصدر من غیر لفظہٖ ہوا۔ اور یہ مفعول لہ ہے۔ ای انبتناھا لنرزقھم۔ ان کو رزق دینے کے لئے اسے اگایا۔ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ (اور ہم نے اس کے ذریعہ زندہ کر دیا) اس پانی کے ذریعہ بَلْدَةً مَّيْتًا (مردہ زمین کو) جس کی نباتات خشک ہو چکی تھی۔ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ (اسی طرح زمین سے نکلنا ہوگا) جس طرح یہ مردہ زمین آباد کر دی گئی اسی طرح تم زندہ کر کے موت کے بعد نکالے جاؤ گے کیونکہ بنجر کی آبادی مردوں کو زندہ کرنے کی طرح ہے۔

کاف محل رفع میں مبتدأ ہونے کی وجہ سے واقع ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور اصحاب رس نے اور ثمود نے اور عاد نے اور فرعون نے اور لوط کی قوم نے

وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا

اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے جھٹلایا ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا سو میری وعید ثابت ہو گئی، کیا ہم پہلی بار پیدا

بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ ع ۱۵

کرنے سے تھک گئے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ پیدائش کی طرف سے شبہ میں ہیں۔

فرد کا زمین سے نکالنا نباتات کی طرح ہے:

آیت ۱۲: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (ان سے پہلے جھٹلایا) ھم کا مرجع قریش مکہ ہیں قَوْمُ نُوحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ (قوم نوح اور رس والے) الرس وہ کنواں جس کی منڈیر نہ ہو۔ یہ یمامہ کے رہنے والے لوگ تھے۔ ایک قول یہ ہے: یہ اصحاب اخدود ہیں۔ وَثَمُوْدُ۔

احوال تکذیبِ اقوام:

آیت ۱۳: وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ (اور ثمود اور عاد اور فرعون نے) نمبر ۱۔ فرعون سے قوم فرعون مراد ہے۔ جیسا کہ فرمایا من فرعون وملاتھم۔ [یونس: ۸۳] نمبر ۲۔ کیونکہ معطوف علیہ قوم نوح ہے اور معطوفات جماعتیں ہیں۔ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ (اور قوم لوط اور بن والے) اخوان لوط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوطؑ اور ان کے درمیان قرابت نسبی پائی جاتی تھی۔ وَقَوْمُ تُبَّعٍ (اور تبع کی قوم) یہ یمن کا مسلمان بادشاہ گزرا۔ اس نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے جھٹلا دیا۔ اسکو تبع کثرت پیروکاروں کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ كُلٌّ (ان میں سے ہر ایک نے) كَذَّبَ الرُّسُلَ (رسولوں کو جھٹلایا) کیونکہ جس نے ایک رسول کو جھٹلایا پس اس نے گویا تمام کو جھٹلا دیا۔ فَحَقَّ وَعِيْدِ (پس میری وعید ان پر واقع ہو گئی) میری وعید ان پر لازم ہو کر اتر پڑی اس میں رسول اللہ کیلئے تسلی اور کفار مکہ کو تہدید کی گئی ہے۔

آیت ۱۵: اَفَعَيِيْنَا (کیا ہم پہلی مرتبہ پیدا کرنے میں تھک گئے ہیں) اعیٰی بالامر اس وقت بولتے ہیں جب اپنے مقصد کو پانے کے لئے راہ نہ پائے۔ نحو: ہمزہ انکار کے لئے ہے فاء عاطفہ تعقیبیہ ہے۔ بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ (یعنی ہم پہلی مرتبہ پیدا کر کے تھک نہیں گئے) پھر دوسری سے ہم کیسے عاجز ہونگے۔ اور خلق اول کا اعتراف تو خود اعادہ کا اعتراف ہے۔

بعثت کے متعلق یہ شک میں پڑے ہیں:

بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ (بلکہ یہ لوگ شبہ میں پڑے ہیں) یہ لوگ خلط ملط اور اشتباہ میں ہیں شیطان نے ان کو التباس و حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ ان کے لئے تسویل شیطانی یہ ہے کہ مردوں کو زندہ کرنا عادت کے خلاف ہے۔ پس اس بات کی وجہ سے انہوں نے صحیح

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ

اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں ان وسوسوں کو جو اس کے جی میں آتے ہیں اور ہم اسکی گردن کی رگ سے بھی زیادہ اس سے

الْوَرِيْدِ ۞١٦ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۞١٧ مَا يَلْفِظُ مِنْ

قریب ہیں جبکہ دو لینے والے لے لیتے ہیں جو داہنی طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں اور کوئی بات

قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۞١٨ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۞١٩

منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک نگران تیار ہے، اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ گئی یہ وہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۞٢٠ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ۞٢١

اور صور پھونکا جائے گا، یہ وعید کا دن ہے، اور ہر شخص اسطرح سے آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک سائق اور ایک شہید ہوگا،

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۞٢٢ وَ

واقعی بات یہ ہے کہ تو اسکی طرف سے غفلت میں تھا سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا سو آج تیری نگاہ تیز ہے اور

قَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۞٢٣ ؕ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۞٢٤ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ

اس کا ساتھی کہے گا یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے، ڈال دو جہنم میں ہر کفر کرنیوالے کو ضدی کو خیر سے منع کرنے والے کو،

مُعْتَدٍ مُّرِيْبِۣ ۞٢٥ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۞٢٦

حد سے بڑھنے والے کو، شبہ میں ڈالنے والے کو، جس نے اللہ کے سوا دوسرا معبود تجویز کر دیا، سو اسے سخت عذاب میں ڈال دو،

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ۞٢٧ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ

اس کا ساتھی کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے اسے گمراہ نہیں کیا لیکن یہ دور کی گمراہی میں تھا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا میرے سامنے جھگڑا مت کرو

وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ۞٢٨ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۞٢٩ ع ۱۶

اور میں نے تمہارے پاس پہلے سے وعید بھیج دی تھی، میرے پاس بات نہیں بدلی جاتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

دلیل کو ترک کر دیا۔ وہ یہ ہے کہ جو ذات اولین مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ اعادہ پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے۔ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (از سرنو پیدا کرنے کی طرف سے) موت کے بعد۔ یہاں خلق کو نکرہ لائے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت شان پر دلالت کرے اور جو اس کو سنے

اسے ڈرنا اور اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

علمی قرب کو حبل الورید کی مثال ذکر کیا:

آیت ۱۶: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ (ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں) الوسوسة: مخفی آواز اور وسوسة النفس جو انسان کے دل میں پیدا ہو اور حدیث نفس میں سے جو خیال اس کے ضمیر میں آئے۔ اس میں باء کا معنی وہی ہے جو صوّت بکذا میں ہے۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ) قرب سے قرب علمی مراد ہے۔ حبل الورید یہ انتہائی قرب کی مثال ہے۔ الورید: گردن کے اندر کی رگ۔ الحبل: رگ ' رسی۔ یہ اضافت ورید کی طرف اضافت بیانیہ ہے۔ جیسے کہتے ہیں بعیر سانیة' یوم الجمعة وغیرہ۔

آیت ۱۷: اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ (جب (قول و عمل کو) لینے والے فرشتے لیتے رہتے ہیں) متلقیان سے محافظ فرشتے مراد ہیں۔ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ (جو کہ داہنی اور بائیں طرف بیٹھے رہتے ہیں) التلقی: حفظ و کتابت سے اس کو اخذ کرنا۔ القعید اور المقاعد یہ الجلیس بمعنی مجالس کے آتا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ عن الیمین قعید و عن الشمال قعید من المتلقین۔ تو ایک کا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ دوسرے کی دلالت اس پر موجود ہے۔ جیسا شاعر کے اس قول میں۔ رمانی بامر کنت منه و والدی۔ بریئًا ومن اجل الطوی رمانی۔ تو اصل کلام میں رمانی بامر کنت منه بریئًا وکان والدی بریئًا مگر بری کا لفظ ایک مرتبہ لائے کیونکہ دوسرے پر اس میں دلالت موجود ہے۔ اذ۔ اقرب کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ اس میں یقرب کا معنی پایا جاتا ہے۔

علم الٰہی خطراتِ نفس سے بھی مخفی تر کو جاننے والا ہے:

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات لطیف خبیر ہے اس کا علم خطرات نفس تک پہنچنے والا ہے اور اس تک بھی پہنچنے والا ہے جو اس سے بھی مخفی تر ہو۔ وہ ہر قریب سے زیادہ انسان کے لئے اقرب ہے۔ جبکہ دو محافظ فرشتے انسان کے بول کو اخذ کر رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ اس بات کو بتلانے کیلئے فرمایا کہ وہ فرشتوں کے ذریعہ ان اعمال کے محفوظ کرنے سے بے نیاز ہے۔ (یہ خفیہ دستاویز معلومات حاصل کرنے کیلئے نہیں بلکہ انسان کے لئے قریبی گواہی پیش کرنے کیلئے ہے) وہ اس سے کیونکر مستغنی نہ ہو جبکہ وہ عالم السر و الاخفی ہے۔ اور یہ نظام حکمت کے تحت بنا رکھا ہے اور وہ جو دونوں فرشتوں کے رجسٹروں اور ان کی حفاظت میں ہے۔ اور صحائف اعمال کا قیامت کے دن پیش کیا جاتا ہے۔ یہ سیئات سے باز آنے اور حسنات کی طرف رغبت دلانے کی لطیف تدبیر ہے۔

کراماً کاتبین کا اعمال لکھنا:

آیت ۱۸: مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ (وہ کوئی لفظ منہ سے نکالنے نہیں پاتا) جو وہ بولتا اور منہ سے نکالتا ہے۔ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ

(مگراس کے پاس ایک حافظ تیار ہے) عتید :حاضر۔ پھر یہ کہا گیا کہ وہ ہر چیز لکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ مرض کی انین بھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بات لکھتے ہیں جس میں اجر یا گناہ ہوتا ہے۔ایک تیسرا قول ہے۔فرشتے اس سے الگ نہیں ہوتے سوائے دو حالتوں۔(۱) پاخانہ (۲) جماع کے۔

علم وقدرت کے بعد مقدمۂ قیامت کوذکر کیا:

آیت ۱۹: جب ان کے انکار بعث کا تذکرہ ہو چکا۔تو اپنے علم وقدرت سے ان پر حجت قائم کی۔اوران کوخبردار کیا کہ وہ جس کا انکار کررہے ہیں عنقریب ایساوقت آنے والا ہے کہ موت اور قیام ساعت کے وقت ان کے پاس کچھ بھی طاقت نہ ہوگی۔ایسے وقت کے قریب آجانے پر ان کو متنبہ کرتے ہوئے لفظ ماضی سے تعبیر فرمائی۔ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ (اور موت کی سختی آ پہنچی) سکرت سے ایسی شدت مراد ہے جوعقل کو ہوا کردے۔ بِالْحَقِّ (حقیقۃً) واقع میں یا حکمت کے ساتھ۔باءتعدیہ ہے یہ مفعول ہے۔ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ (یہ وہ ہے جس سے تو بدکتا تھا) ذلك کا مشارٌ الیہ موت ہے اور خطاب انسان کو کیا گیا ہے۔لقد خلقنا الانسان میں بطریق التفات ہے۔تحید نفرت کرنے اور بھاگنے کو کہتے ہیں۔(اس سے پہلے یقال محذوف ہے)

تذکرہ قیامت:

آیت ۲۰: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ (اور صور پھونکا جائے گا) اس سے مراد نفخۂ بعث مراد ہے۔ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ (یہ دن ہوگا وعید کا) یعنی اس وعید کا وقت۔گویا مضاف محذوف ہے اور ذلك کا اشارہ نُفِخَ کے مصدر کی طرف ہے۔

آیت ۲۱: وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ (اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک اس کو اپنے ہمراہ لائے گا اور ایک گواہ ہوگا) یعنی دوفرشتے ہونگے۔ایک اس کو حشر کی طرف ہنکا کر لائے گا۔اور دوسرا اس کے عمل کا گواہ ہوگا۔

نحو : معها سائق محلاً منصوب ہے۔یہ كلٌّ سے حال ہے۔کیونکہ وہ جو حکم معرفہ میں ہے اس کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ بن گیا۔

غفلت کا پردہ چاک ہوا:

آیت ۲۲: لَقَدْ كُنْتَ (تو تھا) یعنی اس کو کہا جائے گا۔لقد كنت۔ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا (اس دن سے بے خبر) یہ دن جو تجھ پر اتر پڑا ہے۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ (پس اب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹادیا) پس تیری غفلت کو اس سے دور کردیا جس کا تو مشاہدہ کررہا ہے۔ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (پس آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے) آیت میں غفلت کو پردہ کی طرح قرار دیا۔گویا وہ پردہ ہے جس نے اس کے سارے جسم کو ڈھانپ رکھا ہے۔یا وہ ایسا پردہ ہے جو اس کی آنکھوں کو ڈھانپنے والا ہے۔جس کی وجہ سے وہ کچھ بھی دیکھنے نہیں پاتا۔جب قیامت کا دن ہوگا اور غفلت وغطاء ہر چیز زائل ہو کر چھٹ جائے گی تو وہ حق بھی اس کو نظر آجائے گا۔جو وہ نہ دیکھتا تھا۔اور اس کی غفلت کے سبب تھکی ہوئی نگاہ بیداری کی وجہ سے بہت تیز ہو جائے گی۔

قرین کی مراد:

آیت ۲۳: وَقَالَ قَرِيْنُهٗ (اوراس کا ساتھی کہے گا) قول جمہور: یہ ہے۔ وہ فرشتہ ہے جو اس کے اعمال لکھنے پر مقرر ہے وہ اس پر گواہ ہوگا۔ هٰذَا کا اشارہ دیوان عمل کی طرف ہے۔ قول مجاہد: اس سے اس کا وہ شیطان مراد ہے جو اس پر مقرر کیا گیا۔ جو ارشاد الٰہی میں ہے۔ نقیض له شیطانا فهو له قرین۔[الزخرف۔۳۶] هٰذَا یعنی یہ وہ شخص ہے جس پر مجھے مقرر کیا گیا۔

مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ (یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے) نحو: هذا مبتدأ اور ما نکرہ ہے جو شیئ کا معنی دے رہا ہے۔ بعد والا ظرف ما کی صفت ہے۔ اسی طرح عتید بھی صفت ہے۔ ما اپنی صفت سے مل کر خبر اور هذا مبتدأ۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ هذا شیئ ثابت لدیَّ عتید۔

آیت ۲۴: پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اَلْقِیَا نمبر۱۔ یہ سائق و شہید کو خطاب ہے۔ نمبر۲۔ مالک فرشتے کو خطاب ہے۔ اصل میں الق۔ الق ہے۔ اس کی جگہ القیا لایا گیا ہے۔ کیونکہ فاعل فعل کے جزو کی طرح ہوتا ہے۔ فاعل کا تثنیہ آنا تکرار فعل کا نائب ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس کی اصل اَلْقِیَنْ ہے۔ اور الف نون سے بدل دیا گیا وصل کو وقف کے قائم مقام کرتے ہوئے۔ اس کی دلیل حسن کی یہ قراءت ہے۔ القیَن۔

فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ (ہر اس شخص کو جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا) نعمتوں اور منعم کا۔ عَنِیْدٍ (ضد کرنے والا) حق سے پہلو تہی اختیار کرنے والا اہل حق کا دشمن۔

آیت ۲۵: مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ (وہ نیک کام سے روکتا ہو) مال کو اس کے حقوق سے بہت زیادہ روک کر رکھنے والا یا نمبر۲۔ جنس خیر کو اس کے مستحقوں تک پہنچنے سے رکاوٹ بننے والا۔ مُعْتَدٍ (حد سے گزرنے والا) ظالم حق کی حدود کو پھاندنے والا۔ مُّرِیْبِ ۙ (شبہ پیدا کرنے والا) اللہ تعالیٰ اور اس کے دین میں شک کرنے والا۔

آیت ۲۶: الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود تجویز کیا ہو) نحو: یہ مبتدأ ہے جو معنی شرط کو متضمن ہے۔ اس کی خبر فَاَلْقِیَاهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ ہے۔ یا كُلَّ كَفَّارٍ سے بدل ہے اور فالقیا یہ تکریر تاکید ہے۔ مگر یہ جائز نہیں کہ اسے کفار کی صفت بنا کر اسے مجرور قرار دیں۔ کیونکہ نکرہ کی صفت اسم موصول سے نہیں آتی۔

قولِ مجاہد:

آیت ۲۷: قَالَ قَرِیْنُهٗ (وہ شیطان جو اس کے ساتھ رہتا تھا وہ کہے گا) وہ ساتھ رہنے والا شیطان اس کے خلاف شاہد ہوگا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں نے اس جملہ کو واؤ سے خالی کیا۔ پہلے کو نہیں کیونکہ پہلے کا عطف واجب ہے۔ کیونکہ دونوں کا معنی ان کے جمع کرنے پر دلالت کر رہا ہے۔ میری مراد یہ ہے مجیئی کل نفس مع الملکین اور اس کے قرین کا قول جو اس کو کہے گا۔

باقی یہ جملہ مستانفہ ہے۔ جیسا کہ حکایت قول میں مستانفہ جملے آتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی گفتگو میں ہے۔ گویا کافر نے کہا۔ رب ھو اطغانی اے میرے رب اس نے مجھے سرکشی پر آمادہ کیا۔ تو اس کے قرین نے جواب میں کہا ربنا مااطغیتہٗ۔ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ (اے میرے رب میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا۔ مگر یہ خود دور دراز کی گمراہی میں تھا) یعنی میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا۔ لیکن اس نے سرکشی اختیار کی۔ اور اس نے گمراہی کو ہدایت پر پسند کیا۔

یہ دارالجزاء ہے، جھگڑے کی جگہ نہیں:

آیت ٢٨: قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ (ارشاد ہوگا میرے سامنے جھگڑے کی باتیں مت کرو) یہ جملہ مستانفہ ہے جیسا کہ قال قرینہ ہے۔ گویا کسی کہنے والے نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا۔ تو جواب دیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تختصموا لدی۔ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ (میں پہلے ہی تمہارے پاس وعید بھیج چکا تھا) یہاں موقف حساب اور دارالجزاء میں مت جھگڑو۔ تمہارے جھگڑنے کا فائدہ نہیں اور نہ کچھ حاصل ہے۔ میں تمہیں سرکشی کے متعلق اپنی کتابوں میں عذاب کی وعید کر چکا۔ اور میرے رسول اپنی زبانوں سے وعید سنا چکے۔ اپنے اوپر کوئی عذر میں نے باقی نہیں رہنے دیا۔

بالوعید میں باء اس طرح بڑھائی گئی۔ جیسا و لا تلقوا بایدیکم [البقرہ۔ ١٩٥] میں زائدہ ہے۔ نمبر٢۔ قدّم بمعنی تقدم ظاہر کرنے کے لئے باء لائے ہیں۔

میری وعید والی بات کو بشارت میں بدلا نہیں جا سکتا:

آیت ٢٩: مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ (میرے ہاں بات بدلی نہ جائے گی) اس بات کی توقع مت کرو کہ میں اپنے قول اور وعید کو اس طرح بدل دونگا کہ کفار کو جنت میں داخل کر دوں۔ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں) بغیر گناہ کسی بندے کو عذاب نہ دونگا۔ ظلام۔ مبالغہ لائے۔ کیونکہ یہ اس قول سے ماخوذ ہے۔ ھو ظالم لعبدہ و ظلام لعبیدہٖ۔ وہ اپنے غلاموں پر ظلم کرنے والا ہے۔ نفس ظلم کی نفی مقصود ہے۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے؟ اور متقیوں کے لئے جنت قریب کی جائے گی

غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ

دور نہ رہے گی یہ وہ ہے جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر ایسے شخص کے لئے جو رجوع کرنے والا پابندی کرنے والا ہو، جو بغیر دیکھے رحمٰن سے ڈرا

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴿۳۳﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ

اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا، اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشگی والا دن ہے ان کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے

فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا

اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔ اور ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا جو گرفت کرنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں سو وہ شہروں

فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾

میں چلتے پھرتے رہے کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے،

آیت ۳۰: يَوْمَ نحو: یہ ظلام کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ مضمر فعل اذکر' انذر وغیرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔

جہنم پکارے گی کیا کچھ اور ہے......:

نَقُوْلُ۔ قراءت: ابوبکر و نافع نے یقول پڑھا ہے۔ ای یقول اللّٰہ۔ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (جس دن کہ ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر بھی گئی اور وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے) مزید یہ المجید کی طرح مصدر ہے۔ مطلب یہ ہے۔ وہ بھر جانے کے بعد کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے۔ یعنی کیا مجھ میں کوئی ایسی جگہ ہے جو بھری نہ ہو؟ یعنی میں بھر چلی۔ یا جہنم اور طلب کرے گی۔ اور اس میں اضافہ کی گنجائش ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جہنم جب واقعی کلام کرے۔ اور یہ بعید بات نہیں۔ جیسا کہ جوارح انسانی بات کریں گے۔ اور یہ جہنم کا سوال کفار کو توبیخ کے لئے ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو پہلے ہی جانتے ہیں کہ آیا وہ بھر گئی یا کچھ خالی ہے۔

آیت ۳۱: وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ (جنت متقین کے قریب لائی جائے گی۔ کچھ بھی دور نہ رہے گی)

نحو: غیر بعید۔ یہ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای مکانا غیر بعید۔ نمبر ۲۔ حال کی بناء پر نصب ہے۔ اور اس کو مذکر لانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ مصدر کے وزن پر ہے مثلاً الصلیل اور مصدر کے ذریعہ مؤنث و مذکر کی صفت لا سکتے ہیں۔

نمبر ۳۔ موصوف محذوف ہے ای شیئاً غیر بعید۔ اور اس کا معنی تاکید والا ہوگا جیسا تم کہو۔ هو قریب غیر بعید و عزیز

غیر ذلیل۔

آیت ۳۲: ھٰذَا۔ نحو: یہ مبتدأ ہے۔ اس کا مشارالیہ الثواب ہے۔ نمبر۲۔ ازلفت کے مصدر کی طرف اشارہ ہے۔ مَا تُوْعَدُوْنَ (جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) نحو: یہ مبتدأ کی صفت ہے۔ قراءت: مکی نے یاء سے یوعدون پڑھا ہے۔ لِکُلِّ اَوَّابٍ حَفِیْظٍ (یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) اواب جو اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔ نحو: یہ خبر مبتدأ ہے۔ حفیظ۔ جو حدود اللہ کی حفاظت کرنے والا ہو۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس نے دن کی ابتداء میں چار رکعات پر مواظبت کی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اواب وحفیظ لکھا جاتا ہے۔

آیت ۳۳: مَنْ یہ اواب کا بدل ہے اور محلاً مجرور ہے۔ نمبر۲۔ یہ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی خبر ادخلوھا ہے جبکہ یقال لھم کو مقدر مانیں کیونکہ مَن معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ (جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوگا) الخشیۃ: اپنی غلطی دیکھ کر دل کی بیقراری۔ اللہ تعالیٰ نے خشیت کے ساتھ اپنا وسیع رحمت والا اسم گرامی ملا کر ذکر کیا۔ اس سے خشیت والے کی خوب تعریف کر دی کہ یہ بیقرار ہے باوجود اس بات کے جان لینے کے کہ میرا رب وسیع رحمت والا ہے اور وہ ڈر رہا ہے باوجود اس بات کہ جس ذات سے ڈر رہا ہے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے اس سے غائب ہے۔ بِالْغَیْبِ (بن دیکھے) نحو: نمبر۱۔ یہ مفعول سے حال ہے۔ یعنی اس سے ڈرا اس حال میں کہ وہ غائب ہے۔ نمبر۲۔ خشی کے مصدر کی صفت ہے۔ خشی خشیۃ ملتبسۃ بالغیب وہ ایسا ڈرا جو ڈرنا بغیر دیکھنے کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ اس طرح کہ اس کے سزا دینے سے ڈرا باوجودیکہ وہ غائب ہے۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ:

جب دروازہ بند کر لیا اور پردہ ڈال لیا پھر بھی وہ اس سے ڈرا۔

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ (اور رجوع ہونے والا دل لے کر آئے گا) منیب: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے والا۔

ایک قول یہ ہے:

صحیح عقیدہ اور پسندیدہ باطن کے ساتھ۔

آیت ۳۴: ادْخُلُوْھَا بِسَلٰمٍ (اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ) یعنی اس حال میں کہ تم نعمتوں کے زوال اور ناراضگی کے اترنے سے محفوظ رہو گے۔ ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ (اور یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا) یعنی ایسا دن جس کا اندازہ ہمیشگی ہے۔ جیسا فرمایا فادخلوھا خالدین۔ [الزمر۔۷۳] یعنی تمہارے لئے ہمیشگی طے کر دی گئی ہے۔

مزید کی مراد:

آیت ۳۵: لَھُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْھَا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ (ان کو بہشت میں سب کچھ ملے گا) جو جو چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی

زیادہ ہے۔اس سے جو وہ چاہیں گے۔

قول الجمہور:

مزید سے مراد رویت باری تعالیٰ کا بلا کیف میسر آنا۔

آیت ٣٦: وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ (اور ہم ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے) آپ کی قوم قریش سے پہلے۔ مِنْ قَرْنٍ (ان زمانہ والوں کو جنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلا دیا) هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ (جو قوت میں ان سے زیادہ تھے) هم قریش مکہ سے بَطْشًا (قوت و دبدبہ) فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ (وہ تمام شہروں کو چھانتے پھرتے تھے) وہ ملکوں ملکوں ہر قسم کا تصرف کرنے اور فائدہ اندوزی کے لئے خوب گھومے پھرے۔التنقیب بھی معاملے میں بحث وکرید اور طلب وتلاش فاء سببیہ اس پر داخل ہے۔ هم اشد منهم بطشا کا سبب بیان کیا ہے۔یعنی قوت کی زیادتی اور شدت ان کے کثرت سے گھومنے کا سبب تھی۔نمبر٢۔اور یہ بھی درست ہے کہ اہل مکہ اپنے اسفار اور راستوں میں ان اہل زمانہ کے ملکوں میں گھومے ہیں۔کیا ان کے لئے بچاؤ کی جگہ ہوئی۔ یہاں تک کہ یہ بھی اپنے نفسوں کیلئے اسی طرح کی جگہ کے امیدوار ہیں۔(یہ استفہام انکاری ہے کہ ان کو پناہ گاہ نہ ملی نہ ان کو ملے گی) ان قراء کی قراءت بھی اس پر دلالت کرتی ہے جنہوں نے اس طرح پڑھا ہے فَنَقِّبُوْا صیغۂ امر کے طور پر۔ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ (کہیں بھاگنے کی جگہ نہ ملی) نمبر١۔موت سے بھاگنے کی یا نمبر٢۔اللہ تعالیٰ سے بھاگنے کی۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ

بلا شبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا جو ایسی حالت میں ہو کہ کان لگائے ہوئے حاضر ہو، اور یہ واقعی بات ہے کہ

خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾

ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تھکن نے چھوا تک نہیں،

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾

سو آپ ان باتوں پر صبر کیجئے جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح تحمید بیان کیجئے

وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۴۱﴾

اور رات کے حصہ میں بھی اسکی تسبیح بیان کیجئے اور سجدوں کے بعد بھی۔ اے مخاطب اس بات کو سن لے کہ جس دن پکارنے والا قریب ہی جگہ سے پکارے گا

یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ

جس روز چیخ کو حق کے ساتھ سنیں گے یہ نکلنے کا دن ہوگا بے شک ہم زندہ کرتے اور موت دیتے ہیں

وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ﴿۴۳﴾ یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ

اور ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے جس دن زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائے گی جبکہ دوڑتے ہوں گے، یہ جمع کرنا ہم پر آسان ہے، ہم

اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ

خوب جانتے ہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں سو آپ قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کیجئے

وَعِیْدِ ﴿۴۵﴾ ع

جو میری نصیحت سے ڈرتا ہے۔

آیت ۳۷: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بلا شبہ اس میں) اس مذکور میں لَذِكْرٰى (بڑی عبرت و نصیحت ہے) لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ (جس کے پاس دل ہو) سمجھنے والا۔ کیونکہ جس کا دل قبول نہیں کرتا۔ گویا اس کا دل ہی نہیں۔ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ (یا کان لگا دیتا ہو) مواعظ پر کان دھرے۔ وَهُوَ شَهِیْدٌ (متوجہ ہو کر) وہ اپنی فطانت کو حاضر باش کرنے والا ہو۔ کیونکہ جو اپنے ذہن کو حاضر نہیں کرتا وہ غائب کی طرح ہے۔

یہود کے عقیدہ کی تردید:

آیت ۳۸: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تھکان نے چھوا تک نہیں) لغوب: تھکن و عجز۔

ایک قول یہ ہے:

یہ یہود کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کی اس بات کی تکذیب میں جو انہوں نے کہی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ان میں پہلا یوم الاحد اور آخر یوم الجمعہ تھا۔ اور ہفتہ کے دن آرام کیا۔ اور عرش پر لیٹ گیا۔
علماء نے فرمایا کہ اس امت میں تشبیہ کا عقیدہ یہود سے نقل ہو کر آیا۔ یہود اپنے ہاں آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کو برا خیال کرتے ہیں۔ ان کا زعم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) ہفتہ کے دن اسی طرح بیٹھا تھا۔
آیت ۳۹: فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (پس ان کی باتوں پر صبر کیجئے) یعنی یہود کی باتوں پر جو کہ کفریات اور تشبیہ وغیرہ بکتے ہیں۔ نمبر۲۔ بعث کے متعلق جو مشرکین کہتے ہیں۔ پس جو ذات ساری کائنات کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ ان کو اٹھانے اور انتقام لینے پر بلاشبہ قادر ہے۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے) اس حال میں کہ آپ اپنے رب کی حمد وثناء کرنے والے ہوں۔ التسبیح۔ نمبر۱۔ اپنے ظاہری مراد پر ہے۔ نمبر۲۔ نماز مراد ہے۔ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (طلوع آفتاب سے پہلے) نماز فجر وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ (اور غروب سے پہلے) ظہر وعصر۔

تسبیح سے مراد:

آیت ۴۰: وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ (اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کریں) نمبر۱۔ مغرب وعشاء۔ نمبر۲۔ تہجد کی نماز۔ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ (اور نمازوں کے بعد بھی) اور تسبیح نماز کے اعمال میں۔ رکوع اور سجدہ کی تعبیر نماز سے کی گئی۔

ایک قول یہ ہے:

فرائض کے بعد نوافل۔ نمبر۲۔ وتر جو نماز عشاء کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ الْاَدْبَار۔ جمع دُبُر کی ہے قراءت: خلف' حجازی اور حمزہ نے اِدبار پڑھا ہے۔ یہ ادبرت الصلٰوۃ سے لیا گیا۔ جبکہ اس کو مکمل اور پورا کرو۔ اس کا معنی یہ ہوا۔ وقت انقضاء السجود۔ جیسا کہ کہتے ہیں اٰتیك خفوق النجم ای وقت خفوق النجم۔
آیت ۴۱: وَاسْتَمِعْ (اور سن رکھ) اس کو جو آپ کو قیامت کا حال سنایا گیا۔ اس میں قیامت کی ہولناکی اور بڑائی کو بیان کیا ہے۔
قراءت: یعقوب نے اس پر وقف کیا۔ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ یوم یہاں اس فعل سے منصوب ہے۔ جس پر ذٰلك یوم الخروج

دلالت کرتا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے یوم ینادی المنادی یخرجون من القبور۔ بعض نے کہا اس کی تقدیر یہ ہے۔ واستمع حدیث یوم ینادی المنادی۔ اور غور سے سن رکھو اس دن کی بات جس دن منادی آواز دے گا۔

قراءت: المنادی دونوں حالتوں میں مکی، سہل اور یعقوب نے پڑھا ہے اور مدنی اور ابو عمرو نے وصل میں پڑھا اور دیگر قراء نے دونوں حالتوں میں یاء کے بغیر پڑھا ہے۔

اسرافیل کی نداء:

المنادی سے مراد اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ وہ صور پھونکیں گے۔ اور آواز اس طرح دیں گے۔ ایتھا العظام البالیۃ والاوصال المنقطعۃ واللحوم المتمزقۃ والشعور المتفرقۃ! ان اللّٰہ یأمر کن ان تجتمعن لفصل القضاء۔

اے بوسیدہ ہڈیو! اے الگ الگ کیے ہوئے جوڑو! اے پارہ پارہ گوشت! اے پراگندہ بالو! اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے۔ فیصلہ الٰہی کے لئے باہم اکٹھے ہو جاؤ۔ (یہ قول مقاتل ہے)

ایک قول یہ ہے:

اسرافیل صور پھونکیں گے۔ اور جبرائیل حشر کی منادی کریں گے۔

مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (جس دن پکارنے والا پاس ہی سے پکارے گا) صخرۂ بیت المقدس سے اور یہ آسمان کے لئے زمین کا قریب ترین حصہ ہے۔ جو دوسرے حصوں کی بنسبت بارہ میل زیادہ قریب ہے۔ اور وہ وسط زمین ہے۔ (یہ کلبی کا قول ہے)

مردوں کا نکلنا:

آیت ۴۲: يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ (جس دن اس چیخنے کو سب سن لیں گے) نحوی: یہ یوم ینادی سے بدل ہے۔ الصیحۃ سے نفخۂ ثانیہ مراد ہے۔ بِالْحَقِّ (بالیقین) یہ صیحۃ سے متعلق ہے۔ اور اس سے مراد بعث وحشر جزاء وسزا کیلئے۔ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ (یہ دن نکلنے کا ہوگا) قبور سے۔

آیت ۴۳: اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ (بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں) مخلوقات کو وَنُمِيْتُ (اور ہم ہی مارتے ہیں) یعنی دنیا میں مارتے ہیں۔ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ (اور ہماری طرف ہی پھر لوٹ کر آنا ہے) یعنی ان سب نے لوٹنا ہے۔

آیت ۴۴: يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ (جس دن زمین ان پر سے کھل جائے گی) قراءت: کوفی، ابو عمرو نے تخفیف کے ساتھ اور باقی نے تشدید سے پڑھا ہے۔ زمین پھٹ جائے گی اور مردے اس سے نکل کھڑے ہونگے۔ سِرَاعًا (جبکہ وہ دوڑتے ہونگے) یہ مجرور سے حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ تیزی کرنے والے ہونگے۔ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ (یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کر لینا ہے) یسیر: آسان۔ یہاں ظرف کو مقدم کیا۔ تا کہ تخصیص کو ظاہر کرے۔ یعنی اس جیسا بڑا کام آسان نہیں مگر اس قادر مطلق ذات کو جس کو ایک حالت دوسری سے مشغول نہیں کر سکتی۔

آپ مدعی ہیں نصیحت کرتے جائیں:

آیت ۴۵: نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ (جو جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں) ۔آپ کے اور ہمارے متعلق ہم وہ خوب جانتے ہیں اس میں کفار مکہ کو ڈرایا گیا۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِجَبَّارٍ (آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں) یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا۔لست علیھم بمصیطر [الغاشیہ:۲۲] یعنی آپ ان پر مسلط نہیں ۔آپ تو داعی ہیں ۔اور ان کو آمادہ کرنے والے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

یہ جبرہ علی الامر سے لیا گیا ہے۔اس کا معنی اجبرہ ہے مطلب یہ ہے۔آپ ان پر والی نہیں کہ ایمان پر جبر کر کے آمادہ کریں۔ فَذَكِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ يَّخَافُ وَعِيۡدِ (تو آپ قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کیجئے جو میری وعید سے ڈرتا ہے) یہ اس طرح ہے جیسا فرمایا۔انما انت منذر من یخشٰھا۔[النازعات:۴۵] کیونکہ نصیحت کا فائدہ اسی کو ملے گا۔

الحمد للہ بعد العصر سورۃ قٓ مکمل ہوئی

یکم ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الذاریات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ساٹھ آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝۱ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝۲ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝۳ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝۴ اِنَّمَا

قسم ہے ہواؤں کی جو (غبار وغیرہ کو) اڑاتی ہیں پھر ان بادلوں کی جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں، پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں، پھر ان فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں، تم سے

تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝۵ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝۶ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝۷ اِنَّكُمْ

جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور جزا ضرور ہونے والی ہے، قسم ہے آسمان کی جس میں راستے ہیں کہ تم

لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝۸ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝۹ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ هُمْ

لوگ مختلف گفتگو میں ہو، اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے غارت ہو جائیں گے اٹکل پچو باتیں کرنے والے جو جہالت

فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝۱۱ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۲ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ

میں بھولے ہوئے ہیں غارت ہو جائیں، پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہو گا، جس دن وہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے

يُفْتَنُوْنَ ۝۱۳ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۱۴ اِنَّ

اپنی اس سزا کا مزہ چکھو، یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔ بلاشبہ

الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۱۵ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ

متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے، ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا اسے لینے والے ہوں گے، بے شک یہ لوگ اس سے پہلے

مُحْسِنِيْنَ ۝۱۶ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝۱۷ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۱۸

اچھے کام کرنے والے تھے، یہ لوگ رات کو کم سوتے تھے، اور رات کے آخری اوقات میں استغفار کرتے تھے،

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝۱۹

ان کے مالوں میں حق تھا سوال کرنے والے کے لئے اور محروم کے لئے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ

(قسم ہے۔ان ہواؤں کی جوغبار وغیرہ کواڑاتی ہیں پھران بادلوں کی جو بوجھ کواٹھاتے ہیں۔ پھران کشتیوں کی جونرمی سے چلتی ہیں۔پھران فرشتوں کی جوچیزیں تقسیم کرتے ہیں۔تم سے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے۔وہ بالکل سچ ہے)

آیت ۱: وَالذّٰرِیٰتِ ہوائیں کیونکہ وہ مٹی وغیرہ کواڑاتی ہیں۔

قراءت: حمزہ ٔابوعمرو نے تاء کوذال میں ادغام کے ساتھ پڑھا ہے۔

ذَرْوًا یہ مصدر ہے۔اس میں اسم فاعل عامل ہے۔

آیت ۲: فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا اس سے مراد بادل ہیں کیونکہ وہ بارش کواٹھاتے ہیں۔ وِقْرًا یہ حاملات کا مفعول ہے۔

آیت ۳: فَالْجٰرِیٰتِ کشتیاں۔ یُسْرًا چلنا آسانی سے سہولت سے۔

مختلف کاموں پر مقرر فرشتے:

آیت ۴: فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا اس سے ملائکہ مراد ہیں۔ کیونکہ وہ مختلف کام بارش ٔارزاق وغیرہ کی تقسیم پر مقرر ہیں۔نمبر۲۔وہ تقسیم کافعل کرتے ہیں اس حال میں کہ ان کواس کاحکم دیا گیا ہے۔نمبر۳۔ بندوں کے معاملات کی تقسیم کے ذمہ دار ہیں مثلاً جبرئیل سختی کیلئے۔نمبر۲۔میکائیل رحمت کیلئے۔نمبر۳۔ملک الموت قبض ارواح کیلئے نمبر۴۔اسرافیل نفخ صور کیلئے۔

ایک اور تفسیر:

اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے صرف ہوائیں مراد ہوں کیونکہ وہ بادلوں کو بناتی اوران کواٹھاتی اور تقسیم کرتی اور فضاؤں میں نرمی سے چلتی ہیں۔اور بادلوں کوموڑ کر بارش کوتقسیم کرتی ہیں۔

فاء کامعنی نمبر۱۔معنی صورت اول میں یہ ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے اول ہواؤں کی قسم کھائی پھران بادلوں کی جس کووہ چلاتی اور ہنکاتی ہیں پھران کشتیوں کی جوہواؤں کے چلنے سے چلتی ہیں پھران ملائکہ کی جواللہ تعالیٰ کے حکم سے ارزاق کوتقسیم کرتے ہیں وہ ارزاق بارشیں ہوں تجارات بحار اوران کے فوائد ہوں۔نمبر۲۔صورت ثانی میں وہ ہوائیں چلنے سے شروع ہوئیں پھرمٹی اور کنکریاں اڑاتی پھر بادلوں کواٹھا کرفضا میں پھیلائے چلتی اور پھر بارش کوتقسیم کرتی ہیں۔

آیت ۵: اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ یہ جواب قسم ہے۔اور ما موصولہ یا مصدریہ ہے اور موعودہ چیز بعث ہے۔لَصَادِقٌ یعنی وہ سچائی والا وعدہ ہے یہ ترکیب عیشۃ راضیۃ کی طرح ہے۔ای ذات رضا۔

آیت ۶: وَّاِنَّ الدِّیْنَ (اور جزائے اعمال) لَوَاقِعٌ (ضرور ہونے والی ہے)

آیت ۷: وَالسَّمَآءِ (قسم ہے آسمان کی) یہ دوسری قسم ہے۔ ذَاتِ الْحُبُكِ (جس میں راستے ہیں) عمدہ راستے۔جیسا کہ پانی پر ہوا چلنے سے ظاہر ہوتے ہیں یعنی لہریں اوراسی طرح حبك الشعر۔ایسے آثار جوان کودوہرا کریں اور توڑیں۔یعنی گھونگریالے بال۔حبك جمع حبیكۃ جیسے طرق جمع طریقہ کی ہے۔کہا جاتا ہے کہ آسمان کی خلقت اسی طرح ہے۔قولِ حسن رحمہ اللہ:

حبك السماء سے آسمان کے ستارے مراد ہیں اور یہ جمع حباک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کفار کے قول:

آیت ۸: اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ (کہ تم لوگ مختلف گفتگو میں ہو) اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا قول ساحر، شاعر، مجنون اور قرآن مجید کے متعلق شعر، سحر، اساطیر الاولین وغیرہ۔

قرآن سے پھرنے والا بدنصیب ہو گیا:

آیت ۹: يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ (اس سے وہی پھرتا ہے جسے پھرنا ہوتا ہے) نمبر ا۔ ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے یا نمبر ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی یعنی اس قرآن سے وہ پھرتا ہے جو ایسا پھرا ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی پھرنا خطرناک نہیں ہے۔ نمبر ۳۔ اس سے وہی پھرتا ہے۔ جو علم الٰہی میں پھرنے والوں میں لکھا جا چکا یعنی علم ازلی میں حق کی طرف نہ آنا جس کا معلوم ہے۔

نمبر ۴۔ یہ ضمیر ما توعدون کی طرف یا الدین کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ ذاریات کی اولاً قسم اٹھائی کہ قیامت کی آمد برحق ہے پھر آسمان کی قسم اٹھائی کہ یہ لوگ قیامت کے متعلق اختلاف کا شکار ہیں بعض تو شک کرنے والے ہیں جبکہ دوسرے منکر ہیں۔ پھر فرمایا کہ اقرارِ قیامت سے وہ شخص پھرنے والا ہے۔ جو کہ پھرا ہوا ہے۔

بے دلیل باتوں والوں کی ہلاکت:

آیت ۱۰: قُتِلَ (غارت ہو جائیں) ملعون ہوئے دراصل یہ قتل و ہلاکت کی بددعا ہے۔ پھر لعنت کی جگہ استعمال ہونے لگی۔ الْخَرّٰصُوْنَ (بے سند باتیں کرنے والے) جھوٹے غلط اندازے کرنے والے وہ مختلف باتیں کرنے والے تھے۔ لام سے انہی کی طرف اشارہ ہے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ قتل هؤلاء الخراصون۔ یہ بے سند باتیں کرنے والے ہلاک ہوں۔

آیت ۱۱: الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ (جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں) ایسی جہالت میں مبتلا ہیں جو ان کو ڈھانپے ہوئے ہے۔ سَاهُوْنَ (جو ان کو حکم ملا ہے اس سے غافل ہیں)

آیت ۱۲: يَسْـَٔلُوْنَ (پوچھتے ہیں یہ کہتے ہوئے) اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ (کہ روز جزاء کب ہوگا) کہ جزاء کا دن کب ہے۔ اس کی تقدیر کلام یہ ہے۔ ایان وقوع یوم الدین۔ (قیامت کا وقوع کب ہے) کیونکہ احیان حوادث کیلئے ظرف بنتے ہیں۔

آیت ۱۳: يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے) یوم کا لفظ صرف فعل مضمر کہ جس پر سوال دلالت کر رہا ہے کی وجہ سے منصوب ہے ای یقع یوم۔ نمبر ۲۔ غیر متمکن کی طرف اضافت کی وجہ سے اس کا مفتوح ہونا بھی درست ہے۔ اور وہ غیر متمکن جملہ اسمیہ ہے۔ اور فعل مضمر یقع کی وجہ سے وہ محلاً منصوب ہے یا نمبر ۲۔ مرفوع هو مقدر کی وجہ سے ہے ای هو یوم هم علی النار یفتنون۔ یفتنون کا معنی: جلائے جائیں گے۔

آیت ۱۴: ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ (اپنی اس سزا کا مزہ چکھو) یعنی ان کو جہنم کے داروغہ کہیں گے۔ تم اپنا عذاب اور آگ سے جلنا چکھو۔

هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ (یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے) ھذا مبتدا اور الذی صلہ سے مل کر خبر ہے۔ یعنی یہ وہی عذاب تو ہے جس کو تم دنیا میں یہ کہہ کر جلدی طلب کرتے تھے۔ فاتنا بما تعدنا۔ [الاعراف۔ ۷۰]

ایمان والوں کا تذکرہ:

آیت ۱۵: پھر ایمان والوں کا حال بیان فرمایا۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ (بیشک متقی لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہونگے) یعنی چشمے ہونگے وہ جاری نہریں ہونگی اس طرح کہ ان کو وہ آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ان کی نگاہیں ان پر پڑیں گی۔ یہ نہیں کہ وہ چشموں کے اندر ہونگے۔ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ (ان کے رب نے جو کچھ ان کو عطاء کیا اس کو وہ لے رہے ہونگے) اس سب کو وہ قبول کرنے والے ہونگے۔ جو اللہ تعالیٰ ان کو ثواب میں سے عطاء فرمائیں گے اور اس پر وہ راضی ہونگے۔

نحو: آخذین یہ ظرف کی ضمیر سے حال ہے۔ اور وہ اِنّ کی خبر ہے۔ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ (وہ لوگ اس سے قبل) دنیا میں داخلۂ جنت سے پہلے مُحْسِنِیْنَ (نیکوکار تھے) انہوں نے خوب نیک اعمال کیے۔ ان کے احسان کی تفسیر بعد میں آ رہی ہے۔

آیت ۱۷: کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ (وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے) یھجعون۔ سونے کے معنی میں آتا ہے۔

نحو: نمبر۱۔ ما تاکید کے لئے زائدہ ہے۔ یھجعون یہ کان کی خبر ہے۔ معنی یہ ہے وہ رات کے تھوڑے سے حصہ میں سوتے تھے۔ یا نمبر۲۔ ما مصدریہ ہے تقدیر کلام یہ ہے۔ کانوا قلیلاً من اللیل ھجوعھم۔ اور ان کا سونا بہت تھوڑا رات میں تھا۔ ھجوعھم یہ مرفوع ہے کانوا کی واؤ سے بدل ہے۔ قلیلاً سے بدل نہیں ہے۔ چونکہ جب قلیل کی صفت من اللیل آ گئی تو وہ شبہ فعل سے نکل گیا۔ اور اس کا عمل مشابہت ہی کی وجہ سے ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوئی کان ھجوعھم قلیلاً من اللیل۔

نمبر۳۔ ما نافیہ نہیں بن سکتا کہ اس کا یہ معنی کریں کہ وہ رات کا تھوڑا سا حصہ بھی نہ سوتے تھے بلکہ ساری رات بیدار رہتے کیونکہ ما نافیہ کا مابعد ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔ اس طرح نہیں کہہ سکتے۔ زیداً ماضربت۔

آیت ۱۸: وَبِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (اور وہ اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے) اس میں ان کی یہ تعریف فرمائی کہ وہ تہجد کی ادائیگی میں رات کو زندہ کرتے ہیں۔ جب سحر کا وقت ہو جاتا ہے تو استغفار کرنے لگتے ہیں گویا انہوں نے رات میں گناہ کئے ہیں۔ السحر: رات کا آخری چھٹا حصہ۔

آیت ۱۹: وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ (اور ان کے اموال سوالی کا حق ہیں) السائل: جو اپنی حاجت طلب کرے۔ وَالْمَحْرُوْمِ (اور غیر سوالی) جو سامنے آئے مگر حیاء کی وجہ سے سوال نہ کرے۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لئے، اور تمہاری جانوں میں، کیا تم نہیں دیکھتے، اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے،

عظیم قدرت کے نمونے:

آیت ۲۰: وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ (اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں) جو پیدا کرنے والے اور اس کی قدرت و تدبیر پر دلالت کرتی ہیں۔ زمین کو دیکھو بستر کی طرح بچھی ہوئی ہے۔ اس میں راستے اور وادیاں آنے جانے والوں کیلئے ہیں اور اس کے مختلف حصے ہیں۔ نچان زمین کے حصے' پہاڑ' نرم' سخت اور شور والے اور اس میں پھوٹنے والے چشمے اور مختلف انواع کی کانیں اور مختلف صورتوں اور شکلوں کے پھیلے ہوئے جانور' متضاد ہیات و افعال والے جانور پائے جاتے ہیں۔ لِّلْمُوْقِنِيْنَ (یقین لانے والوں کیلئے) ایسے توحید پرستوں کیلئے جو درست دلیل والے راستہ پر چلیں جو راستہ ان کو معرفت تک پہنچانے والا ہے' وہ کھلی بصیرت والی آنکھوں اور صحیح فہم و فراست سے دیکھنے والے ہیں۔ جب بھی وہ کسی نشانی کو دیکھتے ہیں تو اس پر غور کا راستہ پا کر ان کا یقین پہلے سے بہت بڑھ جاتا ہے۔

انسان میں نمونہ قدرت:

آیت ۲۱: وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ (اور تمہاری ذات میں بھی) ان کی ابتدائی حالت اور ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے اور نفوس کے ظواہر و بواطن میں عجائبات فطرت' اور تخلیق کے وہ عمدہ نمونے ہیں جن پر ذہن حیران ہو جاتے ہیں۔ یہ دلوں کو دیکھ لو اور جو اس میں عقل رکھ دی۔ زبانوں کو دیکھو اور ان کا بولنا' مخارج حروف اور ان کی ترکیب و ترتیب اور اس کے لطائف میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر' صنعت کی قطعی اور روشن دلیلیں ہیں۔ کانوں' آنکھوں اور اطراف اور تمام جوارح پر توجہ کرو اور جس کیلئے انکو بنایا گیا انکی ادائیگی دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے جوڑوں میں دوہرے ہونے اور مڑنے کا کتنا شاندار انداز بنایا جب ان میں سے کوئی جوڑ سخت ہو جائے تو انسان عاجز ہو جاتا ہے اور جب کوئی جوڑ ڈھیلا پڑ جائے عاجزی انسان کو بٹھا دیتی ہے۔ فتبارك الله احسن الخالقين۔

بعض کا قول:

جنھوں نے تقدیر عبارت اس طرح قرار دی افلا تبصرون فی انفسکم یہ کمزور قول ہے۔ کیونکہ اس سے استفہام کے دورانیہ میں آنے والے کو حرف استفہام سے مقدم کرنا لازم آتا ہے جو کہ نا درست ہے۔

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ هَلْ اَتٰىكَ

سو قسم آسمان اور زمین کے رب کی بے شک وہ حق ہے جیسا کہ تم بول رہے ہو۔ کیا ابراہیم کے

حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۚ قَالَ

معزز مہمانوں کی حکایت آپ کو پہنچی ہے، جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا، ابراہیم نے بھی کہا

سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ

سلام ہو انجان لوگ ہیں، پھر اپنے گھروالوں کی طرف چلے تو ایک موٹا بچھڑا لے آئے ، پھر اسے ان کے پاس لا کر رکھا،

قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۚ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾

کہنے لگے، کیا تم نہیں کھاتے؟ پھر انکی طرف سے دل میں ڈر محسوس کیا انہوں نے کہا ڈرو نہیں اور انہوں نے ایک صاحب علم لڑکے کی بشارت دی،

اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا) عبرت حاصل کرنے والے کی نگاہ سے دیکھو۔

آیت ۲۲: وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ (اور تمہارا رزق آسمان میں ہے) رزق سے بارش مراد ہے کیونکہ وہ سبب اقوات ہے۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ:

جب آپ بادل کو دیکھتے تو اپنے اصحاب کو فرماتے۔ اس میں اللہ کی قسم تمہارا رزق ہے۔ لیکن تم اپنی خطاؤں سے اس سے محروم کردیئے جاتے ہو۔

وَمَا تُوْعَدُوْنَ (اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے) یعنی جنت وہ آسمان سابع کی چھت اور عرش کے نیچے ہے۔ یا مراد وہ ارزاق ہیں جو دنیا میں ملتے ہیں اور وعدہ جو آخرت میں رزق ملنے کا کیا جاتا ہے۔ یہ سب مقدر اور آسمان میں لکھا ہے۔

آیت ۲۳: فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ (تو قسم ہے آسمان و زمین کے پروردگار کی کہ وہ برحق ہے) نحو: ضمیر رزق کی طرف عائد ہے یا ماتوعدون کی طرف مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ (جیسا کہ تم باتیں کر رہے ہو) قراءت: مثلُ کو رفع کے ساتھ کوفی قراء، حمزہ، کسائی نے سوائے حفص کے پڑھا۔ اور حق کی صفت بنایا۔ ای حقا مثل نطقکم۔ تمہارے بولنے کی طرح حق ہے۔ دیگر قراء نے مثلَ پڑھا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ انه لحق حقا مثل نطقكم اور غیر متمکن کی طرف اضافت کی وجہ سے بھی فتحہ درست ہے اور ما زائدہ ہے۔

قولِ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ:

کہ میں جامع بصرہ سے آ رہا تھا۔ کہ ایک اعرابی بیٹھا سامنے آیا۔ کہنے لگا تم کون ہو؟ میں نے کہا بنی اصمع میں سے ہوں اس

نے کہا کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ میں نے کہا میں ایسی جگہ سے آ رہا ہوں جہاں رحمان کا کلام پڑھا جاتا ہے۔اس نے کہا مجھے تلاوت کر کے سناؤ۔پس میں نے سورۂ والذاریات پڑھ کر سنانا شروع کی۔جب میں اس آیت وفی السماء رزقکم! پر پہنچا تو کہنے لگا۔بس کافی ہے۔وہاں سے اٹھ کر اپنی اونٹنی کو ذبح کر ڈالا۔اور اس کا گوشت آگے پیچھے ادھر ادھر تقسیم کر دیا اور اپنا تیر اور کمان لے کر اس کو توڑ ڈالا۔جب میں ہارون الرشید کے ساتھ حج کرنے گیا تو میں طواف میں مصروف تھا۔تو اچانک ایک نرم آواز مجھے سنائی دی۔میں متوجہ ہوا تو وہی اعرابی تھا۔کمزور زرد پڑ چکا تھا۔اس نے بڑھ کر سلام کیا اور کہا مجھے سورۃ الذاریات پڑھ کر سناؤ۔جب میں اس آیت پر پہنچا تو اس نے زور سے چیخ ماری اور کہہ رہا تھا۔ قدوجدنا ماوعدنا ربنا حقا۔پھر کہنے لگا۔کیا اور بھی حصہ سورت کا باقی ہے تو میں نے آیت پڑھی۔فورب السماء والارض انه لحق۔اس نے پھر چیخ ماری اور کہا سبحان اللہ! جس نے اس جلیل ذات کو ناراض کیا یہاں تک کہ اس نے قسم اٹھائی اور اس کی بات کو سچا نہ جانا یہاں تک کہ اس نے قسم کھائی۔یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے اور تیسری بار روح بھی ساتھ ہی پرواز کر گئی۔

آیتِ قدرت:

آیت ۲۴: هَلْ اَتٰكَ (کیا آپ تک پہنچی ہے) بات کی عظمت شان کو ظاہر کرنے اور اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے کہ یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں۔بلاشبہ اس کو وحی سے جانا اور آیت کا ماقبل سے ربط اس طرح ہے کہ پہلے نے فرمایا۔وفی الارض آیات۔اور اس قصہ کے آخر میں فرمایا۔وترکنا فیها آیةً۔تو گویا یہ بھی من جملہ آیاتِ قدرت سے ہے۔ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ (بات ابراہیم کے معزز مہمانوں کی) الضیف ایک اور جماعت کے لئے بولا جاتا ہے جیسا الصوم الزور۔کیونکہ یہ اصل میں مصدر ہے۔جس کو مضاف کیا گیا۔یہ بارہ فرشتے تھے۔

ایک اور قول:

نو فرشتے تھے دسویں جبرائیل علیہ السلام تھے۔ان کو آیت ضیف قرار دیا۔کیونکہ وہ صورۃً ضیف تھے۔اس لئے ان کو ابراہیم علیہ السلام کی طرف مضاف کیا یا ابراہیم علیہ السلام کے گمان میں وہ مہمان تھے۔

الْمُكْرَمِيْنَ (اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے) جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔بل عباد مکرمون۔ایک قول یہ ہے: ابراہیم علیہ السلام نے خود ان کی خدمت کی اور ان کی زوجہ محترمہ نے ان کی خدمت کی۔اور جلد مہمانی ان کیلئے تیار کر دی۔

آیت ۲۵: اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ (جبکہ وہ ان کے پاس آئے) نحو: مکرمین کی وجہ سے منصوب ہے۔جبکہ ابراہیم علیہ السلام کے اکرام سے تفسیر کی جائے۔ورنہ اذ کر فعل مضمر کا مفعول ہے۔ فَقَالُوْا سَلٰمًا (پھر ان کو سلام کیا) نحو: سلامًا مصدر ہے۔اس کو فعل کے قائم مقام لائے اور فعل سے استغناء اختیار کیا۔اصل کلام یہ ہے۔نسلم علیکم سلامًا۔قَالَ سَلٰمٌ (ابراہیم علیہ السلام نے بھی کہا سلام) یعنی تم پر سلام ہو۔ نحو: یہ مبتدأ کی وجہ سے مرفوع ہے۔اس کی خبر محذوف ہے اور رفع کی طرف عدول تو اثباتِ سلام

کیلئے ہے۔گویا انہوں نے یہ قصد فرمایا کہ وہ ان کو اس سے بہتر انداز سے سلام کریں۔جس طرح سے انہوں نے کیا۔اور یہ بھی مہمانوں کا اکرام تھا۔

قراءت: حمزہ، علی نے سِلْمٌ پڑھا ہے۔اس کا معنی بھی سلام ہے۔ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ (انجان لوگ ہیں) یعنی تم انجان لوگ ہو پس مجھے تعارف کراؤ تم کون ہو۔

آیت ۲۶: فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ (پھر اپنے گھر کی طرف چلے) اپنے مہمانوں سے خفیہ طور پر گھر کی طرف گئے۔اور میزبانی کا ادب یہ ہے کہ اس کا معاملہ مخفی ہو۔اور مہمانی شروع کر دے بغیر اس کے کہ مہمان کو معلوم ہو۔اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ انکار نہ کر دے۔ابراہیم علیہ السلام کے پاس گائیں کثرت سے تھیں۔ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ (اور ایک موٹا بچھڑا لائے)

آیت ۲۷: فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ (اور اس کو ان کے پاس لا کر رکھا) تا کہ وہ اس میں سے کھائیں مگر انہوں نے نہ کھایا۔ قَالَ اَ لَا تَاْكُلُوْنَ (کہنے لگے آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں) ان کا نہ کھانا ان کو اوپرا معلوم ہوا یا آپ نے ان کو اس پر آمادہ کیا۔

آیت ۲۸: فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً (ان سے دل میں خوف محسوس کیا) کیونکہ جو تیرا کھانا نہیں کھاتا وہ تیری ذمہ داری کا لحاظ بھی نہ کرے گا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ان کے دل میں آیا کہ یہ فرشتے ہیں جن کو عذاب کیلئے بھیجا گیا ہے۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ (انہوں نے کہا تم ڈرو مت) ہم تو اللہ تعالیٰ کے قاصد ہیں۔ایک قول یہ ہے: جبرائیل علیہ السلام نے بچھڑے پر ہاتھ پھیرا تو اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی ماں کے ساتھ جا ملا۔ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ (اور ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا) یعنی تبلیغ کرے گا اور تعلیم دے گا۔

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ۲۹ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ

اور پھر انکی بیوی زور سے پکارتی ہوئی آئی پھر اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا کہنے لگی بڑھیا ہوں، بانجھ ہوں، فرشتوں نے کہا کہ تمہارے

قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ۳۰

رب نے ایسا ہی فرمایا ہے بیشک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے

قولِ جمہور:

یہ ہے کہ اسحاق علیہ السلام تھے۔

آیت ۲۹: فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ (اتنے میں ان کی بی بی بولتی پکارتی آئیں) صرّۃ بزور سے بولنا۔ یہ صر القلم والباب سے ہے۔

قول الزجاج:

یہاں زور سے چیخنا مراد ہے۔ حال کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ ای جاء ت صارۃً فاخذت فی صیاح: لگی زور سے بولنے چیخنے۔ اوراس کی آواز اس کا یہ قول تھا۔ یا ویلتا۔ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا (پھر ماتھے پر ہاتھ مارا) پس اس نے اپنے دونوں ہاتھ کھول کر چہرے پر مارے۔

ایک قول یہ ہے:

اپنی انگلیوں کے اطراف اپنی پیشانی پر مارے جیسے کوئی تعجب والا کرتا ہے۔

وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ (اور کہنے لگیں بڑھیا بانجھ) یعنی انا عجوز میں بانجھ ہوں پس کیسے میں جنوں گی؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایاء الد وانا عجوز وھذا بعلی شیخًا۔ [ہود۔۷۲]

آیت ۳۰: قَالُوْا كَذٰلِكِ (فرشتوں نے کہا ایسا ہی) اسی کی مثل جو ہم نے کہا اور جس کی ہم نے اطلاع دی۔ قَالَ رَبُّكِ (تمہارے رب نے فرمایا ہے) ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قدرت رکھتے ہیں جس کو تم بعید قرار دیتی ہو۔ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ (بیشک وہ حکمت والا ہے) اپنے فعل میں۔ الْعَلِیْمُ (وہ علم والا ہے) اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے اسے فرمایا۔ جب اس نے تعجب کا اظہار کیا۔ تو چھت کی طرف دیکھ جونہی اس نے دیکھا تو کھجور کا تنا پتے دار ہوگیا۔ اور پھل لے آیا۔

جب ان کو معلوم ہوگیا۔ کہ یہ فرشتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے قاصد بن کر بعض امور کیلئے اترا کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ (٣١) قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ (٣٢)

ابراہیمؑ نے کہا اے بھیجے ہوئے لوگو! تمہیں کیا بڑا کام کرنا ہے؟ انہوں نے کہا بے شک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ (٣٣) مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ (٣٤) فَاَخْرَجْنَا

تاکہ ہم ان پر ایسے پتھر برسائیں جو مٹی سے بنائے گئے ہوں۔ جن پر آپ کے رب کے پاس سے خاص نشان بھی ہیں ان کے لئے جو حد سے گزرنے والوں میں سے ہیں۔ سو ان میں

مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (٣٥) فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ (٣٦) وَتَرَكْنَا

جتنے ایمان والے تھے انہیں ہم نے نکال دیا سو اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا، اور ہم نے

فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (٣٧) وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ

اس واقعہ میں ایسے لوگوں کے لئے عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اور موسیٰ کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ہم نے انہیں فرعون کے پاس کھلی ہوئی دلیل

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (٣٨) فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (٣٩) فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ

کے ساتھ بھیجا۔ سو فرعون نے اپنی جماعت کے ساتھ روگردانی کی اور کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے سو ہم نے اسے اور اسکے لشکروں کو پکڑ لیا سو ہم نے انہیں سمندر میں

فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ (٤٠) وَفِىْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ (٤١)

پھینک دیا اور اس حال میں کہ وہ ملامت کا کام کرنے والا تھا، اور عاد کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ہم نے ان پر ہوا بھیج دی جو ہر خیر سے خالی تھی،

آیت ۳۱: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ (ابراہیم کہنے لگے اچھا تو تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے) یعنی تمہارا کیا مطلوب اور کیا معاملہ ہے۔ کس مقصد کی خاطر تمہیں بھیجا گیا ہے۔ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ (اے فرشتو!) تم صرف بشارت کیلئے بھیجے گئے ہو یا کسی دوسرے کام یا دونوں کیلئے؟

آیت ۳۲: قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ (وہ کہنے لگے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں) یعنی قوم لوطؑ کی طرف۔

آیت ۳۳: لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ (تا کہ ہم ان پر کھنگر کے پتھر برسائیں) مراد کنکریاں ہیں۔ وہ مٹی ہے جس کو پکایا جاتا ہے جیسا کہ پکی اینٹ پک کر مضبوطی میں پتھر کی طرح ہو جاتی ہے۔

آیت ۳۴: مُّسَوَّمَةً (جن پر نشان بھی ہے) یہ السومة سے لیا گیا ہے۔ اور وہ علامت ونشان کو کہتے ہیں۔ ہر ایک پتھر پر اس کا نام تھا جس نے اس سے ہلاک ہونا تھا۔ عِنْدَ رَبِّكَ (آپ کے رب کے پاس سے) اس کی ملکیت وسلطنت میں۔ لِلْمُسْرِفِيْنَ (حد سے گزرنے والوں کے لئے) ان کو مسرفین فرمایا۔ جیسا کہ ان کو عادین کا لقب دیا۔ کیونکہ وہ اپنے عمل میں حد سے بڑھنے

والے اور زیادتی کی انتہاء تک پہنچنے والے تھے۔اس لئے کہ انہوں نے مباحات پر قناعت نہ کی۔

آیت ۳۵: فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِیْهَا (ہم نے سب کو وہاں سے علیحدہ کر دیا) یعنی بستی میں۔اس کے معروف ہونے کی وجہ سے بستی کا ذکر نہیں کیا۔ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (جتنے ایماندار تھے) یعنی حضرت لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے۔

آیت ۳۶: فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ (پھر سوائے مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر ہم نے نہیں پایا) یعنی سوائے لوط علیہ السلام کے اہل بیت کے۔

مَسْئَلَہ : اس میں دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہے۔کیونکہ یہاں ملائکہ نے انہی کو مؤمنین اور مسلمین دونوں القاب سے ذکر کیا ہے۔

آیت ۳۷: وَتَرَكْنَا فِیْهَآ (اور ہم نے اس واقعہ میں) ان بستیوں میں اٰیَةً لِّلَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ (ایسے لوگوں کے لئے عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں) ایسی علامت جس سے عبرت حاصل کی جاتی ہے اور وہ اس سے خوف محسوس کرتے ہیں۔وہ نہیں کہ جن کے دل سخت ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

بدبودار سیاہ پانی۔

نمونۂ عبرت:

آیت ۳۸: وَفِیْ مُوْسٰٓی (اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں عبرت ہے) اس کا عطف وفی الارض آیات پر ہے۔یا وترکنا فیھا ایۃ پر ہے۔اس صورت میں معنی یہ ہوگا وجعلنا فی موسٰی ایۃ (کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام میں نشانی بنائی) یہ اس مثال کے مطابق ہوگا۔علفتھا تبنا وماءً باردًا۔ اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (جبکہ ہم نے ان کو فرعون کے پاس ایک کھلی ہوئی دلیل دے کر بھیجا) سلطان مبین سے واضح حجت یعنی ید بیضاء اور عصا مراد ہیں۔

آیت ۳۹: فَتَوَلّٰى (پس اس نے سرتابی کی اور ایمان سے اعراض کیا) بِرُكْنِهٖ (بمع اپنے ارکان سلطنت کے) جن کے ساتھ وہ قوت حاصل کرتا تھا مثلاً لشکر و ملک۔ الرکن :جس کی طرف جھکاؤ ہو خواہ وہ مال و لشکر ہو۔ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (اور کہنے لگا یہ ساحر یا مجنون ہے)

ملامت کا معنی:

آیت ۴۰: فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَهُوَ مُلِیْمٌ (پس ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا۔اور اس نے کام بھی ملامت کا کیا تھا) ملیم یعنی وہ کفر و عناد والا قابل مذمت فعل کرنے والا تھا۔یہ ملیم ایک مقام پر سورۃ الصافات آیت ۱۴۲ میں فالتقمہ الحوت وھو ملیم استعمال ہوا۔مگر وہاں یہ معنی نہیں کیونکہ ملامت کے لوازم مختلف ہیں اور ان کے

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ

وہ جس چیز پر بھی گزرتی تھی اسے ایسی بنا دیتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور ثمود کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ان سے کہا گیا

تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ

کہ تھوڑے سے وقت تک نفع حاصل کر لو، سو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی، لہٰذا انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ

يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ

دیکھ رہے تھے، سو وہ کھڑے نہ ہو سکے اور نہ بدلہ لے سکے، اور ان سے پہلے نوح کی قوم کا ایسا ہی حال ہوا

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۲

بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔

مختلف ہونے سے ملامت کی مقدار میں بھی فرق ہوگا۔ کفر کا ارتکاب کرنے والا اپنے فعل کفر کی مقدار کے مطابق قابل ملامت ہے اور کبیرہ کا مرتکب کبیرہ گناہ کے مطابق اور صغیرہ کا صغیرہ کے مطابق اور لغزش کرنے والا اس کے مطابق (فتدبر)

نحو : یہ جملہ واؤ کے ساتھ فاخذناہ کی ضمیر سے حال ہے۔

خیر سے خالی ہوا:

آیت ۴۱: وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ (اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے۔ جبکہ ہم نے ان پر نامبارک آندھی بھیجی) عقیم وہ جس میں کوئی خیر بارش وغیرہ میں سے نہ تھی یا درختوں کو ثمر بار کرنے سے خالی تھی وہ ہلاکت کی ہوا تھی۔ اس کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے۔

قول اظہر:

سب سے ظاہر قول یہ ہے۔ کہ وہ دبور۔ پچھم کی ہوا تھی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ نصرت بالصبا واھلکت عاد بالدّبور۔ (رواہ احمد ۳۲۴۔ مسلم/۹۰۰)

تکذیب کے نتیجہ میں ہر چیز ریزہ ہوگئی:

آیت ۴۲: مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ (جس چیز پر گزرتی اس کو ایسا کر دیتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے) الرمیم: ہر وہ چیز جو ریزہ ریزہ ہو یعنی پرانی ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔ نمبر۲۔ خواہ وہ ہڈی ہو یا نبات یا اور

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ پیدا فرمایا اور بے شک ہم وسیع قدرت والے ہیں، اور زمین کو ہم نے فرش بنایا سو ہم اچھے بچھانے والے ہیں،

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ

اور ہر چیز سے ہم نے دو قسمیں بنائی ہیں تا کہ تم سمجھو، سو تم اللہ کی طرف دوڑو، بیشک میں تمہیں

مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰــهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾

اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں، اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار نہ دو بے شک میں تمہیں اسکی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں،

کوئی چیز مطلب یہ ہوا۔ کہ اس ہوا کا گزران کی جس چیز چوپائے' کھیتیاں' اموال پر ہوتا اس کو وہ تہس نہس کر دیتی۔

آیت ۴۳: وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ۔ (اور ثمود کے قصہ میں جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک برت لو)۔

آیت ۴۴: فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (پس ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی) اس کو بجالانے سے تکبر اختیار کیا۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ (پس ان کو عذاب نے آلیا) الصاعقہ: سے عذاب مراد ہے ہر مہلک عذاب کو صاعقة کہا جاتا ہے۔

قراءت: الصعقة علی نے پڑھا۔ فعلہ کا وزن ایک بار کیلئے آتا ہے۔ یہ مصدر ہے ای صعقتهم الصاعقة۔ ان کو عذاب نے پکڑ لیا یکبارگی پکڑنا۔ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ (اور وہ دیکھ رہے تھے) کیونکہ وہ دن کے وقت تھا جس کو وہ آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے تھے۔

آیت ۴۵: فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ (پس نہ تو وہ کھڑے ہی ہو سکے) یعنی بلکہ بھاگ گئے یا یہ عرب کے اس قول سے ہے۔ مایقوم به۔ جبکہ وہ کسی چیز کے دفع کرنے سے عاجز آ جائے۔ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ (اور نہ وہ بدلہ لے سکے) نہ وہ عذاب کو روک سکے۔ یا ان کو عذاب سے ہمارا مقابلہ ممکن نہ ہوا کیونکہ انتصار مقابلے کے لئے آتا ہے۔

آیت ۴۶: وَقَوْمَ نُوْحٍ (اور قوم نوح علیہ السلام) اے اهلكنا قوم نوح ہم نے قوم نوح کو ہلاک کر دیا۔ کیونکہ ماقبل اس فعل کے حذف پر دلالت کرتا ہے۔ یا نمبر ۲۔ اذکر فعل کا مفعول ہے۔

قراءت: ابو عمرو' علی' حمزہ' نے جر سے پڑھا ہے۔ ای وفی قوم نوح آیة۔ اور قراءت عبداللہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ وفی قوم نوح۔ مِّنْ قَبْلُ (ان سے پہلے) ان مذکورۃ الصدر لوگوں سے پہلے۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (وہ بڑے نافرمان لوگ تھے) فاسقین بمعنی کافرین ہے۔

آیت ۴۷: وَالسَّمَآءَ ۔ نحو: یہ بنینها باید جس فعل کی تفسیر کر رہا ہے اسکی وجہ سے منصوب ہے۔ ای بنینا السماء بنینها۔

بَنَیْنٰھَا بِاَیْدٍ (اور آسمان کو ہم نے قدرت سے بنایا) اَیْد : قوت وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (اور ہم وسیع القدرت ہیں) ضرور قدرت والے ہیں۔ یہ الوسع سے لیا گیا جس کا معنی طاقت ہے۔ الموسع۔ القوی علی الانفاق (جو خرچ کرنے میں قوی ہو) یا الموسعون ہم آسمان وزمین کے درمیان وسعت کرنے والے ہیں۔

آیت ۴۸: وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰھَا (اور ہم نے زمین کو فرش بنایا) ہم نے زمین کو پھیلایا اور بچھایا۔ نحو : الارض۔ فعل مضمر سے منصوب ہے۔ ای فرشنا الارض فرشنا ھا۔ یہ جملہ اس کی تفسیر ہے۔ فَنِعْمَ الْمٰھِدُوْنَ (پس ہم اچھے بچھانے والے ہیں)

ہر چیز میں متقبل چیزیں ہیں:

آیت ۴۹: وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ اور ہم نے ہر چیز کو حیوانات میں سے خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ (دو دو قسم کا بنایا) مذکر و مؤنث۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

آسمان وزمین، لیل، نہار، سورج، چاند، خشکی، تری، موت، زندگی پس انہوں نے بہت سی اشیاء کو شمار کیا۔ اور فرمایا ان میں سے ہر دو جوڑا (متضاد) اور ذات باری تعالیٰ وہ فرد بے مثل ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (تاکہ تم سمجھو) ہم نے یہ سب کیا یعنی آسمان کا بنانا، زمین کا بچھانا، ازواج کا پیدا کرنا، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور خالق کو پہچان کر اس کی عبادت کرو۔

آیت ۵۰: فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (تو تم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف دوڑو) نمبرا۔ یعنی شرک سے ایمان باللہ کی طرف آؤ۔ یا اطاعت شیطان کو چھوڑ کر۔ نمبر۲۔ طاعت رحمان اختیار کرو۔ نمبر۳۔ یا وہ چیز جو اس کی طرف لے جانے والی ہے۔ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (میں تمہارے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں)

آیت ۵۱: وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود مت قرار دو! میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں) انی لکم الایۃ کو دوبارہ تاکید کے لئے لائے۔ وعید کو طویل کرنا بلاغت کا قاعدہ ہے۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝۵۲ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ

اسی طرح اس سے پہلے ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جسے انہوں نے دیوانہ یا جادوگر نہ بتایا ہو، کیا وہ لوگ آپس میں اس بات کی وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ وہ

قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝۵۳ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝۵۴ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۵

سب سرکش لوگ ہیں سو آپ انکی طرف سے اعراض کیجئے کیونکہ آپ پر کوئی ملامت نہیں، اور نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝۵۶ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ

اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور یہ نہیں چاہتا

اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝۵۷ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝۵۸ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

کہ مجھے کھلائیں، بلا شبہ اللہ وہ ہے جو خوب رزق دینے والا ہے قوت والا ہے، نہایت ہی قوت والا ہے سو بیشک ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا

ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ۝۵۹ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

ان کے لئے عذاب کا بڑا حصہ ہے جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کا تھا، سو وہ مجھ سے جلدی نہ کریں، سو کافروں کے لئے بڑی خرابی ہے انکے

يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝۶۰ ع

اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

آیت ۵۲: كَذٰلِكَ (اسی طرح جو لوگ) یعنی معاملہ اسی طرح ہے۔ ذلك سے ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے اور ساحر و مجنون جیسے القاب دینے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر اس اجمال کی تفصیل اس ارشاد میں فرمائی۔ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں) ھم آپ کی قوم قریش۔ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا (ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا۔ جس کو انہوں نے نہ کہا ہو) کہ وہ سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (ساحر ہے یا مجنون) انہوں نے ان پر سحر یا جنون کا الزام اپنی جہالت کی بنیاد پر لگا دیا۔

ایک دوسرے کو وصیت تو نہیں کی اصل میں یہ سرکش ہیں:

آیت ۵۳: اَتَوَاصَوْا بِهٖ (کیا وہ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آتے تھے) ہٗ کی ضمیر قول کی طرف راجع ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے اتواصی الاولون والآخرون بھذا القول حتی قالوہ جمیعا متفقین علیہ۔ کیا اول و آخر اس بات کی وصیت کرتے چلے آئے یہاں تک کہ سب نے بالاتفاق یہ بات کہی۔ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (بلکہ یہ سب کے سب سرکش

لوگ تھے) یعنی انہوں نے وصیت تو نہ کی کیونکہ ان کی باہمی ملاقات ہی نہ ہوئی ۔ زمانے مختلف تھے ۔ بلکہ ایک علت نے ان کو جمع کر دیا اور وہ علت طغیان تھی اور سرکشی ہی اس بات پر آمادہ کرنے والی ہے ۔

آیت ۵۴: فَتَوَلَّ عَنْهُمْ (پس آپ ان کی طرف التفات نہ فرمائیں) پس ان سے اعراض فرمائیں جن کو بار بار دعوت دی جا چکی مگر انہوں نے عناد کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا ۔ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ (کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں) آپ نے جب پیغام رسالت پہنچا دیا تو اب اعراض سے آپ پر الزام نہ ہوگا آپ نے تو دعوت و تبلیغ میں امکانی جہد صرف کر ڈالی ۔

آیت ۵۵: وَّذَكِّرْ (اور سمجھاتے رہئے) قرآن سے نصیحت کرتے رہیں ۔ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو فائدہ دے گا) ان کے علم میں اضافہ ہوگا ۔

سیاق سے آیت خاص ہے:

آیت ۵۶: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (اور میں نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کیا کریں) العبادۃ کا حقیقی معنی مراد لیں تو پھر آیت عام نہ بنے گی ۔ بلکہ اس وقت اس سے مراد جن وانس میں سے مؤمن مراد ہونگے ۔ اس کی دلیل سیاق آیت ہے ۔ میری مراد یہ ہے وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین ۔ اور قراءت ابن عباس رضی اللہ عنہما وما خلقت الجن والانس من المؤمنین اس کی تائید کرتی ہے ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ درست نہیں کہ وہ ان لوگوں کو عبادت کے لئے پیدا کرے جن کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے ۔ کیونکہ جب ان کو عبادت کے لئے پیدا کیا اور عبادت ان سے چاہی تو اس ارادہ کا ظہور لازم ہے اور ادھر جب وہ ایمان نہ لائے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ جہنم کے لئے پیدا کیے گئے ہیں ۔ جیسا کہ فرمایا ۔ ولقد ذرأنا لجہنم کثیرًا من الجن والانس ۔ [الاعراف ۔ ۱۷۹]

ایک قول یہ ہے:

میں نے جن وانس کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے تاکہ میں ان کو عبادت کا حکم دوں ۔ یہ قول علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ۔ (الا لآمرھم بالعبادۃ)

ایک اور قول:

الا لیکونوا عبادًا لی ۔ مگر اس لئے تاکہ وہ میرے بندے بن جائیں ۔

بہترین توجیہ:

عبادت کا معنی توحید لیا جائے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے ۔ کہ کل عبادۃ فی القرآن فھی توحید کہ عبادت کا لفظ جہاں قرآن میں ہے وہاں توحید مراد ہے ۔ اور تمام اللہ تعالیٰ کو آخرت میں وحدہ لاشریک مان لیں گے ۔ جیسا کہ معلوم ہے

اور کافر بھی آخرت میں مؤمن موحد ہونے کا اقرار کریں گے۔جیسا کہ اس ارشاد الٰہی میں فرمایا۔ثم لم تکن فتنتهم الا ان قالوا و اللّٰہ ربنا ما کنا مشرکین [الانعام۔۲۳]

اگرچہ بعض نے دنیا میں شرک کیا لیکن دنیا کی مدت ابد کی بنسبت ایک دن سے بھی اقل قلیل ہے۔جو شخص غلام خرید لے اور کہے۔ما اشتریت الا للکتابة کان صادقا فی قوله۔ما اشتریته الا للکتابة اگرچہ وہ اس کی عمر غلامی میں کسی اور کام پر بھی لگائے۔گویا معتد بہ مدت جو کام کرایا جائے وہ کل سے محاورہ میں تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

آیت ۵۷: مَآ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ (میں ان سے رزق رسائی کی درخواست نہیں کرتا) میں نے ان کو اس لئے نہیں بنایا کہ وہ اپنے نفسوں کو رزق پہنچائیں۔یا میرے بندوں میں سے کسی کو رزق پہنچائیں۔ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ (کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں)

قولِ ثعلب نحوی:

ای یطعموا عبادی۔یہ اضافت تخصیص ہے۔جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں جو کہ حدیث قدسی ہے۔من اکرم مؤمنا فقدا کرمنی۔و من اذی مؤمنا فقد آذانی۔(فیض القدیر۔۸۵۱۷)

جس نے کسی مؤمن کا اکرام کیا اس نے میرا اکرام کیا اور جس نے کسی مؤمن کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی۔

آیت ۵۸: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ (اللہ تعالیٰ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے۔قوت والا نہایت ہی قوت والا ہے)القوة المتین (نہایت قوت والا) نحو:۔رفع کے ساتھ یہ ذو کی صفت ہے۔اعمش نے جر کے ساتھ پڑھا۔اور القوة کی صفت قرار دیا۔اقتدار کی تاویل پر ہے۔

اب ان ظالموں کی باری:

آیت ۵۹: فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (پس ان ظالموں کی) قریش مکہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تکذیب کا ظلم کیا۔ ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ (بھی باری ہے جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کی باری تھی) اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے ان کا حصہ ہے جیسا کہ ان کے ہم مثل ہلاک شدہ زمانوں والے کا۔

قول الزجاج:

الذنوب لغت میں حصہ کو کہتے ہیں۔ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ (پس یہ مجھ سے جلدی نہ طلب کریں) یعنی نزول عذاب میں۔ اس میں نضر اور اس کے ساتھیوں کا جواب ہے۔جب کہ انہوں نے جلد عذاب مانگا۔

آیت ۶۰: فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ (غرض ان کافروں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہے۔جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) جس کا وعدہ کیا گیا اس سے قیامت کا دن مراد ہے۔اور ایک قول یہ ہے بدر کا دن

مراد ہے۔
قراءت : یعقوب نے دونوں حالتوں میں یاء سے پڑھا ہے سہل نے وصل میں اس کی موافقت کی ہے اور باقی قراء نے ان کو لیعبدونی' ان یطعمونی' فلا یستعجلونی کو بغیر یاء پڑھا۔لیعبدون' ان یطعمون' فلا یستعجلون۔

الحمدللہ بقوتہ تتم الصالحات آج قبل العشاء تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الطور مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انچاس آیات اور دو ۲ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ① وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ② فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ③ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ④ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ⑤

قسم ہے طور کی اور کتاب مسطور کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہوئی ہے اور بیت معمور کی، اور سقف مرفوع کی،

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ⑥ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ⑦ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ⑧ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ⑨

اور بحر مسجور کی، بلا شبہ آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں، جس دن آسمان تھر تھرانے لگے گا

وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ⑩ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑪ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ⑫ يَوْمَ

اور پہاڑ چل پڑیں گے، سو اس دن بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے جو بیہودگی میں لگے رہتے ہیں، جس دن

يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ⑬ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ⑭

انہیں دوزخ کی آگ کی طرف دھکے دیئے جائیں گے، یہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے،

وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ

(قسم ہے طور کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے۔ اور بیت المعمور کی اور اونچی چھت کی اور دریائے شور کی جو پر ہے)

آیت ۱: وَالطُّوْرِ یہ وہ پہاڑ ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام بخشا گیا۔ یہ مدین میں ہے۔

آیت ۲: وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ قرآن مجید ہے۔ نکرہ لائے کیونکہ یہ تمام کتابوں میں مخصوص شان والی کتاب ہے۔ یا نمبر ۲۔ لوح محفوظ نمبر ۳۔ تورات۔

آیت ۳: فِيْ رَقٍّ اس سے صحیفہ مراد ہے یا نمبر ۲۔ وہ چمڑہ جس پر لکھا جائے۔ مَّنْشُوْرٍ کھلا ہوا جس پر مہر اختتام نہ ہو۔ یا چمکدار۔

فرشتوں کا کعبہ:

آیت ۴: وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وہ عبادت خانہ جو آسمان میں بیت اللہ کے سیدھ (برابری) میں ہے جس کا فرشتے طواف کرتے ہیں۔ کثرت زوار کی وجہ سے اس کو آباد گھر فرمایا۔ روایت میں ہے کہ ہر روز اس میں سے جو ستر ہزار ملائکہ طواف کر کے نکلتے ہیں۔

وقف لازم

ان کی دوبارہ باری نہ آئے گی۔ایک قول : کعبہ کا ہی نام ہے۔حجاج وعمار کی وجہ سے وہ ہروقت آباد ہے۔
آیت ۵: وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ آسمان مراد ہے عرش الٰہی مراد ہے۔
آیت ۶: وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ بھرا ہوا سمندر یا گرم کیا ہوا۔
نحو : اول واؤ قسم کے لئے ہے اور باقی عاطفہ ہیں اور جواب قسم ان عذاب ربك ہے۔
آیت ۷: اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ (بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور اترنے والا ہے) وہ عذاب جس سے کفار کو ڈرایا گیا ہے۔واقع۔اترنے کو کہتے ہیں۔

قولِ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اساریٔ بدر کے سلسلہ میں بات چیت کے لئے حاضر ہوا۔نماز فجر کے وقت میں پہنچا آپ سورۂ طور تلاوت فرما رہے تھے جب آپ اس آیت پر پہنچے ان عذاب ربك لواقع تو میں اس خوف سے مسلمان ہو گیا کہ کہیں عذاب اتر نہ پڑے۔صحیح کے اندر جو روایت آئی ہے اس میں صلاۃ المغرب کا ذکر ہے اور آیت ام خلقوا من غیر شیٔ ام هم الخالقون۔سنی تو میرا دل خوف سے اڑنے لگا۔[بحوالہ حاشیہ کشاف ۴/۴۰۹]
آیت ۸: مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ (کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا) اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔نحو : جملہ واقعٌ کی صفت ہے۔ای واقع غیر مدفوع اور لواقع یہ یوم کا عامل ہے۔تقدیر کلام یہ ہے ای یقع فی ذلك الیوم یا اذ کر یوم۔

منظرِ قیامت:

آیت ۹: يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا (جس روز آسمان تھرتھرانے لگے گا) چلنے والی چکی کی طرح گھومے گا۔
آیت ۱۰: وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا (اور پہاڑ ہٹ جائیں گے) ہوا میں بادلوں کی طرح چلیں گے۔کیونکہ وہ بکھرے ہوئے ریت کے ذرات بن جائیں گے۔

کافروں کی کمبختی کا دن:

آیت ۱۱: فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (تو اس روز جو لوگ جھٹلانے والے ہیں۔ان کی بڑی کم بختی آئے گی)
آیت ۱۲: الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ (جو مشغلہ میں بے ہودگی کے ساتھ لگ رہے ہیں) باطل وکذب کی مشغولیت میں داخل ہونا ان کا وطیرہ بن گیا۔دوسرے مقام پر فرمایا کنا نخوض مع الخائضین۔[المدثر۔۴۵]
آیت ۱۳: يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (جس روز ان کو جہنم کی آگ کی طرف دھکے دے دے کر لائیں گے) یہ یوم تمور سے بدل ہے۔الدع : زور سے دھکا دینا اور وہ اس طرح ہوگا۔کہ آگ کے مقررہ فرشتے ان کے ہاتھ گردنوں سے باندھ دیں گے اور

اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝۱۵ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ

کیا یہ جادو ہے یا تم نہیں دیکھتے، اس میں داخل ہو جاؤ صبر کرو یا نہ کرو برابر ہے

عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۶ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۝۱۷

تمہارے حق میں، تمہیں انہی اعمال کی جزا دی جائے گی جو تم کیا کرتے تھے۔ بے شک متقی لوگ باغوں میں اور نعمتوں میں ہونگے،

فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۱۸ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــــًٔـا بِمَا

جو کچھ ان کے رب نے انہیں دیا ہوگا خوشی کے ساتھ اس میں مشغول ہوں گے، اور ان کا رب انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا، کھاؤ اور پیو مبارک طریقہ پر ان اعمال

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۹ مُتَّكِـــِٕيْنَ عَلٰي سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝۲۰

کے بدلہ جو تم کیا کرتے تھے، یہ لوگ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جو برابر بچھے ہوئے ہوں گے، اور ہم گورے رنگ والی بڑی آنکھوں والی عورتوں سے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّــتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ

ان کا بیاہ کرادیں گے، اور جو لوگ ایمان لائے اور انکی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کیا تو ہم انکی ذریت کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں

مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِی ٔۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝۲۱

سے کوئی چیز بھی کم نہیں کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے محبوس ہوگا،

پیشانیوں اور قدموں کو جکڑ کر اکٹھا کر دیں گے۔ پھر چہروں کے بل ان کو جہنم کی طرف دھکیل کر لے جائیں گے۔ پس ان کو کہا جائے گا۔

آیت ۱۴: هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) دنیا میں۔

آیت ۱۵: اَفَسِحْرٌ هٰذَآ (کیا یہ سحر ہے) نحو: هٰذَا مبتداء۔ اسحر اس کی خبر ہے۔ یعنی تم وحی کو سحر کہتے ہو۔ کیا یہ جادو ہے؟ مراد یہ ہے کیا یہ مصداق بھی جادو ہے؟ اسی وجہ سے فاء کو اس پر داخل کیا۔ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ (یا یہ کہ تم کو نظر نہیں آتا) جیسا کہ تم دنیا میں نہ دیکھتے تھے۔ یعنی کیا تم جس کے متعلق خبر دی گئی ہے اس سے اندھے ہو جیسا کہ خبر سے اندھے تھے؟ یہ توبیخ و ڈانٹ ہے۔ أفسحر کا استفہام انکاری ہے۔

عذاب پر صبر تو سزا ہے:

آیت ۱۶: اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ (اس میں داخل ہو پھر سہار کرنا یا نہ کرنا تمہارے حق میں برابر ہے) سواء کی خبر محذوف ہے ای علیکم الامران الصبر و عدمہ۔ بعض نے اس کا عکس کہا ہے۔ اور استواء الصبر و عدمہ

کی اس قول سے تعلیل بیان کی کہ اعمال کی سزا تو ضرور ملنی ہی ہے۔ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تمہیں انہی اعمال کی جزاء دی جائے گی جو تم کیا کرتے تھے) یہ تعلیل ہے۔ کیونکہ صبر کو جزع فزع پر یہ مرتبہ حاصل ہے کہ صبر کا بدلہ یہ ہے کہ صابر کو بہتر بدلہ ملتا ہے۔ باقی عذاب پر صبر جو کہ سزا ہے اس کا کوئی انجام نہیں اور نہ فائدہ ہے۔ اور جزع میں اس کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ فائدہ۔

متقین کا بدلہ:

آیت ۱۷: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ (متقی لوگ بلاشبہ بہشت کے باغوں اور سامان عیش میں ہونگے) جنات کی تنوین تعظیم کیلئے ہے کیا خوب باغات میں و نعیم۔ کیا خوب نعمتوں میں ہونگے جو اپنی صفات میں کامل ہیں۔ یا ایسے باغات اور نعمتیں جو متقین کے ساتھ مخصوص ہونگی۔ جو انہی کیلئے پیدا کی گئیں ہیں۔

آیت ۱۸: فٰكِهِيْنَ (وہ خوش دل ہونگے) نحو: یہ ظرف کی ضمیر سے حال ہے اور ظرف خبر ہے۔ ای متلذذین اس حال میں کہ وہ لذت حاصل کرنے والے ہونگے۔ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ (جو چیزیں ان کو ان کے رب نے دی ہونگی) وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ (اور ان کا رب ان کو محفوظ رکھے گا) نحو: اس کا عطف فی جناتٍ پر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ان المتقین استقروا فی جنات و وقاھم ربھم۔ نمبر۲۔ آتاھم ربھم پر اس کا عطف ہے۔ اس صورت میں ما مصدریہ ہے۔ معنی یہ ہوگا۔ وہ لذت اندوز ہونے والے ہونگے۔ اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتیں دی ہیں اور اس سبب سے کہ ان کو جہنم کے عذاب سے بچایا ہے۔ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (دوزخ کا عذاب) نمبر۳۔ واؤ حالیہ قرار دیں اور اس کے بعد قد مضمر ہے۔

آیت ۱۹: کہا جائے گا۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے اعمال کے بدلہ میں) کھاؤ و پیو کھانا اور پینا خوشگوار۔ نمبر۲۔ کلوا طعامًا و اشربوا شرابا ھنیئا۔ کھانے والی اور پینے والی چیزیں مزے سے کھاؤ۔ ھنیئا اس کھانے کو کہتے ہیں جس میں ناگواری نہ ہو۔

آیت ۲۰: مُتَّكِـِٕيْنَ (وہ تکیہ لگائے ہوئے) نحو: یہ کلوا واشربوا کی ضمیر سے حال ہے۔ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ (برابر برابر بچھائے ہوئے تختوں پر ہونگے) سرر جمع سریرٌ کی ہے۔ مصفوفۃ: ایک دوسرے سے متصل۔ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (اور ہم کشادہ چشم گوریوں یعنی حوروں سے ان کا جوڑ لگا دیں گے) زوجنا کا معنی جوڑ لگانا۔ حور جمع حوراء کی ہے۔ عین بڑی آنکھوں والی ہونا یہ ان کا حسن ہے۔

اولاد کا آباء سے ملنا:

آیت ۲۱: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور جو لوگ ایمان لائے) نحو: یہ مبتدأ ہے اور الحقنا بھم اس کی خبر ہے۔ وَاتَّبَعَتْهُمْ (اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا)

قراءت: ابوعمرو نے واتبعناھم پڑھا ہے۔ ذُرِّيَّتُهُمْ (ان کی اولاد نے) بِاِيْمَانٍ ۔ نحو: یہ فاعل سے حال ہے۔

اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کردیں گے) یعنی اولاد کو اس کے ایمان اور اعمال صالحہ کے سبب سے ان کے آباء کے ساتھ درجات میں ملادیں گے۔ خواہ اولاد کے اعمال اپنے آباء سے کم ہوں۔

ایک قول یہ ہے:

اولاد اگرچہ وہ کسی مقام پر نہ پہنچے ہوں۔ کہ ان کا ایمان استدلالی ہو۔ انہوں نے وہ ایمان تقلیدی اختیار کیا ہو وہ بھی اپنے آباء کے ساتھ مل جائیں گے۔

قراءت: مدنی نے ذریاتهم اور ذریتُهم پڑھا۔ ابوعمرو نے ذریاتِهم و ذریاتِهم پڑھا۔ شامی نے ذرّیاتُهم ذرّیاتِهم پڑھا۔

وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (اور ہم ان کے عمل میں سے بھی کچھ کم نہ کریں گے) یعنی ان کے ثواب اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔

قراءت: مکی نے اَلِتناهم پڑھا یہ اَلَت یالِتُ اور اَلِتَ یَاْلَتُ دونوں لغات ہیں۔

نحو: پہلا مِنْ یہ التناهم کے متعلق ہے اور دوسرا زائدہ ہے۔

كُلُّ امْرِئٍ ۭبِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ (ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس ہوگا) رھین یہ مرہون کے معنی میں ہے۔ پس مؤمن کا نفس اپنے اعمال کے بدلے رہن رکھا ہوا ہے پس اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا

اور ہم ان کو میوے اور گوشت بڑھا کر دیتے رہیں گے جس کی انہیں خواہش ہوگی، وہ اس میں جام کی چھینا جھپٹی کریں گے، نہ اس میں کوئی لغو بات ہوگی اور نہ

تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

کوئی گناہ کی بات، اور ایسے لڑکے ان کے پاس آتے جاتے رہیں گے گویا کہ وہ چھپے ہوئے موتی ہیں، اور یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ

سوال کریں گے، وہ کہیں گے کہ بے شک ہم پہلے اپنے اہل وعیال میں رہتے ہوئے ڈرتے تھے سو اللہ نے ہم پر

عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۖ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ ع ۲۸

احسان فرمایا اور ہمیں دوزخ سے بچالیا بلاشبہ ہم پہلے اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے، بے شک وہ بڑا محسن ہے مہربان ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ

سو آپ سمجھاتے رہیں کہ کیونکہ آپ بفضلہ تعالیٰ نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے

بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾

ہم اس کی موت کے حادثہ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ فرما دیجئے انتظار میں رہو سو بے شک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں،

نظار ہائے جنت:

آیت ۲۲: وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (اور ہم ان کو میوہ اور گوشت جس قسم کا مرغوب ہو روز افزوں دیتے رہیں گے) امددنا کا معنی وقتاً فوقتاً بڑھانا ہے۔ مما یشتھون۔ اگرچہ وہ اپنی طرف سے تجویز نہ بھی کریں۔

آیت ۲۳: يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا (اور وہ شراب بھرے پیالوں کی چھینا جھپٹی بھی کریں گے) کاسًا خمراً: ام شراب۔ وہ اپنے مجلس والوں اور اقرباء کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاتھ سے سرور میں چھین جھپٹ کریں گے۔ لَّا لَغْوٌ فِيْهَا (اس میں نہ بک بک ہوگی) اس شراب کے پینے میں۔ وَلَا تَاْثِيْمٌ (اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی) ان کے مابین لغو بات نہ چلے گی باطل بات وہاں نہ ہوگی اور نہ ایسی بات ہوگی جس میں گناہ ہو۔ اگر ایسا کام کہ اگر وہ دارالتکلیف میں کرتا تو گناہ ہوتا جیسے جھوٹ۔ گالم گلوچ جیسے شرابی کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی عقلیں قائم ہونگی اور وہ حکمت اور عمدہ کلام کرنے والے ہونگے۔

قراءت: لا لغوا فیها و لا تاثیمَ۔ مکی و بصری نے پڑھا ہے۔

آیت ۲۴: وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ (اوران کے پاس ایسے لڑکے آتے جاتے ہونگے) غلام۔ لَّهُمْ (جوانہی کے ساتھ مخصوص ہونگے) كَاَنَّهُمْ (گویا کہ وہ) اپنی سفیدی اور صفائی کی وجہ سے۔ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں) نمبرا۔ سیپ میں کیونکہ جب یہ موتی تر ہوتا ہے تو زیادہ خوبصورت اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ مکنونٌ مخزون کے معنی میں خزانہ میں جمع شدہ۔ کیونکہ انتہائی قیمتی چیز کو خزانہ میں رکھا جاتا ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا۔ ان ادنی اهل الجنة الحديث سب سے کم درجہ جنتی خدام کو آواز دے گا تو ایک آواز پر ایک ہزار لبیک لبیک کہتے ہوئے اس کے دروازے پر حاضر ہو جائیں گے۔ (ثعلبی۔ حاشیہ کشاف)

آیت ۲۵: وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ ایک دوسرے سے حالات دریافت کریں گے اور وہ اعمال پوچھیں گے جن کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ درجات پانے کا مستحق بنا)

دُنیا میں رحمت کے چھن جانے کا خطرہ تھا:

آیت ۲۶: قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ (وہ کہیں گے۔ ہم اس سے پہلے) دنیا کی زندگی میں۔ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ (اپنے گھر میں بہت ڈرا کرتے تھے) نمبرا۔ مشفقین۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت سے ہمارے دل نرم تھے۔ یا نمبر۲۔ ایمان کے کھینچ اور فوت ہو جانے اور رحمت کے چھن جانے کا ڈر رکھتے تھے۔ نمبر۳۔ نیکیوں کے مسترد ہو جانے اور گناہوں کے بدلے پکڑ لیے جانے سے ڈرتے تھے۔

آیت ۲۷: فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا (پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا) مغفرت و رحمت کے ساتھ۔ وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا) السموم ایسی گرم ہوا جو مسامات میں داخل ہو جائے۔ جہنم کی آگ کو یہ نام دیا گیا کیونکہ وہ بھی مسامات میں داخل ہو جائے گی۔

آیت ۲۸: اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ (ہم اس سے پہلے) اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کی بارگاہ میں پہنچنے سے پہلے یعنی دنیا میں۔ نَدْعُوْهُ (اسی سے دعائیں مانگا کرتے تھے) اسی کی عبادت کرتے اور اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرتے تھے اور اسی سے جہنم سے بچنے کا سوال کرتے تھے۔ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (وہ بڑا محسن و مہربان ہے) البر :محسن الرحیم :ایسی عظیم رحمت والا کہ جب اس کی عبادت کی جائے تو وہ بدلہ دیتا ہے۔ جب اس سے سوال کیا جائے تو قبولیت بخشتا ہے۔

قراءت: اَنَّهٗ فتحہ کے ساتھ مدنی، علی نے پڑھا ہے۔ باء کو محذوف یا لام کو محذوف مانا ہے۔ بانهٗ او لانّه۔

آیت ۲۹: فَذَكِّرْ (پس آپ سمجھاتے رہیں) لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہیے۔

نبوت اور عقل سلیم کا انعام:

فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ (کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے) نعمت رحمت کے معنی میں ہے۔ اور وہ انعام جو نبوت کی صورت اور عقل سلیم کے انداز میں ہے۔ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ (نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں) جیسا کہ کفار مکہ کا خیال ہے۔

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

کیا انکی عقلیں انہیں اس کا حکم دے رہی ہیں یا یہ ایسے لوگ ہیں جو سرکش ہیں، کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے بات بنالی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے،

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ

سو اس طرح کا کوئی اور کلام لے آئیں اگر سچے ہیں، کیا وہ کسی خالق کے بغیر پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود پیدا

الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ

کرنے والے ہیں کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے، کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں

اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ

یا یہ لوگ غلبہ والے ہیں یا کیا انکے پاس کوئی زینہ ہے جس سے باتیں سنتے ہیں سو ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل

مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾

لے آئے کیا اسکے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں، کیا آپ ان سے کسی معاوضہ کا سوال کرتے ہیں سو وہ تاوان سے گراں بار ہو رہے ہیں،

نحو : یہ موضع حال میں ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ لست کاهنًا و لا مجنونا ملتبسا بنعمة ربك۔ آپ نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون بلکہ اپنے رب کی نعمت کے ساتھ ملتبس ہیں۔

آیت ۳۰: اَمْ يَقُوْلُوْنَ (کیا وہ یہ کہتے ہیں) شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (کہ یہ شاعر ہے اور ہم ان پر حادثہ موت کے منتظر ہیں) ریب المنون۔ حوادثِ زمانہ یعنی ہم اس کے متعلق مصائب زمانہ کے منتظر ہیں جن کا شکار ہو کر یہ ہلاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ اس سے پہلے شعراء ہلاک ہوئے۔ مثلاً زہیر' نابغہ وغیرہ۔ ام۔ اس آیت کی ابتداء میں منقطعہ ہے اور اس کا معنی بل ہے۔ اور ہمزہ اس پر لائی گئی ہے۔

آیت ۳۱: قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ (آپ کہہ دیجئے۔ تم لوگ انتظار کرتے ہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں) میں تمہاری ہلاکت کا منتظر ہوں جیسا تم میری ہلاکت کے منتظر ہو۔

یہ عقل ہے یا شرارت:

آیت ۳۲: اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ (کیا ان کی عقلیں ان کو اس بات کی تعلیم دیتی ہیں) احلام: عقول۔ بِهٰذَآ (اس متناقض بات کا) کہ کبھی کاہن' کبھی شاعر اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مجنون ہے۔ اور قریش اپنے کو اهل الاحلام و النهٰى۔ صاحبان عقل و دانش کہلواتے تھے۔ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (یا یہ شریر لوگ ہی ہیں) کہ جو ظہورِ حق کے باوجود عناد کی حدود کو پھاندنے والے ہیں۔

بلاغت: امر کا اسناد احلام کی طرف اسناد مجازی ہے۔

آیت ۳۳: اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ تَقَوَّلَهٗ (یہ بھی کہتے ہیں کہ اس قرآن کو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گھڑ کر بنا لیا ہے۔

بَلۡ (بلکہ) یعنی معاملہ اس طرح نہیں جیسا انہوں نے خیال کر لیا ہے۔ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ (یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے) اپنے کفر وعناد کی وجہ سے یہ طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے قول کا بطلان ظاہر و باہر ہے اور نہ ہی آپ گھڑنے والے ہیں' اہل عرب کے اس سے عاجز ہونے کی بناء پر۔ حالانکہ محمد ﷺ تو عرب میں سے ایک ہیں۔

آیت ۳۴: فَلۡيَاۡتُوۡا بِحَدِيۡثٍ (تو یہ بھی اس جیسا کلام گھڑ کر لے آئیں) مِّثۡلِهٖۤ (جو قرآن جیسا ہو) اِنۡ كَانُوۡا صٰدِقِيۡنَ (اگر وہ سچے ہیں) اس بات میں کہ محمدؐ نے اپنی طرف سے اس کو گھڑ لیا۔ لیکن محمد ﷺ بھی ان کے اہل زبان ہیں اور وہ فصحائے عرب ہیں (پھر یہ بقول ان کے گھڑ لائے تو وہ کیوں نہیں لاتے)

آیت ۳۵: اَمۡ خُلِقُوۡا (کیا یہ لوگ پیدا کیے گئے) کیا ان کو پیدا کیا گیا اور ان کا اندازہ اس فطرت کے مطابق لگایا گیا جس پر یہ ہیں۔

بلا مقصد:

مِنۡ غَيۡرِ شَىۡءٍ (کسی خالق کے بغیر خود بخود) کسی اندازہ کرنے والے کے بغیر اَمۡ هُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ (یا یہ خود اپنے خالق ہیں) یا یہ وہ لوگ ہیں۔ جنھوں نے اپنے کو اس طرح پیدا کیا کہ وہ خالق کی عبادت نہ کریں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ بلا خالق بنایا:

کیا ان کو بغیر جزاء وسزا کے مقصد کے یونہی بیکار پیدا کیا گیا۔ کیا وہ خود خالق ہیں کہ حکم پر چلنے کو تیار نہیں۔

آیت ۳۶: اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ (یا انہوں نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے) پس اس لئے وہ ان کے خالق کی عبادت نہیں کرتے۔ بَلۡ لَّا يُوۡقِنُوۡنَ (بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے) یعنی آیات میں غور وفکر نہیں کرتے کہ جس سے اپنے خالق کو اور آسمان وزمین کے خالق کو جان لیتے۔

یہ تو نہ خزائن کے مالک' نہ مدبر:

آیت ۳۷: اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّكَ (کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں) یعنی نبوت' رزق وغیرہ۔ پس وہ اس میں جس کو چاہیں جو چاہیں عطا کریں۔ اَمۡ هُمُ الۡمُصَۜيۡطِرُوۡنَ (یا یہ لوگ حاکم ہیں) غلبہ والے ہیں کہ ربوبیت کے معاملات کی تدبیر جس سے کریں اور معاملات کو اپنی مرضی کے مطابق چلائیں۔

قراءت: مسیطرون۔ شامی و مکی نے پڑھا ہے۔

آیت ۳۸: اَمۡ لَهُمۡ سُلَّمٌ (کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے) جو گڑی ہوئی ہے کہ جس سے آسمان پر یہ چڑھ جائیں گے۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤١﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کیا ان کے پاس غیب ہے جسے لکھ لیتے ہیں ، کیا وہ لوگ کسی برائی کا ارادہ رکھتے ہیں سو جن لوگوں نے کفر کیا وہ

هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٣﴾

خود ہی برائی میں گرفتار ہوں گے کیاان کا کوئی معبود ہے اللہ کے سوا، اللہ پاک ہے اس چیز سے جو شرک کرتے ہیں۔

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ

اور اگر آسمان سے کسی ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آرہا ہے تو کہیں گے کہ یہ تو تہ بتہ جما ہوا بادل ہے، سو آپ انہیں چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملاقات کریں

الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾ ؕ وَاِنَّ

جس میں وہ بے ہوش ہو جائیں گے، جس دن انکی کوئی تدبیر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور انکی کچھ بھی مدد نہ کی جائے گی، اور بلا شبہ

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ

جن لوگوں نے ظلم کیا انکے لئے عذاب ہے اس سے پہلے، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے اور آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر کیجئے

فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾ ع

سو بے شک آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور جس وقت آپ کھڑے ہوتے ہیں اپنے رب کی تسبیح اور حمد کیجئے اور رات کے حصہ میں بھی انکی تسبیح بیان کی جائے اور ستاروں کے چھپنے کے بعد بھی۔

يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ (جس پر چڑھ کر باتیں سن لیا کرتے ہیں) ملائکہ کا کلام اور جو علم غیب کی باتیں وحی کے ذریعہ بھیجی جاتی ہے۔ تا کہ ان کو آئندہ ہونے والے حالات کا علم ہو جائے کہ ان کی ہلاکت سے پہلے کس کی ہلاکت ہے۔ اور آخرت میں کامیابی انہوں نے لکھوار کھی ہیں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میسر نہ ہوگی جیسا کہ ان کا زعم و وہم ہے۔

قول الزجاج رحمۃ اللہ علیہ:

يستمعون فيه میں فی علیٰ کے معنی میں ہے۔ وہ اس پر کان لگائیں۔ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (اگر ایسا ہے تو ان میں جو آسمانی باتیں سننے کا مدعی ہے۔ وہ صاف دلیل پیش کرلے) جو اس کے استماع کے لئے حجت ہو۔

آیت ۳۹: اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں) پھر ان کی حماقت ذکر کی کہ وہ کہلاتے تو بڑے عقل مند ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی چیز کا چناؤ کیا جس کو خود اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔

آیت ۴۰: اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ (کیا آپ ان سے کوئی معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم

ہوتا ہے) اجر سے تبلیغ وانذار پر بدلہ۔ المغرم: چٹی۔ انسان اپنے اوپر ایسی شی لازم کرے جو اس پر لازم نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان پر بھاری چٹی لازم آ گئی جس نے ان کو بوجھل کر دیا اور آپ کی اتباع سے ایک جانب لا کھڑا کیا۔

آیت ۴۱: اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ (کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے۔ کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں) الغیب سے یہاں لوح محفوظ۔ یکتبون سے مراد جو کچھ اس میں اندراج ہے۔ یہاں تک کہ وہ کہنے لگ گئے ہم اٹھائے نہ جائیں گے اور اگر ہم اٹھائے گئے تو ہمیں عذاب نہ ہوگا۔

وبال ومکر خود ان کی طرف لوٹے گا:

آیت ۴۲: اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا (کیا یہ لوگ کچھ برائی کا ارادہ رکھتے ہیں) اور وہ ان کی تدابیر جو دارالندوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور مؤمنین کے متعلق آئے روز کرتے رہتے تھے۔ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ (پس یہ کافر خود اس برائی میں گرفتار ہونگے) اس میں اشارہ تو کفار مکہ کی طرف ہے اور مراد ہر اللہ تعالیٰ کا منکر ہے۔ مکیدون کا مطلب یہ ہے کہ وبال مکران پر لوٹ کر رہے گا اور ان کا مکران پر گرے گا اور وہ اس طرح ہوا کہ بدر میں مارے گئے۔ یا تدابیر ناکام کر دیں گئیں۔ کید یہ کایدتہ فکدتہ سے لیا گیا ہے۔

آیت ۴۳: اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ (کیا اللہ تعالیٰ کے سواء ان کا کوئی اور معبود ہے) جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے گا۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے)

سرکشی وعناد میں انتہاء کو پہنچ گئے:

آیت ۴۴: وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ (اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آ رہا ہے۔ تو کہیں گے یہ تو تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے) الکسف: ٹکڑا۔ یہ کفار کے اس قول کا جواب ہے۔ او تسقط السماء كما زعمت علينا كسفا۔ [الاسراء۔۹۲] مراد یہ ہے کہ اگر ہم ان کے سروں پر آسمان کا ٹکڑا بھی گرا دیں۔ تو ان کی سرکشی اور عناد اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ وہ اس کو بادل کہہ ڈالیں گے۔ مَّرْكُوْمٌ (تہ بہ تہ) وہ اس کو آسمان کا ٹکڑا تسلیم نہ کریں گے۔ جو کہ ان پر عذاب کی وجہ سے گرا ہے۔

آیت ۴۵: فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ (تو آپ ان کو رہنے دیجئے۔ یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ ہو جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے)

قراءت: عاصم وشامی نے يُصعقون ضمہ یاء سے پڑھا۔ جبکہ باقی قراء نے یاء کا فتحہ پڑھا۔ کہا جاتا ہے۔ صعقهٗ فصعق۔ اس کو بے ہوش کیا پس وہ بے ہوش ہو گیا اور یہ نفخۂ اولیٰ کے وقت جو کہ نفخۂ صعق ہے۔

آیت ۴۶: يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (جس روز ان کی تدابیر ان کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور

نہ ان کی مدد کی جائے گی)

بدر کا قتل یا عذابِ قبر:

آیت ۴۷: وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (اوران ظالموں کے لئے) عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ (قبل اس کے اور عذاب بھی ہونے والا ہے) قیامت کے عذاب کے علاوہ۔ اور وہ بدر میں قتل ہونا ہے۔ اور سات سال کا قحط اور عذابِ قبر۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن ان میں سے اکثر کو یہ معلوم نہیں)

آیت ۴۸: پھران پر عذاب آنے تک صبر کی تلقین فرمائی۔ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (اور آپ اپنے رب کی اس تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیے) کہ ان کو مہلت دے رکھی ہے اور آپ کو مشقتیں پہنچ رہی ہیں۔ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (آپ ہماری حفاظت میں ہیں) یعنی ہم آپ کو دیکھتے اور آپ کی حفاظت کرتے ہیں اور اعین جمع عین کی ہے کیونکہ ضمیر لفظ جماعت سے تاء لاتے ہیں۔ کیا دوسرے مقام پر نہیں دیکھتے ہو۔ ولتصنع علی عینی۔ مفرد لائے ضمیر بھی مفرد۔ [طہ۔۳۹]

نیند سے بیدار ہو کر اس کی تسبیح کریں:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ (اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید اٹھتے وقت کیا کریں) جب نماز کے لئے اٹھیں۔ اور یہ وہی ہے جو تکبیر تحریمہ کے بعد کہا جاتا ہے۔ سبحانك اللھم وبحمدك یا نمبر۲۔ جس جگہ سے بھی آپ اٹھیں تو تسبیح وتحمید کریں۔ نمبر۳۔ نیند سے بیدار ہوں تو تسبیح وتحمید کریں۔

آیت ۴۹: وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (اور رات میں بھی اس کی تسبیح کریں اور ستاروں سے پیچھے بھی) جب کہ ستارے رات کے آخری حصہ میں چلے جائیں۔

قراءت: و اِدبار زیر سے پڑھا۔ یعنی ستاروں کے پیچھے اور ان کے آثار جب غروب ہو جائیں۔

المراد: یہاں ان کلمات کے کہنے کا حکم دیتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ ان اوقات میں۔

ایک قول یہ ہے:

التسبیح سے مراد نماز ہے جبکہ آدمی نیند سے بیدار ہو۔ اور ومن اللیل سے مغرب وعشاء کی نمازیں اور ادبار النجوم سے نماز فجر مراد ہے۔

الحمد للہ نماز عشاء کے بعد تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ النجم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسکی باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ② وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ③ اِنْ هُوَ اِلَّا

قسم ہے ستاروں کی جب وہ غروب ہونے لگے تمہارا ساتھی نہ راہ سے بھٹکا ہے اور نہ غلط راستہ پر پڑا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتا وہ نہیں ہے مگر

وَحْيٌ يُّوْحٰى ④ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ⑤ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ⑥ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ⑦

جو وحی کی جاتی ہے اس کو سکھایا ہے بڑے طاقت والے نے وہ طاقتور ہے پھر وہ اصلی صورت میں نمودار ہوا اور وہ بلند کنارہ پر تھا

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ⑧ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ⑨ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ⑩ مَا

پھر وہ اس حال میں تھا کہ دونوں کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا پھر اللہ نے اپنے بندہ کی طرف وحی نازل فرمائی جو نازل کرنی تھی دل

كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬

نے جو کچھ دیکھا اس میں غلطی نہیں کی کیا تم اس سے اس چیز میں جھگڑتے ہو جو کچھ اس نے دیکھا اور یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اس کو ایک بار اور دیکھا

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ⑮ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ⑯

سدرۃ المنتہیٰ کے قریب اس کے قریب جنۃ الماویٰ ہے جبکہ سدرۃ المنتہیٰ کو وہ چیزیں ڈھانپ رہی تھیں جنہوں نے ڈھانپ رکھا تھا

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱

نہ تو نگاہ ہٹی نہ بڑھی یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○

(قسم ہے۔ ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے نہ راہ سے بھٹکے اور نہ غلط رستے ہوئے۔ اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے)

آیت۱: وَالنَّجْمِ نمبر۱۔ ثریا ستاروں کی قسم اٹھائی۔ نمبر۲۔ جنس نجوم کی۔ اِذَا هَوٰى جب غروب ہو۔ نمبر۲۔ جب قیامت کے دن ٹوٹ کر بکھر جائے۔

وہ سیدی راہ پر نہ کہ ضلالت میں:

آیت۲: مَا ضَلَّ اور میانہ روی سے نہیں بھٹکے۔ یہ جواب قسم ہے۔ صَاحِبُكُمْ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کم سے قریش مکہ سے مراد وَمَا غَوٰى اور باطل کی اتباع میں وہ غلط راستے پر نہیں چلے۔ الضلال یہ الھدٰی کی ضد ہے۔ اور الغی یہ الرشد کی۔ مطلب یہ ہوا۔ وہ سیدھا راہ پانے والے ہیں وہ اس طرح نہیں جیسا کہ تم اپنے خیال کے مطابق ان کی نسبت ضلالت و غوایت کی طرف کر رہے ہو۔

آیت۳: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (وہ اپنی خواہش سے نہیں کلام کرتے)۔

آیت۴: اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی گئی ہے) جو تمہیں وہ قرآن میں سے دیں وہ ایسی بات نہیں جو اپنی رائے اور خواہش سے صادر ہونے والی ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

ایک دلیل:

اس آیت سے ان لوگوں نے حجت بنائی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے متعلق اجتہاد کو جائز نہیں رکھتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اجتہاد میسر فرمایا اور اس پر ان کو باقی رکھا تو وہ وحی کی طرح ہے۔ اور اپنی خواہش کی گفتگو نہیں۔

طاقتور فرشتہ جبرئیل علیہ السلام:

آیت۵: عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى (ان کو ایک بڑے طاقتور نے تعلیم دی) علمہ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا۔ شدید القوی۔ طاقتور فرشتہ اس میں اضافت غیر حقیقی ہے۔ کیونکہ وہ صفت مشبہ کی اضافت فاعل کی طرف ہے۔ اور مراد اس سے جبرئیل علیہ السلام ہیں جمہور کا قول یہی ہے اور اس کی قوت کا حال یہ ہے۔ کہ انہوں نے ماء اسود سے قوم لوط کی بستیوں کو اکھاڑ کر اپنے ایک پر کے کنارے پر اٹھا کر پلٹ دیا اور ایک چیخ ماری جس سے قوم ثمود اوندھے منہ گر کر ہلاک ہوگئے۔

جبرئیل علیہ السلام کا اصلی صورت میں ظاہر ہونا:

آیت۶: ذُوْ مِرَّةٍ (جو پیدائشی طاقتور ہے) خوبصورت ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ فَاسْتَوٰى (نمودار ہوا) وہ اپنی حقیقی صورت میں نمودار ہوا۔ صورت مثالیہ میں نہیں جبکہ وہ وحی لے کر آتے تھے تو حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں آتے۔ اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا کہ جبرئیل کو اس کی اصلی صورت میں دیکھیں۔ پس

جبرئیل علیہ السلام آسمان کے بلند کنارے میں نمودار ہوئے اور وہ مشرقی کنارہ تھا پس افق کو بھر دیا۔
ایک قول یہ ہے : کسی بھی پیغمبر علیہم الصلوات والسلام نے ان کو اصلی صورت میں نہیں دیکھا سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ نے بھی دو مرتبہ ان کو اصلی صورت میں دیکھا۔ ایک مرتبہ زمین پر اور دوسری مرتبہ آسمانوں پر۔
آیت ۷: وَهُوَ (اور وہ) یعنی جبرائیل علیہ السلام بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی (اس وقت آسمان کے بلند ترین کنارے پر تھا) مشرقی کنارہ۔
آیت ۸: ثُمَّ دَنَا (پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا) یعنی جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ فَتَدَلّٰی (پھر اور قریب آیا) قرب ونزدیکی میں بڑھ گیا۔ التدلی۔ کسی چیز کے قریب اترنا۔

بہتر قریب تر:

آیت ۹: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ (پس دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم) یعنی عربی کمانوں کی مقدار۔ یہاں اندازے کمانوں سے اور نیزے اور کوڑے، بازو اور دونوں کھلے بازوؤں سے بیان کیا جاتا ہے۔ جیسا حدیث میں فرمایا۔ لا صلاة الى ان ترتفع الشمس مقدار رمحين اور دوسری روایت میں ہے لقاب قوس احدكم من الجنة وموضع قده خير من الدنيا وما فيها۔ رواہ البخاری۔ ۲۷۹۳۔ القد کوڑا۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ فكان مقدار مسافة قربه مثل قاب قوسين۔ پس قرب کا مقدار فاصلہ دو کمانوں کی مقدار تھا۔ پس ان مضافات کو حذف کر دیا۔
اَوْ اَدْنٰی (یا اس سے بھی زیادہ قریب) یعنی تمہارے اندازے کے مطابق جیسا کہ فرمایا او یزیدون۔ الصافات۔ ۱۴۷۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو خطاب ان کی لغت اور ان کی مقدار فہم کے مطابق کیا گیا۔ عرب کہا کرتے ہیں هذا قدر رمحين او انقص۔
ایک اور قول یہ ہے: بل ادنى او بل کے معنی میں ہے بلکہ زیادہ قریب۔
آیت ۱۰: فَاَوْحٰی (پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر وحی نازل کی) پس وحی لائے جبرئیل علیہ السلام اِلٰی عَبْدِهٖ (اللہ تعالیٰ کے بندے پر) اگرچہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کا تذکرہ ہوا مگر ضمیر لوٹانے میں التباس نہیں ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ ماترک علی ظهرها۔ [فاطر۔ ۴۵]

آپ کی اُمت پہلے جنت میں:

مَآ اَوْحٰی (جو کچھ نازل فرمائی) اس میں وحی کی عظمت شان کو ذکر کیا جو آپ کی طرف بھیجی گئی۔
ایک قول یہ ہے: آپ کی طرف وحی کی گئی۔ کہ جنت اس وقت تک انبیاء علیہم السلام کے لئے حرام ہے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہ ہونگے۔ اور تمام امتوں پر جنت حرام ہے یہاں تک کہ آپ کی امت اس میں داخل ہو۔ (زمخشری فی الکشاف)

جبرئیل علیہ السلام کو سر کی آنکھوں سے دیکھا:

آیت ۱۱: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ (قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی) الفواد سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فواد مراد ہے۔ مَا رَاٰی (اس میں غلطی نہیں کی) جو آپ نے صورت جبرئیلی اپنی آنکھ سے دیکھی تھی یعنی آپ کے دل نے یہ نہیں کہا جبکہ جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ میں نے تمہیں نہیں پہچانا۔ اور اگر ایسا کہتے تو غلط ہوتا کیونکہ آپ نے اس کو پہچانا تھا۔ یعنی آپ نے اس کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور دل سے پہچانا۔ اور اس میں قطعاً شک نہ کیا کہ جو آپ نے دیکھا وہ برحق ہے۔

ایک قول یہ ہے جو قیل سے نقل کیا: جن کو دیکھا وہ اللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہے آپ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور دوسرا قول یہ ہے۔ کہ دل سے دیکھا۔

آیت ۱۲: اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى (کیا تم ان سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو) کیا تم جھگڑتے ہو۔ یہ المراء سے مشتق ہے۔ جس کا معنی جھگڑنا ہے اور المراء یہ مری الناقة سے لیا گیا۔ گویا جھگڑنے والوں میں سے ہر ایک اس کو کہلواتا ہے اور نکلواتا ہے جو اس کے ساتھی کے پاس ہوتا ہے۔ مری یمری۔ اونٹنی کے تھن کو دودھ کے لئے سہلانا تا کہ دودھ نکلے۔

قراءت: اَفَتَمْرُوْنَهٗ حمزہ، علی، خلف، یعقوب نے پڑھا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کیا تم جھگڑے میں اس پر غالب آنا چاہتے ہو۔ یہ ماریته فمریته سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں غلبہ کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی لئے علیٰ سے متعدی کیا گیا ہے۔ عَلٰى مَا يَرٰى علیٰ سے متعدی کیا گیا۔ جیسا تم کہو۔ غلبته علی کذا۔

ایک قول یہ ہے: افتمرونه ای افتجحدونه۔ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔ عرب کہتے ہیں مرینہ حقہ، اذا جحدتہ جبکہ حق کا انکار کر دیا جائے۔ علیٰ سے اس کا متعدی ہونا اسی وقت صحیح ہے جبکہ اس میں تضمین کو تسلیم کریں۔

معراج میں دوبارہ دیکھنا:

آیت ۱۳: وَلَقَدْ رَاٰهُ (اور انہوں نے اس کو ایک اور مرتبہ بھی دیکھا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو نَزْلَةً اُخْرٰى (ایک اور نزول کے وقت) نزلة کو مرة کی طرح منصوب پڑھیں گے۔ کیونکہ فعلہ کا وزن کسی بھی فعل کے ایک مرتبہ کرنے کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی لئے اسی کے حکم میں ہوتا ہے۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام دوسری مرتبہ آپ پر اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوئے اور آپ نے اس کو اسی صورت میں دیکھا۔ اور یہ معراج کی رات کا واقعہ ہے۔

یہ بیری کا درخت ہے:

آیت ۱۴: عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى (سدرۃ المنتہیٰ کے پاس) جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ بیری کا درخت ہے جو ساتوں آسمانوں سے اوپر عرش کے دائیں جانب ہے۔ المنتهٰى انتہاء کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یا نمبر ۲۔ انتہاء کرنا۔ گویا وہ جنت کی انتہاء اور اس

کے آخر میں ہے۔

ایک قول یہ ہے: اس سے کوئی تجاوز نہیں کرتا۔ اس تک فرشتوں کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کے مابعد کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے: ارواح شہداء اس تک پہنچتی ہیں اس لئے اس کو سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں۔

آیت ۱۵: عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (اس کے قریب جنت الماوٰی ہے) یعنی وہ جنت جس میں متقی لوگ پہنچیں گے۔ ایک قول: اس میں شہداء کی ارواح قیام کرتی ہیں اس لئے اس کا نام جنت الماوٰی ہے۔

آیت ۱۶: اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى (جب سدرۃ المنتہیٰ کو لپیٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں) یعنی اس کو دیکھا اس وقت جبکہ سدرہ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں۔ ما یغشٰی کہہ کر ان چیزوں کی عظمت و کثرت کو ذکر کیا۔

مسئلہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو مخلوق اس کو ڈھانپے ہوئے تھی وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عظمت و شان پر دلالت کرتی ہے جو بیان میں آ نہیں سکتی۔

ایک قول یہ ہے: اس کو فرشتوں کی بہت بڑی جماعت گھیرنے والی تھی جو اس کے قریب اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مصروف تھے۔

ایک اور قول یہ ہے: سونے کے پروانے اس کو گھیرے میں لینے والے تھے۔

کمال شان:

آیت ۱۷: مَا زَاغَ الْبَصَرُ (نگاہ نہ ہٹی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بصر مبارک ان عجائب کے دیکھنے سے جن کے دیکھنے کا حکم ہوا مڑی نہیں بلکہ ان میں مصروف و مگن رہی۔ وَمَا طَغٰى (اور نہ بڑھی) جس چیز کو دیکھنے کا حکم ہوا اسی کو دیکھا اس سے تجاوز نہیں کیا۔ (اس میں کمال شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا)

آیت ۱۸: لَقَدْ رَاٰى (انہوں نے دیکھے) اللہ تعالیٰ کی قسم آپ نے دیکھے۔ مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات) یعنی جب آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا تو آپ نے عالم ملکوت کے عجائبات دیکھے۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾

کیا تم نے لات اورعزی اور تیسرے مناۃ کے بارے میں غور کیا ہے کیا تمہارے لئے مذکر ہو اور اللہ کے لئے مونث ہے

تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

یہ قسمت تو بڑی ظالمانہ ہے' یہ تو بس کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں اللہ نے انکی کوئی دلیل

بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

نازل نہیں فرمائی ' صرف گمان کا اور نفسوں کی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں اور بلاشبہ ان کے پاس ان کے

مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ وَكَمْ ع ۲۵/۵

رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے کیاانسان کو ہر وہ چیز مل جاتی ہے جس کی وہ آرزو کرے سواللہ ہی کے لئے آخرت ہے اوراولی ہے اور بہت سے

مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ

فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں ان کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہ دے گی مگر اس کے بعد جس کے لئے اللہ اجازت

يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾

دے اور راضی ہو' بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام مؤنث کے نام پر رکھتے ہیں

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۚ ﴿۲۸﴾

حالانکہ انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور بلاشبہ گمان حق کے بارے میں ذرا بھی فائدہ نہیں دیتا۔

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ

سوآپ اس کی طرف سے اعراض کیجئے جس نے ہماری نصیحت سے روگردانی کی اور دنیاوی زندگی کے علاوہ اس نے کوئی مقصد نہ بنایا' یہ ان کے علم کی

مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ ربع

حد ہے' بیشک آپ کا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹکا اور وہ اسے خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی

جاہلیت کے بت:

آیت ۱۹: اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى (۲۰) وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى (بھلا کیا تم نے لات وعزیٰ ایک اور منات کی حالت پر غور بھی کیا) یعنی تم بتلاؤ ان چیزوں کے متعلق جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے ہو۔ کیا ان میں وہ قدرت و

عظمت پائی جاتی ہے۔ جو رب العزت کی صفات میں سے ہے؟

اللات 'العزی 'مناۃ ۔ یہ تینوں بتوں کے نام ہیں ۔ یہ تینوں مؤنث ہیں ۔ لات یہ ثقیف کا بت تھا جس کو اہل طائف پوجتے تھے ۔ ایک قول یہ ہے: یہ مقام نخلہ میں تھا اس کی پوجا قریش کرتے تھے ۔ لات یہ لوی سے فعلۃ کا وزن ہے ۔ لات کہنے کی وجہ یہ ہے لوی یلوی وہ اس کی طرف مڑتے اور متوجہ ہوتے اور عبادت کیلئے اعتکاف کرتے تھے اور ان کے پاس پڑے رہتے ۔ العزی ۔ یہ غطفان والوں کا بت تھا ۔ یہ کیکر کا درخت تھا ۔ اس کی اصل الاعز ہے ۔ اس کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تباہ کیا۔

مناۃ ۔ یہ ایک پتھر تھا جس کی ہذیل اور خزاعہ پوجا کرتے تھے ۔ ایک قول یہ ہے کہ ثقیف پوجتے تھے ۔ اس کو منات کہنے کی وجہ یہ تھی کہ قربانیوں کے خون اس کے پاس بہائے جاتے تھے۔

قراءت: ومناءۃ مکی نے مفعلۃ کے وزن پر النوء سے پڑھا ہے ۔ گویا کفار ان کے پاس انواء ستاروں سے بارش طلب کرتے اس سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

الاُخرٰی یہ منات کی صفت ہے جو مذمت کیلئے لائے ۔ سب سے پچھلا نکمی حیثیت والا جیسا کہ اس آیت میں قالت اخراھم لاُولٰھم ۔ [الاعراف، ۳۸] (یعنی ان کے کم درجہ اپنے شرفاء ورؤسا کو کہیں گے) اور یہ بھی درست ہے کہ ان کے ہاں درجات میں لات وعزیٰ کو اولیت وتقدم حاصل ہو۔

آیت ۲۱: کفار کہا کرتے تھے کہ ملائکہ اور یہ اصنام اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ۔ وہ ان کی عبادت کرتے اور یہ خیال کرتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہونگے ۔ اگرچہ وہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے ہیں اور ان سے نفرت کرتے ہیں ۔ ان کو کہا گیا ۔ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی ۔

آیت ۲۲: تِلْکَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی (کیا تمہارے لئے بیٹے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ۔ یہ تو بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی) یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے تمہارا بیٹیاں مقرر کرنا اور اپنے لئے بیٹے یہ بھونڈی یعنی ظالمانہ تقسیم ہے ۔ ضیزی ۔ یہ ضازہ یضیزہ 'جبکہ اس کی حق تلفی کرے ۔ ضیزی یہ فُعلٰی کا وزن ہے ۔ اس لئے کہ صفت میں فعلی بکسر الفاء نہیں آتا ۔ یاء کی مناسبت سے فا کو کسرہ دیا گیا ہے ۔ جیسا کہا جاتا ہے بیض حالانکہ وہ بوض ہے جیسا کہ حمر' سود ہے۔

ضِئزٰی ہمزہ سے مکی نے پڑھا اور اس کو ضَازہ یہ ضازہ ہی کی طرح ہے معنی میں فرق نہیں ہے۔

آیت ۲۳: اِنْ هِیَ (یہ صرف) یعنی اصنام نہیں ہیں ۔ اِلَّآ اَسْمَآءٌ (نام ہی نام ہیں) جن کے ماتحت مسمیات نہیں کیونکہ تم ان کے لئے معبودیت کے قائل ہو حالانکہ وہ اس سے بہت ہی دور ہیں ۔ اور اس سے انتہائی منافات رکھتے ہیں ۔ سَمَّیْتُمُوْهَآ (جو تم نے ٹھہرا لیے ہیں) یعنی تم نے ان کا وہ نام رکھ دیا ہے ۔ جیسا کہتے ہیں سمیتہ زیدًا اے سمیتہ بزید ۔ میں نے اس کا نام زید تجویز کیا ۔ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (اور تمہارے آباء واجداد نے اللہ

تعالیٰ نے توان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل بھیجی نہیں یہ صرف بے اصل خیالات ہیں) سلطان ۔ حجت و دلیل ٗظن سے مراد ان کا یہ وہم کہ وہ حق پر ہیں۔ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ (اوراپنے نفس کی خواہش جس پر وہ چل رہے ہیں) جوان کے نفوس پسند کرتے ہیں۔ وَلَقَدْ جَآءَ هُمْ مِنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى (حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے بواسطہ رسول ہدایت آچکی ہے) وہ ہدایت اللہ کا رسول اور اس کی کتاب ہے انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس پر عمل نہیں کیا۔

آیت ۲۴: اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى (کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے) یہ ام منقطعہ بمعنی بل ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ مطلب یہ ہے انسان یعنی کافر کو اس کی ہر تمنا نہیں ملتی جو وہ شفاعت اصنام کی لگائے بیٹھا ہے یا یہ تمنا ولئن رجعت الی ربی ان لی عندہ للحسنی۔ [صافات۔ ۵۰]

ایک قول یہ بھی ہے: اس سے مراد وہ تمنا ہے جو بعض نے کی کہ وہ نبی بن جاتے۔

آیت ۲۵: فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى (پس اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ آخرت اور دنیا) یعنی وہی دونوں کا مالک ہے اور اس کی دونوں میں حکمرانی ہے۔ جس کو چاہے نبوت و شفاعت دے جس کو وہ پسند کرے نہ کہ جو کوئی تمنا کرے۔

اللہ کے اِذن کے بغیر کسی کی سفارش کام نہیں دیتی:

آیت ۲۶: وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ ۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى (اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں۔ ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے اجازت دے اور پسند کرے) شفاعت کا معاملہ بڑا مشکل ہے۔ ملائکہ قرب و کثرت کے باوجود اگر تمام کے تمام کسی ایک کی سفارش کریں تو ان کی شفاعت ذرہ بھر کام نہ دے گی اور نہ فائدہ پہنچائے گی۔ مگر جبکہ اللہ تعالیٰ اس سفارش کی اجازت دیں اور جس کے حق میں شفاعت کی اجازت دیں اور ان کی شفاعت کو اس کے حق میں پسند کریں اور اس کو شفاعت کا مستحق پائیں کہ اس کے لئے کوئی سفارش کرے۔ تو تب جا کر سفارش قبول ہوگی۔ ان بتوں کی سفارش کی اپنے عابدین کے متعلق کیا حیثیت ہے؟

آیت ۲۷: اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى (جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کے نام سے نامزد کرتے ہیں) یسمون۔ یعنی ان میں سے ہر ایک فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتا ہے۔ تسمیۃ الانثی اس لئے کہا کہ وہ ملائکہ کو بنات اللہ کہتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو بیٹیاں کہتے تھے۔

آیت ۲۸: وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ (حالانکہ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں ہے) اپنے اس قول کی۔

قراءت: بھا بھی پڑھا گیا۔ ملائکہ یا تسمیۃ کی طرف ضمیر لوٹتی ہے۔

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور بیشک بے اصل خیالات امر حق میں ذرہ بھی مفید نہیں ہوتے) الظن سے ان کی تقلید آباء مراد ہے۔ لا یغنی کا مطلب یہ ہے کہ حق کی پہچان علم و یقین سے ہوتی ہے ظن و توہمات سے نہیں ہوتی۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے تاکہ وہ بدلہ برے عمل کرنے والوں کو ان کے عمل کا اور جن لوگوں نے اچھے کام کیے

اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

ان کی اچھائی کا بدلہ دے' وہ لوگ ایسے ہیں جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں مگر ہلکے گناہ' بے شک آپ کا رب

وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ

بڑی وسیع مغفرت والا ہے' وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور جب تم ماؤں کے

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ اَفَرَءَيْتَ

پیٹوں میں تھے' سو تم اپنی جانوں کو پاک باز نہ بتاؤ وہ تقوے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اے مخاطب کیا

الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾

تو نے اسے دیکھا جس نے روگردانی کی اور تھوڑا سا مال دیا اور بند کر دیا' کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے'

آیت ۲۹: فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا (تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے) پس آپ ایسے شخص سے منہ موڑ لیجئے جو ہماری یاد سے منہ موڑنے والا ہو۔ ذکرنا سے قرآن مجید مراد ہے۔ وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (اور سوائے دنیوی زندگی کے اس کا اور کوئی مقصد نہ ہو)

آیت ۳۰: ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (یہ ان کے علم کی حد ہے) ذلک کا مشار الیہ ان کا دنیا پر خوش ہو جانا اور اس کو پسند کرنا ہے۔ مبلغ سے انتہاء و مقصود علم ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى (تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس راستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون راہ راست پر ہے) یعنی اللہ تعالیٰ گمراہ و ہدایت یافتہ کو خوب جانتے ہیں وہی ان کو بدلہ دیں گے۔

آیت ۳۱: وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا (اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ انجام کار یہ ہے کہ برے کام کرنے والوں کو ان کے کیے کی سزا دے گا) جو برے کام کیے ان کی سزا یا اس وجہ سے کہ انہوں نے برے کام کیے وہ ان کو سزا دے گا۔ وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى (اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے بدلہ میں اچھی جزا دے گا) الحسنٰی: اچھا

ثواب و بدلہ اور وہ جنت ہے یا اعمال حسنیٰ کے سبب سے ان کو بدلہ دے گا۔ مطلب اس طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہان کو پیدا فرمایا اور کارخانہ کو درست کیا تاکہ مکلفین میں سے نیکوکار کو اور ان میں سے بدکار کو بدلہ عنایت فرمائے۔ اس لئے کہ بادشاہ ہی اولیاء کی نصرت اور دشمنوں پر غلبہ دے سکتا ہے۔

کبیرہ وصغیرہ میں فرق:

آیت ۳۲: اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ (یہ وہ لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں)

نحو: الذین یہ بدل ہے یا مدح کی وجہ سے موضع رفع میں ہے ای ھم الذین۔ الکبائر۔ گناہ دو قسم پر ہیں۔ نمبر ۱۔ کبائر۔ نمبر ۲۔ صغائر۔ وہ گناہ جن کی سزا بڑی ہے وہ کبیرہ ہیں۔ اور جو ایسے نہیں وہ صغائر ہیں۔

قراءت: حمزہ، علی نے کبیر پڑھا ہے۔ یعنی ان میں سے وہ قسم جو بڑی ہے۔

وَالْفَوَاحِشَ (جو کبیرہ میں سے حد سے بڑھے ہیں) گویا اس طرح فرمایا اس میں سے فواحش خاص کر گویا یہ عطف تفسیری ہے۔

ایک قول: کبیرہ جس پر عذاب کی دھمکی دی گئی ہو۔ اور فواحش وہ ہیں جن پر حد لگتی ہو۔ اِلَّا اللَّمَمَ (مگر جو ہلکے ہلکے گناہ ہوں) یعنی صغائر۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ یہ جنس کبائر وفواحش میں سے نہیں ہے۔ جیسے نگاہ محرم، بوسہ، لمس آنکھ سے اشارہ۔ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (بیشک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے) وہ بلا توبہ جو چاہتا ہے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ھُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ اَنْشَاَکُمْ (اور وہ تمہیں اس وقت سے خوب جانتا ہے۔ جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا تھا) کم سے مراد یہاں آباء واجداد ہیں۔ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ

اپنے تزکیہ پر فخر مت کرو:

(اور جب تم ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔ پس تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو) اجنة جمع جنین ماں کے پیٹ کا بچہ۔ فلا تزکوا۔ اپنے عمل کو پاکیزگی اور زیادہ خیر اور طاعات کی طرف منسوب مت کرو۔ (کہ اس پر فخر کرنے لگ جاؤ) یا نمبر ۲۔ اپنے کو گناہوں سے پاک مت قرار دو۔ اور نہ اس پر اپنی تعریف کرتے پھرو۔ اپنے نفوس کو متہم کر رکھو۔ ان میں سے پاکیزہ کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ ابتداء انتہاء میں متقی بھی اس کے علم میں ہے۔ اس سے پہلے کہ صلب آدم سے تمہیں نکالا اور اس سے پہلے بھی وہ جانتے ہیں کہ ماؤں کے پیٹوں سے تم نکلے۔

ایک قول یہ ہے: بعض لوگ اچھے اعمال کر کے کہتے پھرتے تھے۔ ہماری نمازیں۔ ہمارے روزے۔ ہمارا حج۔ تو یہ آیت اتری۔ مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ خود پسندی کے طور پر کرے یا ریاکاری کے طور پر کرے۔ البتہ اعتراف نعمت کے طور پر جائز ہے۔ کیونکہ یہ تو طاعت پر اظہار مسرت ہے اور اس کا تذکرہ تو شکریہ کی قسم ہے۔

ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی (تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے) بس اس کے جاننے پر اکتفاء کرو لوگوں کو بتلانے کی حاجت نہیں اور اس کا بدلہ کافی ہے لوگوں کی ثناء کی ضرورت نہیں۔

آیت ۳۳: اَفَرَءَ یْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی (کیا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے روگردانی کی) ایمان سے اعراض کیا۔

اسلام کے بعد کفر اختیار کیا:

آیت ۳۴: وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّ اَکْدٰی (اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا) اپنا عطیہ دینا بند کر دیا اور اس کے دینے سے رک گیا۔ اکدی اصل میں اکداء الحاضر سے لیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ کھودتے میں سامنے سخت چٹان آجائے اور وہ اس کو کھودنے سے روک دے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جنہوں نے اسلام کے بعد کفر اختیار کیا۔

ایک قول یہ ہے: ولید بن مغیرہ کے متعلق اتری۔ اس نے قریب تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر لی مگر بعض کفار نے اس کو عار دلائی۔ اور کہنے لگے تو نے اپنے بڑوں کا دین چھوڑ دیا اور خیال کیا کہ وہ جہنمی ہیں۔ اس نے جواب دیا مجھے خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو۔ دوسرا کافر کہنے لگا میں اس کا ضامن ہوں اگر وہ اپنے مال میں سے کچھ حصہ دے اور اپنے شرک کی طرف لوٹ آئے۔ تو وہ اس کی طرف سے عذاب الٰہی کو اٹھا لے گا۔ ولید نے ایسا کر دیا اور اس مال کا کچھ حصہ اس کو دیا جس نے اس شرط پر ضمانت اٹھائی پھر بقیہ کے متعلق بخل اختیار کرتے ہوئے رک گیا۔

آیت ۳۵: اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَھُوَ یَرٰی (کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے) جس سے وہ جانتا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لئے اس کی ضمانت اٹھائی ہے وہ برحق ہے۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝۳۶ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى ۝۳۷ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ

کیا اسے ان مضامین کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اور جو ابراہیم کے صحیفوں میں ہیں کہ جس نے پوری بجا آوری کردی یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا

وِّزْرَ اُخْرٰى ۝۳۸ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝۳۹ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝۴۰ ثُمَّ

دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لئے نہیں ہے مگر وہی جو کچھ اس نے کمایا اور یہ کہ اسکی سعی عنقریب دیکھ لی جائے گی' پھر

يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝۴۱ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝۴۲ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۝۴۳ وَاَنَّهٗ هُوَ

اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا' اور یہ کہ تیرے رب کے پاس پہنچنا ہے اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے اور یہ کہ وہی

اَمَاتَ وَاَحْيَا ۝۴۴ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝۴۵ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝۴۶

مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور یہ کہ اسی نے جوڑے پیدا کئے یعنی مذکر اور مونث نطفے سے جبکہ وہ ڈالا جاتا ہے'

آیت ۳۶: اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى (کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے) صحف موسیٰ سے تورات مراد ہے۔

پوری وفاء والے:

آیت ۳۷: وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰى (اور ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے احکام کی پوری بجا آوری کی) ابراہیم سے صحف ابراہیم میں۔ وَفّٰى۔ توفیر وتکمیل کی۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا فَاَتَمَّهُنَّ۔ [البقرہ۔۱۲۴] اور وَفّٰى کو مطلقاً ذکر کیا۔ تا کہ ہر وفاء کو شامل ہو۔

قراءت: یہ تخفیف سے وفٰی پڑھا گیا ہے۔ تشدید تو وفاء میں مبالغہ کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ: اللہ تعالیٰ نے جوان کو حکم دیا انہوں نے اسے پورا کر دیا۔

عطاء بن السائب رحمہ اللہ: انہوں نے عہد کیا کہ وہ مخلوق سے سوال نہ کرے گا۔ جب ان کو آگ میں ڈالا گیا۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے ان کو کہا۔ کیا کوئی کام میرے ذمہ ہے؟ انہوں نے کہا حاجت تو ہے مگر تجھ سے نہیں؟ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انہوں نے ہر روز صدر نہار میں چار رکعت پڑھنے کا عہد کیا تھا اس کو پورا کیا۔ (طبرانی' ابی حاتم)

اور یہی صلوٰۃ الضحیٰ ہے روایت میں وارد ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں یہ بتلاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل جس نے وفا کی۔ کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ آپ صبح اور شام کو یہ کلمات پڑھتے تھے فسبحان اللّٰہ حین تمسون. الی حین تظھرون (رواہ احمد ۳/۴۳۹)

ایک قول یہ ہے: انہوں نے فرمانبرداری کا حصہ پورا کردیا اور وہ تمیں خصائل تین حصے ہیں۔نمبرا۔دس توبہ میں التائبون سے مذکور ہیں۔نمبر۲۔اوردس احزاب میں مذکور ہیں ان المسلمین الآیۃ اور نمبر۳۔دس المؤمنون میں قد افلح المؤمنون۔

آیت ۳۸: پھر موسیٰ وابراہیم علیہما السلام کے صحف کا مضمون بتلایا۔ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں اٹھا سکتا) تـزر یہ وزر یـزر سے لیا گیا۔جبکہ کوئی گناہ کرلے۔وزر گناہ کو کہتے ہیں۔ان مخففہ من المثقلہ ہے۔معنی یہ ہے شان یہ ہے کہ گناہ نہ اٹھائے گا۔ہٗ ضمیر شان ہے۔ اور اَنْ اور مابعد کا محل مجرور ہے کیونکہ یہ مافی صحف موسیٰ سے بدل ہے۔نمبر۲۔محلاً مرفوع ہے۔ ھو الاتزر۔گویا کسی کہنے والے نے کہا ابراہیم وموسیٰ کے صحائف میں کیا ہے؟ تو جواب آیا۔الاتزر وازرة وزر اخرٰی۔یعنی کوئی نفس دوسرے نفس کا گناہ نہ اٹھائے گا۔

دوسرے کی کوشش کام دے گی:

آیت ۳۹: وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (اور انسان کے لئے صرف اپنی ہی کمائی ملے گی) ماسعی یعنی اس کی کوشش۔اور یہ بھی ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کے صحائف کی بات ہے۔میت کی طرف سے صحیح روایات میں صدقہ اور حج کرنا مذکور ہے۔تو اس کے متعلق اقوال ہیں۔نمبرا۔اس کو دوسرے کی کوشش کام نہ دے گی جب تک اپنی کوشش نہ ہوگی۔اور وہ اپنی کوشش ایمان کا پایا جانا ہے۔اس صورت میں دوسرے کا عمل گویا اس کا اپنا عمل شمار ہوگا۔کیونکہ وہ ایمان کے تابع اور ایمان کے ساتھ قائم ہے۔اور اس وجہ سے کہ غیر کی کوشش اس کو کام نہ دے گی۔جبکہ وہ اپنی ذات کی خاطر کرے۔مگر جب اس نے اس کی نیت کرلی تو وہ اس کام میں اس کا نائب ووکیل اور قائم مقام ہو گیا۔

آیت ۴۰: وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى (اور یہ کہ انسان کی کوشش بہت جلد دیکھی جائے گی) یعنی وہ اپنی کوشش وکارکردگی قیامت کے دن اپنے میزان میں دیکھے گا۔

آیت ۴۱: ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى (پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا) پھر بندے کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے گا۔ عرب کہتے ہیں جزاہ اللّٰہ عملہ۔و جزاء علی عملہ۔حذف جار کے ساتھ فعل کے ساتھ ملا کر۔معنی دونوں طرح یکساں ہے۔اور یہ بھی درست ہے کہ ضمیر جزاء کی طرف راجع ہو۔پھر اس کی تفسیر فرمائی۔الجزاء الاوفی۔پوری جزاء یا اس کے بدلے میں دے گا۔

آیت ۴۲: وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (اور یہ کہ سب آپ کے رب کے پاس پہنچنا ہے) یہ تمام باتیں صحف اولیٰ کی ہیں۔المنتھٰی۔یہ مصدر ہے جس کا معنی انتہاء ہے۔مخلوق اسی تک پہنچے گی اور اس کی بارگاہ میں لوٹے گی۔جیسا کہ فرمایا۔ والی اللّٰہ المصیر۔[آل عمران۔۲۸]

آیت ۴۳: وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى (اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے) یعنی ہنسنے اور رونے کو اسی نے پیدا کیا ہے۔

وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۝۴۷ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۝۴۸ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۝۴۹

اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا اور یہ کہ اسی نے دولت دی اور پونجی اور یہ کہ وہی شعریٰ کا رب ہے

وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ۝۵۰ وَثَمُوْدَا فَمَا اَبْقٰى ۝۵۱ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ

اور یہ کہ اس نے عاد اولیٰ کو ہلاک کیا اور ثمود کو بھی سو باقی نہیں رکھا' اور اس سے پہلے نوح کی قوم کو' بیشک یہ لوگ خوب بڑھ کر ظالم

اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ۝۵۲ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۝۵۳ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ۝۵۴ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ۝۵۵

اور سرکش تھے اور الٹی ہوئی بستیوں کو پھینک دیا' سو ان بستیوں کو ڈھانپ لیا جس چیز نے ڈھانپا ہو تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں میں شک کرتا رہے گا۔

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۝۵۶ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝۵۷ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

یہ ایک ڈرانے والا ہے پرانے ڈرانے والوں میں سے' جلدی آنے والی قریب آ پہنچی' اللہ کے سوا اس کا کوئی ہٹانے

كَاشِفَةٌ ۝۵۸ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝۵۹ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝۶۰ وَ

والا نہیں' کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور

اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝۶۱ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝۶۲ السجدة

تم تکبر کرتے ہو' سو اللہ کو سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

السجدة ۳

ایک قول: نمبرا۔ اس نے حزن و مزاح کو پیدا کیا۔ نمبر۲۔ وہ مؤمن کو عطیات دیکر آخرت میں ہنسائے گا اور دنیا میں نوائب و مصائب سے رلائے گا۔

آیت ۴۴: وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا (اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے) ایک قول یہ ہے: اس نے باء کو موت دی اور بیٹوں کو زندہ کیا۔ نمبر۲۔ کفر سے موت اور ایمان سے زندگی۔ نمبر۳۔ یہاں موت دی اور وہاں زندہ کر دیا۔

آیت ۴۵: وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (اور یہ کہ وہی دونوں قسم نر اور مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے)

آیت ۴۶: مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى (جب نطفہ رحم میں ڈالا جاتا ہے)۔ جبکہ رحم میں ٹپکایا جائے عرب کہتے ہیں منٰی و امنٰی

آیت ۴۷: وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى (اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا اسی کے ذمہ ہے) موت کے بعد زندہ کرنا۔

آیت ۴۸: وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى (اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور سرمایہ دے کر باقی رکھتا ہے) اقنٰی۔ کا معنی۔ القنیه یعنی مال دیتا ہے۔ قنیه وہ مال جس کو محفوظ کر کے پکا ارادہ ہو کہ اس کو اپنے ہاتھ سے نہ نکالے گا۔

آیت ۴۹: وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی (اور یہ کہ وہی رب ہے شعریٰ کا) شعریٰ ستارہ ہے جو جوزاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ جبکہ موسم شدید گرمی کا ہوتا ہے۔ بنوخزاعہ اس کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو ان کے بنائے ہوئے معبود کا رب ہے۔

آیت ۵۰: وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَ ۨالْاُوْلٰى (اور یہ کہ اس نے قوم عاد کو ہلاک کیا) یہ ہود علیہ السلام کی قوم ہے۔ عاد اخری قوم ثمود کا لقب ہے۔

قراءت: مدنی، بصری نے سوائے سہل کے تنوین کو لام میں مدغم کرکے پڑھا۔ عَادَ الُّوْلٰى۔ اور ہمزہ اولیٰ کو گرایا۔ اور اس کا ضمہ لام تعریف کی طرف منتقل کردیا۔

آیت ۵۱: وَثَمُوْدَاۡ فَمَآ اَبْقٰى (اور ثمود کو بھی کہ ان میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا) حمزہ، عاصم نے ثمودا پڑھا۔ باقی قراء نے وثمودَا پڑھا۔

نحو: اس کا عطف عادًا پر ہے یہ فما ابقٰی کی وجہ سے منصوب نہیں ہے۔ کیونکہ فا کا مابعد ماقبل پر عامل نہیں بن سکتا۔ تم اس طرح نہیں کہہ سکتے۔ زیدًا فضربت۔ اسی طرح نفی کے مابعد کا حال ہے کہ وہ بھی ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔ معنی یہ ہے۔ اهلک ثمود فما ابقاهم۔ اس نے ثمود کو ہلاک کیا پس ان کو باقی نہ چھوڑا۔

آیت ۵۲: وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ (اور ان سے پہلے قوم نوح کو) یعنی قوم نوح کو عاد وثمود سے پہلے ہلاک کیا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى (بیشک وہ سب سے زیادہ ظالم اور شریر تھے) عاد وثمود سے بڑھ کر۔ کیونکہ وہ نوح علیہ السلام کو اتنا مارتے یہاں تک کہ ان میں حرکت نہ رہتی۔ اور ان سے دوسروں کو نفرت دلاتے یہاں تک کہ اپنے بچوں کو ان کی بات سننے سے ڈراتے۔

آیت ۵۳: وَالْمُؤْتَفِكَةَ (اور الٹی ہوئی بستیاں) وہ بستیاں جن کو ان کے رہنے والوں سمیت پلٹ دیا۔ وہ قوم لوط علیہ السلام ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ أفكه فانتفک۔ اس کو الٹا تو وہ الٹ گیا۔

اَهْوٰى (پھینک مارا) ان کو آسمان کی طرف بلند کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پر کے کنارہ پر زمین سمیت اٹھایا۔ پھر زمین پر دے مارا۔

نحو: المؤتفكة۔ یہ اھوٰی کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

آیت ۵۴: فَغَشّٰىهَا (پھر ان بستیوں کو گھیر لیا) مَا غَشّٰى (جس چیز نے گھیر لیا) ما کا ابہام اس عذاب کی خوفناکی اور بڑائی کو ظاہر کر رہا ہے۔ جو ان پر برسایا گیا۔ ان پر تہہ بہ تہہ پتھر برسائے۔

کس نعمت میں شک ہے؟

آیت ۵۵: فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکَ تَتَمَارٰی (پس تو اپنے رب کی کونسی نعمت میں شک کرتا ہے) اے مخاطب تتمارٰی (شک کرنا) کیا ان نعمتوں کے ساتھ جن سے تمہیں انعامات کا والی بنایا۔ نمبر۲۔ یا وہ نعمتیں جو ناراضگی کی طرف سے تیرے لئے کفایت کرتی ہیں۔ نمبر۳۔ کونسی نعمتوں کے سبب سے جو تیرے رب کی ربوبیت و وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہیں ان میں سے کس میں تو شک کرتا ہے۔

آیت ۵۶: ھٰذَا نَذِیْرٌ (یہ ایک ڈرانے والا ہے) یہ من جملہ ان پہلے آئی ہوئی تنبیہات کے ایک تنبیہ ہے نذیر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، مِنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی (پہلے ڈرانے والوں میں سے ہے) اولی۔ جماعت کا لحاظ کر کے کہا۔ یا ہذا القرآن یہ قرآن پہلے نذیروں میں سے ایک نذیر ہے۔ یعنی یہ انذار کوئی نیا نہیں بلکہ پہلے انذارات کی جنس سے ہے وہ انذارات جن سے تم سے پہلے لوگوں کو ڈرایا گیا۔

آیت ۵۷: اَزِفَتِ الْاٰزِفَۃُ (وہ جلدی آنے والی قریب آ پہنچی) جس کی قرب سے صفت کی گئی ہے جیسا اس ارشاد میں ہے اقتربت الساعۃ [القمر۔۱]

آیت ۵۸: لَیْسَ لَھَا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کَاشِفَۃٌ (اللہ تعالیٰ کے سواء اس کو کوئی ہٹانے والا نہیں) اس کو کوئی نفس دور نہیں کر سکتا وہ واضح ہے کہ کب قائم ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا لایجلیھا لوقتھا الاھو [الاعراف۔۱۸۷]

یا اس کو کوئی نفس دور نہیں کر سکتا یعنی جو دور کرنے پر قادر ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اس کو برپا کر دیں گے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

آیت ۵۹: اَفَمِنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ (کیا تم اس کلام خداوندی سے تعجب کرتے ہو) الحدیث سے قرآن مراد ہے تم انکار کرتے ہو تعجب کرتے ہو۔

آیت ۶۰: وَتَضْحَکُوْنَ وَلَا تَبْکُوْنَ (اور تم ہنستے ہو۔ اور روتے نہیں ہو) تم مذاق کے طور پر ہنستے ہو اور ڈرتے ہوئے روتے نہیں ہو۔

آیت ۶۱: وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ (اور تم تکبر کرتے ہو) اس سے غافل ہو اور تم کھیل کود کرنے والے ہو۔ کفار جب قرآن سنتے غناء سے اس کا مقابلہ کرتے۔ تاکہ لوگوں کو اس کے سننے سے مشغول کریں۔

آیت ۶۲: فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا (پس تم اللہ ہی کیلئے سجدہ کرو اور اسی ہی کی عبادت کرو) اور اس کے سواء غیر اللہ کی عبادت مت کرو۔

الحمد للہ بعد العشاء تفسیری ترجمہ لیلۃ الجمعہ مکمل ہوا

سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّثَلٰثُ رُکُوْعَاتٍ

سورۃ القمر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسکی پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ②

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا' اور یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہو جانے والا ہے

وَکَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ وَکُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِیْہِ

اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کا اتباع کیا' اور ہر بات قرار پانے والی ہے' اور بلاشبہ ان کے پاس ایسی خبریں آئی ہیں جن میں بازرہنے کے لئے

مُزْدَجَرٌ ④ حِکْمَۃٌ ۢ بَالِغَۃٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤ فَتَوَلَّ عَنْھُمْ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰی

عبرت ہے یعنی اعلیٰ درجے کی حکمت ہے۔ سو ڈرانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ نہیں دے رہی ہیں۔ سو آپ ان سے اعراض کیجئے جس دن بلانے والا ایک

شَیْءٍ نُّکُرٍ ⑥ خُشَّعًا اَبْصَارُھُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ کَاَنَّھُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ⑦

چیزوں کی طرف بلائے گا جو ناگوار ہوگی' انکی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی' قبروں سے نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈیاں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں'

مُّھْطِعِیْنَ اِلَی الدَّاعِ یَقُوْلُ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ ⑧ کَذَّبَتْ قَبْلَھُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے جا رہے ہوں گے' کافر لوگ کہیں گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے۔ ان سے پہلے نوح کی قوم نے

فَکَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ⑨

جھٹلایا سو انہوں نے ہمارے بندہ کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ دیوانہ ہے اور اسے جھڑک دیا گیا

وقف لازم

معجزۂ شق قمر

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ وَکَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ وَکُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ○

قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔ اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے

جوابھی ختم ہو جائے گا اور ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آ جاتا ہے۔
آیت ۱: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قیامت قریب آ گئی۔ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ قراءت: وقد انشق پڑھا گیا مطلب یہ ہو گا۔ قیامت قریب آ گئی اور اس کے قرب کے نشانات بھی ظاہر ہو گئے۔ کہ چاند پھٹ گیا ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسا محاورہ میں کہتے ہیں۔ اقبل الامیر وقد جاء البشر بقدومه۔ امیر آ رہا ہے اور اس کی آمد کی اطلاع کرنے والا آ چکا ہے۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

میں نے خود حراء کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ ایک قول یہ ہے: اس کا معنی یہ ہے۔ قیامت کے دن پھٹ جائے گا۔

قول جمہور:

کہ یہ معجزہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوا۔ یہ بخاری و مسلم میں مروی ہے۔
سوال: اگر چاند پھٹتا تو اطراف کے لوگوں پر مخفی نہ رہتا۔ اور اگر کفار کے ہاں ظاہر ہوا ہوتا تو وہ اس کو نقل کرتے اور نقل متواتر سے نقل کرتے۔ کیونکہ طبائع عجیب اشیاء کو پھیلانے کی عادی ہیں۔
جواب: ممکن ہے بادل کی وجہ سے ان کے سامنے نہ آیا ہو۔ (جب واقعہ رات کا ہے تو کونسا ہر وقت لوگ رات کو آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہیں)
آیت ۲: وَاِنْ يَّرَوْا (اگر اہل مکہ دیکھتے ہیں۔) اٰيَةً (ایسی نشانی) جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر دلالت کرتی ہو۔ يُّعْرِضُوْا وہ اس پر ایمان لانے سے اعراض کر رہے ہیں۔ وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ مضبوط و طاقتور جادو۔ یہ المرة سے بنا ہے جس کا معنی قوت ہے۔ نمبر ۲۔ ہر وقت چھا دینے والا۔ نمبر ۳۔ گزر کر ختم ہو جانے والا۔ زائل اور نابود ہونے والا۔
آیت ۳: وَكَذَّبُوْا اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اھواء جو شیطان نے ان کے سامنے پیش کیا کہ ظاہر ہونے کے بعد بھی حق کو روکا۔ وَكُلُّ اَمْرٍ امر سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ مراد ہے۔ مُّسْتَقِرٌّ اپنے وقت میں ہو کر رہے گا۔ ایک قول یہ ہے: کل ہر مقدرہ پر واقع ہوگی اور ایک قول: ہر کام ان کے کاموں میں عنقریب ثابت اور ثواب و عقاب کے ظہور کے وقت قائم ہو جائے گا۔
آیت ۴: وَلَقَدْ جَآءَهُمْ (اور ان لوگوں کے پاس آ چکی ہیں)۔ ھم سے اہل مکہ مراد ہیں۔ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ (اتنی خبریں)۔ قرآن مجید میں جو قرون گزشتہ کی خبریں دی گئی ہیں۔ یا آخرت کے حالات اور خبریں اور کفار کو ہونے والے عذاب کی تفصیلات جو بیان کر دی گئی ہیں۔ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ (کہ ان میں کافی عبرت ہے)۔ کفر سے روک، تنبیہ و ممانعت ہے جیسا تم کہو۔ زجرته و ازدجرته، یعنی میں نے اس کو روکا۔

فَائِدَۃ : ازدجر اصل میں ازتجر ہے۔تاء کودال سے بدل دیا کیونکہ تاءحرف مہموس ہے۔اورراءمجہور ہے۔تاءکوحرف مجہور سے بدل لیا۔تاکہ مناسب ہوجائیں یہ کتاب سیبویہ کے آخر میں مذکور ہے۔

آیت ۵: حِکْمَۃٌ (وہ دانشمندی ہے)۔ نَحْو : یہ ما سے بدل ہے۔نمبر۲۔ہو حکمۃ ۔بَالِغَۃٌ (اعلیٰ درجہ کی)۔انتہائی درست یا نمبر۲۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تک پہنچنے والی ہے۔ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ لیکن خوف دلانے والی چیز ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں دیتی ہے۔

نَحْو : ما نفی کیلئے ہے اور النذر مصدر بمعنی انذار ہے۔

قیامت کا ہولناک منظر:

آیت ۶: فَتَوَلَّ عَنْھُمْ (پس آپ ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے)۔اس لئے کہ آپ جانتے ہیں کہ ڈرانا ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ (جس دن ایک بلانے والا فرشتہ بلائے گا)۔نحوٗ قراءت: یہ یخرجون کی وجہ سے منصوب ہے۔نمبر۲۔اذکر کا ظرف ہونے کی وجہ۔الداعی الی الداعی۔میں سہل ٗیعقوب ومکی نے دونوں میں یاء پڑھے۔اور مدنی نے ان کی موافقت کی۔ابوعمرو نے وصل میں جنہوں نے یاء کو ساکت کیا اور کسرہ پر اکتفاء کیا۔اور یدع سے واؤ کو حذف کیا کتابت میں اتباع لفظی کی وجہ سے۔الداعی ۔یہ اسرافیل علیہ السلام ہونگے۔اِلٰی شَیْءٍ نُّکُرٍ (ناگوار چیز کی طرف) ناگوار سوا کن ہونے کی وجہ سے لوگ اس کو جاننا بھی گوارہ نہ کریں گے۔کیونکہ اس جیسی چیز کا آج تک سامنا نہیں ہوا۔اور وہ قیامت کا ہولناک منظر ہے۔

قراءت: نُکْر۔مکی نے کاف کو تخفیف سے پڑھا ہے۔

آیت ۷: خُشَّعًا اَبْصَارُھُمْ (ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی) قراءت: عراقی قراء نے سوائے عاصم کے خاشعا پڑھا ہے۔

نَحْو : یہ خارجین سے حال ہے۔اور یہ آنکھوں کا فعل ہے۔اور مذکر لایا گیا ہے جیسا کہتے ہیں یخشع ابصارھم دیگر قراء نے خُشعًا پڑھا اور یخشعن ابصارھم مؤنث کا معنی لیا۔یہ ان کی لغت ہے جو کہتے ہیں اکلونی البراغیث ۔نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ خُشعًا میں ھم ضمیر ہو اور ابصارھم اس سے بدل ہو۔اور خشوع ابصار یہ ذلت سے کنایہ ہو کیونکہ قیامت کے روز ذلیل کی ذلت اور عزیز کی عزت آنکھوں میں ظاہر ہو رہی ہوگی۔یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ (قبروں سے نکل رہے ہوں گے)۔ کَاَنَّھُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ (ایسے جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے)۔کثرت تعداد اور ہر جانب منتشر ہونے سے تشبیہ دی۔کہ انسان بھی کثرت و موجیں مارنے میں ٹڈی کی طرح ہونگے۔کثیر اور موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارنے والے لشکر کو کہتے ہیں۔جاؤ وا کالجراد وہ لشکر آیا ٹڈی کی طرح کثرت میں ایک دوسرے میں گھسا جاتا ہے۔

آیت ۸: مُّھْطِعِیْنَ اِلَی الدَّاعِ (بلانے والے کی آواز کی طرف دوڑے چلے جارہے ہونگے)۔اپنی گردنوں کو اٹھائے تیزی سے جارہے ہونگے۔یَقُوْلُ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ (اور کافر کہتے ہونگے یہ دن بڑا سخت ہے)۔

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ⑩ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ⑪ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا

سو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ بیشک میں مغلوب ہوں میری مدد فرمائیے سو ہم نے آسمان کے دروازے خوب زیادہ برسنے والے پانی سے کھول دیئے اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کر دیئے

فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ⑫ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ⑬ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا

پھر پانی اس کام کے لئے مل گیا جس کا فیصلہ کر دیا گیا تھا اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی

جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ⑭ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑮ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ⑯

یہ اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا گیا جس کی ناقدری کی گئی اور بلاشبہ ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا کر چھوڑ دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑰

اور البتہ یہ یقینی بات ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

تکذیبِ رسل کا مرض:

آیت ۹: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (ان سے پہلے جھوٹا قرار دیا۔) اہل مکہ سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا (قوم نوح نے اور ہمارے بندے کی تکذیب کی)۔ عبدنا سے نوح علیہ السلام مراد ہیں۔

تکذیب کو دوبارہ لائے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ انہوں نے تکذیب کے بعد تکذیب کی۔ جب ان میں سے ایک جھٹلانے والی قرن چلی گئی اس کے بعد ایک قرن اور تکذیب کرنے والی آ گئی۔ نمبر۲۔ قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا پھر انہوں نے ہمارے بندے کی تکذیب کی۔ مطلب یہ ہے جب وہ شدت سے رسولوں کے انکاری تھے اور سرے سے نبوت کے ہی قائل نہ تھے آخر میں نوح کو بھی جھٹلا دیا کیونکہ وہ بھی من جملہ رسولوں میں سے تھے۔

وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ (اور کہا یہ دیوانہ ہے)۔ (ای هو مجنون) وہ دیوانہ ہے۔ وَازْدُجِرَ (اور اس کو دھمکی دی گئی)۔ انہوں نے گالی گلوچ اور قتل کی دھمکی دی تاکہ ادائے رسالت سے باز رہیں۔ نمبر۲۔ ان کے منجملہ اقوال میں سے یہ بات تھی۔ کہ وہ کہنے لگے وہ مجنون اور اس کو جنات نے مخبوط الحواس کر دیا اور بے عقل بنا دیا کذا قال مجاہد۔

آیت ۱۰: فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ (تو نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں درماندہ ہوں)۔ تو ان سے انتقام لے۔ انی سے پہلے باء سببیہ محذوف ہے۔ اس لئے کہ میں مغلوب ہوں میری قوم نے مجھ پر غلبہ کیا اور میری بات نہ سنی اور ان کے جواب سے مایوسی پختہ ہوگئی۔ فَانْتَصِرْ (تو میرا ان سے انتقام لے) اس عذاب کے ذریعہ جو آپ ان پر بھیجیں گے۔

آیت ۱۱: فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ (پس ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے)۔

قراءت: شامی، یزید، سہل، یعقوب نے ففتّحنا پڑھا ہے۔

بِمَآءٍ مُّنۡهَمِرٍ (کثرت سے برسنے والے پانی سے)۔ جو پے در پے اور کثرت سے بہنے والا ہو۔ وہ پانی چالیس دن تک منقطع نہ ہوا۔

آیت ۱۲: وَفَجَّرۡنَا الۡاَرۡضَ عُيُوۡنًا (اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے)۔ ہم نے تمام زمین کو ایسا کر دیا گویا اس سے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔

بلاغت: یہ جملہ اس سے زیادہ بلیغ ہے۔ و فجرنا عیون الارض۔ فَالۡتَقَى الۡمَآءُ (پھر پانی مل گیا۔) یعنی آسمان و زمین کا۔

قراءت: الماءان بھی پڑھا گیا یعنی دو قسم کا پانی ارضی و سماوی۔

عَلٰۤى اَمۡرٍ قَدۡ قُدِرَ (اس کام کے پورا ہونے کے لئے جو تجویز ہو چکا تھا) تاکہ اسی حالت میں پورا ہو جس کے مطابق اس نے جیسا چاہا طے کیا۔ نمبر۲۔ اس کے مطابق جیسا لوح محفوظ میں مقدور و مندرج تھا کہ ایسا ہوگا۔ اور وہ قوم نوح کی طوفان سے ہلاکت مراد ہے۔

آیت ۱۳: وَحَمَلۡنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلۡوَاحٍ وَّدُسُرٍ (اور ہم نے لوح کو ایک تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا۔) اس سے مراد کشتی ہے۔ یہ وہ صفات ہیں جو موصوف کے قائم مقام ہیں اور آ سکتی ہیں۔ اور اس کا نائب بن سکتی ہیں کہ اس میں اور اس میں کوئی بھی فاصلہ نہیں جیسے شاعر کا قول ہے۔ ولکن قمیصی مسرودة من حدید۔ مراد شاعر کی یہ ہے لکن قمیصی درع۔

آیت میں غور کرو کہ اگر تم کشتی اور الواح و کیل جمع کرو تو یہ صحیح نہیں۔ (اصل و نائب جمع نہیں ہوتے) یہ فصیح و بدیع کلام ہے۔ الدسر جمع دسار کی ہے اور وہ کیل کو کہتے ہیں۔ مسمار بروزن فعال۔ یہ دسرہٗ سے لیا گیا جس کا معنی دھکیلنا ہے۔ کیونکہ کیل سے اس کے سوراخوں کو پاٹا جاتا ہے۔

آیت ۱۴: تَجۡرِىۡ بِاَعۡيُنِنَا (وہ ہماری نگرانی میں چل رہی تھی۔) نمبر۱۔ ہماری نگرانی میں۔ نمبر۲۔ ہماری حفاظت میں۔ نحو: باعیننا یہ تجری کی ضمیر سے حال ہے۔ ای محفوظۃً بنا۔ اس حال میں کہ وہ ہماری حفاظت میں تھی۔ جَزَآءً (بدلہ لینے کیلئے۔) نحو: یہ ماقبل فتح ابواب السماء وغیرہ کیلئے مفعول لہ ہے یعنی ہم نے یہ بدلہ لینے کیلئے کیا۔ لِّمَنۡ كَانَ كُفِرَ (جس کی ناقدری کی گئی تھی)۔ من سے نوح علیہ السلام مراد ہیں۔ نوح علیہ السلام کو مکفور قرار دیا کیونکہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کی نعمت و رحمت ہے۔ ارشاد فرمایا۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین [الانبیاء۔ ۱۰۷] پس نوح علیہ السلام وہ نعمت ہوئے جس کی ناقدری کی گئی۔

کشتی نوح جودہ پر:

آیت ۱۵: وَلَقَدۡ تَّرَكۡنٰهَا (اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کیلئے رہنے دیا۔) ھا سے مراد کشتی یا ان کا وہ واقعہ جس کو نشانی بنا دیا جس

سے عبرت حاصل کی جاتی ہے۔قول قتادہ رحمہ اللہ: اس کشتی کو ارض جزیرہ میں باقی رکھا۔

ایک قول:

جودی پر باقی رکھا اور اس امت کے پہلے لوگوں نے وہ کشتی دیکھی۔

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔) مدکر نصیحت وعبرت حاصل کرنے والا۔ یہ اصل میں مذتکر ہے۔تا کو دال سے بدل دیا اور دال۔ ذال کا ایک مقام ہے۔ایک دوسرے میں ادغام کر دیئے گئے۔

آیت ۱۶: فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (پھر دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا)۔نذر جمع نذیر ہے اور وہ انذار مصدر کے معنی میں ہے۔قراءت: ونذری' یعقوب نے دونوں جگہ پڑھا۔وصل میں سہل سے اس کے موافق اور دیگر قراء نے بغیر یاء کے بڑھا اور آخر سورت تک قراء کا یہی اختلاف ملحوظ رہے۔

آیت ۱۷: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ (اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے)۔نصیحت اور یاد کرنے کیلئے آسان کر دیا۔اس طرح کہ کافی شافی مواعظ اس میں رکھ دیئے اور وعدے اور وعیدیں بار بار بیان کر دیں۔فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔مدکر بمعنی نصیحت حاصل کرنے والا۔ایک قول یہ ہے: حفظ کیلئے اس کو آسان کر دیا۔اور جو اس کو یاد کرنے کا ارادہ کرے اس کی مدد و اعانت کر دی۔کیا کوئی حفظ کا طالب ہے کہ اس کی اعانت کی جائے؟

روایت میں ہے کہ اہل ادیان کی کتب یعنی تورات' انجیل' ان کو دیکھ کر ہی پڑھ سکتے تھے۔ان کو حفظ نہ کر سکتے تھے۔جیسا کہ قرآن کو کر سکتے ہیں۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا

جھٹلایا قوم عاد نے سو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا ' بیشک ہم نے ان پر سخت ہوا بھیج دی

فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ

ایسے دن میں جو نحوست والا تھا دیر تک رہنے والا تھا وہ ہوا لوگوں کو اکھاڑ کر پھینک رہی تھی گویا کہ وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں' سو کیسا ہوا

كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾

میرا عذاب اور میرا ڈرانا اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا' سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِىْ ضَلٰلٍ

قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا' سوانہوں نے کہا کیا ہم ایسے انسان کا اتباع کریں جو ہمیں میں سے ایک شخص ہے' بیشک اس صورت میں تو ہم بڑی گمراہی اور

وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِىَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ

دیوانگی میں جا پڑیں گے' کیا ہم سب کے درمیان سے اسی پر وحی نازل کی گئی؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ بڑا جھوٹا ہے شیخی باز ہے' عنقریب کل کو جان لیں گے کہ

الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ

کون ہے بڑا جھوٹا شیخی باز' بیشک ہم اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں ان کی آزمائش کے لئے' سو آپ ان کو دیکھتے رہیے اور صبر کیجئے' اور آپ انہیں بتا دیں

اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى

کہ بیشک پانی تقسیم ہے ان کے درمیان ہر ایک اپنے بلانے کی باری پر حاضر ہوا کرے' سوانہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا سو اس نے حملہ کر دیا

فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا

اور کاٹ ڈالا' سو کیا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا' بیشک ہم نے ان پر ایک چیخ بھیج دی سو وہ ایسے ہو گئے

كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

جیسے باڑ لگانے والے کا چورا ہو' اور بلاشبہ یہ بات حق ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا

آیت ۱۸: كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ (قوم عاد نے جھٹلایا پس میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔) عذاب کے اترنے سے پہلے جو ڈراوے ان کی طرف بھیجے۔ نمبر۲۔ ان کو سزا دینے میں بعد والوں کیلئے جو ڈراوے تھے۔

آیت ۱۹: اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا (ہم نے ان پر ایک تند ہوا چھوڑ دی)۔ صر صر :ٹھنڈی یا نمبر۲۔سخت آواز والی۔

فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ (نحوست کے دنوں میں)۔ مُّسْتَمِرٍّ (دوامی شر والے)۔ وہ عذاب ان پر مسلط رہا یہاں تک کہ ان کو ہلاک کر دیا۔ یہ مہینہ کی آخری تاریخ بدھ کا دن تھا۔

ہوا نے اس کے مقامات سے اُکھاڑ پھینکا:

آیت ۲۰: تَنْزِعُ النَّاسَ (وہ ہوا لوگوں کو اکھاڑ اکھاڑ کر پھینک رہی تھی)۔ ان کے مقامات سے اکھاڑتی تھی۔ وہ صف باندھے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام کر کھڑے ہو جاتے۔ گھاٹیوں میں داخل ہو گئے اور گڑھے کھود کر ان میں گھس گئے ہوا نے ان کو وہاں سے کھینچ لیا اور اوندھے منہ گرا کر ان کی گردنیں توڑ ڈالیں۔ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (گویا وہ اکھڑے ہوئے کھجور کے درختوں کے تنے ہیں)۔ کھجور کا تنا جس کو زمین سے اکھیڑ لیا جائے۔ ان کو کھجور کے تنوں سے مشابہت دی کیونکہ ہوا ان کے سروں کو کاٹ ڈالتی وہ جسد بلا سر رہ جاتے اور زمین پر مردہ ہو کر گر پڑتے ان کے جسم لمبے لمبے تھے۔

ایک نکتہ:

نخل کے لفظ کا لحاظ کر کے صفت لائی گئی اگر اس کے معنی کا لحاظ کریں تو مؤنث ہوگا۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ اعجاز نخل خاویۃ۔

آیت ۲۱: فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ (پس دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا)۔

آیت ۲۲: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (اور ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)

آیت ۲۳: كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ (ثمود نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔)

پیغمبر کی بات کو غلطی اور جنون کہا:

آیت ۲۴: فَقَالُوْۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا (کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کی اتباع کریں گے۔ جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے) بشرًا منصوب ہے اس فعل کی بنا پر نتبعه جس کی تفسیر کر رہا ہے۔ تقدیری عبارت ہے۔ انتبع بشرًا منا واحدًا۔ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ اگر ہم نے ایسا کیا تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور پاگل پن میں جا پڑیں گے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر تم میری بات نہ مانو گے تو حق سے ہٹ جاؤ گے۔ اور آگ میں پڑو گے۔ سعو جمع سعیر :آگ۔ کفار نے اس بات کا الٹ کر کے کہا۔ اگر ہم تمہاری اتباع کر لیں گے تو ہم اس طرح ہو جائیں جیسا تو ہمیں کہتا ہے۔

ایک قول:

الضلال: غلطی، درستی سے دور ہونا۔ السعر جنون۔ تمہاری اتباع سے ہم غلطی کا شکار ہو کر جنون میں مبتلا ہو جائیں گے۔ کفا کا قول۔ اَهشوا۔ یہ انکار ہے اس بات سے کہ وہ اپنے ہم جنس کی اتباع کریں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ وہ ملائکہ میں سے ہونا چاہیے۔ اور کہنے لگے۔ منا۔ کہا تا کہ مماثلت قویہ تامہ ثابت کی جا سکے۔ انہوں نے واحدًا کہا۔ اس بات سے انکار ہے کہ جماعت ایک فرد واحد کی پیروی کرے یا واحدًا سے مراد عامۃ الناس میں سے ہے ان کے اشراف وافضل میں سے نہیں اس مفہوم پر اگلی آیت دلالت کر رہی ہے۔

آیت ۲۵: ءَ اُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا (کیا ہم سب میں سے اس پر وحی نازل ہوئی۔) مطلب یہ ہے کیا اس پر وحی اتری حالانکہ ہم میں ایسے بھی ہیں جو نبوت کے چناؤ کے لئے اس سے زیادہ مستحق ہیں۔ بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ (بلکہ وہ بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے۔) اَشر: شیخی باز، متکبر اس کو اس کی شیخی نے آمادہ کیا ہے کہ یہ دعویٰ کر کے ہم پر بڑائی حاصل کرے۔

آیت ۲۶: سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ (ان کو عنقریب کل ہی کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا۔) جب ان پر عذاب اترے گا۔ نمبر۲۔ قیامت کے دن کہ جھوٹا شیخی باز کون ہے۔ کیا میں صالح یا مجھے جھٹلانے والے؟

قراءت: شامی وحمزہ نے ستعلمون پڑھا ہے۔ اس کو نقل کرتے ہوئے جوان کو صالح علیہ السلام نے بطور جواب فرمایا۔ نمبر۲۔ بطور التفات یہ ادخال الٰہی ہے۔

آیت ۲۷: اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ (ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں۔) مقرر کرنے اور ان کے مطالبہ پر پہاڑ سے نکالنے والے ہیں۔ فِتْنَةً لَّهُمْ (ان کی آزمائش کیلئے) ان کے ابتلاء وامتحان کے لئے۔ نحو: یہ مفعول لہ ہے۔ نمبر۲۔ حال ہے۔ فَارْتَقِبْهُمْ (پس ان کو دیکھتے رہو) انتظار کرو اور دیکھتے رہو وہ کیا کرنے والے ہیں۔ وَاصْطَبِرْ (اور صبر رکھو۔) ان کی ایذاؤں پر اور جلدی مت کرنا یہاں تک کہ میرا حکم تمہارے پاس آئے۔

آیت ۲۸: وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ (اور ان لوگوں کو بتا دینا کہ پانی ان میں بانٹ دیا گیا ہے۔) ان کے مابین تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک دن اونٹنی کا اور دوسرا دن ان کا۔ بینھم۔ عقلاء کو تغلیب دے کر ذکر کیا۔ ورنہ باری تو ان کے جانوروں اور اونٹنی کے مابین تھی۔ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ (ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے گا۔) محتضر بمعنی محضور، باری مقرر کیا ہوا۔ ایک دن قوم گھاٹ پر آموجود ہو اور ایک دن اونٹنی حاضر ہو۔

قدار بن سالف:

آیت ۲۹: فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ (انہوں نے اپنے رفیق کو بلایا۔) صاحبھم۔ قدار بن سالف ثمود کا چھوٹو سرخا۔ فَتَعَاطٰى (پس اس

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ

لوطؑ کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا' بیشک ہم نے ان پر پتھر لانے والی تیز ہوا بھیج دی' سوائے لوطؑ کے گھر والوں کے ہم نے انہیں آخری رات میں

بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا

اپنے فضل سے نجات دے دی' ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اس شخص کو جو شکر ادا کرے اور لوطؑ نے ان کو ہماری گرفت سے ڈرایا تھا

فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾

سوانہوں نے ڈرانے کی چیزوں میں جھگڑے بازی کی اور بے شک بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے لوطؑ کے مہمانوں کو برے ارادہ سے لینا چاہا سوہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کردیں' سو چکھو میرا عذاب

نے اونٹنی پر وار کیا۔) یعنی عظیم جرم کے ارتکاب کی جرأت کی اور اسکی کوئی پرواہ نہ کی۔ فَعَقَرَ (پس اسکی کونچیں کاٹ دیں)۔ یعنی اونٹنی کی۔ نمبر۲۔ اس نے تلوار لے کر اونٹنی کو آلیا اور قتل کر دیا۔ نمبر۳۔ اس نے تلوار کو لیا۔ دوسرے مقام پر فرمایا فعقروا الناقۃ۔

[۲۱ ف ---]

ایک نکتہ:

گویا اس آیت میں مفرد لائے اور دوسری آیت میں جمع لائے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس قتل پر سب راضی تھے اس لئے سب گویا شریک تھے۔ نمبر۲۔ تمام اونٹنی کے قتل میں اس کے معاون تھے۔ تلوار و تیر سے وار والا وہی تھا۔

آیت ۳۰: فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ (پس دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا)۔

آیت ۳۱: اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ (ہم نے ان پر مسلط کیا)۔ اونٹنی کے ذبح کے چوتھے دن بعد صَيْحَةً وَّاحِدَةً (ایک نعرہ۔) جبرئیل علیہ السلام نے ان پر چیخ ماری۔ فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ (پس وہ ایسے ہوگئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے کی باڑ کا چورا۔) الھشیم: خشک درخت جس کا بھوسہ بنایا جاتا ہے۔ والمحتظر: باڑ لگانے والا اور جس پر باڑ لگائیں اور زیادہ وقت گزرنے پر وہ خشک ہو جائے اور حیوانات کے پے درپے گزرنے سے وہ روندی جائے اور ٹوٹ کر چورا چورا ہو جائے۔

قراءت: حسن رحمہ اللہ نے مُحْتَظَر پڑھا اور وہ باڑ لگانے کی جگہ ہے۔

آیت ۳۲: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (اور ہم نے قرآن نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)

آیت ۳۳: كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ (قوم لوط نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔)

آیت ۳۴: اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا (ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا۔) ایسی ہوا بھیجی جو ان پر پتھر پھینکتی تھی۔ اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ (مگر لوط علیہ السلام کے متعلقین۔) آپ کی دونوں بیٹیاں اور جو لوگ آپ پر ایمان لائے تھے۔ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ (ان کو

اخیر شب میں ہم نے بچالیا۔) سحر یعنی اسحار اسی لئے اس کو منصرف لائے۔عرب کہتے ہیں۔لقیتہ بسحرٍ۔جبکہ اسی دن کی سحر کو تم ملو۔

ایک قول یہ ہے:

سحر دو ہیں۔نمبرا۔المسحر الاعلی پو پھوٹنے سے پہلے۔نمبر۲۔پو پھوٹنے کے وقت۔

آیت ۳۵: نِعْمَةً (اپنی جانب سے فضل کر کے۔) یہ مفعول لہٗ ہے یعنی بطور انعام کے مِنْ عِنْدِنَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ جو (شکر کرتا ہے اس کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔) ایمان اور اپنی اطاعت کی نعمت۔

آیت ۳۶: وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ (اور لوط علیہ السلام نے ان کو ڈرایا تھا۔) بَطْشَتَنَا (ہماری پکڑ سے۔) عذاب مسلط کرنے سے پہلے۔ فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ (لیکن انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کیے۔) پس انہوں نے ڈرانے والوں میں شک کر کے جھٹلایا۔

آنکھوں کو مٹادیا:

آیت ۳۷: وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ (اور ان لوگوں نے لوط علیہ السلام سے ان کے مہمانوں کو بری نیت سے لینا چاہا۔) انکے مہمانوں سے بے حیائی کا مطالبہ کیا۔ فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ (پس ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کردیں۔) یعنی ان کو اندھا کردیا۔

ایک قول یہ ہے:

ان کی آنکھوں کو مسخ کر کے چہرے کی طرح بنادیا۔ آنکھوں کے شقوق کا نشان نہ تھا۔روایت میں ہے کہ جب انہوں نے لوط علیہ السلام کے دروازے کو مروڑا تا کہ وہ اس میں داخل ہوں تو ملائکہ نے کہا۔ان کو اندر آنے دیں۔ہم تو تیرے رب کے قاصد ہیں وہ ہرگز تجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پر کی ایک جھپٹ ماری۔ان کو ادھر ادھر بھاگتے چھوڑ دیا۔ان کو دروازہ کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔یہاں تک کہ لوط علیہ السلام نے خود ان کو دروازے سے باہر نکالا۔ فَذُوْقُوْا (اور کہا لو چکھو۔) یہ ملائکہ کی زبانی کہا۔ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ)۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۞۳۸ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ۞۳۹ وَلَقَدْ

اور یہ بات یقینی ہے کہ صبح سویرے ان پر ایسا عذاب آ گیا جو برقرار رہنے والا تھا سو چکھو لو میرا عذاب اور میرے ڈرانے کا نتیجہ اور یہ بات یقینی ہے

يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۞۴۰ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۞۴۱

کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔ اور یہ بات واقعی ہے کہ آل فرعون کے پاس ڈرانے کی چیزیں آئی تھیں

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ۞۴۲ أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ

انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا' سو ہم نے انہیں پکڑ لیا زبردست صاحب قدرت کا پکڑنا' کیا تمہارے کافر بہتر ہیں

مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۞۴۳ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ۞۴۴ ۳ ع ۱۸ ۹

ان لوگوں سے یا تمہارے لئے کتابوں میں کوئی معافی ہے؟ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہماری جماعت ہے جو غالب رہے گی'

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۞۴۵ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ۞۴۶ إِنَّ

عنقریب جماعت شکست کھا جائے گی اور پشت پھیر کر چل دیں گے' بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور بڑی کڑوی چیز ہے' بلاشبہ

الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۞۴۷ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ وقف لازم

مجرمین بڑی گمراہی اور بڑی بے عقلی میں ہیں' جس دن دوزخ میں چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے' چکھو لو دوزخ کا

سَقَرَ ۞۴۸ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۞۴۹ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۞۵۰ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا

عذاب' بیشک ہم نے ہر چیز کو انداز سے پیدا کیا' اور ہمارا حکم بس یک بارگی ہوگا جیسے آنکھوں کا جھپکنا اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے تمہارے جیسے

أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۞۵۱ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۞۵۲ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ

لوگوں کو ہلاک کیا تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا' اور جو کچھ بھی ان لوگوں نے کیا ہے سب کتابوں میں ہے' اور ہر چھوٹی بڑی چیز کتابوں میں

مُّسْتَطَرٌ ۞۵۳ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۞۵۴ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۞۵۵ ع ۱۵ ۳ ۱۰

لکھی ہوئی ہے' بیشک پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں بادشاہ کے پاس جو قدرت والا ہے۔

آیت ۳۸: وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً (اور صبح سویرے دن کے اول حصہ میں ان پر آ پہنچا۔) عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ (دائمی عذاب قائم رہنے والا جو ان پر اس طرح قائم ہوگیا کہ جو ان کو آخرت کے عذاب تک پہنچا کر چھوڑے گا۔

آیت ۳۹: فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ (تو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔) دوبارہ لانے کا فائدہ یہ ہے کہ ہر خبر کو سن کر نصیحت

تازہ ہوجائے۔

آیت ۴۰: وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کردیا۔ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)

عظیم فائدہ:

تذکیر ونصیحت کی تازگی کے لئے بار باران کلمات کو دہرایا گیا۔ کہ دوبارہ متنبہ ہوں اوراس پر آمادہ کرنے سے بیداری میں تجدید ہو جائے۔اورسورۂ رحمان میں بار بار فبای الاءِ ربکما تکذبان۔[الرحمان۔۱۳] کو لانے کا بھی یہی مقصد ہے۔ ہر نعمت جس کو شمار کرے۔اس پر اپنے ذہن کو متنبہ کر کے اپنے دل و دماغ کو نئے سرے سے بیدار کرے اوراسی طرح ویل یومئذ للمکذبین[المرسلات۔۱۵] میں دوبارہ لانے میں یہی حکمتیں ہیں۔اوراسی طرح انبیاءعلیہم السلام اوران کے واقعات کو بار بار دہرایا تاکہ وہ عبرتیں دلوں میں مستحضر ہو جائیں اور ذہنوں کے سامنے تصویر بن کر آجائیں۔اور ہر آن میں وہ نصیحت کو یاد دلانے والے ہوں نہ کہ بھلانے والے۔

آیت ۴۱: وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرِ (اور فرعون کے ساتھیوں کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سی چیزیں پہنچیں۔) النذر: موسیٰ وہارون اور دیگر انبیاء علیہم السلام یا النذر جمع نذیر کی ہے بمعنی انذار۔ ڈراوے کی چیزیں۔

آیت ۴۲: کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کُلِّهَا (ان لوگوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا۔) آیات سے نو نشانیاں مراد ہیں۔ فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ (ہم نے زبردست قدرت والے کی پکڑ کی طرح ان کو دھر پکڑا۔) عزیز جس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ مقتدر: اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔

یہ کافر زیادہ شریر ہیں:

آیت ۴۳: اَکُفَّارُکُمْ (کیا تمہارے کافر) اے اہل مکہ خَیْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِکُمْ (ان سے کچھ بہتر ہیں)۔ وہ کفار جن کا پہلے شمار ہوا۔ مثلاً قوم نوح و ہود، صالح، لوط، آل فرعون یعنی کیا وہ قوت آلات، اور دنیاوی مراتب میں بہتر تھے یا کفر و عناد میں کم تر تھے؟ مطلب یہ ہے کہ تمہارے کفار انہی کی مثل بلکہ ان سے زیادہ شریر ہیں۔ اَمْ لَکُمْ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ (یا تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں کوئی معافی آگئی)۔ اے اہل مکہ کیا تم پر پہلی کتابوں میں براءت کی دستاویز لکھ دی گئی ہے کہ جو تم میں سے رسولوں کو جھٹلائے گا اور کفر کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امن دیا جائے گا۔ اور تم بھی اسی معاہدہ کے تحت امن میں کردیئے گئے ہو؟

آیت ۴۴: اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ (یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت ایسی ہے جو غالب ہی رہیں گے۔) جمیعٌ جماعت

کو کہتے ہیں کہ ہم جماعت ہیں ہم اکٹھے رہیں گے ہمارا معاملہ اجتماعی ہے۔ مُنْتَصِرٌ محفوظ و مضبوط۔ نہ کوئی دشمن ہمارا قصد کر سکتا ہے اور نہ ہمارا نقصان کر سکتا ہے۔

علاماتِ نبوت:

آیت ۴۵: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ (عنقریب ان کی یہ جماعت شکست کھائے گی۔) جمع سے جماعت اہل مکہ مراد ہے۔ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گی۔) دُبر بمعنی ادبار۔ جیسا کہ کہا۔ کلوا فی بعض بطنکم تعِفُّوا یعنی وہ شکست کھا کر بھاگ جائیں گے یعنی یوم بدر۔ اور یہ علامات نبوت میں سے ہے۔

آیت ۴۶: بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ (بلکہ قیامت ان کے لئے وعدۂ عذاب ہے)۔ بدر کے بعد ان سے عذاب کا وعدہ کیا۔ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى (اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔) موقف بدر کی بنسبت زیادہ سخت ہے۔ الداهية :ایسی اوپری مصیبت جس کا علاج نہ ہو۔ وَاَمَرُّ وہ عذاب دنیا سے زیادہ کڑوا ہے۔ یامرّہ سے زیادہ بدمزہ ہے۔

آیت ۴۷: اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ (بلاشبہ یہ مجرم بڑی غلطی میں ہیں) دنیا میں حق سے بھٹک کر)۔ وَسُعُرٍ (اور آگ میں) جو آخرت میں ہے یا ہلاکت اور آگ میں۔

آیت ۴۸: يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ (جس روز آگ میں ان کو گھسیٹا جائے گا۔) اس میں کھینچا جائے گا۔ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ (منہ کے بل) اور ان کو کہا جائے گا۔ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ (تم آگ لگنے کا مزہ چکھو۔) جیسا کہتے ہیں۔ وجد مس الحمّٰی وذاق طعم الضرب۔ سقر یہ غیر منصرف ہے۔ تانیث و معرفہ یہ جہنم کا نام ہے۔ یہ سقرتهُ النار سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی جب آگ اس کو متغیر کر دے۔

آیت ۴۹: اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے پیدا کیا۔) نحو :کل یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر یہ فعل ظاہر کر رہا ہے۔

قراءت: شاذ قراءت میں کل کو مرفوع پڑھا گیا ہے۔ نصب پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ اگر رفع دیا جائے تو ممکن ہے کہ خلقناہ موضع خبر میں ہو۔ اور شیٔ کا وصف بن جائے۔ اور بقدر یہ خبر بن جائے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ انا کل شیٔ مخلوق لنا کائن بقدرٍ۔ ہر مخلوق چیز جو ہماری ہے۔ وہ اندازہ کے مطابق ہوگی۔ نمبر۲۔ خلقناہ خبر ہو اور تقدیر عبارت یہ ہو۔ انا کل شیٔ مخلوق لنا بقدر۔ ہماری ہر مخلوق ایک اندازے کے مطابق ہے۔ جب معاملہ رفع میں متردد ہوا تو نصب کی طرف عدول کیا گیا ہے۔ اور اس کی تقدیر عبارت یہ ہے۔ انا خلقنا کل شیٔ بقدر۔ ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے بنائی۔ پس مخلوق اس صورت میں عام ہوگی اور ہر چیز پر بولی جائے گی۔ روایت کا مقصود یہی ہے۔ نصب میں یہ درست نہیں کہ خلقنا کو شیٔ کی صفت بنائیں۔ کیونکہ وہ ناصب کی تفسیر ہے۔ حالانکہ صفت اپنے موصوف پر عمل نہیں کرتی۔ القَدْر' القَدَر' اندازے کے معنی میں ہے۔ یعنی سابقہ اندازہ۔ یا ہر چیز کو اندازہ کیا ہوا بنایا۔ مضبوط بنایا اور تقاضائے حکمت کے مطابق ترتیب دے کر بنایا۔

یا اندازہ کیا ہوا 'لوح میں لکھا ہوا' وجود سے پہلے معلوم شدہ بنایا کہ ہم اس کا زمانہ اور کیفیت سے بھی واقف ہیں۔
قولِ ابو ہریرہؓ: مشرکین قریش نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے تقدیر کے سلسلہ میں جھگڑ رہے تھے۔ تو یہ آیت اتری۔ (رواہ مسلم۔ ۲۶۵۶) اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر فرماتے کہ یہ قدریہ فرقہ کے متعلق اتری یعنی وہ بھی اس کا مصداق ہیں۔
آیت ۵۰: وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ (اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جائے گا۔) یعنی ایک ہی کلمہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہم جس چیز کو بنانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس کو اس طرح کہتے ہیں۔ کن فیکون۔ ہو جا۔ وہ ہو جاتی ہے۔ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (جیسے آنکھ جھپکانا۔) اتنی مقدار کہ جتنی مقدار میں تم میں سے کوئی ایک پلک جھپکتا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

امرنا سے مراد قیامت ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے وما امر الساعة الا كلمح البصر۔ [النحل۔ ۷۷]
آیت ۵۱: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ (اور ہم نے تمہارے ہم مشرب لوگوں کو ہلاک کر دیا)۔ جو تمہارے مشابہ پہلی امتوں میں کفر اختیار کرنے والے تھے۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)
آیت ۵۲: وَكُلُّ شَىْءٍ فَعَلُوْهُ فِى الزُّبُرِ (اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں۔ سب اعمالناموں میں درج ہے۔) ہٗ سے مراد یہ کفار ہیں یعنی ہر ایک ان کا کیا ہوا اعمال نامے میں قائم ہے۔ الزبر سے حفاظتی فرشتوں کے رجسٹر فعلوہ یہ موضع جر میں ہے۔ اور شیٔ کی صفت ہے۔ اور فی الزبر۔ یہ لکل کی خبر ہے۔
آیت ۵۳: وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔ اعمال اور جو چیزیں آئندہ کرنی ہیں۔ مستطر۔ لوح میں لکھی ہوئی ہیں۔
آیت ۵۴: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ (بیشک متقی باغات اور نہروں میں ہونگے۔) نهر جمع انهار۔ یہاں جنس کے ذکر پر اکتفاء کیا۔

ایک قول یہ ہے:

اس کا معنی وسعت اور روشنی اور النہار کا لفظ اسی سے بنا ہے۔

عند کی مراد:

آیت ۵۵: فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے قرب میں۔) مقعد صدق: پسندیدہ مکان۔ عند مليك میں مرتبہ وکرامت والی عندیت مراد ہے۔ مسافت وچھونے کا عِندَ نہیں۔ مقتدرٍ قادر۔ اس میں نکرہ لا کر بتلایا کہ کوئی کائنات کی چیز ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ملک وقدرت کے ماتحت ہے۔

الحمد للہ تفسیری ترجمہ مکمل ہوا

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَسَبْعُونَ آيَةً وَثَلٰثُ رُكُوعَاتٍ

سورۃ الرحمٰن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھہتر آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ① عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ② خَلَقَ الْاِنْسَانَ ③ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ④ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی ' اس نے انسان کو پیدا کیا' اس کو بیان سکھایا' سورج اور چاند

بِحُسْبَانٍ ⑤ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ⑥ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ⑦ اَلَّا

حساب کے ساتھ ہیں' اور بے تنہ کے درخت اور تنہ آور فرمانبردار ہیں اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو رکھ دی کہ تم

تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ⑧ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ⑨

تولنے میں سرکشی نہ کرو اور وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو ' اور تول کو مت گھٹاؤ '

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ⑩ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ⑪ وَالْحَبُّ

اور اس نے زمین کو لوگوں کے واسطے رکھ دیا اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن پر غلاف ہوتا ہے اور دانے ہیں

ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ⑫ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑬

بھوسہ والے اور غذا ہے سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

۱ : الرَّحْمٰنُ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (رحمان نے قرآن کی تعلیم دی اس نے انسان کو پیدا کیا اس کو گویائی سکھائی)

۱ : الرَّحْمٰنُ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ انسان سے یہاں جنس انسان مراد ہے۔ نمبر۲۔ آدم علیہ السلام نمبر۳۔ محمد ﷺ

سب سے بلند نعمت:

۴ : عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کا شمار فرمایا تو چاہا کہ ان میں سے سب سے مقدم، سابق اور اقسام نعم میں عمدہ ترین کو پہلے ذکر کیا جائے چنانچہ دین والی نعمت کو سب سے مقدم ذکر کیا۔ اور پھر دینی نعمتوں میں سب سے زیادہ فائق اور بلند مرتبہ

والی نعمت قرآن کو شمار فرمایا۔ قرآن کا اتارنا، تعلیم قرآن یہ سب نعمتیں ہیں۔ کیونکہ قرآن تمام وحی کے ذریعہ نازل کردہ کتابوں سے مرتبہ و مقام میں اعلیٰ ترین اور اثر پذیری میں بھی سب سے بڑھ کر مؤثر ہے یہ آسمانی کتابوں کی چوٹی اور سب کی مصدق اور مہیمن ہے۔ پہلے قرآن کا ذکر کیا پھر تخلیق انسانی کا ذکر کیا اس سے یہ بتلا دیا کہ انسان کی پیدائش دین کیلئے ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی وحی اور کتب کے علم سے اپنے کو گھیر لینا چاہیے اور انسان کی پیدائش جس مقصد کی خاطر کی گئی اس کو مقدم کیا پھر بیان کی صفت ذکر کی جس کی وجہ سے اس کو حیوانات سے امتیاز حاصل ہے وہ فصیح و بلیغ گفتگو اور اپنے مافی الضمیر کی وضاحت ہے۔

نحو : الرحمان مبتدأ ہے اور یہ تمام افعال اپنی ضمائر سمیت اس کی مترادف خبریں ہیں۔ رہا سوال عاطف سے خالی ہونے کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خبریں گنتی کے انداز سے لائی گئی ہیں۔ جیسا محاورہ میں کہتے ہیں **زید اغناك بعد فقر، اعزك بعد ذل کثرك بعد قلة۔ فعل بك مالم یفعل احد باحدٍ فما تنکر من احسانه؟** تو ان تمام اخبار میں باہمی عاطف کی حاجت نہیں ہے۔

۵ : **اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ** (سورج و چاند حساب کے ساتھ چلتے ہیں) ایک مقررہ حساب اور درست اندازے کے مطابق چلتے ہیں۔ ان کا چلنا اپنے بروج و منازل میں ہے اور اس کے چلنے میں مخلوق کے فوائد ہیں۔ ان میں سے ایک سالوں اور حساب کا علم ہے۔

۶ : **وَّ النَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ** (بے تنے درخت اور تنے دار درخت اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں) النجم ایسی نباتات جو زمین سے پھوٹ کر نکلے اس کا تنا نہ ہو مثلاً سبزیاں، الشجر تنا والا درخت۔

ایک قول یہ ہے :

النجم آسمان کا ستارہ۔ یسجدان جس مقصد کیلئے ان کو بنایا اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہے ہیں۔ ان کو مکلفین منقاد و مطیع لوگوں سے بطور مشابہت کے ساجد کہہ دیا۔ یہ دونوں جملے الرحمان کے ساتھ معنوی ربط رکھتے ہیں اس لئے کہ یہ بات تو جانی پہچانی ہے کہ محاسبہ کا اختیار اسی کے پاس اور سجدہ کے لائق اس کی ذات ہے۔ گویا اس طرح فرمایا گیا سورج و چاند اس کے مقرر کرنے سے ہیں اور پودے اور درخت اس کے سامنے جھکنے والے ہیں۔

پہلے جملوں میں عاطف نہیں لائے اور اس میں لے آئے کیونکہ پہلا جملہ بطور گنتی و شمار کے واقع ہے تا کہ ناشکرے لوگوں کو رلایا جائے جیسا کہ منعم کے احسانات کے منکرین کو شرمندہ کیا گیا ہے جیسا کہ مثال مذکور میں ہے۔ پھر تبکیت کے بعد کلام کو دوبارہ اس کے انداز کی طرف لوٹایا گیا تا کہ مناسبت کیلئے جن کو لانا ہے ان کو ملایا جائے اور عاطف کے قریب کیا جائے۔

مناسبت : سورج و چاند آسمانی و آفاقی ہیں اور نجم و شجر ارضی و زمینی ہیں۔ گویا ان میں تقابل کا تناسب ہے آسمان و زمین کو ہمیشہ ملا کر ذکر کرتے ہیں سورج اور چاند کا حساب سے چلنا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دینے کی جنس میں سے ہے پس یہ نجم و شجر کے سجدہ سے بہت قریب مناسبت ہوگئی۔

آسمان مسکن ملائکہ:

۷ : وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا (اور اسی نے آسمان کو اونچا کیا) بلند بنایا اور اونچا کیا اس انداز سے کہ اپنے احکامات کے بنانے کی جگہ اور اپنے فیصلوں کے صادر ہونے کا مقام اور ان ملائکہ کا مسکن بنا دیا جو انبیاء علیہم السلام پر وحی لانے والے ہیں۔ اس سے اپنی شان کی کبریائی اور ملک وسلطنت کی عظمت کو لوگوں پر ظاہر کیا۔ وَوَضَعَ الْمِيزَانَ (اور اسی نے دنیا میں ترازو رکھ دی) المیزان ہر وہ چیز جس سے اشیاء کا وزن کیا جاتا ہے اور ان کی مقداریں مقرر کی جاتی ہیں مثلاً میزان، قرسطون، مکیال، مقیاس وغیرہ۔ مطلب یہ ہے میزان کو زمین پر رکھا ہوا اس نے پیدا کیا کہ اس کے ساتھ بندوں کے مابین برابری اور لین دین میں اعتدال کے احکامات کو اس سے معلق کر دیا۔

۸ : اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ (تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو) اس سے پہلے لام محذوف ہے لِاَلَّا تطغوا تاکہ تم سرکشی نہ کرو۔ نمبر۲۔ اَن مفسرہ ہے۔ گویا میزان کی تفسیر ہوئی۔

۹ : وَاَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ (اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک ٹھیک رکھو) عدل کے ساتھ اپنے وزن کو درست رکھو۔ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (اور تول کو نہ گھٹاؤ) تول میں کمی نہ کرو۔ برابری کا حکم دیا اور اعتداء وزیادتی جو سرکشی کا نتیجہ ہے اس سے باز رکھا اور ایسے نقصان سے جو تطفیف تک لے جائے منع کر دیا۔ اور لفظ میزان کو دوبارہ لائے تاکہ نصیحت پختہ ہو اور اس کے استعمال کا حکم مضبوط ہو اور دلی آمادگی سے اس کو استعمال میں لائے۔

۱۰ : وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا (اور زمین کو رکھ دیا) پست کر کے پانی پر بچھا دیا لِلْاَنَامِ (مخلوق کیلئے) سطح زمین پر رینگنے والے کو کہتے ہیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ :

الانام سے جن وانس مراد ہیں۔ یہ ان کے لئے بچھونے کی طرح ہے اپنی مرضی سے اس پر چلتے پھرتے ہیں۔

۱۱ : فِيهَا فَاكِهَةٌ (اس میں میوے ہیں) بہت سی اقسام جس کو لوگ بطور لذت کے استعمال کرتے ہیں۔ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ (اور کھجور کے درخت ہیں جس کے پھلوں پر غلاف ہوتا ہے) اکمام پھل کا برتن اس کا واحد کِمٌّ ہے یا ہر وہ چیز جو چھپائے جیسے چھلکا، چھڑیاں پتے تمام سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے جیسا اس کے چھپے ہوئے پھل اور گابھے اور تنے سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔

۱۲ : وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ (اور اناج ہے جس میں بھوسہ اور غذائی چیزیں ہوتی ہیں) العصف کھیتی کے پتے یا بھوسہ الریحان رزق اور مغز کو کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ کچھ غذائیں تو ایسی ہیں جو فقط تلذذ کے طور پر استعمال ہوتی ہیں اور بعض غذا وتلذذ ہر دو کی جامع ہیں اور وہ ثمر ہے اور غذا فقط اناج میں ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

اللہ نے پیدا کیا انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح سے تھی اور پیدا کیا جان کو لپٹیں مارتی ہوئی خالص آگ سے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ دونوں مغربوں اور دونوں مشرقوں کا رب ہے سوائے جن و انس تم اپنے

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾

رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اس نے دونوں سمندروں کو ملا دیا ان کے درمیان آڑ ہے وہ دونوں بغاوت نہیں کرتے'

نحو، قرات:

الریحان کو جر کے ساتھ حمزہ، علی نے پڑھا ہے یعنی والحب ذو العصف الذی ہو علف الانعام والریحان الذی ہو مطعم الانسان ۔اور اناج بھوسے والا وہ بھوسہ جو چوپایوں کی خوراک ہے اور ریحان یہ انسانوں کا کھانا ہے۔نمبر۲۔رفع سے اگر پڑھیں تو ذو الریحان ہوگا اور مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام بنایا۔

ایک قول یہ ہے :

کہ اس کا معنی اس طرح ہے وفیہا الریحان الذی یشم والحب ذاالعصف و الریحان شامی نے نصب سے پڑھا۔ای خلق الحبَّ و الریحانَ یا اخصّ الحبَّ والریحانَ۔

۱۳ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ (پس تم اے جن وانس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں) 'الاء وہ انعامات جن کو ابتدائے سورت سے شمار شروع فرمایا گیا ہے یہ اِلْیٌ ، و اِلیٌ کی جمع ہے۔رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (کے منکر ہو جاؤ گے) یہ (ثقلین) جن وانس کو خطاب ہے۔انام کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

۱۴ : خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ (اسی نے انسان کو پیدا کیا بجتی مٹی سے)صلصال خشک مٹی جس سے آواز آئے۔كَالْفَخَّارِ (جو ٹھیکرے کی طرح تھی)فخار آگ سے پکی ہوئی مٹی اور اسی کو ٹھیکری کہتے ہیں۔

ازالۃ الشک :

اس ارشاد اور دوسری آیات میں من حما مسنون [الحجر:۲۶] اور من طین لازب [الصافات: ۱۱] اور نمبر۳۔من تراب [آل عمران:۵۹] میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ سب معنی کے لحاظ سے متفق ہیں۔کیونکہ ان کا حاصل یہ ہے اس نے مٹی سے پیدا کیا اولاً طیناً پھر حما مسنون پھر صلصال کی حالتوں سے گزارا۔

۱۵ : وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (اور جنات کو خاص آگ سے پیدا کیا) الجآن جنات کا باپ مراد ہے۔ ایک قول ضعیف یہ ہے وہ ابلیس ہے من مارج وہ صاف شعلہ جس میں دھوئیں کی ملاوٹ نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے وہ شعلہ جس میں آگ کی سیاہی ملی ہوئی ہو۔ یہ مرج الشیٔ سے بنا ہے جس کا معنی مضطرب ہونا اور ملنا ہے۔ من نار یہ مارج کا بیان ہے گویا اس طرح کہا گیا من صاف من نار او مختلط من نار۔ صاف آگ یا ملی جلی آگ سے یا من نار سے مراد مخصوص آگ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فانذرتکم نارا تلظّی [اللیل:۱۴]

۱۶ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۱۷ : رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ (وہ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک ہے) دو مشرق، مغرب سے گرمیوں اور سردیوں کے مشرق و مغرب مراد ہیں۔

۱۸ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۱۹ : مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ (اس نے دو دریاؤں کو ملایا کہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں) نمکین اور میٹھے دریاؤں کو چلا دیا اس طرح کہ ایک دوسرے کے پڑوس میں ملے چل رہے ہیں آنکھوں کے دیکھنے میں دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا ہے۔

۲۰ : بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ (ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے) اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک روک ہے۔ لَّا یَبْغِیٰنِ (دونوں اپنی حد سے بڑھ نہیں سکتے)۔ ایک دوسرے کے ساتھ ملنے میں سرکشی نہیں کرتا۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۱ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝۲۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' ان دونوں میں سے لؤلؤ اور مرجان نکلتے ہیں سوائے جن وانس تم اپنے

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۳ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝۲۴ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اور اسی کے لئے کشتیاں ہیں جو بلند کی ہوئی ہیں سمندروں میں پہاڑوں کی طرح' سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن

تُكَذِّبٰنِ ۝۲۵ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝۲۶ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' جو کچھ بھی زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے اور آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال

وَالْاِكْرَامِ ۝۲۷ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۸ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور اکرام والا ہے' سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس سے سوال کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں'

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ ۝۲۹ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۳۰ سَنَفْرُغُ لَكُمْ

ہر دن وہ ایک شان میں ہے' سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب

اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝۳۱ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۳۲

تمہارے لئے فارغ ہوں گے' سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

۲۱ : فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۲۲ : يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (ان دونوں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں)

قراءت: مدنی وبصری نے یُخرج پڑھا ہے۔

اللُّؤْلُؤ قراءت: ابوبکر و یزید نے بلا ہمزہ پڑھا ہے۔ بڑے موتی کو کہتے ہیں۔ وَالْمَرْجَانُ چھوٹے موتی۔ آیت میں منھما فرمایا جس سے متبادر ہوتا ہے۔ کہ دونوں سمندروں سے نکلتے ہیں حالانکہ یہ صرف نمکین سے نکلتے ہیں کیونکہ دونوں مل گئے اور ایک شئی کی طرح ہو گئے تو پھر یہ کہنا درست ہو گیا کہ دونوں سے نکلتے ہیں۔ جیسا کہتے ہیں یخرجان من البحر۔ حالانکہ وہ تمام بحر سے نہیں نکلتے بلکہ بعض حصے سے نکلتے ہیں۔ اور تم محاورے میں بولتے ہو۔ خرجت من البلد۔ حالانکہ تم شہر کے کسی ایک محلے سے نکلے ہو۔

ایک قول یہ ہے :

یہ اس مقام سے نکلتے ہیں جہاں میٹھے اور نمکین پانی آپس میں مل جاتے ہیں۔

۲۳ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۲۴ : وَلَهُ الْجَوَارِ (اور اسی کے ہیں جہاز) اللہ تعالیٰ کے ہیں۔الجوار جمع جاریہ کشتیاں۔

قراءت: اس پر وقف یاء کے ساتھ ہوگا اور وصل میں اختیار ہے اگر بغیر یاء کوئی وقف کرے تو جائز ہے بعد کی بناء پر لیکن راء میں کسرہ مناسب ہوگا تا کہ حذف یاء پر دلالت ہو۔الْمُنْشَئٰتُ (اونچے کھڑے نظر آتے ہیں) ان کے بادبان بلند ہیں۔(اب تو بادبان کی تاویل کی حاجت نہیں خود بحری جہاز کئی کئی گویا شہر کے شہر آباد ہیں)

قراءت: المنشات شین کے کسرہ سے حمزہ و یحییٰ نے پڑھا ہے۔بادبان بلند ہیں یا جن کے چلنے سے سمندر میں موجیں پیدا ہوتی ہیں۔

فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلٰمِ (سمندر میں پہاڑوں کی طرح) اعلام جمع علم۔لمبے پہاڑ کو کہا جاتا ہے۔

۲۵ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔(پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۲۶، ۲۷ : کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ۔وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (جتنے روئے زمین پر ہیں۔سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو عظمت و شان والی ہے۔باقی رہ جائے گی) علیها یعنی زمین پر وجہ ربک تیرے رب کی ذات۔ذوالجلال۔عظمت و سلطنت والی۔یہ الوجہ کی صفت ہے۔الاکرام احسان والی ذات ہے سیئات سے تجاوز کے ساتھ۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان صفات میں سے ہے۔حدیث میں ارشاد فرمایا الظوا بیا ذالجلال والاکرم۔(رواہ الترمذی ۳۵۲۷، رواہ احمد ۵/۲۳۶) روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو نماز پڑھ رہا تھا۔اور کہہ رہا تھا: یا ذالجلال والاکرام آپ نے فرمایا تیری دعا قبول کر لی گئی۔(رواہ الترمذی ۳۵۲۷، رواہ احمد ۵/۲۳۶)

۲۸ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

سوال اور جواب:

فناء میں کونسی نعمت ہے کہ اس کے بعد بھی یہ آیت لائی گئی۔فناء نعمت اس لئے ہے کہ مؤمنین موت کے ذریعہ سرمدی قائم رہنے والی زندگی میں پہنچ گئے۔

قولِ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ :

وہ موت کیا خوب ہے جو دوست کو دوست سے قریب کرتی ہے۔

۲۹ : یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اسی سے سب آسمان و زمین والے مانگتے ہیں)

قراءت: نافع نے اس پر وقف کیا ہے۔

سب سائل ہیں:

تمام اہل ارض وسماء اسی کے محتاج ہیں۔ آسمان والے وہ چیزیں اس سے مانگتے ہیں جو ان کے دین سے متعلق ہیں۔ اور اہل ارض وہ چیزیں مانگتے ہیں جو دین و دنیا دونوں سے متعلق ہے۔

نحو: کُلَّ یَوْمٍ (ہر دن) یہ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اس پر ھو فی شان دلالت کرتا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے: کل وقت و حین یحدث امورًا و یجدد احوالًا۔

ایک بلند ایک کو پست کرتا ہے:

هُوَ فِيْ شَاْنٍ (وہ ایک نئی شان میں ہے) یعنی ہر وقت و گھڑی وہ کچھ امور کو پیدا کرتا اور حالات کی تجدید کرتا ہے۔ جیسا کہ مروی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی آپ سے عرض کیا گیا وہ شان کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا اس کی ایک شان یہ ہے کہ وہ کسی کے گناہ کو معاف کرتا ہے تو کسی کے دکھ کا ازالہ اور ایک قوم کو بلند اور دوسروں کو پست کرتا ہے۔ [رواہ ابن ماجہ: ۲۰۲] ابن حبان فی صحیحہ ۶۸۹۔

قول ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ:

ہے کہ زمانہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دو دن ہے۔ ان میں سے ایک وہ دن ہے جس کو مدت دنیا کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس دن میں امر و نہی احیاء اماتت، عطاء و منع، ہے اور دوسرا دن یوم آخرت ہے۔ اس دن میں اس کی شان جزاء وحساب ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ یہود کے متعلق اتری جبکہ انہوں نے کہا کہ ہفتے کے دن کسی شان کا اظہار نہیں کرتے (بلکہ آرام کرتے ہیں)

نکتہ: کسی بادشاہ نے اپنے وزیر سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو وزیر نے اگلے روز تک مہلت طلب کی۔ اور پریشان ہو کر اس آیت کے متعلق سوچتا ہوا گیا وزیر کے ایک سیاہ غلام نے اسے کہا اے میرے آقا مجھے بتلاؤ آپ کو کیا پریشانی ہے۔ شاید میری وجہ سے اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرما دے۔ پس اس نے اطلاع دی۔ تو غلام کہنے لگا۔ میں بادشاہ کے سامنے اس کی تفسیر بیان کر دوں گا وزیر نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دی۔ تو غلام نے حاضر ہو کر کہا اے بادشاہ! اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ بیمار کو تندرست اور تندرست کو بیمار کر دیتا ہے۔ مبتلی کو معافی دیتا اور معافی والے کو ابتلاء میں ڈال دیتا ہے۔ ذلیل کو معزز اور معزز کو ذلیل کر دیتا ہے۔ مالدار کو فقیر محتاج اور محتاج کو غنی و مالدار بنا دیتا ہے۔ اس پر بادشاہ کہنے لگا۔ تو نے بہت خوب بیان کیا۔ اور وزیر کو حکم دیا کہ وہ اس کو وزارت کا خلعت پہنائے اس پر غلام کہنے

لگا۔اے میرے آقا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ایک قول یہ ہے تقدیر کوان کے اوقات تک چلا کرلے جاتا ہے۔(اس کوشان سے تعبیر فرمایا)

ایک نکتہ:

عبداللہ بن طاہر نے حسین بن الفضل کو بلا کر کہا کہ تین آیات کے سمجھنے میں مجھے مشکل پیش آئی ہے۔میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے تا کہ تو ان کی وضاحت کرے۔نمبرا۔فاصبح من النادمین [المائدہ :۳۱] اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ شرمندگی تو بہ ہے (مگر وہ سزا کا شکار ہوا) نمبر۲۔کل یوم ھو فی شان۔ا(لرحمان۔۲۹)اور یہ بات بالکل حقیقت ہے کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کے متعلق تقدیر کا قلم لکھ چکا اور خشک ہو گیا۔نمبر۳۔ان لیس للانسان الاماسعٰی [النجم:۳۹] تو پھر بڑھا کر کئی گنا کا کیا مطلب ہے۔حسین نے جواب دیا ممکن ہے کہ اس امت میں ندامت محضہ تو بہ کیلئے کافی نہ ہوتی ہو اور اس امت میں ندامت حقیقیہ کو تو بہ شمار کیا گیا ہے۔اور قول یہ ہے کہ قابیل کی شرمندگی قتل ہابیل نہ تھی۔ بلکہ اس کو اٹھائے اٹھائے پھرنے کی پریشانی پر تھی۔نمبر۲۔لیس والی آیت قوم ابراہیم وموسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔نمبر۳۔کل یوم والی آیت تو یہ شانیں وہ ظاہر فرماتے ہیں۔ان کو نئے سرے سے نہیں بناتے۔اس پر عبداللہ اٹھا اور حسین کا سر چوم لیا۔

۳۰ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔(پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

نگرانی اور انتظام میں اضافہ:

۳۱ : سَنَفْرُغُ لَکُمْ (ہم عنقریب ہی تمہارے(حساب وکتاب کے) لئے خالی ہو جاتے ہیں)یہ قول بطور استعارہ اس شخص کے قول سے لیا گیا ہے۔جو اس کو کہے جس کو ڈرائے۔کہ میں تمہارے لئے فارغ ہوا چاہتا ہوں۔مراد یہ ہوتی ہے کہ میں مشغولیت میں ڈالنے والی ہر چیز سے الگ ہو کر تیرے لئے الگ تھلگ ہو جاؤنگا۔اس سے مقصود نگرانی اور انتظام میں اضافہ ہے۔نمبر۲۔یہ بھی درست ہے کہ اس سے مراد یہ ہو۔عنقریب دنیا ختم ہو کر انجام کو پہنچ جائے گی۔اور مخلوق کے کام بھی ختم ہو جائیں گے وہ جن کا ارادہ اس قول سے فرمایا۔کل یوم ھو فی شان۔پس ایک ہی شان رہ جائے گی اور وہ تمہاری جزاء ہے پس اس کو بطور مثل کے فراغت قرار دیا۔

قراءت: سیفرغ حمزہ،علی نے پڑھا یعنی اللہ تعالیٰ۔

اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ (اے جن وانس)ان دونوں کو زمین کا ثقل وبوجھ قرار دیا۔

۳۲ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔(پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اے جماعت جنات کی اور انسانوں کی اگر تم سے ہو سکے کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سکو تو نکل جاؤ تم

فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ

بغیر قوت کے نہیں نکل سکتے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ تم دونوں

عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا

پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا سو تم اسے ہٹا نہ سکو گے' تو اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا

جھٹلاؤ گے' پھر جب آسمان پھٹ جائے گا سو ایسا ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا ہو' تو اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا

جھٹلاؤ گے' سو اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا' تو اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ

جھٹلاؤ گے۔ مجرم لوگ اپنی نشانی کے ذریعہ پہچانے جائیں گے۔ سو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا تو اے جن وانس

اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ جہنم ہے جسے مجرمین جھٹلاتے ہیں۔ دوزخ کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے

وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

درمیان چکر لگائیں گے۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

وقف لازم

۳۳ : يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (اے گروہ جن وانس) یہ ایھا الثقلان کا گویا ترجمہ ہے۔ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا (تم کو اگر یہ قدرت ہے کہ آسمان و زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ۔ تو نکلو) یعنی اگر تم آسمان و زمین کی اطراف و جوانب سے نکل کر میری قضاء سے بھاگ سکتے ہو تو پھر نکل جاؤ۔ پھر فرمایا۔ لَا تَنْفُذُوْنَ (تم نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے) اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (مگر قوت و غلبہ زور کے ذریعے) اور وہ تمہیں کہاں میسر ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ اس میں آسمان و زمین کی اطراف سے نکلنے کی عاجزی سے مقصود یہ ہے کہ حساب کے لئے تمہاری قوت کا عجز اس سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ ایک اور قول

یہ ہے کہ ان کو اس وقت کہا جائے گا یہ قیامت کا دن ہے جبکہ فرشتے ان کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوں گے جوں ہی ان کو جنات اور انسان دیکھیں گے تو سامنے آنے سے بھاگ کھڑے ہونگے مگر فرشتوں کو دیکھیں گے کہ وہ ان کا احاطہ کر چکے ہیں۔

۳۴ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

قیامت کا دھواں:

۳۵ : یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ (اور تم دونوں پر قیامت کے دن آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا)

قراءت: شِوَاظٌ شین کے کسرہ سے مکی نے پڑھا ہے اور دونوں خالص شعلے کو کہتے ہیں۔

وَّ نُحَاسٌ (یعنی دھواں) قراءت: مکی نے نحاسٍ پڑھا اور ابو عمرو بھی اس کے موافق ہیں۔ رفع کی صورت میں اس کا عطف شواظ پر ہوگا۔ اور جر کی حالت میں عطف نار پر ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی قبور سے نکلو گے تو تم پر آگ کی خالص لپٹ اور دھواں مسلط کر دیا جائے گا جو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گا۔ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ (پھر تم اس کو ہٹا نہ سکو گے) ان دونوں سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔

۳۶ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۳۷ : فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ (جب آسمان پھٹ جائے گا) ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا اور یہ قیام قیامت کیلئے ہوگا۔ فَکَانَتْ وَرْدَۃً (پس وہ سرخ ہو جائے گا) اس کا رنگ سرخ گلاب کے پھول کی طرح ہو جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ آسمان کا اصل رنگ سرخی ہے مگر دور ہونے کی وجہ سے نیلگوں نظر آتا ہے۔ کَالدِّھَانِ (جیسے زیتون کے تیل کی طرح) جیسا کہ فرمایا کالمھل یہ زیتون کے تیل کی تلچھٹ کو کہا جاتا ہے دِھان جمع دھن ایک قول یہ ہے کہ سرخ چمڑہ (اس صورت میں یہ واحد ہے اور اس کی جمع ادھنة و دُھُنٌ آتی ہے)

۳۸ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۳۹ : فَیَوْمَئِذٍ (پس اس روز) یعنی جس دن آسمان پھٹ جائے گا۔ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ (کسی جن و انس سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا) یہاں جانٌّ بول کر جو ابوالجن ہے جن مراد لیا ہے جیسا کہتے ہیں ہاشم اور مراد اس کی اولاد لیتے ہیں۔ تقدیر کلام اس طرح ہے لا یسأل انس و لا جانٌّ عن ذنبه۔

ایک ابھرتا ہوا سوال اور اس کا حل:

اس آیت میں فرمایا گناہ کے متعلق سوال نہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں فرمایا فو ربك لنسئلنهم اجمعين [الحجر:۹۲] وقفوهم انهم مسئولون [الصافات:۲۴]

حل: وہ ایک طویل دن ہے جس میں بہت سے احوال درپیش ہونگے بعض مواقع میں پوچھا جائے گا اور دوسرے مواقع میں

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ

اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو باغ ہیں سو انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ۔ یہ دونوں باغ بہت سی شاخوں والے ہوں گے

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾

سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے سو انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

پوچھا نہ جائیگا۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

پہلے یہ سوال تھا پھر لوگوں کے منہ پر مہر لگا دی گئی اور ان کے ہاتھوں اور دیگر اعضاء نے بول کر گواہی دے دی اور ان کے اعمال ثابت ہوگئے ۔ایک قول یہ ہے گناہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کیلئے نہ پوچھا جائے گا جو سوال ہوگا۔ وہ توبیخ کیلئے کیا جائے گا۔

۴۰ : فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۴۱ : يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ (اور مجرم لوگ اپنے حلیے سے پہچان لیے جائیں گے) وہ چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کا نیلا پن ہوگا۔ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ (پس ان کے سر کے بال اور پاؤں پکڑ لیے جائیں گے) کبھی ان کو پیشانی کے بالوں اور کبھی قدموں سے پکڑا جائے گا۔

۴۲ : فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۴۳ : هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ (یہ وہ جہنم ہے جس کو منکر جھٹلاتے تھے)

۴۴ : يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ (وہ لوگ دوزخ کے اردگرد کھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہونگے) حمیم آن : انتہائی گرم پانی یعنی ان کو عذاب آگ سے تپانے اور گرم پانی پلانے سے دیا جائے گا۔

۴۵ : فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) ان اوپر والی اشیاء میں نعمت اس طرح ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ناجی کو نجات ملی اور اس سے ڈرانے کے ذریعہ متنبہ کیا گیا (کہ مجرموں کی صف میں مت داخل ہو)

فرائض ادا کرتا ہے:

۴۶ : وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے دو باغ ہونگے) مقام سے وہ موقف مراد ہے جب یہ حساب کیلئے بارگاہ الٰہی میں کھڑا ہوگا۔اس کو سامنے رکھ کر وہ گناہوں سے باز رہتا

ہے۔ یا نمبر۲۔ فرائض ادا کیے۔ ایک قول یہ ہے کہ مقام کا لفظ زائد ہے جیسا کہتے ہیں نفیت عنه مقام الذئب ای نفیت عنه الذئب۔ جنّتان دو جنتوں سے انسان کی جنت نمبر۲۔ جنات کی جنت کیونکہ اس میں خطاب جن وانس کو ہے گویا اس طرح کہا گیا لکل خائفین منکم جنتان۔ جنة للخائف الانسی وجنة للخائف الجنی۔ ہر دو تم میں سے ان کے لئے دو باغ ہیں۔ ایک انسان جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو دوسرا جن جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

۴۷ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

لذت اندوز نعمتیں:

۴۸ : ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ (اور وہ دونوں باغ کثیر شاخوں والے ہونگے) افنان جمع فنن ٹہنیوں کو خاص اس لیے کیا گیا کیونکہ اسی پر پتے اور پھل آتے ہیں۔ اسی سے سائے دراز ہوتے ہیں۔ اور پھل انہی سے چنے جاتے ہیں۔ نمبر۲۔ افنان جمع فن بمعنی رنگ یعنی رنگا رنگ پھلوں والے۔ مطلب یہ ہوا کہ جنتی کیلئے اس میں وہ چیزیں ہونگی جن کو نفوس پسند کریں گے اور آنکھیں ان سے لذت اندوز ہونگی۔ جیسا شاعر کا قول ومن کل افنان اللذاذة والصبا۔ لهوت به والعیش اخضر ناضر تو یہاں افنان اللذاذة کا معنی رنگا رنگ کی لذتیں ہیں۔

۴۹ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۵۰ : فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ (ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہونگے کہ بہتے جائیں گے) ھما کی ضمیر باغات کی طرف راجع ہے تجریان کا مطلب جہاں جنتی اوپر، نیچے ان کو بہنے کیلئے اشارہ کریگا بہتے جائیں گے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ :

دو چشمے میٹھے پانی کے بہتے ہونگے نمبر۱: تسنیم نمبر۲: سلسبیل ۔

۵۱ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ﴿٥٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا

ان دونوں باغوں میں ہر میوہ کی دو دو قسمیں ہوں گی سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان جنتوں میں رہنے والے لوگ ایسے بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر

مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۚ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٥﴾ فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ

دبیز ریشم کے ہوں گے اور دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان باغوں میں ایسی عورتیں

الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٧﴾

ہوں گی جو نیچی نگاہ رکھنے والی ہوں گی ان کو ان لوگوں سے پہلے کسی انسان یا کسی جن نے استعمال نہ کیا ہوگا۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٩﴾ هَلْ

گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہیں سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے کیا احسان کا بدلہ احسان کے

جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦١﴾ وَمِن

علاوہ بھی ہے۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اور ان دو

دُونِهِمَا جَنَّتَانِ ﴿٦٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَامَّتَانِ ﴿٦٤﴾ فَبِأَيِّ

باغوں سے کم درجے کے اور دو باغ ہیں سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے یہ دونوں باغ گہرے سبز رنگ کے ہوں گے۔ سوائے انس و جن

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٥﴾ فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ ﴿٦٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٧﴾

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان دونوں باغوں میں خوب جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہوں گے۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

۵۲ : فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ (ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو قسمیں ہونگی) دو قسمیں نمبرا جانی پہچانی ہوئی نمبر۲۔ انوکھی۔

۵۳ : فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۵۴ : مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (وہ لوگ تکیے لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہونگے جن کے استر دبیز ریشم کے ہونگے) متکئین۔

نحو : یہ خائفین کی مدح کے طور پر منصوب ہے یا نمبر۲۔ اس سے حال ہے کیونکہ من خاف جمع کے معنی میں ہے۔ علی فرش جمع فراش۔ بطائنھا جمع بطانۃ اندرون۔ من استبرق : موٹا ریشم۔ یہ لفظ معرب ہے۔ ایک قول یہ ہے ان کے ابرے

سندس کے ایک قول ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ وجنا الجنتین دانٍ یعنی ان کے پھل قریب ہونگے ان کو بیٹھا، کھڑا
تکیہ لگائے ہوئے ہر طرح حاصل کر سکے گا۔
۵۵ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

باغوں کی حالت:

۵۶ : فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (ان باغوں میں نیچی نگاہ والیاں ہونگی کہ ان جنتیوں سے پہلے ان پر نہ کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا۔ نہ کسی جن نے) ھن کی ضمیر جنتین کی طرف راجع ہے ان دو باغوں میں کیونکہ وہ باغ مقامات، محلات، مجالس پر مشتمل ہونگے۔ یا نمبر۲۔ یہ نعمتیں جو شمار کی گئیں جیسے دو باغ' دو چشمے، میوے، فرش، تازہ پھل۔ قاصرات الطرف ایسی عورتیں جن کی نگاہیں ان کے خاوندوں تک محدود رہنے والی ہونگیں کسی طرف نگاہ نہ اٹھائیں گئیں۔ لم یطمثھن۔
قراءت: اس کو دوری نے میم کے کسرہ اور علی نے میم کے ضمہ سے پڑھا ہے۔ الطمث خون کے ساتھ جماع۔ جماع سے ان کو خون آلودہ نہ کیا ہوگا۔ انس قبلهم ولا جان
مَسْئَلَہ: اس سے معلوم ہوا کہ جنات کو بھی خون آتا ہے جیسا انسانوں کو آتا ہے۔
۵۷ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)
۵۸ : کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (گویا وہ یاقوت و مرجان ہیں) الیاقوت کہا صفائی کے اعتبار سے اور المرجان کہا سفیدی کے لحاظ سے۔ یہ موتیوں سے زیادہ سفید ہوتا ہے۔
۵۹ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)
۶۰ : هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (بھلا انتہائی اطاعت کا بدلہ سوائے عنایت کے اور کچھ بھی ہوسکتا ہے) الاحسان عمل میں خوبی۔ الاحسان ثواب و بدلہ میں خوبی۔ ایک قول یہ ہے جس نے لا الله الا الله کہا اس کا بدلہ جنت ہی ہے۔ ابراہیم خواص کا قول ہے: الاحسان کا معنی اسلام ہے کہ اسلام کا بدلہ دار السلام جنت ہی ہے۔
۶۱ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)
۶۲ : وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ (ان دو باغوں سے کم مرتبہ دو باغ اور ہیں) ومن دونهما ان دو باغوں کے علاوہ جن کا وعدہ مقربین سے کیا گیا ہے جنتان اس سے وہ باغ جو ان سے کم مرتبہ اصحاب یمین کیلئے ہونگے۔
۶۳ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)
۶۴ : مُدْهَآمَّتٰنِ (وہ دونوں باغ گہرے سرسبز ہونگے) انتہائی سبز ہونے کی وجہ سے وہ سیاہ معلوم ہونگے۔

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾

ان دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان باغوں میں اچھی عورتیں ہونگی'

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ

سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' وہ عورتیں حوریں ہوں گی جو خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'

يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـــِٕيْنَ عَلٰي رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ

ان میں سے پہلے کسی انسان یا جن نے انہیں استعمال نہ کیا ہوگا سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' ان جنتوں میں داخل ہونے والے لوگ سبز رنگ کے

عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾

نقش و نگار والے خوبصورت بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے' سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' بڑا بابرکت ہے آپ کے رب کا نام جو عظمت اور احسان والا ہے۔

ع ۳ ۱۴

قولِ خلیل رحمۃ اللہ علیہ:

الدھمۃ : سیاہی کو کہتے ہیں۔

۶۵ : فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۶ : فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ (ان دونوں باغوں میں دو اچھلتے چشمے ہوں گے) وہ جوش سے پانی نکال رہے ہونگے ہرگز منقطع نہ ہونگے۔

۶۷ : فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۸ : فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ (ان دونوں باغوں میں میوے) قسم قسم کے میوے وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ (اور کھجوریں اور انار ہوں گے) انار اور کھجور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فواکہ میں سے نہیں ہے کیونکہ یہاں عطف کیا جا رہا ہے (جو تغایر کو چاہتا ہے) اور دوسری وجہ یہ ہے کھجور پھل اور کھانا دونوں ہے اور انار پھل اور دواء ہے۔ خالص میوے نہ ہوئے۔

قولِ صاحبین رحمہ اللہ:

یہاں فاکھۃ پر عطف اس لئے کیا گیا کیونکہ یہ دونوں افضل ترین ہیں۔ گویا یہ الگ جنس ہیں اس لئے کہ ان کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی میں فرمایا: جبرئیل و میکال۔ (البقرہ۔ ۹۸)

۶۹ : فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۰ : فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ (ان میں خوبصورت، خوب سیرت عورتیں (یعنی حوریں) ہونگی) خیرات یہ خَیِّرات ہے پھر

تخفیف کی گئی اور خیرات اصل کے مطابق تشدید سے بھی پڑھا گیا ہے۔ معنی اعلیٰ اخلاق اور خوبصورت خلقت۔

۷۱ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۲ : حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ (وہ عورتیں گورے رنگ کی ہونگی اور خیموں میں محفوظ ہونگی) یعنی بند کہا جاتا ہے۔ امراۃ قصیرہ و مقصورۃ یعنی مخدرہ، خیمہ میں بند۔ ایک قول یہ ہے خیمے جوف دار (اندر سے خالی) موتی کے ہونگے۔

۷۳ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۴ : لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ (ان جنتیوں سے پہلے ان عورتوں پر نہ کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا نہ کسی جن نے) ھم کی ضمیر ان دو باغوں کے جنتیوں کی طرف راجع ہے اور اس پر جنتین کا تذکرہ دلالت کر رہا ہے۔

۷۵ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۶ : مُتَّکِـِٕیْنَ (وہ تکیہ لگانے والے ہونگے)

نحو : یہ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے۔

عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ (سبز تجر پر) رفرف ہر چوڑے کپڑے کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے رفرف تکیہ وَّ عَبْقَرِیٍّ (اور عجیب خوبصورت کپڑوں پر) ریشم نمبر ۲۔ کپڑا، چٹائی حِسَانٍ (خوبصورت)

۷۷ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) ان دو باغات کی صفات پہلے دو باغوں سے کم ہیں یہاں تک کہ فرمایا من دونھما ان سے کم درجہ کیونکہ مدھا متان یہ ذواتا افنان سے کم مرتبہ ہیں۔ اور نضاختان یہ تجریان سے کم ہیں اور فاکھۃ یہ کل فاکھۃ سے کم ہے۔ اسی طرح حوروں کی صفات اور تکیہ گاہوں کی صفات۔

۷۸ : تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے) ذی الجلال عظمت والا ہے۔

قراءت: شامی نے ذوالجلال پڑھا اور اسم کی صفت قرار دیا۔ الاکرام احسان کرنے والا اپنے دوستوں پر انعامات کے ذریعہ۔

فضائل:

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سورۂ رحمان پڑھی۔ پھر فرمایا میں تمہیں خاموش کیوں دیکھ رہا ہوں؟ جنات نے تم سے زیادہ خوبصورت جواب دیا۔ جب میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پر پہنچا تو وہ پکار اٹھے۔ ہم اپنے رب کی کسی نعمت کو بھی نہیں جھٹلاتے اے اللہ آپ کا شکر اور تمام تعریفیں آپ کے لائق ہیں۔ رواہ حاکم فی المستدرک ۲/۴۷۳۔ نمبر ۲۔ اس سورت میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ والی آیت اکتیس مرتبہ دھرائی گئی ہے۔ آٹھ مرتبہ اس آیت کو ان آیات کے بعد لائے جن میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے عجائبات گنائے گئے ہیں۔ اور اس کی صنعت و کاریگری کے نمونے ذکر کیے گئے ہیں۔ اور تخلیق کی ابتداء اور معاد کا ذکر فرمایا ہے۔ نمبر ۲۔ پھر سات مرتبہ ایسی آیات کے بعد لائے۔ جن میں آگ اور اس کے مصائب و شدائد کا ذکر

ہے۔اور جہنم کے دروازوں کی تعداد اتنی ہی ہے نمبر ۳۔ اور ان سات کے بعد آٹھ مرتبہ لائے اور ان میں جنتین کا ذکر فرمایا اور ان دونوں باغوں کے رونق پذیر لوگوں کا ذکر کیا۔تو یہ جنت کے آٹھ دروازوں کی مناسبت سے ہے۔

نمبر ۳۔ پھر آٹھ مرتبہ ان دو باغوں کے تذکرہ میں لائے جو پہلے باغوں سے کم مرتبہ ہیں پس جس نے پہلے آٹھ پر اعتقاد کر لیا اور اس کے مطابق عمل کیا۔تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔اور جہنم کے دوازے بند کر دیے جائیں گے۔

اللّٰھم اجعلنا من اھل الجنة بفضلك یا رحمان یاذالجلالِ والا کرام

الحمدللہ آج منگل بعد العصر تفسیری ترجمہ سورۃ الرحمان مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الواقعہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھیانوے آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ﴿۳﴾ اِذَا رُجَّتِ

جب قیامت واقع ہو گی اس کا جھٹلانے والا کوئی نہ ہو گا وہ پست کردے گی' بلند کردے گی' جبکہ زمین کو سخت

الْاَرْضُ رَجًّا ۙ﴿۴﴾ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۙ﴿۶﴾ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ؕ﴿۷﴾

زلزلہ آئے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے' پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے' اور تم تین قسم ہو جاؤ گے۔

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ؕ﴿۸﴾ وَاَصْحٰبُ الْمَشْــَٔمَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْــَٔمَةِ ؕ﴿۹﴾

سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں' اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں'

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۚۙ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۚ﴿۱۱﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۱۲﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ

اور جو آگے بڑھنے والے وہ آگے بڑھنے والے ہیں وہ خاص قرب رکھنے والے ہیں' یہ لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے ان کا ایک بڑا گروہ اگلے

الْاَوَّلِيْنَ ۙ﴿۱۳﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ؕ﴿۱۴﴾ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا

لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے' وہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے

مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۙ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ

آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے' ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمد و رفت کیا کریں گے' آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب

مَّعِيْنٍ ۙ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۙ﴿۱۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ

جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا نہ اس سے ان کو درد سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا' اور میوے جن کو وہ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت

مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۙ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۚ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾

جو ان کو مرغوب ہو گا اور ان کے لئے بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی ہو' یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ۔ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ۔ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ۔اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا۔ (جب قیامت واقع ہوگی جس

وقف لازم

کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے تو وہ پست کردے گی اور بلند کردے گی جب زمین میں سخت زلزلہ آئے گا)

۱ : اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ جب قیامت قائم ہوگی ایک قول یہ ہے قیامت کو واقع سے اس لئے تعبیر کیا کیونکہ قیامت بہرحال آئے گی۔ گویا اس طرح فرمایا اذا وقعت لا بد من وقوعها جب وہ آجائے گا۔ جس کا وقوع یقینی ہے۔ وقوع الامر عرب کے لوگ اس وقت بولتے ہیں جبکہ وہ اتر پڑے چنانچہ کہتے ہیں وقع ما کنت اتوقعه یعنی وہ اتر پڑا جس کے نزول کا میں منتظر تھا۔

نحو: اذا اذکر فعل کی وجہ سے ہے۔

۲ : لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ (اس کا جھٹلانے والا کوئی نہ ہوگا) کاذبہ یہ نفس کی صفت ہے مطلب یہ ہے جب قیامت واقع ہو جائے گی تو کوئی نفس اس وقت ایسا نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول سکے۔ اور غیب کی تکذیب میں کذب بیانی کرے۔ کیونکہ اس وقت ہر نفس ایمان لانے اور سچ بولنے اور تصدیق کرنے والا ہوگا۔ آج کی دنیا میں اکثر نفوس جھوٹ بولنے والے تکذیب کرنے والے ہیں۔

نحو: لوقعتها کی لام اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں : یلیتنی قدمت لحیاتی [الفجر:۲۴]

مناظر قیامت:

۳ : خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ (وہ پست کردے گی' بلند کردے گی) یعنی وہ پست و بلند کرنے والی ہے۔ بعض لوگوں کو بلند کردے گی اور دوسروں کو ذلیل کردے گی۔

۴ : اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا (جب زمین سخت ہلائی جائے گی) یہاں تک کہ ہر چیز جو اس پر واقع ہے پہاڑ، تعمیرات یہ سب گر کر منہدم ہو جائیں گے۔

نحو: یہ اذا وقعت سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ خافضة رافعة کی وجہ سے اس کو منصوب قرار دینا بھی درست ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے تخفض و ترفع وقت رج الارض و بس الجبال۔

۵ : وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا (اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے) اور ریزہ ریزہ ہو کر ستو کی طرح ہو جائیں گے۔ یا چلائے جائیں گے اس وقت یہ بَسَّ الغنم۔ (اس نے بکریوں کو چلایا) جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا : وسیرت الجبال [النبا:۲۰]

۶ : فَكَانَتْ هَبَآءً (پھر وہ غبار ہو جائیں گے) مُّنْبَثًّا (پراگندہ) متفرق۔

تین اقسام:

۷ : وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا (اور تم ہو جاؤ گے) ازواجا اصناف کے معنی میں ہے یہ ان اصناف کیلئے آتا ہے جو ایک دوسرے سے ہوں یا جن کے بعض کا ذکر بعض کے ساتھ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ کیا جائے۔ ثَلٰثَةً (تین قسم) دو قسمیں جنت اور ایک قسم جہنمی۔ پھر ان اقسام کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

۸ : فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (سو جو داہنے والے ہیں) یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کا صحیفۂ عمل ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (اور دائیں طرف والے کیسے اچھے ہونگے دائیں طرف والے) یہ مبتدأ وخبر مل کر اصحاب المیمنۃ کی خبر ہے۔ اس میں ان کی سعادت والی حالت اور عظمت شان پر تعجب ظاہر کیا گیا گویا اس طرح فرمایا ماھم؟ وای شیٔ ھم؟ وہ کیا ہیں اور کیا چیز ہیں؟ (جو اس قدر اعزاز ملا)

۹ : وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (اور بائیں طرف والے) یعنی وہ لوگ جن کو ان کے صحائف اعمال بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ نمبر۲۔ بلند مرتبہ والے اور خسیس ترین مرتبہ والے۔ جیسا کہتے ہیں فلان منی بالیمین و فلان منی بالشمال۔ جبکہ تم ان دونوں کی تعریف بلندی اور حقارت کے ساتھ کرو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب یمین کے ساتھ برکت اور بائیں طرف سے نحوست مراد لیتے تھے۔ ایک اور قول یہ ہے اہل جنت کو دائیں جانب سے لیا جائے گا۔ اور اہل نار کو بائیں جانب سے۔ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (کیسے برے ہونگے بائیں طرف والے) وہ کیا چیز ہیں؟ بدبختی میں ان کی اس حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ (کہ یہ لوگ کتنے ہی بدبخت ہیں؟)

۱۰ : وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ (اور جو آگے بڑھنے والے ہیں وہ آگے بڑھنے والے ہیں) پہلا السابق مبتدأ اور دوسرا خبر ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ السابقون الی الخیرات السابقون الی الجنات جو بھلائی کی طرف بڑھنے والے ہیں وہ جنتوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے دوسرا السابقون اول کی تاکید ہو کر مبتدأ ہے اور۔

۱۱ : خبر اولئك المقربون ہے۔ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (اور جو اعلیٰ درجہ کے ہونگے وہ تو اعلیٰ درجہ کے ہی ہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونگے)

دونوں میں اوّل ترکیب راجح ہے۔

۱۲ : فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (آرام کے باغ میں ہونگے) یعنی وہ آرام کے باغ میں ہونگے۔ مبتدأ محذوف ہے۔

۱۳ : ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا) ثُلة لوگوں کی بہت بڑی جماعت معنی یہ ہے سابقین اول لوگوں میں بہت ہونگے۔

۱۴ : وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (اور پچھلے لوگوں میں سے تھوڑے ہونگے) اور یہ آدم علیہ السلام سے محمد ﷺ تک تمام امتوں سے ہونگے۔ قلیل من الآخرین اس سے محمد ﷺ کی امت مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ من الاولین سے اس امت کے متقدمین اور آخرین سے امت کا پچھلا طبقہ مراد ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ دونوں طبقے میری امت سے ہیں۔ (طبری۔ ابن: بحوالہ کشاف)

جنت کے مناظر:

۱۵ : عَلٰى سُرُرٍ (تختوں پر) سرر جمع سریر جیسا کثیب و کثب۔ مَّوْضُوْنَةٍ (سونے کے تاروں سے بنے ہوئے) جو

سونے کے تاروں اور موتیوں اور یاقوت سے بنے ہوئے ہونگے۔

۱۶ : مُتَّكِـِٕيْنَ (وہ تکیہ لگانے والے ہونگے) یہ علی کی ضمیر سے حال ہے۔ اور وہی اس میں عامل ہے تقدیر کلام اس طرح ہے استقروا علیها متکئین تم استقرار اختیار کرو اس پر اس حال میں کہ وہ تکیہ لگانے والے ہونگے۔ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ (آمنے سامنے بیٹھنے والے ہونگے) وہ ایک دوسرے کے چہرہ کو دیکھیں گے ایک دوسرے کی پشت کی طرف دیکھنا نہ ہوگا۔ ان کی یہ صفت اس لئے بیان کی گئی تا کہ ان کے حسن معاشرت، تہذیب اخلاق اور خالص مودت پر دلالت کرے۔

نحو : متقابلین بھی حال ہے۔

۱۷ : يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ (اور ان کے پاس آتے جاتے رہیں گے) ان کی خدمت کریں گے۔ وِلْدَانٌ (لڑکے) جمع ولید بمعنی لڑکے مُّخَلَّدُوْنَ (ہمیشہ رہنے والے ہونگے) وہ لڑکوں کی شکل میں ہمیشہ رہیں گے اس حالت سے نہیں پھریں گے۔ ایک قول یہ ہے ان کے کانوں میں بالیاں ڈالی جائیں گی۔ عرب اَلْخُلدة بالی کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے یہ اہل دنیا کی وہ اولاد ہے کہ جن کی کوئی نیکی نہ تھی کہ ان کو ثواب ملے اور نہ کوئی گناہ تھا کہ ان کو عذاب دیا جائے۔ حدیث میں ہے جس کو بزاز نے کشف الاستار میں ذکر کیا ہے۔ اولادِ کفار اہل جنت کے خدام ہونگے۔ مجمع الزوائد ۷/ ۲۱۹ کشف الاستار ۳/ ۲۱۷۔

۱۸ : بِاَكْوَابٍ (آبخوروں کے ساتھ) اکواب جمع کوب ایسا برتن جس کا دستہ نہ ہو اور نہ ٹونٹی۔ وَّاَبَارِيْقَ جمع ابریق (لوٹے) جس برتن کا دستہ اور ٹونٹی دونوں ہوں۔ وَكَاْسٍ (اور جام جن میں شراب ہوگی) اور ان میں شراب نہ ہو تو اس کو کاس نہ کہیں گے۔ مِّنْ مَّعِيْنٍ (جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا) ان کے پاس آبخورے، آفتابے اور جاری رہنے والی شراب سے بھرے ہوئے جام لیئے ہونگے۔ معین وہ شراب جو چشموں سے جاری ہوگی۔

۱۹ : لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا (نہ اس شراب سے ان کو درد سر ہوگا) عنہا اس کے سبب سے۔ حقیقت میں یہ اس طرح ہے لا یصدر صداعهم عنها ان کا سر درد اس کی وجہ سے صادر نہ ہوگا۔ وَلَا يُنْزِفُوْنَ (اور نہ عقل میں فتور آئے گا) نہ ان کو نشہ چڑھے گا۔ عرب کہتے ہیں۔ نزف الرجل اس کی عقل جاتی رہی نشے کی وجہ سے۔

قراءت : ینزفون زاء کا کسرہ کوفیوں نے پڑھا۔ ان کی شراب ختم نہ ہوگی کہتے ہیں۔ اَنْزَفَ الْقَوْمُ جبکہ ان کی شراب ختم ہو جائے۔

۲۰ : وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ (اور پسندیدہ میوے) ان میں سے افضل وعمدہ وہ پسند کر کے لیں گے۔

۲۱ : وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (اور مرغوب خاطر پرندوں کا گوشت) یشتهون تمنا کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

۲۲ : وَحُوْرٌ عِيْنٌ (اور گوری گوری بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی) حورٌ یہ حوراء کی جمع ہے۔ عینٌ عیناء کی جمع ہے۔ یعنی اس جنت میں بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی۔ نمبر۲۔ ان کے لئے بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس کا عطف ولدانٌ پر ہو۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ

وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ اور کوئی بے ہودہ بات بس سلام ہی سلام کی آواز آئے گی اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے

الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ

اچھے ہیں وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی اور تہ بہ تہ کیلے ہوں گے اور لمبا لمبا سایہ ہوگا اور چلتا ہوا پانی ہوگا اور کثرت سے میوے

كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ

ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ انکی روک ٹوک ہوگی اور اونچے اونچے فرش ہوں گے ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ

اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ع ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع ۲۸/۱۴

کنواریاں ہیں محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لئے ہیں ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾

اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں وہ لوگ سموم میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں

قراءت: حمزہ، علی، یزید نے حورٍ پڑھا اور اس کو جنات النعیم پر عطف کیا۔ گویا اس طرح فرمایا ھم فی جنات وفاکھة ولحم و حورٍ وہ باغات اور میوے اور گوشت اور حوروں میں ہونگے۔

۲۳: كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ (جیسے حفاظت سے پوشیدہ رکھا ہوا موتی) لؤلؤ کے ساتھ صفائی و ستھرائی میں تشبیہ دی۔ اور المکنونٌ محفوظ قول الزجاجؒ موتیوں کی طرح جب کہ ان کو سیپ سے نکالا جائے اور زمانہ نے اس میں کوئی تبدیلی نہ کی اور نہ استعمال کے مختلف حالات سے وہ گزرا ہو۔

۲۴: جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ہوگی) جزاءً یہ مفعول لہ ہے۔ یعنی یہ سب کچھ سلوک ان کے اعمال کے بدلہ کی خاطر کیا جائے گا۔ یا جزاء مصدر ہے تقدیر اس طرح ہے یجزون جزاءً ان کو بدلہ دیا جائے گا بدلہ دیا جانا۔

۲۵: لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِيْمًا (اور وہاں وہ نہ بک بک سنیں گے اور نہ کوئی بیہودہ بات) وہ جنتوں میں کوئی باطل بات اور نہ ہی ہذیان سنیں گے۔

۲۶: اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا (سلام ہی سلام کی آواز آئے گی) مگر سلامتی والی بات۔

نحو: یہ استثناء منقطع ہے۔ اور سلاماً یہ قیلاً سے بدل ہے یا قیلاً یہ مفعول بہ ہے۔ یعنی وہ اس میں کوئی چیز نہ سنیں گے سوائے سلام سلام کہنے کے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ایک دوسرے کو السلام علیکم کھل کر کہیں گے۔ وہ سلام کے بعد سلام کہیں گے۔

۲۷ : وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ (اور دائیں طرف والے، وہ کیسے اچھے ہونگے دائیں طرف والے)
۲۸ : فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (جہاں بے خار بیریاں) السِّدْر بیری کا درخت۔ المخضود جس میں کانٹا نہ ہو گویا اس کے کانٹے کو کاٹ دیا گیا ہے۔
۲۹ : وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (تہ بہ تہ کیلے) الطلح: کیلے کا پودا المنضود: جو پھل کی وجہ سے نیچے سے اوپر تک بھرا ہو۔ اس کا ظاہر ہونے والا کوئی تنا نہیں ہوتا۔
۳۰ : وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (اور وسیع سائے) دراز پھیلے ہوئے جیسا کہ سائے طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے وقت ہوتے ہیں۔
۳۱ : وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ (اور آب رواں) جو بلا کھائی اور کنارے کے جاری ہوگا۔ یعنی وہ زمین پر نالیوں کے بغیر چلے گا۔
۳۲ : وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ (اور کثیر خوش ذائقہ پھل ہوں گے) کثیرہ سے کثیر الاجناس مراد ہے۔
۳۳ : لَّا مَقْطُوْعَةٍ (جو نہ ختم ہونگے) وہ کسی وقت میں منقطع نہ ہونگے جیسے دنیا کے پھل ہیں۔ بلکہ وہ دائمی ہونگے۔ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (نہ ان کی روک ٹوک ہوگی) کسی طرح سے لینے والے کو روکا نہ جائے گا۔ ایک قول یہ ہے وقت کے ساتھ منقطع نہ ہونگے اور نہ قیمت کے بغیر ممنوع ہونگے۔

بلند مرتبہ والے:

۳۴ : وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ (اور اونچے فرش ہونگے) بلند مرتبے والے یا نمبر۲۔ ان کو بچھایا جائے۔ یہاں تک کہ اٹھانا پڑے۔ نمبر۳۔ چار پایوں پر بلند ہونگے۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد عورتیں ہیں کنایۃً عورت کو فراش کہا جاتا ہے۔ بلند ہونگی مسہریوں پر دوسرے مقام پر فرمایا: هم وازواجهم فى ظلال على الارائك متكئون [یٰس:۵۶] اور اگلی آیت اسی معنی پر دلالت کرتی ہے۔
۳۵ : اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً (ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے) ہم نے ان کی خلقت کی ابتداء محض قدرت سے کی ہے۔ وہ ولادت سے پیدا نہیں ہوئیں۔ پھر یا تو وہ مراد ہوں جن کو ابتداءً پیدا فرمایا یا ان کو دوبارہ پیدا کیا گیا۔ اس تاویل کے علاوہ تاویلات کیلئے هُنَّ کی ضمیر لائی گئی کیونکہ فرش کا تذکرہ جو کہ بستر ہیں۔ ان پر دلالت کر رہا ہے۔
۳۶ : فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (پس ان کو اس طور پر بنایا کہ وہ کنواری ہیں) ابکار کنواری۔ جب بھی خاوند ان کے پاس جائیں گے تو ان کو کنواری پائیں گے۔
۳۷ : عُرُبًا اَتْرَابًا (محبوبہ ہیں، ہم عمر ہیں)
قراءت: حمزہ، خلف، یحیٰی، حماد نے عُرْبًا جمع عروب پڑھا ہے۔ عروب محبوبہ اپنے خاوند سے محبت کرنے والی خوبصورت، مطیع و فرمانبردار۔ اترابا: عمر میں برابر۔ تینتیس سال کی لڑکیاں اور ان کے خاوند بھی اسی عمر کے ہونگے۔
۳۸ : لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (دائیں طرف والوں کیلئے)

نحو : اس میں لام انشانا کے صلہ میں لائی گئی ہے۔
۳۹ : ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ (ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا) یعنی دائیں طرف والے پہلے لوگوں کا بڑا گروہ ہیں۔
۴۰ : وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا)

سوال :اس سے پہلے کہا گیا۔وقلیل من الآخرین اور یہاں فرمایا:ثلة من الآخرین۔ کیوں؟

جواب :وہ السابقون الاولون کا بیان ہے۔اور یہ اصحاب الیمین کا بیان ہے۔ یہ اولین وآخرین دونوں میں کثرت سے ہونگے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ :

سابقین پہلی امتوں میں سے ہماری امت کے سابقین سے زیادہ ہیں اور ان امتوں کے پیرو وہ اس امت کے پیروؤں کی طرح ہیں۔
۴۱ : وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ (اور جو بائیں طرف والے ہیں وہ بائیں طرف والے کیسے برے ہیں) شمال اور مشأمہ ایک چیز ہے (بائیں طرف اور نحوست)
۴۲ : فِيْ سَمُوْمٍ (وہ آگ میں ہونگے) وہ آگ کی ایسی حرارت میں ہونگے جو مسام میں سرایت کرنے والی ہوگی۔وَّ حَمِيْمٍ (اور کھولتے ہوئے پانی میں ہونگے) ایسا گرم پانی جو حرارت کی انتہاء کو پہنچا ہو۔
۴۳ : وَّ ظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ (اور دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے) سیاہ دھوئیں کا سایہ۔

لَا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ

جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش ہوگا' وہ لوگ اس سے پہلے بڑی خوش حالی میں رہتے تھے اور بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا

الْعَظِيْمِ ﴿۴۶﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَ

کرتے تھے' اور یوں کہا کرتے تھے' کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں رہ گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور کیا

اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ

ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کیے جائیں گے ایک معین

مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾

دن پر پھر تم کو اے گمراہو جھٹلانے والو! درخت زقوم سے کھانا ہوگا'

فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ

سو اس سے پیٹ بھرنا ہوگا' پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا' پھر پینا بھی پیاسے

الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾

اونٹوں کی طرح ہوگا' ان لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی۔

نام کا سایہ:

۴۴ : لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ (جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ہوگا) سائے کی دو صفات کی نفی کی گئی۔ مراد یہ ہے کہ وہ سایہ تو ہوگا مگر عام سایوں کی طرح نہ ہوگا اس کا نام سایہ ہی رکھا پھر سائے کی اچھی صفات بردوراحت کی نفی کر دی۔ اور اس کا فائدہ سایہ والے کیلئے سوائے ایذاء کے اور کچھ نہ ہوگا۔ اور یہی اس کا کرم ہے اور انداز سے سایہ کے متعلق آرام حاصل ہونے کی جو دلالت تھی اس کا ازالہ ہو گیا۔ حاصل یہ ہے کہ گرم نقصان دہ سایہ ہوگا۔

۴۵ : اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ (وہ لوگ اس سے پہلے بڑی خوشحالی سے رہتے تھے) قبل ذلك سے مراد دنیا میں مترفین خوشحال تھے اس وجہ سے انہوں نے ڈانٹ ڈپٹ کی طرف توجہ نہ کی اور عبرت سے بے خبر رہے۔

بڑا گناہ شرک:

۴۶ : وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ (اور وہ بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے) يصرون مداومت کرتے

تھے۔ الحنث العظیم : بڑا گناہ نمبر۲۔ شرک۔ کیونکہ اس سے میثاق والا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ الحنث قسم والے عہد کو توڑنا۔ نمبر۳۔ بعث کا انکار۔ اس کی دلیل یہ ارشادالٰہی ہے۔ واقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم لایبعث اللّٰہ من یموت [النحل:۳۸]

۴۷ : وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (اور کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے)

نحو : تقدیر عبارت اس طرح ہے أنبعث اذا متنا اور ظرف میں یہی عامل ہے اور اس کا حذف جائز ہے۔ اس لئے کہ مبعوثون اس پر دلالت کر رہا ہے۔ البتہ مبعوثون اس کا عامل نہیں۔ کیونکہ اِنَّ اور استفہام اس بات سے مانع ہیں کہ ان کا مابعد ماقبل میں عمل کرے۔

۴۸ : اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ (یا ہمارے اگلے باپ دادا بھی زندہ کیے جائیں گے)

نحو : ہمزہ استفہام کو حرف عطف پر داخل کیا گیا۔ اور مبعوثون کے مضمر پر اس کا عطف نحنَ کی ضمیر فاصل کے بغیر ہی خوب ہے۔ اس لئے کہ ہمزہ فاصل موجود ہے۔ جیسا کہ اس قول میں خوب ہے۔ مااشرکنا ولا اٰباؤنا۔ [الانعام:۱۴۸] کیونکہ لا جو تاکید نفی کیلئے ہے وہ فاصل کافی ہے۔

قراءت : أوْآباؤنا مدنی و شامی نے پڑھا ہے۔

۴۹ : قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ (آپ کہہ دیجئے سب اگلے اور پچھلے)

۵۰ : لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (ایک معین تاریخ کی حد پر سب جمع کیے جائیں گے) مقررہ حد جس سے دنیا کا وقت مقرر کیا گیا۔ یہاں میقات کی اضافت یوم کی طرف مِنۡ کے حذف کے ساتھ خاتم فضۃٍ جیسی ہے۔ میقات کسی چیز کی مقررہ حد جیسے میقات احرام۔ وہ حدود ہیں جن کو عمرہ، حج کیلئے مکہ جانے والا بلا احرام عبور نہیں کر سکتا۔

۵۱ : ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ (پھر اے گمراہ جھٹلانے والو) ضال ہدایت کو گم کرنے والے مکذّب سے بعث بعد الموت کی تکذیب کرنے والے مراد ہیں اور وہ اہل مکہ اور جو انہی جیسے لوگ ہیں۔

۵۲ : لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ (تم کو درخت زقوم سے کھانا ہوگا)

نحو : اول مِنۡ یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے اور دوسرا من بیانِ شجر کیلئے ہے۔ یعنی وہ درخت زقوم ہوگا۔

۵۳ : فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا)

۵۴ : فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ۔ (پھر اس پر کھولتا پانی پینا ہوگا)

ایک نکتہ :

ھا ضمیر جو الشجر کی طرف راجع ہے معنی کا لحاظ کر کے مؤنث لائی گئی ہے۔ اور علیہ میں لفظ کے لحاظ سے اس کی طرف مذکر ضمیر لائے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ

ہم نے تم کو پیدا کیا ہے تو پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے' اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو منی پہنچاتے ہو اس کو تم آدمی بناتے ہو یا

نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰٓى اَنْ

ہم بنانے والے ہیں' ہم ہی نے تمہارے درمیان میں موت کو ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ

نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا

تم جیسے پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں بنا دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے پھر تم کیوں

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ

نہیں سمجھتے' اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں

لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ

تو اس کو چورا چورا کر دیں۔ پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ کہ ہم پر تاوان ہی پڑ گیا بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے' اچھا پھر یہ بتلاؤ

الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾

کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں

۵۵: فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ (پینا بھی پیاسے اونٹوں جیسا)

قراءت: شُرْب کی شین کو مدنی، عاصم، حمزہ، سہل نے مضموم پڑھا۔ اور دیگر قراء نے فتحۂ شین کے ساتھ شَرب پڑھا۔ اور یہ دونوں ہی مصدر ہیں۔ الھیم پیاسے اونٹ جو سیراب نہ ہوں۔ یہ اھیم و ھیماء کی جمع ہے۔

حاصل یہ کہ:

ان پر ایسی بھوک مسلط کر دی جائے گی جو ان کو زقوم کھانے پر مجبور کر دے گی۔ جو کہ تلچھٹ کی طرح ہوگا۔ جب اس سے وہ اپنے پیٹ پر کر لیں گے۔ تو ان پر ایسی پیاس مسلط کر دی جائے گی جو ان کو گرم پانی پینے پر مجبور کرے گی۔ ایسا گرم پانی جو ان کی انتڑیوں تک کو گلا کر پیٹ سے باہر نکال دے گا۔ مارے شدت پیاس کے وہ پیاسے اونٹوں کی طرح بڑے بڑے گھونٹ سے اندر کو پھینکیں گے۔

شاربین کا عطف شاربین پر درست ہے کہ ان دونوں کی ذاتیں تو ایک مگر صفات مختلف ہیں۔ کیونکہ انکا انتہائی گرم پانی پینا جو کہ انتڑیاں باہر پھینک دے۔ یہ عجیب معاملہ ہے اور پھر انکا پیاسے اونٹوں کی طرح پینا یہ بھی تعجب انگیز ہے۔ پس اس لحاظ سے یہ دو مختلف صفتیں بن گئیں۔

۵۶: هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ (قیامت کے روز یہ ان کی دعوت ہوگی) نزل وہ کھانا جو مہمان کے اعزاز کیلئے اس کو پیش کیا

جائے۔یوم الدین سے قیامت کا دن مراد ہے۔
۵۷ : نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْ لَا تُصَدِّقُوْنَ (ہم نے ہی پیدا کیا پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے) لولا ھلا کے معنی میں توبیخ کیلئے ہے۔اس میں تخلیق اول کے ذریعہ تصدیق بعث پر آمادہ کیا گیا ہے کیونکہ وہ اول پیدائش کی تصدیق کرتے تھے۔مگر جب ان کا مذہب تصدیق کے تقاضا کے خلاف تھا تو گویا وہ اس کے بھی مکذب ہوئے یا بعث سے ان کو آمادہ کیا گیا وہ اس طرح کہ جو ذات اولاً پیدا کرنے پر قادر ہے۔دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔
۵۸ : اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ (بتلاؤ تم جو عورتوں کے رحم میں نطفہ ٹپکاتے ہو) ماتمنونہ جس کو تم ٹپکاتے ہو یعنی ارحام میں جو نطفے تم ڈالتے ہو۔
۵۹ : ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ (کیا تم اس کو آدمی بناتے ہو) تم اس کا اندازہ کرتے ،تصویر بناتے اور اس کو صحیح سالم بشر بناتے ہو۔اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ (یا ہم بناتے ہیں)
۶۰ : نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ (ہم نے تمہارے درمیان موت کو وقت مقررہ پر ٹھہرا رکھا ہے) ہم نے اس کو پورے اندازے سے مقرر کر رکھا ہے۔اور رزق کی طرح اختلاف وتفاوت کے ساتھ اس کو ہم نے تمہارے لئے تقسیم کر دیا ہے۔جیسا کہ ہماری مشیت تقاضا کرتی ہے۔پس تمہاری عمریں مختلف لمبی ،چھوٹی ،متوسط ہیں۔
قراءت: قدرنا تخفیف کے ساتھ مکی نے پڑھا۔
وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ (اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں) سبقت بالشیء بولتے ہیں جبکہ اس کے کرنے سے عاجز آجائیں اس چیز کا غلبہ ہو جائے۔اب معنی یہ ہوگا ہم عاجز نہیں۔

مماثل مخلوق:

۶۱ : عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ (کہ تمہاری جگہ اور تم جیسے آدمی پیدا کر دیں) مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات پر قادر ہیں۔اس سلسلہ میں تم مجھ پر غالب نہیں آسکتے۔مثال جمع مِثْلٌ یعنی اس پر کہ تمہاری جگہ بدل کر تم جیسی اور مخلوق لے آئیں۔وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اور تم کو ایسی صورت میں پیدا کر دیں جس کو تم جانتے بھی نہیں ہو) اس کا عطف نبدل پر ہے۔علی ان ننشئکم ایسے قادر ہیں کہ تم کو پیدا کر دیں کسی ایسی مخلوق کی شکل میں جس کو تم جانتے بھی نہیں اور نہ پہلے اس سے سابقہ پڑا ہے۔مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں باتوں پر قدرت رکھتے ہیں۔نمبر ۱۔تمہارے مماثل مخلوق پیدا کرنے پر نمبر ۲۔اور ایسی مخلوق جو تمہارے مماثل نہ ہو۔تو پھر ہم اعادہ سے کس طرح عاجز ہوتے۔؟ اور یہ بھی درست ہے کہ امثالکم جمع مِثْل کی ہو۔مطلب یہ ہے ہم اس بات پر قادر ہیں کہ ہم تمہاری صفات کو بدل دیں جو تمہارے خلق اور اخلاق میں پائی جاتی ہیں اور تم میں نئے سرے سے ایسی صفات پیدا کر دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں۔
۶۲ : وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى (اور تم کو اول پیدائش کا علم ہے)

قراءت: ابوعمرو مکی نے النشاءۃ پڑھا ہے۔

فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ (پھر تم کیوں نہیں سمجھتے) کہ جو ایک چیز قابو رکھتا ہو دوسری مرتبہ وہ شئی اس کے لئے ممتنع نہیں۔

مَسْئَلَۃٌ: اس میں دلیل ہے کہ قیاس درست ہے اس لئے کہ نشاۃ ثانیہ کے نشاۃ اولی پر قیاس نہ کرنے پر ان کی تجہیل کی گئی۔

۶۳ : اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ (اچھا پھر یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو) جو غلہ تم کاشت کرتے ہو یعنی زمین میں ہل چلاتے اور اس میں بیج ڈالتے ہو۔

۶۴ : ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ (کیا تم اس کو اگاتے ہو) تم اس کو اگا کر نبات کی شکل میں لوٹاتے ہو۔ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (یا ہم اس کو اگاتے ہیں) زارع: اُگانے والے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا: لا یقولن احدکم زرعت و لیقل حرثت۔ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے میں نے اگایا بلکہ کہے میں نے کھیتی بوئی۔ [رواہ ابن حبان :۵۷۲۳، البیہقی ۱۳۸/۶]

۶۵ : لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا (اگر ہم چاہیں تو اس پیداوار کو چورا چورا کر دیں) پکنے سے قبل ہی ریزہ ریزہ تنکے کر دیں۔ فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ (پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ) تعجب میں پڑ جاؤ یا اپنی تھکاوٹ و خرچ کے رائیگاں جانے پر شرمندہ ہو جاؤ۔ نمبر ۳۔ اس گناہ پر پشیمان ہوتے ہو جو اس سزا کا باعث بنا۔

۶۶ : اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (اب ہم پر تاوان ہی پڑ گیا) تم کہتے ہو۔

قراءت: ابوبکر نے ائنا پڑھا ہے۔ لمغرمون ہم پر تو خرچہ کی چٹی پڑ گئی۔ یا نمبر ۲۔ ہم تباہ ہو گئے کیونکہ ہمارا رزق برباد ہوا۔ یہ الغرام سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہلاکت ہے۔

۶۷ : بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (بلکہ ہم محروم ہی ہو کر رہ گئے) بلکہ ہم ایسے لوگ ہیں جو محروم کر دیے گئے ہیں ہم تو بدنصیب و بدبخت ہیں نہ کہ خوش نصیب۔ ہمارا نہ کوئی حصہ ہے اور نہ نصیب۔ اگر ہم خوش نصیب ہوتے تو ہمارے ساتھ یہ نہ ہوتا۔

۶۸ : اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ (اچھا یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو) الماء سے وہ پانی جو میٹھا پینے کے قابل ہو۔

۶۹ : ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں) المزن سفید بادل۔ اس کا پانی نہایت شیریں ہوتا ہے۔ المنزلون ہم اپنی قدرت سے اتارنے والے ہیں۔

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝۷۰ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَ ۝۷۱

اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر دیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے' اچھا پھر یہ بتلاؤ یہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِــُٔوْنَ ۝۷۲ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً

اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں' ہم نے اس کو یاد دہانی کی چیز

وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝۷۳ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝۷۴ فَلَآ اُقْسِمُ

اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے' سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح بیان کیجئے۔ سو میں مواقع النجوم

بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝۷۵ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝۷۶ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝۷۷

کی قسم کھاتا ہوں اور بیشک یہ بڑی قسم ہے اگر تم جانتے ہو۔ بیشک وہ قرآن کریم ہے

فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝۷۸ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝۷۹ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۰ اَفَبِهٰذَا

محفوظ کتاب میں اسے نہیں چھوتے ہیں مگر پاکیزہ لوگ' یہ اتارا ہوا ہے رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کی طرف سے' کیا تم اس

الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝۸۱ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝۸۲

کلام کو سرسری سمجھتے ہو اور تم نے اپنا حصہ یہی تجویز کر لیا ہے کہ جھٹلاتے رہو۔

۷۰ : لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا (اگر ہم چاہیں تو اس کو کڑوا کر ڈالیں) اُجاجاً نمکین یا کڑوا جو پیا نہ جا سکے۔ فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ (پس تم شکر کیوں نہیں کرتے)

ایک لطیف تحقیق:

لو لا یہ ھلا کے معنی میں ہے لو کے جواب میں لجعلناہ حطاماً میں لام لگائی گئی ہے۔ جبکہ یہاں لام نہیں لگائی گئی کیونکہ لو جب دو جملوں پر داخل ہو تو دوسرا جملہ پہلے کے ساتھ اس طرح معلق ہو گیا جیسے جزاء شرط سے معلق ہوتی ہے۔ یہ اِنْ کی طرح خاص شرط کیلئے نہیں اور نہ اس طرح عمل کرنے والا ہے۔ پس اس میں شرط کا معنی تو اتفاقاً سرایت کر گیا اس لئے کہ اس سے دونوں جملوں کے مضمون میں فائدہ تھا اور دوسرے جملہ میں ممانعت تو پہلے جملے میں ممانعت کی بناء پر ہے۔ اس لئے اس کے جواب میں ایسی چیز کی محتاجی ہوئی جو علم کو نصب اس تعلق کی بنیاد پر دے اسی لئے لام کا اضافہ کر دیا۔ تاکہ وہ اس کی علامت بن جائے۔ جب اس کے موقعہ کی تشہیر ہو گئی تو لفظوں سے اس کے ساقط کر دینے میں کوئی حرج نہ ہو کیونکہ ہر ایک اس کو جانتا ہے اور اس کی حذف، اور بقاء کی

دونوں حالتیں برابر ہیں۔ باوجودیکہ اس کا ذکر پہلے ہوا اور معمولی فاصلہ اس کے دوسری مرتبہ تذکرے کا ضرورت مند نہیں ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ لام بہرصورت تاکید کے معنی کو مفید ہے پس مطعومات والی آیات میں اس کو داخل کیا گیا مشروب والی آیات میں نہیں اس لئے کہ مطعوم کا معاملہ مشروب سے مقدم ہے اور اس کے نہ پائے جانے سے وعید زیادہ سخت و مشکل ہے اس لحاظ سے بھی کہ مشروب کی ضرورت مطعوم کے تابع کی حیثیت سے ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے مطعوم والی آیت کو مشروبات والی آیت پر مقدم فرمایا گیا۔

۷۱ : اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ (پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو) توروْنَ سلگاتے اور چقماق سے اس کو حاصل کرتے ہو۔ اہل عرب دو لکڑیوں کو رگڑ کر آگ حاصل کرتے ہیں ایک کو دوسرے پر رگڑتے ہیں اوپر والی لکڑی کو الزند اور نیچے والی کو الزندۃ کہتے ہیں اور دونوں کو نر مادہ سے مشابہت دیتے ہیں۔

۷۲ : ءَ اَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ (کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا) وہ درخت جس سے یہ زناد ہے۔ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ (یا ہم ہی اس کو پیدا کرنے والے ہیں) ابتداءً اس کو بنانے والے ہیں۔

۷۳ : نَحْنُ جَعَلْنٰهَا (ہم نے ہی اس کو بنایا ہے) یعنی آگ کو تَذْكِرَةً (یاددہانی) جہنم کی یاددہانی۔ اس طرح کہ اسباب معاش اس سے متعلق کر دیئے۔ اور عام ضرورت کی وجہ سے اس کو عام کر دیا تاکہ لوگوں کے سامنے رہے اور ہر وقت اس کو دیکھتے رہیں۔ اور اس آگ کو یاد کریں جس سے ان کو ڈرایا گیا۔ وَّ مَتَاعًا (اور نفع بخش شیٔ) لِّلْمُقْوِیْنَ (مسافروں کیلئے) جو کہ جنگل میں اترنے والے ہوں۔ القواء: سنسان جنگل۔ یا نمبر۲۔ ان کے لئے جن کے پیٹ طعام سے خالی ہیں۔ نمبر۳۔ یا ان کے توشہ دان طعام سے خالی ہیں عرب کہتے ہیں۔ اقوت الدار۔ جبکہ وہ رہائشی لوگوں سے خالی ہو جائے۔

عجیب ترتیب: انسان کی پیدائش کا ذکر کیا تو فرمایا افرأیتم ماتمنون کیونکہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ نمبر۲۔ پھر جس سے بدن انسانی کا قوام ہے اس کو ذکر فرمایا اور وہ اناج ہے چنانچہ فرمایا: افرأیتم ماتحرثون۔ نمبر۳۔ پھر جس سے اناج کو گوندھا اور اس کے بعد پیا جاتا ہے۔ وہ پانی ہے۔ افرأیتم الماء۔ نمبر۴۔ پھر جس سے روٹی پک کر تیار ہوتی ہے۔ وہ آگ ہے۔ پس کھانا ان تین چیزوں کے مجموعہ سے بنتا ہے۔ اور جو انسانی زندگی تک اس سے بے نیاز نہیں۔ (سبحان ما اعظم شانہ)

۷۴ : فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ (پس آپ اپنے عظیم الشان رب کے نام کی تسبیح کیجئے) پس اپنے رب کی تنزیہ بیان کریں جو اس کی ذات کے لائق نہیں۔ اے مخاطب مستدل، نمبر۲۔ اسم سے ذکر مراد ہے۔ مطلب یہ ہے پس تسبیح کریں اپنے رب عظیم کے ذکر کے ساتھ۔

نحو: العظیم یہ مضاف کی صفت ہے یا مضاف الیہ کی۔

ایک قول :

سبحان ربی العظیم کہو۔روایت مرفوعہ میں وارد ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا اس کو اپنے رکوع میں پڑھا کرو۔[رواہ احمد ۴/ ۱۵۵، ابوداؤد ۸۶۹، ابن ماجہ ۸۸۷، الدارمی ۱/ ۲۹۹]

۷۵ : فَلَآ اُقْسِمُ (پس میں قسم کھاتا ہوں) یہ فاء قسم ہے اور لا تاکید کیلئے زائدہ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ لئلا یعلم اھل الکتاب [الحدید:۲۹]

ایک قراءت: میں فَلَا اُقسم پڑھا گیا اس کا معنی فَلَاَنا اقسم ہے۔یہ لام ابتدائیہ جس کو جملہ اسمیہ پر داخل کیا گیا۔وہ جملہ انا اقسم ہے۔پھر مبتدأ کو حذف کر دیا گیا۔

ایک تنبیہ:

یہ لام قسم نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ نون تاکید اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ (ستاروں کے چھپنے کی) ان کے غروب اور گرنے کے مقامات۔

قراءت: حمزہ،علی نے بموقع پڑھا ہے۔

وجوہ قسم: شاید کہ رات کے آخری حصہ میں جب ستارے مغرب کی طرف اترتے ہوں۔ کچھ قدرت کے مخصوص افعال ہوں۔(اس لئے قسم اٹھائی) نمبر۲۔ملائکہ کی مخصوص عبادات ہوں۔(اوران کے یہ اوقات ہوں) نمبر۳۔اہل تہجد کے قیام اور آسمانوں سے ان پر رحمت ورضوان کے اترنے کا وقت ہے اسی لئے ان اوقات کو عظیم قرار دے کر قسم اٹھائی۔

۷۶ : وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ (اور اگر تم غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے) یہ جملہ معترضہ در معترضہ ہے کیونکہ اس کے ذریعے قسم و مقسم بہ کے درمیان فاصلہ کیا گیا ہے۔وہ مقسم بہ انه لقرآن کریم ہے۔

۷۷ : اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ (بلاشبہ یہ ایک معزز قرآن ہے) کریم ،عمدہ پسندیدہ،نمبر۲۔بے شمار منافع والا۔نمبر۳۔اللہ تعالیٰ کے ہاں شان والا۔اور لو تعلمون کے ذریعہ قسم اور عظیم جو صفت موصوف ہیں ان کے درمیان فاصلہ کر دیا۔

۷۸ : فِيْ كِتٰبٍ (جو ایک محفوظ کتاب میں درج ہے) کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے۔مَّكْنُوْنٍ (باطل کی آمد و شر سے محفوظ ہے) نمبر۲۔غیر مقربین سے اس کو محفوظ کر دیا گیا ہے مقربین کے علاوہ کوئی اس کی اطلاع نہیں پا سکتا۔

۷۹ : لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (اس کو سوائے پاک ہستیوں کے اور کوئی نہیں چھوتا) المطہرون وہ تمام گندگیوں سے پاک ہیں۔گناہوں کی میل کچیل وغیرہ سے یہ اس وقت معنی ہے جبکہ تم اس کو کتاب مکنون کی صفت قرار دو۔جو کہ لوح محفوظ ہے نمبر۲۔اور اگر اس کو قرآن مجید کی صفت قرار دو۔ تو اس وقت معنی یہ ہوگا اس کو لوگوں میں سے وہ چھو سکتا ہے جو طہارت کی حالت میں ہو اور مس سے مراد اس کے لکھے ہوئے کا چھونا ہے۔

۸۰ : تَنْزِيْلٌ (اتارا ہوا ہے) یہ قرآن مجید کی چوتھی صفت ہے۔یعنی اتارا ہوا ہے۔مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (رب العالمین کی طرف سے) نمبر۲۔مصدر سے قرآن کی صفت بیان کی گئی کیونکہ قرآن مجید تمام کتابوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا گویا کہ وہ ذات کے اعتبار سے اتارا ہوا ہے۔اسی لئے اس کو ناموں کے قائم مقام لایا گیا۔ایک قول یہ ہے کہ تنزیل میں اسی طرح آیا اور تنزیل نے اسی طرح بتلایا۔نمبر۲۔ھو مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای ھو تنزیل ۔

۸۱ : اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ (کیا تم اس کلام کو) الحدیث سے قرآن مجید مراد ہے۔اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ (سرسری بات سمجھتے ہو) سستی برتنے والے ہو۔جیسا کہ کوئی کسی بات میں مداہنت کرے،نرم پہلو اختیار کرے اور سستی کرتے ہوئے اس میں پختگی ظاہر نہ کرے۔

۸۲ : وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ (کہ اس کی تکذیب کو تم نے اپنا رزق بنا لیا ہے) یعنی تم نے اپنے رزق کے شکر کو تکذیب بنالیا ہے یعنی شکر کی بجائے تم تکذیب اختیار کرنے والے ہو۔

قراءت علیؓ میں ہے اور بقول صاحب کشاف یہ قراءت رسول اللہ ﷺ بھی ہے۔وتجعلون شکر کم انکم تکذبون (تم نے اپنے شکریہ کو اس طرح بنالیا کہ تم تکذیب کرتے ہو) تم نے نعمت قرآن پر شکریہ کو اس طرح بنالیا کہ تم قرآن کی تکذیب کرتے ہو۔ایک قول یہ ہے یہ ستاروں کے بارے میں نازل ہوئی جن سے عرب میں بارش حاصل کرنے کا رواج تھا۔اور اسی طرح رزق بھی۔اب معنی یہ ہے تم نے بنالیا اس چیز پر شکریہ کو جو اللہ تعالیٰ تم کو بارش کی صورت میں دیتے ہیں کہ اس بارش کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کا انکار کردیا اور کہنے لگے کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ

سو جس وقت روح حلق تک آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت تکتے رہتے ہو اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہوتے ہیں

وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾

لیکن تم سمجھتے نہیں ہو سو اگر تمہارا حساب و کتاب ہونے والا نہیں تو تم اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لیتے اگر تم سچے ہو'

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ

پھر جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لئے راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص داہنے

مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ

والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے سلامتی ہے تو داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے اور جو شخص جھٹلانے والوں گمراہوں

الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾

میں سے ہوگا سو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی ضیافت ہوگی اور وہ دوزخ میں داخل ہوگا بے شک یہ تحقیقی یقینی بات ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

ع ۳ ۲۲ ۱۶

۸۳ : فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ (پس جس وقت روح حلق تک آ پہنچتی ہے) جب روح موت کے وقت حلقوم تک پہنچ جاتی ہے۔ حلقوم کھانے، پینے کی گزرگاہ۔

۸۴ : وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ (اور تم اس وقت دیکھا کرتے ہو) یہ خطاب ہر اس شخص کو ہے جو میت کے پاس اسوقت موجود ہو۔

۸۵ : وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ (ہم اس وقت اس مرنے والے آدمی سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں)۔ الیہ کی ہ ضمیر سے مراد قریب المرگ شخص۔ لا تبصرون نہ سمجھتے ہو اور نہ جانتے ہو۔

۸۶ : فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ (تو فی الواقع) اگر تمہارا حساب و کتاب ہونے والا نہیں ہے) مدینین مطیع و غلام۔ یہ دان السلطان الرعیۃ سے لیا گیا جبکہ وہ ان کے معاملات کو چلائے مطیع بنائے۔

تم ہر چیز کے انکار پر اترتے ہو

۸۷ : تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (تو پھر اس روح کو بدن کی طرف نہیں لوٹاتے ہو۔ اگر تم سچے ہو) ترجعونَ روح کو لوٹاؤ جسم میں حلق تک پہنچ جانے کے بعد اگر بقول تمہارے تم مغلوب وغلام نہیں ہو۔ لولا ان دونوں آیات میں لولا تحضیض کیلئے ہے اور ایک فعل کا طالب ہے اور ترجعونہا اس کو دو مرتبہ لانے کی بجائے ایک بار پر اکتفاء کر لیا۔ پس آیت کی ترتیب معنوی اس طرح ہوگی۔ فلولا ترجعونہا اذا بلغت الحلقوم ان کنتم غیر مدینین۔ دوسرا لولا تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ ونحن اقرب الیہ منکم اور ہم تمہاری نسبت اس کے قریب تر ہیں۔ اے میت کے گھر والو! ہم اپنی قدرت وعلم سے قریب ہیں یا ملائکۃ الموت کے ذریعہ قریب ہیں۔ مطلب یہ ہے اے لوگو! تم تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی آیات قدرت کا انکار کرنے پر اترے ہوئے ہو۔ اگر وہ معجز کتاب اتارتا ہے تو اس کو سحر وافتراء کہہ کر مسترد کر دیتے ہو اور اگر وہ اپنا رسول بھیجتا ہے جو صادق الامین ہے تو تم اس کو ساحر، کذاب کہہ کر مسترد کر دیتے ہو۔ اگر وہ تمہاری آبادی کیلئے بارش نازل کرتا ہے تو اس کی نسبت تم ستاروں کی طرف کرتے ہو۔ (یہ ان کے مذہب کے مطابق ہے جو اہمال وتعطیل تک پہنچنے والے ہیں) پھر تمہیں کیا ہوا کہ روح کے حلق تک پہنچنے کے بعد تم دوبارہ اس کو بدن کی طرف واپس نہیں کرتے۔ اگر کوئی وہاں قبضہ قدرت والا نہیں اور تم تعطیل کے قول میں سچے ہو اور ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات اور ممیت ومبدئ اور المعید کے قائل نہیں ہو۔

۸۸ : فَاَمَّآ اِنْ كَانَ (پھر جو شخص ہوگا) متوفی مرنے والا مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (مقرب لوگوں میں سے) ان تینوں اقسام میں سے ہوا جو سبقت کرنے والے ہیں اور جن کا ذکر ابتدائے سورت میں ہوا۔

۸۹ : فَرَوْحٌ (تو اس کے لئے راحت ہے) وَّ رَيْحَانٌ (اور رزق) غذائیں ہیں وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ (اور آرام کی جنت ہے)

۹۰ : وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (اور جو شخص دائیں طرف والوں میں سے ہوگا)

۹۱ : فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (تو اس کو کہا جائے گا) تیرے لئے امن وامان ہے کہ تو دائیں طرف والوں میں سے ہے) پس تیرے لئے اے صاحب الیمین۔ دوسرے اصحاب یمین کی طرف سے سلام ہو۔ یعنی وہ تمہیں سلام کہتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: الا قیلا سلامًا سلامًا [الواقعہ : ۲۶]

۹۲ : وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ (اور جو شخص تکذیب کرنے والے گمراہوں میں سے ہوگا) یہ تیسری قسم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اسی سورت میں فرمادیا۔ ثم انکم ایھا الضالون المکذبون [الواقعہ]

۹۳ : فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ (تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی)

۹۴ : وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ (اور دوزخ میں اس کا داخلہ ہوگا) تصلیۃ: داخلہ۔

اہم مسئلہ:

ان آیات میں اشارہ فرمایا کہ تمام کفر ایک ملت ہے اور گناہ گار لوگ یہ اصحاب یمین میں سے ہیں کیونکہ وہ تکذیب کرنے والے نہیں ہیں۔

۹۵ : اِنَّ هٰذَا (بیشک یہ جو کچھ اس سورت میں مذکور ہوا) لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ (تحقیق یقینی بات ہے) یعنی ایسا حق ہے جو قطعی طور پر ثابت ہونے والا ہے۔

۹۶ : فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (پس آپ اپنے عظیم الشان رب کی تسبیح کیجئے)

فضائل:

روایت میں ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ جبکہ وہ مرض وفات میں تھے۔ تو انہیں پوچھا کیا تکلیف ہے؟ انہوں نے کہا میرے گناہ ہیں۔ نمبر۲۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ ہم اس کو عطاء کرنے کا حکم کردیتے ہیں؟ عبداللہ نے جواب دیا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ نمبر۳۔ اپنی بیٹیوں کو دے دینا۔ عبداللہ کہنے لگے ان کو بھی اس کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ میں نے ان کو سورۂ واقعہ پڑھنے کا کہہ رکھا ہے۔ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ جس نے سورۂ واقعہ ہر رات پڑھ لی۔ اس کو کبھی فاقہ نہ آئے گا۔ (مسند ابویعلی ورواہ ابن الضریس فی فضائل القرآن [۲۲۶] البیهقی بسند ضعیفٍ فی شعب الایمان۔

عجیب نکتہ:

ان تین سورتوں، القمر، الرحمان، الواقعہ میں لفظ اللہ وارد نہیں ہوا۔ بلکہ صفاتی اسمائے مبارکہ آئے ہیں۔

الحمد للہ اذانِ عصر کے وقت جمعرات ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۴ھ ترجمہ سورۃ الواقعہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الحدید مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں انتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اسی کے لئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی

يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ② هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ

وہی حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی اول ہے وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

پھر عرش پر مستوی ہوا۔ وہ جانتا ہے اس چیز کو جو زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمانوں سے

مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ④

اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست اور حکمت والا ہے)

کلمہ کی جہالت اربعہ:

ا : سَبَّحَ لِلّٰهِ اس سورت اور سورۂ حشر وصف میں سبح للہ سے شروع کیا جو لفظ ماضی ہے اور بعض سورتوں مثلاً جمعہ، تغابن میں مضارع کے لفظ اور سورۂ بنی اسرائیل میں لفظ مصدر سے اور سورۂ اعلیٰ میں لفظ امر سے ذکر فرمایا گیا۔ اس کلمہ کی چار جہات ہوئیں۔ نمبرا۔ مصدر نمبر۲۔ ماضی۔ نمبر۳۔ مضارع۔ نمبر۴۔ امر۔ سبح فعل کبھی لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور بعض اوقات متعدی بنفسہٖ ہوتا ہے جیسا اس قول وتسبحوہ اور اس کی اصل متعدی بنفسہٖ ہے کیونکہ سَبَّحْتُهٗ کا معنی میں نے اس کو برائی سے دور کیا۔ یہ سَبَّحَ

سے منقول ہو کر آیا ہے جس کا معنی جانا اور دور ہونا ہے۔ پس اس میں لام یا تو نصحتہ و نصحت له کی طرح ہے یا پھر سبح
لله سے مراد اللہ تعالیٰ کیلئے اس نے تسبیح کی اور خالص اس کی ذات کیلئے کی۔ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ سب جو آسمانوں
اور زمین میں ہے) ما سے ہر وہ مخلوق مراد ہے جس سے تسبیح کا صدور ہو سکتا ہو۔ تسبیح اس سے درست ہو۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ
زبردست ہے) اس مکلف سے انتقام لینے والا ہے) جس نے عناداً اس کی تسبیح نہیں کی۔ الْحَكِيْمُ (اس کو بدلہ دینے میں حکمت
والا ہے) جس نے مطیع بنکر اس کی اطاعت کی۔

۲ : لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے) نہ کہ کسی اور کی يُحْيِ (وہ زندہ کرتا ہے)
نحو : یحی مقام رفع میں واقع ہے ای هو يحيي الموتیٰ وہ مردوں کو زندہ کریگا۔ وَيُمِيْتُ (اور وہ موت دیتا ہے) زندوں کو
نمبر۲۔ یہ موضع نصب میں واقع ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے : له ملك السمٰوٰت والارض محيياً و مميتاً اس کیلئے آسمانوں اور
زمین کی بادشاہی ہے اس حالت میں کہ وہ زندگی اور موت دینے والا ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)
۳ : هُوَ الْاَوَّلُ (وہی پہلے ہے) وہ قدیم ذات ہے جو ہر شئی سے پہلے تھی۔ وَالْاٰخِرُ (اور وہی پیچھے) جو کہ ہر شئی کے ہلاک
ہونے کے بعد باقی رہنے والی ہے۔ وَ الظَّاهِرُ (وہی ظاہر ہے) ان دلائل سے جو اس کی ذات پر دلالت کرنے والی ہیں۔
وَالْبَاطِنُ (وہی باطن ہے) کیونکہ وہ مدرک بالحواس نہیں اگرچہ وہ مرئی ہے۔

واؤ کا فائدہ:

پہلی واؤ کا معنی یہ ہے کہ وہ اولیت و آخریت ہر دو صفات کے جامع ہیں اور تیسری واؤ اس لئے کہ وہ ظہور و خفاء کو جامع ہے
رہی درمیانی واؤ وہ ظاہر کرتی ہے کہ اس کی ذات پہلی دونوں صفات اور پچھلی دونوں صفات کی جامع ہے۔ اس کا وجود ماضی
و مستقبل تمام اوقات میں دائمی ہے۔ وہ تمام اوقات میں ظاہر و باطن ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الظاہر کا معنی ہر چیز پر بلند اور اس پر
غالب۔ یہ ظهر عليه سے ماخوذ ہے جبکہ وہ اس چیز پر بلند و غالب ہو جائے اور الباطن جو ہر چیز کے اندرون کو جانتا ہے۔ وَهُوَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے)

۴ : هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (وہی تو ہے جس نے آسمان کو زمین کو چھ روز کی مقدار میں پیدا کیا)
قول حسنؒ ہے کہ ایام دنیا کی مقدار اگر وہ پلک جھپک میں بنانا چاہیں تو وہ بنا سکتے ہیں۔ لیکن چھ دن کو ایک بنیاد بنانا تھا تا کہ اس پر مدار
زمانہ ہو۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ (پھر وہ تخت پر قائم ہوا۔ وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی
ہے) جو زمین میں بیج، پانی کے قطرات، خزانے، مردے وغیرہ داخل ہوتے ہیں۔ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا (اور جو چیز زمین سے برآمد
ہوتی ہے) نباتات وغیرہ وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ (اور جو آسمان سے اترتی ہے) یعنی ملائکہ اور بارشیں۔ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا (اور جو
چیز اس میں چڑھتی ہے) یعنی اعمال اور دعائیں وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے تم جہاں کہیں ہو) اپنے
علم و قدرت عامہ اور اپنے فضل و رحمت خاصہ کے ساتھ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اور وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے)

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي

اسی کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی' اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جائیں گے' وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو

النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اٰمِنُوْا

رات میں داخل کرتا ہے' اور وہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ تم لوگ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو' سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں

وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا

اور خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہوگا' اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو اسی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے

بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ

رب پر ایمان لاؤ اور اللہ نے تم سے عہد لیا تھا' اگر تم کو ایمان لانا ہو' وہ ایسا ہے کہ اپنے بندہ پر صاف صاف

اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لائے اور بیشک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق ہے مہربان ہے'

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ

اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمانوں کی اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے جو لوگ فتح مکہ سے

مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا

پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ برابر نہیں ہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں

مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ع ۱۷

خرچ کیا' اور قتال کیا اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے' اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے'

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

کوئی شخص ہے جو اللہ کو قرض حسن دے' پھر اللہ اس کو اس کے لئے بڑھائے اور اس کے لئے اجر پسندیدہ ہے۔

۵ : لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (آسمان وزمین کی سلطنت اسی کی ہے اور اللہ ہی کی طرف سب امورلوٹ جائیں گے)

۶ : یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَهُوَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (وہ رات کودن میں داخل کرتا ہے۔ اوردن کورات میں داخل کرتا ہے وہی دلوں کی پوشیدہ باتوں کو بخوبی جانتے ہیں) یولج کا معنی رات کودن میں داخل کرتا ہے کہ رات میں سے کچھ حصہ کم ہو جائے اوردن میں رات کو داخل کرکے اس کو طویل کردیتا ہے۔

۷ : اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا (تم لوگ اللہ تعالیٰ پراوراس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اورخرچ کرواس مال سے) یہ انفاق زکوٰۃ اورانفاق فی سبیل اللہ کا احتمال رکھتا ہے۔

قائم مقام بنایا:

مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ (جس مال میں اللہ تعالیٰ نے تم کو قائم مقام بنایا) یعنی تمہارے ہاتھوں میں جواموال ہیں۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے اموال ہیں۔ اسی نے یہ بنائے اور پیدا کیے ہیں۔ تم کو نفع اٹھانے کیلئے مالک بنایا ہے اوران کے تصرفات میں تم کواس نے اپنا نائب بنایا ہے۔ حقیقت میں یہ تمہارے اموال ہیں ہی نہیں۔ اورتم ان میں صرف وکیل اور نائب ہو اس لئے ان اموال میں سے حقوق اللہ میں صرف کرواوراس میں سے خرچ تمہیں اسی قدر آسان ہونا چاہئے جتنا آدمی پر غیر کا مال خرچ کرنا آسان ہوتا ہے جبکہ وہ غیراس کو خرچ کی اجازت دے دے۔ نمبر۲۔ جعلکم مستخلفین اس نے تمہیں ان کا خلیفہ اورنائب بنادیا جوتم میں سے پہلے گزرے۔ تم ان کے وارث بن گئے اسی طرح یہ مال تم سے بھی منتقل ہو کر بعد والوں کو پہنچ جائے گا پس ان کے حالات سے عبرت حاصل کرکے اس میں بخل نہ کرو۔ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (پس وہ لوگ جو ایمان لائیں) اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول اللہ ﷺ پر مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ (تم میں سے اوراللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہوگا)

تم کیوں ایمان نہیں لاتے:

۸ : وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (اورتمہارے لئے کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے) یہ مالکم میں جومعنی فعل ہے اس سے حال ہے جیسا تم کہو: مالک قائما؟ معنی یہ تم کھڑے کیا کرتے ہو؟ مطلب یہ ہوا تم کیوں کر اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو حالانکہ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ (رسول اللہ (ﷺ) تم کو بلا رہے ہیں) واؤ حالیہ ہے۔ یہ دونوں حال متداخل ہیں۔ مطلب یہ ہے ایمان کو چھوڑنے میں تمہارے پاس کیا عذر ہے جبکہ رسول ﷺ تم کو بلا رہے ہیں۔ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ (کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ اورخود اللہ تعالیٰ نے تم سے پکا عہد لیا تھا) اوراس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تم سے پکا وعدہ لیا اپنے اس قول سے الست بربکم [الاعراف: ۱۷۲] نمبر۲۔ یا اس سبب سے کہ اس نے تمہیں عقول عنایت فرمائیں اور دلائل پر غور وفکر کی قوت عنایت فرمائی۔ پس جب تمہارے پاس عقلوں کی راہنمائی اور رسول ﷺ کی تنبیہ آچکی تو تم کیوں ایمان قبول نہیں کرتے ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ

مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم کو ایمان لانا ہو) کسی موجب کے سبب سے تو یہ موجب موجود ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی موجب ایمان نہیں ہوسکتا۔

قراءت: ابوعمرو نے اُخِذَ میثاقکم پڑھا ہے۔

۹ : هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ (وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ وہ اپنے بندے پر کھلی ہوئی آیتیں اتارتا ہے) عبدہٖ سے محمد ﷺ مراد ہیں۔اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ یعنی قرآن مجید) لِّيُخْرِجَكُمْ (تا کہ وہ تم کو نکالے) اللہ تعالیٰ یا محمد ﷺ اپنی دعوت کے ذریعہ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (تاریکیوں سے روشنی کی طرف) یعنی ظلمات کفر سے نور ایمان کی جانب وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق اور مہربان ہے) انتہائی رأفت اور رحمت والے ہیں۔

قراءت: لرءُوف کو مد وہمزہ کے ساتھ حجازی، شامی اور حفص نے پڑھا ہے۔

۱۰ : وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا (اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے) الا سے قبل فی محذوف ہے کہ اس بارے میں ای فی الا تنفقوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (حالانکہ سب آسمان اور زمین اخیر میں اللہ تعالیٰ ہی کا رہ جائے گا) وہ ان میں ہر چیز کا اخیر میں مالک ہے کسی کے پاس کوئی مال وغیرہ بھی باقی نہ رہے گا۔

انفاق کی ترغیب کا بلیغ پیرایہ:

مطلب یہ ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کے چھوڑنے کی تمہیں کیا غرض ہے اور اسی طرح اس کے رسول کے ساتھ ترکِ جہاد کی کیا غرض ہے۔اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرنے والے پھر تمہارے اموال کے وہی وارث ہونگے یہ انفاق فی سبیل اللہ پر ابھارنے کا بلیغ ترین انداز ہے۔پھر دونوں خرچ کرنے والوں میں فرق بیان فرمایا،فرمایا لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ (جو لوگ فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں) یعنی فتح مکہ سے اسلام کو عزت وقوت ملی اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے اور وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا (دونوں برابر نہیں) من بعد الفتح کو حذف کردیا کیونکہ من الذین انفقوا من بعد اس پر دلالت کر رہا ہے۔اُولٰٓئِكَ (وہ لوگ جنہوں نے فتح سے قبل خرچ کیا) وہ السابقون الاولون من المھاجرین والانصار [التوبہ:۱۰۰] ہیں۔انہی کے بارے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔لو انفق احدکم مثل احد ذھبًا ما بلغ مداحدھم ولا نصیفہ [رواہ البخاری :۳۶۷۳ و مسلم :۲۵۴۰] اگر تم میں سے کوئی احد کے برابر سونا خرچ کر ڈالے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مد تو کجا نصف مد تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور لڑے اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ سب سے کیا ہے) کُلًّا سے مراد فریقین میں سے ہر ایک۔الحسنٰی عمدہ ثواب اور وہ جنت ہے تفاوت وفرقِ مراتب کے ساتھ ساتھ۔

نحو: کُلًّا یہ وعد کا مفعول اول ہے الحسنٰی مفعول ثانی ہے۔

قراءت: شامی نے کلٌ پڑھا۔ای کل وعدہ اللّٰہ الحسنٰی۔ ہر وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ عمدہ ہے۔

ایک قول :

یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری کیونکہ وہ سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا۔اس آیت میں ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت سب سے بڑھنے کی دلیل ہے۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے) پس وہ تمہارے اعمال کی مقدار کے مطابق بدلہ دیں گے۔

۱۱ : مَنْ ذَاالَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے) حسنًا سے مراد بطیب خاطر یقرض سے مراد انفاق فی سبیل اللہ بطور استعارہ اس کو قرض سے تعبیر فرمایا تاکہ جزاء کے لازم ہونے پر دلالت کرے۔فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ (پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس شخص کیلئے بڑھاتا چلا جاتا ہے) یعنی اس کے انفاق پر وہ اپنے فضل سے کئی گنا بڑھا کر بدلہ دیتے ہیں۔وَلَهٗ اَجْرٌ كَرِيْمٌ (اور اس کے لئے اجر پسندیدہ ہے) وہ اجر جو کئی گنا بڑھا کر اس کو دیا گیا وہ ذاتی لحاظ سے پسندیدہ شاندار رزق ہے۔

قراءت: مکی نے فیضعّفهٗ پڑھا۔شامی نے فَيُضَعِّفَهٗ عاصم نے فَيُضَعِّفَهٗ اور سہل نے فَيُضَاعِفُهٗ پڑھا ہے۔جبکہ باقی قراء نے فَيُضَاعِفَهٗ پڑھا ہے۔اس میں نصب تو جواب استفہام میں آیا اور رفع هو مبتدأ محذوف فهو يضاعفه کی بناء پر۔یا یقرض پر عطف کی وجہ سے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ

جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا' آج تم کو

الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ

بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے' یہ بڑی کامیابی ہے' جس روز

يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ

منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کر لو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں' ان کو جواب دیا جائے گا

ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ

کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی تلاش کرو' . پھر ان کے درمیان ایک دیوار قائم کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا' اس کے اندرونی جانب میں

الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ

رحمت ہوگی اور بیرونی جانب عذاب ہوگا وہ ان کو پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کہ تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو

فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ

گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے' اور تم شک کیا کرتے تھے' اور تم کو تمہاری تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا' یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا

غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ

اور تم کو دھوکہ دینے والے نے اللہ سے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا' غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جاوے گا اور نہ کافروں سے' تم سب کا ٹھکانہ

النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

دوزخ ہے' وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

۱۲ : يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے) نمبر۱۔ یوم یہ وله اجر کریم کا ظرف ہے نمبر۲۔ اذکر مضمر کا ظرف ہے اس دن کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے فعل محذوف ہے۔ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ (اس دن ان کا نور چلے گا یہ نور توحید صبر و طاعات کا ہوگا)

دو طرفوں کا ذکر:

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑتا ہوگا) یہاں سامنے اور دائیں جانب کا ذکر کیا

کیونکہ سعادت مندوں کو صحائف اعمال انہی دوطرفوں سے دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ بدبختوں کو ان کے صحائف بائیں طرف اور پیٹھ پیچھے سے دیئے جائیں گے۔اس دن اللہ تعالیٰ مؤمنوں کیلئے بطور شعار کے ہر دو جانب نور پھیلادیں گے۔ کیونکہ یہی لوگ ہیں جو اپنی حسنات کے سبب سعادت مند ہوئے اور اپنے روشن صحائف سے کامران بنے۔ جب ان کو جنت کی طرف لے جایا جائیگا۔تو پل صراط پر دوڑتے ہوئے گزریں گے اور ان کی یہ دوڑ ان کے نور کی تیزی کے حساب سے ہوگی ان کو ملائکہ کہیں گے۔ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ (آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی) جنات سے قبل دخول مضاف محذوف ہے ای دخول جنات۔ کیونکہ بشارت احداث وواقعات پر واقع ہوتی ہے۔اجسام پر نہیں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن کے اندر وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے)

منافقین کا پل صراط پر حال:

۱۳: يَوْمَ يَقُوْلُ نحو: یہ یوم تری سے بدل ہے۔

الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا (جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گی۔ کہ ذرا ہمارا انتظار کرو) انظروا، انتظار کے معنی میں ہے کیونکہ ایمان والوں کو کوندنے والی بجلیوں کی طرح جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

قراءت: انظرونا حمزہ نے پڑھا اور اس کو النَّظِرۃ بمعنی مہلت دینا سے لیا گیا ہے۔آیت میں چلنے میں رفتار کے کم کرنے کو تا کہ وہ مل سکیں انتظار قرار دیا گیا۔

نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ (تا کہ ہم روشنی حاصل کرلیں) ہم اس میں سے پالیں۔اور وہ اسی طرح ہے کہ وہ ان کے ساتھ آملیں پس اس سے روشنی ہو جائے۔قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (جواب دیا جائیگا۔کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر وہاں سے روشنی تلاش کرو) اس میں ان کو دھتکار دیا جائیگا۔اور شرمسار کرنے کیلئے ان کو فرشتے کہیں گے یا مؤمن کہیں گے ارجعوا تم موقف حساب کی طرف لوٹ جاؤ جہاں سے ہمیں یہ روشنی ملی ہے۔پس وہاں روشنی تلاش کرو۔بس اس جگہ سے اس کا شعلہ حاصل ہوگا۔نمبر۲۔دنیا کی طرف لوٹ جاؤ۔اس کا سبب اصلی ایمان حاصل کر کے پھر وہاں سے روشنی کو تلاش کرو۔

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ (پھر ان دونوں فریقوں کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائیگی) بینھم سے مؤمنین اور منافقین مراد ہیں۔بِسُوْرٍ (ایک دیوار) جو اہل جنت اور اہل جہنم کے مابین حائل ہوگی ایک قول کہ وہ اعراف ہے۔لَّهٗ (اس دیوار کیلئے) بَابٌ (دروازہ ہوگا) اہل جنت کیلئے جس میں سے وہ جنت میں داخل ہونگے۔بَاطِنُهٗ (اس کی اندرونی جانب) دیوار کی اندرون یا دروازے کی اندرون یہ وہ جانب ہوگی جو جنت کے قریب ہوگی۔فِيْهِ الرَّحْمَةُ (اس میں رحمت ہوگی) نمبرا۔نور نمبر۲۔جنت۔ وَظَاهِرُهٗ (اور اس کا بیرون) جو بیرون اہل نار کی جانب ہے۔مِنْ قِبَلِهِ (اس کی طرف اور اس کے پاس) الْعَذَابُ (عذاب ہے) اندھیرا یا آگ ہے۔

۱۴: يُنَادُوْنَهُمْ (یہ منافق ان مؤمنوں کو پکاریں گے) اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ (کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے) مراد اس سے ان کی وہ

ظاہری مرافقت ہے جو دنیا میں وہ رکھے ہوئے تھے۔ قَالُوْا (وہ مؤمن کہیں گے)۔ بَلٰی وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ (کہ ہاں تھے تو صحیح لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا) تم نے اپنے کو نفاق کی مشقت میں ڈال کر اپنے نفسوں کو ہلاک کر ڈالا۔ وَتَرَبَّصْتُمْ (اور تم منتظر رہا کرتے تھے) ایمان والوں کے متعلق کہ ان پر کب حوادث پڑتے ہیں۔ وَارْتَبْتُمْ (اور تم نے شک کیا) اور توحید میں تم نے شک کیا۔ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ (اور تم کو تمہاری تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا) طویل امید اور درازیٔ عمر کی طمع۔ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آن پہنچا) یعنی موت آگئی۔ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور تم کو دھوکہ دینے والے نے دھوکا میں ڈال رکھا تھا) شیطان نے یہ دھوکا دیا کہ اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والے مہربان ہیں وہ تم کو عذاب نہ دیں گے۔ یا یہ کہ بعث وحساب کا وجود نہیں۔

۱۵ : فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ (آج نہ تم سے لیا جائے گا) اے منافقو!

قراءت: شامی نے تؤخذ تاء سے پڑھا ہے۔

فِدْيَةٌ (کوئی معاوضہ) جس سے فدیہ دیا جا سکے وَّ لَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَاْوٰكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلٰكُمْ (اور نہ کافروں سے تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہارا رفیق ہے) ماوٰی : ٹھکانہ، مولٰی بمعنی وہ تمہارے لئے زیادہ مناسب ہے۔ مولاکم ای محرا کم وہ مکان تمہارے مناسب ہے جیسا کہتے ہیں۔ ھو مئنة للکرم۔ ای مکان جبکہ کوئی کہے انه لکریمٌ وہ مکان مہربانی ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور وہ برا ٹھکانہ ہے) یعنی آگ۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا

کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح

كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ

نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا سو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے

فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

فاسق تھے۔ جان لو کہ بے شک اللہ زندہ فرماتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد بیشک ہم نے تمہارے لئے آیات بیان کیں تا کہ تم سمجھو۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾

بلاشبہ صدقہ کرنیوالے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ان کے لئے اس کو بڑھا دیا جائے گا ان کے لئے اجر کریم ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ڰ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ

اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ وہ لوگ ہیں جو بڑی سچائی والے ہیں اور جو شہداء ہیں اپنے رب کے پاس ہیں ان کے لئے

اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾ ع ۱۸

ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

۱۶ : اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی نصیحت اور اس دین حق کے سامنے جھک جائیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے) یان یہ انی الامر یانی سے لیا گیا ہے، جبکہ اس کا وقت آ جائے۔

ایک قول :

مکہ میں قحط تھا۔ جب ہجرت کی تو رزق و نعمت میسر آ گیا۔ جس بات پر پہلے عمل پیرا تھے اس سے ڈھیلے پڑ گئے۔ تو یہ آیت اتری۔ روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ہمارے اسلام اور ہمارے اس آیت سے عقاب کے درمیان چار سال کا فاصلہ ہے۔ قول ابوبکرؓ: یہ آیت آپ کے سامنے پڑھی گئی جبکہ آپ کے سامنے اہل یمامہ کی ایک جماعت تھی وہ سنکر بہت روئے۔ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر فرمایا ہم اسی طرح تھے یہاں تک کہ دل سخت ہو گئے۔

قراءت: نَزَلَ کو نافع وحفص نے تخفیف کے ساتھ پڑھا۔ باقی قراء نے نَزَّلَ پڑھا ہے۔ اور ما الذی کے معنی میں ہے۔ الذکر

اور ما نزل من الحق سے قرآن مجید مراد ہے۔ کیونکہ قرآن ہر دو کا جامع ہے۔ ذکر نصیحت ہے اور یہ وہ حق ہے جو آسمان سے اترا ہے۔

وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ (اوران لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی)

قراءت: لا یکونوا آیا کے ساتھ تخشع پر عطف کرتے ہوئے اور تاء کے ساتھ لاتکونوا پر یہ رویس کی قراءت ہے بصورت التفات اور یہ بھی درست ہے کہ ان کو اہل کتاب کے قسوۂ قلوب میں مشابہت میں ممانعت مقصود ہو اس کے بعد کہ ان کو توبیخ کی گئی۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ حق ان کے اور ان کی خواہشات کے مابین گھومتا پھرتا تھا۔ جب انہوں نے تورات وانجیل کو سنا تو ان کے دلوں میں خشوع ورقت پیدا ہوئی۔ جب عرصہ دراز ہو گیا تو ظلم وسخت دلی ان پر غالب ہو گئی۔ اس وقت انہوں نے باہمی اختلاف کیا اور تحریف کو ایجاد کیا تا کہ خواہشات پوری ہوں۔ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ (پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا) امد مدت مقررہ یا زمانہ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ (پھر ان کے دل خوب ہی سخت ہو گئے) اس کا سبب اتباع شہوت تھا۔ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ (اور ان میں سے بہت لوگ کافر ہیں۔) فاسق اپنے دین سے نکلنے والے۔ دونوں کتابوں میں جو کچھ تھا اس کا انکار کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ مؤمنوں کی تعداد ان میں بہت تھوڑی تھی۔

۱۷ : اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے) قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (ہم نے تم سے اس کے نظائر بیان کر دیے تا کہ تم سمجھو) ایک قول یہ ہے دلوں میں ذکر کے اثر کو بطور تمثیل بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ ذکر دلوں کو اسی طرح زندہ کر دیتے ہیں جیسا بادل زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔

۱۸ : اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ (بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔)

قراءت: مصدّقات دال کی صرف تشدید سے مکی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ یہ مصدقین اسم فاعل کا صیغہ ہے باب صدق اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اللہ اور رسول کی تصدیق کی یعنی مؤمن۔ باقی قراء نے مُصّدّقین دونوں کی تشدید سے پڑھا ہے۔ اور یہ اسم فاعل تصدق سے ہے۔ پھر تاء کو صاد میں ادغام کر دیا اور اس کو اصل پر بھی پڑھا گیا ہے۔ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (اور وہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو قرض دیتے رہے ہیں) اس کا عطف مصدقین میں معنیٰ فعل پر ہے۔ کیونکہ المصدقین کی لام الذین کے معنی میں ہے۔ اور اسم فاعل، فعل کے معنی میں ہے اور وہ فعل اصدّقوا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ان الذین اصدقوا و اقرضوا۔ قرض حسن (۱) عمدہ شیٔ (۲) خوشدلی سے خرچ کرے (۳) اور نیت بھی درست ہو اور (۴) خرچ بھی مستحق پر کی جائے۔

يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ (وہ صدقہ ان کے لئے بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے پسندیدہ اجر ہوگا)

قراءت: مکی وشامی نے يُضَعَّفُ پڑھا ہے۔ اجر کریم سے مراد جنت ہے۔

۱۹ : وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایسے ہی)

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ

تم خوب جان لو کہ دنیوی زندگی محض لہو ولعب اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ

وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ

بتانا ہے جیسے بارش ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سوا اے مخاطب اس کو تو زرد ہونے کی حالت میں دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا

حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ

ہو جاتی ہے اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیاوی زندگی محض دھوکہ کا

اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۲۰ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ

سامان ہے تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی

وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

وسعت کے برابر ہے وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے اپنا فضل جس کو چاہے عنایت فرمائے

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۱

اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اَلصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ (لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں) مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیقین و شہداء کے مرتبہ میں ہیں۔ الصدیقون یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تصدیق میں سبقت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (ان کے لئے خاص اجر ہے۔ اور پل صراط پر ان کا نور ہوگا) ان کو صدیقین اور شہداء جیسا اجر ملے گا۔ سو ان جیسا نور میسر ہوگا۔

نحو: اور یہ بھی درست ہے کہ الشھداء مبتدا اور لھم اجر ھم اس کی خبر ہو۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں)

۲۰ : اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ (تم خوب جان لو، کہ بیشک دنیا کی زندگی محض لعب) جیسا بچوں کا کھیل ہوتا ہے۔ وَّلَهْوٌ (اور لہو ہے) جیسے نوجوانوں کا بہلاوا ہوتا ہے۔ وَّزِيْنَةٌ (اور زینت و سجاوٹ ہے) جیسا عورتوں کی زینت وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ (اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے) جیسا ہم جولی ایک دوسرے پر بے جا تفاخر کرتے ہیں۔ وَتَكَاثُرٌ (اور کثرت میں مقابلہ ہے)

جیسا کسان کثرت میں مقابلہ کرتے ہیں۔فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (مال واولاد میں) ان کے ذریعہ فخر ومباہات ہے التکاثر۔ کثرت کا مدعی بننا۔ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ (جیسے بارش کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی لگتی ہے۔پھر وہ خشک) فَتَرٰہُ مُصْفَرًّا (ہوجاتی ہے کہ تم کو زرد دکھائی دیتی ہے) اس کے بعد کہ وہ سبز تھی۔ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا (پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے) حطام: ریزہ ریزہ۔دنیا کی بے ثباتی اور سرعت زوال اور قلت منفعت کو اس نبات سے تشبیہ دی جس کو بارش اگائے۔ وہ درست اگ کر مضبوط ہوجائے۔اور وہ ان کفار کو جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے منکر ہیں کہ بادل ونبات سے اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا انعام کردیا ہے ان کفار کو وہ خوب صورت نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ نے اچانک آفت بھیجی جس سے اس نے جوش مارا اور وہ زرد پڑ گئی۔ اور ریزہ ریزہ کردی گئی یہ ان کے انکار نعمت کی بناء پر ہوا جیسا کہ باغ والوں کے ساتھ پیش آیا۔ایک قول یہ ہے کفار سے کسان مراد ہے۔

وَفِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ (اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔) کفار کیلئے وَّ مَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانٌ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے) ایمان والوں کیلئے۔مطلب یہ ہے کہ دنیا ایک معمولی شئی ہے۔بس وہ لہو ولعب، زینت وتفاخر وتکاثر کا نام ہے۔اور وہی آخرت وہ عظیم الشان معاملات کا نام ہے۔سخت قسم کا عذاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت ورضامندیاں۔

نحو: کمثل غیث اس میں کاف محل رفع میں واقع ہے۔اسطور پر کہ یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ای الحیاۃ الدنیا مثل غیث۔ وَ مَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (اور دنیا کی زندگی محض سامان فریب ہے) اس شخص کیلئے جو دنیا کی طرف جھک گیا اور اس پر اعتماد کر بیٹھا۔

قول ذوالنونؒ:

اے مریدین کے گروہ! دنیا کو طلب مت کرو۔اور اگر تم اس کو طلب کرو تو اس سے محبت مت کرو۔پس اس سے زادِ راہ حاصل کیا جاتا ہے۔اور قیلولہ کسی دوسری جگہ کیا جاتا ہے۔

۲۱ : ربط :جب دنیا کی تحقیر اور تذلیل ذکر کردی اور آخرت کی عظمت شان بتلادی۔اب اپنے بندوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ میں نے آخرت میں جو وعدہائے حسنہ کیے ہیں ان کو پانے کیلئے مسارعت کریں۔وہ وعدہ مغفرت اور سخت عذاب سے نجات پانا ہے۔اور ہمیشہ کی کامرانی جنت کے داخلہ کی صورت میں پالینا ہے۔فرمایا سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ (اور تم تیزی سے بڑھو اپنے رب کی مغفرت) اعمال صالحہ کے ذریعہ ایک قول سارعوا مسارعۃ المسابقین۔تم مقابلہ کے میدان میں دوڑ میں مقابلہ کرنے والوں کی طرح جلدی کرو۔

عرضِ جنت:

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے)۔

قولِ سدی رحمۃ اللہ علیہ:

جس کی چوڑائی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کے عرض کے برابر ہے۔آیت میں عرض کوذکر فرمایا۔طول کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ جس چیز کا طول عرض ہو اس کا عرض طول سے چھوٹا ہوتا ہے۔جب جنت کے عرض کی وسعت اور پھیلاؤ اتنا بڑا ہے تو اس کا طول تو بہت ہی وسیع ہوگا۔نمبر۲۔عرض سے مطلق پھیلاؤ مراد ہے۔اس سے ان لوگوں کی بات کی تردید ہوتی ہے۔جو جنت کو چوتھے آسمان میں بتلاتے ہیں۔کیونکہ جو ایک آسمان میں سمانے والی ہو وہ عرض میں ساتوں آسمان اور زمین کے برابر کہاں ہوگی۔

اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (وہ ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں)۔

مَسْئَلَہ : یہ دلیل ہے کہ جنات بنائی جا چکی ہیں۔ذٰلِكَ (یہ) مغفرت وجنت کا وعدہ۔فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہے عنایت کرے) اور وہ مؤمن ہیں جو اس کے مستحق ہیں۔

مَسْئَلَہ : اس میں دلیل ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر جنت میں نہ جائے گا۔وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں)۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے قبل اس کے کہ ہم ان کو پیدا کریں'

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۚ﴿۲۲﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ

یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج نہ کرو اور جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں'

اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۙ ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ

اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا' جو ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی

بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا

بخل کا حکم دیتے ہیں' اور جو شخص اعراض کرے گا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سزاوار حمد ہے۔ ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے

بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا

احکام دے کر بھیجا' اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور ترازو کو نازل کیا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں' اور ہم نے لوہے کو اتارا

الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ

جس میں شدید ہیبت ہے' اور لوگوں کے لئے طرح طرح کے فائدے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں

بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ ع ۱۹

کی کون مدد کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔

۲۲ : نَزَلَظ : پھر بیان فرمایا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قضاء و قدر سے ہوتا ہے۔ فرمایا :

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ (کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے) مصیبت سے مراد قحط، کھیتوں اور پھلوں پر اترنے والی آفات۔

نَحْو : فی الارض یہ موضع جر میں ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے ما اصاب من مصیبة ثابتة فی الارض ۔ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ (اور نہ تمہاری جانوں میں) جیسے امراض، تکالیف اور موت اولاد وغیرہ۔

اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ (مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے) کتاب لوح محفوظ میں ہے۔

نَحْو : یہ موضع حال میں ہے ای الا مکتوبًا۔

مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا (اس سے قبل کہ ہم ان کو پیدا کردیں) اس سے پہلے کہ ہم نفوس کو پیدا کریں۔اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ) اس کا اندازہ اور کتاب میں لکھنا وقائم کرنا۔عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان کام ہے) اگرچہ بندوں کے لئے مشکل ہے۔

۲۳ : رَبط : پھر اس کا سبب اور حکمت کو واضح کیا۔فرمایالِّكَيْلَا تَاْسَوْا (یہ بات اس لئے کہ تم غمگین نہ ہو) ایسا غم نہ کرو جو تمہیں سرکشی میں مبتلا کردے۔عَلٰى مَا فَاتَكُمْ (جو چیز تم سے جاتی رہے) جیسے دنیا کی خوشحالی نمبر۲۔عافیت وصحت۔وَلَا تَفْرَحُوْا (اور نہ اترانے لگو) جیسے متکبر فخر والے کرتے ہیں۔بِمَآ اٰتٰكُمْ (جو چیز تم کو عطا فرمائی) یہ اعطاء کے معنی میں ہے یا الایتاء مصدر سے ہے۔

قراءت: ابوعمرو نے اتاکم پڑھا یعنی جو آئے تمہارے پاس۔

ہر چیز مقدر سے ملے گی:

یہ الاتیان سے ہے مطلب یہ ہے جب تمہیں یہ معلوم ہوگا کہ ہر چیز مقدر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھی ہوئی ہے۔تو فوت شدہ چیز پر تمہیں افسوس کم ہوگا اور آنے والی چیز پر اترانا بھی کم ہوگا۔کیونکہ جس کو یہ معلوم ہے جو کچھ اس کے پاس ہے یہ بہر حال مفقود ہوگا تو اس کی گمشدگی پر اس کو زیادہ افسوس نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اپنے کو اس کا عادی بنالیا ہے۔اسی طرح جس کو یہ معلوم ہے کہ بعض بھلائیاں مجھے ملنے ہی والی ہیں اور وہ کسی حال میں مجھ سے رہ نہیں سکتیں تو حاصل ہو جانے پر وہ حد سے زیادہ خوش نہ ہوگا۔اور ہر آدمی منفعت کے پالینے پر خوش ہوتا ہے اور تکلیف کے اترنے پر غمگین ہوتا ہے۔لیکن مناسب یہ ہے کہ خوشی شکر یہ کی صورت میں ہو۔اور غم صبر کی شکل میں ہو۔ایسا حزن جو جزع فزع تک پہنچادے۔وہ منافیٔ صبر ہونے کی وجہ سے قابلِ مذمت ہے اور وہ خوشی جو سرکشی میں مبتلا کر کے شکر سے غافل کردے وہ بھی مذمت کے قابل ہے۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ (اللہ تعالیٰ کسی شیخی باز اترانے والے کو پسند نہیں کرتے) لیکن جو شخص دنیا کے کسی حصہ پر خوش ہوا اور اپنے دل میں اس کو بڑا سمجھا تو وہ فخر غرور میں مبتلا ہو کر شیخی بگھارے گا اور لوگوں پر بڑائی ظاہر کرے گا۔

۲۴ : اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ (وہ ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں) یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔نمبر۲۔کل مختال فخور کا بدل ہے۔گویا کلام اس طرح ہے لا یحب الذین یبخلون (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو بخل کرتے ہیں) وہ لوگ جو سرکشی والی خوشی میں مبتلا ہیں وہ یہ چاہتے ہیں جب ان کو مال ملے وہ اور دنیا کا حصہ پائیں تو وہ اس مال کی محبت کی وجہ سے اور ان کے نزدیک اس کی بڑائی کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے منہ موڑتے اور اس میں بخل کرتے ہیں۔وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (اور وہ دوسرے لوگوں کو بخل کرنے کی تعلیم دیتے ہیں) اور دوسروں کو بخل پر آمادہ کرتے ہیں۔اور مال کے روک رکھنے کی ان کو رغبت دلاتے ہیں۔وَمَنْ يَّتَوَلَّ (اور جو شخص روگردانی کریگا) انفاق سے منہ موڑے گا۔اور اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی سے منہ موڑے گا اور جس بات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا وہ اس سے نہ باز رہے گا۔مثلاً فوت شدہ چیز پر شدید افسوس اور ملنے والی چیز پر

اترانا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ (تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے) تمام مخلوقات سے پس اس شخص سے بے نیاز کیوں نہ ہوگا۔ الْحَمِيْدُ (وہ سزاوار حمد ہیں) اپنے افعال میں۔

قراءت: مدنی اور شامی نے فان اللّٰه الغنی پڑھا ہے۔

رسل سے مراد:

۲۵ : لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا (ہم نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا) ہم نے ملائکہ کو اپنے انبیاء علیہم السلام کے پاس بھیجا۔ بِالْبَيِّنٰتِ (دلائل ومعجزات کے ساتھ) وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ (اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اتاری) الکتاب سے مراد وحی۔ ایک قول الرسل سے انبیاء مراد ہیں۔ مگر قول اول اولیٰ ہے اس لئے کہ معھم کا لفظ اس کی تائید کرتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام پر کتاب نازل ہوتی ہے۔ ان کے ساتھ نہیں۔ وَالْمِيْزَانَ (اور انصاف کا حکم اتارا) روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام میزان لے کر اترے اور نوح علیہ السلام کے اس کو سپرد کیا اور کہا اپنی قوم کو اس کے ساتھ وزن کا حکم دیں۔ لِيَقُوْمَ النَّاسُ (تا کہ لوگ قائم رہیں) تا کہ وہ اپنے مابین برابری سرابری کے ساتھ معاملات کریں۔ بِالْقِسْطِ (اعتدال کے ساتھ) اور کوئی دوسرے پر ظلم نہ کرے۔

لوہے کو پیدا کیا:

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ (اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا) ایک قول یہ ہے آدم جنت سے ان کو لے کر آئے۔ اس وقت ان کے پاس پانچ چیزیں تھیں۔ لوہا۔ ہتھوڑا، سوئی، ہرن، چلاس۔ روایت میں ہے ان کے ساتھ پھاوڑا۔ قول حسنؒ انزلنا کا معنی خلقنا ہے۔

فوائدِ حدید:

فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ (اس میں شدت ومصیبت ہے) اس سے قتال کیا جاتا ہے۔ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (اور لوگوں کے طرح طرح کے فائدے ہیں)۔ مصالح، صنعتوں اور زندگی کے بہت سے مقامات پر استعمال ہوتا ہے۔ ہر صنعت کا آلہ لوہے سے تیار ہوتا ہے نمبر۲۔ جو بھی کام کیا جاتا ہے وہ لوہے سے وابستہ ہے۔ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ (تا کہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے) تلواروں کو استعمال کر کے اور نیزے کام میں لا کر اور دین کے دشمنوں کے خلاف جہاد میں تمام آلات حدیدہ کام میں لائے جائیں۔ قول الزجاجؒ: تا کہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون اس کے رسول کے ساتھ ہو کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے۔ بِالْغَيْبِ (بے دیکھے) اس حالت میں کہ یہ ان سے غائب ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ (بیشک اللہ تعالیٰ قوت والے ہیں) وہ اپنی قوت سے دور کرتے ہیں اس کی لڑائی جو دین اسلام سے اعراض کرتا ہے۔ عَزِيْزٌ (وہ زبردست ہے) وہ اپنے غلبہ سے اس آدمی کے جوش کو روک دیتا ہے جو اس کی نصرت کے راستے میں آڑ بنتا ہے۔

ربط : ان تین آیات کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ کتاب شریعت کا قانون اور احکامات وحدود دینیہ کا دستور ہے۔ جو عہد و مراشد کے راستوں کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ اور جامع احکام اور حدود پر مشتمل ہے۔ عدل واحسان کا حکم دیتا اور سرکشی اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ عدل کا استعمال اور ظلم سے پرہیز ایسے آلہ سے ہونا چاہیے جس سے تعامل واقع ہو اور باہمی عدل و برابری حاصل

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ

اور ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی‘ سو ان لوگوں میں

مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّیْنَا بِعِیْسَی

بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے‘ پھر ہم ان کے بعد دوسرے رسولوں کو یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے‘ اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم

ابْنِ مَرْیَمَ وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ ۙ۬ وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ

کو بھیجا‘ اور ہم نے ان کو انجیل دی‘ اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا ہم نے انکے دلوں میں شفقت اور ترحم پیدا کیا‘

وَرَهْبَانِیَّةَ ِۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا

اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہم نے ان پر اس کو واجب نہ کیا تھا‘ لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا‘ سو انہوں نے اسکی

رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

پوری رعایت نہ کی‘ سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر دیا اور ان میں زیادہ نافرمان ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ

اے ایمان رکھنے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ‘ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا

وَیَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا یَعْلَمَ

اور تم کو ایسا نور عنایت فرمائے گا کہ تم اس کو لئے ہوئے چلو پھرو گے اور وہ تم کو بخش دے گا‘ اور اللہ غفور رحیم ہے‘ تاکہ اہل کتاب کو

اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ

یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی دسترس نہیں‘ اور یہ کہ اللہ کے ہاتھ میں فضل ہے

یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۹﴾ ع ۴

وہ اسے جس کو چاہے دے‘ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ہو۔ وہ میزان ہے اور یہ بات جانی پہچانی ہے۔ کہ کتاب جو کہ اوامر الٰہیہ کی جامع ہے اور وہ برابر باہمی معاملات کیلئے مقرر شدہ آلہ ہے۔ عام آدمی کو ان کی اتباع پر پختہ تلوار کے ذریعہ رکھا جاسکتا ہے۔ جو کہ منکرین و معاندین کیلئے اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ اور وہ تلوار حدید ہی تو ہے جس کی صفت باس شدید سے فرمائی گئی ہے۔

۲۶ : وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِیْمَ (اورہم نے نوح اور ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا) ان دونوں کا خصوصاً تذکرہ اس لئے فرمایا کیونکہ یہ دونوں بہت سے انبیاء علیہم السلام کے جدامجد ہیں۔ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا (اورہم نے ان کی اولاد میں جاری رکھی) ان کی اولاد میں النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ (نبوت اور کتاب) یعنی وحی۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: الخط بالقلم اس کو کتب کتابًا و کتابۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔ فَمِنْهُمْ (سوان لوگوں میں) پس نمبرا۔ اس اولاد میں سے یا نمبر۲۔ مرسل الیہم میں سے۔ اوران دونوں پرارسال اور مرسلین کا تذکرہ دلالت کررہا ہے۔ مُّهْتَدٍ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (پس ان لوگوں میں بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے) یہ ان کے حالات کی تفصیل ہے کہ کچھ ان میں سے اتباع رسل کی وجہ سے ہدایت پا گئے اور بعض ان میں سے اطاعت سے نکل کر فاسق بن گئے اور غلبہ فساق وفجار کا تھا۔

۲۷ : ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ (پھر ان کے بعد بھیجتے رہے، یکے بعد دیگرے) یعنی نوح وابراہیم علیہم السلام کے بعد۔ اوراسی طرح جو انبیاء علیہم السلام ہوگزرے۔ بِرُسُلِنَا وَقَفَّیْنَا بِعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً (رسولوں کواور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا ان کے دلوں میں ہم نے شفقت ورحمت پیدا کردی) رأفۃ مودت ونرمی کو کہتے ہیں رحمت اپنے بھائیوں سے مہربانی جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صفات میں آیا ہے۔ رُحماء بینهم [الفتح :۲۹] وَرَهْبَانِیَّةَ اِبْتَدَعُوْهَا (اورانہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کرلیا) رہبانیت پہاڑوں میں الگ تھلگ چلے جانا۔ تاکہ دین محفوظ ہوجائے اور الگ ہوکر اپنے کو عبادت کیلئے وقف کردیں۔

نحو : یہ الرهبان سے اسم منسوب ہے۔ اور رهبان یہ فعلان کا وزن ہے۔ رهب یرهب ڈرنے والا جیسا خشیان از خشی یخشیَ رهبانیة یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ ظاہر جس کی تفسیر کررہا ہے اے ابتدعوا رهبا نیة ابتدعوها یعنی اس کو اپنی طرف سے نکالا اور اس کی نذر مان لی۔ مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ (ہم نے اس کو ان پر واجب نہیں کیا تھا) ہم نے ان پر اس کو فرض نہیں کیا۔ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ (لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اس کو اختیار کیا تھا) یہ مستثنیٰ منقطع ہے لیکن انہوں نے اس کو ایجاد کیا اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے کیلئے۔ لکنهم ابتدعوها ابتغاء رضوان اللّٰه۔

نذر کی رعایت نہ کی:

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا (پس انہوں نے اس رہبانیت کی پوری نگہداشت نہیں کی) جیسا کہ نذر ماننے والے کو اپنی نذر کی رعایت کرنا لازم ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ سے ایسا عہد کیا ہے جس کا توڑنا جائز نہیں۔ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ (ان میں جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کا اجر ان کو عطاء کردیا) یعنی رأفت ورحمت والے لوگ جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں) فاسق یہاں کافر کے معنی میں ہے۔

۲۸ : یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا (اے ایمان والوں) اے عیسیٰ پر ایمان رکھنے والو! اس میں خطاب اہل کتاب کو ہے۔ اتَّقُوا اللّٰهَ

وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) رسول سے یہاں محمد ﷺ مراد ہیں۔ یُؤْتِكُمْ (وہ اللہ تعالیٰ تمہیں دے گا) كِفْلَیْنِ (دو حصے) مِنْ رَّحْمَتِهٖ (اپنی رحمت سے) اس لئے کہ تم محمد ﷺ پر ایمان لائے اور ان پیغمبروں پر ایمان لائے جو ان سے پہلے ہوئے۔ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ (اور تم کو عنایت کریگا) قیامت کے دن نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ (ایسا نور کہ اس کو تم لیے ہوئے چلو گے) یہ وہی نور ہے جس کا تذکرہ اس ارشاد میں فرمایا یسعیٰ نور ھم [الحدید :۱۲] وَیَغْفِرْ لَكُمْ (اور تم کو بخش دے گا) تمہارے گناہ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)

۲۹ : لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ (تا کہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جائے)۔ اس سے وہ اہل کتاب مراد ہیں جو اسلام نہ لائے۔

نَحو : لئلا یعلم کا لاَ زائدہ ہے۔

اَلَّا یَقْدِرُوْنَ (کہ ان کو دسترس حاصل نہیں) اَلَّا میں ان مخففہ من المثقلہ ہے اس کی اصل یہ ہے انه لا یقدرون یعنی اَنَّ الشأن لا یقدرون۔ شان یہ ہے کہ وہ قدرت و دسترس نہیں رکھتے۔ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے فضل کے کسی حصہ پر بھی) یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کے اس فضل میں سے کچھ بھی نہ ملے گا۔ جس کا ذکر فرمایا گیا کہ دو حصے رحمت اور نور اور مغفرت کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لائے (جو کہ اس فضل کو ملنے کیلئے شرط تھی۔) پس ان کا ماقبل انبیاء علیہم السلام پر ایمان ان کو فائدہ نہ دے گا۔ اور اس سے وہ فضل کو کبھی نہ کما سکیں گے۔ (کیونکہ اس رسول کو نہ مان کر گویا انہوں نے سارے رسولوں کی تکذیب کر دی) وَاَنَّ الْفَضْلَ (اور یہ کہ فضل) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کا عطف لا یقدرون پر ہے۔ بِیَدِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے) یعنی اس کی ملک اور تصرف میں ہے۔ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ (وہ جس کو چاہے عطاء فرما دے) اپنے بندوں میں سے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)

الحمد للہ آج ۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ بعد نماز ظہر سورۃ الحدید کا تفسیری ترجمہ پایا تکمیل کو پہنچا۔

سُورَةُ المُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُونَ آيَةً وَثَلٰثُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ مجادلہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بائیس آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی' اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کررہی تھی' اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی

تَحَاوُرَكُمَا ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ① الَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ

گفتگو سن رہا تھا' بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے' تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں

أُمَّهٰتِهِمْ ۖ إِنْ أُمَّهٰتُهُمْ إِلَّا الّٰٓئِي وَلَدْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۚ

نہیں ہیں' ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے' اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں'

وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ② وَالَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا

اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ۚ ذٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں باہم ایک دوسرے کو چھوئیں اسی تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب

خَبِيرٌ ③ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ۖ فَمَنْ لَمْ

اعمال کی پوری خبر ہے' پھر جس کو میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ لگاتار دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم ایک دوسرے کو چھوئیں' پھر جس سے

يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ۗ

یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے' یہ حکم اس لئے ہے تاکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ' اور یہ اللہ کی حدود ہیں

وَلِلْكٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ④

اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ
(بیشک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملہ میں آپ سے جھگڑ رہی تھی۔ اور اپنے رنج اور غم کا اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے)

خولہ بنت ثعلبہ کا واقعہ:

۱: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ تجادل بمعنی تحاور: گفتگو کرنا۔ اور اس طرح پڑھا بھی گیا ہے۔ وہ عورت خولہ بنت ثعلبہ تھی جو کہ اوس بن صامت جو عبادہ بن صامت کے بھائی تھے ان کی زوجہ تھیں۔ معاملہ اس طرح پیش آیا کہ اوس نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا۔ ان کا جسم حسین تھا۔ جب اس نے سلام پھیرا تو ان کے دل میں قربت کی خواہش ہوئی اس نے انکار کیا۔ یہ غصے میں آئے اور اس سے ظہار کر دیا۔ خولہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس طرح گویا ہوئیں کہ اوس نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا۔ جبکہ میں جوان تھی۔ اور اس کو میری طرف رغبت تھی۔ جب میری جوانی بیت گئی اور میرا کنبہ بکھر گیا اور اس نے میرا پیٹ جھاڑ دیا یعنی بہت سی اولاد ہوگئی تو اس نے مجھے اپنے اوپر ماں کی طرح قرار دے دیا۔ روایت میں ہے اس نے کہا میرے بچے چھوٹے ہیں۔ اگر ان کو اس کے ساتھ ملاؤں تو ضائع ہو جائیں گے اور اگر ان کو اپنے ساتھ ملاؤں تو بھوکے مر جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے معاملے میں میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایسے کہا میرے خیال میں تو اس پر حرام ہوگئی ہے۔ وہ کہنے لگی یا رسول اللہ اس نے طلاق کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ وہ تو میری اولاد کا باپ ہے۔ اور مجھے بہت سے زیادہ لوگوں میں محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا تو اس پر حرام ہوگئی ہے۔ اس پر وہ کہنے لگی۔ میں اپنے غم و فاقہ کا شکوہ بارگاہ ایزدی میں پیش کرتی ہوں۔ جب بھی آپ فرماتے تو اس پر حرام ہوگئی تو وہ زور سے چیخ مارتی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت عرض کرتی پس یہ آیت نازل ہوئی۔ فِیْ زَوْجِهَا اپنے خاوند کے متعلق وَتَشْتَكِیْۤ اِلَی اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے پریشانی کا اظہار کرتی وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا (اللہ تعالیٰ تمہاری گفتگو کو سننے والے تھے) یہ حار سے نکالا ہے جس کا معنی لوٹنا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ وہ مجبور کی شکایات کو سننے والے ہیں۔ بَصِیْرٌ اس کی حالت کو دیکھنے والے ہیں۔

۲: اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ (تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے اظہار کرتے ہیں) قراءت: عاصم نے یُظٰهِرون پڑھا ہے۔ اور حجازی، بصری وغیرہم نے یَظَّاهَرُوْنَ پڑھا ہے۔ مِنْكُمْ (تم میں سے) اس میں اہل عرب کو توبیخ ہے کیونکہ ان کے ہاں یہ قسم تھی اور کسی امت میں یہ بات نہ تھی۔ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ (اپنی بیویوں سے) مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اول حجازی ہے۔ اُمَّهَاتُهم یہ تمیمی ہے۔ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَهُمْ (وہ ان کی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں۔ جنہوں نے ان کو جنا ہے) مراد یہ ہے حقیقت میں مائیں تو جننے والیاں ہیں۔ اور دودھ پلانے والیاں دودھ کی وجہ سے ماؤں سے ملا دی گئیں ہیں۔ اسی طرح ازواجِ رسول اللہ ﷺ عظمت شان کی وجہ سے ماؤں کے ساتھ ملا دیں گئیں۔ رہی بیویاں تو وہ امومت سے سب سے زیادہ بعید تر ہیں اسی لئے فرمایا وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ (اور بلاشبہ وہ ایک نامعقول) یعنی ایسی بات جس کا احکام شرع انکار کرتے ہیں۔

وَزُوْرًا (اور جھوٹی بات کہتے ہیں) جھوٹ اور بے کار بات جو حق سے بالکل ہٹی ہوئی ہے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ (اور یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے) اس کو جوان سے پہلے گناہ ہو گیا۔

۳: وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ (اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں) پہلی آیت میں بتلا دیا کہ یہ منکر اور جھوٹی بات ہے اور اس آیت میں ظہار کا حکم بیان فرمایا۔ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا (پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں) العود ابتداء یا بناء ایک سے دوسری حالت کی طرف لوٹنا۔ ابتداء لوٹنے کی مثال یہ آیت ہے: حتی عاد کالعرجون القدیم [یٰسٓ:۳۹] اور بناء لوٹنے کی مثال، ان عدتم عدنا۔ [الاسراء:۸] اور یہ متعدی بنفسہٖ ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں عدته جبکہ تم اس کے پاس آئے اور اس تک پہنچے اور حرف جر کے ساتھ متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔ وہ چار صلے ہیں الی، علی، فی، لام، جیسے اس ارشاد باری تعالیٰ میں لو رُدّوا لعادوا لما نهوا عنه [الانعام: ۲۸] اور اس آیت میں یہی لام استعمال فرمایا۔ ثم یعودون لما قالوا۔ مطلب یہ ہوا یعودون نقض ما قالوا۔ وہ لوٹتے ہیں اس کو توڑنے کی طرف جو کچھ انہوں نے کہا۔ نمبر۲۔ یعودون لتدارکه ما قالوا۔ پھر وہ اپنی بات کے تدارک کی طرف لوٹتے ہیں۔ گویا مضاف کو محذوف مانا گیا ہے۔

قولِ ثعلب:

کہ جس کو انہوں نے اپنے لئے حرام کیا تھا اس کو حلال کرنے کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ اس صورت میں بھی مضاف محذوف ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ ما قالوا سے انہوں نے ماحرموا علی انفسهم بلفظ الظهار مراد لیا ہے۔ گویا قول کو مقول فیہ کے قائم مقام لے آئے جیسا کہ اس آیت میں ہے ونرثه ما یقول یہاں ما یقول سے کہنا مراد نہیں بلکہ مال و ولد مراد ہے جس کے متعلق وہ کہتا ہے۔

اختلاف:

ہے کہ ظہار کس سے ٹوٹے گا۔

عندالاحناف:

وطی کا عزم کر لینے سے ٹوٹ جائے گا۔ یہ ابن عباسؓ، حسنؒ، قتادہ، رحمہم اللہ کا قول ہے۔ عندالشافعی رحمہ اللہ: مطلق رک جانے سے اور رکنا یہ ہے کہ ظہار کے بعد اس کو طلاق نہ دے (تو اس سے رجوع ثابت ہو گیا)

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ (تو ان کے ذمہ ایک بردہ آزاد کرنا ہے) تو اس کے ذمہ ایک مؤمنہ گردن یا کافرہ گردن کا آزاد کرنا لازم ہے۔ مدبر، ام الولد اور مکاتب جس نے کچھ ادائیگی کر دی ہو کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا (دونوں کے باہم اختلاط کرنے سے پہلے) ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے یعنی مظاہر اور مظاہر منہا کی طرف۔ جن پر کلام دلالت کرتی ہے۔ المماسّة سے مراد جماع ہے۔ یا شہوت سے چھونا یا اس کی شرمگاہ کی طرف شہوت سے دیکھنا۔ ذٰلِكُمْ (اس حکم کی) تُوْعَظُوْنَ بِهٖ

(تم کونصیحت کی جاتی ہے) تا کہ تم ظہار کا ارتکاب دوبارہ نہ کرو۔اور اللہ تعالیٰ کی سزا سے ڈرتے رہو۔وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اعمال سے پورا باخبر ہے)

ظہار کی حقیقت:

کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے:انتِ علیَّ کظھر اُمّی کہ تو میرے لئے اس طرح ہے جیسے ''میری ماں کی پشت'' جب اس نے اَنْتِ کی بجائے ایسا عضو رکھ دیا جس کی تعبیر پورا جسم ہے یا پھر پشت کی بجائے دیگر کوئی ایسا عضو محرمات ماں وغیرہ کا رکھ دیا جس کی طرف نظر ڈالنا اس کے لئے حرام ہے۔مثلاً پیٹ،ران وغیرہ یا ماں کی بجائے محرمات نسبیہ یا رضاعیہ یا محرمات صہریہ یا جن سے جماع حرام ہے۔ان کو ذکر کر دیا مثلاً کہا انت علی کظھر اختی من الرضاع۔تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میرے لئے میری رضاعی بہن کی پشت یا نسبی پھوپھی کی پشت یا میرے حقیقی بیٹے کی بیوی یا باپ کی بیوی یا میری بیوی کی ماں یا میری بیوی کی بیٹی تو ان تمام صورتوں میں وہ مظاہر شمار ہوگا۔

مَسْئَلَہ: جب مظاہر کفارہ ادا نہیں کر رہا۔تو عورت کا حق ہے کہ وہ قاضی کی عدالت میں کیس لے جائے اور قاضی پر لازم ہے کہ وہ اس کو کفارہ پر مجبور کرے اور اس کے لئے اس کو قید کر دے۔

ایک نکتہ:

کفارات میں سے کوئی کفارہ ایسا نہیں ہے جس پر جبر کرنا جائز ہو۔اور کفارہ کی ادائیگی کیلئے قید میں ڈالنا جائز ہو صرف کفارۂ ظہار ہی ہے کہ اس کے لئے دونوں چیزیں قاضی پر لازم ہیں کیونکہ اس کو ترک کر کے وہ عورت کو نقصان پہنچا رہا ہے۔

مَسْئَلَہ: عورت کے ساتھ استمتاع سے وہ کفارہ کی ادائیگی تک باز رہے اگر اس نے اس سے قربت کر لی۔اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور دوبارہ کفارہ کی ادائیگی سے قبل اس کے قریب تک نہ پھٹکے۔

قولِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ:

اگر اس نے گردن کا بعض حصہ آزاد کیا پھر عورت کو چھولیا تو کفارہ کا وہ حصہ دوبارہ ادا کرنا پڑے گا۔

۴: فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ (پس جس کو غلام یا باندی میسر نہ ہو)۔فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ (تو اس کے ذمہ لگا تار دو مہینے کے روزے ہیں) مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ (قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں۔پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے) یعنی روزے کی طاقت نہ ہو۔فَاِطْعَامُ (تو اس کے ذمہ کھانا کھلانا ہے) سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا (ساٹھ مساکین کو) اس طرح کہ ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع دوسری چیزوں میں سے اور قربت سے پہلے کھانا کھلائے۔اگر کھانا کھلانے کے دوران اس نے قربت کر لی تو دوبارہ کھانا کھلانا نہ پڑے گا۔ذٰلِكَ (یہ حکم اس لئے ہے) یہ احکام کی تعلیم اور وضاحت۔لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) تا کہ تم عمل سے ان کی تصدیق کرو۔(اور جو احکام اس نے ظہار کے سلسلے

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَقَدْ

بلاشبہ جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ہوں گے جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے کھلے کھلے

أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ

احکام نازل کیے ہیں، اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہو گا، جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ فرمائے گا پھر ان کا سب کیا

ع ۱ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٦﴾

ہوا ان کو بتلا دے گا، اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے ہیں، اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ

کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جو بھی خفیہ مشورہ تین آدمیوں کا ہوتا ہے

إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ

وہ ضرور چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ آدمیوں کا مشورہ ہو تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے، اور اس سے کم افراد ہوں یا زیادہ وہ

مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧﴾

انکے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں پھر وہ انہیں قیامت کے دن ان کے اعمال سے باخبر کر دے گا، بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشی سے منع کیا گیا پھر وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو روکا گیا اور وہ گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی

وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ

نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایسے لفظ سے آپ کو سلام کہتے ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا

وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا ۖ فَبِئْسَ

اور وہ اپنے نفسوں میں یوں کہتے ہیں کہ ہمارے ایسا کہنے پر اللہ ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا، کافی ہے ان کے لیے جہنم وہ اس میں داخل ہوں گے سو وہ برا

الْمَصِيرُ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

ٹھکانہ ہے۔ اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩﴾

سرگوشیاں مت کرو، اور نیکی اور تقوے کی سرگوشیاں کرو، اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے۔

میں بیان کئے ان پر عمل پیرا ہوا اور رسم جاہلیت کو چھوڑ دو۔ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ (اور یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں) حدود سے مراد یہاں ظہار و کفارہ کے احکامات ہیں۔ اور حدود اللہ کہا کہ ان کو پھاندنا جائز نہیں ہے۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہوگا) کافرین جو ان احکام کی اتباع نہیں کرتے۔ الیم: دردناک۔

۵: اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ (اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں) یعنی دشمنی اور مخالفت کرتے ہیں۔ كُبِتُوْا (وہ ایسے ذلیل ہونگے) پکڑے اور ہلاک کیے جائیں گے كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے) یعنی انبیاء علیہم السلام کے دشمن وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ (اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کر دیئے ہیں) جو رسول اللہ ﷺ کی صداقت اور دین حق کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ (اور ان آیات کا انکار کرنے والوں کیلئے) عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (ذلت کا عذاب ہے) جو ان کی بڑائی و عزت کو ختم کر کے رکھ دے گا۔

تذکرہ بعثت:

۶: يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ (جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو دوبارہ زندہ کریگا) نمبر ۱: الیوم یہ مھین کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ اذکر کا مفعول ہے یوم کی تعظیم کیلئے اس کو مقدم کیا۔ اللّٰهُ جَمِيْعًا (تمام کو کسی کو بھی بغیر اٹھائے نہ چھوڑے گا) نمبر ۲۔ جمیعا کا معنی مجتمعین فی حالة واحدة اکھٹے ایک ہی حالت میں اٹھا کھڑا کرے گا۔ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا (پھر ان کو ان کا سب کیا ہوا بتلا دے گا) ان کو شرمندہ کرنے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے اور ان کی حالت کو سب کے سامنے مشہور کرنے کیلئے وہ اس وقت شرمندگی سے چاہیں گے کہ ان کو جلد آگ میں بھیج دیا جائے۔ اَحْصٰهُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے) گن کر شمار کر رکھا ہے اس میں سے کسی چیز کو چھوڑا نہیں۔ وَنَسُوْهُ (اور یہ لوگ اس کو بھول گئے) کیونکہ انہوں نے اس کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کو معمولی سمجھا۔ اور بڑے بڑے امور کو محفوظ کیا جاتا ہے (اور ان کے ہاں گناہ کوئی بڑی چیز نہ تھی) وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (اور اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز سے مطلع ہے) اس سے کوئی چیز غائب نہیں۔

کفار کی سرگوشیاں:

۷: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ (کیا آپ نے ان پر نظر نہیں کی۔ کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے) یہ یکون کان تامہ سے ہے اس کا معنی مایقع ہے جو واقع ہوتا ہے۔ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ (کوئی تین کی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی) النجوی: سرگوشی کرنا۔ اس کی اضافت یہاں تین کی طرف کی گئی۔ یعنی تین شخصوں کی سرگوشی اِلَّا هُوَ (مگر اللہ تعالیٰ) رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ (چوتھا نہ ہو۔ اور نہ کوئی پانچ کی سرگوشی ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ چھٹا نہ ہو اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زائد کی سرگوشی ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے) ادنٰی اقل کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام کی سرگوشیوں کو جانتے ہیں اور جس حالت میں وہ ہوتے ہیں وہ اس

پر مخفی نہیں۔ذات باری تعالیٰ مکان سے بلند و بالا ہے۔

وجہ تخصیص:

تین اور پانچ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی۔وہ تین تین اور پانچ پانچ کی ٹولیوں میں مسلمانوں کو غصہ دلانے کیلئے بیٹھتے اور سرگوشیاں کرتے۔تو فرمایا گیا۔ان میں سے جو بھی سرگوشی کرتے ہیں خواہ تین ہوں یا پانچ اور اس سے کم ان کی تعداد ہو اور اس سے زیادہ ہوں۔مگر ذات باری تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتی ہے اور ان کی سرگوشی کو سنتی ہے اور کیونکہ سرگوشیاں کرنے والے اصحاب رائے اور اصحاب تجربہ ہوتے ہیں۔ان کا سب سے پہلا عدد دو ہے۔پس اس سے بڑھ کر پانچ سے چھ تک پہنچ جاتے ہیں۔جیسا کہ وقت کا تقاضا ہو پس اللہ تعالیٰ نے تین' پانچ کی گنتی کو ذکر فرمادیا اور فرمایا و لا ادنٰی من ذلك پس اس دو اور چار پر دلالت ہوگئی اور پھر و لا اکثر فرمادیا جس سے اس عدد کے قریب قریب پر دلالت کردی گئی۔اَیْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں۔پھر قیامت کے دن ان کو ان کے کیے ہوئے کام بتادے گا) ان پر ان کو بدلہ دے گا۔اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات سے باخبر ہے)

سرگوشیوں کا مقصد نافرمانیٔ رسول:

۸ :اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ (کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جن کو سرگوشی سے منع کردیا گیا تھا۔پھر بھی لوٹ کر وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کردیا گیا تھا۔اور گناہ اور مسلمانوں پر زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں) یہود اور منافقین ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے تھے۔اور جب مؤمنوں کو دیکھتے تو آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارہ کرتے اور ان کا مقصد مسلمانوں کو غصہ دلانا اور اپنی سرگوشیوں کے متعلق اور اشارہ کے متعلق وہم دلانا ہوتا تھا۔ان کے غزوات شکست خوردہ ہیں۔اور ان کے اقارب مقتول ہوچکے۔رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے منع فرمایا مگر انہوں نے اپنے اس فعل کا اعادہ کیا۔ان کی یہ سرگوشیاں گناہ، عداوتِ مؤمنین اور ایک دوسرے کو معصیت رسول کی تلقین اور مخالفت رسول کیلئے ہوتی تھیں۔

قراءت: حمزہ نے یَنْتَجُوْنَ پڑھا ہے اور اس کا معنی یتنا جون کا ہی ہے۔

وَاِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ (جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں۔تو آپ کو ایسے لفظ سے سلام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سلام کیلئے استعمال نہیں کیا) یعنی وہ کہتے ہیں۔السّام علیك یا محمد السام موت کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں:سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی [النمل:۵۹] یٓاَ یہا الرسول [المائدہ:۴۱] یاایہا النبی [الاحزاب:۵۹]

وَ یَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ (اور آپس میں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس کہنے پر سزا کیوں نہ دی) یعنی وہ کہتے ہیں اگر یہ پیغمبر ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمارے اس قول پر ہمیں سزا دیتے اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔حَسْبُهُمْ

جَهَنَّمُ (جہنم ان کے عذاب کیلئے کافی ہے) يَصْلَوْنَهَا (اس حال میں کہ اس میں وہ داخل ہونگے) یہ حال ہے۔ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) مصیر سے جہنم مراد ہے۔

۹: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا (اے ایمان والو!) جو زبانوں سے فقط ایمان لائے ہو۔ یہ منافقین کو خطاب ہے۔ ظاہر کلام کا تقاضا یہ ہے کہ مؤمنین کو خطاب ہے۔ اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی) وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (سرگوشیاں نہ کیا کرو) یعنی جب سرگوشی کرو تو یہود اور منافقین کی طرح شر و گناہ کی سرگوشی مت کرو) وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ (اور نفع رسانی کی سرگوشی کرو) طاعات اور ادائے فرائض کی سرگوشی کرو۔ وَالتَّقْوٰى (اور پرہیزگاری کی باتوں کی) گناہوں کو ترک کرنے کی سرگوشی کرو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو! جس کے پاس تم سب کو جمع کیا جائیگا) حساب و کتاب کیلئے پس وہ تمہاری اچھی یا بری سرگوشیوں پر بدلہ دے گا۔

إِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

بات یہی ہے کہ سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو رنجیدہ کرے اور وہ بغیر اللہ کے حکم کے انہیں کچھ بھی نقصان نہیں دے سکتا۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا

اور مومن بندے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔ اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ کھول

فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ

دو تو تم جگہ کھول دیا کرو' اللہ تعالیٰ تم کو کھلی جگہ دے گا اور جب یہ کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو'

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

جو لوگ ایمان لائے اللہ انکے اور ان لوگوں کے درجات بلند فرمائے گا جنہیں علم عطا ہوا ہے اور اللہ کو سب اعمال کی

خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ

پوری خبر ہے۔ اے ایمان والو! جب تم رسولؐ سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے

نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

کچھ صدقہ دے دیا کرو' یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے' سو اگر تم نہ پاؤ تو اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ

غفور ہے رحیم ہے 'کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات دیا کرو' سو جب تم نے نہ

لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا

کیا اور اللہ نے تمہارے حال پر مہربانی فرمائی سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو' اور اللہ اور اس کے

ع ۲ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾

رسولؐ کی فرمانبرداری کرو اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

۱۰: اِنَّمَا النَّجْوٰى (بیشک سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے) جو سرگوشی گناہ اور دشمنی کی ہو مِنَ الشَّيْطٰنِ (یعنی شیطان کی تزیین سے ہے) لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (تاکہ ایمان والے غم زدہ ہوں) وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (حالانکہ مؤمنین کو کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نقصان پہنچانے والی نہیں) مسلمانوں کو شیطان یا غم نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ الا باذن اللہ اللہ

تعالیٰ کے علم اور قضاء وقدر سے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر مؤمنین بھروسہ کرتے ہیں) یعنی اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اس کی اور شیطان سے اسی کی پناہ میں آتے ہیں۔

۱۱: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ (اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو۔ مجالس میں توسع پیدا کرو) فی المجالس عاصم و نافع کی قراءت ہے۔ مراد اس سے مجلس رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم ہے۔ آپ کا قرب حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے کے مقابلہ میں قریب تر بیٹھتے تا کہ آپ کی بات خوب سن سکیں۔

مجالس میں توسیع 'ایک قول:

وہ قتال کی مجالس میں سے ایک مجلس تھی۔ اور وہ مجالس ہی قتال کے مراکز ہوتیں جیسا کہ فرمایا مقاعد للقتال [آل عمران: ۱۲۱] مقاعد، مقاتل کے معنی میں ہے۔ نماز جمعہ میں لڑائی کے مقامات فَافْسَحُوْا (پس تم مجلس میں وسعت پیدا کرو) يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ (اللہ تعالیٰ تمہارے لئے وسعت فرمائیں گے) یہ عام ہے اس میں ہر وسعت شامل ہے۔ خواہ وہ وسعت مکان میں ہو۔ رزق میں خواہ سینے میں ہو وغیرہ ذلک۔ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا (اور جب کہا جائے کہ مجلس سے وسعت کیلئے اٹھ جاؤ) نمبرا۔ آنے والوں پر مجلس کو وسیع کرنے کیلئے اٹھ جایا کرو۔ نمبر۲۔ یا مجلس رسول اللہ ﷺ سے اٹھ جانے کا حکم ملے تو فوراً اٹھ جایا کرو۔ نمبر۳۔ یا مجلس رسول ﷺ میں جہاد، نماز اور اعمال خیر کیلئے اٹھ جایا کرو۔ فَانْشُزُوْا۔ دونوں میں ضمہ مدنی، شامی، عاصم نے سوائے حماد کے پڑھا ہے۔ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے درجات بلند کرے گا) اس کے احکام کی پابندی کی وجہ سے اور اس کے رسول کے حکموں کو ماننے کی وجہ سے۔ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (اور وہ لوگ جن کو علم دیا گیا) اور خاص کر ان میں سے جو علماء ہیں۔ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پورے طور پر باخبر ہیں) درجات کے متعلق دو قول ہیں۔ نمبرا۔ دنیا میں مرتبہ اور شرف کا حصول نمبر۲۔ آخرت میں مرتبہ وشرف ملنا۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے یآیھا الناس، اے لوگو! اس آیت کو خوب سمجھ لو۔ اور علم کی طرف خوب دھیان دو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر [الترمذی ۲۶۸۳، ابن ماجہ ۲۲۳، رواہ احمد، ۵/۱۹۶، ابوداؤد ۳۶۴۱] نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔ عالم کی ایک دن کی عبادت وہ عابد کی عبادت کے چالیس سال کے برابر ہے۔ [رواہ ابن ماجہ ۴۳۱۳] نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ قیامت کے دن تین افراد سفارش کریں گے۔ نمبرا۔ انبیاء نمبر۲۔ علماء نمبر۳۔ شہداء۔ علم کا مرتبہ کتنا اعلیٰ ہے کہ یہ نبوت وشہادت کے درمیان واسطہ ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کا ارشاد شاہد ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ سلیمان علیہ السلام کو علم اور مال و بادشاہت کے درمیان اختیار دیا گیا تو انہوں نے علم کو اختیار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و بادشاہت بھی عنایت فرما دی۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ اے ابراہیم! میں علیم ہوں مجھے ہر علم والا پسند ہے۔ [رواہ ابن عبدالبر فی العلم: بحوالہ حاشیہ کشاف]

بعض حکماء کا قول:

کاش مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جس سے علم فوت ہوا اس نے کیا چیز پائی؟ اور جس نے علم کو پالیا اس کی کون سی چیز رہ گئی۔

زہیری کا قول:

علم مذکر ہے اور اس کو نر مرد ہی پسند کرتے ہیں۔ علم کی بہت سی اقسام ہیں مگر سب سے اعلیٰ وہ ہے جس کی معلومات اعلیٰ ہوں۔

۱۲: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ (جب تم رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کا ارادہ کرو) جب تمہارا ارادہ ان سے سرگوشی کرنے کا ہو۔ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً (تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات کر دیا کرو) یعنی نجواکم ای قبل نجواکم سرگوشی سے قبل۔ یہ استعارہ ان کے لئے ہے جن کو قدرت حاصل ہے۔ جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے من افضل ما اوتیت العرب الشعر۔ اہل عرب کو افضل ترین چیز شعر ملے ہیں۔ جن کو اپنی ضرورت سے قبل امیر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اور انہی اشعار سے سخی کی سخاوت اس سے طلب کی جاتی ہے۔ اور انہی سے کمینہ کو نیچے اتارا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اپنی حاجت سے قبل وہ صدقہ پیش کرے۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ (یہ تمہارے لئے بہتر ہے) ذلک کا مشار الیہ تقدیم صدقہ ہے۔ خیر سے مراد دین کے اعتبار سے بہتر ہے۔ وَاَطْهَرُ (اور گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ ہے) کیونکہ صدقہ پاکیزگی ہے۔ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا (پس اگر تم کو خیرات دینے کا مقدور نہ ہو) جو کہ تم صدقہ کر سکو۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پس اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں) کہ اس نے بلا صدقہ بھی سرگوشی کی اجازت مرحمت فرما دی ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ حکم دس رات رہا پھر منسوخ ہو گیا۔

ایک قول:

یہ ہے یہ دن کی ایک گھڑی رہا پھر منسوخ کر دیا گیا۔

قول علی رضی اللہ عنہ:

یہ کتاب اللہ کی وہ آیت ہے کہ اس پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کرے گا۔ میرے پاس ایک دینار تھا۔ میں نے اس کو بطور صدقہ صرف کر دیا۔ پھر جب بھی میں سرگوشی کرتا تو ایک درہم صدقہ کر دیتا۔ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے دس مسائل دریافت کئے پس آپ نے مجھے ان کے جوابات مرحمت فرمائے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۱۔ وفا کیا ہے آپ نے فرمایا توحید اور لا الہ الا اللہ کی گواہی۔ نمبر ۲۔ فساد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کفر اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ نمبر ۳۔ حق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اسلام اور قرآن اور دوستی جبکہ اس کا اختتام تم پر ہوگا۔ نمبر ۴۔ حیلہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا حیلہ کا چھوڑ دینا۔ نمبر ۵۔ مجھ پر کیا لازم ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت۔ نمبر ۶۔ میں اللہ تعالیٰ سے کس طرح دعا کروں آپ نے فرمایا صدق ویقین کے ساتھ نمبر ۷۔ میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں آپ نے فرمایا عافیت۔ نمبر ۸۔ اپنے نفس کی نجات کیلئے کیا کروں آپ نے فرمایا حلال کھاؤ اور سچ بولو۔ نمبر ۹۔ خوشی کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جنت نمبر ۱۰۔ آرام کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات جب میں ان سوالات سے فارغ ہوا تو یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ (قال ابن حجر لم اجدہ حاشیہ کشاف)

۱۳ : ءَ اَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ (کیا تم اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے) کیا تم صدقات پیش کرنے سے ڈر گئے اس لئے کہ اس میں وہ انفاق ہے جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا (جب تم اس کو نہ کرسکے) جس کا تمہیں حکم دیا گیا اور وہ تم پر گراں گزرا۔ وَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی) یعنی تخفیف کردی گئی اور اس پر مواخذہ کو اٹھالیا گیا۔ جیسا کہ تائب سے مؤاخذہ اٹھالیا جاتا ہے۔ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (پس تم نماز کو قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) نماز وزکوۃ اور تمام طاعات میں کمی وکوتاہی مت کرو۔ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (تمہارے تمام اعمال سے اللہ تعالیٰ پورے طور پر باخبر ہے) یہ وعدہ اور وعید دونوں ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن پر اللہ کا غضب ہوا نہ وہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے اور وہ جانتے ہوئے

عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝١٤ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝١٥

جھوٹ پر قسم کھاتے ہیں اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار فرمایا ہے بیشک وہ برے کام کیا کرتے تھے

اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝١٦ لَّن تُغْنِيَ

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا سو اللہ کے راستے سے روک دیا لہٰذا ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے ہرگز کچھ بھی

عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا

ان کے اموال اور اولاد اللہ سے بچانے کے لئے کچھ کام نہ آئیں گے یہ دوزخ والے ہیں اس میں

خَالِدُونَ ۝١٧ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ

ہمیشہ رہیں گے جس روز اللہ ان کو دوبارہ زندہ فرمائے گا سو وہ اس کیلئے بھی ایسی قسمیں کھائیں جیسی قسمیں تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور وہ خیال کررہے

أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝١٨ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ

ہیں کہ ہم کسی اچھے حال میں ہیں خبردار بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں شیطان نے ان پر غلبہ پا لیا سو انہیں اللہ کا ذکر

ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝١٩ إِنَّ الَّذِينَ

بھلا دیا یہ شیطان کا گروہ ہے خبردار بیشک شیطان کا گروہ خسارے میں پڑ جانے والا ہے بے شک جو لوگ

يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ۝٢٠

اللہ کا اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں یہ لوگ بڑی ذلت والوں میں ہیں۔

۱۴: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت کو نہیں دیکھا جو ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب نازل کیا ہے) منافقین یہود سے دوستی کا دم بھرتے تھے۔ اور یہود پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ من لعنه الله و غضب عليه[المائدہ:۶۰] اور منافقین ایمان والوں کے راز یہود کی طرف منتقل کرتے تھے۔ مَاهُمْ مِّنْكُمْ (وہ اے مسلمانوں تم میں سے نہیں) وَلَا مِنْهُمْ (اور نہ وہ یہود میں سے ہیں) جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ مذبذبين بين ذلك لا الى هؤلاء ولا الى هؤلاء[النساء:۱۴۳] وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ (وہ اللہ تعالیٰ پر دانستہ

جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں) یعنی اس طرح کہتے ہیں۔ واللہ انا لمسلمون لا منافقون۔ اللہ کی قسم ہم مسلمان ہیں منافق نہیں ہیں۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (حالانکہ وہ جانتے ہیں) کہ وہ اس قول میں جھوٹے ہیں۔ اور وہ منافق ہیں۔

۱۵ : اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے) ان کے لئے عذاب کی خاص قسم کا غلبہ پالینے والا عذاب ہوگا۔ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (بیشک وہ برے کام کیا کرتے تھے) وہ زمانہ ماضی میں بدعملی پر مصر تھے۔ یہ دراصل قیامت کے دن کہی جانے والی بات کی حکایت ہے۔

۱۶ : اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ (انہوں نے اپنی قسموں کو بنالیا ہے) قسموں سے جھوٹی قسمیں مراد ہیں۔ جُنَّةً (ڈھال) اپنے اموال و دماء کو محفوظ کرنے کیلئے وہ قسمیں کھاتے ہیں۔ فَصَدُّوْا (پھر وہ روکتے ہیں) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے امن و سلامتی کے زمانہ میں عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) طاعت و ایمان مراد ہے۔ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (پس ان کے لئے ذلت کا عذاب ہونے والا ہے) ان کے کفر اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے ان کے ساتھ رسوا کن عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللّٰہ زدناھم عذابًا فوق العذاب [النحل : ۸۸]

۱۷ : لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (ان کے مال و اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان کو ذرا نہ بچا سکیں گے) من اللہ یعنی من عذاب اللہ شَيْئًا (ذرا بھر) ذرا سا فائدہ بھی نہ دیں گے۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (یہ لوگ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے)

۱۸ : يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ (جس روز اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کر کے اٹھائے گا پھر اس کے سامنے وہ جھوٹی قسمیں کھا جائیں گے) اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن کہ وہ دنیا میں مخلص تھے منافق نہ تھے۔ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ (جیسا کہ وہ تمہارے سامنے کھاتے ہیں) اس بات پر دنیا میں وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ (اور خیال کریں گے کہ وہ) دنیا میں عَلٰى شَيْءٍ (کسی اچھی حالت پر ہیں) یعنی نفع بخش یا ان کا خیال یہ ہے کہ ان کو کچھ نفع حاصل ہو جائے گا جیسا کہ اپنی جھوٹی قسموں سے یہاں ان کو فائدہ پہنچا۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (یقیناً یہ انتہائی جھوٹے ہیں) اس میں کہ ان کا حال دنیا اور آخرت میں برابر ہوگا۔

۱۹ : اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ (ان پر شیطان غالب آگیا) مسلط ہوگیا۔ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ (شیطان نے ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی ہے)

قول علامہ کرمانی رحمہ اللہ علیہ:

بندے پر شیطان کے غلبہ کی علامت یہ ہے کہ اس کو ظاہری بناوٹ کھانے، پینے اور پہننے میں مشغول کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے انعام پر غور کرنے سے اس کے دل کو مشغول کر دے اور اس کے شکر کی ادائیگی سے غافل کر دے اور اس کی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہٹا کر جھوٹ، غیبت، بہتان پر لگا دے اور دل کو سوچ و بچار اور توجہ سے دنیا کی تدبیر اور اس کے جمع کرنے کی وجہ سے مشغول کر دے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٢١﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ

اللہ نے لکھ دیا ہے میں ضرور ضرور غالب رہوں گا اور میرے رسول بے شک اللہ قوی ہے عزیز ہے' آپ نہ پائیں گے ایسے لوگوں کو جو اللہ پر اور

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ

یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ دوستی رکھتے ہوں اس شخص سے جو مخالفت کرتا ہو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا

اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ

بھائی ہوں یا کنبہ کے لوگ ہوں' یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا اور اپنی رحمت کے ذریعہ ان کی

بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ

تائید فرما دی اور وہ ان کو داخل فرمائے گا ایسی بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان

عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٢٢﴾ ع

سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہیں' یہ جماعت اللہ کا گروہ ہے۔ خبردار بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ (یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں) اس کا لشکر ہیں۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (اور شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے)

٢٠ : اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سخت ذلیل لوگوں میں سے ہیں) یعنی وہ من جملہ ان لوگوں میں سے ہونگے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے ذلیل ترین ہیں۔ ان سے بڑھ کر تم کسی کو ذلیل نہ پاؤ گے۔

٢١ : كَتَبَ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا) لوح محفوظ میں لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے) دلائل اور تلوار سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ (بلاشک اللہ تعالیٰ قوت والا ہے) اس کے ارادے کو کوئی موڑ نہیں سکتا۔ عَزِيْزٌ (وہ غلبہ والا ہے) وہ غالب ہے اس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا۔

٢٢ : لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ (جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے روز پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں۔ آپ ان کو نہیں دیکھیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہوں) یوادون یہ تجد کا مفعول ثانی ہے۔ یا حال ہے یا قوما کی صفت ہے۔ اور تجد کا معنی مقابل پانا ہے۔ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ (جو اللہ تعالیٰ کے مخالف ہوں) مخالفت اور عداوت رکھنے والا وَرَسُوْلَهٗ (اور اس کے رسول کے)

مؤمن مشرک سے موالات نہیں کرسکتا:

مطلب یہ ہے کہ یہ بات ناممکن ہے کہ مؤمن ہو کر مشرکین سے موالات و مودت قائم کرنے والا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ مؤمنوں کیلئے یہ مناسب نہیں ہے۔ اور مؤمن کا تقاضائے ایمانی یہ ہے کہ وہ اس سے باز رہے اور اس سے یہ بات کسی حال میں نہ پائی جائے۔ یہ انداز بیان ڈانٹ میں مبالغہ کیلئے ہے۔ کہ ان سے ملابست بھی اختیار نہ کی جائے۔ اور اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے سلسلہ میں مضبوطی دکھائیں۔ اور ان سے دور رہیں۔ اور ان کے میل جول اور رہن سہن سے بچ کر رہیں اور اس ارشاد نے تاکید میں مزید اضافہ کر دیا۔

وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (خواہ وہ مخالفت کرنے والے ان کے باپ ہوں۔ یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبے والے ہوں) اور یہ فرما کر تاکید در تاکید کر دی۔ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان جما دیا ہے) پختہ کر دیا ہے اور اس کا تقابل اولئك حزب الشیطان سے کرتے ہوئے فرمایا۔ اولئك حزب اللّٰہ کہ یہ میرا لشکر ہے میری مدد کا ہاتھ ان کے پیچھے ہے۔ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (اور ان کو اپنے نور سے مدد دی) یعنی روح سے مراد کتاب اللہ ہے اس طرح کہ وہ ذاتی لحاظ سے دلوں کی زندگی کیلئے بمنزلہ روح ہے۔

قولِ ثوری رحمہ اللہ:

یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو بادشاہوں کے ساتھی بنتے ہیں۔

قولِ عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ بن ابی رواد رحمہ اللہ:

منصور عباسی کی ان سے ملاقات ہوئی جب اس کو پہچان لیا کہ یہ منصور ہے۔ تو اس سے بھاگ گئے۔ اور یہ آیت پڑھی۔

قولِ سہل رحمہ اللہ:

جس نے اپنے ایمان کو صحیح رکھا اور توحید کو خالص کیا۔ وہ کسی مبتدع سے مانوس نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے۔ اس کے دل میں اس بدعتی سے دشمنی ہوگی اور جس نے کسی بدعتی سے مداہنت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے سنت کی حلاوت چھین لیتے ہیں۔ اور جس نے کسی بدعتی کی بات کو قبول کیا تا کہ دنیا کی عزت حاصل کرے یا دنیا کا کوئی سامان جوڑے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس عزت کے بدلے ذلیل کرے گا۔ اور ایسی مالداری سے اس کو فقیر کر دے گا۔ اور جس نے مبتدع کے ساتھ کسی بات پر خوشی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نور ایمان کھینچ لیتے ہیں۔ اور جو آدمی تصدیق نہیں کرتا۔ وہ تجربہ کر لے۔ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کریگا۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ (اوران جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا) ان کی خالص توحید اور اطاعت کی وجہ سے وَرَضُوْا عَنْہُ (اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے) آخرت میں اس کے عظیم ثواب دینے پر یا دنیا میں جو ان پر مہربانیاں ہوئیں۔ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ (یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے) وہ اس کے حق کے مددگار ہیں اور اس کی مخلوق کے نگران ہیں۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی یقیناً کامیاب ہونے والا ہے) وہ ہمیشہ رہنے والی نعمتوں میں باقی رہیں گے اور ہر محبوب چیز ان کو میسر ہوگی۔ اور خوفناک چیز سے مامون و محفوظ ہونگے۔

الحمدللہ سورۂ مجادلہ کے تفسیری ترجمہ سے بعد از نماز مغرب ۱۸ مئی ۲۰۰۳ء کو فراغت ہوئی۔

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الحشر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں چوبیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ

اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو بھی آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے اللہ وہی ہے جس نے کافروں کو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۗ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا

یعنی اہل کتاب کو پہلی بار گھروں سے نکال دیا تمہارا گمان نہ تھا کہ وہ لوگ نکلیں گے اور انہوں نے گمان کیا تھا

اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۖ وَقَذَفَ

کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچا لیں گے سو ان پر اللہ کا انتقام ایسی جگہ سے آ گیا جہاں سے ان کا خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں

فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۖ فَاعْتَبِرُوْا

میں رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے، سو اے آنکھوں والو

يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿٢﴾ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۖ

عبرت حاصل کرو، اور اگر اللہ نے ان کے بارے میں جلا وطن ہونا نہ لکھ دیا ہوتا تو انہیں دنیا میں عذاب دیتا

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴿٣﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ

اور ان کے لئے آخرت میں آگ کا عذاب ہے اور یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو شخص اللہ کی

اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٤﴾

مخالفت کریگا، سو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں۔ وہ سب چیزیں جو آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے)

غزوہ بنی نضیر:

۱: روایت میں ہے یہ تمام سورت مکمل طور پر بنی نضیر کے متعلق نازل ہوئی۔ اور اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ تشریف آوری پر بنونضیر سے صلح کر لی۔ اور شرط یہ قرار پائی کہ وہ نہ ان کی مخالفت کریں گے اور نہ آپ کی حمایت میں کسی سے لڑیں گے۔ جب بدر کے دن غلبہ آیا تو وہ کہنے لگے یہ وہ پیغمبر ہیں جن کی صفت تورات میں موجود ہے۔ اور اگلے سال احد میں شکست سے دوچار ہونا پڑا تو انہوں نے آپ کی نبوت میں شک کیا اور معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ چنانچہ کعب بن اشرف چالیس سوار لے کر مکہ پہنچا اور بیت اللہ کے پاس ابوسفیان سے معاہدہ کر لیا۔ آپ ﷺ نے اس غداری پر محمد بن مسلمہ کو حکم دیا۔ انہوں نے کعب بن اشرف کو ایک طریقے سے رات کو قتل کر دیا۔ پھر لشکر لے کر بنونضیر کا محاصرہ کر لیا۔ جو اکیس روز جاری رہا۔ آپ نے ان کے نخلستان کاٹنے کا حکم دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس کی وجہ سے انہوں نے صلح کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے جلاوطنی کے سوا ہر چیز سے انکار کر دیا۔ کہ ہر تین گھر ایک اونٹ کا بوجھ لاد کر سوائے ہتھیاروں کے جو چاہیں اپنا گھریلو سامان لے جائیں۔ چنانچہ وہ شام کے علاقہ میں اریحاء اور اذرعات کی طرف جلاوطن ہو گئے۔

حشر اوّل‘ دوم‘ سوم:

۲: هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (وہی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو ان کے گھروں سے نکالا) اہل کتاب سے یہاں یہود بن نضیر مراد ہیں۔ مِنْ دِيَارِهِمْ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (پہلی بار اکٹھا کر کے) لام اخرج کے متعلق ہے۔ یہ اس طرح کی لام ہے جیسی اس ارشاد میں ہے۔ یالیتنی قدمت لحیاتی [الفجر:۲۴] اور عرب کہتے ہیں۔ جئتہ لوقت کذا میں فلاں وقت آیا مطلب یہ ہے اخرج الذین کفروا عند اول الحشر کافروں کو پہلے اکٹھ میں نکال دیا۔ اول الحشر کا مطلب یہ ہے کہ شام کی طرف یہ انکا پہلا اکٹھ ہے۔ یہ ایسے لوگوں کی اولاد تھے۔ جن کو پہلے جلاوطنی آج تک نہ ہوئی تھی۔ یہ پہلا گروہ ہے جن کو جزیرۂ عرب سے شام کی طرف نکالا گیا۔ نمبر۲۔ یہ ان کا پہلی مرتبہ جمع ہو کر نکلنا تھا۔ دوسری مرتبہ اکٹھے اس وقت نکلے جب عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو خیبر سے شام کی طرف جلاوطن کیا۔ اور ان کا آخری حشر قیامت کا حشر ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جس کو شک ہو کہ محشر شام ہے پس وہ اس آیت کو پڑھ لے۔ پس ان کا یہ پہلا حشر ہے اور تمام لوگوں کا حشر ثانی ہوگا۔ جب یہود نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جاؤ تمہارا یہ اول حشر ہے اور ہم بھی تمہارے پیچھے ہیں۔ [رواہ البیہقی فی الدر المنثور ۸/۸۹]

قول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

جب آخری زمانہ ہوگا۔ تو ایک آگ مشرق کی جانب سے نکلے گی جو لوگوں کو سرزمین شام کی طرف جمع کر دے گی اور وہیں ہم

لوگوں پر قیامت قائم کریں گے۔

ایک اور قول یہ ہے:

انکوانکے گھروں سے نکالا۔ اس پہلے اجتماع کیلئے جوان کے ساتھ لڑائی کیلئے تھا۔ کیونکہ یہ پہلا قتال تھا جو یہود کے ساتھ پیش آیا۔

مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا (تمہارا تو گمان بھی نہ تھا کہ وہ اپنے گھروں سے نکل جائیں گے) کیونکہ وہ بڑے لڑاکے اور ان کے قلعے مضبوط اور حفاظت شاندار، جنگی اسلحہ اور افرادی قوت میں کافی حد تک مضبوط تھی۔ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (اور انہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ تعالیٰ سے بچالیں گے) یعنی انکا گمان یہ تھا ان کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچالیں گے۔ ان حصونهم تمنعهم من بأس الله اور انهم مانعتهم حصونهم من الله دونوں تراکیب میں فرق یہ نمبرا۔ خبر کو مقدم کرنا۔ یہ ظاہر کرتا ہے۔ ان کو قلعوں پر بہت زیادہ اعتماد اور ان کی حفاظت پر یقین تھا۔ نمبر۲۔ ھم کی ضمیر کو اَنَّ کا اسم بنایا گیا ہے۔ جبکہ جملہ کا اسناد اس کی طرف ہو رہا ہے۔ یہ ان کے اس اعتقاد کی دلیل ہے۔ کہ وہ ایسی عزت اور حفاظت میں ہیں کہ جس کے ہوتے ہوئے کوئی ان پر تعرض نہیں کر سکتا۔ یا ان پہ غلبہ کی طمع نہیں کر سکتا۔ اور یہ باتیں ظنوا ان حصونهم تمنعهم میں نہیں پائی جاتیں۔ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ (پس اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جگہ سے آپہنچا) یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کا عذاب۔

قراءت: شاذ قراءت میں فآتاهم الله یعنی فآتا هم الهلاك مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا (ایسی جگہ سے کہ جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا) اور ان کے دل میں خیال بھی نہ گزرا تھا۔ اور وہ کعب بن اشرف رئیس بنونضیر کا اس کے رضاعی بھائی کے ہاتھوں قتل کیا جانا ہے۔ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ (اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا) رعب سے خوف مراد ہے۔ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ (کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے)

قراءت: یخرّبون ابوعمرو نے پڑھا۔ تخریب اور اخراب: کسی چیز کو توڑ اور گرا کر بگاڑنا۔ الخربة: فساد و بگاڑ۔

وہ اپنے گھروں کو اندر سے بگاڑ رہے تھے اور مسلمان ظاہر اور باہر سے گرا رہے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی شان وشوکت کا استیصال چاہتے تھے۔ مدینہ میں نہ یہودیوں کا گھر رہے اور نہ گھر کا باسی۔ ان گھروں کو برباد کرنے کا جو چیز موجب بنی وہ یہ تھی کہ لکڑیوں اور پتھروں سے گلیوں کے ناکے بند کر رہے تھے۔ تاکہ مسلمان داخل نہ ہوں اور اگر وہ جلاوطن کر دیے جائیں تو وہ مسلمانوں کے رہائش کے قابل نہ رہیں اور مکانات کی عمدہ عمدہ لکڑی اور کڑیاں جو ساگوان وغیرہ پر مشتمل تھیں وہ ساتھ لے جائیں۔ باقی مسلمان ان مکانات کو اس لئے برباد کر رہے تھے۔ تاکہ ان کی قلعہ بندی ختم ہو۔ اور لڑائی کا کھل کر موقعہ ملے اور تخریبهم بایدی المؤمنین کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو عہد شکنی کر کے خود تخریب کے حوالہ کیا تھا۔ جب وہ خود اس کا سبب بنے تو گویا انہوں نے خود اس کا حکم کیا تھا۔ اور ان کو بتکلف اس کا ذمہ دار بنایا تھا۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ (پس اے دانشمندو اس حالت کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو) یعنی اس بات میں غور کرو کہ ان کو کیا

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵

تم نے جو بھی کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے یا تم نے انہیں انکی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا' سو یہ اللہ کے حکم سے ہوا اور تا کہ اللہ کافروں کو ذلیل کرے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ

اور جو کچھ مال فئی ان سے اللہ نے اپنے رسول کو مال دلوایا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ دوڑائے

وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶ مَآ

اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط فرما دیتا ہے' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے' اللہ نے جو کچھ

اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

اپنے رسول کو بستیوں کے رہنے والوں سے بطور فئی کے مال دلوایا سو وہ اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں کے لئے اور یتیموں کے لئے

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ

اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے تا کہ یہ مال ان لوگوں کے درمیان دولت بن کر نہ رہ جائے جو مال دار ہیں اور رسول جو کچھ عطا کریں

الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۷

وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رُک جاؤ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

وقف لازم

ہوا۔اور اس کا کیا سبب تھا۔پس اس سبب کو اختیار کرنے سے گریز کرو۔ورنہ تمہیں ان کی سزا بھگتنا ہوگی۔

قیاس کا جواز:

مَسْئَلَہ: یہ قیاس کے جواز کی دلیل ہے۔

۳: وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ (اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ دیا ہوتا) الجلاء اہل وعیال سمیت وطن سے نکلنا۔لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا (تو دنیا میں ہی ان کو سزا دیتا) یعنی قتل اور قید کی سزا۔جیسا کہ بنو قریظہ کے ساتھ پیش آیا۔وَلَهُمْ (اور ان کے لئے) خواہ وہ جلاوطن ہوں یا قتل کئے جائیں۔فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ (آخرت میں آگ کا عذاب ہے)۔جس سے زیادہ سخت کوئی سزا نہیں ہے۔

۴: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ (یہ اس سبب سے ہے کہ) ان کو یہ سزا اس سبب سے ملی کہ شَآقُّوا اللّٰهَ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی) وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور اسکے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دینے والے ہیں)

۵ :مَاقَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ (جوکھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے) یہ ماقطعتم کا بیان ہے۔

نحو : مَآ قطعتم کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔گویا اس طرح کہا گیا تم نے کیا چیز کاٹ ڈالی ۔ ما کی طرف راجع ضمیر اَوْتَرَكْتُمُوْهَا میں مؤنث لائے کیونکہ وہ لینة کے معنی میں ہے۔ اللِّيْنَةُ کھجور کو کہتے ہیں ۔ یہ الالوان سے لیا گیا ہے۔ ماقبل کسرہ کی وجہ سے واؤ کو یاء سے بدل دیا۔ایک قول یہ ہے کہ اَللِّيْنَةُ عمدہ کھجور کو کہتے ہیں۔گویا انہوں نے اس کو اللین سے لیا ہے۔جس کا معنی نرمی ہے۔قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (یا ان کو ان کی جگہ کھڑا رہنے دیا۔پس یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے ہوا) پس ان کا کاٹنا اور چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔وَلِيُخْزِىَ الْفٰسِقِيْنَ (اور تا کہ کافروں کو اللہ رسوا کردے) تا کہ یہود ذلیل ہو جائیں اور ان کو کاٹنے کا حکم دے کر بھی یہود کو جلایا۔

مالِ فئی :

۶ :وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو ان سے دلوایا) اس کو آپ ﷺ کیلئے فئی قرار دیا۔ مِنْهُمْ هم سے مراد بنونضیر ہیں۔فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ (پس تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ) یہ اموال بنی نضیر کا حصول تمہارے گھوڑے دوڑانے اور سواریوں چڑھانے کی وجہ سے نہیں ہوا۔الرکاب اونٹ ۔مطلب یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنے کیلئے اور اس کو غنیمت بنانے کیلئے گھوڑوں اور سواروں کی ضرورت نہ پڑی اور نہ ان کے ساتھ لڑائی کر کے تمہیں تھکنا پڑا۔ بلکہ تم وہاں پیدل گئے کیونکہ یہ مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر قباء کے پاس ہی واقع ہے۔آپ ﷺ گدھے پر سوار تھے پس وہی کافی ہو گیا۔

وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط کرتا ہے) مطلب یہ ہے بنونضیر کے جو اموال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عنایت فرمائے ہیں تم نے یہ اموال قتال وغلبہ سے حاصل نہیں کیے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر تسلط دیا جیسا کہ وہ اپنے رسولوں کو ان کے دشمنوں پر تسلط دیتے آئے ہیں۔پس ان کی تقسیم کا معاملہ بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے وہ جیسے چاہے تقسیم فرما دیں اس کو ان غنائم کی طرح جن کے لئے قتال کیا جائے۔ تقسیم نہ کیا جائے گا۔اور جن غنائم کو زور وقوت سے حاصل کیا جائے ان کی طرح اس کا حکم نہ ہوگا۔آپ ﷺ نے اس کو مہاجرین میں تقسیم فرما دیا۔صرف تین انصاریوں کو اس میں سے حصہ دیا گیا کیونکہ وہ مفلوک الحال تھے۔وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے)

۷ :مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے کافر لوگوں سے دلوائے ۔ پس وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور رسول کے قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا) اس جملے اور پہلے جملے کے درمیان عاطف نہیں لائے کیونکہ یہ پہلے جملے کا بیان ہے پس یہ جملہ اس سے اجنبی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر وضاحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو

مال فئی دیا ہے۔اس سے کیا کریں۔آپ کو حکم دیا کہ اس کا مصرف وہی ہے۔جو خمس غنائم کا ہے۔جس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائیگا۔

بعض مفسرین کا قول:

بعض مفسرین نے اس قول کو کھوٹا قرار دے کر کہا کہ پہلی آیت تو اموال بنونضیر کے سلسلہ میں ہے۔جن کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے سپرد فرمائی۔اور یہ آیت ہر ایسی بستی کے متعلق ہے جو لڑائی کے بغیر حاصل ہو اور اس آیت میں اس کے خمس کا مصرف ذکر کیا گیا پس یہ ابتدائی کلام ہے۔

کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ (تا کہ وہ مال تمہارے مالداروں کے قبضہ میں نہ آجائے)

قراءت: یزید نے تکونُ دولۃٌ پڑھا ہے۔اور کان کو تامہ قرار دیا۔الدُولۃ، الدَولۃ جو انسان کیلئے بدل کر آئے۔اجداد سے گھوم کر آئے۔اب اس کا معنی یہ ہوا: تا کہ وہ مال فئی جو فقراء کا حق خالص ہے تا کہ وہ اس سے گزر اوقات کر سکیں۔وہ اغنیاء کے مابین جدی جائیداد نہ بن جائے جس سے اپنے مال کو اور زیادہ بڑھائیں۔وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ (اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو) اور جس کے لینے سے تم کو روک دیں یعنی تقسیم غنیمت یا فئی میں سے جو حصہ اللہ تعالیٰ کا رسول تمہیں دے۔ فَخُذُوْہُ (پس اس کو قبول کرلو) وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ (اور جس کے لینے سے روک دیں) اور منع کر دیں۔فَانْتَھُوْا (پس اس سے رک جاؤ) اور اس کا مطالبہ مت کرو۔وَاتَّقُوا اللّٰہَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) اس بات سے کہ تم ان کی مخالفت اختیار کرو۔اور ان کے حکم کی بجا آوری میں سستی برتو! اور نہی کو قبول کرنے میں پس و پیش کرنے لگو۔اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے) اس شخص کو جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے۔بہتر قول یہ ہے یہ آیت عام ہو اور ہر امر و نہی رسول ﷺ اس میں شامل ہو اور اسی عموم کے تحت حکم فئی بھی داخل ہو۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا

فقراء مہاجرین کے لئے ہیں جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکالے گئے وہ اللہ کا فضل اور رضامندی

مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۸

طلب کرتے ہیں' اور اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی مدد کرتے ہیں یہ وہ ہیں جو سچے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ

اوران لوگوں کے لئے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے دار کو اور ایمان کو ٹھکانہ بنالیا' جو شخص ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے

فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

سینوں میں اس مال کی وجہ سے کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے جو مہاجرین کو دیا جائے' اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں

خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۹

حاجت ہو' اور جو شخص اپنے نفس کی کنجوسی سے بچا دیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

۸: لِلْفُقَرَآءِ (اوران فقراء)

نحو: یہ لذی القربیٰ اور معطوف علیہ سے بدل ہے۔ یہ للّٰہ وللرسول سے بدل نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو فقیر مہاجر نہیں کہا جاسکتا۔ علاوہ ازیں اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ینصرون اللّٰہ ورسولہ اور ظاہر ہے کہ اگر رسول کو فقراء میں بدل قرار دے کر شامل کیا جائے تو معنی اس طرح ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ اور دوسرے فقراء مہاجرین اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یعنی رسول خود اپنی مدد کرتے ہیں۔ اور یہ مطلب درست نہیں پس یہ بدل بنانا اللہ عزوجل کی جو تعظیم واجب ہے اس کے خلاف بنتا ہے۔ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ (مہاجرین کیلئے ہے جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیئے گئے) یعنی مکہ میں۔

خاص دلیل:

استیلاء کے ساتھ مسلمانوں کے اموال کے مالک بن جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو فقراء قرار دیا حالانکہ مکہ میں تو ان کے گھر اور جائیدادیں تھیں۔

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں)

نحو: یبتغون یہ حال ہے فضل سے مراد جنت ہے وہ جنت اور رضائے الٰہی کے طالب ہیں۔ وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دین کی مدد کرتے ہیں) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ اور اس کے رسول کی اعانت کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں) یعنی اپنے ایمان اور جہاد میں۔

مدینہ دار المہاجرین اور دار الہجرۃ:

۹ : وَالَّذِیْنَ (اور ان لوگوں کا بھی حق ہے) اس کا عطف المہاجرین پر ہے۔ اور اس سے مراد انصار ہیں۔ تَبَوَّؤُا الدَّارَ (جو دارالاسلام) (مدینہ میں) ان مہاجروں کے آنے سے پہلے جاگزیں تھے) یعنی مدینہ میں رہائش تھی۔ وَالْاِیْمَانَ (اور ایمان مخلصانہ لائے) یہ اس قول کے مطابق ہے۔ جو عرب کہتے ہیں۔ علفتها تبنا و ماء باردًا یا انہوں نے اپنا مستقر و متوطن قرار دیا کیونکہ وہ اس پر پختہ اور مضبوط ہو گئے۔ جیسا کہ انہوں نے مدینہ کو بھی اسی طرح بنایا یا دار الھجرات کو دارالایمان قرار دیا۔ تو الدار کی لام تعریف کو مضاف الیہ کے قائم مقام رکھا اور دار الایمان سے مضاف کو حذف کر دیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ مِنْ قَبْلِهِمْ (مہاجرین سے پہلے جاگزین تھے) کیونکہ انہوں نے دار الہجرت اور ایمان کو ٹھکانہ دینے میں ان سے سبقت اور پہل کی۔ ایک قول یہ ہے ان کے ہجرت کرنے سے پہلے یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ (جو مہاجر ان کے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں۔ ان سے یہ محبت کرتے ہیں) یہاں تک کہ ان کو اپنے مال بانٹ کر دے دیئے اور ان کو اپنے گھروں میں اتارا اور جن کی دو بیویاں تھیں۔ ایک سے علیحدگی اختیار کر کے مہاجر بھائی سے شادی کر دی۔ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا (اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ لوگ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے) مہاجرین کو جو مال فئی وغیرہ دیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق اپنے دلوں میں کوئی طلب و حاجت نہیں پاتے۔

ایک نکتہ:

آیت میں محتاج الیہ کا نام حاجۃ رکھا گیا۔ مطلب یہ ہوا کہ ان کے نفوس مقدسہ اس قدر صاف ہیں کہ مہاجرین کو جو کچھ دیا جائے۔ ان کے نفوس اس کی طرف لالچ کرتے ہوئے جھکاؤ بھی اختیار نہیں کرتے اور ان میں سے کسی ضرورت والی چیز کی طرف نگاہ بھی نہیں اٹھاتے (سبحان اللہ) ایک قول یہ ہے حاجۃ کا معنی حسد ہے اس چیز سے جو مہاجرین کو فئی میں سے دیا جائے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال فئی کے ساتھ خاص کر دیا تھا۔ ایک اور قول وہ اپنے دلوں میں ضرورت کی ایک ذرا سی رمق بھی نہیں پاتے اس مال کے چلے جانے سے جو ان مہاجرین کو دیا گیا۔ وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (اور ان کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان پر فاقہ ہی ہو) خصاصۃ فقر۔ اس کی اصل ہے خصاص البیت: گھر کے سوراخ۔ یہ جملہ موضع حال میں ہے۔ ای مفروضة خصاصتهم۔

انصاری رضی اللہ عنہ اور مہمان:

روایت میں ہے کہ ایک انصاری کے ہاں ایک مہمان آیا۔ انہوں نے بچوں کو پہلا کر سلا دیا اور مہمان کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور دیا صرف اس غرض سے بجھا دیا کہ مہمان سیر ہو جائے اور وہ اس میں سے نہ کھائے [بخاری]۔ روایت انس رضی اللہ عنہ: کسی انصاری کو بکری کی بھنی ہوئی سری بطور ہدیہ دی گئی۔ وہ شدید بھوک سے دوچار تھے مگر انہوں نے اپنے پڑوسی کی طرف بھیجی شاید ان کو ضرورت زیادہ ہو۔ نو اشخاص میں یہ گھومتی گھماتی پھر ان کے گھر واپس پہنچ گئی۔

قولِ ابو زید:

مجھے ایک بلخی نوجوان نے کہا تمہارے نزدیک زہد کیا ہے؟ میں نے کہا جب ہم پاتے ہیں کھا لیتے ہیں اور جب نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں اس نے کہا ہمارے ہاں بلخ کے کتے اسی طرح کرتے ہیں۔ ہمارا طرز عمل یہ ہے جب ہم نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں۔ اور جب پا لیتے ہیں تو دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل کی وجہ سے محفوظ رکھا جائے پس وہی لوگ کامیاب ہیں) المفلح اپنے مقصد کو پانے والے۔ الشح ملامت وکمینگی۔ آدمی کا اپنا نفس بعض اوقات روک لینے کا خواہاں ہو۔ البخل بعینہٖ روکنا۔ ایک قول یہ ہے ظلم سے کسی مسلمان بھائی کا مال کھا جانا۔ البخل اپنے مال کو دوسرے سے روکنا۔ بقول کسریٰ بخل فقر سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ کیونکہ فقیر وسعت آنے پر دیتا ہے مگر بخیل کبھی نہیں دیتا۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا

اور ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب بخش دے ہم کو اور ان لوگوں کو جو ہمارے بھائی ایمان کے ساتھ

بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑩ ع

ہم سے پہلے گزر گئے اور مت کر دے ہمارے دلوں میں کوئی کھوٹ ایمان والوں کے لئے اے ہمارے رب بے شک آپ رؤف ہیں رحیم ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے کہہ رہے تھے جو اہل کتاب میں سے ہیں

لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ

کہ یقین جانو اگر تم نکالے گئے تو ضرور ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور ضرور تمہاری مدد کریں گے

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا

اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور یقینی بات ہے اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ

يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑫ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ

ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر ان کی مدد کریں گے تو پشت پھیر کر چلے جائیں گے پھر انکی مدد نہیں کی جائے گی یہ بات بھی یقینی ہے کہ ان کے سینوں میں

رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ⑬ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ

تمہارا ڈر اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں وہ تم سے جنگ نہیں کریں گے

جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ

اکٹھے ہو کر مگر ایسی جگہوں میں جو محفوظ ہوں یا دیواروں کی آڑ میں' آپس میں ان کی لڑائی سخت ہے'

تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ⑭ ۚ

آپ خیال کرتے ہیں کہ وہ اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑮ ۚ

ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ پہلے تھے انہوں نے اپنے کردار کا مزہ چکھ لیا' اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حکم استغفار:

۱۰ : وَالَّذِیْنَ جَآءُ وْ مِنْ بَعْدِھِمْ (اوران لوگوں کا بھی جوان کے بعد آئے) اس کا عطف بھی المہاجرین پر ہے۔اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے بعد میں ہجرت کی۔ایک قول :احسان سے ان کی اتباع کرنے والے۔ایک قول یہ ہے ان کے بعد قیامت تک آنے والے لوگ۔قول عمر رضی اللہ عنہ:اس میں ہر وہ بچہ داخل ہے جو قیامت تک مسلمانوں کا پیدا ہوگا۔پس انہوں نے دونوں میں واؤ کو عاطفہ مانا۔

قراءت: دونوں آیات میں للذین پڑھا گیا ہے۔

یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (بعد کو آنے والے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں) ایک قول یہ مہاجرین وانصار ہیں۔قول عائشہ رضی اللہ عنہا: لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کے لئے استغفار کریں مگر لوگوں نے ان کو گالیاں بکیں۔وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا (ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے متعلق کینہ نہ پیدا کردینا) غلا : کینہ ،حسد بغض لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے) الذین امنو اسے صحابہ کرام مراد ہیں۔رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق ورحیم ہیں)

قولِ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ:

سعید سے پوچھا گیا تم عثمان وطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے متعلق کیا کہتے ہو انہوں نے کہا میں وہ کہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہلوایا ہے اور یہ آیت پڑھی۔

منافقین کا حال:

۱۱ : پھر بطور اظہارِ تعجب اپنے پیغمبر ﷺ کو فرمایا اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا (کیا آپ نے ان منافقین کی حالت نہیں دیکھی) یعنی اے محمد ﷺ کیا آپ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے حامیوں کو نہیں دیکھا۔یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِھِمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ (کہ اپنے بھائیوں سے جو کفار اہل کتاب ہیں) اہل کتاب سے بنونضیر مراد ہیں۔اور اخوانھم سے مراد کفر میں شریک بھائی۔ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ (واللہ اگر تم نکالے گئے) اپنے گھروں سے لَنَخْرُجَنَّ مَعَکُمْ (تو ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے) روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کے لوگ رات کو بنی نضیر کے پاس گئے اور کہنے لگے تم قلعہ سے مت نکلو اگر محمد ﷺ اور ان کے ساتھی تمہارے ساتھ لڑے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ہم تمہارے لئے ان کو خود روک لیں گے اور اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے۔وَلَا نُطِیْعُ فِیْکُمْ اَحَدًا اَبَدًا (اور ہم تمہارے سلسلہ میں کبھی کسی کا کہنا نہ مانیں گے) فیکم سے تمہارے ساتھ لڑائی کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں میں جو بھی ہو ہم کسی کی بات نہ مانیں گے خواہ مجبور کیے جائیں یا تمہارے رسوائی کے سلسلہ میں اور نصرت کا جو وعدہ ہم نے کیا اس کے خلاف کرنے میں ہم کسی کی بات نہ مانیں گے۔وَّاِنْ

قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد ضرور کریں گے اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں) ان وعدوں میں جو بنونضیر سے یہ زبانی کلامی کر رہے ہیں۔

مَسْئَلَہ: یہ اخبار بالغیب ہے جو وحی کے ذریعہ ہی ممکن ہے یہ آپ کی نبوت کی صداقت پر دلیل ہے۔

۱۲: لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ (اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ منافقین ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر ان کی مدد بھی کی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ پھر ان کی کوئی مدد نہ ہوگی) آیت میں فرمایا ولئن نصروھم حالانکہ پہلے فرما دیا کہ وہ ان کی مدد نہ کریں گے تو یہ بالفرض والتقدیر کے طور پر فرمایا گیا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ لئن اشرکت لیحبطن عملك[الزمر:۶۵] اور اللہ تعالیٰ کی ذات جس طرح مایکون کو جانتی ہے اسی طرح مالایکون کو بھی جانتی ہے اور اگر وہ ہوتا تو وہ کس طرح ہوتا مطلب یہ ہے کہ اگر منافقین نے یہود کی بالفرض مدد کی تو منافقین ضرور شکست کھائیں گے اس کے بعد پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر ڈالیں گے اور ان کا نفاق ان کو بچا نہ سکے گا کیونکہ مخالفت رسول کر کے ان کا کفر ظاہر ہو گیا۔ یا یہود کو ضرور شکست ہوگی پھر منافقین کی امداد ان کا سہارا نہ بن سکے گی۔

۱۳: لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً (اے مسلمانو! بیشک تمہارا خوف ان کے دلوں میں بہت زیادہ ہے) رھبۃ یہ مصدر ہے مبنی للمفعول ہے ڈر میں بڑھ کر فِيْ صُدُوْرِهِمْ (ان کے دلوں میں) یہ ان کے نفاق کی دلالت ہے۔ یعنی وہ تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کا خوف ظاہر کرتے ہیں حالانکہ تمہارا خوف ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے۔ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (اللہ تعالیٰ کے خوف سے یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں) وہ اللہ تعالیٰ کو جانتے نہیں نہ اس کی عظمت کو مانتے ہیں تاکہ یہ اس سے صحیح طور پر ڈرتے۔

۱۴: لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ (وہ سب مل کر بھی تم سے نہیں لڑیں گے) یعنی تمہارے ساتھ لڑائی کی انہیں طاقت نہیں۔ جَمِيْعًا (اکٹھے مل کر) یعنی یہود و منافقین اِلَّا (مگر یہ کہ ہوں) فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ (حفاظت والی بستیوں میں) خندقوں کی آڑ میں اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ (یا دیواروں کی آڑ میں)

قراءت: مکی، ابوعمرو نے جدار پڑھا ہے۔

بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ (ان کی لڑائی آپس میں ہی بڑی تیز ہے) یعنی سخت لڑائی جس سے وہ معروف ہیں وہ اپنے مابین لڑی جانے والی ہے جبکہ وہ ایک دوسرے سے لڑیں اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو ان کی مضبوطی اور جنگجوئی نہیں رہے گی کیونکہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی میں بڑے سے بڑا بہادر بھی بزدل ہے۔ تَحْسَبُهُمْ (تم ان کو گمان کرتے) یعنی یہود و منافقین کو جَمِيْعًا (اکٹھے باہمی الفت و یگانگت والے) وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (حالانکہ ان کے دل غیر متفق ہیں) الگ الگ ہیں ان کے اندر باہمی الفت کا نشان نہیں۔ مطلب یہ ہے ان کے مابین کینے اور عداوتیں ہیں جس کی وجہ سے ان کے مابین حقیقی یگانگت نہیں ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّىْٓ

شیطان کی سی مثال ہے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا ' سو وہ جب کافر ہو جاتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں میں

اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خَالِدَيْنِ

اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے سو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ بلاشبہ دونوں دوزخ میں ہوں گے اس میں ہمیشہ

فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ ع ۳

رہیں گے اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان یہ غور کر لے کہ

نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اور تم ان لوگوں

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰـىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾

کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے سو اللہ نے ان کو ان کی جانیں بھلا دیں یہ لوگ فاسق ہیں

لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾

برابر نہیں ہیں دوزخ والے اور جنت والے اہل جنت ہی کامیاب ہیں '

زلط :اس میں مسلمانوں کو جرأت دلائی گئی اور ان کے خلاف لڑائی کیلئے ان کے دلوں کو مضبوط کیا گیا ہے۔

ذٰلِكَ (یہ پراگندگی) بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ (صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں) دلوں کے تشتت و افتراق نے ان کے قویٰ کو کمزور کر ڈالا اور روحوں میں بزدلی پیدا کر دی۔

۱۵ : كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے) ان کی مثال اہل بدر جیسی ہے۔

نحو :مبتدأ کو حذف کر دیا گیا ہے۔

قَرِيْبًا۔ای استقروا قریبًا جو ان سے قریبی زمانہ میں ان سے تھوڑا عرصہ قبل ہوئے۔ ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ (وہ اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے) اپنے کفر کا برا انجام اور عداوت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ چکھ چکے۔ عرب کا قول ہے کلا وبیل بدمزہ بدانجام یعنی دنیا میں انہوں نے قتل کا عذاب پالیا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا) اس کے ساتھ ساتھ ان کے لئے دردناک عذاب آخرت میں ہوگا۔

منافقین کا حال شیطان کے مشابہ:

۱۶ : كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (شیطان کی ایسی مثال ہے کہ انسان سے کہتا ہے کافر ہو جا۔ جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو اس سے کہتا ہے میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں) منافقین کی یہودیوں کو لڑائی پر ابھارنے اور ان سے نصرت کا وعدہ کرنے پھر ان کے چھوڑنے اور مخالفت کرنے کی مثال شیطان جیسی ہے کہ جب وہ اپنے فریب سے انسان کو گمراہ کر لیتا ہے۔ تو آخرت میں اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ ایک قول یہ ہے اس سے شیطان کا قریش کو گمراہ کر کے میدان بدر میں لا کھڑا کرنا ہے۔ اور یہ کہہ کر ابھارنا۔ لاغالب لکم الیوم من الناس وانی جارلکم الٰی ۔ انی بریٔ منکم [الانفال:۴۸]

۱۷ : فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ (پس آخری انجام دونوں کا یہ ہوا) دونوں کافر انسان اور شیطان کا انجام اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا (دونوں دوزخ میں گئے جہاں ہمیشہ رہیں گے) اَنَّ اپنے اسم وخبر سمیت یہ موضع رفع میں کان کا اسم ہے اور عاقبتھما یہ اس کی خبر ہے اور خالدین حال ہے۔ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ (اور ظالموں کی یہی سزا ہے)

۱۸ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) اس کے اوامر کے سلسلہ میں اور ان کی خلاف ورزی مت کرو۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ (اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے)

ایک نکتہ:

نفسٌ کو نکرہ لائے کیونکہ آخرت کی طرف دھیان کرنے والے نفس قلیل ہیں۔

مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (کہ کل کے دن کیلئے اس نے کیا پہلے بھیجا ہے) غد سے قیامت کا دن مراد ہے اس کو ذہن کی تقریب کیلئے اس دن سے تعبیر فرمایا جو آج کے دن سے متصل ہے یا نمبر ۲۔ اس کو اس لئے غد سے تعبیر کیا گویا دنیا اور آخرت دونوں ہیں ایک آج کا دوسرا کل کا۔ اور پھر غد کو نکرہ لا کر اس کی عظمت کو بڑھایا۔ کہ ایسا کل جس کی عظمت شان کی وجہ سے کیفیت جانی نہیں جا سکتی۔

قولِ مالک بن دینار رحمہ اللہ:

جنت کے دروازہ پر لکھا ہوگا ہم نے جو عمل کیا اس کو پالیا اور جو آگے بھیجا اس کو نفع سے پالیا اور جس کو پیچھے چھوڑا اس کا نقصان اٹھالیا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) نمبر ۱۔ تقویٰ کے حکم کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے یا نمبر ۲۔ ادائے واجبات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ پہلا واتقوا اللہ اعمال کے متصل آ رہا ہے۔ اور پھر فرمایا واتقوا اللّٰہ اور اللہ تعالیٰ سے ترکِ معاصی کے سلسلہ میں ڈرو، کیونکہ اس اتقوا اللہ کو اس کے ساتھ ملا کر ذکر کیا جو وعید کے قائم مقام ہے اور وہ وعید جیسی آیت یہ آیت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو) اس میں مراقبہ پر ابھارا گیا۔ کیونکہ جو شخص یہ جانتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کو وہ سارے گناہ معلوم ہیں جن کا وہ ارتکاب کر رہا ہے۔ اور جن سے رک رہا ہے۔

۱۹ : وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ (اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے پروائی اختیار کی) انہوں نے یادالٰہی کو ترک کر دیا اور جن باتوں کا ان کو حکم دیا تھا۔ ان کو چھوڑ بیٹھے۔ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ (تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی جانوں سے بے پرواہ بنا دیا) اللہ تعالیٰ کی رحمت وتوفیق ان کا ساتھ چھوڑ گئی۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (وہ وہی فاسق ہیں) اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والے ہیں۔

اہل جنت و دوزخ برابر نہیں:

۲۰ : لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (دوزخی اور جنتی باہم برابر نہیں۔ اہل جنت ہی کامیاب ہیں) اس میں لوگوں کو خبردار کیا اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ لوگو! تم کثرت غفلت اور آخرت کی فکر بہت کم کرنے اور دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دے کر اور شہوات کی پیروی کر کے اس درجہ میں پہنچ چکے۔ گویا کہ جنت و دوزخ کے فرق کو ہی تم نہیں جانتے اور ان کے رہنے والوں کے درمیان تو دور کا فاصلہ پایا جاتا ہے۔ وہ تمہارے پیش نظر رہا ہی نہیں۔ حالانکہ بڑی کامرانی تو اصحاب جنت کو حاصل ہوگی اور اصحاب نار کو دردناک عذاب میں مبتلا ہونا ہوگا۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس بات کو جانیں اور اس سے خبردار ہوں۔ جیسا تم اس شخص کو کہو جو اپنے باپ کی نافرمانی کرتا ہو۔ ھو ابوک کہ وہ تیرا باپ ہے تم نے یہ جملہ اس کو اس انداز سے کہا ہے گویا وہ اپنے باپ کو جانتا ہی نہیں پس یہ جملہ کہہ کر تم اس کو حق بات یاد دلا رہے ہو جو کہ مہربانی اور صلہ رحمہ کا مقتضی ہے۔

استدلالِ شوافع:

اس آیت سے انہوں نے استدلال کیا کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے گا۔ اور کافر استیلاء سے مسلمانوں کے مال کے مالک نہیں بنتے۔ ان استدلالات کے جوابات اصول فقہ کی کتب میں عموماً اور خصوصاً ہماری کتاب الکافی میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے مخاطب تو اسے دیکھتا کہ اللہ کے خوف سے

اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

دب جاتا اور پھٹ جاتا اور یہ مضامین عجیبہ ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر کریں۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ

وہ اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہی ' وہ غیب کا اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے وہ رحمن ہے رحیم ہے ' وہ

اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ

اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ' وہ بادشاہ ہے ' بہت پاک ہے ' باسلامت ہے امن دینے والا ہے ' نگہبان ہے، عزیز ہے

الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ

جبار ہے ' بڑی عظمت والا ہے ' اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا ہے ' ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

اس کے اچھے اچھے نام ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

عظمتِ قرآن:

۲۱: لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (اور اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تو اس کو دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا) مطلب یہ ہے کہ قرآن کی عظمت وشان کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی پہاڑ میں تمیز ڈال دی جائے۔ اور اس پر قرآن مجید اتارا جائے تو وہ ضرور دب جائے جھک جائے۔ اور خوف الٰہی سے پھٹ جاتا۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ تمثیل ہو جیسا کہ اس قول باری تعالیٰ میں۔ انا عرضنا الامانة [الاحزاب: ۷۲] اور اس پر آیت کا اگلا حصہ دلالت کر رہا ہے۔ وتلك الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون۔ اس میں اس مثال اور اس جیسی دیگر امثلہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو قرآن مجید میں بیان ہوئیں۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (اور ان مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کے فائدہ کیلئے بیان کرتے ہیں تاکہ غور کریں)

اصل مقصود:

انسان کی سخت دلی پر اس کو خبردار کیا گیا کہ تلاوت قرآن کے وقت تجھ میں جتنا خشوع ہونا چاہیے وہ پایا نہیں جاتا اور اس کے زواجر و تنبیہات پر جیسا غور و فکر چاہیے ایسا نہیں کیا جاتا ہے۔

تردید شرک بتذکرہ صفات باری تعالیٰ:

۲۲ : رَبط : پھر شرک کی تردید فرمائی اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا انکار کیا۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ (وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سواء اور کوئی معبود بننے کے لائق نہیں۔ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا) غیب سے سر اور شہادہ سے علانیہ نمبر۲۔ دنیا و آخرت نمبر۳۔ معدوم و موجود۔ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (وہی بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے)

۲۳ : هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ (وہی اللہ تعالیٰ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے) کہ جس کی بادشاہی زائل نہ ہوگی۔

الْقُدُّوْسُ (سب عیبوں سے پاک) تمام قبائح سے منزہ۔ ملائکہ کی تسبیح میں یہ الفاظ ہیں سبوحٌ قدوس رب الملائکۃ والروح۔ السَّلٰمُ (سلامت رہنے والا ہے) زجاج کہتے ہیں السّلام وہ ذات کہ مخلوق جس کے ظلم سے سالم و محفوظ ہے۔ (کیونکہ وہ عادل ہے) الْمُؤْمِنُ (وہ امن دینے والا ہے) بقول زجاج امن عطاء کرنے والا۔ مخلوق جس کے ظلم سے مامون ہے یا وہ مطیع کو اپنے عذاب سے بچانے اور امن دینے والا ہے۔ الْمُهَیْمِنُ (نگہبانی کرنے والا ہے)۔ ہر چیز پر نگہبانی کرنے والا۔ اس کی حفاظت کرنے والا۔ یہ الامن مصدر سے مُفَیعل کا صیغہ ہے۔ البتہ یہاں ہمزہ کو ھآء سے بدلا گیا ہے۔ الْعَزِیْزُ (وہ زبردست ہے) وہ غالب ہے مغلوب نہیں۔ الْجَبَّارُ (خرابی کا درست کرنے والا ہے) بلند عظمت والا کہ سب اس کے سامنے جھکنے والے ہیں۔ یا وہ قدرت و سلطنت میں عظیم الشان ہے۔ یا قہار و جبروت والا ہے۔ الْمُتَكَبِّرُ (جو بڑائی و عظمت میں انتہاء کو پہنچنے والا) سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ (وہ کافروں کی شرک آفرینی سے پاک ہے) اس نے اپنی ذات کو ان سب صفات سے منزہ قرار دیا جو مشرکین اس کے متعلق بیان کرتے تھے۔

۲۴ : هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ (وہی معبود ہے پیدا کرنے والا) جو اس نے بنانا ہے اس کا اندازہ کرنے والا الْبَارِئُ (ٹھیک ٹھیک بنانے والا) ایجاد کرنے والا۔ الْمُصَوِّرُ (صورتیں بنانے والا) ماؤں کے رحموں میں لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (اسی کے اچھے اچھے نام ہیں) جو اس کی بلند صفات پر دلالت کرنے والے ہیں۔ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (جو چیزیں آسمانوں میں ہیں۔ اور زمین میں ہیں سب اس کی پاکی ظاہر کرتی ہیں۔ اور وہی زبردست ہے حکمت والا ہے)

ایک نکتہ:

تسبیح باری تعالیٰ سے سورت کو شروع کیا گیا۔ اور اسی پر سورت کو ختم فرمایا گیا۔

فضیلت:

نمبر ۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ تم سورۂ حشر کی آخری آیات لازم پکڑو اور اس کی کثرت سے تلاوت کیا کرو۔ میں نے سوال دہرایا تو آپ نے یہی جواب دہرا دیا۔ میں نے تیسری مرتبہ سوال کو لوٹایا تو آپ نے تیسری بار اسی جواب کو لوٹا دیا۔ [رواہ الثعلبی کمافی الکشاف]

نمبر ۲۔ حضرت معقل بن یسار کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرنے پر شام تک مقرر فرما دے گا۔ اور اگر اس روز مر جائے گا تو شہید مریگا۔ اور اگر شام کو پڑھے گا تو تب بھی یہی مرتبہ ملے گا۔ [رواہ الترمذی وقال حدیث غریب]

الحمد للہ اس سورت کا تفسیری ترجمہ ظہر سے قبل مکمل ہوا۔

سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ ثَلٰثَ عَشْرَۃَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعَانِ

سورۂ ممتحنہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں تیرہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ

اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ تم ان کی طرف دوستی کرتے ہو

وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ رَبِّکُمْ

اور حالانکہ وہ حق کے منکر ہو چکے ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے وہ رسول کو اور تمہیں اس وجہ سے نکال چکے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا رب ہے

اِنْ کُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِھَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ

اگر تم نکلے ہو جہاد کرنے کے لئے میری راہ میں اور میری رضا تلاش کرنے کے لئے تم ان کی طرف چپکے سے دوستی کی باتیں کرتے ہو

وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَیْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ یَّفْعَلْہُ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱﴾

اور میں ان باتوں کو خوب جانتا ہوں جنہیں تم چھپاتے ہو اور تم میں سے جو شخص ایسا کرے گا سو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا

حاطب کا خط:

۱ : یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ (اے ایمان والو تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ)

روایت میں ہے کہ ابوعمرو بن صیفی بن ہاشم کی لونڈی جس کو سارہ کہا جاتا تھا۔ مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اسوقت حاضر ہوئی جبکہ آپ غزوۂ فتح مکہ کی تیاری میں مصروف تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تو مسلمان ہو کر آئی ہے کہنے لگی نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو وطن چھوڑ کر آئی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تو کس وجہ سے آئی ہے؟ کہنے لگی میں سخت محتاج ہو گئی ہوں۔ آپ نے بنی عبدالمطلب کو اس کی امداد کیلئے کہا۔ انہوں نے اس کو کپڑے، اور سواری بمعہ زادِ راہ عنایت کی۔ پھر وہ حاطب بن ابی بلتعہ (جو بدری تھے اور بنی اسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف تھے) کے پاس آئی۔ انہوں نے اس کو دس دینار اور پہننے کی چادر دی۔ اور اس کو اہل مکہ کے نام ایک خط دیا۔ جس کی تحریر یہ تھی۔ یہ حاطب بن ابی بلتعہ کا خط اہل مکہ کے نام ہے خبردار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے رسول تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ تم اپنی احتیاطی تیاری کر لو۔ سارہ خط لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئی۔ جبرئیل علیہ السلام خبر

لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے علی، عمار، عمر، طلحہ، زبیر، مقداد، ابومرثد پر مشتمل شاہسواروں کا دستہ روانہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا تم چلتے رہو تا نکہ روضۂ خاخ میں پہنچو۔ وہاں ایک اونٹ سوار عورت تمہیں ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے۔ جو حاطب نے اہل مکہ کے نام تحریر کیا ہے؟ وہ خط اس سے وصول کرلو۔ اوراس عورت کا راستہ چھوڑ دو۔ اگر وہ انکاری ہو تو اس کی گردن اڑا دو۔

اس دستہ نے اس کو روضۂ خاخ میں جا پکڑا۔ اس نے اولاً قسم اٹھا کر خط سے انکار کر دیا۔ سب نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم ہمیں جھوٹی بات نہیں کہی گئی۔ اور نہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو غلط بات بتلائی گئی ہے۔ آپ نے تلوار سونتی اوراس کو دھمکایا خط نکالو۔ ورنہ تیرا سر جدا کر دیا جائے گا۔ اس نے اپنے بالوں کی چوٹی سے رقعہ نکال کران کے حوالہ کر دیا۔

فتح مکہ کے دن جن کو امن نہ ملا اس میں یہ بھی شامل تھی:

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح کے دن تمام کو امن دے دیا سوائے چار کے ان میں یہ بھی شامل تھی۔ خط لایا گیا آپ نے حاطب کو طلب کیا۔ اور فرمایا یہ حرکت تو نے کیوں کی۔ تو حاطب نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اسلام لانے کے دن سے آج تک کفر نہیں کیا۔ اور جب سے آپ کا خیرخواہ بنا۔ آپ کو دھوکا نہیں دیا۔ جب سے مکہ والوں سے جدا ہوا اس وقت سے آج تک ان کو پسند نہیں کیا۔ لیکن میں قریش کا حلیف ہوں۔ قریش میں سے نہیں ہوں۔ آپ کے ساتھ جتنے مہاجرین ہیں۔ ان تمام کی قرابات قریبیہ مکہ میں پائی جاتی ہیں۔ جس کی بناء پر وہ اپنے اہل واموال کی حفاظت کرتے ہیں۔ مجھے اپنے اہل کے متعلق خطرہ پیدا ہوا۔ میرا ارادہ یہ ہوا کہ میں ان پر احسان کر دوں۔ اور یہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی سزا نازل فرمائے گا۔ میرے خط سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ آپ نے ان کی بات کو مان کران کی معذرت کو قبول کرلیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت ہو تو میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر تمہیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے دلوں کو جھانکا ہے۔ اوران کو فرما دیا ہے اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم اس پر عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پس یہ آیات نازل ہوئیں۔ یٰایھا الذین امنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ۔ (واحدی فی اسباب النزول۔ ۲۸۱، ۲۸۳) (قال الحافظ فیہ مخالفۃ شدیدۃ لما فی الصحیحین ۔ والاصل فی الصحیحین)

اتخذ کو دو مفعولوں کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے نمبر۱۔ عدوی نمبر۲۔ اولیاء۔ العدو یہ عدا سے فعول کا وزن ہے۔ مثلاً عفو از عفا۔ لیکن یہ مصدر کے وزن پر ہو تو جملے کیلئے اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسا واحد کیلئے۔

مَسْئَلَۃٌ: گناہ کبیرہ سے ایمان سلب نہیں ہوتا۔ تُلْقُوْنَ (تم بناتے ہو) لاتتخذوا کی ضمیر سے حال ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لا تتخذوھم اولیاء ملقین تم ان کو دوست نہ بناؤ اس حال میں کہ وہ دوستی جتانے والے ہوں۔ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ (کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو) نمبر۱۔ یہ وقف کے بعد جملہ مستانفہ ہے توبیخ والقاء کیلئے لائے اوران تک دوستی پہنچانے کی تعبیر ہے۔ المودۃ پر باء زائدہ ہے۔ اور تعدی کی تاکید کیلئے ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ [البقرۃ: ۱۹۵] یاباء کو

قائم رکھا جائے۔اس طرح کہ تلقون کا مفعول محذوف ہے۔اور اس کا معنی یہ ہے تلقون الیھم یہ رسول اللہ ﷺ کو سبب مودت کی خبر دی ہے جو تمہارے اور ان کے مابین ہے۔

وَقَدْ كَفَرُوْا (حالانکہ وہ اس کے منکر ہیں اس کے جو تمہارے پاس سچا دین آچکا) یہ لاتتخذوا سے حال ہے یا تلقون سے حال ہے۔مطلب اس طرح ہوگا۔لاتتولوھم او تو ادونھم؟ تم ان سے دوستی نہ کرو کیا تم ان سے دوستی کرتے ہو حالانکہ ان کا حال یہ ہے۔بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ الحق سے دین اسلام اور قرآن مجید مراد ہے۔يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ (وہ شہر بدر کر چکے رسول اللہ ﷺ اور تم کو) یہ جملہ مستانفہ ہے جو ان کے کفر اور غلو و سرکشی کی تفسیر ہے۔نمبرا۔یہ الذین کفروا سے حال ہے۔اَنْ تُؤْمِنُوْا (یہ کہ تم ایمان لاؤ) یہ یخرجون کی علت ہے۔یعنی یخرجونکم من مکة لایمانکم باللہ ربکم وہ مکہ سے تمہیں نکالنے والے ہیں۔تمہارے اللہ تعالیٰ پر ایمان کی وجہ سے جو تمہارا رب ہے۔بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ (اس لئے کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لائے۔اگر تم میرے راستہ میں جہاد کی غرض سے نکلے ہو) ان کنتم یہ لاتتخذوا کے متعلق ہے تقدیر کلام اس طرح ہے لاتتولوا اعدائی ان کنتم اولیائی۔تم ان سے دوستی مت کرو اگر تم میرے دوست ہو۔

نحویوں کے نزدیک: یہ شرط ہے اور اس کا جواب ماقبل کی دلالت کی وجہ سے محذوف ہے۔

جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ (جہاد کرنے کے لئے میری راہ میں) یہ مصدر ہے جو حال کی جگہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ان کنتم خرجتم مجاھدین فی سبیلی۔وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ (اور میری رضامندی ڈھونڈنے کیلئے نکلے ہو) یہ ابتغاء مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے۔میری رضامندیاں چاہنے والے ہو۔تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ (تم چپکے چپکے ان سے دوستی کی باتیں کرتے ہو) یعنی تم اپنی خفیہ دوستی ان تک پہنچاتے ہو۔یا دوستی کے سبب تم رسول اللہ ﷺ کے اسرار خفیہ ان تک پہنچاتے ہو۔یہ جملہ مستانفہ ہے۔وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ (اور میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو) مطلب یہ ہے کہ تمہاری رازداری کا کیا فائدہ جبکہ تمہارا راز معلوم ہوگیا۔اعلان و اخفاء تو میرے علم کی دو قسمیں ہیں۔اور میں نے اپنے رسول ﷺ کو تمہارے راز کی اطلاع دے دی ہے۔وَمَنْ يَّفْعَلْهُ (اور جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا) ہٗ سے مراد یہ رازداری مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (وہ راہ راست سے بھٹک جائے گا) اس نے حق و صواب کا راستہ بھلا دیا چھوڑ دیا۔

إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَآءً وَيَبْسُطُوٓا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوٓءِ وَوَدُّوا

اگر وہ تمہیں پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تمہاری طرف برائی کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو اور اپنی زبانوں کو بڑھا دیں۔ انہیں اس بات کی خواہش ہے

لَوْ تَكْفُرُونَ ② لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَآ أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ

کہ تم کافر ہو جاؤ ہرگز نفع نہ دیں گی تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد قیامت کے دن اللہ تمہارے درمیان جدائی فرما دے گا اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ③ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِىٓ إِبْرَٰهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُۥٓ إِذْ

تمہارے سارے کاموں کو دیکھتا ہے۔ تمہارے لئے ابراہیمؑ میں اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھ تھے۔ ایک عمدہ نمونہ ہے جبکہ ان سب

قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءَٰٓؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ

نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں

الْعَدَٰوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُۥٓ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَٰهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ

ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ لیکن ابراہیم کی اتنی بات جو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار

لَكَ وَمَآ أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن شَىْءٍ ۖ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ④

ضرور کروں گا اور تمہارے لئے مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑤

اے ہمارے پروردگار آپ ہم کو کافروں کا فتنہ نہ بنائیے اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما دیجئے' بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں'

کفار کی تمنا:

۲ : اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ (اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے) اگر وہ تم پر کامیابی اور اختیار پالیں۔ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً (تو اظہار عداوت کرنے لگیں گے) وہ خالص دشمنی کرنے والے ہونگے وہ تمہاری طرح دوستی کرنے والے نہ ہونگے۔ وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ (وہ دست درازی کریں گے اور برائی کے ساتھ تم پر زبانیں چلائیں گے) یعنی گالم گلوچ اور قتل پر اتر آئیں گے۔ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ (وہ متمنی ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ) ان کی تمنا یہ ہے کہ کاش تم اپنے دین سے مرتد ہو جاتے۔ ایسے لوگوں کی دوستی تمہاری طرف سے بڑی عظیم غلطی ہے۔

ایک نکتہ:

شرط کے موقع پر ماضی مضارع کی جگہ استعمال ہو جاتی ہے۔مگر اس میں ایک نکتہ ہوتا ہے۔گویا اس طرح کہا گیا و ودوا قبل کل شیٔ کفرکم وارتدادکم یعنی انھم یریدون ان یلحقوا بکم مضار الدنیا والدین من قتل الانفس و تمزیق الاعراض ورد کم کفارا ۔ان کو تمہارا کفر وارتداد ہر چیز سے مقدم ہے۔یعنی وہ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دنیا میں دکھ پہنچے اور دین کا بھی نقصان ہو جیسے قتل نفوس،عزتوں کا لٹنا اور تمہارا کفر کی طرف لوٹنا وغیرہ۔یا نمبر۲۔اس سے زیادہ نقصان جو ان کو تمہارے متعلق مطلوب ہے وہ تمہارا کفر کی طرف لوٹ جانا ہے۔یہ ان کے ہاں اولین حیثیت رکھتا ہے۔کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دین تو تمہیں اپنی جانوں سے عزیز تر ہے۔اس لئے کہ دین کیلئے تم اپنی جانیں نچھاور کر دیتے ہو۔اور دشمن کے ہاں اہم ترین چیز یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مخالف کی اہم ترین متاع کا قصد کرے۔

۳ : لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ (ہرگز تمہارے کام نہ آئیں گی تمہاری رشتہ داریاں) قرابت داریاں۔وَلَآ اَوْلَادُكُمْ (اور نہ تمہاری اولادیں) جن کی وجہ سے تم کفار سے موالات برتنے والے ہو۔اور ان کو بچانے کیلئے کفار کے ہاں قرب حاصل کرتے ہو۔پھر فرمایا یَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ (قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا) اور تمہارے اقارب اور اولاد کے مابین جبکہ ہر شخص کا یہ حال ہوگا : یوم یفر المؤمن اخیه الأیة [عبس:۳۴] پھر تم اللہ تعالیٰ کے حق کا آج اس کی خاطر انکار کرتے ہو جو کل تم سے بھاگ جائے گا اور تمہارے ذرا بھر کام نہ آئے گا۔

قراءت : عاصم نے يَفْصِلُ علی،حمزہ نے يُفَصِّل اور فاعل اللہ عزوجل ہیں۔ابن ذکوان نے يُفَصَّلُ اور دیگر قراء نے يُفْصَلُ پڑھا ہے۔وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے) پس وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دیگا۔

بیزاری کا عمدہ نمونہ:

۴ : قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ (تمہارے لئے ایک عمدہ نمونہ ہے) اصل سے بیزاری کا عمدہ نمونہ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ (ابراہیم علیہ السلام کی زندگی اور قول میں) یہاں اقوال مراد ہیں اسی لئے اس سے قول ابراہیم کو مستثنیٰ کیا۔وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ (اور وہ لوگ جو ان کے ساتھی تھے) ایمان والے ایک قول یہ ہے وہ انبیاء علیہم السلام تھے۔اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ (جب ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے) برءٰٓؤا جمع بریٌٔ جیسے ظریف جمع ظرفاء وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ (اور ان سے جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو۔بیزار ہیں۔ہم تمہارے (مذہب عقیدہ عمل کے) منکر ہیں۔اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے بغض وعداوت پیدا ہوگئی) افعال کے ذریعہ وَالْبَغْضَآءُ (بغض دلوں میں) اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان نہ لاؤ) پس اس وقت ہم تمہاری عداوت ترک

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن يَتَوَلَّ

بے شک ان لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص روگردانی

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝٦ عَسَى اللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُم

کرے گا سو اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور مستحق حمد ہے۔ عنقریب اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان دوستی پیدا فرما دے گا جن سے تمہاری

مِّنْهُم مَّوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝٧

عداوت ہے اور اللہ کو بڑی قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

کر دیں گے۔ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ (مگر اتنی بات ابراہیم کی تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ ابراہیم نے کہا تھا) میں تمہارے لئے معافی کی درخواست کرونگا) اور یہ بات بھی اس وعدے کی بنیاد پر تھی جو انہوں نے رخصت ہوتے ہوئے کیا تھا۔ موعدة وعدها اياه۔ [التوبہ:۱۱۴] مطلب یہ ہے کہ تم ابراہیم کے تمام اقوال میں ان کی اقتداء کرو صرف کافر باپ کیلئے استغفار میں ان کی پیروی مت کرو۔ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (اور اس سے زیادہ مجھے اللہ تعالیٰ کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں) یعنی ہدایت، مغفرت اور توفیق کا۔ یہ جملہ استثناء کے لائق نہیں ہے۔ کیا تم ان کا یہ قول نہیں دیکھتے۔ قل فمن يملك لكم من الله شيئا [الفتح:۱۱] لیکن مراد والد کو کہی جانے والی تمام بات کا استثناء ہے اور اس سے بھی مقصود استغفار کے وعدہ کی حد تک ہے اور اس کا مابعد اس کا تابع ہے گویا انہوں نے اس طرح کہا استغفرلك ومافي طاقتي الا الاستغفار۔ میں تیرے لیے استغفار کروں گا اور میری طاقت میں سوائے استغفار کے اور کوئی چیز نہیں۔ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا (اے ہمارے رب ہم نے آپ ہی پر توکل کیا) یہ استثناء کے ماقبل سے متصل ہے۔ اور یہ بھی من جملہ ان چیزوں میں سے ہے جن میں ان کی ذات کو نمونہ بنایا ہے۔ ایک قول یہ ہے اس کا معنی یہ ہے: قولوا ربنا۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤمنین کو ابتدائی کلام ہوگا کہ وہ اس طرح کہیں۔ وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا (اور تیری طرف رجوع کیا) ہم متوجہ ہوئے۔ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (اور تیری ہی طرف انجام کار لوٹنا ہے) المصیر (لوٹنے کی جگہ)

۵ : رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اے ہمارے رب ہم کو کافروں کا تختہ مشق نہ بنانا) دشمن کو ہم پر مسلط نہ فرما کہ وہ سزا کے ذریعہ ہمیں فتنہ میں ڈالیں۔ وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (اور اے ہمارے رب ہم کو معاف کر دے بیشک تو زبردست حکمت والا ہے) غالب و حاکم ہے۔

۶ : لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (بیشک ان لوگوں (کے عمل و عقیدے) میں تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے ایسے شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے اور روز آخرت کا یقین رکھتا ہو) پھر دوبارہ ابراہیم علیہ

السلام اوران کے پیروکاروں کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کا حکم دیا۔ تا کہ بات اور پختہ ہو جائے اور خوب تاکید ہو جائے اسی لئے اس کو مصدر کی صورت میں قسم کے ساتھ ذکر کیا۔ کیونکہ یہ تاکید کا انتہائی طریقہ ہے البتہ یہاں لکم کی بجائے لمن کان یرجوا اللہ کو لائے۔ یرجواللہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا ثواب مراد ہے۔ یا اس کا معنی یخشی اللّٰہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرا۔ اور اس کے معاً بعد فرمایا۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ (جو ہمارے حکم سے اعراض کرے گا۔ اور کفر سے موالات برتے گا) فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور سزاوار حمد ہیں) الغنی مخلوق سے بے نیاز۔ الحمید حمد کے حقدار ہیں۔ تاکید کی کوئی قسم ایسی نہیں جو یہاں ذکر نہ کر دی ہو۔

مسلمانوں کو ان کے ایمان کی توقع دلائی:

۷ : جب یہ آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں نے اپنے کافر آباء و ابناء، رشتہ داروں کی عداوت میں خوب سختی کی تو اس آیت میں اس کے برعکس حالت کی تبدیلی کی توقع دلائی گئی فرمایا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جو تمہارے دشمن ہیں۔ دوستی پیدا کر دے گا) یعنی اہل مکہ میں سے جو تمہارے اقارب ہیں۔ مَّوَدَّةً (دوستی) کہ ان کو ایمان کی توفیق سے نواز دیں۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا پوری کر دی۔ قریش مسلمان ہو گئے اور ان کے درمیان محبت تکمیل کو پہنچ گئی۔

عسیٰ یہ شاہی وعدہ ہے جو بادشاہ خسروانہ نوازشات کے وقت کرتے ہیں وہ اپنے بعض کاموں میں عسیٰ یا لعل کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ محتاج کو اس کے پورا ہونے میں کوئی اشتباہ نہیں رہ جاتا۔ نمبر ۲۔ ایمان والوں کو طمع دلائی گئی کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے) وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ (اللہ تعالیٰ دلوں کے پلٹنے پر قادر ہیں) اور حالات کو بدلنے اور مودت کے اسباب آسان کرنے پر پورا قابو ہے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو ان میں سے مسلمان ہوں)۔

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے

اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٨﴾ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ

اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ انصاف کا برتاؤ کرنیوالوں سے محبت رکھتا ہے اللہ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے منع

عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ

کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور جنہوں نے تمہیں تمہارے گھر سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں

تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٩﴾

مدد کی اور جو شخص ان سے دوستی کرے گا سو یہ وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

بعض سے برتاؤ کی اجازت:

۸ : لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ (اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتے جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ ان کا اکرام کرو) قولاً اور فعلاً ان پر احسان کرو۔ ان تبروھم محلاً مجرور ہے۔ کیونکہ یہ الذین لم یقاتلوکم سے بدل ہے۔ یہ بدل اشتمال ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ عن بر الذین تمہیں ان کے ساتھ بھلائی سے منع نہیں کرتا۔ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ (انصاف کا برتاؤ کرو اور ان پر ظلم نہ کرو) جب اللہ تعالیٰ نے مشرک کے متعلق ظلم سے روک دیا تو مسلم پر ظلم کس طرح روا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)

برتاؤ کی ممانعت:

۹ : اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ (اللہ صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے تم کو منع کرتا ہے۔ جو دین کے بارے میں تم سے لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی)۔

نحو : یہ الذین قاتلوکم سے بدل ہے۔ مطلب یہ ہے ان لوگوں کے ساتھ نیک سلوک سے منع نہیں کیا البتہ ان کے ساتھ موالات اور گہری دوستی سے منع کیا ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (اور جو شخص ایسوں سے دوستی اختیار کرے گا۔ تو وہ گناہ گار ہوں گے) اس لئے کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان کر لیا کرو' ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے'

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ

پس اگر ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو' نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر

يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

ان عورتوں کے لئے حلال ہیں اور ان کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہوان کو ادا کردو' اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں ہوگا' جبکہ تم انکے مہر

اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ

ان کو دے دو' اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو' اور جو کچھ تم نے خرچ کیا وہ مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ مانگ لیں'

ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ

یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے' اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کافروں

اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

میں رہ جائے پھر تمہاری نوبت آ جائے تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اس کے برابر تم ان کو دے دو' اور اللہ سے ڈرو

الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱

جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

انہوں نے دوستی کو غلط مقام پر استعمال کیا (اسی لئے ظالم کے لفظ سے ذکر کیا جو کہ وضع الشئی غیر محلہ کو کہتے ہیں)

۱۰ : يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ (اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں دارالحرب سے ہجرت کر کے آئیں) ان کو مؤمنہ کہا کیونکہ وہ زبان سے اقرارِ شہادت کرنے والیاں ہیں۔ نمبر۲۔ وہ امتحان کے ذریعہ ثبات ایمان کو جھانکنے والی ہیں اس لئے ان کو مؤمنہ کہہ دیا گیا۔ نحو : یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

امتحان کا مطلب :

فَامْتَحِنُوْهُنَّ (پس تم ان کی جانچ کر لیا کرو) علامات پر نگاہ ڈال کر ان کا امتحان لو۔ تاکہ ان کے ایمان کی سچائی کا تمہیں غالب گمان ہو جائے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

اس کا امتحان یہ ہے کہ تم کہو تو شہادتین کا اقرار کر۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ (اللہ تعالیٰ کو ان کا ایمان خوب معلوم ہے) اگرچہ تم نے ان کے احوال کا جائزہ تو لے لیا۔ مگر پھر بھی تم حقیقت کو نہیں جان سکتے۔ حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ (اگر تم ان کو مسلمان جانو) اپنی طاقت کے مطابق علم جس کو غالب ظن کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی علامات ظاہر ہوئیں۔

ایک نکتہ:

یہاں ظن کو علم سے تعبیر کرنا ظاہر کرتا ہے کہ ظن غالب اور جس پر قیاس کا مدار ہے۔ وہ علم ہی کے قائم مقام ہے اور ظن غالب والا اس آیت کے تحت داخل نہیں لاتقف مالیس لك به علم [الاسراء: ۳۶] فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ (تو پھر ان مسلمان عورتوں کو کفار کی طرف مت واپس کرو) یعنی ان کے مشرک خاوندوں کی طرف ان کو مت لوٹاؤ۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ (کیونکہ وہ عورتیں کافروں کیلئے نہ حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان مسلمان عورتوں کیلئے حلال ہیں) یعنی مؤمنہ و مشرک کے درمیان حلت والا رشتہ باقی نہیں رہا۔ مسلمان ہو کر اس کے نکلنے کی وجہ سے ان کے مابین فرقت واقع ہوگئی۔ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا (اور کافروں نے جو کچھ ان پر خرچ کیا ہو۔ وہ کافروں کو ادا کر دو)۔ ان کے خاوندوں کو وہ مہر دے دو۔ جو انہوں نے ان عورتوں پر صرف کیا۔ یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔ صلح کی شرط یہ تھی کہ جو شخص مؤمن مکہ سے بھاگ کر مدینہ آ جائے گا۔ اس کو واپس کیا جائے گا۔ (جیسا ابوجندل اور ابوبصیر رضی اللہ عنہما کو واپس کیا گیا) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر وضاحت فرما دی کہ اس شرط کا اطلاق مردوں پر ہوگا۔ عورتوں پر نہ ہوگا۔ کیونکہ مسلمہ عورت کافر کیلئے حلال نہیں۔ ایک قول یہ ہے اس آیت نے حکم اول کو منسوخ کر دیا۔

مہاجرات نکاح کی اجازت:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ (اور تم کو ان مہاجرہ عورتوں کے ساتھ نکاح میں کوئی حرج نہیں) مہاجرات سے نکاح میں حرج کی نفی کر دی۔ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ (جبکہ تم ان کے مہران کو دے دو) اجور مہر کو کہتے ہیں کیونکہ مہر اجر بضع ہے۔

مَسْئَلَہ: امام ابوحنیفہؒ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ مہاجرہ عورت پر عدت نہیں ہے۔

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ (اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو)

قراءت: لاتمسکوا بصری قراء نے پڑھا ہے۔ العصمة جس سے پختگی حاصل کی جائے بندھن خواہ وہ عقد ہو یا سبب عقد۔ الکوافر جمع کافرہ۔ وہ عورت جو دارالحرب میں باقی ہو۔ نمبر ۲۔ مرتدہ ہو کر دوبارہ دارالحرب کو لوٹ جائے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے اور ان کافرہ عورتوں کے درمیان ازدواجی تعلق اور عقد نہ ہونا چاہیے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

ہے کہ جس کی عورت کافرہ مکہ میں ہو۔ وہ اس کو اپنی بیویوں میں شمار نہ کرے۔ کیونکہ اختلاف دارین نے ان کے بندھن کو کاٹ دیا ہے۔ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ (اور اپنی کافرہ بیویوں پر جو کچھ خرچ کیا ہو وہ کافروں سے مانگ لو) تمہاری ان عورتوں کے مہر جن سے کفار نے نکاح کر لیا ہے۔ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا (اور وہ مانگ لیں تم سے جو انہوں نے ان پر خرچ کیا ہو) ان مہاجرہ عورتوں کے مہر جنہوں نے مسلمانوں سے ہجرت کر کے شادی کر لی ہے۔

ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے) وہ تمام جو اس آیت میں مذکور ہوا۔ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ (وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرمائیں گے) نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر ۲۔ حکم اللہ سے حذف ضمیر کے باوجود حال ہے ای یحکمه الله ۔ یا نمبر ۳۔ حکم کو حاکم بطور مبالغہ فرمایا۔ اور یہ آیت منسوخ ہے۔ پس مہر کے سوال کا حکم نہ رہا۔ نہ ان کی طرف سے نہ ہماری طرف سے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں)

۱۱ : وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ (اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بالکل تمہارے ہاتھ نہ آئے۔ کفار کے ہاں رہ پڑے) اگر ان میں سے کوئی عورت کفار کی طرف نکل جائے۔

قراءت : ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں احد ہے۔ فَعَاقَبْتُمْ (پھر تمہاری نوبت آئے) پس تم ان کو لڑائی میں خوب سزا دو یہاں تک کہ تم غنیمت پاؤ۔ قال الزجاج۔ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا (تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا مہر انہوں نے خرچ کیا تھا۔ اس کے برابر تم ان کو دیدو) پس ان مسلمانوں کو دو جن کی بیویاں مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئی ہیں ان کی بیویوں کے مہر اس مال غنیمت میں سے وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو! جس پر تم ایمان لانے والے ہو) ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم بھی منسوخ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا

اے نبی جب آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں جو آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گی اور نہ

يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ

چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرینگی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لے کر آئیں گی جسے اپنے ہاتھوں

اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ

اور پاؤں کے درمیان سے تراشیں اور یہ کہ کسی نیک کام میں آپکی نافرمانی نہ کریں گی سو انہیں بیعت کر لیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ اے ایمان والو' ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا وہ لوگ

قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

آخرت سے ایسے نا اُمید ہو گئے جیسے کافر لوگ نا اُمید ہو گئے جو قبروں میں ہیں۔

شرائطِ بیعت:

۱۲ : يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ (اے نبی اکرم ﷺ اگر مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے آئیں کہ)

نحو : يُبَايِعْنَكَ یہ حال ہے۔

عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ (آپ سے ان ان باتوں پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ) وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ (کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گے اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی۔ اور نہ بہتان کی اولاد لائیں گی۔ جس کو وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان نطفہ شوہر سے جنی ہوئی اولاد ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتی ہوں) قتل اولاد سے زندہ درگور کرنا مراد ہے۔ ببھتان عورتیں کسی کا بچہ اچک کر اپنے خاوند کو کہتیں یہ میرا بیٹا تجھ سے ہے۔ اس منسوب لڑکے کو ایسا بہتان قرار دیا گیا جو سامنے باندھا جائے۔ اور اس کو بین یدیھا سے تعبیر کیا کیونکہ عورت کا پیٹ جس میں حمل ہوتا ہے وہ ہاتھوں اور ٹانگوں کے درمیان ہے اور وہ فرج جس سے وہ عورت جنتی ہے وہ بھی ان کے درمیان ہے۔ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (اور نہ شرعی باتوں میں آپ کی نافرمانی کریں گی) معروف سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت مراد ہے۔ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ (تو آپ ان سے بیعت لے لیا کریں۔ اور ان کے لئے مغفرت کی دعا اللہ تعالیٰ سے کیا کریں) ان گناہوں کیلئے جو پہلے ہو چکے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے) وہ غفور ہیں۔ کہ گزشتہ گناہ مٹانے والے ہیں اور رحیم ہیں۔ کہ اپنی توفیق سے سابقہ کمی کو پورا کرنے کا موقعہ دیا۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فتح مکہ کے دن مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو عورتوں سے بیعت لینے لگے آپ ﷺ صفا پر تشریف فرما تھے۔ اور آپ سے نچلی جانب عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ جو آپ کے حکم سے ان سے بیعت لے رہے تھے۔ اور آپ ﷺ کا پیغام ان کو پہنچا رہے تھے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے نقاب پہن کر حلیہ بدل لیا تھا۔ اس خوف سے کہ رسول اللہ ﷺ اس کو پہچان لیں۔ اس حرکت کی وجہ سے جو حضرت حمزہ کے سلسلہ میں اس نے کی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ گی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس شرط کا اعلان کر کے ان عورتوں سے اقرار لیا۔ پھر آپ نے فرمایا چوری نہ کرو گی۔ اس پر ھند کہنے لگی ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔ میں اس کے مال میں سے کچھ لے لیا کرتی تھی۔ اس پر ابوسفیان نے کہا جو تو نے لے لیا وہ تیرے لیے حلال ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ اور اس کو پہچانا اور فرمایا تم ھندہ ہو۔ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ اے اللہ کے نبی جو ہوا اس کو معاف کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ معاف کریں گے۔

پھر فرمایا وہ زنا نہ کریں گی۔ اس پر ھندہ کہنے لگیں کیا شریف زادی بھی زنا کیا کرتی ہے؟ پھر آپ نے فرمایا۔ وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ اس پر ھندہ کہنے لگی ہم نے ان کو بچپن میں پالا بڑے ہوئے تو آپ نے قتل کر ڈالا۔ پس تم جانو اور وہ جانیں۔ اس کا بیٹا حنظلہ بدر کے دن قتل ہوا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ اتنے ہنسے کہ ہنستے ہوئے لیٹ گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا و لا یاتین ببتھان وہ بہتان نہ باندھیں گی۔ اس پر ہندہ نے کہا بلاشبہ بہتان بہت بری حرکت ہے اور آپ ہم کو جو بھی حکم فرماتے ہیں وہ رشد و ہدایت اور مکارم اخلاق سے ہے آخر میں آپ نے فرمایا۔ وہ حکم شرعی میں آپ کی کسی چیز میں نافرمانی نہ کریں گی۔ آپ ﷺ کا اشارہ اس طرف تھا کہ حکام کی اطاعت معروف میں ہے منکر میں ان کی اطاعت لازم نہیں ہے۔ [رواہ احمد، ۶/ ۲۰۶، ابوداؤد، ۳۵۳۲، نسائی ۸/ ۲۴۶] ۔

۱۳ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا) ایک قول اس سے مراد مشرکین ہیں۔

ایک نکتہ:

سورت کو جس مضمون سے شروع فرمایا اسی پر اختتام فرمایا۔ جیسا کہ گذشتہ سورت میں بھی تھا۔

قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ (وہ آخرت سے ناامید ہوگئے ہیں)۔ یعنی اس کے ثواب سے۔ کیوں کہ وہ بعث بعد الموت کے قائل نہیں۔ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ (جیسا کفار قبروں والوں سے مایوس ہوگئے) ای کما یئسوا۔ البتہ ظاہر کو ضمیر کی جگہ لے آئے۔ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ (ان کے واپس لوٹنے سے یا جیسا ان کے وہ اسلاف جو کہ قبور میں جا چکے وہ آخرت سے مایوس

تھے یعنی یہ اپنے سلف کے پیرو ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہود ہیں۔ مطلب یہ ہے اے مسلمانو تم مغضوب علیہم سے دوستی مت کرو۔ اس لئے کہ وہ اس بات سے ناامید ہو چکے ہیں کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ ہوگا۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد رکھنے والے ہیں۔ حالانکہ ان کو روز روشن کی طرح معلوم ہے کہ آپ وہی رسول ہیں جن کی صفت تورات میں کی گئی ہے۔ جیسا کہ کفار مکہ اپنے مردوں کے متعلق مایوس ہو چکے کہ وہ اٹھا لئے جائیں۔ اور زندہ کر کے واپس لائے جائیں۔

ایک قول یہ ہے :

کہ اصحاب القبور یہ کفار کا عطف بیان ہے یعنی جیسا کفار مایوس ہو چکے جو قبروں میں پہنچ گئے کہ ان کو کوئی خیر آخرت میں ملے گی۔ کیونکہ اب ان کے سامنے اپنی بدحالی اور برا انجام آچکا۔

الحمدللہ سورۃ الممتحنہ کا ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الصف مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چودہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝١ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ کی تسبیح بیان کی ان سب چیزوں نے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔ اے ایمان والو

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝٢ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝٣

تم وہ بات کیوں کہتے ہو جسے نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم ایسی باتیں کہو جن پر عمل نہ کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝٤

بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بنا کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایسی عمارت ہیں جس میں سیسہ پلایا گیا ہو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا

اور جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب

زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝٥ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا اور جبکہ عیسیٰ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا

ابن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں، مجھ سے پہلے جو توراۃ ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے

بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٦

بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت دینے والا ہوں پھر جب ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو، اور اللہ

يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٧

ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا

۱ : سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَھُوَ (جو چیزیں آسمانوں میں ہیں۔اور جو زمین میں ہیں۔سب اللہ ہی کی) الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ (پاکی بیان کرتی ہیں۔وہی زبردست حکمت والا ہے۔اے ایمان والو! مَالَا تَفْعَلُوْنَ (کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو)

ایک روایت:

۱ : سَبَّحَ لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ روایت میں ہے کہ جہاد کا حکم دیے جانے سے قبل لوگوں نے کہا اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب ترین عمل کونسا ہے۔تو ہم اس کو اپنالیں۔پس یہ آیت جہاد نازل ہوئی۔پھر بعض نے سستی کی تو یہ آیت اتری۔

۲ : یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ لِمَ۔ یہ لام اضافت ہے۔جو مااستفہامیہ پر داخل ہوئی ہے۔جیسا کہ اس پر دیگر حروف جر داخل ہوتے ہیں۔جیسے کہتے ہیں،بم ، فیم، ومم، الام و علام۔ البتہ الف کو حذف کر دیا گیا۔کیونکہ ما اور لام یا اس کے علاوہ وہ ایک شئی بن جائیں۔یہ استفہامی کلام میں کثرت سے مستعمل ہے اگرچہ اصل کا استعمال بھی ہے مگر یہ بہت قلیل۔جیسا شاعر کا قول علام قام یشتمنی جریر؟

قراءت: اور ھاء سکتہ لائیں گے تو وقف ہوگا یا اسکان کی صورت میں۔جنہوں نے وصل میں اس کو اختیار کیا۔تو اس کو وقف کے قائم مقام کر کے کیا ہے۔

۳ : کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ کی بڑی ناراضگی ہے یہ کہ جو کہو وہ کرو نہیں) کَبُرَ میں تعجب کا معنی غیر لفظ سے مقصود ہے۔جیسا اس قول میں غَلَتْ نابٌ کُلیب بو اُ ؤھا۔ اور تعجب کا مطلب سامعین کے دلوں میں اس امر کی عظمت بٹھانا مقصود ہوتا ہے۔کیوں تعجب اسی چیز میں ہوتا ہے جو اپنے ہم شکلوں سے خارج ہو جائے۔ان تقولوا کی طرف اسناد کی گئی اور مقتاً پر نصب تمیز کی وجہ سے ہے۔اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ ان کا قول مالا یفعلون۔یہ خالص ناراضگی ہے اس میں کوئی اور ملاوٹ نہیں ہے۔مطلب یہ ہے تمہارا قول مالا تفعلون اللہ تعالیٰ کے ہاں ناراضگی کیلئے کافی ہے۔لفظ المقت کو استعمال فرمایا کیونکہ یہ بغض کی انتہائی قسم ہے۔

قول بعض سلف:

ان کو کسی نے کہا ہمیں حدیث بیان کرو۔انہوں نے جواب میں فرمایا کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں وہ بات کہہ ڈالوں جو میں نہیں کرتا ہوں۔پھر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو اپنے لئے جلد طلب کرلوں؟

۴ : پھر اللہ تعالیٰ نے وہ بات بتلائی جو اس کو پسند ہے۔فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خاص کر پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں) یعنی اس حالت میں کہ وہ اپنے آپ کو صفوں

میں کرنے والے ہوتے ہیں۔

نحو : صفًا یہ مصدر ہے جو حال واقع ہوا ہے۔

كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں) ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ملے ہوئے چمٹے ہوئے۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد ان کی نیتوں کی درستی اور برابری ہے۔ یہاں تک کہ ایک بات پر اجتماعیت میں وہ دیوار کی طرح ہیں۔ جس کا بعض بعض حصہ سے چمٹا ہو۔

نحو : یہ بھی حال ہے۔

پیغمبر کی توقیت چاہئے نہ کہ ایذاء:

۵ : وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ (اور جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم والو! تم مجھے دکھ کیوں دیتے ہو) آیات کا انکار کر کے اور میرے متعلق ان باتوں کی نسبت کر کے جو مجھ میں پائی نہیں جاتیں۔ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ (حالانکہ تم جانتے ہو) یہ موضع حال میں ہے۔ مطلب یہ ہے لما تؤذوننی تم مجھے کیوں کر ایذاء پہنچاتے ہو۔ یہ یقینی طور پر جانتے ہوئے کہ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ (میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں) اور تمہارے اس بات کو جان لینے کا تقاضا یہ ہے کہ تم میری توقیر و تعظیم کرو نہ کہ الٹا مجھے دکھ پہنچاؤ۔ فَلَمَّا زَاغُوْٓا (پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے) حق سے باطل کی طرف جھکاؤ اختیار کر لیا۔ اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا) ہدایت سے نمبر۲۔ یا جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے نورِ ایمان کو کھینچ لیا۔ نمبر۳۔ جب انہوں نے ٹیڑھا پن چن لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو ٹیڑھا کر دیا یعنی ان کو رسوا کر دیا اور اتباعِ حق والی توفیق سے ان کو محروم کر دیا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت یاب نہیں کرتا) یعنی اس کو ہدایت نہیں دیتے جس کے بارے میں فاسق ہونا علمِ الٰہی میں لکھا جا چکا ہو۔

بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام:

٦ : وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (جب کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل) یہاں یقوم نہیں فرمایا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ آپ کا ان میں کوئی نسب نہ تھا کہ وہ آپ کی قوم بنتی۔ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ (میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات) وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (آ چکی ہے۔ اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور ایک عالی قدر رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا) میں تمہارے پاس اس حالت میں بھیجا گیا ہوں کہ میں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور اس حال میں کہ میں ایک رسول کی خوشخبری دے رہا ہوں۔ جو میرے

بعد ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ میرا دین اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے تمام انبیاء جو پہلے گزرے اور جو بعد میں ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے۔

قراءت: بَعْدِیَ، حجازی، ابو عمرو، ابو بکر اور خلیل وسیبویہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

نحو: مصدقاً ومبشراً یہ الرسول کے اندر جو معنی ارسال ہے اس کی بناء پر منصوب ہے۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ (پس جب وہ اپنی رسالت کی کھلی نشانیاں ان کے سامنے لائے) عیسیٰ علیہ السلام یا محمد ﷺ بِالْبَيِّنٰتِ (یعنی معجزات لائے) قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (تو انہوں نے کہا یہ صریح جادو ہے)

قراءت: ساحر، حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔

۷ : وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ پر دروغ بندی کرتا ہے حالانکہ اس کو اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت یاب نہیں کرتے) اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے۔ جس کو اس کا رب اپنے پیغمبر کی زبان پر اسلام کی طرف بلا رہا ہو۔ وہ اسلام جس میں دارین کی خوش نصیبی ہے۔ وہ اس کو قبول کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے کلام برحق کو سحر کہنے لگ جائے۔ السحر جھوٹ ملمع سازی۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ﴿٨﴾ هُوَ الَّذِيٓ

یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں۔ وہ ایسا ہے

أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٩﴾ ع

جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿١٠﴾ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک درد ناک عذاب سے بچالے تم لوگ اللہ پر اور اس کے

وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ

رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو' یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم

كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ

سمجھ رکھتے ہو اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٢﴾ وَأُخْرٰى تُحِبُّونَهَا ۚ نَصْرٌ

اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے' یہ بڑی اور عمدہ کامیابی ہے اور ایک دوسری نعمت بھی ہے جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی

مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾

طرف سے مدد اور جلد فتح یابی اور آپ مؤمنین کو بشارت دیجئے۔

۸ : يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں سے) بجھا دیں)۔ اس میں کفار کے ابطالِ اسلام کے ارادہ کے ساتھ استہزاء کیا گیا۔ کہ تم قرآن کو سحر کہتے ہو۔ تمہاری مثال تو اس شخص جیسی ہے جو سورج کی روشنی کو منہ کی پھونک سے بجھا رہا ہو۔

نحو : مفعول کو حذف کر دیا۔ اور لام تعلیل کیلئے ہے تقدیر کلام یہ ہے۔ یریدون الکذب لیطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم ای بکلامھم ۔ وہ کلام سے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کا جھوٹا ارادہ رکھتے ہیں۔ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ (اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا)

قراءت : مکی، حمزہ، علی، حفص نے مُتِمُّ نورِہ پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر نے مُتِمٌّ نورَہٗ، پڑھا ہے۔ یعنی وہ حق کو مکمل کرنے والے

اوران کی کمال تک اس کو پہنچانے والے ہیں۔ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (اگرچہ کافر اس بات کو ناپسند کریں)

اظہارِ دین کا عہد:

۹ : هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ (اسی نے اپنے رسول کو ہدایت کا سامان یعنی قرآن اور سچا دین دے کر بھیجا ہے) دین الحق سے ملت حنیفیہ مراد ہے۔ لِیُظْهِرَهٗ (تاکہ اس کو غالب کرے) اس کو بلند کرے۔ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ (تمام دوسرے دینوں پر) اس کے مخالف تمام ادیان پر۔ میری عمر کی قسم اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا۔ کوئی ایسا دین نہیں رہا جو اسلام کے سامنے مقہور نہ ہوا ہو۔ قولِ مجاہد رحمہ اللہ: جب عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو صرف دین اسلام ہی باقی رہ جائے گا۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں)۔

ایمان و جہاد باقی رہے گا:

۱۰ : یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ (اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے)

قراءت: تُنَجِّیْكُم شامی نے پڑھا ہے۔

۱۱ : تُؤْمِنُوْنَ (تم ایمان لاؤ) یہ جملہ مستانفہ ہے گویا اس طرح کہا ہم کیا کریں۔ تو جواب ملا۔ تم ایمان لاؤ۔ یہ سیبویہ کے نزدیک آمنوا کے معنی میں ہے۔ اسی لئے اس کا جواب یغفرلکم سے دیا گیا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اس پر دلالت کرتی ہے۔ آمنو باللّٰه ورسوله وجاهدوا۔

وجہ: اس کو خبر کے انداز سے اس لئے لائے تاکہ بتلا دیا جائے کہ اس پر عمل کرنا لازم ہے گویا اس پر عمل کرلیا گیا ہے۔ اس سے خبر دی کہ ایمان و جہاد موجود رہے گا۔ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ (اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہ) جس کا تذکرہ ہوا یعنی ایمان و جہاد۔ خَیْرٌ لَّكُمْ (بہت ہی بہتر ہے تمہارے لئے) تمہارے لئے تمہارے اموال و انفس کے مقابلہ میں اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو) کہ یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے۔ تو پھر تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا کیونکہ جب تم نے اسکو جان لیا اور اسکے مطابق اعتقاد کرلیا تو تم نے ایمان اور جہاد کو اپنے اموال و انفس کے مقابلہ میں محبوب قرار دے دیا۔ پس تم مخلص ہو گئے تو کامیابی حاصل ہو جائیگی۔

۱۲ : یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَیُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ (اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اور تم کو آخرت میں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی اور عمدہ مکانوں میں داخل کر دیگا۔ جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں بنے ہوں گے)۔ یعنی اقامت اور ہیشگی کہا جاتا ہے۔ عدن بالمکان جبکہ وہاں اقامت اختیار کرے اسی طرح کہا گیا ہے۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (یہ بڑی کامیابی ہے)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ

اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا کون لوگ اللہ کی طرف سے

اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

میرے مددگار ہیں حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں سو بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت ایمان لے آئی

وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ١٤ ع

اور دوسری جماعت نے کفر اختیار کر لیا سو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کے دشمن کے مقابلہ میں انکی مدد کی سو وہ غالب ہو گئے۔

فتح مکہ یا فارس وروم کی فتح:

۱۳ : وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا (اور ایک اور بھی ہے جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی مغفرت وثواب کی اس نعمت کے ساتھ اس جلد آنے والی دنیا میں ایک پسندیدہ نعمت ہے جو تمہیں میسر آئی گی۔ پھر اس کی تفسیر فرمائی۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ (وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور قریب فتح یابی ہے) قریب یعنی جلد ملنے والی۔ وہ فتح مکہ ہے اور قریش پر غلبہ یا فارس کی فتح اور روم کی فتح۔

ایک تنبیہ:

تحبونها کے لفظ میں تھوڑی سی توبیخ ہے کہ جلد ملنے والی چیز کو پسند کرتے ہو جو کہ نہ چاہیے۔ صاحب کشاف نے کہا ہے۔ اس کا معنی هل ادلکم علی تجارة تنجیکم وعلی تجارة اخری تحبونها فرما کر بعد میں فرمایا۔ نصرٌ ای هی نصرٌ کہ وہ نصرت و مدد ہے۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (تم ایمان والوں کو خوشخبری دے دو) اس کا عطف تؤمنون پر ہے کیونکہ وہ بھی امر کے معنی میں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا آمنوا و جاهدوا یثبکم الله و ینصر کم و بشریا رسول الله المؤمنیں بدلک۔ تم ایمان لاؤ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب دیں گے اور تمہاری مدد فرمائیں گے۔ اے اللہ کے رسول آپ مؤمنین کو اس کی خوشخبری دے دیں۔ ایک قول یہ ہے اس کا عطف قل پر ہے جو یایها الذین امنو اهل ادلکم سے پہلے مراد ہے۔

۱۴ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ (اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار رہو جاؤ) انصار اللہ۔ یعنی انصار دین۔ اس کے دین کے مددگار۔

قراءت: حجازی، ابوعمرو نے انصارًا الله پڑھا ہے۔

حواریوں سے معاونت کا مطالبہ:

كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (جیسا عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے واسطے میرا مددگار کون ہے) ظاہر میں یہ تشبیہ ہے اس بات میں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول من انصاری الی اللہ میں ناصر و مددگار بنے۔ مگر اس کو معنی پر محمول کیا گیا ہے۔ ای کونوا انصار اللہ کما کان الحواریون انصار عیسیٰ حین قال لھم من انصاری الی اللہ ۔ تم بھی اللہ تعالیٰ کے مددگار بنو جیسا حواری عیسیٰ ابن مریم کے اس وقت مددگار بنے جب انہوں نے من انصاری الی اللہ کہا۔ مطلب یہ ہے کہ کون میرے لشکر میں سے ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نصرت کی طرف متوجہ ہونے والا ہو۔ تاکہ حواریوں کے جواب کے مطابق بات ہو جائے اور وہ ان کا قول قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ہے یعنی ہم میں وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مدد کریں گے۔ من انصاری کا معنی من الانصار الذین یختصون بی۔ ایسے مددگار کون ہیں۔ جو میرے ساتھ خاص ہو جائیں گے۔ اپنے کو میرے ساتھ خاص کر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت میں میرا ساتھ دیں گے۔ الحواریون ان کے منتخب لوگ۔ یہ وہ لوگ تھے جو سب سے اول ایمان لائے اور یہ بارہ آدمی تھے۔ حواری الرجل: خالص اور پسندیدہ۔ یہ الحور سے لیا گیا۔ جو خالص سفیدی کو کہتے ہیں۔ ایک قول وہ دھوبی تھے جو کپڑوں کو سفید کرتے تھے۔

فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا تو ایمان لے آیا) عیسیٰ علیہ السلام پر وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ (اور ایک گروہ منکر رہا) ان کا فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ (پس ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی) ان کے مؤمنین کو کفار کے مقابلہ میں مضبوط کر دیا۔ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ (اس کے نتیجہ میں وہ غالب ہو گئے) پس وہ مؤمن کافروں پر غالب آ گئے۔

الحمدللہ آج چاشت کے وقت ترجمہ سورۃ الصف مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی جس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① هُوَ الَّذِيْ

اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں جو بادشاہ ہے' بہت زیادہ پاک ہے' غالب ہے' حکمت والا ہے' وہ ہی ہے

بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

جس نے بے پڑھے لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے' اور ان کا تزکیہ کرتا ہے' اور ان کو کتاب اور

وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ② وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ

حکمت سکھاتا ہے' اور بلاشبہ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے' اور دوسروں کے لئے بھی جو ان میں سے ہونے والے ہیں' جو ان کے ساتھ نہیں ملے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④

اور وہ عزیز ہے' حکیم ہے' یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے' اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ

مثال ان لوگوں کی جنہیں توارت اٹھانے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اسے نہیں اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے' جو کتابوں کو لادتا ہے۔ بری مثال ہے

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا

ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا' اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا' آپ کہہ دیجئے اے وہ لوگو جنہوں نے یہودیت اختیار کی

اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑥ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ

اگر تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ اس میں شریک نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور یہ لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے جو

اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ⑦

انہوں نے آگے بھیجے ہیں کبھی بھی اس بات کی تمنا نہ کریں گے اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو

۱: یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ (جو چیزیں آسمانوں میں ہیں۔ اور جو چیزیں زمین میں ہیں۔ سب اللہ تعالیٰ) الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ (کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ جو بادشاہ ہے ہر عیب و نقص سے پاک ہے زبردست ہے۔ حکمت والا ہے)

تسبیح:

تسبیح سے مراد۔ نمبرا۔ تسبیح خلقت ہے کہ جب تم غور سے ہر چیز پر نگاہ ڈالو تو وہ اسکی وحدانیت کی طرف تیری راہنمائی کرے گی اور ہم شکلوں سے اس کے پاک ہونے کو بتلائے گی۔ نمبر۲۔ تسبیح معرفت ہے کہ ہر شئی میں اپنے لطف و کرم سے ایسی چیز رکھ دے جس سے وہ اپنے خالق کو پہچانے۔ اور عیب سے اس کو پاک قرار دے۔ جیسا کہ اس قول میں فرمایا۔ و ان من شیء الا یسبح بحمدہٖ ولکن لا تفقهو ن تسبیحهم [الاسراء:۴۴] نمبر۳۔ تسبیح ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جوہر میں بلا معرفت تسبیح جاری کر دے۔

امیین میں بعثِ رسول:

۲: هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ (وہی ہے جس نے بھیجا) رسول بنایا۔ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (ناخواندہ لوگوں میں انہی کی قوم میں سے ایک پیغمبر) یعنی ایک امی انسان کو ناخواندہ قوم میں رسول بنایا۔

ایک قول:

منهم یہ اس قول کی طرح ہے۔ من انفسکم [التوبہ:۱۲۸] کہ وہ اس کے نسب و احوال کو جانتے ہیں۔ الامّی اس کی نسبت امت عرب کی طرف ہے کیونکہ وہ پوری امتوں میں پڑھ لکھ نہ سکتے تھے (اکثریت ان کی اس طرح تھی) ایک قول یہ ہے کتابت کی ابتداء طائف میں ہوئی۔ جس کو انہوں نے اہل حیرہ سے لیا۔ اور اہل حیرہ نے اہل انبار سے لی۔ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ (جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے) آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔ وَیُزَكِّیْهِمْ (اور ان کو پاک کرتا ہے) ان کو شرک و خبائث جاہلیت سے پاک کرتا ہے۔ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ (اور ان کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے) الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ وَالْحِكْمَةَ (اور دانشمندی کی باتیں سکھاتا ہے) سنت یا تفقہ فی الدین مراد ہے۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ (اور بلاشبہ یہ لوگ پہلے) یعنی محمد ﷺ سے پہلے لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (کھلی گمراہی میں تھے) کفر و جہالت میں تھے۔ ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ اور اس کی دلیل لام ہے۔ مطلب یہ ہوا وہ گمراہی میں تھے۔ جس سے بڑھ کر کسی گمراہی کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

آخرین کی مراد:

۳: وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ (اور دوسرے لوگوں کیلئے بھی) نحو: یہ مجرور ہے۔ اور اس کا عطف الامیین پر ہے۔ یعنی اسی نے آپ کو بھیجا امیین میں جو آپ کے زمانہ میں ہیں۔ اور امیین میں سے پچھلوں میں جو ابھی تک نہیں آئے۔ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (مگر

ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے) یعنی ابھی تک ان کے ساتھ نہیں ملے ۔ وہ عنقریب ان سے آملیں گے ۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ہوئے (تابعین) نمبر ۲ ۔ جو صحابہ کرام کے بعد قیامت تک آئیں گے ۔ ایک قول یہ ہے اس سے عجمی مراد ہیں ۔

نحو : اس کا عطف یعلمھم کی ضمیر مفعول پر ہے ۔ اور یہ حالت نصبی میں ہے ۔ تقدیر عبارت یعلمھم ویعلم آخرین ۔ کیونکہ تعلیم کا جب پچھلے زمانہ تک متصل ہو جائے تو وہ اول کی طرف منسوب ہوتی ہے ۔ پس گویا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہر اس چیز کا ذمہ دار ہے جو آپ سے پائی جارہی ہے ۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (اور وہی زبردست حکمت والا ہے) ۔ کہ اس نے اپنی زبردست قدرت سے ایک اُمی آدمی کو اس عظیم کام کیلئے مقرر فرما دیا اور اپنی تائید و مدد اس کے شامل حال کر دی ۔ اور تمام انسانوں میں اسی کا چناؤ کیا ۔

۴ : ذٰلِكَ (یہ) وہ فضل جو اس نے محمد ﷺ کو عنایت فرمایا وہ یہی ہے کہ ان کو اپنے زمانہ کے لوگوں کا پیغمبر بنا دیا اور بعد والے زمانوں کیلئے بھی پیغمبر بنا دیا ۔ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے) جس کو وہ عطاء کرنا چاہتا ہے ۔ اور اس کی حکمت جس کو عطاء کرنے کا تقاضا کرتی ہے ۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)

عدم عمل میں گدھے سے تشبیہ دی :

۵ : مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ (جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی حالت) جن کو اس کے علم کا ذمہ دار اور اس کے احکام پر عمل کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ۔ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا (پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا) پس گویا انہوں نے اس حکم کی ذمہ داری لی ہی نہیں) كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (اس گدھے جیسی ہے جو اپنے اوپر بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہو) اسفار جمع سفر بڑی کتاب ۔

نحو : یحمل حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے ۔ نمبر ۲ ۔ صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے ۔ کیونکہ حمار حکما اس قول میں لئیم کی طرح ہے ۔ ولقد امر علی اللئیم یسبنی ۔ یسبنی جملہ اس کی صفت ہے ۔ اس آیت میں یہود کو گدھے سے تشبیہ دی ۔ کہ وہ تورات کو اٹھانے والے اس کے ذمہ دار اور اس کو پڑھنے والے اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد کرنے والے ہیں ۔ مگر اس پر عامل نہیں ہیں ۔ اور اس کی آیات سے نفع اٹھانے والے نہیں ہیں ۔ اور وہ اس طرح ہے کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی صفات اور بشارت لکھی ہے ۔ مگر یہ اس پر ایمان نہیں رکھتے ۔ اس گدھے سے تشبیہ دی جو علم کی بڑی بڑی کتابیں اٹھانے والا ہو ۔ اور ان کو لے کر وہ جارہا ہو ۔ وہ ان کتابوں کے متعلق اور کچھ نہیں جانتا ۔ سوائے اس تکلیف و تھکاوٹ کے جو بوجھ کی وجہ سے اسے اٹھانی پڑ رہی ہے ۔ ہر وہ شخص جو علم پڑھ رہا ہو مگر اس پر عمل نہ ہو اس کی یہی مثال ہے ۔

بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (بری حالت ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا) یعنی نمبر ۱ : حالت کے لحاظ سے بری حالت اس قوم کی ہے ۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا ۔ نمبر ۲ ۔ بدترین جھٹلانے والی قوم کی

مثال ان جیسی ہے۔اور اس سے مراد یہود ہیں۔جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی صحت و درستی پر دلالت کرنے والی آیات کو جھٹلا دیا۔وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) یعنی جبکہ انہوں نے ظلم کو پسند کرلیا۔ نمبر۲۔ان کو ہدایت نہیں دیتا جن کے متعلق اس کے علم میں ظالم ہونا لکھا جا چکا ہے۔

۶ :قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا (آپ کہہ دیجئے اے یہودیو!) ھاد ۔جبکہ وہ یہودیت اختیار کرلے۔اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ بلا شرکت غیرے تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو تو تم موت کی آرزو کرو (تاکہ تم جلد قرب میں پہنچ جاؤ) اگر تم سچے ہو)۔یہود کہا کرتے تھے۔نحن ابناء اللہ و احباءہٗ۔ [المائدہ:۱۸] یعنی اگر تمہاری بات درست ہے۔اور تمہیں یقین ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمنا کرو کہ وہ تمہیں موت دے کر جلدی سے اپنی عزت و مکرمت کے مقام میں منتقل کردے جو اس نے اپنے اولیاء کیلئے تیار کی ہے۔پھر فرمایا:

۷ :وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (وہ کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں) اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کر کے آگے بھیجا۔

نحو : لا۔لن میں نفی مستقبل کرنے میں کوئی فرق نہیں۔البتہ لن کی نفی میں جو تاکید اور تشدید ہے۔وہ لا میں نہیں پائی جاتی ۔اس لئے کبھی تو وہ تاکید شدید والا لفظ لائے۔ولن یتمنوہٗ [البقرہ:۹۵] اور کبھی دوسرے الفاظ لائے جیسا یہاں ولا یتمنونہ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی حالت کو خوب جانتے ہیں) اس میں ان کو وعید سنائی گئی ہے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ

آپ فرما دیجئے کہ بیشک موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم سے ملاقات کرے گی پھر تم لوٹا دیئے جاؤ گے غیب اور شہادت کے جاننے والے

فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ

کی طرف سو وہ تمہیں تمہارے اعمال سے باخبر کر دے گا۔ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾ فَاِذَا

تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور بیع کو چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو' پھر جب

قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ

نماز کی ادائیگی ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے تلاش کرو' اور اللہ کو خوب زیادہ یاد کرو

كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَیْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور جب وہ کسی تجارت یا لہو کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۱۱﴾ ع

آپ فرما دیجئے کہ جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ ایسے لہو اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔

۸ : قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ (آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو) اور تم جراءت نہیں کر رہے۔ کہ تم اس کی تمنا کرلو۔ اس خطرہ کے پیش نظر کہ تم اپنے کفر کے وبال میں پکڑ لیے جاؤ۔ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ (وہ ایک دن تمہیں آ پکڑے گی) بہرصورت۔

نحو : جملہ انّ کی خبر ہے۔ اور اس پر فاء اس لئے آئی ہے کیونکہ الذی شرط کے معنی کو متضمن ہے۔

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پھر عالم الغیب والشہادۃ کی طرف تم کو لے جایا جائے گا۔ پھر وہ تم کو تمہارے سب کیے کام بتلا دے گا) پھر تم جس سزا کے حقدار ہو گے وہ سزا دے گا۔

نداءِ جمع :

۹ : یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ (اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کیلئے اذان دی جایا کرے) النداء : اذان، مِن یہ اذا کا بیان ہے۔ اور اسکی تفسیر ہے۔ یوم جمعہ یہ دنوں کا سردار ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ جو آدمی

جمعہ کے دن فوت ہوا اس کے لئے شہید کا اجر لکھا جائے گا۔ اور اس کو فتنۂ قبر سے بچا لیا جائیگا۔ (رواہ ابو یعلی فی مسندہ: ۴۱۱۳)
فَاسْعَوْا (تو تم اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو) اسعوا اور امضوا جانے اور چلنے کے معنی میں ہے۔ اور ایک قراءت میں اس طرح آیا ہے۔ قول فراء السعی ، المضی ، الذھاب، ان کا معنی ایک ہے۔ اس سے مراد تیزی سے چلنا نہیں ہے۔
اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (اللہ کے ذکر کی طرف) ذکر اللہ سے مراد جمہور علماء کے نزدیک خطبہ ہے۔

استدلالِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

اسی سے آپ نے استدلال فرمایا ہے کہ اگر خطیب نے صرف الحمد للہ کے الفاظ خطبے میں کہہ کر اسی پر اکتفاء کر لیا تو یہ جائز ہے (کیونکہ الحمد للہ ذکر اللہ میں شمار ہوتا ہے) وَذَرُوا الْبَیْعَ (اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو) یہاں اصل اس بات کا حکم دینا مقصود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والے امور مثلاً دنیا کے مشاغل ان کو چھوڑ دو۔ البتہ ان مشاغل میں سے بیع کو خاص اس لئے کیا گیا۔ کیونکہ جمعہ کے دن بیع و شراء زوال کے وقت کثرت سے ہوتی ہے۔ پس ان کو فرمایا گیا آخرت کی تجارت میں جلدی کرو۔ اور دنیا کی تجارت کو چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف جلد لپکو۔ جس سے زیادہ نفع بخش اور فائدہ مند کوئی چیز نہیں ہے۔ وَذَرُوا الْبَیْعَ (اور بیع کو ترک کر دو) جس کا نفع معمولی ہے۔ ذٰلِکُمْ (یہ) اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جانا۔ خَیْرٌ لَّکُمْ (تمہارے لئے بہت زیادہ بہتر ہے) بیع و شراء کے مقابلہ میں۔ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم کو کچھ سمجھ ہو)

فضل اللہ سے مراد:

۱۰: فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ (جب نماز ادا کی جا چکے) فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ (تو زمین میں پھیل جاؤ) یہ امر اباحت کیلئے ہے۔ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (اور تم اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو) فضل اللہ سے۔ نمبر۱۔ رزق مراد ہے۔ نمبر۲۔ طلب علم نمبر۳۔ عیادۃ المریض۔ نمبر۴۔ دینی بھائی کی ملاقات۔ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا (اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کیا کرو) اور اس کا اس بات پر شکر یہ ادا کرو کہ اس نے اپنے فریضہ کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائی۔ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (کامیابی کی امید رکھتے ہوئے)

تجارتی قافلہ کا واقعہ:

۱۱: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَا نِ انْفَضُّوْا اِلَیْھَا (اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے) آپ سے جدا ہو گئے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ واذا راوا تجارۃ انفضوا الیھا او لھوًا انفضوا الیہ پس ایک فعل کو حذف کر دیا کیونکہ دوسرا اس پر دلالت کر رہا ہے۔ تجارت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان کے لئے اہم ترین تھی۔ (یا جب یہ آیت اتری تو وہ واقعہ تجارتی قافلہ کا ہی تھا)۔
روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ میں بھوک اور مہنگائی پھیل گئی وحیہ بن خلیفہ ایک تجارتی قافلہ لے کر شام سے مدینہ پہنچے۔ اس میں زیتون کا تیل وغیرہ تھا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ دے رہے تھے۔ پس قافلے کا سن کر تمام چلے گئے صرف

آٹھ افراد باقی رہ گئے یا ۱۲ بارہ افراد رہ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر یہ تمام نکل جاتے تو اللہ تعالیٰ ان کی وادی کو آگ سے جلا کر خاکستر کر دیتے۔ (رواہ الواحدی فی اسباب النزول ۲۸۶) جب قافلہ آتا تو اس کا استقبال طبل، تصفیق سے کیا جاتا تھا۔ اور لہو سے یہی مراد ہے۔ وَتَرَكُوْكَ (اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا) یعنی منبر پر قَآئِمًا (خطبہ دیتے)

مَسْئَلَۃٌ: اس میں دلیل ہے کہ خطیب کو کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہیے۔ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ (ان سے کہو! جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے) یعنی ثواب۔ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے) بیع کو ترک کر دینے سے ان کا رزق فوت نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ بہتر رزق دینے والے ہیں۔

الحمد للہ سورۃ الجمعۃ کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔ یوم الاربعاء ۲۱۔۵۔۲۰۰۳

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ المنافقون مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ

جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ① اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا

کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا سو انہوں نے اللہ کی راہ سے روک دیا بیشک یہ لوگ جو کرتے ہیں برا عمل

يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ③ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ

کرتے ہیں یہ اس وجہ سے کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے' پھر ان کے دلوں پر مہر مار دی گئی' لہٰذا وہ نہیں سمجھتے اور جب آپ انہیں دیکھیں گے

تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ

تو ان کے جسم آپ کو اچھے معلوم ہوں گے اور اگر وہ باتیں کرنے لگیں گے تو آپ ان کی بات سننے کی طرف دھیان دیں گے گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو ٹیک لگا کر رکھ دی گئی ہیں وہ ہر چیخ کو

صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ

اپنے اوپر خیال کرتے ہیں یہ دشمن ہی ہیں سو آپ ان سے ہوشیار رہیے۔ اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں پھرے جا رہے ہیں' اور جب ان سے کہا گیا کہ آ جاؤ اللہ کا رسول

لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

تمہارے لئے استغفار کرے تو وہ اپنے سروں کو موڑ لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی کر رہے ہیں' برابر ہے

اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑥

کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں بلاشبہ اللہ انہیں نہیں بخشے گا' بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا فاسقوں کو'

۱: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ (جب یہ منافق آپ کے پاس آتے ہیں۔ تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں) لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہے کہ آپ بلاشبہ اس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے کہ منافقین بلاشبہ اس قول میں جھوٹے ہیں)۔

جھوٹی شہادت:

قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ الایۃ سے منافقین کی مراد ایسی شہادت تھی کہ جس میں زبانوں کے ساتھ ان کے دل بھی موافقت کرنے والے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ یعنی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ معاملہ بالکل اسی طرح ہے جیسا ان کا قول اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ دلالت کر رہا ہے۔ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ وہ زبان و دل کی موافقت کے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ نمبر۲۔ انهم لکاذبون فیه۔ وہ اس میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ جب شہادت زبان و دل کی موافقت سے خالی ہو تو وہ شہادت ہی نہیں رہتی۔ پس اس کا نام شہادت قرار دینے میں وہ جھوٹے ہیں۔ نمبر۳۔ وہ اپنے نفسوں کے ہاں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ ان کا قول انك لرسول اللہ یہ کذب ہے۔ اور ایسی خبر ہے جو مخبر عنہ کی حالت کے برخلاف ہے۔

۲ : اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے) یعنی قتل وقید سے بچانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

مَسْئَلَۃ: اس میں دلیل ہے کہ اشهد یمین ہے۔ فَصَدُّوْا (پھر دوسروں کو بھی روکتے ہیں) عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) اسلام سے نفرت دلاتے ہیں۔ اور لوگوں کو اشتباہ میں مبتلا کرتے ہیں۔

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان کے یہ اعمال بہت ہی برے ہیں) منافقت سے مراد لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا۔ ساء میں تعجب کا معنی ہے تاکہ سامعین کے ذہنوں میں ان کے اس معاملے کو انتہائی برا سمجھا جائے۔

منافقین کا طرزِ عمل:

۳ : ذٰلِكَ (یہ بات) اس کا مشار الیہ ساء ما کانوا یعملون ہے۔ مطلب یہ ہے یہ قول اس بات پر شاہد عدل ہے کہ وہ عملی اعتبار سے لوگوں میں سب سے بدترین ہیں۔ بِاَنَّهُمْ (اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ) ای بسبب انهم۔ اس سبب سے کہ وہ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا (ایمان لائے پھر کافر ہو گئے) نمبر۲۔ ان کے جو حالات منافقت و کذب اور ایمان کو دنیاوی اغراض کیلئے بطور ڈھال استعمال کرنا وغیرہ تمام کام اس سبب سے ہیں کہ انہوں نے پہلے اپنی زبانوں سے کلمہ شہادت کا اقرار کیا اور اسلام میں داخل ہونے والے جیسا عمل تو کیا مگر پھر کافر ہو گئے ان کا کفران کے اس قول میں ظاہر ہو گیا۔ ان کان ما یقوله محمد حقا فنحن حمیر (اگر محمد (ﷺ) کی بات سچی ہے تو ہم گدھے ہوئے) وغیر ذلک۔ نمبر۳۔ مؤمنوں کے پاس تو ایمان کا اقرار کیا پھر اپنے سرداروں کے پاس اسلام سے استہزاء کرتے ہوئے کفر بک دیا۔ جیسا فرمایا: واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا الایۃ [بقرہ:۱۴] فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (پس ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی) ان کے نفاق کی سزا کے طور پر ان کے دلوں کو مہر کر کے بند کر دیا گیا ایمان اس میں داخل ہو نہیں سکتا۔ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (پس اس سبب سے کہ وہ حق کو نہیں سمجھتے) وہ غور و فکر نہیں کرتے یا ایمان کی صحت کو جانتے ہی نہیں۔

منافقین کی دوغلی پالیسی:

۴ : وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ (جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد وقامت خوشنما معلوم ہوں) ک کا خطاب رسول اللہ ﷺ کو فرمایا گیا۔ نمبر۲۔ ہر مخاطب مراد ہے۔ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ (اگر وہ بات کہیں تو آپ ان کی بات سن لیں) عبد اللہ بن ابی جسیم خوبصورت فصیح الکلام آدمی تھا۔ کچھ دیگر منافق بھی اسی ڈیل ڈول کے تھے۔ پس جب وہ مجلس نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے۔ پس وہ اس میں ٹھاٹھ سے بیٹھتے۔ پرشوکت مناظر اور فصیح زبانوں سے بولتے۔ نبی اکرم ﷺ اور حاضرین مجلس ان کی شکلوں اور صورتوں پر تعجب کرتے اور ان کی گفتگو کی طرف کان لگاتے۔ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ (گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو دیوار کے سہارے کھڑی ہیں)

نحو : یہ ھم کی وجہ سے حالت رفعی میں ہے۔ ای ھم کانھم خشب مسندۃ۔ نمبر۲۔ جملہ مستانفہ ہے جس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ مسندۃ سے مراد دیوار کے ساتھ کھڑا ہونا۔ ان کے ٹیک لگانے کو دیوار کے ساتھ کھڑی لکڑی کے ساتھ تشبیہ دی کہ وہ صرف خول ہیں۔ جو اندر سے ایمان وخیر سے خالی ہیں۔

وجہ تشبیہ:

جب لکڑی سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے تو وہ لکڑی چھت یا دیوار یا دیگر ضروریات میں صرف کی جاتی ہے اور جب اس کی ضرورت نہیں ہوتی تو دیوار کے ساتھ اس کو کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ گویا عدم فائدہ میں اس لکڑی سے تشبیہ دی۔ یا لکڑی بے جان ہوتی ہے۔ تو یہ بھی شکلیں ہیں ان میں روحِ ایمان نہیں۔ اجسام ہیں ان میں عقل کا ذرہ نہیں۔

قراءت : ابوعمرو سوائے عباس علی کے خُشْبٌ پڑھا۔ جمع خشبة جیسے بَدْنَة و بُدْنٌ اور خشبٌ یہ ثمرۃ و ثُمُرٌ کی طرح ہے۔

یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ (وہ شور و پکار کو اپنے اوپر پڑنے والی خیال کرتے ہیں) کل صیحة یہ مفعول اول ہے۔ اور علیھم دوسرا مفعول ہے۔ اور کلام پورا ہے۔ ای یحسبون کل صیحة واقعة علیھم ۔ ضارۃ لھم لجبنھم ورعبھم مطلب یہ ہے جب لشکر کی طرف ان کو آواز دی جاتی ہے۔ یا کوئی جانور بھاگ جاتا ہے یا گمشدہ چیز کو ڈھونڈنے کیلئے آواز لگائی جاتی ہے تو ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ مصیبت ان پر آن پڑی ہے۔ پھر فرمایا هُمُ الْعَدُوُّ (یہی لوگ دشمن ہیں) یعنی یہ عداوت میں کامل ہیں۔ کیونکہ سب سے بڑا دشمن اندر گھسا ہوا دشمن ہے۔ جو معاملات میں تیرے ساتھ شریک ہو اور اس کی پسلیوں میں مخالفت کی بیماری گھسی ہو۔ فَاحْذَرْهُمْ (پس ان سے محتاط رہو) ان کے ظاہر پر دھوکہ نہ کھانا۔ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ ان کو غارت کرے) یہ ان کے متعلق بددعا ہے۔ نمبر۲۔ ایمان والوں کو تعلیم دی کہ ان کے حق میں یہ بددعا کریں۔ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ (کہاں پھرے چلے جاتے ہیں) وہ حق سے کس طرح عدول کرنے والے ہیں۔ اس میں ان کی جہالت وضلالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔

۵ : وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ (جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس

آؤ۔ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ استغفار کریں تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں) ان کو موڑتے اور اس سے اعراض کرتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے ان کو مائل کرتے ہیں۔

قراءت: نافع نے لَوَوْا تخفیف سے پڑھا ہے۔

غزوۂ بنو مصطلق اور منافقین کی بدزبانی:

وَرَاَیْتَھُمْ یَصُدُّوْنَ (اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ بے رخی کرتے ہیں) اعراض کرتے ہیں۔ وَھُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ (تکبر کرتے ہوئے) معذرت اور استغفار سے۔ روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب بنو مصطلق کو مریسیع کے مقام پر جالیا۔ (یہ پانی کا نام ہے) اور ان کو شکست دی۔ ان کے کچھ آدمی قتل ہوئے۔ تو جہجاہ بن سعید اجیر عمر رضی اللہ عنہ اور سنان جہنی حلیف ابن ابی کا پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ جہجاہ نے یاللمہاجرین اور سنان نے یاللانصار کہہ کر آواز دی۔ تو فقراء مہاجرین میں سے جعال نے اس کی مدد کرتے ہوئے سنان کو تھپڑ مارا۔ اس پر عبداللہ نے جعال کو کہا تیری کیا مجال! ہم نے محمد کا اس لئے ساتھ نہیں دیا کہ ہم تھپڑ کھائیں۔ ہماری اور ان کی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی نے کہا: سمن کلبک یاکلک۔ اپنے کتے کو پالو تا کہ وہ تمہیں کاٹے۔ سنو! اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ہم میں سے زیادہ عزت والے وہاں سے ذلت والوں کو نکال باہر کریں گے۔ الاعز سے اپنا آپ اور الاذل سے رسول اللہ ﷺ کی ذات مراد لی۔ پھر اپنی قوم کو خطاب کر کے کہنے لگا۔ اللہ کی قسم اگر تم جعال اور اس کے ساتھ والوں کو بچا ہوا کھانا نہ دیتے تو آج وہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوتے۔ ان پر خرچ بند کر دو یہاں تک کہ یہ محمد کے اردگرد سے بھاگ جائیں۔ یہ باتیں زید بن ارقمؓ نوعمر صحابی نے سنیں۔ اور منہ پر عبداللہ کو کہا تو ذلیل ہے۔ اور حقیر اور اپنی قوم کا مبغوض انسان ہے۔ محمد ﷺ رحمان کی طرف سے باعزت اور مسلمانوں کے ساتھ قوت وشوکت والے ہیں۔ عبداللہ نے کہا تو خاموش ہو جا تو تو کھلونا تپلی ہے۔ زید رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کو آ کر اطلاع دی۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا اس میں یثرب کے بہت سے ناک بگڑ جائیں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اگر مہاجرین کے ہاتھوں قتل مناسب نہیں تو کسی انصاری کو اس پر مقرر فرما دیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر ایسا ہوا تو اس بات کا کیا جواب ہوگا کہ محمد تو اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے عبداللہ کو بلوا کر فرمایا۔ تو نے یہ بات کہی ہے۔ جو مجھے پہنچائی گئی ہے تو اس نے کہا اللہ کی قسم! جس نے آپ پر کتاب اتاری۔ میں نے اس میں سے ذرہ بھر بات نہیں کی۔ اور رزید جھوٹ بولتا ہے۔ بس یہی اس کا قول اتخذوا ایمانھم جنۃ میں نقل کر دیا گیا ہے۔ (جھوٹ بول کر اپنے کو بچا لیا) حاضرین نے کہا یارسول اللہ ہمارا یہ شیخ اور بڑا ہے۔ ایک چھوٹے بچے کی بات اس کے متعلق قبول نہ فرمائیں۔ ہوسکتا ہے بچے کو وہم ہو گیا ہو۔

جب آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید کو فرمایا اے نوجوان! اللہ تعالیٰ نے تمہیں سچا کر دیا اور منافقین کو جھوٹا ثابت کر دیا۔ جب عبداللہ کا کذب ظاہر ہو گیا۔ اور اس کو کہا گیا تمہارے متعلق بڑی سخت آیات اتری ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر اپنے لئے استغفار کرواؤ۔ تو اس نے سر موڑ لیا۔ پھر یہ آیت اتری۔ واذاقیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللّٰہ۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۗ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ

یہ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو اللہ کے رسولؐ کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں‘ اور اللہ ہی کے لئے ہیں خزانے زمین کے

وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۞ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ

اور آسمان کے لیکن منافقین نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس ہو گئے تو عزت والا

الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۗ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞

ذلت والے کو نکال دے گا اور اللہ ہی کے لئے ہے عزت اور رسولؐ کے لئے اور مؤمنین کے لئے لیکن منافقین نہیں جانتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

اے ایمان والو! تمہارے اموال اور اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں‘ اور جو شخص ایسا کرے گا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

سو یہ لوگ وہ ہیں جو نقصان میں پڑنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تمہیں موت آ جائے

فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞

سو وہ کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے تھوڑی مدت کے لئے مجھے کیوں مہلت نہ دی میں صدقہ کرتا اور صالحین میں سے ہو جاتا

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞

اور اللہ ہر گز کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اسکی اجل آ جائے اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ وہ بیمار ہو کر مر گیا۔ (واحدی فی اسباب النزول:۲۸۷) (اصل القصة فی الصحیحین)

۶ : سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (اب آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں۔ ان کے حق میں دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا) جب تک وہ نفاق پر مداومت اختیار کرنے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ استغفار اور عدم استغفار ان کے حق میں برابر ہے کیونکہ وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو کوئی حیثیت دیتے ہیں۔ اس کا سبب کفر ہے۔ نمبر۲۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشیں گے اس لئے ان کے حق میں استغفار اور عدم استغفار برابر ہے۔

قراءت : استغفرت حرف استفہام کو حذف کر کے پڑھا گیا۔ کیونکہ ام جو دو میں سے ایک کیلئے آتا ہے۔ وہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (بیشک اللہ ایسے نافرمانوں کو توفیق ہدایت نہیں دیتا)

۷ : هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ (یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ) رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا (کے پاس جمع ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو۔ یہاں تک کہ وہ آپ ہی منتشر ہو جائیں) ینفضوا کا معنی منتشر و متفرق ہونا۔ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ کے پاس آسمان و زمین کے خزانے ہیں) یعنی رزق اور تقسیم رزق اسی کے قبضہ میں ہے۔ وہی انکا رازق ہے۔ اگر اہل مدینہ ان پر خرچ کرنے سے انکار کر دیں گے۔ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (لیکن یہ منافق سمجھتے نہیں) لیکن عبداللہ بن ابی اور اس کے ہم مثل جاہل ہیں۔ وہ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ پھر ہر وہ بات بک دیتے ہیں جو ان کے منہ میں آتی ہے۔ اور جو شیطان ان کے لئے مزین کرتا ہے۔

دوسری بدزبانی:

۸ : يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ (وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ کو لوٹ کر پہنچے) غزوۂ بنو مصطلق سے واپس مدینہ پہنچے۔ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ (تو جو عزت والا ہو گا وہ ذلت والے کو مدینے سے نکال کر باہر کر دے گا۔ عزت تو اللہ) عزت یعنی غلبہ اور قوت وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کو حاصل ہے) جس کو اللہ تعالیٰ عزت دے اور ان کی تائید اپنے رسول اور مؤمنین سے کروائے۔ اور وہ عزت کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسا کہ ذلت، بزدلی شیطان اور اس کے حمایتی کفار و منافقین کیلئے ہے۔

بعض صالحات کا مقولہ:

ان کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا۔ تو انہوں نے کہا کیا تم اسلام پر نہیں ہو۔ انہوں نے کہا اسلام وہ عزت ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کوئی ذلت نہیں اور ایسا غناء ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی فقر نہیں۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا قول:

ایک آدمی نے ان کو کہا۔ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ تم میں تکبر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تکبر نہیں بلکہ یہ عزت ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن منافقین یہ بات جانتے نہیں)۔

۹ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ (اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال غافل نہ کر دیں) لاتلھکم تمہیں مشغول نہ کر دیں۔ اموال یعنی اموال میں لین دین اور اس کو بڑھانے کی کوشش اور اس پر نفع کی طلب۔ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ (اور نہ تمہاری اولادیں) اور تمہارا ان سے خوش ہونا اور ان پر شفقت کرنا اور ان کی امداد کیلئے کھڑے ہونا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی یاد سے) یعنی صلوات خمس یا قرآن مجید کے وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ (اور جو ایسا کریں گے) وہ دین ترک کر کے دنیا میں مشغول ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ جو آدمی اپنے اموال کو بڑھانے کی طرف متوجہ ہے۔ مگر اپنے احوال کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ اور آخرت کی درستی کی بجائے اولاد کی رضامندی میں مشغول ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (وہی ناکام رہنے والے ہوں گے) اپنی اس تجارت میں اس لئے کہ انہوں نے فانی کے بدلے باقی کو بیچ ڈالا۔

موت سے پہلے خرچ کرلو:

۱۰: وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ (اور ہم نے جو کچھ تم کو دیا۔ اس میں سے کچھ (حقوق واجبہ کی ادائیگی میں) خرچ کرو) مِنْ یہ تبعیض کیلئے ہے۔ مراد اس سے انفاق واجب علی الواجب ہے۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو) یعنی من قبل ان یری دلائل الموت اس سے پہلے کہ وہ موت کے آثار دیکھے اور ان معاونتوں کو جو مہلت سے مایوس کرنے والی ہوں درآنحالیکہ اس پر خرچ کرنا بھی مشکل ہو۔ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ (پھر وہ حسرت سے کہنے لگے اے میرے رب مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہیں دی) آپ نے میری موت کو مؤخر کیوں نہ کر دیا۔ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ (ایک قریبی زمانہ تک) فَاَصَّدَّقَ (کہ میں خیر خیرات کر دیتا) میں صدقہ کر لیتا۔

نحو: یہ لولا کا جواب ہے۔ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا) الصالحین سے مؤمنین مراد ہیں۔ یہ آیت ایمان والوں کے متعلق نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے: یہ منافقین کے متعلق اتری۔

قراءت: واکون ابوعمرو نے نصب کے ساتھ پڑھا اور لفظ پر عطف کیا۔ اور جزم موضع اصدق پر عطف کی وجہ سے ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا ان اخرتنی اصدق واکن۔

۱۱: وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا (اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا) موت سے اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا (جبکہ اس کی میعاد ختم ہونے پر آ جاتی ہے) جو لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے۔ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے)

قراءت: حماد و یحییٰ نے یعملون پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوگا جب تمہیں معلوم ہے۔ کہ موت کی اپنے وقت سے تاخیر کا کوئی راستہ نہیں۔ اور وہ اچانک ہجوم کر کے آ جانے والی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سارے اعمال کا علم ہے۔ پس وہ ترک واجبات پر خود سزا دیں گے۔ اب تو صرف اتنی بات باقی رہ گئی کہ آدمی جلد از جلد اپنے واجبات و فرائض سے بریٔ الذمہ ہونے کی کوشش کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تیاری کرے۔

الحمدللہ سورۃ المنافقون کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِ عَشَرَةَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ التغابن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور ایک قول کے مطابق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں اس کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۱ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

قادر ہے' وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو تم میں بعض کافر ہیں اور بعض مومن ہیں' اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو

بَصِيْرٌ ۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۳

دیکھ رہا ہے۔ اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ اور تمہاری صورتیں بنا دیں سو اچھی بنائیں' اس کی طرف لوٹ جانا ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ

وہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ سب اعمال کو جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینے کی باتوں کو

الصُّدُوْرِ ۴ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ

جاننے والا ہے۔ کیا تمہارے پاس ان کافروں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے سو انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا اور ان کے لئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۵ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا

دردناک عذاب ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ بیشک ان کے پاس ان کے رسول کھلے ہوئے معجزات لائے تھے سو انہوں نے کہا کیا ہمیں آدمی ہدایت دیں گے'

فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۶ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ لَّنْ

سو انہوں نے کفر اختیار کیا اور اعراض کیا' اور اللہ نے بے نیازی کا معاملہ کیا' اور اللہ بے نیاز ہے اور حمد کا مستحق ہے۔ کافروں نے یہ خیال کیا کہ وہ ہرگز نہیں

يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۷

اٹھائے جائیں گے آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی کہ تم ضرور ضرور اٹھائے جاؤ گے اور تمہیں ضرور ضرور تمہارے اعمال سے باخبر کیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے

حقیقی بادشاہی اللہ کی:

۱ : يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

آیت میں دونوں ظروف کو مقدم کیا تا کہ ملک وحمد کی خصوصیت اللہ عزوجل کے ساتھ ثابت ہو سکے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہی حقیقت میں اسی ہی کی ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو ابتداء سے بنانے والا اور اس کو قائم رکھنے والا ہے اور اسی طرح تعریف حقیقی کا حقدار بھی وہی ہے۔ کیوں کہ اصول نعمت اور فروع نعمت اس کی طرف سے میسر ہوئیں۔ باقی دنیا میں جو بادشاہ کہلاتے ہیں۔ یہ اسی نے ان کو تسلط دیا۔ اور نگران بنادیا۔ اور دوسرے کی تعریف جو تھوڑی بہت کی جاتی ہے وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اس کے ہاتھ سے جاری ہوئی۔ اس لئے وہ سبب عارضی برائے حصول نعمت بن جانے کی وجہ سے تعریف کیا جانے لگا۔

۲ : هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ (وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مؤمن) کافر ہیں یعنی کفر کا ارتکاب کرنے والے اور کفر کرنے والے ہیں۔ اور بعض ایمان لانے والے ہیں۔ ایمان کا فعل کرنے والے ہیں۔ اور اس معنی پر۔ واللہ بما تعملون بصیر دلالت کر رہا ہے۔

اصل نعمتیں دینے والے اللہ ہیں:

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (یعنی تمہارے کفر وایمان کو جاننے والے اور دیکھنے والے ہیں) جو کہ دونوں تمہارے عمل ہیں۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے۔ جنہوں نے اصل نعمتیں اپنے فضل سے عنایت فرمائیں ہیں۔ اور اسی کو عدم سے خلق وایجاد کہا جاتا ہے۔ لازم یہ تھا کہ تم تمام شکر گزار ہوتے۔ تمہیں کیا ہوا کہ تم نے پارٹی بازی بنالی۔ پس کوئی کافر بن گئے اور کچھ مؤمن؟ کفر کو اولاً لائے۔ کیونکہ اغلب واکثر کافر ہی ہیں۔ اور اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں۔ جیسے (خوارج) کہ کچھ لوگ نہ مؤمن ہیں اور نہ کافر۔ ایک قول یہ ہے وہی ذات جس نے تمہیں پیدا کیا پس بعض تم میں خلق کے انکاری ہیں اور وہ دہریہ ہیں اور بعض تم میں سے اس پر ایمان لانے والے ہیں۔

۳ : خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (اسی نے آسمانوں کو اور زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا) اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اور وہ یہ ہے کہ زمین کو مکلفین کے ٹھہراؤ کی جگہ بنادیا تا کہ وہ عمل کریں اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیں۔

سب سے زیادہ خوبصورت انسان:

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (اور تمہاری صورتیں بنائیں) پس اچھی صورتیں بنائیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام حیوانات میں سب سے زیادہ شاندار اور خوبصورت بنایا۔ اس کی دلیل نمبر ا۔ عقلی یہ ہے۔ کہ انسان کبھی بھی یہ تمنا نہیں کرتا کہ اس کی صورت دیگر حیوانات میں سے کسی کی شکل جیسی ہوتی۔ نمبر ۲۔ اس کی حسن صورت کی دلیل یہ بھی کہ سیدھے قد والا بنایا۔ کبڑا، جھکا ہوا

بدصورت، بدشکل نہیں بنایا۔ بے ڈھبی خلقت ہوا۔ اس میں بے ڈھبہ پن تو کوئی نہیں۔

درجاتِ حسن:

البتہ یہ ضرور بات ہے کہ حسن کے درجات ہیں۔ سب سے کم درجہ اور اس سے اوپر جن میں ملاحت نہیں۔ صباحت نہیں مگر حسن سے کوئی خالی نہیں۔

قول حکماء:

دو چیزوں کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ نمبرا۔ جمال نمبر۲۔ بیان۔

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (اور اس کی طرف تم سب نے لوٹ کر جانا ہے) پس اپنے بواطن کو خوبصورت بناؤ۔ جیسا اس نے تمہیں خوبصورت شکلیں دیں۔

۴ : يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ (وہ اس سے بھی واقف ہے جو زمین اور جو آسمان میں ہے۔ اور سب چیزوں) وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جو تم علانیہ کرتے ہو۔ اور وہ دلوں تک کی باتوں کو جاننے والا ہے) وہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کو جانتے ہیں۔ پھر جو بندے بھید چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے بھی واقف ہے۔ پھر وہ سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔ کلیات وجزئیات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس پر مخفی ہو۔ پس اس کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور احتیاط کی جائے۔ اور جو چیز اس کی رضا کے خلاف ہو۔ اس کی جرأت نہ کی جائے۔ علم الٰہی کو دوبارہ ذکر کرنا درحقیقت یہ وعید کو دوبارہ لانے کی طرح ہے۔ اور وہ تمام جو فمنکم کافر و منکم مؤمن کے بعد ذکر کیا گیا۔ وہ کفر پر وعید ہی کے حکم میں ہے۔ اور اس بات پر انکار ہے کہ خالق کی نافرمانی کی جائے اور اس کی نعمتوں کا شکر یہ نہ ادا کیا جائے۔

۵ : اَلَمْ يَاْتِكُمْ (کیا تم کو نہیں پہنچی) یہ کفار مکہ کو خطاب ہے۔ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ (خبر ان لوگوں کی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا) یعنی قوم نوح، ہود، صالح، لوط۔ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ (انہوں نے اپنے اعمال کا وبال (دنیا میں بھی) چکھا) یعنی دنیا میں کفر کی سزا چکھی۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور اس کے علاوہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے) جو آخرت میں ملے گا۔

۶ : ذٰلِكَ (یہ) اس کا مشارٌ الیہ ہے وہ وبال جو ان کو دنیا میں پہنچا اور آخرت میں ان کے لئے تیار کیا گیا۔ بِاَنَّهٗ (اس سبب سے) کہ بات اور حالت یہ ہے۔ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (یہ اس سبب سے کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر دلائل واضحہ لے کر آتے) البینات سے معجزات مراد ہیں۔ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا (تو ان لوگوں نے ان کو کہا کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے) انہوں نے بشر کے لئے رسالت کا انکار کردیا۔ مگر حجر و پتھر کیلئے عبادت کا انکار نہیں کیا۔ فَكَفَرُوْا (غرض انہوں نے کفر کیا) رسولوں کا انکار کردیا۔ وَتَوَلَّوْا (اور روگردانی اختیار کی) ایمان سے منہ موڑ لیا۔ وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی کوئی پرواہ نہ کی)

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۸ یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ

سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا اور اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے' جس دن تم کو جمع ہونے کے

لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ

دن میں جمع فرمائے گا۔ یہ دن ہے جس میں لوگ نقصان میں پڑیں گے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ اللہ اس کے گناہوں کا کفارہ فرمادے گا

وَیُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۹

اور اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ بڑی کامیابی ہے

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۱۰

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ان کو آزاد چھوڑ دیا۔ تاکہ ہر چیز حاصل کرلیں اور ان اشیاء من جملہ میں سے ایمان اور طاعت بھی تھی۔ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہیں) حَمِیْدٌ (اپنی صنعت پر تعریفوں والے ہیں)

۷ : زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا (کافر یہ دعویٰ کرتے ہیں) کافروں سے یہاں اہل مکہ مراد ہیں۔

نحو : الزعم علم کا دعویٰ اور یہ فعل علم کی طرح متعدی ہوتا ہے۔

کفار کا انکارِ بعث:

اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا (کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے) ان اپنے مابعد سمیت دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ انھم ان یبعثوا۔ کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ قُلْ بَلٰى (آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں) یہ مابعدلن کے اثبات کیلئے لائے اور جس کا اثبات کیا وہ بعث ہی ہے۔ وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ (مجھے اپنے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے)۔ یہاں اخبار کو قسم سے مؤکد کیا گیا ہے۔

سوال : جس چیز کو انہوں نے انکار کیا۔ اس پر قسم کا کیا فائدہ ہے؟

جواب : یہ جائز ہے کیونکہ اس سے خوب تہدید ہوتی ہے۔ اور دل میں اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے؟ گویا اس طرح کہا گیا جس کا تم انکار کرتے ہو وہ لامحالہ ہو کر رہے گی۔ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ (پھر جو کچھ تم نے کیا ہوگا۔ اس سے تم کو آگاہ کیا جائے گا) اور اس کے مطابق سزا دی جائے اور یہ بات اور مشارٌ الیہ بعث ہے کہ یہ بعث عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ (اللہ تعالیٰ کیلئے بہت آسان ہے) معمولی ہے۔

۸ : فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ)۔ رسول سے محمد ﷺ مراد ہیں۔ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ

اَنْزَلْنَا (اوراس نور پر جو ہم نے نازل کیا) یعنی نور سے قرآن مراد ہے۔کیونکہ وہ ہر چیز کی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔پس اس سے راہنمائی لی جاتی ہے جیسا روشنی سے۔وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہواس سے باخبر ہے) پس امور کا دھیان کرو۔

یوم تغابن:

۹ :يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ (اور یاد کرواس دن کو جب اللہ تعالیٰ تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا)

نحو: یوم منصوب لتنبؤن کی وجہ سے ہے۔نمبر۲۔اذکر محذوف کی وجہ سے لِيَوْمِ الْجَمْعِ (جس میں اولین وآخرین سب جمع ہونگے) ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ (وہ دن گھاٹا دینے کا ہے) یہ لفظ بطور استعارہ تغابن القوم فی التجارة سے لیا گیا ہے۔اوراس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ وہ غبن کریں۔قیامت کے دن سعداء اشقیاء کے مقام پر اتر آئے وہ مقامات جن کو وہ کم درجہ سمجھتے تھے اگر وہ سعداء ہوتے۔اور بدبخت سعداء کی جگہ اتر آئے۔وہ مقامات کہ جن کو وہ کم درجہ خیال کرتے۔اگر وہ اشقیاء ہوتے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔اور ذلك يوم التغابن کا معنی یہ ہے۔لوگ تو اس دن کے علاوہ دنوں میں گھاٹا ڈالا کرتے تھے۔اوراسی کو بڑا خیال کرتے۔مگر قیامت کے دن کا گھاٹا حقیقت میں وہ گھاٹا ہے۔دنیا کے معاملات میں تغابن کی تو اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں۔وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا (اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا۔اور نیک کام کرتا ہوگا) یہ صالحًا مصدر کی صفت ہے۔ای عملاً صالحًا اوراس نے عمل کیا نیک عمل۔يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ (اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کردے گا اوراس کو داخل کرے گا)

قراءت: مدنی، شامی نے نکفر اور ندخله پڑھا ہے۔

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (ایسے باغوں میں داخل کرے گا۔جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔اور جن کے اندر ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی ہی کامیابی ہے)

۱۰ :وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا۔اور ہماری آیات کو جھٹلایا ہوگا۔وہ دوزخی ہیں۔اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور برا ٹھکانہ ہے)

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے اور جو بھی کوئی شخص اللہ پر ایمان لائے وہ اس کے قلب کو ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کا

عَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾

جاننے والا ہے اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی سو اگر تم اعراض کرو تو ہمارے رسول پر پہنچا دینا ہے واضح طور پر'

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ

اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہ ہی اور اللہ پر بھروسہ کریں مومن بندے' اے ایمان والو! بیشک تمہاری بیویوں

وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں سو ان سے ہوشیار رہو' اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو سو بلاشبہ اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا

غفور ہے رحیم ہے بات یہی ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے سو تم اللہ سے

اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ

ڈرو جہاں تک تمہاری طاقت ہے اور بات سنو اور فرمانبرداری کرو اور اچھے مال کو اپنی جانوں کے لئے خرچ کرو۔ اور جو شخص اپنے

نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ

نفس کی کنجوسی سے بچا دیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں اگر تم اللہ کو قرض دو اچھا قرض تو وہ تمہیں اس کو بڑھا کر دے گا

ع ۲ / ۱۶ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

اور تمہاری مغفرت فرما دے گا اور اللہ قدر دان ہے بردبار ہے' غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے۔ عزیز ہے حکیم ہے۔

تکلیف اس کی تقدیر و مشیت سے ہے:

۱۱: مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ (اور کوئی مصیبت بغیر حکم اللہ تعالیٰ کے نہیں آتی) مصیبۃ سے مراد سختی، مرض، موت اہل و عیال نمبر۲۔ ایسی شئی جو غم پہنچائے۔ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی اس کے علم اور اس کی تقدیر اور مشیت سے۔ یہ گویا اس کی طرف سے مصیبت کو اجازت ہے کہ وہ بندے کو پہنچے۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر (پورا) ایمان لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو صبر

ورضا کی راہ دکھا دیتا ہے۔کہ وہ مصیبت کے وقت اس کی بارگاہ میں رجوع کر کے انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہے۔ (البقرہ:۱۵۶)
نمبر۲۔دل اور سینے کوکھول دیتا ہے جس سے ان کی اطاعت وخیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔نمبر۳۔یھد قلبہ اس کے دل کی راہنمائی کر دیتا ہے جس سے اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ جو اس کو پہنچا ہے۔وہ اس سے خطا کرنے والا نہ تھا۔اور جو اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔وہ اس کو پا نہ سکتا تھا۔

قولِ مجاہد:

اگر وہ ابتلاء میں پڑے تو صبر کرے اور اس کو مزید نعمت ملے تو شکر کرے اور اگر اسپر ظلم ہو تو وہ درگزر سے کام لے۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے)

۱۲ : وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ اور (ہر امر میں) اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم روگردانی کرو گے) اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے۔فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔یعنی اس پر تبلیغ لازم ہے۔اور وہ انہوں نے کر دی)

۱۳ : اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (وہی اللہ ہے۔اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔اس میں رسول اللہ ﷺ کو توکل علی اللہ پر ابھارا گیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس توکل کے نتیجہ میں تکذیب کرنے اور منہ موڑنے والوں کے خلاف ان کی امداد فرمائے۔

بعض اولادیں تمہاری دشمن ہیں:

۱۴ : يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ (اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے دشمن ہیں) یعنی بیویوں میں سے بعض بیویاں اپنے خاوندوں کی نافرمانی کرتیں اور ان سے جھگڑا کرتی ہیں۔اور اسی طرح بعض اولادیں اپنے والدین سے دشمنی کرتی اور ان کی نافرمانی کرتی ہیں۔فَاحْذَرُوْهُمْ (پس تم ان سے ہوشیار رہو) ھُم کی ضمیر عدو یا ازواج یا اولاد تمام کی طرف راجع ہے۔مطلب یہ ہوا جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ بھی دشمن سے خالی نہیں۔پس تم ان سے احتیاط برتو۔ اور انکے شرور اور گمراہ کن باتوں پر اعتبار نہ کرو۔

وَاِنْ تَعْفُوْا (اور اگر تم معاف کرو گے) جب ان کی کسی عداوت پر اطلاع پا کر اگر تم ان کو معاف کر دو۔اور ان کا مقابلہ ان کے طرز عمل سے نہ کرو۔وَتَصْفَحُوْا (اور درگزر کرو گے) توبیخ سے گریز کرو گے۔وَتَغْفِرُوْا (اور بخش دو گے) ان کے گناہوں کو چھپا کر۔فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا بڑا مہربان ہے)۔وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور برائیاں مٹا ڈالے گا۔

ایک قول یہ ہے:

کہ بعض لوگوں نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ان کی ازواج اوراولاد آڑے آئی۔اور کہنے لگے۔تم چلے جاؤ گے تو ہم کو ضائع کر دو گے۔پس وہ نرم پڑ گئے اور ہجرت سے رک گئے۔جب بعد میں انہوں نے ہجرت کی۔اوران لوگوں کو دیکھا کہ جو ہجرت میں سبقت کرنے والے ہیں وہ دین میں بہت آگے بڑھ گئے اور فقاہت حاصل کر چکے ہیں۔تو انہوں نے اپنے ازواج واولاد کو سزا دینا چاہی تو ان کے عفو ودرگزر سے زینت دے دی گئی۔

۱۵ :اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (تمہارے اموال اوراولاد ایک آزمائش کی چیز ہے) آزمائش ومشقت ہے کیونکہ وہ گناہ اور سزامیں مبتلا کرتے ہیں۔اوران دونوں چیزوں سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (اوراللہ تعالیٰ ہی کے ہاں اجرعظیم ہے) آخرت میں اور یہ تمہارے دنیاوی فوائد جو اموال واولاد کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔ان سے بہت بڑھ کر ہے۔

مِن کا نکتہ:

یہاں مِنۡ داخل نہیں کیا۔من اموال یا من اولاد نہیں فرمایا۔جیسا کہ العداوت کے سلسلہ میں مِنۡ داخل کیا۔کیونکہ تمام اموال و اولاد ہی آزمائش کا باعث اور دل کو مشغول کرنے والے ہیں۔البتہ بعض عداوت سے خالی ہیں۔اس لئے من داخل نہیں کیا۔

حق تعالیٰ کی تفسیر:

۱۶ :فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) تمہاری ہمت اور وسعت کے مطابق۔ایک قول یہ ہے کہ یہ حق تقاتہٖ کی تفسیر ہے۔وَاسْمَعُوْا (اور سنو) جو تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔وَاَطِيْعُوْا (اور مانو) جس کا تمہیں حکم دیا جائے۔اور جس سے منع کیا جائے۔وَاَنْفِقُوْا (اور تم خرچ کرو) ان مقامات پر جہاں خرچ کرنا تم پر لازم ہوا۔خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ (یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا)

زیادہ صحیح قول یہ ہے:

اس کی تقدیر کلام اس طرح ہے۔ائتوا خیرًا لا نفسکم وافعلوا ما ھو خیر لھا تم اپنے نفوس کو بھلائی پہنچاؤ اور وہ کرو جو تمہارے نفوس کیلئے بہت بہتر ہو۔اس میں اوامر کی پیروی کرنے کی تاکید ہے۔اور وضاحت ہے۔کیونکہ یہ امور تمہارے نفوس کیلئے اموال واولاد سے بہت بہتر ہیں۔اوراس سے بھی جس پر تم جھکے پڑے ہو اور یعنی شہوات وزخارف دنیا کی محبت۔وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ (اور جو لوگ نفسانی حرص سے محفوظ رہیں) زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ کے متعلق بخل سے بچے رہے۔فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (وہی آخرت میں فلاح یاب ہونگے)

۱۷ :اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (اگر تم اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض دو گے) قرض حسن سے نیت واخلاص کے ساتھ دینا۔

قرض کا تذکرہ استدعاء میں لطف پیدا کرنے کیلئے ہے (یہ ہم ایسے لوٹا دیں گے جیسے قرض لازم سمجھ کر لوٹایا جاتا ہے۔ ورنہ آقا اور غلام میں قرض ہی کیا اور یہاں تو خالق ومخلوق ہیں) یُّضٰعِفْهُ لَكُمْ (وہ اس کو تمہارے لئے بڑھاتا چلا جائے گا) ایک کے بدلہ میں دس یا سات سو گنا سے جتنا چاہے گا بڑھا دے گا۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ (اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا قدردان ہے) کہ قلیل کو قبول کر کے بہت کثیر وجزیل عنایت فرماتا ہے۔ حَلِيْمٌ (بڑا بردبار ہے) بخیل کے گناہ میں سے بڑے گناہوں پر بھی واپسی کر لیتا ہے۔ نمبر۲۔ صدقہ رد کرنے والے کو بڑھا کر دیتا ہے۔ اور روک لینے والے کو جلد سزا نہیں دیتا۔

۱۸: عٰلِمُ الْغَيْبِ (وہ ہر پوشیدہ چیز کو جاننے والا ہے) دلوں کے جو راز چھپے ہوتے ہیں۔ وہ ان کو بھی جانتا ہے۔ وَالشَّهَادَةِ (اور جس چیز کا لوگ مشاہدہ کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے)۔ یعنی جو ظاہری مصائب وحوادث دنیا میں پھیلے ہیں ان سے بھی واقف ہے۔ الْعَزِيْزُ (وہ زبردست ہے) سخاوت ومعروف کے اظہار سے عزت دینے والا ہے۔ الْحَكِيْمُ (اور حکمت والا ہے) غیوب کے حالات اور اطلاعات دینے میں۔

الحمدللہ بعد المغرب تفسیری ترجمہ سورت کا تکمیل ہوا

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الطلاق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا

اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو انہیں عدت سے پہلے طلاق دو' اور عدت کو اچھی طرح شمار کرو' اور اللہ سے

اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ

ڈرو جو تمہارا رب ہے' ان عورتوں کو تم ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں' مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی ہوئی بے حیائی کریں'

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ

یہ اللہ کی حدود ہیں' اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے سو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا' اے مخاطب شاید تو یہ نہیں جانتا

اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ

کہ اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا فرما دے پھر جب وہ عورتیں اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں روک لو بھلائی کے ساتھ یا

فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ

چھوڑ دو بھلائی کے ساتھ' اور عدل والے دو آدمیوں کو گواہ بنا لو اور اللہ کے لئے گواہی کو قائم کرو' اور یہ وہ چیز ہے

بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ڛ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ②

جس کی اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہو وہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے

ارادہ طلاق مراد ہے:

۱ : يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ (اے پیغمبر ﷺ (آپ لوگوں کو کہہ دیجئے) کہ جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو۔ تو (زمانہ) عدت میں (طہر کی حالت میں) طلاق دو اور عدت کی گنتی یاد رکھو) نداء میں نبی اکرم ﷺ کو خاص کیا گیا۔ اور خطاب عام امت کو کیا گیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ امت کے پیشوا اور مقتدا ہیں۔ جیسا کہ قوم کے رئیس کو کہا

جا تا ہے۔ یافلان افعلوا کذا ۔اس سے مقصود اس کے تقدم کو ظاہر کرنا اور اس کی سرداری کو معتبر قرار دینا ہوتا ہے۔اور یہ کہ وہ اپنی قوم کا نمونہ ہے۔پس وہ اکیلا ہی پوری قوم کے حکم میں ہے اور تمام کے قائم مقام ہے۔

ایک قول یہ ہے:

تقدیر کلام اس طرح ہے :یایھا النبی و المؤمنون اذا طلقتم النساء کا معنی جب تم ان کو طلاق دینے کا ارادہ کرو۔ ارادہ فعل کی تعبیر فعل سے کی جاتی ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔من قتل قتیلا فله سلبه [رواہ احمد: ۱۱۴/۳ والبخاری ۳۰۵۱/ مسلم/۱۸۰۹] اور اسی سے کہا جاتا ہے کہ نماز کی طرف جانے والا اور نماز کا منتظر حکم نماز میں شمار ہوتا ہے۔فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (پس تم ان کو طلاق دو اس حال میں کہ وہ اپنی عدت کا سامنا کرنے والیاں ہوں۔اور رسول اللہ ﷺ کی قراءت میں فی قبل عدتھن ہے۔جب عورت کو طلاق اس طہر میں دی جائے گی جو حیض سے پہلے ہوگا۔تو گویا اس عورت کو طلاق ایسی حالت میں ملی ہے کہ وہ اپنی عدت کا سامنا کرنے والی ہے۔مراد یہ ہے۔

طلاق احسن:

ایسی مدخول بہا عورتیں جو حیض سے عدت گزارنے والیاں ہوں ان کو ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں ان سے جماع نہ کیا گیا ہو۔پھر ان کو چھوڑ دیا جائے۔یہاں تک کہ ان کی عدت گزر جائے۔یہ سب سے بہتر طلاق ہے۔وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ اس کو حفظ سے یاد کرو اور تین کامل آئندہ حیضوں سے پورا کرو۔کہ ان میں کوئی ناقص نہ ہو۔خاوندوں کو خطاب اس لئے کیا کیونکہ عورتیں اس سلسلہ میں غفلت کرتی ہیں۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔اور ان عورتوں کو مت نکالو) یہاں تک کہ ان کی عدت پوری ہو۔مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ (ان کے رہنے کے گھروں سے) ان رہائشی مکانات سے جہاں وہ عدت سے قبل رہائش پذیر تھیں۔اور وہ خاوندوں کے گھر ہی ہیں۔اور عورتوں کی طرف اضافت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کی رہائش کیلئے خاص تھے۔

مَسْئَلَه: اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سکنی واجب ہے اور جب کوئی آدمی یہ قسم اٹھالے کہ وہ فلاں کے گھر میں داخل نہ ہوگا۔تو اس کے رہائشی مکان میں خواہ وہ اس کی ملک نہ بھی داخل ہونے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

معنی الاخراج:

کہ خاوند ان کو ناراضگی کی وجہ سے مت نکالیں۔ان کی سکونت کو ناپسند کرتے ہوئے نہ نکالیں یا مکان کی ضرورت کے پیش نظر نہ نکالیں۔اور نہ ہی ان کو نکلنے کی اجازت دیں جبکہ وہ ان سے نکلنے کا مطالبہ کریں یہ بات ظاہر کرنے کیلئے کہ رکاوٹ کے دور کرنے میں ان کے اذن واجازت کو کوئی دخل نہیں ہے۔وَلَا يَخْرُجْنَ (اور نہ وہ خود نکلیں) اگر اس کا ارادہ رکھتی ہوں۔اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (ہاں مگر کوئی کھلی بےحیائی کریں) ایک قول یہ ہے :فاحشہ سے مراد زنا ہے۔یعنی اگر وہ ارتکاب زنا کر

لیس تو نفاذ حد کیلئے اس کو نکالا جائے گا۔ ایک اور قول یہ ہے عورت کا اختتام عدت سے پہلے نکلنا یہ فی نفسہٖ فاحشہ ہے۔ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں) اس سے مذکورہ احکام مراد ہیں وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا۔ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ اے مخاطب مجھے معلوم نہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ (اس کے بعد) کوئی نئی بات تیرے دل میں پیدا کردے) کہ خاوند کے دل کو بغض سے محبت کی طرف پلٹ دے اور بے رغبتی کو رغبت میں بدل ڈالے اور عزیمیت طلاق پر شرمندگی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے۔ مطلب یہ ہوافطلقوھن لعدتھن واحصوا العدة ورلا تخرجوھن من بیوتھن۔ پس ان کو عدت کے وقت میں طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور ان کو رہائشی گھروں سے نہ نکالو شاید کہ تمہیں شرمندگی ہو پھر تم رجوع کرلو۔

۲ : فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ (پھر جب وہ اپنی عدت کے خاتمہ کے قریب پہنچ جائے) عدت کے اختتام کے قریب پہنچ جائیں۔ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (تو تم قاعدے کے موافق ان کو (اپنے نکاح) میں روک لو یا قاعدہ کے موافق ان کو چھوڑ دو) مطلب یہ ہے تمہیں اختیار ہے اگر تم رجوع کرنا چاہو۔ اور روکنا قاعدہ اور احسان کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اور اگر رجعت نہیں چاہتے مفارقت چاہتے ہو تو وہ ضرار سے بچی ہوئی ہونی چاہیے ضرار یہ ہے کہ عورت سے عدت کے اختتام پر رجوع کرے پھر اس کو اسلئے طلاق دے تاکہ اس کی عدت طویل ہو اور اس کو تکلیف پہنچے۔ وَّاَشْهِدُوْا (اور تم گواہ بنالو) رجوع وفرقت ہر دو دو وقت میں گواہ بنالینا مستحب ہے تاکہ ان کے مابین جھگڑا نہ پڑے۔ ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (دو عدل والے تم مسلمانوں میں سے) وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ (اے گواہو! تم ٹھیک اللہ تعالیٰ کیلئے شہادت دو) خالص اس کی رضامندی کیلئے اور وہ یہ ہے کہ وہ گواہی نہ تو مشہود علیہ اور نہ مشہود لہٗ اور نہ ہی کسی اور غرض کی خاطر دیں بلکہ صرف ازالۂ ظلم اور قیامِ حق کیلئے دیں۔ ذٰلِكُمْ (یہ) یعنی شہادت کو رضائے الٰہی اور انصاف کو قائم رکھنے کیلئے دینا۔ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہو) یعنی اس سے نفع ایسے ہی لوگوں کو ہوگا۔

تقویٰ والے کے لئے اللہ راہ نکال دیتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے) یہ جملہ معترضہ طلاق کو طریق سنت کے مطابق جاری کرنے کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ پھر سنت طریق سے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور معتدہ طلاق کو تنگ نہیں کرتا اور اس کو جائے سکونت سے دوران عدت نہیں نکالتا اور محتاط رہا۔ تو اس کو جمع خاطر رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ضرور کوئی ایسا راستہ اس غم سے نکلنے کا پیدا کردیں گے جو عموماً ایسے خاوندوں کو پیش آیا کرتا ہے۔ اس کو تنگیوں سے نکال کر کشادگی کردیں گے اور پریشانیوں سے چھٹکارا عنایت فرمائیں گے۔

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ

اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے ملنے کا گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرلے سو وہ اس کے لئے کافی ہے بلاشبہ اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے بیشک

جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③ وَالّٰٓـئِيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَاۗىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ

اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے۔ اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو شبہ ہو

فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـئِيْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ وَمَنْ

تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں کو حیض نہیں آتا اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے اور جو شخص اللہ سے

يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ④ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ

ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا۔ یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل فرمایا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس

عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ⑤ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَاۗرُّوْهُنَّ

کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا۔ تم ان عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو۔ اور ان کو تنگ

لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ

کرنے کے لئے ضرر مت پہنچاؤ اور اگر وہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان پر خرچ کرو۔ پھر اگر وہ عورتیں تمہارے لئے

لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ⑥ ۭ

دودھ پلائیں تو تم ان کو اجرت دو۔ اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو۔ اور اگر باہم کشمکش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلاوے گی۔

۳ : وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (اور اس کو ایسی جگہ سے رزق بھی پہنچا دیتا ہے۔ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں) ایسے طریق سے کہ جس کا اس دل میں گمان بھی نہیں ہوتا) یہ بھی درست ہے کہ اس آیت کو ذلکم یوعظ بہ کے ساتھ بطور استطراد لایا جائے۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کا راستہ مقرر کر دیں گے اور اس کو دنیا و آخرت کے غموم سے چھٹکارا ملے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاوت فرمائی اور فرمایا دنیا کے شبہات اور غمرات موت اور قیامت کے دن کی سختیوں سے چھٹکارا ملے گا۔ (رواہ الثعلبی والواحدی۔ حاشیہ کشاف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک ایسی آیت معلوم ہے۔ کہ اگر لوگ اسی کو اپنا لیں تو ان کے لئے کفایت کر جائے پھر یہ آیت ومن یتق اللّٰہ الآیۃ پڑھی پھر اس کو بار بار پڑھ کر دھراتے رہے۔ [رواہ ابن ماجہ: ۴۲۲۰]

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

روایت میں ہے کہ عوف بن مالک کے بیٹے کو مشرکین نے قید کرلیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور شکایت کی کہ میرے بیٹے کو قید کرلیا گیا۔ اور فاقے کی بھی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا آل محمد نے تو ایک مد پر شام کی ہے۔ پس تو تقویٰ اختیار کر اور صبر کے دامن کو تھام اور لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کو کثرت سے پڑھ عوف اپنے گھر لوٹے اور اپنی بیوی کو کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور تمہیں حکم دیا کہ لاحول و لا قوۃ الا باللہ کو کثرت سے پڑھو۔ اس نے کہا بہت خوب وہ کلمہ ہے جس کے پڑھنے کا حکم ملا ہے۔ انہوں نے اس کو پڑھنا شروع کیا اچانک ان کے دروازہ کو کسی نے کھٹکھٹایا۔ وہ ان کا بیٹا ہی تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک سو اونٹ تھے۔ دشمن ان سے غافل ہوئے تو وہ ان کو اپنے ساتھ کھینچ کر لے آیا۔ پس یہ آیت اتری۔ [رواہ الثعلبی والبیہقی نحوہ حاشیہ کشاف] وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے) اپنا معاملہ خواہ طمع ہو یا تدبیر وہ اس کے سپرد کرتا ہے۔ فَهُوَ حَسْبُهٗ (پس وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے) دونوں جہانوں میں۔ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ (اللہ تعالیٰ اپنے کام کو پورا کر کے رہتا ہے)

قراءت: حفص نے اسی طرح پڑھا ہے جس کا معنی اپنے حکم کو نافذ کرنے والا ہے۔ دیگر قراء نے بالغٌ امرَہٗ وہ پہنچاتا ہے اپنے معاملے کو جو وہ ارادہ کرتا ہے۔ کوئی مراد اس سے رہ نہیں سکتی اور کوئی مطلوب اس سے چھوٹ نہیں سکتا۔ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے) ہر چیز کا اندازہ اور وقت مقرر ہے۔ یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیوں ضروری ہے اور معاملات کو کیوں اس کے سپرد کرنا چاہیے کیونکہ جب انسان کو یہ معلوم ہو گیا کہ ہر چیز خواہ وہ رزق ہو یا روشنی اس کا ایک وقت و اندازہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ تو رب مخلوق کی تقدیر کے تسلیم کرنے اور اس کی ذات پر بھروسہ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

عدتِ آئسہ:

۴ : وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ (اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں حیض آنے سے مایوس ہو گئی ہوں) روایت میں ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہمیں حیض والی عورتوں کی عدت تو معلوم ہو گئی۔ جو عورتیں حیض والی نہیں ہیں ان کی عدت کیا ہے؟ تو یہ آیت اتری اِنِ ارْتَبْتُمْ (اگر تم کو شبہ ہو) اگر ان کا حکم مشکل ہو جائے اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ کس طرح عدت گزاریں تو فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ (ان کی عدت تین ماہ ہے) یعنی ان کا حکم یہی ہے۔ ایک قول یہ ہے: اگر تمہیں بالغات کے دم حیض کے ناامیدی کی عمر تک پہنچ جانے میں شک ہو (اور اس کا اندازہ ساٹھ سال اور پچپن سال سے کیا گیا ہے) آیا وہ دم حیض ہے یا استحاضہ؟ تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ جب یہ مشکوک الدم عورت کی عدت ہے تو غیر مشکوک کی تو بدرجہ اولیٰ یہی عدت ہو گی۔ وَّ الّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ (اور وہ عورتیں جن کو حیض نہ آیا ہو) وہ کم عمر ہیں۔ تقدیر کلام یہ ہے واللائی لم یحضن فعدتھن ثلاثۃ اشھر۔ کہ

کم عمر عورتوں کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ جملہ کو حذف کیا کیونکہ اس میں دلالت موجود تھی۔

کم عمر عورتوں کی عدت:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے) اجل عدت کے معنی میں ہے یہ نص تمام مطلقات کو شامل ہے۔ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کے متعلق قول علی و عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ ہے کہ ابعد الاجلین اس کی عدت شمار ہوگی۔ خواہ وضع حمل ہو یا دیگر وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا (اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر کام میں آسانی کر دے گا) تقویٰ کے سبب اس کے معاملے کو آسان اور اس کے عقدے حل کر دیے جائیں گے۔

۵ : ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے) جو ان معتدات کے سلسلہ میں معلوم ہوا۔ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ (جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے) لوح محفوظ سے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ (جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے) ان پر عمل کے سلسلہ میں جو اس نے احکامات اتارے اور اس پر لازم آنے والے حقوق کی نگہبانی کی۔ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا (وہ اس کے گناہوں کو دور کر دیں گے۔ اور اس کو بڑا اجر دے گا)

وضاحتِ تقویٰ:

۶ : نظم : پھر تقویٰ کی وضاحت فرمائی گویا من یتق اللّٰہ کا حکم سن کر سوال کیا گیا کہ ہم تقویٰ پر معتدات کے سلسلہ میں کس طرح چلیں تو فرمایا۔ اَسْكِنُوْهُنَّ (تم ان کو رہنے کا مکان دو) اس اس طرح یعنی حیثیت کے مطابق۔ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ (جہاں تم رہتے ہو) یہ من تبعیضیہ ہے۔ اور جس کی بعضیت بیان کی گئی وہ محذوف ہے اسے مکان ای اسکنوھن مکانا من حیث سکنتم یعنی اپنی رہائش گاہ کا کوئی حصہ۔ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (اپنی وسعت کے موافق)

نحو : یہ من حیث سکنتم کا عطف بیان ہے۔ اور اس کی تفسیر ہے گویا اس طرح کہا گیا اسکنوھن مکانا من مسکنکم مما تطیقونہ۔ الوجد وسعت و طاقت کو کہتے ہیں۔

قراءت: وُجْدِكُمْ یہ ضمہ سے قراءت معروفہ ہے۔ باقی تینوں حرکات سے پڑھا گیا ہے۔

مسئلہ : نفقہ اور سکنیٰ مطلقہ کیلئے واجب ہے اور امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک مطلقہ مبتوتہ کیلئے نفقہ نہیں ہے دلیل وہ روایت ہے جس کو فاطمہ بنت قیس نے نقل کیا کہ ان کے خاوند نے ان کو طلاق بائنہ دے دی رسول اللہ نے فرمایا تیرے لئے نہ سکنیٰ ہے اور نہ نفقہ۔ (رواہ الترمذی ۱۱۸۰، ابن ماجہ: ۲۰۳۶) حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے پیغمبر کی سنت ایک عورت کے قول پر چھوڑ نہیں سکتے شاید کہ اس کو بھول ہوگئی یا اس کو اشتباہ پڑ گیا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ سے خود سنا۔ لھا السکنیٰ والنفقۃ [رواہ احمد: ۶/۴۱۲، مسلم ۱۴۸۰، ابوداؤد/ ۲۲۸۸] وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ (اور ان کو تکلیف مت پہنچاؤ) ان کے ساتھ ضرار

کا استعمال نہ کرو۔ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ (ان کو تنگ کرنے کیلئے) رہائش کے سلسلہ میں بعض ایسے اسباب پیدا کر کے جو ان کے موافق نہ ہوں۔ یا ان کے مکان کو مصروف کر دیا جائے۔ نمبر۳۔ اور صورت ایسی پیدا کی جائے جس سے تم ان کو نکلنے پر مجبور کر دو۔ وَاِنْ كُنَّ (اور اگر وہ مطلقات) اُولَاتِ حَمْلٍ (حمل والی ہوں) فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (تو وضع حمل تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچہ دو)

فائدۂ شرط:

حمل کی شرط لگانے کا فائدہ یہ ہے۔ اس لئے کہ وہ مدتِ حمل بسا اوقات طویل ہو جاتی ہے۔ تو ممکن ہے کوئی گمان کرے کہ پھر نفقہ تو ساقط ہو جانا چاہیے جبکہ حائل سے عدت ختم ہو جائے تو یہ شرط لگا کر اس گمان کی نفی کر دی گئی۔

مطلقہ مرضعہ:

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ (اگر وہ تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں) یعنی یہ مطلقات اگر تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں جو دوسری عورتوں سے ہو یا انہی کے بطن سے ہو اس زوجیت کے سلسلہ کے ختم ہونے کے بعد۔ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ (تو ان کو مقرر اجرت دے دو) تو ان کا حکم اس وقت دایہ کا ہے۔ جب بچہ خود ان سے ہی ہو تو ان سے (اجرت کا معاملہ) سے استیجار جائز نہیں۔ البتہ امام شافعیؒ رحمہ اللہ کے ہاں جائز ہے وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ (اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو) اجرت میں باہمی رضامندی پر مشورہ کر لیا کرو۔ نمبر۲۔ ایک دوسرے کو مناسب بات کہہ دیا کرو۔ اس میں خطاب امہات اور آباء کو ہے۔ بِمَعْرُوْفٍ (دستور کے موافق) طریق سنت کے مناسب، اور جو مروءۃ کے اعتبار سے خوب ہو۔ نہ باپ پر بوجھ ڈالا جائے اور نہ ماں کو تنگ کیا جائے کیونکہ وہ ان کا بیٹا ہے اور وہ دونوں اس میں شریک ہیں۔ اور اس پر شفقت کرنے میں۔ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ (اور اگر تم باہم کشمکش کرو گے) ایک دوسرے کے سلسلے میں تنگی کرو گے۔ مثلاً ماں اتنی اجرت پر خوش نہیں جتنی اجرت پر اجنبی عورت پلاتی ہے۔ اور باپ اس سے زیادہ دیتا نہیں۔ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى (تو کوئی دوسری عورت اس کو دودھ پلا دے گی) عنقریب دودھ پلانے والی میسر ہو جائے گی۔ ماں جو دودھ پلائے اس کے علاوہ مرضعہ دشوار نہیں۔ اس میں ماں کی طرف سے جو تنگی پیدا کی گئی اس پر عتاب کیا گیا ہے۔ لَهٗ والد کیلئے یعنی اگر ماں نے تنگی ظاہر کی ہے۔ تو بغیر تنگی والی دایہ اس کو میسر ہو جائے گی جو اس کے بیٹے کو دودھ پلائے گی۔

لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا

وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہئے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہئے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔ اللہ کسی شخص کو اس سے

يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ⑦ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ

زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہے اللہ تنگی کے بعد جلدی خوشحالی دے دے گا۔ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے

عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧ فَذَاقَتْ وَبَالَ

رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی۔ سو ہم نے ان کا سخت حساب کیا اور انہیں برا عذاب دیا سو اس نے اپنے اعمال کا

اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ⑨ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۛ

وبال چکھ لیا اور ان کا انجام کار خسارہ ہوا۔ اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار فرمایا سو اے عقل والو جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ⑩ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ

اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نامہ نازل فرمایا ایک ایسا رسول جو تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے جو واضح طور پر بیان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا

کرنے والی ہیں تا کہ ان لوگوں کو اندھیریوں سے نور کی طرف نکالے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے

يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ⑪

وہ اللہ سے ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ نے اس کے لئے اچھی روزی مقرر فرمائی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا

اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان ہی کی طرح زمین بھی ان سب میں احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تا کہ تم کو معلوم ہو جائے

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ⑫

کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے۔

خرچہ خشیت کے مطابق:

۷ : لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ (وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ

کرنا چاہئے اور جس کی آمدنی کم ہو۔اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا اس کو دیا ہے۔اس میں سے خرچ کرے) تنگ دست وسعت والا ہر ایک اپنی حیثیت کا لحاظ کر کے خرچ کریں اور اس خرچ سے مراد وہ نفعات واجبہ ہیں جو مطلقات و مرضعات کو دینے کا شرع نے حکم دیا ہے۔قدر علیہ رزقہ تنگی والا ہونا۔یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو خوراک کی حد تک دیا ہے۔لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا (اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے جتنا اس کو دیا ہے) آتاھا بمعنی اعطاھا کے ہے۔اور ھا سے مراد نفس ہے۔۔سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا (عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد وسعت پیدا کر دیں گے) یعنی معیشت کی تنگی کے بعد وسعت۔اس میں تنگدست کو کشائش کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

سرکشی اور اس کے نتائج:

۸ : وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ (بہت سی ایسی بستیاں ہیں) قریہ سے پہلے مضاف محذوف ہے۔اے اھل قریۃ بستیوں والے عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ (جنھوں نے اپنے رب کے حکم اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے سرتابی کی) یعنی انبیاء سے عناد و سرکشی کی بناء پر اعراض کیا۔فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا (پس ہم نے ان کے اعمال کا سخت محاسبہ کیا) ان کا پیچھا کر کے اور پڑتال کر کے۔ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا (اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سخت سزا دی)

قراءت: مدنی اور ابو بکر نے نُکُرًا پڑھا ہے۔بہت ہی اوپرا اور انوکھا۔

۹ : فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا (غرض انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہی ہوا) یعنی خسارہ اور ہلاکت۔مراد یہ ہے آخرت کا حساب اور عذاب اور جو اس میں وبال پائیں گے اور خسارہ حاصل ہوگا۔

ایک نکتہ:

یہ لفظ ماضی سے ذکر کیا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ جس کا انتظار ہو رہا ہے۔اور اس کی وعیدیں جو مستقبل سے متعلق ہیں۔وہ حقیقت میں ایسی ہیں جیسے پہنچ چلی اور جو بھی ہونے والا ہے گویا وہ ہو چکا ہے۔

۱۰ : اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا (اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے) اس میں وعید کو دوبارہ لائے اور اس بات کی وضاحت فرمائی کہ یہ ہے جس کا انتظار ہے۔گویا اس طرح فرمادیا۔کہ اللہ تعالیٰ نے اعد اللہ لھم ھذا العذاب۔کہ یہ عذاب اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کیا ہے۔فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (پس اے سمجھدار لوگو! جو ایمان لائے ہو۔اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اے عقل والو! ایمان والوں میں سے یہ تمہارے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تقوے میں مہربانی اور اس کے عقاب سے بچنے میں خیر ہے۔اوپر والی آیات حاسبنھا کو ملا کر تفسیر کر رہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مراد یہ لیں۔گناہوں کا شمار اور ان کا گننا دنیا میں ہے اور فرشتوں کے صحائف میں ان کو درج بھی کر دیا گیا۔اور جو کچھ ان کو اس دنیا کی زندگی میں عذاب پہنچا۔وہ مراد ہو۔(مگر اکثر مفسرین آخرت کا عذاب مراد لیتے ہیں)

نحو : عتت اپنے معطوفات کے ساتھ قریہ کی صفت ہے۔اور اعد اللّٰہ لھم یہ کاین کا جواب ہے۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا (اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ بھیجا) ذکر سے قرآن مراد ہے۔

۱۱ : رَّسُوْلًا (ایک عظیم الشان رسول)

نحو : نمبرا۔رسولا منصوب ہے۔فعل اس کا محذوف ہے۔تقدیر کلام یہ ہے ارسل رسولاً یا یہ ذکراً سے بدل ہے۔گویا کہ وہ رسول اپنی ذات کے اعتبار سے نصیحت ہے۔نمبر۳۔مضاف محذوف ہے۔تقدیر کلام یہ ہے قد انزل اللّٰہ ذکرا رسولاً اور ذکر سے مراد شرف وعظمت ہوگی جیسا اس آیت میں ہے۔ وانہ لذکر لك ولقومك [الزخرف:۴۴] معنی یہ ہوا اے ذا شرف و مجد عند اللہ۔الرسول سے مراد جبرئیل علیہ السلام، نمبر۲، محمد علیہ السلام ۔

يَّتْلُوْا (وہ رسول پڑھتا ہے) نمبر۲۔اللہ تعالیٰ عزوجل عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ (تم پر اللہ تعالیٰ کی واضح آیات تا کہ وہ نکالے) یعنی اللہ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (ایسے لوگوں کو جو ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں) تا کہ ان کو حاصل ہو جس پر وہ اس گھڑی ہیں یعنی ایمان اور عمل صالح۔نمبر۲۔یا تا کہ وہ نکالے ان لوگوں کو جن کے متعلق علم ہو چکا کہ وہ ایمان لائیں گے۔مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (اندھیروں سے روشنی کی طرف) ظلمات کفر سے یا جہالت سے ایمان کی روشنی کی طرف یا علم کی طرف وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو داخل فرمائیں گے)

قراءت: ندخلہ نون کے ساتھ مدنی اور شامی نے پڑھا ہے۔

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (جنت کے باغات میں کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)

ایک نکتہ:

مَنْ کے لفظ کا لحاظ کر کے اور معنی کا لحاظ کر کے واحد وجمع صیغے لائے گئے ہیں۔ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اچھی روزی دی ہے) اس میں معنی تعجب کا اور تعظیم کا پایا جاتا ہے اس ثواب کے متعلق جو ایمان والوں کو عنایت کیا جائے گا۔

مثلیتِ ارض سے مراد:

۱۲ : اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ (اللہ تعالیٰ ہی نے سات آسمان پیدا کیے)

نحو : اللہ مبتدا الذی خلق خبر ہے۔سبع سمٰوت ۔

اجماع مفسرین:

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آسمان سات ہیں۔

وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (اور انہی کی طرح زمین بھی)

نحو : منصوب مانیں تو اس کا عطف سبع سمٰوٰت پر ہوگا۔

ایک قول :

قرآن مجید میں ہے سوائے اس آیت کے اور کوئی آیت نہیں جو زمین کے سات عدد ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ ہر دو آسمانوں کے مابین تو پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اور ہر آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی ہے۔ اور زمینیں بھی ان آسمانوں کی طرح ہیں۔

ایک اور قول : زمین ایک ہے البتہ اقالیم اس میں سات ہیں۔ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ (ان سب میں اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہوتے رہتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم اور فیصلہ ان کے درمیان جاری ہے۔ اور اس کی بادشاہی ان سب میں نافذ ہے۔ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (تا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قدرت رکھتا ہے)

نحو : لام اس کا تعلق خلق سے ہے۔

وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اپنے احاطۂ علمی میں لیے ہوئے ہیں)

نحو : عِلْمًا یہ تمیز ہے نمبر ۲۔ مصدر ہے جو غیر لفظ سے آیا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے قد علم کل شیءٍ علمًا۔

الحمد للہ سورۃ الطلاق کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا

سُوۡرَةُ التَّحۡرِيۡمِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثِنۡتَا عَشۡرَةَ اٰيَةً وَّفِيۡهَا رُكُوۡعَانِ

سورۃ التحریم مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ‌ۚ تَبۡتَغِىۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ

اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا' آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں' اور اللہ بخشنے والا ہے

رَّحِيۡمٌ ① قَدۡ فَرَضَ اللّٰهُ لَـكُمۡ تَحِلَّةَ اَيۡمَانِكُمۡ‌ۚ وَاللّٰهُ مَوۡلٰٮكُمۡ‌ۚ وَهُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ②

مہربان ہے' اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرمادیا ہے اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے' اور وہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

وَاِذۡ اَسَرَّ النَّبِىُّ اِلٰى بَعۡضِ اَزۡوَاجِهٖ حَدِيۡثًا‌ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتۡ بِهٖ وَاَظۡهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيۡهِ

اور جب نبیؐ نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے آہستہ سے بیان فرمادی' پھر جب وہ بات اس بیوی نے بتادی اور اللہ نے وہ بات نبی پر ظاہر فرمادی

عَرَّفَ بَعۡضَهٗ وَاَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ‌ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتۡ مَنۡ اَنۡۢبَاَكَ هٰذَا‌ ؕ قَالَ

تو پیغمبرؐ نے کچھ بات بتادی اور کچھ بات سے اعراض کیا' پھر جب نبیؐ نے وہ بات اس بیوی کو بتادی تو اس نے کہا کہ آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا

نَبَّاَنِىَ الۡعَلِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ ③

مجھے جاننے والے خبر رکھنے والے نے خبر دی۔

۱ : يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (اے نبی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے اس کو آپ حرام کیوں کرتے ہیں؟) روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ماریہ سے خلوت کی۔ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم ہوگیا۔ آپ نے حفصہ کو فرمایا میری بات ظاہر نہ کرنا۔ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اور تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ ابوبکر، عمر میرے بعد میری امت کے معاملے کے ذمہ دار ہونگے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس کی اطلاع عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ یہ دو سہیلیاں تھیں۔

ایک قول یہ ہے:

کہ حفصہ کی باری کے دن میں ماریہ سے خلوت کی پھر اس کو خوش کرنے کیلئے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔ اور اس کو چھپانے کا

حکم دیا۔مگر اس نے نہ چھپایا۔پس آپ نے حفصہ کو طلاق دے دی۔اور بیویوں سے علیحدگی اختیار فرمائی۔۲۹ انتیس راتیں ماریہ کے گھر میں گزاریں پس جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا حفصہ سے رجوع فرمالیں وہ بہت زیادہ روزے رکھنے اور قیام کرنے والی ہے اور قیامت کے دن جنت میں یہ آپ کی ازواج سے ہے۔[قال الحافظ اراہ هكذا وهو عند الحاكم وغيره بغير ذكر سببه حاشيه كشاف]

ایک اور روایت:

میں ہے کہ آپ نے زینب بنت جحش کے گھر میں شہد پیا۔عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما، نے باہمی موافقت کی اور کہنے لگیں ہمیں آپ کے منہ سے مغافیر کو بو آرہی ہے۔آپ ﷺ بو کو ناپسند کرتے تھے۔پس آپ نے شہد کو حرام کرلیا۔پس اس کا معنی: آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کررکھا ہے۔باندیوں کو یا شہد کو۔[رواہ البخاری ۵۲۶۷، مسلم ۱۴۷۴]

تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (آپ چاہتے ہیں اپنی بیویوں کی خوشنودی) یہ لم تحرم کی تفسیر ہے۔نمبر۲۔حال ہے نمبر۳۔ جملہ مستانفہ ہے اور یہ آپ کی طرف سے لغزش تھی کیونکہ کسی کو حق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے) اس نے آپ کو بخش دیا جو لغزش آپ سے ہوئی۔اور آپ پر اس نے رحم فرمایا کہ مؤاخذہ نہیں کیا۔

قسم کی نکلنے کی راہ:

۲ : قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ (اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے تمہاری قسموں کے کھولنے (کا طریقہ) مقرر کردیا ہے) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسی چیز مقرر فرمادی جس سے تم اپنی قسموں سے حلال ہوسکتے ہو اور وہ کفارہ ہے۔نمبر۲۔کفارہ سے قسموں کی حلت کو مشروع کیا۔نمبر۳۔قسموں میں استثناء کو جائز قرار دیا۔عرب کہتے ہیں حلل فلان فی یمینہ جب کہ وہ اس میں استثناء کرے۔اور استثناء یہ ہے کہ قسم کے آخر میں انشاء اللہ کہہ دے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے۔

عندالاحناف:

حلال کو حرام کرلینا قسم ہے۔

بقولِ مقاتل:

رسول اللہ ﷺ نے ایک رقبہ تحریم ماریہ میں آزاد فرمایا۔قولِ حسن رحمہ اللہ۔آپ ﷺ نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ کو ماتقدم من ذنبہ اور ماتاخر سب معاف تھے۔اور یہ ایمان والوں کی تعلیم کیلئے فرمایا گیا۔وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے) تمہارا آقا اور تمہارے کاموں کا ذمہ دار ہے۔ایک قول یہ ہے: مولاکم تمہارے نفوس سے بڑھ کر حقدار ہے۔پس

اس کی خیر خواہی تمہاری نصیحتوں سے زیادہ نفع بخش ہے۔ وَهُوَ الْعَلِيْمُ (وہی بڑا جاننے والا ہے) جو چیز تمہارے لئے درست ہے پس وہ اسی کو مشروع کرنے والا ہے۔ الْحَكِيْمُ (بڑی حکمت والا ہے) اس میں جو اس نے حلال وحرام قرار دیں ہیں۔

حدیثِ ماریہ، امامت شیخین:

۳ : وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا (جب پیغمبر ﷺ نے اپنی کسی زوجہ سے ایک بات چپکے سے کہی اور اس کو کہہ دیا کہ کسی دوسری بی بی سے مت کہنا) حدیث ماریہ اور امامت شیخین مراد ہے۔ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ (پھر جب اس بیوی نے وہ بات دوسری بی بی کو بتلا دی) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ظاہر کر دی۔ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ (اور پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس کی خبر دے دی) پیغمبر ﷺ کو بات کا افشاء کرنا جبرئیل علیہ السلام کی زبان پر بتلا دیا گیا۔ عَرَّفَ بَعْضَهٗ (تو پیغمبر ﷺ نے ظاہر کرنے والی بی بی کو تھوڑی سی بات تو بتلا دی) کچھ بات جتوا دی وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ (اور تھوڑی بات کو ٹال گئے) پس اس کی اطلاع بطور کرم نفسی نہ دی۔

قولِ سفیان رحمہ اللہ:

شرفاء اور مہربان لوگوں کی باتوں سے تغافل برتنے کا رواج چلا آ رہا ہے۔

قراءت: علی نے عرف تخفیف سے پڑھا ہے۔ یعنی بدلہ دیا جیسے تم مجرم و گناہ گار کو کہو: لا عرفنّ لک ذلک میں تم سے اس بات کا بدلہ لوں گا۔ ایک قول یہ ہے: المعرّف حدیث امامت جس سے اعراض کر لیا جائے اس کو المعرض عنہ کہا جاتا ہے اس سے مراد حدیث ماریہ تھی۔ روایت میں ہے کہ آپ نے حفصہ کو کہا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میری یہ بات چھپاؤ! حفصہ نے جواب دیا جس ذات نے آپ کو سچا پیغمبر بنایا ہے۔ خوشی کی وجہ سے مجھے اپنے اوپر اختیار نہیں رہا اس لئے کہ یہ ایک عظیم شرف تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کو خاص کیا۔ [ذکرہ الزمخشری فی الکشاف ۴/۵۶۶] فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ (جب آپ ﷺ نے حفصہ کو وہ بات بتلا دی) نبی اکرم ﷺ نے حفصہ کو بات بتلا دی کہ تم نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر راز افشاء کیا ہے۔ قَالَتْ (تو حفصہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے کہنے لگی) مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ (آپ کو یہ اطلاع کس نے دی۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا مجھے بڑے علم والے نے) جو سرائر کا راز دان ہے۔ الْخَبِيْرُ (باخبر ذات نے خبر دی ہے) جو ضمائر سے واقف ہے۔

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ

اے دونوں بیویو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو تمہارے دل مائل ہو گئے' اور اگر پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں آپس میں کارروائیاں کرتی ہو تو اللہ ان کا مولیٰ ہے

وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ

اور جبریل بھی اور نیک مسلمان بھی' اور ان کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں' اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد

اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ

تمہارے بدلہ ان کو تم سے اچھی بیویاں عطا فرما دے گا جو اسلام والیاں' ایمان والیاں' فرمانبرداری کرنے والیاں' توبہ کرنے والیاں' عبادت کرنے والیاں' روزہ رکھنے والیاں ہوں گی'

ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ⑤

کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔

۴: اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ (اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو) اس میں حفصہ وعائشہ رضی اللہ عنہما کو خطاب ہے۔ جو بطور التفات فرمایا گیا۔ تاکہ عتاب میں زیادہ بلیغ ہو۔

نحو: شرط کا جواب محذوف ہے اور تقدیر کلام اس طرح ہے ان تتوبا الی اللّٰہ فھو الواجب۔ اگر تم دونوں توبہ کرو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو وہ ضروری ہے۔ اور محذوف پر دلالت فقد صغت قلو بکما کر رہا ہے۔ فَقَدْ صَغَتْ (پس بلاشبہ تمہارے دل قائل ہو گئے) قُلُوْبُكُمَا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اخلاص میں ہر شخص پر واجب ہے کہ وہی چیز پسند کرے جو آپ پسند کرتے ہیں اور اسی چیز کو ناپسند سمجھے جس کو آپ ناپسند کرتے ہیں۔

دو عورتوں کا باہمی تعاون کیا حیثیت رکھتا ہے جس کے معاون یہ ہوں:

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ (اور اگر پیغمبر ﷺ کے خلاف تم باہم تعاون کرتی رہیں)۔

قراءت: کوفی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اگر تم دونوں باہمی پیغمبر ﷺ کی مرضی کے خلاف تعاون کرتی رہیں اس بات میں جو آپ کو ناپسند ہے یعنی ایک دوسرے پر غیرت میں افراط اور آپ کے راز کو کھولنا اور ظاہر کرنا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ (تو یاد رکھو! پیغمبر ﷺ کا رفیق اللہ ہے) آپ کا ولی و ناصر ہے۔ درمیان میں ھو کا اضافہ اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر آپ کا نگہبان و مددگار ہے۔ وَجِبْرِيْلُ (اور جبرئیل بھی آپ کا ولی و دوست ہے۔) وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور نیک مؤمنین) جو صالح مؤمنین ہیں ایمان لا کر صالح اعمال انجام دینے والے ہیں۔ ایک قول یہ ہے: جو نفاق سے بری ہیں۔ ایک قول: صحابہ مراد ہیں۔ اگرچہ واحد کا صیغہ ہے مگر مراد جمع ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ لا یفعل ھذا الصالح من الناس یہاں تمہاری مراد جنس

صالح ہے۔ایک قول یہ ہے: اس کی اصل صالحوا المؤمنین ہے۔ واؤ کو لکھنے میں حذف کر دیا۔ تا کہ لفظ کی موافقت ہو جائے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ (اوران کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں) اپنی کثرت تعداد کے ساتھ۔ بَعْدَ ذٰلِكَ (اس کے بعد) یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور جبرئیل وصالح مؤمنین کی معاونت کے بعد ظَهِيْرٌ (ایک فوج آپ کی معاون ہے۔) پس دو عورتوں کا باہمی تعاون کیا حیثیت رکھتا ہے ان کے لئے جن کے معاون یہ سب ہوں۔ کیونکہ فرشتوں کا معاونت کرنا یہ من جملہ اللہ تعالیٰ کی نصرت میں سے ہے تو اسی لئے بعد ذلک کے لفظ ان کی نصرت ومعاونت کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے لائے گئے ہیں۔

۵ : عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ (اگر پیغمبر ﷺ تم کو طلاق دے دیں گے بہت جلد ان کا رب تعالیٰ تمہارے بدلے دے دے گا)

قراءت : مدنی، ابوعمرو نے یُبَدِّلہ پڑھا ہے۔ تشدید کثرت کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ (بیویاں تم سے اچھی ہونگی)

سوال : وہ مبدلات ان سے زیادہ بہتر کیسے ہوسکتی ہیں حالانکہ امہات المؤمنین سے زیادہ خیر والی کوئی عورت سطح زمین پر نہیں پائی جاتی؟

جواب : جب رسول اللہ ﷺ ان کی ایذاء کی وجہ سے ان کو طلاق دے دیں گے۔ تو ام والی صفت نہ رہی تو دوسری عورتیں ان صفات سے موصوف ہونگی (اوران کو شرف زوجیت حاصل ہو جائے گا) تو وہ ان سے بہت بہتر ہو جائیں گی۔ (جب طلاق نہیں دی تو کسی دوسری عورت کا ان سے افضل ہونا ثابت نہ ہوا)

صفاتِ مؤمنات:

مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ (اسلام لانے والیاں، فرماں برداری کرنے والیاں) اخلاص کے ساتھ اقرار اسلام کرنے والیاں۔ قٰنِتٰتٍ (فرمانبردار) القنوت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بجالانا۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہے۔ تٰٓئِبٰتٍ (توبہ کرنے والیاں)۔ گناہوں سے نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والیاں اوراس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرنے والیاں۔

عٰبِدٰتٍ (عبادت گزار) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والیاں سٰٓئِحٰتٍ (روزے رکھنے والیاں) ہجرت کرنے والیاں۔ روزہ دار کو بھی سائح کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ ہجرت والے کے پاس زادِراہ نہیں ہوتا وہ کھانے سے اس وقت تک باز رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کھانے والی چیز پائے پس روزہ دار بھی وقت افطار تک کھانے سے رک جانے میں اس کے مشابہ ہو گیا جس کی وجہ سے سائح کا اطلاق اس پر آ گیا۔ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا (کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا

اے ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں '

مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ⑥

اس پر فرشتے مقرر ہیں جو سخت مزاج ہیں' مضبوط ہیں وہ اس کام میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جس کا وہ انہیں حکم دیتا ہے اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ⑦ يَا أَيُّهَا

اے کافرو! آج عذر بیان نہ کرو تمہیں اسی چیز کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے' اے

الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ

ایمان والو! تم اللہ کے حضور میں سچی توبہ کرو' قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا

وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ

اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی' جس دن اللہ نبی کو اور ان کو رسوا نہ فرمائے گا جو ان

آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا

ایمان ان کے ساتھ ہیں ان کا نور ان کے سامنے اور انکی داہنی طرف دوڑتا ہوگا وہ عرض کرتے ہونگے کہ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا فرما دے

وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ⑧ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ

اور ہماری مغفرت فرما دے' بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں' اے نبی جہاد کیجئے کافروں سے اور منافقوں سے

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ⑨

'اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے' اور وہ بری جگہ ہے۔

ایک نکتہ:

ثیبات اور ابکار کے درمیان واؤ عاطفہ لائے۔ بقیہ صفات میں واؤ کو ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ یہ دونوں صفتیں ایک دوسرے کی منافی اور ضد ہیں۔ بقیہ صفات ایسی نہیں۔

۶ : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ (اے ایمان والو! تم اپنے کو بچاؤ) معاصی کو چھوڑ کر اور طاعات کو اختیار کر کے۔

وَاَهْلِيْكُمْ (اور اپنے گھر والوں کو) ان پر وہ چیزیں لازم کرو جو اپنے نفسوں پر لازم قرار دیتے ہو۔ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) وہ آگ کی ایسی قسم ہے جو انسان اور پتھروں سے جلے گی۔ جیسا دوسری آگیں لکڑیوں سے جلتی ہیں۔ عَلَيْهَا (جس پر متعین ہیں) اس کے ذمہ دار اور اس آگ کے ذریعہ عذاب دینے پر نگران مَلٰٓئِكَةٌ (فرشتے ہیں) زبانیہ جن کی تعداد انیس ہے اور ان کے معاون فرشتے۔ غِلَاظٌ شِدَادٌ (تندخو اور قوی) ان کے اجسام میں سختی وشدت ہے یا سخت بول اور زبردست افعال والے۔

وہ ہر حکم کی ادائیگی کرتے ہیں:

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ (جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے) یہ صفت کی وجہ سے محل رفع میں واقع ہے۔ مَآ اَمَرَهُمْ (اس کے حکم میں) علیہ محل نصب میں واقع ہے۔ کیونکہ بدل ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ لا یعصون ما امر اللّٰہ ای امرہ۔ حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ افعصیت امری [طٰہٰ:۹۳]۔ نمبر۲۔ تقدیر کلام یہ ہوا یعصونہ فیما امرھم۔ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے) یہ دونوں جملے ایک معنی میں ہیں۔ اس لئے کہ پہلے کا معنی یہ ہے انھم یتقبلون اوامرہ ویلتزمونھا۔ وہ اس کے احکام کو قبول کرتے اور ان کو اپنے پر لازم کرتے ہیں۔ اور دوسرے جملے کا معنی یہ ہے وہ جو حکم دیا جائے اس کی ادائیگی کرتے ہیں اور اس سے بوجھ محسوس نہیں کرتے اور نہ سستی کرتے ہیں۔

کفار کو معذرت غیر مفید:

۷ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (اے کافرو! آج معذرت نہ کرو۔ بس تم کو اس کی سزا مل رہی ہے۔ جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے) ان کو آگ میں داخل ہوتے وقت یہ بات کہی جائے گی۔ تعملون سے دنیا میں کیے جانے والے اعمال۔ لاتعتذروا آج معذرت نہ کرو کیونکہ تمہارا کوئی عذر ہے ہی نہیں۔ نمبر۲۔ اس لئے عذر نہ کرو کیونکہ معذرت کرنا تمہارے حق میں آج مفید نہ ہوگا۔

خالص توبہ:

۸ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کرو) نصوحاً یہ معنی اخفش رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ ایک قول یہ ہے: نصوح بمعنی خالص۔ عرب کہتے ہیں۔ عسل ناصح جبکہ وہ موم سے اس کو الگ کر دیا جائے۔ ایک قول یہ ہے نصوحا یہ نصاحة الثوب یعنی ایسی توبہ جو تیرے دین کے شگافوں کو رفو کر دے اور سوراخ کو بند کر دے۔ یہ بھی درست ہے کہ ایسی توبہ جس میں تو لوگوں سے خیر خواہی کرے یعنی ان کو خیر کی طرف بلائے تاکہ اس کا اثر کرنے والے میں ظاہر ہو۔ اور عمل کے مقتضیات پر عمل پیرا ہونے میں عزیمت و اعلیٰ ہمت کا اظہار کرے۔

قراءت: نُصوح حماد و یحییٰ نے پڑھا اور اس کو مصدر قرار دیا ای ذات نصوح او تنصح نصوحًا۔ اور مرفوع بھی وارد ہوا ہے۔

اِنَّ التوبۃ النصوحُ توبہ نصوح یہ ہے کہ گناہ سے توبہ کرے پھر دوبارہ اس کی طرف نہ لوٹے جیسے دودھ لوٹ کر تھن میں نہیں جاتا ہے۔

قولِ حذیفہ:

آدمی کی برائی کیلئے یہی کافی ہے کہ گناہ سے توبہ کرے پھر دوبارہ وہی گناہ کرنے لگے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

توبہ زبان سے استغفار، دل سے شرمندگی، ارکان کے ساتھ اس سے علیحدگی کو کہتے ہیں۔

عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ (امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کرے گا) یہ عسٰی کا لفظ اسی انداز سے ہے جیسا کہ بادشاہ اپنے وعدوں کے وقت کہا کرتے تھے۔ عسٰی، لعل، فعل کذا وغیرہ۔ حالانکہ ان افعال کا وقوع ان سے قطعی و طے شدہ ہوتا ہے۔ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (اور تم کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ جس کے محلات اور درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں) اس میں ان لوگوں یعنی کفار پر تعریض فرمائی جن کو اس دن رسوا کیا جائیگا۔ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ (ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے داہنے جانب دوڑتا ہوگا)

نحو: نورھم، مبتدا اور یسعی الخ خبر ہے۔

یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا (وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارے اس نور کو آخر تک رکھنا) یہ اس وقت کہیں گے جب وہ منافقین کا نور بجھا ہوا دیکھیں گے۔ وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اور ہم کو تو بخشدے تو ہر شئی پر قادر ہے)

۹ : یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ (اے نبی ﷺ کافروں سے جہاد کریں) تلوار کے ساتھ وَالْمُنٰفِقِیْنَ (اور منافقین سے) سخت بات، وعظ بلیغ کے ذریعہ۔

ایک قول:

ان پر حدود اسلامی کو قائم کر کے وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ (اور ان پر سختی کرو) دو فریق پر اس مجاہدہ میں جو قتال اور حجت باللسان کی صورت میں ان کے ساتھ اختیار فرمائیں۔ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے)۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ

اللہ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کا حال بیان فرمایا' یہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو

عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ

صالح بندوں کے نکاح میں تھیں' سو ان دونوں عورتوں نے ان دونوں کی خیانت کی پھر وہ اللہ کے مقابلہ میں ان عورتوں کے ذرا بھی کام نہ آ سکے اور حکم دیا گیا

ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ

کہ تم دونوں دوسرے داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو جاؤ' اور اللہ نے اہل ایمان کے لئے فرعون کی بیوی کا حال بیان فرمایا ہے

اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ

جبکہ اس نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے قرب میں جنت میں گھر بنا دیجئے اور مجھے فرعون سے اور ظالم

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ

قوم سے نجات دیجئے اور عمران کی بیٹی مریم کا حال بیان فرمایا جس نے اپنی ناموس کو محفوظ رکھا سو ہم نے اس میں اپنی

مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾

روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلمات کی اور اسکی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

کافروں کے لئے مثال' زوجۂ نوح ولوط کو نیکوں کے نکاح میں ہونا کام نہ آئے گا:

۱۰ : ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ (اللہ تعالیٰ نے کافروں کیلئے نوح علیہ السلام کی بیوی کا اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا حال بیان فرمایا ہے۔ وہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پس ان دونوں عورتوں نے ان دونوں بندوں کا حق ادا نہیں کیا۔ تو یہ نیک بندے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان دونوں عورتوں کے کچھ کام نہ آسکے اور دونوں عورتوں کو حکم دیدیا گیا کہ دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی دوزخ میں چلی جاؤ)

اللہ تعالیٰ نے یہ مثال کفار کی حالت کے متعلق اُس سلسلہ میں بیان فرمائی۔ کہ ان کو ان کے کفر و عداوتِ مؤمنین پر بغیر کسی پرواہ کے سزا دی جائے گی اور عداوت کے ہوتے ہوئے ان کو نسب و مصاہرت کام نہ دے گی۔ خواہ وہ نسب سے متصل مؤمن پیغمبر ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام ولوط علیہ السلام کی بیویوں کا حال ہوا۔ جب دونوں نے منافقت اختیار کی اور دونوں

رسولوں کی خیانت، ان کے افشائے راز سے کی تو دونوں رسول ان کے کچھ بھی کام نہ آئے حالانکہ ان کے مابین باہمی ازدواجی تعلق تھا۔ کہ ان کو عذاب سے بچا لیتے۔ قِيْلَ ان دونوں کی موت کے وقت یا قیامت کے دن کہا جائے گا۔ ادخلا النار تم دونوں آگ میں داخل ہو جاؤ۔ مع سائر الداخلین۔ (دوسرے تمام داخل ہونے والوں کے ساتھ) کہ جن کا اور انبیاء علیہم السلام کا باہمی کوئی رشتہ نہیں۔ یا داخلین سے اپنی اپنی قوم کے جہنم میں داخل ہونے والے قومی بھائی۔

ایمان والوں کے لئے آسیہ کو مثال فرعون کی زوجیت کا کچھ نقصان نہ ہوا:

١١ : وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ (اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں (کی تسلی) کیلئے فرعون کی بیوی کا بیان کرتا ہے) اس کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں فرعون نے چومیخا کروا کر اسے عذاب میں مبتلا کیا۔ اِذْقَالَتْ (جب اس نے کہا) جب کہ اسے عذاب دیا جا رہا تھا۔ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (اے میرے رب میرے لئے اپنے قرب میں جنت کے اندر ایک مکان بنا دے) گویا اس نے بلند درجے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ ذات باری تعالیٰ تو مکان سے پاک ہے۔ پس اس کی تعبیر عندک سے کی۔ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ (اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے محفوظ رکھ) عملہ یعنی عملِ فرعون، یا فرعون کی خبیث شخصیت سے اور خصوصاً اس کے عمل کفر، ظلم اور بلا جرم سزا سے محفوظ فرما۔ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (اور مجھے ان ظالموں سے بچا) اس سے سارے قبطی مراد ہیں۔

مَسْئَلَة : نیک لوگوں کی عادت یہ ہے کہ مصائب و مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء اور اللہ تعالیٰ کی پناہ اور ظلم سے چھٹکارے کا سوال کرتے رہنا چاہیے۔

مریم نے بلد خاوند اپنی ناموس کی حفاظت کی، یہود کا بیر ان کو نقصان نہ دے سکا:

١٢ : وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (اور اللہ تعالیٰ مریم بنت عمران کا حال بیان کرتا ہے کہ جس نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا) مردوں سے فَنَفَخْنَا (پس ہم نے پھونک دی) فِيْهِ (اس کے ناموس میں) (شرمگاہ میں) مِنْ رُّوْحِنَا (اپنی روح) جو ہماری مخلوق تھی۔ وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا (اور اس نے تصدیق کی اپنے رب کے پیغامات کی) وہ صحائف جو ادریس علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے اتارے وَكُتُبِهٖ (اور اس کی چاروں کتابوں پر)

قراءت: بصری و حفص نے کُتُبِہٖ پڑھا ہے۔

وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ (اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی)۔ جبکہ قنوت ایک صفت ہے جو ہر اس ذات کو شامل ہے جو مرد و عورت میں سے کرے۔ تو اس صفت میں مذکر مؤنثوں پر غالب ہیں۔ اور اسی کے لحاظ سے یہاں استعمال کیا گیا۔

نَحْو : مِن یہ تبعیض کیلئے ہے۔ اور ابتدائے غایت کیلئے بھی ہو سکتا ہے اس طور پر کہ اس کی ولادت قانتین ہی کے ہاں ہوئی کیونکہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں ان کی نسل سے تھیں۔

مؤمنین کی حالت کی مثال اس بات میں ہے کہ کفار کا تعلق و رشتہ داری کوئی نقصان نہیں دیتی اور نہ ہی ایمان والوں کے مراتب وثواب جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہیں اس میں کچھ کمی واقع ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرعون کی بیوی اور اس کا عالی مرتبہ باوجودیکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عظیم ترین دشمن کی بیوی تھی۔ اور مریم بنت عمران کو جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اور آخرت میں عزتیں عنایت فرمائیں اور تمام جہان کی عورتوں پر ان کو چنا گیا حالانکہ ان کی قوم یہود کافر تھے۔ ان دو مثالوں میں دونوں امہات المؤمنین کو تعریض کی گئی ہے۔

اس میں امہات المؤمنین کو تعریض ہے:

جن کا واقعہ شروع سورت میں گزرا۔ اور ان سے جو زیادتی ہوئی کہ رسول اللہ کی مرضی کے برخلاف آپ پر چڑھائی کی۔ ان دونوں کو خبردار کیا گیا۔ اور انتہائی انداز سے خبردار کیا گیا۔ اور اس بات کی طرف اشارہ کر دیا۔ ان کا حق تو یہ تھا کہ وہ ان مؤمنہ عورتوں کی طرح اخلاص سے رہیں۔ اور ان کو اس بات پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا چاہئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج ہیں تو ان کو رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ میں ہر چیز درست ہے۔

الحمد للہ قبل العصر سورۃ التحریم کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔ یوم الجمعہ ۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ ملک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ① الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ

وہ بڑی عالی ذات ہے جس کے قبضے میں ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے پیدا کیا موت کو

وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ② الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

اور حیات کو تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون شخص عمل کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے اور وہ عزیز ہے غفور ہے جس نے پیدا کیا سات آسمانوں کو

طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ③

تہ بہ تہ' اے مخاطب تو رحمان کی تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا' سو تو پھر نظر ڈال کر دیکھ لے کیا تجھے کوئی خلل نظر آتا ہے

۱: تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (وہ بڑا عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

اسمائے سورت:

اس سورت کا نام الواقیہ نمبر۲۔ المنجیہ بھی ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے بچانے کا ذریعہ ہے۔

روایت مرفوعہ میں ہے، جس نے اس سورت کو ایک رات میں پڑھا اس نے بہت زیادہ اور بہت خوب عمل کیا۔

(رواہ الطبری و ابن مردویہ من حدیث ابن مسعود مرفوعًا)

تَبٰرَكَ (بلند و عالی شان ہے ان صفات سے جو مخلوق میں پائی جاتی ہیں) الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ یعنی ملک اسی کے تصرف میں ہے اور اس کو ہر موجود پر غلبہ حاصل ہے۔ وہ ملک کا مالک ہے۔ جس کو چاہتا ہے عنایت کرتا اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ شَیٔ سے مقدورات مراد ہے، گویا شَیٔ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔ نمبر۲۔ شَیٔ سے انعام وانتقام مراد ہے کہ دونوں پر یکساں قدرت ہے۔ قدیر کامل قدرت والا ہے۔

۲: الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ (جس نے موت وحیات کو پیدا کیا)

نحو: مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ پہلے الذی سے بدل ہے۔

الحیاۃ: جس کے پائے جانے سے احساس درست ہو۔ الموت: جس کے پائے جانے سے احساس درست نہ رہے۔

خلق، موت وحیات کا معنی:

اس صحیح (تندرست) کا ایجاد حیات اور اعدام موت ہے۔ مطلب یہ ہے اے مکلف (انسانوں) اس نے تمہاری موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ لِیَبْلُوَکُمْ (تاکہ تمہاری آزمائش کرے) تاکہ وہ اپنے امر ونہی سے۔ اس موت اور زندگی کے ذریعہ تمہارا امتحان لے، جو موت امیر واسیر کو شامل ہے اور جو زندگی بیمار وطبیب ہر دو سے بے وفائی کرنے والی ہے۔ تاکہ تم سے وہ ظاہر ہو جو اس کے علم میں ہے کہ تم سے ظاہر ہوگا۔ پھر وہ تمہارے عمل پر تمہیں بدلہ دے گا۔ نہ کہ اپنے علم پر جو اسے تمہارے متعلق ہے۔ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً (کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے) ایکم مبتدأ اور احسن عملا اس کی خبر ہے۔ احسن زیادہ خالص زیادہ باصواب، الخالص: خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے جو کریں۔ الصواب: سنت کے بالکل مطابق ہو۔

المراد والمطلوب:

اس نے تمہیں زندگی بخشی جس کے ذریعہ عمل کی توفیق ملی۔ پھر اس نے موت کو مسلط کیا جو کہ تمہیں دعوت دے رہی ہے۔ کہ قبیح کے مقابلہ میں تم حسن عمل کو اختیار کرو۔ پس موت کے بعد تو بعث اور وہ جزاء ہے جس نے بہرصورت پیش آنا ہے۔

موت کی وجہِ تقدیم:

موت کو حیات سے مقدم کیا کیونکہ عمل کا سب سے مضبوط داعی موت ہے۔ جس نے اپنی موت کو سامنے رکھا اس نے خوب عمل کیا یہاں موت کو اس لئے بھی مقدم کیا کہ سیاق آیت کے اعتبار سے بھی زیادہ اہم یہی ہے۔ جب موت کو پہلے لائے جو صفت قہاریت کا پرتو ہے اور زندگی کو جو کہ لطف الٰہی کا اثر ہے بعد میں ذکر کیا گیا۔ اسی ترتیب ذکری کے لحاظ سے صفت قہری کو مہری سے مقدم کیا فرمایا وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ زبردست) یعنی ایسا غالب ہے کہ برا عمل کرنے والا اس کو تھکا نہیں سکتا۔ الْغَفُوْرُ (بخشنے والا ہے) ستار ایسا کہ کوئی بڑے سے بڑے گناہ ولغزش والا اس کی بارگاہ سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔

۳: الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کئے) ایک دوسرے آسمان پر طبقاتی صورت میں۔ طباق یہ طَابَقَ النعل سے لیا گیا ہے جبکہ موچی جوتے کو تہ بہ تہ کر کے سیتا ہے۔ یہ مصدر ہے جس کو بطور صفت لائے ہیں۔ نمبر۲۔ مضاف محذوف ہے ای ذات طباق نمبر۳۔ طوبقت طباقا۔ فعل محذوف کا مصدر ہے۔ نمبر۴۔ ایک قول یہ ہے یہ طباق جمع طبق کی ہے جیسے جمل کی جمع جمال ہے۔ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ (تو رحمان کی اس صنعت میں نہ دیکھے گا) یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ نمبر۲۔ ہر مخاطب کو عام ہے۔ مِنْ تَفٰوُتٍ (کوئی خلل) کوئی اضطراب، اختلاف، بقول سدی کوئی عیب۔

قراءت: حمزہ وعلی نے من تفوت پڑھا ہے۔ دونوں وزن ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ جیسا تعاهُد اور تعَهُّد۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ﴿٤﴾ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ

پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ تیری نگاہ ذلیل ہو کر تھک کر تیری طرف لوٹ آئے گی ' اور ہم نے قریب والے آسمان کو

الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿٥﴾

چراغوں سے آراستہ کیا ہے' اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنادیا ہے اور ہم نے ان کے لئے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حقیقتِ تفاوت:

تناسب کا نہ ہونا گویا بعض حصہ دوسرے سے فوت ہو جائے اور اس کے مناسب نہ رہے۔

یہ اشیاء تخلیق رحمانی ہیں:

یہ جملہ طباقا کی صفت ہے تقدیر کلام یہ ہے ماتری فیھن من تفاوت پس خلق الرحمان کو ضمیر کی جگہ لائے۔ان کی تخلیق کی عظمت کو بتلانے اور تفاوت سے سلامت رہنے کا سبب ظاہر کرنے کے لئے ایسا کیا گیا اور وہ اس طرح ہے کہ یہ چیزیں رحمان کی تخلیقات سے ہیں اور وہی اپنی زبردست قدرت کی وجہ سے ایسی متناسب مخلوق پیدا کر سکتا ہے۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ (پس تم پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لو) یعنی اپنی نگاہ آسمان کی طرف لوٹاؤ۔ تاکہ مشاہدہ سے اس خبر کی سچائی تیرے سامنے آجائے۔اور تمہیں کسی شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ (کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے) فطور جمع فطر، پھٹن، شگاف، دراڑ (من زائدہ ہے اور استفہام تقریری ہے۔)

۴ : ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ (پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ) دوبارہ دو مرتبہ نگاہ ڈال پہلی سمیت دو مرتبہ۔ایک قول: پہلی کے علاوہ دو مرتبہ پس تین مرتبہ ہو جائیں گی۔ایک قول اور ہے: دو مرتبہ پر اکتفاء مطلوب نہیں بلکہ کثرت تکرار مراد ہے۔ بار بار نگاہ ڈال اور گہرائی اختیار کرو۔ کیا تمہیں اس میں کوئی عیب و شگاف نظر آتا ہے۔ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا (نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی) نحو: ینقلب یہ لوٹنے کے معنی میں ہے۔یہ جواب امر ہے اسی لئے مجزوم ہے۔ خاسئاً ذلیل نمبر۲۔اس سے بہت دور جو تیرے ارادہ میں ہے۔

نحو: یہ البصر سے حال واقع ہے۔ وَّهُوَ حَسِيْرٌ (وہ تھکی ہوئی اور درماندہ ہے) اور تمہیں آسمان میں کوئی شگاف نہ مل سکے گا۔

آسمان میں چراغ:

۵ : وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا (اور ہم نے قریب کے آسمانوں کو مزین کر رکھا ہے) الدنیا قریبی، یعنی وہ آسمان جو تمہارے قریب ہے۔ بِمَصَابِيْحَ (ستاروں کے ساتھ) ایسے ستاروں کے ذریعہ جو صبح کی طرح روشن ہیں۔ یہ مصباح کی جمع ہے۔ چراغ

کو کہتے ہیں۔ان کو چراغ اس لئے کہا کیونکہ لوگ اپنی مساجد اور گھروں کو چراغوں کی روشنی سے مزین کرتے ہیں۔(اور ان سے آسمان مزین ہے) ایک قول یہ ہے: ہم نے اس گھر کی چھت کو جس میں تم اکٹھے ہو چراغوں سے مزین کر دیا۔ایسے چراغ کہ روشنی میں تمہارے چراغ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ (اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے) تمہارے ایسے دشمنوں کیلئے جو تمہیں روشنی سے اندھیروں میں ڈالتے ہیں۔

ستاروں کے کام:

قول قتادہ رحمہ اللہ ستاروں کے تین کام ہیں۔نمبرا۔آسمان کی زینت نمبر۲۔شیاطین کیلئے رجم نمبر۳۔زمین میں راہنمائی کیلئے علامات جس نے اس کے علاوہ تاویل کی ہے اس نے جہالت و بے علمی اور تکلف سے کام لیا ہے۔الرجوم جمع رجم کی ہے یہ مصدر ہے جس سے مرجوم کا نام رکھا گیا ہے۔رجوم شیاطین کا مطلب یہ ہے کہ ستارے سے ایک شعلہ (چنگاری) نار کی طرح جدا ہوتا ہے۔جو اس جن کو ہلاک کر دیتا ہے۔یا اس کو مخبوط الحواس کر ڈالتا ہے۔یہ معنی ہرگز نہیں کہ ستارے اپنی جگہ سے زائل ہو کر اس کو لگتے ہیں۔بلکہ وہ تو اپنی حالت میں آسمان میں جمے رہنے والے ہیں۔وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ (اور ہم نے تیار کر رکھا ہے) یعنی شیاطین کیلئے عَذَابَ السَّعِيْرِ (دوزخ کا عذاب) جو آخرت میں ان کو شہاب ثاقب سے دنیا میں جل جانے کے بعد ملے گا۔

وَلِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ⑥ اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی

لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ⑦ تَکَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ؕ کُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ

زور دار آوازیں سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی ایسا محسوس ہوگا کہ وہ غصہ کی وجہ سے پھٹ پڑے گی۔ جب بھی اس میں کافروں کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی ان سے

خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ ⑧ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ فَکَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ

دوزخ کے محافظ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ وہ جواب میں کہیں گے ہاں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو تھا سو ہم نے جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے

مِنْ شَیْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ کَبِیْرٍ ⑨ وَقَالُوْا لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا

کوئی چیز بھی نازل نہیں کی تم لوگ صرف بڑی گمراہی میں ہو' اور وہ یوں کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم جلنے والی آگ

فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ⑩ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ⑪

میں نہ ہوتے' حاصل یہ کہ وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلیں گے۔ سو دوری ہے جلنے والی آگ والوں کے لئے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ⑫ وَاَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ

بلاشبہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے اور تم اپنی بات کو چپکے سے کہو

اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ

یا زور سے بیشک وہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے' کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا حالانکہ وہ باریک بین ہے اور

ع ١ الْخَبِیْرُ ⑭ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ

باخبر ہے۔ وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر بنا دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو اور اس کی روزی میں سے کھاؤ اور

رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ⑮

اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔

٦ : وَلِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ (اور جو لوگ اپنے رب کا انکار کرتے ہیں) اس میں شیاطین کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہر شخص شامل ہے۔ عَذَابُ جَهَنَّمَ (ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے) فقط شیاطین دوزخ کے عذاب کے ساتھ مخصوص نہیں

ہیں۔وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور وہ بری جگہ ہے) المصیر لوٹنے کی جگہ مراد جہنم ہے۔
۷ : اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا (جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے) جب ان کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔جیسا لکڑیوں کو بڑی آگ میں پھینکا جاتا ہے۔سَمِعُوْا لَهَا (تو اس کی ایک بڑی زور کی آواز سنیں گے) جہنم کی آواز شَهِيْقًا (گدھے کی آواز جیسی انوکھی آواز) جہنم کی زوردار بری آواز کو گدھے کی آواز سے تشبیہ دی۔وَّهِيَ تَفُوْرُ (اور وہ جوش مارتی ہوگی) جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں اسی طرح ابال آئے گا جیسے ہنڈیا میں پکنے والی اشیاء کو ابال آتا ہے۔

زبانیہ کا سوال:

۸ : تَكَادُ تَمَيَّزُ (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غصہ کے مارے پھٹ پڑے گی) تمیز یہ تمیز ہے پھٹنا اور ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔مِنَ الْغَيْظِ (کفار پر غصہ کی بناء پر) جہنم کے بہت زیادہ ابال کو استعارۃً اس طرح قرار دیا گویا وہ سخت غصہ میں لال پیلی ہے۔كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ (جب بھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا) کفار کی جماعت مراد ہے۔سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ (تو اس کے محافظ ان لوگوں سے پوچھیں گے) خزنہ سے مالک اور اس کے مددگار زبانیہ مراد ہیں اور یہ سوال زجر و تذلیل کیلئے ہوگا۔اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (کیا تمہارے پاس ڈرانے والا نہیں آیا تھا) وہ رسول جو تمہیں اس عذاب سے ڈرائے۔

کفار کا اعتراف:

۹ : قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ (وہ کافر کہیں گے واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔) یہ کفار کی طرف سے عدل الٰہی کا اعتراف ہے۔اور اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو روانہ کر کے اور انذار کے ذریعہ عذاب میں مبتلا ہونے کے اسباب بالکل واضح کر دیے تھے۔فَكَذَّبْنَا (پس ہم نے جھٹلا دیا) یعنی ہم نے ان کو جھٹلا دیا۔وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ (اور کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نہیں اتاری۔) جو یہ انبیاء وعد، وعید وغیرہ کہہ رہے ہیں۔اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ (تم بڑی غلطی میں پڑے ہو) یعنی کفار منذرین کو کہنے لگے تم شدید غلطی کا شکار ہو۔النذیر یہ انذار کے معنی میں ہے پھر انہوں نے اسی کو اپنے منذرین کے متعلق غلو کرتے ہوئے بطور صفت استعمال کیا گویا کفار کا مطلب یہ تھا یہ تمہاری بات نرا ڈراوا ہے۔(حقیقت سے اس کا تعلق نہیں) نمبر۲۔ممکن ہے کہ یہ جہنم کے فرشتوں کا کلام ہو جبکہ اس سے پہلے قال کو مان لیں۔اس صورت میں ضلال سے ہلاکت مراد ہوگی۔نمبر۳۔گمراہی کی سزا کو خود گمراہی سے تعبیر کر دیا جیسا کہ جزاء سیئہ کو سیئہ کہہ دیا جاتا ہے۔اور اعتدائے سیئہ کو اعتداء کہتے ہیں اس کو علم بیان کی زبان میں مشاکلہ کہتے ہیں۔نمبر۴۔یہ رسولوں کا کلام ہے جو وہ خزنہ کے سامنے نقل کریں گے یعنی کفار کہیں گے کہ انبیاء علیہم السلام نے تو ہم کو یہ بات کہی مگر ہم نے اس کو قبول نہ کیا۔
۱۰ : وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ (اور کہیں گے اگر ہم سنتے) طالب حق کی طرح ڈراووں کو سنتے اَوْ نَعْقِلُ (یا سمجھتے) ایسے سمجھتے جیسے غور و فکر والا سمجھتا ہے مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (تو ہم اہل دوزخ میں نہ ہوتے) من جملہ ان لوگوں میں سے جو دوزخ میں

پڑے ہیں۔

مَسْئَلَه: تکلیف کا دارومدار دلائل سمع وعقل پر ہے اور یہی دو دلیلیں اتمام حجت کیلئے کافی ہیں۔

۱۱: فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ (غرض اپنے جرم کا اقرار کریں گے) کہ تکذیب رسل کر کے انہوں نے کفر کیا ہے۔ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (پس اہل دوزخ پر لعنت ہے)

قراءت: فَسُحُقًا یزید وعلی نے پڑھا۔ سحقاً کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرامت سے ان کو دور کر دیا گیا وہ اعتراف کریں یا انکار اس سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

نَحو: یہ مصدر ہے جو بددعا کے موقعہ پر استعمال ہوا۔ اس لئے منصوب ہے۔

۱۲: اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ (بے شک جو لوگ اپنے رب سے بے دیکھے ڈرتے ہیں) یعنی اس کے عذاب کو دیکھنے کے بغیر ڈرتے ہیں۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ (ان کے لئے مغفرت ہے) گناہوں کی۔ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ (اور اجر عظیم ہے) وہ جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ کو سرّ واعلانیہ کی اطلاع ہے:

۱۳: وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ (تم لوگ خواہ چھپا کر بات کرو یا پکار کر کہو) اس کے ظاہر سے دونوں میں سے ایک بات ثابت ہو رہی ہے۔ اسرار یا اظہار مگر معنی یہ ہے کہ تمہارا اسرار واظہار اس کے علم میں برابر ہے۔ روایت ہے کہ مشرکین مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق طرح طرح کی بدگوئیاں کرتے۔ اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو بھیج کر ان کے اقوال کی اطلاع دے دیتے۔ تو وہ کہتے آہستہ باتیں کرو کہیں محمد کا الٰہ سن نہ لے۔ پس یہ آیت اتاری۔ پھر اس کی تعلیل آیت کے اگلے حصہ میں ذکر کر دی۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب آگاہ ہے) یعنی وہ چھپی ہوئی باتیں جن کی ترجمانی ابھی تک زبانوں نے نہیں کر پائی ہوتی۔ پس یہ کیوں نہ وہ جانے گا جو زبان سے کہہ دی گئی (خواہ آہستہ کہی یا زور سے)

۱۴: اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے اور وہ باریک بین پورا باخبر ہے)

نَحو: مَن یہ یعلم کا فاعل ہونے کی وجہ سے موضع رفع میں ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔ کیا وہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس کی صفت لطیف وخبیر بھی ہے وہ ان کے ضمیر اور رازہائے سینہ اور ظاہر سے واقف نہ ہوگا؟ اللطیف اس کی صفت یہ ہے کہ وہ اشیاء کے دقائق سے واقف ہے۔ الخبیر اور اشیاء کے حقائق سے بھی آگاہ ہے۔

مَسْئَلَه: اس سے ثابت ہوا کہ اللہ اقوال کا خالق ہے پس افعال کا خالق ہونا خود ثابت ہو گیا۔

قولِ ابوبکر اصم وجعفر بن حرب:

کہ مَن مفعول ہے اور فاعل مضمر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس حیلہ بازی سے انہوں نے خلق افعال کی نفی کرنا چاہی (مگر

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا ھِیَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ

کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ زمین تھرتھرانے لگے یا تم

اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ

اس سے بے خوف ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر ایک سخت ہوا بھیج دے سو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ میرا

نَذِیْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا

ڈرانا کیسا تھا اور ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے جھٹلایا سو میرا عذاب کیسا تھا؟ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر

اِلَى الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ؔؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ﴿۱۹﴾

پرندوں کو نہیں دیکھا جو پر پھیلائے ہوئے ہیں اور پروں کو سمیٹ لیتے ہیں رحمٰن کے علاوہ کوئی انہیں تھامے ہوئے نہیں ہے بے شک وہ ہر چیز کا دیکھنے والا ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ

ہاں یہ تو بتاؤ رحمٰن کے سوا وہ کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر تمہاری مدد کر سکے' کافر لوگ صرف دھوکے میں پڑے

غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

ہیں' اور یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنے رزق کو روک لے بلکہ یہ لوگ سرکشی پر اور نفرت پر جمے ہوئے ہیں۔

بے حاصل)۔

انعاماتِ الٰہیہ:

۱۵ : ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا (وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کیا) ھو سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے۔ ذلولا (نرم اور سہل) ایسی تابع کہ اپنے اوپر چلنے سے نہیں روکتی۔ فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا (پس تم اسکے رستوں میں چلو) مناکب (جوانب واطراف) استدلال کرتے ہوئے اور رزق کو طلب کرنے کیلئے چلو۔ نمبر۲۔ مناکب کا معنی پہاڑ نمبر۳۔ راستے۔ وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ (اور اللہ تعالیٰ کی روزی میں سے کھاؤ) جو اس میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق ہے۔ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ (اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے) اسی کی طرف تم نے اٹھ کر جانا ہے۔ پھر وہ تم سے اپنے انعامات کے شکریہ کے متعلق پوچھ گچھ کریں گے۔

۱۶ : ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ (کیا تم لوگ اس سے بےخوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں ہے) یعنی وہ ذات جس کی بادشاہی آسمان پر ہے۔ کیونکہ آسمان مسکن ملائکہ ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کے فیصلے' کتب، اوامر ونواہی نازل ہوتے ہیں۔ پس گویا اس طرح

فرمایا اء منتم خالق السماء و ملکہ کیا تم آسمان کے خالق و بادشاہ سے بے خوف ہوگئے ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ آسمان میں ہے اور رحمت و عذاب اسی کی طرف سے اترتے ہیں۔ پس ان کو کہا گیا انہی کے اعتقاد کو سامنے رکھ کر کہ کیا تم اس ذات سے بے خوف ہوگئے ہو جس کے متعلق تمہارا گمان یہ ہے کہ وہ آسمان میں ہے حالانکہ اس کی ذات تو مکان سے بلند و بالا ہے۔

اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ (کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے) جیسا قارون کو دھنسا دیا فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ (پھر وہ زمین تھرتھرانے لگے) اضطراب و حرکت میں آجائے۔

۱۷ : اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا (کیا تم لوگ اس سے بے خوف ہوگئے ہو کہ جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر ایک ہوائے تند بھیج دے) حاصب : پتھر۔

نحو : ان یرسل یہ بدل الاشتمال سے بدل ہے اور اسی طرح ان یخسف بھی۔ ام بمعنی ھل ہے۔ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ (پھر عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا) یعنی جب تم عذاب کو دیکھ لو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا مگر اس وقت کا علم چنداں مفید ثابت نہ ہوگا۔

۱۸ : وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور ان سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انہوں نے جھٹلایا تھا) آپ کی قوم سے پہلے فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ (پس میرا عذاب کیسا ہوا) میرا انکار ان پر کیسا رہا جبکہ میں نے ان کو ہلاک کر دیا۔

۱۹ : پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خسف اور آندھی بھیجنے پر اپنی قدرت کے متعلق متنبہ کیا اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ (کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی) الطیر یہ جمع طائر کی ہے فوق سے فضا مراد ہے۔ صٰٓفّٰتٍ (کہ پر پھیلائے ہوئے ہیں) وہ اپنے پر فضا میں اڑتے وقت پھیلانے والے ہیں۔ وَّیَقْبِضْنَ (اور پر سمیٹ لیتے ہیں) اور ان کو سمیٹ لیتے ہیں جبکہ وہ ان پروں کو اپنے پہلوؤں پر مارتے ہیں۔

نحو : ویقبضن کا عطف اسم فاعل صافات پر اس کو یصففن کے معنی پر محمول کرنے کی بناء پر ہے ای یصففن ویقبضن یا اس کو اسم فاعل کے معنی میں مان کر ای صافات و قابضات حکمت : اسی دوسری ترکیب کو اس لئے اختیار کیا کیونکہ طیران کی اصل پر پھیلانا ہے۔ ہوا میں پرواز پانی میں تیراکی کی طرح ہے اور پرندے کیلئے ہوا، تیرنے والے کے لئے پانی کی طرح ہے۔ السباحت اصل میں اطراف کو دراز کرنا اور پھیلانا۔ باقی قبض تو حرکت پر معاونت کیلئے اس پر طاری ہوتی ہے۔ چنانچہ آیت میں طاری کو لفظ فعل سے لائے تا کہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ اصل تو وہ پروں کو پھیلاتے ہیں باقی وقتاً فوقتاً پر سمیٹنے بھی پڑتے ہیں جیسا تیرنے والے کو بھی کرنا پڑتا ہے۔ مَا یُمْسِكُهُنَّ (نہیں ان کو تھامے ہوئے ہے) گرنے سے جبکہ وہ پروں کو پھیلاتے اور سمیٹتے ہیں۔ اِلَّا الرَّحْمٰنُ (مگر رحمان) محض اپنی قدرت و رحمت کے ساتھ۔ ورنہ ثقیل چیز تو طبعی طور پر نیچے کو آتی ہے بلند نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر وہ پورے جہان سے اپنی حفاظت و تدبیر کو ہٹالے تو یکبارگی تمام افلاک دھڑام سے نیچے آگریں۔

أَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ

سو کیا جو شخص منہ کے بل گر گر اوندھا چل رہا ہو وہ شخص زیادہ ہدایت پر ہے یا وہ شخص جو سیدھے راستے پر

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ

چل رہا ہو؟ آپ فرما دیجئے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

تم بہت کم شکرادا کرتے ہو آپ فرما دیجئے کہ اللہ وہی ہے جس نے تم کو زمین پر پھیلا دیا اور تم اسی کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے۔

نحو : مایمسکھن یہ جملہ مستانفہ ہے۔نمبر۲۔یقبضن کی ضمیر سے حال ہے۔

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ (بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے) وہ مخلوق کو پیدا کرنے اور عجائبات کی تدبیر کرنے سے خوب واقف ہے۔

۲۰ : اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ (ہاں رحمان کے سوا اور کون ہے کہ وہ تمہارا لشکر بنکر تمہاری حفاظت کر سکے)

نحو : اَمَّنْ یہ مبتدأ ہے ھذا اس کی خبر ہے۔الذی ھو یہ ھذا کا بدل ہے۔اور ینصرکم جملہ جندٌ کی صفت محل رفع میں ہے یہ بحیثیت لفظ اس کی صفت ہے۔معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کون ایسا ہے جس کی طرف نصرت و مدد میں اشارہ کیا جائے۔(یعنی کوئی ایسا نہیں) اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ (کافر نرے دھوکہ میں ہیں) اِنْ ،ما کے معنی میں ہے۔

کیا اللہ کے رزق روکنے پر تمہارے معبود رزق دیتے ہیں:

۲۱ : اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ (ہاں وہ کون ہے جو تم کو روزی پہنچا دے۔اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی بند کرے) امن کون ایسا ہے جس کی طرف اشارہ کر کے کہا جائے کہ تم کو یہ رزق دے گا۔اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا رزق روک لیا؟ یہ تو اس تقدیر پر ہے جب کہ مَن سے جمیع خلق مراد لی جائے۔نمبر۲۔یہ بھی درست ہے کہ اس سے اشارہ ان کے تمام بتوں کی طرف ہو کیونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ ان کی مصائب سے حفاظت کرتے ہیں اور ان کو اپنے ان معبودوں کی برکت سے رزق ملتا ہے گویا وہ اصنام مددگار لشکر اور رازق لشکر ہیں۔جب انہوں نے اس سے کوئی تاثر نہ لیا اور اس کو قبول نہ کیا تو ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔بَلْ لَّجُّوْا (بلکہ یہ لوگ جم رہے ہیں) بڑھتے جانا' جمے رہنا۔فِيْ عُتُوٍّ (سرکشی میں) حق قبول کرنے سے تکبر کرنا۔وَّ نُفُوْرٍ (اور نفرت پر) حق سے دور بھاگنے کی وجہ سے کیونکہ حق کو بوجھل خیال کرتے ہوئے اس کی اتباع نہیں کرتے۔ربط : مؤمنوں اور کافروں کی مثال بیان فرمائی پس فرمایا۔

۲۲ : اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ (پس کیا جو شخص منہ کے بل گرتا ہوا چل رہا ہو) یعنی اپنے چہرے کے بل گرنے والا ہو اور

ہر گھڑی لڑکھڑائے اور بغیر سمجھے بوجھے راستہ اختیار کرنے والا ہو۔

نحو : مَنْ کی خبر اھدی ہے۔

اَھْدٰٓی (راہ منزل مقصود پر زیادہ پہنچنے والا ہو) زیادہ راہ پانے والا ہو۔

نحو : اکب یہ کب کا مطاوع آتا ہے کہتے ہیں کبتہٗ فاکبَّ میں نے اس کو اوندھا کیا وہ اوندھا ہوگیا (گویا اکباب لازم و متعدی ہر دو طرح ہے) اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا (یا وہ شخص جو سیدھا چلتا ہے) سویا درست 'سیدھا' پھسلنے گرنے سے محفوظ۔ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ایک ہموار سڑک پر چلا جا رہا ہو) ایک برابر راستہ پر ہو۔

نحو : من کی خبر اھدیٰ محذوف ہے کیونکہ پہلا اھدی اس پر دلالت کرتا ہے۔ بقول کلبی، مکب سے مراد ابوجہل اور اہدی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۲۳ : قُلْ ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ (آپ کہہ دیجئے کہ وہی جس نے تم کو پیدا کیا) ابتداءً اس نے تمہیں پیدا کیا۔ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ (اور اس نے تم کو کان، آنکھیں اور دل دیے) ان کو اس لئے خاص کیا کیونکہ یہ تینوں ذرائع علم ہیں۔

تم بالکل شکر نہیں کرتے :

قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ (تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو) ان انعامات کا کیونکہ تم شرک کرتے ہو اور خالص اس کی عبادت نہیں کرتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ تم بہت قلیل شکر یہ ادا کرتے ہو۔ اس صورت میں مَا زائد ہے۔ ایک قول یہ ہے قلت سے مراد عدم ہے کہ تم بالکل شکر نہیں کرتے ہو۔

۲۴ : قُلْ ھُوَ الَّذِیْ ذَرَاَکُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (آپ کہہ دیجئے کہ وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلایا اور تم اسی کے پاس اکٹھے کیے جاؤ گے) ذرأکم اس نے پیدا کیا۔ تحشرونَ حساب و جزاء کیلئے جمع کیے جاؤ گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو؟ آپ فرما دیجئے کہ علم تو اللہ ہی کو ہے

وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ

اور میں تو صرف واضح طریقہ پر ڈرانے والا ہوں' پھر جب اس کو اپنے پاس آتا ہوا دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا

هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ

کہ یہ وہی ہے جس کو تم مانگا کرتے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک

اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا

فرما دے یا ہم پر رحم فرمائے سو وہ کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے بچائے گا۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ رحمٰن ہے ہم اس

بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسہ کیا۔ سو تم عنقریب جان لو گے کہ وہ کون ہے جو کھلی ہوئی گمراہی میں ہے' آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ

اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ع

اگر تمہارا پانی زمین میں نیچے چلا جائے سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس چشمہ والا پانی لے آئے۔

۲۵: وَيَقُوْلُوْنَ (اور یہ لوگ کہتے ہیں) کافر مؤمنوں کو بطور استہزاء کہتے تھے۔ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (کہ یہ وعدہ کب ہوگا) وہ جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے رہتے ہو۔ وعد سے عذاب والا وعدہ مراد ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اس کے واقع ہونے میں تو ہمیں اس کا زمانہ بتلا دو۔

۲۶: قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ (آپ کہہ دیجئے کہ یہ علم) یعنی عذاب کے وقت کا علم عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور میں تو محض صاف صاف ڈرانے والوں میں سے ہوں) نذیر ڈرانے والا مبین شرائع کی تمہارے سامنے وضاحت پیش کرنے والا۔

۲۷: فَلَمَّا رَاَوْهُ (پھر جب اس کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے) ہٗ سے مراد وہ عذاب ہے جس کا وعدہ کیا گیا۔ زُلْفَةً (اپنے قریب)

نحو: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

کافروں پر اکتاہٹ کا سوار ہونا:

سِيْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (تو کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے) وعدۂ عذاب کو دیکھتے ہی ان کے چہرے بگڑ جائیں

گے اس لئے کہ ان پر اکتاہٹ اور برائی سوار ہو جائیگی اور ان کے چہروں پر سیاہی کے بادل چڑھ جائیں گے۔ وَقِيۡلَ هٰذَا الَّذِىۡ (اور ان کو کہا جائے گا) یہ زبانیہ کا قول ہے وہ کہیں گے۔ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَدَّعُوۡنَ (جس کو تم مانگا کرتے تھے) تدعون الدعاء سے باب افتعال ہے یعنی تم اس کو جلد مانگتے تھے اور تم کہتے تھے ائتنا بِمَا تَعِدُنَا۔ نمبر۲۔ یہ الدعوی مصدر سے ہے یعنی اس کے سبب سے تم دعویٰ کرتے تھے۔ کہ تم اٹھائے نہ جاؤ گے۔

قراءت: یعقوب نے تَدْعُوْنَ تخفیف سے پڑھا ہے۔

کفار کی دُعائے ہلاکت کا جواب:

۲۸: قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ اَهۡلَـكَنِىَ اللّٰهُ (آپ کہہ دیجیے کہ تم یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو ہلاک کر دے) مجھے موت دے دے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا اِنِ امۡرُؤٌا هَلَكَ [النساء:۱۷۶] وَمَنۡ مَّعِىَ (اور میرے ساتھیوں کو جو میرے ساتھ ہیں) اَوۡ رَحِمَنَا (یا ہم پر رحمت فرمائے) پس ہماری موت کو مؤخر کر دے۔ فَمَنۡ يُّجِيۡرُ (تو کون بچائے گا) نجات دے گا۔ الۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ (کافروں کو دردناک عذاب سے) الیم بمعنی مولم ہے۔

کفارِ مکہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے متعلق ہلاکت کی دعائیں کرتے پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ان کا جواب اس طرح دینے کا حکم فرمایا۔ ہم مؤمن دو اچھائیوں میں سے ایک کے منتظر ہیں خواہ تمہاری تمنا کے مطابق ہم ہلاک ہو جائیں تو جنت میں پہنچ جائیں گے یا اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرما کر تمہارے خلاف ہماری مدد کر کے تم پر غلبہ دے دیں گے۔ جیسا کہ ہم امیدوار ہیں تو بھی ہم کامیاب پھر تمہارا کیا بنے گا۔ تمہیں اور تمہارے کافروں کو آگ کے عذاب سے کون بچائے گا۔ تمہارے لئے وہ (کفر کی حالت میں تو) آگ یقینی ہے۔

۲۹: قُلۡ هُوَ الرَّحۡمٰنُ (آپ کہہ دیجئے کہ وہ بڑا مہربان ہے۔ یعنی جس ذات کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں وہ رحمان ہے۔ اٰمَنَّا بِهٖ (ہم اس پر ایمان لائے) اور اس کی تصدیق کی اور ہم نے تمہاری طرح کفر نہیں کیا۔ وَعَلَيۡهِ تَوَكَّلۡنَا (اور ہم اس پر توکل کرتے ہیں) پس ہم نے اپنے تمام امور اسی کے سپرد کر رکھے ہیں۔ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ (پس عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا) جبکہ تم پر عذاب نازل ہو گا۔

قراءت: علی نے یعلمون یاء سے پڑھا ہے۔

مَنۡ هُوَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ (کہ کون کھلی گمراہی میں ہے تم یا ہم)

۳۰: قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُكُمۡ غَوۡرًا (کہہ دیجئے اچھا بتلاؤ۔ اگر تمہارا پانی نیچے کو غائب ہی ہو جائے) گہرائی میں زمین کے اندر چلا جائے۔ ڈول اس کو نہ پہنچ سکیں یہ صفت مصدر کی صورت میں لائی گئی جیسا عدل بمعنی عادل آتا ہے۔ فَمَنۡ يَّاۡتِيۡكُمۡ بِمَآءٍ مَّعِيۡنٍ (تو کون ہے جو تمہارے پاس بہتا ہوا پانی لے آئے) معین (جاری) جو اس کو پہنچ جائے جو اس کا ارادہ کر لے۔

لطیفہ: ایک ملحد کے سامنے یہ آیات پڑھی گئیں تو وہ کہنے لگا ہم کسی کدال سے نکال لیں گے رات کو اس کی آنکھ کا پانی چلا گیا اور وہ

اندھا ہوگیا اور اسے کہا گیا اب کسی کدال سے لے آؤ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ محمد بن زکریا متطبب تھا۔ (اعاذنا اللہ منہ) اے اللہ ہماری بصیرت میں اضافہ فرما۔

تم بحمد الله رب العالمين سورة الملك بتفسير فى الاردية ٢٣ ربيع الاول ١٤٢٤ھ

سُورَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۃ القلم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں باون آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ① مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ② وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا

ن، قسم ہے قلم کی اور فرشتوں کے لکھنے کی، آپ اپنے رب کی نعمت کی وجہ سے مجنون نہیں ہیں اور بلاشبہ آپ کے لئے ایسا اجر ہے

غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ③ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ⑤ بِاَيِّكُمُ

جو ختم ہونے والا نہیں، اور بیشک آپ بڑے اخلاق والے ہیں سوعنقریب آپ دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو

الْمَفْتُوْنُ ⑥ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ⑦

جنون تھا، بلاشبہ آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑧

سو آپ تکذیب کرنے والوں کی بات نہ مانئے۔

قلم کی قسم کثرت منافع کے لئے کھائی:

۱: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (ن! قسم ہے قلم کی اور ان کے لکھنے کی) نٓ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد یہی حرف معجم ہے۔ باقی قول حسن رحمہ اللہ کا کہ اس کا معنی دوات ہے اور قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نون مچھلی کو کہتے ہیں۔ جس پر زمین رکی ہوئی ہے اور اس کا نام یھموت ہے وہ یہاں مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کے لیے اعراب ضروری ہے خواہ وہ اسم جنس ہو یا علم ہو۔ پس سکون اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حروف تہجی میں سے ہے۔ وَالْقَلَمِ قلم سے وہ مراد ہے جس سے لوح محفوظ کو لکھا گیا نمبر۲۔ ملائکہ کے اقلام۔ نمبر۳۔ جس سے لوگ لکھتے ہیں۔ اس کی قسم اسلئے کھائی کیونکہ اس کے منافع وفوائد بیان سے باہر ہیں۔ وَمَا يَسْطُرُوْنَ یعنی جو کراماً کاتبین لکھتے ہیں۔ نمبر۲۔ خیر کی جو باتیں کسی بھی کتاب میں لکھی جاتی ہیں۔ ما موصولہ ہے یا مصدریہ۔

۲: مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں) یہ جواب قسم ہے اپنے رب کے فضل کی موجودگی میں جو اس نے نبوت اور دیگر انعامات کی صورت میں آپ پر فرمایا۔ (دیوانہ نہیں ہیں)

نَحو :انت یہ مَا کا اسم ہے۔ بمجنون اس کی خبر ہے۔ اور بنعمة ربك یہ اسم وخبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ بنعمة کی باء محذوف کے متعلق ہے اور وہ حال ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہے۔ بمجنون اس میں عامل ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ مَا اَنْتَ بِمَجْنُوْنٍ مَنعمًا علَيْكَ بِذٰلِكَ باء اس سلسلہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی کہ مجنون اپنے ماقبل پر عمل کرے کیونکہ یہ باء زائدہ ہے جو تاکید نفی کیلئے ذکر کی گئی ہے۔ یہ کفار کے اس قول کا جواب ہے۔ جو ان کی زبانوں پر رہتا تھا۔ و قالوا یٰاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ [الحجر:۶] (ان کے انکار کی شدت کی بناء پر جواب میں قسم اور دیگر تاکیدات لائی گئی ہیں)۔

۳ :وَاِنَّ لَکَ (اور بیشک آپ کے لئے) ان باتوں کے برداشت کرنے اور صبر میں لَاَجْرًا (ایسا اجر ہے) اجر ثواب کے معنی میں ہے۔ غَیْرَ مَمْنُوْنٍ (جو ختم ہونے والا نہیں) غیر منقطع ہے نمبر۲۔ ایسا ثواب ہے جس پر دوسرے لوگوں کا احسان مند نہ ہونا پڑے۔ محض احسان الٰہی ہے۔

۴ :وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (بلاشبہ آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں) ایک قول یہ ہے اس میں اسی بات کا تذکرہ ہے جس کا دوسرے مقام پر حکم دیا خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ [الاعراف:۱۹۹]

اخلاقِ نبوت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا اخلاق قرآن تھا یعنی قرآن میں جو مکارم اخلاق ہیں۔ وہ سب آپ کی طبیعت ثانیہ تھے۔ آپ کے اخلاق کو عظیم قرار دیا کیونکہ آپ کونین پر بخشش وسخاوت فرمانے والے اور کونین کے خالق پر کامل بھروسہ والے تھے۔ [مسلم:۷۴۶، نسائی ۱۹۹/۳]

۵ :فَسَتُبْصِرُ وَ یُبْصِرُوْنَ (پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے) عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور وہ دیکھ لیں گے یہ آپ کے ساتھ وعدہ اور کفار کے متعلق وعید ہے۔

۶ :بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ (کہ تم میں کس کو جنون تھا) مفتون مجنون کے معنی میں ہے یہ فتن سے لیا گیا کیونکہ وہ جنون کی مشقت میں ڈالا گیا باء زائدہ ہے۔ نمبر۲۔ المفتون مصدر ہے جیسا المعقول یعنی تم میں کس کو جنون ہے۔

قول الزجاج رحمہ اللہ باء فی کے معنی میں ہے جیسا کہتے ہیں کنت ببلد کذا ای فی بلد کذا میں فلاں شہر میں تھا۔

اب تقدیر کلام یہ ہے فی ایکم المفتون یعنی کس فریق کو ہر دو فریق میں سے جنون تھا مؤمنوں کے فرقہ کو یا کفار کے گروہ کو۔

۷ :اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ (آپ کا پروردگار اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے) حقیقتاً وہ ان مجانین کو اچھی طرح جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ (اور وہ راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے) اور وہ عقلاء کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

۸ :فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ (تو آپ ان تکذیب کرنے والوں کا کہنا نہ مانیں) اس میں ان کی نافرمانی پر مضبوطی سے قائم رہنے پر آپ کو آمادہ کیا گیا ہے۔ کفار تو یہ چاہتے تھے کہ کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کچھ عرصہ آپ ان کے معبودوں کی عبادت

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝٩ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝١٠ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑ جائیں تو وہ بھی ڈھیلے ہو جائیں ' اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیے جو بہت قسمیں کھانے والا ہے ' ذلیل ہے ' جو دوسروں کو عیب لگاتا ہے

بِنَمِيْمٍ ۝١١ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝١٢ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝١٣ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ

چغل خور ہے ' خیر سے روکنے والا ہے گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہے ' سخت مزاج ہے اور اس کے بعد منقطع النسب بھی ہے ' اس وجہ سے کہ وہ مال والا

وَّبَنِيْنَ ۝١٤ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٥ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝١٦

بیٹوں والا ہے ' جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں سے نقل کی جانے والی باتیں ہیں ' ہم عنقریب اس کی سونڈ پر نشان لگا دیں گے۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝١٧ وَلَا

بلاشبہ ہم نے انہیں آزمایا جیسا کہ ہم نے باغ والوں کو آزمایا ' جبکہ ان لوگوں نے آپس میں قسم کھائی کہ صبح کو چل کر پھل توڑ لیں گے ' اور انہوں نے

يَسْتَثْنُوْنَ ۝١٨ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝١٩ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝٢٠

انشاء اللہ بھی نہیں کہا ' سو اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا پھر گیا اس حال میں کہ وہ سو رہے تھے ' سو وہ باغ صبح کو ایسا رہ گیا جیسے کٹا ہوا کھیت ہو '

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝٢١ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝٢٢

سو صبح کے وقت وہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ صبح سویرے اپنے کھیت پر چلے چلو اگر تمہیں پھل توڑنا ہے

کر لیں تو وہ اپنی شرارتیں اور سختیاں آپ سے بند کر لیں گے۔

٩ : وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ (یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے ہو جائیں) اگر آپ ان کے سلسلہ میں نرمی اختیار کریں فَيُدْهِنُوْنَ (تو یہ بھی ڈھیلے ہو جائیں) پھر وہ ان کے سلسلہ میں نرمی برتیں گے۔

فیدھنون : یہ اَن مضمرہ کی وجہ سے منصوب نہیں ہے حالانکہ یہ تمنی کے جواب میں واقع ہے کیونکہ یہ دوسرے رخ پر مڑ گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مبتدأ محذوف ھُم کی یہ خبر ہے اے فھم یدھنون مطلب یہ ہے پھر وہ تو ابھی نرمی اختیار کر لیں ے اس لئے کہ ان کو تو آپ کے نرم پڑنے کی طمع تھی۔

ولید کے متعلق یہ آیت اُتری:

١٠ : وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ (اور آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت زیادہ قسمیں اٹھانے والا بے وقعت ہو) حلاف جو جھوٹی سچی بہت قسمیں اٹھائے۔ اس آیت میں بہت زیادہ قسمیں کھانے والوں کو خوب ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ مھین۔ نمبرا۔ جو رائے

اور تمیز میں کمی رکھتا ہو۔ یہ المھانۃ سے لیا گیا۔ وہ قلت وحقارت پر بولتے ہیں۔ نمبر۲۔ جھوٹا کیونکہ وہ بھی لوگوں میں ذلیل ہوتا ہے۔

۱۱ : هَمَّازٍ (طعنہ زن) عیب جو، طعنہ مارنے والا۔ غیبت کرنے والے۔ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ (چغلیاں لگاتا پھرتا ہو) ایک قوم کی بات دوسرے لوگوں کو فساد و چغلی کے طور پر نقل کرنے والا۔ النمیم والنمیمہ دونوں کا معنی چغلی ہے۔

۱۲ : مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ (نیک کام سے روکنے والا ہو) بخیل ہو۔ الخیر سے مال مراد ہے۔ نمبر۲۔ اپنے اہل کو نیکی سے بہت روکنے والا اس صورت میں خیر سے مراد اسلام ہے۔ اور یہ ولید بن المغیرۃ مخزومی ہے جمہور علماء کا قول یہی ہے۔ اس کے دو بیٹے تھے وہ ان کو کہا کرتا تھا۔ جو تم میں سے مسلمان ہوگا میں اس کا خرچہ بند کر دونگا۔ مُعْتَدٍ (حد سے گزرنے والا ہو) ظلم میں حدود کو پھاندنے والا۔ اَثِيْمٍ (گناہوں کا کرنے والا ہو) بہت گناہ کرنے والا۔

۱۳ : عُتُلٍّ (سخت مزاج ہو) اکھڑ بد خلق بَعْدَ ذٰلِكَ (اس کے بعد) اس کے ان شمار کردہ معایب کے ساتھ زَنِيْمٍ (حرامی کی تہمت والا) منسوب۔ ولید قریش کی طرف منسوب تھا۔ ان کے اصل میں سے نہ تھا جب اس کی عمر ۱۸ سال کی ہوگئی تو تب اس کے باپ نے اس کے اپنا بیٹا ہونے کا اقرار کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی ماں نے ارتکابِ زنا کیا تھا۔ اس آیت کے نزول سے قبل ولید کو اس بات کا علم نہ تھا۔ جب نطفہ خبیث ہو تو اس شخص میں خباثتیں ہی ہونگی۔ روایت میں ہے کہ یہ اپنی ماں کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری دس صفات بیان کی ہیں۔ نو تو مجھ میں موجود ہیں دسویں صفت الزنیم اس کا مجھے علم نہیں ہے تو مجھے سچی بات بتلا ورنہ میں تیری گردن اڑا دونگا۔ اس کی ماں نے کہا تیرا باپ عنین و نامرد تھا۔ مجھے خطرہ ہوا کہ یہ مر جائے گا اور مال اولاد کے علاوہ اور کسی کے ہاں چلا جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قابو دیا۔ تو اس چرواہے کا نطفہ ہے۔

۱۴ : اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ (اس سبب سے کہ وہ مال واولاد والا ہو) یہ ولا تطع سے متعلق ہے یعنی ان معایب کے ہوتے ہوئے اس کی اتباع اس بنا پر مت کرو کہ وہ مالی وسعت رکھتا ہے۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ مابعد سے متعلق ہو۔ اس وجہ سے کہ وہ مال واولاد والا تو ہماری آیات کی تکذیب کرتا ہے۔ اس پر اذا تتلی دلالت کر رہا ہے۔

۵ : اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا (جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھکر سنائی جاتی ہیں) آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔ قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں)

نحو : اس میں قال عمل نہیں کرتا کیونکہ شرط کا مابعد اپنے ماقبل پر عمل نہیں کرتا۔

قراءت : حمزہ، ابوبکر نے أأن پڑھا ہے۔ کیا اس لئے کہ وہ مال واولاد والا ہے۔ اس نے جھٹلایا اور تکذیب کی؟ آن شامی، یزید، یعقوب، سہل، نے بلا ہمزہ پڑھا ہے۔ گویا لام اس سے پہلے محذوف ہے یعنی اس وجہ سے اس کی بات نہ مان لینا کہ مال والا ہے۔

علماء نے کہا کہ جب ولید نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کاذب ہونے کا عیب دھرا اور نام لے کر المجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دس سچے نام بتلائے۔

ایک نکتہ:

جب عدل الٰہی کا فیصلہ یہ ہے کہ رسول ﷺ کے ساتھ ایک زیادتی کرنے والے کو دس گنا سزا سے نوازا۔ تو اس کے فضل کا تقاضا یہی تھا کہ جو آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں۔

خرطوم تذلیل کے لئے فرمایا:

۱۶ : سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے) تسم داغ دینا۔ الخرطوم: ہاتھی کی سونڈھ۔ تذلیل کیلئے اس کی ناک کو خرطوم فرمایا۔ اور علم کے طور پر ذکر کیا تاکہ وہ اسی سے معروف ہو۔ ناک کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کیونکہ اسپر لگا ہوا نشان بہت بھدا لگتا ہے۔ ایک قول یہ ہے بدر کے دن اس کی ناک میں تلوار سے نکیل ڈالی گئی وہ اس کی خاک پر مستقل نشان چھوڑ گئی۔

۱۷ : اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ (ہم نے ان کی آزمائش کر رکھی ہے) ہم نے اہل مکہ کا قحط و بھوک کے ساتھ امتحان لیا۔ یہاں تک کہ مردار اور بوسیدہ ہڈیاں کھانے تک مجبور ہو گئے۔ اور یہ نبی اکرم ﷺ کی اس بددعا کی وجہ سے ہوا۔ اللھم اشدد وطاتك علی مضر و اجعلھا سنین کسنی یوسف [بخاری: ۸۰۴، مسلم ۶۷۵] اے اللہ مضر پر بندھن کو سخت فرما اور یوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسا قحط ان پر مسلط فرما۔

باغ والوں کی مثال:

كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ (جیسا ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی) وہ نماز پڑھنے والے لوگ تھے۔ ان کے والد کا ایک باغ بستی میں تھا جس کو ذروان کہتے تھے۔ یہ صنعاء یمن سے دو فرسنگ پر واقع تھا۔ وہ اس باغ سے سال کا خرچہ حاصل کرتا۔ باقی فقراء و مساکین کو دے دیتا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے کہنے لگے اگر ہم بھی اسی طرح کریں گے جیسا ہمارا والد کرتا تھا تو ہم تنگدست ہو جائیں گے۔ ہم صاحب عیال ہیں۔ پس انہوں نے باہمی قسمیں اٹھائیں۔ کہ لیصرمنھا مصبحین منہ اندھیرے توڑ لیں گے تاکہ مساکین کو علم نہ ہو۔ انہوں نے قسم میں انشاء اللہ نہ کہا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے باغ کو جلا دیا۔ قول حسن رحمہ اللہ یہ کافر تھے۔ قول جمہور: یہ مسلمان تھے جیسا پہلا قول نقل کیا۔ اِذْ اَقْسَمُوْا (انہوں نے قسمیں اٹھائیں) لَيَصْرِمُنَّهَا (وہ ضرور اس کا پھل توڑ لیں گے) مُصْبِحِيْنَ (صبح سویرے) جونہی صبح داخل ہو اور فقراء ادھر ادھر منتشر ہوں۔

نحو: یہ یصرمنھا کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔

۱۸ : وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ (اور انہوں نے انشاء اللہ بھی نہ کہا) انشاء اللہ کو عرب کے لوگ استثناء کا نام دیتے ہیں۔ اگرچہ صورۃ تو یہ شرط ہے کیونکہ یہ استثناء کا معنی ادا کرتا ہے۔ لا خرجن انشاء اللہ اور لا اخرج الا ان یشاء اللہ دونوں کا معنی ایک ہے۔

۱۹ : فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ (اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے پھرنے والا پھر گیا) اس پر عذاب اترا۔ ایک قول

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۲۳ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۲۴ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ

پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے کہ آج تمہارے پاس کوئی مسکین نہ آنے پائے اور وہ اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر

قٰدِرِيْنَ ۲۵ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۲۶ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۲۷ قَالَ

سمجھ کر چلے' پھر جب اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ بے شک ہم راستہ بھول گئے بلکہ بات یہ ہے کہ ہم محروم کر دیئے گئے' ان میں جو اچھا

اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۲۸ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۲۹

آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں بیان نہیں کرتے' کہنے لگے ہم اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں بلاشبہ ہم قصوروار ہیں'

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۳۰ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۳۱

پھر ایک دوسرے پر متوجہ ہو کر باہم الزام دینے لگے' کہنے لگے ہائے ہماری خرابی بلاشبہ ہم حد سے بڑھ جانیوالے تھے۔

عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۳۲ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ

اُمید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلہ اس سے بہتر عطا فرما دے' بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنیوالے ہیں۔ اسی طرح عذاب ہوتا ہے

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۳۳ ع

اور آخرت کا عذاب اس سے بڑھ کر ہے کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ جان لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے آگ سے اس کو جلا دیا۔ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ (اور وہ سو رہے تھے) اپنی نیند کی حالت میں تھے۔

۲۰: فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ (پھر صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسا کٹا ہوا کھیت)

اصبحت یہ صار کے معنی میں ہے صریم: اندھیری رات کی طرح یعنی جل کر سیاہ ہو گیا۔ نمبر۲۔ صبح کی طرح یعنی سفید زمین بن گئی جس میں کوئی درخت نہ تھا۔ ایک قول یہ ہے وہ کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا گویا وہ کاٹ لیا گیا کیونکہ اس کے پھل تباہ ہو گئے۔

۲۱: فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ (پس صبح کے وقت وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے)

۲۲: اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ (کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو) علی حرثکم کہا الی حرثکم نہیں کہا گیا۔ کیونکہ غدا جس میں انہوں نے کھیت کاٹنا تھا وہ غدا علیہ استعمال ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ غدا کے لفظ میں اقبال کا معنی ضمناً پایا جاتا ہے گویا اس طرح ہے فاقبلوا علی حرثکم باکرین تم صبح سویرے اپنی کھیتی کی طرف متوجہ ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ (اگر تم کو پھل توڑنا ہے) توڑنے کا ارادہ رکھتے ہو۔

۲۳: فَانْطَلَقُوْا (پھر وہ چلے) کھیتی کی طرف گئے وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ (آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے) سرگوشی کر رہے

تھے تاکہ کسی مسکین کو بھنک نہ پہنچ جائے۔

۲۴ :اَنۡ لَّا یَدۡخُلَنَّهَا (نہ آئے تم تک) یعنی باغ میں۔ اَنۡ مفسرہ ہے ایک قراءت میں اس کے بغیر پڑھا گیا۔ ای یتخافتون یقولون لایدخلنھا الۡیَوۡمَ عَلَیۡکُمۡ مِّسۡکِیۡنٌ (آج کوئی محتاج) مسکین کے داخلے کی نفی سے مسکین کو داخل ہونے کی قدرت کی نفی ہے کہ اس کو داخل نہ ہونے دو۔

۲۵ : وَّغَدَوۡا عَلٰی حَرۡدٍ قٰدِرِیۡنَ (وہ اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے) حرۡدٍ جدو جہد سے روکنا۔ قادرِیۡن وہ اپنے نفسوں میں روکنے پر قادر ہیں۔ یہ نفطویہ کا قول ہے۔ نمبر۲۔ الحرد ارادہ اور سرعت یعنی وہ چلے تیزی سے اپنے باغ کا قصد کرنے والے تھے۔ اور اپنے دلوں میں اس کے کاٹنے پر قادر تھے اور اس کی منفعت کو مساکین سے روکنے والے تھے۔

نمبر۳۔ الحرد یہ باغ کا نام ہے۔ وہ حرد نامی باغ کی طرف چلے اس حال میں کہ وہ اس کے پھل اپنے خیال میں توڑنے والے تھے۔

۲۶ :فَلَمَّا رَاَوۡهَا (پھر جب انہوں نے اس باغ کو دیکھا) اپنے باغ کو جلا ہوا دیکھا قَالُوۡۤا (انہوں نے پہنچنے کے فوراً بعد کہا) اِنَّا لَضَآلُّوۡنَ (بیشک ہم راستہ بھول گئے) ہم اپنے باغ کے راستہ سے بھٹک گئے اس میں وہ رونق نہیں اس لئے کہ وہ اس کی تباہی دیکھ رہے تھے۔ پھر جب انہوں نے غور کیا تو پہچان کر کہنے لگے۔

۲۷ :بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ (بلکہ ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی) ہم اس کے نفع سے محروم کر دیئے گئے کیونکہ ہم نے گناہ کیا جس کی ہمیں یہ سزا ملی۔

۲۸ :قَالَ اَوۡسَطُهُمۡ (ان میں سے اچھے آدمی نے کہا) انصاف پسند سب سے بہتر آدمی اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ لَوۡلَا تُسَبِّحُوۡنَ (کیا میں نے تم کو نہ کہا تھا۔ اب تسبیح کیوں نہیں کرتے) تم انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے کیونکہ استثناء تسبیح ہے کیونکہ تعظیم الٰہی کا معنی دونوں میں مشترک ہے استثناء تفویض اور تسبیح تنزیہ ہے اور تنزیہ وتفویض ہر دو تعظیم ہیں۔ نمبر۲۔ تم اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اس کی بارگاہ میں خبیث نیت سے توبہ کیوں نہیں کرتے۔ گویا ان کے منصف آدمی نے ان کے اس ارادہ کے وقت ان کو یہ بات کہی۔ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے اس انتقام کو یاد کرو جو وہ مجرمین سے لیا کرتا ہے۔ پس اس خبیث خیال سے توبہ کرو۔ انہوں نے اس کی ایک نہ مانی اب وہ ان کو عار دلا رہا ہے۔ اور اسی لئے انہوں نے کہا۔

اعترافِ جرم:

۲۹ :قَالُوۡا سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ (سب کہنے لگے۔ ہمارا پروردگار پاک ہے بیشک ہم قصور وار ہیں) انہوں نے خرابی بسیار کے بعد اس چیز پر گفتگو کی جو کہ ان کو قبل ازیں کرنی چاہیے تھی اور نیکی کی ممانعت کرنے کے ظلم کا اپنے متعلق اعتراف کیا۔ اور انشاء اللہ چھوڑنے کی غلطی مان گئے اور اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرتے ہوئے اس کو ظلم سے پاک قرار دیا۔

۳۰ :فَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ یَّتَلَاوَمُوۡنَ (پھر ایک دوسرے کو مخاطب بنا کر باہم الزام دینے لگے) مساکین پر خیرات

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ۝٣٤ أَفَنَجْعَلُ ٱلْمُسْلِمِينَ كَٱلْمُجْرِمِينَ ۝٣٥

بلاشبہ پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمت والے باغ ہیں۔ کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دیں گے'

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝٣٦ أَمْ لَكُمْ كِتَٰبٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ۝٣٧ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا

تمہیں کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جسے تم پڑھتے ہو اس میں تمہارے لئے وہ چیز لکھی ہوئی ہو جسے

تَخَيَّرُونَ ۝٣٨ أَمْ لَكُمْ أَيْمَٰنٌ عَلَيْنَا بَٰلِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ۝٣٩

تم پسند کرتے ہو' کیا تمہارے لئے ہمارے اوپر قسمیں ہیں جو قیامت تک باقی رہنے والی ہیں کہ تمہیں وہ دیا جائے گا جس کا تم فیصلہ کرتے ہو

سَلْهُمْ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ۝٤٠ أَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَأْتُوا۟ بِشُرَكَآئِهِمْ إِن كَانُوا۟

ان سے دریافت کیجئے کہ ان میں اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کیا انکے لئے ٹھہرائے ہوئے شریک ہیں سو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں

صَٰدِقِينَ ۝٤١ يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى ٱلسُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝٤٢

اگر سچے ہیں۔ جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے سو سجدہ نہ کر سکیں گے

سے بھاگنے کی جو بدترین حرکت انہوں نے کی تھی اس پر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ ہر ایک دوسرے پر ڈال رہا تھا۔ پھر سب نے حد سے تجاوز کرنے کا اعتراف کرلیا۔

۳۱: قَالُوا يَٰوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَٰغِينَ (کہنے لگے ہم حد سے نکلنے والے تھے) کہ فقراء کا حق روک لیا اور انشاء اللہ بھی چھوڑ دیا۔

۳۲: عَسَىٰ رَبُّنَآ أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ (شاید ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ بدلہ میں دے دے)

قراءت: یبدّلنا تشدید کے ساتھ مدنی، ابوعمرو نے پڑھا ہے۔ ھا سے مراد سابقہ باغ ہے۔

إِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا رَٰغِبُونَ (ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں) اسی سے خیر و بھلائی کے طالب ہیں اور اس کے عفو کے امیدوار ہیں۔ قول مجاہد رحمہ اللہ: انہوں نے توبہ کی تو اس سے بہتر باغ بدلے میں دیا گیا۔ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ: انہوں نے اخلاص اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں ''الحیوان'' نامی باغ عنایت فرمایا اس میں انگور کے گچھے کو خچر اٹھاتا تھا۔

۳۳: كَذَٰلِكَ ٱلْعَذَابُ (اسی طرح عذاب ہوا کرتا ہے) یعنی اس عذاب کی طرح جس کا تذکرہ ہم نے کیا یہ دنیا کا عذاب ہے جو ان کیلئے ہے جو انہی کی راہ پر چلے۔ وَلَعَذَابُ ٱلْءَاخِرَةِ أَكْبَرُ (اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑھ کر ہے) بہت ہی بڑا ہے۔

لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ (کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ جان لیتے) اسلئے کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ ان کو عذاب کی طرف دھکیل رہا ہے۔

۳۴: ربط: پھر ایمان والوں کو ملنے والے انعامات کا ذکر فرمایا۔ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ (بیشک پرہیزگاروں کیلئے) جو شرک سے بچنے

والے ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ان کے رب کے نزدیک) یعنی آخرت میں جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (آسائش کی جنتیں ہیں) وہ ایسے باغات ہیں جن میں خالص نعمتوں سے لطف اندوزی ہوگی دنیا کے باغات ایسے نہیں۔

مسلم و مجرم برابر نہیں:

۳۵: اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ (کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دیں گے) یہ استفہام انکاری ہے جو ان کے اس قول کا انکار کرنے کیلئے لائے۔ لو كان ما يقول محمد حقا فنحن نعطى فى الأخرة خيرًا مما يعطى هو ومن معه كمافى الدنيا۔ اگر محمد سچے ہوں بھی پھر بھی ہم کو آخرت میں ان سے بہتر نعمتیں ملیں گی جیسا کہ دنیا میں ہیں تو فرمایا کیا ہم فیصلہ میں ظلم کریں گے کہ مسلمانوں کو کافروں کی طرح کر دیں گے؟ یعنی ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ پھر بطریق التفات ان کو فرمایا۔

۳۶: مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (تم کو کیا ہو گیا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو) یہ ٹیڑھا فیصلہ کہ نافرمان اور فرمانبردار یکساں۔ اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا معاملہ تمہارے سپرد ہو گیا کہ جو چاہو اس میں تم فیصلہ کر دو۔

۳۷: اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ (کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے) جو آسمان سے آئی ہو فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ (جس میں تم پڑھتے ہو) یعنی اس کتاب میں پڑھ لیتے ہو کہ:

۳۸: اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ (کہ اس میں تمہارے لیے وہ چیز ہو جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی یہ کہ جو تمہاری دل پسند اور خاطر خواہ چیزیں ہیں۔ وہ تمہیں ملیں گی۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔ تدرسون اَنَّ لكم ماتخيرون۔

نحو: اَنَّ مفتوح ہونا چاہیے کیونکہ وہ مدروس ہے کیونکہ پڑھنا اسی پر واقع ہونے والا ہے۔ اِنَّ مکسورہ تو لام کے آنے کی وجہ سے آیا ہے۔ اور یہ بھی درست کہ یہ پڑھی جانے والی چیز کو بطور حکایت بیان کیا گیا ہو۔ جیسا کہ اس قول میں ہے وتركنا عليه في الآخرين ۔ سلام على نوح [الصافات:۷۸،۷۹] تخیر اور اختار الشئ کسی چیز سے خیر کا حاصل کرنا۔

۳۹: اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا (کیا ہمارے اوپر کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں) ایمان سے ایسے وعدے جن کو قسموں سے پختہ کیا گیا ہو۔ بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (اور وہ قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں) یعنی وہ اس دن تک پہنچنے والی ہیں۔ اور وافر مقدار میں اس دن ختم ہونگی ان میں کوئی قسم باطل نہ ہوگی یہاں تک کہ مقسم علیہ کی پختگی ثابت ہو جائے۔ (اس کے مطابق ترکیب اول ہوگی)

نحو: نمبر۱۔ ایمان موصوف ہے اور بالغۃ صفت اور الی یوم القیامۃ اس کے متعلق ہے نمبر۲۔ مقدر سے متعلق ہے تقدیر کلام اس طرح ہے هي ثابتة لكم علينا لا الىٰ يوم القيامة لا نخرج عن عهدتها الايومئذ اذا حكمناكم واعطيناكم ماتحكمون۔ وہ قسمیں تمہاری طرف سے ہم پر لازم ہیں قیامت تک رہنے والی ہیں کہ ہم ان کی ذمہ داری سے اسی دن عہدہ برآ ہونگے جب تمہارے حق میں فیصلہ کر دیں گے اور تمہارے فیصلہ کے مطابق تمہیں دے دیں گے۔ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ (کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو) اپنے نفوس کے متعلق جو تم فیصلہ کر رہے ہو۔ یہ جواب قسم ہے کیونکہ ام لكم ايمان

علینا کا معنی یہ ہے کیا ہم نے تمہارے لئے انتہائی تاکیدی قسمیں اٹھا رکھی ہیں۔

۴۰ : سَلْهُمْ (ان مشرکین سے پوچھیں) اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ (ان میں سے اس کا کون) اس فیصلہ کا زَعِيْمٌ (ذمہ دار ہے) یعنی کفیل ہے کہ ایسا ضرور ہوگا۔

۴۱ : اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ (کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک ہیں) یعنی کچھ لوگ ہیں جو اس بات میں ان کے ساتھ شریک ہونگے اور ان کے راستہ پر چلیں گے۔ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ (پس ان کو چاہیے کہ اپنے ان شریکوں کو پیش کریں اگر یہ سچے ہیں) اپنے اس دعویٰ میں مطلب یہ ہے کہ کوئی ایک بھی ان کا یہ حق نہ مانے گا اور نہ ان کی معاونت کرے گا جیسا کہ انکے پاس کوئی کتاب نہیں جو ان کے حق میں گواہ ہو۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا کوئی وعدہ اور ان کا کوئی کفیل ہے جس نے ان کی ضمانت اٹھالی ہو۔

۴۲ : يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ (جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گے)

نحو : یوم یہ فلیاتوا کا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۲۔ اذکر مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔

شدت بطور کنایہ ہے:

قول جمہور: کشف ساق یہ معاملے کی شدت اور مصیبت کی زیادتی کی تعبیر ہے پس معنی یہ ہوگا جس دن معاملہ سخت اور مشکل ہو جائے گا۔ وہاں نہ کشف ہے اور نہ ساق ہے۔ لیکن شدت کو بطور کنایہ اس طرح بیان کیا کیونکہ جب وہ کسی سختی میں پھنس جاتے تو پنڈلی کھول دیتے اور یہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو اس آدمی کو جو بہت ہی بخیل ہو۔ یدہ مغلولة حالانکہ نہ وہاں ہاتھ ہے اور نہ طوق بلکہ بخل سے کنایہ ہے۔ باقی جن لوگوں نے اس کو تشبیہ قرار دیا تو اس کا سبب ان کی کم فہمی اور علم بیان سے قلیل واقفیت ہے اگر بات اسی طرح ہوتی جیسا مشبہین کہتے ہیں تو ساق کو معرفہ لایا جانا چاہیے تھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک تو یہ ساق مقررہ ہے۔ وَيُدْعَوْنَ (اور لوگوں کو بلایا جائے گا) کفار کو اس جگہ بلایا جائے گا۔ اِلَى السُّجُوْدِ (سجدہ کی طرف) یہ سجدہ تکلیفی نہیں بلکہ توبیخی ہوگا اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں سجدہ چھوڑا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (پس یہ لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے) کیونکہ ان کی پشتیں گائے کے سینگوں کی طرح ہو جائیں گی جو جھکتے اٹھتے دوہری نہیں ہوتیں۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۴۳

ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف اس حالت میں بلائے جاتے تھے جبکہ صحیح سالم تھے۔

فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۴۴

سو آپ مجھے اور ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے جو اس بات کو جھٹلاتے ہیں ہم انہیں تدریجاً لے جا رہے ہیں اس طور پر کہ انہیں خبر بھی نہیں'

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۴۵ اَمْ تَسْـَٔــلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۴۶ اَمْ

اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں۔ بے شک میری تدبیر مضبوط ہے کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ وہ اس کے تاوان سے دبے جارہے ہیں کیا

عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۴۷ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ

ان کے پاس غیب ہے جسے وہ لکھا کرتے ہیں۔ سو آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیے' جب کہ

الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۴۸ ۭ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَاۗءِ

اس نے اس حالت میں پکارا کہ وہ غم سے گھٹ رہا تھا اگر اس کے رب کی نعمت اسکی دستگیری نہ کرتی تو وہ بدحالی کے ساتھ میدان میں ڈال

وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ۴۹ فَاجْتَبٰىهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۵۰

دیا جاتا' پھر اس کے رب نے اسے برگزیدہ کر لیا اور اس کو صالحین میں شامل فرما دیا۔

۴۳: خَاشِعَةً (جھکنے والی ہونگی)

نحو: یہ یدعون کی ضمیر سے حال ہے۔

اَبْصَارُهُمْ (ان کی آنکھیں) تقدیر کلام یہ ہوگا یدعون فی حال خشوع ابصارھم آنکھوں کے جھکنے کی حالت میں ان کو بلایا جائے گا۔ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (ان پر ذلت چھائی ہوگی) ان کو ذلت ڈھانپ لے گی۔ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ (اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جایا کرتے تھے) رسولوں کی زبانوں پر اِلَى السُّجُوْدِ (دنیا میں سجدہ کی ان کو دعوت دی جاتی تھی) وَهُمْ سَالِمُوْنَ (اور وہ صحیح سالم تھے) وہ صحت مند تھے پھر وہ سجدہ نہ کرتے تھے۔ پس اسی طرح اس جگہ ان کو سجدہ سے روک دیا گیا۔

۴۴: فَذَرْنِيْ (پس رہنے دو مجھ کو) عرب کے لوگ ذرنی و ایاہ بولتے ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے اس کو میرے حوالے کر دو میں اس سے نپٹ لوں گا۔ وَمَنْ يُّكَذِّبُ (اور اس کو جو جھٹلاتے ہیں) اس کا مفعول پر عطف ہے یا یہ مفعول معہ ہے۔ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ (اس کلام کو) مراد قرآن مجید ہے۔ مقصد یہ ہے اس کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ میں اس کو جانتا ہیں جو کچھ اس کے ساتھ کرنا ہے اور اس کی طاقت رکھتا ہوں آپ اس کی وجہ سے اپنے دل کو پریشان مت کریں اور انتقام میں مجھ پر توکل کریں۔ اس میں مکذبین کو

تہدید کی گئی اور آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔

استدراج کی حالت:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ (ہم ان کو بتدریج لئے جا رہے ہیں) درجہ بدرجہ ان کو عذاب سے قریب کر رہے ہیں۔ عرب کہتے ہیں۔ استدرجه الی کذا۔ اس کو درجہ بدرجہ اتارا یہاں تک کہ اس کو اس میں گم کر دیا۔ استدارج الٰہی نافرمانوں کے متعلق یہ ہے کہ ان کو صحت ونعمت دیتا چلا جاتا ہے۔ وہ اس رزق کو معاصی کے بڑھانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (اس طور پر کہ انکو خبر بھی نہیں) ایسی جہت سے کہ ان کو شعور بھی نہیں کہ یہ استدراج ہے۔ ایک قول یہ ہے جب وہ نئی نافرمانی کرتا ہے ہم ان کو تازہ نعمت دے دیتے ہیں اور ان کا شکریہ بھلا دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم لوگوں کو دیکھو کہ کسی بندے پر انعام کرتا ہے اور ادھر وہ معصیت پر قائم ہے تو یقین کرلو کہ وہ استدراج کا شکار ہے [دیلمی فی مسند الفردوس: ۱۰۷۳] اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

۴۵: وَاُمْلِيْ لَهُمْ (اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں) اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے) آیت میں احسان و تمکین کو کید سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ پچھلی آیت میں اس کو استدراج فرمایا کیونکہ وہ تدبیری شکل میں ہے اس لئے کہ وہ اس کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔ اصل یہ ہے کہ کید' مکر اور استدراج کا معنی امن والی جانب سے پکڑ لینا ہے۔ ان الفاظ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے متعلق کائد اور ماکر اور مستدرج کے الفاظ بولنے درست وجائز نہیں۔

۴۶: اَمْ تَسْئَلُهُمْ (کیا آپ ان سے مانگتے ہیں) تبلیغ رسالت پر اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ (کوئی معاوضہ کہ وہ اس تاوان سے) مُّثْقَلُوْنَ (بوجھل ہوئے جاتے ہیں) پس اس وجہ سے ایمان قبول نہیں کرتے یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے۔ آپ وحی کی تبلیغ پر ان سے اجر کی ذرہ بھر طمع نہیں رکھتے کہ جس کی وجہ سے ان کو گرانی ہوئی ہو اور وہ اس وجہ سے ایمان سے رکتے ہیں۔)

۴۷: اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ (کیا ان کے پاس غیب ہے) الغیب سے یہاں جمہور کے نزدیک لوح محفوظ مراد ہے۔ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ (کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں) اس سے اس بات کو جو یہ فیصلہ کرتے ہیں۔

۴۸: فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیں) اس میں کفار کو مہلت دیے جانے کو بیان فرمایا اور آپ کی نصرت میں تاخیر کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ اگرچہ وقتی طور پر ان کو مہلت دے دی گئی مگر ان کو اسی طرح نہ چھوڑا جائے گا۔ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ (اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیے) مراد یونس علیہ السلام ہیں۔ جلدی کرنے اور قوم پر ناراضی میں ان کی طرح نہ ہوں تاکہ تم کسی ابتلاء میں نہ پڑو۔

نحو وقراءت: الحوت پر وقف ہے کیونکہ اذ یہ ماقبل کا ظرف نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ نداء عبادت وطاعت ہے پس اس سے روکا نہیں جا سکتا۔ بلکہ اذ یہ فعل محذوف اذکر کا مفعول ہے۔ اِذْ نَادٰى (جبکہ یونس نے دعا کی) مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب سے دعا کی وہ دعا یہ تھی۔ لا اِلٰه الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین [الانبیاء: ۸۷] وَهُوَ مَكْظُوْمٌ (وہ غم سے گھٹ رہے تھے) غصے سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ کظم السقاء سے لیا گیا جبکہ مشک بھر جائے۔

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ

اور کافر لوگ جب ذکر کو سنتے ہیں تو گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں

اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

کہ یہ مجنون ہے حالانکہ یہ قرآن تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔

۴۹ : لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ (اگر اللہ تعالیٰ کا احسان ورحمت ان کی دستگیری نہ کرتی) مِّنْ رَّبِّهٖ یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان پر انعام نہ فرماتا اوران کی دعا کو قبولیت اور عذر کو منظور نہ فرماتا۔ لَنُبِذَ (تو وہ ڈالے جاتے) مچھلی کے پیٹ سے بِالْعَرَآءِ (میدان وفضا میں) وَهُوَ مَذْمُوْمٌ (بدحالی کے ساتھ) اس حال میں لغزش کی وجہ سے عتاب شدہ ہوتے۔ لیکن اس نے رحم فرمایا اور بدحالی کے بغیر ان کو ڈالا۔

۵۰ : فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ (پھر ان کے رب نے ان کو برگزیدہ کرلیا) ان کے عذر اور دعا کی وجہ سے ان کو برگزیدہ کرلیا۔ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (اوران کو صالحین میں سے کردیا) جو صلاح کی صفات میں کمال کو پہنچنے والے ہوتے ہیں۔ اوران کی کوئی لغزش باقی نہ رہنے دی۔ ایک قول یہ ہے الصالحین سے مراد انبیاء علیہم السلام میں سے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ رسولوں میں سے۔

فیصلہ کن قول:

مطلب درست وہی ہے جو اولاً ہم نے ذکر کیا کیونکہ وہ نبی ورسول تو پہلے ہی تھے جیسا ارشادالٰہی ہے۔ ان یونس لمن المرسلین ۔اذابق الی الفلك المشحون [الصافات:۱۳۹،۱۴۰]

کفار کا نگاہوں سے پھسلانے کی کوشش کرنا:

۵۱ : وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ (اور جب یہ کافر قرآن سنتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے)

قراءت: مدنی نے يَزْلِقُوْنَكَ یاء کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ ان مخففہ من المثقلہ ہے اور اس کی علامت لام ہے۔ زلقہ، ازلقہ: جگہ سے زائل کرنا۔ مطلب یہ ہے نمبر۱۔ قریب ہے کہ کفار آپ کی طرف بہت زیادہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے دشمنی کے ساتھ دیکھنے سے آپ کو اپنی جگہ سے زائل کردیں۔ نمبر۲۔ آپ پر شدید غصہ کی وجہ سے قریب ہے کہ وہ آپ کو ہلاک کردیں۔ بنی اسد کے لوگوں کی نظر کی یہی کیفیت تھی ان میں سے ایک آدمی تھا۔ اس کو تین دن بھوکا رکھ کر خیمے سے نکالتے تو اس کے سامنے جو چیز گزرتی اگر وہ اس کو کہتا آج اس جیسی میں نے نہیں دیکھی۔ وہ چیز ہلاک ہوجاتی۔ بعض نظر لگانے والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس کی

کوشش کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق بھی اس جیسا جملہ نکالے۔ اور اس نے کہہ دیا: لم ار کالیوم مثلہ رجلاً اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ حدیث میں وارد ہے العین حق، نظر برحق ہے اور نظر اونٹ کو ہنڈیا میں اور آدمی کو قبر میں داخل کر دیتی ہے۔ [فیض القدیر: ۵۷۴۸] [تذکرہ الموضوعات: ص: ۲۰۷] حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے نظر کا دم یہ آیت ہے۔ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ (ذکر سے قرآن مجید مراد ہے) وَيَقُولُونَ (اور وہ کہتے ہیں) اس نبوت پر حسد کرتے ہوئے جو آپ کو عنایت کی گئی ہے۔ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ (کہ یہ مجنون ہے) محمد (ﷺ) مجنون ہیں۔ یہ بات آپ کے معاملے میں حیرانی اور دوسروں کو اس سے نفرت دلانے کیلئے کی جاتی ہے۔

۵۲: وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ (حالانکہ یہ قرآن نصیحت ہے) لِّلْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں کیلئے) پھر جو ایسا قرآن پیش کرے وہ مجنون کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب انہوں نے آپ کا تذکرہ سنا۔ اور وہ محمد ﷺ جہان والوں کیلئے ایک عظیم شرف ہیں۔ پس ان کی طرف پھر جنون کی کیونکر نسبت ہو سکتی ہے۔ گویا پہلے ذکر سے مراد حضرت محمد ﷺ اور دوسرے ذکر سے مراد شرف و مرتبہ ہے۔

سورۂ ن والقلم کا تفسیری ترجمہ ۲۵ ربیع الاول کو مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الحاقہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں باون آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَاقَّةُ ۝۱ مَا الْحَاقَّةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝۳ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌ

ہو جانے والی کیا ہے وہ ہو جانے والی اور آپ کو کیا خبر ہے کہ کیا ہے وہ ہو جانے والی' ثمود نے اور عاد نے اس کھڑ کھڑانے

بِالْقَارِعَةِ ۝۴ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝۵ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ

والی چیز کی تکذیب کی' سو ثمود تو زور والی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور عاد ٹھنڈی تیز ہوا کے ذریعہ

صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى

ہلاک کئے گئے اللہ نے اس ہوا کو لگاتار سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط کر دیا تھا۔ سو اے مخاطب تو

الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝۷ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ۝۸

ان لوگوں کو اس ہوا میں پچھاڑے ہوئے دیکھتا کہ گویا وہ کھجور کے کھوکھلے درختوں کے تنے ہیں' سو کیا تجھے ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝۹ فَعَصَوْا رَسُوْلَ

اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور الٹی ہوئی بستیوں نے گناہ کئے' سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کی

رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝۱۰ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي

نافرمانی کی پھر اس نے ان کو سختی کے ساتھ پکڑ لیا' بلاشبہ جب پانی کو طغیانی ہوئی تو ہم نے تمہیں کشتی

الْجَارِيَةِ ۝۱۱ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝۱۲ فَاِذَا نُفِخَ

میں اٹھا دیا تاکہ ہم تمہارے لئے اس واقعہ کو نصیحت بنا دیں اور تاکہ اسے یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں۔

فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۳ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝۱۴

سو جب صور میں پھونکا جائے گا ایک مرتبہ اور اٹھا دی جائے گی زمین اور پہاڑ پھر دونوں کو ایک دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا'

اَلْحَآقَّةُ مَا الْحَآقَّةُ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ (وہ ہونے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز۔ اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز)

۱: اَلْحَآقَّةُ قیامت جس کا وقوع لازمی ہے جس کی آمد ثابت شدہ ہے وہ کہ جس کی آمد میں کوئی شک نہیں۔ الحاقہ یہ حق یحق سے ہے بمعنی لازم ہونا۔

۲: مَا الْحَآقَّةُ نحو: ما مبتدا الحاقہ خبر اور یہ جملہ الحاقہ کی خبر ہے۔ اصل اس طرح ہے: الحاقه : ماهي۔ یعنی ای شیٔ هی تو ضمیر کی جگہ اسم ظاہر دوبارہ لے آئے تاکہ قیامت کی ہولناکی اور عظمت شان زیادہ سے زیادہ ظاہر ہو۔

۳: وَمَآ اَدْرٰىكَ (کس چیز نے تمہیں بتلایا کہ الحاقہ کیا ہے؟) یعنی تمہیں اس کی حقیقت کا علم نہیں اور نہ اس کی ہولناکی کی بڑائی معلوم ہے۔ کیونکہ شدت و عظمت میں وہ اتنی بڑی ہے کہ مخلوق کی درایت اس کو پانے سے قاصر ہے۔

نحو: ما مبتدا اَدْرٰىكَ خبر اور ما الحاقہ جملہ موضع نصب میں ادری کا مفعول ہے۔ مَآ اَدْرٰىكَ یہ استفہام انکاری ہے۔

قارعہ نام کی وجہ:

۴: كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ (قوم عاد و ثمود نے اس کھڑکھڑانے والی چیز کی تکذیب کی) یعنی الحاقہ کا انکار کیا۔ یہاں القارعہ کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا کیونکہ یہ دونوں قیامت ہی کے اسماء ہیں اس کا نام القارعہ اس وجہ سے ہے کیونکہ یہ لوگوں کو اپنی ہولناکیوں اور گھبراہٹوں سے کھٹکھٹاتی ہے۔

۵: ربط: جب قیامت اور اس کی عظمت کا ذکر کیا تو اس کے مابعد قیامت کے منکرین کا ذکر کیا اور ان پر جو عذاب اس تکذیب کی وجہ سے اترا۔ اہل مکہ کو نصیحت کرنے کیلئے اس کا ذکر کر دیا۔ تاکہ وہ تکذیب کے خوفناک انجام سے بچ جائیں۔

ثمود پر اُترنے والا عذاب:

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ (پس ثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے) ایسے واقعہ کے ساتھ جو شدت میں حد سے بڑھنے والا تھا۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ ہلاکت کس چیز سے ہوئی۔ ایک قول زلزلہ دوسرا قول چیخ ایک اور قول الطاغیہ یہ العافیہ کی طرح مصدر ہے معنی یہ ہوگا ان کی سرکشی کے سبب مگر یہ قول اس آیت کے بالکل مطابق نہیں۔ واما عاد فاهلكوا بريح یعنی ذریعہ ہلاکت بیان فرمایا نہ کہ باعث ہلاکت کو۔ فتدبّر

ٹھنڈی ہوا سے عاد کی ہلاکت:

۶: وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ (اور عاد جو تھے پس وہ ایک تیز و تند ہوا سے ہلاک کیے گے) ریح سے پچھم کی ہوا مراد ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نصرت بالصبا واهلكت عاد بالدبور صبح کی ہوا سے میری نصرت کی گئی اور قوم عاد پچھم سے ہلاک ہوئے۔ صَرْصَرٍ (تیز آواز والی) یہ الصَّرَّة سے لیا گیا جس کا معنی چیخ ہے نمبر۲۔ ٹھنڈی۔ اس صورت میں یہ الصِّرّ سے ماخوذ ہے

گویا وہ ہوا اس انداز کی تھی جس میں بار بار سردی رکھی گئی اور بہت زیادہ رکھی گئی پس وہ اپنی ٹھنڈک کی کثرت سے جلا ڈالتی ہے۔ عَاتِیَۃٍ (تیز آندھی) نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر ناراضی کی وجہ سے گویا وہ ہوا باذن اللہ ملائکہ سے نکل نکل جانے والی تھی جو اس پر مقرر ہیں۔

مسلسل عذاب:

۷ : سَخَّرَھَا (اس ہوا کو ان پر مسلط کر دیا) عَلَیْھِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ (سات راتیں اور آٹھ دن) عذاب کی ابتداء بدھ کے دن مہینے کے اواخر میں ہو کر اگلے بدھ تک رہی۔ حُسُوْمًا (متواتر) پے در پے کہ درمیان میں انقطاع نہ تھا۔ حُسُوْمًا یہ حاسم کی جمع ہے۔ جیسے شہود جمع شاہد کی ہے۔ ہوا کے تواتر کو داغنے والے کے فعل سے تشبیہ دی جس طرح وہ بیماری کے مقام کو پے در پے داغتا جاتا ہے یہاں تک کہ مرض مٹ جاتا ہے۔ نمبر ۲۔ ممکن ہے کہ یہ مصدر ہو۔ ای تحسم حسومًا وہ ہوا ان کا استیصال کر رہی تھی استیصال کرنا۔ فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْھَا (پس اے مخاطب تو اس قوم کو دیکھتا ہوا کے چلنے کے دوران یا ان راتوں اور دنوں میں) صَرْعٰی (گرے ہوئے) جمع صریعٌ۔

ہٰذِہٖ : یہ حال ہے۔

کَاَنَّھُمْ (گویا کہ وہ) ہٰذِہٖ : یہ حال ثانی ہے۔

اَعْجَازُ (تنے) جڑیں نَخْلٍ (کھجوروں کے) جمع نخلۃ خاویۃ (گری ہوئی) کھوکھلی پرانی۔

۸ : فَھَلْ تَرٰی لَھُمْ مِّنْ م بَاقِیَۃٍ (پس کیا تجھ کو ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے) یعنی من نفس باقیہ کوئی باقی رہنے والا شخص یا من بقاء باقی رہنا۔ گویا مصدر کے معنی میں ہے جیسا کہ طاغیہ بمعنی طغیان۔

۹ : وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَہٗ (اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے) قبلہ سے مراد جو امتیں اس سے پہلے ہو گزریں۔

قراءت: بصری اور علی نے من قِبَلَہٗ پڑھا ہے۔ یعنی اس کی طرف اور اس کے پیروکاروں کی طرف۔

قوم لوط کی بستیاں:

وَالْمُؤْتَفِکٰتُ (اور الٹی جانے والی بستیاں) قوم لوط کی بستیاں انہی کو الٹ دیا گیا یعنی پلٹ دیا گیا۔ بِالْخَاطِئَۃِ (غلطیوں کے سبب) نمبر ۲۔ اس بدکرداری والی حرکت کے سبب۔ نمبر ۳۔ گناہوں والے کاموں کے سبب۔

۱۰ : فَعَصَوْا (پس انہوں نے کہنا نہ مانا) یعنی قوم لوط نے رَسُوْلَ رَبِّھِمْ (اپنے ربّ کے رسول کا) یعنی لوط علیہ السلام کا فَاَخَذَھُمْ اَخْذَۃً رَّابِیَۃً (تو اللہ تعالیٰ نے انکو بہت سخت پکڑا) رابیہ انتہائی سخت جیسا کہ ان کی قبیح حرکت دوسروں سے بڑھی ہوئی تھی۔

طوفانِ نوح:

۱۱ : اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ (ہم نے جبکہ پانی کو طغیانی ہوئی) وہ پانی طوفان کے وقت دنیا کے بلند ترین پہاڑوں کی چوٹیوں سے پندرہ

ہاتھ بلند ہوگیا۔ حَمَلْنٰكُمْ (ہم نے سوار کیا) تمہارے آباء واجداد کو فِي الْجَارِيَةِ (کشتی میں) نوح علیہ السلام کی کشتی میں

۱۲ : لِنَجْعَلَهَا (تاکہ ہم اس معاملہ کو بنا دیں) معاملے سے ایمان والوں کی نجات اور کفار کا غرق ہونا مراد ہے۔ لَكُمْ تَذْكِرَةً (تمہارے لئے ایک یادگار) نصیحت وعبرت وَّ تَعِيَهَآ (اور یاد رکھیں اس کو) اس کو یاد کر لیں۔ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (کان یاد رکھنے والے) سننے والی بات کو محفوظ کرنے والے کان۔

قول قتادہ:

وہ کان جو اللہ تعالیٰ کی بات کو سمجھنے والے اور جو کچھ سنا اس سے فائدہ اٹھانے والے ہوں۔

۱۳ : فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ (پس جب صور میں یک بارگی پھونک ماری جائے گی) اس سے نفخۂ اولیٰ مراد ہے۔ جس سے تمام لوگوں پر موت طاری ہو جائے گی۔ اور دوسرے نفخہ سے تمام کو اٹھایا جائیگا۔

۱۴ : وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ (اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے)۔ ان کو ان کی جگہوں سے اٹھا لیا جائے گا۔ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً (پھر دونوں ایک ہی مرتبہ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے) ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ اس کے حصوں کو آپس میں ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ نرم ریت اور اڑتے غبار کے ذرات میں بدل جائیں گے۔

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾

سو اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس روز بالکل ضعیف ہو جائے گا

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓي اَرْجَاۗىِٕهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ

اور فرشتے اس کے کناروں پر آ جائیں گے' اور اس روز آپ کے پروردگار کے عرش کو آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہوں گے' جس روز

تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ

تم پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہوگی' سو جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ کہے گا

هَاۗؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ

کہ لو میرا اعمال نامہ پڑھ لو' بلاشبہ میں پہلے ہی یقین رکھتا تھا کہ میرا حساب میرے سامنے پیش ہونے والا ہے' سو یہ شخص پسندیدہ

رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْۗئًۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ

زندگی میں ہوگا بہشت بریں میں ہو گا 'اس کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے' کھاؤ اور پیو مبارک طریقہ پر ان اعمال کے بدلہ

فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾

جو تم نے گزشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے' اور جس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا سو وہ کہے گا کہ ہائے کاش میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا

۱۵: فَيَوْمَئِذٍ (تو اس روز) یعنی اس وقت وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (ہونے والی چیز ہو پڑے گی) یعنی قیامت اتر پڑے گی آ جائیگی۔

نحو: اذا کا جواب وقعت الواقعہ ہے اور یومئذ یہ اذا سے بدل ہے۔

۱۶: وَانْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ (اور آسمان پھٹ جائے گا) کھل کر دروازے دروازے ہو جائے گا۔ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ (اور وہ اس روز بالکل بودا ہوگا) ڈھیلا کہ جس کی قوت ختم ہو چکی حالانکہ پہلے بہت مضبوط تھا۔

حاملین عرش کی تعداد میں اضافہ:

۱۷: وَّالْمَلَكُ (اور فرشتے) جنس ملائکہ مراد ہے جمع کے معنی میں ہے۔ یہ الملائکہ جمع کی بنسبت عام ہے۔ عَلٰٓي اَرْجَاۗىِٕهَا (اور اس کے کناروں پر آ جائیں گے) ارجاء اطراف اس کا واحد رجاء مقصور ہے۔ آسمان فرشتوں کا مسکن ہے جب وہ پھٹ جائے گا تو وہ اس کے کناروں میں پناہ گزیں ہونگے۔ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ (اور آپ کے رب کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہونگے) ان فرشتوں سے اوپر جو آسمان کی اطراف میں ہونگے۔ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ (اس دن آٹھ فرشتے) انہی فرشتوں میں سے آج چار

فرشتے اس کو اٹھانے والے ہیں۔ قیامت کے دن اور چار کا اضافہ کردیا جائے گا۔ قول ضحاک آٹھ صفیں ایک اور قول یہ ہے۔ آٹھ قسمیں۔

۱۸ : يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ (جس روز تم پیش کیے جاؤ گے) حساب و کتاب اور سوالوں کیلئے۔ اس پیشی کو بادشاہ کے سامنے لشکر کو معائنہ کیلئے جیسے پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے حالات سے واقف ہو سے تشبیہ دی ہے۔ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ (تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہوگی) خافیہ : سریرۃٌ، مخفی، جو دنیا میں حالت چھپی رہتی تھی۔

قراءت : عاصم کے علاوہ کوفی قراء نے یخفی پڑھا ہے۔ حدیث میں وارد ہے لوگوں کی تین پیشیاں ہونگی دو پیشیوں میں جھگڑا کرنا اور معذرتیں ہونگی اور تیسری پیشی کے وقت صحائف اعمال اڑ کر کامیاب لوگوں کے دائیں ہاتھ میں مل جائیں گے۔ اور ناکام کو نامۂ عمل بائیں میں ملے گا۔ [رواہ احمد ۴/۴۱۴، الترمذی ۲۴۲۵، ابن ماجہ ۴۲۷۷ بیہقی بروایت ابن مسعود]

اصحابِ یمین کا ذکر اور ان کا بدلہ:

۱۹ : فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ (پس پھر وہ شخص جس کو نامۂ عمل دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ تو کہے گا) اپنی جماعت کو اس پر خوش ہو کر اس لئے کہ وہ نامۂ عمل میں نیکیاں ہی پائے گا۔ هَآؤُمُ (یعنی لو) یہ اسم فعل ہے۔ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ (میرا نامۂ عمل پڑھ لو)

نحو : تقدیر کلام اس طرح ہے۔

ھاؤم کتابی اقرء وا کتابیه : تو اول کو حذف کیا کیونکہ کتابیہ اس پر دلالت کررہا ہے۔ اور کتابیہ کا عامل بصریین کے ہاں اقرءوا ہے۔ کیونکہ وہ اقرب کو عمل دیتے ہیں۔

قراءت : کتابیہ، حسابیہ، مالیہ، سلطانیہ کی ھاء ہائے سکتہ ہے۔ اور اس کا حق تو یہ ہے کہ وصل میں گر جائے اور وقف میں باقی رہے۔ اسلئے وقف کو ترجیح دینا اچھا ہے۔ کیونکہ قرآن کی موجودہ قراءت میں یہی ثابت ہے۔

۲۰ : اِنِّیْ ظَنَنْتُ (میں اعتقاد رکھتا تھا) یہ ظننت' علمت کے معنی میں ہے۔ یہاں ظن کو علم کی جگہ لایا گیا۔ کیونکہ ظن غالب عادات، احکامات میں علم کے بمنزلہ ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ جو چیز اجتہاد سے پائی جائے وہ کم و بیش ہی وساوس و خیالات سے بچی ہوتی ہے۔ وہ گمانوں کی طرف لے جاتی ہے اس لئے ظن کا اطلاق اس پر ظن سے خالی نہ ہونے کی بناء پر ہے۔ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ (کہ مجھ کو میرا حساب پیش آنے والا ہے) میں اپنے حساب کا معائنہ کرنے والا ہوں۔

۲۱ : فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ (غرض وہ شخص پسندیدہ عیش) رضامندی والی جس کو وہ پسند کرے گا۔ یہ راضیہ لابن کی طرح ہے۔ ای ذات رضا۔ نمبر۲۔ راضیہ بمعنی مرضیہ رضا کی نسبت عیشہ کی طرف مجازی ہو)

۲۲ : فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ (یعنی بہشت بریں میں ہوگا) بلند پایہ نمبر۲۔ بلند درجات والا باغ نمبر۳۔ بلند محلات اور اونچے مکانات

نحو : یہ خبر کے بعد خبر ہے۔

وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَآ اَغْنٰى

اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے' ہائے کاش موت ہی میرا فیصلہ کر دیتی' میرے مال نے

عَنِّىْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ

مجھے فائدہ نہ پہنچایا میری جو سلطنت تھی وہ برباد ہو گئی' اس کو پکڑو اور اس کو طوق پہنا دو پھر اسے دوزخ میں

صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِىْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا

داخل کر دو پھر ایسی زنجیر میں اس کو جکڑ دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے' بلاشبہ یہ شخص اللہ پر

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ

ایمان نہیں رکھتا تھا جو عظیم ہے اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا' سو آج اس کے لئے کوئی

هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿٣٧﴾ ع

دوست نہیں ہے اور نہ غسلین کے علاوہ کوئی کھانا ہے' اسے صرف گناہگار ہی کھائیں گے۔

۲۳: قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (جس کے میوے جھکے ہوئے ہونگے) اس کے پھل قریب ہونگے جو چاہے گا وہ حاصل کرلے گا۔ بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے کی طرح ہوگا۔ ہر طرح توڑ سکے گا۔

۲۴: ان کو کہا جائے گا۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا (تم کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ) کھانا اور پینا خوشگوار۔ دونوں میں کوئی ناگواری نہ ہوگی اور نہ ایذاء۔ نمبر۲۔ هنيئا کو مصدر مان لیں تو یہ مفعول مطلق ہوگا۔ هنئتم هنيئاً تم کھانے سے لطف اندوز ہو، لطف اندوز ہونا۔ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ (ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گزشتہ دنوں میں کئے) جو اعمال صالحہ کر کے تم نے آگے بھیجے۔ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (صلہ کی امید سے گزشتہ ایام میں) خالیہ دنیا میں گزرے ہوئے دنوں میں۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ روزہ داروں کے متعلق ہے۔ یعنی تم کھاؤ اور پیو اس کے بدلے میں جو تم نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اپنے آپ کو کھانے پینے سے روکا۔

اصحابِ شمال کا بدلہ:

۲۵: وَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ (اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ پس وہ کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامۂ عمل ہی نہ ملتا) کیونکہ ساری رذالتیں اس میں لکھی پائے گا۔

۲۶: وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ (اور مجھ کو یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ میرا حساب کیا ہے) ہائے افسوس! میں اپنے حساب کو نہ جانتا۔

۲۷ :یٰلَیْتَھَا کَانَتِ الْقَاضِیَۃَ (کیا اچھا ہوتا کہ موت ہی خاتمہ کر چکتی) ہائے افسوس! وہ موت جو مجھ پر واقعہ ہوئی وہ میرے معاملے کو ختم کرنے والی ہوتی اور اس کے بعد میں نہ اٹھایا جاتا۔ اور مجھے اس چیز کا سامنا ہے۔ یہ سامنا نہ کرنا پڑتا۔ القاضیہ معاملے کا فیصلہ کرنے والی۔

۲۸ :مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَہْ (میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا) جو مال میں نے دنیا میں جمع کیا اس نے مجھے کچھ فائدہ نہیں دیا۔

نَحْو : ما نافیہ ہے اور شیئا مفعول محذوف ہے۔

۲۹ :ھَلَکَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَہْ (میرا جاہ مجھ سے گیا گزرا) میری حکومت اور لوگوں پر تسلط جاتا رہا اور میں فقیر و ذلیل رہ گیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

میری دلیل مجھ سے گم ہوگئی یعنی وہ دلیل جس سے میں دنیا میں دلیل بنایا کرتا تھا وہ باطل ہوگئی۔

رَبط : پس اللہ جل شانہ جہنم کے نگرانوں کو فرمائیں گے۔

۳۰ :خُذُوْہُ فَغُلُّوْہُ (اس شخص کو پکڑو اور اس کو طوق پہنا دو) اس کے ہاتھ گردن سے باندھ دو۔

۳۱ :ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْہُ (پھر دوزخ میں اس کو داخل کر دو) پھر اس کو بھڑکتی آگ میں داخل کر دو۔ نمبر۲۔ الجحیم اس فعل سے منصوب ہے جس کی تفسیر صلوہ کر رہا ہے۔

۳۲ :ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَۃٍ ذَرْعُھَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا (پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے) ذرع :لمبائی۔ سبعون ذراعا فرشتے کے ستر ہاتھ۔ یہ ابن جریج کا قول ہے۔ ایک قول یہ ہے اس کی پیمائش اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فَاسْلُکُوْہُ (اس کو جکڑ دو) اس میں داخل کر دو۔

نکتہ: سلسلہ کو سلک پر مقدم کرنے سے حصر مقصود ہے جیسا کہ الجحیم کو تصلیہ سے پہلے لا کر حصر پیدا کیا۔

۳۳ :اِنَّہٗ کَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ (یہ شخص عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا) انہ یہ تعلیل کیلئے آیا ہے گویا اس طرح کہا گیا مالہ یعذب ھذا العذاب الشدید؟ اس کو اتنا سخت عذاب کیوں دیا جا رہا ہے تو جواب دیا گیا بانہٗ کان الآیۃ کہ یہ عظمت والے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا۔

۳۴ :وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ (اور غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا) کہ مسکین کو کھانا دے۔ اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اس کا بعث بعد الموت پر ایمان نہ تھا۔ کیونکہ عام لوگ مساکین کو کھانا کھلانے پر ان سے جزاء طلب نہیں کرتے ان کو رضائے الٰہی کیلئے فقط کھلاتے ہیں۔ اور آخرت کے ثواب کی طلب میں ان کو کھانا دیتے ہیں۔ پس جب اس کو قیامت پر یقین نہیں تو اس کے سامنے کوئی ایسی وجہ نہیں جس سے وہ مساکین کو کھانا دے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ وہ کفر کے ساتھ ساتھ محتاجوں کو کھانا کھلانے کیلئے دوسروں کو بھی نہیں کہتا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ مسکین کو محروم کرنا بڑا جرم ہے۔ کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کفر پر معطوف کیا ہے۔ اور اس کے خلاف ایک دلیل کے طور پر ذکر کیا۔ اور اس کے کفر کا قرین قرار دیا اور یہاں آمادہ کرنے کا تذکرہ

ہے فعل کا نہیں۔تا کہ معلوم ہو جائے کہ جب آمادہ نہ کرنے والا اس قدر قابل مذمت ہے تو فعل کا چھوڑنے والا کیونکر قابل مذمت نہ ہوگا۔

قول ابودرداء رضی اللہ عنہ:

آپ اپنی بیوی کو فرماتے کہ شوربا زیادہ بنانا تا کہ مساکین کو بھی دیا جا سکے۔نصف زنجیر تو ہم نے ایمان کے ذریعہ اتاری۔ اب بقیہ نصف اس صدقہ سے اتاریں گے۔

حاصل کلام:

یہ آیات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ مؤمن ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔اور کافر رحم نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی دو قسمیں فرمائیں ایک قسم ان میں سے اہل الیمین بنائے اور ان کو ایمان سے نوازا پس ان کی اس طرح تعریف فرمائی۔انی ظننت انی ملاق حسابیہ۔اور دوسری قسم کو اہل شمال بنایا اور ان کے حالات کفریہ اس طرح ذکر کیے انہ کان لا یؤمن باللہ العظیم۔

مَسْئَلَہ: یہ درست ہے کہ ایمان والوں میں سے جن کو سزا دی جانی ہے۔وہ نامۂ عمل کے دائیں ہاتھ میں ملنے سے پہلے پہلے ہو۔

۳۵ : فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ (پس آج اس شخص کا نہ کوئی دوستدار ہے) حمیم سے مراد ایسا قریبی جو اس سے عذاب کو ہٹائے اور نہ کوئی ایسا ہوگا جس کا دل اس کی خاطر جلے۔

۳۶ : وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ (اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے۔بجز زخموں کے دھون کے) غسلین اہل نار کے زخموں کا دھون۔یہ فعلین کا وزن ہے۔یہ الغسل سے بنا ہے نون اس کی زائدہ ہے۔یہاں اس سے مراد جہنمیوں کے بدنوں سے بہنے والی پیپ اور خون ہے۔

۳۷ : لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ (جس کو بجز بڑے گناہ گاروں کے اور کوئی نہ کھائے گا) الخاطئون کافر خطا کار مراد ہیں۔یہ خطِئ الرجل سے لیا گیا جبکہ جان بوجھ کر وہ گناہ کرے۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۴۰﴾

سو میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا'

وَّمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ‌ؕ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٍ‌ؕ قَلِيۡلًا مَّا

اور وہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو' اور وہ کسی کاہن کا کلام نہیں ہے تم بہت

تَذَكَّرُوۡنَ‌ؕ ﴿۴۲﴾ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ ﴿۴۴﴾

کم سمجھتے ہو' یہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے اور اگر یہ شخص ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتا

لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ

تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کی دل کی رگ کاٹ دیتے پھر تم میں سے کوئی اسے سزا سے

عَنۡهُ حٰجِزِيۡنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذۡكِرَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعۡلَمُ اَنَّ مِنۡكُمۡ مُّكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۹﴾

بچانے والا نہ ہوتا' اور بلاشبہ وہ متقیوں کے لئے نصیحت ہے اور بلاشبہ ہم ضرور جانتے ہیں کہ تم میں جھٹلانے والے ہیں

وَاِنَّهٗ لَحَسۡرَةٌ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الۡيَقِيۡنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ﴿۵۲﴾ ع

اور بلاشبہ یہ کافروں کے حق میں حسرت ہے اور بلاشبہ وہ بالیقین حقیقی بات ہے' سو آپ رب عظیم کے نام کی پاکی بیان کیجئے۔

۳۸: فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ (پھر میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جن کو تم دیکھتے ہو) جیسے اجسام اور زمین و آسمان۔

۳۹: وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ (اور جن کو تم نہیں دیکھتے ہو) یعنی ملائکہ ارواح وغیرہ پس حاصل یہ ہوا کہ تمام اشیاء کی قسم اٹھائی۔

عظمت قرآن:

۴۰: اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ (بیشک یہ قرآن کلام ہے۔ ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا) ہٗ سے قرآن مراد ہے۔ رسول کریم سے محمد ﷺ نمبر۲۔ جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ یعنی آپ اس کو کہتے ہیں اور زبان سے بولتے ہیں اس طور پر کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام دے کر بھیجا جاتا ہے۔

۴۱: وَّمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ (اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں) جیسا کہ تم دعویٰ کرتے ہو۔ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ (تم بہت کم ایمان لاتے ہو)

۴۲: وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٍ (اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے) جیسا کہ تم کہتے ہو قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ (تم بہت کم سمجھتے ہو) یہاں قلت

عدم کے معنی میں ہے عرب کہتے ہیں ھذہ ارض قلما تنبت یہ زمین بالکل نہیں اگاتی ۔مطلب یہ ہے تم نہ ایمان لاتے ہو اور نہ کوئی بات سمجھتے ہو۔

قراءت: یؤمنون اوریذکرون یاء کے ساتھ مکی ،شامی ، یعقوب وسہل نے پڑھا۔اور ذال کی تخفیف سے ابوبکر کے علاوہ کوفی قراء نے پڑھا ہے۔

۴۳ : تَنْزِيْلٌ (یہ بھیجا ہوا ہے) اس سے قبل ھو مبتدأ محذوف ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔ یہ وضاحت ہے کیونکہ وہ قرآن رسول (جبرئیل) کی زبانی رب العالمین کی طرف سے آپ پر اترا ہے۔مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (رب العالمین کی طرف سے)

۴۴ : وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ (اگر یہ ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے) اگر وہ ہمارے متعلق کسی چیز کا دعویٰ کرتے تو ہم ان کو یہ نہ کہتے۔

۴۵ : لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ (تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے) ضرور ان کو پکڑ کر قتل کر دیتے ۔جیسا کہ بادشاہ ان لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں جو ان کے متعلق جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں تا کہ ان سے غصہ کا جلد انتقام لیا جا سکے۔ پس اس آیت میں پکڑا کر قتل کرنے کو اس کی اصل شکل میں ہولنا کی ظاہر کرنے کیلئے ذکر کیا اور اس کی حقیقت یہ ہے ہاتھ سے پکڑ کر اس کی گردن اڑا دیں۔ دائیں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب قاتل گدی پر ضرب لگانے لگتا ہے تو اپنے بائیں ہاتھ سے اس کو پکڑتا ہے اور جب تلوار کا وار گردن پر کرنا چاہتا ہے اور تلوار سے اس کے روبرو ہوتا ہے اور یہ صورت حال مقتول پر زیادہ سخت ہوتی ہے کیونکہ وہ تلوار کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔تو اس وقت وہ اس کے دائیں ہاتھ کو پکڑ لیتا ہے۔اور لا خذنا منه باليمين کا معنی یہ ہے: لاخذنا بيمينه ہم ضرور اس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس طرح۔

۴۶ : ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (پھر ہم ان کی رگ دل ضرور کاٹ لیتے) لقطعنا وتینہٗ اس کی شاہ رگ کاٹ دیتے ۔ یہ دل کی رگ ہے جب یہ کٹ جائے تو انسان مر جاتا ہے۔

۴۷ : فَمَا مِنْكُمْ (پس تم میں کوئی نہ ہوتا) اس میں لوگوں کو خطاب فرمایا یا مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔مِّنْ اَحَدٍ (کوئی ایک) مِن زائدہ ہے۔عَنْهُ (محمد ﷺ کو قتل سے) حٰجِزِيْنَ (سزا سے بچانے والا) یہ جمع لائے احد کی صفت ہے جو کہ مفرد ہے۔ کیونکہ احد جماعت کے معنی میں ہے جیسا اللہ تعالیٰ کے اس قول میں لا نفرق بين احدٍ من رسله [البقرہ:۲۸۵]

۴۸ : وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (اور بلاشبہ قرآن متقیوں کیلئے نصیحت ہے)

۴۹ : وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ (اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے تکذیب کرنے والے ہیں)

۵۰ : وَاِنَّهٗ (اور بیشک وہ قرآن) لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے) کافرین سے قرآن کا انکار کرنے والے تکذیب کرنے والے جب تصدیق کرنے والوں کے ثواب کو دیکھیں گے تو حسرت سے ہاتھ کاٹیں گے۔

۵۱ : وَاِنَّهٗ (اور یہ قرآن) لَحَقُّ الْيَقِيْنِ (تحقیقی یقینی بات ہے) وہ عین الیقین اور خالص یقین ہے۔

۵۲ : فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (پس اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے) پس تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر واس کے عظمت والے نام کا تذکرہ کر کے اور وہ یہ قول ہے سبحان اللہ۔

الحمدللہ بعد الظہر سورۃ الحاقہ کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔

والحمد لله عليه نحن نقول سبحان الله و بحمده سبحان الله العظيم

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ المعارج مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چوالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝١ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝٢ مِّنَ اللّٰهِ

سوال کیا ایک سوال کرنے والے نے عذاب کے بارے میں جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں' یہ عذاب اللہ کی طرف سے واقع ہوگا

ذِى الْمَعَارِجِ ۝٣ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ

جو معارج والا ہے' فرشتے اور روحیں اسکی طرف چڑھ کر جاتی ہیں' یہ عذاب اس دن واقع ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار

اَلْفَ سَنَةٍ ۝٤ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝٥ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝٦ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝٧

سال ہے' سو آپ ایسا صبر کیجئے جو صبر جمیل ہو' بیشک وہ اس دن کو دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝٨

جس دن آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو گا

۱ : سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (ایک درخوست کرنے والا اس عذاب کی درخواست کرتا ہے) سائل سے نضر بن الحارث مراد ہے۔جس نے کہا تھا ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب اليم [الانفال ۳۲] نمبر۲۔اس سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں کہ آپ نے کفار پر نزول عذاب کی دعا فرمائی۔سائل میں جب کہ دعا کا معنی متضمن ہے اس لئے اس کو باء سے متعدی کیا گیا گویا اس طرح کہا گیا دعاء داع ایک دعا کرنے والے نے دعا کی۔بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (واقع ہونے والے عذاب کی) عرب کہتے ہیں۔ دعاء بِكَذَا جب وہ دعا مانگے اور طلب کرے ایک ارشادِ الٰہی میں اسی کو ذکر فرمایا يدعون فيها بكل فاكهة [الدخان:۵۵]۔وہ اس میں ہر قسم کے پھل مانگیں گے۔

قراءت : مدنی، شامی نے بلا ہمزہ سال پڑھا ہے۔اور یہ سوال سے بھی ہوسکتا ہے تلیین کے ساتھ اس میں تخفیف کی گئی ہے۔ البتہ سائل بالاتفاق مہموز ہے۔

۲ : لِّلْكٰفِرِيْنَ (جو کہ کافروں پر واقع ہونے والا ہے) یہ عذاب کی صفت ہے ای بعذاب واقع كائن للكافرين ۔ایسا عذاب جو کافروں پر واقع و ثابت ہونے والا ہے۔لَيْسَ لَهٗ (جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں) اس عذاب کو کوئی نہیں دَافِعٌ (رد کرنے

والا)

۳ :مِّنَ اللّٰهِ (جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوگا)

نحو : یہ واقع سے متصل ہے ای واقع من عنده یا نمبر۲۔ دافع سے متعلق ہے۔ ای لیس له دافع من جهته تعالٰی اذاجاء وقته اس کو کوئی روکنے والا نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا جب اس کا وقت آ جائے گا۔ ذِی الْمَعَارِجِ (جو کہ سیڑھیوں کا مالک ہے) آسمان کی سیڑھیاں جن کو فرشتے استعمال میں لاتے ہیں۔ معارج جمع مَعرج۔ چڑھنے کی جگہ۔

۴ : پھر ان مصاعد کی تعریف فرمائی اور ان کی دوری اور بلندی کو ذکر کیا فرمایا۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ (فرشتے اور روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں)

قراءت : تَعرج کا معنی چڑھنا یہ یاء کے ساتھ علی نے پڑھا ہے۔ الروح نمبر۱۔ سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ ملائکہ کا عمومی ذکر کر کے ان کو فضل وعظمت کی وجہ سے خاص طور پر ذکر کر دیا۔ نمبر۲۔ یہ الروح ایک ایسی مخلوق ہے جو ملائکہ پر نگران ہے جیسا فرشتے ہم پر نگران ہیں۔ نمبر۳۔ موت کے وقت ایمان والوں کی ارواح کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ اِلَیْهِ (اس کے عرش کی طرف) اور اس کا حکم اترنے کی جگہ فِیْ یَوْمٍ (ایسے دن میں)

نحو : من یہ تعرج کا صلہ ہے۔

قیامت کے دن کی مقدار:

كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے) دنیا کے سالوں کے مطابق جبکہ فرشتوں کے علاوہ کوئی دوسرا شخص چڑھے۔ نمبر۲۔ مِنَ یہ واقع کا صلہ ہے تقدیر کلام یہ ہے یقع فی یوم طویل مقدار ہ خمسون الف سنة من سنکم۔ یہ واقع ہوگا ایسے طویل دن میں جس کی مقدار تمہارے سالوں میں پچاس ہزار سال ہے اور وہ قیامت کا دن ہے پھر اسکو طویل اسلئے بتلایا کیونکہ یہ کفار پر بڑا سخت ہوگا۔ نمبر۲۔ یہ دن فی الحقیقت اتنا طویل ہوگا ایک قول یہ ہے اس میں پچاس مواقف ہونگے جن میں ہر موقف ایک ہزار سال کا ہوگا اور اس کا اندازہ ایمان والوں کیلئے ظہر وعصر کے مابین وقت سے کیا گیا ہے۔

۵ : فَاصْبِرْ (پس آپ صبر کیجئے) یہ سال سائل کے متعلق ہے کیونکہ نضر بن حارث نے رسول اللہ ﷺ سے بطور استہزاء اور تکذیب وحی کے عذاب کا جلد مطالبہ کیا اور اس سے آنحضرت ﷺ کو کبیدگی خاطر پیش آئی اسی لئے اس پر صبر کا حکم دیا گیا۔ صَبْرًا جَمِیْلًا (اور صبر بھی ایسا جس میں شکایت کا نام نہ ہو) اس صبر میں گھبراہٹ وشکایت نہ ہو۔

۶ :اِنَّهُمْ (یہ لوگ) یعنی کفار یَرَوْنَهٗ (اس کو دیکھ رہے ہیں) اس عذاب یا قیامت کے دن کو بَعِیْدًا (بعید) ناممکن۔

۷ :وَّ نَرٰىهُ قَرِیْبًا (اور ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں) وہ بہرصورت واقع ہوگا بعید سے بعید از امکان مراد ہے۔ اور قریب سے قریب الامکان۔

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾ وَلَا يَسْئَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ﴿۱۰﴾ يُبَصَّرُونَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ

اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہوں گے اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا باوجودیکہ ایک دوسرے کو دکھا دیے جائیں گے

لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي

مجرم شخص اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش وہ اپنے بیٹوں اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اپنے کنبے کو جس

تُؤْوِيهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً

میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنی جان کے بدلہ میں دے دیتا پھر یہ اس کو بچا لیتا یہ ہرگز نہیں ہوگا بے شک وہ آگ شعلے مارنے والی ہے

لِلشَّوَىٰ ﴿۱۶﴾ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿۱۸﴾ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿۱۹﴾

سر کی کھال اتار دینے والی ہے وہ اس شخص کو بلاتی ہے جس نے پشت پھیری اور بے رخی اختیار کی اور مال جمع کیا پھر اس کو سنبھال کر رکھا۔ بے شک انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے

إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿۲۰﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿۲۱﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿۲۲﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ

جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو خوب گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے اور جب اس سے اچھی حالت مل جاتی ہے تو منع کرنے والا بن جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے

صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ ﴿۲۴﴾ لِلسَّائِلِ

جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کے مالوں میں سوال کرنے والے کے لئے

وَالْمَحْرُومِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ

اور محروم کے لئے حق معلوم ہے اور جو لوگ روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب

رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ﴿۲۷﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿۲۸﴾

سے ڈرنے والے ہیں۔ بلاشبہ انکے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے

ایک منظر قیامت:

۸: يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ (جس دن آسمان ہو جائے گا) یوم یہ قریبا کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے یمکن فی ذلک الیوم وہ اس دن میں ممکن ہے۔ نمبر۲۔ فی یوم سے بدل ہے۔ اس صورت میں مجرور ہے یہ ان کے نزدیک ہے جنہوں نے واقع کے متعلق کیا ہے گا لْمُهْلِ (تلچھٹ کی طرح ہو جائیگا) زیتون کے تلچھٹ کی طرح یا پگھلی ہوئی متلون چاندی کی طرح۔

۹ : وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ (اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے) مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی اُون ۔ کیونکہ پہاڑ مختلف رنگت کے ہیں۔ جددٌ بیض وحمر مختلف الوانها وغرابیب سود۔ [فاطر: ۲۷] پس جب اس کو فضاء میں اڑا کر بکھیر دیا جائے گا تو بکھری دھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں جس کو ہوا اڑا لے جائے۔

۱۰ : وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا (اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا) قریبی کسی قریبی کو نہ پوچھے گا کیونکہ نفسانفسی کا عالم ہوگا۔

قراءت : البزی اور البرجمی نے لایُسال ضمۂ یاء سے پڑھا ہے۔ اس طرح مطلب یہ ہوگا کسی قریب سے دوسرے قریبی کا مطالبہ نہ کیا جائیگا۔ اور نہ اس کے گناہ کے بدلہ اس کو پکڑا جائے گا۔

۱۱ : يُبَصَّرُوْنَهُمْ (باوجودیکہ وہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیئے جائیں گے)

نحو : یہ حمیمًا کی صفت ہے۔ وہ قریبی دکھائے جائیں گے اور پہچان کرائے جائیں گے نمبر ۲۔ یہ جملہ مستانفہ ہے گویا کہ جب یہ کہہ دیا گیا: ولا یسأل حمیم حمیمًا تو اس پر سوال پیدا ہوا کہ شاید کہ وہ اس کو دیکھ نہ پائے۔ تو جواب دیا گیا وہ ایک دوسرے کو دکھلا دیے جائیں گے۔ لیکن اپنی مشغولیت کی وجہ سے ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہ سکیں گے۔ یبصرونهم کی واؤ یہ پہلے حمیم کی طرف راجع ہے اور ھم حمیم ثانی کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے۔ وہ گہرے دوست دوسرے دوستوں کو اچھی طرح دیکھیں گے ایک دوسرے سے چھپے ہوئے نہ ہونگے۔

ضمیر جمع کی وجہ:

دونوں ضمائر جمع لائے حالانکہ یہ تو دو ہیں۔ کیونکہ فعیلا کا وزن جمع کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ (مجرم اس بات کی تمنا کریں گے) مشرک تمنا کرے گا۔

نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر ۲۔ یبصرونهم کی ضمیر مرفوع یا منصوب سے حال ہے۔

لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ (کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیہ میں دے دے)

نحو و قراءت : مدنی وعلی نے بناء کی وجہ سے یومَئِذ مفتوح پڑھا ہے۔ اس لئے کہ اس کی اضافت غیر متمکن کی طرف ہے۔

بِبَنِيْهِ (اپنے بیٹوں کو)

۱۲ : وَصَاحِبَتِهٖ (اور اپنی بیوی کو) وَاَخِيْهِ (اور اپنے بھائی کو)

۱۳ : وَفَصِيْلَتِهِ (اور اپنا قریبی خاندان) الَّتِيْ تُئْوِيْهِ (جن میں وہ رہتا ہے) یا آخر جو اس کو اپنے ہاں پناہ دیتا ہے۔

قراءت : یزید نے اس کو بغیر ہمزہ تُوِیْهِ پڑھا ہے۔

۱۴ : وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ (اور تمام اہل زمین کو پھر یہ اس کو بچالے) جمیعًا سے تمام لوگ یُنجیه سے فدیہ دینا مراد ہے۔ اور اس کا عطف یفتدی پر ہے۔

۱۵ : كَلَّا (یہ ہرگز نہ ہوگا) اس میں مجرم کو اس کی خواہش پر ڈانٹ پلائی گئی۔ اور اس پر متنبہ کیا کہ اس کو فدیہ فائدہ نہ دے گا۔ اور نہ

ہی عذاب سے بچائے گا۔ اِنَّھَا (وہ آگ)

نحو : عذاب کا تذکرہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ نمبر۲۔ وہ ضمیر مبہم ہے۔ جس کی ترجمانی خبر کر رہی ہے۔ نمبر۳۔ ہاء یہ ضمیر قصہ ہے۔ لَظٰی (شعلہ زن ہے) یہ آگ کا نام ہے۔

۱۶: نَزَّاعَۃً لِّلشَّوٰی (جو کھال اتار دے گی) نمبر۱۔ حفص والمفضل نے حال مؤکدہ کی بناء پر منصوب پڑھا ہے۔ نمبر۲۔ ڈرانے کیلئے بطور اختصاص منصوب ہے۔ نمبر۳۔ دیگر قراء نے نزاعۃ رفع سے پڑھا ہے اور خبر کے بعد دوسری خبر قرار دیا۔ ان کی اول خبر لظی دوسری خبر نزاعۃٌ نمبر۴۔ ھی مبتدأ محذوف کی خبر ہے ھی نزاعۃٌ للشوی۔ اطراف انسانی ہاتھ پاؤں وغیرہ نمبر۲۔ شواۃٌ سر کا چمڑا، اس کو آگ کھینچ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی۔ پھر وہ دوبارہ اپنی حالت پر لوٹ جائے گا۔ تو آگ اپنے کام پر لوٹتی رہے گی۔ (اعاذنا الله منھا)۔

جہنم آوازیں دے گی:

۱۷: تَدْعُوْا (وہ اس شخص کو بلاوے گی) ان کے اس طرح نام لے گی۔ یا کافر یا منافق۔ میری طرف۔ میری طرف نمبر۲۔ وہ پکار کر کہے گی تو ہلاک ہو۔ یہ دعاك الله سے کیا ہے جس کا معنی اھلکك نمبر۲۔ جب اس کا ٹھکانہ آگ ہے تو گویا آگ کو ایسا قرار دیا گیا کہ وہ اس کو بلا رہی ہے۔ مَنْ اَدْبَرَ (جس نے حق سے پیٹھ پھیری ہوگی) وَتَوَلّٰی (اور بے رخی کی ہوگی) اطاعت سے۔

۱۸: وَجَمَعَ (اور جمع کیا ہوگا) یعنی مال فَاَوْعٰی (پھر اس کو اٹھا اٹھا کر رکھا ہوگا) پھر اس کو تجوری میں رکھ کر اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا۔

۱۹: اِنَّ الْاِنْسَانَ (انسان) مراد اس سے جنس انسان ہے تاکہ مصلین کا استثناء درست ہو سکے۔ خُلِقَ هَلُوْعًا (کم ہمت پیدا ہوا ہے)۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس کی تفسیر مابعد والی آیت ہے۔

۲۰: اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا (جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے)

۲۱: وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا (اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے) الھلع ناپسند حالت آنے پر جلد گھبرانا۔ اور بھلائی پہنچے تو جلد بھلائی سے رک جانا۔

قول ثعلب رحمہ اللہ:

محمد بن طاہر نے آپ سے پوچھا ھلع کیا ہے تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کی خود تفسیر فرما دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی تفسیر سے زیادہ واضح نہیں ہو سکتا۔ اور وہ وہی ہے جب اس کو تکلیف پہنچے تو شدید گھبراہٹ کا اظہار کرے۔ اور جب اس کو خیر میسر ہو تو بخل کرے

اور اس کو لوگوں سے روک کر بیٹھ رہے۔ یہ طبع انسانی ہے۔ انسان کو اپنی طبع کی مخالفت کا حکم دیا گیا اور شرع کی موافقت کرنے کا کہا گیا ہے۔ الشر سے جسمانی تکلیف، فقر، مرض، الخیر۔ وسعت رزق، مالداری، صحت۔

۲۲: اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ (مگر وہ نمازی)

۲۳: الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ (جو اپنی نماز پر) پانچوں نمازیں دَآ ئِمُوْنَ (برابر توجہ رکھتے ہیں)۔ نماز کے اوقات میں ان کی محافظت کرتے ہیں۔ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے۔

۲۴: وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ (وہ جن کے مالوں میں سب کا حق ہے) حق زکوٰۃ کیونکہ یہی مقرر اور معلوم ہے۔ نمبر۲۔ صدقہ جو آدمی اپنے اوپر کسی کے وظیفہ کے طور پر مقرر کرے۔ اور مقرر اوقات میں اس کو ادا کرے۔

۲۵: لِّلسَّآئِلِ (سوالی کیلئے) جو لوگوں سے مانگتا ہے وَالْمَحْرُوْمِ (اور بے سوالی کیلئے) جو سوال سے بچتا ہے اس کو غنی سمجھ کر محروم رکھتے ہیں۔ اور وہ محروم رہتا ہے۔

۲۶: وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ (وہ جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں) یوم الدین سے یوم جزاء اور حساب مراد ہے یہی قیامت کا دن ہے۔

۲۷: وَالَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ (اور وہ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں) مشفقون کا معنی خائفون خوف کرنے والے۔

۲۸: اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ (واقعی ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں)

قراءت: ابو عمرو کے علاوہ باقی قراء نے مأمون ہمزہ سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کسی کو مناسب نہیں اگرچہ وہ طاعت و محنت میں کتنی ترقی کر جائے کہ وہ عذاب سے بے خوف ہو کر بیٹھ جائے۔ اور مناسب یہی ہے کہ خوف و رجاء کے درمیان رہے۔

نحو: یہ جملہ معترضہ درمیان میں لائے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا ملکیت میں آنے والی باندیوں کے

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِيْنَ

سو وہ ان کے بارے میں ملامت کیے جانے والے نہیں ہیں سو جس نے اس کے علاوہ کوئی جگہ تلاش کی تو یہ وہ لوگ ہیں جو حد سے آگے بڑھ جانے والے ہیں' اور وہ لوگ

هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿٣٣﴾

جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں' اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں

ع ۱ ۴۵ ۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٣٤﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٣٥﴾

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو بہشتوں میں باعزت رہیں گے۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿٣٧﴾

سو کیا ہوا کافروں کو کہ آپ کی طرف دائیں سے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑ رہے ہیں'

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا

کیا ان میں سے ہر شخص اس کا لالچ کرتا ہے کہ نعمتوں والی جنت میں داخل کر دیا جائے ایسا ہرگز نہ ہوگا' بلاشبہ ہم نے انہیں اس چیز سے

يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ

پیدا کیا ہے جس کو وہ جانتے ہیں' سو میں مشارق اور مغارب کے رب کی قسم کھاتا ہوں بے شک ہم اس پر قدرت رکھنے والے ہیں کہ

خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا

ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم عاجز نہیں ہیں سو آپ ان کو ان کے شغل میں رہنے دیجئے باطل چیزوں میں غور وخوض کیا کریں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ

يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ

اپنے اس دن سے ملاقات کرلیں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے جس دن قبروں سے نکل کر جلدی جلدی چلیں گے گویا کہ وہ کسی پرستش گاہ کی طرف

ع ۲ ۹ ۸ يُّوْفِضُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾

دوڑ رہے ہیں ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ یہ وہ دن ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

۲۹ : وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہیں)۔

۳۰ : اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ (لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی لونڈیوں سے کیونکہ ان پر کوئی الزام نہیں) اگر وہ حفاظت کو ترک کر دیں۔

۳۱ : فَمَنِ ابْتَغٰی (ہاں جو طلبگار رہا) جماع کی جگہ تلاش کی۔ وَرَآءَ ذٰلِکَ (ان کے علاوہ) بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (ایسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں) حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والے۔

مَسْئَلَہ : یہ آیت متعہ کی حرمت، لواطت کی حرمت اور بہائم سے جماع اور استمناء بالید کی حرمت کو ثابت کرتی ہے۔

۳۲ : وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَ مٰنٰتِهِمْ (اور جو لوگ اپنی امانتوں)

قراءت : لا مانتهم ۔ مکی نے پڑھا ہے۔ الامانات کا لفظ شرع کی امانتیں اور بندوں کی امانتوں کو شامل ہے۔ وَعَهْدِهِمْ (اور اپنے وعدوں کا) اس میں مخلوق کے معاہدات، نذور اور قسمیں سب شامل ہیں۔ رٰعُوْنَ (خیال رکھنے والے ہیں) حفاظت کرنے والے ہیں۔ نہ خیانت کرنے والے اور نہ ہی توڑنے والے ہیں۔ ایک قول ہے کہ امانات وہ ہیں جن پر عقل دلالت کرے۔ العهد جس کو رسول لائے۔

۳۳ : وَالَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ (اور جو لوگ اپنی گواہیوں کو ٹھیک ادا کرتے ہیں)

قراءت : حفص، سہل و یعقوب نے شہادات پڑھا ہے۔ قائمون کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکام کے پاس گواہی کو بغیر کسی میلان کے جو قریب و شریف کیلئے اختیار کیا جائے اور بلا ترجیح کے جو طاقتور کے حق میں ضعیف کے خلاف اختیار کیا جائے۔ وہ ادا کرتے ہیں اور ان کا مقصد مسلمانوں کے حقوق کو زندہ کرنا اور دین میں صلابت و پختگی ہوتا ہے۔

۳۴ : وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ (اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں) نماز کی اہمیت واضح کرنے کیلئے اس کو دوبارہ لائے۔ نمبر۲۔ اول میں فرائض کی محافظت اور ثانی میں نوافل کی مداومت کو ذکر فرمایا۔ نمبر۳۔ ایک قول یہ ہے نمازوں پر مداومت سے مراد۔ کثرت سے پڑھے اور ان کی محافظت کرنے سے مراد وہ اپنے اوقات سے نہ ہٹنے پائیں۔ نمبر۵۔ دوام: اوقات میں ادائیگی کا نام ہے اور محافظت اس کے ارکان، واجبات، سنن، آداب کی حفاظت۔

۳۵ : اُولٰٓئِکَ (ایسے لوگ) جو ان صفات سے متصف ہوں۔ فِیْ جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْنَ (بہشتوں میں عزت سے داخل ہونگے)

نحو : اولئک مبتدأ اور باقی دونوں خبریں ہیں۔

۳۶ : فَمَالِ یہ لفظ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کی اتباع میں الگ لکھا جاتا ہے۔ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا قِبَلَکَ (تو کافروں کو کیا ہوا کہ آپ کی طرف) قبلک آپ کی طرف اور جانب مُهْطِعِیْنَ (دوڑے آرہے ہیں)

نحو : الذین کفروا سے حال ہے۔

۳۷ : عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ (دائیں اور بائیں سے) آپ کے دائیں اور بائیں سے عِزِیْنَ (مختلف جماعتیں بن کر) یہ

عزۃ کی جمع یا اس کا اصل عزوۃ ہے ہر گروہ اپنی الگ الگ متفرق نسبت کرتا ہے۔ نحو : یہ حال ہے۔

کفار کا وطیرہ اور اس کا جواب:

۳۸ : کافر آپ کے اردگرد مختلف گروہوں اور پارٹیوں کی شکل میں جمع ہو کر قرآن سنتے اور وہ کلام اللہ کا مذاق اڑاتے اور کہتے اگر یہ لوگ جنت میں داخل ہو گئے جیسا کہ محمد ﷺ کہتے ہیں۔ تو ہم ضرور ہی ان سے پہلے جائیں گے پس یہ آیت اتاری گئی۔ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ (کیا ان میں سے ہر شخص اس کی طمع رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی جنت میں داخل ہو جائیگا) قراءت : مفضل کے علاوہ بقیہ نے یُدخَل پڑھا ہے یا مضموم اور خاء مفتوح۔ جنۃ نعیم : نعمتوں والی جنتیں جیسا کہ ایمان والوں کو ملیں گی۔

بغیر ایمان جنت کا دعویٰ کس مُنہ سے:

۳۹ : كَلَّا (ہرگز نہیں) اس میں ان کی دخول جنت والی طمع کو رد کر دیا گیا۔ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ (ہم نے ان کو ایسی جگہ سے پیدا کیا جس کی ان کو بھی خبر ہے) یعنی حقیر نطفہ سے اسی لئے ابہام کے طور پر ذکر کیا۔ تاکہ یہ بتلایا جائے کہ حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو اشارۃً ذکر کیا جائے۔ تو جب ان کی پیدائش ایسی چیز سے ہے تو مشرف کہاں سے ہوں گے۔ اور ایمان والوں سے بڑھ جانے کا کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم جنت میں ان سے پہلے داخل ہونگے۔ نمبر۲۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو نطفہ سے بنایا۔ جیسا تمام اولاد آدم کو بنایا۔ ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ جنت میں کوئی ایمان کے بغیر داخل نہ ہو تو یہ بلا ایمان اس میں داخلہ کی کیونکر طمع کرتے ہیں؟

۴۰ : فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ (پھر میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی) مشارق سے مطالع اور مغارب سے غروب کے مقامات اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ (ہم اس پر قادر ہیں)

۴۱ : عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ (کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں) ان کو ہلاک کر کے ان سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ فرمانبردار بندے لے آئیں۔ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ (اور ہم عاجز نہیں ہیں)

۴۲ : فَذَرْهُمْ (تو آپ ان کو رہنے دیں) مکذبین کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ يَخُوْضُوْا (کہ اسی شغل میں) یعنی باطل پرستی میں وَيَلْعَبُوْا (اور تفریح میں) دنیا کے دھندے میں۔ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ (یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) جس میں ان سے عذاب کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

۴۳ : يَوْمَ نحو : یوم یہ پہلے یوم سے بدل ہے۔ يَخْرُجُوْنَ یاء کے فتحہ اور راء کے ضمہ سے تمام نے پڑھا ہے سوائے اعشیٰ کے مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا (جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے) اجداث : قبور۔

نحو : سراعا یہ جمع سریع ہے۔ یہ حال ہے۔ یعنی بلانے والے کی طرف تیزی سے بھاگیں گے۔

كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ (جیسے کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑے جاتے ہیں)

نحو : کانھم یہ حال ہے۔

قراءت: شامی' حفص وسہل نے نُصُبٍ پڑھا ہے۔المفضل نے نُصْبٍ سکون صاد سے پڑھا ہے۔اور دیگر قراء نے نَصْب بفتحہ نون سے پڑھا ہے۔نصب ہر وہ چیز جس کو گاڑا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی پوجا کی جائے۔یوفضون کا معنی تیزی کرنے والے۔

۴۴ : خَاشِعَةً (نیچے کو جھکی ہونگی) ذلیل ہونگیں۔

نحو : یہ یخرجون کی ضمیر سے حال ہے۔

اَبْصَارُهُمْ (ان کی نگاہیں) یعنی ذلت کی وجہ سے ان کو اوپر نہ اٹھائیں گے۔تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی) ان کو ذلت ڈھانپ لے گی۔ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِىْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ (یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا) دنیا میں اور وہ اس کی تکذیب کرتے تھے۔

الحمدللہ چاشت کے وقت جمعۃ المبارک ۲۸ ربیع الاول تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

الحمدلله ، اللهم احفظنى من كربات يوم القيامة۔

سُوْرَةُ نُوحٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ نوح مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ①

بلاشبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو اس سے پہلے ڈرایئے کہ ان پر دردناک عذاب آ جائے'

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③ يَغْفِرْ

انہوں نے کہا کہ اے میری قوم بلاشبہ میں تمہیں صاف طریقہ پر ڈرانے والا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو وہ تمہارے

لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا

گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں وقت مقرر تک مہلت دیگا' بلاشبہ جب اللہ کی مقرر کی ہوئی اجل آ جائے تو مؤخر نہیں

يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ⑤ فَلَمْ

کی جاتی' کیا خوب ہوتا اگر تم جانتے ہوتے' انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے میرے رب بیشک میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا سو

يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ⑥ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ

میرے بلاوے نے ان کا بھاگنا زیادہ ہی کر دیا اور بلاشبہ جب میں نے انہیں بلایا تاکہ آپ انکی مغفرت فرمائیں تو انہوں نے اپنی انگلیاں

فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ⑦ ثُمَّ اِنِّيْ

اپنے کانوں میں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور اصرار کیا اور حد درجہ کا تکبر کیا' پھر میں نے

دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ⑧ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ⑨

انہیں بلند آواز سے بلایا پھر انہیں اعلانیہ بھی سمجھایا اور پوشیدہ طریقہ پر بھی دعوت دی۔

وقف لازم

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آوے)

۱ : اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا ایک قول یہ ہے کہ نوح کا معنی سریانی زبان میں ساکن ہے۔ اِلٰی قَوْمِہٖٓ اَنْ اَنْذِرْ

نحو : انذار خوف دلانے کے معنی میں آتا ہے۔ اس کی اصل بان انذر ۔ پس جار حذف کر کے اَنْ کو فعل سے ملا دیا۔ خلیل رحمہ اللہ کے نزدیک یہ محل جر میں واقع ہے۔ اور دیگر نحات کے ہاں منصوب ہے۔ نمبر۲۔ ان مفسرہ ہے جو کہ ای کے معنی میں آتا ہے۔ کیونکہ ارسال میں قول کا معنی متضمن ہے۔ قَوْمَکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ عذاب الیم سے آخرت کا عذاب یا طوفان نوح مراد ہے۔

نوح علیہ السلام کا قوم کو خطاب:

۲ : قَالَ یٰقَوْمِ (انہوں نے کہا اے میری قوم) اظہار شفقت کیلئے ان کو اپنی قوم کہہ کر پکارا۔ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ (میں تمہارے لئے ڈرانے والا ہوں) نذیر بمعنی مخوف ہے مُّبِیْنٌ (صاف صاف) میں اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو تمہاری جانی پہچانی زبان میں بیان کرتا ہوں۔

۳ : اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ (کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) اس کو وحدہٗ لاشریک مانو۔

نحو : اس اَنْ کا حکم دونوں صورتوں میں وہی ہے جو اوپر ان انذر میں بیان ہوا۔ وَاتَّقُوْہُ (اور اس سے ڈرو) اس کی نافرمانی سے ڈرو۔ وَاَطِیْعُوْنِ (اور میرا کہنا مانو! ان چیزوں میں جن میں تمہیں حکم دیتا اور منع کرتا ہوں) یہاں اطاعت کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ کبھی اطاعت غیر اللہ کی عبادت کے علاوہ بھی ہوتی ہے۔

۴ : یَغْفِرْ لَکُمْ (وہ معاف کر دے گا) یہ امر کا جواب ہے مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ (تمہارے گناہ) مِنْ بیانیہ ہے جیسا کہ اس آیت میں فاجتنبوا الرجس من الاوثان نمبر۲۔ من تبعیضیہ ہے۔ کیونکہ حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں جو مخلوق کے حقوق ہوتے ہیں وہ اسلام کے بعد بھی قابل مواخذہ ہیں۔ مثلاً قصاص (کذا فی شرح التاویلات)

وَیُؤَخِّرْکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (اور تم کو وقت مقررہ تک مہلت دے گا) اجل مسمی سے وقت موت مراد ہے۔ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آ جائے گا تو ٹلے گا نہیں۔ کیا خوب ہوتا اگر تم سمجھتے) اجل اللہ سے موت مراد ہے۔ لو کنتم تعلمون کاش تمہیں معلوم ہو جائے کہ مقرر وقت کے اختتام پر تمہیں کتنی بڑی شرمندگی کا سامنا کرنا ہوگا تو تم ایمان لے آتے۔ ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ قوم نوح اگر ایمان لائے گی تو ان کو ایک ہزار سال عمر ملے گی۔ اور اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کو نو سو سال کے اختتام پر ہلاک کر دیا جائے گا۔ پس ان کو کہا جا رہا ہے کہ تم ایمان لاؤ تاکہ اجل مقررہ تک تمہیں مؤخر کر دیا جائے۔ یعنی ایک ہزار سال کی مدت پالو۔ پھر ان کو خبر دی۔ کہ جب ہزار سال گزر جائیں گے تو وہ وقت ایسا نہیں کہ اس کو مؤخر کر دیا جائے جیسا کہ پہلا مؤخر کیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی طرف سے خطرہ محسوس کرتے تھے کہ اگر وہ ایمان لا کر دعوت نوح کو قبول کرلیں گے تو ان کی قوم ان کو ہلاک کر دے گی۔ تو گویا نوح علیہ السلام نے ان کو اس سلسلہ میں مطمئن کیا اور ان سے وعدہ فرمایا ایمان لا کر وہ دنیا میں اپنا وقت مقررہ کو ضرور پورا کریں گے۔

مطلب یہ ہوا۔ اگر اسلام لے آؤ گے تو اپنے دشمنوں سے اپنی موت کے وقت تک زندہ رہو گے۔

۵ : قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا (نوح علیہ السلام نے دعا کی۔ اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن کو بھی اور رات کو بھی بلایا) یعنی بلا تھکاوٹ محسوس کیے ہمیشہ ان کو بلایا۔

نتیجہ دعوت میں قوم کا فرار:

۶ : فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا (پس میرے بلانے پر اور زیادہ بھاگتے رہے) آپ کی اطاعت سے دعوت کو سبب فرار قرار دیا گیا۔ حالانکہ دعوت سبب فرار تو نہ تھی۔ کیونکہ دعوت کے نتیجہ میں نفرت پیدا ہو کر فرار اختیار کیا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جیسا یہ ارشاد و اما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسًا [التوبہ:۱۲۵] قرآن مجید زیادہ رجس کا سبب تو نہیں اصل قرآن سن کر نفرت بڑھی اور اس نفرت سے رجس کفر اور زیادہ ہوگئی۔ اس قوم کا حال یہ تھا کہ ایک آدمی نوح علیہ السلام کے پاس اپنے بیٹے کو لے جا کر یہ نصیحت کرتا۔ اس سے بچتے رہنا کہیں یہ تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ کر دے۔ چنانچہ بیٹا! میرے والد نے بھی مجھے اس بات کی وصیت کی تھی جو میں تمہیں کر رہا ہوں۔

قوم کی کیفیت:

۷ : وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ (اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا) تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ لِتَغْفِرَ لَهُمْ (تاکہ آپ ان کو بخش دیں) تاکہ وہ ایمان قبول کر لیں اور آپ ان کو بخش دیں۔ یہاں مسبب کے تذکرہ پر اکتفاء کیا گیا۔ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ (تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے ڈالیں) انہوں نے اپنے کانوں کو بند کر لیا تاکہ وہ میری بات سننے نہ پائیں۔ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ (اور اپنے کپڑے لپیٹ لیے) انہوں نے اپنے آپ کو کپڑوں سے ڈھانپ لیا تاکہ وہ مجھے نہ دیکھ پائیں۔ اس لئے کہ وہ دین کے داعی کے چہرے کو دیکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ وَاَصَرُّوْا (اور انہوں نے اصرار کیا) وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا (اور انہوں نے غایت درجہ کا تکبر کیا) مجھے جواب دینے سے اپنے کو بڑا سمجھا۔

نکتہ: مصدر کو لانا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ وہ استکبار میں بہت ہی آگے جانے والے تھے۔

۸ : ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا (پھر میں نے ان کو بآواز بلند بلایا) جھارًا مصدر ہے جو حال کی جگہ لایا گیا ہے۔ ای مجاہرا نمبر۲۔ یہ مصدر ہے دعوتھم اس کے اس مثال کی طرح ہے قعد القرفصاء۔ کیونکہ جہاد دعوت کی ایک قسم ہے۔ یعنی اظھرت لھم الدعوۃ فی المحافل۔ میں نے محفلوں میں ان کے سامنے کھل کر دعوت دی۔

خفیہ اعلانیہ دعوت تھی:

۹ : ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا (پھر میں نے ان کو علانیہ سمجھایا اور ان کو بالکل خفیہ بھی سمجھایا) میں نے علانیہ دعوت کو خفیہ دعوت کے ساتھ ملا کر کیا۔ حاصل یہ ہے دن رات ان کو خفیہ دعوت دی پھر ان کو بآوازِ بلند دعوت دی۔ پھر ان کو خفیہ اور

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّ

سو میں نے کہا کہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے وہ تم پر خوب زیادہ برسنے والی بارش بھیجے گا

يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾

اور مالوں سے اور بیٹوں سے تمہاری امداد فرمائے گا اور تمہارے لئے باغیچے اور تمہارے لئے نہریں بنا دے گا '

علانیہ ملا کر دعوت دی۔ امر بالمعروف کرنے والا اسی طرح کرتا ہے۔ آسان بات سے شروع کرتے پھر سخت سے سخت بات کہتے۔ افتتاح خفیہ نصیحت سے فرماتے۔ جب وہ قبول نہ کرتے تو دوبارہ بلند آواز سے ان کو دعوت دیتے۔ جب اس کا اثر نہ ہوتا تو تیسری بار جہر و سر کو جمع فرماتے۔

ثم کا لفظ حالات کے باہمی بعد کو بیان کر رہا ہے۔ کیونکہ بلند آواز کہنا یہ خفیہ کہنے سے سخت انداز ہے اور دونوں کو جمع کرنا ان کو الگ الگ بیان کرنے سے زیادہ سخت تر ہے۔

۱۰: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ (میں نے کہا تم اپنے رب سے گناہ بخشواؤ) استغفار مغفرت طلب کرنے کو کہتے ہیں اگر استغفار کرنے والا کافر ہو تو کفر سے توبہ کرنا اور معافی مانگنا ہوگا۔ اور اگر گناہ گار مؤمن ہو۔ تو وہ گناہوں سے استغفار ہوگا یہاں شرک سے استغفار مراد ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا (بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے) وہ انابت کرنے والے لوگوں کے گناہ بخشتا چلا آ رہا ہے۔

۱۱: يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا) السّماء سے بارش مراد ہے۔ مدرارًا بکثرت بارش والا۔ یہ مفعال کا وزن ہے اس میں تذکیر و تانیث برابر ہے۔

۱۲: وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ (وہ تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دیگا) تمہارے اموال و اولاد میں اضافہ فرما دے گا۔ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ (اور تمہارے لیئے باغ لگا دے گا) جنات: باغات۔ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا) جو تمہارے کھیتوں اور باغوں میں جاری ہونگی وہ اموال و اولاد سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس بناء پر اسی کے ذریعہ ان کے دلوں میں ایمان کی تحریک پیدا کرنے کی کوشش فرمائی۔ ایک قول یہ ہے بار بار دعوت کو جب طویل عرصہ گزر گیا اور انہوں نے جھٹلا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو بند کر دیا۔ اور ان کی عورتیں اولاد سے بانجھ ہو گئیں یہ چالیس یا ساٹھ سال تک رہا۔ پس نوح علیہ السلام نے ان سے وعدہ فرمایا کہ اگر وہ ایمان کو قبول کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ سرسبزی عنایت کر دیں گے۔ اور وہ سارے مصائب جن میں وہ مبتلا ہیں وہ ان سے ہٹا لئے جائیں گے۔

واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

ایک مرتبہ صلاۃ استسقاء کیلئے باہر تشریف لائے۔ پس انہوں نے فقط استغفار کیا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ نے بارش طلب

مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ

تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہوئے' حالانکہ تمہیں اس نے مختلف اطوار سے پیدا فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں

خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ

کہ اللہ نے کس طرح اوپر نیچے سات آسمان پیدا فرمائے اور ان میں چاند کو نور بنا دیا اور

الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ

سورج کو چراغ ' اور اللہ نے تمہیں ایک خاص طور پر زمین سے پیدا فرمایا اور پھر وہ تمہیں اس میں واپس لے جانے کا

فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا

اور تمہیں خاص طور پر نکالے گا ' اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا تاکہ تم اس کے کھلے ہوئے

مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ

رستوں میں چلو۔ نوح نے کہا کہ اے میرے رب بلاشبہ انہوں نے میری نافرمانی کی ان لوگوں کی بات مانی جن کے

مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ۚ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۚ﴿۲۲﴾

مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا ہے اور انہوں نے مکر کیا بڑا مکر '

نہیں کی ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے آسمان کے ان سرچشموں سے بارش کی دعا کی ہے۔ جن سے بارش اترتی ہے۔ حضرت ع رضی اللہ عنہ نے استغفار کو بارش کے ان سرچشموں سے تشبیہ دی جو کبھی خطا نہیں کرتے۔ بلکہ ان سے ہمیشہ بارش ہوتی ہے۔ اور پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

روایت حسن بصری رحمہ اللہ:

ایک آدمی نے ان سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے اس کو استغفار کا کہا دوسرے نے فقر کی شکایت کی تو آپ نے استغفار کا کہا تیسرے نے قلت نسل اور چوتھے نے شادابی زمین کی قلت کی شکایت کی تو آپ نے سب کو استغفار کا حکم دیا۔ ان کے شاگرد ربیع رحمہ اللہ نے کہا آپ کے پاس آنے والے تو مختلف حاجات کا سوال کر رہے ہیں اور آپ نے سب کو استغفار کا حکم دیا ہے پس آپ نے یہ آیات پڑھ دیں۔

۱۳: مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کے معتقد نہیں ہوتے ہو) تم اللہ تعالیٰ کی عظمت سے نہیں

ڈرتے ہو (كذا قال الكلبي)

قول اخفش رحمۃ اللہ علیہ:

یہاں رجاء خوف کے معنی میں ہے۔ کیونکہ رجاء کے ساتھ تھوڑا خوف اور نا امیدی ہوتی ہے الوقار: عظمت۔ نمبر۲۔ اس کی توقیر و تعظیم کی تم کو امید نہیں کہ وہ کس قدر تمہاری قدر دانی اور تمہارا اکرام کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم ایسی حالت پر نہیں آتے جس میں تم اللہ تعالیٰ کی اس قدر دانی کی امید کرو جو آخرت میں تم کو میسر ہوگی۔

تخلیق انسانی کے مراتب:

۱۴: وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا (حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا) قد خلقكم اطوارًا

نحو: یہ موضع حال میں ہے۔ مطلب یہ ہے تم اللہ تعالیٰ پر ایمان کیوں نہیں لاتے حالانکہ حال یہ ہے اور یہ ایسا حال ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کو لازم کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس نے تمہیں طرح طرح سے بنایا یعنی متعدد بار پہلے تمہاری تخلیق نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر تمہاری ہڈیاں اور گوشت بنایا۔

قدرتِ عظیمہ کے نمونے:

۱۵: نفوس انسانیہ قریب تر ہونے کی وجہ سے پہلے ان کی طرف متوجہ کر کے خبردار کیا پھر جہان میں نظر دوڑانے کو کہا اور ان چیزوں پر نظر ڈالنے کو کہا جو بنانے والے کی عظیم قدرت پر شہادت دے رہے ہیں۔ فرمایا اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے) طباقا ایک دوسرے کے اوپر۔

۱۶: وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا (اور ان میں چاند کو نور بنایا) آسمانوں میں یہ چاند آسمان دنیا میں ہے کیونکہ آسمانوں میں طبقات ہونے کی بناء پر باہمی مناسبت ہے اس لئے اس مناسبت کا لحاظ کر کے ضمیر جمع لانا درست ہے اگرچہ چاند سب میں نہ ہو۔ جیسا کہ عرب کہتے ہیں۔ في المدينة كذا حالانکہ وہ اس کی کسی ایک طرف میں ہوتا ہے۔

قول ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہم:

سورج اور چاند دونوں کے رخ آسمانوں کی طرف اور ان کا نور آسمانوں میں ہی ہے اور ان کی پشت زمین کی طرف ہے۔ پس چاند کی روشنی تمام آسمانوں کو محیط ہے۔ کیونکہ وہ لطیف ہے ان کے نور پر حجاب نہیں ڈالے گئے۔ وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (اور سورج کو چراغ بنایا) ایسا دیا کہ اہل دنیا اس کی روشنی میں اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح گھر والے دیئے کی روشنی میں وہ چیز دیکھ لیتے ہیں جس کی ان کو ضرورت ہوتی ہے اور چاند کی روشنی سے سورج کی روشنی زیادہ تیز و طاقتور ہے۔ اس پر اتفاق ہے۔ کہ سورج چوتھے آسمان میں ہے۔

۱۷ : وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا) انبت یہاں انشاء کے معنی میں ہے گویا انبات کو بطور استعارہ انشاء کے معنی میں لائے ہیں۔ نباتا یہ مصدر ہے ای فنبتم نباتا۔ تم پیدا ہوئے پیدا ہونا۔

۱۸ : ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا (تم کو پھر وہ زمین میں ہی لے جائے گا) موت کے بعد وَيُخْرِجُكُمْ (اور تم کو باہر نکالے گا) یعنی قیامت کے دن اِخْرَاجًا یہ مصدر ہے جو تاکید کیلئے لائے (تا کہ معلوم ہو کہ تخلیق اول کی طرح تخلیق ثانی بھی ضروری ہے) وہ تم کو نکالے گا کیا خوب نکالنا۔

۱۹ : وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا (اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا) بساطًا بچھی ہوئی جیسا کہ فرش ہوتا ہے۔

۲۰ : لِتَسْلُكُوْا مِنْهَا (تا کہ تم چلو) تا کہ تم آؤ جاؤ جیسا آدمی اپنے بستر پر الٹتا پلٹتا ہے۔ سُبُلًا (راستوں میں) فِجَاجًا (وسیع یا مختلف)

۲۱ : قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ (نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا) جو کہ میں نے ان کو حکم دیا کہ ایمان لاؤ اور استغفار کرو۔ وَاتَّبَعُوْا (اور انہوں نے پیروی کی فقراء اور کمینے لوگوں نے) مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗ (کہ جن کے مال اور اولاد نے زیادہ پہنچایا) رؤساء اور مالدار اور اولاد یں۔ اِلَّا خَسَارًا (نقصان) آخرت میں۔

قراءت: عاصم کے علاوہ عراقی اور مکی نے وَوُلْدُهٗ پڑھا ہے جو کہ وَلَدٌ کی جمع ہے جیسے اُسْدٌ و اَسَدٌ۔

قومِ نوح کی حیلہ بازی:

۲۲ : وَمَكَرُوْا (اور انہوں نے تدبیریں کی) اس کا عطف لم یزدہ پر ہے ضمیر جمع لائی گئی ہے۔ حالانکہ مرجع مَن مفرد ہے کیونکہ یہ معناً جمع ہے الماکرون : رؤساء قوم نوح۔ مکرھم ان کے مکر سے ان کی دین کے متعلق حیلہ سازیاں اور نوح علیہ السلام کے خلاف سازشیں اور لوگوں کو انہیں تکلیف پہنچانے کیلئے برانگیختہ کرنا اور نوح علیہ السلام کی طرف لوگوں کے میلان کو روکنا وغیرہ۔ مَكْرًا كُبَّارًا (بہت بڑی بڑی تدبیریں) كُبَّار یہ کِبَار سے بڑی چیز کیلئے آتا ہے۔ اور یہ کبیر سے بھی بڑھ کر ہے۔

قراءت: ایک قراءت میں کِبَارًا پڑھا گیا ہے۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ

اور انہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑو اور ہرگز مت چھوڑو وَدّ کو اور سُواع کو اور یغوث کو اور یعوق کو

وَنَسْرًا ۚ ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓــٰٔتِهِمْ

اور نسر کو اور واقعی بات یہ ہے کہ انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور آپ ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ

اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوْحٌ

لوگ غرق کر دیے گئے پھر آگ میں داخل کر دیے گئے سو اللہ کے سوا انہوں نے کچھ بھی حمایتی نہ پائے اور نوح نے کہا

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ

کہ اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بھی رہنے والا مت چھوڑیئے بلاشبہ اگر آپ نے ان کو زمین پر رہنے

يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ

دیا تو یہ آپ کے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور صرف فاجر اور کافر ہی ان کی اولاد پیدا ہوگی اے میرے رب مجھے اور میرے والدین کو اور اس شخص کو جو

بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

میرے گھر میں بحالت ایمان داخل ہوا اور مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو بخش دیجئے اور ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے۔

۲۳: وَقَالُوْا (اور انہوں نے کہا) سرداروں نے اپنے ماتحتوں کو لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ (تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو) یہ اپنے عموم پر ہے یعنی ان کی عبادت نہ چھوڑو۔

قراءت: نافع نے وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا (نہ رد کو) ؤدا ضمہ سے پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ یہ بت آدمی کی صورت میں تھا۔ وَّلَا سُوَاعًا (سواع کو) یہ بت عورت کی شکل کا تھا۔ وَّلَا يَغُوْثَ (اور یغوث کو) یہ شیر کی شکل پر تھا وَيَعُوْقَ (اور یعوق کو) یہ گھوڑے کی صورت پر تھا۔ وَنَسْرًا (اور نسر کو)

نحو: یہ دونوں اسم غیر منصرف ہیں۔ وزن فعل اور معرفہ ہیں اگر ان کو عربی لفظ مانا جائے اور اگر عجمی مانیں تو معرفہ اور عجمہ پھر بھی دو سبب پائے جاتے ہیں۔ یہ جن بتوں کا تذکرہ آیا ہے یہ ان کے نزدیک سب سے بڑے بت تھے پہلے عمومی تذکرہ کے بعد ان کا خاص ذکر کیا۔ یہ بت قوم نوح سے عرب میں منتقل ہوئے۔ ود یہ بنو کلب اور سواع۔ ھمدان اور یغوث۔ مذحج اور یعوق۔ مراد قبیلہ اور نسر حمیر والوں کے بت تھے۔

یہ نیک لوگوں کے نام ہیں:

ایک قول یہ ہے یہ نیک لوگوں کے نام ہیں لوگ نوح علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں ان کی اقتداء کرتے تھے۔ جب یہ فوت ہوگئے تو لوگوں نے ان کی تصاویر بنائیں تا کہ یہ بات ان کو عبادت کیلئے برانگیختہ کرتی رہے جب عرصہ گزر گیا تو ابلیس نے ان کے کانوں میں پھونکی۔ کہ وہ لوگ ان تصاویر کی عبادت کرتے تھے۔ پس انہوں نے شیطان کے کہنے پر ان کی عبادت شروع کردی۔

۲۴ : وَقَدْ اَضَلُّوْا (انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا) یعنی اصنام نے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے انھن اضللن کثیرًا من الناس [ابراہیم:۳۶] یا سرداروں نے کَثِیْرًا (بہت لوگوں کو) وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ (اوران ظالموں کی گمراہی اور بڑھادی)

نحو: اس کا عطف رب انهم عصونی پر ہے۔ اور یہ کلام نوح کی حکایت ہے۔ قال کے بعد اور واؤ کے بعد جو اس کا نائب ہے۔ معنی یہ ہوگا قال نوح رب انهم عصونی وقال لاتزد الظالمین یعنی نوح علیہ السلام نے یہ دونوں باتیں فرمائیں۔ اور یہ دونوں محل نصب میں واقع ہیں کیونکہ یہ قال کے مفعول ہیں۔ اِلَّا ضَلٰلًا ضلال یہ ہلاکت کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ ولا تزد الظالمین الا تبارًا (آپ ظالموں کی ہلاکت میں اضافہ فرمادیں) [نوح:۲۸]

۲۵ : مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ (اپنے انہی گناہوں کے سبب)

قراءت: ابوعمرو نے خطایا هم پڑھا۔ معنی گناہ ہے۔

غرق گناہوں کے باعث ہوا:

اُغْرِقُوْا (وہ غرق کیے گئے) طوفان کے ساتھ فَاُدْخِلُوْا نَارًا (پھر دوزخ میں داخل کیے گئے)۔ بڑی آگ میں داخل کیے گئے۔ مما خطیئاتهم کو وضاحت کیلئے مقدم کیا گیا۔ اگرچہ ان کا غرق اور ان کا آگ میں داخلہ وہ صرف ان کی غلطیوں اور ان کے گناہ کے باعث تھا۔ اس معنی کو مازیادہ کر کے اور مؤکد کر دیا گیا۔ یہ آیت گناہوں کے مرتکب کو ڈانٹ پلانے کیلئے کافی ہے۔ قوم نوح علیہ السلام کا کفران کی من جملہ غلطیوں اور گناہوں میں سے ایک تھا۔ اگرچہ یہ گناہ سب سے بڑا تھا۔ فادخلوا نارا۔ فاء اس لئے لائی گئی کہ ان کو غرق کے معاً بعد احراق نار کا عذاب دیا گیا۔ اس صورت میں یہ عذاب قبر کے ثبوت کی دلیل ہے۔ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا (اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو کچھ حمایتی بھی میسر نہ ہوئے) جو ان کی مدد کرتے اور اللہ تعالیٰ کے اس عذاب سے ان کو بچاتے۔

۲۶ : وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (اور نوح نے کہا اے میرے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ) کوئی ایک نہ چھوڑ جو زمین میں گھومے پھرے۔ دَیَّارًا یہ فَیْعَال کا وزن ہے۔ الدور سے بنا ہے۔ یہ ایسے اسموں میں سے ہے۔ جو نفی عام کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

۲۷ : اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ (اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے) اور ان کو ہلاک نہ کریں گے یُضِلُّوْا عِبَادَكَ (تو یہ لوگ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے) ان کو گمراہی کی طرف دعوت دیں گے۔ وَ لَا یَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (اور ان سے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی) جو بھی بلوغت کو پہنچا اس نے فجور و کفر اختیار کیا۔ یہ بات انہوں نے اس بنیاد پر کہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا تھا فرمایا لن یؤمن من قومك الا من قد آمن [ھود:۳۶]

۲۸ : رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ (اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ) آپ کے والدین مسلمان تھے۔ آپ کے والد کا نام لمک اور والدہ کا نام شمخاء ایک قول یہ ہے وہ آدم و حواء ہیں۔

قراءت: لولدیّ پڑھا گیا اس سے مراد سام اور حام ہیں۔

وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ (اور جو مؤمن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں ان کو) بیتی سے مراد میرا مکان نمبر۲۔ میری مسجد نمبر۳۔ میری کشتی مُؤْمِنًا کیونکہ ان کو معلوم ہوگیا کہ جو ان کے گھر میں آ گئے ہیں وہ کفر کی طرف نہ لوٹیں گے۔ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے) جو قیامت تک آنے والے ہیں۔ آیت میں پہلے ان کو خصوصاً بیان کیا جو خود ان کی ذات سے متصل تھے کیونکہ وہ زیادہ حقدار ہیں۔ اور آپ کی دعا کے زیادہ مستحق ہیں۔ پھر عام مؤمنین اور مؤمنات کو شامل فرمایا۔ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا (اور ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے) ظالمین سے کافر مراد ہیں۔ تبار ہلاکت و تباہی۔ پس ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

نوح علیہ السلام نے دو دعائیں فرمائیں۔ نمبر۱۔ ایمان والوں کیلئے مغفرت کی اور کافروں کیلئے تباہی و ہلاکت کی۔ کفار کے متعلق آپ کی دعا تو تباہی کی صورت میں قبول کر لی گئی پس ناممکن ہے کہ ایمان والوں کے حق میں آپ کی دعا قبول نہ ہوئی ہو۔

ایک اختلاف:

جب ان کو غرق کیا گیا تو ان کے بچوں کے متعلق اختلاف ہے ایک قول یہ ہے ان کی عورتوں کے ارحام کو طوفان سے چالیس سال قبل بانجھ کر دیا تھا۔ پس ان کے ساتھ کوئی بچہ نہ تھا جب ان کو ڈبویا گیا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی براءت کا علم ہے پس ان کو بغیر عذاب کے ہلاک کر دیا گیا۔

الحمد للہ جمعۃ المبارک سے پہلے سورۃ نوح کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُورَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ جن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ① يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ

آپ فرما دیجئے کہ میرے پاس یہ وحی آئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے میری طرف بات سننے کے لئے دھیان دیا پھر انہوں نے کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ بتاتا ہے

فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ② وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً

سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور بہت بلند ہے ہمارے رب کی عزت انہیں بنایا اس نے کسی کو بیوی

وَّلَا وَلَدًا ③ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ④ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ

اور نہ اولاد اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہم میں جو احمق ہیں وہ اللہ کی شان میں ایسی باتیں کہتے تھے جو حد سے بڑھی ہوئی ہیں اور ہم یہ خیال کرتے تھے کہ

لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ⑤ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ

انسان اور جن اللہ کی ذات کے بارے میں جھوٹ بات نہ کہیں گے اور بیشک بات یہ ہے کہ بہت سے مرد انسانوں میں سے ایسے تھے

يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ⑥ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ

جو جنات کے مردوں کی پناہ لیا کرتے تھے تو انہوں نے ان کو تکبر میں زیادہ کیا اور بات یہ ہے کہ انہوں نے خیال کیا جیسا تم نے خیال کیا ہے کہ اللہ

اللّٰهُ اَحَدًا ⑦ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاۗءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ⑧ وَّ

کسی کو دوبارہ زندہ نہ فرمائے گا اور بلاشبہ ہم نے آسمان کی تلاشی لینا چاہا تو ہم نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ سخت پہرہ سے اور شعلوں سے بھرا ہوا ہے اور

اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ⑨

بے شک ہم آسمان کے مواقع میں باتیں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے سو جو شخص اب سننا چاہے وہ اپنے لئے ایک شعلہ تیار پاتا ہے

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (آپ کہئے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے۔ کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا۔ پھر انہوں نے کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے)

۱ : قُلْ اے محمد ﷺ اپنی امت کو کہہ دیجئے اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهٗ معاملہ اور شان یہ ہے

قراءت: تمام قراء اَنَّهٗ کے فتحہ پر اتفاق کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اوحی کا نائب فاعل ہے۔ اور نمبر۲۔ اَنْ لَّوِ استقاموا [الجن:۱۶] او اَن المساجد [الجن:۱۸] میں انه استمع پر عطف ہے پس ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ اور نمبر۳۔ اَن قد اَبْلَغُوا [الجن:۲۸] تاکہ یعلم اس کی طرف متعدی ہو سکے۔ اور فاء جزائیہ کے بعد مکسور ہوتا ہے اور قال کے بعد بھی جیسے فان له نار جهنم [الجن:۲۳] و قالوا انا سمعنا کیونکہ یہ ابتدائی کلام اور قال کا مقولہ ہے۔ ج نمبر۱۔ اَنَّهٗ تعالٰی جدربنا الی اَنَّا منا المسلمون [الجن:۳-۱۴] کے فتحہ و کسرہ میں اختلاف ہے۔ نمبر۲۔ ابوبکر کے علاوہ کوفی اور شامی قراء نے فتحہ دیا ہے۔ کیونکہ انه استمع پر اس کا عطف ہے یا یہ جار مجرور کے محل میں ہے اس آیت میں فاٰمنا به [الجن:۲] تقدیر کلام اس طرح ہے صدقناه و صدقنا اَنَّهٗ تعالی جدربنا وَاَنَّهٗ كان يقول سفيهنا [الجن:۴] آخری آیت تک۔ نمبر۲۔ دیگر قراء نے اس کو کسرہ دیا اور اِنَّا سمعنا پر عطف کیا اور تمام آیات کے اواخر میں وقف کرتے ہیں۔

جنات کی آمد:

اسْتَمَعَ نَفَرٌ (ایک جماعت) نفر تین سے دس تک جماعت کو کہتے ہیں۔ مِّنَ الْجِنِّ (جنوں میں سے) یہ مقام نصیبین کے جنات تھے۔ فَقَالُوْٓا پس جب وہ نبی اکرم ﷺ کو صلوٰۃ فجر میں قراءت کرتا سن چکے تو انہوں نے لوٹ کر اپنی قوم کو کہا۔ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (ہم نے ایک عجیب عمدہ قرآن سنا)۔ جو حسن نظم میں تمام کتب سے الگ ہے اور صحت اور معانی میں ایک نکھار رکھتا ہے۔ العجب جو عادت سے خارج ہو یہ مصدر ہے جس کو العجیب صفت کی جگہ لائے۔

۲ : يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ (وہ راہ راست بتلاتا ہے) وہ درست بات کی طرف دعوت دینے والا ہے یا توحید و ایمان کی طرف۔ فَاٰمَنَّا بِهٖ (پس ہم تو اس پر ایمان لائے) ہٖ سے قرآن مجید مراد ہے۔ اور جب قرآن پر ایمان یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی وحدانیت پر یقین کرنا اور شرک سے بیزاری اختیار کرنا ہے۔ تو کہنے لگے وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا (ہم اپنے رب کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے)۔ نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ بہ میں ضمیر کا مرجع ذات عزوجل ہو۔ کیونکہ بربنا اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

۳ : وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا (اور ہمارے رب کی بڑی شان ہے) جد عظمت، عرب کہتے ہیں جد فلان في عيني ای عظیم وہ میرے ہاں عظمت والا ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں یہی معنی ہے: كان الرجل اذا قرأ البقرة و آل عمران جَدَّ فينا وہ ہماری نگاہوں میں بلند ہو جاتا۔ یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف بھی منسوب ہے۔ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً (اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا) وَّلَا وَلَدًا (اور نہ اولاد) جیسا کہ کافر جن و انس کہتے ہیں۔

۴ : وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا (اور ہم میں سے جو احمق ہوئے ہیں وہ کہتے تھے) سفیہ: جاہل، یا ابلیس کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی جاہل نہیں۔ عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا (اللہ تعالیٰ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں) یعنی کفر کیونکہ وہ درستی میں سب سے دور بات

وہی ہے۔ یہ شطت الدار ای بعدت (گھر دور ہوا) سے لیا گیا ہے۔ نمبر۲۔ ایسی باتیں جن میں وہ حق سے تجاوز کرنے والے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بیوی اور اولاد کی نسبت والا خبیث قول ہے۔ الشطط ظلم وغیرہ میں حد سے تجاوز کر جانا۔

۵ : وَّ اَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (اور ہمارا یہ خیال تھا کہ انسان اور جن کبھی اللہ تعالیٰ کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے) کذبًا یہ قولا مصدر کی صفت ہے ای قولا کذبا نمبر۲۔ کذب خود مکذوب فیہ کے معنی میں ہے۔ یعنی جھوٹ نمبر۳۔ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ کذب خود قول کی ایک قسم ہے یعنی ہمارے گمان میں یہ بات تھی کہ کوئی شخص ہرگز اللہ تعالیٰ کے متعلق بیوی اور اولاد کی نسبت والا جھوٹ نہ بولے گا۔ اس لئے ہم ان باتوں میں تصدیق کرتے رہے جو کچھ بھی وہ اس کی طرف منسوب کرتے رہے۔ یہاں تک کہ قرآن مجید سے ان کا کذب ہمارے سامنے کھل گیا۔

۶ : جب کوئی عربی خوفناک علاقے میں وارد ہوتا تو اس طرح کہتا اعوذ بسید هذا الوادی من سفهاء قومه ۔ اس کا مقصد بڑے جن کی پناہ حاصل کرنا ہوتا تھا۔ اس پر فرمایا۔ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ (اور بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے۔ پس انہوں نے ان جنات کی بڑھادی) یعنی ان انسانوں نے ان جنات کی پناہ لے کر ان جنات کی بڑھادی۔ رَهَقًا (سرکشی اور جہالت اور تکبر) کہ وہ اس طرح کہنے لگے کہ اب تو ہم جنات اور انسانوں کے سردار ہو گئے یا جنات نے انسانوں کی گمراہی بڑھادی۔ اس لئے کہ انسانوں نے ان سے پناہ طلب کی اور الرھق کا اصل معنی ممنوع کا ارتکاب کرنا۔

۷ : وَّ اَنَّهُمْ (اور جیسا تم) اے گروہ جنات ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ (جنات کے گمان کیا جیسا تم نے گمان کیا) اے اہل مکہ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا (کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا) موت کے بعد اٹھانا۔ مطلب یہ ہے جنات بھی بعث کے منکر تھے جیسا تم انکار کرتے ہو۔ پھر قرآن سن کر انہوں نے ہدایت پائی اور بعث کے اقراری ہو گئے تم کیوں اقرار نہیں کرتے جیسا انہوں نے اقرار کیا۔

۸ : وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ (اور ہم نے آسمان کی تلاشی لینا چاہی) ہم نے آسمان تک پہنچنا اور اہل سماء کی باتیں سننا تلاش کیا۔ اللمس چھونا۔ یہ طلب کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ چھونے والا پہچان والا طالب ہوتا ہے۔ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا (پس ہم نے اس کو سخت پہرا سے بھرا پایا) فرشتوں کے طاقتور گروہ حفاظت کر رہے ہیں۔

نحو : حَرَسًا جمع حارس کی ہے۔ یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ ایک قول یہ ہے الحرس یہ اسم مفرد ہے جو حراس کے معنی میں ہے جیسا کہ خَدَم بمعنی الخدام ہے۔ اسی لئے اس کے لئے شدید کا وصف لایا گیا ہے۔ اگر معنی کی طرف نظر کی جاتی تو شدادا کہا جاتا۔
وَّ شُهُبًا (اور شعلوں سے) یہ شہاب کی جمع ہے یعنی روشن ستارے۔

شہابِ ثاقب :

۹ : وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا (ہم اس میں بیٹھا کرتے تھے) یعنی آسمان میں اس سے پہلے مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ (موقعوں پر سننے

وَّاَنَّا لَا نَدۡرِیۡۤ اَشَرٌّ اُرِیۡدَ بِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اَمۡ اَرَادَ بِهِمۡ رَبُّهُمۡ

اور بلاشبہ ہم نہیں جانتے کہ جو لوگ زمین میں ہیں انکے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے بارے میں ہدایت

رَشَدًا ﴿۱۰﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوۡنَ وَمِنَّا دُوۡنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾

کا ارادہ فرمایا ہے ' اور بیشک ہم میں سے بعض نیک ہیں اور بعض اس کے علاوہ ہیں ہم مختلف طریقوں پر تھے

وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ نُّعۡجِزَ اللّٰهَ فِی الۡاَرۡضِ وَلَنۡ نُّعۡجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا

اور بلاشبہ ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور بھاگ کر اس کو ہرا نہیں سکتے اور بیشک بات یہ ہے

لَمَّا سَمِعۡنَا الۡهُدٰۤی اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخۡسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾

کہ جب ہم نے ہدایت کو سن لیا تو ہم اس پر ایمان لے آئے سو جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آیا سو اسے نہ کسی کمی کا خوف ہے اور نہ کسی طرح کے ظلم کا

کیلئے) تاکہ ہم آسمان کی خبریں سنیں یعنی آسمان کے بعض موقعوں کو پہرہ داروں اور شہابوں سے آپ کی بعثت سے پہلے خالی پاتے (تو وہاں آسمان کی خبریں سننے کیلئے بیٹھ جاتے) فَمَنۡ یَّسۡتَمِعِ الۡاٰنَ (پس جو کوئی اب سننا چاہتا ہے) یعنی سننے کا ارادہ کرتا ہے۔ الآن بعثت نبوی کے بعد یَجِدۡ لَهٗ (تو اپنے لئے پاتا ہے) یعنی اپنی ذات کے لئے شِهَابًا رَّصَدًا (تیار شعلہ) رصد یہ شہاب کی صفت ہے۔اور یہ اسم فاعل الراصد کے معنی میں ہے ای شهابا راصدا له ولاجله تیار شعلہ اس کے لئے۔نمبر۲۔یہ راصد کا اسم جمع ہے معنی اس طرح ہے ذوی شهاب راصدین بالرجم۔شعلے والے جو رجم کیلئے منتظر ہوتے ہیں۔اس سے مراد فرشتے ہیں جو ان کو شعلوں سے سنگسار کرتے ہیں اور سننے سے روکتے ہیں۔

قول جمہور:

یہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے نہ تھا۔

رجم شیاطین پہلے نہ تھا:

ایک قول یہ ہے کہ رجم زمانہ جاہلیت میں بھی تھا لیکن شیاطین بعض اوقات چوری چھپے کوئی بات سن پاتے۔پس بعثت نبوی ﷺ سے استراق سمع والا سلسلہ بھی مکمل طور پر بند کر دیا گیا۔

۱۰: وَّاَنَّا لَا نَدۡرِیۡۤ اَشَرٌّ (اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے) اشرٌّ سے مراد عذاب اُرِیۡدَ بِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ (اس استراق سمع کو روک کر) اَمۡ اَرَادَ بِهِمۡ رَبُّهُمۡ رَشَدًا (یا ان کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا مقصد فرمایا ہے) رشد سے خیر اور رحمت مراد ہے۔

۱۱ : وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ (اور ہم میں بعضے نیک ہیں) ابرار و متقین ہیں۔ وَمِنَّا (اور بعضے لوگ) دُوْنَ ذٰلِكَ (اور طرح کے ہیں) موصوف کو حذف کر دیا وہ بھلائی میں میانہ رو ہیں کامل نہیں ہیں یا انہوں نے اس سے غیر صالحین مراد لیے۔ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا (ہم مختلف طریقوں پر تھے) یہ مذکورہ تقسیم کا بیان ہے۔ مطلب یہ ہے ہم متفرق مذاہب رکھتے تھے۔ نمبر۲۔ مختلف دین رکھتے تھے۔ القِدَدُ جمع قدۃ کی ہے۔ ٹکڑا یہ قددت السیر سے لیا گیا جس کا معنی طے کرنا ہے۔

۱۲ : وَّاَنَّا ظَنَنَّآ (اور ہم نے سمجھ لیا ہے) ہمیں یقین آ گیا ہے۔ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ (کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتے) ہم اس سے بڑھ نہیں سکتے۔ فِي الْاَرْضِ (زمین میں)

نحو : یہ حال ہے تقدیر کلام یہ ہے لن نعجزہ کائنین فی الارض اینما کنا ہم ہرگز اس کو ہرا نہ سکیں گے اس میں کہ زمین میں ہم جہاں بھی ہوں۔ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا (اور نہ بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں)

نحو : ھربًا یہ مصدر ہے جو موضع حال میں ہے تقدیر کلام یہ ہے لن نعجزہ ھاربین منھا الی السماء اور ہم ہرگز اس کو آسمان کی طرف بھاگ کر بھی ہرا نہیں سکتے۔ یہ جنات کے حالات ہیں اور جو ان کے احوال وعقائد تھے۔

۱۳ : وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى (اور ہم نے جب ہدایت کی بات سن لی) الھدی سے قرآن مجید مراد ہے۔ اٰمَنَّا بِهٖ (ہم نے تو اس کا یقین کر لیا) قرآن پر نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ پر فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ (پس جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آئے گا تو اس کو اندیشہ نہ ہوگا)

نحو : یہ مبتدا اور خبر ہیں اصل اس طرح ہے فھو لا یخاف۔

بَخْسًا (کمی) ثواب میں کمی کا وَّلَا رَهَقًا (اور نہ زیادتی کا) یعنی اس پر ذلت نہ چھائے گی۔ یہ اس قول کی طرح ہے و رھقھم ذلۃ [یونس:۲۷] اور فرمایا ولا یرھق وجوھھم قتر ولا ذلۃ [یونس:۲۶]

مَنْبَعُ لَطِيفَة : اس میں دلیل ہے کہ اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں۔ یعنی ایمان کا جزء نہیں ہیں۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾

اور بلاشبہ ہم میں سے بعض مسلمان ہیں اور بعض ظالم ہیں سو جس شخص نے اسلام قبول کر لیا تو ان لوگوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ

اور جو لوگ ظالم ہیں وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے اور اگر وہ راستہ پر قائم ہو جاتے

لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ

تو ہم انہیں فراغت پانی سے سیراب کرتے تاکہ ہم اس میں ان کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرنے والا ہے چڑھتے ہوئے

عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ

عذاب میں داخل فرمائے گا اور بلاشبہ سب سجدے اللہ ہی کے لئے ہیں سو تم اللہ کے ساتھ کسی کو بھی مت پکارو اور بیشک بات یہ ہے

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ

کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوتا ہے کہ وہ اسے پکارے تو یہ لوگ اسکے اوپر جمگھٹا لگانے والے بن جاتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے

اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾

کہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا آپ فرما دیجئے کہ بیشک میں تمہارے لئے کسی ضرر کا اور کسی بھلائی کا مالک نہیں ہوں

جنات میں مؤمن و کافر:

۱۴: وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ (اور ہم میں بعضے تو مسلمان ہیں) مؤمن ہیں وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ (اور بعضے ہم میں بے راہ ہیں) کافر ہیں جو طریق حق سے ہٹنے والے ہیں۔ قسط ظلم کرنا۔ اقسط انصاف کرنا۔ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (پس جو شخص مسلمان ہو گیا انہوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا) ہدایت کو طلب کیا التحری اولیٰ کی تلاش کرنا۔

۱۵: وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا (اور جو بے راہ ہیں پس وہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے علم میں لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (دوزخ کے ایندھن) ان سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔

مَسْئَلَه: کافر جن کو آگ کا عذاب ہوگا البتہ ان کے ثواب کی کیفیت میں توقف کیا جاتا ہے۔

۱۶: وَّ اَنْ لَّوِ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہے۔ یعنی اَنَّهٗ یہ من جملہ وحی میں سے ہے۔ یعنی اوحی الی ان الشان لو۔ میری طرف وحی کی گئی بیشک معاملہ یہ ہے اگر اسْتَقَامُوْا (یہ لوگ قائم ہو جائیں) ظالم لوگ عَلَى الطَّرِيْقَةِ (طریقہ اسلام پر) لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا (تو ہم ان کو فراغت کے پانی سے سیراب کرتے) غدقًا زیادہ کثیر۔ معنی یہ ہے ہم ان پر رزق کی وسعت کر دیتے۔ آیت

میں ماءً غدقًا کا ذکر کیا کیونکہ وہ وسعت رزق کا سبب ہے۔

۱۷ : لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ (تا کہ اس میں ان کا امتحان کریں) تا کہ ہم ان کو آزمائیں کہ وہ جو انعامات دیئے گئے ہیں ان کا کس طرح شکریہ ادا کرتے ہیں۔ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ (اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرے گا) ذکر سے قرآن مجید یا توحید یا عبادت مراد ہے۔ يَسْلُكْهُ (اللہ تعالیٰ اس کو داخل کریگا)

قراءت: ابوعمرو کے علاوہ عراقی قراء نے یاء سے پڑھا ہے

عَذَابًا صَعَدًا (سخت عذاب) اونچے درجہ کا دکھ صعدا یہ صعد کا مصدر ہے عرب کہتے ہیں صَعِدَ صعدًا وصعودًا اسکو عذاب کی صفت کے طور پر لائے کیونکہ وہ معذب پر چڑھ جائیگا اور غالب آ جائیگا پھر وہ اس کو برداشت نہ کر سکے گا۔ حضرت عمرؓ کے قول کا یہی معنی ہے ماتصعد نی شئ ماتصعد تنی خطبة النكاح مجھ پر گراں نہیں گزرتی کوئی چیز جتنا مجھے خطبہ نکاح گراں ہوتا ہے۔

مساجد کا معنی:

۱۸ : وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (اور جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کا حق ہیں) یہ منجملہ دوسری وحی کے یہ بھی وحی آئی ہے یعنی او حی الی ان المساجد لله المساجد وہ مقام جو اس لیے بنائے جائیں تا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ان میں نماز پڑھی جائے۔ ایک قول یہ ہے ولان المساجد لله فلا تدعوا اس لئے کہ مساجد اللہ ہی کیلئے ہیں اور اس کی عبادت کیلئے پس تم ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کسی کو مت پکارو۔ ایک قول یہ ہے المساجد اعضائے سجود۔ پیشانی، گھٹنے، دونوں قدم، فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ (پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو)

۱۹ : وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ (اور جب اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ کھڑا ہوتا ہے) عبداللہ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قام نماز کیلئے کھڑا ہونا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فاوحی الیّ لما قال عبد الله۔

يَدْعُوْهُ (اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کیلئے) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں۔ آیت میں نبی اللہ یا رسول اللہ کی بجائے عبداللہ فرمایا۔ کیونکہ یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی محبوب تھا۔ اور جب یہ آپ کے اپنے کلام میں اپنی ذات کی تعبیر کیلئے آئے تو انتہائی تواضع پر دلالت کرتا ہے۔ نمبر۲۔ پہلے ہی جو عبداللہ ہو اس کی عبادت کوئی بعید اور راوپری شئی نہیں یہاں تک کہ یہ ان کے گرد گروہ در گروہ جمع ہو رہے ہیں۔ كَادُوْا (قریب ہے کہ جنات) يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا (اس پر جمگھٹا لگانے والے ہو جائیں) لبد جمع لبدة جماعت ہو جائیں اس پر جماعتوں کی صورت میں اس کی عبادت پر تعجب سے جمع ہونے والے اور ان کے صحابہ کی بے مثال اقتداء دیکھ کر تعجب کریں اور جو قرآن مجید آپ نے پڑھا ہے اس پر متعجب ہوں کیونکہ انہوں نے یہاں وہ کچھ دیکھا جو پہلے کبھی نظروں میں نہیں آیا۔

۲۰ : قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ (آپ یہ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں) اکیلے رب کی۔

قراءت: عاصم وحمزہ کے علاوہ نے قال پڑھا ہے۔

قُلْ اِنِّىْ لَنْ يُّجِيْرَنِىْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝۲۲

آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ مجھے اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتا

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ

لیکن اللہ کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کو ادا کرنا میرا کام ہے اور جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بیشک اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ۝۲۳ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ

وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اس وقت جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور

نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝۲۴ قُلْ اِنْ اَدْرِىْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ

ہیں اور عدد کے اعتبار سے کس کی جماعت کم ہے۔ آپ فرما دیجئے میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا میرے رب نے

رَبِّىْٓ اَمَدًا ۝۲۵ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ ۝۲۶ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى

اس کے لئے کوئی مدت دراز مقرر فرما رکھی ہے وہ غیب کا جاننے والا ہے سو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا ہاں مگر جو کوئی اس کا

مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ ۝۲۷ لِّيَعْلَمَ

برگزیدہ رسول ہو سو وہ اس کے آگے اور پیچھے محافظ بھیج دیتا ہے تاکہ وہ جان لے

اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَىْءٍ عَدَدًا ۝۲۸ ع ۲ / ۱۲

کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے اور جو کچھ ان کے احوال ہیں اللہ ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر چیز پوری طرح اس کے شمار میں ہے۔

وَّلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا (اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا) عبادت میں پھر تم کیوں کرتے اور ٹھٹ کے ٹھٹ مجھ پر جمع ہوتے ہو۔

۲۱: قُلْ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا (کہہ دیجئے میں تمہارے ذرا بھر ضرر کا اختیار نہیں رکھتا ہوں) ضرا بمعنی نقصان پہنچانا وَّلَا رَشَدًا (اور نہ کسی بھلائی کا) یعنی نفع کا۔

نمبر۲: الضر سے گمراہی مراد ہے اس کی دلیل حضرت ابی کی قراءت میں ہے (غیًا ولا رشدًا) یعنی میں تمہیں نقصان پہنچانے کی نہ طاقت رکھتا ہوں اور نہ نفع پہنچانے کی کیونکہ نافع وضار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

۲۲: قُلْ اِنِّىْ لَنْ يُّجِيْرَنِىْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ (آپ کہہ دیجئے مجھ کو اللہ تعالیٰ سے کوئی نہیں بچا سکتا) اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو

مجھ سے اس کے عذاب کو کوئی ہٹا نہیں سکتا یہ اسی طرح ہے جیسا صالح علیہ السلام نے فرمایا فمن ینصرنی من اللہ ان عصیتہٗ [ہود:۶۳] وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا (اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ پا سکتا ہوں) ملتحدًا جائے پناہ۔

۲۳: اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ (لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچانا)

نحو: نمبرا۔ یہ لا املک سے استثناء ہے ای لا املک لکم ضرًا و لا رشدًا الا بلا غامن اللہ میں تمہارے لئے ذرہ بھر گمراہی اور ہدایت کا مالک نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (اس کا پیغام) پہنچانا ہے۔ اور نمبر۲۔ (قل انی لن یجیرنی) یہ جملہ معترضہ ہے جو اپنی ذات سے استطاعت کی نفی اور آپ کے بیان عجز کی تاکید ہے۔ نمبر۳۔ نحو: بلاغا یہ ملتحدًا سے بدل ہے۔ ای لن اجد من دونہ منجی الا ان ابلغ عنہ ما ارسلنی بہ میں ہرگز اس کے سوا کو پناہ کی جگہ نہیں پاتا سوائے اس کے کہ میں اس پیغام کو پہنچا دوں۔ جو اس نے مجھے دے کر بھیجا ہے۔ یعنی مجھے اور کوئی چیز اس کے سوا پناہ نہیں دے سکتی کہ میں اس کے پیغام کو پہنچا دوں۔ پس یہ بات مجھے نجات دینے والی ہے۔

قول فراء:

یہ شرط اور جزاء ہے استثناء نہیں ہے اور اِنْ یہ لَا سے جدا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ان لا ابلغ بلاغا ای ان لم ابلغ لم اجد من دونہ ملتجا و لا مجیرًا لی۔ (اگر میں نہ پہنچاؤں تو اس کے سوا کو پناہ گاہ اور نہ پناہ دینے والا اپنے حق میں نہ پاؤں گا) یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں ان لا قیامًا فقعودًا ان صورتوں میں بلاغ تبلیغ کے معنی میں ہے۔ وَرِسٰلٰتِهٖ (اور اس کے پیغاموں کو)

نحو: اس کا عطف بلاغا پر ہے گویا اس طرح کہا گیا لا املک لکم الا التبلیغ و الرسالات ای الا ان ابلغ عن اللہ میں تمہارے تبلیغ اور پیغاموں کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں یعنی مجھے یہی اختیار ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دوں۔ پس میں کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے قول کو میری طرف منسوب کرتے ہوئے۔ کہ میں اس کے اس پیغام کو بغیر کمی بیشی پہنچا دوں جو پیغام اس نے مجھے دیا ہے۔

نحو: مِنْ یہ بلاغا کا صلہ نہیں کیونکہ اس کا صلہ عَنْ آتا ہے یہ اس مِنْ کی طرح ہے جو اس آیت میں براءۃ من اللہ میں ہے [التوبۃ:۱] تقدیر کلام یہ ہے بلاغا کائنًا من اللہ۔

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے) یعنی رسول اللہ ﷺ پر اتارا ہوا حکم قبول نہیں کرتے کیونکہ من یعص اللہ کو تبلیغ رسالت کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا (تو یقیناً ان لوگوں کے لئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)

نکتہ: لہ میں ضمیر کو واحد لائے اور خالدین صیغہ جمع کا لائے اس کی وجہ مَنْ یعص اللہ میں مَنْ ہے ایک میں ظاہر کا لحاظ جبکہ دوسرے میں معنی کا لحاظ۔

۲۴ : حَتّٰی یہ محذوف کے متعلق ہے جس پر موقعہ دلالت کر رہا ہے گویا اس طرح کہا گیا لا یزالون علی ماھم علیه حتی اذا وہ جس پر ہیں اس پر ہمیشہ رہیں گے یہاں تک کہ اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ (جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) یعنی عذاب فَسَیَعْلَمُوْنَ (اس وقت وہ جان لیں گے) جبکہ عذاب ان پر اتر پڑے گا۔ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا (کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے) آیا وہ یا مؤمن یعنی کافروں کا اس دن کوئی مددگار نہ ہوگا اور مؤمن کے مددگار اللہ جل شانہ اور اس کے ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام ہونگے۔

۲۵ : قُلْ اِنْ اَدْرِیْ (آپ کہہ دیجیے کہ مجھ کو معلوم نہیں) یعنی میں نہیں جانتا۔ (انْ ما کے معنی میں ہے) اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ (کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آیا وہ نزدیک ہے) یعنی عذاب اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْ (یا میرے پروردگار نے اس کے لئے مقرر کر دی ہے)

قراءت : حجازی اور ابو عمرو نے یاء کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ اَمَدًا (مدت دراز) لمبی غایت یعنی تمہیں یقیناً عذاب دیا جائے گا لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آیا وہ ابھی اترنے والا ہے یا مؤجل ہے۔

۲۶ : عٰلِمُ الْغَیْبِ (غیب کا جاننے والا وہی ہے) نحو : یہ مبتدأ کی خبر ہے ای ھو عالم الغیب۔ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا (پس وہ اپنے غیب پر کسی مخلوق کو مطلع نہیں کرتا) یظھر یہ یطلع کے معنی میں ہے اور احدًا سے مراد مخلوق میں سے کوئی۔

بعض اخبارِ غیب تا کہ معجزہ بن جائیں :

۲۷ : اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو) مگر رسول کو اس نے بعض غیب کے علم کیلئے پسند کر لیا تا کہ غیب کے متعلق اس کی خبریں رسول کے لئے معجزہ بن جائیں پس وہ اپنے غیب میں اس کو جو چاہتا ہے اس سے مطلع کرتا ہے۔

نحو : من رسول یہ لمن ارتضی کا بیان ہے۔ اور ولی جن چیزوں کی خبر دے اور وہ اسی طرح ہو جائیں تو اس کو اس پر قطعی یقین نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے خواب یا فراست ایمانی سے وہ خبر دیتا ہے۔ اور ہر ولی کی کرامت یہ دراصل رسول کا معجزہ ہے۔ التاویلات میں مذکور ہے کہ بعض نے کہا کہ اس آیت میں نجومیوں کی تکذیب پر دلالت پائی جاتی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ ان میں سے بعض کی خبریں سچی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اطباء نبات کی طبائع سے واقف ہیں۔ اور یہ بات غور سے معلوم نہیں ہوتی پس معلوم ہوا ان کی اطلاع کا دارومدار ایسے رسول ہیں جن کے حالات لوگوں سے منقطع ہو چکے اور ان کا علم مخلوق میں باقی رہ گیا۔ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ (پس وہ بھیج دیتا ہے) داخل کر دیتا ہے۔ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ (اس پیغمبر کے آگے) رسول کے آگے وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (اور اس کے پیچھے محافظ فرشتے) حفاظتی فرشتے جو شیاطین سے ان کی حفاظت کرتے اور وساوس سے ان کو بچاتے ہیں شیاطین کی مخالطت سے بچاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی پہنچاتے ہیں۔

۲۸ : لِّیَعْلَمَ (تا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے) اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا (کہ ان فرشتوں نے پہنچا دیے ہیں) رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ (اپنے پروردگار کے پیغامات) مکمل طور پر بغیر کسی کمی بیشی کے مرسل الیہم تک پہنچا دیے ہیں۔ یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جان لے موجود

اس کے وجود کی حالت میں جیسا کہ وہ اس کو اس کے وجود سے پہلے جانتے ہیں کہ وہ وجود میں آئے گی۔

نکتہ: مِنْ بین یدیہ میں ضمیر کو واحد لائے اس میں من کے لفظ کا لحاظ کیا۔ اور ابلغوا میں مَن کے معنی کا لحاظ کر کے جمع لائے۔

وَاَحَاطَ (اور اللہ تعالیٰ احاطہ کیے ہوئے ہیں) بِمَا لَدَیْهِمْ (ان کے تمام احوال کا) یعنی رسولوں کے پاس جو علم ہے۔

وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا (اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے) بارشوں کے قطروں کی تعداد ریت کے ذرات کی تعداد، درختوں کے پتوں کی تعداد اور سمندروں کے جھاگوں کی مقدار۔ جب وہ یہ سب کچھ ذاتی طور پر جانتا ہے تو پھر رسولوں کے پاس جو اس کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کا کلام ہے اس کا وہ کیونکر احاطہ کرنے والا نہ ہوگا۔

نحو: عدداً یہ حال ہے۔ اور ہر چیز کا علم گنا ہوا اور شمار کیا ہوا ہے۔ نمبر۲۔ یہ مصدر ہے اور احصاءَ کے معنی میں ہے۔

الحمد للہ سورۂ جن کا تفسیری ترجمہ بعد العصر مکمل ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک ۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ المزمل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں بیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ ① قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ ② نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ ③ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ

اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو قیام کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی آدھی رات یا آدھی سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو'

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۭ ④ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ⑤ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ

اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو' بیشک ہم آپ پر عنقریب ایک بھاری کلام ڈالنے والے ہیں۔ بلاشبہ رات کا اٹھنا خوب

اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۭ ⑥ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۭ ⑦ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ

زیادہ مشقت والا ہے اور اس وقت بات خوب ٹھیک طرح ادا ہوتی ہے۔ بلاشبہ دن میں آپ کو زیادہ کام میں مشغولیت رہتی ہے۔ اور آپ اپنے رب کا نام یاد کرتے رہیں

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۭ ⑧ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ⑨

اور قطع تعلق کر کے اسی کی طرف متوجہ رہیں وہ مشرق کا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں سو اپنے کام سپرد کرنے کے لئے صرف اسی کو اپنا کارساز بنائے رہو۔

وَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ⑩ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ

اور یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے علیحدگی اختیار کیجئے اور مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو نعمت والے ہیں

اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ⑪

چھوڑ دیجئے اور انہیں تھوڑے دنوں کی مہلت دیجئے

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا (اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات)

۱: يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ نحو: یہ اصل میں المتزمل ہے اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے کپڑوں میں لپٹا ہو۔ تاء کو زاء میں ادغام کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑوں میں لپٹے آرام فرما رہے تھے پس آپ کو نماز کیلئے اٹھنے کا حکم دیا گیا فرمایا

۲: قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا (رات کو نماز کیلئے کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات)

۳: نِّصْفَهٗٓ (آدھی رات) یہ الیل سے بدل ہے اور الا قلیلاً کا استثناء نصفه سے ہے تقدیر کلام اس طرح ہے قم نصف الیل الا قلیلا من نصف الیل۔ آپ آدھی رات اٹھیں مگر نصف لیل سے تھوڑا۔ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ (یا کم کردو آدھی رات سے) نصف سے کم۔

قراءت: عاصم وحمزہ کے علاوہ نے اَوْ کی واؤ کا ضمہ پڑھا ہے۔ قَلِيْلًا (تھوڑا) ثلث لیل تک۔

دو میں ایک کا چناؤ:

۴: اَوْ زِدْ عَلَيْهِ (یا اس سے کچھ بڑھا دو) نصف سے بڑھا دو۔ دو ثلث تک اور مقصود اس سے دو باتوں میں سے ایک کا چناؤ ہے اور وہ دونوں یہ ہیں۔ نمبر ۱۔ نصف سے کم نمبر ۲۔ نصف سے زائد۔ اگر نصفه کو قلیلا سے بدل قرار دیا جائے۔ تو پھر تین چیزوں میں یہ اختیار بنے گا نمبر ۱۔ مکمل آدھی رات کا قیام۔ نمبر ۲۔ اس میں سے کچھ کم قیام۔ نمبر ۳۔ آدھی رات سے زائد قیام۔ باقی نصف کو کل کے مقابلہ میں قلیل کہا گیا۔ ورنہ قلیل کا مطلقاً استعمال نصف سے کم پر آتا ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جب ایک آدمی نے اپنے متعلق ایک ہزار درھم کا اقرار کر کے الا قلیلا سے استثناء کیا۔ تو اس پر نصف سے زائد رقم لازم ہوگی کیونکہ کل کے مقابلہ میں وہی قلیل ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو) واضح اور جدا جدا۔ الثغر الرتل ان دانتوں کو کہتے ہیں جو فاصلے والے ہوں۔ نمبر ۲۔ ٹھہر ٹھہر کر حروف کو واضح کر کے پڑھو اور وقوف کا لحاظ کرو۔ اشباع حرکات کا خیال کرو۔ ترتیلا رتل کے امر کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے کہ قاری قرآن کیلئے ضروری ہے کہ قرآن کو ترتیل سے پڑھے۔

باوجاہت کلام:

۵: اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ (ہم تم پر ڈالنے کو ہیں) عنقریب آپ پر ہم اتاریں گے۔ قَوْلًا ثَقِيْلًا (ایک بھاری کلام) قرآن مجید کیونکہ اس میں اوامر، نواہی ہیں جن کا کرنا مکلفین پر گراں اور بھاری گزرتا ہے۔ نمبر ۲۔ منافقین پر بھاری ہے۔ نمبر ۳۔ وزن والا کلام ہے اور وجاہت والا پیغام ہے۔ احمقانہ اور سطحی نہیں ہے۔

رات کو پیدا ہونے والی عبادت:

۶: اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ (بیشک رات کا اٹھنا)

قراءت: ورش کے علاوہ بقیہ نے ہمزہ سے پڑھا۔ ناشئہ: مراد قیام لیل ہے۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ نشاء سے مصدر ہے اذا قام و نهض کے معنی میں ہے اس کا وزن فَاعِلَةٌ ہے جیسے عافيةٌ نمبر ۲۔ ایسی عبادت جو رات کو پیدا ہوتی ہے اس لئے ناشئہ کہہ دیا۔ نمبر ۳۔ رات کی گھڑیاں وہ بھی ایک گھڑی کر کے پیدا ہوتی ہے۔

امام زین العابدین رحمہ اللہ:

مغرب وعشاء کے درمیانی نماز پڑھتے اور کہتے یہ ناشئۃ اللیل ہے۔(گویا صلوٰۃ اوابین کو یہ نام دیتے) هِیَ اَشَدُّ وَطْاً (وہ بہت زیادہ مؤثر ہے روندنے میں) موافقت میں۔

قراءت: وِطاۃ شامی، ابوعمرو واطئی سے ہے جس کا معنی موافقت ہے۔یعنی قیام کرنے والے کا دل زبان سے موافقت کرنے والا ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

سر وعلانیہ میں خوب موافقت پیدا کرنے والا ہے۔کیونکہ مخلوق کی ملاقات منقطع ہوتی ہے۔

دیگر قراء نے وطئًا پڑھا ہے۔جس کا معنی بوجھل ہے یعنی نمازی کیلئے دن کی نماز سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ یہ نیند کو اس کے اپنے وقت سے بھگاتی ہے۔آپ ﷺ کے قول میں یہ معنی موجود ہے۔اللھم اشدد وطأتك علٰی مضر [رواہ البخاری:۶۳۹۳، مسلم:۶۷۵] وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا (اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے) بات میں زیادہ درست اور قراءت میں زیادہ پختہ ہے کیونکہ آوازوں سے سکون اور حرکات کا انقطاع ہوتا ہے۔

۷ : اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا (بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے) اپنے مشاغل اور مہمات میں بہت آنا جانا پڑتا ہے۔پس رات کو اپنے رب کی عبادت کیلئے فارغ کرلیں۔نمبر۲۔لمبی فراغت ہے نیند اور آرام کیلئے سبحًا فراغت کے معنی میں ہے۔

۸ : وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ (اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو) دن رات اس کا ذکر کرو۔اللہ تعالیٰ کے ذکر میں تسبیح تہلیل، تکبیر، نماز تلاوت قرآن، علم دینی پڑھانا سب شامل ہیں۔وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا (اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو) ہر چیز سے منقطع ہو کر اس کی عبادت میں لگو۔التبتل اللہ تعالیٰ ہی سے ہر خیر کی امید لگا کر باقی سب سے منقطع ہونا۔ایک قول یہ ہے کہ دنیا اور جو اس میں ہے تمام کو چھوڑنا۔اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے اس کی درخواست کرنا۔تبتیلاً مصدر کو بعد میں زیادہ تاکید کیلئے لائے تقدیر کلام یہ ہے بتّلك الله فتبتل نمبر۲۔فواصل کی رعایت سے مصدر یہاں لائے۔

۹ : رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (وہ مشرق ومغرب کا رب ہے اس کے سوا اور کوئی قابل عبادت نہیں) رب المشرق یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای ھو رب المشرق۔نمبر۲۔یہ مبتدأ اور لا الٰہ یہ اس کی خبر ہے۔

قراءت: شامی وکوفی نے سوائے حفص کے ربِّ المشرق کسرہ سے پڑھا اور ربِّك سے بدل قرار دیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حروف قسم کے اضمار سے مجرور ہے جیسا کہ واللہ لافعلن اور لا الٰہ یہ جواب قسم ہے جیسے کہتے ہیں۔واللہ لا احدٌ فی الدار الازیدٌ۔فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا (تم اسی کو اپنے کام سپرد کرنے کیلئے قرار دیتے رہو) کارساز۔نمبر۲۔کفیل اس وعدے کا جو اس

نے آپ کی نصرت کا فرمایا ہے۔ نمبر۳۔ جب آپ کو معلوم ہے کہ وہ مشرق ومغرب کا مالک ہے اور اس کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں تو اسی ہی کو اپنے امور کیلئے کفایت کرنے والا قرار دو۔

نکتہ فا: فاء کا فائدہ یہ ہے کہ اس معرفت کے بعد واحد قہار کی بارگاہ میں تمام امور کی تفویض میں ذرہ بھر توقف نہ کرنا چاہیے کیونکہ اقرار کے بعد انتظار کے عذر کی گنجائش نہیں۔

۱۰: وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (اور یہ لوگ جو جو باتیں کہتے ہیں ان پر صبر کرو) یعنی میرے متعلق اولاد، بیوی جیسی باتیں۔ نمبر۲۔ آپ کے متعلق جو ساحر و شاعر کا طعنہ دیتے ہیں۔ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا (اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ) دل کے ساتھ ان سے پہلوتہی اختیار کرو۔ اچھے انداز سے ان کی مخالفت کرتے رہو۔ بدلہ لینا ترک کر دو ایک قول یہ ہے۔ یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔

۱۱: وَذَرْنِيْ (اور چھوڑ دو مجھے) ان کو میرے سپرد کرو میں جانوں اور وہ جانیں۔ وَالْمُكَذِّبِيْنَ (اور ان جھٹلانے والوں کو) روسائے قریش۔

نحو: یہ مفعول معہ ہے نمبر۲۔ ذرنی پر اس کا عطف ہے ای دعنی و ایا ھم۔ اُولِي النَّعْمَةِ (نازونعمت والوں کو) النعمۃ کسرہ نون سے ہو تو انعام اور ضمہ سے ہو تو خوشی۔ وَمَهِّلْهُمْ (ان لوگوں کو مہلت دو مہلت دینا) قَلِيْلًا (تھوڑے دنوں) یوم بدر تک نمبر۲۔ قیامت کے دن تک۔

اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِیْمًا ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۳﴾ یَوْمَ تَرْجُفُ

بیشک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور درد ناک عذاب ہے' جس دن

الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِیْبًا مَّهِیْلًا ﴿۱۴﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا

زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کا تودہ بن جائیں گے جو ڈھلا جا رہا ہو۔ بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا

شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ

جو تمہارے اوپر گواہ ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔ سو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی سو

فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِیْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ یَوْمًا یَّجْعَلُ

ہم نے اسے پکڑ لیا سخت پکڑنا۔ سو اگر تم کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے جو بچوں کو

الْوِلْدَانَ شِیْبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ

بوڑھا کر دے گا۔ آسمان پھٹ جائے گا اس میں اس کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ بلاشبہ یہ

تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۱۹﴾ ع ۱۴

ایک نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے۔

۱۳،۱۲: اِنَّ لَدَیْنَآ (بیشک ہمارے یہاں) کافروں کیلئے آخرت میں اَنْكَالًا (بھاری بیڑیاں ہیں) جمع نِکْلٌ۔ وَّ جَحِیْمًا (اور دوزخ ہے) جلانے والی آگ۔ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ (اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا) جو حلق سے چمٹ جائے گا۔ نہ وہ اگلا جاسکے گا۔ مراد الضریع اور الزقوم ہے۔ وَّ عَذَابًا اَلِیْمًا (دردناک عذاب) جس کا درد دل تک پہنچنے والا ہے۔ روایت میں ہے آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور بے ہوش ہو گئے۔ [رواہ الطبری فی تفسیرہ:۱۴/۱۳۵]

قول حسن رحمہ اللہ:

وہ روزے کی حالت میں تھے۔ افطار کا وقت ہو گیا۔ کھانا لایا گیا۔ اچانک ان کے سامنے یہ آیت آ گئی۔ تو فرمانے لگے اس کو اٹھالو۔ دوسری رات آن پہنچی۔ کھانا رکھا گیا پھر یہ آیت زبان پر آ گئی تو فرمایا کھانا اٹھالو۔ اسی طرح تیسری رات کو پیش آیا۔ پھر ثابت بنانی وغیرہ کو خبر دی گئی۔ وہ آئے اور ان کو تسلیاں دیتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ستو کا گھونٹ پیا۔

منظر قیامت:

۱۴ :یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ (جس روز زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے) ترجف سخت حرکت کریں گے۔

نحو :یوم ،لدینا کے معنی فعل کی وجہ سے منصوب ہے۔اے استقر للکفار لَدَيْنَا كذا و كذا يوم۔ثابت ہو چکا کفار کیلئے ہمارے ہاں یہ یہ چیزیں اس دن کو جس دن زمین۔وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا (اور پہاڑ ہو جائیں گے ریت) کثیب ریت کا ٹیلا۔ یہ کثب الشئی جمع کرنا سے لیا گیا۔گویا فعیل بمعنی مفعول ہے۔مَّهِيْلًا (رواں) چلنے والی اس کے بعد کہ وہ مجتمع تھی۔

۱۵ :اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ (بیشک ہم نے بھیجا تمہاری طرف) اے اہل مکہ رَسُوْلًا (ایک ایسا رسول) یعنی محمد ﷺ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ (جو تم پر گواہی دیں گے) جو تمہارے کفر اور تکذیب کی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا) یعنی موسیٰ علیہ السلام۔

تذکرہ فرعون:

۱۶ :فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (پھر فرعون نے اس رسول کا کہنا نہ مانا)

نحو :نکرہ کو جب معرفہ کی صورت میں لوٹایا جائے تو ثانی بعینہٖ اول ہوتا ہے۔

فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا (تو ہم نے اس کو سخت پکڑا پکڑنا) وبیلا :سخت۔یہاں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ خصوصاً ذکر کیا کیونکہ ان کے حالات یہود کی زبانی اہل مکہ سنتے رہتے تھے۔

۱۷ :فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا (پس تم کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے)۔یوماً یہ تتقون کا مفعول ہے۔تقدیر کلام یہ ہے :کیف تتقون عذاب یوم کذاان کفر تم ھنا؟ تم اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے اگر تم نے یہاں کفر کیا؟ نمبر۲۔ یہ ظرف ہے تقدیر کلام یہ ہے :فکیف لکم التقوٰی فی یوم القیامة ان کفرتم فی الدنیا؟ قیامت کے دن تمہارا بچنا کیسے ہوگا اگر تم دنیا میں کفر کرو گے؟ نمبر۳۔کفرتم کی وجہ سے منصوب ہے اور وہ جحدتم کے معنی میں ہے۔تقدیر کلام یہ ہے :فکیف لکم تتقون اللہ وتخشونه ان جحدتم یوم القیامة والجزاء ؟ لان تقوی اللہ خوف عقابه۔تمہارا تقویٰ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا کیسا ہے۔اگر تم قیامت کے انکاری اور یوم جزاء کو نہیں مانتے کیونکہ اللہ کے تقویٰ کا معنی ہی اس کے عقاب کا خوف ہے۔

يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا (جو بچوں کو بوڑھا کر دیگا)

نحو :یہ یوماً کی صفت ہے اور ضمیر عائد محذوف ہے۔ای فیه شیباً اس کے ہول وشدت کی وجہ سے بوڑھے ہو جائیں گے۔ یہ اس وقت ہوگا جب آدم علیہ السلام کو کہا جائیگا۔اٹھو اور اپنی اولاد میں سے دوزخ کا حصہ الگ کرلو۔شیباً یہ جمع اشیب ہے۔

ایک قول یہ ہے ڈرانے کیلئے یہ تمثیل ہے جیسا کہا جاتا ہے جب کوئی مشکل ٹائم ہو یوم یشیب نواصی الاطفال آج کے دن تو بچوں کی چوٹیاں سفید ہو جائیں گی۔

۱۸ :اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ (جس میں آسمان پھٹ جائے گا) دن کی تعریف سختی کے ساتھ فرمائی یعنی کہ آسمان باوجود اپنی عظمت اور مضبوطی کے اس دن پھٹ جائے گا۔ پھر دوسری مخلوق کے حال کا خود اندازہ کرلو؟

نحو :منفطر کو مذکر اس لیے لائے کہ سماء کی تاویل السقف سے کی۔ نمبر۲۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے السماء شئی منفطر۔ بہ یعنی یوم القیامة ۔ وہ اس دن کی سختی اور ہول کی وجہ سے پھٹ جائے گا۔ جیسا کہ چیز اس سے پھٹ جاتی ہے جس سے اس کو پھاڑا جائے۔ كَانَ وَعْدُهٗ (بیشک اس کا وعدہ ضرور ہو کر رہے گا) وعد مصدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ اور وہ دن ہے نمبر۲۔ یا فاعل کی طرف ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ مَفْعُوْلًا (ہونے والا ہے)

۱۹ :اِنَّ هٰذِهٖ (یہ ایک نصیحت ہے) مشارالیہ وہ آیات ہیں جو وعید پر دلالت کر رہی ہیں۔ تَذْكِرَةٌ (ایک نصیحت ہے) فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (پس جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے) پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور تقویٰ اور خشیت سے اس کی طرف راستہ بنائے۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ

بلاشبہ آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے ایک جماعت رات کے دو تہائی حصہ کے قریب اور آدھی

مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ

رات اور تہائی رات کھڑے رہتے ہیں' اور اللہ رات اور دن کو مقدر فرماتا ہے اور اللہ کو علم ہے کہ تم اس کو ضبط نہیں کر سکتے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ

سو اس نے تمہارے حال پر مہربانی فرمائی سو تم قرآن سے اتنا حصہ پڑھ لو جو آسان ہو' اسے معلوم ہے کہ تم میں سے مریض بھی ہوں گے

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ

اور بعض وہ لوگ ہوں گے جو زمین میں سفر کرتے ہیں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں اور کچھ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَ

قتال کریں گے سو تم قرآن میں سے اتنا حصہ پڑھ لیا کرو جو آسانی سے پڑھا جا سکے اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو

أَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ

اور اللہ کو قرض حسن دیدو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی بھیج دو گے اسے اللہ کے پاس پا لو گے

هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾

اس سے اچھا اور خوب بڑے ثواب والا اور اللہ سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے اور مہربان ہے۔

٢٠: اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى (آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ کھڑے ہوتے ہیں دو تہائی رات کے قریب)

قراءت: ادنٰی اقل کے معنی کیلئے استعارۃً لایا گیا ہے۔ کیونکہ جب دو چیزوں میں مسافت قریب ہو جائے تو ان کے درمیان جگہ کم ہو جاتی ہے اور جب فاصلہ زیادہ ہو جائے جگہ زیادہ ہو جاتی ہے۔

مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ (رات کے دو تہائی) قراءت: ہشام کے علاوہ قراء نے لام کے ضمہ سے پڑھا ہے۔ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ (آدھی رات اور تہائی رات)

قراءت و نحو:

یہ دونوں منصوب ہیں۔ اس کا عطف ادنیٰ پر ہے۔ مکی اور کوفی کے نزدیک اور جنہوں نے ان کو جر دی تو انہوں نے اس کا

عطف ثلثی پر کیا ہے۔ وَطَآئِفَةٌ (اور ایک جماعت) اس کا عطف تقوم کی ضمیر پر ہے اور یہ ضمیر بلا تاکید بھی جائز ہے کیونکہ فاصل تو موجود ہے۔ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ (ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہیں۔ یعنی یہ مقدار آپ کے صحابہ کی ایک جماعت قیام کرتی ہے۔ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ (اور دن رات کا پورا اندازہ اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے) رات، دن کے اندازے کی کسی اور کو قدرت نہیں اور نہ ہی ان کی گھڑیوں کے اوقات کی مقدار کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی جانتا ہے جو کہ اکیلا ہے۔ اسم باری تعالیٰ یقدر کو مبتدأ کے طور پر لایا گیا اور یہی دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات تقدیر کے ساتھ خاص ہے۔ پھر صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ وہ قیام کرنے لگے یہاں تک کہ ان کے قدم سوج جاتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ (اس کو معلوم ہے کہ تم اس کو ضبط نہیں کر سکتے) ان مقداروں کے مطابق تم مشقت و شدت کے بغیر قیام نہیں کر سکتے اور اس میں تنگی ہے۔ فَتَابَ عَلَيْكُمْ (تو اس نے تمہارے حال پر عنایت کی) پس اس نے تخفیف کر دی اور قیام لیل کی فرضیت ساقط کر دی۔ فَاقْرَءُوْا (پس تم پڑھ لیا کرو) نماز میں یہاں امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ یا نماز کے علاوہ اوقات میں۔ اس میں امر کی دلالت ندب پر ہے۔ مَا تَيَسَّرَ (جتنا تم سے آسانی سے پڑھا جا سکے) مِنَ الْقُرْاٰنِ (قرآن مجید میں سے) روایت کیا ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ جس نے قرآن مجید میں سے ایک سو آیات ایک رات میں پڑھیں وہ غافلین میں شمار نہ ہوگا اور جس نے دو سو آیات پڑھیں وہ قانتین میں لکھا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے قرآن سے نماز مراد ہے کیونکہ یہ بھی نماز کا ایک رکن ہے مطلب یہ ہے پس تم اتنی نماز پڑھو جو آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔ اور رات کی نماز سے مشکل نہ ہو۔ یہ آیت پہلی آیت کی ناسخ ہے۔ پھر یہ پانچوں نمازوں سے منسوخ ہوگئی۔ پھر نسخ کی حکمت واضح فرمائی کہ مسافروں اور مریضوں اور مجاہدین پر یہ قیام مشکل ہو جائے گا۔ پس فرمایا عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ (اس کو معلوم ہے کہ بعضے آدمی تم میں سے)

نحو: اَنْ یہ اصل میں اِنّہ ہے۔ یہ مخففہ من المثقلہ ہے اور سین تخفیف کا بدل ہے۔ اور اس کے اسم کو حذف کر دیا ہے۔

مَّرْضٰى (بیمار ہونگے) پس ان پر قیام لیل انتہائی مشکل ہوگا۔ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ (اور بعضے زمین میں سفر کریں گے) يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (تلاش معاش کیلئے)

نحو: یبتغون یہ یضربون کی ضمیر سے حال ہے۔ فضل اللہ سے مراد تجارت سے رزق حاصل کرنا۔ نمبر۲۔ طلب علم۔

وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور بعضے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے) آیت میں تلاش معاش اور مجاہد کے درمیان برابری کی گئی کیونکہ کسب حلال بھی جہاد ہے۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

جو شخص مسلمان علاقوں سے کوئی چیز مدینہ میں لایا۔ اس حال میں کہ وہ راستے میں صعوبتیں برداشت کرنے والا اور ان میں ثواب کی نیت کرنے والا تھا۔ پھر اس نے اس چیز کو اسی دن کے بھاؤ کے ساتھ فروخت کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہداء میں لکھا جاتا ہے۔

قول ابن عمر رضی اللہ عنہما:

اللہ تعالیٰ کے ہاں قتال فی سبیل اللہ کے بعد سب سے افضل موت یہ ہے کہ میں کجاوے پر سوار ہو کر زمین میں سفر کر رہا ہوں۔ اور رزق کو طلب کرنے والا ہوں۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ (پس تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو) آسانی کیلئے دوبارہ حکم دے دیا کیونکہ صحابہؓ کرام اس سلسلے میں بڑے محتاط تھے۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ (اور نماز کی پابندی کرو) فرض نمازیں وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (اور زکوٰۃ دیتے رہو) فرض زکوٰۃ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو) نوافل ادا کیا کرو۔ القرض لغت میں کاٹنے کو کہتے ہیں۔ پس قرضہ دینے والا اپنے مال میں اتنا حصہ کاٹ کر دوسرے کو دیتا ہے۔ اسی طرح صدقہ کرنے والا اپنے مال سے اتنی مقدار الگ کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کیلئے مقرر کر لیتا ہے۔ اقرضوا اللہ میں قرضہ کی نسبت اپنی طرف فرمائی تا کہ صدقہ کرنے والا فقیروں پر احسان نہ رکھے کہ میں نے تجھ پر صدقہ کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ فقیر اس نیکی میں اس کا معاون ہے اس وجہ سے اس پر کوئی احسان نہیں۔ بلکہ فقیر کا اس پر احسان ہے۔

قَرْضًا حَسَنًا (اچھا قرض) اخلاص کے ساتھ حلال وطیب مال سے وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ (اور جو نیک عمل اپنے لئے آگے بھیج دو گے۔ اس کو پاؤ گے) یعنی اس کا ثواب۔

نحو: یہ شرط کی جزاء ہے۔

عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا (اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کہ بہت بہتر ہے) اس سے جو تم نے چھوڑ دیا اور پیچھے رہنے دیا خیراً یہ تجدوہ کا دوسرا مفعول ہے اور ھو ضمیر فاصل ہے اور دو معرفوں کے درمیان ضمیر فصل نہ بھی ہو تو درست ہے کیونکہ افعل التفضیل یہ معرفہ کے مشابہ ہے کیونکہ حرف تعریف اس پر نہیں آتا۔ وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا (اور ثواب میں بڑھ کر ہے) ثواب کے لحاظ سے کثرت والا ہے۔ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے گناہ معاف کراتے رہو) سیئات سے استغفار اور حسنات میں کوتاہیوں سے استغفار دونوں کو شامل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے) وہ غفور ہے تبھی تو گناہ گاروں اور کوتاہی کرنے والوں پر ستاری فرماتا ہے اور رحیم ہے کہ اہل توفیق اور محنت کرنے والوں کے سلسلہ میں تخفیف فرماتا ہے۔

الحمد للہ بعد الفجر سورۃ المزمل کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔ ۲۰-۶-۲۰۰۳

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

یہ سورۃ مدثر ہے جو مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھپن آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿١﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ﴿٢﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ﴿٣﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۙ﴿٤﴾

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو پھر ڈراؤ' اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو'

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۙ﴿٥﴾ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۙ﴿٦﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ﴿٧﴾ فَاِذَا

اور بتوں سے علیحدہ رہو اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ مل جائے اور اپنے رب کے لئے صبر کیجئے۔ پھر جب

نُقِرَ فِى النَّاقُوْرِ ۙ﴿٨﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ﴿٩﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿١٠﴾

صور پھونکا جائے گا سو یہ دن کافروں پر سخت ہو گا ' آسان نہ ہو گا '

ذَرْنِىْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ﴿١١﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ﴿١٢﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ﴿١٣﴾

مجھے اور اس شخص کو رہنے دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے میں نے مال دیا' جو بڑھتا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ رہنے والے بیٹے دیئے

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ (اے کپڑے میں لپٹنے والے۔اٹھو پھر ڈراؤ)

روایت جابر رضی اللہ عنہ:

ا : جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جبل حراء پر تھا کہ مجھے آواز آئی ۔یا محمد! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔پس میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو کوئی چیز نظر نہ آئی۔پھر میں نے اوپر دیکھا تو اچانک وہ آواز دینے والا فرشتہ آسمان وزمین کے مابین ایک تخت پر بیٹھا تھا۔پس مجھ پر رعب طاری ہوگیا اور میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف واپس لوٹا۔اور میں نے کہا مجھے کپڑا اوڑھادو مجھے کپڑا اوڑھادو! پس خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو کپڑا اوڑھادیا۔پھر جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ آیات پڑھیں: يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ [رواہ البخاری:٤٩٢٣، مسلم ١٦١] اے کپڑوں میں لپٹے ہوئے المدثر دثار سے ہے ہر اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جو شعار کے اوپر اوڑھا پہنا جائے۔الشعار : وہ کپڑا جو جسم سے ملا ہوتا ہے (مثلاً بنیان وغیرہ) یہ اصل میں المتدثر ہے ادغام کے بعد المدثر بن گیا (ایک ارشاد میں یہی معنی ہے الناس دثاری والانصار شعاری)

۲ : قُمْ (اپنی خوابگاہ سے اٹھو) نمبر۲۔ عزم و جزم کے ساتھ اٹھو۔ فَاَنْذِرْ (اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ اگر وہ ایمان قبول نہ کریں) نمبر۲۔ کسی کی تخصیص کے بغیر سب کو ڈراؤ۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے قریش کا ناپسندیدہ رویہ سنا تو غمگین ہو کر سوچ میں کپڑا اوڑھے لیٹ گئے جیسا مغموم کرتا ہے تو آپ کو کہا گیا اے اپنے آپ سے ایذائے کفار کو کپڑے سے ہٹانے والے۔ اٹھو اور اپنے عمل انذار میں مشغول ہو جاؤ خواہ فجار آپ کو ایذائیں دیتے رہیں۔

۳ : وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو) یعنی کبریائی کے ساتھ اپنے رب کو خاص قرار دو تکبیر و کبریائی تعظیم کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے اپنی نگاہ میں کسی اور کی بڑائی مت لاؤ۔ اور جب غیر اللہ کی طرف سے کوئی بات پیش آئے تو کہو اللہ اکبر۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اللہ اکبر کہا اور خوش ہوئیں اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ وحی ہے۔ (ذکرہ الزمخشری فی الکشاف) اور کبھی اس کو نماز کی تکبیر پر بھی محمول کیا گیا ہے۔ اور معنی شرط کی وجہ سے آتی ہے گویا اس طرح کہا گیا۔ وما کان فلا تدع تکبیرہٗ۔ کچھ بھی ہو کسی حال میں ہو۔ اس کی بڑائی کا اظہار مت چھوڑو۔

کپڑوں کو پاک رکھیں :

۴ : وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے) یعنی پانی کے ساتھ اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک کریں کیونکہ نماز اس کے بغیر درست نہیں اور نماز کے علاوہ میں پاک رکھنا اولیٰ ہے۔ نمبر۲۔ اپنے کپڑوں کو چھوٹا کرو۔ عرب والوں کی اس عادت کی مخالفت کرتے ہوئے۔ کہ وہ کپڑوں کو لمبا رکھتے اور چادروں کے دامن کو زمین پر کھینچتے ہیں اس لئے کہ ایسی حالت میں نجاست سے حفاظت نہیں رہ سکتی۔

نمبر۳۔ اپنے نفس کو ان افعال سے پاک صاف رکھیے جو افعال نفوس کو میلا کرنے والے ہیں۔ عرب کہتے ہیں: فلان طاهر الثیاب۔ جب کہ اس کی تعریف کرتے ہوئے معایب سے اس کو پاک قرار دیں۔ اور کہتے ہیں: فلان دنس الثیاب یہ دھوکہ باز ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے جس نے اپنے باطن کو پاک کر لیا وہ اپنے ظاہر کو بھی پاک رکھتا ہے۔

۵ : وَالرُّجْزَ (اور بتوں سے) قراءت: یعقوب، سہل، حفص نے ضمہ سے پڑھا ہے جبکہ دیگر قراء نے کسرہ سے پڑھا ہے۔ جس کا معنی عذاب ہے۔ اور یہاں مراد وہ افعال و اعمال ہیں جو عذاب تک پہنچانے والے ہیں۔ فَاهْجُرْ (الگ رہو) اس کے چھوڑنے پر پختگی اختیار کرو۔ کیونکہ آپ ﷺ تو اس سے پاک و صاف تھے۔

اعلیٰ اخلاق کی تلقین :

۶ : وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ چاہو) رفع کے ساتھ تستکثر حال ہونے کی وجہ سے

منصوب المحل ہے۔ای لا تعط مستکثرا رائیا لما تعطیه کثیرا تم کثرت طلب کرنے کیلئے مت دو یہ خیال کرتے ہوئے کہ جو کچھ تم دے رہے ہو وہ کثیر ہے۔

نمبر۲: مت دو اس حال میں کہ تم اس سے زیادہ چاہنے والے ہو جو تم نے دیا۔اس لئے کہ آپ کو اعلیٰ ترین اخلاق کا حکم دیا گیا ہے۔اور عمدہ ترین آداب بتلائے گئے ہیں۔تمنن یہ مَنّ علیه سے بنا ہے جبکہ وہ انعام کرے۔حسن نے لا تستکثر سکون کے ساتھ پڑھا اور اس کو جواب نہی قرار دیا۔

۷ : وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (اور پھر اپنے رب کے واسطے صبر کیجئے) یعنی اس کی ذات کیلئے۔صبر کا استعمال اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی ہیں۔اور ہر ایک مصبور علیہ ہے یعنی اس پر جمے رہنا ضروری ہے اور مصبور عنہ ہے یعنی اسے اپنا بچانا ضروری ہے۔

نفخہ صور:

۸ : فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا) نقر ناقور سے نفخ صور مراد ہے یہ نفخہ اولیٰ ہے۔ایک قول نفخہ ثانیہ کا ہے۔

۹ : فَذَٰلِكَ اس سے پھونکے جانے کے دن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔یہ مبتدأ اور یَوْمَئِذٍ اس کا بدل ہے۔یَوْمٌ عَسِيرٌ یہ خبر ہے۔یَوْمٌ عَسِيرٌ (پس وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا) گویا عبارت یہ ہے۔فیوم النقر یوم عسیر۔اور فاذا کی فاء سببیہ ہے۔اور فذالك کی فاء جزاء کی ہے۔گویا اس طرح کہا گیا:اصبر علی اذاهم فبین ایدیهم یوم عسیر یلقون فی عاقبة اذا هم و تلقی عاقبة صبرك علیه تم ان کی ایذاء پر صبر کرو۔پس ان کے سامنے سخت تنگی والا دن ہے جس میں وہ اپنے ایذا کا انجام پالیں گے اور تم اس پر اپنے صبر کا نتیجہ پالو گے۔اور فاذا میں عامل وہ ہے جس پر جزاء دلالت کر رہی ہے۔ای فاذا نقر فی الناقور عسر الا مر۔پس جب صور میں پھونک ماردی جائے گی تو معاملہ مشکل ہو جائے گا۔

۱۰ : عَلَى الْكٰفِرِينَ (جس میں کافروں پر ذرا آسانی نہ ہوگی) اس کی تاکید اس قول سے فرمائی غَيْرُ يَسِيرٍ (بالکل آسانی نہ ہوگی) تاکہ یہ اعلان کر دیا جائے کہ وہ مؤمنوں پر آسان ہوگا۔نمبر۲۔عسیر کا مطلب یہ ہے کہ اس میں امید نہ ہوگی وہ آسانی کی طرف لوٹ جائے جیسا کہ مشکل کے آسان ہونے کی دنیا میں امید کی جاتی ہے۔

ولید بن مغیرہ کا حال:

۱۱ : ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا (مجھ کو اور اس شخص کو رہنے دو) یعنی اس کو میرے سپرد کر دو مراد اس سے ولید بن المغیرہ ہے۔اس کا لقب اپنی قوم میں وحید تھا۔

نحو : ومن خلقت یہ معطوف یا مفعول معہ ہے۔وحیدًا یہ ذرنی کی یاء سے حال ہے۔ای ذرنی وحدی معه فانی اکفیك امرہ مجھے اکیلا اس کے ساتھ چھوڑ دو پس میں تمہاری طرف سے اس کے لئے کافی ہوں۔یا خلقت کی تاء سے حال ہے ای

وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا

اور میں نے اس کے لئے ہر طرح کا سامان مہیا کر دیا' پھر وہ آرزو کرتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں گا ہرگز نہیں بلاشبہ وہ ہماری آیتوں کا

عَنِيْدًا ﴿١٦﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿١٧﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾

مخالف ہے عنقریب میں اسے دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا بے شک اس نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی سو اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی

خلقتهٗ وحدي لم يشركني في خلقه احدٌ میں اکیلے نے اس کو پیدا کیا اس کے پیدا کرنے میں میرے ساتھ کوئی شریک نہیں ۔نمبر۳۔ھاء محذوف سے حال ہے۔نمبر۴۔ مَنْ سے حال ہے ای خلقتهٗ منفردًا بلا اهل ولا مال ثم انعمت عليه ۔ میں نے اس کو اکیلا بلا اہل و مال پیدا کیا اور پھر اس پر انعام کیا۔

۱۲ : وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا (اور اس کو کثرت سے مال دیا) کھلا اور بہت زیادہ ۔نمبر۲۔ایسا مال جو نشوونما سے آئے روز ترقی پذیر ہے۔اس کے ہاں کھیتی، دودھ والے جانور، تجارت والے جانور سب قسمیں تھیں۔

قول مجاہد رحمہ اللہ:

اس کے پاس ایک لاکھ دینار تھے۔اور اس کے پاس طائف میں ایسی شاندار زمین تھی جس کی کھیتی منقطع نہ ہوتی تھی۔

۱۳ : وَّ بَنِيْنَ شُهُوْدًا (اور پاس رہنے والے بیٹے) جو مکہ میں اس کے ساتھ موجود رہتے ان کو مالداری کی وجہ سے سفر کی حاجت نہ تھی۔ان کی تعداد دس تھی۔ان میں سے خالد، ہشام، عمارہ کو دولت ایمان نصیب ہوئی۔

۱۴ : وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا (اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا) اس کو ریاست و جاہ دونوں دے دیں پس اس طرح میں نے اہل دنیا کے ہاں جن میں سے ایک کا ہونا باعث کمال خیال کیا جاتا ہے اس کو دونوں دے کر نعمت مکمل کر دی۔

۱۵ : ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ (پھر بھی اس بات کی طمع رکھتا ہے۔کہ میں اور زیادہ دوں) اس میں اس کی حرص وطمع پر استنکار و استبعاد کا اظہار کیا گیا یعنی وہ اس بات کا امیدوار ہے کہ بغیر شکریے کے اس کے مال و اولاد میں اور اضافہ کر دوں۔

قول حسن رحمہ اللہ:

ان ازید کا مطلب کہ میں اس کو جنت میں داخل کر دوں پھر اس کو مال و اولاد بھی دوں۔جیسا کہ دوسری آیات میں فرمایا: لاوتين مالاً و ولدًا [مریم:۷۷]

۱۶ : كَلَّا (ہرگز نہیں) یہ ردعیہ ہے اس میں جھڑک کر اس کی امیدیں منقطع کیں۔ای لا يجمع له بعد اليوم بين الكفر و المزيد من النعم آج کے دن کے بعد کفر اور مزید نعمتیں باہمی جمع نہ ہونگی۔اس آیت کے اترنے کے بعد اس کے مال و جاہ میں زوال و نقصان شروع ہوا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا (وہ ہماری آیات کا مخالف ہے) آیات سے قرآن مجید

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾

پھر اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی' پھر اس نے دیکھا پھر منہ بنایا اور زیادہ منہ بنایا' پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا

فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾

پھر بولا کہ یہ تو ایک جادو ہے جو منقول ہوتا ہوا آ رہا ہے یہ کچھ نہیں مگر آدمی کا کلام ہے

مراد ہے۔ عَنِيدًا (عناد اور ضد سے انکار کرنے والا)۔ یہ بطور استیناف کے ردع کی تعلیل بیان کی گئی ہے گویا کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔ وہ کیوں اضافہ نہیں کرتا؟ تو جواب دیا گیا کیونکہ وہ منعم کی آیات کا انکاری ہے۔ اور اس سے اس نے کفران نعمت کیا ہے اور کافر اضافے کا مستحق نہیں۔

۱۷: سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا (ہم عنقریب اس کو دوزخ کے پہاڑ پر چڑھائیں گے) ہم عنقریب اس کو ڈھانک لیں گے مشکل چڑھائی والی گھاٹی سے۔ حدیث میں ہے کہ الصعود یہ آگ کا پہاڑ ہے۔ جس پر وہ ستر (۷۰) خریف چڑھے گا اس سے اتنا ہی اترے گا اسی طرح وہ کرتا رہے گا۔ [رواہ الترمذی: ۳۳۲۶]

قرآن کے متعلق اس کی بدزبانی:

۱۸: إِنَّهُ فَكَّرَ (اس شخص نے سوچا) یہ وعید کا سبب بتایا گیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے غناء و عزت کے بعد جلدی سے فقر و ذلت میں اس کو اس کے عناد کی وجہ سے کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں سخت عذاب دیں گے کیونکہ وہ عناد میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ اور اس نے قرآن مجید کا نام سحر رکھا یعنی اس نے سوچا پھر قرآن مجید میں کیا رائے زنی کی ہے۔ وَقَدَّرَ (اور اس نے ایک بات تجویز کی) اس نے اپنے دل میں تیاری کی اور اندازہ کیا۔

۱۹: فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (پس اس پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو کہ اس نے کیسی بات تجویز کی) قُتِلَ۔ یہ لعن کے معنی میں ہے اور کیف قدر میں اس کے اندازے اور تجویز پر اظہار تعجب کیا گیا۔

۲۰: ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (پھر اس پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو اس نے کیسی تجویز کی) اس کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے اور ثم لائے تا کہ یہ معلوم ہو کہ دوسری دعا اول سے زیادہ بلیغ ہے۔

۲۱: ثُمَّ نَظَرَ (پھر دیکھا) لوگوں کے چہروں کو یا اس میں جو اس نے اندازہ کیا۔

۲۲: ثُمَّ عَبَسَ (پھر منہ بنایا) ترش روئی اختیار کی۔ وَبَسَرَ (اور زیادہ منہ بنایا) ترشروئی اور تیوری میں زیادتی اختیار کی۔

۲۳: ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا) او بر حق سے منہ موڑا اور بڑائی ظاہر کی۔ نمبر۲۔ اپنے مقام سے پیچھے ہٹا اور بات میں متکبرانہ طرز اختیار کی۔ ثم نظر کا عطف فکر اور قدر پر ہے۔ اور جملہ دعائیہ تو معترضہ ہے اور معطوفات یہاں کثرت سے

لائے تاکہ واضح کر دیا جائے کہ ان افعال میں فاصلہ تھا۔

۲۴ : فَقَالَ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ (پھر بولا یہ تو منقول جادو ہے) اِنْ یہاں مَآ کے معنی میں ہے ای ماھٰذَآ ۔یؤثر وہ جو جادوگروں سے منقول چلا آ رہا ہے۔

ولید کا پہلا قول:

روایت میں ہے کہ ولید نے بنی مخزوم کو کہا۔ واللہ لقد سمعت من محمد انفا کلاما ماھو من کلام الانس ولا من کلام الجن ان لہ لحلاوۃ وان علیہ لطلاوہ، وان اعلاہ لمثمر وان سفلہ لمغدق وانہ یعلوو ما یعلی ۔ اللہ کی قسم میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ابھی ایک ایسا کلام سنا ہے۔ جو نہ انسان کا کلام ہے اور نہ جن کا اس میں عجیب چاشنی اور رونق ہے وہ ایک ایسے درخت کی طرح ہے جس کی چوٹی ثمر آفرین اور نچلا حصہ خوشہ دار ہے اور وہ غالب آئے گا مغلوب نہ ہوگا قریش کہنے لگے اللہ کی قسم ولید صابی ہو گیا۔

ابوجہل کی چال:

اس پر ابوجہل کہنے لگا وہ ولید کا بھتیجا لگتا ہے میں تمہاری مصیبت حل کر دوں گا یہ کہہ کر ابوجہل ولید کے پاس گیا۔ اور غمگین اس کے پاس جا بیٹھا اور اس سے ایسی باتیں کیں جنہوں نے اسے گرم کر دیا پس ولید لوٹ کر ان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ قریش کا گمان یہ ہے کہ محمد مجنون ہے کیا تم نے اس کو کبھی گلا گھونٹے ہوئے دیکھا اور قریش کہتے ہیں کہ وہ کاہن ہے کیا تم نے کبھی اس کو کہانت کرتے دیکھا؟ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ وہ شاعر ہے کیا تم نے اس کو شعر بناتے دیکھا۔ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ کذاب ہے کیا تم نے اس کے بارے میں ذرہ بھر جھوٹ کا کبھی تجربہ کیا۔ انہوں نے ان تمام باتوں کے جواب میں کہا؟ اللہ کی قسم ان میں سے کوئی بات نہیں۔ پھر لوگوں نے کہا پھر تم ہی بتاؤ کہ وہ کیا ہے؟ پس اس نے سوچا پھر کہنے لگا وہ تو ایک جادوگر ہے کیا تم نے اس کو دیکھا نہیں کہ وہ بیوی اور میاں اور باپ بیٹے اور اس کے رشتہ داروں کے مابین تفریق پیدا کرتا ہے۔ اور جو وہ کہتا ہے وہ ایک منقول جادو ہے۔ جو مسیلمہ اور اہل بابل سے چلا آ رہا ہے پوری محفل سن کر گرم جوشی سے باغ باغ ہو گئی اور اس کی باتوں پر متعجب ہو کر سب لوٹ گئے۔ فَقَالَ میں فاء اس بات کی دلیل ہے یہ کلمہ جونہی اس کے دل میں گزرا اس نے بلا توقف بول دیا۔

۲۵ : اِنْ ھٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (بس یہ تو آدمی کا کلام ہے)

نحو : ان دونوں جملوں کے درمیان عاطف کا ذکر نہیں کیا کیونکہ دوسرا جملہ پہلے کی تاکید کے قائم مقام ہے۔

سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ

میں عنقریب اسے دوزخ میں داخل کروں گا' اور اے مخاطب تجھے کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیا ہے نہ وہ باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی' وہ بدن کی حیثیت کو

لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً

بگاڑ دینے والی ہے اس پر انیس فرشتے مقرر ہوں گے۔ اور ہم نے دوزخ کے کارکن صرف فرشتے بنائے ہیں

وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا

اور ہم نے جو ان کی تعداد رکھی ہے صرف اس لئے کہ کافروں کے لئے فتنہ کا ذریعہ بنیں تاکہ اہل کتاب یقین کرلیں

الْكِتٰبَ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا وَّلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے اور شک نہ کریں اہل کتاب

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

اور اہل ایمان اور تاکہ وہ لوگ یوں کہیں جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو لوگ کافر ہیں کہ اللہ نے اس عجیب

بِهٰذَا مَثَلًا كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَمَا

مضمون سے کیا ارادہ فرمایا اللہ ایسے ہی گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے اور آپ کے

یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ وَمَا هِیَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾ ع ۱۵

رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا' اور وہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت انسانوں کے لئے۔

۲۶: سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ (میں اس کو جلد دوزخ میں داخل کرونگا)

نحو: یہ سارھقه صعودًا سے بدل ہے۔ سقر یہ جہنم کا نام ہے۔ نحو: تعریف وتانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

۲۷: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ (اور تم کو کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے۔ اس میں قیامت کی ہولناک حالت سے ڈرایا گیا ہے۔

۲۸: لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ (وہ نہ تو باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی) یعنی وہ نہ تو گوشت کو باقی رہنے دی گی اور نہ ہڈیوں کو چھوڑے گی۔ نمبر۲۔ وہ کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتی جو اس میں ڈالی جائے بلکہ اس کو ہلاک کرڈالتی ہے۔ وہ کسی ہلاک ہونے والے کو نہ چھوڑے گی بلکہ جس طرح ہلاکت سے پہلے تھا اسی طرح لوٹ آئے گا۔

۲۹: لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (وہ بدن کی حیثیت بگاڑ دے گی)

نحو : یہ مبتدأ محذوف ھی کی خبر ہے ای ھی لوا حۃ للبشر ۔بشر جمع بشرۃ کی ہے بمعنی ظاہری جلد۔ وہ آگ ان کھالوں کو سیاہ کرڈالے گی یا جلادے گی۔

جہنم کے امین فرشتے:

۳۰ : عَلَيْهَا (دوزخ پر) تِسْعَةَ عَشَرَ (انیس فرشتے) جوان کے کام کے ذمہ دار ہونگے ۔عندالجمہور: انیس فرشتے ایک قول یہ ہے انیس قسم کے فرشتے ایک اور قول انیس صفیں فرشتوں کی ایک قول یہ بھی ہے صرف نگران۔

۳۱ : وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ (ہم نے دوزخ کے کارکن بنائے ہیں) نگران اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (فرشتے ہی) کیونکہ جن کو عذاب دیا جارہا ہے۔ان کی جنس ان سے مختلف ہے سزا کے وقت ان کو نرمی اور رقت نہ ہوگی کیونکہ تمام مخلوق میں وہ سب سے زیادہ سخت مزاج پیدا کیے گئے ۔ان میں ایک کو جن وانس تمام کے برابر قوت حاصل ہے۔ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ (اور ہم نے ان کی تعداد جوایسی رکھی ہے) یعنی انیس عدد اِلَّا فِتْنَةً (وہ کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہے) فتنہ ابتلاء وامتحان۔لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (کافروں کے لئے) یہاں تک کہ ابوجہل اس تعداد کو سنکر کہنے لگا۔تم اتنا گھمنا ہوتو دس دس مل کر بھی ایک کو نہ پکڑ سکو گے؟ اس پر مجمع میں سے ابوالاشد یہ انتہائی مضبوط پہلوان تھا بولا میں سترہ کو اکیلا سنبھال لوں گا پس تم دو کو سنبھال لینا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وما جعلنا اصحاب النار الا ملائکۃ ہم نے ان کو جنس کے مرد نہیں بنایا کہ تم ان پر قابو پاسکو۔

جہنم کے ان نگران فرشتوں کی تعداد کو خاص کرنے کے متعلق کہا گیا باوجود کہ تعداد میں علت مطلوب نہیں ہوتی چھ فرشتے تو تمام کفار کو آگ کی طرف ہانک کرلے جائیں گے اور چھ فرشتے کھینچ کر آگ کی طرف لانے والے ہونگے۔اور چھ فرشتے ان کو لوہے کی گرزوں سے مارنے والے ہونگے اور ایک مالک ہے وہ جہنم کا چابی بردار ہے۔وہ ان تمام کا سردار ہے۔ایک قول یہ ہے کہ جہنم کے انیس طبقات ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک طبقہ پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے۔ایک اور قول ہے کفار کو جہنم میں انیس رنگوں کا عذاب دیا جائے گا۔اور ہر رنگ کے عذاب پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔

ایک قول یہ ہے:

جہنم کی حفاظت کیلئے زمین کی طرح حفاظتی انتظام کیا گیا۔اس میں بھی پہاڑ پیدا کیے گئے۔اور ان پہاڑوں کی تعداد انیس ہے اگرچہ ان کی اصل ایک سونوے ہے دوسرے انہی سے نکلتے ہیں۔

لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (اس لئے تاکہ اہل کتاب یقین کرلیں) کیونکہ یہ انیس کی گنتی تورات وانجیل میں ہے پس جب وہ قرآن سے وہی بات سنیں گے تو ان کو یقین آجائے گا۔کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا ہے۔وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا (اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر۔

نحو : اس کا عطف لِيَسْتَيْقِنَ الذين پر ہے۔

اِیۡمَانًا : اسلئے کہ اس سے ان کی تصدیق ہو جائے گی جیسا کہ انہوں نے جو کچھ اتارا گیا ہے اس کی تصدیق کی ہے۔نمبر۲۔ ان کے یقین میں اضافہ ہو جائے گا کیونکہ ان کی کتاب اہل کتاب کے موافق ہوگی۔ وَّ لَا یَرۡتَابَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ (اوراہل کتاب اور مؤمنین شک نہ کریں)

نحو : اس کا بھی عطف ماقبل پر ہے اس میں استیقان اور زیادت ایمان ہونے کی تاکید ہے کیونکہ ازدیاد اور استیقان شک کے نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر لیستقین پر ویقول الذین کو بھی عطف کیا گیا۔

وَلِیَقُوۡلَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡکٰفِرُوۡنَ (اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے اور کافر لوگ کہنے لگیں) مرض سے مرض نفاق مراد ہے۔ وَّالۡکٰفِرُوۡنَ اس سے مشرکین مراد ہیں۔

سوال : یہ سورت مکیہ ہے اور نفاق تو مدینہ میں جا کر ظاہر ہوا۔

جواب اس کا معنی یہ ہے اور تاکہ کہیں وہ منافق لوگ جن کا ظہور عنقریب ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوگا۔ اور کافر جو مکہ میں ہیں۔

مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا اس صورت میں اخبار غیوب کی طرح یہ ایک خبر ہے اور اس طرح سورت کا مکیہ ہونا چنداں مضر نہ رہا۔ ایک قول یہ ہے کہ مرض سے ریب وشک کا مرض مراد ہے۔ کیونکہ اہل مکہ کی اکثریت شک میں مبتلا تھی۔ مثلاً۔ نحو : یہ ھذا کی تمیز ہے۔ نمبر۲۔ حال ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ھذہ ناقة الله لکم اٰیة [الاعراف:٧٣] جب گنتی کا آیت میں آ جانا ان کو انتہائی عجیب معلوم ہوا۔ تو اس جیسی باتیں اس لائق ہوتی ہیں کہ ان کو خود پاؤں لگ جائیں اور امثال کے طور پر لوگ اس کو مثلاً نام رکھ دیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا اللہ تعالیٰ کو اس عجیب گنتی سے کیا منظور ومقصود ہے؟ اور کیا مطلب ہے اس نے ملائکہ کی تعداد انیس مقرر کی نہ زیادہ کہ بیس کرتے نہ کم۔

کفار کا مقصد:

ان کی اصل غرض ان باتوں سے انکار تھا۔ اور یہ کہنا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا تو یہ ناقص عدد نہ لایا جاتا۔ کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنۡ یَّشَآءُ (اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے) کاف منصوب ہے۔ اور ذلک سے اضلال وہدایت کے اس معنی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو پہلے مذکور ہے۔ یعنی اس مذکور اضلال وہدیٰ کی طرح۔ اضلال منافقین ومشرکین کا یہاں تک کہ انہوں نے کہا جو کہا۔ اور ہدایت ایمان والوں کی بڑھی اس لئے کہ انہوں نے اس کی تصدیق کی اور اس میں حکمت کو دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے گمراہ کرتے ہیں۔ اور وہ وہی ذات ہے جس کی طرف سے ضلال وہدایت کا اختیار کرنا معلوم ہے۔

اس میں دلیل ہے کہ افعال عباد کا خالق وہی ہے آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت اضلال واهتداء سے کی گئی ہے۔ جب ابوجہل نے یہ کہا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کے صرف انیس مددگار ومعاون ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وَمَا یَعۡلَمُ جُنُوۡدَ رَبِّکَ (اور تیرے رب کے لشکروں کی کثرت تعداد کو کوئی نہیں جانتا) اِلَّا هُوَ (مگر وہی) پس اس کے لئے نگرانوں کا بڑھا کر بیس (یا نہیں

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾

بالتحقیق قسم ہے چاند کی اور رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے بلاشبہ یہ دوزخ بڑی بھاری چیزوں میں سے ایک ہے

نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

جو انسان کے لئے بڑا ڈراوا ہے تم میں سے جو شخص آگے بڑھے اس کے لئے بھی یا جو پیچھے ہٹے اس کے لئے بھی ہر شخص اپنے اعمال کے

۱۶ مع كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَنِ

بدلہ مرہون ہو گا سوائے اصحاب یمین کے کہ وہ بہشتوں میں ہوں گے مجرمین کے بارے میں دریافت کرتے

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ

ہوں گے تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو

نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾

کھانا نہیں کھلاتے تھے اور مشغلہ رکھنے والوں کے ساتھ مشغلہ رکھتے تھے اور بدلہ کے دن کو جھٹلاتے تھے

ہزار) کرنا کوئی مشکل نہیں۔ مگر اس عدد میں خاص حکمت ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ وَمَا هِيَ (اور وہ دوزخ صرف) یہ سقر کے وصف سے متصل ہے۔ اور ھی اس کی ضمیر ہے تقدیر کلام یہ ہے: وما سقر و صفتها اور دوزخ جس کا وصف میں نے بیان کیا وہ صرف اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ (وہ آدمیوں کی نصیحت کیلئے ہے) انسانوں کے لئے نصیحت ہے نمبر۲۔ ضمیر ان آیات کی طرف لوٹتی ہے جو اس میں مذکور ہوئیں۔

۳۲ : كَلَّا (بالتحقیق) یہ انکار ہے اس کے بعد کہ اس کو نصیحت بنایا۔ ان کو نصیحت کیسے آئے گی وہ تو نصیحت حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ وَالْقَمَرِ (اور قسم ہے چاند کی) چاند کے منافع بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کی قسم کھائی۔

۳۳ : وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ (اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے)

قراءت: نافع، حفص، حمزہ، یعقوب، خلف نے اذ ادبر پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے اذا دبر پڑھا ہے۔ اور دبر اور ادبر دونوں کا معنی جانا اور پیٹھ پھیرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے ادبر منہ پھیرنا، جانا اور دبر دن کے بعد آنا۔

۳۴ : وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ (اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے) اسفر روشن ہونے کے معنی میں ہے اور جواب قسم انها لَاِحْدَى الْكُبَرِ ہے۔

۳۵ : اِنَّهَا (بیشک وہ دوزخ) لَاِحْدَى الْكُبَرِ (بڑی بھاری چیز ہے) کُبَر یہ جمع کبری کی ہے یعنی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت

ہے۔ نمبر۲۔ بڑی تباہیوں میں سے ہے اور لاحدیٰ کہ ان میں سے ایک ہے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ان کے درمیان ایک بڑی بھاری چیز ہے۔ کہ جس کی کوئی نظیر و مثال نہیں ہے۔ جیسا کہتے ہیں: هو احد الرجال وهی احدی النساء یعنی وہ عظیم آدمی اور عظیم عورت ہے۔

۳۶: نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ (انسان کیلئے بڑا ڈراوا ہے)

۳۷: لِمَنْ شَآءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ (تم میں سے جو آگے کو بڑھے اس کے لئے بھی اور جو پیچھے کو ہٹے اس کے لئے بھی) لام جارہ کا اعادہ کیا گیا ہے۔ ان یتقدم سے مراد خیر کی طرف بڑھنا۔ او یتاخر کا معنی خیر سے پیچھے ہٹنا۔ قول الزجاج: اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا یا منع کیا اس کی طرف بڑھنا اور پیچھے ہٹنا مراد ہے۔

۳۸: كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ (ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں محبوس ہوگا) رهينة یہ رہین کی مؤنث نہیں ہے۔ جو اس ارشاد میں آیا ہے کل امری بما کسب رهین [الطور:۲۱] کیونکہ نفس مؤنث ہے اگر صفت مراد ہوتی تو رھین کہا جاتا کیونکہ فعیل مفعول کے معنی میں ہے۔ اور اس وزن میں مذکر و مؤنث برابر ہے۔ یہ اسم بمعنی الرھن کے ہے۔ جیسا کہا الشتیمه بمعنی اشتم ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کل نفس بما کسبت رَهْنٌ معنی یہ ہے۔ ہر نفس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کے بدلے رہن رکھا ہوا ہے۔ وہ اس سے آزاد نہیں ہے۔

۳۹: إِلَّآ أَصْحَٰبَ ٱلْيَمِينِ (مگر داہنے والے) یعنی مسلمانوں کے بچے کیونکہ ان کے کوئی اعمال ہی نہیں جن کے بدلے میں وہ رہن رکھے جائیں۔ نمبر۲۔ الا المسلمین تمام مسلمان کیونکہ انہوں نے اطاعت کر کے اپنی گردنوں کو آزاد کر لیا۔ جیسا کہ حق کی ادائیگی سے راہن اپنے رہن سے چھوٹ جاتا ہے۔

۴۰، ۴۱: فِى جَنَّٰتٍ یہ هم مبتدا کی خبر ہے ای هم فی جنات (ایسے باغات میں) جن کی حقیقت بیان میں نہیں آسکتی۔ يَتَسَآءَلُونَ عَنِ ٱلْمُجْرِمِينَ (وہ مجرموں کا حال پوچھتے ہوں گے) ایک دوسرے سے ان کے متعلق پوچھیں گے۔ نمبر۲۔ دوسروں سے ان کے متعلق دریافت کریں گے۔

۴۲: مَا سَلَكَكُمْ فِى سَقَرَ (کہ تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا)

سوال: یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا ماسلککم۔ یہ یتساء لون عن المجرمین کے مطابق نہیں کیونکہ یہ تو خود مجرمین سے سوال ہے اس کے مطابق تو اس طرح ہوتا: یتساء لون المجرمین ماسلککم ؟

جواب: کیونکہ ماسلککم۔ ان کے متعلق باہمی تساؤل کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسئولین کے قول کو حکایۃً ذکر کیا گیا ہے کیونکہ مسئولین، سوال کرنے والوں کو وہ ذکر کریں گے جو ان کے اور مجرمین کے درمیان پیش آیا پس وہ کہیں گے کہ ہم نے ان سے سوال کیا کہ ماسلککم فی سقر ؟ کہ تم کو دوزخ میں کیا چیز لائی تو جواب میں انہوں نے کہا لم نک من المصلین ہم تو نماز نہ پڑھتے تھے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ مختصر کر دیا جیسا قرآن مجید کا طریق ہے۔ ایک قول یہ ہے عن زائدہ ہے اس صورت میں

حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ

یہاں تک کہ ہمارے پاس موت آ گئی' سو ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش کام نہ دے گی' سو انہیں کیا ہوا کہ نصیحت سے روگردانی

مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ

کرنے والے ہیں گویا کہ وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگ رہے ہیں' بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے

مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ

کہ اسے کھلے ہوئے نوشتے دے دیئے جائیں' ہرگز نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے یہ یقینی بات ہے کہ

تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ

یہ قرآن نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے نصیحت حاصل کر لے' اور نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے' وہی ہے جس سے

التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾

ڈرنا چاہیے اور جو معاف کرتا ہے۔

معنی یہ ہے وہ مجرمین سے سوال کریں گے۔

۴۳ : قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (وہ کہیں گے ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے) یعنی اس کی فرضیت کا اعتقاد نہ رکھتے تھے۔

۴۴ : وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (اور نہ غریب کو کھانا کھلاتے تھے) جیسا کہ مسلمان کھلاتے ہیں۔

۴۵ : وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ (اور مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی مشغلہ میں رہا کرتے تھے) الخوض باطل بات میں لگ جانا مطلب یہ ہے ہم اللہ تعالیٰ کی آیات کے متعلق جھوٹ و باطل بات کہا کرتے تھے۔

۴۶ : وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (اور ہم قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے) یعنی حساب و جزاء کے دن کو۔

۴۷ : حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ (یہاں تک کہ ہم کو موت آ گئی) یہاں الیقین موت کے معنی میں ہے۔

شافعین سے مراد:

۴۸ : فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ (پس ان کو سفارش نفع نہ دے گی) الشافعین سے فرشتے' انبیاء علیہم السلام اور صالحین مراد ہیں کیونکہ سفارش تو ایمان والوں کیلئے ہے نہ کہ کفار کیلئے۔ اس میں شفاعت کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ مؤمنین کیلئے برحق ہے حدیث شریف میں وارد ہے میری امت میں ربیعہ اور مضر کی تعداد سے بڑھ کر لوگ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہونگے۔

[رواہ احمد: ۳/۲۱۲]

۴۹ : فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ (توان کو کیا ہوا کہ یہ اس نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں) التذکیر نصیحت مراد اس سے قرآن مجید
مُعْرِضِيْنَ (منہ موڑنے والے ہیں)
نحو : یہ ضمیر سے حال ہے۔ جیسا کہتے ہیں مالك قائمًا ؟
۵۰ : كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ (گویا کہ وہ وحشی گدھے ہیں) حمر سے مراد وحشی گدھے۔
نحو : یہ معرضین کی ضمیر سے حال ہے۔ مُّسْتَنْفِرَةٌ (بہت بھاگنے اور نفرت کرنے والے) گویا وہ اپنے آپ سے ہر وقت بھاگنا چاہ رہے ہیں۔
قراءت : مُسْتَنْفَرَةٌ فا مفتوح مدنی، شامی نے پڑھا ہے۔ معنی یہ ہوگا بھگائے ہوئے گدھے ہیں۔
۵۱ : فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (جو شیر سے بھاگے جا رہے ہوں)۔ یہ جملہ حال ہے اور اس کے ساتھ قد مقدر ہے۔ القسورہ تیر مارنے والا، شیر یہ القسر سے فعولۃ کا وزن ہے اور اس کا معنی زبردستی اور غلبہ ہے۔ ان کے قرآن مجید سے اعراض کو اور ذکر کے سننے سے اعراض کو ایسے گدھوں سے تشبیہ دی ہے جو تیزی سے بھاگے جا رہے ہوں۔

سب کو ایک ایک کتاب دی جائے :

۵۲ : بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً (بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے نوشتے دیے جائیں) صحفا منشرہ ایسے کاغذ جن کو پھیلا کر پڑھا جائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ ہم اس وقت تک تمہاری اتباع نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ ہر ایک ہم میں سے آسمان سے ایک کتاب نہ لے آئے۔ جن کا عنوان یہ ہو۔ من رب العالمین الی فلان بن فلان۔ ان میں ہمیں تمہاری اتباع کا حکم دیا گیا ہو۔ اس کی مثال یہ ارشاد ہے۔ ولن نؤمن لرقیك حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ' [الاسراء:۹۳] ایک قول یہ ہے کہ وہ کہنے لگے اگر محمد سچے پیغمبر ہیں۔ تو ہم میں ہر شخص کے سر کے پاس ایک صحیفہ ملے جس میں اس کی براءت اور آگ سے آزادی لکھی ہو۔
۵۳ : كَلَّا اس میں اس ارادہ پر ردع ہے اور انکار ہے اور نشانات مانگنے پر زجر و توبیخ ہے پھر فرمایا۔ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ (ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے) اسی وجہ سے وہ نصیحت سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اس بناء پر نہیں کہ ان کو صحیفے نہیں دیئے گئے۔
۵۴ : كَلَّا اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ (ہرگز نہیں۔ یہ قرآن نصیحت ہے) اس میں ان کو تذکرہ سے اعراض کرنے پر ڈانٹا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ قرآن کافی اور مکمل نصیحت ہے۔
۵۵ : فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ (پس جس کا جی چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے) یعنی جس کا دل چاہے کہ وہ اس کو یاد رکھے اور اس کو نہ بھولے تو وہ ایسا کرے اس کا فائدہ خود اسی کی طرف لوٹے گا۔
۵۶ : وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (اور بدوں اللہ تعالیٰ کے چاہے یہ لوگ نصیحت کو قبول نہ کریں گے)

قراءت : نافع اور یعقوب نے تاء کے ساتھ تذکرون پڑھا ہے۔ ان یشاء اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے وقت۔ نمبر۲۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے۔ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیے اور جو معاف کرتا ہے) حدیث میں ہے کہ وہ اس بات کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس بات کا اہل ہے کہ اس کو بخش دے جو اس سے تقویٰ اختیار کرے۔ [رواہ الترمذی: ۳۳۲۸، ابن ماجہ: ۴۲۹۹]

الحمدللہ سورۃ المدثر کا تفسیری ترجمہ آج ۳ ربیع الثانی بدھ کی رات کو مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ القیامہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿١﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿٢﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے کیا انسان خیال کرتا ہے

اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ﴿٣﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿٤﴾ بَلْ يُرِيْدُ

کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے ہم ضرور جمع کریں گے۔ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک درست کردیں بلکہ آدمی یوں

الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ﴿٥﴾ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ﴿٦﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿٧﴾

چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی فسق و فجور کرتا رہے۔ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آنے کا سو جس وقت آنکھیں حیران ہوجائیں گی

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿٨﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿٩﴾ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ

اور چاند بے نور ہوجائے گا اور سورج اور چاند ایک حالت میں ہو جائیں گے اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر

الْمَفَرُّ ﴿١٠﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿١١﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ﴿١٢﴾ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ

بھاگوں ہرگز نہیں کہیں پناہ کی جگہ نہیں اس دن صرف تیرے رب کے پاس ٹھکانا ہے اس دن انسان کو اس کا سب

بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴿١٣﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿١٤﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿١٥﴾

اگلا پچھلا کیا ہوا جتلا دیا جائے گا بلکہ انسان خود اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا گو کیسے بہانے پیش کرے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿١٦﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿١٧﴾

آپ قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لے لیں بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور پڑھوا دینا

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۲ : وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔ اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے)

۱ : لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ یعنی میں قسم اٹھاتا ہوں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اور لا صلہ ہے جیسا اس قول میں لئلا یعلم [الحدید: ۲۹] اور اس قول میں ہے: فی بئر لا حور سری و ما شعر ۔ اور اس قول میں ہے تذکرت لیلی فاعترتنی صبابۃ :: و کاد ضمیر القلب لا یتقطع ۔ اور جمہور کا یہی قول ہے۔

قول فراء:

مشرکین نے بعث کا جو انکار کیا اس کی تردید کیلئے لائے گویا اس طرح کہا گیا معاملہ اس طرح نہیں جیسا تم خیال کرتے ہو پھر فرمایا میں قیامت کے دن کی قسم اٹھاتا ہوں۔ ایک قول یہ ہے اس کی اصل لاقسم ہے جیسا ابن کثیر کی قراءت میں ہے اس صورت میں لام ابتدائیہ اور اقسم یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی لانا اقسم میں ضرور قسم اٹھاتا ہوں۔ اس کی تقویت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مصحف امام میں یہ بغیر الف کے ہے پھر اس میں اشباع کیا گیا تو اشباع سے الف ظاہر ہوا۔ اور عام طور پر اس لام کے ساتھ نون تاکید ہوتا ہے اور بعض اوقات اس سے جدا بھی ہو جاتا ہے۔

۲ : وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ جمہور کا مسلک ہے کہ یہ دوسری قسم ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

قیامت کی قسم اٹھائی اور نفس لوامہ کی قسم نہیں اٹھائی اس لئے کہ یہ مذمت والی صفت ہے اور قسم کی صورت میں مدح والی حالت ہے۔ یعنی وہ تقویٰ والا نفس جو تقویٰ میں کوتاہی پر اپنے کو ملامت کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کا نفس ہے جو اپنے فعل پر ملامت کرتا رہا جس کی وجہ سے جنت سے نکلے تھے۔ قسم کا جواب محذوف ہے: ای لتبعثن کہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے اس کی دلیل ایحسب الانسان ہے۔

۳ : اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ (کیا انسان خیال کرتا ہے) کافر انسان جو کہ بعث بعد الموت کا منکر ہے۔ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ (کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے) ان کے منتشر ہو جانے اور مٹی کے ذرات میں ریزہ ریزہ ہو کر ملنے کے بعد۔

۴ : بَلٰی یہ نفی کے بعد ثبوت و جوب کو ظاہر کرتا ہے۔ (یعنی کیوں نہیں ہم ان کو جمع کریں گے) قٰدِرِیْنَ (کیوں نہیں ہم اس پر قادر ہیں) یہ نجمع کی ضمیر سے حال ہے۔ ای نجمعھا قادرین علی جمعھا و اعادتھا کما کانت۔ ہم ان کو جمع کریں گے اس حال میں ان کے جمع کرنے نمبر ۲: قادرین لوٹانے پر پہلے کی طرح قادر ہیں۔ ان نسوی بنانہ ہم اس کے پوروں کو درست کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ (کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک درست کر دیں) بنانہ سے انگلیاں مراد ہیں۔ بلا کم و کاست جیسا کہ دنیا میں تھیں۔ باوجودیکہ یہ چھوٹی سی ہیں۔ تو بڑی ہڈیوں کا خود سوچ لو۔

۵ : بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ (بلکہ بعض آدمی یوں چاہتا ہے) اس کا عطف ایحسب پر ہے۔ پس اس قسم کے کلام کا استفہام ہونا درست ہے۔ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ (کہ وہ اپنی آئندہ زندگی میں فسق و فجور کرتا رہے) کہ وہ زمانہ مستقبل میں جرائم کرتا جائے۔

٦ :يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ (پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا) یہ ضدی اور قیامت کو بعید از قیاس خیال کرنے والے کا استفسار ہے۔

نَحْو: یہاں ایّان متی کے معنی میں ہے۔

٧ :فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ (پس جس وقت آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی) وہ گھبراہٹ سے حیران ہوگا۔

قراءت: مدنی نے شخص کے معنی میں لیا اور بَرَق پڑھا ہے۔

٨ :وَخَسَفَ الْقَمَرُ (اور چاند بے نور ہو جائیگا) یعنی اس کی روشنی جاتی رہے گی۔ نمبر٢۔ غائب ہو جائے گا۔ جیسا کہ اس آیت میں خسف کا معنی ہے فخسفنا بہ الارض [القصص:٨١] (اس کو زمین میں غائب کر دیا)

قراءت: ابوحیوہ نے ضمہ خاء کے ساتھ خُسف پڑھا ہے۔

٩ :وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (اور سورج چاند ایک حالت کے ہو جائیں گے اور مغرب سے طلوع میں ان کو جمع کر دیا جائے گا) نمبر٢۔ روشنی ختم کرنے میں دونوں جمع کر دیئے جائیں گے۔ یعنی دونوں کی روشنی مٹا دیں گے۔ نمبر٣۔ ان کو جمع کر کے سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بھڑکتی آگ بن جائے گا۔

١٠ :يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ (اور اس روز انسان کہے گا) انسان سے کافر مراد ہے۔ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ (کہ اب کدھر بھاگوں) المفر یہ مصدر ہے یعنی آگ سے بھاگنا۔ نمبر٢۔ مؤمن بھی خوف کی وجہ سے کہے گا۔

قراءت: حسن رحمہ اللہ نے فا پر کسرہ پڑھا اس صورت میں یہ مصدر اور ظرف مکان دونوں بن سکتا ہے۔

١١ :كَلَّا (ہرگز نہیں) بھاگنے کی جگہ تلاش کرنے کے متعلق ردع ہے۔ لَا وَزَرَ (پناہ گاہ نہیں)

١٢ :اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ (اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانہ ہے) بندوں کے قرار کی جگہ نمبر٢۔ ان کے قرار کی جگہ جنت یا نار۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد ہیں۔ جس کو چاہے جنت میں داخل فرما دے۔ اور جس کو چاہے دوزخ میں داخل کر دے۔

١٣ :يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ (اس دن انسان کو بتلایا جائے گا۔) خبر دی جائے گی۔ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ (سب اگلا پچھلا) یعنی جو عمل اس نے کر لیا وہ بما قدم اور جو اس نے چھوڑ دیا ہے وہ اخّر ہے۔

١٤ :بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ (بلکہ انسان اپنی حالت پر خود مطلع ہوگا) بصیرۃ کی تاء مبالغہ کیلئے ہے جیسا کہ علامہ میں ہے اور اس کا معنی شاہد ہے۔ نمبر٢۔ اس کو مؤنث لائے کیونکہ مراد انسان کے اعضاء ہیں۔ اس لئے کہ انسان کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ نمبر٣۔ وہ خود اپنے نفس پر حجت ہے۔ البصیرہ حجت و دلیل کے معنی میں ہے۔ جیسا اس قول میں فرمایا قد جاء کم بصائر من ربکم [الانعام:١٠٤] اور محاورہ میں کہتے ہیں۔ انت حجة علی نفسك و بصیرة یہ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور اس کی خبر علی نفسہ ہے۔ جو کہ مقدم ہے اور یہ مل کر الانسان کی خبر ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ زید علی رأسه

عمامۃ ۔اس صورت میں البصیرۃ سے مراد وہ فرشتہ بھی ہوسکتا ہے جو اس پر مقرر ہوگا۔

۱۵: وَّ لَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ (گو اپنے حیلے پیش لاوے) اگرچہ وہ اپنے پردے چھوڑ دے۔المعذار: پردہ۔

ایک قول:

اگرچہ وہ تمام معذرتیں پیش کردے وہ اس کی طرف سے قبول نہ ہونگی اس پر وہ مقرر کردیا جائے گا۔ جو اس کے اعذار کی تکذیب کرے گا۔

نحو: المعاذیر یہ جمع معذرت نہیں ہے کیونکہ اس کی جمع تو معاذر آتی ہے بلکہ یہ اسم جمع ہے اور اس کی مثال المناکیر ہے جو کہ المنکر سے اسم جمع ہے نہ کہ جمع۔

عجلت کی ممانعت:

۱۶: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (اے پیغمبر آپ قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں) ہٗ کی پہلی ضمیر بھی قرآن مجید کی طرف اور دوسری بھی۔ آپ ﷺ جبرئیل علیہ السلام کی تلاوت سے فراغت سے پہلے جلدی جلدی قرآن کو لیتے تاکہ کہیں کوئی حصہ رہ نہ جائے۔تو آپ کو فرمایا گیا۔آپ جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے تک اپنی زبان کو وحی کیلئے حرکت نہ دیا کریں۔تاکہ آپ جلدی سے اس کو لے لیں۔کہ کہیں کوئی حصہ رہ نہ جائے۔پھر عجلت کی ممانعت کی وجہ بتلائی۔

۱۷: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کردینا اور اس کا پڑھا دینا) جمع کرنا آپ کے سینہ اطہر میں اور قراٰنہٗ اس کی قراءت کا زبان پر چڑھا دینا۔قرآن کا معنی قراءت ہے اور اس کی مثال دوسری آیت میں ہے ولا تعجل بالقران من قبل ان یقضٰی الیك وحیه [طٰہٰ:۱۱۴]

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ

سو جب ہم اس کو پڑھیں سو آپ اس کے پڑھنے میں تابع ہو جایا کریں' پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے'

تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾

بلکہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑتے ہو' اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾

اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے اور بہت سے چہرے اس دن بدرونق ہوں گے خیال کر رہے ہوں گے کہ ہمارے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جانے کا'

كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ﴿۲۶﴾ وَقِیْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾

واقعی بات ہے کہ جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے اور کہا جانے کہ کون ہے دم کرنے والا اور وہ یقین کرے کہ بلاشبہ یہ جدائی کا وقت ہے

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ ع ۱۷

اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے اس روز تیرے رب کی طرف چلنا ہے۔

۱۸ : فَاِذَا قَرَاْنٰهُ (تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں) یعنی جبرئیل آپ پر پڑھیں قراءت جبرئیل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قراءت قرار دیا۔ یہ ان کے نہایت قرب اور قراءت کے عند اللہ مقبول ہونے کی علامت ہے۔ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (تو آپ اس کے تابع ہو جایا کریں) یعنی جب وہ آپ کے سامنے پڑھیں۔

۱۹ : ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ (پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارے ذمہ ہے) جب اس کے معانی میں سے کوئی چیز آپ پر مشکل ہو۔

۲۰ : كَلَّا یہ انکار بعث پر ردع ہے۔ نمبر۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجلت سے روکا گیا اور اس کا انکار کیا گیا ہے۔ اور اس کی تاکید اس قول سے فرمائی۔ بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ (اے منکرو۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو) گویا اس طرح کہا گیا ہے بل انتم یابنی ادم لانکم خلقتم من عجل و طبعتم علیه تعجلون فی کل شئی و من ثم تحبون العاجلة بلکہ تم اے اولاد آدم جلد بازی سے پیدا ہوئے اور یہ تمہاری طبیعت ثانیہ ہے کہ ہر چیز میں جلدی مچاتے ہو۔ اسی کو سامنے رکھ کر تم عاجلہ کو پسند کرتے ہو۔ العاجلہ سے دنیا اور اس کی شہوات مراد ہیں۔

۲۱ : وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ (اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو) آخرت سے دار الآخرہ اور اس کی نعمتیں مراد ہیں۔ مگر تم آخرت کیلئے عمل نہیں کرتے ہو۔

قراءت : مدنی اور کوفی نے دونوں کو تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

۲۲ : وُجُوْهٌ (بہت سے چہرے) یہ ایمان والوں کے چہرے مراد ہیں۔ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ (تو اس دن بارونق ہونگے) خوبصورت تروتازہ۔

۲۳ :اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہونگے) یہ دیدار بلا کیف ہوگا اور بلا جہت اور بلا ثبوت مسافت ہوگا۔

ازالۂ غلطی:

نظر کو امر رب کے انتظار پر بھی محمول کیا گیا ہے۔ نمبر۲۔ ثواب کے منتظر پر بھی مگر یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ محاورہ میں کہتے ہیں نظرت فیه ای تکفرت فیه و نظرته بمعنی انتظرتهٗ ہے۔ الیٰ سے یہ اس وقت متعدی ہوتا ہے جبکہ رؤیت کے معنی میں ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ دارالقرار میں انتظار کا کوئی مطلب نہیں۔

۲۴ :وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍۭ بَاسِرَةٌ (اور بہت سے چہرے اس روز بدرونق ہونگے) انتہائی ترش رو، سیاہ، یہ کفار کے چہرے ہونگے۔

۲۵ :تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا (خیال کررہے ہونگے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا) ظن توقع کے معنی میں ہے۔ ان یفعل سے مراد ان سے شدت والا معاملہ کیا جائیگا۔ فَاقِرَةٌ (کمر توڑ دینے والا) ایسی مصیبت جو پشت کے مہرے کو توڑ دے۔

۲۶ : كَلَّآ (ہرگز ایسا نہیں) آخرت پر دنیا کے ترجیح دینے پر ردع ہے گویا اس طرح کہا گیا اس سے باز آؤ۔ اور تمہارے سامنے موت ہے اس سے خبردار ہو جاؤ۔ ایسی موت کہ جس کے آتے ہی یہ جلد ملنے والی ختم ہو جائے گی۔ اور تم اس وقت مقررہ وقت پر آنے والی کی طرف منتقل ہو گے۔ جس میں تم نے ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ (جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے) جب روح نکلنے لگتی ہے اور روح مراد لینا درست ہے کہ اگرچہ اس کا تذکرہ پہلے موجود نہیں کیونکہ التراقی کی دلالت اس پر ہے۔ التراقی گلے کے زیریں حصہ میں ایک گڑھا جس کے دائیں بائیں دو ٹیڑھی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ انہی کو التراقی کہتے ہیں۔ اس کا واحد تَرْقُوَةٌ ہے۔

۲۷ :وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ (اور کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا بھی ہے)۔ حفص نے من پر معمولی وقف کیا ہے۔ مطلب یہ ہے تم قریب المرگ کے پاس حاضر ہو تم میں سے کون اس کا دم کرے گا۔ جس میں وہ مبتلا ہے۔ راق یہ الرقیہ سے لیا گیا ہے۔ یہ باب ضرب سے ہوگا۔ نمبر۲۔ یہ کلام ملائکہ سے ہے تم میں سے کون اس کی روح کو لے کر اوپر جائے گا۔ کیا ملائکہ رحمت لے جائیں گے یا ملائکہ۔ یہ الرقی سے ہے یہ باب عَلِمَ سے ہے۔

۲۸ :وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ (اور وہ یقین کر لیتا ہے کہ مفارقت کا وقت ہے) ظن یہ ایقن کے معنی میں ہے۔ الفراق یہ جو اس پر اترا ہے۔ وہ محبوب دنیا کی جدائی ہے۔

دوغم:

۲۹ :وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ (ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جائے گی) اس کی دونوں پنڈلیاں موت کے وقت

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ إِلٰى أَهْلِهِ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾

سو اس نے نہ تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی اور لیکن جھٹلایا اور منہ موڑا ' پھر اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا '

أَوْلٰى لَكَ فَأَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ أَوْلٰى لَكَ فَأَوْلٰى ﴿۳۵﴾ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ

تیرے لئے کمبختی ہے پھر کمبختی ہے' پھر تیرے لئے کمبختی ہے' پھر کمبختی ہے' کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا

سُدًى ﴿۳۶﴾ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ

جائے گا کیا وہ منی کا نطفہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا پھر وہ خون کا لوتھڑا تھا' سو اللہ تعالیٰ نے اسے بنا دیا اور پھر اس کے اعضاء درست کر دیئے پھر اس کی دو

مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ﴿۳۹﴾ أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰى أَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾ ع ۲ / ۱۰ / ۱۸

قسمیں بنا دیں ایک مرد اور ایک عورت' کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔

لپٹ جاتی ہیں۔

قول سعید بن مسیب رحمہ اللہ:

اس سے مراد اس کی دونوں پنڈلیاں جب کفن میں لپیٹی جاتی ہیں۔ ایک قول یہ ہے پنڈلی یہ شدت کی تمثیل ہے گویا دنیا کی جدائی کی تکلیف وشدت اور آخرت کے سامنے آنے کی تکالیف مل جاتی ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس سے مراد دو غم ہیں۔ نمبر۱۔ اہل واولاد کا غم۔ نمبر۲۔ بارگاہ صمد میں پیشی کا غم۔

۳۰: إِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ (اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے) المساق یہ ساقہ کا مصدر ہے یعنی بندے اس جگہ چلے جائیں گے جہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ خواہ جنت میں یا نار میں۔

۳۱: فَلَا صَدَّقَ (تو اس نے نہ تو تصدیق کی تھی) رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کی وَلَا صَلّٰى (اور نہ نماز پڑھی تھی) انسان نے جیسا کہ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ میں فرمایا گیا ہے۔

۳۲: وَلٰكِنْ كَذَّبَ (لیکن اس نے تکذیب کی تھی) قرآن مجید کی۔ وَتَوَلّٰى (اور منہ موڑا تھا) ایمان سے یا اس نے نہ مال صدقہ کیا یعنی زکوٰۃ نہ دی۔

۳۳: ثُمَّ ذَهَبَ إِلٰى أَهْلِهِ يَتَمَطّٰى (پھر ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا)۔ اکڑتا ہوا چلنا۔ یتمطی اصل میں۔ تمطط ہے۔ اور اس کا معنی اکڑ کر پشت دراز کرنا۔ کیونکہ ناز سے چلنے والا اپنے قدم کو کھینچ کر رکھتا ہے۔ پس طاء کو یا سے بدلا کیونکہ تین متماثل

حرف جمع ہو گئے ہیں۔

۳۴ : اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی (تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے) اس کا معنی ویل لک ہے۔ یہ بددعا ہے۔ کہ تمہاری ناپسند چیز تو اب تمہارے سامنے ہے۔

۳۵ : ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی (پھر تیری کم بختی گویا آنے والی ہے) یہ تاکید کیلئے دوبارہ لائے گویا اس طرح فرمایا ویل لک فویل ثم ویل لک فویل۔ تیرے لئے ہلاکت در ہلاکت در ہلاکت در ہلاکت ہو۔ ایک قول یہ ہے تیرے لئے موت کے دن ہلاکت و تباہی اور قبر میں تیرے لئے ہلاکت اور تیرے لئے بعث بعد الموت تک ہلاکت اور تیرے لئے آگ میں ہلاکت۔

۳۶ : اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی (کیا انسان یہ خیال کرتا ہے۔ کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائیگا۔) کیا کافر کا خیال ہے کہ اس کو یوں بیکار چھوڑا جائے گا۔ اس کو کسی بات کا حکم اور کسی بات کی ممانعت نہ کی جائے گی اور نہ اس کو اٹھایا اور نہ اس سے بدلہ لیا جائے گا؟

تخلیق انسانی:

۳۷ : اَلَمْ یَکُ نُطْفَۃً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی (کیا یہ شخص ایک قطرہ منی نہ تھا۔ جو ٹپکایا گیا تھا)

قراءت : ابن عامر نے یاء سے پڑھا ہے اور حفص نے بھی یعنی۔ منی رحم میں ٹپکائی جاتی ہے اور تاء ہو تو ضمیر نطفہ کی طرف ہوئے گی کہ وہ رحم میں ٹپکایا جاتا ہے۔

۳۸ : ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً (پھر وہ خون کا لوتھڑا ہو گیا) یعنی منی چالیس یوم کے بعد جمے ہوئے خون کا لوتھڑا بن گیا۔ فَخَلَقَ فَسَوّٰی (پھر اللہ تعالیٰ نے بنایا پھر اعضاء درست کیے) اللہ تعالیٰ نے اس سے درست انسان بنادیا۔

۳۹ : فَجَعَلَ مِنْہُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَ الْاُنْثٰی (پھر اس کی دو قسمیں کر دیں۔ مرد اور عورت) یعنی منی سے دو قسمیں بنادیں۔

۴۰ : اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی (کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ مردوں کو زندہ کرے) کیا وہ ان اشیاء کا کرنے والا اعادہ کی قدرت نہیں رکھتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت پڑھتے تو سبحانک ، بلٰی فرماتے [رواہ ابوداؤد : ۸۸۷]۔ اے اللہ تو پاک ہے۔ کیوں نہیں تو بلاشبہ قادر ہے۔

الحمد للہ ترجمہ وتفسیر سورۂ قیامت مکمل ہوا۔

سُوْرَۃُ الدَّھْرِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اِحْدٰی وَّثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعَانِ

سورۃ الدہر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اکتیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۱ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ

بے شک انسان پر ایک ایسا وقت آ چکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل ذکر نہ تھا، ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے

نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۲ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا

پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں سو ہم نے اس کو سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا، ہم نے اس کو راستہ دکھایا تو وہ شکر گزار

وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۳ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا ۴ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ

ہوگیا یا ناشکرا ہوگیا۔ بلاشبہ ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے، بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام

مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۵ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۶

سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی، یعنی ایسے چشمہ سے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے جس کو وہ بہا کر لے جائیں گے

انسانی ذرات میں:

۱: هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا (بیشک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے۔ جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا)

هَلْ اَتٰى آ چکا، گزر چکا علی الْاِنْسَانِ اس سے آدم علیہ السلام مراد ہیں۔ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ روح پھونکنے سے چالیس سال پہلے آپ کی تصویر بنائی گئی۔ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا اس کا نام نہ لیا جاتا تھا۔ اور نہ کوئی جانتا تھا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ وہ مٹی کے ذرات تھا جس پر زمانہ گزر رہا تھا۔ اور اگر وہ غیر موجود ہوتا تو پھر هل اتی نہ کہا جاتا کہ اس پر ایک زمانہ گزر رہا ہے۔ لم یکن شیئاً مذکوراً یہ حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے انسان ذوالحال ہے۔ مطلب یہ ہے اتی علیہ حین من الدھر غیر مذکور۔ انسان پر زمانہ کا ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ مذکور نہ تھا۔

۲: اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (ہم نے اس کو پیدا کیا) اولاد آدم۔ ایک قول یہ ہے اول بھی انسان سے مراد اولاد آدم ہے۔ اور حین

من الدھر سے اس صورت میں مراد اس کا ماں کے پیٹ میں ٹھہرنے کا زمانہ ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں میں قابل ذکر شئی بن گیا۔مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (ملے جلے نطفے سے) یہ صفت ہے نمبر۲۔ اس سے بدل ہے۔یعنی نطفہ سے جیسا کہ من نطفۃ [النحل:۴] اس میں دونوں پانی مل گئے۔اور مشج اور مزج کا ایک معنی ہوا۔اور نطفۃ امشاج یہ بُرمَۃٌ اعشارٌ (پتھر کی دیگ جس کو دس آدمی اٹھائیں) کی طرح ہے۔ یہ لفظ مفرد ہے جمع نہیں اسی لئے یہ مفرد کی صفت واقع ہوا ہے۔نَّبْتَلِيْهِ (اس طور پر ہے کہ ہم اس کو مکلف بنائیں) یہ حال ہے۔یعنی ہم نے اس کو پیدا کیا اس حال میں کہ ہم امرونہی سے اس کو آزمانے کا ارادہ کرنے والے تھے۔فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا (تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا) آنکھوں، کانوں والا بنایا۔

دوراستے:

۳ :اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ (ہم نے اس کو راستہ بتلایا) ہم نے اس کے سامنے ہدایت کا راستہ عقل وسمع کے دلائل سے واضح کردیا۔اِمَّا شَاكِرًا (یا تو وہ شکر گزار ہوگیا) ایمان لاکر۔ وَّ اِمَّا كَفُوْرًا (یا ناشکرا ہوگیا) کفر اختیار کر کے۔ یہ دونوں ھدیناہ کی ضمیر سے حال ہیں۔تقدیر کلام یہ ہے ان شکر اَوْ کفر فقد ھدیناہ السبیل فی الحالین اگرچہ وہ شکر اختیار کرے یا کفر ہم نے تو دونوں حالتوں میں اس کی راہنمائی راستہ کی طرف کردی ہے۔

نمبر۲: السبیل سے حال ہے۔ہم نے اس کو راستہ کی پہچان کرادی۔اس حال میں کہ وہ شکر گزاری والا راستہ ہو یا ناشکری والا۔اس صورت میں السبیل کی صفت کفر وشکر بطور مجاز بنیں گی۔

کفار کا انجام:

۴ : رَبط :جب فریقین کا ذکر کیا تو ان کے پیچھے جو ان کے لئے تیار کیا گیا اس کو ذکر کیا۔اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ (ہم نے کافروں کیلئے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں) سلاسل جمع سلسلہ کی ہے۔

قراءت :حفص نے بلا تنوین پڑھا ہے۔اسی طرح مکی، ابو عمرو، حمزہ نے بھی مگر دیگر قراء نے مناسبت کی خاطر تنوین پڑھی ہے۔وَاَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا (طوق اور آتش سوزاں) چونکہ یہ دونوں تنوین کے ساتھ ہیں تو ان کی مناسبت سے سلاسلًا پڑھا گیا۔کیونکہ غیر منصرف کو مناسبت کی وجہ سے منصرف پڑھنا جائز ہے۔اغلال جمع غُلّ کی ہے۔سعیرًا بڑھکتی آگ۔

ابرار کا بدلہ:

۵ : اور فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ (جو نیک ہیں) ابرار جمع برّ کی ہے۔یا بارٌّ کی جیسے رب وارباب وشاھد واشھاد۔ بَرّ جو ایمان میں سچا ہو یا جو باطن میں شر کو نہیں چھپاتے اور چیونٹی تک کو بھی دکھ نہیں دے۔يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ (وہ ایسے جام شراب سے پیویں گے) کاس سے کاس خمر، شراب کے جام، یہاں نفس خمر کو کاس کہہ دیا۔ایک قول یہ ہے الکاس شیشے کا گلاس جب اس میں شراب ہو۔

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ⑦ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ

وہ لوگ نذر کو پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی اور کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت کی وجہ سے

مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ⑧ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا

مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ

شُكُورًا ⑨ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ⑩ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ

نہیں چاہتے' بیشک ہم اپنے رب کی طرف سے ایک ایسے سخت دن کا اندیشہ رکھتے ہیں جو بہت ہی تلخ ہوگا' سو اللہ انہیں اس دن کی سختی سے محفوظ فرمائے گا

وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ⑪ وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ⑫ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى

اور انہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا' اور انہوں نے جو صبر کیا اس کے بدلہ میں انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا' وہ اس میں مسہریوں پر

الْأَرَائِكِ ۖ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ⑬ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ

تکیے لگائے ہوں گے' نہ وہاں دھوپ محسوس کریں گے اور نہ ٹھنڈک' اور ان پر اس کے سائے قریب ہوں گے اور اس کے پھل جھکے

قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ⑭ وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ⑮

ہوئے ہوں گے اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے اور آبخورے جو شیشے کے ہوں گے

قَوَارِيرَ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ⑯ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ⑰

وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا' اور اس میں انہیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی

قرأ حفص بغير الألف في الوصل فيهما، والوقف على الأول بالألف وعلى الثاني بغير الألف

كَانَ مِزَاجُهَا (اس کی آمیزش) كَافُورًا (کافور کی ہوگی) کافور کا پانی کیونکہ کافور جنت کے ایک چشمے کا نام ہے۔ جس کے پانی کی سفیدی کافور جیسی ہے اور اسی طرح کی خوشبو اور ٹھنڈک۔

۲: عَيْنًا تَجْو: یہ کافور کا بدل ہے۔ يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ (ایسے چشمے سے جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے پئیں گے) با مِن کے معنی میں ہے اس سے پئیں گے نمبر۲۔ باء زائدہ ہے۔ نمبر۳۔ یشرب بھا کا معنی یتلذذ بھا اس سے لذت حاصل کریں گے۔ نمبر۴۔ یشرب بھا یروی بھا کے معنی میں ہے ان کو اس سے سیراب کیا جائے گا۔ پہلے لفظ مِنْ لائے اور پھر حرف باء لائے۔ کیونکہ جام سے انکے پینے کی ابتداء ہوگی اور پہلی غایت ہے۔ باقی چشمہ تو اس کے پانی کو وہ ملا کر پئیں گے تو گویا اس طرح فرمایا یشرب عباداللہ بھا الخمر۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس سے شراب پئیں گے۔ يُفَجِّرُوْنَهَا (جس کو وہ بہا کر لے جائیں گے) اپنے مکانوں میں جہاں چاہیں گے جاری کرلیں گے۔ تَفْجِيرًا (آسانی کے ساتھ) کہ کسی قسم کی رکاوٹ نہ بنے گی۔

ایفائے نذر 'خوفِ قیامت اور صدقہ :

۷ : یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ (وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں) جو انہوں نے اپنے اوپر لازم کیا۔ یہ اس شخص کا جواب ہے جو یہ کہے ان کو کیا ہوا کہ وہ یہ رزق دیئے جا رہے ہیں؟ تو جواب دیا کہ وہ اپنے اوپر لازم کردہ باتوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ وفا بالنذر سے ان کی صفت بیان کر کے یہ کہا گیا کہ وہ کثرت سے ادائے واجبات کرتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص اپنے نفس پر اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی چیز لازم کر کے اتنی وفاداری کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جو اس پر واجب کی ہیں ان پر تو بدرجہ اولیٰ وہ کاربند ہوگا۔ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا (اور وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی) مستطیر پھیلنے والی۔ یہ استطار الفجر سے لیا گیا ہے۔

۸ : وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ (اور وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے کھانا کھلاتے ہیں) حُبّہ کی ضمیر طعام کی طرف راجع ہے۔ ای حب الطعام یعنی کھانے کی چاہت اور حاجت کے باوجود۔ نمبر۲۔ یا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر کھلاتے ہیں۔ مِسْكِیْنًا (مسکین کو) وہ فقیر جو کمائی سے عاجز ہو۔ وَّ یَتِیْمًا (اور یتیم کو) جس کا باپ نہ ہو۔ اس نابالغ کو یتیم کہتے ہیں۔ وَّاَسِیْرًا (قیدی کو) غلام یا دیگر۔

انتہاء کا خلوص :

۹ : پھر انہوں نے اپنے کھانا کھلانے کی وجہ ذکر کی۔ کہا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ (ہم تم کو محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں۔) یعنی ثواب حاصل کرنے کیلئے نمبر۲۔ یا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں کی بات ظاہر کی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو جانتے ہیں ان کے خلوص کی وجہ سے ان کی تعریف فرمائی اگرچہ وہ لوگوں کو زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً (نہ ہم تم سے بدلہ چاہیں) کوئی ہدیہ اس کھلانے پر وَّ لَا شُكُوْرًا (اور نہ شکریہ) تعریفی کلمات۔

نحو : یہ شکر کی طرح مصدر ہے۔

۱۰ : اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا (ہم اپنے رب کی طرف سے اندیشہ رکھتے ہیں) ہم تم سے اس صدقہ پر کوئی بدلہ کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ کے بدلہ پر عذاب و سزا کا ڈر ہے۔ نمبر۲۔ ہمیں اپنے رب کا ڈر ہے۔ پس اس کی خاطر ہم صدقہ کرتے ہیں۔ تاکہ ہم اس خوف (منتظر) سے محفوظ رہیں۔ یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا (ایک سخت اور تلخ دن کا) یہاں یوم کی صفت اشقیاء سے کی گئی ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ نهارك صائم حالانکہ دن تو روزہ دار نہیں ہوتا شدت التباس سے کہہ دیتے ہیں۔ والقمطریر سخت ترش روئی۔ جو آنکھوں کے مابین ماتھے پر ظاہر ہو۔

۱۱ : فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ (پس اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا) یعنی اس کی سختیوں سے بچائے گا۔ وَلَقّٰهُمْ (اور ان کو عطا فرمائے گا) فجار کی ترشروئی کے بدلے عنایت فرمائے گا۔ نَضْرَةً (تروتازگی) چہرے کا حسن وَّ سُرُوْرًا

(اور خوشی) دلوں میں فرحت۔

صبر کا بدلہ ملے گا:

۱۲ : وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا (اور ان کی پختگی کے بدلہ میں ان کو ان کا رب دے گا) ایثار پر جمے رہنے کی وجہ سے۔ یہ آیت علی و فاطمہ اور فضہ (لونڈی) رضی اللہ عنہم کے متعلق اتری جب حسن و حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو انہوں نے تین دنوں کی نذر مانی۔ علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے تین صاع جو لیے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہر روز ایک صاع پیس کر آٹا گوندھا۔ اور انہوں نے افطار کے وقت میں آنے والے مسکین، یتیم، اسیر کو روٹیاں دے دیں اور خود پانی سے روزہ افطار کیا۔ (قال الحکیم الترمذی، هذا الحدیث مزوق فهذا وا شباهه عامتها مفتعلة نوادر الاصول : ۲۴۶، ۲۴۷)۔ جَنَّةً (باغ جس میں خوشگوار کھانے کی اشیاء ہوں گی) وَّ حَرِيْرًا (اور ریشم) اس میں پر رونق لباس ہوگا۔

۱۳ : مُّتَّكِـِٕيْنَ

نحو : یہ جزاء ھم کے ھم سے حال ہے۔

فِيْهَا (اس حالت میں کہ وہ تکیہ لگائے ہوئے ہونگے) ھا کی ضمیر جنت کی طرف جاتی ہے۔ عَلَى الْاَرَآئِكِ (مسہریوں پر) تخت یہ اریکة کی جمع ہے۔ لَا يَرَوْنَ (نہ پاویں گے)

نحو : یہ متکئین میں ضمیر مرفوع سے حال ہے۔ ای غیر رائین نہ دیکھیں گے۔ فِيْهَا (اس باغ میں) شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (تپش نہ جاڑا) کیونکہ جنت میں سورج ہے اور نہ ہی زمہریر۔ جنت کے سائے دائمی اور اس کی ہوا معتدل نہ سورج کی دھوپ کہ جو گرمی پہنچائے اور نہ شدید سردی کہ کپکپائے اور ایذاء پہنچائے۔ حدیث میں وارد ہے جنت کی ہوا معتدل ہے نہ اس میں حرارت نہ برودت (زمخشری فی الکشاف) الزمهریر سخت سردی۔ ایک قول زمہریر سے مراد چاند ہے۔ جنت روشن ہے۔ اس میں سورج و چاند کی محتاجی نہیں ہے۔

۱۴ : وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا (اور یہ حالت ہوگی کہ درختوں کے سائے ان پر جھکے ہونگے) ان کے درختوں کے سائے ان کے قریب ہوں گے۔

جنت کے سائے:

نحو : اس کا عطف جنة پر ہے۔ وجنة اخری دانیة علیهم ظلالها۔ گویا ان سے دو باغوں کا وعدہ کیا گیا۔ کیونکہ ان کی تعریف خوف سے کی گئی۔ فرمایا : انا نخاف من ربنا۔ ہمیں اپنے رب کا خوف ہے۔ اور فرمایا ولمن خاف مقام ربه جنتان۔ (الرحمان۔۴۶) وَذُلِّلَتْ (اور ان کے اختیار میں ہونگے) کھڑے ہونے والے اور بیٹھنے والے اور ٹیک لگانے والے کیلئے برابر ہونگے۔ ای تدنو ظلالها علیهم فی حال تذلیل قطوفها علیهم ان کے سائے ان پر اس حالت میں تابع

ہونگے جیسا ان کے پھلوں کا توڑنا۔ نمبر۲۔ دانیۃ پر معطوف ہے ای ودانیۃ علیہم ظلالھا ومذللۃ قطوفھا اور ان کے سائے ان کے قریب ہونگے اور ان کا پھل توڑنا ان کے تابع ہوگا۔ قُطُوْفُھَا (ان کا توڑنا) ان کے پھلوں کا توڑنا۔ قطوف جمع قطف کی ہے۔ تَذْلِیْلًا (اختیار میں کرنا)

جنت کے برتن:

۱۵ : وَیُطَافُ عَلَیْھِمْ بِاٰنِیَۃٍ مِّنْ فِضَّۃٍ (اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جاوینگے) ان کے خدام ان پر شراب کے جام گھمائیں گے۔ الآنیہ جمع اناء۔ پانی کا برتن۔ وَّاَکْوَابٍ (آبخورے) یعنی چاندی کے اکواب جمع کوب ایسا لوٹا جس کا دستہ نہ ہو۔ کَانَتْ قَوَارِیْرَا (جو شیشے کے ہونگے) یہ کان تامہ ہے۔ ای کوّنت فکانت قواریرا بتکوین اللہ۔ ان کو بنایا گیا پس وہ اللہ تعالیٰ کے بنانے سے قواریر بن گئے۔

نحو : حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

۱۶ : قَوَارِیْرَا مِنْ فِضَّۃٍ (وہ شیشے چاندی کے ہونگے) یعنی چاندی سے بنے ہونگے۔ وہ چاندی کی سفیدی اور اس کے حسن کے جامع ہونگے اور صفائی اور شفافیت میں شیشے جیسے ہونگے۔ اس طرح کہ باہر سے اندر کا تمام مشروب نظر آ جائے گا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قواریر۔ ہر زمین کے (قواریر) شیشے اس کی زمین سے ہوتے ہیں اور جنت کی زمین چاندی کی بنی ہے۔

قراءت : نافع، کسائی، عاصم اور ایک روایت میں ابوبکر نے تنوین دونوں میں پڑھی ہے۔ اور حمزہ، ابن عامر، ابوعمرو، حفص نے دونوں میں بلاتنوین پڑھا ہے۔ اور ابن کثیر نے اول میں تنوین۔ اور وہ تنوین بھی پہلی آیات کی مناسبت کی وجہ سے ہے۔ اور دوسری میں تنوین پہلے کی اتباع کی وجہ سے ہے۔ اور پہلے پر وقف کے متعلق کہا گیا ہے مگر قابل اعتماد نہیں کیونکہ دوسرا پہلے کا بدل ہے۔ قَدَّرُوْھَا تَقْدِیْرًا (جن کو بھرنے والوں نے ایک مناسب اندازہ سے بھرا ہوگا) یہ قواریر من فضۃ کی صفت ہے یعنی اہل جنت مخصوص شکلوں میں ان کو بھریں گے اور انہوں نے اتنا ہی بھرا جتنا بطور اکرام اندازہ کرنا چاہیے۔ نمبر۲۔ پلانے والے ان کو پینے والوں کی سیرابی کے مطابق بھریں گے۔ وہ ان کے لئے نہایت لذیذ وخفیف ہوگا۔ مجاہد کا قول یہ ہے نہ بہے گا اور نہ خشک وکم ہوگا۔

۱۷ : وَیُسْقَوْنَ (اور ان کو پلایا جائے گا) یعنی ابرار کو فِیْھَا (اس میں) یعنی جنت میں کَاْسًا (جام شراب) کَانَ مِزَاجُھَا زَنْجَبِیْلًا (اس میں سونٹھ کی ملاوٹ ہوگی)

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ

یعنی ایسے چشمہ سے جس کا نام سلسبیل ہوگا اور ان کے پاس ایسے لڑکے آمد و رفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے' اے مخاطب اگر تو انہیں دیکھے

حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ

تو یوں سمجھے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں' اور اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھے بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے گی' ان پر

ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ

باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے بھی' اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں

شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ ع ۲۲ ۱۹

شراب طہور پلائے گا بلاشبہ یہ تمہاری جزا ہے اور تمہاری کوشش کی قدر دانی کی گئی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ ۚ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا

بلاشبہ ہم نے آپ پر قرآن اتارا تھوڑا تھوڑا کر کے' سو آپ پروردگار کے حکم پر جمے رہیے اور ان میں سے کسی فاسق کافر کی

اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ ۚ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ ۖ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا

بات نہ مانیے اور صبح و شام اپنے رب کا نام ذکر کیجئے اور رات کے حصہ میں اس کو سجدہ کیجئے اور رات کو بڑی دیر تک

طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾

اس کی تسبیح کیجئے' بلاشبہ یہ لوگ جلدی والی چیز سے محبت کرتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن چھوڑ بیٹھے ہیں

چشمہ سلسبیل:

۱۸ : عَيْنًا یہ زنجبیل کا بدل ہے۔ فِيْهَا (جنت میں) تُسَمّٰى (ایسے چشمے سے جو وہاں ہوگا جس کا نام ہوگا) یعنی اس چشمے کا نام سَلْسَبِيْلًا (سلسبیل) چشمے کا نام زنجبیل اس لئے رکھا گیا کہ اس میں سونٹھ کا ذائقہ ہوگا۔ اہل عرب اس سے لذت حاصل کرتے اور اس کو عمدہ قرار دیتے تھے۔ اور اس کو سلسبیل اس لیے کہا کہ وہ حلق میں جلدی سے اتر جائے گا اور اس کا نگلنا آسان ہوگا۔

قول ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ:

ماء سلسبیل یعنی میٹھا پاکیزہ پانی۔

۱۹ :وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ (اوران کے پاس ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے) غلمان جن کواللہ تعالیٰ ایمان والوں کی خدمت کیلئے پیدا فرمائیں گے۔نمبر۲۔کفار کی چھوٹی اولاد کواہل جنت کا خادم بنادیا جائے گا۔مُّخَلَّدُوْنَ (جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے) جونہ مریں گے۔اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ (اے مخاطب! اگرتو ان کو دیکھے تو یوں سمجھے) حسن اوررنگت کے نکھار اور مجالس میں بکھرنے کی وجہ سے لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا (وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں) موتی کومنثور یعنی بکھرنے سے خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بکھرا موتی پروئے موتی سے زیادہ خوبصورت لگتا ہے۔

۲۰ :وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ (اے مخاطب !اگرتو اس جگہ کو دیکھے)ثَمَّ۔یہ ظرف ہے۔اس جگہ سے مراد جنت ہے۔رأیت کا کوئی مفعول ظاہر نہیں ہے۔اور نہ ہی مقدر ہے۔تاکہ ہر ہر مرئی چیز میں شائع ہو اس کی تقدیر عبارت اس طرح ہے۔واذا اکتسبت الرویة فی الجنة ۔اور جب تم جنت میں رؤیت کرلو۔رَاَيْتَ نَعِيْمًا (پھر تو بہت سی نعمتیں دیکھے گا)وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا (اور بڑی سلطنت) اوروسیع ملک ۔کبیر وسیع کے معنی میں ہے۔

روایت میں ہے ادنیٰ جنتی کو ایسی بادشاہت ملے گی کہ وہ ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔وہ اپنی سلطنت کے قریبی حصہ کو جس طرح دیکھے گا اسی طرح اس کے آخری حصہ کو بھی دیکھے گا۔[رواہ احمد: ۶۴/۲ الترمذی: ۲۵۵۶] ایک قول یہ ہے ایسی بادشاہی جس کو زوال نہیں ۔نمبر۲۔اس میں ان کو اپنی چاہت کے مطابق ہر چیز میسر ہوگی ۔نمبر۳۔ان کو فرشتے سلام کریں گے اوران کے پاس اجازت لے کر داخل ہونگے۔

جنتیوں کے کپڑے:

۲۱ :عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ (ان جنتیوں پر ایک باریک ریشم کے سبز کپڑے ہونگے)

نَحو :یطوف علیھم کی ضمیر سے حال ہونے کی بناء پر عالیھم منصوب ہے۔ای یطوف علیھم ولدان عالیا للمطوف علیھم۔ ثیاب ۔سکون کے ساتھ مدنی ،حمزہ نے پڑھا۔ نَحو :اس کو مبتدأ قرار دیا اس کی خبر ثیاب سندس ہے۔مایعلوھم من ملابسھم ثیاب سندس جوان کے اوپر والے کپڑے ہیں وہ ایک بار ریشم کے ہونگے ۔سندس :باریک ریشم خضرٌ یہ اخضر کی جمع ہے وَّ اِسْتَبْرَقٌ موٹا دونوں مرفوع ہیں۔اس صورت میں ثیاب سے متعلق ہونگے ۔نافع وحفص نے اسی طرح پڑھا ہے۔اور حمزہ، علی نے مجرور پڑھا اور سندس پر محمول کیا ہے۔دیگر قراء نے اول کا رفع اور ثانی کا جر پڑھا ہے یا اس کا عکس۔وَّحُلُّوْآ (اوران کو پہنائے جائیں گے)

نَحو :اس کا عطف ویطوف علیھم پر ہے۔اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ (چاندی کے کنگن)اور سورۃ الملائکۃ میں ہے یحلون فیھا من اساور من ذھب ولؤلؤ [فاطر:۳۳]

قول ابن مسیّب:

ہر جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہونگے۔ ایک چاندی، دوسرا سونے اور تیسرا موتی کا ہوگا۔ وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ (اوران کا رب ان کو پینے کو دے گا) یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف پلانے کی نسبت عظمت وتشریف اور تخصیص ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ملائکہ ان کو شراب پیش کریں گے تو وہ انکار کردیں گے۔ اور کہیں گے ہم تو عرصہ سے ان کو غلمان کے ہاتھوں پی رہے ہیں۔ اچانک پیالے خود بخود بغیر ہاتھوں کے ان کے مونہوں تک پہنچ جائیں گے۔

شرابِ جنت:

شَرَابًا طَھُوْرًا (پاکیزہ شراب) اس میں دنیا کی شراب والی پلیدی نہ ہوگی۔ شراب کی پلیدی شرع سے ثابت ہے عقل سے نہیں۔ اور وہاں تکلیف نہیں (پس اس شراب کی پلیدی کا کوئی معنی نہیں)۔ نمبر۲۔ اس کو ہاتھوں نے نچوڑا نہیں کہ میل والے ہاتھ اس تک پہنچیں اور میلے قدم اس کو روندنے پائیں۔ محض قدرت الٰہی سے وہ تیار ہوگی۔

۲۲: اہل جنت کو کہا جائے گا اِنَّ ھٰذَا کَانَ لَکُمْ جَزَآءً (یہ تمہارا صلہ ہے) ھذا سے مراد نعمتیں جزآء یعنی تمہارے اعمال کی جزاء ہے۔ وَّکَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا (اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی) قابل تعریف اور مقبول ہمارے ہاں پسندیدہ ہوئی۔ جبکہ تم نے یتیم، اسیر، مسکین کو کہا۔ لا نرید منکم جزاء و لا شکورا۔ ہم تم سے بدلہ وشکریے کے طالب نہیں۔

قرآن کی نعمت:

۲۳: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا (ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے) ضمیر کو دوبارہ لائے اول ضمیر اِنَّ کا اسم بن گئی۔ دراصل اس سے تاکید درتاکید مقصود ہے کہ قرآن مجید کا اتارنا اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سے خاص ہے۔ تاکہ آپ کے دل میں یہ بات اور زیادہ پختہ کردی جائے کہ جب قرآن مجید کو اتارنے والے اللہ تعالیٰ ہیں تو تھوڑا اتارنا یقیناً حکمت اور بہتری کے پیش نظر ہے۔ اور آپ کا اس پر ایذاء کو سہنا حکمت سے خالی نہیں۔ اسی طرح اہل مکہ جو آپ کی دشمنی میں پیش پیش ہیں ان کے خلاف آپ کی نصرت میں تاکید حکمت بیش کی وجہ سے ہے۔

۲۴: فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ (آپ اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کیے رہیے)

کافر و گنہگار کے پیچھے نہ چلیں:

وَ لَا تُطِعْ مِنْھُمْ (آپ ان میں سے کسی کے کہنے پر نہ آیئے) ھُم سے کفار مراد ہیں۔ اس بات سے اکتا کر کہ کامیابی میں تاخیر ہو رہی ہے۔ اٰثِمًا (فاسق) جو گناہ کا مرتکب، اور آپ کو گناہ کی طرف دعوت دینے والا ہو۔ اَوْ کَفُوْرًا (یا کافر) کفر کا مرتکب اور آپ کو کفر کی طرف بلانے والا ہو۔ کیونکہ وہ آپ کو اپنی معاونت کی طرف یا تو اس فعل کی شرط پر دعوت دیتے ہونگے جو گناہ ہے

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝۲۸ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ

ہم ہی نے انہیں پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ مضبوط بنائے اور ہم جب چاہیں ان کے جیسے لوگ بدل دیں' بلاشبہ یہ نصیحت ہے

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝۲۹ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے' اور اللہ کی مشیت کے بغیر تم کچھ نہیں چاہ سکتے' بلاشبہ اللہ علیم ہے

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۳۰ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۳۱

حکیم ہے وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے اور جو ظالم ہیں ان کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

یا کفریا گناہ نہیں اور نہ کفر۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلی دو صورتوں کی مساعدت پر ممانعت کر دی۔ نہ کہ تیسری۔

ایک قول گناہ گار سے یہاں عتبہ مراد ہے کیونکہ وہ گناہوں اور فسوق کا رسیا تھا۔ اور کافر سے الولید مراد ہے۔ کیونکہ وہ کفرو انکار میں غلو کرنے والا تھا۔

قول ظاہر یہ ہے کہ ہر گناہ گار اور کافر مراد ہے۔ کہ ان میں سے کسی کی بھی بات نہ مانیں، جب ایک کی بات ماننے سے روکا تو دونوں کی بات تسلیم کرنے سے روکنا خود ہو گیا۔ اور الگ بھی ممانعت ہر ایک کے لئے ثابت ہو گئی۔ اور اگر یہ واؤ کے ساتھ ہو تو پھر جائز ہے کہ ان میں سے ایک کی بات مانیں۔ کیونکہ واؤ جمع کیلئے ہے پس دونوں کی اکٹھی اطاعت سے ممانعت ہو گی نہ کہ کسی ایک کی اطاعت سے۔ ایک قول یہ ہے او بمعنی ولا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ولا تطع اثما و لا کفورًا۔ نہ اطاعت کر گناہ گار کی اور نہ کافر کی۔

۲۵: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (اور اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیجیے) اذکر سے مراد نماز پڑھو۔ بکرۃ سے صلاۃ الفجر اور اصیلا سے نماز ظہر و عصر۔

رات کا سجدہ:

۲۶: وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ (اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اس کو سجدہ کیجئے) اور رات کا بعض حصہ پس مغرب و عشاء کی نمازیں ادا کریں۔ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا (اور رات کے بڑے حصے میں اس کی تسبیح کیجئے) رات کے دو حصے جو کہ لمبا حصہ ہے تہجد کی نماز ادا کریں یا نصف رات یا ثلث لیل۔

۲۷: اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ (بیشک یہ) کافر يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ (عاجلہ سے محبت کرتے ہیں) عاجلہ سے محبت کا مطلب آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دینا ہے۔ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ (اور اپنے آگے چھوڑ بیٹھے ہیں) وراء کا معنی آگے یا ان کی پیٹھوں کے پیچھے۔ يَوْمًا ثَقِيْلًا (ایک بھاری دن) ثقیل کا معنی شدید ہے کہ یہ اس کی پرواہ نہیں کرتے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ کیونکہ اس کے شدائد کفار پر انتہائی شدید ہونگے۔

۲۸ :نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ (ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کیے) شددنا ہم نے مضبوط کیا۔ اسرھم ان کی خلقت۔ یہ قول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور فراء کا ہے۔ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا (اور جب ہم چاہیں تو انہی جیسے لوگ ان کی جگہ بدل دیں) یعنی جب ہم چاہیں کہ ان کو ہلاک کرنا ہے تو ہلاک کر ڈالیں گے اور ان کی جگہ اور لوگ بدل دیں گے جو خلقت میں ان جیسے انسان ہونگے مگر مطیع وفرمانبردار ہونگے۔

۲۹ :اِنَّ هٰذِهٖ (بیشک یہ) سورت تَذْكِرَةٌ (نصیحت ہے) فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (پس جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرنا) تو طاعت سے اور اس کے رسول کی اتباع سے اس کا تقرب حاصل کرلے۔

۳۰ :وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (اور بدوں اللہ تعالیٰ کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے) ماتشاؤن تم چاہ نہیں سکتے اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ اختیار کرنا۔

قراءت: مکی، شامی، ابوعمرو نے یشاؤن پڑھا ہے۔

نحو: الا ان یشاء اللہ۔ یہ ظرفیت کی وجہ سے محلا منصوب ہے۔ ای الا وقت مشیة اللہ۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو اس کیلئے چاہیں گے جس کے متعلق وہ جانتے ہیں۔ کہ اس نے اس راستہ کو اختیار و پسند کرلیا۔ ایک قول یہ ہے یہ اطاعت وعصیان اور کفر وایمان میں عموم مشیت کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ اس صورت میں یہ معتزلہ کے خلاف ہم اہل سنت کی دلیل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا) ان احوال کے متعلق جو ان سے پیش آئیں گے۔ حَكِيْمًا (حکمت والا ہے) افعال واقوال میں مُصِیب ہے۔

جنت اسکی رحمت سے:

۳۱ :يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ (وہ جس کو چاہے داخل کرلیتا ہے) اس سے مراد مؤمن ہیں۔ فِيْ رَحْمَتِهٖ (اپنی رحمت میں) اپنی جنت میں کیونکہ جنت اس کی رحمت ہی سے ملے گی۔ یہ معتزلہ کے خلاف ہماری دلیل ہے کیونکہ ان کے بقول اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمام کو اپنی رحمت میں داخل کرے۔ کیونکہ اس نے تمام کا ایمان چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں خبر دی کہ وہ جس کو چاہے گا اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا اور اسی ہی کی ذات کو علم ہے کہ وہ ہدایت کو اختیار کرے گا۔ وَالظّٰلِمِيْنَ (اور ظالموں کیلئے) یہاں ظالم سے کافر مراد ہیں۔ کیونکہ انہوں نے عبادت کو غلط مقام پر استعمال کیا۔ یہ حالت نصبی میں واقع ہے۔ اس فعل کی وجہ سے جس کی تفسیر اَعَدَّ کر رہا ہے۔ مثلاً اوعد الظالمین یا کافأ الظالمین۔ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے)

الحمد للہ سورۃ الانسان کا تفسیری ترجمہ قبل از جمعہ اختتام پذیر ہوا۔

والحمد لله على ذلك حمدًا كما امر

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مرسلات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پچاس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی جاتی ہیں، پھر ان ہواؤں کی جو تختی کے ساتھ چلتی ہیں، اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں، پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو

فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَاِذَا

جدا کر دیتی ہیں، پھر ان ہواؤں کی جو اللہ کی یاد کا القاء کرنے والی ہیں توبہ کے طور پر یا ڈرانے کے طور پر بات یہی ہے کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے، سو جب

النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ

ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے اور جب پیغمبر

اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾

معین وقت پر جمع کئے جائیں گے، کس دن کیلئے ان کا معاملہ ملتوی کیا گیا۔ فیصلہ کے دن کیلئے اور آپ کو معلوم ہے فیصلہ کا دن کیا ہے،

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾

بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے۔

ہواؤں کی اقسام:

۱،۲،۳،۴،۵،۶ : وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ○ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ○ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ○ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ○ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ○ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا (قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کیلئے بھیجی جاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہیں۔ اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو اللہ کی یاد یعنی توبہ کا یا ڈرانے کا القاء کرتی ہیں۔) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ان جماعتوں کی قسم اٹھائی ہے جن کو مختلف کاموں پر بھیجتے ہیں۔ پس وہ احکام کی تعمیل میں تیزی سے چلتے ہیں اور ان فرشتوں کی جماعتوں کی قسم جو اپنے پروں کو اس وقت پھیلاتے ہیں جب وہ وحی لے کر اترتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے احکامات کو زمین میں پھیلاتے ہیں۔ یا کفر و جہالت سے مرے ہوئے نفوس کو وحی کے ذریعہ وہ زندہ

کرتے ہیں۔پس وہ فرشتوں کی جماعتیں حق و باطل میں جدائی کرتی ہیں۔پس انبیاء علیہم السلام کی طرف نصیحت کا القاء کرتی ہیں تا کہ حق پرستوں کیلئے عذر کا باعث ہو اور باطل پرستوں کیلئے ڈراوے کا ذریعہ بنے۔

نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہواؤں کی قسم اٹھائی جن سے اقوام کو عذاب دیا۔ پس ان کو بھیجا پس وہ چلیں بہت تیز۔ اور ان ہواؤں کی جو فضاء میں بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ پھر جدا جدا کرتی ہیں۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ویجعلہ کسفا [الروم:۴۸] پس وہ ذکر کا القاء کرتی ہیں۔ خواہ ان لوگوں کے عذر کیلئے جو توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت چاہتے ہیں۔ اور استغفار کے ذریعہ معذرت کرتے ہیں جب وہ بادلوں میں اللہ تعالیٰ کا انعام دیکھتے ہیں۔ اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ یا ان لوگوں کو ڈرانے کیلئے جو ناشکرے ہیں اور بارش کی نسبت ستاروں کی طرف کرتے ہیں۔ ان ہواؤں کو ملقیات ذکرا اس لئے کہا کہ وہ ذریعہ ہیں۔ عرفًا

نحو : یہ حال ہے ای متتابعۃ پے در پے جیسے گھوڑے کی گردن کے بال جو ایک دوسرے کے پیچھے ہوتے ہیں۔ نمبر۲۔ یہ مفعول لہ ہے۔ وہ ہوائیں احسان و بھلائی کی خاطر بھیجی جاتی ہیں۔

عصفاً و نشرا نحو : یہ دونوں مصدر ہیں۔ مفعول مطلق ہیں۔

قراءت: اونذرا ابو عمرو، کوفی سوائے ابو بکر اور حماد کے بلا تنوین پڑھا ہے۔ العذر والنذر۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔ عذر الاساءۃ جب وہ برائی کو مٹائے اور انذر سے نذر ہے۔ جب کہ وہ ڈرائے یہ فُعل کے وزن پر ہے جیسے کفر، شکر یہ دونوں ذکرًا سے بدلیت کی بناء پر منصوب ہیں۔ یا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے۔

۷ : اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ (کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے) یعنی قیامت کا دن جس کی آمد کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ لَوَاقِعٌ (وہ ضرور ہونے والی ہے) اترنے والی ہے۔ اس کی آمد میں کوئی شبہ نہیں۔

نحو : یہ جواب قسم ہے یہاں تک وقف نہیں ہے کیونکہ جواب قسم سے متصل ہوتا ہے۔

منظر قیامت:

۸ : فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ (پس جب ستارے بے نور ہو جائیں گے) مٹا دیئے جائیں گے۔ یا ان کی روشنی جاتی رہے گی۔

نحو : فَاِذَا کا جواب محذوف ہے اور اس میں عامل اس کا جواب ہے۔ اور وہ فعل کا واقع ہونا وغیرہ ہے اور النجوم یہ اس فعل کا فاعل ہے۔ جس کی تفسیر طمست کر رہا ہے۔

۹ : وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (اور جب آسمان پھٹ جائے گا) کھول دیا جائے گا پس وہ دروازے دروازے نظر آئے گا۔

۱۰ : وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ (اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے) ان کو ان کے مقامات سے اکھاڑ دیا جائیگا۔

۱۱ : وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ (اور جب پیغمبر وقت معین پر جمع کیے جائیں گے) اقتت اصل میں وقتت ہے جیسا کہ ابو عمرو کی قراءت میں ہے واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا گیا۔ توقیت رسل کا مطلب اس وقت کا واضح کر دینا جس میں ان کو شہادت کیلئے حاضر ہونا ہے تا کہ وہ اپنی امتوں کے متعلق گواہی دیں۔

۱۲ : لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ (کس دن کیلئے پیغمبروں کا معاملہ ملتوی رکھا گیا ہے) مؤخر کیا گیا اور مہلت دے دی گئی۔ اس میں اس دن کی عظمت کو بتلایا اور اس کی ہولناکی پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ جیسا کہ وقت میں کوئی وقت ٹھہرا لیا جاتا ہے۔

۱۳ : لِیَوْمِ الْفَصْلِ (فیصلہ کے دن کیلئے) یہ یوم مؤجل کا بیان ہے۔ وہ دن ہے جس میں مخلوقات کا باہمی فیصلہ ہوگا۔

فیصلے کا دن:

۱۴ : وَمَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ (اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ فیصلہ کا دن کیا کچھ ہے) اس میں پھر تعجب کا اظہار کیا گیا اور اس کے معاملے کی بڑائی کو ظاہر کیا گیا۔

۱۵ : وَیْلٌ (بڑی خرابی ہے)

نحو : نکرہ ہونے کے باوجود مبتدأ ہے کیونکہ اصل کے اعتبار سے مصدر منصوب ہے۔ جواپنے فعل کے قائم مقام آ گیا۔ لیکن نصب سے رفع کی طرف عدول کیا گیا۔ کیونکہ ہلاکت کے دوام وثبات کو ظاہر کرتا ہے جس کے لئے یہ بددعا کی جائے۔ اور اس کی مثال سلامٌ علیکم [القصص:۵۵] اس کی خبر للمکذبین ہے۔

یَوْمَئِذٍ (اس دن) نحو : یہ اس کا ظرف ہے۔ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ (جھٹلانے والوں کیلئے) جو اس دن کو جھٹلاتے ہیں۔

نحو : یہ ویلٌ کی خبر ہے۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٧﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٨﴾

کیا ہم نے اگلے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا پھر پچھلے لوگوں کو ان ہی کے ساتھ کر دیں گے ہم مجرمین کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں'

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٩﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿٢٠﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ

اس روز حق جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے نہیں پیدا کیا سو ہم نے اسے ٹھہرانے کی محفوظ

مَّكِيْنٍ ﴿٢١﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢٢﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

جگہ میں ایک وقت مقرر تک رکھا' سو ہم نے ایک اندازہ ٹھہرا دیا سو ہم کیسے اچھے اندازہ ٹھہرانے والے ہیں' اس دن بڑی خرابی ہے

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا

جھٹلانے والوں کے لئے' کیا ہم نے زمین زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنائی اور ہم نے اس میں اونچے اونچے

رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾

پہاڑ بنا دیئے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا' اس روز بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے۔

اِنْطَلِقُوْآ اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْآ اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾

تم اس کی طرف چلو جس کو جھٹلایا کرتے تھے' ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں

جھٹلانے والوں کی ہلاکت:

۱۶: اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ (کیا ہم اگلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر چکے) جھٹلانے والی اقوام جو گزشتہ زمانوں میں ہوئیں۔

۱۷: ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ (پھر پچھلوں کو بھی ان کے ساتھ ساتھ کر دیں گے) یہ وقف کے بعد جملہ مستانفہ ہے۔ یہ اہل مکہ کے نام وعید ہے کہ پھر ہم ان جیسے پچھلوں سے بھی وہی سلوک کریں گے جو پہلوں کے ساتھ کیا کیونکہ انہوں نے اسی طرح تکذیب کی جیسا انہوں نے کی۔

۱۸: كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس جیسا سخت معاملہ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ (ہم مجرمین کے ساتھ کیا کرتے ہیں)۔ ہر اس شخص سے جو جرم کرے۔

۱۹: وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) اس کے سبب جو ہم نے وعدہ کیا ہے۔

۲۰: اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی سے نہیں بنایا) مھین حقیر اور وہ نطفہ ہے۔

۲۱ : فَجَعَلْنٰهُ (پھر ہم نے اس کو رکھا) یعنی پانی کو فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (ایک محفوظ جگہ میں) مقررہ جگہ جہاں کوئی چیز ٹھہرے۔ اور وہ رحم ہے۔

۲۲ : اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (ایک وقت مقررہ تک)

نحو : یہ محلاً حال ہے۔ اس کو وقت کی ایک مقدار تک مؤخر کیا۔ معلوم اللہ تعالیٰ کو وہ معلوم ہے اور اسی نے ہی فیصلہ فرمایا ہے۔ اور وہ نو ماہ یا اس سے اوپر یا اس سے کم۔

۲۳ : فَقَدَرْنَا (غرض ہم نے ایک اندازہ ٹھہرایا) پس ہم نے اس کا ایک اندازہ کیا۔ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ (پس ہم کیسے اچھے اندازہ کرنے والے ہیں) پس ہم اس کا خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔ نمبر۲۔ پس ہم اس پر قدرت رکھتے ہیں پس ہم اس پر کیا خوب قدرت رکھنے والے ہیں۔ فَقَدَّرنا۔ پہلی تشدید والی قرءات نافع و علی کے زیادہ مناسب ہے۔ اور اس قول باری تعالیٰ کی وجہ سے بھی من نطفة خلقهٗ فقدرهٗ [عبس:۱۹]

۲۴ : وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) جو جھٹلاتے ہیں فطرت کے انعامات کو۔

۲۵ : اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا (کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا) کِفات۔ یہ کَفَتَ الشَّیَٔ سے لیا گیا۔ جب اس کو ملائے اور جمع کرے یہ اسم ہے اس چیز کیلئے بولا جاتا ہے جو کفایت کرے سمیٹے۔ جیسا کہ عرب کا قول الضمام اس کو بولتے ہیں جو ملائے اور اس کی وجہ سے احیاءً و امواتًا منصوب ہے۔ گویا کلام اس طرح ہے کافتة احياء و امواتًا۔ وہ زمین مردوں اور زندوں کو سمیٹنے والی ہے۔ نمبر۲۔ اس کا فعل محذوف ہے اور کفاتًا اس پر دلالت کرتا ہے اور وہ تَكْفِتُ ہے کلام اس طرح ہے: تكفت احياءً على ظهرها و امواتا في بطنها۔ زمین نے زندوں کو پشت پر سمیٹ رکھا ہے اور مردوں کو اپنے بطن میں۔

۲۶ : اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا (زندوں اور مردوں کو) ان کی تنوین تفخیم کے لئے ہے کلام اس طرح ہے: تكفت احياء لا يعدون و امواتا لايحصرون۔ وہ لاتعداد زندوں اور مردوں کو سمیٹتی ہے۔

۲۷ : وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ (اور ہم نے اس میں پہاڑ بنائے گڑے رہنے والے پہاڑ)۔ شٰمِخٰتٍ (بلند) وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا (ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا)

۲۸ : وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (جھٹلانے والوں کیلئے اس روز بڑی خرابی ہے) جو ان نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں۔

۲۹ : اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (تم اس عذاب کی طرف چلو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) یعنی کفار کو قیامت کے دن کہا جائے گا تم اس آگ کی طرف چلو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

۳۰ : اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں) انطلقوا کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ ظل سے مراد جہنم کا دھواں ہے۔ ثلاث شعب وہ کئی شاخوں میں بٹا ہوگا جن میں تین بڑی ہونگی۔ اور اسی طرح بڑا دھواں تین بڑے حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔

لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ إِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَأَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾

جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے' وہ انگارے پھینکے گا۔ جیسے بڑے بڑے محل' جیسے کالے کالے اونٹ بڑی خرابی ہے

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

اس دن جھٹلانے والوں کے لئے یہ وہ دن ہو گا جس میں بول نہ سکیں گے اور انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ عذر کر سکیں'

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْأَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾

بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے یہ فیصلہ کا دن ہے ہم نے تمہیں اور اگلے لوگوں کو جمع کیا ہے'

فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع ع ۲۱

سو اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہے تو میرے مقابلے میں اس تدبیر کو استعمال کرلو' بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا

بلاشبہ پرہیز گار لوگ سایوں میں اور چشموں میں اور ایسے میووں میں ہوں گے جن کی اشتہاء ہو گی' کھاؤ اور پیو

هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

مبارک طور پر ان اعمال کے عوض جو تم کرتے تھے' بلاشبہ ہم اسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں' بڑی خرابی ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا إِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

جھٹلانے والوں کے لئے کھاؤ اور برت لو تھوڑے سے دن بے شک تم مجرم ہو۔ بڑی خرابی ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾

جھٹلانے والوں کے لئے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھکو تو نہیں جھکتے بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے

فَبِأَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ع ۲۲

سو قرآن کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

۳۱: لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ (جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے) ظلیل یہ ظل کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہے وہ اس دن کی گرمی اور آگ کی حرارت سے سایہ دینے والے نہ ہوگا۔ ولا یغنی یہ محل جر میں واقع ہے۔ ای و غیر مغن عنھم وہ ان کو فائدہ دینے والا نہ ہوگا۔ من اللھب یعنی من حر اللھب بھڑک کی حرارت سے وہ ذرہ بھر کام نہ دے گا۔

محل جیسی چنگاری:

۳۲ : اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (وہ انگارے برسائے گا جیسے بڑے بڑے محل) انھا یعنی وہ آگ الشرر آگ سے اڑنے والی چنگاریاں کالقصر محل کی طرح بڑی بڑی ہونگی۔ ایک قول یہ ہے گھنے درخت اس کا واحد قَصْرَةٌ ہے۔

۳۳ : كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (جیسے کالے کالے اونٹ)

قراءت: کوفیوں نے سوائے ابوبکر کے جِمَالَةٌ پڑھا ہے۔ جمع جَمَلٍ کی ہے دیگر قراء نے جِمَالَاتٌ پڑھا جو کہ جمع الجمع ہے۔ صفر جمع اصفر یعنی ایسا سیاہ جو زردی کی طرف مائل ہو۔ ان انگاروں کو محلات سے تشبیہ دی کہ محلات جیسے بلند اور بڑے ہوتے ہیں اسی طرح وہ انگارے بڑے بڑے اور اونچے ہونگے۔ اور اونٹوں سے تشبیہ لمبائی' بڑائی اور رنگت میں دی۔

۳۴ : وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن جھٹلانے والوں کیلئے بڑی خرابی ہے) بڑی خرابی اس لئے ہے کیونکہ وہ ان صفات سے متصف ہوگی۔

۳۵ : هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ (یہ وہ دن ہوگا جس دن وہ بول نہ سکیں گے) یوم کو نصب سے پڑھا گیا ہے۔ کلام اس طرح ہے۔ ھذا الذی قص علیکم واقع یومئذٍ۔ یہ جو تم پر بیان ہوا وہ اس دن پڑنے والا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

آپ سے اس آیت اور ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون [الزمر:۳۱] کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اس دن کئی مواقف و مواقع ہیں۔ بعض میں وہ جھگڑیں گے اور بعض مواقع میں بات تک نہ کریں گے۔ نمبر۲۔ لا ینطقون ما ینفعھم ایسی بات نہ کریں گے جو ان کو مفید ہو۔ ان کی بات کو عدم نطق سے تعبیر کیا۔ (کیونکہ وہ بات نہ بات کرنے جیسے ہوگی)

۳۶ : وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ (اور نہ انکو اجازت ہوگی۔ پس عذر بھی نہ کرسکیں گے) فیعتذرون کا عطف یوذن پر ہے۔ اور یہ بھی نفی کی لڑی میں پرویا ہوا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ لا یکون لھم اذن و لا اعتذار۔ نہ ان کو اجازت اور نہ معذرت کرنا ہوگی۔

۳۷ : وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن جھٹلانے والوں کیلئے بڑی خرابی ہوگی) جو کہ اس دن کو جھٹلانے والے ہیں۔

فیصلے اور جمع کا دن:

۳۸ : هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ (یہ فیصلے کا دن ہے) اس میں حق پرست اور باطل پرست میں فیصلہ کیا جائے گا۔ اسی طرح محسن، بدسلوکی والے کو بدلہ دیا جائے گا۔ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ (ہم نے تم کو اور اگلوں کو جمع کر لیا) کم سے مراد وہ مخاطبین جو آپ کی تکذیب کرنے والے تھے۔ الاولین سے مراد وہ جو آپ سے پہلے تکذیب والی اقوام ہوگزریں۔

۳۹ : فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ (اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہے تو مجھ پر چلالو) کید عذاب کو دور کرنے کا حیلہ، فکیدون وہ حیلہ مجھ پر چلا دیکھو تاکہ تم عذاب سے چھوٹ جاؤ۔ کید کا لفظ متعدی ہے تم کہتے ہو۔ کدت فلانا جب تم اس پر اپنا حیلہ

استعمال کرو۔

۴۰ :وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن بڑی خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جو تکذیب کرنے والے ہیں) بعث بعد الموت کی۔

متقین کے انعامات:

۴۱ :اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ (پرہیزگار لوگ سایوں اور چشموں میں ہونگے) المتقین سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے والے ہیں۔ظلال جمع ظل کی ہے۔عیون جمع عین وہ چشمے جو جنت میں جاری ہونگے۔

۴۲ :وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ (اور میوے جوان کو مرغوب ہونگے) یعنی لذیذ اور پسندیدہ۔

۴۳ :كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا ۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تم کھاؤ پیو خوب مزے سے اپنے اعمال کے بدلے) کلوا واشربوا یہ موضع حال میں واقع ہے۔اور اس کا ذوالحال متقین کی ضمیر ہے جو اس ظرف میں واقع ہے جو فی ظلال میں ہے۔تقدیر کلام یہ ہے ہم مستقرون فی ظلال مقولا لھم ذلک۔وہ سایوں میں قرار پکڑنے والے ہونگے اور ان کو یہ کہا جائے گا کلوا واشربوا بما کنتم تعملون جو تم دنیا میں عمل کرتے رہے۔

۴۴ :اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں) پس تم بھی نیکیاں کرو تا کہ تمہیں یہ بدلہ ملے۔

۴۵ :وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے) جو جنت کو جھٹلاتے ہیں۔

۴۶ :كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ (تم تھوڑے دن اور کھالو۔برت لو۔تم بیشک مجرم ہو) یہ جملہ مستانفہ ہے۔اس میں مجرمین کو بطور تہدید دنیا میں مخاطب کیا گیا۔جیسا دوسری آیت میں اعملوا ماشئتم [فصلت:۴۰] قلیلا دنیا کا سامان جتنا بھی ہو قلیل ہے۔مجرمون کفر کرنے والے ہو۔یعنی ہر مجرم کھاتا اور نفع اٹھاتا ہے۔یہ دنیا کے دن انتہائی قلیل ہیں۔پھر وہ ہمیشہ کی ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔

۴۷ :وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن بڑی خرابی ہے۔جھٹلانے والوں کی) جو منعم کو جھٹلاتے ہیں۔

۴۸ :وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا (جب ان سے کہا جاتا ہے جھکو تم) اللہ تعالیٰ کیلئے خشوع اختیار کرو۔اور اسکی وحی کو قبول کر کے تواضع اختیار کرو اور اسکے دین کی اتباع کرو اور یہ تکبر چھوڑ دو۔لَا يَرْكَعُوْنَ (تو نہیں جھکتے) وہ خشوع اختیار نہیں کرتے اور نہ اسکو قبول کرتے ہیں اور اپنے تکبر پر مصر ہیں۔یا اذا قیل لھم صلوا لایصلون جب انکو نماز پڑھنے کیلئے کہا جاتا تو وہ نماز نہیں پڑھتے۔

۴۹ :وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) جو اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کی تکذیب کرنے والے ہیں۔

۵۰ :فَبِاَىِّ حَدِيْثٍ ۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (تو پھر اس کے بعد اور کونسی بات پر ایمان لاویں گے)۔بعدہ یعنی قرآن کے بعد۔یؤمنون اگر وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ وہ بصارت افروز نشانی اور کھلا معجزہ ہے۔آسمانی کتابوں میں سے اس کا معجزہ ہونا ظاہر ہے۔پس اس کتاب کے بعد اور کس کتاب پر وہ ایمان لائیں گے۔

تمت سورۃ المرسلات بعون اللہ تعالی

سُوْرَةُ النَّبَا مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ النبا مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ① عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ② الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ③

یہ لوگ کس چیز کے بارے میں دریافت کرتے ہیں' بڑی خبر کے بارے میں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں

كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ④ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ⑤ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ⑥ وَّالْجِبَالَ

خبردار وہ عنقریب جان لیں گے پھر خبردار وہ عنقریب جان لیں گے کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو

اَوْتَادًا ⑦ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ⑧ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ⑨ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ⑩

میخیں نہیں بنایا' اور ہم نے تمہیں جوڑے پیدا کیا ہے اور تمہاری نیند کو ہم نے آرام کی چیز بنایا اور رات کو لباس بنایا'

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ⑪ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ⑫ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا

اور دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا' اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے' اور ہم نے بنا دیا ایک روشن

وَّهَّاجًا ⑬ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ⑭ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ⑮

چراغ' اور ہم نے اتار دیا پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے خوب بہنے والا پانی تاکہ ہم اس کے ذریعہ دانے اور سبزی

وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ⑯ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ⑰ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ

اور گنجان باغ نکالیں۔ بلاشبہ فیصلوں کا دن مقرر ہے جس دن صور پھونکا جائے گا

اَفْوَاجًا ⑱ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ⑲ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ⑳

سو تم لوگ فوج در فوج آجاؤ گے' اور آسمان کھول دیا جائے گا سو وہ دروازے ہی دروازے ہو جائے گا' اور پہاڑ چلا دیئے جائیں گے سو وہ ریت ہو جائیں گے۔

۱: عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ (یہ لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں) عَمَّ کی اصل عن، ماتھی اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے پھر نون کو میم میں ادغام کر دیا تو عَمَّا ہو گیا اور اس طرح بھی پڑھا گیا پھر الف بطور تخفیف حذف کر دیا گیا۔ اور حذف کی وجہ استفہام میں

کثرت سے استعمال ہے اور زیادہ استعمال اسی کا ہے یہ استفہام اس چیز کی تفخیم اور ہولناکی کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہیں ہے۔ یَتَسَآءَلُوْنَ (وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں)۔ نمبر۲۔ وہ دوسروں سے پوچھتے ہیں۔ اہل مکہ ایمان والوں سے استہزاء پوچھتے اور آپس میں بھی اس کے متعلق بات کرتے رہتے تھے۔

۲ : عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ (وہ بڑی خبر کے متعلق ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں) اس میں قیامت کی عظمت کی وضاحت ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے عم یتساء لون ، یتساء لون عن النبأ العظیم وہ کس چیز کے متعلق پوچھتے ہیں ایک عظیم الشان خبر کے متعلق باہمی گفت وشنید کرتے ہیں۔

مؤمن مشیت کے لئے اور کافر استہزاء کے لئے:

۳ : الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ (جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں) پس بعض ان میں سے قطعی انکار کرنے والے تھے۔ جبکہ بعض دوسرے شک کرتے تھے۔ ایک اور قول ہے کہ ھم کی ضمیر مسلمانوں اور کفار دونوں کی طرف راجع ہے۔ اور تمام ہی قیامت کے متعلق پوچھتے رہتے تھے۔ مسلمان تو اس لئے پوچھتے تاکہ خشیت میں اضافہ ہو اور کافر اس لئے پوچھتے تاکہ استہزاء کر سکیں۔

۴ : كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ (ہرگز ایسا نہیں ان کو بھی معلوم ہوا جاتا ہے) کلا یہ اختلاف پر ردع کیلئے ہے۔ نمبر۲۔ استہزاء کے طور پر سوال قیامت پر ردع ہے۔ سَیَعْلَمُوْنَ اس میں کفار کیلئے وعید ہے کہ عنقریب ان کو آنکھوں دیکھ کر حال معلوم ہو جائے گا کہ جس کے متعلق وہ مذاق اڑانے کیلئے سوال کرتے تھے وہ برحق ہے (گویا یہ وعید قبر ہے کہ ان کو قبر میں معلوم ہو جائے گا)

۵ : ثُمَّ كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ (پھر ہرگز ایسا نہیں ان کو بھی معلوم ہوا جاتا ہے) اس میں ان کو دوبارہ دھمکی دی گئی۔ ثُمَّ بتا رہا ہے۔ کہ دوسری وعید پہلی سے بلیغ تر ہے اور پہلی وعید سے زیادہ سخت ہے (قبر سے قیامت سخت تر ہے)

ایجاداتِ باری تعالیٰ:

۶ : اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا (کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا) (یہ استفہام انکاری ہے) جب کفار نے بعث کا انکار کیا تو ان کو مخاطب کر کے فرمایا کیا بعث کی نسبت جس کی طرف کی جا رہی ہے اس نے یہ عجیب مخلوقات پیدا نہیں فرمائیں؟ جب جواب ہاں میں ہے تو تم اس کی بعث بعد الموت پر قدرت کو کیوں نہیں مانتے حالانکہ وہ ایجاد بھی ان ایجادات سے چنداں مختلف نہیں) یا ان کو اس طرح کہا جا رہا ہے کہ تم بتلاؤ اس نے یہ ساری اشیاء کیوں بنائیں؟ حکیم کوئی فعل فضول کرتا ہی نہیں بعث کا انکار کرنے سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اس نے جو کچھ کیا وہ بلا مقصد کیا؟ مِهٰدًا (فرش) جس کو ہم نے بچھا دیا یہاں تک کہ تم اس پر رہائش پذیر ہو۔

۷ : وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا (اور پہاڑوں کو میخیں) زمین کیلئے تاکہ زمین میں ارتعاشی جنبش نہ ہو۔ لِئَلَّا تَمِیْدَ بِكُمْ۔

۸ : وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا (اور ہم نے ہی تم کو جوڑا بنایا) یعنی مذکر ومؤنث (نر، مادہ)

۹ : وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا) سباتًا تمہارے اعمال کو قطع کر دینے والی اور

تمہارے ابدان کیلئے راحت بنایا۔السبت قطع کرنا۔

۱۰ : وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا (اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا) ایسا پردہ جو تمہیں لوگوں کی آنکھوں سے اس وقت چھپالیتا ہے جب تم لوگوں کو اطلاع دیئے بغیر کوئی کام کرنا چاہتے ہو۔

۱۱ : وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا) تم اپنی ضروریات اور کاروبار میں دن کے دوران آتے جاتے ہو۔

۱۲ : وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا (ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے) سبع یعنی سات آسمان، شدادًا جمع شدیدۃ کی ہے۔مضبوط وطاقتور جس میں مرورِ زمانہ کا اثر نہیں۔نمبر۲۔موٹے کہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔

۱۳ :وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا) روشن بھڑ کنے والا یعنی سورج روشنی اور حرارت ہر دو کا جامع ہے۔وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ (اور ہم ہی نے بھرے بادلوں سے برسایا) السحائب اذا اعصرت یعنی بادل اس کے لئے تیار ہوں کہ ہوائیں ان کو نچوڑ کر بارش برسائیں اور اسی سے اہل عرب کہتے ہیں اعصرت الجاریۃ جبکہ وہ حیض کی عمر کے قریب ہو جائے۔نمبر۲۔ہوائیں مراد ہیں وہ بادلوں کو بناتی اور ان سے بارش نکالتی ہیں جیسے اونٹنی کا دودھ دوہا جاتا ہے۔پس یہ درست ہے کہ ان کو بارش اتارنے کا مبدأ قرار دیا جائے اور یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہواؤں کو اٹھاتے ہیں۔پھر وہ آسمان پانی اٹھا کر بادلوں میں منتقل کرتی ہیں۔مَآءً ثَجَّاجًا (کثرت سے پانی) ثجاجًا کثرت سے بہنے والا۔

۱۵ :لِّنُخْرِجَ بِهٖ (تا کہ ہم پیدا کریں اس سے) یعنی پانی کے ذریعہ سے حَبًّا (غلہ) گندم، جو، وَّنَبَاتًا (اور سبزی) یعنی سبزہ گھاس وَّجَنّٰتٍ (اور باغات) اَلْفَافًا (گنجان) یعنی جن کے درخت باہم لپٹے ہوئے ہیں۔اس کا واحد لِفٌّ ہے۔جیسا جذع واجذاع یا لفیفٌ جیسا شَرِیْفٌ واشراف یا اس کا کوئی واحد نہیں جیسا اوزاع نمبر۴۔یہ جمع الجمع ہے یہ جمع لُفٌّ و لُفٌّ جمع لَفَّاءُ گنجان درخت، لپٹا ہوا درخت

قراءت:الم نجعل سے الفافًا تک وقف نہیں ہے اور اوتادًا پر اور معاشا پر وقف ضروری ہے۔

ثواب وعقاب کے لئے میعاد:

۱۶ :اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ (بیشک فیصلے کا دن) یعنی محسن، مسیئی اور باطل پرست اور حق پرست کے مابین۔كَانَ مِيْقَاتًا (ایک معین وقت ہے) مقررہ میعاد ہے۔اور جزاء ملنے کیلئے طے شدہ انتہاء ہے۔نمبر۲۔ثواب وعقاب کے لئے میعاد ہے۔

صور پھونکنا اور کائنات کا حال:

۱۷ :يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ (یعنی اس دن صور پھونکا جائے گا)

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا

بلاشبہ جہنم ایک گھات کی جگہ ہے، سرکشوں کا ٹھکانہ ہے جس میں وہ بہت زیادہ عرصہ ہائے دراز تک رہیں گے اس میں

يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾

نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی کوئی چیز، سوائے گرم پانی کے اور پیپ کے یہ بدلہ ہوگا ان کے اعمال کے موافق،

إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ

بلاشبہ وہ حساب کا خیال نہیں رکھتے تھے اور انہوں نے ہماری آیات کو دلیری کے ساتھ جھٹلایا اور ہم نے ہر چیز کو

أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ ع ١

کتاب میں پوری طرح سے لکھ دیا ہے، سو تم چکھ لو، سو ہم تمہارے لئے عذاب کو بڑھاتے ہی رہیں گے۔ بلاشبہ متقیوں کے لئے کامیابی ہے،

نحو: یہ یوم الفصل کا بدل ہے۔ نمبر۲۔ عطف بیان ہے۔ فی الصور یعنی قرن میں۔

فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا (پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے)

نحو: افواجًا یہ حال ہے یعنی مختلف جماعتوں میں یا امتوں میں تقسیم ہو کر آؤ گے ہر امت اپنے رسول کے ساتھ ہوگی۔

۱۹: وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ (اور آسمان کھل جائے گا)

قراءت: کوفی قراء نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان فرشتوں کے اترنے کیلئے پھٹ جائے گا۔

فَكَانَتْ أَبْوَابًا (پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے) پس وہ دروازوں، راستوں اور پھٹے ہوئے مقامات پر مشتمل ہوگا جبکہ آج اس میں کوئی پھٹا ہوا مقام نہیں۔

۲۰: وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ (اور پہاڑ ہٹا دیے جائیں گے) یعنی سطح زمین سے فَكَانَتْ سَرَابًا (پس وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے)

جہنم مؤمن کی راہ گزر کفار کا مستقر:

۲۱: إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (بیشک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے) مرصادًا ایسا راستہ جس پر مخلوق کا گزر ہوگا۔ پس مؤمن اس پر چلے گا اور کافر اس میں داخل ہوگا۔

ایک قول یہ ہے المرصاد۔ وہ سرحد جس پر چوکی قائم کی جاتی ہے۔ یعنی وہ سرکشوں کی ایسی سرحد ہے جس پر وہ عذاب کے منتظر ہونگے۔ اور وہ ان کا ٹھکانہ بنے گی۔ نمبر۲۔ وہ اہل جنت کیلئے سرحد ہے جس پر فرشتے کھڑے ہو کر مؤمنوں کا استقبال کریں گے کیونکہ انہوں نے اس پر سے گزر کر جانا ہے۔

۲۲ : لِّلطّٰغِیْنَ مَاٰبًا (سرکشوں کا ٹھکانہ ہے) یعنی وہ کافروں کیلئے لوٹنے کی جگہ اور ٹھکانہ ہے۔

۲۳ : لّٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا (جس میں وہ بے انتہاء زمانوں تک رہیں گے) لٰبثین کا معنی ٹھہرنے والے ہونگے۔ نحو : طاغین کی ضمیر سے لٰبثین حال ہے۔

قراءت : حمزہ نے لَبِثِیْن پڑھا ہے۔ اللبث زیادہ قوی ہے کیونکہ لابث اسی شخص کو کہتے ہیں جس سے ٹھہرنا پایا جائے خواہ اقل قلیل کیوں نہ ہو۔ اور اللّبث اس کو کہتے ہیں جس کی شان یہ ہو کہ وہ مکان میں ٹھہرے اور قیام کرے۔ فیھآ سے جہنم میں ٹھہرنا مراد ہے۔ احقابا یہ جمع حقب کی ہے اور اس کا معنی ہے حِص زمانہ۔ اس سے کوئی عدد خاص مراد نہیں بلکہ ہمیشگی مراد ہے۔ جب ایک حقب گزر جائے گا تو اس کے پیچھے دوسرا حقب غیر منتہی زمانے کیلئے شروع ہوگا۔ الحقب اور الحقبة کا استعمال کلام عرب میں پے درپے اور متواتر زمانوں کیلئے کیا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الحقب اسّی سال کا ہوتا ہے۔ بعض علماء سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے بیس سال کے بعد جواب دیا لٰبثین فیھا احقابا (کہ وہ اس میں زمانہ دراز تک رہیں گے)۔

احوالِ جہنم :

۲۴ : لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا (اس میں وہ نہ کسی ٹھنڈک کا مزا چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا) یعنی وہ چکھنے والے نہ ہونگے۔

نحو : یہ لابثین کی ضمیر سے حال ہے۔

پس جب یہ احقاب ختم ہو جائیں گے جس میں ان کو ٹھنڈک اور مشروب سے روک دیا گیا۔ تو اور احقاب بدل دیئے جائیں گے جن میں دوسرا عذاب ہوگا۔ وہ ایسے احقاب ہیں کہ ان کے بعد ختم نہ ہونے والے احقاب ہونگے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اس محاورہ سے ماخوذ ہے حقب عامُنا جبکہ بارش اور خیر و برکت کم ہو جائے اور حقبَ فلان جبکہ رزق اس سے خطاء کر جائے وہ حقب ہے اور اس کی جمع احقاب ہے۔

نحو : اور یہ بطور حال منصوب ہے۔ ای لا بثین فیھا حقبین۔

وَلَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا : وہ اس میں ٹھہرنے والے ہونگے اس حال میں کہ وہ رزق سے محروم ہونگے یعنی وہ اس میں ٹھنڈک اور مشروب چکھ تک نہیں سکیں گے یہ لا یذوقون اس کی تفسیر ہے۔ اور

۲۵ : اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا (سوائے گرم پانی اور پیپ کے) یہ استثناء منقطع ہے تقدیر کلام یہ ہے لا یذوقون فی جھنم یا فی احقاب بردًا یعنی ایسی راحت جو ان سے آگ کی حرارت کو دور کر دے یا نیند اور اسی سے محاورہ ہے منع البردُ البردَ۔ سردی نے نیند کو روک دیا۔ و لا شرابًا اور نہ ایسا مشروب جو ان کی پیاس کو مٹا دے۔ لیکن وہ اس میں چکھیں گے گرم پانی جو اس قدر گرم ہوگا کہ جدھر سے گزرے گا جلا ڈالے گا۔ اور غسّاقًا یعنی جہنمیوں کے زخموں کی پیپ۔ ان کو پینے کیلئے دی جائیگی۔ قراءت : غسّاقا کوفی قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے سوائے ابوبکر کے۔

۲۶ :جَزَآءً وِّفَاقًا (یہ پورا بدلہ ملے گا)اسے جوزوا جزاء وفاقًا یعنی ان کو بدلہ دیا جائے گا جو ان کے اعمال کے عین مناسب ہوگا۔ جزاءً مصدر ہے اور صفت کے معنی میں مستعمل ہے۔ نمبر۲۔ ذاو فاقٍ موافقت والا۔ پھر جملہ مستانفہ بطور تعلیل لائے فرمایا۔

۲۷ :اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا (وہ لوگ حساب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے) یعنی اپنے متعلق ان کو اللہ تعالیٰ کے محاسبہ کا ڈر نہ تھا۔ نمبر۲۔ ان کا بعث پر ایمان ہی نہ تھا کہ وہ حساب کی امید رکھتے۔

۲۸ :وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا (اور ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے) کذابًا تکذیب کے معنی میں ہے اور فعال کا وزن تفعیل میں پایا جانا ظاہر ہے۔

۲۹ :وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا (اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے)

نحو :کل شیئٍ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر احصینا کر رہا ہے۔ کتابًا یہاں مکتوبا کے معنی میں ہے یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہے۔ یا یہ مصدر ہے جو احصاءً کے معنی میں ہے۔ نمبر۲۔ یا احصینا یہ کتبنا کے معنی میں ہے۔ کیونکہ احصاء عموماً کتابت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ آیت جملہ معترضہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فذوقوا حساب کے متعلق ان کے کفر اور آیات کی تکذیب کا مسبب ہے۔

۳۰ :فَذُوْقُوْا (پس تم مزہ چکھو) یعنی تم اپنی سزا چکھو! اور طریق التفات یہ شدت غضب کیلئے شاہد ہے۔ فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا (پس تم مزہ چکھو کہ ہم تمہاری سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے) حدیث میں وارد ہے اہل نار پر سب سے زیادہ سخت آیت قرآن مجید میں یہ آیت ہے۔ (رواہ ابن ابی حاتم، بحوالہ حاشیہ کشاف)

متقین کی کامیابی:

۳۱ :اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کیلئے بیشک کامیابی ہے) مفازًا یہ الفوز سے مَفْعَلٌ کا وزن ہے مصدر بھی بن سکتا ہے۔ اس کا مطلب ہر ناپسند سے نجات پانا اور ہر محبوب و پسند کو پالینا ہے اور مفازًا ظرف مکان بن سکتا ہے۔ اس وقت مکان کامیابی یعنی جنت مراد ہے۔ پھر اس کا بدل البعض اگلی آیت میں لائے۔

حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ

باغ ہیں اور انگور ہیں' نوخیز ہم عمر بیویاں ہیں' اور لبالب بھرے ہوئے جام ہیں۔ وہ اس میں کوئی

فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ

لغو بات اور جھوٹ نہ سنیں گے' آپ کے رب کی طرف سے بدلہ دیا جائے گا جو بطور انعام کے ہوگا' کافی ہوگا جو رب ہے آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' وہ رحمٰن ہے یہ لوگ اس سے بات نہ کر سکیں گے جس دن تمام ذی

الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾

ارواح اور فرشتے صف بنائے کھڑے ہوں گے' کوئی بھی نہ بول سکے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت دے اور ٹھیک بات کہے'

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا

یہ دن یقینی ہے' سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانہ بنا لے' بلاشبہ ہم نے تمہیں عنقریب آجانے والے عذاب سے

قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع ۲

ڈرایا ہے جس دن انسان ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور کافر کہے گا ہائے کاش میں مٹی ہوجاتا۔

حالاتِ جنت:

۳۲ : حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا (یعنی باغ اور انگور) ایسے باغات جس میں ہر قسم کے پھلدار درخت ہونگے۔ حدائق جمع حدیقۃ کی ہے۔ اعناب انگور کی بیلیں۔

نحو : اس کا عطف حدائق پر ہے۔ اور وہ مفازًا کا بدل البعض ہے۔

۳۳ : وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا (اور نوخاستہ ہم عمر عورتیں) کواعب ابھرے پستان والی۔ اترابًا ہم عمر۔

۳۴ : وَّكَاْسًا دِهَاقًا (اور لبالب بھرے جام شراب) دھاقًا بھرے ہوئے۔

۳۵ : لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (وہاں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ) یعنی وہ جنت میں نہ سنیں گے۔ کوئی باطل بات اور نہ تکذیب۔

نحو : لایسمعون یہ انّ کی خبر کی ضمیر سے حال ہے۔ لغو : باطل بات۔ قراءت : کذابًا کسائی نے خفیف کے ساتھ پڑھا۔ اور

بمعنی مُکاذِبۃً ہے یعنی وہ ایک دوسرے سے جھوٹ نہ بولیں گے۔نمبر۲۔اور وہ اس کو نہ جھٹلائے گا۔

۳۶ :جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا (یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا۔آپ کے رب کی طرف سے)

نحو :جزاءً یہ مصدر ہے تقدیر کلام یہ ہے جزاھم جزاءً۔وہ ان کو جزاء دے گا جزاء دینا۔

عطاءً یہ مصدر ہے نمبر۲۔جزاء کا بدل ہے۔حساباً یہ صفت ہے اس کا معنی کافی یا ان کے اعمال کے حساب سے۔

۳۷ :رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ (جو مالک ہے آسمان کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان ہیں۔رحمان ہے)

نحو :ابن عامر، عاصم نے ربِّ الرحمانِ کو کسرہ کے ساتھ پڑھا اور من ربک کا بدل قرار دیا۔نمبر۲۔جنہوں نے رفع دیا ہے۔انہوں نے کہا کہ رَبُّ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ب۔یہ مبتدا اور اس کی خبر الرحمان ہے۔ج۔الرحمان اس کی صفت ہے۔لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا (کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہوگا کہ عرض معروض کر سکے) یعنی اللہ تعالیٰ سے لا یملکون یہ خبر ہے۔نمبر۲۔یا یہ دونوں خبریں ہیں اور لا یملکون کی ضمیر اھل السموٰت والارض سب کی طرف راجع ہے اور منہٗ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے تقدیر کلام یہ ہے۔لا یملکون الشفاعة من عذابه تعالٰی الا باذنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے شفاعت کا ان کو اختیار نہ ہوگا۔مگر اس کی اجازت سے۔نمبر۲۔لا یقدر احد ان یخاطبه تعالٰی خوفًا اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس سے کسی کو بات کی مجال نہ ہوگی۔

منظر محشر:

۳۸ :يَوْمَ يَقُوْمُ (جس دن کھڑے ہونگے)

نحو :نمبر۱۔اگر اس کو لا یملکون کا ظرف بنائیں۔تو خطاباً پر وقف نہ ہوگا۔نمبر۲۔اگر لا یتکلمون کا ظرف بناؤ تو پھر وقف خطاباً پر کریں گے۔الرُّوْحُ (تمام ذی ارواح) جمہور کے نزدیک روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ایک قول یہ ہے یہ ایک بہت بڑا فرشتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے بعد اس سے بڑی مخلوق کوئی نہیں بنائی۔وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا (اور فرشتے صف بستہ)

نحو :صفًا یہ حال ہے۔اے مصطفین لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ (کوئی بول نہ سکے گا) خوف کی وجہ سے اس جگہ مخلوق بول نہ سکے گی۔اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ (بجز اس کے جس کو رحمان اجازت دے) یعنی کلام کرنے کی نمبر۲۔شفاعت کی۔وَقَالَ صَوَابًا (اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے) صواباً حق بات اس طور پر کہ مشفوع لہ نے دنیا میں لا الله الا الله کہا۔نمبر۲۔اس کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی جو شفاعت کے سلسلہ میں درست بات کہے۔

۳۹ :ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ (یہ یقینی دن ہے) اس کا وقوع ثابت ہے۔فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا (پس جس کا جی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانہ بنا رکھے) مآباً اعمال صالحہ کے ساتھ لوٹنا۔

۴۰ : اِنَّآ اَنْذَرْنٰکُمْ (ہم نے تم کو ڈرایا ہے) اے کافرو! عَذَابًا قَرِیْبًا (ایک نزدیک آنے والے عذاب سے) جو آخرت میں پیش آئے گا کیونکہ جو آنے والا ہے وہ قریب ہی ہے۔ یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ (جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا) المرء سے کافر مراد ہے۔ جیسا کہ انا انذرناکم عذابا قریبا اس پر دلالت کررہا ہے۔ مَا قَدَّمَتْ یَدٰہُ (جو اس نے اپنے ہاتھوں سے کیے ہونگے) برائیاں۔ جیسا دوسرے مقام میں فرمایا۔ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ [آل عمران:۱۸۱۔۱۸۲]

وجہ تخصیص:

ایدی کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اعمال ہاتھوں سے انجام پاتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ بعض گناہوں میں ہاتھوں کا کوئی دخل بھی نہ ہو۔ وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ (اور کافر کہے گا) یہاں ضمیر کی بجائے کافر کا لفظ ظاہر لائے تا کہ اس کی خوب مذمت ہو جائے۔ نمبر۲۔ المرء عام ہے اور اس میں سے کافر کو خاص کیا گیا۔ اور ماقدمت یداہ سے جو اعمال اس نے خیر و شر کیے وہ تمام مراد ہیں۔ نمبر۳۔ المرءٔ سے مراد مؤمن ہے کیونکہ کافر کا بعد میں ذکر آرہا ہے۔ اور ماقدمت یداہ سے وہ اعمال خیر مراد ہیں جو اس نے کیے۔

کافر کی تمنا:

نَحو : ما استفہامیہ ہے قدمت کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ینظر ای شیء قدمت یداہٗ وہ دیکھے گا کہ اس نے کیا کما کر آگے بھیجا ہے۔ نمبر۲۔ ما موصولہ ہے۔ اور ینظر کی وجہ سے منصوب ہے۔ عرب کہتے ہیں نظرتہ ای نظرت الیہ اور صلہ کی ضمیر کا مرجع محذوف ہوگا۔ ای قَدَّمَتْہُ۔ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا (کاش میں مٹی ہو جاتا) دنیا میں مٹی ہوتا نہ میں پیدا کیا جاتا اور نہ مکلّف بنایا جاتا نمبر۲۔ کاش آج میں مٹی ہو جاتا اور اٹھایا نہ جاتا۔ ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ حیوانات غیر مکلّف کو اٹھائے گا یہاں تک کہ سینگ والی سے بے سینگ کا قصاص لیا جائے گا۔ پھر ان کو مٹی کر دیا جائے گا پس اس وقت کافر ان جانوروں کے انجام کی تمنا کرے گا۔

ایک قول:

یہ ہے کافر سے مراد ابلیس ہے وہ تمنا کرے گا۔ کہ وہ بھی آدم کی طرح مٹی سے بنا ہوتا۔ تا کہ اس کو اپنی اولاد مؤمنین کے ثواب میں حصہ مل جاتا۔

تمت سورۃ النبأ

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ النازعات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھیالیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝۱ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝۲ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝۳ فَالسّٰبِقٰتِ

قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو بند کھول دیتے ہیں' اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر تیزی کے ساتھ

سَبْقًا ۝۴ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝۵ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝۶ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝۷ وقف لازم

دوڑتے ہیں' پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں جس روز ہلا دینے والی ہلا ڈالے گی' جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی آجائے گی'

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝۸ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝۹ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي وقف لازم

بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی' کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں واپس ہوں گے' کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں

الْحَافِرَةِ ۝۱۰ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝۱۱ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝۱۲ فَاِنَّمَا وقف لازم

ہو جائیں گے پھر پہلی حالت پر واپس ہوں گے کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارے کی ہوگی' وہ بس

هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۳ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝۱۴ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۱۵ وقف لازم

ایک ہی سخت آواز ہوگی جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجود ہوں گے۔ کیا آپ کے پاس موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے'

اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝۱۶ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝۱۷

جبکہ ان کے پروردگار نے وادی مقدس یعنی میدان طویٰ میں انہیں پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰى اَنْ تَزَكّٰى ۝۱۸

سو اس سے کہو کیا تجھے اس بات کی خواہش ہے کہ تو پاکیزہ بن جائے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ (اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو بند کھول دیتے ہیں)۔ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔ پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔

پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں)

روح کو جسم کے بعید اطراف سے کھینچیں گے:

قراءت: یہاں تک کوئی وقف نہیں اور یہاں وقف لازم ہے۔ کیونکہ اگر ملائیں گے تو یوم المدبرات کاظرف بن جائے گا۔ حالانکہ اس دن تو ملائکہ کے ذمہ جو کام لگے وہ ختم ہو چکے ہونگے۔ نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ان مختلف گروہوں کی قسم اٹھائی ہے جو اجساد سے ارواح کو ڈوب کر یعنی نزع میں ڈبو کر مطلب یہ ہے کہ روح کو جسم کے بعید اطراف مثلاً پورے اور ناخن کے مقامات سے کھینچنا شروع کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ اور ان گروہوں کی قسم اٹھائی جو تعمیل حکم میں تیزی کرنے والے پھر تعمیل حکم میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے ہیں اور وہ بندوں کے معاملات میں سے ایسے کاموں کی تدبیر کرنے والے ہیں جس میں ان کے دین ودنیا کی مصلحت ہے۔ اور جیسا ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

گھوڑوں یا ستاروں کی قسم ہے:

نمبر۲: اس میں غازیوں کے ان گھوڑوں کی قسم اٹھائی جو اپنی لگاموں میں خوب کھنچتے ہیں۔ اور ان کی لگامیں ان کی گردنوں کی درازی کی وجہ سے اسی میں ڈوب جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ عمدہ عربی گھوڑے ہیں۔ اور وہ گھوڑے جو دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف نکلتے ہیں۔ عرب کے ہاں ثور ناشط کہتے ہیں۔ جبکہ وہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکل جائے اور وہ گھوڑے جو رفتار کی تیزی میں گویا تیرتے ہیں۔ پھر وہ اپنی غایت کی طرف جلدی سے بڑھتے اور غلبے اور کامیابی کے معاملے کی تدبیر کرتے ہیں شہسواروں کی بجائے تدبیر کی اضافت خود گھوڑوں کی طرف سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

نمبر۳۔ ان ستاروں کی قسم کھائی گئی ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف بغیر طبعی میلان کے جاتے ہیں۔ اور اس کھنچنے میں وہ تمام مدار کو طے کرتے ہوئے انتہائے مغرب میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور وہ ستارے جو ایک برج سے دوسرے برج کی طرف نکل کر جاتے ہیں۔ اور جو مدار میں تیرنے والے سیارے ہیں پھر آگے بڑھنے والے اور علم حساب کے معاملے کا انتظام کرنے والے ہیں۔

نحو: جواب قسم محذوف ہے اور وہ لتبعثن ہے اس لئے کہ مابعد قیامت کا تذکرہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

نفخۂ اولیٰ:

۶ : يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ (جس روز ہلا ڈالنے والی چیز ہلا ڈالے گی) ترجف حرکت کرنے کے معنی میں ہے۔ الراجفہ شدید حرکت۔ راجفہ سے مراد نفخۂ اولیٰ ہے۔ اور ایسی چیز سے اس کا تذکرہ کیا جس کے پیش آنے سے وہ پیش آجائے۔ کیونکہ اس نفخہ سے زمین کپکپا جائے گی یہاں تک کہ ہر چیز جو اس کے اوپر ہے وہ مر جائے گی۔

۷ : تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آئے گی) یہ الراجفہ سے حال ہے۔ اور الرادفہ سے نفخۂ ثانیہ مراد

ہے۔ کیونکہ وہ پہلے کے بعد پیش آئے گا۔ ان کے مابین چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔ پہلے سے مخلوق مرجائے گی اور دوسرے سے ان کو زندہ کیا جائے گا۔

کافروں کے احوال:

۸ : قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ (بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہونگے) قلوب سے بعث کے منکرین کے دل مراد ہیں۔ واجفۃ یہ الوجیف سے ماخوذ ہے۔ جو الوجیب یعنی مضطرب ہونے اور دھڑکنے کے معنی میں ہے۔

نحو : قلوب، مبتدأ واجفۃ اس کی صفت ہے۔ ابصار ھا خاشعه اس کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ یوم ترجف کا نصب اس فعل مضمر کی وجہ سے ہے جس پر قلوب یومئذ واجفة دلالت کر رہا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے یوم ترجف و جفت القلوب۔

۹ : اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ (ان کی آنکھیں جھک رہی ہونگی) ایسے دل والوں کی آنکھیں ہولناکی کی وجہ سے جھکنے والی ہونگیں۔

۱۰ : یَقُوْلُوْنَ (کہتے ہیں) یعنی منکرین بعث دنیا میں استہزاء کرتے ہوئے اور بعث کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ (کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہونگے) یہ استفہام انکاری ہے یعنی کیا ہم موت کے بعد اول حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے پھر ہم پہلے کی طرح زندہ ہو جائیں گے؟ الحافرہ پہلی حالت۔ جو شخص کسی کام میں مصروف ہو پھر اس سے فارغ ہو جائے پھر کچھ وقت بعد دوبارہ اسی کام کی طرف لوٹ جائے تو عرب کہتے ہیں رجع الی حافرته ای الی حالته الاولی اور عرب کہتے ہیں النقد عند الحافرة یعنی پہلی حالت میں اور وہ صفقه ہے۔ اولاً کفار نے بعث کا انکار کیا پھر استبعاد میں اور ترقی کر کے کہنے لگے۔

۱۱ : ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً (کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے ہم پھر واپس ہونگے) نخرۃ بوسیدہ۔

قراءت : حفص کے علاوہ کوفی قراء نے ناخرہ پڑھا ہے۔ معنی یہ ہے کیا ہم دوبارہ زندہ ہونگے اس کے بعد کہ ہم بوسیدہ ہڈیاں بن گئے؟

نحو : اذا فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور وہ نبعث ہے۔

۱۲ : قَالُوْا (کہنے لگے) بعث کے منکرین تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ (اس صورت میں یہ واپسی بڑی خسارے کی ہوگی) تلک کا مشار الیہ یعنی ہمارا واپس لوٹنا خسارہ والی واپسی ہے کرۃ رجعۃ کے معنی میں ہے۔ نمبر۲۔ ایسی واپسی کہ جس واپسی والے خسارہ میں ہونگے مطلب یہ ہے اگر یہ واپس لوٹنا صحیح ہے تو پھر ہم اپنی تکذیب کی وجہ سے نقصان اٹھانے والے ہیں اور یہ بات انہوں نے بطور استہزاء کہی (ہم نقصان میں ہو نہیں سکتے اس لئے بعث نہیں)

موسیٰ علیہ السلام کا نبوت ملنا:

۱۳ : فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (تو وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی) یہ محذوف کے متعلق ہے ای لا تحسبوا تلك الكرة

صعبة علی اللہ عزوجل ۔اس واپسی کو اللہ تعالیٰ کیلئے مشکل مت خیال کرو۔ وہ اس کی قدرت کے سامنے آسان اور معمولی ہے پس وہ تو ایک سخت آواز ہے اور بس ۔زجرۃ سے نفخۂ ثانیہ مراد ہے۔ یہ زجر البعیر سے لیا گیا ہے جب اونٹ کو ڈانٹا جائے۔

۱۴ : فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجود ہوں گے) اسی وقت وہ سطح زمین پر زندہ ہو جائیں گے ۔حالانکہ وہ زمین کے پیٹ میں مردہ تھے۔ ایک قول یہ ہے الساہرہ سے شام سے بیت المقدس کی جانب زمین کا حصہ مراد ہے۔ نمبر۲۔ بیت المقدس نمبر۳۔ ارض مکہ نمبر۴۔ جہنم۔

۱۵ : هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى (کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے) یہ استفہام تقریری ہے۔ جو تنبیہ کو شامل ہے۔ کہ یہ ایسی چیز ہے جس سے بچنا چاہیے اور مخاطب کو مشرف یاد کر کے صبر دلانا مقصود ہے (یعنی آپ کو اطلاع پہنچ ہی چکی ہے)

۱۶ : اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ (جبکہ ان کو ان کے پروردگار نے پکارا) جب ان کو آواز دی بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ (ایک پاک میدان میں) مبارک پاکیزہ طُوًى (یعنی طویٰ میں) یہ میدان کا نام ہے۔

۱۷ : اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ (کہ تم فرعون کے پاس جاؤ) یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو فرعون کے پاس جا۔ اِنَّهٗ طَغٰى (اس نے بڑی شرارت اختیار کی) وہ کفر و فساد میں حد سے تجاوز کر چکا ہے۔

۱۸ : فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى (پس اس سے کہو کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے) هل لك ميل الى ان تتطهر من الشرك و العصيان بالطاعة و الايمان؟ کیا تو اس بات کی طرف میلان رکھتا ہے کہ تو شرک اور عصیان سے ایمان واطاعت کے ذریعہ پاک ہو جائے۔

قراءت: حجازی نے تَزَّكّٰى میں زاء کو تشدید سے پڑھا ہے۔

وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾

اور یہ کہ میں تجھے تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے' پھر انہوں نے اسے بڑی نشانی دکھلائی سو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی میں لگا رہا

ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾

پھر اس نے پشت پھیری کوشش کرتے ہوئے' سو اس نے جمع کیا پھر زور سے آواز دی پھر کہا کہ میں تمہارا پروردگار اعلیٰ ہوں'

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ع

سو اللہ نے اسے پکڑ لیا جس میں دنیا و آخرت کی سزا تھی' بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو ڈرے۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ

کیا پیدائش کے اعتبار سے تم زیادہ سخت ہو یا آسمان؟ اللہ نے اس کو بنایا اس کی چھت کو بلند کیا' سو اسے درست بنایا' اور اس کی رات کو

لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا

تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر فرمایا اور اس کے بعد زمین کو پھیلایا' اس سے اس کا پانی نکالا

وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾

اور اس کا چارہ' اور پہاڑوں کو جما دیا تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کے لئے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ

سو جب بڑی مصیبت آ جائے اس دن انسان اپنی کوششوں کو یاد کرے گا اور

بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾

دیکھنے والوں کے لئے دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا' سو جس نے سرکشی کی اور دنیا والی زندگی کو ترجیح دی

۱۹: وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى (اور میں تجھ کو تیرے رب کی طرف سے راہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے) اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے تذکرہ سے اس کی پہچان کی طرف تیری راہنمائی کرتا ہوں تاکہ تو اس کو پہچان لے پس تو ڈرنے لگے کیونکہ خشیت معرفت سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء [فاطر:۲۸] یعنی اس کی جان پہچان والے۔

قولِ حکماء:

اللہ تعالیٰ کو پہچانو! جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا وہ ایک پلک جھپک کیلئے اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ پس خشیت تو اس کا مغز ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا وہ بھلائیاں کرے گا اور جو بے خوف ہوا وہ ہر برائی کی طرف ہاتھ مارتا ہے۔ اس طرح کا مضمون حدیث میں وارد ہے من خاف ادلج و من ادلج بلغ المنزل۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ وہ اندھیرے میں اس کی عبادت کرتا ہے جو اندھیرے میں اس کی عبادت کرتا ہے وہ منزل مقصود تک پہنچ گیا [رواہ الترمذی: ۲۴۵۰]

آیت میں بات ایسے استفہام کے انداز سے شروع کی جس کا معنی عرض ہے جیسا کہ کوئی اپنے مہمان کو کہے۔ هل لك ان تنزل بنا؟ گویا اپنے ہاں اترنے کی ترغیب ہے۔ پھر اس کے بعد نرم کلام لائے تاکہ وہ نرم قول سے اس کو دعوت دیں اور حسن سلوک سے اس کی سرکشی سے اس کو اتاریں۔ جیسا کہ اپنے دوسرے ارشاد میں فرمایا فقولا له قولاً ليناً [طٰہٰ:۴۴]

۲۰ : فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى (پھر اس کو بڑی نشانی دکھلائی) تقدیر کلام یہ ہے: فذهب فاری موسٰی فرعون الْعَصَا پس موسیٰ علیہ السلام گئے اور فرعون کو عصا کی بڑی نشانی دکھائی۔ نمبر۲۔ عصا اور ید بیضاء کیونکہ یہ دونوں ایک نشانی کے حکم میں ہیں۔

۲۱ : فَكَذَّبَ وَعَصٰى (تو اس نے جھٹلایا اور کہنا نہ مانا) كذَّب فرعون بموسٰی۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور آیت کبریٰ کو جھٹلا دیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو ساحر اور معجزہ کو سحر کہا۔ وَعَصٰى۔ (اور فرعون نے اللہ کی نافرمانی کی)

۲۲ : ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى (پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا) ادبر موسیٰ علیہ السلام سے منہ موڑا۔ یسعٰی اور اپنی تدبیر کے متعلق کوشش کرنے لگا۔ نمبر۲۔ جب اس نے سانپ کو دیکھا تو مرعوب ہوا۔ پھر پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوا وہ جلدی جوش میں آنے والا ہلکا پھلکا تھا۔

۲۳ : فَحَشَرَ فَنَادٰى (اور جمع کیا پھر بآواز بلند تقریر کی) حشر اس نے اپنے لشکروں اور جادوگروں کو جمع کیا۔ پھر وہاں کھڑے ہو کر اجتماع میں اعلان کیا۔

۲۴ : فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں) مجھ سے اوپر کوئی رب نہیں۔ قبطیوں کے بہت سے معبود تھے جن کی وہ پوجا کیا کرتے تھے۔

فرعون کی پکڑ:

۲۵ : فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى (پس اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا) یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کی سزا دی۔ النکال یہ تنکیل کے معنی میں السلام کی طرح ہے۔ جو التسلیم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ مصدریت کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ اخذ یہ نکّل کے معنی میں ہے گویا اس طرح کہا نكل الله به نكال الأخرة ای الاحراق اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کی سزا جلنے کی صورت میں دی۔ والاولٰی سے مراد دنیا میں ڈبونا۔ نمبر۲۔ اس کی دونوں باتوں کی سزا اس کا پہلا کلمہ ماعلمتُ لكم من الٰهٍ غیری (القصص۔ ۳۸) اور دوسرا کلمہ انا ربكم الاعلٰى تھا۔ ان کے مابین چالیس

سال کا یا تیس یا بیس سال کا فاصلہ تھا۔

۲۶ :اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں)جس کا ذکر ہوا لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی (ایسے شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جو ڈرے)اللہ تعالیٰ سے

۲۷ :ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا (کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا۔اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا)ءَ انتم کیا تم اے منکرین بعث اشد خلقا تمہارا پیدا کرنا مشکل ہے۔

نحو :ام السماء یہ مبتداء ہے اس کی خبر اشد خلقا محذوف ہے۔پھر تخلیق کی کچھ کیفیت ذکر فرمائی فرمایا اس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ پھر بناء کی وضاحت اس طرح فرمائی۔

قدرتِ باری تعالیٰ:

۲۸ :رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا (اس کی چھت کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا)اس کی چھت کو اونچا بنایا۔ایک قول یہ ہے بلندی کی سمت کو پانچ سو سال کے سفر کے برابر اونچائی عنایت فرمائی۔پھر اس کو درست کیا۔اس کو ہموار بلا شقوق وفطور کے بنایا۔

۲۹ :وَ اَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا (اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا)اغطش ۔اندھیرے والا بنایا اخراج ضحیٰ کا معنی اس کے سورج کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔آیت میں سورج اور لیل کی اضافت آسمان کی طرف کی گئی ہے کیونکہ رات آسمان کا سایہ اور سورج آسمان کا چراغ ہے۔

۳۰ :وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا (اور اس کے بعد زمین کو بچھایا)دحٰها پھیلایا۔زمین پیدائش کے وقت پھیلی ہوئی نہ تھی۔ آسمان کی پیدائش کے دو ہزار سال بعد مکہ مکرمہ سے زمین کو پھیلا دیا۔پھر پھیلانے کی تفسیر فرمائی۔

۳۱ :اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا (اور اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا)چشمے بہا کر پانی نکالا۔مرعیٰ :چارہ۔

نحو :اس لئے عاطف کو اخرج پر داخل نہیں فرمایا۔نمبر۲۔اخرج یہ قد کے اضمار کے ساتھ حال ہے۔

۳۲ :وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا (اور پہاڑوں کو قائم کر دیا)جما دیا۔

نحو :دحا اور ارسیٰ کو تفسیر کی شرط پر مضمر ماننے کی وجہ سے الارض اور الجبال کو منصوب پڑھتے ہیں۔

۳۳ :مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ پہنچانے کیلئے)یہ سب کچھ تمہیں اور تمہارے چوپایوں کو فائدہ دینے کیلئے کیا۔

قیامت بڑا ہنگامہ:

۳۴ :فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰی (پس جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا)الطامۃ الکبریٰ بڑی مصیبت جو تمام مصیبتوں سے

فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ

سو بلاشبہ دوزخ ہے اس کا ٹھکانا اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے

الْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ﴿٤٢﴾

روکا سو بلا شبہ جنت ہے ٹھکانا ' وہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا کب ہوگا '

فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا ﴿٤٣﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشَاهَا ﴿٤٥﴾

اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق؟ اس کا منتہائے علم صرف آپ کے رب کی طرف ہے آپ تو بس اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ﴿٤٦﴾ ع ۲

وہ جس دن اس کو دیکھیں گے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں رہے ہوں یا اس کے اول حصہ میں۔

بڑھ جائے گی۔ اوران پر غالب آجائے گی اس سے نفخۂ ثانیہ مراد ہے یا وہ وقت جس میں اہل جنت کو جنت اور اہل نار کو نار کی طرف لے جایا جائے گا۔

۳۵ : يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعٰى (یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا)

نحو : یوم یتذکر یہ اذا جاء ت سے بدل ہے۔ یعنی جب انسان اپنے اعمال کو نامۂ عمل میں مرتب پائے گا تو وہ اس کو یاد آجائیں گے جن کو پہلے بھول چکا تھا۔

نحو : ما سعٰی ما مصدریہ ہے ای سعیہ اس کی کارکردگی۔ نمبر۲۔ ما موصولہ ہے جو اس نے کیا کمایا۔

۳۶ : وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرٰى (اور دوزخ ظاہر کردی جائے گی) دیکھنے والوں کے سامنے۔ برزت ظاہر کردی جائے گی۔ لمن یرٰی ہر دیکھنے والا مراد ہے۔ کیونکہ وہ کامل طور پر ظاہر کردی جائے گی۔

سرکشی کا انجام:

۳۷ : فَأَمَّا مَنْ طَغٰى (تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی) یہ فاذا کا جواب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگیا اذا جاء ت الطامة فان الامر کذٰلك من طغٰی ای جاوز الحد فکفر۔ یعنی جب بڑا ہنگامہ آجائے گا پس معاملہ اسی طرح ہوگا کہ جس شخص نے حد سے تجاوز کر کے کفر کیا ہوگا۔

۳۸ : وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی) آخرت کے مقابلہ میں اس طرح کہ شہوات کا پیروبنا۔

۳۹ : فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوٰى (پس دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا)

نحو :الماویٰ کاالف لام عوض مضاف الیہ کے ہے ای ماوٰہٗ یعنی اس کا ٹھکانہ۔ یہ کوفیین کے نزدیک ہے مگر سیبویہ اور بصرین هی الماوٰی له خبر محذوف مانتے ہیں۔

فرمانبرداری کا نتیجہ:

۴۰ :وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا ہوگا) یعنی اس کو معلوم ہوا کہ اس نے حساب کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا) النفس سے نفس امارہ جو برائیوں کی طرف لے جانے والا ہے۔الھویٰ پستی و ہلاکت کی جگہ یعنی اس نے شہوات کی اتباع سے نفس کو روک لیا۔ ھوٰی یعنی نفس کا شہوات کی طرف مائل ہونا۔ایک قول یہ ہے کہ نہی نفس یہ ہے کہ آدمی معصیت کا خیال کرے پھر مقام حساب یاد آنے پر برائی کے میلان کو بھی چھوڑ دے۔

۴۱ :فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (پس جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا) الماویٰ لوٹنے کا مقام

۴۲ :يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا (یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا) اس کا برپا ہونا کب ہے؟اور کب قائم ہوگی؟ اللہ تعالیٰ اس کو کب قائم کریں گے؟

۴۳ :فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق) آپ کس فکر میں پڑے ہیں کہ ان کے سامنے اس کا وقت ذکر کریں اور ان کو بتلائیں یعنی آپ اس کے وقت کے تذکرے اور تعیین وقت کے سلسلے میں کس بات میں پڑے ہیں اس کو چھوڑیے۔یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں۔لیس فلان من العلم شئ ۔یعنی فلاں کو اس کا کچھ علم نہیں۔(اس وقت ذکری علم کے معنی میں ہوگا۔کہ آپ کو اس کا علم نہیں)

رسول اللہ ﷺ قیامت کا تذکرہ فرماتے رہے اور اس کے متعلق پوچھتے رہے۔ یہاں تک یہ آیت نازل ہوئی اس صورت میں یہ قیامت کے کثرت ذکر پر تعجب کا اظہار ہے۔یعنی وہ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں پس آپ ان کے جواب پر حرص کی وجہ سے اس کا تذکرہ کرتے رہتے اور پوچھتے رہتے ہیں۔

قیامت کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کو:

۴۴ :اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا (اس کا مدار صرف تیرے رب کی طرف ہے) اس کا انتہائی علم کہ وہ کب واقع ہوگی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔یافیم یہ ان کے قیامت پر سوال کا انکار ہے۔مطلب یہ ہے یہ سوال کیوں ہے؟ پھر فرمایا انت من ذکرٰھا ۔ تمہارا بھیجنا اس حالت میں کہ آپ آخر الانبیاء ہیں۔یہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے پس ان کے سوال کا کوئی مطلب نہیں ہے؟ (ان کا سوال بے معنی ہے جبکہ نشان قیامت موجود ہے)

قراءت :اس صورت میں فیم پر وقف کرنا بھی درست ہے۔ایک اور قول فیم انت من ذکرٰھا یہ سوال سے متصل ہے تقدیر

کلام یہ ہے یسئلونك عن الساعۃ ایان مرساھا۔ وہ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کی آمد کب ہے۔ اور یقولون این انت من ذکرٰھا ؟ کہتے ہیں کہ اس کے مقررہ وقت کے متعلق تم کو کیا معلومات ہیں بتاؤ اور اس کا معین وقت بیان کرو۔ پھر جملہ مستانفہ لا کر فرمایا کہ اس کی منتہٰی تیرے رب کے سپرد ہے۔ گویا یہ جواب فیم انت ہے۔

۴۵ : اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا (آپ صرف اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو) یعنی آپ کی بعثت اس لئے نہیں ہوئی کہ قیامت کی ہولناکی سے ان لوگوں کو خبردار کریں جو اس کے شدائد سے بچنا چاہتے ہیں۔

قراءت: منذرٌ یزید وعیاش نے تنوین سے پڑھا ہے۔

قیامت میں حال:

۴۶ : كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا (جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں) یرونھا قیامت کو دیکھیں گے۔ لم یلبثوا دنیا میں ٹھہرنا۔ العشیۃ والضحٰی پچھلا پہر اور پہلا پہر۔ دنیا میں رہنے کی مدت قیامت کی ہولناکی کو دیکھ کر قلیل ترین معلوم ہوگی۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا لم یلبثوا الا ساعۃ من النھار۔ [یونس:۴۵] اور فرمایا قالوا لبثنا یومًا او بعض یوم [الکہف:۱۹] ضُحٰی کی اضافت عشیہ کی طرف باہمی ملابست کی وجہ سے درست ہے۔ کیونکہ دونوں ایک دن میں جمع ہیں یہاں مقصود یہ ہے کہ وہ کہیں گے ہمارے دنیا میں قیام کی مدت ایک دن پورا بھی نہ ہوسکی۔ بس دن کی ایک طرف چاشت یا پچھلی طرف شام ہم نے پائی ہے۔

تمت سورۃ النازعات بحمد اللہ تعالٰی وعونہٖ

سُوْرَۃُ عَبَسَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اثْنَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعٌ وَّاحِدٌ

سورۂ عبس مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں بیالیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤى ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ② وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰۤى ③ اَوْ يَذَّكَّرُ

منہ بنایا اور روگردانی کی اس وجہ سے کہ ان کے پاس نابینا آیا' اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا' یا نصیحت قبول کرتا

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ④ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ⑤ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ⑥ وَمَا عَلَيْكَ

سو نصیحت اسے فائدہ دیتی' لیکن جس نے بے پرواہی کی سو آپ اس کے لئے پیش آ جاتے ہیں' حالانکہ اس بات کا آپ پر کوئی الزام نہیں

اَلَّا يَزَّكّٰى ⑦ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ⑧ وَهُوَ يَخْشٰى ⑨ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ⑩

کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے سو آپ اس کی طرف سے بے توجہی برتتے ہیں۔

كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ⑪ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ⑫ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ⑬ مَّرْفُوْعَةٍ

ہرگز ایسا نہ کیجئے' بے شک یہ قرآن نصیحت کی چیز ہے' سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کر لے' وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں بلند ہیں'

مُّطَهَّرَةٍ ⑭ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ⑮ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ⑯ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ⑰

مقدس ہیں' ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو مکرم ہیں نیک ہیں۔ انسان پر خدا کی مار ہو وہ کیا ہی ناشکرا ہے

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ⑱ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ⑲ ثُمَّ السَّبِيْلَ

اسے کس چیز سے پیدا فرمایا' نطفہ سے اس کو پیدا فرمایا سو اسے ایک انداز سے بنایا۔ پھر اس کا راستہ آسان فرما دیا'

يَسَّرَهٗ ⑳ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ㉑ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ㉒ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ㉓

پھر اس کو موت دیدی' اس کے بعد اسے قبر میں چھپا دیا پھر جب چاہے اسے اٹھا لے۔ خبردار اس کو جو حکم دیا اسے بجا نہیں لایا۔

وقف لازم

عبداللہ بن امّ مکتوم کا واقعہ:

۱، ۲ : عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى (پیغمبر چیں بجبیں ہوگئے اور متوجہ نہ ہوئے۔ اس بات سے کہ ان کے پاس ایک اندھا

آیا)۔عَبَسَ نبی اکرم ﷺ ترش رو ہو گئے۔وَتَوَلّٰی اور اعراض فرمایا اَنْ جَآءَهُ یہ اصل میں لان جاءہ ہے اس لئے کہ ان کے پاس آیا۔

نحو: بحلا منصوب ہے کیونکہ مفعول لہ ہے اس کا عامل عبس یا تولی ہے بصریین وکوفیین کے اختلاف کے مطابق۔الْاَعْمٰی عبداللہ بن ام مکتوم اور ام مکتوم ان کی دادی ہیں۔ان کے والد کا نام شریح بن مالک ہے۔یہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس وقت آئے جب آپ اشراف قریش کو اسلام کی طرف دعوت دے رہے تھے۔آتے ہی عرض کیا یارسول اللہ علمنی مماعلمك اللہ اور یہ سوال بار بار دھرایا۔ان کو معلوم نہیں تھا کہ آپ اشراف قریش کو سمجھا رہے ہیں پس آپ نے ان کی بات کاٹنے کو ناپسند کیا اور ان سے رخ موڑتے ہوئے ترش روئی اختیار فرمائی۔پس یہ آیات نازل ہوئیں رسول اللہ ﷺ اس کے بعد ان کا بڑا خیال فرماتے اور فرماتے مرحبا بمن عاتبنی فیه ربی [اسباب النزول واحدی: ص ۲۹۷] آپ نے ان کو مدینہ منورہ پر دو مرتبہ اپنا نائب مقرر فرمایا (بعض نے کہا چودہ مرتبہ نائب بنایا)

۳ : وَمَا یُدْرِیْكَ (اور آپ کو کیا خبر) اور کونسی چیز آپ کو اس کے حال سے واقف بنائے؟ (یہ استفہام انکاری بمعنی نفی ہے) لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰی (شاید وہ سنور جاتا) شاید وہ نابینا آپ کے کلام کو سن کر جہالت کی میل سے پاک ہو جاتا۔یزکی اصل میں یتزکی ہے۔تاء کو زاء میں ادغام کر دیا۔اسی طرح یذکر میں تاء کو دال میں ادغام کیا گیا ہے۔

۴ : اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی (یا نصیحت قبول کرتا پس اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا) یَذَّكَّرُ نصیحت حاصل کرنا۔

نحو: فتنفعہ عاصم نے عین پر نصب پڑھا اور اس کو لعل کا جواب قرار دیا اور دیگر قراء نے اس کو یذکر پر عطف کرتے ہوئے رفع دیا ہے۔الذکری آپ کی نصیحت یعنی آپ کا وعظ۔یعنی آپ کو معلوم نہیں کہ وہ اس نصیحت سے تذکر یا تزکیہ میں سے کس بات کا متمنی تھا۔اگر آپ جان لیتے تو آپ کی طرف سے یہ بات پیش نہ آتی۔

بے پروائی والے کافر:

۵ : اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی (تو جو شخص بے پروائی کرتا ہے) جو مالدار ہے۔

۶ : فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی (آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں) اس کے ایمان لانے کی حرص میں آپ اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔

قراءت: تصدی میں تاء کو صاد میں ادغام کیا (حجازی)

۷ : وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی (حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں اگر وہ نہ سنورے) آپ پر کوئی پکڑ نہ ہوگی اگر وہ اسلام قبول کر کے پاک نہ ہو۔آپ کے ذمہ پہنچا دینے کی ڈیوٹی ہے۔

۸ : وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی (اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے) خیر و بھلائی کی طلب میں وہ جلدی کرنے والا ہے۔

۹ : وَهُوَ یَخْشٰی (اور وہ ڈرتا ہے) اللہ تعالیٰ سے یا کفار سے۔نمبر ۳۔لڑکھڑانے سے جیسا کہ اندھوں کی عادت ہوتی ہے۔

۱۰ : فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی (آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں) بتکلف دوسروں میں مشغول ہوتے ہیں۔تلہی اصل میں تتلہی

ہے۔روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد کبھی کسی سائل کے سلسلہ میں ترشروئی اختیار نہیں فرمائی۔اور نہ ہی غنی کی طرف میلان اختیار کیا۔روایت میں ہے کہ ثوری رحمہ اللہ کی مجلس میں فقراء امراء ہوتے تھے۔

۱۱ : كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن نصیحت کی چیز ہے) کلا یہ ردع کیلئے ہے ایسا دوبارہ مت کریں۔اِنَّهَا (بیشک یہ سورت یا آیات تَذْكِرَةٌ (نصیحت ہے) جس سے نصیحت حاصل کرنا ضروری ہے۔اور اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔

۱۲ : فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ (پس جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے) پس جس کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ اس نصیحت کو قبول کرے گو مَن کی وجہ سے ضمیر مذکر ہے یا التذکرۃ وعظ وذکر کے معنی میں ہونے کی وجہ سے ضمیر مذکر لائے۔معنی یہ ہے جو نصیحت چاہے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں بات ڈال دیں گے۔

۱۳ : فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ (وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں)

نحو : فی صحف یہ تذکرہ کی صفت ہے ای انها مثبتة في صحف منتسخة من اللوح۔یعنی بیشک وہ ثابت شدہ ہے ایسے صحائف میں جو لوح محفوظ سے لکھے گئے ہیں۔نمبر۲۔یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای هی فی صحف۔وہ صحائف میں ہے۔ مُّكَرَّمَةٍ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مکرم ہیں۔

۱۴ : مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ (رفیع المکان ہیں مقدس ہیں) مَّرْفُوْعَةٍ یعنی آسمان میں بلند ہیں یا قدر و منزلت کے لحاظ سے بلند ہیں۔ مُّطَهَّرَةٍ ملائکہ کے علاوہ دوسروں کے چھونے سے پاک ہیں۔نمبر۲۔وہ اس سے پاک ہیں جو کلام اللہ میں سے نہیں ہے۔

۱۵ : بِاَيْدِیْ سَفَرَةٍ (ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں) سَفَرَةٍ جمع سافر لکھنے والے۔مراد وہ ملائکہ جو لوح محفوظ سے کتابیں نقل کرتے ہیں۔

۱۶ : كِرَامٍ (وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہیں) نمبر۲۔گناہوں سے محفوظ ہیں۔بَرَرَةٍ (نیک) یہ بارّ کی جمع ہے یعنی متقی۔

۱۷ : قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ (آدمی پر اللہ تعالیٰ کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے) اَلْاِنْسَانُ اس میں کافر پر لعنت کی گئی ہے۔نمبر۲۔امیہ قریشی مراد ہے۔نمبر۳۔عتبہ۔مَآ اَكْفَرَهٗ یہ استفہام توبیخ کیلئے ہے یعنی (اس کو کس بات نے کفر پر آمادہ کیا) نمبر۲۔استفہام تعجبی ہے یعنی اس پر تعجب ہے کہ اس کا کفر کس قدر سخت ہے۔

۱۸ : مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ (اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی چیز سے پیدا کیا) کیسی حقیر سے حقیر ترین شئی سے اس کو بنایا یہ بظاہر استفہام ہے اور تقریر کیلئے آیا ہے۔یعنی انسان کو اقرار کرنا چاہیے کہ اس کو نطفہ سے بنایا ہے۔پھر اگلی آیت میں اس کی وضاحت فرمائی۔

۱۹ : مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ (نطفہ سے اس کی صورت بنائی پھر اس کو اندازہ سے بنایا) جیسا اس کو بنانا چاہا تخلیق کردی۔

۲۰ : ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ (پھر اس کا راستہ آسان کر دیا) نحو : السبیل یہ یسّر مضمر کی وجہ سے منصوب ہے ای ثم سهل له سبيل الخروج من بطن امه یعنی پھر اس کے لئے ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا۔یا اس کے سامنے خیر وشر کو کھول

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ

سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے' ہم نے خوب اچھی طرح پانی برسایا پھر ہم نے زمین کو عجیب طریقہ پر

شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾

پھاڑ دیا سو ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں

وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣١﴾ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾

اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کر دیا تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کیلئے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ

سو جب خوب زور دار آواز والی آ جائے گی جس روز انسان اپنے بھائی اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے

وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾

اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا' ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہو گی جو کسی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی' اس روز بہت سے چہرے روشن ہوں گے'

ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾

ہنس مکھ ہوں گے' خوش ہوں گے اور اس دن بہت سے چہرے ایسے ہوں گے جن پر کدورت ہو گی ان پر ظلمت چھائی ہو گی'

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

یہ وہ لوگ ہوں گے جو کافر تھے فاجر تھے۔

کر بیان کر دیا۔

۲۱: ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا) اس کو قبر والا بنایا جس میں اس کو چھپایا جاتا ہے۔ حیوانات کی طرح نہیں کہ کھلا چھوڑ دیا جائے یہ اس کی تکریم کی گئی۔ قبر المیت: اس کو دفن کا مقام۔ اقبرہٗ اس کے متعلق حکم دیا کہ اس کو قبر میں رکھا جائے اور اس کو اس پر قدرت و اختیار بھی دیا۔

۲۲: ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ (پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا) اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا۔

۲۳: كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ (ہرگز نہیں اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا) اس میں انسان کو کفر سے روکا گیا کہ اس کو ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیے۔ لما یقض ما امرہ اس کافر انسان نے جو اس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کا حکم دیا اس کو پورا نہیں کیا۔

قدرتِ باری تعالیٰ:

۲۴: فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ (پس انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے)

ربط: جب ان نعمتوں کو شمار کر دیا جو انسان کی ابتدائے حدوث سے انتہاء تک اس کے وجود میں پائی جاتی تھیں اب اس کے بعد ان نعمتوں کا ذکر کیا جن کی انسان کو زندگی میں ضرورت پڑتی ہے۔ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ پس انسان کو اپنا وہ کھانا دیکھنا اور اس پر غور کرنا چاہیے جو وہ کھاتا اور جس سے زندگی گزارتا ہے۔ کہ ہم نے اس کا انتظام کس طرح فرمایا ہے۔

۲۵: اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا (ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا)

نحو، قراءت: اَنَّا فتحہ کے ساتھ کوفی قراء نے پڑھا اور اس کو طعام سے بدل الاشتمال قرار دیا۔ نمبر۲۔ اِنَّا دیگر قراء نے پڑھا اور جملہ مستانفہ قرار دیا۔ صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا یعنی بادلوں سے بارش برسائی۔

۲۶: ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا) نباتات سے پھاڑا۔

۲۷: فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا (پھر ہم نے اس میں غلہ اگایا) مثلاً گندم، جو وغیرہ جو انسانی غذاء میں کام آتا ہے۔

۲۸: وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا (اور انگور اور ترکاری) عنباً انگور کا پھل یہ طعام اور میوہ دونوں ہیں۔ قضبا ترکاری۔ یہ قضب یقضب کا مصدر ہے۔ جس کو بطور تسمیہ استعمال فرمایا۔ اس کو قضب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو بار بار کاٹا جاتا ہے۔

۲۹: وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا (اور زیتون اور کھجور)

۳۰: وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا (اور گنجان باغ) حدائق: باغات۔ غلبا گھنے درختوں والے۔ یہ غلباء کی جمع ہے۔

۳۱: وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا (اور میوے اور چارہ پیدا کیا) فاکھۃ میوے تمہاری خاطر واَبًّا یعنی چارہ تمہارے چوپایوں کیلئے۔

۳۲: مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ کیلئے) متاعاً یہ مصدر ہے فائدہ پہنچانے کیلئے تمہیں اور تمہارے جانوروں کو۔

۳۳: فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ (پھر جس وقت کانوں کا بہرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا) اس سے قیامت کی چیخ مراد ہے کیونکہ وہی کانوں کو پھاڑ ڈالے گی یعنی بہرہ کر دے گی۔ اذا کی شرط کا جواب ظاہر ہونے کی وجہ سے محذوف ہے (اس وقت انسان کو اپنی ناشکری کا نتیجہ ملے گا)

احوالِ قیامت:

۳۴: يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ (جس روز ایسا آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا)۔

۳۵: وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ (اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے) نمبر۱۔ اس لئے کہ اس کے اور ان کے مابین حقوق اور تاوان ہونگے۔ نمبر۲۔ اپنے نفس میں شدید مشغولیت کی وجہ سے۔

۳۶ : وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا) صاحبہ بیوی۔ بنیہ اور قرآن مجید نے بھائی سے ابتداء کی اور پھر والدین کا ذکر کیا۔ کیونکہ وہ دونوں قریب تر ہیں۔ پھر بیوی اور اولاد کو لایا گیا کیونکہ وہ اس کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

ایک قول:

یہ ہے سب سے پہلا شخص جو اپنے بھائی سے بھاگے گا وہ ہابیل ہوگا اور سب سے پہلے والدین سے بھاگنے والے ابراہیم علیہ السلام اور بیوی سے بھاگنے والے نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام ہونگے۔ اور بیٹے سے بھاگنے والے نوح علیہ السلام ہونگے۔

۳۷ : لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ (ان میں سے ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا) شان ایسی حالت جو اس کی اپنی ذات سے متعلق ہوگی۔ یغنیہ جو اس کو غیر سے مشغول کر کے اپنے اہتمام میں مگن کر دے گی۔

۳۸ : وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ (بہت سے چہرے اس روز روشن و خنداں) روشن، چمکدار رات کے قیام کی وجہ سے۔ نمبر۲۔ آثار وضوء سے چمکدار ہونگے۔

۳۹ : ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (شاداں ہونگے) ان چہروں والے شاداں ہونگے یہ مؤمن ہیں جو مسرور و خوش باش ہونگے۔

۴۰ : وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ (اور بہت سے چہروں پر اس روز ظلمت ہوگی) غبرۃ یعنی غبار۔

۴۱ : تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (ان پر کدورت چھائی ہوگی) اس غبار پر دھوئیں کی طرح سیاہی چھائے گی اور دنیا میں بھی جب چہرے پر غبار اور سیاہی جمع ہوں تو چہرہ وحشت ناک ہوتا ہے۔ (اور وہ تو سب کچھ آخرت کا ہوگا۔ (اللھم احفظنا منھا بفضلك)

۴۲ : أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ (یہی لوگ کافر فاجر ہیں) اولٰئک اس حالت والے۔ هم الکفرۃ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا انکار کرنے والے ہیں۔ الفجرۃ بندوں کے حقوق میں دیانت کو پھاڑنے والے۔ نمبر۲۔ جب کفر و فجور کو جمع کر لیا تو چہرے کی سیاہی کے ساتھ غبار کو جمع کر دیا گیا۔

تمت بحمد الله سورة عبس

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ التکویر مکۂ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انتیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۞ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۞ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۞ وَاِذَا

جب سورج بے نور ہو جائے ' اور جب ستارے گر پڑیں اور جب پہاڑ چلا دیے جائیں ' اور

الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۞ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۞ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۞

جب حمل والی اونٹنیاں بے کار کردی جائیں ' اور جب وحشی جانور جمع کر دیے جائیں اور جب سمندروں کو دہکا دیا جائے '

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۞ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۞ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۞ وَاِذَا

اور جب نفوس کے جوڑے بنا دیے جائیں ' اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کے بارے میں سوال کیا جائے کہ وہ کس گناہ کے سبب قتل کی گئی ' اور جب

الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۞ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۞ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۞

اعمال نامے کھول دیے جائیں اور جب آسمان کھول دیا جائے اور جب دوزخ کو دہکا دیا جائے '

نظارۂ قیامت:

۱: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (جب آفتاب بے نور ہو جائے گا) اس کی روشنی جاتی رہے گی۔ یہ کورت العمامۃ سے لیا گیا کہ جب تم اس کو لپیٹ لو۔ یعنی اس کی روشنی کو بالکل لپیٹ دیا جائے گا۔ اطراف میں اس روشنی کا پھیلاؤ ختم ہو جائے گا۔

نحو: الشمس فعل مضمر کی وجہ سے مرفوع ہے جس کی تفسیر کورت کر رہا ہے کیونکہ اذا حرف شرط ہے یہ فعل کا طالب ہوتا ہے۔

۲: وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ (اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے)

۳: وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے) سطح زمین سے چلا کر دور کر دیے جائیں گے یا فضا میں بادلوں کی طرح چلائے جائیں گے۔

دس ماہ کی گابھن اونٹنی:

۴: وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی) العشار جمع عشراء کی ہے یہ ایسی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

جس کے حمل کو دس ماہ گزر جائیں پھر وضع حمل تک اس کا نام یہی رہتا ہے۔ عُطِّلَتْ (بیکار ہو جائیں) ان کے مالکوں نے ان کو اپنے نفسوں میں مشغولیت کی وجہ سے بیکار چھوڑ دیا۔ اس حالت میں اونٹنی اہل عرب کے ہاں بڑی حفاظت سے رکھی جاتی ہے۔ بقیہ چیزوں کی طرف ان کا دھیان کم وبیش ہوتا ہے۔

قراءت: عطلت تخفیف سے بزی نے پڑھا ہے۔

۵ : وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (اور جب وحشی جانور سب جمع ہو جائیں گے) ہر جانب سے جمع ہو جائیں گے۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

ہر چیز یہاں تک کہ مکھیوں کو بھی قصاص کیلئے اٹھایا جائے گا۔ جب ان کے مابین فیصلہ ہو چکے گا تو ان کو مٹی کر دیا جائے گا۔ ان میں صرف وہ باقی رہ جائے گا۔ جس میں بنی آدم کے لئے خوش کن پہلو ہیں مثلاً مور وغیرہ۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ان کا حشر ان کی موت ہے عرب کہتے ہیں جب سال لوگوں اور ان کے اموال کیلئے پریشانی والا ہوتا ہے' تو کہتے ہیں: حشرتھم السنۃ۔ سال نے ان کو ہلاک کر دیا۔

۶ : وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (جب دریا بھڑکائے جائیں گے)

قراءت: مکی وبصری نے سُجِرَت پڑھا اور سجر التنور سے لیا جبکہ اس کو لکڑیوں سے بھردیں اب معنی یہ ہے جب دریاؤں کو بھر دیا جائے گا۔ اور پھوٹ کر ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور ایک سمندر بن جائے گا۔ ایک قول یہ ہے اہل نار کو عذاب دینے کیلئے آگ سے بھر دیا جائیگا۔

۷ : وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کیے جائیں گے) ہر نفس کو اس کے ہم جنس سے ملا دیا جائے گا۔ نیک کو نیک کے ساتھ جنت میں اور بروں کو بروں کے ساتھ آگ میں۔ نمبر۲۔ ارواح کو اجساد سے ملا دیا جائے گا۔ نمبر۳۔ نفوس کو ان کے اعمال ناموں اور اعمال سے ملا دیا جائے گا۔ نمبر۴۔ نفوس مؤمنین کو حور العین اور کفار کو شیاطین کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

زندہ در گور کے سوال:

۸ : وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ (اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا) الموء دۃ جو زندہ دفن کی گئی۔ عرب بھوک کے خطرے اور غلام بنائے جانے کے خوف سے لڑکیوں کو زندہ در گور کرتے تھے۔ سُئلت سے نرمی ومہربانی کا سوال مراد ہے۔ تاکہ وہ اپنا بیان دے کہ اسے بغیر گناہ قتل کیا گیا نمبر۲۔ اس میں قاتل کو توبیخ کی گئی کہ روئے سخن اس سے پھیر کر مقتولہ کی طرف کر دیا جیسا کہ اس آیت میں ہے ء انت قلت للناس الآیۃ [المائدہ:۱۱۶]۔ نمبر۳۔ تاکہ وہ قاتل پر داخل ہو سکے۔

۹ :بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ (کہ وہ کس گناہ کی بناء پر قتل کی گئی تھی)
قراءت :قُتِّلَتۡ یزید نے تشدید سے پڑھا۔

ایک اہم بات:

اس میں دلیل ہے کہ اطفال مشرکین کو عذاب نہ ہوگا اور عذاب بلا ذنب نہیں ہوا کرتا۔

۱۰ :وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ (اور جب نامہ اعمال کھول دیئے جائیں گے)
قراءت: نشرت کا معنی کھولنا۔ نُشِرَتۡ تخفیف کے ساتھ مدنی، شامی، عاصم اور سہل، یعقوب کی قراءت میں ہے۔ نُشِّرَتۡ یہ ابو عمرو، ابن کثیر، حمزہ، کسائی وخلف کی قراءت ہے۔ الصحف سے نامہ اعمال مراد ہیں۔ انسان کا نامۂ عمل موت کے وقت لپیٹ دیا جاتا ہے۔ پھر جب اس کو اٹھایا جائے گا تا کہ حساب و کتاب لیا جائے تو اس وقت اس نامۂ عمل کو کھولا جائے گا۔ نمبر۲۔ اور نشر سے مراد نامہ اعمال والوں کو ان کے نامہ ہائے اعمال کا تقسیم کرنا مراد ہو۔

۱۱ :وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتۡ (جب آسمان کھل جائے گا)

قول الزجاج:

آسمان کو اس طرح اکھاڑ دیا جائے گا جیسا چھت کو اکھاڑتے ہیں۔

۱۲ :وَاِذَا الۡجَحِیۡمُ سُعِّرَتۡ (اور جب دوزخ دہکائی جائے گی) سخت بھڑکائی جائے گی۔
قراءت :سُعِرَتۡ۔ تخفیف والی قراءت ابن کثیر، ابوعمرو اور ابن عامر، عاصم کی ہے۔ تشدید والی قراءت شامی، مدنی اور عاصم کی ہے حماد کی نہیں اور نہ ہی یحییٰ کی۔ تشدید میں مبالغہ ہے۔

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾ فَلَآ اُقْسِمُ

جنت کو قریب کردیا جائے ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے حاضر کردیئے۔ سو میں ان ستاروں کی قسم کھاتا ہوں

بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾

جو پیچھے کو ہٹتے ہیں جو چلنے والے ہیں چھپنے والے ہیں' قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے' قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾

بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے رسول کریم کا معزز فرشتہ کا لایا ہوا جو عرش والے کے نزدیک قوت والا ہے مرتبہ والا ہے'

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾

اس کی اطاعت کی جاتی ہے وہ وہاں امانت دار ہے اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے' اور بات واقعی ہے کہ اس نے اس فرشتے کو واضح کنارہ پر دیکھا ہے

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ

اور وہ غیب کی باتوں پر بخل کرنے والا نہیں ہے' اور وہ شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے' سو تم لوگ کہاں

تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾

جا رہے ہو' بس وہ جہان والوں کے لئے ایک بڑی نصیحت ہے ایسے شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھے راستہ پر چلنا چاہے

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

اور تم نہیں چاہتے ہو مگر یہ کہ اللہ چاہے جو رب العالمین ہے۔

۱۳: وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ (اور جب جنت نزدیک کردی جائے گی) متقین کے قریب کردی جائے گی جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ [ق:۳۱] یہ بارہ خصلتیں ہیں جو چھ دنیا میں پیش آئیں گی اور باقی آخرت میں۔

قراءت: ما احضرت تک بالکل وقف نہیں ہے کیونکہ اذا الشمس کا عامل ناصب ہے۔ اور باقی اس پر معطوف ہیں اور ان کا جواب اگلی آیت ہے۔

۱۴: عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ (ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو وہ لے کر آیا) نفس سے مراد کل نفس ہے۔

قراءت: اور سانس کے ہر آیت پر انقطاع کی صورت میں وقف کو ہر آیت پر جائز قرار دیا گیا ہے۔ ما احضرت جو خیر و شر وہ لے کر آیا ہے۔

۱۵: فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ (پس میں قسم اٹھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں) لا زائدہ ہے۔ الخنس مبدأ سیر کی

طرف لوٹنا۔ تم اپنے سامنے ستارے کو برج کے آخر میں دیکھتے ہو اسی وقت وہ پھر مڑ کر ابتدائے برج میں لوٹ آتا ہے۔

۱۶ : الْجَوَارِ الْكُنَّسِ (چلتے رہتے ہیں جا چھپتے ہیں) الجوار چلتے رہنے والے۔ الکنس غائب ہونے والے۔ یہ کنس الوحش سے لیا گیا ہے جبکہ وہ اپنے کچھار میں داخل ہو۔

ایک قول یہ ہے وہ خمسہ متحیرہ ہیں۔ بہرام، زحل، عطارد، الزہرہ، المشتری یہ سورج و چاند دونوں کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور واپس لوٹ کر سورج کی روشنی میں چھپ جاتے ہیں۔ پس خنوس سے مراد انکا رجوع ہے۔ اور کنوس سے ان کا سورج کی روشنی کے نیچے چھپنا مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام ستارے ہیں۔

۱۷ : وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ (اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے) عسعس نمبرا۔ اپنے اندھیرے کے ساتھ متوجہ ہو۔ نمبر۲۔ جانے لگے۔ یہ لفظ اضداد میں سے ہے۔

۱۸ : وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ (اور قسم ہے صبح کی جب وہ جانے لگے) اور اس کی روشنی پھیل جائے جب صبح کی آمد کیلئے روح اور نسیم کی آمد لازم ہے۔ تو اسی لئے اس کو مجازاً سانس قرار دیا۔

صفاتِ جبرئیل علیہ السلام:

۱۹ : اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (اور قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا) یہ جواب قسم ہے ہٗ سے قرآن مجید مراد ہے۔ رسول کریم سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ قرآن مجید کی نسبت جبرئیل علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے کیونکہ وہ لانے کا ذریعہ ہیں۔ کریم وہ بارگاہ الٰہی میں عزت و آبرومند ہیں۔

۲۰ : ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ (جو قوت والا ہے۔ مالک عرش کے نزدیک ذی مرتبہ ہے) ذی قوۃ جس بات کا اس کو ذمہ دار بنایا گیا اس پر اس کو پوری قدرت و طاقت حاصل ہے اس کام سے عاجز نہیں رہتا اور نہ کمزوری دکھاتا ہے۔

عندذی العرش اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مکین مرتبہ و مقام والا ہے۔ مرتبہ کا حال مرتبہ بنانے والی ذات کے مطابق ہوتا ہے تو اسی لئے فرمایا: عند ذی العرش کہ اس کی بارگاہ میں) تا کہ اس کے اعلیٰ مرتبہ و مقام پر دلالت ہو۔

۲۱ : مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے۔ اور امانت دار ہے) مطاع ثم یعنی آسمانوں میں تمام فرشتے اس کی بات مانتے ہیں۔ نمبر۲۔ عرش والے کے ہاں اس کی بات مانی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اس کی بات مانتے ہیں۔ اس کی رائے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے حکم سے نتیجہ نکالتے ہیں۔ امین وہ وحی لانے پر امانتدار ہے۔

۲۲ : وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ (اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنون نہیں ہیں) صاحبکم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ بمجنون جیسا کہ آپ کے متعلق کفار کا نقطہ نظر تھا۔

نحو: اس کا عطف جواب قسم پر ہے۔

۲۳ : وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ (اور انہوں نے اس فرشتہ کو آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے) راٰہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نے جبرئیل علیہ السلام کوان کی اصل صورت میں دیکھا ہے۔الافق المبین سے آسمان کا مشرقی کنارہ مراد ہے۔

۲۴ :وَمَاهُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (اور یہ پیغمبر مخفی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں)علی الغیب سے مراد وحی ہے۔بضنین یہ الضن سے لیا گیا۔اور وہ بخل کو کہتے ہیں وہ وحی میں بخل نہیں کرتے جیسا کہ کاہن لوگ مٹھائی کی غرض سے بخل کرتے ہیں۔بلکہ آپ اسی طرح سکھا دیتے ہیں جیسا آپ کو سکھائی گئی اس میں سے کوئی چیز نہیں چھپاتے۔

قراءت: مکی،ابوعمرواورعلی نے بظنین ظاء سے پڑھا جس کا معنی مُتَّھَم ہے کہ جس پر وحی میں کمی کرنے کی تہمت لگی ہو۔یا اس میں اضافہ کی یہ الظِنَّة سے ہے جس کا معنی تہمت ہے۔

۲۵ :وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ (اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے)ھو سے مراد قرآن مجید ہے۔ رَجِیم :مردود۔جیسا کہ دوسرے مقام میں فرمایا۔وما تنزلت بہ الشیاطین [الشعراء:۲۱۰] یعنی یہ ان کی بات نہیں جو چوری چھپے سننے کے لئے کان لگاتے ہیں۔اور پھر وہ اپنے کاہن دوستوں کی طرف وہ بات القاء کرتے ہیں۔

۲۶ :فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ (تو تم لوگ کدھر کو چلے جا رہے ہو)اس میں کفار کیلئے استضلال ہے جیسا کہ اس شخص کو جو صحیح راستہ کو چھوڑ رہا ہو بطور افسوس کہتے ہیں یا راستے کے کناروں پر جا رہا ہو تو اس کو کہتے ہیں۔تم کہاں جا رہے ہو؟(کہ راستہ تو کھلا ہے اس کو کیوں چھوڑتے ہو) گویا ان کی حالت کو اس شخص کے ساتھ مثال دے کر ذکر کیا کہ یہ سامنے راستہ دیکھتے ہوئے حق سے ہٹ کر باطل کی طرف اسی طرح جا رہے ہیں۔جیسا وہ شخص جو راستے کو جان بوجھ کر چھوڑ رہا ہو۔

قول الزجاج رحمہ اللہ:

اس کا معنی یہ ہے جو راستہ میں نے کھول کر بیان کر دیا اس سے زیادہ واضح کس راستہ پر چلو گے۔

قولِ جنید رحمہ اللہ:

تم ہم سے کنارہ کش ہو کر کہاں جا رہے ہو کونسی وہ چیز ہے جو ہمارے پاس نہیں۔

۲۷ :اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (بس یہ تو دنیا جہان والوں کیلئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے)قرآن تو مخلوق کیلئے ایک نصیحت ہے۔

۲۸ :لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ (ایسے شخص کیلئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے)

نحو :یہ من العالمین سے بدل ہے۔

ان یستقیم قرآن اس کے لئے نصیحت ہے جو استقامت چاہے یعنی جو اسلام میں داخل ہو کر استقامت چاہتے ہیں ان کو اس نصیحت سے فائدہ ہوگا۔گویا دوسروں کو نصیحت کی ہی نہیں گئی نصیحت میں اگرچہ مخاطب تو تمام کو کیا گیا ہے۔

۲۹ :وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (اور تم بغیر اللہ رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)وماتشاء ون اور تم استقامت نہیں چاہ سکتے۔اِلاَّ ان یشاء اللہ رب العالمین۔مگر جب کہ اللہ تعالیٰ جو تمام مخلوق کا مالک ہے وہ چاہے۔

تمت سورة التكوير بعونه تعالى اللهم اعذنى من عذابك يا رب العالمين

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الانفطار مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے جھڑ جائیں گے ۔ اور جب سمندر بہا دیئے جائیں گے اور جب

الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝۵ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ

قبریں اکھاڑ دی جائیں گی تو ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے پہلے بھیجے اور بعد میں بھیجے۔ اے انسان تجھے کس چیز نے تیرے

بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝۶ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝۷ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا

رب کریم کے ساتھ دھوکہ میں ڈالا جس نے تجھے پیدا فرمایا سو تیرے اعضاء درست بنائے پھر تجھے اعتدال پر رکھا جس صورت میں چاہا

شَآءَ رَكَّبَكَ ۝۸ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝۹ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝۱۰

تجھے مرکب فرمادیا۔ ہرگز نہیں بلکہ بات یہ کہ تم جزاء کو جھٹلاتے ہو اور بلاشبہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے ہیں

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝۱۱

جو عزت والے ہیں لکھنے والے ہیں

احوالِ قیامت:

۱: اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا) انفطرت پھٹ جائے گا۔

۲: وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے) انتثرت گر پڑنا۔

۳: وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے) ایک دوسرے کی طرف کھل جائیں گے اور ایک پانی کا سمندر بن جائے گا۔

۴: وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ (جب قبور اکھاڑ دی جائیں گی) کرید دی جائیں گی اور اس کے مردوں کو نکال باہر کیا جائے گا۔

۵: عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ (ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا) یہ اذا کا جواب ہے یعنی ہر نیک و بد

جان لے گا جو اس نے اطاعت کی ہوگی۔ واخرت اور جو کام اس نے چھوڑے ہونگے اور عمل نہ کیا ہوگا۔ نمبر۲۔ ماقدمت سے صدقات اور ما اخرت سے میراث مراد ہے۔

۶ :یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ (اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے۔) یا یھا الانسان نمبرا۔ اس سے خطاب منکرین بعث کو کیا گیا۔ ماغرك بربك الکریم یعنی کس چیز نے تجھے دھوکا دیا یہاں تک کہ تو نے اپنے فرائض کو بھی ضائع کر دیا۔ حالانکہ تیرا رب کرم والا ہے۔

منکرین کو خطاب:

۷ :اَلَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ (جس نے تجھ کو بنایا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا۔ پھر تجھے اعتدال پر بنایا) اس کا کرم تو دیکھ کہ اس نے تجھ پر بنانے کا احسان فرمایا اور تسویہ وتعدیل جیسے احسان عظیم فرمائے۔ آپ ﷺ سے مروی ہے کہ جب آپ نے اس آیت کو پڑھا فرمایا۔ غرہ جھلہ (رواہ ابو عبید فی فضائل القرآن حاشیہ کشاف) اس کی جہالت نے اسے دھوکا میں رکھا۔

قولِ عمر رضی اللہ عنہ:

غرہ حمقہ یعنی اس کی حماقت نے اسے دھوکہ میں رکھا۔ نمبر۲۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ:

غرہ شیطانہ یعنی اس کے شیطان نے اسے دھوکہ میں ڈالا۔ نمبر۳۔ قول فضیلؒ۔ اگر مجھے خطاب کیا جاتا تو میں کہتا تیری ستاری کے لٹکتے ہوئے پردوں نے۔ نمبر۴۔

قول یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ:

اگر مجھے خطاب ہوتا تو کہتا۔ مجھے تیرے گزشتہ اور حالیہ احسانات نے دھوکہ میں ڈالا۔ فَسَوّٰکَ۔ یعنی تجھے مناسب طور صحیح سالم اعضاء والا بنایا۔ فَعَدَلَکَ یعنی تجھے میانہ متناسب الاعضاء بنایا۔ ان میں تفاوت نہیں رکھا۔ ایسا نہیں بنایا کہ دونوں میں سے ایک ہاتھ بہت لمبا ہو اور نہ ہی ایک آنکھ کو بہت بڑی بنایا اور نہ ایسا کیا کہ بعض اعضاء کو سفید اور بعض کو سیاہ بنایا۔ نمبر۲۔ تمہیں معتدل الخلقت بنایا کہ تو سیدھا کھڑا ہو کر چلتا ہے۔ بہائم کی طرح جھک کر نہیں۔

قراءت: کوفی قراء نے تخفیف سے پڑھا ہے۔ معنی اس کا بھی یہی ہے کہ تیرے اعضاء کو معتدل بنایا یہاں تک کہ تو معتدل الخلقت ہے۔

۸ :فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ (جس صورت میں چاہا تجھ کو ترتیب دے دیا)

نحو: ماتاکید کیلئے زائد ہے۔ یعنی جس صورت میں اس کی مشیت نے چاہا تمہیں حسن، قبح، طول وقصر کی مختلف صورتوں میں جوڑ

يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾

وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ بلاشبہ نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور بلاشبہ بدکار دوزخ میں ہوں گے

يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ

وہ اس میں بدلہ کے دن داخل ہوں گے اور وہ اس سے غائب ہونے والے نہ ہوں گے اور اے مخاطب تجھے خبر ہے کہ بدلہ کا

الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ

دن کیا ہے پھر تجھے کیا خبر ہے کہ بدلہ کا دن کیا ہے وہ ایسا دن ہو گا جس میں کوئی شخص کسی شخص کے لئے نفع کا

شَيْئًا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ ع ۱

مالک نہ ہوگا اور اس دن ساری حکومت اللہ ہی کے لئے ہوگی۔

دیا۔ یہ جملہ ماقبل پر معطوف نہیں جیسا کہ ماقبل کا جملہ معطوف تھا۔ کیونکہ یہ عدلك کا بیان ہے اور جار مجرور کا تعلق رکبك سے ہے اس معنی میں کہ تمہیں بعض صورتوں میں رکھ کر اختیار دے دیا۔ یا محذوف سے متعلق ہے ای رکبك حاصلا فی بعض الصور۔ تمہیں جوڑا اس حالت میں کہ اس سے کئی شکلیں بن گئیں۔

۹ : كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ (ہرگز نہیں بلکہ تم جزاء وسزا کو جھٹلاتے ہو) کلا ردع کیلئے ہے اللہ تعالیٰ کے متعلق جس غفلت کا شکار ہے اس کے متعلق ردع کی گئی ہے۔ بل تکذبون بالدین ۔ الدین اصل میں جزاء ہے یا دین اسلام مطلب یہ ہے تم ثواب و عقاب کی تصدیق نہیں کرتے۔

۱۰ : وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ (اور تم پر یاد رکھنے والے مقرر ہیں) الحافظین ملائکہ جو تمہارے اعمال واقوال کو یاد رکھنے والے ہیں۔

۱۱ : كِرَامًا كَاتِبِيْنَ (معزز لکھنے والے مقرر ہیں) یعنی تم تو جزاء کو جھٹلا رہے ہو۔ اور کاتب تمہارے اعمال کو لکھ رہے ہیں تاکہ تم کو بدلہ دیا جائے۔

۱۲ : يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں) تمہارے اعمال کی کوئی چیز ان سے ڈھکی چھپی نہیں۔ لکھنے والوں کی عظمت کو ذکر فرما کر جزاء کی عظمت ظاہر کی گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم امور میں سے ہے۔ اس آیت میں متقین کو لطف و کرم کی طرف بلایا جا رہا ہے اور مجرمین کو انذار و تہویل کی جا رہی ہے۔

قولِ فضیل رحمہ اللہ:

جب فضیلؒ یہ آیت پڑھتے تو فرماتے غافلین پر اس سے زیادہ شدت والی کوئی آیت نہیں ہے۔

۱۳: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ (نیک لوگ بیشک آسائش میں ہونگے) ابرار سے مؤمنین مراد ہیں وہ جنت کی نعمتوں میں ہونگے۔

فجار کا انجام:

۱۴: وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (اور بدکار لوگ بیشک دوزخ میں ہونگے) الفجار سے کفار مراد ہیں وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

۱۵: یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ (روز جزاء کو اس میں داخل ہونگے) جزاء کے دن وہ جہنم میں داخل ہونگے۔

۱۶: وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ (اور وہ اس سے باہر نہ ہونگے) یعنی جہنم سے نکالے نہ جائیں گے جیسا ارشاد فرمایا: وماهم بمخرجين منها [المائدہ:۳۷]

۱۷: وَمَآ اَدْرٰكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ (آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزاء کیسا ہے) پھر قیامت کی عظمت شان کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وما ادراك مايوم الدين۔

قیامت کا موقعہ:

۱۸: ثُمَّ مَآ اَدْرٰكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ (پھر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزاء کیا ہے) تاکید اور اس کی شدت وہولناکی بیان کرنے کیلئے دوبارہ لائے۔اور اگلی آیت میں قیامت کی وضاحت فرمائی۔

۱۹: یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَّالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کیلئے کچھ بس نہ چلے گا۔اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی) اس آیت سے قیامت کی وضاحت فرمائی کہ قیامت کو اپنے سے دفع کرنے کی اور نہ کسی دوسرے کو کسی طریق سے نفع پہنچانے کی کوئی طاقت ہوگی۔شفاعت کا اذن الٰہی سے وہ اختیار پائے گا۔قراءت: یوم مکی، بصری نے رفع سے پڑھا اور ھوَ کو مقدر مانا۔ای هو یومٌ نمبر۲۔یوم الدین سے بدل بھی ہوسکتا ہے۔نصب کی صورت میں۔ نمبرا۔ ذکر کا مفعول ہے۔نمبر۲۔یدانون مضمر ہے۔کیونکہ قیامت کا تذکرہ اس پر دلالت کررہا ہے۔والامر یومئذ للّٰہ کا مطلب یہ ہے کہ اختیار اس دن صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا وہی فیصلہ فرمائے گا نہ کوئی اور۔

تمت سورة الانفطار بكرم الكريم والحمدلله اولاً وآخراً ۔ ١١ ربيع الثانى ١٤٢٤ھ

سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِیْنَ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ سِتٌّ وَّ ثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً

سورۃ المطففین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھتیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ① الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ② وَ اِذَا كَالُوْهُمْ

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے جن کا طریقہ یہ ہے کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں' اور جب ان کو ناپ کر

اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ ③ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ④ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ⑤

یا تول کر دیں تو گھٹا دیں' کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے

یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ⑥ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ⑦

جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ ہرگز نہیں' بدکار لوگوں کا اعمالنامہ سجین میں رہے گا

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌ ⑧ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ⑨

اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا چیز ہے؟ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے

۱: وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ (بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے)

نحو: ویل مبتدأ اور للمطففین اس کی خبر ہے۔ المطففین وہ لوگ جو کیل و وزن میں لوگوں کے حقوق تلف کرتے ہیں۔

۲: الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ (کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں) جب وہ لوگوں سے ناپ تول میں اپنے حقوق لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔

نکتہ: جبکہ ان لوگوں کا ماپ کم وصول کرنا لوگوں کیلئے نقصان کا باعث ہے اور وہ ٹھونس کر لوگوں سے وصول کرتے ہیں اسی لئے مِنْ کی بجائے عَلٰی لائے اور اس پر دلالت موجود ہے۔

ایک انداز:

عَلٰی یستوفون کے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور فعل پر مفعول کو افادۂ اختصاص کیلئے مقدم کیا گیا ہے۔ یعنی وہ لوگوں سے خاص طور پر پورا پورا لیتے ہیں۔

قولِ فراء:

ایسے مواقع پر من اور علی ہر دو کا استعمال ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کا حق ہے پس جب تم کہو اکتلت علیك تو گویا اس طرح کہا اخذت ماعلیك ۔ میں نے تیرے ذمہ جو کچھ تھا ناپ کر لے لیا۔ اور جب تم کہو اکتلت منك تو گویا اس طرح کہا استوفیت منك میں نے پورا تجھ سے وصول کر لیا۔

۳: وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْوَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ (اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں)

نحو: ضمیر منصوب الناس کی طرف راجع ہے تقدیر کلام یہ ہے كَالُوْا لَهُمْ اَوْوَّزَنُوْا لَهُمْ پس حرف جار کو حذف کر کے ضمیر فعل کے ساتھ ملا دی۔

نکتہ نمبر ا:

شروع میں اس طرح بھی نہیں کہا۔ او اتزنوا جیسا یہاں کہا گیا اَوْوَّزَنُوْهُمْ یہ بطور اکتفاء اکتالوا اور کالوا کے ساتھ ایک ہی مرتبہ لائے اور یہ کافی ہے نمبر۲۔ اور ایک احتمال اس کے علاوہ یہ ہے کہ تطفیف کرنے والے کیل اور وزن والی دونوں چیزوں کو کیل کر کے لیتے ۔ کیونکہ کیل کے ذریعہ ان کو اپنا مال پورا کرنے کی پوری قدرت تھی اور سرقہ کا پورا موقعہ ماپ کے برتن کو حرکت دے کر اور بھرنے میں حیلہ سازی کے ذریعہ میسر آ جاتا۔ جب وہ دیتے تو کیل و وزن دونوں میں کمی کرنے پر پوری قدرت تھی اس لئے لینے کے ساتھ وزن کا ذکر نہیں فرمایا دینے کے ساتھ وزن کا بھی ذکر کر دیا گیا۔ يُخْسِرُوْنَ (وہ کمی کرتے ہیں) عرب کہتے ہیں خسر المیزان واخسرهٗ وزن کم ہو گیا یا وزن کم کر دیا۔

ہر ہر ذرہ کا حساب:

۴، ۵: اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ (کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے) لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ سے مراد قیامت کا دن ہے۔ الا یہ حرف تنبیہ نہیں بلکہ ہمزہ استفہام لا نافیہ پر داخل کیا گیا ہے یہ استفہام انکار و تعجب کیلئے ہے کہ ان کی حالت بہت عجیب ہے کہ تطفیف پر جرأت مند ہیں۔ گویا ان کے دل میں کچھ بھی خطرہ نہیں۔ اور وہ ذرا اندازہ نہیں لگاتے کہ ان کو اٹھایا جائے گا اور ہر ہر ذرہ کا ان سے حساب لیا جائے گا اگر وہ بعث بعد الموت پر یقین رکھتے تو کیل و وزن میں ہرگز کمی نہ کرتے۔

حکایت:

ایک اعرابی نے عبدالملک بن مروان کو کہا کیا تم نے سنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مطففین کے متعلق کہا ہے پس تمہارا اپنے متعلق کیا گمان ہے کہ تم مسلمانوں کے اموال بلا کیل و وزن لیتے ہو۔

۶ : يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے)

نحو : مبعوثون کی وجہ سے یوم یقوم منصوب ہے۔

لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کے حکم اوراس کے حساب وبدلے کیلئے۔

قول ابن عمر رضی اللہ عنہما:

آپ نے جب یہ آیت تلاوت کی جب یہاں تک پہنچے تو زورزور سے رونے لگے اور بعد والا حصہ نہ پڑھ سکے۔

۷ : كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ (ہرگز نہیں بدکارلوگوں کا نامہ عمل سجین میں رہے گا) كَلَّآ یہ ردع اور تنبیہ کیلئے ہے اللہ تعالیٰ نے جس تطفیف وغفلت میں وہ مبتلا تھے اس پر ان کو دھمکایا اور ان کو خبردار کیا کہ یہ ضروری ہے کہ آدمی اس سے توبہ کرے اور شرمندہ ہو پھر علی العموم فجار کو وعید سنائی فرمایا اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ (بدکارلوگوں کا نامہ عمل) کتاب سے اعمال نامے مراد ہیں۔ لَفِيْ سِجِّيْنٍ (سجین میں ہے)

۸،۹ : وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ (آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے۔ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے)

سوال : اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ فجار کا نامہ عمل سجین میں ہے اور یہاں سجین کی تفسیر کتاب مرقوم سے کی گئی ہے؟ گویا اس طرح کہہ دیا گیا کہ ان کا نامہ عمل مرقوم میں ہے پس آیت کا مطلب کیا ہوا؟

جواب : سجین وہ جامع کتاب ہے وہ برائیوں کا رجسٹر ہے جس میں شیاطین کے اعمال مدون کیے گئے ہیں اور کفار جنات اور انسانوں کے۔ وہ مہر شدہ کتاب ہے اس کی کتابت واضح غیر مخفی ہے نمبر۲۔ یا نشان زدہ کتاب ہے جو اس کو دیکھ پائے گا اور وہ یہ معلوم کرلے گا کہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے مرقوم یہ رقم الثیاب (کپڑوں کی علامت) سے لیا گیا ہے۔ معنی آیت کا یہ ہوا۔ کہ فجار کے تمام اعمال اس دیوان میں مندرجہ ہیں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۱۱﴾ وَمَا يُكَذِّبُ

اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہو گی جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں اور اس کو وہی شخص جھٹلاتا ہے

بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾

جو حد سے گزرنے والا ہے مجرم ہے' جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں'

كَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

ہرگز ایسا نہیں' بلکہ ان کے دلوں پر انکے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ ہرگز ایسا نہیں' یہ لوگ اس روز اپنے رب سے

لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾

روک دیے جائیں گے پھر یہ دوزخ میں داخل ہوں گے پھر کہا جاوے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾

ہرگز نہیں' نیک لوگوں کا اعمال نامہ علیین میں رہے گا اور آپ کو معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں۔ بلاشبہ نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے' مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾

اے مخاطب تو ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچانے گا' ان کو پینے کے لئے شراب خالص سر بمہر ملے گی

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾

جس پر مشک کی مہر لگی ہو گی اور حرص کرنیوالوں کو ایسی ہی چیز میں حرص کرنا چاہیے

۱۰ : وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) یوم سے وہ دن جس روز لکھا ہوا مکذبین کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا۔

۱۱ : الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (جو کہ روز جزاء کو جھٹلاتے ہیں) الدین سے جزاء وحساب کا دن مراد ہے۔

۱۲ : وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ (اور اس کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا مجرم ہو) معتد جو حد سے بڑھنے والا ہو۔ اثیم گناہ کمانے والا۔

۱۳ : اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا کہ یہ اگلوں کی بے سند باتیں منقول چلی آتی ہیں) آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔ اساطیر الاولین پہلے لوگوں کی باتیں۔ قول الزجاج رحمہ اللہ: اساطیر اس کا واحد اسطورۃ ہے جیسے احدوثۃ و احادیث بمعنی داستانیں۔

۱۴ : كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے اعمال کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے) کلّا حد سے بڑھنے والے گناہ گار کو اس بات پر دھمکایا گیا۔ بَلْ اس میں ان کے قول کی نفی ہے۔

قراءت : بَلْ پر حفص چھوٹا وقف یعنی سکتہ کرتے ہیں۔

رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ان کے اعمال نے ان کے دلوں کو ڈھانپ لیا ہے یعنی وہ اعمال ان کے دلوں پر غالب آگئے یہاں تک کہ ان کے دل اس میں ڈوب گئے ما کانوا یکسبون سے معاصی اور گناہ مراد ہیں۔

ران کے متعلق اقوال

رین کیا ہے؟

قول حسن رحمہ اللہ:

گناہ پر گناہ کرنے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

قول ضحاک رحمہ اللہ:

الرین دل کا مر جانا۔

ابو سلیمان رحمہ اللہ:

الرین و القسوۃ یہ دونوں غفلت کے اوقات ہیں۔ اور ان کا علاج ہمیشہ روزہ رکھنا ہے۔ پھر اگر اس کے باوجود بھی سختی دل پائے تو سالن ترک کر دے۔

۱۵ : كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیے جائیں گے)

كَلَّا دل پر رین کے چڑھانے پر ردع کی گئی ہے۔ اِنَّهُمْ عَنْ (بیشک وہ رؤیت) رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (رب تعالیٰ سے پردے میں کر دیے جائیں گے) الحجب منع کرنا۔

قول الزجاج رحمہ اللہ:

اس آیت میں دلیل ہے کہ ایمان والوں کو اس دن اپنے رب کا دیدار ہوگا ورنہ پردہ میں کر دیے جانے کی تخصیص کا فائدہ

نہیں۔

حسین وفضل کا قول:

جیسا ان کو اپنی توحید سے دنیا میں پردے میں کر دیا قیامت میں اس کے دیدار سے ان کو روک دیا جائے گا۔

قولِ امام مالک رحمہ اللہ:

جب اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو روک دیا جائے گا وہ تو دیکھ نہ سکیں گے۔ تو حق تعالیٰ اپنے دوستوں کیلئے تجلی فرمائیں گے۔ جس سے وہ دیدار کر سکیں گے۔

ایک اور قول:

عن کے بعد کرامۃ محذوف ہے وہ اپنے رب کے اکرام سے روک دیے جائیں گے کیونکہ دنیا میں انہوں نے اس کا شکر نہیں کیا۔ پس آخرت میں اس کے اکرام سے بطور بدلہ مایوس کر دیئے جائیں گے۔ مگر قول اول صحیح ترین ہے کیونکہ رؤیت عظیم ترین اکرام ہے۔ پس اس سے روک دیا جانا دیگر انعامات سے روک دیے جانے کی علامت ہے۔

۱۶ : ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِیْمِ (پھر وہ دوزخ میں داخل ہونگے) دیدار سے محرومی کے بعد آگ میں ڈال دیے جائیں گے۔

۱۷ : ثُمَّ یُقَالُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (پھر کہا جائے گا یہی تو ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) ھذآ سے عذاب مراد ہے یعنی یہ وہی عذاب ہے جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے اور اس کے وقوع کا انکار کرتے تھے۔

۱۸ : كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ (ہرگز نہیں۔ نیک لوگوں کا نامہ عمل علیین میں رہے گا) کَلَّا یہ تکذیب سے ردع کی گئی ہے۔ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ سے ان کے مکتوب اعمال مراد ہیں۔ ابرار وہ فرمانبردار لوگ جو ماپ تول میں کمی نہیں کرتے اور بعث بعد الموت پر ان کو ایمان ہے کیونکہ ان کا یہاں فجار کے بالمقابل تذکرہ کیا گیا ہے اور فجار کے متعلق واضح طور پر فرمایا کہ وہ قیامت کے جھٹلانے والے ہیں۔

قول حسن رحمہ اللہ:

البَرّ: وہ ہے جو چیونٹی کو بھی ایذاء نہ دے۔ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ یہ دیوان خیر کا علم ہے جس میں تمام ملائکہ اور صلحاء ثقلین کے اعمال درج ہیں اور لفظ جمع سے منقول ہو کر آیا ہے اس کا واحد عِلِّیّ ہے فِعِّیْل کے وزن پر۔ یہ اصل میں العلو سے ہے یہ اس کا نام اس لئے رکھا گیا کیونکہ یہ جنت کے اعلیٰ درجات کا سبب ہے۔ یا اس لئے کہ ساتویں آسمان پر بلند ہے اور وہاں کے ساکنین کروبی فرشتے ہیں ان کے قرب کے سبب بطور تکریم یہ نام رکھ دیا ہے۔

۱۹ : وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّیُّوْنَ (اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیون میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے) اے محمد ﷺ کونسی چیز آپ کو علیون

کے بارے میں معلوم کرادے کہ وہ کیا چیز ہے۔
۲۰ : كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ (وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے)
۲۱ : يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ (جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں) ملائکہ وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے ابرار کا عمل جب آسمان پر اٹھایا جاتا ہے۔ تو ہر آسمان کے مقربین اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔
۲۲ : اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ (نیک لوگ بڑی آسائش میں ہونگے) جنتوں میں نعمتیں پاتے ہونگے۔

ابرار کے انعامات:

۲۳ : عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (مسہریوں پر دیکھتے ہونگے) مسہریوں میں بیٹھے اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کو اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو عذاب میں مبتلا دیکھ رہے ہونگے۔
۲۴ : تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ (اے مخاطب تو ان کے چہروں پر آسائش کی بشاشت پہچانے گا) خوش عیشی کی رونق اور ترو تازگی۔
۲۵ : يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ (ان کو پینے کیلئے شراب خالص سربمہر ملے گی) رحیق شراب خالص۔
۲۶ : خِتٰمُهٗ مِسْكٌ (جس میں مشک کی مہر ہوگی) وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنی چاہیے) اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے اکرام کے لئے وہاں کی شراب کو کستوری کی مہر والا بنایا۔ جبکہ دنیا میں شراب پر مٹی کی مہر لگائی جاتی ہے۔ (مٹی سے نکلی ہوئی اشیاء جیسے پلاسٹک وغیرہ) نمبر۲۔ ختامه مسك اس کے اختتام پر مشک کی خوشبو ہوگی۔
قراءت: خاتَمہٗ علی نے پڑھا ہے۔

وَفِيْ ذٰلِكَ (اور اسی میں) خالص شراب اور شاندار نعمتیں فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنا چاہیے اور یہ نیک کاموں میں سبقت سے حاصل ہوتی ہے اور برائیوں سے باز رہنے سے ملتی ہے۔

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے

اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ

جرم کئے' وہ ایمان والوں پر ہنستے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تھے

يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا

تو آپس میں اشارہ بازی کرتے تھے اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو دل لگی کرتے ہوئے لوٹتے تھے' اور جب

رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَاۤءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾

ان کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ بلاشبہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ حالانکہ یہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے'

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ

سو آج ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے۔ مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے۔ واقعی

ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

بات یہ ہے کہ کافروں کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دیا جائے گا۔

ع ۸

۲۷: وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ (اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی) خالص شراب میں تسنیم کی ملاوٹ ہوگی۔ تسنیم ایک معینہ چشمے کا نام ہے تسنیم یہ سَنَّمَہٗ کا مصدر ہے جبکہ کسی چیز کو بلند کریں کیونکہ وہ جنت میں سب سے اعلیٰ شراب کا چشمہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام تسنیم رکھا۔ نمبر۲۔ کیونکہ وہ شراب اوپر سے انڈیلی جائے گی ان کے برتنوں میں ڈالی جائے گی۔

۲۸: عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ (ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پئیں گے)

نحو: عینًا حال ہے یا مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ یشرب بها ای یشرب منها۔ وہ اس سے پئیں گے۔ المقربون۔ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ: مقرب اس کو خالص پئیں گے اور اصحاب یمین کو ملا کر دیا جائے گا۔

۲۹: اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ (جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے) اجرموا سے جرم کفر کرنے والے۔ یضحکون دنیا میں ایمان والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔

۳۰: وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ (اور جب ان کے سامنے سے ہو کر گزرتے تھے تو آنکھوں سے اشارے کرتے تھے) ایمان والوں پر عیب جوئی اور طعنہ زنی کیلئے آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارے کرتے تھے۔

ایک قول یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ آرہے تھے کہ منافقین نے ان پر طعنہ زنی کی اور استہزاء کیا اور آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارے کیے اور کہنے لگے کیا تم دیکھتے ہو اس گنجے کو؟ اس پر یہ آیت اتری اس سے قبل کہ علی رضی اللہ عنہ مجلس رسول اللہ ﷺ پر پہنچے۔

۳۱ :وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ (اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے) جب کفار اپنی منازل کی طرف لوٹتے۔ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ (تو دل لگیاں کرتے ہوئے لوٹتے تھے) مسلمانوں کے تذکرہ سے لذت حاصل کرتے اور ان سے تمسخر کرتے ہوئے۔

قراءت: حفص کے علاوہ قراء نے فاکھین پڑھا ہے، جس کا معنی خوش خوش ہے۔

کفار کا خیال:

۳۲ :وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ (اور جب وہ ان کو دیکھتے تو کہتے یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں) راوھم جب کافر مؤمنوں کو دیکھتے۔ لضالون یعنی محمد ﷺ نے ان کو دھوکہ دیا ہے اس لئے یہ گمراہ ہوئے اور لذات کو چھوڑ دیا۔ اس امید پر کہ ان کو آخرت میں بڑی نعمتیں میسر آئیں گے۔ انہوں نے اس خیال کی خاطر حقیقت کو چھوڑ دیا۔ اور یہ عین گمراہی ہے۔

۳۳ :وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ (حالانکہ یہ ان پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بھیجے گئے) اُرسلوا کفار کو نہیں بھیجا گیا۔ علیھم ان ایمان والوں پر حافظین نگران جو ان کے اموال کی نگہبانی کریں اور ان کے اعمال کی ٹوہ میں رہیں بلکہ ان کو اپنے نفوس کی اصلاح کا حکم دیا گیا ان کو چاہیے یہ تھا کہ اپنی درستی میں مشغول ہوتے بجائے اس بات کے کہ دوسروں کا پیچھا کریں اور ان کو بیوقوف بنائیں۔

۳۴ :فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ (پس آج کے دن ایمان والے کفار پر ہنستے ہونگے) الیوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ یضحکون کفار جس طرح ایمان والوں سے دنیا میں ہنسا کرتے تھے۔ اسکے بدلے میں مؤمن ان سے ہنسیں گے۔

۳۵ :عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (مسہریوں پر دیکھ رہے ہونگے) نحو: یہ یضحکون سے حال ہے ای یضحکون منهم ناظرین الیهم والی ماهم فیه من الهوان والصغار بعد العزة والاستکبار وهم علی الارائك آمنون۔ وہ ان کو دیکھ کر ہنسیں گے اور ان کی ذلت و رسوائی کو دیکھ کر جبکہ دنیا میں متکبر و معزز تھے اس حال میں کہ وہ امن سے مسہریوں پر بیٹھے ہونگے۔ ایک قول یہ ہے کفار کیلئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا پھر ان کو کہا جائے گا کہ جنت کی طرف آؤ۔ جب جنت کے دروازہ کے قریب ہونگے تو جنت کا دروازہ بند کر لیا جائے گا اس پر ایمان والے ان سے خوب ہنسیں گے۔

۳۶ :هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (کافروں کو ان کے کیے کا خوب بدلہ ملا) ان کے ایمان والوں کے ساتھ استہزاء کرنے کا آج یہ بدلہ جس کا ذکر ہوا۔ (اللهم احفظنا منها)

تمت سورة المطففين بحمد الله

سُوْرَةُ الانْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ آيَةً

سورۃ الانشقاق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پچیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝١ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝٢ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝٣

جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے، اور جب زمین کھینچ کر بڑھا دی جائے گی

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝٤ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝٥ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ

اور وہ سب کچھ ڈال دے گی جو اس کے اندر ہے، اور خالی ہو جائے گی، اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے، اے انسان تو

كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝٦ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝٧ فَسَوْفَ

اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کوشش کر رہا ہے پھر اس سے ملاقات ہو جائے گی، سو جس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا سو اس سے

يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝٨ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝٩ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ

آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے متعلقین کی طرف خوش ہو کر لوٹے گا اور جس کا اعمال نامہ اس کی

كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝١٠ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝١١ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝١٢

پشت سے دیا گیا سو یہ شخص ہلاکت کو پکارے گا اور دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہو گا،

۱: اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا اور اس میں پھٹ کر سوراخ ہو جائیں گے)

۲: وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (اور اپنے رب کا حکم سن لے گا وہ اسی لائق ہے) یعنی آسمان انشقاق کیلئے اپنے رب کا حکم سن کر اس کو قبول کرے گا اور مانے گا۔ انکار نہ کرے گا اور نہ تعمیل سے باز رہے گا۔

حُقَّتْ:

اس کا حق بنتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم سنے اور اس کی اطاعت کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا بنایا اور تربیت دیا ہوا ہے۔

شاہد و مشہود:

۳ : وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ (اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جائے گی) پھیلادی جائے گی اور اس کے پہاڑ اور ٹیلے برابر کر دیے جائیں گے۔

۴ : وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ (اور اپنے اندر کی چیزوں کو باہر اگل دیگی اور خالی ہو جائے گی) القت یعنی اپنے اندر کے تمام خزانے اور مردوں کو باہر پھینک دے گی۔تخلت اور بالکل خالی ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کے باطن میں کوئی چیز نہ رہے گی گویا کہ اس نے خالی ہونے میں بڑے تکلف سے کام لیا ہے عرب کہتے ہیں مکرم الکریم جب کہ وہ سخاوت میں اپنی پوری ہمت صرف کر دے اور اپنی طبیعت سے بڑھ کر تکلف کرے۔

۵ : وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے) اذنت اپنے اندر کی ہر چیز نکالنے اور خالی ہونے کا حکم ۔حقت اس کو حق بنتا ہے کہ وہ اطاعت کرے اور سرتابی نہ کرے۔اذا کا جواب حذف کر دیا گیا تا کہ اندازہ کرنے والا اندازے کے ہر راستہ پر جائے۔نمبر۲۔ان اجوبہ پر اکتفاء کیا جو ایسے مواقع پر سورۂ تکویر و انفطار میں مذکورہ ہے۔نمبر۳۔اس کے جواب پر ملاقیه دلالت کرتا ہے ای اذا السماء انشقت لاقی الانسان کدحه۔

۶ : يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ (اے انسان) اس میں جنس انسان کو خطاب کیا گیا ہے۔اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا (تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کوشش کر رہا ہے) كَادِحٌ کوشش کرنے والا ہے۔اِلٰى رَبِّكَ (اپنے رب کی ملاقات تک) كَدْحًا وہ موت ہے اور موت کے بعد والی حالت کو لقاء سے مثال دی۔فَمُلٰقِيْهِ (پھر اس سے جاملے گا) اس میں ضمیر کدح کی طرف راجع ہے اور کدح عمل کیلئے نفس کی تگ و دو اور مشقت اٹھانا یہاں تک کہ اثر نفس میں معلوم ہو اس سے مراد مشقت کا بدلہ ہے اگر اچھا ہوا تو اچھا بدلہ اور اگر برا ہوا تو برا بدلہ۔

ایک قول یہ ہے:

ملاقیه ای لقاء الکدح تو مشقت کو ملنے والا ہے۔یعنی ایسی کتاب پانے والا ہے جس میں وہ کدح و مشقت پائی جاتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے فاما من اوتی کتابهٗ بیمینه یعنی نامۂ عمل۔

۷ : فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ (تو جس شخص کا نامۂ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں ملے گا) کتاب سے یہاں نامۂ عمل مراد ہے۔

انتقام کا سبب ایمان باللہ:

۸ : فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا (اس سے آسان حساب لیا جائے گا) نرم و آسان اور وہ آسان یہ ہے کہ حسنات پر بدلہ دیا جائے اور سیئات سے درگزر کیا جائے۔حدیث شریف میں وارد ہے۔من یحاسب یعذب۔جس کا محاسبہ ہو گیا وہ عذاب میں پڑا آپ سے عرض کیا گیا پھر اس ارشاد الٰہی کا کیا مطلب ہے فسوف یحاسب حسابا یسیرا۔تو فرمایا اس میں اعمال کے پیش

اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۱۳ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۝۱۴ بَلٰۤى ۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ

بے شک وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا' بیشک اس نے یہ خیال کیا کہ وہ واپس نہ جائے گا' ہاں ضرور واپس ہونا ہے بیشک اس کا رب اسے دیکھنے والا ہے۔

بَصِیْرًا ۝۱۵ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۶ وَ الَّیْلِ وَ مَا وَسَقَ ۝۱۷ وَ الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا

سو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات نے سمیٹ لیا اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے تم ضرور ایک حالت کے بعد

عَنْ طَبَقٍ ۝۱۹ فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ۝۲۱

دوسری حالت پر پہنچو گے سو ان لوگوں کو کیا ہوا جو ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے

بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ ۝۲۲ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ۝۲۳ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ

بلکہ کافر لوگ جھٹلاتے ہیں' اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ جمع کر رہے ہیں سو آپ ان کو ایک درد ناک عذاب کی خبر

اَلِیْمٍ ۝۲۴ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۲۵

دے دیجئے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔

ہونے کا ذکر ہے۔ اور میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہو گیا۔

[رواہ البخاری: ۱۰۳، مسلم: ۲۸۷۶]

۹: وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش باش آئے گا) اھلہ سے خاندان کے وہ لوگ مراد ہیں جو مؤمن ہونگے یا ایمان والوں کے پاس لوٹے گا۔ نمبر۳۔ اہل سے مراد جنت میں حور العین جو اس کی زوجہ ہوگی مسرورًا: خوش۔

۱۰: وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ (اور جس شخص کا نامہ عمل اس کی پیٹھ پیچھے سے ملے گا) ایک قول یہ ہے اس کا دایاں ہاتھ گردن سے باندھ دیا جائیگا اور بایاں ہاتھ پیٹھ پیچھے کر دیا جائے گا اور پھر اس کا نامہ عمل بائیں ہاتھ میں پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا۔

جنت بڑی کامیابی:

۱۱: فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا (اور وہ موت کو پکارے گا) وہ کہے گا واثبوراہ ہائے میری ہلاکت ہائے میری ہلاکت۔

۱۲: وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا (وہ جہنم میں داخل ہوگا) سعیر جہنم کا نام ہے۔

قراءت: عراقی قراء نے سوائے علی کے یَصْلٰی پڑھا ہے۔

۱۳: اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش خوش رہا کرتا تھا) کان سے مراد دنیا کی زندگی فی اهله ای مع اهله اس کے ساتھ۔ مسرورا یہ کفر پر خوش تھا اور ایمان والوں سے تمسخر کرتا تھا۔ ایک اور قول یہ ہے اپنے نفس کا پیرو کار تھا اور

خواہش پرست تھا نفسانی چراگاہوں میں چرتا پھرتا تھا۔

۱۴ :اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ (اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے) یہ اپنے رب کی بارگاہ کی طرف ہرگز نہ لوٹے گا۔ یہ بعث بعد الموت کی تکذیب کرتا تھا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

میں نے اسکی تفسیر اس وقت جانی جب میں نے ایک دیہاتی عورت کو کہتے سنا جو اپنی بیٹی کو کہہ رہی تھی۔ حُوْرِیْ تو لوٹ جا۔

۱۵ :بَلٰٓی اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا (کیوں نہ ہوتا اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا) بلٰی لن یحور کی نفی کے بعد ایجاب کیلئے آیا ہے ای بلٰی لیحورنّ کیوں نہیں ضرور بضرور وہ لوٹے گا۔ ان ربه کان به اس کا رب اس کے اعمال کو بصیرًا دیکھنے والا ہے۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں پس ضروری ہے کہ اس کو لوٹا کر اس پر بدلہ دے۔

۱۶ :فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ (پس میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ شفق کی) اس میں سرخی کے بعد سفیدی کی قسم اٹھائی۔ نمبر۲۔ سرخی کی قسم اٹھائی

۱۷ :وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ (اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے) وسق جمع کرنے اور ملانے کے معنی میں ہے اور اس سے مراد ستارے اور ظلمت ہیں نمبر۲۔ جو رات میں تہجد وغیرہ کام کیے جاتے ہیں۔

۱۸ :وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ (اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے) جب کہ وہ جمع ہو اور کامل چاند بن جائے۔ اتسق یہ باب افتعال وسق سے ہے۔

۱۹ :لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں پہنچنا ہے) اے انسانو، جب ضمیر جنس انسان کی طرف لوٹائیں۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں پہنچنا ہے ہر حالت دوسری کے ساتھ شدت و ہول میں مطابقت رکھنے والی ہے الطبق جو دوسرے کے مطابق ہو عرب کہتے ہیں ما هذا بطبق لذا۔ ای لا یطابقه یہ اس کے مطابق نہیں اسی وجہ سے ڈھکنے کو الطبق کہتے ہیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الطبق یہ طبقۃ کی جمع ہو اور اس کا معنی مرتبہ ہو جیسے کہتے ہیں هو علی طبقاتٍ وہ کئی مرتبوں پر ہے اب معنی ہوگا تم حالات کے بعد دوسرے حالات میں پہنچو گے وہ حالات سختی میں ایک دوسرے سے کم زیادہ مرتبہ رکھتے ہونگے۔ اور مقصود اس سے موت اور اس کے بعد قیامت کے اہوال و مواطن ہیں۔

نحو : عن طبق یہ محلا منصوب ہے۔ اس وجہ سے کہ طبقًا کی صفت ہے۔ ای طبقا مجاوزًا عن طبق۔ ایک حالت جو دوسری حالت سے بڑھنے والی ہے۔ نمبر۲۔ ترکبنّ کی ضمیر سے حال ہے۔ ای لترکبن طبقا مجاوزین لطبق تم نے ایک حالت سے دوسری میں پہنچنا ہے اس حالت میں کہ تم پہلی حالت کو عبور کرنے والے ہوگے۔

قولِ مکحول:

ہر بیس سال میں ایک ایسا نیا معاملہ پاؤ گے جس پر تم پہلے نہ تھے۔

قراءت : طَبَقًا کی، علی ،حمزہ نے پڑھا۔ خطاب خاص آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ تم ضرور چڑھو گے آسمان کے ایک طبق سے دوسرے طبق پر یعنی معراج میں۔

۲۰ : فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (پس ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ ایمان نہیں لاتے)

۲۱ : وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ (اور جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے) لا یسجدونؔ وہ عاجزی نہیں کرتے۔

۲۲ : بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ (بلکہ یہ کافر تکذیب کرتے ہیں) تکذیب سے بعث و قرآن کی تکذیب مراد ہے۔

۲۳ : وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کرتے ہیں) یوعونؔ جمع کرنے کے معنی میں ہے یعنی جو کفریات اور تکذیب اپنے سینوں میں نبی اکرم ﷺ کے متعلق جمع کرنے والے ہیں۔ نمبر۲۔ جو برے اعمال وہ اپنے صحائف اعمال میں اکٹھے کرتے ہیں اور اپنے نفوس کے لئے کئی اقسام کے عذاب جمع کرنے والے ہیں۔

۲۴ : فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (پس آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیجئے) یعنی ان کو ایسی خبر سنا دو جس کا اثر ان کے ظاہری چہرہ پر نمایاں ہو۔

۲۵ : اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو منقطع نہ ہونے والا ہے) الا الذین یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ غیر ممنونؔ نہ منقطع ہونے والا یا کم نہ کیا جائے گا۔

تمت سورۃ الانشقاق بحمد اللہ تعالٰی

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ البروج مکہ میں نازل ہوئی اس میں بائیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ① وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ② وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ③ قُتِلَ اَصْحٰبُ

قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور قسم ہے وعدہ کیے ہوئے دن کی اور قسم ہے حاضر ہونے والے دن کی اور قسم ہے اس دن کی جس میں لوگوں کی حاضری ہوتی ہے کہ خندق

الْاُخْدُوْدِ ④ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ⑤ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ⑥ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ

والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ⑦

کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے

۱: وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (قسم ہے برجوں والے آسمان کی) وہ برج بارہ ہیں۔

ایک قول:

یہ ہے اس سے ستارے مراد ہیں۔ نمبر۲۔ بڑے ستارے مراد ہیں۔

۲: وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ (اور وعدہ کیے ہوئے دن کی) وعدہ کے دن سے قیامت کا دن مراد ہے۔

شاہد و مشہود:

۳: وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ (اور حاضر ہونے والے کی اور جس میں حاضری ہوئی ہے) اور اس دن میں حاضر ہونے والے کی قسم اور مشہود جس میں حاضری ہوئی ہے شاہد سے وہ تمام مخلوق مراد ہے جو اس میں حاضر ہوگی اور مشہود فیہ سے اس دن کے عجائبات مراد ہیں جو پیش آئیں گے۔ ان دونوں کو نکرہ یا تو اسی طریق سے لائے جیسا علمت نفس مااحضرت میں گویا اس طرح کہا گیا وما افرطت کثرته من شاهد و مشهود۔ نمبر۲۔ یا پھر وصف میں ابہام کے لئے نکرہ لائے گویا اس طرح کہا گیا اور قسم ہے شاہد و مشہود کی جن کی حقیقت بیان میں نہیں آسکتی۔ مفسرین کے اقوال اس سلسلہ میں کثرت سے وارد ہیں۔ نمبر۱۔ حضرت محمد ﷺ اور قیامت کا دن نمبر۲۔ عیسیٰ علیہ السلام نمبر۳۔ امت محمد ﷺ اور تمام امتیں۔ نمبر۴۔ حجر اسود اور حج۔ نمبر۵۔ دن اور راتیں اور اولاد آدم

اس حدیث کی بناء جس کو دیلمی نے ۶۱۹۰ میں روایت کیا۔ ہر روز یہ آواز دی جاتی ہے میں نیا دن ہوں۔ اور جو مجھ میں کیا جائے گا وہ گواہ ہے۔ پس تم مجھے غنیمت جانو! نمبر ۶۔ حفاظتی فرشتے اور اولا د آدم علیہ السلام نمبر ۷۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کفی باللہ شہیدا [الفتح: ۲۸] نمبر ۸ انبیاء علیہم السلام اور محمد علیہ السلام۔ قسم کا جواب محذوف ہے جس پر قتل اصحب الاخدود دلالت کرتا ہے۔ ای لعن گویا اس طرح کہا گیا مجھے ان چیزوں کی قسم ہے کہ وہ ملعون ہیں یعنی کفار قریش جیسا اصحاب اخدود ملعون ہوئے۔

واقعۂ راہب وغلام:

۴ : قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ (خندق والے ملعون ہوئے) الاخدود جمع خدّ کی ہے زمین میں بڑے گڑھے کو کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ ایک بادشاہ کے ہاں ایک جادوگر تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوا تو ایک لڑکا اس کے ساتھ ملا دیا۔ تاکہ وہ اپنا جادو اس کو سکھلا دے۔ اس لڑکے کی راہ گزر پر ایک راہب کا جھونپڑا تھا۔ اس نے راہب کی باتیں سن پائیں۔ ایک دن اس نے اپنے راستہ میں ایک جانور پایا جس نے لوگوں کا راستہ بند کر دیا تھا لڑکے نے ایک پتھر لیا اور کہا اللھم ان کان الراھب احب الیك من الساحر فاقتلھا۔ چنانچہ وہ جانور اس پتھر سے ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد وہ غلام مادر زاد اندھوں کی آنکھیں اور کوڑھیوں کو درست کرنے لگا۔ بادشاہ کا ہم مجلس اندھا ہو چکا تھا۔ اس کو بھی شفاء مل گئی۔ بادشاہ نے اس کو صحیح سالم پایا تو پوچھا۔ تیری آنکھوں کی بصارت کس نے واپس کی تو اس نے کہا میرے رب نے بادشاہ ناراض ہوا اور اس کو سزا دی۔ دوران سزا اس نے لڑکے کے متعلق بتلا دیا۔ لڑکے کو سزا دی تو اس نے راہب کی اطلاع دی۔ راہب کو دین سے لوٹ جانے کا کہا گیا مگر وہ نہ لوٹا۔ بادشاہ نے اس کو آرے سے دوٹکڑے کر دیا۔ لڑکے نے مذہب چھوڑنے سے انکار کیا۔ تو اس کو پہاڑ پر لے جایا گیا تاکہ چوٹی سے نیچے پھینک دیا جائے۔ لڑکے نے دعا کی۔ زلزلہ آیا وہ تمام تباہ اور یہ بچ کر آگیا۔ پھر وہ ایک بڑی کشتی میں بٹھا کر سمندر میں غرق کرنے گئے۔ اس نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ کشتی الٹ گئی جس سے وہ تمام ڈوب مرے اور لڑکا بچ کر آگیا۔ اس نے بادشاہ کو کہہ دیا۔ تو مجھے قتل نہیں کرسکتا یہاں تک کہ تو ایک میدان میں لوگوں کو جمع کر اور مجھے ایک اونچے کھجور کے تنے پر سولی دو۔ اور میرے تھیلے میں سے ایک تیر لے کر اس طرح کہو۔ بسم اللہ رب الغلام۔ پھر تیر چلا دو۔ بادشاہ نے اسی طرح کر دیا۔ اس کو تیر مارا یا وہ اس کی کنپٹی میں لگا۔ لڑکے نے کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا۔ لوگوں نے کہا ہم لڑکے کے رب پر ایمان لائے بادشاہ کو کہا گیا جس بات کا تجھے خطرہ تھا وہ واقع ہوگئی۔ بادشاہ نے بہت سی خندقیں کھدوائیں۔ اور ان کو آگ سے پر کیا اور اعلان کیا جو اقرار رب العالمین سے انکار نہ کرے اس کو آگ میں جھونک دو۔ یہاں تک کہ ایک عورت بچے سمیت آئی۔ وہ آگ میں گرنے سے ہچکچائی بچہ بول اٹھا۔ یا اماہ! اصبری انك علی الحق چنانچہ بچے کو ماں سمیت آگ میں ڈال دیا گیا۔ [مسلم: ۳۰۰۵، احمد: ۱/۵/۱۳]۔

۵ : النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ (بہت سے ایندھن کی آگ والے)

نحو: یہ الاخدود سے بدل الاشتمال ہے۔

ذات الوقود یہ النار کی صفت ہے کیونکہ وہ بہت بڑی آگ تھی۔ زیادہ لکڑیاں ڈالنے اور لوگوں کے ابدان سے بہت بلند لپٹ مارنے والی تھی۔

۶ : اِذْهُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ (جس وقت وہ لوگ آگ کے آس پاس بیٹھے تھے) اذ یہ قتل کا ظرف ہے وہ ملعون ہوئے جب انہوں نے آگ سے ایمان والوں کو جلا دیا۔ اس حال میں کہ وہ آگ کے کنارے پر بیٹھے تھے۔ ھم علیھا وہ کفار خندقوں کے کناروں کے قریب کرسیاں ڈالے بیٹھے تھے۔

۷ : وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ (اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے) ھم سے کفار مراد ہیں۔ ما یفعلون سے جلانے والا فعل۔ شہود وہ ایک دوسرے پر بادشاہ کے ہاں گواہی دے رہے تھے کہ جو اس کو حکم ملا ہے۔ اس نے اس کے نفاذ میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اور جن کو سزا دینا اس کے ذمہ کیا گیا تھا اس نے اس میں کمی نہیں کی۔

نصیحت :

اس میں ایمان والوں کو صبر کی تلقین اور اہل مکہ کی طرف سے آنے والی تکالیف برداشت کرنے کیلئے آمادہ کیا جا رہا ہے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۸ الَّذِيْ لَهٗ

اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست ہے اور سزاوار حمد ہے ایسا کہ اسی کی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۹ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا

سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ

مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے

عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ

جلنے کا عذاب ہے بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۱۱ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۱۲

نہریں جاری ہوں گی یہ بڑی کامیابی ہے۔ بلاشبہ آپ کے رب کی پکڑ سخت ہے'

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۱۳ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۱۵

بلاشبہ وہ پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور دوبارہ پیدا فرمائے گا اور وہ بڑا بخشنے والا ہے بڑی محبت والا ہے عرش کا مالک ہے۔ عظمت والا ہے

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۱۶ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۱۷ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۱۸

وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ کیا آپ کے پاس لشکروں کی بات پہنچی ہے یعنی فرعون اور ثمود کی

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۱۹ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۲۰ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۲۱

بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکذیب میں ہیں اور اللہ ان کو ادھر اُدھر سے گھیرے ہوئے ہے بلکہ وہ قرآن مجید ہے

فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۲۲

جو لوح محفوظ میں ہے۔

انتقام کا سبب ایمان باللہ:

۸: وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہ پایا تھا۔

سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے) ان کی ناپسندیدہ بات اور بڑا عیب مسلمانوں کے متعلق ایمان باللہ تھا۔ جیسا کہ شاعر کے اس قول میں ہے۔

لا عیب فیھم غیر ان سیوفھم

وما نقموا من بنی امیہ اِلّا انھم یحلمون ان غضبوا

ان کی ناراضگی بنوامیہ سے صرف اسی بناء پر ہے کہ وہ غصہ کے وقت حلم سے کام لیتے ہیں۔

قراءت: نَقِموا کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا۔ زیادہ فصیح فتحہ ہے۔ باللہ العزیز الحمید۔ ان صفات باری تعالیٰ کا ذکر کیا گیا۔ جن کی وجہ سے وہ ایمان لانے کا حقدار ہے اور وہ اس کا عزیز، یعنی غالب اور قادر ہونا ہے کہ جس کی سزا کا خطرہ ہو۔ اور الحمید حمد والا انعام والا ہونا ہے کہ جس کی نعمتوں پر حمد ضروری اور اس کے ثواب کی امید لازم ہے۔

۹ : اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ (ایسی ذات ہے کہ اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے) آسمانوں وزمین کے ہر رہنے والے پر یہ حق بنتا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور بار بار اسی کے سامنے جھکیں کیونکہ جس بات پر وہ ناراض ہوتے ہیں وہ ایسا حق ہے جس پر باطل پرست ہی ناراض ہوسکتا ہے۔ جو لوگ حق پر ناراض ہونے والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے عذاب کے ذریعہ انتقام کے حقدار ہیں۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ یہ کفار کو وعید سنائی گئی یعنی اس کو ان کا فعل معلوم ہے وہ ان کو اس پر بدلہ دے گا۔

۱۰ : اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف دی) الذین فتنوآ سے صرف اصحاب اخدود مراد ہوسکتے ہیں۔ اور الذین اٰمنوا سے وہ لوگ جن کو آگ میں ڈالا گیا۔ فتنوآ کا معنی آگ میں جلانا اور آگ کے ذریعہ سزا دینا مراد ہے۔ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا (پھر توبہ نہیں کی) وہ اپنے کفر سے نہیں لوٹے۔ فَلَهُمْ (ان کے لئے) آخرت میں عَذَابُ جَهَنَّمَ (جہنم کا عذاب) ان کے کفر کے باعث ملے گا وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ (اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے) دنیا میں اس لئے کہ مروی ہے کہ وہ آگ ان پر پلٹ پڑی اور ان سب کو خاکستر کردیا۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الذین فتنوا المؤمنین یعنی ان کو علی العموم ایذاء کے ذریعہ آزمانے والے۔ اور المؤمنین سے مفتونین ومظلومین اور فتنہ میں ڈالنے والے آخرت میں دو عذابوں کے مستحق ہونگے۔ نمبر۱۔ کفر کا عذاب۔ نمبر۲۔ ایمان کو فتنہ میں ڈالنے کا عذاب۔

جنت بڑی کامیابی:

۱۱ : اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے۔ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ یہ بڑی کامیابی ہے) اس سے وہ ایمان والے مراد ہیں جنہوں نے اصحاب اخدود کی تکالیف وایذاء رسانی پر صبر کیا۔ نمبر۲۔ عام مراد ہے ہر زمانہ کے مسلمان مراد ہیں۔

۱۲ : اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ (آپ کے رب کی دارو گیر بڑی سخت ہے) البطش سختی سے پکڑنا۔ جب شدت کو اس کا وصف

بنائیں تو اس کے معنی میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں اور جابروں کو عذاب وانتقام سے پکڑتا ہے۔

۱۳ :اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ (وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور دوبارہ اعادہ کرے گا) ابتداءً سب کو پیدا کرتا ہے پھر مٹی بنانے کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا۔اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو شدت بطش کے ساتھ ساتھ ابداء واعادہ پر کامل قدرت حاصل ہے۔نمبر۲۔ کفار کو اس میں ڈرایا گیا ہے کہ وہ ان کا اسی طرح اعادہ کرے گا جیسا ان کو ابتداءً پیدا فرمایا۔تاکہ ان کو پکڑے اسلئے کہ انہوں نے ایجاد کی نعمت کی ناشکری کی اور اعادہ کی تکذیب کی۔

۱۴ :وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ (وہ بڑا بخشنے والا بڑی محبت کرنے والا ہے) تمام عیوب کو ستاریت کے پردہ سے چھپانے والا اور الودود یعنی اپنے اولیاء سے محبت کرنے والا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے وہ اپنے اولیاء اور نیک بندوں سے وہ سلوک کرنے والا ہے جیسا محبت کرنے والا اپنے متعلقین کو جو چاہے عطاء کرتا ہے۔

۱۵ :ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ (عرش کا مالک عظمت والا ہے)

قراءت: حمزہ اور علی نے اس کو عرش کی صفت قرار دے کر مکسور پڑھا ہے۔مجد اللہ کا مطلب اس کی عظمت ہے اور مجد العرش سے اس کی بلندی اور بڑائی مراد ہے۔

۱۶ :فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے)

نحو : یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔یرید سے مراد جو بنانا چاہے وہ ہو جاتا ہے۔اس میں افعال عباد کے پیدا کرنے پر بھی دلالت موجود ہے۔

۱۷ :هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ (کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے) حدیث سے یہاں ان تمام اقوام طاغیہ کی خبریں مراد ہیں جو گزشتہ زمانوں میں ہوئیں۔

۱۸ :فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ (یعنی فرعون اور ثمود کا) الجنود سے بدل ہے۔فرعون سے فرعون اور اس کے حامی تمامی مراد ہیں۔مطلب یہ ہے تمہیں ان کے بارے میں معلوم ہے کہ انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور تکذیب کی وجہ سے ان پر کیا اترا اور انجام کیا ہوا۔

۱۹ :بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ (بلکہ کافر تکذیب میں ہیں) الذین کفروا سے کفار قریش مراد ہیں۔یعنی یہ کفار فی تکذیب تکذیب میں مبتلا ہو کر عذاب کو اپنے لئے لازم کر رہے ہیں۔اور ان سابقہ اقوام سے کچھ عبرت نہیں لیتے۔اس بناء پر نہیں کہ ان اقوام کے حالات پورے طور پر ان کے سامنے نہیں بلکہ وہ عناد وضد کی وجہ سے آپ کی تکذیب پر تلے ہوئے ہیں۔

۲۰ :وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِیْطٌ (اللہ تعالیٰ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے) ان کے حالات سے باخبر ہے۔اور ان پر پوری قدرت رکھتا ہے۔اور وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے احاطہ من وراء ھم یہ ایک تمثیل ہے جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے

کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کبھی باہر نہیں ہوئے جیسا کہ وہ شخص جو کسی چیز پر قابو رکھتا ہو وہ چیز اس کے قابو میں ہوتی ہے۔(باقی اللہ تعالیٰ کی گرفت وعلم ذاتی ہے، جو بلا کیف ہے)

۲۱ :بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ (بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے) ھو سے قرآن مجید کی طرف اشارہ ہے کہ جس کو انہوں نے جھٹلایا وہ قرآن مَّجِيْدٌ شرف والا ہے۔ کتابوں میں اعلیٰ طبقہ والا ہے اپنے نظم میں بے مثل اور اعجاز میں بے مثال ہے۔ اس طرح نہیں جس طرح کفار کا خیال ہے کہ اس کو گھڑ لیا گیا ہے اور یہ پہلے لوگوں کے خیالاتی قصے ہیں۔

عظمتِ قرآن:

۲۲ :فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (جو لوح محفوظ میں ہے) جو لوح شیاطین کی پہنچ سے محفوظ ہے۔

قراءت: نافع نے اس کو قرآن کی صفت قرار دیا۔ اور مضموم پڑھا ہے یعنی یہ قرآن تغیر وتبدل سے پاک ہے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

ایک ایسی چیز ہے جو فرشتوں کے سامنے چمکتی ہے پس وہ اس کو پڑھتے ہیں۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ سفید موتی سے بنی ہے۔ اس کی طولانی آسمان وزمین کے مابین کا فاصلہ ہے اور اس کی چوڑائی مشرق ومغرب کے مابین فاصلہ کے برابر ہے۔ اس کا قلم نور کا ہے اس میں ہر چیز لکھی ہے۔

قولِ مقاتل:

یہ عرش کے دائیں جانب ہے۔

ایک قول:

یہ ہے اس کا بالائی حصہ عرش سے معلق ہے۔ اور اس کا نچلا حصہ ایک معزز فرشتے کی گود میں ہے۔

تمت سورة البروج بعون الله

سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعَ عَشْرَةَ آيَةً

سورۃ الطارق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں سترہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ② النَّجْمُ الثَّاقِبُ ③ اِنْ

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہو' اور آپ کو معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے۔ وہ روشن ستارہ ہے کوئی

كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ④ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ⑤ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ

نفس ایسا نہیں جس پر نگہبان مقرر نہ ہو' سو انسان غور کر لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا' وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے

دَافِقٍ ⑥ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ⑦ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ⑧

پیدا کیا گیا جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے' بیشک وہ ضرور اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ⑨ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ⑩ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ⑪

جس دن چھپے ہوئے بھیدوں کی جانچ کی جائے گی سو انسان کے لئے نہ کوئی قوت ہوگی نہ کوئی مددگار قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ⑬ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ⑭ اِنَّهُمْ

اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے' اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے' بلاشبہ یہ لوگ

يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ⑮ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ⑯ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ⑰ ع ١ / ١٧ / ١١

طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں تو آپ ان کافروں کو مہلت دیجئے ان کو تھوڑے دنوں رہنے دیجئے۔

١: وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ (قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے۔)

٢: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ (اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے؟)

یہ آسمان وستارے کی قسم:

٣: اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ (وہ روشن ستارہ ہے)

آسمان تمام انسانوں کیلئے معدن رزق اور ملائکہ کا مسکن ہے اس وجہ سے لوگوں کی نگاہ میں اس کی عظمت بہت ہے اسی میں جنت بنائی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی لئے آسمان اور ستارے کی قسم اٹھائی ہے۔ مراد نمبر ا۔ اس سے جنس نجوم ہے۔ نمبر۲۔ وہ ستارے جن کے ذریعہ رجم شیاطین کیا جاتا ہے ان کے عظیم الشان فائدہ کے پیش نظر ان کی قسم اٹھائی۔ پھر النجم الثاقب سے اس کی تفسیر فرمائی۔ الثاقب کا معنی روشن۔ گویا وہ اندھیرے میں سوراخ کر کے اس کے اندر پیوست ہو جاتا ہے اور اس کو الطارق کہا کیونکہ وہ رات کو ظاہر ہوتا ہے اور رات کو آنے والے کو طارق کہتے ہیں۔ اس لئے اس کو طارق کہا۔ نمبر۲۔ طارق کہنے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ جنات کو جالگتا ہے کھٹکھٹانے والے کو طارق کہتے ہیں۔

۴ : اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (اور کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو) یہ جواب قسم ہے۔ کیونکہ لما باوجودیکہ مشدد ہے۔ مگر الا کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ قراءت عاصم، حمزہ، ابن عامر میں آیا ہے۔ پس ان نافیہ ہوا ای ما کل نفس الا علیها حافظ کوئی نفس ایسا نہیں جس پر محافظ نہ ہو۔ نمبر۲۔ اگر اِنْ تخفیف کے ساتھ ہو جیسے دیگر قراء کی قراءت میں ہے۔ تو یہ مخففہ من المثقلہ ہے ای ان کل نفس لعلیها حافظ یحفظها من الآفات۔ ہر نفس پر نگران مقرر ہے جو آفات سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ نمبر۳۔ اس کے اعمال، رزق اور اجل کی حفاظت کرتا ہے جب پورا کر چکتا ہے تو مر جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے اعمال کا کاتب فرشتہ مراد ہے۔

نحو : ما زائدہ لام نافیہ اور ان مخففہ میں فرق کیلئے ہے۔ حافظٌ مبتدأ اور علیها اس کی خبر ہے۔ اور یہ مل کر کل کی خبر ہے۔ اور جو نسی بھی صورت سے ہو قسم کا اس سے جوڑ بن جاتا ہے۔

وہ لکھوائے جو آخرت میں کام آئے:

۵ : فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ (پس انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے) جب یہ بات ذکر فرمائی کہ ہر نفس پر ایک نگران مقرر ہے۔ تو انسان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی ابتداء پر غور کرے۔ تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ جو ذات اس کو ایجاد کرنے والی ہے تو وہ اس کے اعادہ پر قدرت بھی رکھتی ہے۔ پس انسان کو یوم جزاء کیلئے عمل کرنا چاہیے اسے اپنے نگران کو وہ کچھ لکھوانا چاہیے جو آخرت میں اس کو خوش کر دے۔ مم خلق استفہام ہے۔ ای من ای شیء خلق؟ کس چیز سے اس کو بنایا۔

۶ : خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ (وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا) یہ استفہام سابق کا جواب ہے۔ الدفق۔ دفعۃً بہنا۔ یکدم بہنا۔ دافق تو اصل میں صاحب ماء ہے مگر پانی کی طرف مجازاً نسبت کر دی۔ گویا اسم فاعل بمعنی مفعول ہے۔

بعض اہل لغت : کہتے ہیں: یہ دفقت الماء دفقًا میں نے پانی بہایا۔ دفق الماء بنفسہٖ پانی خود بہنے لگا۔ اس لحاظ سے نسبت حقیقی ہوئی۔

نکتہ : یہاں ایک ہی پانی فرمایا۔ ماء ین نہیں فرمایا کیونکہ ماں کے رحم میں دونوں مل جاتے ہیں۔ اور جب ابتدائی تخلیق ہوتی ہے تو ایک ہو جاتے ہیں۔

۷ :يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ (جو پشت وسینہ کے درمیان سے نکلتا ہے) یعنی آدمی کی پشت اور عورت کے سینہ سے۔
ترائب: سینہ کی ہڈیاں جہاں ہار ڈالا جاتا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے ہڈیاں اور پٹھے مرد کے پانی سے اور گوشت وخون عورت کے پانی سے۔

۸ :اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ (وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے) ہٗ کی ضمیر خالق کی طرف ہے۔ کیونکہ خلق خالق کی دلیل ہے۔ معنی یہ ہے: بیشک وہ ذات جس نے ابتداءً انسان کو نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ علی رجعہٖ اس کے اعادہ پر خاص طور پر لقادر ضرور قدرت رکھتا ہے تا کہ اس کی قدرت تم پر واضح ہو جائے۔ اور وہ اس سے عاجز نہیں ہے۔ جیسا کہتے ہیں اِنَّنِیْ لفقیر۔

۹ :يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ (جس روز سب کی قلعی کھل جائے گی) یوم یہ رجعہٖ کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۲۔ اس فعل مضمر کی وجہ سے جس پر رجعہ دلالت کرتا ہے۔ ای مبعثہٗ۔ تبلی کا معنی ظاہر کرنا' کھول دیا جانا۔ السرائر دلوں میں چھپے عقائد اور نیات اور مخفی اعمال۔

۱۰ :فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ (پھر اس انسان کو نہ تو خود قوت ہوگی اور نہ کوئی اس کا حمایتی ہوگا) لَهٗ سے مراد انسان کیلئے من قوۃ اس کی ذات میں کوئی قوت جو آئی مصیبت کو ٹال سکے۔ ولا ناصر ایسا مددگار جو مدد کر کے اس سے یہ مصیبت ہٹا سکے۔

۱۱ :وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ (اور قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے) الرجع بارش۔ اس کو رجع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بار بار لوٹتی ہے۔

۱۲ :وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے) وہ زمین جس میں نبات کی وجہ سے شگاف پڑ جاتا ہے۔

۱۳ :اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے) ہٗ سے قرآن مجید مراد ہے۔ فصل۔ حق و باطل میں فیصلہ کرنے والا۔ جیسا کہ اس کا نام فرقان بھی ہے۔

۱۴ :وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے) الھزل: کھیل، باطل، بلاشبہ قرآن مجید تمام کا تمام وقار والی باتیں ہیں۔ اور اس کا حق بھی یہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ تعریف فرمائی ہے۔ کہ وہ دلوں میں ہیبت پیدا کرنے والا ہے۔ دلوں میں قابل تعظیم ہے۔ اس کا پڑھنے اور سننے والا سننے کے وقت دل لگی اور مزاح میں مبتلا ہونے سے باز رہے۔

قرآن باوقار باتیں:

۱۵ :اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا (یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں) ھُمْ سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔ یکیدون کیدًا اللہ تعالیٰ کے اوامر کو باطل کرنے کیلئے جو مختلف تدبیر کرتے ہیں اور اس نور حق کو بجھانے کی کوشش میں ہیں۔

۱۶ :وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا (اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں) میں ان کے کید کا بدلہ اپنی طرف سے استدراج کے انداز

سے دونگا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی ۔ یہاں جزائے کید کو خود کید کہہ دیا گیا ۔ جیسا کہ جزائے اعتداء اور سیہ کو اعتداء وسیہ کہہ دیا جاتا ہے ۔ حالانکہ وہ اعتداء وسیہ نہیں ہوتی اس وصف کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر درست نہیں ۔ مگر بطور جزاء کے جیسا کہ قول نسوا اللہ فنسیھم [التوبہ:٦٧] یخادعون اللہ وھو خادعھم [النساء:١٤٢] اللہ یستھزأ بھم [البقرہ:١٥] کہ ان تمام آیات میں جزائے فعل کو اصل فعل سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

١٧ : فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (تو آپ ان کافروں کو یونہی رہنے دیجئے ۔ ان کو تھوڑے دنوں رہنے دیجئے) فمھل الکافرین ان کی ہلاکت کی دعا نہ کریں اور نہ ان کے سلسلے میں جلد بازی کریں ۔ امھلھم ان کو مہلت دیں ۔ یہ لفظ دوبارہ لائے تاکہ تسکین وتصبیر زیادہ ہو ۔ رویداً مہلت دینا معمولی ۔ یہ لفظ چھوٹائی کو ظاہر کرنے کیلئے بولا جاتا ہے ۔ یہ رادت الریح ترود روداً سے ہے ۔ جس کا معنی ہوا آہستہ آہستہ چلی۔

تمت سورۃ الطارق بحمدہٖ تعالیٰ

سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ تِسْعَ عَشْرَۃَ اٰیَۃً

سورۃ الاعلیٰ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی ۱ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۲ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی ۳ وَالَّذِیْٓ

آپ اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح بیان کیجئے جس نے پیدا فرمایا۔ سو ٹھیک طرح بنایا اور جس نے تجویز کیا پھر راستہ دکھایا اور جس نے

اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۴ فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۵ سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓی ۶ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ

چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا بنا دیا‘ ہم آپ کو پڑھائیں گے سو آپ نہیں بھولیں گے مگر جو اللہ چاہے‘

اِنَّہٗ یَعْلَمُ الْجَھْرَ وَمَا یَخْفٰی ۷ وَنُیَسِّرُکَ لِلْیُسْرٰی ۸ فَذَکِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی ۹

بیشک وہ ظاہر کو اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔ اور ہم آسان شریعت کیلئے آپ کو سہولت دیں گے‘ سو آپ نصیحت کیجئے اگر نصیحت نفع دے۔

۱ : سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی (آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے) اس کی ذات کو ان تمام باتوں سے پاک قرار دو جو اس کے مناسب نہیں۔ اسم یہ صلہ ہے اس طرح کہ اعلیٰ کی تفسیر العلو کے معنی سے کی جائے جو قہر و اقتدار کیلئے آتا ہے۔ علو فی المکان کے معنی سے نہیں۔ ایک قول یہ ہے سبحان ربی الاعلی کہو۔

سجدہ کی تسبیح:

حدیث شریف میں وارد ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجعلوھا فی سجودکم۔ تم اس کو اپنے سجود میں مقرر کر لو۔

[ابوداؤد: ۸۶۹، ابن ماجہ: ۸۸۷، الدارمی ۴/۲۹۹]

متناسب بنایا:

۲ : الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی (جس نے بنایا پھر ٹھیک بنایا) خلق یعنی ہر چیز کو بنایا۔ سوّی متناسب بنایا۔ اس کو متفرق اور آپس میں نامناسب نہیں بنایا لیکن اس میں پختگی اور اتساق کا لحاظ رکھ کر بنایا۔ اور اس طرح بنایا جو دلالت کر رہا ہے کہ یہ کسی حکیم و علیم نے بنایا ہے۔ نمبر۲۔ اس کے منافع و مصالح کے مطابق اس کو درست بنایا۔

۳ :وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی (اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی) یعنی ہر حیوان کیلئے وہ تجویز کیا جو اس کے مناسب تھا پھر اس کو اس کی راہ بتلائی اور اس سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ بتلا دیا۔ نمبر۲۔ پھر ہدایت دی اور گمراہ کیا۔ لیکن اضل کو حذف کر کے فھدی پر اکتفاء کیا جیسا کہ اس ارشاد میں یضل من یشاء و یھدی من یشاء [النحل:۹۳]

قراءت: علی نے قَدَرَ پڑھا ہے۔

۴ :وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی (اور جس نے چارہ نکالا) وہ اگا دیا جس کو چوپائے چرتے ہیں۔

۵ :فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی (پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا) غُثَآء: خشک ریزہ ریزہ۔

نحو: احوی: سیاہ۔ یہ غثاء کی صفت ہے۔

۶ :سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی (ہم قرآن آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے) عنقریب آپ کو قرآن پڑھا دیں گے پس آپ اس کو نہ بھولیں گے۔

۷ :اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی (مگر جس وقت اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اور وہ ہر ظاہر و مخفی کو جانتا ہے) مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے منسوخ فرما دے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کو بشارت و خوشخبری ہے کہ وحی آپ کو یاد کرا دیں گے۔ یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز نہ رہے گی مگر جس کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ اس کو منسوخ کرے۔ وہ آپ کے حافظہ سے جاتی رہے گی اور اس کا حکم اور تلاوت اٹھالی جائیگی۔

قولِ جنید رحمہ اللہ:

ابن کیسان نے جنید سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ اس پر عمل کرنا نہ بھولیں۔ آپ جیسا آدمی صدر مجلس میں بیٹھ سکتا ہے۔

ایک اور قول یہ ہے:

فلا تنسٰی یہ صیغہ نہی ہے۔ سین کے بعد الف یہ فاصلہ کیلئے لایا گیا ہے۔ جیسا کہ السبیلا [الاحزاب:۶۷] (پیچھے احوی تھا تو تنسٰی فرمایا پھر ما یخفی فرمایا) معنی یہ ہوگا کہ اس کی قراءت اور دہرانے سے بے توجہی نہ کرو تا کہ بھول نہ جاؤ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ آپ کو بھلائیں اس کی تلاوت کو اٹھالیں۔

آسانِ شریعت:

وہ اخفاء کو جاننے والے ہیں۔ یعنی آپ جبرئیل علیہ السلام کی قراءت کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے میں جہر کرتے ہیں۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ کوئی چیز رہ نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ان کے ساتھ جہر کرنے کو بھی جانتے ہیں۔ اور جو چیز آپ کے دل میں مخفی ہے جس کی بناء پر آپ جہر کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ وہ جو آپ اپنے دل میں بھول کے خطرے سے پڑھتے ہیں

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿۱۰﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا

وہی شخص نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ شخص پرہیز کرے گا جو بڑا بدنصیب ہے جو بڑی آگ میں داخل ہوگا' پھر وہ اس میں

يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ

نہ مرے گا نہ جیئے گا وہ شخص کامیاب ہوا جس نے پاکیزگی کو اختیار کیا' اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی' بلکہ تم لوگ دنیا والی

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾

زندگی کو ترجیح دیتے ہو' اور آخرت بہت بہتر ہے اور بہت زیادہ باقی رہنے والی ہے بلاشبہ یہ اگلے صحیفوں میں ہے۔

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾

یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

اس کو بھی جانتے ہیں۔

دوسرا قول:

یہ ہے جو تم اپنے اقوال و افعال میں ظاہر کرتے اور چھپا کر کرتے ہو ان کو جانتے ہیں۔ اور جو احوال ظاہر و باطن ہیں ان سے بھی واقف ہیں۔

آسان شریعت:

۸ : وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى (اور ہم آسان شریعت کیلئے آپ کو سہولت دیں گے) اسکا عطف سنقرئك پر ہے اور اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى یہ جملہ معترضہ ہے۔ اور معنی آیت کا یہ ہے۔ ہم آپ کو ایسے طریقہ کی توفیق دیں گے جو بہت ہی آسان ہے یعنی وحی کو یاد کرنے کیلئے۔ ایک قول یہ ہے ایسی آسان شریعت دیں گے جو تمام شرائع میں سے آسان ہوگی یا جنت کے عمل کی توفیق دیں گے۔

۹ : فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (تو آپ نصیحت کیا کریں اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو) ذکر: قرآن کے ذریعہ وعظ کرو۔ ان نفعت کا جواب وہ ہے جس پر فَذَكِّرْ دلالت کرتا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے اس کا ظاہر انداز تو شرط کا ہے۔ مگر اس کا مقصد اس بات کو بتلانا ہے کہ ان میں نصیحت کا اثر بڑی بعید بات ہے۔

یہ ہے کہ مطلقاً تذکیر کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ [الغاشیہ: ۲۱] اس تذکیر میں نفع کی شرط نہیں ہے۔

۱۰ : سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى (وہی شخص نصیحت مانتا ہے۔ جو ڈرتا ہے) عنقریب وہ نصیحت حاصل کرے گا اور نصیحت کو قبول کرے گا۔ جو اللہ تعالیٰ سے اور اپنی بدانجامی سے ڈرتا ہے۔

بڑا بد بخت کافر:

۱۱ : وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى (اور جو شخص بدنصیب ہو وہ اس سے گریز کرے گا) تجنبؔ نصیحت سے دور ہوگا اور اس کو قبول نہ کرے گا۔ الاشقٰیؔ کافر یا کافروں میں بڑا بد بخت جو عداوتِ رسول اللہ ﷺ میں بہت بڑھا ہوا اور مبالغہ کرنے والا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے۔ یہ ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

۱۲ : الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى (جو بڑی آگ میں داخل ہوگا) النار الکبریؔ جہنم۔ الصغریؔ دنیا کی آگ۔

۱۳ : ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (پھر نہ اس میں وہ مر ہی جائے گا اور نہ جئے گا) لا یموت نہ مرے گا کہ عذاب سے چھوٹ جائے۔ ولا یحییٰ: نہ وہ لذت والی زندگی پائے گا جس سے اس کو فائدہ ہو۔

ایک قول ثمؔ کے متعلق:

موت زندگی کے درمیان لٹکے رہنا یہ آگ میں داخل ہونے سے زیادہ سخت اور اذیت ناک ہے۔ اور آگ کے داخلہ سے یہ شدت مراتب میں پیچھے ہے۔ اس لئے ثم استبعاد یہ لایا گیا ہے۔

۱۴ : قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (بامراد ہوا جو شخص پاک ہوگیا) افلح کامیابی پالی۔ تزکیٰ شرک سے پاک کرلیا۔ یا نماز کیلئے پاکیزگی اختیار کی۔ یا زکوٰۃ ادا کی۔ یہ زکوٰۃ سے باب تفعل ہے۔ جیسا تصدقؔ صدقہ سے آتا ہے۔

۱۵ : وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (اور اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھتا رہا) ذکر اسمؔ سے تکبیر افتتاح مراد ہے۔ صَلّٰى سے پانچوں نمازیں مراد ہیں۔

دلیل:

یہ وہ آیت ہے جس سے تکبیر افتتاح کی فرضیت پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔ نمبر۱۔ اس طور پر کہ ذکر اسمؔ نماز میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ فصلّٰی کا عطف ہے۔ اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔ نمبر۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ افتتاح صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر اسم کے ساتھ جائز ہے۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ذکر اس نے اپنے معاد کو یاد کیا۔ اور اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہونا یاد کر کے اس کے لئے نماز پڑھی۔

قولِ ضحاک:

اس نے اپنے رب کا نام لیا۔ عیدگاہ کے راستہ میں پھر نماز عید ادا کی۔ (صلی سے نماز عید مراد ہے)

۱۶ : بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (بلکہ تم اپنی دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو) آخرت کے مقابلہ میں مقدم رکھتے ہو۔ پس وہ کام نہیں کرتے جن سے آخرت میں کامیاب ہو جاؤ۔ مخاطبین کفار ہیں۔ اس کی دلیل قراءت ابی عمرو ہے۔

قراءت: یوثرون یاء کے ساتھ ابوعمرو نے پڑھا ہے۔

۱۷ : وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے) نفس دنیا سے افضل اور اس کے مقابلے میں دائمی ہے۔

۱۸ : اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى (یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے) ھذا کا مشار الیہ قد افلح سے ابقی تک ہے۔ یعنی یہ کلام ان صحف میں بھی وارد ہوا ہے۔ یا تمام سورت کے مضامین اس کا مشار الیہ ہیں۔ یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کی قراءت فارسی میں درست ہے کیونکہ قرآن کو ان صحیفوں میں مذکور بتلایا گیا ہے۔ حالانکہ وہاں اس عبارت و نظم کے ساتھ نہ تھا۔ (مگر اس کے متعلق تحقیق پہلے نقل کر آئے یہ امام صاحب کا قول مرجوع ہے۔ مفسر مرحوم نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔)

۱۹ : صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى (ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں)

نحو: یہ صحف اولی سے بدل ہے۔

صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام:

اثر: صحف ابراہیم علیہ السلام میں یہ بات تھی۔ عقل مند کیلئے مناسب ہے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنے زمانے کو پہچانے اور اس کی قدر کرے اور اپنی حالت کی درستی پر متوجہ ہو۔

تمت سورۃ الاعلیٰ بکرمہ تعالیٰ

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ الغاشیہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھبیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝۱ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳ تَصْلٰى

آپ کو ایسی چیز کی خبر پہنچی ہے جو چھا جانے والی ہے۔ اس دن چہرے جھکے ہوئے ہوں گے، مصیبت جھیلنے والے، دکھ تکلیف اٹھانے والے ہوں گے، جلتی ہوئی

نَارًا حَامِيَةً ۝۴ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝۶ لَّا يُسْمِنُ

آگ میں داخل ہوں گے، انہیں کھولتے ہوئے چشموں سے پلایا جائے گا ان کے لئے خار دار جھاڑ کے سوا کچھ کھانا نہ ہوگا، وہ نہ فربہ کرے گا،

وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝۸ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝۹ فِيْ جَنَّةٍ

نہ بھوک دور کرے گا اس دن بہت سے چہرے بارونق ہوں گے، اپنی کوشش کی وجہ سے خوش ہوں گے بہشت بریں

عَالِيَةٍ ۝۱۰ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝۱۱ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝۱۲ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝۱۳

وقف لازم

میں ہوں گے اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے، اس میں بلند کیے ہوئے تخت ہوں گے

۱ : هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ (آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے) ھَلْ یہ قد کے معنی میں ہے۔ الغاشیہ وہ بڑی مصیبت جو اپنے شدائد و مصائب کے ساتھ تمام پر چھا جائے گی اور اس کی ہولناکیاں سب کو ڈھانپ لیں گی۔ مراد اس سے قیامت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آگ مراد ہے۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا تغشی وجوھھم النار [ابراہیم:۵۰]

شدائد سے چھانے والی:

۲ : وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (بہت سے چہرے اس روز ذلیل ہونگے) وجوہ سے کفار کے چہرے مراد ہیں۔ چہرے کو خاص اس لئے کیا کیونکہ غم و خوشی کا اثر چہرے میں خوب مستحکم ہوتا ہے۔ يَوْمَئِذٍ (جس دن وہ ڈھانپ لے گی) خَاشِعَةٌ ذلیل ہونگے اس وجہ سے کہ ان چہرے والوں پر ذلت و رسوائی چھا جائے گی۔

دنیا میں برے اعمال:

۳ : عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ (مصیبت جھیلتے خستہ ہونگے) وہ آگ میں اتنا کام کریں گے کہ جس سے تھک جائیں گے وہ کام زنجیریں

کھینچنے اور طوق گھسیٹنے اور بار بار آگ میں گھس جانے کا ہوگا جس طرح اونٹ کیچڑ میں گھستے ہیں اور ان کا آگ کی وجہ سے مسلسل بلند ہونا اور پھر اس کی گہرائی میں گر جانا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ دنیا میں برے اعمال کیے اور ان سے لذت حاصل کرتا رہا اور خوش عیشی میں پڑا رہا وہ ان اعمال کی وجہ سے مشقت میں مبتلا ہوگا۔ ایک قول یہ ہے یہ گرجاؤں کے پادری و راہب ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خشیت اختیار کی اور عمل کیے مسلسل روزے سے اپنے اعمال میں مشقت برداشت کی۔ پے در پے تہجد کی تکالیف اٹھائیں۔

۴ :تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً (وہ آتش سوزاں میں داخل ہونگے) وہ اس آگ میں داخل ہونگے اور جو مدت مدید بھڑکائی گئی۔ جس کی گرمی کا مقابلہ کوئی حرارت و گرمی نہیں کر سکتی۔

قراءت: ابوبکر اور ابوعمرو نے تُصلٰی پڑھا ہے۔

۵ :تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے) پانی کے ایسے چشمے سے جس میں انتہائی حرارت ہوگی۔

وجہ تانیث:

ان صفات و افعال میں تانیث کا استعمال وجوہ کی وجہ سے ہے۔ اور وجوہ سے مراد اصحاب وجوہ ہیں۔ اس کی دلیل اگلی آیت ہے۔ جس میں ھم ضمیر جمع لوٹائی گئی ہے۔

۶ :لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ (ان کو سوائے ایک خاردار جھاڑی کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا) ضریع یہ ایک نبات ہے جس کے تروتازہ پودے کو اَشْبرِقْ بولتے ہیں۔ جب وہ خشک ہو تو ضریع کہلاتا ہے۔ وہ ہلاک کن زہریلا ہوتا ہے۔

اقسام عذاب:

عذاب کئی اقسام کے ہونگے اور معذب لوگوں کے بھی طبقات ہونگے۔ ان میں بعض زقوم کھائیں گے۔ بعض غسلین کھائیں گے۔ بعض کو ضریع کھانے کو ملے گی پس اس آیت اور دوسری آیت میں تناقض نہیں۔ وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ۔ [الحاقۃ: ۳۶]

۷ :لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِىْ مِنْ جُوْعٍ (جو نہ فربہ کرے گا۔ اور نہ بھوک کو دور کرے گا) لا یُسْمِنُ یہ محلاً مجرور ہے۔ کیونکہ ضریع کی صفت ہے۔ ولا یغنی من جوع کہہ کر بتلایا کہ بھوک اور غذا کے فوائد اس میں بالکل نہ ہونگے۔ وہ دونوں فائدے ازالۂ بھوک اور بدن کو تقویت دینا ہیں۔

۸ :وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ (بہت سے چہرے اس روز) نَّاعِمَةٌ (بارونق ہونگے) ایمان والوں کے چہروں کی تعریف بیان کی گئی۔

وو جوہ نہیں فرمایا کیونکہ کلام اول طویل ہو کر منقطع ہو گیا۔اس لئے مستقل جملہ لائے ۔ ناعمہ خوش عیش نعمت یافتہ۔
۹ : لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ (اپنے کاموں کی بدولت خوش خوش ہونگے) اپنے اعمال اور نیکیوں پر خوش ہونگے ۔ جب وہ ان پر ملنے والے ثواب و کرامت کو دیکھیں گے۔
۱۰ : فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (بہشت بریں میں ہونگے) عالیہ علو مکان یا علو مقدار کی وجہ سے۔

جنت کی صفت:

۱۱ : لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً (جن میں کوئی لغوبات نہ سنیں گے) اے مخاطب تو ان میں کوئی لغوبات نہ سنے گا۔ یا وہ چہرے اس میں لغوبات نہ سنیں گے۔ لاغیہ یعنی لغو۔ یا لغویت والا کلمہ۔ نمبر۳۔ کوئی ایسا شخص جو لغو کہے۔ اہل جنت حکمت کی بات کریں گے اور دائمی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد کے کلمات بولیں گے۔
قراءت: مکی اور ابو عمرو نے لا یُسمع فیھا لا غیةٌ اور نافع نے لا تُسمع فیھا لاغیةٌ پڑھا
۱۲ : فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ (اس میں بہتے چشمے ہوں گے) یعنی بے شمار چشمے ہونگے جیسا کہ اس قول میں علمت نفس [التکویر:۱۴]
۱۳ : فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ (اس میں اونچے اونچے تخت ہونگے) سُرُرٌ جمع سَرِیْر ۔ تخت، چارپائی۔ مرفوعۃ مقدار کی بلندی یا تا کہ ہر مؤمن اس پر بیٹھ کر اپنی بادشاہت اور نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دی ہیں وہ دیکھ سکے۔

وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿۱۶﴾

اور رکھے ہوئے آب خورے ہوں گے اور برابر برابر گدے لگے ہوئے ہوں گے اور قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾

کیا وہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کس طرح پیدا کیے گئے اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾

اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے کھڑے کیے گئے اور زمین کی طرف کہ وہ کس طرح بچھائی گئی۔

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى

سو آپ نصیحت کیجئے' آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں آپ ان پر مسلط نہیں کیے گئے مگر جو روگردانی کرے

وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ

اور کفر کرے تو اللہ اسے بڑا عذاب دے گا' بلاشبہ ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے پھر

اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾

بلاشبہ ہمیں ان کا حساب لینا ہے۔

۱۴: وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ (اور رکھے ہوئے آبخورے ہیں) وَّاَكْوَابٌ جمع کوب ۔ پیالے۔

ایک قول:

وہ برتن جس کا دستہ نہ ہو۔ مَّوْضُوْعَةٌ سامنے رکھے ہوئے۔ تاکہ دیکھ کر ان سے لذت اندوز ہوں۔ نمبر۲۔ چشموں کے کناروں پر پانی کیلئے رکھے گئے ہیں۔

۱۵: وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ (اور برابر لگے ہوئے گدے ہیں) نمارق: تکیے۔ مصفوفۃ پہلو بہ پہلو ترتیب وار چنے ہوئے تکیے کہ جنتی جہاں بیٹھنا چاہیں ایک پر بیٹھ جائیں اور دوسرے سے سہارا لگالیں۔

۱۶: وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ (اور سب طرف قالین پھیلے پڑے ہیں) زرابی جمع زربیۃ۔ عمدہ لمبے چوڑے بچھے قالین۔ مبثوثۃ پھیلائے ہوئے مجالس کے لحاظ سے الگ الگ بچھے ہوئے۔

کفار کے انکار کا جواب:

۱۷: اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ (کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے) جب جنت کی حالت کے متعلق آیات اتریں اور نبی اکرم ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ ان تختوں کی بلندی ایک ایک سوفرسخ ہوگی۔ رکھے ہوئے پیالوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ مخلوق کثرت کی وجہ سے ان کا حساب نہیں کر سکتی۔ اور تکیوں کی لمبائی اس قدر اور قالینوں کی چوڑائی اتنی ہوگی۔ کفار نے اس کا انکار کیا اور کہنے لگے ایسی چارپائی پر کس طرح چڑھ سکیں گے۔ اور پیالے لاتعداد کیسے ہو سکتے ہیں۔ تکیوں کی لمبائی اور قالینوں کا اس طرح بچھنا کیونکر ہوگا۔ ہم نے دنیا میں ایسا نہیں دیکھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَآءِ الاٰیۃ۔ کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح طویل پیدا کیا گیا۔ پھر یہ بیٹھ جاتا ہے یہانتک کہ تم اس پر سوار ہوتے۔ اور اس پر اپنا سامان لادتے ہو۔ پھر وہ تمام کو لے کر اٹھ جاتا ہے اسی طرح وہ تخت مؤمن کے لئے جھک جائیں گے۔ جیسا اونٹ جھکتا ہے پھر سیدھے ہو جائیں گے۔

۱۸: وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ (اور آسمان کو کس طرح بلند کیا گیا ہے) خوب بلند کرنا۔ ایسی بلندی جو درازی والی ہے اس میں کوئی رکاوٹ اور ستون نہیں۔ پھر اس کے ستارے اتنے زیادہ ہیں کہ مخلوق ان کو گن نہیں سکتی اسی طرح جنت میں مؤمنوں کے پیالے ان گنت بنا دیئے گئے۔

۱۹: وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ (اور پہاڑوں کو کس طرح کھڑے کیے گئے ہیں) ایسا کھڑا کرنا جو قائم رہنے والا ہے۔ وہ اپنی طوالت کے باوجود ایسے گڑے ہوئے ہیں کہ ایک طرف جھکتے نہیں پس اسی طرح جنت کے تکیے ہونگے۔

۲۰: وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ (اور زمین کو کیسے بچھائی گئی) اس کی سطح ہموار اور بچھی ہوئی ہے۔ تمام ایک بچھونا ہے جو ایک کنارۂ آسمان سے دوسرے کنارۂ آسمانی تک پھیلا ہے اسی طرح جنت کے قالین ہونگے۔ ایک اور انداز: یہ بھی درست ہے کہ معنی یہ ہو۔ کیا وہ ان مخلوقات کو نہیں دیکھتے ہیں جو قدرت الٰہی پر شاہد ہیں۔ تاکہ وہ بعث بعد الموت پر اس کی قدرت کا انکار نہ کریں۔ اور حضور علیہ السلام کا انذار سن کر آپ پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے تیاری کریں۔

وجہ تخصیص:

ان چار چیزوں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کو خطاب فرما کر ان کو ان قدرتی چیزوں سے استدلال کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے۔ اور آدمی اس سے استدلال کرتے ہیں۔ جو اکثر و بیشتر مشاہدہ میں آتی رہتی ہوں۔ عام عربوں کی بود و باش جنگلوں میں تھی ان کی نگاہ کے سامنے ہر وقت آسمان زمین پہاڑ رہتے تھے۔ اور ان کا محبوب ترین مال اونٹ۔ اور سواری میں اس کا استعمال تمام حیوانات کی بنسبت زیادہ تھا۔ کیونکہ اس میں حیوانات کی جملہ حاجات موجود تھیں۔ مثلاً نسل، دودھ، بوجھ اٹھانا، سواری کھانے کے کام آنا وغیرہ۔ اس کے برخلاف دیگر حیوانات میں یہ تمام مجتمع نہ تھیں اور اس کو مطیع اس طرح بنایا گیا کہ ہر نکیل پکڑنے والا اس کو

لے کر چلتا ہے۔ نہ کمزور کو دشواری نہ بچے کو رکاوٹ لمبی گردن والا بوجھ اٹھانے والا ہے۔ اس کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ یہ بیٹھ جاتا ہے تا کہ آسانی اور قریب سے اس پر بوجھ لادیں پھر بوجھ لے کر اٹھ جاتا ہے اس کو دور دراز علاقوں تک لے جاتا ہے اور پیاس کو بہت برداشت کرنے والا یہاں تک کہ دس دن یا اس سے زیادہ پیاس برداشت کر لیتا ہے۔ جنگلوں میں اگنے والی ہر چیز کھالیتا ہے جس کو دیگر حیوانات نہیں چرتے۔

۲۱ :فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (تو آپ نصیحت کر دیا کیجئے۔ آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں) پس آپ ان کو دلائل سے نصیحت فرمائیں تا کہ یہ ان میں سوچ و بچار کریں۔ انما انت مذکر آپ کے ذمے تو فقط تبلیغ ہے۔ (منوانا نہیں)

۲۲ :لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (آپ ان پر مسلط نہیں ہیں) مصیطر زبردستی نصیحت یاب کرنے پر مسلط نہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ [ق:۴۵]

قراءت: بمصیطر مدنی، بصری، عاصم، علی نے پڑھا ہے۔

۲۳ :اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ (مگر جو روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا۔

۲۴ :فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ (تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑی سزا دیگا)

نحو: یہ استثناء منقطع ہے۔ یعنی تم ان پر مسلط نہیں ہو۔ لیکن جس نے ان میں سے منہ موڑا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اللہ تعالیٰ کو اس پر کامل ولایت و غلبہ حاصل ہے۔ پس وہ اس کو بڑے عذاب میں مبتلا کریگا اور وہ بڑا عذاب جہنم کا عذاب ہے۔

ایک قول یہ ہے:

فذکر سے استثناء ہے پس آپ نصیحت کریں مگر وہ آدمی جس کے ایمان سے تمہاری امید منقطع ہو چکی ہو۔ اور وہ منہ موڑنے والا ہو تو وہ عذاب اکبر کا حقدار ہے۔ اس صورت میں ان کے مابین یہ جملہ معترضہ ہوگا۔

۲۵ :اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ (ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا) ایاب: رجوع۔ ظرف کو مقدم کرنے کا فائدہ وعید میں شدت ظاہر فرمانا ہے۔ اور بلاشبہ ان کا رجوع ایسے جبار کی بارگاہ میں ہوگا۔ جو انتقام پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

۲۶ :ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے) پس وہ ان کے اعمال پر ان سے محاسبہ فرمائے گا۔ اور ان کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔ عَلَيْنَا یہ تاکید وعید کیلئے ہے وجوب کیلئے نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز لازم نہیں۔

تمت سورة الغاشية بكرمه تعالىٰ

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

سورۃ الفجر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝۴ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلنے لگے' کیا اس میں قسم ہے

قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝۵ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۶ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝۷ الَّتِيْ

عقل والے کے لئے اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے کیا کیا قوم عاد کے ساتھ جو قوم ارم تھی یہ لوگ ستون والے تھے ان کے

لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝۸ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝۹ وَ

جیسے لوگ شہروں میں پیدا نہیں کیے گئے' اور قوم ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں پتھروں کو تراشا اور

فِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝۱۰ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝۱۱ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝۱۲

فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا' یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی' سو انہوں نے بہت فساد مچایا

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝۱۳ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝۱۴

سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا' بلاشبہ آپ کا رب گھات میں ہے۔

۱: وَالْفَجْرِ (قسم ہے فجر کی) فجر کی قسم کھائی۔ الفجر صبح کو کہتے ہیں۔ جیسا دوسرے ارشاد میں ہے والصبح اذآ اسفر [المدثر:۳۴] نمبر۲۔ نماز فجر کی قسم اٹھائی۔

دس راتیں:

۲: وَلَيَالٍ عَشْرٍ (اور دس راتوں کی) ذی الحجہ کی دس راتیں نمبر۲۔ محرم کی دس ابتدائی راتیں۔ نمبر۳۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ۔ فضیلت کے بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے لیالٍ کو نکرہ لائے۔

جفت وطاق:

۳ : وَّ الشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (اور جفت اور طاق کی) تمام اشیاء کا جفت و طاق مراد ہو یا ان راتوں میں جفت و طاق ۔ یا جفت و طاق نمازیں یا یوم نحر کیونکہ وہ دسواں دن ہے جو کہ جفت ہے اور یوم عرفہ نواں دن ہے جو کہ طاق ہے ۔ یا مخلوق جفت ہے اور خالق طاق (ان الله وتر یحب الوتر)

قراءت : الوِتر ۔ حمزہ وعلی نے پڑھا ۔ باقی قراء نے واؤ کا فتحہ پڑھا ۔ دراصل یہ دو لغات ہیں الوتر حجازی لغت ہے الوِتر یہ تمیمی لغت میں ہے ۔

۴ : مخصوص راتوں کی قسم اٹھانے کے بعد علی العموم رات کی قسم اٹھائی ۔ پس فرمایا ۔ وَالَّيْلِ (اور قسم ہے رات کی) ایک قول میں اس سے لیلۃ القدر مراد ہے ۔ اِذَا يَسْرِ (جب وہ چلنے لگے) جب گزر جائے ۔

نحو : یسر کی یاء کو درمیان کلام میں کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے حذف کر دیا ۔

قولِ اخفش:

کسی نے اخفش رحمہ اللہ سے یاء کے گرنے کے متعلق سوال کیا ۔ تو آپ نے فرمایا تم ایک سال خدمت میں رہو پھر بتلاؤں گا ۔ اس نے ایک سال کے بعد سوال کیا تو فرمایا رات چلتی نہیں ۔ رات میں چلا جاتا ہے ۔ جب اصل معنی سے عدول کیا تو اس کی موافقت میں لفظ سے بھی عدول کیا ۔ ایک قول یہ ہے یسری کا معنی یُسرٰی فیه ہے ۔ جیسا کہتے ہیں لیل نائمٌ ای ینام فیه ۔ رات کو سویا جاتا ہے ۔

۵ : هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ (کیوں اس میں عقلمند کے واسطے کافی قسم بھی ہے) یعنی ان چیزیں میں جن کی تو نے قسم اٹھائی ہے ۔ قسم ہے عقل مند کیلئے ۔ عقل کو حجر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نامناسب امور میں پلٹ پڑنے سے روکتی ہے ۔ جیسا کہ عقل اور نہیۃ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ سمجھتی اور روکتی ہے ۔

حاصلِ کلام:

مراد یہ ہے کیا وہ اس کے ہاں حقدار ہیں کہ ان کی قسم اٹھا کر ان کو معظم مانا جائے ۔ نمبر ۲ ۔ کیا میری ان چیزوں کی قسم اٹھانے میں عقل والے کیلئے قسم ہے ۔ یعنی کیا وہ بڑی قسم ہے جس کے ساتھ مقسم علیہ مؤکد ہو جاتا ہے؟ نمبر ۳ ۔ کیا ان اشیاء کی قسم میں عقل و فہم والے کیلئے کافی قسم ہے ۔

مقسم علیہ:

مقسم علیہ محذوف ہے ۔ اور وہ لیعذبن ہے ۔ اس پر اَلَمْ تَرَ سے لے کر فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ دلالت کر

رہا ہے۔

قوم عاد کا حال:

٦ : اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا) یہاں سے ان اقوام کا تذکرہ فرمایا جن کو تکذیب رسل کے نتیجہ میں عذاب دیا گیا۔

٧ : اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (یعنی قوم ارم کے ساتھ جن کے قد وقامت ستون جیسے تھے) یعنی کیا آپ کو معلوم نہیں اے محمد ﷺ ایسا معلوم ہونا جو یقین میں آنکھوں دیکھے کی طرح ہے۔

نحو : الم تر یہ استفہام تقریری ہے۔ قوم عاد : عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد کو عاد ارم کہا جاتا ہے۔ جیسا بنی ہاشم کو ہاشم کہا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے پہلوں کو عاد اولی و عاد ارم کہتے ہیں۔ یہ نام دادے کی وجہ سے ہے۔ اور بعد والوں کو عاد اخیرہ کہتے ہیں پس ارم یہ عاد کا عطف بیان ہے اور اس سے ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ عاد اولی قدیمہ ہے۔ **ایک قول** یہ ہے : ارم اس شہر اور سرزمین کا نام ہے جہاں وہ مقیم تھے۔ اس پر ابن الزبیر کی قراءت دلالت کرتی ہے۔

قراءت ابن الزبیر:

بعادِ ارمَ : اضافت کے ساتھ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ بعاد اهل ارم جیسا کہ ارشاد ہے واسئل القرية [یوسف : ٨٢] ای اهل القرية ۔ قبیلہ ہو یا سرزمین معرفہ اور تانیث ہونے کی وجہ سے منصرف نہ ہوگی بلکہ غیر منصرف ہوگی۔ ذات العماد ۔ نمبر ١۔ اگر اس کو قبیلہ کی صفت مانیں تو معنی یہ ہوگا وہ ستونوں والے بدوی لوگ تھے۔ نمبر ٢۔ لمبے قد ہونے کی وجہ سے ان کے قدوں کو ستونوں سے تشبیہ دی۔ نمبر ٢۔ اور اگر یہ شہر کی صفت ہے تو معنی یہ ہے کہ وہ ستونوں والے تھے۔

ایک روایت تفسیر:

کہ عاد کے دو بیٹے شداد و شدید تھے۔ وہ دونوں بادشاہ بنے اور سب پر غالب آ گئے پھر شدید مر گیا۔ اور تمام حکومت شداد کو مل گئی۔ وہ دنیا کا بادشاہ ہوا۔ اس زمانہ کے بادشاہ اس کے ماتحت ہو گئے۔ اس نے جنت کا ذکر سنا۔ تو کہنے لگا میں ایسی جنت بناتا ہوں۔ اس نے عدن کے کسی صحراء میں ارم شہر تین سو سال میں بنوایا۔ اس کی عمر نو سو سال تھی۔ یہ بہت بڑا شہر تھا۔ اس کے مکانات سونے چاندی کے بنے تھے۔ اور زبرجد و یاقوت کے ستون عمارات کے اندر دیئے گئے۔ اس میں قسم قسم کے درخت اور نہریں بھی تھیں۔ جب اس کی تعمیر مکمل ہو چکی تو وہ اہل مملکت کو لے کر اس کی طرف چل دیا۔ جب ایک دن رات کا سفر رہ گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے چیخ بھیج کر ہلاک کر دیا۔

عبداللہ بن قلابہ کا قول ہے:

کہ میں اپنے اونٹوں کی تلاش میں نکلا۔ پس وہاں جانکلا۔ پس اس میں سے جتنے ہوسکتا تھا اس میں سے اٹھالایا۔ جب یہ خبر معاویہؓ کو پہنچی تو انہوں نے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ میں نے واقعہ عرض کر دیا۔ انہوں نے کعب کی طرف استفسار کیلئے پیغام بھیجا تو انہوں نے بتلایا کہ یہ ارم ذات العماد ہے۔ اور اس میں تیرے زمانہ میں ایک سرخ وسفید رنگت والا آدمی داخل ہوگا۔ اس کا قد چھوٹا اور اس کے ابرو پر خال کا نشان ہوگا۔ اور اس کی پشت پر خال کا نشان ہوگا۔ وہ اپنے اونٹ تلاش کرنے نکلے گا۔ پھر متوجہ ہو کر کعب نے مجھے دیکھا تو کہا۔ اللہ کی قسم یہی وہ آدمی ہے۔ [ابن کثیر: ۶۰۲/۴ □] یہ کعب احبار کی طرف منسوب داستانوں میں سے ایک ہے اس کی سند درست نہیں۔ یہ قطعاً بے حقیقت بات ہے۔ (کذا قال ابن کثیر)

۸ : الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ (جن کے برابر شہروں میں کوئی شخص پیدا نہیں کیا گیا) یعنی عاد کی طرح ان کی طاقت اور ان کے لمبے قد میں۔ ایک آدمی کی لمبائی چار سو ہاتھ تھی۔ یا شداد کے شہروں جیسا شہر پیدا نہیں کیا گیا۔

قوم ثمود:

۹ : وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (اور قوم ثمود کے ساتھ جو وادی القریٰ میں پتھروں کو تراشا کرتے تھے) جابوا الصخر۔ پہاڑوں کے پتھر کاٹے اور ان میں رہائشی مکانات بنائے۔ ایک قول یہ ہے سب سے پہلے جنہوں نے پہاڑوں کو کاٹا اور تراشا اور انہوں نے پتھروں کے سترہ سو شہر بنائے۔ الواد سے وادی القریٰ مراد ہے۔

۱۰ : وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ (اور میخوں والے فرعون کے ساتھ) ذی الاوتاد: بڑے لشکروں والا۔ ان کے پاس بیشمار خیمے تھے۔ جب وہ کسی مقام پر اترتے تو وہاں خیمہ زن ہوتے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے ہاں مخالفین کو میخوں سے عذاب دیا جاتا۔ جیسا آسیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا۔

۱۱ : الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ (جنہوں نے شہروں میں فساد مچا رکھا تھا)

نحو : ذم کی وجہ سے الذین منصوب ہے۔ نمبر۲۔ ہم مبتدأ کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ نمبر۳۔ عاد، ثمود و فرعون کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ طغوا انہوں نے حد سے تجاوز اختیار کیا۔

۱۲ : فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ (اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا) فساد کفر، قتل و ظلم و بربریت کر کے۔

عذاب کا کوڑا:

۱۳ : فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا) بلیغ ترین انداز سے وقوع عذاب کو بیان کیا گیا کیونکہ الصب دوام اور سوط زیادتی ایلام کو ظاہر کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے ان کو دردناک دائمی عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ؕ﴿۱۵﴾

سو انسان کو اس کا پروردگار جب آزماتا ہے سو اس کا اکرام فرماتا ہے اور اسے نعمتیں دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۚ﴿۱۶﴾

اور جب وہ اس کو آزماتا ہے سو اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ﴿۱۷﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ﴿۱۸﴾ وَتَاْكُلُوْنَ

ہرگز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے، اور میراث کا مال

التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ﴿۱۹﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ؕ﴿۲۰﴾ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ

سمیٹ کر کھا جاتے ہو، اور مال سے بہت محبت رکھتے ہو۔ ہرگز ایسا نہیں جب زمین کو پوری طرح

دَكًّا دَكًّا ۙ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ﴿۲۲﴾

چورا چورا کر دیا جائے گا۔ اور آپ کا پروردگار آجائے گا اور فرشتے آجائیں گے تو صفیں بنالیں گے

۱۴ : اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (بیشک آپ کا رب گھات میں ہے) مرصاد وہ جگہ جہاں رصد کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یہ مفعال کا وزن ہے اور رصدہ سے لیا گیا ہے۔ یہ تمثیل ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ اور وہ بندے اس سے کسی طرف نکل نہیں سکتے۔ بندوں کے تمام اعمال سے آگاہ ہے۔ اور حافظ و نگہبان ہے۔ پس ان اعمال پر وہ بدلہ دے گا۔ اگر خیر ہونگے تو اچھا اور اگر برے ہونگے تو برا۔

انسان کا حال:

۱۵ : فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ (پس آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو اکرام و انعام دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری قدر بڑھادی)

۱۶ : وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ (اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری قدر گھٹادی) قَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ رزق کو تنگ کر کے جان بچانے والے لقمے کی مقدار رہنے دیتا ہے۔

قراءت: شامی، یزید نے قدر پڑھا ہے۔

فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ مطلب یہ ہے اس شخص کیلئے ضروری ہے کہ جس کا رب اس کو دیکھ رہا ہو۔ کہ وہ آخرت کی فکر کرے

اور جلد آنے والی کو مقصود نہ بنائے۔ حالانکہ اس نے تو اس کا الٹ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے نعمت و وسعت رزق سے اس کا امتحان کیا تا کہ یہ شکر گزار ہو۔ تو یہ کہنے لگا میرے رب نے میرا اکرام کیا یعنی جو کچھ مجھے دیا اس میں مجھے فضیلت دی۔ وہ اکرام اسی بات کو خیال کرتا ہے جبکہ دنیا کثرت سے اس کو ملے۔ اور جب اس کا امتحان فقر سے کیا اور اس کا رزق تنگ کر دیا۔ تا کہ صبر سے کام لے تو کہنے لگا۔ ربی اھانن۔ اس نے قلت سرمایہ کو توہین قرار دیا۔ کیونکہ اس کا مقصود دنیا ہے۔ اور جو چیزیں دنیا میں تلذذ اور تعیش والی ہیں وہ اس کو بھاتی ہیں۔

باطل خیال کا رد:

پس اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے باطل خیال کی تردید فرمائی۔ کلّا یہ بات ہرگز نہیں کہ قلت و کثرت مال اکرام واہانت ہیں۔ بلکہ اکرام یہ ہے کہ طاعت کی زیادہ سے زیادہ توفیق ملے اور اہانت اس میں ہے کہ توفیق چھین کر رسوا کر دیا جائے۔

نحو: نمبرا۔ الانسان مبتدأ اور فیقول یہ اس کی خبر ہے اور خبر پر فاء اس لئے لائی گئی ہے۔ کیونکہ اَمّا میں شرط کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔ اور مبتدا و خبر کے مابین ظرف تقدیراً تاخیر میں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا ہے۔ فاما الانسان فقائل ربی اکرمنی وقت الابتلاء۔ اور اسی طرح دوسرا فیقول بھی مبتدأ کی خبر ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ واما ھو اذا ما ابتلاہ ربہ۔

ابتلاء:

دونوں کو ابتلاء سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ ہر ایک بندے کیلئے امتحان و ابتلاء ہے جب وسعت کر دی جائے۔ تو اس بات میں امتحان ہے کہ آیا وہ شکر ادا کرتا ہے یا ناشکری اختیار کرتا ہے اور جب رزق کو تنگ کر دیا جائے تو اس کی حالت کو آزمایا گیا۔ آیا صبر کرتا ہے کہ جزع فزع کا ارتکاب کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے دوسرے ارشاد میں فرمایا گیا۔ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً [الانبیاء:۳۵]

وجہ تعجیب:

اس کے اس قول کو عجیب قرار دیا ربی اکرمن۔ باوجود یکہ اس کو اپنے اس قول سے ثابت کیا فاکرمہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات اس انسان نے قصداً اس بات کی مخالفت کرتے ہوئے کہی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے صحیح اور درست قرار دیا۔ اس مخالفت میں اس کا قصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جو کچھ بطور اکرام دیا ہے وہ اس کا مستحق ہے جیسا کہ دوسرے ارشاد میں یہ بات موجود ہے۔ انما اوتیتہٗ علی علمٍ عندی [القصص:۷۸] حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بلا استحقاق بطور ابتلاء و امتحان دیا ہے۔

بری حصاتین:

۱۷: كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ (ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو)۔

۱۸ : وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے) مطلب یہ ہے بلکہ یہاں تو اس بات سے بھی زیادہ بری حرکت موجود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مال عنایت فرمایا ہے وہ اس مال میں سے یتیم کا جو حق بنتا ہے۔ اور انہیں بطور اکرام دینا چاہیے تھا۔ وہ نہیں دیتے اور مسکین کو خود کھانا دینا تو بجائے خود رہا دوسروں کو اسے کھانا دینے پر آمادہ تک نہیں کرتے۔

۱۹ : وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا (اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو) التراث میراث کو کہتے ہیں۔ اکلًا لمًّا اے ذالم۔ حلال وحرام کے جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ اہل عرب عورتوں اور بچوں کو وارث نہ بناتے تھے۔ اور ان کا حصہ میراث اپنے حصہ میراث کے ساتھ ملا کر کھا جاتے تھے۔

۲۰ : وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو) عرب کے لوگ حبه، احبه، ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ حبا جمًّا بہت زیادہ کہ جس کے ساتھ حرص اور حقوق کی ڈاکہ زنی بھی شامل ہو۔

قراءت: رَبِّیَ ،حجازی اور ابوعمرو نے پڑھا ہے۔ اور بصری نے یکرمون ، ولا یحضّون و یاکلون ویحبون پڑھا ہے۔

قیامت کا حال:

۲۱ : كَلَّا (ہرگز نہیں) اس میں ان کو سابقہ بات پر ڈانٹ پلائی۔ اور ان کے فعل کا انکار کیا گیا ہے۔ پھر وعید کا ذکر کر کے ان کی اس حسرت کو بیان کیا جو اس وقت ہوگی جب حسرت کا فائدہ نہ ہوگا فرمایا اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا (جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا) دُکت: زمین کو ہلایا جائے گا۔ دکا: ریزہ ریزہ یعنی بار بار اس کو ریزہ ریزہ کریں گے۔ یہاں تک کہ ذرات بنکر بکھر جائے گی۔

۲۲ : وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (اور آپ کا پروردگار اور جوق در جوق فرشتے آئیں گے) یعنی ہر آسمان کے فرشتے اتر پڑیں گے۔ وہ ایک دوسرے کے پیچھے صف بستہ ہو جائیں گے۔ جس سے جن وانس گھیرے میں آ جائیں گے۔

وَجِایْۤءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ یَقُوْلُ

اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا اس دن انسان کی سمجھ میں آ جائے گا اور اب سمجھنے کا موقع کہاں رہا؟ کہے گا

یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴿۲۴﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا یُوْثِقُ

کاش میں اپنی زندگی کے لئے آگے بھیج دیتا سو اس دن اللہ کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نہ ہوگا اور اس کی جیسی

وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ

بندش کوئی نہیں کریگا اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف

رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾

اس حال میں کہ تو خوش ہو اور تجھ سے بھی اللہ تعالیٰ خوش ہے سو تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

۲۳: وَجِایْۤءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ (اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا) ایک قول یہ ہے کہ یہ اہل جہنم کے سامنے کر دی جائے گی جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ وَبُرِّزَتِ الجحیم للغاوین [الشعراء:۹۱] دوسرا قول یہ ہے کہ جہنم کو چلا کر لایا جائے گا۔ حدیث صحیح میں وارد ہے۔ یوتی بجهنم یومئذ لها سبعون الف زمام مع کل زمام سبعون الف ملك یجرونها۔ [رواہ مسلم:۲۸۴۲، والترمذی: ۲۵۸۷] اس دن جہنم کو ستر ہزار لگاموں سے کھینچ کر لایا جائے گا۔ ہر لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے مقرر ہونگے۔ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى (اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کب رہا) یتذکر نصیحت حاصل کرے گا۔ انی له الذکری مگر نصیحت کا فائدہ کہاں سے حاصل ہو۔

۲۴: یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ (کہے گا کاش میں اس زندگی کیلئے کوئی عمل آگے بھیج لیتا)۔ حیاتی سے یہ آخرت کی زندگی مراد ہے۔ یعنی وہ کہے گا کاش میں نے اپنی فانی زندگی میں کچھ اعمال اپنی باقیہ زندگی کیلئے کیے ہوتے۔

۲۵: فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ (اس روز نہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا ہوگا) یعنی اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوئی ذمہ دار نہ ہوگا۔ کیونکہ اختیار تمام اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہوگا۔

۲۶: وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ (اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر جکڑنے والا نکلے گا) لا یوثق: نہ جکڑے گا زنجیروں اور طوقوں کے ساتھ اس کے جکڑنے کی طرح کوئی ایک۔

قول صاحب کشاف:

کوئی شخص کسی کو عذاب نہیں دے سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ عذاب دیتے ہیں۔ اور نہ کوئی جکڑنے والا کسی کو اللہ تعالیٰ کے جکڑنے

کی طرح جکڑ سکتا ہے۔ای لا یعذب احدٌ احدًا کعذاب اللہ و لا یوثق احدٌ احدًا کو ثاق اللہ۔

قراءت: لا یعذَب ، و لا یوثَق علی نے پڑھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی قراءت ہے۔ ابوعمرو نے اپنی آخری عمر میں اسی طرف رجوع کر لیا۔ ضمیر اس میں الانسان موصوف کی طرف راجع ہے۔ اور الانسان سے مراد کافر ہے۔ ایک قول میں ابی بن خلف مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کوئی اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا عذاب نہ دے گا۔ اور نہ زنجیروں سے اس کے باندھنے کی طرح کوئی باندھے گا کیونکہ وہ اپنے کفر و عناد میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔

ربط: پھر مؤمن کو فرمایا جا رہا ہے۔

نفس مطمئنہ:

۲۷ : یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ (اے اطمینان والی روح) یہ کلام اس سے بطور اکرام ہوگا۔ جیسا موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوئی یا فرشتے کے ذریعہ کلام ہوگا۔ مطمئنہ : امن والا جس پر خوف و حزن طاری نہ ہو۔ اور وہ مؤمنہ نفس ہے۔ نمبر۲۔ حق پر اطمینان والا جس کو حق پر یقین کی برف نے جمایا ہوا ہے کہ شک اس کے قریب نہیں پھٹکتا۔ پہلی تفسیر پر ابی بن کعب کی قراءت شاہد ہے۔ یاایتھا النفس الامنۃ المطمئنہ : یہ موت کے وقت اس کو کہا جاتا ہے۔ یا نمبر۲۔ بعث کے وقت کہا جائے گا نمبر۳۔ دخول جنت کے وقت کہا جائے گا۔

۲۸ : ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش) ارجعی تو لوٹ اپنے رب کے وعدے کے مقام یا اپنے رب کے ثواب کی طرف اس حال میں کہ تو خوش ہونے والا ہے اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں دی گئی۔ مرضیۃ اپنے عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے۔

۲۹ : فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ (پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا) یعنی میرے من جملہ نیک بندوں میں اور ان کی لڑی میں تمہیں پرو دیا گیا۔

۳۰ : وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (اور میری جنت میں داخل ہو جا) ان کے ساتھ۔

قولِ ابوعبیدہ:

ای مع عبادی و بین عبادی۔ میرے بندوں کے ساتھ اور ان کے مابین۔ یعنی خاص بندوں میں۔ جیسا دوسرے مقام پر مذکور ہوا وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ۔ [النمل:۱۹]

ایک قول یہ ہے:

کہ النفس روح اور اس کا معنی یہ ہے تو میرے بندوں کے جسم میں داخل ہو جا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے فادخلی فی جسد عبدی ۔

ایک نکتہ:

جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طائف میں وفات ہوئی تو ایک پرندہ آیا۔ اس جیسا پرندہ پہلے دیکھا نہ گیا تھا۔ وہ پرندہ ان کی نعش میں داخل ہوا جب ان کو دفن کر دیا گیا تو یہ آیت ان کی قبر کے کنارے تلاوت کی گئی اور معلوم نہ ہو سکا کہ کس نے تلاوت کی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ آیت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے متعلق نازل ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے خبیب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی جن کو اہل مکہ نے سولی پر چڑھا دیا تھا۔

قول آخر:

یہ ہے کہ یہ تمام ایمان والوں کیلئے ہے۔ اس لئے کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے خصوصی سبب کا لحاظ نہیں ہوتا۔

الحمد للہ بمنہ تمت سورۃ الفجر

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ عِشْرُوْنَ آيَةً

سورۃ البلد مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں بیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور آپ اس شہر میں حلال ہونے کی حالت میں داخل ہونے والے ہیں اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اولاد کی یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے

الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ﴿۴﴾ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا

انسان کو مشقت میں پیدا فرمایا۔ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قادر نہ ہوگا' وہ کہتا ہے کہ میں نے خوب زیادہ مال ہلاک

لُّبَدًا ﴿۶﴾ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۷﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ﴿۸﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ﴿۹﴾

کر دیا' کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے

وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ﴿۱۰﴾

اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتادیئے۔

۱: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔

(میں قسم کھاتا ہوں۔ اس شہر کی) اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی قسم کھائی ہے۔ اور اس بات پر قسم کھائی کہ خلقت انسانی تکالیف اور مشقتوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اور قسم اور مقسم علیہ کے درمیان و انت حل بهذا البلد کو بطور جملہ معترضہ لایا گیا ہے۔

۲: وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے) مطلب یہ ہے کہ مشقتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جیسا عظمت و شان والا اس شہر مکہ کو لڑائی کیلئے حلال قرار دیگا۔ جیسے غیر حرم میں شکار کو حلال قرار دیا جاتا ہے۔

بقول شرحبیل:

مشرکین مکہ اس سرزمین میں شکار کرنا تو ناجائز قرار دیتے مگر آپ کے نکالنے اور قتل کرنے کو حلال سمجھتے ہیں۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت قدمی پر آمادہ کر کے ان تکالیف کو سہنے کا حکم دیا گیا ہے جو کفار مکہ کی طرف سے آرہی تھیں نیز کفار مکہ کی حالت جو آپ کی عداوت کے سلسلہ میں چل رہی تھی اس پر تعجب ظاہر کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو آپ کے شہر کی قسم اٹھا کر تسلی دی گئی ہے کہ تکالیف کے اٹھانے سے کسی انسان کو مفر نہیں درمیان میں تسلی و اطمینان کی تکمیل کے لئے فتح مکہ کے عظیم الشان وعدہ کو ذکر کر دیا۔ اور فرمایا آپ اس شہر کو عنقریب حلال کرنے والے ہیں آپ کو اس میں قتل وقید کی اجازت ہوگی وہ اسی طرح ہوا کہ مکہ کو فتح کر دیا گیا اور آپ کیلئے قتل وقتال کو جائز کر دیا۔

اس سے پہلے مکہ کسی پر نہ فتح ہوا اور نہ حلال کیا گیا۔ پس آپ نے فتح کے وقت جس چیز کو چاہا حلال کیا اور جس کو چاہا حرام کیا۔ چنانچہ ابن خطل کو ایسی حالت میں قتل کروایا کہ وہ کعبہ شریف کے پردوں کو تھامے ہوئے تھا اور اسی طرح مقیس بن صبابہ وغیرہما کو اور دار ابی سفیان کو حرام قرار دیا۔ اور انت حل کے معنی مستقبل کے ہیں۔ اس کی نظیر یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر۔۳۰) اور اتنی دلیل ہی اس معنی کیلئے کافی ہے کہ یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اس وقت تو ہجرت بھی نہ ہوئی تھی فتح مکہ تو بڑی دور کی بات تھی پس ثابت ہوا کہ اَنتَ حلٌّ کا معنی تو حلال کریگا۔

۳: وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی) اس سے مراد آدم علیہ السلام اور ان کے بیٹے۔ نمبر۲۔ ہر والد و مولود نمبر۳۔ ابراہیم اور ان کے بیٹے۔

نحو: ما من یا الذی کے معنی میں ہے۔

۴: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ (ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے) یہ جواب قسم ہے۔ کبد مشقت، انسان مصائب دنیا سے دوچار ہوتا ہے۔ اور آخرت کی تکالیف۔

قول ذوالنون رحمہ اللہ:

قضاء کی رسی سے انسان بندھا جکڑا رہے گا۔ اور امر و نہی کی دعوت دی جاتی رہے گی۔ یہی مشقت ہے۔

۵: اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ (کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا) ایحسب کی ضمیر بعض صنادید قریش کی طرف راجع ہے۔ جن کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو بہت تکالیف پیش آتیں تھیں۔ پھر بعض نے کہا وہ ابوالاشد ہے اور بعض کہتے ہیں وہ ولید بن مغیرہ ہے۔ معنی یہ ہوگا۔ کیا اس اپنی قوم میں طاقتور سردار کا خیال یہ ہے وہ ایمان والوں کو کمزور قرار دینے والا ہے کہ قیامت ہرگز نہ آئے گی۔ اور اس سے انتقام پر کسی کو اختیار نہیں ہے۔ پھر اس بات کا تذکرہ کیا جو وہ آج کہہ رہا ہے۔

مال پر فخر:

۶: يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا (وہ کہتا ہے میں نے اتنا وافر مال خرچ کر ڈالا) لُبَدًا بہت سا۔ یہ جمع لُبْدَةٌ کی ہے۔ جو مال اکٹھا اور جمع ہو۔ اس سے مراد وہ مال ہے جو اس نے اس مقام پر خرچ کیا جس کو اہل جاہلیت مکارم و معالی کہتے تھے۔

۷: اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗ اَحَدٌ (کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں) جب کہ وہ خرچ کر رہا تھا اور جتنا اور جس غرض ریاء و افتخار کیلئے خرچ کر رہا تھا یعنی اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں اور اس کی نگرانی فرمانے والے تھے۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ

سو وہ گھاٹی سے ہو کر کیوں نہ آگے بڑھا اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے؟ چھڑا دینا ہے گردن کا یا کھلا دینا ہے بھوک والے

مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دن میں کسی یتیم کو جو رشتہ دار ہو' یا کسی مسکین کو جو مٹی والا ہو' پھر ان لوگوں میں سے ہوا جو ایمان لائے

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ

اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی' یہ داہنے ہاتھ والے لوگ ہیں اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾ ع ۱۵

ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا وہ بائیں ہاتھ والے ہیں ان پر آگ ہوگی جسے بند کر دیا جائے گا۔

احسانِ الٰہی:

۸ : اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ (کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں) اس پر کی جانے والی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا۔ ہم نے اس کو دو دیکھنے والی آنکھیں عنایت فرمائی ہیں۔

۹ : وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ (اور زبان اور دو ہونٹ دیئے) وہ زبان جس سے وہ اپنے مافی الضمیر کی تعبیر کرتا ہے۔ اور وہ ہونٹ جن سے وہ اپنے دانتوں کو ڈھانپتا ہے۔ اور گفتگو میں ان سے معاونت پاتا اور کھانے اور پینے اور سانس میں ان سے مدد لیتا ہے۔

۱۰ : وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتلا دیئے) خیر و شر کے راستے جو جنت و نار تک پہنچنے والے ہیں یا ماں کے پستان۔

۱۱ : فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (پس وہ شخص گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا)

۱۲ : وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ (اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے)

۱۳ : فَكُّ رَقَبَةٍ (وہ کسی گردن کا چھڑانا ہے)

۱۴ : اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ (یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں)

۱۵ : يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (کسی رشتہ دار یتیم کو)

۱۶ : اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (یا کسی خاک نشین محتاج کو)

ناشکری نعمت:

۱۷ : ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (پھر ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے) یعنی اس نے ان انعامات کا شکریہ اعمال صالحہ میں

سے آزادیٔ گردن، یتامیٰ اور مساکین کو کھانا کھلانے کی صورت میں ادا نہ کیا۔ پھر سب سے بڑھ کر جوان اعمال صالحہ کی بنیاد ایمان ہے۔ اس کو اختیار نہ کیا۔ بلکہ اس کی بجائے نعمتوں کی ناقدری کی، منعم کریم کی ناشکری کی، مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مال کو اس انداز اور طرز سے خرچ کرنا فائدہ منداور نفع بخش ہے ریاء وفخر کی خاطر مال کا دے دینا چنداں فائدہ مند نہیں ہے۔

نحو: لا ماضی کے ساتھ استعمال ہو تو مکرر لایا جاتا ہے۔ مگر فصیح ترین کلام میں مکرر نہیں لایا جاتا۔ کیونکہ جب یہاں اقتحام کی تفسیر تین چیزوں سے کردی۔ تو یہ اسی طرح ہو گیا جیسا لا کا اعادہ تین مرتبہ کردیا گیا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح بن گئی۔ فلا فك رقبة ولا اطعم مسکینا ولا آمن۔ الاقتحام داخل ہونا شدت ومشقت سے گزرنا۔ القحمة شدت۔ آیت میں نیکی کو عقبہ فرمایا گیا اور اس پر عمل کرنے کو اقتحام عقبہ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اس میں نفس کا مجاہدہ اور مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے:

کہ انسان کا اپنے نفس سے جہاد کرنا اللہ کی قسم بڑی سخت گھاٹی ہے۔ اسی طرح اپنی خواہشات اور دشمن شیطان سے مقابلہ بھی مشکل چیز ہے۔ ما العقبة یعنی اس کا گھسنا کیا ہے؟ تم اس وقت کی صعوبت نفس کو نہیں جانتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے ثواب کی حقیقت کو سمجھتے ہو۔ فك الرقبة گردن کو آزاد کرانا یا مال کتابت کی ادائیگی میں اعانت کرنا۔

قراءت: فَكَّ رَقَبَةً او اَطْعَمَ مکی، ابو عمرو، علی نے اقتحم العقبة کا بدل قرار دے کر پڑھا ہے۔ اس طرح وما ادراك ما العقبه۔ جملہ معترضہ ہے۔ دیگر قراء نے فك رقبة اوا طعامٌ کو اقتحامُهَا فكُّ رقبة اوا طعامٌ قرار دے کر مرفوع پڑھا ہے۔

المسغبہ بھوک۔ المقربة قرابت، المتربہ فقر۔ یہ تینوں مفعلات کے وزن ہیں۔ اول سَغِب، یسغب جبکہ بھوکا ہو جائے۔ نمبر ۲۔ قرب یقرب فی النسب۔ عرب کہتے ہیں فلان ذو قرابتی و ذو مقربتی وہ میرا رشتہ دار ہے اور تیسرا ترب یترب جبکہ محتاج ہو۔ اس کا اصل معنی مٹی سے مل گیا۔ پس اس کا ٹھکانہ کوڑا خانے ہوا الیوم کی صفت ذی مسغبة سے کی گئی۔ جیسا عرب کہتے ہیں هم ناصب ای ذو نصب۔ دکھ دینے والا غم۔

ثم کان من الذین آمنوا کا معنی یہ ہے کہ اس نے ایمان پر ہمیشگی دکھائی۔ ایک قول یہ ہے کہ ثم یہاں واؤ کے معنی میں آیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ثم کو یہاں اس لئے لائے کیونکہ ایمان مرتبہ وفضیلت میں عتق وصدقہ سے بہت بلند ہے۔ اور یہ بلندی وقتی ہی نہیں بلکہ ایمان ان سے سابق ہے کیونکہ عمل ایمان کے بغیر مقبول نہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کی) گناہوں سے رک جانے اور طاعات پر جم جانے کی۔ اور ان مشقتوں پر صبر کرنے کی جو مؤمن کو بطور ابتلاء درپیش رہتے ہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ (اور ایک دوسرے کو ترحم کی فہمائش کی) اپنے مابین رحم کرنے کی تلقین وتاکید کی۔

۱۸: اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (یہی لوگ داہنے والے ہیں) ان صفات والے اصحاب یمین سے ہیں۔

۱۹: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں۔ وہ لوگ بائیں والے ہیں) والذین کفروا بآیتنا جنہوں نے قرآن کا انکار کیا یا ہمارے دلائل کا انکار کیا۔ وہ اصحاب شمال ہیں۔ المیمنه اور المشئمه

الیمین و الشمال۔ یاالیمن و الشنوم یعنی اپنے نفس کو بابرکت کرنے والے اور اپنے نفوس پر نحوست مسلط کرنے والے۔

۲۰ :عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ (ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جائے گا)

قراءت :مُّؤْصَدَةٌ ہمزہ کے ساتھ ابوعمرو، حمزہ، حفص نے پڑھا ہے۔اور موصدۃ، نافع، ابن کثیر، ابن عامر کی قراءت ہے۔

مُّؤْصَدَةٌ یہ اوصدت الباب سے لیا گیا۔اسی طرح آصدت الباب ای اطبقتہٗ و اغلقتہٗ میں نے دروازہ بند کیا۔

تمت سورۃ البلد بحمدہ تعالیٰ

سُوْرَۃُ الشَّمْسِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسَ عَشْرَۃَ اٰیَۃً

سورۃ الشمس مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پندرہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا ① وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا ② وَالنَّہَارِ اِذَا جَلّٰھَا ③ وَالَّیْلِ

قسم ہے سورج کی اور اسکی روشنی کی اور چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے سے آجائے اور قسم ہے دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کر دے اور قسم ہے رات کی

اِذَا یَغْشٰھَا ④ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰھَا ⑤ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰھَا ⑥ وَنَفْسٍ وَّمَا

جب وہ اسے چھپالے اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا اور قسم ہے زمین کی اور اسکی جس نے اسے بچھایا اور قسم ہے نفس کی اور اس کی

سَوّٰھَا ⑦ فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا ⑧ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ⑨ وَقَدْ خَابَ مَنْ

جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کا فجور اور اس کا تقویٰ اس کو القاء کر دیا یقینی بات ہے کہ وہ کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا اور وہ شخص نامراد ہوا جس نے

دَسّٰھَا ⑩ کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰھَآ ⑪ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰھَا ⑫ فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ

اسے دبا دیا۔ ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب جھٹلایا جبکہ اس کا سب سے زیادہ بدبخت شخص اٹھ کھڑا ہوا سو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اونٹنی سے اور اس کے

نَاقَۃَ اللّٰہِ وَسُقْیٰھَا ⑬ فَکَذَّبُوْہُ فَعَقَرُوْھَا فَدَمْدَمَ عَلَیْھِمْ رَبُّھُمْ بِذَنْۢبِھِمْ فَسَوّٰھَا ⑭

پینے سے خبردار رہنا سو انہوں نے اللہ کے رسول کو جھٹلا دیا پھر اس اونٹنی کو کاٹ ڈالا سو ان کے رب نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پوری طرح ہلاک کر دیا سو اس کو عام کر دیا

وَلَا یَخَافُ عُقْبٰھَا ⑮

اور وہ اس کے انجام سے اندیشہ نہیں رکھتا۔

ع ۱۵ ۱۶

۱: وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا (قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی)

ضحیٰ: جب سورج خوب چمک اٹھے اور اس کی سلطنت ہر طرف قائم ہو جائے۔

۲: وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا (اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آوے) روشنی اور ضیاء میں اس کا پیچھا کرے یہ مہینے کے پہلے پندرہ روز میں ہوتا ہے۔ روشنی میں چاند سورج کے پیچھے آتا ہے اور اس کا نائب ہوتا ہے۔

۳ : وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا (اور دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کر دے) جلی الشمس ، سورج روشن ہوا اس کو دیکھنے والوں کے سامنے ظاہر کر دیا۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب دن کھل جائے اور پھیل جائے کیونکہ سورج اس وقت مکمل طور پر روشن ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ضمیر اندھیرے کی طرف راجع ہے نمبر۲۔ دنیا کی طرف۔ نمبر۳۔ زمین کی طرف راجع ہے اگرچہ اس کا تذکرہ نہیں ہوا۔ پھر یہ آیت اس ارشاد کی طرح ہوگی۔ وَمَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ [فاطر:۴۵] یہاں بھی ھا کی ضمیر ارض کی طرف ہے اگرچہ پہلے مذکور نہیں۔

۴ : وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا (اور رات کی جب وہ اس کو چھپالے) جب رات سورج کو چھپالے اور آفاق سماء کو اندھیر کر دے۔

ایک تحقیق:

اس قسم کے مواقع میں جہاں بار بار واؤ لائی گئی ہے۔ اول واؤ بالاتفاق قسمیہ ہے۔ دوسری واؤ بعض کے ہاں قسمیہ ہے۔ خلیل نحوی رحمہ اللہ کے نزدیک واؤ دوم عاطفہ ہے دلیل یہ ہے کہ قسم کا قسم پر داخل کرنا تکمیل قسم سے پہلے جائز نہیں۔ غور تو فرماؤ۔ اگر تم اس کی بجائے فاء کا کلمہ لاتے یا ثُمَّ لاتے تو معنی اپنی حالت پر رہتا کیونکہ یہ دونوں حروف عطف میں سے ہیں۔ اسی طرح واؤ کا حکم ہے۔

جنہوں نے قسم کیلئے قرار دیا:

تو ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر واؤ عطف کی ہوتی تو دو عاملوں پر عطف ہوتا کیونکہ والیل تو واؤ قسم سے مجرور ہے۔ اور اذا یغشٰی فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جو کہ اقسم ہے۔ پس اگر تم واؤ کو والنھار اذا تجلی میں عطف کیلئے تسلیم کرو گے تو النھار کا عطف لیل پر جر کی صورت میں ہوگا۔ اور اذا تجلّٰی کا عطف اذا یغشٰی پر نصب کی حالت کے ساتھ ہوگا۔ پس یہ تمہارے اس قول کی طرح ہو جائے گا۔ اِنَّ فی الدار زیدًا والحجرة عمروًا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے واؤ قسم باء اور فعل کے قائم مقام ہے اور یہ قائم مقام ہونا اس حد تک ہے کہ اس کے ساتھ فعل کا ظاہر کرنا، جائز نہیں۔ پس گویا یہ نصب و جر کا عمل دے رہی ہے۔ اور یہ واؤ اس ایک عامل کی طرح بن گئی جس کے دو عمل ہوں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عامل جس کے دو عمل ہوں۔ تو جائز ہے کہ اس کے دونوں معمولوں کا عطف ایک عاطف سے کر دیا جائے۔ اس پر تمام اہل نحات کا اتفاق ہے۔

مثلاً ضرب زیدٌ عمرًوا وبکرٌ خالدًا پس واؤ کے ساتھ آپ نصب ورفع دونوں دے رہے ہیں۔ کیونکہ واؤ ضرب کے قائم مقام ہے۔ جو کہ واؤ کا عامل ہے پس اس مقام پر بھی یہی حکم ہے۔

۵ : وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا (قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا)

۶ : وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا (اور زمین کی اور جس نے اس کو بچھایا)

۷ : وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا (اور جان کی اور جس نے اس کو درست بنایا) ان تمام میں ما مصدریہ ہے ای بناء ھا وطحوھا وتسویة خلقھا فی احسن صورة ۔آسمان اوراس کے بنانے اورزمین اوراس کے بچھانے اورنفس کی تخلیق بہترین صورت میں کرنے میں) بعض کے ہاں یہ ما مصدریہ والی صورت فالھمھا میں نہیں چلتی کیونکہ عبارت میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔اس لئے صحیح وجہ اس میں یہ ہے کہ ما موصولہ ہو۔رہا یہ سوال کہ مَن کی بجائے ما کو لایا گیا۔توجہ ترجیح یہ ہے کہ اس میں وصفیت کا معنی پایا جاتا ہے۔ مَنْ میں ایسا نہیں گویا اس طرح فرمایا۔والسماء والقادر العظیم الذی بناھا و نفس و الحکیم الباھر الحکمة الذی سواھا۔قسم ہے آسمان کی اوراس عظیم قدرت والے کی جس نے اس کو بنایا اورنفس کی قسم اوراس ظاہر حکمت والی ذات کی قسم جس نے اس کو درست کیا۔

وجہ تنکیر:

نفس کو نکرہ لائے۔کیونکہ اس سے مراد نفوس میں سے خاص نفس یعنی آدم علیہ السلام ہیں۔گویا اس طرح کہا: و واحدة من النفوس اورنفوس میں ایک نفس کی قسم۔نمبر۲۔نفس سے ہر نفس مراد ہے۔اور تنکیر کثرت کو ظاہر کرنے کیلئے لائے۔جیسا اس آیت میں علمت نفس [التکویر:۱۴]

۸ : فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا (پھر اس کو بدکرداری اور پرہیزگاری کا القاء کیا) اس کو طاعت و معصیت بتلا دی۔یعنی سمجھا دی کہ ان میں سے ایک حسن اور دوسری قبیح ہے۔

۹ : قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کرلیا) یہ جواب قسم ہے تقدیر کلام یہ ہے: لقد افلح ۔

قول الزجاج:

کلام کی طوالت لام کا عوض بن گئی۔

ایک قول یہ ہے:

جواب قسم محذوف ہے۔یہی قول اظہر ہے۔اس کی تقدیر اس طرح ہے لَیُدَمْدِمَنَّ اللہ علیھم اہل مکہ پر اللہ تعالیٰ تکذیب رسول کی وجہ سے تباہ کن عذاب نازل فرمائیں گے۔جیسا کہ ثمود پر تکذیب صالح علیہ السلام کی وجہ سے اترا۔

حل کلام:

قد افلح یہ کلام فالھمھا کے تابع ہے۔اور بطور استطراد لایا گیا ہے جواب قسم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔مَن زکّٰھا جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کردیا اوراس کی درستی کردی اور پاکیزگی والا بنا دیا۔

۱۰ : وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا) اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کردیا۔

قولِ عکرمہ:

وہ نفس کامیاب ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا۔ اور وہ نفس رسوا ہوا جس کو اس نے گمراہ کر دیا۔ یہ جائز ہے کہ نفس کو ملوث کرنے اور پاک کرنے کی نسبت بندے کی طرف کی جائے اور فعل عبد قرار دیا جائے۔ التدسیۃ کمی، کوتاہی، مخفی گناہ کرنا۔ دَسّٰی اصل میں دسس ہے۔ یا تو سین مکررہ کے بدلے میں لائی گئی ہے۔ پس دَسّٰی بن گیا۔

قوم ثمود کی سرکشی:

۱۱ : كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ (قوم ثمود نے اپنی شرارت کی وجہ سے تکذیب کی) طغویٰ بمعنی طغیان کیونکہ ان کو ان کی سرکشی نے تکذیب پر آمادہ کیا تھا۔

۱۲ : اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا (جب کہ اس قوم میں جو سب سے بڑا بدبخت تھا اٹھ کھڑا ہوا) انبعث اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کیلئے کھڑا ہوا۔ اشقیٰ ثمود کے بدبخت کا نام قُدار بن سالف تھا۔ اس کا رنگ زرد، نیلا، قد چھوٹا۔

نحو: اذا یہ کَذَّبَتْ کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۲۔ بطغوٰی کی وجہ سے منصوب ہے۔

۱۳ : فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ (تو ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا) رسول اللہ سے صالح علیہ السلام مراد ہیں۔ نَاقَةَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی اونٹنی سے خبردار رہنا)

نحو: یہ تحذیر کی وجہ سے منصوب ہے ای احذروا عقرھا۔ اس کی کونچیں کاٹنے سے خبردار رہو۔

وَسُقْيٰهَا (اور اس کے پانی پینے سے) یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں الاسد الاسد۔

نحو: سابقہ فعل پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔

۱۴ : فَكَذَّبُوْهُ (پس انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا) اس بات میں جس میں ان کو ڈرایا گیا۔ کہ اگر تم یہ کر ڈالو گے۔ تو عذاب اتر پڑے گا۔ فَعَقَرُوْهَا (پھر اس اونٹنی کو مار ڈالا)

نحو: ھا کی ضمیر اونٹنی کی طرف راجع ہے۔ اور فعل کی نسبت تمام قوم کی طرف کی گئی حالانکہ قاتل تو ایک تھا۔ اس کی نظیر دوسری آیت میں ہے۔ فنا دوا صاحبھم فتعاطی فعقر [القمر:۲۹] تو اس آیت نے بتلا دیا کہ اس میں ان تمام کی رضامندی شامل تھی اس لئے نسبت فعل تمام کی طرف درست ہے۔ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ (تو ان کے رب نے ان پر ہلاکت نازل فرمائی) ان کو بالکل ملیامیٹ کر دیا۔ بِذَنْۢبِهِمْ (ان کے گناہ کے سبب) ان کے اپنے گناہ کے سبب وہ گناہ تکذیب پیغمبر اور اونٹنی کا ہلاک کرنا وغیرہ تھے۔

ہلاکتِ ثمود:

فَسَوّٰىهَا (پھر اس کو عام کر دیا) ان پر ہلاکت کو عام کر دیا کہ ان میں سے ایک بھی چھوٹا بڑا بچ نہ سکا۔

اسے انجام کا خطرہ نہ ہوا:

۱۵ : وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا (اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا) اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت والے کام کے انجام کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اس اندیشہ کے بغیر کہ کسی کی طرف سے کوئی خرابی اس کو پہنچ جائے گی۔ جیسا کہ کوئی بادشاہ کسی کو سزا دے تو اس کی طرف سے ہر وقت اس کو خطرہ لگا رہتا ہے۔ کہ کہیں بدلے کیلئے نہ اٹھ کھڑا ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی ملک اور ملک میں کیا لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ [الانبیاء: ۲۳] اس سے کون پوچھ سکتا ہے۔ کہ یہ کیوں کیا۔ وہ تمام سے پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیوں کیا۔

قراءت: مدنی و شامی نے ولا یخاف کی بجائے فلا یخاف پڑھا ہے۔

قد تمت سورة الشمس بعونه سبحانه وتعالىٰ علوًّا كبيرًا

سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ اللیل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اکیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝۱ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝۳ اِنَّ

قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے اور قسم ہے دن کی جب کہ وہ روشن ہو جائے اور قسم ہے اسکی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا، کہ بیشک

سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝۴ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ

تمہاری کوششیں مختلف ہیں، سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور الحسنٰی کو سچا جانا تو ہم اس کے لئے راحت والی خصلت کو

لِلْيُسْرٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝۹ فَسَنُيَسِّرُهٗ

آسان کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہی اختیار کی، اور الحسنٰی کو جھٹلایا تو ہم اس کے لئے مصیبت والی خصلت کو

لِلْعُسْرٰى ۝۱۰ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ۝۱۱ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝۱۲ وَاِنَّ

اختیار کرنا آسان کر دیں گے۔ اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا، واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے اور

لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝۱۳ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝۱۴ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۝۱۵

ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا تو میں تمہیں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں اس میں وہی بدبخت داخل ہو گا

۱ : وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى (قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے) نمبر۱۔ جس کو چھپایا گیا وہ یا تو سورج ہے جیسا اس ارشاد میں: والیل اذا یغشٰھا [الشمس:۴] نمبر۲۔ دن جیسا اس آیت میں فرمایا يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ [الاعراف:۵۴] نمبر۳۔ ہر چیز جس کو رات اپنے اندھیرے سے چھپالے جیسا اس ارشاد میں ہے۔ اذا وقب [الفلق:۳]۔

۲ : وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى (قسم ہے دن کی جبکہ وہ روشن ہو جائے) ظلمت لیل کے زائل ہونے سے ظاہر ہو جائے۔

۳ : وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (اور اس کی جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا) وہ عظیم قدرت والا جس نے مرد و عورت کو ایک پانی سے پیدا فرمایا۔

۴ : اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى (بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں)

نحو: یہ جواب قسم ہے۔
بلاشبہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔ اس اختلاف کی وضاحت اگلی آیات میں آ رہی ہے۔
۵ : فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی (پس جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا) اعطیٰ: مال کے حقوق ادا کیے۔ اتقٰی: اپنے رب سے ڈرا اور اس کے محرمات سے پرہیز کیا۔

الحسنٰی اسلام ہے:

۶ : وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی (اور اچھی بات کو اچھا سمجھا) ملت حسنی یعنی ملت اسلام کو اختیار کیا۔ نمبر۲۔ اچھے ثواب کو مانا۔ وہ اچھا ثواب جنت یا کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔
۷ : فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰی (تو ہم اس کو راحت کی چیز کیلئے سامان دے دیں گے) پس ہم اس کو آسانی کی خصلت کیلئے سہولت دیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل اختیار کرنا ہے۔
۸ : وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ (اور جس نے بخل کیا) اپنے مال کے سلسلہ میں وَاسْتَغْنٰی (اور بے پرواہی اختیار کی) اپنے رب سے اور تقویٰ اختیار نہ کیا۔ نمبر۲۔ آخرت کی نعمتوں سے دنیا کی شہوات کے ذریعہ بے نیازی اختیار کی۔
۹ : وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی (اور اچھی بات کو جھٹلا دیا) الحسنی سے اسلام یا جنت مراد ہے۔

طاعت گراں:

۱۰ : فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی (ہم اس کو تکلیف کی چیز کیلئے سامان دے دیں گے) ایسی خصلت کیلئے جو بالآخر آگ میں پہنچانے والی ہے۔ پس اس کے لئے طاعت سب سے زیادہ مشکل اور گراں بار ہوگی نمبر۲۔ طریقۂ خیر کو یُسریٰ فرمایا کیونکہ اس کا انجام سہولت ہے۔ اور طریقۂ شر کو تنگی فرمایا اس لئے کہ اس کا انجام تنگی ہے یا ان دونوں کو بول کر جنت و دوزخ کے راستے مراد لیے گئے ہیں۔
۱۱ : وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی (اور اس کا مال اس کے کام نہ آئے گا۔ جب وہ برباد ہونے لگے گا) جب وہ ہلاک ہوگا تو مال اس کو فائدہ نہ دے گا۔ تردّی۔ یہ تفعل کا وزن ہے اور الردی سے نکلا ہے جس کا معنی ہلاکت ہے۔ تردی فی القبرہ۔ وہ قبر میں گرے گا یا قعر جہنم میں گرے گا۔
۱۲ : اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰی (واقعی ہمارے ذمہ راستہ کا بتلا دینا ہے) حق کی طرف راہنمائی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس کے لئے دلائل قائم کر دیتے اور دے دیتے ہیں۔ اور شرائع کے ذریعہ وضاحت کر دی ہے۔
۱۳ : وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی (اور ہمارے ہی قبضہ میں آخرت اور دنیا ہے) پس گمراہ ہونے والے کی گمراہی ہمیں نقصان نہ دے گی اور ہدایت پانے والے کی ہدایت سے ہمیں فائدہ نہ ہوگا۔ یا دنیا و آخرت دونوں ہماری ہیں۔ جس نے دونوں کو ہمارے

الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۱۶﴾ وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ مَا

جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے اور بجز

لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾

اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو

وَ لَسَوْفَ یَرْضٰى ﴿۲۱﴾ ع ۱ / ۱۷

اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔

سوا اور سے طلب کیا اس نے غلط راستہ اپنا لیا۔

۱۴: فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى (تو میں تم کو ایک بھڑکتی آگ سے ڈرا چکا ہوں) انذرت۔ ڈرانے کے معنی میں اور تلظی شعلہ زن۔

۱۵: لَا یَصْلٰهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى (اس میں وہی بدبخت داخل ہوگا) لایصلی سے یہاں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہونا مراد ہے۔

۱۶: الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى (جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی) اس سے مراد کافر ہے جس نے رسول کی تکذیب کی اور ایمان سے اعراض کیا۔

۱۷: وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى (اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا) جو بڑا پرہیزگار ہے یجنب اس سے دور رکھا جائے گا۔ الاتقٰی مؤمن۔

۱۸: الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى (جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے) مال فقراء پر خرچ کرتا ہے۔ یتزکی یہ الزکاۃ سے ہے وہ اس بات کا طالب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لئے پاکیزگی کا ذریعہ بن جائے وہ مال کو خرچ کرنے سے ریاء و شہرت جیسی چیزوں کا خواہاں نہیں۔ نمبر۲۔ وہ زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔

نحو: اگر یوتی سے بدل بنائیں تو یتزکی کا کوئی محل اعراب نہیں کیونکہ یہ اس صورت میں صلہ کے تحت داخل ہوگا اور صلات کا کوئی محل و اعراب نہیں ہوتا۔ نمبر۲۔ اگر یوتی کی ضمیر سے حال بنایا جائے تو پھر یہ محلاً منصوب ہے۔

قولِ ابوعبیدہ:

الاشقی یہ شقی کے معنی میں ہے۔ اور وہ کافر ہے۔ اور الاتقی بمعنی التقی ہے اور وہ مؤمن ہے۔ کیونکہ جہنم میں داخلے کے ساتھ مخصوص ہے اشقی الاشقیاء۔ نجات کیلئے اتقی الاتقیاء خاص نہیں۔ اگر تمہارے خیال میں نار کو نکرہ لا کر مخصوص نار کا ارادہ کیا گیا۔ جو الاشقی کے ساتھ مخصوص ہے۔ تو پھر اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا۔ وسیجنبھا الاتقی کیونکہ متقی بھی اس مخصوص آگ سے بچا لیا جائے گا الاتقی کا بچنا خاص نہیں۔ پس اتقی سے متقی مراد ہوگا۔ فافھم۔

ایک قول یہ ہے:

کہ آیت مشرکین میں سے بڑے مشرکوں اور مؤمنوں میں سے بڑے مؤمنوں کے درمیان موازنہ کر رہی ہے۔ اس لئے دونوں کی صفات میں مبالغہ کے صیغے لائے گئے اس لئے اشقی فرما کر اس کو آگ میں داخلے کے ساتھ مختص کر دیا۔ گویا خالص آگ اسی کیلئے بنی ہے۔ اور دوسری طرف الاتقی فرمایا اور نجات کو اس کے ساتھ مختص کر دیا۔ گویا جنت اسی کیلئے بنی ہے۔

ایک اور قول:

الاشقی ابوجہل اور الاتقی ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

ایک استدلال:

اس آیت سے مرجئہ کے اس خیال کی تردید ہو رہی ہے کہ آگ میں صرف کافر داخل ہونگے۔

۱۹: وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى (اور اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا۔ کہ اس کا بدلہ اتارتا ہو)

۲۰: اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى (مگر سوائے اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے) ای مالاحد عند الله نعمة يجازيه بها الا ان يفعل فعلاً يبتغى به وجه ربه فيجازى عليه۔ یعنی کسی کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی احسان نہیں کہ جس کا وہ بدلہ دیتا ہو مگر وہ چاہتا ہے کہ یہ بندہ ایسا فعل کرے جس سے وہ رب کی رضا مندی پالے۔ الْاَعْلٰى : بلند۔ وہ اپنی سلطنت کے اعتبار سے بلند و بالا ہے۔ اپنی برھان وشان میں منزہ ہے۔ اس سے مکان کی بلندی مراد نہیں کیونکہ وہ تو حدوث کی علامت ہے۔ اور اس کی ذات قدیم ہے۔

۲۱: وَلَسَوْفَ يَرْضٰى (یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا) اس میں اس ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے جو اس کو راضی اور اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشے گا اور یہ اس ارشاد الٰہی کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو فرمایا۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى [الضحیٰ:۵]

تمت سورة اليل قبل اليل يوم الجمعة بعدالعصر ۱۹ ربيع الآخر ۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الضُّحٰی مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ ضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالضُّحٰى ① وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ② مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ③ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ

قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی' اور آخرت آپ کے لئے

لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ④ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ⑤ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا

دنیا سے بدرجہا بہتر ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا

فَاٰوٰى ⑥ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ⑦ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ⑧ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ

پھر ٹھکانا دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتلایا اور اللہ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا' تو آپ یتیم پر

ع ۱ | ۱۱ | ۸ فَلَا تَقْهَرْ ⑨ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ⑩ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ⑪

سختی نہ کیجئے اور سائل کو مت جھڑکیے اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔

۱: وَالضُّحٰى (اور قسم ہے دن کی روشنی کی) اس سے مراد چاشت کا وقت ہے اور وہ دن کا ابتدائی حصہ ہے۔ جبکہ سورج خوب بلند ہو۔

وجہ تخصیص:

چاشت کے وقت کو قسم کیلیے خاص اس لئے فرمایا کیونکہ یہ وہ گھڑی ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور اسی میں جادوگر سجدہ ریز کیے گئے۔ نمبر۲۔ چاشت بول کر تمام دن مراد ہے۔ کیونکہ مقابلہ میں وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ہے۔

۲: وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى (اور رات کی جبکہ وہ قرار پکڑنے) سَجٰى سکن: ٹھہرنا، قرار پکڑنا، مراد لوگوں اور آوازوں کا سکون پکڑنا ہے۔

نہ چھوڑا نہ ناراض ہوا:

۳: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى (اور آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی) قلی یعنی آپ کو جب سے چنا آپ کو چھوڑا نہیں اور جب سے محبوب بنایا آپ سے ناراض نہیں ہوا۔ التودیع الودع کا مبالغہ ہے۔ کیونکہ جو آدمی جدائی اختیار کر کے

چھوڑتا ہے وہ چھوڑنے میں انتہاء کرنے والا ہوتا ہے۔

روایت میں ہے کچھ دنوں تک وحی آپ ﷺ پر نہ اتری۔ تو مشرکین کہنے لگے۔ محمد ﷺ کو اس کے رب نے چھوڑ دیا۔ اور اس سے ناراض ہو گیا پس یہ آیت اتری۔ (ابن مردویہ بحوالہ کشاف ۴/۷۶۶)

قلی کے ساتھ ضمیر کو حذف کر دیا۔ جیسا کہ الذاکرات سے ضمیر کو اس آیت میں حذف کر دیا۔ والذاکرین اللہ کثیرًا والذاکرات [الاحزاب:۳۵] مراد الذاکراتہٗ اور یہی مثل فاوی فھدی اور فاغنی ہیں۔ یہ اختصار لفظی ہے تا کہ محذوف ظاہر ہو۔

۴: وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آخرت میں جو مقام محمود تیار کر رکھا ہے اور حوض کوثر اور وہ بھلائی جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو آپ کو دنیا میں پسند ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ماقبل سے اس کا ربط یہ ہے کہ چھوڑنے اور ناراض ہونے کی نفی کے ضمن میں وحی کے ذریعہ آپ سے تعلق جوڑنے والا ہے۔ اور آپ حبیب اللہ ہیں۔ اور آپ خیال فرماتے ہیں کہ یہ سب سے بڑی عظمت ہے۔ اس آیت میں خبر دی کہ آپ کا حال آخرت میں اس سے بڑھ کر ہے۔ آپ ﷺ کو انبیاء علیہم السلام سے آگے بڑھایا جائے گا۔ اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر شہادت اور پھر اپنی امت پر آپ کو شہید بنایا جائے گا وغیرذلک۔

۵: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ (اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا) آخرت کا ثواب اور مقام شفاعت وغیرہ ذلک فَتَرْضٰى (پس آپ خوش ہو جائیں گے) جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بالکل راضی نہ ہونگا۔ جب تک کہ میری امت کا ایک آدمی بھی نار میں ہوگا۔ [رواہ الخطیب فی تلخیص المتشابہ]

نحو: سوف پر داخل ہونے والا لام لام ابتدائیہ ہے جو مضمون جملہ کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ مبتدأ محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: و لانت سوف یعطیك اور لا اقسم کو جنہوں نے لأقسم پڑھا ہے۔ اس کے لام کو بھی ابتدائیہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کا معنی لانا اقسم اور اس طرح ماننے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ جب لام قسمیہ ہو تو اس کا لام مضارع پر نون تاکید کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔ پس نتیجتاً یہ بات متعین ہوگئی کہ یہ لام ابتدائیہ ہے۔ اور یہ لام ابتدائیہ مبتدأ اور خبر پر بھی داخل ہوتا ہے۔ پس مبتدأ و خبر کو مقدر ماننا ضروری ہے۔ جیسا ہم ذکر کر چکے۔ صاحب کشاف نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

صاحب کشف کا قول:

یہ لام قسم ہے اور یہاں نون تاکید کی چنداں حاجت نہیں۔ کیونکہ نون تاکید تو اس لئے لاتے ہیں۔ تا کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ یہ لام لام قسم ہے لام ابتداء نہیں۔ اور یہ بات جانی پہچانی ہے کہ یہ ابتداء کیلئے نہیں کیونکہ سوف پر داخل ہو رہا ہے۔ اور لام ابتدائیہ سوف

پر نہیں آ سکتا۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ یہاں تاکید و تاخیر کے دونوں حروف جمع کر کے ظاہر کر دیا۔ کہ عطاء ہر صورت میں ہوگی یہ ناممکن ہے۔ کہ عطاء نہ ہو خواہ تاخیر سے ہو۔

یتیمی میں سہارا:

۶: پھر آپ پر کیے جانے والے احسانات کو اولین حالت سے شمار کیا۔ تاکہ آئندہ کو گزشتہ پر قیاس کر لیا جائے اور زیادت خیر اور حسنٰی کے سوا اور کسی بات کی توقع نہ ہو۔ اور دل بھی تنگ نہ ہو۔ اور صبر میں کمی نہ آئے۔ پس فرمایا: اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى (کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانہ دیا) یجدك اس وجود سے بنا ہے جو العلم کے معنی میں آتا ہے۔ اور دونوں منصوب مفعول ہیں۔ معنی یہ ہے کیا آپ اس وقت یتیم نہ تھے جب آپ کے والدین فوت ہو گئے۔ فَاٰوٰى (پھر ٹھکانہ دیا) پس اس نے (پہلے دادا) پھر آپ کے چچا ابوطالب کے ہاں ٹھکانہ دیا) اس کے ساتھ ملا دیا یہاں تک اس نے آپ کی کفالت کی اور پالا۔

۷: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا پس رستہ بتلایا) آپ کو معالم نبوت کی خبر نہ تھی۔ اور احکام شریعت نہ جانتے تھے۔ اور یہ کہ فرمانبرداری کا کیا طریقہ ہے۔

طریقۂ فرمانبرداری سکھایا:

فھدی: پس اس نے احکامات سکھا دیئے اور قرآن کا علم دے دیا۔

ایک قول:

جب ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر کیا تو راستہ میں آپ راستہ بھول گئے آپ کو قافلہ کی طرف واپس کر دیا۔

تنبیہ:

اس سے عدول عن الحق کا مفہوم لینا جائز نہیں اور گمراہی میں پڑنا مراد لینا درست نہیں۔ آپ ﷺ ابتدائی حالت سے نزول وحی تک عبادت اوثان سے معصوم تھے۔ اسی طرح اہل فسق و گناہ کی گندگیوں سے محفوظ و مامون تھے۔

۸: وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا پس مالدار بنا دیا) عائل: نادار فَاَغْنٰى خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے غنی کر دیا۔ نمبر ۲۔ غنائم کے مال سے غنی کر دیا۔

۹: فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ (تو آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے) اس کی کمزوری کی وجہ سے اس کے حق اور مال پر غالب مت آؤ۔

۱۰: وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (اور سائل کو مت جھڑکیے) نہ ڈانٹیں پس تھوڑا خرچ کر دیں یا اچھے انداز سے واپس لوٹا دیں۔

بقول سدی:

مراد اس سے طالب علم ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آجائے تو مت جھڑکیں۔

۱۱: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کریں) اس نبوت والے انعام کو بیان کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے دیا اور یہ نعمتوں میں عظیم ترین نعمت ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو شامل ہے اس کے ماتحت قرآن مجید کی تعلیم اور احکامات کی تعلیم بھی شامل ہے۔

تمت سورۃ الضحیٰ بحمدہٖ

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيٰتٍ

سورۃ الانشراح مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿۲﴾ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ

ظَهْرَكَ ﴿۳﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۶﴾

رکھی تھی اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کیا سو بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿۷﴾ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾ ع ۱۸ / ۱۹

سو آپ جب فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے۔

علوم وحکم کے لئے سینے کی وسعت:

۱: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا) یہ استفہام انکاری ہے۔ انکار نفی ثبوت کو ظاہر کرتا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ شرحنا لك صدرك ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا۔ اسی وجہ سے وضعنا کو معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اس پر عطف کیا۔ یعنی ہم نے سینے کو علوم وحکم کیلئے وسیع کر دیا۔ یہاں تک اس میں نبوت کی فکر اور ثقلین کی دعوت کی گنجائش پیدا ہوگئی ہم نے اس تنگی اور حرج کو زائل کر دیا۔ جو عمی وجہل کے ساتھ ہوتا ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

حکمت وعلم سے بھر دیا۔

۲: وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ (اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا) نبوت کی ذمہ داری میں تخفیف کر دی اور بجا آوری میں سہولت دے دی۔ ایک قول یہ ہے کہ بوجھ وہ لغزش ہے جس کو ہم معین طور پر نہیں جانتے۔ وہ افضل کو ترک کر کے فاضل کو انجام دینا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کی باتوں پر عتاب کیا جاتا ہے۔ اور وضعہ سے مراد اس کا معاف و درگزر کرنا۔ الوزر بھاری بوجھ۔

۳: الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی) اس کو بوجھل کر دیا یہاں تک کہ اس کے بوجھ سے تمہاری پشت میں

آواز پیدا ہوگئی۔ انقاض پالان کی چرچراہٹ کی آواز۔

۴: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا) آپ کے ذکر کو اس قدر بلند کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ شہادت میں آپ کے ذکر کو ملا دیا۔ اسی طرح اذان، اقامت، خطبات اور تشہد اور قرآن کے بہت سے مقامات میں جیسے: اطیعوا الله واطیعوا الرسول [المائدہ: ۹۲] ومن یطع الله ورسوله [النساء: ۱۳] والله ورسوله احق ان یرضوہ [التوبہ: ۶۲] اور اسی طرح نام کی نسبت اپنی طرف فرمائی رسول اللہ، نبی اللہ، اور آپ کا تذکرہ پچھلی کتابوں میں کر دیا۔ وغیرہ ذلک۔

لك کا فائدہ:

وہ ہے جو طریقہ ابہام اور ایضاح میں جانا گیا ہے۔ کیونکہ الم نشرح لک سے یہ واضح سمجھا جاتا ہے۔ پھر صدرک کہہ کر اس کی وضاحت کی جو کہ پہلے مبہم طور پر معلوم ہوا اور اسی طرح لک ذکرک وعنک وزرک بھی۔ گویا کہیں ابہام اور کہیں ایضاح فرمائی۔

۵: فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (پس بیشک موجود مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔

۶: إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے) یعنی اس سختی کے باوجود جو مشرکین کی طرف سے آپ برداشت کر رہے ہیں۔ یُسْرًا آسانی ہے میری اس پشت پناہی کی وجہ سے جو آپ ہی کو میسر ہے یہاں تک کہ آپ ان پر غالب آجائیں گے۔

ایک قول یہ ہے:

مشرکین رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو فقر کا طعنہ دیتے یہاں تک کہ آپ کے وہم میں یہ بات سبقت کر گئی کہ ان کو اہل اسلام کے فقر کی وجہ سے اسلام سے نفرت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیے جانے والے عظیم انعامات کو یاد دلایا۔ پھر فرمایا: ان مع العسر یسراً گویا فرمایا ہم نے آپ پر جو انعامات کیے سو کیے پس فضل الٰہی سے آپ ہرگز مایوس نہ ہوں۔ اس لئے کہ وہ تنگی جس میں تم اس وقت ہو اسکے ساتھ آسانی ہے۔ اور مَعَ کا لفظ استعمال فرمایا۔ تاکہ اسکے قریب تر ہونے کو بتلایا دیا جائے اور مزید تسلی کا باعث ہو اور دلوں میں پختگی پیدا ہو۔ آپ ﷺ نے اس کے نزول کے موقعہ پر فرمایا: لن یغلب عسر یسرین [رواہ الحاکم: ۲/۵۲۸] (ایک تنگی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آئے گی) کیونکہ آیت میں العسر کو معرفہ لایا گیا پس یہ ایک ہی چیز ہوئی۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب معرفہ کو دوبارہ لوٹا دیا جائے تو دوسرا معرفہ اول معرفہ کا عین ہوتا ہے یعنی دونوں ایک ہی چیز ہوتے ہیں۔ اور اسکے برخلاف الیسر کو نکرہ لا کر لوٹایا گیا۔ اور قانوناً نکرہ کا اعادہ ہو تو دوسرا نکرہ اول سے الگ اور غیر ہوتا ہے۔ حاصل معنی یہ ہوا بیشک ایک تنگی کے ساتھ دو آسانیاں ہیں۔

قول ابو معاذ:

عرب کہتے ہیں نمبرا۔ان مع الامیر غلامًا ان مع الامیر غلامًا پس امیر تو ایک ہی ہوتا ہے اور غلام دو مراد ہوتے ہیں۔اور جب یہ کہیں ان مع الا میر الغلام۔ان مع الا میر الغلام تو امیر ایک اور غلام بھی ایک مراد ہوتا ہے۔نمبر۳۔ اور جب کہتے ہیں:ان مع امیر غلامًا ان مع امیر غلامًا تو امیر بھی دو اور غلام بھی دو سمجھے جاتے ہیں۔

(کذا فی شرح التاویلات)

۷:فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ (تو آپ جب فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے) یعنی جب تم مخلوق کو دعوت الی اللہ دے کر فارغ ہو جاؤ۔تو اپنے رب کی عبادت میں خوب کوشش کرو۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ۔تو دعا میں خوب کوشش کرو۔اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ سلام سے قبل یا سلام کے بعد دعا کا حکم ہے۔

ربط ماقبل:

ماقبل سے اس کا تعلق اس طرح ہے۔جبکہ آپ پر گزشتہ انعامات کا شمار کیا۔اور آئندہ کا وعدہ فرمایا تو شکر پر آمادہ کیا اور عبادت میں خوب محنت کی طرف متوجہ کیا۔النصب محنت کرنا اس طرح ہے۔کہ ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر کی جائے۔اور اپنے اوقات میں سے کوئی وقت بھی اس سے خالی نہ چھوڑا جائے۔پس جب ایک عبادت سے فارغ ہو تو اس کے ساتھ دوسری کو ملائے۔

۸:وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ (اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے) خصوصاً اپنی رغبت و میلان کو اسی ہی کی طرف لگالو۔اور اسی ہی کا فضل مانگو اور اسی ہی پر توکل کرو۔

تمت سورۃ الانشراح بعونہ

سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

سورۃ التین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝١ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝٢ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی ہم نے انسان کو سب سے اچھے

فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝٤ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝٥ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

سانچے میں پیدا کیا ہے، پھر ہم اسے اسفل السافلین کی طرف لوٹا دیتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے

الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝٦ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝٧ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ

کام کئے۔ سو ان کے لئے ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا، پھر کون سی چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے

الْحٰكِمِيْنَ ۝٨ ع

بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔

۱: وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ (اور قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی) ان کی قسم اس لئے اٹھائی کیونکہ پھل دار درختوں میں دونوں عجیب درخت ہیں۔

جنت کا پھل:

روایت میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک تھال انجیر کا لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور اپنے صحابہ سے فرمایا تم کھاؤ! اگر میں کہوں! کہ کوئی پھل جنت سے آیا ہے۔ تو میں کہونگا کہ یہ ہے کیونکہ جنت کے پھل بغیر گٹھلی ہیں۔ اس کو کھایا کرو۔ بلاشبہ یہ بواسیر کو ختم کرتا ہے اور نقرس کیلئے فائدہ مند ہے۔ (رواہ ابونعیم بسند مجھول فی الطب ص: ۸۲) اور دوسرے ارشاد میں فرمایا بہترین مسواک زیتون ہے۔ یہ مبارک درخت سے ہے۔ منہ کو صاف ستھرا کرتی ہے۔ اور ہمک کو دور کرتی ہے (رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ مجمع الزوائد ۲/۱۰۰) ایک ارشاد ہے کہ یہ میرا مسواک ہے۔ یعنی میں اسے پسند کرتا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا مسواک ہے۔ (یہ سابقہ روایت مجمع کا حصہ ہے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس سے مراد تمہارا یہی انجیر اور تمہارا زیتون ہے۔ ایک اور قول یہ ہے: کہ شام کے دو پہاڑ ہیں جن پر یہ درخت اگتے ہیں۔

۲: وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ (اور طور سینین کی) طور کی اضافت سینین کی طرف کی۔ طور پہاڑ اور سینین وادی ہے۔ یہ سینون، یبرون کی طرح واؤ اور یاء کے ساتھ اعراب پاتا ہے یاء کو برقرار رکھتے ہوئے نون کو تینوں حرکات دیتے ہیں۔

۳: وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (اور اس امن والے شہر کی) البلد سے مکہ مکرمہ مراد ہے۔ الامین یہ لیا گیا ہے امن الرجل امانة فهو امین۔ امن والا۔ اس کی امانت یہ ہے کہ داخل ہونے والے کی حفاظت کرتا ہے۔ جیسا امین امانت کی حفاظت کرتا ہے۔

فائدہ قسم:

ان اشیاء کی قسم اس لئے کھائی تا کہ مبارک مقامات کے شرف کو ظاہر کیا جائے اور جو خیر و برکت اس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کے وجود سے ہوتی ہے۔

انجیر وزیتون کے اُگنے کا مقام ابراہیم علیہ السلام کا وطن ہجرت ہے۔ اور مسیح علیہ السلام کا مولد و مسکن اور مقام پرورش ہے۔ الطور وہ مقام جہاں موسیٰ علیہ السلام پر وحی اتری۔ مکہ وہ مقام جہاں اللہ تعالیٰ کا وہ گھر ہے جو ہدی للعالمین ہے اور ہمارے پیغمبر ﷺ کا مولد و منشأ و مبعث ہے۔ نمبر۲۔ پہلی دو قسمیں اس لئے اٹھائی گئیں کہ پہلے دو مقام تو عیسیٰ علیہ السلام پر وحی اترنے کے مقام ہیں۔ اور تیسرا موسیٰ کلیم اللہ پر وحی نازل ہونے کی جگہ۔ اور چوتھا محمد ﷺ پر وحی نازل ہونے کی جگہ ہے۔

خوبصورت سانچہ:

۴: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچہ میں ڈھالا ہے)

نحو: یہ جواب قسم ہے۔ الانسان سے جنس انسان مراد ہے۔ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ اس کی شکل و صورت کو انتہائی معتدل بنایا اور اس کے اعضاء نہایت مناسب بنائے۔

۵: ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ (پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی بہت نیچے کر دیتے ہیں) یعنی پھر اس کے معاملے کا انجام جبکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظیمہ کا شکریہ ادا نہیں کیا جو نعمت اللہ تعالیٰ نے شاندار خلقت اور درست اعضاء کی صورت میں دی تھی تو ہم نے اس کو سب نیچوں سے نیچے کر دیا۔ وہ پست جو خلقت و ترکیب میں اس سے نیچے ہیں وہ جہنمی لوگ ہیں۔ نمبر۲۔ اہل جہنم میں جو سب سے نیچے درجات والے ہیں ان میں شامل کر دیا۔

نمبر۳۔ اس درست قامت اور حسن صورت کے بعد اس کو حسن صورت و شکل میں سب سے کم کی طرف لوٹا دیا۔ یہاں تک کہ کمر کو جھکا کر کبڑا کر دیا۔ بالوں کی سیاہی کو سفیدی سے بدل ڈالا۔ جلد کو تر و تازگی کے بعد خشک کر دیا۔ آنکھوں اور کانوں کو بوجھل بنا

دیا۔ ہر چیز بدل دی۔ اب اس کی چال چھوٹے چھوٹے قدموں سے ہے اس کی آواز میں طنطنے کی بجائے ہلکا پن ہے۔ اور دبدبہ کی بجائے شھیانہ ہے۔

۶: اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لئے اس قدر ثواب ہے۔ جو کبھی منقطع نہ ہوگا) یہاں فلھم میں فاء کو داخل فرمایا۔ سورۂ انشقاق میں فا کے بغیر لائے۔ تاکہ دونوں لغتوں کو جمع کر دیا جائے۔ پہلی صورت میں استثناء متصل ہے اور دوسری صورت میں منقطع ہے یعنی لیکن وہ لوگ جو صالح ایمان والے بوڑھے ہیں ان کا ثواب منقطع ہونے والا نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے جوانی میں طاعات کی ہیں۔ اور بڑھاپے میں وہ بڑھاپے کے ابتداء پر صابر و شاکر ہیں۔ اور مشقتیں اٹھا رہے ہیں اور فریضہ عبودیت پر قائم و دائم ہیں۔

۷: فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ (پھر کون سی چیز تم کو قیامت کے بارہ میں منکر بنا رہی ہے) اس میں خطاب انسان کو بطریق التفات فرمایا گیا ہے۔

تکذیبِ قیامت کی کیا وجہ؟

یعنی اس قطعی بیان کے بعد تمہاری تکذیب قیامت کا سبب کیا ہے۔ اور جزاء پر روشن دلیل آچکی پھر یہ تکذیب کیوں؟ معنی یہ ہے۔ بلاشبہ انسان کی خلقت نطفہ سے کی گئی پھر درست کر کے انسان بنا دیا گیا اور تدریجی طور پر اس کو بڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ مکمل و درست حد تک پہنچ گیا۔ پھر اس کو گھٹایا یہاں تک کہ ارذل عمر میں داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اس سے واضح دلیل اور کیا ہوگی جو ان تمام مراحل سے تخلیق انسانی کو گزار کر تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔ اس پر اعادہ کیا مشکل۔ پھر اے انسان تو جزاء کی کیونکر تکذیب کرتا ہے یا ہمارے رسول ﷺ کی تکذیب کیوں کرتا ہے کون تمہیں ایسی واضح دلیل کے بعد جھوٹ بولنے پر آمادہ کرتا ہے۔

نحو: ما یہاں مَنْ کے معنی میں ہے۔

۸: اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ (کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہیں) اس میں کفار کو وعید سنائی گئی۔ وہ ان کے متعلق فیصلہ فرمائے گا جس کے یہ حقدار ہیں۔ الحاکمین یہ الحکم سے لیا گیا جس کا معنی فیصلہ کرنا ہے۔

الحمد للہ سورۃ التین مکمل ہوئی

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ العلق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ

اے پیغمبر آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا' اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا' آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب

الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴿۵﴾

بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی' انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا۔

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ﴿۸﴾ اَرَءَیْتَ

یہ واقعی بات ہے کہ بلاشبہ انسان سرکشی کرتا ہے اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے' اے مخاطب بے شک تیرے رب کی طرف لوٹنا ہے اے مخاطب تو

الَّذِیْ یَنْهٰی ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ﴿۱۰﴾ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ﴿۱۲﴾

اس شخص کا حال بتا دے جو بندہ کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے اے مخاطب یہ بتا دے کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا وہ تقویٰ کا حکم کرتا ہو

۱: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما و مجاہد رحمہ اللہ:

یہ اترنے والی سب سے پہلی سورت ہے۔

قول جمہور رحمہم اللہ:

سب سے پہلی مکمل سورت فاتحہ اتری پھر سورۃ القلم۔

بِاسْمِ رَبِّكَ یہ حال ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ای اقرأ مفتحا باسم ربك پڑھ اس حال میں کہ تم اپنے رب کے نام سے شروع کرنے والے ہو۔ باسم اللہ کہو پھر پڑھو۔ الذی خلق ۔ خَلَقَ کا مفعول ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ معنی یہ ہے: الذی حصل منه الخلق ۔ وہ ذات جس سے تخلیق حاصل ہوئی اور اس کو چنا اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ نمبر۲۔ اس کی تقدیر کلام یہ ہے: خلق کل شئی ۔ وہ جس نے تمام اشیاء کو پیدا کیا اس صورت میں ہر مخلوق کو شامل ہوگا کیونکہ وہ مطلق ہے اور بعض مخلوقات اس

کے انداز ے میں دوسری سے اولیٰ نہیں۔

تخلیقِ انسانی:

۲: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (اور جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا) اس میں تخلیق کیلئے انسان کی تخصیص اس کے شرف کی وجہ سے ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ قرآن بھی انسان ہی کی طرف اتارا گیا ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الذی خلق الانسان مرادلیں۔ البتہ یہ کہنا پڑے گا کہ اولاً تو مبہم طور پر ذکر کیا۔ پھر تفسیر کے ساتھ تذکرہ اس کی عظمت تخلیق کو ظاہر کرنے کیلئے اور عجائبات فطرت بتلانے کیلئے کیا من عَلَقٍ یہاں جمع لائے۔ اس طرح نہیں فرمایا۔ من علقۃٍ کیونکہ انسان معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔

۳: اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے) ایسا کریم کہ ہر کریم سے بڑھ کر کرم میں اس کو کمال حاصل ہے۔ وہ اپنے بندوں پر انعامات برساتا ہے۔ ناشکری وانکار نعمت کے باوجود ان پر سزا اتارنے میں جلد بازی نہیں کرتا۔ گویا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سب سے بڑی کرم نوازی یہی ہے کہ وہ علمی فائدہ پہنچائے۔ اسی لئے فرمایا

۴: الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (وہ جس نے قلم سے تعلیم دی) جس ذات نے لکھنا سکھایا۔

۵: عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ (انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا) اپنے کمال کرم سے یہ راہنمائی فرمادی کہ اس نے اپنے بندوں کو وہ کچھ سکھلا دیا۔ جو وہ نہ جانتے تھے۔

کتابت کے فائدے:

اوران کو نور علم کی طرف جہالت کے اندھیروں سے نکال دیا۔ اس نے علم کتابت کی فضیلت پر خبردار فرمایا۔ اس لئے کہ اس میں بے شمار فوائد ہیں۔ کتابت سے پہلے علوم مدون ہوئے حکمتیں اور عبرتیں لکھی گئی ۔ پہلے لوگوں کی خبریں حیطہ تحریر میں لائی گئیں۔ کتب منزلہ بھی کتابت سے لوگوں کے ہاتھوں میں آئیں۔ اگر کتابت نہ ہوتی تو دنیا ودین کے کام ادھورے رہ جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی دقیق حکمتوں پر اگر اور کوئی دلیل نہ بھی ہوتی تو یہی کافی تھی۔

۶: كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى (سچ مچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے) اس میں ان کو ڈانٹ پلائی گئی۔ جو سرکشی کے باعث کی نعمتوں کی ناشکری اختیار کرے۔ اگرچہ تذکرہ نہیں کیونکہ کلام کی دلالت اس پر واضح ہے۔ ان الانسان سے آخر سورت تک ابوجہل کے متعلق اتری۔

۷: اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے) اے ان رای نفسہ یہ کہ وہ اپنے نفس کو دیکھتا ہے۔

ایک قاعدہ:

افعال قلوب میں کہتے ہیں۔ رایتنی و علمتنی ۔ یہاں معنی رؤیت کا علم ہی ہوتا ہے اگر یہ ابصار کے معنی میں ہو تو پھر اس

أَرَءَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ⑬ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ⑭ كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ

اے مخاطب تو بتادے اگر وہ جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو' خبردار کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ بیشک اللہ دیکھتا ہے ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آیا

لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ⑮ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ⑰ سَنَدْعُ

تو ہم اس کی پیشانی کو جو جھوٹی ہے خطاکار ہے پکڑ کر گھسیٹیں گے' سو چاہئے کہ اپنی مجلس کو بلالے ہم عذاب کے فرشتوں کو

الزَّبَانِيَةَ ⑱ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ⑲

بلالیں گے ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانئے اور نماز پڑھتے رہتے اور قرب حاصل کرتے رہئے۔

کے فعل میں دو ضمیروں کا اجتماع ممنوع ہوتا ہے۔ (حالانکہ یہاں دو ضمیریں موجود ہیں۔ پس یہ بصر کے معنی میں نہ ہوا)

اسْتَغْنٰى نحو : یہ مفعول ثانی ہے۔

۸: اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى (اے مخاطب تیرے رب ہی کی طرف سب کا لوٹنا ہوگا) بطور التفات انسان کو سرکشی کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ الرُّجْعٰى یہ مصدر بمعنی الرجوع ہے یعنی تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے پس وہ تمہاری سرکشی پر تمہیں بدلہ دے گا۔

۹: اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى (اے مخاطب بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو منع کرتا ہے)

۱۰: عَبْدًا اِذَا صَلّٰى (ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے) یعنی کیا تم نے ابوجہل کو دیکھا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے منع کرتا ہے۔

۱۱: اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰى (اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو) یعنی اگر وہ روکنے والا سیدھے راستہ پر ہو اس بات میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکتا ہے۔

۱۲: اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى (یا وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو) یا وہ امر بالمعروف والتقویٰ کرنے والا ہے۔ ان باتوں میں جن میں وہ بتوں کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ اس کا اعتقاد ہے۔

۱۳: اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو۔ اور روگردانی کرتا ہو) یہ تو بتلا اگر وہ منع کرنے والا حق کی تکذیب کرنے والا اور اس سے منہ موڑنے والا ہو۔ جیسا کہ ہم کہہ رہے ہیں۔

۱۴: اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى (کیا اس شخص کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں) اور ہدایت وضلالت کے سلسلہ میں اس کے حالات سے باخبر ہیں۔ پس وہ اس کے حالات کے مطابق اس کو بدلہ دیں گے۔ یہ درحقیقت وعید ہے۔

نحو : الذی ینھی جملہ شرطیہ سمیت ارایت کا مفعول ہے۔ اور جواب شرط محذوف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ ان کان علی الھدٰی او امر بالتقوٰی ۔ الم یعلم بان اللہ یری۔ کو حذف کردیا۔ شرط ثانی کے جواب میں اس کے ذکر کی دلالت

ع ۱۹ / ۲۱ السجدۃ

موجود ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو: ان اکرمتك اتکرمنی؟

ارایت جو دوسری مرتبہ لایا گیا۔ وہ زائدہ ہے تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔

۱۵: کَلَّا (ہرگز نہیں) اس میں ابوجہل کو عبادت الٰہی سے روکنے پر ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ اور اس بات پر بھی کہ وہ دوسروں کو بتوں کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ (اگر یہ شخص باز نہ آوے گا) اس حرکت سے جو وہ کر رہا ہے۔ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (تو ہم پیشانی کے بال پکڑ کر اس کو گھسیٹیں گے) ہم اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑیں گے اور ضرور اس کو گھسیٹیں گے آگ کی طرف۔ السفع کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا اور زور سے کھینچنا۔

قراءت: اور اس کی کتابت قرآن مجید میں الف کے ساتھ حکم وقف کی بناء پر ہے۔

نحو: الناصیۃ کی الف لام عہد خارجی کی ہے جو لا کر اضافت سے مستغنی کر دیا۔ اس لئے کہ یہ معلوم ہے کہ اس سے مراد مذکورہ ناصیہ ہی ہے۔

۱۶: نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (جھوٹی خطأ میں آلودہ پیشانی) یہ الناصیہ سے بدل ہے کیونکہ اس کی صفت کاذبہ آ رہی ہے اور دوسری صفت خاطئہ ہے اس میں کذب و خطأ کی نسبت مجازی ہے۔ یہ دونوں صاحب ناصیہ کی صفتیں ہیں۔ اور اس میں جو حسن و عمدگی ہے حقیقت میں وہ اس طرح کہنے میں کہاں ہے۔ ناصية كاذب خاطى۔

۱۷: فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ (پس وہ اپنے ہم مجلسوں کو بلا لے)

۱۸: سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لیں گے) النادی وہ مجلس جہاں لوگ اکٹھے ہوں مراد اہل مجلس ہوتے ہیں۔

ابوجہل کا نماز سے روکنا اور اس کا جواب:

روایت میں وارد ہے کہ ابوجہل کا گزر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا جبکہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ تو کہنے لگا کیا میں نے تمہیں نہیں روکا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے اس کا جواب دیا۔ تو کہنے لگا کیا تم مجھے دھمکی دیتے ہو۔ میں تو اس وادی میں سب سے بڑے گروپ والا ہوں۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ [الترمذی: ۳۳۴۹] الزبانیہ لغت میں سپاہیوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد زبنیۃ ہے یہ الزبن سے نکلا ہے جس کا معنی دفع کرنا۔ دھکیلنا۔ مراد یہاں ملائکہ عذاب ہیں۔ اگر ابوجہل اپنی پارٹی کو بلاتا تو اس کو کھلے طور پر زبانیہ پکڑ لیتے۔ [رواہ احمد: ۲/۳۷۰/مسلم: ۲۷۹۷]

۱۹: كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (ہرگز نہیں۔ آپ اس کی بات مت مانیے اور نماز پڑھتے رہیے اور قرب حاصل کرتے رہیے) کلا سے ابوجہل کو ردع کی گئی۔ لا تطعہ آپ اس کی نافرمانی پر ثابت قدم رہیں۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: فلا تطع المكذبين [القلم: ۸]۔ و اسجد اور سجدے پر ہمیشگی اختیار کرو سجدہ سے نماز مراد ہے۔ و اقترب سجود سے اپنے رب کا قرب حاصل کرو۔ بندہ سجدہ میں اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ [رواہ مسلم: ۴۸۲] روایت اسی طرح ہے۔

تمت سورۃ العلق بعونہ تعالٰی

سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيٰتٍ

سورۃ القدر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا' اور آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار

مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ④

مہینوں سے بہتر ہے' اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر امر کو لے کر اترتے ہیں

سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤

وہ سراپا سلامتی ہے وہ فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

رات کی عظمت:

۱: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے) اس میں قرآن مجید کی عظمت بیان فرمائی کہ اس کے اترنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی نہ کہ کسی دوسرے کی طرف اور اپنی طرف ذات باری تعالیٰ نے ضمیر لوٹائی اسم باری تعالیٰ کو ظاہر نہیں لائے۔ اس بات پر متنبہ کرنے کیلئے کہ اس کی چنداں ضرورت نہیں۔ اور اس وقت کی شان بھی بلند کر دی جس میں اس کو اتارا۔ روایت میں ہے کہ تمام قرآن مجید لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام اس کو لے کر تیئیس سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتے رہے۔

لَيْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر کا معنی: امور و معاملات اور قضایا کے اندازے کی رات۔ اس کو لیلۃ القدر اس لئے کہا کہ یہ قدر و منزلت والی رات ہے۔ اور تمام راتوں سے مرتبہ میں بلند ہے۔ یہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے۔ اسی طرح عاصم عن زر کی روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا۔ کہ وہ قسم کھا کر فرماتے کہ یہ ستائیسویں شب رمضان ہے۔ اور اسی پر جمہور ہیں۔

حکمت اخفاء:

اس کو شاید اس لئے مخفی رکھا گیا۔اس کی موافقت کیلئے طالب کئی راتیں جاگ لے اور اس کی نظیر صلوٰۃ وسطیٰ ہے۔جس کو مخفی رکھا گیا۔اور اسم اعظم اور جمعہ کے دن ساعت قبولیت کو مخفی رکھا گیا۔اور طاعات میں اس کی رضا اور معاصی میں اس کے غضب کو مخفی رکھا گیا۔حدیث میں فرمایا۔جس نے اس کو پالیا۔تو وہ اس طرح دعا کرے:اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عني۔

[ابن ماجہ:۳۸۵۰]

۲:وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے) یعنی آپ کی درایت اس کے غایت فضل تک نہیں پہنچ سکتی۔پھر خود اس کو بیان فرمایا۔

ایک ہزار مہینہ کے برابر:

۳:لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (شب قدر ایک ہزار مہینہ سے بہتر ہے) ایک ہزار مہینے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو اور اس کی فضیلت اتنی بلند اس لئے ہوئی کہ اس میں ملائکہ اور روح الامین اترتے ہیں۔اور یہ ہر حکمت والی بات کا فیصلہ ہوتا ہے۔اس کی تخصیص کے بارے میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا۔جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار ماہ ہتھیار پہنے تو مسلمانوں کو اس سے تعجب ہوا اور ان کے مقابلہ میں اپنے اعمال قلیل معلوم ہوئے۔تو ان کو ایک رات ایسی دے دی گئی جو اس غازی فی سبیل اللہ کی مدت سے بہت بہتر تھی۔

فرشتوں کا نزول:

۴:تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ (اس رات میں فرشتے اترتے ہیں) آسمان دنیا کی طرف نمبر۲۔زمین کی طرف وَالرُّوْحُ (اور روح القدس) جبرئیل علیہ السلام۔نمبر۲۔ملائکہ میں ایک ایسی قسم ہے جن کو ملائکہ صرف اسی رات دیکھتے ہیں۔نمبر۳۔الرحمت۔فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ (ہر امر خیر کو لے کر اپنے پروردگار کے حکم سے) ای تتنزل من اجل کل امر قضاہ اللہ لتلك السنة الی قابل ہر امر کی خاطر جس کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ اس سال سے آئندہ سال تک فرما دیا لے کر اترتے ہیں۔

قراءت:اس پر وقف ہے۔

۵:سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (سراپا سلام ہے۔وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے) سَلٰمٌ هِيَ :وہ رات نری سلامتی ہے۔یہ مبتدا اور خبر ہے۔ای لایقدر اللہ فیھا الا السلامۃ والخیر۔اللہ تعالیٰ اس سلامتی اور خیر ہی کا فیصلہ فرماتے ہیں اور دوسرے اوقات میں بلاء و سلامتی ہر دو کا فیصلہ ہوتا ہے۔نمبر۲۔وہ رات سراپا سلامتی ہے۔اس لئے کہ کثرت سے (وہ فرشتے) مسلمانوں کو سلام کرتے ہیں۔

ایک قول:

اس رات میں جس مؤمن و مؤمنہ کو ملتے ہیں۔ سلام کرتے ہیں۔

حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ طلوع فجر تک وہ رہتی ہے۔

قراءت: مَطْلِع میں علی، خلف نے لام کا کسرہ پڑھا۔ کافر سلام سے محروم رہتے ہیں۔

تمت سورة القدر بقدرتہ تعالیٰ

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِ آيَاتٍ

سورۂ بیّنہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

جو لوگ کافر تھے اہل کتاب اور مشرکوں میں سے وہ باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح

الْبَيِّنَةُ ۱ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۲ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۳ وَمَا

دلیل نہ آتی' اللہ کا رسولؐ جو پاک صحیفے پڑھ کر سنا دے ۔ جن میں درست مضامین لکھے ہوں' اور جو

تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۴ وَمَآ اُمِرُوْٓا

لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہو گئے حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا

اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا

کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لئے خاص رکھیں یکسو ہو کر' اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ

الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

دیا کریں' اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا۔ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے

فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

وہ آتش دوزخ میں جائیں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں' بیشک جو لوگ ایمان لائے

الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۷

اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں

۱: لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر تھے۔ وہ باز آنے والے نہ تھے۔ جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی) جو لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے

والے تھے۔ من اھل الکتاب اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ میں سے۔ اھل الرجل ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اس کے اخص الخواص ہوں۔ اہل الاسلام جو دین اسلام کو اختیار کرنے والے ہوں۔ وَالْمُشْرِكِيْنَ (اور بتوں کے پجاری) مُنْفَكِّيْنَ (کفر سے جدائی اختیار کرنے والے نہ تھے)۔

نحو: متعلق کو حذف کر دیا کیونکہ الذین کا صلہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ البینہ واضح دلیل اس سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ یہ فرمایا کہ کفر کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے۔ جب آپ کی بعثت ہوگئی تو بعض ایمان لائے اور کچھ کفر پر ثابت و قائم رہے۔

۲: رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ (ایک اللہ کا رسول) یعنی محمد ﷺ۔

نحو: یہ البینہ سے بدل ہے۔

يَتْلُوْا (جو پڑھ کر سناتے ہیں) صُحُفًا (صحیفے) مُّطَهَّرَةً (پاک) جو باطل سے پاک ہیں۔

۳: فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (جن میں درست مضامین لکھے ہوں) ھاء کی ضمیر صحف کی طرف راجع ہے۔ کتب مکتوبات (لکھے ہوئے کے معنی میں ہے قیمہ درست جو حق و عدل کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

۴: وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ (اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے کے بعد ہی مختلف ہو گئے) ان میں سے بعض نے آپ کی نبوت کو ضد و حسد کی وجہ سے نہ مانا۔ اور بعض ایمان لے آئے۔

[illegible]: یہاں صرف اہل کتاب کو ذکر کیا جبکہ شروع میں مشرکین کو بھی ساتھ ذکر کیا تھا۔

[illegible]: اس لئے کہ اہل کتاب کو آپ کی آمد کی پختہ اطلاع تھی ان کی کتابوں کی متواتر خبریں اس کی شاہد تھیں۔ جب ان جاننے والے لوگوں کے مختلف ہونے کو ذکر کر دیا۔ تو مشرکین جہلاء تو خود اس صفت میں ان کے شریک حال ہو گئے۔ الگ ذکر کی ضرورت نہ تھی۔

قدرت کے احکام کا خلاصہ:

۵: وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کیلئے خالص رکھیں یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا) وما امروا اور تورات و انجیل میں یہی حکم دیا گیا ہے۔ مخلصین له الدین شرک و نفاق سے خالص دین۔ حنفاء باطل ادیان سے مائل ہو کر تمام رسل پر ایمان لائیں۔ دین القیمۃ ای دین الملة القیمة: مضبوط ملت کا دین ہے۔

۶: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (بیشک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں)

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ

ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں

فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۸

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

۷: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں)

قراءت: البریئۃ نافع نے دونوں میں ہمزہ پڑھا۔ اور قرائے دیگر تخفیف کے قائل ہیں۔

قاعدہ:

النبی اور البریہ کے الفاظ ہمیشہ سے تخفیف سے استعمال ہوئے ہیں اور اصل کو چھوڑا گیا ہے۔

۸: جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ (ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں گے۔ یہ اس شخص کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے) جنات عدن: اقامت کی جنتیں۔ رضی اللہ عنہم ان سے راضی ہوا کہ ان کے اعمال کو قبول فرمایا۔ ورضوا عنہ وہ اس کے ثواب سے راضی ہو گئے۔ ذلك یہ رضامندی۔

فضیلتِ مؤمن:

خیر البریۃ دلالت کرتا ہے کہ مؤمنوں کو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ البریہ مخلوق کو کہتے ہیں یہ برأ اللہ الخلق سے لیا گیا ہے۔

دوسرا قول:

یہ ہے یہ البری سے مشتق ہے۔ جس کا معنی مٹی ہے۔ اگر یہ اس اشتقاق سے ہوتا تو پھر ہمزہ والی قراءت نہ ہوتی۔ کذا قالہ الزجاج۔

الحمد للہ سورۃ البینۃ مکمل ہوئی

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِ اٰيَاتٍ

سورۂ زلزال مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝١ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝٢ وَقَالَ الْاِنْسَانُ

جب زمین میں زور دار زلزلہ آجائے گا۔ اور زمین اپنے بوجھوں کو نکال دے گی' اور انسان کہے گا

مَا لَهَا ۝٣ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝٤ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝٥ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ

کہ اس کو کیا ہوا' اس دن وہ اپنی خبریں بیان کر دے گی اس وجہ سے کہ بیشک تیرا رب اس کو حکم فرما دے گا' اس دن لوگ واپس

النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝٦ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝٧

ہوں گے مختلف جماعتیں بن کر تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں' سو جس نے ایک ذرہ کے برابر خیر کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝٨ ع

اور جس نے ایک ذرہ کے برابر شر کا کام کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

۱: اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا (جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلا دی جائے گی) یعنی زمین کو وہ شدید حرکت دی جائے گی۔ جس سے بڑھ کر حرکت نہیں۔

قراءت: زِلْزَالَهَا اس کو کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس صورت میں مصدر ہے اور زاء کے فتحہ سے پڑھیں تو یہ اسم ہے۔

دفائن ارض:

۲: وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا (اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی) اثقال جمع ثقل ۔خزانے اور مردے۔ ثقل گھر کے سامان کو کہتے ہیں۔ دفائن ارضی کو اثقال سے تعبیر فرمایا۔

کافر کا قول:

۳: وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا (اور آدمی کہے گا اس کو کیا ہوا) کہ یہ شدید حرکت کے ساتھ ہلائی گئی ہے اور اس نے اپنے اندر کے دفائن نکال دیئے ہیں۔ یہ نفخۂ ثانیہ کی بات ہے جب زمین مردوں کو زندہ کر کے نکال دے گی۔ پس وہ کہہ اٹھیں گے جبکہ زمین ان

کو ہولناکی کی وجہ سے ظاہر کر رہی ہوگی۔ یہ اس طرح ہے جیسا وہ کہیں: من بعثنا من مرقدنا [یٰس:۵۲]

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ کافر کا قول ہے کیونکہ وہ بعث کا منکر تھا۔ باقی مؤمن کہے گا: ھذا ما وعد الرحمن و صدق المرسلون

[یٰسین : ۵۲]

۴: یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَھَا (اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی) یومئذ یہ اذا سے بدل ہے اور ان کا ناصب تحدث ہے ای تحدث الخلق اخبارھا۔ مخلوق کو اپنی خبریں بتائے گی۔ پس دونوں میں سے پہلا مفعول حذف کر دیا۔ کیونکہ مقصد تو زمین کے متعلق بتلانا ہے کہ وہ خبریں بتائے گی۔ مخلوق کا ذکر مقصود نہیں۔

زمین کی گواہی:

اللہ تعالیٰ اس کو بلائیں گے زمین اپنے اوپر کیے جانے والے اعمال خیر و شر کی خبر دے گی۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔ زمین ہر ایک کے متعلق وہ گواہی دے گی جو کچھ اس نے اس پر کیا۔ [رواہ احمد او الترمذی ۳۳۵۳ والحاکم ۵۳۲/۲، ابن حبان: ۷۳۶۰ ـ]

۵: بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰی لَهَا (اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہے) یعنی خبروں کو بیان کرنا رب تعالیٰ کے حکم کے سبب سے ہے: لھا ای الیھا اس کی طرف حکم بھیجنے اور بیان کرنے کا امر دینے کی وجہ سے ہے۔

موقف سے واپسی:

۶: یَوۡمَئِذٍ یَّصۡدُرُ النَّاسُ (اس روز لوگ لوٹیں گے) قبور میں نکلنے کے مقامات سے موقف حساب کی طرف۔ اَشۡتَاتًا (مختلف جماعتیں ہو کر) سفید چہرے والے مطمئن لوگوں کی جماعت۔ نمبر۲۔ سیاہ چہرے والے بے چین لوگوں کا گروہ۔ نمبر۲۔ موقف حساب سے متفرق راستوں جنت و دوزخ کی طرف لوٹیں گے۔ لِّیُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ (تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں) اعمال سے جزائے اعمال مراد ہے۔

۷: فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ (پس جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا) ذرۃ: چھوٹی چیونٹی۔ خَیۡرًا یَّرَهٗ (بھلائی وہ اس کو دیکھ لے گا)

نحو: خیراً یہ تمیز ہے یہ اس عمل کا بدلہ دیکھ لے گا۔

۸: وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ (جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا)

ایک قول:

یہ کفار کے متعلق ہے اور پہلی آیت ایمان والوں کے متعلق ہے۔

حکایت:

ایک بدو نے خیرًا یرہٗ کو مؤخر کر دیا۔ اس کو کسی نے کہا تو نے آیت میں تقدیم و تاخیر کر دی۔ تو اس نے یہ شعر پڑھا ۔

خُذْ بَطْنَ هَرْشَی او قَفَاهَا فَاِنَّهٗ

كِلَا جَانِبَیْ هَرْشَی لهن طریق

وادی ہرشی کے درمیان میں چلو یا کنارے پر اس کے دونوں جانب راستہ کی گنجائش ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ فرزدق کا دادا خدمت نبوی ﷺ میں آیا تا کہ وہ پڑھے۔ آپ ﷺ نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی۔ تو کہنے لگا حسبی۔ حسبی یہ مجھے کافی ہے کافی ہے۔ یہ محکم آیت ہے اس کا نام جامعہ ہے۔ (ذکرہ فی الدر المنثور ۸/۵۹۶)

تمت سورۃ الزلزال

سُورَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ العادیات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ① فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ② فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ③ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ④

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑنے والے ہیں ہانپتے ہوئے' پھر ٹاپ مار کر آگ جلانے والے ہیں' پھر صبح کے وقت غارت گری کرنے والے ہیں' پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں'

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ⑤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ⑥ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ⑦

پھر اس وقت جماعت کے درمیان گھس جاتے ہیں' بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے' اور بے شک وہ اس بات پر گواہ ہے'

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ⑧ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ⑨ وَ

اور بے شک وہ خیر کی محبت میں بہت سخت ہے کیا وہ نہیں جانتا جب وہ اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اور

حُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ⑩ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ⑪

ع ۱ ۱۱ ۲۵

جو کچھ سینوں میں ہے اسے ظاہر کیا جائے گا۔ بے شک ان کا رب ان سے اس دن پوری طرح ضرور باخبر ہوگا۔

۱: وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے اس میں غازیوں کے ان گھوڑوں کی قسم اٹھائی جو دوڑ کر ہانپنے لگتے ہیں۔ الضبح ہانپتے وقت سانس کی آواز۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

آپ نے سانس کی اس آواز کی حکایت اَحْ اَحْ سے فرمائی۔ ضبحاً فعل محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای یضبحن ضبحًا۔

پیروں کی ٹاپ سے آگ نکالنے والے گھوڑے:

۲: فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا (پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں) وہ ہلکی سی آگ نکالتے ہیں۔ اس سے مراد وہ چنگاری ہے جو ان کی ٹاپ سے پیدا ہوتی ہے۔ قدحًا: چنگاری نکالنے والے اپنے کھروں کو پتھروں سے رگڑ کر ٹکرا کر۔ القدح: رگڑنا۔ الایراء: آگ نکالنا۔ تم کہو گے۔ قدح فاوری وقدح فاصلد۔ چقماق کو مارا اور رگڑا گیا پس آگ جل گئی اور چقماق رگڑا گیا۔ مگر آگ نہ

نکلی۔

نحو :قدحًا یہ ضبحًا کی طرح فعل محذوف سے منصوب ہے۔

۳:فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا (پھرصبح کے وقت تاخت وتاراج کرتے ہیں) دشمن پرلوٹ ڈالتے ہیں صبح کے وقت۔

۴:فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا (پھراس وقت غبار اڑاتے ہیں) پس اس سے وہ غبار کو حرکت دیتے اور اڑاتے ہیں۔

۵:فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا (پھراس وقت جماعت میں جا گھستے ہیں) یہ اس وقت میں جمعًا دشمن کی جماعتیں۔ وسط بمعنی توسط ہے۔

ایک قول:

ضمیر غارت کے مقام کی طرف راجع ہے۔نمبر۲۔وہ دوڑ جس پر دلالت کررہا ہے۔(مطلب یہ ہوا وہ گھوڑے جو دشمن پر چھاپہ مارتے ہیں چھاپہ مارنے کے وقت یا چھاپہ مارنے کی جگہ یا چھاپہ مارنے کیلئے جو دوڑ دوڑتے اور اس سے غبار اڑاتے ہیں)۔

نحو : والعادیات اور فاثرن کا عطف اس فعل پر ہے۔جس کی جگہ اسم فاعل لایا گیا۔کیونکہ معنی اس طرح ہے واللاتی عدون فاورین فاغون فاثرن۔

۶:اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ (بیشک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے)

نحو :یہ جواب قسم ہے۔

الکنود: ناشکرا۔یعنی وہ اپنے رب کے انعامات کا خاص طور پر بہت زیادہ کفران کرنے والا ہے۔

۷:وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ (اوراس کوخود بھی اس کی خبر ہے) انہ بیشک انسان۔ ذلك اپنی ناشکری پر۔لشہید بذات خود گواہی دینے والا ہے۔نمبر۲۔اللہ تعالیٰ اس کی اس ناشکری کو دیکھنے والے ہیں۔یہ بات بطور وعید فرمائی گئی ہے۔

انسان مال کی محبت میں سخت:

۸:وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے) بیشک وہ حب مال کیلئے بخل کرنے والا اور روک کر رکھنے والا ہے۔نمبر۲۔بلاشبہ وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے۔اور عبادت الٰہی کی محبت میں کمزور واقع ہوا ہے۔

۹:اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ (کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کیے جائیں گے۔جتنے مردے قبروں میں ہیں) افلا یعلم (کیا وہ انسان نہیں جانتا)۔بعثر جب اٹھایا جائے گا۔مافی القبور سے مراد مردے ہیں۔ما یہاں مَنْ کے معنی میں ہے۔

۱۰:وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ (اور آشکارا ہو جائے گا۔جو کچھ دلوں میں ہے) جو خیر وشر دلوں میں ہے۔اس کو الگ کر دیا جائے گا۔

۱۱: اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ (بیشک ان کا پروردگار ان کے حال سے پورا آگاہ ہے) وہ ان کے بارے میں جاننے والا ہے پس خیر وشر میں سے جس قسم کے ان کے اعمال ہونگے ان پر بدلہ دے گا۔

سوال: یومئذ کو خاص کیا گیا۔ حالانکہ باری تعالیٰ تمام ازمنہ میں جاننے والے ہیں۔

جواب: اس دن چونکہ بدلہ ملے گا۔ اس لئے اس دن کی تخصیص کی گئی ہے۔

تمت سورة العاديات بحمد المنعم المتعال

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ القارعہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ① مَا الْقَارِعَةُ ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ③ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ

وہ کھڑ کھڑانے والی چیز کیا ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز؟ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز' جس روز آدمی

كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ④ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ⑤ فَاَمَّا مَنْ

پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے' پھر جس شخص کا

ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ⑥ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ⑦ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ⑧

پلہ بھاری ہوگا وہ خوشی والی زندگی میں ہوگا اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا

فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ⑨ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ⑩ نَارٌ حَامِيَةٌ ⑪

اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

۱: اَلْقَارِعَةُ (وہ کھڑ کھڑانے والی چیز) نحو: یہ مبتدأ ہے۔

۲: مَا الْقَارِعَةُ (کیسی ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز)

نحو: ما مبتدأ ثانی اور القارعہ یہ خبر اور جملہ اسمیہ مبتدأ اول کی خبر ہے۔ حق تو یہ تھا کہ دوسری بار ضمیر لاتے مگر لفظ القارعہ ظاہر کر کے قیامت کی عظمت کو بتا دیا۔

۳: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ (آپ کو کچھ معلوم نہیں ہے کیسی کچھ ہے۔ وہ کھڑ کھڑانے والی) یعنی تمہیں کونسی چیز بتلائے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور تمہیں یہ کہاں سے علم کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

۴: يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے)

نحو: یوم یہ تقرع فعل جس پر القارعہ دلالت کرتا ہے اس کی وجہ سے منصوب ہے۔

پھسلنے اور ضعف میں مشابہت دی ہے:

یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ انسانوں کو کثرت میں پروانوں سے تشبیہ دی ہے اور پھیلنے اور ضعف اور ذلت و عاجزی اور بلانے والے کی طرف فوراً جانے میں بھی مشابہت دی ہے۔ کہ جس طرح پروانے آگ کی طرف اڑ کر جاتے ہیں۔ یہ داعی کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ فراش کو فراش انتشار و تفرق کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

۵: وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے) آیت میں پہاڑوں کو عہن سے تشبیہ دی اور وہ مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی اون کو کہتے ہیں کیونکہ پہاڑ کئی رنگ کے ہیں۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا: و من الجبال جدد بیض و حمر مختلف الوانها [فاطر:۲۷] اور المنفوش دھنی ہوئی اون سے تشبیہ دی کیونکہ ان کے اجزاء بھی منتشر ہو جائیں گے۔

قدر والا وزن:

۶: فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ (پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا) حق کی پیروی کے سبب۔ موازین یہ موزون کی جمع ہے۔ وہ ایسے عمل کو کہتے ہیں۔ جس کا وزن اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر ہو۔ نمبر۲۔ جمع میزان ہے بمعنی ترازو۔ اور ثقل سے مراد اس کا جھک جانا۔

۷: فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا) راضیہ رضا مندی والا۔ نمبر۲۔ پسند کیا ہوا۔ اسم مفعول کے معنی میں ہے۔

۸: وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا) باطل کی اتباع اور پیروی کے باعث۔

۹: فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے) اس کا مسکن اور رہائش گاہ آگ ہے۔ اور ٹھکانہ کو اُم بطور مشابہت کہتے ہیں۔ کیونکہ ماں اولاد کا ماوی اور پناہ گاہ ہوتی ہے۔

۱۰: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ (اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے)

نحو: ضمیر ہاویہ کی طرف راجع ہے۔ اور ھاء سکتہ کی ہے۔ پھر اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

۱۱: نَارٌ حَامِيَةٌ (ایک دہکتی ہوئی آگ ہے) حامیہ اس آگ کو کہتے ہیں۔ جو حرارت میں انتہاء کو پہنچ جائے۔

تمت سورة القارعة بمنه وفضله

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِي اٰيَاتٍ

سورۂ تکاثر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۱ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۲ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۳ ثُمَّ كَلَّا

تم کو کر دیا کثرت کے مقابلہ نے غافل' یہاں تک کہ تم نے قبرستانوں کی زیارت کر لی' ہرگز نہیں' تم عنقریب جان لو گے پھر ہرگز نہیں

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۶ ثُمَّ

تم عنقریب جان لو گے۔ ہرگز نہیں اگر تم علم الیقین کے طور پر جان لیتے' تم ضرور ضرور دوزخ کو دیکھو گے' پھر

لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۷ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۸ ع ۱ ۸ ۲۷

یہ ضروری بات ہے کہ تم اسے عین الیقین کے طریقہ پر دیکھ لو گے' پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور ضرور سوال کیا جائے گا۔

۱: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (فخر کرنا تم کو غافل کیے رکھتا ہے) کثرت میں مقابلے کا مشغلہ اور مالوں اور اولاد کے سلسلہ میں فخر و مباہات انسان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت سے غافل کر دیتا ہے۔

۲: حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو) یہاں تک کہ اسی حالت میں موت آ جاتی ہے۔ نمبر۲۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں اور قبروں میں اپنے مردوں کو گننے لگے۔

دنیا کو اپنا قبلہ مت بناؤ:

۳: كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا) کلّا یہ ردع اور اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے ہے کہ غور کرنے والے کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ دنیا کو ہی اپنا قبلہ مقصود نہ بنا لے اور دین کا بالکل اہتمام نہ کرے (بلکہ اپنے دین کا خاص اہتمام کرنا چاہیے) سوف تعلمون عنقریب تمہیں قبر میں معلوم ہو جائے گا۔ نمبر۲۔ نزع کے وقت اپنی موجودہ حالت کی بدانجامی کا پتہ لگ جائے گا۔

۴، ۵: ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ كَلَّا (پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا ہرگز نہیں) کلّا یہ تکرار ردع اور انذار و تخویف کیلئے ہے۔ لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ (اگر تم یقینی طور پر جان لیتے)

نحو: لو کا جواب محذوف ہے۔ ای لو تعلمون مابین ایدیکم اگر تم جانتے جو تمہارے سامنے ہے۔ علم الیقین، علم

الامر الیقین ۔ یقینی بات کا علم ۔ یعنی اس طرح جان لیتے جیسا تم ان چیزوں کو جانتے ہو۔ جن پر تمہیں یقین ہے تو کثرت اموال میں مقابلہ کی وجہ سے تم غفلت کا شکار نہ ہوتے۔ نمبر۲۔ اگر تم جان لیتے تو وہ کرتے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن تم تو گمراہ اور جاہل ہو۔

۶: لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ (واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے) نحو: یہ محذوف قسم کا جواب ہے اور قسم، وعید کی تاکید کیلئے ہے۔

قراءت: لَتُرَوُنَّ تاء کے ضمہ کے ساتھ شامی وعلی نے پڑھا ہے۔

۷: ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ (پھر واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو خود یقین ہے) ثم سے عطف ڈال کر اس کو دوبارہ لائے ۔ تاکہ تہدید میں خوب تغلیظ ہو جائے۔ اور تہویل وتخویف میں زیادتی ثابت ہو۔ پہلا دیکھنا تو دل کا دیکھنا ہے اور دوسرا آنکھ سے دیکھنا ہے۔ عین الیقین یعنی ایسا دیکھنا جو بعینہٖ یقین اور خالص یقین ہے۔

۸: ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ گچھ ہوگی) امن اور صحت کے متعلق خصوصاً سوال ہوگا۔ کہ ان دونوں کو تم نے کس بات میں فنا کر ڈالا۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

اس خوش عیشی کے متعلق پوچھا جائے گا۔ جس کی لذتوں نے دین اور اس کی تکالیف سے مشغول کر دیا۔

قول حسن رضی اللہ عنہ:

ان تمام نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ جو اس جھونپڑی کے سوا ہونگیں جس میں پناہ لیتا ہے۔ اور اس کپڑے کے علاوہ ہونگی جس سے اپنے جسم کو ڈھانپتا ہے اور اس روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ ہونگی جس سے تقویت پاتا ہے۔ اور مرفوع روایات میں بھی یہ مضمون وارد ہے۔

تمت سورة التكاثر

سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۃ العصر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعَصْرِ ۝١ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝٢ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

قسم ہے زمانہ کی بلاشبہ انسان ضرور بڑے خسارہ میں ہے' مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝٣ ع

اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔

۱: وَالْعَصْرِ (قسم ہے زمانہ کی) نمازِ عصر کی قسم اٹھائی اس کی عظمت شان کی وجہ سے اس کی دلیل دوسرے ارشاد میں ہے: والصلاۃ الوسطی مصحف حفصہ رضی اللہ عنہا میں صلاۃ العصر کے لفظ ہیں۔

اور یہ بھی بات ہے کہ اس کی ادائیگی میں تکلیف زیادہ ہے۔ کیونکہ لوگ اس وقت اپنے کاموں اور تجارات میں گھر جار ہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ دن کا پچھلا وقت ہوتا ہے۔ اور اس وقت گزران اوقات کی مشغولیتوں میں مست ہوتے ہیں۔ نمبر۲۔ العشی کی یہاں قسم اٹھائی جیسا کہ چاشت کی قسم پچھلی سورتوں میں اٹھائی گئی ہے کیونکہ اس میں دلائل قدرت ہیں۔ نمبر۳۔ زمانہ کی قسم اٹھائی کیونکہ اس کے گزرنے میں قسم قسم کے عجائبات ہیں۔

جنس انسان خسارے میں:

۲: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے) یہ جواب قسم ہے یعنی جنس انسان اپنی تجارات کے سبب نقصان میں ہے۔

آخرت کے خریدار:

۳: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے) اس لئے کہ انہوں نے آخرت کو دنیا کے بدلے خرید لیا اس لئے نفع پالیا۔ اور خوش نصیب ہو گئے۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ (اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے) ایسے امر ثابت و برحق کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے۔ جس کا انکار ممکن نہیں۔ اور وہ نری خیر ہے۔ جیسے توحید

باری تعالیٰ اور اس کی اطاعت اور اس کی کتابوں کی اتباع اور رسولوں کی پیروی۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے) معاصی سے بچنے اور طاعات پر جمے رہنے کی تاکید کرتے رہے اور ان موقعوں پر جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ ان آزمائشوں میں صبر کی تلقین کرتے رہے۔ تواصوا دونوں مقام پر فعل ماضی لایا گیا ہے۔ یہ ماقبل فعل ماضی امنوا و عملوا پر معطوف ہیں۔

تمت سورۃ العصر

سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ تِسْعُ اٰیَاتٍ

سورۂ ہمزہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں نو آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ نِۙ ۱ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ ۙ ۲ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗٓ

بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لئے جو عیب نکالنے والا ہو' طعنہ دینے والا ہو جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا' وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال

اَخْلَدَہٗ ۚ ۳ کَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَۃِ ۖ ۴ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا الْحُطَمَۃُ ؕ ۵ نَارُ اللّٰہِ

اس کو ہمیشہ رکھے گا ہرگز نہیں وہ ضرور بضرور بھوسہ بنانیوالی چیز میں ڈال دیا جائے گا اور کیا آپ کو معلوم ہے وہ بھوسہ بنا دینے والی چیز کیا ہے؟ وہ اللہ کی آگ

الْمُوْقَدَۃُ ۙ ۶ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَۃِ ؕ ۷ اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُّؤْصَدَۃٌ ۙ ۸ فِیْ عَمَدٍ ع ۹

ہے جو جلائی گئی ہے جو دلوں پر چڑھ بیٹھنے والی ہے' بیشک وہ ان پر بند کر دی جائے گی

مُّمَدَّدَۃٍ ۹

لمبے لمبے ستونوں میں۔

۱: وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ (بڑی خرابی ہے ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا اور روبرو طعنے دینے والا ہو)

نحو: ویل مبتدا لکل ھمزۃ اس کی خبر ہے۔ ہمزہ وہ شخص جو غیر موجودگی میں عیب نکالے۔ لُمزۃ۔ سامنے عیب نکالے۔ طعنہ زنی کرے۔

نکتہ: فُعلۃ کا وزن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اس شخص کی عادت ثانیہ ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ اخنس بن شریق کے متعلق اتری۔ اس کی عادت غیبت تھی۔

ایک اور قول:

امیہ بن خلف کے متعلق اتری۔ ایک قول اور ہے کہ ولید کے متعلق نازل ہوئی۔

فیصلہ:

سبب خاص ہوسکتا ہے۔اور وعید عام ہو۔تا کہ ایسے تمام افراد کو شامل ہو جو اس قباحت کا ارتکاب کرنے والے ہوں۔

۲: اِلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ (جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو)

نحو: الذی یہ کل سے بدل ہے۔نمبر۲۔منصوب ہے۔فعل ذم کی وجہ سے۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی نے جمّع صیغہ مبالغہ پڑھا اور وہ عددہ کے ظاہر میں مطابق بھی ہے۔عدّدہٗ یعنی اس کو حوادث دھر کیلئے تیار کیا اور سامان بنایا۔

۳: یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ (وہ خیال کررہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا) یعنی اس کا ترکہ اس کو دنیا میں ہمیشہ رکھنے والا ہے وہ نہ مرے گا۔نمبر۲۔یہ عمل صالح کے لئے تعریض ہے۔کہ عمل صالح ہی انسان کو نعمتوں میں ہمیشہ رکھنے والا ہے مال نے آج تک تو کسی کو ہمیشہ رکھا نہیں۔

۴: كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ (ہرگز نہیں۔واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا) جس میں جو کچھ پڑے۔اس کو وہ توڑ پھوڑ دے۔ کَلَّا اس میں سابقہ گمان پر ردع ہے۔لَيُنْۢبَذَنَّ اس کو ضرور ڈالا جائے گا جس نے جمع کیا۔الْحُطَمَةِ جو اس طرح کی آگ ہے کہ جو چیز اس میں ڈالی جائے اس کو مٹا ڈالتی ہے۔

۵: وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ (اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے) اس میں تعجب ہے اور جہنم کی عظمت و بڑائی بتلائی (کہ جہنم کی شدت نا قابل تصور ہے)

۶: نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ (وہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے۔جو سلگائی گئی ہے)

نحو: نار اللہ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ای ھی نار اللہ۔الموقدہ یہ اس کی صفت ہے۔

دِلوں تک پہنچنے کا مطلب:

۷: الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ (جو دلوں تک جا پہنچے گی) یعنی وہ آگ ان کے پیٹوں میں گھس جائے گی اور یہاں تک کہ سینوں میں پہنچ جائے گی اور ان کے دلوں کو جھانک لے گی۔افئدۃ: دل کا درمیان۔انسان کے جسم میں دل سے بڑھ کر کوئی چیز لطیف نہیں۔اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی چیز معمولی ایذاء کو محسوس کرنے والی ہے۔اس وقت دل کی تکلیف کا کیا حال ہوگا جب جہنم کی آگ اس کو جھانکے گی اور اس پر مسلط ہو جائے گی۔

دل کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دل کفر کے مقامات اور عقائد فاسدہ کا مرکز ہے۔اطلاع نار کا مطلب یہ ہے کہ وہ آگ ان پر چھا جائے گی۔

۸: اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ (وہ ان پر بند کردی جائے گی) ھا کی ضمیر نار کی طرف یا حُطمہ کی طرف راجع ہے موصدہ: بلند کی ہوئی۔

۹: فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (بڑے لمبے لمبے ستونوں میں)

قراءت: حفص کے علاوہ بقیہ کوفی قراء نے عُمُد پڑھا اور باقی تمام قراء نے عَمَدٍ یہ دو جمع کی لغات ہیں۔ عِمَاد جیسے اِھَاب اور اُھُبٌ حِمَارٍ اور حُمُرٌ مُّمَدَّدَةٍ ان پر دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور دروازوں پر ستون کھینچ دیئے جائیں گے۔ مضبوط بند کرنے کیلئے حدیث میں وارد ہے: مؤمن سمجھدار اور ذہین، ثابت قدمی اختیار کرنے والا، نہ جلد باز۔ نیک، عالم ہوتا ہے اور منافق عیب جو طعنہ زن رات کو ٹامک ٹوئیاں مارنے والے کی طرح۔ اس کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کہاں سے کمائے۔ اور کس چیز میں صرف کرے۔ [رواہ الدیلمی فی الفردوس: ۶۵۴۴]

تمت سورة الهمزة

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۃ الفیل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝۲

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا' کیا ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا'

وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝۳ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ

اور ان پر پرندے بھیج دیئے غول در غول وہ ان پر کنکر کی پتھریاں پھینک رہے تھے' سو اللہ نے ان کو ایسا کر دیا

كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵

جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہو۔

۱: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ (کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا)۔

نحو : کیف یہ فَعَلَ کی وجہ سے موضع نصب میں ہے الم تر کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ کیف میں استفہام کا معنی پایا جاتا ہے اور یہ جملہ ترای کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہو گیا ہے۔

الم تر میں تعجب کا اظہار ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تعجب سے فرما رہے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ کفار نے آپ کا انکار کر دیا حالانکہ وہ تو اتنی بڑی آیات کو دیکھ چکے۔ معنی یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی صنعت کے آثار اہل حبشہ میں دیکھے اور اس کے متعلق متواتر خبریں سنیں پس وہ آپ کے لئے مشاہدہ کے قائم مقام ہے۔ جو اصحاب فیل کے سلسلہ میں پیش آیا۔

ابرہہ کی حرکت اور سزا:

روایت ہے یمن کا بادشاہ ابرہہ بن الصباح جو اصحمہ نجاشی کی طرف سے مقرر ہوا تھا۔ اس نے صنعاء میں ایک گرجا تعمیر کیا۔ اور اس کا نام القُلَّیس رکھا اور اس کا ارادہ یہ تھا کہ لوگ اس کا حج کرنے آئیں۔ کنانہ کا ایک آدمی نکلا اور رات کو اس میں پاخانہ کر دیا اس سے ابرہہ سخت ناراض ہوا ایک قول یہ ہے کہ عرب کے ایک قافلہ نے اس کے قریب آگ سلگائی۔ ہوا کی وجہ سے وہ آگ اس گرجے میں آ گئی جس سے وہ جل گیا۔ ابرہہ نے قسم اٹھائی کہ وہ کعبہ کو ضرور بضرور گرائے گا۔ وہ حبشیوں کی ایک فوج کے ساتھ نکلا۔ اس کے ساتھ ہاتھی بھی تھے۔ ایک ہاتھی کا نام محمود تھا۔ یہ بہت بڑا طاقت ور ہاتھی تھا۔ بارہ ہاتھی اس کے علاوہ تھے۔ جب وہ

مقام مغمس میں پہنچا تو خواجہ عبدالمطلب اس کے پاس نکل کر گئے اور اس کو کہا کہ تہامہ کے اموال کا ثلث لے لے اور لوٹ جا مگر اس نے انکار کر دیا اور اپنے لشکر کو تیار کیا۔ اور بڑے ہاتھی کو آگے رکھا۔ مگر جب بڑے ہاتھی کو حرم کی طرف متوجہ کرتے وہ بیٹھ جاتا اور اٹھنے سے انکار کرتا۔ اور جب یمن کی طرف رخ کرتے تو اٹھ کر جلدی سے روانہ ہو جاتا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے غول بھیج دیئے ہر پرندے کی چونچ میں ایک پتھر اور دو پتھر اس کے پنجوں میں مسور کے دانے سے بڑے اور چنے سے چھوٹے تھے۔ وہ کنکری آدمی کے سر پر لگ کر اس کی دبر سے نکلتی۔ اور ہر پتھر پر اس کا نام درج تھا۔ جس کو پڑتا تھا وہ کنکریوں کے برساؤ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور ہلاک ہو گئے ابرھہ کی موت انتہائی عبرتناک طریقہ سے آئی سینہ پھٹ کر دل باہر نکل پڑا اور مر گیا۔ اس کا وزیر ابو یکسوم وہاں سے جدا ہو کر بھاگتا ہوا حبشہ پہنچا اس حال میں کہ پرندہ اس کے سر پر منڈلا رہا تھا اس نے نجاشی کو تمام واقعہ بیان کیا۔ جب بیان مکمل کر چکا۔ تو پرندے نے کنکری پھینکی جس سے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ابرہہ نے خواجہ عبدالمطلب کے دوسو اونٹ پکڑ لیے۔ آپ اس کے پاس ان اونٹوں کی خاطر گئے آپ کا اس نے پرتپاک استقبال کیا آپ خوبصورت، پر رعب اور جسیم آدمی تھے۔ اس کو بتلایا گیا کہ یہ قریش کے سردار ہیں اور مکہ کے صاحب قافلہ ہیں جو لوگوں کو وادیوں اور وحشیوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر کھانا کھلاتے ہیں۔

جب عبدالمطلب نے اپنی ضرورت ذکر کی تو اس نے کہا تو میری نگاہ سے گر گیا۔ میں تو تمہارے اس گھر کو گرانے آیا ہوں جو تمہارا دین اور تمہارے آباء واجداد کا دین ہے۔ اور پرانے زمانوں سے تمہارے لئے شرافت کا نشان ہے۔ تمہیں اونٹوں نے اس سے غافل کر دیا۔ جو ہم نے پکڑ لیے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ اور اس گھر کا ایک رب ہے جو خود اس سے روک لے گا۔

تمام تدابیر فیل:

۲: اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ (کیا ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا) ضائع اور بیکار۔ عرب کہتے ہیں: ضلل کیدہ۔ جب کہ اس کو ضائع اور بیکار کر دے۔ امرء القیس کو الملک الضلیل کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے باپ کا ملک کھو دیا۔ ضائع کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اولاً یہ تدبیر کی کہ القلیس گرجا بنایا تاکہ حجاج کے رخ اس کی طرف پھیر دیں ان کی تدبیر کو آگ کے ذریعہ بیکار کر دیا۔ پھر دوسری تدبیر بیت اللہ کے گرانے کی کی۔ ان کی تدبیر کو پرندے بھیج کر فیل کر دیا۔

۳: وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ (اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے) ابابیل جمع ابالۃ: جماعتیں۔

قول الزجاج:

ادھر سے جماعتیں اور ادھر سے جماعتیں۔ یعنی ہر طرف سے جماعتیں بھیجیں۔

۴: تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ (جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے)

قراءت: ابوحنیفہ رحمہ اللہ یرمیھم پڑھتے ای یرمیھم اللّٰہ اللہ تعالیٰ ان پر پھینک رہے تھے یا پرندے ان پر پھینک رہے تھے۔
الطیر یہ اسم جمع مذکر ہے۔ اور معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے۔ سجیل یہ معرب ہے۔ سنگ گل اور جمہور کا یہی مسلک ہے یعنی کھنگر۔
۵: فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ (اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کردیا) عصف ماکول وہ کھیتی جس کو کیڑے کھالیں۔

تمت سورة الفيل

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

سورۃ القریش مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ② فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا

قریش کی الفت رکھنے کی وجہ سے انکی وہ الفت جو سردی اور گرمی کے سفر کرنے سے ہے۔ سو ان کو چاہئے کہ اس بیت کے رب کی

الْبَيْتِ ③ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④

عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور انہیں خوف سے امن دیا۔

قریش پر انعامات:

۱: لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ (چونکہ قریش خوگر ہوگئے) یہ فلیعبدوا کے متعلق ہے۔ ان کو حکم دیا گیا کہ ان کو عبادت اسی ہی کی کرنی چاہیے اس لئے کہ وہ دو سفروں سے بڑے مانوس ہیں۔ فلیعبدوا پر فاء تو اس لئے لائی گئی ہے کیونکہ کلام میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نعمتیں ہیں۔ پس اگر وہ دیگر نعمتوں کی وجہ سے عبادت نہیں کرتے۔ تو ان کو اس ایک بڑی عظیم الشان نعمت کی وجہ سے عبادت کرنا چاہیے۔

نمبر۲۔ فجعلهم كعصف ماكول کے متعلق ہے۔ لایلاف قریش یعنی یہ ہلاکت اس انس کی وجہ سے ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے شعر میں تضمین لگائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ شعر کا معنی ماقبل سے معلق اس لئے کیا جائے تا کہ شعر کا معنی صحیح ہو جائے۔ اور مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں یہ دونوں بلافصل ایک سورت ہیں۔ اور کسائی رحمہ اللہ سے ان کے مابین ترک تسمیہ بھی منقول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حبشہ والوں کو ہلاک کیا جو ان کا قصد کر کے آ رہے تھے تا کہ لوگ اس بات کو سنیں اور ان کا احترام کریں اور خوب احترام ہو تا کہ سفروں میں ان کو امن میسر ہو جائے اور کوئی ان پر جرأت نہ کرے۔

نمبر۳۔ ایک قول یہ ہے کہ اعجبوا لا یلاف قریش ہے۔

قراءت: شامی نے لِاِ لاف قریش پڑھا ہے ای لموالفة قريش۔ قریش کی موافقت کی وجہ سے۔ نمبر۲۔ کہا جاتا ہے: الفتهٗ اِلفا و الافا: مانوس ہونا۔ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ اس کا نام القرش کی تصغیر بنا کر رکھا ہے۔ القرش سمندری زبردست جانور ہے۔ جو کشتیوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ صرف آگ سے اس کا دفاع کیا جا سکتا ہے۔ تصغیر تعظیم کیلئے ہے۔ اس کا نام

ان کی مضبوطی اور حفاظت کی وجہ سے رکھا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے القرش کمائی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی تجارت سے کمائی کرتے اور شہروں میں سفر کر کے کماتے تھے۔

۲: اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ (یعنی جاڑے (سردیاں) اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں) یہاں ایلاف کو مطلق ذکر کیا۔ پھر اس کے بدلے رحلتین کو مقید کر کے لائے۔ تاکہ اس سے ایلاف کے معاملے کی بڑائی ظاہر ہو۔ اور اس کا عظیم نعمت ہونا یاد دلایا جائے۔

نحو: رحلة کا لفظ ایلافھم کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور مراد اس سے رحلتی الشتاء والصیف (دو سفر گرمیوں اور سردیوں کے) التباس کا خطرہ نہ ہونے کی وجہ سے مفرد لائے۔ تثنیہ ذکر نہیں کیا۔

اسفارِ قریش:

قریش دو سفر کرتے۔ سردیوں میں یمن کا سفر کرتے اور گرمیوں میں شام کا سفر کرتے اور کھانے کا سامان لاتے اور تجارت کرتے ان کے یہ دونوں سفر پرامن ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ اہل حرم تھے۔ ان پر ڈاکو تعرض نہ کرتے اور دوسرے قافلے لوٹ لیے جاتے۔

۳: فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ (تو ان کو چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں)

خوف سے امن دینے والے کی عبادت چاہیے تھی:

۴،۵: الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۔ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ (جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا) خوف اور جوع کی تنوین شدت کو ظاہر کرنے کیلئے لائی گئی ہے۔ یعنی اطعمهم بالرحلتين من جوع شديد كانوا فيه قبلهما۔ ان کو دو سفروں کے ذریعہ اس سخت بھوک سے ان کو کھانا دیا۔ جس میں وہ ان سے پہلے مبتلا تھے۔ و آمنهم من خوف عظيم وهو خوف اصحاب الفيل اور ان کو عظیم خوف سے امن دیا۔ یہ خوف اصحاب فیل کا تھا۔ نمبر۲۔ اپنے شہر سے اچک لیے جانے کا خوف اور چلائے جانے کا خطرہ۔

ایک قول:

ان کو بھوک پہنچی جس سے مردار کھانے تک پہنچ گئے۔ اور جلی ہڈیاں تک چبائیں گئیں۔ اور ان کو کوڑھ کے خوف سے امن دیا وہ ان کے شہر میں نہ آ سکتا تھا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں ان کو دعائے ابراہیم علیہ السلام کے سبب حاصل ہوئیں تھیں۔

تمت سورۃ قریش

سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ

سورۂ ماعون مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں سات آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ① فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ② وَلَا يَحُضُّ عَلٰى

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے' سو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا

طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ③ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ④ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ⑤ الَّذِيْنَ هُمْ

دینے کی ترغیب نہیں دیتا' سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں جو ایسے ہیں

يُرَآءُوْنَ ⑥ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ⑦

کہ ریاکاری کرتے ہیں اور ماعون سے منع کرتے ہیں۔

۱: اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ (کیا آپ نے شخص کو دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے) یعنی هل رایت الذی یکذب بالجزاء من هو؟ ان لم تعرفه۔ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو جزاء کو جھٹلاتا ہے وہ کون ہے؟ اگر تم اس کو نہیں پہچانتے ہو۔

یتیم کو دھکے دینے والا:

۲: فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ (پس وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے) ذالک وہ جو قیامت کو جھٹلاتا ہے وہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے زور سے دھکیلتا ہے بڑی سختی اور ایذاء کے ذریعہ اور اس کو بھدے انداز سے درشتی اور ڈانٹ ڈپٹ سے واپس کرتا ہے۔

۳: وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (اور محتاج کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا) وہ اپنے اہل کو مسکین کو کھانا کھلانے پر آمادہ نہیں کرتا۔

نکتہ:

آیت میں جزاء کو نیکی سے روکنے کی علامت قرار دیا۔ اور کمزور کو ایذاء دینے کی علامت بتلایا۔ یعنی اگر یہ جزاء پر ایمان لاتا اور وعید پر اس کو یقین ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور اس کی سزا کا خوف ہوتا تو یہ اقدام نہ کرتا۔ پس جب اس نے یہ اقدام کیا تو اس

سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہ جزاء کا منکر ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ ارشاد ملا دیا۔
۴: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ (پس ایسے نمازیوں کیلئے بڑی خرابی ہے)
۵: الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں)
۶: الَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ (جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں)
۷: وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے) یعنی ان صفات والے منافقین ہیں۔ جو سرا تو نماز پڑھتے ہی نہیں کیونکہ وجوب نماز کے قائل نہیں اور ظاہراً ریا کاری کیلئے پڑھتے ہیں۔ پس منافقین کے لئے ہلاکت ہے جو کہ اپنے کو من جملہ صورۃ نمازیوں میں شامل کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی نماز سے غافل ہیں وہ اس نماز سے قرب الٰہی کے طالب نہیں اور نہ ہی فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ وہ جھکتے اٹھتے تو معلوم ہوتے ہیں مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ فرائض ادا کر رہے ہیں۔ اور وہ زکوٰۃ سے دوسروں کو روکتے ہیں۔ اور جس میں منفعت ذاتی ہے۔

قول انس رضی اللہ عنہ و حسن رضی اللہ عنہ:

کہ اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے فرمایا: عن صلاتھم۔ فی صلاتھم نہیں فرمایا۔ کیونکہ عَن کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز کو اس طرح بھولنے والے ہیں، کہ وہ بھولنا ترک صلوٰۃ تک پہنچا ہوا ہے۔ اور قلت التفات پیدا ہو چکی ہے اور یہ منافقین کا فعل ہے۔
اور فی کا معنی ان کو سہو اس میں پیش آتا ہے۔ جس میں شیطان وسوسہ ڈال دیتا ہے۔ یا حدیث نفس کی دخل اندازی ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات مسلمان کو پیش آتی رہتی ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ کو نماز میں سہو پیش آ جاتا اور تو کیا چیز ہیں۔
المراءۃ یہ الاراءۃ سے باب مفاعلہ ہے کیونکہ دکھلاوا کرنے والا لوگوں کو اپنا عمل دکھاتا ہے۔ وہ خود پسندی اور تعریف کروانے کیلئے دکھلاوا کرتے تھے ورنہ فرائض کو ظاہراً ادا کرنے سے آدمی ریا کار نہیں بنتا۔ بلکہ فرائض کا حق یہ ہے کہ وہ علی الاعلان بجا لائے جائیں۔ آپ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ ولاغمۃ فی فرائض اللہ! فرائض اللہ میں اخفاء نہیں۔ بلکہ اخفاء نوافل میں ہے۔ اگر ان کو بھی اس نیت سے ظاہر کرے کہ لوگ اس کی اقتداء کریں تو مستحسن ہے (یعنی نوافل کو پڑھیں گے)۔
الماعون زکوٰۃ۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

یہ ہے اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو ایک دوسرے کو عاریۃً دی جاتی رہتی ہیں مثلاً ہنڈیا، ڈول، پیالہ وغیرہ۔

قول عائشہ رضی اللہ عنہا:

پانی، آگ، نمک وغیرہ۔

تمت سورة الماعون

سُوْرَۃُ الْکَوْثَرِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ ثَلٰثُ اٰیٰتٍ

سورۃ الکوثر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۳

بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ۔ سو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔

۱: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (بلاشبہ ہم نے آپ کو کوثر عنایت فرمائی ہے) کوثر یہ فوعل کا وزن ہے۔ جو کثرت سے بنا ہے کثرت میں بہت ہی اضافہ۔

ایک قول:

وہ جنت کی ایک نہر ہے جو شہد سے زیادہ میٹھے پانی والی اور دودھ سے زیادہ صاف اور برف سے زیادہ ٹھنڈی اور مکھن سے زیادہ نرم ہے اور اس کے کنارے زبرجد اور اس کے برتن چاندی کے بنے ہیں۔

خیر کثیر' قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس سے خیر کثیر مراد ہے ان سے سوال کیا گیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جنت کی ایک نہر ہے۔ تو آپ نے فرمایا وہ بھی خیر کثیر میں سے ہی ہے۔

عبادت اور قربانی کرو:

۲: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (پس آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی دیجئے) پس تم اپنے رب کی عبادت کرو جس نے وہ عطا کر کے آپ کو معزز بنایا اور عظمت عنایت فرمائی۔ اور مخلوقات کے احسانات سے محفوظ رکھا۔ اپنی قوم کے برخلاف آپ اپنے رب کی عبادت کریں وہ قوم جو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول و مصروف ہے اور اللہ ہی کی خاطر قربانی کریں اور اس کے نام کے ساتھ ذبح کریں برخلاف ان بت پرستوں کے جو کہ بتوں کے نام کی قربانیاں دیتے ہیں۔

مخالف ہر شہر سے منقطع:

۳: اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے) آپ کی قوم کے وہ لوگ جو آپ کی مخالفت کی وجہ سے

آپ سے بغض رکھتے ہیں۔ وہی بے نام ونشان ہونے والے ہیں۔ وہ ہر خیر سے منقطع کر دیئے جائیں گے نہ کہ آپ۔ کیونکہ قیامت تک پیدا ہونے والے مؤمن تمام آپ کی اولاد اور آپ کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ اور تمہارا ذکر آخر زمانہ تک منبروں پر بلند ہوگا۔ اور ہر عالم وذاکر آپ کا تذکرہ کرے گا۔ اور آخرت میں اتنا ملے گا جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ جیسے کو ابتر نہیں کہا جاسکتا۔ ابتر وہ شخص ہے جو آپ کا دشمن ہے وہ دنیا وآخرت میں بھلا دیا جانے والا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ عاص بن وائل سہمی کے متعلق ہے۔ اس کو ابتر کہا گیا۔ ابتر وہ ہے جس کا پیچھے کوئی نہ ہو۔

نحو: الابتر یہ انّ کی خبر ہے۔ ھو ضمیر فصل ہے۔

تمت سورة الكوثر

سُوْرَةُ الْکٰفِرُوْنَ مَکِّیَّةٌ وَّهِیَ سِتُّ اٰیَاتٍ

سورۂ کافرون مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ ① لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ③

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو'

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ⑤ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ

اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا۔ اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے' تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے

دِیْنِ ⑥ ع ۱ ۲۴

میرا دین ہے۔

۱: قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ (آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو) اس کے مخاطب مخصوص کفار ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

کفر سے بیزاری:

روایت میں ہے کہ قریش کی ایک پارٹی نے کہا اے محمد آؤ تم ہمارے دین کی اتباع کرلو اور ہم تمہارے دین کی اتباع کرتے ہیں۔ ایک سال ہم تمہارے معبود کی عبادت کرتے ہیں ایک سال تم ہمارے معبودوں کی عبادت کرو۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ ! اَنْ اُشْرِكَ بِاللّٰهِ غَیْرَهٗ میں اللہ تعالیٰ کی اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک کروں۔ پھر کہنے لگے ہمارے بعض معبودوں کو ہاتھ لگا کر بوسہ دو۔ ہم تیری بات مان جائیں گے۔ اور تیرے معبود کی پوجا کرنے لگیں گے پس یہ آیت اتری۔ پھر آپ صبح کے وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ جہاں قریش کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ آپ نے ان پر یہ سورت پڑھی تو وہ آپ کی طرف سے مایوس ہو گئے۔ [بذاذکرہ الزمخشری فی الکشاف ۴/۸۰۸]

۲: لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں) یعنی میں اپنی موجودہ حالت میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں۔

۳: وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو) عابدون اس وقت عبادت کرنے والے ہو۔ ما اعبد جس کی میں عبادت کرتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ۔

۴: وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ (اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا) یعنی نہ میں مستقبل میں ان کی عبادت کرونگا۔ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

۵: وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کروگے) ولا انتم اور نہ تم مستقبل میں عابدون ما اعبد۔ اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں یہاں ما کا لفظ ذکر کیا گیا کیونکہ اس سے مراد صفت ہے۔ یعنی میں باطل کی عبادت نہ کرونگا اور نہ تم حق کی عبادت کروگے۔ نمبر۲۔ لفظ ما لائے تاکہ دونوں لفظ متقابل ہو جائیں۔ اور اول میں مَن درست نہیں دوسرے میں ما کو بمعنی الذی لینا درست ہے۔

۶: لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھکو میرا بدلہ ملے گا) تمہارے لئے تمہارا شرک اور میرے لئے میری توحید مبارک ہو۔

قراءت: نافع اور حفص نے وَلِیَ فتحہ یاء سے پڑھا اور ابوعمرو ابن عامر نے وَلِیْ، سکون یاء سے پڑھا ہے۔

ایک روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے جبکہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا نابذ باابن مسعود۔ علیحدگی کا اعلان کرا اے ابن مسعود۔ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قل یایھا الکافرون پڑھی پھر دوسری رکعت میں فرمایا۔ اخلص تو خالص کر تو عبداللہ بن مسعود نے قل ھواللہ احد پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا اے ابن مسعود مانگو۔ تمہاری دعاء قبول کی جائے گی۔

تمت سورۃ الکافرون

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۃ النصر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝۱ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲

جب آ جائے اللہ کی مدد اور فتح اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳

سو آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جس کے ساتھ حمد بھی ہو اور اس سے مغفرت طلب کیجئے۔ بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ع

۱: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ پہنچے)

نحو: اذا یہ فسبح کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور یہ مستقبل میں پیش آئندہ واقعہ کی اطلاع وقوع سے قبل دے دی گئی ہے۔ یہ علامات نبوت میں سے ہے۔ روایت میں ہے یہ حجۃ الوداع میں ایام تشریق کے دنوں میں نازل ہوئی۔

علاماتِ نبوت سے فتح کی پیشگوئی:

جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ النصر اعانت اور دشمنوں کی مغلوبیت۔ الفتح علاقوں کا مفتوح ہونا۔ معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عرب کے خلاف مدد فرمائیں گے یا قریش کے خلاف مدد فرمائیں گے۔ اور مکہ فتح ہو جائے گا یا ایمان والوں کی نصرت فرمائیں گے اور مشرکین کے علاقوں پر ان کو فتح دیں گے اس صورت میں نصر سے جنس نصرت مراد لی گئی ہے۔

۲: وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (اور آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا دیکھ لیں گے)

نحو: رایت کو ابصرت یا عرفت کے معنی میں مانیں تو یدخلون یہ الناس سے حال ہے۔ نمبر۲۔ علمت کے معنی میں مانیں تو پھر یہ اس کا دوسرا مفعول ہے۔ افواجا یہ یدخلون کے فاعل سے حال ہے۔ اور اذا کا جواب فسبح ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: اذا جاء نصرالله اياك على من ناواك وفتح البلاد ورأيت اهل اليمن يدخلون فى ملة الاسلام جماعات كثيرة بعد ما كانوا يدخلون فيه واحدًا واحدًا واثنين اثنين۔ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے تو بچا اپنے کو ان لوگوں سے جو دشمنی کرنے والے ہیں اور شہروں کو اللہ تعالیٰ فتح کر دے تو تم اہل یمن کو ملت اسلام میں بڑی بڑی جماعتوں میں داخل ہوتا دیکھو گے جبکہ وہ اس

سے پہلے ایک ایک دو دو کر کے داخل ہوتے تھے۔

۳: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے) تسبیح یعنی سبحان اللہ حامداً لہ کہیں یا اللہ تعالیٰ کیلئے نماز پڑھیں۔ وَاسْتَغْفِرْهُ (اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے) تواضع اور نفس کو مٹانے کیلئے یا ہمیشہ استغفار کرتے رہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔) انہ کان بیشک وہ ہمیشہ سے ہے توبہ قبول کرنے والا۔

روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو سن کر رو دیئے اور کہا کہ کمال زوال کی دلیل ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد دو سال تک زندہ رہے۔ (حج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ۸۱/۸۷ روز دنیا میں رہے)

تمت سورۃ النصر بنصرہ

سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۃ اللہب مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ① مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ② سَيَصْلٰى نَارًا

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو جائے نہ اسکے مال نے اسے فائدہ دیا اور نہ اس کی کمائی نے وہ عنقریب شعلہ مارتی ہوئی

ذَاتَ لَهَبٍ ③ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ④ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑤ ع ۱ ۳۶

بڑی آگ میں داخل ہوگا اور اسکی بیوی بھی بری عورت جو لکڑیاں لانے والی ہے اس کے گلے میں رسی ہے کھجور کی چھال کی۔

۱: تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے) التباب ہلاکت اسی سے عرب کا یہ قول ہے۔ أشابة ام تابة کیا تو جوان ہونے والی یا ہلاک ہونے والی ہے۔ یعنی بڑھاپے سے ہلاک ہونے والی ہے۔ معنی یہ ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں۔ کیونکہ روایات کے مطابق اس نے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کو مارنے کیلئے پتھر تھاما تھا۔

وَّتَبَّ اور وہ سارا ہلاک ہو یا اس کے دونوں ہاتھوں کو ہلاکت والا بتلایا اور مراد اس سے اس کی تمام ہلاکت ہے۔ جیسے فرمایا بما قدمت یداک [الحج:۱۰] اور وتب کا معنی یہ ہوگا جیسا اس قول شاعر میں ہے۔

جزاني جزاه الله شر جزائه ☆ جزاء الكلاب والعاويات و قد فعل

(اس نے مجھے بدلہ دیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے بدترین بدلہ یعنی بھونکنے والے کتوں کا بدلہ دے اور اس نے ایسا کر دیا)

قراءت: اور اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی دلالت کرتی ہے وقد تب۔

صفاء کا وعظ:

روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ آپ صفا پر چڑھے اور فرمایا: یا صباحاہ۔ ہر جانب سے آپ کے پاس لوگ جمع ہوئے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا اے بنی عبدالمطلب اے بنی فہر اگر میں تم کو خبر دوں کہ ایک گھوڑ سوار دستہ اس پہاڑی کے پیچھے سے تم پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے۔ کیا تم میری بات کو سچ مان لو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں قیامت سے قبل تمہیں ڈرانے والا ہوں۔ اس پر ابولہب کہنے لگا تبا لک تو ہلاک ہو۔ کیا تو نے اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ [رواہ البخاری: ۴۹۷۱، مسلم: ۲۰۸]

ذکر کنیت کی وجہ:

سورت میں اس کی کنیت استعمال کی گئی ہے اس کی کنیت بطور اعزاز کے لوگوں میں معروف تھی۔ نام اتنا معروف نہ تھا۔ اور یہ وجہ بھی ہے اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ جو کہ مکروہ اور مشرکانہ نام تھا اور تیسری بات یہ ہے اس کا انجام شعلہ زن آگ ہے۔ پس اس کی حالت آخروی اس کی کنیت سے موافقت رکھتی تھی۔

قراءت: مکی نے ابی لَھْبٍ ھاء کے سکون سے پڑھا ہے۔

۲: مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ (اور نہ مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی) ما پہلا نافیہ ہے۔ اور ماکسب کا ما موصولہ یا مصدر یہ ہے۔ ای مکسوبۂ یا کسبہ 'یعنی اس کا کمایا ہوا یا کمانا۔ یعنی اس کے اس مال نے بھی فائدہ نہ دیا۔ جو باپ سے وراثت میں اس نے پایا اور نہ وہ مال جو بذات خود کمایا۔ یا پرانا مال اور تازہ کمایا ہوا کام نہ آیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ماکسب ولدہ جو اس کی اولاد نے کمایا۔ روایت میں ہے کہ وہ کہا کرتا تھا۔ اگر میرے بھتیجے ہی کی بات درست ہے تو پھر میں اس سے بچنے کیلئے اپنا مال اور اولاد قربان کر دونگا۔

۳: سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (وہ عنقریب ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا) سیصلٰی کا معنی عنقریب داخل ہوگا۔

قراءت: البرجمی نے ابوبکر سے سَيُصْلٰى پڑھا ہے۔ سین وعید کیلئے ہے یا وہ بہر صورت ہو کر رہے گا اگرچہ اس کا وقت مؤخر ہے۔ ذات لھب جلائی دھڑکائی ہوئی آگ۔

۴: وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (وہ بھی اور اس کی بیوی جو لکڑیاں لادکر لاتی ہے) وَّامْرَاَتُهٗ اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب جو ابوسفیان کی بہن تھی۔ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ وہ کانٹوں اور جھاڑ کا گٹھا اٹھا کر لاتی۔ رات وہ رسول اللہ ﷺ کے راستہ میں بکھیر دیتی۔ ایک قول یہ ہے: وہ چغل خوری کرتی اور لوگوں کے مابین عداوت کی آگ بھڑکاتی۔

قراءت: حمالة الحطب کو عاصم نے منصوب علی الذم قرار دیا۔ اور مجھے یہ قراءت پسند ہے اور اس نیکی کے ساتھ اس نے رسول اللہ ﷺ تک توسل حاصل کر لیا جو ام جمیل کو سب وشتم پسند کرے (کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں بکتی تھی) اس صورت میں امراتہ پر وقف ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کا عطف سیصلٰی کی ضمیر پر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے: سیدخل ھو وامراتہٗ۔ اعنی حمالة الحطب۔

دیگر قراء نے حمالة الحطب کو رفع دیا ہے۔ اس طور پر کہ یہ وامراتہ کی خبر ہے یا ھی حمالةُ الحطب۔ یعنی ھی مبتدأ محذوف کی خبر مانیں۔

تحقیر و مذمت کی تصویر:

۵: فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی) یہ حال ہے یا دوسری خبر ہے۔ المسد چھلکے یا کھال یا دیگر کسی چیز کی مضبوط بٹی ہوئی رسی معنی یہ ہے۔ اس کی گردن میں رسی ہوگی۔ اس چیز میں سے جس سے رسیاں بٹی جاتی ہیں اور وہ کانٹوں کا وہی گٹھا اٹھانے والی ہوگی۔ اور اس کو اپنی گردن میں باندھے گی۔ جیسا کہ لکڑیاں کاٹ کر لانے والے کرتے ہیں۔ یہ بات اس کی تحقیر و مذمت کیلئے فرمائی۔ اور کسی ایک لکڑیاں اٹھانے والی عورت سے اس کی تصویر کھینچ دی۔ تا کہ وہ اس سے جزع فزع کا اظہار کرے اور اس کا خاوند بھی چڑے۔ کیونکہ وہ بڑے گھرانے کے عزت والے اور دولت مند اور نصیب والے لوگ سمجھے جاتے تھے۔

تمت سورة المسد

سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اَرْبَعُ اٰیَاتٍ

سورۂ اخلاص مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ① اَللّٰہُ الصَّمَدُ ② لَمْ یَلِدْ ۥ وَلَمْ یُوْلَدْ ③ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ④

آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے' اللہ بے نیاز ہے' اس کی اولاد نہیں' اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے' اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

۱: قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے) ھُوَ یہ ضمیر شان ہے۔ اَللّٰہُ اَحَدٌ اور یہ شان ہے کہ اللہ ایک ہے جیسا کہتے ہیں: ھو زیدٌ منطلق گویا اس طرح کہا گیا۔ الشان ھذا و ھو ان اللہ واحد لاثانی لہ۔ شان یہ ہے کہ وہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی ثانی نہیں۔

نحو: ھو ابتداء کی وجہ سے محل رفع میں ہے اور جملہ اس کی خبر ہے اس صورت میں راجع کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ حکم مفرد میں ہے۔ جیسا اس قول میں زیدٌ غلامک اس طرح کہ وہ معنًا مبتدأ ہے یہ اس طرح نہیں جیسا یہ جملہ زیدٌ ابوہ منطلق کیونکہ اس میں زیدٌ اور جملہ دونوں مختلف دو معنوں پر دلالت کرتے ہیں۔ پس اس کے درمیان ایسی ضمیر چاہیے جو ان کو ملا دے اور وہ ہُ ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قریش نے کہا اے محمد! تو ہمیں اپنے اس رب کا وصف بیان کر جس کی تو ہمیں دعوت دیتا ہے۔ پس یہ سورت نازل ہوئی یعنی وہ ذات جس کا وصف تم نے مجھ سے دریافت کیا ھو اللہ (وہ اللہ) اس صورت میں احدٌ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ ای ھو احدٌ یہ واحدٌ کے معنی میں ہے اور اس کا اصل وَحَدٌ ہے۔ واؤ کو ایک طرف واقع ہونے کی وجہ سے ہمزہ سے بدل دیا۔

دلیل عقلی:

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل عقلی یہ ہے۔ نمبر۱۔ اکیلا سارے عالم کی تدبیر و تخلیق میں کافی ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر وہ کافی ہے۔ تو دوسرا بیکار و ضائع ہوا۔ اس کا محتاج نہ ہوا۔ اور یہ نقص ہے اور ناقص الٰہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ کافی نہیں تو وہ ناقص ہوا اور ناقص معبود نہیں۔ نمبر۲۔ اور اس لئے کہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ مفعول فاعل کا محتاج ہو۔ اور فاعل ایک ہی کافی ہے اور ایک سے زائد۔ ان میں

کوئی عدد دوسرے سے اولیٰ نہیں۔ پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ کئی اعداد کا وجود مانا جائے جن کی کوئی انتہاء نہیں۔ اور یہ محال ہے پس دو الٰہ کے وجود کا قول محال ہے۔

نمبر۳۔ اور اس لئے بھی کہ ان دو میں سے ایک یا تو اس بات پر قادر ہوگا۔ کہ اپنے افعال میں سے کوئی چیز دوسرے سے چھپالے یا قادر نہ ہوگا۔ اگر قادر ہوا تو چھپائی ہوئی چیز سے اس کا ناواقف ہونا لازم آیا اور اگر وہ چھپانے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کا عاجز ہونا لازم آیا۔ اور یہ الوہیت کے خلاف ہے۔

نمبر۴۔ اور اس لئے بھی کہ اگر ہم کوئی معدوم ایسا فرض کریں جو ممکن الوجود ہو۔ پس اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی اس کی ایجاد پر قدرت نہیں رکھتا۔ تو دونوں کا عاجز ہونا لازم آیا اور عاجز کیونکر الٰہ بن سکے گا۔ اور اگر ان میں سے ایک قدرت رکھتا ہے۔ دوسرا نہیں تو وہ دوسرا الٰہ نہ رہا۔ اگر بالفرض دونوں قادر ہوں۔ تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو دونوں تعاون سے ایجاد کریں گے تو اس سے ہر ایک کا دوسرے کی مدد کا محتاج ہونا لازم آیا۔ پس ہر ایک عاجز ٹھہرا۔ اور اگر ان میں سے ہر ایک مستقل طور پر اس کے ایجاد پر قدرت رکھتا ہے۔ پھر جب اس کو ان میں سے ایک نے ایجاد کر دیا تو دوسرا اس پر قادر باقی رہے گا۔ تو یہ محال ہے اور اگر قادر باقی نہ رہا تو اس وقت پہلا دوسرے کی قدرت کو زائل کرنے والا ہوگا۔ پس وہ عاجز ٹھہرا۔ اور اس کے تصرف کے ماتحت مغلوب ہو گیا پس وہ الٰہ نہ رہا۔

سوال :واحد نے جب مقدور کو بنفسہٖ ایجاد کر دیا تو اس کی قدرت تو زائل ہوگئی پس اس سے تو یہ لازم ہو گیا کہ اس واحد نے اپنے نفس کو عاجز قرار دے دیا۔

جواب :جب واحد نے اپنے ذاتی مقدور کو ایجاد کیا۔ تو اس کی قدرت نافذ ہوگئی اور جس کی قدرت نافذ ہو جائے وہ عاجز نہیں ہوتا۔ باقی رہا شریک تو اس کی قدرت تو نافذ ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی قدرت تو قدرت غیر کی وجہ سے زائل ہوگئی۔ پس اس کے لئے عاجز ہونا لازم ہوا۔

۲: اَللّٰہُ الصَّمَدُ (اللہ بے نیاز ہے) صَمَد کا وزن فَعَلٌ بمعنی مفعول ہے۔ یہ صمد الیہ سے بنا ہے جبکہ اس کا قصد کریں الصمد ایسا آقا جو حوائج میں مقصود الیہ ہو۔ معنی یہ ہوا۔ وہ اللہ جس کو تم پہچانتے ہو۔ اور اس کا اقرار کرتے ہو کہ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ اور تمہارا خالق ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہی ذات ہے کہ ہر مخلوق جس کا قصد کرتی ہے اور اس سے کوئی مستغنی نہیں وہ خود ان سب سے غنی ہے۔

۳: لَمْ یَلِدْ (اس کے اولاد نہیں) کیونکہ اس کا کوئی ہم جنس نہیں یہاں تک کہ اس کی جنس میں سے بیوی ہو اور پھر توالد کا سلسلہ ہو۔ اس معنی پر دلالت اس ارشاد میں ہو رہی ہے۔ اَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ [الانعام : ۱۰۱] وَلَمْ یُوْلَدْ (اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے) کیونکہ ہر مولود محدث اور جسم ہے اور اس کی ذات تو قدیم ازلی ابدی ہے۔ اس کے وجود کی ابتداء نہیں۔ اسلئے کہ اگر وہ قدیم نہ ہوتا تو حادث ہوتا کیونکہ اس کے درمیان واسطہ نہیں۔ اور اگر حادث ہوتا تو ایک محدث کا محتاج ہوگا اسی طرح

دوسرے اور تیسرے، چوتھے کا یہ تسلسل تک پہنچے گا جو کہ باطل ہے۔

اور وہ جسم بھی نہیں کیونکہ وہ تو مرکب کا نام ہے اس صورت میں پھر ہر جزء صفت کمال سے متصف ہوگا تو ہر جزء الٰہ بن گیا۔ اس سے ایک الٰہ کا قول اسی طرح باطل ہو جاتا ہے جیسا دو الٰہ کے ماننے سے باطل ہوتا ہے۔ یا پھر ہر جزء متصف بکمال نہ ہوگا۔ بلکہ اپنی اضداد کے ساتھ حدث کی علامتوں میں سے ہوگا اور وہ محال ہے۔

۴: وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے) اس کا کوئی مماثل نہیں۔

قریش مکہ کا سوال:

قریش مکہ نے تو آپ سے سوال کیا اپنے رب کی صفات بیان کرو تو آپ کو یہ سورت وحی کی گئی جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر مشتمل ہے۔ ھواللہ سے اشارہ فرمایا کہ وہ اشیاء کا خالق اور نئے سرے سے ایجاد کرنے والا ہے۔ اور اس کے ضمن میں اس کا یہ وصف بیان کر دیا کہ وہ قادر عالم ہے۔ کیونکہ تخلیق قدرت و علم کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ سلسلۂ تخلیق انتہائی احکام اور اتساق و انتظام سے ہو سکتا ہے۔

اور اس میں اس کی صفت حیات بھی بیان کر دی کہ وہ زندہ ہے کیونکہ جو قدرت و علم کی صفات سے متصف ہوگا اس کے لئے حی ہونا ضروری ہے۔ اور اسی میں اس کی صفت سمع، بصر، ارادہ، تکلم کو ذکر کر دیا کہ وہ ان صفات کمالیہ سمیع، بصیر، مرید، متکلم سے متصف ہے اگر وہ ان سے موصوف نہ ہو تو پھر ان کی اضداد سے موصوف ہونا لازم آئے گا۔ اور وہ تمام عیوب ہیں۔ اور نقائص حدث کی علامات میں سے ہے۔ پس ناممکن ہے کہ قدیم ذات ان عیوب سے متصف ہو۔

احدٌ: اس میں اس کی صفت وحدانیت ذکر کی۔ اور شرکاء کی نفی کی گئی ہے۔ اور یہ کہ وہ معدومات کی ایجاد میں وہ اکیلا ہے۔ اور خفیات کے علم میں یکتا ہے۔ الصمد: میں اس کی یہ صفت بیان فرمائی کہ تمام اس کے محتاج ہیں اور وہ غنی ہے جسے کسی کی محتاجی نہیں پس ہر ایک اسی ہی کا محتاج ہوگا۔ لم یلد: اس میں مشابہت اور جنسیت کی نفی ہے۔

لم یولد: حدوث کی نفی ہے۔ اور قدیم ہونے کی صفت بیان کی گئی اور اولیت کی صفت ذکر کی گئی۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اس میں مماثلت کی نفی ہے۔

ایک خیال:

سوال: جس نے یہ خیال کیا کہ کفو بمعنی مثل سے زمانہ ماضی کی نفی تو ثابت ہوئی حال کی نفی نہیں حالانکہ کفار تو حال کی نفی کے مدعی تھے؟

جواب: یہ خیال کرنے والا! اپنی گمراہی میں ڈوبا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ماضی میں اس کا مماثل نہیں تو حال میں مماثل کا نہ ہونا ضرورۃً ماننا پڑے گا کیونکہ حادث تو قدیم کا مماثل بن نہیں سکتا۔ اور کفار کے کلام کا حاصل اور نچوڑ تو شراکت، تشبیہ، تعطیل کی طرف لے جانا ہے۔ اور اس سورت نے ان تمام کی نفی کر دی جیسا ہم نے پختہ ثابت کیا۔

سیبویہ کا انداز:

ظرف مستقر ہو یعنی خبر ہو تو اس کا مقدم کرنا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ کیونکہ جب وہ محتاج الیہ ہے تو اس کو مقدم کیا گیا تا کہ ابتداءً معلوم ہو کہ یہ خبر ہے زائد نہیں۔ اور اس کا مؤخر کرنا اس وقت مستحسن ہے جبکہ وہ ظرف لغو ہو۔ زائد ہو۔ کیونکہ فضلات تاخیر کے مستحق ہیں۔ البتہ فصیح ترین کلام میں ان کو مقدم کیا جاتا ہے۔ کلام یہاں ذات باری تعالیٰ سے بدلے کی نفی کیلئے لایا گیا ہے اور اس معنی کا مرکز یہ ظرف ہے پس اس کا مقدم کرنا ضروری تھا۔

ابوعمرو کا مزاج:

ابوعمرو احد پر وقف کرتے۔ اور وصل کو مناسب خیال نہ کرتے تھے۔ عبدالوارث کہتا ہے کہ ہم نے قراء کو اسی طرح پایا جب ملایا جائے تو مکسور تنوین سے ملاتے ہیں یا پھر تنوین کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ عزیرُ ابن الله [التوبہ:۳۰] کی قراءت ہے۔ عزیز ابن الله۔ کُفْوًا فاء ساکن اور ہمزہ یہ خلف وحمزہ کی قراءت ہے۔ حفص نے کفوًا کو مثقلہ غیر مہموزہ پڑھا اور دیگر قراء نے مثقلہ مہموزہ پڑھا ہے۔ حدیث میں وارد ہے جس نے سورت اخلاص پڑھی اس نے گویا ثلث قرآن پڑھا۔

(رواه النسائی فی عمل الیوم واللیلہ : ۱۱۸)

کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کا تذکرہ اور نمبر۲۔ اوامر و نواہی۔ نمبر۳۔ قصص و مواعظ ہیں اور یہ اکیلی سورت توحید و صفات باری تعالیٰ کو بیان کر رہی ہے۔ پس قرآن کے مضامین کا تیسرا حصہ اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

ایک دلیل ہے:

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ علم توحید اعلیٰ ترین علم ہے اور ایسا کیونکر نہ ہوتا جبکہ علم معلوم کے ساتھ شرف والا بنتا ہے۔ اور معلوم کے حقیر ہونے سے حقیر ہوتا ہے۔ اور توحید کے علم کا معلوم ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات ہیں اور جن کا اطلاق اس پر ہوتا ہے۔ اور جن کا اطلاق اس پر درست نہیں۔ پس تمہارا کیا خیال ہے۔ اس کے مرتبہ کی بلندی اور جلالت قدر کے متعلق۔

دُعائے مفسر رحمہ اللہ:

اللهم احشرنا فی زمرة العالمین بك والعاملین لك، الراجین لثوابك ، الخائفین عن عقابك ، المكرّمین بلقاء ك۔ آمین ثم آمین۔

حضرت محمد ﷺ نے ایک شخص کو قل ھو اللہ احد پڑھتے سنا تو فرمایا واجب ہوگئی۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کیا واجب ہوگئی آپ نے فرمایا اس کیلئے جنت واجب ہوگئی۔ (رواہ الترمذی ص:۲۸۹۷)

تمت سورة الاخلاص ببركة ذاته و كمال صفاته

سُوْرَۃُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۃ الفلق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ① مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ② وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ③ وَمِنْ

آپ یوں کہیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا فرمائی اور اندھیری کے شر سے جب وہ آ جائے اور

شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الْعُقَدِ ④ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ⑤

گرہوں پر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

۱: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (آپ کہیے میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں) الفلق صبح یا مخلوق یا جہنم کی وادی کا نام ہے۔ یا جہنم کے ایک کنوئیں کا نام ہے۔

۲: مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (تمام مخلوقات کے شر سے) ما خلق سے آگ یا شیطان مراد ہے۔

نحو: ما موصولہ اور ضمیر عائد محذوف ہے ما مصدر یہ خلق بمعنی مخلوق۔

قراءت: ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے من شر کو تنوین سے پڑھا اس صورت میں ما فعل کے ساتھ مل کر تاویل مصدر سے موضع جر میں شر سے بدل بنے گا تقدیر کلام یہ ہوگی: من شر خلقه ای من خلق شر بُری مخلوق سے۔ یا ما زائدہ ہے۔

۳: وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ (اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آ جائے) الغاسق: رات کو کہتے ہیں جبکہ اس کا اندھیرا گہرا ہو جائے۔ وقوب: اندھیرے کا ہر چیز میں داخل ہونا۔

قول عائشہ رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر چاند کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اس کے شر سے فانه الغاسق اذا وقب۔ یہی تو وہ اندھیرے والا ہے جب اندھیر ہو جائے۔ چاند کا اندھیر ہونا گرہن کی وجہ سے سیاہ ہونا ہے۔

(رواہ الترمذی: ۳۳۶۶)

نفوسِ ساحر:

۴: وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الْعُقَدِ (اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے) النفاثات۔ نمبر ۱۔ عورتیں، نمبر ۲۔ نفوس

۔نمبر۳۔ساحروں کی جماعتیں جو دھاگوں پر پھونک مار کر گرہ لگاتی ہیں اور اس سے تعویذ گنڈا کرتی ہیں۔النفث ایسی پھونک جس میں تھوک کی ملاوٹ نہ ہو۔

ردِ معتزلہ:

اس میں معتزلہ کی تردید ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ سحر کا کوئی وجود نہیں اور اس کا اثر بھی ظاہر نہیں ہوتا۔

۵:وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے) یعنی جب وہ اپنا حسد ظاہر کرے اور اس کے مقتضٰی کے مطابق عمل کرے کیونکہ جب وہ ظاہر نہیں ہوگا تو پھر اس کا ضرر محسود پر مرتب نہ ہوگا۔ بلکہ وہ خود اس کے اپنے نفس کیلئے نقصان اور غم کا باعث بنے گا۔حسد دوسرے کے ہاں کسی بھلائی کو دیکھ کر اس پر افسوس اور تمنائے زوال کرنا۔

نکتہ: ماخلق کے شر سے استعاذہ کے بعد ان اشیاء سے استعاذہ اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ ان کا شر بہت شدید ہے اور سب سے آخری شر جس سے استعاذہ کیا گیا وہ حسد ہے۔اس سے بتلایا کہ یہ شر میں ان سب سے اعظم تر ہے۔یہ وہ پہلا گناہ ہے جس کے ذریعہ ابلیس نے آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور زمین میں سب سے پہلے قابیل سے ظاہر ہونے والا گناہ ہے۔بعض مستعاذ منہ کو معرفہ اور بعض کو نکرہ لایا گیا کیونکہ تمام پھونکیں مارنے والیاں شریروں کی پارٹیاں ہیں اسی لئے النفاثات کو معرفہ لائے اور غاسق کو نکرہ ذکر کیا کیونکہ ہر غاسق میں شر نہیں۔بعض میں شر ہوتا ہے اور وہ بھی ایک دوسرے کے مقابلہ میں کم زیادہ ہوتا ہے۔اسی طرح ہر حاسد نقصان پہنچانے والا نہیں۔بعض حسد پسندیدہ ہیں جیسا بھلائی کے کاموں میں رشک کرنا۔اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانا۔

تمت سورة الفلق بعظمة فالق الا صباح

سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

سورۃ الناس مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ

آپ یوں کہیے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں جو لوگوں کا بادشاہ ہے لوگوں کا معبود ہے وسوسہ

الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۝۴ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝۵ مِنَ

ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے ہٹ جانے والا ہے' جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے' جنات

الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۶ ع

میں سے اور انسانوں میں سے۔

رکوع-۱ ۳۹

۱: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (آپ کہیے کہ میں آدمیوں کے مالک کی) ان کا مربی اور ان کا مصلح۔

۲: مَلِكِ النَّاسِ (آدمیوں کے بادشاہ) ان کے مالک اور ان کے امور کے مدبر و منتظم۔

۳: اِلٰهِ النَّاسِ (آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں) ان کا معبود

نکتہ: نمبر ا: آیات میں مضاف الیہ کو ایک مرتبہ ظاہر کرنے پر اکتفاء نہیں فرمایا کیونکہ ملک الناس، الٰہ الناس۔ یہ دونوں رب الناس کے عطف بیان ہیں کیونکہ عربوں کی بولی میں رب اور ملک کی نسبت لوگوں کی طرف کی جاتی رہتی ہے۔ مگر الٰہ الناس معبود ہونا یہ اسی ذات کی خصوصیت ہے۔ اس میں کسی کی شراکت وسہامت نہیں ہے۔ اور عطف بیان آتا ہی بیان وضاحت کیلئے ہے پس اظہار مضاف الیہ ضروری تھا نہ کہ اضمار۔

نمبر ۲۔ رب کی نسبت خصوصاً الناس کی طرف کی گئی۔ اگرچہ وہ رب کل شئی ہے یہ انسانوں کو شرف بخشنے کیلئے ایسا کیا گیا اور اس لئے بھی کہ استعاذہ تو لوگوں کے دلوں میں موسوس کے شر کے سبب سے واقع ہوا پس الناس کا ذکر مناسب ہے۔ گویا اس طرح فرمایا: **اعوذ من شر الموسوس الی الناس بربهم الذی یملك علیهم امور هم وهو الٰههم و معبود هم** میں وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں میں ان کے اس رب کے متعلق وسوسہ ڈالتا ہے جو کہ ان کا مالک امور ہے اور وہی ان کا الٰہ اور وہی ان کا معبود ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ پہلے الناس سے مراد اطفال ہیں۔ ربوبیت کا معنی اس پر دلالت کرتا ہے۔ دوسرے الناس سے نوجوان ہیں لفظ ملک جو حکم چلانے کو ظاہر کرتا ہے وہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور تیسرے الناس سے بوڑھے مراد ہیں۔ اور لفظ الٰہ جو عبادت کی خبر دینے والا ہے وہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور چوتھے الناس سے صالحین مراد ہیں۔ اس لئے کہ شیاطین انہی کو اغواء کرنے کے زیادہ درپے ہوتے ہیں۔ اور پانچویں الناس سے مراد مفسدین ہیں۔ کیونکہ اس کا عطف معوذ منہ (جس سے پناہ مانگی جارہی ہے) اس پر ہے۔ (یعنی الجن)

۴: مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ (وسوسہ ڈالنے والے) الوسواس یہ اسم ہے جو کہ الوسوسہ کے معنی میں ہے اس کی نظیر الزلزال بمعنی زلزلہ ہے۔ باقی مصدر وسواس کسرۂ واو کے ساتھ ہے جیسے زلزال۔ اور اس سے مراد شیطان ہے۔ مصدر بول کر اس کا نام رکھا گیا گویا وہ فی نفسہٖ وسوسہ ہے کیونکہ یہ اس کا وہ مشغلہ ہے۔ جس میں وہ ہر وقت مصروف و مستغرق ہے۔ یا مراد ذو الوسواس ہے۔ الوسوسہ ہلکی آواز۔

الۡخَنَّاسِ (پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے) جس کی عادت یہ ہو کہ وہ وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جائے۔ یہ الخنوس سے بنا ہے۔ جس کا معنی متاخر ہونا۔ جیسا العواج والبجات۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول:

جب انسان اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹتا اور مڑ کر بھاگ جاتا ہے اور جب وہ اس کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو واپس لوٹ کر پھر اس کو وسوسہ ڈالتا ہے۔

۵: الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ (جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے)

نحو: یہ صفت ہونے کی وجہ سے محلاً مجرور ہے۔ نمبر۲۔ محل رفع میں ہے۔ نمبر۳۔ شتم کی بناء پر محل نصب میں ہے۔ ان پچھلی دونوں صورتوں میں الخناس پر وقف کرنا اچھا ہے۔

۶: مِنَ الۡجِنَّۃِ وَالنَّاسِ (خواہ وہ جن ہو یا آدمی) یہ الذی یوسوس کا بیان ہے شیطان دو قسم کے ہیں۔ نمبر۱۔ جنی۔ نمبر۲۔ انسی، جیسا فرمایا: شَیٰطِیۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ [الانعام : ۱۱۲]

قول ابوذر رضی اللہ عنہ:

انہوں نے ایک آدمی کو فرمایا: هل تعوذت بالله من شيطان الانس۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی پناہ شیطان انس سے مانگی ہے۔ روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کی گئی جس کی وجہ سے آپ بیمار ہو گئے پس آپ کے ہاں دو فرشتے آئے۔ جبکہ آپ سو رہے تھے ایک نے دوسرے کو کہا ان کو کیا ہوا؟ دوسرے نے کہا ان پر سحر ہوا۔ اس نے سوال کیا کس نے کیا؟ دوسرے نے کہا لبید بن

اعصم یہودی نے، اس نے کہا کس چیز سے سحر کیا۔ اس نے کہا کنگھی کے دندانے اور بال ایک گابھے کو کھود کر ذی اروان کے کنوئیں میں ایک پتھر کے نیچے رکھے گئے ہیں۔ اس پر آپ جاگ گئے پھر زبیر، علی و عمار رضی اللہ عنہم کو بھیجا انہوں نے کنوئیں سے پانی نکالا اور کھودی ہوئی لکڑی کو جب نکالا تو اس میں کنگھی کے دندانے اور بال مبارک تھے۔ اس میں بالوں کو گیارہ گرھیں لگی تھیں۔ جن میں سوئیاں چبھوئی گئیں تھیں۔ پس یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ جب جبرئیل علیہ السلام ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھل جاتی یہاں تک کہ آپ ﷺ آخری گرہ کھلنے پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ گویا کوئی بندھن کھل گیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کہنے لگے

باسم الله ارقيك والله يشفيك من كل داء يؤذيك۔ [رواه البخاری : ۵۷۶۶ مسلم : ۲۱۸۹]

مَسْئَلَه: اسی لئے کتاب اللہ اور کلام رسول ﷺ سے رقیہ کو جائز قرار دیا گیا۔ سریانی اسی طرح عبرانی، ھندی وغیرہ زبان سے جائز نہیں اس کا اعتقاد و اعتماد نہ حلال ہے نہ درست۔ نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا و اقوالنا ومن شرما عملنا و مالم نعمل ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له، ونشهد ان محمدًا عبده ورسوله ونبيه و صفيه ارسله (بالهدٰى و دين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون [التوبه : ۳۳]وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله مصابيح الانام و اصحابه مفاتيح دارالسلام والله اعلم بالصواب واليه الملجا والمآب۔

مفسر رحمہ اللہ کی اس عبارت کو دعائیہ اختتامی عبارت ہونے کی وجہ سے اسی طرح لکھ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اِس بیش خدمت تفسیر کا ترجمہ اِس ناکارہ خلق سے کروا کر اِس پر عظیم احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میزانِ عمل میں اس کو ثقل اور حشر و قبر کی حاضری میں تخفیف کا باعث بنائے۔

اور ناشر جناب مکرم! خالد مقبول اور ان کے والدین کو بہترین اجر سے نوازے۔ آمین ثم آمین

تمت سورة الناس بعظمة فالق الاصباح

(یوم الخمیس قبل صلوٰۃ العصر ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ)

قاری محمد اشرف خوشابی

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف۔ حکومت پنجاب

تاریخ ________

حوالہ نمبر ________

الحمد للہ۔ میں نے مکتبۃ العلم کی شائع کردہ اس تفسیر مدارک کے عربی متن کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اب اسکے متن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے اور لفظی و اعرابی غلطی کا امکان نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

محمد اشرف



عارضی پتہ: امام/خطیب جامع مسجد کوہ نور رائیونڈ ٹیکسٹائل ملز، رائیونڈ مانگا روڈ۔ لاہور

مستقل پتہ: چک نمبر 63/10 ایم بی تحصیل وضلع خوشاب فون: 0301-4984297